یعلمکم الکتاب والحکمة ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون
تفسیر مواہب الرحمن
جامع البیان

يعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون
البرهان
مقدمہ تفسیر
مواهب الرحمن

قول کہا وہ سچا رہا اور جسنے اسکے ارشاد پر عمل کیا ثواب پایا اور جسنے اسکے موافق حکم دیا انصاف کیا اور جسنے اسکی دعوت مانی اسنے راہ راست پائی۔ رواہ الترمذی والدارمی وغیرہما حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مرفوعا کہ اللہ تعالی کو آسمانوں و زمین واُنکے درمیانی چیزوں سے قرآن زیادہ محبوب ہی۔ رواہ الدارمی حدیث حضرت ابن اوس رضی اللہ عنہ مرفوعا کہ جس کسی مسلمان نے بستر پر جاکر سونے وقت قرآن کی کوئی سورت پڑھی تو اللہ تعالی اسکے ساتھ ایک فرشتہ متوکل فرماتا ہی کہ کوئی موذی اُسکے قریب نہین ہونے پاتا یہانتک کہ وہ جاگے جب جاگے۔ رواہ احمد والترمذی حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص ہی کہ جسکے سینہ مین قرآن ہی اُسکے اندر نبوت مندرج کی گئی سوائے اتنی بات کے کہ اُسکو وحی نہین بھیجاتی ہی رواہ الحاکم وغیرہ معنی یہ کہ نبوت کے افضال مین سے یہ تھا کہ یہ قرآن نازل کیا گیا پس یہ تمام وحی پاک اس حافظ قرآن کے دل مین ہی پس ظاہری صورت کے لحاظ سے تشبیہ فرمائی کہ فرق صرف یہ ہوا کہ انبیاء علیہم السلام جنکو اللہ تعالی نے ازل مین برگزیدہ فرمایا ہی اُنپر دنیا مین وحی بھیجی جاتی ہی پس اُنکے قلب مین کتاب آلہی عزوجل حاصل ہوتی ہی پس حافظ قرآن مین وحی نہین مگر وہ چیز موجود ہی پس اسمین بڑی فضیلت ارشاد فرمائی ھ حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جس گھر مین قرآن پڑھا جاوے اُسمین خیر کی کثرت ہوتی ہی اور جسمین نہ پڑھا جاوے اُسمین خیر کی قلت ہوتی ہی۔ رواہ البزار حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مین ہی کہ تین شخص ایسے ہین کہ جنکو قیامت کے فزع اکبر کا ہول نہوگا اور نہ وہ حساب مین رُوکے جاوینگے بلکہ وہ مشک کے چبوترے پر ہونگے یہانتک کہ خلائق کے نفساب سے فراغت ہو از انجملہ ایک وہ شخص جسنے خالص اللہ تعالی کے واسطے قرآن پڑھا اور اُسکے ساتھ ایک قوم کی امامت کی کہ وہ لوگ اس سے راضی رہے الحدیث رواہ الطبرانی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ قرآن ایسی تونگری ہی کہ اسکے بعد محتاجی نہین اور بدون قرآن کے تونگری ہیچ ہی۔ رواہ ابویعلی والطبرانی حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مین ہی اگر کسی کھال مین قرآن ہوا سکو آگ نہین کھائیگی رواہ احمد وغیرہ شیخ ابوعبید رحمہ نے کہا کہ مراد یہ کہ جس مومن کے دل مین قرآن ہو وہ آگ سے محفوظ ہی اور طبرانی رحمہ نے اسی کے مانند حدیث عصمۃ بن مالک و سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور ابن الانباری نے ذکر کیا کہ بعد ہشام دیگر مین ہی کہ مین نے تجھپر ایسی کتاب اُتاری جسکو پانی نہین دھو سکتا معنی یہ کہ وہ قلوب مین محفوظ کر دی کہ اوراق دُھل جانے سے کچھ خطرہ نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ اس سے مفہوم ہوا کہ جو اللہ تعالی نے قرآن پاک کے بارہ مین فرمایا انا لہ لحافظون ہم خود اسکی محافظ ہین یعنی اگلی کتابون توریت و انجیل کیطرح اسمین کوئی تحریف نہین کرنے پاویگا تو خدا ہر بور سے معلوم ہوا کہ منجملہ ذات حفظ کے یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالی و ما بعد طبقات مین آج تک برابر مومنین کے قلوب مین اسکو محفوظ فرمایا اور یہی معنی حدیث واناجیلہم فی صدورہم الخ مین ہین یعنی کتاب سابق مین صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل مین وارد ہی کہ اُنکی اناجیل اُنکے سینون مین ہونگی معنی یہ کہ وہ لوگ حافظ کتاب آلہی عزوجل ہونگے فاحفظہ ھ حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جسنے قرآن پڑھا کہ اُسکے ساتھ اوقات شب و روز مین قیام کرتا اسکے حلال کو حلال رکھتا اور اسکے حرام کرنے کو حرام رکھتا ہی تو اللہ تعالی اسکے خون و گوشت کو آگ پر حرام فرماویگا اور اُسکو سفرۃ الکرام البررۃ کا ساتھی فرماویگا حتی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو قرآن اسکے لیے حجت ہوگا رواہ الطبرانی فی الصغیر حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہی کہ قرآن شافع مشفع وماحل مصدق ہی جسنے قرآن کو آگے کر لیا اُسکو قرآن جنت کو لیجاویگا اور جسنے اسکو پیچھے کر لیا تو اسکو جہنم کو لیجاویگا رواہ ابوعبید حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہی کہ حاملان قرآن عرفاء اہل الجنۃ ہین۔ رواہ الطبرانی حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہی کہ اہل القرآن ہی اہل اللہ و خاصان حق ہین۔ رواہ النسائی وابن ماجہ والحاکم مراد یہ کہ قرآن مجید کے علم و عمل والے خاصان حق ہین واللہ تعالی اعلم ھ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی آدمی بھلا یہ آرزو کرتا ہی کہ جب اپنے گھر مین آوے تو وہان تین بچہ ناقہ تو انا و فربہ پاوے یہ اونٹنیان عرب کے واسطے نعمت غیر مترقبہ تھی ھ ہمنے عرض کیا کہ جی ہان پس ارشاد فرمایا کہ تم مین سے جو کوئی کسی نماز مین تین آیات

قرآن کی آیتیں پڑھے تو اسکے واسطے تین بچہ ناقہ توانا و فربہ سے بہتر ہی رواہ مسلم وغیرہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ مین ہی کہ خیر الحدیث کتاب اللہ رواہ مسلم
یعنی کتاب الٰہی سب حدیث سے بہتر ہی کیونکہ وہ نور محض ہی اور سوائے اسکے ہر حدیث اگر خیر و خوب ہو تو مستلزم ثواب ہی ۞ حدیث معاذ بن انس
رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جسنے فی سبیل اللہ قرآن کی تلاوت کی یعنی جہاد مین بھی تلاوت کی تو وہ صدیقین و شہداء و صالحین کے ساتھ لکھا جائیگا
و حسن اولٰئک رفیقا رواہ احمد حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ جسنے اپنے فرزند کو قرآن پڑھایا وہ بالضرور قیامت کے روز جنت مین
تاج پہنایا جائیگا رواہ الطبرانی فی الاوسط حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ جس شخص نے قرآن پڑھا اور اسکو کامل حاصل کیا یعنی مع
معنی و تفسیر کے سمجھ لیا اور اسکے موافق عمل کیا تو قیامت کے روز اسکے باپ کو ایک تاج کرامت پہنایا جائیگا کہ اگر وہ دنیا مین ہوتا تو اسکی روشنی نسبت
نور آفتاب کے جو گھرون مین ہی بہتر ہوتی پس خود اس شخص کے مرتبہ کی نسبت تمہارا کیا گمان ہی جسنے اسپر عمل کیا رواہ ابوداود و احمد و الحاکم یعنی دنیا مین
آفتاب کی روشنی جیسے گھرون مین بے خلل چمکتی ہی وہ نور تاج اس سے زیادہ منور و بہتر ہوگا اور یہ ظاہر ہی اسواسطے کہ نور آفتاب ہر چند بے نظیر ہی کہ کسی
ترکیب سے بخوبی میسر نہین آتی ہی پھر بھی اسمین ایک طرح کی تمازت ہوتی ہی اور نور تاج سراسر نور و خوشگوار اور محض عالم روحانیت لطیفہ کہ درجہ ہی
واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم ۞ حدیث علی رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جسنے قرآن پڑھا اور دل سے استظہار کیا پس اسکے حلال کو حلال رکھا اور اسکے حرام کو
حرام رکھا تو اللہ تعالیٰ اسکو جنت مین داخل فرماویگا اور اسکی شفاعت اسکے خاندان کے ایسے دس آدمیون کے حق مین قبول فرماویگا جنکے سبب سے
حق مین آگ مستحق ہو چکی تھی رواہ الترمذی و ابن ماجہ و احمد حدیث ابو امامہ رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ جسنے کتاب الٰہی عزوجل کی ایک آیت سیکھی تو وہ
بھی قیامت کے روز اسکے روبرو ہنستی ہوئی سامنے آویگی رواہ الطبرانی سبحان اللہ و بحمدہ اسوقت یاس و اضطراب مین یہ مددگار صمیم العواقب سلسلۂ
رحمت سے قطعی دستگیر خندان صورت مین حیات ہی اللہم ارزقنا ذٰلک برؤف بفضلک انت مولانا ارحم الراحمین ۞ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا
مین وارد ہی کہ جو قرآن سے ماہر ہی وہ ملائکہ سفرۃ کرام البررۃ کے ہمراہ ہی اور جو قرآن پڑھتا اور اسمین تتبع کرتا حالانکہ اسپر دشوار ہوتا ہی تو اسکے لیے دو ثواب
مین رواہ البخاری و مسلم حدیث جابر رض مین ہی کہ جسنے قرآن جمع کیا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکے لیے ایک دعا مستجاب ہی چاہے دنیا مین اسکو
جلدی دے اور چاہے اسکو آخرت کے لیے ذخیرہ رکھے رواہ الطبرانی فی الاوسط اور مترجم کے نزدیک یہان جمع قرآن اسکے ظاہر شرعی احکام و تفاسیر کا علم
اور ایسی حالت مین طلبہ کو چاہیے کہ اسی کی موافقت عمل تا موت چاہین یا کرام ابرار کی مرافقت مانگین کہ یہ عین مقصود ہی واللہ ذو الفضل العظیم ۞
حدیث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ جو مومن کہ قرآن پڑھتا ہی اسکی مثل مانند ترنج کے ہی کہ مزہ خوشگوار و خوشبو خوشگوار ہی اور جو مومن
کہ قرآن تلاوت نہین کرتا اسکی مثل مانند چھوہارے کے ہی کہ اسکا مزہ خوشگوار ہی مگر خوشبو نہین مہکتی ہی اور جو فاجر کہ قرآن پڑھتا ہی اسکی مثل مانند
ریحانہ کے ہی کہ اسکی خوشبو مہکتی مگر مزہ تلخ ہی اور جو فاجر کہ قرآن تلاوت نہین کرتا اسکی مثل جیسے حنظلہ (اندرائن یا نکھوٹا) کہ مزا تلخ اور خوشبو بھی نہین
رواہ البخاری و مسلم اور حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین افضل وہ کہ جسنے قرآن سیکھا اور
سکھلایا رواہ البخاری و مسلم اور کلام اللہ تعالیٰ کی فضیلت کل کلامون پر ایسی ہی جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت اپنی خلق پر ہی رواہ البیہقی مین کہتا
ہون کہ حضرت باری تعالیٰ جل شانہ کو کمال الکل ہی اور مخلوق کو شان باری تعالیٰ کے ساتھ مین کوئی نسبت ہی نہین اسی طرح کسی کلام کو قرآن پاک سے
کوئی نسبت ہی نہین ہوسکتی ہی التنبیہ اس زمانہ مین بوجہ غلبۂ جہل کے مسلمانون مین یہ نوبت پہونچی کہ اکثر کفار ایسے معارضہ کرتے اور کہتے ہین
کہ فلان شخص کی عبارات عربیہ نہایت بلیغ ہین پس تمنے جو قرآن پاک کو معجزہ مانا وہ دعویٰ بلا دلیل ہوا اور یہ جہلا بیچارے سوائے غصہ کرنے کے کچھ
جواب نہین دے سکتے ہین حالانکہ ان کافرون کا معارضہ محض غلط مغالطہ ہی اور یہ کافر نصرانی یا یہودی وغیرہ عربی فصیح سے محض نابہرہ ہوکر

ایسا مغالطہ دیتا ہی پس آسان جواب اور نفیس استدلال یہ ہی کہ ہر زبان کی بلاغت و کمال بلاشبہہ وہ جانتا ہی جسکی یہ زبان ہو جیسے سنسکرت کو پنڈت اور فارسی کو ایرانی اور انگریزی کو یورپی وغیرہ لہٰذا قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کو عرب سے بڑھکر کوئی نہیں سمجھ سکتا اور خوب معلوم ہی کہ عرب کفار فصحا بلغا مدتوں لڑائیاں لڑے حالانکہ انسے قرآن میں ادنیٰ سورہ کے مثل بنانے کا معارضہ کیا گیا تھا لقولہ فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین یعنی کم کو اگیا کرفا توا بسورۃ من مثلہ پھر یہانتک کہا گیا کہ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا یعنی اگر کبھی نہیں لا وینگے لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا بلکہ کفار عرب باوجود اس طمطراق دعوی فصاحت و بلاغت کے یہی کہتے تھے کہ ہذا الا سحر مبین یہ تو کھلا ہوا جادو ہی اور شک نہیں کہ ان کروروں عرب میں یہودی و نصاریٰ اکثر بت پرست تھے پس اگر لا سکتے یا لائے ہوتے تو بر ملا تکذیب کرتے حالانکہ کہیں نشان نہیں ملتا بلکہ بہت سے اعراب جنکی فصاحت اب تک معروف ہی بارہا کوئی آیت سنتے تو اسکو سجدہ کرتے اور انکے ہم قوم کفار کہتے کہ کیا تو صابی ہو گیا تو وہ کہتا کہ نہیں قسم لات و عزیٰ کی مگر میں اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کرتا ہوں پس ہم کہتے ہیں کہ یہ قطعی دلیل ہی کہ کروروں عرب قرناً بعد قرن صریح مقر ہوے کہ یہ بشر کی طاقت نہیں اور جبتک مسلمان نہیں ہوے تو کہتے کہ یہ خالص جادو ہی تو قطعاً معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت کا معجزہ قطعی بشہادت کروروں عرب العربا ہی پھر یہ بیچارہ جاہل زبان عرب ہی کی فصاحت نہیں جانتا اسکی جہالت خود اسپر ہنستی ہی اور وہ کس شمار میں ہی فاحفظوہ ھم حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہی کہ جسکے جوف میں قرآن سے کچھ نہیں وہ خرابہ گھر کی مثال ہی رواہ الترمذی والحاکم حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ میں ہی کہ اگر تو صبح سے جاکر اللہ تعالیٰ کی کتاب پاک سے ایک آیت سیکھی تو دو سو رکعات نماز پڑھنے سے تیرے لیے بہتر ہے رواہ ابن ماجہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہی کہ جسنے کتاب الٰہی عزوجل کا علم حاصل کرکے اسکی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ اسکو گمراہی سے ہدایت پر لاویگا اور قیامت کے روز اسکو حساب کی برائی سے بچاویگا۔ رواہ الطبرانی حدیث ابو شریح الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ یہ قرآن پاک ایک حبل متین ہی جسکا ایک کنارہ قبضہ پاک خدا عزوجل میں ہی اور دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھ میں ہی پس اسکو مضبوط پکڑ لو کہ پھر تم کبھی گمراہ نہوگے یا فرمایا کہ پھر تم کبھی برباد نہوگے۔ رواہ ابن ابی شیبہ حدیث علی رضی اللہ عنہ میں ہی کہ حاملان قرآن اس دن سایۂ الٰہی عزوجل میں ہین جس دن سواے اسکے سایہ کے کہیں سایہ نہوگا رواہ الدیلمی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہی کہ قیامت کے روز صاحب القرآن آویگا پس قرآن جناب الٰہی عزوجل میں عرض کریگا کہ اے رب اسکو آراستہ کر پس اللہ تعالیٰ اسکو تاج کرامت پہنا ویگا پھر عرض کریگا کہ اے رب اسکو مزید عنایت سے سرفراز کر اسکو رضوان عطا کر پس اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا اور صاحب القرآن کو حکم ہوگا کہ تو تلاوت کرتا اور چڑھتا جا اور ہر آیت کے شمار سے اسکو حسنات عطا ہونگی رواہ الحاکم اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا و رضوان من اللہ اکبر الآیہ پس جنت سے بھی افضل رضوان الٰہی ہی حدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ میں ہی کہ روزہ و قرآن دونوں بندہ کے لیے شفاعت کرینگے رواہ الحاکم حدیث ابو امامہ رضی اللہ عنہ میں ہی کہ تم لوگ قرآن پڑھا کرو کہ وہ قیامت میں اپنے لوگوں کے لیے شفیع ہوگا رواہ مسلم واضح ہو کہ قرأت قرآن ایک کرامت تامہ اہل ایمان ہی یہانتک کہ یہ ملائکہ کو عطا نہیں ہوئی حالانکہ ملائکہ امیدوار ہین کہ آدمیوں کی زبان سے سنیں ابن الصلاح اس سے ظاہر ہوا کہ قولہ تعالیٰ ان قرآن الفجر کان مشہودا یعنی نماز فجر کی قرأت میں ملائکہ حاضر ہوتے ہین تو انکی آرزو سے شنود اسی جہت سے کہ اہل ایمان کی قرأت سے قرآن پاک سنیں ھم حدیث ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ میں ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ جس شخص کو قرآن کی تلاوت نے میرے ذکر و دعا سے باز رکھا میں اسکو دعا مانگنے والوں سے افضل عطا کرونگا اور کلام اللہ تعالیٰ کی بزرگی جملہ کلاموں پر ایسی ہی جیسے اللہ تعالیٰ کی بزرگی تمام مخلوق پر ہی رواہ الترمذی والدارمی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہی کہ تم لوگ قرآن کا علم حاصل کرو اور اسکی تلاوت کرو کیونکہ قرآن مجید کی مثال اس شخص کے حق میں جسنے اسکو حاصل کرکے تلاوت و قیام کیا جیسے ظرف

پر از مشک خالص ہی کہ اسکی پاکیزہ خوشبوئین ہر طرف مہکتی ہین اور اس شخص کی مثل جسنے قرآن حاصل کیا مگر سوتا رہتا ہی جسنے ظرف پر از مشک ہی
جسکے دہن پر بندش کی گئی ہی رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن حبان ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے گروہ اسلام تم کیونکر یہود و نصاریٰ سے
پوچھتے ہو حالانکہ تمہاری کتاب جو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ تر و تازہ ہی کہ تم اسکو تلاوت کرتے ہو حالانکہ وہ خالص ہی جسمین کچھ
خلط کا نام نہین ہی اور اللہ تعالیٰ نے تمکو اہل کتاب سے آگاہ کر دیا کہ انھون نے اپنی کتاب کو تبدیل و متغیر کیا اور اپنے ہاتھون لکھکر کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی
طرف سے ہی بھلا جو ہمارے پاس خالص ہی یہ تمکو ان لوگون سے پوچھنے سے مانع نہین ہی رواہ البخاری حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ نہین
مجتمع ہوئی کوئی قوم کسی بیت الٰہی مین کہ کتاب الٰہی عزوجل کی تلاوت کرتے اور باہم درس دیتے ہین مگر انکے اوپر سکینت کا نزول ہوتا اور رحمت انکو چھپا لیتی ہی
اور ملائکہ انکو ہر طرف سے گھیر لیتے ہین اور اللہ تعالیٰ انکا یاد فرماتا ہی اپنے اہل قرب والون مین رواہ ابوداؤد عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہی کہ
تم مین سے کون شخص ہی کہ وہ اس امر کو پسند کرے کہ ہر روز بطحان یا عقیق کو جاکر دو ناقہ بزرگ کوہان بغیر گناہ و قطع رحم کے لایا کرے ہمنے عرض کیا کہ ہم سبھی
اس امر کو دل سے پسند کرتے ہین پس فرمایا کہ پھر کیون نہین تم مین سے ہر کوئی صبح کو مسجد مین جاکر کتاب اللہ عزوجل سے دو آیتین سیکھتا یا پڑھتا ہی کہ وہ اسکے لیے
دو ناقہ بزرگ کوہان سے بہتر اور تین آیات ایسی تین ناقہ سے اور چار آیات ایسی چار ناقہ سے مع انکے شمار از اونٹون کے بھی بہتر ہین رواہ مسلم و ابوداؤد یہ سمجھانے
و تعلیم و ترغیب کے طور پر ہی جیسے کہا جاوے کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ ہر روز اس دریا کے کنارے جاکر موتی و لعل بیش قیمت بدون کسی کی رہزنی و جور
و ظلم کے محض اعطاے حق عزوجل لایا کرے پس کچھ شبہہ نہین کہ دو آیات کا علم و اتقان اس سے ہزار درجہ افضل ہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مین
ہی کہ جسنے کتاب الٰہی عزوجل مین سے کوئی حرف پڑھا اسکے واسطے حسنہ ہی اور حسنہ دس گونہ ہی مین نہین کہتا کہ الم ایک حرف ہی بلکہ کہتا ہون کہ الف
حرف اور لام حرف اور میم حرف ہی رواہ الترمذی وقال صحیح پس الم کی تلاوت مین ۳۰ نیکیان ہین حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مستنبط ہی کہ اللہ تعالیٰ
عزوجل کسی کی طرف ایسی نظر رحمت نہین فرماتا جیسے خوش آواز سے قرآن پڑھنے والے کیطرف توجہ فرماتا ہی الحدیث فی صحیح مسلم وغیرہ حدیث
عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مین ہی کہ قیامت کے روز صاحب قرآن کو ترحم سے ارشاد فرمائیگا کہ تلاوت شروع کر اور درجات منزلت پر
عروج کر اور اسی ترتیل سے پڑھ جیسے تو دنیا مین تلاوت کرتا تھا کہ تیرا درجہ عالی تیری تلاوت کے آخر آیت پر ہی رواہ البخاری والترمذی و اصح ہو کہ اس
باب مین آیات و احادیث و آثار کثیرہ ہین اور قدر مذکور مین صاحب عقل کے واسطے کفایت ہی وما یتذکر الا اولوا الالباب اور صاحبان عقل ہی کو فہم و معرفت
حاصل ہوتی ہی (فصل دوم) وہ احادیث جو خاص خاص سورتون کے بارہ مین وارد ہین اور واضح ہو کہ ہر آیت و سورت کے واسطے علاوہ فضائل
عامہ مذکورہ کے انواع خاص و اسرار بالاختصاص ہین لیکن اول تو وہ فہم عوام سے عالی متعالی ہین باوجودیکہ انکے انوار کا ادراک جبھی کہ قلب نورانی ہو جاوے
لہذا زیادہ اہتمام اس جانب چاہیے کہ صلاحیت حاصل ہو ورنہ خالی بیان سے انکو کچھ حاصل نہوگا دوم خالی بیان جو اسرار معرفت سے ہو وہ بعینہ
قلوب مین مضر اصویہ سے ہوتا ہی کہ فی الحال انکو وہ فہم حاصل نہین اور بدون فہم کے خوف انکار ہی لیکن بقدر فہم ایمان عام کے جو فضائل خاص
وارد ہین انکو بیان کیا جاتا ہی (الفاتحۃ) حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ اللہ تعالیٰ نے توریت یا انجیل کسی مین ام الکتاب کا مثل
نہین نازل فرمایا لہذا یہی سبع المثانی ہی رواہ الترمذی والنسائی والحاکم و اصح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولقد آتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم
یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا احسان عظیم ظاہر فرمایا کہ ہمنے تجھے سبع المثانی و قرآن عظیم عطا فرمایا ہمارے شیخ عارف قدس سرہ نے
مطالب مین ذکر فرمایا کہ قرآن مجید کے واسطے بطون و ظہور جنکا ذکر حدیث شریف کی بعض روایات مین آیا ہی انوار خاصہ ہین کہ اگر یہ انکا ظہور ہو تو
بدون استعداد کے روح پر وار کر جاوے کیونکہ جسم بنیاد متجانس ہی اور جبھی تحمل ہوتا ہی کہ درجہ بدرجہ بقدر استعداد ظہور ہو اور کمال ظہور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی ذات مبارک کے لیے تھا پس تورات و انجیل سے قرآن پاک میں مدارج معارف بہت زیادہ عطا فرمائے یعنی آنکہ حظ معارف ختم
و کامل کر دیا اور یہ معنی قولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی سے مستنبط ہیں ولہذا المعنی انبیاء سابقین و اولو العزم علیہم السلام کی خواہش
تھی پھر حسن بصری رح سے باسناد صحیح روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتب سابقہ کے علوم معارف کو قرآن میں جمع فرمایا یعنی انکو معارف کے ساتھ میں قرآن
عظیم کا اکمال کیا اور قرآن مجید کے علوم معارف کو سورۂ فاتحہ میں جمع کیا ولہذا سورۂ فاتحہ کا مثل کسی کتاب سابق میں ممکن نہیں ہے فلیتفکر والی اللہ تعالیٰ
المصیر۔ حدیث جابر رض میں ہے کہ قرآن میں بہتر سورہ الحمد للہ رب العالمین ہے رواہ احمد وغیرہ اور حدیث انس رض میں بروایت بیہقی والحاکم اور حدیث
ابو سعید بن المعلی میں بروایت بخاری رح سورۂ فاتحہ کو اعظم القرآن و افضل القرآن فرمایا ہے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ سورۂ فاتحہ دو تہائی قرآن
کے موازنہ میں ہے رواہ ابو عبید واضح ہو کہ اس دار فانی میں معرکہ امتحان و محل اختفاء معانی ہے حقائق اشیاء پر اطلاع نہیں ہو سکتی ہے جبتک اللہ تعالیٰ نے مطلع
فرمایا ولقد قال تعالیٰ زین للناس حب الشہوات من النساء الآیۃ حالانکہ احادیث کثیرہ میں دنیا کی ظاہری صورت رنگ آمیز و باطنی حقیقت قبیح نفرت انگیز
بیان کی گئی لیکن اس قبیح پر اہل القلب مطلع ہوتے ہیں اور اہل غرور و کفر اسکی ظاہری صورت پر فریفتہ ہیں پھر اسی طرح حسن خوب اعمال صالحہ نماز روزہ وغیرہ کے
حقائق مخفی کیے گئے ورنہ امتحانی حکمت باقی نہ رہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت اسی بندہ کے لیے مخصوص فرمائی کہ اسی کی بندگی کرے پس اگر انکا حسن حقیقی
عیان ہوتا اور دنیا کی صورت قبیح کھلی ہوتی تو ہر شخص انکے حسن حقیقی کی طرف رغبت کرتا اگرچہ وہ خالق عزوجل کی بندگی کا مقر بھی نہ ہوتا پس اللہ تعالیٰ نے اپنی
حضوری کے مشتاق بندوں کے لیے یہ انعام وافی خاص فرمائی اور یہ وہی بندے ہیں جو اس حسن کو بغیر دیکھے اسکی بندگی کے مقر ہیں تو یہ انکی
صدق عبودیت کی دلیل ہے کیونکہ انھوں نے ابھی ان کے حسن حقیقی کو دیکھا نہیں تاکہ اسکا اشتیاق متعلقہ ہو پس وہی خالص اپنے رب عزوجل
ہی کے رضوان اکبر کے طالب ہیں حتی کہ یہ رضوان اکبر الٰہی کرامت ہے جسکا طفیل ضمنی یہ انوار حسن حقیقی اعمال ہیں فتفکر واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

سورۃ البقرہ و سورۃ آل عمران حدیث ابو امامہ رض میں ہے کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی گئی جب اسکو شیطان سنتا ہے تو وہاں سے نکل جاتا ہے رواہ
ابو عبید منجملہ اسرار کے یہ کہ اس سورہ میں اسقدر تجلیات سے انوار ہیں کہ شیطان جو نور سے بالکل خالی یعنی محض سیاہی تاریکی ہے وہ بالکل ضد ہے تو جیسے
عالم اجسام میں ضدین جمع نہیں ہوتے ہیں حتی کہ گرم و خشک کے ساتھ جب سرد تر یانی جمع ہوا تو آگ فنا ہو گئی اسی طرح عالم ارواح میں نور سے
تاریکی مر جاتی ہے پس شیطان فوراً نکل بھاگیگا کیونکہ تو اسکی جان پر مشتعل وہاں ہے اسی واسطے جب ہی دل میں یاد الٰہی کا نور آیا اور شیطان کھسک گیا
چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان کی خرطوم آدمی کے دل پر ہوتی ہے حتی کہ جب ہی اسنے اللہ تعالیٰ کی یاد کی تو وہ کھسک کر چھپ گیا اللہم و فقنا لذکرک
و شکرک و حسن عبادتک مع الایمان والامن والعافیۃ انہ القریب المجیب و علی کل شئی قدیر۔ اور اس باب میں حضرت ابن مسعود و ابو ہریرہ و عبد اللہ
بن مغفل رضی اللہ عنہم سے روایات ہیں حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ میں ہے کہ قیامت کے روز قرآن پاک و اسکے موافق عمل کرنے والے لائے
جاوینگے درحالیکہ انکے آگے آگے سورۃ البقرہ و آل عمران ہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورہ کے واسطے تین مثالیں فرمائیں
کہ میں انکو پھر نہیں بھولا چنانچہ فرمایا کہ یہ دونوں گویا چمکدار ابر ہیں یا ظلتان (پانی کا بادل ۱۲) جیسے برق چمکتی ہے یا پرندوں کا جھنڈ پر کھولے ہوئے باہم برابر ملائی ہیں
پس یہ دونوں اپنے قاری کے لیے رحمت کی حجت کرینگے رواہ مسلم والترمذی حدیث شریف میں صریح افادت ہے کہ وہاں ان حقائق حقہ کا ظہور ہو جائیگا۔
حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ سورۂ بقرہ سیکھو کہ اسکا لینا برکت و چھوڑنا حسرت ہے اور مردان بطال کو اسکی استطاعت نہ ہوگی اور سورۂ بقرہ
و آل عمران سیکھو کہ یہ دونوں زہراوین ہیں کہ قیامت کے روز اپنے قاری پر سایہ فرما دینگے گویا دونوں غمامہ یا غیایۃ یا پرندگان صواف کی دو قطاریں ملائی ہیں
رواہ احمد۔ حدیث سہل بن سعد رضی اللہ عنہ میں ہے کہ ہر چیز کے واسطے ایک سنام ہے یعنی ذروۂ اعلیٰ و چوٹی ہوتی ہے اور قرآن مجید کے سنام یہ دونوں

بقرہ ہی جسنے اسکو اپنی کوٹھری مین دن مین پڑھا تین دن تک شیطان اسمین نہین داخل ہوا اور جسنے اسکو رات مین اپنی کوٹھری مین پڑھا تین
رات تک وہان شیطان نہین آویگا (یعنے جہان پڑھتا ہی) رواہ ابن حبان وغیرہ حدیث مین ہی کہ جسنے سورۂ بقرہ پڑہی وہ تاج جنت سے سرفراز فرمایا جائیگا رواہ البیہقی
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جسنے ایک رات مین سورۂ بقرہ وآل عمران کو تلاوت کیا وہ اہل قنوت مین لکھا جائیگا رواہ ابو عبید
یہ حدیث موقوف بمنزلہ مرفوع کے ہی کیونکہ اسمین اجتہاد کو دخل نہین تو لا محالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر بیان فرمایا ہی مکحول نے روایت
کی کہ جسنے جمعہ کے روز سورۂ آل عمران پڑھی اسپر رات تک ملائکہ درود پڑھتے ہین رواہ البیہقی مرسلا **آیۃ الکرسی** حدیث ابی بن کعب
رضی اللہ عنہ مین ہی کہ کتاب الٰہی مین سب سے اعظم آیت آیۃ الکرسی ہی رواہ مسلم حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ ہر چیز کے واسطے ذروۂ
اعلی وچوٹی ہی اور قرآن کے لیے ذروۂ اعلی سورۂ بقرہ ہی اور اسمین ایک آیت ہی جو آیات کی سردار اور وہ آیۃ الکرسی ہی رواہ الترمذی والحاکم حسن سے
مرسل روایت ہی کہ افضل القرآن سورۂ بقرہ ہی اور اسمین سب سے بزرگ آیت آیۃ الکرسی ہی رواہ الحارث بن ابی اسامہ حدیث ابوامامہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جسنے
ہر فرض کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اسکو جنت مین داخل ہونے سے کوئی چیز مانع نہین سوا اسکے کہ موت آوے رواہ النسائی وابن حبان حدیث
انس رضی اللہ عنہ مین ہی آیۃ الکرسی چہارم قرآن ہی رواہ احمد **خواتیم البقرۃ** یعنی آمن الرسول سے آخر تک حدیث ابو مسعود رضی اللہ
عنہ مین ہی کہ جسنے رات مین آخر بقرہ کی دونون آیات پڑہین تو دونون اسکو کافی ہوگئین رواہ البخاری ومسلم والاربعہ حدیث نعمان بن بشیر
رضی اللہ عنہ مین ہی کہ اللہ تعالی نے آسمانون و زمین پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی جسمین سے دو آیتین نازل فرمائین جنکے
ساتھ سورۂ بقرہ کو ختم کیا ہی ولا کی نشان یہ ہی کہ نہین پڑھی جائینگی کسی مکان مین کہ پھر تین رات اس سے شیطان قریب ہوسکے رواہ الحاکم
خواتمہ آل عمران یعنی آخری رکوع حدیث عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جسنے آل عمران کو رات مین پڑھا تو اسکے لیے قیام شب
لکھا جائیگا رواہ البیہقی **سورۃ الانعام** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سورۂ انعام انواجب القرآن ہی رواہ الدارمی وغیرہ اسکی مشایعت مین
ایک گروہ عظیم ملائکہ کا تسبیح کے ساتھ آنا مروی ہی اور انشاء اللہ آویگا **السبع الطوال** حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مین ہی کہ جسنے سبع الطوال
لیا وہ بہتر ہی رواہ احمد والحاکم **سورۂ ہود** حدیث علی رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ کسی منت کو سورۂ براۃ وہود ویس ودخان وعم یتساءلون
نے بوڑھا نہین کیا ہین رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ ضعیف **آخر اسراء** حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آیۃ العز قل الحمد
للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا **سورۂ کہف** حدیث ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے
روایت ہی کہ جسنے جمعہ کے روز سورۂ کہف پڑھی اسکے لیے دونون جمعہ کے درمیان نور روشن ہوگا رواہ الحاکم حدیث ابو الدرداء رضی اللہ عنہ مین
ہی کہ جسنے اول سورۂ کہف سے دس آیات حفظ کین تو وہ دجال سے محفوظ ہوا رواہ مسلم حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ جسنے
سورۂ کہف کا اول و آخر پڑھا اسکے واسطے سر سے قدم تک نور ہوگا اور جسنے کل سورہ پڑھی اسکے لیے آسمان سے زمین تک نور ہوگا رواہ احمد
حدیث عمر رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جسنے رات مین قولہ تعالی فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا پڑھا اسکے لیے عدن سے
مکہ تک نور ہوگا رواہ البزار **سورۃ الم السجدۃ** مرسل مسیب بن رافع مین ہی کہ قیامت کے روز سورۂ الم تنزیل السجدہ آویگا اس
شان سے کہ وہ اپنے دونون بازو کے سایہ مین اپنے قاری کو لے لیگا یہ فرماتا ہوا کہ تیرے اوپر کسی کے واسطے کچھ راہ نہین ہی رواہ ابو عبید ابن عمر
رضی اللہ عنہما نے کہا کہ الم تنزیل السجدہ وسورۂ تبارک الملک دیگر سورتون پر ساٹھ درجہ بلند ہین رواہ ابو عبید **سورۂ یس** حدیث
معقل بن یسار رضی اللہ عنہ مین ہی کہ یس قلب القرآن ہی جو شخص اللہ تعالی و دار الآخرت کو چاہتا ہی وہ جب ہی اسکو پڑھیگا البتہ اللہ تعالی

اسکو بخشیگا اور تم اسکو اپنے مردون پر پڑھو یہ رواہ ابو داؤد والنسائی وابن حبان وغیرہم حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ ہر چیز کے لیے قلب ہے اور
قرآن کا قلب سورہ یٰس ہے اور جسنے سورہ یٰس پڑھا اللہ تعالیٰ اوسکی قراءت کے ساتھ دس بار قرآن کی قراءت لکھیگا رواہ الترمذی والدارمی
حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے خالص رضاء الٰہی عز وجل کے واسطے سورہ یٰس کسی رات مین پڑھا تو اللہ تعالیٰ اوسکی مغفرت فرماتا ہے رواہ الطبرانی والدارمی
حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے ہر رات مین یٰس پڑھنے پر مداومت کی پھر مرا تو شہید مرا یہ رواہ الطبرانی **سورۃ حوامیم** ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا
کہ ہر چیز کے واسطے لباب ہے رواہ ابو عبید ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حوامیم دیباج القرآن ہے رواہ الحاکم **سورۃ الدخان** حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
مین ہے کہ جسنے حم الدخان کسی رات پڑھی تو صبح تک ستر ہزار ملائکہ اسکے لیے استغفار کرتے ہین رواہ الترمذی وغیرہ **المفصلات** ابن مسعود
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہر چیز کے واسطے لباب ہے اور مفصلات قرآن کا لباب ہین رواہ الدارمی **سورۃ الرحمن** حدیث علی رضی اللہ عنہ
مین ہے کہ عروس القرآن سورۃ الرحمن ہے رواہ البیہقی **المسبحات** عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم ہر رات خواب سے پہلے مسبحات پڑھتے اور فرماتے کہ انمین ایک آیت ہے جو ہزار آیات سے بہتر ہے رواہ احمد وابو داؤد والترمذی والنسائی
شیخ ابن کثیر نے تفسیر مین لکھا کہ جس آیت کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا وہ قولہ تعالیٰ ہو الاول والآخر والظاہر والباطن وہو بکل شیء علیم ہے **سورۃ الحشر**
حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وصیت فرمائی کہ جب خواب کے لیے اپنے بستر پر جاوے تو سورۃ
الحشر پڑھے اور فرمایا کہ اگر تو اس رات مین مرا تو شہید مریگا رواہ ابن السنی حدیث معقل بن یسار رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے صبح ہونے کے
بعد آخر سورۃ الحشر سے تین آیات پڑھین تو اللہ تعالیٰ اسپر ستر ہزار فرشتہ موکل فرماتا ہے جو سب اسکے لیے استغفار کرتے ہین یہانتک کہ شام ہو اور اگر وہ
اس روز مرا تو شہید مرا اور اگر اسنے شام کو یہ آیات پڑھین تو رات مین اسکے لیے یہی منزلت ہے رواہ الترمذی حدیث ابو امامہ رضی اللہ عنہ مین ہے
کہ جسنے خاتمہ سورۃ الحشر کو رات یا دن مین پڑھا پھر وہ اس رات یا دن مین مرا تو اللہ تعالیٰ نے اسکے واسطے جنت واجب کر دی رواہ البیہقی —
سورۃ تبارک حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ قرآن مین سے ایک سورہ ۳۰ آیات ہین جسنے ایک شخص کے واسطے شفاعت
کی یہانتک کہ وہ بخشدیا گیا وہ تبارک الذی بیدہ الملک ہے رواہ الاربعۃ وابن حبان والحاکم حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ یہ سورہ مانعہ و
منجیہ ہے کہ عذاب القبر سے نجات دیتا ہے رواہ الترمذی اور حدیث ابن عباس مین سورہ تبارک الملک کی نسبت ہے کہ مجھے آرزو ہے کہ یہ ہر مومن کے
قلب مین ہو رواہ الحاکم اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ مین ہے کہ جسنے سورہ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھا اللہ تعالیٰ اسکو عذاب القبر سے
محفوظ فرماتا ہے رواہ النسائی **سورۃ سبح اسم ربک الاعلیٰ** حدیث ابو تمیم رضی اللہ عنہ مین اسکو افضل المسبحات فرمایا رواہ
ابو عبید **سورۃ لم یکن الذین کفروا** حدیث اسمٰعیل المزنی رضی اللہ عنہ مین اسکے قراءت والے کی نسبت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تجھے
بشارت ہو کہ تجھکو جنت مین جگہ دونگا کہ تو راضی ہو جاوے رواہ ابو نعیم **الزلزلۃ** حدیث انس رضی اللہ عنہ مین سورہ اذا زلزلت کی قراءت کو
نصف قرآن کا معادل فرمایا رواہ الترمذی **سورۃ العادیات** حسن رح سے مرسل روایت ہین سورہ زلزلت اور سورہ عادیات مین سے
ہر ایک کو نصف قرآن کے معادل فرمایا رواہ ابو عبید **سورۃ الہاکم** حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ مین اسکی قراءت کو ہزار آیات کے برابر
فرمایا رواہ الحاکم **سورۃ الکافرون** حدیث انس رضی اللہ عنہ مین اسکو چہارم قرآن کے معادل فرمایا رواہ الترمذی حدیث نوفل رضی اللہ
عنہ مین ہے کہ قل یا ایہا الکافرون پڑھکر اسکے خاتمہ پر سو رہ کہ وہ شرک سے برات ہے رواہ احمد والحاکم حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ مین
خواب کے وقت اسکی قراءت کو شرک سے نجات فرمایا رواہ ابو یعلی **سورۃ اذا جاء نصر اللہ** حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہے کہ

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ قل ہو اللہ
سورۃ الاخلاص اذا جاء نصر اللہ کی قراءت چہارم قرآن کے برابر ہی رواہ الترمذی
احد مساوی ثلث القرآن ہی رواہ مسلم وغیرہ اور اس باب مین ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہی حدیث عبد اللہ بن الشخیر رضی اللہ
عنہ سے روایت ہی کہ جسنے اپنے مرض الموت مین یہ سورہ اخلاص پڑھا تو وہ قبر مین فتنہ سے اور ضغطہ سے محفوظ ہوا اور قیامت مین اسکو
ملائکہ اپنے ہاتھون پر پل صراط سے پار کرینگے رواہ الطبرانی حدیث مین ہی کہ جسنے قل ہو اللہ احد نماز وغیرہ مین سو بار پڑھا اللہ تعالی اسکے واسطے
دوزخ سے برائت لکھتا ہی الطبرانی حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ جسنے قل ہو اللہ احد دس بار پڑھا اسکے لیے جنت مین ایک محل
بنایا جاتا ہی اور جسنے بیس مرتبہ پڑھا اسکے لیے دو محل اور جسنے تیس مرتبہ پڑھا اسکے لیے تین محل بنائے جاتے ہین الطبرانی اور حدیث ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ جسنے نماز صبح کے بعد بارہ مرتبہ قل ہو اللہ پڑھا گویا اسنے چار مرتبہ قرآن ختم کیا اور اہل زمانہ سے بہتر ہی بشرطیکہ
تقوی رکھے الطبرانی فی الصغیر حدیث مین ہی کہ ایک شخص اپنی نماز مین بعد الحمد وسورہ کے قل ہو اللہ احد بھی پڑھا کرتے حتی کہ دوسرون کو نماز
پڑھاتے تو بھی اسی طرح پڑھتے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے دریافت کرو کہ کیون ایسا
کرتا ہی اسنے بتلایا کہ یہ سورہ حضرت باری تعالی کی توحید ہی تو مجھے نہایت محبوب ہی پس آپ سے عرض کیا گیا تو فرمایا کہ اسکو آگاہ کرو کہ اللہ تعالی
اسکو محبوب رکھتا ہی کما فی الصحیح اور روایت ہی کہ جب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کو تشریف لے گئے اور رومیون نے مقابلہ
نکیا اور آپ نے وہان چند روز قیام فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ فلان صحابی نے مدینہ مین انتقال کیا ہی کیا آپ اسکے جنازہ
کی نماز پڑھنا پسند فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان پس آپ کھڑے ہوئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے جنکی تعداد ستر ہزار تھی آپ کے پیچھے صف بستہ
ہوئے حتی کہ آپ نے نماز تمام کی جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ سوائے ستر ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے دو صفین ملائکہ کی ہین ہر صف مین ستر ہزار
ملائکہ ہین پس آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اسنے یہ مرتبہ کس وجہ سے پایا جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ شخص قل ہو اللہ احد کو بہت
محبوب رکھتا تھا حتی کہ اٹھتے بیٹھتے اسکو تلاوت کرتا تھا کما فی الصحیح ایضا **تنبیہ** یہان سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کلام الہی ہونے مین
اول سے آخر تک برابر ہی اور یہ جو بعض آیات کو واسطے فضیلت ہی اسکے معنی بوجہ مذکور کے ہین یعنی جس آیت مین مثلا توحید وصفات باری تعالی
جل شانہ کا بیان ہی تو وہ کرین مذکور اعلی واجل ہی اور بعض آیات مین مثلا شیطان و اسکی سرکشی ولعنت یا فرعون واسکی رعونت وغیرہ مذکور ہی پس
کلام الہی و ذکر پاک ہونے سے نور ہی لیکن مذکور اسمین شیطان و فرعون کو کچھ فضیلت نہین ہی فاحفظہ **سورۃ الفلق وسورۃ الناس**
حدیث عقبہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ کو فرمایا کہ کیا مین تجھے ایسی سورتین سکھلاؤن جنکی مثل توریت یا زبور یا
انجیل مین اللہ تعالی نے نازل نہین فرمائین عقبہ نے عرض کیا کہ ضرور حضور تعلیم فرماوین آپ نے فرمایا کہ قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ
برب الناس رواہ احمد حدیث ابن عباس مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز جس سے پناہ چاہنے والون نے پناہ چاہی سب سے
افضل تجھے بتلاؤن مین نے عرض کیا کہ جی ہان آپ نے ارشاد فرمایا کہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہین رواہ احمد حدیث عبد اللہ بن
خبیب رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا کہ تو وقت شام و وقت صبح کے تین مرتبہ قل ہو اللہ احد و معوذتین پڑھ
لیا کر کہ یہ تجھے ہر چیز سے کفایت کرینگی رواہ ابوداؤد والترمذی **التنبیہ** واضح کہ نوح بن ابی مریم اور میسرہ بن عبد ربہ اور بعض صوفیہ
ہر سورہ کے فضائل مین اپنی طرف سے روایت بنائی اور جب اہل الحدیث نے ایسے مطالبہ کیا کہ تم جنکا نام لیتے ہو انکے ہزارون اصحاب شاگرد
اہل تقوی و دیانت مین سے کوئی روایت نہین کرتا ہی تمنے کہان سے پائی تو آخر ان لوگون نے اقرار کیا کہ ہمنے دیکھا کہ لوگ فقہ ابوحنیفہ رح و فتوح الشام

وغیرہ روایت محمد بن اسحٰق وغیرہ میں مشغول ہیں اور تلاوت قرآن نہیں کرتے ہیں تو ہمنے نیک نیتی سے یہ روایات بنائیں شیخ سیوطی رح نے فرمایا
کہ یہ روایات موضوع باطل ہیں لیکن واحدی وغیرہ بعض نے اپنی کتب تفسیر میں انکا ذکر کرنے میں بڑی غلطی کی مترجم کہتا ہی کہ کشاف سے تعجب ہے
کہ وہ اعتزال کی بیماری سے صحیح احادیث چھوڑ دیتا اور موضوعات لاتا ہی پھر وہ تو معتزلہ ہی زیادہ عجب علامہ بیضاوی رح سے ہی کہ کشاف کی تقلید میں یہ
موضوعات نقل کرتے ہیں اور علامہ خطیب رح نے سراج میں خوب کیا کہ بیضاوی سے نقل کرکے تنبیہ کی کہ یہ روایت موضوع ہی پھر الحمد للہ کہ صحیح روایات
وطرایقہ نقل سے جو فضائل ثابت ہوئے وہ مذکور ہوئے اور انہیں کفایت ہی **فصل** واضح ہو کہ قرآن مجید کے واسطے خواص ہیں اور بعض کا ذکر
احادیث وآثار میں وارد ہی اور اکثر انہیں سے اولیاے صالحین کے تجربہ سے مستند ہیں ولیکن خوب واضح ہو کہ یہ انوار وبرکات صدق ایمان وحسن
ایمان وصدق مقال واکل حلال پر مبنی ہیں ورنہ بہت سے قرآن کی تلاوت کرنیوالے ہیں کہ قرآن انکے حلقوم سے نیچے نہیں اترتا ہی جیساکہ حدیث
شریف میں آیا ہی اور صالحین کی زبان سے ہر آیت شفا ہی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہی کہ تم دو شفا کو لازم کر لو شہد کو اور قرآن کو رواہ ابن
ماجہ وغیرہ حدیث علی رضی اللہ عنہ میں ہی کہ بہترین دوا قرآن ہی رواہ ابن ماجہ حدیث واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درد حلق کی شکایت کی تو آپ نے اسکو قرارت قرآن کا حکم دیا رواہ البیہقی اور اسی کے مانند درد سینہ میں
ابن مردویہ نے حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت کی حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں ہی کہ سورہ فاتحہ سواے موت کے سب بیماریوں کی دوا ہی
رواہ سعید بن منصور والبیہقی وغیرہ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ میں ہی کہ ہم لوگ ایک سفر میں ایک قوم پر اترے اور انھوں نے ہماری
مہمانی نہ کی ناگاہ رات کو لونڈی دوڑتی آئی کہ ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹا وہ بہت تکلیف میں ہی کیا تم میں سے کوئی جھاڑنا جانتا ہی پس ہم میں سے
ایک شخص کھڑا ہو گیا حالانکہ ہم اسکو جھاڑنے والا نہیں جانتے تھے لیکن اسنے کہا کہ تم لوگوں نے ہماری مہمانی نہیں کی پس میں نہیں جھاڑونگا
جبتک تم اجرت نہ ٹھہراؤ پس ان لوگوں نے منظور کیا تیس بکریاں پس جاکر پھونک دیا کہ وہ اچھا ہو گیا اور انھوں نے اجرت بھر پور دی اور ہمنے
کہا کہ ہم آپکو راقی نہیں جانتے تھے اسنے کہا کہ واللہ میں نہیں جانتا اور میں نے تو صرف سورہ فاتحہ دم کیا پھر ہم لوگوں نے اس اجرت کی کھانے سے
تامل کیا حتی کہ مدینہ میں پہونچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے اجازت دی اور طویل قصہ صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہی حدیث
السائب بن یزید میں ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فاتحۃ الکتاب کے دم کے ساتھ تعویذ فرمایا کما فی الطبرانی حدیث انس رضی اللہ عنہ میں
ہی کہ جب تو نے بستر پر پہلو رکھا اور سورہ فاتحہ و قل ہو اللہ احد پڑھا تو اسواے موت کے سب سے محفوظ ہو گیا رواہ البزار حدیث ابوہریرہ رض
میں ہی کہ جس مکان میں سورہ بقرہ پڑھی جاوے اسمیں شیطان داخل نہیں ہوتا ہی رواہ مسلم حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں ہی کہ
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں موجود تھا کہ اتنے میں ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا ایک بھائی بیمار ہی آپ نے فرمایا
کہ کیا بیماری ہی اسنے عرض کیا کہ اسکو لمم ہی آپ نے فرمایا کہ اسکو میرے پاس لا پس اعرابی نے لاکر آپ کے روبرو رکھا پس آپ نے اسپر پڑھکر پھونکا
کہ سورہ فاتحۃ الکتاب اور اول آیہ سورہ بقرہ اور قولہ تعالی والہکم الہ واحد دو آیتیں اور آیۃ الکرسی اور آخر سورہ بقرہ سے تین آیات اور سورہ آل عمران
سے شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو الآیہ اور سورہ اعراف سے ایک آیت ان ربکم اللہ الآیہ اور سورہ المومنین کا آخر فتعالی اللہ الملک الحق الآیہ اور سورہ جن
میں سے ایک آیت وانہ تعالی جد ربنا الآیہ اور سورہ الصافات سے دس آیات اور آخر سورہ الحشر سے تین آیات اور قل ہو اللہ احد اور معوذتین
پڑھکر تعوذ فرمایا پس وہ شخص اٹھ بیٹھا گویا کچھ بیماری نہ تھا رواہ عبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند باسناد حسن اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
صدقۃ الفطر کے جنی چور کے قصہ میں جو اپنی محتاجی کے عذر سے چھوٹ جاتا اور ہر بار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ رض سے فرمایا کہ وہ

میں لیجاؤنگا پس اسنے کہا کہ تجھے ضرور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیجاؤنگا پس اسنے
چھوڑا ہی پھر آویگا اور یہی تاتھی کہ تیسری بار حضرت ابوہریرہ رضہ نے کہا کہ تجھے ضرور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
التجا کی کہ چھوڑ دے اور سکھلایا کہ تو بستر پر جاکر آیۃ الکرسی پڑھ لیا کر کہ برابر تجھپر اللہ تعالی کی طرف سے حافظ ہوگا اور شیطان تجھسے قریب نہوگا
پھر صبح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ خود جھوٹا ہی مگر یہ بات اسنے تجھسے سچ کہی رواہ البخاری اور مترجم نے آیۃ الکرسی
کی تفسیر میں مع دیگر احادیث الباب کے ذکر کیا ہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے آکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا
کہ مجھے کوئی چیز تعلیم فرمائیے کہ نافع ہو آپ نے فرمایا کہ تو آیۃ الکرسی پڑھ کہ وہ تیری ذات و تیری اولاد کی حفاظت کریگی اور تیرے گھر کی حفاظت کریگی
حتی کہ تیرے گرد گھروں کی حفاظت کریگی رواہ المحاملی وعن الحسن مرسلا جب بستر پر جاوے تو آیۃ الکرسی پڑھے کہ کید الجن سے محفوظ ہو الدینوری
ابن عباس سے جب تم میں سے کسی کا جانور سرکش ہو تو اسکے کانوں میں یہ آیت پڑھے افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرھا
والیہ یرجعون البیہقی اور اس باب میں اسقدر کثرت آثار ہی کہ اسکے بیان میں اصل مقصود میں تاخیر ہوگی حالانکہ مترجم نے اکثر اپنے مواقع تفسیر میں
ذکر کیے ہیں **فصل** جب آدمی ایمان سے مستفید ہو کر عبادات الہی عز وجل میں مستقیم ہوا اور اسکے کلام پاک کی تلاوت و اسکے اوامر و نواہی پر عامل
اور اسکے معانی کی ہدایت پر شیطان و نفس سے محترز ہوا تو اللہ تعالی کی رحمت سے اسکی جسمانی تاریک حجاب مرتفع ہوتے و انوار روحانی ظہور
کرتے ہیں اور اللہ تعالی اسکو اس کتاب پاک سے وہ علم عطا فرماتا ہی جو اسنے نہیں سیکھا اور نہ وہ سیکھ سکتا تھا چنانچہ طبرانی کی حدیث میں ہی کہ جب
آدمی نے علم کے موافق عمل کیا تو اللہ تعالی اسکو ایسی چیز کا علم عطا کرتا ہی جو اسے جانا نہیں ہی پس ضرور ہوا کہ آدمی قرآن پاک کے حسب استعداد
تفسیر و تاویل و علوم سے واقف ہو واضح ہو کہ تفسیر چار طرح پر ہی ایک وہ کہ عرب اپنی زبان میں جانتے ہیں مثلا قولہ تعالی واوتیت من کل شیء ولہا عرش
عظیم یعنی ملکہ سبا دی گئی ہی ہر چیز سے اور اسکے واسطے تخت بزرگ ہی پس عرب ہر ایک اپنی زبان میں ہر لفظ کے معنی جانتا ہی دوم وہ تفسیر کہ
جسکو علما جانتے ہیں اور وہ مثلا ملکہ کے متعلق حالات ہیں اور یہ فہم کہ کل چیز سے یہاں مراد اسکی لیاقت کے کل چیزیں ہیں جو بادشاہوں کے
واسطے ہوا کرتی ہیں چنانچہ اسکو آسمان یا ستاروں و نجوم میں سے کچھ نہیں دیا گیا تھا پس وہ تفسیر اسطرح بیان کرینگے کہ ملکہ سبا اپنے لائق ہر چیز
دی گئی تھی سوم وہ تفسیر کہ بمقتضائے علم خاص اسکے ظاہر معنی جو دو وجہ کو محتمل ہیں اسمیں سے ایک وجہ باقتران دلیل لیجاوی مثلا قولہ والمطلقات
یتربصن بانفسہن ثلثۃ قروء اور قروء یعنی حیض و طہر مشترک ہی لیکن مثلا بدلیل حدیث کہ باندی کے طلاق دو ہیں اور اسکی عدت دو حیض ہیں کما
رواہ الترمذی اسلیے معلوم ہوا کہ آیت عدت میں قروء یعنی حیض ہیں پس آزاد مطلقات تین حیض تک عدت بیٹھیں اور اسی قسم سے وہ تفسیر جو علما
راسخین بمعنی خاص سمجھتے ہیں چہارم وہ تفسیر کہ سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا ہی اور کبھی ایک ہی آیت میں دو جہت ہوتی ہیں ایک جہت سے
اسکو عام یا علما سمجھتے ہیں اور دوسری جہت سے اسکو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا ہی مثلا جنت کی راحت وغیرہ ہی کہ قدرت بالغہ الہیہ
سے یہ عیش و نعمت ہمکو معلوم و یقینی ہی لیکن اسکی کیفیت و لذت ابھی مخفی ہی اور اسوقت معلوم ہوگی کہ جب بفضل الہی عز وجل سے یہ نعمت نصیب ہو
اور یہ واضح ہو کہ منجملہ اسرار الہیہ عز وجل کے جو عقل و حکمت میں ایک یہ امر کہ عالم تمام جو قبضہ قدرت حق عز وجل میں ہی اور وہ رائی سے کم حقیقت رکھتا ہی
اسمیں سے ہر چیز بذات خود مختار و موثر نہیں ہو سکتی ہی بلکہ اللہ تعالی ہر چیز کو جس صفت و اثر سے چاہتا ہی ظاہر فرماتا ہی صرف اتنی بات ہی کہ
عموما بندوں کے لیے آثار معلومہ ہیں یہاں یہ کہ مثلا ابر سیاہ نمودار ہوا تو عادت سے تجربہ ہوا ہی کہ جھوم کر پانی برسیگا لیکن مطمئن ہونا چاہیے کہ
قوم فاسق پر اس سے آگ برسے جیسے قوم ہود کے واسطے ہوا اور اسیطرح فلاں مہینہ و موسم برسات ہی حالانکہ محتمل ہی کہ اسوقت قطرہ نہ برسے
اگرچہ بادل اٹھے چنانچہ بارہا قحط کے موسم میں لوگوں کو تجربہ ہو چکا اور اسی قبیل سے سنگریزہ و درخت ہیں کہ انکا نطق و گویائی معروف نہیں ہی

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے بیان بار ہا منسوانہ انھون نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے گواہی دی اور اسیطرح جن چیزون کو اللہ تعالیٰ نے اس عالم کی
نظر سے مخفی کر دیا ہے انکا اظہار کسی کے اختیار مین نہین ہے اور اسی قسم سے غار اصحاب کہف ہے اور اس قسم کے امور بہت معلوم ہین اور منجملہ
بالفعل انکا بیان اسوجہ سے موخر کیا کہ اہل جہالت و کفر اسمین مرتاب و ورطۂ ضلالت مین پڑینگے حالانکہ بارمیون کی آگ مین کودنے و نظر بد کے
تماشے کو دیکھکر اقرار کرتے اور متحیر ہوتے ہین اور یہ تنبیہ نہین ہوتی کہ حقیقی حکمت آمیہ اس سے کہین اعلی و اشرف و الطف ہے اور اسمین کچھ
وجہ اثبات نہین ہے لیکن جب نور نہو تو تاریکی لازمی ہے پس واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب پاک مین اعجاز بلیغ فرمایا کہ ایک ہی خطاب قدرت مین
ہر درجہ کی تعلیم موجود ہے حتی کہ عامی سے لیکر پیغمبر تک ہر ایک درجہ کا آدمی اپنی استعداد کے لائق معانی و معارف سمجھ لیتا ہے پس عامی ابتدا مین
یہ جانتا ہے کہ اسمین صرف یہی معانی ہین جو مین نے سمجھ لیے پھر جب اسپر عمل سے وہ نور مزید حاصل کرتا ہے تو عجیب دیکھتا ہے کہ گویا مین نے یہ آیت
ہی نہین پڑھی تھی اسیواسطے حدیث علی رضی اللہ عنہ مین وارد ہوا کہ لا تنقضی عجائبہ یعنی اسکے عجائب کبھی منقطع نہین ہوتے ہین اور بھید یہ کہ
اسرار معارف غیر متناہی ہین پس کسی حد پر انتہا نہین ہے پس معلوم ہوا کہ یہ اعجاز مقدور بشری سے خارج ہے اور ابتدا سے خدا کا ایسے طور پر ہے
کہ ہر عام اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے اور اسی وجہ سے ہر پیغمبر اسکی قوم کی زبان مین آتا تھا اور یہ دلیل ہے کہ زبان عرب کل قوم عجم پر لازم ہے اور واضح
ہو کہ تفسیر کی ضرورت یہ کہ قرآن پاک علم الٰہی مین ازل سے معجزہ باقیہ دائمہ تھا لہذا ایسے وقت پر نازل ہوا کہ عرب کو بلاغت و فصاحت مین
نہایت غرہ تھا حتی کہ جب نازل ہوا تو اسکی بلاغت و فصاحت کے مقابلہ مین تمام عرب چپ ہو گیا حتی کہ جواب بھی نہین لائے وہ
اسکے سحر کے قائل ہوے پس یہ معلوم کہ وہ تو کلام الٰہی ہے اور سحر کہنا انکی جہالت تھی لیکن یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن اعلای بلاغت و فصاحت
پر ہے پس صحابہ رضی اللہ عنہم اسکے ظواہر اور بہت سے دقائق معانی پر خود متنبہ ہوتے اور اللہ تعالیٰ نے انکی ارواح کو کامل طاہر کیا تھا کہ انکی عقول
نہایت صافی اور انکے اسرار نہایت وسیع تھے کیا نہین دیکھتے ہو کہ انھون نے عجم مین جو مساجد اپنی انظار و انبہ سے قبلہ رخ بنائی ہین آج مہندس
کامل انکی ٹھیک جہت پر حیران ہے اور باوجود اسکے بہت سے علوم و دقائق کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے تھے اگرچہ ابتدا مین
سوال سے منع کیے گئے تھے حتی کہ علوم جمہ و معارف دقیقہ خود انکو منکشف ہوے اور باوجود اسکے بعض امور دریافت کیے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے واسطے تفسیر فرمائی اور واضح ہو اور خوب متنبہ ہو کہ اس زمانہ مین بعض سفہا ہین کہ بوجہ حماقت کے علوم قرآن کی قدر
نہین جانتے اور قرآن مین دنیا کی آرایش و یہان کی زندگی و آخرت سے اعراض ڈھونڈھتے ہین بھلا یہ محض حماقت نہین تو کیا ہے حالانکہ انکو
فناے دنیا کی دلیل قطعی قرآن سے دیکھکر آخرت پر کامل توجہ چاہیے اور اسوقت معلوم ہوتا کہ راہ آخرت نہایت باریک اور بہت ہی دقیق ہے
تو وہ اپنی آپ کو نہایت مشکل مین دیکھتا اور اسوقت قرآن مین تفکر و تدبر سے جانتا کہ سبحان اللہ نہایت آسانی سے مجھے نجات دی اور اسوقت
جو علوم ظاہر ہونگے انکو جان سے زیادہ عزیز جانیگا کیونکہ جو شخص آگ سے جل گیا اور جان سے مایوس ہوا پھر اسکو ایک کسیر اعظم و تریاق اکبر ملا
جس سے وہ اس درد و تکلیف سے چھوٹ گیا تو اس سے اس چیز کی قدر پوچھو اور یہ جہلا تو اسوقت کے منتظر ہین کہ بعد موت کے سب طرف سے
آگ گھیرے حالانکہ اسوقت نجات کی کوئی راہ نہین ہے اور سمجھے معلوم ہو چکا کہ قرآن پاک عجیب کلام معجز ہے کہ اسکے معارف کا ادراک عامی سے لیکر پیغمبر تک
کے واسطے غیر متناہی ہے لہذا الشیخ جوینی رح نے کہا کہ علم التفسیر آسان سخت ہے اور یہ لطیفہ صحیح ہے اور عامی کے واسطے مدارج عالیہ پر ترقی کی سبیل دو طرح
ہے اول یہ کہ ظاہر تفاسیر کو سمجھکر عامل ہو اور رزقنا و وفقنا فضل الٰہی عز وجل دیکھتا جاوے حتی کہ اسکا انکشاف شروع ہو اور دوم یہ کہ ظاہر تفسیر سمجھکر علم
کے ساتھ قلب کی حفاظت کرے کہ یہ بہت جلد عروج کا طریقہ ہے پس طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سرعت سیر اب غیر ممکن ہے کیونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کے فیض برکت سے جو انکو حصول ہوتا تھا اب نہین ہوسکتا لیکن بعض بسد و ذہین اور حاصل کرنا اسکی راہ ہے اور اللہ تعالی نے
اسکو آسان کر دیا بقولہ تعالی ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر اور اللہ تعالی نے لوگون کی توجہ کرنے پر ترغیب فرمائی بقولہ تعالی افلا یتدبرون
القرآن بقولہ تعالی فتکون لہم قلوب یعقلون بہا اور اہل غور کی مدح فرمائی بقولہ تعالی یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا
اور بظاہر آیات و احادیث بہت کثیر ہین اور اسی علم سے فقہ و حکمت حاصل ہوتی ہے وقال تعالی یؤتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا
اور ہمارے زمانہ کے سفہا سے عجب ہے کہ وہ لوگ حکمت کے معنی کو جو فلسفہ مین مذکور ہین کہ اعیان موجودات کو بقدر وسعت انسانی دریافت
کرنا ہے جستجو سے لیتے ہین حالانکہ خود اپنی ابتدا و انتہا و اپنی ذات سے بے خبر و آغاز و انجام سے بے فکر محض گمراہی مین پڑے ہوے ہین [illegible]
مر جاتے ہین اور جو کچھ دریافت کیا سب طاق پر چھوڑ جاتے ہین حالانکہ وہ بھی اٹکل و قیاس تھا کیونکہ علم کے معنی قطعی ہین جیسے کوئی عدد نہین کہ وہ
طاق و جفت دونون ہو۔ اور ممکن نہین کہ زید اسی حالت و اسی وقت مین موجود و معدوم دونون ہو۔ حالانکہ انکی دریافت مین یہ بات حاصل نہین ہے
خصوصا اجرام سماوی مین کچھ قیاسی استدلال قائم کرتے ہین جنمین سے کوئی دلیل قطعی بدیہی نہین ہے بلکہ جیسے اللہ تعالی نے فرمایا ان یتبع اکثرہم الا
ظنا یعنی اکثر انمین صرف اٹکل کی اتباع کرتے ہین وقال ان ہم الا یخرصون یعنی یہ لوگ تو اٹکل ہی لگانے والے ہین [illegible] کیا وجہ ہے کہ یہ جستجو
جنکی عالی ہمت صرف حیات دنیا پر مقصور ہے کیون اٹکل پر جمتے ہین اور کیون علوم و معارف حقہ سے [illegible] ہین حالانکہ علما ربانی جو انکے فلاسفہ
وغیرہ فنون سے بےخبر ہے اور وہ علوم الٰہیہ حقیقیہ سے بھی آگاہ ہے اسکی نظر مین گویا بدیہی مخالفت ان لوگون کی عیان ہے اور وہ انکی جہالت پر تعجب
کرتا ہے کیونکہ اعتقادا نہین بلکہ عقلا اسکی نظر مین انکی جہالت عیان ہے اسکی وجہ بیان کرتا ہون جسکو غور سے سمجھ لینا چاہیے واضح ہو کہ اللہ تعالی نے آدمی کو
قوائے جسمانیہ و روح خاص سے بحکمت بالغہ مرکب فرمایا پھر قوائے جسمانیہ مین حواس ظاہری و باطنی حرکات دماغی سے اشیا کا ادراک کرتا ہو
ہر جسم اپنے منافع و مضار کو پہچانتا اور اپنے حواس سے اسکے اسباب بہم پہونچاتا ہے حتی کہ جانورون مین بھی یہ ادراک موجود ہین کہ بکری اپنے دشمن سے
بھاگتی اور بعض زہریلی بوٹی نہین کھاتی ہے اور بیا اپنے واسطے نہایت خوب گھونسلہ بناتا ہے کہ جو آدمی کی ساخت سے نہین بن سکتا اور آدمی بھی
اپنے حواس کو عمدہ عمدہ اسباب کی ساخت مین کام مین لاتا ہے اور مجموعی حواس ملاکر آدمی مین بہ نسبت جانورون کے زیادہ قوی و مفید ہین
اگرچہ بعض حواس بعضے خاص جانورون مین آدمی سے بہتر ہوتے ہین مثلا گدھ کی نظر و شیر کی قوت وغیرہ لیکن مجموعہ حواس سے انسان ہی اپنے
غالب ہے چنانچہ وہ ایسے آلات و اوزار و کلین بناتا ہے کہ سب جانورون کو مطیع کر لیتا ہے اور روے زمین پر اسی کی حکومت غالب ہے پھر ان حواس
کی ترکیب و ادراک صرف مادیات سے متعلق ہوتی ہے اسیواسطے یہ اوزار و کلین و فنون ریاضیہ جسقدر ہین عمر بھر مین خوب حاصل ہوتے ہین
کیونکہ دماغ مین تر و تازگی سے اشکال و صورتون کی ترکیب جمتی ہے اسیواسطے زیادہ عمر مین جس شخص کو ریاضی پڑھائی جاوے باوجودیکہ ان
فن حواس بوڑھے کو نہین آتی ہے اور یہ بدیہی مشاہدہ [illegible] ہے پھر یہ حواس جن سے مادیات کا ادراک ہے جس شخص مین جسقدر قوی ہون انکا
جسمین انکا نتیجہ بہ زیادہ ہو وہ سب مین ممتاز ہوتا ہے اور سب ہی اسمین شریک ہین لیکن یہ شخص ممتاز بھی ہنوز جانورون مین داخل ہے
اور اسکو ایسی ترقی نصیب نہین ہوئی کہ وہ عقل کے مرتبہ کو پہونچے یہان بعض جانورون کو تعجب ہوگا کہ یہی تو عقل ہے جسکا بیان ہوا اور ہمیشہ
آدمی مین کوئی عقل دیگر نہین دیکھی ہین کہتا ہون کہ بیشک اللہ تعالی نے جسکو جسم سے عروج نہین یا وہ عقل سے دور ہے اور عقل تو انوار روح
کی طرف سے اور قلبی حواس ہین اور نور روحی کا ظہور نہین ہوسکتا جب تک حیات حقیقی حاصل نہو کیونکہ جسم درحقیقت مردہ ہے واسکے حواس مذکورہ
بیکار ہین لیکن اگر روح کے انوار سے عقل حاصل ہو اور اس عقل کے موافق آدمی اس جسم و اسکے حواس سے کام لے تو وہ نعمت بے نظیر [illegible]

حاصل کرتا ہی جسکی نظیر نہین ہی اور اگر یہ عقل نہین تو جسم اپنے حواس سے صرف اپنی راحت و آرام تن پروری کے اسباب ایک اجل محدود تک کے
لیے حاصل کرتا اور تن پروری سے محظوظ ہوتا ہی اور جب اجل محدود آگئی تو یہ تن خوار و اسیر عذاب پائدار ہو جاتا ہی اور اس حالت مین یہ شخص صرف
جسم و اسکے حواس کے احاطہ مین ہی تو ان حواس کا عروج انتہا درجہ مادیات عالم مین لیکن انتہا اسکی نازل ہی کیونکہ جسم اپنے مرکز ثقل کی جانب مائل ہی اور
وہ زمین ہی کیونکہ اسکی ترکیب خاک باد آب آتش سے ہی لیس وہ مادیات و اسکے متعلق خواص و حرکات و سکنات سب محسوسات و اکل کو بوجہ طبعی مناسبت
کے مان جائیگا اور اسی مین اسکی رغبت کامل ہی و لہذا وہ ان حواس و اکل سے کہ بے حقیقت امور کو مان لینے مین دریغ نہین کرتا اور اگر وہ ان حواس سے
عروج کر گیا اور حقیقی حیات تک فائز ہوا اور وہ اسطرح کہ اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم پر صدق محبت ایمانی سے ایمان لایا اور حی القیوم سے زندہ ہوا تو وہ
عقل کے مرتبہ پر فائز ہوا اسیواسطے اللہ تعالی نے اسکو زندہ فرمایا اور کفار کو مردہ فرمایا قولہ تعالی یا ایہا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم
الآیہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے زندہ کرنے کے امور کی جانب بلاوین تو فورًا مانو پس جب یہ زندہ اور عاقل ہوا تو تاریکی سے خارج ہوتا
جائیگا قال تعالی اللہ ولی الذین امنوا یخرجہم من الظلمات الی النور یعنی کہ اسکے تمام جسم کو طاعات کے انوار سے منور فرماتا ہی اور وہ شمع ایمان جو قلب مین
روشن ہی تمام جسمانی رگ و ریشہ مین اسکی روشنی فائز ہوتی ہی چنانچہ تفسیر قولہ تعالی اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح الآیہ کے تحت مین
دیکھو اور قولہ تعالی اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس الآیہ کی تفسیر مین دیکھو لیس یہ عقل ہی کہ جو ایمان کی جانب سے انوار روحانیہ کی روشنی ہی قال تعالی وما کان
لنفس ان تومن الا باذن اللہ ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون چنانچہ شرک و کفر کی پلیدی اللہ تعالی نے ان لوگون پر ڈالی جو عقل نہین رکھتے ہین کیونکہ روئے
زمین تمام کافرون سے بھری ہوا اور انکی باتون پر غرہ ہو کر وہ سوائے ان حواس کے عقل کے معنے نہین جانتے ہین بھلا وہ کب اقرار کرینگے کہ انہین عقل نہین ہی
کیونکہ قوت حواس کی سوا ہے وہ لوگ عقل کی صورت سے کبھی آگاہ نہین ہوئے پس یہ بیچارے معذور ہین کہ جس شخص عنین نے کبھی لذت جماع نہین پائی
وہ کیا جانے اور جسنے کبھی شیرینی نہین چکھی وہ کیونکر بیان کرے اور اس سے تجھے معلوم ہو گیا کہ آدمی مین کبھی عقل کا نور ہوتا ہی حالانکہ حواس مین قوت
نہین ہوتی ہی مثلا جسم ہی ضعیف ہو و قال تعالی ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ یعنی ملت توحید سے وہی منہ موڑیگا جو سفیہ النفس بےعقل
ہو سیسہ اسیواسطے ابو حنیفہ رح نے استنباط فرمایا کہ مومن کبھی سفیہ نہین ہوتا حالانکہ یہ گروہ کافر ہر ایسے شخص کو بے وقوف جانتے ہین جو انکے مانند
حواس نرکھتا ہو کیونکہ انکی اصطلاحی عقل تو یہی حواس ہین اور بیشک اس شخص کے حواس مین قوت کفر نہین ہی تو وہ بیشک کافرون کی عقل
نہین رکھتا حالانکہ بحمد اللہ سبحانہ تعالی وہ حقیقی عقل رکھتا ہی اور معارف حقیقیہ مین وہ ایسے معارج عالی پر پہنچا کہ وہان کسی کافر کا نشان بھی نہین
پھر اسکو ان جانورون کے تعجب و طعن سے کچھ باک نہین ہونا چاہیے وقد قال تعالی ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا و
لہم اعین لا یبصرون بہا ولہم اذان لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل اولئک ہم الغافلون لیس درحقیقت گروہ کفر و شرک جانورون سے
بدتر اور بعض غافل لوگ ہین جنکی ہمت دلی صرف اسی حیات دنیاوی مین منحصر ہو لاچار ہین ہی انکا مستقر ہی کیونکہ اس سے عروج نہین اور
عقل شمار کراس فناگاہ کو دیکھیں قال تعالی واضرب لہم مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض الآیہ یعنی ان کافرون کے واسطے
حیات دنیا کی مثال بیکر جیسے ہمنے آسمان سے پانی نازل فرمایا جس سے زمین کی پیداوار گنجان نکلی پھر وہ بگڑ رہی کہ وہ ہوا مین تنکے اڑتے پھرتے ہین اسطرح آدمیون
کی پیدائش و قدرت مین بہت کم فرق ہی پھر ان لوگون کی ہمت جس چیز کی جانب و نارت سے مائل ہی یہ کچھ بھی عقل ہی اعاذنا اللہ من ذلک الضلال
فصل اصحاب عقل سے خطاب ہی کہ اے بزرگان حق تم تو کلام ربانی سے مستفید ہو اور عقل کی نعمت سے حکمت حاصل کرو ابن عباس رضی اللہ
عنہ نے کہا کہ حکمت معرفت قرآن ہی کہ اسکے محکم و متشابہ و مقدم و موخر و حلال و حرام و امثال و عبرت سے آگاہ ہو رواہ ابن ابی حاتم قولہ من یوت الحکمۃ

ابن عباس نے کہا کہ یعنی تفسیر القرآن کیونکہ تلاوت تو ہر شخص کرتا ہے رواہ ابن مردویہ من طریق جویبر عن ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حکمت مع تلاوت و فکر ... ہے
رواہ ابن ابی حاتم یہی قول مجاہد وابو العالیہ وقتادہ رحمہم اللہ ہے رواہ ابن جریر قال تعالیٰ وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون یعنی یہ سب لوگوں کے
لیے ہم ضرب المثل بیان کرتے ہیں اور سوائے عالموں کے اسکو کوئی عقل میں نہیں لاتا اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ لوگ مطلقاً تلاوت کرتے ہیں ... اسکو
معانی وحقائق تفسیر سے معلوم کرنا علما کو نصیب ہے پس جسنے اسکی تفسیر جان لی وہ زمرہ علما میں داخل ہے عمرو بن مرہ رح سے روایت ہے کہ جب میں
کسی آیت پر گزرتا کہ جسکی تفسیر مجھے نہیں معلوم ہے تو میں غمگین ہوتا تھا اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وما یعقلها الا العالمون رواہ ابن ابی حاتم ابن عباس
سے روایت ہے کہ جو شخص قرآن تلاوت کرتا اور اوسکی تفسیر نہیں جانتا ہے وہ ایسا ہے جیسے اعرابی شعر پڑھتا رہتا ہے رواہ ابو ذر الہروی اور اس باب میں
صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین سے کثیر روایات ہیں بالجملہ قرآن الٰہی منبع ہر حکمت ومعدن ہر فضیلت ہے اور اسی کی تفسیر جاننا حصول نعمت ہے

فصل کیفیت تفسیر وآداب مفسر علما رح نے کہا کہ جو شخص کتاب الٰہی عزوجل کی تفسیر چاہے تو اول اسکو خود کتاب الٰہی سے تلاش کرے کیونکہ جو
ایک جگہ مجمل ہے وہ دوسری جگہ مفسر ہے اور جو ایک جگہ موجز ہے وہ دوسری جگہ مبسوط ہے پھر اگر بیان اسکے ادراک سے باہر ہو تو اسکی تفسیر کو حدیث سے
تلاش کرے کیونکہ حدیث بالکل تفسیر قرآن ہے حتی کہ شافعی رح نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ حکم فرمایا وہ آپنے قرآن مجید سے
معلوم کیا ہے بدلیل قولہ تعالیٰ انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ الآیہ اور حدیث میں ہے کہ مجھے قرآن مجید اور اسکے مثل عطا کیا گیا
ہے مترجم کہتا ہے کہ عکرمہ نے بحر ابن عباس رض سے حدیث کے واسطے قرآن سے اصل دریافت کی اور بارہا خود بیان کی چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ
مواقع آیات میں معلوم ہوگا۔ اگر سنت میں نہ پاوے تو اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم جو شاہد مشاہد الوحی ہیں انکی تفسیر بمنزلہ مرفوع ہے کما ذکرہ الحاکم رح
شیخ ابو طالب الطبری رح نے اوائل تفسیر میں فرمایا کہ منجملہ شروط مفسر کے یہ کہ اعتقاد صحیح ولزوم سنت پر مستقیم ہو ورنہ جسکے اعتقاد میں نقص ہوا اسکو
دنیاوی معاملات میں مامون نہیں رکھتے ہیں تو کیونکر دین کے اسرار الٰہی میں اسکی بات پر اعتماد ہوگا اور شک نہیں کہ وہ فتنہ برپا کریگا جیسے
باطنیہ وروافض کا حال ہے اقول صاحب کشاف معتزلی نے بارہا ذیل میں بطور ضلالات معتزلہ ایسی خفی تفسیر کی کہ بہت سے عوام
اسمیں دھوکا کھاتے ہیں اور اس زمانہ میں فرقہ نیچریہ ایک فرقہ ہے جو ہر طرح عوام پر اپنا نام و دعوی اسلام ظاہر کرتے اور اعتقاد واقوال
میں محض ملحد ہیں انکے اعتقادات باطلہ میں سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال عقل سے اسوقت کے خیالات کے موافق یہ احکام
جاری کیے اور بہت سے امور ہمیں موافق اسوقت کے خیالات کے بیان کیے جو فی الواقع نہیں ہیں جیسے آسمان مدار رہے اور زمین گرد آفتاب
گھومتی ہے اور ملائکہ وجن وغیرہ غیر محسوسات کوئی چیز نہیں ہیں اور یہ سب کفر والحاد وزندقہ ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ مترجم نے آیات کی تفسیر میں تحقیقاً
کی اور انکے اقوال فاسدہ کے ابطال کے لیے علیحدہ رسالہ لکھا ہے اور عجب کہ انہیں سے بعض نے قرآن کی تفسیر کے نام سے الحادی کتاب لکھی
اور اسکی غرض اصلی یہ کہ عوام مسلمانوں کے اعتقاد میں فتور پیدا کرے اعاذنا اللہ تعالیٰ وجمیع المومنین من فتنۃ تلک الدجاجلۃ اور حدیث
صحیح کا معجزہ صادق آیا کہ بہت سے گروہ میری امت کے ملحدین ومشرکین میں شامل ہو جاوینگے ہم قال الشیخ وازانجملہ مفسر پر واجب ہے کہ وہ اس
تفسیر پر اعتماد کرے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو یا صحابہ رضی اللہ عنہم یا انکے حاضرین تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے وارد ہو مترجم
کہتا ہے کہ تبع تابعین مثل سفیان الثوری وغیرہ سے بھی جو قول آیا وہ انکے تقوی و ورع سے اسی پر محمول ہے کہ انھوں نے کسی تابعی سے
بطور وثوق حاصل کیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں رائے سے کہنا کبیرہ گناہ ہے ہم شیخ رح نے کہا کہ جدید قول وحدث وبدعت سے اجتناب کرے
اور اگر اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم متعارض نظر آویں تو انمیں جہانتک جمع کرنا ممکن ہے توفیق دے مثلاً الصراط المستقیم کے معنی میں سب کے

اقوال کا مرجع ایک ہی معنی کے جانب ہی اگرچہ عبارات مختلف ہیں پس ایسا قول اختیار کرے جسمین سب اقوال آجاویں اگر طریقۂ قرآن و سنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں کچھ بھی مخالفت نہیں ہی کیونکہ تمام صحابہ و تابعین متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت
عین موافق سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پھر انکے بعد جو کچھ فتنہ پیدا ہوا پھیلا اور وہ بھی آخر زمانۂ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے
شروع ہوا پھر اگر ان اقوال میں موافقت ممکن نہو تو اس باب میں جو تفسیر مسموع مرفوع ہی اسی پر اکتفا کرے اور اگر مرفوع حدیث نہو تو موافق قواعد اصول کے
ان اقوال میں سے کسیکو ترجیح و تقویت دے۔ مترجم کہتا ہی کہ مجھے بعض محققین کا قول درست معلوم ہوا کہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم میں کہیں تعارض
نہیں ہی اور مترجم نے بہت سے مقامات پر وفاق کا اشارہ کیا لیکن بعض پر وجہ کا معلوم کرنا ضروری ہی از انجملہ یہ کہ کبھی بعض صحابہ سے بعض روایت
ثبوت نہیں ہوتی لیکن بعضے متاخرین بحذف اسناد اسکو ذکر کرتے ہیں حالانکہ اسمین ضعف معروف تھا پھر متاخرین پر اسکا مفہوم دشوار ہوگیا اور
کبھی اسناد صحیح ہوتی ہی لیکن راوی نے اسکے مفہوم میں خطا کی اور اپنی مفہوم کو روایت کیا اور کبھی مفہوم میں خطا نہیں مگر تفسیر مذکور موافق موقع و محل کے
بطور جواب ہوتی ہی جسکو راوی نے عموماً روایت کیا اور کبھی اصل تفسیر بطور نص کے صحیح ہی اور دوسرے عالم سے بطور اشارہ و دلالت کے دوسرے معنی
مروی ہیں حالانکہ ان دونوں میں حقیقت کچھ منافات نہیں ہی حتی کہ اکثر ایک ہی صحابی سے ایسی دو تفسیریں وارد ہوتی ہیں اور اسی قبیل سے
اسباب نزول میں ہوتا ہی کہ آیت کے نزول کے وقت ایک واقعہ خاص تھا جسکا حکم اس آیت کریمہ سے لیا گیا اور یہ حکم خاص ایک صحابی نے روایت کیا پھر
آیت کریمہ کا حکم قیامت تک جسطرح امت پر لازم ہی وہ دوسرے صحابی نے روایت کیا تو دونوں میں کچھ منافات نہیں ہی از انجملہ تفسیر میں اختلاف
کبھی بربنائے لغت عرب بمعنی اجتہاد ہی مثلاً قولہ تعالی ثلثة قروء پس قرء لغت میں کبھی بمعنی حیض آتا اور کبھی بمعنی طہر آتا ہی پس اول پر آیت کے معنی یہ
ہوے کہ مطلقہ عورتیں تین حیض تک انتظار کریں اور دوم پر معنی یہ کہ تین طہر تک انتظار کریں از انجملہ ایک مقام پر حکم مطلق ہی مثلاً بردہ آزاد کرنیکا
حکم ہی اور ظاہر ہی کہ بردہ یعنی لونڈی غلام کبھی کافر و کبھی مومن ہوتا ہی اور کفارہ قتل میں بردہ مومنہ آزاد کرنیکا حکم دیا پس اگر مطلق کو مقید پر محمول
کریں تو اول مقام پر بھی یہی معنی ہونگے کہ بردہ یعنی ایمان والا بردہ آزاد کرو و بالجملہ جمیع امور جنمیں وجوہ اجتہاد جاری ہیں وہ اختلافات نہیں ہیں
ورنہ از قبیل تفسیر ہیں کیونکہ کلام الہی عزوجل کے واسطے کوئی مجتہد یہ نہیں کہہ سکتا کہ کلام کے یہی معنی ہیں از انجملہ نہایت ضروری تنبیہ وہ ہی جو
مترجم نے شروع فصل تفسیر میں بیان کی کہ تفسیر کے چار مراتب ہیں اور یہ معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سعید بن منصور نے سنن میں بسند
صحیح روایت کیے ہیں لہذا کہا گیا کہ متشابہات حروف مانند قولہ تعالی الٓمٓ میں یہ معنی منصوص ہیں کہ لا یعلم تاویلہ الا اللہ اور یہاں وقف کرکے
شروع کیا کہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ اور یہی حضرت ابن عباس وغیرہم سے مروی ہی اور باوجود اسکے حضرت ابن عباس رض سے الٓمٓ کی تفسیر
بھی بسند صحیح مروی ہی پس وجہ یہ ہی کہ تاویل کے معنی خاص ہیں یعنی ما یؤول الیہ الامر اور یہ ایک قسم تفسیر ہی جسکی نسبت ابن عباس رض نے فرمایا کہ وہ سوا
اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا ہی پس تاویل کی اس معنی پر قراءت میں الا اللہ ط پر وقف ہی اور دوسرے معنی تاویل کی یہ کہ اللہ تعالی کی مراد تک وصول
نہیں لیکن علمائے راسخین اسکے مفہوم سے کچھ اشارات سمجھتے ہیں کیونکہ حدیث میں وارد ہی کہ جسنے علم کے موافق عمل کیا تو اللہ تعالی اسکو ایسا
ایسا علم عطا فرماتا ہی جو اسنے نہیں جانا اسیواسطے راسخین فی العلم کی تفسیر میں وارد ہوا کہ وہ عالم جسنے اپنے علم کے موافق عمل کیا پس معلوم ہوا کہ
راسخین فی العلم کو بعض علوم اللہ تعالی عطا فرماتا ہی تو الٓمٓ میں بھی انکو بعض معانی کا علم ہوا لہذا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے الٓمٓ کی تفسیر میں بھی
روایت صحیح ہی بلکہ بعض اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہی پس یہ تاویل نہیں بلکہ تفسیر ہی لہذا ایک قراءت میں بھی وقف فی العلم پر ہی یعنی
لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم ط پھر قولہ تعالی یقولون آمنا بہ الآیہ شروع ہی پس دونوں قول کے موافق آیت کریمہ یوں لکھی جاتی ہی کہ آیت

تاویله الا الله قف والراسخون فی العلم قف یقولون آمنا به کل من عند ربنا الآیة پس دونون قول اپنی اپنی وجہ پر حق ہین اور دونون مین کچھ
منافات نہین ہی اور مدار یہ کہ تاویل سے اگر حقیقت مآل مراد ہی تو یہ سواے اللہ تعالی کے کوئی نہین جانتا ہی اور اگر تفسیر بعطاے الٰہی مراد ہی تو اللہ
تعالی یہ بھید اپنے بندون مین سے راسخین کو عطا فرماتا ہی کہ وہ بعض اسرار سمجھتے ہین جو عوام نہین سمجھتے ہین ولہذا ضرورت ہی کہ تفسیر کے واسطے
ایسا عالم ہو جو راسخ فی العلم ہو اور کچھ شک نہین کہ قلب منور و محفوظ مین جب وساوس شیطانیہ و ہواجس نفس کا خطور نہین تو جو علم اسمین حاصل
ہو وہ از جانب حق عز و جل تفہیم ہی اور بھید یہ ہی کہ افعال العباد سب بندون کے اللہ تعالی کی مخلوقات ہین تو تفہیم بھی اللہ تعالی کے پیدا کرنے سے
حاصل ہوگی چنانچہ بکریون سے کھیت کھا جانے کے معاملہ مین جو حکم کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا فرمایا ففہمناہا سلیمان یعنی اس واقعہ کا حکم ہمنے
سلیمان کو تفہیم فرمایا پس معلوم ہوا کہ باوجود نبوت حضرت داؤد علیہ السلام کے تفہیم حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوئی حالانکہ یہ داؤد علیہ السلام کے
پسر ہین و حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ مین ہی کہ فہم اعطی الرجل فی القرآن یعنی فہم جو آدمی کو کتاب الٰہی سمجھنے مین عطا ہوتی ہی کما فی البخاری حتی کہ جب
اللہ تعالی نہین چاہتا تو بعض مین کتاب الٰہی ہونے سے بھی کچھ نفع نہین پاتا ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ تونے نہین دیکھا کہ یہود و نصاری ہین کہ انکو
توریت و انجیل سے کچھ نفع نہین حاصل ہوتا ہی پس معلوم ہوا کہ مفسر کے شرائط سے یہ کہ قلب صالح رکھتا ہو چنانچہ حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ یہ مضغہ
جب صلاحیت پر ہوتا ہی تو تمام جسم صالح ہو جاتا ہی اور اسکے فساد سے تمام جسم فاسد ہوتا ہی اور قلب کی اعلی اصلاح یہ کہ اسمین اعتقاد راسخ موافق
سنت نبویہ و اجماع سلف رضی اللہ عنہم ہو کہ یہی نور ربانی ہی اور اسی سے بندہ عالم ربانی ہوتا ہی قال تعالی ولکن کونوا ربانیین بما کنتم
تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون اور خوب متنبہ ہو کہ یون تو ہر شخص مدعی ہی کہ مین مومن صادق الایمان ہون لیکن اسکے واقعی حال سے سوا
اللہ تعالی عز و جل کے کوئی آگاہ نہین کیونکہ وہ مطلقین مومنین صادقین کہ جنکو اللہ تعالی نے پسند فرمایا اور راضی ہوا ہی نہین معلوم کہ یہ انہین سے ہی یا نہین
ہی بلکہ ہم خوب جانتے ہین کہ یہ اس مرتبہ کمال پر نہین ہی لیکن ہم قطعاً جانتے ہین کہ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کے لیے یہ اوصاف کمال قطعی حاصل تھے
کیونکہ اللہ تعالی نے انکے واسطے قرآن مین منصوص فرمایا بقولہ اولئک ہم الصادقون و اولئک ہم المؤمنون حقا و رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اور بکثرت
آیات و دلائل واضحہ مثل آفتاب کے روشن ہین تو جس شخص نے اعتقاد مین انسے خلاف و تغیر نہین کیا وہ بھی قطعاً اعتقاد کی راہ سے اعلی
صلاحیت پر ہی پس حاصل یہ نکلا کہ مفسر کی شرط یہ کہ اعتقاد مین سلف صالحین کے مطابق ہو اور اعمال مین تفقہ ہو شیخ رح نے لکھا کہ مقصود بہتری
و سداد ہو اور اسمین جہد بلیغ مد نظر رکھے یعنی تفسیر سے غرض اصلاح و تبلیغ اسلام و صلاح مومنین ہو و قال تعالی والذین جاہدوا فینا لنہدینہم
سبلنا یعنی جنھون نے ہمارے بارہ مین جہد کیا ہم ضرور انکو اپنی راہون کی ہدایت فرما دینگے مترجم کہتا ہی کہ ان راہون سے مراد ہر شخص کی منزلت
وصول بقدر سعادت ازلی ہی تحقیق شیخ رح نے فرمایا کہ ہر نفس کے واسطے اللہ تعالی تک اسکی راہ خاص ہی ہم شیخ رح نے کہا کہ پھر یہ مقصود اسکو جبھی
خلوص کے ساتھ حصول ہوگا کہ جبھی وہ شخص مفسر اس دنیا سے بے رغبت ہو ورنہ شیطان اسکو راغب دنیا کے واسطے کیونکر رکھتا ہی کہ مقصود
صواب سے روک دیگا شیخ ابن تیمیہ رح نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسطرح صحابہ رضی اللہ عنہم پر قرآن پاک تلاوت فرمایا اسیطرح
انکو معانی تعلیم فرمائے اور قولہ تعالی لتبین للناس ما نزل الیہم الآیہ مین تلاوت و تعلیم معانی دونون شامل ہین بلکہ تعلیم معانی خصوصاً عرب کے
واسطے اولی و اقدم ہی اور شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے کہا کہ ہمکو حدیث پہونچی کہ حضرت عثمان و عبد اللہ بن مسعود وغیرہ جو قرآن پڑھاتے تھے
وہ خود جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیات پڑھتے تو آگے نہین پڑھتے حتی کہ جو کچھ اسمین علم و عمل ہی سب حاصل کر لیتے چنانچہ انھون نے
فرمایا کہ ہمنے علم و عمل ساتھ ہی حاصل کیا ہی لہذا حفظ سورہ مین انکو مدت گزر جاتی تھی مترجم کہتا ہی کہ قولہ تعالی لتبین للناس ما نزل الیہم مین

تنبیہ بلیغ ہے کہ آنحضرت صلعم کو بندوں کی تعلیم کا حکم فرمایا اور آپ کی دعوت تمام عرب و عجم سب کے واسطے عام ہے پس عجم کے واسطے یہ تعلیم آپ کی نیابت میں بذریعۂ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پوری کی گئی پس قطعاً یہ خلافت نبوت و خلافت حقہ تھی پس فرقۂ رافضہ سخت جاہل و منکر احکام قرآن ہے۔ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم میں جب کوئی شخص سورۂ بقرہ و آل عمران پڑھ لیتا تو ہماری آنکھوں میں بزرگ ہو جاتا تھا رواہ احمد حالانکہ محض حفظ ان سے کیا ایک ہفتہ میں بہت آسان تھا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آٹھ برس میں سورۂ بقرہ حفظ فرمائی رواہ الموطا یہ تعرف تدبر و تفکر معانی و علوم نفیسہ جمہ کثیرۂ عظیمہ ہیں کہ انکی انتہا تک وصول غیر ممکن ہے و قد قال تعالیٰ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی یعنی کہدے کہ اگر تمام سمندر میرے رب عزوجل کے کلمات کے لیے روشنائی ہو جاویں تو میرے رب عزوجل کے کلمات تمام ہونے سے پہلے یہ روشنائی سمندر ختم ہو جاویگا و قد قال تعالیٰ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ الآیہ بکمال حسن بلا مبالغہ اس معنی میں نص ہے پس جبکہ تفسیر کے واسطے عمر قلیل ہے اور معنی یہ نہیں کہ آٹھ برس میں سورۂ بقرہ پوری کر لی بلکہ معنی یہ کہ اسی قدر پر اکتفا کیا کہ بندہ سب کا حاصل کرنا چاہیے ہے پس بقدر کفایت لیا جاوے کہ عمر کوتاہ ہے و قد قال تعالیٰ کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا آیاتہ یعنی ہمنے تیری جانب یہ کتاب مبارک نازل فرمائی تاکہ اسکی آیات میں تدبر کریں اور مشرکین پر ملامت فرمائی بقولہ تعالیٰ افلا یتدبرون القرآن یعنی قرآن میں صدق دل سے کیوں غور فکر نہیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس تدبر کا نتیجہ ان لوگوں کے حق میں فرمایا کہ فتکون لہم قلوب یعقلون بہا یعنی تدبر کی توفیق پاتے تو انکے واسطے ایسے قلوب حاصل ہوتے کہ جنکے ذریعہ سے انکو عقل ہوتی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ زندگی ہے بذریعۂ حیات انوار روحی بحیات الحی القیوم اور اسکی توضیح اوپر گذر چکی بالجملہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو خلاصۃ الامم و اصطفی خلاصۃ الانبیا خاتم المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم ازل میں مختار و ممتاز ہوئے تھے انکی توجہ تفسیر القرآن کی جانب بشان مذکور بکمال اہتمام راجع تھی اور یہ امر ظاہر ہے کہ آدمی کسی فن طب وغیرہ کی کتاب پڑھ مقاصد اسکے شروح و معانی میں اسقدر کوشش کرتا ہے حالانکہ وہ صرف اسی چند روزہ زندگی کے لیے ہے اور بعد الموت کچھ نہیں پھر یہ کیونکر ہوگا کہ آدمی میں قرآن میں کوشش نکرے اور خصوص صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب یہ گمان کرنا محض غلطی ہے حالانکہ قرآن پاک عین الحیات و روح مومن و حبل المتین و دنیا میں بطور خفاء اور بعد موت کے عیاناً اسکا سراج حامی ہے اور اسکے سایۂ عاطفت میں جو سلطنت اسکے مومن کو حاصل ہوگی اس زمانۂ دنیا میں اسکی مثال بتلانا مشکل ہے واضح ہو کہ مترجم نے بفضل الٰہی عزوجل سابق میں ذکر کیا کہ محققین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفسیر میں جو اختلاف منقول ہوا اگرچہ بہت کم ہے وہ بھی درحقیقت اختلاف نہیں بلکہ بعضے افہام ہم لوگوں کے بوجہ نقص کے ادراک نہیں کرتے ہیں اور علمائے راسخین ادراک کر لیتے ہیں اور واضح ہو کہ تفسیر بالرای کبیرہ گناہ ہے اور مثال یہ کہ مثلاً قولہ تعالیٰ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنہم ظالم لنفسہ و منہم مقتصد و منہم سابق بالخیرات باذن اللہ۔ یعنی پھر ہمنے کتاب پاک انکو میراث دی جنکو ہمنے اپنے بندوں سے برگزیدہ فرمایا سو بعض انمیں سے اپنے نفس پر ظالم ہے اور بعض معتدل ہے اور بعض باذن اللہ نیکیوں کے ساتھ سبقت کرنے والا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص ظالم کی تفسیر کرے کہ وہ ذوالنفس و اجبات میں جاہی ہے تو یہ تفسیر جہالت و باطل ہوگی اور صحیح مرفوع میں آیا کہ تینوں قسم والے بہشتی ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ خود آیت کریمہ میں فرمایا کہ جنکو ہمنے برگزیدہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ نفس پر ظلم بحق شرعی ہے نہ بمعصیت شرعی اور اس کلام معجز کی تفسیر میں جو علوم و حقائق مطوی ہیں ایک کتاب کبیر میں آویں اور پھر بھی اپنی کوتاہی پر ندامت ہوگی اور روح مومن اسکی حلاوت و لذت سے پرواز کرے تو عجیب نہیں ہے فسبحان اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم و ہو العلیم الخبیر۔

فصل

طبقات مفسرین کے بیان میں معلوم ہو چکا کہ مرجع تفسیر خود بعض آیات بعض ہے یا حدیث یا تفسیر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم پس یہاں اسی سلسلہ سے طبقات کا بیان ہے واضح ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں درباب تفسیر قرآن پاک کے غایت حفظ و احتیاط مرعی تھی اور بدوں کمال رعایت کے قرآن پاک

کی تفسیر مین کوئی حرف زبان سے نہین نکالتے تھے حتی کہ بعض اکابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مجھے کون آسمان لیپے نیچے چھپاویگا اور کون زمین اٹھاویگی
اگر مین نے قرآن مین کچھ زبان سے نکالا جسکا مجھے علم حاصل نہین ہوا ہی کما روی فی السنن اور حدیث مرفوع ہی کہ جسنے قرآن مین راے سے کہا وہ کافر
ہوا ۔ الصحاح والسنن سا در طریقہ تفسیر آیندہ انشاء اللہ تعالی آویگا ۔ یہان غرض یہ کہ بوجہ کمال احتیاط وخوف کے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہت قلیل
تفسیر مروی ہی اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے تفسیر فرمائی وہ مشہور ہین دس ہین چارون خلفاے راشدین یعنی حضرت ابوبکر الصدیق وعمر فاروق وعثمان
وعلی رضی اللہ عنہم وعبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عباس وابی بن کعب وزید بن ثابت وابو موسی اشعری وعبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم
خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم مین حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے قلیل تفسیر کی روایت ہی اسوجہ سے کہ بعد وفات آنحضرت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کے مسیلمہ کذاب وغیرہ نے دعوی نبوت کیا اور اعراب کوہ وبیابان پھر مرتد ہوگئے اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ بزور شمشیر
ان لوگون کو مسلمان کیا اور وہ عنایات الہی عزوجل جو ان جہادون مین شامل حال ہوئین ایک معجزہ عظیمہ صدق رسالت حضرت سرور عالم صلے اللہ
علیہ وسلم وبرہان قطعی صدق خلافت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہی اور اعراب مرتدین ایک جماعت عظیم تھے کہ انکو اللہ تعالی نے مغلوب کیا پس
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت اول تو بہت قلیل قریب دو سال تھا ۔ دوسرے وہ ان مرتدون کے مسلمان کرنے مین صرف ہوا اور بعد اسکے
آپ نے عرب کو جہاد شام وعراق پر روانہ فرمایا حتی کہ دمشق تک آپ کی حیات مین فتح ہوا ۔ سوم آپ کی حضوری مین اکثر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم
حاضر تھے پس بہت کم بذات خاص تعلیم کی طرف کوئی امر باعث ہوا بلکہ امر اہم خلافت اعلاے کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ازہاق کلمۂ
نصرانیت تھا اور اسی طرح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک مین تمام بلاد شام وفارس ومصر وغیرہ فتح ہوے اور کمال عنایت جانب
اعلاے کلمۃ اللہ تعالی مصروف رہی حالانکہ خلیفہ برحق رضی اللہ عنہ کی حضوری مین اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے جو لوگون کو تعلیم فرماتے تھے
اور اللہ تعالی نے جو فیض عطا فرمایا اس سے دعوت ختم رسالت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بذریعۂ آپکے خلیفۂ اول ودوم کے تمام ملکون مین
پھیل گئی اور اسی طرح باقی بلاد اسلام خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک مین فتح ہوے اور جو کچھ اللہ تعالی نے قرآن پاک مین وعدہ
فرمایا تھا اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی پورا کیا لیکن حضرت خلیفۂ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضور مین زمانۂ فتن کو
ترقی ہوگئی اور خود آپ کو خوارج وروافض سے آگاہی ہوچکی تھی پس باوجود ان مشاجرات کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضور مین سائلین علم بہت
ہوے کیونکہ زمانۂ صحابہ رضی اللہ عنہم قریب گزرنے کے آگیا اور کثرت شہادت سے سرفراز ہوئے پس تابعین کو دریافت سے چارہ نہ تھا و
اکثر خطابات خطبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یاد دہانی زمانۂ مبارک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وتثبت واستقامت کی نصیحت ہی اور
یہی خطبات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مع مشاورت نظام عدل شریعت ہی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین بوجہ فتن متوحشہ کے ضرورت
اعلام زائد ہوئی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتن کا ذکر کیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا امیر المومنین آپ کو ان فتنون سے
کیا غرض ہی کیونکہ دروازہ بند ہی حالانکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسطرح جانتے تھے جیسے آج کے
پیچھے کل ہونا معلوم ہی اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح بیت المقدس مین قس نصرانی سے پوچھا کہ تو نے مجھے کیونکر پہچانا کہ مین حضرت
خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ دوم ہون حتی کہ تو نے مجھے دیکھکر شہر سپرد کردیا اسنے عرض کیا کہ ہماری کتابون مین حضرت خاتم المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفا کے اوصاف وحلیہ موجود ہین پھر آپ نے پوچھا کہ میرے بعد کون خلیفہ ہوگا اسنے کہا کہ ایک شخص آپ کے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کے اہل قرابت سے ہوگا اور اسنے سب حلیہ وحالات بیان کیے تو آپ نے کہا کہ رحم اللہ عثمان پھر پوچھا کہ بعد اسکے کون خلیفہ ہوگا پس

آپنے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیہ بیان کیا اور کہا کہ وہ خون میں پیر تا ہو گا تو آپ نے اُسکے سر پر درّہ مارا اور کہا او گندے او گندے تو مذمت کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالی علی پر رحم کرے اسنے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین میری غرض مذمت نہیں ہے بلکہ میری غرض یہ ہے کہ وہ ایسے وقت خلیفہ ہو گا کہ تلوار کھینچی ہونگی اور خون رواں ہوگا اور خلیفہ چہارم خود مرد صالح ہو گا تب آپ کا غصہ فرو ہوا۔ پس یہ آثار صریح ہیں کہ ان حضرات کے قلوب میں علم کثیرہ تھے اور کچھ حاجت اُنکے بیان کی نہیں تھی اور وہ حاجت زمانۂ خلافت علی رضی اللہ عنہ میں پیدا ہو گئی لہذا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں اور علی اُسکا دروازہ ہے۔ الحسن۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم تک اس مدینہ کا دروازہ کھولنے و علوم معلومہ نکالنے کی ضرورت اس وجہ سے نہیں تھی کہ سب مدینہ کے اندر عارف معارف اسرار حقہ الٰہیہ تھے کہ افشاء کی حاجت نہ تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں دروازہ کھولے اور ان علوم کو افشا کرنے کی ضرورت پڑی اسی وجہ سے آپ نے تابعین کی استقامت کے لیے بہت سے اخبار ایسے ارشاد فرمائے کہ لوگوں کو صدق رسالت و صدق خلافت پر طمانیت ہوئی اور تابعین میں ایمان راسخ ہوا برخلاف عبداللہ بن سبا وغیرہ کے جو ازلی مرتد تھے کہ انھوں نے بجائے فائدہ کے اُسکو فساد کا آلہ بنایا اور لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ اعتقاد دلایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اصلی نبوت کا استحقاق تھا اور کبھی کہا کہ آپ میں الوہیت ہے اور اسی قسم سے بہت سے شرک و کفر کے اعتقادات عوام میں پھیلانے شروع کیے اور چونکہ مشیت ایزدی جاری ہو چکی تھی آخر ایک فرقہ اُسکے دام فریب میں مبتلا ہو کر جس جماعت پر لوگ منفق تھے پھٹکر الگ ہو گیا اور خوارج کی طرح یہ بھی جماعت سے خارج و گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔ بالجملہ انھیں وجوہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تفاسیر کی روایات بہت ہیں کیونکہ باب رحمت اُسوقت کھلنا مقدر ہو چکا تھا۔ اور یہ فیض رحمت تا قیامت اس امت کے واسطے کشادہ ہوا ورنہ علم مدینہ تک رہتا اور یہ عجیب صنعت حق عزوجل ہے کہ اللہ تعالی ایک ہی امر پیدا کر کے ایک قوم کے واسطے باعث رحمت کرتا ہے اور وہی امر دوسرے گروہ کے واسطے باعث نقمت و خسارت کرتا ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ خود جہاد فریضہ میں دونوں باتیں موجود ہیں۔ بالجملہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایات تفسیر بہت ہیں ابوالطفیل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ خطبہ پڑھتے اور فرماتے تھے کہ مجھسے جو چاہو پوچھو کہ واللہ جو کچھ مجھسے پوچھو گے تمکو بتاؤنگا اور مجھسے کتاب اللہ پوچھو کہ واللہ جو کوئی آیت نازل ہوئی مگر آنکہ میں خوب جانتا ہوں کہ رات میں نازل ہوئی کہ دن میں نازل ہوئی اور پہاڑ میں اُتری کہ زمین سہل میں اُتری ہے۔ ابونعیم نے حلیہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قرآن کا نزول سات حرف پر ہوا اور ہر حرف کے واسطے ظاہر و باطن ہے اور علی بن ابیطالب کے نزدیک ظاہر و باطن کا علم ہے۔ سلیمان الاحمسی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واللہ جو کوئی آیت نازل ہوئی مجھے ضرور معلوم ہے کہ کس بارہ میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ میرے رب نے مجھے قلب معقول و زبان سئول عطا فرمائی تھی۔ رواہ ابونعیم۔ پھر واضح ہو کہ باوجود اسکے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ روایت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اسوجہ سے کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو اول باغیوں پھر خوارج سے قتال میں زیادہ مشغولی رہی۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ والذی لا الٰہ غیرہ ایسا نہیں ہوا کہ کوئی آیت نازل ہوئی مگر آنکہ مجھے ضرور علم ہے کہ کس شخص کے بارہ میں و کہاں نازل ہوئی اور اگر میں جانوں کہ کوئی شخص مجھسے زیادہ آگاہ بکتاب اللہ تعالی ہے کہ لوگ اسکی خدمت میں سفر کر کے جاتے ہیں تو میں جاؤں۔ رواہ ابن جریر وغیرہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ حبر الامہ و ترجمان القرآن ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس کو دعا دی کہ اللھم فقھہ فی الدین و علمہ التاویل یعنی الٰہی اسکو دین کا فقیہ کر دے اور اسکو تاویل کا علم دیدے۔ اور ایک روایت میں عطائے حکمت کی دعا ہے اور تیسری روایت میں تعلیم حکمت کی دعا ہے۔ اور ابونعیم نے متعدد روایات دربارہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابن عباس اچھا ترجمان القرآن ہے۔ رواہ البیہقی۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے کبھی بزرگان بدریین کے ساتھ ملا کر ....

یعنی انکے جلسہ میں داخل کرتے تھے پس شاید بعض نے کچھ اپنے دل میں پایا یعنی ناگوار ہوا تو کہا کہ یہ طفل [illegible] ساتھ ہمارے داخل کیا جاتا ہے

حالانکہ ایسے ہمارے لڑکے موجود ہیں پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ طفل کہیں سے [illegible] تم جانتے ہو [illegible] مجھے بلایا کر [illegible]

پس میں یہی گمان کرتا ہوں کہ مجھے اسواسطے بلایا تھا کہ آنکو دکھلاوین پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ لوگ قول تعالیٰ اذا جاء نصر اللہ [illegible]

کہتے ہیں پس بعض نے کہا کہ بوقت نصرت و فتح کے ہم کو حمد و استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔ اور بعض [illegible] کیا [illegible]

ابن عباس تو بھی یہی کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہی نہیں۔ تو فرمایا کہ پھر تو کیا کہتا ہے میں نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

آپ کو آگاہ فرمایا یعنی جب آئی اللہ تعالیٰ کی نصرت و فتح تو یہ آپ کی علامت موت ہے پس اپنے رب کی حمد و تسبیح کیجئے اور [illegible] استغفار کیجئے [illegible]

پس عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو تو کہتا ہے وہی میں بھی جانتا ہوں۔ رواہ البخاری۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ

عنہ نے ایک روز اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ آپ لوگ کس شخص کے بارہ میں یہ آیت نازل جانتے ہیں ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ من نخیل و اعناب

الآیہ۔ تو انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اعلم۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ خشمناک ہوگئے اور فرمایا کہ کہو کہ ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے [illegible]

عباس نے عرض کیا کہ میرے دل میں اس آیت کے علم میں سے کچھ ہے تو خوش ہو کر فرمایا کہ ای بھتیجے اسکو بیان کر اور اپنے آپ کو حقیر [illegible] ابن عباس

نے کہا کہ یہ عمل کی مثل بیان فرمائی گئی ہے حضرت عمر رضی اللہ نے فرمایا کہ کس عمل کی مثل ہے پھر فرمایا کہ یہ ایک مرد کی مثال ہے جسنے طاعت الٰہی پر عمل کیا پھر [illegible]

واسطے شیطان کو اٹھا دیا گیا کہ اس شخص نے یہانتک معاصی کیے کہ گناہوں نے اسکے اعمال غرق کر دیے۔ رواہ البخاری والترجمۃ مختصر او ابو نعیم

نے اسناد کے ساتھ ابن عباس رضی سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جماعت مہاجرین رضی اللہ عنہم میں بیٹھے پس لیلۃ القدر کا ذکر ہوا پس

ہر ایک کے پاس جو کچھ علم تھا اسنے بیان کیا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ای ابن عباس تو کیوں خاموش ہے تو بھی کلام کر [illegible]

مانع نہو پس میں نے عرض کیا کہ ای امیر المومنین اللہ تعالیٰ وتر ہے وہ وتر کو محبوب رکھتا ہے چنانچہ اسنے ایام الدنیا سات میں گردش دیے اور انسان کو سات [illegible]

مخلوق فرمایا اور ہمارے ارزاق سات سے پیدا کیے اور ہمارے اوپر سات سموات پیدا کیے اور ہمارے تحت میں سات زمینیں پیدا فرمائیں [illegible]

مثانی میں سے سات عطا فرمائیں اور اہل قرابت سے سات کا نکاح حرام کیا اور سات پر میراث کی تقسیم کی اور ہمارے اجسام سے سات [illegible]

لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کا طواف خانہ کعبہ و صفا و مروہ ادا کیا اور رمی الجمار سات رکھا پس میری رائے میں لیلۃ القدر [illegible]

کے سات آخری راتوں طاق میں ہے پس عمر رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور فرمایا کہ واسطے اس بچہ کے میرے ساتھ کسی نے موافقت نہیں کی۔

ابو نعیم۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر کے روایات بے شمار وارد ہیں لیکن اسناد میں طرق اعتمادی ملحوظ رکھنا چاہیے **طرق جید** سلسلہ

طرق الاسانید میں طریق علی بن ابی طلحہ الہاشمی عن ابن عباس ہے۔ احمد بن حنبل نے کہا کہ مصر میں ایک صحیفہ تفسیر روایت علی بن ابی طلحہ موجود ہے

اگر کوئی شخص خاص اسی کے قصد سے سفر مصر اختیار کرے تو اسکی مشقت بمقابلہ اس نعمت کے کچھ بڑی بات نہوگی۔ ابن حجر نے کہا کہ یہ

ابو صالح ہے اور ابو صالح کاتب لیث رح نے معاویہ بن صالح عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس روایت کیا۔ امام بخاری رح نے صحیح میں ابو صالح کے [illegible]

سے لیا اور اکثر اسی پر اعتماد کیا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن المنذر نے بھی اپنے درمیانی وسائط سے ابو صالح کے روایات اسناد کیں۔ ایک قوم نے

کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے خود ابن عباس سے نہیں سنا بلکہ بواسطہ مجاہد یا سعید بن جبیر رح لیا ہے۔ ابن حجر نے کہا کہ جب واسطہ عالم ثقہ معلوم ہو گیا تو کچھ حرج

نہیں رہا۔ بالجملہ اسی طریقہ پر ائمہ حفاظ نے اتفاق کیا اور بڑی طویل طویل تفاسیر جو کہ جویبر عن الضحاک وغیرہ روایات کیجاتی ہیں انکی اسانید میں مجہول

لوگ بکثرت ہیں **طریق دیگر** ابن جریج سے بھی تفسیر مروی ہے جو امام مالک کے طبقہ میں ثقات محدثین سے ہیں لیکن روایت محمد بن ثور [illegible]

و حجاج بن محمد کی ابن جریج رح سے البتہ صحیح ہی ورنہ دیگر اسانید پر وثوق نہین ہی (طریق دیگر) ابن ابی نجیح عن مجاہد عن ابن عباس — یہ بھی قریب الصحۃ ہی (طریق دیگر) عطا ابن یسار عن ابن عباس — یہ بھی قابل حجت ہی — (طریق دیگر) ابو روق نے جو ابن عباس رض کی تفسیر قلیل روایت کی وہ بھی صحیح ہی (طریق دیگر) اسماعیل السدی سے مختلف اسانید سے ابن عباس و ابن مسعود رض سے تفاسیر مروی ہین اور سدی رح قابل حجت ہین چنانچہ سدی رح سے ائمہ حفاظ مثل سفیان ثوری و شعبہ وغیرہ نے روایت کی لیکن سدی رح سے جو تفسیر مروی ہی وہ اسباط بن نصر نے جمع کی اور اسباط کے ثقہ ہونے پر اتفاق نہین ہی — اور واضح ہو کہ ابن جریج رح نے خالص صحیح روایات کا قصد نہین کیا بلکہ ہر آیت کے بارہ مین جو اقوال ملے انکو جمع کیا ہی — (طریق دیگر) مقاتل بن سلیمان نے تفاسیر روایت کین لیکن ہر چند کہ مقاتل رح مین کلام کیا گیا لیکن امام شافعی رح نے اشارہ کیا کہ مقاتل کی تفسیر اچھی ہی اور مقاتل رح نے کبار تابعین کی ملاقات پائی ہی — سدی رح کی تفسیر بواسطہ ابو مالک و ابو صالح عن ابن عباس اور بواسطہ مرہ رح عن ابن مسعود رض و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ابن جریج رح نے بہت روایات لین اور ابن ابی حاتم نے تھوڑی روایات لین اسواسطے کہ انھون نے التزام کیا کہ جو صحیح اسناد ہو وہ لاوین — واضح ہو کہ حاکم نے کتاب مستدرک مین مرہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ بہت سی تفاسیر لکھین اور انکو صحیح کہا لیکن شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ سدی رح کی اس اسناد سے بکثرت ایسے امور مروی ہین جنمین غرابت و نکارت ہی — مترجم کہتا ہی کہ یہان ایک مقدمہ ضروری علیحدہ فصل مین بیان کرتا ہون

فصل یہ امر معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید نازل فرمایا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر (۲۳) سال مین تھوڑا تھوڑا کرکے بحسب وقائع و نوازل اترتا رہا اور مجموعہ کتاب یکبارگی نزول نہین ہوا اور اسکا بھید انشاء اللہ تعالی آیندہ معلوم ہوگا — اور اور یہ قرآن مجید ہمکو اللہ تعالی نے اپنے محبوب بندون کے ذریعہ سے پہونچایا اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہین پس یہ برہان قطعی ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالی کے محبوب و عادل و حجت بندگان خالصین مخلصین سے ہین کہ انکے ذریعہ سے کتاب مجید ہمکو عطا فرمائی پس اگر خوارج و روافض کا قول باطل یعنی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے صرف معدودے چند ایمان پر رہے تو لازم آویگا کہ قرآن بطور متواتر انکو نہین ملا اسواسطے کہ متواتر قطعی کے واسطے تمام دنیا کے لوگ یہ شرط کرتے ہین کہ ایسے بیشمار لوگون نے نقل کیا ہو کہ عقل ان سب کا متفق ہونا محال جانے اور یہ اسی وقت کہ خلفاے راشدین و صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سب عادل ثقات اللہ تعالی کے محبوب ہون حتی کہ تمام عالم پر انکا نقل کرنا حجت ہی اور قیامت مین کوئی یہ عذر نہین کر سکتا کہ ہمکو پروردگار کی کتاب بطور قطعی نہین پہونچی — اور یہ امر معلوم ہی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھوا کر تمام ملکون مین بھیجے اور انھین پر متواتر عمل رہا پس قرآن و ایمان سب ہمکو صحابہ رضی اللہ عنہم سے پہونچا پس قرآن و عقاید تو متواتر ہین — اور قرآن کی باقی تفاسیر متواترات نہین بلکہ جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفاسیر منقول ہین تو ضرور ہی کہ درمیانی ناقلین کو دیکھا جاوے کہ انکے حافظہ مین بھول نہو بلکہ انکا ثقہ حافظ ہونا معلوم ہو — کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اکثر قریب کل کے صرف دل مین تفاسیر کو مثل قرآن کے حفظ رکھتے تھے اور یہی حال تابعین رحمہم اللہ تعالی مین تھا پھر جب آخر زمانہ تابعین مین روافض و خوارج کی ٹکڑیان نظر آئین تو اسوقت سے جماعت اعظم کے اہل عدل نے احتیاط کی کہ یہ شخص جو روایت بیان کرتا ہے چھپا ہوا رافضی تقیہ کیے ہوے تو نہین ہی لہذا تبع تابعین مین عموماً تصنیف شروع ہوگئی اور انھون نے یہ کہ کر روافض و خوارج کو نکال دیا بلکہ جماعت اعظم جسطرح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے سب ایک اعتقاد پر ایک دل تھے اور اسی طرح تابعین تھے سواے بعض ٹکڑیون کے جو پھوٹکر خارجی یا رافضی ہوگئے پس جماعت اصلی مین بھی اگر راوی کے حفظ مین خرابی ہوئی تو اسکی روایت مین بھی تامل کیا پھر تبع تابعین کے بعد انکے اتباع کے طبقہ مین جو طبقہ چہارم ٹھہرا اس طبقہ والون نے صحیح و ضعیف کو علیحدہ کر دیا جیسا انکے اوپر طبقہ سوم مین امام مالک نے صحیح موطا تصنیف کی پس طبقہ چہارم مین صحیح بخاری و صحیح مسلم پر اتفاق ہوگیا لیکن بہت سے سنن و مسانید مین صحیح و ضعیف روایات مختلط لکھی رہین پھر انکے بعد طبقہ پنجم مین

بھی تصانیف ہین پھر طبقۂ ششم و مابعد مین بہت کثرت ہوگئی شیخ مشائخنا مولانا ولی اللہ دہلوی نے ان کتب کے چار طبقہ کیے اول موطا و صحیحین۔ دوم سنن ابوداؤد و ترمذی و نسائی اور کہا کہ مسند احمد بھی اسمین شامل کیا جاوے اگرچہ اسکی بعض روایات مین بہت ضعف ہی سوم وہ کتب جو بخاری و مسلم وغیرہ کے ہمعصر یا متقدمین نے بغیر التزام صحت کے تصنیف کین یا التزام صحت کیا مگر وہ کتابین مشتہر نہین ہوئین مانند مسند شافعی وغیرہ کے اور اسی قسم مین زمانہ مابعد یعنی طبقۂ پنجم کے صحیح مجرد کے التزام سے تصانیف ہین حالانکہ مشتہر ہوئین جیسے صحیح ابن حبان وغیرہ۔ چہارم طبقہ مین وہ کتب ہین جنمین ایسی روایات معلولہ ہین کہ طبقۂ متقدمین حتی طبقۂ پنجم والون نے بھی انکو روایت نہین کیا لیکن اس طبقۂ ششم وغیرہ نے انکو لیکر جمع کر دیا توان روایات پر اعتماد نہین ہو سکتا جبکہ منفرد ہو جیسے مستدرک حاکم و کتب دیلمی و ابن شاہین وغیرہ اور لکھا کہ ان کتابون مین بہت سے روایات تفسیر و مناقب و مثالب وغیرہ ملتی ہین جنکا نشان طبقات سابقہ مین نہین ہی پس لازم ہی کہ ہر طبقہ و کتاب کی روایت کو اپنے موقع پر رکھنا چاہیے۔ **(فصل)** اب پھر رجوع کرو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو روایات کی گئی ہین تو ابن عباس رضؓ سے جن طریقون سے روایات آئین انکا بیان اوپر گزرا۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے مستدرک حاکم کی روایات کو جو سدی رح کی اسناد سے حضرت ابن مسعود رضؓ وغیرہ سے مروی ہین کہا کہ ان روایات مین بہت سی نکارت و غرابت ہی یعنی روایت منفرد یا خلاف ثقات ہی۔ ابن عباس رضؓ سے منجملہ جید طرق کے روایت عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ہی۔ اسی طرح محمد بن اسحق عن محمد بن ابی محمد عن عکرمہ او سعید بن جبیر عنہ یہ اسناد حسن ہی۔ **(بیان طرق ضعیفہ بطور اختصار)** روایت کلبی اگر تنہا ہو تو قابل اعتبار نہین ہی۔ اور وہ ابوصالح کے واسطہ سے ابن عباس سے روایت کرتا ہی اور ابوصالح معتمد ثقہ ہین لیکن کلبی نے جھوٹ کہا یا غلطی کی۔ روایت محمد بن مروان الصغیر ضعیف ہی روایت مقاتل بن سلیمان ضعیف ہی اور کہا گیا کہ کلبی سے بھی زیادہ ضعیف ہی۔ روایت بشر بن عمارہ عن ابی روق۔ روایت جویبر عن الضحاک۔ اسواسطے کہ بشر بن عمارہ و جویبر قابل اعتماد نہین ہین۔ روایت ضحاک عن ابن عباس۔ مین صرف یہ کلام ہی کہ ضحاک بن مزاحم نے ابن عباس رضؓ سے ملاقات نہین پائی لیکن مترجم کے نزدیک ثقہ کا قول معتمد ہی پس ضحاک نے جب اعتماد کیا تب ابن عباس کا قول بیان کیا ورنہ کذب ہونا جو ثقہ کی شان نہین ہی جیسے علی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس مین کہا گیا ہی۔ روایت عوفی عن ابن عباس۔ مین صرف عطیہ العوفی کے حفظ مین خلل ہی بلکہ ترمذی رح نے بعض مواضع مین روایت عطیہ کو حسن کہا یعنی جبکہ دوسرے طریقہ سے قوت ہوگئی۔ شافعی رحؒ سے نقل ہی کہ کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر کی روایات مین فقط قریب سو حدیث کے ثبوت کو پہونچی ہین۔ **(بیان روایات ابی بن کعب رضی اللہ عنہ)** ایک نسخہ کبیرہ ابوجعفر الرازی عن الربیع بن انس عن ابی العالیہ عن ابی بن کعبؓ روایت کیا گیا شیخ سیوطی رحؒ نے کہا کہ یہ اسناد صحیح ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ سیوطی رحؒ نے ابوجعفر الرازی کی توثیق معتمد سمجھی اور یہی ٹھیک ہی چنانچہ کتاب النکاح ترجمہ ہدایہ مسمی بعین الہدایہ مین مترجم نے مفصل ذکر کیا ہی فاحفظہ پھر واضح ہو کہ سوائے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے دیگر صحابہ مانند حضرت انس و ابوہریرہ و ابن عمر و جابر و ابوموسی الاشعری وغیرہم رضی اللہ عنہم سے بھی خفیف قلیل روایات ہین اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے چند روایات متعلق قصص و فتن وغیرہ مروی ہین جنکی بابت ٹھیک بات یہ نظر آتی ہی کہ انھون نے یہ باتین یہود و نصاری سے لین مترجم کہتا ہی کہ یہی شیخ ابن کثیر رحؒ نے افادہ فرمایا ہی اور لکھا کہ جہاد شام مین جنگ یرموک کے فتح کے بعد عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دو زاملہ کتابین نصرانیون کی ہاتھ آئین اور بہت سے قصص غالبًا ان کتابون سے نقل ہوے ہین حالانکہ اسپر وثوق نہین ہو سکتا ہی خصوص جبکہ انکا تعلق امور آخرت سے ہو۔ یہ سب تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفسیر کا ذکر ہوا اور اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام بھی معلوم ہوگئے اور انسے روایت

کرنے والے تابعین کا نام بھی معلوم ہوگیا اور مترجم نے صحابی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ سے بھی اشارہ کردیا ہے کہ جس سے شناخت ہوجائے
(فصل) طبقۂ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں کبھی تو صحابی سے تفسیر روایت کرتے ہیں اور کبھی بدون اسناد کے
تفسیر بیان کرتے ہیں لیکن یہ امر متعین ہے کہ انھوں نے علم حاصل کیا کیونکہ رائے سے تفسیر حرام ہے اسیواسطے جسمیں اجتہاد کو دخل نہیں وہ بمنزلہ حدیث
مرفوع کے ہے کیونکہ لامحالہ انھوں نے کسی صحابی کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پایا ہے۔ شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ تابعین میں تفسیر کے زیادہ عالم
وہ تابعین ہیں جو اہل مکہ ہیں کیونکہ یہ لوگ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اصحاب ہیں جیسے مجاہد بن جبیر و عطاء بن ابی رباح و عکرمہ مولائے ابن عباس و سعید
بن جبیر و طاؤس وغیرہم اور اسی طرح کوفہ والے جو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب ہیں و اسی طرح اہل المدینہ مانند زید بن اسلم و انکے پسر یعنی
عبد الرحمن بن زید بن اسلم و مالک بن انس (امام مقتدیٰ ۱۲)۔ ھ۔ واضح ہو کہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم کے حفظ میں کلام ہے لیکن امید ہے کہ تفسیر میں انکی روایت معتمد
ہے۔ ھ۔ پھر تابعین میں مجاہد رح کو سبقت و تقدم ہے اور کہتے ہیں کہ آپ نے (۳۰) مرتبہ قرآن مجید کو ابن عباس رض کو سنایا اور روایت ہے کہ میں نے تین مرتبہ
ہر آیت پر توقف کر کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکے نزول و کیفیت کو دریافت کیا۔ خصیف رح نے کہا کہ مجاہد رح سب میں زیادہ عالم تفسیر تھے۔
سفیان ثوری رح نے کہا کہ جب تجھکو مجاہد رح سے صحیح اسناد سے تفسیر پہونچے تو وہ تیرے واسطے کافی ہے۔ ابن تیمیہ نے کہا کہ اسی وجہ سے شافعی و
بخاری وغیرہ علماء نے مجاہد رح کی تفسیر پر اعتماد کیا ہے۔ سفیان ثوری رح نے کہا کہ تفسیر کو چار علماء سے لو اور وہ مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و ضحاک ہیں قتادہ رح نے
کہا کہ عطاء ابن ابی رباح علم مناسک میں زیادہ عالم تھے اور سعید بن جبیر علم تفسیر میں فائق تھے اور عکرمہ رح علم السیر میں مقدم تھے اور حسن بصری رح علم حلال و
حرام میں سابق تھے۔ عامر بن شراحیل جو شعبی کے لقب سے معروف ہیں کہا کہ اب تو کتاب الٰہی کی تفسیر کا کوئی عالم عکرمہ سے بڑھکر نہیں باقی رہا۔ عکرمہ رح نے کہا کہ
جو کچھ میں نے تمسے قرآن میں روایت کی وہ سب ابن عباس سے ہے منجملہ اہل سبقت کے حسن بصری و عطاء بن ابی رباح و عطاء بن ابی سلمۃ الخراسانی و محمد بن کعب القرظی و ابو العالیہ
و ضحاک و عطیہ العوفی و قتادہ و زید بن اسلم و مرۃ الہمدانی و ابو مالک ہیں اور انکے قریب ربیع بن انس و عبد الرحمن بن زید بن اسلم و ایک جماعت دیگر ہیں۔ پس یہ سب لوگ
قدماء مفسرین ہیں اور انکے اکثر اقوال ماخوذ از تابعین صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ (فصل) پھر اس طبقہ تابعین قدماء کے بعد ایک طبقہ آیا کہ جنھوں نے تفاسیر میں
کتابیں تصنیف کیں جنمیں اقوال صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو جمع کیا جیسے تفسیر سفیان بن عیینہ و وکیع بن الجراح و شعبہ بن الحجاج و یزید
بن ہارون و عبد الرزاق و آدم بن ابی ایاس و اسحق بن راہویہ و روح بن عبادہ و عبد بن حمید و سنید و ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہم۔ پس
انھوں نے اسناد کے ساتھ اقوال صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو جمع کیا لیکن بوجہ وفور علم و معرفت کے ضعیف اسانید بھی بغیر تنبیہ کے لکھیں
اسواسطے کہ انہیں قوی و ضعیف کی معرفت بخوبی معروف تھی۔ پھر انکے بعد ایک طبقہ آیا کہ جنھوں نے سب کا استیعاب کیا اور بعض نے صرف اسانید
صحیحہ کا التزام کیا پس شیخ ابن جریر الطبری رح نے تفسیر مع اسناد تالیف کی اور یہ تفسیر سب سے بڑی تفسیر جامع ہے کہ اسکے مثل نہیں ہوئی لیکن ابن ابی حاتم رح
نے التزام صحت سند کے ساتھ تالیف کی اور ابن ماجہ و حاکم و ابن مردویہ و ابو الشیخ بن حبان و ابن المنذر وغیرہم نے تالیفات کیں اور ان سب میں
اسناد بجانب صحابہ و تابعین و تبع تابعین مذکور ہیں اور ابن جریر رح نے باوجود اسکے ترجیح اقوال و توجیہ کی جانب بھی توجہ فرمائی پھر ایک زمانہ شروع ہوا
کہ اسمیں لوگوں نے اسانید حذف کردیں اور خالی اقوال نقل کرنے لگے جس سے قوی ضعیف و صحیح و مریض سب خلط ہوگئے پھر اسکے بعد اس سے بھی
زیادہ خرابی یہ شروع ہوئی کہ جسکو کوئی مضمون ظاہر ہوا اسنے اپنی رائے بھی درج کردی اور پچھلوں نے اسکو نقل کرنا شروع کردیا اور یہ نہیں دیکھا
کہ اسکی اصل کہاں ہے بلکہ یہ گمان کرلیا کہ شیخ بہت محقق شخص تھا اسنے خواہ مخواہ ایسا ہی قول نقل کیا ہوگا جسکی اصل صحیح ہوگی اور ایسے ہی
اقوال پر مدار کار بڑھتا گیا اور یہ نہیں دیکھا کہ سلف صالحین سے اس بارہ میں کیا تفسیر وہی ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین

کی تفسیر میں مجھے دس قول ملے حالانکہ صرف صحیح تفسیر مغضوب علیہم کی یہود اور ضالین کی نصاریٰ ہے ـ یہی تفسیر ہے اور یہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور یہی جمیع صحابہ وتابعین واتباع سے ماثور ہے حتیٰ کہ ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں اسمیں کوئی قول اختلاف درمیان مفسرین کے نہیں جانتا ہون ـ پھر اسکے بعد ایک زمانہ آیا کہ جسنے جس فن وعلم میں تبحر حاصل کیا اسنے قرآن مجید کی تفسیر میں اسی فن پر اقتصار کیا مثلاً نحوی کو دیکھو کہ وہ تفسیر لکھنے بیٹھا حالانکہ اعراب واسکے وجوہ محتملہ بکثرت نکالتا چلا جاتا ہے اور قواعد ومسائل نحویہ لکھتا جاتا ہے قطع نظر اسکے کہ فنون بلاغت ومعانی مقصود مین کلام معجز کس مرتبہ پر ہے ـ اسی طرح جسکو تاریخ کے فن میں توغل ہے وہ ہر طرح کے رطب ویابس وغیرہ قصص وتاریخ ہی جمع کرتا جاتا ہے خواہ صحیح ہون یا نہون چنانچہ ثعلبی کی تفسیر میں یہ بہت ملیگا ـ اسی طرح فقیہ اسمیں کتاب الطہارۃ سے آخر تک ابواب فقہ واصول وادلہ لکھتا جاتا ہے اور اختلافات مجتہدین کے جوابات وخلافیات لاتا ہے جیسے تفسیر قرطبی میں ہے اور اسی طرح علم کلام ومباحث عقلیہ والا اسی قسم کے مباحث کہ فلاسفہ کے اقوال وردوقدح سے بھرتا ہے جیسے امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر میں ہے حتیٰ کہ بعض محققین نے کہا کہ اسمیں سوائے تفسیر کے بہت کچھ موجود ہے ـ اسی طرح مبتدعین کو دیکھو کہ وہ ہر مقام پر اپنی بدعت باطلہ ہی کی بحث لاتا ہے حالانکہ آیت کریمہ کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے شیخ بلقینی رح نے فرمایا کہ مین نے کشاف میں بہت جگہ سے اسکا اعتزال سمجھ لیا مثلاً قولہ تعالیٰ فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز ـ یعنی جو شخص آگ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ اپنی مراد پر فائز ہوا ـ اسکے بعد کشاف لکھتا ہے کہ (جنت سے بڑھکر کون فوز ہوگا) اسکا مطلب یہ کہ دیدار باری تعالیٰ نہیں ہے حالانکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک جنت کا فوز اسی وجہ سے کمال مرغوب ہے کہ وہان دیدار باری تعالیٰ شانہ نصیب ہوگا ـ اسی طرح ملحد کو دیکھو تو وہ آیات الٰہی میں وہ افترا باندھتا ہے جو اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا ـ مثلاً قولہ تعالیٰ ان ہی الا فتنتک ـ یہ نہیں مگر تیرا فتنہ ـ ملحد کہتا ہے کہ بندون پر انکے پروردگار سے زیادہ مضر کوئی چیز نہیں ہے ـ اسی طرح دیگر اقوال کفر والحاد ہیں ـ پس ایسے ہی لوگون کی نسبت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک قوم ہوگی جو قرآن کو نثر الدقل کے مانند نثر کرینگے اسکو اسکی تاویل کے خلاف تاویل کرینگے ـ کما رواہ ابو یعلی وغیرہ ـ اگر سوال کیا جائے کہ پھر ہم کون تفسیر معتمد سمجھیں تو میں جواب دونگا کہ تفسیر ابن ابو جعفر ابن جریر الطبری المدنی کیونکہ علماء معتبرین جنمیں امام نووی بھی ہیں سب نے اتفاق کیا کہ اسکے مثل کوئی تفسیر تالیف نہیں ہوئی ہے ہذا الملخص الاتقان ـ مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر ہمارے دیار میں نادر الوجود ہے اور میں نے تفسیر امام ابن کثیر کو دیکھا کہ اس باب میں نفیس ہے اور اکثر روایات مع الاسناد ہیں اور جن اسانید کو حذف کیا انکا حوالہ دیا اور خود حافظ الحدیث متقدمین سے ہیں چنانچہ کشف الظنون میں اس تفسیر کی تعریف مذکور ہے اور مترجم نے زیادہ اعتماد اسی تفسیر پر رکھا اور عمدہ مطالب کو کتب صحاح وسنن ودیگر تفاسیر مانند معالم التنزیل وسراج المنیر وغیرہ سے ملتقط کیا اور جن قصص وحکایات کی نسبت علمائے محققین نے لغویات کا اشارہ کیا ہے انکو ترک کیا کیونکہ صحیح وعین ایمان وہ ہے جو کتاب الٰہی عزوجل میں فرمایا کہ اسی قدر سے کمال نفس متعلق ہے اور جہانتک قوی ثابت ہوئے ہیں وہ زائد کیے گئے لیکن کہیں کہیں ہر طرح کے قصص کسی فائدہ خاص سے منقول ہیں جبکہ حتی الوسع انکی تحقیق وتنقید کرلی گئی ـ اور بعض فوائد ان شاء اللہ تعالیٰ آیندہ مذکور ہونگے ـ

(فصل) اتقان میں فرمایا کہ کلام الصوفیہ کچھ تفسیر نہیں ہے ـ مترجم کہتا ہے کہ اسی واسطے میں نے تفسیر سے علٰحدہ کر کے عرائس کی بعض عبارات کو بلفظ اشارات لکھکر ترجمہ کیا ـ امام ابن الصلاح نے کہا کہ میں نے شیخ ابو الحسن الواحدی المفسر کی تحریر پائی کہ شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے حقائق التفسیر لکھی پس اگر سلمی رح کا یہ اعتقاد ہو کہ یہ تفسیر ہے تو یہ کفر ہے ـ ابن الصلاح نے کہا کہ میرا قول یہ ہے کہ صوفیہ میں سے جو لوگ اعتماد کے لائق ہیں جب انھون نے کوئی کلمہ کہا تو اسکو تفسیر کے طور پر نہیں کہا اور نہ انکا یہ خیال ہے کہ آیت میں یہ مقصود نص ہے ورنہ ملاحدہ باطنیہ کا مذہب ہو جاتا ـ باوجود اسکے اس سے سکوت بہتر تھا اور کاش یہ لوگ ان فوائد کو علٰحدہ

بیان کرتے کیونکہ اسمین ایک طرح کا التباس ہوگیا۔ علامہ نسفی رح نے عقائد مین لکہا کہ نصوص قرآن و حدیث اپنے ظاہر معنی پر ہین اور ظاہر
سے پھیر کر ایسے معانی جنکا باطنیہ فرقہ دعوی کرتا ہی محض الحاد ہی مترجم کہتا ہی کہ باطنیہ ملحد ایسے معانی کی جانب تحریف کرتے ہین جو حقیقی یا مجازی
کچھ نہین ہین چنانچہ علامہ تفتازانی رح نے لکھا کہ یہ ملحدین مدعی ہین کہ نصوص مین ایسے معانی ہین کہ سوا ہے معلم کے انکو کوئی نہین جانتا ہی یعنی
دعوی کرتے ہین کہ جس پیر سے بیعت کی ہی وہی انکو خوب جانتا اور تعلیم کرتا ہی اور اس سے ان ملحدون کی غرض یہ کہ شریعت کو بالکل مٹا دین اور
یہ لوگ ملحد زندیق ہین۔ ہان محققین مشائخ جو کہتے ہین کہ نصوص سے ظاہر معنی مراد ہین اور باوجود اسکے نصوص مین بعضے ایسے اشارات ہین
کہ اسمین اور ظاہر معنی ہین جو مقصود ہین تطبیق ممکن ہی تو یہ قول کمال ایمان و محض عرفان ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ مین نے قدماے مشائخ و اولیاے معروفین
کے کلمات کو تتبع کیا تو بے شبہہ وہ اشارات عین معرفت ہین بلکہ وہ نصوص سے خود مستفاد ہین لیکن انکے ساتھ ضرور ہی کہ آدمی اپنے قلب سے متوجہ
الی اللہ تعالی ہو اور ہوا جس سے جدا ہو اور باوجود اسکے بعضے اشارات کا استفادہ نصوص کثیرہ کے افادات کو ترتیب لطیف کے ساتھ جمع کرنے سے
نکلتا ہی اور بعض لطائف کا استفادہ آسان ہی مثلاً اللہ تعالی نے ایمان کی خوبی ہر بندہ کی شناخت مین اسطرح رکھی کہ اسکو موت محبوب ہوا ور قدماے
مشائخ سے ماثور ہی کہ ولی کے واسطے موت نعمت غیر منترقبہ ہی پس اسکا استفادہ بوجوہ متعددہ ہی اول قولہ تعالی قل ان کانت لکم الدار الآخرۃ عند اللہ
خالصۃ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ اور مذمت فرمائی یہود وغیرہ کی بقولہ۔ یود احدہم لو یعمر الف سنۃ لیکن کمال رحمت سے یہ امر
مومنون پر ظاہر منصوص نہین فرمایا کیونکہ قبل کمال کے موت سے کراہت طبعی ہوتی ہی علاوہ برین خوف آلہی عز وجل عین ایمان ہی کیونکہ یہ کوئی
بندہ تکبر نہین کرسکتا کہ اسکے واسطے دار آخرت ہی بلکہ وہ صرف محبت صادقہ رکھتا ہی۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالی نے حجاج ظالم سے کہا تھا کہ تو میرے
قتل سے پریشان ہوگا اور تجھے یہ غرہ نہو کہ تو نے مجھے اچھے قتل کیا کیونکہ وہ لوگ موت کے منتظر تھے۔ اور مترجم کہتا ہی کہ قال تعالی منہم من قضی
نحبہ ومنہم من ینتظر۔ اور اللہ تعالی نے فرمایا۔ ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رأیتموہ وانتم تنظرون۔ اور جب اللہ تعالی نے یہودیون کی
حرص حیات دنیاوی پر مذمت فرمائی تو ہم لوگون کو کان لگانا چاہیے۔ وفی الحدیث السعید من وعظ بغیرہ۔ یعنی مرد سعید وہ کہ دوسرے کو دیکھکر نصیحت
پاوے۔ ولقد قال تعالی وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمناے موت سے منع فرمایا بدین معنی کہ نیک کی نیکیان
زیادہ ہونگی اور بدکار شاید توبہ کی توفیق پاوے پس یہ حکم حق ہی اور کسی کو روا نہین کہ کسی دکھ درد کی وجہ سے موت کی تمنا کرے کیونکہ یہ امر آخرت
سے بیباکی ہی کیونکہ مومن خائف موت سے فقط اپنے گناہون و ندامت سے ہراسان ہوتا ہی با وجودیکہ ہم امیدوار مغفرت آلہی عز وجل کے ساتھ
دار آخرت ہی دار کرامت و عیش ہی اور جو شخص وصول مراد کو اس دار فانی سے نکل جانے پر معلق دیکھے وہ جذب محبت مین آرزو مند ہوگا حالانکہ
اسمین اور جس شخص کو دکھ درد سے تمناے موت ہی تفاوت علم و جہل ہی اور تفاوت آسمان و زمین ہی پس یہ اشارہ نصوص کے ساتھ آسانی سے
مفہوم ہی اور یہان اشارات دقیقہ ہین کہ طول تذکر و تفکر کے ساتھ حاصل ہوتے ہین وما یذکر الا اولو الالباب۔ اور یہی محققین حکماے ربانیین ہین
بخلاف ملاحدہ باطنیہ کے کہ جو عین وسوسۂ شیطان و نفس مین شیطانی خیالات کے متبع و نصوص کے معانی سے منکر ہین اور خوب جان لینا چاہیے
کہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ ان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم۔ اور باین معنی یہ لوگ اکثر امور سے لوگون کو بدعوی کشف و الہام آگاہ کرتے اور اپنے
دام مین پھنساتے ہین حالانکہ عوام یہ نہین جانتے کہ انکو الہام شیطانی ہی اور کوئی شخص نہین پاؤگے جو اپنے قیاسات سے الہام و کرامت مین
اور استدراجات شیطانیہ مین اپنی قوت سے فرق کرلے اور اسی جہت سے اللہ تعالی نے ہمکو نہایت آسانی سے فرق کرنیکا طریقہ بتلا دیا کہ جو شخص
عین اتباع سنت و شریعت پر مستقیم ہو وہ ولی ہی اور جو اس سے خارج ہو ہرچند وہ کرشمہ دکھلاوے ہرگز اسپر ایمان نلاؤ کیونکہ صراط مستقیم سے جدا ہی

تو کیونکر جانو گے کہ لطف الٰہی عزوجل سے مغرور رکھا گیا ہی یا وہ شیطان کے تابع کرکے مطرود کیا گیا ہی پس جو لوگ لباس صوفیہ میں پھیر پہنے ہوئے لاکھوں مرید رکھتے ہیں جب دیکھو کہ وہ شریعت و اتباع سنت سے خارج ہی تو ہرگز مطمئن نہو کہ وہ شیطان کی اتباع میں کمال رکھتا اور وحی شیطانی سے بہت سے استدراجات دکھلاتا ہی اور مترجم نے اس قسم کے چند مدعیوں کو دیکھا کہ وہ شریعت میں الحاد اور معانی نصوص سے جاہل و زوال میں تحریف کرتا ہی۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک ۔ ۱۲م ۔ قال اللہ تعالیٰ ان الذین یلحدون فی آیاتنا لا یخفون علینا ۔ اسکی تفسیر میں ابن عباس نے کہا کہ الحاد آیات یہ کہ کلام الٰہی عزوجل کو بے موقع رکھے ۔ رواہ ابن ابی حاتم ۔ اور ابن مسعود رض نے فرمایا کہ ہر آیت کے شان ہی کہ اسکے موافق ایک قوم نے عمل کیا اور اسکے واسطے ایک قوم آویگی جو اسپر عمل کرے ۔ رواہ ابن ابی حاتم ۔ مترجم کہتا ہی کہ اسمیں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر عمل کرنیوالے قیامت تک ماضی و مستقبل داخل ہیں غیر ازینکہ حضرت آدم سے لیکر تا زمانہ اسلام جو لوگ گزرے جہانتک کسی کا حال معلوم ہو سکتا ہی مقصود وہ کہ خود قرآن پاک میں بیان ہی اور عجائبات میں سے یہ کہ قرآن پاک کی تاویلات آیات ہر ایک قوم ما بعد میں مشاہدہ ہوتی جاتی ہی اور دلیل اسپر یہ کہ خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اولین و آخرین کا علم چاہے وہ قرآن سے متوجہ ہو ۔ ذکرہ فی الاتقان ۔ اور بعض نظائر بطور آسان مثال کے یہ ہیں کہ قال تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل الآیہ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو خطاب فرمایا کہ ای اہل ایمان بہت سے علمائے یہود اور درویشان نصاری البتہ باطل ذریعہ سے لوگوں کے مال کھاتے اور بہکاتے ہیں ۔ علماء مفسرین نے کہا کہ مومنین کو احبار و رہبان کا حال اس تنبیہ کے واسطے سنایا کہ تم میں ایسے لوگ نہونا چاہیے ۔ حالانکہ اسوقت اہل ایمان مشاہدہ کرتے ہیں کہ بہت لوگ عالم بنے ہوئے پیر وغیرہ ۔ کہتے ہیں کہ بدعات و منکرات کے ذریعہ سے عوام کو اپنی طرف راغب کرتے ہیں اور علماء ربانیین کی نصائح سے انکو بہکاتے حتی کہ عوام اہل حق کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اس قسم کے درویشوں کو ہر جگہ پاؤگے قولہ تعالیٰ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ ۔ یعنی اے فتنہ سے بچو جو تم میں سے فقط ظلم کرنے والوں ہی کو خاصۃً نہیں پہونچیگا ۔ یعنی وہ فتنہ جب نازل ہوا تو عام ہو کر ظالم و متقی سب کو گھیر لیگا ۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں ایک قوم نے ظلم کیا اور اسکے بعد مسلمانوں میں فتنہ پھیل گیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس آیت کو پڑھکر فرماتے کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ اسکی تاویل ہم ہی لوگوں میں واقع ہوگی یعنی افسوس کرتے کہ ہم سب کو اسوقت ان ظالموں کو گرفتار کرنا واجب تھا ولیکن امر الٰہی قدر مقدور ہی ۔ حدیث میں ہی کہ تم لوگ ظالموں کے ہاتھ روکدو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں پھوٹ پیدا کریگا حتی کہ تم میں سے مرد صالح دعا کریگا اور قبول نہوگی ۔ اور تمام تفسیر کتاب ہذا میں دیکھو ۔ اسمیں تنبیہ ہی کہ اس ملک میں سلاطین و امراء نے ظلم کیا و طرح طرح کے شہوات پر کمر باندھی اور اسوقت علماء نے و عوام صالحین نے کچھ کہا یا وہ نہ مانے آخر سب ہی مغلوب کر دیے گئے حتی کہ کوئی دل متفق نظر نہیں آتے ہیں ۔ اسی قسم سے حدیث اشراط الساعۃ میں ہی بکریوں کے چرانے والے عمارات عالیہ میں تطاول کرینگے اور اسوقت صم بکم ملوک الارض ہونگے ۔ تاویل واللہ تعالیٰ اعلم اب نظر آتی ہی کہ اقوام تاتاری نے ملکوں پر قبضہ کیا اور دنیاوی آرائش میں مبتلا ہو گئے حتی کہ اسلام جو آخرت کی تعمیر و زراعت تھا چھوٹا اور دنیا کی جانب مرجع ہو گیا اور اسوقت روئے زمین کے بادشاہوں کی یہ کیفیت ہی کہ دنیاوی تدابیر و آرائش بہت کثیر مگر اللہ تعالیٰ کی معرفت میں محض گونگے بہرے ہیں اور مؤید اسکی وہ حدیث ہی کہ فرمایا کہ قریب قیامت کے نصاری تمام روئے زمین پر غالب و بکثرت ہونگے اور لوگ انکی اتباع کرینگے ۔ اسوقت آنکھوں کے سامنے یہ منظر موجود ہی حالانکہ حدیث اسوقت جمع ہوئی کہ نصرانیوں کی قلت و ضعف سے کوئی نہیں سمجھتا تھا کہ یہ لوگ کیونکر ایسے عروج پر ترقی کرینگے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جسطرح ظلم و فسق و فجور اقوام روم وغیرہ میں تھا وہ معلوم ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ اس امت والے بھی یہود و نصاری کی قدم بقدم چلینگے ۔ چنانچہ جو لوگ علم تاریخ سے واقف ہیں وہ بعینہ مطابق پاتے

ہین کہ جو افعال ذمیمہ انہین شائع تھے وہی آخر مسلمانون مین پھیل گئے۔ اور اگر مترجم چاہے تو جو اسنے حدیث سے نقل کیا اسکی آیت قرآن سے سورۂ بنی اسرائیل سے لادے ولیکن مثال مین قدر مذکور کافی ہے۔ بالجملہ یہ ثبوت ہوا کہ قرآن مجید مین آیات کریمہ جیسے اگلون کے حالات مین ہین اسیطرح آیات کریمہ قیامت تک قومون کے بیانات ہین اور یہ امر اعجاز سوائے حضرت خلاق العلیم عزوجل کے مقدور بشری نہین ہے اور احادیث گویا تفسیر آیات ہین اور حدیث مین آیا کہ اس امت کے فساد و زوال کے وقت مین یہ لوگ اتباع و طریق سنت چھوڑ کر دیگر ذرائع سے عروج و ترقی کی خواہش کرینگے حالانکہ اس چال سے انکو کچھ حصول نہوگا۔ اصل حدیث سنن ابن ماجہ وغیرہ مین ہے۔ حالانکہ اسوقت تم دیکھتے ہو کہ بالکل یہی مشاہدہ ہے۔ منجملہ علامات کے روایت ہے کہ اسوقت قریب مصر کے ایک شخص اسلام کے واسطے قتال کریگا اور وہ آخر مغلوب ہو جائیگا۔ اور اس روایت مین حاکم مصر کا حلیہ و مذمت مذکور ہے اور یہ سب مشاہدہ ہو چکا۔ یہ سب آسان نمونہ علم الکتاب ہے۔ اور معلوم ہوا کہ قرآن پاک مین علم اولین و آخرین موجود ہے اور یہ خلاف ظاہر تفسیر نہین ہے ھ۔ شیخ نے اتقان مین لکھا کہ اس سے قرآن کے علوم غیر متناہی و عجائب بے شمار معلوم ہو گئے لیکن پہلے ظاہر تفسیر کا حفظ اور اسپر مستند فہم ہونا امر ضروری ہے اسواسطے کہ ظاہر کو محکم کرنے سے پہلے باطن تک پہونچنے کی کوئی امید نہین ہے۔ مترجم کہتا ہے بلکہ دلیل منصوص ہے کہ حدیث مین ہے کہ جسنے عمل کیا اسپر جو جانتا تو اللہ تعالیٰ اسکو ایسے امر کا علم دیتا ہے جو اسنے نہین جانا۔ اس سے تحقیق مستفاد ہوا کہ جسنے ظاہر تفسیر پر عمل کیا اسکو تاویلات باطنہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اور روایت حدیث کہ قرآن کے واسطے ظہر و بطن ہے۔ اس سے یہی مراد کہ ظاہر تفسیر پر استحکام و استقامت سے تاویلات و علوم باطنہ حاصل ہوتے ہین پس جب کسی شخص کو اول درجہ بطن پر علم ہوا تو یہ بطن اسکے حق مین ظہر ہو گیا یعنی یہ اسکے حق مین ظاہر تفسیر ہو گیا پس جب وہ اس بطن کا مستقیم رہا وہ عمل کیا تو آیندہ اسکو درجہ دوم جو اس سے اعلیٰ ہے ظاہر ہوا اور بعد ظہور کے وہ بھی اس شخص کے حق مین ظہر ہو گیا و علی ہذا القیاس اور مراتب کی کوئی انتہا نہین ہے۔ ھم۔ شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے کتاب لطائف المنن مین لکھا کہ مشائخ صوفیہ نے جو کلام الٰہی عزوجل و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر بیان کی اور وہ معانی عجیبہ غریبہ ہین تو یہ ظاہر نصوص سے اعراض نہین ہے بلکہ وہ لوگ کہتے ہین کہ ظاہر معانی ہی مراد ہین اور باوجود اسکے آیت یا حدیث سے یہ معنی باطن بھی اس شخص کو مفہوم ہوتے ہین جسکا سینہ اللہ تعالیٰ نے کھولدیا۔ ھ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ معنی مترجم نے بعض اشارات حواشی کو فائدہ کے ذیل مین ترجمہ کیا تاکہ صاحب نصیب اپنے حال کو شریعت و تقویٰ سے آراستہ کرکے ان معانی کا مشتاق ہو واللہ سبحانہ تعالیٰ الموفق للسداد۔ ھم۔ **فصل**۔ اتقان مین نفائس علوم القرآن بہت بسط کے ساتھ ذکر فرمائے جنمین سے مترجم نے بطور لباب لینا ضروری و احسن کہا واللہ المستعان۔ واضح ہو کہ قرآن مجید کے اشرف علوم مین سے یہ کہ اسکے نزول و اسباب نزول و ترتیب نزول و نازل بمکہ و نازل بمدینہ مع ترتیب نزول ہر مقام اور مکی کا حکم مدنی و برعکس اور مکی کا حکم متعلق بمدینہ و مدنی کا حکم متعلق بمکہ اور مکیہ مشابہ بمدنی و برعکس اور نازل بجحفہ و بیت المقدس یا تبوک و طائف و حدیبیہ اور آیات لیلی و نہاری و صیفی و شتائی وغیرہ جانے اور معلوم کرے کہ کس کلام کے مشایعت مین گروہ ملائکہ آیا کہ نہین اور جانے کہ مکیہ سورتون مین کون آیات مدنیہ ہین اور مدنیہ سورتون مین کون آیات مکیہ ہین یعنی اکثر سورہ کا نزول مدینہ مین ہوا مگر بعض آیات سابق مین ہجرت سے پہلے مکہ مین نازل ہوئین۔ اور پہچانے کہ کس کلام کو مکہ سے حبش یا مدینہ لے گئے اور کس کلام کو مدینہ سے نقل کیا اور کون کلام مجمل اور کون مفسر اور کون آیات کے مکیہ یا مدنیہ ہونے مین مجتہدین کے اقوال ہین۔ ھ۔ بالجملہ انواع کثیرہ علیحدہ ہین لہذا ہر ایک کو نوع علیحدہ مین بیان کرنا مناسب ہے۔ **(النوع الاول بیان مکیہ و مدنیہ)** واضح ہو کہ اصطلاح مکی و مدنی داخل قرآن مجید نہین اور نہ آنحضرت صلعم اسواسطے مامور تھے اور نہ اللہ تعالیٰ نے اسکا جاننا امت پر فرض کیا بلکہ اسکا پہچاننا بطریق اجتہاد اور تتبع روایات ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ قرآن کا نزول بمکہ و مدینہ و شام مین ہوا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ شام سے تبوک مراد ہے یعنی جب آپ نے غزوۂ تبوک کی

تشریف لے گئے اور وہاں قرآن مجید نازل ہوا اور وہ پارہ یازدہم کے آیات کثیرہ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مکہ و مدینہ سے ان دونوں کی حالت قیام مراد ہے
بلکہ اشہر اصطلاح یہ ہے کہ مکیہ وہ سورہ یا آیت جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی خواہ مکہ میں ہو یا طائف وغیرہ سفر میں ہو اور مدنیہ وہ کہ بعد ہجرت کے
نازل ہوئی خواہ مدینہ یا سفر میں اگرچہ مکہ میں ہو۔ وعلی ہذا جو تبوک یا حج وغیرہ میں نازل ہوئی وہ مدنی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قسم کے ساتھ بیان کیا
کہ میں ہر آیت کے سبب نزول کو اور مقام نزول کو جانتا ہوں۔ کما رواہ البخاری۔ پس یہ علم مرغوب ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع روایات
اس باب میں نہیں بلکہ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حفظ پر مبنی ہے۔ پھر اکثر علماء رح اس بارہ میں منقول روایت پر اعتماد کرتے ہیں اور بعضوں نے
سیاق و احکام وغیرہ سے بھی استنباط کیا۔ (بیان مکیہ و مدنیہ) واضح ہو کہ آج کل جس ترتیب سے قرآن مجید تلاوت ہوتا ہے یہی ترتیب لوح محفوظ ہے
اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا قطعی اجماع ہے اور اسی پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو حفظ تھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورتوں کو طویل و وسط و قصیر کے
لحاظ سے دوسری طور پر جمع کیا لیکن ترتیب لوح محفوظ میں ایسے کچھ اختلاف ماثور نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سورۂ انعام پوری ایکبارگی
مکہ میں نازل ہوئی باستثنائے تین آیات قل تعالوا الخ۔ اور اس سے پہلے جو سورہ ہیں (بقرہ و آل عمران و نساء) وہ مدینہ میں نازل ہوئیں اور مکہ میں
نازل ہوا سورۂ اعراف و یونس و ہود و یوسف و رعد و ابراہیم و سورۂ حجر و نحل سوائے آخری تین آیات کے کہ وہ مدینہ میں غزوۂ احد سے واپسی
کے وقت نازل ہوئیں۔ و سورۂ بنی اسرائیل و کہف و مریم و طہ و انبیاء و سورۂ حج سوائے تین آیات ہذان خصمان اختصموا فی ربہم الخ کے کہ یہ آیات مدینہ
میں نازل ہوئیں۔ و سورۃ المؤمنین و الفرقان و سورۂ شعراء سوائے آخری پانچ آیات یعنی الشعراء یتبعہم الغاوون الخ کے۔ و سورۃ النمل و
القصص و العنکبوت و الروم و سورۂ لقمان سوائے قولہ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام الخ کے کہ مدینہ میں نازل ہوئیں۔ و سورۃ السجدہ سوائے
تین آیات افمن کان مومنا الخ کے۔ و سورۂ سبا و فاطر و یٰس و الصافات و ص و سورۂ زمر سوائے تین آیات قل یا عبادی الذین اسرفوا الخ کے کہ
وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارہ میں نازل ہوئیں۔ سورتہائے سبعہ حوامیم یعنی ساتوں سورہ حٰم بھی مکی ہیں۔ سورۂ ق و الذاریات و
طور و النجم و القمر و سورۃ الرحمن و الواقعہ و الصف و سورۃ التغابن سوائے چند آیات آخری کے کہ وہ مدینہ میں نازل ہوئیں۔ و سورۃ الملک و
سورۂ ن و الحاقہ و سورۂ سال و سورۂ نوح و الجن و المزمل سوائے دو آیات ان ربک یعلم انک تقوم الخ کے۔ و سورۃ المدثر سے آخر قرآن تک بھی
سب مکیہ ہیں سوائے سورۂ اذا زلزلت و اذا جاء نصر اللہ و قل ہو اللہ احد و قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس کے کہ یہ مدینہ میں نازل
ہوئی ہیں اور اسی طرح مدینہ میں نازل ہوا سورۂ انفال و براءۃ و نور و احزاب و سورۂ محمد و الفتح و الحجرات و الحدید و اسکے مابعد کی سورتیں سب
تحریم تک کہ یہ سب مدنیہ ہیں۔ رواہ ابو جعفر النحاس باسناد جید رجالہ کلہم ثقات من علماء العربیۃ المشہورین۔ اور بیہقی نے عکرمہ و حسن
بن ابی الحسن سے مرسلاً اور بطریق مجاہد عن ابن عباس موصولاً اسکے معنی روایت کیے۔ (بیان ترتیب نزول) یعنی مثلاً مکیات
سورتوں میں اول کون سورت اتری پھر آخر تک۔ اسی طرح مدنیات میں نزول کی ترتیب کیونکر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کمال رحمت و عین حکمت سے
اسی ترتیب لوح محفوظ پر جو موجود ہے نازل نہیں فرمایا بلکہ بسبب واقع و ضرورات کے نازل فرمایا اور اسمیں بعضے لطائف اسرار ہیں جو آئندہ
انشاء تعالیٰ بیان ہونگے لہذا تلاوت کی موجودہ ترتیب تو معلوم ہے رہا علم ترتیب نزول تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کسی سورۃ کا
ابتداء مکہ میں نازل ہوا تو وہ مکہ میں لکھا جاتا تھا پھر اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا تو اسمیں زیادت و محو فرماتا تھا اور قرآن میں سے جو اول نازل ہوا وہ
اقرأ باسم ربک ہے الخ۔ مترجم کہتا ہے کہ طول کے ساتھ ابن الضریس نے بسند ضعیف روایت کیا اور میں نے دو وجہ سے اسکا ترجمہ چھوڑا
ایک یہ کہ اسناد قوی نہیں ہے اور دوم یہ کہ ابتدا کے لحاظ سے سورہ لکھا گیا جیسا کہ خود ابن عباس سے مروی ہے اگرچہ ابتدا میں چند آیات کا

نزول ہوا پھر باقی تمام سورہ مدینہ میں نازل ہوا پس بلحاظ کثرت کے سورہ مدنی ہی اور بلحاظ ابتداء کے مکی میں شمار ہوگا پس عوام کو خلط ہو جائیگا۔
شیخ ابن الحصار رحمہ نے فرمایا کہ کوئی سورہ مکیہ و مدنیہ نہیں مگر آنکہ اسمیں سے آیات مستثنیٰ ہیں۔ اسکا حاصل یہی کہ سورہ کا مکی یا مدنی نام بوجہ کثرت آیات کے
ہی ورنہ مدنی میں سے جو آیات قبلیہ کہ مکہ میں نازل ہوئیں انکے لحاظ سے وہ مکیہ ہوگا۔ یا مکیہ سے جو آیات مدینہ میں نازل ہوئیں انکے اعتبار سے وہ مدنی ہوگا
لیکن اکثر و زائد کے لحاظ سے نام رکھا گیا۔ شیخ ابن الحصار رحمہ نے کہا کہ (۲۰) سورہ بالاتفاق مدنی ہیں اور (۱۲) سورہ کے مکی و مدنی ہونے میں خلاف
ہی اور باقی بالاتفاق مکی ہیں۔ **(فصل)** جن سورتوں کے مکی و مدنی ہونے میں اختلاف ہی از انجملہ **الفاتحہ**۔ ابو عبید
و فریابی رح نے بسند صحیح حضرت مجاہد رح سے روایت کیا کہ وہ مدنی ہی اور ابن عطیہ نے بھی قول زہری و عطاء و سوادہ و عبداللہ بن عبید بن عمیر
نقل کیا اور طبرانی رح نے بسند صحیح مجاہد رح کے طریق سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان ابلیس رن حین انزلت فاتحۃ الکتاب
وانزلت بالمدینۃ یعنی جب سورۂ فاتحۃ الکتاب نازل ہوا تو ابلیس پچھاڑ کر رویا اور وہ مدینہ میں نازل ہوا۔ بعض علماء رح نے کہا کہ شاید آخری جملہ کہ
وہ مدینہ میں نازل ہوا، مجاہد رح نے اپنا کلام ملا دیا یعنی لپیٹ دیا اور یہ بیان فرمایا کہ وہ ابو ہریرہ رضہ کے کلام سے مل گیا حتی کہ راوی نے اسکو کلام ابو ہریرہ رضہ
سمجھا۔ کیونکہ جمہور علماء ائمہ کے نزدیک سورۂ فاتحہ مکیہ ہی اس دلیل سے کہ اول تو شرع میں معہود نہیں کہ کوئی نماز بغیر فاتحہ ہو۔ دوم یہ کہ قولہ تعالیٰ
السبع المثانی والقرآن العظیم۔ کی تفسیر صحیح بخاری وغیرہ میں سورۂ فاتحہ ہی اور آیت کریمہ سورۃ الحجر میں ہی جو بالاتفاق مکیہ ہی تو سورۃ الحجر سے
پہلے نزول ہوا جس سے احسان رکھا۔ مترجم کہتا ہی کہ دلیل اول کا ضعف ظاہر ہی اور دلیل دوم کا جواب یہ ہی کہ محققین کے نزدیک سبع مثانی
سات سورۂ طوال ہیں چونکہ سات سورہ مع باقی قرآن کا علم اس سورۂ فاتحہ میں جمع فرمایا جیسا کہ حسن بصری رح وغیرہ سے بسند صحیح مروی ہی اور
القرآن کے نوع فاضل و مفضول میں بنحو صحیح مذکور ہی لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ سے تفسیر فرمائی کیا نہیں دیکھتے ہو کہ سبع مثانی
و قرآن عظیم۔ دونوں کی یہ تفسیر ہے اور یہ نہیں دیکھتے ہو کہ بالاتفاق آپ نے یہ تفسیر مدینہ منورہ میں فرمائی ہی۔ پس یہ دونوں دلائل ضعیف ہیں
ہاں ابتداء میں جو اثر کہ ابن عباس رضہ سے منقول ہی اس سے بھی مدینہ ہونا ظاہر ہوتا ہی کیونکہ سورۂ انعام سے پہلے جملہ سورتوں کو مدنی فرمایا ہی۔ بعض
علماء نے دونوں قول میں اسطرح توفیق دی کہ سورۂ فاتحہ دو مرتبہ نازل ہوا۔ مترجم کہتا ہی کہ جیسے آیت وضو میں اشکال ہی کہ وہ بالاتفاق سورۂ
مدینہ میں ہی حالانکہ نماز بغیر طہارت کے ماثور نہیں ہی۔ اور جیسے یہ زعم کیا کہ سورۂ نساء مکیہ ہی اسکا زعم خلاف حدیث صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے
زعم غلط ہی۔ از انجملہ **(سورۂ یونس)** بقول مشہور مکیہ ہی۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو کفار عرب نے تعجب سے
انکار کیا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اعلیٰ ہی کہ آدمی اسکا رسول ہو۔ پس نازل ہوا۔ اکان للناس عجبا الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہی کہ اس قدر صرف
نبوت ہوا کہ مکہ میں نزول شروع ہوا اور یہ منافی نہیں کہ زائد سورۃ کا نزول مدینہ منورہ میں واقع ہوا ہو فافہم۔ **(سورۃ الرعد)** مجاہد و علی
بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس رضہ میں مکیہ ہی اور روایت اوپر گزری اور دیگر روایات میں مدنیہ ہی اور وفاق یہ کہ باعتبار اکثر آیات کے مکیہ اور بعض
آیات مانند قولہ تعالیٰ اللہ یعلم ما تحمل کل انثی الآیہ مدنیات ہیں۔ **(سورۃ الحج)** اثر ابن عباس رضہ میں جو اوپر گزرا مکیہ ہی باستثناء چند آیات کے اور
دیگر آثار میں مدنیہ ہی اور جمہور کے نزدیک اس سورۂ میں آیات مکیہ و مدنیہ مختلط ہیں یعنی اکثر کے لحاظ سے مکی یا مدنی نہیں کہہ سکتے ہیں۔ **(سورۃ
الفرقان)** جمہور کے نزدیک مکیہ ہی اور قول ضحاک میں مدنیہ ہی۔ **(سورۃ یٰسٓ)** مشہور یہ کہ اتفاقاً مکیہ ہی اور بعض نے قول غریب
مدنیہ ہونے کا نقل کیا۔ اسی طرح **(سورۃ ص)** کا حال ہی۔ جیسے سورۂ محمد و حجرات مدنیہ ہیں اور قول غریب مکیہ کا نقل کیا گیا۔ **(سورۃ
الرحمن)** جمہور کے نزدیک مکیہ اور یہی صواب ہی بدلیل روایۃ الترمذی والحاکم در بارۂ حسن جواب الجن حالانکہ قصۂ جن مکہ میں واقع ہوا تھا۔

وعن اسماء بنت ابی بکر قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو یصلی نحو الرکن قبل ان یصدع بما یؤمر والمشرکون یستمعون فبای الآء ربکما
تکذبان۔ رواہ احمد باسناد جید۔ (**سورۃ الحدید**) بقول جمہور مدنیہ ہے لیکن خلاف نہین کہ اسمین آیات مکیہ ہین ظاہر وہ ابتدائی
ہین۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب یہ کہ آپ اپنی بہن کے یہان گئے تو ایک صحیفہ دیکھا جسمین اول سورۂ حدید مکتوب تھی اسکو پڑھا
وہی سبب اسلام ہوا اسکا رواہ البزار وغیرہ۔ (**سورۃ الصف**) بقول جمہور مختار و مرجح یہ مدنیہ ہے۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا
کہ ہم لوگ چند اصحاب رضی اللہ عنہم بیٹھے ذکر کرتے تھے کہ اگر ہم جانتے کہ اللہ تعالی کے نزدیک کون عمل زیادہ محبوب ہے تو اسپر عمل کرتے پس اللہ تعالی نے
نازل فرمایا قولہ سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض وہو العزیز الحکیم یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون الخ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر سورۃ تک
سنائی۔ رواہ الحاکم وغیرہ۔ (**سورۃ الجمعۃ**) بقول صحیح وہ کل مدنیہ ہے بدلیل حدیث ابی ہریرہ عند البخاری وقصہ انفضاض بحالت
خطبہ بروایت صحاح۔ (**سورۃ التغابن**) ایک قول ہین صرف آخر مدنیہ ہے اور دوم ہین کل مدنیہ ہے۔ (**سورۃ الملک**)
مشہور قول اتفاقی یہ کہ مکیہ ہے وغریب قول مجہول یہ کہ مدنیہ ہے اور صواب اول ہے۔ (**سورۃ الانسان**) بعض نے آیت واحدہ ولا تطع منہم
کو مکیہ کہا اور بعض نے کل مدنیہ۔ (**سورۃ المطففین**) بروایت نسائی عن ابن عباس مدنیہ ہے والاسناد صحیح۔ پس یہی معتمد ہے۔ (**سورۃ
الاعلی**) بقول جمہور مکیہ ہے بتائید حدیث البخاری عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ اور شاید کہ سفر ہجرت مین نزول ہو۔ (**سورۃ الفجر**)
بقول جمہور مکیہ ہے۔ (**سورۃ البلد**) اظہر یہ کہ مکیہ ہے یہی سیاق ہے۔ (**سورۃ اللیل**) بقول اشہر مکیہ ہے اور قصہ اسباب نزول سے
مدنیہ ظاہر ہوتی ہے وقیل مختلط۔ (**سورۃ القدر**) اکثر کے نزدیک مکیہ ہے اور ترمذی وحاکم نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو دکھایا گیا کہ بنو امیہ آپ کے منبر پر ہین تو آپکو ناگوار ہوا پس نازل ہوا انا اعطیناک الکوثر۔ و نازل ہوا انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ لیکن مزی نے
نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔ (**سورۃ لم یکن**) بقول اشہر مکیہ ہے اور مدنیہ کی تائید بروایت ابو حبۃ البدری رضی اللہ عنہ کہ جب سورہ
لم یکن نازل ہوئی تو جبرئیل نے آکر کہا کہ یا رسول اللہ آپ کا پروردگار آپ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ ابی بن کعب کو یہ سورہ پڑھا وین۔ رواہ احمد۔ اسی
دلیل سے شیخ ابن حجر نے جزم کیا کہ مدنیہ ہے۔ مین کہتا ہون کہ سنن و فضائل ابی بن کعب میں نوع وارد ہے کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ مین تجھپر سورۂ لم یکن پڑھون پس ابی
بن کعب نے عرض کیا کیا رب عزوجل نے میرا نام لیا آپنے فرمایا کہ ہان پس ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روئے۔ (**سورۃ الزلزلۃ**) مین مکیہ و مدنیہ کے دونون
قول ہین اور حدیث ابو سعید الخدری بروایت ابن ابی حاتم دلیل ہے کہ وہ مدنیہ ہے۔ (**سورۃ العادیات**) دونون قول ہین مدنیہ ہونے کی دلیل وہ اثر
ابن عباس رضی اللہ عنہ ہے رواہ الحاکم وغیرہ۔ (**سورۃ الہاکم**) مختار یہ کہ مدنیہ ہے کیونکہ ابن ابی حاتم نے ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اسکا
نزول انصار کے دو قبائل کے حق مین ہوا جنھون نے تفاخر کیا تھا۔ اور بخاری رح نے ابی بن کعب سے روایت کی کہ ہم اسکو قرآن مین جانتے تھے کہ لو کان لابن آدم
وادیا من ذہب الخ یہانتک کہ سورۂ الہاکم نازل ہوئی۔ اور روایت ترمذی از علی رضی اللہ عنہ در باب عذاب القبر بھی دلیل ہے۔ (**سورۃ ارأیت**)
مین بھی دو قول ہین اور مرجح مکیہ ہے۔ (**سورۃ الکوثر**) صواب یہ کہ مدنیہ ہے بدلیل حدیث مسلم عن انس رضی اللہ عنہ ولہذا رجحہ النووی رح۔
(**سورۃ الاخلاص**) اسمین دو قول اور دلائل متعارض ہین شیخ سیوطی رح نے کہا کہ میرے نزدیک مدنیہ ہونے کو ترجیح ہے۔ چنانچہ
مین نے کتاب اسباب النزول مین بیان کیا ہے۔ (**سورۃ الفلق وسورۃ الناس**) مختار یہ کہ دونون مدنیہ ہین اسمین اشارہ ہے کہ انکی
مکیہ ہونے کی دلیل بھی موجود ہے۔ مین کہتا ہون کہ شیخ سیوطی نے بعض آثار ابتدائی الاتقان مین اسکے مؤید روایت کیے ہین۔ (**التنبیہ**) بیہقی
وابن الحصار نے کہا کہ ہر سورہ مین آیات مدنیہ ہین لیکن بعضے لوگ اسمین صرف اجتہاد پر اعتماد کرتے ہین اگرچہ سلف سے روایت منقول

(الضوابط) جنسے مکی و مدنی کی شناخت ہوتی ہے اور بعض محققین نے کہا کہ عند التحقیق یہ ضوابط کلیہ نہین ہین۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے
کہا کہ جہان یا ایہا الذین آمنوا ہے وہ مدینہ مین اتار اگیا اور جہان یا ایہا الناس ہے وہ مکہ مین اترا۔ رواہ الحاکم والبیہقی والبزار۔ اور ابو عبید نے
اسکو علقمہ رح سے جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب مین سے ہین روایت کیا اور میمون بن مہران نے کہا کہ جہان قرآن مین یا ایہا الناس یا بنی آدم ہے
وہ مکی ہے اور جو یا ایہا الذین آمنوا ہے وہ مدنی ہے۔ رواہ ابو عبید۔ ابن الحصار رح نے اشارہ کیا کہ حدیث عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اسناد ضعیف ہے اگرچہ
ناسخ منسوخ بیان کرنے والون نے اسپر اعتماد کیا اور مترجم کے نزدیک تلخیص یہ کہ قول عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تاویل دو طرح ہو سکتی ہے اول یہ کہ نزول سے
معنی متعارف مراد ہون پس وارد ہوگا کہ سورۂ بقرہ مدنیہ ہے حالانکہ اسمین یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم موجود ہے اور سورۂ نساء مدنیہ کے
اول ہی مین یا ایہا الناس موجود ہے اسیطرح بہت سی مکیہ سورتون مین یا ایہا الذین آمنوا موجود ہے پس بعض نے زعم کیا کہ یہ ضابطہ کلیہ نہین بلکہ اکثر
یون ہی واقع ہوا۔ تاویل دوم یہ کہ مکہ مین یا مدینہ مین نازل ہونے سے یہ غرض کہ اسکا حکم ان لوگون سے متعلق ہے پس اس تاویل پر معنی یہ ہونگے کہ
نزول کے ہی مقام پر ہو یا ایہا الناس اور یا بنی آدم خطاب باہل مکہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اسوقت مین ابتداءً خطاب اہل مکہ کو ہوا اگرچہ تبلیغاً تو دنیا کے
کافرون کو خطاب ہے لیکن یہ امر ظاہر ہے کہ جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات شریف خود موجود تھے اُنپر اتباع اولاً و بالذات فرض متحتم ہوا پس مقصود
یہ کہ خطابات قرآنی مین ایہا الناس سے اولاً و بالذات مخاطب اہل مکہ ہین پھر تمام عرب کے بت پرست پھر تمام روے زمین کے کفار ہین اگرچہ
اہل ایمان کو خود بہ نسبت برابر محفوظ رکھنا لازم ہے کیونکہ مومنین تو ایمان ہی لا چکے پس انھین کو اصل نفع اور وہی برابر ایمان پر جمے رہینگے اور
یا ایہا الذین آمنوا خطاب اہل مدینہ کو ہے یعنی آنکہ یہ خطاب ان لوگون کو جو ایمان لائے اور معلوم ہوا کہ ظہور ایمان بغیر معاندین کے مدینہ مین ہوا اگرچہ
ایک جماعت عظیم مکہ مین مسلمان ہو چکی تھی اسوا اس خطاب سے مومنین مقصود ہین اور انمین اولاً و بالذات تو مہاجرین و انصار ہین پھر تمام عرب
پھر روے زمین۔ اور یہ تاویل اولیٰ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض قرآن مکہ مین نازل ہوا اور وہ متعلق باہل مدینہ ہے یعنی مہاجرین و انصار اس سے
اولاً مخاطب ہین اور بعض کا نزول مدینہ مین ہوا اور مومنین تو اسپر ایمان لا چکے پس حکم خطاب اولاً متعلق باہل مکہ ہے کیونکہ اہل مکہ پر بہ نسبت مقدم
ایمان لانا واجب تھا اسیواسطے انھین پر اولاً جاری ہوا۔ (امثلہ متعلقۃ ہذا الباب) واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ یا ایہا الناس انا
خلقناکم من ذکر و انثی۔ نزول مکہ مین بروز فتح مکہ ہوا یعنی بعد ہجرت کے آٹھوین سال جب مکہ فتح ہوا تو وہان یہ آیت نازل ہوئی حالانکہ بنا بر
اصطلاح مذکور کے یہ آیت مدنیہ ہے۔ اسی طرح قولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم بمقام عرفہ حجۃ الوداع اور قولہ تعالیٰ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات
الآیۃ بحق عثمان بن طلحہ الحجبی بھی نازل بمکہ اور حکماً مدنیہ ہین۔ اور اسکے برعکس سورۂ الممتحنہ کا نزول مدینہ مین مگر حکم متعلق باہل مکہ ہے چنانچہ تفسیر مین مذکور ہے
قولہ تعالیٰ فی سورۃ النجم الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم۔ پھر یہ سورہ مکیہ ہے لیکن مثال یہ مدنی ہے کیونکہ فواحش جنمین حد واجب ہے حالانکہ حدود
کی فرضیت فقط مدینہ مین ہوئی ہے۔ سورۂ والعادیات اگرچہ مدنی ہے مگر مشابہ نزول مکہ ہے۔ مثال جو قرآن مکہ سے مدینہ لایا گیا وہ سورۂ یوسف و اخلاص
و سبح اسم ربک الاعلیٰ ہے۔ مثال جو مدینہ سے مکہ لائے قولہ تعالیٰ یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ۔ اور آیت الربوا۔ اور ابتدا سے سورۂ براءۃ وغیرہ کہ
چنانچہ تفسیر مین اپنے اپنے مقام پر معلوم ہوگا۔ مثال جو حبشہ کو لے گئے قولہ تعالیٰ قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء الآیات صحیح مسلم مین مذکور ہے
کہ ان آیات کو روم لیجانا بھی صحت کو پہونچا اور صحیح ہوا کہ جعفر بن ابی طالب نے نجاشی حبشہ کو سورۂ مریم سنائی تھی۔ (النوع الثانی)
در بیان حضری و سفری۔ حضر کی حالت مین قرآن کثیر نازل ہوا اور یہ ظاہر ہے پس سفری کی مثالین ذکر کرنا مناسب ہے۔ اول قولہ تعالیٰ واتخذوا من
مقام ابراہیم مصلی۔ کیونکہ سال حجۃ الوداع مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ ہم خلف المقام نماز طواف ادا کرین تب نازل ہوا

(دوم) قولہ تعالیٰ لیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا ۔ عمرہ حدیبیہ میں بروایت ابن جریر عن الزہری ۔ (سوم) قولہ تعالیٰ واتموا الحج والعمرۃ للہ ۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے صفوان بن امیہ سے حجۃ الوداع میں ایک شخص زعفرانی لباس کے سوال احرام عمرہ میں روایت کی ۔ میں کہتا ہوں کہ مختصر حدیث صحیح مسلم میں موجود ہی ۔ (چہارم) قولہ فمن کان منکم مریضا الآیہ ۔ بحق کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ در سفر حج بروایت احمد بلکہ صحیحین ۔ (پنجم) قولہ تعالیٰ الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابہم القرح الآیہ ۔ حمراء الاسد کے مقام پر نازل ہوئی ۔ رواہ البیہقی عن ابن عباس باسناد صحیح ۔ یعنی غزوہ احد کے بعد جب آپ لشکر لیکر حمراء الاسد تک گئے ۔ (ششم) قولہ تعالیٰ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا الآیہ غزوۂ فتح مکہ میں جوف کعبہ کے اندر نازل ہوئی ۔ کما رواہ ابن مردویہ اور صحاح میں فتح مکہ میں نزول مذکور ہی ۔ (ہفتم) قولہ تعالیٰ واذا کنت فیہم فاقمت لہم الصلوۃ الآیہ عسفان میں درمیان ظہر وعصر کے نازل ہوئی کما اخرجہ احمد عن ابی عیاش الزرقی رضہ ۔ (ہشتم) قولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم الآیہ ۔ عرفات میں بعد ظہر کے بیوم الجمعہ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی کما فی الصحیح عن عمر رضہ ۔ (نہم) آیت تیمم کا نزول بیداء یا ذات الجیش میں نازل ہوئی کما فی الصحیح عن عائشہ رضہ ۔ (دہم) اذ تستغیثون ربکم الآیہ کا نزول بدر میں ہوا بروایت الترمذی ۔ (یازدہم) اول انفال کا نزول بدر سے مراجعت میں ہوا ۔ بروایت احمد ۔ (دوازدہم) قولہ لو کان عرضا قریبا وسفرا قاصدا لاتبعوک ولکن بعدت علیہم الشقۃ الآیات ۔ کا نزول غزوۂ تبوک میں ہوا ۔ بروایت ابن جریر ۔ (سیزدہم) قولہ لئن سالتہم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب الآیہ ۔ غزوۂ تبوک کے سفر میں بروایت ابن ابی حاتم ۔ (چہاردہم) خاتمۃ النحل کا نزول غزوۂ احد میں جب حضرت حمزہ رضہ کے مشہد پر تھے ۔ بروایت بیہقی والبزار لیکن بروایت ترمذی وحاکم بروز فتح مکہ ۔ (پانزدہم) قولہ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا الآیۃ بعض جانا کہ سفر ہجرت میں نازل ہوا بدلیل آنکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان لوگون نے اپنے پیغمبر کو نکالا ہی واللہ یہ لوگ اب ہلاک ہونگے پس یہ حکم نازل ہوا ۔ رواہ الترمذی عن ابن عباس لیکن مترجم کہتا ہی کہ صحاح میں روایت ہی کہ جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ یہی ہوگا ۔ (شانزدہم) سورۂ انا فتحنا بعد صلح حدیبیہ کے خواہ حدیبیہ یا اسی کے قریب نازل ہوئی کما فی الصحیح ۔ (ہفدہم) قولہ سیہزم الجمع ویولون الدبر الآیۃ ۔ یوم بدر میں نازل ہوئی ۔ (ہیژدہم) اذا جاء نصر اللہ ۔ اوسط ایام تشریق میں نازل ہوئی پس آپ نے وداع جان کر خطبہ معروفہ پڑھا ۔ رواہ البیہقی والبزار ۔ اور اس باب میں روایات دیگر ہیں ۔ **(نوع ثالث)** معرفت لیلی ونہاری اور اسکی مثالیں بہت ہیں اور اکثر قرآن کا نزول دن میں ہوا اور بعض رات میں نازل ہوا چنانچہ (۱) قولہ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الخ ۔ کی تفسیر میں دیکھو کہ رات کو نزول ہوا کما فی صحیح ابن حبان ۔ (۲) قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الی قولہ واللہ یعصمک من الناس ۔ رات میں نازل ہوئی ۔ رواہ الترمذی والحاکم ۔ (۳) سورۂ انعام ۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ مکہ میں رات میں نازل ہوئی اس شان سے کہ اسکے ساتھ ستر ہزار فرشتہ تسبیح کرتے ہوئے مشایعت میں تھے ۔ رواہ الطبرانی والبیہقی ۔ (۴) قولہ تعالیٰ وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیہم الارض الآیہ ۔ آخری تہائی رات باقی تھی کہ آیت توبہ نازل ہوئی کما فی الصحیح من حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (۵) سورۂ مریم ۔ چنانچہ ابو مریم الغسانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ میں نے حضور میں عرض کیا کہ رات میرے یہان لڑکی پیدا ہوئی تو فرمایا کہ رات مجھ پر سورہ مریم نازل ہوئی پس اس لڑکی کا مریم نام رکھو ۔ رواہ الطبرانی ۔ (۶) آیت حجاب نازل ہونے کے بعد عورتون کو پردہ کے ساتھ اپنی ضرورات میں نکلنے کی آیت رات میں نازل ہوئی چنانچہ صحیح بخاری میں ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں ہی اور چونکہ ازواج مطہرات راتہی میں بضرورت پاخانہ دیکھ کے نکلا کرتی تھیں جیسا کہ قصۃ الافک میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صحیح معلوم ہی ۔ (۷) سورۂ انا فتحنا ۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رات مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی کہ جسپر آفتاب چمکتا ہی اس سے زیادہ محبوب ہے

پس سورۂ انا فتحنا تلاوت فرمائی۔ اور تمام حدیث صحیح البخاری میں ہے۔ (۸) سورۂ والمرسلات کہ وہ شب عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کو رات میں غار منی میں نازل ہوئی۔ رواہ الاسماعیلی فی مستخرجہ اور صحیحین میں بدون ذکر شب عرفہ موجود ہے۔ اور اس نوع کے امثلہ دیگر بہت ہیں۔ (التنبیہ) آیۃ التیمم سفر میں وقت صبح کے نازل ہوئی کما فی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا فی الصحیح۔ آیہ لیس لک من الامر شیء او یتوب علیہم الآیہ بھی صبح میں نازل ہوئی بلکہ یہ عجیب ہے کہ نماز میں نزول ہوا چنانچہ صحیح کی حدیث میں ہے کہ جب نماز صبح کی دوسری رکعت میں آپ چاہتے تھے کہ اہل مکہ میں ابو سفیان وغیرہ پر قنوت میں بد دعا فرماویں کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ کو اس سے منع فرمایا گیا۔ (التنبیہ) حاکم نے حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ زیادہ سچا خواب وہ ہوتا ہے جو دن میں ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دن میں وحی کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ رواہ الحاکم فی التاریخ۔ اس سے لازم آیا کہ وحی خاصۃ دن ہی میں نازل ہوئی ہے۔ جواب یہ کہ روایت مذکورہ صحیح نہیں بلکہ منکر قابل حجت نہیں ہے۔ (فائدہ جلیلہ) وحی کبھی ایسی حالت میں نہیں ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کے لحاف میں ہوں سوائے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے چنانچہ صحاح میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ عائشہ کے بارہ میں کوئی شخص مجھے تکلیف مت دو کہ کسی کے ساتھ میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی سوائے عائشہ کے یہ بھی شامل آیہ لیس لک من الامر شیء الآیہ کے پیش نظر ہوا اور اس سے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بے مثل فضیلت ظاہر ہے۔ المترجم۔ (نوع سیزدہم) آیات گرمائی و سرمائی جو نازل ہوئیں سو (۱) کلالہ کی بابت میں دو آیتیں ہیں۔ واحدی نے کہا کہ ان میں پہلی آیت جو سورۂ نساء کے اول میں ہے وہ سرمائی میں نازل ہوئی اور دوسری آیت جو سورۂ نساء کے آخر میں ہے وہ گرمائی میں نازل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی امر میں بار بار اس قدر رجوع نہیں کیا جس قدر کلالہ کے بارہ میں عرض کیا اور آپ نے بھی کسی بارہ میں اس قدر سختی نہیں فرمائی جس قدر اس میں سختی فرمائی حتی کہ انگلی سے میرے سینہ میں چوکا اور فرمایا کہ اے عمر تجھے وہ آیت گرما کافی نہیں ہوئی جو سورۂ نساء کے آخر میں ہے۔ رواہ مسلم۔ اسی طرح مستدرک کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں اس آیت کو آیۃ الصیف فرمایا۔ رواہ الحاکم۔ اور واضح ہو کہ جو قرآن کہ سفر حجۃ الوداع میں نازل ہوا وہ گرمائی میں شمار ہے جیسے اوائل مائدہ وقولہ الیوم اکملت لکم دینکم۔ وقولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ۔ وآیت دین وسورۃ النصر۔ اور اسی طرح جو آیات کہ غزوہ تبوک میں نازل ہوئیں وہ بھی گرمائی ہیں اس واسطے کہ غزوۂ مذکور شدت گرما میں واقع ہوا تھا۔ (بیان امثلہ سرمائی) یعنی جو سرما میں نازل ہوئیں۔ (۱) قولہ ان الذین جاءو بالافک الآیات۔ چنانچہ صحیح کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں وارد ہے کہ سرد دن میں نازل ہوئی۔ (۲) جو آیات غزوہ احزاب میں نازل ہوئیں وہ بھی سرمائی ہیں کیونکہ حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ میں ثابت ہے کہ سخت جاڑا تھا کما رواہ البیہقی وغیرہ۔ اور اس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاءتکم جنود الآیات۔ (نوع چہاردہم) امثلہ فراشی و نومی یعنی جو بستر و خواب میں نازل ہوا کیونکہ آپ کا خواب بیداری سے بہتر تھا چنانچہ صحیح و سنن میں احادیث اس باب میں صحیح ہیں کہ خواب انبیاء علیہم السلام وحی ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرزند خواب میں دیکھا اور اسی پر عمل واجب ہوا چنانچہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ (مثال اول) قولہ تعالیٰ واللہ یعصمک من الناس۔ اس وقت نزول ہوا کہ آپ بستر خواب پر تھے چنانچہ اوپر گزرا۔ (۲) قولہ تعالیٰ وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا۔ چنانچہ صحیح میں ہے کہ تہائی رات باقی تھی کہ نزول ہوا درحالیکہ آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ مخفی نہ رہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس حالت میں پاس سے ہٹ جاتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے تصریح فرمائی کہ مجھے (۹) خصال عطا ہوئے الی۔ از انجملہ ایک خصلت یہ ذکر فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی حالت میں وحی نازل ہوئی کہ آپ اپنی ازواج میں سے کسی کے لحاف میں ہوتے تو بیبی آپ سے الگ ہٹ جاتی تھی اور میں آپ کے [illegible]

اسی مین رہتی اور آپ پر وحی کا نزول ہوتا تھا۔ رواہ ابو یعلی۔ مترجم کہتا ہے کہ اصل حدیث مین (عند ام سلمہ) کا لفظ ہے اور اسکی دو تفسیرین ہو سکتی ہین
(۱) ام سلمہؓ کے پاس تھے۔ جیسا کہ ترجمہ کیا گیا۔ (۲) ام سلمہ کے یہان تھے۔ اور یہ محاورہ معروف ہے جیسے کہتے ہین کہ فرسی ودیعۃ عند فلان۔
یعنی فلان کے پاس میرا گھوڑا ودیعت ہے یعنی اسکے یہان ودیعت ہے اور یہ مراد نہین کہ اس سے ملا ہوا ساتھ ہے پس شاید کہ آپ اسوقت نماز تہجد مین
ہون جب وحی نازل ہوئی حالانکہ آپ اس رات حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہان تھے۔ اسی طرح واضح ہو کہ خواب مین نزول قرآن کی مثال تحقیقت کیفیۃ در
موجود نہین ہے اگرچہ خواب انبیاء بھی وحی ہوتا ہے۔ امام رافعی رحؒ نے کہا کہ یہ تو صحیح ہے لیکن قرآن مجید کے بارہ مین موجود ہے کہ کل قرآن حالت بیداری مین
نازل ہوا ہے۔ المترجم۔ خوابی کی مثال مین کہا گیا کہ سورۃ الکوثر ہے چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایکوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگون
درمیان تشریف رکھتے تھے کہ یکایک اغفاء کیا پھر مسکراتے ہوئے سر اٹھا کر فرمایا کہ ابھی مجھپر ایک سورہ نازل کیا گیا پھر بسم اللہ کے ساتھ انا اعطیناک
الکوثر آخر تک پڑھی۔ رواہ مسلم۔ اغفاء ایک خفیف اونگھ جیسے سر ڈالکر ہوتی ہے۔ رافعی رحؒ نے کہا کہ یہ خواب نہین بلکہ وہ حالت ہے جو آپ پر وحی کے وقت
طاری ہوتی تھی شیخ سیوطی رحؒ نے قول رافعی رحؒ کو احسن واصح کہا اور بیان کیا کہ رافعی کے قول پر دو وجہ سے ... پہلے مین خود اسی جانب مائل تھا۔ مترجم کہتا ہے
کہ اس ضعیف کو بھی اغفاء کی یہی تاویل ظاہر ہوئی تھی کہ یہ حالت وحی کا بیان ہے یعنی آنکہ نزول مین کوئی شدت نہین ہوئی بلکہ خفیف اغفاء کیسا
قلب مستمکن ہو گیا۔ پھر مین نے دیکھا کہ آخر مین امام رافعی رحؒ نے بھی تاویل مختصر ذکر فرمائی ہے فالحمد للہ علی ذلک۔ (نوع سادس) شیخ ابن حبیب
المفسر نے کہا کہ سورہ صافات کی تین آیات یعنی قولہ وما منا الا لہ مقام معلوم الآیات۔ مکیہ یا مدنیہ نہین ہین۔ ابن العربی نے کہا کہ شاید مراد یہ کہ آسمان و
زمین کے درمیان فضاء مین نزول ہوا۔ شیخ سیوطی رحؒ نے کہا کہ مجھے اسکی کوئی دلیل ظاہر نہین ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید بدون روایت کے صرف معانی
کے لحاظ سے قرار دیا کہ شب معراج مین نزول ہوا ہے کہ وہان ملائکہ کی طرف سے اللہ تعالی نے وحی فرمائی کہ ہر ایک کے واسطے اسکے رتبہ کا مقام معین
ہے کیونکہ شیخ ممدوح نے علاوہ تین آیات کی چوتھی آیت زخرف واسال من ارسلنا من قبلک من رسلنا الآیہ اور آخر سورۂ بقر کی دو آیات آمن الرسول
الخ کو بھی اسی مین داخل کیا ہے پس قولہ واسال من ارسلنا الآیہ کے معنی یہ کہ پوچھ لے ان لوگون سے جنکو ہمنے تجھسے پہلے رسول کرکے بھیجا تھا الخ۔ پس ان
رسولون سے پوچھنا اسی طور پر کہ معراج مین سب سے مواجہہ ہوا تھا۔ تو وہین آیت کا نزول ہوا اور شیخ سیوطی رحؒ نے آخر سورۂ بقرہ کا استدلال بحدیث
ابن مسعود رضی اللہ عنہ پیش کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج مین لے گئے الخ۔ اسمین مذکور ہے کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزین
عطا ہوئین (۱) پانچون نمازین۔ (۲) خاتمہ سورۂ بقرہ (۳) جسنے آپ کی امت مین سے اللہ تعالی کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہین بنایا اسکی مغفرت
کما رواہ مسلم۔ واضح ہو کہ اسی طرح تحت زمین نازل ہونے کے معنی بھی صرف مجازی مشابہت کے طور پر ہین یعنی غار مین نزول ہونا چنانچہ غار منی مین
نزول سورۂ والمرسلات۔ بدلیل حدیث البخاری۔ مترجم کہتا ہے کہ غار حرا مین ابتدائے سورۂ اقرا باسم ربک۔ کا نزول صحیح وغیرہ مین معروف ہے
حالانکہ وہ زیر زمین کے مشابہ نہین بلکہ اسکو بالائے زمین کی مثال مین لیا گیا ہے۔ اور مترجم نے اسمین طول اسواسطے نہین دیا کہ سوائے ایک لطیفہ
معرفت کے اسکا فائدہ بہت کم ہے (**نوع ہفتم**) اول کیا نازل ہوا۔ صحیح قول ہے کہ سب سے اول سورۂ اقرا کا اول نازل ہوا چنانچہ حضرت
ام المؤمنین عائشہؓ کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ابتدائے ظہور وحی سے یہ ہوا کہ خواب صادق دیکھنے لگے پس آپ جو
کوئی خواب دیکھتے وہ سپیدۂ صبح کی طرح عیان ہو جاتا (یعنی بعینہ ظہور ہوتا تھا) پھر آپکو تنہائی پسند ہو گئی پس آپ حرا پر تشریف لے جاتے
پس وہان چند راتین عبادت مین مشغول ہوتے اور اسکے لیے توشہ مہیا کر لیتے تھے پھر آپ حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے تو پھر خدیجہؓ
اتنی ہی راتون کا توشہ مہیا کر دیتی تھین یہانتک کہ ناگاہ آپ پر وحی آگئی درحالیکہ آپ غار حرا مین تھے چنانچہ آپ کے پاس فرشتہ آیا (یعنی جبرئیل

علیہ السلام)۔ آخر تک کما فی الصحیحین وغیرہما۔ اور اسمین نزول اقرا باسم ربک تا قولہ مالم یعلم ہے۔ اور بیہقی و حاکم نے حضرت ام المومنین سے مصرح روایت کی کہ قرآن سے اول اقرا نازل ہوا اور بیہقی رح نے اسناد کو صحیح کہا۔ اور طبرانی نے بسند صحیح ابو موسی رضی اللہ عنہ سے اور سعید بن منصور نے عبید بن عمیر سے اور ابو عبید رح نے مجاہد رح سے یہی روایت کیا ہے۔ اور واضح ہو کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں اول نزول یا ایہا المدثر بروایت صحیحین وغیرہ کے معنی یہ کہ سورۂ کاملہ سب سے اول یہی سورہ مدثر ہے کیونکہ اقرا کا نزول کامل نہیں ہوا تھا۔ عمرو بن شرحبیل تابعی نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین خدیجہ رض سے کہا کہ جب میں تنہا ہوتا ہوں تو آوازیں سنتا ہوں پس مجھے خوف ہے کہ یہ کوئی امر ہو (یعنی میرے حق میں ضرر و جان کا خوف ہو) پس حضرت خدیجہ رض نے کہا کہ معاذ اللہ ہرگز اللہ تعالی آپ کے ساتھ ایسا نہیں فرماویگا کیونکہ آپ امانت ادا کرتے اور قرابت سے سلوک کرتے اور سچ بولتے ہیں۔ پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت خدیجہ رض نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ بیان کیا اور کہا کہ آپ محمد کو ساتھ لیکر ورقہ بن نوفل کے پاس جاؤ پس ابوبکر رض آپ کے ساتھ ہو کر ورقہ کے پاس گئے اور ورقہ سے یہ حال بیان کیا کہ جب میں تنہا ہوتا ہوں تو یا محمد یا محمد کی آوازیں سنتا ہوں تو میں بھاگ آتا ہوں پس ورقہ نے کہا کہ آپ ایسا نکریں بلکہ ثابت قدم رہیں حتی کہ سنیئے کہ وہ کیا کہتا ہے پھر مجھے بھی آگاہ فرمائیے گا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہائی میں سنا کہ یا محمد تو ثابت رہ پس کہا کہ یا محمد کہو بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین آخر تک رواہ البیہقی وغیرہ وہذا مرسل جید۔ بیہقی نے کہا کہ محتمل ہے کہ بعد اقرا و المدثر کے واقع ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ امر ثبوت ہو گیا کہ سورۂ فاتحہ کا نزول قدیم اور وہ مکیہ ہے اور اسکے ساتھ بسملہ کا بھی نزول ہوا اور توضیح واقعات اسطرح ظاہر ہوتی ہے کہ اول نزول غار حرا میں اقرا کے ساتھ جب آپ خوفناک واپس ہوئے اور خدیجہ رض سے واقعہ بیان کیا اور ام المومنین نے آپ کے خصائل حمیدہ سے استدلال کیا کہ اللہ تعالی ایسے نیک شخص کے حق میں آفت نہیں مقدر رکھیگا اور وہ آپ کو لیکر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور ورقہ نے سنکر تشفی دی کہ یہ ناموس اکبر دلیل نبوت ہے کاش میں اسوقت تک اس بوڑھاپے میں زندہ رہتا کہ جب آپکو آپ کی قوم نکالیگی تو آپ کی کامل مدد کرتا۔ ھ۔ جیسا کہ صحیح میں ہے۔ پھر ایک مدت تک وحی منقطع ہونے کے بعد سورۂ المدثر نازل ہوئی پھر یہ واقعہ سورۃ الفاتحہ کا ہوا۔ یہ تو کلام بیہقی رح کی تفسیر ہے اور ظاہر اسورۃ المدثر سے پہلے سورۃ الفاتحہ کی تعلیم ہوئی پھر سورۃ المدثر میں حکم ہوا کہ اٹھیے اور پیغام الہی سے انذار کیجیے یعنے قوم کو دعوت کیجیے کہ عذاب الہی سے ڈریں۔ ھ۔ یہ میں نے اسواسطے کہا کہ حدیث جابر رض میں ہے کہ مدثر کے بعد برابر وحی کا تار ہو گیا۔ پس اسکے بعد آواز سے توحش کے معنی بعید ہیں واللہ تعالی اعلم۔ م۔ حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ اول اللہ تعالی نے مفصلات میں سے ایسی سورت نازل فرمائی جسمیں جنت و دوزخ کا ذکر ہے پھر اسلام کی جانب لوگ رجوع ہوئے تو احکام حلال و حرام نازل ہوئے۔ کما رواہ البخاری و مسلم۔ شیخ سیوطی رح نے ذکر کیا کہ معنی یہ کہ اول نازل میں سے یہ سورت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ معنی ہیں کہ حرام و حلال کے احکام سے اول صرف اعتقادی سورت کا نزول ہوا۔ حاصل یہ کہ اول وعید عذاب اور وعدۂ ثواب سے اعتقاد توحید کی جانب رجوع فرمایا اسکے بعد اپنے احکام کی فی الجملہ معرفت رکھی۔ اور یہ مراد نہیں کہ نزول میں اول یہ ہے کیونکہ اول اقرا کا نزول خود حضرت عائشہ رض نے روایت فرمایا ہے فاحفظہ۔ م۔ فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ روایات متفق ہیں کہ مدینہ میں سب سے اول سورۂ بقرہ کا نزول ہوا۔ سیوطی رح نے کہا کہ واحدی رح نے علی بن الحسین سے روایت کی کہ مکہ میں اول اقرا اور آخر سورۂ المومنون نازل ہوئی اور مدینہ میں اول ویل للمطففین۔ اور آخر میں سورۂ براءۃ نازل ہوئی اور مکہ میں جس سورۃ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا وہ سورۃ النجم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قسم کے آثار میں وجہ یہ واقع ہوئی کہ موقع و سوال کی راہ سے اولیت بیان کی گئی ہے جیسے حضرت ام المومنین رض نے نزول کی راہ سے اول اقرا کی روایت کی پھر ہدایت و ارشاد کی راہ سے اول ایسی سورت مفصل بیان کی جسمیں ذکر جنت و دوزخ ہے۔ م۔ (فرع) جہاد میں اول آیت بقول ابن عباس رض اذن للذین یقاتلون الآیہ ہے۔ بروایت مستدرک حاکم۔

اور بقول ابو العالیہ قولہ تعالیٰ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم الآیہ۔ بروایت ابن جریر۔ مترجم کہتا ہے کہ توفیق یہ کہ اول جانب تو قول ابن عباس
ہے اور اسکے مؤید حدیث ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے کہ میں پہلے جانتا تھا کہ عنقریب جہاد کا حکم ہوگا۔ کما فی السنن۔ اور احکام جہاد میں شروع بقول
ابو العالیہ ہے کیونکہ اس سے یہ حکم نکلا کہ جو لوگ تم سے قتال نکریں مثلاً صلح کریں تو انکے واسطے دوسرا حکم ہے جیسے ترغیب جہاد میں اول آیت یہ ہے
ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم الآیہ۔ کما فی الاکلیل للحاکم۔ حرمت خمر میں اول یسئلونک عن الخمر والمیسر الآیہ۔ پھر قولہ تعالیٰ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری
الآیہ۔ پھر قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر الآیہ۔ اور تفسیر میں اسکی توضیح آتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ طعام میں اول آیت قولہ تعالیٰ قل لا اجد
فیما اوحی الی محرما علی طاعم الآیہ سورۂ انعام میں مکہ میں نازل ہوئی پھر قولہ تعالیٰ فکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً الآیہ سورۃ النحل اتری۔ پھر مدینہ میں سورۂ بقرہ
کی آیت انما حرم علیکم المیتۃ الآیہ۔ پھر سورۂ مائدہ کی آیت حرمت علیکم المیتۃ والدم الآیہ۔ سجدہ کے بارہ میں اول سورہ (یعنی کامل سورۃ جسمیں
سجدہ ہے) سورۃ النجم ہے۔ رواہ البخاری عن ابن مسعود رض۔ اس سے معلوم ہوا کہ سورہ اقرا کا تکملہ بعد النجم کے نازل ہوا ہے۔ م۔ (نوع ثامن)
آخر آیت و سورت باعتبار نزول کے۔ واضح ہو کہ شیخ ابوبکر بن العربی رح نے کہا کہ اسمیں اعتماد سے ہر ایک نے آخر بیان کیا ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ
بعض نے آخر باعتبار سورت کے اور بعض نے باعتبار آیت کے پھر آیات میں آخر باعتبار خصوص احکام کے مراد لیا چنانچہ شیخین نے براء بن عازب رض
سے روایت ہے کہ آخر جو آیت اتری وہ قولہ تعالیٰ یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ۔ اور آخر جو سورہ نازل ہوا وہ براءۃ ہے۔ اس روایت میں آخر
آیت اس لحاظ سے کہ میراث میں یہ آخری آیت ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ آخر جو آیت نازل ہوئی وہ ربوا کی آیت ہے۔ رواہ البخاری۔
اور یہی حضرت عمر و ابو سعید خدری سے صحیح ہوا اور مراد قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین۔ اور ابن ابی
حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ کل قرآن سے آخری آیت واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وہم لا یظلمون۔ یہ
کہ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نو (۹) راتیں زندہ رہے۔ اور ابن عباس کی روایت اسکے مانند ہے لیکن اسمیں (۸۱) روز کی زندگی مذکور ہے۔ اور
یہی اقرب ہے کیونکہ گو اکہ نزول حجۃ الوداع میں تھا اور شاید کہ سعید بن جبیر رح نے تسع لیال کے بجائے تسع فی تسعین کہا یعنی (۸۱ روز) اسکو راوی نے
تسع لیال کر دیا۔ کیونکہ ابن عباس رض کی روایت خود سعید بن جبیر کے طریق سے مروی ہے۔ اور ابن جریر نے بطریق زہری عن سعید بن المسیب روایت کی کہ
سب سے آخری نزول آیۃ المداینہ ہے۔ یہ مرسل صحیح ہے یعنی قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الآیہ۔ شیخ ابن حجر نے کہا کہ قرآن مجید میں آیۃ الربوا
و آیۃ واتقوا یوما و آیۃ مداینہ سب متوالی موجود ہیں پس ان آثار میں کچھ اختلاف نہیں ہے اور معنی یہ ہیں کہ سب سے آخری نزول یہ ہوا کہ آیۃ الربوا سے لیکر آیۃ
المداینہ آخر تک نزول ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ پھر بھی آخری نزول باعتبار احکام کے ہے جیسے ان روایات میں ربوا میں آخری اور معاملات میں آخری
ہونا مقید کیا پس توحید میں آخری اسکے بعد یہ آیتیں ہیں لقد جاءکم رسول من انفسکم چنانچہ عبد اللہ بن احمد و ابن مردویہ وغیرہ نے ابی بن کعب رض سے روایت کی۔
اور یہ لحاظ باعتبار آیات کے ہے۔ اور نظیر پوری سورہ کی ابن عباس رض نے کہا کہ آخری سورہ اذا جاء نصر اللہ ہے کما رواہ مسلم۔ اور عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
کے قول میں آخر سورۂ مائدہ و اذا جاء نصر اللہ ہے کما فی الصحیحین اور معنی یہ کہ اطعمہ حلال و حرام میں آخر مائدہ ہے اور واضح ہو کہ سلف کے اقوال میں کبھی آخری نزول
بدیں معنی آیا کہ اسکے بعد کوئی ناسخ نازل نہیں ہوا۔ بیہقی و ابن العربی رح نے جزم کیا کہ اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی وحی نہیں ہے بلکہ صحابہ
رضی اللہ عنہم میں جسکے نزدیک حفظاً و اجتہاداً جو آخر معلوم ہوا اسنے بیان کیا۔ (نوع تاسع) در بیان سبب نزول۔ یہ نوع نفیس ہے جسمیں
بخاری رح کے استاد شیخ علی بن المدینی کی منفرد تصنیف ہے اور واحدی رح نے اور شیخ ابن حجر رح نے بھی تالیفات فرمائیں اور شیخ سیوطی رح نے کتاب لباب النقول
باب میں عمدہ تصنیف کی اور اس نوع کے فوائد کثیرہ علماء پر مخفی نہیں ہیں از انجملہ حکم مشروع ہونے کی حکمت اور اسکے متعلق فوائد کثیرہ معلوم ہوں۔

ہین - ازانجملہ کبھی کلام عام ہوتا ہی اور سبب نزول معلوم ہونے سے تخصیص کی دلیل مل جاتی ہی - ازانجملہ شیخ امام ابن دقیق العید و ابن تیمیہ نے کہا کہ
سبب نزول معلوم ہونا فہم قرآن کے واسطے قوی مدد ہی چنانچہ قولہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا الآیہ جسکا حاصل یہ کہ جو لوگ اپنی حرکات پر
بغیر فعل ثنا پسند کرتے ہین انکو عذاب سے دور مت خیال کر - مروان بن الحکم کی سمجھ مین دشوار ہوا کہ ہم لوگ ایسی حالت اپنے نفوس مین پاتے ہین
پس ہم خوفناک ہین کہ عذاب سے نہین بچینگے یہانتک کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ اہل کتاب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پوچھا تو
انہون نے چھپا کر جھوٹ بتلایا اور اپنی تعریف چاہی پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر انکی تفضیح کی چنانچہ صحیحین مین مفصل مذکور ہی - مترجم کہتا ہی کہ اس سبب
نزول سے سمجھ مین آگیا کہ مفاد کلام مجید یہ ہی کہ جس شخص نے شایستہ فعل نکیا بلکہ لوگون کے نگاہ مین ایسے طور پر یہ فعل کیا کہ وہ شایستہ سمجھے حالانکہ اللہ تعالیٰ
عالم الغیب کے نزدیک وہ پوشیدہ نہین ہی پھر یہ شخص جاہل اپنے نفس کے فریب مین آیا اور اسنے لوگون کے استحسان پر اپنے نفس مین خوشی پائی تو وہ
عذاب سے دور نہین ہی کیونکہ اسکی غفلت و بداعتقادی تو ظاہر ہوگئی کہ اسنے اللہ تعالیٰ سے خوف نکیا اور یہ نہین سمجھا کہ آخرکار میرا معاملہ میرے نامۂ
اعمال سے ہوگا اور لوگون کی تحسین سے مجھے کچھ فائدہ نہوگا بلکہ اگر یہ نیک ہوتا اور لوگ اپنی جہالت سے اسکو بد کہتے تو اس سے ہزار درجہ بہتر تھا کہ حقیقت مین
بد ہی اور لوگ نیک سمجھتے ہین - اسی قسم سے قولہ تعالیٰ لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا الآیہ - یعنی جو لوگ ایمان لائے و کارہائے
نیک کیے تو جو کچھ انھون نے کھایا انپر اسمین گناہ نہین ہی - بعض نادانون نے سمجھا کہ مومنین صالحین پر جو کچھ کھاوین گناہ نہین ہوتا حتی کہ بعضون نے اپنی
جہالات رائج کرنے کے لیے اسکو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیا حالانکہ یہ بہتان کے قریب ہی اور یہ نہین سمجھا کہ جس مومن نے مثلاً شراب
پی حالانکہ اس سے ممانعت ہی تو اسنے کار نیک کہان کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو عملوا الصالحات کی قید فرمائی ہی پس معنی یہ ہین کہ زمانہ صحابہ رضی اللہ
عنہم مین مثلاً خمر سے حرام ہونے سے پہلے جسنے شراب پی تھی اسپر کچھ گناہ نہین ہی چنانچہ سبب نزول مین وارد ہی کہ بعد حرمت شراب کے لوگون نے کہا کہ
قبل ازین جو لوگ ہم مین سے شہید ہوے انکا کیا حال ہوگا - پس یہ حکم نازل ہوا پس یہ معنی معلوم ہونے کے بعد کچھ مستفاد ہوا کہ امت مین جس عالم
مجتہد کے نزدیک قرآن و حدیث سے مثلاً طوطا حلال ثابت ہوا اور اسنے کھایا تو کسی کے نزدیک اسپر کچھ گناہ نہین ہی اور جس مجتہد کے نزدیک وہ مشروع
ظاہر ہوا اور کھاوے تو اسپر گناہ ہی اور اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک بالاجماع انکے علماء ربانی و ائمہ مجتہدین مثل امام
جعفر صادق و اوزاعی و ثوری و ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد وغیرہم سب کے سب جنتی جانتے ہین حالانکہ حلال جانورون مین اجتہادی اختلاف ہی لیکن کسی کے
نزدیک حلال جاننے والے پر کچھ گناہ نہین ہی اور سب علماء صالحین ہین - اسی قبیل سے قولہ تعالیٰ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ - یعنی جدہر کچھ والو ادہر ہی طرف جہت اللہ
تعالیٰ ہی یعنی قبلہ ہی پس اگر کوئی شخص بغیر غور کے سمجھ لے کہ کعبہ کی جانب خصوصیت نہین بلکہ ہر طرف قبلہ ہی تو خلاف اجماع کے گمراہ ہو جاوے اور جب غور سے سبب
نزول دیکھا اور دیگر آیات مانند قولہ جہات شطر المسجد الحرام سے متوجہ ہوا تو جان لیا کہ آدمی پر فرائض مین استقبال قبلہ فرض ہی اور اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت
مسائل کا علم عطا فرمایا از آنجملہ خانہ کعبہ کی جانب استقبال کرنا ایک جہت عبادت ہی ورنہ اس مکان کا قصد نہین چاہیے حتی کہ اگر مکان کی عمارت نہو تو بھی قبلہ کی وہی جہت
باقی ہی - و وہم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے جہت نہین ہی بلکہ اسکی شان پاک جمیع جہات سے پاک ہی اور ہر طرف اسکی عبادت کے واسطے فی نفس الامر یکسان ہی لہذا نوافل سفر مین سواری پر
جدہر جاتا ہو پڑھنا ہی چنانچہ صحاح کی احادیث و اجماع علماء اسپر دلیل ہی اور اسی طرح جہان آدمی کو جنگل وغیرہ مین قبلہ مشتبہ ہوا اور تحری کی ضرورت
واقع ہو تو جزم تحری سے پڑھے اور یہی جہت اسکے واسطے عین قبلہ ہی حتی کہ خطا ظاہر ہی نہین ہی برخلاف اسکے کہ اگر مقتدی نے عمداً امام سے مخالفت کی
تو نماز باطل ہوگی کیونکہ اقتدا مین اسپر موافقت لازم ہی چنانچہ اگر بغیر اقتدا کے اپنے تحری سے دوسری طرف پڑھی تو دونون کی نماز صحیح ہی کیونکہ دوسرے کی
نماز مستقل ہی باقتدا نہین ہی چنانچہ یہ مین الہدایہ مین مدلل ذکر ہوا - اسی قسم سے قولہ تعالیٰ فلا جناح علیہ ان یطوف بہما - یعنی صفا و مروہ کے درمیان

سعی کرنے مین اسپر کچھ گناہ نہین ہے۔ لہٰذا بغیر غور کے آدمی یہ سمجھیگا کہ سعی صفا و مروہ ایسی چیز ہو کہ کرے تو خیر کچھ گناہ نہوگا۔ اور جو شخص غور کرے وہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے صفا و مروہ کو شعائر اللہ فرمایا تو یہ معنی نہین ہوسکتے ہین بلکہ یہ کہ شعائر اللہ کی تعظیم مین عین ثواب ہے اور کافرون کے وہان بت رکھنے سے شعائر اللہ مین فرق نہوگا تو کافرون کے خیال سے گناہ مت سمجھو چنانچہ ہمنے سبب نزول مین یہی پایا کہ وہان کافرون نے بت رکھے تھے اور انھین کے قصد سے دوڑتے تھے تو اسلام مین صحابہ رضی اللہ عنہم نے گناہ کا خوف کیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اور منجملہ علوم کثیرہ کے اس سے معلوم ہوا کہ جو امور کہ تعظیم الٰہی عزوجل سے ہین اگر مشرکون نے انمین شرک بنایا ہو تو مشرکون کا فعل مردود ہے اور شعائر الٰہی عزوجل مین کچھ خلل نہوگا کیونکہ مخلوق کے فعل کا اثر وہان کچھ نہین ہوسکتا ہے جیسے زمانہ کعبہ مین مشرکون نے سیکڑون بت رکھے تھے مگر طواف خانہ کعبہ وہی تعظیم ہے اور حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام مین مشرکون نے فرزند کا شرک بنایا تو انکا قول مردود ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحال خود پیغمبر صادق ہین۔ اسی قسم سے قولہ تعالیٰ قل لا اجد فیما اوحی الی محرما الآیہ۔ کیونکہ بغیر غور کے آدمی سمجھیگا کہ بس حرام غذا صرف انھین چیزون مین منحصر ہے جو اس آیت مین مذکور ہین حالانکہ جسنے قاعدۂ بلاغت سے غور کیا تو سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر مشرکون کی مذمت فرمائی کہ انھون نے حلال الٰہی کو حرام کر لیا اور حرام کو حلال کر لیا پس انکی تردید کے واسطے اعجاز بلیغ یہ کہ اسکا نقض کر دیا جاوے چنانچہ انکی محرمات کو توڑ دیا کما قال الشافعی رحمہ۔ مترجم کہتا ہے کہ انکی تحریم کو توڑا اور تحلیل کو نہین توڑا جسمین بلاغت یہ کہ اصل مین حلت ہے سوائے ان چیزون کے جنکو اللہ تعالیٰ نے بندون کی عبودیت و ثواب کے واسطے عین حکمت بالغہ کے ساتھ حرام کر دیا پس مشرکون پر تشنیع ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے طیبات رزق اپنے بندون کے واسطے حلال کیے ہین تو تم حرام کرنے والے کون ہو۔ قال تعالیٰ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق پس اسمین طیبات رزق کے حرام کرنے والے کو رد کر دیا کہ وہ کون ہے جو حرام کرے لہٰذا محقق ہوا کہ تحریم کی دلیل شرعی چاہیے اور حلت تو اصل منصوص ہے۔ بالجملہ حاصل قول شافعی رحمہ یہ ہوا کہ آیت مذکورہ مین حرام چیزون کا انحصار مقصود نہین ہے بلکہ مشرکون کی تحریم توڑ دینے کا قصد ہے۔ از انجملہ سبب نزول جاننے مین یہ فایدہ ہے کہ آدمی اپنی گمراہی و جہالت سے قرآن پاک مین بعض خاص لوگون پر عدول نکرے جیسے مروان بن الحکم نے زعم کیا قولہ تعالیٰ لا تقل لہما اف۔ اور والدین کے واسطے اف کہنے کی آیت کا محل عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق ہین اور یہ زعم باطل تھا چنانچہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے سبب نزول بیان فرما کر مروان کا قول رد کر دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اکثر لوگ جنکے قلوب مین کجی و مرض ہے مانند روافض و خوارج کے یون ہی اللہ تعالیٰ کی آیات مین بیجا افترا کرتے ہین اور جسکی یہ حالت ہو وہ فہم قرآن سے بے نصیب رہتا ہے۔ م۔

(المسئلہ) سوال یہ ہے کہ آیت کا نزول جس سبب خاص مین ہوا کیا اسی معنی خاص کا اعتبار ہے یا نظم کلام کے معنی عام کا اعتبار ہے۔ جواب صحیح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ عموم معنی کا اعتبار ہے اگرچہ سبب نزول خاص ہو اور جہان سبب خاص پر انحصار ہوا تو یہ کسی دلیل دیگر سے واقع ہوا ہے۔ ابن جریر رحمہ نے کہا کہ حدثنی محمد بن ابی معشر قال انبانا ابو معشر نجیح قال سمعت سعید المقبری یذاکر محمد بن کعب الخ۔ یعنی سعید المقبری نے محمد بن کعب سے مذاکرہ مین کہا کہ بعض کتب مین آیا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق مین بعضے ایسے لوگ ہین کہ انکی زبانین شہد سے زیادہ شیرین ہین اور انکے دل ایلوے سے زیادہ تلخ ہین وہ لوگ بھیڑون کے بالون کے لباس پہنتے اور دین کے عوض دنیا کھینچتے ہین۔ پس محمد بن کعب نے کہا کہ کتاب الٰہی مین اسکی تصدیق موجود ہے قال تعالیٰ من الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا و یشہد اللہ علی ما فی قلبہ و ہو الد الخصام۔ سعید المقبری رحمہ نے کہا کہ یہ آیت تو مجھے معلوم ہے کہ جس شخص خاص کے حق مین نازل ہوئی تھی پس محمد بن کعب نے فرمایا کہ آیت ایک شخص کے بارہ مین نازل ہوتی پھر وہ عام ہوتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ معنی یہ کہ جس شخص کے بارہ مین حکم کی ضرورت ہوئی پس آیت نازل ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ اس شخص کا حکم یہ ہے اور اسی طرح جو شخص ویسا ہوگا اسکا یہی حکم ہوگا اور مترجم نے اوپر بیان کر دیا کہ قولہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا الآیہ کس طرح عام ہے اور مروان سے اسکے سمجھنے مین خطا واقع ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو اسکو

اہل کتاب کے بارہ مین محمول کیا اس سے تخصیص مراد نہین بلکہ بیان سبب نزول سے معانی سمجھانا مقصود ہی۔ م شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ اکثر روایات مین صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے وارد ہوا کہ یہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی خصوصاً جب کسی شخص خاص مین ہو مثلاً وارد ہوا کہ خلع کی آیت دربارہ زوجۂ ثابت بن قیس نازل ہوئی اور آیۃ الکلالہ دربارہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نازل ہوئی تو اس سے انکا یہ مقصود نہین کہ حکم آیت انھین خاص لوگون مین مخصوص ہی بلکہ یہ مراد ہی کہ ایسے واقعہ مین یہ حکم آلہی عام ہی چنانچہ فلان شخص کا جیسا پیدا واقعہ ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ (التنبیہ) ہان اگر آیت کا کلام ہی عام نہو بلکہ خاص ہو تو یہ خود ظاہر ہی کہ اسی شخص خاص کے بارہ مین نزول ہی جیسے قولہ تعالیٰ سیجنبہا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی کیونکہ الاتقی معرفہ خاص ہی اور بالاجماع صحابہ وتابعین متفق ہین کہ یہ منقبت ومدح شریف خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارہ مین وارد ہوئی اور جس شخص نے زعم کیا کہ آیت عام ہی اسنے غلط کیا اسواسطے کہ اول تو اس آیت مین کوئی صیغۂ عام نہین ہی اور دوم اجماع صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم نے خاص ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اتفاق کیا حالانکہ وہ خوب سمجھنے والے تھے پس اگر آیت عام ہوتی تو اسمین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واسطے مدح نہوتی کیونکہ بلااختلاف مدح خاص ہوتی ہی تو آیت سے مخالف ہو جائیگا پس عام سمجھنا قطعاً غلط ہی (فائدہ) اسی سے امام فخر الدین رازی رحمہ نے استدلال کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارہ مین اللہ تعالیٰ نے اس امت مین اتقی فرمایا اور دوسری آیت مین آیا کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی تم مین سے بزرگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ کہ جو تم مین سب سے زیادہ متقی ہی تو ثابت ہوگیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ بزرگ ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ توضیح سمجھ لو کہ تقویٰ کے مراتب ہین اور اسمین متقی سے لیکر اتقی تک مدارج ہین جیسے درجۂ نبوت مین نبی سے لیکر خاتم الانبیاء تک مدارج ہین لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بعد انبیاء علیہم السلام کے امت مین اتقی فرمایا اور اتقا کو سب سے بزرگ فرمایا تو ہمکو آگاہ کیا کہ اس امت مین ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے اکرم ہین اور دوسری آیت مین فرمایا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یعنی اولاد آدم مین یہ امت محمدیہ سب سے بہتر ہی تو ہمنے قطعاً جان لیا کہ سب امتون مین یہ امت افضل ہی اور اس امت مین ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ افضل ہین اور یہ واضح ہی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی صحابی دیگر کے واسطے اتقی نہین فرمایا تو معلوم ہوا کہ تقویٰ کا اعلیٰ مرتبہ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا ہی جیسے تقویٰ نبوت کا مرتبہ اعلیٰ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ اور اسکے مقابلہ مین اشقی ہی کہ انتہائے شقی کا مرتبہ ابلیس لعین کو دیا اور اسکے بعد اسکے توابع ذریات ہین حتیٰ کہ آدمیون مین سے جنھون نے کفر وشرک والحاد کیا یہ بھی شقی ہو کر اسکے تابع ہین چنانچہ قوم صالح علیہ السلام مین سے ناقہ کا قتل کرنے والا اشقی تھا چنانچہ فرمایا۔ اذ انبعث اشقاہا۔ اور یہ معنی حدیث مین بھی منصوص ہین واضح ہو کہ اتقی مطلقاً بعد انبیاء علیہم السلام کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین اور بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اتقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہین اور اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے اپنے درجہ پر اتقی ہین پس کل صحابہ رضی اللہ عنہم بہ نسبت باقی امت کے اتقی ہین اور باقی امت بہ نسبت دیگر امم کے اتقی ہین اور اللہ تعالیٰ نے جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرآن وحی سے اتقی بتلا دیا اور باقی ہمنے آیات واحادیث دیگر سے نکالا ہی۔ فاحفظہ۔ (التنبیہ) اجماع ہی کہ قرآن مجید کے آیات کا نزول اپنے اپنے اوقات مین ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت خاصہ جو اس امت کے اعلیٰ طبقہ پر مبذول تھی بحسب واقعہ اسکا حکم نازل فرمایا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جہان اسکا موقع جس سورۃ مین ہی بتلایا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے کہ یہ آیت جو اسوقت نازل ہوئی ہی فلان سورۃ کے اس مقام مین لکھو پس اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وآپ کے اصحاب کبار کو قرآن پاک محفوظ تھا اور چونکہ کل سورتین یکجا مکتوب نہین تھین اسی واسطے جب بعد وفات سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل یمامہ مرتد ہوے اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے بحکم حضرت خلیفہ برحق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اکابر مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہ کے ساتھ انسے قتال کیا اور آخر اس کثیر جماعت پر اللہ تعالیٰ نے غلبہ دیا اور مسیلمہ کذاب مردود مارا گیا تو اسوقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ جنگ یمامہ مین قرّاء قرآن اکثر شہید ہوے اور مجھے خوف ہی کہ دیگر مواقع مین ایسا ہی

ہو تو قرآن مجید میں سے جا تا رہے لہذا آپ حکم فرماویں کہ قرآن پاک جمع کیا جاوے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بعد الہام الٰہی عزوجل کے جمع کر کے یکجا لکھنے کا حکم فرمایا کما فی الصحیح مطولاً۔ بالجملہ یہ شہادت ہے کہ قرآن اسوقت یکجا مکتوب نہیں تھا بلکہ حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سینہائے پاکیزہ پر لکھا تھا۔ اور جبرئیل علیہ السلام ہر سال رمضان مبارک میں نازل ہو کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے حتیٰ کہ سال حجۃ الوداع میں دوبار دور کیا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ اس سال میری وفات ہے چنانچہ صحیح میں یہ حدیث مطول موجود ہے۔ م۔ (**التنبیہ**) واحدیؒ نے کہا کہ اسباب نزول میں کلام کرنا بدون روایت یا سماع کے حلال نہیں ہے یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے نزول کو مشاہدہ کیا اور سماع سے اسباب نزول کو جانا اور انکے بعد انھوں کی روایات سے علم ہوا۔ محمد بن سیرین نے کہا کہ میں نے عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں ثقہ معتمد ہیں ایک آیت کو پوچھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے تقوی کر پس واللہ وہ لوگ گزر گئے جو جانتے تھے کہ کس سبب میں یہ قرآن نازل ہوا ہے۔ بعض علماء رحمہم اللہ نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بھی بعض کی یہ شان تھی کہ جزم سے نہیں کہتے چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جب ایک انصاری نے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں مخاصمہ کیا اور آپ نے زبیر رضی اللہ عنہ کے موافق حکم دیا اور انصاری اسوقت بمقتضائے بشریت رنجیدہ ہوا حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت حکم دیا تو زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اسی بارہ میں نازل ہوا قولہ تعالیٰ فلا و ربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت و یسلموا تسلیما۔ یعنی نہیں۔ قسم ہے تیرے رب کی کہ نہیں مومن ہونگے جب تک یہ نہ کریں کہ جو جھگڑا انہیں واقع ہو اسمیں تجھکو حاکم بناویں پھر جو کچھ تو حکم فرماوے اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور اسکو ایمان سے دل میں مان لیں کما فی الصحیحین وغیرہ۔ پس دیکھو کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے احتیاط کے ساتھ یوں فرمایا کہ میری دانست یا میرے خیال میں یہ آیت اسی بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ حاکم رحمہ نے علوم الحدیث میں لکھا کہ جو صحابی کہ وحی و تنزیل میں حاضر ہوا ہے جب اس نے کسی آیت قرآن کی نسبت آگاہ کیا کہ یہ آیت اس بارہ میں نازل ہوئی تو یہ قول بمنزلہ حدیث مسند ہے۔ یہی قول ابن الصلاح رحمہ نے اختیار کیا چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہودی کہتے تھے کہ جو مرد اپنی عورت سے الٹا کر کے دُبُر یعنی پیچھے کی طرف سے فرج میں جماع کرے تو بچہ احول یعنی بھینگا پیدا ہو گا پس اللہ تعالیٰ نے اسکی تردید میں نازل فرمایا نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم الآیۃ۔ یعنی تمہاری جورویں تمہاری کھیتی ہیں سو جیسے تمہارا جی چاہے انکے پاس آؤ۔ خواہ چت یا پٹ۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک سے معلوم ہوا کہ عورت سے جماع کرنے میں کوئی تنگی نہیں رکھی گئی کہ مثلاً چت ہی ہو ورنہ گنہگار ہو گا۔ اور یہود نے بداعتقادی پھیلانی چاہی تھی کہ بچہ احول ہو گا پس اسکو رد کر دیا کہ اللہ جس طرح چاہے پیدا فرماتا ہے اور اسمیں کسی وضع کو دخل نہیں ہے لیکن یہ حکم دیا کہ ذکر الٰہی عزوجل کے ساتھ نیک نیت اولاد کو مقدم کرو۔ یعنی محض شہوت مقصود نہو بلکہ اس کھیتی سے اولاد صالح کے امیدوار ہو۔ چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم مرد و عورتیں کامل الایمان تھی تو انہیں یہ امر ممکن نہیں تھا اور یہود کے تجربہ میں غالباً ایسا آیا ہو گا اسواسطے کہ یہ قوم صرف شہوت پرست بدکار تھی اور اطباء کے قاعدہ میں مقرر ہوا کہ جماع کے وقت جب چت ہوا اور انزال کی لذت سے مرد و عورت کی آنکھیں چڑھ جاویں تو بچہ میں یہ اثر ظاہر ہوتا ہے اور پٹ جماع کی صورت میں عورت بروقت انزال کے کبھی داہنی طرف اور کبھی بائیں طرف نگاہ پھیرے گی تو بچہ احول ہو گا۔ چونکہ طبیب صرف تن پروری کے قواعد جانتا ہے اور تن پرور ہی کفار ہوتے ہیں جو نفس کی جسمانی شہوات میں منہمک ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انکے حق میں انکی بداعتقادی کی سزا پوری کر دیتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا ہے اور کسی خصوص یا شکل یا کسی چیز کو اسمیں کچھ دخل نہیں ہے اور اہل ایمان کا اعتقاد صرف اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ہے اور وہ ایسی شہوت میں منہمک نہیں ہوتے ہیں پس انکی کھیتی اللہ تعالیٰ بندہ مومن پیدا کرتا ہے کیونکہ وہی پیدا کرنے والا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ بعض فرقہ گمراہ جسنے اس آیت سے سمجھا کہ عورت کے پیخانہ کے مقام میں وطی کرنا جائز ہے وہ شہوت پرست و مجسم بداعتقاد ہے کیونکہ مقعد سے آج تک کسی نے پیدا وار نہیں سنی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

بندون کو انکی کھیتیون مین ہر طرح کی اجازت دی اور وہ محل فرج ہی جس سے اولاد کی پیداوار ہوتی ہی اور اہل السنۃ مین سے بعض نے شاذ قول بعض اہل السنۃ کا نقل کیا حالانکہ باطل و غیر صحیح ہی بلکہ اجماعًا اہل السنۃ کے نزدیک سلف و خلف سب کے نزدیک مقعد بازی حرام ہی حتی کہ اگر کسی نے عورت سے یہ حرکت کی تو اسپر توبہ فرض ہی اور سیاست کے طور پر سزا دیجاویگی اور اگر کسی نے لونڈون سے یہ حرکت کی تو قتل کیا جائیگا۔ کیا نہین سمجھتے کہ عورتون سے حالت حیض مین وطی کرنا بوجہ نجاست کے حرام کیا یہانتک کہ پاک ہو جاوین حالانکہ مقعد کی نجاست انتہائی نجس ہی تو اسکے قطعی حرام ہونے مین کچھ شبہہ نہین ہی۔ (الفائدۃ الجلیلۃ) شیخ ابن تیمیہ رح نے کہا کہ جب صحابی یا ثقہ تابعی نے کہا کہ یہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی ہی تو کبھی یہ مراد ہوتی ہی کہ اس آیت کا سبب نزول یہ واقعہ تھا۔ اور کبھی یہ مراد ہوتی ہی کہ سبب نزول تو امر دیگر ہی لیکن یہ امر بھی اس آیت کے حکم مین داخل ہی مترجم کہتا ہی کہ اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہیے تاکہ تفسیر مین جو اسباب نزول مذکور ہوئے انمین بعض نے ایک امر سبب نزول بیان فرمایا اور بعض نے امر دیگر فرمایا پس سمجھ لیا جاوے کہ درحقیقت کچھ اختلاف نہین ہی بلکہ ایک نے حقیقی سبب نزول بیان کیا اور دوسرے نے اسکے عام حکم کے تحت مین جو افراد داخل ہین انہین سے ایک فرد بیان کیا ہی۔ (الفائدۃ) مترجم کہتا ہی کہ اکثر علماء رح نے کہا کہ آیت مکرر نازل ہوئی اسکے معنی مین بعض نے کہا کہ اسمین تکریم و تشریف کا فائدہ ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ بعض صورتون مین مکرر نزول مین یہ مقصود ہوتا ہی کہ اس آیت مین جو پہلے نازل ہو چکی ہی اسکا حکم مذکور ہی مثال یہ کہ قولہ تعالی ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیہ کے سبب نزول مین ایک تو ابوطالب کے لیے استغفار۔ دوم ایک انصاری کا اپنے والد کے لیے استغفار۔ سوم آنحضرت صلعم کا اپنی والدہ شریفہ کے بارہ مین استغفار کی درخواست کرنا روایات ہین۔ پس ان روایات کے معنی مین وفاق اسطرح ہی کہ دراصل یہ ابوطالب کے استغفار سے ممانعت مین وارد ہوئی اور قولہ ما کان استغفار ابراہیم لابیہ الآیہ شاید پہلے نازل ہوا اور شاید کہ انصاری کے واقعہ مین نازل ہو کیونکہ انصاری رض نے استغفار ابراہیم علیہ السلام سے استدلال کیا تھا۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ شریفہ کے لیے دعا کی درخواست کی یعنی مجھے اجازت دی جاوے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نازل ہو کر یہی آیت تلاوت کر دی لہذا یہ روایت نہین کہ آپ پر کیفیت وحی طاری ہوئی تھی۔ واللہ تعالی اعلم۔ م۔ (التنبیہ) صحابی نے جو سبب نزول بیان کیا وہ بمنزلہ مسند مرفوع کے ہی اسی طرح جب تابعی ثقہ نے بیان کیا تو وہ بمنزلہ حدیث مرسل ہی حتی کہ ائمہ حنفیہ رح کے نزدیک مانند جمہور علماء کے مقبول ہی اور شافعیہ کے نزدیک جب دوسری روایت مرسل سے تائید ہو جاوے تو مقبول ہی۔ واضح ہو کہ جب سبب نزول مین روایات مختلفہ وارد ہون تو انکے اسانید پر غور کرنا چاہیے پس اگر ایک اسناد صحیح اور دوسری ضعیف ہو تو صحیح پر اعتماد ہی اور اگر دونون اسناد صحیح ہون تو دیکھا جاوے کہ اگر ایک مین صریح یہ روایت ہو کہ یہ آیت دربارۂ امر فلان نازل ہوئی ہی اور دوسری مین ایک واقعہ ذکر کیا اور کہا کہ جب یہ واقعہ پیش آیا تو یہ آیت نازل ہوئی پس اصل سبب نزول مین اسی پر اعتماد ہی اور اگر دونون روایتون مین واقعات کے بعد نزول مذکور ہو یعنی ہر ایک روایت مین ایک واقعہ مذکور ہی مثلاً قولہ تعالی علم اللہ انکم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروہن الآیہ۔ دربارۂ اجازت اکل و شرب تا وقت سحری۔ حالانکہ پہلے صرف خواب تک کھانا و پینا جائز تھا پس سبب نزول مین مذکور ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ سے رات مین وطی کی اور بعد اسکے ہوشیار ہو کر صبح کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا حال ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور دوسری روایت مین ہی کہ ایک صحابی انصاری دن بھر باغ مین کام کر کے شام کو آئے تو کھانا تیار نہ تھا پس انکی زوجہ اسکے انتظام مین لگین جب تیار کر کے لائین تو یہ سو گئے تھے پس دوسرے روز انکو غش آگیا تب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور معلوم ہی کہ یہ سورۂ مدینہ اور دونون واقعے بھی مدنی ہین پس اعتماد کیا جائیگا کہ یہ واقعات متصل واقع ہوئے اور انکے بعد ہی نزول ہوا تو یہ واقعہ اسکا سبب نزول ہو گیا۔ کیونکہ آیت مین جماع و اکل و شرب دونون کی اجازت سحری تک ہی۔ اور اگر دونون واقعات مین سے ایک مکہ مین اور دوسرا مدینہ مین ہو تو محمول ہوگا کہ

سبب نزول اول ہی اور دوسرے واقعہ کا حکم اس سے نکالا گیا ہی اور اسکی مثال قولہ تعالیٰ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ الآیۃ
ہی جیسا کہ اوپر بیان ہوا لیکن شیخ سیوطی رح نے ذکر کیا کہ اگر دونوں روایتوں کی اسناد میں سے ایک اصح ہو تو اسی کو ترجیح ہوگی خصوص جبکہ راوی خود اس واقعہ
میں حاضر ہو اور اسکی مثال یہ کہ یہود سے قریش نے کہلا بھیجا کہ ہم کو کوئی سوال بھیجو کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کریں پس یہودیوں نے
کہلا بھیجا کہ روح کو دریافت کرو پس نازل ہوا قولہ تعالیٰ ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ۔ رواہ الترمذی عن ابن عباس
وصححہ ۔ اور بخاری رح نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی جس سے ظاہر ہوا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں یہود نے یہ سوال کیا تھا اور آپ
کھڑے ہوگئے پس ابن مسعود رض نے جانا کہ آپ پر وحی کی جاتی ہی پھر سر اٹھا کر یہ آیت پڑھی ۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیت کا نزول مدینہ میں ہوا ہی شیخ سیوطی رح
نے کہا کہ روایت بخاری کو ترجیح ہی کیونکہ اسناد قوی و ابن مسعود خود حاضر تھے ۔ مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک صواب یہ کہ سورۂ مکیہ میں یہ آیت موجود ہی
اور اصل نزول بنا بر روایت ترمذی کے مکہ میں ہوا اور مدینہ میں یہود کے سوال کے وقت اللہ تعالیٰ نے مکرر اسی آیت کا حکم بھیجا کہ اسی کو تلاوت کریں
لہذا وحی کے وقت جو شدت آپ پر طاری ہوتی تھی وہ نہیں ہوئی بلکہ کھڑے رہے پھر سر اٹھا کر یہی آیت تلاوت فرمائی ۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے اس آیت میں تکرر نزول قرار دیا ۔
مترجم کہتا ہی کہ تکرر نزول کے معنی بھی میرے نزدیک یہی ہیں کہ اول مرتبہ بطور وحی کے نزول ہوا اور دوسری مرتبہ صرف یاد دلا کر اسی آیت میں حکم شامل
ہونا بتلایا جاتا ہی ۔ **(تنبیہ)** کبھی سبب واحد کے واسطے کئی آیات کا نزول متعدد سورتوں میں نازل ہوا جیسے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا
کہ یا رسول اللہ میں دیکھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کا ذکر فرمایا اور عورتوں کا ذکر فضیلت ہجرت میں نہیں ہی تو نازل ہوا قولہ تعالیٰ ان المسلمین و
المسلمات الآیہ ۔ اور نازل ہوا قولہ انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی الآیہ ۔ رواہ الحاکم ۔ **(نوع عاشر)** اسباب نزول کی قسم میں سے
یہ کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبان پر قرآن نازل ہوا یعنی اللہ تعالیٰ نے قبل نزول کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبان پر جاری کر دیا اور اصل
اسمیں موافقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی
زبان پر حق جاری کر دیا ہی اور عمر کے قلب میں حق رکھ دیا ہی ۔ ابن عمر رض نے کہا کہ جب کبھی لوگوں میں کوئی واقعہ پیش آیا اور لوگوں نے ایک بات کہی اور عمر رض
نے دوسری بات کہی تو یہی ہوا کہ عمر رض کے قول کے موافق قرآن نازل ہوا ۔ رواہ الترمذی اور مترجم نے موافقات عمر رضی اللہ عنہ کو قولہ تعالیٰ واتخذوا
من مقام ابراہیم مصلی کے تحت میں ذکر کیا ہی اور خلاصہ یہ کہ مقام ابراہیم میں مصلی بنانا و حجاب و قولہ عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن
الآیہ ۔ و قیدیان بدر ۔ و قولہ تعالیٰ فتبارک اللہ احسن الخالقین ۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موافق قرآن نازل ہوا ۔ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے کہا
کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی ملا اور کہنے لگا کہ تمہارے صاحب (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) جبرئیل کا ذکر کرتے ہیں وہ تو
ہم لوگوں کا دشمن ہی پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ و اسکے ملائکہ و رسولوں و جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے
کافر کا دشمن ہی پس اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالیٰ من کان عدوا للہ وملائکتہ الآیۃ ۔ نازل فرمائی رواہ ابن مردویہ ۔ مترجم کہتا ہی کہ دوسری روایت میں
آیا کہ یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا پس آیت کا نزول ہوا ۔ مترجم کہتا ہی کہ دونوں روایتیں متحد ہیں اور ابن مردویہ کی روایات سے
اصل قصہ معلوم ہوگیا کہ یہودی مردود نے دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جبرئیل وحی لاتا ہی اور وہ ہمارا دشمن
ہی ورنہ ہم مسلمان ہو جاتے پس راوی نے مختصر کر کے اسقدر بیان کیا کہ یہود نے کہا کہ جبرئیل ہمارا دشمن وحی لاتا ہی ورنہ ہم اسلام لاتے ۔ ومن سعد بن معاذ
رضی اللہ عنہ جو قبیلہ اوس کے سردار ہیں جب انھوں نے سنا کہ حضرت ام المومنین عائشہ رض کے نسبت افک کا قصہ اسطرح بیان کیا گیا ہی تو سعد
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سبحانک ہذا بہتان عظیم ۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے برات کی آیات نازل فرمائیں تو اسمیں سخت زجر و توبیخ فرمائی اور مسلمانوں

بھی ملامت سے جھڑکا بقولہ تعالیٰ لولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بہتان عظیم۔ پس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اسکے دل میں موافقت کی۔ اسی قبیل سے قولہ تعالیٰ ویتخذ منکم شھداء۔ ہے چنانچہ عکرمہ رح سے روایت ہے کہ جب جنگ احد میں اصحاب بھاگ کر مدینہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر آنے میں دیر ہوئی تو صحابیات عورتیں نکلکر جانب احد روانہ ہوئیں تاکہ دریافت کریں پس ہر ایک سے پوچھتی تھیں ناگاہ اونٹ پر دو شخص آتے تھے پس انسے پوچھنے لگیں تو انھوں نے بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں تو یہ عورتیں خوش ہوئیں اور کہنے لگیں کہ اب کچھ تردد نہیں ہے ویتخذ اللہ من عبادہ الشھداء یعنی بندوں میں سے تو اللہ تعالیٰ شہید بناویگا۔ اسی قبیل سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے قبل نزول کے بوقت شہادت یہ پڑھنا شروع کیا تھا۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الآیہ۔ حتی کہ یہ آیت بعد اسکے یوں ہی نازل ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ بعید واللہ تعالیٰ اعلم یہ ہے کہ حضرت مصعب اسوقت اس دار فنا سے جانب آخرت جانے تھے اور محض سکون و ثبات قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدہ رضوان پر متیقن تھے اور کل صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو یقین کمال حاصل تھا اب تمام عمر کی عبادت سے نہیں ہوتا پس برکت فیض رسالت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آیت علم الٰہی عزوجل میں تھی اسوقت انکے قلب و زبان پر جاری ہوئی اور یہ حق صریح تھا جیسے موافقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور مترجم نے ایک اشارہ کیا جسکا ادراک صرف موقنین صادقین مومنین کے قلوب سے ہوگا۔ (نوع حادی عشر) مکرر نزول کی نسبت ایک جماعت متقدمین و متاخرین کا قول ہے تاکہ تذکیر و موعظت ہو یعنی یاد دلانا و دل میں اسکے معنی مثبت کرنا و تفخیم شان مقصود ہے۔ از انجملہ خاتمہ سورۂ نحل و اول سورۂ روم و آیۃ یسئلونک عن الروح و قولہ تعالیٰ اقم الصلوٰۃ طرفی النھار۔ اور اسی طرح سورۂ اخلاص کہ مکہ میں مشرکوں کا جواب تھا اور مدینہ میں یہود و نصاریٰ کا جواب ہوا اور اسی طرح قولہ تعالیٰ ما کان للنبی والذین آمنوا الآیۃ۔ اور اس سب میں حکمت یہ کہ کوئی واقعہ یا سوال ایسا پیش آیا کہ اسمیں حکم قرآن نازل ہو حالانکہ قبل ازیں ایسی آیت نازل ہو چکی کہ جو اسکے حکم و جواب کو متضمن ہے پس اللہ تعالیٰ نے بعینہ اس آیت یا سورہ کو وحی فرمایا تاکہ یاد دلائے و فہم کا افادہ ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ مترجم نے سابق میں یہی معنی اپنی طرف سے نقل کیے فالحمد للہ تعالیٰ علی الوفاق۔ م۔ (نوع ثانی عشر) بعض قرآن نازل ہوا حالانکہ اسکے حکم کا وقت اسکے بعد پیش آیا۔ مثال یہ کہ مکہ میں نازل ہوا قولہ تعالیٰ سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ اس آیت سے مفہوم ہوا کہ کافروں کا جماؤ منہزم ہوگا و پیٹھ دیگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں سوچتا اپنے دل میں کہتا کہ وہ کون جماعت اور کہاں ہے پھر بعد ہجرت کے جب بدر کا روز ہوا اور قریش کا لشکر جرار بھاگا تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے تعاقب میں دیکھا کہ آپ تلوار کھینچے ہوے انکے تعاقب میں یہ پڑھتے ہیں سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ پس یہ آیت واسطے واقعۂ بدر کے تھی۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ قتادہ رح نے کہا کہ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب لشکر مشرکین کو بھگادیگا بقولہ تعالیٰ جند ما ھنالک مھزوم من الاحزاب۔ پس بدر کے روز اسکی تاویل واقع ہوئی۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور اسی قسم سے قولہ تعالیٰ قل جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید اور قولہ تعالیٰ قل جاء الحق وزھق الباطل الآیہ۔ چنانچہ انکا نزول مکہ میں ہوا اور تاویل خواہ جہاد ہو جیسا کہ ابن مسعود رضی سے مروی ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم خواہ فتح مکہ ہو کیونکہ فتح مکہ کے روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں آیات پڑھتے او بتوں کو گراتے تھے کما فی الصحیحین۔ بالجملہ حکم متاخر ہے۔ ابن الحصار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ میں بہت سی مکیات سورتوں میں صریح ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حسب وعدہ غالب فرماویگا اور اسکا دین سب پر عالی ہو جائیگا اور بارہا بطور کنایہ و لوازم کے ذکر فرمایا مثلاً مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالیٰ والذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ الآیۃ۔ اور قولہ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الآیۃ۔ اور جیسے قولہ تعالیٰ ھم للزکوٰۃ فاعلون۔ حالانکہ زکوٰۃ کا فرض ہونا بعد ہجرت کے واقع ہوا ہے۔ اور اسی طرح دیگر شرائع اسلام کا ذکر قبل فرضیت کے مکیہ سورتوں میں ہے جیسے سورۂ مزمل میں قولہ

فآخرون یقاتلون فی سبیل اللہ۔ اور قولہ واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ۔ قسم دوم یہ کہ حکم پہلے جاری ہوا اور آیت اسکے بعد نازل ہوئی اور اسکی
مثالون مین سے علماء رح نے بیان کیا کہ (۱) آیۃ الوضوء ہے کہ مکہ مین نماز کے ساتھ وضو کا حکم تھا اور ابن عبد البر رح نے کہا کہ سوائے جاہل کے کوئی شخص
منکر نہین ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ وضو سے نماز پڑھی ہے اور جمیع اہل السیر متفق ہین حالانکہ آیۃ الوضوء مع حکم تیمم کے مدینہ مین
سفر جہاد سے واپسی کے وقت بیدار ہین حضرت عائشہ رض کے قلادہ گم ہونے پر صبح کے وقت نازل ہوئی کما فی الصحیح۔ (۲) شیخ سیوطی رح نے کہا کہ
جمعہ کی فرضیت مکہ مین ہوئی حالانکہ آیۃ الجمعہ مدینہ مین نازل ہوئی۔ بدلیل حدیث عبدالرحمن بن کعب کہ جب کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی
آنکھین جاتی رہین اور مین انکو جمعہ کی نماز کو لیجاتا تو جب اذان سنتے تو اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے واسطے ترحم سے استغفار کرتے پس
مین نے پوچھا تو فرمایا کہ اے فرزند عزیز اسی شخص نے ہمکو اول جمعہ پڑھایا قبل اسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے تشریف لاوین۔ رواہ
ابن ماجہ۔ (۳) قولہ تعالی انما الصدقات للفقراء الآیۃ کا نزول ہجرت کے نوین سال ہوا حالانکہ زکوٰۃ کی فرضیت تو ابتداء ہجرت ہی مین ہو چکی تھی۔ توضیح یہ کہ اس
آیت مین جہان کو صرف کیجاوے اسکا بیان ہے حالانکہ زکوٰۃ پہلے سے انہین آٹھ مین صرف ہوتی تھی (نوع ثالث عشر) بعض سورتین پوری یکبارگی نازل
ہوئین اور بعض متفرق نازل ہوئین اکثر یہی کہ تھوڑا تھوڑا متفرق نازل ہوا چنانچہ اول سورۂ اقرأ مین سے مالم یعلم تک نزول ہوا اور اسکی مثالین کثرت سے ہین۔ بیان قسم اول کہ
یکبارگی نزول ہوا پس اسی قسم سے ہے سورۂ فاتحہ واخلاص وتبت یدا ابی لہب ولم یکن والنصر وسورۂ فلق وسورۂ ناس ہر ایک ہے روایت مستدرک عن ابن مسعود و مرسلات ہے اور
اسی قسم سے سورۂ صف وسورۂ انعام ہے لیکن ابن الصلاح نے کہا کہ سورۂ انعام کے بارہ مین کسی کی اسناد صحیح نہین ملی اور بعض روایات مین آیا کہ اسکی چند آیات مدینہ مین
نازل ہوئین۔ (نوع رابع عشر) بعض قرآن کے وقت نزول مین ملائکہ کی مشایعت تھی اور بعض مین نہین۔ چنانچہ ابن حبیبؒ و ابن النقیبؒ نے کہا کہ سورۂ
انعام کی مشایعت مین ستر ہزار فرشتہ تسبیح پڑھتے تھے اور فاتحۃ الکتاب کے ساتھ مین اسی ہزار فرشتہ اور آیۃ الکرسی کی مشایعت مین تیس ہزار فرشتہ
جیسے سورۂ یونس کے ساتھ مین تھے اور آیۃ واسئل من ارسلنا قبلک من رسلنا الآیۃ کی مشایعت مین بیس ہزار فرشتہ تھے اور باقی قرآن بغیر
مشایعت کے تنہا جبرئیل علیہ السلام لائے۔ شیخ سیوطی رح نے لکھا کہ ذہبی رح نے سورۂ انعام کی روایت کی نسبت موضوع ہونے کا شبہہ کیا اور باقیون کی بابت
مجھے روایت نہین ملی لیکن امام احمد نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ سنام القرآن
و ذروہ ہے جسکی ہر آیت کے ساتھ مین اسی فرشتہ نازل ہوا اور آیۃ الکرسی تحت العرش سے لیکر ملائی گئی ہے۔ سعید بن منصور نے سنن مین ضحاک سے
روایت کی کہ خواتیم سورۂ بقرہ کو جبرئیل علیہ السلام ایسی شان سے کہ مشایعت مین جسقدر فرشتہ اللہ تعالی نے چاہے ساتھ تھے۔ مترجم کہتا ہے
کہ شیخ سیوطی رح نے یہان سورۂ فاتحہ وآیۃ الکرسی وخاتمہ سورۂ بقرہ وسورۂ کوثر کے فضائل مین بہت سی صحیح احادیث وروایات ذکر فرمائین لیکن
کسی مین مشایعت کا ذکر نہین ہے حالانکہ اس نوع مین صرف یہی بیان ہے۔ (نوع خامس عشر) قرآن مین بعض علوم ومعارف ہین کہ انبیاء
سابقین پر نازل ہوئے اور بعض وہ کہ سابق کسی پر نازل نہین ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ آیا اور
کہا کہ آپکو بشارت ہو کہ دو نور آپکو عطا ہوئے جو کسی نبی کو آپ سے پہلے عطا نہین ہوئے ایک فاتحۃ الکتاب اور دوم خواتیم سورۂ بقرہ (آخری دو آیتین)۔ رواہ
مسلم فی الصحیح۔ اس حدیث مین اہل العلم کے واسطے تنبیہ ہے کہ قرآن مجید کے ہر سورہ وآیت کے ساتھ مین نور معرفت خاص ہے جو خاص بندون کے
واسطے ظاہر ہوتا ہے جب انکو شریعت پر استقامت حاصل ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطی رح نے بعض آثار اس قسم کے ذکر کیے جن سے معلوم ہوا کہ انبیائے سابقین
کے واسطے بعض آیات خاص نہین لیکن مترجم کے نزدیک اول تو اس اسناد مین ضعف ہے اور دوم یہ امر مخالف روایات صحیحہ ہے کیونکہ قرآن مجید
جامع کتب سابقہ ہے پس کوئی صورت نہین کہ قرآن سے کچھ باہر ہو پس میرے نزدیک صحیح یہ کہ خصوصیات کی مثال بیان کرنا چاہیے یعنی معارف

توحید جو اللہ تعالیٰ نے مکنون فرمائی تھی کہ خاتم المرسلین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اور یہ امر ثابت ہوا کہ محامد و معارف عالیہ ہیں جو آپ کو مقام محمود میں القا ہونگے۔ م۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سبع طوال ہیں جسے موسیٰ علیہ السلام کو فقط دو سورتیں عطا ہوئیں اور سوائے اسکے کسی نبی کو انہیں سے کوئی عطا نہیں ہوئی۔ رواہ البیہقی۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے توریت بھی شریعت تھی لہذا یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے معارف ہیں اگرچہ نزول کتابی تو سابق ہو چکا تھا۔ م۔ ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون بروقت مصیبت کے جو میری امت کو عطا ہوا ہے کسی امت کو سابق میں عطا نہیں ہوا۔ الطبرانی۔ سبح اسم ربک الاعلیٰ۔ آخر تک صحف ابراہیم و موسیٰ میں موجود ہے۔ رواہ ابن عباس عنہ الحاکم و سعید بن منصور۔ قولہ تعالیٰ ہذا نذیر من النذر الاولیٰ۔ یہ آیات صحف ابراہیم و موسیٰ میں ہیں۔ قولہ تعالیٰ ان ہذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراہیم و موسیٰ۔ دلیل صریح ہے کہ یہ صحف ابراہیم و موسیٰ میں موجود ہیں۔ کعب احبار سے روایت ہے کہ سورۂ انعام کا شروع بھی توریت کا شروع ہے اور خاتمہ ہود بھی توریت کا خاتمہ ہے۔ اور اس باب میں آثار کثیر ہیں اور صحیح الاسناد اکثر اپنے اپنے مقام پر تفسیر میں مذکور ہیں۔

(نوع ساد و عشر) قرآن مجید نازل ہونے کی کیفیت کے بیان میں۔ اس باب میں عجائب علوم و اسرار ہیں اور بعض عام فہم امور ان شاء اللہ تعالیٰ مذکور ہونگے۔ واضح ہو کہ یہ امر بدیہی ہے کہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو معجزۂ دائمی قرار دیا تھی کہ ہر زمانہ میں ہر شخص کے واسطے قرآن پاک معجزہ موجود ہے اسی طرح اسکے نازل فرمانے میں کبھی کتب سابقہ سے علیحدہ طریقہ عطا فرمایا۔ قرآن کے معجزہ ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ خود زبان عربی میں عالم ہو جیسے عصائے موسیٰ کے اژدہا بن جانے کے لیے یہ شرط تھی کہ آدمی آنکھوں والا ہو اور حضرت عیسیٰ کے پرندہ بنا کر اڑا دینے میں کچھ آنکھیں شرط تھیں ورنہ کیونکر دیکھتا مگر آنکھ وہ عقلی ہو اور پر استدلال کرنا یعنی باطن سے اندھا نہ ہو غرضکہ ظاہری آنکھیں یا عقلی آنکھیں شرط تھیں اسی طرح قرآن مجید کے واسطے یا تو عربی زبان کی مہارت ایسی ہو کہ وہ انتہا سے بلاغت کو دیکھے یا عقلی آنکھیں ہوں کہ وہ دلیل سے سمجھ جاوے اور دلیل عقلی یہ کہ تمام عرب جو مدتوں جان دینے کی لڑائیاں لڑے وہ ہمیشہ اسوقت یہ کہتے رہے کہ قرآن مجید جادو ہے یعنی آدمی کا کلام نہیں ہے پھر جب اسلام لائے تو اعجاز کا اقرار کیا جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پہلے منکر تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بالکل ظاہر ہے پھر جب ایمان لائے تو اقرار کیا پھر یہ لوگ کروروں تھے اور ممکن نہیں کہ اسقدر کروروں ایک امر غلط پر متفق ہو جاویں حالانکہ غالبیۃ طبقہ بطبقہ سیکڑوں کروڑ برابر اسکے معجزہ ہونے پر متفق ہیں تو عقلاً قطعی دلیل ہے کہ وہ نظم کلام عربی میں درجہ اعجاز ہے کہ اسکے مثل محال ہے۔ م۔ کیفیت نزول میں اصح قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ماہ تاریخ رمضان کی لیلۃ القدر میں قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایکبارگی نازل فرمایا پھر آسمان دنیا سے بسبب وقائع و نوازل کے حسب حکم الٰہی عز و جل تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا حتیٰ کہ ۲۳ برس میں پورا کیا گیا۔ یہی معنی حاکم و بیہقی و نسائی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بوجوہ متعدد روایت کیئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی ولا یاتونک بمثل الا جئناک بالحق و احسن تفسیرا۔ یعنی کفار تیرے پاس کوئی مثل نہیں لاوینگے مگر آنکہ ہم تیرے پاس حق کو اور بہتر تفسیر لاوینگے۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یعنی مشرکین جب کوئی امر جدید لاتے تو اللہ تعالیٰ اسکے جواب میں امر حق و معرفت حقہ نازل فرماتا تھا۔ ابن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کی کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ قرآن مجید کو لوح محفوظ سے جدا کر کے آسمان دنیا کے بیت العزۃ میں رکھا گیا۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ رمضان کی لیلۃ القدر میں ایکبارگی آسمان دنیا پر نازل فرمایا۔ یہ سب اسانید صحیح ہیں۔ شیخ ابن حجر نے لکھا ہے یہ قول صحیح معتمد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی وقرآنا فرقناہ لتقراہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ معنی ارشاد فرمائے کہ ہمنے یہ قرآن تجھے عطا کیا نجم نجم کر کے تاکہ تو اسکو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کے ساتھ تلاوت فرماوے اور ہمنے اسکو احسن طور پر نازل فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے تنبیہ ہوگئی کہ قرآن پاک کے اسطرح نازل فرمانے میں کیا خوبی و لطافت ہے۔ حاصل یہ کہ منجملہ اسرار حکمت کے اول تعظیم قرآن۔ دوم اظہار کرامت خاتم المرسلین

سوم تکمیل امت مرحومہ۔ چہارم تثبیت و اتقان۔ پنجم اظہار معجزات۔ ششم تکمیل قوائے روحانی۔ ہفتم حفظ اتقانی۔ (توضیح بیان امر اول) یہ کہ تشبیح اتوشنا
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ سے اس حصہ کاملہ کے نزول کے واسطے اہل السموات کو تنبیہ کی جنھوں نے جانا کہ یہ آخری کتاب کامل معجزہ نازل
ہونے والی ہے اور اللہ تعالیٰ نے شیاطین کی راہیں مسدود اور انکے تصرفات باطل کر دیئے کیونکہ جب نور کا ظہور ہوا تو نار مضمحل ہو گئی پس اگر حکمت الٰہی اسکی شانہ
کبیر کو مقتضی ہوتی تو وہ دیگر کتب سماوی کی طرح لکھا ہوا کتاب میں نازل ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو توریت و انجیل وغیرہ کتب سابقہ سے امتیاز دیا
حتیٰ کہ مجموعاً آسمان دنیا پر نازل کیا اور نجماً نجماً اسکو زمین پر نازل فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ نور کلام ربانی خالص بقلب النقی و اطہر نازل ہوا بدون پردہ
کتابت و تحریر کے اور اسکو قلب سلیم سے سمجھو کیا نہیں سمجھتے ہو کہ اگر ایک شخص کے سینہ میں قرآن محفوظ ہو اور دوسرے شخص کے سینہ پر لکھا ہوا
قرآن رکھا ہو تو ان دونوں کے انوار و برکات میں بہت فرق ہے۔ اسی سے (امر دوم) سمجھ سکتے ہو کہ نور خالص کے نزول کے واسطے قابلیت بدرجۂ
کمال ضرور ہے پس ظاہر فرمایا کہ اس نور کو پردۂ لباس میں اتارنا اخفا ہے لہٰذا ظاہر فرمایا کہ انقی قلب پر نور خالص وحی نازل کیا گیا ہے لہٰذا صحیح میں
روایت ہے کہ ہر پیغمبر کو وہ دیا گیا کہ اسکے مثل پر بشر ایمان لایا اور مجھے جو دیا گیا وہ وحی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی فرمائی پس میں امید وار ہوں کہ قیامت
کے روز میرے اتباع زیادہ ہونگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے دو فائدے معلوم ہوئے اول آنکہ ہر پیغمبر کے واسطے اسکا معجزہ صرف اسی ساعت کے لیے
تھا اور کلام پاک کا معجزہ بلباس کتاب تھا تو اسوقت کی امت اسی قابلیت پر مخلوق ہوئی تھی۔ دوم آپ کا معجزہ دائم تا قیامت ہے اور خالص
نور ہے تو اس سے خود ظاہر ہے کہ امت کو ابھی اس فہم کی قابلیت عطا ہوئی ہے تو ضرور ہوا کہ جب انکو معرفت کی قابلیت و سلیقہ ہے تو تابعین انکے زائد
ہونگے کیونکہ تابع تو درحقیقت وہ شخص ہے کہ عین توحید پر ہو اور الحمد للہ کہ اہل اسلام میں خلوص توحید ہے اگرچہ اکثر لوگ دوسرے پیغمبروں کے تابع کہے جاتے ہیں جیسے یہود
و نصاریٰ مگر ہر ایک کو آج تک سمجھ میں نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ کے صفات کاملہ جو اہل اسلام بیان کرتے ہیں اسکے معنی کیا ہیں
حالانکہ اہل اسلام میں سے غریب جاہل کے قلب پاکیزہ میں بھی بعینہ وہ معنی موجود ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مرحومہ جو کہ خیر الامم فرمائی
گئی ہے ہر ایک نے اپنی معرفت قلبی سے جان لیا کہ سبحان اللہ ہمارے پیغمبر خاتم النبیین سید المرسلین ایسے کمال اعلیٰ پر ہیں کہ وحی الٰہی میں اللہ تعالیٰ نے
فرمایا۔ نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبک باذن اللہ۔ تو آپ ہی کا قلب تھا کہ جس نے اس امانت نور خالص کو برداشت کیا اللھم صل علیٰ سیدنا و مولانا
محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔ اور اس سے صاف واضح ہوا کہ جب نور وحی خاص قلب پر بلا حجاب نازل ہوا تو وہ قلب جس مرتبۂ عالیہ پر فائز ہوگا
اسکا اندازہ کون کر سکتا ہے کیونکہ کتاب سے نور کا قلب پر ظہور کرنا بدقت و تدریج ہے جسکے واسطے مجاہدہ و مشقت طویل چاہیے اسیواسطے حدیث
صحیح میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے نزول میں شدت برداشت فرماتے تھے۔ پس باوجود اس کمال کے یہ شدت اٹھاتے
تو عقل نورانی سے سمجھ دیکھو کہ کتابی لباس سے نور کے ظہور میں کیا مشقت و جہد بلیغ ہے اور وہ بھی بذریعہ اپنے نفل کے ہے۔ لہٰذا فرمایا۔ کذٰلک
لنثبت بہ فؤادک۔ یعنی کافروں کی جہالت ہے کہ بے عقلی سے انھوں نے چاہا کہ کتاب کیوں نہیں نازل ہوئی اور کمال کو چھوڑ کر نازل کے طالب
ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے رد کیا کہ ہمنے یوں ہی نجماً نجماً نازل فرمایا ہے تاکہ اس نور سے تیرے باطن کو تمکین و تثبیت عطا فرماویں۔ ظاہر ہے کہ انوار خالص
کے ظہور سے قلب کو کس درجہ تثبیت حاصل ہوگا حتیٰ کہ لائق معراج کر لیا۔ اس سے (امر سوم) کا بیان واضح ہوا کہ جب قلب پر نازل ہوا اور
انہیں انوار کو صاحب نور نے اپنے اصحاب پر تلاوت کیا تو انکے قلوب میں ایک واسطہ سے وہ نور منتقل ہوا اور انکے قلوب میں صلاحیت کاملہ
پیدا ہونے لگی۔ اسی واسطے اکابر اولیاء اللہ متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ایک ساعت میں جو کچھ حاصل ہوتا تھا
اب نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ تمام عمر شب و روز کی عبادت سے آخر میں وہ بات حاصل ہوگی اور اسی پر اہل السنۃ کا اتفاق ہے لہٰذا صحابی

وآثار مین مصرح و مبین ہی چنانچہ ترجمہ عقائد مقدمہ عین الہدایہ مین مترجم نے مشرح لکھا ہی۔ اب سنو کہ جس شخص نے صفائی قلب و خلوص نور ایقان کے ساتھ
دو رکعت نماز ادا کی تو وہ جس درجہ قبولیت پر فائز ہی دوسرا شخص جسمین یہ نور ایقان و خلوص نہین اسکی ہزار بلکہ دس ہزار رکعت بھی اسکا مقابلہ نہین کر سکتی
ہین۔ اے شخص عاقل ذرا غور کر کہ اہل جنت کو بعد دخول جنت کے کہا جائیگا کہ کچھ اور چاہتے ہو تو اہل جنت حیران ہونگے کہ اب کیا باقی ہی اسوقت حکم
ہوگا کہ یہ نعمت عظمی کہ مین نے اپنا رضوان تمکو عطا کیا کہ کبھی تمپر ناخوشی نہوگی۔ اور اللہ تعالی نے قرآن مین بعد ثواب جنت کے فرمایا ورضوان من اللہ
اکبر یعنی اللہ تعالی کی طرف سے رضوان حاصل ہونا اس سب سے بڑھکر ہی پس رضوان آلہی کا یہ مرتبہ اعلی ہی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو دنیا ہی مین عطا
کر دیا بقولہ تعالی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ پس یہ شان کمال انکے واسطے اسی عنوان سے عطا ہوئی۔ اس سے (امر چہارم) کی توضیح معلوم ہوئی
کہ جب کسی عزیز ذی تمیز کی تعلیم مین کامل توجہ ہوتی ہی تو ہر علم و فن سے تھوڑا تھوڑا کر کے روزانہ اسکو تعلیم کرتے ہین اور جب وہ ہر روز کے سبق کو محفوظ
کر لیتا ہی اور اچھی طرح سمجھ جاتا ہی اور اسکے دل مین یہ مضمون جم جاتا ہی تو آیندہ سبق دیتے ہین تاکہ وہ دل جما کر لے حتی کہ وہ اس علم مین کامل ہو جاتا ہی
اور اگر ایکبارگی اسکو تمام کتاب القا کر دی جاوے تو اول ہی اچاٹ ہوگا اور ظاہر ہی کہ کیا حاصل کریگا۔ لہذا حدیث حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا مین وارد ہی کہ
اول مفصلات مین سے ایک سورہ نازل ہوا جسمین جنت و دوزخ کا ذکر تھا پھر جب اسلام کی طرف لوگ دوڑے تو حلال و حرام نازل ہوا۔ اگر اول ہی ایسے
پنج وقتی نماز و روزہ و جمعہ و جماعت و زکوۃ و حج و منع غیبت و شراب و تحریم زنا و بیاج وغیرہ احکام کثیرہ نازل ہوتے تو انکی اتباع مین مشقت ہو جاتی
اور ثبات حاصل نہوتا کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسی علیہ السلام سے مدت تک معجزات دیکھے اور مدت تک دین توحید
سے واقف تھے پھر جب ایکبارگی توریت نازل ہوئی تو قبول سے انکار کرنے لگے کما قال تعالی واذ نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظلۃ الآیۃ۔ پس واضح ہوا
کہ اللہ تعالی نے طبقہ اعلی کی تکمیل مین ایسی عنایت خاصہ مبذول فرمائی کہ اپنے کلام پاک کے انوار سے بواسطہ اپنے پیغمبر خیر المرسلین صلی اللہ علیہ و
علیہم اجمعین کے تثبیت و کمال کامل عطا کیا حتی کہ انکو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت سے سرفراز کیا اور بعد انکے یہ خلافت نبوت نہین
رہی بلکہ خلافت سلطنت ہوگئی۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے تین طرح سے تثبیت عطا فرمایا۔ اول یہ کہ نور کلام کا القا انپر بواسطہ
خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نور خاص تھا اور دوم ہر موقع نزول آیت کے واسطے زیادت ایمان تھا کما قال تعالی زادتہم ایمانا۔ اور سوم یکے بعد دیگرے
فرائض سے نفس متمرن ہو جانا یعنی پہلے قلب مین ہر وقت توحید آلہی کی یاد و خوف عذاب دوزخ اور امید ثواب جنت مین مع ایمان خالص کے
مشغول ہوا پھر اعمال مین سے ایک فرض کا حکم ہوا حتی کہ اسکے ساتھ انکے نفوس مستقیم و ثابت ہوئے اور جو نور حاصل ہوا تھا وہ بڑھتا گیا اسی طرح جب
یہ ملکہ حاصل ہوگیا تو دوسرا فرض نازل ہوا علی ہذا القیاس جانب ممانعت مین بھی تعلیم فرمائی اور اس سے ہر شخص خیال کر سکتا ہی کہ جو رحمت و عنایت
ازلی بحال قرن اول صحابہ رضی اللہ عنہم مبذول تھی اسکی ہوس آیندہ کسی قرن کو نہوگی وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔
ولہذا حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ایک گروہ جہاد کریگا پس پوچھا جائیگا کہ کیا تم مین کوئی شخص ہی جسنے حضرت رسول اللہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا ہو پس کہا جائیگا کہ ہان تو اسکے واسطے فتح کیا جائیگا پھر ایک گروہ جہاد کریگا تو پوچھا جائیگا کہ کیا تم مین ایسا شخص ہی جسنے ایسے شخص کو دیکھا ہو
جسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی پس کہا جائیگا کہ ہان پس انکے واسطے فتح کر دیا جائیگا۔ یہ نص صریح ہی کہ اللہ تعالی نے ازل مین قرن
صحابہ رضی اللہ عنہم وہ امت رکھی تھی جسکو اپنے حبیب خاص خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مبعوث فرمایا اور اس سے ہر شخص
جسکے دل مین اللہ تعالی نے نور عقل رکھا ہی انکے شرف و منزلت کو سمجھ سکتا ہی اور جو شخص اس نور عقل سے بے نصیب ہی اور صرف حواس دماغی سے
ادراک چاہے وہ جاہل ہی اور غالبًا اپنے قیاسات بیہودہ سے گمراہ ہوگا۔ الحاصل یہود کو توریت یکبارگی عطا ہوئی اور انکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہون

عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث الفتون میں مروی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا تو انھوں نے الواح توریت کو لیا اور جو حکم اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کے واسطے دیا تھا وہ بنی اسرائیل کو پہونچایا یعنی وظائف عبادات ادا امر و نواہی پس یہ امر بنی اسرائیل پر گراں گزرا اور انھوں نے اسکی تعمیل کے اقرار سے منہ موڑا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انپر پہاڑ مثل سائبان کے رفع فرمایا اور وہ انکے سروں کی جانب جھکا حتی کہ انکو اپنی موت نظر آنے لگی پس سجدہ میں گرے اور اسکی قبولیت کا اقرار کیا۔ رواہ النسائی وغیرہ۔ اور یہی تفسیر ابن ابی حاتم نے ثابت بن الحجاج سے روایت کی۔ اور اسمیں دیگر آثار باسانید صحیحہ مروی ہیں بلکہ مترجم کہتا ہے کہ خود قرآن مجید میں منصوص ہے۔ پھر یہ امر ظاہر ہے کہ اگر احکام آہستہ آہستہ نازل ہوتے تو قبول میں تردد نہوتا۔ اور یہ معلوم ہے کہ جملہ احکام آسانی سے ادا ہو سکتے ہیں اور انکار و تردد صرف شرارت نفس سے ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے استطاعت و آسانی سے زائد کوئی حکم نہیں دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ایک رحمت مزید فرمائی کہ یکبارگی احکام نازل نہیں کیے حالانکہ کافروں کو شیطان نے ابھارا کہ انھوں نے کہا۔ لولا انزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ۔ یعنی ایکبارگی قرآن کیوں نہیں نازل ہوا۔ شیطان کی عین تمنا تھی کہ آہستہ نزول کی رحمت عظیمہ سے یہ امت محروم ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو خوار کیا اور کافروں کو جواب دیا۔ کذلک لنثبت بہ فؤادک الآیۃ۔ یعنی ہمنے یوں ہی بتدریج نازل فرمایا ہے تاکہ اس سے تیرے قلب و اسرار باطن کی تثبیت فرماویں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تثبیت مقصود ہے تو آپ کے طفیل میں آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے قلوب و اعضا کی تثبیت حاصل ہے اور اس رحمت عظیم کی قدر وہ شخص پہچانے جو اپنے قلب کی اصلاح میں کچھ مدت سعی کرے اور عوام کے واسطے تو سمجھنے کے لیے ایک نظیر الاپنی موجود ہے اور وہ سابق میں مذکور ہوئی کہ حلیۂ علم سے آراستہ ہونے کے لیے اگر اطفال کو آہستہ آہستہ ایک ایک حرف و فقرہ و سبق دیکر تدریج کے ساتھ ترقی کیجاوے تو طفل اس علم میں بدرجۂ کمال پہونچ جائیگا اور اگر ایکبارگی القا کردیا جاوے تو ناقص رہیگا اگر کہا جاوے کہ پھر بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے تو سب کو ایکبارگی ملا جواب یہ ہے کہ بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو تابعین پیدا ہوے انکو تو ابتدا ہی سے ہر طرف سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز تلقین پائی اور سات برس سے نماز میں لگائے گئے اور سن تمیز سے فراغت کے ساتھ علوم میں مشغول ہوے اور اپنے زمانہ کے کمال پر فائز ہوے اور یہ انکے حق میں تدریج ہے اور باوجود اسکے وہ درجۂ کمال جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا تھا ممکن نہوا اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے مانند استبعاد میں بھی مراتب لکھے ہیں لہذا حدیث میں وارد ہے کہ تم ایسے ہو کہ جو شخص امور معروفہ کا دسواں حصہ چھوڑے اس پر پرسش ہوگی اور ایک ایسا زمانہ آویگا کہ جسنے دسواں حصہ ادا کیا نجات پاویگا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آج عمل بہتر ہے یعنی تم میں علم حاصل اور عمل کی فراغت ہے اور ایک زمانہ آویگا کہ اسوقت عمل سے علم بہتر ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ غالباً یہ وقت وہی ہے یا کئی سو برس پیشتر سے شروع ہو چکا کیونکہ علم سے دلائل بینات و صدق نبوت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آدمی پر آئینہ ہو جاتے ہیں اور تصدیق ہی عین ایمان ہے اور بہت سے بے علم دیکھے گئے کہ وہ اعمال نوافل وغیرہ میں کثرت کرتے حالانکہ جناب باری تعالیٰ میں مناجات نماز سے غافل ہیں یعنی یہ توجہ نہوئی کہ حضور حق عزوجل میں الحمد یا سورت سے کیا عرض کیا کیونکہ اسکے معنی نہیں جانتے ہیں اور اکثر لوگ نوافل صدقات میں بہت دیتے ہیں حالانکہ والدین و اقارب بلکہ فرض نفقہ والے محروم ہیں اور بہتیرے ہر کام میں کسی قدر دنیا کا کام مرکوز رکھتے ہیں اور بہت لوگ نوافل امور ادا کرتے اور فرائض چھوڑتے ہیں پس یہ سب بے علمی کا نتیجہ ہوتا ہے جیسے کبھی علم والا اپنی وجاہت و نام و لوگوں کی عقیدت و دنیاوی ہوس میں بدنام ہوتا ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ بفضلہ من کل فرکہ عالیس بخیر و نسالہ تعالیٰ العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ و ہو ربی حسبنا اللہ و نعم الوکیل

(الوصل) صحیح میں ثابت ہے کہ وحی کبھی مثل صلصلۃ الجرس آتی تھی علما نے کہا کہ یہ آواز فرشتہ کی آمد سے تھی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہو جاتے تھے اور حدیث میں ہے کہ ہر بار ایسی وحی میں گمان ہوتا کہ گویا میری جان قبض ہو جائیگی۔ صحیح کی روایت میں ہے کہ یہ طریقۂ وحی مجھپر بہت سخت ہوتا ہے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شدت جاڑے میں وحی آتی اور بعد افاقہ کے آپکی پیشانی مبارک سے

اسلیے پسینا جاری ہوتا جیسے فصد کھل گئی ہی۔ کبھی قلب پر القا کیا جاتا۔ شیخ سیوطی رح نے لکھا کہ شاید یہ پہلی حالت کا بیان ہوا ور شاید طریقہ سوم یہ
کہ کبھی آدمی کی صورت مین فرشتہ آیا اور کلام القا کیا کہ اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حفظ فرماتے تھے جیسا کہ صحیح مین ہی اور فرمایا کہ یہ صورت جبرئیل سلت
ہی اور یہان وجوہ دیگر ہین جنکا بیان شرح صحیح بخاری مین انشاء اللہ تعالی پاؤگے۔ (**فائدہ**) ابن ابی حاتم رض نے سفیان الثوری رح سے روایت
کی کہ انبیائے سابقین مین سے ہر ایک پر بھی وحی عربی ہی مین نازل ہوئی پھر ہر پیغمبر نے اپنی قوم کے واسطے ترجمہ کی۔ مترجم کہتا ہی کہ اسکے معنی یہ
ہین کہ وحی الٰہی عز و جل لوح محفوظ سے عربی مین ہی پھر ہر پیغمبر کے واسطے اسکی قوم کی زبان مین لکھی گئی۔ (**فائدہ**) ابن عباس رض سے روایت
ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے ایک حرف پر پڑھایا پس مین نے مراجعت کی اور برابر مین نے زیادتی چاہی یہانتک کہ سات حرف
نوبت پہونچی۔ رواہ البخاری و مسلم۔ یعنی ایک طور پر ختم کیا جاتا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالی مین درخواست کی کہ میری امت کو
آسانی دی جاوے پس دو حرف یعنی دو طور پر ہوا پھر آپ نے زیادتی چاہی حتی کہ سات طور پر ہوا۔ چنانچہ بعض روایات مین مصرح ہی پھر واضح ہو کہ ابتدا سے
ان حرفون کا مفاد متعلق بتلاوت ہی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حارث بن ہشام کو ایک سورہ اپنی قراءت سے کچھ مختلف پڑھتے سنکر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس پکڑ لے گئے اور عرض کیا کہ یہ دوسری طور پر پڑھتا ہی آپ نے کہا کہ اے عمر اسکی گردن چھوڑدو پھر فرمایا کہ پڑھ تو حارث رض نے اسی طور پر جیسے
حضرت عمر رض نے سنی تھی پڑھی۔ آپ نے فرمایا کہ ہان یون ہی نازل ہوئی ہی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ پڑھو پس عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی
قراءت پر پڑھی تو فرمایا کہ ہان اسی طرح نازل ہوئی ہی پھر فرمایا کہ اے عمر یہ قرآن سات حرف پر نازل ہوا ہی پس جسکو جو میسر ہو وہ پڑھے۔ کما فی الصحیح مترجم کہتا ہی
کہ صحابہ و تابعین و ما بعد ائمہ مسلمین سب متفق ہین کہ مصحف مجید مین جو قراءات متواترہ معروفہ ہین اور وہ تابعین کے وقت سے برابر سات قراءات
متواترہ ہین انکے سوائے دوسری قراءت نماز مین نہین جائز ہی اور تین قراءات دیگر بدرجہ مشہور ہین پس انکا بھی جواز کہا گیا ہی اور حق یہ کہ تینون قراءتین
درحقیقت انھین سات مین داخل ہین اگرچہ سب مین ملا کر دس ہون۔ ہم۔ حدیث سات حرف مین یہ بھی آیا کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ہر قراءت شافی
کافی ہی جبتک کہ آیۃ عذاب کو رحمت پر یا آیۃ رحمت کو عذاب پر ختم نکرے۔ رواہ احمد باسناد صحیح۔ مترجم کہتا ہی کہ یون ہی جب تغیر نص ہو جیسے مترجم نے
ایک حافظ سے سنا کہ اسنے خطا سے پڑھا یخرجہم من النور الی الظلمات۔ اور اسکے آگے آیت مین پڑھا کہ یخرجونہم من الظلمات الی النور۔ پس نص مین تبدیل
ہوگئی کیونکہ آیت یہ کہ یخرجہم من الظلمات الی النور۔ یعنی اللہ تعالی اپنی ولایت سے اپنے بندون مومنین کو تاریکیون سے نور مین لاتا ہی۔ اور آگے آیت
یون کہ یخرجونہم من النور الی الظلمات۔ یعنی کافرین جنکو بتون سے محبت ہی انکے شیاطین انکو نور سے تاریکیون مین لیجاتے ہین۔ واضح ہو کہ ابتدا سے
کفر مین کافر ایک تاریکی مین جاتا ہی پھر جب اسپر رہا اور کفر کے موافق عمل کیا تو زیادہ تاریکی مین گیا گویا پہلے کچھ روشنی تھی رہ جاتی رہی اور جب تیسرے طبقہ مین
گھسا تو دوسرے طبقہ کی جو کچھ روشنی تھی جاتی رہی حتی کہ جب مرا تو محض تاریکی بلا نور ہی اسیواسطے حدیث مین وارد ہی کہ جہنم نہایت سخت سیاہ تاریک
ہی اور اگر موت سے پہلے وہ ایمان کی طرف پھرا تو تاریکی سے نور کی طرف پھر زیادہ نور پھر اس سے بھی زیادہ حتی کہ اللہ تعالی اپنی رحمت سے سراپا نور
فرماتا ہی۔ کما قال تعالی نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء۔ (**نوع سابع عشر**) اسمائے قرآن۔ واضح ہو کہ اللہ تعالی نے عرب کے
قصیدہ و دیوان وغیرہ اپنے نامون سے مبائن اس کتاب پاک کے نام ذکر فرمائے۔ جیسے کتاب مبین۔ قرآن کریم۔ کلام اللہ۔ نور مبین۔ ہادی۔
رحمۃ للمومنین۔ فرقان حق۔ شفاء المومنین۔ موعظہ۔ شفاء الصدور۔ ذکر مبارک۔ علی حکیم۔ حکمۃ بالغہ۔ کتاب حکیم۔ مہیمن۔ حبل اللہ۔ صراط مستقیم
بعض علماء نے (۵۵) نام بیان کیے جنکو شیخ سیوطی رح نے استقصاء کیا ہی۔ اور وہ سب قرآن مجید مین مذکور موجود ہین۔ کعب احبار رحمہ اللہ تعالی سے
روایت ہی کہ توریت مین ذکر ہی کہ اللہ تعالی نے خطاب فرمایا کہ اے محمد مین تجپر ایک توریت جدیدہ نازل کرنے والا ہون جو اندھی آنکھین کھولیگی اور

بہرے کانون کو اور ڈھکے دلون کو کھول دیگی - رواہ ابن الضریس - قتادہ رح نے فرمایا کہ جب موسی علیہ السلام نے توریت لی تو عرض کیا کہ ای رب مین الواح کے علم مین پاتا ہون کہ تیرے بندون مین ایسی امت ہی جنکی انجیلین انکے سینون مین ہونگی پس اے رب انکو میری امت کر دے اللہ تعالے نے فرمایا کہ ای موسی یہ امت جسکا تو نے اظہار کیا یہ امت احمد ہی - رواہ ابن ابی حاتم باسناد صحیح - (**فائدہ**) قرآن کی سورتون کے نام کچھ اپنی رائے و قیاس سے نہین ہین اور نہ نام رکھنا جائز ہی بلکہ جو نام معلوم ہین یہ سب صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے ثبوت ہوئے ہین اور صحیح مین ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی جسمین ابن مسعود رض نے کہا کہ یہ اس سردار کا مقام ہی جسپر سورۃ البقرہ نازل ہوئی - اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۃ البقرہ کا نام لینا ثبوت ہوا ہی لہذا جمہور علماء کے نزدیک صحیح یہ کہ ان نامون کا اطلاق کیا جاوے - (**فائدہ**) بعض سورتون کے متعدد نام ہین جنسے سورۃ کا شرف ظاہر ہی شیخ سیوطی رح نے کہا کہ سورۂ فاتحہ کے کچھ اوپر بیس نام مجھے معلوم ہوئے - حدیث ابوہریرہ رض مین ہی کہ یہ سورۃ ام القرآن و یہی فاتحۃ الکتاب اور یہی سبع مثانی ہی - رواہ ابن جریر - ۴ - فاتحۃ القرآن - ۵ - القرآن العظیم - ۶ - ام الکتاب - ۷ - وافیہ کیونکہ یہ پوری پڑھی جاتی اور حمد و ثناء الٰہی اور بندہ کی حاجات کے واسطے وافی ہی - ۸ - الکنز - ۹ - الکافیہ - ۱۰ - اساس - ۱۱ - نور - ۱۲ - سورۃ الحمد - ۱۳ - سورۃ الشکر - ۱۴ - سورۂ حمد اولی - ۱۵ - سورۂ حمد قصوی - ۱۶ - الرقیہ کیونکہ بعض صحابہ نے اس سے رقیہ کیا - ۱۷ - شفاء - کیونکہ شفاء حاصل ہوئی - ۱۸ - شافیہ - ۱۹ - سورۃ الصلوۃ - کیونکہ حدیث مین ہی کہ قسمت الصلوۃ بینی و بین عبدی نصفین یعنی سورۂ فاتحہ کی شان مین اللہ تعالے نے فرمایا کہ وہ میرے درمیان و میرے بندے کے درمیان نصفا نصف ہی - ۲۰ - الصلوۃ - ۲۱ - سورہ دعاء - ۲۲ - سورۂ سوال - ۲۳ - سورۂ مناجات - ۲۴ - سورۂ تفویض - اور شیخ سیوطی رح نے بعض نام دیگر لکھے ہین - اور سوائے فاتحہ کے دوسری سورتون کے نامون کو انشاء اللہ تعالی موقع تفسیر مین فی الجملہ بیان کیا جائیگا - (**نوع ثامن عشر**) خطابی رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید اسواسطے جمع نہین فرمایا کہ اللہ تعالی نے نسخ تلاوت و زیادت کا وقت آپ کی حیات تک رکھا تھا اور آپ جانتے تھے کہ حبیب اسکو کتاب کریم فرمایا ہی تو خود اپنی حفظ و عنایت سے اسکو کتاب محفوظ ظاہر اویگا حالانکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سینون مین محفوظ تھا - ابن ابی داؤد نے عبد خیر رحمہ اللہ تعالی سے باسناد صحیح روایت کی کہ مین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ اللہ تعالی ابوبکر پر رحمت فرماوے کہ قرآن جمع کرنے مین سب سے زیادہ ثواب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پایا کیونکہ ابوبکر رض نے سب سے پہلے قرآن جمع کیا - ابن حجر رح نے کہا کہ یہ اثر صحیح معتمد ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہ اول جمع برابر باقی رہا اور اسی سے عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف لکھوا کر آفاق مین بھیجدیے اور اول جمع کے وقت اسلام مین زیادہ وسعت نہین تھی اسواسطے کہ اوراق چھوٹے و بڑے نئے و پرانے سب طرح کے تھے اور بعد اسکے اللہ تعالی نے اسلامی بیت المال معمور کر دیا تو اچھے کاغذ پر مصاحف لکھوائے گئے - روایت ہی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر مین بیٹھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کی بیعت حضرت علی کو ناگوار ہوئی پس آپ نے حضرت علی کو بلوا کر پوچھا کہ کیا میری بیعت ناگوار ہوئی ہی - حضرت علی رض نے کہا کہ واللہ ہرگز کچھ بھی ناگوار نہین ہی آپ نے پوچھا کہ پھر آپ گھر کیون بیٹھ رہے حضرت علی رض نے کہا کہ یا خلیفۂ رسول اللہ میرے دل مین خیال آیا کہ کوشش کے ساتھ کتاب الٰہی کو جمع کرون کہ سوائے نماز کے چادر نہ اٹھاؤن پس آپ نے فرمایا کہ آپ کی رائے خوب ہی - ابن حجر رح نے کہا کہ اس اثر کی اسناد ضعیف ہی - روایت ہی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان رقعات کو تلاش کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود املاء فرمائے تھے پس حضرت عمر و زید بن ثابت کو حکم دیا کہ دونون مسجد کے دروازہ پر بیٹھو پس جو شخص دو گواہ لاوے تو اس سے قبول کرو - کما رواہ ابن داؤد - اسکی اسناد مین سب راوی ثقات ہین - مترجم کہتا ہی کہ اسوقت کیفیت یہ تھی کہ تمام عرب مرتد ہو گیا تھا سوائے اصحاب رضی اللہ عنہم کے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو

بسرداری خالد بن الولید کے ان مرتدون سے قتال کے لیے روانہ کیا اور مسیلمہ کذاب و سجاح کی قوم مین ساٹھ ہزار سے زیادہ جمع ہوکر لڑین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تھوڑی تھی اور انہین سے جو لوگ شہید ہوئے تو قرا بھی شہید ہوئے پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بعد الہام الٰہی عزوجل کے یہ حکم دیا پس جب صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم مع بعض اصحاب یمن و بحیرہ کے جو اسلام پر قائم تھے ان مرتدون سے قتال کو گئے تھے تو مدینہ منورہ مین کافی جماعت نہین تھی لہذا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھوائے ہوئے رقاع جہان جہان موجود تھے انکو لوگ لاتے تھے تو یہ اطمینان کرنا منظور تھا کہ یہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھوایا ہوا ہے کیونکہ خود اس سے دوسرون نے نقل کیا تھا۔ پس مزید طمانیت کے لیے دو گواہ طلب کیے کیونکہ اب کئی آدمی متفق ہوگئے کہ یہ وہی تحریر ہے جو خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائی ہے اور ظاہر ہوا کہ فقط حفظ پر اکتفا نہین فرمایا بلکہ لکھوائے ہوئے سے مقابلہ کیا۔ کیا تمہین دیکھتے ہو کہ صحاح کی روایت مین ہے کہ آخر سورہ براءۃ فقط خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ لکھو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ رضی اللہ عنہ کی اکیلی گواہی کو دو گواہون سے معادل کیا ہے۔ اسکے یہی معنی ہین کہ حفظاً تو خود ان لوگون کو حاصل تھی لیکن لکھی ہوئی فقط حضرت خزیمہ رضی کے پاس ملی۔ اور کثیر احادیث و روایات مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین جب آپ لکھواتے تو شانہ و تختیون و چمڑے کے ٹکڑون وغیرہ پر ہوتا تھا چنانچہ صحاح روایات مین آیا کہ زید رضی اللہ عنہ نے عسب و لخاف و رقاع و قطع ادیم و اکتاف سے جمع کیا۔ عسب جمع عسیب وہ جریدۃ النخل ہے کہ اسکے چوڑی طرف کو لکھا کرتے تھے۔ لخاف جمع لخفہ بمعنی پتلا پتھر کہ اسپر بھی لکھا کرتے تھے۔ اور بعض روایت مین صحائف ہے اور اسکے بھی یہی معنی ہین۔ رقاع جمع رقعہ یعنی ٹکڑا و پارہ خواہ چمڑے کا ہو یا کاغذ وغیرہ کا۔ قطعہ ادیم چمڑے کا ٹکڑا۔ اکتاف جمع کتف یعنی بکری یا اونٹ کا شانہ چنانچہ جب وہ خشک ہو جاتا تو اسپر بھی لکھا کرتے تھے۔ موطا مین ابن عمر رضی سے بروایت ابن وہب اور مغازی موسی بن عقبہ مین زہری رح سے باسناد صحیح روایت ہے کہ جب یمامہ کی لڑائی مین مسلمان شہید ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حفاظ کی وفات سے قرآن چلے رہنے کا خوف کیا پس جمع کا حکم دیا تو جو کچھ جسکے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھوایا ہوا تھا وہ لایا جاتا تھا یہانتک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد مین وہ اوراق مین جمع کیا گیا پس اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نے مصحف مین جمع کیا ہے۔ اور اس باب مین روایات صحیحہ مترادفہ ہین۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ مصحف بھیجدیجیے کہ ہم اس سے مصاحف لکھوا کر اصل مصحف آپکو واپس دینگے چنانچہ یہی ہوا اور شیخ سیوطی رح نے آثار کثیرہ وارد کیے جنمین یہ اثر ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم بڑے اہتمام سے مصاحف لکھوائے۔ سوید بن غفلہ سے بسند صحیح روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہم لوگون کو جمع کرکے فرمایا کہ مجھے خبر پہونچی کہ قراءات متعددہ مین بعضے لوگ باہم کہتے ہین کہ میری قراءت تیری قراءت سے اچھی ہے اور یہ تو قریب کفر کے نوبت پہونچتی ہے پس ہمنے کہا کہ آپکی کیا رائے ہے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری رائے ہے کہ ہم لوگ ایک امام لکھوادین جسپر لوگ متفق ہوجاوین پس ہم سبنے اتفاق کیا کہ یہ اچھی رائے ہے پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ ہم سب کی جماعت سے کیا ہے۔ رواہ ابن ابی داؤد۔ پھر قراءت مین زبان قریش مقدم رکھی گئی اور جہانتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم کرنا کسی شخص کے حق مین ثبوت ہوا اسکو دور سے بلوا کر اسی کی قراءت پر مدار ہوا۔ حارث محاسبی رح نے لکھا کہ لوگون نے مشہور کردیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن جمع کیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ قرآن تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وقت مین جب عراق و شام وغیرہ کے لوگون مین قراءت کی بابت تفرقہ واقع ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے انکو ایک ہی قراءت پر جمع فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین قراءات سبعہ کے واسطے یہ اجازت تھی کہ عرب مین لغات

کثیرہ ہین اور انھین کے حفظ و ابلاغ سے اللہ تعالی کو یہ دین تمام آفاق مین ظاہر کرنا تھا پس انکو اپنے لغات پر آسانی دی گئی چنانچہ بعض روایات مین آسانی ہی اسکی حکمت مصرح ہی پھر جب آفاق مین دین و شریعت کا اعلام ہوگیا تو وہ ضرورت باقی نہین رہی اور اسوقت صحابہ رضی اللہ عنہم نے اجماع کیا کہ جب اختلاف قراءات سے انمین کفر و تفرقہ کا خوف ہی تو انکو قرأت واحدہ پر جمع کردیا فافہم واللہ تعالی اعلم۔ (**الفائدۃ**) آیات کے ترتیب مین بھی رائے کو کچھ دخل نہین بلکہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حصول پر متوقف ہی اور اسپر نصوص مترادف اور اسی پر اجماع موکد ہی۔ قاضی ابو بکر رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ آیات کی ترتیب امر واجب حکم لازم ہی چنانچہ جبرئیل علیہ السلام وحی کے ساتھہ مین یہ حکم لاتے کہ اس آیت یا آیات کو فلان موضع مین رکھو اور ہم سب کے نزدیک بالاجماع ثبوت ہی کہ سب قرآن جو اللہ تعالی نے نازل فرمایا اور اسکے مرسوم کا حکم دیا اور اسکی تلاوت نہین اٹھائی ہی وہ اسی مصحف مین ہی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آفاق مین بھیجے اور اسمین کچھ کمی یا کچھ زیادتی نہین ہی اور اسکی ترتیب و نظم موافق ترتیب الٰہی عز و جل ہی اسمین کوئی تقدیم و تاخیر نہین ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالی نے فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ یعنی یہ قرآن ہم ہی نے اتارا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہین۔ پس یہ آیت قطعی ہی اور بعد حفاظت الٰہی عز و جل کے ممکن نہین کہ اسمین تغیر ہو سکے پس جسنے کوئی تغیر جانا وہ قرآن سے کافر اور اور اللہ تعالی سے منکر ہی۔ دلیل دوم اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم قطعی ہی حالانکہ ان سب نے اسی پر اجماع کیا اور انھین سے ہمکو دین و قرآن پہونچا ہی پس جسنے انسے اکتفا نکیا وہ سوائے شیطان کے کہین سے نہ پاویگا اور بحمد اللہ کہ سوائے فرقہ غالی رافضہ کے سب امت نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے قرآن لیا۔ دلیل سوم متواتر قطعی ہی اور اسپر سب امت متفق بلکہ جمیع مخلوقات پر حجت لازم ہی اسواسطے کہ متواترات عقلاً قطعیات ہین اور مین نے بعض شیعہ کی تالیف دیکھی جسمین صریح اقرار ہی کہ یہ قرآن بغیر کمی و بیشی کے وہی ہی اور اسنے بعض فرقہ شیعہ کا صرف یہ قول نقل کیا کہ بعضی دعائین بغیر سوائے قرآن کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے واسطے نازل ہوئی تھین اور انکو قرآن سے تعلق نہین ہی۔ پس بنص قرآنی و دلیل اجماع و تواتر ثبوت ہوا کہ قرآن مجید بعینہ بحفظ الٰہی عز و جل مطابق لوح محفوظ مرتب ہی اور حدیث عثمان رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کچھ قرآن نازل ہوتا تو آپ اپنے بعض کاتبون کو بلاتے اور فرماتے کہ اسکو فلان سورہ کے اس مقام مین رکھو۔ رواہ احمد وابوداؤد وغیرہم۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہی کہ ابن الزبیر سے فرمایا کہ ای برادرزادہ مین قرآن مین سے کسی چیز کو اسکے مقام سے متغیر نہین کرونگا یعنی جسطرح جہان جو آیت ہی اسکو اسی طرح لکھو سکا رواہ البخاری۔ اور بکثرت نصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت مین وارد ہین کہ سورہ بقرہ و آل عمران و نساء و قد افلح و روم و مرسلات و ہل اتی و الم تنزیل و جمعہ و ق و منافقون وغیرہ سورتین پڑھین پس وہ اسی ترتیب پر تھین اور فضائل سورتون و آیات مین نصوص کثیرہ وارد ہین پس ترتیب خود معلوم ہی اور ممکن نہین کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اسکے خلاف ترتیب کرین۔ پھر واضح ہو کہ کلام اس ترتیب مین ہی جو لوح محفوظ مین ہی اور جسطرح آیات کی ترتیب کے ساتھہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورتون کی ترتیب بیان فرمائی تھی اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ترتیب نزول کے لحاظ سے جمع کرنا چاہا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تلاوت تہجد سے جمع کیا اور شیخ سیوطی رح نے بہت سے اخبار و آثار مع اقوال ائمہ علماء نقل کیے جنمین دلیل ہی کہ یہ ترتیب سورتون کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی گئی ہی اور مترجم کے نزدیک بھی اصح اور حدیث عثمان رضی اللہ عنہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہی جو سورۃ براءۃ کے بارہ مین ہی۔ (**نوع تاسع عشر**) تعداد سورت و آیات۔ جملہ سورتین (۱۱۴) ہین اور آیات (۶۶۶۶) اور حروف (۳۲۳۶۷۱) اور اکثر اوقات مین نے تفسیر مین ہر سورۃ کی آیات کے ساتھہ مین اسکے حروف بھی نقل کیے ہین۔ واضح ہو کہ شیخ سیوطی رح نے بعض آثار ایسے نقل کیے جنمین بعض سورتین ظاہر ہوتی ہین جو قرآن مجید مین نہین ہین اور اسی طرح بعض آیات و قراءات نقل کین اور تجھے خوب معلوم ہی کہ مصحف عثمان رضی اللہ عنہ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہی پس بعد اسکے

یہ احتمال باطل ہے کہ یہ سورتین قرآن مین سے تلاوت ہاین لیس متواتر کے مقابلہ مین سوائے متواتر کے قبول نہین ہو بلکہ اصل یہ ہو کہ بعض صحابہ رضی اللہ
عنہم نے اپنی تالیفات مین بعض تفاسیر جیسی صلوۃ الوسطی کی تفسیر صلوۃ العصر سے اور بعض احادیث خاص اپنے اپنے موقع پر اور بعض نے آخر مین لکھی ہین
اور راوی نے انکو منجملہ قرآن خیال کر کے روایت کر دیا اور اسی طرح رضاعت کی تفسیر رضاعت شرعی کے ساتھ خمس رضعات لکھی تھی حالانکہ بعد اسکے مطلقًا
رضاعت کی تحریم ہوگئی ہان قراءات مین ممکن ہو اسواسطے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وصحابۂ اکابر رضی اللہ عنہم نے سب کو ایک ہی قراءت پر جمع
کیا تو بعض قراءات سابقہ موجود تھین ۔ (نوع عشرون) حفاظ قرآن مجید کے بیان مین حفاظ صحابہ رضی اللہ عنہم بہت کثیر ہین منجملہ آنحضرت صلعم نے جنکی
کی تفضیل دی تھین وہ مہاجرین مین عبد اللہ بن مسعود وسالم مولی حذیفہ اور دو انصاری ہین معاذ بن جبل وابی بن کعب ۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ
عنہ کی حدیث بخاری مین ہو ۔ پھر سالم رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ مین شہادت پائی اور معاذ بن جبل نے خلافت عمر رضی اللہ عنہ مین اور ابی وابن مسعود نے
خلافت عثمان رضی اللہ عنہ مین انتقال فرمایا رضی اللہ عنہم اجمعین ۔ اور غزوۂ بیر معونہ مین ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے جنکو قراء کہتے تھے
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین واقع ہوا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف چار کا جمع کرنا بیان کیا تو اسکی وجہ یہ کہ قبیلہ خزرج مین سے
صرف چار تھے یا مراد یہ کہ نہایت عمدہ حفظ مع تفسیر کاملہ کے انھین کو حاصل تھا اور جمع کا لفظ بھی اسی پر دلالت کرتا ہو یعنی قرآن مع تفسیر کا جمع کرنا انھین مین
کامل تھا ۔ رہا حفظ تو شیخ سیوطی رح نے احادیث وآثار کثیرہ نقل کیے جس سے صرف ظاہر ہو کہ بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم حفاظ تھے ۔ اور منجملہ عورتون کے
ام ورقہ بنت عبد اللہ بن الحارث جنکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احاطہ کی عورتون کا امام بنایا تھا اور فرماتے کہ چلو ایک شہیدہ کی زیارت
کرین چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مین جب ام ورقہ کو اسکے مدبر غلام و باندی نے قتل کر کے کملی مین باندھ دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچ فرماتے تھے کہ چلو شہیدہ کی زیارت کرین ۔ والحدیث فی الصحیح والتمام فی الطبقات ۔ (الفائدۃ) ذہبی رح نے
طبقات مین ذکر کیا کہ قرآن پڑھانے مین سات صحابہ مشہور ہین ۔ ۱ ۔ عثمان ۔ ۲ ۔ علی ۔ ۳ ۔ ابی بن کعب ۔ ۴ ۔ زید بن ثابت ۔ ۵ ۔ ابن مسعود
۔ ۶ ۔ ابو الدرداء ۔ ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہم ۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم مانند ابو ہریرہ وابن عباس وعبد اللہ
بن السائب رضی اللہ عنہم نے حاصل کیا اور ابن عباس نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی حاصل کیا ۔ اور ان لوگون سے تابعین کی ایک مخلوق کثیر نے
لیا از انجملہ اہل مدینہ مین سعید بن المسیب وعروۃ بن الزبیر وسالم وعمر بن عبد العزیز وسلیمان بن یسار وعطاء بن یسار ومعاذ القاری وعبد الرحمن الاعرج
وابن شہاب الزہری ومسلم بن جندب وزید بن اسلم ہین اور اہل مکہ مین سے عبید وعطاء بن ابی رباح وطاؤس ومجاہد وعکرمہ وابن ابی ملیکہ ہین ۔ اور اہل کوفہ مین
علقمہ واسود ومسروق وعبیدہ وعمرو بن شرحبیل وحارث بن قیس وربیع بن خثیم وعمرو بن میمون وابو عبد الرحمن السلمی وزر بن حبیش وسعید بن جبیر وابراہیم نخعی
وعامر الشعبی وغیرہم ہین ۔ واہل بصرہ مین سے ابو العالیہ وابو رجاء ونصر بن عاصم ویحیی بن یعمر وحسن بصری وابن سیرین وقتادہ وغیرہم ہین ۔ واہل الشام
مین سے مغیرہ بن ابی شہاب المخزومی وخلیفہ بن سعد وغیرہم ہین ۔ پھر ایک قوم نے ضبط قراءت واسکے اہتمام کے واسطے تمام ہمت مصروف کی
حتی کہ ایسے امام ہوئے کہ دور دور سے انکے پاس لوگ حاصل کرنے کے لیے آتے تھے ۔ چنانچہ مدینہ مین ابو جعفر یزید بن القعقاع پھر شیبہ بن نصاح پھر
نافع بن ابی نعیم ہوئے ہین اور مکہ مین عبد اللہ بن کثیر وحمید بن قیس الاعرج ومحمد بن محیصن ہین اور کوفہ مین یحیی بن وثاب وسلیمان الاعمش وعاصم بن
ابی النجود پھر حمزہ پھر کسائی ہین اور بصرہ مین عبد اللہ بن ابی اسحق اور ابو عمرو بن العلاء اور عیسی بن عمر اور عاصم الجحدری پھر یعقوب الحضرمی اور شام مین
عبد اللہ بن عامر وعطیہ بن قیس الکلابی واسمعیل بن عبد اللہ بن المهاجر پھر یحیی بن الحارث الذماری پھر شریح بن یزید الحضرمی ہین لیکن ان سب مین سے
سات شخص ائمہ مشہور آفاق ہوئے ۔ ۱ ۔ نافع جنھون نے ستر تابعین سے جنمین ابو جعفر ہین قراءت حاصل کی (یعنی قاری حافظ متبع سنت

عالم ہین) ہے ۲۔ ابن کثیر جنھون نے عبد اللہ بن السائب رضی اللہ عنہ صحابی سے حاصل کیا۔ ۳۔ ابو عمرو بن العلا جنھون نے ایک جماعت تابعین سے لیا۔ ۴۔ ابن عامر جنھون نے ابو الدردا رضی اللہ عنہ اور شاگردان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا۔ ۵۔ عاصم جنھون نے تابعین رحمہم اللہ تعالی سے لیا۔ ۶۔ حمزہ جنھون نے عاصم واعمش وابو اسحق السبیعی ومنصور بن المعتمر وغیرہم سے حاصل کیا۔ ۷۔ کسائی جنھون نے حمزہ وابوبکر بن عیاش سے لیا۔ اور یہ امام محمد رحمہ اللہ کے خالہ زاد بھائی ہین۔ پھر انھین سات ائمہ کے طریق سے قرا تمام آفاق مین منتشر ہوے اور ہر ایک سے متعدد راویون نے روایات کین چنانچہ نافع رح سے قالون وورش۔ ابن کثیر سے قنبل نے اور بزی نے انکے شاگردون سے۔ ابو عمرو سے دوری وسوسی بالواسطہ۔ ابن عامر سے ہشام نے وابن ذکوان نے بالواسطہ اور عاصم عن ابی بکر بن عیاش وحفص عنہ۔ اور ہندوستان مین عموماً قراءت حفص رحمہ اللہ معروف ہے حمزہ سے خلف نے وخلاد بالواسطہ کسائی رح سے دوری وابو الحارث نے روایات کین۔ لیکن روایات کثیرہ وفروع عدیدہ سے قراءات مین خلط وخبط واقع ہونے لگا کہ صحیح وسقیم کی تمیز نہین ہوتی تھی پس جہابذۃ الائمہ نے قائم ہو کر صحیح وسقیم ومتواتر ومشہور وشاذ کو متمیز کیا پس اول ابو عبیدہ قاسم بن سلام نے پھر احمد بن جبیر کوفی پھر قالون کے شاگرد اسمعیل بن اسحق مالکی پھر شیخ ابن جریر الطبری وغیرہم نے اس باب مین تصانیف کین اور طبقات القرا کو امام حافظ الاسلام ذہبی پھر ابو الخیر جزری مصنف حصن حصین نے تالیف فرمایا۔ (**نوع حادی وعشرون اسانید قرا**) عالی اسناد طلب کرنا سنت ہے اور اسکے پانچ مراتب ہین اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سب سے قریب واسطہ ہو اور وسائط عادل ثقات ہون جنمین ضعف نہو۔ اور یہ سب سے اعلی مرتبہ ہے اور باقیون کو شیخ سیوطی رح نے مفصل بیان کیا۔ (**نوع ۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷**) در بیان متواتر ومشہور وآحاد وشاذ وموضوع ومدرج۔ واضح ہو کہ قراءات قرا سبعہ رحمہم اللہ تعالی متواترات ہین معنی یہ کہ جیسے قرآن مجید متواتر قطعی ہے اسی طرح یہ قراءات سبعہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کثرت سے متصل ہین کہ یہان وہم وگمان وغیرہ کسی چیز کو دخل نہین بلکہ عقلاً قطعی ہین۔ شیخ ابن الجزری رح نے فرمایا کہ ہر قراءت جو صحیح اسناد سے ثابت ہوئی اور وہ زبان عربیت سے کسی وجہ پر متوافق ہو اور وہ مصاحف عثمانیہ مین سے کسی مصحف سے بھی موافق ہو تو یہ قراءت صحیحہ ہے پس اسکو رد کرنا یا اس سے انکار کرنا جائز نہین ہے بلکہ یہ قراءت منجملہ سات حروف کے ایک حرف ہے جسکے ساتھ قرآن نازل ہوا۔ یعنی حدیث مین گزرا کہ قرآن مجید کا نزول سات حروف پر ہوا پس جسکو جو میسر ہو پڑھے۔ مترجم کہتا ہے کہ جو شخص کچھ زبان عربی سمجھتا ہے اسکے واسطے مین ایک تمہید بیان کرتا ہون جس سے وہ سمجھ جائیگا۔ تمہید یہ کہ عرب کی زبان واحد ہے لیکن اسمین اعراب ہوتے ہین اور ان اعراب مین بعض لغات مین تفاوت ہے چنانچہ اہل حجاز مکہ مدینہ مثلاً بولتے ہین۔ ما زید قائماً۔ اور نواح تمیم مین کہتے ہین۔ ما زید قائم۔ اور اسیطرح اعاریب مین باہم تفاوت ہے اور اسی طرح بعض الفاظ بعض بانون مین ایک معنی کے واسطے ہین اور دوسری زبان مین دوسرا لفظ خاص ہے حالانکہ دونون لفظ انمین شائع ہین لیکن بحسب محاورہ وموقع خصوصیت لفظ خاص ہے جیسے اردو کے محاورات سے جو واقف ہو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ جب یہ امر معلوم ہوا تو شیخ جزری رح نے کہا کہ قراءت صحیحہ کے واسطے تین امور ہین ایک یہ کہ اسناد صحیح ہو۔ دوم یہ کہ زبان عربیت مین کسی وجہ پر موافق ہو۔ سوم یہ کہ جو مصاحف کثیرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آفاق مین بھیجے تھے انمین سے کسی مین اس قراءت کی خبر پہونچی ہو۔ تو یہ قراءت صحیحہ ہے۔ اسکا قبول کرنا واجب ہے خواہ یہ قراءت ائمہ سبعہ سے متواتر ہو یا ان ساتون کے ساتھ جن قراءات دیگر مین سے کسی مین ہو یا انکے سوا کسی صحابی یا تابعی سے ثبوت ہو پس یہ اگر متواتر یا مشہور نہو تو اس سے کم نہین کہ صحیح ہے۔ اور جب کوئی قراءت ایسی ہو کہ جسمین ان تینون باتون مین سے کوئی امر نہو مثلاً اسناد صحیح نہو یا وجہ عربیت سے بالکلیہ مخالف ہو یا مصاحف کسی مصحف مین ثبوت نہو تو ضعیف یا باطل یا شاذ ہوگی خواہ یہ قراءت قرا سبعہ سے بیان کیجاوے یا انسے اوپر کسی بزرگ سے لائی جاوے اور یہی قول ائمہ تحقیق سلف وخلف کے نزدیک صحیح ہے اور اس سے سلف مین کسی سے

خلاف نہین پایا گیا ہی شیخ ابوشامہ ؒ ودانی رح ومکی وغیرہم نے اسکی تصریح کی اور ابوشامہ رح نے کہا کہ ہر قراءت پر جو قراء سبعہ کی طرف نسبت کیجاوے
مغرور نہو جانا چاہیے کہ اسکو خواہ مخواہ صحیح کہنے لگے اور جزم کرے کہ یون ہی نازل ہوا ہی بلکہ جو ضابطہ کلیہ بیان کیا گیا اسی پر منطبق کرنا ضرور ہی
پس صحیح قراءت تو اس ضابطہ سے خارج نہوگی۔ اور صحت کچھ اسی پر موقوف نہین کہ انہین قراء سبعہ سے منقول ہو بلکہ اگر غیرون سے اسی
ضابطہ کے ساتھ منقول ہو تو وہ بھی صحیح ہی اور اگر قراء سبعہ رحمہم اللہ تعالی سے اس ضابطہ کے ساتھ نہو تو وہ صحیح نہین ہی کیونکہ اعتماد تو ان اوصاف کے
جمع ہونے پر ہی پس جس قراءات مین یہ تینون اوصاف جمع ہون وہ صحیح ہی اور اگر کسی وصف مین خلل ہو تو اعتماد نہین ہی تو مدار ان اوصاف پر ہی
اور کسی شخص کی طرف نسبت کرنیکا اعتبار نہین ہی حتی کہ قراء سبعہ وغیرہم مین سے ہر ایک کی قراءت مین اجماعی وشاذ موجود ہی لیکن اتنی بات
تجربہ سے معلوم ہوئی کہ قراء سبعہ رحمہم اللہ تعالی کی قراءات مین قراءت صحیحہ اجماعیہ کثرت ہین اور شاذ بہت شاذ لہذا جو قراءت کہ ائمہ سبعہ سے منقول
ہوتی ہی اسکی جانب میلان بوجہ مذکورہ زیادہ ہوتا ہی۔ مترجم کہتا ہی بلکہ اسکے ساتھ وجہ دیگر بھی عارض ہوئی کہ ان ائمہ کے زمانہ مین انکی شہرت زیادہ
ہوئی تو زمانہ مابعد مین لوگون نے انہین کی قراءات کی تلاش کی اور گویا انہین کی قراءت کا ذکر عموما رہگیا حالانکہ انہین سے شاذ کے پہچاننے والے
زمانہ دراز گزرنے سے مفقود ہوتے گئے حالانکہ انکی شاذ قراءۃ تک سے دوسرون کی صحیحہ قراءۃ معتمد وصحیح ہی اور واضح رہے کہ یہی امر فقہی مسائل واجتہاد
مین واقع ہوا کہ امام ابوحنیفہ ومالک وشافعی واحمد رحمہم اللہ تعالی کے اجتہادات وانکے شاگردون کی کثرت سے آفاق مین انکے اقوال شائع ہوگئے حالانکہ
اجتہادات مین جو معنی منصوص ہین کہ مجتہد کبھی خطا کرتا ہی یہ معنی منصوص ضرور ہی کہ انکے اجتہادات مین محتمل ہون ورنہ انکا اجتہاد ہی باقی نرہے کیونکہ
اجتہاد کی یہ صفت تو منصوص ہی یعنی اجتہاد وہی جسمین صواب وخطا کا احتمال ہو اور جب یہ صفت باقی نرہے تو فقط صواب یا فقط خطا ہوگا لیکن
فقط خطا تو وہ شخص کہے جو ان امامون کے وفور علم سے جاہل ہو اور عین صواب وہ کہے جو انکے اقوال کو نصوص ٹھہراوے اور کافر ہوجاوے پس معلوم ہوا
کہ یہان بھی اصل صحیح مقصد یہ کہ جو استنباط واجتہاد کہ اصول یعنی قرآن وسنت واجماع سے بطریق اجتہاد ہو وہ مسئلہ اجتہادی کا جواب صحیح ہی خواہ ان ائمہ
رحمہم اللہ تعالی سے ہو یا کسی مجتہد دیگر مانند سفیان الثوری وغیرہم سے ہو لیکن ایک امر مین قراءت واجتہاد مین فرق ہی وہ یہ کہ قراءات مین تو تلاوت
بقراءات متعددہ کر سکتا ہی اور اجتہادات مین مقلد صرف ایک پر عمل کریگا لیکن واجب ہی کہ وہ بایں معنی عمل کرے کہ اللہ تعالی نے فاسئلوا اہل الذکر سے پوچھ لینے کا
حکم دیا تو مین نے ایک مجتہد سے دریافت کر لیا پس اسی پر عمل کرتا ہون اور یہ نہین کہ مین اس قول کے صواب کا غالب گمان کرتا اور دوسرون کی
خطا کا زیادہ گمان کرتا ہون اسواسطے جبر ہی قول لیا اور جب ہی یہ گمان باطل وکذب محض نفس کی خواہش ہی اسواسطے کہ اس شخص عامی کے گمان کا
کچھ اعتبار نہین کیونکہ شرع مین اجتہاد کا گمان معتبر ہی جو دلائل شرعیہ سے پیدا ہو اور یہ شخص جاہل ہی تو اسکا گمان صرف نفسانی گمان ہی اور نفس جو
وہ اعتماد کرے جو شیطان کے پھندے مین پڑے پس وہ سب مجتہدون کے ساتھ ادب رکھے اور سچی بات کہے کہ یہ سب اللہ تعالی کے عالم بندے تھے
اور وے خود نہین کہ سکتے تھے کہ میرا اجتہاد صواب اور دوسرے کا اجتہاد خطا ہی بلکہ اجتہادات کے واسطے جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا وہی اعتقاد
کرتے تھے تو جب وہی یہ گمان نہین کرتے تھے تو یہ بیچارہ انسے مخالف ہو کر یہ گمان کہان سے لایا لہذا حنفیہ وشافعیہ وغیرہ باہم عین خلوص محبت سے
ملے رہین اور تعصب وشیطانی وسوسہ چھوڑدین واللہ تعالی الهادی الی سبیل الرشاد۔ ثم شیخ ابن الجزری رح نے کہا کہ قراءۃ کے ضابطہ مین یہ جو لکھا کہ زبان
عربیت سے کسی وجہ کے ساتھ موافق ہو۔ اس سے یہ مراد کہ زبان عرب جس قاعدہ پر ہی اس سے موافق ہو خواہ افصح ہو یا فصیح ہو یعنی افصح ہونا کچھ ضروری
نہین ہی اور اگر اس وجہ مین کسی نحوی نے اختلاف کیا تو دیکھا جاویگا اگر قراءت ہی شاذ ہی تو ظاہر ہی اور اگر یہ قراءت صحیحہ یا اس سے زائد مشہورہ ہو تو
کسی نحوی کا انکار معتبر نہوگا اسواسطے کہ صحیح سند کے ساتھ امامون کا قبول کرنا اور انمین شائع ہونا ہی رکن اعظم ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ دلیل قطعی اسپر یہ ہی کہ

کہ نحویوں نے زبان عرب کے قواعد پیچھے بنائے ہیں اور زبان عرب سابق سے موجود اور قرآن مجید پہلے نازل ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم جسطرح زبان عرب سے
جو انکی اصلی زبان ہے اور اسکے بلیغ فصیح محاورات سے واقف تھے وہ وقوف کسیکو میسر نہوگا اگرچہ وہ مابعد نسل عرب سے کیوں نہو اسواسطے کہ زبان قدیم
محض خالص اور اسوقت میں نہایت فصاحت پر تھی اور زمانۂ مابعد میں روم و فارس و مصر وغیرہ کے لوگوں کی آمد رفت سے اختلاط شروع ہوا بلکہ مترجم
اسوقت کا حوالہ دیتا ہے کہ زبان عرب کے محاورات عام لوگوں میں خصوصًا شہروں میں ایسے مخلوط ہیں کہ فصاحت قدیم سے گویا خارج ہیں پس جب
یہ معلوم ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ اس قرأت مشہورہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پڑھا اور برابر وہ شائع ہوئی حتی کہ تابعین و اتباع تابعین بھی اسیر و عین پلاتے
ہیں تو نحوی کو چاہیے کہ جب اسکو معلوم ہوا کہ خالص بلاغت سے یہ قرأت ہے تو وہ اپنے قاعدہ کو اسی کے موافق ترمیم کرے۔ م شیخ سیوطی نے کہا کہ
اسی اصل عظیم ورکن حکم کی وجہ سے بہت سے نحویوں کا قاعدہ جو خلاف بعض قرأت متواترہ تھا قبول نہوا مثلاً قولہ تعالی بارئکم۔ یامرکم۔ میں اسکان کی
ایک قرأت مشہورہ ہے اور نحویوں کے قاعدہ میں نہیں تو نحو کا قاعدہ ناقص سمجھا گیا اسیطرح والارحام۔ بالجر پڑھنا۔ لیجزی قوما۔ بنصب پڑھنا
اور قتل اولادہم شرکاءہم۔ میں مضافین کے درمیان فصل کی قرأت۔ یہ سب صحیح ہیں اور یہاں قاعدۂ نحو کو ناقص سمجھا گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ
یہی اور دلیل قطعی بیان کی کہ عرب عرباء فصیح فصحاء نے اسکو اپنی فصاحت و بلاغت میں قبول کیا حالانکہ انھیں پر قرآن کے اعجاز بلاغت کا دعوی تھا تو معلوم ہوا کہ
یہ عین فصاحت و بلاغت پر ہے پس پچھلے زمانہ میں نحوی بیچارہ کسقدر ہے جو دعوی کریگا جبکہ اہل کمال و اہل زبان فصحاء نے اسکے دعوی کو رد کردیا۔ م اسی وجہ سے ائمہ قراء رحمہم اللہ تعالی
نے نحوی قیاس پر مدار نہیں رکھا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اصح واقوی طریقہ پر ثبوت ہونا اصل معتمد ہے یعنی انکی قرأت۔ وہ ہیں جو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے
انکو پہونچیں اور اس بارہ میں انکو قیاس نحوی کا لحاظ بالکل نہیں تھا حتی کہ جب قرأت سلف ثابت ہوئی تو وہی قرأت ہے اور اسی کو لینا فرض متحتم ہے چنانچہ سعید
بن منصور نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قرأت سنت متبعہ ہے یعنی اسکے قرأت کا طریقہ قیاسی نہیں بلکہ طریقہ اتباعی ہے یعنی جو مصحف و سلف سے
ثابت ہوا اسی کی اتباع فرض ہے پس مصحف امام و قرأت مشہورہ سے مخالفت جائز نہیں ہے اگرچہ کسی شخص کے ذہن میں کسی آیت میں بجائے
ایک کلمہ کے دوسرا کلمہ بقیاس نحوی و لغت کے عمدہ نظر آوے۔ مترجم کہتا ہے کہ جس شخص نے دوسرا کلمہ وہاں عمدہ سمجھا یہ اسکی جہالت ہے اور عقل و لیل سے
سفاہت کیونکہ آیت میں جو معنی اسکے نگاہ میں آئے ہیں وہ اسی اعتبار سے دوسرا کلمہ عمدہ سمجھتا ہے اور سابق میں مترجم نے واضح بیان کیا کہ جہانتک
ابتدائی عام فہم ہدایت مقصود ہے وہ عام کے واسطے آسان کردیا گیا ہے اور قرآن کی ہر آیت میں جو علوم آلٰہی عزوجل مندرج ہیں انپر نظر عام نہیں پہونچی
حالانکہ عامی نے جس کلمہ کو عمدہ خیال کیا تھا اس سے ان معانی میں خلل ہوجاتا ہے پس اگر عامی کی رائے ہوتی تو علماء ربانی کو آیندہ ان علوم سے محرومی
ہوتی علاوہ بریں جب صدق اعتقاد ہے کہ یہ کلام آلٰہی عزوجل ہے تو قطعًا معلوم کہ جو کلمہ و طرز بیان آیت ہے وہ نہایت اعلا سے کمال پر ہے کیونکہ عجز و جہل
محال ہے تو عالم ربانی ما نند تقدیرات آلٰہیہ کے خوب سمجھتا ہے کہ تمام جن و انس و ملائکہ میں کوئی نہیں کہ جو اس کلمہ کے بجائے اس سے عمدہ لاسکے اور ابھی
وہ اسوجہ سے نہیں سمجھتا کہ اسکا علم نہایت قلیل ہے اور علم اللہ عزوجل غیر متناہی ہے بعضے مشائخ نے کہا کہ قولہ تعالی وبدا لہم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون
یعنی ان منکروں کے واسطے اللہ تعالی کی طرف سے وہ امر ظاہر ہوا کہ وہ خیال نہیں کرتے تھے۔ یعنی انکے خیال کو کبھی وہانتک رسائی نہیں تھی یہ آیت
دلیل ہے کہ بعد موت کے علوم ترقی کرینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمیں نصوص متظافرہ ہیں۔ اور حدیث میں گزرا کہ قاری قرآن کے واسطے حکم ہوگا کہ ترتیل و
آہستگی سے جسطرح دنیا میں تلاوت کرتا تھا تلاوت کرے اور چڑھے کہ مدارج عالیہ جنت میں آخر آیت پر اسکا درجہ ہے۔ پس جس شخص نے اپنے ناقص
خیال سے یہ امر تجویز کیا کہ کوئی عمدہ کلمہ ہوسکتا ہے اس سے زیادہ کچھ فہمی متصور نہیں ہے کہ اسنے نور عقل چھوڑکر صرف خیالات کی پابندی کی اور ہرگز صواب
نہ پاویگا۔ م شیخ جزری نے کہا کہ کسی مصحف سے موافقت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آفاق میں بھیجے ہیں

اسمین بعض حکمت تفسیر کے ساتھ قرارت حروف سبعہ سے ایک ہی قرارت پر متفق کرنے مین جو وسعت باقی رہی تھی اسکا بدل اسطرح دیا کہ بعض قراءات کو
باقی رکھا چنانچہ سورۂ بقرہ مین قالوا اتخذ اللہ - بغیر واو کے مصحف شامی مین ہے اور یہی ابن عامر کی قرارت ہے - اور آخر سورۂ براءۃ مین - تجری من تحتھا
الانہار - یعنی (من) کے ساتھ ابن کثیر رح کی قرارت مین آیا تو یہ مصحف مکی مین موجود ہے - اسی طرح بالزبر و بالکتاب مصحف شامی مین ہے - پس اگر کسی مصحف مین
نہو تو اجماعی مصحف سے مخالف قرارت نہین لی جائیگی کہ وہ شاذ ہے - واضح ہو کہ ملک یوم الدین جمیع مصاحف مین بغیر الف مرسوم ہے (مالک) پس جب یہ
قرارت بجاے مالک کے مَلِک بمعنی سلطان ثابت ہوئی تو یہ بھی ایک جہت سے مصحف سے موافق ہے - پھر یہ جو ہمنے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہو معنی یہ کہ عادل
ضابط ثقہ اپنے مثل سے روایت کرے اسی طرح اوپر تک منتہی ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کل عادل ثقہ ضابط ہین اور باوجود اسطرح صحت سند کے یہ بھی ہو کہ
یہ قرارت اس فن کی ائمہ مین مشہور ہو اور شاذ نہو - شیخ ابو شامہ وغیرہ نے ہر قرارت کی نسبت تواتر کی شرط نہین لگائی اور یہ صحیح ہے اسواسطے کہ قرآن کل متواتر
ہے اور قراءات متواترہ معروف ہین اور چونکہ اللہ تعالی نے بعض قراءات مین وسعت دی تو ہر قرارت کا تواتر مشروط نہین ہے - پھر واضح ہو کہ اگر قرارت منقول
آحاد صحیح ہو لیکن معروف مشہور نہو تو اکثر علمار کے نزدیک اسکو پڑھنا جائز نہین ہے - اسکی مثال یہ کہ سند صحیح سے پہونچا کہ قولہ یاخذ کل سفینۃ غصبا کو ابن
مسعود رضی اللہ عنہ یاخذ کل سفینۃ صالحۃ غصبا پڑھتے یعنی صالحۃ کا لفظ بڑھاتے تھے اور معنی واحد ہین لیکن قرارت مشہورہ نہین ہے پس تلاوت و نماز مین
اسکو نہ پڑھے اسواسطے کہ شاید آخری دور مین یہ نسخ ہوا یعنی محو کیا گیا تو اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہان یہ بھی احتمال ہے کہ
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بطور تفسیر کے آیت کو مع تفسیر کے پڑھدیا اور راوی نے سمجھا کہ انکی قرارت مین یہ کلمہ زیادہ ہے - تفصیل یہ کہ اسکے قصہ
موسی علیہ السلام مین ہے کہ خضر علیہ السلام نے دو یتیمون کی کشتی کو عیبدار کردیا پھر آخر مین موسی علیہ السلام سے بتلایا کہ آگے ایک بادشاہ ظالم ہے کہ وہ کشتی کو
بیگار پکڑتا ہے پس مین نے عیبدار کردی تو مراد یہ کہ درست کشتی کو بیگار پکڑتا ہے پس سفینۃ صالحۃ پڑھدیا تاکہ معلوم ہو کہ عیبدار کرنے سے فائدہ مترتب ہوا
اسواسطے کہ اگر مطلقا کشتی پکڑتا تو وہ عیبدار کشتی بھی پکڑتا اور عیبدار کرنے سے کچھ فائدہ نہوتا اور صالحہ کہنے سے معلوم ہوا کہ وہ ظالم صرف درست
کشتی پکڑتا تھا لہذا عیبدار کرنے سے ان یتیمون کی کشتی بچ گئی - (**التنبیہ**) ابو الفضل الخزاعی نے امام ابوحنیفہ رح کی قراءات جمع کین اور اس
کتاب کو ابو القاسم الہذلی نے نقل کیا - اسکی اسناد ضعیف ہے اور دارقطنی و ایک جماعت نے لکھا کہ یہ کتاب جھوٹ بنائی ہوئی ہے اسکی کچھ اصل نہین ہے
اور شیخ سیوطی رح نے موضوعات مین بھی اسی کی مثال دی - (**تکملہ**) رہا بیان مدرج تو اسکے یہ معنی ہین کہ تفسیر ایسے طور پر بیان کی کہ وہ قرآن سے ملی ہوئی ہو پس
راوی کو شبہہ ہوا کہ یہ قرارت ہے جیسے قولہ تعالی ولہ اخ او اخت فلکل واحد اسکی تفسیر مین سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے پڑھا ولہ اخ او اخت (من ام)
فلکل واحد الآیہ - رواہ سعید بن منصور - قولہ تعالی لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم - ابن عباس رض نے زیادہ کیا - فی مواسم الحج یعنی موسم حج مین
اجازت تجارت ہے - رواہ البخاری - پس ملانے سے مشتبہ ہوتا ہے کہ یہ کلمہ زائد قرارت ہے - قولہ تعالی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون
عن المنکر ویستعینون باللہ علی ما اصابہم - ابن الزبیر رض نے قولہ ویستعینون الخ بطور موعظت تفسیری کے بڑھایا حتی کہ راوی نے کہا کہ مجھے نہین معلوم
کہ یہ انکی قرارت تھی یا بطور تفسیر زیادہ کیا ہے - رواہ سعید بن منصور - لیکن ابن الانباری کی روایت مین جزم ہے کہ یہ کلمہ بطور تفسیر بیان فرمایا اور واضح ہو
کہ ایک جماعت شاگردون مین سے اگر ایک شخص نے سمجھا تو اسکی ناسمجھی سے خلل واقع ہوا کیونکہ شیخین نے تو مصحف امام پر اعتماد کیا کہ جو داخل ہوا وہ اسکی
آیت سے ہے بے تفسیری الفاظ علیحدہ ہونگے لیکن راوی نے اسکو قرارت سمجھ لیا - ابن الانباری نے کہا کہ حسن بصری رح نے پڑھا و ان منکم الا واردہا الورود
الدخول - یعنی تم مین کوئی نہین مگر آئندہ وہ اس جہنم مین وارد ہونے والا ہے ورود بمعنی دخول ہے - شیخ رح نے کہا کہ الورود الدخول یعنی ورود بمعنی دخول ہے -
یہ کلمہ حسن بصری رح نے بطور تفسیر کے بیان کیا حالانکہ بعضے راویون نے غلط فہمی یہانتک کی کہ اسکو قرآن مین ملا دیا - شیخ ابن الجزری رح نے کہا کہ صحابہ و تابعین

رضی اللہ عنہم اکثر اوقات بعض الفاظ کو تفسیر کے طور پر آیت کے ساتھ ملاتے تھے کیونکہ انکو قرآن کے ساتھ اپنے بیان کے لاحق ہونے میں کچھ
التباس نہ تھا بلکہ بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم تو لکھ لیتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسی قسم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ آپ نے واسطے مصحف
لکھوایا اور فرمایا کہ جب اس آیت پر پہونچے کہ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین تو مجھے آگاہ کیجیو۔ پس جب آگاہ کیا تو
لکھوایا ۔ والصلوۃ الوسطی صلوۃ العصر وقوموا الخ۔ کما فی الصحیح ۔ یہ صریح ہے کہ اس تفسیر کو جو حضرت صلعم سے سنی تھی بطور حفظ کتابت کے یہاں لکھوادی
کیونکہ انکو آیت میں کچھ التباس نہ تھا۔ لہذا علما متفق ہیں کہ ما بعد ہر ایک کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم نے تنبیہ فرمائی کہ قرآن کو مجرد رکھو
یعنی اسمیں کوئی کلمہ سوائے قرآن کے نہ لکھو حتی کہ علماء رحمہم اللہ تعالی نے اتفاق کیا کہ سورۃ الحمد کے آخر میں (آمین) نہ لکھی جاوے اور اسی طرح
کسی مقام پر وقف و وصل وغیرہ نہیں لکھا جاتا بلکہ بجائے اسکے اشارہ پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ کیونکہ عوام کو قرآن میں تمیز نہیں ہے۔ (التنبیہ الثانی)
واضح ہو کہ جو کچھ قرآن سے ہے وہ بالضرور اپنی اصل و اجزاء میں متواتر منقول ہونا واجب ہے اور محل و وضع و ترتیب میں بھی تواتر واجب ہے
اسی پر محققین اہل السنہ متفق ہیں۔ لہذا قرأت صحیحہ غیر متواترہ کا پڑھنا نہیں جائز ہے اگرچہ فقہاء نے مشہور قرأت سے اعمال و احکام علمی
استنباط کیے کیونکہ عمل نیک کے واسطے تو خبر واحد کافی ہوتی ہے اور یہ تو مشہور ہے لیکن قطعی اعتقاد کے لیئے متواتر ہونا شرط ہے۔ پس جو متواتر
منقول ہو تو اسکی نسبت قرآن ہونیکا یقین قطعی نہیں ہوگا۔ اور چونکہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے قرآن متواتر منقول ہے تو قطعی حکم ہوا کہ جو اس
اجماع و تواتر میں نہو وہ قطعًا قرآن نہیں ہے۔ اسی وجہ سے مالکیہ و حنفیہ نے کہا کہ ہر سورۃ کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم متواتر نہیں ہے پس
وہ جزو سورۃ نہیں ہے شیخ سیوطی رح نے جواب میں تکلف کیا۔ اور اسی قدر جواب کافی ہے کہ ہم اسکو قطعًا قرآن و ہر سورۃ کا جزو نہیں کہتے ہیں بلکہ
عمل کرنے کے واسطے ہر سورۃ کے اول میں پڑھ لینے کا حکم نکالتے ہیں اور نماز میں بہت سی دعائیں سوائے قرآن کے جائز و مسنون ہیں (التنبیہ الثالث)
واضح ہو کہ بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین سے بعضے اقوال نقل کیئے گئے کہ مثلاً فلاں کے نزدیک یہ کلام بھی قرآن سے ایک سورۃ تھا
اور فلاں کے نزدیک یہ سورۃ قرآن میں سے نہیں تھا۔ چنانچہ فخر رازی رح نے لکھا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورۃ فاتحہ و معوذتین
کی نسبت کہتے کہ قرآن میں سے نہیں ہیں چنانچہ بعض کتب قدیمہ میں مذکور ہے۔ یہ لکھکر کہا کہ اس سے نہایت سخت اعتراض وارد ہوتا ہے
جسکا جواب بہت دشوار ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ائمہ محدثین جنپر نقول کی تنقید کا مدار ہے از انجملہ ابن حزم و نووی وغیرہ نے کہا کہ
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول صحیح نہیں ہوا اور شیخ ابن حجر رح نے بروایت احمد و ابن حبان والطبرانی والبزار وغیرہ نقل کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے
معوذتین کے کتاب اللہ میں ہونے سے انکار کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایات صرف روایت واحدہ ہیں اور ہر ایک محدث نے اپنی اپنی
کتاب میں نقل کیا لیکن روایت واحدہ ہے اور قرآن کے مصاحف میں اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم حاصل ہے اور وہ متواتر ہے پس متواتر
و اجماع کے مقابلہ میں متواتر چاہیئے تو البتہ کچھ ثبوت ہو اور کمتر یہ کہ مشہور ہو حالانکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہزاروں شاگردوں
و دیکھنے والوں میں سے کوئی نقل نہیں کرتا سوائے ایک راوی کے حالانکہ آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ آپ نے معوذتین کو نماز میں
پڑھا اور خود قرأت فاتحہ نماز میں متواتر اور خود سبع المثانی والقرآن العظیم اسی کی تفسیر معروف ہے پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف
اس معنی کی نسبت کرنا عجیب ہے حالانکہ عاصم نے زر بن حبیش سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت روایت کی اور یہ مشہور قرأت بلکہ متواتر
ہے اور اسمیں فاتحہ و معوذتین موجود ہیں پس اسکے مقابلہ میں روایت آحاد مذکور باطل ہے اور واضح رہے کہ بہت سے بد باطن لوگوں نے
ایسی روایات وضع کیں جنہیں ثقہ لوگوں کا سلسلہ ملایا اور یہاں یہ احتمال نہو تو اس سے خالی نہیں کہ ان متواترات سے صحابہ رضی اللہ عنہم

فقط راوی کی غلط فہمی ہے کیونکہ یہ بدیہی کے مخالف ہے اور اسکی مثال ایسی جیسے ریل کے شرکار سے ایک شخص روایت کرتا ہے کہ ہم نے اس گاڑی کو
تیز رفتار گھوڑوں سے چلاتے ہیں حالانکہ سوار ہونے والے وحصہ داروں سے متواتر اسکے خلاف ثبوت ہے تو یہ روایت لامحالہ غلط فہمی ہے۔ (التنبیہ)
زرکشی رح نے لکھا کہ جمہور کے نزدیک قرارات سبعہ جو اس زمانہ میں موجود ہیں سب متواتر ہیں اور بعض نے کہا کہ مشہور ہیں۔ (التنبیہ) شیخ
ابوشامہ وغیرہ نے کہا کہ بعض لوگوں نے زعم کیا کہ حدیث میں جو ہفت حرف مذکور ہیں ایسے یہی قرارات سبعہ مراد ہیں اور یہ غلط محض ہے مترجم کہتا ہے
کہ یہ تو صحیح ہے لیکن حدیث کے ہفت حرف۔ سے اگر قرارات موافق تیسیر قبائل عرب ہو تو یہ امر ظاہر ہے کہ ہر ایک کی آسانی سے اسمیں حصہ آگیا ہوگا لیکن
شیخ سیوطی رح نے محامل حدیث وجوہ کثیرہ بیان کیے ہیں اور شک نہیں کہ حدیث کلمہ جامعہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ بالجملہ حدیث کی تفسیر قرارات
سبعہ نہیں ہیں۔ ابو عبید رح نے فضائل القرآن میں لکھا کہ تفسیر آحاد وشاذ کی تتبع سے مقصود یہ کہ قرارت مشہورہ کے معانی واضح ہوں جیسے قولہ تعالےٰ
فاقطعوا ایدیہما متواتر ہے اور قرارت ابن مسعودؓ فاقطعوا ایمانہما۔ یعنی دائیں ہاتھ کاٹو۔ اس سے تفسیر ایدی۔ کی مل گئی کہ دایاں مراد ہے مترجم کہتا ہے کہ چور کی سزا میں
ائمہ حنفیہ بدون مشہور کے قرآن پر زائد معنی جائز نہیں رکھتے تو اسکے طور پر کہا جاوے کہ قرارت شاذ بمنزلہ خبر الواحد ہے پس جیسے خبر الواحد سے تفسیر ہوا تو
تو وہ آیت کی طرف نسبت ہوتی ہے گویا آیت سے دایاں کاٹنا ثابت ہے۔ لیکن مخفی نہیں کہ اس وقت حکم قطعی نہیں ہوتا تو چور کے حق میں دایاں ہاتھ
قطع کرنے میں بدون قطعی کے جواز کیونکر ہوا۔ اور میرے نزدیک یوں کہا جاوے کہ سزا سے قطع عملاً متواتر ہے تو دایاں کاٹنا مشہور تھا فافہم۔

(نوع ثامن وعشرون) تلاوت میں وقف وابتدا کا بیان۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ قرآن میں مقامات
وقف وابتداء کا جاننا واجب ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کلام میں برہان صریح ہے کہ اسکے سیکھنے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور ہمارے
نزدیک جب متواتر اسکا اعتبار آگیا تو صحیح ہوا اور سلف صالحین نے اس جانب توجہ کامل رکھی چنانچہ اماموں کی تصریحات اس بارہ میں مشہور معروف ہیں شعبی رح نے
کہا کہ جب تو پڑھے۔ کل من علیہا فان۔ تو سکوت مت کر یہاں تک کہ۔ ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔ پڑھ لے۔ روا ہ ابن ابی حاتم۔ اور مترجم کہتا ہے
کہ علما رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل عجم کے واسطے وقف تام ولازم وحسن وغیرہ لکھدیے ہیں پس وقف لازم پر توقف ہے اور جہاں وقف
نہیں ہے وہاں وقف بچنا چاہیے۔ اور جہاں (ج) ہے وہاں وقف ووصل دونوں جائز ہیں۔ اور اسکے اقسام کی تفصیل ایسے لوگوں کے کام آمد نہیں بلکہ غیر
مفہوم ہے جو عربی نہیں جانتے ہیں۔ م۔ ابن ابی الہذیل نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس امر کو مکروہ جانتے کہ آیت میں سے کچھ پڑھی جاوے اور
کچھ چھوڑی جاوے۔ روا ہ سعید بن منصور باسناد صحیح۔ اور سانس ٹوٹنے کا سکتہ جائز ہے لیکن چاہیے کہ دراز بقدر وقف ہو اور جہاں وصل
چاہیے وہاں وصل کرے۔ (نوع تاسع وعشرون) واضح ہو کہ قرآن حفظ کرنا اس امت پر فرض کفایہ ہے۔ امام جوینی رح نے فرمایا کہ اسمیں بھید
یہ کہ تواتر منقطع نہو اور تحریف وتبدیل کا شبہہ نہونے پاوے پس اگر اسقدر کثیر جماعت نے حفظ کر لیا تو باقیوں پر گناہ نہیں ہے اور اسی طرح قرآن
پڑھانا وپڑھنا بھی فرض کفایہ وافضل القربات ہے۔ حدیث میں ہے کہ تم میں بہتر وہ جسنے قرآن پڑھا اور پڑھایا۔ کما فی الصحیح۔ اور زمانہ صحابہ وتابعین
رضی اللہ عنہم سے برابر یہی چلا آتا ہے۔ **النوع الثلثین** حروف میں سے ہر ایک کے لیے علیحدہ مخرج ہے لیکن
بعض حروف باہم متقارب ہیں لہذا قاریوں وقدما نحویوں کے نزدیک صحیح یہ کہ سترہ یا سولہ ہیں جنکا مختصر بیان یہ کہ (اول جوف) اور یہ الف وواو ویا کے
لیے جب الف سے پہلے فتحہ اور واو سے پہلے ضمہ اور یا سے پہلے کسرہ ہو۔ (دوم انتہاء حلق) ہمزہ وہا کے لیے ہے۔ (سوم وسط حلق) عین وحاء مہملہ کے
لیے ہے۔ (چہارم اول حلق) غین وخاء نقطہ دار کے لیے ہے۔ (پنجم انتہائے زبان متصل حلق) قاف کے لیے ہے مع اس مقام کے اوپر تالو کے (ششم وسط زبان
واسکے اوپر تالو) جیم وشین ویا کے لیے ہے۔ (ہفتم زبان کا کنارہ بائیں جانب داڑھ سے متصل) حرف ضاد منقوطہ کے لیے (ہشتم) شروع

کنارہ زبان وتالو حرف لام کے لیے ہی (نہم مخرج لام سے کچھ نیچے) حرف نون کے لیے ہی (دہم مخرج نون کے قریب) حرف راء جہاں کے لیے لیکن زبان کی پشت مین دخل زیادہ ہی خصوصاً جبکہ متحرک و بھری پڑھی جاوے۔ (یازدہم کنارہ زبان اول وادپرکے اگلے دانتون سے چڑھاکر مقابل کے تالوسے) حرف طاء و تاء و دال کے لیے ہی۔ (دوازدہم درمیان کنارہ زبان اول و نیچے کے اگلے دانتون سے کچھ اوپر) حرف صاد و سین و زاء کے لیے ہی (سیزدہم ابتدائے زبان کا کنارہ اور اوپر کے اگلے دانتون کا کنارہ) یہ مخرج ظاء و ثاء و ذال کے لیے ہی (چہاردہم نیچے ہونٹ کے اندرونی رخ اور اوپر کے اگلے دانتون کے کنارہ سے) حرف فاء نکلتا ہی۔ (پانزدہم دونون ہونٹون کے درمیان سے) باء و میم و واو بغیر مد نکلتے ہین (شانزدہم غنہ کے لیے بانسہ) ادغام و نون و میم ساکن کا مخرج ہی۔ واضح ہو کہ اہل دل و بندگان حق محض خلوص سے خوبی قراءت و ترتیل کے قواعد حاصل کرتے ہین (**تنبیہ**) جس قاری نے امراء کے واسطے تجوید حاصل کی تاکہ مخلوق کے ہاتھ فروخت کرکے کچھ حقیر دنیا حاصل کرے وہ جہنم مین جلایا جائیگا۔ واضح ہو کہ لوگون نے قرآن پڑھنے مین راگ کی آوازین نکالی ہین اور یہ معصیت شدیدہ ہی اور ایسے ہی لوگون کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ اور جو کوئی انکو پسند کرے انکے دل فتنہ مین ڈوبے ہین۔ (**فائدہ**) قرآن کی تعلیم پر اجرت جائز ہی بدلیل حدیث بخاری کہ جسپر تم اجرت لو توا حق کتاب اللہ ہی بعض نے کہا کہ ٹھہرانا نہین جائز ہی۔ بعض نے کہا کہ مطلقاً نہین جائز ہی اور یہی قول ابو حنیفہ رح کا ہی کیونکہ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے اہل الصفہ مین سے ایک کو قرآن تعلیم کیا پس اسنے عبادہ رض کو ایک کمان ہدیہ بھیجی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تجھے آگ کا طوق پہننا خوش آتا ہو تو اسکو قبول کرلے۔ رواہ ابوداود۔ مترجم کہتا ہی کہ متاخرین مشائخ نے دیکھا کہ ظالم بادشاہون نے بیت المال پر غلبہ کرلیا اور عیش و عشرت مین اڑانا شروع کیا اور علماء و حفاظ قرآن اپنی محنت مزدوری پر رہے حتی کہ اگر پڑھانے بیٹھ جاوین تو کھانے کو نہ پاوین پس فتوی دیا کہ تعلیم القرآن کی اجرت جائز ہی کما فی القاضی خان والعالمگیریہ والدر وغیرہ۔ (**فائدہ**) اللہ تعالی نے قراءت قرآن کے ساتھ مومنین کو خاص کیا اور یہ کرامت عالیہ ہی اور ملائکہ اسکے سننے کے مشتاق رہتے ہین اور حلقۂ ذکر مین حاضر ہوتے ہین۔

(**النوع الحادی والثلثین**) آداب تلاوت۔ قرآن کی تلاوت و قراءت مین جہانتک ممکن ہو کثرت کرنا بہت خوب ہی۔ قال تعالی یتلون آیات اللہ آناء اللیل الآیہ۔ حدیث ابن عمر رض مین ہی کہ ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالی نے قرآن دیا پس وہ اوقات شب و روز مین اسکی تلاوت کرتا ہی (الصحیحین) حدیث ابن مسعود رض مین ہی کہ جسنے کتاب اللہ مین سے ایک حرف پڑھا اسکے واسطے ایک نیکی اور دس گونہ ہی اور مین (الم) کو ایک حرف نہین کہتا بلکہ الف ایک حرف اور لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہی۔ حدیث ابو سعید الخدری رض مین ہی کہ اللہ عز وجل فرماتا ہی کہ جس شخص کو قرآن کی تلاوت نے اپنی طرف مشغول کرکے مجھسے دعاء و ذکر سے روک لیا ہو مین اسکو سب دعا کرنے والون سے افضل عطاء فرماؤنگا اور کلام الٰہی کا درجہ سب کلام سے اسقدر بلند ہی جیسے اللہ تعالی کا درجہ اپنے مخلوق پر بلند ہی۔ (الترمذی) یعنی کلام الٰہی عزوجل کے مقابلہ مین کوئی کلام نہین ہوسکتا نہ کوئی دعا ہی کیونکہ اللہ تعالی کی جناب مین کسی مخلوق کو کچھ نسبت نہین ہی۔ م۔ حدیث ابوامامہ رض مین ہی کہ تم لوگ قرآن پڑھو کہ وہ قیامت مین اپنے پڑھنے والون کے لیے شفیع ہوگا۔ (رواہ مسلم) حدیث عائشہ رض مین ہی کہ جس گھر مین قرآن پڑھا جاتا ہی آسمان والے اسکو اسطرح باہم دیکھتے ہین جیسے زمین والے ستارون کو باہم دیکھتے ہین۔ حدیث انس رض مین ہی کہ اپنے گھرون کو نماز و تلاوت قرآن سے منور کرو۔ حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ مین ہی کہ میری امت کی سب سے افضل عبادت قرآن کی تلاوت ہی۔ (البیہقی)

(**فصل**) مقدار تلاوت۔ سلف سے اس بارہ مین مختلف روایات ہین اور انتہاء زیادت کی روایت یہ کہ بعض نے دن مین چار ختم اور رات مین چار ختم کیے اور اسکے بعد بعض سے شب و روز مین چار ختم اور بعض سے تین ختم اور بعض سے دو اور بعض سے ایک ختم مروی ہی

حالانکہ ابن ابی داؤد رحؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسے ختم کی مذمت روایت کی چنانچہ مسلم بن مخراق نے پوچھا کہ اے ام المومنین بعض آدمی
رات و دن میں دو بار ختم کرتا ہے فرمایا کہ اسکا پڑھنا اور نہ پڑھنا برابر ہے حالانکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں تمام رات نماز
میں قیام کیا اور آپ نے سورۂ بقرہ و آل عمران و نساء پڑھی اور جس آیت رحمت پر آتے تو دعا و رغبت کرتے اور جس آیت عذاب پر آتے تو پناہ
مانگتے و دعا کرتے تھے۔ واضح ہو کہ حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جسنے تین شب روز سے کم میں قرآن ختم کیا وہ سمجھ نہیں پاتا ہے رواہ
ابوداؤد والترمذی وصححہ۔ لہذا علماء کے نزدیک تین روز میں ختم خوب ہے اور اوسط یہ کہ سات روز میں ختم کرے اور یہ بہت خوب اور اسی پر اکثر صحابہ
و تابعین کا عمل تھا۔ اور صحیحین میں بھی عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو حکم دیا تھا۔ ابن ابی داؤد رحؒ نے مکحول رحؒ سے روایت کی کہ صحابہ رضی اللہ
عنہم میں قوی لوگ سات روز میں ختم کرتے تھے اور بعض ایک ماہ و بعض دو ماہ اور بعض اس سے زیادہ مدت میں ختم کرتے۔ فقیہ ابواللیث نے
بستان میں کہا کہ سال میں دو بار ختم کرنا چاہیے اگر اس سے زیادہ نہ ہوسکے۔ حسن نے ابو حنیفہ رحؒ سے روایت کی کہ جسنے سال میں دو بار ختم کیا تو اسنے
قرآن کا حق ادا کیا کیونکہ سال وفات میں جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو بار دور کیا تھا۔ بعض علماء نے کہا کہ چالیس دن سے
زیادہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ حدیث عبداللہ بن عمرو میں ہے کہ کس مدت میں قرآن ختم کیا جاوے فرمایا کہ چالیس روز میں (ابوداؤد) لیکن مترجم
کہتا ہے کہ اس سے زیادت میں کراہت نہیں نکلتی ہے کیونکہ سیاق حدیث تو کثرت میں ہے۔ م۔ نووی رحؒ نے کہا کہ مختار یہ کہ مقدار تلاوت و ختم بلحاظ
لوگوں کے مختلف ہے پس جس شخص کو لطائف علوم ظاہر ہوتے ہوں وہ صرف اسقدر پڑھے جس سے تدبر و تفکر و تذکر خوب ہو۔ اسی طرح جو شخص علم پڑھانے
وغیرہ میں مشغول ہو وہ اسی قدر پر اکتفا کرے کہ مہمات دینی کا مقصود ہاتھ سے نجاوے اور جس شخص میں یہ باتیں نہ ہوں وہ اسقدر پڑھے کہ ملال اکتانا ظاہر نہ ہو

(مسئلہ) قرآن بھولنا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کیے گئے پس میں نے اسمیں اس سے بڑھکر
گناہ نہیں دیکھا کہ کسی کو قرآن سے سورۃ یا آیت دی گئی تھی اسنے بھلائی۔ (ابوداؤد وغیرہ) جسنے قرآن پڑھا پھر بھلایا تو اللہ تعالیٰ سے ملیگا
ایسی حالت سے کہ مجذوم ہوگا۔ (ابوداؤد وغیرہ) حدیث میں ہے کہ قرآن کا تعاہد رکھو قسم اسکی جسکے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے
کہ وہ قلوب سے نکل جانے میں اس سے بڑھکر ہے کہ اونٹ اپنے بندھن سے نکل جاوے۔ (الصحیحین) مترجم کہتا ہے کہ علماء حنفیہ رحمہم اللہ نے کہا کہ بھول
جانے کی حد یہ کہ قرآن مجید کو مصحف میں دیکھکر نہ پڑھ سکے کما صرح بہ فی الفتاوی۔ م۔ (المسئلہ) تلاوت قرآن کے لیے وضو مستحب ہے
کیونکہ حدیث میں ثبوت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذکر الٰہی عزوجل حتی کہ سلام کے واسطے طہارت پسند فرماتے حالانکہ قرآن مجید کی
تلاوت تو سب اذکار سے افضل ہے لیکن بے وضو کے بھی تلاوت جائز ہے کیونکہ سلف سے یہ امر ثبوت ہوا ہے۔ (المسئلہ) جنب حائض
یعنی جس آدمی پر طہارت غسل واجب ہو یا جو عورت حالت حیض و نفاس میں ہو اسپر تلاوت حرام ہے اور پوری تفصیل عین الہدایہ وغیرہ میں ہے

(المسئلہ) مستحب ہے کہ تلاوت کے واسطے پاکیزہ جگہ میں خشوع کے ساتھ قبلہ رخ ہوکر سکون و وقار کی ہیأت سے بیٹھے اور مسواک سے
منھ صاف کر لے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ تمھارے منھ قرآن کی راہیں ہیں انکو مسواک سے پاکیزہ کرو۔ (البزار باسناد جید
وابن ماجہ موقوفا) اور قراءت سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لے اور نووی رحؒ نے کہا کہ یہی صیغہ مختار ہے اور اسی کے مانند صاحب الہدایہ کا
مختار ہے اور اگر کسی قوم پر گزر ہوا تو انکو سلام کرکے قراءت کرنے لگے اور بہتر یہ کہ تعوذ پڑھ لے۔ جزری رحؒ نے کہا کہ ائمہ قراءت کے نزدیک مختار یہ
کہ تعوذ کو جہر سے پڑھے۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ آہستہ پڑھے پھر انمیں سے جمہور کے نزدیک آہستہ کے معنی یہ کہ خود سنے اور بعض نے کہا
کہ بدون تلفظ کے دلی ذکر مراد ہے۔ سوائے سورہ براءۃ کے ہر سورہ کے اول میں بسم اللہ پڑھنا لازم سمجھے کیونکہ بعض علماء کے نزدیک وہ سورہ کی

آیت ہی تو ختم مین خلل ہوگا۔ اگر درمیان سورہ سے پڑھے تو بھی شافعی رح سے منصوص ہے کہ بسم اللہ پڑھ لے۔ قرائ نے کہا کہ بعض مقامات ایسے ہین
کہ وہان ضمیر بجانب حق تعالی ہے جیسے قولہ تعالی پارہ ۲۵۔ الیہ یرد علم الساعۃ الخ۔ اور۔ وہو الذی انشأ جنات معروشات الآیۃ۔ پس یہان
بسملہ پڑھ لینا موکد ہے کیونکہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے بعد ہی شروع کرنے مین مبہم ضمیر ناگوار ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ دیگر آداب عین الہدایہ فتاوی
ہندیہ کی کتاب الکراہیۃ وآداب سے تلاش کرو۔ م۔ تلاوت کے واسطے مانند دیگر اذکار کے نیت کی ضرورت نہین ہے۔ ترتیل سنت ہے۔ حدیث
ام سلمہ رضی اللہ عنہا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قرات صاف صاف حرف حرف ہے۔ (ابوداؤد وغیرہ) حدیث انس رض مین صفت تلاوت
بالمد ہے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یعنی اسم اللہ کھینچکر اور الرحمن دراز کرکے اور الرحیم کشیدہ مد سے (صحیح البخاری) اسی طرح ختم آیت پر دراز کرنا
مسنون ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک نے کہا کہ مین مفصلات کو ایک رکعت مین ختم کرتا ہون فرمایا کہ اشعار کی طرح روان دوان ہوتا ہے ایک
قوم قرآن پڑھینگی جو انکے حلق سے نیچے نہین اتریگا ولیکن جب دل مین پڑتا ہے تو نفع دیتا ہے۔ (الصحیحین) قیامت مین قاری سے ارشاد ہوگا
کہ تلاوت شروع کر اور درجات جنت پر چڑھ اور جیسے دنیا مین ترتیل کرتا تھا اسی طرح ترتیل کر کہ تیرا مقام عالی آخر آیت پر ہوگا۔ (السنن وغیرہ)
شرح المہذب مین ہے کہ علماء رح نے اتفاق کیا کہ قرات مین افراط کی تیزی مکروہ ہے اور بالاتفاق ایک پارہ ترتیل کے ساتھ پڑھنا دو پارہ بغیر ترتیل کے
افضل ہے۔ اقول پس شیخ جزری رح نے جو بعض علما سے نقل کیا کہ دونون برابر ہین قول ضعیف خلاف اجماع ہے اور واضح ہو کہ اس زمانہ مین ماہ
مبارک رمضان مین تراویح کے ختم مین مختلف طریقے جاری ہین اور حفاظ بوجہ لالچ مال کے بہت تیزی کے ساتھ تین چار ختم کرتے ہین گویا اصل
مقصود مال ہے حالانکہ اس مبارک وقت مین کہ ثواب حسنات سات سوگونہ وزیادہ ہے تو روا نہین کہ اسکو اتنی حقیر دنیا کے عوض فروخت کیا جاوے
لیکن جنھون نے مال یا وہ درجات ثواب مین اچھے ہین وا ما م حافظ محروم ولعوذ باللہ من ذلک اللہم وفقنا لما تحب وترضی وانت الولی الحمید۔
اور بعضے بہت تیزی کرتے اور بعضے رات مین ختم کرتے ہین حالانکہ مقتدی نظم الفرقان سننے ہی سے محروم ہے تو معانی سمجھنے کا کیا ذکر ہے۔ اور احسن
و اعلی یہ تھا کہ ترتیل کے ساتھ ایک ختم ہو یا خاص مقتدیون کے اتفاق وقوت سے دو ختم زائد وقت مین ہون اور فرائض وسنتہ کا اہتمام
مزید رکھا جائے اور پھر ایک مقتدی کمزور وا جیر وپیشہ ور کا لحاظ ہو اور ترحم سے انکو خوشدل وعبادات الہی مین انکی اعانت کیجاوے تاکہ اہل اسلام
کی کثرت وباہم موافقت کا ثواب عظیم حاصل ہو واللہ سبحانہ تعالی اعلم۔ م۔ حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ ایک رات مین نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد پڑھی آپ نے سورہ بقرہ شروع کرکے پڑھی پھر سورہ نساء پھر سورہ آل عمران آہستہ ترتیل سے پڑھتے جاتے تھے
جب آیت تسبیح پر پہونچتے تو تسبیح کرتے اور جب دعا وسوال پر آتے تو دعا کرتے اور جب پناہ مانگنے کی آیت پر پہونچتے تو پناہ مانگتے (صحیح مسلم)
اسی کے مانند حدیث عوف بن مالک رضی اللہ عنہ مین ہے۔ (ابوداؤد ونسائی وغیرہ) حدیث مین ہے کہ جب کوئی سورہ والتین الزیتون پڑھے اور آخر
آیت یعنی الیس اللہ باحکم الحاکمین۔ پر پہونچے تو کہے بلی وانا علی ذلک من الشاہدین، یعنی مین بھی گواہ ہون کہ البتہ اللہ تعالی احکم الحاکمین ہے۔ اور جو
لا اقسم کے ختم پر پہونچے الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی۔ تو کہے کہ بلی، یعنی کیون نہین یعنی بیشک اللہ تعالی قادر ہے کہ مردون کو زندہ کرے
اور جو شخص والمرسلات کے ختم۔ فبای حدیث بعدہ یومنون۔ پر پہونچے تو کہے۔ آمنا باللہ۔ یعنی ہم اللہ تعالی پر ایمان لائے۔ (ابوداؤد والترمذی)
اور حدیث مین سورہ الرحمن کی قرات مین فبای آلاء ربکما تکذبان، مین آیا کہ کہے لا بشئی من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد۔ یعنی ہمارے پروردگار ہم
تیرے بندے کسی نعمت کو نہین جھٹلاتے ہین پس تیرے ہی واسطے سب شکر وحمد ہے۔ (الترمذی وغیرہ) واضح ہو کہ اچھی اہل تلاوت وہ ہین کہ خشوع
وخضوع سے روتے ہین چنانچہ قولہ تعالی ویخرون للاذقان الآیہ اور احادیث کثیرہ سے ثابت اور خود ظاہر ہے۔ (مسئلہ) خوش آوازی

بطرز عرب پڑھنا مستحب ہی۔ (مسئلہ) راگ ولحن سے پڑھنا ہمارے نزدیک وبقول صحیح شافعیہ کے نزدیک حرام وفسق ہی۔ (مسئلہ)
قرارت قران کا سننا مسنون ہی اور اوسوقت باتین چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم
ترحمون مترجم کہتا ہی کہ ہمارے علما کے نزدیک سننا واجب ہی کیونکہ آیت مین جو حکم ہی اسکو وجوب سے پھیرنے کی کوئی وجہ نہین اسیلیے شیخ نے
آیات سجدہ پر سجدہ کرنا مسنون لکھا اور وہ بھی ہمارے نزدیک واجب ہی اور وہ چودہ مقام مین سورۂ اعراف۔ رعد۔ نحل۔ اسری۔ مریم۔
حج۔ فرقان۔ نمل۔ الم تنزیل۔ فصلت۔ النجم۔ اذا السماء انشقت۔ اقرأ باسم ربک۔ سورۂ ص۔ (مسئلہ) تلاوت قرآن اگر
نماز مین ہو تو فرضیہ سب سے افضل ہی پھر رات مین پھر مغرب وعشا کے درمیان پھر بعد صبح کے پھر جسوقت چاہے پڑھے۔ ایام مین سے یوم عرفہ
پھر جمعہ پھر دوشنبہ پھر پنجشنبہ افضل ہین رمضان کا عشرہ اخیر اور ذی الحجہ کا عشرہ اول افضل ہی جیسے مہینون مین ماہ رمضان افضل ہی۔ ابتدا سے
شب جمعہ سے شروع کرے اور پنجشنبہ کی رات کو ختم کرے کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسے ہی کرتے تھے۔ رواہ ابن ابی داؤد۔ اور افضل یہ کہ
شروع دن مین یا شروع رات مین ختم کرے کیونکہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ قرآن جب اول رات مین ختم کیا تو صبح تک ملائکہ
اوسکے حق مین دعا کرتے ہین اگر آخر رات مین ختم کیا تو شام تک ملائکہ اوسکے حق مین دعا کرتے ہین۔ رواہ الدارمی باسناد حسن۔ (مسئلہ)
ختم کے وقت اہل وعیال واحباب کو جمع کرنا مستحب ہی چنانچہ طبرانی نے ابن عباس سے اور ابن ابی داؤد نے ایک جماعت تابعین سے ایسا کرنا روایت
کیا مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ سلف رضی اللہ عنہم ختم قرآن کے وقت جمع ہوتے اور مجاہد نے فرمایا کہ اوسوقت رحمت نازل ہوتی ہی اور دعا قبول
ہوتی ہی رواہ ابن ابی داؤد۔ اور طبرانی نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ جسنے قرآن ختم کیا اوسکے واسطے ایک دعا ہے مقبول ہی
اور بیہقی نے اسکو حدیث انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہی۔ (مسئلہ) ختم کے بعد ہی چاہیے کہ دوسرے دورہ کو شروع کرے کیونکہ ابی بن کعب نے
روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قل اعوذ برب الناس تک پہونچتے تو سورۂ الحمد پڑھکر سورۂ بقرہ کو الم سے اولئک ہم المفلحون تک
پڑھ لیتے پھر دعا فرماتے تھے رواہ الدارمی باسناد حسن۔ (مسئلہ) ختم کے وقت سورۂ اخلاص یعنی قل ہو اللہ احد تین بار پڑھنا لوگون کا عمل
ہی۔ (مسئلہ) قرآن مجید کو کمائی کا پیشہ بنانا مکروہ تحریمی ہی بخاری نے تاریخ کبیر مین بسند صالح یہ حدیث روایت کی کہ جسنے دنیا دار ظالم کے پاس آکر
نیت سے قرآن پڑھا کہ کچھ رقعت حاصل کرے تو اوسپر بجائے ہر حرف کے دس لعنت ہونگی (مسئلہ) حدیث صحیحین مین منع ہی کہ آدمی
کہے کہ مین فلان آیت بھولا بلکہ یون کہنا چاہیے کہ مجھے بھولائی گئی (مسئلہ) امام ابو حنیفہ و مالک و احمد رحمہم اللہ کے نزدیک میت کو قرات
قرآن کا ثواب پہونچتا ہی اور امام شافعی کے نزدیک نہین پہونچتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ مالی صدقہ کا ثواب بالاجماع پہونچتا ہی۔ (فصل) واضح ہو
کہ زمانۂ اسلام سے پہلے فصحاے عرب قرآن کی فصاحت اور بلاغت سے متعجب تھے اگرچہ وہ لوگ ایمان نہ لائے ہون جنکی تعداد ...
پہونچی تھی پھر زمانۂ اسلام مین اکابر علما و فصحا و بلغا نے برابر اوسکی فصاحت کے آگے سر جھکایا اور غایت کوشش ونکی یہ تھی کہ انہاے بلاغت
فنون قرآن سے حاصل کرین پس اعجاز قرآن مین اسقدر تواتر کے بعد سواے احمق یا بیدینون کے کسیکو کچھ تردد نہین ہو سکتا شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے
اتقان مین بہت تطویل کے ساتھ وجوہ بلاغات کو جمع کیا جو اکابر بلغا و فصحائے نے حاصل کیے تھے۔ چونکہ ہر شخص کو جو عربی نہ جانتا ہو اس سے
استفادہ نہوگا لہذا مترجم نے ناچار اسکا ترجمہ ترک کیا اور حق یہ ہی کہ ترجمہ اوسکو برداشت بھی نہین کرسکتا۔ (النوع الثانی والثلثون)
جاننا چاہیے کہ قرآن مین اللہ عز وجل نے جملہ علوم رحمت جمع فرمائے ہین قال تعالی ما فرطنا فی الکتاب من شئی یعنی ہمنے قرآن مین کچھ کمی نہین چھوڑی
قال تعالی ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی یعنی ہمنے تجھپر یہ کتاب نازل فرمائی حالانکہ اسمین ہر چیز محمود کا بیان ہی حدیث مین ہی کہ میرے بعد

عنقریب فتنہ واقع ہونگے عرض کیا گیا کہ اونسے نجات کی کیا صورت ہے فرمایا کہ کتاب اللہ عزوجل کو مضبوطی سے لو کہ اسمین تمسے اگلون و پچھلون کی
خبر اور تمہارے درمیان حکم ہے رواہ الترمذی وغیرہ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جسکو علم نافع مقصود ہو اوسپر لازم ہے کہ قرآن لے رواہ سعید
ابن منصور۔ شافعی رح نے کہا کہ حدیث شرح قرآن ہے سعید بن جبیر نے فرمایا کہ مجھے جب کوئی حدیث پہنچی تو مین نے قرآن مین اوسکا مصداق پایا رواہ
ابن ابی حاتم۔ بعض علما نے کہا کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قرآن مین موجود ہے جسنے سمجھا اوسنے سمجھا ورنہ اپنا قصور ہے اور اسیقدر
ملتا ہے جس قدر اوسکی کوشش اور سمجھ ہو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم و اکابر مانند خلفاے راشدین و ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم کے اس علم کے
وارث ہوے حتی کہ اونسے یہ آثار صریح مین پھر تابعین محسنین نے اپنی قوت وہمت کے لائق حاصل کیا پھر اوسکے بعد ہمتین کم ہوگئین اور عزم آخرین مین
فتور آگیا حتی کہ جو کچھ صحابہ و تابعین نے اوٹھایا تھا اوسکے اوٹھانے سے عاجز ہوتے گئے اور بجاے اوسکے جہل پیدا ہوتا گیا الحاصل قرآن
مجید مین جمیع علوم موجود ہین لیکن جاہل کا انکار بوجہ اپنے جہل کے ہے۔ (النوع الثالث والثلثین) بعض خواص آیات کے
بیان مین۔ سابق مین مترجم نے فی الجملہ خواص بیان کیے ہین معاذ رضی اللہ عنہ قرضدار تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو دعا بتلائی
جسکو صبح و شام پڑھا کرین قل اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير انك على كل
شيء قدير تولج الليل في النهار وتولج النهار في الليل وتخرج الحي من الميت وتخرج الميت من الحي وترزق من تشاء بغير حساب اسکے بعد پڑھین یا رحمن الدنیا
ورحیم الآخرة تعطي من تشاء منهما وتمنع من تشاء ارحمني رحمة تغنيني بها عن رحمة من سواك (رواہ الطبرانی) ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اگر تم سے کسیکا
گھوڑا سرکش ہو تو اوسکے دونون کانون مین پڑھے افغير دين الله يبغون وله اسلم من في السموات والارض طوعا وكرها واليه يرجعون (رواہ البیہقی)
حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سمندر مین سوار ہو تو پڑھے بسم اللہ مجریہا ومرسیہا الآیۃ وما قدروا اللہ حق قدرہ الآیۃ غرق سے
محفوظ رہے (رواہ ابن السنی) حدیث انس مین ہے کہ جب اللہ تعالی کسی بندے کو مال و اولاد عطا فرماوے تو پڑھے ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
پس سواے موت کے نظر بد وغیرہ سے محفوظ رہیگا۔ (رواہ البیہقی) حدیث سعد بن ابی وقاص مین ہے کہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من
الظالمین کو جو مسلمان کسی مہم مین پڑھے اللہ اوسکو قبول فرماتا ہے (رواہ الترمذی والحاکم) یعنی وہ اس غم سے چھوٹ جاتا ہے چنانچہ ابن السنی کی روایت
مین مصرح ہے جس شخص کے دل مین سختی ہو وہ لیس کو زعفران سے پیالے مین لکھکر پیے تو فائدہ ہو (رواہ الحاکم عن محمد بن علی بن الحسین)
جو شخص اپنے دل مین وسوسہ پاوے تو پڑھے ہو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم اللہ تعالی نجات عطا فرماویگا۔ (رواہ
ابوداؤد عن ابن عباس) ابن مسعود رض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سواے قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس کے تعویذ مکروہ
رکھتے تھے (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن حبان) (مسئلہ) کسی برتن مین آیت قرآن لکھکر مریض کو پلانا حسن بصری و مجاہد و ابو قلابہ و
اوزاعی کے نزدیک مضائقہ نہین اور نخعی رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے شیخ نے کہا کہ ہمارے مذہب مین بھی مضائقہ نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ ہمارے
بعض فتاوی مین بھی یہی لکھا ہے۔ (النوع الرابع والثلاثین) واضح ہو کہ قرآن کی تفسیر کے واسطے پندرہ علوم کی ضرورت ہے
اور بغیر علم و دلیل کے تفسیر کرنا حرام بلکہ قریب کفر ہے جیسے قولہ تعالی مرج البحرين يلتقيان کی تعبیر مین روافض کہتے ہین کہ دونون سمندر سے
مراد علی و فاطمہ ہین اور قولہ تعالی يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان مین لولو سے مراد حسن اور مرجان سے مراد حسین ہین پس یہ ویسا ہی کفر ہے جیسے کسی نے
کہا کہ الٓمٓ مین الف سے اللہ اور لام سے محمد و را سے رام حالانکہ بلا خلاف یہ کفر ہے پس تفسیر حق کے واسطے ان علوم کی احتیاج ہے اول لغت
تاکہ مفردات کی شرح جانے مجاہد رح نے فرمایا کہ کسی مومن کو حلال نہین کہ تفسیر کتاب اللہ مین کلام کرے جبتک وہ لغات عرب سے واقف نہو

اور اسی کے مانند امام مالک سے مروی ہی مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین معتمدین اہل تفسیر پر اکتفا کرنا بہتر ہی لہذا مترجم نے متقدمین اہل سنت پر اکتفا کیا باوجودیکہ حضرت ابن عباس رض سے کلمات کی تفسیر بھی مروی ہی دوم علم نحو کیونکہ اعراب کے اختلاف سے معانی بدل جاتے ہین حسن بصری رحمہ اللہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ وہ زبان عربی یعنی نحو اسواسطے طلب کرتا ہی کہ زبان درست اور قرارت ٹھیک ہو تو فرمایا کہ نیک کام ہی (رواہ ابو عبید) سوم علم صرف کیونکہ جو شخص اس سے غافل ہی وہ جہالت کرتا ہی چنانچہ زمخشری نے لکھا کہ قولہ تعالی یوم ندعو کل اناس بامامہم مین بعض جاہلون نے امام جمع ام بمعنی مان لیا یعنی قیامت مین لوگ اپنی مان کے نام سے پکارے جاوینگے حالانکہ یہ تفسیر اس مقام پر بالکل غلط ہی کیونکہ ام کی جمع امام نہین آتی ہی چہارم علم اشتقاق کیونکہ مختلف مادہ سے مشتق ہونے مین معانی بدلتے ہین پنجم و ششم و ہفتم علم معانی و علم بیان و علم بدیع ہی زمخشری نے کہا کہ اعجاز کلام اللہ کی تفسیر کرنے والا انہی کا لحاظ رکھے کہ نظم خوب و بلاغت کامل سے اوسکی تفسیر مخالف نہو ہشتم علم قرارت اور اسکی ضرورت ظاہر ہی نہم علم اصول دین تاکہ ظاہر آیات بلیغہ سے جاہل کو بد اعتقادی کا وہم نہو حتی کہ ناواقف لوگ مجسمہ وغیرہ گمراہ ہوگئے دہم علم اصول فقہ تاکہ آیات احکام سے طریقہ شرع و اصول کے موافق حکم نکالے۔ یازدہم علم اسباب نزول اور اس کا فائدہ سابق مین مذکور ہوگیا دوازدہم علم ناسخ و منسوخ تاکہ جو حکم محکم باقی ہی وہ معلوم ہو سیزدہم علم فقہ تاکہ سنت سے مخالفت نہو۔ چہاردہم علم احادیث تاکہ مجمل و مبہم کی تفسیر معلوم ہو ان سب کے بعد پانزدہم علم وہبی ہی چنانچہ حدیث مین آیا کہ جو شخص علم کے موافق عمل کرتا ہی اللہ تعالی اوسکو ایسا علم دیتا ہی جسکو وہ نہین جانتا تھا توضیح یہ ہی کہ جو علوم ابتدا مین پہلے حاصل کیے وہ ان قواعد پر مبنی تھے جو مذکور ہوے گویا اوسنے ٹھیک راہ پر قدم رکھا اور آیندہ وہ علوم ہین جو کوئی قاعدہ برداشت نہین کرتے بلکہ وہ افہام الہی عزوجل ہین لیکن وہ کبھی اس اصل سے مخالف نہونگے برخلاف باطنیہ وغیرہ گمراہون کے جو ظاہر شرع سے مخالف امور وہمی خیالی کا دعوی کرتے اور گمراہ ہوتے ہین شیخ ابن ابی الدنیا رح نے فرمایا کہ علوم قرآن ایک سمندر ناپیدا کنار ہی اور یہ چند علوم جو بیان ہوے مفسر کے واسطے بمنزلہ آلات و اسباب ہین یا کسوکر زینہ سیڑھی ہین کہ بدون انکے وہ تفسیر کی راہ مستقیم مین نہین پہونچیگا حتی کہ بدون انکے اپنی راے کی تفسیر گمراہی ہی اگر کہو کہ علم وہبی آدمی کے مقدور مین نہین ہی اسکا جواب یہ کہ ایسا گمان غلط ہی بلکہ جو علم شریعت دیا گیا اوسکے موافق عمل کرے اور دنیا سے بیزار ہو تو اوسکو یہ نور حاصل ہوگا برہان مین مذکور ہی کہ جسکے دل مین دنیا کی محبت یا بدعت یا تکبر ہو یا گناہ پر مصر ہو یا ایمان محقق نہو یا کسی گمراہ و بدعتی کی راے پر اعتماد ہو یا عقل پر بھروسا رکھے وہ علوم و اسرار قرآن سے محجوب ہوگا مترجم کہتا ہی کہ عقل سے مراد انسانی حواس ہین اور عقل حقیقی جو انوار روحی و فہم قلب ہی وہ اوسی شخص کو حاصل ہوتی ہی جو ان ذمائم و رذائل سے پاک ہو اگر کہا جاوے کہ لوگ عقل کے یہی معنی جانتے ہین جنکو تمنے حواس کی ترکیب بیان کیا جواب یہ ہی کہ اسکا عقل نام رکھنا کچھ مضر نہین کیونکہ اہل کفر جنکی یہ شان ہی کہ لیس لہم قلوب یعقلون بہا یعنی وہ قلب نہین رکھتے تو خواہ مخواہ ایسی عقل سے انکار کرینگے پس شیخ کی مراد یہ ہی کہ جو شخص اہل قلب نہو وہ ان علوم سے محجوب ہوگا قال تعالی ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق یعنی جو لوگ اس دنیا مین ناحق اتراتے ہین اونکو اپنی آیات سے پھیر دونگا سفیان بن عیینہ رح نے فرمایا یعنی قرآن کی سمجھ چھین لونگا (رواہ ابن ابی حاتم) ابن عباس رض نے کہا کہ تفسیر چار طرح ہی اول وہ کہ عرب اپنی زبان مین جانتے ہین دوم وہ ظاہر جسکے نہ جاننے پر کوئی معذور نہین ہی سوم وہ تفسیر جسکو علماء جانتے ہین چہارم وہ تفسیر جسکو سواے اللہ تعالی کے اور کوئی نہین جانتا ہی۔ (رواہ ابن جریر و سعید بن منصور) شافعی رح نے فرمایا کہ متشابہات کی تفسیر کسی حدیث یا آثار صحابہ یا علماء سے صحیح نہین ہی (ملتقط الاتقان)

شیخ امام ابن کثیر رح نے مقدمہ تفسیر مین لکھا کہ اللہ تعالی نے حضرت سرور عالم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو جن و انس کل کی جانب رسول فرمایا لہذا حدیث مین وارد ہی کہ بعثت الی الاحمر والاسود (الصحیح)۔ مجاہد رح نے تفسیر فرمائی کہ احمر و اسود سے جن و انس مراد ہین۔ پھر اللہ تعالی نے آپ پر جو

کتاب مجید نازل فرمائی اسکی تعلیم و تفہیم کی جانب کل کو ارشاد فرمایا بقولہ تعالی افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا اور دوسری آیت مین فرمایا کتاب انزلناہ الیک لیدبروا ایاتہ ولیتذکر اولوا الالباب۔ اور دیگر آیات ہین جنمین تعلم قرآن سے غفلت کرنے پر مذمت و انکی بدبختی بیان فرمائی گئی ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ عقل کے نزدیک بھی اس سے زیادہ بدبختی کیا ہوگی کہ ایک شخص سکو نعمت بے زوال حاصل کرنے کو کہا جاوے اور وہ اسکو چھوڑکر متاع حقیر جو چندہی روز مین وبال کے ساتھ زائل ہو جائیگی اختیار کرے جیسے احمق لوگ روپیہ پیسہ کمانے وجمع کرنے مین اسقدر منہمک و مستغرق ہوتے ہین کہ اس نعمت لایزال سے بالکل غافل و منہ موڑتے ہین اور آخر چند روز کے بعد خالی ہاتھ قبر کے غار مین ڈال دیے جاتے ہین انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲م۔ پس واجب یہ ہی کہ علم کے ساتھ اس کتاب مجید کے معارف وکمالات سمجھنے وحاصل کرنے مین ہمت کے ساتھ آمادگی کرین اور ہوشیار ہون کہ انکی حالت مانند یہود کے نہو جاوے کہ انھون نے توریت سے منہ موڑا اور قصص وحکایات باہمی فرقون کی عداوت سے تحریف کرنا انکا شیوہ رہگیا اور بالکلیہ دنیا کے جمع کرنے پر متوجہ ہو گئے۔ اللہ تعالی نے مومنون کو اس بدخصلت واتباع شیطانی سے بتاکید منع کر دیا ہی قال تعالی الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیر منہم فاسقون۔ یعنی مومنون کے واسطے کیا وہ وقت نہین آگیا کہ ذکر آلہی اور قرآن حق کے واسطے انکے دل نرم ہون اور انکو اگلے اہل کتاب کے مانند ہونا چاہیے جنکو کتاب دی گئی تھی سو انپر مدت دراز ہوئی تو انکے دل سخت ہو گئے اور انمین بہتیرے فاسق ہین۔ یہ آیت اہل ایمان و علمائے اسلام کے واسطے ہدایت وموعظت بلیغہ ہی۔ اور اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ کے بعد متنبہ فرمایا کہ اللہ تعالی زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ فرماتا ہی۔ یعنی اسی طرح معاصی وغفلت کے بعد اللہ تعالی دلون کو حیات حقیقی سے زندہ کرتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ امام اوزاعیؒ وغیرہ سے روایت ہی کہ امت اسلامیہ مین جب خرابی ہوگی تو سلاطین و علماء و درویشون سے پیدا ہوگی پس سلاطین تو شرع کی ہتک حرمت و علانیہ فسق وفجور کرینگے اور علما مانند علمائے یہود کے ہو جاوینگے اور درویش مانند رہبان نصاری کے ہونگے۔ یہ علم ماثور اس زمانہ والون کے واسطے بدیہی مشاہدہ ہی جسمین زیادہ توضیح کی ضرورت نہین ہی۔ پس جسکو اللہ تعالی توفیق ایمانی عطا فرماوے اسکو چاہیے کہ ہدایت آلہی یعنی قرآن مجید کو سمجھکر مضبوطی کے ساتھ اسپر مستقیم ہو اور تفسیر قرآن مجید سے علم وفہم حاصل کرے۔ ۱۲م۔ شیخ نے لکھا کہ اگر پوچھا جاوے کہ تفسیر کا عمدہ طریقہ کون ہی۔ جواب یہ کہ اصح واصوب یہ کہ آیات قرآنیہ کی تفسیر خود قرآن سے ہو کیونکہ ایک مقام کی آیات خود دوسرے مقام کی آیات سے تفسیر موجود ہین یعنی مثلاً ایک جگہ اجمالی بلاغت ہی تو دوسرے مقام پر تفصیلی اعجاز موجود ہی۔ ہان اگر کہیں اسکے سمجھنے مین اشکال ہو تو حدیث شریف سے مدد لے کیونکہ احادیث خود قرآن مجید کی تفسیر ہین کیونکہ احادیث بھی آپ پر وحی ہوئی تھین اسیواسطے حدیث مین فرمایا کہ مجھے قرآن عطا ہوا اور اسکے ساتھ مین اسکے مثل عطا ہوا۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید شیطان وسوسہ ڈالدے کہ خود قرآن ہی مین تفصیل کیون نہوئی تو جواب مین غور سے نظر کرنا چاہیے اور اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہیے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید کو درجہ کتابت پر نازل نہین کیا بلکہ اپنا کلام پاک بذریعہ جبرئیل علیہ السلام کے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اسی واسطے قرآن مجید کے معانی ونظم کلام دونون اعجاز ہین اور تلاوت مین بھی ثواب عظیم ہی اور سابق پیغمبرون پر توریت وانجیل وغیرہ جو نازل ہوئین وہ درجہ کتابت مین نازل ہوئین اور انمین صرف معانی مقصود تھے اسی واسطے تمام دیونان وغیرہ کی مختلف زبانون مین تراجم سے بلکہ سریانی وعبرانی کے متعدد اختلافات سے جب باہم فرقون کی عداوت جمع ہوئی تو ہر ایک نے دوسرے کی غلطی ثابت کرنے کو مقامات خاصہ مین ایسی تبدیل وتحریف کی جس سے مقصود یہ تھا کہ اسکے مخالف فرقہ کی غلطی ثابت ہو حالانکہ اس سے کتاب کا اعتماد مرتفع ہو گیا اور کبھی اعتماد باقی رہیگا حالانکہ صرف ایک کتب خانہ مین مجلدات کے مقابلہ سے

دو ہزار غلطیان مخالف نکلین اور متعدد کتب خانون کے مقابلات سے جو غلطیان نکلین انکا مجموعہ حسب تصریح اہل کتاب کے ایک لاکھ سے زائد ہی اور مترجم
بہ بہت کم مقدار لکھی ورنہ خود یہود و نصاری کی تصریحات اس سے بہت زائد ہین اور انکا دعوی ہی کہ یہ صرف پڑھنے کی غلطی ہوئی ہی۔ مترجم کہتا
ہی کہ اچھا وہ کسی طرح ہوئی ہو بہر حال یہ اعتماد باقی نہین رہا کہ اصل مین کیا لفظ تھا۔ اب جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید کو نظم و معانی
دونون طرح سے اعجاز فرمایا حتی کہ وہ زمانہ صحابہ و تابعین سے برابر امت کے صدور مین حفظ چلا آتا ہی جسمین کچھ اختلاف نہین ہی اسیواسطے اگلی
کتابون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی صفت مین یہ بھی آیا کہ ان کی انجیل انکے سینون مین محفوظ ہوگی۔ پس اللہ تعالی نے اعجاز سے
قرآن پاک کو قابل حفظ فرمایا اور اسکی تفسیر مشکل کے واسطے سنت سے وحی فرمائی حتی کہ کاملین علماء رحمہم اللہ تعالی بغیر حدیث کے اسکی تفسیر سمجھ
سکتے ہین اور کم درجہ والون کے واسطے ضرورت ہی اسی واسطے محققین علماء رحمہم اللہ تعالی کے نزدیک تفسیر کے واسطے حدیث پر توقف نہین
ہی یعنی کسی مقام کی تفسیر اس امر پر متوقف نہین ہی کہ بغیر حدیث کے اسکا علم ظاہر نہو اسیوجہ سے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اصح طریقہ تفسیر یہ ہی کہ قرآن
کی آیات کو خود دیگر آیات قرآنیہ سے تفسیر کیجاوے اور واضح ہو کہ بعض مقام پر تفسیر مجمل کے واسطے مفصل ہی اور بعض مقامات پر ایک معنی کی تفسیر
کے لیے دوسرے مقام کا حکم کافی ہی۔ ہم۔ پھر اگر کسی شخص سے آیات کی تفسیر کا ادراک نہو سکے تو وہ حدیث مین تتبع کرے اور حدیث کی اسناد بھی اللہ تعالی
نے اسی امت کے واسطے خصوصیت فرمائی ہی کیونکہ اہل کتاب یہود و نصاری مین اسناد ایسے گم تھے کہ بہت سے پریشان قصص و اہیات
حکایات بناکر داخل کی گئین اسی واسطے اہل کتاب کے قصص جہالات واہیہ ہین چنانچہ تفسیر مین انشاء اللہ تعالی بعض مقامات پر اسی
تنبیہ کی غرض سے بعض حکایات و قصص نقل کیے جاوینگے۔ اور یہ سلسلہ کذب زیادہ تر ان لوگون سے شائع ہوتا ہی جو وعظ گوئی اپنا پیشہ
کر لیتے ہین۔ اور وہ عوام کی دلچسپی و رونق مجلس کی غرض سے اور کبھی رلانے اور کبھی خوش کرنے کے مطلب سے بہت سی حکایات بناکر
یا انہین اپنی طرف سے حسب موقع و محل کمی بیشی کرکے بیان کرتے ہین اور بہت سے عابد و زاہد لوگ اس بلا مین اسوجہ سے مبتلا ہو جاتے تھے
کہ وہ اسمین بھلائی خیال کرتے ہین چنانچہ اسکے مفصل وجوہ کو مترجم نے مقدمہ شرح صحیح بخاری شریف مین بیان کیا ہی اور یہ آفت اس امت مین
بھی پھیلی اور اب بھی مشاہدہ موجود ہی لیکن اللہ تعالی نے اس امت مین علماء محققین پیدا کیے جنھون نے ہر ایک بیان کرنیوالے سے اسکی بات کو
قبول نکیا جبتک اسنے اسناد سے نہین بتلایا کہ اسنے کس بزرگ کے ذریعہ سے پائی تاکہ انتہا پر معلوم ہو کہ یہ کسی صحابی کا قول ہی یا خود آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان شریف ہی پھر اسپر بھی بعض ایسے جھوٹے لوگ پیدا ہوے جنھون نے یہ اسناد بھی دروغ بنائی لیکن جب اس شخص کا حال دریافت
ہوا کہ عادل نہین ہی اور سواے اسکے کوئی ثقہ شاگردون سے نقل نہین کرتا اور ثابت ہوا کہ یہ شخص تو فلان بزرگ کے شاگردون مین سے بھی نہین ہی تو
پس رد کر دیا گیا۔ غرض کہ نہایت حفظ و اتقان و عدالت و ثقہ حالت کے ساتھ انھون نے حدیث و آثار کو قبول کیا ورنہ رد کر دیا اور اسکا مفصل
بیان مع توضیح و مثالون کے مقدمہ شرح صحیح سے حاصل کرو۔ ہم۔ پھر جب قرآن مجید کی تفسیر ہمکو دیگر آیات قرآنی یا حدیث سے حاصل نہوئی تو ہمنے
صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال اختیار کیے اور انکو بھی اسی طرح صحیح اسانید کے ساتھ پرکھ لیا پس جب اسناد صحیح سے معلوم ہوا کہ بیشک صحابی نے
یہ تفسیر بیان کی تو ہمنے اسپر اعتماد کیا اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اول تو خود نزول وحی کے وقت حاضر تھے اور موقع و محل سے واقف تھے دوم
فیض برکت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے انکو معارف و اسرار قرآن کے واسطے فہم خاص حاصل تھی اور خود انکے اعمال صالحہ مقبول جناب
باری عزوجل تھے۔ سوم اللہ تعالی نے انکے مومنین کاملین و مقبولین ہونے پر نص فرمائی ہے بقولہ تعالی اولئک ہم المومنون حقا۔
اور بقولہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ اور بکثرت آیات انکے کمالات ایمانی کے بارہ مین منصوص ہین اور انکے سواے طبقہ ثانیہ مین یعنی تابعین

رحمہم اللہ تعالیٰ مین بلکہ تبع تابعین مین بھی فی الجملہ نصوص حدیث وارد ہین لیکن کمال بیانی خصوصیت اعیانی انہین نہین ہی پس اقوال صحابہ و
اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم تو نص قرآنی سے مومنین کاملین کے اقوال و اجماع ہین اور مترجم نے تحت قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع
الصادقین۔ وغیرہ مین توضیح مزید لکھی ہی بالجملہ یہان یہ غرض ہی کہ جب تفسیر بآیت و حدیث نہو تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال معتبر ہین خصوص
خلفاے اربعہ و باقی عشرۂ مبشرہ و ائمہ صحابہ مثل حضرات عبد اللہ بن مسعود و ابن عباس و ابن عمرو وغیرہم کے اور سابق مین مترجم نے اتقان سے مفسرین
صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو نقل کیا ہی شیخ رح نے لکھا کہ ابو عبد الرحمن السلمی رح سے روایت ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو ہمکو قرآن پڑھاتے تھے وہ لوگ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید حاصل کرتے اور جب دس آیات پڑھ لیتے تو آگے نہین پڑھتے یہانتک کہ ان آیات مین جو حکم عمل ہی اسپر عمل کرتے پس
فرماتے تھے کہ ہمنے علم و عمل ساتھ ہی حاصل کیا ہی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ دربارۂ تفسیر کے معروف ہین چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح اسناد کے
ساتھ روایت آئی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا ترجمان القرآن ابن عباس ہی شیخ رح نے لکھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ۳۲ھ ہجری مین انتقال
کیا حالانکہ اسی زمانہ مین ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حق مین یہ مدح فرمائی تھی پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ بعد اسکے چھتیس ۳۶ برس تک زندہ رہے
پس خیال کرنا چاہیے کہ بعد اسکے اسقدر مدت دراز مین کسقدر معارف و علوم حاصل کیے ہونگے۔ مترجم کہتا ہی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ زمانۂ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین لڑکے تھے اور بعد آپ کے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم مہاجرین و انصار مین سے جس بزرگ کے پاس جو علم تھا
ہر ایک سے لیکر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جمع کیا علاوہ برین قرآن مجید کے اسرار حرفاً حرفاً کثرت مزاولت کے بعد کھلتے جاتے ہین چنانچہ سابق مین
یہ توضیح گذر چکی ہی اسیواسطے علمار رحمہم اللہ تعالیٰ اسکو اسقدر بار بار تلاوت سے نہین گھبراتے بلکہ شوق روز بروز بڑھتا جاتا ہی۔ م۔ اعمش رح نے ابو وائل
سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت مین موسم حج مین عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو حاجیون کا سردار مقرر فرمایا تھا پس
خطبۂ حج مین ابن عباس رض نے سورۂ بقرہ یا سورۂ نور تلاوت کرکے اسکی ایسی خوب تفسیر بیان فرمائی کہ اگر اسکو نصاریٰ روم اہل ترک و دیلم سنتے
تو مسلمان ہو جاتے۔ مترجم کہتا ہی کہ ایسی خوبی سے تفسیر فرمائی کہ توحید مین کسی وسوسۂ شیطانی کو دخل کی گنجایش نہین رہی پھر اگر یہ لوگ مسلمان
نہوتے تو انکی ازلی بدبختی سے چارہ نہین تھا ورنہ کسی وسوسۂ شیطانی کو مجال باقی نہین رہی۔ م۔ پس معلوم ہوا کہ زیادہ تحقیق سے تفسیر کی تعلیم
مین حضرت ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہما معروف ہین اسیواسطے اسمعیل بن عبد الرحمن جو بنام سدی رح معروف ہین اور تابعین مفسرین مین
سے ہین یہ غالباً انہین دونون صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفسیر لاتے ہین اگرچہ بعضی اوقات مین سدی رح نے ابن عباس رض سے بعضے وہ حکایات و اقوال نقل کیے
جو ابن عباس رض نے یہود وغیرہ اہل کتاب سے سنتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے انکی روایات لینے مین اجازت دی ہی۔
(کما فی صحیح البخاری) اسیواسطے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے جنگ یرموک کے جہاد مین نصرانیون سے جو کتابین پائی تھین انمین سے
بعض مضامین روایت کیے۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہان ایک مسئلہ کا مع جواب کے اشارہ کیا مسئلہ یہ ہی کہ اگر یہود و نصاریٰ کے علمانے
اپنے یہان کی کتابون سے بیان کیا کہ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وعظ مین یون بیان کیا ہی کہ دنیا مانند ایک رنگین پرندے کے ہی جو مر کر اندر سے
بدبودار ہوگئی مگر اوپر سے خوشنما ہی کہ ناواقف آدمی اسکی خوبصورتی دیکھکر بے اختیار اسکو لے لینا چاہتا ہی پھر جب اسکے پر نوچ ڈالے اور اندر
سے گندہ بو آئی تو پریشان ہوکر تھوکتا اور پھینکدیتا ہی۔ یہ روایت اگر صحیح ہو تو نصیحت ہی اور دین حق سے کچھ مخالفت نہین ہی اور اگر در حقیقت
یہ قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہین فرمایا تو جس عالم نصرانی نے اسکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا اسنے جھوٹ کہا لیکن
یہ کلام نصیحت سے خالی نہین ہی پس بہرحال ہمکو اس نصیحت سے فائدہ کے سوا ضرر نہین ہی پس مسئلہ یہ ہوا کہ اگر اہل کتاب یہود و نصاریٰ جن سے

کسی نے کوئی ایسی نصیحت روایت کی جو دین حق سے مخالف نہین ہے یا انبیاے سابقین کا نسب نامہ نقل کیا تو کیا انکی روایت بیجا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ابتدا مین حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے منع فرما دیا تھا تاکہ یہودی عالم لوگ جو جھوٹ بولنے وغیرہ بداعمالیون مین بیباک تھے خواہ مخواہ جھوٹی باتون سے مسلمانون کے خیالات پراگندہ نکرین پھر جب قرآن مجید کامل نازل ہوچکا اور صحابہ رضی اللہ عنہم انوار ولایات سے درجہ کمال کو پہونچ گئے اور کسی شیطانی مکار کو یہ مجال نہین رہی کہ شیطانی حکایات سے دھوکا دے تو آپنے اجازت دیدی اور اسوقت اہل کتاب بھی مایوس ہوچکے تھے پس سواے سچ کے دروغ سے انکو فائدہ بھی نہین تھا لہذا بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اہل کتاب کی روایات وعظ و نصائح وغیرہ مین نقل کین۔ پھر یہان دو صورتین پیدا ہوئین اول یہ کہ انھون نے یہ بیان کردیا کہ اہل کتاب اس بارہ مین یون بیان کرتے ہین۔ دوم یہ کہ انھون نے فقط روایت بیان کی اور اہل کتاب کا نام نہین لیا پس دوسری صورت مذکورہ مین ناواقف کو یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ شاید اس صحابی نے یہ روایت خود حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے لیکن عالم واقف اسکو پہچان لیتا ہے پس شیخ رحمہ اللہ نے آگاہ کیا کہ سدی رحمہ اللہ نے بعض اوقات ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اہل کتاب کی بعضی روایات نقل کین جو عالم محقق کے نزدیک اہل کتاب کی روایات ہین چنانچہ شیخ رحمہ اللہ نے مواقع تفسیر مین ان روایات کے ساتھ تنبیہ کردی ہے کہ صحابی نے یہ روایت اہل کتاب سے بیان کی ہے پھر شیخ رحمہ اللہ نے روایات اہل کتاب کے بارہ مین تفصیل ذیل بیان فرمائی۔ واضح ہو کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی روایات صرف اسواسطے لائی جاتی ہین کہ جو امر حدیث سے ثبوت ہوا اسکے ساتھ مین سابق انبیاء علیہم السلام کی گواہی پر روایت اہل کتاب موجود ہے اور یہ روایات کسی صورت مین کوئی حکم ثابت کرنیکے واسطے نہین لائی جاتی ہین کیونکہ اہل کتاب کی روایات تین حال سے خالی نہین ہین۔ اول ایسی روایت ہے کہ جو قرآن مجید یا حدیث حمید مین آیا اس سے موافق ہے تو جو امر ثبوت ہوا وہ قرآن یا حدیث سے ثبوت ہوا اور اہل کتاب کی یہ روایت صرف بطور مزید آگاہی کی لی گئی کہ شریعت سابقین مین بھی یہ امر موجود تھا اور ایسی روایت کی نسبت صدق معلوم ہے۔ دوم اہل کتاب کی ایسی روایت جو قرآن و حدیث سے مخالف ہو تو یہ صریح کذب معلوم ہے چنانچہ مثلاً یہود نے اپنے یہان کی کتاب سے نقل کیا کہ عزیر علیہ السلام فرزند خدا تھا پس یہ صریح جھوٹ ہے اور جس شخص نے نقل کیا کہ فلان کتاب مین لکھا ہے تو شاید وہ نقل مین سچا ہو کہ اس کتاب مین لکھا ہو لیکن دروغ تو ان لوگون نے باندھا جنھون نے یہودیون مین یہ عقیدہ پھیلایا اور غرض یہ تھی کہ جب یہودیون نے دیکھا کہ نصرانی تو اپنے یہان خدا کا بیٹا بتلاتے ہین اور یہودی فقط موسیٰ علیہ السلام بندہ و رسول کے اوپر ایمان لائے ہین تو نصرانیون کے مقابلہ کے واسطے انھون نے عزیر علیہ السلام کو بنایا اور جیسے عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرکے یہ لوگ کافر ہوچکے تھے یون ہی اس حرکت سے کہ عزیر علیہ السلام کو بیٹا بنایا کرکے کفر ہوا جیسے نصرانیون نے بعد ایمان کے بیٹا اعتقاد کرکے کفر کیا پھر آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار سے کفر شدید مین پہنچا و آئندہ سورۂ بقرہ کی تفسیر مین معلوم ہوگا کہ عزیر علیہ السلام کی نسبت کیونکر بہتان کیونکر بنایا۔ جیسے نصرانیون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت آسمان پر اٹھائے جانے سے بہتان شیطانی قبول کرلیا اور یہان سے معلوم ہوا کہ جس قوم نے حضرت الٰہی عزوجل وحدہ لاشریک کی جناب مین ایسے عظیم بہتان سے کچھ باک نکیا تو انکو روایات و قصص و حکایات دروغ مین کچھ بھی ڈر نہین ہوسکتا ہے لیکن جب وہ نصوص حق سے مخالف ہے تو صریح کذب ہونا ظاہر ہوگیا پس ایسی روایت مردود ہے۔ سوم اہل کتاب کی ایسی روایت جسکا قرآن و حدیث مین ذکر نہین آیا یعنی نہ موافق اور نہ مخالف بلکہ سکوت ہے مثلاً نوح علیہ السلام کا نسب نامہ مذکور نہین ہے اور یہود کی کتابون مین اسکا ذکر ہوا تو ایسی روایت کی نسبت ہم کسی جانب قطع نہین کرسکتے ہین بلکہ محتمل ہے کہ سچ ہو جیسے محتمل ہے کہ جھوٹ ہو لہذا ایسی روایت سے کوئی امر ثابت نکیا جاوے بلکہ ذکر کرسکتے ہو گا۔ م۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایسی روایت نقل کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن غالباً محض بیفائدہ ہین اسواسطے کہ انسے کوئی ایسی بات حاصل نہین ہوتی جسکا دین مین کچھ نفع عائد ہو بلکہ اسکے نقل مین علماء اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ کو

جب فائدہ نہیں تو عوام کو کیا فائدہ ہوگا بلکہ مترجم کے نزدیک عوام کو اس سے ایک طرح کا ضرر عائد ہونیکا وہم ہے اور وہ اسطرح کہ مثلاً اصحاب کہف
رحمہم اللہ تعالیٰ کے نام میں اہل کتاب سے مختلف نقول ہیں جیسے عصائے موسیٰ علیہ السلام کس درخت سے تھا اور جن پرندوں کو
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے زندہ کیا گیا وہ کون کون چڑیاں تھیں یا ذبح بقرہ میں گائے کا نام یا کس عضو سے مقتول کو مارا کہ وہ زندہ
ہوگیا تھا یا کس قسم کا درخت تھا جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجلی ہوئی یا الواح توریت کس چیز سے تھیں یا مثل اسکے جن امور کو اللہ تعالیٰ نے
قرآن میں مبہم رکھا انہیں اہل کتاب سے انکے بارہ میں مختلف و پریشان روایات ہیں اور اکثر علمائے اسلام انکو اپنی کتب تفاسیر میں نقل کرتے ہیں
جس سے عوام کو دھوکا ہوتا ہے کہ شاید ہمارے یہاں ایسے پریشان اقوال ہیں حالانکہ واجب تھا کہ انکو اہل کتاب کے نام سے نقل کرتے تاکہ یہ وہم
نہ ہوتا۔ پھر واضح ہو کہ اہل کتاب کی روایات نقل کرنے میں جب انکے نام سے ہوں تو کیا طریقہ مستحسن ہے۔ جواب یہ کہ انکے مختلف اقوال سب
نقل کرنا چاہیے بدلیل آنکہ اصحاب کہف کی تعداد میں کوئی عدد خاص نہیں ذکر کیا بلکہ فرمایا بقولہ تعالیٰ سیقولون ثلٰثۃ رابعہم کلبہم ویقولون خمسۃ سادسہم
کلبہم رجما بالغیب ویقولون سبعۃ وثامنہم کلبہم قل ربی اعلم بعدتہم ما یعلمہم الا قلیل فلا تمار فیہم الا مراء ظاہرا ولا تستفت فیہم منہم احدا۔ یعنی اہل کتاب
تجھسے کہنے لگینگے کہ اصحاب کہف تین تھے چوتھا انکا کتا تھا اور کہینگے کہ پانچ تھے چھٹا انکا کتا تھا بطور رجم بالغیب کے اور کہینگے کہ سات تھے
آٹھواں انکا کتا تھا تو کہدے کہ میرا رب انکے شمار سے خوب آگاہ ہے سوا اصحاب کہف کے بارہ میں تو ان اہل کتاب سے سوائے ظاہر کے مت کر
اور انکے بارہ میں اہل کتاب سے کچھ مت پوچھ۔ یہ آیت دلیل ہے کہ اگر اہل کتاب کے مختلف اقوال لکھنا چاہے تو سب کو نقل کرے ورنہ ترک
بہتر ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس آیت میں عجیب بلاغت و معالم حکمت ہیں۔ توضیح یہ ہے کہ اہل کتاب مشرکین قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
امتحان کے طور پر اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا کیونکہ وہ ایک پرانا قصہ تھا کہ جسکو بہت سے یہودی خود نہیں جانتے تھے اور خصوص عرب کے
واسطے تو سوائے وحی کے اسکا علم کسی طور پر ممکن نہ تھا انہیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی سے اصحاب کہف کا حال نازل فرمایا
کہ اس سے اہل ایمان کو بہت معارف ظاہر ہوئے اور اہل کتاب کو انکا جواب مل گیا پھر آخر میں اللہ تعالیٰ نے انکی تعداد نہیں فرمائی۔ اسمیں یہ حکمت
لطیف ہے کہ اہل کتاب باہم عناد سے مختلف ہیں بعضے تین اور بعضے پانچ اور بعضے سات تعداد بیان کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے انکی تعداد صحیح پر
اقتصار نہ کیا تاکہ شیاطین یہود میں سے جو اس سے کم و بیش کہتا تھا وہ اختلاف کرتا اور جب انکے اقوال بیان کیے تو انکو سوائے تصدیق کے
کوئی چارہ نہ ہوا اور یہ ظاہر ہے کہ انکی تعداد سے کوئی اصلی مقصود متعلق نہیں ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی بیان میں
تعلیم فرمائی کہ لا یعنی امور کی طرف توجہ نہ کریں۔ ہاں ایک لطیف اشارہ کر دیا کہ تین و پانچ کا قول غلط اور رجم بالغیب ہے تو اشارہ ہوتا ہے کہ
کہ غالباً سات کا قول صحیح ہے اور اگر اللہ تعالیٰ فرماتا کہ کہو سات تھے تو عوام ہر تاکہ ایسے امور میں تحقیق تعداد تلاش کرکے بیان کرے اسواسطے کہ خود
اللہ تعالیٰ نے بیان کی لہذا اللہ تعالیٰ نے اس عجانب سے تعلیم فرمائی کہ ایسا مت کرو اور مت پوچھو کیونکہ اس امر سے کوئی غرض متعلق نہیں ہے لہذا
حدیث میں آیا کہ آدمی کی خوبی ایمان سے یہ ہے کہ لا یعنی امور چھوڑ دے (الصحیح) سبحان اللہ کلام الٰہی کے ذرہ ذرہ میں عجائب ظاہری اسقدر
ہیں کہ قلوب حاضر سے ہو کر لہلہاتے ہیں پھر اسرار باطنی کی کیفیت قیاس کرو۔ اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تفسیر سے فائدہ اٹھانے
والوں کو چاہیے کہ امور لا یعنی کی تلاش نہ کیا کریں بلکہ جو امور دین و دنیا میں نافع ہوں انکو ڈھونڈھیں اور سوائے اسکے دیگر امور مانند
شمار اصحاب کہف کے یا الواح توریت کس چیز سے تھیں یا جس درخت سے موسیٰ علیہ السلام کو تجلی ہوئی کس قسم کا درخت تھا ایسے امور کا
تلاش کرنا فضول ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ جیسے جملہ اقوال کو نقل کرنا مناسب ہے اسی طرح چاہیے کہ اقوال میں سے راجح کی تنبیہ کرے یعنی ان اقوال میں سے

فلان قول راجح یا صحیح معلوم ہوتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ غالباً شیخ کی مراد یہ کہ اہل کتاب کے اختلافات حکایات میں سے کسی سے تعرض نکرے اور سوائے اسکے دیگر اقوال میں سے راجح کا اشارہ کرے۔ کیونکہ حکایات بنو اسرائیل میں سے کسی قول پر اعتماد نہیں بلکہ انکے نقل سے صرف تاریخی طور پر ایک غیر ضروری امر ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہی حتیٰ کہ اگر اسکو بیان نکرے تو کچھ حرج نہیں بلکہ اکثر اوقات فضول بیان کا ترک کرنا بہتر ہوتا ہی بلکہ بعض روایات اہل کتاب محض غلط ہوتی ہیں جیسے داؤد علیہ السلام کا حلیہ یہودیوں نے بوجہ عداوت کے بدشکل بیان کیا حالانکہ داؤد علیہ السلام خوبصورت تھے۔ م۔ شیخ رح نے لکھا کہ پھر جب آیت کی تفسیر خود قرآن میں یا حدیث و قول صحابی میں نہ ملے تو اقوال تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے لیجاوے اور بہت سے علما نے اس جانب مرجع قرار دیا ہی اسواسطے کہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ خاص تلامذہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں سفیان الثوری رح نے فرمایا کہ جب تجکو حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے تفسیر پہونچے تو کافی وافی ہی اور اسیطرح ائمہ تابعین میں سعید بن جبیر و عکرمہ و عطاء بن ابی رباح و حسن بصری و مسروق و سعید بن المسیب و ابو العالیہ و ربیع بن انس و قتادہ و ضحاک وغیرہم ہیں۔ (التنبیہ) شیخ رح نے لکھا کہ بسا اوقات ائمہ تابعین و تبع تابعین کے اقوال کسی آیت کی تفسیر میں مختلف عبارات سے مذکور ہوتے ہیں پس بے علم آدمی سمجھتا ہی کہ انمیں باہم اختلافات ہیں لہذا وہ اپنے زعم کے موافق اقوال کو بطور اختلاف کے نقل کرتا ہی حالانکہ یہ زعم غلط ہوتا ہی اور سب کی مراد واحد ہوتی ہی لیکن صرف اتنی بات ہوتی ہی کہ بعض نے خود وہ چیز بیان کی جو مقصود ہی اور بعض نے اس چیز کا لازم بیان کیا اور یہ بات معلوم کہ جو چیز لازم ہی وہ بغیر ملزوم کے نہیں ہوتی ہی مثلاً صفت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپانے والے یہود و نصاریٰ کو فاسقین کہا گیا پس بعض نے کہا یعنے کافرین مشرکین ہیں اور بعض نے کہا کہ یعنے صفت چھپانے والے منکر ہیں پس سمجھ لیا گیا کہ جسنے چھپایا وہ ناناوہ کافر ہی۔ (التنبیہ) شیخ رح نے لکھا کہ تبع تابعین میں سے شعبہ بن الحجاج وغیرہ نے کہا کہ جب تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے آیت کی تفسیر میں اختلاف کیا تو بعض کا قول دوسروں پر حجت نہوگا شیخ رح نے لکھا کہ یہ قول صحیح ہی لیکن جب تابعین سب ایک امر پر اتفاق کریں تو اسکی حجت ہونے میں شک نہونا چاہیے۔ اور اختلاف کی صورت میں دیکھا جاوے کہ جس تابعی کا قول موافق حدیث یا قول صحابی یا موافق لغت عرب ہی وہ راجح ہی مترجم کہتا ہی کہ مثلاً قولہ تعالیٰ لامستم النساء۔ تمنے عورتوں کو ملامسہ کیا۔ پس ملامسہ سے کیا مراد ہی آیا عورتوں کا بدن چھونا حتیٰ کہ وضو ٹوٹ جاوے اور تیمم یا وضو کرنا لازم آوے یا مراد جماع ہی کہ اس سے طہارت لازم آوے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ محاورہ عرب کیونکر ہی پھر دیکھا جاوے کہ حدیث کیونکر ہی اور اس صورت میں حدیث دونوں طرف ہو تو حدیث ہی کی بحث پر مدار ہی۔ چونکہ فقہ میں یہ بحث مع اصول کے مبین ہی لہذا عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ سے کامل توضیح حاصل ہوگی اور یہاں اسکی تطویل کے باوجود اچھی طرح مفہوم سمجھ میں نہ آویگا البتہ آیات احکام میں طریق استدلال کے ضمن میں ضروری اصول و قواعد کا ذکر آیا ہی۔ م۔ (فائدہ) مترجم نے سورتہائے مکیہ و مدنیہ کے واسطے ابتدائے مقدمہ میں اتقان سے نقل کیا اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ شیخ ابو بکر بن الانباری رح نے کہا کہ حدثنا اسمعیل بن اسحق القاضی نا حجاج بن منہال نا ہمام عن قتادۃ قال نزل فی المدینۃ الخ۔ یعنی قتادہ رح نے بیان فرمایا کہ مدینہ میں نازل ہوا۔ البقرہ۔ آل عمران۔ النساء۔ المائدہ۔ البراۃ۔ الرعد۔ النحل۔ الحج۔ النور۔ الاحزاب۔ سورۂ محمد۔ الفتح۔ الحجرات۔ الرحمن۔ الحدید۔ المجادلہ۔ الحشر۔ الممتحنہ۔ الصف۔ الجمعۃ۔ المنافقون۔ التغابن۔ الطلاق۔ یا ایہا النبی لم تحرم اور راس العشر تک۔ اذا زلزلت۔ اذا جاء نصر اللہ۔ پس ان سب کا نزول مدینہ میں ہوا اور باقی قرآن مکہ میں نازل ہوا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ اسناد قوی ہی اور مترجم نے وہاں بعض فوائد کی جانب اشارہ کیا ہی (فائدہ) قرآن کی آیات چھ ہزار ہیں پھر بعض نے ۲۰۴۔ اور بعض نے ۲۱۴۔ اور بعض نے ۲۱۹۔ اور بعض نے ۲۲۵۔ یا ۲۲۶۔ اور بعض نے ۲۳۶ سے زائد بیان کیں۔ عطاء بن یسار تابعی سے روایت ہی کہ کلمات قرآن ۷۷۴۳۹۔ ہیں۔ اور حروف قرآن بقول مجاہد رح (۳۲۱۱۸۰) اور بقول عطاء رح (۳۲۳۰۱۵) ہیں اور

جن لوگوں نے حجاج ثقفی کے کہنے سے شمار کیا انکے قول پر (۳۴۰۷۴۰) ہیں کذا ذکرہ ابن کثیر رح۔ (**فصل**) مترجم احسن اللہ تعالی
الیہ فی الاولی والآخرہ اس تفسیر میں خاص التزامات مرعی رکھتا ہے اور خود اسکو بیان کرنا انسب ہے تاکہ اہل استفادہ خصوص فوائد کے لیے اسی
طریقہ کو منضبط رکھیں ۔ اول تفسیر منقول کے واسطے مترجم نے اسانید صحیحہ سے روایات کو تفسیر امام ابن کثیر و معالم وغیرہ و کتب احادیث سے
تتبع کیا اور بلا اسناد اقوال جنکو کتب تفسیر والے بغیر نشان ذکر کرتے ہیں انہیں یہ تفصیل ہے کہ اگر شیخ امام ابن کثیر کی نقل ہے تو البتہ اعتماد کیا کیونکہ حافظ
محدث ہیں جیسے شیخ رح نے روایت امام ابن ابی حاتم پر اسوجہ سے اعتماد کیا کہ انھوں نے اسناد ثابت کا التزام کیا ہے پس ظاہر ہوا کہ جس روایت
کی نسبت کہا جاوے کہ (رواہ ابن ابی حاتم) یا (اسکو ابن ابی حاتم نے روایت کیا) اسکو معتمد سمجھو اور جن احادیث و آثار کو شیخ رح نے مع اسناد
نقل کیا اور اسکی نسبت خود صحیح کہا یا کسی محدث سے نقل کیا مترجم نے اسکی اسناد حذف کر کے صرف تصحیح پر اکتفا کیا کیونکہ صحت اصل
مقصود ہے لیکن بعض احادیث کی اسانید بھی نقل کیں اور یہ مخصوص ان احادیث میں ہے جنکی نسبت شیخ رح نے لکھا کہ اسکو امام احمد رح نے منفرد
روایت کیا اور وہ صحاح الستہ میں نہیں ہے یا کسی دوسری کتاب حدیث سے ایسی تفرد کے ساتھ نقل کیا ہے ۔ اگر بعض اقوال کسی مقصد خاص کے
لیے کسی تفسیر مانند مدارک و سراج وغیرہ سے نقل کیے اور تتبع سے بھی مترجم کو اسکی تخریج نہیں ملی تو وہاں باشارہ کیا گیا ہے ۔ دوم قصص جو
اہل کتاب سے منقول ہیں اگر شیخ رح یا کسی عالم معتمد نے اس حکایت اہل کتاب کو واہی و مہمل کہا تو بسا اوقات اسکو متروک کیا جبکہ عوام میں
مشہور نہو اور اگر عوام میں بذریعہ قصہ خوانون و پیشہ ور واعظون کے مشہور ہو چکا تو ملخص نقل کے بعد اسکے مہمل و موضوع ہونے کا اشارہ کیا
اور مقدمہ شیخ امام رح سے اوپر مذکور ہوا کہ اہل کتاب و اسرائیلی حکایات کا نقل کرنا فی الجملہ جائز ہے لیکن اس سے کوئی حکم شرعی کسی صورت میں
استنباط نہیں کیا جائیگا لہذا مکرر تنبیہ کی جاتی ہے کہ جہاں کہیں اسرائیلی حکایات میں سے کوئی حکایت مذکور ہو اس سے عقائد اسلام و شرائع
احکام سے مخالف کوئی نتیجہ نہ نکالیں ۔ واضح ہو کہ عقائد و احکام اسلام میں سے تین امور عین مقصود ہیں جنمیں سے بعض سے بعض اعلی
اور مرتب ہے ۔ اول عقائد اسلام اور یہ اعلی و اصل ہے ۔ اسیواسطے امام اعظم ابو حنیفہ رح کے رسالہ عقائد کا نام فقہ اکبر ہے ۔ دوم افعال قلوب و خصائل
نفس و مکارم اخلاق کے ملکات اور یہ فقہ اوسط ہے اور سوم اعمال جوارح کے متعلق احکام مانند طہارت و صوم و عبادۃ کی صورت ظاہری و حیض
و نفاس وغیرہ کے احکام اور یہ فقہ اصغر ہے اسواسطے کہ اعمال جوارح میں سے کوئی عمل نہیں جو فعل قلبی پر متوقف نہ ہو اور وہ نیت ہے چنانچہ
اعمال کا مدار بحکم حدیث نیات پر ہے اور نماز مثلا علاوہ نیت عبادت خاصہ کے جب ہی مثمر ثواب ہے کہ قراءت و ارکان قیام و رکوع و سجود
وغیرہ کو سمجھ کر ادا کرے چنانچہ حدیث ابوداؤد وغیرہ میں مصرح ہے کہ بندہ کی نماز میں سے اسکے لیے کچھ نہیں سوائے اس مقدار کے جو اسنے تعقل کے
ساتھ ادا کی ۔ پس نماز کی صورت ظاہری بدون تعقل و فعل قلبی کے رایگان ہے اور بہت سے افعال قلبی ہیں کہ انکا ثواب ملتا ہے حالانکہ ظاہری
اعمال میں سے کوئی عمل اسکے لیے شرط نہیں ہے مثلا کسی نے دل سے نیت کی کہ آج اللہ تعالی کے واسطے چار رکعت نماز پڑھونگا یا فلان
مسلمان کی دستگیری کرونگا یا باہم مسلمانوں میں اتفاق و اصلاح کی کوشش کرونگا تو بحکم حدیث صحیح مسلم وغیرہ اسکے واسطے ایک نیکی لکھی
جاتی ہے پھر اگر وہ اسکو عمل میں لایا تو اسکے لیے دس نیکیاں ہیں ورنہ ایک نیکی بہرحال موجود ہے ۔ اسیطرح جانب خلاف میں اگر کسی نے
دل میں مسلمانوں کی جانب سے بحیثیت اسلام عداوت رکھی اور تحقیر کی نگاہ سے دل سے دیکھا اور انکے حق میں خواری و نفاق چاہا
تو وہ مستوجب عذاب ہوا اگرچہ یہ دلی فعل بدون ظاہری ارتکاب کے ہے لقولہ تعالی ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا الآیۃ
اس آیت مقدسہ میں صرف مسلمانوں کی بدی کی خواہش پر عذاب کی وعید فرمائی گئی ہے ۔ اور اثر معروف میں وارد ہے کہ مومن کی نیت اسکے عمل سے

بہتر ہو۔ بالجملہ یہ امر محقق ہوا کہ دلی افعال کو ظاہری عمل پر ترجیح ہے۔ لہذا مترجم نے تفسیر آیات قدسیہ میں چودہ باتوں کا التزام رکھا۔ التزامات کے شمار
سوم میں ان باتوں کا بیان کرتا ہوں۔ اول توحید۔ کیونکہ یہ اصل طاعت ہے اور واضح ہو کہ بعضے لوگوں نے زعم کیا کہ توحید الٰہی کے معنی یہ ہیں
کہ کسی آدمی کے دل میں خواہ مخواہ ایک امر جم جاوے حالانکہ یہ وہم باطل ہے بلکہ دلی تصدیق چاہیے اور اگر شیطان اس میں وہم دلاوے تو لاحول
پڑھکر اسکا رد کرے اور دل کو صدق کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ پر جماوے اور یہ فعل قلبی کو فنا الی ہے اسیواسطے جو شخص ایمان لایا
اور کلمہ طیبہ کی شہادت کے ساتھ فرائض نماز روزہ و حج زکوٰۃ و جمیع واجبات و سنن ادا کرنے کی نیت کی اسکو ان سب اعمال و افعال کا ایک ثواب
مل گیا پھر جب اپنی اپنی اوقات کے پر انکو ادا کریگا تو ہر ایک کا ثواب تفصیلی بھی حاصل ہوگا۔ لہذا عجائب صنائع موجودات کو دیکھکر ہر دم اپنے
یقین کچھ تازہ کرنا سلف صالحین سے منقول ہے لہذا مترجم نے اول توحید اور دوم موجودات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل بیان کیے
مثلاً قل ہو اللہ احد۔ توحید خالص ہے اور قولہ تعالیٰ اولم ینظروا الی السماء الآیہ میں دلائل توحید ہیں۔ پھر جب توحید دلی تصدیق کا فعل ہے تو شیطان
اسمیں وسوسہ دلاتا اور شکوک لاتا ہے اور احادیث صحیحہ میں شیطان کے وساوس دفع کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے پس ان احادیث کو بھی جابجا جمع کیا گیا
اور کبھی ایسا کیا کہ سب کو کہا نہیں بلکہ ہر پارہ کی آیات کے ساتھ نئے طور پر افادہ ہے تاکہ ابتدائے حال میں مسلمان کو مکرر ہونے سے بے رغبتی
نہو۔ اور ہر آیت کے سیاق و مناسبت کے لائق بیان ہے۔ دلائل توحید بیان کرنے میں فلسفی یا متکلمانہ طریقہ متروک کیا بلکہ خالص اہل حق و صدق
و صفا کا طریقہ ہے جو سلف صالحین سے ثابت ہے۔ لیکن اسوقت میں بحث سے گمراہوں نے زمین کے آفتاب کے گرد گھومنے اور آسمان کا وجود
نہونے وغیرہ پر یقین کر لیا پس مترجم نے انکے خیالات کو تفسیر میں لانا مکروہ جانا اور مقدمہ میں اس بحث کو ختم کرنا موزون خیال کیا لہذا عنقریب
انشاء اللہ تعالیٰ بحث آتی ہے۔ واضح ہو کہ جن لوگوں نے دلائل سے باری تعالیٰ عزوجل کو ثابت کرنا چاہا اہل حق و علمائے ربانیین کے نزدیک
غلط طریقہ اختیار کیا کیونکہ اسکا خلاصہ یہ کہ ''خدائے تعالیٰ کو دلیل سے ثابت کرنا'' حالانکہ اہل حق کے نزدیک ثابت کرنا وغیرہ جملہ افعال کا
خالق اللہ تعالیٰ ہے پس یہ معنی ہوگئے کہ ''خدائے تعالیٰ کو خدائے تعالیٰ کے فعل سے موجود کرنا'' کیونکہ بالاتفاق ثبوت اور وجود کے ایک معنی
ہیں حالانکہ یہ محض غلط و کفر ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ذرہ برابر بھی نور عقل پایا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کل عالم کا ثابت کرنے والا موجود
کرنے والا ظاہر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی تو کوئی چیز ایسی ممکن نہیں جو اللہ تعالیٰ کو ثابت کرے۔ پس حق یہ کہ اللہ تعالیٰ کا وجود اور ثبوت بذات خود کل
مخلوق سے زیادہ ظاہر ہے بلکہ کمال ظہور اسی کے واسطے ہے اور آنکھوں کا تحمل نہونا اور اندھاپن اس مخلوق کے لیے ہے لہذا فرمایا۔ ہو الاول
والآخر والظاہر والباطن الآیہ۔ اور عجائب قدرت الٰہی عزوجل سے یہ ہے کہ بندہ مومن کو دل سے یقین ہوتا ہے اور یہ معرفت بھی حق تعالیٰ ہی عزوجل
کے فعل سے ہے کیونکہ افعال اسی کے مخلوقات ہیں لہذا بدون خلق الٰہی عزوجل کی تصدیق ایمانی کا فعل نہیں پیدا ہوتا ہے قال تعالیٰ وما کان لنفس
ان تومن الا باذن اللہ ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ اور بعضے عارفین نے کہا کہ میں نے اسکو اسی سے پایا۔ لہذا قرآن پاک میں وجود کے
دلائل نہیں ہیں کیونکہ ابھی ثابت ہوا کہ یہ تو محال و غیر ممکن ہے ورنہ شرک متحقق ہو پس اے مومن غافل تجھے اپنے رب عزوجل کے آیات یعنی مخلوقات
و مصنوعات پر نظر چاہیے جو تمام آفاق و تیری خود ذات میں موجود ہیں و لہذا قال تعالیٰ سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتی یتبین لہم انہ
الحق الآیہ۔ اور جس شخص نے سرسری زعم میں فلاسفہ کے مانند دلائل قائم کرنے پر کمر باندھی وہ شرک میں پڑ گیا اور کبھی فلاح نہیں پاویگا لیکن
بعضے علمائے متکلمین نے بھی یہ شیوہ اختیار کیا اور شاید کہ انھوں نے کافروں و فلسفیوں کی ہدایت کے واسطے یہ اختیار کیا ہو۔ اگر یہ بھی مقصود ہو
تو بھی مذموم ہے اور بھید یہ ہے کہ اہل الکفر جو ازلی علم الٰہی عزوجل میں گمراہ ہیں انکی پیدائش میں قلب مقفل اور اسپر غلاف ہے جہاں نور روحی نہیں پہنچتا

تو عقل نادر ہو اسواسطے کہ عام لغت میں عقل صرف ظاہری و باطنی حواس و انکے تجربات کا نام ہے اور حقیقی عقل اس نور کی حیات سے دلی زندگی
ہے اور وہ بدون لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے حاصل نہیں ہو سکتی ہے حالانکہ کافر مردہ اور سیاہ چیونٹی کی مثال ہے وقال تعالیٰ لہم قلوب لا یفقہون بہا
اور فرمایا ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ پس مشرک صرف غیر عاقل پڑا الا گیا۔ وقال تعالیٰ ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ یعنی ملت
ابراہیم سے فقط وہی منہ موڑیگا جو اپنے نفس کا سفیہ ہے پس مومن اگر حواس و تجربہ میں ناقص و بھولا بھالا ہو بلکہ دماغ کی چوٹ سے مثل حبان بن منقذ
انصاری رضی اللہ عنہ کے مختل ہو کسی صورت میں وہ بے عقل حقیقی نہیں ہے۔ مگر عوام کی عقل نہیں کھتا ہے اور کافر اگرچہ عوام کی عقل میں یعنی حواس
و تجربہ میں کامل ہو در حقیقت وہ بے عقل ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ جسنے اپنی ذات کے پیدا کرنے والے خالق عزوجل ہی سے جہالت اختیار کی اس سے
زیادہ جاہل و بے عقل کون ہوگا۔ یہ وہم نہو کہ میں نے عقل کے معنی جدید بتلائے ہیں۔ ہاں شرع الٰہی میں عقل کی حقیقت یہی ہے اور لغت عوام تو
لغت کفر ہے اور جب کافر کو بغیر ایمان کے یہ عقل نصیب ہی نہیں ہوئی تو وہ بیچارہ یہ معنی کہاں سے بیان کرے پس تو معنی پر نظر کر اور خالی
لفظ کی بحث سے کیا فائدہ ہوگا۔ (مسئلہ) امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی ہے کہ اگر فلاں مومن سفیہ یعنے
بے عقل ہو تو اس شخص کی زوجہ طالقہ ہے پس فتویٰ دیجیے کہ کیا حکم ہوا آپ نے جواب دیا کہ اسکی زوجہ طالقہ نہیں ہوئی کیونکہ مومن سفیہ نہیں ہوتا ہے۔
یہ جواب امام رح کے تبحر و وسعت علم و فطانت کی دلیل ہے یہ آپ نے اسی آیت ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الآیہ سے استنباط لطیف فرمایا۔ بالجملہ واضح ہوا
کہ ازلی کافر محض بے عقل ہوتا ہے اگرچہ اسنے خود جس چیز کا عقل نام رکھا ایسی عقل میں بہت وافر ہو۔ پھر جب وہ حقیقی عقل سے جو لازم ایمان ہے بالکل
محروم ہوا تو اسکے سامنے لاکھ دلائل پیش کیجیے وہ سمجھ ہی نہیں سکتا ہے پس وجود باری تعالیٰ پر دلیل لانا جو محال مشترک ہے ہرگز انکا یہ محال نکرے لہذا قرآن
پاک میں نص فرمایا گیا ہے کہ کفار ازلی کے واسطے اگر کل آیات لاؤ تو بھی وہ لوگ ایمان نہیں لا دینگے یہانتک کہ عذاب الیم دیکھیں۔ پھر واضح ہو کہ آیات توحید
جو مخلوقات میں موجود ہیں لطائف صنعت و قدرت وہ احادیث و آثار کے ساتھ اپنے اپنے موقع پر بعونہ تعالیٰ مستنبط ہیں سیوم جہاں رسالت کا
بیان ہے اسکی حکمت۔ چہارم قطعی دلائل رسالت اور یہ دلائل قاہرہ ہیں کہ سوائے غبی و احمق ازلی کے کوئی انکار نہیں کریگا۔ اور اسمیں مترجم نے موافق
فہم عام کے بدون تقریر فلسفیانہ کے صدق و صفا کے ساتھ کلام کیا اور معجزات قاہرہ کا وجود اب بھی موجود ہے اور اگر بحسب صورت اخفا رہا تو اسکے
عوض میں اخبار غیبیہ جو اول نہیں تھے وہ اسوقت موجود ہیں پس تلافی ہوگئی اور بعد اسکے جس کافر نے انکار کیا وہ ازلی مطرود ہے کہ اسکے واسطے کوئی
معجزہ و آیت کافی نہیں ہے۔ پنجم احکام عبادت خالصہ یعنی صوم و صلوٰۃ و اذکار الٰہی عزوجل وغیرہ کا سب ابواب فقہ میں سے طہارت سے آخر تک جس
مسئلہ کا جہاں حکم آیا وہ خوبصورت تقریر کے ساتھ مدلل بیان کیا گیا اور تحریر دلائل حنفیہ کے ساتھ دلائل شافعیہ وغیرہم بھی مذکور ہیں کیونکہ متعلق بابِ
فضائل و فروع فقہ جنکی ضرورت ہے ساتھ ہی مذیل کر دیے گئے تاکہ فائدہ تام حاصل ہو۔ ششم احکام معاشرت دنیا کے متعلق احادیث و آثار و تفسیر
ہیں۔ ہفتم منہیات و انکے ساتھ مکائد نفس و وساوس شیطان کو بھی بیان کیا اور اہل علم کے نزدیک ایمان بڑی نعمت ہے اور شیطان کی عداوت
بہت اسی نعمت کے زوال میں ہے تن مصروف ہے پس وہ ہر طرح کے وساوس کے ساتھ آدمی سے اسکے زوال میں سعی کرتا ہے لیکن اس چور سے اپنی
نعمت کے بچانے والے وہی لوگ ہیں جو حفاظت خطرات و وساوس کو جانتے ہیں اور قرآن پاک میں کمال اعجاز سے ہر ایک کے واسطے حفظ کا طریقہ
منصوص ہے اور بھید یہ ہے کہ بقول شیخ جنید رحمہ اللہ تعالیٰ ہر آدمی کی راہ حضرت باری عز اسمہ تک انکی شکل کے دوسروں سے ممتاز ہے اور ہر ایک کا
نفس اسکے شیطان کے وساوس قبول کرنے میں علیحدہ ہے پس کسی آدمی و فرشتہ کا کام نہیں ہے کہ قیامت تک ہر نفس کے مقید طریقہ بیان کر سکے
بلکہ فقط حضرت باری تعالیٰ جل شانہ ہی کی شان عالی ہے کہ جو اپنی مخلوقات کے ہر ذرہ سے تا قیامت بعلم محیط آگاہ ہے لہذا ہر نفس کے واسطے

یہ قرآن مجید ہدایت عجیب نعمت بے مثل ہے لیکن جفقاء وجہلاء جو شیطان کے متبع ومطیع ہوں وراہ مستقیم سے خارج ونعمت ایمان کی قدر سے
غافل ہوں وہ کہاں اس فضیلت کو دیکھ سکتے ہیں اور عجیب کہ بہت سے منطقی جہلاء جو اسلام کے لباس میں عالم کہلاتے ہیں حالانکہ شیطان
انکے خطرات پر محیط ہے وہ اس نعمت سے منزلوں دور پڑے ہیں اللہم انت المولی الحمید فانصرنا علی القوم الکافرین ہشتم نصائح ومواعظ کا خوب طریقہ
اپنی آیات کی تفسیر میں ہے اور انسان کے واسطے اصل واعظ وہادی یہی قرآن پاک ہے جسنے اسکی نصیحت قبول کی وہ خوب رہا اور جسنے اسکے سوا
کسی کی بات سنی وہ بھٹکا خصوصاً اس زمانہ میں واعظی کے پیشہ والے بہت ہیں جو لوگوں کے واسطے واعظ بنتے ہیں اور اپنے نفس کو بھول چکے
ہیں اور ایسے غافل پر شیطان مسلط ہے تو وہ قوم کو سوائے بدی کے کیا نصیحت کریگا اور اسکی نصیحت اگرچہ عوام کے کان میں وزہ وساز کی آواز ہے
لیکن مخفی مکر شیطان انکے ادراک سے باہر ہے پس سوائے فساد کے اسکا انجام کبھی بہتر نہو گا اور جسنے قرآن مجید کے مواعظ ونصائح پر کان
دھر کر توجہ کی وہ صراط مستقیم کے نور میں آیا اور تاریکی سے خارج ہوا۔ نہم مکارم اخلاق جسکے فضائل اسکے نام سے ظاہر ہیں اور خود حدیث میں
ہے کہ میں اسیواسطے مبعوث ہوا کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔ کما فی الصحاح۔ اور صدق ایمانی ان مکارم اخلاق کے ساتھ لازم وملزوم ہے اسیواسطے
منافق میں حسن خلق ودینی سمجھ نہیں ہوتی ہے کما فی الحدیث اور منافق کی بدعہدی وبدزبانی وغیرہ حدیث میں مصرح ہے اور خوب جان لینا
چاہیے کہ مکارم اخلاق وخصال حمیدہ جس قوم میں ہوں اگرچہ وہ کافر ہو دنیا ہی میں اسکے نتائج پسندیدہ سے سرفراز ہوگی پس اگر ایمان کے
ساتھ ہوں تو کس درجہ کرامت پر پہونچیگا اور جس قوم میں سے اخلاق گم ہوں جنمیں سے عدل سب کا رکن ہے تو وہ قوم باہمی نفاق وبدعہدی وبے وفائی
وفسق وفجور وبے حیائی وظلم آپس ذلت دنیاوی وبزدلی ونامردی وغیرہ سے خوار وذلیل ہوگی اہل حکمت کا قول ہے کہ سلطنت کفر کے ساتھ قائم رہتی ہے
اور ظلم کے ساتھ قائم نہیں رہتی ہے۔ ظلم یہ کہ بے محل کام کرے حتی کہ اگر کوئی شخص شیر کے مقابلہ میں خالی ہاتھ کھڑا ہو تو یہ شجاعت نہیں
بلکہ تہور ہے اور وہ نامردی سے بدتر ہے پھر اخلاق سے مانند عدل وعلم وحلم وشجاعت وسخاوت وغیرہ کے اور انکے مقابل بداخلاق مانند
ظلم وجہل وانتقام وعجلت ونامردی وبخل وغیرہ کے مقصود ہیں اور قرآن مجید میں انکی تکمیل فرمائی گئی اور یہ جو اس زمانہ کے منافق باہم مجالس میں مانند
اہل تکلف کے برتاؤ کرتے ہیں جنمیں لیسے ہوتوں کے خصائل نہیں پہونچے ہیں یہ سب فقط نام ہیں جبتک اخلاق مذکورہ کی حد میں نہوں۔ دہم عبرت
باحوال وحوادث زمانہ ماضی وحال۔ اسلئے اللہ تعالی نے آدمیوں کے واسطے اقسام عبرت کو شب وروز کی گردش وماہ وسال کی روش سے لیکر آخر تک
مصور فرمائی فاعتبروا یا اولی الابصار۔ یازدہم قصص جو عوام کی نظر میں حضرت آدم وحوا کا قصہ یا موسی وفرعون کا تاریخی واقعہ ہے اور اہل علم انکے
معارف واسرار کے عجائبات پر تڑپا فریفتہ ہیں اور حق عزوجل نے انہیں کمال حکمت سے استمرار حدوث کو سرفراز کیا اور اسکی مثال بیان کرنے میں
کلام دراز ہو جائیگا اور بحمد اللہ سبحانہ تعالی اکثر مواقع میں اسرار منقولات ومستنبطہ سے انتباہ کیا گیا ہے۔ دوازدہم امثال اور انمیں بھی حسب مذکور بالا
حسن مقال ہے۔ سیزدہم احوال آخرت اور اس باب کی خوبی ولطافت کو ہر مومن سے پوچھیے کیونکہ دار آخرت مومن کا وطن اصلی ہے اور اسکی
خیریت دریافت کرنے میں جو رغبت دل کا دامن پکڑتی ہے دنیا کے مسافروں سے معلوم کیجیے جنکو مجازی وطن سے نکلے مدت گزری ہو واللہ
المصیر۔ چہاردہم اسرار وحقائق یعنی چودھویں کا چاند جسکے سامنے ماند ہے۔ پس ہم کو ان مقامات میں کلام کرتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن چونکہ اس
نور کی انتہا نہیں تو مترجم ضعیف اگر ذرہ کا ہزارواں حصہ بلکہ ستر ہزارواں حصہ اٹھا سکے تو رحمت حق عزوجل سے مایوسی نہیں ہے اور اہل حق
اسی میں مستغرق ہیں۔ غافل لہو ولعب وزرق برق میں مشغول ہیں۔ (التنبیہ) تفسیر شریف سمجھنے کے واسطے شوق ایمانی سے مقامات
شریعت کی کوشش چاہیے تاکہ جواہر معارف سے دامن مالا مال ہو وہ جواہر جنکی مثال میں یہ لعل وزمرد سنگریزہ سے بدتر ہیں اور تجلیات پہلے سے

کیونکہ ہمسنگی و مکرر نظر سے ہر بات قند مکرر ہو جاتی ہے۔ (**فصل**) اس زمانہ مین ایک جماعت کثیر بلکہ عموماً مادی خیالات کے لوگ ہین جو محسوسات سے تجاوز نہین کرتے ہین اور آفتاب کے ذریعہ سے دن و روشنی ہونا انکے نزدیک غیر واقعی مضمون ہے اسواسطے کہ آفتاب و دن و روشنی محسوس ہے اور علت ہونا غیر محسوس تو یہ انکے نزدیک امر واقعی نہین ہے اور معدہ سے غذا ہضم ہونا انکی سمجھ سے خارج ہے کیونکہ محسوس صرف جسم معدہ و طعام ہے اور حیثیت مشترک لہذا مین نے بعض آدمی سے سنا کہ فلان فلسفی نے لکھا ہے کہ انگلی سے دیکھنا و سننا ممکن ہے۔ عجب کہ فلان فلسفی کی تقلید اسکو کفایت کرتی ہے اور عقل سلیم سے احتراز اور کیون نہو کہ یہ قوم سوائے حواس کے عقل سے بے بہرہ ہین اسیواسطے فن ریاضی یعنی اقلیدس و جبر و مقابلہ و پیمایش و حساب و علم مثلث و علم طبعیات مین انکو علاوہ مہارت زیادہ ہے اور اس ملک کے لوگ بوجہ بے علمی و جہالت کے انکی پیروی مین غریب بھیڑی کی طرح احمقانہ چال چلے جاتے ہین اور مترجم انشاء اللہ تعالی انکی ہدایت کے لیے علٰحدہ رسالہ تمام توضیح سے لکھیگا اور اللہ تعالی عزوجل اسکو کامل اور مفید فرماوے۔ آمین۔ اور یہان صرف ان جہلاء کے چند خیالات کی تردید منظور ہے۔ (**مسئلہ**) کیا سطح غیر متناہی ممکن الوجود ہے۔ یعنی جو چیز کہ ساحت کے قابل ہے کیا بالفعل اسکا وجود غیر متناہی موجود ہو سکتا ہے یا نہین۔ غیر متناہی سے یہ مراد کہ مثلاً اسکا طول کسی حد پر محدود نہو حتی کہ اگر مہاسنکھ کوس پر کوئی شخص قیامت تک مہاسنکھ صفر ہر منٹ مین بڑھاتا جاوے تو بھی اسکی انتہا نہو بلکہ جسقدر ہر منٹ کے حساب سے اسنے صدہا برس بلکہ کروڑون برس تک بڑھائے ہین اور اب جو عدد ہوا اس عدد کو کروڑون برس تک باہم ضرب دیتے ہین اور مجذور کا مجذور کرتے رہین تو بھی اس سطح غیر متناہی کی حد و مقدار نہو اور بھید یہ کہ عدد مذکور اگرچہ وسعت شمار سے باہر ہو تاہم وہ محدود اور متناہی ہے اور یہ سطح غیر محدود مانی گئی ہے۔ جواب ایسی سطح موجود ہونا بقاعدۂ ریاضی باطل ہے۔ اگر نہین مانتے ہو تو فرض کرو کہ ایک سطح غیر متناہی موجود ہے پس ہم کہتے ہین کہ سطح مین جہان چاہین خط و نقطہ فرض کرین پس ہمنے ایک نقطہ فرض کیا جو خط غیر متناہی مین ہے اور برابر گز گز بھر کے فاصلہ پر ب ج د وغیرہ نقاط غیر متناہی ہین پھر ہمنے اس خط کے متوازی دوسرا خط تس فرض کیا جسکا نقطہ تس محاذی ا واقع ہے اور

ا ب ج د ہ

س ص ط ع

برابر اس خط مین بھی گز گز کے فاصلہ پر نقطہ ص۔ ط ع۔ وغیرہ غیر متناہی ہین پھر ہمنے خط س مین سے بقدر تس ص یعنی ایک گز چھوڑ کر نقطہ ص سے اس خط کو خط ا پر منطبق کیا تو نقطہ ص واقع ہوا ا۔ پر اور ط۔ واقع ہوا۔ ب۔ پر اور ع واقع ہوا ج۔ پر۔ علی ہذا القیاس برابر انطباق ہوا پھر ہم پوچھتے ہین کہ کیا خط ص برابر خط ا۔ پر منطبق ہو گیا یا دونون خطوط مین کمی بیشی واقع ہوئی۔ پس اگر کہو کہ دونون برابر منطبق ہو گئے تو یہ محال ہے اسواسطے کہ مر گیا ہمنے خط تس مین سے بقدر تس ص کے کم کر دیا تھا تو لازم آیا کہ کل جزو برابر ہو جاوین اور یہ بدیہی باطل ہے اور اگر کہو کہ خط تس مین بقدر تس ص کے کمی واقع ہوئی تو کمی کے مقام پر اسکی انتہا ہو گئی اور جب خط تس کی انتہا ہوئی تو خط ا۔ اس سے بقدر تس ص کے زائد تھا تو اسکی بھی انتہا ہو گئی۔ پس ثبوت ہوا کہ جسکو غیر متناہی فرض کیا تھا وہ باطل ہے بلکہ اسکی انتہا ہے۔ دلیل دوم فرض کرو کہ سطح غیر متناہی موجود ہے پس ہمنے اسمین نقطہ ا فرض کر کے اس سے دو خط تس اور ص جانب سطح فرض کیے جو زاویہ منفرجہ بناتے ہین۔ ا ر س
اب ہم کہتے ہین کہ جو فاصلہ درمیان س۔ اور ص۔ کے ہے وہ متناہی ہے یا غیر متناہی ہے پس اگر یہ فاصلہ متناہی ہو تو خطوط س و ص متناہی ہین اور یہ تو اس سطح غیر متناہی کی حد ہو گئی اور اگر فاصلہ مذکور غیر متناہی ہو تو ماننا پڑیگا کہ ایک غیر متناہی درمیان دو گھیرنے والون کے ہو سکتا ہے اور یہ باطل ہے اسواسطے کہ غیر متناہی غیر محدود ہے۔ دلیل سوم۔ اگر سطح غیر متناہی موجود ہو تو اقلیدس کی تحریر کے موافق اسکے حدود خطوط ہونگے کیونکہ سطح

کنارے خط ہیں پس یہ سطح محدود مخطوط ہی حالانکہ غیر متناہی کبھی محدود نہیں ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ سطح غیر متناہی کا وجود ہی متصور نہیں ہے
(نتیجۂ اول) جب یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ تو دہری مادی کا یہ اعتقاد باطل ہوگیا کہ زمین کے اوپر و چاروں جانب خلاے غیر متناہی موجود ہے
اور آسمان کا وجود نہیں ہے۔ اسکا باطل ہونا چند وجوہ سے بدیہی ہے۔ اول یہ کہ خلاے غیر متناہی کا وجود ہو حالانکہ ابھی ثابت ہوا کہ خلاے
غیر متناہی جو سطح غیر متناہی ہے باطل ہے۔ دوم آسمان کا وجود بدیہی موجود ہے کیونکہ پانی و آئینہ میں اسکا عکس بلاتفاوت منعکس ہے اور جبتک
جسم ٹھوس نہو تو عکس مرئی نہیں ہوتا ہے۔ دہری نے اعتراض کیا کہ دوربین سے ہرگز نظر نہیں آتا تو معلوم ہوا کہ نظر خطا کرتی ہے اور یہ تاریکی
منتہاے نظر ہے۔ جواب دوربین ہزار دو ہزار دس ہزار کوس سے زیادہ قوت نہیں رکھتی حالانکہ آسمان بہت دور ہے۔ اعتراض کیا کہ ستارے نظر
آتے ہیں۔ جواب علم المناظر میں مقرر ہوا کہ آنکھ کی روشنی اور اس چیز کی نورانیت اصلی یا عارضی سے نظر ہے اور ستارہ خود منور ہے لہذا نظر آتا ہے اور
آسمان شفاف آئینہ کی نظیر ہے تو نظر نہیں آتا جیسے اندھیری گھٹا ت میں اور کا درخت نظر نہیں آتا اور درخت پر چراغ دکھلائی دیتا ہے۔ اعتراض
سورج کی روشنی میں نظر آوے۔ جواب کیوں اسواسطے کہ شفاف کا ادراک خود سورج میں پوشیدہ ہو جاتا ہے اور آنکھ میں اسقدر قوت نہیں ہے
اعتراض آخر آسمانوں کے بعد تو آپ کے نزدیک بھی خلاے غیر متناہی موجود ہے لہذا اسکو دوربین سے نظر نہ آیا ہمنے ابھی سے انکار کردیا۔ جواب
یہ خیال خبط ہے کہ آسمان کے بعد خلاے غیر متناہی موجود ہے اور ابھی سے خلاف دلیل کے آسمان سے انکار کرنا سطح محال کا اعتقاد باطل اور
بدیہی سے انکار ہے۔ اور یہ وہی مثل ہے کہ دہری اپنے مکان کی چھت کے بعد خلاے غیر متناہی کا قائل ہے تو ہم ابھی سے چھت نہ دارد اسکے
مکان کے کھنڈل ہونے کے قائل ہو جاویں۔ (**نتیجۂ دوم**) جب ثبوت ہوا کہ سطح غیر متناہی کا وجود محال ہے اور آسمان کا وجود
بدلائل قطعیہ ثبوت بلکہ محسوس بدیہی ہے کہ دلیل اسکی خفا کو زائل کرتی اور منکر کی علت نظر کو دور کرتی ہے تو یہ بھی ثبوت ہوا کہ نیچروں کا یہ دعوی کہ
زمین گرد آفتاب کے حرکت کرتی ہے، محض باطل ہے۔ اور یہاں اس دعوی کے باطل ہونے کے واسطے دوسری دلیل موجود ہے۔ اور تقریر دلیل سے پہلے
اس فرقہ کے بعض اصول موضوعہ بیان کرنا ضرور ہے۔ اول محیط زمین اوس قوم کے نزدیک پچیس ۲۵ ہزار میل ہے۔ دوم چوبیس ۲۴ گھنٹہ میں زمین کی حرکت محوری
صرف ایک بار ہے اور وہی شب و روز ہے۔ سوم زمین سے آفتاب تک ساڑھے نو کروڑ میل کا فاصلہ ہے۔ چہارم اس فرقہ کا دعوی ہے کہ زمین گرد آفتاب
کے ۳۶۵ دن کسر سے زائد میں ایک دورہ پورا کرلیتی ہے اور آفتاب جو بطور مرکز ہے اسکے گرد زمین کی گردش سے دائرہ کامل نہیں بلکہ ناقص بشکل بیضاوی
بنتا ہے۔ مترجم کو یہاں دو حکم دیگر بیان کرنا ضروری ہیں اول یہ کہ جسم کروی جب متحرک ہو پس اگر اسکا محور کسی جگہ جما ہو تو بیکرہ اسی محور پر چکر کھائیگا بدون اسکے کہ کوئی مسافت
طے کرے جیسے چرخہ و چرخ و سلائی کی کل نجرہ میں گول پہیہ اپنے محور پر چکر کھاتا ہے اور اگر جما ہوا نہو تو وہ چکر کھاتا ہوا آگے بڑھیگا جیسے انجن ریل کا پہیہ چکر کھاتا ہوا آگے کو بڑھتا
اور مسافت طے کرتا جاتا ہے خواہ اسکی مسافت مستقیم طے کرے خواہ مستدیر خواہ منحنی جیسے اکثر مواقع پر ریل کے پہیئے تینوں قسم کی مسافت طے کرنیکا کام لیا جاتا ہے واضح ہو
کہ اگر لٹو میں پڑ ڈال کر نیزہ چونک کر کھینچا جاوے تو وہ بدون اپنی مقتضائے حرکت کے کھینچتا چلا آویگا اور اگر اسکو ذاتی حرکت کرو کا نہ چاہے مثلاً نیزہ سے ٹھوکر
دیا جاوے تو وہ مستدیر حرکت سے بڑھیگا پس جسم مدور کی حرکت مستدیر ہے۔ حکم دوم یہ کہ ایک ہی جسم پر وقت واحد میں دو حرکت متضاد جمع
ہونا غیر ممکن ہے مراد یہ کہ حرکت مستوی یا مستدیر جہت واحدہ یا متضادہ میں جمع نہ ہونگی جبکہ وقت واحد ہو۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو ہم کہتے
ہیں کہ زمین کا آفتاب کے گرد متحرک ہونا بلا دلیل بلکہ منقوض ہے اور ہمنے بلا دلیل اسواسطے کہا کہ دلیل ایسی تقریر کا نام ہے کہ جسمیں تخمینہ و گمان
نہو بلکہ قطعی ہو کہ اسمیں خلاف احتمال کو گنجائش نہو اور جو بات ایسی ہو وہ لازمی ہو جیسے آفتاب نکلنے کو دن ہونا لازم ہے پس بعض نیچروں نے
استدلال کیا کہ آفتاب جرم کلاں ہے تو لازم ہے کہ وہ زمین کے گرد متحرک نہو بلکہ زمین کا جسم صغیر اسکے گرد متحرک ہو لہذا ثابت ہوا کہ زمین اسکے

گرد متحرک ہی اسی طرح گاڑی حرکت جہاز وغیرہ کی لایعنی تقریریں ہیں کیونکہ عقل قطعی میں یہ امر لازم نہیں کہ صغیر ہمیشہ کبیر کے گرد متحرک ہو کیا نہیں
دیکھتے ہو کہ گھڑی میں ایک محور کے پہیہ کے گرد بڑے پہیہ حرکت کرتے ہیں۔ (تقریر نقض) اگر ہم فرض کریں کہ آفتاب مرکز ہی اور زمین اسکے گرد ۳۶۵
دن میں سالانہ دورہ پورا کرتی ہی تو دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو محور کے گرد گھومنی کی حرکت سے آگے بڑھتی جاتی ہی جیسے ریل کا پہیہ اپنے محور پر چکر اتا
اور آگے بڑھ جاتا ہی جس سے مسافت طی ہوتی ہی پس اگر یہ صورت مانتے ہو تو زمین ہر روز و شب میں ایک چکر کھائیگی اور اس چکر سے اسی قدر طی ہوگا
جسقدر کرہ زمین کا محیط ہی اور وہ ۲۵۔ہزار میل ہی اور چونکہ سال ۳۶۵۔دن میں دورہ پورا ہو جاتا ہی تو آفتاب کے گرد اسنے جو دائرہ بنایا اسکی
مسافت دونوں کا حاصل ضرب یعنی ۳۶۵×۲۵۰۰۰=۹۱۲۵۰۰۰ سے کچھ زائد ہی پس سال میں زمین اسقدر مسافت طی کرتی ہی۔ اب ہم دوسرے
طریق سے اس دائرہ کی مسافت نکالنا چاہتے ہیں۔ وہ طریقہ یہ کہ زمین سے آفتاب تک ساڑھے نو کروڑ میل کا فاصلہ ہی اگر اسکو نصف قطر مانو تو
پورا قطر ۱۹ کروڑ ہوا اور قطر و محیط میں ۷ و ۲۲ کی نسبت لگانے سے محیط ۵۹ کروڑ سے زائد ہوا اور اگر دائرہ بنیادی کی کمی رکھو تو پچاس کروڑ سے
کسی طرح کم ہونا ممکن نہیں ہی حالانکہ تمنے صرف ایک نوے لاکھ بیان کیا ہی یہ محض خبط ہی اگر تم کہو کہ زمین اپنے محور پر مغرب سے مشرق کو حرکت
کرتی ہی اور مختلف جذبات کی وجہ سے وہ شمال کی جانب بڑھکر قطع مسافت سالانہ کرتی ہی اسطرح کہ آفتاب کی کشش اپنی طرف اور زمین کی نفرت
اپنی طرف اور دیگر کروی سیارات کے جذبات اپنی طرف کھینچتے ہیں لہذا زمین دائرہ کی شکل میں دوان ہوتی ہی اور ایک منٹ میں اس سے کم میں ہزار
میل بڑھ جاتی ہی۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ اعجوبہ سننے کے قابل ہی کہ بذات آفتاب باوجود اس قدر قوت جذب کے جسکی سامنے زمین بیچاری
بلا کر اس سے زیادہ نہیں کہ جیسے تنکے کے مقابلہ میں گول پھر زمین کی طبیعت کیا مقابلہ کر سکتی ہی اور آندھی کے مقابلہ میں تنکے پر زمین کے پروں کی ہوا
کیا اثر پیدا کریگی لیکن ہم اس عجوبہ کو چھوڑکر بدیہی چند طور سے بطلان ظاہر کرتے ہیں۔ اول یہ کہ تمنے مانا کہ زمین ان مختلف جذبات سے مستقیم
رفتار نہیں چل سکتی بلکہ مستدیر صورت میں ہو جاتی ہی لیکن زمین کی ذاتی حرکت مستدیرہ ہی جیسا کہ شمالاً جنوباً مستدیر حرکت کی تو تشریح کا قائل اسی اعتقاد
میں محوری حرکت محال ہی جیسا کہ حکم دوم میں مذکور ہو چکا اور زمین کا محور حرکت مفقود نہیں اسکو تقاضا ذاتی سے گردش کے واسطے کوئی
بیچ صورت اسکو کھینچنے والا نہیں ہی اور اگر ہوتی تو بھی غیر مفید محور میں وہ ذاتی حرکت مستدیرہ سے اسکی جانب روان ہوتی لیس خیالی رکھ کے
اسپر دونوں حرکت متضادہ جمع ہوں دوم یہ کہ کرہ زمین ملحق پانی ہی جسکے مجموعہ کا نام ہی یعنی قلیل خشکی ہی جس سات گونہ سے زائد پانی اس خشکی کے
گرد محیط ہی اور مجموعہ کرہ مذکور صرف شرقاً غرباً متحرک اور شمالاً جنوباً منفصد ہی تو کوئی وجہ نہیں ہی کہ پانی متصل رہے بلکہ واجب ہی کہ نیچر کی خلا سے غیر متناہی
میں ٹپک جاوے سکا اگر کہا کہ تیزی حرکت سے پانی ٹپکنے نہیں پاتا۔ جواب یہ کہ ۲۴ گھنٹہ میں صرف مستدیرہ حرکت ۲۵ ہزار میل یعنی فی گھنٹہ
ایک ہزار میل کے قریب ہوئی اور وہ اس عظیم جسم کے مقابلہ میں نقص سست حرکت ہی اور شمالاً جنوباً البتہ فی لمحہ تم ۲۸ ہزار میل مانتے ہو لیکن وہ متناقض
ہوکر محوری کے ساتھ جمع ہونا محال ہی جیسا کہ ہم ثابت کر چکے علاوہ ازیں وہ پانی جانب شمال یا جنوب سے بہ جاوےگا وہاں حرکت نہ داری ہی کہا
کہ ہوا کا دباؤ دلیے ہوئے ہی۔ جواب یہ کہ ان سمندروں پر ہوا کی عنایت مفید ہوئی لیکن برتن کے قلیل پانی پر کچھ اثر نہ دا۔ اگر کہو کہ مرکز ثقل سے پانی
حرکت کرتا ہی تاکہ پیالے سے بہ جاوے اور ہوا نہیں روک سکتی۔ جواب دیا جائیگا کہ پانی کا مرکز بالطبع سافل ہی تو سمندروں کے نزول کو آندھی بھی نہیں
روک سکتی ہی۔ مترجم کو افسوس ہوتا ہی کہ ایسے احمقانہ خیالات کو رد کرنے میں زیادہ وقت رائگان کیا جاوے۔ وجہ سوم یہ کہ جب شمالاً جنوباً
ایک لمحہ میں ۲۸ ہزار میل رفتار ہی تو ہم ایک لمحہ میں اسکا امتحان کیئے لیتے ہیں اور وہ اسطرح کہ ہمنے توپ سے ایک گولہ جانب آسمان چھوڑا
اور وہ گولہ ایک منٹ میں سے علحدہ ہو کر اسی خلا میں ہی اور زمین اسی خلا میں متحرک ہی پس اگر وہ گولا ایک لمحہ تک ٹھہر اثنا چڑھتے اور گرتے اسکا

ایک منٹ صرف ہوا تو زمین اتنی دیر مین ۶۸ ہزار میل پہونچ گئی حالانکہ بالکل دروغ کیونکہ گولا صرف دس پانچ قدم فاصلہ پر گرتا ہے وہ بھی کبھی چھوڑنے
مین کچھ اور کچھ ہوا کی مزاحمت کا اثر ہے اور خود ان لوگون نے کیمبرج کالج مین اسکی آزمایش مین ایسا اترا کیا کہ گرنے مین بہت کم تفاوت ہوا۔ اگر کہو کہ
زمین کے گرد کرہ کے ساتھ کرۂ ہوا متحرک ہے جواب یہ کہ تمام ہوائی خلا یعنے جوف کو طبقہ بہ طبقہ یکسان تعلق ہے اگر کہو کہ زمین کا جذب اس گولے کو
کھینچتا ہے۔ تو جواب یہ کہ زمین شمالاً جنوباً ۶۸ ہزار میل سے کم نہین ہے اور جذب مین ہر جگہ یکسان ہے تو مان لینے پر بھی شمال مثلاً لندن مین جو گولا چھوڑا وہ
ایک منٹ کے بعد کالے پانی کے جزیرہ مین ملتا۔ یہ محض دروغ و مہمل خیالات ہین اور مترجم کو ایسے مہمل خیالات کی تردید مین وقت رائیگان کرنے مین
افسوس ہوتا ہے مگر وائے بر عقل قوم کہ انھون نے علم کھو کر جہل مین یہانتک کمال پیدا کیا کہ نیک و بد کا امتیاز نہین اور غلط و صحیح مین اور حق و باطل مین
تمیز نہین کر سکتے بلکہ جانورون کی طرح چرائے جاتے و ہانکے جاتے ہین (وساوس شیطانی) منجملہ وساوس شیطانی کے جن سے یہ قوم گمراہی مین پھنسکی
پڑتی ہے ایک یہ ہے کہ اپنی سلطنت و حکومت مین انھون نے علم حق چھوڑا اور شاعری مین توغل کیا۔ دنیا پر مطمئن ہو کر آخرت سے منہ موڑا امر معروف
و نہی منکر سے ہاتھ اٹھایا اور ظالم کو روکنے کی جگہ اسکا ساتھ دیا اور زنا و فسق و فجور کے ساتھ حلال کا برتاؤ کیا۔ آخر وہ نتیجہ پایا جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایسی حالت مین فرمایا تھا کہ تمھارے دلون مین باہمی نفاق و عداوت ڈالی جائیگی حتی کہ جو شخص تم مین سے نیک ہوگا اسکی دعا بھی
نہ سنیگی۔ (دیکھو تفسیر قولہ تعالیٰ واتقوا فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ) اخلاق شریفہ چھوڑ کر رذائل سے متصف ہوئے۔ نامردی کا جامہ پہنا اور
عورتون بچون کو لپربی ہنود کی خوشنودی مین قتل کیا جو کبھی جائز نہ تھا اور مردون کے روبرو پیٹھ دکھلائی کچہریون مین قاضی فاسق و گواہ بدکار کہین
جان و مال کی حفاظت کے آثار نظر مین نہ تھے ظلم و فسق و فجور و بددیانتی کا بازار گرم تھا غرضکہ نور ایمان سے اندھے ہو گئے بیٹھے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے
انپر موجودہ قوم کو حاکم کیا جسنے انکے ظالمانہ ناخن کاٹ دیے۔ اور علم ریاضی کے حواس سے اس قوم کی ترقی جیسے کلون وغیرہ کی ایجاد مین ظاہر ہوئی یا
اپنے حسن انتظام مین واضح ہے۔ جب اس جاہل قوم نے دیکھا تو اپنی جہالت سے نتیجہ نکالا کہ جس قوم کی دانائی اس حد تک ہو وہ بات کہے ضرور
حق ہوگی لہذا اسکی تقلید مین پورے دہریہ بلکہ پورے احمق ہو گئے کیونکہ سوائے مادہ تقلید کے انمین خود کچھ حواس نہین ہین ورنہ ضرور سمجھتے کہ ریاضی
کے فنون کا کمال صرف قوت حواس و واہمہ کا کام ہے لہذا بچون کو اسمین جلد تر مہارت ہو جاتی ہے جو جوان کو مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔ اور معجزات
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو معدن نبوت سے صادر ہوئے تھے اب انکا ظہور عیان ہے از انجملہ یہ تم لوگ یہود و نصاری کی طرح بلکہ ایسے بدتر ہو جاؤگے
(اسوقت کے یہود و نصاری کے ظلم و بدکاریون کی ایسی ہی کیفیت تھی) اور باہمی نفاق و دینی فساد ہوگا اور علما بانی فساد ہونگے۔ دنیا مین منہمک
ہونگے۔ نصاری تمام روے زمین پر مال و اولاد مین بکثرت قوت مین اور غالب ہونگے رومی ٹاپو گانون گانون کرکے نکال لینگے۔ ایسے فتنے ہونگے کہ مرد
حلیم حیران رہ جائیگا۔ سلطنت ایسی قومون کو حاصل ہوگی جو عقل کے نور سے اندھے بہرے ہین۔ میری امت کے قبائل مشرکون و بت پرستون مین
ملتے جاوینگے مہدی رضی اللہ عنہ کے قرب زمانہ مین قریب مصر کے ایک شخص دین کے واسطے لڑیگا مگر آخر پست ہو جائیگا۔ مصر کے حاکم کا طلب
کوتاہ قد اضلع کرنجا بدکار مذموم آیا ہے مسلمانون کے قبضہ مین سوائے جیرہ و عرب اور قریب مصر کے ایک قطعہ زمین کے کچھ خود مختار نہین رہیگا۔ اور قوم
مفسد کے بداخلاق و دیگر معجزات کثیرہ بہت تفصیل کے ساتھ مبین ہین از انجملہ بخل کے موافق کاربند ہونا و خواہش نفس کی پیروی کرنا اور دنیا کو
آخرت پر اختیار کرنا اور اپنی اپنی راے پر نازان ہونا۔ کذا فی الصحیح۔ اور یہ سب امور اسوقت معائنہ ہین اور اہل ایمان کے واسطے انکی طمانینت یقین کے
مسرور کرنے والے ہین باوجودیکہ انکو یہ رنج بھی ہوتا ہے کہ اسوقت مین یہ بھی اشارت ہے کہ انکی اصلاح نہوگی یہانتک کہ حضرت امام حق مہدی رضی اللہ
عنہ پیدا ہون اور قوم کی پیشوائی کرین۔ لیکن امید ہے کہ انمین جماعات اہل صلاح و یقین باقی رہین کیونکہ دین حق عزوجل کی نسبت بشارت ہے

کہ اگر ایسا شخص مسلط ہوگا جو انکو استیصال کرسکے اور برابر باقی وحجت میں غالب رہیگا لہذا مترجم بھی بارگاہ حضرت باری تعالے جل شانہ میں امیدوار ہے کہ اللہ تعالے اپنے بندگان صالحین مومنین کے ساتھ مجکو بھی اعتقاد و دین حق پر مستقیم فرماوے اور ایمان پر خاتمہ بخیر کرے آمین ثم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالے علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔ پھر واضح ہو کہ مترجم نے آسمان و زمین کے بارہ میں اہل شرک کے خیالات باطلہ کو بدیہی دلائل سے بالکل ظاہر کردیا اور اسقدر بیان انشاء اللہ تعالے اہل باطل کے سکوت و انکے بطلان کے واسطے کافی ہے اور اہل حق کی طمانیت و ایقان کے واسطے وافی ہے اور امید ہے کہ فرقہ نیچریہ میں سے اہل انصاف بھی اپنی ہٹ چھوڑدیں تو لامحالہ دین حق کی جانب رجوع کرینگے اور اللہ تعالے ہم سب کو ہدایت کے ساتھ ایمان عطا فرماوے پھر جب اس تفسیر شریف سے تجھ حاصل ہو تو امید ہے کہ اسرار شریعت منکشف ہوں اور امور حق کی راہ پاویں اور اوہام شیطانی مطرود ہوجاویں (التنبیہ) جس امر حق میں کسیکو وسوسہ شیطانی عارض ہو اسپر فرض ہے کہ اسوقت شیطان کو مطرود کرے یہ یقین کرکے کہ حق یہی ہے لیکن میری سمجھ قاصر ہے پھر اسکو علمائے محققین سے حل کرے (التنبیہ) قرآن مجید میں جو طریق دنیا بسر کرنے کے شرع کیے گئے ہیں وہ محض نادار فقیر سے لیکر سلطان تک کے واسطے عام ہیں پس امور دنیاوی میں اسکو تدبیر زاہد سے سلطان تک کرسکا [?] اور امر آخرت میں برابر صالحین ہے اور امر عقائد میں ہر فرد مستقل ہے اور واضح ہو کہ بعضے امور انشاء اللہ تعالے ہر پارہ کے ساتھ لاحق کیے جائینگے مثلاً تقویم [?] ایسے امور ہیں کہ جنکی ضرورت اکثر مستفید کو فہم قرآن پاک میں ظاہر ہے کہ امم عاد و ثمود وغیرہ کے مقدم و مؤخر قرون کی ترتیب بہت بہتر ہے تاکہ قرآن پاک میں جو متنوع قصص عبرت مذکور ہیں ہر ایک کے حالات عبرت سمجھنے میں بصیرت حاصل ہو اور اسی ذیل میں مخلوق محسوس و غیر محسوس کے بعضے دلائل و آثار کا بھی ذکر آئیگا اور تتمہ میں بعضے اکابر سلف و اولیائے خلف و صلحائے امت کے بھی مراتب تقوی و مقامات علیہ و کرامات جلیہ و اقوال حکمت ربانیہ کا نمونہ درج ہوگا تاکہ اہل سعادت انکی اقتدا سے اپنے معاملہ میں اتباع سنت کی رفتار سیکھیں اور دنیا پرست قوم ناہنجار کی پیروی سے شرم کریں اور جن بزرگوں سے بعض لطائف اشارات بذیل آیات قدسی درج ہوئے ہیں بنظر تکریم مطالعہ کریں واللہ تعالے ہو الموفق للصدق والصواب (التنبیہ) بدء خلقت کا تفصیلی حال جسقدر قرآن پاک و حدیث صحیح میں آیا وہ مقطوع و مستند ہے اور خوب جان لینا چاہیے کہ ہمکو جسقدر ضرورت ہے وہ اس یقینی نصوص سے حاصل ہے اور زائد قصص تاریخ جنمیں ظاہری الفاظ پر نظر ہے اکثر ایسے لوگوں کے لیے موزوں ہے جنکا افسوس اس دار فانی کے فنا و اپنی موت سے غافل ہو کر دنیاوی زندگی کے دل بہلانے میں مطمئن ہوگئے ہیں۔ حالانکہ جسدن آدمی پیدا ہوا اسی دن سے اسنے دنیا کی طرف پیٹھ کی اور آخرت کی طرف منہ کیا تو ہر روز یہاں سے دور اور وہاں سے نزدیک ہوتا جاتا ہے یا کہو کہ اسی دن سے موت اسکے استقبال کو روانہ ہوتی ہے پھر کسقدر قریب ہے کہ وہ اچانک آجاوے کیونکہ عاقل تو ہر آنے والے کو قریب اور ہر ماضی کو بعید جانتا ہے اور غافل کو ہر دم زمانہ طفولیت یاد ہے حالانکہ کبھی نہ دیکھیگا۔ جب یہ کیفیت ہے تو ان الفاظ قصص و حکایات سے کیا غرض ہے اور معانی البتہ مقصود ہیں تو وہ موت کے بعد خود پیش نظر ہونگے کیونکہ روح پاکیزہ کے لیے کچھ دور و نزدیک کا تفاوت نہیں ہوتا ہے برخلاف اسکے جسم بکدر ایک دیوار کے پار نہیں دیکھتا۔ پھر ہر طرح کی روایات بیان تواریخ سابقین میں لانا خواہ اپنے قلم کو دروغ کا مشتاق بنانا ٹھہرا کیونکہ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام تک کوئی سلسلہ اسناد نہیں ہے کہ یہ خبر ہمکو فلاں بزرگ سے جسنے فلاں سے اسنے فلاں سے آخر تک حاصل کی بلکہ جن لوگوں نے ایسی روایات کو لکھا جو کتب احادیث میں موجود نہیں ہیں انھوں نے نصاری سے اور نصاری نے یہود سے اور یہود نے اقوام سابقہ سے لیا ہے لیکن اس سلسلہ پر ذرہ بھی معرفت ہو کیونکہ زمانہ اسلام سے پہلے قریباً بالاتفاق کوئی تاریخ لکھنے کا دستور نہیں تھا چنانچہ ہنود سے شروع کرو کہ راجاؤں کے یہاں کب سے شعرا تھے کہ اگر راجا کی فاش شکست بھی ہوئی تو انھوں نے ایسے بہادرانہ پیرایہ میں بیان کیا کہ سہرا فتح کے بجائے ہے پھر کاش اسی قدر ہوتا بلکہ دشمن کے دس ہزار میں ہاتھ پاؤں کا خیالی مقدمہ بنایا جیسے کسی شاعر نے شاہ کی تعریف میں حضرت

یوسف علیہ السلام کی قدر بالا کو ساتھ ہاتھ کہکر اپنے حق مین کفر سمجھتا ۔ الغرض چند روز تک یہ کیفیت لوگون کی بیاض مین زبان پر رہا اور مدت دراز کے بعد لوگون مین سچ مچ یہی خیال جم گئے جیسے ایرانیون کی تواریخ کا کہین وجود نہ تھا لیکن آخری شاہ مجوس یزدگرد نے پاستان نامہ لکھوایا اور ہفتخوان رستم و دیو سفید و لاکھون دیوان مازندران وغیرہ کے واقعات سے عجایبات لطافت کا دفتر بنایا اور عجیب حرفت کو ملاحظہ کرو کہ جب شاہزادہ اسفندیار بمقابلہ باغی رستم کے قتل ہوا تو شاعران شاہی و خادمان خاص نے اس شکست کے لیے سیمرغ کا تیر گزلانا اور رستم کا روز اول قریب المرگ ہوکر دوسرے روز صاف تندرست ہو جانا وغیرہ خوب گڑھا غرضکہ کوئی سانحہ روزگار از انقلاب چرخ دوار کبھی واقعی صورت سے لکھا پڑھا نہین جاتا تھا اور محققین کے نزدیک ایران و ہندوستان کے قدیم بیانات و حکایات جو اسوقت مذہبی اعتقادات کے پیرایہ مین دفاتر نظم و نثر مین موجود ہین خود صریح دلیل ہین اور یہودیون کے یہان تو باوجود تعلیم نبوت و ہدایت کے گویا اخبار یہود کا تختہ تھا کہ اصلی وقائع مین طرح طرح کی نمک مرچ ملا کر عجیب دلچسپ قصہ بناوین اور شاہی قصہ خوان کو سناوین ۔ جیسے انھین کے قدم بقدم آخر دیکھو کہ مسلمانون مین داستان امیر حمزہ وغیرہ کس حالت سے شائع ہے کہ لاکھون مسلمان اسکے واقعی ہونے پر دل سے یقین کیے بیٹھے ہین ۔ اور اگر اسکو لاکھون نے غلط بھی جانا تو شاہنامہ فردوسی و سام نامہ وغیرہ کے مہملات ہونے پر سوا خاص ہی خاص لوگون کے کتر ایسے لوگ ہونگے جو کان دھرین حالانکہ خود فردوسی نے یوسف زلیخا کے دیباچہ مین بہت افسوس کیا کہ مین نے عمر عزیز اس لغویت مین برباد کی جسکی اصلیت و بنیاد نہین ہے اور یہ مصرع کہا ؎ دو صد زان نیرزد بیک مشت خاک + یعنے اسکی دو سو داستانین ایک مٹھی خاک کے برابر نہین ہین ،، اور سچ کہا اسواسطے کہ خاک آخر سچی خاک تو ہے اور وہ تو محض لغو دروغ ہے ۔ پھر لکھا کہ اب مین توبہ کے بعد چاہتا ہون کہ سچا قصہ یوسف زلیخا نظم کرکے تلافی کردن ۔ رہے نصرانی بیچارے تو انکا مایۂ بساط سواے روایات یہود کے کہان سے آویگا ۔ اقوام یورپ جنھون نے تعصب چھوڑا اور لغو حمیت سے منہ موڑا بالاتفاق اقرار کرتے ہین کہ تاریخ کا فن فقط اہل اسلام سے سیکھا گیا ہے اور اقرار کرتے ہین کہ سچی تاریخ جو انھین موجود ہے کسی قوم مین نشان نہین ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ باوجود سیکھنے اور سعی موفور کے بھی آجتک وہ صدق نابود ہے ۔ کیا نہین دیکھتے ہو کہ اخبارات سے مجموعہ تاریخ ہے ۔ یہ نہین سہی بلکہ تار برقیات سے مجموعہ تاریخ ہے حالانکہ جن لوگون کو امور مملکت و عملی حکمت سے کچھ بھی واقفیت ہے وہ خزانہ سلطنت کی تاریخ کے سواے ایک زمانہ کی دیگر تواریخ پر نگاہ حقارت سے دیکھینگے اور جب اسی قرن مین یہ سب تواریخ منتشر ہون تو خود مخفی تاریخ غیر معتبر ہو جائیگی اگرچہ درحقیقت وہی صحیح ہو ۔ پھر تاریخ اہل اسلام سے اقوام یورپ کی مراد خاصتہً وہ تاریخ ہے جو گروہ اعظم اہل السنۃ والجماعۃ مین معروف ہے کیونکہ وہی بہر وجہ مادہ صدق ہے اور حدیث اس سے بدرجہا اوثق و احق ہے کیونکہ حدیث صرف ایسے ہی متقی سے قبول کرتے تھے جو دین مین مستقیم اور شاہون کی ملازمت سے دور اور بدعات خروج و تشیع و رفض وغیرہ سے نفور ہو اور وہ وقت تھا کہ بسراوقات جمیع اہل ایمان مین ہردم ہوتا تھا حتی کہ زن و فرزند ہر فاسق سے نفرت کرتے تھے حتی کہ صلاحیت دینی مین ہمسری کو نکاح مین اعتبار کرنا پڑا اور راوی کے حالات زندگی سے برابر تفتیش جاری تھی پس جب کبھی شائبۂ کذب مفہوم ہوا تو ترک کیا گیا گویا اسوقت کے برعکس معاملہ تھا بلکہ اس زمانہ مین جہل کا غلبہ شدید یہانتک پہونچا کہ فاسق بدکار بیہودہ گو اور گانا سننے والا انکے نزدیک ولی کہلاتا ہے حالانکہ وہ لوگ ایسے شخص کو تعزیر دیکر قید کرتے تھے (تنبیہ مفید)

اکابر صوفیہ کے کلام بلا خلاف متفق ہین کہ ولایت محمدیہ سب سے اعلی ہے یعنے جو بندہ کہ کمال ایقان ایمانی کے ساتھ شرع و سنت پر مستقیم ہو وہ ولی بے نظیر ہے اور کشف و کرامات یہان کوئی چیز نہین چنانچہ سابقین و لاحقین حتی کہ شیخ عارف حضرت مجدد رحمہ اللہ تعالی نے بھی لکھا کہ کشوف را بجوی نمی خرند اور انکی مانند شاہ ثناء اللہ صاحب رحمہم نے لکھا ہے اور حضرت مولانا شاہ تراب علی صاحب قدس سرہ نے رسالے مین اسی کے مانند لکھا ہے شاہ ابوالحسن رحمہ نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اسی مرتبہ مین تھے ہر ایک مرتبہ ولایت مین کامل تھا کہ بالاجماع کسی کے مرتبہ کو غوث و قطب نہین پہونچ سکتا اور وہان کچھ کشف

و کرامت کی تلاش نہ تھی بلکہ رزق حلال کی تلاش کے ساتھ اتباع سنت انکا شعار تھا اسی طرح جو عالم کہ دنیا کی خواہش نفس سے بیزار ہو کر آخرت کا
طالب ہو وہ عالم ربانی ہو وہ اسی مرتبہ مین ہی۔ کل ائمہ صوفیہ متفق ہین کہ مجذوب جو درحقیقت صالح مجذوب ہو وہ بھی محض بمنزلہ ہی اگرچہ اپنے حق مین
مغفور ہو۔ اور کبریت احمر واکسیر اعظم تو ولی اول ہی اور ماسوا اسکے اقسام کثیر غیر محصور ہین لیکن ولایت بعد یقین کامل ایمانی کے ہوتی ہی پس جو کوئی عقائد
اہل السنۃ مین ناقص ہو یا مبتدع ہو وہ ولی نہین اگرچہ عوام کو اس سے کرامت سوجھے بلکہ وہ شیطان کا مسخرہ ہی اور جسکو کرامت سمجھتے ہین وہ شیطانی
استدراج ہی کیا انکو یقین نہین کہ دجال کے خرق عادات مشہور ہین۔ اس تنبیہ سے یہ بھی غرض ہی کہ اس زمانہ مین عوام نے اپنے ولی شیطانی پر اعتقاد
کرکے نور حق و ولی حقیقی کی شناخت سے اور اولیاے راوین کے مراتب پہچاننے سے اندھاپن اختیار کرلیا۔ حالانکہ راویان احادیث بہت معروفین
اولیاے محدثین سے تھے۔ خصوص جبکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم واکثر صحاح کی احادیث کثرت طرق سے بدرجہ شہرت فائز اور تیقن موجود ہی خصوص
جبکہ ۳۰۰ھ ہجری کے بعد جمیع اولیاے معروفین و امت انکی صدق پر اجماع کیے ہین اور امت محمدیہ کا اجماع برکت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے مقبول و مفید تیقن ہی۔ جب یہ امر معلوم ہوچکا تو بیان تاریخ مین جہان نص قرآنی یا حدیث سے افادہ ہوا اسکو بدون جہل و تعصب کے غور سے
سمجھو اور جہان روایت اہل تاریخ یہود و نصاری ہی اسکو بلفظ روایت یا تواریخ وغیرہ ذکر کیا جائیگا تو ہم اسکی تصدیق یا تکذیب دونون سے احتراز کرتے
ہین کیونکہ اہل کتاب مین مثلا یہود مین جماعات کثیرہ طبقات عدیدہ ایسے گذرے جو شریعت توریت پر ٹھیک قائم تھے جیسے سابقین نصاری
مین اہل حق گزرے ہین جو مسلمین کے متوافق جماعت کے شرک سے بری و پاک تھے لیکن بالیقین ان اقوام مین اسناد کا کوئی سلسلہ نہین تھا سو جب
جب انہین اہل علم دنیا پرست ہونے لگے تو انھون نے امراء و رؤسا کے دل خوش کرنے کے لیے واقعی امور مین نمک مرچ لگانا شروع کیا اور آخر والون نے
تو بڑا غضب کیا کہ بے اصل امور کا قصہ باندھا اور وہ بغیر اسناد کے انمین قبول ہوگیا جس سے اصلی کتب جیسی قصص مین امتیاز متعذر ہوا اور اسکی
مثال فرضی کی ضرورت نہین بلکہ اسی کے مانند مسلمانون مین بہت سے تواریخ و قصص ہین۔ تواریخ مین تو بغیر امتیاز کے ہر قسم کی روایات کا مجموعہ ہی
اور قصص مانند یوسف زلیخا کے بکثرت اخبار یہود سے مملو ہی بلکہ محض لغو دروغ قصص داستان امیر حمزہ کے نام سے شائع ہی لیکن الحمد للہ کہ اس امت کے
واسطے اللہ تعالی نے ثقات کی اسناد تعلیم فرمائی لہذا دروغ گویان نے عقل نے خلط کی مجال نہین پائی حتی کہ ہزارون ملاکر لاکھون روایات بنام احادیث
بناکر فرقہاے مبتدعین و زنادقہ نے پھیلائین جنکو علماے ربانین نے پرکھکر موضوع بتلادیا اور بکثرت بنانے و گڑھنے والے فرقہ رافضہ مین گذرے
کہ شیعہ پھر ایسے کم رہ گیے ہین اسی طرح مبتدعین نے بناکر اپنا فروغ چاہا مگر دروغ سے فروغ غیر ممکن ہی سوائے ان غافلون کے جو خود فاسد ہین قبول
کرکے تباہ ہوتے ہین۔ بالجملہ حق عزوجل نے حفظ شریعت محمدی کے لیے ایک فرقہ مین امر حق کو زر خالص کی طرح مصئون کیا اور خلط نہین ہوا۔ لہذا
بیان تاریخ مین اسکا لحاظ ضرور ہی اور واضح ہو کہ بیان حقائق مین جسطرح ابتداے مقدمہ مین مترجم نے اہل نیچر وغیرہ کے اوہام فاسدہ کو رد کردیا
ہی اسی طرح ذیل بیان مین بھی تردید و تحقیق مرعی ہوگی اور علیحدہ تردید مناسب تھی لیکن بخوف تطویل اسکو ملتوی کرکے تذییل و تنبیہ پر اکتفا
کیا گیا اور واضح ہو کہ سابق مین گذرا کہ اہل کتاب کے روایات جو مخالف نہون انکا ذکر کرنا جائز ہی اگرچہ تصدیق و تکذیب نہین کرسکتے اور نہ اسکی بنا پر
کوئی حکم شرعی نکال سکتے ہین اور نہ ہمکو ان غیر ضروری امور کی حاجت ہی بلکہ قرآن مجید و حدیث مبارک خوب کافی شافی ہی علما نے نقل کیا کہ حضرت
آدم علیہ السلام سے پہلے اس زمین مین جن آباد تھے اور اسکی خلقت بحکم قولہ تعالی خلق الجان من مارج من نار۔ آتشی لپٹ یا دخان سے
ہی جیسے ملائکہ کی خلقت نور سے ہی اور جو فرق نار و نور مین ہی وہی تفاوت بعید جن و ملک مین ہی اور یہ خلقت بھی بنظر فطرت کے صفات خالق عزوجل
مین سے مظہر صفات غضبی کے واسطے الیق ہی جیسے خلقت ملائکہ بحسب فطرت مظہر صفات لطافت و طاعت ہی کیونکہ جب ملائکہ مین مادہ اشتہا نہین

تو معصیت کا صدور بنظر خلقت محال ہی ہاں اگر اللہ تعالے بنظر ابتلا و امتحان انہیں سے کسی فرد کو ماہیت سے تبدیل فرماوے تو اسکو اپنے مخلوق کا ہر طرح اختیار ہی اور وہ خوب علیم حکیم ہی کیونکہ کسی چیز کی ماہیت منقلب کرنا کسی مخلوق سے ممکن نہیں اسیواسطے کیمیا محال ہی کہ چاندی کی ماہیت بدلکر سونا کر سکے سوائے اللہ تعالے کے کہ وہ ہر چیز کی ماہیت اپنے قبضۂ قدرت مین قائم و مسخر رکھتا ہی وھو القاھر فوق عبادہ وھو الحی القیوم۔ اور یہ سحر بھی غیر ممکن ہی کیا تم نہین دیکھتے کہ ساحران موسی باوجودیکہ فن سحر مین کامل استاد تھے فرعون سے خواستگار ہوئے کہ اگر ہم غالب ہون تو ہم لوگ ضرور انعام کے مستحق ہونگے۔ پس اگر کسی حیلہ سے وہ تانبے کو سونا بناتے یا کنکریون کو لعل و جواہر کر سکتے تو انکو انعام فرعون کی خواہش نہوتی پھر بھی لوگ میدان مین لاٹھیان و رسیان ڈالکر بہت بڑے اژدہے لائے جنکی ہیبت سے تمام لوگ تھرا گئے قال تعالی سحروا اعین الناس واسترھبوھم وجاء و ابسحر عظیم۔ حتی کہ حضرت موسی علیہ السلام ٹھٹھکے کہ دیکھیے اُس پاک پروردگار کو کیا منظور ہی شاید کہ مظہر غضبی کا غلبہ ہو لہذا ارشاد پہونچا کہ نہین بلکہ تو ہی غالب کیا گیا ہی اور اپنا عصا ڈالدے یہ عصا حقیقت مین بدلکر اژدہا ہو گیا کہ ساحرون کی تمام لاٹھیان مع رسیان نگل گیا اور سب ہضم اور آخر دست موسی مین پھر وہی عصا ہو گیا اسی وقت ان کامل ساحرون نے یقین کر لیا کہ ہرگز جادو نہین ہو سکتا اور یہ از جانب خالق عزوجل معجزہ ہی کیونکہ انکو علم سحر سے ادراک موجود تھا بخلاف جاہلون کے لہذا تو نے دیکھا کہ فرعونیون کو کچھ بھی نفع نہوا۔ بلکہ فرعون نے جہالت سے کہا کہ موسی تو تم لوگونکا استاد ہی اور یہ کسقدر شدید جہالت تھی۔ آخر ایسے ہی احمق جو اپنے خالق عزوجل کی بدیہی معرفت کو نہین جانتے و محض بے عقل ہوتے ہین یہی جہنم کے لائق ہین اسیواسطے حدیث مین علامات قیامت سے آیا کہ گونگے بہرے روے زمین کے بادشاہ ہونگے یعنے دنیاوی سلطنت کے اسباب مین بڑے دانا مگر معرفت حق مین بالکل جاہل سے بدتر ہونگے الحاصل جن و ملک مین کوئی فطرت قابل تبدیل نہین ہی لہذا ملائکہ جیسے کدورات جسمی پاہین سکھتے ہین تو سہو و نسیان وغیرہ اُنسے محال ہی اور طاعت انکی جبلت ہی اور جن نے آخر اس زمین مین فساد شدید کیا پھر خالق عزوجل نے اپنے علم قدیم کے موافق آدم علیہ السلام کو جو جامع مظہر صفات غضب و رحمت و جامع لیاقت طاعت و معصیت ہین پیدا فرمایا پس آدم مین نار و نور کا اجتماع ہی۔ اور واضح ہو کہ ابلیس بھی از قسم جن ہی۔ لقوله تعالى كان من الجن الاية ۔ اور اس نص سے نکلا کہ ابلیس انکا پدر اول نہین ہی یعنے وہ ابو الجان نہین ہی۔ بیضاوی رح نے زعم کیا کہ جن مین بھی ترکیب عناصر موجود ہی لیکن جوہر ناری غالب ہی اسی وجہ سے غیر محسوس ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ اسکے واسطے ایک عقلی تائید یہ ہو سکتی ہی کہ اناج و گوشت وغیرہ غذاے انسانی ہی جن کے واسطے غذا ہی اور اطبا متفق ہین کہ غذا مشابہ بمغتذی ہوتی ہی تاکہ غذا مذکور مستحیل ہو کر مغتذی کا جزو ہو جاوے تو ضرور ہوا کہ ترکیب جن بھی انھین عناصر سے ہی۔ ہاہر بیان کہ یہی اناج و گوشت غذاے جن ہی تو اس دلیل سے کہ آنحضرت صلعم نے ہڈی سے استنجا منع فرمایا کہ تمہارے برادران جن کی غذا ہی اور قصۂ اسلام جن کی روایت صحیح مین آیا کہ ان لوگون نے اپنے واسطے غذا کی درخواست کی تو آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی کہ جس ہڈی وغیرہ پر گذر ہو انکو اسمین مثل سابق کے غذا میسر ہو گویا وہ کھائی نہین گئی ہی اور اور ہر لید و گوبر سے انکے جانورون کو دانہ و گھاس حاصل ہو۔ اور نیز روایت صحیح مین وارد ہی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رمضان کے صدقۃ الفطر پر مامور ہوئے جو جمع کیا گیا تھا ناگاہ رات مین ایک جن چوری کرتے ہوئے گرفتار کیا اور اسنے فاقہ عیال کی آہ و زاری کی آخر چھوڑا جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزہ کے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تیرا رات کا چور کیا ہوا جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپکو معلوم ہی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسنے اپنی محتاجی شدید بیان کی جس پر مجھے ترس آیا تو مین نے چھوڑ دیا کیونکہ اسنے عہد کیا کہ پھر ایسا نہین کریگا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہی پھر آدیگا چنانچہ یہی ہوا آخر تیسری بار اسنے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سکھلایا کہ یہ آیۃ الکرسی پڑھ دے تو کوئی جن قریب نہین ہو سکتا جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسنے یہ بات تجھسے سچ کہی اگرچہ وہ جھوٹا ہی۔ اور اس قصہ کے مانند تفسیر آیۃ الکرسی مین تلاش کرو۔ پس

معلوم ہوا کہ جنون کی غذا استنشاق ہی لیکن یہ لازم نہین آتا کہ بعینہ جسم عنصری انکی غذا ہو اسواسطے کہ عنصر ناری غذا نہین ہوجود ہی لیس شاید اسی معنے مین
غذا ہوتا ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جنون کو اپنی معاش مین بنی آدم سے غذا وغیرہ حصول ہوتی ہی اگرچہ بذریعہ تعدی و حرام ہو شاید اسی وجہ سے اسلام
لانے والے جنون نے اس سے پرہیز کیا اور اپنے واسطے غذا کی درخواست کی اگر کسی شخص کو وہم ہو کہ آپ تو جن و شیطان کی خلقت بیان کرتے ہین حالانکہ
اس زمانہ قرب قیامت مین علوم و قیق سے جہالت کلی ہو گئی اور صرف جسم پروری و حواس جسمانی پر مدار کار ہو گئی کہ ایک فرقہ انسانی صورت و شیطانی سیرت
جو سوا اسے محسوسات ظاہری کے ہر موجود سے جہالت رکھتے ہین جن و شیطان کے وجود ہی سے منکر ہین۔ جواب دیا جائیگا کہ آپ امور حق کو بغیر آگندگی ہوا
عقلی کے حاصل کرتی جایئے اور عنقریب انشاء اللہ تعالے صحیح دلائل سے آپکو انکا وجود معلوم ہو جائیگا اور ہمیشہ علاوہ انکے واسطے اس امر کی ضرورت
ہی کہ مقدمات ذہن نشین ہون فانتظرہ۔ الغرض ابلیس بھی از قسم جن ہو چکی کہ جب بحکم الٰہی عزوجل ملعون ہوا تو اسنے درازی عمر کے واسطے درخواست کی تاکہ
قیامت تک زندہ رہے پس اگر وہ ملائکہ مین سے ہوتا تو اس درخواست کے کچھ معنے نہوتے۔ نہایت فرق یہ کہ ابلیس کے واسطے وہ تشخص ہر اور شاید تشخص
ابلیس ملعون ہی کے واسطے ہر اور محتمل ہی کہ خاص اسکی ذریات بھی دائمی ہو لیکن مخلوق در حقیقت جنکے طبع اعتقاد ہوا اسی کی ذریت ہر لیس انسان و جن
جمیع اہل شرک اسکی ذریات مین کیا نہین سمجھتے ہو کہ بحکم قولہ تعالے۔ شیاطین الانس والجن الآیۃ۔ مین انسانون کے شیاطین بیان فرمائے
بلکہ انکو مقدم کیا کیونکہ آدمی کے واسطے آدمی زیادہ مضر ہی اسواسطے کہ وہ بالطبع اسکی جانب میلان کرتا اسکی باتون پر کان دھرتا ہی چنانچہ اسوقت ملاحدہ
اعتقادات حقہ سے بہکانے و شکوک لانے مین اہل شرک ظاہری یہود و نصاری و ہنود و مجوس کا لفظ چندان مضر نہین ہے جسقدر فرقہ نیچر مثل رافضیہ وغیرہ
سے ضرر ہی کیونکہ اس فرقے نے ظاہری صورت اسلام و لباس و نام کے پیرایہ مین اپنی جاہلانہ کفر و بداعتقادیون سے بہت سے جاہل مسلمانون کو دائرہ
کفر مین کھینچ لیا اور یہ بخت ساده لوح ظاہری صورت پر فریفتہ ہو کر مطیع ہو گئے نعوذ باللہ من ذلک۔ یہ کلام بطور جملہ معترضہ تھا اور مقصود بیان
خلقت ہی پس واضح ہو کہ جب جنون نے باہم فساد و فسق کیا تو اللہ تعالے نے انکو پہاڑون و دریاؤن و جزائر مین نکال دیا شیخ سیوطی نے اس واسطے پر
اعتماد کرکے داخل تفسیر فرمایا پس اگر صحیح ہو تو ابلیس و اسکی ذریات بھی داخل ہو گی لیکن انکو تلبیس کے واسطے خلاف کی اجازت ہو گی۔ اور مترجم کے نزدیک
یہ اسرائیلی روایات مین سے معلوم ہوتی ہی اور بہتر نزدیک تحقیق اسکے خلاف ہی کیونکہ احادیث صحیحہ سے جو امور مستفاد ہو سکتے ہین وہ اس امر کو مقتضی نہین
ہین کہ جن و شیاطین آبادی انسان سے خارج مساکن رکھتے ہین چنانچہ سنن وغیرہ مین حشوش یعنی پائخانہ کے واسطے مذکور ہی کہ آن حد المحشوش محتضرۃ
یعنی ان مقامات نجس مین خبائث مذکر و مونث حاضر ہوتے ہین بعض روایات مین ہی کہ یہ مقامات انکے شب گذارہ ہین۔ ایسے ہین پس من خبیث مین گھورے
وغیرہ گندہ مقامات شامل ہین۔ گھر کے سفید خرد سانپون کے قتل سے منع فرمایا اور حدیث مین سانپ سے اعلام کرنا کہ اگر اس شکل مین جن ہی تو چلا جاوے
ورنہ ہم قتل کرینگے پھر تیسری مرتبہ کے بعد مار ڈالے۔ اور حدیث مین سوراخون کے اندر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہی بعض نے کہا کہ کہا جاتا تھا کہ جنون
کے مساکن ہین۔ حدیث مین بعد العصر اور ابتداے غروب مین تحفظ اطفال کا ارشاد بنظر اطلاق شیاطین مذکور ہی اور حدیث معراج کے بعض روایات مین
جو بظاہر معراج معروف سے علاوہ ہی جانب زمین نظر کرنے سے ہجوم تاریکی دیکھی جسکا مصداق حضرت جبرئیل علیہ السلام نے شیاطین
شیاطین کے بعض آثار بیان کیا کہ جب بنی آدم اور آسمان کے انوار دیکھنے سے محروم ہین مترجم کہتا ہی کہ فرقہ پلید گمراہ نادی کی تقریر کہ آسمان کا وجود نہین
کیونکہ اسکو دوربین سے نظر کرنے مین کچھ نہین دیکھ پڑا و درختون کے اشکال نظر آتے ہین اور آسمان نظر نہین آتا مترجم کو یقین دلاتی ہی کہ ابلیس نے اپنے
ذریات پر تسلط پایا ہو چکی کہ حدیث شریف مین جو کچھ مذکور ہی وہی کرشمہ دکھلایا۔ واللہ تعالے اعلم۔ اور حدیث مین پیچانہ جانے مین تسمیہ نہ پڑھنے کی علت
یون مذکور ہی کہ جسنے تسمیہ نہین پڑھا تو جن و شیطان سے پردہ نہین ہوتا حتی کہ وہ مقاعد بنی آدم سے مسخرہ کرتے ہین اور اگر تسمیہ پڑھا تو مستور رہتا ہی اور

لوث نجاست سے بھی حفاظت ہی۔ اور حدیث مین دروازہ بند کرنے مین تسمیہ پڑھنے اور برتنون کے ڈھانکنے کے احکام وارد ہوئے ہین اسکے معلل ہین کہ تلبیس شیطان سے حفظ ہی اور واضح ہو کہ اہل العلم جانتے ہین کہ جانورون مین سے نجس و موذیات بھی بسلسلہ نسبی شیطان کے اسباب آلات ہین اور حدیثون مین جماع کرنے کے وقت شیطان کے دور ہونے کی دعا بھی حفاظت نفس دلا دہی۔ اور روایت ہی کہ ایک عورت اپنی فرج مین سوزش پاتی تھی اور بعد اسلام کے اسکا ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جن کے وطی سے تھا۔ غرضکہ اس بارہ مین احادیث و آثار بکثرت قریب متواتر المعنی ہین اور مواقع تفسیر مین ان شاء اللہ تعالے بیان کافی آئیگا۔ بعض علما سے اسرار کے نزدیک سوال وجواب نفیس ہی اور وہ یہ ہی کہ طبیعت انسانیہ و جنیہ مین طبعی تضاد ہی حتی کہ تماس جنیہ موروث جنون ہی اور روایات مین مجنون کے حق مین اسی قسم سے وارد ہوا اور صریح حکم قولہ تعالے یتخبطہ الشیطان من المس مس جن کا اثر ہی اور صحاح مین عورت مصروعہ کے حق مین اسی قسم کی تصریح آئی ہی یعنی ایک عورت کو مس جن سے صرع تھا اُسنے حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم مین عرض کیا کہ آپ دعا فرماوین کہ اللہ تعالے مجھے شفا عطا فرماوے آپ نے فرمایا کہ مین تیرے واسطے دعا کرون کہ تجھے شفا ہو اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور تیرے واسطے جنت ہی پس اُسنے عرض کیا کہ مین صبر کرونگی اور میرے واسطے جنت ہو لیکن مین اسقدر چاہتی ہون کہ اس حالت مین بے پردہ نہوا کرون پس آپ نے اسقدر کے لیے دعا فرمائی تو وہ آیندہ سے بے پردہ نہوتی تھی اور لوگ اسکو جنتی کہا کرتے تھے جیسے ایک انصاریہ عورت کی نسبت فرمایا تھا کہ تو شہیدہ رہیگی تو اسکو لوگ شہیدہ کہا کرتے تھی کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خلیفہ اول و دوم اسکی زیارت کے لیے جایا کرتے آخر اسکا انجام یہ ہوا کہ حضرت خلیفۂ دوم کے عہد مبارک مین اسکے لونڈی غلامون نے جن کو اُسنے کہدیا تھا کہ تم میری موت کے بعد آزاد ہو ایک روز رات مین گلا گھونٹ کر مار ڈالا اور بھاگ گئے۔ آخر گرفتار ہو کر قصاص مین قتل ہوے۔ اور مسند دارمی مین ہی کہ سفر مین جاتے ہوے ایک عورت نے راہ مین اپنا بچہ پیش کیا کہ اسکو مس جن ہی اور بری حالت بیان کی اور قمیص مبارک سے اسنے سیاہ تھکا قے کیا پھر جب آپ لوٹے تو اُسی عورت نے شکرگزاری کی کہ اب یہ بچہ بالکل اچھا ہی اور اسکے نظائر و امثال کثیر ہین پھر آدمی ان جنون کے ہاتھ سے کیونکر بچتے ہین اور وارد ہوا کہ وبا کی نسبت وخز الجن فرمایا اور خون استحاضہ کی نسبت رکضۃ الجن فرمایا پھر شیطان بدن انسان مین مانند خون کے رگون مین ساری ہی اور عداوت ظاہرہ مین کوئی شک نہین ہی لیکن وجود رکض و مساس جن اسکو ذاتی قدرت مانند دیگر مخلوقات کے حاصل نہین ہی اور یہ تسلط باذن اللہ عزوجل ہوا کرتا ہی اور نظائر خود جسم انسانی و آفاق مین کثرت موجود ہین آزانجملہ ترکیب مادہ جسم مین خاک باد آب آتش اور اسکے معدات خون صفراء سودا و بلغم جو ہر جسم مین محسوس موجود ہین باوجود تضاد ہیئت کے غیر ممکن ہی کہ تعدی کرے مگر جب ہی کہ خالق عزوجل کے تصرفات سے اجازت ہو حتی کہ موت کے وقت مادہ ہوا یعنی خون بالکل ہوا ہو جاتا ہی اور صفرا یعنے آگ سے خالی ہو کر بلغم خاک اپنے مرکز خاکی مین گل سڑکر خاک ہو جاتے ہین اسی طرح انسانی اقوام مین باوجود وجوہ عداوت کے نفع و ضرر کی قدرت ذاتی نہین ہوتی اور مادی طور پر جو اسباب موانع یہان محسوس ہوتے ہین وہان غیر محسوس موجود ہین مثلاً حق تعالے نے ہر آدمی کے لیے ملائکہ محافظین رکھے ہین کہ انکے اثر نور سے نار شیطانی بجھ جاتی ہی اور بھید یہ ہی کہ دھوان جو مادیات مین محسوس ہوتا ہی سیاہ تاریک ہی اور وہ قوام نار ی شیطان کے واسطے مقوم ہی کیونکہ اسکی پیدایش اسی سے ہی اور نور جس سے ملائکہ کی خلقت ہی بالکل اسکے برعکس ہی اسیواسطے مادۂ شیطانی جسطرح بالذات ملازم عصیان ہی ملائکہ اسکے برعکس بالذات مطیع ہین۔ اور بالعرض بھی عاصی نہین ہو سکتے اسواسطے کہ عصیان بدون تاریکی نہین ہو سکتا اور یہ وہان غیر ممکن ہی بخلاف آدمی کے کہ اسمین جسم وا سکے متعلق قواے جسمانیہ کی راہ سے کدورت و تاریکی ہی تو اسطرف سے وہ معاصی قبول کرتا ہی اور اسمین عقل و روح کی جہت سے نافرمانی نہین ہو سکتی ہی اور اسی سے پتہ مل گیا کہ عوام اقوام کفار جس چیز کو عقل سمجھتے ہین یعنی حواس جسمانی مانند قواے دماغی وغیرہ کے جنکی فکر و غور سے جسم کی ضروریات و آرایش و آسایش کے اسباب حاصل کرنے مین کام لیتے ہین اور اسکو عقل سے کام لینا خیال کرتے اور جو شخص اسمین جسقدر زیادہ قوت رکھتا ہو اسکو زیادہ عاقل سمجھتے ہین

یہ محض غلط ہی اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ کافر نے تادم مرگ اپنے اللہ رسول سوائے ان حواس کے کوئی معنے نہین پائے جسمین وہ عقل و حواس مین امتیاز کرتا اور نہ یہ عقل
رہتا اسکو مع قوم کے کبھی مسلم نہ تھا تو وہ بیچارہ سوائے اسکے کیونکر عقل کو پہچانتا کیونکہ عقل تو روح کے ساتھ اس طرح ہے جیسے جسم کے ساتھ حواس ہین اور روح کے
ظہور سے وہ بوجہ کفر اختیار کرنے کے محروم کر دیا گیا چنانچہ قولہ تعالے ختم اللہ علی قلوبھم الآیۃ - کی تفسیر مین توضیح آویگی - یہان قوم نیچر بدحواس سمجھے
معارضہ کرینگے کہ قواے دماغی ہی ہمکو مسلم نہین ہین بلکہ جسم مین قوت باصرہ و قوت خیال و مدرکہ وغیرہ کوئی چیز نہین ہین بلکہ یہ تو خون کی موج ہے جسکو ہم لوگ
گیاس کہتے ہین حتی کہ جب خون نہو تو کچھ کام نہین چلتا ہے جواب دینا چاہیے کہ ہمکو معلوم ہو چکا کہ عقل سے تو کلی انکار محروم ہین مگر اکثر لوگ ذی ہوش تھے اور تم
اُنسے بھی بدتر درجہ پر پہونچے اور ہمکو حدیث اعجاز سے پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا کہ علامات قیامت سے ہوگا کہ گونگے بہرے روے زمین پر سلطان ہونگے مع توضیحات کے
جو تم لوگون پر صادق ہین اسواسطے کہ تمہارا یہ قول اگر بدحواسی نہین ہے تو ہم پوچھتے ہین کہ اگر یہان قواے مدبرہ نہون بلکہ صرف خون کی گیاس ہے تو وہ انگلی مین بھی
موجود ہے چاہیے کہ وہ دیکھنے والی و سننے وال و متخیلہ مدرکہ ہو جاوے - بعض نے اقرار کر لیا کہ ہان یہ بات ممکن ہے لیکن اس سے کہا جاوے کہ جب تم معدہ سست
ہوگیا مثلاً شراب زیادہ پی گیا کہ اسکی حرارت سے تمہ معدہ کو تنزل ہوا تو بھوک کی خواہش ساقط ہے باوجودیکہ اسکی آنکھ مین گیاس مذکور موجود ہے پھر جب قوت
کوئی چیز نہین تو خواہش مذکور بدستور ہونا چاہیے - اور جب گیاس مذکور ہی سے بھوک کی خواہش ہے تو خوب پیٹ بھرنے کے بعد بھی بوجہ گیاس کے برابر بھوک موجود
رہنا ضرور ہے شاید برخلاف تمہارے اس گیاس مین حواس ہین کہ تدبیر سے وہ ضرورت کے وقت خواہش کرتی ہے پھر پیٹ بھر جانے پر اشتہا نہین رہتی اسیواسطے
وہ گیاس اس طعام کو ہضم کرنے اور غذا لینے کے بعد اسکا پھوک بیفائدہ بذریعہ خواہش پاخانہ کے دفع کر دیتی ہے لیکن اگر اس گیاس مین ایسے حواس موجود ہین
تو ہم اسیکا نام قوت رکھتے ہین پھر تم ناحق بدحواسی کرتے ہو اسی طرح ہضم بذریعہ قواے معدہ ہے اور اہل تحقیق اطبا کے نزدیک نفس مدبرہ جسکو اللہ تعالے نے ہر جسم
کی تدبیر کے واسطے مخلوق فرمایا ہے بذریعہ اسکی عادت کے تمہ معدہ پر سودا گرنے سے اشتہا کو حرکت ہوتی ہے اور معدہ کے قواے اربعہ اسکو وقت معہود تک روک کر
ہضم کرکے فضلہ کو قوت دافعہ کے ذریعہ سے دفع کرتی ہے حتی کہ اگر روکنے والی قوت کمزور ہو تو بغیر ہضم کے طعام نکل جاتا ہے اور اگر دافعہ کمزور ہو تو فضلہ خارج
ہونے مین پریشانی ہوتی ہے اگر ان اوہام کے موافق قوت مودعہ کوئی چیز نہو تو گیاس جو ذات واحد ہے ان مختلف افعال کو کیونکر کر سکتی ہے اور زبان کی سطح مین
ذوق کی قوت مودعہ ہے مزہ دریافت ہوتا ہے پس اگر گیاس ہے تو سطح جسم یا ہاتھ کی سطح سے ذوق کا ادراک ہو جاوے اور ابتداے نطفہ مین گیاس کیونکر سر و دماغ اور ہاتھ و پانون و شرم
و مادہ کے لیے مادہ جدا کرتی اور کیونکر اعضا کے مختلف اشکال قائم کر سکتی ہے علاوہ بریں یہی گیاس کیونکر ہر فرد بشر کی شکل صورت دوسرے سے متمائز لاتی ہے علاوہ بریں جبکہ قواے
مودعہ تمکو اپنی بدحواسی سے مفہوم نہین تو یہی گیاس بتلاؤ کہ کیا وجہ کہ لوگون کے طبائع نیکی و بدی کی خواہشون مین مختلف ہین باوجودیکہ گیاس متحد ہے اور دماغ کے اندر جب خون گیاس
کے سوائے کچھ نہین تو یہ خیال و حافظہ و وہم وغیرہ مختلف امور کیون ہین اور کیون ایک شخص ایک چیز کو دوست محبوب رکھتا اور دوسرا اسی سے نفرت کرتا ہے اور شک نہین
کہ چیزون مین خواہش طبعی امور بدیہی مین سے ہے حالانکہ تمکو محسوس نہین ہوتا اور نہ کوئی مادہ سوائے معمولی مواد کے موجود ہے اگر کہو کہ ہان وہان کوئی امر ہے اگرچہ ہمکو
محسوس نہین ہوا تو جواب یہ ہے کہ ہان یہی ہمارا مطلب ہے کہ تم جہالت سے یون مت کہا کرو کہ سوائے مادہ کے کوئی چیز موجود نہین ہے جو مادی نہو وہ باطل ہے
کیا نہین دیکھتے کہ قلیل پانی اگر باریک سوراخ سے عمق دراز تک جاوے تو اسمین اس عمق کے انداز سے قوت پیدا ہو جاتی ہے حتی کہ پہاڑ توڑ کر دریا جاری
ہو جاتے ہین اور چھت مین سے دیوار کے اندر چیونٹی کے بل سے جو پانی سماتا ہے تو دور تک پہونچکر دیوار توڑ دیتا ہے حالانکہ دیوار پر صدہا من سنگ پانی سے
یہ کیفیت نہین ہو سکتی ہے پھر اگرچہ یہ خواص طبعیات مین سے نہو تو یہ قوت نہین بلکہ وہی گیاس معاذ اللہ تعالے حماقت کی بھی کوئی حد ہے کہ خود اقرار کرے
اسی سے انکار واضح ہو کہ اوہام متخیلہ پانی کے حق مین سیلان بجانب مرکز ثقل قرار دیا ہے حالانکہ جب ایک نل کو کنوئین مین ڈالا اور کسی ڈاٹ
کے ذریعہ سے جسکو سطح پانی سے نل کے اندر اوپر کھینچو حتی کہ ہوا کی رسد باقی نرہے تو پانی سطح سے نل کے اوپر چڑھیگا حتی کہ یہانتک ڈاٹ چڑھی ہے

اسکے پیچھے پانی چڑھتا چلا آویگا جب چاہو اس کل کے ذریعہ سے پانی رواں کر والو اکثر مقامات پر بنی ہوئی موجود ہین تو اعتراض صحیح وارد ہی کہ اقتضاے
طبعی پانی کا یعنے مرکز ثقل کی جانب رجوع کرنا یہان ہرگز باقی نرہا اگر عذر کرو کہ خلا نہو جانے سے پانی چڑھا تو بھی ہمارا مطلب موجود ہی کہ علاوہ مادہ کے
قوت ہر صورت مین موجود ہی بلکہ کوئی بات ہو یہ ادراک کیا چیز ہی اگر یہی گیاس خون ہی تو ہر حیوان مین موجود ہی اور ہر جانور جانتا ہی کہ پانی ہی نباتات کا سبب ہی اور
اگر دماغ انسانی کی خصوصیت ہی تو خاصیت علاوہ گیاس کے مسلم ہی عجب یہ اس فرقہ کی جہالت سے بدیہی اقرار و انکار جمع ہو جاتا ہی اور خود اسکو شعور نہین
ہوتا مثلاً کہتا ہی کہ جو چیز خلاف عادت پیدا ہو وہ اشیاے خارجی کا اثر ہی پھر جب کہو کہ اثر و قوت امر مسلم ہی تو انکار کرے اور ہمنے نزدیک واسطے قدر کفایت امور سے
بیان کر دیے کہ اس فرقہ جاہل کے اوہام رد کرنے کے لیے ہر عاقل صدہا نظائر نکال سکتا ہی اور خوب جان رکھنا چاہیے کہ جن اوہام پر شیطانی تسلط ہی وہ خلاف عقل
بہت سے وہمیات کو جو بدیہی لغو و باطل ہین اسطرح قبول کرتے ہین کہ جیسے اہل عقل امور حق کو لیتے ہین اور شاید حکمت بالغہ آلہیہ اسمین یہ ہی کہ اہل حق کو نور عقل
و فراست سے ہر وہم باطل گویا آئینہ کی طرح نظر آتا ہی تو فوراً اسکو پہچان جاتے ہین اور اہل باطل چونکہ عقل سے بے نصیب ہین تو انکے لیے امر عقل دریافت کرنیکا
کوئی ذریعہ نہین بلکہ وہ فقط عقل ہی جو انمین نادر ہی تو لامحالہ وہ انکی سمجھ مین ہرگز نہ آویگا اور وہمی ادراک کا ذریعہ خود قوی موجود ہی تو ضرور یہی انکی سمجھ مین
سما جائیگا کیا انہین دیکھتے ہو کہ جاہل گنوار سے جب جہالات بیان کیے جاوین تو خوب طور پر جلد ادراک کرتا ہی اور اگر دقائق حکمت سے توجہ کرو تو وہ اسکو مہمل
جانتا ہی کیونکہ ادراک سے عاجز ہی یہی حال ان تمام کفار مشرکین کے واسطے خاص لازمہ ہی کیونکہ اللہ تعالے نے آدمی کو مادی جسم و قوی سے اور روحی نور عقل
ملکی سے مرکب فرماکر دار دنیا اور آخرت مین مختار کیا اور ہر ایک کے واسطے لوازم خاص ہین پس اگر اسنے آخرت کو اختیار کیا اور ایمان لایا تو اسکے لوازم سے نور عقل ہی
جس سے وہ اپنے مقام کے سامان مہیا کر سکے یعنے معرفت و فہم صفات و حقائق قدرت و حکمت افعال و غیر ذلک تاکہ طاعت ظاہری و باطنی سے اپنا مقام معمور
کرے اور اگر اسنے دنیا اختیار کی تو اسکے لوازم سے یہ ہی کہ وہ راہ جس سے نور عقل ظہور کرے مہر کردی گئی اور راہ اوہام و مادیات حواس و شہوات جسم کا دروازہ
کھول دیا گیا تاکہ دنیاوی آرایش و اسکے اعتقادات اوہامی مین راسخ ہو اور زینت دنیا کی طرف راغب ہوکر ہمہ تن اسکے لیے ساعی ہو اور بذریعہ قوت وہمی
کے اسکی تدبیرات مین کامل ہو تاکہ وہ اپنے دار جہنم کے اسباب جمع کرسکے لہذا جو شخص ازلی کافر ہی وہ اپنے حواس مین کیسا ہی ہوشیار و فائق ہو غیر ممکن ہی کہ امور
عقل و معارف مین سے جو دار آخرت سے ہین کوئی بھی جان سکے اسواسطے کہ ضرور انکا ادراک بذریعہ عقل ہوگا جس سے یہ محروم ہی پس مثلاً فلسفی گروہ
بڑا عاقل ہی سو مین پہلے ہی تنبیہ کر چکا ہون کہ یہ جو اس کی تیزی و تدبیر کو عقل کہتے ہین کیونکہ کفار کو سواے اسکے کبھی عقل کا ظہور ہی نہین ہوا تاکہ وہ امتیاز
کرتا اسی وجہ سے وہ بدیہی امور جنکو ضعیف مومن سمجھ جائیگا وہ بڑے ہوشیار کافر کو کبھی سمجھ مین نہ آوینگے اور معلوم ہو چکا کہ وہ بیچارہ معذور ہی اگرچہ وہ دنیا اختیار
کرکے اس حالت پر پہونچنے مین بدبخت ہی اس تنبیہ سے مقصود یہ کہ اکثر عوام وسوسہ شیطانی سے مشتبہ ہو جاتے ہین کہ فلان شخص یا فلان قوم باوجود اس
دانائی کے جب امور حق سے منکر ہی تو کیا باعث ہی اور یہ معلوم نہین کہ حالت مذکورہ وہ ہی جو اوپر بیان ہوئی اور نص صحیح مین ہی کہ یہ تمام دنیا اگر اللہ تعالے کے
نزدیک مچھر کے پر برابر قدر رکھتی ہوتی تو کافر کو اسمین سے گھونٹ بھر پانی نملتا اور حدیث مین ہی کہ تم متنبہ ہوکر سنو کہ یہ دنیا ملعون ہی اور جو کچھ دنیا مین ہی سب
ملعون ہی لیکن یاد الٰہی عزوجل اور عالم و علم سیکھنے والا اسمین نہین ہین منجملہ اوہام کفار کے یہ مسئلہ ہی کہ زمین کی خشکی ایک خفیف چیٹ ہی اور اسکے گرد کھاری
سمندر عمیق بدرجہ کثیر زائد بھرے ہین پھر بھی یہ چپٹ اس مین نہین گلتی ہی اور نہ پانی کسی جانب بہ جاتا ہی کافر یہی کہتا ہی کہ وہ چکر کھاتی ہی تو سمندر بھی کھاتی ہی
اور پانی بھی چکر کر چپٹا رہتا ہی استغفر اللہ عزوجل کافرون کی جہالت بھی مضحکہ ہی تم تعجب نہین کرتے کہ یہ بدبخت کیسے اس باطل وہم کو دل سے مانتا ہی
اور قدرت حق عزوجل ماننے سے خبط بندر کی طرح دم اٹھا کر بھاگتا ہی اور اسکا بطلان مدلل سابق مین بیان کر دیا ہی جیسے آثار قدرت حق سے یہ کہ خشکی مین
آب چشمہ مین خوشگوار و دلیت ہی اور پاس ہی متصل سمندر شور تلخ کہ ہرگز دونون مین اتصال نہین ہوتا کما قال تعالیٰ ہذا عذب فرات وہذا ملح اجاج

وجعل بینہما برزخا وحجرا محجورا۔ یعنے یہ آب شیرین خوشگوار ہے اور یہ شور تلخ ہے اور حق عزوجل نے انکے درمیان میں برزخ وپردہ ممنوع کردیا۔ اور دیگر
آیات ہیں۔ پس یہ عجائب قدرت خالق جل شانہ سے ہے جو کافروں کی سمجھ میں نہیں آتی ہے جب تجھے معلوم ہو چکا کہ عالم میں بے انتہا اور غیر محسوس ہیں اور جانور
حواس کے گمان نہیں ہیں اور حسن صنعت خالق عزوجل غیر متناہی ہے تو جن و انسان کا اختلاط ملائکہ کے بھی لطیف قوی وجسم ہے اور کچھ بھی اوہام باطلہ کو یہاں
گنجایش نہیں ہے اور کسی چیز کا نظر نہ آنا اور جسم کے ذریعہ سے دریافت نہ ہونا ہرگز اسکی دلیل نہیں کہ وہ کچھ چیز نہیں ہے چنانچہ تحقیق سابق سے معلوم ہو چکا۔
روایت ہے کہ جب جن نے بمقتضائے طبع شرارت کے فساد کیا تو اللہ تعالے نے بذریعہ ملائکہ کے انکو پہاڑوں وجزائر میں منتشر کردیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت
اسرائیلی میں شاید تحقیق یہ ہے کہ اصل میں ملائکہ نے انکو برزخ سے مجبور کیا اور غالبا انکے مراکز ان جبال وجزائر میں رکھے اور یہ مراد نہیں کہ اس میں معمورہ سے خارج
کردیا کیونکہ صحاح احادیث میں مکہ و مدینہ ونصیبین وغیرہ کے جنوں کا ذکر ہے اور وارد ہوا کہ یہ پاخانہ کے مقامات خبائث کے حاضر ہونے کے مقامات ہیں
اور وارد ہوا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے اور اپنے لشکروں کو روانہ کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کی نسبت فرمایا تھا کہ وہ قوم یہود سے
ہوگا اور اسکے والدین کا حلیہ و سابق ولاحق آثار بتلائے اور بہت مفصل اطوار سے آگاہ فرمایا تھا۔ ناگاہ بعد عرصہ کے یہود مدینہ میں ایک لڑکا ہوا جسکے عجائب
حالات تھے اور اسکے والدین کا حلیہ و اسکے حالات مطابق فرمان رسالت تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو مشاہدہ اعجاز کے بعد اس طفل کی نسبت جو ابن الصائد
کہلاتا تھا غالب یہی گمان ہوا اور عجیب نکتہ یہ ہے کہ آپ نے ایک حدیث میں مکاشفات نبوت جو وحی ہوتے ہیں فرمایا ہے کہ میں نے خانہ کعبہ کے گرد موسیٰ عیسیٰ
وغیرہم کو طواف کرتے دیکھا اور دجال کو بھی طواف کرتے دیکھا۔ پھر دیکھو کہ یہی ابن الصائد جب بالغ ہوا تو اسنے حج بھی کیا اور راہ میں حضرت ابو سعید رض سے بہت
شکایت کرتا کہ میں لوگوں کی بدگمانی سے عاجز ہو کر چاہتا ہوں کہ گلا گھونٹ مروں۔ اور تمام حدیث صحیح مسلم وغیرہ میں ہے اور انشاء اللہ تعالے تفسیر میں ایسی احادیث
اپنے موقع پر وارد ہونگی یہاں اسی قدر اشارہ پر اکتفا کیا جاوے۔ بالجملہ مقدورات الٰہی عزوجل ہر دجال و کفار وغیرہ کی نسبت اسی طرح علم ازل میں جیسے ممنوع کے
حق میں ہیں اور تمام عالم عجائب ملک وملکوت سے مالامال ہے لیکن فرقہ کیا اس پر افسوس ہے کہ وہ شیطانی فرقہ میں بھی قید مادی اوہام میں مقید ہیں کہ عجائبات
سحر وطلسم وغیرہ سے بھی محروم ہیں اگرچہ کفر کی طرح یہ امور کفریہ بھی مذموم ہیں۔ روایت ہے کہ بعد خلقت آدم علیہ السلام کے دس پشت تک توحید الٰہی عزوجل
جاری رہی پھر لوگوں نے دنیاوی تزیینات کی جانب توجہ کی تو اپنے حق میں خود نفرت کرکے اپنے نیک بزرگوں کو یاد کرتے آخر انکے نام دروازہ مسجد پر لکھے
تاکہ جب دیکھیں تو شرم کریں لیکن وہ مٹ جانے کے قریب تھے تو پچھلی پشتوں نے تصاویر بنائیں تاکہ یادگار ہوں شاید اسوقت تصویر بنانا حرام نہ
ہوگا۔ باوجود اسکے اس بدعت کا انجام آخری اقوام میں یہ ہوا کہ انھوں نے غرض اصلی چھوڑ کر ان تصاویر کو نیک و بد کا فاعل بنا کر تعظیم و تکریم سے آخر پرستش تک
نوبت پہونچائی اور مواضع تفسیر میں آویگا کہ ہرقل شاہ روم کے پاس ایک صندوق تصاویر انبیا علیہم السلام تھا جسکی نسبت اسنے دعوی کیا کہ یہ حضرت آدم کے
وقت سے متوارث ہے اگرچہ محتمل ہے کہ سابق زمانہ سے ہو لیکن بالضرور اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر مبارک بالکل ہو بہو مطابق تھی اور نیز اکثر علمائے
نصاریٰ کے پاس موجود تھی اور یہ آثار بھی مؤید ہیں۔ اور غرض اس تصویر سے امور دیگر تھے برخلاف اس زمانہ کے جہال کے جو محض خوبصورتی تصاویر دیکھتے ہیں
اسواسطے کہ ایک پتی جو قدرت حق عزوجل سے موجود ہے ایسی بےمثل ہے کہ دفتر معرفت اسکی تہ میں چھپا ہوا ہے اور وہ حقیقت ہے مگر اقوام کفر اس سے غافل ہو کر
اپنے ہاتھ سے بے معنے تصویر پر فریفتہ ہوتے ہیں جیسے طفل نادان اصلیات پھل پھول چھوڑ کر اور انکی حکمت سے منہ موڑ کر کاغذ کے نقلی پھول ومٹی کے کھلونوں سے
کھیلتا ہے اور جسنے یہ غفلت حرام اختیار کی اور لوگوں کے واسطے اس غفلت کا دروازہ کھولا یا وہ فساد حقیقی میں پورا ہے۔ روایت ہے کہ جب عوام
ان تصاویر سے گمان نفع وضرر جاکر شرک میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالے نے نوح علیہ السلام کو دعوت توحید کے لیے بھیجا چنانچہ قرآن مجید میں آویگا پھر حضرت
ہود و صالح و ابراہیم و لوط و یونس و اسمعیل و اسحق و یعقوب و یوسف و موسی و ہارون و یوشع و حزقیل و داؤد و سلیمان و زکریا و عیسی و یحیی علیہم السلام بکثرت

انبیاء عرب وشام ومصر وسمنانات میں مبعوث ہوئے جنکی تعداد صریح کسی نص صحیح میں منقول نہیں ہے وقد قال تعالیٰ وان من قریة الا خلا فیہا
نذیر۔ یعنے کوئی قریہ نہیں مگر آنکہ اسمیں شرک وکفر سے خوف دلانے والا گذرا ہے۔ اور واضح ہو کہ بنو اسرائیل میں اللہ تعالے نے یعقوب علیہ السلام کی بارہ
اولاد میں سے ہر فرزند کی نسل میں ایسی کثرت عطا کی کہ بارہ اسباط مانند قبائل اولاد اسمعیل علیہ السلام کے تمام ملک شام ومصر وغیرہ میں پھیل گئے اور ہر سبط کے
اندر اللہ تعالے نے ایک ہی وقت جدا جدا پیغمبر بعد موسی علیہ السلام کے مبعوث فرمایا بلکہ ہر سبط میں متعدد پیغمبر قریب قریب مبعوث کیے اور یہ سب انکی نصیحت
وامور مشاجرت میں حکم دیتے لیکن سب اسی کتاب توریت کے پابند تھے جو اللہ تعالے نے موسی علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی اور برابر اسکے حفاظت کرتے
کما قال تعالیٰ یحکم بہا النبیون الایة۔ یہانتک بنی اسرائیل کے قلوب یہانتک سخت ہوئے کہ دنیاوی فسق وفجور میں مبتلا ہوکر احکام شرع
متین سے منہ موڑا اور انبیا علیہم السلام کی فرمانبرداری چھوڑی بلکہ ایک فریق نے جو علم دین کا راغب ہوتا تھا واقعات کی صورتیں بنا کر احکام پوچھے مثلاً
اگر ایسا واقع ہو تو کیا حکم ہے اور اگر مثلاً تاڑی میں نمک ملایا جاوے تو کیا حکم ہے اور مانند اسکے بکثرت سوالات کیے پھر احکام نبوت سے اختلاف کیا بلکہ جو
واقعہ درحقیقت واقع ہوتا اسمیں بھی یہانتک کرید کرتے کہ وہ حکم سخت ہو جاتا تھا چنانچہ سورۂ بقرہ میں انکی قلت معرفت سے بخوبی تنبیہ حاصل ہوگی
اسیواسطے حدیث شریف میں وارد ہوا کہ لوگوں کے حق میں وہ شخص بہت مضر ہے کہ ایک چیز اصلی اباحت پر حق عز وجل کی حرمت سے مباح تھی پھر اسکے
سوال وپوچھ کرید کرنے سے حرام کردی گئی۔ حضرت ابن عباس وغیرہ صحابہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کامل
المعرفة اکابر تھے کہ انھوں نے صرف بارہ سوال پوچھے وہ کل قرآن مجید میں نازل فرمائے گئے۔ اور حدیث مبارک میں وارد ہے کہ اگلوں کی ہلاکت وبربادی اسی
سبب سے ہوگئی کہ انھوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے بکثرت سوالات کیے پھر ان سے اختلاف کیا۔ بالجملہ حق عز وجل نے روے زمین کے تمام اقوام میں شرک
وکفر سے منع کرنیوالا اور اسکا عذاب سنانے والا بھیجا ہے جنکی تعداد صرف علم الٰہی عز وجل میں منحصر ہے اور ممکن ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو
معلوم ہو لیکن ہم لوگوں تک کوئی صحیح روایت قطعی نہیں پہونچی اور نہ ہم کو اسکی کوئی ضرورت ہے بلکہ اعتقاد تو یہ ہے کہ اللہ تعالے نے جو کوئی پیغمبر مبعوث
فرمایا اور جو کچھ اسپر نازل کیا سب حق ہے اور ہم سب پر ایمان لائے خواہ قرآن مجید میں انکا ذکر ہوا ہو کیونکہ آیت میں صریح ہے کہ انبیا علیہم السلام میں سے بعض کو
ذکر فرمایا اور بعض کو نہیں۔ پھر جاننا چاہیے کہ جنکو اللہ تعالے نے ذکر فرمایا ہے انکا وجود بذریعہ دلائل کے اسی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے جسطرح مترجم نے اوپر ذکر کیے
لیکن حضرت عیسی علیہ السلام ویحیی علیہ السلام ایک ہی عصر میں تھے اور حضرت عیسی مانند موسی کے اور یحیی مانند ہارون علیہم السلام کے تھے اور اسی وقت
سے توریت کے بعض احکام منسوخ ہوئے لیکن یہود نے حمیت وتعصب سے توریت کا نسخ نہایت ناگوار کلمہ جانا غیر ازینکہ موجودہ کتب انجیل وتوریت کے
مضمون میں ہے کہ توریت میں پیغمبر آخر الزمان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات موجود تھیں تو حضرت عیسی علیہ السلام سے جب وہ قید خانہ میں تھے پوچھا
کہ تم وہی ہو تو انکار کیا اور بعض میں ہے کہ میرے بعد سرخ اونٹ کا سوار پیغمبر آویگا کہ وہ اپنی زبان شریعت سے ٹھیک کرتا و نافرمانوں کو آگ میں ڈالیگا اور بعض میں
ہے کہ میں اسکی جوتی کا تسمہ باندھنے کے لائق نہیں ہوں۔ مترجم نے تفسیر تحقیقات علما واولیاء اللہ صالحین کے سچی روایات سے متعدد مقامات پر سچی روایات
بشارات کا ایک ذخیرہ ذکر کیا ہے ہر چند کہ قاطع برہان ومعجزات قاہرہ قرآن کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے لیکن ابتدا میں اکثر اس نور سے منور نہیں ہوتے
تو انکی استقامت قلوب کے لیے یہ امور از قبیل حکمت ہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ تعالے نے قصص انبیا علیہم السلام نازل فرمانے میں حضرت سرور
عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تثبیت القلب فرمایا ہے۔ اور یہ خوب یاد رکھو کہ حق تعالے نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بعض امور خاص
ممتاز فرمائے ہیں جیسے آپکو خاتم المرسلین علیہ السلام فرمایا اسیطرح آپکو خود ہی تعلیم فرمایا اور آپ کی وحی میں کتاب وغیرہ کا نازل مرتبہ نہیں رکھا بلکہ نزول
تصدیق سے وحی بھیجی اور یہ سابق توریت وانجیل کی بشارات عظیمہ میں مذکور ہے بلکہ مانند روایات مذکورہ بالا کے تصریح ہے کہ اس عظیم الشان پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی

دیا ہاں شریعت ہوگی سو اور تصدیق اسکی حدیث الحج میں ہے یعنے جب آپ نے آیت حج تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا یہ ہر سال
ہے آپ نے جواب نہ دیا پھر اسنے تین مرتبہ سوال کیا تو آخر میں فرمایا کہ نہیں اور فرمایا کہ اگر میں کہہ دیتا کہ ہاں تو تمپر ہر سال فرض ہو جاتا اور اور انکر سکتے اسیطرح
دوسری حدیث مبارک میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو ارشاد کیا کہ جب تک میں تمکو چھوڑوں تم مجھے چھوڑ دو۔ یعنے پوچھو مت پھر جب تمکو حکم دوں تو جہانتک
ممکن ہو بجا لاؤ یعنے قصور و اختلاف مت کیجیو اور جب تمکو کسی امر سے منع کروں تو باز رہو۔ اسی سے علماء رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ ممانعات سے باز رہنا
اصل ضروری ہے۔ بالجملہ کمال وصول قرب سے زبان مبارک عین شریعت تھی اور واضح ہو کہ اسکے یہ معنے ہرگز مت سمجھو کہ آپ جو اپنی خواہش سے چاہتے
وہ حکم دیتے تھے۔ حاشا ثم حاشا۔ یہ سمجھنا جہل معرفت ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ آپکی ذات مبارک میں ارادت بشری کا وجود باقی نہ تھا تو آپ کی جبلت پاک عین ارادت
حق عز وجل تھی اسیواسطے حق تعالے نے فرمایا۔ وما ینطق عن الھوی۔ وہ اپنی ارادت سے کوئی بات نہیں بولتا۔ ان ھو الا وحی یوحی۔ اسکی
بات سوائے وحی کے کچھ نہیں ہے۔ پس آپ جو کچھ شریعت ارشاد فرماتے تھے وہ عین وحی الٰہی عز وجل ہوتی تھی اور یہاں اہل المعرفۃ سمجھتے ہیں کہ یہ مقام نہایت
ہی بلند ہے کہ قطب و غوث وغیرہ اکابر اولیا اس مقام کے سمجھنے میں کمال تدقیق رکھتے ہیں کیونکہ یہ مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معرفت میں آتا تھا اور دوسرونکو
یہاں مجال کوتاہ ہے پھر بھلا ہم لوگ عوام اس مقام عالی متعالی کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ پھر واضح ہو کہ اللہ عز وجل نے اہل انعام کے چار مراتب کیے جنکی راہ پر ثابت
رہنے کے لیے ہم لوگوں کو پانچوں وقت نماز میں دل سے دعا مانگنے کا حکم ہے بقولہ تعالی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت
علیھم۔ یعنے ہمکو انکی راہ ہدایت فرما جن پر تونے انعام فرمایا ہے۔ اہل انعام چار مراتب ہیں بقولہ تعالی اولئک الذین انعم اللہ علیھم من
النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ اول انبیاء دوم صدیقین سوم شہداء و چہارم صالحین ہیں اور انھیں صالحین میں مراتب غوث و قطب
و ابدال و اوتاد وغیرہ معروف ہیں تو صاحب عقل خود سمجھ سکتا ہے کہ انتہائے مرتبہ صالحین سے اوپر ابتدائے مرتبہ شہداء شروع ہوتا ہے اور انتہائے مرتبہ شہداء کا
ابتدائے مرتبہ صدیقین ہے پس صدیق کے واسطے شہادت کچھ کمال نہیں اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ شہید نہوئے اور
باقی عشرہ مبشرہ وغیرہم سب شہید ہوئے اور انتہائے مرتبہ صدیقین کے اوپر ابتدائے مرتبہ نبوت ہے اور واضح ہو کہ یہ نبوت جسمیں جو ہر ہے اسی سے مناسب شان کے
ماتحت مراتب صدیقین و شہداء و صالحین ہونگے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین ہیں تو آپ کے امتی صدیق و شہید وغیرہ جمیع انبیاء علیہم السلام
کے صدیقین وغیرہ سے افضل ہیں۔ اور واضح ہو کہ ایمان بندہ کا فعل قلب ہے جیسے کفر کافر کا فعل قلبی ہے اور جبر نہیں ہے اور خود اختیاری بھی نہیں کیونکہ
بالاجماع کوئی اپنے اعمال سے پیغمبر نہیں ہو سکتا لقولہ تعالی اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ یعنے اللہ تعالے اپنے ہی علم پاک سے جانتا ہے
جہاں وہ رسالت رکھتا ہے اور اسی طرح اہل ایمان کے حق میں فرمایا۔ ما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ۔ یعنے کسی نفس کو یقین پیدا کرنے کی لیاقت
نہیں مگر باذن اللہ تعالے۔ پس خوب سمجھ لو کہ معرفت کی مقادیر جو عین نعمت عظمی ہیں اللہ تعالے نے یہی اپنی تقدیر سے قلوب کے واسطے مقدر فرمائی
اور وہ افعال طاعت و معصیت کی بنا پر نہیں ہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ نبوت تو ازل سے ثابت ہے چنانچہ حدیث صحیح مشہور میں ہے کہ میرے واسطے نبوت خاتم النبیین
اوسوقت ہو چکی تھی کہ آدم ہنوز آب و گل میں تھے یعنے جسم آدم کا وجود بھی نہوا تھا اسی طرح مراتب باقیہ میں بھی افعال پر مرتبہ مبنی نہیں ہے بلکہ مرتبہ کے موافق
افعال سرزد ہوتے ہیں تو اصل یہ ہے کہ اللہ تعالے ہر بندہ کی مقدار انعام و معرفت کو اسکے دل پر نازل فرماتا ہے پھر بندہ کا دل شکر کے ساتھ اس نعمت کو
قبول کرتا ہے اسیواسطے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو خطاب صدیق عطا ہوا اور ہنوز اعمال کے واسطے زمانہ دراز باقی تھا اور اسی جہت سے جن لوگوں نے
اپنی فہم ناقص کے موافق صحابہ رضی اللہ عنہم میں اعمال کی راہ سے اپنی شناخت لگانی شروع کی وہ خلط و خبط میں پڑ گئے اور انکی سمجھ میں نہ آیا کہ کون افضل ہے
اور یہ بسبب قلت معرفت ہے اگرچہ وہ شخص بڑا منطقی محقق مشہور ہو۔ اور اہل المعرفۃ سمجھتے ہیں کہ افعال کا نور و قبول بقدر معرفت ہوتا ہے سو انکی

دو رکعت میں تیری صد ہزار سے بلکہ کبھی بہلا کھ انکی دو رکعت سے برابر نہیں ہو سکتی ہیں کیا تمہین دیکھتے ہو کہ صحیح مشہور حدیث میں تنبیہ فرمائی کہ کبھی میرے
اصحاب کے بارہ میں زبان درازی مت کیجیو کہ اگر تم اس جوف آسمان و زمین بھر کے سونا خیرات کرو تو انکے آدھ سیر اُردجو کے برابر نہین پہونچیگا" سبحان اللہ
جب یہ کیفیت مالی صدقات میں ہو تو معرفتی طاعات میں بھلا کس کی مجال ہے کہ انکی دو رکعت کے برابر اپنی لاکھوں برس کی عمر کی شب و روز عبادت کو لاوے
ارے نا سمجھ اسکا یہی بھید ہے کہ وہ حسب انعام و مقدار اکرام جو خالق جل جلالہ نے انکو عطا کی تھی اسکا کرور وان حصہ تو کہان سے لاویگا پھر تیری عرق سے جو
پھل ہوا ہوا وہ کہان اور انکے پانون کی گرد کہان۔ مگر جب معرفت ہو تو اس بیچارہ کیا کرے۔ اب جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداے
ظہور نبوت جسکی شان عالی انتہا سے مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھی جاوے ابتداے ظہور معارف ملکوت تھی حتی کہ آپکا خواب مثل سپیدۂ صبح
ظہور ہوتا تھا۔ شاید وہ اللہ اعلم وہ مقادیر جو ملکوتیات سے حکم قضا جاری ہونے والے تھے آپکو معائنہ ہو جاتے تھے حتی کہ آپ نے بیداری میں انوار دیکھنے
شروع کیے مترجم کہتا ہے کہ اسکی شرح میں زبان اہل معرفت اسوجہ سے لرزتی ہے کہ جہان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھنے کی ضرورت ہے تو دلی کو دم مارنے کی
مجال کہان ہے پس مترجم بیچارہ کو نقل کرنے میں بھی خوف ہے لیکن اللہ تعالی سے عفو و مغفرت کی درخواست کے بعد بضرورت نفع اہل ایمان تاکہ نعمت عظمی کی قدر
کریں بعض کلمات لکھے جاتا ہے اور حق سبحانہ تعالی عفو فرماوے اور مترجم اہل ایمان سے درخواست کرتا ہے کہ ان مقامات کی فہم بلکہ کرور وین حصہ کی نظیر کی فہم کے لیے
اپنے نور روح سے مدد لیں اور اس سے پہلے حق عز و جل کی بارگاہ عزت میں درخواست کریں تاکہ جو ظہور لائق شان حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھا اسکو
ہرگز اپنے نفوس پر یا اولیا بلکہ صدیقین کے نفوس پر قیاس نکریں بلکہ وہ ظہور مختص بشان مقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تھا پھر بعد چھ ماہ کے نزول وحی
عظمی ہوا۔ وحی کا درجہ و شان بھلا کون بیان کر سکتا ہے لیکن وحی کرامت تو صفات فعلیہ بارگاہ عظمت جل سلطانہ سے ہے۔ یہان نور فراست کی ایک
روایت ذکر کرتا ہون۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت و خلافت میں لوگ حاضر تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا بعد اسکے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
نے خشمناک ہو کر عام طور پر خطاب کیا کہ لوگو کیا حال ہے کہ تم میں سے بعض آدمی یہان اسطرح آتا ہے کہ اسکی آنکھوں نے زنا کیا ہے پھر اگر باز نہ آوین تو آیندہ میں
ویسے مارونگا۔ حال یہ تھا کہ ایک شخص نے راستہ میں ایک اجنبیہ عورت کو بنظر شہوت دیکھا تھا جب لوگ رخصت ہو گئے تو اسنے بعد توبہ کے حضرت عثمان رضی اللہ
عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ یا امیر المومنین کیا اب بھی وحی آتی ہے آپنے فرمایا کہ وحی اب غیر ممکن ہے لیکن اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے جسکو
چاہتا ہے فراست عطا فرماتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعد وحی اول کے دو برس چھ ماہ تک وحی ملتوی رہی پھر قولہ تعالی یا ایہا المدثر قم فانذر کی آیات کا نزول ہو کر
متواتر وحی آنے لگی اور حضرت ام المومنین خدیجہ کبری و حضرت ابوبکر و علی و بلال وغیرہم رضی اللہ عنہم ایمان لاتے گئے اور حق تعالی نے جو انعام خاص کے مقادیر ہر ایک کے لیے رکھے تھے
وہ ہر ایک کو عطا ہوتے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جس کسی پر ایمان پیش کیا تو اسکو کچھ سوچ ہوا سواے ابوبکر کے کہ بغیر تفکر کے فوراً ایمان لائے
رواہ الصحیح گویا اسوجہ سے کہ پیغمبری کے درجے سے صدیقیت ملاصق ہے تو معرفت میں کچھ بھی تفکر نہ تھا۔ روایت ہے کہ اہل عراق نے جب بعض ملاحدہ کے بہکانے سے دین میں
بدعت اختیار کی اور گمان باندھا کہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا یہی حال ہے حالانکہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ کچھ بھی نہ دیا پھر انمیں سے
ایک شخص بخدمت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حاضر ہو کر اپنے زعم باطل کے موافق کہنے لگا کہ آپ ابوبکر کے بارہ میں کیا کہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ
تو ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت پوچھتا ہے وہ کہنے لگا کہ ہان آپ انکو صدیق کہتے ہیں پس آپ اٹھ بیٹھے اور قبلہ رخ ہو کر فرمانے کہ ہان بہت ہی خوب
صدیق ہیں ہان بہت ہی خوب صدیق ہیں ہان بہت ہی خوب صدیق ہیں اللہ تعالی و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو صدیق کہا اب جو کوئی انکو صدیق نہ کہے
اللہ تعالی اسکو ایمان میں سچا نکرے اس کلمہ دعا کو تین مرتبہ مکرر فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ دیکھو یہ شخص جسنے حضرت امام سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو پوچھا
تھا وہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا دشمن نہ تھا بلکہ مفسد نے اسکی جہالت میں جما دیا تھا کہ انھوں نے اہل بیت رضی اللہ عنہم کو بعض حقوق نہیں دیے ہیں

بھلا اسپر تو حضرت امام رحمہ نے اسقدر غضب و غصہ ظاہر فرمایا پھر ان و فعل سے آپ کسقدر بیزار ہونگے جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے عداوت باندھتے ہین
اور مین نے تو یہ ایک نمونہ لکھدیا حالانکہ جمیع اہل بیت سے اسی کے مانند روایات متواترہ ہین اور سخت تعجب یہان دو طرح ہی اول یہ کہ حضرت حق سبحانہ تعالےٰ
کی شان پاک علیم خبیر سے اسقدر جاہل ہین کہ آپ نے صدیق اکبر خطاب عطا فرمایا اور تمام عرب عجم لاکھون کروڑون کو حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا
صدیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتلایا اور اللہ تعالےٰ ہی اس دین کا غالب کرنے والا تھا مگر اس جاہل کے نزدیک برابر تقیہ رہا اور غلبہ بھی تقیہ کے طور پر ہوا اور
تمام اعجاز کا اثر کرامت سب تقیہ ہی پر ہوا یہانتک کہ تمام ملکون مین اسلام پھیل گیا اور قدرت ہین وہی تقیہ و خوف رہا نعوذ باللہ من ذلک اور کیونکر تمام
امت کے واسطے یہ ضلالت موافق زعم باطل خوارج و روافض کے روا ہو سکتی تھی ۔ دوم یہ کہ متواتر کروڑون عرب عجم بزمانہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
آخر خلافت حضہ تک برابر ان حضرات کی صدیقیت و عظمت صحابیت پر متفق تھے اور جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم انھین کی بیعت مین جہاد کرکے فریضہ الٰہی
ادا کرتے رہے پھر کیونکر ان خوارج و روافض نے اپنے زعم فاسد پر متواتر قطعی سے منہ موڑا اور کسطرح رسالت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھا
کہ حضرت موسی و عیسی وغیرہ علیہم السلام انبیاے اولو العزم کے اصحاب تو جم غفیر کئی قرون تک برابر کمال ہدایت پر رہے حالانکہ ان گمراہون نے باغوائے شیطان
مان لیا کہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے اصحاب سب منافق و گمراہ تھے نعوذ باللہ من ذلک اسواسطے کہ یہ لوگ صرف گنتی کے چند
آدمیون کو جنکی تعداد پچاس تک بھی نہین پہونچتی ہی ہدایت پر رکھا اور باقی سب کو گمراہ سمجھا اور یہ سوائے جہالت کفریہ کے کچھ اور ہی کہ متواتر اجماع نصوص
قرآن و احادیث سب قطعیات بدیہیات کو چھوڑکر اپنے ظنون واوہام کو جو وساوس شیطانیہ ہین اعتقاد بنا لیا ۔ مترجم نے درمیان مین اس بحث کو صرف
اسواسطے بیان کیا کہ اہل عقل کو لازم ہی کہ جسوقت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوے اسوقت کا نقشہ و کیفیت و عرب کے حالات پیش نظر
رکھین تاکہ اس سے فضائل و درجات صحابہ رضی اللہ عنہم و انکے لئے مثل مراتب عالیات مثل آفتاب کے ظاہر ہون اور قطعًا یقین ہو کہ انکے فضائل و
درجات کا ایک شمہ بھی حاصل ہونا بعد انکے طبقہ کے محالات سے ہی ۔ واضح ہو کہ ملک عرب تمام ایسے اقوام و قبائل سے آباد تھا کہ جنمین اولاد سام بن نوح
اصلی عرب تھے اور اولاد اسمعیل علیہ السلام بھی اصل عرب مین شمار ہوگئے اور یہ سب مختلف بتون کی پرستش کرتے اور بالکل علم رسمی سے جاہل مگر شجاع و دلیر
و صدق و عہد و امانت کی حقیقت مین معروف و مشہور تھے جو زبان سے کہتے وہی کرتے تھے اور خانۂ کعبہ کی تعظیم کرتے اور تمام قبائل قریش اس خانۂ پاک کے
متولی و مجاور اور اسی جہت سے عرب مین ممتاز تھے اور یہ سب اولاد اسمعیل علیہ السلام ہین اور اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ مین قدرت کاملہ سے یہ ظہور رکھا
تھا کہ خانۂ کعبہ مین جسنے کچھ بھی بے ادبی کی وہ فورًا مبتلاے مصیبت ہوتا تھا چنانچہ پارۂ اکیس کی تفسیر مین فی الجملہ بیان آویگا اور عرب چونکہ ملک ریگستان
و خارزار ہی صرف ماء السماء یعنے بارش کے پانی پر انکی بسر اوقات تھی وہ بھی جابجا خفیف برستا تھا لہذا مختلف قبائل عرب جو ایک دادا کی اولاد ہوتے تھے
اپنے مویشی و مالون کے خیمہ لیے ہوے جس میدان یا وادی یا پہاڑ مین چرائی پاتے وہین چند روز بسر کرتے پھر وہان سے دوسری جگہ چلتے اور موٹا
اناج قلیل میسر آتا وہ بھی سیری کے لیے کافی نہ تھا حتی کہ اولاد کو بخوف آنکہ یہ بھی ہمارے منہ کا نوالہ بانٹنے والا پیدا ہوا ہو بے رحمی سے قتل کر ڈالتے اور جب
کسی گروہ کو کمزور دیکھتے تو چھاپہ مار کر لوٹ لیتے اور دوسرا گروہ جو انسے زبردست ہوتا وہ انکو لوٹ لیجاتا اگرچہ یہ لوگ چچا کی اولاد یا قرابتی کیون نہون ہوا سواسطے
کہ جب اپنی ہی اولاد سے دل سخت کرلیا تو دوسرون کا کیا خیال ہوگا اور پانی وہی جو غارون و گڑھون مین بھر جاتا وہی انکے لیے خوشگوار تھا اور وہ بھی کوسون سے
بمشکل میسر ہوتا تھا اسلیئے لڑکیون کو ہندوستانی چھتریون کی طرح حمیت مین مار ڈالتے اور استنجاء پیشاب کے لیے پتھرون پر کفایت تھی بارہا کسی قوم قبیلہ کے اونٹ
بدکا لے پر باہم قبائل مین رن پڑ جاتا کہ پشتہا پشت طرفین سے ہزارون لاکھون قتل ہوتے اور طرفین سے فصاحت و بلاغت شاعری کے قصائد بہادری
مین نظم ہوتے اور زبان مثل تلوار کے کام دیتی اور یہ فن انمین انکی فصیح زبان خلقی سے خداداد تھا کیونکہ دنیا مین کوئی زبان نہین کہ تپ ۔ ج ۔ ژ ۔ گ ۔ ف ۔ ٹ

ڈ۔ ڑ۔ تھ۔ ڈھ۔ ڑھ۔ وغیرہ حروف مکروہ و مخارج ثقیل سے خالی ہو سوائے زبان عرب کے! اور ہر قبیلہ اپنے بتوں کے آگے سر جھکاتے تھا اور جنون و بھوتوں کی منت مانتے بلکہ جہاں کہیں کوئی خوبصورت پتھر پاتے اسکو پرستش کے لیے معبود بناتے۔ بے علم وحشی جاہل نہ انمیں کوئی شاہ ہوا نہ زمین کا قانون۔ نہ طرز تمدن اور نہ ترکیب معیشت۔ قوی انہیں بیرحمی سے ضعیف گروہ کو برباد کرتا اور جان و مال ہر حال میں غیر محفوظ و معصوم تھا سوائے رجب و ذوالقعدہ و ذی الحجہ و محرم کے کہ چار ماہ حرام ہیں صدق عہد کے ساتھ بیچونہ جہاں چاہو جاؤ۔ علم و کتاب و شریعت کا الخصوص ہے گویا نام بھی نہیں سنا تھا۔ ملک یمن میں البتہ کچھ داد و ستد تھے اور انمیں بسبب تعلقات ایرانی شاہان مجوس کے فی الجملہ معرفت علمی آگئی تھی ورا دکھن حمیر و غسان میں بادشاہ بھی ہوئے اور اسی ملک میں پرویز کسریٰ فارس کی طرف سے باذان صوبہ یمن کا حاکم تھا چنانچہ آخر خود مع اولاد صحابی ہو گیا حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ولادت شریف تک ہمیشہ نوع انسانی میں سے اشرف فرقہ میں رکھا حتی کہ قریش میں سے عبد المطلب کو اشرف کیا اور اسکے دس بیٹوں میں سے عبد اللہ کو جو آپ کے والد ماجد تھے خوبصورت و اشرف ممتاز کیا۔ روایت ہے کہ جب ابرہہ بادشاہ مع ہاتھیوں کے خانہ کعبہ گرانے کے لیے چڑھ آیا اور قریش خوف زدہ ہو کر بھاگنے پر آمادہ ہوئے تو عبد المطلب انکو لیکر مع جماعت و اولاد کے کوہ ثبیر پر چڑھے کہ ناگاہ نور نکلکر خانہ کعبہ تک منتہی ہوا اطراف و ... حضرت عبد اللہ کی پیشانی سے تھا تو آپ نے تسکین دی اور خود دلیری کے ساتھ مع اولاد کے ابرہہ کے پاس گئے وہ انکی ہیبت سے فوراً تخت سے نیچے اترا اور تعظیم دیکر پاس بٹھلایا اور ادب سے کہنے لگا کہ آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے کہا کہ تیرے آدمی ناحق میرے اونٹ پکڑ لائے ہیں اسنے فوراً حکم دیا کہ سب واپس کر دو اور آپ رخصت ہونے لگے تو اسنے کہا کہ مجھکو آپسے ایسی ہیبت معلوم ہوئی کہ اگر آپ فرماتے کہ خانہ کعبہ نہ ڈھاؤں تو میں منظور کرتا آپ نے فرمایا کہ مجھے اسکی کچھ ضرورت نہیں بلکہ اس خانہ کا ایک رب ہے کہ وہ خود اسکی حفاظت فرماتا ہے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ جب ابرہہ مع لشکر کے اس ارادہ پر چلا تو اللہ تعالے نے طیر ابابیل کو بھیجا جسنے کنکریوں سے تباہ کر دیا۔ صحاح میں ایک صحابی سے روایت ہے جن سے پوچھا گیا تھا کہ آپ بڑے ہیں یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو اس عبارت کو ناگوار سمجھکر فرمایا کہ بزرگی و بڑائی تو خالص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے منحصر ہے اور میرا سن البتہ آپ سے اسقدر زیادہ ہے کہ میں نے طیر ابابیل کے بیٹ کو اخضر محیل دیکھا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہراً چار پانچ برس عمر زیادہ ہو گی کیونکہ عام الفیل ہی کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف سے تمام عالم پر رحمت عظیم کا ظہور ہوا ہے (**تنبیہ**) عرب نے اس سال واقعہ عجیب کا نام **عام الفیل** رکھا ہے اس زمانہ میں بعضے کور باطن احمق اس واقعہ سے انکار کرتے ہیں اور یہ بڑی عجیب ہے کہ اس احمق کو اتنی سمجھ نہیں ہے کہ کروڑوں عرب اس واقعہ کے مشاہد بچشم دید ہیں اور اللہ تعالے نے قرآن میں قولہ تعالی الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل سے نازل فرمایا کہ ہمنے اصحاب الفیل کو اسطرح طیر ابابیل سے بیرنگی الا جیسے جانور کی جگالی کا چبایا ہوا بھس ہوتا ہے۔ اور یہ برابر اتنے کروڑوں عرب سے متواتر ہو کر سینکڑوں سے پڑھتا چلا آیا۔ اگر نعوذ باللہ یہ امر نہ ہوتا تو عرب و دیگر اقوام یہود و نصاری و مجوس جو عرب میں آباد تھے سب قرآن پاک میں لا ریب فیہ پر اعتراض کرتے لیکن وہ لوگ باوجود کفر و شرک کے ایسے ناپاک شرمناک کلام سے اپنے آپکو رسوا کرنا نہ چاہتے تھے کہ صریح آفتاب سے انکار کرکے بدنام جھوٹے کہلاویں اور لوگ انپر تھوکیں کیونکہ متواترات محسوسات تو قطعی ہیں گویا آج وقوع ہوا۔ صحیح الاسناد روایات میں ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے ایام حمل کی کچھ گرانی نہ پائی اور خواب دیکھا کہ مجھسے ایک نور ظاہر ہوا کہ جس سے ملک شام کے مکانات روشن ہو گئے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اشارات ہے کہ بعد نبوت کے خلافت نبوت کے بعد جو سلطنت نبوت ہوتی ہے اسکا مستقر ملک شام ہے۔ چنانچہ توریت وغیرہ اگلی کتابوں کی بشارات میں ہے کہ منزل ولادت حضرت خاتم النبیین مقام تہامہ فاران اور وطن ہجرت مقام طیبہ اور انکا ملک مقام شام (ملکیت سلطنت) ہوگا۔ ۱۲ عام الفیل ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ وقت طلوع صبح صادق کے اس نور کمال رحمۃ للعالمین نے ظہور فرمایا اور باہتمام قدرت رب العزۃ ارحم الراحمین جل جلالہ سے اس رات مبارکہ میں کسریٰ ان فارس کی آگ جو ہزار سال سے کبھی نہیں بجھی تھی فوراً سرد ہو گئی اور تمام بت سرنگوں ہو گئے تھے اور ستارے ایسا

معلوم ہوتا تھا کہ حرم مکہ سے لٹکے تے ہین گویا زمین پر اتر آئینگے سبحان اللہ تعالی۔ گویا اجازت مانگتے تھے کہ قدمبوس ہون اللّٰهم صل علی سیدنا
ی الدنیا والآخرۃ مولانا محمد رسولک وحبیبک افضل الانبیاء والمرسلین خیر الخلائق اجمعین وعلی آلہ واصحابہ وذریاتہ و
وجمیع الانبیاء والمرسلین اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ اس رات کسری فارس کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے جسکو لوگ اسوقت
مین روے زمین پر سب سے بڑا بادشاہ کہتے تھے۔ اور واضح ہو کہ اگر مترجم تمام معجزات وکرامات کو لکھنا چاہے تو بلا مبالغہ کچھ شک نہین کہ مجلد عظیم ہو جاوے
اور خود تفسیر مین اپنے اپنے موقع پر بکثرت معجزات مذکور ہین جنکو اہل شوق خود ہر مقام سے چنکر جمع کر سکتے ہین اور اسوقت تو مختصر بیان سمجھانا مقصود ہے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز پیدا نہین ہوے تھے کہ آپ کے والد ماجد سفر شام سے واپس ہوتے وقت مدینہ مین اپنے ماموں کے یہان بیماری سے ٹھہر گئے اور وہین انتقال
فرمایا۔ بعد ولادت کے آپ نے سات روز تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا پھر ثویبہ نے جسکو ابولہب نے بروقت بشارت تولد کے آزاد کیا تھا دودھ پلایا پھر قوم بنی سعد
کی سات عورتین جو قحط کے قریش کے بچے لینے آئین تاکہ اپنے یہان لے جاوین جب دودھ چھڑا کر لاوین تو انعام پاوین لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم سمجھ کر
سب نے تامل کیا سواے حضرت حلیمہ سعدیہ کے کہ انھون نے حسن صورت وقبول سیرت پر فریفتہ ہو کر لے لیا اور اسقدر برکات نصیب ہوئین کہ تمام قوم رشک
کرتی تھی چنانچہ اول تو حلیمہ کی سواری نہایت لاغر وسست تھی جب حلیمہ آپ کو لے چلین تو ناگاہ وہ مادہ خر اسقدر خوش رفتار ہو گئی کہ سب سے آگے جاتی تھی
اور حلیمہ کی بکریان نہایت فربہ وآسودہ آتی تھین تو قوم والے اپنے چرواہون سے کہتے کہ ہماری بکریان قحط سے اسقدر لاغر وکمزور ہین تم بھی وہان چراؤ جہان حلیمہ
کی بکریان چرتی ہین۔ آپ نے کبھی کپڑے پر پیشاب نہین کیا بلکہ اوقات مقرر تھے اور کبھی بائین چھاتی کا دودھ نہ پیا بلکہ حلیمہ کے پسر کے لیے چھوڑ دیتے تھے
اور بدن مبارک کبھی برہنہ ہوتا بلکہ فرشتے چھپاتے تھے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ چاند آپ کے اشارہ سے جھک جاتا اور بہلاتا تھا [illegible] نے کہا کہ اس
روایت کی اسناد خوب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض نے اس روایت مین اسوجہ سے تردد کیا کہ اگر ایسا ہوتا تو تمام طائف بلکہ عرب مین مشتہر ہو جاتا۔ مین کہتا ہون کہ خیال
باطل اس بنا پر پیدا ہوا کہ ایسے عالم محض بے اختیاری سے متغیر ہوا کرتی ہین اور ہماری نظر سے یہ ادراک مین کامل ہے حالانکہ بکثرت برابر مشاہدہ جاری ہے کہ ساحرون
بلکہ اہل شعبدہ کی حرکات کا ادراک نہین ہوتا ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام مع جماعت اولاد کے موجود تھے پھر جو ہوا پیراہن یوسف علیہ السلام کی بشارت لائی وہ
فقط یعقوب علیہ السلام کو محسوس ہوئی اور باقی لوگ محروم رہے اور یہ منجملہ اسرار لطیف ہے اور ہر گز نہ تھے جہلا نیچر کی گمراہی مین اپنی بربادی نکرنی چاہیے کیونکہ
یہ لوگ مثل جانورون کے سواے خورد ونوش کے کوئی قابلیت انسانی نہین رکھتے بلکہ جانورون سے بدتر ہین۔ پس جبکہ امام صابونی رح نے روایت کے اسناد کو
حسن کہا اور تحقیق اسرار مین کوئی دغدغہ نہین تو تردید بخیال باطل نہین جائز ہے جب آپ کسی قدر بڑے ہوے تو اپنے بھائی رضاعی کے ساتھ جنگل کو بکریان چرانے
تشریف لے جاتے ایک روز تشریف لے گئے تو پسر حلیمہ کو گھر بھیجا تھے مین دو بار سفید اترے جانتے تھے دونون دیکھنے لگے کہ ناگاہ ایک نے دوسرے سے
کہا کہ ہو بہو یہی وہ ہے۔ دوسرے نے کہا کہ ہان۔ پس دونون اتر پڑے تو بصورت انسانی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ذبح کر کے سینہ مبارک چاک
کر ڈالا۔ پسر حلیمہ بے اختیار روتا ہوا اپنی مان کے پاس دوڑا گیا وہ نیک مادر روتی ہوئی دوڑی تو آپ ہوش مین بیٹھے تھے لیکن چہرہ مبارک متغیر تھا اور بیان
فرمایا کہ دو فرشتون نے میرا سینہ چاک کر کے ایک سیاہ مادہ نکال پھینکا اور نور عالم قدس سے بھر دیا پھر ٹانکے دیدیے وہ اسیوقت درست ہو گیا۔ حلیمہ نے
دیکھا کہ بیشک علامات موجود اور سینہ پر ٹانکون کے نشان ہین وہ نہایت متحیر ہو گئی اور آخر اپنے ساتھ لا کر مکہ مین آپ کی والدہ کو سپرد کیا اور یہ حال بیان کیا
لیکن آپ کی والدہ ماجدہ کو کچھ تردد نہوا بلکہ فرمانے لگین کہ مین نے اس فرزند کے معاملہ مین ولادت کے وقت بہت عجائبات دیکھے ہین (رواہ الدارمی) روایات
صحیحہ سے معلوم ہوا کہ بعد اسکے دس برس کی عمر مین اور تیسری بار قبل نزول وحی کے اور چوتھی بار شب معراج مین چار بار سینہ مبارک شق کیا گیا ہے لہذا اعراض
مبارک کبھی لہو ولعب اطفال کی جانب یا نوجوانون کی شہوات کی جانب مائل نہوا اور عین وحی الٰہی کے متحمل ہا کہ آیات کبری ملکوت کے دیکھنے والے ہوے اور آپ کو

اس طرح شق الصدر سے عجائب قدرت کا مشاہدہ کرادیا کہ ہر ذرہ قبضۂ قدرت الٰہیہ میں مسخر ہے۔ جب چھ برس کے ہوئے تو والدہ ماجدہ نے مکہ و مدینہ کی راہ
میں مقام ابواء میں انتقال فرمایا اور دادا عبد المطلبؓ پرورش میں اپنی اولاد سے زیادہ جان نثاری فرمائی دو برس بعد عبد المطلبؓ بھی وفات پائی
اور آپکے چچا ابو طالبؓ نے بکمال محبت و تکریم کفالت کی۔ ہنوز آپ پوری جوانی کو نہ پہونچے تھے کہ مکہ میں قحط شدید ہوا اور ابو طالبؓ نے آپکو میدان حرم میں
آگے کرکے اللہ تعالےٰ سے پانی کی دعا مانگی کہ ناگاہ ابر رحمت جوش میں آیا اور اسقدر پانی برسا کہ تمام ساحل سیراب ہوگیا۔ اور تمام قریش آپ کی طلعت
مبارک کے شکر گزار ہوئے اور برابر آپ کے اخلاق کریمہ و شمائل حمیدہ پر فریفتہ تھے اور آپ صدق و امانت و دیانت میں آیت الٰہی عزوجل تھے حتیٰ کہ
قریش میں صادق امین معروف تھے اور لوگ اپنی ودیعت آپ کے پاس رکھنے میں نہایت بے خطر تھے۔ اور مفلس و یتیم و رانڈوں کی خبر گیری فرماتے
ایک مرتبہ ابو جہل نے اعرابی کے اونٹ خریدے اور اسکو دھوکا دیا کہ میں دام دے چکا ہوں اس غریب نے فریاد کی تو آپ اسکے ساتھ تشریف لے گئے
وہ لعین نہایت تند ہو کر کہنے لگا کہ جیسے حمایتی بنکر آئے ہو اور آپ کے سامنے آگیا ناگاہ لوگوں نے دیکھا کہ وہ الٹا بھاگا اور کہنے لگا کہ میں ابھی دام
دیتا ہوں۔ لوگوں نے اُس سے پوچھا تو اسنے کہا کہ مجھے نظر آیا کہ ایک اژدہا منہ پھاڑ کر مجھپر دوڑا۔ روایت ہے کہ قریب جوانی کے ابو طالب آپکو کاروبار
تجارت سکھلانے کی غرض سے جانب شام لے گئے سرحد شام میں داخل ہوئے تو اتفاق سے بحیرا راہب کے صومعہ کے پاس قیام ہوا اور قوافل کا بھی
دستور تھا۔ اُسنے صومعہ سے دیکھا کہ پٹ پٹ دھوپ میں ایک خوبصورت آدمی قطار شتر کو پانی پلاکر لاتا ہوا اور ایک ابر رحمت اسپر سایہ کیے ہوئے
ساتھ ہے۔ گویا اللہ تعالےٰ نے اسکو مشرف زیارت کرنا چاہا۔ وہ فوراً قافلہ کی طرف آیا اور اُسنے دیکھا کہ راہ سے کنکریاں خود ہٹتی ہیں قافلہ
والوں نے تعجب کیا کہ آج یہ راہب جو نصارائے شام میں معظم مکرم ہے خلاف معمول ہم پر بہت مہربان ہوا۔ جب آپ آگئے تو اسنے سلام کیا اور نام و نشان
پوچھکر کہا کہ یہاں اسکا کوئی وارث ہے۔ لوگوں نے ابو طالب کو خبر کی۔ اُسنے ابو طالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا یتیم ہے۔ کہا کہ ہاں۔ پوچھا کہ باپکا نام عبد اللہ تھا
کہا کہ ہاں۔ پوچھا کہ تم دادا ہو۔ کہا کہ نہیں بلکہ اسنے کہا کہ چچا ہو۔ کہا کہ ہاں۔ اُسنے سمجھایا کہ تم کو میرا صدق ظاہر ہوگیا کہ میں نے کیونکر پہچانا اب تم میرا کہا
مانو کہ انکو شام میں نہ لیجاؤ اور اس لڑکے کے واسطے ایک شان عظیم ہے۔ اور قافلہ کی ایک روز دعوت کی۔ ابو طالب نے تمام مال یہیں فروخت کیا اور قدرت
الٰہی سے بہت نفع پایا۔ دوسری مرتبہ پچیس سال کی عمر میں خود قریش کی ایک عورت بی بی خدیجہ کا مال لیکر تجارت کے لیے ملک شام کو تشریف لے گئے اور
اور اس مرتبہ نسطورا راہب نے آپ کو علامات نبوت سے پہچانکر صاف بتلایا کہ یہی پیغمبر آخر الزمان ہیں اور نصارائے شام و یہود برابر اپنے یہاں کی روایات پر
انکے منتظر ہیں اور بہت سے متعصب انکے قتل پر آمادہ ہیں اور وہ لوگ تمام راہوں پر چھوڑے گئے ہیں۔ اس مرتبہ بھی کرامات اعجازی بکثرت وقوع
میں آئیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپکو ابو طالب سے اصرار کے ساتھ میسرہ یا عامر بن فہیرہ کے ساتھ مکہ کو روانہ فرمایا۔ ناگاہ سات سرہنگ نصرانی جو
اسی راہ پر نکلے ہوئے تھے اس قافلہ تک پہونچے اور راہب موصوف نے انکو بعد آہستگی کے سمجھایا کہ تم اس خیال میں کیوں سرگردان ہو اپنے اپنے مقام کو
لوٹ جاؤ کیونکہ جب اللہ تعالےٰ کو منظور ہے کہ انکو اس آخری امت کا پیغمبر جلیل فرما دے تو بھلا تمہارے یا تمام عالم کی حرکات سے کہیں یہ امر ٹلنے
والا ہے۔ حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ اس سفر میں آپکے ساتھ تھا اسنے بہت سی کرامات معجزات اپنی آنکھوں دیکھے تھے تو جب وہ خدیجہؓ کی خدمت میں
آیا تو اسنے سب حال بیان کیا۔ خدیجہؓ نے فرمایا کہ تو بیشک سچ کہتا ہے اسواسطے کہ جب تم لوگ مکہ میں داخل ہوئے تو میں نے بالاخانہ سے خود دیکھا تھا
کہ آنحضرتؐ پر بادل سفید سایہ کیے تھا۔ میسرہ نے کہا کہ حضور تمام سفر میں یہی حال رہا ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے نکاح کی خواہش کی جب ابو طالب آگاہ
اور مطلع ہوئے تو اعیان و اشراف قریش کو لیجاکر نکاح پڑھا۔ حضرت ام المومنین خدیجہؓ سے کئی لڑکے و لڑکیاں ہوئیں از انجملہ کل لڑکوں نے
انتقال کیا اور دو لڑکیاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں اور سب سے چھوٹی حضرت سیدۃ النساء فاطمہؓ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

نکال دینگے دیا۔ حضرت ام المومنین خدیجہ رضی نے پوچھا کہ یارسول اللہ میری سابق اولاد جو آپ سے پہلے شوہر سے تھی اسکا کیا حال ہے فرمایا کہ دوزخ مین ہے حضرت
خدیجہ بے اختیار رونے لگین آپنے فرمایا کہ کیون روتی ہو واللہ اگر تو انکی صورت دیکھے تو نہایت نفرت سے بھاگے۔ پوچھا کہ پھر جو اولاد کہ آپ سے ہوئی ہے
فرمایا کہ وہ سب جنت مین ہین۔ واضح ہو کہ حضرت خدیجہ رضی نے قبل ہجرت کے انتقال فرمایا۔ اور مدینہ مین ایک لڑکا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت
ماریہ قبطیہ کے بطن سے تولد ہوئے اور حالت رضاعت ہی مین انتقال فرمایا اور آپ نے خبر دی کہ ابراہیم کے لیے جنت مین مرضعہ ہے جو اسکے ایام رضاعت کی
تکمیل کرتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث بھی منجملہ اسرار ہے جسکو فہم عوام ادراک نہین کر سکتی پھر نزول وحی سے پانچ برس پہلے قریش نے خانۂ کعبہ از سر نو تعمیر کیا
اور حجر اسود رکھنے مین آپ کو حکم مانا چنانچہ آخر پارہ اول مین آویگا۔ پھر قریب نزول الوحی کے تنہائی پسند فرما کر غار حرا مین ایام بسر کرتے پھر جب
توشہ ختم ہو جاتا تو گھر آتے اور حضرت خدیجہ رضی دوبارہ توشہ تیار کر دیتی تھین پھر غار حرا مین تشریف لیجاتے آخر ربیع الاول بروز دوشنبہ وحی اقرأ باسم
ربک تا علم بالقلم نازل ہوئی۔ آپکو وحی کی حلاوت عجیب ہوئی مگر تکلیف بدن بھی شدید ہوئی حتی کہ آپ نے جان کا خوف کیا اور وحی منقطع
ہو گئی۔ حضرت خدیجہ رضی آپ کی زبان سے خوف جان سنکر پریشان ہوئین اور عرب بت کوئی علم نہ جانتا تھا سوائے خدیجہ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے جو
نصرانی ہو گئے تھے اور انجیل و توریت کو عربی مین ترجمہ کیا کرتے تھے پس خدیجہ آپکو ورقہ کے پاس لے گئین اور ورقہ اس زمانہ مین بڑھاپے مین نابینا ہو گئے
تھے پس کہا کہ اے چچا بیٹے یعنی چچیرے بھائی تم ذرا اپنے بھتیجے کا حال سنو چنانچہ ورقہ نے سب حال سنکر پہچانا اور آپ سے کہا کہ تم اس زمانہ کے پیغمبر ہو اور یہ
فرشتہ ناموس اکبر یعنی جبرئیل تھا اور عنقریب تمہاری قوم تمہاری دشمن ہو کر تمکو نکال دیگی اور یونہی کفار اپنے پیغمبرون کے دشمن ہوتے آئے
ہین۔ اے کاش مین اسوقت جوان ہوتا کہ جی بھر کے آپ کی مدد مین حاضر رہتا پھر چند ماہ کے بعد ورقہ رضی کا انتقال ہو گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ ورقہ رضی نے کتب
سابقہ سے آپ کا پیغمبر ہونا معلوم کیا تھا اور آپ کی تسکین کے لیے مدلل بیان کیا کہ یہ دستور پہلے سے چلا آیا ہے پھر دو برس چھ ماہ تک علامات کبھی نہ
ظہور مین آئے اور بعد اسکے دعوت اسلام کا حکم نازل ہوا بقولہ تعالی یا ایھا المدثر قم فانذر۔ پس عورتون مین سب سے اول حضرت خدیجہ
ایمان لائین اور آپ حضرت ابو بکر کیطرف چلے اور ادھر سے خود حضرت ابو بکر آتے تھے پس جیسے ہی آپنے فرمایا فورًا حضرت ابو بکر رضی نے تصدیق کی اور ایمان
لائے اور غلامون مین سے اول بلال رضی اور اطفال مین سے اول حضرت علی رضی جو آٹھ برس کے تھے ایمان لائے اور غلامان آزاد مین سے اول زید بن حارثہ جو آپکے
آزاد کردہ تھے ایمان لائے پھر انکے بعد حضرت عثمان و سعد بن ابی وقاص و طلحہ بن عبید اللہ و آپ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن العوام و زید بن عمرو
بن نفیل رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔ پھر وحی نازل ہوئی کہ تم جس بات کے رسول ہو اس کو اعلان سے دعوت کرو۔ جب کفار نے سنا کہ انکے بت کچھ چیز
نہین ہین تو سخت دشمن ہو گئے اور حضرت ابو بکر رضی نے آپکے واسطے اپنی جان کو سپر کیا تھا تو عتبہ بن ربیعہ ملعون نے انکو یہانتک مارا کہ تمام بدن زخم سے بھر
گیا تھا اور بیہوشی طاری تھی مگر ہوش آتے ہی اول انہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر و عافیت پوچھی اور جب کہا گیا کہ ارقم کے مکان مین ہین تو شکر
کیا۔ اسی طرح وعتبہ کو حضرت حمزہ رضی نے بدر کے روز قتل کر ڈالا۔ حضرت بلال کو امیہ بن خلف جسکے غلام تھے سخت ایذا دیتا تھا [illegible] گرم ریت پر لوٹا
کر [illegible] پتھرون سے دبا دیتا تھا کہ بیہوش ہو جاتے اور وہ کہتا لات و عزی و ہبل کا کلمہ پڑھ [illegible] حضرت بلال رضی [illegible] احد احد کہتے سبحان اللہ
کیا اثر مبارک تھا کہ اس نور قدسی پر پروانہ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب فدا ہو گئے اور جان و مال [illegible] کا ظہور تھا
[illegible] سو بار [illegible] نصیب نہین ہوتا [illegible] اگر [illegible] چیزین [illegible] آخر
امیہ ملعون [illegible] نے بلال رضی کو [illegible] لونڈون کے حوالہ کیا جو گلی در گلی مارتے پھرتے اور وہ بلال [illegible] احد احد پکارتے آخر حضرت
ابو بکر رضی نے اس ملعون سے کہا کہ [illegible] فروخت کر دے اس ملعون نے اپنے زعم مین کئی ہزار درہم بے انتہا قیمت کہی حضرت ابو بکر رضی نے فورا قبول کر لیا کہ ہیچ

ہو گئی۔ اب اسکو چارہ نہ رہا اور آپنے یہ مال کثیر دیکر بلال رض کو خرید کر اس شرط سے آزاد کیا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رہا کرین بلال رض نے
عرض کیا کہ یہ شرط میری جان کی عین مراد ہے اسی طرح حضرت ابوبکر رض نے اور کئی لونڈی غلامون کو جو اسلام لائے خرید کر آزاد کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
جان نثاری مین تمام مال سے بخوشی خدمت کی حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات کے خطبہ مین فرمایا کہ مجھے کسیکے مال نے اتنا نفع نہ دیا
جسقدر ابوبکر رض کے مال نے مجھے نفع دیا اور کوئی نہین رہا کہ مین نے اسکی مکافات نہ کی ہو سوائے ابوبکر رض کے کہ اللہ تعالی آخرت مین جزائے جمیل سے اسکی
مکافات فرماویگا اور اگر مین مخلوق مین سے کسیکو خلیل بناتا تو ابوبکر ہی کو خلیل بناتا ولیکن مین خلیل اللہ ہون۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ منزلت عظمی یعنی خلت
بدون شرکت ہوتی ہے اور خوب غور کرو کہ یہ مرتبہ خاص حضرت ابوبکر الصدیق رضی عنہ کے لیے نہایت اعلی ہے اور اللہ تعالی نے سورہ والضحی واللیل مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا۔ ولسوف یعطیک ربک فترضی اور سورہ واللیل اذا یغشی مین حضرت ابوبکر الصدیق رض کی نسبت فرمایا ولسوف
یرضی۔ پس واسطے بدحال ان جہال کے جو معارضہ اسرار درکنار۔ ان نصوص آیات سے اندھے ہو کر اپنے نفس کی راہ مین ہلاک ہین۔ اگلے کفار کی عداوت
بڑھتی گئی اور بتون کی محبت اسقدر انکے نفوس خبیثہ مین جمی کہ بکثرات بینات مین معجزات دیکھتے مگر ایمان نہ لاتے اور عاقل جانتا ہے کہ بتون کی محبت کا صرف
نام ہوتا ہے در اصل نفوس خبیثہ وساوس شیطان کو مانتے ہین اور ظاہر مین بت یا عیسی کا نام کہتے ہین لیکن چونکہ نفس سے غافل ہین تو انکا ادراک بھی نہین
ہوتا اسیواسطے بعض سلف نے کہا کہ جسنے نفس کو پہچانا وہ رب عزوجل کو پہچان گیا اور یہ عجیب بھید ہے کہ جاننے والا ہی دیکھتا ہے اور نجاننے والا ہمیشہ انکار
کریگا کہ مثلا ہم بیشک عیسی کی محبت مین ایسا کرتے ہین اور ہم بیشک فلان سے محبت کرتے ہین حالانکہ قطعا وہ بغاوت نفس مین تاریک جسم کے اندر چھپا ہوا
ہے اور یہ صرف نفسانی تسویل شیطانی ہے اعاذنا اللہ تعالی من ذلک منجملہ معجزات کے یہ کہ عموما قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے سخت خوف
تھا چنانچہ آپ کی خدمت مین عتبہ بن ابی لہب نے جو پہلے آپ کا داماد تھا گستاخانہ کلمات کہے تو آپنے بددعا کی کہ الہی اسپر اپنے کتون مین سے ایک کتا
مسلط کر دے۔ ابولہب اسکو لیکر شام کی تجارت کو گیا ایک منزل مین نیستان تھا تو ابولہب بولا کہ بھائی اس رات سب چوکس رہو کہ مجھے اپنے بیٹے عتبہ کو
بددعائے مذکور کا خوف ہے لوگون نے کہا کہ ارے ہم لوگ شیر کو تلوار سے ٹکڑے کرنے والے ہین اور ہم عتبہ کو درمیان مین رکھینگے۔ چنانچہ رات کو تمام لوگون کا
اسباب لگا کر بیچ مین عتبہ کو سلایا اور سب طرف سے گھیر کر سوئے آدھی رات مین شیر آیا اور عتبہ کا گلا چبا کر خون چوس گیا اور چل دیا۔ واضح ہو کہ خاص اس طور پر
مسلط کر کے ہلاک کرنے مین حجت پوری فرمائی ورنہ کوئی کتا پھاڑ ڈالتا۔ کیونکہ وہ لوگ تمام معجزات کو سحر پر محمول کرتے اور یہان ممکن تھا کہ وہ ہم تا فصل
والون کو پہلے شیر پھاڑتا لیکن وہ تو مسلط تھا۔ باوجود ان معجزات کے پھر بھی یہ جہنمی لوگ سوائے وحی شیطانی کے کسی طرح حق نہین قبول کرتے تھے اور یہ ہم
لوگون کے لیے تنبیہ حق ہے کہ کرورون کفار کی کثرت دیکھکر کبھی امر حق مین متردد نہون اور فرمان حق عزوجل یاد کرین کہ یہ لوگ اندھے بہرے گونگے ہین انکے قلوب پر
راہ نور کی جانب مہر ہے تو حواس جسم سے سوائے خطرات نفس و شیطان کے کچھ ادراک نہین کر سکتے ہین اور اسی طرح جو کوئی امر حق مین متردد ہو وہ بھی پر بالین ہے
نعوذ باللہ من ذلک۔ جب کافرون نے روز بروز ظہور نور نبوت سے اپنے عیال و اطفال کو راغب دیکھا اور اہل جنت بلکہ یہ لوگ تو سردار اہل جنت ہین ایمان
لانے لگے تو جن بڑے لوگون کے بیٹے ایمان لائے انھون نے انکے پاؤن مین لوہے کی بیڑیان ڈالکر قید کیا اور سب نے جمع ہو کر عہدنامہ کیا کہ بنی ہاشم سے نکاح
بیاہ بلکہ خرید فروخت منقطع کرو اور قتال کرو حتی کہ ابوطالب آپکو لیکر مع بنی ہاشم و بنی المطلب کے شعب کوہ مین چلے گئے اور دو سال یا تین سال تک وہان تکلیف
اٹھائی اور تمام قریش نے عہدنامہ کو چاندی کی ڈبیا مین بند کر کے خانہ کعبہ مین لٹکایا آخر ابوطالب بہت عاجز ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اب زمانہ ختم ہوا اور کیڑے نے سوائے نام الہی کے باقی سب عہدنامہ چاٹ لیا۔ ابوطالب اگرچہ ایمان نہین لائے لیکن آپ کی حمایت مین گرم تھے ابوطالب
نے قریش کو آگاہ کیا اور کہا کہ اگر یہ سچ نہو تو ہم محمد کو تمہارے حوالہ کرینگے۔ قریش نے منظور کیا اور لٹکا لا تو عہدنامہ بالکل کیڑا کھا گیا لیکن نام الہی اسپر صحیح تھا

تھا لیکن قریش نے پھر اپنا قول پورا کیا اور باہم خلا ملا ہو گیا پھر اسکے چند روز بعد ابو طالب نے انتقال کیا اور ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعی کی کہ ایک مرتبہ کلمۂ توحید کہہ دو لیکن بار بار ابوجہل وغیرہ کہتے کہ ابو طالب کیا تم یہ عار گوارا کرو گے کہ باپ دادا کے کا دین چھوڑ دو آخر ابو طالب نے کہا کہ اے بھتیجے قریش میرے پیچھے طعنہ دینگے کہ ابو طالب موت سے ڈر گیا ورنہ میں تیری آنکھیں ٹھنڈی کرتا اور کہا کہ ہاں میں عبد المطلب کی ملت پر مرتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روتے ہوئے باہر آئے اسلئے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کا گمراہ چچا مر گیا آپ نے کہا کہ جاکر اسکو گاڑ دے اور جب واپس آئے تو نہانے کا حکم دیا اور بہت روئے اور چاہا کہ استغفار کریں مگر ممانعت ہوئی چنانچہ تفسیر میں آویگا اور اسی سال حضرت خدیجہ نے انتقال کیا قریش کفار برابر آزار دینے میں حد سے بڑھتے جاتے حتی کہ ابوجہل نے ایک روز آپ سے گستاخی کی اور آپ مکان پر غمگین تھے کہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب شکار سے آئے اور حال معلوم کرکے فوراً پہونچے اور ابوجہل ملعون کی کمان زور سے ماری وہ بھاگ کر نکل گیا اور ظاہر اسی کے بعد خود ایمان لائے اہل ایمان کو روز کی ایذا کفار سے یہ تنگ ہوکر ہجرت پر آمادہ تھے کیونکہ اسوقت قتال کا حکم نہ تھا اور کفار برابر انکو ذلیل و خوار بناتے اور اکثر خفیہ رہتے تھے اور اونتالیس آدمیوں کا شمار پہونچا تھا کہ ناگاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الٰہی اسلام کو عمر بن الخطاب یا ابوجہل سے عزت دے۔ ابوجہل کا نام لیا اور اسکی کنیت ابو الحکم تھی جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل سے ٹھیک کیا۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول فرمائی اور دوسرے روز حضرت عمر ایمان لائے درحالیکہ آپ دار ارقم میں تھے صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ جسدن سے حضرت عمر ایمان لائے اسدن سے ہم لوگ برابر عزت میں ہو گئے۔ حضرت عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کفار فجار اہل لات وعزی کی پرستش علانیہ کرتے ہیں اور ہم خدا وحدہ لاشریک کی بندگی کیوں خفیہ کریں۔ اور اسیوقت سب کو ساتھ لیکر مسجد الحرام میں آئے اسوقت ایک جماعت قریش موجود تھی حضرت عمر نے کہا کہ جسکو اس تلوار کی دھار دیکھنا ہو وہ متعرض ہو۔ اسی طرح جسدن جانب مدینہ ہجرت کی اسدن بھی کفار قریش کو ڈانٹا کہ جسکو اپنی جورو بیوہ کرنا اور بچے یتیم کرنا منظور ہو وہ متعرض ہو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ چاند نے آسمان سے نزول کیا اور جانب مدینہ روانہ ہوا اور ستارے اسکے گرد میں پھر جانب مکہ اس شان سے آیا کہ اسکے گرد ستاروں کا ہجوم کثیر ہے اور مکہ کے تمام گھر اسکے نور سے منور و روشن ہو رہے ہیں پھر جانب مدینہ روانہ ہوکر عائشہ کے حجرہ میں زیر زمین غروب ہو گیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس صحیح خواب کی سرسری تاویل سے معلوم کر لیا از انجملہ ہجرت ہے مترجم کہتا ہے کہ حضرت عائشہ کی عمر چھ برس سے کچھ کم تھی کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ صدیقہ سے فرمایا کہ میں نے خواب میں فرشتہ کو دیکھا کہ پارۂ حریر سفید پر تصویر لیے ہے۔ میں نے پوچھا تو فرمایا کہ یہ آپ کی زوجہ دنیا و آخرت میں ہے۔ تب میں نے اس قطعہ حریر کو کھولا تو دیکھا کہ وہ تو تم ہو۔ حضرت صدیقہ نے عرض کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوگی تو اسی طرح واقع ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ اس عمر میں یہ دانائی ... اور رسول ... سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ زوجہ ہونا بھی شان فخیم عظیم ہے۔ حدیث کمال و فضیلت حضرت ام المومنین عائشہ ... آل عمران میں آویگی۔

قال المترجم پھر واضح ہو کہ اہل کفر کی ایذا رسانی روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور کفار فجار کمزور مومنوں کو خصوصاً ... بے دین و قاطع رحم و باپ دادوں سے منحرف و قوم کا دشمن وغیرہ کلمات لا یعنی کہتے اور اہل اسلام ہر طرح کی ایذا ... کی تکالیف اٹھاتے اور ہر طرف سے عجیب ناگوار مکروہات کا سامنا تھا لیکن اگر نور معرفت کا ظہور و تجلی نہوتی تو یہ مصائب شدید برداشت کرنا سخت دشوار بلکہ غیر ممکن تھا اسیواسطے جب حضرت عمار بن یاسر وغیرہ صحابہ کبار سے بعض تابعین نے عرض کیا کہ آپنے زمانۂ حضور ری پایا اور ہم محروم رہے اگر ہم ہوتے تو اسطرح جان و مال فدا کرتے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ تم جس عافیت میں ہو غنیمت سمجھکر اسکا شکر کرو کہ وہ سخت محنت کا زمانہ تھا ہر طرف سے وحشت آکر آوارہ تھیں۔ دین و وحی و رسالت کا نام کبھی نہیں سنا گیا تھا۔ تمام زمانہ مخالف تھا۔ آج تم پیدا ہوتے ہی ہر طرف سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کی آواز سنتے ہو تم کیا جانتے ہو کہ اگر تم اسوقت ہوتے تو کس جانب ہوتے اور اس حیرت ناک وقت مین ساتھ دیتے - مترجم کہتا ہے کہ بہت خوب فرمایا
اور یہ درحقیقت اسوقت کی موجودہ کیفیت و حالت کا نقشہ بغیر کھینچے اس خیال کو اپنے نفس مین لاتے ہین اور اگر وہ حالت و قوم کی جہالت و ایذاؤن کی
شدت کو سہولت کے ساتھ ذہن مین لاتے تو اپنے نفس کو اس سے بدرجہا ہیچ سمجھتے کہ جو دعوی کرتے ہین اور مترجم کو ان روایات حضرت عمار رضی اللہ عنہ وغیرہم سے
وقوف ہونے سے پہلے بنظر اپنے مکائد نفس کے خود خیال آتا کہ مین ہرگز اس قابل نہ تھا بلکہ یہ شان انھین حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے منحصر تھی
پھر جب ان روایات سے وقوف ہوا تو مین نے شکر الٰہی عزوجل ادا کیا اور اس اصل عظیم کو دفع اوہام شیطانیہ خروج و رفض مین انشاء اللہ تعالی بہت
کفایت ہے - الحاصل کفار قریش کی عداوت بڑھتی گئی اور حق عزوجل نے اہل ایمان کو بھی وہ نور معرفت عطا کیا اور سراپا منور کر دیا کہ ان پر ہر بلا آسان
ہو گئی اور مانند پروانہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار تھے اور اس درمیان مین معراج شریف واقع ہوئی اور یہ بھی حکم ہوا کہ آپ اسکو اعلان سے
بیان فرماوین - ابوجہل وغیرہ ملعونون نے اسکو مضحکہ بنایا اور بعضے کچھ باطن جو اسلام کی جانب سمجھا بجھا کر راغب کیے گئے تھے یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ
عنہ اصدق صحابہ سے کہنے لگے کہ ہم تو آپ کے کہنے پر راغب ہوئے تھے اور اب تو آپ کے صاحب یون معراج بیان کرتے ہین جو کسی کے قیاس مین
نہ آوے - حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ارے احمقو ہم تو تصدیق کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آسمان سے ایک دم مین وحی آتی ہے
تو اسمین کیا عجب ہوا کہ آپ خود تشریف لے گئے لیکن یہ جوال بے کافرون کے ساتھ مستحکم ہو گئے باوجودیکہ آپ نے معجزات کثیرہ دکھلائے چنانچہ پارہ پانزدہم
سُبْحَانَ الَّذِيْ أَسْرٰى - کی تفسیر مین مبسوط آویگا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو برکات معراج شریف سے بہت فضائل نصیب ہوئے - پھر ایام موسم
حج مین شرفاے مدینہ کا ایک گروہ آیا اور انھون نے جب آپ کی دعوت اسلام سنی اور قرآن کی حلاوت پائی تو اسلام لائے اور کہنے لگے کہ واللہ یہ طلعت مبارک
وہی پیغمبر آخر الزمان ہے جسکے فضائل کو یہودی ہم سے بیان کیا کرتے اور ہمکو ڈراتے تھے کہ اسکا زمانہ آگیا ہے عنقریب ہم لوگ اسکے سایۂ حمایت مین تمکو قتل و خوار
کرینگے - دوسرے سال گروہ عظیم آیا اور بیعت کر کے شرط کی کہ ہم حضور پر مع اصحاب کے جان و مال فدا کرینگے آپ ہمارے ساتھ چلین - آپ نے حکم الٰہی عزوجل کا
انتظار بیان کر کے عذر کیا اور ایک صحابی کو تعلیم کے لیے ساتھ کر دیا - اور کچھ صحابہ مانند حضرت عثمان مع زوجہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور جعفر بن ابی طالب و ابو سلمہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کی جانب حبشہ ہجرت کر گئے تھے حتی کہ انکی برکات سے بادشاہ حبش مع جماعت کے مسلمان ہو گیا
چنانچہ اسکا قصہ تفسیر مین انشاء اللہ تعالی متفرق مقامات پر آویگا - اور اس درمیان مین یکایک حکم ہجرت نازل ہوا - حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
نے پہلے سے اسکا سامان کر لیا تھا - اور تمام مال نقد سب آپ پر فدا کرنے کے لیے ذخیرہ کر لیا تھا - اسوقت عرض کیا کہ حضور کیا ابوبکر ساتھ کی اجازت پاتا ہے
فرمایا کہ ہان - چنانچہ قصہ ہجرت مع فضائل و برکات کے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس معاملہ مین نصیب ہوئے ہین اپنے
موقع پر آوینگے - اور درمیان سفر مین بکثرت معجزات عجیبہ ظاہر ہوے جو بیان ہونگے - اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بدبخت قریش پر افسوس
کیا کہ عنقریب حکم جہاد نازل ہوگا اور گمان فرمایا کہ یہ قوم جو عرب مین اشرف مشہور تھی عنقریب نابود ہو جائیگی پھر حکم جہاد تو بیشک نازل ہوا لیکن حق تعالے
نے قریش مین سے ملعونون کو ہلاک کر کے باقیون کو اسلام عطا کر کے انکی خصلت وفاے عہد و امانت کو اپنی راہ مین صرف کرنے کی ایسی توفیق دی
کہ انکی جانبازی و جہاد سے بر اعظم مین کلمہ حق بلند ہو گیا اور چونکہ ایک امت کی موت کا ضرور ایک وقت مقدر ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کا طبقہ بھی آخر اپنی
منزل مقصود کو جانے والا تھا آخر اللہ تعالی نے انکو اپنی ہی راہ مین شہید کرا کے اٹھا لیا - حدیث طویل مین یہ بھی فرمایا کہ میرے اصحاب (مثل
ستارون کے ہین) جب تک اس دنیا مین رہین میری امت کے واسطے امن ہین پھر جب چلے جاوینگے تو اس امت پر وعید متوجہ ہوگی جیسے
آسمان کے ستارے جب ٹوٹینگے تو آسمان کا وہ وقت آویگا جو وعدہ دیا گیا ہے یعنے قیامت - بالجملہ جب آپ نے ہجرت کا حکم دیا تو کفار قریش نے

معارضہ کیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ساتھ جانب مدینہ روانہ ہوئے اور تلوار کھینچکر مہیب آواز سے ڈانٹا کہ آج جسکو منظور ہو کہ
اپنی زوجہ کو بیوہ اور اولاد کو یتیم کرے وہ سامنے آوے کفار نے ہیبت سے سکوت کیا اور یہ جماعت مدینہ پہونچ گئی پھر جس وقت حکم آیا تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت صدیق رضؓ کے روانہ ہوکر پہونچ گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپکے پاس جو ودائع وامانات قریش تھیں ادا کرکے
روانہ ہوکر پہونچ گئے اور حکم جہاد نازل ہوا اسوقت انصار اہل مدینہ خود بحالت افلاس تھے اور جماعت مہاجرین رضی اللہ عنہم جو آپ کے ساتھ ہجرت
کر گئے تھے اکثر بے مال تھے اور حق عز وجل نے اسی کامل معرفت وتجلی ایمانی پر انکے حق میں اہل و وطن و مال و اولاد کے مفارقت کو آسان فرمایا تھا ورنہ بیت دشوار ہے۔ اور قطعًا انمیں سے کوئی بھی نفاق کا لگاؤ بھی نہیں رکھتا تھا اور یہ خود بدیہی ہے کہ اسوقت تو جان ہاتھ پر لیکر نکلنا ممکن تھا حتی کہ حضرت
بلال و خباب و عمار رضی اللہ عنہم کو بعد ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کفار نے پکڑ کر اسقدر سختیاں دیں کہ ... اور سوائے سعادت وفور معرفت کے برداشت کا طریقہ نظر نہیں آتا پھر تو آج مدینہ کے اعراب میں و ... ابن ابی بن سلول وغیرہ میں جہاد کے خوف سے نفاق
شروع ہوا اور عبد اللہ ابن السرح قرشی پہلے تو اسلام پر بیٹھ گیا پھر مرتد ہوکر مکہ میں بھاگ آیا آخر فتح مکہ کے روز مسلمان ہوگیا پھر حکم جہاد کے بعد آپ نے ... تین سو سے
قریب آدمیوں کو لیکر قافلہ قریش کا تعاقب کیا اور قافلہ آگاہ ہوکر راہ بدل کر ساحل کی طرف نکل گیا اور قریب ہزار جوان ... قریش کا ... کے
آپ کے مقابل ہوگئے سبحان اللہ آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم کا ایمان عجب کامل تھا کہ سب آپکے حکم پر آمادہ جہاد ہوگئے حالانکہ ... بے ...
سامان تھے اور حق عز وجل نے عظائم معجزات سے قریش کے ابو جہل وعتبہ وغیرہ جماعت کثیر جنہیوں کو دار البوار بھیجدیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے
پانچ شہید ہوئے باقی صحابہ جو شوق شہادت میں بھرے ہوئے تھے مظفر منصور آپ کی رکاب میں جماعت کثیر قیدیان قریش کو لیے ہوئے مدینہ
واپس آئے چنانچہ تفسیر میں مفصل آویگا۔ امام ابو اسمعیل الازدی رحؒ نے فتوح الشام میں باسناد صحیح روایت کی جس سے اس بارہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی
معرفت ظاہر ہوتی ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دربارہ بیشمار لشکر نصاری کے جو چار لاکھ سے زاید جرار فوج تھی مع کثیر جماعت کے جو نصرانیوں
کی حمایت کے لیے شامل ہوگئے تھے حالانکہ مسلمانوں کا لشکر صرف تیس ہزار کے قریب تھا، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو لفظیں جواب خط لکھا
ہے۔ اسمیں یہ بھی تحریر فرمایا کہ "ہم لوگ اگر کفار سے اپنی قوت کے بھروسے پر قتال کرتے تو ابتک کبھی کا انھوں نے ہمکو نابود کر دیا ہوتا لیکن ہم تو اپنی
طاقت وقوت سے بری ہوکر فقط اپنے حق عز وجل کے حول و قوت پر لڑتے ہیں۔ پھر اگر تم لوگ ان کفار بیشمار سے طاقت مقابلہ نہیں رکھتے ہو تو ہمارا رب
عز وجل جسکے بھروسے پر ہم لڑتے ہیں بالکل غیر قادر قاہر محیط ہے"۔ اور لکھا کہ یہ کفار فجار جو جناب باری عز وجل میں شرک کرتے ہیں اللہ تعالی انسے بری
ہے اور جس سے اللہ تعالی بری ہو وہ ہیچ و خوار ہے اگرچہ وہ بیشمار ہو اور تم لوگ توحید آلہی عز وجل پہ مطیع و فرمانبردار ہو اور ہمارا رب عزیز ذو الجلال والاکرام ہمارے
ساتھ ہے اور اللہ تعالی جسکے ساتھ ہو وہ ہرگز قابل نہیں ہے۔ اور اہل ایمان مجاہدین کو تحریر فرمایا کہ اللہ تعالی کی حضوری میں جانبازی کے ساتھ ان
اعداء اللہ پر شیرانہ حملہ کرو اور ہم لوگ جان چکے ہیں کہ تمہیں غالب و منصور ہوتے ہم کہنا ہے کہ سبحان اللہ عز وجل کہ ان حضرات ابرار اصحاب بارگاہ ذو الجلال
کے صدق و یقین و حسن ایمان و معارف کا اندازہ ہم لوگوں کی طاقت سے باہر ہے۔ بالجملہ بعد اسکے غزوۂ احد واقع ہوا پھر ... پھر آپ نے
چھٹے سال ہجرت میں قریش کے ساتھ دس برس کے قرار سے صلح کی پھر آپ نے خیبر یہود کو فتح کیا پھر قریش نے بدعہدی کی تو آپ نے مکہ فتح کیا اور اعلان
کر دیا کہ آیندہ قیامت تک کسیکو مکہ میں قتال جائز نہیں ہے پھر ہوازن وغیرہ پر جہاد فرمایا پھر گروہا گروہ عرب داخل اسلام ہونے لگے پھر آپ نے حجۃ الوداع
فرمایا اور وہیں سورۂ اذا جاء نصر اللہ نازل ہوئی جو آپ کی وفات شریف کا اشارہ ہے حتی کہ بعد حجۃ الوداع کے بارگاہ قرب میں رب رحیم کی جوار اکرم میں نزول
قرار فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد رسولک وحبیبک خاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ وجمیع الانبیاء والمرسلین وعباد اللہ

الصالحین اجمعین کما تحب و ترضی ربنا وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین آمین یا رب انت ارحم الراحمین واضح ہو کہ
جب سورۂ مبارک اذا جاء نصر اللہ میں یدخلون فی دین اللہ افواجا - سے فوج فوج لوگونکا دین اسلام میں داخل ہونا اعلام فرمایا تو ساتھ
ہی وحی خفی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ جیسے گروہا گروہ داخل ہوے اسیطرح گروہا گروہ خارج ہو جائینگے اس حدیث مبارک کا ظہور دو طرح محتمل ہے اول
یہ کہ بعد وفات حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قطعی اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ ہوے اور یہ خلافت اجماعا
قطعی حق ہے - تو آپ کی خلافت میں اکثر قبائل عرب سواے اہل مکہ و مدینہ کے مرتد ہو گئے تھی کہ زکوۃ سے انکار کیا تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے
انھیں قلیل جماعت مہاجرین و انصار سے انپر جہاد کیا اور حق عزوجل نے عجیب فتح و نصرت عطا فرمائی کہ چند ماہ میں یہ قبائل بیشمار مقہور و مطیع ہو گئے -
گویا حق عزوجل نے ان لوگونکا درد و غم دیکھکر رحم عظیم فرمایا کہ اپنے نبی اکرم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی سے سخت غمناک و یتیم ہو رہے تھے اور
نبوت کی خلافت اور تمام جہان کو اسلام کی دعوت انھیں بزرگون کی جانبازی پر رکھی تھی پس فتح و نصرت کی کرامت عظیم دیدی اور برابر فتوح شام و ایران
وغیرہ میں متواتر جاری رہی جس سے دو باتین دین حق کے لیے حجت ہو گئیں اول صریح حجت یہ کہ خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حق صریح ہے کہ معجزہ پیغمبر
نمونہ جیسے کرامت عطا ہوئی - کیونکہ ولی کی کرامت در حقیقت صدق پیغمبر کا معجزہ ہوتا ہے کیونکہ ولی نے اسکی پیروی سے یہ مرتبہ پایا کہ اللہ تعالے نے
اسکے ہاتھ پر کرامت بخشی - دوم یہ جہاد خالص حق مرضی الٰہی عزوجل تھا حتی کہ اللہ تعالے نے تائیدات اعجازی سے نصرت فرمائی اسواسطے کہ تدبیرات
بشری کا یہان کچھ بھی وجود نہ تھا مثلاً بنو حنیفہ قوم مسیلمہ کذاب ساٹھ ہزار کے قریب تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت چار ہزار سے بھی کم تھی اور
اسیطرح بادشاہت مجوس ایران و بادشاہت قیصر روم بہت زبردست سلطنتین تھیں حالانکہ کیونکر ان حضرات روحانیین نے بنصرت الٰہی عزوجل انکو
تہ و بالا کر دیا - اب مین اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہون کہ حدیث کا محمل دو وجہ مین سے ایک وجہ شاید یہ قوم مین اون جو مرتد ہو گئیں تھیں حالانکہ
آنحضرت صلعم کے حضور مین اطاعت کر لی تھی - لیکن مترجم کہتا ہے کہ یہ خوب موجہ نہین ہے اسواسطے کہ یہ لوگ فوراً عنقریب پھر فوج فوج تابع حق ہو گئے
اور حدیث مبارک انکے خروج سے مشعر ہے - لہذا وجہ دوم اصح ہے کہ یہ آخر زمانہ مین واقع ہوگا اور دوسری حدیث مین بھی آیا کہ قیامت قائم نہو گی یہانتک کہ
میری امت کے قبائل مشرکون مین شامل ہو جاوینگے - قبائل یعنے گروہا گروہ اسلام سے بد اعتقاد ہو کر دہریہ و نیچری وغیرہ ہو جاوین بلکہ اسلام مین معتزلہ و
جہمیہ و روافض و خوارج وغیرہ بہت ایسے فرقہ ہین کہ حکم ظاہر اسلام مین اگرچہ انکی تکفیر کیجاوے جیسے طاہر بن یزید وغیرہ کی تکفیر سے زبان خاموش رکھتے
ہین ولیکن جبکہ لوگ اتباع نبوت سے اسقدر دور ہو گئے اور پھٹ گئے تو عند اللہ تعالے معلوم نہین کہ حساب آخرت مین انکا کیا حال ہے شاید بعض
انمین سے خارج از ایمان ہون واللہ تعالے اعلم بالصواب - بالجملہ جس اعتقاد پر متواتر سلف صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم تھے وہ قطعی دلیل تواتر سے اطمینان
تمام برحق ہے کیونکہ متواتر سواد اعظم کی دلیل بدیہی حق ہے برخلاف خوارج و روافض و جہمیہ وغیرہ کے کہ یہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیان پھوٹ کر خارج ہو گئیں اور انمین سے
ہر ایک مدعی ہے کہ سلف اسی اعتقاد پر تھے حالانکہ خوارج و روافض مین تناقض ہے تو لامحالہ ایک باطل ہے پھر انکا دعوی صریح غلط اسواسطے کہ متواتر بدیہی کے
خلاف ہے اور جو متواتر سے مخالف ہو وہ باطل ہے مثلاً متواتر ثابت ہے کہ موسی پیغمبر بنی اسرائیل تھے پھر جو کوئی جماعت دعوی کرے کہ نہین بلکہ قبطی قوم مین
فرعون کے فرزند تھے تو یہ قطعاً باطل ہے - پھر حق متواتر بدیہی مطمئن یہی سواد اعظم ہے جو سلف صالحین کے قدم بقدم طریق سنت پر ہے اور ان سب کا اعتقاد
واحد اور قرآن و حدیث انکی اصل واحد ہے پھر اللہ تعالے نے انمین علما برابر سلف سے مبعوث فرمائے جیسے بنی اسرائیل مین انبیا ہر قوم مین ہوتے تھے
اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بھی متواتر ہے کہ مثلاً ابوہریرہؓ خواب سے پہلے وتر کو پڑھ لیتے کیونکہ آنحضرت صلعم نے انکو اسیطرح ارشاد کیا تھا اور دیگر اکابر
بعد تہجد کے پڑھتے پس اعمال ثواب کو قرآن و حدیث سے نکالکر جسطرح سنت معلوم ہو عمل کرو جبکہ تمھاری اصل یہی قرآن و سنت واحد ہے - ہان

اس زمانہ میں بعضے جاہل لوگ باہم تعصب کرتے اور خلافت سلف کے چاہتے ہیں کہ رحمت الٰہی کو اہل اسلام پر ضیق کر کے صرف ایک ہی چال و طریقہ پر
مجبور کریں تو یہ البتہ جہالت باطل ہے اور انکی جہالت سے اجماع اہل السنۃ والجماعت میں خلل نہیں ہو سکتا ہے اسی وجہ سے حدیث میں آیا کہ میرے صحابہ مثل
ستاروں کے ہیں تم جسکی اتباع کرو ہدایت پر قائم رہو گے۔ لہذا متاخرین متفق ہیں کہ انکی اتباع کرنے والے علماء مجتہدین مانند ابوحنیفہ و مالک و سفیان
الثوری و شافعی و احمد و بخاری و مسلم وغیرہم سب اہل الحق ہیں۔ واضح ہو کہ ایمان اصل نعمت ہے اور یہ اعمال واسطے تزکیہ و طہارت نفس کے ہیں پس ایمان باطنیہ
و اخلاق کریمہ تو طہارت قوائے باطن ہیں اور اعمال ظاہرہ صوم و صلوٰۃ مع نیات قلبی کے طہارت جسم و باطن ہیں پس ہر نسبت خالصہ کے ساتھ جو عمل موافق
سنت معلوم ہو یا بتلایا جاوے وہ رحمت الٰہی عزوجل سے مفید تزکیہ نفس و طہارت ہے اور جسمیں کمال طہارت حاصل ہوتی ہے جہاں تک سکی قدرت
ہے تو انوار اسرار ظہور کرتے ہیں اور اسیکو لوگ حقیقت و علم باطن نام رکھتے ہیں اسیواسطے مترجم نے بعض اہل اسرار کے کلمات لکھدیے ہیں اور جنکا نام
مبارک ذکر ہوا انکا مختصر نشان مع بیان ہے پھر کہ امام شعرانی رح نے لواقح الانوار میں لکھا کہ طریق تصوف و راہ اولیاء اللہ بالکل قرآن و حدیث پر مبنی ہے اور انہیں
عمل ظاہر و باطن بروجہ کمال اسطرح ہے کہ ہر دم کے خطرات نفس و واہمات ذہنی و ہواجس سے قلب کو محفوظ رکھے جس طرح کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور جو امور کہ ان بزرگوں نے بیان کیے وہ جب ہی مذموم ہو سکتے ہیں کہ صریح قرآن یا حدیث یا اجماع سے خلاف واقع
ہوں اور جب مخالفت نہیں تو انتہا درجہ یہی نکلا کہ یہ فہم نفیس و ہر چہ قرآن و حدیث میں کسی بندہ کو عطا ہوئی ہے جو چاہتا ہے اسپر عمل کرے اور جو چاہے
باز رہے پھر واضح ہو کہ علم تصوف ایسے علم کا نام ہے جو اولیاء اللہ کے قلوب میں اسوقت منکشف ہوتا ہے جب وہ اتباع قرآن و حدیث کے ظاہر و باطن خالص
تمام عمل کرنے سے انکے قلوب نور خاص سے منور ہوتے ہیں پس تصوف تو شریعت پر عمل کرنیکا نتیجہ ہے جیسے کہ علم نحو ... ان عشائیہ
جسنے دقیق نظریت دیکھا وہ خوب جانتا ہے کہ علوم اولیا میں سے کوئی اشارہ و معرفت ایسے نہیں جو علم شریعت سے خارج ہو حالانکہ شریعت ہی نے
انکو اس درجہ عالی پر پہونچایا ہے شیخ جنید رح نے کہا کہ ہمارا علم بتعلیم کتاب و سنت ہے انتہی ملخصا۔ شیخ محی الدین ابن العربی رح نے فتوحات مکیہ میں لکھا
کہ اس قوم کے علوم تک پہونچنے کا طریقہ یہ ہے کہ خالص ایمان کے ساتھ موافق سنت کے متقی ہو۔ قال تعالیٰ۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا الآیۃ
اور فرمایا۔ ولو ان اہل القری امنوا واتقوا لفتحنا علیہم برکات من السماء والارض الآیۃ۔ اور فرمایا واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ الآیۃ
اور شک نہیں کہ ایمان تقوی کے نتیجہ میں جو علم و برکت و رزق و یاد وہ دو طرح ہے ایک تو اس جسم سے متعلق ہے جسکے ذریعہ سے اعمال صالحہ بجا لاوے اور
دوم روح سے متعلق ہے جو بعد موت کے باقی ہو اور دوم کی شرافت خود ظاہر ہے پس کوئی وجہ نہیں کہ معارف سے انکار کیا جاوے۔ اور قرآن و حدیث
میں یہ قوم جو اشارات بیان کرتے ہیں انکو ظاہر سے تحریف و تحویل مت سمجھو کیونکہ ظاہر آیت و حدیث کی تفسیر ظاہری سے انکو انکار نہیں وہ یہ عام شریعت ہے
اور یہ لوگ ہرگز نہیں کہتے کہ یہ معنے مقصود و مراد نہیں ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ اعجاز قرآنی میں ہر فہم کے لائق معانی و اشارات دیگر ہیں جنکو ہر متقی اپنے
درجہ تقوی کے موافق سمجھتا ہے اور وہ ہرگز ان احکام ظاہر سے خلاف نہیں ہیں جیسے علم شریعت کے تبحر سے عالم کو مرتبہ اجتہاد در بیان آیات
و احادیث کے حاصل ہوتا ہے بلکہ بغیر مذکور کا استنباط بذریعہ قیاس معلوم ہوتا ہے پس ظاہر نصوص میں توفیق دیتے ہیں حالانکہ یہ تحریف و تحویل نہیں ہے
اسی طرح معرفت تقوی سے اللہ تعالیٰ کے علوم منکشف فرماتا ہے اور وہ جسم و نفس و عقل و روح کے عجائب تعلقات ہیں جو فقیہ عالم کی شان ہے جو ہزار
عابد سے زیادہ شیطان پر سخت ہوتا ہے۔ انتہی ملخصا۔ مترجم کہتا ہے کہ شرح الصدر و تقوی سے بلاشبہ معارف علوم حاصل ہوتے ہیں اور بکثرت
نصوص سے یہ امر مستنبط ہے جنکی تحریر میں تطویل ہے۔ واضح ہو کہ شیخ شعرانی رح نے لواقح الانوار میں جماعت کثیر علماء تابعین و تبع تابعین و محدثین و اولیاء معروفین
زاہدین کو ائمہ اہل تصوف میں مع حالات و اقوال درج کیا ہے اور غالبا انہیں علما و اولیا زاہدین راویان احادیث صحاح ہیں اور ہیں ان اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ

کے نام مبارک یہان مکرر لانیکا فائدہ نہین دیکھتا کیونکہ یہ سب صحیح بخاری ومسلم وباقی صحاح وسنن مین خود مذکور ہین۔ ہان بعض کو جیسے روایت حدیث بسبب غلبۂ حال کے نہین لی گئی ہی اور صاحب عرائس نے انکے بعض اقوال درج کیے ہین بہت مختصر بیان کرتا ہون اور واضح ہو کہ جو اقوال انکی طرف منسوب ہوے بعض ایسے اقوال بھی ہین جو بسند صحیح انسے ثبوت نہین ہوے اور بعض بلاشبہ انکے اقوال ہین لیکن فہم عوام اسکو ادراک نہین کرتی اور نظیر اسکی یہ کہ آیات متشابہات قرآن وحدیث مین حق ہین اگرچہ غنزلی وجہمی نے اسکے معنے نہ سمجھے یا جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت فرمایا عصیٰ آدم ربہ اور آنحضرت صلعم کی نسبت مغفرت ذنوب سابق ولاحق کی تنصیص فرمائی تو یہ حق ہی لیکن گمراہ فرقون نے زعم کیا کہ انبیا گنہگار قابل مغفرت ہوتے ہین معصوم نہین ہین حالانکہ یہ گمراہ خود فاجر ہی۔ اسی طرح مرد متقی کے معنے ٹھیک ہین لیکن سامع کو وہانتک رسائی نہوئی تو اسنے لغو یا غلط معنے لگاکے پھر یا تو انکار کیا اور یا اسی گمراہی پر شریعت کا مخالف ہوگیا اور یہ دونون بیہودہ ہین بلکہ اول سے دوم بدرجہا بدتر ہی کیونکہ اول نے غایت یہ کہ قول مذکور چھوڑ دیا بخلاف دوم کے کہ اسنے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خلاف کرکے شیطانی طریقہ لے لیا کہ گمراہ ہوگیا شعرانی رح نے سواے صحابہ وکبار اوساط تابعین کے صغار واتباع مین حضرت منصور بن المعتمر وسلیمان الاعمش وخولانی ومکحول ویزید بن میسرہ واوزاعی وحسان بن عطیہ وعبد الواحد بن زید وصالح المری وعطاء وعتبۃ بن ابان وسفیان الثوری وابو حنیفہ ومالک وشافعی واحمد وسفیان بن عیینہ وشعبہ ومسعر وابن المبارک وعبد العزیز بن ابی رواد ومحمد بن یوسف وابن اسباط ومسلم بن میمون وابوبکر بن عیاش ووکیع بن الجراح وعبد الرحمن بن مہدی ومحمد بن اسلم الطوسی ومحمد بن اسمٰعیل البخاری وجماعت ائمہ محدثین وحضرت فضیل بن عیاض وابراہیم بن ادہم وبشر بن الحارث الحافی وداؤد طائی وغیرہم جماعت کثیر اولیا ثقات علماے محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کو درج کیا جنکی شہرت عام وبرکت تام ہی۔ یہان بعض اکابر جو احادیث کی روایات مین اصطلاح معروف نہین ہین منجملہ **ذو النون مصری** رح نام ثوبان بن ابراہیم ۲۴۵ھ مین وفات پائی جنازہ پر اسقدر کثرت تھی کہ لوگون نے پل ٹوٹ جانیکا خوف کیا اور سبز پرندون نے تابوت پر سایہ کر لیا تھا۔ شاگرد امام مالک ہین لوگون نے پوچھا کہ حدیث کی روایت مین مشغول نہین ہوتے فرمایا کہ اسکے لیے لوگ موجود ہین اور مجھے اپنے نفس سے فرصت نہین اور افسوس کہ بہتون مین نقصو آیا ورنہ علماے حدیث وفقہ ہی اپنے وقت مین سب سے افضل ہوتے۔ **معروف کرخی** زاہد مستجاب الدعوات مولاے حضرت علی بن موسی الرضا رضی اللہ عنہم ہین قریب ۲۰۰ھ کے بغداد مین مدفون ہوے **بشر بن الحارث الحافی** زاہد محدث کبیر الشان معاصر امام احمد ہین ۲۲۷ھ مین انتقال فرمایا۔ **السری السقطی** اورع وقت شاگرد معروف وجنید رح کے ماموں ۲۵۱ھ مین مدفون ہوے۔ **حارث محاسبی** جامع علوم المتوفی ۲۴۳ھ کہتے کہ جو باطن کو مراقبہ واخلاص سے درست کرتا ہی اوسکا ظاہر مجاہدہ واتباع سنت سے آراستہ ہوتا ہی **داود الطائی** امام کبیر الشان زاہد معروف شاگرد امام ابو حنیفہ رح ثقہ معروف ہین **شقیق بلخی** زاہد لباس معروف مین شاگرد ابراہیم بن ادہم واستاد حاتم اصم ہین۔ **ابویزید بسطامی** معروف ہین فرماتے کہ آدمی پر علم واسکی پیروی سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہین۔ فرماتے کہ سواے تجرید توحید کے باقی مین علما کا اختلاف رحمت ہی المتوفی ۲۶۱ھ **سہل بن عبد اللہ التستری** امام رفیع الشان المتوفی ۲۷۳ھ **ابو سلیمان الدارانی** علوم حقائق وورع مین کبیر الشان استاد احمد بن ابی الحواری محدث ثقہ المتوفی ۲۱۵ھ **فتح الموصلی** ہمعصر بشر حافی وسری سقطی کبیر الشان نقل عنہ الامام ابن کثیر کلمۃ حکمۃ **حاتم اصم** استاد احمد بن خضرویہ المتوفی ۲۳۷ھ **یحیی بن معاذ رازی** امام اوحد الوقت اورع المتوفی ۲۵۸ھ **احمد بن خضرویہ** صاحب الفتوۃ معروف متوفی ۲۴۰ھ **احمد بن ابی الحواری** امام محدث معروف شاگرد ابو سلیمان وسفیان بن عیینہ رح کہتے کہ دنیا مردار خانہ ہی جہپر کتے جمع ہین یہ کتون سے بدتر ہین المتوفی ۲۳۰ھ **ابو حفص الحداد نیشاپوری** استاد شاہ شجاع کرمانی امام الوقت المتوفی ۲۶۴ھ **ابو تراب نخشبی** اجلہ مشائخ سے المتوفی ۲۴۵ھ **عبد اللہ بن حنیف** زاہد اورع بطریقہ سفیان الثوری **جنید بغدادی** سید القوم معروف بریدہ **ابو محمد رویم** المتوفی ۲۹۷ھ **الشیخ ابو بکر الشبلی** شاگرد جنید رح امام الوقت معروف **ابو عثمان الحیری** شاگرد یحیی بن معاذ رح المتوفی ۲۹۸ ہجری

ابو الحسین النوری شاگرد سری السقطی ومعاصر جنید رح شیخ القوم المتوفی ۲۹۵ھ احمد بن یحیی الجلاء شاگرد ذوالنون ابو محمد رویم بن احمد فقیہ بمذہب داؤد ظاہری اصفہانی المتوفی ۳۰۳ھ محمد بن الفضل البلخی شاگرد احمد خضرویہ از کبار مشائخ مستجاب الدعوات شعرانی رح نے لکھا کہ مذہب اہل حدیث رکھتے تھے تو فقہائے بلخ نے انکو نکال دیا تو انپر بددعا کی پھر بلخ سے کوئی بزرگ نہ ہوا المتوفی ۳۱۹ھ ابو الحسین ابن کاتب ابو بکر الدقاق مصری وسمنون خواص شاگرد سری سقطی وابو علی الجوزجانی رح وشاہ شجاع کرمانی دراصل شاہزادہ تھے یوسف بن الحسین الرازی وحکیم ترمذی وابو بکر الوراق وابو سعید الخراز ومغربی وجریری وعلی بن السہل اصفہانی وابن عطا احمد بن محمد وابراہیم الخواص وابو بکر الواسطی شاگرد جنید نوری وابو الحسن الوراق وابو الحسن الدینوری وممشاد دینوری وابو الحسین النساج وابو محمد مرتعش وابو علی الرودباری وابو یعقوب النہرجوری وابو العباس الدینوری وابو القاسم ابراہیم بن محمد النصرآبادی شیخ اہل خراسان شاگرد حضرت ابو بکر شبلی رح واحمد بن عطا الرودباری وابو عبد اللہ محمد الدینوری والسید ابو صالح عبد القادر الجیلانی وابو مدین المغربی وغیرہم رحمہم اللہ تعالی اساطین حکمت وسادات الاولیا بمقام معرفت ہیں اور ہر ایک نے مقامات معرفت ومعاملات میں کلمات حکمت کے ساتھ اہل ارادت کو افادہ فرمایا اور طریقۂ سلوک سنت وآداب طریقت کو سمجھایا ہے عجیب کہ جماعت کثیر طلبہ کی کفریات یونانیہ وخرافات بو علی سینا کی جانب دل دادہ ہیں جو محض جہالت ہے جسکا پڑھنا وپڑھانا عین معصیت ہے عاذنا اللہ تعالی اور اگر کبھی ان کے قلوب کو ان معارف حکمت سے ایک ذرہ نصیب ہوتا تو اپنی تضییع اوقات سے ہم ہزار نفریں کرتے اور خلوص کے ساتھ معارف قرآن وحدیث کو کلمات حکمت اولیاء رحمہم اللہ تعالی سے حاصل کرتے۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ

اَللّٰهُمَّ اٰمِيْن هٰذَا اٰخِرُ مَا اَرَدْنَاهُ فِي الْمُقَدَّمَةِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يُعلّمكم الكتاب والحكمة ويعلّمكم ما لم تكونوا تعلمون

مفتاح خزائن اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف وحقائق ذخیرہ اسرار ودقائق جس میں تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی وتفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کے ساتھ مختصر بیان مفید القرآن کی رعایت کی گئی ہے عماد دین ایمان

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیہ ترجمہ عالمگیریہ عین الہدایہ ام ظلہ العالی بدوام الایام واللیالی مزید اہتمام حکیم حسن عظم

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ بمحسن خوبی چھپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خير خلقه محمد واله وصحبه اجمعين اما بعد علم تفسیر قرآن وہ علم
ہے کہ جس پر کمال ایمانی معرفت موقوف ہے کیونکہ تمام علوم سے اصل مقصود یہ ہے کہ کتاب الٰہی عز و جل میں فہم حاصل کرے تاکہ اعتقادات صحیحہ و عبادات حسنہ و
اخلاق جمیلہ و اعمال شریفہ رضیہ سے آراستہ پیراستہ ہو کر لائق حلول دار السلام و منزلت اکرام ہو اور ما سوا اس مقصد کے متاع دنیا و مکانات
و روپیہ و مال و اولاد کی سعی باطل ہے ہر شخص جانتا ہے کہ جب آنکھ بند ہوئی تو خزانوں کے صندوق جو اپنے تمام عمر جا بجا سے جمع کئے تھے دوسروں کے
رکھے رہے اور وہ صرف چار گز کفن و تختہ تابوت پر اٹھا کر گور میں دفن کر دیا گیا اور وہاں صرف وہی ساتھ ہے جو اپنے علم و عمل سے کمایا اور سوا
اسکے تو ساری محنت و جانکاہی و مشقت کو خاک میں ملایا کیونکہ یہ دنیا دار فنا ہے اور باقی تو دار الآخرۃ ہے اور دار آخرت کے لیے زاد و سامان پہچان لینا چاہیے
اور یہ پہچان صرف علم نبوت سے حاصل ہوتی ہے اور وہ علم قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ختم رسالت سے اس امت پر نازل فرمایا اور اپنے حبیب رحمۃ للعالمین کو بحکم یعلمہم الکتاب والحکمۃ معلم بنا کر حکمت کے
وصف سے موصوف کیا چنانچہ بالضرورۃ آپ نے عرب کو جو علم کے نام سے واقف نہ تھے ایک بیابانی ملک میں جہاں نہروں و دریاؤں کی تازگی
نہیں پہونچی اور زراعت و سبزی نظر نہیں آتی ریگستان خار زار میں اونٹوں و بکریوں سے بسر کرتے و نکبت قدرت فلاکت میں مانند خانہ
بدوشوں کے ذرا ذرا سی باتوں پر باہم جنگ جدال کرتے و قوی جو کہ کمزور کو کھا جاتا اور کمزوروں کی فریاد پر دوسرا گروہ آکر خون کا پیاسا ہو جاتا اور
بتوں کی پرستش و شیطانی اوہام میں گرفتار تھے جنوں سے فریاد کرتے و جھوٹوں بتوں کی منتیں مانتے اور شعر و شاعری پر نازاں تھے اور باہم
ڈھال تلوار سے سلوک ہوتے تھے لیکن باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو ان افعال کے ساتھ اس قوم میں شرافت خصال میں سے صدق طبیعت و وفا سے عہد
و شرافت ذاتی ایسی رکھی تھی کہ اولاد ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے خلوص جوہر سر نوشت پر تھی اور ہر شخص عاقل جانتا ہے کہ کان جواہر سے جو زر خاک آلود
برآمد ہو وہ خوشنما چیز شفاف سے بذات افضل ہے حتی کہ اسوقت جو روم و فارس نفیس پوشاک ذی اجسام و عمدہ مکانات میں تھے سب
ناپاک باطن و بد اخلاق و خبیث طبیعت تھے گویا انکی مثل یہ تھی کہ سور کے کان میں ریشم کا ڈورا یا جواہر کا پٹہ ہے اور عرب اس حالت میں بھی

گویا گو دڑی کا لعل تھے لہذا جب سرور عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت وارشاد مین نور عرفان وعین ایمان سے مشرف ہوئے تو جوہر ذاتی نے ظہور کیا اور بہت ہی جلد عنایت الٰہی اخلاق واعمال سے متحلی ہو کر تمام عالم کے لیے ہادی کامل ہو گئے کہ اب تک انکی پیروی موجب کمال سعادت ہے اور ہمکو انھین کی بدولت قرآن پاک پہونچا اور راہ حق معلوم ہوئی پس انھین کی شکر گذاری لازم و انھین کی پیروی پر قرآن مجید کی معارف جاننا و عمل کرنا فرض منحتم ہے اور انھون نے ہمکو قرآن کے ساتھ اسکی تفسیر سکھلائی و اسپر عمل کرنے کی تاکید سنائی اور یہ ہمکو طبقۂ تابعین و اتباع کے ذریعہ سے متواتر پہونچی پس عمدہ تفسیر وہی جسمین صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفاسیر مسند ہین اور انکی ہدایت کے موافق معانی و مدارک مستخرج ہین اور مترجم نے مقدمہ مین ایسی تفاسیر نفیس کا حوالہ دیا اور تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی المتوفی ۷۷۴ھ ہجری گویا لباب تفسیر حضرت امام ابن ابی حاتم عبد الرحمن بن محمد الرازی الحافظ المتوفی ۳۲۷ھ ہجری اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ ہجری ہے امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ امت نے اجماع کیا کہ مثل تفسیر ابن جریر رحمہ اللہ کے تصنیف نہین ہوئی۔ مترجم نے ان اکابر ائمہ کے افادات کے ساتھ مین بہت سے مفید التزامات کی رعایت کی جنکا ذکر مقدمہ مین مبسوط ہو چکا از انجملہ اس زمانہ کے مشرکین و باطلین کے اوہام و وساوس شیطانیہ کی تردید ہے اور لطیف پیرایہ سے انکی غلط فہمی و گمراہی کی علت دور کی گئی۔ از انجملہ ہر ضروری و مفید امر جو ادنی درجہ ایمان سے لیکر اعلی درجہ احسان تک مفید ہو درج کیا گیا پس بحمد اللہ سبحانہ تعالی یہ تفسیر جامع افادات و لطائف اشارات از احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ و علیہم اجمعین و آثار حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین و افادات فقہاے دین و حکماے ربانیین ہے اور ہر امر حق جسکا ثبوت ان اصول صحیحہ سے ہوا اسکے بعد جھوٹے القصص و دروغ روایات کی حاجت نہین کیونکہ صادق الایمان ہمکو کذب سے نفرت ہے وہ دین مین جھوٹ ملانے والے سے سخت متنفر ہوتا ہے اور کیونکر کہ معارف آلہیہ و مقامات علیہ کا عروج کسی کاذب کو نصیب نہین ہو سکتا بلکہ وہ گمراہی کا باعث ہوتا ہے پس اعتماد بصدق روایات فقہ و روایات علوم حقہ و معارف آلہیہ اس تفسیر مین جمع ہین و الحمد للہ رب العالمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الفاتحۃ

یہ سورہ مبارک بالاتفاق سات آیات ہین جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے پھر جن علماء کے نزدیک بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ایک آیت ہے تو انکے نزدیک ساتوین آیت صراط الذین انعمت علیہم سے آخر تک ہے اور جنکے نزدیک بسملہ الگ ہے اور الحمد للہ سے شمار ہے تو ساتوین آیت غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ہے۔ تو اس سورۂ مبارک کے کلمات پچیس ۲۵ ہین اور حروف ایکسو تیرہ ۱۱۳ ہین۔ یہ سورہ مبارک جامع فضائل و برکات و دقائق اشارات ہے اور اسکے متعلق بعض احکام خاص ممتاز ہین جو دوسری سورتون کے واسطے عام نہین ہین بلکہ سورۂ فاتحہ مین علوم کتب سابقہ مع علم قرآن جمع ہے چنانچہ آئندہ معلوم ہو گا اسیواسطے علماء ربانیین کے نزدیک اس سورہ کی تفسیر تمام قرآن مجید کی تفسیر سے مساوی ہے لیکن صاحب دل متحمل چاہیے پھر بھی ہر آیت کے متعلق ضروری تفسیر لکھی اور مترجم نے بھی اسی کی اقتدا کر کے بعنوان فوائد تذییل کی۔ (فائدۂ اولی) سورتون کے نامون مین قیاس کو دخل نہین بلکہ شرع نے جو نام بتلایا اسی پر اقتصار ہو گا۔ سورۂ فاتحہ کے نامون کی کثرت اسکی فضیلت کی دلیل ہے چنانچہ شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے پچیس ۲۵ نام لکھے۔ امام ابن کثیر وغیرہ نے فرمایا کہ اسکو (فاتحۃ الکتاب) اسوجہ سے کہتے ہین کہ اسی سے نماز مین قرارت شروع کیجاتی ہے اور اسکو (ام الکتاب) اسواسطے کہتے ہین کہ مصحف مجید مین پہلے لکھی جاتی ہے اور نماز مین پہلے پڑھی جاتی ہے۔ یہ قول امام بخاری رحمہ اللہ کا ہے لیکن ابو السعود نے کہا کہ تسمیہ کا مدار فاتحۃ الکتاب پر ہے نہ ابتداے قرارت پر۔ مترجم کہتا ہے کہ ابتداے کتاب ہی سے ابتداے قرارت ہے خصوص نماز مین زیادہ اہتمام ہے پس قول امام بخاری رحمہ اللہ صحیح ہے۔ اسکو (ام القرآن) اسواسطے کہتے ہین کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا کہ سورہ الحمد للہ رب العالمین ام القرآن وام الکتاب والسبع المثانی والقرآن العظیم ہی (الصحیح) اس سے معلوم ہوا کہ اس سورہ کا نام **السبع المثانی** اور **القرآن العظیم** بھی ہی اور اسکو **سورۃ الحمد** بھی کہتے ہین اور اسکی وجہ ظاہر ہی اور اسکو **الصلوٰۃ** یا **سورۃ الصلوٰۃ** اسوجہ سے کہتے ہین کہ حدیث قدسی مین آیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ الصلوٰۃ میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان نصفا نصف ہی پس جب میرے بندے نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اوسنے میری حمد کی آخر تک (کما فی الصحیح) اور علماء نے اتفاق کیا کہ صلوٰۃ سے سورہ الحمد مراد ہی چنانچہ آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل آویگی ۔ اور حاصل یہ ہی کہ سورہ حمد اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی حاجت کی دعا ہی پس ثنا تو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہی اور دعا بندہ کے واسطے ہی لہذا وہ اللہ تعالیٰ وبندہ کے درمیان تقسیم ہوگئی ۔ اسکو (**سورۃ شفا**) اسواسطے کہتے ہین کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہی کہ فاتحۃ الکتاب ہر زہر سے شفا ہی (رواہ الدارمی) اسکو (**سورۃ رقیہ**) اسواسطے کہتے ہین کہ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مین قصہ مذکور ہی کہ ایک شخص نے بچھو کے کاٹے ہوے کو اس سورہ سے جھاڑا کہ وہ اچھا ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو رقیہ فرمایا چنانچہ فضائل مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا ۔ شعبی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سورہ کو (**اساس القرآن**) فرمایا اور کہا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ الحمد کی اساس ہی ۔ اور سفیان بن عیینہ نے اس سورہ کو (**واقیہ**) کہا ۔ اور یحییٰ بن ابی کثیر نے اسکو (**کافیہ**) کہا ۔ کشاف مین مذکور ہی کہ اسکو (**کنز**) بھی کہتے ہین (**فائدہ ثانیہ**) قرآن مین سے سب سے پہلے سورۂ اقرأ کا نزول ہوا اور قول دوم یہ کہ سورۂ مدثر کا نزول ہوا اور قول سوم یہ کہ سورۂ فاتحہ کا نزول ہوا ۔ اور یہی بیہقی کی دلائل النبوۃ مین ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہی ۔ لیکن شیخ ابن کثیر نے کہا کہ قول اول ہی صحیح ہی یعنی سب سے پہلے سورۂ اقرأ کا نزول ہوا (**فائدہ ثالثہ**) فضائل سورۂ فاتحہ کا مختصر بیان مقدمہ مین گذرا ۔ امام ابن کثیر نے لکھا کہ ابو سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین نماز کی حالت مین تھا کہ مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی پس مین نماز تمام کرکے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تجکو حاضری سے کون امر مانع ہوا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نماز پڑھتا تھا پس آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ عزوجل نے تجکو حکم نہین دیا بقولہ تعالیٰ ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۔ پھر فرمایا کہ مسجد سے باہر جانے سے پہلے تجکو قرآن سے اعظم سورہ تعلیم کرونگا پھر آپ میرا ہاتھ پکڑے ہوے باتین کرتے چلے تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مین تجکو قرآن مین سے اعظم سورہ تعلیم کرونگا آپ نے فرمایا کہ ہان وہ الحمد للہ رب العالمین ہی یہی سبع مثانی والقرآن العظیم ہی جو مجکو عطا ہوا ہی ۔ (رواہ احمد والبخاری وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ) اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مثل روایت ہی جسمین مذکور ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مین میرا ہاتھ لیا اور فرمایا کہ مجھے امید ہی کہ دروازہ مسجد سے نکلنے سے پہلے تجکو ایسا سورہ تعلیم ہوگا جسکے مثل توریت یا انجیل مین بلکہ قرآن مین نازل نہین ہوا ابی بن کعب نے کہا کہ مین اسی سورہ کی امید پر آہستہ قدم اوٹھاتا تھا پھر جب مسجد کے دروازہ پر پہونچا تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ سورہ مجھے تعلیم فرمایا جاوے جسکا وعدہ دیا گیا ہی تو فرمایا کہ تو نماز شروع کرنے مین کیونکر پڑھتا ہی پس مین نے الحمد للہ رب العالمین آخر تک پڑھی تو آپ نے فرمایا کہ وہ یہی سورہ ہی اور یہی سبع مثانی والقرآن العظیم ہی جو مجھے عطا کیا گیا (رواہ مالک) شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ حدیث بھی بظاہر منقطع صحیح ہی ۔ اور امام احمد نے اسکو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے متصل روایت کیا اور اسمین یہ زیادہ ہی کہ ابی بن کعب نے عذر مین کہا کہ جی ہان بیشک اللہ تعالیٰ نے آیت مین حکم دیا ہی اور اب مین ایسا کبھی نہین کرونگا ۔ (رواہ الترمذی والنسائی) ۔ اور ایک روایت مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توریت یا انجیل مین ام القرآن کے مثل نازل نہین فرمایا اور یہی سبع مثانی ہی اور اسکو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان نصفا نصف ہی (رواہ النسائی)

مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث مین فقہ یہ ہی کہ ابو سعید بن المعلی نفل نماز پڑھتے تھے اور اسیطرح ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی نماز نفل مین تھے پس جسوقت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی تو فوراً نماز توڑکر حاضر ہونا واجب تھا کیونکہ یہ فرض ہی اور قاعدہ نکلا کہ فرض کے معارضہ مین نفل نہین باقی
رہتی اسیواسطے فقہاء کے نزدیک اصول مین ٹھہرایا کہ ہر فعل مستحب جو صحیح ثابت ہو جبکہ وہ ایسی شان پر ہو کہ اوسکے عمل مین لانے سے
بدعات پھیل جائینگی تو اوسکو ترک کرنا واجب ہی اور یہ قاعدہ کلیہ شرع مین بہت مفید ہی جو فتاوی عالمگیریہ وغیرہ مین مذکور ہے اور اس سے بہت سے
احکام مستنبط ہوتے ہین — جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا اور آپ اوسوقت
پیشاب سے فارغ ہوگئے تھے تو مین نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ پس آپنے کچھ جواب نہین دیا پھر مین نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ
پھر آپ نے مجھکو کچھ جواب نہین دیا پھر مین نے تیسری بار عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ پھر آپ نے کچھ جواب نہ دیا پھر آپ روانہ ہوئے
اور مین آپ کے پیچھے پیچھے چلا یہانتک کہ آپ مکان مین داخل ہوے اور مین مسجد مین مغموم غمناک ہو کر بیٹھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
طہارت فرماکر باہر آئے اور فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر
فرمایا کہ اے جابر بن عبد اللہ مین تجھے قرآن مین سب سے بہتر سورہ بتلاؤن مین نے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ ضرور فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ
رب العالمین آخر تک پڑھ (رواہ احمد باسناد جید) مسئلہ) اسکے مانند احادیث دلیل ہین کہ بعض سورتون کو بعض پر فضیلت
ہی اور یہ قول بہت سے علماء سے منقول ہی اور دیگر علماء کے نزدیک باہم تفاضل جائز نہین ہی کیونکہ کل کلام اللہ تعالی ہی اور تفضیل سے
نقص کا وہم ہوتا ہی — قرطبی نے یہ قول ابو الحسن اشعری و ابو بکر باقلانی و ابو حاتم و ابو حیان و یحیی بن یحیی سے نقل کیا اور یہی امام مالک سے ایک روایت
ہی — مترجم کہتا ہی کہ تحقیق قول امام ابو حنیفہ رح سے یہ مروی ہی کہ کلام الٰہی ہونے کی راہ سے سب برابر ہی لیکن بعض سورہ مین حمد و ثناء الٰہی مذکور
ہی جو دوسری سورہ مین نہین ہی تو مذکور کی راہ سے اوسکو فضیلت ہی مثلاً سورہ قل ہو اللہ احد کو اخلاص توحید کی راہ سے سورہ تبت یدا ابی لہب پر
فضیلت ہی جسمین ابو لہب کی بد انجامی مذکور ہی — م — ابو سعید خدری رض سے روایت ہی کہ ہم لوگ ایک سفر مین تھے اور ایک منزل پر ہم لوگ
اوترے تو اون لوگون نے ہماری مسافرانہ دعوت کی نیت مین اس قوم کی ایک لونڈی دوڑی ہوئی آئی کہ ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹا اور ایک
روایت مین ہی کہ اوسکی پیشانی پر بچھو نے کاٹا اور ہمارے یہان کوئی جھاڑنے والا اسوقت موجود نہین ہی تو کیا تم مین سے کوئی شخص جھاڑنا
جانتا ہی پس ہم مین سے ایک شخص کھڑا ہو گیا جسکو ہم جھاڑنے والا نہین جانتے تھے اور اوسنے کہا کہ ہان مین جھاڑونگا مگر تم لوگون نے ہماری
مہمانداری نہین کی تو مین بغیر عوض نہین جھاڑونگا پس اوسنے تیس بکریان عوض ٹھہرائین اور جاکر اوسکو جھاڑا تو وہ اچھا ہو گیا اور اوسنے
تیس بکریان دین اور ہمکو دودھ پلوایا پھر جب وہ آیا تو ہمنے اوس سے کہا کہ کیا تم جھاڑ پھونک [illegible] جانتے ہو یا تم جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے پس اوسنے
کہا کہ مین تو نہین جانتا ہون اور نہ کوئی مین نے جھاڑ پھونک کیا سواے اسکے کہ سورہ الحمد پڑھ دی پس ہم لوگون نے کہا کہ ان بکریون مین کچھ بھی
تصرف نکرو یہانتک کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہونچین یا ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرین پس
جب ہم لوگ مدینہ منورہ مین گئے تو یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا پس آپ نے فرمایا کہ وہ جانتا تھا کہ یہ رقیہ ہی تم لوگ بکریان
بانٹو اور اوسمین میرا بھی حصہ لگاؤ (رواہ البخاری و مسلم و ابو داؤد) واضح ہو کہ آپنے واسطے حصہ کا حکم صرف اوسکے لینا ان خاطر کے واسطے
دیا اور اسی سے نکالا گیا کہ [illegible] غیر الفرض واجبات [illegible] لینا جائز ہی — ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایک
وقت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپکے پاس جبرئیل علیہ السلام بیٹھے تھے اناگاہ آسمان کی طرف سے آواز سنی [illegible]

جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کو اپنی نگاہ اوٹھا کر کہا کہ یہ آسمان کا ایسا دروازہ کھلا جو کبھی نہین کھلا تھا پھر اتنے مین ایک فرشتہ اوترکر
آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپکو بشارت ہو کہ آپ کو ایسے دو نور عطا ہوے ہین۔ جو آپ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہین
دیے گئے ہین اور وہ فاتحۃ الکتاب اور خواتیم سورۂ بقرہ ہین کہ ان دونون مین سے جو حرف پڑھا جائے نور عطا ہوگا (رواہ مسلم والنسائی)
خواتیم سورۂ بقرہ سے آمن الرسول سے آخر تک رکوع مراد ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے کوئی
نماز پڑھی کہ جسمین ام القرآن نہین پڑھی تو وہ ناقص ناقص ناقص ناتمام ہے پس ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم لوگ کبھی امام کے پیچھے
ہوتے ہین تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اوسکو اپنے جی مین پڑھ لے کیونکہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے
کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ صلوٰۃ میرے درمیان اور میرے بندہ کے درمیان نصفا نصف ہے اور میرے بندہ نے جو کچھ مانگا وہ اوسکے واسطے ہے
پس جب بندہ نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری حمد کی اور جب بندہ نے الرحمن الرحیم کہا تو اللہ تعالی
فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری ثنا کی پھر جب بندہ نے مالک یوم الدین کہا تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری تمجید یعنی بزرگی کا
اقرار کیا پھر جب بندہ نے ایاک نعبد وایاک نستعین کہا تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ یہ میرے درمیان اور میرے بندہ کے درمیان مشترک ہے اور جو میرے
بندہ نے مانگا وہ اوسکے واسطے ہے پھر جب بندہ نے اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو اللہ
تعالی فرماتا ہے کہ یہ میرے بندہ کے واسطے ہے اور بندہ کے لیے وہ ہے جو اوسنے مانگا (رواہ مسلم والنسائی والترمذی وعبد اللہ بن احمد وابن جریر
والبخاری) مترجم کہتا ہے کہ وجہ تقسیم اسطرح ہے کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین یہ تین آیات تو اللہ تعالی کی حمد وثناء وتمجید ہین
اور ایاک نعبد وایاک نستعین یہ ایک آیت مشترک ہے اور اہدنا الصراط المستقیم سے آخر تک تین آیات بندہ کے واسطے ہین پس نصفا نصف
ہوگئی اور اس صورت مین اہدنا الصراط المستقیم ایک آیت اور صراط الذین انعمت علیہم دوسری آیت اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تیسری
آیت ہے اور واضح ہو کہ کسی روایت مین بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور نہین ہے اور اگر اوسکو شمار کیا جاوے تو نصفا نصف نہین رہتی ہے کیونکہ اللہ تعالی
کے واسطے چار آیات ہوئی جاتی ہین فاحفظہ م۔ (مسئلہ) شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ سوال یہ ہے کہ کیا نماز مین سورۂ فاتحہ متعین ہے یا سواے
فاتحہ کے دوسری سورہ بھی کافی ہوسکتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اسمین علماء کے درمیان مین اختلاف ہے امام ابو حنیفہ اور اونکے موافقین صاحبین
وغیرہم کے نزدیک سورۂ فاتحہ متعین نہین ہے بلکہ قرآن مین سے جو کچھ پڑھے جائز ہے اور اسپر دو دلیلین لاتے ہین اول قولہ تعالی فاقرؤا ما تیسر من
القرآن یعنی قرآن مین سے جو کچھ میسر ہو پڑھو اسمین سورۂ فاتحہ کی تخصیص نہین ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین بری طرح نماز پڑھی تھی
پھر جب آپ نے اوسکو تعلیم فرمایا تو ارشاد کیا کہ جب تو نماز کے واسطے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ پھر قرآن مین سے جو تجھے میسر ہو پڑھ چنانچہ صحیحین مین یہ قصہ مطول مروی ہے پس اسمین
آپ نے سورۂ فاتحہ وغیرہ کی تخصیص نہین فرمائی۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز باطل نہوگی لیکن امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک
سورۂ فاتحہ واجب ہے کہ اوسکے نہ پڑھنے سے نماز ناقص ہوتی ہے حتی کہ اوسکا اعادہ واجب ہے اور بنظر دلیل یہی صحیح وقوی ہے م۔ شیخ ابن کثیر رح
نے کہا کہ دیگر ائمہ مالک و شافعی و احمد وغیرہم کے نزدیک نماز کے لیے سورۂ فاتحہ متعین ہے اور اونکی دلیل اول یہی حدیث ہے جو اوپر مذکور ہوئی
کیونکہ اس حدیث مین جسنے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اوسکی نماز کو ناقص فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ ناقص ہونے سے لازم نہین آتا کہ باطل ہو جاے اسیواسطے
ابو حنیفہ رح بھی اوسکو ناقص کہتے اور فاتحہ پڑھنا واجب کہتے ہین لیکن دیگر ائمہ نے نماز کو باطل سمجھا اور یہ اونکے نزدیک باطل ہے اسواسطے
کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین بری طرح نماز پڑھی تھی جب آپ نے اوس سے فرمایا کہ تو نے نماز نہین پڑھی تو صحابہ

رضی اللہ عنہم کو بہت پریشانی ہوئی پھر جب آپ نے اوسکو تعلیم فرما کر آخر مین فرمایا کہ ان امور مین سے جسقدر مین کمی کریگا وہی تیری نماز مین نقص ہوگا
تو یہ سنکر صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرحت ہوئی کہ نماز بالکل باطل نہوگی بلکہ نقص ہوگا چنانچہ ترمذی کی روایت مین بصریح مذکور ہی پس معلوم ہوا کہ
نقص سے باطل ہونا مراد نہین ہی۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے جمہور ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے واسطے دوسری دلیل حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ
عنہ ذکر کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے فاتحۃ الکتاب نہین پڑھی اوسکی نماز نہین ہی (کما فی الصحیحین) اور حدیث ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ ذکر کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نماز کافی ادا نہین ہوتی جسمین ام القرآن نہ پڑھی جائے (رواہ ابن خزیمہ
وابن حبان) مترجم کہتا ہی کہ ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہی کہ بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز کافی ادا نہین ہوتی اور اسیطرح جب اسکا اعادہ واجب ہی
تو گویا نماز نہوئی لیکن جو بغیر فاتحہ پڑھی گئی وہ باطل نہین ہی۔ (مسئلہ) کیا سورۂ فاتحہ کل رکعات مین واجب ہی۔ جواب۔ اسمین اختلاف
ہی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شافعی اور ایک جماعت علماء کے نزدیک ہر رکعت مین واجب ہی اور دیگر علماء نے کہا کہ جس نماز مین جتنی رکعات ہون
انمین سے اکثر رکعات مین پڑھ دینا کافی ہی۔ حسن بصری وغیرہ نے کہا کہ صرف ایک رکعت مین کافی ہی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام ابوحنیفہ
و ثوری و اوزاعی کے نزدیک سورۂ فاتحہ پڑھنا متعین نہین ہی بلکہ سوائے اسکے جو کچھ پڑھ دے کافی ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ ابوحنیفہؒ تو اسکو کافی
نہین کہتے ہین چنانچہ اوپر معلوم ہوا لیکن اونکے نزدیک فرض کی دو رکعتون مین اور نفل کی کل رکعتون مین قرارت فرض ہی و لیکن فرض کی
اول دو رکعتون مین واجب ہی و تمام بحث مترجم نے عین الہدایہ مین لکھی ہی۔ (مسئلہ) مقتدی پر قرارت فاتحہ واجب ہی یا نہین اور اسمین
علماء کے تین قول ہین۔ اول یہ کہ امام کیطرح مقتدی پر بھی واجب ہی کیونکہ احادیث سابقہ مین مقتدی کیواسطے استثناء نہین ہی۔ دوم مقتدی
بالکل قرارت نکرے خواہ نماز جہریہ ہو یا سریہ ہو کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جس شخص کا امام ہو تو امام
ہی کی قرارت اوسکی قرارت ہی (رواہ احمد) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد مین ضعف ہی اور یہ حدیث کئی طرق سے روایت کی گئی مگر کوئی
صحیح نہین ہی اور امام مالکؒ و ترمذی نے اسکو جابر رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ طرق متعدد تو درجہ حسن تک پہونچتے ہین
اور یہ بھی تائید ہی کہ جابر رضی اللہ عنہ اسی پر فتوی دیتے تھے اور یہی امام ابوحنیفہؒ اور ایک جماعت علماء کا مذہب ہی اور تمام بحث قولہ تعالیٰ اذا
قری القرآن فاستمعوا لہ الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ آویگی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قول سوم یہ ہی کہ جب نماز سریہ ہو یعنی ظہر و عصر تو مقتدی پر قرارت
فاتحہ واجب ہی اور اگر نماز جہریہ ہو تو واجب نہین کیونکہ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
امام ہیواسطے بنایا جاتا ہی کہ اوسکی اقتدا کیجائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم لوگ تکبیر کہو اور جب پڑھے تو خاموش سنو (رواہ مسلم و ابوداؤد و
الترمذی و النسائی و ابن ماجہ من حدیث ابی ہریرۃ ایضا) کیونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مین بھی آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جب امام پڑھے تو تم خاموش سنو۔ اور اس حدیث کو امام مسلم نے بھی صحیح کہا ہی۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ دونون حدیثین دلالت کرتی ہین کہ
یہی قول صحیح ہی اور یہی امام شافعیؒ کا قدیم قول تھا اور یہی امام احمدؒ سے ایک روایت ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہان سکوت
مقتدی کی صریح روایت کی تو یہ دلیل ہی کہ سابق حدیث ابوہریرہ رضہ جو بغیر فاتحہ کے ناقص ناتمام نماز ہونے کے بارہ مین ہی اوسمین ابوہریرہ نے
جو اپنے جی مین پڑھنے کا فتوی دیا اوس سے صاف یہ مراد ظاہر ہوتی ہی کہ سورۂ فاتحہ جو حمد و ثنا و دعا ہی اپنے دل سے ادا کرتا جائے کیونکہ
یہ دونون باتین دل سے ممکن ہین پس معلوم ہوا کہ مقتدی اگر محض غافل ہو تو محروم ہوگا بلکہ سورۂ فاتحہ اوسکے حق مین بھی اسطرح لازم ہی
کہ جیسے امام زبان و دل دونون سے ثنا و دعا کرتا جاتا ہی اوسیطرح مقتدی دل سے حمد و دعا کرتا جائے کیونکہ غافل کے واسطے

نماز میں سے حصہ نہیں ہوتا بلکہ عاقل کے واسطے بھی نماز میں سے اوسیقدر رہتا ہی جتنا اوسنے عقل کیا ورنہ غفلت حصہ شیطان ہی جیسا کہ
ابوداود کی حدیث میں مصرح ہی۔ امام ابن کثیر نے کہا کہ بیان فضائل میں ان مسائل کے ذکر کرنے سے غرض یہ ہی کہ منجملہ فضائل سورۂ فاتحہ کے
ان مسائل کا اختصاص ہی جو احکام اسی سورۂ پاک کے ساتھ خاص ہیں۔ حدیث انس رض میں ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو بستر پر
آوے اور سورۂ فاتحہ و قل ہو اللہ احد پڑھے تو سوا موت کے ہر بلا سے مامون ہو جاویگا۔ (رواہ البزار) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے
روایت ہی کہ فاتحۃ الکتاب ہر بیماری سے شفا ہی (رواہ سعید بن منصور والبیہقی) اور عبدالملک بن عمیر سے مرسل روایت اسیکے مانند دارمی
میں ہی اور اوسکے راوی ثقات ہیں۔ خارجہ بن الصلت تمیمی نے اپنے چچا سے روایت کی کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا
پھر جب میں آپ کے پاس سے اپنے وطن کو لوٹا تو ایک قوم پر میرا گذر ہوا جنکے پاس ایک شخص مجنون زنجیروں میں بندھا ہوا تھا پس اون
لوگوں نے کہا کہ تمہارے پیغمبر بہت سی خوبیاں لائے ہیں بھلا تیرے پاس اس مجنون کی بھی کوئی دوا ہی تو میں نے تین دن تک اوسپر سورۂ فاتحۃ الکتاب
اسطرح پڑھکر دم کی کہ ہر روز صبح و شام پڑھتا اور اپنی انگلیوں کی پور جمع کرکے پھونکتا پس بفضل الٰہی وہ اچھا ہو گیا تو اون لوگوں نے مجکو سو
بکریاں دیں پس میں اونکو لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے یہ حال ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو کھا کیونکہ جسنے رقیہ باطل کے
ساتھ کھایا اوسنے برا کیا اور تو نے تو رقیہ حق کے ساتھ کھایا (رواہ احمد و ابوداود والنسائی و ابن جریر والحاکم) حسن رح سے مرسل روایت ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سورۂ فاتحۃ الکتاب پڑھا گویا اوسنے توریت و انجیل و زبور و فرقان پڑھا (رواہ ابو عبید) حضرت
انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں اترے اور کسی حاجت کے واسطے روانہ ہوئے تو آپ کے
اصحاب میں سے ایک شخص آپ کے پہلو میں ساتھ ہو گیا پس آپنے توجہ فرما کر اوسے دیکھا اور فرمایا کہ تجکو افضل القرآن بتلاؤں پھر الحمد للہ
رب العالمین تلاوت فرمائی (رواہ الحاکم والبیہقی)۔ (فائدۂ سابعہ) جمہور علماء کے نزدیک قراءت سے پہلے تعوذ پڑھنا سنت ہی
بدلیل قولہ تعالیٰ۔ فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اور جمہور کے نزدیک اسکے معنی یہ ہیں کہ جب قراءت قرآن کا ارادہ
کرے تو پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہے۔ اور بعض نے کہا کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھے۔ چنانچہ ابو سعید خدری رضی اللہ
عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اوٹھکر نماز شروع کرتے تو تکبیر کہکر پھر سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ
جدک ولا الٰہ غیرک پھر تین بار لا الٰہ الا اللہ کہتے پھر اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ (رواہ احمد و ابوداود والترمذی
والنسائی و ابن ماجہ) ہمز کے معنے گلا گھونٹنا اور نفخ کے معنے تکبر کرنا اور نفث سے مراد شعر ہی۔ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہی
کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز میں داخل ہوتے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کبیرا اور تین مرتبہ الحمد للہ کثیرا اور تین مرتبہ سبحان اللہ
بکرۃ و اصیلا کہتے پھر اللہم انی اعوذ بک من الشیطان من ہمزہ ونفخہ ونفثہ کہتے (رواہ ابوداود و ابن ماجہ) اور حدیث ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ
میں ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں کھڑے ہوتے تو تین بار تکبیر کہتے پھر لا الٰہ الا اللہ تین مرتبہ کہتے اور سبحان اللہ وبحمدہ تین مرتبہ کہتے
پھر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ کہتے (رواہ احمد) اور حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے قریب دو شخصوں میں جھگڑا ہوا حتی کہ غصہ کی وجہ سے ایک شخص کی ناک پھول گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے
ایسی چیز معلوم ہی کہ اگر یہ کہے تو اس کی یہ حالت جاتی رہے وہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہی (رواہ ابو یعلی والنسائی و احمد و ابوداود والترمذی)
اور یہ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے (کما فی الترمذی والنسائی) اور بخاری میں بھی اسکو حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہی) اور معنی یہ ہین کہ غصہ و غضب ایک شیطانی حرکت ہی جسکا مادہ آتشی و معوان ہی اور شیطان اوسکو مغرور کرتا ہی کہ وہ دوسرے کے
آزار یا دفع پر قادر ہی حالانکہ سب حول و قوت اللہ تعالی ہی کیواسطے ہی پس جب اوسنے شیطان کی بدی سے پناہ مانگی بالاحول ولا قوۃ الا باللہ
کہا تو شیطان بھاگ جائیگا اور وہ شخص اپنے انسانی ہوش مین آجائیگا اسیطرح جب لسان تلاوت قرآن و اوسکے سمجھنے کا قصد کرتا ہی تو
شیطان وسوسہ لاتا ہی اور کافرون کو امر حق کے برعکس سناتا ہی اسیطرح آدمیون مین بھی شیاطین ہین جو ہر طرح کے اوہام ڈالتے یا اوسکے ساتھ
جھگڑا کرنے پر آمادہ ہوتے ہین پس چاہیے کہ اوسوقت اللہ عزوجل سے پناہ مانگے تاکہ ان شیاطین کے شر سے محفوظ رہے اور ابن جریر نے ابن عباس رض
سے روایت کی کہ جبرئیل علیہ السلام جب اول وحی لائے تو پہلے استعیذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم کہلایا پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم
پڑھائی پھر اقرأ باسم ربک الذی خلق پڑھائی شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اثر غریب ہی اور اسکی اسناد مین ضعف و انقطاع ہی (مسئلہ) جمہور علما کے
نزدیک تعوذ پڑھنا واجب نہین بلکہ مستحب ہی اور عطاء بن ابی رباح کے نزدیک واجب ہی (مسئلہ) شافعی رح نے کہا کہ تعوذ چاہیے آہستہ پڑھے
اور چاہیے جہر سے پڑھے کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آہستہ پڑھا اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جہر سے پڑھا منذر جہم کہتا ہی کہ امام ابوحنیفہ رح
کے نزدیک تعوذ و تسمیہ دونون آہستہ پڑھے اور اگر اوسنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہ لیا تو امام ابوحنیفہ و شافعی کے نزدیک کافی ہی اور
بعضون نے زیادہ کیا کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم کہے۔ اور سفیان ثوری و اوزاعی نے کہا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
ان اللہ ہو السمیع العلیم کہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ احادیث صحیحہ جو سابق مین مذکور ہوئین اونکی اتباع اولی ہی (مسئلہ) نماز مین تعوذ پڑھنا
صرف تلاوت کے واسطے ہی یعنی جب قرأت قرآن کا قصد کرے تب تعوذ پڑھے اور یہی امام ابوحنیفہ و محمد کا قول ہی اور ابو یوسف رح نے فرمایا
کہ نماز کے واسطے پڑھے پس بنابر قول ابو یوسف رح کے مقتدی اگرچہ قرأت نہین کریگا مگر تعوذ پڑھیگا اور نماز عیدین مین تکبیر تحریمہ کے بعد
عید کی تین تکبیرون سے پہلے تعوذ پڑھیگا مگر جمہور علما کے نزدیک تکبیر و ثنا کے بعد قرأت سے پہلے پڑھے (نکتہ) تعوذ پڑھنے مین
لطائف یہ ہین کہ جو کچھ اوسنے منہ سے لغو و بیہودہ بکا اوس سے منہ کی طہارت ہوجاتی ہی اور وہ تلاوت کلام اللہ کیواسطے پاکیزہ ہوجاتا ہی
پھر اسمین اللہ تعالی سے استعانت ہی اور اسمین اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کا اظہار اور اپنی عاجزی کا اقرار ہی کہ مجکو اس صریح دشمن باطنی یعنی شیطان کے
مقابلہ کرنے کی قدرت نہین بلکہ مین رب عزوجل سے پناہ مانگتا ہون جسنے انسان و شیطان دونون کو پیدا فرمایا پس تمام مخلوق اوسی کے
قبضہ قدرت مین مقہور ہی اور اللہ تعالی نے اپنے مومنین بندون پر شیطان کو قدرت نہین دی ہی پس جب بندہ اپنے رب عزوجل کی پناہ
مین آیا تو شیطان خوار ہو کر بھاگ گیا اور جو لوگ کہ اللہ تعالی سے کافر ہین اون پر شیطان مسلط ہو کر ہلاک کرتا ہی اور یہ عجیب لطیفہ ہی کہ جس شخص
کو ظاہری دشمن قتل کرے وہ شہید ہوتا ہی اور جسکو یہ دشمن باطنی قتل کرتا ہی وہ مردود کافر ہوجاتا ہی اور چونکہ شیطان نظر نہین آتا لہذا رب
عزوجل سے پناہ چاہی جسکو شیطان نہین دیکھ سکتا ہی۔ واضح ہو کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے معنے یہ ہین کہ مین اللہ تعالی کی جناب مین
اوسکے ملعون مخلوق شیطان سے پناہ لیتا ہون تاکہ شیطان مجکو دین یا دنیا کے کامون مین ضرر نہ پہونچا سکے پس جس بندہ کو اللہ عزوجل نے
پناہ دی وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہوجاتا ہی اور جسنے اپنے آپ کو غافل کیا اوسپر شیطان مسلط ہوجاتا ہی اور اوسکا قلب مرجاتا ہی۔ ابوذر رضی اللہ
عنہ کی حدیث مین وارد ہوا کہ اے ابوذر تو انس و جن کے شیطانون سے اللہ تعالی کی جناب مین پناہ ڈھونڈھ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا
انس مین بھی شیطان ہین فرمایا کہ ہان (رواہ احمد) اور اللہ تعالی نے فرمایا۔ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم
الی بعض زخرف القول غرورا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہی کہ انسانون مین بھی شیاطین ہوتے ہین کیونکہ جو شخص متمرد ہو وہ شیطان ہی۔

زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عجمی گھوڑے پر سوار ہوئے تو اوسنے آپ کی سواری میں جھکنا و مٹکنا شروع کیا پس آپنے اوسکو مارنا شروع کیا مگر وہ اور زیادہ جھکنے و مٹکنے لگا تو آپ اوس پر سے اوتر پڑے اور فرمایا کہ تم لوگون نے مجکو ایک شیطان پر سوار کر دیا تھا کہ مین اوس سے اوترنے اوترتے اپنے قلب سے منکر ہوا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی سناد صحیح ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جب ملک شام فتح ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی فتح کے واسطے تشریف لائے تو سرداران لشکر شام مانند حضرت ابو عبیدہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے استقبال کو آئے اور چاہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا بوڑھا اونٹ اور پیوند در پیوند لباس چھوڑ کر یہ ریشمی سفید لباس پہنین اور اس رومی گھوڑے پر سوار ہون کہ اسمین کافرون کے واسطے ہیبت ہو پس آپ سوار ہوے تو یہ واقعہ ہوا کہ اوسکو شیطان کہکر اوتر پڑے اور حقیقی یہ ہے کہ اوسکی چاپ و کلیل سے دنیاے فانی کی بعض لذات نظر پڑے اور یہ وسیلہ شیطانی تھا لہذا اوسکو چھوڑ دیا اور اوسمین لطیفہ یہ ہے کہ بیت المقدس کے راہب و قسیس اپنی اگلی کتابون مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صفت اوسی پیوند پارہ کے لباس مین پاتے تھے پس اگر آپ لباس بدل لیتے تو شاید وہ لوگ نہ پہچانتے حالانکہ اونھون نے آپکو اوسی لباس نہ مین دیکھکر فوراً پہچان لیا اور فوراً مطیع ہو کر قلعہ کا دروازہ کھولکر آپ سے امان مانگی۔ م۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شیطان کو رجیم اسواسطے کہتے ہین کہ وہ مرجوم و مطرود ہے اور جب شیطان چوری سے کان لگاکر ملائکہ کی باتین سننا چاہتا ہے تو شہاب ثاقب سے رجم کیا جاتا ہے چنانچہ قولہ تعالی۔ الا من استرق السمع فاتبعہ شہاب مبین وغیرہ آیات کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی آویگا۔ واضح ہو کہ سورۂ فاتحہ کی فضیلت معلوم ہو چکی اور یہ بھی بیان ہوا کہ تلاوت مین پہلے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھلے یا آنکہ حنفیہ کے نزدیک سواے فرائض نماز کے نوافل مین بہتر ہے کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من ہمزہ ونفخہ ونفثہ پڑھلے اب تسمیہ شروع کیا جاتا ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالی کے نام سے شروع ہے جو نہایت بخشش والا بہت مہربان ہے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق کتاب آلہی یعنے قرآن مجید کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کیا اور علما متفق ہین کہ سورۂ نمل مین قولہ تعالی۔ انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین بسملہ بعض آیت ہے پھر یہ مسئلہ ہے کہ ہر سورہ کے اول مین بسملہ پوری آیت ہے یا آیت کا جزو ہے اور یہ جس سورہ پر لکھی گئی اوسمین شمار ہے یا فصل کے واسطے لکھی گئی ہے پھر وہ سورۂ فاتحہ مین بھی فصل کے واسطے لکھی گئی یا وہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے۔ شیخ نے لکھا کہ علمائے کے اختلافی اقوال کتب فقہ وغیرہ مین دلائل کے ساتھ مفصل مذکور ہین اور سنن ابو داؤد مین باسناد صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورتون کا فصل نہین پہچانتے تھے یہانتک کہ آپ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل کی گئی (ورواہ الحاکم ایضا) مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اسی سے استدلال کیا کہ بسملہ کسی سورہ کا جزو نہین ہے بلکہ وہ فصل پہچاننے کے واسطے اوتاری گئی ہے لیکن امام شافعیؒ نے اسکی یہ تاویل کی کہ بیشک وہ پہلے جزو نہ تھی پھر جب اوتاری گئی تو اوس سورہ کا جزو ہو گئی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تاویل لطیف ہے لیکن لازم آتا ہے کہ بسملہ نازل ہونے سے پہلے ہر سورہ ناقص تھا اور اسکا التزام کرنا بعید ہے۔ م۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ صحیح ابن خزیمہ مین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین سورۂ فاتحہ کے اول بسم اللہ پڑھی اور اسکو ایک آیت شمار کیا۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد مین عمر بن ہارون البلخی ضعیف ہے لیکن دارقطنی نے دوسری اسناد کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اسکی متابعت روایت کی۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین یہ تصریح نہین ہے کہ بسم اللہ کو سورۂ فاتحہ مین ایک آیت شمار کیا بلکہ وہ ایک آیت ہے اور ظاہر لفظ بھی اسیکو مفید ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ سے پہلے یہ آیت پڑھی تو معلوم ہوا کہ یہ سورۂ فاتحہ سے

علیحدہ ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن عباس و ابن عمر و ابن زبیر و ابوہریرہ و حضرت علی رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ سوائے سورۂ براءۃ کے
ہر سورہ میں سے بسم اللہ ایک آیت ہے اور یہی قول تابعین میں سے عطاء و طاؤس و سعید بن جبیر و مکحول و زہری رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے اور یہی
مذہب عبد اللہ بن المبارک و شافعی و اسحٰق و ابو عبید ہے اور امام مالکؒ و ابو حنیفہ و اون کے اصحاب نے کہا کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ وغیرہ کسی میں سے
آیت نہیں ہے۔ اور داؤد ظاہری نے کہا کہ بسم اللہ ایک آیت مستقلہ ہے جو کسی سورہ کا جزو نہیں ہے بلکہ ہر سورہ پر لائی گئی ہے اور یہی امام احمد سے ایک
روایت ہے اور اسی کو ابوبکر الجصاص الرازی نے ابو الحسن الکرخی سے نقل کیا اور یہ دونوں اکابر فقہاء حنفیہ میں۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ جصاص و
کرخی کے قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے بلکہ یہ دونوں علماء بھی درجہ اجتہاد تک پہونچے ہیں پس شاید یہی ان دونوں کا
مذہب ہوا اور شک نہیں کہ یہ مذہب بنظر دلیل قوی ہے اور فقہاء حنفیہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے پس حاصل یہ ہے کہ بسم اللہ ایک آیت مستقل
نازل کی گئی جو ہر سورہ پر فصل پہچاننے کے واسطے رکھی گئی ہے جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث ابن عباس میں مذکور ہوا اور اس قول پر یہ اعتراض
نہیں ہو سکتا کہ بسم اللہ اگر قرآن میں سے نہو تو لازم آوے کہ جو چیز قرآن میں سے نہیں ہے وہ مصحف میں داخل ہے اور بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا
جزو نہیں ہے اسکی دلیل وہ حدیث ہے جو فضائل فاتحہ میں گذری کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ کو اپنے درمیان اور اپنے بندہ کے درمیان نصفا نصف
قرار دیا اور اوس حدیث میں بسم اللہ کو شمار نہیں فرمایا چنانچہ وہاں اشارہ کیا گیا ہے اور ابن خزیمہ کی حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا اگر ثابت
ہو تو بھی کچھ اعتراض نہیں کیونکہ بسم اللہ ایک آیت مستقلہ ہے اور اس مسئلہ کے واسطے اون احادیث سے بھی استدلال ملیگا جو نماز میں قراءت فاتحہ کے
بارہ میں وارد ہے کیونکہ جن احادیث سے ثبوت ہوا کہ مغرب و عشاء و فجر وغیرہ کی نماز جہری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کا جہر نہیں فرماتے تھے
تو صریح ہے کہ یہ سورہ فاتحہ کی آیت نہیں ہے ورنہ اسکے کچھ معنی نہیں کہ ایک آیت آہستہ پڑھی جاوے اور باقی سورۃ جہر سے پڑھی جاوے لہٰذا اس مسئلہ کو
بیان کر دینا چاہیے (**مسئلہ**) بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا چاہیے یا آہستہ سے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جن علماء کے نزدیک بسم اللہ سورۂ فاتحہ
میں سے آیت نہیں ہے وہ قراءت فاتحہ کے ساتھ بسم اللہ کا جہر نہیں کرتے ہیں اور جنھوں نے کہا کہ وہ ہر سورہ میں سے آیت ہے جیسے امام شافعی وغیرہ
تو اون میں اختلاف ہے چنانچہ شافعی کہتے ہیں کہ فاتحہ و سورہ ہر ایک پر بسم اللہ جہر سے پڑھے اور یہی ایک جماعت صحابہ و تابعین سے منقول ہے اور خطیب نے
نقل کیا کہ یہی خلفاء راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے منقول ہے لیکن یہ نقل غریب یعنی شاذ ہے۔ مترجم کہتا ہے بلکہ صحیح
روایات مشہورہ کے خلاف ہے۔ ثم شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شافعی کی دلیل یہ ہے کہ جب بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے تو کل کی طرح اوسکا بھی جہر کرنا
چاہیے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور قراءت میں بسم اللہ کا جہر کیا اور بعد فراغت کے
فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہوں (رواہ ابن خزیمہ و ابن حبان والنسائی) اور اس حدیث کو دارقطنی و خطیب
و بیہقی نے صحیح کہا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے استدلال اسطرح ہوا کہ ابوہریرہ نے اپنی نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے اشبہ کہا و اگر
بسم اللہ کا جہر کیا تھا تو لازم آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جہر فرماتے تھے لیکن اشبہ ہونے کے واسطے ہر جزو کی مشابہت شرط نہیں ہوتی
علاوہ بریں اس سے معمولی طور پر جہر ثابت نہیں ہوتا بلکہ غالباً یہ جہر بطور تعلیم تھا تاکہ لوگ جان لیں کہ قراءت سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھنا چاہیے
جیسے فقہاء حنفیہ نے جہر سے آمین کہنے میں یہی تاویل کی چنانچہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ ثم شیخ نے لکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرتے تھے (رواہ ابوداؤد والترمذی) لیکن ترمذی نے کہا
کہ اسکی اسناد ٹھیک نہیں ہے اور حاکم نے بعد روایت کے کہا کہ صحیح ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر صحیح مان لیا جاوے تو شاید بطور تعلیم ہو یا حضرت ابن عباسؓ نے

لوگوں کو آگاہ کیا کہ قرأت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا چاہیے اور اس تاویل کی وجہ آیندہ ان شاء اللہ ظاہر ہوگی شیخ نے لکھا کہ حضرت انس
رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت پوچھی گئی تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کشیدہ
ہوتی تھی پھر انس رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم اسطرح پڑھی کہ بسم اللہ کو مد کیا اور الرحمن کو مد کیا اور الرحیم کو مد کیا (رواہ البخاری) مترجم
کہتا ہے کہ یہ تو آپکی قرأت کی مثال ہے اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نماز میں بسم اللہ جہر سے پڑھتے تھے بلکہ جن آیات کو جہر سے پڑھتے ان میں
مقامات مد کی مثال یہ ہے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم میں بیان کی پس اس سے جہر بسم اللہ پر استدلال کرنا بہت بعید ہے اسیطرح شیخ رح نے لکھا کہ
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرأت کو مقطع الگ الگ پڑھتے بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین
الرحمن الرحیم مالک یوم الدین (رواہ احمد وابوداؤد وابن خزیمہ والحاکم) اور دارقطنی نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی مثال قرأت
ہے شیخ رح نے لکھا کہ دیگر علمائے مجتہدین کا مذہب ہے کہ نماز میں بسم اللہ کو جہر سے نہیں پڑھنا چاہیے اور یہی امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و
چاروں خلفائے راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و عبداللہ بن مغفل اور ایک جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور یہی امام
ابو حنیفہ و ثوری و احمد کا مذہب ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کو تکبیر سے اور قرأت کو الحمد للہ
رب العالمین سے شروع کرتے تھے (رواہ مسلم) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی
اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی پس یہ لوگ الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے (رواہ البخاری و مسلم) اور صحیح مسلم
کی دوسری روایت میں صریح ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ اول قرأت میں جہر کرتے اور نہ آخر قرأت میں (الصحیح) اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ
سے بھی اسیکے مثل روایت ہے حتی کہ اپنے بیٹے کو جہر بسم اللہ کی نسبت کہا کہ یہ بدعت ہے اور کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی
اوقتوں میں قریب پانچ برس کے نماز پڑھی مگر کبھی بسم اللہ کو جہر سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا اور یہ روایت سنن میں موجود ہے اور ترمذی نے کہا کہ صحیح ہے
ہے کہ جتنی روایات جہر صریح موجود ہیں تو یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و خلفاء راشدین کا معمول فعل تھا پس اسکے معارض کوئی روایت
نہیں اور اگر جہر بسم اللہ کسی روایت میں صریح ثابت ہو تو اوسکے یہی معنی ہونگے کہ آپ نے تعلیم کے واسطے جہر کیا واللہ تعالی اعلم

فضیلت بسم اللہ الرحمن الرحیم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالی کے ناموں سے ایک نام ہے اور یہ نام اللہ تعالی
کے اسم اعظم سے اسقدر قریب ہے جیسے آنکھ کی سفیدی و سیاہی میں قربت ہوتی ہے (رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ) اور ابو سعید خدری رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسی بن مریم کو اونکی ماں نے معلم کو سپرد کیا تاکہ وہ عیسی کو تعلیم کرے معلم نے کہا کہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھو تو عیسی نے کہا کہ بسم اللہ کیا ہے معلم نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں پس عیسی علیہ السلام نے فرمایا ب بہاء الہی ہے
س سناء الہی م مملکت الہی ہے اللہ سب کا معبود و مالک ہے الرحمن دنیا و آخرت میں رحمت والا الرحیم خاص آخرت میں رحمت والا (رواہ ابن جریر
وابن مردویہ) شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ غریب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت نہیں ہوتی مگر شاید سلف میں سے کسیکا قول ہو یا
اسرائیلیوں سے روایت ہو واللہ تعالی اعلم مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابو محمد روزبہان شیرازی نے ارشادات عرائس میں بھی بسم اللہ کے اشارات میں
اسی روایت کے مانند ذکر کیا پس ظاہر یہ ہے کہ منجملہ اشارات ہے واللہ تعالی اعلم اور بنی اسرائیل میں بسم اللہ زمانہ سلیمان علیہ السلام سے معروف
تھی پس شاید کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے معلم کو اوسکے بعض اشارات سے متنبہ کیا ہو شیخ رح نے لکھا کہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر ایسی آیت نازل کی گئی جو کسی پیغمبر سابق پر سوائے سلیمان کے نہین اتری اور وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم
ہی (رواہ ابن مردویہ) مترجم کہتا ہی کہ اسکی اسناد مین ابو امیہ عبد الکریم محدثین کے نزدیک ضعیف ہی۔ م۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہی کہ جب بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی تو غیم بجانب مشرق بھاگا اور ریاح کے جھکوڑون کو سکون ہو گیا اور سمندر کو ہیجان ہوا اور
بہائم نے اپنے کان لگا لیے اور شیاطین کو آسمان سے رجم کیا گیا اور اللہ تعالی نے اپنی عزت و جلال کی قسم کھائی کہ جس کسی چیز پر اوسکا نام لیا
جائیگا ضرور اوسمین برکت عطا ہو جائیگی (رواہ ابن مردویہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس شخص کو یہ آرزو ہو کہ اللہ تعالی اوسکو ملائکہ زبانیہ
سے جو اونیس ملائکہ عذاب دوزخ ہین نجات دے تو اوسکو چاہیے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کرے کہ اللہ تعالی اوسکے لیے بسم اللہ کے کل حروف
مین سے ہر حرف کو ہر زبانیہ سے سپر کر دیگا۔ اس اثر کو ابن عطیہ و قرطبی نے ذکر کیا اور ابن عطیہ نے اسکی وجہ یون بیان کی کہ بسم اللہ مین اونیس
حرف ہین اور زبانیہ بھی اونیس ہین پس اسکا ہر ایک حرف ایک زبانیہ کے واسطے سپر ہی جیسے حدیث شریف مین ایکمرتبہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے نماز مین سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو ایک صحابی نے کہا کہ ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد
سلام کے فرمایا کہ بیشک مین نے بضع وثلثین ملائکہ کو دیکھا کہ اس کلمہ پاکیزہ کو لیجانے کے واسطے مبادرت کرتے تھے اور بضع زبان عرب مین
تین سے نو تک ہی اور ثلثین تیس ہی پس انتہا ونتالیس ہوئے اور اس کلمہ کے حروف بھی اونتالیس ہین پس ہر حرف کے واسطے ایک فرشتہ
ہوا۔ اسامہ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف مین تھا کہ اتنے مین سواری نے ٹھوکر کھائی
تو مین نے کہا تعس الشیطان یعنی شیطان خوار ہو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لفظ مت کہو کیونکہ جب تو یہ لفظ کہیگا تو شیطان
پھول کر مکان کے برابر ہو جائیگا اور کہیگا کہ مین نے اپنی قوت سے پچھاڑا بلکہ تو بسم اللہ کہا کر کیونکہ جب تو نے بسم کہا تو وہ خوار ہو کر مکھی کے
برابر حقیر ہو جاتا ہی (رواہ احمد والنسائی فی الیوم واللیلۃ وابن مردویہ) شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ بسم اللہ کی تاثیر برکت ہی اسیواسطے ہر قول
و فعل سے پہلے بسم اللہ کہنا مستحب ہی اور خطبہ کے اول مین بھی مستحب ہی کیونکہ حدیث مین آیا کہ ہر امر مقصود جو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے
نکیا جاوے وہ اجذم ہی یعنی جذامی کیطرح مقطوع و بے برکت ہوتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ روایت ابو داود و ابن ماجہ وغیرہ مین ہی اور اسکے
اسناد روایت کو نووی و ابن الصلاح نے صحیح کہا اور اوسکو ابن حبان و ابو عوانہ نے بھی روایت کیا۔ م۔ [illegible] کے واسطے شرعا
مباح ہی خواہ قول ہو یا فعل ہو بسم اللہ کہنا چاہیے حتی کہ پایخانہ جانے کے وقت بسم اللہ کہے چنانچہ اس بارہ مین صریح حدیث صحیح وارد ہی پھر
اگر وہ کام شرعا مستحب ہو تو بسم اللہ کہنے کی تاکید مزید ہو جائیگی۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ وضو کے اول مین بسم اللہ کہنا مستحب ہی کیونکہ حدیث
ابوہریرہ و سعید بن زید و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم مین وارد ہی کہ اوس شخص کا وضو نہین جس نے اوسپر اللہ تعالی کا نام نہین ذکر کیا (رواہ
احمد واصحاب السنن) اور یہ حدیث حسن ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہی امام ابو حنیفہ رح کا قول ہی۔ شیخ رح نے لکھا کہ بعض علما نے وضو مین بشرط یاد اوسکو
واجب کہا ہی اور بعض علما نے اسکو مطلقا واجب کہا ہی اور امام شافعی اور ایک جماعت کے نزدیک ذبیحہ کے وقت بھی بسم اللہ کہنا مستحب
ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہی امام ابو حنیفہ رح کا قول ہی بلکہ مؤکد ہی اور دیگر علما نے اوسکو واجب کہا مگر بعض نے بشرط یاد اور بعض نے مطلقا واجب جانا
پھر شیخ رح نے اس مقام پر تفسیر کبیر وغیرہ کی بعض روایات نقل کر کے کہا کہ یہ بے اصل ہی لہذا مترجم نے اوسکا ذکر ہی متروک کیا۔ پھر شیخ نے لکھا کہ
کھانے کے وقت بسم اللہ کہنا مستحب ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن ابی سلمہ کو کھانے کے وقت تعلیم فرمایا کہ بسم اللہ کہہ اور اپنے
داہنے ہاتھ سے کھا اور اپنے آگے کی غذا سے کھا (کما فی صحیح مسلم) اور بعض علمائے اسکو واجب کہا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اس نظر سے واجب ہوگا

مناسب ہی کہ جب بسم اللہ کہے تو شیطان ساتھ کھاتا ہی اور برکت مٹ جاتی ہی چنانچہ سنن ترمذی وغیرہ کی حدیث مین یہ بات ثابت ہی اور
اگر ابتدا مین بسم اللہ بھول جاوے تو درمیان مین جسوقت یاد آوے اسطرح کہے کہ بسم اللہ اولہ وآخرہ جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی حدیث صحیح مین
ثابت ہی اور واضح ہو کہ بعض احادیث مین وارد ہوا کہ مومن کا شیطان نحیف ونزار ولاغر ہوتا ہی اور کافر کا شیطان موٹا تازہ وقوی ہوتا ہی پس
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر بسم اللہ کہنے کے جو شیطان ساتھ کھاتا ہی شاید یہ وہی شیطان ہو جو ہمزاد ہی اور بھید یہ ہی کہ جسم انسانی کی ترکیب
اسی صورت جسمیہ محسوسہ سے اور اسکے مماثل پیکر ہیولانی ہمزاد سے ہی اور روح نورانی اور اوسکے مماثل پیکر نوری ملکی سے ہی پس انسان جو
غذا کھاتا ہی اگر اوسنے ایمان کے ساتھ بسم اللہ کہکر کھائی تو وہ مثمر نورہ برکات طاعت وذکر الٰہی ہوتی ہی جس سے پیکر نورانی قوی ہوتا ہی یعنی
نور کی کثرت ہوتی ہی اور اگر کفر کیا یا بسم اللہ چھوڑ دی تو وہ غذاے جسمانی ہو کر پیکر ہیولانی کی قوت ہوتی ہی جس سے شر وفساد معصیت
حاصل ہو یا کمتر یہ کہ وہ غذا رایگان ہو کیونکہ یہ جسم آخر کار فانی ہی پس ہمزاد کے ساتھ کھانے کے یہ معنی ہین جو مذکور ہوئے اور شاید کہ شیطان سے
ابلیس و اوسکی ذریت مراد ہو جو ہمزاد سے علیحدہ ہی کیونکہ ابلیس دراصل از قسم جن ہی اور اوسکے واسطے غذا معلوم ہی اور جن جاہلون نے شیطان سے
انکار کیا اوسکے پاس کوئی دلیل نہین ہی اور عجب کہ وہ ہمہ تن شیطان کا بندہ بن گیا حتی کہ اوسکی بندگی مین یہ انکار بھی ہی حالانکہ کمال جہالت سے
اوسکو خبر نہین اور مقدمہ مین مترجم نے فی الجملہ اشارہ کیا اور انشاء اللہ تعالی اپنے موقع پر اسکی بحث آویگی شیخ رح نے لکھا کہ جماع حلال کے وقت
بھی بسم اللہ کہنا مستحب ہی کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی شخص اپنی
جورو کے پاس جانا چاہتا ہی اگر اوسوقت یون کہے بسم اللہ اللہم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا یعنی باسم الٰہی یہ کام کرتا ہون الٰہی
ہم دونون سے شیطان کو دور رکھ اور جو فرزند تو ہم دونون کو روزی فرماوے اوس سے بھی شیطان کو دور رکھ پھر اگر ان دونون کے درمیان کوئی فرزند
مقدر کیا جائیگا تو شیطان کبھی اوسکو مضرت نہین پہونچا سکیگا (الصحیحین) مترجم کہتا ہی کہ جماع کے وقت بسم اللہ کا استحباب اسواسطے
کہا کہ مومن کو اس فعل مین بھی اپنی نیک نیتی پر ثواب ملتا ہی کیونکہ خالی شہوت پرستی مثل جانورون کے مقصود نہین ہوتی بلکہ وہ حرام سے اپنی
حفاظت اور فرزند صالح کی نیت کرتا ہی چنانچہ حدیث صحیح مین منصوص ہی کہ جب آپ نے اس فعل مین ثواب فرمایا تو بعض صحابہ کہنے لگے
کہ یا رسول اللہ کیا ہم مین سے کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو اوسمین بھی ثواب پاویگا پس آپ نے فرمایا کیون نہین دیکھتے ہو اگر وہ حرام کاری کرے
تو عذاب پاوے اونھون نے عرض کیا کہ جی ہان تو فرمایا کہ اسیطرح حلال کام مین ثواب پاویگا کما فی الصحیح (مسئلہ) جس طرح جائز فعل پر
بسم اللہ مستحب ہی اسیطرح اسکے برعکس اگر غیر جائز کامون پر بسم اللہ کہے تو معصیت ہی حتی کہ فقہا نے کہا کہ اگر زنا و حرامکاری یا شراب خواری
یا قطعی حرام کھانے پر اوسنے بسم اللہ کہا تو کافر ہو جائیگا چنانچہ فتاوی ہندیہ کی کتاب الارتداد و احکام مرتدین مین یہ مسائل مذکور ہین (مسئلہ)
اگر کوئی شخص کھانا کھاتا ہو اور دوسرا شخص آیا اور اوسنے کہا کہ آؤ تم بھی کھانا کھاؤ پس اوسنے جواب مین کہا کہ بسم اللہ تو اسکا کیا حکم ہی جواب یہ ہی
کہ اگر کہنے والے کو درحقیقت یہی منظور ہی کہ یہ شخص میرے ساتھ کھانے مین شریک ہو جاوے تو اوسکا کہنا بہتر ہی اور اگر اوسکو یہ منظور نہین ہی
تو اوسکا قول یعنی نفاق ہی پس اوسکو اس حرکت سے پرہیز کرنا چاہیے رہا وہ شخص جسنے صلاے طعام کے جواب مین بسم اللہ کہا تو ملا علی
قاری رحمہ اللہ نے اپنے بعض رسائل مین اور نیز فتاوی وغیرہ مین مذکور ہی کہ اوسنے بجاے اپنے کلام کے بسم اللہ کو وہ ذکر کیا تو یہ معصیت ہی حتی کہ
بعض نے کفر کا خوف لکھا بلکہ اوسکو یون کہنا چاہیے تھا کہ مجھے خواہش نہین ہی یا مین نہ کھاؤنگا یا تم کھاؤ اللہ تعالی تمکو برکت دے یا مانند اسکے
جو کلمات اوسکا جواب ہو سکتے ہین (مسئلہ) اگر کسی شخص کو دو تین دن گزرے اور اوسنے کھانا نہ پایا یہانتک کہ مضطر ہو گیا

پھر اوسکو مردار کھانا ملا تو ہمارے ائمہ حنفیہ کے اصول پر اوسکو بسم اللہ نہین کہنا چاہیے اسواسطے کہ یہ چیز لینے حال پر مردار ہی مگر اللہ تعالی نے بقدر بقاے حیات کے کھا لینے مین اوس سے گناہ اوٹھا دیا ہی لیکن بعض مشائخ نے بہ مقدار اوسکے حق مین مباح سمجھی حتی کہ اونکے قول پر بسم اللہ جائز ہے لیکن قول اول ارجح ہی واللہ اعلم۔ حدیث مین ہی کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع بعض اصحاب کے کھانا کھاتے تھے کہ اتنے مین ایک اعرابی آکر شریک ہوگیا لیکن بہت جلد وہ طعام ختم ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص نے بسم اللہ نہین کہا اور اگر کہتا تو تمکو کافی ہوتا (السنن) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق ضحاک عن ابن عباسؓ روایت کی کہ اول جو چیز جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لائے یہ ہی کہ جبرئیلؑ نے کہا کہ ای محمد کہو استعیذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پھر کہا کہ کہو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ جبرئیلؑ نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اوسکے یہ معنی ہین کہ ای محمد اقرأ باسم ربک یعنی اپنے رب کے نام پاک کے ساتھ پڑھو اور اپنے رب عزوجل کا نام ذکر کرنے کے ساتھ اوٹھو اور بیٹھو۔ (لفظ ابن جریر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے واسطے ننانوے نام ہین جسنے انکو حفظ کے ساتھ احصار کیا وہ جنت مین داخل ہوا (الصحیح) اور واضح ہو کہ اللہ تعالی کا نام پاک بھی معظم و مکرم ہی لہذا کتابت و خطبہ وغیرہ مین باسم آلہی لکھتے ہین اور رہی قسم تو اوسمین اسم اللہ کی قسم معروف نہین ہی کیونکہ قسم کا مدار عرف پر ہی اور عرف مین جیسے واللہ کہتے ہین ویسے والقدوس کے ساتھ قسم معروف نہین ہی۔ اور بعض محققین نے کہا کہ اللہ یہی اسم اعظم ہی کیونکہ اسم ذات جامع صفات ہی اور تعالی نے اوسکو قرآن مین ایک ہزار تین سو ساٹھ جگہ ذکر فرمایا ہی ولیکن سابق مین ابن کثیر سے ایک روایت گزری کہ اسمین اور اسم اعظم مین آنکھ کی سفیدی و سیاہی کے مانند قرب ہی۔ اور صحیح کی بعض روایات مین مذکور ہی کہ اللہ تعالی کا اسم اعظم الٰہکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمن الرحیم اور شروع آیۃ الکرسی اور شروع آل عمران مین ہی شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ تفسیر کبیر مین بعض سلف سے نقل کیا کہ اللہ تعالی کے پانچہزار نام ہین از انجملہ ایک ہزار قرآن مین اور ایک ہزار سنت صحیحہ مین اور ایک ہزار توریت اور ایک ہزار انجیل و ایک ہزار زبور اور ایک ہزار لوح محفوظ مین ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ قولہ تعالی۔ وللہ الاسماء الحسنی کی تفسیر مین آویگا کہ اسماء آلہی عزوجل غیر محصور ہین چنانچہ وہان ایک حدیث اس بارہ مین صریح منصوص ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبری کے بیان مین جو حدیث صحیحین وغیرہ مین مروی ہی اوس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہی چنانچہ بیان شفاعت مین انشاء اللہ تعالی آویگا۔ شیخؒ نے لکھا کہ اللہ اسم پاک ہی جو کسی لفظ سے مشتق نہین ہی۔ اور قرطبی نے اسکو امام شافعی و خطابی و امام محمد و امام حرمین و غزالی وغیرہ ایک جماعت علما سے نقل کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہی صحیح ہی۔ اور بعضون نے اسکو مشتق گمان کیا چنانچہ ابن کثیر و بیضاوی و رازی و خطیب نے وجوہ اشتقاق کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا مگر ہم نے اسمین زیادہ فائدہ نہ دیکھا اسلیے متروک کیا اور قولہ تعالی۔ ہل تعلم لہ سمیا۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی بعض تفصیل آویگی۔ تفسیر کبیر مین شیخ رازیؒ نے لکھا کہ خلائق دو قسم ہین ایک وہ جو بحر معرفت کے کنارے پہونچے اور دوم وہ جو تاریکی حیرت و جہالت مین حیران ہین گویا اپنے عقول و ارواح گم کر بیٹھے اور قسم اول جو معرفت تک واصل ہوئے وہ عرصہ نور و فسحہ جلال و کبریا مین پہونچکر اس میدان بے انتہا و بحر ناپیدا کنار مین سائر ہین تو معلوم ہوا کہ کل خلائق اوسکی معرفت مین والہ ہین۔

(بیان الرحمن الرحیم)

یہ دونون اسم پاک رحمت سے مشتق ہین اور یہ اشتقاق مبالغہ ہی جس سے کمال رحمت کا اظہار ہوا اور ان دونون مین سے الرحمن زیادہ بلیغ ہی اور یہی تفسیر ابن جریر و بعض سلف سے ظاہر ہوتا ہی کہ اسپر علماء متفق ہین اور اثر عیسی علیہ السلام جو سابق مین مذکور ہوا کہ الرحمن فی دنیا و آخرت کی رحمت والا اور الرحیم خاص آخرت کی رحمت والا ہی یہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہی اور الرحمن بیشک عربی ہی چنانچہ اہل یمامہ اپنے مسیلمہ کذاب کو رحمن الیمامہ کہتے تھے لیکن قریش اسکو اللہ تعالی کا نام پاک نہین جانتے تھے اسیواسطے جب قریش کے

ساتھ صلح حدیبیہ میں صلحنامہ کا عنوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام پاک سے لکھوایا تو سہیل بن عمرو وغیرہ نے اس سے انکار کیا وقال
تعالے۔ قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا وزادہم نفورا۔ یعنی اسی پر دلالت کرتا ہی کہ وہ لوگ اللہ تعالی کے واسطے یہ نام نہین جانتے تھے۔ اور عبد الرحمن
بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ مین الرحمن ہون اور مین نے رحم کو
پیدا کیا اور اوسکے واسطے اپنے نام مین سے نام اشتقاق کیا پس جو شخص رحم کو ملاوے یعنی نسبی ناتا قطع نکرے تو مین اوسکو ملاؤنگا اور جو شخص
رحم قطع کرے مین اوسکو قطع کرونگا (رواہ الترمذی وقال صحیح) قرطبی نے کہا کہ یہ مشتق ہونے کی دلیل ہی شیخ ابو علی فارسی نے کہا کہ الرحمن مختص
اللہ تعالی کے واسطے ایک اسم ہی جو جمیع اقسام رحمت کو شامل ہی یعنی رحمت صغیر وکبیر وجلیل وحقیر خواہ مومن کے واسطے ہو یا کافر کے واسطے ہو اور
خواہ دنیا مین ہو یا آخرت مین ہو عام ہی اور اسم الرحیم خاص مومنون کے واسطے ہی چنانچہ دنیا مین فرمایا کانہ بہم رؤف رحیم۔ اور خصوصیت آخرت کی
دلیل وہ حدیث ہی کہ اللہ تعالی کے واسطے سو رحمتین ہین جنمین سے اوسنے ایک رحمت کو مخلوقات مین نازل کیا کہ اوسکی مخلوق آپسمین اسکے ساتھ ایک دوسرے
پر شفقت کرتی ہی اور باقی ننانوے قیامت کے روز اللہ تعالی اپنے مومن بندون پر ظاہر فرماویگا (الصحاح) شیخ ابن المبارک نے کہا کہ الرحمن اس
صفت کی شان ہی کہ اگر اوس سے مانگو تو عطا فرماتے اور الرحیم اس صفت کی شان ہی کہ جو نمانگے اوسپر غضب فرماتے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حدیث
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالی سے دعا نمانگے اللہ تعالی اوسپر غضب فرماتا ہی (رواہ الترمذی
وابن ماجہ) بعض شاعرون نے خوب کہا ہے ۵ آدمی ہی کہ گر مانگو تو وہ خشمناک ہو اور خدا ان حق نمانگو تو وہ غصہ کرے۔ اگر کہا جاوے کہ تمنے
الرحیم کو صرف مومنون کے واسطے رحیم الآخرۃ بیان کیا حالانکہ حدیث کی دعا ماثور مین ہی یا رحمن الدنیا والآخرۃ ورحیمہما پس رحیم دنیا وآخرت کبھی کو
ہی مترجم کہتا ہی کہ ایک اسکا جواب یہ ہی کہ مومنون کے واسطے یہ اسم خاص ہی چنانچہ دنیا مین بھی فرمایا کانہ بہم رؤف رحیم لیکن چونکہ مومنون پر دنیا مین
رحیم ہونا مجرد کافرون پر ظاہر نہین ہوتا ہی بلکہ کفار اپنی معکوس نگاہ مین مومنون کو دنیا مین مجاہدہ ومشقت عبادت کے ساتھ دیکھتے ہین اور آخرت مین
اوسکا قطعی اظہار ہو جائیگا بلکہ ننانوے رحمت ذخیرہ ملکر پوری سو رحمت کے ساتھ کمال ہو گا لہذا رحیم آخرت ہی کہا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ عطاء
خراسانی سے روایت ہی کہ الرحمن سوائے اللہ تعالی کے کسیکا نام نہین ہوتا پھر الرحیم ملا دیا کہ یہ بھی سوائے اللہ تعالی کے کسیکا نام نہین ہے
(رواہ ابن جریر) حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ الرحمن اسم ممنوع ہی (رواہ ابن جریر) ابو الاشہب نے حسنؒ سے اسکی یہ تفسیر روایت کی کہ الرحمن
ایسا اسم ہی کہ اسکے ساتھ فقط اللہ تعالی کا نام رکھا گیا اور کسی شخص کی یہ طاقت نہین کہ اسکو اپنے اوپر رکھے (رواہ ابن ابی حاتم) واضح ہو کہ سورۃ فاتحہ کی فضیلت مع
تعوذ کے فضائل کے اور بسم اللہ کے فضائل ومسائل کے بیان مدنی شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جمہور قرا نے الرحیم کی میم کو کسرہ دیکر الحمد سے ملا دیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

سب تعریف اللہ کو ہی جو صاحب سارے جہان کا — بہت مہربان نہایت رحم والا — مالک انصاف کے دن کا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ـ سب تعریف ہی اللہ تعالے کے لیے **ف** یعنی جمیع محامد وثنا ازل سے ابد تک جہان کہین اور جب اسکا وجود ہو یا
ہو وہ سب ذاتی حقیقت مین اللہ تعالی ہی کے واسطے مین اور یہ سورہ چونکہ قرآن مجید مین سے ہی لہذا کلام قدیم ہی کہ جسوقت مخلوقات کا وجود ہی
نہین تھا اسیواسطے شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ الحمد للہ سے اللہ تعالی نے اپنی ذات قدس کی ثنا فرمائی اور اسکے ضمن مین البتہ بندون کو یہ حکم ہی
کہ اوسپر اسیطرح ثنا کرین گویا بندون کو حکم دیا کہ کہو الحمد للہ اور چونکہ اسم اللہ جامع صفات ہی لہذا کہا گیا کہ اس کلمہ سے اللہ تعالے کے واسطے
جمیع اسماء حسنی وصفات قدسیہ کے ساتھ ثنا ہو جاتی ہی مترجم کہتا ہی کہ پھر جب جملہ صفات کہین تو (رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) یعنی

عالمون کا پروردگار ہی۔ **ف** یہ ایک صفت خاص بندون کی تنبیہ و ترغیب کے واسطے بیان فرمائی اگرچہ اسم اللہ مین یہ صفت بھی شامل تھی
شیخ ابن جریر نے کہا کہ الحمد للہ کے معنی یہ ہین کہ حمد و شکر خالص اللہ تعالی ہی کے واسطے ہی او سکے سواے کسی مخلوق کو یا کسی بنائے ہوئے معبود کو
بالکل دخل نہین ہی کیونکہ عالمین کی ربوبیت اوسی کے واسطے کہ او سنے اپنے بندون کو او نکی عزیز جان کے مثل بکثرت نعمتین عطا فرمائین جنکا احاطہ
و شمار ممکن نہین حتی کہ اونکو طاعت کے واسطے اعضا دیے اور اونکی حفاظت کے واسطے دنیا مین رزق و غذا عطا فرمائی حالانکہ اونکو کوئی استحقاق
نہ تھا اور دیگر اسباب طاعت مہیا فرمائے اور باوجود اسکے کامل مزید احسان یہ کیا کہ انبیاء و رسل علیہم السلام اونکی ہدایت کے واسطے بھیجے جنکی
پیروی سے دار السلام جنت مین بیشمار نعمتون کے ساتھ دائمی مقام ہی پس اللہ تعالی کے واسطے اول و آخر اس کل انعام پر حمد ہی۔ مترجم کہتا ہی
کہ اللہ تعالی کا احسان اپنے بندون کے ساتھ اونکے وجود سے پہلے ہوتا ہی کیونکہ کسی مخلوق کو یہ استحقاق نہین کہ وہ پیدا کیا جائے اور شک نہین کہ
ہر شخص اپنی جان کو تمام جہان کی کل نعمتون سے عزیز جانتا ہی پس جان کی نعمت بندہ کے حق مین پہلی نعمت ہی جو اوسکو اللہ تعالی نے عطا فرمائی
پھر اوسکے جسم و جان مین جسکو ایک مجمل نعمت سمجھتا ہی اگر غور سے دیکھو تو بیشمار تفصیلی نعمتین ہین حتی کہ اگر منہ و زبان مین قصور ہو تو طرح
طرح کی غذاؤن اور اونکے مزہ سے محروم ہو اور اگر اوسکی پیدائش مین بیخانہ کا مقام نہو تو سخت درد و تکلیف کے ساتھ تڑپ کر جان شیرین
رایگان کرے اسیطرح اوسکے جسم مین لاکھون رگون کے ذریعہ سے خون کی روانی اور ہر عضو کی غذا حیوانی عجیب حکمت کے ساتھ جاری ہی ورنہ
اعضا بیکار و جسم خشک ہو جائے جیسے بغیر نہرون کی زمین اور بغیر نالیون کی کھیتیان برباد ہو جاتی ہین اسیطرح اس خون مین آبی اختلاط و
بخارات بذریعہ بالون کے مسام کے خارج کیا جاتا ہی کہ اگر خارج نہو تو بخار و غیرہ امراض سے ہلاک ہو جائے پس ہر ہر بال و مسام اوسکے واسطے شکر
گزاری کی نعمت ہی اور ہر جوڑ بند بلکہ ہر سانس کی آمد و رفت پر شکر واجب ہی بلکہ ادائے شکر بھی درستی جوارح و توفیق آلات پر میسر ہوا اور یہ خود نعمت
عظیم ہی اور ہر نعمت کا شکر اوسپر فرض ہی لیکن اسکے ادا سے عاجزی ظاہر ہی پس بندہ مومن اپنے پروردگار رب العالمین کی منتہا نعمتین
دیکھتا اور اپنی عاجزی کا اقرار کرتا ہی اور اللہ عز و جل ارحم الراحمین جسنے بے استحقاق اوسپر نعمتین ارسال فرمائین وہ اسکی عاجزی سے خوب
آگاہ ہی پس اپنے بندہ کی طرف سے درحالیکہ بندہ کے دل مین اپنی عاجزی کا یقین ہی اپنی شکر مین یہی کلمہ قبول فرماتا ہی کہ الحمد للہ رب العالمین
حدیث مین ہی کہ اللہ تعالی اپنے ایسے بندہ کو محبوب رکھتا ہی جو ایک نوالہ کھائے تو کہے الحمد للہ اور ایک گھونٹ پانی پیئے تو الحمد للہ کہے (کما فی الصحیحین)
اور اسی تاویل پر بعض علماء نے کہا کہ ہر لقمہ پر الحمد للہ کہنا مستحب ہی اور واضح ہو کہ حمد در حقیقت ثناء آلہی دل و زبان کے ساتھ ہی اور یہ چونکہ
اسی سے شکر ادا ہوتا ہی لہذا شیخ ابن جریر نے لکھا کہ جو لوگ زبان عرب جانتے ہین وہ حمد و شکر مین سے ہر ایک کو دوسری کی جگہ بولتے ہین
لہذا الحمد للہ یعنی الشکر للہ یعنی اللہ تعالی ہی کے واسطے شکر ہی پس یہ دونون برابر ہین۔ شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے حضرت جعفر صادق
اور ابن عطا صوفی سے یہی نقل کیا۔ اور ابن عباس نے فرمایا کہ الحمد للہ ہر شکر گزار کا کلمہ ہی۔ **ع (فضیلت الحمد)** ابن عباس رضی اللہ
عنہ سے روایت ہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کی مجلس مین ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خطاب کیا کہ لا الہ الا اللہ
اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر تو ہم لوگون مین معروف ہی بھلا بتلاؤ کہ الحمد للہ کیا ہی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ایک کلمہ ہی کہ اللہ تعالی
اسکو اپنی ذات پاک کے واسطے پسند و محبوب فرمایا اور اسکا کہا جانا محبوب ہی کہا (رواہ ابن ابی حاتم) یعنی اللہ تعالی محبوب رکھتا ہی کہ اوسکے
بندے الحمد للہ کہین۔ م۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب بندے نے الحمد للہ کہا تو اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میرے بندے نے میرا شکر
کیا (ابن ابی حاتم) ابن عباس نے کہا کہ الحمد للہ تو اللہ تعالی کے واسطے شکر ہی اور یہی اوسکے کمال کا یقین اور اوسکی نعمتون و ہدایت و ایجاد

وغیرہ کا اقرار ہو (ابن جریر و ابن ابی حاتم) حکم بن عمیرؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا پس وہ تیرے واسطے نعمت بڑھاویگا (ابن جریر) اسود بن سریع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے محامد کہے ہین کیا وہ آپکو سناؤن آپ نے فرمایا کہ تو آگاہ ہو کہ تیرا رب اپنے حمد کو محبوب رکھتا ہی (روا احمد و النسائی) مترجم کہتا ہی کہ ظاہر یہ محامد بطور اشعار تھے تو اس سے ثابت ہوگا کہ حمد و ثناء کے اشعار جائز ہین ولیکن جان رکھنا چاہیے کہ ہر شاعر جاہل کو یہ لیاقت حاصل نہین ہی کیونکہ بسا اوقات وہ ایک بات کو تعریف خیال کرتا ہی حالانکہ وہ ادب سے خلاف ہوتی ہی پس حمد و نعت مین کامل ادب کی لحاظ رکھنا چاہیے اور بعضے جاہل شاعر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف مین ایسے اشعار کہتے ہین جو دنیاوی بادشاہون کے واسطے کہے جاتے ہین یا معراج شریف مین ایسے سامان بیان کرتے ہین جیسے دنیا مین ممکن ہین یا دنیاوی بادشاہون کے یہان موجود ہین یہ محض بے ادبی قریب کفر ہی نعوذ باللہ من ذلک — م — جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ بہت خوب افضل ذکر ہی اور الحمد للہ افضل دعا ہی (ترمذی نسائی ابن ماجہ) مترجم کہتا ہی کہ یہ حدیث حسن ہی اور صحیح ہی کہ الحمد دعا ہی جسکو مقتدی اپنے دل سے بغیر زبان کے ادا کرسکتا ہی — م — حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر کوئی نعمت فرمائی پس اوسنے الحمد للہ کہا تو الحمد اس نعمت سے افضل ہوگی (رواہ البیہقی) یعنی جو نعمت عطا کی وہ اس بندے کو ملی اور جب اسنے اوسپر شکر کیا تو اسکے نامہ اعمال مین حمد کا ثواب بنسبت اوس نعمت کے افضل رہا چنانچہ حدیث ابن ماجہ مین صریح ہی — م — قرطبی نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ نوادر الاصول مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری امت مین سے کسی کے قبضہ مین تمام دنیا مع اپنی تمام چیزون کے آجاوے پھر وہ الحمد للہ کہے تو الحمد للہ اوس سب سے افضل ہوگی — قرطبی نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ الحمد للہ کہنے کی توفیق اوسپر تمام دنیا کی نعمت سے بہت بڑھکر نعمت ہی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ وہ ثناء آلہی اور یہ نعمت فانی ہی کمترین یہ کہ ثواب حمد الہی رہیگا بلکہ اوسکے طفیل مین نعمت دنیاوی بڑھ جاتی ہی حالانکہ دنیا فانی ہی — حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگون سے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندون مین سے ایک بندے نے کہا کہ اے رب تیرے جلال الوجہ و عظیم السلطان کے واسطے تجکو حمد ہی جیسے تیری شان کے لائق ہی پس فرشتون کو اسکا لکھنا مشکل ہوگیا حتی کہ اونھون نے جناب باری عز و جل مین عرض کیا کہ اے رب تیرے بندے نے ایسا عظیم الشان کلمہ کہا کہ ہم اوسکو لکھنے سے عاجز ہین اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندے نے کیا کہا حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی دونون فرشتون نے عرض کیا کہ اے رب اوسنے یون کہا کہ اے رب تیرے جلال الوجہ و عظیم السلطان کے واسطے تجکو حمد ہی جیسی تیری شان کے لائق ہی پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اوسکو ویسا ہی لکھدو جیسے میرے بندے نے کہا یہانتک کہ جب وہ مجسے ملیگا تو مین ہی اوسکا ثواب عطا فرماؤنگا (رواہ ابن ماجہ) شیخ نے لکھا کہ قرطبی نے ایک جماعت علماء سے نقل کیا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کہنے سے الحمد للہ رب العالمین کہنا افضل ہوتا ہی کیونکہ اسمین اللہ تعالیٰ کی توحید مع حمد و ثناء ہی اور دیگر علماء نے فرمایا کہ نہین بلکہ لا الہ الا اللہ افضل ہی کیونکہ یہ کلمہ درمیان کفر و ایمان کے حد فاصل ہی اور اسی کے واسطے لوگون پر جہاد کیا جاتا ہی حتی کہ جب وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہا تو مقبول ہو جاتے ہین کما فی الصحیحین اور حدیث دیگر مین ہی کہ سب سے افضل کلمہ جو مین نے اور مجھسے پہلے پیغمبرون نے کہا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ہی اور سابق مین حدیث جابرؓ مین گذرا کہ افضل الذکر لا الہ الا اللہ اور افضل الدعا الحمد للہ ہی — ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہی — شیخ نے لکھا کہ الحمد مین الف لام استغراق ہی یعنی حمد کے جمیع اجناس و اقسام کل ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہین چنانچہ حدیث مین بھی آیا کہ الٰہی کل حمد تیرے ہی واسطے ہی اور

کل سلطنت تیری ہی واسطے ہے اور کل خیر تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور کل امر تیرے ہی جانب راجع ہے آخر تک۔ مترجم کہتا ہے یعنے کل خیر تیرے ہی قبضۂ قدرت میں ہے۔ شیخ نے لکھا کہ عالمین جمع عالم ہے اور عالم ہر موجود کو کہتے ہیں جو سوا اللہ عزوجل کے ہے پس یہاں اوسکی جمع بیان کرنا باعتبار اقسام مخلوقات آسمانی و زمینی و خشکی و تری و جن و انس وغیرہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ الحمد للہ رب العالمین کی تفسیر میں کہا کہ حمد اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے جسکی یہ کل مخلوقات ہے جو آسمانوں میں ہے یا زمینوں میں ہے یا انکے اندر یا انکے بیچ میں ہے جسکو ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ بحکم قولہ تعالیٰ۔ ما یعلم جنود ربک الا ہو۔ کوئی شخص مخلوقات آلٰہی کو نہیں جان سکتا لیکن سلف سے اس بارہ میں بظاہر اسرائیلی روایات متعدد وارد ہیں چنانچہ شیخ نے بروایت ابو العالیہ اٹھارہ یا چودہ ہزار اور زمین کے ہر گوشہ میں تین ہزار پانسو نقل کیے بروایت ابن جریر و ابن ابی حاتم ولیکن کہا کہ ایسے کلام غریب کے واسطے دلیل صحیح کی ضرورت ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہی حق ہے حالانکہ کسی حدیث یا آیت میں تعداد مذکور نہیں ہے بلکہ صریح آیت سے اور یہ معلوم ہوا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی شخص نہیں جانتا لیکن یہ ممکن ہے کہ ان روایات میں یہ مراد ہو کہ جہانتک بندوں کو علم ہوا اوسکا بیان ہے اور کل مخلوق آلٰہی کا بیان نہیں ہو سکتا اور دلیل اسپر یہ ہے کہ ابو العالیہ نے صرف زمین کے عوالم بیان کیے ہیں کیونکہ ہر گوشہ میں تین ہزار پانچسو کے حساب سے چاروں گوشوں میں چودہ ہزار ہوئے اور اگر اٹھارہ ہزار ہوں تو ہر گوشہ میں ساڑھے چار ہزار ہوتے ہیں لہذا ان روایات کی نقل میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ جہانتک معلوم ہوا اوسکی عظمت دیکھکر تمام مخلوقات آلٰہی غیر متناہی پر قیاس کیا جاوے جس سے عظمت و کبریائی آلٰہی کا نور دل میں آوے۔ چنانچہ شیخ نے لکھا کہ سبیع حمیری سے روایت ہے کہ عالمین ہزار امت ہیں انجملہ سمندر میں چھسو اور خشکی میں چارسو ہیں اسی کے مثل سعید بن المسیب سے منقول ہے بلکہ ایک ضعیف اسناد سے حدیث بھی وارد ہے چنانچہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک سال ٹڈیوں کی قلت ہوئی کہ نظر نہ آئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا مگر کچھ پتہ نہ پایا پس غمگین ہوکر ایک سوار جانب یمن و دوسرا جانب شام و تیسرا جانب عراق روانہ کیا تاکہ دریافت کرے کہ کہیں کچھ ٹڈیاں نظر آئیں یا نہیں پھر جانب یمن جو سوار گیا تھا واپس آیا اور ایک مٹھی ٹڈیاں لاکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھیں جب آپ نے اونکو دیکھا تو تکبیر کہی پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار امتیں پیدا فرمائیں چھسو سمندر میں اور چارسو خشکی میں ہیں پس ان امتوں میں سے سب سے پہلے ٹڈیاں نیست ہونگی اور جب یہ نیست ہوئیں تو اسطرح پے در پے آفت نازل ہوگی جیسے لڑی ٹوٹ کر دانے گرتے ہیں (رواہ ابو یعلیٰ) لیکن اسکی اسناد میں ابن عیسیٰ الہلالی ضعیف راوی ہے۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اٹھارہ ہزار عالم ہے جنمیں سے ایک عالم یہ تمام دنیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ابو العالیہ کی روایت سابقہ چودہ ہزار یا اٹھارہ ہزار الا فقط ایک عالم کا بیان ہے۔ شیخ رح نے لکھا کہ مقاتل رازی رح نے فرمایا کہ عوالم اسّی ہزار ہیں۔ کعب احبار نے فرمایا کہ عوالم کی تعداد کو سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہیں جانتا۔ قرطبی نے ابو سعید خدری رض کا قول نقل کیا کہ چالیس ہزار عالم ہیں جنمیں سے ایک عالم یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ہے۔ زجاج رح نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں پیدا کیا کل کو عالم کہتے ہیں۔ قرطبی نے کہا کہ یہی صحیح ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون سے رب العالمین کی الوہیت بیان فرمائی تو فرعون نے کہا۔ وما رب العالمین۔ یعنی رب العالمین کون ہے۔ جواب دیا کہ۔ رب السموات والارض وما بینہما۔ یعنی آسمانوں و زمینوں و انکے مابین کا رب ہے۔ اور عالم مشتق از علامت ہے جو اپنے پیدا کرنے والے پر دلالت کرے کیونکہ عالم جو بحسب حکمت سے مملو ہے اپنے خالق عزوجل کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے پھر رب العالمین کی صفت بیان فرمانے کے بعد

الرحمن الرحیم ۔ دو صفت بیان فرمائیں جنکا بیان بسم اللہ میں گذرا کیونکہ رب کی تربیت میں انعام و منزلی ہوتی ہے جیسے

معلم بھی تربیت کے واسطے بچہ کو مارتا ہی تو تفصیل فرمائی کہ رب العالمین کی شان بھی رحمت و عذاب کو شامل ہی لیکن رحمت غالب ہی لہذا الرحمن الرحیم دو صیغۂ مبالغہ رحمت کے واسطے بیان فرمائے۔ اور حدیث قدسی مین ہی کہ میری رحمت نے میرے غضب پر سبقت فرمائی ہی (کما فی الصحیح) اور خود قرآن مین فرمایا۔ ورحمتی وسعت کل شیء۔ یعنی میری رحمت ہر چیز کو شامل ہی۔ پھر اسکے بعد خوف دلانے کے لیے فرمایا۔ **مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ** ۔ یعنی روز جزا کا مالک ہی۔ **ف** حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو عقوبت ہی اگر وہ مومن کو پورے طور پر معلوم ہو جاوے تو کوئی اسکی جنت کی طمع نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو رحمت ہی اگر وہ کافر کو معلوم ہو جائے تو کوئی اوسکی رحمت سے نا امید نہ ہو (صحیح مسلم) اور اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالیٰ۔ الملک القدوس المؤمن المہیمن الآیہ۔ مین مومن اپنا اسم صفت فرمایا اور اپنے بندہ مومن کا بھی یہ نام فرمایا پس مومن بھی صفت غضبی سے متصف ہوتا ہی تو اوسکو نفس و شیطان کے مقہور کرنے کے واسطے کام مین لاتا ہی تاکہ اللہ تعالیٰ کی زمین سے فتنۂ کفر و معصیت مٹ جاوے اور اسیواسطے جہاد مشروع ہی مگر اوسوقت تک کہ کفار توحید الٰہی پر عبادت کرنے والے کو ایذا دیں یا مانع ہوں حتی کہ اگر جزیہ و اطاعت کا اقرار کریں تو اونسے تعرض نہیں کیا جائیگا بلکہ ترحم کے ساتھ اونکے جان و مال کی حفاظت کیجائیگی کیونکہ جب اونھون نے دنیا اختیار کی اور اسکے پیچھے آخرت کا عذاب الٰہی گوارا کیا تو دنیا مین کمی نہوگی اگرچہ اونکی حماقت پر تاسف کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ترحم ہر چیز کے ساتھ ہی حتی کہ حدیث شریف مین آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ ترحم فرض کیا ہی پس جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو خوبی کے ساتھ یعنی آہستہ تیز چھری سے ساتھ راحت دو اور جب تم کسی قاتل سے قصاص لینا چاہو تو خوبی کے ساتھ قصاص لو (السنن) صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ کیا ان جانورون مین بھی ہمکو ثواب ہی فرمایا کہ ہر جاندار جگر والے کی پرداخت مین ثواب ہی (السنن) اور احادیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک باغ مین داخل ہوئے تو اوسمین ایک خستہ اونٹ نے آپکو دیکھکر فریاد کی پس آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کسکا اونٹ ہی جب وہ حاضر ہوا تو اوس سے فرمایا کہ یہ اونٹ شکایت کرتا ہی کہ مجھسے کام بہت لیا جاتا اور چارہ بہت کم دیا جاتا ہی اوس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ میرا اونٹ نہیں ہی بلکہ یتیمون کا ہی اس حدیث مین بھی آپ نے جانورون پر ترحم کی تاکید فرمائی۔ اور احادیث مین ہی کہ ایک شخص جاتا تھا پس اوس نے ایک کنوین کے گرد ایک کتا دیکھا جو زبان نکالے کیچڑ چاٹتا ہی اور پیاس سے مضطر ہی اوس نے اپنا موزہ نکالکر اوسکے ذریعہ سے کتے کو سیراب کیا پس اللہ تعالیٰ نے اسکے شکریہ مین اس شخص کو بخش دیا (البخاری) اور روایت ہی کہ اگلے زمانہ مین ایک فاجرہ عورت تھی اوس نے بھی ایسیکے مانند ترس کھا کر ایک کتے کو پانی پلایا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اوسوقت کے پیغمبر کو وحی فرمائی کہ مین نے اسکو بخش دیا (الصحیح) اور احادیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم مین داخل ہوئی جسکو اوس نے بند کر دیا تھا نہ اوسکو کھانا دیتی اور نہ چھوڑتی کہ وہ کیڑے مکوڑے کھاجے یہانتک کہ بھوک پیاس سے تڑپکر مرگئی (الصحیح) اور حدیث مین ایسے شخص کی مذمت وارد ہی جو تھوڑی دور جانیوالا ہو جہان بغیر مشقت کے پیدل پہونچ سکتا ہی مگر وہ جانور کو تکلیف دیکر اوسکی پیٹھ پر سوار ہو کر جائے (الترمذی وغیرہ) حدیث مین ہی کہ ارحم الراحمین اونھین بندون پر رحم کرتا ہی جو رحم کرنے والے ہین پس تم زمین والون پر رحم کرو کہ مالک آسمان تم پر رحم فرماویگا (الترمذی وغیرہ) پس ترحم کے بارہ مین احادیث کثیرہ ہین جس سے بندہ کے درجات بلند ہوتے ہین اور جو لوگ کسی جاندار کو ایذا پہونچاوین وہ دنیا مین بدکردار ہین کہ امتحان مین ڈالے گئے ہین اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے مخلوق کا قادر ہی کوئی مخلوق اوسکے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی لیکن موذی بدکردار لوگ اپنے اعمال مین مبتلا ہین جنکے واسطے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا دن روز جزا مقرر فرمایا ہی اور اوس دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب مخلوق کا ظاہری اختیار بھی سلب ہو جائیگا اور وہ قطعاً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوگا اسیواسطے مالک یوم الدین فرمایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بعض قاریون نے ملک یوم الدین پڑھا یعنی بادشاہ روز جزا اور دوسرے قاریون نے مالک یوم الدین

پڑھا اور یہ دونوں قرأتیں صحیح متواتر قراءت سبعہ میں سے ہیں۔ اور زمخشری نے کہا کہ حرمین مکہ و مدینہ کے لوگ مالک پڑھتے ہیں۔ اور ابوبکر بن ابی داود نے
امام زہری سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ رضی اللہ عنہم کی قرأت مالک یوم الدین تھی۔ ضحاک نے
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مالک یوم الدین کے یہ معنے ہیں کہ اس دن کسی شخص کو حکم کی قدرت نہ ہوگی جیسے دنیا میں بادشاہوں کو ہوتی
ہے۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو مقبوض اور آسمانوں کو کہ ان میں پیچیدہ کرکے
فرمائیگا کہ بادشاہ میں ہوں وہ کہاں ہیں جو زمین کے بادشاہ تھے گردنکش کہاں ہیں متکبر کہاں ہیں (الصحیحین) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وخشعت الاصوات
للرحمن فلا تسمع الا ہمسا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے واسطے آوازیں پست ہوجاوینگی پس سوائے سنسناہٹ کے کچھ نہیں سنا جائیگا۔ وقال تعالیٰ۔ لا یتکلمون
الا من اذن لہ الرحمن۔ یعنی جسکو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی اوسکے سوائے کسی کو بولنے کی مجال نہ ہوگی۔ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ
کے نزدیک حقیر نام وہ شخص ہے جسکو شاہنشاہ کہا جاوے (الصحیحین) روز جزا میں ہر ذرہ ذرہ نیکی و بدی ظاہر ہوجاویگی چنانچہ فرمایا فمن یعمل مثقال
ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ پس ہر نیکی و بدی اگرچہ ذرہ برابر ہو آدمی کے سامنے موجود ہوگی لہذا حدیث میں وارد ہے کہ دانا عقلمند وہ شخص ہے
جسنے اپنے نفس سے دنیا میں حساب کیا اور بعد موت کے لیے کام کیا اور عاجز نادان وہ ہے جو نفس کی خواہش میں پڑا اور اللہ تعالیٰ پر خواہشیں باندھیں
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے نفوس کا حساب کرلو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جاوے اور اپنے اعمال نفس تول لو قبل اسکے کہ میزان
میں تولا جاوے اور اوس بزرگ پیشی کے واسطے آراستہ ہو کہ جب ایسے پاک عزوجل کے حضور میں پیش کیے جاؤ گے جسپر تمہارے اعمال میں سے کچھ
بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حساب و وزن اعمال و جزاء افعال کا تفصیلی بیان انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مواقع پر آویگا پس ہر عمل نیک
ایکان ہے۔ بعض علماء نے لکھا کہ جب بندہ اس سورہ کی قرأت میں مالک یوم الدین تک سوچا تو گویا اوسنے لوث و بدبینی چھوڑ کر خلوص کے
ساتھ اخلاص کا اقرار کیا۔ **اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝** تیری ہی ہم عبادت کرتے اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ ف۔
بعض سلف نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ جیسے قرآن کا بھید ہے ویسے ہی سورۂ فاتحہ کا بھید یہ آیت ہے پس ایاک نعبد سے بندہ بدبینی و شرک سے بیزار
ہوا یعنی ہم خالص تیری ہی عبادت کرتے ہیں پھر چونکہ اسمیں بھی اپنی قوت کا دعوی تھا گویا ہمکو یہ قوت حاصل ہے کہ ہم خالص عبادت کریں اور
یہ بھی شرک میں داخل ہے لہذا وایاک نستعین سے یہ دعوی بھی چھوڑدیا یعنی اپنی جانب نسبت کرنے سے بھی بیزار ہو کر تیری ہی جانب تفویض کرتے
ہیں کہ جو خالص عبادت ہمسے سرزد ہو وہ تیری ہی عنایت ہے اور تیری ہی توفیق قوت سے ہوگی۔ شیخ رح نے لکھا کہ اس مقام پر بندے
نے خطاب کے ساتھ عرض کیا تو گویا بھید یہ ہے کہ جب بندہ حضور الٰہی عزوجل میں حاضر ہوا اور اوسنے حمد و ثنا کی اور جانا کہ وہ مالک روز جزا
ہے جسپر کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے تو اپنی اس حالت پر متنبہ ہو کر جان گیا کہ میں اوسکے حضور میں اس طرح حاضر ہوں کہ میرے ظاہر
و باطن ذرہ ذرہ پر اوسکا علم محیط ہے تو اوسنے اخلاص کی التجا اور توفیق کی دعا کی لہذا عرض کیا کہ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ

چلا ہمکو راہ سیدھی راہ اونکی جنپر تو نے فضل کیا نہ جنپر غصہ ہوا

عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

اور نہ بھٹکنے والے

یعنی اوسنے عبادت کے واسطے دعا مانگی کہ۔ **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** ۔ یعنی ہمکو راہ مستقیم کی ہدایت فرما۔ ف۔

صراط مستقیم لغت عرب مین ایسی راہ کو کہتے ہین جسمین کجی نہو پھر یہ لفظ اونکی زبان مین ہر ایسے قول و فعل کے واسطے بھی مستعمل ہوا جو ٹھیک درست
ہوا اور ہدایت کے دو معنے آتے ہین ایک رہنمائی جیسے کسی نے دوسرے کو مسجد معلی کا راستہ بتایا کہ تم اس طرح ان نشانات پر چلے جاؤ اور راہ مین فلان
فلان مقامات پر فلان فلان قسم کے چور ہین اور اونسے بچنے کی فلان فلان ترکیب ہے اور یہ معنی راہ آخرت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
ہدایت ہے کہ آپ نے لوگون کو جنت و رضوان الٰہی کا راستہ بتلایا اور اس راہ باریک مین جسمین عقل و حواس کام نہین کرتے ہین پوشیدہ دشمنان
یعنی شیاطین جن و انس و ذریات ابلیس وغیرہ سے جو خطرات ہین ونسے آگاہ فرمایا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ راہ اصلاح قلب و انوار طاعت سے ہوتی ہے لیکن قلب مین جو
نور پیدا ہوتا ہے وہ شیطان بندہ کو غافل پاکر ضائع کرتا ہے اور اسکی کیفیت احادیث مین مذکور ہے جنکا بیان اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پھر منجملہ آپکی ہدایت کے ایک امر
بھی ہے کہ تم لوگ پانچون وقت نماز فریضہ مین اور دیگر سنن و نوافل مین بھی اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگو کہ اہدنا الصراط المستقیم تو اسمین ہدایت کے دوسرے معنی مراد ہین یعنی مقصود تک
پہونچانا پس اگر سوال کیا جاوے کہ جو شخص ایمان لایا وہ صراط مستقیم پر آیا پھر اب وہ کس صراط مستقیم کی درخواست کرتا ہے جواب مترجم کے بیان سے نکل سکتا ہے اور اوسکی
توضیح سے پہلے دیگر علماء کا جواب نقل کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمکو راہ مستقیم کی ہدایت کر یعنی راہ مستقیم پر برابر قائم رکھ یہ بھی جواب عمدہ ہے اور عوام کی
فہم کے لائق ہے اور جواب مترجم کی توضیح یہ ہے کہ ایمان و تقویٰ کے مراتب ہین اور بعض احادیث مین اسکو ایمان و احسان سے تعبیر فرمایا گیا اور زیادہ
تفہیم کے واسطے یون سمجھنا چاہیے کہ پہلا مرتبہ خلوص یقین مع ادائے فرائض و واجبات ہے اور یہ مرتبہ اون بندون کے واسطے ہے جنکو عرف مین
لوگ اولیاء اللہ کہتے ہین لیکن عوام اسکے ساتھ کچھ کشف و کرامت دیکھا کرتے ہین حالانکہ اکابر اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے نزدیک کشف و کرامت
کوئی عجیب چیز نہین ہے حتی کہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم جنکے مثل ہونا غیر ممکن ہے کشف و کرامت کی تلاش نہین کرتے تھے کیونکہ معارفت الٰہیہ مین
اونکو مراتب عالیہ سے عقل کامل حاصل تھی پھر اس سے اعلیٰ مرتبہ شہادت ہے کہ اپنا جان و مال اللہ تعالیٰ کی توحید بلند ہونے کے واسطے خالص اوسکی
رضامندی مین قربان کیا پھر اس سے اعلیٰ مرتبہ صدیق کا ہے پھر اوس سے اعلیٰ مرتبہ نبوت ہے لیکن نبوت کے اقرار اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے معین فرمائے تھے کہ
حضرت محمد خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمائے اور آپ کے بعد قطعاً کوئی پیغمبر نہین ہوگا پس کوئی شخص نبوت کے واسطے کوشش نہین
کرسکتا لیکن راہ نبوت کی کوشش کرنا اس غرض سے ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہمراہی نصیب ہو جیسے خاص صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حضوری نصیب ہے پس جب بندہ نے نعمت ایمان کی رہنمائی پائی تو وہ ہر وقت نماز مین اللہ تعالیٰ عزوجل سے بہت عمدہ طریقہ پر بعد
حمد و ثنا و اظہار خلوص کے راہ مستقیم پر پہونچائے جانے کی درخواست کرتا ہے اور جو ایک درجہ پر پہونچ گیا وہ اس سے عالی درجہ کی درخواست کرتا ہے
الٰہی مجھکو راہ مستقیم تک پہونچادے یعنی۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ اون لوگون کی راہ تک جنپر تونے انعام فرمایا ہے
ف۔ اور اللہ تعالیٰ نے جن لوگون پر انعام فرمایا اونکا ذکر اس آیت مین ہے۔ اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین
والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ یعنی انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین یہی بندے ایسے لوگ ہین جنپر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور ہمراہی
کے واسطے یہ لوگ کیا خوب ہین۔ یعنی جس بندہ کو انکی رفاقت و انکا ساتھ نصیب ہوا وہ نہایت بلند درجات و فردوس جنات مین بے مثل
عیش مین پہونچ گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائی درجہ والون یعنی صالحین کے لیے وہ نعمتین مہیا فرمائی ہین کہ کسی آنکھ نے نہین دیکھین اور کسی کان نے
نہین سنین اور نہ کسی بشر کے دل پر اونکا تصور گذرا (کما فی الصحیح) پس جب صالحین کے یہ مراتب ہین تو اعلیٰ درجات کو کون قیاس کرسکتا ہے پس
حاصل یہ ہوا کہ بندہ ابتداء مین رہنمائی پاتا ہے اور اسی رہنمائی پر مقصود تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے اور پہونچانا ایک فعل ہے جسکا خالق اللہ
عزوجل ہی ہے پس درخواست کرتا ہے کہ الٰہی مین چلتا ہون اور تو ارحم الراحمین ہے تو اپنے فضل سے مجھے صراط مستقیم تک پہونچا دے یعنی اوس

راہ تک جس سے تیرے ایسے بندے پہنچے جنپر تونے انعام فرمایا ہی۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صراط مستقیم کتاب الٰہی عزوجل ہی (ابن ابی حاتم وابن جریر ورواہ احمد والترمذی موقوفا) اور یہی عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ سے مروی ہی۔ اور ضحاک و میمون بن مہران و ابو صالح و ابو مالک نے ابن عباس رض سے اور مرۃ الہمدانی نے ابن مسعود و دیگر صحابہ رضی اللہ
عنہم سے روایت کی کہ صراط مستقیم دین اسلام ہی اور یہی قول حضرت جابر و محمد بن الحنفیہ و عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہی۔ مترجم کہتا ہی
کہ صراط مستقیم درحقیقت یہی اسلام ہی جو قرآن مجید سے ظاہر ہوتا ہی جو اوسے بذریعہ تعلیم حاصل کیا لیکن یہ تعلیم فقط رہنمائی ہی اور اوسکے موافق
ہو پہنچنا اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے ہی کیونکہ حدیث میں ہی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی محافظت پر قائم رہنے کی نصیحت فرمائی تو عقلاء
صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اسکا خوف نفرماوین کیونکہ ہم پڑھتے ہین اور ہم اپنی اولاد کو پڑھاوینگے اور ہماری اولاد اپنی
اولاد کو پڑھاویگی یعنی یہ سلسلہ برابر باقی رہیگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب کے طور پر فرمایا کہ میں تجھے فقہاء مدینہ سے جانتا تھا بھلا اگر تو نے
یہ بات کہی کیا تو نہیں دیکھتا ہو کہ ان یہود و نصاری کی بغل میں کتاب ہی پھر کچھ انکو فائدہ دیتی ہی (السنن یعنی) ان لوگون کی یہ حالت ہی جو اللہ تعالیٰ
نے فرمائی کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ جیسے گدھا اپنے اوپر کتابون کا بوجھ لادے ہی الحاصل پڑھکر لفظی بحثین جدال میں اور رعونت کے فخر و
افتخار میں عمر برباد کرتے ہین اور اہتداء و انوار کچھ نہیں پاتے ہین بلکہ حماقت سے اوسکو دنیا کمانے کا آلہ بناتے ہین جیسے ہمارے شیخ اعلی اللہ درجاتہ
مولوی روم علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھا ع علم را بر تن زنی مارے بود + علم را بر دل زنی یارے بود اسکا حاصل یہ ہی کہ اگر علم کے ذریعہ سے اپنے فوائد
حاصل جنکا مدار صرف جسمانی زندگی تک ہی تو ایسے عالم کے حق میں اوسکا علم سیاہ سانپ سے بدتر ہی کیونکہ حدیث میں تین فریق جنکے ذریعہ سے جہنم
کی آگ بھڑکیگی ایک عالم ہی جسنے علم کو بے محل صرف کیا چنانچہ حدیث مذکور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگی جیسے عالم متقی کی نصیحتون میں بھی بات
قرآنی آ دینگے شیخ رح نے لکھا کہ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم ایک
مثل فرمائی یعنے ایک صراط مستقیم بنائی اور صراط کے دونون جانب دیوارین ہین جنمین بغیر کواڑ کے دروازہ ہین اور دروازون پر پردے لٹکتے ہین اور
صراط کے سرے پر پکارنے والا کہتا ہی کہ ای لوگو سب کے سب اس راہ میں داخل ہو اور ٹیڑھی راہ مت جاؤ اور دوسرا پکارنے والا اس راہ کے بالائی
سرے پر موجود ہی تو جب کوئی شخص راہ چلنے والون میں سے ان دروازون میں سے کوئی دروازہ کھولنا چاہتا ہی تو آواز دیتا ہی کہ ارے بیوقوف
یہ دروازہ مت کھول کیونکہ اگر اسکو کھولیگا تو اسکے اندر چلا جائیگا پھر اس مثل کا بیان فرمایا کہ یہ صراط تو اسلام ہی اور دونون دیوارین حدود
الٰہی ہین اور دروازے وہ چیزین ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہی اور صراط کے سرے پر پکارنے والا کتاب الٰہی ہی اور بالائی سرے پر پکارنے والا
ہر مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک واعظ ہوتا ہی (رواہ احمد وابن ابی حاتم وابن جریر والترمذی والنسائی واسنادہ حسن
صحیح) حضرت مجاہد رح نے فرمایا کہ صراط مستقیم سے مراد حق ہی عاصم احول رح نے روایت کی کہ حضرت ابو العالیہ رح نے فرمایا کہ صراط مستقیم آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہین۔ عاصم رح نے کہا کہ پھر میں نے جاکر حسن بصری رح سے یہ بات بیان کی
تو فرمایا کہ ابو العالیہ نے سچ فرمایا اور بہت اچھی نصیحت فرمائی (رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر) شیخ رح نے کہا کہ یہ سب اقوال صحیح ہین کیونکہ حدیث میں
آیا کہ تم لوگ ان دونون کی اقتدا کیجیو جو میرے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہین (البزار وغیرہ) پس جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور شیخین رح کی اقتدا کی تو وہ حق کا تابع ہوا اور جو حق کا تابع ہوا وہ اسلام کا تابع ہوا اور جو اسلام کا تابع ہوا وہ قرآن مجید کا تابع ہی پس یہ سب
اقوال صحیحہ متلازمہ ہین اسیطرح یہ قول جو حضرت عبداللہ بن مسعود رض نے فرمایا کہ صراط مستقیم وہی ہی جسپر ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا

(رواہ الطبرانی) مترجم کہتا ہے کہ یہ قول نہایت عمدہ ہے لہذا امام ابوجعفر بن جریرؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہی تاویل نہایت اولیٰ ہے اور شیخ
ابن کثیرؒ نے بھی اسکو پسند کیا پھر لکھا کہ بندہ کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے اهدنا الصراط المستقیم کی دعا کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس سے ثبات قرار
و اعمال صالحہ کی توفیق مراد ہے مترجم کہتا ہے کہ حدیث میں آیا کہ آدمیوں کے قلوب قبضۂ قدرت الٰہیہ میں ہیں وہ انکو جیدھر چاہتا ہے پھیرتا ہے
(الصحیح) لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں آیا کہ الٰہی میرے دل کو اپنے دین پر ثابت برقرار رکھیو (الصحیح) پس حاصل یہ نکلا کہ بعد ایمان کے
بندہ جہانتک ممکن ہے اپنے رب عزوجل سے صراط انبیاء و صالحین پر قائم رہکر مقصود تک پہونچنے کی درخواست کرتا رہے کیونکہ رہنمائی کے موافق
پہونچ جانا لازم نہیں ہے کیونکہ پہونچانا بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے پیدا ہوتا ہے اور کسی مخلوق کو کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے یہی
حق اور یہی صحابہ و تابعین و جمیع اہل سنت کا اعتقاد ہے اسیواسطے درخواست کرے کہ رہنمائی کے موافق صراط صالحین میں پہونچایا جاوے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ نہ راہ اون لوگون کی جنپر تو نے غضب کیا اور نہ راہ اون لوگون کی جو بھٹکے
ہوئے ہین۔ ف یعنی الٰہی ہم تجھسے صالحین کی راہ مانگتے ہین کہ جس طرح تو نے اونکو مقصد پر پہونچا دیا اوسی طرح ہمکو پہونچا دے اور ہم تجھسے
ایسے لوگون کی راہ سے پناہ مانگتے ہین جنپر تو نے غضب کیا اور جو گمراہی مین پڑے ہین شیخ نے لکھا کہ اس آیت کو بدون واو عطف کے بیان
کرنے مین زیادہ تاکید ہے جس سے معلوم ہوا کہ صرف ایک راہ صراط المستقیم مانگتے ہین جسکے معنی یہ ہین کہ وہ انبیاء و صالحین علیہم السلام کی راہ ہے
برخلاف راہ مغضوب علیہم و ضالین کے پس مغضوب وہ لوگ ہین جنکی ارادت خراب ہوئی کہ اونھون نے حق کو جانکر اوس سے منہ موڑا اور وہ یہود
ہین اور غضب الٰہی اونپر لازم ہوگیا چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ فباؤ بغضب علی غضب۔ کی تفسیر مین آویگا اور اسی طرح جو لوگ یہودیون کے مشابہ ہون وہ
بھی اون مین داخل ہین اور ضالین سے وہ لوگ مراد ہین جنھون نے حق ہی کو نہین پہچانا اور گمراہی مین بھٹکے پھرتے ہین اور وہ نصاری ہین اور اسی طرح
جو لوگ نصرانیون کے مشابہ ہون وہ بھی انہین مین شامل ہین۔ امام احمد نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
سوارون نے میری قوم پر جہاد کیا اور میری پھوپھی اور کچھ لوگونکو پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میری
پھوپھی کا حال بیان کیا پس میری پھوپھی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا ایلچی دور گیا اور اولاد منقطع ہوگئی اور مین بہت بڑھیا ہون کہ کسی خدمت کے
لائق نہین ہون پس آپ مجھپر احسان کیجیے اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرماوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا ایلچی کون ہے اوسنے کہا کہ عدی
بن حاتم ہے آپ نے فرمایا کہ وہی جو اللہ و رسول سے بھاگ گیا میری پھوپھی نے عرض کیا پھر آپ مجھپر احسان فرماوین پھر جب آپ واپس ہوئے تو آپکے
پہلو مین ایک شخص تھا اور میری پھوپھی کی رائے مین وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اونھون نے کہا کہ ای عورت تو سواری مانگ پس اوسنے مانگی تو آپ نے
اوسکے لیے سواری دینے کا حکم دیا پھر میری پھوپھی واپس میرے پاس آئی اور بولی کہ آپ نے ایسا کام کیا جو تیرا باپ نہین کرسکتا تھا چنانچہ
آپکے پاس فلان شخص آیا اور اوسکو بھلائی ملی اور فلان دیگر آیا اور اوسنے بھی نیکی پائی یہ سنکر مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
حاضر ہوا اور اوس وقت آپکے پاس ایک عورت اور دو بچے حاضر تھے عدی نے کہا کہ مین نے عظمت نورانی سے پہچانا کہ یہ کوئی دنیاوی
کسری و قیصر نہین ہے پس آپ نے فرمایا کہ ای عدی کون چیز تجکو بھگاتی ہے کہ تو لا الہ الا اللہ کہے کیا سواے اللہ تعالیٰ کے تو کوئی معبود جانتا ہے اور
کون چیز تجکو بھگاتی ہے کہ تو اللہ اکبر کہے کیا تو اللہ عزوجل سے کوئی چیز اکبر جانتا ہے عدی نے بیان کیا کہ مین مسلمان ہوگیا پس مین نے دیکھا کہ آپکا
چہرہ مبارک خوشی سے لہلہانے لگا اور آپ نے فرمایا کہ یہود تو مغضوب علیہم ہین اور نصاری ضالین ہین (رواہ احمد والترمذی) اور یہی معنی
عبد الرزاق نے حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اور ابن مردویہ نے حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیے اور

یہی حضرت ابن عباس و ابن مسعود و جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے مروی ہے حتی کہ شیخ ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ مفسرین
کے درمیان اسمیں کچھ اختلاف ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ جہاں تک معلوم ہے یہ اجماعی تفسیر ہے اسیواسطے شیخ سیوطی رحمہ نے اپنے تفسیر لکھنے والوں سے تعجب
کیا کہ جنکو حدیث و آثار کا علم نہیں ہے اور اپنی رائے سے معنے لگاتے ہیں چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں بعض نے قریب دس یا زیادہ کے اختلافی اقوال
نقل کر گیا حالانکہ سلف صالحین جنپر تفسیر کا مدار ہے اون میں کچھ بھی خلاف نہیں کہ جنپر غضب کیا گیا وہ یہود ہیں اور جو گمراہ ہوا وہ نصاریٰ ہیں۔ مترجم
کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ جیسے یہود و نصاریٰ کی راہ سے بیزاری مقصود ہے اسیطرح جمیع فرقۂ کفر مجوس و ہنود وغیرہ کی راہ سے بھی بیزاری مقصود ہے تو یہود و
نصاریٰ کی تخصیص سے کیا مطلب ہے اسکا آسان جواب یہ ہے کہ یہود دونوں فرقہ باوجود آسمانی کتاب و رسول پانے کے گمراہ ہیں یا غضب کیے گئے ہیں
تو دوسرے بت پرست و آتش پرست وغیرہ بدرجۂ اولیٰ گمراہ یا مغضوب علیہم ہیں تو وہ بالضرور ان میں شامل ہیں کیونکہ جو شخص اندھیری رات کی
تاریکی سے پناہ مانگے اور اوسکو پناہ دیجاوے تو قبر کی تاریکی سے بالضرور اوسکو پناہ ملیگی کیونکہ یہ تاریکی اوس سے بدرجہا زائد ہے اور تحقیق جواب یہ ہے
کہ جب بندہ ایمان لایا اور رہنمائی کے موافق یقین کرکے مقصود اصلی کی طرف چلا تھا ایمان لاتے ہی وہ کفر و شرک سے الگ ہو گیا کیونکہ کفر و شرک
کے واسطے کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے پس اوسنے آسمانی کتاب کے موافق ہدایت مانگی لیکن یہود و نصاریٰ ایسے دو فرقہ موجود ہیں جنکو آسمانی
کتاب کی ہدایت ملی لیکن ہدایت الٰہی یعنی مقصود تک پہنچانا اونکو نصیب نہ ہوا لہذا اونکی راہ سے پناہ مانگی اور اس سے خوب واضح ہوا کہ جو شخص
ایمان لایا و یقین کامل پایا ہر چند کہ وہ علم شریعت میں عالم ہو جاوے تو بھی اسپر فرض ہے کہ اوقات شب و روز میں خصوصًا پنجوقتی فرض میں اہدنا
الصراط المستقیم سے آخر تک بہت ادب سے دعا مانگتا رہے اور ذرا غور کرو تو معلوم ہو کہ یہی نعمت عظمیٰ ہے جسکے لیے بندہ نے کمال درجہ تملق سے
اپنے رب جل شانہ کی حمد و ثنا کی و اخلاص کا اقرار کیا پھر کمال آرزو سے قبولیت کے وقت اپنی اعلیٰ مراد مانگی اور یہ مراد اسکو ضرور حاصل ہو جاتی ہے
کیونکہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صلوٰۃ یعنی سورۂ فاتحہ میرے درمیان اور میرے بندہ کے درمیان منقسم یعنی نصفا نصف
ہے پس اس سورہ کا نصف میرے واسطے اور نصف میرے بندے کے واسطے ہے اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ اوسکے لیے حاصل ہے جب
بندے نے الحمد للہ رب العالمین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی اور جب بندے نے الرحمن الرحیم کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ میرے بندے نے میری ثنا کی پھر جب بندے نے مالک یوم الدین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور جب بندے نے
ایاک نعبد و ایاک نستعین کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے درمیان اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ اوسکو
عطا ہوا پھر جب بندے نے کہا اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے
بندے کے واسطے ہے اور جو کچھ میرے بندے نے مانگا وہ اوسکو عطا ہوا (صحیح مسلم وغیرہ) اس سے ایک یہ فائدہ ہے کہ جب کوئی سورۂ فاتحہ پڑھے
تو مراد کامل حاصل ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عطیہ دیا اور وعدہ میں خلاف نہیں ہے اور فائدہ دوم یہ کہ اول کی تین آیات تو اللہ تعالیٰ کی حمد و
ثنا و تمجید ہیں اور آخر کی تین آیات بندے کے واسطے ہیں اور درمیانی ایک آیت مشترک ہے پس جملہ سات آیات ہیں اور اوسکی ابتدا الحمد للہ رب
العالمین سے ہے اور بسم اللہ اسمیں داخل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم (مسئلہ) ولا الضالین میں ضاد کا مخرج مشکل ہے کہ وہ اول کنارۂ زبان اور
اوسکے متصل واڑھوں سے ہے پس اگر اس حرف کا ادا کرنا مشکل ہو تو کیا اسکے مشابہ ظا و زا منقوطہ ہے یا دال بے نقطہ ہے جواب یہ کہ اصل میں
ضاد نکالنے کا قصد کرے کیونکہ حرف کی تبدیل جائز نہیں ہے لیکن جب اوسنے ضاد کا قصد کیا اور وہ ادا ہوا تو اوسکے مشابہ ظا منقوطہ سے نکلے گی
جیسا کہ فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ میں مذکور ہے اور مترجم نے فتاوی ہندیہ و عین الہدایہ میں ترجمہ ذکر کیا ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ صحیح مذہب

ہو کہ ضاد کی آواز میں خلل ہو کر ظار منقوطہ کی آواز نکلنا مغفور و معاف ہی کیونکہ ضاد و ظاء کا مخرج متقارب ہی تو ایک کو دوسرے کی جگہ نکالنا معاف
ہی جبکہ اوس سے ضاد ادا نہو سکے واللہ تعالیٰ اعلم ـ اور بعضوں نے یہان ایک حدیث بنائی کہ ضاد ادا کرنے مین مین سب سے فصیح ہون شیخ نے کہا
کہ یہ موضوع بے اصل ہی ـ مترجم کہتا ہی کہ اسیطرح دیگر موضوعات مین گر ہی اور واضح ہو کہ اس سورۂ مقدسہ مین جو سات آیات ہین بہت سے مدارک عالیہ شامل ہین ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد
و ثنا و تمجید و ذکر اسم اللہ و اسماء حسنیٰ ہی ـ دوم ذکر معاد و روز قیامت ہی ـ اور سوم اللہ تعالیٰ کے واسطے اخلاص عبادت اور اوسی سے استعانت ہی اور اپنی محتاجی
و بیزاری ہی جسمین تنبیہ ہی کہ الوہیت خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہی اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات و افعال مین شریک سے پاک ہی ـ چہارم بندون کو ادب دعا کی تعلیم ہی کہ پہلے
اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ایسے اسماء و صفات کے ساتھ ادا کرین جو رحمت کے نام ہین پھر دعا مانگین ـ اور حدیث مین آیا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ پر درود پڑھین
چنانچہ نماز مین بھی آخر مین درود پر ختم کرتے ہین ـ پنجم ارشاد ہی کہ صراط مستقیم سے وصول ہوا ایک مقصد اعلیٰ ہی ـ ششم و اصلین اہل انعام کا جوار
ڈھونڈھے جو انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین ہین اور معلوم ہوا کہ انکو جو بزرگیان حاصل ہین وہ محض انعام الٰہی عز و جل ہی اور معلوم ہوا کہ
انعام دینے والا اور رہ راست سے واصل کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہی کہ وہی خالق افعال ہی ـ ہفتم اللہ تعالیٰ کے غضب و اضلال سے خوف کرکے
مغضوب علیہم و ضالین کی راہ سے پناہ مانگے اور جس طرح باطن مین پناہ مانگتا ہی اسی طرح ظاہر مین بھی اونکے طریقہ و وضع و خیالات سے پناہ
چاہیے اسیواسطے گمراہون کی مشابہت حرام ہی اور جب ظاہری شکل مین اونسے مشابہت حرام ہی تو باطنی خیالات مین مشابہت حرام بلکہ کفر
ہی اور واضح ہو کہ یہود و نصاریٰ کو توریت و انجیل عطا ہوئی جو ہدایت کے واسطے کافی تھی مگر وہ لوگ مقصد تک نہین پہونچے تو اس سے علماء کو بھی
عبرت ہونا چاہیے کہ خالی علم پڑھ لینے سے واصل نہین ہوتا بلکہ جب علم کے موافق اللہ تعالیٰ ہدایت فرماوے تو مراد کو پہونچتا ہی ـ (مسئلہ)
جو شخص سورۂ فاتحہ پڑھے اوسکو بعد ختم کے آمین کہنا مستحب ہی اور اسکے معنے یہ ہین کہ اے رب قبول فرمالے بلکہ ہر دعا کے بعد آمین اولیٰ ہی اور نماز
مین بھی بعد فاتحہ کے آمین کہے خواہ امام ہو یا مقتدی ہو یا منفرد ہو اور اسمین ائمہ علماء متفق ہین سوا اسکے کہ بعض سے منقول ہی کہ امام نہ کہے
لیکن صحیح یہ کہ امام بھی کہیگا پھر جہری نماز مین کیا امام و مقتدی آواز سے آمین کہے یا آہستہ کہے جواب یہ کہ اسمین علماء کا اجتہاد مختلف ہی
بعض کے نزدیک جہر سے کہے اور بعض کے نزدیک آہستہ کہے لیکن اگر امام کو تعلیم دینا مقصود ہو تو وہ جہر سے کہے تاکہ مقتدیون کو آمین کہنے کا
موقع و محل معلوم ہو جاوے اور اسمین کچھ خلاف نہین ہی ـ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ آمین مستحب ہونے کی دلیل حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہی
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھکر آمین کہی اور اسکے ساتھ اپنی آواز دراز کی اور دوسری روایت
مین ہی کہ آواز بلند کی (احمد و ابو داؤد و الترمذی) اور یہ حدیث حسن ہی اور یہی حضرت علی و ابن مسعود و غیرہم سے مروی ہی ـ اور حدیث ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے حتی کہ صف اول کے لوگ جو آپ سے
متصل ہوتے تھے اوسکو سنتے تھے (ابو داؤد) اور ایک روایت مین یہ زائد ہی کہ اس آواز سے مسجد گونج جاتی تھی (ابن ماجہ و الدارقطنی)
اور کہا کہ اسکی اسناد بھی حسن ہی ـ اور بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ آمین کہنے مین مجھپر سبقت نفرمایا کرین (رواہ ابو داؤد) اور
حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تب تم بھی آمین کہا کرو کیونکہ جسکا آمین کہنا
ملائکہ کے آمین کہنے سے موافق ہو جائیگا تو جو کچھ اوسکے اگلے گناہ ہین وہ بخشے جاوینگے (الصحیحین) اور دوسری روایت مین ہی کہ جب تم مین سے
کسی نے آمین کہی اور ملائکہ نے آسمان مین آمین کہی پس ایک دوسرے سے موافق ہوئی تو جو کچھ اوسکے اگلے گناہ ہین معاف ہونگے (صحیح مسلم)
بعض علماء نے کہا کہ موافقت سے یہ مراد ہی کہ دونون ایک ہی وقت واقع ہون اور بعض نے کہا کہ قبولیت مین دونون یکسان ہون اور

بعض نے کہا کہ اخلاص میں دونوں موافق ہوں۔ مترجم کہتا ہے کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بلکہ ابوداؤد کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں
ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب پڑھتے تب آمین کہتے تھے جسکی آواز صرف اس قدر بلند ہوتی کہ صف اول میں سے جو لوگ متصل تھے وہ سنتے تھے
اور احتمال یہ بھی ہے کہ ایک زمانہ تک جب تک تعلیم مقصود تھی تب تک ہر بار پڑھنے میں ایسا کرتے تھے لیکن ظاہر کو چھوڑ کر اس احتمال کی طرف جانے کے
لیے کوئی دلیل ضرور ہے کیونکہ اہل السنۃ کا اجماع ہے کہ آیات و احادیث اپنے ظاہر پر رہینگی جب تک کہ تاویل کے واسطے کوئی دلیل نہو لیکن یہاں
ایک دلیل یہ ممکن ہے جو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی اور آواز خفی کی (رواہ الترمذی
وغیرہ) لیکن ترمذی نے اسکی اسناد و متن میں چار جگہ شعبہ رحمہ اللہ کا سہو بیان فرمایا اور تمام بحث مترجم نے عین الہدایہ میں بیان کی ہے اور
سہو پر جزم کرنے کے واسطے کوئی وجہ معتمد نہیں ہے۔ اعتراض دوم یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز پست فرمائی تو وائل رضی اللہ عنہ نے
کیونکر سنی پس لامحالہ یہی ہوگا کہ آپ نے آواز مثل سابق کے بلند نہیں فرمائی کیونکہ وائل رضی اللہ عنہ اپنے وطن سے آکر چند روز مدینہ میں رہکر
پھر واپس جاتے پھر آتے تو حاصل یہ ہوا کہ پہلی مرتبہ جس آواز بلند سے سنا تھا اگلی مرتبہ اوس سے پست آواز پائی اسیواسطے شیخ ابن الہمام نے
شرح ہدایہ میں کہا کہ اگر اجتہاد میں فی الجملہ مجھے حصہ ہوتا تو میں اس مسئلہ میں نصوص کے درمیان اس طرح توفیق دیتا کہ اتنی پست آواز سے
آمین کہے کہ صف اول میں سے قریب کے لوگ سن لیں۔ لیکن شیخ عینی نے کہا کہ شاید وائل بن حجر بالکل قریب ہوں تو آہستہ آمین بھی
سن لی ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ توجیہ بعید ہے اسواسطے کہ حدیث میں حکم ہے کہ وہ لوگ مجھسے متصل رہیں جو صاحبان حلم وعقل ہیں (کما فی الصحیح) تو
ظاہر یہ کہ اکابر صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت آپ کے متصل رہتی تھی تو وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے واسطے
ایسی نزدیکی خلاف ظاہر ہے واللہ تعالیٰ اعلم ہاں یہ احتمال ضرور ہے کہ بطور تعلیم ہو اور رہی صحیحین کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی
آمین کہو تو اسمین دو احتمال ہیں ایک یہ کہ امام جب آواز سے آمین کہے تو تم بھی کہو اور دوم یہ کہ جب امام موقع آمین پر پہونچکر آہستہ آمین کہیگا
تو اوسوقت تم بھی آمین کہو کیونکہ حدیث ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام ولا الضالین پڑھے تو تم لوگ
آمین کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرماویگا (کما فی صحیح مسلم) بلکہ خود ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح مسلم میں یہی روایت ہے تو ظاہر یہی ہے
کہ مقتدیوں کے واسطے آمین کا موقع فرمایا اور امام اوسکو آہستہ کہیگا کیونکہ اگر جہر سے کہتا تو ولا الضالین پر کہنے کی ضرورت نہ تھی حتی کہ امام
مالک نے اسی حدیث سے یہ نکالا کہ امام آمین ہی نہیں کہیگا لیکن صحیحین کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام بھی
آمین کہیگا۔ شیخ رحمہ اللہ نے لکھا کہ ہمارے اصحاب میں اختلاف یہ ہے کہ نماز جہریہ میں اگر امام آمین کہنا بھول گیا تو مقتدی جہر سے آمین کہے اور اگر امام نے
جہر سے آمین کہی تو قول جدید یہ ہے کہ مقتدی جہر نکرے بلکہ آہستہ آمین کہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کیونکہ آمین ایک ذکر ہے تو دیگر اذکار
کے مانند اوسکا بھی جہر نہوگا اور شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ مقتدی بھی جہر کرے اور یہی امام احمد کا مذہب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حنفیہ نے
جہر کی احادیث کو طریقہ تعلیم پر محمول کیا کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث ابوموسیٰ و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما جو موقع آمین بیان کرنے کے واسطے ہے اوس سے
ظاہر یہ کہ امام آہستہ آمین کہیگا تو مقتدی بھی آہستہ آمین کہینگے اور یہ دیگر اذکار سے بھی موافق ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی آمین کا اخفاء
ماثور ہے اور آہستہ کہنے میں ہمکو آمین کا استحباب حاصل ہوگیا اور کوئی دغدغہ بھی نہیں ہے کیونکہ نماز میں احتیاط کے ساتھ جہر و اخفاء کی رعایت ثواب
ہوتی ہے پھر مترجم کہتا ہے کہ جب امام کے نزدیک اجتہاد سے آمین کا جہر ظاہر ہوا اوسکو بھی ثواب ملیگا کیونکہ ہمارے جمیع علماء سب اہل السنۃ والجماعۃ
ہیں اور سبکا ماخذ ایک ہی قرآن و حدیث ہے پس سب کے واسطے ثواب ہے اور عجب کہ اس زمانہ میں مسلمانوں میں آمین کی جہر و اخفا پر باہم نفاق

و فساد ہوتا ہی جو شرعاً حرام ہی اور افسوس کہ یہ لوگ اللہ تعالی کا حکم فریضہ چھوڑتے ہین کیونکہ باہمی الفت واجب تھی اور حق یہ ہی کہ جس امام کے
نزدیک آمین کا جہر کرنا ثابت ہوا وہ بھی متبع سنت ہی اور ہر ایک اپنی اپنی نیت پر ثواب پاویگا پس یہان تو کوئی بھی ایسی وجہ نہین ہی جو نفاق کا
باعث ہو۔ شیخ رح نے لکھا کہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود دیون کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہود نکو
حسد کی کوئی آگ اتنا نہین جلاوےگی جتنا اونکا حسد ہم پر روز جمعہ کے بارہ مین ہی جو اللہ تعالی نے ہمکو ہدایت کیا حالانکہ اونکو نہین ملا اور جتنا قبلہ
کعبہ پر ہی جو اللہ تعالی نے ہمکو ہدایت فرمایا اور وہ بھٹکے اور جتنا اونکو امام کے پیچھے ہمارے آمین کہنے پر ہی (احمد و ابن ماجہ) یعنی جمعہ و قبلہ و آمین پر یہود کو
ہم لوگون پر حسد کرکے بہت ہی جلتے ہین اور قولہ تعالی۔ قد اجیبت دعوتکما فاستقیما ولا تتبعان سبیل الذین لا یعلمون۔ کی تفسیر مین آویگا کہ بعض
علمار نے اس سے استنباط کیا کہ جو شخص دعا کرے اور دوسرا اوسپر آمین کرے تو وہ بھی دعا کرنے والے کے مثل ہوتا ہی۔ شیخ رح نے کہا کہ یہین سے امام
ابو حنیفہ وغیرہ نے نکالا کہ سورۂ فاتحہ دعا ہی تو جب امام کی قرارت کے بعد مقتدی نے آمین کہی تو گویا اوسنے خود سورۂ فاتحہ پڑھی اسیواسطے
حدیث مین وارد ہی کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرارت ہی اوسکی قرارت ہی (کما رواہ احمد) اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ
آپ آمین مین مجھپر سبقت نفرماوین تو اس سے نکلا کہ نماز جہریہ مین مقتدی پر قرارت نہین ہی واللہ تعالی اعلم۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ استنباط خوب ہی
لیکن نماز سری مین مقتدی آمین نہین کہتا تو کیا وہ فاتحہ پڑھیگا اور شیخ ابن کثیر رح اسکے جواب مین کہینگے کہ ہان کیونکہ انکا یہی مذہب ہی اور یہی
امام ابو حنیفہ رح سے ایک روایت ہی لیکن مشہور مذہب یہ کہ مقتدی مطلقاً قرارت نہین کریگا اور مترجم کے نزدیک اپنے جی مین پڑھنے کی تاویل یہ ہی
کہ دل سے دعا پوری کرے کیونکہ جو شخص نماز کے واسطے کھڑا ہوا اور اسکے کچھ معنی نہین سمجھا تو موافق حدیث ابو داؤد کے اوسکی کچھ نماز بھی نہین ہی
شیخ رح نے لکھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھکر آمین کہی
پس اہل زمین کی آمین اہل آسمان کی آمین سے موافق ہوئی تو اللہ تعالی بندے کے واسطے اوسکے اگلے گناہ معاف کرتا ہی اور جسنے آمین نہین
کہی تو اوسکی مثل یہ ہی کہ ایک شخص نے ایک قوم کے ساتھ جہاد کیا پھر ان لوگون نے قرعہ ڈالا اور ان لوگون کے حصے برآمد ہوے اور اس شخص کا
حصہ نہین نکلا تو اسنے کہا کہ میرا حصہ کیون نہین نکلا تو اس سے کہا گیا کہ تو نے آمین نہین کہی تھی (رواہ ابن مردویہ) اس سے بھی معلوم ہوتا ہی
کہ مقتدی قرارت نہین کریگا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ استنباط ظاہر اسوجہ سے ہی کہ امام ہی کی قرارت ولا الضالین کا معتبر فرمائی اور اگر مقتدی پڑھتا ہوتا
تو ضرور ہوتا کہ وہ اپنی دعا کے بعد آمین کہتا جیسے امام اپنی قرارت کے بعد آمین کہتا ہی اور یہ استنباط لطیف ہی واللہ تعالی اعلم۔ (تنبیہات)
آمین بالاجماع قرآن مجید مین سے نہین ہی کیونکہ وہ مصاحف مین نہین لکھی گئی اور بعض علمائے بدلیل حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو
اوپر مذکور ہوئی درباب حسد یہود کے نکالا کہ آمین خاصۃً اسی امت کے واسطے ہی۔ اور واضح ہو کہ اس سورہ کا مقصد یہی ہی کہ رب عزوجل کے واسطے
اعظم شان توحید وثنا وتمجید اور بندے کے واسطے اعظم شان بندگی ہو اعظم مقصود و انتہاء مرجع ظاہر ہوگیا اور یہی علین مراد ہی فالحمد للہ رب العالمین
(تنبیہات) بسم۔ لکھنے مین الف حذف کیا جاتا ہی جیسے پڑھنے مین حذف ہی کیونکہ اسکا استعمال بکثرت ہوتا ہی اور قولہ تعالی بسم اللہ مجریہا
ومرسٰہا۔ اور قولہ تعالی۔ وانہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین بھی صورتی مشابہت کی وجہ سے حذف ہی اگرچہ یہ صرف ایک مقام کا
ہی اور جہان کثرت نہو وہان حذف نہین ہوتا جیسے اقرا باسم ربک۔ اگر کہو کہ جیسے بسم مین کثرت استعمال سے حذف ہی اسی طرح چاہیے
کہ باللہ وبالرحمن وبالرحیم مین حذف ہو جواب یہ کہ خط مصحف ایک خط خاص ہی جسکو خلفاء و صحابہ نے لکھا اوسپر قیاس نہین کر سکتے ہین۔ حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک شخص نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو صاف حرفون مین لکھا تو وہ بخشا گیا (رواہ البیہقی) اور یہ قول مثل حدیث ہی

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے قیاس سے ایسا نہیں فرما سکتے ہیں چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسکے مانند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا بلکہ اوسمین بشارت ہی کہ جو شخص اس طرح لکھے وہ بخشا جائیگا۔ (ابو نعیم و ابن اشتہ) اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے عاملون کو لکھا کہ تم مین سے جو شخص بسم اللہ لکھا کرے تو الرحمن کو مد کھینچکر لکھا کرے (ابن اشتہ) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک مکروہ تھا کہ بسم اس طرح لکھے کہ سین کے دندانے ظاہر نہون۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے کاتب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط مین بسم اللہ بغیر دندانہ سین کے لکھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اوس کاتب کو مارا مین جب اوس سے پوچھا گیا کہ تجکو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے کس بارہ مین مارا تو اوسنے کہا کہ مجھے سین کے بارہ مین مارا۔ اور ابن سیرین رحمہ اللہ بھی اسکو مکروہ رکھتے تھے (ابن اشتہ) جس کام پر بسم اللہ کہے اوسی کے موافق وہان فعل مقدر ہوگا مثلاً بسم اللہ کر کے کھاتا ہون یا لکھتا یا پڑھتا ہون جیسے قرآن مین بسم اللہ کے واسطے تلاوت کرنا مقدر ہی (مسئلہ) قرآن مجید کے ختم مین بسم اللہ پڑھنے کی محافظت چاہیے کیونکہ جن علمائے کے نزدیک بسم اللہ ہر سورہ کا جزو ہی تو اونکے نزدیک ترک بسم اللہ سے ختم پورا نہوگا اور ہمارے نزدیک بھی نماز مین سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا احتیاطاً واجب ہی اور فتح القدیر مین کہا کہ یہی مختار ہی اور طحطاوی مین ہی کہ محققین کے نزدیک سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسرا سورہ ملانے مین بھی بسم اللہ پڑھ لینا مستحب ہی بشرطیکہ شروع سے کوئی سورہ ملائے۔ (مسئلہ) اگر پچیسوان[٢٥] پارہ الیہ یرد الساعۃ سے شروع کیا تو شروع مین ضمیر بجانب حق عز وجل راجع ہی اور جیسا و سنا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھکر اسکو شروع کیا تو ضمیر کے مرجع مین وہم ہوتا ہی لہذا ایسے مقام پر پہلے بسم اللہ پڑھنا مؤکد ہی (السیوطی) حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ایکسو چار صحائف کتب نازل فرمائے اور ان سب کے علوم کو توریت و انجیل و زبور و فرقان مین جمع فرمایا پھر علوم توریت و انجیل و زبور کو فرقان مین جمع کیا پھر علوم فرقان کو مفصل مین جمع کیا پھر علوم مفصل کو فاتحۃ الکتاب مین جمع کیا اسمین جو شخص فاتحۃ الکتاب کی تفسیر سے آگاہ ہو تو وہ جمیع کتب آسمانی کی تفسیر سے آگاہ ہوگیا (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) نسفی رحمہ اللہ نے یہ روایت لکھکر بڑھایا کہ پھر علوم فاتحہ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم مین جمع کیا اور بسم اللہ کے علوم کو اسکی با مین جمع کیا او ر با کے یہ معنی کہ جو ہوا وہ میرے ہی ساتھ ہوا اور جو ہوگا وہ میرے ہی ساتھ ہوگا (المدارک) بعض نے کہا کہ با کے علوم اسکے نقطہ مین جمع ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ ان اسرار کو علماء ربانیین کی سمجھ پر چھوڑنا چاہیے۔ ف بعض اشارات عرائس البیان کا لکھنا بھی مناسب ہی لیکن اوسکی سمجھ کے واسطے کسی مرتبہ تقوی پر پہونچنا ضرور ہی ورنہ عوام کی سمجھ سے بہت سے معارف دقیقہ عالی ہوتے ہین اور اسکی نظیر یہ ہی کہ جو شخص حساب و پیمائش وغیرہ سے واقف ہو جائے تو اسکے بعد وہ جبر و مقابلہ و اقلیدس کو سمجھ سکتا ہی اور اگر ابتدا سے کسی دیہاتی یا بہاڑی آدمی کو سمجھا کر سمجھانا چاہو تو وہ کسی بیان سے نہین سمجھیگا لہذا ان مضامین کی تحریر مین یہ شرط ہی کہ جو شخص نہ سمجھے وہ اتنی مدت تک خاموش رہے کہ اوسکو سمجھ حاصل ہو (سورۃ الفاتحۃ) اسکا نام سورہ فاتحہ اسواسطے ہی کہ یہ اسرار کی مفتاح یعنی کنجی ہی حتی کہ جو شخص اسکے انوار تک پہونچا وہ بعض تشابہات کے اسرار پر واقف ہوگا (بسم اللہ الرحمن الرحیم) (ب) جو شخص خودی سے خارج ہوا اوسکے واسطے بقا۔ (س) اہل قدس کے لیے نور سنا قدس ہی۔ (م) اہل نعوت کے واسطے کشف ملکوت ہی یعنی جو لوگ ابھی اپنی خودی سے بالکل فانی نہون مگر صفات حق مین مستغرق ہین تو اونکے واسطے عالم ارواح ملکوتی کا کشف ہو جاتا ہی یہ اسرار تو بنظر صفات ہین اور بنظر افعال یہ ہی کہ (ب) بر و احسان الٰہی جو اولیا و ابرار کے لیے عام ہی یعنی کافر و مسلمان سب کو یہ احسان شامل ہی مثلاً اشارہ سے آگاہ کیا کہ رزق و اموال دنیاوی مین اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی خصوصیت نہین رکھی ہی بلکہ وہ کافرون کو بھی دیتا ہی حتی کہ کفر کے ساتھ سلطنت باقی رہتی ہی مگر ظلم کے ساتھ باقی نہین رہتی اگرچہ ظالم

مسلمان وحشی کہ اگر کافرون کے تسلط مین جان و مال کے خطرے سے حفاظت ہو تو سلطنت باقی رہنے کے آثار ہین اور اگر مسلمان بادشاہ کی سلطنت
مین جان و مال خطرہ مین ہو مثلاً قاضی رشوت خوار اور گواہ دو آنہ کا جھوٹا مکار و بانند اسکے تو سلطنت قائم نہین رہیگی اصول حال بیان اس کلام کے
اسرار سے کہ شیطانی سے بچ گئے جو اکثر عوام کو دھوکا دیتا ہے کہ اگر تم حق پر ہوتے تو ساری دنیا تمھارے واسطے جمع کر دیجاتی اور اگر یہ لوگ جنکو تم
کافر سمجھتے ہو ناحق پر ہوتے تو اونکے واسطے حکومت و غلبہ نہوتا یہ وسوسہ اسوجہ سے دور ہو گیا کہ اللہ تعالی کا دنیا دینا انعام ہر شخص کے واسطے عام ہے
بلکہ جو لوگ معرفت مین ہوشیار ہین وہ دیکھتے ہین کہ حدیث شریف مین آیا تم لوگ جان رکھو کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اوس مین ہے وہ ملعون ہے سوائے ذکر
آلہی اور دین پڑھنے و پڑھانے والے کے (ابن ماجہ وغیرہ) اور حدیث مین ہے کہ اگر اللہ تعالی کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر برابر ہوتی تو اللہ تعالی
اسمین سے کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا (الصحیح) لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم باوجود جواہرات و خزائن کے کہ اونکو سلطنت فارس و روم و شام و بخارا
و مصر و بربر سے جو ہزارون برس کے جمع کیے ہوئے تھے ہاتھ آئے تو اونھون نے اس حقیر مال دنیا کو اچھی طرح نظر اوٹھا کر نہین دیکھا بلکہ حقیقی نعمتہائے
آخرت کے طالب ہوئے اسکی مثال یہ ہے کہ بیوقوف بچہ جبکو ابھی عقل حاصل نہین ہوئی مٹی کے پھول پر فریفتہ ہوتا ہے اور ذی ہوش اسکو محض
لغو اور رایگان سمجھتا ہے اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اس دنیا کو نجس و خوار سمجھکر بیزار ہوتے اور دل سے موت آخرت کے طالب تھے پھر اگر کسی شخص کو
دیکھا جاوے کہ وہ کافرون کے مال و متاع کو نعمت اعلی سمجھکر دلی حسد سے دیکھتا ہے تو محض نادان ہے گویا وہ آخرت و قرآن پر ایمان ہی نہین لایا
جبکہ کافرون کے واسطے عاقبت مین سوائے عذاب شدید کے کچھ نہین ہے حالانکہ یہ بھی مخلوق آلہی ہین تو وہ کیونکر چاہتا ہے کہ نجس و حقیر دنیا کبھی اونکو
نصیب نہولیں یہ نشان ہے کہ اوسکے دل مین آخرت کا اعتقاد ٹھیک نہین ہے لہذا اللہ تعالی نے حقارت دنیا کی تنبیہ فرمائی اور شیخ رح نے یہ اشارہ لکھا
کہ (ب) رزق وغیرہ سے احسان عام ہے۔ (س) سر آلہی خوشنودی خاص کے لیے ہے یعنے مومنین کے واسطے سرور ایمان ہے (م)
محبت آلہی خاص الخاص محبین کے واسطے ہے یہ اشارہ ازراہ فعل تھا پھر ازراہ قبولیت بھی اشارہ ہے چنانچہ (ب) بدو عبودیت یعنی ابتدائے
ظہور عبودیت بندہ مومن مین ہے س سر ربوبیت یعنی مومن پر کشف ربوبیت ہے م منت آلہی جو ازلی مقبولین پر ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جیسے
اللہ تعالی نے فرمایا۔ بل اللہ یمن علیکم ان ہداکم للایمان۔ یعنی تم لوگ احسان مت جتاؤ بلکہ اللہ تعالی ہی تم پر منت و احسان رکھتا ہے کہ تمکو ایمان
کی ہدایت دی۔ اہل معرفت کے نزدیک ایمان سے بڑھکر کوئی نعمت نہین اور قرآن سے بڑھکر کوئی نعمت نہین چنانچہ حدیث مین ہے کہ جسکو اللہ تعالی
نے قرآن دیا پھر اوسنے دنیا مین کسی شخص کو اپنے سے بڑھکر نعمت والا گمان کیا تو وہ بیوقوف بڑا ناشکرا ہے (السنن) پھر ازراہ کشف کے آئین
اشارات ہین چنانچہ ب بہای حسن ازل سے جلال عظمت مین ارواح عارفین باقی ہین س سناء ازل سے ہوا ہویت مین اسرار
سابقین مقور ہین م مجد عظمت سے اہل مجد نازان ہین۔ بعض روایت مین آیا کہ ب بہای آلہی ہے س سناء آلہی ہے م مجد آلہی ہے۔ بزرگی ہو
بعض نے فرمایا کہ بسم اللہ یعنی جن چیزون کا وجود ہے یا ہو وہ اللہ تعالی ہی کے ساتھ ہے اور فنا بھی اوسی کے ساتھ ہے اور اوسی کی زینت سے
ہر چیز کی خوبی ہے اور اوسی کے معیوب کرنے سے قبیح کو قبیح کہتے ہین شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جب عارفین نے اپنے دلون سے سوائے حق عزوجل کے
سب نکال دیا تو اونکو خطاب ہوا کہ بسم اللہ کہو یعنی میرے ہی نام کی جانب منسوب ہو کر اللہ والے ربانی ہو جاؤ اور آدم علیہ السلام سے نسبت
مت لگاؤ۔ بعض نے فرمایا کہ جن بندون پر انوار قرآنی کا انکشاف ہے اگر شروع کتاب پاک باسم اللہ نہوتی بلکہ باللہ ہوتی تو انوار عظمت مین فنا
فنا ہو جاتے اور سوائے انبیا و اولیا و صدیقین کے کسی کی بقا ممکن نہ تھی (اللہ) یہ نام پاک اون اولیا کو منکشف ہوتا ہے جو مقام جمع مین
متمکن ہین کیونکہ یہ اسم ذات ہے اور دیگر اسمائے حسنی اسم صفات ہین اور معرفت اسم ذات غیر ممکن ہے کہ اسکو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہین

جانتا اسکا کہنا وسننا و جاننا اوسی کی ذات مین منحصر ہی اور اسمین (۲) اشارہ انانیت و وحدانیت ہی یعنی خودی اوسی کی ذات کے واسطے حق ہی اور کسی مخلوق کو خود بینی کی مجال نہین ہی اور یہان دو لام ہین لام اول اشارہ جمال ہی اور لام دوم اشارہ جلال ہی اور اسکی معرفت سے سوائے اوسکے کوئی آگاہ نہین ہی (۵) اشارہ ہویت لا الہ الا ہو اور اسکی معرفت خود ہی خوب جانتا ہی اور مخلوقات جیسے اسکی ذات پہچاننے سے معذور ہین اسی طرح ان اشارات سے محروم ہین لیکن الف انانیت سے موحدین کے دل پر تجلی وحدانیت فرمائی کروہ لوگ اکیلے اوسی کے واسطے ہو رہے اور لام اول کی تجلی ازلیت عارفون کے دل پر انفراد ہی یعنی اوسی کے واسطے منفرد ہوگئے اور لام دوم کے جلال سے ابرار عمیین بحر عظمت مین غرق ہین اور ہا ہویت سے بندگان مقربین مقام حیرت کمال مین ہین - مترجم کہتا ہی کہ حیرت عوام تو نفاق و کفر ہی و حیرت مقربین کمال معرفت ہی - شیخ شبلی رح نے کہا کہ اللہ احد سوائے حق عزوجل کے کوئی کہنے والا نہین ہی کیونکہ کمال عرفان مین بھی حضار روح عالم کو حقیقت کو حظ کے ساتھ ادراک نہین کر سکتے شبلی رح نے وقت موت کے اللہ کہا تو کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو فرمایا کہ اوسکے ساتھ کوئی ضد باقی نہین رکھتا ہون یعنے جسکو کسی غیر کی الوہیت کا وہم ہو تو وہ اوسکو دور کرے اور مین نے اسکا خیال بھی باقی نہین رکھا یعنی اللہ تعالی نے اپنے فضل سے میرے دل مین شرک کا وہم وخیال بھی نہین چھوڑا - بعض علماء نے کہا کہ اللہ ایسا نام پاک ہی کہ اس نام تک رسائی محال ہو گی اور جسکا نام ملحوظ ہو سکی کنہ ذات تک رسائی محال افحال ہی پس مخلوق کو تنبیہ فرمائی کہ ذات و صفات حق کے واسطے شیطانی وسوسہ قبول نکرین جبکہ وہ نام حق سے عاجز ہین - مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین آیا شیطان بندہ مومن کے پاس آکر کہیگا کہ یہ کسنے پیدا کیا اور وہ کسنے پیدا کیا حتی کہ کہیگا کہ اگر اسکو اللہ تعالی نے پیدا کیا تو اللہ تعالی کو کسنے پیدا کیا پس جب یہ وسوسہ لاوے تو لا الہ الا اللہ کہنا چاہیے (کما فی الصحاح) یعنی وسوسہ شیطانی کو دور کرکے توحید الوہیت کا نور دل مین لاوے کہ اوسکی ذات و صفات اس سے اعلی ہی کہ کوئی مخلوق بے حقیقت اوسکا ادراک کر سکے اسی وجہ سے بہت سے احمق گمراہ جو تقدیر مین بحث کرتے ہین سخت احمق ہین کیونکہ تقدیر تو حکمت و علم آلہی عزوجل ہی اور یہ دونون صفات عظمت ادراک سے محال ہین تو وہ کیونکر یہ بھید سمجھ سکتا ہی اور عجیب کہ اسمین بحث کرنے والا وہ کافر ہوتا ہی جو ہنوز نور عقل سے محروم ہی اگرچہ وہ اپنے حواس کو اپنے نزدیک عقل سمجھتا ہی حالانکہ عقل مخلوق نے خوب پہچانا کہ مین بیچاری ذرہ ناچیز کسی طرح حضرت خالق جل جلالہ کے افعال حکمت کا ادراک نہین کر سکتی تو صفات مقدس کا ادراک بالکل محال ہی لیکن اس سے ظاہر ہوا کہ اگر یہ کافر عقل رکھتا ہوتا تو اوسکی عقل خود صاف یہ عاجزی بتلا دیتی اور وہ ایسی واضح و بدیہی بات فورا سمجھ جاتا حالانکہ بیبے وقوف خالی جسم خاکی کے حواس پر جانور سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا پس اوسپر لازم ہی کہ پہلے صدق ایمان و توحید کے ساتھ نور عقل حاصل کرتا تاکہ مقامات معرفت مین پہونچتا رہے - بعض نے فرمایا کہ الف اشارہ وحدانیت ہی پھر لام سے اشارہ کی نفی ہی یعنی کسی مخلوق کو اوسکی جانب اشارہ کی مجال نہین ہی کیونکہ اشارہ وہان محال ہی اور لام دوم سے محو المحو ہی اور ہا مقام جمعیت کا انکشاف ہی - بعض نے لطیفہ لکھا کہ نام آلہی مین الف منفرد گویا اللہ تعالی بذات خود تمام مخلوق سے جدا ہی جیسے الف ابتدا مین کسی حرف سے نہین مل سکتا ہی ہان دوسرے حروف اوس سے ملتے ہین جیسے تمام مخلوق کو اوسکی طرف احتیاج ہی - بعض نے فرمایا کہ اسمار آلہی مین سے اسم اللہ ہی فقط ایسا نام پاک ہی کہ اس سے حرف حرف ساقط کرو پھر الوہیت باقی ہی چنانچہ اللہ سے الف جدا کرو تو للہ رہا پھر ایک لام جدا کرو تو لہ رہا پھر دوسرا لام جدا کرو تو ھو باقی رہا - مترجم کہتا ہی کہ اشارہ سابق کا تتمہ یہ ہی کہ الف منفرد بعد اوسکے محتاج مخلوق کو پردہ نزول مین اتصال ہی پھر بھی لام ثانیہ پر الف منفرد ہی پس وہ کسی سے نہین ملا اور نہ کوئی اوس سے مل سکتا ہی جیسا کہ عقائد مین مصرح ہی حالانکہ مقام جمعیت نزول مین نصوص آیات و احادیث متشابہات ہین یہی عدل کی راہ مستقیم ہی

حتی کہ درحقیقت وہان اتصال یا انفصال کا تصور ہی محال ہی۔ بعض علماء نے اشارہ ہدایت مین کہا کہ بسم اللہ مین ب باب اسرار ہی
سین سیادت ہی میم ملک ہی۔ بعض نے فرمایا کہ اسمین اشارہ ہی کہ باسم الٰہی قلوب عارفین نور حیرت مین ہین اور باسم الٰہی عالمون کو معرفت
صفات تک رسائی ہی اور باسم الٰہی مومنون کو آیات وحدانیت مشاہدہ ہین۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ بسم اللہ ایک تریاق ہی جو اللہ تعالیٰ نے
مومنون کو زہر شیطانی دور کرنے کے لیے عطا فرمایا حتی کہ دنیا کا زہر اور کھانے و پینے وغیرہ جمیع اشیاء مین سے اثر شیطانی کا زہر دور ہو جاتا ہی
مترجم کہتا ہی کہ بسم اللہ کے فضائل و احکام مین مین نے کچھ اشارہ کیا ہی اوسکو یاد کرکے یہ مقام سمجھ سکتے ہو۔ حضرت سہل بن عبد اللہ نے
فرمایا کہ اللہ ہی اسم اعظم ہی جسنے سب اسماء و صفات کو گھیر لیا ہی اور اوسکے الا ہین کے درمیان ایک حرف مخفی کہ غیب در غیب ہی یا سر اسرار ہی
یا حقیقت الحقیقت ہی وہان تک رسائی سوائے اوسکے کسی شخص کو حاصل نہین جو ہر طرح کے میل کچیل سے پاک اور حلال کے سوائے کروہات
سے دور اور فرائض پر اچھی طرح قائم ہی یعنی اتباع شریعت و سنت پر مستقیم ہی۔ بعض نے فرمایا کہ جسنے اللہ تعالیٰ کا نام فقط لفظ و حروف
مین کہا تو اللہ تعالیٰ لفظ و حروف و اوہام سے پاک ہی پھر اوسکی قبولیت محض رحمت ہی کیونکہ جب اوسکی توحید تک حال و قال سے رسائی نہین
تو عین رحمت سے بندون کا عذر قابل پذیرائی ہی۔ روایت ہی کہ شیخ ابو الحسن النوری برابر ایک ہفتہ تک بے خواب و خورش کے حالت جذب مین
اپنے حجرے کے اندر اللہ اللہ کہتے پھرتے تھے جب یہ خبر شیخ جنید رح کو پہونچی تو پوچھا کہ بھلا اوقات نماز کے پابند ہین یا نہین ہین لوگون نے
عرض کیا کہ ہان وہ فرائض اپنے اپنے اوقات پر ادا کرتے ہین لیکن کھانے پینے وغیرہ کا کچھ ہوش نہین ہی یہ سنکر شیخ جنید رح نے فرمایا کہ الحمد
للہ کہ شیطان نے اوسپر بالکل قابو نہین پایا پھر لوگون سے کہا کہ چلو اونکی زیارت کرین شاید ہمسے اونکو یا اونسے ہمکو کوئی فائدہ پہونچے
جب شیخ ابو الحسن کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ اوسی حال مین آشفتہ ہین شیخ جنید نے پوچھا کہ کیا حال ہی شیخ ابو الحسن نے کہا جو مین کہتا ہون
وہ تم بھی کہو شیخ جنید نے کہا کہ اس آشفتگی کے کیا معنے ہین ذرا غور کرو کہ اگر تمسے یہ نام پاک کہلایا جاتا ہی تو تم اسکے کہنے والے نہین ہو اور
اگر اپنے ذوق و شوق سے کہتے ہو تو اوسمین نفس کی خوشی پوری کرتے ہو اور نفس کا [illegible] اخلاص سے دور ہوتا ہی یہ سنتے ہی شیخ
ابو الحسن جوش سے ہوش مین آگئے اور کہا کہ مین اپنے ادب فرمانے والے کا شکریہ ادا کرتا ہون (الرحمن) رحمت عام ہی چنانچہ اولیاء کے
واسطے اس رحمت سے معرفت اسماء و صفات جمال و جلال ہی اور ابدال و صدیقین کے واسطے اونکے الا اوپر مرتبہ قرب کمال ہی اور عام
مخلوق کے واسطے فیض خلق ہی جس سے اونکے پیکر جسمانی کی تربیت ہوتی ہی اور مومنون کے واسطے راحت روح ہی اور عارفون کے
لیے فرحت فتوح ہی جیسے اہل محبت کو نزہت اور شائقون کو بہجت اور گنہگارون کو امید رحمت ہی (الرحیم) خاصان حق کے واسطے
خاص موہبت ہی اور اہل قرب کے واسطے مسرت ہی حتی کہ لغزش والون کے لیے عصیان کی شفاعت ہی الرحمن سے امن عذاب ہی
اور الرحیم سے نفیس ثواب ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین بھی وارد ہوا کہ کسی شخص کو اوسکے اعمال جنت مین نہین لیجاوینگے (کما فی الصحیح)
وقال تعالیٰ۔ نجیناہ والذین آمنوا معہ برحمۃ منا۔ یعنی ہمنے اوسکو مع اوسکے ساتھی مومنون کے اپنی طرف سے رحمت کے ساتھ نجات
دی۔ ابن عطاء رح سے روایت ہی کہ الرحیم مین مودت و محبت ہی۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کے واسطے قبولیت ازلی رکھی ہی
لیکن دنیا مین اوسکا ظہور دو طرح ہوتا ہی ایک یہ کہ بدون ارادت کے جذب ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے واسطے واقع ہوا کہ وہ آگ
کی غرض سے گئے تھے اور وہان پیغمبری ملی دوم یہ کہ ارادت ہو اور اسباب اوقات اسمین فضیلت ہوتی ہی پس الرحمن الرحیم دونون قسمون کو
شامل ہی (الحمد للہ) اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد حقیقی خود ادا فرما کر بندون کی عاجزی ظاہر فرمائی کیونکہ درحقیقت بندہ اوسکی حقیقی حمد و طاعت سے

عاجز ہی اور اونکو ادب سکھلایا کہ کوئی مناجات بدون تقدیم حمد کے لائق نہین ہو اور بتلایا کہ اوسکی حمد بندون پر فرض تھی جسکی تعلیم اونپر احسان
مزید ہی واضح ہو کہ ادا ے حمد کے واسطے تین زبانین ہین ایک زبان جسمانی دوم زبان روحانی سوم زبان ملکی سیانی لیکن زبان جسمانی تو عام
مومنون کے واسطے ہو کہ دلی تصدیق کے ساتھ انعام واکرام الٰہی کا شکریہ زبان سے ادا کرین زبان روحانی خاصان حق کے واسطے ہو کہ وہ
زبان قلب سے بشمار معارف وکرامات اوسکا شکر کرتے ہین اور زبان ملکوتی زبان سری ہو جو خاص الخاص بندون کو مشاہدات قدس و مقامات قرب و انس مین
شکر کے لیے حاصل ہوتی ہو پس ان بندون کے شکر مین بھی ایسا ہی عظیم تفاوت ہو جیسا اونکی زبالون و مدارج کرامت مین ہو۔ اور حدیث
مین وارد ہوا کہ الٰہی مین تیری ثنا و صفت کا احصار نہین کرسکتا بلکہ تیری شان اوس کمال پر ہو جس طرح تو نے اپنی حمد فرمائی۔ شیخ ابوبکر
بن طاہر نے کہا کہ مخلوقات الٰہی مین ایسی کوئی چیز نہین ہو جسکو حمد الہام ہو۔ ابن عطا نے کہا کہ الحمد للہ کا اوسنے ہمکو حمد تعلیم کرکے احسان فرمایا
بعض مشائخ نے کہا کہ الحمد للہ کے یہ معنے ہین کہ الٰہی بہتری ہی شان ہو کہ تیرے سب صفات کمال و افعال محمود ہین (رب العالمین)
واضح ہو کہ عالم کے تین اقسام ہین ایک عالم محسوس یعنے جو حواس سے ادراک کیا جاتا ہو اور اوسکی صفت یہ ہو کہ ایک دوسرے سے بقدرت الٰہی موجود
ہوتا اور مرتا ہو پس یہ عالم ایک حال پر نہین رہتا بلکہ متغیر ہوتا ہو۔ دوم عالم جبروت کہ اوسمین ایک جہت محسوس ہو اور دوسری جہت غیر محسوس ہو
جیسے جن وغیرہ سوم عالم ملکوت جو ایک دفعہ پیدا ہوا اور بغیر کمی بیشی کے اپنے حال پر باقی ہو اسیطرح ترکیب انسانی مین بھی تینون اقسام پائے
جاتے ہین اسی واسطے انسان کو عالم صغیر کہتے ہین کیونکہ انسان مین جسم ظاہری محسوس فانی ہو اور روح وعقل و ارادہ وغیرہ ملکوتی باقی ہو اور
سوم کی مثال اور اکانت حواس قوی ہین پس اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے بندہ کو اوسکے مرتبہ و مقام کے موافق اپنی معرفت عطا فرمائی یعنی کہ اہل ارادت کو
بقدر ارادہ کے انوار و اسرار سے تربیت فرمایا اور اہل محبت کو مناجات وخطاب سے سرفراز کیا اور اہل اشتیاق کو حسن وصال سے اور اہل عشق کو
کشف جمال سے اور اہل عرفان کو مشاہدہ بقا وانس سے اور اہل توحید کو مقام عین الجمع وجمع الجمع سے تربیت فرمایا۔ بعض نے کہا کہ رب العالمین
کی تربیت سب سے بہتر یہ کہ اپنی حمد کے ساتھ گویا فرمایا۔ محمد بن علی الترمذی سے منقول ہو کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ بندون سے پے درپے
نعمتون کا شکر ادا ہونا محال ہو پس بقدر امکان رات دن پانچ وقت نمازون مین الحمد للہ رب العالمین واجب کیا پھر بھی غفلت طاری
ہوئی تو غافلون نے یہ بھی چھوڑ دیا۔ بعض نے کہا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین تنبیہ ہو کہ اوسکی کمال رحمت سے ابتدا ہی اور الحمد للہ رب العالمین
اشارہ ہو کہ اوسیکی طرف انتہا ہی۔ مترجم کہتا ہو کہ شاید اس بزرگ نے اس آیت سے نکالا کہ۔ وآخر دعویٰہم ان الحمد للہ رب العالمین۔ یعنی جب
اہل جنت اپنے مقام راحت پر پہونچکر مطمئن ہونگے تو آخر کلمہ دعا یہی ہوگا کہ الحمد للہ رب العالمین۔ حارث محاسبی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
کتاب پاک کو حمد سے شروع کیا تاکہ مومنین ہر کتاب و خطاب نیک کا پہلے حمد سے شروع کیا کرین کیونکہ یہ سب سے بہتر ہی۔ بعض نے کہا کہ جسنے
الحمد للہ رب العالمین کہا تو اوسنے حق عبودیت و شکر نعمت ادا کیا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ حدیث شریف سے بھی ثابت ہو اور اوسکے معنے یہ ہین کہ حقیقی
حمد کے سواے جس طرح حمد کرنا بندہ کے امکان مین ہو اوسنے پورا کیا۔ روایت ہو کہ جب آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو اونھون نے الحمد للہ کہا
اس سے حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہو (الرحمن الرحیم) واضح ہو کہ سورہ الحمد مین یہ کلمہ صرف ایک مقام پر آیا کیونکہ بسم اللہ اسکا جزو
نہین ہو اور اگر بقول بعض علما اسکا جزو ہو تو بھی تکرار نہین کیونکہ اسمین اشارہ ہو کہ رحمت بہ نسبت غضب کے مکرر ہو اور یہ بھی اشارہ ہو کہ جیسے
بنام الٰہی شروع کرنا کہ وہ بصفت الرحمن الرحیم ہو اسیطرح حمد کا استحقاق الٰہی بھی ان صفات کے ساتھ ہو کہ وہ رب العالمین والرحمن الرحیم ہو
پھر اسکے ساتھ مالک یوم الدین بھی ملا دیا تاکہ بندون کو خوف ہو۔ بعض نے کہا کہ الرحمن اسم حقیقت اور الرحیم اسم صفت ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر

یہ مراد ہی کہ الرحمن بھی اسم ذات ہی چنانچہ بعض علماء کا یہی مذہب ہی۔ ابراہیم خواص رح سے روایت ہی کہ جسنے اللہ تعالی کو الرحمن الرحیم پہچانا تو اپنے واسطے
رحمت پر متوکل ہوگا۔ دوسرے دنیا مین عام خلائق پر رزق و عافیت کی مہربانی فرمائی اور اوسکی صفت قدس مین کچھ تغیر نہین ہوتا تو آخرت مین بھی مغفرت
و رحمت کا یقین ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اگر کفار بھی اسپر یقین لاتے تو اونکے واسطے بھی یہی فضیلت حاصل ہوتی لیکن وہ اسپر ایمان نہین رکھتے ہین۔ اور
حدیث مین ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ مین اپنے بندے کے ساتھ اوسی طرح ہون جسطرح وہ میرے ساتھ آرزو رکھتا ہی (الصحیح) اور ایک دوسری حدیث مین
فرمایا کہ مرتے وقت گناہون کا افسوس اور مغفرت کی قطعی امید جب کسی بندہ کے دل مین جمع ہوتی ہین تو وہ مغفرت سے سرفراز ہوتا ہی (الترمذی)
لہذا حدیث دیگر مین تاکید ہی کہ مرتے وقت قطعا مغفرت کا امیدوار ہو جاوے (الصحیح) شیخ جنید رح نے فرمایا کہ رحمت دو طرح ہی ایک رحمت لطافت یعنی
کسی شخص پر بوجھ نہ ڈالنا بلکہ نرمی و سہولت کرنا اور دوم رحمت رافت یعنی پیار کے ساتھ برتاؤ کرنا پس الرحمن سے مراد رحمت لطف عام ہی اور الرحیم
سے پیار و رافت ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ تمام چیزون کا پیدا کرنے والا کون ہی تو بعض آیات مین فرمایا کہ الرحمن اس سے ظاہر ہی کہ الرحمن کا لطف عام
ہر مخلوق کے واسطے ہی اور رؤف رحیم خاص مومنون کے حق مین دنیا و آخرت مین ہی بحکم قولہ تعالی انہ بہم رؤف رحیم پس مومنون کے واسطے
دنیا مین عام لطف مین بھی شمول ہی اور خاص رافت بھی ہی جو آخرت مین اونکے واسطے مخصوص ہی۔ (مالک یوم الدین) اسم مالک حاضرین بارگاہ
و ساجدین کے لیے امید ہی اور سرکش کافرین کے لیے خوف ہی دنیا مین جو بندے اپنے مالک کی طاعت مین نفس حقیر کی کلفت اوٹھاتے ہین اونکے
لیے آخرت مین مشاہدہ و کرامت ہی اہل محبت جو دنیا مین درد و غم کا وبال اوٹھاتے ہین مالک جزاے اونکے لیے جمال و جلال مہیا فرمایا ہی اہل صدق کو
اگر دنیا مین صدق کی تلخی برداشت کرنا پڑی تو آخرت مین راحت جنت ہی۔ ابن عطا نے کہا کہ قیامت مین ہر قسم کے لوگون کو اونکی نیت
ہمت کے موافق جزا عنایت ہوگی پس عارفین کے لیے مقام قرب دیدار ہی اور عابدین کے لیے اونکے کام سے بہتر عیش جنت کا سامان ہی اور یہ
درحقیقت مالکیت دنیا کا ظہور ہی یعنی دنیا مین بھی اللہ تعالی ہر ایک چیز کا مالک ہی لیکن کافرون کو نہین سوجھتا مگر آخرت مین ظہور ہوگا کہ اوس
مالک نے انکو جہنم کے واسطے پیدا کیا تھا تو دنیا مین بھی مالک کے قبضہ سے نہ نکل سکے وقال تعالی۔ ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم
قلوب لا یفقہون بہا الآیہ یعنی جہنم کے واسطے ہمنے بہت سے جن و انس پیدا کیے ہین جنکے دل ایسے ہین جنسے کچھ نہین سمجھتے آخر تک
چنانچہ آخر مین فرمایا کہ یہ جانورون سے بھی بدتر ہین بخلاف انکے مومنون کے مالک ہونے کا ظہور قیامت مین درجات ہین چنانچہ بعض مشائخ نے
کہا کہ وہی عابدین کا مالک ہی کہ اونکو اپنی خدمت عبادت مین لگایا کہ قیامت کے روز عطاے جنت کے ساتھ اسکا اظہار فرمایا اور عارفین کا مالک
ہی کہ اونکو تجلی عطا فرمائی اور اہل وجد و محبین کا مالک ہی کہ اونکو آیات قدرت پر فریفتہ فرمایا اسی طرح اقسام متقین سے اوسکے قبضہ قدرت مین
ہین کہ امتحان دنیا مین ہر ایک کو اوسکے مرکز کیجانب پھیرا اور آخرت مین کافرون کو بھی مشاہدہ ہوگیا جب سے اونکو عذاب کے غم نے گھیر لیا قال تعالی
ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین۔ چنانچہ اسکی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی مفصل بیان آئیگا (ایاک نعبد وایاک نستعین) بیضاوی نے لکھا کہ ایاک
نعبد مین بندے نے عبادت کا کام اپنی طرف منسوب کیا یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین تو اوسکو وہم ہوتا کہ ایک تو یہ فعل مجھسے صادر ہوا دوم
تیری قدرت کا شمار ہی تو اسکے بعد ایاک نستعین کہا کہ عبادت بھی بدون تیری توفیق کے ناتمام ہی بلکہ شیخ نے عرائس مین خوب کہا کہ معنے یہ ہین کہ
ہم تیری ہی معرفت سے اپنی ہستی کے لائق تیری ہی عبادت کرتے ہین وہ بھی اپنی طاقت و قوت سے نہین کر سکتے ہین بلکہ تجھی سے استعانت
مانگتے ہین بلکہ مترجم کہتا ہی کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین اور چونکہ ہمارا اور ہمارے فعل کا پیدا کرنے والا تو ہی ہی تو تجھی سے استعانت چاہتے ہین
کہ تیری توفیق سے ہم مین نیک کام پیدا ہون شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالی ہی کے واسطے عبادت جب ہی خالص ہوگی کہ نہ بدلے کی امید ہو یعنی

عبادت اسواسطے نہو کہ ہمکو جنت ملے یا دوزخ سے نجات ہو — مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے ایک حدیث نقل کی جسمین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے سامنے ایک اعرابی نے کہا تھا کہ مین تو اپنے رب کی عبادت اسلیے کرتا ہون کہ جنت پاؤن اور دوزخ سے بچون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اسکو منع نہین کیا پس مراد یہ ہے کہ عبادت تو خالص اللہ تعالی ہی کے واسطے ہے اور اسکے ضمن مین ثواب کی امید مضر نہین ہے اور کوئی شخص دوزخ
یا جنت کی عبادت نہین کرتا پس حاصل یہ ہوا کہ جو شخص رضاے آلہی عزوجل کے واسطے عبادت کرے کہ وہ مستحق عبادت ہے اور یہ بھی امید رکھے کہ
اسکی رضامندی سے مجکو دوزخ سے نجات ہوگی اور جنت ملیگی تو مضایقہ نہین — شیخ نے کہا کہ خلوص عبادت مین ضرورت ہے کہ دل کی نگہداشت
ہو کہ اللہ تعالی کے لیے سجدہ کرنے مین دوسرون کے تصورات نہ گذرین اور اوسی سے مدد چاہیے کہ مشاہدہ کا پردہ کھلے تاکہ نفس کے خطرات سے
کچھ نجات ہو — شیخ سہل رحؒ نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ تیری ہی ہدایت سے تیری عبادت کرتے ہین اور تجھی سے استعانت چاہتے ہین کہ عبادت مین
ہماری دستگیری فرمائی جاوے تاکہ ہم ادا کرسکین — انطاکیؒ نے کہا کہ اللہ تعالی کی عبادت چار طور سے ہوتی ہے رغبت سے خوف سے حیا سے
محبت سے اور انمین جو عبادت بمحبت ہو افضل ہے پھر وہ جو بحیا ہو پھر وہ جو بخوف ہو پھر وہ جو برغبت راحت ہو — شیخ نے کہا کہ عبادت
آلہی بندگان خاص کے واسطے تن کی راحت اور آنکھون کی قوت اور دل کا سرور ہے — مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے حدیث مین وارد ہوا کہ میری
آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین ہے — (مسئلہ) کیا عارف سے کسی مرتبہ پر پہونچکر عبادت ساقط ہوجاتی ہے جواب یہ کہ بعض گمراہون نے یہی حکم
کیا ولیکن اکابر اولیاء آلہی کے کلمات صریح ہین کہ کبھی ساقط نہین ہوتی ہان بعض نے فرمایا کہ تکلیف ساقط ہوجاتی ہے اور اسکے یہ معنے ہین کہ
عام مومنین تو تکلیف نفس کے ساتھ عبادت ادا کرتے ہین اور عارفین بدون تکلیف کے بلکہ راحت کے ساتھ ادا کرتے ہین کیونکہ عبادت
انکے واسطے عین راحت ہے (اہدنا الصراط المستقیم) واضح ہو کہ جو بندہ اپنی خواہش پر قائم ہو وہ اپنے نفس کے ساتھ ہے اور جس شخص نے نفس کا
ساتھ دیا وہ مذموم جہنمی ہے چنانچہ علامات قیامت مین سے ایک حدیث مین فرمایا کہ اوسوقت حرص مال پیچھے لگی ہوگی اور خواہش نفس کی پیروی
ہوگی اور آخرت چھوڑ کر دنیا اختیار کی جاویگی اور ہر شخص اپنے خیالات پر نازان ہوگا یہ ترجمہ حدیث پورا ادا نہین ہوا کیونکہ حدیث ایک کلام جامع
ہے جسکا پورا ادا کرنا محال ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا — افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ — یعنی بھلا تو نے اس شخص کو دیکھا جسنے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنایا
یعنی خواہش کا فرمان بردار ہے جو وہ کہتی ہے وہ کرتا ہے جیسے بندہ مومن اپنے رب عزوجل کا فرمان بردار ہوتا ہے کیونکہ اوسنے اپنے نفس کو اپنے رب
عزوجل کے واسطے فروخت کردیا بقولہ تعالی — ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم الآیہ — اور جب اللہ تعالی نے اوسکا نفس
خرید لیا تو مومن کی خود کوئی خواہش نہین ہے بلکہ جو اللہ تعالی کی مراد ہے اوسی کی فرمان برداری کرتا ہے اور نفس کو اوسی کے کام مین لگاتا ہے
چاہے نفس کو گوارا ہو چاہے ناگوار ہو پس حاصل یہ ہے کہ اپنی مراد چھوڑنا اور اللہ تعالی کی مراد پر قائم ہونا یہی ایمان ہے لہذا شیخ نے اہدنا الصراط المستقیم
کے اشارہ مین کہا کہ یہ ہدایت کی درخواست ہے یعنی آلہی جو تیری مراد ہے اوس سے ہمکو آگاہ فرما اور راہ دے — اسلیے کہ راہ مستقیم وہ روش
ہے کہ ارادۂ آلہی کے موافق چلے اور اپنے نفس کا دخل چھوڑ دے تاکہ معارف عالیہ تک پہونچے لہذا اس اشارہ مین یہ ہوا کہ آلہی ہمکو اپنی
پسندیدہ مراد پر چلا کر ہمارے نفس کے دام یعنی جنت جو محل دیدار ہے عطا فرما — مترجم کہتا ہے کہ اس بیان سے وہ امور مجمل ہین لیکن شیخ نے مواضع
اجمال کیا کہ شریعت سنت مین اعمال کا صاف بیان ہے اور یہان سے معلوم ہوا کہ اس صراط المستقیم پر چلنے سے مقصود رضوان حق عزوجل ہے
کیونکہ یہ راہ جہان ختم ہوئی وہین مقصود حاصل ہے اور اس راہ مین خاک مٹی نہین ہے بلکہ حصول انوار و اسرار کا ذخیرہ ہے جس سے کدورت جسمانی
و نجاست طبیعت زائل ہوکر محل قدس و منزلت کے لائق ہوتا ہے اور یہ انوار و اسرار جب ہی حاصل ہوتے ہین کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کے قدم بقدم مانند صحابہ رضی اللہ عنہم کے چلے یا آپکی شریعت پر قائم ہو کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم قمر رسالت کے روشن ستارے
ہین کہ اونکی اقتدا سے منزل مقصود پر پہونچ جاتا ہے اگرچہ ان ستارون کی طرح ہمہ تن روشن نہو لیکن ہر ایک کے اجتہادی طریقہ مین نور ہے اور
اسی طریقہ پر علماء مجتہدین ہین کہ سب کا مرکز قرآن وحدیث وجماعت صحابہ واجماع امت ہے اور کوئی اس مرکز سے متفرق وخارج نہین ہوا بلکہ ادنی
جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم پر قائم ہین بخلاف روافض وخوارج وغیرہ کے کہ یہ پھوٹ کر نکل گئے اور ہم لوگ بحمد اللہ سبحانہ تعالی راہ سنت وجماعت یقین
قائم ہین اسیواسطے ہمارے علمائے مجتہدین حضرت جعفر صادق وابوحنیفہ ومالک وشافعی واحمد وسفیان ثوری وداؤد ظاہری وبخاری ومسلم وسا
ولاحقین سب بالاتفاق حق پر ہین کیونکہ سب کا مرکز قرآن وحدیث وصحابہ رضی اللہ عنہم ہین پس ہر ایک نے بحکم الہی جو اجتہاد کیا وہ ثواب
موعود کا مستحق ہے اور اسمین کچھ کمی نہوگی ہان فضل الہی سے زیادتی کی کوئی انتہا نہین ہے لیکن خلوص نیت ثواب کے لیے جس پر عمل ہو اللہ تعالی
قبول فرماویگا کیونکہ مقلد جو اپنی شامت اعمال سے جاہل رہا اور اوسنے میراث نبوت یعنی علم قرآن وحدیث مین لیاقت حاصل نکی تو لا محالہ وہ
تقلید کریگا پس اگر بدنیتی سے مختلف اجتہادات لینا پھرے تو اللہ تعالی خوب جانتا ہے حتی کہ جو بدنیتی سے نماز پڑھی وہ مردود ہوگی پھر ثواب
کہان سے پاویگا اور صراط المستقیم کا فائدہ جاتا رہا اور اگر نیک نیتی ہے تو بقدر خلوص کے حسب اجتہاد پر عمل کرے ثواب کا ذخیرہ لیکر آگے بڑھے پس ہمارے
نزدیک یہ سب موافق شان مومنین کے بھائی بھائی اور راہ حق کے رفیق اور جنت کے ساتھی ہین کیونکہ یہ سب ایک ہی راہ مین ایک ہی مقصد
چاہتے ہین جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم متفق تھے اور ہرگز اون مین دلی عداوت نہ تھی اور آخر مین اگر کچھ اختلاف ہوا تو وہ صرف اللہ تعالی کے واسطے
احکام شریعت پر تھا بدون اسکے کہ اپنا نفسی بغض ہو اور جس شخص کو اللہ تعالی نے نور ایمان عطا فرمایا اوسکو یہ بات روز روشن کی طرح سامنے
نظر آتی ہے پھر افسوس اون فرقون کے حال پر ہے جو خوارج وروافض کی طرح جماعت سے پھوٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوگئے اور شیطان نے
اونکو ہلاک ومسمار کر دیا۔ اور حدیث مین ہے کہ جو پھوٹا وہ جہنم مین گیا پھر سوائے ان بھٹکے ہوئے فرقون کے برابر باقی جماعت متفق چلی آتی تھی
لیکن اس زمانہ مین یقین ومعرفت مین یہانتک کمی ہوئی کہ لوگون نے ظاہری صورت شریعت اختیار کی اور نور یقین کی کمی مین تاریکی چھائی
تو اندھیرے مین اونکو مکر شیطان نظر نہ آیا حتی کہ ان مقلدون نے باہم حنفیہ وشافعیہ کو لڑایا اور ایک دوسرے سے دل مین غبار لانے لگے بلکہ
بعض نے ایسے مسائل نکالے جس سے باہم ایک دوسرے کے پیچھے نماز مین تردد کرنے لگے جو دین کا رکن اعظم ہے اس سے بھی بڑھکر اس زمانہ مین مقلدون وغیر مقلدون کا نفاق
بدرجہ عداوت پہونچا جو شرعا حرام ہے حالانکہ یہ اختلاف چند مستحبات کے پیچھے واقع ہوا لیکن جہالت غور کے قابل ہے کہ حرام کے مرتکب ہوئے اور فرض مین کچھ تردد نہوا اور
یہ بھی نہین سمجھے کہ یہ اعمال تو راہ مین ذخیرہ ثواب حاصل کرکے مقصود تک پہونچنے کے لیے تھے تو انکی یہ مثل ہے کہ دو شخص گھاٹ پر پانی لینے کے واسطے جاتے
ہین اور راہ مین باہم سامان پر تکرار کرکے گھڑے پھوڑے اور وہین بیٹھکر لڑنے لگے پس ان لوگون کو لازم ہے کہ اپنا یقین آخرت درست کرین تاکہ نور
ایمان سے یہ فساد رفع ہو اور اپنی موت کے واسطے سامان مہیا کرین کیونکہ عذاب آخرت ومنزل گور سخت خطرناک ہے اللہ تعالی کل عذاب سے نجات
عطا فرماوے اور ہم سب کو صراط المستقیم پر چلاوے آمین بعض مشائخ نے فرمایا کہ اہدنا الصراط المستقیم سے دعا کرنے مین مرکوز ہونا چاہیے کہ الہی
ہمکو راہ معرفت عطا ہو کہ ہم تیری خدمتگذاری پر اچھی طرح قیام کرین۔ اور واضح ہو کہ خلوص سے دعا کرنے والے بندہ کو جب اللہ عز وجل نے
صراط المستقیم پر پہونچایا تو راہ شکر وفنائے نفس اور وصول بخدمت اور انقطاع بدعت ونجات شرک خفی ونجات فتنہ ہوا اس سب حاصل ہو جاتا ہے
شیخ جنید نے فرمایا کہ درخواست ہدایت کا بھید یہ ہے کہ جب بندہ پر ایمان کی معرفت سے صفات قدسیہ کا مشاہدہ طاری ہوا تو اوسنے
آداب عبودیت کی درخواست کی تاکہ کامل بندگی سے درجہ کمال پر فائز ہو۔ شیخ شبلی وغیرہ نے کہا کہ راہ اولیا واصفیا کی درخواست کی اور وہ

اسلام ہی۔ شیخ حسین رحہ نے کہا کہ بعد ایمان کے اس درخواست کے یہ معنے ہین کہ جیسے تو نے معرفت توحید عطا فرمائی اسی طرح طاعت توحید عنایت ہو۔ (صراط الذین انعمت علیھم) یعنی جن لوگون پر تو نے معرفت کا انعام فرمایا کہ اونھون نے ادب کے ساتھ اچھی طرح خدمت ادا کی اونھین کی راہ عنایت ہو اور وہ ایسے لوگ ہین جنکو یقین کامل اور صدق دائم حاصل ہی اور نفس و شیطان کے مکر و مکائد سے آگاہ ہین اور انوار صفات سے متصف ہین اور عبودیت ہیا اونکو استقامت نصیب ہی یہ لوگ انبیا و صدیقین و شہدا و صالحین ہین شیخ ابو عثمان نے کہا کہ اونپر انعام اس طرح تھا کہ اونکو راہ کے مہلکہ اور نفس و شیطان کے مکر سے آگاہ کیا۔ بعض نے کہا کہ اونکو علم معرفت و فقہ اسرار عطا کی گئی حتی کہ اونھون نے نعمت سے نظر اوٹھا کر منعم کو پہچانا اور ازلی سعادت پر شکرگذار ہوئے اور اللہ تعالی کی قضا و قدر پر راضی ہوے اور خواہش نفس چھوڑ کر عہد شریعت پر قائم ہوے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اہل نعمت وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے اونکو نفس کی خودی سے فنا کر کے اپنی طاقت و حیات سے باقی رکھا اور مکر شیطان و نفس اونپر تسلط پانے سے روکا گیا حتی کہ وہ رضوان حق عزوجل تک پہونچے اور اونکی صفات مین سے یہ ہی کہ ہر خدمت مین ادب کی حفاظت کرتے ہین اور ظہور انوار شہود کے وقت احکام عبودیت وادب مین خلل نہین ہوتا۔ (غیر المغضوب علیھم) شیخ ابو عثمان نے کہا یعنی اون لوگون کی راہ سے پناہ ہو جنپر تو نے غضب کیا پس اونکے قلوب محفوظ نہ ہے حتی کہ وہ بیہودی ہو گئے۔ ابو العباس دینوری نے فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہین کہ وکالت و ولایت الٰہی نے اونکو خود اونکے بھروسہ پر چھوڑ دیا اور جو کوئی اپنے نفس کے بھروسہ پر چھوڑا گیا وہ برباد گیا۔ مترجم کہتا ہی کہ اسیواسطے حدیث مین دعا سکھلائی کہ الٰہی ہمکو ہمارے نفس کی کتا ہین نہ چھوڑیو کہ وہ ہمکو نیکی سے دور اور بدی سے نزدیک کرے۔ بعض نے فرمایا کہ حرام کمائی والے تو غضب مین گرفتار ہین لیکن جو لوگ حلال کمائی مین اس غرض سے مشغول ہون کہ اونکے نفس کی خواہشین پوری ہون تو یہ بھی درحقیقت مکر ہی (ولا الضالین) اور نہ اون لوگون کی راہ جو بہک گئے۔ شیخ ابو عثمان کے قول مین ہی کہ اللہ تعالی کے قبضۂ قدرت مین مخلوقات کے قلوب ہین پس جسیواسطے اونکے قلوب کو اپنے حفظ مین نہین رکھا تو کج ہو کر برگشتہ و نصرانی ہو گئے۔ شیخ رحہ نے کہا کہ جو لوگ طریقۂ سنت سے مخالف ہو کر اپنے اختراعی طریقہ مین پڑے لیکن استدراج کے طور پر عالم سفلی یعنی مادیات مین سے اونپر کشف کیا گیا تو وہ اپنے آپ کو عالی درجہ معرفت مین سمجھے کہ اونسے کرامت سرزد ہوئی حالانکہ وہ شیطانی مکر مین گرفتار ہو کر گمراہ ہین اور درحقیقت معرفت و مشاہدۂ حق سے محجوب ہین اور اپنی خواہشون کے میدان مین بھٹکتے پھرتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ اسمین اشارہ ہی کہ کرامت مقبول و استدراج مردود مین امتیاز کرنا ہر شخص کا کام نہین ہی اور عالم سفلیات مین سے کسی امر کی خبر دینا مثلاً فلان شخص نوکر ہو جائیگا یا مسافر آجائیگا یا فلان مقام پر یہ واقعہ ہی یا مانند اسکے دیگر امور کچھ کرامت کی دلیل نہین ہین بلکہ عالم مادیات و شیطانی ہین یہ ایسے لوگون کو بھی حاصل ہوتا ہی جو فی الجملہ ریاضت کو جوگیون کی طرح شیطانی طریقہ پر بجا لاوین اور یہ بکثرت مشاہدہ مین موجود ہی بلکہ عوام کے واسطے شناخت کا صرف یہ طریقہ ہی کہ جس شخص کی نسبت کرامت کا خیال ہو اوسکو ایک زمانہ تک تجربہ کرین کہ اگر وہ طریق شریعت و راہ سنت پر قائم ہی تو انوار حقیقت سے سرفراز ہی لیس یہ امر اوسکی جانب سے کرامت ہی اور اگر وہ شریعت پر قائم نہین ہی تو نور حقیقت حاصل ہونا محال ہی۔ شیخ جنید رحہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کی جناب مین ہر مومن کے واسطے راہ ہی مگر ہر راہ مسدود ہی کسی طرح نہین کھل سکتی جبتک حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی پر قائم ہو۔ اور شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا یہ قول معروف ہی

ع خلاف پیمبر کسی رہ گزید • کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یعنی جس شخص نے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راہ اختیار کی وہ ہرگز کبھی منزل معرفت تک نہین پہونچیگا اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ روافض و خوارج مین سے کوئی شخص مرتبہ معرفت پر نہین پہونچا کیونکہ

صریح مخالف سنت ہین اور جو شخص خلاف شریعت و سنت ہو اگر اوس سے کوئی خرق عادت ظاہر ہو تو وہی شیطانی استدراج ہی اور چونکہ وہ شخص مردود
ہو کر نفس و شیطان کے حوالہ ہو جاتا ہی تو شیطان اوسکو بہت سے کرشمہ و صورتین دکھلاتا ہی جنکو وہ اپنے زعم باطل مین عالم ملکوتی کا کشف سمجھتا ہی
چنانچہ آیندہ مقامات مین انشاء اللہ اسکی توضیح آویگی (**تنبیہ**) اس سورۂ مبارک کے اول مین ذکر حمد و ثنائے آلہی ہی اور آخر مین گمراہون و
مردودون کی راہ سے پناہ مانگنے کا بیان ہی پس اسمین اشارہ ہی کہ اللہ تعالی کی بارگاہ مین رجوع کرنا اور اوسکی حمد و ثناء اور اپنی عاجزی و دعا کرنا تمام
خوبیون کی اصل ہی اور اللہ تعالی کی درگاہ سے منہ موڑکر نافرمانیان کرنا اور اپنے نفس کی خواہشون کے پیچھے پھرنا تمام بدبختی و گمراہی ہی اللہ تعالے
ارحم الراحمین ہم بندون کو اپنی رحمت سے راہ مستقیم راہ انبیاء و صالحین کی ہدایت فرماوے اور اپنی قوت و قدرت کاملہ سے ہمکو
ان یہودیون و نصرانیون و تمام کافرون و گمراہون کی راہ سے بچاوے آمین یا ارحم الراحمین

سورۃ البقرۃ

قرطبی و سیوطی وغیرہ نے کہا کہ یہ سورہ مدنیہ ہی اور مدینہ مین ایک مدت کے اندر نازل ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ مدینہ مین اول یہی سورہ نازل ہوا
سوائے آیات ربوا کے یعنے بیاج و سود کے احکام مین جو آیات نازل ہوئین وہ قرآن مین سب سے آخر مین حالانکہ سورہ بقرہ مین موجود ہین اور
اسیطرح قولہ تعالی۔ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیہ۔ یہ بھی حجۃ الوداع مین یوم النحر کو مقام منی مین نازل ہوا۔ اور اتقان مین مذکور ہی کہ سورہ
بقرہ کا نزول بعد ویل للمطففین کے واقع ہوا اور یہ بھی اتقان مین مذکور ہی کہ سورہ بقرہ جو دوسو چھیاسی یا ستاسی آیات ہین کل مدنیہ ہی سوائے دو
آیتون کے اول قولہ تعالی۔ فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ الآیہ۔ اور دوم قولہ تعالی لیس علیک ہدیہم الآیہ۔ (الاتقان) اس سورہ کے فضائل
مین یہی کافی ہی کہ قرآن مجید کی ترتیب لوح محفوظ کے موافق یہ سورہ تم سب سے مقدم دیکھتے ہو اور اس سے زیادہ معتمد احادیث و آثار صحیحہ ہین جنسے
اہل ایمان کے نور کو ترقی اور دل کو فرحت ہوتی ہی چنانچہ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ البقرۃ سنام القرآن اور اسکی چوٹی ہی اسکی ہر آیت کے ساتھ اسی فرشتے نازل ہوئے اور آیہ۔ اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم۔ عرش کے نیچے سے
لیکر اسکے ساتھ ملائی گئی اور فرمایا کہ یس قرآن کا دل ہی جو شخص کہ رضائے آلہی و دار آخرت چاہتا ہو وہ یس کو پڑھے تو ضرور اللہ تعالی اوسکی مغفرت
فرمائیگا اور تم لوگ یہ سورہ اپنے مُردون پر پڑھا کرو (رواہ احمد و ابوداؤد والنسائی و ابن ماجہ) مترجم کہتا ہی کہ جیسے سورۃ البقرہ اسکا نام ہی اسیطرح
اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ البقرہ بھی نام ہی اور یہی یس و سورۂ یس مین ہی ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ ہر چیز کے واسطے سنام ہی اور سنام القرآن
سورۃ البقرہ ہی اور اسمین ایک ایسی آیت ہی جو آیات قرآن کی سردار ہی وہ آیۃ الکرسی ہی (رواہ الترمذی) ذروہ یعنی چوٹی اور اسیکے قریب سنام کے
معنے ہین۔ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے گھرون کو قبرین مت بناؤ جس گھر مین سورۃ البقرہ
پڑھی جاتی ہی اوسمین شیطان داخل نہین ہوتا (رواہ احمد و مسلم والنسائی والترمذی وقال حسن صحیح) اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہی کہ مقابر مین قرأت
قرآن نہین ہی اور شاید یہ مراد ہو کہ تم لوگ ایسے مست ہو جاؤ جیسے قبرون کے مردے ہوتے ہین کہ قرآن نہین پڑھتے ہین لیکن اس صورت مین ان
لوگون کو تشبیہ دینا لازم آتا ہی یعنی تم لوگ اہل قبور کے مانند مت ہو جاؤ حالانکہ حدیث شریف مین گھرون کو قبور سے تشبیہ ہی لہذا معنے اول اظہر ہین
واللہ تعالی اعلم۔ م۔ حضرت انس رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا کہ جس گھر مین سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہی تو جس وقت
شیطان اوسکو سنتا ہی تو گھر سے نکل جاتا ہی۔ (رواہ ابوعبید) مترجم کہتا ہی کہ اسکا بھید یہ ہی کہ شیطان سیاہ قلب و تاریکی ہی اور یہ اوسکی ذاتی حالت
ہی

اور اس سورۂ مبارک کا نور اوسکی ذات کے واسطے سوہان روح ہی کیونکہ نور سے تاریکی مٹ جاتی ہی ولیکن اوسکی ذات اس قابل نہین ہی تو اوسپر بے فائدہ
مرتب ہی۔ ھ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ شیطان جس گھر سے سورۂ بقرہ کی آواز سنتا ہی وہان سے بھاگتا ہی (رواہ النسائی فی الیوم و
اللیلۃ و ابو عبید و الحاکم) اور عبد اللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تم مین سے کسی شخص کو ایسی حالت مین
نہ پاؤن کہ وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے گیت گاوے اور سورۂ بقرہ کا پڑھنا چھوڑے حالانکہ جس گھر مین سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہی اوس سے شیطان بھاگتا
ہی اور سب سے چھوٹا وہ گھر ہی جو کتاب الٰہی سے خالی ہو (رواہ النسائی فی الیوم واللیلہ و ابن مردویہ) اور ابن مسعود رضؓ سے روایت ہی کہ جس گھر مین سورۂ
بقرہ پڑھی جاوے تو سوا اسکے نہین کہ وہان سے شیطان بھاگتا ہی ایسی بُری حالت سے کہ اوسکی ریح نکلتی جاتی ہی اور فرمایا کہ ہر چیز کے واسطے
سنام ہی اور سنام القرآن سورۃ البقرہ ہی اور ہر شی کے واسطے لباب ہوتا ہی اور قرآن کا لباب مفصلات ہین (رواہ الدارمی) اور شعبی نے کہا کہ حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص نے سورۂ بقرہ کی دس آیات کسی رات مین پڑھین تو اس رات اس گھر مین شیطان
داخل نہ ہوگا از انجملہ چار آیات اول سورہ سے اور ایک آیۃ الکرسی اور دو آیتین اسکے بعد اور تین آیتین آخر سورہ سے ہین (رواہ الدارمی) اور
دوسری روایت مین یون فرمایا کہ اس رات اس شخص کے پاس یا اسکے اہل و عیال کے پاس شیطان یا کوئی مکروہ چیز نہین آسکتی اور فرمایا کہ جس مجنون پر
یہ آیتہ پڑھی جاوین اوسکو افاقہ ہو جائیگا۔ (الدارمی) مترجم کہتا ہی کہ جنون مس شیطان کی ایک قسم ہی کیونکہ شیطانی مادہ دخان ناری سے پیدا ہی
اور انسانی مادہ اوسکے مخالف ہی تو جب کسی تقدیر الٰہی سے باہم لگاؤ ہوتا ہی تو انسان اس صدمہ سے مجنون ہو جاتا ہی حتی کہ اطبا اوسکے
علاج سے عاجز ہین لیکن اگر ایسا شخص ان آیات کو پڑھکر دم کرے جسکے صدق ایمان سے ان آیات کا نور عطا ہو تو اس نور کے صدمہ سے
شیطانی اثر دور ہو جاویگا کیونکہ وہ اسکو متحمل نہین ہو سکتا جیسا کہ سابق مین بیان ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے
روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شی کے واسطے سنام ہی اور سنام القرآن بقرہ ہی اور جسنے یہ سورہ رات مین اپنے گھر مین پڑھا
تو تین رات تک شیطان اوسمین داخل نہوگا اور جسنے اسکو اپنے گھر مین دن مین پڑھا تو تین دن تک اوسمین شیطان داخل نہوگا (رواہ
الطبرانی و ابن حبان و ابن مردویہ) مترجم کہتا ہی کہ تین راتوں مع دن ہین اور تین دن مع راتوں ہین اور یہ اوس نور کا بقا ہے اثر ہے پس جسقدر
نور ایقان کے موافق بندہ کو نور تلاوت زیادہ حاصل ہوگا اوسیقدر زیادہ مدت تک شیطان کو مجال نہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔ ھ۔ حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیون کی ایک جماعت کو جہاد کے واسطے بھیجنا چاہا اور اونپر دار
کرنے کے واسطے ہر ایک کو بلا کر اوس سے قرآن پڑھوایا پس جسقدر جسکو یاد تھا اوس نے سنایا یہانتک کہ ایک نوجوان کی باری آئی
جو ان سب مین چھوٹا تھا تو اوس سے پوچھا کہ ای لڑکے تیرے پاس کیا ہی اوسنے عرض کیا کہ ای رسول اللہ میرے پاس فلان و فلان سورتین
مع سورۃ البقرہ ہی تو فرمایا کہ کیا تیرے پاس سورۃ البقرہ ہی اوسنے عرض کیا کہ جی ہان تو فرمایا کہ جا تو ان سب پر سردار ہی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
کہا کہ پھر ان مین سے ایک شخص شریف نے کہا کہ واللہ مجھے سورۂ بقرہ کا علم حاصل کرنے سے کوئی چیز مانع نہین ہوئی سوا اسکے کہ مجکو
یہ خوف ہوا کہ شاید مین اسکے ساتھ قیام نہ کر سکون یعنی رات کو نماز مین اسکی تلاوت نہ کر سکون پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم
لوگ قرآن سیکھو اور اوسکو پڑھو کیونکہ جسنے قرآن سیکھا اور اوسکی تلاوت کی اور اوسکے ساتھ قیام کیا یعنی نماز شب مین پڑھا تو اوسکی مثال
ایسی ہی جیسے ایک تھیلی مین مشک بھرا ہوا ہی کہ ہر جگہ سے اوسکی خوشبو اوڑتی ہی اور جسنے قرآن سیکھا اور وہ اوسکے دل مین محفوظ ہی
مگر سو رہا تو اوسکی مثال ایسی ہی جیسے ایک تھیلی مین مشک بھرا ہوا ہی مگر اوسکے منھ پر گرہ دی ہوئی ہی (رواہ الترمذی و النسائی و ابن ماجہ)

اسید بن حضیرؓ سے روایت ہی کہ ایک وقت ایک شخص رات مین سورہ بقرہ پڑھتا تھا اور اوسکے پاس اوسکا گھوڑا بندھا تھا کہ ناگاہ وہ گھوڑا جولانی
کرنے لگا تو وہ شخص پڑھنے سے خاموش ہوگیا تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا پھر وہ پڑھنے لگا تو پھر گھوڑا جولانی کرنے لگا پھر وہ خاموش ہوگیا تو گھوڑا
بھی ٹھہر گیا پھر وہ پڑھنے لگا تو گھوڑا جولانی کرنے لگا پس اوسنے سلام پھیر دیا کیونکہ اوسکا بیٹا جسکا نام یحیی تھا اس گھوڑے کے قریب
سوتا تھا تو وہ ڈرا کہ شاید اوسکو گھوڑے کا صدمہ پہونچے پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال بیان کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ حضرت
اسید بن حضیرؓ کا خود ہی یہ واقعہ ہی لیکن راوی نے نام ظاہر نہین کیا چنانچہ روایت مین ہی کہ جب صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان
کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابن حضیر پڑھتا رہتا ابن حضیر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجکو یحیی پر خوف ہوا اور وہ گھوڑے سے قریب تھا پس مین
سلام پھیر کر اوسکو اوٹھانے گیا پھر مین نے آسمان کو نظر اوٹھائی تو دیکھا کہ مثل ظلہ ابر کے ایک چیز ہی جسمین مثل شمع سفید کے بہت سے چراغ
روشن ہین پس وہ بلند ہوا یہانتک کہ پھر مین نے اوسکو نہ دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جانتا ہی کہ یہ کیا تھا مین نے عرض کیا کہ
نہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو تیری آواز قراءۃ سننے کے واسطے قریب ہوئے تھے اور اگر تو پڑھتا رہتا تو
برابر صبح تک رہتے کہ لوگ اونکو دیکھتے اور یہ اون لوگوں سے پوشیدہ نہوتے (رواہ البخاری وابو عبید) مترجم کہتا ہی کہ ایک روایت مین آپ نے فرمایا کہ یہ
سکینت تھا پس اس سے معلوم ہوتا ہی کہ قرآن مجید مین جو سکینہ نازل ہوا کما فی قولہ تعالی۔ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ الآیۃ۔ تو وہ ایک جماعت
ملائکہ ہین واللہ تعالی اعلم۔ اور مجمع البحار مین مذکور ہی کہ تلاوت قرآن مخصوص اہل ایمان کے واسطے ایک نعمت ہی جس سے ملائکہ محروم ہین حتی کہ جب
ملائکہ کسی بندہ صالح کو تلاوت کرتے سنتے ہین تو آپسمین کہتے ہین کہ جلد آؤ کہ تمھاری مراد ملی اور نہایت خوشی سے سنتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ
ملائکہ کا یہ قول ایک حدیث صحیح مین وارد ہی اور حدیث مذکور مین بھی اشارہ ہی کہ نہایت شوق سے صبح تک سنتے رہتے اور پوشیدہ نہوتے چنانچہ
بعضے صحابہ دیگر رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسا ہی واقع ہوا۔ چنانچہ شیخؒ نے لکھا کہ امام ابو عبید القاسم بن سلام نے اپنی اسناد کے ساتھ جریر
بن یزید سے روایت کی کہ مجھسے بزرگان مدینہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ ثابت بن قیس بن شماس کے
گھر مین آج صبح طلوع ہونے تک برابر مصابیح چمکتے رہے پس آپ دیکھتے ہین کہ یہ کیا بات ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید اوسنے
سورہ بقرہ تلاوت کی ہو پس بعض لوگون نے جاکر ثابتؓ سے دریافت کیا پس ثابتؓ نے بیان کیا کہ ہان مین نے سورہ بقرہ پڑھی تھی شیخ نے
کہا کہ یہ اسناد جید لیکن مرسل ہی۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا پس مین نے سنا کہ آپ
فرماتے تھے کہ تم لوگ سورہ بقرہ سیکھو کہ اسکا لینا برکت ہی اور چھوڑنا حسرت ہی اور اہل بطالت اسکی استطاعت نہین پاتے ہین (رواہ احمد و
ابن ماجہ) اور اسکی اسناد حسن ہی۔ اور ابو امامہؓ کی حدیث صحیح مسلم مین بھی یہ فضیلت مذکور ہی شیخؒ نے لکھا کہ اہل بطالت سے شیطانی ساحر
مراد ہین۔ ابو عبید نے اپنے چچا سے روایت کی کہ ایک شخص نے سورہ بقرہ وآل عمران پڑھی پس جب اوسنے نماز پوری کی تو اوس سے کعب رضی اللہ
عنہ نے کہا کہ کیا تو نے بقرہ وآل عمران پڑھی تو اوسنے کہا کہ ہان تو فرمایا کہ قسم اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ ان دونون سورتون مین
اللہ تعالی کا اسم اعظم موجود ہی کہ جب اوسکے ذریعہ سے دعا مانگی جاوے تو وہ فوراً قبول کیجاتی ہی تو اوسنے عرض کیا کہ آپ مجھے بتلا دیجیے کعب
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ ہرگز نہین بتلاؤنگا اور اگر تجھے بتلاؤن تو شاید تو ایسی دعا کرے کہ جسکی وجہ سے مین اور تو دونون تباہ ہون (رواہ
ابو عبید) ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم لوگ قرآن پڑھو کہ وہ قیامت کے روز اپنے لوگون کے
واسطے شافع ہوگا اور تم نیرین سورہ بقرہ وآل عمران پڑھو کہ یہ دونون قیامت مین آوینگی گویا دو پارہ ابر یا دو چتر ہین یا دو پر دار چڑیون کے

جھنڈ یا باہم پر ملائے ہوئے ہیں کہ اپنی تلاوت کرنے والوں کی طرف سے شفاعت و حجت کرینگی پھر فرمایا کہ تم لوگ سورۂ بقرہ پڑھو کیونکہ اوسکا لینا برکت اور
چھوڑنا حسرت ہی اور اہل بطالت اوسکی استطاعت نہیں پاتے ہیں (رواہ مسلم واحمد) اور یہی معنی حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ میں بروایت احمد
ومسلم وترمذی موجود ہی ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارے ایک بھائی نے خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک پہاڑ کے تنگ شگاف اور سخت چڑھائی پر چڑھتے ہیں اور
اس پہاڑ کی چوٹی پر دو درخت ہرے بھرے آواز دیتے ہیں کہ کیا تم میں سے کوئی شخص سورۂ بقرہ پڑھتا ہی اور کوئی تم میں سے سورۂ آل عمران پڑھتا ہی
پس جب کسی شخص نے کہا کہ ہاں تو دونوں درخت اپنی گودھوں سمیت اوس سے نزدیک ہوجاتے ہیں تاکہ وہ انسے لٹک جاتے ہیں پس اوسکو
پہاڑ پر چڑھا لیتے ہیں (رواہ ابو عبید باسناد جید) ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ ایک شخص جسنے قرآن پڑھا تھا اپنے ایک پڑوسی پر
حملہ کرکے اوسکو قتل کیا اور خود اوسکے قصاص میں مارا گیا تو قرآن برابر ایک ایک سورہ کرکے اوس سے جدا ہوتا جاتا تھا یہانتک کہ سورۂ بقرہ وآل عمران ایک
جمعہ تک باقی رہیں پھر آل عمران بھی اوس سے جدا ہوگئی اور سورۂ بقرہ ایک جمعہ تک ٹھہری پس سورۂ بقرہ کو حکم پہونچا کہ میرے یہاں قول بدلتا نہیں اور
میں بندوں کے واسطے کچھ ظالم نہیں ہوں پس سورۂ بقرہ بھی نکل گئی گویا ایک ابر عظیم ہی (رواہ ابو عبید بسند جید) اور شیخ ابو عبید نے اسکے یہ معنے
بیان کیے کہ یہ دونوں سورتیں اوسکے ساتھ قبر میں عذاب دفع کرتی تھیں لیکن قاتل کے واسطے حکم آلہی بمواخذہ تھا اور وہ بدل نہیں سکتا تو ناچار اسکو
چھوڑ دیا واللہ اعلم۔ یزید بن الاسود الجرشی سے روایت ہی کہ جسنے کسی دن سورۂ بقرہ وآل عمران پڑھی تو شام تک نفاق سے بری ہوگیا اور جسنے
رات میں دونوں کو پڑھا تو صبح تک نفاق سے بری ہوگیا اسیواسطے یزید بن الاسود ہر روز رات و دن میں ان دونوں سورتوں کو بھی علاوہ اپنے وظیفہ
معمولی کے پڑھا کرتے تھے (رواہ ابو عبید بسند جید) اور سعید بن جبیر رح سے روایت ہی کہ حضرت عمر بن الخطاب رض نے فرمایا کہ جسنے رات میں سورۂ بقرہ و
آل عمران پڑھی تو اولیاء قانتین میں لکھا جائیگا۔ (رواہ ابو عبید) اور واضح ہو کہ سورۂ بقرہ منجملہ ان سات سورتوں کے ہی جنکو سبع طوال کہتے ہیں
اور واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بجاے توریت کے مجکو سبع طوال عطا ہوئیں اور بجاے انجیل
کے مئین عطا ہوئیں اور بجاے زبور کے مثانی عطا ہوئیں اور باقی مفصلات سے مجکو فضیلت عطا ہوئی (ابو عبید) اور حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سبع طوال کو حاصل کیا وہ حبر ہی (ابو عبید واحمد) اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسکے
مثل روایت ہی (رواہ احمد) اور ابو عبید نے سعید بن جبیر سے قولہ تعالی۔ ولقد آتیناک سبعا من المثانی۔ کی تفسیر میں روایت کیا کہ یہ سبع طوال ہیں
یعنی سورۂ بقرہ وآل عمران ونساء ومائدہ وانعام واعراف ویونس۔ اور مجاہد رح سے روایت ہی کہ سبع المثانی سبع طوال ہیں۔ اور یہی قول مکحول وعطیہ
بن قیس وشداد بن اوس ویحیی بن الحارث وغیرہم ہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ سورۂ بقرہ بلا خلاف مدنیہ ہی۔ اور خالد بن معدان رح سورۂ بقرہ کو فسطاط القرآن
کہتے تھے۔ بعض علماء نے کہا کہ اس سورہ میں ہزار اخبار و ہزار امر و ہزار نواہی ہیں۔ اور شمار کرنے والوں نے اسکی دو سو ستاسی آیات کے کلمات
چھ ہزار دو سو اکیس شمار کیے جنکے حروف پچیس ہزار پانچ سو ہیں۔ اور عتبہ بن مرثد نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو مقابلہ
کفار سے پیچھے ہٹتے دیکھکر پکارا کہ ای اصحاب سورۃ البقرہ اور میرا گمان یہ ہی کہ یہ جنگ حنین کے روز واقع ہوا۔ مترجم کہتا ہی کہ اوس روز لشکر کی قطار
آگے پیچھے تھی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اصحاب مہاجرین وانصار تھے اور آپ کے آگے مکہ کے نومسلم لوگ تھے جنکے دل میں ہنوز
ایمان کے معنے نہیں سمائے تھے پس ان لوگوں نے خیال باندھا کہ آگے بڑھکر ہم ہی لوگ قوم ہوازن کو بھگا دیں تاکہ یہ فتح ہمارے نام
لکھی جاوے اور یہ لوگ دو ہزار تھے پس انہوں نے پیش قدمی کرکے ہوازن پر حملہ کیا اور ہوازن چار ہزار قوم تیر انداز تھے جنہوں نے اپنے
مال ومتاع کو لشکر میں ڈال دیا تھا پس وہ لوگ بھاگے اور وہاں موڑ کا راستہ تھا تو ادھر سے پوشیدہ رہ گئے اور یہ لوگ لوٹنے میں مصروف

ہو گئے پس انکو کچھ خبر نہوئی یہانتک کہ دوسرے موڑ کی طرف سے ناگاہ ہوازن نے نکلکر اپر حملہ کیا اور تیروں کی بوچھار سے زخمی کر دیا پس اوسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو عباس رضی اللہ عنہ نے پکارا اے اصحاب شجرہ اور ایک روایت میں ہے کہ اے اصحاب سورۃ البقرہ پس اون لوگوں نے ہر طرف سے دوڑ کر آنا شروع کیا۔ شیخ نے کہا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو حنیفہ قوم مسیلمہ کذاب پر جو مرتد ہو گئے تھے مہاجرین و انصار کا لشکر بھیجا اور قوم بنو حنیفہ بہت کثیر تھی اور خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سردار تھے اور بنو حنیفہ وغیرہ جن بعضے مرتدین توبہ کرکے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہو گئے تھے پس جب قتال سخت ہوا تو یہی لوگ بھاگنے لگے پس صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے باہم پکارنا شروع کیا کہ اے اصحاب سورۃ البقرۃ تاکہ مہاجرین و انصار آگاہ رہیں کہ ان میں سے کوئی نہیں بھاگا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اوسکو فتح عطا فرمائی رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت ہے کہ جسنے آخر سورۃ بقرہ کی دونوں آیتیں رات میں پڑھیں تو وہ اوسکو کافی ہیں۔ (الصحاح) یعنے شب بیداری کے بجاے کافی ہیں اور انکی فضیلت انشاء اللہ تعالیٰ آخر میں بیان ہونگی جیسے آیۃ الکرسی کے فضائل اپنے موقع پر بیان ہونگے اور حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی اوس سے دو آیتیں نازل ہوئیں جو خاتمہ سورۂ بقرہ ہیں پس جب وہ کسی گھر میں تین مرتبہ پڑھی جاویں تو یہ نہوگا کہ پھر شیطان اوس گھر کے پاس پھٹکے (الترمذی) اور صحیح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شب میں سورۂ بقرہ و آل عمران سے زیادہ ایک رکعت میں پڑھا اور اس قدر فضائل کافی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے موفق ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بنام اللہ الرحمن الرحیم شروع ہے

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

یہ کتاب ہی اس میں شک نہیں ہے

الٓمّٓ یعنی الف۔ لام۔ میم۔ کیونکہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے کتاب الٰہی سے کوئی حرف پڑھا اوسکے واسطے ایک نیکی ہے اور وہ نیکی دس گونہ ہے اور یہ میں نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے (رواہ الترمذی وقال صحیح) خلیل و ابو علی نے کہا کہ ہر ایک پر وقف کیا جاتا ہے اور بجاے الف کے ہمزہ مستعار ہے کیونکہ الف سے ابتدا متعذر ہے۔ **ف س** ۔ فرقہ حشویہ نے کہا کہ اسکے کچھ معنی نہیں ہیں۔ یہ قول مردود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مہمل سے خطاب نہیں فرمایا حشویہ نے کہا کہ یہ حروف ہیں بدلیل حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے جواب دیا گیا کہ یہ مغالطہ ہے کیونکہ حرف سے اصطلاح نحوی مراد نہیں جو پچھلے زمانہ میں قرار پائی ہے بلکہ حرف لغوی یعنی کلمہ مراد ہے لہذا مہمل کہنا مردود ہے جب فرقہ مرجیہ نے دیکھا کہ مہمل کہنا ممکن نہیں ہے تو اس فرقہ نے کہا کہ ظاہر کے خلاف معنی مراد ہیں جیسے مرجیہ فرقہ کے نزدیک عذاب کی آیتوں میں فقط دھمکی مراد ہے یہ اعتقاد بھی مردود ہے اسواسطے کہ مرجیہ نے جو معنے قرار دیے وہ موضوع نہیں ہیں تو معنی حقیقی مراد نہوئے اور جب معنی حقیقی مراد نہیں تو معنی مجازی بھی مراد نہیں کیونکہ مجاز تو حقیقت کے تابع ہوتا ہے اور رہا یہ کہ خلاف ظاہر جو چاہے بیان کرے تو قرآن مجید کے لیے یہ بات محال ہے کیونکہ ہر ایک کافر اس قسم کی لغویت بیان کرنے سے عاجز نہوگا۔ مرجیہ نے کہا کہ اگر معنے نہ لیے جاویں تو خطاب مہمل ہوگا جواب یہ ہے کہ خطاب اوسوقت مہمل ہے جب کوئی فائدہ نہ نکلے اور اون آیات متشابہات سے ایمان مقصود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فاما الذین فی قلوبہم

زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولو
الالباب۔ یعنی جن لوگون کے دلون مین کجی ہے وہ قرآن مین سے متشابہ کے پیچھے پڑتے ہین بخواہش فتنہ انگیزی اور بخواہش تاویل متشابہ
حالانکہ سوائے اللہ تعالی کے کوئی اوسکی تاویل نہین جانتا اور جو بندے علم ایمان مین مضبوط ہین وہ یہی کہتے ہین کہ ہم اسپر ایمان لائے قرآن مین
جو کچھ ہے وہ کل ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہین جو اہل عقل ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ آیات
متشابہ سے مومنون کا ایمان لانا مقصود ہے اور اسکی مراد کو اللہ تعالی ہی جانتا ہے۔ اور حدیث حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا مین آیا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی پھر فرمایا کہ جب تم ایسے لوگون کو دیکھو جو قرآن کی آیات متشابہات کے درپے ہوتے ہین تو جان
لو کہ یہ وہی ہین جنکو اللہ تعالی نے زائغ فرمایا ہے پس اون لوگون کو دور رکھو (البخاری وغیرہ) اسیواسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص
ساکن بصرہ کو جو عذاب قبر وغیرہ کسی متشابہ مین گفتگو کرتا تھا اسقدر درّے مارے آخر اوسنے کہا کہ یا امیر المومنین میرا کیا قصور ہے تو فرمایا کہ مین نے
تیرے سر کے حواس ٹھیک کیے کہ ای کمبخت تو اپنی ہستی سے زائد علم متشابہ مین گفتگو کرتا ہے اور مومنین بصرہ کو لکھ بھیجا کہ اس جاہل کو کوئی
اپنے پاس نہ بٹھلاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ غالبا تم اس سے سمجھ گئے ہوگے کہ متشابہات صرف الٓمٓ یا حٰمٓ وغیرہ مین منحصر نہین ہین بلکہ عذاب
قبر کی کیفیت اور شہیدون کی حیات آخرت اور جنت کے کھانے پینے وغیرہ راحت کی کیفیت اور اسیطرح عذاب جہنم کی کیفیت سب
متشابہات ہین چنانچہ ایک شخص نے امام مالک رحمہ اللہ سے عذاب قبر کی کیفیت پوچھی تو آپ نے کچھ دیر سر جھکایا اور اسکے بعد فرمایا کہ کیفیت عذاب
قبر تو معلوم ہے اور اوسکی کیفیت اللہ تعالی نے اپنی حکمت مین مخفی فرمائی ہے اور اوسکا پوچھنا جہالت کی بدعت ہے پھر حکم دیا کہ اسکو نکال دو۔ مترجم
کہتا ہے کہ مین ایک مثال بیان کرتا ہون کہ ایک پہاڑ مین ایک مادرزاد اندھا پیدا ہوا اور دوسرا عنین پیدا ہوا اور تیسرا تندرست ہے لیکن اون
پہاڑ مین سوائے ساگ پات کے کبھی اوسکو ایسا پھل نہین ملا جسکا مزہ شیرین ہو پھر ایک شائستہ شہر کا رہنے والا وہان پہونچا اور اندھے سے
ملاقات ہوئی پس اوسنے کہا کہ تو اللہ تعالی پر ایمان لا کہ تاریکی سے نکل کر نور حاصل کرے اوسنے کہا کہ نور کیا چیز ہوتی ہے پس اوسنے اوسکے حق مین
سمجھانا دشوار پایا سوائے اسکے کہ سردی گرمی اور مزہ کے ذریعہ سے سمجھاوے اور یہ طریقہ حور و قصور ہے پھر عنین سے ملا تو وہان حور و قصور کا بھی
طریقہ چھوڑنا پڑا کیونکہ وہ اس کیفیت سے بھی واقف نہین ہے پھر تندرست کے حق مین یہ سب آسان تھا لیکن وہ شیرینی کی کیفیت سے
بالکل واقف نہین ہے پھر ایک دوسرے شہری نے اوسکو آگاہ کیا تو اوسنے اپنے ہادی سے پوچھا کہ ایک شخص بیان کرتا ہے کہ وہان جلیبی برفی قند
و شکر نہایت لطیف بامزہ ہین اور مین تو اس شخص کو جھوٹا سمجھتا ہون مگر آپ مجھکو کچھ کیفیت سمجھاوین اوس مرد عاقل نے اپنے آپ کو متحیر دیکھا
کہ یہ شخص عجب جاہل ہے جو کیفیت کو باتون مین ڈھونڈھتا ہے لیکن اوسنے دوسرے پہاڑ پر لیجا کر ایک بیر اوسکو کھلایا جو اوسنے کبھی نہین کھایا
تھا پھر سمجھایا کہ جیسی کیفیت تو نے اسکے مزہ مین پائی اسکو شیرین کہتے ہین اور یہ شیرینی لطیف ترکیب سے شہرون مین بہت عمدہ بنائی جاتی ہے
مترجم کہتا ہے کہ دار آخرت کی کیفیت ان جاہلون کو کیونکر معلوم ہو سکتی ہے کہ جنھون نے کبھی وہان قدم نہین رکھا ہے اور لامحالہ چند روز کی زندگی کے
بعد قطعا جان جاوینگے مگر اسقدر بے عقل ہین کہ یہان کفر و شرک و انکار مین مبتلا ہو کر وہان کی عذابی کیفیت دیکھنا چاہتے ہین کہ پھر اوس عذاب سے
رہائی کی کوئی راہ نہ ہوگی اور یہ نہین سمجھتے کہ حضرت خالق عزوجل جسکے عجائب قدرت و صنائع حکمت اس دنیا کے پہاڑون جنگلون و کھنڈل و غارون
و دریاؤن مین بے انتہا ظاہر ہین کہ عقل متحیر ہے بلکہ اوسکے وطن ہی مین ایک گھاس کی پتی اگر خشک ہو تو تمام دنیا مجتمع ہونے سے اوسکا ہرا ہونا
غیر ممکن ہے بلکہ اگر وہ اپنے جسم ہی مین خیال کرے تو جو ناخن کٹ گیا وہ جوڑنا محال ہے اور یہ بیان تو ایک صرف تنبیہ و مثال ہے تاکہ خالق عزوجل

کی کمال حکمت و قدرت سے آگاہ ہوں تو صریح عقل یقین دلاتی ہے کہ اللہ عزوجل نے جو کچھ قرآن مجید میں فرمایا وہ حق ہے اور کمال احسان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری ہدایت کے واسطے بھیجا اور آپ نے بدون کسی تعلق دنیاوی کے ہمکو پاکیزہ راستہ بتلایا حتی کہ اہل سعادت و کرامت یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم درجۂ قبولیت پر فائز ہوئے جسکی شہادت رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ الآیہ ہے پھر طبقۂ صحابہ رضی اللہ عنہم و اکابر تابعین رحمہم اللہ کے بعد معتزلہ وغیرہ احمق پیدا ہوئے جنھوں نے بیماری اندھے ذہنوں کے موافق اپنی رائے لگانی شروع کی کہ یہ کیونکر ہوگا اور وہ کیسے ہوگا اور تم خوب جانتے ہو کہ مرد عاقل اون کیفیات کو کس طرح ان لوگوں کے حواس میں پیدا کرسکتا ہے اسیواسطے جیسے خوارج و روافض وغیرہ پیدا ہوئے اور انھوں نے متشابہات آخرت میں کلام کرکے دیدار باریتعالی عزوجل سے انکار کرنا شروع کیا تو سلف صالحین نے انکو پہچان لیا چنانچہ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ زائغ یہی حروریہ و سبائیہ ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ حروراء ایک قصبہ ہے جہاں خوارج جمع ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے نکل کر پہلے پہل اسی مقام پر مخالفت کا جھنڈا اوٹھایا تھا آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہؓ سے لڑائی موقوف کرکے پہلے حروریوں کی جانب قصد فرمایا اور اوسکی وجہ یہ تھی کہ امیر معاویہؓ و شامیوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت و رعقائد سنت میں کچھ کلام نہ تھا اگرچہ دنیاوی امور میں رنجش و مخالفت کی وجہ سے بدگوئی کرتے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمارے کنبہ سے دشمنی کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر نرغہ کرنے والوں سے قصاص نہیں لیتے ہیں بخلاف حروریوں کے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت کہتے کہ یہ قرآن سے پھر گئے اور انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو اعمال حسنہ کیے تھے وہ مٹ گئے حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان مردودگمراہوں پر حملہ کرکے تباہ کردیا لیکن حدیث میں ہے کہ جو بدعت نکلیگی وہ قیامت تک نہیں مٹیگی چنانچہ یہ معجزہ صادق ہے کہ اب تک اونکا نشان موجود ہے۔ اور سبائیہ سے مراد فرقۂ عبد اللہ بن سبا یہودی ہے جو ظاہر میں مسلمان ہوگیا تھا اور چاہتا تھا کہ جیسے نصرانیوں نے حضرت عیسی علیہ السلام میں الوہیت اعتقاد کی اسیطرح مسلمانوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ اعتقاد پھیلاوے اور اتفاق یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج وغیرہ کے معاملہ میں بہت سی غیبی خبریں بطور کرامت اور بطور صناع نبوت بیان فرمائی تھیں حتی کہ بہت سے اعراب تعجب کرنے لگے کہ وحی نہیں آتی پھر آپ کیونکر یہ باتیں بتلاتے ہیں پس اس یہودی نے موقع پاکر خصوصاً اون لوگوں میں یہ اعتقاد پھیلایا حتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے غضبناک ہوکر قتل و جلانے کا حکم دیا مگر وہ بھاگ کر فرار ہوگیا اور فارس کے پہاڑوں میں چھپا رہا مگر چند ہی روز کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک خارجی ابن ملجم مردود کے ہاتھ سے شہید ہوئے تب سے سبائیہ فرقہ معروف ہے چنانچہ طبقۂ تابعین رحمہم اللہ میں خوارج کو حروریہ کہتے اور روافض کو سبائیہ کہتے تھے۔ اور بعض سلف نے فرمایا کہ زائغین میں کل بدعتی داخل ہیں جنھوں نے اعتقاد سنت میں بدعت نکالی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے اور معتزلہ و جہمیہ وغیرہ اکثر فرقے سب دیدار باریتعالی عزوجل سے منکر ہیں اور اللہ تعالی کا یہ لطف عجیب ہے کہ یہ سب فرقے باہم ایک دوسرے کے نقیض ہیں مثلاً خوارج تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منکر ہیں مگر خلفاے سابقین رضی اللہ عنہم کا اقرار کرتے ہیں اور روافض انکے نقیض ہیں اور اہل سنت و الجماعۃ سب سے الگ ہیں بلکہ وہ اصل جماعت بطریقۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ تعالی سواد اعظم صالحین قائم ہے اور یہ مبتدعہ فرقے ہوٹ ہوٹ کر اپنی ٹکڑیاں بنا گئے الحاصل متشابہات کے بارہ میں اہل سنت اوسی اعتقاد پر ہیں جو سلف صالحین سے متواتر چلا آتا ہے۔ (**تحقیق المقام**) واضح ہو کہ متشابہات دو قسم ہیں اول کلمات متقطعہ مانند **الٓمٓ و صٓ و قٓ** وغیرہ کے اور دوم وہ آیات جنمیں حالات آخرت کا بیان ہے مگر اونکی کیفیت متشابہ ہے مثلاً میزان قال اللہ تعالی۔ ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ الآیۃ۔ و عذاب قبر و اکل و شرب جنت وغیرہ انمیں کیفیت کا علم نہیں ہوسکتا ہیں قسم اول سے

مقصود یہ ہی کہ ایمان لایا جاوے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہین جیسا کہ آیت مین منصوص ہوا اور یہ ایمان لایا جاوے کہ انکی تاویل سواے
اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا لیکن جان لینا چاہیے کہ تاویل وتفسیر مین فرق ہی اور اسکا بیان یہ ہی کہ تاویل بھی ایک قسم کی تفسیر ہی اور تفسیر چار قسم کی
چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تفسیر چار وجہ پر ہی ایک وہ تفسیر جسکو عرب اپنی زبان مین جانتے ہین۔ دوم وہ تفسیر جسکے نہ جاننے پر کوئی معذور
نہو گا سوم وہ تفسیر جسکو علماء راسخین جانتے ہین۔ چہارم جسکو سواے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہی حتی کہ جو جاننے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا
ہی۔ اس اثر کو عبد الرزاق نے بسند صحیح روایت کیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسیکے مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نقل فرمایا (روا
ابن جریر) مثال قسم دوم قولہ تعالیٰ۔ ولسان الذی یلحدون الیہ اعجمی الآیہ۔ یعنی ہر شخص جانتا ہی کہ قرآن عربی ہی۔ اور قسم اول کی مثال جسکو عرب جانتے
ہین محاورات عرب ہین جو قرآن مجید مین مذکور ہین حتی کہ اس زمانہ مین بہت سے جاہل نصاریٰ قرآن مجید کے غلط معنے بیان کرتے اور بہتان
باندھکر لوگون کو دھوکا دیتے ہین۔ قسم سوم کی مثال علماے راسخین کے اجتہادات ہین۔ اور قسم چہارم حروف مقطعہ کی تاویلات ہین۔ پس
کبھی عربی زبان جاننے والا یا عالم راسخ ایک آیت کی تفسیر جانتا ہی لیکن تاویل نہین جانتا ہی کیونکہ تاویل کے حقیقی معنی یہ ہین کہ مایؤل الیہ الکلام یعنے
انجام کو جو واقع ہو مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے آفتاب و ماہتاب و گیارہ ستارون کو اپنے لیے سجدہ کرتے دیکھا پس اسکی تفسیر تو معلوم ہی یعنی
یہی معنے ہین کہ آفتاب و ماہتاب و ستارے سجدہ کرتے ہین لیکن تاویل معلوم نہوئی بلکہ یہ اوسوقت اتنا سمجھا گیا کہ یہ کوئی بزرگی ہی جو یوسف
علیہ السلام کو عطا ہوگی پھر جب مصر مین حاکم ہوے اور وہان ماں باپ و بھائیون کو بلوایا اور ملاقات کے وقت ان لوگون نے حضرت یوسف علیہ السلام
کو سلطانی تعظیم دی اور اونکے سامنے جھکے تو اوسوقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ۔ یا ابت ہذا تاویل رءیای من قبل۔ یعنے اے میرے
باپ یہی میرے خواب سابق کی تاویل ہی۔ اور واضح ہو کہ متاخرین فقہا مین تاویل کی اصطلاح بھی شائع ہوئی کہ ظاہر آیت کو کسی دوسری دلیل
کی وجہ سے ظاہر سے پھیر دینا مثلاً آیت وضو مین۔ اذا قمتم الی الصلوٰۃ الآیہ۔ سے ظاہر یہ تھا کہ جب نماز کا قصد کرے تب وضو واجب ہی لیکن حدیث
شریف سے معلوم ہوا کہ اگر وضو موجود ہو تو حاجت نہین ہی پس معنے یہ ہوے کہ جب تم بے وضو ہونے کی حالت مین نماز کا ارادہ کرو تو پہلے وضو
کر لو تب کھڑے ہو جب یہ بات معلوم ہو چکی تو جاننا چاہیے کہ قولہ تعالیٰ۔ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ۔ اس آیت مین
تاویل سے اگر معنے اول مراد لو تو کلمہ الا اللہ پر وقف واجب ہی چنانچہ جمیع علماء اہل سنت اسپر متفق ہین کہ یہ تاویل سواے اللہ تعالیٰ کے
کوئی نہین جانتا اور اسمین کچھ بھی اختلاف نہین ہی اور اگر تاویل کے دوسرے معنے لو یعنے رسوخ علم سے ایک طرح کا استنباط کرنا تو کلمہ فی العلم پر
وقف کرے یعنے ایسی تفسیر کو اللہ تعالیٰ واوسکے بندگان علماء جانتے ہین اسی واسطے دونون طرح اس آیت کی قراءۃ متواتر ہی۔ اور حضرت
ابن عباس و مجاہد و ایک جماعت علماے راسخین سے باسانید صحیحہ روایت ہی کہ متشابہات کی تاویل سواے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہی اور
انھین ائمہ صالحین سے باسناد صحیحہ بعض اشارات متشابہات بھی روایت ہین چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ (الف) آلاء
الٰہی یعنی نعمہاے غیر متناہی (لام) لطف الٰہی (میم) ملک الٰہی ہی۔ اور دوسری روایت ہی کہ الم کی تفسیر مین کہا کہ انا اللہ اعلم یعنے
مین اللہ خوب جانتا ہون۔ اور تیسری روایت مین کہا کہ الم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ جبرئیل کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور
اسی طرح حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے بھی بعض اشارات مروی ہین۔ بالجملہ ائمہ علماء کا اجماع ہی کہ متشابہات کی تاویل سواے
اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا لیکن بعضے لطائف اشارات ہین کہ عالم راسخ کی سمجھ مین آتے ہین اور عالم راسخ وہ ہی جو اعتقاد صحیحہ جیسے صحابہ
رضی اللہ عنہم تھے بلاتغیر دلی رسوخ کے ساتھ ظاہری اعمال سنت پر مستقیم ہو اور یہ از قسم فراست ہی چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ ان فی ذلک لآیات

المؤمنون کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا منجملہ ابالقت کے شیخ ابن کثیر نے ذکر فرمایا کہ حروف مقطعہ جو انتیس سورتون مین ہین بحذف مکرر چودہ
حرف ہین - ا - ل - م - ص - ر - ک - ہ - ی - ع - ط - س - ح - ق - ن - جنکا مجموعہ نص حکیم قاطع لہ سر - یعنی یہ حکیم حقیقی کی جانب
سے کتاب متضمن اسرار ہے - کشاف مین ہے کہ ان چودہ حروف مین غور کیا جائے تو اجناس حروف موجود ہین چنانچہ مہموسہ و مجہورہ مین سے نصف
مہموسہ و نصف مجہورہ ہین چنانچہ ص - ک - ہ - س - ح - مہموسہ ہین یعنی دس حروف مہموسہ مین سے پانچ مذکور ہین اور - ا - ل -
م - ر - ع - ط - ق - ی - ن - یعنی اٹھارہ حروف مجہورہ مین سے نصف مذکور ہین - اسی طرح قسم شدیدہ و رخوہ مین سے نصف نصف
مذکور ہین چنانچہ - ا - ق - ط - ک - چار منجملہ آٹھ کے شدیدہ ہین اور بیس رخوہ مین سے دس یعنی - ل - م - ر - ص - ہ - ع - س
ح - ی - ن - رخوہ ہین اسی طرح مطبقہ و منفتحہ مین سے نصف نصف ہین چنانچہ چار مطبقہ مین سے - ص - ط - مذکور ہین اور چوبیس
منفتحہ مین سے بارہ - ا - ل - م - ر - ک - ہ - ح - ع - س - ق - ی - ن - مذکور ہین - اسی طرح مستعلیہ و منخفضہ مین سے
نصف نصف مذکور ہین چنانچہ چھ مستعلیہ مین سے - ق - ص - ط - ہین - اور بائیس منخفضہ مین سے - ا - ل - م - ر - ک - ہ - ح -
ی - ع - س - ن - مذکور ہین - اور منجملہ چار حروف قلقلہ کے - ق - ط - مذکور ہین - اور تاریخ بخاری و تفسیر ابن جریر مین بروایت ابن اسحٰق
بہ اسناد ضعیف بعض یہودیون سے ایک قصہ آیا کہ اونھون نے ان حروف کے اعداد سے اس امت کی مدت نکالی اور حق یہ ہے کہ ایسے اشارات سے
اول تو فائدہ بہت کم ہے دوم یہ کہ کسی قسم کا اعتماد نہین ہو سکتا پس مختار یہ ہے کہ اس قسم متشابہات کی تاویل سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین
جانتا ہے اور ہم یقین کرتے ہین کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے اور اسکے نازل فرمانے مین اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان
خاص حکمت و اسرار ہین جنکو ہمارے عقول نہین پہونچ سکتے ہین - (**بیان قسم دوم**) یعنی عذاب قبر یا اکل و شرب جنت یا عرش
وغیرہ کی کیفیت یا دیدار باری تعالیٰ جل شانہ - پس انکی نسبت اعتقاد صحیح یہ ہے کہ یہ حقائق واقعی موجود ہین اور متواتر احادیث مین صفات حق
عز و جل مانند صعود و نزول و ضحک وغیرہ بغیر تاویل منصوص ہین اور علمائے سلف صالحین رضی اللہ عنہم نے بغیر بیان کیفیت کے اسی طرح ثابت
رکھا تو ہم بھی اسی طرح ثابت رکھتے ہین پھر اگر وہم ہو کہ تم خالق کو مخلوق سے مشابہ کہتے ہو تو جواب یہ کہ ہرگز نہین کیونکہ ہم ان امور کو صفات
الٰہی عز و جل جانتے ہین اور کسی مخلوق کو اوس سے مشابہ نہین مانتے ہین - امام راغب نے مفردات مین لکھا کہ عرش کو کوئی بشر سوائے نام کے ازراہ
حقیقت نہین جانتا ہے یعنی یہ لفظ عربی بمعنی تخت ہے لیکن یہ لازم نہین آتا کہ اگر مخلوق کو سوائے لکڑی و سونے و چاندی کے تخت کے معلوم
نہین تو یہ تخت بھی سونے کا ہو کیونکہ مخلوق کا علم بہت قلیل ہے جیسے مخلوق کو سوائے محسوسات عالم کے کوئی چیز محسوس نہین تو یہ لازم نہین
کہ اللہ تعالیٰ بھی انہین سے ہو - تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا - اسی طرح مخلوق حقیر کے تصور مین تخت کی جو ہیئت مصور ہوتی ہے وہ عرش نہین
ہے جیسے بعضے جاہلون نے گمان کیا کہ فلک اعلیٰ ہے یہ بھی گمان غلط ہے بلکہ اوسکی ماہیت سوائے اللہ عز و جل کے کوئی نہین جانتا ہے پس اس قسم کے
متشابہات مین بغیر تشبیہ کے ایمان لانا واجب ہے - اس بیان سے معلوم ہوا کہ چار وجہ تفسیر جو حدیث ابن عباسؓ مین مذکور ہین یہ اقسام باہم جمع
ہو سکتے ہین چنانچہ عرش کی تفسیر اہل عرب اپنی زبان مین جانتے ہین اور یہ بھی صحیح ہے کہ اسکو سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہین جانتا ہے واللہ تعالیٰ
اعلم بالصواب - **ف** - بعض اشارات عرائس مین ہے کہ **الٓمٓ** - الف وحدانیت ذات ہے - لام - ازلیت صفات ہے - میم - ملک قدیم ہے پس
اشارہ ہوا کہ اوسکی ذات واحد ہے اوسکے ملک قدیم مین صفات قدس کی حکمت خلق و تقدیر وغیرہ جاری ہین پس جو شخص متوحد متفرد ربانی اور متصف
بقربت ازلی ہوا وہ ملک قدم کے لوگون مین سے ہے - بعض مشائخ نے کہا کہ الٓم اللہ تعالیٰ و اوسکے رسول علیہ السلام کے درمیان رمز و اشارہ

ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ ہمارے شیخ المشائخ دہلوی رحؒ نے بھی الحجۃ البالغہ میں بعض معرفت متشابہات کے طرف اشارہ فرمایا ہی اور حاصل یہ کہ آخر مقر قرآن ہی کہ خاصان حق کو اسکے بعض معارف حاصل ہوتے ہین لیکن وہ قابل بیان نہین ہین اور انکی تاویل سوائے حق عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہی فافہم۔ قال تعالیٰ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۛ یہ کتاب ہی اسمین کچھ شک نہین ہی۔ ف۔ ایسی کوئی بات نہین جسمین ریب کو گنجایش ہو کیونکہ صدق مین سوائے طمانینت کے دغدغہ نہین ہوتا ہی چنانچہ حدیث صحیح مین ہی کہ صدق تو طمانینت ہی اور کذب ریب ہی۔ حاصل یہ کہ یہ کتاب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرماتے ہین نے ریب معظم ہی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہی اسمین کچھ شک نہین ہی۔ اور واضح ہو کہ ریب کبھی تہمت و حاجت کے مضمون مین بھی آتا ہی لیکن یہان ریب کے معنے شک ہین اور یہی حضرت ابن مسعود و ابن عباس و ابو الدرداء و مجاہد و سعید بن جبیر و ابو مالک و نافع و عطاء و ابو العالیہ و ربیع بن انس و مقاتل بن حیان و سدی و قتادہ و اسمٰعیل بن ابی خالد سے مروی ہی حتی کہ امام ابن ابی حاتم نے کہا کہ مین نہین جانتا کہ اسمین کوئی روایت اسکے خلاف ہو۔ پھر لا ریب فیہ کے معنے یہ ہین کہ اسکے صدق مین کچھ شک مت کرو یا تمکو شک نکرنا چاہیے گویا اعجاز کلام مین دو صورتون مین انحصار فرمایا اول یہ کہ تمکو نور عقل و فطرت سے اپنے رب عزوجل کا کلام پہچان کر کچھ شک نکرنا چاہیے اور اسکے معارف و ہدایت پہچاننا چاہیے تاکہ کمال حاصل ہو چنانچہ دو رکوع تک اسکا بیان فرمایا پھر تیسرے رکوع مین دوسری شق بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا الآیہ۔ یعنی حق تو یہ ہی کہ تمکو شک نکرنا چاہیے لیکن اگر اسکے ارشاد و ہدایت سے منور ہو جاؤ اور اگر دنیاوی کدورات و شیطانی غلبات سے تمکو اسمین شک ہو تو اسکا دفعیہ بہت آسان ہی کہ تم اسکے مثل ایک سورہ بنا لاؤ اور اوسکے بنانے پر اپنے معبودون وغیرہ کے ساتھ سب کے سب مجتمع ہو جاؤ حالانکہ کسیطرح نہین لا سکوگے تو جان لو کہ یہ اعجاز الٰہی ہی تو بھی شک بالکل نیست ہو گیا پس شق اول کی تقدیر پر کہ اسمین کچھ شک نہین ہی ارشاد فرمایا۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

راہ بتاتی ہی ڈر والون کو جو یقین کرتے ہین بن دیکھا اور درست کرتے ہین نماز اور ہمارا دیا کچھ

يُنْفِقُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ

خرچ کرتے ہین اور جو یقین کرتے ہین جو کچھ اوترا تجھ پر اور جو اوترا تجھ سے پہلے اور وہ

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ عَلٰي هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۤ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

آخرت کو وہ یقین جانتے ہین انھون نے پائی ہی راہ اپنے رب کی اور وہی مراد کو پہونچے

هدی للمتقین۔ یعنی یہ کتاب ہادی ہی ایسے بندون کے واسطے جو تقوی رکھتے ہین۔ ف۔ ہادی کے دو معنے آتے ہین جیسا کہ اہدنا الصراط المستقیم کی تفسیر مین گذرا یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت تو یہ ہی کہ مقصود تک پہونچا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن کو ہادی کہنا رہنمائی کے معنے ہین غرضکہ جہان دل مین ایمان پیدا کر دینے کے معنے ہون تو وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے ممکن نہین ہین اور جہان رہنمائی کے معنے ہون پس اگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے رہنمائی کی تو یہ بھی معنے ہو سکتے ہین کہ ہم نے رسول و کتاب بھیجے جیسے قولہ تعالیٰ۔ اما ثمود فہدیناہم فاستحبوا العمی علی الہدی۔ یعنی ہمنے ثمود کو ہدایت کی مگر انھون نے اندھے رہنے کو ہدایت سے پسند کیا۔ تو یہان ہدایت کے یہی معنی ہین کہ اللہ تعالیٰ نے انکے واسطے حضرت صالح علیہ السلام کو ہدایت کے لیے بھیجا کیونکہ اگر انکے دل مین ہدایت پیدا کرنے کے معنے ہوتے تو اسکے بعد اندھے رہنے کے کچھ معنے نتھے اور اسی معنے مین فرمایا۔ انک لا تہدی من احببت

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ توجسکو پسند کرے اوسکو ہدایت نہین کرسکتا۔ حالانکہ راہ کی نصیحت کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی شان تھی تو رہنمائی کی نفی نہین ہی بلکہ یہ معنے ہین کہ توجسکو چاہے اوسکے دل مین ہدایت پیدا نہین کرسکتا بلکہ یہ اللہ تعالی کی شان ہی پس یہا
رہنمائی کے معنے یہ ہین کہ یہ کتاب حق ایسے بندون کے واسطے رہنمائی کرنے والی ہی جو متقی ہین یعنے اللہ تعالی نے اونکی تقدیر مین متقی ہوجانے والا
لکھا ہی اور واضح ہو کہ تقوی کا کمتر درجہ یہ ہی کہ شرک سے بچے اور فرائض کی فرمانبرداری کرے لہذا ابن عباس رض نے کہا کہ متقین یہی مومنون ہین جو
شرک سے بچتے اور طاعت آلہی پر عمل کرتے ہین اور دوسری روایت مین کہا کہ امور ہدایت ترک کرتے ہین عذاب آلہی سے ڈرتے ہین پھر تقوی کے
مراتب بلند ہوتے جاتے ہین۔ اسی واسطے حسن بصری نے کہا کہ متقین وہ ہین جو حرام سے بچے اور فرائض ادا کیے اور اعلی درجہ یہ ہی کہ ایسا مباح
چھوڑدے جسکی نسبت شرع مین کہا جائے کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین بخوف ایسی چیز کے کہ اوسمین مضائقہ ہو۔ چنانچہ ترمذی کی حدیث عطیۃ السعدی
رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اس درجہ کو کہ متقین مین شمار ہو نہین پہونچتا یہانتک کہ ایسی چیز چھوڑدے جسمین
مضائقہ نہین بخوف ایسی چیز کے جسمین مضائقہ ہی۔ (رواہ ابن ماجۃ) مترجم کہتا ہی کہ شرع مین حرام ومکروہ تحریمی تو ظاہر ہی اور بعض چیزون کی نسبت
کہا گیا کہ اسکے استعمال مین مضائقہ نہین ہی تو اس سے ایک اشارہ نکلتا ہی کہ اسمین کچھ مضائقہ کا خوف ہی پس متقی کو چاہیے کہ اسکو ترک کرے اسی طرح
فرض وواجب وسنت تو صاف ظاہر ہین اور بعضے اعمال خیر بھی اسی قسم کے ہین جنکی نسبت کہا گیا کہ کچھ مضائقہ نہین مثلاً علما کے درمیان اوسکے
جائز یا ناجائز ہونے مین اختلاف ہو تو متقی کو چاہیے کہ اس کام کو چھوڑ کر اسوقت مین کوئی سنت یا مستحب ادا کرے مثلاً محفل عرس کو ایک جماعت
علماء منع کرتے ہین لیکن صوفیون نے اسکو منعقد کرنا شروع کیا ہی حالانکہ سلف صالحین مین اسکا وجود نہین تھا پس متقی کو چاہیے کہ اسوقت طہارت
سے بیٹھکر درود شریف پڑھے کہ بلا خلاف سب کے نزدیک اوسکی فضیلت بہت زائد ہی اور اسی طرح دیگر امور کو قیاس کرنا چاہیے۔ اور معاذ بن جبل رض سے
روایت ہی کہ قیامت مین لوگ ایک میدان مین جمع کیے جاوینگے پھر ایک منادی پکاریگا کہ متقین کہان ہین پس یہ لوگ سایۂ آلہی مین بلا حجاب
لے لیے جاوینگے یعنے انکے واسطے کچھ حجاب نہوگا اور فرمایا کہ متقی وہ قوم ہی جو شرک وبت پرستی سے بچے اور خالص اللہ تعالی ہی کے واسطے عبادت
ادا کی پس یہ لوگ سایۂ آلہی مین جنت کو چلے جاوینگے (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہی کہ خالص عبادت سے ریا وغیرہ بھی خارج ہوگیا اور
واضح ہو کہ اللہ تعالی نے انبیاء کا درجہ الگ رکھا اور امت کا درجہ الگ رکھا ہی پس صالحین امت مین جو کامل تقوی پر پہونچا وہ مرتبہ صدیق تک
پہونچا اور صدیقین مین جو کامل ہو وہ نبوت کے قدم تک پہونچا لیکن نبوت کی حد مین داخل نہوگا مگر اپنے پیغمبر علیہ السلام سے متصل ہوگا
اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ چونکہ تمام انبیا سے افضل ہی اور آپ کے اصحاب حضرت ابوبکر صدیق اکبر اور دیگر اصحاب صدیقین
جو آپ کے ساتھ ہونگے وہ درجہ مین بہت اعلی مقام پر ہونگے اگرچہ وہ پیغمبر نہین ہین اسیواسطے یعنے انبیائے سابقین جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے واسطے یہ فضائل دیکھتے تھے تو آپکی امتی ہونے کی آرزو کرتے تھے اور سب مدارج آپ کے امتیون کو آپکی برکت اتباع و ہدایت
قرآنی سے حاصل ہوئے کہ وہ لوگ متقین کے درجہ تک پہونچے چنانچہ قرآن مین فرمایا۔ ولکن البر من آمن باللہ الآیہ یعنے نیکوکار ایسا شخص ہی
جو اللہ تعالی و ملائکہ و کتب آلہی و انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاتا ہی اور اللہ تعالی کی محبت پر قرابتیون و یتیمون و مسکینون و مفلس مسافرون
وسائلون کو مال دیتا ہی اور گردنین چھوڑانے مین خرچ کرتا ہی اور نماز ٹھیک ادا کرتا اور زکوۃ دیتا ہی اور یہ نیکوکار جب کسی سے عہد کرتے ہین تو پورا کرتے ہین
اور حالت سختی وضرر وحالت جہاد مین صابر رہتے ہین ایسے ہی بندے اللہ تعالی کے معاملہ مین سچے اور یہی متقین ہین۔ اس آیت سے متقین
کی پوری صفت معلوم ہوگئی۔ اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے لکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب سے پوچھا کہ تقوی کیونکر ہی ابی بن کعب نے کہا

کہ جیسے خاردار راستہ میں چاہیے تو یہی کیجیے گا کہ دامن سمیٹ کر کوشش کے ساتھ نکل جائے پس یہی تقویٰ ہے۔ اور بعض نے یہی معنے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیے۔ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمام تقویٰ یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ تعالےٰ سے خوف حجاب سے بچے اگرچہ ایک ذرہ برابر ہو حتی کہ بعض ایسی چیزیں ترک کرے جنکو حلال دیکھتا ہے مگر وہ اندیشہ حرام کی وجہ سے خوف کرے کہ شاید اوسکے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان حجاب ہو۔ اور یہی معنے ایک جماعت صلحاء تابعین سے مروی ہیں پس حاصل یہ ہوا کہ یہ کتاب جلیل اپنے بندوں کے واسطے رہنمائی فرماتی ہے کہ جو صفت تقویٰ سے موصوف ہونا چاہتے ہیں اور اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے بعض اوصاف ذکر فرمائے کہ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ یعنے ایسے بندے ہیں کہ غیب پر یقین لاتے ہیں۔ **ف** غیب اوس چیز کو بولتے ہیں جو تیری نظر سے غائب ہو اور یہ بات بلحاظ آدمیوں کے مختلف ہوتی ہے چنانچہ امت کے واسطے اللہ تعالی و ملائکہ و کتابوں و رسولوں و روز قیامت و تقدیر الٰہی و عذاب قبر و دوزخ و جنت و بعث و حشر و صراط و میزان ان سب پر ایمان بالغیب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معراج شریف میں دوزخ و جنت و طوبیٰ و حور و قصور وغیرہ کو دیکھ لیا تو اوسوقت آپ کے واسطے یہ غیب نہیں رہا اسی طرح جب اللہ تعالی نے آپکو انکشاف عطا فرمایا اور آپ نے اوسکی خبر دی تو وہ آپ کے واسطے معائنہ ہے اور ہم لوگوں کے واسطے غیب ہے جیسے بعض احادیث میں وارد ہے کہ قریب وفات شریف کے آپ نے مدینہ منورہ کے بعض ٹیکروں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے بلا و فتنہ کی خبر فرمائی چنانچہ بعد آپ کے لشکر یزید وغیرہ کے فتنہ واقع ہوئے لیکن جس امر کو اللہ تعالی نے مخفی کیا تو وہ غیب ہے اسیواسطے قطعی آیات و نصوص میں وارد ہے کہ سوائے اللہ تعالی کے غیب کوئی نہیں جانتا ہے اور یہی بالاجماع اہل سنت والجماعۃ کا اعتقاد ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ حضرت ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالی و ملائکہ و کتابوں و رسولوں و روز آخرت و جنت و دوزخ و حشر یہ سب غیب ہے اور اسپر ایمان لاتے ہیں۔ اور یہی حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ اور ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکو بطور اجمال فرمایا کہ حال جنت و دوزخ وغیرہ جو قرآن میں مذکور اور بندوں کی نظر سے غائب ہے وہ سب غیب ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک اثر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ظاہر تھی اور قسم اوس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ غیب سے بہتر ایمان نہیں ہے پھر یہی آیت پڑھی الذین یؤمنون بالغیب آخر تک (رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ والحاکم) مترجم کہتا ہے کہ یہ صریح دلیل ہے کہ جن بندوں کو اللہ تعالی نے یقین صادق عطا فرمایا اور وہ کشف کے خواہشمند نہیں ہیں تو اونکے واسطے ثواب زیادہ ہے بلکہ جنھوں نے کشف کی خواہش کی تو اول یہ خوف ہے کہ شاید اس خواہش نفس کی شامت سے شیطانی دخل ہو تو بربادی ہے اور اگر یہ کشف صحیح ہوا تو بھی ایمان غیب کا ثواب جاتا رہا پھر اگر دیکھا جائے کہ اس غیب کا کیا فائدہ ہے تو سوائے اسکے کچھ نہیں ہے کہ یقین میں تزلزل نہیت ہوتا لیکن یقین پیدا کرنا اللہ تعالی ہی کے قبضہ قدرت میں ہے تو معلوم ہوا کہ جن بندوں کے دل میں حق سبحانہ تعالےٰ نے بغیر اس کشف کے یقین پیدا فرمایا تو اون کو افضل عطا فرمایا پس چاہیے کہ بندہ اسی کی خواہش کرے اور کشف ناقص کی خواہش نہ کرے ہاں اگر بلاخواہش کوئی امر مکشوف ہو تو مضائقہ نہیں۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابوجمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کے کھانے میں شریک تھے اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے تو عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم سے بھی کوئی بہتر ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ایمان لائے اور آپ کے ساتھ جہاد کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ایک قوم ہے جو تمھارے بعد آویگی کہ وہ مجھپر ایمان لاوینگے حالانکہ اونھوں نے مجھکو نہیں دیکھا (رواہ احمد) صالح بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ ہمارے یہاں ابوجمعۃ الانصاری رضی اللہ عنہ تشریف لائے کہ بیت المقدس میں نماز پڑھا کرتے اور اسزمانہ میں رجاء بن حیوۃ رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تھے پس جب ابوجمعہ بیت المقدس سے نماز پڑھکر نکلے تو ہم لوگ اونکے ساتھ ہوگئے پھر جب آپ نے اپنی منزل کیجانب پھرنا چاہا تو ہم لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ جائزہ کے مستحق ہوئے اور تمھارا حق لازم آیا پس میں تمسے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی پس ہمنے نہایت خوش ہوکر التجا کی کہ وہ عطا ہو تو فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس آدمی تھے
جنمین ایک معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے پس ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمسے بڑھکر کسی قوم کو ثواب ملیگا کہ ہم لوگ اللہ تعالی پر ایمان لائے
اور آپکی اتباع ہمکو نصیب ہوئی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے اور آسمان سے وحی آتی ہے
تو تمکو کون چیز مانع ہے بلکہ تمہارے بعد ایک قوم آئیگی اونکو کتاب الٰہی دو دفتیون کے بیچ مین ملے گی کہ وہ اوسپر ایمان لاوینگے اور جو کچھ اوسمین
احکام ہین اوسپر عمل کرینگے تو اونکے واسطے دونا ثواب ہے (رواہ ابن مردویہ) مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ اس حدیث شریف مین ہم ناچیز
لوگون کے واسطے اسکو ایمان بالغیب قرار دیکر دونا ثواب عطا ہوا لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی فضیلت اور وہ
نور عظیم جو آسمان وزمین کی وسعت سے بڑھکر تھا ہم لوگون کو نصیب نہین ہوا کیونکہ اللہ جل شانہ نے اپنے علم قدیم سے یہ لیاقت خاص صحابہ
رضی اللہ عنہم کے واسطے مخصوص فرمائی تھی اور وہ اپنی مخلوق کا علیم ہے حتی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخر تک تمام آدمیون مین سے
صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے حبیب افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابت کے واسطے خاص فرمایا اور قولہ تعالی۔ وکنتم خیر امۃ الآیۃ سے
ہمکو آگاہ کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تمام امم بنی آدم سے افضل ہین اور کیونکر نہ ہوگا اسواسطے کہ افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی افضل امم ہونا
چاہیے لیکن ہم لوگ دل وجان سے امیدوار ہین کہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا دیدار ہمکو نصیب ہے تو اسکے واسطے ہمکو اس ایمان بالغیب دوچند ثواب عطا فرمایا
اور اسکے ساتھ یہ بشارت بھی عنایت ہوئی کہ جو شخص کسی قوم کو محبوب رکھے یعنے ظاہر باطن اوسکا محب ہے اسطرح کہ اونکے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرے اگرچہ اسکو
یہ قوت حاصل نہ ہوگی لیکن حق عزوجل اپنے فضل عظیم سے اونکی معیت عطا فرماویگا چنانچہ حدیث صحیح مین یہ بشارت مصرح ہے تو ہمارے واسطے اس فضل
عظیم کو دوچند ثواب سے ملا کر اس لائق فرمایا کہ انشاء اللہ تعالی اونکی معیت نصیب ہو کیونکہ جسقدر ہمارا ثواب ہو وہی دوچند ہوگا حالانکہ
ہمارے ثواب مین اور اونکے ثواب مین زمین وآسمان کا تفاوت ہے پس اس بشارت کے معنے سمجھ مین آئے اور یہ وہم شیطانی بھی دور ہوگیا
کہ دوچند ثواب افضل ہے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا کہ دوچند ثواب کی روایت حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص وحضرت عمر بن الخطاب
وحضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ اور بدیلہ بنت اسلم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہمنے ظہر یا عصر کی نماز مسجد بنی حارثہ مین
پڑھی اور اوس زمانہ مین قبلہ بجانب بیت المقدس تھا پس ہمنے ہنوز دو رکعتین پڑھی تھین کہ اتنے مین ایک شخص نے پکارا کہ آگاہ ہو کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو جانب خانہ کعبہ استقبال کا حکم ہوا کہ آپ نے جانب خانہ کعبہ نماز پڑھی پس ہم لوگون کی صفین فورًا جانب کعبہ پھر گئین
حتی کہ مردون کی جگہ عورتین اور عورتون کی جگہ مرد ہوگئے پس باقی دونون رکعتین ہمنے جانب کعبہ پڑھین پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ
خبر پہونچی تو آپ نے بشارت فرمائی کہ بیشک یہ وہ لوگ ہین جو غیب پر ایمان لائے (رواہ ابن ابی حاتم) ع۔ اور واضح ہو کہ ایمان بالغیب
مقبول ہے اور موت کے وقت جب غرغرہ پر دم آویگا کہ اوسوقت آخرت کا انکشاف ہوجائیگا تو اوسوقت ہر کافر ومومن دیکھ لیتا ہے پس
وہ ایمان قبول نہین ہے اور یہ حکمت الٰہی عزوجل ہے اور اسمین ہمارے واسطے یہ بھید کافی ہے کہ اپنے خالق عزوجل کی بندگی سے منحرف نہون
کیونکہ جو بغیر دیکھے نہین مانتا وہ خالق عزوجل کو نہین پہچانتا اور یہ امر ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز کا دیکھنا اوسکی لیاقت پر موقوف ہے چنانچہ اگر کوئی
لڑکا پڑھایا جائے اور اوسکو علمی عارف کا عہدہ دیا جائے مگر وہ نہ مانے اور کہے کہ جبتک مین اسکو نہ دیکھون نہ مانونگا تو بیشک وہ جاہل
گمراہ رہیگا اور اگر اوسنے ابتدا مین مان لیا تو انتہا مین خود پہچان جائیگا اسیطرح اہل ایمان کا حال ہے کہ وہ رب عزوجل کی کتاب پاک پر اور اوسکے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد حق پر ایمان بالغیب لاتے ہین۔ وَيُقِيمُونَ الصَّلوٰةَ اور نماز کو قائم کرتے ہین۔ ف

یعنی نماز کو اوسکے فرائض کے ساتھ ادا کرتے ہین۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کی اقامت یہ ہے کہ اوسکا رکوع پورا کرے اور سجدہ پورا کرے اور اچھی طرح تلاوت کرے اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز مین متوجہ رہے۔ قتادہ ؒ نے کہا کہ اوسکے اوقات اور وضو کی حفاظت رکھے۔ اور مقاتل بن حیان نے زیادہ کیا کہ التحیات ودرود بھی پڑھے ۔ع۔ پس متقین کی صفت مین اول ایمان بالغیب ہے اور اوسکے موافق اعمال صالحہ ازانجملہ اقامت نماز ہے لہذا حدیث مین وارد ہوا کہ اسلام وکفر کے درمیان مین نماز فارق ہے (کما فی الصحیح) اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہین جانتے تھے سوائے نماز کے (الصحیح) اور یہ انتہا درجہ کی تاکید ہے کہ جیسے نماز ترک کی گویا وہ کافر ہوا اور اللہ تعالی نے نماز کے ساتھ زکوۃ کو ملایا بقولہ تعالی۔ **وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ**۔ اور جو کچھ ہمنے اونکو رزق دیا اوسمین سے خرچ کرتے ہین۔ **ف** چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ابتدا سے زکوۃ مفروض ہوئی لیکن اوسکی کوئی مقدار مفروض نہین تھی حتی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو بھی ابتدا مین آدمی کے خرچ سے جو کچھ فاضل ہو سب صدقہ کر دینا واجب تھا گویا جان و مال دونون کے تعلق سے اونکو منقطع فرمایا اور جہاد اونپر مفروض کردیا پھر ہجرت کے دوسرے سال تخفیف فرماکر زکوۃ کی مقدار معین فرمائی مثلاً دوسو درم مین سے پانچ درم ہین لیکن سوائے زکوۃ کے مومن پر اوسکی ذات وزوجہ واولاد کا نفقہ واجب ہے لہذا آیت کی تفسیر مین ابن عباس ؓ نے کہا کہ مراد یہ کہ اپنے مالون کی زکوۃ دیتے ہین۔ اور حضرت ابن مسعود وابن عباس ودیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اپنی زوجہ واولاد کو نفقہ دیتے ہین۔ قتادہ ؒ نے فرمایا کہ اے لوگو یہ اموال تمہارے ہاتھون مین عاریت و ودیعت ہین عنقریب تم انکو چھوڑ جاؤگے پس چاہیے کہ انکو اللہ تعالی کی راہ مین خرچ کرو۔ شیخ ابن جریر ؒ نے کہا کہ اللہ تعالی نے متقین کی مدح فرمائی کہ اونکے اموال مین جو حقوق شرعی لازم ہوتے ہین وہ اونکو ادا کرتے ہین خواہ زکوۃ ہو یا نفقہ اہل وعیال ہو کیونکہ جو خرچ شرع مین پسندیدہ ہے وہ لائق مدح ہے مترجم کہتا ہے کہ اسیواسطے حدیث مین فرمایا کہ جسنے دیا تو اللہ تعالی ہی کے واسطے دیا اور روکا تو اللہ تعالی ہی کے واسطے روکا تو اوسنے ایمان پورا کرلیا (کما فی حدیث ابن ماجہ) یعنے اللہ تعالی نے اموال کو بھی امتحان قرار دیا ہے حتی کہ حرام طریقہ سے مال حاصل کرنا معصیت ہے اور اگر مال حرام سے ثواب کی نیت کرکے صدقہ دے تو فقہا نے اسکو کفر لکھا ہے پس بغرض شرعی طور پر حلال مال حاصل کرنا چاہیے تاکہ زوجہ واولاد وغیرہ کا نفقہ واجب ادا کرے تو اسکے حاصل کرنے مین تجارت وغیرہ جس ذریعہ سے کمائی و محنت اوٹھاوے وہ اوسکے واسطے طاعت وثواب ہے پھر جو کچھ اپنی ذات پر خرچ کرے وہ صدقہ ہے اور جو کچھ زوجہ واہل عیال کو کھلاوے وہ بھی نیک نیت سے صدقہ ہے چنانچہ صحیحین وغیرہ کی حدیث سعد بن ابی وقاص وغیرہ رضی اللہ عنہم مین مصرح ہے جنکا بیان انشاء اللہ تعالی اپنے موقع پر آویگا۔ پھر زکوۃ ونفقات واجبہ مین درجہ واجب فرض کا ثواب ہے پھر اسکے بعد اگر ممکن ہوا اور اوسنے محتاج اقارب یا ہمسایہ کے ساتھ سلوک کیا تو درجہ مستحب کا ثواب ہے اور اگر اوسنے مال کو رسوم شرعی کا رنا جائز مین صرف کیا جیسے گانے بجانے والون یا بیہودہ شاعرون کو دیا یا مذموم رسوم شادی وغیرہ مین صرف کیا تو گناہ واسراف ہے اور مسرف کو اللہ تعالی نے اخوان الشیاطین فرمایا ہے پس اہل ایمان کی صفت یہ ہے کہ اپنی جان کو باطنی اعتقادات حق وایمان سے معمور کرتے اور ظاہری جسم کو خوبی نماز مین صرف کرتے ہین اور مال کو موافق حکم الہی کے حقوق واجبہ ومستحبہ مین خرچ کرتے اور شرعی ممنوعات سے روکتے ہین چنانچہ اونکی بزرگی شان کے واسطے اللہ تعالی نے مکرر مدح فرمائی بقولہ تعالی۔ **وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ**۔ اور ایسے بندے ہین کہ یقین لاتے ہین اوس چیز کے ساتھ جو تیری جانب نازل کی گئی اور جو تجھسے پہلے نازل کی گئی **ف** پس یہود ونصاری خارج ہوگئے جو دعوی کرتے تھے کہ ہم بھی ایمان لائے اور نماز پڑھتے و زکوۃ دیتے ہین کیونکہ یہودیون نے

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و انجیل ہی سے انکار کیا اور نصرانیون نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا تو یہ دونون خارج ہوئے اور ایسے بندے اس مدح کے لائق ہین جو قرآن مجید پر ایمان لائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اوتارا گیا اور اگلی آسمانی کتابون پر بھی مع کل پیغمبرون کے ایمان لائے اور یہ نہین کیا کہ بعض پر ایمان لاوین اور بعض سے کفر کرین لہذا علماء رحمہم اللہ نے فرمایا کہ آسمانی کتابون کی کوئی تعداد مقرر نکرے کیونکہ یہ امر تحقیقًا نہین معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر پیغمبر اور کتنے صحائف و کتب نازل فرمائی ہین بلکہ یون کہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کوئی پیغمبر سابق مین بھیجا جنمین سے حضرت آدم و نوح و ابراہیم وغیرہ علیہم السلام قرآن مین مذکور ہین اور جو نہین مذکور ہین اور جو کچھ اونپر نازل فرمایا ہم سب پر ایمان لائے۔ **وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ** ۔ اور آخرت کے ساتھ یقین رکھتے ہین

ف اور آخرت کو مقدم کرنا اشارہ ہی کہ آخرت اونکا مقصود محبوب ہی گویا آخرت ہی پر یقین کرتے ہین۔ اسیواسطے ایسی روایات مین وارد ہوا کہ دنیا مومن کے واسطے قیدخانہ اور کافر کے واسطے جنت ہی۔ اور کچھ شک نہین متواتر مشہور ثبوت ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو موت و آخرت نہایت محبوب و مرغوب تھی۔ **اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** ۝ ایسے ہی بندے اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہین اور ایسے ہی بندے تو فلاح پانے والے ہین۔ **ف** ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہین یعنی ایک نور و استقامت پر ہین اور فلاح سے یہ مراد ہی کہ ہر خیر و خوبی جو چاہی تھی پائی اور ہر بدی و برائی جس سے بھاگے تھے نجات پائی۔ اور واضح ہو کہ اہل کتاب یہود و نصاری مین سے بھی جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اونکے واسطے دو چند ثواب ہی۔ چنانچہ صحیحین کی حدیث ابوموسیٰ مین صریح ہی پس یہ فضیلت عبداللہ بن سلام و اصحاب نجاشی و ابن تمنا طروسی وغیرہم کو حاصل ہی لیکن باہم صحابہ رضی اللہ عنہم مین اس مقام پر نسبت یہ ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق و باقی عشرہ مبشرہ وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم جو اشراف قریش مین علم کتاب و نبوت سے واقف نتھے اور یہود و نصاری مین سے جو ایمان لائے وہ پہلے سے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی صریح بشارت سے آگاہ تھے اور اونکے معنی جانتے تھے پس وہ طرح سے انکو سب سے پہلے ایمان لانا چاہیے تھا لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم مقدم ہوئے تو اونکے درجات مین بے انتہا فرق ہو گیا اور اسی پر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا اجماع ہی اور واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بشارات کہ توریت و انجیل مین مع تفصیلی بیانات حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے یہود و نصاری کے پاس متواتر مشہور موجود تھے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کے حلیہ مبارک و حالات صحیح موجود تھے انکا بیان قولہ تعالیٰ۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوریۃ والانجیل الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اور فضائل و مسائل نماز کو فاپنے اپنے موقع پر اوینگے اور قولہ تعالیٰ فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشہوات الآیۃ۔ کی تفسیر مین آویگا۔ اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جن بندون کے دل مین ایمان پیدا فرمایا اور انھون نے اپنے رب عزوجل کی الوہیت کا یقین کیا تو وہ مومن ہین اور جنکے دلون نے انکار کیا وہ کافر ہین پھر مومنین جیسے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اوسی طرح اوسکے احکام بجالاتے ہین لیکن اعمال ادا کرنے سے پہلے بھی وہ مومن ہین کیونکہ ایمان تو یقین جاننا اور دل سے ماننا معتبر ہی کیونکہ خالی جاننا بہت سے علماء یہود و نصاری مین موجود تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جانتے تھے لیکن انکے قلوب دار آخرت کے یقین مین سخت ہو گئے تھے اور دنیا کی جانب انکا میلان زیادہ تھا پس دنیاوی لالچ و سلطنت وغیرہ کی ہوس مین مانتے نہین تھے پس جسنے حق جانا اور دل سے مانا وہ مومن ہوا پھر جب تک یہ یقین باقی ہی تب تک وہ کسی عمل کی وجہ سے کافر نہوگا اگرچہ کسی بھائی مومن کو عمدًا قتل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا - یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی - یعنی مومنون مین قاتل پر قصاص کا حکم دیا اور قصاص تو جب ہی واجب ہوتا ہی جب
عمداً قتل کرے تو قاتل ہنوز مومن رہا چنانچہ اسکا بیان آویگا - اور اسی طرح قولہ تعالی - وان طائفتان من المومنین اقتتلوا الآیۃ - یعنی اگر
مومنون مین سے دو گروہ باہم قتال کرین - ھر - تو معلوم ہوا کہ مقاتلہ سے ایمان خارج نہین ہوتا کیونکہ ایمان تو دلی تصدیق ہی بدلیل قولہ تعالی
اولئک کتب فی قلوبہم الایمان - یعنی اسی صفت کے لوگ ہین جنکے دلون مین اللہ تعالی نے ایمان جمایا ہی - تو معلوم ہوا کہ ایمان کا محل دل
ہی اور اسی طرح قولہ تعالی - وقلبہ مطمئن بالایمان - یعنی اوسکا دل بایمان مطمئن ہی - وقولہ تعالی وقالت الاعراب آمنا الی قولہ ولما یدخل الایمان فی
قلوبکم - یعنی اعراب نے کہا کہ ہم ایمان لائے تو کہدے کہ تم ایمان نہین لائے ولیکن کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان ابھی تمہارے دلون مین نہین
آیا ہی - وقولہ تعالی - وقلبہ مومن - ھا دیہم - اور اس بارہ مین نصوص بہت ہین - اور تمہ لہ تعالی - اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ
فیہا مصباح الآیۃ - کی تفسیر مین بھی آویگا کہ قلب مین یہ شمع روشن ایمان ہی پھر جیسے جیسے اعمال صالحہ کیے نو انوار بڑھتے جاتے ہین حتی کہ
وہ کمال پر پہونچتا ہی پس کمی و بیشی از راہ اعمال ہوتی ہی ورنہ نفس ایمان مین اگر کمی ہو تو وہ نفاق یا کفر ہو جاوے اسیواسطے امام شافعی رح
و ایک جماعت علماء نے سلف صالحین کا اجماع نقل کیا کہ ایمان قول و عمل ہی اور کم و بیش ہوتا ہی - اور امام بخاری رح نے ایک ہزار سے زائد
علماء سے یہی نقل کیا تو معلوم ہوا کہ کمی بیشی از راہ قول و عمل ہی - اور امام ابوحنیفہ رح وغیرہ کے نزدیک نفس ایمان مین کمی بیشی نہین ہوتی ہی
پس در حقیقت کوئی اختلاف نہین ہی جیسا کہ امام غزالی وغیرہ محققین نے بیان کیا ہی - اور یہ جو امام نووی وغیرہ نے کہا کہ مختار یہ ہی کہ نفس
تصدیق مین بھی قوت و ضعف ہوتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ کمی و بیشی نہین ہی بلکہ دل مین جمنے کی کیفیت ہی کیونکہ جسقدر اعمال صالحہ سے
جسم کے تمام اعضا مین نورانیت سماہی ہوگی اوسیقدر شیطان و نفس کی تاریکی مٹ جائیگی تو کوئی روک نہین رہیگی اور اگر اعمال صالحہ مین کمی
ہوئی اور غفلت و معصیت چھائی تو نور ایمان مستور ہو جائیگا لہذا اوسکی کیفیت مین خلل ہوگا اور اسیواسطے کہا گیا کہ اگر نفس تصدیق ہی مین خلل ہو تو اسکو نفاق کہتے
ہین پس ایمان مین خلل نہین ہو سکتا - فـ بعض اشارات عرائس مین ہی کہ قولہ (الذین یومنون بالغیب) یعنی جو چیزین گوشت و پوست کی بینائی سے غائب
ہین وہ بینائی روحی سے اونکے دل پر منکشف ہین اور روح کو بدار غیب جب ہی حاصل ہوتا ہی کہ لطف الٰہی سے آیات الوہیت ظاہر ہون یعنے ابتدا مین آیات
وحدانیت سے انکشاف ہوتا ہی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تغیرات شمس و قمر سے ان لوگون کا مجبور مخلوق ہونا ظاہر ہوا اور توحید
حق عز و جل کی ہدایت ہوئی پھر ان حواس ظاہری و باطنی کو جو متعلق بمادہ ہین آیندہ قدرت نہین ہوتی حتی کہ مراتب مشاہدہ مین اللہ تعالی نے
روح کے حواس کھولتا ہی جس سے بندہ امور غیبی کی تصدیق کرتا ہی تو وہ میدان غیب مشاہدہ کرتا ہی اور مرتبہ حق الیقین مین نور قدسی اوسکا
قرۃ العین ہو جاتا ہی لیکن حقیقت یقین جب ہی حاصل ہوتی ہی کہ سر باطن بالکل استدلال سے پاک ہو جاوے کہ اوسوقت نور فرقان ظہور کرتا ہی حتی کہ
وہ حقائق اشیا پہچان کر نور قدس کو فرق کر لیتا ہی اور جمال مشاہدہ مین عالم شواہد اوسکی نظر سے غائب ہو جاتا ہی اور وہ پردہ ہائے غیب مین
انوار بے پردگی سے سرفراز ہوتا ہی اور آفتاب اسرار طالع ہو کر برہان مشاہدہ سے خالص کر لیتا ہی تو حق الغیب کی چمک ظاہر ہوتی ہی اور اوسوقت
سر و غیب و دلون متحد ہو جاتے ہین حتی کہ سر بعینہ غیب و غیب بعینہ سر ہو جاتا ہی - مترجم کہتا ہی کہ جیسے مولوی روم علیہ الرحمۃ نے اشارہ کیا
کہ ؎ علم حق در علم صوفی گم شود ؛ این سخن کے باور مردم شود - بالجملہ یہ لائق غیب غرق مشاہدہ ہو کر کسی وقت غائب نہین ہوتا - مترجم
کہتا ہی کہ یہ تجلیات سری ہین - اور حدیث مین بھی آیا کہ بندون کے واسطے حجاب نور ہی اگر ظہور ہو تو سب سوخت ہو جاوین - اور طبرانی کی ایک روایت
مین ستر حجاب ہین اور صحابہ رضی اللہ عنہم مین یہ مسئلہ مختلف تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کل حجاب رفع ہو گئے یا ایک

باقی رہا اور یہی اظہر ہی واللہ تعالیٰ اعلم اور تمام بیان اپنے موقع پر آویگا۔ اور دیگر انبیا علیہم السلام کے واسطے علی قدر مراتب حجاب ہین اور
سب اولیا تو ہر ولی زیر قدم نبی ہی شیخ واسطی نے فرمایا کہ اہل ایمان غیب سے ایمان لائے ہین پھر قیامت مین جب حق عزوجل معاینہ کرینگے تو
ایمان ومشاہدہ کا تفاوت معلوم ہوگا۔ مترجم کہتا ہی کہ ایک حدیث مین بھی آیا کہ کشف حجاب کے وقت مومنین درخواست کرینگے کہ اب ہمکو
سجدہ کی اجازت ہو تو ارشاد ہوگا کہ مین نے اس دار آخرت مین بندون کو مکلف نہین فرمایا ہی پس جس طرح تم سجدہ کرچکے وہ قبول ہوا مسئلہ
کیا بعد موت کے علم زیادہ ہوتا ہی یا نہین تو شیخ سمنانی رحمہ اللہ اس سے انکار کرتے تھے اور شیخ ابن العربیؒ اقرار کرتے بحکم قولہ تعالیٰ۔ وبدا لہم من
اللہ مالم یکونوا یحتسبون۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اونکے لیے وہ ظاہر ہوا جو اونکے خیال واعتقاد مین نہ تھا۔ تو علم بڑھ جاتا ہی۔ بعض مشائخ نے
کہا کہ قلب غیب ہی اور جن چیزون پر ایمان لایا وہ غیب ہین اور اللہ تعالیٰ غائب کرنے والا ہی پس جب غیب کو غیب سے اتصال ہوا تو خالق غیب پر
ایمان حاصل ہوا۔ شیخ نے کہا کہ غیب پانچ گروہ ہین نفوس کا ارواح کا عقول کا قلوب کا اسرار کا ازانجملہ اہل نفوس اہل تفاوت ہین جنکو سائق قدر
ہوا و شہوت پر ہانک لیجاتا ہی اور وہ دنیا کی امیدین و خواہشین فانیات ہین جنکی انتہا جہنم کے درکات ہین اور معاملات عقل و روح اعمال صالحہ و
عقائد حقہ ہین پس اصحاب عقول تو زاہد ہین جنکا مشرب طاعت و عبادت ہی اور اصحاب قلوب اہل محبت ہین جو ادب کے ساتھ وجد
و حال مین قائم ہین اور اصحاب روح عارفین ہین جو مقام توحید کے مراقبہ وانس مین معتکف ہین۔ اور واضح ہو کہ جو اسلام کی شکل ہین ولا ابالیت کے
لمبے چوڑے دعوی کرتے ہین اور لن ترانیان بکتے ہین یہ بھی اصحاب نفوس ہین شیخ ابو یزیدؒ نے کہا جس شخص کے ساتھ غیب سے چراغ ہدایت
نہو وہ ایمان غیب سے محروم ہی قولہ تعالیٰ۔ (ویقیمون الصلوٰۃ) پس اوقات نماز کی نگہداشت وانتظار کرتے ہین تاکہ مشتاق صفات سے
مشاہدہ اسرار مستطر ہون اور بارگاہ عزت مین اپنی محتاجی ظاہر کرنے کے لیے آداب عبودیت کے ساتھ حاضر ہون۔ ابن عطاءؒ نے فرمایا کہ ان حدود
آداب کے ساتھ اپنے سر قلبی کی حفاظت کیکہ عین حضوری مین سواے اوسکی مناجات کے کوئی بات یاد نہ آوے۔ مین کہتا ہون کہ غزالیؒ نے
غافل کی مثال مین کہا کہ وہ بے ادب مستحق تکریم نہین بلکہ قابل ملامت ہی جو بادشاہ کے حضور مین باتین کرنے لگا اور بادشاہ اوسکی طرف
متوجہ ہی پھر اوس بے ادب نے جو باتین کرتا جاتا ہی منھ پھیر کر مکان کی آرایش و اہل دربار کی صورتین دیکھنا شروع کی اسی واسطے
حدیث مین آیا کہ نمازی سے رحمت حق متوجہ ہوتی ہی مگر جب وہ دوسرے خیالات مین پڑگیا تو اعراض فرماتی ہی پھر اگر وہ متنبہ ہو کر متوجہ ہوا
تو پھر رحمت کی توجہ ہوتی ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ رحمت حق عزوجل ہی ورنہ مخلوق بادشاہ تو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہی۔ (ومما رزقناہم ینفقون) یہ لوگ
رزق سے الگ ہوتے اور رزاق عزوجل کا تقرب چاہتے ہین کیونکہ جو شخص رزق کی محبت مین پھنسا وہ دور ہوا اور جسنے رازق عزوجل کو چاہا
اوسکی سچائی کی پہچان یہ ہی کہ رزق کو چھوڑ دے اور جسنے رزق عطا فرمایا اوسکا تقرب اسی وسیلے سے ملا اور اسمین یہ بھی فائدہ ہی کہ رازق عزوجل کی صفت
قدس سے نورانیت چاہتے ہین حتی کہ وہ درون کو دیتے ہین قولہ تعالیٰ (اولٰئک علی ہدی من ربہم الایۃ) یہ ہدایت انکو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حاصل
ہوئی کہ معارضۂ شیطان و نفس دور ہوا تو اللہ تعالیٰ ہی کی عنایت سے یہ لوگ کروفر اس نفس و شیطان سے نجات پاتے ہین اور اپنی مراد پر پہنچے
ہین یہ تو ایسے بندون کا بیان تھا جو دوزخ سے بچے اور جنت مین پہونچے اور اونکی صفت ایمان کامل و اعمال صالحہ ہی پھر انکے
برعکس اہل جہنم کا حال بیان کیا

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۝

وہ جو منکر ہوئے برابر ہی اونکو تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ نہ مانینگے

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

مہر کردی اللہ نے اونکے دل پر اور اونکے کان پر اور اونکی آنکھون پر ہی پردہ اور اونکو بڑی مار ہی

واضح ہو کہ کفر چار قسم ہی کفر انکار جو سرے سے اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانے دوم کفر جحود جو جان بوجھکر منکر ہو جیسے ابلیس سوم کفر عناد جو پہچانے ومقر ہو مگر نہ مانے جیسے ابولہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت جانی واقرار کیا مگر ملامت کے خوف سے نمانی چہارم کفر نفاق چنانچہ منافقون کا بیان آگے آتا ہی اور اجماع ہی کہ جو شخص انمین سے کسی کفر پر مرے وہ اہل دوزخ مین سے ہی کہ اوسکے واسطے ہی دائمی مقام ہی اور اہل سنت سلف وخلف کا قطعی اعتقاد ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جس مخلوق کو پیدا کیا اوسکے انجام مقدر سے آگاہ ہی کیونکہ جہل ونجاننا اوسکی شان پاک مین محال ہی لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَاۗءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ـ جو لوگ کافر ہوے اونپر برابر ہی کہ تو اونکو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ ایمان نہین لاوینگے

ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکہا کہ جن لوگون پر اللہ تعالیٰ نے کفر لکہا ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انذار کرنا یعنی عذاب آلہی سے ڈرانا اور نڈرانا اونپر مساوی ہی یعنی وہ ایمان نہین لاوینگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لایومنون ولو جاءتہم کل آیۃ حتی یروا العذاب الالیم ـ یعنی جن لوگون پر تیرے رب کا کلمہ ٹھیک پڑا وہ ایمان نہین لاینگے اگرچہ ہر قسم کا معجزہ اونکے پاس آوے یہانتک کہ وہ لوگ عذاب الیم دیکہین ـ اسیطرح معاندین یہود ونصاری کے حق مین فرمایا ـ ولئن اتیت الذین اوتوا الکتب بکل آیۃ ما تبعوا قبلتک ـ یعنی اگر تو اہل کتاب کے پاس صدق نبوت کا ہر معجزہ لاوے تو بہی تیرے قبلہ کے تابع نہونگے مترجم کہتا ہی کہ اہل کتاب کے یہان برابر چلا آتا تہا کہ پیغمبر آخرالزمان کے لیے بیت المقدس سے پہیر کر خانہ کعبہ کی طرف قبلہ مقرر ہوگا پس جب مدینہ منورہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خانہ کعبہ کی جانب استقبال کا حکم ہوا تو یہ بہی یہود ونصاری کے واسطے دلیل کامل تہی لیکن بجاے ہدایت کے اونہون نے لوگون کو بہکانا شروع کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اونکی سرکشی وشقاوت کا عوض جہنم لکہا تہا وہ اونکے حق مین پورا ہوا پس اس آیت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تسلی فرمائی اور مومنون کے واسطے معجزہ ہوا کہ جن لوگون کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتقدیر وحی سے ازلی کافر ہونے کی خبر فرمائی تہی اونمین سے کوئی ایمان نہین لایا شیخ نے لکہا کہ اسکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ آپ رسالت آلہی کو پہنچا دیجیے اور اللہ تعالیٰ نے جنت ودوزخ کے واسطے بندے پیدا کیے ہین پس جو لوگ اہل سعادت ہین قبول کرینگے کہ اللہ تعالیٰ اونہین ہدایت پیدا فرمائیگا اور جو لوگ اہل شقاوت ہین وہ سرکشی کرینگے پس اونپر غمناک مت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو خوب جانتا ہی ـ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کے انکار واختیار دوزخ سے غمناک ہوتے اور حرص کرتے کہ سب لوگ ایمان لاوین اور ہدایت کی پیروی کرین پس اللہ عزوجل نے اس آیت مین آپکو آگاہ فرمایا کہ ایمان وہی لاویگا جسکے واسطے ذکر اول مین سعادت لکہی گئی ہی اور وہی گمراہ ہوگا جسکے لیے ذکر اول مین شقاوت لکہی گئی ہی ـ سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اگر لوگون مین سے بعضے کہین کہ ہم سابق کتاب پر ایمان لاے یعنے مثلاً یہود کہین کہ ہم توریت پر ایمان لاے اور نصاری کہین کہ ہم انجیل پر ایمان لاے پہر یہ لوگ قرآن کا انکار کرین تو بے ایمان ہین اسواسطے کہ توریت یا انجیل جسپر ایمان لانیکا اقرار کرتے ہین حالانکہ اوسمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانیکا عہد لیا گیا پس اونہون نے کفر جحود کیا تو تیرا ڈرانا اور نہ ڈرانا اونکے حق مین برابر ہی کیونکہ یہ جان بوجہ کر انکار کرنے والے ہین ـ ابوالعالیہؒ سے روایت ہی کہ یہ دونون آیتین سرکشان قریش کے حق مین نازل ہوئین جنکے حق مین قولہ تعالیٰ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا

واخلوا قومهم دارالبوار جهنم الآیۃ۔ نازل ہوئی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطی رحمہ کے نزدیک یہ آیت قریش و یہود وغیرہ میں سے ہر ایسے کافر کے
حق میں نازل ہوئی جو علم الٰہی میں جہنمی ہے۔ اور اس مقام پر عبداللہ بن عمرو بن العاص رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
عرض کیا گیا کہ ہم لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو اوسکی آیات سے امیدوار ہوتے ہیں پھر پڑھتے ہیں اور بعض آیات آتی ہیں کہ ہم مایوسی کے
قریب ہو جاتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمکو اہل جنت واہل دوزخ بتلا دون ہم نے عرض کیا کہ جی ہاں ضرور فرمایئے
پس آپ نے الم ذلک الکتاب سے ہم المفلحون تک پڑھکر فرمایا کہ یہ لوگ اہل جنت ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم امیدوار
ہیں کہ ہم لوگ بھی انھیں میں سے ہیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ان الذین کفروا سواء علیہم سے عذاب الیم تک پڑھکر فرمایا کہ یہ لوگ
اہل جہنم ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو یہ لوگ نہیں ہیں آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ایسے نہیں ہو (رواہ ابن ابی
حاتم) الحاصل اللہ تعالیٰ نے جو لوگ اپنے علم قدیم کے موافق جہنم کے واسطے پیدا فرمائے اونکے قبیح حالات سے مومنین کو منع فرمایا و قال تعالیٰ
ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ۔ یعنے ہمنے جہنم کے واسطے بہت سے جن و انس پیدا کیے جنکے دل ایسے ہیں
کہ اوس سے سمجھتے نہیں ہیں اور اونکی آنکھیں ایسی ہیں جس سے دیکھتے نہیں ہیں اور اونکے کان ایسے ہیں جس سے سنتے نہیں ہیں یہ لوگ مثل چارپایوں کے
ہیں بلکہ جانوروں سے زیادہ گمراہ ہیں۔ اور معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اونکو فطرت سلیمہ عطا فرمائی اور اپنے آیات قدرت و کمالات اور سب سے بڑھکر اوسکا
وجود ہے کیونکہ سن بلوغ کو پہونچا تو وسنے اپنے آپکو اپنے خالق عزوجل کا مخلوق پایا اور خالق عزوجل نے بہت بڑا احسان یہ فرمایا کہ اوسکو
کتاب و رسول کے ذریعہ سے ہدایت کا طریقہ بتلایا اور شیطان و نفس نے بھی اوسکو دنیا کی لذتوں اور اوسمیں منہمک رہنے کا قانون پڑھایا پس اوسنے
ہدایت الٰہی عزوجل سے منہ موڑکر قانون شیطانی پر عزم کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت میں طرح طرح کے شکوک پیدا کیے حتی کہ رحمت الٰہی نے توفیق
نصرت چھوڑ دی یعنے انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ رحمت سے خارج کیا کیونکہ اوس سلسلہ کو قبول نہیں کرتا ہے اور سلسلہ غضبی کو اوسنے
قبول کیا جسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق ملعون شیطان کو مسلط فرمایا ہے پس جو کچھ اس شخص نے اپنے حق میں اختیار کیا وہی اللہ تعالیٰ نے
اوسکو دیا اور خوب جان لینا چاہیے کہ جس طرح سلسلہ رحمت کے اکابر انبیاء علیہم السلام کو ارشاد و ہدایت کا اختیار ہے مگر کسی کے دل میں
ہدایت پیدا کر دینے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح سلسلہ غضبی میں شیطان کو بہکانے و وسوسہ دلانے کا اختیار ہے اور کسی کے دل میں گمراہی پیدا
کر دینے کا اختیار نہیں ہے لیکن جب کسی شخص نے جسکو اللہ تعالیٰ نے جنت و اوسکی راہ بذریعہ کتاب و رسول کے بتلائی اور ساتھ ہی جہنم اور بافعل
عیش و شہوات دنیا جو اوسکی راہ ہے بذریعہ شیطان و اوسکے وسوسہ کے بتلائی پھر اس شخص نے دنیا و اوسکے شہوات کو اختیار کر لیا تو وہ ذریات
ابلیس میں داخل ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام سے اوسکا سلسلہ منقطع ہو گیا لیکن چونکہ وہ علم الٰہی میں اسی حال پر مرے لہذا فرمایا ختم اللّٰہ
عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ مہر کر دی اللہ تعالیٰ نے اونکے دلوں پر اور اونکے کانوں پر۔ وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ
غِشَاوَةٌ۔ اور اونکی آنکھوں پر موٹا پردہ ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ اور اونکے واسطے عذاب عظیم ہے
یعنی آخرت میں اونکے واسطے جو عذاب ہے وہ ایسا سخت ہے کہ کوئی مخلوق اوسکو قیاس نہیں کر سکتا لیکن سمجھنے والا جان جاتا ہے کہ جسکو اللہ عزوجل
نے عظیم فرمایا اوسکو مخلوق حقیر کیا ممکن قیاس کرے چنانچہ ان لوگوں نے تن پروری اور دنیا کی عزت کے واسطے خالق عزوجل سے انکار اور اوسکی
مخلوق ملعون شیطان کی اتباع کی اور اسپر عزم قوی تھا کہ اگر کروڑوں برس زندگی ہو تو بھی دین اسلام سے منہ موڑکر رہیں بلکہ جہانتک ممکن ہے اسلام
کو مٹاویں اور اپنے قانون کو پھیلاویں پس اللہ عزوجل نے دائمی جہنم میں رکھا اور اونکا جسم اسقدر موٹا ہوگا کہ ایک کافر کی داڑھ مثل احد

پہاڑ کے ہوگی اور اسی پر اوسکے تمام جسم کو قیاس کرنا چاہیے اور اونکا روپیہ و اشرفی اونکے جسم مین مثل آگ کے پیوست ہوگا اور جب شدت حرارت سے
کھال گر پڑیگی تو فوراً اوسکے مثل پیدا ہو جائیگی اور بشدت پیاس مین اونکو گرم حمیم جسکی سوزش سے آنتین کٹ گرین یا اونہین کا بہا ہوا پیپ
لہو ملیگا حتی کہ اس عذاب سخت کے بیان مین اہل بیان کے رونگٹے کھڑے ہوتے اور زبان کانپتی ہے اور آئندہ اپنے اپنے مقامات پر انشاء اللہ
واضح بیان آویگا۔ امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قتادہؒ نے اس آیت مین فرمایا کہ ان لوگون نے شیطان کی اطاعت کی تو وہ اونپر مستولی ہوگیا پس
اللہ تعالی نے اونکے دلون و کانون پر مہر فرمائی اور آنکھون پر پردہ ڈالدیا کہ ہدایت اونکو نظر نہین آتی اور حق اونکو سنائی نہین دیتا اور دل سے سمجھ و عقل
نہین ہے۔ مجاہدؒ نے فرمایا کہ قلب پر گناہ جمے پس ہر جانب سے محیط ہو کر قلب اوسپر سمٹ گیا تو یہی مہر ہے۔ عبد اللہ بن کثیرؒ نے فرمایا کہ مین نے
حضرت مجاہدؒ سے سنا کہ قولہ تعالی۔ کلا بل ران علی قلوبہم۔ مین فرماتے تھے کہ ران بہ نسبت مہر کے آسان ہے اور مہر بہ نسبت قفل کے آسان ہے
اور قفل سب سے سخت ہے۔ اور اعمشؒ نے فرمایا کہ ہمکو مجاہدؒ نے اپنے ہاتھ سے دکھلایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم قلب کو مثل ہتھیلی کے کشادہ
جانتے تھے پھر کسی بندہ نے گناہ کیا تو قلب بھنچا اسطرح کہ چھنگلیا کو بند کردیا پھر جب اوسنے توبہ نہ کی اور زیادہ گناہ کیا تو اوسکے پاس
کی انگلی بند کرکے دکھلایا اسیطرح زیادہ ہوتے ہوتے پوری مٹھی بند ہوگئی اور فرمایا کہ اسکو ران کہتے تھے پھر اگر بڑھا تو اللہ تعالی اوسپر مہر
کردیتا ہے (رواہ ابن جریر) قرطبی نے کہا کہ اجماع امت ہے کہ اللہ عزوجل نے کافرون کے دلون و کانون پر بسزائے کفر کے عوض مہر
فرمائی ہے کما قال تعالی۔ بل طبع اللہ علیہا بکفرہم۔ اور شیخؒ نے لکھا کہ اس بارہ مین آیات بہت ہین کقولہ تعالی۔ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم
یعنے عیسی علیہ السلام کے بعد نصرانیون نے توحید کو چھوڑ کر شرک قبیح کا اعتقاد کرلیا حالانکہ یہ بدیہی باطل ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جب وہ
لوگ دین حق سے کج ہوئے تو اللہ تعالی نے اونکے قلوب کج کردیے۔ مترجم کہتا ہے کہ مین نے اوپر اسکا افادہ کیا ہے کہ اللہ تعالی نے ہدایت انبیاء اور اسکا انجام جنت اور اسکے
مقابلہ مین تحالون شیطان اور اوسکا انجام جہنم دونون بندے کے واسطے ساتھ ہی دیے پھر اگر اوسنے ہدایت انبیاء علیہم السلام کو اختیار کیا تو جو اوسکے لوازم ہین
دنیا مین اوسکے ساتھ ہونگے اور آخرت مین بھی سرفراز ہوگا اور اگر اوسنے اتباع شیطان اختیار کی تو اوسکے لوازم اوسکے ساتھ ہونگے جیسے جیلخانہ مین چور
کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے اسی طرح ہدایت کی راہ اوسکے حق مین مسدود ہوگی حتی کہ انوار روحی و عقل نورانی ظہور نہین کریگی اور اوسکے معارف و مدارک
کچھ نہین سمجھیگا اور جسمانی حواس و ہیولانی ترکیبین اچھی طرح باقی ہین حتی کہ دنیاوی آرائش و اوسکے وسائل مین غالبًا اوسکو مومنون سے
زیادہ سمجھ ہوگی کیونکہ مومنون نے دنیا اختیار نہین کی بلکہ آخرت کے واسطے ساعی ہین اور کافرون نے دنیائے موجود اور جہنم موعود اختیار کی تو
دنیا اونکے واسطے کشادہ کردی جائیگی اور رہا ملک کا غلبہ تو قیامت تک مسلمانون پر کوئی ایسی قوم غالب نہین ہوسکتی جسکو اونکے استیصال کرنے کی
طاقت ہو اور اگر مسلمانون نے دنیاوی زندگی کے لالچ مین موت و جہاد سے خوف کیا تو کفر کے تابع ہو کر چند روزہ زندگی بسر کرینگے یہ توضیح مقام ہے واللہ
تعالی اعلم پس ثابت ہوا کہ جس شخص نے کفر اختیار کیا تو اللہ تعالی کی طرف سے جو اوسکے لوازم ہین پورے ہوتے ہین حتی کہ اوسکے دل و کانون پر
مہر کردی جاتی ہے۔ اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ قلوب پر فتنے پیش کیے جائینگے پس جس قلب نے اوسکو قبول کرلیا کہ اوسمین سما گیا تو اس قلب مین ایک
سیاہ نکتہ پیدا ہوتا ہے اور جس قلب نے اوس سے انکار کیا اور نہ آنے دیا تو اوسمین ایک سپید نورانی نکتہ پیدا ہوتا ہے پس وہ صاف منور ہوتا ہے کہ
اوسکو جبتک آسمان و زمین قائم ہین کوئی فتنہ ضرر نہین کرتا اور دوسرا قلب جسنے قبول کیا ہے وہ کالا سیاہ اوندھے کوزہ کی طرح ہو جاتا ہے کہ نہ کسی
معروف کو نیک پہچانے اور نہ کسی ممنوع کو برا جانے۔ (کما رواہ مسلم) اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ بندہ مومن نے جب کوئی گناہ کیا تو اوسکے دل مین ایک سیاہ نکتہ پیدا ہوتا ہے پھر اگر اوسنے توبہ کی اور گناہ سے باز آیا تو دل صاف و صیقل ہو جاتا ہے

اور اگر اوسنے گناہ مین زیادتی کی تو نکتہ بڑھتا جاتا ہی یہانتک کہ تمام قلب پر چھا جاتا ہی اوسیکو ران کہتے ہین جسکو اللہ تعالی نے فرمایا۔ کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون۔ (رواہ ابن جریر والترمذی والنسائی وہو حسن صحیح) شیخ ابن جریر نے کہا کہ اس حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ جب آدمی پے در پے گناہ کرتا ہی تو اوپر اوسکی تاریکی چھا کر اوسکو ڈھانک لیتی ہی اور جب قلب ڈھنک گیا تو اللہ تعالی کی طرف سے اوسپر مُہر آجاتی ہی پس اوسوقت ایمان داخل ہونے کی کوئی راہ نہین ہوتی اور نہ کفر سے چھٹکارا ہو سکتا ہی پس یہی وہ مہر ہی جو اللہ تعالی نے ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم مین بیان فرمائی جیسے ظاہری ظروف مین بند کرکے مہر کردیجاے تو جبتک یہ مہر توڑی نجاے کوئی چیز اوس سے خارج یا اوسمین داخل نہین ہو سکتی ہی اور حضرت ابن عباس و ابن مسعود اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے قولہ تعالی ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم کی تفسیر مین فرمایا کہ پھر اسوقت نہ یہ لوگ سمجھتے ہین اور نہ سنتے ہین اور قولہ۔ علی ابصارہم غشاوہ۔ مین فرمایا کہ اونکی آنکھو پر پردے ہو جاتے ہین کہ پھر کچھ نہین دیکھتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ علی سمعہم پر وقف تام ہی۔ اور ابن جریر نے ابن عباس رضی سے بھی روایت کی کہ مہر دلون و کانون پر ہی اور غشاوہ آنکھو پر ہی اور یہی ابن جریج سے مروی ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اسکے معنے یہی ہین کہ جو امور بذریعۂ نور روح وعقل کے حواس قلب سے ادراک ہوتے ہین اور وہ معرفت الٰہی و فقہ آخرت ہین تو اونکی سمجھ غیر ممکن ہو جاتی ہی اور اسیطرح کان یا آنکھ کلام معرفت سننے سے بہرا اور آیات قدرت و آثار وحدانیت دیکھنے سے اندھا ہو جاتا ہی حالانکہ حواس جسم و حواس ہیولانی بہت سے کفار مین نہایت قوی ہوتے ہین اسیواسطے تم اس عجائب حکمت الٰہی کو دیکھتے ہو کہ بہت سے مومنین کے نزدیک دلائل قدرت و آثار وحدانیت و اسرار الوہیت بالکل بدیہی ہین حتی کہ جو کوئی انکار کرتا ہی اونکو نہایت تعجب معلوم ہوتا ہی مگر کافرون کے نزدیک یہ باتین کسیطرح سمجھ مین نہین آتی ہین مگر علماے مومنین جانتے ہین کہ اس کافر کمبخت نے یہانتک اپنی نوبت پہونچائی کہ اوسپر مہر ہو گئی پھر جب عقل نورانی ہی نہین ہی تو وہ کیونکر سمجھ سکتا ہی اور بیان سے یہ تحقیق بخوبی یاد رکھنا چاہیئے کہ عقل سے مراد وہ نور ہی جو قلب کے انوار سے ظہور کرتا ہی مگر جبتک اوسپر مہر ہو تب ہی تک ظہور ممکن ہی لیکن کافرون مین یہ ظہور غیر ممکن ہی تو اوسنے اپنی پیدائش سے موت تک کبھی عقل کو نہین جانا لہذا وہ حواس جسمانی و ہیولانی کو عقل سمجھتا ہی کیونکہ اسکے سواے اوسکو عمر بھر کچھ معلوم نہین ہوا اور اللہ تعالے نے جسمانی ضروریات حاصل کرنے اور اوسکی تربیت کے لائق ہر شخص کو حواس عطا کیے ہین اور ان حواس کے مناسب قواعد کلیہ بتلا دیے ہین مثلاً جو شخص آگ مین ہاتھ ڈالے وہ جل جائیگا یا پانی پیے تو ٹھنڈک ہوگی اور اسی طرح مادیات کے خواص و آثار طبعی ہین اور اسی طرح دھوین و پانی و دیگر اشیاے مادی کے خواص سے آثار دریافت کرنا حواس سے متعلق ہی جنکے ذریعہ سے تجارت و زراعت و غذا و لباس وغیرہ تن پروری کے اسباب اور سردی گرمی سے آرام کے وسائل حاصل کرتا ہی اور اللہ تعالے نے ان مادی آثار مین بطور عادت کے ایک ایسا کلیہ رکھا ہی جنکو کفار بطور خود مختار جانتے ہین اور اہل عقل و اصحاب ایمان اسکو خالق عز وجل کی قدرت مانتے ہین حتی کہ جب کبھی خاص طور پر اللہ تعالے کو منظور ہو تو ہر چیز کا اثر ظاہر نہین ہوتا حتی کہ ابراہیم علیہ السلام کے واسطے آگ بجاے سوزش و تکلیف کے راحت و مسرت ہوئی اور حضرت مریم علیہا السلام سے بغیر شوہر کے حضرت عیسی علیہ السلام کا ظہور ہوا اور حضرت موسی علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا ہو جاتی تھی اور کچھ شک نہین کہ یہ اخبار متواتر ہین جنکا انکار غیر ممکن ہی لیکن کافر بذریعہ مادی حواس کے مثل حیوانات یا جمادات کے ہی کہ وہ اونکا ادراک نہین کر سکتا اگرچہ قوت حواس کے ذریعہ سے اوسکی مادی ترکیبات عجیب ہون جیسے بعضے حیوانات کے آثار غریب ہوتے ہین مثلاً پپیا بغیر آلات کے جیسا گھونسلا بناتا ہی عمدہ صنعت ہی اور کافرون مین جسطرح حواس ظاہری پر مہر نہین ہوتی اسیطرح پیکر ہیولانی ہی اور جو اوس جنس شیطانی ہی وہ بھی اسی جسم مادی کے ساتھ لازم ہی تو اوسکے حواس بھی مستور نہین ہوتے ہین اور مادیات مین اوسکے صنائع و ترکیبات بھی عجیب و غریب ہین چنانچہ اللہ تعالے نے ہماری تنبیہ کے واسطے حضرت سلیمان علیہ السلام کا حال بیان فرمایا جس سے ظاہر ہی

کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے باوجود اس نبوت کے بلقیس کا تخت لانے یا محاریب وتماثیل بنانے کی صنعت پر وصف نہیں کیا گیا بلکہ معارف نبوت اونکا وصف تھا اور یہ مادی صنائع صرف عفریت واجنہ کی جانب منسوب فرمائے پس حاصل یہ ہے کہ مادیات مین صنائع ترکیبات صرف قوت حواس کی دلیل ہین اور عقل نورانی کی دلیل ہرگز نہین اور خوب معلوم ہے کہ یہ مادیات سب فانی ہین جیسے کسی طفل نے بہت مشقت سے نہایت نفیس کھلونا یا گھروندا بنایا اگرچہ دیکھنے مین خوبصورت ہے مگر جیسے یہ دیکھنے والی آنکھ ناپایدار ہے اوسیطرح وہ بھی فانی ہے اور کوشش ومحنت برباد ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (فائدہ) اگر کہا جاوے کہ جب یہ لوگ علم آلہی مین ازلی کافر ہین کہ ایمان نہین لائینگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انذار فرمانا بیکار تھا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے داے رسالت وتعلیم امت پر مدارج نبوت کا ثواب عطا فرمایا اور کسی شخص خاص کی نسبت ازلی کافر ہونا نہین بتلایا بلکہ بطور قاعدہ کلیہ ارشاد کیا کہ جو شخص علم آلہی مین کافر ہے یعنی اوسنے دنیا اختیار کرکے شیطان کی نصیحت مان لی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اوسکے دلپر مہر کردی کہ نور اوسمین داخل نہین ہو سکتا تو وہ آپکی نصیحت نہین مانیگا جیسے نوح علیہ السلام کو وحی فرمائی - واوحی الی نوح انہ لن یومن من قومک الا من قد آمن الآیہ - یعنی نوح کو وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم سے جو ایمان لاچکا انکے سوا کوئی بھی ایمان نہین لائیگا - پس ہدایت کرنا حضرت نوح علیہ السلام کے واسطے بلندی درجات تھا اور قوم کفار پر اتمام حجت تھا اسیطرح کہ اونپر راہ ہدایت اور اوسکا انجام جنت اور اوسکا اثر نورانیت اونپر پیش کیا گیا مگر اونھون نے اس سے منھ موڑ کر دنیا اور کفر اختیار کیا ف ۲ بعض اشارات عرائس مین ہے قولہ تعالیٰ (ان الذین کفروا سواء علیہم الآیۃ) جو لوگ خواہشات بشری یعنی تن پروری کے تابع ہوے اونپر حجاب سخت ہے جیسے مثال مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا ظلمات بعضہا فوق بعض یعنی جیسے اندھیری رات مین بحر ظلمات کے اندر تہ بہ تہ بادل ہو تو ہاتھ سے ہاتھ نہین سوجھتا ہے اسیطرح یہ لوگ حجاب غفلت وحجاب خواہش وحجاب جسمانیت وحجاب نفس وحجاب شیطان مین مبتلا ہوکر نور معرفت سے بالکل منقطع ہو گئے تو اونکو نور ایمان آلہی سے بہت دوری ہے اور جبتک اونکو نور نظر نہ آوے وہ اپنی خواہش نفس کو سرور جانتے ہین پس وہ اسکے دور کرنیکی فکر بھی نہین کرینگے بعض نے اشارہ کیا کہ جو لوگ فقط زبانی ایمان رکھتے ہین اور صوم وصلوٰۃ کو ظاہری صورت پر ادا کرتے ہین وہ نور قلب سے بے نصیب ہو کر مشاہدہ غیب تک نہین پہونچتے ہین قولہ تعالیٰ ختم اللہ علی قلوبہم) بعض نے فرمایا کہ معرفت آلہی بنور آلہی ہے اور جنھون نے کفر کیا تو وہ اس سے محروم ہین کہ معارف آلہی کو نور قلب سے پہچانین اور خطاب آلہی کو کانون سے سنین اور صنائع قدرت کو آنکھون سے دیکھین اسیواسطے جو لوگ دلیل سے ثابت کرنا چاہتے ہین وہ محجوب رہتے ہین کیونکہ وہ دلیل سے دلیل پیدا کر نیوالے کو ثابت کرتے ہین پس یہ اونکے دلپر حافظت کی مہر ہے - ع س امام ابن کثیر نے لکھا کہ شروع سورہ سے چار آیات تک مومنین کا وصف فرمایا پھر دو آیات مین کافرون کی مذمت بیان فرمائی اور کافرون سے کافر مجاہر مراد ہین یعنی جو لوگ جہر کے ساتھ اپنا کفر ظاہر کرتے اور کسیکو دھوکا نہین دیتے ہین پھر ایسے کافرون کا حال ذکر کیا جو باطن مین کفر رکھتے ہین اور ظاہری زبان سے ایمان کا دھوکہ دیتے ہین اور ایسے لوگ چونکہ بہت بدکار اور دوسرون کے حق مین بھی مضر ہین لہذا انکے بیان مین بہت توضیح فرمائی تھی کہ انکے حق مین سورہ براءۃ اور سورہ منافقین نازل ہوا اور سورہ نور وغیرہ مین بھی انکے قبیح افعال کا ذکر ہوا اور یہان بھی اللہ تعالےٰ نے واضح بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ

اور ایک لوگ وہ ہین جو کہتے ہین ہم یقین لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور انکو یقین نہین

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝

دغابازی کرتے ہین اللہ سے اور ایمان والون سے اور کسو کو دغا نہین دیتے مگر آپ کو اور نہین بوجھتے

واضح ہو کہ ایمان جمیع اعتقادات حقہ ہیں جو ظاہر و باطن یکسان ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے الذین یومنون بالغیب سے چار آیات تک بیان فرمایا
ہی اور جب ایمان کے کسی امر ضروری میں انکار ہو تو وہ کفر ہو جائیگا کیونکہ ایمان کے جزو نہیں ہوسکتے ہیں حتی کہ اگر پیغمبر یا کسی کتاب آسمانی یا
ملائکہ وغیرہ کا صاف انکار ہو تو یہ کفر ہی اگرچہ وہ باقی پیغمبرون کا اقرار کرے اور کفر و ایمان مین قطعی ضد و مخالفت ہی اسیواسطے ان الذین
کفروا سے جب کافرون کا ذکر شروع فرمایا تو حرف عطف کلام مین نہین آیا کیونکہ مومنون و کافرون مین ظاہر و باطن کوئی وجہ اتصال کی
نہین ہی حتی کہ حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ ذریات آدم کا جب ظہور ہوا تو ذریات مومنین سفید نورانی ظاہر ہوئین اور ذریات کافرین سیاہ
و قبیح ظاہر ہوئین پھر کافرون کی اول قسم پر دوسری قسم منافقین کا عطف فرمایا بقولہ تعالیٰ **وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا**
بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ اور آدمیون سے بعض ایسا ہی جو کہتا ہی کہ ہم اللہ تعالیٰ و روز قیامت
کے ساتھ ایمان لائے حالانکہ یہ لوگ ہرگز مومن نہین ہین — ف بلکہ خالی زبان سے کہتے ہین اور دلون پر وہی مہر غضب ہی جو قسم اول کے
کافرون پر تھی پس باطنی بدبختی مین تو دونون برابر ہین کہ دونون نے دنیا و طریقہ شیطان اختیار کیا لیکن یہ قسم بہ نسبت اول کے کبھی بدتر ہی کیونکہ
وہ لوگ دھوکا نہین دیتے اگرچہ کفر پر دلیرانہ لڑتے ہین اور یہ قسم تو حقیر مال دنیا کے پیچھے ڈرتے ہین کہ ہم پر جہاد نکیا جائے اور جزیہ نہ باندھا
جاوے کیونکہ مسئلہ یہ ہی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی خاص شخص کی نسبت وحی اوتاری کہ یہ شخص منافق ہی تو اوسکے
دل کا نفاق معلوم ہو گیا اور یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ممکن تھا اور بعد آپ کے زمانہ کے ظاہر حال قبول کیا جائیگا لہذا
حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مین ہی کہ نفاق کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تھا اور اب تو اسلام ہی یا کفر ہی
(الترمذی وغیرہ) لہذا حدیث مین آیا کہ اسلام یہ ہی کہ زبان سے اقرار کرے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ اور نماز کو ٹھیک
قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے یعنی جبکہ واجب ہوا اور رمضان کے روزہ رکھے اور خانۂ کعبہ کا حج کرے بشرطیکہ استطاعت ہو۔ فقہائے
کہا جو شخص ایسا کرے اوسپر مسلمان ہونیکا حکم دیا جائیگا حتی کہ اگر کوئی فعل لازم اسلام بجالائے مثلاً جماعت سے نماز ادا کرے تو اوسکے
اسلام کا حکم ہو جائیگا اور برتاؤ مسلمانون کے ساتھ ہوتا ہی مانند نکاح و ذبیحہ کے وہ اوسکے ساتھ ہوگا پھر اگر دل مین یہ اعتقاد نرکھتا ہو تو
اوسکا حساب خود اللہ تعالیٰ کے یہان قیامت مین ہوگا اور اگر اوسنے ظاہر مین اسلام سے پھرنا چاہا تو زندیق کے حکم مین قرار دیا جائیگا پس منافقین
چاہتے تھے کہ جہاد و جزیہ سے بچین اور صحابہ رضی اللہ عنہم جو کچھ مال غنیمت حاصل کرتے تھے اوسمین شریک ہون چنانچہ انکا سبب نزول اس
بیان سے معلوم ہوگا جو شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر مین لکھا کہ نفاق کے معنے یہ ہین کہ بھلائی ظاہر کرے اور برائی چھپائے اور اوسکی دو قسمین ہین اول
نفاق عملی یعنی درحقیقت وہ دل سے مومن ہی لیکن ایمان کے موافق برتاؤ نہین رکھتا ہی جیسے حدیث مین ہی کہ منافق کی علامت یہ ہی کہ جب
کوئی بات بیان کرے تو دروغ بولے اور جب اوسکے پاس امانت رکھی جائے تو اوسمین خیانت کرے اور جب کسی شخص سے مخاصمہ ہو تو بد
کرداری عمل مین لاوے یعنی اپنے مدعی یا مدعی علیہ کے ساتھ خواہ زبانی گالی گلوج کرے یا حاکم کے سامنے جھوٹھ قسم یا جھوٹی بات کی پیروی
کرنے مین بد کردار ہو اور جب کسی سے وعدہ و عہد کرے تو خلاف کرے پس یہ عملی منافق ہی اور یہ بھی گناہ شدید ہی جسکا تفصیلی بیان اپنے
موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ آویگا حتی کہ ابن جریج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ منافق کا قول و فعل باہم مخالف ہوتا ہی اور ظاہر و باطن و حاضر و غائب مین مخالفت
ہوتی ہی قسم دوم نفاق اعتقادی اور یہ اقسام کفر مین بدتر ہی اور منافقون کے بارہ مین جو آیات ہین اونکا نزول بعد ہجرت کے مدینۂ منورہ مین
شروع ہوا اسواسطے کہ جبتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین تھے تب تک نفاق نہین تھا بلکہ برخلاف اسکے بعضے لوگ اسلام لاتے مگر

کافرون کی ایذا کے خوف سے دل مین چھپاتے رہتے تھے حتی کہ وہ اللہ تعالے کے نزدیک مومن تھے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو یہان دو قبیلۂ اوس و خزرج و یمانیون کی اولاد تھے جو در اصل یمنی تھے اور زمانۂ جاہلیت مین مشرکین عرب کے موافق بت پرستی کیا کرتے تھے اور یہان تین قبائل یہود رہتے تھے بنو قینقاع اور یہ لوگ خزرج کے شریک تھے اور بنو النضیر و بنو قریظہ اور یہ دونون قبیلے اوس کے شریک تھے اور باہم قبیلۂ اوس و خزرج مین زمانۂ جاہلیت کے موافق جدال و قتال رہتا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے چھ برس پہلے اس قدر سخت قتال ہوا کہ چیل کوؤن نے مُردون کا گوشت کھایا اور اوس واقعہ کا نام یوم البعاث ہی اور اس لڑائی مین یہودی بھی اپنے حلفا کے شریک رہتے تھے لیکن یہ شرکت بھی کسیقدر دباؤ اور مجبوری کے ساتھ تھی حتی کہ بعضے اوقات اوس و خزرج سے کہا کرتے کہ اب وہ زمانہ قریب ہی کہ ہم لوگ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حمایت مین ہوکر تم لوگون کو تہ تیغ کرینگے اور اوس و خزرج اس گفتگو سے متعجب ہوتے تھے پھر اوس و خزرج بعد اس جنگ شدید کے باہم صلح پر آمادہ ہوے اور چاہا کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول کو جو قبیلۂ خزرج مین سے تھا اپنا بادشاہ بناوین اتنے مین حج کا موسم آیا تو قریش سے عہد کے واسطے اوس و خزرج دونون مین سے بارہ آدمی بھیجے گئے وہان انھون نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو تمام قبائل عرب پر پیش کرتے اور راہ حق کی ہدایت فرماتے جب گروہ اوس و خزرج نے دیکھا تو آپس مین کہا کہ یہ تو وہی شخص معلوم ہوتا ہی جسکی نسبت یہود ہمکو ڈرایا کرتے تھے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو راستہ مین گھاٹی پر ملے گئے اور آپ سے علامات دریافت کر کے تحقیق کر لیا کہ بیشک یہ وہی شخص ہی کیونکہ جو علامات یہود بیان کرتے تھے وہ موجود ہین اور اللہ تعالی نے اون لوگون کے دل مین ایمان ڈالا اور اونھون نے دیکھا کہ نور نبوت چمک رہا ہی پس یہ لوگ بجائے قریش سے معاہدہ کرنے کے مسلمان ہوگئے اور مدینہ کو واپس آئے اور یہان اوس و خزرج سے بھی عام طور پر اظہار نہین کیا مگر معتمد لوگون سے اظہار کر کے اپنا شریک کیا حتی کہ دوسرے سال بہتر آدمی حج کے بہانہ سے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہماری تعلیم کے واسطے اپنے اصحاب مین سے کوئی شخص بھیجین چنانچہ آپ نے ایک شخص کو ساتھ کیا جو بنی عبد الاشہل کے باغ مین ان لوگون کو قرآن مجید و ارکان عبادت تعلیم کرتا تھا ناگاہ ایک روز سردار کو خبر ہوئی اور وہ آیا تو اوسکے خوف سے سب لوگ متفرق ہوگئے اور اوس نے صحابی مہاجر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو کس بات سے لوگون کو بہکاتا ہی اونھون نے حلم سے چند آیات سنائین جنکی ہیبت سے وہ شخص کچھ دیر سکوت مین رہا اور گھر مین آکر فورًا اپنے ہتھیار و گھوڑا مانگا اور لوگون کو خوف ہوا کہ شاید یہ قتل کر ڈالیگا اور اوسکا بھائی بھی منجملہ مومنین کے تھا پس وہ مرد صالح سخت غمناک ہوا اور اوسنے بھی اپنی تلوار اوٹھائی کہ واللہ اگر اسنے صحابی کو قتل کیا تو مین بھی اسکو قتل کر ڈالونگا لیکن یہ سردار جو عنایت ازل سے سعید تھا نکلکر ایک ٹیکرے پر آیا اور اوسنے قوم کو آواز دی پس وہ لوگ گرد حاضر ہوے اور اوسنے کہا کہ تم لوگ مجھکو کیسا سمجھتے ہو سبھون نے کہا کہ آپ ہمارے بہتر سردار ہین تب سردار نے کہا کہ مین نے اپنی ذات کے واسطے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اختیار کیا پس جو شخص چاہے میرا ساتھ دے اور جو چاہے اپنی راہ اختیار کرے پس سبھون نے ساتھ دیا اور سردار نے اوٹھکر صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اوس دن مدینہ مین ہر ایک گھر ذکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہوگیا لیکن بہت سے لوگ صرف سردار کے خوف سے ظاہری طور پر مسلمان ہوگئے تھے اور یہودیون نے جب یہ سنا تو اونکی بدبختی نے اونکے دلون مین حسد کی آگ بھڑکائی اور اونھون نے اوس و خزرج کو برعکس علامات سے بہکانا شروع کیا لیکن اوس و خزرج نے اونکی شرارت کو پہچان لیا کہ اب یہ لوگ جھوٹ بول کر ہمکو بہکاتے ہین اور اوس و خزرج مع دونون سردارون کے باہم متفق ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مددگاری پر آمادہ ہوگئے اسیواسطے اوس و خزرج کا نام چھوڑکر انصار انکا نام ہوا یعنے

مددگاران دین آلہی پھران لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین درخواست بھیجی کہ آپ یہان تشریف لاوین ہم لوگ جان و مال سے
آپکی مددگاری اور آپکے اصحاب کی خدمتگذاری کو موجود ہین شیخ نے لکھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نزول حکم آلہی کے مکہ سے
ہجرت کرکے مدینۂ منورہ مین تشریف لائے اور مہاجرین اصحاب رضی اللہ عنہم بھی آئے تو اوس و خزرج نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی اور آپکے
اصحاب مہاجرین کو اپنے یہان جگہ دی اور یہودیون مین سے سوائے حضرت عبداللہ بن سلام و اونکے ساتھیون کے کوئی مسلمان نہوا اور
اونھون نے پیغمبر آخرالزمان کے اوصاف و علامات کو بدلنا شروع کیا لیکن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ علمائے یہود مین سب سے اشرف
مشہور تھے پس انھون نے اون جھوٹھون کی تردید کی اور یہ جھوٹھ کیونکر چل سکتا تھا جبکہ مدت دراز سے خود یہودیون نے صحیح اوصاف مشہور
کر رکھے تھے اگرچہ اوس و خزرج جو نبوت کے معنے سے آگاہ نہ تھے اونکی باتون پر توجہ نہین کرتے تھے شیخ نے لکھا کہ چندروز تک نفاق
اسواسطے شائع نہوا کہ مسلمانون مین ابھی شوکت و قوت نہ تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیون اور مدینہ کے گرد والے بہتیرے
قبائل عرب سے مصالحہ کر لیا تھا پھر جب اللہ عزوجل نے مقام بدر مین آپکی قلیل جماعت کو فتح دی اور اوسکی صورت یہ ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مدینۂ منورہ سے چند آدمیون کو لیکر قریش کا تجارتی قافلہ روکنے کے لیے روانہ ہوے اور چونکہ لڑائی کا قصد ظاہر نہین فرمایا تو
قبائل اوس و خزرج مین سے سب لوگ ساتھ نہین ہوے لہذا بہت قلیل جماعت سے جب مقام بدر تک پہونچے تو وہان معلوم ہوا کہ سرداران
قریش بجماعت کثیر مع ساز و سامان کے لڑنے کو آئے ہین اور ناگاہ دونون لشکر مقابل ہوے اور اللہ تعالے نے مومنون کو فتح کا وعدہ
فرمایا چنانچہ یہی ہوا کہ قریش کے بہت سے سردار مارے گئے اور بہت سے قید ہوے جب اللہ تعالی نے اہل اسلام کو عزت دی تو وہی
عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی جسکو انصار نے اپنا بادشاہ بنانا تجویز کیا تھا اور وہ بوجہ اسلام انصار کے اوس سے محروم رہا اور دل مین جل گیا تھا اوسنے
بعد واقعہ بدر کے اپنے خاص لوگون سے کہا کہ اب اسلام چل نکلا پس ظاہر مین وہ مسلمان ہوگیا اور اسیوقت سے اہل مدینہ و اوسکے گرد والے
اعراب مین نفاق شروع ہوا لیکن اصحاب مہاجرین رضی اللہ عنہم مین کوئی شخص منافق نہین تھا کیونکہ وہ لوگ اپنا وطن و مال و اولاد چھوڑکر ایسی
حالت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرتے تھے کہ تکلیف و فاقہ روکنے کا کوئی سامان نہ تھا اور اسلام کو کوئی قوت نہ تھی اور قریش
و تمام قبائل عرب دشمن تھے اور مسلمانون کو دین چھوڑنے پر گالیان دیتے اور کوئی بھی موافقت نہین کرتا تھا اور یہ وقت نہایت مشکل تھا کہ
اللہ تعالے نے جسکو ذرہ برابر بھی عقل دی وہ اوسوقت کی حالت و صورت کو قیاس کرسکتا ہے کیونکہ اس زمانہ مین تو پیدا ہوتے ہی دین آلہی کی
آوازین کانون مین آتی ہین اور کرورون مسلمان نظر آتے ہین پس یہ زمانہ اور وہ زمانہ بالکل مبائن تھا پس عاقل صاف جان جائیگا کہ اللہ تعالی
نے اصحاب مہاجرین مین جو عظیم نور معرفت رکھا تھا وہی اونکو مال و اولاد و وطن چھوڑنے پر آمادہ کرتا تھا جب یہ بیان ہو چکا تو شیخ رح نے
اس آیت قدسی کے سبب نزول مین لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ منافقین قبیلۂ اوس و خزرج مین سے بعضے لوگ تھے جو
ظاہر مین اسلام کا اقرار کرتے تھے (رواہ محمد بن اسحق) اور یہی قول ابوالعالیہ و حسن و قتادہ و سدی وغیرہم سے مروی ہے شیخ رح نے لکھا کہ
اللہ تعالے نے منافقون کے حالات بیان فرمانے مین اسواسطے مزید توضیح فرمائی کہ مومنین صادقین کو اونکے افعال و اقوال سے دھوکا
نہو کیونکہ وہ اپنے زعم مین مومن کو فسق و فجور کا مرتکب پاوینگے چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ جب کوئی مرد صالح کسی فعل ممنوع کا مرتکب نظر آتا ہے
تو اوسکے دیکھا دیکھی بہت لوگ مبتلا ہو جاتے ہین لہذا اللہ تعالی نے تنبیہ فرمائی کہ یہ لوگ زبانی اقرار کرتے ہین اور انکے دل مین نور
ایمانی نہین ہے۔ يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا - یہ لوگ دھوکا دیتے ہین اللہ تعالی کو اور اون لوگون کو جو ایمان

لائے ہین - ف چونکہ انھون نے اللہ تعالی کو نہین پہچانا کہ وہ عالم الغیب والشہادہ ہی تو اپنی جہالت سے گمان کیا کہ جیسے مومنون کے نزدیک ہمارا قول مقبول ہو جاتا ہی ویسی ہی اللہ تعالی بھی آگاہ نہو گا حالانکہ اللہ تعالی خوب جانتا ہی لہذا فرمایا - وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ - اور یہ لوگ تو سوا اپنی ذات کے کسیکو دھوکا نہین دیسکتے ہین - ف کیونکہ ہر چیز کا خالق اللہ عزوجل ہی تو جو کچھ اوسکو منظور ہوگا وہی واقع ہوگا اور ان لوگون کا مکر خود انھین کے حق مین وبال ہی تو مکر کا نتیجہ خود اونھین کی ذات کے واسطے ہوا - وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ - حالانکہ یہ لوگ شعور نہین رکھتے ہین - ف یعنی انتہا سے جہالت سے ایسی موٹی بات بھی نہین پہچانتے - ابن جریج نے کہا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ ظاہر کرکے چاہتے ہین کہ اونکے جان و مال محفوظ رہین حالانکہ چند ہی روز کے بعد مرتے ہی وبال عذاب اونپر طاری ہوگا جو ہمیشہ اونپر باقی رہیگا تو خفیف راحت کے پیچھے دائمی رنج اوٹھاتے ہین - بعض نے کہا کہ اللہ تعالی نے اس مقام پہ اپنا نام پاک صرف مومنون کی تکریم کے واسطے ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ جسنے مومن کو دھوکا دیا اللہ تعالی اوسکو سزا دیگا - ف ۲ عرائس بین ہی کہ مسلمانون مین سے جو شخص لوگون مین درویش کامل یا عالم فاضل بننے کے واسطے اپنا ظاہر آراستہ کرے اور باطن بد اخلاق ہو تو مسلمانون کو دھوکا دیکر عاقبت خراب کریگا - مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین ہی کہ جس شخص نے ایسی چیز کا دعوی کیا جو اوسکو حاصل نہین ہی تو وہ ایسا ہوگا جیسے کسی نے مکر کا جوڑا پہنا - (الصحیح) اور بعض روایات مین ہی کہ اس امت مین بعضے ایسے لوگ ہونگے جو صوف کا لباس پہنکر میٹھی باتین کرینگے لیکن اونکا باطن ایلوے سے زیادہ تلخ ہی اور حدیث مین ثابت ہی کہ جس عالم نے اسواسطے علم پڑھا کہ لوگون مین عالم کہلایا جاوے تو وہ کہلایا جاویگا اور قیامت مین بحکم الٰہی پیشانی کے بال پکڑ کر جہنم مین ڈال دیا جائیگا نعوذ باللہ من ذلک - پھر اللہ تعالی نے

ان زبانی مقر و باطنی منکرون کے بیان حال مین توضیح فرمائی بقولہ تعالے

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝

اونکے دل مین آزار ہی پھر زیادہ دیا اللہ نے اونکو آزار اور اونکو دکھ کی مار ہی اسپر کہ جھوٹ کہتے تھے

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ - ان لوگون کے دلون مین روگ ہی - ف اور جسم کے روگ سے دل کا روگ بدرجہا بدتر ہوتا ہی کیونکہ جسم کا روگ تھوڑی تکلیف دیتا اور چند روز بعد زائل ہو جاتا ہی حتی کہ موت کے بعد آدمی جسمی روگ سے کچھ تکلیف نہین اوٹھاتا ہی اور دل کا روگ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ مین جلاتا ہی جسم کے روگ مین اگر آدمی صبر کے ساتھ تقدیر الٰہی پہ ثابت قدم رہے تو اللہ تعالی اوسپر رحمت فرماتا اور اوسکے گناہون کا کفارہ ہو جاتا ہی اور دل کا روگ ہمیشہ بدکرداری بڑھاتا اور بارگاہ الٰہی سے مردود کیا جاتا ہی - حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اونکے دلون مین روگ یعنے شک و نفاق ہی - اور یہی تفسیر علماء تابعین مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و حسن بصری و قتادہ و ربیع بن انس و ابو العالیہ رح سے مذکور ہی - اور واضح ہو کہ کبھی سچے مسلمان مین بھی ریا کا مرض پیدا ہو جاتا ہی وہ بھی نفاق کے قریب ہی کیونکہ منافق ہمیشہ ریا کار ہوتا ہی - چنانچہ طاؤس و عکرمہ رح نے کہا کہ اونکے دلون مین مرض یعنے ریا ہی - عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ اونکے دلون مین مرض یعنے روگ ہی اور یہ روگ دینی ہی اور مرض جسمی نہین ہی اور یہ [illegible] ہین جنہین اسلام کے حقائق مین شک کا مرض پیدا ہو گیا - فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا - پس اللہ تعالے نے اونکے اس روگ کو بڑھا دیا - ف یعنے اونکے روگ پر روگ زیادہ کیا کیونکہ آیات قرآنی کے نزول سے جو نور آیا وہ مومنون نے اپنے دل مین لیا کہ اونکے ایمان بڑھ گیا چنانچہ فرمایا - فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون - اور اسکے برخلاف منافقون نے دل سے ان آیات سے بھی انکار کیا تو نفاق بڑھ گیا

بیماری زیادہ ہوگئی کما قال تعالیٰ۔ واما الذین فی قلوبہم مرض فزادتہم رجساً الی رجسہم ۔ یعنی جنکے دلون مین روگ ہی تو آیات قرآنی نے اونکی
تاریک گمراہی پر گمراہی دیگر بڑھائی۔ **وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ** ۔ اور ان منافقون کے واسطے عذاب
الیم ہی بوجہ اونکے کذب کے یا بوجہ تکذیب کے۔ **ف** یکذبون مین دو قراءۃ متواتر ہین اول یکذّبون بضم یا و تشدید ذال مشتق از
تکذیب یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن کو امور آخرت کے بیان مین دل سے جھٹلاتے ہین تو اسکے سبب سے آخرت مین جہنم کا
عذاب الیم اوٹھاوینگے اور جملہ اسمیہ سے اشارہ ہی کہ یہ اونکے واسطے مہیا ہی کیونکہ جہنم مثل جنت کے بالفعل مخلوق موجود ہی اور دوسری قراءۃ
بفتح یا و کسر ذال منقوطہ بدون تشدید مشتق از کذب ہی یعنے اونکی دروغ گوئی کی وجہ سے اونکے واسطے عذاب الیم ہی کیونکہ زبان سے جھوٹھ بولتے
ہین کہ ہم ایمان لائے اور دل مین ایمان نہین ہی تو ظاہری کافرون سے بھی یہ لوگ بڑھ گئے کہ اونھون نے دلی کفر کے باوجود بندگان خدا کو دھوکا
دیا ہی و اسطے منافقون کے نیچے جہنم کے طبقات مین نیچا طبقہ ہی کما قال تعالیٰ۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ اور اس بیان سے
معلوم ہوا کہ خالی کذب اس عذاب الیم کا سبب نہین ہی جیسا زمخشری نے زعم کیا اور بیضاوی نے اونکی اتباع کی اور دھوکا کھایا کیونکہ زمخشری
تو معتزلہ کی بد اعتقادی کا تابع ہی کہ جو شخص کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہی پس اونسے آیت کو بھی اسی پر محمول کیا کہ کذب
کی وجہ سے یہ لوگ عذاب الیم مین مبتلا ہوئے حالانکہ منافق تو ایمان سے منکر و مکار ہوتا ہی پس وہ تو کفر کی وجہ سے دائمی جہنمی ہی اور واضح ہو کہ
کذب درحقیقت ایک قول ہی جو آدمی کی زبان سے نکلتا ہی اور اوسکی برائی اسیوجہ سے ہوتی ہی کہ وہ دوسرے کے حق مین مضر ہوتا ہی اور
اوس سے فساد پھیلتا ہی حتی کہ اگر ایسا موقع پیش آوے جسمین کذب کے ذریعہ سے فساد دور ہو تو وہان کذب مذموم نہوگا بلکہ کبھی مستحب
ہوتا ہی مثلاً دو شخصون مین خلاف شرع کے صرف نفسانی رنجش ہی اور اس رنجش کی وجہ سے شرع مین دونون گنہگار ہوتے ہین کیونکہ حدیث مین ہی کہ
جب دو مسلمانون مین باہم نفسانیت ہو اور تین دن کے اندر دونون نے مصالحت نہ کی تو اونکے اعمال خیر مرتبہ قبولیت پر چڑھائے نہین جاتے
بلکہ رد کیے جاتے ہین یہانتک کہ دونون صلح کرین پھر ایک مرد صالح نے دونون مین ملاپ کا یہی طریقہ پایا کہ ان دونون مین سے ہر ایک سے ملکر بیان
کیا کہ تمکو فلان شخص سے ناحق ملال ہی کیونکہ وہ تمہاری تعریف کرتا تھا حتی کہ دونون یہ سنکر ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے تو درمیانی آدمی نے
نیک کام کیا کہ نفاق دور کیا اور دونون کو اونکی نیکیان مردود ہونے سے بچایا اور کسیکا کچھ نقصان نہین کیا پس یہ کلام کذب مستحب ہی حتی کہ
بعض صورتون مین جھوٹھ بولنا واجب ہو جاتا ہی مثلاً حاکم ظالم نے زید کو قتل کے واسطے گرفتار کیا کہ تو نے آج رات مین رہزنون کی شرکت
کر کے ڈاکہ مارا ہی حالانکہ بکر خوب جانتا ہی کہ زید ایک نیکبخت عالم ہی جو کبھی ڈاکہ مارنے کے نام سے بھی واقف نہین ہی اور خصوصاً آج وہ تمام
رات بکر کے یہان مجلس وعظ مین صبح تک وعظ کہتا رہا اور صبح کی نماز کے بعد جب بکر وغیرہ اوسکو گھر تک پہونچانے گئے تو وہ راستہ مین
سپاہیون کے ہاتھ مین گرفتار ہوا پس اگر زید کی رہائی کے واسطے یہی طریقہ ہو کہ بکر کو جھوٹھ بولنا پڑے تو اوسکو قتل ناحق سے بچانے کے واسطے بکر کو
جھوٹھ بولنا واجب ہی پس زمخشری کا خیال باطل ہی۔ اور حدیث مین ہی کہ جھوٹھ تو سراسر گناہ ہوتا ہی سواے اوس جھوٹھ کے جس سے
کسی مسلمان کو شرعی نفع پہونچے یا اوسکے دین سے کوئی آفت دور ہو (الطبرانی فی الاوسط) اور آدمی پر ہر جھوٹھ لکھا جائیگا یعنے گناہ ہی
سواے تین کے ایک یہ کہ آدمی جنگ جہاد مین جھوٹھ بولے اسواسطے کہ لڑائی تو چالاکی ہی دوم اپنی زوجہ کو رضامند کرنے کے واسطے کوئی
بات کہدے سوم دو مسلمانون کے بیچ مین جھوٹھ بولکر صلح کراوے۔ **ف** واضح ہو کہ بہت سے لوگ فقیر کی صورت بنا کر بہت سے
جاہل مسلمانون کو دھوکا دیتے ہین چنانچہ روایت مین آیا کہ بالون کے لباس پہنکر میٹھی باتین کرتے ہین حالانکہ اونکے دل بھیڑیوں سے زیادہ

کرتے ہین تو اونکے دل مین بھی یہ روگ ہے کہ مخلوق آلہی کے نزدیک یہ بنکر اپنی قبولیت سے خوش ہوتے ہین اور بارگاہ آلہی عزوجل مین مردود ہونے سے بے پروا ہین اسیطرح جسکے دل مین دنیاوی غفلت ہو تو یہ ایک مرض ہے اور جب یہ لوگ اللہ عزوجل کی یاد نہین کرتے ہین تو اپنے نفس سے غافل کیے جاتے ہین جس سے مرض بڑھتا جاتا ہے اسی طرح جو شخص گناہون سے بچنے کی فکر نہ کرے اور توبہ و خوف سے غافل ہو تو بیباک کردیا جاتا اور مرض بڑھ جاتا ہے اسیطرح جو شخص عبادت کرے مگر اپنی عبادت پر نازان ہو تو یہ مرض ہے کہ وہ خوف و خشوع سے محروم ہو کر زیادہ بیمار ہو جاتا ہے اسیطرح جو شخص سواے حق تعالی و دار آخرت کے دنیاے فانی کی کسی چیز پر دل لگادے تو وہ اوسکے عیب سے اندھا ہو کر زیادہ بیمار ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث مین ہے کہ آدمی کو کسی چیز کی محبت اوسکے عیب سے اندھا و بہرا کردیتی ہے شیخ سہل بن عبداللہ نے فرمایا کہ ریاکاری و عجب ایک مرض لادوا ہے سواے اسکے کہ دنیا و ما فیہا سے منقطع ہو کر اخلاص کی راہ اختیار کرے اور فرمایا کہ اللہ تعالی کی نعمتون کو نہ پہچاننا یا ناشکری کرنا مرض شدید ہے فصل شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ قرطبی وغیرہ علماء سے پوچھا گیا کہ اس امر مین کیا مصلحت و حکمت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقون کو قتل نہین فرمایا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض منافقون کو بعینہ خاص طور پر پہچانتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ قرآن مجید مین یہ حکم دیا گیا کہ۔ یاایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم الآیۃ۔ شیخ نے لکھا کہ ان علماء نے چند جوابات لکھے از انجملہ یہ کہ صحیحین مین ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ مین تیری راے کے موافق منافقون کو قتل نہین کرونگا کیونکہ مجھکو یہ امر ناگوار ہے کہ عرب مین یہ بات مشہور ہو کہ محمد اپنے ساتھیون کو قتل کرتے ہین اسکے معنے یہ ہین کہ اعراب کو قتل منافقین کی حکمت ظاہر نہ ہوگی کیونکہ ہنوز اونہین معرفت شریعت و اسلام نہین آئی تو وہ لوگ اسلام لانے سے باز رہینگے اور جہالت سے یہ سمجھینگے کہ کسلیے ساتھی قتل کیے جاتے ہین۔ قرطبی نے کہا کہ ہمارے ملک کے علماء یہی حکمت خیال کرتے ہین جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے لوگون کو تالیف قلب کے واسطے بیت المال سے عطا فرماتے حالانکہ اونکی بداعتقادی کو خوب جانتے تھے اور یہی حکمت بہت سے علماء مالکیہ سے منقول ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین تردد یہ ہے کہ اگر کافرون کی طرح اونپر جہاد کا حکم آلہی ہو تو کچھ شک نہین کہ آپ اوسکو جاری فرماتے پس معلوم ہوا کہ اونپر قتل کا حکم نہین تھا چنانچہ حدیث معروف بھی آیندہ آتی ہے۔ ازانجملہ یہ مصلحت تھی جو امام مالک نے بیان فرمائی کہ امت کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ حاکم موافق طریقہ شریعت کے فیصلہ کریگا اور اگر حاکم کو کسی مقدمہ مین اپنے علم سے کوئی بات معلوم ہو تو اوسکے موافق حکم نہ کریگا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ مصلحت بھی مخدوش ہے اسواسطے کہ جب وحی آلہی سے اونکا نفاق معلوم ہو گیا اور بطور معین فلان فلان شخص بتلائے گئے تو اس سے بڑھکر کوئی شہادت نہین ہوسکتی۔ اور بقول قرطبی تمام علماء اس بات پر متفق ہین کہ قاضی اپنے جانے کے موافق حکم نہین کریگا اور یہان تو شہادت آلہی اونکے حق مین موجود ہے۔ ازانجملہ یہ مصلحت ہے جو امام شافعی رح نے بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقون کے نفاق کا علم تھا مگر اونکی جانب سے اسلام کا اظہار کرنا قتل سے مانع ہوتا تھا کیونکہ جب اونہون نے اسلام کا اظہار کیا تو اخلاص مشتبہ ہو گیا کیونکہ اسلام سے اگلے گناہ مٹ جاتے ہین اور اوسکی تائید مین یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجکو حکم دیا گیا ہے کہ لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ لا الہ الا اللہ کہین پھر جب اونھون نے یہ کلمہ کہا تو اونھون نے اپنی جان و مال محفوظ کرلیے سواے اون حقوق کے جو جان و مال سے متعلق ہین اور باقی اونکا حساب اللہ تعالی پر ہے یعنے ظاہر مین اونپر احکام اسلام جاری ہونگے پھر اگر وہ دل سے بھی معتقد ہین تو اللہ تعالی اونکو ثواب آخرت عطا فرماویگا اور اگر دل مین منافق ہین تو ظاہری احکام دنیاوی نافع ہونگے کیونکہ اللہ تعالی عالم الغیب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ وجہ قوی ہے لیکن اتنی بات ہے کہ اظہار اسلام سے صرف اونھین منافقون کے حق مین شبہہ ہوسکتا ہے جنکا ازلی منافق ہونا

سیاہی زیادہ ہوگئی کما قال تعالیٰ۔ واما الذین فی قلوبہم مرض فزادتہم رجسا الی رجسہم۔ یعنے جنکے دلون مین روگ ہی تو آیات قرآنی نے اونکی تاریک گمراہی پر گمراہی دیگر بڑھائی۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۔اور ان منافقون کے واسطے عذاب الیم ہی بوجہ اونکے کذب کے یا بوجہ تکذیب کے۔ ف یکذبون مین دو قراءۃ متواتر ہین اول یکذّبون بضم یا و تشدید ذال مشتق از تکذیب یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن کو امور آخرت کے بیان مین دل سے جھٹلاتے ہین تو اسکے سبب سے آخرت مین جہنم کا عذاب الیم اوٹھاوینگے اور جملہ اسمیہ سے اشارہ ہی کہ یہ اونکے واسطے مہیا ہی کیونکہ جہنم مثل جنت کے بالفعل مخلوق موجود ہی اور دوسری قراءۃ بفتح یا و کسر ذال منقوطہ بدون تشدید مشتق از کذب ہی یعنے اونکی دروغ گوئی کی وجہ سے اونکے واسطے عذاب الیم ہی کیونکہ زبان سے جھوٹھ بولتے ہین کہ ہم ایمان لائے اور دل مین ایمان نہین ہی تو ظاہری کافرون سے بھی یہ لوگ بڑھ گئے کہ انھون نے دلی کفر کے باوجود بندگان خدا کو دھوکا دیا اسی واسطے منافقون کے لیے جہنم کے طبقات مین نیچا طبقہ ہی کما قال تعالیٰ۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ خالی کذب اس عذاب الیم کا سبب نہین ہی جیسا زمخشری نے زعم کیا اور بیضاوی نے اونکی اتباع کی اور دھوکا کھایا کیونکہ زمخشری تو معتزلہ کی بد اعتقادی کا تابع ہی کہ جو شخص کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہی پس اوسنے آیت کو بھی اسی پر محمول کیا کہ کذب کی وجہ سے یہ لوگ عذاب الیم مین مبتلا ہوئے حالانکہ منافق تو ایمان سے منکر و مکار ہوتا ہی پس وہ تو کفر کی وجہ سے دائمی جہنمی ہی اور واضح ہو کہ کذب درحقیقت ایک قول ہی جو آدمی کی زبان سے نکلتا ہی اور اوسکی برائی اسیوجہ سے ہوتی ہی کہ وہ دوسرے کے حق مین مضر ہوتا ہی اور اوس سے فساد پھیلتا ہی حتی کہ اگر ایسا موقع پیش آوے جسمین کذب کے ذریعہ سے فساد دور ہو تو وہان کذب مذموم نہوگا بلکہ کبھی مستحب ہوتا ہی مثلاً دو شخصون مین خلاف شرع کے صرف نفسانی رنجش ہی اور اس رنجش کی وجہ سے شرع مین دونون گنہگار ہوتے ہین کیونکہ حدیث مین ہی کہ جب دو مسلمانون مین باہم نفسانیت ہو اور تین دن کے اندر دونون نے مصالحت نہ کی تو اونکے اعمال خیر درجہ قبولیت پر چڑھائے نہین جاتے بلکہ روکے جاتے ہین یہانتک کہ دونون صلح کرین پھر ایک مرد صالح نے دونون مین ملاپ کا یہی طریقہ پایا کہ ان دونون مین سے ہر ایک سے ملکر بیان کیا کہ تمکو فلان شخص سے ناحق ملال ہی کیونکہ وہ تمہاری تعریف کرتا تھا حتی کہ دونون یہ سنکر ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے تو دریا فت ہوا کہ آدمی نے نیک کام کیا کہ نفاق دور کیا اور دونون کو اونکی نیکیان مردود ہونے سے بچایا اور کسیکا کچھ نقصان نہین کیا پس یہ کلام کذب مستحب ہی حتی کہ بعض صورتون مین جھوٹھ بولنا واجب ہو جاتا ہی مثلا حاکم ظالم نے زید کو قتل کے واسطے گرفتار کیا کہ تو نے آج رات مین رہزنون کی شرکت کرکے ڈاکہ مارا ہی حالانکہ بکر خوب جانتا ہی کہ زید ایک نیکبخت عالم ہی جو کبھی ڈاکہ مارنے کے نام سے بھی واقف نہین ہی اور رہنے دو سا آج وہ تمام رات بکر کے یہان مجلس وعظ مین صبح تک وعظ کہتا رہا اور صبح کی نماز کے بعد جب بکر وغیرہ اوسکو گھر تک پہونچانے گئے تو وہ راستہ مین سپاہیون کے ہاتھ مین گرفتار ہوا پس اگر زید کی رہائی کے واسطے یہی طریقہ ہو کہ بکر کو جھوٹھ بولنا پڑے تو اوسکو قتل ناحق سے بچانے کے واسطے بکر کو جھوٹھ بولنا واجب ہی پس زمخشری کا خیال باطل ہی۔ اور حدیث مین ہی کہ جھوٹھ تو سراسر گناہ ہوتا ہی سوا اوس جھوٹھ کے جس سے کسی مسلمان کو شرعی نفع پہونچے یا اوسکے دین سے کوئی آفت دور ہو (الطبرانی فی الاوسط) اور آدمی پر ہر جھوٹھ لکھا جائیگا یعنے گناہ ہی سواے تین کے ایک یہ کہ آدمی جنگ جہاد مین جھوٹھ بولے اسواسطے کہ لڑائی تو چالاکی ہی دوم اپنی زوجہ کو رضامند کرنے کے واسطے کوئی بات کہدے سوم دو مسلمانون کے بیچ مین جھوٹھ بولکر صلح کراوے۔ ف واضح ہو کہ بہت سے لوگ فقیر کی صورت بنا کر بہت سے جاہل مسلمانون کو دھوکا دیتے ہین چنانچہ روایت مین آیا کہ بالون کے لباس پہنکر میٹھی باتین کرتے ہین حالانکہ اونکے دل ایلوہ سے زیادہ

کرتے ہین تو اونکے دل مین بھی یہ روگ ہی کہ مخلوق آلہی کے نزدیک پیر بنکر اپنی قبولیت سے خوش ہوتے ہین اور بارگاہ آلہی عزوجل مین مردود
ہونے سے بے پروا ہین اسیطرح جسکے دل مین دنیاوی غفلت ہو تو یہ ایک مرض ہی اور جب یہ لوگ اللہ عزوجل کی یاد نہین کرتے ہین تو اپنے
نفس سے غافل کیے جاتے ہین جس سے مرض بڑھتا جاتا ہی اسی طرح جو شخص گناہون سے بچنے کی فکر نہ کرے اور توبہ و خوف سے غافل ہو تو بیباک
کردیا جاتا اور مرض بڑھ جاتا ہی اسیطرح جو شخص عبادت کرے مگر اپنی عبادت پر نازان ہو تو یہ مرض ہی کہ وہ خوف و خشوع سے محروم ہو کر زیادہ بیمار
ہو جاتا ہی اسیطرح جو شخص سواے حق تعالی و دار آخرت کے دنیاے فانی کی کسی چیز پر دل لگاوے تو وہ اوسکے عیب سے اندھا ہو کر زیادہ بیمار ہو جاتا ہی
کیونکہ حدیث مین ہی کہ آدمی کو کسی چیز کی محبت اوسکے عیب سے اندھا و بہرا کر دیتی ہی۔ شیخ سہل بن عبداللہ نے فرمایا کہ ریاکاری و عُجب ایک مرض
لادوا ہی سواے اسکے کہ دنیا و مافیہا سے منقطع ہو کر اخلاص کی راہ اختیار کرے اور فرمایا کہ اللہ تعالی کی نعمتون کو نہ پہچاننا یا ناشکری کرنا مرض شدید ہی۔ ایک
شخص۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قرطبی وغیرہ علمار سے یہ پوچھا گیا کہ اس امر مین کیا مصلحت و حکمت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقون کو
قتل نہین فرمایا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض منافقون کو بعینہ خاص طور پر پہچانتے تھے۔ مترجم کہتا ہی کہ قرآن مجید مین یہ حکم دیا
گیا کہ۔ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم الآیۃ۔ شیخ رح نے لکھا کہ ان علمار نے چند جوابات لکھے از انجملہ یہ کہ صحیحین مین ثابت ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ مین تیری راے کے موافق منافقون کو قتل نہین کرونگا کیونکہ مجھکو
یہ امر ناگوار ہی کہ عرب مین یہ بات مشہور ہو کہ محمد اپنے ساتھیون کو قتل کرتے ہین اسکے معنے یہ ہین کہ اعراب کو قتل منافقین کی حکمت ظاہر نہوگی
کیونکہ ہنوز اونمین معرفت شریعت و اسلام نہین آئی تو وہ لوگ اسلام لانے سے باز رہینگے اور جہالت سے یہ سمجھینگے کہ بعضے ساتھی
قتل کیے جاتے ہین۔ قرطبی رح نے کہا کہ ہمارے ملک کے علمار یہی حکمت خیال کرتے ہین جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے لوگون کو تالیف
قلب کے واسطے بیت المال سے عطا فرماتے حالانکہ اونکی بداعتقادی کو خوب جانتے تھے اور یہی حکمت بہت سے علمار مالکیہ سے
منقول ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اسمین تردد یہ ہی کہ اگر کافرون کی طرح ونیز جہاد کا حکم آلہی ہو تو کچھ شک نہین کہ آپ اوسکو جاری فرماتے پس قطعًا
معلوم ہوا کہ اونپر قتل کا حکم نہین تھا چنانچہ حدیث معروف بھی آیندہ آتی ہی۔ از انجملہ یہ مصلحت تھی جو امام مالک نے بیان فرمائی کہ امت کو
یہ بات معلوم ہوجاے کہ حاکم موافق فرائض شریعت کے فیصلہ کریگا اور اگر حاکم کو کسی مقدمہ مین اپنے علم سے کوئی بات معلوم ہو تو اوسکے
موافق حکم نہین کریگا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ مصلحت بھی مخدوش ہی اسواسطے کہ جب وحی آلہی سے اونکا نفاق معلوم ہو گیا اور بطور معین فلان
فلان شخص بتلائے گئے تو اس سے بڑھکر کوئی شہادت نہین ہو سکتی۔ اور بقول قرطبی تمام علمار اس بات پر متفق ہین کہ قاضی اپنے جانے کے
موافق حکم نہین کریگا اور یہان تو شہادت آلہی اونکے حق مین موجود ہی۔ از انجملہ یہ مصلحت ہی جو امام شافعی رح نے بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو منافقون کے نفاق کا علم تھا مگر اونکی جانب سے اسلام کا اظہار کرنا قتل سے مانع ہوتا تھا کیونکہ جب وہ نے اسلام کا اظہار کیا تو
اخلاص مشتبہ ہو گیا کیونکہ اسلام سے اگلے گناہ ساقط جاتے ہین اور اوسکی تائید مین یہ حدیث ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو حکم دیا گیا
کہ لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ لا الہ الا اللہ کہین پھر جب اونھون نے یہ کلمہ کہا تو اونھون نے اپنی جان و مال محفوظ کر لیے سواے اون
حقوق کے جو جان و مال سے متعلق ہین اور باقی اونکا حساب اللہ تعالی پر ہی یعنے ظاہر مین اونپر احکام اسلام جاری ہونگے پھر اگر وہ دل سے بھی
معتقد ہین تو اللہ تعالی اونکو ثواب آخرت عطا فرماویگا اور اگر دل مین منافق ہین تو ظاہری احکام دنیاوی نافع ہونگے کیونکہ اللہ تعالی عالم الغیب
ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ وجہ قوی ہی لیکن اتنی بات ہی کہ اظہار اسلام سے صرف اونھین منافقون کے حق مین شبہہ ہو سکتا ہی جنکا ازلی منافق ہونا

معلوم نہو لہذا اسکے ساتھ یہ وجہ ملائی جاوے جو بعض علمانے بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسواسطے منافقون کو قتل نہین فرماتے تھے کہ لوگ یہ کی بدی سے اسلام کو کچھ خوف نہ تھا پھر بعد زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر مسلمانون نے کسیکا نفاق جانا تو اوسکو قتل کرڈالینگے۔ امام مالک رحمہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین جسکو منافق کہتے تھے آج اوسکو زندیق کہتے ہین شیخ رحمہ نے لکھا کہ زندیق کے قتل کرنے مین علماء کے اقوال تفصیلی کتب فقہ مین مذکور ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک مین بذریعہ وحی کے لوگونکا حال معلوم ہوجاتا تھا کہ یہ دل سے مومن ہی اور وہ دل سے منافق اور اس زمانہ مین کسی کے دل پر حکم نہین ہوسکتا بلکہ جسنے زبان سے اسلام ظاہر کیا تو اوسکے اسلام کا حکم دیدیا جائیگا اگرچہ وہ دل سے مومن نہو اور اگر اوسنے کچھ افعال ناشائستہ اختیار کیے تو بھی کہا جائیگا کہ فاسق مسلمان ہی اور اگر کسی نے منافقانہ کلمات کہے تو ظاہر شرع اوسپر بھی حکم لگادیگی اگرچہ وہ دل سے مومن ہو اور اوسکا یہ قول بطور فسق ہو اور اسیوجہ سے فقہ مین جو اقوال و افعال ایسے مذکور ہین جنکی نسبت فقہاء نے مرتد ہوجانیکا حکم دیا مثلاً کسی نے کمر پر زنار باندھی یا کہا کہ مین شرع ورع نہین جانتا ہون اور مانند اسکے تو بعض فقہائے جنمین صاحب بحر الرائق ہین اختیار کیا کہ ایسے شخص کے حق مین کفر کا فتوی نہین دینگے کیونکہ امام ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ اہل سنت و الجماعۃ سے صریح روایت ہی کہ ہم لوگ کسی ایسے شخص کی تکفیر نہین کرتے جو ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھاوے۔ مترجم کہتا ہی کہ جنھون نے ارتداد کا حکم دیا ظاہر اوسکا مطلب یہ ہی کہ مثلاً بت کو سجدہ کرنا یا کلام الٰہی کی توہین کرنا بیشک افعال کفر ہین اور جسپر اوسکے مرتد ہونیکا حکم ہو حالانکہ وہ درحقیقت مرتد نہین ہی تو خواہ مخواہ حاکم اسلام سے توبہ کرکے عذر کریگا اور آیندہ ایسی حرکت سے خوف کریگا اگرچہ اوسنے یہ حرکت بطور بیباکی و فسق و فجور کے ظاہر کی ہو نہ بخلاف التزام صاحب بحر الرائق وغیرہ کے کہ جبتک فتوی نہین دیتے تو خوف اوٹھ گیا لہذا متقدمین ہی کا قول اقرب بفقہ ہی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تنبیہ) آیت قدسی جسمین منافقون و کافرون پر جہاد کا حکم ہی اوسمین جہاد سے پوری کوشش مراد ہی اور یہ کوشش دونون فریق مین سے ہر ایک کے مناسب حال عمل مین لائی جائیگی چنانچہ کافرون کے ساتھ بطریق قتال ہو یہانتک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہین اور صرف یہ زبانی اقرار قبول کرلیا جائیگا اور منافقین تو یہ کلمہ کہتے تھے پھر اونکے ساتھ قتال کی کوئی راہ نہین ہی بلکہ اونپر جہاد بطور احقاق حق و نصیحت اور اونکی بدافعالیون پر تشنیع ہی اور اوسکو بھی جہاد بولتے ہین۔ چنانچہ حدیث مین ہی کہ سلطان ظالم کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہی پس اسیطرح منافقون کو بھی درشتی سے نصیحت کرنا اونپر جہاد ہی۔ شیخ رحمہ نے لکھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے لوٹے تو پہاڑ کی گھاٹی مین غار کے برابر ایک تنگ راستہ تھا اور تاریک رات تھی پس چودہ منافقون نے قصد کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ناقہ اس مقام پر پہونچے تو تاریکی مین اوس ناقہ کو چونکاوین تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گرپڑین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی الٰہی کے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اونکے نامون سے اور اونکے قصد سے آگاہ فرمایا حتی کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بڑھکر گھاٹی پر اون منافقون کو پایا اور انجام یہ ہوا کہ منافق یہ معلوم کرکے بھاگ گئے پس یہ حدیث دلیل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بعینہ بہت سے منافقون کو پہچانتے تھے حتی کہ جب سب سے مشہور منافق عبد اللہ بن ابی بن سلول مرا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکے بیٹے کی خاطر سے جو سچا مسلمان تھا اپنی قمیص عطا فرمائی اور اوسنے اپنے باپ کی نسبت عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ کمبخت منافق مرگیا پس اگر آپ نماز پڑھین تو شاید اوسکے حق مین کوئی نجات ہو پس جب آپ نماز کو کھڑے ہوے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامنے آکر عرض کرنا شروع کیا کہ یارسول اللہ آپ اس منافق پر نماز پڑھتے ہین اور بہت اصرار کیا کہ نہ پڑھین پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ۔ لا تصل علی احد منہم مات ابدا الآیہ۔۔۔ پس اس آیت سے دو باتین ظاہر ہوئین اول یہ کہ منافق کو کوئی چیز مفید نہوگی حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جو مومنون کے واسطے نور عظیم و مغفرت و رحمت ہی اس منافق کے واسطے لائق نہ

تعمیل فرمائی اور وجہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین بتلا دیے گئے تھے کیونکہ حکم آیت کی تعمیل جب ہی ممکن ہی کہ معلوم ہوں تاکہ جب کوئی مرے تو اوسکی نماز نہ پڑھیں اور نہ اوسکی قبر پر کھڑے ہوں پس یہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی معروف تھے اور حضرات مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سب ہی جانتے تھے قال تعالے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ

اور جب کہیے ان کو فساد نہ ڈالو ملک میں کہیں ہمارا کام تو سنوار ہی سن رکھو

اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝

وہی ہیں بگاڑنے والے پر نہیں سمجھتے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۔ اور جب کبھی اونسے کہا جاتا ہی کہ تم زمین میں فساد مت پھیلاؤ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ تو کہتے ہیں کہ ہمارا کام تو سنوار ہی ہی ۔ ف یعنے ہم تو بالکل اصلاح ہی کرتے ہیں اور ہمارا حالت میں فساد بالکل نہیں ہی پس یہ لوگ باطنی کفر کے ساتھ کافروں سے ملے رہتے اور ظاہری اسلام اظہار کر کے مسلمانوں میں ملنا چاہتے اور اسکو اپنی جہالت سے اصلاح سمجھتے تھے حالانکہ اس سے بہت بڑا فساد یہ تھا کہ کافروں کو ظاہر ہوتا کہ اسلام میں کوئی نور نہیں ہی کیونکہ جب یہ شخص جو اسلام میں داخل ہوا برابر معصیت کا مرتکب ہی بلکہ ہماری جانب میل کرتا ہی تو ظاہر ہی کہ ہم لوگ بنسبت مسلمانوں کے بہتر ہیں اور مسلمانوں کو بھی انکی ذات سے ضرر پہونچتا کہ ایک شخص کو بیباک دیکھکر دوسروں کے دل سے خوف مٹ جاتا ہی پس منافقوں نے دونوں طرف فساد برپا کر دیا اور اسکا باعث درحقیقت وہی کفر کی تاریکی و جبلی مکاری ہی ۔ امام ابن کثیرؒ کی تفسیر میں ہی کہ ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ یہ منافقوں کا بیان ہی جنسے کہا جاتا ہی کہ تم لوگ زمین میں فساد نہ کرو یعنے کفر و معصیت نکرو ۔ ابو العالیہ نے کہا کہ فساد یہ تھا کہ معاصی کے مرتکب ہوتے تھے کیونکہ زمین و آسمان کی صلاحیت تو اللہ تعالی کی بندگی کے ساتھ ہی اور یہی ربیع بن انسؒ و مجاہدؒ و قتادہؒ کا قول ہی اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ جب ونسے کہا جاتا کہ یہ معاصی جنکا ارتکاب کرتے ہو مت کرو مثلاً کافروں سے دلی دوستی مت رکھو تو جواب میں کہتے کہ ہم تو بالکل صلاح ہی کرتے ہیں شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ جب منافقوں نے ملک میں رب عز و جل کی نافرمانی پھیلائی اور جن امور سے ممانعت کی گئی ہی اونکو عمل میں لائے اور فرائض الٰہی کو ضائع کیا اور دین اسلام میں شک پھیلایا اور مسلمانوں کو جھوٹا بنایا اور جب کبھی موقع پایا کافروں کی مدد کی تو یہ سراسر فساد ہی جسکو وہ اصلاح سمجھے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ۔ والذین کفروا بعضھم اولیاء بعض الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض و فساد کبیر ۔ یعنے کافروں کے فرقے باہم دلی دوست ہیں اگر تم اونسے دلی دوستی قطع نکروگے تو زمین میں فتنہ و فساد کبیر پیدا ہوگا مترجم کہتا ہی کہ بعض اہل اشارات نے کہا کہ اللہ تعالے نے قلوب کو مانند آئینہ بنایا ہی کہ ایک کے دل پر دوسرے کا اثر پیدا ہوتا ہی اسیواسطے حدیث صحیح میں بدوں کی صحبت سے احتراز کا حکم دیا گیا اور کافروں کی دلی دوستی میں اگرچہ کافروں کے دل پر بھی مسلمانوں کا اثر پیدا ہوگا لیکن اوسکا کچھ فائدہ نہیں ہی اور مومنوں کے واسطے ضرر ہی اور اوسکی مثال یہ ہی کہ ایک گڈھے میں پاک پانی بھرا ہی اور اوسکے قریب دوسرے گڈھے میں پیشاب بھرا ہی پس اگر اونکی تہ میں باریک سوراخ کر کے دونوں کو ملا دیا جائے تو پانی کے میل سے پیشاب میں کمی آئیگی لیکن پیشاب کے میل سے پانی نجس ہو جائیگا اسیطرح نجس کافروں میں مسلمانوں کے دلی عکس سے کوئی فائدہ نہوا اور کافروں کے دلی عکس سے مومن کے دل میں نجس عکس پیدا ہوگا جبکہ وہ دلی دوستی رکھتا ہو اور اگر یہ موافقت صرف دنیاوی غرض سے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہی اور اسیوجہ سے

اللہ تعالیٰ نے منافقون کی تفضیح مین مومنون کو زیادہ توضیح دی کیونکہ انکے زبانی دعوی پر مومنین انکے ساتھ دلی دوستی کرنیکے بخلاف ظاہری کافرون کے کہ اونکی عداوت حقیقت ہی بلکہ ولیکا کفر بھی حقیقت ہی کیونکہ کافر اگر اسلام کو سمجھا تو وہ مخلص مومن ہو گیا بخلاف منافقون کے کہ یہ لوگ زمین مین فساد کرنے اور جہل مرکب سے اس فساد کو اصلاح اعتقاد کرتے ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے بتاکید فرمایا۔ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝ خبردار رہو کہ یہی لوگ مفسد ہین لیکن شعور نہین رکھتے ہین۔ ف زبان عربی مین شعور ایسی چیز کے واسطے ہوتا ہی جو محسوس ہو اور انکا فساد بھی گویا محسوس تھا لہذا مومنون کو تنبیہ فرمائی کہ انکا فساد اسقدر ظاہر ہی گویا ہی مفسد ہین ولیکن اپنی جہالت سے اس کھلے ہوئے فساد کو بھی نہین سمجھتے ہین ف ٢ بعضے لوگ دنیا کی لذت کو دل مین جگہ دیتے ہین جس سے قلب کا فساد ہی اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مین قلب کو زمین سے تشبیہ دی ہی چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ ثم قست قلوبکم من بعد ذالک فہی کالحجارۃ الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آویگی پس جو لوگ لذت دنیاوی کی طرف میلان کرتے ہین وہ اپنے قلب کو بگاڑتے ہین اور بسا اوقات ایسے مدعی پیرون سے خرق عادات بھی ظاہر ہوتے ہین جسکو عوام کرامت سمجھتے ہین حالانکہ یہ استدراج ہی اور عوام دل و جان سے اونکے تابع ہو کر ایمان کھو بیٹھتے ہین حالانکہ کرامت صرف ایسے شخص مین ہوتی ہی جو راہ ہدایت طریق سنت پر مستقیم ہو۔ واضح ہو کہ منافقون نے اپنے قول مین مومنون پر طنز کیا تھا جب کہا کہ ہم تو سراسر اصلاح ہی کرنیوالے ہین یعنی اگر کچھ فساد ہی تو تمھاری جانب سے ہی پس اللہ تعالیٰ نے مومنون کی تکریم فرمائی کہ اونکی طرف سے منافقون کو جواب دیا اور جواب مین کمال بلاغت سے منافقون ہی کو مفسد ٹھہرایا۔

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّھُمْ

اور جب کہئے انکو ایمان مین آؤ جسطرح ایمان مین آئے سب لوگ کہین کیا ہم اوسطرح مسلمان ہون جیسے مسلمان ہوئے بیوقوف سنتا ہی

ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۝

وہی ہین بیوقوف پر نہین جانتے

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ۔ اور جب اونسے کہا جاتا ہی کہ تم بھی ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے۔ ف یعنی جب منافقون سے کہا جاتا ہی کہ جیسے بزرگ لوگ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اللہ تعالیٰ و ملائکہ و کتابون و رسولون و روز قیامت و جنت و دوزخ وغیرہ پر ایمان لائے ہین اور اللہ تعالیٰ اور اوسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے ہین اوسیطرح تم بھی سچے طور پر ایمان لاؤ تو خبیث منافقون نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سفیہ یعنے کم عقل قرار دیا۔ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ۔ تو کہتے ہین کہ کیا ہم ایسے ایمان لاوین جیسے سفیہ لوگ ایمان لائے۔ ف یعنی ہم اونکی طرح نہین مانینگے یہی تفسیر حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ و تابعین سے ماثور ہی اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے منافقون کو جواب دیا۔ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۝ خبردار ہو کہ یہ منافقین ہی خود سفیہ لوگ ہین ولیکن جانتے نہین ہین ف یعنے انکی کمال حماقت یہ ہی کہ اپنی حالت کو بھی نہین پہچانتے ہین اسیواسطے بعض لوگون نے کہا کہ جو شخص اپنے آپ کو نہ پہچانے وہ اپنے رب عز و جل کو بھی نہین پہچانیگا کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو بندہ جانے وہ خالق کو پہچانیگا وکیع و ابن جریرؒ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جن مفسدون و جاہلون کا آیت مین بیان ہی وہ ابھی تک ظاہر نہین ہوئے شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی یہ مراد نہین معلوم ہوتی کہ اس قسم کا منافق کوئی ابھی تک نہین ہوا کیونکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین منافقون کا وجود معروف ہے اور آیات مین بکثرت مذکور ہی بلکہ اونکی مراد یہ ہی کہ اس امت مین جو منافق پیدا
ہونے والے ہین وہ ابھی تک نہین دیکھے کہ جب وہ ظاہر ہونگے تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین جو منافق تھے اونسے بدرجہا
بدتر ہین مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین یہ امر مشاہدہ ہوگیا چنانچہ فرقہ نیچری وغیرہ اون منافقون سے بدرجہا بدتر ہین اور یہ لوگ سچے اعتقاد والون کو
پرانے خیالات کے احمق بتلاتے ہین اور الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے کلام قدیم ہی مین اپنے علم قدیم کے موافق انکا جواب دیدیا کہ یہی لوگ قطعی یقینی
احمق ہین اور اللہ تعالیٰ کی شہادت سے بڑھکر کوئی سچی شہادت نہین۔ اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ والون نے اوسوقت
کے اکابر مومنین کو بوجہ فقیری و محتاجی کے سفیہ کہا تھا اسیطرح اس زمانہ کے منافق بھی سچے مسلمانون کو جو بدکاریون سے بچکر تنگدستی
کی حالت مین ہین بیوقوف قرار دیتا ہی حالانکہ صحیح مسلم مین ہی کہ اسلام غریب شروع ہوا اور جیسے شروع ہوا تھا عنقریب ویسیہی غریب
ہو جاویگا پس غربا کے واسطے مبارکباد ہی (رواہ مسلم) یہ معجزہ بھی مسلمانون کے واسطے بشارت عظیم ہے۔ اور حدیث مین ہی کہ فرمایا کہ
قریب میری امت کے بہت سے فرق مشرکون مین ملجاوینگے (الصحیح) یہ معجزہ بھی اسوقت صادق ہے۔ اور واضح ہو کہ جسوقت مسلمانون
کی فتوحات ہندوستان سے لیکر بلاد اندلس و اسپین تک پہونچی تھین تو اوسوقت نصاریٰ بالکل جانورون کی طرح گمنام تھے کسیکو اونکی ترقی کا
گمان بھی نہ تھا لیکن حدیث مین آیا کہ قیامت کے قریب اسلام بگڑ جائیگا اور ظلم و فسق و فجور و دنیا وی اغراض مین یہود و نصاریٰ
کیطرح عاقبت بھول جاوینگے اوسوقت اونپر بدیہی بلائین نازل ہونگی اور اوسوقت نصاریٰ بکثرت اور روے زمین پر غالب ہونگے
اور حدیث مین آیا کہ نصاریٰ روم مسلمانون کو گانؤن گانؤن کرکے نکالدینگے اور حدیث مین ہی کہ خروج دجال کے قریب
جدال کے قسطنطنیہ کو کفار فتح کر لینگے اور حدیث مین ہی کہ مسلمانون کے قبضہ مین سوا [illegible] عرب [illegible] کوئی ملک
نہین رہیگا چنانچہ سورۃ اعراف مین انشاء اللہ تعالیٰ تفصیلی بیان آویگا اور اسوقت میری مراد یہ ہی کہ یہ حالت خود مومنون کے واسطے
کے معجزات مین جو اونکے سامنے موجود ہین اور اللہ تعالیٰ ہم سب مومنون کو ایمان پر ثابت قدم رکھے اور فتنہ گمراہی سے محفوظ فرماکر چند روزہ
زندگی کے بعد خاتمہ بخیر فرماوے آمین یا ارحم الراحمین ببرکۃ حبیبک مولانا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ ان منافقون کو بھی لازم ہی کہ چند روزہ دنیا پر
فریفتہ نہون اور جن خیالات فلسفیہ سے اونکو دھوکا ہوا مترجم نے مقدمہ مین اونکا بطلان مدلل بیان کیا ہی واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم
اور وہ دلائل اگرچہ صریح حق ہین لیکن جو شخص نظر عداوت سے دیکھے اوسکو حق نہین سوجھتا ہی کیونکہ جسنے کفر اختیار کیا اوسکے دل پر مہر
غضب ہو جاتی ہی اور یہی منافقون کی حالت ہے۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ

اور جب ملاقات کرین مسلمانون سے کہتے ہم مسلمان ہوے اور جب اکیلے جاتے ہین اپنے شیطانون پاس کہتے ہم ساتھ ہین تمھارے

إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ۝ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

ہم تو ہنسی کرتے ہین اللہ ہنسی کرتا ہے اونسے اور بڑھاتا ہی اونکو اونکی شرارت مین سرگردان ہوے

اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے منافقون کا برتاؤ کافرون و مسلمانون کے ساتھ بیان فرمایا اور یہ بھی منجملہ اونکے افعال قبیحہ کے تھا۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا ۔ اور جب یہ منافقین اون لوگون سے ملے جو ایمان لائے ہین تو کہتے ہین
کہ ہم بھی ایمان لائے۔ ف یعنے مومنون کے سامنے مومنون کے خوش کرنے کو اور دھوکا دینے کو تقیہ کرتے اور ایمان ظاہر کرتے

ہیں تاکہ اونکے دلائیہ جہاد سے بچین اور اہل ایمان جو کچھ مال غنیمت حاصل کرتے ہیں ہاتھ پھیلا کر اپنا بھی حصہ مانگین۔ وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ اور جب لوٹکر اپنے شیاطین کے پاس داخل ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم تمہارے ساتھ ہین ف بیضاوی نے تجویز کیا کہ خلو بمعنی انفراد ہوسکتا ہی یعنے جب اپنے شیاطین یعنے سردارون کے پاس منفرداور اکیلے ہوتے ہین کہ وہان کوئی مومن نہین ہوتا تو اونسے اظہار کرتے ہین کہ دین مین ہم درحقیقت تمہارے ساتھ ہین۔ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ۔ ہم تو استہزا کرتے ہین ف یعنی اگر شیاطین مذکورین نے ان دومنہون سے کہا کہ تم تو مومنون کے پاس جاکر مسلمان ہوے ہو اور اونسے ایمان کا عہد کر چکے ہو تو اونکو اطمینان دلاتے ہین کہ یہ تو فقط ہمارا استہزا ہی جسسے ہم ان بیوقوف لوگون کو بناتے ہین تاکہ اونسے محفوظ رہین ورباطن مین ہم تمہارے ساتھ ہین۔ ابو مالک نے فرمایا کہ شیاطین سے مراد اونکے سردار و رئیس مانند احبار یہود وغیرہ کے ہین اور ابن عباسؓ نے کہا کہ منافقون کے ساتھی بھی انھین شامل ہین اور دوسری روایت مین ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انکے شیاطین دراصل وہ یہودی لوگ ہین جو مالداری کی وجہ سے انکے سردار بنے تھے اور اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و قرآن پاک مین شک ڈالتے اور انکو جھٹلانے پر آمادہ کرتے تھے اور اسیکے مانند ایک جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے روایت ہی۔ شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ ہر جنس مین جو سرکش متمرد بیہودہ اوس جنس مین شیطان ہی تو جیسے جن مین ابلیس شیطان ہی اسیطرح انس مین بھی جو لوگ کفر کی راہ مین مغرور ہون وہ شیاطین ہین اور اللہ تعالی نے ہر پیغمبر کے واسطے جیسے اوسکے اولیاء مومنین پیدا کیے ہین ویسے ہی اوسکے دشمن بھی رکھے ہین چنانچہ فرمایا۔ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا۔ یعنی اسیطرح ہمنے ہر پیغمبر کے لیے انس کے شیطانون اور جن کے شیطانون کو پیغمبر کا دشمن بنایا کہ یہ شیاطین باہم بعض کو بعضے بیہودہ قول و غرور کو دلون مین ڈالتے ہین اس آیت قدسی سے معلوم ہوا کہ آدمیون مین بھی بہکانے والے شیطان ہوتے ہین حتی کہ انکی بدی سے بھی پناہ مانگنا چاہیے چنانچہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ذر تو اللہ تعالے کی جناب مین شیاطین انس و شیاطین جن سے پناہ مانگ ابو ذرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آدمیون مین بھی شیاطین ہین آپنے فرمایا کہ ہان (رواہ احمد) مترجم کہتا ہی کہ جس شخص نے دنیا و قانون شیطانی اختیار کر لیا اور اسپر جزم کیا تو اسکے لوازم مین سے یہ ہی کہ اوسکے دلپر مہر ہو جاوے کہ نور عقل ظہور نہین کرسکتا پس جب یہ حالت ہو جاتی ہی تو وہی شیطان ہی پھر اسکا کہنا ہمیشہ اون لوگون مین اثر کریگا جو ازلی بدبخت ہین حتی کہ ہدایت و معرفت کی بات کبھی اوسکے دل مین نہین سماویگی اور اس شیطان کا کہنا فورًا سمجھ جاویگا پس حاصل یہ ہوا کہ منافقین جب مسلمانون کے پاس سے الگ ہوکر انھین شیاطین کے پاس اکیلے ہوتے ہین اور شیاطین اپنی جبلت کے موافق اونکو بہکاتے ہین تو یہ اونکی بات سمجھ جاتے اور کہتے ہین ہم تو تمہارے ساتھ ہین اور جب وہ ملامت کرتے کہ تم تو مسلمانون کے پاس عہد کر چکے ہو تو کہتے ہین کہ ہم تو اونسے تمسخر کرتے ہین۔ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ۔ اللہ تعالے اونکے واسطے استہزا فرماتا ہی اور ڈھیل دیتا ہی اونکو اونکی سرکشی مین حالانکہ اندھے پھرتے ہین۔ ف اور اگر یہ آیت بددعا ہو تو یہ معنے ہونگے کہ اللہ تعالی اونکے ساتھ استہزا فرماوے اور استہزا الٰہی یہ ہی کہ اونکو ملامت و جھڑکی کے ساتھ سزا دیوے جیسے منافقون کے واسطے قیامت مین بعضے آثار اس قسم کے ظاہر ہونگے جس سے ملائکہ و اہل ایمان اون منافقون سے تمسخر کرینگے مثلاً تاریک راہ مین جب مسلمان و کافر پل صراط کی طرف چلینگے تو مومنون کے آگے نور ہوگا اور منافقون کے واسطے ایک روشنی چمکیگی پس وہ آگے بڑھینگے پھر تاریکی چھا جاویگی کہ کچھ نظر نہ آویگا اور منافقین آگے بڑھنے سے ٹھٹک رہینگے اور مومنون سے کہینگے کہ ٹھہر جاؤ ہم تمہارے نور سے اقتباس کرین تو بطور تمسخر جواب دیا جائیگا

کہ پیچھے جاکر نور تلاش کرو پھر اونکے درمیان مین ایک دیوار حائل ہو جائیگی جسکے باطن مین مومنون کی جانب رحمت ہوگی اور ظاہر مین منافقون کی
جانب اوسکی طرف سے عذاب آویگا اور بعض علمائے کہا کہ ایسی آیات برسبیل جواب ہین جیسے ایک شخص دوسرے کے ساتھ مکر کرے لیکن
مکار کو کوئی فائدہ حاصل نہو تو وہ شخص کہتا ہی کہ میرا ہی مکر اوسپر غالب ہا حالانکہ اوسنے کوئی مکر نہین کیا اور ان علمائے کہا کہ قولہ تعالے
مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین اور قولہ تعالی اللہ یستہزئ بہم یہ بھی برسبیل جواب ہی یعنے کافرون کے مکر یا استہزا کا نتیجہ کافرون کو حاصل
نہین ہوا تو گویا جواب مین کہا گیا کہ ہمارا مکر و استہزا اونپر غالب ہی اور دیگر علما نے فرمایا کہ استہزا ویا خداع یا جیسے اللہ تعالے نے فرمایا
فیسخرون منہم سخر اللہ منہم اور قولہ تعالی نسوا اللہ فنسیہم اور اسکے مانند دیگر آیات مین جو اللہ تعالی نے فرمایا تو اوسکے معنے یہ ہین کہ اللہ تعالی
اونکے استہزا پر اونکو سزا دیگا اور اونکے مکر یا اونکے بھول جانے پر اونکو سزا دیگا لیکن اللہ تعالی نے اپنی سزا دینے کو بطور خبر کے بیان کیا تاکہ
جس بات پر یہ لوگ سزا کے مستحق ہوئے ہین وہ ظاہر ہو جاوے جیسے اللہ تعالے نے دوسری آیت مین فرمایا جزاء سیئة سیئة مثلہا یعنی
ہر بدکاری کی سزا اوسکے مثل بدی ہی حالانکہ عذاب جہنم کوئی بدی نہین ہی تو یہ بطریق مماثلت ہی جیسے کہتے ہین کہ جیسا کرو ویسا پاؤ
اور محتمل ہی کہ جو معاملہ کافرون نے مسلمانون کے ساتھ دنیا مین کیا یا اسلام کے ساتھ مسخر وغیرہ کیا اوسکے مانند آخرت مین کافرون کو بطور
عذاب برداشت کرنا پڑیگا چنانچہ حدیث مین ہی کہ جنت کا دروازہ کھولکر منافقون کو بلایا جاویگا حالانکہ وہ حقیقی جنت نہین ہی پس جب
جب قریب پہونچینگے تو دروازہ بند کر لیا جائیگا اور اسی معنی مین ہی قولہ تعالی فالیوم الذین آمنوا من الکفار یضحکون مترجم کہتا ہی کہ تحقیق
مقام یہ ہی کہ مثلاً قولہ تعالے مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین مین مکر کفار یہ تھا کہ کافرون نے حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ
ایک بندوبست باندھا تھا کہ جسکا نتیجہ اونکے زعم مین یہ نکلے کہ حضرت عیسی علیہ السلام قتل ہون اور حواریون کو ظاہر ہو اور جو شخص اس قسم کا منصوبہ
باندھے وہ نتیجہ پر جزم کرنے مین درحقیقت احمق ہی اسواسطے کہ خالق افعال اللہ تعالے ہی پس کیونکر معلوم ہو سکتا ہی کہ اللہ تعالی کیا بات پیدا
کریگا پس جب یہودیون نے ایک منافق کو اپنے ساتھ ملایا جسنے حضرت عیسی علیہ السلام کا پتہ بتایا تاکہ یکبارگی اوس مکان پر ہجوم کرکے حضرت
عیسی علیہ السلام کو پکڑکر سولی دیدین اور وہ منافق اوس مکان مین گھسا اور باہر نکلکر یہودیون کی دوڑ لایا اور پھر اوس مکان مین گھس کر
دروازہ کھولدیا کہ تم لوگ آکر گرفتار کرو اودھر اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کو آسمان پر اوٹھالیا اور اسی منافق کے چہرہ پر عیسی
علیہ السلام کی مشابہت ڈالدی پس یہود کی فوج نے گھسکر اس منافق کے حق مین کچھ بھی شک نکیا کہ یہی عیسی علیہ السلام ہین اور فورًا
باہر لاکر پھانسی دیدی کیونکہ وہ عیسی علیہ السلام کو جادوگر و دشمن یہود سمجھکر باوجود سخت عداوت کے خوف کرتے تھے کہ وہ جادو کے ذریعہ سے
غائب ہو جائیگا پھر جب صبح کو غور سے دیکھا گیا تو چہرہ بیشک حضرت عیسی علیہ السلام کے موافق تھا مگر باقی جسم مخالف تھا اور اونکا ساتھی
منافق درمیان سے گم تھا تو یہ امر یہودیون کے نتیجہ کے بالکل خلاف ہوا کیونکہ اونکا مکر یہ تھا کہ وہ نکے افعال کا نتیجہ نصرانیون کے خلاف واقع ہو
حالانکہ وہ یہودیون کے مخالف اور نصرانیون کے موافق واقع ہوا کیونکہ عوام یہ واقعہ دیکھکر حضرت عیسی علیہ السلام کے زیادہ معتقد ہو گئے اور
مترجم نے پہلے بیان کیا کہ مکر اسکا نام رکھا جاتا ہی کہ خواص سے پوشیدہ کرکے کسیکے مخالف نتیجہ نکالا جاوے اور یہودیون کے حق مین یہی واقع ہوا اسلئے
جب اونھون نے یہ واقعہ دیکھا کہ اونکی تدبیر کر خود اونکے حق مین مکر واقع ہوئی تو نہون نے بطور خفیہ اوس منافق کی لاش اوتار کر دور ایک غار مین
پوشیدہ کردی کیونکہ عوام کا اعتقاد بڑھتا جاتا تھا کہ یہودی خود مکر مین گرفتار ہوئے اور جسم گو حضرت عیسی علیہ السلام کا جسم نہین ہی اسیطرح کافرون
کے واسطے جو مکر قدم یا مکر ازل بولا جاتا ہی اوسکے یہی معنی ہین کہ کفار اس دنیائے فانی کے ظاہر پر فریفتہ ہوکر اپنے زعم مین اپنے حق مین بہت بھلائی

اختیار کرتے ہین مگر مرتے ہی اوسکا نتیجہ اونکے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور اسی قسم سے وہ معاملہ ہے جو شیخ عبدالحق وغیرہ نے لکھا کہ احمد بن ... و مسیلمہ کذاب وغیرہ کو ظاہر
مین خرق عادات دیے گئے چنانچہ مسیلمہ کذاب جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب وفات شریف مین اپنی نبوت کا دعوی کیا تھا اوسکے ہاتھ پر بعضے خرق
عادات ظاہر ہوتے تھے چنانچہ وہ اپنے آپکو کسی قدر بہت سمجھنے لگا بلکہ یقین کر لیا کہ وہ پیغمبر ہے حالانکہ اللہ تعالی ازلی گمراہون کو بعضے استدراج دیتا ہے ویمدہم فی طغیانہم یعمہون
اور کافرون کو اونکے سرکشی مین ڈھیل دیتا ہے کہ بھٹکتے پھرتے ہین بعضے اپنے اعتقاد پر تو وہ بہت ٹھیک ہین لیکن در حقیقت راہ معرفت سے دور
ہوکر بھٹکتے پھرتے ہین چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ سنستدرجہم من حیث لا یعلمون و املی لہم ان کیدی متین۔ یعنی ہم درجہ بدرجہ اونکو ایسی راہ
لیجاینگے کہ وہ جانتے نہین ہین اور اونکو ڈھیل دینگے یہ ہماری تدبیر بہت باریک ہے بعض علماء نے کہا کہ اسکی نوبت یہانتک پہونچتی ہے کہ جب
اونھون نے گمراہی مین کوئی ... اور اوسکے منافع دنیاوی بڑھائے جاتے ہین جسکو وہ اپنے حق مین خوبی و نعمت جانتے ہین حالانکہ
در حقیقت وہ غضب کا سامان ہے قال تعالی ایحسبون انما نمدہم بہ من مال و بنین نسارع لہم فی الخیرات بل لا یشعرون۔ یعنے ہم انکو مال
و اولاد سے جو کچھ زیادتی دیتے ہین تو کیا یہ لوگ خیال کرتے ہین کہ ہم تیزی کے ساتھ اونکے حق مین نیکیان پہونچاتے ہین یعنے یہ خیال باطل ہے بلکہ
یہ لوگ شعور نہین رکھتے ہین ... اللہ کی بندگی و طاعت مین اگر تکلیف بھی پہونچے تو وہ نعمت عظیم ہے اور کفر و معصیت کی
حالت مین جو مال و دولت ملے وہ بھی درحقیقت عذاب و غضب ہے اور اسمین بھید یہ ہے کہ اللہ تعالے نے پیغمبر و کتاب کے
ذریعہ سے اونکو بتلا دیا ... آخرت کی ... اور آدمی کبھی تکلیف کی حالت مین پراگندہ حواس ہو کر ٹھیک بات
نہین سمجھتا ہے تو اونکو ... تو اونکو قحط و تکلیف مین گرفتار کیا کیونکہ آدمی کبھی مال و دولت مین اترا کر حق بات
کیطرف کان نہین لگاتا تو ... مگر جب ... یہ بات اونپر ثابت ہو گئی کہ ان لوگون نے عزم جزم کر لیا ہے کہ دنیا سے موجود و راہ
شیطان کے سوا اپنے خالق ... کی بندگی و راہ آخرت نہین قبول کرینگے تو راہ نور بالکل مسدود کر دیگئی اور راہ تاریک جو جسم و نفس کے حواس سے
متعلق ہے اونکے واسطے کھول دیگئی اور چونکہ دنیا ہی کے پیچھے اونھون نے سب چھوڑا اور سوجھ بوجھ سے اسی ناچیز حقیر کو اختیار کیا تو یہ دنیا
بقدر ... اونکو دیدی گئی ... جبکہ وہ اس مین کو آرام ... کرنا چاہین چنانچہ فرمایا۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما
اوتوا اخذناہم بغتۃ فاذا ہم مبلسون۔ یعنی پھر جب بھلادی اونھون نے وہ بات جو بھلائی کی اونکو نصیحت کی گئی تھی (یعنی کفر پر قطعی عزم کر لیا) تو ہم نے
اونپر ہر چیز کے دروازے کھول دیے یعنی اونکی دنیاوی خواہشین پوری کر دین یہانتک کہ جو کچھ اونکو دیا گیا تھا اوسپر اترا گئے تو ہم نے اونکو اچانک
گرفتار کیا تو ناگاہ وہ لوگ ہر امید سے مایوس ہو گئے۔ یعنے اچانک موت آئی تو اونھون نے دیکھا کہ سوائے عذاب کے اونکے واسطے کوئی نیکی
نہین ہے۔ اور قولہ فی طغیانہم یعمہون یعنے اپنے کفر مین بھٹکتے پھرتے ہین یہی تفسیر حضرت ابن عباس و ابو العالیہ و مجاہد و قتادہ و ربیع بن انس
وغیرہم سے ماثور ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ عمی تو آنکھون کے اندھے پن کو کہتے ہین اور عمہ دل کے اندھے پن کو کہتے ہین

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ

وہ لوگ جنھون نے خرید کیا راہ کے بدلے گمراہی سو نفع نہ لائی اونکی سوداگری

وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ

اور نہ ... راہ پائی

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ ایسے ہی لوگ ہین جنھون نے ہدایت کے بدلے گمراہی

خریدی۔ ف اور مغفرت کی جگہ عذاب لے لیا۔ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ۝ پس انکی
تجارت نے انکو کچھ نفع نہ دیا اور نہ یہ لوگ ہدایت پانے والے تھے۔ ف یعنی ہدایت دیکر گمراہی مبادلہ کر لینے کی تجارت میں ان لوگوں کو
کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اس سے کچھ دیر دنیا میں انکو سور و شراب وغیرہ کھانے کا فائدہ مل گیا ورنہ آخر میں سخت خسارہ ہوا کہ جہنم سے کبھی نجات نہ ہوگی
اور یہ لوگ اس قابل بھی نہ تھے کہ تجارت میں ہدایت پاویں کیونکہ ابلیس احمق کی تقلید کرتے تھے تو ایسے ڈھنگ سے تجارت ممکن نہ تھی جس سے دنیا میں
نقصان نہ پہونچا اور آخرت میں نفع عظیم حاصل ہو جیسے مومنوں کو حاصل ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر چلتے ہیں کیونکہ مومنوں و
کافروں کے ڈھنگ میں جو فرق ہے اگر کفار اوسکو ذرا بھی غور کرتے تو اپنی حماقت جان جاتے کیونکہ اگر دار آخرت ہے جیسا کہ مومنین اعتقاد کرتے ہیں
تو کافروں و منافقوں کے واسطے کہیں ٹھکانا نہ ہوگا سوا جہنم کے اور اگر دار آخرت نہ ہو جیسا کہ کفار اعتقاد رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد خاک
ہو جائینگے اور کچھ بھی حساب و ثواب و عذاب نہیں ہے تو مومنوں کے واسطے کچھ بھی نقصان نہ ہوا کیونکہ دنیا میں بھی نفیس چیزیں کھانے پینے میں منع نہیں
واسطے تنگی نہ تھی ہاں البتہ سور و بیاج و شراب وغیرہ بیہودہ چیزیں بیشک مومنوں کو نہیں ملیں تو ایسی غلیظ و ناپاک چیزوں کے نہ ملنے سے
کسی نفیس طبیعت کو ملال نہ ہوگا اگر کہا جاوے کہ انھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو کیونکر خریدا کیونکہ ہدایت اونکے پاس موجود ہی نہ تھی اور اگر
موجود بھی ہوتی تو بھی وہ گمراہی کا عوض نہیں ہو سکتی جواب یہ ہے کہ دنیا مقام تجارت ہے تاکہ یہاں اپنا جان و مال رضائے الٰہی میں فروخت کر کے
دار آخرت حاصل کرے اور یہ بطریق مجاز ہے اسیواسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خریداروں کو یہ خریداری مبارک ہو کہ اونکو
دونوں عوض مل گئے یعنے جان و مال بھی درحقیقت انھیں کے پاس ہا اور رضائے الٰہی عزوجل بھی حاصل ہو گئی لیکن جب کافروں کو یہ ہدایت
دیگئی اور ساتھ ہی دنیا اور راہ شیطان بھی پیش کی گئی تو اونھوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کو لے لیا اور اللہ تعالیٰ نے اسیکو اونکے حق میں بیع
و فروخت کی تجارت قرار دیا جسمیں اونکو سخت خسارہ ہوا اور یہی حضرت ابن مسعود و ابن عباس و ایک جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم
سے ماثور ہے اور اسمیں تنبیہ ہے کہ یہ لوگ اپنے انجام سے اسقدر بے پروائی کرتے ہیں کہ کچھ بھی غور نہ کیا اور انتہا درجہ کا خسارہ اوٹھایا بخلاف اسکے
اگر دنیائے فانی کے واسطے ایک روپیہ کی چیز خریدیں تو اوسمیں ہر طرح نفع و نقصان کا غور کر لیتے ہیں۔ مجاہد نے کہا کہ ہدایت کے بدلے گمراہی
لی یعنے ایمان لائے پھر کفر کیا۔ اور قتادہ نے فرمایا کہ ہدایت سے گمراہی کو زیادہ پسند کر کے چھانٹ لیا اور اسکے مشابہ یہ آیت ہے۔ وَأَمَّا ثَمُودُ
فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ۔ یعنے ثمود کو ہمنے ہدایت دی تو اونھوں نے عمایت کو ہدایت پر پسند کیا اور حاصل یہ ہے کہ منافقوں نے راہ
مستقیم سے عدول کیا کہ ہدایت سے منہ موڑ کر گمراہی کو اختیار کر لیا گویا کمال حماقت سے لعل کھو کر ٹھیکری مول لی جسمیں اونکو سخت خسارہ
ہوا۔ اور واضح ہو کہ جو فرقہ اسلام لا کر جماعت سے خارج ہو کر گمراہ ہو گیا وہ بھی اسی میں داخل ہے۔ چنانچہ قتادہ نے فرمایا کہ بیشک
واللہ تم اونکو دیکھ چکے کہ وہ ہدایت سے نکلکر گمراہی میں چلے گئے اور جماعت سے نکلکر چھوٹے فرقہ میں چلے گئے اور امن سے نکلکر خوف میں
پہونچے اور سنت سے نکلکر بدعت میں داخل ہوے (رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ قتادہ نے ظاہراً اس سے خوارج و روافض
و معتزلہ مراد لیے ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔ بیضاوی وغیرہ نے یہاں خرید کی یہ بھی تاویل لکھی کہ اللہ تعالیٰ ہر مولود کو فطرت کی ہدایت پر پیدا کرتا ہے
اور وہ یہی ملت اسلامیہ ہے چنانچہ صحیح کی حدیث ابوہریرہؓ میں منصوص ہے پس یہ ہدایت فطرت اونکے پاس موجود تھی جسکے عوض اونھوں نے
گمراہی بدل لی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے اور فرماتے کہ چاہو یہ آیت پڑھو فِطْرَةَ اللَّهِ
الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا الآیۃ۔ پھر وہ اسی فطرت پر رہتا ہے یہانتک کہ اوسکی زبان بولے یعنے بالغ ہو یا سمجھدار ہو پھر اوسکے والدین اوسکو یہودی

یا نصرانی یا مجوسی کر دیتے ہین (کما فی الصحیحین) یعنی اکثر اوقات جب وہ اس قابل ہوتا ہی کہ اپنے خالق عزوجل کی توحید پر اقرار کرے تو جس حالت پر اوسکے والدین ہوتے ہین اوسی اعتقاد پر اوسکو پھیر لیجاتے ہین اور کبھی دیگر اسباب واقع ہوتے ہین مثلاً شیطان اوسکے قلب پر محیط ہوا اور اوسنے مذہب مادّی و نیچر اوسکو سوجھایا کہ اس دنیا مین تمام مادیات موجود ہین اور یہ آپ ہی آپ خود بخود پیدا ہوتے اور مرتے چلے جاتے ہین اور ہمنے تو جب سے دیکھا یون ہی چلا آتا ہی اور ہمین تو اوسکا کوئی خالق نہین نظر آتا پس وہ احمق بھی ایسے ہی بکنے لگتا ہی اور مترجم نے مقدمہ مین اسکو مدلل مردود کیا ہی۔ **ف** بعضے اشارات عرائس مین ہی کہ بعضے مسلمان زہد و عبادت کے صلہ مین کوئی خرق عادت پاتے ہین تو اسیکو اپنے نفس کے واسطے کمال سمجھکر گمراہی مین پڑ جاتے ہین حالانکہ منزلت تو قرب و رفع حجاب ہی پس رضوان آلہی کے بدلے اپنی خرق عادت کے ذریعہ سے دنیاوی جاہ و قبولیت بدل لیتے ہین حالانکہ اللہ تعالے کے سوائے جو شخص دنیا و ما فیہا کو بدلے وہ برباد ہوا کہ عمر بھر رائیگان سمیٹا اور آخر یہ فانی بھی ہاتھ نہ آیا کیونکہ وہ فنا ہو جائیگا۔ عس۔ پھر اللہ تعالے نے کافرون و منافقون کی حقیقی خصلت بیان فرما کر اسکو ایک مثل مین تعبیر فرمایا تاکہ مدرَم عقلی محسوس ہو جاوے کیونکہ اکثر کم عقل لوگ اپنے وہم کے مرید ہوتے ہین تو محسوس مثال سے بیان کرنا اونکی عقل مین جم جاتا ہی اسیواسطے اللہ تعالے نے قرآن مین امثال بیان فرمائین اور اونکے بعد غور و فکر کرنے کی ہدایت کی چنانچہ منافقون کے واسطے بھی دو مثلین بیان فرمائین اول قولہ تعالے

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ

اونکی مثال جیسے ایک شخص نے سلگائی آگ پھر جب روشن کیا اوسکے گرد کو لے گیا اللہ اونکی روشنی

وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

اور چھوڑا اونکو اندھیرون مین نظر نہین آتا بہرے ہین گونگے اندھے سو وہ نہین پھرینگے

ان امثال سمجھنے کے واسطے جو شخص کسی قدر ایمان کے موافق اسرار آلہی کا علم رکھتا ہو وہ بہت خوب سمجھتا ہی لہذا فرمایا۔ وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون۔ یعنے یہ مثال ہم عام لوگون کے واسطے بیان فرماتے ہین حالانکہ انکو وہی خوب سمجھتے ہین جو بندے عالم ہین۔ چنانچہ اس مثل مین اللہ تعالے نے کافرون کی گمراہی خرید لینے اور آخر تاریکی مین پڑ جانے کی مثل ایسے شخص سے بیان فرمائی جسنے تاریک رات مین آگ روشن کرکے اوسکی گرمی و روشنی سے جاڑے وغیرہ کا خوف دور کیا مگر یکایک بجھی تو پھر اصلی خوف مین پڑ گیا چنانچہ فرمایا۔ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا۔ ان منافقون کی مثل ایسی ہی جیسے کسی نے خواہش کرکے آگ روشن کی **ف** اور اوسوقت اندھیری رات چھائی ہوئی ہی بدلیل آئندہ فرمایا۔ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ۔ پھر جب آگ کی روشنی نے اوسکا گرد پیش چمکایا۔ **ف** حتی کہ سردی و درندہ وغیرہ جس چیز سے خوف تھا مطمئن ہو گیا ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝۔ اچانک اللہ تعالے نے اونکا نور سمیٹ دیا اور اونکو تاریکیون مین چھوڑ دیا کہ کچھ نہین دیکھ سکتے ہین۔ **ف** شیخ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ یہی مثل منافقون کی ہی کہ کلمہ ایمان ظاہر کرکے دنیا مین اونھون نے ایک روشنی حاصل کی اور خوف قتل و جزیہ سے مطمئن ہو گئے پھر جب مرے تو وہی کفر کی تاریکی و عذاب قبر و ظلمات آخرت نے ہجوم کیا اور اس مثل مین پہلے ایک شخص کا آگ جلانا مذکور ہوا پھر آخر مین ضمیر جمع لائی گئی اور اسمین کچھ حرج نہین ہی کہ ایک جماعت کی مثال کو ایک شخص کے بیان سے شروع کیا جاوے۔ **ف** شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہراً شیخ ابن جریرؒ کو اس مقام پر یہ آیت یاد نہین آئی کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ذلک بانہم

آمنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبهم فهم لا یفقهون ۔ یعنے منافقون کے حق مین یہ بات اسوجہ سے ہی کہ پہلے وہ لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے تو اونکے
دلون پر مہر کردیگئی پس وہ لوگ کچھ نہین سمجھتے ہین ۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے یہ لوگ ایمان بھی لائے تھے اور اگر کہا جاوے کہ قولہ تعالے وما ہم بمؤمنین
سے نکلتا ہی کہ وہ ایمان ہی نہین لائے تو جواب صواب یہ ہی کہ یہ بیان اونکی حالت نفاق کا ہی اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ پہلے وہ لوگ ایمان نہ لائے
ہون تو اس مثل کا انطباق اس طور پر ہی جو تفسیر کبیر وغیرہ مین بھی مذکور ہی کہ پہلے ان لوگون نے ایمان لاکر کچھ نور کمایا پھر منافق ہوکر غضب الٰہی
اوٹھایا تو وہ نور مٹ گیا پس سخت حیرت مین رہگئے کیونکہ دین کی حیرت سے بڑھکر کوئی حیرت نہین ہی ۔ چنانچہ سدی رح نے اپنی تفسیر مین ابن عباس رض
و ابن مسعود و چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ قولہ تعالی مثلہم کمثل الذی استوقد نارا اس مثل کا بیان یہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو اوس زمانہ مین کچھ لوگ اسلام مین داخل ہوے پھر وہ لوگ منافق ہوگئے تو اونکی مثل ایسی ہوئی جیسے ایک
شخص نے تاریک رات مین آگ جلائی اور جب کوڑے کرکٹ وغیرہ کے جلنے سے اوسکا گرد روشن ہوا تو وہ ہر ایک چیز جس سے خوف کرتا تھا
پہچاننے لگا پھر وہ اسی حال مین تھا کہ ناگاہ آگ بجھ گئی تو اب اوسکی یہ حالت ہوگئی کہ کسی موذی چیز سے بچنے کا حیلہ نہین رکھتا ہی پس یہی منافق کا
حال ہی کہ وہ شرک کی تاریکی مین پڑا تھا پھر مسلمان ہوا تو حلال و حرام اور نیک و بد پہچاننے لگا پھر وہ اوسی حال مین تھا کہ ناگاہ کفر مین پڑ گیا تو پھر وہ
حلال کو حرام سے اور خیر کو شر سے امتیاز نہین کرسکتا ۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ ایسی قوم کی مثل ہی جو پہلے
ہدایت پر تھی پھر ایمان اونسے چھین لیا گیا تو اسکے بعد وہ حدود سے متجاوز ہوگئے پس آگ کی روشنی تو وہ ایمان تھا جسکو زبان سے ادا کرتے
تھے پھر آخر مین تاریکی وہ گمراہی و کفر ہی جسکے ساتھ متکلف تھے ۔ مجاہد رح نے فرمایا کہ آگ کی روشنی ان منافقون کے حق مین فقط یہی تھی کہ وہ مومنون
و اسلام کی طرف متوجہ ہوتے تھے ۔ عطاء خراسانی نے کہا کہ یہ منافق کی مثل ہی جو کبھی دیکھتا اور کبھی نہین دیکھتا ہی پھر اوسکے قلب کا اندھاپن چھا لیتا ہی اور ایسے ہی
مانند عکرمہ و حسن و سدی و ربیع بن انس و عبدالرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہی ۔ مترجم کہتا ہی کہ آیت مین فقط ایسی ہی منافقون کا انحصار
نہین ہی جو ایمان لائے پھر کافر ہوگئے بلکہ ایسے منافق بھی شامل ہین جنھون نے ابتدا مین صرف زبان سے اسلام کا اظہار کیا تھا اور دل سے ایمان
نہین لائے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ جن منافقون کی نسبت یہ گمان ہی کہ وہ پہلے ایمان لائے تھے پھر کافر ہوگئے تو درحقیقت نور ایمان اونکے
سویدائے دل مین نہین سمایا بلکہ ایک قصد تھا جو اس مین جما اور اوس سے ایک روشنی ظاہر ہوئی بخلاف اونکے وہم کے کہ اونہین یہ بھی نہ تھا
اور وہ حقیقت دلی تصدیق کا نور ان دونون مین سے کسیکو حاصل نہین ہوا اور اس امر مین کچھ تعجب نہونا چاہیے کہ جنھون نے ایمان کا قصد کیا تھا
اونکے دل مین تصدیق کیونکر نہوگی کیونکہ انسانی حواس و نفسانی خطرات اسطرح خلط ملط ہوجاتے ہین کہ آدمی درحقیقت اپنی واقعی حالت
دریافت نہین کرسکتا چنانچہ بسا اوقات کسی شخص کی دوستی اپنے دل مین گمان کرتا ہی مگر جب کوئی معاملہ اپنی جان و مال کے خطرہ کا اوسکی جہت سے
پیش آتا ہی تو صاف اوسکی محبت سے گریز کر جاتا ہی کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ بحکم قولہ تعالے و لقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ الآیہ ۔ صحابہ
رضی اللہ عنہم شہادت جہاد کی تمنا رکھتے تھے لیکن جنگ احد مین ایک جماعت نے فرار کیا تو فرق ظاہر ہوگیا کیونکہ کمال وہ ہوتا ہی کہ ظاہر و باطن
یکسان ہو حتی کہ عمل بھی موافق ہوتا ہی اسیواسطے ایک جماعت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کمال تقوی سے اپنی ذات پر یہ خوف کرتے تھے کہ ایسا
نہو کہ ہم مین نفاق کا مادہ موجود ہو لہذا ان آیات قدسیہ مین جو مثل بیان فرمائی وہ ہر قسم کے منافقون کو شامل ہی ۔ اسیواسطے علی بن ابی طلحہ نے
ابن عباس رض سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے منافقون کے واسطے یہ مثل بیان فرمائی جو زبانی اقرار اسلام کی وجہ سے ایک آگ جلانے والے کی
طرح اس قدر روشنی پاتے تھے کہ اہل ایمان اس اقرار کلمہ توحید کی وجہ سے اونکے ساتھ نکاح بیاہ کرتے اور باہم میراث جاری کرتے اور مال غنیمت

مین سے اونکو حصہ دیتے تھے پھر جب ایسا منافق مرا تو یہ عزت اوس سے چھین لیگئی جیسے آگ جلانیوالے کا نور بجھ گیا۔ ربیع بن انس نے ابوالعالیہ سے روایت کی کہ آگ جبتک جلتی ہی اوسکا نور رہتا ہی اور جب بجھا دیگئی تو جاتا رہا اسیطرح جبتک منافق سے کلمہ اخلاص اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمدا رسول اللہ زبان سے کہاتب تک اس کلمہ کی روشنی ملی پھر جب مرا تو تاریکی میں پڑگیا۔ اور عبدالرزاق نے بواسطہ معمر رح کے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کی کہ منافقون کی مثال ہوئی کہ زبانی لا الہ الا اللہ کہنے سے اونکو اتنی روشنی ملی کہ دنیا مین اسکے ذریعہ سے کھایا پیا اور جانی مال سے بخوف ہے اور اونکی عورتون سے نکاح کیا گیا اور چونکہ دل سے یہ کلمہ نہ تھا تو جیسے تب ہی اللہ تعالی نے اونکا نور مٹا دیا اور اسیطرح تاریکیون مین پڑے رہ گئے کہ کچھ نظر نہیں آتا ہی اسواسطے کہ منافق کے دل مین اوسکی جڑ نہ تھی اور نہ اوسکے عمل کی حقیقت تھی حسن بصری رح نے کہا کہ تاریکیون مین اسوقت چھوڑے جاینگے جبکہ مرینگے کیونکہ اوسوقت بد کاریون کا اندھیرا ہجوم کریگا اور تصدیق لا الہ الا اللہ کے موافق کوئی عمل نہین پایگا مترجم کہتا ہی کہ اہل اشارت کے نزدیک بیان یہ ہی کہ جسمانی حیات ایک حکمت الٰہی عزوجل کے ساتھ بذریعہ لطیف بخارات خون کے ہی اور جب اللہ تعالی کیطرف سے اجل مقدر آئی تو جسم فنا او خون ختم ہو جاتا ہی لیکن اگر حیات حقیقی ہو تو وہ ہمیشہ جنت مین مبتلا ہوتا ہی اور اگر حیات الٰہی سے متصف ہوا جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے حاصل ہوتی ہی تو اوسکے واسطے حیات ہی چنانچہ قولہ تعالی۔ یا ایہا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی مفصل بیان آویگا پس جب منافق کو حیات حاصل نہ تھی تو مرتے ہی وہ اصلی تاریکی مین مبتلا ہوگا اور یہان زبانی کلمہ اخلاص کہنے سے صرف جسم کے نفع تک اسکا نور حاصل ہوا پس جب جسم فنا ہوا تو اوس نور نے چھوڑ دیا اور زبان دل سے اوسنے کبھی نہین کہا تو نور روحی کے ساتھ اتصال نہین تھا بلکہ دنیا اختیار کرنے کی وجہ سے کافرون کیطرح اوسکے کان و آنکھون و دل پر مہر تھی جسکا بیان اوپر گذرا لہذا فرمایا۔ **صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ** بہرے گونگے اندھے ہین پس وہ نہین لوٹینگے ف یعنے کلام ہدایت سننے سے بہرے اور اقرار توحید سے گونگے اور آیات حق دیکھنے سے اندھے ہین کیونکہ اونکے دلون پر مہر ہین ہین پس وہ ہدایت اسلام کیطرف نہین لوٹینگے یعنے توبہ کرکے نصیحت حاصل نہین کرینگے یہ تفسیر ابن عباس رض و قتادہ و سدی کا خلاصہ ہی ع۔ ف بعض اشارات عرائس مین ہی کہ بعضے مکار لوگ جو ولی و صاحب کرامت بن بیٹھتے ہین حالانکہ اونکو ان مقامات و درجات مین سے خود کچھ حاصل نہین ہوتا ولیکن اولیاء اللہ کے جو حالات سنے ہین اونکی تقلید سے اپنے واسطے بھی دعوی کرتا ہی یعنے درحقیقت کچھ نہین ہی اور بطور نقلی تقلید کے مدعی ہی اور بعد اس دعوی کے عبادت و ریاضت ترک کرتا ہی پس یہ منافق اسی تاریکی مین رہتا ہی چنانچہ جب اوسنے دعوی کی آگ روشن کی تو اوسکا آوازہ دور دور پہونچا اور جاہل لوگ ہر طرف سے اوسکی جانب متوجہ ہوے پھر خواہ دنیا مین یا موت کے وقت یہ آگ بجھی اور وہ عذاب آخرت کی تاریکی مین پڑ گیا۔ شیخ ابو الحسن الوراق نے کہا کہ اس آیت کے اشارہ مین ایسے شخص کی حالت موجود ہی جو مہنوز مقام ارادت مین ٹھیک نہین ہوا مگر اوسنے کشف و کرامت کا دعوی کیا اور یہ منافق ہی کہ خلاف باطن کے اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہی یا آخرت سے بد اعتقاد ہوکر کمالات اولیاء کو جھوٹ تصور کرکے دنیا کی جاہ و منزلت حاصل کرنے مین مشغول ہوا تو مقام ارادت مین جو نور اوسکو ملا تھا جس سے کچھ لوگون مین مشہور رہا تھا وہ بھی جاتا رہا اور وہ اندھیرے مین شیطان کے حوالہ ہوگیا حتی کہ اب رجوع نہین کرتا ہی اور نہ طبیب کے سامنے اپنی بیماری بیان کرتا ہی۔ بعض نے کہا کہ یہ لوگ قرآن سننے سے بہرے ہین اور اقرار ایمان سے گونگے ہین اور آیات قدرت دیکھنے سے اندھے ہین ع س۔ پھر اللہ تعالے نے ان منافقون کے واسطے دوسری مثل بیان فرمائی۔

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم ۹

یا جیسے مینھ پڑتا آسمان سے اوس مین اندھیرے اور گرج اور بجلی ڈالتے ہین اونگلیان اپنے کانون مین

مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكَافِرِيْنَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ

مارے کڑک کے ڈر سے موت کے اور اللہ گھیر رہا ہے منکروں کو قریب ہے بجلی کہ اوچک لے اونکی آنکھیں

كُلَّمَا اَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيْهِ وَاِذَا اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ

جس بار چمکتی ہے اونپر چلنے لگے اوسمین اور جب اندھیرا پڑا کھڑے رہے اور اگر چاہے اللہ لیجاوے

بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اونکے کان اور آنکھیں اللہ ہر چیز پر قادر ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ مثل دوسری قسم منافقین کے واسطے بیان فرمائی جنکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ کبھی اونکو حق ظاہر ہوتا ہے اور کبھی اوسمین شک کرنے لگتے ہین تو حالت شک وکفر مین اونکے قلوب کی مثال ایسی ہے جیسے فرمایا - اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ - یا جیسے سما سے مینہ - ف پس سما یہان سحاب ہے کیونکہ سما ہر وہ چیز جو تیرے اوپر سایہ ڈالے اور اسی جہت سے آسمان کو بھی سما کہتے ہین جیسا کہ صحاح وغیرہ مین مذکور ہے - اور شیخ ابن کثیرؒ نے ایک جماعت صحابہ وتابعین سے نقل کیا کہ صیّب مینہ ہے - اور ضحاکؒ نے کہا کہ صیب سحاب ہے - مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین سما سے آسمان مراد ہوگا یعنے جیسے آسمان سے سحاب کیونکہ سحاب کی پیدایش اگر بخارات سے ہو جیسا کہ قولہ تعالیٰ - الم تر ان اللہ یزجی سحابا ثم یؤلف بینہ الآیۃ - کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا تو یہ بخارات بترکیب قواے آسمانی بشکل سحاب ہو جاتے ہین بہرحال مثال یہ ہوئی کہ جیسے آسمان سے سحاب یا جیسے سحاب سے مینہ - فِيْهِ ظُلُمَاتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ - جس حالیکہ اوسمین تاریکیان و رعد وبرق ہے - ف کیونکہ ابر کے تہ برتہ ہجوم سے تاریکی چھا جاتی ہے اور اوسمین سے رعد گرجنے کی آواز آتی ہے اور تیزی سے برق چمکتی ہے تو اس حالت مین میدان کے چلنے والے خوف کھاتے ہین - يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ - بوجہ صواعق کے موت کے خوف سے اپنے کانون مین اپنی انگلیان دے لیتے ہین - ف تا کہ یہ آواز سخت اونکے کانون مین نہ آوے ایسا نہو کہ اونکے دل پھٹ جاوین یا حالت متغیر ہو جاوے لیکن آنکھون پر پٹی نہین باندھ سکتے کیونکہ لاچار یہ راستہ طے کرنا ہوگا حالانکہ کچھ سوجھتا نہین ہے اور یہ سمجھ باقی نہین کہ موت سے خوف بیفائدہ ہے کیونکہ موت کا وقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقدر ہے - وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكَافِرِيْنَ ۝ اور اللہ تعالیٰ تمام کافرون کو محیط ہے - ف یعنی اوسکی قدرت مین کل چیزین مقہور ہین لیکن سواے کافرون کے کل چیزین یہ بھی سمجھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ سب چیز پر قادر ہے لہذا کافرون کی خصوصیت فرمائی جو جہالت سے ہر چیز کو خود مختار فاعل سمجھتے ہین اور منافق تو موت کے خوف سے ڈرتے رہتے ہین کما قال تعالیٰ - یحسبون کل صیحۃ علیہم - اور ہر صدمہ کو اپنی موت ہی خیال کرتے ہین - غرضکہ اس تاریک رات مین جب تہ برتہ بادل سے مینہ گرتا ہے اور بادل گرجتا اور بجلی چمکتی ہے تو رعد کے خوف سے اپنے کانون مین گویا پوری اونگلی ٹھونس لیتے ہین کہ اونکے دل دہل نجاوین لیکن آنکھین لاچاری سے کچھ کچھ کھلی رکھتے ہین حالانکہ راستہ کچھ نہین سوجھتا - يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ - قریب ہے کہ برق اونکی بینائیان اوچک لے - ف کیونکہ دہشت وخوف سے بینائی کا مادہ ہی کم ہو گیا کیونکہ وہ جسمی خون سے متعلق ہے اور خوف کی حالت مین خون کی روانی بند ہو جاتی ہے اور قوت بوجہ خوف کے کام نہین دیتی تو بینائی مین ضعف ہوتا ہے اور برق کی روشنی قوی ہوتی ہے تو خوف ہے کہ وہ اپنی تیزی قوت سے اپنی ہمجنس نور باصرہ کو جذب کر لے پس منافق اس دہشت مین متحیر کھڑے ہین - كُلَّمَا اَضَاءَ لَهُمْ

مَشَوْا فِيْهِ ۔ ٹہر بار جب اونکے لیے برق کچھ روشنی کردیتی ہی تو اوسمین چلتے ہین - ف یعنی راستہ سوجھ جاتا ہی تو چند قدم اوٹھاتے
ہین - وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۔ اور جب اونپر تاریکی چھا لیتی ہی تو ٹھٹھک رہتے ہین - ف اس مثال مین اللہ تعالیٰ نے
بہت دقیق اسرار کے ساتھ منافقون کی تشبیہ فرمائی اور جامع کلام پاک سے اونکے مختلف وجوہ کے حالات جمع فرمائے - چنانچہ ایک جہت وہ ہی جو
نیشاپوری وسیوطی نے بیان کی کہ یہان تشبیہ مفرد بمفرد ہی اور مجموعہ بمجموعہ ہی چنانچہ نزول قرآن کو جو زندگی جاوید ہی اوسکو مینہ سے تشبیہ دی اور
قرآن مین جو کفر ونفاق مذموم کا بیان ہی وہ تاریکیان ہین اور اسپر سخت وعید عذاب دوزخ مشابہ برعد ہی اور اوسمین جو وحدانیت الٰہی وآیات قدرت کے
روشن دلائل مشابہ ببرق ہین جنکے سننے سے منافق اپنے کانون مین انگلیان دیتے اور اپنی عورتون کو مارتے اس خوف سے کہ وہ ان آیات کو سنکر
ضرور اسلام کی جانب مائل ہو جائینگی حالانکہ اوسکو وہ اپنے نزدیک موت سمجھتے تھے اگرچہ یہ روشن دلیلین اونکے دلون کو ہلا کرنے قابو کرتی ہین پھر جب
انہین سے کوئی بات اپنی خواہش کے موافق پاتے تو دو قدم اسلام پر چلتے پھر جب اونکی خواہش کی تاریکی ہجوم کرتی تو رک جاتے تھے جیسے عرائس مین
شیخ حسین رح سے نقل کیا کہ جب دینی باتون مین اونکو دنیاوی مراد ملی تو خوش ہوکر مالوف ہو گئے اور جب دنکے جو اس کے خلاف کوئی امر جو نور عقل سے
دریافت ہوتا ہی طاری ہوا تو مجہول ہو کر ٹھہر رہے - مترجم کہتا ہی کہ یہ تو ایک وجہ کا بیان ہی اور وجوہ دیگر کا بیان امام ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین باقوال
سلف صالحین رضی اللہ عنہم نقل کیا ولیکن سمجھدار کو چاہیے کہ مختصر بیان پر کفایت کرکے اپنی ایمانی سمجھ کے موافق ہر وجہ کو اپنے موقع پر محمول
کرے چنانچہ شیخ نے لکھا کہ نفاق جس قوم مین اللہ تعالیٰ نے رکھا وہ قوم بزدل وموت سے خوفناک ہوتی ہی کما فی قولہ تعالیٰ - ولکنہم قوم یفرقون
اور لکھا کہ برق وہ چمک ہی جو اس قسم کے منافقون کے دلون مین بعض اوقات نور ایمان سے پہونچ جاتی ہی اور برق اونکی بینائیون کو اوچک لینے کے
قریب ہی اسوجہ سے کہ انکی بصیرت کمزور اور ایمان ثابت نہین ہی - ابن عباس رض نے فرمایا کہ محکمات قرآنی ان منافقون کے مخفی عیوب پر دلالت کرتے
ہین اور دوسری روایت مین ابن عباس رض نے فرمایا کہ کلام حق کی روشنی اسقدر شدید ہی کہ انکی ذاتی بینائی اوچک لے یعنی ذاتی بینائی سے اوہام
وشکوک پیدا کرتے ہین لیکن جب نور کلام کی شدید روشنی انکے دل پر چمکی تو مانوس ہو کر کچھ دور اتباع کرتے ہین لیکن انکے قلوب قابل قبول نہین ہین
تو پھر وہی شکوک انکے دلون پر گھٹا کی طرح چھا جاتے ہین تو پھر متحیر ہو کر ٹھہر جاتے ہین - مترجم کہتا ہی کہ یہ تو اعتقاد کی جہت مین ہی اور اعمال کی
جہت مین بھی یہی حال ہی چنانچہ ابن عباس رض سے تیسری روایت مین ہی کہ جب منافقون کو عزت اسلام مین سے کچھ پہونچا تو مطمئن ہو جاتا ہی
اور جب امر تقدیری سے کوئی تکلیف پہونچی تو منقلب ہو جاتا ہی جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا - فان اصابہ خیر اطمان بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب
علی وجہہ - اور سعید بن جبیر نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جب نور اسلام سے روشنی چمکی تو اوسکے موافق ہو گئے پھر جب کفر مین گھسے تو تاریکی مین
متحیر کھڑے ہو گئے - شیخ نے یہی ایک جماعت صحابہ وتابعین سے نقل کرکے کہا کہ یہی اصح واظہر ہی اور قیامت مین بھی ان لوگون کا یہی حال ہوگا چنانچہ
جب اہل ایمان اپنے نور سے چلینگے تو منافقون مین سے بعض کو کم وبیش مسافت تک نور ملیگا اور بعض بالکل محروم ہونگے غرضکہ منافقون کا نور پایدار
نہوگا اور مومن کا نور ثابت واستوار ہوگا اگرچہ قلیل ہو چنانچہ عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہی کہ مومنین بقدر اپنے اعمال کے نور کے ساتھ صراط
پار کرینگے پس انہین سے بعض کا نور مثل پہاڑ کے ہوگا اور بعض کا نور مثل درخت خرما ہوگا اور سب سے کمتر اوس شخص کا نور ہی جسکے انگوٹھے پر
کبھی چمکیگا اور کبھی فرو ہو جائیگا (ابن جریر وابن ابی حاتم) اور حضرت ابن عباس رض نے کہا کہ موحدون مین سے کوئی نہین خالی ہوگا جسکو قیامت کے
دن کچھ نور نہ ہو اور رہے منافق تو اونکا نور بجھا دیا جائیگا پس اہل ایمان اس سے خوفناک ہو کر دعا مانگینگے کہ ربنا اتمم لنا نورنا - یعنی الٰہی ہمارا نور پورا
کر دے (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہی کہ یہ صراط پل جسپر جہنم ہی جو اس سے پار ہو گیا وہ جہنم سے چھوٹ گیا - اور حدیث سے ثابت ہی کہ جمیع انواع

کفر و شرک تو پہلے ہی اپنے اپنے پیشواؤن کے پیچھے جاکر جہنم مین پہونچ جائینگے اور مومنین اس پل صراط کی جانب روانہ ہونگے جنکے پیچھے منافقین بھی ہونگے اور منافقین اس پل سے پار ہونے پاوینگے لہذا ضحاک نے فرمایا کہ دنیا مین جو ایمان ہے وہ قیامت کے دن نور ہوکر ظاہر ہوگا پھر جب لوگ صراط تک پہونچینگے تو منافقون کا نور بجھا دیا جاویگا پس مومنین یہ بات دیکھکر ڈرینگے اور اپنے پروردگار عزوجل سے التجا کرینگے کہ الٰہی ہمارا نور پورا کردیا جائے۔ شیخ نے لکھا کہ جب یہ بات معلوم ہو چکی تو جاننا چاہیے کہ لوگون مین چند اقسام ہین بعض تو مومنین خالص ہین اور انکا بیان اس سورۂ مبارک کی اول چار آیات مین ہے۔ بعض کفار خالص ہین جنکا بیان بعد کی دو آیتون مین ہے۔ بعض منافق ہین۔ پھر منافق دو قسم ہین جنکا بیان دونون مثل مین ہوا پس مثل اول مین خالص منافقون کا بیان ہے اور مثل دوم مین متردد منافقون کا بیان ہے جنکا نور کبھی چمکتا اور کبھی بجھ جاتا ہے اور یہ لوگ بہ نسبت خالص منافقون کے ہلکے ہین۔ اور واضح ہو کہ سورۃ النور مین قولہ تعالیٰ۔ اللہ نور السموٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح الآیۃ۔ مین بھی فی تشبیہ مذکور ہے پس کوکب دری کی مثال ایسے مومن کا قلب ہے جو ایمان خالص پر مخلوق ہے اور اوسکو شریعت خالصہ سے مدد پہونچتی ہے جسمین کچھ کدورت و خلط نہین ہے۔ اور کفار کی مثال جو اپنے آپ کو کسی منزلت پر سمجھتے ہین حالانکہ یہ اونکا جہل مرکب ہے اسکے بعد بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ والذین کفروا اعمالہم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئا الآیۃ۔ یعنی ان کافرون کی مثل مانند سراب ہے کہ دور سے پیاسا اوسکو پانی سمجھتا ہے یہانتک کہ جب وہان پہونچا تو اوسکو کچھ بھی نہ پایا۔ اسیطرح کفار بھی اپنے جہل مرکب کے موافق اپنے اعمال کو مثمر جنت خیال کرتے ہین حالانکہ وہ کچھ بھی نہین ہین پھر اسکے بعد خالص کافرون کی مثال بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ او کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب الآیۃ۔ اسیطرح سورۂ واقعہ و سورۂ انسان مین اللہ تعالیٰ نے مومنین کی بھی دو قسمین بیان فرمائین پس حاصل یہ نکلا کہ مومنین کی دو قسمین ابرار و مقربین ہین اور اسیطرح کافرین کی بھی دو قسمین اصلی و تبعی ہین اسیطرح منافقین کی بھی دو قسمین خالص و متردد ہین اور واضح ہو کہ کبھی مومن مین اعتقاد کی راہ سے نفاق نہین ہوتا لیکن اعمال کی راہ سے نفاق ہوتا ہے چنانچہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسمین تین باتین ہون وہ خالص منافق ہے اور جسمین کوئی ایک ہوا اوسمین نفاق کی شاخ ہے یہانتک کہ اوسکو ترک کرے چنانچہ جب بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب اوسکو امانت سپرد کیجائے تو خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے (الصحیحین) اور بعض روایات مین چار باتین ہین اور چوتھی بات یہ کہ جب مخاصمہ کرے تو بدکاری کا برتاؤ کرے۔ شیخ نے لکھا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی مین کبھی ایمان کے ساتھ نفاق کی بھی شاخ ہوتی ہے۔ اور حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلوب چار ہین قلب اجرد جسمین شمع کی لو کیطرح روشن ہے اور قلب اغلف جو اپنے غلاف مین مربوط ہے اور قلب منکوس اور قلب مصفح پس قلب اجرد تو مومن کا دل ہے جسمین اوسکا نور مانند شمع کا فور کے روشن ہے اور قلب اغلف کافر کا دل ہے اور قلب منکوس منافق خالص کا دل ہے جسنے پہچانا پھر نہ مانا اور قلب مصفح وہ دل ہے جسمین ایمان کے ساتھ نفاق بھی ہو لیکن جسمین ایمان کی مثال مانند بقول کے ہے جو پاکیزہ پانی سے بڑھتا ہے اور اوسمین نفاق کی مثال مانند قرحہ کے ہے کہ کچلو ہو و پیپ سے بھرتا ہے پس اس قلب مین دونون مادہ مین سے جو غالب ہوا اوسیکا غلبہ ہوجاتا ہے (رواہ احمد باسناد حسن) م ع۔ مترجم کہتا ہے کہ منافقون کی قسم اول کے دل پر بھی بالکل مہر نہین ہوتی بلکہ وہ اوندھا ہو جاتا ہے اگرچہ قلب کافر کے مانند اوسکا انجام بھی خراب ہے اور منافقون کی قسم دوم کا دل اس قابل ہوتا ہے کہ اگر وہ نیک صحبت مع مردانہ ہمت کے اختیار کرے تو مراد کو پہونچ جاوے لیکن اوسنے اپنے کانون کو شیطانی باتین سننے مین لگایا اور حق باتون سے غافل کیا اور آنکھون کو بھی آیات عبرت سے ہٹا کر غفلت مین ڈالا تو مانند خالص منافق کے بربادی مین مبتلا ہوا۔ وَلَوْ شَاۤءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اونکے کانون و آنکھون کو اونکی سماعت و بصارت کو غیبت کرے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر
قادر ہی - ف سیوطیؒ نے لکھا کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اونکی باطنی سماعت و بینائی معدوم فرمائی ویسے ہی چاہے تو ظاہری سماعت
و بینائی کو بھی غیبت فرمادے - ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو جو امر اپنے بندون کے ساتھ از قسم عقوبت یا عفو منظور ہو سب اوسکے
قبضہ قدرت مین ہی پس جب چاہے اونکی سماعت و بینائی زائل فرمادے کیونکہ اونھون نے حق کو پہچاننے کے بعد چھوڑ دیا (**تنبیہ**) شیخ
ابن جریر و قرطبی وغیرہ ایک جماعت مفسرین نے یہان دونون مثالون کو ایک ہی معنے مین محمول کیا یعنے چاہو اندھیرے مین آگ روشن
کرنے والے سے منافقون کی مثال دو یا اندھیری رات مین پانی کی گھٹا مین چلنے والے سے مثال دو یعنے دونون مثالین برابر ہین اور یہی
زمخشری و بیضاوی وغیرہ کا مختار ہی اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ دو مثالین دو قسم منافقین کیواسطے بیان فرمائی گئین کیونکہ منافقین کے چند
اقسام ہین اور ہر ایک کے احوال و اعمال علیحدہ علیحدہ ہین چنانچہ سورہ براءۃ مین ہر ایک کے اقوال و افعال کا مفصل بیان ہی - (**تنبیہ ثانی**)
بعض روایات سے ثابت ہی کہ زیر عرش بعض سمندر ہین اللہ تعالےٰ اونسے باران رحمت کے بادل بھیجتا ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہی بات بنظر ہوا اسمین
صحیح ہی اسوجہ سے کہ بارش کی کیفیت اور اوسکے آثار اور کثرت و مقدار اور مزہ اسکو مستدعی ہی اسیواسطے بعض مفسرین نے اسی پر جزم کیا اور
اسکا انکار وہی شخص کریگا جو سوائے محسوس کے کسی چیز کا قائل نہین ہی حالانکہ محسوسات مادیات پر انحصار کرنا محض احمق کا کام ہی چنانچہ مقدمہ
مین اسکی کافی تردید گذری لیکن جب تک قوی روایت سے یہ امر ثابت نہو تب تک اسپر جزم نہین کرسکتے اگرچہ کوئی امر محال نہین ہی جیسا فرقہ مادیہ
مٹی کے پتلون نے قیاس دوڑایا ہی اور چونکہ انکا قیاس خود غیر محسوس ہی تو اوسکے اعتقاد کے موافق خود باطل ہی - رعد کو بیضاوی وغیرہ فلسفی
متکلمین نے لکھا کہ وہ آواز ہی جو ہوا کے جھونکے سے بادلون کے اجرام مضطرب ہونے سے نکلتی ہی اور یہی فلاسفہ کا قول ہی اور یہ غلط ہی یا یون کہا
جاوے کہ جیسے مادر زاد اندھے نے دوپہر کے وقت زمین پر ہاتھ رکھا تو کہا کہ یہ گرمی وہ ہی جو دن مین زمین پر ہاتھ رکھنے سے محسوس ہوتی ہی
کیونکہ اسکو آفتاب کی چمک نظر نہین آتی ہی اسیطرح سحاب مین سوائے ظاہری صورت کے جن لوگون کو کچھ معلوم نہین ہوتا وہ اسیطرح اٹکل دوڑاتے ہین
حالانکہ بلا خلاف یہ سحاب ایک مخلوق الٰہی ہی اور ہر مخلوق الٰہی مین قوائے ملکی اپنے اپنے اقسام پر ہین اور اسیطرح انتظام الٰہی تمام مخلوقات
مین جاری ہی چنانچہ حدیث ابن عباسؓ مین ہی کہ یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رعد کو دریافت کیا کہ رعد کیا چیز ہی یعنی یہودیون نے
توریت سے لیکر بطور امتحان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رعد کو دریافت کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ملائکہ مین سے
ایک ملک ہی جسکے ہاتھ مین مخاریق ناری ہین جنسے سحاب کو جہان اللہ تعالیٰ چاہتا ہی لیجاتا ہی تو یہودیون نے کہا کہ یہ آواز کیسی ہی جسکو ہم سنتے ہین
تو آپ نے فرمایا کہ سحاب کو زجر ہی تاکہ جہان حکم ہو وہانتک پہونچے یہودیون نے کہا کہ آپنے سچ فرمایا پھر کہنے لگے کہ ہمکو یہ بتلائیے کہ اسرائیل یعنے
یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کیا چیز حرام کرلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونکو عرق النساء کا مرض ہوا تو اونھون نے سوائے اونٹنی کے
گوشت و اونکے دودھ کے کوئی چیز اس مرض کے مناسب نہین پائی (کہ جس سے اس مرض کے پیدا ہونیکا احتمال ہو) پس اسواسطے اونٹون کا گوشت
اور دودھ اپنے اوپر حرام کرلیا یہودیون نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہین (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح غریب) اور ابن عباسؓ نے کہا کہ رعد
اوس فرشتہ کا نام ہی جو سحاب کو چلاتا ہی اور برق اوسکے تازیانہ نوری کی چمک ہی جس سے سحاب کو زجر کرتا ہی اور یہی اکثر سلف صحابہ رضی اللہ
عنہم سے منقول اور یہی علمائے ربانیین کا قول ہی اور جنہون نے فلاسفہ کی بات مانی کہ برق ایک آگ ہی جو بادلون کی رگڑ سے نکلتی ہی تو جہالت کا
تاک ملانے کے سوا کوئی علمی بات نپائی اور واضح ہو کہ صواعق ایک سلطنت آگ ہی جو ہاتھ فرشتہ سے بروقت ضرب کے جدا ہوتی ہی اور

قولہ تعالیٰ ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء الآیۃ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رعد و صواعق کی آواز سنتے تو فرماتے اللہم لا تقتلنا بغضبک ولا تہلکنا بعذابک وعافنا قبل ذلک یعنی الٰہی ہمکو اپنے غضب سے قتل نہ فرمائیو اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ فرمائیو اور اس سے پہلے عافیت عطا کیجیو (رواہ الترمذی) پھر اللہ تعالیٰ نے مومن و کافر و منافق سب کی کیفیت بیان فرما کر اہل کفر کو معرفت الٰہی و ایمان کا خطاب کیا بقولہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ الَّذِي

لوگو　بندگی کرو　اپنے رب کی　جس نے　بنایا تم کو　اور تم سے　اگلوں کو　شاید تم پرہیزگار ہو جاؤ　جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ

بنا دیا تم کو　زمین　بچھونا　اور آسمان　عمارت　اور اتارا　آسمان سے　پانی　پھر نکالے اس سے　میوے

رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

کھانا تمھارا　سو نہ ٹھہراؤ　اللہ کے برابر کوئی اور تم جانتے ہو

واضح ہو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن میں یا ایہا الناس کا خطاب اہل مکہ کے واسطے ہے اور یا ایہا الذین آمنوا کا خطاب اہل مدینہ کے واسطے ہے (ابن جریر وغیرہ) یہ خطاب بطریق ندا ہے اور بعض محققین نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی کا قول کچھ کلیہ نہیں ہے بلکہ اکثر ایسا واقع ہوا ہے کیونکہ سورۂ بقرہ و نساء و حجرات بالاتفاق مدنیہ ہیں حالانکہ انمیں یا ایہا الناس موجود ہے اور بعض نے فرمایا کہ مدنیہ سورۃ میں بھی یہ یا ایہا ممکن ہے کہ اہل مکہ کو خطاب کیا جاوے کیونکہ جیسے مکہ میں بیٹھکر مکہ والوں کی نصیحت منظور تھی ویسے ہی مدینہ سے بھی انکی ہدایت مقصود تھی تو سورۃ مدنیہ ہونے سے کوئی اشکال نہیں ہو سکتا اور مترجم کہتا ہے کہ یہ سب کلام اس بنا پر ہے کہ جب یہ خطاب نازل ہوا تھا اوس وقت کن لوگوں مخاطب کیا گیا تھا اور درحقیقت تو یہ خطاب اہل مکہ و تمام عرب و تمام دنیا بلکہ قیامت تک پیدا ہونیوالوں کو عام ہے حتیٰ کہ قیامت تک سبکو نصیحت لینا چاہیے کہ یَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ - اے لوگو توحید کرو اپنے رب کی - ف اور اوسکے ساتھ کسی قسم کا شریک نہ کرو نہ اعتقاد میں نہ صفت میں نہ فعل میں لیں اوسیکے واسطے عبادت کرو کیونکہ وہی خالق اور وہی منعم ہے - الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ - جسنے تمکو پیدا کیا اور اون لوگوں کو پیدا کیا جو تمسے پہلے تھے - ف پس استحقاق پر دلیل یہ ہے کہ سابق و لاحق انسانوں کا جو اشرف مخلوقات ہیں یہی خالق ہے اور یہ احسان انکی جان عطا کرنیکا اسوقت ہوا کہ یہ بالکل معدوم تھے پھر اپنی قدرت سے تم کو زندہ رکھا اور پرورش برزق و باہم پس الوہیت و عبادت اوسیکے واسطے خاص ہوئی جسنے تمکو پیدا کیا اور تمھاری زندگی باقی رہنے کی نعمتیں تمکو عطا فرمائیں پس ظاہر ہے کہ جو خالق و مالک منعم ہے وہی الوہیت والا مستحق عبادت ہے چنانچہ اول کا بیان یہ کیا - الذی خلقکم والذین من قبلکم - یعنی جسنے تمکو اور تمسے اگلوں کو پیدا کیا اور پیدا کرنیوالا بہ نسبت مالک کے بدرجہا بڑھکر ہے کیونکہ مالک تو کبھی اپنی مثل آدمی کا مالک ہوتا ہے جیسے آدمی اپنے غلام کا مالک کہلاتا ہے اگرچہ حدیث میں منع آیا کہ مالک کہا جاوے بلکہ آقا وغیرہ کہا جاوے کیونکہ حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور خالق وہی ہے جسنے موجود کیا تو وہ حقیقی مالک ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ خالق ہونیکی قوت و قدرت اوسیمیں ہوگی جو خود مخلوق نہو اسیواسطے اہل سنت نے کہا کہ کوئی شخص اپنے افعال کا خالق نہیں ہو سکتا بلکہ اسکے ارادہ کرنے پر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو وہ کام پیدا کر دیتا ہے اور نہیں چاہتا ہے تو نہیں پیدا کرتا ہے پس ہمارا ذات کا اور ہمارے افعال کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے تو اوسکی توحید و عبادت کرو - لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ - تاکہ تم اپنے آپکو بچاؤ -

ف یعنی آتش جہنم سے واضح ہو کہ لفظ لعل دراصل امید کے معنے میں آتا ہے تو یہاں ترجمہ یہ ہوا کہ شاید تم اپنے آپکو آگ سے بچاؤ پس وہ اگر اسی
معنے امید پر رکھا جاوے تو گویا اللہ تعالے نے ہم لوگون کو تنبیہ فرمائی کہ تم لوگ توحید الٰہی پر قائم ہو کر امیدوار رہو کہ اللہ تعالیٰ تمکو آگ سے نجات
دیوے پس اسمین کئی طرح کی معرفت عطا ہوئی اول یہ کہ اعبدوا ربکم ۔ کے لفظی معنے "اپنے رب کی عبادت کرو" اس سے مراد ہے اپنے رب کی توحید کرو"
چنانچہ یہی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح ہوئی ۔ دوم توحید و فرمانبرداری پر ذرہ برابر مغرور نہو بلکہ قبولیت کی التجا کرو اور امیدوار رہو کہ یہ بھی بندگی
ہو بیان اول یہ کہ جو عقائد مین مذکور ہے کہ کسی شخص کو یہ طاقت نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے لائق اوسکی عبادت کر سکے کیونکہ مخلوق سے
جو عبادت پیدا ہو وہ بھی مخلوق ہوگی اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی شان خالق ہے تو اوسکی بارگاہ کبریائی کے لائق جب خود آدمی نہین ہے تو آدمی سے
جو چیز پیدا ہوئی یعنے عبادت وہ کہان اوسکی بارگاہ کے لائق ہو سکتی ہے اور اوسکی شان عالی مین کسی قسم کی احتیاج نہین ہے کیونکہ احتیاج تو
ایک نقص ہوتا ہے اور اللہ تعالے ہر نقص سے پاک ہے اور اوسکی سب صفات کامل ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ کی صفت الصمد الغنی الحمید ہے اور اسیواسطے
قیامت کے روز تمام انبیا علیہم السلام باوجود کمال طاعت کے نفسی نفسی کہینگے اور اسیواسطے ہر بندہ مومن یہ خوف کرتا ہے کہ اللہ تعالے
جو کچھ مواخذہ فرماوے سب صحیح ہے کیونکہ اوسکی بارگاہ کے لائق کوئی عبادت ادا ہونا ممکن نہین ہے لیکن اللہ عزوجل نے اپنی رحمت سے جو کچھ
بندون سے ممکن تھا یعنے حکم کی فرمانبرداری کرنا اسی پر اکتفا فرمایا چنانچہ جس بندے نے موافق حکم کے روزہ نماز ادا کیا وہ مقبول ہوا اور اسپر
مزید رحمت یہ ہے کہ یہ اعمال صالحہ بھی بندون ہی کو دیدیئے حتی کہ ہر ایک شخص اپنے اعمال کے موافق آخرت کے درجات پاویگا پس خلاصہ یہ
ہوا کہ کسی شخص کو اوسکے اعمال جنت مین داخل نہین کرینگے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی رحمت سے اونکی فرمانبرداری قبول فرماکر اوکے واسطے جنت مین داخل ہونے کا حکم دیگا
چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ تم مین سے کسی کو اوسکے اعمال داخل جنت نہین کرینگے پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ
کیا آپکو بھی آپ کے اعمال داخل نہین کرینگے تو فرمایا کہ مین بھی نہین مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانک لے ۔ (صحیحین وغیرہ) پھر جب رحمت الٰہی
عزوجل سے فرمانبرداری قبول ہو کر جنت مین جائینگے تو وہان اپنے اپنے اعمال کے مراتب عالیہ پاوینگے معرفت دوم یہ کہ جب اونھون نے موافق حکم کے فرمانبرداری
ادا کی تو کوئی شخص یہ نہین جان سکتا کہ مین نے خالص نیت کے ساتھ بخشوع وخضوع فرمانبرداری ادا کی یا نہین لہذا اللہ تعالی نے اپنے نیک بندون کی
فرمانبرداری بیان کرکے فرمایا کہ ۔ وہم من خشیۃ ربہم مشفقون ۔ یعنے اپنے پروردگار کی ناخوشی سے ڈرتے رہتے ہین پس باوجود فرمانبرداری کے اونکو یہ خوف
ہے کہ اونکے اعمال مردود ہو جاوین لہذا یہان ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اپنے رب عزوجل کی توحید ہی عبادت کرو جسنے تمکو اور تمسے پہلے لوگون کو
پیدا کر دیا شاید تم عذاب الٰہی سے بچو یعنے اوسکی شان کے لائق عبادت نہین کر سکتے ہو مگر فرمانبرداری جو تمسے ممکن ہے ادا کرکے امید لگاؤ کہ
شاید نجات پاؤ ۔ اور حدیث مین ثابت ہے کہ اللہ تعالی اس سے اعلی ہے کہ بندہ اوسکی طرف امید لگاوے پھر وہ محروم کیا جاوے ۔ اور حدیث
قدسی مین ہے کہ بندہ سچے دل سے جو آرزو میری طرف لگاتا ہے مین اوسکی آرزو پر ہون ۔ اور بعض علما نے کہا کہ لفظ لعل یہان کی ہے یعنی توحید کی
عبادت کرو تاکہ تمکو نجات ہو پس بندون کے سمجھنے کے واسطے یہی کافی تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی مستحق عبادت ہے جسنے ہم سب کو پیدا کیا پھر اسکے
ساتھ بعد پیدایش کے انعام بھی بیان فرمایا لقولہ تعالے ۔ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا ۔ جسنے تمھارے واسطے زمین کو
بچھونا بنایا ۔ ف کہ وہ بچھونے کی طرح نرم ہے ڈولا ہے نہ دلدل ہے نہ پتھر کے مانند سخت ہے اور نہ اوسکو ہلاڈولا آتا ہے کیونکہ پہاڑون سے اس
مشت خاک کو مضبوط کر دیا ہے ۔ وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۔ اور آسمان کو چھت بنادیا ۔ ف چنانچہ فرمایا ۔ وجعلنا السماء سقفا محفوظا وہم عن
آیاتہا معرضون ۔ یعنی ہمنے آسمان کو محفوظ چھت بنایا حالانکہ کافر لوگ آسمانی آیات قدرت سے منہ موڑے ہین ۔ ھ ۔ اور لطف یہ ہے کہ

اسی چھت سے اونکو طرح طرح کے رزق ملتے ہین اور روشنی تاریکی کی راحت حاصل ہوتی ہی اور اسکے آیات قدرت کا بیان انشاء اللہ تعالی آویگا۔ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ۔ اور آسمان سے پانی اوتارا پس اوسکے ذریعہ سے طرح طرح کے پھل نکالے حالانکہ وہ تمھارے واسطے رزق ہین۔ ف یعنی تم اور تمھارے جانور اوس سے رزق پاتے ہو پس جب وہی خالق اور وہی منعم اور وہی رازق ہی اور یہ صفات کمال جب اوسکی ذات پاک مین ہین تو کوئی ذرہ اوسکی قدرت سے خارج بھی نہین ہوسکتا اور جمیع صفات کاملہ اوسمین موجود ہین تو وہی مستحق عبادت ہوا۔ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ پس تم اللہ کے واسطے انداد مت بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔ ف۔ یعنی عقل رکھتے ہو کہ اللہ تعالے کے ساتھ کوئی ضد و ند و شریک نہین ہوسکتا یعنی جب تمنے جانا کہ اللہ تعالے خالق و قادر و علیم و حکیم و تمام مخلوقات اوسکے قبضہ قدرت مین مسخر ہین اور اوسیکے زندہ رکھنے سے انکی زندگی قائم ہی تو ممکن نہین کہ کوئی دوسری چیز درمیان مین تصرف کر سکے کیونکہ جو چیز مثلاً اللہ تعالے کے قبضہ مین مسخر ہی اوسپر دوسرے کا تصرف کیونکر وارد ہوسکتا ہی اور دوسرا اپنا تصرف کیونکر لائیگا کیونکہ وہ خود اللہ تعالے کی مخلوق ہی اور اوسکا تصرف بھی اللہ تعالے ہی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوسکتا ہی تو کسی چیز کا درمیان مین دخل ممکن نہین کیونکہ کوئی چیز اللہ تعالے کے قبضہ قدرت سے تجاوز نہین کر سکتی پھر اوسکو تصرف کرنیکی مجال نہین حاصل ہوسکتی ہی پس اہل شرک کے واسطے نفیس تنبیہ ہوگئی کہ جب تم اللہ تعالی کی شان اعلی پر غور کرو تو صاف جان لوگے کہ بغیر فعل الٰہی عز و جل کے ایک ذرہ جنبش نہین کر سکتا تو بتون وغیرہ کو اپنا معبود یا متصرف بنانا محض حماقت ہی۔ (المعرفۃ) اولیائے الٰہی عز و جل از قسم ابدال وغیرہ

جو موافق توضیح حضرت سید جیلانی قدس سرہ کے اپنی ارادات سے فانی ومحض ارادات حق عزوجل سے باقی ہین تو انکو تقدیرات الٰہی عزوجل مین کچھ
اختیار نہین اور نہ خطرات غیر ہین پس انکے افعال وہی ہین جو اللہ تعالے چاہے اور کبھی انکی کرامات کے لیے ظاہر مین خرق عادات پیدا فرماتا ہے پس جسنے
انکو خود مختار قادر جانا وہ احمق گمراہ ہے جیسا کہ شیخ ابو الحسن رح نے قصہ ابراہیم ادہم مین مصرح لکھا ہے پس حق عزوجل ہی خالق وقادر و فاعل مختار ہے کسیکو کچھ بھی
پیدا کرنیکی قدرت نہین بلکہ اللہ تعالی ہی اپنے بندگان صالحین سے کرامت پیدا کرتا اور انبیاے کاملین سے معجزات پیدا کرتا ہے (تنبیہ) جس
بندے کے دل مین نیک افعال کی نیت پیدا کی گئی تو صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جس کمال خوبی سے
اسکے دل مین شوق ونیت ہے اسی طرح کامل ثواب عطا ہوتا ہے پھر اگر وہ اس نیکی کو عمل مین لایا یعنے خالق عزوجل نے خارج مین اسکو خلق فرمایا تو دس
گونہ ثواب سے جہانتک زائد اخلاص وغیرہ ہو لکھا جاتا ہے اسی سے کہا گیا کہ مومن کی نیت اسکے عمل مین لانے سے بہتر ہے- اور بدی کا گناہ جب ہی
لکھا جاتا ہے کہ عمل مین لائے- مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ فعل صرف باطنی ہے مثلا کسی صالح کی نسبت بدگمانی کرنا تو جب تک خطرہ ہے تب تک کچھ نہین ہے حتی کہ
اگر اوسنے خطرہ کو دور کر دیا تو بھی موافق حدیث صحیح کے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسنے اس بدگمانی کو جمالیا تو گناہ کا مرتکب ہو گیا اور اگر یہ فعل خارجی
ہے مثلا شراب خواری تو جب ہی گناہ لکھا جائیگا کہ خارج مین شراب پی لے- (تنبیہ) اللہ تعالے نے اس آیت قدسی مین زمین کو فرش پیدا
کرنے کا بیان فرمایا پس اگر زمین مستوی ہو تو فرش ہونا ظاہر ہے اور اگر مدور ہو تو بھی امام رازی وغیرہ نے لکھا کہ جرم زمین بنسبت جثہ جسم انسانی کے
بہت کبیر وسیع ہے پس وہ اسکے واسطے فرش ہو سکتی ہے- مترجم کہتا ہے کہ تمام قومون نے اس امر پر اجماع کیا کہ خشکی سے پانی ہفت گونہ سے زیادہ
ہے پس اللہ تعالی کی قدرت عجیب یہ ہے کہ خشکی کو اسقدر عمیق کثیر سمندر جو محیط ہین نہایت کھاری وتلخ پانی ہے لیکن لطیف حکمت الٰہی عزوجل
سے خشکی مین اوسکا اثر ظاہر نہین ہوتا حتی کہ اسکے کنوین و دریا آب شیرین سے بھرے رہتے ہین- دوم یہ کہ یہ خشکی کا ڈھیلا اس کثیر پانی مین نہین
گلتا بلکہ چھوٹے چھوٹے ٹاپو جو سمندرون کے اندر پائے جاتے ہین بدستور رہتے ہین بلکہ کبھی اونمین زیادتی ہو جاتی ہے اور اہل حق کے نزدیک انکی
حکمت لطیف قدرت الٰہی عزوجل ہے اور اہل باطل جو کچھ بیہودہ گوئی اس مقام پر کرتے ہین مترجم نے انکے خیالات حماقت کو مقدمہ مین رد کر دیا ہے
(تنبیہ) اللہ تعالے نے آسمان کو محفوظ چھت پیدا کرنیکا بیان فرمایا اور وہ حسی عقلی دلائل سے قطعا موجود ہے مگر بعضے احمق اس بدیہی سے انکار
کرتے ہین جنکی تردید بدلائل قطعیہ مقدمہ مین مذکور ہے اور کچھ شک نہین کہ جو بدیہیات سے منکر ہوا اور دلائل عقلیہ کے سمجھنے سے قاصر ہوا اوسمین
اور جانورون مین بہت کم فرق ہے- (حکمت) اللہ تعالے نے اس آیت مین انواع ثمرات پیدا کرنیکا بیان فرمایا اور ہر ایک شخص دیکھتا ہے کہ آدمیون
و جانورون کی غذا اور دوا کے اناج و پھل و میوہ جات و ترکاریان اسی زمین سے پیدا ہوتی ہین اور یہ بات ظاہر ہے کہ ابتدائی وجود کے واسطے زمین سے
خارج آسمان وغیرہ سے کوئی بیج نہین لائے گئے بلکہ اللہ تعالے عزوجل نے حکمت کاملہ کے ساتھ آسمانی پانی و زمینی مٹی کے امتزاج سے ان ثمرات
کے اصول پیدا کیے جیسے جسم آدم علیہ السلام کو قدرت کاملہ کے ساتھ پانی و مٹی کے خمیر سے ترکیب دیا پس عجب شان حکمت ہے کہ جسم آدمی کو
اسی خاکی ترکیب سے ایجاد فرمایا اور اسی خاک سے اوسکے واسطے عجیب عجیب مختلف شکلون مین طرح طرح کے مزہ و آثار وخواص کے ساتھ غذائین
پیدا کین جس سے اس جسم کا بقا ہے اور اسی حکمت کی تعلیم سے طبیبون کو صحت اجسام کے واسطے علاج کی تفہیم ہوئی تا کہ عظیم قدرت الٰہی عزوجل کا
شکریہ ادا کرین مثلا جسم مین رطوبت کا جزو کم ہو کر خشکی سے مرض پیدا ہوا تو جب اوسکی غذا مین ایسا پھل پایا جاوے جس سے رطوبت کثیر پیدا ہو کر
جزو بدن ہوتی ہے تو اوس یبوست کا علاج ہو جائیگا اسیطرح جسم انسانی کی ترکیب سے سونے چاندی جواہرات و فولاد پارہ سے جمادات مین سے کوئی
جزو ضعیف ہوا تو اسی نباتاتی یا جماداتی جزو کو خواہ بطور ہضم یا کشتہ کے جزو بدن کرنے سے صحت حاصل ہو جائیگی اور اسکے ساتھ ہی ہضم وغیرہ

کی قوتون اور خون وگوشت وغیرہ کی پیدایش آثار اور جسم مین گون سے نہرون کا سلسلہ آثار کمال قدرت وصنائع حکمت الٰہی عزوجل ہین پس ظاہر کر
کی بدبختی پر افسوس ہی جو ان صنائع وبدائع سے غافل ہوکر باطل شرک کا معتقد ہوتا ہی۔ (تنبیہ) اللہ تعالے نے سمندرون کے کھاری پانی کو
اس زمین سے ممنوع فرمایا تاکہ خشکی کے رہنے والے شیرین پانی سے اپنی زندگی مین آرام اوٹھاوین اور جملہ حیوانات ونباتات تندرستی سے زندہ
رہین اور اونکی پیداوار ہو لیکن پانی جب سمندر مین سے نہین ہی تو ضرور ترکیب سماوی ہی کیونکہ بارش کا پانی تو ایک وقت خاص مین محدود
ہوتا ہی حالانکہ زمین کے اندر سے نہایت شیرین چشمے اوبلتے ہین پس یہ پیدایش خاص ہی جو اللہ عزوجل نے پیدا کرکے وقت اس خشکی کے اندر مقرر
فرمایا اور یہ سمندرون سے چوسا ہوا پانی نہین ہی کیونکہ محض شور ہی پس جو شخص قلب سلیم کے ساتھ سمجھے کہ اللہ تعالے نے اپنی رحمت سے
انسان کو پیدا کیا حالانکہ وہ محض معدوم تھا اور اوسکو کسی قسم کا استحقاق ممکن نہ تھا اسواسطے کہ اوسوقت اوسکی ذات ہی معدوم تھی تو کسی قسم کا
دعوی استحقاق ممکن نہین پھر پیدا ہونے کے بعض احمق منشیون کو دیکھو کہ وہ اپنے واسطے استحقاق ثابت کرتے حتی کہ بعضے کہتے ہین
کہ اگر یہ بات نہو تو ہمارے اوپر ظلم ہوگا اور یہ اوسکی حماقت ہی کیونکہ کسی مخلوق کو جب ذاتی استحقاق نہین ہی تو فعلی استحقاق کہان سے ہوگا بلکہ خالق
عزوجل کا محض احسان ہی جو اوسنے گوشت وپوست و ذرہ ذرہ کا مالک ہی پس مخلوق سوا اسکے ہرطرح احسان مانے وشکر کرنے کے ہرگز کسی طرح کا
دعوی نہین رکھتا اور خالق عزوجل جسطرح چاہے تصرف فرماوے کسی مخلوق کو مجال نہین کہ ظلم کا کلمہ زبان پر لاوے بلکہ اوسپر فرض ہی کہ اپنی ذات
سے احسانات الٰہی عزوجل شمار کرنا شروع کرے اور سمجھے کہ ہر سانس کی آمد ورفت اوسپر دوچند احسان ہی پھر اوسکی سانسین تمام ہوجائینگی مگر
احسانات الٰہی عزوجل شمار کرنا محال ہوگا پھر اوسپر یہ بہت ہی بڑا احسان ہی کہ اونکو دائمی نعمت و درجات جنت وقرب سبب اخلاق ہا اور عقول
مطلق ماننے کے واسطے اپنے بندگان خاص انبیا علیہم السلام کو اونکی ہدایت کے واسطے بھیجا چونکہ اصل یہ کہ خیرخواہ ہین اور کوئی اجرت نہ مال انسے
نہین چاہتے ہین اپنا تصور نہ لکے کدورات اوہام ووساوس شیطان وخطرات نفس کا ہجوم انکی عقل سے دور فرماکر انکو معرفت حق عزوجل و تزکیہ
نفس کی تعلیم فرمائی اسطرح کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب حق اپنے پیغمبر افضل الخلق صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرماکر نہایت لطافت کے ساتھ دلائل
معرفت سکھلائے از انجملہ یہ ہی کہ تم لوگ مخلوق ہو اور مخلوق کے واسطے خالق بدیہی ہی اور خالق وہ ہوتا ہی جو کسی چیز کا محتاج نہو بلکہ ہر مخلوق ہر
ساعت مین اوسکی محتاج ہو اور وہ مخلوق کو عدم سے موجود کرتا ہی پس وہ اوسکے گوشت وپوست ذرہ ذرہ کا مالک ہوتا ہی پس مخلوق کا وجود
پیدا کرنا اور جس حکمت کے ساتھ یہ مخلوق اپنی زندگی بسر کرے اور فنا ہو جاوے وہ اسباب بنا دینا وہ اپنی پر ہی اسکے واسطے الوہیت ہی اور مخلوق
کو سوا اسکے کسی سے ایک ذرہ نہین مل سکتا پس تعلیم فرمایا کہ اے لوگو تم اپنے رب عزوجل ہی کی الوہیت مان کر اوسکی فرمانبرداری کرو جسنے تمکو
اور تمسے اگلون کو پیدا فرمایا اور اوسی نے تمہارے واسطے ہرطرح زندگی کا رزق دیا پس اپنے خالق عزوجل کی کسی صفت مین یا کسی فعل مین کسی کو
شریک نہ بناو پھر صفت مین شریک بنانیکی یہ صورت ہی کہ اللہ تعالی عزوجل کے واسطے جو صفات مانند خالق ورازق وعلیم وخبیر وغیرہ ہین انمین سے
کوئی صفت دوسرے مین سمجھے مثلا خالق چنانچہ اگر کسی نے اعتقاد کیا کہ فلان شخص چاہے تو اوسکے بچہ پیدا کرے یا اوسنے سمجھا کہ مین اپنے
افعال کا پیدا کرنیوالا خود ہون تو یہ شرک ہی اسیطرح اگر کسیکو عالم الغیب جانے تو شرک ہی اسیطرح اگر کسی شخص کا حکم بغیر حکم الٰہی کے ایسا جانا
اپنے اوپر فرض سمجھے جیسے نصرانی لوگ اعتقاد کرتے ہین کہ جو کچھ پوپ چاہے حکم دے اور وہی ہمپر فرض ہی تو یہ شرک ہی چنانچہ قوله تعالی اتخذوا
احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے آویگا اسی طرح پانی برسانے وہوا چلانے وغیرہ افعال کائنات
مین اگر کسی چیز کی شرکت سمجھے تو شرک ہی مثلا اگر فلان درویش چاہے تو پانی برسے یا وہ چاہے تو جھڑی موقوف ہوجائے تو یہ شخص مشرک ہو تو

ہی ہان اگر یہ اعتقاد ہو کہ فلان شخص بدلیل اتباع سنت و شریعت کے ہمارے نزدیک درویش و لی نظر آتا ہی لیکن اگر وہ رب عز وجل کی بارگاہ
مین عاجزی کرے تو امید ہی کہ اللہ تعالیٰ اوسکی دعا قبول فرماویگا کیونکہ یہ درویش اپنے رب عزوجل کا فرمانبردار ہی اور رب عز وجل اپنے فرمانبردار
بندون کو کرامت عنایت کرتا ہی تو یہ اعتقاد صحیح ہے۔ امام ابن کثیرؒ کی تفسیر مین ہی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ گناہون مین سے کون گناہ عند اللہ سب سے بڑا ہی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تو سا جھی بناوے حالانکہ اوسنے تجھے
پیدا فرمایا الحدیث۔ (صحیحین) دوسری حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی ہرگز یون نہ کہے کہ
اللہ تعالیٰ اور فلان چاہے (تو ایسا ہو جائے) بلکہ اوسکو یون کہنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے پھر فلان شخص چاہے (الصحاح) یعنی اللہ تعالیٰ
جب کسی کام کو چاہتا ہی تو بغیر کسی سبب ظاہری کے پیدا کرتا ہی ولیکن اللہ تعالیٰ نے جو امتحانی تدبیر کی حکمت جاری فرمائی ہی تو اوسمین عام طریقہ
یہ ہی کہ مثلاً کسی شخص کو سو روپیہ وجہ معاش عطا فرمانا منظور ہی تو کسی مخلوق کے دل مین یہ خواہش پیدا کرتا ہی اور صاحب معاش پر
طلب کا فعل لازم کر دیا ہی پھر اوسمین یہ فعل پیدا فرماتا ہی اور کام پورا کر دیتا ہی اور یہ سب امور اوسکے علم سابق سے تقدیر مین جاری ہو چکے ہین
شیخ نے لکھا کہ طفیل بن سخبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ چند آدمیون کی جماعت پر میرا گزر ہوا۔ مین نے پوچھا
کہ تم کون لوگ ہو۔ اونھون نے کہا کہ ہم یہود ہین۔ مین نے کہا کہ تم البتہ ایک قوم تھے اگر تمھارا یہ قول نہوتا کہ عزیر بیٹا اللہ کا ہی۔ وہ لوگ بولے
کہ تم بھی قوم تھے اگر تم یون نہ کہو کہ ما شاء اللہ و شاء محمد یعنی اللہ و محمد صلعم نے چاہا۔ پھر روانہ ہوا اور میرا گذر ایک جماعت پر ہوا کہ جنھون نے
کہا کہ ہم نصاریٰ ہین تو مین نے کہا کہ تم البتہ ایک قوم ہوتے اگر تمھارا یہ قول نہوتا کہ مسیح ابن اللہ ہی۔ انھون نے کہا کہ تم بھی قوم ہوا اگر یون نہ کہو
ما شاء اللہ و شاء محمد۔ پھر صبح کو مین نے جس کسی سے کہا ہوا اس سے کہا ہوا اسکے بعد مین نے حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواب بیان
کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا تو نے کسی سے یہ خواب بیان کیا ہی۔ مین نے عرض کیا کہ ہان پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی
حمد و ثنا کے بعد بیان فرمایا کہ طفیل نے ایک خواب دیکھا اور تم مین سے جس شخص سے بیان کیا اس سے بیان کر چکا اور تم یہ کلمہ ایسا کہا کرتے تھے
جسکے تمکو منع کرنے سے مجھے ایسے اور ایسے امور مانع تھے اولیٰ یہ تم لوگ ما شاء اللہ و شاء محمد مت کہا کرو بلکہ ما شاء اللہ وحدہ کہا کرو۔ یعنی فقط
ما شاء اللہ کہو اور کچھ شریک مت کرو۔ رواہ حماد بن سلمۃ و قد اخرجہ ابن مردویہ و ابن ماجہ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے
آنحضرت صلعم سے کہا کہ ما شاء اللہ و شئت۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے چاہا اور آپ نے چاہا۔ (تو یہ کام ہوا مثلاً) تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا
تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کا ہمسر بنایا ہی بلکہ تو فقط ما شاء اللہ وحدہ کہا کر (رواہ النسائی و ابن ماجہ و ابن مردویہ) مترجم کہتا ہی کہ اسکی اسناد مین اجلح بن
عبد اللہ ابو حجیۃ الکندی راوی مین کلام ہی اور اصح یہ کہ وہ حسن الحدیث ثقہ ہی۔ شیخ نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
مشیت سے شرک ارادہ نہین کرتے تھے کیونکہ ایمان توحید بدیہی لیا گیا تھا پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ظاہری
کلمہ بھی ایسی صورت پر نہو جیسے بت پرستون یہود و نصاریٰ کو شبہہ پیدا ہو۔ مترجم کہتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باب توحید مین اہتمام بلیغ
فرماتے تھے حتی کہ مطرف بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے وفود مین انکو سید کہنے سے منع فرمایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی سید ہی۔ حالانکہ دوسرون کو
منع نہین فرمایا بلکہ خود حدیث مین ہی کہ مین سید اولاد آدم ہون۔ حاصل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معرفت قلوب عطا ہوئی تھی پس جس قلب
مین ایسے الفاظ سے بارگاہ الٰہی عزوجل سے غفلت دیکھتے تھے اسکو منع فرماتے تھے اور جنمین توحید باری تعالیٰ کا جزم پاتے اور اللہ تعالیٰ ہی
فعل سے بندہ مین مشیت دیکھتے یا اللہ تعالیٰ ہی کے ندا کرنے سے سبب ہونا دیکھتے اوسکو منع نہین فرماتے تھے اسی طرح انبیاء علیہم السلام مین

بھیجا

تفاضل منصوص ہی یعنی اللہ تعالیٰ نے نص فرمایا کہ رسولوں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضل عطا کیا ہی لیکن چاہیے کہ ہر پیغمبر کے حق میں فضل
آلٰہی پر نظر رکھے اور فاضل و مفضول دونوں کی شرافت ملحوظ رکھے اور اگر فضیلت دینا بنظر تعصب ہو جیسے یہودی حضرت موسیٰ کو اور نصرانی حضرت
عیسیٰ کو اور مسلم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حمیت و تعصب سے فضیلت دے تو یہ فعل شیطانی ہو بہا ہے لہذا حدیث میں منع آیا کہ باہم انبیاء
علیہم السلام میں تفاضل نکیا کرو تو یہ ممانعت اسی تعصب کی وجہ سے ہی چنانچہ قولہ تعالیٰ - تلک الرسل فضلنا بعضھم الآیۃ کی تفسیر میں آویگا غرضکہ
نیت و قلب کی حالت معتبر ہی لیکن جو الفاظ کہ ظاہر میں شرک کا وہم دلاتے وہ فقہاء کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی اگرچہ باطن میں شرک نہو شیخ نے
لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قولہ تعالیٰ - فلا تجعلوا للہ اندادا - میں فرمایا کہ انداد شرک خفی ہی اور جانا کہ کہ صفا پر اندھیری رات میں چیونٹی کی چال
جسقدر مخفی ہوتی ہی شرک مذکور اس سے بھی زیادہ مخفی ہی اور اسکی مثالیں یہ ہیں کہ آدمی کہتا ہی کہ تیری جان کی قسم اور تیرے سر کی قسم - اور کہتا ہی
کہ اگر یہ کتا نہوتا تو ہمارے یہاں بھی چور گھستے - اور اگر یہ بط نہوتی تو چور ان سے بچاؤ نہوتا - اور کہتا ہی کہ لولا اللہ تعالیٰ ہو اور تم ہو - اور کہتا ہی
کہ اگر یہ شخص نہوتا تو ہم مر چکے ہوتے یہ سب شرک خفی ہیں - (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہی کہ یہ کلام نفیس معرفت ہی اور اسمیں تفصیل یہ ہی
جان و سر کی قسم تو مطلقا حرام ہی اور کتا و بط وغیرہ کا کلمہ بول چال میں جاری ہی لیکن جو لوگ اہل ایمان ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی توحید سے غافل نہیں
ہوتے اور مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت [illegible] میں جاری ہوئی کہ اسنے میری حفاظت فرمائی جسکا ظاہری عنوان اس بلا کا شعور واقع ہوا اور فاعل
حقیقی اللہ تعالیٰ ہی - اسی طرح دیگر کلمات مثلاً چنے کھائے تھے تو پیٹ میں درد ہوا - زید نے مجھے مارا - فلان دوا سے اچھا ہو گیا - اگر یہ لڑکا شوق
کرتا تو پڑھ جاتا - پس ان سب صورتوں میں بندہ مومن جملہ امور کو اللہ تعالیٰ عزوجل کے فعل سے جانتا ہی اور وہی مطلب لیتا ہی اور واضح ہو کہ زید سے
جو فعل ظلم ظاہر ہوا تو اسکی خواہش فساد پر اللہ تعالیٰ نے اسمیں یہ فعل پیدا کیا جس سے زید میں یہ صفت آئی جیسے کسی شیشہ میں گلاب بھر کر تو شیشہ میں
یہ صفت ہی نہ بھرنے والے میں - اسی طرح جس شیشہ میں قارورہ رکھا گیا تو شیشہ نجس ہی نہ بھرنے والا - اور رنگریز کے سرخ رنگنے سے کپڑا سرخ ہی نہ رنگریز
پھر جبکہ زید میں صفت ظلم آئی تھی کہ وہ ظالم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی کہ قاضی شرع سے مخاصمہ کرو جو زید کو سزا دیگا تاکہ آیندہ یہ خواہش
نہو اور اس امر میں زیادہ تطویل کی گنجائش نہیں ہی بلکہ پورا بیان خود عاقل کر دیتا ہی اور بدون اس نور کے خالی بیان مفید نہیں ہی - حاصل مقام یہ کہ شرک
خفی سے احتراز واجب ہی حتی کہ جس شخص نے جانا اور ایمان لایا کہ فرمانبرداری صرف حق عزوجل کے واسطے ہی پس اللہ تعالیٰ نے جس طرح شریعت میں
فرمانبرداری مخصوص فرمائی تھی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اکابر و والدین وغیرہ کی فرمانبرداری سب بحکم آلٰہی عزوجل
ہی وقد قال تعالیٰ - من یطع الرسول فقد اطاع اللہ - اور اسکے جزئیات بیان کرنے سے کلیہ قاعدہ یہ کہ موافق شریعت سنت کے طاعت آلٰہی ہی پھر
جسنے خلاف شریعت کے اپنی خواہش نفس کی تابعداری کی وہ شرک خفی میں پڑگیا حتی کہ اگر عالم و درویش کی تابعداری صرف اسی کے قول کو مستقل
سمجھے جیسے یہود و نصاریٰ کرتے تھے اور اب بھی نصرانیوں میں پوپ کو اختیار ہی کہ ماہ صیام کو جب چاہے بدل دے تو یہ بھی شرک ہی چنانچہ
قولہ تعالیٰ - اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ الآیۃ - کی تفسیر میں آویگا - پس خلاف شریعت کے کسی شخص کی یا اپنے نفس کی پیروی
کرنا بھی شرک خفی ہی - (مسئلہ) جس جاہل نے زعم کیا کہ فلان بزرگ کے نام کی چوٹی اس بچہ کے سر پر ہی تاکہ زندہ رہے ورنہ مر جائیگا -
یا جب پیدا ہوتا ہی تو فلان بزرگ کے نام پر پکارتے ہیں تاکہ زندہ رہے - یہ سب شرک جلی و کفر صریح ہی اور ایسا شخص ایسے اعتقاد سے مرتد
ہوکر اسلام سے خارج ہوا اور اسکی جورو کا نکاح باطل ہو گیا - (مسئلہ) نوروز یا بڑے دن میں کسی مجوس و نصرانی وغیرہ کافر کو ان کی
تعظیم کے طور پر ڈالی وہدیہ بھیجا تو مشائخ کبار نے اسکے کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا ہی چنانچہ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں مصرح ہی - واضح ہو کہ ایمان

بزرگ لعنت ہی کہ کوئی دولت اسکے پاسنگ مین نہین آسکتی ہی اور شیطان اسکا قطعی دشمن ہی اور آدمی کے ساتھ آل و اولاد اور ہوا و ہوس لگی
ہوئی ہین جو تقدیری آفت و مرض ہے جسمین ضرور مبتلا ہوتی ہین اور اسوقت مین طبیعت جسمانی کے جوش حماقت سے آدمی کوشش کرتا ہی
کہ شاید وہ تقدیر کا لکھا بدل جاویگا اور شرک جلی و خفی کرنے لگتا ہی حالانکہ عقلی نور سے استقامت یہ تھی کہ تقدیر نہین بدلتی تو شرک مین ایمان
کھونا کتنا عظیم و خسارہ شدید ہی پس لازم ہی کہ شرک جلی و خفی سے بچاؤ رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی کی جناب مین نماز کے اندر اھدنا الصراط المستقیم الآیۃ
سے تمام تضرع التجا لاوے شیخ رحمہ اللہ نے اس مقام پر لکھا کہ آیت کریمہ کے معنے مین حدیث حارث اشعری رضی اللہ عنہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ کلمات کی وحی بھیجی کہ خود انپر عمل کرے اور بنی اسرائیل کو انپر عمل کرنے
کی تاکید فرماوے اور یحییٰ اس پیغام کی عظمت سے قریب تھا کہ ٹھٹکا جاوین پس عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ سے کہا کہ تجھکو پانچ کلمات وحی کیے گئے
کہ خود انپر عمل کر اور بنی اسرائیل کو انپر عمل کرنے کا حکم دے پس انکا پیغام یا تو تم پہونچاؤ یا مین پہونچاؤنگا یحییٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے برادر اگر تم پیغام
کو پہونچانے مین سبقت کرو تو مجھے خوف ہی کہ شاید مجھ پر عذاب آوے یا مین زمین مین دھنس دیا جاؤن پھر یحییٰ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس
مین جمع کیا پھر بالاخانہ پر بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ کلمات کا حکم دیا ہی کہ مین خود انپر عمل کرون
اور تمکو بھی انپر عمل کرنے کی ہدایت کرون اول یہ کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اوسکے ساتھ کسیکو شریک مت بناؤ کیونکہ مشرک کی
مثال ایسی ہی جیسے ایک شخص نے ایک غلام خالص اپنے مال روپیہ یا اشرفی سے خریدا پھر اس غلام نے یہ حرکت شروع کی کہ سردار کی روٹی کھاتا
اور جو کچھ کماتا وہ دوسرے شخص کو دیتا تھا لہٰذا مین تمسے یہ بات پوچھتا ہون کہ بھلا تمکو یہ بات پسند آتی ہی کہ تم مین سے کسیکا غلام ایسا ہی ہو
او سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمکو پیدا کیا اور اوسی نے تمکو رزق دیا پس تمپر یہی بات فرض ہی کہ اوسیکی بندگی کرو اور اوسکے ساتھ کسیکو شریک مت
بناؤ دوم یہ کہ مین تمکو نماز کی ہدایت کرتا ہون چنانچہ اوسکے فضائل مین سے یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ اپنی وجہ ذو الجلال والاکرام کو بندہ کے روبرو جمائے رکھتا
ہی جب تک بندہ کسی دوسری جانب التفات نکرے پس تم لوگ جب نماز پڑھا کرو تو کسی جانب التفات نکیا کرو سوم یہ کہ مین تمکو روزہ کی
ہدایت کرتا ہون چنانچہ روزہ دار کی مثال ویسی ہی کہ جیسے ایک شخص کے پاس مشک کا نافہ ہی اور وہ لوگون کی ایک جماعت مین ہی اور وہ سب اوسکے
مشک کی خوشبو پاتے ہین اور تحقیق روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہی چہارم یہ کہ مین تمکو صدقہ کا حکم
کرتا ہون چنانچہ صدقہ دینے والے کی مثال ایسی ہی کہ اوسکا دشمن اوسکو قید کرکے لیگیا اور اوسکو طوق و زنجیر کرکے گردن مارنے کے لیے آگے بڑھا
اوسوقت اپنے دشمنون سے کہا کہ بھلا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ مین اپنی جان کو فدیہ دیکر تمسے چھڑا لون پس اوس شخص نے ہر قلیل و کثیر کو اپنی جان
کے فدیہ مین دیدیا تاکہ اپنے آپکو اونسے چھڑا لیا (یعنی زکوٰۃ و صدقہ دینے والا بھی اپنے نفس کو عذاب سے چھڑا لیتا ہی) پنجم یہ کہ مین تمکو کثرت
کے ساتھ اللہ کی یاد کی ہدایت کرتا ہون اور اسکی مثال ایسی ہی کہ ایک شخص کے پیچھے اوسکا دشمن بہت تیزی کے ساتھ دوڑا یہانتک کہ اوسکے آگے
کوئی مفر نہین رہا کہ یکایک وہ ایک مضبوط قلعہ کے اندر آگیا کہ جسپر دشمن کا قابو نہین چلتا ہی اور سمجھو کہ شیطان سے بندہ سب سے زیادہ محفوظ
اوسوقت ہوتا ہی کہ جب اللہ تعالیٰ کے ذکر و یاد مین ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بھی تمکو پانچ چیزون کا حکم دیتا ہون جنکا
اللہ تعالیٰ نے مجھکو حکم فرمایا اول جماعت دوم سمع سوم طاعت چہارم ہجرت پنجم راہ الٰہی مین جہاد ہی اور سمجھو کہ جو شخص جماعت مین سے
ایک بالشت بھر نکل گیا اوسنے ربقہ اسلام کو اپنی گردن سے نکال ڈالا مگر آنکہ وہ پھر اپنی جماعت مین لوٹ آوے اور جس شخص نے
زمانہ جاہلیت کی پکار سے پکارا وہ جہنمی ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگرچہ وہ روزہ رکھتا و نماز پڑھتا ہو (تو بھی)

اسلام سے خارج اور جہنم میں داخل ہوگا جبکہ جماعت اسلام سے باہر ہوں) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اگرچہ وہ شخص روزہ رکھتا
و نماز پڑھتا ہو اور یہ زعم کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے پس تمکو چاہیے کہ مسلمانوں کو انہیں ناموں سے پکارو جن ناموں سے انکو اللہ تعالیٰ نے پکارا یعنی
مسلمین مؤمنین عباد اللہ رواہ احمد وہذا حدیث حسن) مترجم کہتا ہے کہ جماعت سے مراد یہ ہے کہ جس نشان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
مبارک میں صحابہ رضی اللہ عنہم ایک جماعت مجتمع تھے اوسی پر متفق رہو اور اوس جماعت سے خارج نہ ہو اور اس سے معلوم ہوا کہ فرقہ خارجی و
رافضی و معتزلہ و جہمیہ و مشبہہ وغیرہ جو جماعت سنت سے نکل گئے اونکے حق میں یہ وعید پوری ہے۔ اور سمع سے مراد یہ ہے کہ امام شریعت کا حکم گوش
دل سے سنے اور طاعت یہ ہے کہ موافق شریعت کے امام کی فرمانبرداری کرے اور اگر وہ خلاف شریعت کوئی حکم دے تو اوسکی فرمانبرداری ہرگز نہ کرے
بلکہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ سب متفق ہو کر اوسکو مخالفت شریعت و ظلم سے روکیں حتی کہ اگر نہ مانے تو اوسکو معزول کریں چنانچہ قولہ تعالیٰ واتقوا
فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة الآية کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ مفصل آویگا پھر ہجرت ابتدا سے اسلام میں قبل فتح مکہ کے ہر مسلمان پر جانب
مدینہ فرض تھی اور بعد فتح مکہ کے مدینہ منورہ کی خصوصیت نہیں رہی بلکہ جس مقام پر کہ ان احکام ادا کرنے میں خلل واقع ہو وہاں سے کسی اسلامی سلطنت میں ہجرت کرے
اور رہا جہاد فی سبیل اللہ تو وہ ہر زمانہ میں لازم ہے اور حدیث میں آیا کہ جب تم لوگ جہاد چھوڑ کر کھیتی باڑی کی فکر کروگے تو تم پر ذلت طاری ہوگی اور تمہارا دشمن غالب ہو جائیگا اور
پے در پے بلائیں نازل ہونگی اور ایک تاویل یہ ہے کہ پابندی شریعت چھوڑ کر فساد کی تدبیریں بنا کر ہوس میں مبتلا ہوگی اور اوسوقت میں ذلت و بلائیں
نازل ہونگی پھر یہ لوگ اپنی عزت کے واسطے دنیاوی چال سے کوشش کرینگے حالانکہ ہرگز مراد نہ پاوینگے جبتک کہ اپنی شریعت کی جانب پھریں (ابن ماجہ
وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ یہ جو اہل ایمان کے واسطے بدیہی موجود ہے شیخ نے لکھا کہ یہ آیت قدسی وحدانیت الٰہی عز وجل پر دلیل ہے
چنانچہ شیخ رازی وغیرہ بہت سے مفسرین نے اسی آیت سے استدلال کیا اور یہ بات صحیح ہے کیونکہ جتنی موجودات زمین و بالا زمین تا آسمان
اور اونکے درمیان کی مخلوقات مختلف اشکال و رنگ و طبیعت و منفعت و خاصیت وغیرہ وجود میں ہیں یہ امر کی بدیہی دلیل ہیں کہ انکا خالق عز وجل
علیم و قدرت و حکمت والا ہے اور کمال قدرت میں بدیہی ہے۔ شیخ رازی نے امام مالک سے نقل کیا کہ امام سے ہارون رشید بادشاہ نے وجود باری تعالیٰ کا
استدلال پوچھا تو امام مالک نے فرمایا کہ اوسکو ایک نوع بنی آدم میں جو ایکساں ہی شکل پر ہیں باہم تشخص و امتیاز ہے اور مختلف اصناف کی
زبانوں سے اور مختلف آوازوں و نغمات سے طبیعت متنبہ فرمائی۔ امام ابوحنیفہ سے بعض زنادقہ نے کہ وہ دہریہ کہتے تھے آپ سے وجود
باری تعالیٰ کی دلیل پوچھی امام نے کہا کہ تم لوگ اپنا جواب سنو اس وقت مجھے ایک فکر ہے کہ مجھ سے ایک سوال کیا گیا ہے میں اوسکی
فکر میں ہوں اونہوں نے کہا کہ وہ کیا سوال ہے ہم بھی اوسکو سننا چاہتے ہیں امام نے کہا سوال یہ ہے کہ ایک سمندر میں ایک کشتی ہے جس میں ہر قسم کا اسباب
تجارت لدا ہوا ہے کشتی کے ساتھ کوئی ناخدا چلانے والا نہیں ہے اور باوجود اسکے وہ کشتی خود بخود آتی جاتی اور سمندر کی موجوں کو پھاڑتی ہے اور جدھر چاہتی ہے نکل جاتی
ہے اور جہاں ضرورت ہے وہاں اسباب اتارتی چڑھاتی ہے پس اس کشتی میں کیا حکم ہے انہوں نے کہا کہ یہ غور کرنے کے قابل بات نہیں کیونکہ
ذرا بھی عقل ہو وہ یہ بات نہیں کہہ سکتا امام نے فرمایا کہ پھر کیونکر یہ نظام موجودات بغیر خالق عز وجل موجود ہے حالانکہ ایک کشتی کی رفتار بغیر
ناخدا کے دیوانگی کا خیال ہے پس یہ لوگ چونک پڑے اور اپنے خیالات سے نادم ہو کر توبہ کی اور امام کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔ اور امام شافعی نے فرمایا کہ تم لوگ
نہیں دیکھتے ہو کہ یہی شہتوت کا پتہ ایک کیڑا کھاتا ہے تو اوس سے ابریشم پیدا ہوتا اور یہی کہ اگر شہد کی مکھی نے کھایا تو شہد بنتا ہے اور گائے بکری کے کھانے سے
مینگنی نکلتی ہے اور ہرن کھاتا ہے تو اوس سے مشک بنجاتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے اسطرح نفیس بیانات ایک جماعت ائمہ رحمہم اللہ سے
نقل کیے جو اہل عقل کے نزدیک کافی ہیں اور وجود باری تعالیٰ عز اسمہ تفصیل بدیہی ہے لیکن ہمارے زمانہ میں فرقہ مادیہ بہت کثرت کے ساتھ موجود

ہین مگر یہ لوگ اسقدر احمق ہین کہ سوائے حواس کے جو جسم کے لوازم سے ہے حتی کہ جانورون مین بھی یہی حواس موجود ہین ان لوگون مین جو نورانی سے امتیاز کی عقل کچھ بھی موجود نہین ہے حتی کہ ان لوگون مین بہت زیادہ ہوشیار وہ شخص ہے جسنے کہا کہ مسلمانون کے قوانین عقائد بہت صاف اور بے لگاؤ ہین لیکن وہ کہتا ہے کہ اونکے اللہ کا تصور کسی طرح میرے خیال مین نہین آتا ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ جب ان مین سے بہت بڑے ہوشیار کی یہ کیفیت ہے تو دوسرون کی حالت کو اہل عقل خود قیاس کر سکتے ہین کیونکہ باوجود اس ہوشیاری کے یہ شخص کچھ بھی متنبہ نہوا کہ آدمی اور اوسکا خیال محض ہیچ کیونکہ یہ طاقت کہان کہ حضرت باری تعالیٰ اوسکے خیال کے اندر مصور ہو مگر وہ اپنی حماقت سے یہ چاہتا تھا کہ باری تعالیٰ کو جسم محسوس ہی مین مانے معاذ اللہ من ذلک اور یہ کمال حماقت ہے پھر مترجم نے اپنے اپنے موقع کی آیات مین نفیس استدلالات بیان کیے ہین واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔ بیضاوی مین ہے کہ وحدانیت آلٰہی پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت قدسی مین ان مخلوقات مین اپنی حکمت بالغہ اور ان افعال مین اپنی قدرت کاملہ ظاہر فرمائی اوسکو صحیح فکر کے ساتھ غور کرے اور اس سے یہ معرفت بھی حاصل ہوگی کہ بندہ اپنی عبادت سے مستحق ثواب نہین ہوتا کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اوسکو پیدا کیا اور زمین و آسمان کے صنائع حکمت دلیران رحمت والواع ثمرات سے رزق دیا تو بندگی ان نعمتون کا شکر ہے جو اوسکو پہلے ہی عطا ہو چکین پس وہ تو ایسے مزدور کے مانند ہے جو اپنی مزدوری پہلے ہی لے چکا ۔ مترجم کہتا ہے کہ جسوقت ان آیات قدسی کا نزول ہوا اوسوقت جو لوگ مخاطب موجود تھے وہ خواہ اہل مکہ ہون یا مع منافقین وغیرہ ہون بہرحال کلام آلٰہی عزوجل تمام لوگون کے واسطے قیامت تک عام نصیحت ہے کہ اے لوگو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول برحق مانو اور اونہین کی ہدایت کے موافق اپنے رب عزوجل کو پہچانو اور اوسیکی بندگی کرو جسنے تمکو پیدا کرکے لطیف حکمت کے ساتھ تمکو رزق عطا فرمایا اور یہ ظاہر قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت جن صفات پاک سے ہوتی ہے اور جو طریق عبادت ہے وہ کسی طرح ممکن نہین سوائے اسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوے اور قرآن مجید کو حق مانے پھر اللہ تعالیٰ نے ایک عجیب رحمت خاص یہ رکھی کہ جیسے اوہام بشری دور کرنے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات دیگر عطا فرمائے ویسے ہی قرآن مجید کو بعینہ دائمی معجزہ فرمایا یعنی عرب کے واسطے قرآن مجید خود معجزہ ہے اور جب عرب کے واسطے وہ معجزہ ہوا تو قیامت تک کل کے واسطے معجزہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا

اور اگر تم ہو شک مین اس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورۃ اس قسم کے اور بلاؤ

شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا

جن کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کروگے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

تو بچو آگ سے جسکی چپٹیان ہین آدمی اور پتھر طیار ہین منکرون کے واسطے

ابتدائے سورہ مین اللہ تعالیٰ نے ۔ ذٰلک الکتاب لاریب فیہ فرمایا یعنی اس کتاب مین درحقیقت کچھ شک نہونا چاہیے پھر یہان فرمایا ۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا ۔ اور اگر تم اس چیز سے شک مین ہو جو ہمنے اپنے بندے پر اوتاری ۔ ف اگر تمکو اس کتاب قرآن مین کچھ شک ہو جو ہمنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی یعنی یہ بھی نور عقل کی نوشان ہے کہ یہ کتاب لاریب فیہ ہے کہ کچھ شک نہونا چاہیے اور اگر تمکو اوہام بشری یا وساوس شیطانی سے اسمین کچھ شک پیدا ہو تو

جسمانی اوہام سے منہ موڑ کر ذوق قلب سلیم کی جانب رجوع کرو تو نور عقل سے قطعاً بدیہی دلیل پاؤ جو شک کو جلا کر خاک کرے اور اوسکا بیان یہی
کہ اگر تمکو اس قرآن میں کچھ شک ہو۔ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ۔ تو اسکے مثل ایک سورہ لاؤ۔ ف کیونکہ شک یہی تھا کہ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کتاب نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے بنائی ہے تو تم بھی اسکے مثل ایک سورہ بناؤ کیونکہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سوائے اپنے کسی مخلوق معلم کے بار احسان میں تربیت نہیں فرمایا حتی کہ تم خوب جانتے ہو کہ کسی شخص نے بھی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھنا پڑھنا نہیں سکھلایا حتی کہ وہ تمہارے نزدیک محض امی ہیں اور تم لوگوں نے پڑھ پڑھا کر فصاحت و بلاغت میں دعوی
کمال پیدا کیا ہے پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسکو اپنی طرف سے بناتے تو تم باوجود دعوی کمال کے اس سے بہتر فصیح و بلیغ بنا سکتے پس ایک
سورہ ہی بنا لاؤ۔ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ ۔ اور اپنے شہداء کو پکارو جو سوائے
اللہ تعالیٰ کے ہیں اگر تم سچے ہو۔ ف۔ ابن عباس رضی نے فرمایا شہداء یعنی مددگار لوگ۔ ابو مالک رح نے کہا یعنی دوسری قومیں جو اس کلام میں
تمہاری مدد کریں۔ بعض سلف نے فرمایا کہ شہداء کے معنے حاضر ناظر یعنی اپنے آلہہ کو پکارو جنکو اللہ تعالیٰ کے مانند حاضر ناظر سمجھتے ہو تاکہ
وہ تمہاری مدد کریں حاصل یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو تم لوگ تنہا یہ کلام بنانے کا شک کرتے ہو تو تم لوگ مجتمع ہو کر بناؤ بلکہ دوسری
قوموں کو اور جنوں کو اور بتوں کو سب کو اپنا مددگار بنا کر اسکے مثل بنا لاؤ اگر تم سچے ہو کہ یہ کلام الٰہی نہیں بلکہ آدمی کا بنایا ہوا ہے۔ شیخ نے لکھا کہ یہ
تفسیر بقول مجاہد و قتادہ رح ہے اور اسیکو ابن جریر و زمخشری و رازی نے اختیار کیا اور رازی نے اسکو حضرت عمرؓ و ابن مسعودؓ و ابن عباس رضی
و حسن البصری و اکثر محققین سے نقل کیا ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے لیے یہ دلیل مقابلہ متعدد سورتوں میں سمجھائی چنانچہ سورۂ
اسراء میں فرمایا۔ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کہدے کہ واللہ اگر انس و جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن کے مثل لاویں تو ہرگز اسکے مثل نہیں لا سکتے اگرچہ باہم بعض کے لیے بعض لوگ
مددگار ہوں۔ م۔ اس آیت میں مطلقاً قرآن کا مقابلہ محال بتلایا اگرچہ ایک سورہ یا دس آیات یا ایک آیت ہو اور یہ مکہ میں تنبیہ فرمائی تھی
اسیطرح سورۂ ہود و سورۂ یونس وغیرہ میں بھی مکہ ہی میں تنبیہ فرمائی پھر مدینہ منورہ میں بھی تنبیہ فرمائی چنانچہ سورۂ بقرہ مدنیہ میں یہ آیت
موجود ہے۔ شیخ رح نے لکھا کہ کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت تھی و آپ کے دین کے سخت دشمن تھے باوجود اسکے مقابلہ سے عاجز
ہوئے۔ رازی وغیرہ نے لکھا کہ یہ لوگ قصہ رستم و اسفندیار کی حکایتیں لاتے اور ہرطرح سے نور اسلام مٹانا چاہتے تھے باوجود اسکے بلاغت
و فصاحت قرآن کے مقابلہ کرنے سے سخت عاجز ہوئے اور تلوار سے اپنا خون بہانا اور اپنی آل و اولاد کی گرفتاری اختیار کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں
چھوڑا اگر مقابلہ سے عاجز ہوئے چنانچہ ولید بن المغیرہ و عمرو بن العاص وغیرہ صنادید قریش عرب سے متواتر روایات موجود ہیں کہ انہوں نے قرآن
مجید کی فصاحت و بلاغت میں اعجاز تسلیم کیا حتی کہ بعض اعراب سے منقول ہے کہ اوسنے ایک آیت کو سنکر سجدہ کیا تو اوسکی قوم نے کہا کہ ارے
کمبخت تو دین کو چھوڑتا ہے اوسنے کہا کہ واللہ میں دین تو جانتا نہیں مگر اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کرتا ہوں حتی کہ ان لوگوں نے عاجز ہوکر
کہنا شروع کیا کہ۔ ہذا سحر مبین۔ یعنی یہ تو صاف کھلا ہوا جادو ہے مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ اس فصاحت و بلاغت کے باوجود دوسرا بھی اعجاز یہی
ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ لن تفعلوا۔ سے خبر دیدیا کہ ہرگز کبھی مقابلہ نہیں کرسکو گے۔ چنانچہ آج تک قطعاً کسی فصیح و بلیغ عربی نے معارضہ کا دعوی بھی نہ کیا تو
ہوا پس حاصل استدلال صدق نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک اللہ تعالیٰ کے رسول خاتم النبیین ہیں کیونکہ
یہ قرآن مجید کلام الٰہی عزوجل بلا ریب ہے کیونکہ اگر یہ کلام الٰہی نہ ہوتا بلکہ کلام بشر ہوتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب محض امی ہوکر اسکو بنا سکتے تو

گویا پتھر ہیں کیونکہ یہ پتھر اسی آگ ہی کے واسطے مہیا ہیں۔ (تنبیہ) امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر موذی فی النار ہے اور اسکے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جسنے ظلم سے لوگوں کو ایذا پہونچائی وہ جہنم میں جائیگا اور دوم یہ کہ جو چیزیں ایذا دینے والی ہوتی ہیں مانند سانپ و بچھو وغیرہ کے وہ جہنم میں بشکل ناری ہونگی تاکہ اہل شرارت کو ہر طرح کا عذاب چکھنا پڑے لیکن قرطبی نے کہا کہ یہ حدیث محفوظ و معروف نہیں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے اس مقام پر سکوت کیا حالانکہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے اور معنی ثانی کی تائید یہ ہے کہ تمام مکھیاں سوائے شہد کی مکھی کے جہنم میں ہونگی تو ظاہر یہی مراد ہے کہ ہر ایذا دینے والی چیز جو دنیا میں بشکل جسمانی ہے وہ جہنم میں بشکل ناری ہوگی اور سورۂ نحل میں انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آویگی (مسئلہ) کتب سماوی جو سابق انبیا علیہم السلام پر مانند توریت و انجیل وغیرہ کے نازل ہوئیں وہ جمہور علماء کے نزدیک معجز نہیں ہیں اسیواسطے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء میں سے کوئی نبی نہیں گذرا مگر آنکو اوسکو آیات میں سے وہ کچھ دیا گیا کہ اوسکے مثل پر بشر ایمان لایا اور یہ جو مجھے دیا گیا ہے تو خالص وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے القا فرمائی پس میں امیدوار ہوں کہ قیامت کے روز میں ہی سب پیغمبروں سے زیادہ تابعین والا ہونگا (الصحیحین) مترجم کہتا ہے کہ خالص کلام الٰہی کا تحمل سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا نہیں ہوا باوجود اسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بروقت وحی کے مردے کے مانند ہو جاتی تھی چنانچہ آیندہ اسکا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اگر کہا جاوے کہ قوم یہود و قوم نصاریٰ کی کثرت معروف ہے حالانکہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تابعین کو زیادہ فرمایا مترجم کہتا ہے کہ تابعین سے یہاں شریعت کے بگاڑنے والے مراد نہیں ہیں بلکہ جو حقیقت میں اپنے پیغمبر کی شریعت پر باعتقاد حق قائم ہوں اور یہ بات امت موسیٰ علیہ السلام میں بہ نسبت عیسیٰ علیہ السلام کے زائد ہے اور بفضل الٰہی عزوجل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بہت زائد ہی رہی یہ یہود و نصاریٰ جو محض منکر ہیں ہرگز تابعین موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں۔ (لطیفہ) مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت سے اہل یمامہ اوسکے تابع ہوے اور ان دنوں تک عمرو بن العاص اسلام نہیں لائے تھے اور مسیلمہ کے دعویٰ نبوت سے پہلے عمرو بن العاص اوسکے دوست تھے پس کسی مقصد کے واسطے قریش نے عمرو بن العاص کو مسیلمہ کذاب مذکور کے پاس بھیجا جب وہاں پہونچے تو مسیلمہ نے انسے یہ بھی تذکرہ کیا کہ اس زمانہ میں اوس شخص پر کیا نازل ہوا جو تمہارے یہاں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے عمرو بن العاص نے کہا کہ میں نے اوسکے اصحاب سے ایک سورہ مختصر فصیح بلیغ سنی ہے پھر سورۂ والعصر ان الانسان لفی خسر پڑھکر سنائی پس مسیلمہ نے ایک ساعت سر جھکایا پھر سر اوٹھا کر کہنے لگا کہ ابھی اسکے مثل مجھپر بھی نازل کی گئی ہے عمرو بن العاص نے کہا کہ وہ کیا ہے تو مسیلمہ نے پڑھا یا وبر یا وبر انما انت اذنان و الصدر و سائرک حقر و نقر پھر عمرو بن العاص سے کہنے لگا کہ تمنے دیکھا کہ کیونکر مجھپر نزول ہوتا ہے عمرو بن العاص نے کہا کہ واللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں تجکو جھوٹا جانتا ہوں۔ حدیث میں ہے کہ دوزخ کی آگ دنیاوی آگ سے ستر درجہ تیزی و سوزش میں زیادہ ہے (یعنی بکثرت زیادہ ہے) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہزار برس جلکر سرخ ہوئی پھر ہزار برس جلکر سفید ہوئی پھر ہزار برس جلکر سیاہ ہو گئی پس اب وہ بالکل تاریک سوزاں موجود ہے کہ کبھی نہیں بجھتی ہے اور ابن مردویہ و بیہقی نے اسکو حدیث انس سے مرفوع روایت کیا ہے بیضاوی میں ہے کہ قولہ تعالیٰ - ولن تفعلوا معجزہ غیب ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب سے آگاہ فرمایا کہ ہرگز معارضہ نہیں لاسکو گے اور یہی واقع ہوا حالانکہ وہ لوگ بکثرت فصاحت و بلاغت میں معروف تھے اور باوجود اسکے انکو ہر طرح کا طعنہ دیا گیا کہ لاؤ اور اپنے شرکا و مددگار بلاؤ اگر تم کچھ بھی سچے ہو حالانکہ بعضے زبانی دروغ بکتے تھے کہ لو نشاء لقلنا مثل ہذا یعنی اگر ہم چاہیں تو اسکے مثل بنا سکتے ہیں پس سخت طعنہ دیا گیا کہ تم جھوٹے ہو اور یہ عرب کے واسطے زخم نیزہ سے بڑھکر تھا پس حاصل استدلال یہ ہوا کہ صدق نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے دائمی معجزہ یہ کافی ہے کہ وہ قرآن معجز تلاوت کرتے ہیں کہ سب کا مثل لانا محال ہے اور اوسمیں علم الغیب کی خبریں موجود ہیں جیسے یہ آیت

کہ کبھی اسکا معارضہ نہیں لاسکتے دوم یہ قولہ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ جس سے لازم آتا ہی کہ یہودی کبھی بادشاہ نہو نگا جبتک قانون شریعت قائم ہی سوم وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یعنی یہودیوں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے ہمیشہ غالب رہینگے خواہ وہ اعتقاد حق پر ہاں یا اعتقاد شرک پر ہاں چہارم الم غلبت الروم پنجم قولہ قل للذین کفروا ستغلبون یعنی ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کافرون سے کہدے کہ تم لوگ عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے ششم قولہ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض یعنی صحابہ مومنین رضی اللہ عنہم کو خلافت زمین کا وعدہ دیا چنانچہ وہی واقع ہوا ہفتم امت اسلامیہ میں باہم کشت و خون ہشتم شریعت کو علانیہ بگاڑنا غرضکہ اس کثرت سے معجزات ہیں کہ جنکے جمع کرنے کے واسطے ایک کتاب چاہیے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اپنے موقع پر مذکور ہو نگے پس معلوم ہوا کہ یہ کتاب آسمانی ہی اور اسکا معارضہ کسی طرح ممکن نہیں ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیشک پیغمبر حق ہاں تو جو شخص منکر ہو اوسکے واسطے جہنم کی آگ مہیا ہی لہذا حدیث میں آیا کہ جس کسی یہودی و نصرانی نے میری رسالت کو سنا پھر ایمان نہ لایا تو قطعی جہنمی ہوگا (الصحیح) اور جیسے کافرون کے حق میں یہ عذاب شدید ہی اہل طاعت مومنین کے لیے ثواب جمیل چنانچہ فرمایا۔

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُؕ

اور خوشی سنا اونکو جو یقین لائے اور کام نیک کیے کہ اونکو ہیں باغ بہشتی نیچے اونکے ندیان

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ

جب ملے اونکو وہان کا کوئی میوہ کھانے کو کہیں یہ وہی ہی جو ملا تھا ہم کو آگے اور اون پاس دیگا

مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

ایک طرح کا اور اونکو ہیں وہان عورتیں ستھری اور اونکو وہان ہمیشہ رہنا

شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے کافرون کا عذاب و نکال بیان کیا تو اوسکے پیچھے مومنین اہل سعادت کا ثواب ارشاد فرمایا۔ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ اور بشارت دے اون لوگون کو جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ف۔ یعنی اللہ تعالیٰ و اوسکے کلام و رسول کی تصدیق کی اور حکم کے موافق اعمال صالحہ بجا لائے ایسے لوگون کو بشارت دے اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ یہ کہ اونکے واسطے باغات ہیں جنکے نیچے نہرین جاری ہیں ف۔ یعنی جنت کے مکانات و درختون کے نیچے نہرین جاری ہین۔ حدیث میں آیا ہی کہ یہ نہرین بذریعہ غار و نالے کے نہیں جاری ہوتی جیسے کہ دنیا میں ہین اور نہر کوثر کے بارہ میں وارد ہوا کہ اوسکے کنارے مجوف موتی کے خیمہ ہین۔ شیخ نے کہا کہ اوسکا گارا مشک اذفر ہی اور اوسکا سنگریزہ موتی و جوہر ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ دنیاوی نہر و مکانات محض بے روح جمادیات ہین جو اپنے مناسب صنع حکمت الٰہی جاری ہین اور دار الآخرت میں یہ مردگی نہیں ہی اسیواسطے اٹکل و قیاس سے لوگ دار الآخرت کی نسبت قیاس دوڑانے میں خطا کرتے ہین بخلاف اہل ایمان کے کہ حیات روحی سے اونکو فہم عقلی حاصل ہی اور وہ یقین کرتے ہین کہ دوزخ کی طرح جنت بھی برحق ہی اور اوسکے نیچے نہرین جاری ہین اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی نہرین کوہ مشک کے نیچے سے جاری ہین (رواہ ابن ابی حاتم) اور یہی قول حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہی (ابن ابی حاتم) اور اسمین ہر طرح کے میوہ جات کی نعمت ہی جو اٹکل و قیاس سے باہر ہی۔ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ

رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ۔ ہر بار جب جنت مین سے کسی پھل سے رزق دیے جائینگے تو کہینگے کہ وہی ہی جو ہمکو قبل ازین رزق دیا گیا تھا۔ ف
اور دیا ایک قسم کے پھلون مین اونکی خوشدلی و تفریح کے واسطے ہی اور یہ بات کئی طور پر ممکن ہی ازانجملہ حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک
جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اہل جنت کے پاس جنت سے ایک قسم کا پھل لایا جائیگا جب اوسکی ظاہری صورت پر نظر کرینگے تو
ایسے یون کہینگے کہ یہ تو ویسا ہی پھل معلوم ہوتا ہی جو اس سے پہلے ہمکو دنیا مین دیا گیا تھا۔ (السدی) اور یہی تفسیر حضرت قتادہ و عبد الرحمن
بن زید بن اسلم سے مذکور ہی اور اسیکو شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ نے اختیار کیا اور اس تقدیر پر قبل ازین کے معنے یہ ہین کہ دنیاوی زندگی مین ہمکو ایسا ہی
پھل عطا ہو چکا ہی اور یہ مشابہت صرف ظاہری صورت مین ہوگی اور باطنی مزہ مین کوئی مناسبت نہوگی تو یہ مقام تفریح ہی اور مترجم کہتا ہی کہ
اس سے ظاہر ہوا کہ اہل جنت کے واسطے دنیا مین بھی میوجات کی نعمت ممنوع نہین ہی بلکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ قل ہی للذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا
خالصۃ یوم القیامۃ۔ یعنے دنیا مین مومنون کے واسطے مشترک ہی مگر دنیا مین عیش و عشرت مقصود نہین بلکہ شکر و طاعت ہی اور آخرت مین محض
عیش ہی ازانجملہ یہ صورت ہی جو حضرت عکرمہ و ربیع بن انس وغیرہما نے بیان کیا کہ اہل جنت کو رزق جنت ایک وقت عطا ہوگا جسکی لذت و مزہ
سے پا جائینگے پھر دوسرے وقت اوسی صورت کا رزق آویگا جسکو دیکھکر کہینگے کہ یہ تو وہی نظر آتا ہی جو ہمکو پہلے دیا گیا ہی حالانکہ اوسکے مزہ مین بہت
فرق ہوگا۔ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا۔ اور اہل جنت کو یہ رزق باہم متشابہ دیا جائیگا یعنے صورت مین متشابہ ہوگا مگر مزہ و خوبی مین باہم
متفاضل ہوگی۔ سعید رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر مین حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ سے روایت کی کہ اہل جنت مین سے آدمی کے پاس سونے چاندی کی قابین
کوئی چیز لائی جائیگی پس وہ اوس مین سے کھائیگا پھر دوسری قاب مین لائی جائیگی تو کہیگا کہ یہ تو وہی معلوم ہوتی ہی جو ہمکو پہلے ملا ہی اوسپر ملائکہ کہینگے
کہ آپ کھائیے کہ قسم و شکل ایک ہی ہی مگر مزہ مین بہت فرق ہی۔ اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ نے باسناد قوی حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ سے روایت کی کہ گھاس
جنت زعفران ہی اور اوسکی نشستگاہ مشک کے چبوترے ہین اور غلمان اونکے پاس طرح طرح کے میوہ لے کر بار بار آوینگے پس وہ کھا کر انکے
پھر دوبارہ لاوینگے تو اہل جنت کہینگے کہ تم لوگ ابھی اسیکو تو لائے تھے تو غلمان عرض کرینگے کہ نہین آپ کھائیے کہ رنگ ایک ہی ہی مگر مزہ مین تاکسنا
رنگ ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واتوا بہ متشابہا۔ یعنے بعض سے بعض متشابہ ہوگا اور مزہ مین برنگ برنگ ہوگا (ابن ابی حاتم) اور
یہی معنے ربیع بن انس و ابو العالیہ و مجاہد و سدی سے مروی ہین اور یہی ابن جریر نے ایک جماعت صحابہ سے روایت کیا کہ شکل و رنگ مین مشابہت
ہوگی اور مزہ مین مشابہت نہوگی۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ دنیا مین کوئی چیز ایسی نہین ہی جو جنت کی کسی چیز سے
سوا سے نام کے متشابہ ہو اور دوسری روایت مین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنت کی چیزون مین سے دنیا مین بجز اسکے نام کے کچھ نہین ہی
(ابن جریر و ابن ابی حاتم) اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ اسی مشابہت کی وجہ سے اہل جنت وہان سیب کو سیب اور انار کو انار پہچان
لینگے حالانکہ وہ مزہ مین متشابہ نہین ہی۔ (ابن جریر) مترجم کہتا ہی کہ نعمت جنت و آخرت دنیا مین کسی طرح مشابہت نہین ہو سکتی کیونکہ حواس
تو صرف اوسی حد تک تجاوز کرتے ہین جو از جنس نظائر ہین حتی کہ جس شخص نے شیرینی کا مزہ کبھی نہ پایا ہو وہ خالی بیان سے ادراک نہین کر سکتا
باوجودیکہ مادیات کے نظائر ادراک کر چکا ہی پس نعمت و کیفیت جنت کا ادراک صرف حواس سے کسی طرح نہین کر سکتا کیونکہ حواس تو مادیات
کے تابع ہین ہان عقل سے ادراک کر سکتا ہی اسیواسطے اہل ایمان کو ان مقامات کے سمجھنے مین کوئی دشواری نہین ہوتی ہی بخلاف ایک جماعت
ملحدین کے کہ وہ طرح طرح کی تاویلین کرتا اور نہین سمجھ سکتا ہی کیونکہ وہ حواس سے ایسی چیز کا ادراک کرنا چاہتا ہی جہان اوسکے حواس معطل ہین اور
چودھوین پارہ مین مترجم نے اس مقام کو مدلل بیان کیا ہی وہان رجوع کرنا چاہیے۔ اور واضح ہو کہ دار الآخرۃ ملائکۂ زندہ ہی اور کوئی چیز وہان مردہ

نہین ہی اسیواسطے اہل ایمان کے خیالات بھی حقیقی اشیا ہین حتی کہ اگر اوسنے ہوا مین اوڑتے ہوے گھوڑے کو خیال مین مصور کیا تو وہ حقیقی
صورت مین نمایان ہوگا اور جس مقام پر اوسنے نہر کا تصور کیا وہین روان ہوگی کیونکہ صفت حیات نے انہین ظہور فرمایا اور رضوان الٰہی اپنے
والہی سبد ول ہی اسیواسطے درختان جنت کی شاخین خودبخود جھکین و اوٹھینگی اور جن تختون پر انکا جلوس ہوگا وہ ادب کے ساتھ بدون اسکے
کہ ایک دوسرے کی جانب پشت کرے روان ہونگے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ تحقیق آویگی۔ وَلَهُمْ فِيهَآ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ۔
اور اہل جنت کے واسطے وہان پاکیزہ ازواج ہین۔ ف یعنے حیض و پاخانہ و پیشاب اور رینٹ و تھوک سے پاک ہونگی یہی حدیث ابوسعید
خدری رضی اللہ عنہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی (الحاکم وابن مردویہ) شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اسکی اسناد مین تامل ہی شیخ سیوطی
نے کہا کہ تاریخ مین ابن کثیر نے اسکی اسناد کو حسن کہا ہی۔ اور ایک جماعت صحابہؓ و تابعین سے یہ تفسیر صحیح ہوئی۔ اور مجاہد وغیرہ نے زیادہ کیا
کہ وہ منی و بچہ سے بھی پاک ہونگی۔ اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کھائینگے پیینگے
مگر پیشاب نہین کرینگے اور نہ پاخانہ پھرینگے اور نہ ناک سے رینٹ جھاڑینگے اور نہ منہ سے تھوکینگے یعنے ایسی گندگیون سے پاک ہونگے
اور اونکو اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کا الہام ہوگا جیسے سانس لینے کا الہام ہوتا ہی اونکا طعام صاف ڈکار ہی یعنے جو کچھ بھی فضلہ ہوگا کہ معدہ
سے سانس آوے اور اونکا پسینا مشک ہی یعنے مثل مشک کے خوشبودار ہوگا (صحیح مسلم) غرض وہ ایسی نعمتون مین سرفراز ہونگے جو صرف حواس کے
ادراک سے باہر ہین کیونکہ حواس نے کبھی اوسکی نظیر نہین دیکھی مگر عقل اسکو بخوبی پہچانتی ہی اور حواس کیفیت کو رضوان الٰہی عزوجل کے ساتھ پا دینگے
اونکو مبارکباد ہی اس نعمت کے اثر کے بعد تکلیف کا تصور بھی خارج ہوجائیگا حتی کہ حدیث مین ہی کہ جس شخص نے دنیا مین سخت تکلیفین اوٹھا کر جان
دی ہو جب وہ ایکبار نعمت جنت مین غوطہ کہائیگا پھر اوس سے پوچھا جائیگا کہ ای شخص کبھی تجھے تکلیف یاد ہی تو وہ انکار کریگا جیسے اسکے مقابل عذاب
جہنم ہی کہ جو شخص نہایت عیش مین بسر کرکے مرا ہی وہ جہنم کی ایک لپیٹ پاویگا پھر اوس سے پوچھا جائیگا کہ ای شخص کبھی تو نے راحت پائی تو شخص
انکار کریگا۔ نعوذ باللہ من عذاب جہنم ونسال اللہ تعالیٰ الجنۃ۔ اور نعمت جنت ہر روز متزائد ہی کیونکہ قدرت الٰہی عزوجل غیر متناہی ہی۔
وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ اور اہل جنت اوسمین ہمیشہ رہینگے۔ ف یہ تمام نعمت ہی۔ سعید بن جبیر نے کہا کہ خالدون یعنے
کبھی نہین مرینگے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اس مقام پر موت سے مامون اور انقطاع سے محفوظ ہونگے نہ اونکو خوف کہ ہی نہ موت کا ڈر ہی بلکہ
دائمی نعمت سرمد ہی اور ہم اپنے رب غفور رحیم سے عاجزانہ دعا کرتے ہین کہ ہمکو اہل جنت ہی کے زمرہ مین اوٹھاوے ہمارا رب جواد کریم ہی منعم
کہتا ہی آمین یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ اہل جنت جب جنت مین داخل ہوجائینگے اور
دوزخی اپنی دوزخ مین ڈالے جائینگے تو پکارنے کے درمیان مین ایک منادی پکاریگا کہ ای اہل دوزخ اب موت نہین ہی اور ای اہل جنت اب موت
نہین ہی ہر ایک جس مقام مین ہی ہمیشہ وہین رہیگا۔ (الصحیحین) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اگر دوزخیون سے کہا جائے کہ دنیا مین جسقدر کنکریان و سنگریزے ہین انکی شمار برابر جہنم مین رہوگے تو وہ خوشی کے مارے پھولے
نہ سماوین اور اگر اہل جنت سے کہا جاوے کہ دنیا کی سنگریزون کے شمار پر جنت مین رہوگے تو غمناک ہوکر گھبرا جاوین ولیکن اونکے واسطے
تو ہمیشگی لکھی گئی ہی (الطبرانی وابن مردویہ وابونعیم) اور حدیث اسامہ بن زید رضی مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ ہو کہ کوئی
ہی جو جنت کے واسطے دامن اوٹھا کر کمر کسنے والا ہو کہ جنت ایسی چیز ہی کہ اوسکے واسطے خطر نہین ہی قسم ہی رب کعبہ کی کہ وہ ایک نور ہی کہ چمکتا ہی
اور ریحانہ ہی جو لہلہاتا ہی اور قصر پایدار ہی اور نہر لبریز خوشگوار ہی اور انواع ثمرات لپیٹے رس پر پکے ہین اور زوجات حسینہ جمیلہ اور زیور کثیرہ

ہین وہ مقام ابدی دارالسلام ہی اور خوراکیہ تروتازہ لہلہاتے ہین الحدیث (ابن ماجہ ابن ابی الدنیا البزار ابن ابی حاتم ابن حبان البیہقی) اور نعمتہائے جنت کے بیان مین شیخ ابن قیم کی کتاب حادی الارواح نفیس کتاب ہی اور انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ آیات مین نعیم جنات کا حسب موقع بیان آنا چاہیگا پھر اس نعمت کے واسطے اصل سامان ایمان ہی کہ جسنے سچے یقین کے ساتھ تا موت یہ نعمت پائی قطعی وہ اہل جنت مین سے ہی یعنے اوسکا اصلی مقام یہی ہی پھر اگر اعمال صالحہ دگناہون سے توبہ کرتا رہا تو اوسنے جہنم سے بھی بفضل الٰہی نجات پائی کیونکہ جہنمی وہ ہی جسنے اللہ تعالیٰ سے انکار وشرک پر اصرار کر لیا تھا حتی کہ مرتے دم تک ایمان نہ لایا تو اوسکا وطن جہنم ہی اور جو ایمان لایا اگر وہ اپنی بدکرداریون کی سزا بھی پاوے تو بھی جہنم اوسکا وطن نہین ہی۔ حدیث مین ہی کہ ایمان یہ ہی کہ دل سے مانے کہ الوہیت کا کوئی مستحق نہین سواے اللہ تعالیٰ کے اور مین (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کا رسول ہون او سنے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہی اور موت کے بعد قیامت مین اوٹھائے جاینگی اور خیر وشر مین تقدیر الٰہی کی تصدیق کرے (الترمذی) حدیث مین ہی کہ جسمین تین باتین ہون اوسنے ایمان کا مزہ پایا (۱) اللہ تعالیٰ واوسکا رسول اوسکو سب سے زیادہ محبوب ہون (۲) کسی بندے سے خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے محبت کرے جس سے محبت کرے (۳) کفر سے نکلنے کے بعد شرک مین پڑجانے کو ایسا ہی ناگوار سمجھے جیسے کوئی آگ مین گر کر پھر نکالے جانے کے بعد دوبارہ آگ مین ڈالے جانے کو ناگوار جانتا ہی (الصحیحین وغیرہ) حدیث جابر رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ دو باتین واجب کرنے والی ہین یعنے جو مرا ایسے حال مین کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک بناتا تھا تو دوزخی ہوا واجب ہی اور جو مرا ایسے حال مین کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ شریک نہین بناتا تھا تو جنت مین داخل ہوگا (صحیح مسلم) حدیث ابوہریرۃ مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میری شفاعت کا مستحق وہ شخص ہی جسنے خلوص دل سے لا الٰہ الا اللہ کہا (البخاری) حدیث ابوہریرۃ مین ہی کہ آپ نے فرمایا قسم اوس پاک کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ اس زمانہ کے لوگون مین سے کوئی یہودی ہو یا نصرانی ہو مجھے سنے پھر جسکے ساتھ مین بھیجا گیا ہون ایمان نہ لاوے یہانتک کہ مر جاوے تو سواے اسکے کچھ نہین کہ وہ دوزخیون مین سے ہوگا (صحیح مسلم) حدیث ابوہریرۃ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کبھی شرک نہ کیجیو اگرچہ تو قتل کیا جاوے یا جلا دیا جاوے (الصحیح) حدیث مین ہی کہ آدمی جب اپنا ایمان اچھا کر لیتا ہی تو وہ جو نیکی کرتا ہی وہ دس گونہ سے سات سو گونہ یا زیادہ تک لکھی جاتی ہی اور جو بدی کرتا ہی وہ ایک ہی لکھی جاتی ہی یہانتک کہ مر جاوے (الصحیحین) مترجم کہتا ہی کہ اس مقام سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوبی ایمان واسلام کو قیاس کرو کہ جنکے آدھ سیر جو کے مقابلہ مین کسی شخص کا آسمان وزمین کے بھراؤ برابر سونا خیرات کرنا قبول نہین فرمایا گیا چنانچہ صحیحین وغیرہ کی حدیث مشہور مین مصرح ہی۔ حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قولہ تعالیٰ فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ الآیۃ۔ کی تفسیر مین فرمایا کہ سینہ مین جب نور داخل ہوتا ہی تو وہ نور کے لیے کھل جاتا ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکی کچھ پہچان ہی آپ نے فرمایا کہ ہان یہ ہی کہ دار غرور یعنی فریب گاہ دنیا سے کنارہ کرنا اور دار خلود یعنی آخرت کی طرف جھکنا اور موت آنے سے پہلے اوسکا سامان مہیا کرنا (البیہقی) حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کی پہچان مین فرمایا کہ جنتی ہر شخص بہت متضعف ہی کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اوسکو سچا کر دے اور دوزخیون کی پہچان مین فرمایا کہ ہر وہ شخص جو عتل جواظ مستکبر ہی (الصحیحین) **ف ۲** واضح ہو کہ اہل جنت کے واسطے جسطرح کھانے پینے وغیرہ کی نعمتین ہین اوسیطرح انوار صفات کا ظہور ہی حتی کہ ان انوار کے مقابلہ مین نعمتہاے سابقہ گویا نظر سے ساقط ہو جاتی ہین حتی کہ دیدار باریتعالیٰ سے بڑھکر اہل جنت کو کوئی نعمت معلوم نہوگی اور ان انوار کا ظہور ہر بندے کے واسطے موافق عبودیت ہی یعنے دنیا مین عبودیت کی شان ہر بندہ کے ساتھ موافق شریعت کے علاوہ علیحدہ ہوتی ہو مثلاً بعد فرائض کے کسی بندے کو تلاوت قرآن مجید مین زیادہ ذوق

ہے اور کسیکو درود شریف میں اور کسیکو ذکر میں اور کسیکو آیات قدرت کی فکر میں اور کسیکو تعلیم علم میں اور کسیکو تہجد میں اور کسیکو تضرع کے ساتھ دعا کرنے میں
غرضکہ ہر ایک کو معرفت و محبت و قرب و مشاہدہ و ذکر و فکر و مناجات و علم و استغراق وغیرہ مراتب عبودیت میں مقامات ہیں اور ایسکے موافق جنت
میں نعمت انوار ہیں اور موافق کشف دنیاوی کے ان نعمتوں میں مشابہت ہوگی۔ شیخ سری سقطی رحمہ نے اشارہ کیا کہ جنکے اسرار قلوب میں توکل
و افکار کی نہریں جاری ہیں انکے واسطے جنت میں انوار کی بشارت ہے (تمس) واضح ہو کہ اہل ایمان صورت الفاظ و لہجہ زبان کسی شخص سے
قبول نہیں کرتے بلکہ انکو عین حکمت معانی و بیان مقصود ہوتی ہے جو باقی ہے بخلاف کافروں کے کہ وہ ہر ایسی چیز پر فریفتہ و اسکے لیے ساعی ہوتے
ہیں جو آخر فانی ہے اور امثال میں اسکا بیان خوب سمجھ میں آتا ہے اسیواسطے اللہ تعالے نے منافقوں و مشرکوں کے حالات و انجام میں امثال
بیان فرمایا تاکہ یہ حقائق بدیہی معائنت سے ہیدا ہوں مگر ان بدبختوں نے بجائے نفع کے نقصان اوٹھایا چنانچہ حق عزوجل نے فرمایا

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ

اللہ کچھ شرماتا نہیں کہ بیان کرے کوئی مثال ایک مچھر یا اوس سے اوپر پھر جو یقین رکھتے ہیں سو جانتے ہیں

أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهِ

کہ وہ ٹھیک ہے اونکے رب کا کہا اور جو منکر ہیں سو کہتے ہیں کیا غرض تھی اللہ کو اس مثال سے گمراہ کرتا ہے اس سے

كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ

بہتیرے اور راہ پر لاتا ہے اس سے بہتیرے اور گمراہ کرتا ہے اونھین کو جو بے حکم ہیں جو توڑتے ہیں قرار اللہ کا

بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ

مضبوط کیے پیچھے اور توڑتے ہیں جو چیز اللہ نے فرمائی جوڑنی اور فساد کرتے ہیں ملک میں

أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

اونھین کو آیا نقصان

شیخ سیوطی رحمہ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے بتوں کے ہیچ ہونے کے مثال لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ الآیۃ میں بیان فرمائی یعنے سوائے
اللہ تعالے کے جن کسیکو پکارتے ہیں وہ ایک مکھی بھی نہیں پیدا کر سکتے اگرچہ سب کے سب جمع ہو جاویں۔ اسیطرح شرک کرنیوالوں کی
مثل مکڑی کے جالے سے بیان کی بقولہ تعالی کمثل العنکبوت اتخذت بیتا الآیۃ یعنے مشرکوں کا معاملہ مکڑی کے جالے کی مثال ہے یعنی
اسکی اصل حقیقت کچھ نہیں بلکہ مشرکوں کے دماغی خیالات میں سوائے اللہ تعالی کے غیروں کی الوہیت کا اعتقاد جما ہوا ہے جسکے مرنے ہی سے جاتا رہیگا
وہ مکڑی کے جالے کی طرح کمزور ہے۔ چنانچہ سورۂ عنکبوت میں اسکی تفسیر آویگی پس یہودیوں نے طعن سے کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالے نے ان حقیر
چیزوں کے ذکر سے کیا مقصود رکھا ہے پس اللہ تعالے نے اونکی تردید کے واسطے نازل فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ
مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا۔ اللہ تعالے کچھ شرماتا نہیں کہ مثل بیان کرے کوئی ہو مچھر ہو یا اس سے بڑھکر ہو۔
ف شرم کرنا شان الٰہی میں آدمی کی طرح متصور نہیں ہے کیونکہ شرم تو دل کے بھنچنے سے ہوتی ہے لہذا شان الٰہی عزوجل میں استحیا
کے دو معنے لیے گئے ایک یہ کہ حقیقی صفت الٰہی عزوجل ہے جسکی کنہ جاننا غیر ممکن ہے اور وہ اوسکی شان عالی کے لائق ہے بخلاف مخلوق کے
کہ مخلوق میں البتہ دل کے بھنچنے کو شرم کہتے ہیں اور چونکہ ذات و صفات الٰہی عزوجل سے کوئی چیز مشابہ نہیں ہے تو وہاں یہ معنے نہیں ہیں

بلکہ صفات قدسیہ مین سے ہی۔ دوم یہ کہ حیا سے مجازاً لازمی معنی لیے گئے کیونکہ حیا سے آدمی کام ترک کر دیتا ہی تو یہان یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالے ترک نہین فرماتا مثل بیان کرنے کو اگرچہ وہ مچھر کے مانند حقیر چیز سے ہو یا اس سے بڑھکر ہو۔ بعض علماء نے کہا کہ بڑھکر یہ ہی کہ مچھر سے بڑا جانور ہو یعنی بعض نے کہا کہ نہین بلکہ حقارت مین بڑھکر ہو یعنے اگر مچھر سے بھی بڑھکر حقیر ہو تو اوسکے ساتھ بھی مثل متروک نہین کرتا کیونکہ اسمین اللہ تعالے کی حکمتین موجود ہین یہی قول حضرت قتادہ رح کا اور مختار شیخ ابن جریر و کسائی و ابو عبید ہی اور یہی اکثر محققین کے نزدیک مختار ہی چنانچہ مچھر سے اوسکا پر زیادہ حقیر ہی۔ چنانچہ حدیث سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک اگر دنیا کی قدر مچھر کے پر برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا (الترمذی) اور اسی طرح حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مین ہی کہ نہین ہوتا کہ کسی مسلمان کو کوئی کانٹا یا اس سے بڑھکر مثلاً پھانس لگ جاوے مگر یہی کہ اوسکے واسطے اس صدمہ کے عوض ایک درجہ لکھا جاتا ہی اور اوس سے ایک گناہ محو کیا جاتا ہی (صحیح مسلم) کیونکہ وہ راضی ہو کر اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ سیوطی رح کی تقریر سے معلوم ہوتا ہی کہ آیت کا نزول ان یہودیون کی تردید کے واسطے تھا اور شیخ ابن کثیر رح نے تفسیر سدی سے نقل کیا کہ حضرت ابن عباس رض و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالی نے منافقون کے واسطے سابق کی دو مثلین بیان فرمائین یعنے قولہ مثلہم کمثل الذی استوقد نارا۔ اور قولہ۔ او کصیب من السماء الآیہ۔ تو منافقون نے کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالی کی شان اس سے بزرگ ہی کہ وہ ایسی مثل بیان فرماوے تب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور عبد الرزاق نے قتادہ رح سے روایت کی کہ جب مکھی و مکڑی کی مثل مذکور ہوئی تو مشرکون نے ان دونون پر اعتراض کیا کہ اسکے ذکر سے کیا مراد ہی تب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ ابو جعفر رازی نے ربیع بن انس سے روایت کی کہ اللہ تعالی نے دنیا کی ضرب المثل ایک مچھر سے بیان فرمائی جسکی کیفیت یہ ہوتی ہی کہ جبتک بھوکا رہتا ہی تو زندہ رہتا ہی اور جب موٹا ہو جاتا ہی تو مر جاتا ہی اسیطرح اہل دنیا کی مثال ہی کہ جب وہ کفر مین اصرار کرتے ہین اور بحکم قولہ تعالی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شیء الآیہ۔ ہر قسم کی دنیا سے مالامال کر دیے جاتے ہین اور جب یہ کیفیت ہوتی ہی تو ہلاک کر دیے جاتے ہین اسیکے مانند ابو العالیہ سے روایت ہی۔ شیخ ابن جریر رح نے سبب نزول مین سدی رح کی روایت اختیار کی۔ ع۔ مترجم کہتا ہی کہ قتادہ رح کی روایت مین بھی مشرکون سے یہود وغیرہ مراد ہو سکتے ہین تو بھی یہ آیت مدنیہ رہیگی بہرحال یہ تو سبب نزول مین کلام تھا اور حکم آیت ہمیشہ کے واسطے عام ہی کہ اللہ تعالے نے جو چیز مچھر یا اوس سے بھی زیادہ حقیر پیدا فرمائی اوسمین اوسکی قدرت عجیبہ حکمت بالغہ ظاہر ہی اور وہ اہل عقل کی عبرت کیواسطے کافی ہی چنانچہ مکڑی و مکھی و مچھر وغیرہ سے اللہ تعالے نے سچی مثلین بیان فرمائی ہین لیکن عبرت اونہین کو حاصل ہوتی ہی جو صاحب عقل ہین چنانچہ فرمایا۔ **فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ** پس جو لوگ ایمان لائے وہ یقیناً جانتے ہین کہ یہ اونکے پروردگار کی جانب سے حق ہی۔ ف۔ ٹھیک اپنے موقع پر ثابت ہی کیونکہ حقائق سمجھنے کے واسطے معرفت الٰہی کا علم چاہیے اور یہ مومنون کو حاصل ہی اور جسقدر معرفت زیادہ ہوگی اوسیقدر مثل کے اسرار زیادہ معلوم ہونگے۔ **وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا** اور رہے وہ لوگ جنھون نے کفر کیا تو وہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے اسکے ساتھ مثل بیان کرنے سے کیا ارادہ کیا۔ ف۔ کیونکہ ان لوگون کو جہالت سے مفہوم آیت نہین سوجھتا ہی۔ **يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا** ۔ اللہ تعالے اسکے ذریعہ سے بہتون کو گمراہ فرماتا اور اسکے ساتھ بہتون کو ہدایت فرماتا ہی۔ ف۔ سدی نے ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ جنکو ہدایت فرماتا ہی وہ مومنین ہین کہ اونکے نور ہدایت پر اس مثل کی تصدیق سے نور دیگر زیادہ ہو جاتا ہی اور جنکو گمراہ فرماتا ہی وہ منافقین ہین کہ اونکی تاریکی ضلالت مین اس کلام کے انکار سے تاریکی زیادہ بڑھ جاتی ہی۔

وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۔ اور اللہ تعالےٰ اسکے ذریعہ سے کسیکو گمراہ نہین کرتا سواے فاسقین کے ۔ ف یعنی
فاسقون کو اس نور تک رسائی نہین دیتا ہی تو وہ بھٹکتے پھرتے ہین ۔ ابو العالیہ و ربیع بن انس نے کہا کہ فاسقین یہان منافقین ہین یعنے منافقین
ہی ان آیات کے نور ہدایت تک نہین پہونچتے ہین ۔ مترجم کہتا ہی کہ پھر کفار و مشرکین بدرجۂ اولی نہین پہونچینگے ۔ مجاہد نے ابن عباس رضی سے
روایت کی کہ فاسقین یہان وہ لوگ ہین جنھون نے پہچان کر کفر کیا ۔ مترجم کہتا ہی کہ اسمین منافقین اور علماء یہود و نصاری بھی داخل ہین جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق جانتے مگر دنیاوی لالچ سے نہین مانتے تھے ۔ قتادہ نے فرمایا کہ یہ لوگ حد سے خارج ہوگئے پس اللہ تعالےٰ نے
اونکو بھٹکا چھوڑ دیا ۔ مترجم کہتا ہی کہ ہر امر حق و سنت صحیحہ سے جو باہر ہو وہ فاسق ہی لیکن فسق کے مراتب ہوا کینگے چنانچہ جو شخص عمل سنت سے خارج
ہو وہ عملی بدعتی ہی اور جو شخص اعتقاد سنت سے خارج ہو وہ اعتقادی مبتدع ہی اور جو شخص حرام کا مرتکب ہوا اوسکو اصطلاح مین فاسق کہتے ہین اور جو
شخص عقائد اسلام سے خارج ہو وہ منافق ہی اور اسمین مشرکین و کفار بھی داخل ہین کیونکہ عقائد اسلام سے خارج ہین ۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے سعد بن ابی وقاص رضی
سے روایت کی کہ گمراہون سے خوارج مراد ہین ۔ مترجم کہتا ہی کہ خوارج کی بھی یہی حالت ہی جو اللہ تعالےٰ نے گمراہ فاسقون کے حق مین بیان فرمائی یعنے
الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۔ یعنی گمراہ فاسقین ایسے لوگ ہین جو اللہ تعالےٰ کے عہد کو اوسکی مضبوطی
کے بعد توڑتے ہین ۔ ف چنانچہ شعبہ نے عمرو بن مرہ سے روایت کی کہ مصعب بن سعد نے کہا کہ مین نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ
ہین تو فرمایا کہ حروریہ ہین یعنے وہ خوارج ہین جنھون نے جماعت اسلام ہین سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر حروراء و نہروان مین خروج
کیا ۔ امام ابن کثیر نے لکھا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص سے یہ اسناد اگرچہ صحیح ہو یہ معنی نہین ہین کہ نزول آیت کے وقت یہی لوگ مراد تھے بلکہ آیت
قید سے کے عام معنی ہین جیسے منافقین و یہود وغیرہ مشرکین داخل ہین اسیطرح خوارج بھی داخل ہین جنھون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ
میثاق بیعت پورا ہونے کے بعد توڑ دیا اور جو شخص شرائع اسلام سے خارج ہو وہ فاسق ہی ۔ مترجم کہتا ہی ہر فرقہ جو جماعت اسلام سے خارج ہوا جیسے
معتزلہ و روافض و جہمیہ و نیچریہ وغیرہ کے قیامت تک اسمین داخل ہین کیونکہ صفات مومنین ہین سے یہ ہی کہ ۔ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ
وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْۤءَ الْحِسَابِ ۔ یعنے مومنین ایسے بندے ہین جو اللہ تعالےٰ کا عہد پورا کرتے اور میثاق کو
نہین توڑتے ہین اور ایسے بندے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے جس چیز کے ملائے رکھنے کا حکم دیا اوسکو ملائے رہتے ہین اور اپنے رب سے ڈرتے ہین اور
قیامت کے بری حساب سے خوف کرتے ہین (سورة الرعد) اور انکے برخلاف منافقین و مشرکین کا حال ہی جو عہد الٰہی کو بعد مضبوطی کے توڑ ڈالتے
ہین ۔ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ ۔ اور اللہ تعالےٰ نے جسکے ملائے جانے کا حکم دیا اوسکو کاٹتے ہین ۔ ف
یعنے قرابت کا صلہ رحم نہین کرتے جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ ۔ یعنے اگر تم متولی بنائے جاؤ
تو تمھاری شان سے یہی قریب ہی کہ زمین مین فساد مچاؤ اور اپنے قرابت کا ناتا کاٹو یعنے بیخوف ہوکر خلاف شریعت عمل کرو اور اپنی قرابات مین
بجائے صلہ رحم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو ۔ حدیث مین ہی کہ عرش الرحمن سے رحم معلق ہی التجا کرتا ہی کہ الٰہی تو نے اپنے نام پاک سے مجھے نام دیا تو جو
شخص مجھے ملائے رہے اوسکو ملا دے اور جو شخص مجھے توڑے اوسے ٹکڑے کر دے ۔ الصحیح ۔ مترجم کہتا ہی کہ اسیواسطے جب مسلمانان اسلام
نے شریعت کو چھوڑ کر باہم قتال کیا تو سلطنت متعددہ کے ٹکڑے ہوکر کفار کا غلبہ شروع ہوا ۔ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔
ایسے ہی لوگ خسارہ پانے والے ہین ۔ ف ابن عباس رضی نے کہا کہ ایسا لفظ جب سواے اہل اسلام کے دوسرون کی جانب منسوب ہوتا ہی
تو اوس سے کفر مراد ہوتا ہی اور جب اہل اسلام کی جانب منسوب ہوتا ہی تو اس سے گناہ مراد ہوتا ہی ۔ مقاتل بن حیان نے کہا کہ یہ خسارہ اونکو آخرت مین

ہوگا شیخ نے کہا کہ جیسے سورۂ رعد کی آیت میں فرمایا کہ اولئک لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار۔ یعنے ایسے لوگوں کے واسطے لعنت اور انہیں کے لیے جہنم ہے پس قیامت میں جب کمال محتاجی کا وقت ہوگا تو اوسوقت لعنت و جہنم انکے حق میں کمال خسارہ ہے نعوذ باللہ من ذلک (تنبیہ) جس عہد شکنی کا ذکر اس آیت میں ہوا اوس سے کون عہد مراد ہے۔ ابو العالیہ نے فرمایا کہ منافقوں میں چھ خصلتیں ہوتی ہیں چنانچہ اگر انکو غلبہ ہوتا ہے تو یہ سب [illegible] ظاہر کرتے ہیں کہ جب بات کہتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں اور جب وعدہ کرتے ہیں تو خلاف کرتے ہیں اور جب انکے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت کرتے ہیں اور مضبوطی کے بعد اللہ تعالے کا عہد توڑتے اور قرابت کا ناتا کاٹتے اور زمین میں فساد کرتے ہیں اور جب مغلوب ہوتے ہیں تو صرف تین باتیں ظاہر کرتے ہیں کہ جب بات کہتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں اور جب وعدہ کرتے ہیں تو خلاف کرتے ہیں اور جب امانت دیے جاتے ہیں تو خیانت کرتے ہیں۔ سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ عہد سے وہ عہد مراد ہے جو قرآن میں درباب ایمان آیا ہے۔ اور شیخ ابن جریر نے منافقوں کے ساتھ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو داخل کیا جنسے توریت و انجیل میں عہد لیا گیا ہے اور یہی مقاتل بن حیان رح کا قول ہے۔ اور دیگر جماعت نے کہا کہ آیت میں تمام اہل شرک و کفر و نفاق مراد ہیں اور انکا عہد ایک تو وہ ہے جو میثاق ازل میں پشت آدم علیہ السلام سے لیا گیا دوم دنیا کی آیات قدرت و پیغام رسالت ہے کیونکہ ان آیات قدرت کے ساتھ جیسے خود ہی ایمان توحید فرض تھا تو بعد پیغام رسالت کے نہایت مؤکد ہو گیا اسیواسطے فرمایا کہ عہد کو بعد مضبوطی کے توڑتے ہیں لہذا فرمایا۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

تم کسطرح منکر ہوتے ہو اللہ سے اور تھے تم مردے پھر اوسنے تم کو جلایا پھر تم کو مارتا ہے پھر جلاویگا پھر اوس پاس الٹے جاؤگے

یعنے آیات قدرت و تاکید رسالت کے بعد تم لوگوں سے تعجب ہے کہ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ۔ کیونکر تم اللہ تعالے سے کفر کرتے ہو۔ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا۔ حالانکہ حالت یہ ہے کہ تم مردے تھے۔ ف۔ یعنے تم خوب جانتے ہو کہ تم اپنے ماں و باپ کے اندر نطفہ تھے جسکو حس و حرکت نہیں ہے۔ فَاَحْيَاكُمْ۔ پس اللہ تعالے نے تمکو زندگی دی۔ ف۔ شیخ نے لکھا یعنے تم معدوم تھے پھر تمکو موجود کیا۔ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ۔ پھر تمکو موت دیگا پھر تمکو زندگی عطا کریگا۔ ف۔ چنانچہ قولہ تعالے۔ ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا الآیۃ۔ میں مذکور ہے یعنے کفار بعد معائنہ عذاب آخرت کے کہینگے کہ الٰہی تونے ہمکو دو موتیں اور دو حیاتیں دیں سو ہمنے اپنے گناہوں کا اقرار کیا اب یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی راہ ہے۔ ھ۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پہلے مردہ خاک تھے پھر زندہ کیا پھر دوسری موت بوقت اجل ہے پھر قیامت میں دوبارہ زندہ فرمائیگا پس یہ دو موتیں و دو حیاتیں ہوگئیں اور یہی حضرت ابن مسعودؓ و ایک جماعت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ پھر اللہ تعالے ہی کی جانب تم لوگ رجوع کروگے۔ ف۔ پھر وہاں بدون شرک کے توحید ربوبیت کا اقرار کروگے حالانکہ اوسوقت تمکو کچھ فائدہ نہوگا (تنبیہ) آدمی کی خلقت اپنے ماں و باپ دونوں کے نطفہ سے ہوتی ہے اور یہی حدیث صحیح سے ثابت ہے پس بعض اطبا کا قول غلط ہے جو گمان کرتے ہیں کہ عورت کی طرف سے سوا [illegible] ہوتی ہے۔ (فائدہ) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں ہے کہ آدمی کی خلقت اپنے ماں کے پیٹ میں [illegible] پھر چالیس دن میں خون کا تھکا ہوتی ہے پھر اتنی ہی مدت میں گوشت کا لوتھڑا ہوتی ہے پھر اللہ تعالے اوسکی [illegible]

ہوگی جیسے کتوں کے پالنے والے دنیا کے کتے ہیں تو جب خالی اوسکی محبت کا اثر ہو تو نفرت کی سیرت بدخو پیدا ہوتی ہے اور یہ سلوک ہی
بیان ہیں کچھ ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پس جو لوگ اہل عقل ہیں وہ ان محرمات کی حکمت میں اللہ تعالیٰ و اوسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری
کرتے ہیں اور خالی زبانی خواہش نفس کے پیچھے اپنے خصائل کو مثل کتے و سور کے خراب نہیں کرتے اور جب غور سے دیکھو تو جسکو بکری یا ہرن و
دنبہ وغیرہ کے نفیس گوشت ملے اگر اوسکو سور و کتے کا گوشت نہ ملا تو وہ کچھ بھی پروا کے قابل نہیں اور جسکو تیتر و بٹیر وغیرہ کے نفیس گوشت
میسر آئے تو اوسکو کوے و گدھا و چیل کے گوشت نہ ملنے پر کچھ حرج نہ ہوگا پس معلوم ہوا کہ حکمت شریعت تعلیم اخلاق جمیل ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ
جو کچھ روے زمین میں ہے سب انسان کے واسطے پیدا کیا پس کیونکر اوس سے کفر کرسکتے ہیں جسنے اونکی ذات کو پیدا کیا اور اونکے واسطے زمین
تمام حیوانات و نباتات و جمادات پیدا کیے جنکو اپنے رزق میں لاتے ہیں حتی کہ جاندار جانوروں کو مارکر کھاتے ہیں پس کیونکر جائز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ
کے پیدا کیے ہوے جانوروں کو کسی غیر کے نام پر ماریں یعنے غیر کی بھینٹ چڑھاویں یا غیر کے نام پر اوسکو قربان کریں اور کیونکر جائز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ
کے رزق سے پیٹ بھریں اور غیروں کا شکریہ ادا کریں حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی نے اونکے رزق کے واسطے یہ سب زمین اور اوسکا سامان پیدا کیا ثُمَّ
اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاۗءِ - پھر جانب آسمان متوجہ ہوا فَسَوّٰىھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ پس اونکو ٹھیک کر کے سات آسمان کیا
وَھُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ - اور وہ ہر چیز کے ساتھ خوب آگاہ ہے - ف پس جسنے جان دی اور رزق عطا کیا اور اوسکی قدرت اعلیٰ آسمان
و زمین کو محیط ہے کہ ایک ذرہ اوسکی قدرت سے باہر نہیں ہوسکتا تو اوسکی ناشکری و کفر کیونکر ممکن ہے - آیت قدسی میں بہت سے فوائد ہیں (فائدہ اولی)
یہ کہ اصل اشیا میں اباحت ہے جب تک کوئی دلیل حرمت قائم ہو جیسا کہ اثنائے تفسیر میں گذر چکا - (فائدہ ثانیہ) ثم استوی الی السماء علما نے کلام
کیا کہ یہاں استواء کے کیا معنے ہیں کیونکہ زبان عرب میں یہ لفظ کئی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ایک یہ کہ قصد و توجہ کرنا اور اوسکے واسطے حرف الی
آتا ہے اور وہ یہاں بھی موجود ہے پس معنی یہ ہونگے کہ زمین کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمان کی پیدائش کا قصد کیا لیکن کلمہ ثم تاخیر پر دلالت کرتا ہے لیکن
پیدا کرنے سے اوسکا مجمل ارادہ مقصود ہوگا اسواسطے یہاں مجمل میں مذکور ہے کیونکہ تفصیل کے ساتھ سات زمینوں کا بچھانا بعد پیدائش آسمانوں کے ہے قولہ
تعالیٰ ءانتم اشد خلقا ام السماء بناھا رفع سمکھا فسوٰھا واغطش لیلھا واخرج ضحٰھا والارض بعد ذلک دحٰھا یعنی جو کفار تعجب کرتے تھے کہ دوبارہ [illegible]
کسی پاس خلقت سے اونکو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک ہے [illegible] ءانتم اشد خلقا ام السماء الآیۃ یعنی کیا
تمہاری خلقت اشد ہے یا آسمان کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بنایا اوسکی چوٹی اونچا کر اوسکو ٹھیک کیا اور اوسکی رات کو اندھیری بنایا اور اوسکا دن پیدا کیا پھر اوسکے
بعد زمین کو بچھایا اور اوس سے زمین کا پانی و سبزہ نکالا اور پہاڑوں کو اوسپر میخ کیا تاکہ تمہارے واسطے اور تمہارے جانوروں کے واسطے تمتع
ہوے - علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ زمین و آسمان کی پیدائش کے بعد زمین کو بچھایا گیا اور اوسکی تفصیل سورۃ حم السجدہ
میں ہے جو بیان فرمایا - ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین الآیات - یہ سب تقریر اس بنا پر تھی کہ استواء بمعنے قصد و ارادہ ہے اور ابن عباس
سے روایت ہے کہ استواء بمعنے ارتفاع ہے اور طبری نے کہا کہ بلند ہوا جانب آسمان - رازی و زمخشری نے کہا کہ استواء بمعنے اعتدال و استقامت ہے
یعنی ٹھیک سا جس میں کچھ کجی نہ ہو جیسے آدم علیہ السلام کی خلقت میں فرمایا - فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین یعنی ملائکہ کو فرمایا کہ جب
میں اوسکو مستوی کروں اور اوسمیں اپنی روح سے پھونکوں تو تم لوگ اوسکے لیے سجدہ میں گر جائیو - لیکن اسکے ساتھ حرف الی نہیں آتا ہے
اور جب ارتفاع و بلندی کے معنے میں ہوتا ہے تو حرف علی آتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ - فاذا استویت انت ومن معک علی الفلک [illegible] جیسے قولہ
تعالیٰ لتستووا علی ظھورہ - اور یہاں چونکہ حرف الی آیا ہے تو معنی اول یعنی قصد ہی مناسب ہوا اور اسیکو شیخ ابن کثیر نے اختیار کیا [illegible]

واضح ہو کہ آسمانوں کی تعداد سات منصوص ہے اسیطرح زمینوں کا شمار بھی سات ہے اور یہ حدیث میں بھی وارد ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ جسنے کسی دوسرے کی زمین میں بقدر ایک بالشت کے ناحق لے لی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اوسکو ساتوں زمین سے طوق پہناویگا (الصحیح) پھر بعض روایات میں وارد ہے کہ جیسے ہر دو آسمان کے درمیان پانچسو برس کی راہ ہے اسیطرح ہر دو زمین کے درمیان اسیقدر فصل ہے امام رازی نے تفسیر کبیر میں آسمانوں کے بیان میں فلاسفہ کے اقوال بھی نقل کیے اور اونکے دلائل کو مجروح کرنے کے بعد فرمایا کہ ان خبطیوں کے اقوال نقل کرنے سے مجھے صرف یہ تنبیہ مقصود ہے کہ کسی آدمی کی یہ مجال نہیں کہ آسمانوں و زمینوں کے تعلقات اور اونکی کیفیت و تعداد اپنے حواس کے ذریعہ سے دریافت کر سکے کیونکہ علم تو اسکو کہتے ہیں کہ جو قرار دیا در واقع بھی ہو اور اسکے مخالف کچھ نہ ہو حالانکہ یہ بات کسیطرح ممکن نہیں اور سوائے خالق عزوجل کے کوئی شخص اسکا احاطہ نہیں کر سکتا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بات نہایت صحیح اور بالکل بدیہی ہے اگرچہ اس زمانہ میں احمقوں کا ایک فرقہ ہے جو اپنے آپکو فلاسفہ سمجھتے ہیں حالانکہ اونکو فلسفہ میں سوائے اٹکل کے کچھ بھی حاصل نہیں ہے کاش ان لوگوں کو اوتنی ہی سمجھ ہوتی جسقدر کہ قدمائے فلاسفہ رکھتے تھے حالانکہ انہیں اور اونمیں زمین و آسمان کا تفاوت ہے ان موجودہ لوگوں نے تو فقط اٹکل پچو چلنے کا فلسفہ نام رکھا ہے حالانکہ قدمائے فلاسفہ کی نسبت تو نے دیکھا کہ امام رازی نے کسطرح اونکو خبطی بیان فرمایا پھر امام رازی نے نصیحت کی کہ یہاں کوئی عقل و قیاس کا کام نہیں چلتا ہے تو لامحالہ اسی حد تک اقتصار کرنا چاہیے جہانتک خالق عزوجل نے قرآن یا حدیث سے ہمکو آگاہ فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ شایستہ آدمی کی تنبیہ کے لیے یہ فکر کافی ہے کہ زمین بہ نسبت آفتاب کے ایک مٹری ہے جو ایک مٹکے کے مقابلہ میں ہو حالانکہ آفتاب کے مانند اگر اس آسمان میں پھیلائے جاویں تو کروروں بیشمار سما جاویں پھر اس آسمان کے مقابلہ میں زمین کی کوئی نسبت باقی نہیں ہے اور خالق آسمان عزوجل نے آسمانوں کے محیط جو اجرام عرش و کرسی پیدا فرمائے اونکے مقابلہ میں آسمان ایک رائی سے کمتر ہے تو زمین کی نسبت کیونکر شمار ہو پھر یہ زمین جسپر ہم آباد ہیں اسکی نسبت سوائے اٹکل قیاسی باتوں کے تحقیقی و قطعی علم نہیں حاصل کر سکتے اگرچہ بعض اٹکل کے قیاسات اس امر کا نقشہ دلاتے ہیں کہ زمین مدور ہے لیکن کوئی قطعی دلیل نہیں ہو سکتی پھر آسمان کی کیفیت و تعدادات کیونکر قائم کیے جاویں پھر واضح ہو کہ جبکہ ان مخلوقات سماوی کے مقابلہ میں رائی کا ہزارواں حصہ نہیں ٹھہرتی ہے تو انسان بے بنیاد اپنی ہستی کو ملحوظ رکھے اور عظمت خالق عزوجل اپنے قلب میں مرکوز کرے بشرطیکہ قلب ضعیف اس تحمل کے لائق ہو اور یہ بھی شان الٰہی عزوجل ہے کہ اوسنے اس انسان ضعیف الخلقت کو اپنی معرفت سے سرفراز کیا جو ان اجسام عظیمہ میں نہیں ہے لہذا انسان کی تسبیح کو اشرف قرار دیا اور زمین پر حیوانات کو لیکر نام پر اوسکی غذا کر دیا پھر واضح ہو کہ زمین کے بارہ میں حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تفصیل ثابت نہیں ہے اور نہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے وارد ہے اور اسکا بھید یہ ہے کہ اصل مقصود یہ معرفت و دار آخرت ہے [illegible] ہر وقت سب کیفیت بھی ظاہر ہو جاویگی بخلاف اسکے اگر معرفت و آخرت سے گم رہا تو زمین کی کیفیت سے اوسکو کچھ فائدہ نہ ہوگا بلکہ بسا اوقات اندھے پن کی حالت میں بہشت سے اور حق سے اندھا منکر ہو جاتا ہے ہاں بنی اسرائیل کی روایات میں البتہ کچھ حالات وارد ہوئے ہیں چنانچہ حضرت کعب احبار تابعی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے و دیگر اہل کتاب سے اسلامیوں نے بھی وہ روایات نقل کیں لیکن کعب احبار وغیرہ یہی باتیں بیان کرتے ہیں جو اونکو اپنے یہاں کتابوں میں ملیں حالانکہ اونمیں اسناد اتصال کا سلسلہ نہ تھا چنانچہ مقدمہ میں تفصیل گذر چکی لہذا احتمال ہے کہ یہ بیان زبان انبیاء سابقین علیہم السلام ہو اور محتمل ہے کہ اسرائیلیوں میں سے کسی نے بنائی ہو لہذا ہم حکم نہیں کر سکتے مگر نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور پانی سے پہلے جو پیدا کیا اوسکے سوائے یہ مخلوقات پیدا نہیں ہوئی تھی پھر جب آسمان خلق کو پیدا کرنا چاہا تو پانی سے دھواں پیدا کیا وہ پانی کے اوپر بلند ہو گیا اسیواسطے سما اوسکا نام ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی آسمان کا مادہ ہے اور یہ

بعض احادیث مین آیا کہ آسمان ایک موج مکفوف ہی ۔ م ۔ پھر اللہ تعالے نے پانی کو خشک کر دیا تو اسکو ایک زمین بنایا پھر اوسکو تہ بتہ پھاڑ کر سینیچر و
اتوار کے دو دن مین سات زمینین بنایا پھر زمین کو مچھلی پر رکھا جسکا ذکر **ن والقلم** مین موجود ہی اور یہ مچھلی پانی مین ہی اور پانی پشت صفاۃ پر
ہی اور صفاۃ پشت فرشتہ پر ہی اور فرشتہ ایک صخرہ پر ہی اور صخرہ مذکور ہوا مین ہی جو آسمان یا زمین مین نہین ہی پھر مچھلی کی جنبش سے زمین کو اضطراب ہوا
تو پہاڑون سے اوسکو بوجھ دیدیا گیا اسی سے پہاڑ افتخار کرتے ہین پھر زمین مین پہاڑون کو پیدا کیا اور زمین والون کی روزی اور درخت پیدا فرمائے
اور جو کچھ اسکے واسطے سامان تھا یہ سب منگل و بدھ دو دن مین پیدا کیا پھر آسمان کی جانب قصد فرمایا حالانکہ وہ پانی کا دھوان تھا پس اوسکو ایک
آسمان بنا کر پھر پھاڑ کر جمعرات و جمعہ دو دن مین سات آسمان بنائے اور چونکہ جمعہ کے دن آسمان و زمین کی خلقت جمع ہوئی اور اللہ تعالے نے
ہر آسمان مین اوسکے امور مین ملائکہ اور سمندر و جبال البرد و دیگر اشیا جنکو اللہ تعالے ہی جانتا ہی پیدا فرمایا پھر آسمان دنیا کو کواکب سے مزین فرمایا
کہ وہ آسمان کی زینت اور شیاطین سے حفاظت ہین پھر حسب اپنی مشیت کے موافق پیدائش سے فارغ ہوا تو عرش پر استوا فرمایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا
کہ یہان ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اللہ تعالے نے تراب
سینیچر کے روز پیدا کیا اور اتوار کے روز اوس مین پہاڑ پیدا کیے اور دوشنبہ کے روز اوس مین درخت پیدا کیے اور مکروہات کو منگل کے روز اور نور کو بدھ کے
روز پیدا کیا اور جمعرات کو جانور منتشر فرمائے اور آدم کو جمعہ کے روز بعد عصر کے جمعہ کی آخر ساعت مین جو عصر سے رات تک ہی پیدا کیا (رواہ مسلم و
النسائی ایضا) شیخ نے کہا کہ یہ حدیث اگرچہ صحیح مسلم مین موجود ہی اور اسکے روات ثقہ ہین لیکن یہ حدیث غریب ہی چنانچہ حفاظ حدیث مانند علی ابن المدینی
و بخاری وغیرہ نے اسکو کعب احبار کا کلام بیان کیا ہی اور ابوہریرہؓ نے اسکو کعب احبار ہی سے لیا تھا لیکن اسناد کے بعض راویون کو وہم ہو گیا
تو اونھون نے ابوہریرہؓ کا سننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دیا چنانچہ بیہقیؒ نے اسکو تحقیق اسانید کے ساتھ تحریر فرمایا ہی۔ **(فائدہ)**
خلق لکم ۔ مین افادہ ہی کہ سب جو کچھ زمین مین ہی وہ تمھارے نفع کے واسطے ہی اور اصح یہ ہی کہ کل چیزین کسی نہ کسی نفع مین آتی ہین حتی خاک و بالو بھی
کام مین آتی ہی اور زہر بھی زخم کے کیڑے مارنے کے کام مین آتا ہی اور شراب بھی ایسے طور پر نافع ہی اگرچہ پینے مین بوجہ حرام ہونے کے اللہ تعالی اثر
نہین دیتا۔ چنانچہ حدیث مین ہی کہ اللہ تعالی نے جو چیز تم پر حرام فرمائی اوسمین شفا نہین رکھی ہی۔ (السنن) خانہ کعبہ مثل سفید انڈے کے آسمان سے
پہلے پیدا ہوا ہی ۔ عرائس مین اشارہ ہی کہ کل چیزون مین نفع یہ ہی کہ سب امتحان و عبرت ہین اور خالق عز وجل کی دلیل قدرت ہین پس جو شخص ایسے منفرد ہو کر
خالق عز وجل پر بھروسا کرے وہ محقق واصل ہی چنانچہ ابن عطار نے فرمایا کہ خلق سب تیرے لیے ہی اور تو اللہ تعالے کے واسطے ہوا اور جو شخص انمین
مشغول ہو کر حق تعالے سے غافل ہوا تو وہ مدعی کاذب ہی ۔ بعض مشائخ بغداد نے کہا کہ ہر شخص بندۂ نعمت ہی تو ہر طرح کی نعمتین عطا فرمائین تاکہ اپنے
منعم حقیقی کو پہچانین ۔ شیخ ابن العربی نے کہا کہ عالم سفلی و علوی کی نظیر انسان ہی چنانچہ انسان مین عالم سفلی یہ جسم ہی اور عالم علوی مراتب روحانیات ہین
اور وہ سات ہین اول ملکوت ارضیہ و قوائے نفسانیہ و جن ہی دوم عالم النفس سوم عالم قلب چہارم عالم عقل پنجم عالم سر ششم عالم روح ہفتم عالم خفا ہی
واضح ہو کہ اللہ تعالے نے ملائکہ کو نور سے پیدا فرمایا پس اون مین کدورات مادیہ و خواہشات نفسانیہ نہین ہین لہذا وہ کھانے پینے وغیرہ کی خواہش سے
پاک ہین اور اونکے افعال مین سہو و خلل بھی ممکن نہین ہی کیونکہ عقل خالص خطا نہین کرتی اور خطا جب ہی ہوتی ہی کہ اوہام و خیالات ہجوم کر کے عقل پر
پردہ کر لین اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا۔ لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون ۔ یعنی ملائکہ ایسے بندے ہین کہ جو اللہ تعالے نے حکم دیا اوسمین
نافرمانی نہین کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہی وہی کرتے ہین یعنے جب فرمایا کہ نافرمانی نہین کرتے تو شبہہ ہوتا تھا کہ حکم ہی بجا لاتے ہین مگر ممکن ہی کہ بجا لانے مین
اونسے کام پورا نہو تو نافرمانی نہونے کے باوجود کام پورا نہو پس تنبیہ کر دی کہ نہین بلکہ ٹھیک وہی پورا ہوتا ہی جو حکم دیا گیا کیونکہ اون مین کوئی روک

نہیں ہے اور دوسری خلقت اللہ تعالےٰ نے جانوروں کو پیدا کیا جو محض شہوات رہے عقل نہیں پس جمعہ کی آخری ساعت میں اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو کمال حکمت بالغہ سے جامع پیدا فرمایا کہ اسمیں ملکیت و شہوت دونوں جمع ہیں پس اگر آدمی شہوت کی تابع کرے تو گناہ میں مبتلا ہوگا اور حد سے باہر ہو جائیگا لیکن بادمی بالفعل توبہ کرے اوسکو اعتدال پر لاویگی یا حاکم شرع اوسکو انصاف سے سزا دیگا تو صلت غضب عدل و رحمت سبکا ظہور ہوگا پس مرادیہ ہے کہ شریعت میں حکم الٰہی ہے اور حاکم اوسیکی فرمانبرداری کرتا ہے تو وہ نائب شرع و خلیفہ الٰہی ہے اور ظالم و مسلاوم میں سے اول بصفت غضب اور دوم بصفت رحمت متصف ہوگیا لہذا اللہ تعالیٰ نے جامع اسرار و معارف آیات کو نازل فرمایا

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو مجکو بنانا ہے زمین میں ایک نائب بولے کیا تو رکھے گا اسمیں

مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىْٓ

جو شخص فساد کرے وہاں اور کرے خون اور ہم پڑھتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے تیری پاک ذات کو کہا مجکو

اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

معلوم ہے جو تم نہیں جانتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت میں بنی آدم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ظاہر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قبل ایجاد کے ملاء اعلیٰ میں اونکا ذکر فرمایا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔ یعنے اے محمد ذکر فرما اور اپنی قوم کو سنا کہ جب تیرے رب نے ملائکہ سے کہا کہ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً۔ میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔ ف ابن ابی حاتم نے عبدالرحمن بن سابط سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکے سے زمین بچھائی گئی اور سب پہلے جس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا وہ ملائکہ ہیں شیخ نے کہا کہ اسکی اسناد میں ضعف ہے۔ سدی نے اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب یہ خلیفہ کیا ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اوسکی ذریات ہونگے جو زمین میں باہم فساد و حسد کرینگے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرینگے۔ امام ابن جریرؒ نے کہا کہ اس تاویل پر آیت کے معنے یہ ہیں کہ میں اپنی جانب سے زمین میں ایک خلیفہ کرنے والا ہوں جو میری مخلوق کے درمیان میرے حکم شریعت کے موافق عدل جاری کرنے میں میرا نائب ہو اور یہ آدم علیہ السلام و اونکی ذریات میں سے جو لوگ موافق شریعت کے عدل کے ساتھ حکم کرنے والے ہیں سب خلیفہ ہیں اور رہا فساد و خونریزی کرنا تو یہ خلفاء کے سوا دوسروں سے واقع ہوا ہے۔ شیخ سیوطیؒ نے اسی تاویل کو اختیار کیا ہے لیکن امام ابن جریرؒ نے بعد اسکے لکھا کہ آیت میں خلافت سے باہم آدمیوں میں نسلاً بعد نسل قائم مقامی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ثم جعلناکم خلائف فی الارض من بعدہم۔ یعنے ان امم ماضیہ کے بعد ہمنے زمین میں تمکو اونکا قائم مقام کیا اسی تفسیر کو امام شیخ ابن کثیرؒ نے اختیار کیا بدلیل قولہ تعالیٰ۔ ہو الذی جعلکم خلائف الارض۔ یعنے اللہ وہی ہے جسنے تمکو زمین میں خلیفہ بنایا۔ وقولہ تعالیٰ ویجعلکم خلفاء الارض۔ یعنی اللہ ہی تمکو زمین میں خلفاء بناتا ہے۔ وقولہ تعالیٰ فخلف من بعدہم خلف۔ یعنی پھر ان نیک لوگوں کے قائم مقام بدکار لوگ ہوئے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ایک گروہ مفسرین کے نزدیک اس مقام پر خلیفہ سے حضرت آدم مراد ہیں۔ اور قرطبی نے اسکو منقول از ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ و جمیع مفسرین کا قول نقل کیا۔ شیخ نے کہا کہ فقط آدم علیہ السلام کی خصوصیت نہیں ہے کیونکہ اگر آدم علیہ السلام کی خصوصیت ہوتی تو آگے ملائکہ کا یہ قول ذکر فرمایا۔ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ۔ ملائکہ کہنے لگے کہ کیا تو زمین میں ایسے شخص کو

پیدا کریگا جو وہان فساد کرے اور خون بہاوے ۔ ف لیس یہ آدم علیہ السلام کے حق مین نہین ہوسکتا بلکہ یہ دوسرے لوگون کا فعل ہی
تو ملائکہ کی مراد یہ ہی کہ اس جنس مین ایسے لوگ ہونگے جو زمین مین فساد پھیلاوین اور باہم خونریزی کرین۔ حسن بصریؒ و قتادہؒ نے کہا کہ جب اللہ تعالے نے
ملائکہ کو خبر دی تو انھون نے یہ سوال کیا۔ اور تفسیر سُدیؒ مین مذکور ہوچکا کہ ملائکہ نے پہلے ہی دریافت کیا تھا کہ ایک شخص خلیفہ کیونکر ہوگا تو انکو
بتلایا گیا کہ اوسکی ذریات باہمی حسد سے فساد و خونریزی کرینگی پس ملائکہ نے دو طور سے جانا ایک یہ کہ اللہ تعالے نے اونکو تصریح کے ساتھ آدمیون کا
فساد و خونریزی بتلا دیا تھا اور دوم یہ کہ اونھون نے جنون پر قیاس کیا۔ چنانچہ مجاہدؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کی کہ آدمؑ سے دو ہزار
برس پہلے بنو الجان زمین مین بسائے گئے پس انھون نے فساد و خونریزی کی تو اللہ تعالے نے ملائکہ مین سے ایک گروہ بھیجا جنھون نے اونکو مارا
یہانتک کہ سمندرون کے جزیرون مین پہونچایا (ابن ابی حاتم) ابو العالیہؒ نے کہا کہ یہین سے ملائکہ کہنے لگے کہ جیسے جنون نے فساد و خونریزی کی
اسیطرح یہ خلیفہ ہوگا یعنی جیسے جنون کے اونکا قائم مقام ہوکر فساد و خونریزی کریگا تو جنون کے مطرود کرنے مین اور اسکے قائم کرنے مین
کیا مصلحت ہی۔ شیخؒ نے کہا کہ شاید اونھون نے خلیفہ کی لفظ سے بھی یہ معنی نکالے ہون۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ اوسوقت ہوسکتا ہی کہ خلافت سے مراد حکومت
عدل کی نیابت ہو۔ پھر شیخؒ نے کہا کہ یہ قول ملائکہ بطور اعتراض نہ تھا اور نہ بنی آدم کے ساتھ حسد تھا جیسا کہ بعض مفسرین نے وہم کیا ہی کیونکہ
ملائکہ کی شان میں یہ دونون بد اخلاق بنص قرآنی دور ہین بلکہ اجازت آلٰہی عزوجل کا اشارہ پاکر اونھون نے اس حکمت کو دریافت کیا۔ مترجم کہتا ہی
کہ حاصل یہ نکلا کہ پہلے جن آباد کیے گئے پھر جب انھون نے فساد و خونریزی کی تو ملائکہ کو بھیجکر نکلوا دیے گئے پھر ملائکہ کو آگاہ کیا گیا کہ دوسرا خلیفہ
پیدا کیا جائیگا جسکی ذریات باہم فساد و خونریزی کرینگے تو ملائکہ کو ظاہر ہوا کہ جب فساد و خونریزی ہی کرنے والے زمین مین رہے تو جنون کے
نکال دینے مین کیا حکمت تھی کہ اونکے قائم مقام یہ خلیفہ رکھا جائیگا جو اسیطرح فساد و خونریزی کرے۔ **وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ
نُقَدِّسُ لَكَ** ۔ اور حال یہ کہ ہم ہمیشہ سے تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے اور تیرے واسطے تقدیس کرتے ہین۔ ف یعنے عبادت
کے واسطے ہم لوگ کافی ہین تو اس مخلوق سے مقصد مین کیا حکمت ہی۔ علماء نے کہا کہ ملائکہ نے جب ویسے کہا گیا کہ اوسکی ذریات باہم حسد
و خونریزی کرینگی تو اسکو عموم پر محمول کر لیا گویا بندون کیطرح یہ بھی سمجھے کہ سب فسادی ہونگے اور ملائکہ نے ظہور آثار کو نہین جانا کیونکہ جنون
مین یہ چیزین و قوع مین نہین ہی۔ کیونکہ حدیث سے ثابت ہی کہ جنون کی پیدائش آتش لپٹ سے ہوئی ہی قولہ تعالے۔ وخلق الجان من مارج من
نار۔ اسپر نص صحیح ہی حالانکہ محل رحمت وہ لوگ ہین جو جناب آلٰہی مین عاجز ہین۔ چنانچہ حدیث مین جہنم و جنت کے عرض حال مین آیا کہ
جنت نے عرض کیا کہ میری کیا حالت ہی کہ مجھ مین ضعفاء و مساکین داخل ہونگے تو ارشاد ہوا کہ تو میری رحمت ہی تیرے ساتھ اپنے بندون مین
سے جسپر چاہونگا رحمت کرونگا (کما فی الصحیح) پس قابل رحمت بھی مسکنت ہی جو انسانی جسم خاکی کے لوازم سے ہی پس ان مین عموم فساد نہ تھا
اور ظہور رحمت کے آثار تھے لہذا اللہ تعالی نے ملائکہ کو جواب ارشاد ہوا یہ ہی۔ **قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ** ۔ اللہ تعالے نے
فرمایا کہ جو کچھ مین جانتا ہون وہ تم نہین جانتے ہو۔ ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا یعنے اس خلافت مین جو اسرار حکمت ہین میرے سوا تم
نہین جانتے ہو از انجملہ یہ ہی کہ ان مین اللہ تعالے نے انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین پیدا کیے جنمین عابدین و زاہدین و ابرار و اولیاء و مقربین
و علماء عاملین و بندگان خاشعین و محبین ظاہر فرمائے۔ حدیث مین آیا ہی کہ صبح و عصر کو جو ملائکہ باری سے آتے جاتے ہین جب وہ اعمال صالحہ
پہونچاتے ہین تو رب عزوجل دریافت فرماتا ہی کہ تمنے میرے بندون کو کس حال مین چھوڑا حالانکہ اللہ تعالی خوب جانتا ہی تو ملائکہ عرض کرتے
ہین کہ جب ہم اونکے یہان گئے تھے تب بھی وہ نماز پڑھتے تھے اور جب ہم آئے تب بھی اونکو نماز پڑھتے چھوڑ آئے ہین۔ (الصحیح) یہ بھی

گویا اس جواب کی حکمت ہے۔ اور حضرت قتادہ رح نے فرمایا کہ ہمسے بیان کیا گیا کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے کہ جب اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو
پیدا کرنا چاہا تو اس سے پہلے ملائکہ نے آپس میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کو ہمسے زیادہ بزرگ و عالم نہیں پیدا فرمائیگا پس آدمؑ کو پیدا
کر کے انکو مطلع کیا اور عالم میں جس مخلوق کو دیکھو وہ مبتلاے امتحان ہے چنانچہ آسمان و زمین کے واسطے بھی فرمایا۔ ائتیا طوعا او کرہا قالتا
اتینا طائعین۔ یعنے تم دونوں بخوشی خاطر یا ناگواری حاضر ہو ان دونوں نے عرض کیا ہم دونوں بخوشی خاطر تیری فرمانبرداری میں حاضر ہیں (
ابن جریر وغیرہ) گویا ملائکہ نے نسبح بحمدک و نقدس لک سے اپنی تسبیح و تقدیس کو جامع و اشرف خیال کیا تھا۔ عبد الرزاق نے قتادہ رح
سے روایت کی کہ تسبیح تو یہی سبحان اللہ و بحمدہ ہے اور تقدیس سے نماز مراد ہے یہی سدی رح نے اپنی تفسیر میں ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ
رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔ اور حدیث ابوذرؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ زبان سے کون بات بولنا افضل ہے تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی کلمہ جسکو اللہ تعالے نے اپنے ملائکہ کے واسطے پسند فرمایا وہ سبحان اللہ و بحمدہ ہے (صحیح مسلم) مترجم کہتا ہے کہ اس
حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ اللہ تعالے نے اس کلمہ پاک سے ملائکہ کو تسبیح کی ہدایت فرمائی لیکن یہ سمجھنا چاہیے کہ جب ملائکہ نے اس کلمے سے تسبیح
کی اور جب انبیاء علیہم السلام نے اس کلمہ سے تسبیح کی تو کلمہ واحد ہے اور تسبیح کرنا دونوں میں سے کسکا افضل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بیشک اوسیکی تسبیح
افضل ہوگی جو معرفت صفات میں افضل ہوا اور شک نہیں کہ ملائکہ جامع صفات رحمت ہیں اور انبیاء علیہم السلام جامع صفات جمیع ہیں تو جمیع صفات کے
حمد و تسبیح بہ نسبت بعض کے افضل حتی کہ یہ محبوب تسبیح انکو جنت میں بھی الہام ہوگی یعنی بجاے سانس کے تسبیح ہوگی۔ حدیث میں ہے کہ کسی
شخص کو مدح اسقدر محبوب نہیں ہے جسقدر اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اسیواسطے بندوں کو اپنی حمد کا حکم دیا (الصحیح) عبد الرحمن ابن قرط رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں ملائکہ کی تسبیح بلند آسمانوں میں سبحان العلی الاعلی سبحانہ وتعالی سنتے تھے (بیہقی) (مسئلہ)
قرطبی وغیرہ نے اس آیت سے استدلال کیا کہ خلیفہ مقرر کرنا واجب ہے تاکہ لوگوں کے اختلافات و تنازع میں فیصلہ کرے اور مظلوم کی مدد کر کے
ظالم سے انصاف لے اور زنا کار وغیرہ پر حدود قائم کرے اور جو لوگ فواحش کے مرتکب ہوتے ہیں انکو سزاے تعزیر سے زجر کرے اور رہزنی
وغیرہ کو روکے اور اسیطرح جمعہ و اعیاد قائم کرے کیونکہ جب ان امور مہمہ کا قائم کرنا واجب ہے حالانکہ انکا قیام بذریعہ امام ہوتا ہے تو امام مقرر کرنا بھی واجب
ہوا پھر امامت کبھی بذریعہ تصریح حاصل ہوتی ہے جیسے ایک جماعت اہل سنت نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صریح خلیفہ کیا گیا تھا اور دوسرے
گروہ نے کہا کہ خلیفہ بنانے کا اشارہ کیا گیا تھا اسیطرح اگر ایک خلیفہ نے اپنی وفات کے وقت دوسرے کو خلیفہ کیا تو وہ خلیفہ ہو جائیگا جیسے
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا اسیطرح اگر جماعت صالحین کی مشورت پر خلافت رکھی تو وہ جسکو
خلیفہ کریں وہ خلیفہ ہو جائیگا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے افاضل صحابہ میں سے چھ آدمیوں کے مشورہ پر خلافت چھوڑی اور انھوں نے
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا اسیطرح اگر اہل حل و عقد کسی شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے متفق ہوے تو جمہور پر بیعت لازم ہے
حتی کہ امام الحرمین نے اسپر اجماع نقل کیا اسیطرح اگر کسی شخص نے بزور شمشیر سلطنت حاصل کی تو احکام شریعت میں اسکی اتباع لازم ہے تاکہ جماعت
اسلام میں شقاق و نفاق نہو پھر امام میں چند صفات ہیں چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ مذکر آزاد عاقل بالغ مسلمان عادل مجتہد آنکھوں سے
دیکھنے والا اعضا میں تندرست اور لڑائی کے ڈھنگ سے واقف ہو اور جب اختیار سے مقرر کیا جائے تو قریشی ہونا چاہیے اور مترجم نے مقدمہ
میں الہدایہ میں توضیح کے ساتھ بیان کیا ہے شیخ نے لکھا کہ قریش میں سے بنی ہاشم کی اولاد ہونا شرط نہیں ہے اور خطا سے معصوم ہونا بھی شرط نہیں
ہے اور اسمیں شیعہ بھی متفق ہیں لیکن روافض مخالفت کرتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے عجیب ہے کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے صرف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک رکھا اور آپکے بعد اپنے زعم مین تجویز کیا کہ اوسکا نام ہی نام رہگیا اور وہ دنیا سے مٹ گئی تاکہ مجوس و یہود و نصاری و بودھ و ہنود وغیرہ مین سے جو شخص انکے دھوکے مین آیا وہ قیامت میں انکا گریبان گیر ہو اسکا بیان یہ ہی کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسنے امام شریعت تلاش کیا اوسنے روافض کے زعم کے موافق نہین پایا کیونکہ آپکے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ غیر معصوم بلکہ روافض کے زعم کے موافق خطاوار تھے اسیطرح بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی کوئی امام نہین گذرا جو لشکر جہاد کا پیشوا اور سلطنت کی صفات رکھتا ہو بلکہ بعض روافض نے یہانتک غلو کیا کہ ایک شخص امام مہدی پیدا ہوے جو دشمنون کے خوف سے قرآن شریف کو لیکر غار سر من رائے مین چلے گئے تو کتاب آسمانی بھی گم ہوئی پس تمام مشرکین مین سے نہ کسی نے امام شریعت پایا اور نہ کتاب آلہی پائی حالانکہ شریعت موسی و عیسی علیہما السلام مدت تک قائم رہی حتی کہ قرآن مجید مین اللہ تعالے نے بنی اسرائیل پر اپنا یہ احسان ظاہر فرمایا بقولہ تعالے ۔ و آتینا ہم ملکا عظیما ۔ اور بقولہ تعالے اذ جعل فیکم انبیاء الآیۃ ۔ یعنے حضرت موسیؑ نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالے کا احسان یاد دلایا کہ اوسنے تم مین انبیا پیدا کیے اور تمکو سلاطین بنایا ۔ حالانکہ روافض نے اپنی حماقت سے جو عین وسوسۂ شیطانی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو اور کتاب آلہی کو گم کردیا نعوذ باللہ من ذلک (مسئلہ) اگر اقالیم وسیعہ ہون تو ہر ایک مین جدا جدا امام جائز ہے یا نہین اسکے جواب مین علما نے تردد کیا اور ابو اسحٰق رح کے نزدیک وسعت اقلیم کی صورت مین جائز ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ جیسے ایک وقت مین بغداد مین خلفاے عباسیہ تھے اور مصر مین خلفاے بنی فاطمہ تھے اور قرطبہ و اندلس مین خلفاے بنی امیہ تھے (فائدہ) جب اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کا بعد جسم بنانے کے روح پھونک کر زندہ کیا تو ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا پس سبنے سجدہ کیا سواے ابلیس کے جسکو ملعون کرکے نکال دیا گیا چنانچہ اوسکا بیان آیندہ انشاء اللہ تعالے آویگا۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ

اور سکھائے آدم کو نام سارے پھر وہ دکھائے فرشتوں کو کہا بتاؤ مجھکو نام

هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ

انکے اگر ہو تم سچے بولے تو ہے نرالا ہمکو معلوم نہین مگر جتنا تو نے سکھایا تو ہی ہے

إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ

اصل دانا پختہ کار کہا اے آدم بتادے انکو نام اونکے پھر جب وسنے بتادیے

بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ

نام اونکے کہا مین نے نہ کہا تھا تمکو مجکو معلوم ہین پردے آسمان اور زمین کے اور معلوم ہے

مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝

جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے ہو

شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ان آیات مین اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کی شرافت جس سے ملائکہ پر فضیلت حاصل ہو بیان فرمائی بذریعہ علم یعنے علم سے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر شرف عطا کیا ۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ۔ اور آدم کو اسماء سکھائے جسکے سبب سے اور یہ ملائکہ سے سجدہ کرانے کے بعد واقع ہوا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ سماء یہی ہین جو لوگون مین متعارف ہین یعنے انسان چوپایہ زمین دریا آسمان کوہ

میدان وخشکی و تری و گھوڑا و گدھا وغیرہ یہ روایت ضحاک ہو اور سعید بن معبد کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ میں دیگ و ہانڈی و پیالا وغیرہ کا نام بھی مذکور ہو (ابن ابی حاتم وابن جریر) حضرت مجاہد وسعید بن جبیر و قتادہ وغیرہ سلف صالحین نے بھی کہا کہ ہر چیز کا نام سکھلایا۔ ربیع بن انس رح نے فرمایا کہ ملائکہ کے نام بھی سکھلائے۔ اور حمید شامی رح نے فرمایا کہ ستاروں کے نام بھی سکھلائے یعنے زہرہ مریخ مشتری وغیرہ۔ اور شیخ ابن جریر رح نے اختیار فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اونکی ذریات و ملائکہ وغیرہ سب کے نام سکھلائے تھے اور اسمین حکمت یہ تھی کہ اس خلیفہ کو پیدا کرنے مین ملائکہ پر اپنے بعض علم و قدرت کا اظہار فرماوے جو کہتے تھے کہ ہمسے بڑھکر علم والا اللہ تعالے نہین پیدا فرماویگا پس آدم علیہ السلام کو کل اسمار سکھلائے یعنے کل اشیاء جو آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا ہو چکی تھین یا ہونے والی تھین سب کی ذات و صفات و افعال صغیر و کبیر سب پیش کر کے سکھلائے شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہی صحیح ہو۔ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۔ پھر ان لوگون کو ملائکہ پر پیش کیا ف یعنے حضرت آدم علیہ السلام کی ذریات انبیاء وغیرہم کو مع دیگر اشیاء کے جو انسان کی منفعت کے واسطے مخلوق ہین سب کو پیش کیا اسیواسطے حضرت ابی بن کعب رض کی قراۃ مین۔ ثم عرضها على الملائكة آیا ہو یعنے ان اشیا کو ملائکہ پر پیش کیا لیکن متواتر قراۃ مین یہ لطافت ہو کہ پہلے تو جمیع اسمار سے کل اشیاء کا علم آیا پھر ملائکہ پر پیش کرنے مین اہل عقل کی شرافت اظہار فرمائی گئی کہ۔ عرضهم۔ مین اونھین کی جانب ضمیر راجع ہو تا کہ دیگر اشیا انکے تابع معلوم ہون الحاصل پہلے حضرت آدم کو صورت حقیقی و مثالی سے تمام مخلوقات کے نام بتلائے پھر ان مخلوقات کو ملائکہ پر پیش کیا چنانچہ عبدالرزاق نے قتادہ سے اور سدی نے حضرت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام کو سب مخلوق کے نام سکھلا کر ان مخلوقات کو ملائکہ پر پیش کیا۔ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ پھر ملائکہ کو فرمایا کہ تم ان کے نامون سے مجھے آگاہ کرو اگر تم سچے ہو ف حسن و قتادہ رح نے کہا یعنے اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اللہ تعالے تمسے بڑھکر علم والا نہین پیدا کریگا تو تم اپنے علم سے ان چیزون کی ذات و خواص و افعال بیان کرو۔ مترجم کہتا ہو کہ ملائکہ کا مقولہ مذکور نہین ہو لیکن بلاغت کلام سے نکلتا ہو اور کلام الٰہی معجزہ ہو۔ اسیواسطے ضحاک نے ابن عباس رض سے روایت کی یعنے اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اللہ تعالے زمین مین خلیفہ نہین پیدا کریگا بلکہ اس سے بہتر وہ روایت ہو جو سدی نے ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ معنے یہ ہین کہ تم ان لوگون کے نام بتاؤ اگر تم اس بات مین سچے ہو کہ اولاد آدم سب کے سب زمین مین فساد و خونریزی کرینگے۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ عمدہ تفسیر ہو کیونکہ ملائکہ نے اپنی تسبیح و تقدیس کا ذکر کیا اور بنی آدم کی نسبت کلیہ فساد و خونریزی کا گمان کیا حالانکہ اگر ان مخلوقات کو جانتے اور اونکے خواص و افعال کو پہچانتے تو اونکو معلوم ہوتا کہ تسبیح و تقدیس انبیاء و اولیاء علیہم السلام مظہر جامع صفات ہی اسیواسطے صحیحین وغیرہ کی احادیث صحاح مین وارد ہی کہ صالحین کی قراۃ قرآن و تسبیح الٰہی عزوجل کی مجلس مین ملائکہ کمال خوشی سے اپنی مراد حاصل کرنے کو آتے ہین حتی کہ حضرت اسید بن حضیر و ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہما کی تلاوت تہجد مین ملائکہ السکینہ مثل پارۂ ابر کے جسمین شمعہا سے کا نوری روشن ہون بغرض استماع قراءت کے یہانتک قریب ہوئے کہ لوگون نے معائنہ کیا اگرچہ ونھون نے یہ نہین جانا کہ یہ کیا چیز ہی حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو آگاہ فرمایا حتی کہ اسید بن حضیر رض کو فرمایا کہ اگر تو گھبرا کر تلاوت کو منقطع نکرتا تسکے بعد وہ بلند ہو کر غائب ہو گئے تو برابر صبح تک ساکن رہتے یہانتک کہ لوگ اونکو دیکھتے اس سے ملائکہ کا استغراق ظاہر ہو اور مجمع البحار مین ذکر کیا کہ ملائکہ کو فضیلت تلاوت حاصل نہین ہی شیخ ابن جریر رح نے بھی اسی تفسیر کو پسند کیا اور کہا کہ ملائکہ کو ارشاد ہوا کہ انکے نام بتلاؤ اگر تم سچے ہو کہ اگر مین نے تمہارے سوا دوسرے کو زمین مین خلیفہ کیا تو اوسکی ذریت مین فساد و خونریزی ہوگی پھر جب تم ان چیزون کے خواص و افعال ہی نہین جانتے ہو جو تمہارے سامنے موجود ہین تو پھر جو چیزین آیندہ موجود ہون اونکو بدرجۂ اولی

نہین جانوگے۔ مترجم کہتا ہے کہ جو چیزین موجود ہین جب انکے افعال وخواص ہی سے آگاہی ہوئی تو انکے استعمال اقتضا پایا کیونکہ موافق شریعت کے قائم کرسکتے ہین
قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ۔ ملائکہ عرض کرنے لگے کہ تیری ہی شان پاک ہے ہمکو تو کچھ علم نہین سوائے اسکے جو تو نے ہمکو سکھلایا البتہ تو ہی علیم حکیم ہے ف ملائکہ نے ادب کے ساتھ پہلے تسبیح کہی جس سے معلوم ہوا کہ ہر عیب ونقص جناب باری عز اسمہ سے دور ہے اور اوسکی شان سراسر خوبی وکمال ہے اور جب اللہ تعالےٰ ہی کسی مخلوق مین علم پیدا کر دیتا ہے تو وہ اسقدر جان جاتا ہے جسقدر پیدا کیا اور اوسکے سوائے کچھ نہین جانتا ہے پس ملائکہ ودیگر بزرگ مخلوقات کسی مین یہ قدرت نہین کہ اپنے آپ کسی بات کو جان لے بلکہ اوسمین علم پیدا کر دینا فقط فعل آلٰہی عز وجل ہے اسیواسطے حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام جب بکریون کے مقدمہ کا فیصلہ کرتے تھے فرمایا۔ ففہمناہا سلیمان الآیۃ۔ یعنے اس واقعہ کی سمجھ ہمنے سلیمان مین پیدا کر دی (مسئلہ) کسی بندہ کے واسطے ممکن نہین کہ کسی بات کا علم جب چاہیے حاصل کرلے کیونکہ سوائے اللہ تعالےٰ کے فہم وعلم کا پیدا کرنے والا کوئی نہین یہی معنے ہین کہ علم غیب سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہین جانتا ہے لیکن انبیا علیہم السلام مین جہانتک علم پیدا کر دیا وہ بہت کثیر ہے اگرچہ باہم انبیا علیہم السلام مین مراتب ہین اور اگر خضرؑ پیغمبر ہون تو یہ بھی ثابت ہوگا کہ سوائے پیغمبر کے بعض آدمیون مین ایسا علم پیدا کرتا ہے جو پیغمبر مین نہین ہوتا مگر اس سے خضر رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ظاہر نہین ہوتی ہے کیونکہ کمالات تو معارف آلٰہیہ ہین اور یہ جو خضر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا وہ دنیاوی چیزون مین فعل آلٰہی جاری ہونیکا علم تھا حالانکہ علم صفات ومشاہدہ ذات اعلیٰ واجل ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کو مراتب نبوت کے کمالات تھے مگر تخت بلقیس اوٹھالانے کا کام ایک جنی سے لیا گیا جیسے عفریتون سے محاریب وتماثیل ومکانات وقصور عجیب عجیب بنانیکا کام لیا جاتا تھا (فائدہ) ملائکہ نے علیم وحکیم ہونا جناب باری تعالےٰ مین منحصر رکھا اور اوسمین تنبیہ ہے کہ حکمت آلٰہی عز وجل کو سوائے اوسکے کوئی نہین جان سکتا کیونکہ جاننا خود کسی مخلوق کے اختیار ہی مین نہین ہے تو وہ جب اپنی ماہیت ہی نہین جانتا ہے تو بے انتہا حکمت آلٰہی کیونکر پہچان سکتا ہے پس جن جاہلون نے حکم لگایا کہ اگر اللہ تعالےٰ ایسا کرے تو عدل ہے اور ویسا کرے تو ظلم ہے یہ محض جہالت ہے اسواسطے کہ جب وہ حکمت نہین جانتا اور نہ اسکا جاننا ممکن ہے تو یہ حکم لگانا جہالت ہے (مسئلہ دقیقہ) آدمی جن محالات کا تصور کرتا ہے مثلاً باری تعالےٰ کا مثل وغیر ذالک تو شامت بیہودگی سے مثل افعال خبیثہ کے اوسمین یہ صورت پیدا کر دیجاتی ہے کیونکہ وہ کسی فعل آلٰہی کی ماہیت سے واقف ہی نہین ہوسکتا تو صفات وذات اعلیٰ واجل ہین اور محض ممنوع ہے کہ وہان ایسے خیالات آوین واللہ علی کل شئی قدیر۔ نص محکم ہے والحمد للہ رب العالمین۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکابر اصحاب کے واسطے مجالس علم منعقد فرماتے تھے تاکہ تابعین اسرار معارف سے آگاہ ہون۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ایکبار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی ودیگر اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ہمنے لا الٰہ الا اللہ پہچانا پس سبحان اللہ کیا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کلمہ کو اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات پاک کے واسطے پسند فرمایا اور اسکا کہنا محبوب کر دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس لطیفہ مین اشارات ہین کہ الوہیت جب ذات باری عز اسمہ مین منحصر ہے تو کسی نقص کو وہان گنجایش نہین ہے چنانچہ قائل نقص مذموم ہے حالانکہ خود فرمایا۔ ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا الآیۃ۔ یعنے اللہ تعالےٰ کے واسطے کون مانع ہے اگر وہ چاہے کہ عیسیٰ مسیح واوسکی مان اور تمام زمین والون کو ہلاک کردے۔ ھ۔ پس اوسکی شان اعلیٰ واجل مین کسی فعل کی نسبت ظلم یا نقص کہنے کی گنجایش ہی نہین ہے کیا نہین جانتے ہو کہ اوسکو مخلوق سے کوئی مشابہت نہین ہے لہذا فرمایا۔ لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ یعنے اللہ تعالےٰ جو کچھ کرے اوس سے پوچھ گچھ نہین ہوسکتی اور یہ بندے ہی ہین جو پوچھے جائینگے۔ الحاصل جب ملائکہ پر اشیا پیش ہوئین اور اونھون نے اونکے نامون سے اپنی نادانی کا اقرار کیا اور اصل علم جناب باری عز اسمہ کے واسطے

خاص کیا یعنی خلیفہ پیدا کرنے مین جو حکمت ہی وہ بیشک اللہ تعالے ہی جانتا ہی اور ہم لوگ نہین جانتے تو اللہ تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کی لیاقت ظاہر فرمائی۔ قَالَ يَا آدَمُ أَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ۔ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اے آدم انکو انکے نامون سے آگاہ کرے اسمین احتمال ہی کہ فقط ملائکہ کو انھین کے نامون سے آگاہ کیا اور یہ بھی احتمال ہی کہ یہ معنے ہون کہ اے آدم ان ملائکہ کو ان سب مخلوقات کے نام سے آگاہ کرو علی ہذا اہل عقل کے واسطے ضمیر مذکور ہی اور غیر عاقل انکے تابع ہین اور یہی راجح ہی۔ چنانچہ زید بن اسلم رحؒ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سبکے نام بتلانے شروع کیے چنانچہ فرمایا کہ تو جبرئیل ہی اور تو میکائیل ہی اور تو اسرافیل ہی حتی کہ تمام اسماء بتلائے یہانتک کہ حقیر چیزون مانند کوے وغیرہ تک بیان کیے۔ اور یہی مجاہد و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ سے مروی ہی۔ فَلَمَّا أَنْبَأَهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ
پھر جب آدم نے ملائکہ کو اونکے نامون سے آگاہ کیا ف۔ اور ملائکہ پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہو گئی تو اللہ تعالے نے ملائکہ کو خطاب کیا۔ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ فرمایا کہ کیا مین نے تمسے نہین کہا تھا کہ مین ہی خوب جانتا ہون غیب سموات وارض کو اور خوب جانتا ہون جو تم ظاہر کرتے اور جو چھپاتے ہو ف یعنے مین نے تمسے پہلے ظاہر کر دیا تھا کہ غیب ظاہر و خفی سواے میرے کوئی نہین جانتا ہی۔ ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ ملائکہ کو اشارہ ہوا کہ تمھارا ظاہر بھی مجھے معلوم ہی اور تمھارے باطن مین جو ابلیس نے چھپایا وہ بھی معلوم ہی۔ ابن جریر رحؒ نے کہا کہ یہ کبر و غرور اگرچہ ملائکہ فورا لی مین نہین تھا بلکہ فقط ابلیس مین تھا لیکن جب کوئی قوم مجموعہ ہوتی ہی تو انمین سے بعض کا فعل سب کی جانب مبہم کیا جاتا ہی مثلا کہتے ہین کہ یہ لشکر بہت تجربہ کار ہی کہ لڑا کھلڑا اور ہرا و مارا و بھاگا و بھگایا ہوا ہی حالانکہ کل لشکر نہین ہرا اسیطرح اس گروہ ملائکہ مین بھی صرف ابلیس ہی نے چھپایا تھا مگر مجمل نسبت فرمایا اور یہی تفسیر سدی مین ابن عباس و ابن مسعود و جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے مذکور ہی کہ جو انھون نے اظہار کیا وہ یہ قول ہی کہ کیونکر ایسا خلیفہ بنایا جائیگا جو فساد و خونریزی کریگا اور جو کچھ انھون نے پوشیدہ کیا اوس سے وہ کبر و غرور مراد ہی جو ابلیس کے دل مین تھا یہی قول سعید بن جبیر و مجاہد و سدی و ضحاک و سفیان ثوری سے منقول ہی اور اسیکو ابن جریر رحؒ نے اختیار کیا۔ ابو العالیہ و ربیع بن انس و حسن و قتادہ نے کہا کہ جو کچھ ملائکہ نے ظاہر کیا وہ یہی تھا کہ ہم لوگ تسبیح و تقدیس کرتے ہین پھر کیا حکمت ہی کہ ایسی مخلوق خلیفہ ہو جو فساد و خونریزی کریگی اور جو کچھ اونھون نے چھپایا وہ یہ قول تھا کہ ہمسے زیادہ عالم و بزرگ کوئی مخلوق نہوگی پھر ملائکہ نے جان لیا کہ اللہ تعالے نے علمیت و کرامت مین آدم کو فرشتون پر فضیلت دی ہی۔ ابن جریر رحؒ نے عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے اس قصہ مین روایت کی کہ پھر اللہ تعالے نے ملائکہ کو فرمایا کہ جیسے تم لوگون کو ان اشیاء کے نامون سے علم نہین ہی یون ہی تم خلافت انسانی کی حکمت نہین جانتے ہو اور مین نے تو انکو زمین مین خلیفہ کیا تاکہ بعض فرمان بردار و بعض نافرمان ہون اور سابق علم الٰہی مین جاری ہو چکا کہ وہ جہنم کو جن و انسان سے بھریگا لیکن ملائکہ بیچارے اس علم کو نہین جان سکتے تھے لیکن جب انھون نے آثار سے دیکھ لیا کہ اللہ تعالے نے آدم کو علمی فضیلت عطا فرمائی ہی تو خلافت مین قدرتی حکمت کا اقرار کیا (ملخص ابن کثیر)

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ؕ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ
اور جب ہمنے کہا فرشتون کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کر پڑے مگر ابلیس نے قبول نکیا اور تکبر کیا اور وہ تھا
مِنَ الْكَافِرِينَ ۝
منکرون مین کا

شیخ ابن کثیر رحؒ نے لکھا کہ اس آیت کریمہ مین ایک نعمت عظیمہ کا بیان ہی جو اللہ تعالے نے حضرت آدم اور اونکی اولاد پر مبذول فرمائی ہی چنانچہ آگاہ

فرمایا۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۔ اور بیان کرے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ احسان جب ہمنے ملائکہ سے کہا کہ تم لوگ
آدم کے واسطے سجدہ کرو۔ ف۔ بعض مفسرین نے تنبیہ فرمائی کہ بیان عطف ترتیبی نہیں ہے یعنے یہ مراد نہیں ہے کہ پہلی آیات میں جو کچھ مذکور ہوا وہ پہلے
واقع ہوا تھا اور یہاں جو حکم سجدہ مذکور ہے اوسکے بعد واقع ہوا بلکہ یہ عطف بطور بیان واقعات ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت پوری ہونے سے
پہلے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا تھا بدلیل قولہ تعالیٰ۔ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین۔ یعنی پھر جب میں اسکو ٹھیک
کروں اور اوسمیں اپنی روح سے پھونکوں تو تم اوسکے لیے سجدہ میں گر پڑو۔ اور یہی قول اصح ہے۔ سجدہ لغت میں ذلت کے ساتھ سر جھکانے کو کہتے ہیں
اور شرع میں عبادت کے طور پر زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے اور ایک قسم سجدہ تحیۃ ہے اور وہ تعظیم کے طور پر جھک جانیکو کہتے ہیں پھر یہاں چند مقامات ہیں
اول یہ کہ کس قسم کے سجدہ کا حکم ہوا۔ دوم یہ آدم علیہ السلام کے واسطے تھا یا آدم بطور قبلہ قرار دیے گئے تھے اور اصل سجدہ اللہ تعالیٰ کے واسطے
تھا۔ سوم ملائکہ سے کل مراد ہیں یا بعض جماعت خاص مراد ہیں۔ چہارم ابلیس از جنس ملائکہ تھا یا غیر جنس ہے جو کسی حکمت سے ملائکہ کے ساتھ موجود
تھا اور قولہ تعالیٰ۔ وکان من الجن۔ یعنے ابلیس تو جنوں میں سے تھا۔ ھ۔ اس آیت کے کیا معنے ہیں۔ (بیان مقام اول) امام رازی کے
نزدیک مختار یہ ہے کہ پیشانی رکھکر سجدہ کا حکم تھا چنانچہ آدمیوں میں بھی اسلام سے پہلا اگلی امتیں حتیٰ کہ یہود ونصاری وغیرہ بادشاہوں کو اسیطرح
تعظیمی سجدہ کیا کرتے تھے اور اس صورت میں سجدہ عبادت وسجدہ تعظیم کے درمیان صرف نیت کا فرق ہے یعنے اگر معبود سمجھکر سجدہ کیا تو کفر ہوا اور
اگر مخلوق مکرم سمجھکر سجدہ کیا تو تحیہ تعظیمی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ۔ اسجدوا لآدم۔ بمعنی اسجدوا الی آدم ہے یعنی آدم کی طرف ہوکر سجدہ کرو تو آدم بمنزلہ
قبلہ ہوے اور اصل سجدہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوا اور یہ تاویل اسواسطے کی گئی کہ سواے اللہ تعالیٰ کے غیر کو سجدہ کرنا کفر ہے لیکن یہ تاویل ضعیف ہے
اسواسطے کہ غیر کو سجدہ کرنا شریعت اسلام میں دو حکم رکھتا ہے ایک یہ کہ بطور عبادت ہو تو کفر ہے اور دوم یہ کہ بطور تعظیم ہو تو حرام ہے اور یہ اسی امت
مکرم کے واسطے ہے ورنہ ابھی معلوم ہوا کہ اگلوں میں تعظیمی سجدہ جائز تھا تو شاید اسی طور پر آدم کے واسطے حکم دیا گیا ہو لیکن اسمیں خلاف نہیں ہے
کہ آدم کیواسطے بطور عبادت حکم نہیں تھا پھر تاویل کی کیا ضرورت ہے کیونکہ ظاہر کے خلاف کسی نص کو تغیر دینا جائز نہیں ہے علاوہ بریں اگر اللہ تعالیٰ
کے واسطے سجدہ ہوتا تو ابلیس منکر ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ۔ پس ان ملائکہ نے سجدہ کیا سواے
ابلیس کے۔ ف۔ یعنے ابلیس نے سجدہ نکیا۔ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ابلیس نے انکار کیا اور اپنے
جی میں تکبر لایا اور حال یہ کہ وہ کافروں میں سے تھا۔ ف۔ یعنے علم الٰہی میں وہ کافر ٹھہر چکا تھا پس اوسکے حق میں وہی اسباب جمع ہوگئے کہ اوسنے انکار
وتکبر کیا۔ اور بعض نے کہا کہ کان من الکافرین۔ یعنی صار من الکافرین یعنے کافروں میں سے ہوگیا لیکن اس صورت میں ظاہر کے خلاف تاویل ہوئی اور کچھ ضرور
تکلف کرنا پڑیگا کہ کافروں میں سے ہوگیا جیسا کہ علم الٰہی میں مقدر تھا اسواسطے کہ ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو انجام ابلیس کا علم تھا یا نہیں اگر کوئی شخص
کہے کہ نہیں تو وہ بکمبخت کافر ہے کہ اوسنے اپنے معبود کو جاہل بنایا پس ضرور ہوا کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا تو یہی معنے ہوے کہ جیسے اللہ تعالیٰ جانتا
تھا ویسے ہی ابلیس سے واقع ہوا بالجملہ بعض علماء نے کہا کہ اگر سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہوتا اور آدم فقط قبلہ ہوتے تو ابلیس انکار نکرتا۔ مترجم
کہتا ہے کہ جواب تو وہی ہے جو اول مذکور ہوا اور یہ جواب ضعیف ہے اسواسطے کہ قبلہ بھی معظم مکرم ہوتا ہے تو شاید ابلیس نے آدم کو قبلہ بنانے سے تکبر کیا۔
پس ظاہر یہی ہے کہ آدم کے واسطے سجدہ تعظیمی کا حکم تھا اور اسیکو شیخ سیوطی رحمہ نے اختیار کیا ہے۔ معالم میں بغوی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور حضرت
یوسف کو بھی اونکے والدین و بھائیوں نے یہی سجدہ کیا تھا اور یہی مقام دوم کا بیان تھا۔ (بیان مقام سوم کہ کل ملائکہ مراد ہیں یا بعض مراد ہیں
و بیان مقام چہارم کہ ابلیس داخل ملائکہ بوجہ جنسیت ہے یا بغیر جنسیت ہے) پس ان دونوں مقامات کے بیانات میں اقوال و آثار مختلف ہیں

امام محی السنۃ کے نزدیک اصح یہ ہی کہ ابلیس از جنس ملائکہ تھا اور شیخ سیوطی کے نزدیک آثار سے یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ جیسے بشر کے باپ آدم
ہین اسیطرح جن کا باپ ابلیس ہی بدلیل قولہ تعالیٰ۔ کان من الجن الآیہ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ ٹھیک نہین ہی اسواسطے کہ آیت کریمہ کے تو یہ معنے ہین کہ
جن مین سے ابلیس تھا تو جس طرح یون نہین بولتے کہ البشر مین سے آدم علیہ السلام تھے اسیطرح اگر وہ جن کا باپ ہوتا تو کان ابو الجن کہا جاتا مگر آنکہ
جن سے صفت شرارت لیجاوے یعنے وہ جنس شریر طبیعت مین سے تھا اور یہ بہت تکلف ہی۔ اور امام محی السنۃ کی مراد یہ ہی کہ جن ایک قسم ملائکہ
مین سے ہی اور اسی قسم مین سے ابلیس تھا پس محتمل یہ ہی کہ اسی قسم کے کل ملائکہ کو سجدہ کا حکم ہوا ہو یعنے قسم جن کو سجدہ کا حکم ہوا تو سب نے سجدہ کیا
سوائے ابلیس کے۔ اور بعض علماء محققین کے نزدیک کل ملائکہ کو مع قسم جن کے سجدہ کا حکم ہوا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا کہ
فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون الا ابلیس الآیۃ۔ یعنے ملائکہ کلھم اجمعین نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اور بلاغت عرب مین معلوم ہوا کہ جب اس طرح کی
تاکید لاتے ہین تو وہان صریح ظاہر مقصود ہوتا ہی یعنے مجاز و تاویل کو گنجائش نہین ہوتی ہی تو ثابت ہوا کہ کل ملائکہ مراد ہین لیکن ملائکہ کا اطلاق اون
ملائکہ پر ہوتا ہی جو نور سے پیدا ہین اور قسم جن کی پیدائش آتشی ظہور ہی تو جب اشرف ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو قسم جن بدرجہ اولیٰ اسمین داخل ہوگے
جیسے قولہ تعالیٰ۔ عرضھم علی الملائکۃ۔ کی تفسیر مین معلوم ہوا کہ اہل عقل کے تابع ہو کر بے عقل بدرجہ اولیٰ داخل ہین۔ اگر کہا جاوے کہ حدیث مین آیا کہ
ملائکہ نور سے پیدا ہوے اور جن دھوان ملی ہوئی آگ کی لپیٹ سے پیدا ہوے ہین بلکہ خود قرآن مین فرمایا۔ وخلق الجان من مارج من نار الآیۃ۔ جس سے
صاف معلوم ہوتا ہی کہ یہ جن ہین اور قسم ملائکہ نہین ہین جواب دیا گیا کہ شاید یہ قسم ملائکہ کا بیان ہو۔ مترجم کہتا ہی کہ ابن عباس رضہ سے آیندہ روایت آتی ہی
جس سے یہ بات سمجھی جاتی ہی لیکن میرے نزدیک اس تکلف سے روایت مذکور کی تاویل کرنا بہتر ہی بہ نسبت اسکے کہ آیت یا حدیث مین ایسی تاویل
کیجاوے جو ضعیف بلکہ صحیح نہین ہی کیونکہ خود ابلیس کا مقولہ منصوص ہی کہ۔ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ اور کچھ خلاف نہین کہ جن کی پیدائش
اسیطرح واقع ہوئی ہی پھر جن در اس قسم ملائکہ مین کچھ فرق نہ ہوا اور عقائد مین قطعی قرار دیا گیا کہ بحکم قولہ تعالیٰ۔ لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون
الآیۃ۔ و دیگر آیات کثیرہ کے قطعی قرار پایا کہ ملائکہ ایک خلقت نورانی خالص از وساوس شیطانی و اوہام جسمانی ہین کہ اونکے فعل مین خطا نہین اور حکم
الٰہی مین نافرمانی نہین ہوتی پس یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ ابلیس از قسم ملائکہ ہو اور ایسی نافرمانی کرے جس سے ابدی ملعون ہو گیا اور بعض نے جواب دیا کہ شاید فرشتون کی
جو صفت مذکور ہوئی وہ اسوجہ سے ہی کہ اکثر فرشتے اسی صفت پر ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ بوجہ تخصیص خلاف عقیدہ قطعی کے بلا دلیل باطل ہی پس صحیح
یہ ثابت ہوتا ہی کہ ملائکہ کے ساتھ ابلیس کو بھی سجدہ کا حکم ہوا تھا یا ملائکہ و کل جنون کو سجدہ کا حکم ہوا پھر ملائکہ نے اپنی خصلت نورانیت کے موافق
فرمانبرداری سے سجدہ کیا مگر ابلیس جنی نے نہین مانا اور جھگڑا کیا رہا یہ کہ ابلیس وہان کیونکر پہونچ گیا تھا تو تنہا۔۔۔ قسب کی حکمت سے معلوم ہوتا ہی کہ پہلے
انکو آسمانون سے ممانعت نہین تھی پھر جب زمین مین خلافت آدم علیہ السلام کی حکمت آلٰہی جاری ہوئی اور ابلیس ملعون ہو کر مع ذریات کے امتحان
وابتلا ٹھہرایا گیا تو وہ آسمانون سے ممنوع ہو گئے بلکہ سعید بن جبیر تابعی رح سے روایت ہی کہ یہ لوگ جنت مین کام کیا کرتے تھے واللہ تعالےٰ اعلم۔ چنانچہ
اس مقام پر تفسیر ابن کثیر رح کی روایات نقل کرتا ہون لیکن جس طرح مین نے مقدمہ مین توضیح بیان کی ہی اسکا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جہانتک آیات و احادیث
صحیح مین وارد ہو وہی معتمد ہی اور آثار جو انکے موافق ہون وہی صحیح ہین کیونکہ بعض آثار نو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی روایات ہین اور بعض کی
اسانید ضعیف ہین اس عقل نورانی سے فہم حاصل کرنا چاہیے۔ شیخ ابن کثیر رح کی تفسیر مین ہی کہ امام ابن جریر رح نے اپنی اسناد کے ساتھ بطریق بشر بن عمارہ
عن ابی روق عن الضحاک روایت کی کہ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ ملائکہ کی ایک قسم جسکو جن کہتے ہین اسی مین سے ابلیس تھا اور تمام ملائکہ مین سے
اسی قسم کی پیدائش نار السموم سے ہوئی ہی اور ابلیس کا نام حارث تھا اور وہ جنت کے خازنین مین سے تھا اور باقی سب ملائکہ کی پیدائش نور

خالص سے ہوئی ہی سوائے اس گروہ جن کے جن میں سے ابلیس ہی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ قرآن مین جن کی خلقت مارج النار سے مذکور ہی اور زبانہ آگ کو
مارج کہتے ہین اور انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہی پھر جاننا چاہیے کہ زمین مین جو پہلے بسے وہ جن ہین اونھون نے زمین مین فساد و خونریزیان کین
اور بعض نے بعض کو قتل کیا پس اللہ تعالے نے ابلیس کو اوسکے گروہ ملائکہ کے ساتھ کہ اونکو بھی جن کہتے ہین زمین کی جانب بھیجا جنھون نے
یہان سے جنون کو قتل کرکے پہاڑون وجزیرون مین نکال باہر کیا لیکن ابلیس کو اپنی اس حرکت سے غرور حاصل ہوا کہ جو فعل مجھسے سرزد ہوا وہ کسی نے
نہین کیا ہی لیکن اوسکے اس خیال پر سوائے عالم الغیب عزوجل کے کسی فرشتہ کو آگاہی نہین ہوئی پس اللہ تعالے نے اوسکے ساتھی ملائکہ سے
جنکو جن کہتے ہین ارشاد فرمایا کہ مین زمین مین ایک خلیفہ پیدا کرنیوالا ہون تو ان ملائکہ نے عرض کیا کہ کیا ایسا خلیفہ پیدا کیا جائیگا جو فسق وفساد کرے جیسے
قوم جن نے کیا ہی اور حضور الٰہی عزوجل سے ہم لوگ اونھین کی بربادی کے لیے مامور ہوئے تھے حالانکہ ہم لوگ تسبیح وتقدیس مین مستقیم ہین تب اللہ
عزوجل نے فرمایا۔ انی اعلم ما لا تعلمون۔ گویا اشارہ سے متنبہ فرمایا کہ مجھے ابلیس کے دل کا کبر وغرور ظاہر ہی جسکو تم لوگ نہین جانتے ہو یعنے دعوی تسبیح و
تقدیس ٹھیک نہین ہی ابن عباسؓ نے کہا کہ پھر اللہ عزوجل نے خلقت آدمؑ کی خاک لینے کا حکم دیا اور مترجم کہتا ہی کہ اسکا ذکر فوائد کے ذیل مین عنقریب
انشاء اللہ تعالے آتا ہی۔ م۔ پس اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کے قالب کو پاکیزہ طین لازب وحماء مسنون سے بنایا اور اپنے ید قدرت سے
پیدا کیا اور یہ قالب خاکی چالیس دن تک پڑا رہا اور اس زمانہ مین ابلیس اس قالب خاکی کے پاس آکر اپنے پاؤن سے ٹھوکر مارتا تو اسمین سے کھنکھناہٹ
ہوتی اسیکو صلصال کالفخار فرمایا ہی پھر ابلیس اس قالب کے منہ سے گھستا اور اسفل کی جانب سے نکلتا اور اسفل کی جانب سے گھستا اور منہ کی جانب
سے نکلتا تھا اور کہتا کہ تو کچھ چیز نہین ہی اور ناکارہ پیدا ہوا ہی اور اگر مین تجھپر مسلط ہوا تو مین تجھکو تباہ کرڈالونگا اور اگر تو مجھپر سردار بنایا گیا تو مین ہرگز تیرا
کہنا نہین مانونگا پھر جب اللہ عزوجل نے اس قالب مین اپنی روح پھونکی تو یہ سر کے جانب سے شروع ہوئی پس جسقدر اس لطیفہ آتیہ سے اس قالب مین
آتا جاتا وہ فوراً گوشت وخون ہوتا جاتا تھا پھر جب نفخ روحی ناف تک پہونچا تو آدمؑ نے اپنے جسم کی جانب دیکھا اور اونکو ایک قدرت عجیب للبشر
آئی تو اوٹھنا چاہا مگر اوٹھ نسکے اسی واسطے۔ خلق الانسان عجولا۔ آیا یعنی آدمی پیدائش مین جلدباز ہی۔ پھر جب نفخ روحی پورا ہوگیا تو آدمؑ
نے چھینک لی اور بالہام الٰہی الحمد للہ رب العالمین کہا پس اللہ عزوجل نے فرمایا یرحمک اللہ یا آدم۔ پھر اللہ تعالے نے آسمانی فرشتون کے سواے
فقط ان ملائکہ کو جو ابلیس کے ساتھ تھے آدم کے لیے سجدہ کرنیکا حکم دیا پس ان ملائکہ نے کلہم اجمعین سجدہ کیا سواے ابلیس کے جسنے انکار وتکبر کیا
کیونکہ اسکے دل مین پہلے سے غرور سمایا ہوا تھا چنانچہ اوسنے اپنا قیاس لگایا اور کہنے لگا مین آدمؑ کے واسطے سجدہ نہین کرونگا کیونکہ مین اس سے
بہتر ہون اور سن مین زیادہ ہون اور خلقت مین بھی قوی واشرف ہون کیونکہ اللہ تعالے نے مجھکو آگ سے پیدا کیا اور اسکو خاک سے پیدا کیا حالانکہ
خاک سے آگ قوی وبہتر ہی جب ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا تو اللہ تعالے نے اوسکو ابلاس دیا اور ابلاس کے معنے ہر طرح کی بھلائی سے مایوس کردینا
اسی وجہ سے اوسکا نام ابلیس ہوگیا اور اللہ تعالے نے عقوبت مین اوسکو دائمی ملعون کردیا پھر اللہ تعالے نے آدمؑ کو سب اسما سکھلائے اور وہ
یہی اسماء متعارف آدمی جانور خشکی تری پہاڑ سمندر دریا جھیل گھوڑا ہاتھی گدھا انواع نباتات وجمادات وحیوانات وغیرہ کے نام ہین پھر اللہ
تعالے نے ان اشیاء کو اسی گروہ ملائکہ پر پیش کیا جو ابلیس کے ساتھ تھے جنکی پیدائش نار السموم سے ہوئی ہی اور حکم دیا کہ ان چیزون کے نام بتلاؤ
اگر تم اس قول مین سچے تھے کہ تمکو معلوم ہی کہ مین زمین مین تمسے بہتر خلیفہ نہین کرونگا پھر جب ان ملائکہ کو معلوم ہوا کہ جو بات ہمنے کہی تھی وہ حضرت
عالم الغیب خالق عزوجل کے علم مین بیان ہی جسکی وجہ سے اللہ تعالی ہمپر خشمناک ہی تو اونھون نے اللہ تعالی کی تسبیح کی یعنے تو پاک ہی کہ سواے
تیرے کوئی علم غیب جانتا ہو اور ہم لوگ اپنے قول سے توبہ کرتے ہین اور ہمکو سواے اوسکے کچھ علم نہین جو تونے ہم مین پیدا کردیا یعنے ہم پناہ

مانگتے ہین کہ ہمکو کچھ غیب کا دعوی ہو بلکہ علم تیرے ہی عطا کرنے سے ہوتا ہی تو جیسے تونے آدم علیہ السلام مین علم پیدا کیا اسیطرح جہانتک ہمکو علم دیا ہی اوسکے سوا ہم کچھ نہین جانتے ہین لتب اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان لوگون کو اشیاء کے نامون سے آگاہ کرے پھر جب آدم علیہ السلام نے اونکو اسماے اشیاء سے آگاہ کیا تو اللہ تعالے نے فقط انھین ملائکہ کو جنکا نام جن ہی خطاب فرمایا کہ مین نے تمسے نہین کہا تھا کہ مین ہی آسمانون و زمین کے غیب سے آگاہ ہون کہ سواے میرے کوئی دوسرا نہین جانتا ہی اور جو کچھ تم ظاہر کرتے یا جو کچھ تم چھپاتے ہو اوسکو مین خوب جانتا ہون یعنے سر و علانیہ مجکو خوب معلوم ہی یعنے تنبیہ فرمائی کہ ابلیس نے جو کچھ اپنے دل مین تکبر و غرور چھپایا تھا وہ مجکو خوب معلوم تھا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اثر غریب ہی اور اسمین بعضی باتین ایسی ہین جنکی صحت مین تامل ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اسناد مین بشر بن عمارہ ابوروق دونون ضعیف ہین جیسا کہ مقدمہ مین مذکور ہی اور ضحاک کی روایت ابن عباسؓ سے محققین کے نزدیک مرسل ہی لیکن اسکے بعض امور کی شہادت تفسیر سدی مین موجود ہی چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سدی نے ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ جب اللہ تعالے نے مخلوقات مین سے جو کچھ منظور تھا پیدا کر دیا تو عرش پر استوا فرمایا پھر ابلیس کو دنیاوی آسمان پر مقرر فرمایا اور یہ ابلیس ایک گروہ ملائکہ مین سے تھا جنکو جن کہتے ہین کیونکہ جنت کے خازن ہونے سے اونکا یہ نام ہو گیا ہی پس ابلیس جب انکا سردار ہوا تو اپنے دل مین کہنے لگا کہ مجکو نورانی ملائکہ پر فضیلت ہی جب ہی اللہ تعالے نے مجکو یہ مرتبہ دیا ہی پس جب اوسکے دل مین غرور آیا جو اللہ تعالے پر پوشیدہ نہین ہو سکتا ہی تو اللہ تعالے نے ملائکہ سے فرمایا کہ مین زمین مین ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہون ملائکہ نے کہا کہ یہ خلیفہ کیا ہو گا تو ارشاد ہوا کہ اوسکی ذریات ہوگی جو زمین مین فساد کرین اور باہمی حسد کر کے ایک دوسرے کو قتل کرین تب ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب کیا زمین مین ایسے لوگ ہونگے جو وہان فساد و خونریزی پھیلا وین حالانکہ ہم لوگ تیری بارگاہ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہین ۔ اللہ تعالے نے فرمایا کہ جو کچھ تم نہین جانتے ہو وہ مین جانتا ہون ۔ یہ ابلیس کی حالت کا اشارہ ہی پھر اللہ تعالی نے جبرئیل علیہ السلام کو زمین مین بھیجا کہ زمین سے خاک لے پس زمین کہنے لگی کہ اے جبرئیل مین اللہ تعالی کی پناہ لیتی ہون کہ تو مجھے ناقص یا عیبدار کرے ۔ یہ سنکر جبرئیل لوٹ گئے اور جاکر جناب باری مین عرض کیا کہ اے رب وہ تیری عزت و جلال مین پناہ لیتی ہی جس سے مین کانپتا ہون پس اللہ تعالی نے میکائیل کو بھیجا اور میکائیل سے بھی زمین نے پناہ مانگی تو وہ بھی جناب باری تعالی مین لوٹ کر مثل عرض جبرئیل کے عرض کرنے لگا پس اللہ تعالی نے ملک الموت کو بھیجا اور جب زمین نے اوس سے بھی پناہ مانگی تو اوسنے کہا کہ مین اللہ تعالی کی پناہ لیتا ہون کہ مین بغیر نفاذ حکم الٰہی عزوجل کے واپس جاؤن پس ملک الموت نے کل روے زمین سے ایک مشت خاک اوٹھائی اور ایک ہی جگہ سے نہین لی تو سرخ و سپید و سیاہ سب طرح کی خاک آئی اسیواسطے آدم علیہ السلام کی اولاد مین مختلف رنگ ہین پھر خاک تر کی گئی تھی کہ چپکنا ہوا گارا ہو گیا جسکو طین لازب کہتے ہین پھر اللہ تعالے نے ملائکہ سے فرمایا کہ مین اس طین سے ایک جسم خاکی یعنی بشر پیدا کرنے والا ہون پس جب مین اوسکو ٹھیک کرون اور اوسمین اپنی روح سے پھونکون یعنے اپنی جانب سے روح ڈالون تو تم اوسکے لیے سجدہ مین گر جائیو پھر اللہ تعالی نے اوسکو اپنے ید قدرت سے بنایا تاکہ ابلیس کو تکبر نہو یعنی اللہ تعالی فرما وے کہ تو ایسی چیز سے تکبر کرتا ہی جسکو اللہ تعالے نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہی پھر یہ جسم خاکی چالیس صباح پڑا رہا کہ ملائکہ اوسکی طرف گذرتے اور اوسکو دیکھکر گھبراتے تھے اور سب سے زیادہ گھبراہٹ ابلیس کو تھی پس ابلیس نے اوسکو ٹھوکر ماری جس سے کھنکھناہٹ ہوئی اور منھ کی جانب سے گھسکر اسفل کی جانب نکلا اور اسفل کی جانب گھسکر منھ کی جانب نکلا پھر ملائکہ سے کہنے لگا کہ تمکو اس سے کچھ خوف نہ چاہیے کیونکہ اسکا جوف خالی ہی اور اگر مجکو اسپر مسلط کیا گیا تو مین اسکو تباہ کر دونگا یعنے جیسے جنون کو فساد کرنے مین مجکو اونسے قتال کا حکم دیا گیا تھا اگر اسنے فساد کیا اور مجھے تسلط دیا گیا تو مین اسکو بھی

تباہ کر دونگا) پھر جب روح پھونکنے کا وقت آیا تو اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کو تنبیہ فرمائی کہ جب اسمین روح آوے تو تم لوگ سجدہ کیجیو پھر جب آدمؑ کے سر مین روح سمائی تو اونھون نے چھینکا پس ملائکہ نے کہا کہ الحمد للہ کہو آدمؑ نے الحمد للہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یرحمک ربک یعنے تیرا رب تجھپر رحم فرماوے پھر جب آنکھون تک روح پہونچی تو اونھون نے جنت کے پھل دیکھے پھر جب جوف تک روح پہونچی تو کھانے کی خواہش کرکے او ٹھ بیٹھے حالانکہ ابھی پیرون تک روح نہین پہونچی تھی اسیواسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہو خلق الانسان من عجل الآیۃ۔ پھر موافق حکم آلہی عزوجل کے سب ملائکہ نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ اوسنے تکبر کیا اور سجدہ نہین کیا پس اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ جب مین نے تجھے ایسی چیز کے سجدہ کا حکم دیا جسکو مین نے اپنے ید قدرت سے پیدا کیا ہی تو تو نے سجدہ سے کیون انکار کیا ابلیس نے عرض کیا کہ تو نے مجھے اس لائق نہین بنایا ہو کہ خلقت خاکی کے واسطے سجدہ کرون حالانکہ مین اوس سے بہتر ہون کہ تو نے مجھکو آگ سے پیدا کیا ہی پس قہر آلہی پہونچا کہ تو یہان سے نکل تجھکو یہان تکبر کرنے کی مجال نہین ہی پس تو یہان سے ذلیل و خوار ہوکر نکل پھر اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو کل اسماء سکہلائے پھر ملائکہ پر مخلوق کو پیش کرکے فرمایا کہ تم لوگ انکے نام بتلاؤ اگر تم سچے ہو ملائکہ نے عرض کیا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو ارشاد فرمایا کہ ملائکہ کو انکے نام بتلادے پھر ملائکہ سے فرمایا کہ مین نے نہین کہا تھا کہ مین ہی آسمانون و زمین کے غیب کو خوب جانتا ہون اور جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ چھپاتے ہو اوسکو بھی خوب جانتا ہون پس ظاہر تو یہی قول تھا کہ زمین مین ایسے شخص کو خلیفہ کیا جائیگا جو اوسمین فساد و خونریزی کرے اور پوشیدہ وہ تکبر تھا جو ابلیس نے اپنے دل مین چھپایا تھا۔ امام ابن کثیرؒ نے بعد اس روایت کے بیان کیا کہ سدیؒ کی یہ تفسیر اس اسناد کے ساتھ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب منسوب ہی اور اسمین بہت سے اسرائیلی اقوال واقع ہوجاتے ہین پس شاید سدیؒ وغیرہ نے اسمین ایسے اقوال درج کردیے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا کلام نہین ہی یا بعض صحابہ نے ان اقوال کو کتب متقدمہ سے لے لیا ہو یعنے جیسے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو فتح یرموک مین نصرانیون کی کتابون کا ایک ذخیرہ مل گیا تھا اور بسا اوقات اون کتابون کے اقوال لیکر بیان کردیتے تھے۔ اور واضح ہو کہ حاکم نے مستدرک مین اسی اسناد سے بہت سی باتین روایت کرکے کہا کہ یہ اسناد بشرط بخاری ہی۔ شیخ نے کہا کہ حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے واسطے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا اور اوس حکم مین ابلیس بھی اونکے ساتھ داخل ہوگیا اگرچہ وہ بحسب ذات اونمین سے نہین تھا لیکن ظاہری عبادت کے افعال اختیار کرلینے سے اونکے مشابہ تھا اور قولہ تعالیٰ وکان من الجن ففسق عن امر ربہ الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کی تحقیق بیان کرونگا۔ پھر شیخ نے محمد بن اسحق و ابن ابی حاتم و سفیہ وغیرہ کی کتابون سے طاؤس و مجاہد و سعید بن جبیر و ضحاک و صالح کی روایات ابن عباسؓ سے اور قتادہ کی روایت سعید بن المسیبؒ ذکر کی جسکا حاصل یہ ہی کہ ابلیس ایک قبیلہ ملائکہ مین سے تھا جنکو جن کہتے ہین اور عزازیل اوسکا نام تھا پھر وہ ابلیس ہوگیا پھر امام ابن جریر کی روایت باسناد صحیح حضرت حسن بصریؒ سے بیان کی کہ ابلیس ایک دم بھی کبھی ملائکہ مین سے نہین تھا بلکہ وہ اصل الجن ہی جیسے کہ آدم اصل الانس ہی اور لکھا کہ یہی عبد الرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہی۔ پھر شہر بن حوشب وغیرہ بعض تابعین کے اقوال نقل کیے جنکا حاصل یہ ہی کہ جب بحکم آلہی عزوجل ملائکہ نے زمین کے جنون کو مارکر نکالا تو ابلیس گرفتار ہوا اور اوسوقت صغیر تھا تو تعلیم کے واسطے ملائکہ مین رہا۔ شیخ نے لکھا کہ محمد بن کعب القرظی نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ابتداءً ابلیس کو کفر و ضلالت پر رکھا تھا اگرچہ اوسنے درمیان مین اعمال ملائکہ اختیار کیے پھر انجام کو اپنی خلقت پر چلا گیا۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ملائکہ سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا تو اللہ تعالےٰ کے واسطے طاعت ہی اور آدم علیہ السلام کے واسطے اکرام و شرافت ہی۔ پھر شیخؒ نے لکھا کہ بعض علماء کے نزدیک یہ سجدہ تعظیمی تھا اور یہ ملل سابقہ مین جائز تھا جیسے قصۂ یوسف علیہ السلام مین ہی اور معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین شام مین آیا تو مین نے نصرانیون کو دیکھا کہ اپنے اساقفہ و علماء کے لیے سجدہ کرتے ہین تو مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ البتہ اسکے سزاوار ہین

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اور اگر میں کسی شخص کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو واسطے حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کی عظمت حق کی وجہ سے اوسکو سجدہ کرے۔ھ۔ امام رازی نے اسیکو ترجیح دی اور یہی اظہر و اقوی ہے۔ قتادہ نے فرمایا کہ ابلیس نے آدم علیہ السلام پر حسد کی جب دیکھا کہ اللہ تعالی نے آدم کو یہ کرامت عطا فرمائی ہے پس اوسنے تکبر کیا ... صحیح مسلم میں ہے کہ وہ شخص جنت میں نہیں جائیگا جسکے دل میں ذرہ رائی برابر تکبر ہو (الحدیث) اور ابلیس کے دل میں ... اللہ تعالی۔ وکان من الکافرین۔ کی تفسیر میں علما نے کہا کہ وہ علم الٰہی میں کافر تھا اور ... (مسئلہ) ... مگر اوس سے خوارق عادت ظاہر ہوں تو کیا یہ کرامت ہیں اور اوسکے ولی ہونے کی دلیل ہیں جواب یہ ہے کہ ... کہ یہ اوسکی ولایت و کرامت کی دلیل ہیں اور جمہور علما و مشائخ صوفیہ کے نزدیک ولی ہونیکی دلیل نہیں ہیں ... خرق عادت کبھی غیرولی سے بلکہ فاجر و کافر سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ بعض علما نے استدلال کیا کہ ابن صیاد کو پانی پر ... صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل میں دخان کو جو آثار قیامت سے ہے اخفاء کیا تو اوسنے کہا کہ دُخ ہے ... تھا کہ تمام راستہ گھیر لیتا تھا چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اوسکی باتوں پر غصہ ہوکر اوسکو ... مسیلمہ کذاب و دجال کے خرق عادات مشہور ہیں اور یونس بن عبد الاعلی نے امام شافعی سے کہا کہ لیث بن سعد ... کہ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ پانی پر چلتا اور ہوا میں اوڑتا ہے تو اوس سے دھوکا مت کھاؤ جب تک اوسکی حالت کو قرآن ... پر پیش نہ کرو پس شافعی نے اسکی تصدیق کی مترجم کہتا ہے کہ اسی پر اکابر ائمہ مشائخ و علما متفق ہیں اور سبکے نزدیک وہی ولی ہے جو شریعت ... قائم ہو (مسئلہ) بیضاوی نے لکھا کہ سلف سے آجتک اہل عقل و دین کے درمیان وجود ملائکہ میں کچھ نزاع ... نہیں ہے ... میں کلام ہے کہ اونکی حقیقت کیا ہے چنانچہ فلاسفہ یونان گمان کرتے کہ وہ جواہر مجردہ ہیں کہ نفوس ناطقہ سے حقیقت میں مختلف ہیں اور ائمہ اسلام کے نزدیک وہ نورانی ہیں جو بحکم الٰہی مختلف صورتوں میں ظاہر ہو سکتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ کو ماننا اور جاننا کہ وہ لوگ حکم الٰہی میں نافرمانی و خطا نہیں کرسکتے ہیں قطعی اعتقاد ہے کہ اس سے انکار کفر ہے اور ہمارے زمانہ میں بعض ملاحدہ نے شیخ محی الدین ابن عربی کے قول فصوص الحکم سے استدلال کیا کہ شیخ نے قوائے مدرکہ کو ملائکہ کہا ہے لہذا ملائکہ کوئی چیز نہیں ہیں سوا ان قوتوں کے مترجم کہتا ہے کہ یہ اوسنے شیخ کی عبارت سمجھنے میں غلطی کی اور دروغ افترا باندھا اور کلام شیخ کے صحیح معنے و صریح تحقیق یہ ہے کہ شیخ نے آدمی کو عالم صغیر بیان کیا اور اوسکی تطبیق میں لکھا کہ اللہ تعالے نے جو تمام عالم پیدا کیا اوسکو مجموعہ تصور کرکے ایک شخص قرار دیں جیسے اس عالم مشخص میں ملائکہ نورانی تدبیر امور الٰہی کرتے ہیں مثلاً انبیاء علیہم السلام کے پاس فیض و وحی لاتے ہیں اسیطرح شخص انسانی میں اوسکے قوائے مدرکہ ہیں جو واسطہ ہوکر فیض کو عقل تک پہونچاتے ہیں پس تشبیہ اسی مجازی ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کو فیض وحی بواسطہ ملائکہ پہونچتا ہے اسیطرح نفس انسانی کو فیض و حصول ہونے میں یہ قوی واسطہ ہیں پس وجود ملائکہ قطعی ہے اور دنیا میں تمام اہل عقل و دین اسپر متفق ہیں اور قرآن و حدیث میں اور سلف و خلف سے متواتر ہے پس جو چیز عقلاً و نقلاً متواتر ہو اوسکا انکار کفر و حماقت ہے۔

(تنبیہ) اگر وہم ہو کہ خلیفہ کرنیکی ضرورت تو غائب یا عاجز یا میت کو ہوتی ہے تاکہ نائب اوسکی جگہ کام کرے اور اللہ تعالے لم یزل ولا یزال الحی القیوم ہر نقص و عیب سے پاک عالم الغیب والشہادہ ہے پھر یہاں خلافت کے کیا معنی ہیں جواب یہ کہ تم نے ایسا خلیفہ و نائب خیال کیا جسکو خلیفہ کرنے والا اپنے فائدہ کے واسطے مقرر کرتا ہے اور اللہ تعالی غنی حمید ہے تو اوسکے خلیفہ سے کسی اپنے فائدہ کے واسطے نہیں ہو سکتے

کیونکہ جو شخص اپنے فائدہ کا خواستمند ہو وہ محتاج ہوا در شان الوہیت اس سے پاک ہے تعالی اللہ علواً کبیراً۔ بلکہ یہان خلافت بفائدہ مخلوق ہے
کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالی نے خلقت ازلی میں قلب منیرہ قابل پیدا فرمایا اور اونکا عہد و میثاق بھی لیا پس خاص ہیں کہ جو اسطرف
الائکہ کے قابلیت خطاب کے ساتھ وحی الٰہی قبول کریں تاکہ مخلوقات کو پیغام الٰہی پہونچاوین اور چونکہ نفس بشری ہیں لہذا آدمیوں کو
انکی قابلیت حاصل ہو سکتا ہے جو فرشتہ سے نہیں ممکن ہے کما قال تعالی - ولو جعلناه ملکا لجعلناه رجلا الآیۃ - یعنی اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے
تو اوسکو بھی انسان آدمی بناتے - ف - اور جاننا کسی مخلوق کو تاب نہیں ہے کہ بالمشافہہ کلام کرے کیونکہ جسطرح اسکو تحمل نہیں ہوتا ہے
لہذا فرمایا - ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب - یعنی کسی بشر کو یہ تحمل نہیں ہے کہ اللہ تعالی اوس سے اسطرح کلام فرماوے
سوائے اسکے کہ وحی یا پس پردہ - ف - اور حدیث ابو موسیٰ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ میں پانچ باتیں فرمائیں کہ
اللہ تعالی خواب نہیں فرماتا اور نہ اوسکی یہ شان ہے اور بندوں کے رزق گھٹاتا بڑھاتا ہے اور دن کے اعمال قبل رات کے اوسکی جانب چڑھائے
جاتے ہیں اور رات کے اعمال قبل دن کے چڑھائے جاتے ہیں اور حق عز وجل کا پردہ نور ہے اگر اوسکو اوٹھادے تو وجہ ذو الجلال کے انوار انتہاء
بصر تک سب جلادیں (صحیح مسلم وغیرہ) امام بیہقی نے کہا کہ یہ پردہ اور فقط مخلوق کی آنکھوں پر ڈالا ہے - مترجم کہتا ہے کہ امام بیہقی کے
اشارہ سے ظاہر ہے کہ یہ حال مومنین اہل کمال کا ہے ورنہ کافروں و مشرکوں کی نظروں پر تو پرتو سیاہ تاریک پردے ہیں چنانچہ قولہ تعالی - او
کظلمات فی بحر لجی الآیۃ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالی بیان آویگا - اور کلام بیہقی کے معنے یہ ہیں کہ اہل کمال کی نظروں پر اللہ عز وجل نے حجاب
نورانی رکھے ہیں تاکہ فنا ہونے سے بچ رہیں اور اسی قول پر اکابر اولیاء سلف و خلف متفق ہیں چنانچہ قولہ تعالی - اللہ نور السموات والارض
الآیۃ - کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالی آویگا - شیخ علاء سمنانی قدس سرہ نے کہا ہے کہ قرب کو وصال کہتے ہیں و وصل کو محال کہتے ہیں - (مسئلہ)
ملائکہ افضل ہیں یا بشر افضل ہیں اسکے جواب میں علماء کے درمیان اختلافات ہیں اور محققین اہل سنت کے نزدیک انبیاء و اولیاء کو ملائکہ پر
فضیلت ہے اسیواسطے ملائکہ سے تعظیمی سجدہ لیا گیا اور حامل علوم نبوت و باب مدینہ حکمت حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے کلام
حکمت میں ہے کہ ملائکہ میں عقل ہے اور بہائم محض شہوت ہیں اور آدمی دونوں سے مرکب ہیں پس اگر تابع عقل ہو کر شہوت کو زیر کیا تو معرفت کے درجہ پر
ملائکہ سے افضل ہے کیونکہ ملائکہ کو کوئی امر مانع نہ تھا اسیواسطے اگر کوئی شخص عنین ہو تو اوسکی یہ تعریف نہیں ہو سکتی کہ یہ عفیف پاکدامن
ہے بلکہ باوجود مردی کے اگر پاکدامن رہے تو اوسکی تعریف کیجاتی ہے اور اگر آدمی نے شہوت کے تابع ہو کر عقل کو خوار کیا تو وہ بہائم سے بدتر ہے
کیونکہ بہائم بے عقلی سے معذور ہیں اسیواسطے اگر ایک اندھا اور ایک آنکھوں والا کنوئیں میں گریں تو اندھے کو چھوڑکر آنکھوں والے پر ملامت
کیجائیگی اسیواسطے اللہ تعالی نے مشرکوں کو فرمایا - اولئک کالانعام بل ہم اضل - یعنی یہ لوگ چارپایوں کے مثل بلکہ اونسے بدتر گمراہ ہیں اور
یہ بات بوجوہ متعددہ صحیح ہے از انجملہ یہ کہ بہائم اپنے لائق اپنے رب عز وجل کی تسبیح کرتے اور کسیکو اپنا معبود نہیں بناتے ہیں بخلاف مشرک سرکش کے کہ وہ
بے حمیت کمینہ اپنے آپ کو کسی مخلوق کا بندہ بناتا ہے بلکہ بعض مشرکوں کو دیکھو کہ وہ گائے و سانپ کو بلکہ نباتات میں سے پیپل وغیرہ کو بلکہ
جمادات میں سے پتھر وغیرہ کو پوجتے ہیں اور بامر قطعی معلوم ہے کہ پوجنے والا جب اپنے معبود کا بندہ ہوا تو اوس سے بدرجہا بدتر ہوگا پس
مشرک و کافر سب قسم کی مخلوقات حیوانات و نباتات و جمادات وغیرہ سے بدرجہا بدتر ہے اگر وہم ہو کہ کچھ بیچارے دہریہ جو کسیکو معبود نہیں
بناتے ہیں اسمیں داخل نہونگے جواب یہ کہ نہیں بلکہ یہ لوگ ہر قسم کے مشرکوں میں شامل ہیں کیونکہ انھوں نے اپنی شہوت نفس کو معبود بنایا
کما قال تعالی - افرأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ الآیۃ - یعنی بھلا ایسے شخص کو تو نے دیکھا جسنے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنایا - ف - پس انکی

شہوت نفس جن خوار چیزون کی جانب جاتی ہی جیسے سور وغیرہ کا گوشت تو یہ لوگ اس سے بدرجہا بدتر ہین - پھر واضح ہو کہ عوام بشر سے ملائکہ افضل ہین اور ظاہر خواص بشر مین کلام ہی یہان داخل جنکا مقام دار السلام جنت ہی واللہ تعالیٰ اعلم - (فائدہ) آدم کا لفظ ادیم الارض سے لیا گیا کیونکہ روے زمین کی خاک سے پیدائش ہی چنانچہ حدیث ابوموسیٰؓ مین آیا کہ آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی خاک سے پیدا فرمایا جسکو تمام زمین سے مقبوض کیا لہذا اولاد آدم باندازۂ زمین حاصل ہوے (یعنی صورت وسیرت مین مختلف ہین) بعضے سرخ وبعضے سپید وبعضے سیاہ و بعضے بیچ بیچ مین ہین اور بعضے نرم طبیعت و بعضے سخت طبینت اور بعضے پاک سرشت وبعضے ناپاک ہین - (احمد ابوداؤد وترمذی) اور حدیث حاکم مین ثابت ہوا کہ یہ مٹی مختلف پانیون سے گوندھی گئی تھی - اور حدیث مرفوع مین ہی کہ آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ اور عرض سات ہاتھ تھا (احمد) اور بعض حدیث مین ہی کہ آدم علیہ السلام ایسے پیغمبر تھے جنسے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا (صحیح مسلم) مترجم کہتا ہی کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور یہان سے تکلم کا یہ نتیجہ حاصل ہونا چاہیے وہ یہ ہی کہ کعب احبار نے استنباط کرکے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دیدار و کلام کو حضرت موسیٰ وحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین تقسیم کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار عطا فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور یہ استنباط ایام حج مین مقام منیٰ مین حضرت ابن عباس رضی سے بیان کیا تھا چنانچہ صحیح ترمذی وغیرہ مین موجود ہی لیکن تجھے ابھی معلوم ہوچکا کہ کلام مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت نہین ہی بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی کلام فرمایا بلکہ محققین علماء کے نزدیک معراج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی بلا واسطہ تھی پس معراج وغیرہ کی خصوصیات فقط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے البتہ خاص ہین اور دیگر فضائل مین شرکت عام ہی وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء - پس ہمارے شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو بعض رسائل مین لکھا کہ انبیاء علیہم السلام کو جو فضائل جداجدا دیے گئے وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جمع کیے گئے - اسکا یہ مطلب ہی کہ وہ فضائل جمع ہونے کے ساتھ دیگر فضائل خاص کیے گئے ہین چنانچہ حدیث مین چھ امور کی فضیلت منصوص ہی عطاے جوامع الکلم کہ آیا ہی راہ تک نصرت برعب زمین کا مسجد وطہور ہونا حلت مغانم و عطاء شفاعت و بعثت عامہ (کما فی الصحیحین وغیرہ) مترجم کہتا ہی کہ ان چھ باتون کی فضیلت آپ مین بلحاظ تعلق نبوت کے بیان فرمائی ہی کیونکہ عطاے معراج ومعجزہ وحی قرآنی وسید اولاد آدم ہونا اور اول حشر قیامت واول دخول جنت وسب سے اعلیٰ مقام جنت جسکا نام وسیلہ ہی ودیگر بکثرت فضائل خاصہ صریح ہین والحمد للہ رب العالمین - ف۲ مفسرین نے لکھا کہ ملائکہ نے حکمت خلافت کے سوال مین جلدی کی تو جواب مین تعریض نکلتی ہی کہ جب انھون نے اللہ تعالیٰ کو علیم حکیم جانا تھا جس سے لازم ہی کہ اوسکا کوئی کام خالی از حکمت کاملہ نہو تو اونکو سوال مین جلدی نہ چاہیے تھی بلکہ غور کرنا چاہیے تھا اور یہان چند علوم دیگر بھی حاصل ہوتے ہین اول آنکہ انسان اشرف ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جسکو مین نے اپنے ید قدرت سے پیدا کیا اوسپر ایسی مخلوق کو فضیلت نہ دونگا جسکو مین نے کن سے پیدا کیا - (مشکوٰۃ) اگر کہا جاوے کہ کفار بھی آدمی ہین تو کیا یہ بھی ملائکہ سے افضل ہین علماء نے جواب دیا کہ انسان فی الجملہ افضل ہی اگرچہ کلیہ نہو - مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک تحقیق یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر شرافت دیا اور آدم علیہ السلام ہی اس حدیث کا موقع ورود ہین پس جو شخص ابن آدم ہی وہ اس شرافت مین داخل ہی اور یہ فقط انبیاء و اولیاء ومومنین ہین کیونکہ یہ شرافت بحیثیت جسم خاکی نہین ہی بلکہ بسبب علم معرفت ہی اور مومنین بھی سب کے سب اپنے رب عزوجل کو پہچانتے ہین - رہے کفار تو وہ اعداء اللہ ہین اور آدم علیہ السلام سے اونکا دائمی انقطاع ہو کر ابلیس ملعون سے لاحق کیا گیا پس آدم علیہ السلام ہمیشہ ابدالآباد مع صالحین اولاد کے جنت مین ہونگے جو کبھی جہنم مین نہین جائینگے اور کفار ومشرکین ابدالآباد جہنم مین ابلیس کے ساتھ رہینگے جو کبھی جنت نہین دیکھنے پاوینگے کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بیٹے کو کیونکر باپ سے منقطع کیا اور فرمایا کہ یا نوح انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح

یعنی ای نوح وہ تیرے گھر والون مین ہرگز نہین ہی اوسکے کام ناکارہ ہین - ھ - پس کفر کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام سے نسب
منقطع کردیا حالانکہ وہ نسبی بیٹا تھا تو معلوم ہوا کہ آدمی وہی ہی جو آدم علیہ السلام کے ساتھ قائم رہا اسطرح کہ ایمان لایا پس اوسکو ملائکہ پر فضیلت
حاصل ہی اور جو منقطع ہو کر کافرون کے ساتھ ملحق ہوا وہ شیاطین الانس مین داخل اور مردہ ہی تو وہ اس آیت یا حدیث مین شامل ہی
نہین ہی - ہذا ما الہم المترجم واللہ تعالے اعلم والحمد للہ رب العالمین - علم دوم یہ کہ ان آیات سے نکلتا ہی کہ علم کو عبادت پر شرف
ہی - مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین آیا کہ عالم کی فضیلت عابد پر اسقدر زائد ہی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت آپکی امت پر
ہی (کما فی الصحاح) اور اس بارہ مین آیات و احادیث بکثرت ہین - علم سوم یہ کہ خلیفہ جس کام مین نائب ہوا اوسمین بڑی صفات سے علم اعلی ہی
مترجم کہتا ہی کہ اس سے ظاہر ہی کہ خلافت نبوت مین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو علم معرفت سب سے زائد تھا اسیواسطے مرتدین عرب پر جہاد کرنے مین
صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا آمادہ ہوے اور باقی جمیع صحابہ متزلزل تھے بدین خیال کہ آنحضرت صلعم نے انکی ہدایت مین زمانہ دراز صرف کیا تھا
حالانکہ آخر مین سب صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صواب رائے کا شکر ادا کیا چنانچہ ایک جماعت کثیر صحابہ سے اسکی شہادت صحیح موجود
ہی اور عجب حکمت الٰہی عزوجل ہی کہ قلیل جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو تمام عرب مرتدین پر عجیب فتح و نصرت عطا کی تاکہ یہ بھی اہل حق کے واسطے
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حقیقت خلافت پر دلیل ہو جیسے آیت قرآن مین جو وعدہ دیا تھا کہ عنقریب ہم تمکو زمین مین خلیفہ کرینگے وہ بھی حضرت
ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت مین پورا ہوا اور نہایت سرعت کے ساتھ سات ہی برس مین عرب و شام و روم و فارس و کابل کچھ ہند و ستان
و بخارا و مصر و حبش و بربر و اسپین تک مسلمانون کے واسطے فتح کیا اگرچہ تھوڑا حصہ بعد سات برس کے فتح ہوا ہی مگر صدیق کی خلافت کی یہ صریح دلیل ہی
اور توریت و انجیل کتب سابقہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن ہجرت مقام طیبہ یعنی مدینہ منورہ ہی اور آپکا مقام سلطنت شام مذکور ہی -
علم چہارم یہ کہ اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو اسماء تعلیم فرمائے پس علم پیدا کرنیوالا اللہ تعالے عزوجل ہی لیکن اوسکو معلم کہنا اسواسطے جائز نہین
ہی کہ یہ لفظ مکتب کے معلمون پر معروف ہو گیا - مترجم کہتا ہی کہ بحکم قولہ تعالے یعلمہم الکتاب والحکمۃ اور بحکم حدیث کہ بعثت معلما آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم حقیقی معلم ہین لیکن اسی وجہ مذکورہ سے آپ پر بھی بے ضرورت یہ لفظ بولنا جائز نہین ہی - علم پنجم یہ کہ اسماء اشیا تو مختلف زبانون مین
ہین پس ہر زبان مین تعلیم ہوئی جس سے ظاہر ہوا کہ یہ زبانین کسی کی اصطلاح نہین ہین بلکہ اللہ تعالے کے واقف کرنے سے آدم علیہ السلام کی ذریات
مین جاری ہوئین - مترجم کہتا ہی کہ یہ استنباط لطیف دقیق ہی اور اس سے حکمت بالغہ الٰہی عزوجل کے متعلق بہت سے علوم نکلتے ہین جنکا بیان
طویل اہل ایمان کے نور معرفت پر حوالہ کیا گیا - علم ششم یہ کہ انک انت العلیم الحکیم سے معلوم ہوا کہ علم و حکمت دو صفت ہین - مترجم کہتا ہی کہ
قولہ تعالے یعلمہم الکتاب والحکمۃ الآیۃ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے آویگا - علم ہفتم یہ کہ ملائکہ کے علوم بڑھ سکتے ہین - بیضاوی نے کہا کہ فلاسفہ
بھی ارضی و سماوی ملائکہ مین یہ بات جائز کہتے ہین لیکن جن ملائکہ کا نام اونھون نے عقول عشرہ رکھا ہی اونمین انکار کرتے ہین - مترجم کہتا ہی کہ اے رفیق
خوب جانتا ہی کہ ان فلاسفہ نے ہزارون برس ضائع کیے اور اپنے زمانہ کے انبیاء سے گریز کیا مگر باوجود اس کوشش کے ہنوز معرفت کی راہ مین ایک
قدم بھی نہین چلے اگرچہ عوام کی سمجھ مین یہ مقام دشوار ہی لیکن اللہ تعالے خوب جانتا ہی کہ یہ حق ہی پس اگر تجھے ہمت ہی تو راہ سنت پر مستقیم ہو واللہ یہدی
من یشاء الی صراط مستقیم - علم ہشتم یہ کہ آدم علیہ السلام نے ملائکہ کو اسماء اشیاء و تمام اوقات تعلیم فرمائین تو استاد ہی افضل ہی کیونکہ وہ علم مین
زائد ہی - قال تعالے - ہل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون - یعنی وہ لوگ جو علم الٰہی جانتے ہین اور وہ لوگ جو نہین جانتے ہین کہین دونون
برابر ہو سکتے ہین - علم نہم یہ کہ ان آیات سے قطعًا معلوم ہوا کہ اللہ تعالے کل اشیاء و جزئیات کو انکے حادث ہونے سے پہلے ہر طرح اونکی

ذات وصفات وافعال ونامون سے جانتا ہی حالانکہ جسوقت آدم علیہ السلام کو اونکے اسمائے ذات وصفات وافعال وغیرہ سکھلائے یہ کل چیزین
موجود نہین تھین۔ متکلم دہم یہ کہ قطعًا معلوم ہوا کہ علم الٰہی ہر ایک جزئیات پر حاوی ہی اور اوسکو مفصل ومتشخص بروجہ کمال جانتا ہی لہذا جو فلسفی فرقہ
علم جزئیات سے منکر ہی وہ کافر ہی وقد قال تعالیٰ۔ ولا یعزب عنہ مثقال ذرة فی السموات ولا فی الارض۔ یعنے کوئی چیز ذرہ برابر کبھی کہین آسمان یا زمین
مین ہو اللہ تعالیٰ سے کسیطرح چھپتی نہین ہی۔ متکلم یازدہم یہ کہ تکبر قبیح ہی اور تکبر اوسکو کہتے ہین کہ اپنے آپکو اپنے ذاتی استحقاق سے دوسرے سے بڑھکر
جانے اور دوسرے کو حقیر جانے پس تکبر دلی اعتقاد ہی چنانچہ اگر خود مثلاً علم وغیرہ مین افضل ہو تو اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور دوسرے کو حقیر
سمجھے۔ متکلم دوازدہم یہ کہ تکبر کافر کر دیتا ہی اور اس سے کم نہین کہ وہ ابتدا جنت مین نہ جاویگا چنانچہ حدیث قدسی مین ہی کہ جسنے کبریا وعظمت مین مجھسے
جھگڑا کیا اسکو دوزخ مین داخل کرونگا۔ (الصحیح) اور حدیث مین ہی کہ جسکے دل مین رائی کے دانہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت مین داخل نہ ہوگا (الصحیح) یعنے ابتداءً
نہ جاویگا۔ متکلم سیزدہم یہ کہ حکم الٰہی بجالانے مین جلدی کرے۔ اور چہاردہم یہ کہ احکام الٰہی جو قرآن وحدیث سے ثابت ہین انمین قیاس نہ دوڑاوے اور
خوض نہ کرے کیونکہ جو حکمت انمین رکھی ہی وہ معلوم ہونا محال ہی کیونکہ یہ تو وہی جانیگا جو اسقدر حکمت والا ہو اور وہ کوئی نہین سوائے اللہ عزوجل کے
سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون۔ متکلم پانزدہم یہ کہ اپنے حال پر بھروسا نہ کرے بلکہ ڈرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے کہ مجھکو اپنی صراط مستقیم پر ثابت فرما کیونکہ
اعتبار خاتمہ کا ہی کیا صحابہ کو نہین دیکھتے کہ انکا ابتدائی حال کیا تھا پھر آخر کو بعد انبیاء کے سب سے افضل ہوے حتی کہ انکے بعد کے تابعین و تبع تابعین
غوث وقطب وغیرہ کوئی انکے مرتبہ کو ہرگز نہین پہونچ سکتا جیسے کہ [illegible] اور عقائد مین مصرح ہی اور نیز حدیث صحیح مین ہی کہ بندون
کے دل اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ مین ہین جدھر چاہتا ہی پھیر دیتا ہی لہذا حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات دعا فرماتے کہ الٰہی میرے
دل کو اپنے دین پر ثابت فرمائیو (الصحیح) فصل شیخ عز الدین نے بعض اشارات مین لکھا کہ قولہ تعالیٰ انی جاعل فی الارض خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کی
پیدائش مین بہتیرے اسرار ہین کہ تکمیل ملائکہ اسمین تھی کہ ملائکہ کی طاعت بدرجہ کمال معرفت پہونچے اسیواسطے آدم علیہ السلام کو علم لدنی عطا فرما کر ملائکہ کو تعلیم
اسماء کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہی کہ ملائکہ محض مظاہر رحمت ہین اگرچہ انواع رحمت [illegible] عنہ لطیف ہین پاکیزہ ہی کیونکہ رحمۃ للعالمین صفت
حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہی جیسے ظہور غضبی کی جانب ابلیس کا سلسلہ ہی پس جمیع اسماء وصفات کی قابلیت خلقی ضرور ہی اور وہ حضرت آدم علیہ السلام
مین پیدا فرمائی لہذا علم لدنی کی قابلیت انھین مین تھی اور ملائکہ کی تعلیم جو ہوا وہ فعلی نہین ہی کیونکہ بعض قابلیت جس سے صفات غضبی کی معرفت
ہو ملائکہ مین موجود نہین ہی اسیواسطے ملائکہ کے لیے لذت عبادت یا [illegible] تھی پس یہ وجہ تھی کہ آدم علیہ السلام کو علم لدنی اسماء وصفات
عطا کر کے ملائکہ کی تعلیم کے لیے ارشاد ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ پیدائش خلیفہ کے وقت ملائکہ کو خبر دینا ایک لطافت ہی جس سے ظاہر ہوا
کہ ملائکہ اپنی قابلیت تسبیح وتقدیس مین لطیفہ محبت نہین رکھتے ہین یا محض عبادت ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اسیواسطے علماء مین کلام ہی کہ ملائکہ کے
واسطے دیدار باری عزوجل ہی یا نہین ہی۔ شیخ نے لکھا کہ ملائکہ کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھین۔ مترجم کہتا ہی کہ اگر یہ خواہش ہی تو بنظر محبت
نہین بلکہ بغرض عبادت ہی۔ شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ملائکہ کا [illegible] اپنی عبادت سے آگاہ کیا اونکو یہ قابلیت نہین لہذا آدم علیہ السلام
کو پیدا کر دیا کہ [illegible] مترجم کہتا ہی کہ یا عبادت کے واسطے معبود کو دیکھنا چاہتے تھے۔ شیخ نے لکھا کہ اسکی وجہ یہ تھی کہ
اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ید قدرت سے پیدا کیا اور صورت قدس پر بنایا اور آئینہ روح اوسمین ودیعت رکھا کہ جب اس
آئینہ مین نظر کرین تو تجلی حق ظاہر ہو۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث صحیح مین وارد ہوا کہ۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ پس شیخ نے جمہور اہل تصوف
کی مانند اسکے یہ معنے لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو صورت قدس پر پیدا کیا۔ ھ۔ اور اوسکی توجیہ یہ ہی کہ حق عزوجل کے واسطے

منزہ ہے ذات سے اور صورت وشکل و ان محال ہو لیکن تجلیات مین صورت ممکن بلکہ واقع ہو شیخ محمد طاہر نے مجمع البحار مین اسکو مفصل بیان کیا ہو اور
احادیث قیامت مین بخبر ت (تجلی صوری) کا ذکر ہوا ہو پس یہ صورت صرف تجلی صوری ہو چنانچہ حدیث مین آیا ہے آتانی ربی فی احسن صورۃ ۔
یعنی مین نے اپنے رب کو بہت خوب صورت مین دیکھا یہ حدیث طویل آخر تک جامع ترمذی مین موجود ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ ترمذی نے
اسکو حدیث حسن صحیح کہا ہے مترجم کہتا ہو کہ اسکے ثبوت مین کچھ شک نہین ہو چنانچہ ابن الجوزی نے علل تناہیہ مین اسکو حدیث ابن عباس و معاذ
بن جبل و عبد الرحمن بن عائش وغیرہم رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا اور فائیا کل اسانید مین کلام کرکے پھر بسند احمد سے نقل کرکے اقرار کیا کہ
اسکی اسناد حسن ہو پس یہ تجلی صوری ہو اسواسطے شیخ نے کہا کہ جب ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نظر کی تو آئینہ روح سے انکو تجلی صوری نظر
آئی اور واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تقاضا سے ہو کہ ایک مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا فرما کر لباس صفات سے مخلع کیا پس
اپنی صفات سے بعجائب صفات کے سبب ہر ایک عالم پر نور ڈالا کہ تمام عالم کو منور فرمایا تب ملائکہ کو اپنی جہالت پر ندامت
ہوئی کہ ہم نے اسکو اپنی قیاس سے خوب نہیں پہچانا لیکن جاننا چاہیے کہ ملائکہ کا مقولہ از راہ تحریک اعمال تھا اور آدم علیہ السلام کا
ظہور از راہ احوال تھا تو احوال اہل عبادت اس حسن سے غافل رہے اور چونکہ انھون نے بے محل سوال کیا اسواسطے محتاج ہوے
کہ علم اسماء و صفات کو آدم علیہ السلام سے حاصل کرکے مرتبہ حال اس مقام حاصل کرین بعض نے سجدہ کا نکتہ یون بیان کیا کہ ملائکہ نے اپنی
عبادت کو موجب کرامت خیال کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے علم معرفت سے آدم علیہ السلام کی بزرگی اظہار فرمائی اور اہل عبادت کو اسکے لیے سجدہ کا
حکم دیا مترجم کہتا ہو کہ اسی مقام پر اہل مقام نے لیا کہ مرید کو شیخ عارف کی تعظیم مین ادب لحوظ ہونا چاہیے حتیٰ کہ اگر شیخ عارف صوفی فرد
اکتفا کرتا ہو اور مرید شب و روز عبادت مین مصروف ہو تو اس عابد پر کوئی مغرور نہ ہو بلکہ عارف سے عابد تک ایسی زمین و آسمان کا فرق ہے
عابد شب کو لیکر یونہ دراہ ہو سیر و ریاضت و دم زنی ہو تا شخت شاہ ہو انکی دو رکعت و تیری صد ہزار رکعت سے بہتر ہے ایسا ہو سکین ای خاکسار بعض مشائخ
عراق نے فرمایا کہ فلان نے کشف کیا ہو کہ اشیا کو وصل و فصل سے پہچانتا ہو کہ وہان جدائی و میل کچھ نہین ہو کیونکہ حادث کو قدیم سے وصل
غیر ممکن ہو مترجم کہتا ہو کہ مولوی بحر العلوم نے شرح مثنوی مین دیگر اکابر مشائخ نے صریح بیان فرمایا کہ حوادث و مخلوقات کسی حال مین
منعدم نہین ہو سکتے ہین حتیٰ کہ جسنے یہ اعتقاد کیا وہ جاہل گمراہ دائرہ کفر مین داخل ہو گیا اور فانی فی اللہ و باقی باللہ کی معرفت یہ ہو کہ جب بندہ
قرب نوافل کے مرتبہ پر پہونچتا ہو تو استغراق حق مین اسکو اپنے نفس کا بھی ہوش نہین رہتا ہو اور اسوقت حق چھا جاتا ہو اور حق عز و جل ہی اسکے
واسطے سمع و بصر و ہاتھ پاؤن ہو جاتا ہو یعنی جیسے عوام اپنے ارادات سے چلنے و قدم اوٹھانے اور ہاتھ کو کام مین لاتے ہین اور اپنی خواہش سے
سننے و دیکھتے ہین تو انکے خلاف عارف از خود مر اسوقت ہوتا ہو اور اسمین ارادات حق ظہور کرتے ہین یعنی حق عز و جل کے ارادت سے چلنا اور
اور نماز روزہ وغیرہ ادا کرنا اور وعظ و نصیحت کرنا اور یہ سب بارادت حق عز و جل اس سے ظہور کرتے ہین حالانکہ وہ خود مستغرق و نابود ہو حتیٰ کہ اس
حالت مین اگر وہ کسی کے حق مین کوئی کلمہ کہتا ہو تو بدولت اس شخص کے ہوش کے کہ انہیں حق عز و جل ہوتا ہو حالانکہ ظاہر مین یہی نظر آتا ہو کہ اس
شخص نے بندہ عابد کی ۔ اور یہی ظہور کرامت ہو اور قرب نوافل کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور جسنے یہ مقام سمجھ لیا وہ راہ حق مین
خطرات شیطانیہ سے محفوظ ہوگا اور جسنے نہین پایا وہی جاہل صوفیون کے دام فریب مین شکار شیطان ہو جاتا ہو عصمنا اللہ تعالیٰ برحمتہ وصلی
علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین ۔ م ۔ شیخ نے لکھا کہ ابتدا مین ملائکہ کو صفات آدم علیہ السلام سے نادانی تھی حتیٰ کہ جنو
کی طرح اسکی خلافت کو طاعت سمجھتے تھے پھر حضرت حکیم عز و جل نے انکا فی الجملہ اظہار فرمایا حتیٰ کہ آدم علیہ السلام کی تعظیم بطاعت عین عبادت

حق عزوجل ہی اور اس سے انکار لعنت ہی۔ شیخ ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ خلق پراونکے دعوون ہی سے بلائین آتی ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ جب ملائکہ نے اپنی تسبیح و تقدیس کا دعوی کیا تو کیونکر جہالت مین مبتلا کیے گئے حتی کہ آخر انھون نے اقرار کیا کہ۔ لا علم لنا الا ما علمتنا۔ یعنے اپنی جہالت کا اقرار کیا۔ شیخ نے کہا کہ تعلیم اسمار مین معرفت افعال و صفات آلہی کی حکمت مندرج ہی تاکہ اس علم سے مقام حال پر ترقی ہو۔ شیخ ابن عطار نے کہا کہ اللہ تعالے ہی کے واسطے حمد ہی کہ اگر وہ آدم علیہ السلام کو اسمار کی تعلیم نفرماتا تو وہ ملائکہ سے بھی زیادہ عاجز ہوتے۔ شیخ نے لکھا کہ جب ملائکہ کے واسطے سجدہ کا حکم ہوا تو یہ ملائکہ کے واسطے آدم علیہ السلام مین سر الٰہی کا انکشاف ہی حتی کہ اونھون نے آدم علیہ السلام پر خلعت صبغۃ اللہ دیکھی اور ابلیس چونکہ شقی مظہر تھا اوسکو یہ کچھ نظر نہین آیا۔

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا

اور کہا ہمنے اے آدم بس تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اوسمیں محفوظ ہوکر جس جگہ چاہو

وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ

اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم بے انصاف ہو گے پھر ڈگایا اونکو شیطان نے

عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

اُس سے پھر نکالا اونکو وہانسے جس آرام میں تھے اور کہا ہمنے تم سب اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝

اور تمکو زمین میں ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ایک وقت تک

ان آیات مین اللہ تعالی نے بعد سجدہ ملائکہ کے آدم علیہ السلام کے واسطے کرامت مقام اور تتمہ خلافت کا انجام بیان کیا اور آدم علیہ السلام نبی مکلم تھے چنانچہ حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ مین بروایت ابن مردویہ صحیح ہی۔ مترجم کہتا ہی بلکہ حدیث صحیح مسلم سے ثابت ہی اور یہی قول اکثر علمار کا ہی۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا کہ محمد بن اسحٰق نے کتاب السیر مین تصریح کی کہ ہمکو علمار اہل کتاب توریت وغیرہ کی روایات بذریعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کے یون پہونچی ہین کہ جب آدم علیہ السلام نے ملائکہ کو اسمار اشیار سے آگاہ فرمایا تو اوسکے بعد آدم علیہ السلام پر نیند غالب کی گئی پھر اللہ تعالی کی قدرت سے آدم کی پسلیون مین سے بائین پسلی لیکر وہان گوشت بھردیا گیا اور آدم ہنوز خواب مین تھے کہ اللہ تعالے نے اس پسلی سے حوا کو پیدا کیا کہ وہ اچھی خاصی عورت ہو گئی تاکہ آدم علیہ السلام کو اوسکے ساتھ سکون ہو یہ لوگ بیان کرتے ہین کہ جب آدم علیہ السلام خواب سے جاگے تو اپنے پہلو مین اوسکو بیٹھا دیکھکر فرمایا کہ یہ میرا جوڑا ہی پھر جب اللہ تعالے نے تزویج فرمایا تو آدم علیہ السلام کو خطاب کیا چنانچہ فرمایا بالمشافہہ وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ -

اور ہمنے فرمایا کہ اے آدم تو اور تیری جوڑی جنت مین رہو۔ ف۔ اور یہ حکم بصیغہ امر ہی جسکی تعمیل ایک ساعت رہنے سے پوری ہو سکتی ہی اور اسکے ساتھ یہ بھی حکم دیا۔ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ اور دونون اس جنت مین سے فراخی کے ساتھ جہان تمہارا جی چاہے کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہو کہ دونون ظالمین مین سے ہو جاؤ گے۔ ف۔ یعنے اگر اس درخت کے قریب جاؤ گے تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے اور یہ ممانعت بطور تاکید ہی کیونکہ درحقیقت اس درخت سے کھانا ممنوع تھا نہ اوسکے پاس جانا لیکن محرمات کے پاس جانے سے مبتلا ہو جانیکا خوف ہی لہذا احتیاطاً پاس جانے سے منع فرمایا اسیواسطے حدیث مین آیا کہ حلال صاف ظاہر ہی اور حرام صاف ظاہر ہی اور ان دونون کے بیچ مین امور

مشتبہ ہین جنکو بہت سے لوگ نہین جانتے ہین پس جو شخص مشتبہ سے الگ رہا وہ اپنے دین و آبرو کو بچا لیگیا اور جو کوئی چراگاہ کے گرد پھرتا ہے
وہ اوسمین مبتلا ہونے کے قریب ہوجاتا ہے اور آگاہ رہو کہ ہر بادشاہ کے واسطے چراگاہ ہے اور زمین مین اللہ تعالیٰ کی چراگاہ وہ امور ہین جنکو
اوسنے حرام کیا ہے (الصحیحین وغیرہ) اور اللہ تعالیٰ نے حوا کا نام نہین لیا جیسے قرآن شریف مین کسی عورت کا نام مذکور نہین ہے سوا اسکے
مریم علیہا السلام کے کہ جنکا نام بارہا مکرر مذکور ہے تاکہ نصرانیون کو خفت ہو جو مریم کی نسبت بدگوئی کرتے ہین شیخ نے لکھا کہ محمد بن اسحاق
کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنت مین داخل ہونے سے پہلے حوا کی پیدائش ہوئی ولیکن سدی کی روایت ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت
صحابہ رضی اللہ عنہم مین آیا کہ جنت سے ابلیس نکالا گیا اور آدم علیہ السلام وہان بسائے گئے لیکن بغیر ساتھی کے تنہا پھرتے تھے کہ ناگاہ ونپر
خواب طاری ہوا پھر جب جاگے تو دیکھا کہ ایک عورت اونکے سرہانے بیٹھی ہے پس ملائکہ نے امتحاناً پوچھا کہ بھلا اسکا کیا نام ہے تو آدم علیہ السلام
نے فرمایا کہ اسکا نام حوا ہے اونھون نے کہا کہ بھلا کیون تو فرمایا اسواسطے کہ یہ حیّ سے پیدا ہوئی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ محمد بن اسحٰق نے اپنی روایت
مین اشارہ کیا کہ یہ اقوال بھی اسرائیلی روایات ہین پھر واضح ہو کہ علماء کے درمیان کچھ خلاف نہین ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش زمین مین واقع
ہوئی پھر یہان جنت سے مراد کیا وہ جنت ہے جسمین اہل ایمان دارالآخرت مین داخل ہونگے یا جنت سے مراد کوئی باغ دنیاوی ہے اور یہان دونون
احتمال ممکن ہین اور شیخ ابن القیم نے حادی الارواح مین دونون کے دلائل نقل کرکے سکوت کیا۔ علامہ ابوالسعود نے کہا کہ دلائل نقلیہ متعارض
ہونے سے توقف کرنا بہتر ہے لیکن خطیب نے سراج المنیر مین جزم کیا کہ وہ جنت بلند تھی جس سے گرانا واقع ہوا ہے واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے لکھا کہ
اللہ تعالیٰ نے جس درخت سے منع فرمایا وہ ایک امتحان حکمت تھا پھر کسی حدیث سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ کیا درخت تھا اور سلف سے
اس بارہ مین اقوال مختلف ہین چنانچہ سعید بن جبیر و محمد بن قیس و جادہ بن ہبیرہ و شعبی و سدی نے کہا کہ درخت انگور تھا اور یہی سدی نے
ابن عباس و ابن مسعود و ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا کہ یہ درخت انگور تھا اور یہودی کہتے ہین کہ وہ گیہون کا درخت
تھا اور یہی ابن جریر و ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بروایت عکرمہ ذکر کیا و عبدالرزاق نے بروایت سعید بن جبیر بیان کیا اور
محمد بن اسحاق نے بروایت مجاہد بیان کیا اور ابن جریر نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ابن عباس رض نے ابوالجلد کو لکھا تو اوسنے جواب دیا کہ جس
درخت سے ممانعت تھی وہ گیہون کا درخت تھا اور جس درخت کے پاس توبہ قبول ہوئی وہ زیتون تھا اور یہی قول حسن بصری و وہب بن منبہ و
عطیۃ العوفی و ابو مالک و محارب بن دثار و عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ہے اور محمد بن اسحٰق نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ وہ گیہون تھا لیکن جنت
مین اوسکا دانہ گائے کے گردہ کے برابر اور مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیرین ہے۔ اور سفیان ثوری نے ابو مالک سے روایت کی کہ وہ
درخت خرما تھا اور ابن جریر نے مجاہد سے روایت کی کہ وہ درخت انجیر تھا اور یہی قول قتادہ و ابن جریج ہے۔ ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ وہ ایسا
درخت تھا کہ اوسکی غذا سے پاخانہ آوے۔ عبدالرزاق نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ وہ درخت ایسا تھا کہ جسکو وہی کھاتے ہین جو ہمیشہ
زندہ رہے چنانچہ ملائکہ اوسکا پھل کھاتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ تو کھانے پینے سے بری ہین پس معلوم نہین ہوتا کہ لفظ ملائکہ سے کیا
مراد ہے اور بظاہر یہ اسرائیلی روایت ہے جنکو وہب بن منبہ بکثرت لے لیتے ہین بلکہ علماء تابعین سے مختلف روایات ہین پس شاید انھون
نے اہل کتاب کے اختلافات نقل فرمائے ہین اور خود اس بارہ مین تفسیر نہین فرمائی ہے لہذا امام ابوجعفر بن جریر نے فرمایا کہ قول صواب اس بارہ مین یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے درختان جنت مین سے ایک [illegible] درخت [illegible] ممانعت فرمائی تھی اور اوسکے جاننے سے ہماری کوئی غرض متعلق نہین ہے اور نہ اسپر
قرآن یا حدیث سے کوئی دلیل قائم ہے پس [illegible] درخت ہو مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکمت بالغہ اوسکے کھانے سے منع فرمایا جسکا

کہتا ہی کہ جب اوسکے کھانے سے لباس ساقط ہو گیا تو شاید اوسکے کھانے کا اثر ہوا اور شاید نافرمانی کا ضرر ہو — امام رازی رح نے بھی اسیکو صحیح وصواب ٹھہرایا کہ بیان حکمت اسی سے متعلق ہی کہ اللہ تعالی نے انکو درخت خاص سے منع فرمایا مترجم کہتا ہی کہ جمہور علماء کے نزدیک یہ جنت آسمانی تھی اور ابلیس بوجہ آدم علیہ السلام کے ملعون کرکے نکالا گیا تھا تو وہ قیامت تک اولاد آدم کا بھی قطعی دشمن ہی جیسے دو نقیض کا جمع ہونا محال ہی لہذا اللہ تعالی نے فرمایا ان ہذا عدو لک ولزوجک فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی۔ یعنی ہمنے آدم سے کہدیا کہ یہ ابلیس تیرا اور تیری زوجہ کا دشمن ہی سو تم دونوں کو جنت سے نہ نکالے کہ تو شقی ہو جاوے یعنے مصیبت دنیا میں پڑ جاویگا۔ مترجم کہتا ہی کہ سبحان اللہ حکمت خلافت سے ملائکہ کو آگاہ فرمایا اور آدم علیہ السلام سے یہ عہد لیا۔ چونکہ شیطان ازلی مردود ہی لہذا اوسکو کسی بدکاری میں کچھ باک نہیں ہی پس اوسنے آدم علیہ السلام کو وسوسہ دلایا کہ اگر تم اس دار عافیت میں دوام چاہتے ہو تو میں تمکو ایک درخت بتلاؤں کہ جو کوئی اوسکا پھل کھاوے وہ ہمیشہ یہیں رہے پھر اوسنے یہی درخت بتلایا جس سے ممانعت کی گئی تھی اور اللہ تعالی کو درمیان میں دیکر قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں چنانچہ قرآن مجید میں آویگا اور حضرت آدم علیہ السلام شاید اس نام پاک کی عظمت سے عہد الٰہی بھول گئے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا فنسی ولم نجد لہ عزما۔ یعنے عزم قوی کے ساتھ عہد یاد نرکھا اور بھول گیا۔ ھ۔ چنانچہ درخت ممنوع کا پھل کھالیا جس سے اللہ تعالے نے اونکو جنت سے اوتار دیا۔ **فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ** شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اگر ضمیر راجع بجنت ہو تو قراءۃ عاصم رح فَأَزَالَهُمَا کے معنے ہیں یعنے پھر دور کردیا ان دونوں کو شیطان نے جنت سے پس دونوں کو نکال باہر کیا اوس نعمت سے جسمیں دونوں موجود تھے۔ ف۔ یعنی لباس لطیف ومنزل شریف ورزق کریم وراحت عمیم سے نکال باہر کرنیکا داؤ کھیلا جو پورا پڑا کہ اللہ تعالے نے آدم وحواء علیہما السلام کو جنت سے اوتار دیا اور اگر ضمیر عنہا راجع بجانب درخت ہو اور موافق قول حسن بصری وقتادہ کے أَزَلَّهُمَا مشتق زلل ہو تو معنے یہ ہیں کہ پھر شیطان نے ان دونوں کو اس درخت سے لغزش دلائی پس ان دونوں کو اوس نعمت سے جسمیں دونوں موجود تھے نکال باہر کیا۔ **وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝** اور ہمنے کہا کہ تم لوگ اوترو درحالیکہ بعض تمہارے بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے واسطے زمین میں قرارگاہ وتمتع ایک وقت تک ہی۔ ف۔ اہبطوا صیغہ جمع ہی جسکے معنے یہ ہیں کہ تم لوگ زمین میں اترو پھر یہ مخاطب بعض مفسرین کے نزدیک حضرت آدم وحواء علیہا السلام مع اولاد ہیں اور اسیکو شیخ سیوطی نے اختیار کیا یعنے اللہ تعالے نے آدم وحواء علیہما السلام کو بشمول اونکی اولاد کے حکم دیا خواہ ان اولاد میں سے بعض وہاں پیدا ہوگئے ہوں جیسا کہ بعض علماء کا قول ہی یا علم الٰہی میں موجود ہوں تو حاصل یہ ہوا کہ ان ذریات میں باہم بعضے بعضوں کے دشمن ہونگے اور باہم ظلم وفساد کرینگے اور ایک وقت تک وہاں تمتع پاوینگے یعنے پیداوار زمین سے تا وقت موت اپنی تمتع حاصل کرینگے اور زمین اونکے واسطے قرارگاہ ہی کہ جیسا فی زندگی میں زندگی کی قرارگاہ ہوگی اور بعد موت کے زمین اونکے واسطے قبرگاہ ہوگی یہ سبب اس بنا پر کہ اہبطوا سے حضرت آدم وحواء علیہما السلام کو مع ذریات خطاب ہوا اور بعض کے نزدیک حضرت آدم وحواء علیہما السلام وابلیس و سانپ ہیں امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ ایک جماعت علماء تابعین مانند سدی وابو العالیہ ووہب بن منبہ وغیرہ نے اس مقام پر اسرائیلی قصص روایت کیے جنکا حاصل یہ ہی کہ سانپ کے ذریعہ سے ابلیس نے جنت میں داخل ہو کر حضرت آدم وحواء علیہما السلام کو وسوسہ دلایا جسکو ہم سورۂ اعراف میں انشاء اللہ تعالے مبسوط بیان کرینگے۔ ابن ابی حاتم نے حسن بصری کی اسناد سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی کہ اللہ

نے آدم علیہ السلام کو دراز قامت پیدا کیا جسکے سر پر کثرت بال تھے پھر جب اونھون نے اوس درخت مین سے کھایا جس سے ممانعت تھی تو لباس گر گیا پس شرمگاہ کھل گئی تو اونھون نے جنت مین دوڑنا شروع کیا پس ایک درخت نے اونکے بال پکڑ لیے اور دوسری روایت مین ہی کہ اونکے بالون سے درخت لپٹ گیا پس اللہ تعالے نے ندا فرمائی کہ ای آدم مجھسے بھاگتا ہی آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ ای رب مین تجھسے نہین بھاگتا ہون بلکہ شرماتا ہون حکم پہونچا کہ ای آدم میرے جوار سے خارج ہو مجھے اپنی عزت جلال کی قسم ہی کہ یہان وہ شخص نہین رہ سکتا ہی جسنے میری نافرمانی کی اور اگر مین تیرے مثل اس قدر مخلوق پیدا کرون جس سے ساری زمین بھر جاوے پھر وہ میری نافرمانی کرین تو اونکو بھی گنہگارون کے مکان مین بساؤن شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ روایت غریب و منقطع بلکہ معضل ہی حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ جنت مین آدم کا ٹھہرنا دن کی ایک ساعت ہوا جو دنیا کے حساب سے ایک سو تیس برس ہوتے ہین (عبد بن حمید) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نماز عصر سے غروب آفتاب تک آدم علیہ السلام جنت مین رہے۔ (الحاکم) ربیع بن انس نے کہا کہ آدم علیہ السلام جب جنت سے نکلے تو اونکے ساتھ درخت جنت سے ایک شاخ تھی اور سر پر وہان کی پتیون کا اکلیل تھا۔ سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ آدم وہان سے زمین ہندوستان میں اوترے اور انکے ساتھ حجر اسود تھا اور ایک مٹھی جنت کے پتے تھے جنکو اونھون نے ہند مین چھڑکا پس اسی سے اکثر خوشبو کی چیزین وہان سے آتی ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ مشہور یہ ہی کہ سراندیپ لنکا کے پہاڑ پر اوترے جو اب تک کوہ آدم کے نام سے مشہور ہی اور بیشک ہندوستان مین ریاحین خوشبودار بکثرت ہین اور حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ آدم کا نزول ہندوستان مین ہوا اور حوا جدہ مین اور ابلیس دشت بیسان مین جو بصرہ سے زمین بصرہ ہی اور سانپ اصفہان مین گرے۔ (ابن ابی حاتم) اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب آدم زمین مین اوترے تو اللہ تعالے نے اونکو ہر ضرورت کی صنعت سکھلائی اور ثمر جنت کا توشہ دیا (عبد الرزاق) اور واضح ہو کہ اس مقام پر صحیح حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین اسقدر وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر دن جس مین آفتاب کو طلوع نصیب ہوا وہ جمعہ کا دن ہی کہ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی دن جنت مین داخل کیے گئے اور اسی دن وہان سے نکالے گئے (صحیح مسلم والنسائی) اور اس حدیث مین حضرت آدم کا جنت سے نکالا جانا بھی اس دن کے فضائل مین شمار ہوا اسواسطے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا نکلنا اسقدر اکابر انبیا و صالحین علیہم السلام کا ظہور ہی اور یہی خلافت الٰہیہ کی حکمت ہی۔ اور واضح ہو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سانپون کا مارنا اس خوف سے چھوڑا کہ وہ پیچھا کرینگے تو وہ ہمسے نہین ہی کیونکہ ہمنے جب سے ان دشمنون سے محاربہ کیا تب سے کبھی صلح نہین کی ہی (ابو داؤد) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر قسم کے سانپون کو مار ڈالو جو شخص سانپون کے عوض لینے سے خوف کرے وہ مجھسے نہین ہی سوا ایک قسم کے باریک سانپون کے جو چاندی کی ڈنڈی کے مانند ہوتے ہین (ابو داؤد) شاید اس سے یہی چھوٹے چھوٹے سانپ مراد ہین جو گھرون مین رہتے ہین جنکو بعضی بوا لیتے ہین چنانچہ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مین بیان ہی کہ ان گھرون مین کچھ بسنے والے ہین پس جب کوئی انمین سے نظر آوے تو تین مرتبہ اوس سے کہدو کہ تمہارے سطح ظاہر ہونے مین ہمارا حرج ہی پس اگر چلا جاوے تو خیر ورنہ اوسکو قتل کرو کہ وہ کافر ہی۔ اور ایک روایت مین ہی کہ مدینہ مین کچھ جن ہین جو اسلام لائے ہین پھر جب تم اونمین سے کسیکو دیکھو تو اوسکو تین دن تک اعلام کرو پھر اگر اسکے بعد ظاہر ہو تو اوسکو قتل کرو کہ وہ شیطان ہی (ابو داؤد) ان روایات سے مستنبط ہوتا ہی کہ جن و شیطان دونون سانپ کی شکل مین ظاہر ہوتے ہین شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا کہ جب شیطان نکال دیا گیا تھا تو اوسکے واسطے جنت مین سکونت دائمی کا امکان کیونکر ہوا بعض نے کہا کہ توریت مین آیا ہی کہ وہ سانپ کے منہ مین ہو کر جنت مین گیا اور بعض نے کہا کہ اسمین کوئی محال نہین کہ شیطان جن مین ہو اور اوسکا وسوسہ جنت مین پہونچے اور یہ بات صرف ان چیزون کی جہالت پر مبنی ہی۔

حالانکہ تم دیکھتے ہو کہ مسمریزم کے ذریعہ سے لکھنؤ کا آدمی ہزاروں کوس کے فاصلہ کا حال بیان کرنے لگتا ہی اور آفتاب کا اثر زمین پر پھیلتا ہی اور انسان کا خیال لاکھوں کوس وڑتا ہی پس جبکہ امر معلوم ہوچکا کہ یہ از قسم مادیات نہیں ہی تو اوسکو مادیات پر تصور کرکے حکم لگانا محض بیوقوفی ہی خطیب نے نقل کیا کہ شیطان نے عداوت ذاتی سے چاہا کہ آدم علیہ السلام و اونکی ذریات کے ساتھ عداوت پوری کرے حتی کہ جو حکمت مشیت الٰہی میں جاری ہوئی تھی اوسیکا ظہور ہونا گیا کہ ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا اور ملعون ہونے پر درخواست کی کہ الٰہی قیامت تک میری موت میں مہلت ہو اور بہ مقتضائے مشیت منظور ہوئی اور اوسنے صریح اظہار کیا کہ میں آدم علیہ السلام کی ذریات میں سے سوائے ایک گروہ قلیل کے سبکو آدم سے منقطع و برباد کرونگا اور یہ بھی امر مشیت تھا چنانچہ سورۂ اعراف میں انشاء اللہ تعالیٰ واضح بیان آویگا اور حضرت آدم علیہ السلام رحمت الٰہی میں ایسے مستغرق ہوئے کہ باوجود تنبیہ حق عز وجل کے شیطان سے دھوکا کھایا جبکہ اوسنے کہا کہ۔ یا آدم ہل ادلک علی شجرۃ الخلد و ملک لا یبلی۔ یعنی ای آدم میں تمکو شجرۃ الخلد اور ایسے ملک کی راہ بتلاؤں جو نیست نہو گا۔ وقاسمہما باللہ انی لکما لمن الناصحین۔ اور حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے اللہ تعالےٰ کے نام کی قسم کھائی کہ وہ قطعی ان دونوں کا خیر خواہ ہی۔ ﴿ھ﴾ ـ چونکہ نام الٰہی کی عظمت درمیان میں آئی اور اسطرح انکے قلوب پر چھائی کہ بھلا اس نام پاک کی قسم کوئی شخص جھوٹی کھا سکیگا پس اس استنباط پر اعتماد کیا اور صریح عہد الٰہی جو نص محکم تھا بھول گئے کہ یہ شیطان تیرا اور تیری زوجہ کا دشمن ہی خطیب نے نقل کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا لیکن حوا رضی اللہ عنہا کو شیطان کی باتوں سے خوف ہوا کہ تم یہاں سے نکالے جاؤگے اسیواسطے اس شجرۃ الخلد سے منع کیے گئے ہو پس طمع وہوس دوام کا وسوسہ طاری ہوا تو پہلے اونھوں نے پھل کھایا اور اونکو کچھ ضرر اسوجہ سے نہوا کہ عہد نبوت حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت آدم کو شراب پلا کر حضرت حوا نے یہ پھل کھلایا اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہی کہ اگر حوا نہوتی تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند کی خیانت نکرتی اور اگر قوم بنی اسرائیل نہوتی تو کبھی گوشت گندہ نہوتا (الصحیحین) روایت ہی کہ جب پھل کھایا تو جا بدن منقشر ہوگیا صرف ناخنوں پر نشان باقی رہگئے تھے جب آدم اونکو دیکھتے تو یاد کرکے بہت روتے تھے۔ اور واضح ہو کہ وسوسہ شیطانی نہایت سخت چیز ہی حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شر الوسواس الخناس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا اور حدیث میں ہی کہ شیطان آدمی میں پانی خون کی طرح ساری ہوتا ہی (الصحیح) ـ (مسئلہ) فازلہما الشیطان۔ نص صریح ہی کہ آدم علیہ السلام سے یہ خطا بطور لغزش تھی اور قولہ تعالےٰ۔ فنسی ولم نجد لہ عزما۔ نص ظاہر ہی کہ یہ بطور نسیان صادر ہوئی اسیواسطے علماء نے فرمایا کہ وہاں سے نکالا جانا اس خطا کی سزا نہیں تھی بلکہ اللہ تعالےٰ نے یہ امر مقدر فرمایا تھا کہ آدم علیہ السلام کے واسطے سکونت جنت صرف اس حد تک ہی کہ یہ پھل کھاویں علاوہ ازین گناہ کا مفہوم یہ ہوتا ہی جو عوام میں بہ معنے عقوبت جہنم ہے حالانکہ یہ عوام کے واسطے ہی اور جو لوگ درجہ عالی پر ہیں اونکے واسطے غفلت و نسیان پر بھی مواخذہ ہوتا ہی چنانچہ بحکم قولہ تعالےٰ۔ فانساہ الشیطان ذکر ربہ الآیۃ ـ حضرت یوسف علیہ السلام بھی نسیان پر ماخوذ ہوئے اور یہاں توضیح میں ایک مسئلہ کافی ہی اور وہ یہ ہی کہ ایک شخص کا قصد تھا کہ اپنی زوجہ ہندہ کو کریما میں سے فقط ہندہ کو طلاق دیگا اور کریما کو نہیں دیگا اور اوسنے کریما سے یہ عدہ بھی کرلیا تھا پھر اوسنے بھولے سے کریما کو تین طلاقیں دیں تو یہ حکم ظاہر ہی کہ وہ وعدہ خلافی میں گنہگار نہوگا چنانچہ حدیث شریف میں آیا کہ اللہ تعالےٰ نے میری امت سے خطا و نسیان کو مرفوع فرمایا ہی۔ ﴿ھ﴾ لیکن کریما پر طلاقیں واقع ہوجائینگی اسیطرح حضرت آدم علیہ السلام پر بھولنے کا گناہ نہیں تھا لیکن اس فعل کے ساتھ جو حکم لازم تھا کہ دنیا میں اتارے جاویں وہ پورا کر دیا گیا۔ (تنبیہ) امام ابن کثیرؒ نے امام رازی سے نقل کیا کہ آدمی کو صغیرہ خطا پر بھی خوف کرنا چاہیے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اسکے ساتھ حکم تقدیری کیونکر متعلق ہی۔ فتح موصلی جو اکابر اولیاء ربانیین سے معروف ہیں کہتے تھے کہ ہم لوگ

اہل جنت مین سے ایک قوم تجھے ہمکو ابلیس قید کرکے دنیا مین لایا تو سوائے غم و رنج کے ہمارا کچھ کام نہین ہو سکتا یہانتک کہ ہم اپنے گھر لوٹ جاوین (تنبیہ) اس مقام سے یہ قاعدہ مستنبط ہوا کہ جب نص صریح موجود ہو تو اوسکے مقابلہ مین استنباط قیاسی جائز نہین ہی کیونکہ آدم علیہ السلام کو صریح اس درخت سے ممانعت کی گئی اور صریح بتلایا گیا کہ شیطان تمہارا قطعی دشمن ہی لیس اونکو شیطان کی قسم پر اور اوسکے شجرۃ الخلد بتلانے پر ہرگز اعتماد نہین کرنا چاہیے تھا پس آدمی کو لازم ہی کہ دل سے جناب باری مین رجوع ہو کر وسوسۂ شیطانی سے پناہ مانگے اور شرع کی مضبوط رسی پکڑے رہے اور بغیر دلیل شرعی کے کسیکا قول نمانے اگرچہ قیاس سے کیسا ہی مضبوط نظر آوے فافہم واللہ تعالیٰ ہو الموفق والمعین ف ۲ عرائس البیان مین شیخ نے اس مقام کے اشارات مین لکھا کہ صاحب ارادت کو چاہیے کہ ہر شخص کا کلام نہ سنے اگرچہ وہ مقام معاملہ کے فرد سے ہر ایک معاملہ بتلانے والیکی بات سن لیتا ہی لیس شیطان کو اوسکے بہکانے کا موقع ملتا ہی حتی کہ شیطان خود کبھی بشکل انسان آکر اوسکو گمراہ کردیتا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہی تاکید مولوی روم علیہ الرحمۃ نے فرمائی ؎ ای بسا ابلیس آدم روے ہست ٭ پس بہر دستے نباید داد دست ٭ ؎ اکثر ابلیس آدمی کی شکل ہوہ ٭ پس ہر ایک کے ہاتھ مین ہاتھ دو ٭ شیخ نے لکھا کہ اگر وہ شیطان نہو تو بھی بسا اوقات انسان بسیرت شیطان ہوتا ہی کہ جاہل مدعی شریعت الٰہی سے خارج مگر لباس کاملین پہنکر ایسے مقالات سے جو اولیاء اللہ کے کلام مین بیان ہوئے ہین جھوٹے دعوے سے عوام کو گمراہ کرتا ہی حتی کہ بسا اوقات مرتے وقت ایمان سے خارج ہو جاتا ہی اور بسا اوقات وہ مرتبۂ ارادت سے خارج ہوکر دہریہ و نیچری ہو جاتا ہی اور ان آیات مین تنبیہ ہی کہ کسی چیز کی خواہش کو خلاف شریعت اپنے اوپر غالب کرے کہ یہی خواہش سب فتنون کی جڑ ہی حتی کہ بہت سی خواہشین جو شرع مین مباح ہین وہ بھی مرتبۂ تقویٰ سے گراتی ہین اور مقام قرب و درجات سے محجوب کرتی ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ بعض آیات و احادیث مین قلوب کو زمین سے مشابہ کیا گیا ہی چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فہی کالحجارۃ الآیۃ۔ کے ذیل تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ توضیح ہوگی۔ لہٰذا شیخ نے اس مقام کے اشارہ مین بیان کیا کہ قلوب مین استقرار چاہیے تاکہ شعاع انوار سے مقام مشاہدہ حاصل ہو اور لکھا کہ مشاہدہ نہیں کی حالت مین انھین سے زندگی ہوتی ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ مشاہدہ ہونے سے مراد یہ ہی کہ عین دیدار نہو چنانچہ شیخ عبد اللطیف نے شرح مثنوی مین تصریح کی کہ دنیا مین عین مشاہدہ نہین ہی اور یہی محققین علماء و مشائخ کے کلام مین مصرح ہی بلکہ اسی پر اجماع ہی اور دنیاوی حیات مین صرف مشاہدۂ قرب حاصل ہوتا ہی اور مترجم نے مقدمۂ عین الہدایہ مین شرح ملا علی قاری سے یہ مسئلہ مفصل ذکر کیا ہی۔ عمس۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا عذر و آیندہ جنت مین عود کرنیکا طریقہ بیان فرمایا۔

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْنَا

پھر سیکھ لین آدم نے اپنے رب سے کئی باتین پھر متوجہ ہوا اوسپر بر حق وہی ہی معاف کرنے والا مہربان ہمنے کہا

اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ

تم اترو یہان سے سارے پھر کبھی پہونچے تمکو میری طرف سے راہ کی خبر تو جو کوئی چلا میرے بتانے پر نہ ڈر ہوگا

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ

اونکو اور نہ اونکو غم اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائین ہماری نشانیان وہ ہین

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

دوزخ کے لوگ وہ اوسی مین رہ پڑے

جب آدم علیہ السلام سے یہ لغزش واقع ہوئی اگرچہ وہ بطریق نسیان تھی تاہم اونکی شان کے لائق نہ تھی پس آدم علیہ السلام نے جناب باری تعالےٰ میں رجوع کیا چنانچہ عبید بن عمیرؒ سے روایت ہی کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب یہ خطیہ جو مجھسے سرزد ہوا ہی کیا تو نے میری پیدائش سے پہلے مجھپر لکھدیا تھا یا میں نے اسکو اپنی جانب سے ایجاد کیا ہی فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے تیری پیدائش سے پہلے تجھپر لکھا تھا تو آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ پھر جیسے مجھپر لکھا تھا ویسی ہی مجکو بخشدے ۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ پھر سیکھ لی آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں پھر متوجہ ہوا اوسپر ۔ ف یہ قراءت آدم کو رفع و کلمات کو نصب ہی اور ایک قراءت میں آدم کو نصب اور کلمات کو رفع ہی تو معنے یہ ہین کہ پھر آدم کو اوسکے پروردگار کی جانب سے چند کلمات پہونچے سو اللہ تعالےٰ نے اوسپر رجوع کیا یعنی آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی کیونکہ اصل میں توبہ کے معنے رجوع کرنا اور اللہ تعالےٰ کا رجوع کرنا قرآن مجید کی آیات میں صریح واقع ہوا ہی اسی سے محققین علماء نے کہا کہ اللہ تعالےٰ رجوع فرماتا ہی تب بندہ توبہ کرتا ہی ۔ سدیؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب کیا تو نے مجھے اپنے ید قدرت سے نہیں پیدا فرمایا اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ کیون نہیں پھر عرض کیا کیا تو نے اپنی روح سے مجھ میں نہیں پھونکا فرمایا کہ کیون نہیں پھر عرض کیا کیا میری چھینک پر تو نے نہیں فرمایا یرحمک اللہ اور کیا تیرے غضب پر تیری رحمت سابق نہیں ہی ارشاد ہوا کہ کیون نہیں پھر عرض کیا کیا تو نے میری پیدائش سے پہلے مجھپر نہیں لکھا تھا کہ مجھسے یہ خطیہ سرزد ہو فرمایا کہ کیون نہیں پس آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی اگر میں توبہ کرلون تو کیا مجھے جنت میں لوٹایا جائیگا ارشاد ہوا کہ ہان ۔ (رواہ العوفی وسعید بن جبیر وسعید بن معبد) اور یہی قول سدی و عطیہ عوفی ہی اور یہان ابن ابی حاتم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اسی معنے میں مختصر حدیث روایت کی کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی اگر میں توبہ کرکے رجوع کرون تو کیا مجھے جنت میں پھیر لیا جائیگا ارشاد ہوا کہ ہان ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب منقطع ہی ۔ ابو العالیہؒ نے کہا کہ آدم علیہ السلام نے بعد خطیہ مذکورہ کے عرض کیا کہ الٰہی اگر میں توبہ کرکے نیک کام کرون اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں میں تجھے جنت میں داخل کرونگا ۔ بعض علماء نے کہا کہ رب عزوجل کی جانب سے جو کلمات پہونچے تھے وہ یہی کلمات ہین ۔ اور ابن ابی نجیح نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام کو جو کلمات پہونچے وہ یہ ہین ۔ اَللّٰهُمَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ اِنَّكَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔ اور اکثر محققین نے کہا کہ شاید یہ کلمات بھی ہون جو مذکور ہوئے ہین اور اصل تفسیر کلمات کی قولہ تعالےٰ ۔ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ میں منصوص ہی اور یہی مجاہد و سعید بن جبیر و ابو العالیہ و ربیع بن انس و حسن و قتادہ و محمد بن کعب قرظی و خالد بن معدان و عطاء خراسانی و عبد الرحمن بن زید بن اسلم کی تفاسیر میں منقول ہی ۔ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ بیشک اللہ تعالےٰ ہی تواب رحیم ہی ۔ ف جیسے قولہ تعالےٰ ۔ الم یعلموا ان اللہ یقبل التوبۃ عن عبادہ الآیۃ ۔ یعنے کیا یہ لوگ جانتے نہین ہین کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندون کی توبہ قبول فرماتا ہی ۔ اور سورۂ نساء میں قولہ تعالیٰ ۔ ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ الآیۃ ۔ کی تفسیر میں صریح ہی ۔ بیہقی نے حدیث انسؓ سے روایت کی کہ آدم علیہ السلام کے کلمات یہ ہین ۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ ۔ ھ شیخ سیوطیؒ نے کہا

کہ اصح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو یہ کلمات الہام فرمائے ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ۔ یہ دراصل امام ابن جریرؒ کا قول ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ان روایات میں موافقت کی صورت ظاہر ہے اسطرح کہ آدم علیہ السلام نے پہلے اپنے نفس کے واسطے تنہا استغفار کیا چنانچہ حدیث انس وغیرہ میں مفرد اپنے واسطے ضمیر مذکور ہے پھر حوا کو ساتھ لیکر استغفار کیا جیسا کہ قولہ تعالیٰ۔ قالا ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ۔ کی ضمیر تثنیہ دلیل ہے اگر کہا جاوے کہ توّاب بمعنی مبالغہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں مبالغہ کیونکر ٹھیک ہوسکتا ہے کیونکہ مبالغہ موجود سے بڑھکر بیان کرنیکو کہتے ہیں جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کامل ہیں تو اونمیں مبالغہ نہیں ہوسکتا۔ پس شیخ سیوطیؒ نے فرمایا کہ بندوں کی کثرت کی وجہ سے تواب فرمایا جیسے رحیم بھی بندوں کی کثرت کی وجہ سے آیا۔ بعض علماء نے کہا کہ تواب رحیم کو جمع کردینے میں توبہ کرنے والوں کے لیے عفو کے باوجود رحمت کا وعدہ ہے۔ ف۲ بعض اشارات عرائس میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام کے واسطے حکم تقدیری جاری تھا تو یہ خطیہ اونکے ساتھ پیدا ہوا کہ اگر وہ استغفار سے بفضل آلٰہی محو نہ تو برقرار ہے لیکن اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو رحمت سے مشمول فرمایا چنانچہ آدم علیہ السلام نے ان کلمات سے عذر کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ مسئلۂ تقدیر عجیب حکمت الٰہی عزوجل ہے جسکی نسبت میں نے بارہا اہل عقل کو تنبیہ کی کہ جب یہ حکمت الٰہی عزوجل کا ظہور ہے تو عقل ضعیف اوسکو کیونکر ادراک کرسکتی ہے اور ہر عاقل جانتا ہے کہ حکمت الٰہی کا ادراک محال ہے تو سوائے جاہل احمق کے کوئی شخص اسکے درپے نہیں ہوسکتا اسیواسطے حدیث صحیح میں خوض تقدیر کے بارہ میں بہت شدت کے ساتھ منع فرمایا ہے اور حدیث ابوہریرۃؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمؑ و موسیٰؑ نے اپنے رب عزوجل کے پاس باہم امر حق کی بابت اپنی اپنی حجت ظاہر کی (یعنی عالم حقیقی میں نہ اس جہان فانی میں) پس آدمؑ نے موسیٰ پر غلبہ پایا موسیٰ نے آدمؑ سے کہا کہ تم وہ آدم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تم میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لیے اپنے ملائکہ سے سجدہ کرایا اور تمکو اپنی جنت میں بسایا پھر تمنے اپنی خطیہ سے لوگون کو زمین پر گرایا آدمؑ نے فرمایا کہ تم وہ موسیٰ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو اپنی رسالت و کلام کے لیے برگزیدہ فرمایا اور تمکو الواح عطا کین جنمین ہر چیز کا کھلا بیان لکھا ہے اور مناجات کے لیے تمکو اپنی درگاہ سے نزدیک کیا تم بتلاؤ کہ تمنے توریت میں نہیں پایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے کس قدر مدت پہلے توریت کو لکھوایا موسیٰ نے کہا کہ ہان چالیس برس پہلے لکھوایا تو آدمؑ نے فرمایا کہ کیا تمنے اوسمین نہیں پایا کہ آدمؑ نے اپنے پروردگار کا حکم ٹھلایا تو راہ بھٹک گیا موسیٰ نے کہا کہ ہان تب آدمؑ نے فرمایا کہ پھر تم ایسی چیز پر ملامت کرسکتے ہو (یعنی لوگونکا زمین پر اوتارنا میرا فعل بتلاتے ہو) حالانکہ میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھدیا گیا تھا (صحیح مسلم) واضح ہو کہ اس حدیث میں چالیس سال کی مقدار بربنائے تحریر توریت ہے ورنہ تقدیر خلائق کی تحریر تو پیدائش آسمان و زمین سے ہزارون برس پہلے واقع ہوئی جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث عبداللہ بن عمروؓ میں مذکور ہے اور اصل تقدیر جنکی کہ عاجزو جالاک تک جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث صحیح مسلم میں ہے وہ علم الٰہی ازلی ہے جسکے واسطے کوئی ابتدا نہیں ہے۔ ۳ شیخؒ نے لکھا کہ بعض مشائخ کے نزدیک کلمات یہ ہیں۔ ربنا ظلمنا انفسنا الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ بعض مشائخ نے کہا کہ کلمات یہ ہیں کہ آلٰہی میں نے تیری ہی وجہ سے دھوکا کھایا۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہو کہ جب ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی جھوٹی قسم کھائی تو آدم علیہ السلام نے اوسکی بات مان لی واللہ تعالیٰ اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ الحمد للہ کہ توبہ کا دروازہ ابھی کشادہ ہے لہذا توبہ کے شرائط و فضائل انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر بیان ہونگے واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم علیہ السلام کو اونکی پشت سے مثل چیونٹیون کے نکالا جنمین سے سیاہ صورت کفار تھین و سفید تصویر مومنین تھین اور اونسے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا پس سبھون نے اقرار کیا کہ بیشک تو ہمارا پروردگار ہے اور اسیکو میثاق ازل کہتے ہیں۔ اور بعضون نے

لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان ذریات پر ساتون آسمانون و زمینون و حضرت آدم کو گواہ کر لیا۔ بعض آثار مین وارد ہی کہ یہ معاہدہ قبل دخول جنت کے وادی عرفات مین ہوا تھا اور چونکہ مشیت الٰہی متعلق تھی کہ آدم علیہ السلام کی ذریات کو زمین مین خلیفہ کیا جاوے لہذا درخت کا پھل کھانے کی لغزش واقع ہونے کے بعد زمین مین اوتارنے کی حکمت پوری ہوئی اور تمام ذریات کو مکرر تاکید فرمائی۔ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۚ یعنے ہمنے فرمایا کہ یہانسے تم سب کے سب اترو۔ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى سو اگر تمہارے پاس میری جانب سے ہدایت آوے۔ ف یعنی کتاب الٰہی و رسول آوے تو اوسکو فضل الٰہی سمجھکر کمال شکر واجب ہی کیونکہ کوئی استحقاق بعد عہد مذکور کے اور باوجود عبودیت کے ہرگز لازم نہین ہی۔ فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ پس جسنے میری ہدایت کی پیروی کی تو اونپر کچھ خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے۔ ف یعنے جو ایمان لایا اور طاعت پر عمل کیا تو اونپر خوف عذاب نہین اور نہ وے جنت سے محروم ہونے پر غمناک ہوونگے کیونکہ جو لغزش کہ حضرت آدم علیہ السلام سے واقع ہوئی وہ معاف کر دیگئی۔ حاصل یہ کہ تمام ذریات مین سے جس فریق نے ہدایت یعنے کتاب و رسول کی پیروی کی اور ایمان لایا تو دنیا مین اوسکو وہی پہونچیگا جو تقدیر ہی مگر آخرت مین وہ غمناک نہوگا بایں طور کہ جنت میں داخل کر دیا جائیگا۔ اور دوسرا فریق جو نمانے تو اوسکو فرمایا۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○ اور جن لوگون نے نمانا اور ہماری نشانیون کو جھٹلایا تو یہی جہنمی ہین اور یہ وہین ہمیشہ رہنے والے ہین۔ ف یعنے جو فرقہ ایمان نلایا خواہ وہ نیچری دہریہ ہو یا بت پرست ہو یا حضرت عیسیٰ مین الوہیت کا قائل ہو یا کسی پیغمبر سے منکر ہو یا فرشتہ یا شیطان وغیرہ کسی کے وجود سے یا کسی قطعی اعتقادی بات سے انکار کرے تو یہ سب فرقہ کافر ہین جنھون نے اللہ تعالےٰ کی آیات کو جو آسمانی کتابون مین موجود ہین اور آیات قدرت کو بھی جو عالم مین موجود ہین جھٹلایا تو انکی نسبت فرمایا کہ یہ لوگ اصحاب النار ہین یعنے جہنم ہی انکی خصوصیت ہی تو ظاہر ہی کہ وہی اونکا مقام ہی لیکن صریح منصوص فرمایا کہ وے جہنم ہی مین ہمیشہ رہینگے نہ مرینگے اور نہ فنا ہونگے چنانچہ صحیح حدیث مین ہی کہ جب اصحاب الجنۃ اپنے مقام جنت مین اور اصحاب جہنم اپنے مقام جہنم مین داخل ہو جائینگے تو موت بشکل سیاہ مینڈھے کے درمیان مین لاکر ذبح کیجاویگی اور پکار دیا جائیگا کہ ای اہل جنت اب ہمیشگی ہی کہ موت نہین ہی اور ای اہل جہنم اب ہمیشگی ہی کہ موت نہین ہی (الصحیح) یہانسے معلوم ہوا کہ جو لوگ مومنین بوجہ گناہ کے جہنم مین سزا پاوین وہ اصحاب جہنم نہین ہین۔ چنانچہ حدیث ابو سعیدؓ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جہنم جو مخصوص وہین کے لوگ ہین تو یہ لوگ نہ وہان مرینگے اور نہ زندہ ہونگے (یعنی وہ زندگی موت سے بدتر ہی کیونکہ عذاب مین پڑے رہینگے) لیکن گنہگارون مین سے بعض قومون کو بوجہ اونکے گناہون کے آگ پہونچیگی تو انکو اللہ تعالےٰ ایک قسم کی موت دیدیگا حتی کہ جب کوئلہ ہو جاوینگے تب شفاعت کی اجازت ہوگی (صحیح مسلم و ابن جریر وغیرہ) مترجم کہتا ہی کہ شفاعت گنہگارون کے واسطے نصوص قطعیہ و احادیث متواترہ سے ثابت ہی اور جو گنہگار کہ جہنم مین داخل ہونگے اونمین سے بعض اسی حالت مین نکالے جائینگے کہ آگ نے اونکو سیدیون یا کمر وغیرہ تک جلایا ہو چنانچہ احادیث صحیحہ مین ثابت ہی اور یہ آخری مرتبہ ہی کہ کوئلہ ہو جاویں اور یہین سے بعض علمائے نکالا کہ یہان لوگون کے واسطے تیسری موت اور تیسری زندگی ہی۔ آیت مین ہدی سے مراد انبیاء و رسول و کتب ہین یہ قول ابو العالیہ ہی اور یہ تفسیر باعتبار ابتدائے وجود آدمؑ سے قیامت تک ہی اور اب اوسکا حصہ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید ہی اسیواسطے مقاتل بن حیان رح نے فرمایا کہ ہدی سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین۔ اور حسن بصری رح نے

فرمایا کہ قرآن مجید مراد ہے اور دونوں قول صحیح ہیں اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید دونوں متلازم ہیں کیونکہ جسنے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا اوسنے قرآن مجید کو مانا اور جسنے قرآن مجید کو مانا اوسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا (فائدہ) کلمہ اما۔ دراصل
اِن ما ہے کہ نون کو میم میں ادغام کردیا گیا ہے اور کلمہ ما تاکید ہے اور قرآن مجید میں ہر جگہ اما کے بعد فعل بھی مؤکد بنون تاکید ہے اور یہی قیاس ہے۔
واضح ہو کہ حرف شرط ایسے مقام پر آتا ہے جسکا واقع ہونا ضروری و قطعی نہو مثلاً کہتے ہیں کہ اگر زید آیا تو میں خاطر کرونگا اور یوں نہیں کہتے کہ اگر آفتاب
نکلا تو میں خاطر کرونگا بلکہ یوں کہتے ہیں کہ جب آفتاب نکلیگا تب خاطر کرونگا لہذا یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ ہدی یعنی کتاب و رسولوں کا بھیجنا تو یقینی تھا
پھر اوسکو حرف اما شرطیہ کے ساتھ کیوں فرمایا یعنی اسمیں کیا بلاغت و حکمت ہے بیضاوی وغیرہ نے جواب دیا کہ اسمیں بلاغت لطیفہ یہ ہے کہ اللہ
کی ربوبیت اوسکی مخلوق پر بالکل ظاہر ہے باوجود اسکے اونسے عہد بھی لیا گیا تھا تو کتاب و رسول بھیجنا ضروری نہ تھا لہذا سورہ یوسف میں
فرمایا۔ ذلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون۔ یعنی حضرت یوسفؑ نے کہا کہ یہ رسالت و ہدایت ہم لوگوں پر اور تمام
لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ولیکن بہتیرے لوگ شکر نہیں کرتے ہیں۔ آیت میں کلمہ خوف مرفوع ہے اور حرف لا کی وجہ سے مبنی بر فتحہ نہیں چنانچہ
لاہم اسپر شاہد ہے کیونکہ لا لنفی جنس معرفہ میں عمل نہیں کرتا ہے اور چونکہ۔ لاہم۔ کا عطف لاخوف۔ پر ہے تو وہ بھی اسیطرح معمول نہوگا علاوہ برین
اگر لا لنفی جنس ہوتو۔ لاخوف۔ سے جنس خوف بالکل مرتفع ہوگی حالانکہ مومنین سے خوف دنیاوی مرتفع نہیں ہے حتی کہ ایمان ہی خود خوف
و امید کے درمیان ہے یعنے مومن وہ ہے کہ خوف عذاب سے مطمئن نہو اور امید ثواب سے مایوس نہو کیونکہ عذاب سے نڈر ہونا یا ثواب سے مایوس
ہونا دونوں کفر ہیں پس مومنوں سے جنس خوف کی نفی نہیں بلکہ مقصود یہ کہ آخرت میں اونکو کچھ خوف نہوگا ہاں اگر ہدایت یعنی قرآن و رسول کی
پیروی میں قصور ہو جیسے گنہگار مومنوں سے ہوتا ہے تو اونکو فی الجملہ قیامت میں بھی خوف ہوگا کیونکہ اونھوں نے پیروی پوری نکی لیکن وہ جلد
مرتفع ہو جائیگا۔ آیات جمع آیہ کہ دراصل ائیہ تھا جسکو خلاف قیاس آیہ کیا یعنے یا کو الف سے بدل کر الف ممدود کیا۔ نحویان میں شیخ
عکبری نے زعم کیا کہ قیاس اسطرح جاری نہیں ہے کیونکہ جہاں دو یا جمع ہو تو مقدم کو بدلتے ہیں جواب دیا گیا کہ یہ خلاف قیاس ہے۔ فتلقی کی
فا رجملہ مفسرہ ہے نہ عطف اسواسطے کہ تاکید سے پہلے معطوف نہیں آتا ہاں یہ کہ پھر بیچ میں کیوں لائے تو جواب یہ کہ اسمیں قاعدہ لطیفہ یہ ہے
کہ گناہ ظاہر ہونے پر فوراً توبہ کرے اور یہ کہ توبہ خود قابل اہتمام ہے کیونکہ ڈھیل ڈالنا دوسرا گناہ ہے۔ (فائدہ) ان آیات میں چند علوم
ہیں اول یہ کہ جنت مخلوق موجود ہے دوم آنکہ جنت اوپر ہے اسیواسطے آیا کہ یہاں سے اوترو سوم آنکہ توبہ قبول ہوتی ہے جبکہ مع شرائط کے دل سے
ہو اور وہ دراصل دلی ندامت ہے چہارم آنکہ توبہ میں جلدی و اہتمام کرنا چاہیے پنجم آنکہ جب کافروں کے واسطے عذاب آخرت دائمی ہے تو معلوم
ہوا کہ مومن گنہگار کے واسطے دائمی نہیں ہے ورنہ کچھ فرق نہو حالانکہ مومن و کافر میں فرق قطعی ہے۔ (لطیفہ) مومنین جب جنت میں داخل
ہونگے تو وہاں سے نہیں نکالے جاوینگے لیکن حضرت آدم علیہ السلام قبل وفات کے داخل ہوے اور باہر نکل آئے تو معلوم ہوا کہ بعد وفات کے
جو داخل ہو وہ نہیں نکلیگا (تنبیہ) حدیث میں ہے کہ میری امت سے خطا و نسیان کا گناہ دور کیا گیا ہے۔ الحسن۔ یہ آپہی کی امت مرحومہ
کی خصوصیت ہے ورنہ ابو البشر آدم علیہ السلام پر بھول چوک سے عتاب ہوا اور یہ امتحانات الٰہی ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ سب لوگوں میں
بڑھکر انبیاء علیہم السلام امتحانات میں مبتلا ہوتے ہیں پھر جو اونسے نزدیک تر ہیں پھر جو اونسے نزدیک تر ہوں (یعنی درجہ بدرجہ الترمذی
وصححہ) اور ایک روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب سے بڑھکر مبتلاے امتحان ہوتے ہیں پھر علماء پھر صالحین (الحاکم) حدیث میں بعض صحابہ
رضی اللہ عنہم سے عہد لیا اور بعض کو نصیحت فرمائی کہ امور خیر میں سے کسی فعل کو قلیل نہ سمجھے اور شرعی منکرات میں سے کسی فعل کو خفیف نہ سمجھے

مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کے واسطے شاہد یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت کو عزم کے ساتھ خیال نہیں فرمایا اور اس قصہ میں تنبیہ ہے کہ عہد الٰہی پر شکرگزاری کے ساتھ قائم رہے ورنہ اوسکا انجام خراب ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ یہود و نصاریٰ سے توریت و انجیل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے واسطے متواتر عہد لیا گیا لیکن ان لوگوں نے بدعہدی کر کے اپنی عاقبت خراب کی حالانکہ مکرر یاد دلایا چنانچہ فرمایا۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو میں نے کیا تمپر اور پورا کرو قرار میرا

اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا

میں پورا کروں قرار تمہارا اور میرا ہی ڈر رکھو اور مانو جو کچھ میں نے اوتارا سچ بتاتا

مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَـمَنًا قَلِيْلًا ۡ

تمہارے پاس والی کو اور مت ہو تم پہلے منکر اوسکے اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور

وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝

مجھی سے بچتے رہو

بنی اسرائیل اولاد یعقوب علیہ السلام کیونکہ یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم کو اسرائیل کہتے تھے کیونکہ عبرانی زبان میں اللہ تعالیٰ کا نام ایل اور اسر یعنی بندہ تو اسرائیل یعنی عبد اللہ ہی باجماع مفسرین متفق ہیں کہ بنی اسرائیل اولاد یعقوب ہیں اور جن لوگوں کو خطاب کیا گیا وہ وہی یہود ہیں جو بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مدینہ میں موجود تھے شیخ عبد الحق نے سیر میں نقل کیا کہ یہاں ان یہودیوں کی ابتدائے سکونت زمانہ حضرت موسیٰ یا سلیمان علیہ السلام سے ہے کیونکہ جب وہ خانہ کعبہ کی زیارت کو آئے تو راہ میں یثرب یعنی مدینہ طیبہ میں وہ آثار پائے گئے جو توریت وغیرہ میں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن ہجرت کے بارہ میں مذکور ہیں اور وحی نبوت سے بھی معلوم ہوا لہذا ایک گروہ یہود نے درخواست کی کہ ہم لوگ یہیں رہیں تاکہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ایمان لاویں چنانچہ ونکو اجازت ملی اور یہ لوگ اسی شوق میں یہاں رہتے تھے کہ جب کوئی مرنے لگتا تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کرتا کہ اگر تجکو زمانہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم میسر ہو تو میرا اسلام عرض کر کے میرا ایمان لانا ظاہر کیجیو حتی کہ اسی وتیرہ پر ایک زمانہ گذر گیا پھر یمن کے عرب دو بھائی اوس و خزرج بھی یہاں آکر آباد ہوے لیکن یہودیوں کی حالت اسوقت از راہ دیانت خراب ہوگئی تھی حتی کہ یہودیوں کی جماعت عظیم ان یمنیوں پر ظلم کرتی تھی اور آخر اللہ تعالیٰ نے یمنیوں کی اولاد میں برکت عطا فرمائی اور رفتہ رفتہ اونمیں اسقدر کثرت ہوگئی جنھوں نے اون یہودیوں کا مقابلہ کر کے اونکو زیر کیا پھر ایک زمانہ کے بعد اوس و خزرج کی اولاد میں باہم نفاق پیدا ہوا حتی کہ باہم لڑائیاں شروع ہوئیں اور یہودی بھی خوشامد میں بعضے اوسیوں کے اور بعضے خزرجیوں کے تابع ہو گئے لیکن یہ گروہ یمنی سب بت پرست تھے اور یہودی اپنے دین پر قائم تھے اور جب کبھی یمنیوں سے تنگ ہوتے تو بد دعا کرتے اور کہتے کہ الٰہی ہمکو پیغمبر آخر الزمان کے طفیل سے ان لوگوں کی شرارت سے محفوظ رکھ اور یمنیوں سے کہتے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ ہم لوگ پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کے ساتھ حمایت میں ہو کر تم پر جہاد کرینگے پس قبائل یمن اس سے تعجب کرتے کیونکہ یہ علم فقط یہودیوں کے پاس کتاب توریت وغیرہ میں موجود تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر تشنیع

فرمائی بقولہ تعالیٰ ۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین ۔ چنانچہ عنقریب اسکی تفسیر آویگی اور یہ دلیل قطعی متواتر ہے کیونکہ اگر یہودی اس ذریعہ سے دعا نہ کرتے ہوتے تو فورًا جھٹلاتے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک ظاہر ہوئی تو اہل یمن جو کہ یمن قریش سے معاہدہ وحج کرنے کے واسطے گئے تھے اول انھون نے یہودیون ہی کے بیان سے پہچانا کہ یہی پیغمبر آخر الزمان ہین جنکے نام سے یہودی ہمکو ڈرایا کرتے تھے پس وہ پہلے ایمان لے آئے جس سے یہودیون کے دلون مین عداوت کی آگ زیادہ بھڑکا دشمنی حق کردہ کو انکار پر آمادہ ہوگئے اور گروہ مین سے جو صفات وفضائل بیان کیا کرتے تھے برعکس بیان کرنا شروع کیے مثلاً حلیہ شریف بدل کر کہنے لگے کہ پیغمبر آخر الزمان تو سیہ فام دراز قد پتلے دبلے ہونگے ولیکن اللہ تعالےٰ نے یہ دولت یمنیون کے حق مین ازل سے لکھی تھی انھون نے یہودیون کی عداوت پہچان لی اور ایمان پر ثابت قدم رہکر انصار کہلائے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو یہودیون نے جان بوجھکر انکار کیا پس اللہ تعالےٰ نے جو نعمتین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے آگے پیچھے اولاد یعقوبؑ پر نازل فرمائی تھین مدینہ بوجہ کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے وہ ان یہودیون کو بھی یاد دلائین چنانچہ فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ۔ اے بنی اسرائیل یاد کرو میری ان نعمتون کو جو مین نے تمپر انعام فرمائین ف یعنی تمہارے باپ دادون پر انعام فرمایا کہ انکو عذاب فرعون سے نجات دی اور فرعون کو ہلاک کیا اور انکے واسطے دریا کا راستہ کھول دیا اور جنگل مین جہان بھوک سے مرجاتے من وسلوی وآب شیرین پہونچایا ودیگر انعامات کثیرہ جنکا بیان آیندہ انشاء اللہ تعالےٰ آویگا لیس وسی انعام کی بدولت تمہاری نسل پیدا ہوئی پس تم ان نعمتون کو یاد کرو وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِیۡۤ اُوۡفِ بِعَهۡدِکُمۡ۔ اور پورا کرو میرا عہد مین تمہارا عہد پورا کرونگا۔ وَاِیَّایَ فَارۡهَبُوۡنِ ۝ اور مجھی سے امید لگائے ہوئے خوف رکھو۔ ف اور شیطانی وسواس سے کسی غیر سے مت ڈرو کہ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو جاؤگے تو عوام یہودی تمہاری سرداری چھوڑکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو جاوینگے پس جو کچھ تمکو نذرانہ دیا کرتے ہین وہ بند ہو جائیگا پس تم حقیر مال کے پیچھے عہد چھپا کا دوست بنو اور مجھی سے خوف کرو ایسا نہو کہ جو عذاب بعض اقوام بنی اسرائیل پر بوجہ نافرمانی کے بندر وسور کی صورت مین مسخ کرنے وغیرہ کا نازل ہوا تھا وہ تمپر بھی نازل ہو جبکہ تم عہد پورا نکرو۔ فارہبون ۔ در اصل فارہبونی تھا کہ یاء وقف آیت پر قرار نہین ہوتی اسواسطے نون مکسور ہی جیسے ایای فاتقون شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے یہودیون کو انعام وثواب سے رغبت بھی دلائی اور عذاب سے خوف بھی دلایا تاکہ عہد پورا کرین ۔ علماء نے کلام کیا کہ عہد سے کیا مراد ہے حسن بصریؒ نے فرمایا کہ یہ عہد قولہ تعالےٰ لقد اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل وبعثنا منھم اثنی عشر نقیبا وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوۃ واتیتم الزکوۃ وآمنتم برسلی واقرضتم اللہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاتکم ولادخلنکم جنات تجری من تحتہا الانہار الآیۃ۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور انمین بارہ نقیب مقرر فرمائے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ مین تمہارے ساتھ ہون اگر تمنے نماز ٹھیک قائم کی اور زکوۃ دی اور میرے رسولون پر ایمان لائے اور اللہ تعالےٰ کو قرض حسنہ دیا تو بیشک تمہارے گناہون کو تمپر سے کفارہ کردونگا اور ضرور تمکو ایسے جنات مین داخل کرونگا جنکے نیچے سے نہرین جاری ہین ۔ ۵۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر کے موافق حضرت عیسیٰ علیہ السلام وحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا یہودیون پر قطعی تھا خصوص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک عہد خاص لیا گیا بقولہ تعالےٰ ۔ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ الآیۃ ۔ ودیگر آیات صریحہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار وصفات لوگون سے بیان کرین

اور بالکل نہ چھپاوین اور یہان عہد مذکور سے یہی مقصود ہی کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم کی اتباع کرین اسیواسطے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ دیگر علماء
تابعین نے فرمایا کہ یہ عہد وہ ہی جو اللہ تعالے نے توریت مین یہودیون سے میثاق موکد لیا تھا کہ اللہ تعالے عنقریب بنی اسمٰعیل مین ایک
پیغمبر عظیم پیدا فرماویگا کہ تمام قبائل پر اوسکی اطاعت فرض ہوگی یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرماویگا جنکی رسالت تمام جہان پر لازم
ہوگی پس جو کوئی اس پیغمبر کی فرمانبرداری کریگا اللہ تعالے اوسکے گناہ بخشیگا اور اوسکو جنت مین داخل کریگا اور اوسکو دوہرا ثواب عطا کریگا
مترجم کہتا ہی کہ توریت وانجیل مین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک مع فضائل وکمالات ومقام ہجرت وبعض احکام شریعت وصفات اصحاب
واوصاف خلفاء راشدین اور اپنی کمال رحمت وعدہ ثواب عظیم مفصل مذکور اور حضرت موسیٰ وعیسیٰ ودیگر انبیاء بنی اسرائیل سے تفصیل تمام ماثور ہی حتی کہ
جیسے آدمی اپنے بیٹے کو ہر وقت وہر گھڑی دیکھنے سے بخوبی پہچان جاتا ہی اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وآثار ہر زمانہ و
ہر وقت کے پیغمبرون سے بنواسرائیل کو سنائے وبتائے گئے تاکہ فوراً پہچان لین اور کچھ بھی تردد نہو لیکن شان الٰہی عجیب حکمت بالغہ ہی کہ باوجود
اسطرح پہچاننے کے یہودیون نے گمراہی اختیار کی گویا اس سے مسئلہ تقدیر بدلیل قطعی تعلیم فرمایا کہ ان لوگون نے کسی تردد یا شبہہ کی وجہ سے
کفر نہین کیا بلکہ مشیت تقدیر الٰہی ایسیہی ہوئی تاکہ یہ بھی حجت باقی رہے کہ ہمکو پہچان مین کچھ شبہہ تھا اور اس سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی تعظیم شان آپکے خالق عزوجل کی بارگاہ عظمت سے بندون پر کس طرح ظاہر فرمائی گئی ہی کہ انبیاء اولو العزم وکتب آسمانی کے بیان سے
ہر وقت وزمانہ مین عہد ومیثاق لیا گیا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام رازیؒ نے انبیاء سابقین علیہم السلام سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
بشارات کثیرہ نقل فرمائین۔ مترجم کہتا ہی کہ یہود ونصاری نے ہر چند توریت وانجیل مین تحریف کی لیکن ہزارون کتابون مین تحریف کرنے
کے لیے زمانہ دراز گذرا اور بہت سے نسخہ مسلمانون کے بھی ہاتھ آگئے مگر جبتک اونکے بادشاہ وعوام کی عداوت شدید سے ممکن ہوا اونھون نے
صحیح بیانات کو بگاڑکر تحریف کردیا لیکن ہم جانتے ہین کہ بحکم قولہ تعالے۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی
التوریٰۃ والانجیل الآیۃ۔ کے قطعاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت توریت وانجیل مین مذکور ہی بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ومبشرا برسول
یاتی من بعدی اسمہ احمد الآیۃ۔ پس صریح نام سے بشارت مذکور ہی چنانچہ آیت سابق کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی عجیب تفصیل شریف آئیگی اور امام
رازی وغیرہ نے جو بشارات نقل کیے مع دیگر روایات کے ملخص بیان کرتا ہون حضرت عبد اللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے خط عبرانی وزبان عبرانی
سیکھی تھی پس انھون نے روایت کی کہ واللہ توریت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کثیرہ مین سے بعض وہ ہین جو قرآن مجید مین
مذکور ہین پھر اونکو مفصل بیان فرمایا جیسا کہ سنن ترمذی وغیرہ کی روایت مین مذکور ہی اور ایسیہی مثل کعب احبار رضی اللہ عنہ سے جو علماء یہود مین سے
بہت بڑے عالم تھے مفصل روایت ہی اور وہ بھی سنن ترمذی وغیرہ مین مذکور ہی۔ رازی وغیرہ نے ذکر کیا کہ توراۃ کے سفر اول کی فصل ہشتم مین
مذکور ہی کہ جب سارہ نے ہاجرہ پر غصہ کیا تو ہاجرہ گھر سے نکلکر بھاگین راہ مین ایک فرشتہ بشکل آدمی انکے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ ای ہاجرہ تم کہان
جاتی ہو تو ہاجرہ نے کہا کہ مین اپنی بی بی سارہ کے پاس سے بھاگی جاتی ہون پس فرشتہ نے کہا کہ نہین تو اپنی مالکہ سارہ کے پاس لوٹ جا اور عاجزی
کے ساتھ اوسکی فرمانبرداری مین قائم رہ کہ اللہ تعالے عنقریب تیری کھیتی کو بڑھاوے اور کثیر فرماویگا اور تیری نسل کی زیادتی بہت ہوگی چنانچہ
تھوڑے سے ہی دنون بعد تو حاملہ ہو کر ایک بیٹا جنے گی اور اوسکا نام اسمٰعیل رکھیو اور یہ بات اللہ عزوجل نے اسواسطے تجھسے فرمائی کہ بعد
تیرے اپنی جانب تیرا منقطع ہونا جانا اور تیری عاجزی سن لی اور اس ذریت مین یہ ایک شخص عین الناس ہوگا اور اوسکا ہاتھ سبھون پر بالا ہوگا
اور سبھون کے ہاتھ عاجزی کے ساتھ اوسکی طرف پھیلے ہونگے اور وہ سب بھائیون کے برخلاف اپنے رب عزوجل کا شکر گذار ہوگا امام رازی نے اس سے

اسطرح استدلال کیا کہ یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خاصّۃً صادق ہی اسواسطے کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کی یہ حالت نہین ہوئی بلکہ اولاد اسمعیل علیہ السلام مین سے بھی کسیکو یہ ثروت نہوئی کہ بنی اسرائیل کی قومون پر زبردست ہوا ور عاجزی کے ساتھ سب کے ہاتھ اوسکی جانب پھیلے ہوون حتی کہ وہ لوگ عرب کے جنگلون پہاڑون مین خانہ بدوش کی طرح رہتے تھے اونکو یہ بھی طاقت نہ تھی کہ شام و عراق مین داخل ہون اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی حیث وہ لوگ مسلمان ہوئے تو اللہ تعالے نے اونکو روے زمین مین سے اکثر کا مالک کیا اور تمام قومون کے ہاتھ اونھین کیطرف عاجزی کے ساتھ پھیل گئے۔ مترجم کہتا ہی کہ امام رازی نے جو کچھ عبارت بالفعل توریت مین موجود تھی اوسی سے عمدہ استدلال قائم کیا حالانکہ یہ احتمال ضرور ہی کہ یہود و نصاری نے عداوت سے درمیانی فقرہ حذف کر دیا ہو جسمین صریح نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم مذکور ہو حتی کہ جو شخص غور کرتا ہی اوسکو ربط عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ جہان یہ فرمایا دوار یہ شخص عین الناس ہوگا" اس سے پہلے ظاہراً کچھ عبارت نکال ڈالی گئی ہی اور امام رازی نے بہت خوب کہا کہ اگر مان لیا کہ عبارت نکالی نہین گئی تو بھی تصدیق توریت کے واسطے فرض لازم ہی کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بشارت ہو کیونکہ بغیر اسکے عبارت صادق نہین ہوتی ہی اور مترجم کہتا ہی کہ اس سے خلفاے راشدین کی بھی بشارت نکل آئی کیونکہ یہ زمانہ خلفاے راشدین کے وقت مین حاصل ہوا حالانکہ وہ اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات مین سے شمار کیا گیا۔ دلیل دوم سفر پنجم کی فصل گیارہ مین مذکور ہی کہ تمہارا رب تمہارے واسطے میرے مثل ایک نبی تمہارے درمیان تمہارے بھائیون مین سے قائم کریگا اور اسی فصل مین مذکور ہی کہ اللہ تعالے نے موسی علیہ السلام سے فرمایا کہ مین ان لوگون کے لیے یعنی بنی اسرائیل کے لیے تیرے مثل ایک پیغمبر انکے بھائیون مین سے قائم کرونگا (یعنے بنی اسمعیل مین سے) اور یہ پیغمبر جو کلمات میرے نام کے ساتھ میری طرف سے اداکریگا تو جو شخص نہین سنیگا مین اوس سے انتقام لونگا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ بشارت بہت قوی ہی کیونکہ حضرت موسی علیہ السلام کے مثل قوت و شوکت جہاد کسی پیغمبر کو بعد موسی علیہ السلام کے نہین ہوئی کیونکہ سب اسی توریت کے تابع تھے حتی کہ عیسی علیہ السلام بھی اسی کے تابع تھے اور صاف اشارہ ہی کہ یہ پیغمبر موصوف کوئی کتاب مثل توریت و انجیل کے نہین لائیگا بلکہ کلمات الہی اوسکے قلب پر وحی کیے جائینگے جنکو وہ اللہ تعالے کے نام کے ساتھ سناویگا یعنے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ وحی الہی سناویگا یا اقرأ باسم ربک الذی خلق سناویگا پھر وہ بنی اسرائیل مین سے نہین بلکہ اونکے بھائیون بنی اسمعیل مین سے ہوگا کیونکہ اسرائیل یعنے یعقوب علیہ السلام کا کوئی بھائی سواے عیص کے نہ تھا اور عیص کی اولاد مین سے سواے ایوب علیہ السلام کے کوئی پیغمبر نہین ہوا پھر ایوب علیہ السلام بھی موسی علیہ السلام سے پہلے ہوگئے تھے تو موسی علیہ السلام کو اونکی بشارت کیونکر دیجاتی پھر یہ بات ظاہر ہی کہ بعد موسی علیہ السلام کے جو پیغمبر ہوا وہ بنی اسرائیل مین سے تھا سواے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ البتہ بنی اسمعیل میں سے ہین تو قطعًا یہ صفات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہین اگر کہا جاوے کہ عبارت مذکورہ مین تو یہ بھی مذکور ہی کہ اللہ تعالی اس پیغمبر کو ان لوگون کے درمیان قائم کریگا تو جواب یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاری مین قائم ہو کر اونکو ایمان کی تعلیم فرمائی پس جو ایمان لایا وہ اچھا رہا اور جسنے نہ مانا اللہ تعالی نے اوس سے انتقام لیا۔ دلیل سوم یہ کہ سفر پنجم کی فصل ہشتم مین مذکور ہی۔ ان الرب تعالی جاء من طور سینا وطلع لنا من ساعیر وظهر من جبال فاران صف عن یمینه عنوات القدوسین فمنحهم العز وحببهم الی الشعوب وعاجمیع قدیسیه بالبرکة یعنے رب تعالی طور سینا سے آیا اور ساعیر سے ہمارے واسطے طالع ہوا اور جبال فاران سے ظاہر ہوگیا اور اوسکے داہنے سے عنوات قدوسین کی صف باندھی پس اونکو عزت عطا فرمائی اور شعوب قبائل مین اونکو محبوب کردیا اور برکت کے ساتھ پوری قدوسیت کی دعوت فرمائی۔ مترجم کہتا ہی کہ عرب کے جمیع شعوب و قبائل باہم دشمن و خونریز تھے اور اللہ تعالے کی جناب مین شرک و بدگوئی کرتے تھے پھر جب جبال فاران سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور صف

قدوسین قائم ہوئی تو آخر جمیع شعوب و قبائل کو صحابہ رضی اللہ عنہم محبوب ہو گئے اور کمال معرفت میں اونکو برکت عطا فرمائی حتی کہ امم سابقہ کے انبیاء علیہم السلام جن علوم معارف کو پہونچتے تھے وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء کو عطا فرمایا۔ امام رازی نے لکھا کہ بالاتفاق جبال فاران یہی ہیں جو حجاز مکہ میں ہیں اور خود توریت میں یہ بات مذکور ہی کہ اسمعیل نے بیابان فاران میں تیر اندازی سیکھی پھر یہ بات سب کو معلوم ہی کہ اسمعیل علیہ السلام نے ایام شیر خوارگی ہی سے مکہ میں سکونت اختیار کی پھر یہ بات معلوم ہی کہ اسمعیل علیہ السلام اسکا مصداق نہیں ہو سکتے کیونکہ اسمعیل علیہ السلام کے ایام سکونت میں وہان سوائے جنگلی شکار کے کوئی جماعت بھی اچھی طرح قائم نہ تھی تو عزت کہان سے ہوتی اور خانہ کعبہ کی بنیاد بھی مدت بعد بنا ہوئی تو قدوسین کے ریوات یعنی مساجد کہان سے قائم ہوتیں کیونکہ عرب مسجد کا نام بھی نہیں جانتے تھے پس کچھ شک نہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بشارت ہی اور یہودیون نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ طور سیناء و ساعیر و فاران میں آگ لگیگی اور تمام جہان میں منتشر ہو جائیگی۔ میں کہتا ہون کہ ان جاہلون نے عجیب تحریف کے معنے نکالے جو کسی طرح اس کلام سے نہیں نکلتے ہیں یہ محض جہالت و بد دیانتی ہی اور خود کتاب حبقوق میں بیان صریح موجود ہی کہ اللہ تعالی طور سینا سے آیا اور ساعیر سے طلوع ہوا اور قدس جبال فاران سے ظاہر ہو گیا اگر آسمان بہاء محمد سے کھل جائے اور زمین اوسکی حمد سے بھر جائے تو اوسکے منظر کی شعاع مثل نور کے ہو گی وہ اپنے شہر کو اپنی عزت سے محفوظ رکھیگا اور امید میں اوسکے آگے روان ہونگی اور سباع الطیر اوسکے اجناد کے ساتھ ہونگے حتی کہ آخر میں لکھا وتروی السہام بامرک یا محمد ارتواء وتخور الارض بالانہار ولقد راءتک الجبال فارتاعت وانحرف عنک شؤبوب السیل ونفرت المہادی نفیرًا ورعبا ورفعت ایدیہا وجلا وفرقا وتوقفت الشمس والقمر عن مجراہما وسارت العساکر فی برق سہامک ولمعان نیازک تدوخ الارض غضبا وتدوس الامم زجرا لانک ظہرت بخلاص امتک — ھ — یہ بیان بالکل صریح ہی اور کتب نصاری میں یون مذکور ہی۔ وظہر من جبال فاران لقد تقطعت السماء من بہاء محمد المحمود وترتوی السہام بامرک المحمود لانک ظہرت بخلاص امتک وانقاذ مسیحک۔ یہ عبارت بھی بالکل صحیح ہی اور انقاذ مسیح سے یہ مراد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح علیہ السلام کو کذب یہود و نصاری دونون سے چھوڑایا۔ دلیل چہارم یہ کہ کتاب شعیا کی فصل بائیس میں مذکور ہی کہ مکہ معظمہ کو خطاب کرکے فرمایا کہ اوٹھ اور اپنے چراغ روشن کر کہ تیرا وقت قریب آیا اور کرامت الٰہی تجھپر طلوع کرنے والی ہی کیونکہ اب زمین پر اندھیرا چھا گیا اور امتون پر بدلی چھا گئی اور رب عز وجل تجھپر اشراق فرماویگا اور اپنی کرامت تجھپر ظاہر کریگا تیرے نور کے سایہ میں امتین گروہا گروہ آوینگی اور سلاطین تیری روشنی میں روان ہونگے تو اپنی آنکھ اوٹھا کر اپنے گرد و پیش پر نظر ڈال کہ یہ لوگ تیرے پاس جمع ہونے والے ہیں اور تیرے فرزند دور دور سے تیری زیارت کو آوینگے کیونکہ توام القری ہی یہانتک کہ آخر میں فرمایا کہ فاران کی بکریان لائی جاوینگی اور میری قربان گاہ میں چڑھائی جاوینگی جس سے میں راضی ہونگا اور اسوقت اپنے بیت حمد کے واسطے ایک حمد نازل کرونگا — ھ — یہ سب صفات شان مکہ اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے موجود ہیں اور یہ بات بیت المقدس پر کسی طرح صادق نہیں آتی۔ دلیل پنجم یہ کہ توریت کے سفر اول میں ہی کہ اللہ تعالے نے ابراہیم علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ اللہ تعالے نے اسمعیل کے بارہ میں تیری دعا قبول کی اور میں اوسپر خوب برکت بھیجونگا اور اوسکی اولاد میں سے ایک بزرگ کو امت عظیمہ کے واسطے پیدا کرونگا۔ اس بیان سے صاف ظاہر ہی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ سوائے آپ کے کوئی بھی اولاد اسمعیل علیہ السلام میں سے امت عظیمہ کے واسطے نہیں ہوا اور خود ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام نے بعد فراغت بنائے کعبہ کے دعا فرمائی کہ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلو علیہم آیاتک ویعلمہم الکتاب والحکمۃ ویزکیہم انک انت العزیز الحکیم۔ اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

کہ مین اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہون اور اپنے برادر عیسی علیہ السلام کی بشارت ہون ۔ بعض علماء نے بیان کیا کہ خود توراۃ مین مذکور
ہی کہ آپکا مولد مکہ ہی اور مسکن طیبہ ہی اور سلطنت شام ہی اور آپکی امت بہت حمد کرنے والی ہوگی ۔ دلیل ششم یہ کہ مسیح نے حواریین سے کہا
کہ مین تو جاتا ہون اور عنقریب تمہارے پاس فارقلیط روح الحق آویگا جو اپنی طرف سے نہین بولیگا بلکہ وہی کہیگا جو اوس سے کہا جاویگا ۔ رازی نے
کہا کہ اسکی تصدیق خود قرآن مجید مین موجود ہی قولہ تعالے ۔ ان اتبع الا ما یوحی الی ۔ مترجم کہتا ہی بلکہ قولہ تعالے ۔ ما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی
یوحی ۔ اور فارقلیط کے دو معنے ہین ایک یہ کہ شافع مشفع اور دوم یہ کہ حق و باطل مین تفریق کرنے والا گویا دراصل فاروق لیط تھا الیس لیط
کلمہ تحقیق و تاکید ہی ۔ دلیل ہفتم یہ کہ دانیال پیغمبر نے بخت نصر کو بطور وحی کے اوسکا خواب بیان کیا جسکا ذکر سورۂ بنی اسرائیل مین انشاء اللہ تعالے
آویگا اور اوسکے آخر مین ہی کہ پھر اس آخر زمانہ مین اللہ تعالے ایک مملکت قائم کریگا جو قیامت تک رہیگی اور وہ شریعت منسوخ نہوگی ۔ اور یہان بکثرت
بشارات عجیبہ ہین جنکا بیان آیندہ انشاء اللہ تعالے اپنے اپنے موقع پر آویگا اور ان سب کے مجموعہ سے متواتر یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کتب سابقہ مین بتوضیح تمام موجود ہی اور یہود و نصاری سے عہد لیا گیا تھا کہ ان بشارات کو ظاہر کرین اور ہرگز نہ
چھپاوین لہذا ان آیات مین اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کو اپنی نعمت یاد دلائی جس سے اونکو یقین ہو کہ اللہ تعالے ہی کی قدرت مین سب کچھ ہی پھر تاکید
فرمائی کہ میرا عہد وفا کرو یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات ظاہر کرکے خود ایمان لاؤ تو مین اپنا عہد پورا کرونگا یعنے تمکو ثواب کے ساتھ جنت مین داخل
کرونگا اور تہدید فرمائی کہ مجھ سے ڈرو یعنے دنیا مین جن امور کا خوف کرتے ہو مثلاً جن عوام یہودیون سے تمکو سالانہ نذرانہ وغیرہ ملتا تھا وہ جاتا رہیگا
اور بعد مسلمان ہونے کے فریضہ جہاد مین موت سے ڈرتے ہو اور دنیاوی زندگی پر مرتے ہو یہ سب چھوڑ دو بلکہ جس رب عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا وہ
خود متولی بندگان ہی لہذا حکم فرمایا ۔ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ ۔ اور ایمان لاؤ ایسی چیز کے ساتھ
جو مین نے نازل فرمائی درحالیکہ وہ تصدیق کرتی ہی اوس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہی ۔ ف ۔ یعنے ایمان لاؤ قرآن منزل پر جو توریت و انجیل کی تصدیق کرتا ہی ۔ ابوالعالیہ
نے کہا کہ یہ اسواسطے کہ وہ لوگ توریت و انجیل مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس لکھا ہوا پاتے تھے ۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ مراد ہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام
وصفات و نشانات شریعت جس طرح توریت و انجیل مین مذکور ہین اونھین کے موافق قرآن مجید نازل ہوا تو یہ تصدیق ہوگئی ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مانند قول ابوالعالیہ کے
مجاہد و ربیع بن انس و قتادہؒ سے مروی ہی حاصل یہ کہ اہل کتاب کے ہاتھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے واسطے یہ بہت عمدہ آیت موجود تھی
کہ توریت و انجیل مین جو علامات بیان کیے قرآن مجید سے اونکی تصدیق ہوگئی تو اونپر ایمان لانا فرض متحتم تھا لہذا حکم دیا کہ تم لوگ ایمان لاؤ بایں
تصدیق ۔ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ ص ۔ اور تم لوگ اوسکے ساتھ اول کافر نہو جاؤ ۔ ف ۔ بعض نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم سے انکار کرنے والون مین سے تم لوگ اول نہو کیونکہ تمکو اوسکی شناخت مین وہ علم حاصل ہی جو دوسرون کو نہین ہی یہی ابن عباس رضؓ
و ابوالعالیہؒ سے منقول ہی یعنے جنس اہل کتاب مین سے تم اول نہو اور ایسکے مانند حسنؒ و سدی و ربیع بن انس سے مروی ہی اور بعض نے کہا کہ معنے
یہ ہین کہ تم لوگ اس قرآن منزل کے ساتھ اول کافر مت بنو ۔ شیخ ابن جریر نے اسیکو اختیار کیا ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ دونون قول صحیح ہین یعنے
جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اوسنے قرآن سے انکار کیا اور جسنے قرآن سے انکار کیا اوسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
انکار کیا ۔ شیخ نے لکھا کہ اول کافر سے یہ مراد ہی کہ بنی اسرائیل کے کافرون مین سے تم اول مت ہو اور یہ تاویل اسواسطے کیگئی کہ یہودیون سے پہلے قریش
و عرب مین سے بہت سے لوگ کافر ہو چکے تھے پھر ہجرت مدینہ کے بعد یہودیون کو خطاب ہوا لیکن اونھون نے دنیاوی مال و زندگی کی لالچ سے
کفر اختیار کیا جسکی بابت اشارہ ہی پہلے اونکو اپنی نعمتین یاد دلائین اور اپنے سوائے غیر سے خوف رکھنے سے ممانعت کی پھر یہان صریح فرمایا

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ز- اور میری آیات کے عوض ثمن قلیل مت خریدو ف یعنی میری آیات و رسول پر ایمان
لانے کو ہاتھ سے دیکر تمام دنیا سے فانی بہت قلیل ہے کہ اوسکی قلت کا اندازہ نہیں ہوسکتا کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حدیث صحیح میں دو رکعت سنت
فجر پڑھنے کو دنیا و مافیہا سے بڑھکر فرمایا پس جب ایمان کے ایک عمل نفل کی یہ فضیلت ہے کہ وہ دنیا و مافیہا کے برابر نہیں بلکہ بہتر ہے تو عین ایمان
کی کیا شان ہوگی اسکو کون قیاس کرسکتا ہے اور یہان تو یہ حال ہے کہ ان لوگون کو تمام دنیا و مافیہا بھی نہیں ملتی تھی بلکہ سالانہ عوام یہود دیہاتی غیرہ سے
کچھ غلہ ملتا تھا پس یہان ایمان کے مقابلہ میں اسکو ثمن قلیل فرمایا تو یہ انکی خواہش کے اعتبار پر ہے اور درحقیقت وہ قلیل ہے حالانکہ وہ قلت میں لگ
نسبت کے شمار میں نہیں آتی ہے پس ایک گونہ ملامت کے ساتھ انکو منع فرمایا کہ یہ ہیچ پوچ مال دنیاوی جو تلف ہوجائیگا نشانہ ہے اسکو لیکر عین
ایمان بقرآن و رسول کو مت چھوڑو جیسے کوئی شخص لعل و موتی دیکر ایک مٹھی خاک خریدتا ہے تو وہ احمق اشرف المخلوق انسان نہیں بلکہ ارذل خلق
شیطان ہے ۵ بدین ای فردا یہ دنیا محرم جو خبر بانجیل عیسی محرم حسن بصری رح نے فرمایا کہ دنیا تمام و کمال ملکر قلیل مول ہے سعید بن جبیر رح نے کہا
کہ دنیا اور اوسکی خواہشیں سب قلیل مول ہیں سدی رح نے کہا کہ اونکی طمع یہی قلیل مول ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ اشارہ ہے کہ دنیاے فانی میں
سے اونھیں سوائے طمع کے کیا حاصل ہے یعنے اگر کوئی چاہے کہ میں دین چھوڑکر دنیا لیلون تو یہ صرف اوسکی طمع ہی طمع ہے کیونکہ دنیا میں سے اوسکو
اوسیقدر ملیگا جو اوسکو مقدر ہے پس اوس احمق نے اس طمع کے عوض میں دین کو برباد کیا۔ (تنبیہ) جاننا چاہیے کہ جب بندہ ایمان
و شریعت پر مستقیم ہونا چاہتا ہے تو شیطان اوسکو فقر و فاقہ کا خوف دلاتا ہے تاکہ وہ ایمان چھوڑکر فسق و فجور کا مرتکب ہو بدلیل قولہ تعالے الشیطان
یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء الآیہ۔ لہذا جب کبھی شیطان کا یہ وسوسہ پاوے تو چاہیے کہ حسبنا اللہ نعم الوکیل تین بار کہے پس جس چیز کا خوف
کرتا ہے اوس سے محفوظ رہیگا جیسا کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث میں منصوص ہے بالجملہ اونکو نصیحت فرمائی کہ دنیاے فانیہ قلیل کے پیچھے ایمان مت کھو
وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ۝ اور مجھی سے خوف رکھو۔ ف کیونکہ اللہ تعالے جب چاہے تو کسیکا ایک ذرہ نہیں مل سکتا کیونکہ خالق رازق وہی
ہے۔ طلق بن حبیب نے فرمایا کہ تقوی یہ ہے کہ اللہ تعالی سے نور پر امید رحمت اوسکی طاعت کرے اور اللہ تعالے سے نور پر خوف عذاب اوسکی
معصیت چھوڑے (ابن ابی حاتم)۔ (مسئلہ) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس علم سے
رضاے الہی حاصل ہوسکتی ہے اگر اوسکو فقط اس غرض سے حاصل کیا کہ دنیا کا کوئی اسباب حاصل کرے تو وہ قیامت کے روز جنت کی خوشبو نہیں
پاویگا (ابوداؤد) مترجم کہتا ہے کہ اسکے یہ معنے ہیں کہ میدان قیامت میں مومنون کو خوشبوے جنت پہونچتی رہیگی مگر یہ شخص اوس سے محروم
ہوگا جیسے حدیث میں آیا کہ جسنے کسی معاہدی کو مار ڈالا وہ جنت کی خوشبو نہیں پائیگا اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمانون نے مثلاً کافرون کے ملک کو
فتح کیا اور اون لوگون سے کچھ جزیہ یا مال صلح مقرر کرکے اونکو امان دی اور امان یہ عہد ہے کہ تم لوگ یہ مال ادا کرتے رہو اور ہم لوگ تمھاری جان و مال کے
محافظ ہیں پھر اگر کسی مسلمان نے ان معاہدین میں سے کسیکو ناحق قتل کیا تو وہ میدان قیامت میں جنت کی خوشبو نہیں پاویگا حالانکہ اسکی
خوشبو پانچ سو برس کی راہ سے آتی ہے۔ (مسئلہ) شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اجرت لیکر علم پڑھانیکا کیا حکم ہے جواب یہ کہ یہان دو صورتیں
ہیں ایک یہ کہ اس شخص پر یہ تعلیم متعین ہوجاوے مثلاً شہر میں دوسرا شخص موجود نہیں ہے تو ایسی صورت میں اجرت لینا جائز نہیں ہے ہان
اگر بیت المال سے اسقدر لے جو اوسکے اہل و عیال کے واسطے کفایت کرے تو جائز ہے اور جاننا چاہیے کہ جو شخص تعلیم کرنے میں اپنی کمائی سے منقطع
ہوجاتا ہو تو اوسپر پڑھانا متعین نہوگا اور ایسی صورت میں بھی اوسکو اجرت لینا جائز ہے یہ امام مالک و شافعی و احمد و جمہور علماء کا قول ہے بدلیل
حدیث۔ ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ۔ (کما فی البخاری) مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک دینی تعلیم و دینی فعل اذان وغیرہ پر

اجرت لینا جائز نہیں ہی بدلیل حدیث ابی بن کعب و عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما کہ انھون نے اہل صفہ مین سے ایک شخص کو کچھ قرآن پڑھایا تھا پھر او سنے انکو ایک کمان ہدیہ بھیجی پس انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے پسند ہو کہ اللہ تعالے تجکو آگ کی کمان کا طوق پہنا دے تو اسکو قبول کرلے پس اونھون نے واپس کردی (رواہ ابوداؤد) شیخ ابو عمر ابن عبدالبر وغیرہ علمائے کثیر نے اس حدیث کو محمول کیا کہ جب پہلے اللہ تعالے کے واسطے پڑھایا تو بعد اسکے جائز نہوا کہ ثواب کے بدلے یہ قوس لے لیجاوے ہان اگر ابتدا سے اجرت ٹھہری ہو تو صحیح ہی کیونکہ اس صورت مین بقدر اجرت کے ثواب مین کمی ہوگی مترجم کہتا ہی کہ مشائخ حنفیہ مین سے بھی ایک جماعت متاخرین نے اس زمانہ مین موافق قول جمہور کے فتوی دیا کہ اجرت لینا جائز ہی کیونکہ مسلمانون کے واسطے بیت المال نہین ہی پس اگر تعلیم قرآن کی اجرت جائز نہو تو علم قرآن اٹھ جائیگا اور اسی پر تمام ملکون مین عملدرآمد ہی —

(تنبیہ) قولہ مصدقا لما معکم — سے قرآن مجید کو توریت و انجیل کا مصدق فرمایا پس شیخ سیوطی وغیرہ نے تاویل کی کہ توحید و نبوت جو اصل ہی اوسکی تصدیق کرتا ہی اگرچہ بعض احکام شریعت مین جدائی ہو اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے تاویل کی ضرورت نہین سمجھی کیونکہ مراد یہ ہی کہ پیغمبر آخر الزمان کے صفات ونشانات جسطرح توریت وانجیل مین مذکور تھے قرآن مجید انکی تصدیق کرتا ہی اور یہی علمائے تابعین کے کلام سے ظاہر ہوتا ہی اور یہی اظہر و ارجح ہی واللہ تعالے اعلم اور قرآن مجید کی صفت دوسرے مقام پر مہیمن فرمائی کیونکہ یہود ونصاری نے اپنی قساوت قلبی و دیگر ہوا وہوس کے وجوہ سے ایک مدت پہلے سے آیات الٰہی مین تحریف کردی تھی مثلاً جب اونمین زنا کثرت سے پھیلا تو جب کسی غریب سے زنا سرزد ہوتا تو اوسکو رجم کرتے اور اگر کسی رئیس و مالدار سے زنا سرزد ہوتا تو اوسکو چھوڑ دیتے تھے حالانکہ اکثر اسکے مرتکب یہی مالدار ہوتے تہین اسواسطے اونھون نے کتاب مین تحریف کرکے یہ حکم بنایا کہ جو شخص زنا کرے اوسکا منہ کالا کرکے گدھے پر سوار کرکے مشتہر کرنے کے بعد اوسکو کوڑے مارے جاوین اگر محصن ہو اسیطرح جب ان مین بہتر فرقے مختلف پیدا ہوے اور اونمین باہم اختلاف و تعصب پھیلا تو جس مقام پر کتاب الٰہی مین ایک لفظ کسی مذہب کے منافی معلوم ہوتا تو دوسرے فریق اپنے یہان وس لفظ کو بدل ڈالتا تھی کہ انھین تعصبات و عداوتون سے یہانتک نوبت پہونچی کہ ہزارون بلکہ لاکھون الفاظ مختلف متغیر ہوگئے جسکو موجودہ نصرانیون نے پڑھنے کی غلطی شمار کیا حالانکہ صرف تین سو پچاس نسخون کے قریب مقابلہ کرنے سے کئی لاکھ اختلافات الفاظ برآمد ہوے جنکا اقرار اون بڑے بڑے پادریون نے کیا جو آگرہ مین مولوی رحمت اللہ صاحب سے مباحثہ کرتے تھے اور یہ اقرار بہت سے فضلاء نصاری سے مولوی رحمت اللہ صاحب نے نقل کیا ہی جسکا انکار غیر ممکن ہی آنحاصل کچھ ہی وجہین کیون نہون یہ امر قطعی ثابت ہوگیا کہ توریت وانجیل کے نسخون مین لاکھون الفاظ مین تغییر و اختلاف ہی اور ہندوستان مین جو ترجمہ بنام انجیل پیش کیے جاتے ہین انکا اعتبار نہین ہی علاوہ برین یہ صرف ایک ہی فریق کے نسخے ہین تو قطعی یہ نتیجہ نکلا کہ کوئی یہودی یا نصرانی جب کوئی نسخہ توریت یا انجیل پیش کرے تو اوسپر ہرگز اعتماد نہین ہوسکتا کیونکہ دیگر نسخون مین ہزارون الفاظ اس سے مخالف موجود ہین تو یہ اعتماد ہی نہین ہوسکتا کہ اصل حکم الٰہی کیا ہی اگرچہ ہم یہ مانے لیتے ہین کہ پڑھنے ہی کی غلطی سہی کیونکہ مقصود تو یہ ہی کہ خواہ پڑھنے کی غلطی سے یا عمداً تحریف سے یہ لاکھون الفاظ مختلف ہین تو امر الٰہی معلوم نہین ہوسکتا پس معلوم ہوا کہ یہود ونصاری کے پاس کوئی ایسی کتاب نہین ہی جسکو وہ حکم الٰہی بتلا سکین کیونکہ بسواے وحی کے نہین معلوم ہوسکتا کہ ان ہزارون نسخون مین جو لاکھون اختلافات موجود ہین انمین وہ کون لفظ ہی جو اللہ تعالے نے نازل فرمایا اور وہ کون الفاظ ہین جو پڑھنے والون وغیرہ کی غلطی سے پیدا ہوئے اور اگر کوئی کہے کہ ہم دوسرے قرائن سے یہ بات دریافت کرسکتے ہین تو ہم کہینگے کہ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ تمہارے قرائن کے موافق اس مقام پر یہ لفظ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالے کا اوتارا ہوا ہی تو جو شخص تمہارے قرائن پر ایمان لاتا ہوگا وہ مان لیگا

مگر یہ نہین جان سکتا کہ یہ واقعی اللہ تعالے کا اوتارا ہوا ہی جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے قرآن مجید کو ان کتابون
کے واسطے مہیمن کر دیا پس جو عبارت کہ قرآن مجید کے موافق ہو وہ صحیح ہی اور باقی سب تحریف یا پڑھنے والون کی غلطیان ہین یہان سے
ثابت ہوا کہ مسلمانون مین سے کسی شخص کو حلال نہین ہی کہ کسی نسخہ توریت یا انجیل سے جو بالفعل موجود ہین کوئی حکم نکالے کیونکہ اللہ تعالے نے
جو توریت نازل فرمائی وہ اگرچہ آسمانی کتاب ہی لیکن یہ نسخے جنمین لاکھون اختلاف موجود ہین کسیکی نسبت یہ حکم نہین ہو سکتا کہ یہ آسمانی کتاب ہی
اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر موسی زندہ ہوتے تو سوائے میری اتباع کے اونکو کچھ چارہ نہوتا (کما رواہ احمد وغیرہم)
پس ہمپر اسقدر ایمان لانا فرض ہی کہ اللہ تعالے نے حضرت موسی علیہ السلام پر توریت اور حضرت عیسی علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی تھی اور وہ
حق ہی لیکن اسوقت یہ یہود و نصاری جو نسخے اپنے پاس سے نکالتے ہین جنمین لاکھون اختلاف ہین اونمین سے کسی کی نسبت ہم یہ یقین
نہین کر سکتے کہ یہ وہی توریت و انجیل ہی جو اللہ تعالے نے نازل فرمائی تھی (تنبیہ) یہود و نصاری جنکو آیت مین خطاب کیا اونکو اول
کافر فرمایا کیونکہ پچھلے لوگ اونہین کے تابع ہونگے اسیواسطے جس شخص نے اسلام مین سوائے سنت شریعت کے بدعت نکالی اوسپر اوسکا
گناہ اور اوسکی پیروی کرنے والونکا بھی گناہ قیامت تک ہوگا حالانکہ اس بدعت پر عمل کرنے والون کے لیے بھی پورا گناہ ہوگا جیسا کہ
صحاح سے ثابت ہی ف ۲ واضح ہو کہ اللہ تعالے نے قرآن مجید مین جو کچھ نصائح فرمائے وہ تو اہل ایمان کے واسطے رحمت خاص ہین
اور جو کفار و منکرین کی مذمت بیان کی وہ مومنین کے واسطے عبرت ہی کیونکہ السعید من وعظ بغیرہ۔ یعنی اہل سعادت مین سے وہ شخص ہی جو
دوسرون کو دیکھکر نصیحت پکڑے۔ لہذا ان آیات مین بنی اسرائیل کو اپنے نعمتین یاد دلا کر کفر و بدعہدی سے تہدید فرمائی جس سے اہل ایمان
کے واسطے ہدایت ہی کہ جو لوگ اعمال صالحہ کرین وہ ان اعمال پر نظر نہ ڈالین بلکہ اللہ تعالے کی نعمتون کو دیکھین کہ جسنے اونکو اشرف المخلوقات
و تندرست بنا کر توفیق طاعت عطا فرمائی تو یہ اللہ تعالے ہی کی رحمت ہی۔ بعض مشائخ نے کہا کہ بنی اسرائیل کے واسطے اذکروا نعمتی فرمایا
یعنے تم میری نعمت یاد کرو اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فرمایا۔ فاذکرونی اذکرکم۔ یعنی تم مجھے یاد کرو مین تمھین یاد کرونگا اور ان
دونون مین بہت بڑا فرق ہی۔ شیخ سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ یہ امت کی فضیلت ایسی ہی ہی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے فرمایا
وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فرمایا۔ الم تر الی ربک کیف مد الظل الآیۃ۔ مترجم کہتا ہی
کہ حاصل یہ ہوا کہ دونون مقامون پر اللہ تعالے نے اپنے آثار قدرت کو دکھلایا مگر ابراہیم علیہ السلام کے واسطے ملکوت آسمان و زمین سے
نظر بجانب مالک عز و جل ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مالک عز و جل سے نظر بجانب ملکوت ہی اسیطرح بنی اسرائیل کی نظر
نعمت سے بجانب منعم عز و جل ہی اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر منعم عز و جل سے بجانب نعمت ہی گویا اونکو ذاتی خوبی حاصل ہی اور بنی اسرائیل
کو صفاتی خوبی اور وہ بھی غیر طیبہ ہی چنانچہ فرمایا۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ۔ اور دوسرون کے واسطے فرمایا۔ ولو آمن اہل الکتاب لکان
خیرا لہم الآیۃ ۔ م۔ قولہ۔ اوفوا بعہدی۔ یعنے مقتضائے معرفت کے میرے حکم کی فرمانبرداری کرو تو مقام قرب پاؤگے یا اسرار پر مطلع ہوگے
یعنے جیسی لیاقت ہو ویسی منزلت پاؤگے۔ بعض مشائخ بغداد نے کہا کہ عہد ازل پورا کرو یعنے کسی چیز کی طرف منہ نکرو غرضکہ ہر چیز کا عہد اوسکے
لائق ہی مثلاً علوم کو چاہیے کہ اوسکے لائق لوگون مین صرف کرے ورنہ زبان بند رکھے تاکہ خزائن اسرار پر مطلع ہو اور طلب رزق مین توکل کرے
تاکہ غیب سے اوسکی حاجات پوری ہون۔ ابو سعید قرشی نے کہا کہ آداب شریعت محفوظ رکھے تاکہ قلوب مین نور حقیقت ظاہر ہو۔ بعض مشائخ
عراق نے کہا کہ احکام شریعت پر عبادت کرے تاکہ درجات روحانیت پر پہونچے۔ شیخ ابو عمر بیکندی نے کہا کہ وفائے عہد امانت ہی یعنے ظاہر

و باطن یکسان ہو پس اخلاص کے ساتھ عمل کرے۔ شیخ سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ ایاى فارہبون سے مقام معرفت و یقین ہے و ایاى فاتقون مقام علم سابق و مکر و استدراج ہے شیخ نے کہا کہ تقویٰ کی ابتدا یہ ہے کہ عالم ناسوت سے بیزار ہو کر عالم لاہوت کی جانب رجوع کرے حتیٰ کہ خوف و امید سب اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو۔ بعض نے کہا کہ تقویٰ چار طرح ہے اول عام کے واسطے شرک سے بچنا دوم خاص کے واسطے گناہ و شرک خفی سے بچنا۔ سوم عارفون کے واسطے غیر سے توسل کی نظر اوٹھانا چہارم اہل تجربہ کے واسطے اللہ تعالیٰ کے واسطے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تقویٰ کرنا مترجم کہتا ہے کہ جیسے حدیث میں آیا۔ اعوذ بک منک۔ یعنی تیرے خشم و غضب سے تیری ہی پناہ ڈھونڈھتا ہون۔ شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے کہا کہ تقویٰ یہ ہے کہ مخلوق کو ناقص دیکھے یعنی مخلوق خود محتاج ہے کہ اوس سے کچھ نفع و ضرر حاصل ہونا ممکن نہیں اگر یہود اسکو سمجھتے تو اللہ تعالیٰ کی نصیحت سے نیکبخت ہو جاتے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا عہد پورا کرو اور آیات الٰہی کے عوض دنیا مت لو تو جان لیتے کہ کسی مخلوق کو نفع و ضرر پہونچانے کی طاقت نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو فرمایا۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَ

اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور نہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر اور کھڑی کرو نماز

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝

اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو ساتھ جھکنے والون کے

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو اونکے مکر شیطانی سے منع فرمایا۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ۔ اور مت خلط کرو حق کو باطل کے ساتھ۔ ف یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات و البشارات کو اپنے ہاتھون سے گڑھتے ہوئے بہتان میں نہ ملاؤ نہ زبانی و نہ تحریری کیونکہ ان میں سے بعضے لوگ اپنے ہاتھ سے لکھکر کہتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے رہا یہ امر کہ اصل توریت کو بھی تحریف کرتے تھے یا نہیں تو بعض علماء نے کہا کہ اوسمیں صرف معنے کی تحریف کرتے تھے اور ایک جماعت نے کہا کہ نہیں بلکہ عبارت میں بھی تحریف کرتے تھے اور بہر لیون سے یہ بات تحقیق ثابت ہوئی کہ یہ لوگ کتاب میں تحریف کرتے تھے چنانچہ اسکی بحث اوپر گذری اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر آویگی۔ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝۔ اور مت چھپاؤ حق کو حالانکہ تم جانتے ہو۔ ف کہ یہ حق ہے یعنی جو علم حق متعلق شریعت اسلام تمہاری توریت میں دیا گیا ہے اوسکو مت چھپاؤ کیونکہ علم کا چھپانا گناہ ہے حتیٰ کہ چھپانے والے کے منہ میں آگ کی لگام دیجاویگی۔ (کما فی الحدیث) پھر حال یہ ہے کہ تم لوگ اسکو حق جانتے ہو تو جان بوجھ کر چھپانا سخت کبیرہ گناہ ہوگیا اور اسکا ضرر شدید ہے کیونکہ اول تو حق چھپانا گناہ دوم جان بوجھکر چھپانا سوم اپنے نفس کی محرومی کہ دل سے پیغمبر برحق جانا ولیکن ایمان نہ لایا چہارم یہ کہ دوسرون کو نہیں بتلایا پنجم یہ کہ دوسرون کو دھوکا دیکر کفر میں ڈالا اور بدعہدی کی اور آیت الٰہی کو کوڑیون کے مول بیچا اور ملک میں فساد پھیلایا۔ ف اس سے اہل ایمان کو بھی عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ معاملات الٰہی میں خلط و خبط نکریں حتیٰ کہ کشف کو خیال سے نہ ملادیں اور فہم کو وہم سے اور فراست کو قیافہ سے اور الہام کو وسواس سے اور حقیقت کو شک سے اور بندگی کو ربوبیت سے اور حقیقت کو رسم عادت سے اور اخلاص کو ریا کاری سے اور کرامات کو مکاری سے خلط نکریں بلکہ شیخ سہل نے فرمایا کہ امر آخرت کو امر دنیا سے خلط نہ کرے۔ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ اور ٹھیک کرو نماز کو اور دیا کرو زکوٰۃ کو اور جھکو جھکنے والون کے ساتھ۔ ف یعنی نماز پڑھو نماز پڑھنے والون کے ساتھ و الراکعین بالالف لام سے معہود صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں اور حاصل یہ کہ اہل کتاب کو حکم ہوا کہ ہمیشہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مین شامل ہوکر اونکے ساتھ اعمال خیر بجالاوین اور پہلے اقیموا الصلوٰۃ۔ سے فرضیت نماز کا حکم دیا یعنے نماز و زکوٰۃ اپنے اوپر فرض سمجھو پھر نماز کو مومنون کے ساتھ ادا کرو اسیواسطے الصلوٰۃ کو مفرد فرمایا اور اقامت نماز کے یہ معنے ہین کہ خالص اللہ تعالےٰ کے واسطے نیت کرکے طہارت مع شرائط پوری کرے پھر عاجزی و خشوع کے ساتھ نماز مین داخل ہوکر طریقہ سنت کے ساتھ مودب ہے کہ گویا اللہ تعالےٰ اوسکو دیکھتا ہے پھر اذکار مسنونہ ادا کرکے قرارت پر پہونچے تو ترتیل کے ساتھ سمجھ سمجھکر سورۂ الحمد اور اوسکے ساتھ ایک سورہ دیگر پڑھکر رکوع کرے پھر کم سے کم تین تسبیح یا ایک ہی تسبیح پر ٹھہرے پھر اوٹھکر سیدھا قائم ہو پھر ٹھہر کر آہستگی و وقار سے سجدہ مین جاوے اور بقدر رکوع ٹھہر کر سر اوٹھا کر بیٹھے جسکی مقدار ایک تسبیح سے کم نہو اسیطرح تمام نماز کو خشوع و خضوع کے ساتھ پورا کرے اگر جماعت کا امام اچھی طرح سے ارکان ادا نکرتا ہو تو چاہیے کہ ٹھیک ادا کرنیوالا امام تلاش کرین کیونکہ اس آیت مین بھی جماعت سے نماز کا حکم ہے حتی کہ بعض علمائے اس سے جماعت واجب ہونے کی دلیل نکالی لیکن اس سے کم نہین کہ بہت فضیلت و تاکید ہے اور حدیث مین ہے کہ تنہا پڑھنے والے سے جماعت کی نماز ستائیس درجہ زائد ہے (الصحیح وغیرہ) مع الساجدین یا مع المصلین کی جگہہ مع الراکعین فرمایا تاکہ یہود اپنی نماز کو اسوقت بے اعتبار سمجھین کیونکہ اونکی نماز مین رکوع نہین ہے اور وہ تنہا پڑھا کرتے تھے اور حاصل یہ کہ تمھاری نماز کا کچھ اعتبار نہین جبتک تم مومنون کے مخالف ہو اور چونکہ یہودی لوگ حسیس بخیل خبیث تھے لہذا زکوٰۃ کی بھی تاکید فرمائی حسن بصری رحمہ نے فرمایا کہ زکوٰۃ ایک فریضہ واجب ہے کہ بدون زکوٰۃ و نماز کے اعمال کچھ نفع نہین دیتے ہین۔ اور حارث عکلی نے اس سے صدقۃ الفطر کا (رواہ ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ حقوق مالی مین صدقۃ الفطر بھی واجب ہے جیسے سوائے زکوٰۃ محتاج قرابتیون کا نان و نفقہ واجب ہوتا ہے واللہ تعالےٰ اعلم پھر فرمایا۔

اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

کیا حکم کرتے ہو لوگون کو نیک کام کا اور بھولتے ہو آپ کو اور تم پڑھتے ہو کتاب پھر کیا نہین سمجھتے

شیخ سیوطی رحمہ نے لکھا کہ یہ آیت علمائے یہود کے حق مین نازل ہوئی جو اپنے مسلمان قرابتیون کو کہتے کہ تم لوگ دین محمد پر ثابت قدم رہو وہ بھی حق ہے تو اللہ تعالےٰ نے اونکو عار دلائی کہ اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ۔ کیا تم حکم کرتے ہو لوگون کو نیکی کا۔ ف یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر ثابت قدم رہنے کا۔ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ۔ اور فراموش کرتے ہو اپنے نفوس کو۔ ف کہ خود اوسپر عمل نہین کرتے ہو۔ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۔ حالانکہ تم لوگ کتاب توریت کی تلاوت کرتے ہو سو کیا تم سمجھتے نہین ہو۔ ف۔ کہ اپنے نفوس کو بھول کر عذاب مین ڈالنا کیسی بری حرکت ہے کیونکہ اگر سمجھتے ہوتے تو اس حرکت سے باز آتے۔ اس سبب نزول کو واحدی نے ابن عباس رضہ سے روایت کیا اور اسکا حاصل یہ ہے کہ ای علمائے یہود تم لوگ توریت کے عالم ہوکر لوگون کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو حالانکہ توریت مین ایسے شخص کی نسبت لکھا کہ وہ مستوجب عذاب ہے یہ حکم اللہ تعالےٰ نے اسلام مین بھی قائم رکھا چنانچہ قرآن مجید مین فرمایا۔ یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ یعنے ای ایمان والو تم کیون ایسی بات کہتے ہو جو نہین کرتے ہو ناخوشی کی راہ سے اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ امر گران ہے کہ ایسی بات کہو جو نہین کرتے ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ جو سبب نزول واحدی نے روایت کیا اسمین انحصار کی کوئی وجہ نہین ہے بلکہ یہودیون کی یہ حالت

تھی کہ لوگون کو امور خیر بتلاتے اور خود عامل نہین ہوتے تھے چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی یہ حالت تھی کہ لوگون کو
طاعت الٰہی وتقویٰ ونیکی کا حکم کرتے اور خود اوسکے خلاف کرتے تھے پس اللہ تعالےٰ نے اس آیت مین اونکو عار دلایا (رواہ عبد الرزاق) اور یہی
قول سدیؒ ہی یعنے ان لوگون نے لوگون کے دکھلانے اور دنیا کمانے کے واسطے علم پڑھا اور خود اوس سے بد اعتقاد ہین۔ حدیث شریف مین تین
گروہ کا بیان ہی جسسے پہلے آگ جلائی جاویگی ازانجملہ ایک گروہ اون عالمون کا ہی جنھون نے دنیا کے واسطے علم پڑھا اور دین کی ہتک کی اور آیندہ
انشاء اللہ تعالےٰ قولہ تعالےٰ۔ یا ایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان الآیۃ۔ اور قولہ تعالےٰ۔ کانوا لا یتناہون عن منکر فعلوہ الآیۃ۔ کی
تفسیر مین توضیح آویگی۔ ف۔ شیخؒ نے لکھا کہ ابن جریر فرماتے تھے کہ اہل کتاب مع منافقین کا یہ حال تھا کہ لوگون کو صوم وصلوٰۃ کا حکم دیتے اور خود اوسپر
عمل نہین کرتے تھے پس اللہ تعالےٰ نے اونکو عار دلایا لہذا مسلمانون کو چاہیے کہ جو شخص دوسرون کو نیکی کا حکم دے تو خود سب سے زیادہ اس کام مین
پیش قدم ہو۔ محمد بن اسحٰقؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب کو عار دلایا کہ توریت مین جو تمھارے
پاس عہد نبوت ہی اوس سے کفر کرنے سے لوگون کو منع کرتے ہو حالانکہ توریت مین جو عہد مین نے تمسے لیا کہ میرے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ایمان لائیو تم اوس سے انکار کرتے اور عہد توڑتے ہو تو اپنے نفوس کو بھولتے ہو۔ ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ای اہل کتاب
لوگون کو تم حکم دیتے ہو کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین داخل ہون اور اعمال نماز وغیرہ پر قائم رہین حالانکہ اپنے آپ کو بھولتے ہو۔ ابن جریرؒ نے
ابو الدرداءؓ سے روایت کی کہ آدمی پورا فقیہ سمجھدار نہین ہوتا جب تک اوسکی یہ شان نہو جاوے کہ اللہ تعالےٰ کے معاملہ مین تمام لوگون کو دشمن
کی نگاہ سے دیکھے پھر وہ اپنے نفس کی جانب رجوع کرے تو سب سے زیادہ اوسکا دشمن ہو جاوے۔ مترجم کہتا ہی کہ مراد یہ ہی کہ شان الٰہی عز وجل کے
مقابلہ مین تمام جہان کی کچھ ہستی نہ سمجھے بلکہ جو شخص طاعت الٰہی مین روک ٹوک والا ہو اوسکو دشمن سمجھے پھر اسکے بعد اپنے نفس کو سب سے زیادہ دشمن
سمجھے۔ اور شیخ عوارفؒ نے شاید یہین سے لیا چنانچہ لکھا۔ وما کان تتم لرجل من تعظیم اللہ عز وجل حتی یکون الناس عندہ کالا باعر فی الفلوات
ثم یرجع الی نفسہ فیراہا اصغر صاغر۔ یعنے بندہ سے تعظیم الٰہی پوری نہین ہوتی جب تک کہ اوسکے نزدیک لوگون کی قدر ایسی نہو جائے جیسے
میدانون مین مینگنیان پڑی ہوتی ہین پھر وہ اپنے نفس کی جانب متوجہ ہو کر سب لیلون سے زیادہ ذلیل جانے۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ کلام حضرت
ابو الدرداءؓ کے ارشاد سے زیادہ مشابہ ہی فافہم۔ ف۔ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے اس آیت کے بیان مین کہا کہ یہودیون کی یہ حالت تھی کہ
جب کوئی اونکے پاس آکر ایسی کوئی بات پوچھتا جسمین انکا کوئی حق یا موقع رشوت نہوتا تو اوسکو امر حق کی تاکید کرتے پس اللہ عز وجل نے
اونپر تشنیع فرمائی۔ مترجم کہتا ہی کہ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہودی اکثر اپنا حق نکالکر یا رشوت لیکر لوگون کو جھوٹی باتین میٹھی میٹھی بتلاتے تھے اور جب
کبھی یہ امید نہین ہوتی تھی تو آدمی کو حکم حق بتلاتے اور مثل مشہور ہی کہ حق کڑوا ہوا کرتا ہی اور افسوس کہ اس زمانہ مین بہت سے لوگ جبہ ودستار سے ظاہری
صورت مثل عالمون کے بناکر شہر بشہر وعظ کہتے پھرتے اور یہودیون کی چال پر چلتے ہین تاکہ لوگون سے مال کماوین اور درحقیقت علم سے
بے بہرہ ہین اسیواسطے جہان کہین اللہ تعالےٰ نے کوئی بندہ عالم پیدا کیا ہی جو دنیا کی راہ سے قلیل معاش وزاہد ہی اور وہ لوگون سے کچھ خواہش
نہین رکھتا لیکن راہ حق بتلاتا ہی تو یہ مکار واعظین اوسکی خدمت مین جانے سے لوگون کو روکتے اور بہکاتے ہین کیونکہ اگر وہان جاکر لوگون کو راہ حق
معلوم ہو گئی تو انکی رونق بازار جاتی رہیگی۔ اور حدیث صحیح مین وارد ہوا کہ تم لوگ بھی یہودیون کے قدم بقدم چلوگے۔ اور حدیث صحیح مین آیا کہ آخر زمانہ
مین علماء اوٹھالئے جائینگے اور لوگ متفق ہو کر کسی جاہل کو اپنا پیشوا بنا دینگے تو یہ جہال اپنی جہالت پر فتویٰ دیکر خود گمراہ اور لوگون کو گمراہ بنائینگے
اور سب سے زیادہ عجیب یہ ہی کہ بعضے ایسے لوگ ہین جو معمولی علم کتاب جانتے ہین لیکن کسی تعصب یا حمیت سے باہم علماء وعوام مین منافرت و

عداوت ڈالتے ہین اور یہ امر ظاہر ہی کہ انہین سفاہت و جہالت ہی اور دین کی سمجھ نہین جیسے حدیث صحیح مین منافق کے بارہ مین آیا کہ منافق مین حُسن
خلق و دینی سمجھ جمع نہین ہوتی ہی اسیطرح یہ بھی دین مین طالب حق و آخرت نہونے سے باہمی نفاق و عداوت اسلام کو کمزور اور مشرکون کی
نظر مین اسلام کی حقارت کراتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ یہ نفاق قطعی حرام ہی اور انکی تعصب و حمیت سے غایت یہ کہ کرامت ثبوت ہو
پس یہ کون فقہ ہی کہ اسکے پیچھے حرام کا مرتکب ہو بلکہ ضدیت اسلام وغیرہ سے محرمات کثیرہ کا ارتکاب لازم آوے و نسال اللہ تعالی الهدایة
والسداد والی اللہ المصیر ۔ (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ تحقیق مقام یہ ہی کہ اللہ تعالے نے یہودیون کو صرف اس بات پر تشنیع
دلائی کہ اپنے نفس کو کیون بھولتے ہین اور یہ مراد نہین ہی کہ جس بات کو نہین کرتے اوس بات کی نصیحت کیون کرتے ہین کیونکہ نیکی کی نصیحت
کرنا خود نیک کام ہی اور عالم پر یہ بات واجب ہی لیکن عالم کے واسطے بہتر ہی کہ جہانتک ہو سکے خود بھی عوام کا شریک ہو اور علماء سلف و خلف
کے دو قول مین سے اصح قول یہی ہی کہ عالم کو نصیحت کرنا واجب ہی اگرچہ وہ خود یہ کام نہ کرتا ہو ۔ ان بعض کا یہ قول ہی کہ جو شخص کسی معصیت کا
مرتکب ہو وہ دوسرے کو اس سے منع نکرے لیکن یہ قول ضعیف ہی بلکہ صحیح یہ ہی کہ اگر عالم کسی ممنوع شرعی کا مرتکب ہو تو یہ گناہ ہی پھر اگر
دوسرے کو دیکھکر منع نکرے حالانکہ اوسپر منع کرنا واجب تھا تو یہ دوسرا گناہ ہی ۔ مالکؒ نے ربیعہ سے روایت کی کہ مین نے سنا کہ سعید بن جبیرؓ
فرماتے تھے کہ اگر شرع مین یہ حکم ہوتا کہ کوئی شخص نیک کام کی نصیحت نکرے اور بدکاریون سے منع نکرے یہانتک کہ اوسمین کوئی برائی باقی
نرہے تو لازم آتا کہ دنیا مین کوئی کسیکو نیک کام کی نصیحت نکرے اور نہ برائی سے روکے امام مالکؒ نے فرمایا کہ یہ بہت سچ فرمایا کیونکہ ایسا کون شخص ہی
جسمین کوئی برائی نہو ۔ مترجم کہتا ہی کہ اگر کوئی وہم کرے کہ شاید یہ غرض ہو کہ جس بدی کا خود مرتکب ہی اوس سے منع نکرے اور دیگر ممنوعات سے البتہ
منع کرے یہ وہم لغو ہی اسواسطے کہ اگر ایک شخص نماز نہین پڑھتا لیکن زنا نہین کرتا تو یہان ہی پس صحیح یہی ہی کہ منع کرنا اوسپر علیحدہ واجب ہی
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ہان یہ بات ضرور ہی کہ عالم سے جان بوجھکر گناہ کا مرتکب ہونا سخت بدتر ہی اسیواسطے جندب ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ
کی حدیث مین ہی کہ جو عالم کہ دوسرون کو نیکی سکھلاتا اور خود نہین کرتا ہی اوسکی مثال مانند شمع کے ہی جو لوگون کو نور دیتی اور خود جلتی ہی (رواہ الطبرانی
وہو حدیث غریب) مترجم کہتا ہی کہ مسلمانون کے سلطان پر نماز پڑھانا اور انکو نصیحت کا خطبہ سنانا واجب ہی حتی کہ دور دراز ملکون مین وہ اپنا نائب
مقرر کریگا اگرچہ بہت سے سلاطین ظالم مانند حجاج وغیرہ کے ایسے گذرے کہ یہ کام بھی وہ لوگ دنیا ہی کے واسطے کرتے تھے ۔ م ۔ حدیث انس بن مالکؓ
مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج مین لے گئے تو میرا گذر ایک قوم پر ہوا کہ آگ کی قینچیون سے اونکے ہونٹ کاٹے
جاتے تھے مین نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین تو ملائکہ کہنے لگے کہ آپکی امت مین سے یہ لوگ خطیب ہین جو اہل دنیا مین سے تھے کہ لوگون کو نیکی کا حکم کرتے
اور اپنے نفوس کو بھولتے حالانکہ قرآن مجید تلاوت کرتے تھے (رواہ احمد و عبد بن حمید و ابن مردویہ و ابن حبان وغیرہم) اور حدیث اسامہؓ
مین ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے روز آدمی کو لاکر دوزخ مین ڈالا جاویگا تو اوسکی انتڑیان گر پڑینگی
وہ اونکے ساتھ آگ مین چکر کھاتا پھریگا جیسے گدھا اپنی چکی گھماتا ہی پس دوزخی اوسکے گرد ہجوم کرکے کہینگے کہ ای فلان تجھے یہ کیا مصیبت پہونچی
کیا تو ہمکو نیک باتون کی نصیحت اور بدکامون سے ممانعت نہین کرتا تھا وہ کہیگا کہ ہان تمکو نصیحت کیا کرتا تھا اور خود نہین کرتا تھا اور تمکو منع کرتا
تھا اور خود کیا کرتا تھا (رواہ احمد و البخاری) حدیث انسؓ مین ہی کہ اللہ تعالے قیامت کے روز بے علمون سے جسقدر معاف کریگا اوسقدر عالمون
سے نہین معاف کریگا (امام احمد) اور بعض آثار مین وارد ہی کہ جاہل کو ستر بار معاف کیا جائے تو عالم کو ایکبار معاف کیا جاوے کیونکہ عالم
و جاہل برابر نہین ہی اور حدیث مین ہی کہ اہل جنت مین سے کچھ لوگ جہانککر بعضے دوزخیون کو کہینگے کہ تم دوزخ مین کیونکر آئے حالانکہ واللہ ہمنے

نوجنت مین اونھین باتون سے جگہ پائی جو ہمیشہ تمسے سیکھی تھین پس یہ لوگ کہینگے کہ ہم کہتے تھے اور کرتے نہین تھے (ابن جریر و ابن عساکر)
ایک شخص نے ابن عباس رضؓ سے آکر کہا کہ مین چاہتا ہون کہ لوگون کو نیک نصیحت کرون اور بدی سے منع کرون ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ تو اس
درجہ تک پہونچ گیا او سنے کہا کہ امید تو کرتا ہون آپ نے فرمایا کہ اگر قرآن مجید کی تین آیات سے تجکو رسوائی کا خوف نہو تو البتہ یہ کام کر
او سنے عرض کیا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ ایک یہ کہ اللہ تعالے نے فرمایا اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم الآیۃ ۔ تو بھلا اس بات مین تو مستحکم
ہوگیا او سنے کہا کہ نہین اور آپ دوسری آیت فرمایئے تو ابن عباس رضؓ نے کہا کہ قولہ تعالے ۔ لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ الآیۃ ۔
تو بھلا تو اسمین مستحکم ہوا او سنے کہا کہ نہین اور آپ تیسری آیت فرمایئے ابن عباس رضؓ نے کہا قول شعیب علیہ السلام وما ارید ان اخالفکم الی ما انہٰکم
عنہ الآیۃ یعنی جس چیز سے مین تمکو منع کرتا ہون اوسکے خلاف عمل کرنا نہین چاہتا ہون ۔ تو بھلا تو نے اس آیت کو مستحکم کیا او سنے عرض کیا
کہ نہین ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ پھر پہلے اپنے نفس سے شروع کر (ابن مردویہ) ابن عمر رضؓ کی حدیث مین ہے کہ جسنے لوگون کو کسی قول یا عمل کی
جانب بلایا حالانکہ خود اسکا عامل نہین ہے تو وہ برابر اللہ تعالے کی ناخوشی کے سایہ مین رہیگا یہانتک کہ باز رہے یا اپنی نصیحت کے موافق
خود عمل کرے (الطبرانی وفی اسنادہ ضعف) ابراہیم نخعی رحؒ کہتے کہ مجکو تین آیتون کی وجہ سے وعظ کہنا گوارا نہین ہوتا پھر وہی تین آیات
بیان کین جو حضرت ابن عباس رضؓ کی روایت مین گذرین (ابن کثیر) پھر جس مادۂ مذمومہ کی وجہ سے علمائے یہود کی یہ حالت تھی اللہ تعالے نے
اوسکی تہذیب علاج کیواسطے ارشاد فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ

اور قوت پکڑو محنت سہارنے سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہے مگر اونھین پر جنکے دل پگھلے ہین جنکو

يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

خیال ہے کہ اونکو ملنا ہے اپنے رب سے اور اونکو اوسی طرف اولٹے جانا

ع

یہان دو قول ہین ایک یہ کہ آیت مین خاص یہودیون کو خطاب ہے دوم یہ کہ یہودی و غیر یہودی سب کو عام خطاب ہے پس اگر علمائے یہود
کے واسطے خطاب خاص ہو تو اوسکی وجہ یہ ہے کہ علمائے یہود کو اپنے عالم ہونیکا غرور چھایا اور دنیاوی وجاہت و حرص مال نے اونکے دل کو
سیاہ کیا یعنے غرور علم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ سے راہ حق سیکھنے کو عار سمجھتے تھے باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے فضائل عظیمہ و افضل انبیاء و حبیب اللہ ہونے کو توریت سے جانتے تھے حتی کہ یہ علم یہودیون کے حق مین وبال عظیم ہوا اور دوم
یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خود ایمان لاتے تو عوام یہود بھی ایمان لاکر صحابہ مین داخل ہو جاتے پس ان عالمون کی سرداری جاتی
رہتی غرضکہ یہ دو مادۂ خبیث ان یہودیون کے اندر پیدا ہوئے لہذا اللہ تعالے نے انکو صبر و صلوٰۃ سے استعانت کا حکم فرمایا بقولہ
تعالے ۔ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اور تم لوگ صبر و صلوٰۃ کے ساتھ استعانت چاہو ۔ ف شیخ سیوطیؒ نے ذکر کیا
کہ صبر سے روزہ مراد ہے کیونکہ وہ خواہشون کو توڑ دیتا ہے یعنے اس سے سرداری و مال کی خواہش ٹوٹ جاویگی اور نماز کا اسواسطے حکم ہوا
کہ اس سے بارگاہ الٰہی مین خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے تو علم کا غرور جاتا رہیگا یعنے کتابون کے نقوش سمجھنے کا جاہلانہ غرور دور ہوگا اور اگر یہ خطاب
عام ہو تو ہر ایک کے واسطے یہی حکم ہے کہ امر آخرت مین صوم و صلوٰۃ سے استعانت لینا چاہیے اور اسی قول پر اعتماد کیا جائیگا ۔ شیخ ابن کثیرؒ
لکھا کہ اللہ تعالے نے اپنے بندون کو جو دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتے ہین صبر و صلوٰۃ کے ساتھ استعانت کا حکم دیا چنانچہ مقاتل بن حیان

کہا کہ معنیٰ یہ ہیں کہ تم لوگ آخرت طلب کرنے کے واسطے فرائض و نماز پر صابر رہنے سے استعانت چاہو اور جملہ فرائض میں سے نماز کو خاصۃً
صریح بیان کیا تاکہ نماز کی عظمت و خوبی معلوم ہو گویا یوں فرمایا کہ جمیع فرائض الٰہی پر اسطرح قابو ڈھونڈھو کہ نفس کو صبر کرنے پر مشاق کرو
یعنے کسی تکلیف و ناگوار بات کے وقت نفس گھبرا کر خارج نہو جاوے بلکہ اوس پر ثابت قدم رہے اور صبر کے افراد میں سے یعنے جہاں صبر کی زیادہ ضرورت
ہی ایک روزہ بھی ہی اسیواسطے مجاہد رح نے فرمایا کہ صبر یہاں روزہ ہی۔ قرطبی وغیرہ نے کہا کہ اسیوجہ سے ماہ رمضان کو ماہ صبر کہتے ہیں چنانچہ حدیث
شریف میں بھی یہ اطلاق آیا ہی۔ اور بنی سلیم کے ایک اصحابی سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدھا صبر روزہ ہی۔ مترجم
کہتا ہی کہ معنے یہ ہیں کہ روزہ ایسی طاعت ہی کہ گویا نصف صبر سے ادا ہوتی ہی جیسے حیا کی نسبت فرمایا کہ وہ نصف ایمان ہی حالانکہ دوسری
حدیث میں آیا کہ حیا ایک شاخ ایمان ہی تو معنے یہی ہیں کہ حیا سے امور ایمان کل ٹھیک رہتے ہیں گویا حیا ہی کل ایمان ہی بعض نے فرمایا کہ صبر سے
مراد یہ ہی کہ گناہوں سے اپنے آپکو روکے رہے۔ مترجم کہتا ہی کہ اسیواسطے بعض محققین نے کہا کہ صبر یہ ہی کہ اپنے نفس کو گناہوں سے روکے
اور عبادات پر قائم رکھے اور یہ تفسیر جامع و پسندیدہ ہی اور تمام عبادات کے افضل نماز ہی اسیواسطے نماز کو خاصکر بیان کیا۔ حضرت عمر رض نے فرمایا
کہ صبر دو طرح ہی ایک تو مصیبت کے وقت صبر کرنا اور یہ خوب ہی اور اس سے بہتر وہ صبر ہی جو ایسی چیزوں کے چھوڑنے میں ہو جنکو اللہ تعالیٰ نے
حرام فرمایا ہی (ابن ابی حاتم) اور ایسکے مانند حسن بصری رح سے مروی ہی۔ اور سعید بن جبیر سے مالک بن دینار زاہد نے روایت کی کہ صبر یہ ہی کہ جو کچھ بندہ کو
مصیبت پہونچے اسمیں وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اعتراف کرے اور اللہ تعالیٰ ہی سے اوسکے ثواب کا خواستگار ہو اور کبھی آدمی کسی
مصیبت میں مبتلا ہوتا ہی جسمیں گھبرا جاتا ہی مگر اوسکی دلیری و مردانگی کی وجہ سے اوسکی طرف سے سوائے صبر کے کچھ نظر نہیں آتا ہی۔ مترجم
کہتا ہی کہ سبحان اللہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے معارف کسقدر بلند تھے کہ وہ کلمات اب ہم لوگوں کے واسطے لعل و گوہر سے بہتر ہیں اور
قول سعید بن جبیر رح - انا للہ وانا الیہ راجعون - کی تفسیر ہی اور معرفت بلند جو اسکے اندر مضمر ہی وہ نہایت بہتر ہی - واللہ یہدی من یشاء۔ حضرت
ابو العالیہ نے فرمایا کہ طاعت الٰہی پر نفس کو صبر سے مدد چاہو اور جان لینا چاہیے کہ یہ صبر بھی طاعت الٰہی ہی (ابن ابی حاتم) شیخ ابن کثیر نے کہا
کہ نماز کی خصوصیت اسواسطے فرمائی کہ بحکم قولہ تعالیٰ - ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر الآیہ - کے نماز ایسی چیز ہی کہ فواحش و منکرات سے
روکتی ہی۔ حضرت حذیفہ رض کی حدیث میں ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر گران ہوتا تو آپ فوراً نماز کی جانب مبادرت کرتے
تھے - (احمد ابوداؤد و ابن جریر) چنانچہ غزوہ احزاب میں جب ہزاروں مشرکین عرب مدینہ پر ٹوٹ پڑے تو آپ اوس رات نماز میں مصروف
تھے جیسا کہ محمد بن نصر المروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں روایت کی اور حضرت علی رض نے کہا کہ ہمنے غزوہ بدر کی رات میں اپنے آپکو دیکھا کہ
سب سوتے تھے سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نماز پڑھتے و دعا کرتے یہانتک کہ صبح ہوگئی (محمد بن نصر ایضا باسناد صحیح)
حضرت عبد اللہ بن عباس رض سفر میں تھے کہ اونکو انکے بھائی قثم بن عباس کے وفات کی خبر پہونچی تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر راستے سے ایک
طرف اونٹ بٹھا کر دو رکعت نماز پڑھی جنمیں دیر تک بیٹھے رہے پھر اوٹھکر یہی آیت واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ - پڑھتے ہوئے اونٹ کی طرف گئے
سنید نے ابن جریج سے روایت کی کہ صبر و صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہونے کے ذریعہ ہیں **وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ** - اور یہ نماز بیشک
بھاری کام ہی۔ ف یعنے ہرچند کہ بہت ہلکا فعل ہی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسمیں ایک شان رکھی ہی کہ وہ کافروں و منافقوں پر بہت ثقیل معلوم
ہوتی ہی کہ کوئی اسکو آسان نہیں سمجھتا - **اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ** - سوائے خاشعین کے کہ اونپر بھاری نہیں ہوتی - ف ابن عباس رض
نے فرمایا کہ خاشعین وہ لوگ ہیں جنھوں نے آیات الٰہی کو سچا جانا و دل سے مانا - مجاہد رح نے فرمایا یعنے جو سچے مومن ہیں ابو العالیہ نے کہا یعنے

جو عذاب الٰہی سے خوف رکھتے ہین مقاتل نے کہا یعنے جو لوگ بارگاہ الٰہی مین تواضع کے ساتھ حاضر ہین ضحاک نے کہا کہ نماز سب پر ثقیل ہی سوائے ایسے لوگون کے جو خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے اور اوسکے وعدہ و وعید کو سچا مانکر اوسکے عذاب سے ڈرتے اور اوسکے ثواب کے امیدوار ہین حاصل یہ کہ اونکی صفت یہ ہی کہ **اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝** - ایسے بندے جو یقین رکھتے ہین کہ وے اپنے پروردگار سے ملنے والے ہین اور وے اوسی کی طرف لوٹ جانے والے ہین **ف** یعنے جانتے ہین کہ قیامت مین اوٹھائے جاوینگے اور اوسی کی مشیت پر پھیرے جاوینگے کہ جو چاہے حکم فرما دے تو اونپر نماز و روزہ کی عبادت آسان ہی - (**تنبیہ**) قرآن مجید مین یظنون - فرمایا حالانکہ بالاتفاق مفسرین کے نزدیک اسکے معنے گمان غالب کے نہین بلکہ یقین کے ہین اور قرآن مجید مین بہت جگہ ظن بمعنے یقین آیا ہی کقولہ تعالیٰ - ورای المجرمون النار فظنوا انہم مواقعوہا الآیۃ - وقولہ تعالیٰ - انی ظننت انی ملاق حسابیہ حتی کہ مجاہد نے فرمایا کہ قرآن مین جہان ظن آیا وہ بمعنی یقین ہی - (ابن جریر باسناد صحیح) مترجم کہتا ہی کہ گویا اسمین نکتہ یہ ہی کہ آدمی جس کام کی نسبت یقین کرتا ہی وہ درحقیقت گمان ہی اسواسطے کہ خالق تو اللہ تعالیٰ عز وجل ہی پس اسکا یقین صرف اسکے گمان پر ہی واللہ تعالیٰ اعلم - اور حدیث مین ہی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے سے فرماویگا کیا مین نے تجھے جوڑا نہین دیا کیا تجھے کرم نہین کیا کیا تیرے واسطے گھوڑے و اونٹون کو مسخر و مطیع نہین کردیا اور کیا تجھے سردار بنا کر چین کرتا نہین چھوڑا پس یہ عرض کریگا کیون نہین یعنے بیشک تونے یہ سب انعام فرمایا ہین اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ کیا تیرا ظن یہ تھا کہ تو مجھسے ملنے والا ہی یعنے تجھے اسکا یقین تھا پس وہ عرض کریگا کہ نہین تو اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ جیسے تونے مجھے بھلایا آج مین تجھے بھلاؤنگا (الصحیح) بیضاوی نے کہا کہ ظن بمعنے توقع ہی یعنے ملاقات الٰہی کی توقع رکھتے ہین - رازی نے کہا کہ ملاقات کنایہ موت ہی اور توقع بمعنے انتظار ہی یعنے موت کے منتظر رہتے ہین جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا - منہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر - اور ایسے لوگون پر نماز اسواسطے گران نہین ہوتی ہی کہ جس چیز کی توقع رکھتے ہین اوسکے مقابلہ مین یہ مشقت ہیچ ہی بلکہ نماز مین اونکو مناجات الٰہی عز وجل حاصل ہوتی ہی اسیواسطے حدیث مین آیا کہ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ - یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری دنیا مین سے مجھے تین چیزین محبوب کی گئی ہین عورت و خوشبو اور سب سے بہتر میری آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین ہی (النسائی والحاکم وغیرہ) **ف** کفر سے ایمان مین داخل ہونے کے واسطے صبر و صلوٰۃ سے استعانت ہی تاکہ ایمان حاصل ہو پھر بعد ایمان کے صبر و صلوٰۃ سے بھی مراتب حاصل ہوتے ہین چنانچہ اشارات عرائس مین ہی کہ مقامات قرب کے واسطے صبر سے مدد چاہے اور مشاہدات کے لیے نماز سے مدد چاہے اسی طرح جسمانیات پاک کرنے مین صبر سے مدد لے اور تربیت روحانیات مین نماز سے مدد چاہے تاکہ حقائق حاصل ہون جیسا کہ ابن عطا نے بیان کیا - شیخ ابو عثمان نے کہا کہ غفلت چھوڑ کر یاد کی حفاظت کے واسطے صبر و صلوٰۃ سے مدد لینا چاہیے یعنے جہانتک نماز مین داخل رہا یا نماز کے انتظار مین ہی تو یاد مین رہیگا اور شیطان اپنی غفلت کا تصرف اوسپر نہین کرسکتا - بعض عراقیون نے زیادہ اشارہ کیا کہ رضوان الٰہی حاصل ہونے کے واسطے سوائے اللہ تعالیٰ کے سب چیزین چھوڑنے سے مدد چاہو اور ادب کے ساتھ نماز مین حاضر ہو اور ہدایت کی درخواست کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تم مین معرفت پیدا کرے - بعض نے کہا کہ مردان حق کا روزہ یہی ہی کہ ماسوائے حق کے کل چیزون سے اپنے آپکو روکین جیسے عوام کا روزہ یہ ہی کہ صبح سے شام تک اپنے آپکو کھانے پینے و جماع سے روکین اسیطرح کاملون کو نماز مین مناجات الٰہی سے غذائے روح ہی اور یہ وتھین لوگون کو حاصل ہی جنکا نفس محبت مین کھرا اور خشوع و خضوع مین آراستہ ہوا اور نماز کا رکن اصلی یہی ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو خاشعین ہی کی طرف راجع فرمایا - شیخ ابوعثمان مغربی نے کہا کہ نماز اونھین کی شان ہی جنکا قلب ہیبت و جلال الٰہی مین حیران ہی جیسے کافرون و منافقون کے دل دنیا دی مشاغل

ہین حیران ہوتے ہین ۔ بعض نے کہا یظنون ۔ اسواسطے فرمایا کہ عوام مومنین بھی شامل ہین جنکو حق الیقین حاصل نہین ہی بلکہ تیقن حاصل کرے پھر جب بنی اسرائیل نماز وروزہ سے تیقن حاصل کرین تو انعامات الٰہی و اعتقادات آخرت پر جمین لہذا اونکو مکرر تفصیلی نصیحت فرمائی بقولہ تعالیٰ

یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی

اے بنی اسرائیل یادکرو احسان میرا جو مین نے تم پر کیا اور وہ جو مین نے تم کو بڑا کیا

الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا

جہان کے لوگون سے اور بچو اوس دن سے کہ کام نہ آوے کوئی شخص کسی کے ایک ذرہ اور قبول نہو اوسکی طرف سے

شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝

سفارش اور نہ لین اوسکے بدلے مین کچھ اور نہ اونکو مدد پہونچے

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سابق مین روے زمین کے لوگون پر فضیلت دی اور انھین مین انبیا و رسول بھیجے چنانچہ فرمایا۔ ولقد اخترناهم علی علم علی العالمین۔ یعنی ہمنے اپنے علم پر بنی اسرائیل کو تمام عالمین پر برگزیدہ فرمایا۔ یعنی اونکے زمانہ کے تمام اہل عالم سے بنی اسرائیل کو چھانٹ کر معرفت و عبادت کے واسطے موافق علم ازل کے منتخب فرمایا حتی کہ سواے بنی اسرائیل کے یورپ افریقہ و امریکہ بلکہ فارس و ایشیا کی قومین سب دنیا ہی کے واسطے خوار رہین اور معرفت کی فضیلت صرف بنی اسرائیل کو عطا فرمائی اور یہ بہت بڑی نعمت ہی لہذا یاد دلایا کہ یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝ اے اولاد یعقوب یاد کرو میری نعمت کو جو مین نے تم پر انعام فرمائی اور یہ کہ مین نے تمکو تمام عالمین پر فضیلت دی۔ ف۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہودیون مین سے ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا تو آپ نے فرمایا کہ اے یہود تم جانتے ہو کہ اسرائیل یعقوب ہی تو کہنے لگے کہ ہان واللہ ہم جانتے ہین پس آپ نے نظر اوٹھا کر کہا کہ الٰہی تو گواہ رہیو (رواہ ابوداؤد الطیالسی) ابو العالیہ نے کہا کہ عالمین سے اونکے زمانہ کے اہل عالم مراد ہین کیونکہ ہر زمانہ کے واسطے عالم ہین پس بنی اسرائیل کو اپنے زمانہ کے عالمین پر فضیلت عطا ہوئی کہ انھین مین انبیا و رسول بھیجے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نازل فرمائی اسیکے مانند مجاہد و ربیع بن انس و قتادہ و اسمعیل بن ابی خالد سے مروی ہی۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہی تفسیر ٹھیک ہی کہ وہ لوگ اپنے ہی زمانہ کے عالمین پر فضیلت دیے گئے تھے کیونکہ کل امتون سے افضل امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی بدلیل قولہ تعالیٰ۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ الآیة۔ کیونکہ یہ آیت صریح محکم ہی کہ انسانی گروہ مین جو لوگ پیدا کیے گئے سب مین یہ امت بہتر و افضل ہی اور حدیث معاویة بن حیدة القشیری رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگون سے امتون کا شمار ستر پورا ہوتا ہی اور ان سب مین تمہاری امت بہتر اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بزرگ ہی (السنن والمسانید) قرطبی و رازی نے نقل کیا کہ بعض علما کے نزدیک بنی اسرائیل کی امت میں انبیا بکثرت ہین اور توریت و زبور و انجیل تین کتابین انکو ملین تو اس راہ سے اونکو سب پر فضیلت ہی۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ قول کچھ معقول نہین ہی اسواسطے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے پہلے گزرے وہ سب انبیاے بنی اسرائیل سے افضل ہین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اونکے بعد ہوے اور آپ تمام مخلوق و جمیع انبیا سے افضل و سید اولاد آدم ہین پس یہی ٹھیک ہی کہ بنی اسرائیل کو اپنے زمانہ کے عالمین پر فضیلت ہی۔ پھر چونکہ باپ دادون کی فضیلت سے اولاد کو شرافت ملتی یا موجودین یہود کو اسپر فخر تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے اونکو یہ نعمتین و فضیلت یاد دلاکر اور توریت وغیرہ پر یقین دلاکر تنبیہ و تہدید فرمائی کہ ۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا ۔ اور ڈرو اوس دن سے کہ کوئی نفس کسی دوسرے کو کچھ کفایت نہین کریگا ۔ ف ۔ یعنے بغیر رضائے الٰہی کے کوئی کسی کے کام نہ آویگا اور وہ روز قیامت ہی پس اس مین یہودیون کو تنبیہ فرمائی کہ تمہارے باپ دادون کو جو فضیلت حاصل ہی وہ بھی کتاب ثبوت ہی اور خود کتاب ثبوت مین مصرح موجود ہی کہ بغیر رضائے الٰہی کے کوئی کسی کے کچھ کام نہ آویگا لیکن کلام کو بحسب اصل مطلق فرمایا کہ کوئی کسیکے کام نہ آویگا اسواسطے کہ یہ لوگ بیوقوفی سے بندون کی نسبت یہ خیال کرتے کہ اونکو بخشوانیکا مجاز ہی اور یہ نہین سمجھتے تھے کہ بغیر رضائے الٰہی کے اوس دن کسیکو بولنے کی مجال نہوگی لقولہ تعالےٰ ۔ لایتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن ۔ یعنی کچھ نہین بول سکینگے سوائے اسکے جسکو رحمٰن عز وجل نے اجازت دی ۔ ھ ۔ تو درحقیقت یہی ہا کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت پر مدار ہی اور کسی بندہ کو دوسرے کے کام آنیکا کچھ اختیار نہین ہی لہذا فرمایا کہ تم لوگ روز قیامت سے ڈرو کہ جس دن کسیکو دوسرے کے کام آنیکا کچھ مجاز نہین ہی قال تعالیٰ لکل امرء منہم یومئذ شان یغنیہ ۔ یعنی اس خوفناک منظر قیامت کے روز ہر شخص کی ایک حالت ہوگی کہ وہ اوسکو سب سے بے پروا کریگی اور فرمایا ۔ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ ۔ اور کسی گناہ اوٹھانے والے نفس کو دوسرے کے گناہ اوٹھانیکا مجاز نہوگا ۔ یعنی کہ فرمایا ۔ یا ایہا الناس اتقوا ربکم واتقوا یوما لایجزی والد عن ولدہ ولا مولود ہو جاز عن والدہ شیئا ۔ یعنی اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو اور اوس دن سے خوف کرو کہ باپ اپنی اولاد کے کچھ کام نہ آویگا اور نہ اولاد ۔ ھ ۔ تو جب بنی اسرائیل کو دل مین یہ یقین ٹھیک ہو تو نہایت خوف کے مارے رضائے الٰہی ڈھونڈھین اور بدکاریون وبے ایمانیون سے ڈرین اور شفاعت و فدیہ پر بھی بھروسا نہ کرین چنانچہ صریح فرمایا ۔ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝ اور کسی نفس سے سفارش قبول نہوگی اور نہ اوس سے فدیہ لیا جائیگا اور نہ وے مدد کیے جاوینگے ۔ ف ۔ یعنے جب بدون رضا و اجازت الٰہی عز وجل کے کسیکو بولنے کی مجال نہین ہی تو سفارش نذارد ہی رہا فدیہ پس اول تو کسیکو وہان کوڑی بھی میسر نہوگی اور اگر فرض کرو کہ میسر ہی تو کسی کافر سے زمین بھر سونا قبول نہوگا کما قال تعالےٰ ۔ فلن یقبل من احدہم ملء الارض ذہبا ولو افتدی بہ الآیۃ ۔ اور اسیطرح فرمایا ۔ لو ان لہم ما فی الارض جمیعا ومثلہ معہ لیفتدوا بہ من عذاب یوم القیامۃ ما تقبل منہم ولہم عذاب الیم ۔ اور اس سے مراد یہ ہی کہ کسی طرح فدیہ قبول نہوگا اگرچہ بالفرض محال اوسکو زمین و آسمان بھر میسر ہو کما قال تعالےٰ ۔ وان تعدل کل عدل لا یؤخذ منہا ۔ یعنی کل فدیہ جو کچھ دے قبول نہوگا الحاصل عدل سے مراد فدیہ ہی یہی تفسیر حدیث ابن جریر مین منقول ہی اور یہی جمہور صحابہ وتابعین سے ماثور ہی اور رہا مددگاری کرنا تو کسکو یہ طاقت ہی کہ حمایت و مددگاری کرکے عذاب الٰہی سے چھوڑاوے حاصل یہ ہی کہ قیامت کے دن صرف حکم الٰہی و رضائے حق عز وجل پر مدار ہی نہ وہان فدیہ ہی اور نہ سفارش ہی اور نہ رشوت ہی اور نہ حمایت ہی اگر کہا جاوے کہ قولہ تعالےٰ ۔ لا یقبل منہا شفاعۃ ۔ کے معنے یہ ہین کہ کسی نفس سے شفاعت قبول نہوگی اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہان سفارش ہوگی مگر قبول نہوگی حالانکہ وہان کوئی سفارشی نہوگا کما قال تعالےٰ ۔ فما لنا من شافعین ۔ یعنے کفار کہینگے کہ ہمارا آج کوئی سفارش کرنیوالا ہی نہین ہی ۔ تو اونکے واسطے سفارشی مع سفارش دونون مفقود ہین ہان اس سے یہ البتہ نکلتا ہی کہ مومنون کے واسطے سفارشی ہونگے کیونکہ کفار تو غضب الٰہی کے ذیل مین ہین اور مومنین اگرچہ گناہگار ہون شیطانی نہین ہین بلکہ رحمت الٰہی کے سایہ مین ہین تو اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے اونکے واسطے سفارش کی اجازت فرماویگا کیونکہ کسی بندہ بزرگ کو بولنے کی طاقت اوسوقت تک نہین ہی کہ اجازت نہو اور جب اللہ تعالےٰ اجازت دے تو وہ اپنے امتیون کی بلکہ بھائیون کی سفارش کرینگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے یہ اجازت ہونا قطعی ثابت ہی چنانچہ قولہ تعالےٰ ۔ عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا الآیۃ ۔ وغیرہ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالےٰ مفصل آویگا حتی کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار ہین اسیطرح آپکی شفاعت کبریٰ تمام امتون کے واسطے عام ہوگی لیکن اسکا مدار بھی برضائے الٰہی عز وجل ہی بدلیل قولہ تعالےٰ ۔

الا من اذن له الرحمن ورضی له قولا الآیۃ - کیونکہ اس سے ثابت ہی کہ انبیاء و صالحین ویسی شخص کے حق مین شفاعت فرماوینگے جسکے واسطے کلام کرنا اللہ تعالے کو پسند ہوا اور یہ بات ایمان پر مبنی ہی یعنے آدمی اگرچہ گنہگار ہو لیکن ایمان کی راہ سے اوسکے دل مین لا الٓہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا یقین صادق ہو تو وہ انشاء اللہ تعالی مستحق شفاعت ہی اور بعض اعمال اس قسم کے ہین کہ وہ یقین صادق کی دلیل ہین جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا و مانند اسکے دیگر اعمال جن پر اپنی شفاعت کی بشارت فرمائی ہی جیسے اسکے برعکس بعض اعمال کو شرع نے کفر کی علامت قرار دیا ہی جیسے کسی بت وغیرہ کو سجدہ کرنا یا مشرکون کی طرح زنار باندھنا یا شرع کی توہین کرنا وغیرہ جو کتب فقہ کے باب ارتداد مین مذکور ہین پس چاہیے کہ ایمان کو شرک وغیرہ سے محفوظ رکھے اور دل مین یقین صادق رکھے تاکہ شفاعت کا مستحق ہو پھر اللہ تعالے نے بنی اسرائیل پر منجملہ احسانات کثیرہ کے بعض تفصیلی احسانات کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالی۔

وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ

اور جب چھوڑا یا ہمنے تمکو　فرعون کے لوگون سے　دیتے تمکو　بڑی تکلیف　ذبح کرتے　تمہارے بیٹے

وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ ۝ وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ

اور جیتی رکھتے　تمہاری عورتین　اور　اس مین　مدد ہوئی　تمہارے رب کی　بڑی　اور جب ہمنے چیرا تمہارے پیٹھنے کے ساتھ دریا

فَاَنْجَیْنٰکُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

پھر بچادیا تمکو اور ڈوبایا　فرعون کے لوگون کو اور تم دیکھتے تھے

وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ - یعنے واذکروا اذ نجینا کم یعنے اور یاد کرو جب ہمنے تمکو نجات دی - ف یعنے ای بنی اسرائیل وای یہود جو نعمتین ہمنے تمپر فرمائین وہ تمکو یاد کر کے شکر کرو از انجملہ یہ نعمت یاد کرو کہ جب ہمنے تمکو نجات دی - مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ - آل فرعون سے ف یعنے ہمنے تمکو آل فرعون سے چھوڑا یا اور آل فرعون کل وہ لوگ ہین جو فرعون کی قوم قبطی اور اوسکے تابع تھے اور زبان عرب مین یہ محاورہ شائع ہی کہ جو لوگ کسی شخص کے تابع و مطیع ہوتے ہین وہ اوسکی آل کہلاتے ہین اور انہین فرعون بھی داخل ہی تو حاصل یہ ہوا کہ تم لوگ وہ نعمت یاد کرو کہ جب ہمنے تمہارے باپ دادون کو فرعون و اوسکے ارکان سلطنت و قوم قبط سے چھوڑا یا - یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ - درحالیکہ پہنچاتے تھے تمکو بڑی تکلیف - ف جسکا تھوڑا بیان یہ ہی - یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ - تمہارے لڑکون کو ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیون کو زندہ چھوڑتے تھے - ف یعنے فرعون کے حکم سے اگر بنی اسرائیل کے یہان لڑکا پیدا ہوا تو وہ قتل کیا جاتا تھا اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو وہ چھوڑ دی جاتی تھی اور بنی اسرائیل ایک مدت سے اس عذاب سخت مین مبتلا تھے لیکن دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم تھے اور فرعون کی خدائی نہین مانتے تھے حالانکہ اس امتحان سخت کو اوٹھاتے تھے -

وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ حالانکہ تمہارے اس معاملہ مین تمہارے رب کی جانب سے بلاء عظیم تھی - ف بلاء کے معنے زبان عرب مین نعمت و امتحان دونون آتے ہین لہذا اگر آیت مین بلاء بمعنی نعمت ہی تو یہ معنے ہوے کہ تمہارے اس معاملہ مین کہ تمکو عذاب فرعون سے نجات دیدی تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی نعمت ہی یہی تفسیر ابن عباسؓ و مجاہد و ابو العالیہ و ابو مالک و سدی وغیرہم سے مروی ہی اور شیخ ابن جریرؒ نے بھی یہی تفسیر بیان فرمائی اور حاصل یہ کہ ای بنی اسرائیل تم اللہ تعالے کی اس نعمت عظیم کو یاد کرو کہ تمہارے باپ دادون کو اونکی قتل اولاد سے جو فرعونیون کے ہاتھ سے ہوتی تھی نجات دی تاکہ تم لوگ پیدا ہوے - اور اگر بلاء بمعنے محنت و تکلیف ہی تو

معنے یہ ہین کہ تمھارے باپ دادے اللہ تعالےٰ کے اس امتحان عظیم مین دین توحید پر قائم رہے کہ اللہ تعالےٰ نے اونپر فرعونیون کو مسلط کردیا تھا جو لڑکون کو قتل کرتے اور لڑکیون کو چھوڑتے تھے حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اونسے یہ بہت بڑا امتحان لیا تھا مگر فضل آلہی سے وہ دین توحید پر قائم رہے حتی کہ اللہ تعالےٰ نے اونکو سلطنت مصر و شام و ملک عظیم عطا فرمایا و بحکم قولہ تعالےٰ ان مع العسر یسرا سب تکلیفون کے بعد راحت ہی بنی اسرائیل کو سلطنت عظیم نصیب ہوئی۔ قرطبی نے کہا کہ جمہور علمار نے یہی تفسیر کی ہی اور اس صورت مین موجودہ یہودیون کو تنبیہ ہوگی کہ تم لوگ اسقدر ناخلف ہو کہ توریت کی فرمانبرداری و محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا صرف حقیر مال و جاہ دنیا کے پیچھے چھوڑتے ہو حالانکہ تمھارے باپ دادے اس بلاء عظیم مین دین توحید و عہد آلہی عزوجل پر قائم رہے حتی کہ اللہ تعالےٰ نے اونپر اپنی نعمتین نازل فرمائین اور فرعون کی سلطنت چھین اونکو دیدی اور اوسکے ساتھ ہی ملک شام کا بھی بادشاہ کیا اور وہ اس طرح ہوا کہ جب وہ لوگ اس عذاب پر قائم رہے اور فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو کسیطرح نمانا تو اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو لیکر راتون رات بجانب ملک شام بھاگ جا حالانکہ اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارہا فرعون سے درخواست کی کہ بنی اسرائیل کو اس تکلیف غلامی سے چھوڑ کر میرے ساتھ کردے تاکہ مین اونکو اونکے باپ دادون کے ملک یعنے شام کو لیجاؤن لیکن اوسنے نہین مانا اور اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو ایک مچھر سے فرعون کا سر کچلواتا ولیکن اللہ تعالےٰ نے اپنی آیات قدرت دکھلانے اور بنی اسرائیل مین یہ عقیدہ مضبوط کرنے کے واسطے کہ ہر کام کا نتیجہ اللہ تعالےٰ ہی پیدا کرتا ہی اور دریا کا بہنا اور ہوا کا چلنا اور آگ کا جلانا اللہ تعالےٰ نے اپنے قبضۂ قدرت مین معمولی رکھا ہی حتی کہ جب چاہے اسکو بدلدے لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راتون رات بنی اسرائیل کو لیکر جانب شام بھاگنے کا حکم کیا حتی کہ یہ لوگ بھاگتے بھاگتے بحر قلزم کی بالائی شاخ پر پہونچے اور یہ سمندر اس مقام پر دو فرسنخ یا کم چوڑا تھا لیکن گذرنا کسیطرح ممکن نہ تھا اور فرعون نے صبح کو لشکر جرار لیکر بنی اسرائیل کا تعاقب کیا اور قریب پہونچ گیا تب اللہ تعالےٰ نے بنو اسرائیل کو اس سمندر مین راستہ دیدیا کہ یہ لوگ پار ہوگئے اور فرعونیون نے بھی اسی راہ سے فرعون کے پیچھے اترنا چاہا پس وہ بیچ سمندر مین مع لشکر غرق ہوگیا تاکہ بنی اسرائیل کو اپنی قدرت کاملہ سے ایک نمونہ دکھلاوے چنانچہ اس نعمت عظیمہ کو بھی یاد دلایا

قولہ تعالےٰ ۔ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اور یاد کرو جب ہمنے تمھارے سبب سے یا تمھارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا پس ہمنے تمکو نجات دیدی اور آل فرعون کو ہمنے غرق کردیا حالانکہ تم آنکھون دیکھ رہے تھے۔ ف سیوطی رح نے مفحمات مین لکھا کہ یہ سمندر بحر قلزم ہی جسکو عرب ابو خالد کہتے ہین یہی قیس بن عبادہ رح سے روایت ہی مترجم کہتا ہی کہ امام ابن کثیر و خطیب وغیرہ مفسرین نے بحر قلزم ہی لکھا ہی اور مین نے کسی محقق مفسر کو نہین دیکھا کہ اوسنے دریائے نیل لکھا ہو پس جس نیچری نے جہلا ۔۔۔ سے مفسرین پر طعن کیا کہ یہ لوگ نادانی سے دریائے نیل مین فرعون کا غرق ہونا بیان کرتے ہین یہ خود اس نیچری کی نادانی ہی کہ اوسنے بوجہ بے علمی کے فارسی شاعرون کے شعر مین ایسا مضمون پاکر گمان کیا کہ مسلمانون کے علمار مفسرین کا یہی قول ہوگا اور اگر عربی جانتا ہوتا تو یہ بہتان نہ باندھتا عمرو بن میمون رح جو کبار تابعین سے ہین و دیگر علمار روایت کرتے ہین کہ جب موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کو ساتھ لیے ہوئے سمندر پر پہونچے تو وہ بھرا ہوا تھا اور اوسکے پار جانے کی کوئی راہ نہ تھی پس یوشع بن نون نے (جو بعد موسیٰ علیہ السلام کے پیغمبر ہوے ہین) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپکے پروردگار نے آپکو کدھر حکم دیا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سمندر ہی کی جانب اشارہ کیا پس یوشع نے سمندر مین اپنا گھوڑا اڈال دیا جب دوبارہ پہونچے تو سمندر کے تھپیڑے سے پھر کنارے آگئے غرض کہ تین بار ایسا ہی واقع ہوا اور بنی اسرائیل نے گھبرانا شروع کیا اتنے مین فرعونیون کا لشکر نظر آیا اور بنو اسرائیل نے کہنا شروع کیا کہ اب ہم پکڑے گئے

تو حضرت موسی علیہ السلام نے جھڑکا اور کہا۔ کلا ان معی ربی سیہدین الآیۃ۔ یعنے ہرگز نہین کیونکہ میرے ساتھ میرا پروردگار ہی وہ عنقریب میرے واسطے کوئی راہ دیگا۔ پس اللہ تعالے نے وحی فرمائی۔ ان اضرب بعصاک البحر الآیۃ۔ یعنی موسی علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا کے ساتھ دریا کو مار۔ مترجم کہتا ہی کہ اسوقت تک وحی مین تاخیر ہونے کی لطافت ظاہر ہے۔ پس موسی علیہ السلام نے بنواسرائیل کے بارہ قبائل کے لیے سمندر مین بارہ جگہہ پاس ہی پاس عصا مارا۔ فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم۔ پس سمندر پھٹ گیا کہ ہر ٹکڑا مثل کوہ عظیم کے کھڑا ہو گیا۔ بعض روایات مین آیا کہ ہر فرق کے درمیان سوراخ تھے جس سے ہر راستہ والے دوسرون کو دیکھتے جاتے تھے اور بحکم آلہی درمیانی کیچڑ خشک ہو گیا کما قال تعالے یبسا لاتخاف درکا ولاتخشی۔ یعنے اس راہ بالیس وخشک سے پار ہو جاؤ درحالیکہ تجکو گرفتاری فرعون کا خوف نہین ہی۔ پس تمام بنی اسرائیل انھین خشک راہون سے سمندر کے پار ہو گئے اور فرعون دوسرے کنارے پہونچ گیا اور اوسکے وزیر ہامان ملعون نے اوسکو غرہ دلایا کہ موسیٰ بزور ساحری اس شان سے پار ہوا پس تو بقوت خدائی اوتر چل فرعون اگرچہ پار جانا نہین چاہتا تھا لیکن حمیت سے شرم کھا کر اسی خشک راہ مین گھوڑا ڈال دیا اور بحکم آلہی ابھی تک یہ راستے خشک موجود تھے کما قال تعالے۔ واترک البحر رہوا انہم جند مغرقون۔ جب یہ لوگ گھسکر اندر پورے ہوئے تو اللہ تعالے نے سمندر کو انپر مطبق کر دیا اور بنواسرائیل دوسرے کنارے ہراسان و خائف کھڑے ہوئے دیکھ رہے تھے حتی کہ یہ سب غرق ہو گئے تو بھی بعضے بنی اسرائیل پر خوف طاری تھا حتی کہ اللہ تعالے کے حکم سے دریا نے فرعون کا جسم ناپاک کنارے پھینکدیا۔ تشعیر بہ قولہ تعالے۔ فالیوم ننجیک ببدنک الآیۃ۔ تب بنواسرائیل مطمئین ہوئے اور یہ مقام قریب طور سینا تھا اور روز عاشورا محرم کا واقعہ ہی پس موسی علیہ السلام نے اس دن شکر آلہی عزوجل کا روزہ رکھا اسیواسطے حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی صوم عاشورا رکھتے ہین پس اونسے دریافت کیا تو اونھون نے کہا کہ یہ عاشورا ایک واقعہ مبارک ہی کہ اللہ نے اس روز بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات عطا فرمائی تھی پس موسی علیہ السلام نے اس روز شکریہ کا روزہ رکھا تھا تو ہم بھی رکھتے ہین پس آپ نے فرمایا کہ موسیٰ کے ساتھ ہم احق ہین نہ تم پس آپ نے عاشورا کا روزہ خود رکھا اور لوگون کو حکم دیا (احمد بخاری مسلم) مترجم کہتا ہی کہ ظاہر روایت سے شبہہ ہوتا ہی کہ صوم عاشورا مشروع ہونیکا یہی سبب واقع ہوا تھا حالانکہ یہ بات نہین ہی کیونکہ دیگر احادیث صحیحہ مین وارد ہی کہ قریش صوم عاشورا رکھتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبل ہجرت کے مکہ سے رکھتے تھے اور واضح ہو کہ مفصل قصہ موسی علیہ السلام کی تفصیل انشاء اللہ تعالے سورۂ شعراء وغیرہ کی تفسیر مین آویگی اور یہان مجمل بیان یہ ہی کہ جیسے بادشاہ فارس کو کسری اور بادشاہ روم کو قیصر اور بادشاہ چین کو خاقان کہا کرتے ہین اسی طرح شاہ مصر کا لقب فرعون ہوتا تھا اور دراصل یہ قوم قبطی ہی جو عمالقہ کی نسل سے ہی پس جب یوسف علیہ السلام مصر مین آئے اور اوسوقت جو فرعون یعنے بادشاہ مصر تھا وہ مسلمان ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین مع گیارہ بھائیون کے مصر مین عزت کے ساتھ رہے اور اللہ تعالے نے اونکی نسل مین برکت عظیم عطا فرمائی اور فرعون یوسف مر گیا تو اوسکے بعد کسی بادشاہ نے اسلام قبول نکیا بلکہ بت پرستی کیا کرتے تھے اور بنواسرائیل کے دشمن تھے حتی کہ یہ فرعون بادشاہ ہوا جس پر حضرت موسی علیہ السلام بھیجے گئے بعض کہتے ہین کہ یہ فرعون یوسف کے بعد ہی بادشاہ ہوا ہی بہرحال اس کمبخت نے خدائی کا دعوی کیا اور امام رازی کے خیال مین یہ شخص فلسفی تھا جنکا خیال یہ ہی کہ ہر نوع کے حیوانات مین اوسکا رب النوع ہوتا ہی جسکی تربیت سے اس نوع کی بقا ہوتی ہی پس فرعون کے ناپاک دماغ مین جم گیا کہ قبطیون کا رب النوع کبیر مین ہون اور اوسنے قبطیون کے واسطے چھوٹے آلہہ مقرر کیے تھے اسیواسطے وارد ہوا قولہ تعالے۔ ویذرک وآلہتک الآیۃ۔ یعنی قبطیون نے فرعون سے شکایت کی کہ تونے کیون موسیٰ کو چھوڑ دیا کہ وہ تجکو اور تیرے الہہ کو چھوڑتا ہی۔ بالجملہ اس فرعون نے بنی اسرائیل کو جو دین توحید یعنی دین ابراہیم علیہ السلام

قائم تھے سخت خوار و ذلیل بنایا تاکہ دین توحید سے پھریں اور کمال حماقت سے نفیس باغات بنام جنت بنائے اور ایک طرف عذاب خانہ بنام جہنم بنایا اور اونکے درمیان مین نہایت باریک پھسلونگا راستہ رکھا جسکا نام پل صراط رکھا غرضکہ زمانہ یوسف علیہ السلام سے جو حالات دین توحید مین اللہ تعالے کے عذاب و ثواب کے اوسنے سنے تھے تو اپنی الوہیت کا دعوی کرکے اوسکی نقل بنانی شروع کی اور یہ اوسکی جہالت قابل مضحکہ ہی اور اس سے زیادہ قبطیون کی حماقت قابل تعجب ہی جو اوسپر ایمان لاتے تھے اور بنی اسرائیل مین ظاہرا حضرت یوسف علیہ السلام کے اخبار نبوت سے یہ علم چلا آتا تھا کہ اللہ تعالے بنی اسرائیل مین جب ایسا اور ایسا وقت آویگا تب ایک پیغمبر پیدا کریگا جسکے سبب سے مصریون کا کفر برباد و فرعون ہلاک ہوگا اور اللہ تعالے بنی اسرائیل کو سب کا وارث کریگا چونکہ یہ واقعہ اسی فرعون خبیث کی گردن پر تھا لہذا اوسکو خوف پیدا ہوا اور اوسکے نجومیون نے بھی آگاہ کیا کہ بنی اسرائیل مین ایک لڑکا ہوگا جو تیری ہلاکت کا باعث ہوگا پس اوسنے بنی اسرائیل کے حق مین یہ حکم دیا کہ لڑکے قتل ہون اور لڑکیان چھوڑی جاوین مگر اللہ تعالے نے حضرت موسی علیہ السلام کو اوسیکے گھر مین بہت ناز و نعمت سے پرورش کرایا تاکہ ایک آیت قدرت ہو کہ جو کچھ اللہ عزوجل نے مقدر فرمایا وہ کسی بندے کے ٹالے سے نہین ٹل سکتا اگرچہ فرعون ہو جب موسی علیہ السلام جوان ہوے تو انکے ہاتھ سے ایک قبطی مرد وہ قتل کردیا تھا وہ مصر سے نکلکر مدین مین شعیب علیہ السلام کے پاس پہونچے اور اونکی لڑکی سے شادی کرکے بعد دس برس کے مصر کی جانب چلے اور راہ مین وادی مبارک مین نبوت سے سرفراز ہوکر بنی اسرائیل کی خلاصی اور فرعون کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوے اور انکی معیت مین اللہ تعالے نے ہارون علیہ السلام کو پیغمبر نائب مقرر کیا اور ایک مدت تک فرعونیون کو عصاے موسی و ید بیضا و ساحرون سے مقابلہ اور طوفان باران و ٹڈی و قمل و ضفدع و خون وغیرہ معجزات و آیات قدرت دکھلائین مگر وہ کسیطرح ایمان نہ لائے بلکہ فرعون کو ابھارا کہ تو نے موسی کو چھوڑ دیا کہ نہ وہ تجھے مانتا ہی اور نہ تیرے مقرر کیے ہوے آلہہ کو مانتا ہی اور ملک مین فساد پھیلاتا ہی۔ یہ بدبخت لوگ دین توحید و عدل کو فساد کہتے تھے فرعون نے پھر تکبر کی راہ سے قہر دکھلایا کہ بنی اسرائیل کے لڑکے مقتول ہو اور لڑکیان چھوڑ دی شروع کین اور بنی اسرائیل پر سخت مصیبت پیش آئی حتی کہ انھون نے حضرت موسی علیہ السلام سے شکایت کی مگر آپ نے بحکم الٰہی اونکو صبر کی نصیحت فرمائی اور کہا کہ عنقریب اللہ تعالے تمہارے دشمن کو ہلاک کریگا اور تمکو زمین کا وارث کریگا تاکہ تمہارے اعمال ملاحظہ فرماوے پھر جب فرعون نے دیکھا کہ مجھے کچھ خوف نکرنا چاہیے کہ مین نے برابر اونکے بال بچے قتل کیے اور حضرت موسی علیہ السلام سے کچھ نہ ہوسکا تو اوسکا تکبر زیادہ ہوگیا چنانچہ اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ اوسنے یون کہا۔ ذرونی اقتل موسی۔ یعنی لیس اب مجھے چھوڑو کہ مین موسی ہی کو قتل کردون اور اوسکی قوم والون نے پہلے ہی اقرار کیا تھا بلکہ موسی علیہ السلام سے کہا کہ۔ مہما تاتنا من آیۃ لتسحرنا بہا فما نحن لک بمومنین۔ یعنی موسی علیہ السلام کے کل معجزات کو جادو پر محمول کیا اور ایمان سے قطعی الٹی انکار کردیا اور فرعون کے ساتھ قتل موسی علیہ السلام پر راضی ہوے پس اللہ عزوجل نے ان بدبختون سے انتقام لیا حضرت موسی علیہ السلام کو حکم پہونچا۔ ان اسر بعبادی لیلا انکم متبعون۔ یعنی راتون رات میرے بندون کو لیکر روانہ ہو بیشک تمہارا تعاقب کیا جائیگا۔ پس تعاقب قوم فرعون بدکار پر تقدیری کردیا تھا کہ جاکر جہنم مین غرق ہون کہتے ہین کہ حضرت موسی علیہ السلام نے چھ لاکھ بیس ہزار ایسے بنو اسرائیل ساتھ لیے تھے جو لڑائی کے لائق تھے اور فرعون نے تعاقب کے واسطے شہرون سے لشکر جمع کرلئے گویا سب کے غرق ہونیکا حکم ہوگیا تھا کما قال تعالے۔ فارسل فرعون فی المدائن حاشرین ان ہؤلاء لشرذمۃ قلیلون وانہم لنا لغائظون وانا لجمیع حاذرون۔ گویا اپنے لوگون کو ابھارتا ہوا لایا پس حضرت موسی علیہ السلام کو سمندر پر حکم ہوا کہ۔ ان اضرب بعصاک البحر۔ یعنے اپنے عصا کے ذریعہ سے سمندر کو مار۔ چنانچہ آپ نے مارا۔ فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم۔ پس پھٹ گیا تو ہر پارہ مثل بڑی پہاڑی کے کھڑا ہوگیا۔ اور یہ حکم اوسوقت پہونچا کہ جب فرعون مع لشکر قریب پہونچ گیا تھا۔ فلما تراءی الجمعان قال اصحاب

موسی انا لمدرکون - یعنے جب دونون فریق آپسمین ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تو موسی کے ساتھیون نے کہا کہ ہم پکڑ لیے گئے اوسوقت حکم پہونچا
کہ عصا سے دریا کو مار و جب بنی اسرائیل پار ہو گئے تو بھی اونکو فرعون کا خوف چھایا ہوا تھا حتی کہ حضرت موسی علیہ السلام سے دعا چاہی کہ فرعون
پار نہونے پاوے مگر پہلے ہی حکم پہونچا - واترک البحر رہوا انہم جند مغرقون - یعنے اے موسی سمندر کو ایسا ہی چھوڑ دے کہ فرعونی گروہ غرق ہونے والے ہین
چنانچہ جب بیچ سمندر مین پہونچے تو سب کے سب غرق ہو گئے - مترجم کہتا ہی کہ اس معجزہ مین تنبیہ ہی کہ ہر چیز مین جو خاصیت رکھی گئی وہ بقدرت الٰہی
اسی طور پر جاری رہتی ہی جب تک اللہ تعالے چاہے ورنہ جس طور پر وہ چاہتا ہی ویسے لعینہٖ قدرت مین جاری ہوتی ہی چنانچہ پانی جو ہمارے حواس مین
سیال چیز ہی بحکم الٰہی مثل پہاڑ کے قائم ہو گیا جیسے قیامت مین گناہگارون کا پسینا کسیکے ٹخنون تک اور کسیکے گھٹنون تک اور کسیکے حلق وغیرہ تک
قائم ہوگا اور بعض ملحد جو معجزات انبیا علیہم السلام سے منکر ہی مگر مسلمانون کے نام سے اسلام کا دھوکا دینا اور کہتا ہی کہ جب موسی علیہ السلام
بحر قلزم پر پہونچے تو اوسمین جوار بھاٹا تھا لیس اوتار کے وقت حضرت موسی علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ضرب لعصاک البحر اور اسکے معنے مین تحریف کرکے کہتا ہی
کہ اپنا عصا لیکر سمندر مین چلے جاؤ یعنے ضرب کو زمین پر چلنے کے معنے مین کہتا ہی اور یہ محض غلط ہی اور کیون نہو کہ اس شخص کو زبان عربی مین صرف
ونحو کی بھی لیاقت نہین ہی تو فصاحت و بلاغت کیونکر جانے اور معانی کلام کیونکر سمجھیگا لہذا اوسکی غلطی بیان کرنے مین آسان وجہون سے جواب دینا ہی
اور ان وجوہ کو ہر شخص عام و خاص بخوبی سمجھکر اس ملحد کی تحریف سے آگاہ ہو جائیگا اول یہ کہ اللہ تعالے نے اس کلام کو یعنے - واذ فرقنا بکم البحر الآیۃ
کو بنی اسرائیل پر نعمت عظیم کا احسان رکھنے کے طور پر بیان فرمایا کہ اونکو سمندر سے نجات دی اور فرعون کو غرق کر دیا پھر اگر یہ واقعہ اسطرح ہوتا جیسے ملحد
بیان کرتا ہی تو اسمین انعام و احسان کی کون سی بات پائی جاتی ہی کیونکہ جب جوار بھاٹا آیا تھا تو پانی کے اوتار مین موسی علیہ السلام چلے گئے اور جب فرعون گھسا
تو پانی چڑھاؤ ہو گیا تو وہ ڈوب گیا دوم یہ کہ - فرقنا بکم البحر - تو ٹکڑے ٹکڑے فرق کر دینے کے معنے مین ہی حالانکہ اس ملحد کی تقریر پر فرق بالکل نہین ہوا
سوم یہ کہ ضرب کے معنے چلنے کے جہان آتے ہین وہان حرف فی لازم ہی جیسے قولہ تعالے - واذا ضربتم فی الارض - وغیرہ مین ہی چہارم سمندر سے عبور کرنا
کہلاتا ہی اور سمندر مین چلنا فصیح زبان عرب کے علاوہ اردو وغیرہ کسی زبان مین بھی نہین بولتے ہین پنجم چلنے کے معنے ہوتے تو وہ فانفلق فکان
کل فرق کالطود العظیم ، کا کچھ بھی ربط نہین ہی کیونکہ اوسکے طور پر یہ معنے ہوتے ہین کہ اپنا عصا لیکر چل پس دریا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا کہ ہر ٹکڑا مثل بڑی
پہاڑی کے قائم ہوا اور ہر شخص جانتا ہی کہ اسکو کچھ بھی ربط نہین ہی اور اس جاہل نے زعم کیا تھا کہ - اضرب - کی جزا - فانفلق - ہی اور اعتراض کیا کہ اسپر
فا نہین آتی ہی اور یہ محض جہالت ہی کیونکہ معنے یہ ہین فضرب فانفلق یعنے موسیٰ نے مارا تو سمندر پھٹ کر الخ اور اس جاہل کو دوسرے مقام کی آیت
نہین سوجھی یعنے قولہ تعالے - فقلنا اضرب لعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا - دیکھو یہان ضرب کے معنے یقینی مارنے کے موجود ہین اور
فانفجرت پر فا داخل ہی یعنے اے موسی اپنے عصا سے پتھر کو مار پس اوس سے بارہ چشمے جاری ہوے - پس یہی معنے ہین فضرب فانفجر حالانکہ یہان
اس جاہل سے یہ کہنا ممکن نہین کہ ضرب کے معنے چلنے کے ہین کیونکہ یہ معنے ہو جاوین کہ اپنا عصا لیکر پتھر پر چل پس اوسمین سے بارہ چشمے جاری
ہوے اور اگر وہ اسکا قائل ہو کہ عصا لیکر پتھر پر چلنے سے بارہ چشمے جاری ہو گئے تو یہ بھی ایک معجزہ ہی پھر اوسکو صحیح طور پر معجزہ واقع ہونے سے کیون
انکار ہی ششم یہ کہ اگر جوار بھاٹے کی وجہ سے پانی اوتر گیا تھا تو موسی علیہ السلام اس دلدل مین کیونکر گھس سکتے تھے کیونکہ ایسے سمندر مین دلدل
کی وجہ سے خواہ عصا ہو یا نہو گذر غیر ممکن ہی اور حضرت موسی علیہ السلام کا عصا اس کثیر جماعت بنی اسرائیل خصوصًا عورتون بچون کے واسطے کیونکر کافی
ہوا ہفتم جوار بھاٹے کا دعوی محض غلط ہی اسواسطے کہ جمیع اہل ہیئت متفق ہین کہ جوار بھاٹا عمیق و عریض سمندرون مین آتا ہی اسیواسطے چھیلاؤ
والا بون مین نہین آتا ہی اور کسی نے اسمین خلاف نہین کیا ہی چنانچہ یورپیئون و یونانیون وغیرہ سب کی کتابون مین یہ بات مصرح ہی اور خود قرآن

مجید مین اس سنہ کے پاس و خشک ہو جانیکی تصریح موجود ہی جو ہم پہلے لکھ چکے ہین تتمّہ جب بنی اسرائیل پار ہو گئے تو اونھون نے فرعون کے خوف سے دعا
چاہی کہ سمندر پھر عمیق پُر ہو جاوے تاکہ فرعون اوترنے نپاوے لیکن حکم الٰہی پہونچا کہ یہ خواہش مت کر۔ واترک البحر رھوا انہم جند مغرقون۔ اور سمندر کو اسی
حالت پر ٹھہرا رہنے دے کہ یہ گروہ فرعونی ڈوبنے والے ہین۔ یعنی ہم انکو غرق کرینگے۔ سرسید ملحد کہتا ہی کہ اسکے یہ معنے ہین کہ آہستہ آہستہ بہنے دے یہ تحریف
محض غلط ہی کیونکہ یہ شخص خود مقر ہی کہ بحیرۂ قلزم کی شمالی کنارے کی تھلی ور یہ بہنے والا دریا نہین تھا تو یہان آہستہ بہنے کے کیا معنے ہین اور کبھی کہتا ہی کہ یہ
معنے ہین کہ تیز قدم بڑھا کر نکل جا یہ بھی حماقت ہی کہ اوسنے اپنی جاہلانہ زبان پر قیاس کیا جو ہرگز زبان عرب کا محاورہ نہین ہی اور جو شخص کچھ بھی زبان عرب سے
وقوف رکھتا ہی اوسکے حق مین اس شخص کی تحریف سے کچھ خوف نہین ہی بلکہ خوف تو ایسے لوگون کے حق مین ہی جو زبان عرب نہین جانتے ہین اور رفتار زمانہ
یہ ہی کہ مسلمانون مین باہمی نفاق بلکہ نور ایمان کم ہونے سے تعصب و عداوت کثیر پھیل گئی اور علماء یہود کی طرح صرف کتابی بحث و جدال کی رعونت باقی
ہی اور معجزۂ حدیث مبارک کے موافق حرص دنیا کا جوش بڑھا ہوا اور ہوا و ہوس کی اتباع چڑھی ہوئی اور علم دین سے محض جہالت پھیلی ہوئی ہی ایسی
حالت مین یہ فرقہ ملحدین جو دین کی تخریب مین فرعون سے مشابہ اور دنیا کی ہوس مین یہود سے بڑھکر ہی ظاہر مین مسلمان بنکر عوام جاہلون کو سخت دھوکا
دیتا ہی خصوصًا اون جاہلون کو جو دار آخرت کو امید موہوم جانتے اور دنیا کے مال و دولت کو انتہا تصور کرتے ہین اور اسی کی توقیر اونکی نظرون مین چھائی
اور جانورون کی طرح اونھون نے اسیکو اپنی عمر کی کمائی اور اسیکو سرمایۂ انسانی سمجھا ہی تو جب یہ لوگ اس فرقۂ ملحدین کی دنیاوی وجاہت ظاہری
ثروت دیکھتے ہین تو یقین کر لیتے ہین کہ بھلا ان لوگون کی عقل مین خطا ہو سکتی ہی جیسے فرقۂ الحاد نے اہل یورپ کی عجیب عجیب باضابطہ صنعتین و
کلین و دنیاوی انتظام و زمین کی پیداوار سونا و چاندی حاصل کرنے کی عمدہ تدبیرین دیکھکر یقین کر لیا کہ جیسے یہ ماہر ہین سمجھنے مین ان لوگون کے
حواس کامل ہین ویسے ہی اللہ تعالیٰ کے معارف و صفات مین بھی اگر کچھ ہوتا تو یہ کبھی غلطی نکرتے تو دہریہ ہونا یا نیچیر ہونا ہی ٹھیک بات ہی اور
یہ کمینہ پن و دنی ہمتی حد سے بڑھی ہوئی ہی اور اگر عالی ہمتی و قلب عاقل و جوہر پاکیزہ ہوتا تو اس بے انتہا مخلوقات الٰہی مین اس مطر برابر زمین اور اسکے
تمام اموال و جواہرات کو ہیچ سمجھتے اور دنیاوی زندگی کو مثل حباب کے ناپایدار جانتے اور آخری معاملہ پروردگار سے یقین کرتے تو نور بصیرت و عقل
سلیم سے سمجھتے کہ علم عین معرفت الٰہی عزوجل ہی اور اس ہستی بے اعتبار کے بعد انجام کار و دار الآخرۃ کی ہستی پائدار اس اشرف المخلوقات انسان
کے واسطے درختون و سکانات کی پائداری سے بڑھکر ضروری ہی۔ ونسأل اللہ الہدایۃ والثبات علی الایمان ونعوذ باللہ من الضلال ومن تلبیس کلام
الجہال وحسبنا اللہ نعم الوکیل والحمد للہ رب العالمین۔ اور مسلمانون کے فرقۂ مقلد و غیر مقلد بلکہ وہابی و بدعتی بلکہ سنی و شیعہ سبکو لازم ہی کہ بیہودہ خیالات
و کمینہ اختلافات و دنیاوی ہوسات کو عالمانہ وقار و یقین آخرت کی نظر سے دیکھکر دور کرین اور نفاق ظاہری سے اسلام کو طعن و تشنیع کا نشانہ نہ
بناوین اور باہمی جدال دور کرین واللہ تعالیٰ ہو الموفق والمعین والی اللہ المصیر وانا للہ وانا الیہ راجعون۔ (تنبیہ) اللہ تعالیٰ نے جو احسانات
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ مین بنی اسرائیل پر فرمائے اونکا احسان ان یہودیون پر رکھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے تو
اہل اسلام کو سعادتمندی سے عبرت و نصیحت لینا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک سے بہت بڑا احسان فرمایا کہ اونکو جہالت
و ضلالت سے نکالکر درجہ علم و معرفت پر پہونچایا ورنہ فرعون کی طرح ضلالت مین ڈوب جاتے کما قال تعالیٰ۔ وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم
منہا الآیۃ۔ اور باہمی نفاق و اختلافات سے نکالکر سب کو یک دل و متحد بنایا کما قال تعالیٰ۔ والف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا الآیۃ پس
اس نعمت کا شکریہ اونپر حتمی واجب ہی کہ دنیا کو وسیلۂ آخرت بناوین اور علم و عمل سے متحد ہو کر دار الآخرت سنوارین کیونکہ اونکو قرآن عظیم عطا فرمایا ہی کہ جسمین
اگلون و پچھلون کے آثار و انجام مین نصیحت ہین کیا نہین دیکھتے کہ بنی اسرائیل پر شرک گوسالہ کی ذلت و عطاے توریت کا احسان رکھا

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ

اور جب ہمنے وعدہ کیا موسی سے چالیس رات کا پھر تمنے بنالیا بچھڑا اوسکے پیچھے اور تم

ظٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى

بے انصاف ہو پھر معاف کیا ہمنے تمکو اس پر بھی شاید تم احسان مانو اور جب ہمنے دی موسی کو

الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

کتاب اور چکوتی شاید تم راہ پاؤ

اہل تاریخ نے روایت کی کہ جب بنی اسرائیل کو مصر سے حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ نکلنے کا حکم ہوا تو بنی اسرائیل نے جشن شادی کے بہانہ سے قبطیوں کا بیش قیمت زیور عاریت لیا تھا اور درحقیقت یہ اونکے واسطے خوشی تھی کہ فرعون سے نجات پاویں اور ملک شام میں جاویں پھر جب فرعون مع لشکر کے دسویں محرم کو بحر قلزم میں غرق ہوا اور بنی اسرائیل نے نجات پائی تو حضرت موسی علیہ السلام بجانب شام چلے اور انکا گذر ایک قوم عمالقہ پر ہوا جو گائے کی شکل کے بت پوجتے تھے اور بعض روایات میں آیا کہ فرعون نے بھی اپنی قوم کے واسطے اپنی نیابت میں گائے کی شکل کے بت بنوائے تھے تو شاید ان لوگوں نے قبطیوں ہی کی تقلید کی ہو بہرحال بنی اسرائیل میں سے بعضے احمق جاہلوں نے حضرت موسی علیہ السلام سے کہا کہ اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ۔ یعنے ہمارے لیے بھی ایسا ہی ایک معبود بنوا دو جیسے انکے معبود ہیں حضرت موسی علیہ السلام نے اونکی جہالت افسوس فرمایا کہ انکو چھوڑ کا اور وعدہ الٰہی عزوجل کے منتظر ہوئے کہ بعد غرق فرعون کے کتاب آسمانی عطا ہو جسپر بنی اسرائیل عمل کریں پس اللہ تعالےٰ نے اول ایک ماہ کے روزہ کا حکم فرمایا اور ابھی تک وہ زیورات جو بنی اسرائیل نے فرعونیوں سے لیے تھے انکے پاس موجود تھے اور چونکہ وہ حربی کافروں کا مال تھا تو وہ مال غنیمت کے حکم میں ہوا لیکن مال غنیمت کسی امت سابق کو حلال نہیں ہوا بلکہ یہ فضیلت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے واسطے خاص ہے جیسا کہ صحاح کی احادیث صحیحہ میں صریح منصوص ہے پس وہ سب مال واسباب ایک گڑھے میں ڈال کر جلا دیا گیا۔ بعض تفاسیر میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص سامری تھا جو سوناری کا پیشہ کرتا تھا اور اسکی پیدائش کی کیفیت میں مذکور ہے کہ جس زمانہ میں فرعونیوں کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کے بچے قتل ہوتے تھے تو بنی اسرائیل کی عورتیں وضع حمل کے وقت جنگلوں و غاروں میں چلی جاتیں پھر اگر لڑکی پیدا ہوئی تو اوسکو ساتھ لاتیں اور اگر لڑکا ہوا تو وہیں چھوڑ آتی تھیں تاکہ اگر اونکے پیچھے درندہ کھا جاوے تو اس سے بہتر ہے کہ اونکی آنکھوں کے سامنے اوسکو فرعونی ذبح کریں لیکن جنکو اللہ تعالیٰ چاہتا وہ وہاں بھی پرورش ہوتے تھے اور بنی اسرائیل روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام سے اونکو دودھ ملتا تھا چنانچہ سامری بھی اسیطور سے پرورش ہوا اور اسرائیلی کہتے ہیں کہ وہ جبرئیل علیہ السلام کو جس شکل میں وہ اوسکے پاس پرورش کے لیے آتے تھے پہچانتا تھا اسیواسطے اوسنے غرق فرعون کے وقت نشان قدم کی خاک اوٹھالی تھی اور چونکہ وہ عالم آخرت کا اثر رکھتی تھی لہذا جب اوسنے بنی اسرائیل کی حماقت دیکھی کہ وہ لوگ بت پرستی کے واسطے گوسالہ مانگتے ہیں تو اوسکے دل میں یہ شرارت سوار ہوئی کہ اوس خاک سے جو نشان جبرئیل علیہ السلام سے اوٹھائی ہے گوسالہ بناوے کہ وہ عالم آخرت کے اثرات سے جاندار کے مانند آواز کریگا چنانچہ جب موسی علیہ السلام ایک مہینہ کے روزہ رکھنے اور توریت لانے کے لیے کوہ طور کی طرف گئے تو اوسنے یہاں اسی گوسالہ کا سوانگ بنایا اور اللہ تعالےٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کی میعاد میں دس دن زیادہ کردیے چنانچہ فرمایا۔ واذ واعدنا موسی ثلثین لیلۃ واتممناہا بعشر الآیۃ۔ پس بعد ایک مہینے کے اکثر بنی اسرائیل کو شبہ لاحق ہوا اور اوہام نے گھیرا اور اونھوں نے سامری کے کہنے سے گوسالہ کی پرستش کرنی شروع کی اور ہارون علیہ السلام کا کہنا نا مانا سوائے بارہ ہزار آدمیوں کے کہ یہ حضرت ہارون علیہ السلام

کے ساتھ ہے حاصل یہ کہ جب موسی علیہ السلام کوہ طور کے جنگل میں گئے تاکہ تیس رات روزہ و عبادت میں صرف کرکے مناجات و عطاے کتاب کے
لیے کوہ طور پر جاویں تو یہاں سامری نے اوسی قبطیوں کے زیور سے جو ایک گڑھے میں جلادیا گیا تھا ایک بچھڑا بنایا اور اوسکے پیٹ میں اثر جبرئیل
کی خاک ڈالی تو وہ بولنے لگا کما قال تعالے۔ فاخرج لهم عجلا جسدا له خوار الآیۃ۔ اور سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یہی تمہارا اور موسی کا
پروردگار ہے لیکن ہارون علیہ السلام نے اونکو بہت سمجھایا کہ اے لوگو یہ اللہ تعالی کی طرف سے ایک امتحان ہے اور حضرت موسی علیہ السلام صرف ایک مہینہ کے واسطے گئے ہیں
تم اونکو آنے دو جب تیس دن گذر گئے اور حضرت موسی علیہ السلام نہیں آئے کیونکہ اللہ تعالے نے اونکی میعاد میں دس راتیں زیادہ کردیں تو بیوقوف اسرائیلیوں نے جنھوں نے
پہلے ہی سے حضرت موسی علیہ السلام سے گوسالہ کی شکل کے بت مانگے تھے جلد بازی کی اور سامری نے بہکایا کہ تمہارا اور موسی کا پروردگار تو یہ ہے اور موسی
علیہ السلام بھٹک کر کوہ طور کی طرف گئے اسیواسطے وہ اب تک نہیں آئے پھر ان بیوقوفوں نے حضرت ہارون کا بھی کہنا نہیں مانا اور اوسکی عبادت میں مصروف
ہوگئے اور اللہ تعالے کی نعمتوں کا شکر بجا لانے کے بجائے شرک کرنے لگے پس اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے یہودیوں کو
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی قدر نہیں کرتے تھے یاد دلایا اور فرمایا۔ وَإِذْ وٰعَدْنَا مُوسٰى أَرْبَعِينَ لَيْلَةً۔
اور ایک قراءۃ میں۔ وعدنا۔ بدون الف ہے یعنے اور یاد کر جب ہمنے موسی کو چالیس راتوں کا وعدہ دیا۔ ف یعنے پہلے تیس رات پھر
دس بڑھاکر پوری چالیس راتوں کا وعدہ دیا تاکہ اسکے گذرنے پر توریت عطا فرمائی جاوے جسمیں ہدایت و نور ہے پس موسی علیہ السلام موافق
وعدۂ الٰہی کے کوہ طور کے غار میں روزہ رکھنے و عبادت کرنے کے واسطے گئے۔ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ۔ پھر تمنے اوسکے
بعد گوسالہ کو پکڑ لیا۔ ف یعنے پھر تمنے بجائے شکرانہ کے سامری کے ڈھالے ہوئے گوسالہ کو موسی علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد
اپنا معبود بنالیا۔ وَأَنْتُمْ ظٰلِمُونَ ۝ حالانکہ تم ظلم کرنے والے تھے۔ ف یعنے اپنی جانوں پر سخت ظلم کرنے والے تھے کہ تمنے عبودیت
کو بے عقل ایک حیوانی مخلوق جانور گوسالہ کے واسطے صرف کیا حالانکہ وہ تمسے بدتر چیز ہے باوجودیکہ تمنے حضرت موسی علیہ السلام سے توحید
سیکھی اور آیات قدرت الٰہی عز وجل کو فرعونیوں کے مقابلہ میں معائنہ کیا اور صفات الٰہی سبحانہ تعالے کو جان لیا تھا کہ وہ بے مثل و بے مانند
کسی مخلوق سے مشابہ نہیں ہے اور تمام مخلوقات اوسکے قبضۂ قدرت میں مسخر ہیں اوسنے تمکو فلق البحر سے پار کیا اور فرعون کو غرق کیا پھر
بھی تمنے بجائے شکر کے شرک سے ظلم عظیم کیا لیکن ہمنے پھر بھی تمپر احسان فرمایا۔ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ ۝ پھر اس معاملہ کے بعد بھی ہمنے تمکو عفو فرمایا تاکہ تم شکرگذار ہو جاؤ۔ ف یعنے بعد ظلم عظیم کے ہمنے ایک طریقہ
سے تمہاری توبہ قبول فرمائی تاکہ تم ناشکری چھوڑ دو اور شکرگذار ہو۔ اسرائیلی کہتے ہیں کہ ماہ ذیقعدہ موسی علیہ السلام کی میعاد تھی پھر
ذی الحجہ کے دس دن ملاکر تکملہ کیا گیا پھر چالیس راتیں پوری ہونے کے بعد جب موسی علیہ السلام کوہ طور پر مناجات کے واسطے حاضر ہوئے
تو توریت عطا ہوئی لیکن حضرت موسی علیہ السلام کو فرمایا کہ وہاں ہمنے تیری قوم کو تیرے بعد امتحان میں ڈالا اور سامری نے اونکو بہکا دیا
ہے چنانچہ تفصیلی قصہ انشاء اللہ تعالے آویگا اور توبہ کا بیان بھی آیندہ آیت میں آتا ہے۔ (فائدہ) امام ابن جریر و دیگر مفسرین نے
تصریح کی کہ جب فرعون کی ہلاکت دسویں محرم کو ہوئی اور مناجات دسویں ذی الحجہ کے ختم پر ہوئی تو ہلاکت فرعون و مناجات میں گیارہ مہینے کا
فرق ہوا اور اسوقت تک بنی اسرائیل کوہ طور کے نواح میں مقیم تھے نہ ملک شام میں گئے اور نہ مصر کو لوٹے اور ابن عقیل نے تفسیر میں لکھا کہ
یہ لوگ مصر سے نکلنے کے بعد پھر مصر میں نہیں گئے اور بیضاوی نے کشاف زمخشری کے تابع ہوکر وہم کیا کہ مصر میں لوٹ جانے کے بعد اللہ تعالے
نے موسی علیہ السلام کو مناجات و عطاے توریت کا وعدہ دیا۔ (نکتہ) علماء نے فرمایا کہ چالیس راتوں کی تعبیر میں اشارہ ہے کہ دن کیطرح

رات بھی عبادت کے لیے مقصود ہی اور موسی علیہ السلام ان دنون مین روزہ رکھتے اور راتون مین عبادت کرتے تاکہ بدن بھی پاک ہوجاوے اور فرشتہ صفت ہوکر مناجات کی لیاقت آجاوے اور مہینے سے حساب نہین فرمایا کیونکہ وہ کبھی اونتیس دن کا ہوتا ہی حالانکہ چالیس کا شمار پورا ہونا ضرور ہی اور یہین سے اکثر مشائخ نے چلّہ نکالا ہی یہ سمجھکر کہ چالیس راتون کی عبادت کو نفس کے پاکیزہ ہونے مین ایک دخل خاص ہی مترجم کہتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین سلف وخلف صالحین رضی اللہ عنہم سے چلّہ کی کوئی روایت ثابت نہین ہوئی اور شک نہین کہ مجاہدہ وریاضت جائز ہی لیکن بعضے عوام اس طرح چلّہ کھینچتے ہین کہ بعد چلّہ کے اوس ہٹھ سے مردہ کے مانند نکالے جاتے ہین اور روئی کے گالے وغیرہ سے منہ مین دودھ ٹپکاکر پالے جاتے ہین اور ظاہر ہی کہ ایسی حالت مین صوم وصلوٰۃ بالکل متروک ہوگی اور یہ حرکت خلاف سنت وخلاف سلف صالحین وجمیع امت ہی ہان سلف وخلف مین بہت سے بزرگ گذرے ہین جو قریب ایک ہفتہ کے بدون غذا کے صرف نماز وذکر وتسبیح پر بسر کرتے تھے پس انھین ائمہ دین وبزرگان یقین فرشتہ خصال کی اقتدا حاصل کرنا کمال ہی اور انکی مخالفت مذموم ہی ف۲

اشارات عرائس مین ہی کہ اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو اس میعاد مین صوم وصلوٰۃ وخلوت کے ساتھ بشری عادت وطبیعت ورسوم سے پاک کیا تاکہ انوار خطاب کی لیاقت ہو اسیواسطے طالبان معرفت کے لیے چلّہ ایک سنت ہوگیا کیونکہ بعد اس میعاد کے موسی علیہ السلام مین کلام قدیم سننے کی لیاقت ہوگئی۔ (تنبیہ) آیت مفید امور ہی اول یہ کہ شرک ایک ظلم ہی جیسے مشرک ظالم ہوجاتا ہی وقد قال تعالی ان الشرک لظلم عظیم۔ دوم یہ کہ دین وکتاب الٰہی بڑی نعمت ہی وقال تعالی۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی الآیہ یعنی آج مین نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کیا اور تمپر اپنی نعمت پوری فرمائی۔ ھ۔ پس اسکا شکر واجب اس طرح ادا کرے کہ قرآن وشریعت پر یقین وعمل مستقیم ہو اور شرک سے قطعًا پرہیز کرے سوم یہ کہ ہمجنس کی شرارت سے بچے یعنے آدمی کے واسطے آدمی بھی شیطان سے زیادہ مضر ہی پس اوسکے قول وفعل کو غور سے دیکھے اگر وہ اللہ تعالی ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق کہے تو اوسکی بات مانے اور اگر مخالف ہو تو اوسکو جھوٹا وگمراہ جانے ورنہ خود برباد ہوگا جیسے سامری کے کہنے سے بنی اسرائیل گمراہ ہوگئے تھے چہارم یہ کہ جو چیز خلاف عادت واقع ہو اوسکو کرامت ہی نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ سامری نے جو بچھڑا بنایا وہ بولتا ہوا جسم تھا حالانکہ وہ کرامت نہین بلکہ فتنہ تھا جسکے ماننے سے بنی اسرائیل مبتلاے ضلالت ہوگئے پنجم اگر شرک کرکے مرتد ہوجاوے بعد مشرک نادم ہوکر توبہ کرے تو اوسکی توبہ قبول ہوتی ہی ششم چاہیے کہ ہدایت کو کتاب الٰہی عزوجل سے تلاش کرے یعنے قرآن مجید وحدیث شریف مین جو شریعت الٰہی مقرر ہی اوسیکو ہدایت سمجھے اور جو اس سے خارج ہو وہ گمراہی ہی اور اس ہدایت پر شکر کرے چنانچہ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل پر احسان رکھا اور فرمایا۔ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ۝ اور یاد کرو اس نعمت کو جب ہمنے موسی کو کتاب اور فرقان عطا فرمائی تاکہ تم ہدایت حاصل کرو۔ ف کیونکہ جسنے ہدایت سے راہ سنت حاصل کی وہ رضوان جنت مین داخل ہی عیش پر پہونچا تو یہ بہت بڑے شکر کا مقام ہی اور کتاب سے مراد توریت ہی اور اوسیکا نام فرقان اسواسطے فرمایا کہ اوسکے ذریعہ سے حق وباطل مین اور حلال وحرام مین اور کرامت وجوگ مین اور ولی وشیطان مین فرق کیا جاتا ہی اور فرقان دراصل مصدر مانند رجحان وغفران کے ہی اور قرآن مجید کا نام بھی اسی وجہ سے فرقان ہی۔ آیت مین بعض علماء نے کہا کہ کتاب سے مراد توریت ہی اور فرقان سے مراد عصا وید بیضا وغیرہ معجزات ہین کیونکہ عصا سے موسیٰ سے دعوی نبوت وسحر مین فرق ہوگیا واللہ تعالی اعلم بالصواب حاصل یہ کہ اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو توریت عطا فرمائی تاکہ بنی اسرائیل اوس سے اعتقاد صحیح واعمال صالحہ کی ہدایت پاوین اور یہ جہالت مٹ جاوے کہ موسی علیہ السلام سے بت پرستون کی طرح کوئی معبود بنائے جانے کی درخواست کرین یا ایسے فعل مین مبتلا ہون جو بجاے ثواب کے عذاب ہی یا ایسے فعل مین

عمر رائگان کریں کہ جسمیں بہت قلیل ثواب ملیگا حالانکہ کثیر ثواب کا فعل موجود ہی کیونکہ شیطان بنی آدم کا دشمن ہی تو جہانتک ممکن ہی وہ ثواب کا کام نہیں کرنے دیتا اور اگر کوئی شخص آمادہ ہوا تو افعال میں سے ایسے فعل پر آمادہ کرتا ہی جسمیں ثواب قلیل ہو حتی کہ اوس فعل میں ایسی نیت بگاڑتا ہی کہ محنت برباد ہو پس علم شریعت عین ہدایت ہی۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

اور جب کہا موسی نے اپنی قوم کو ای قوم تمنے نقصان کیا اپنا یہ بچھڑا بنالیکر

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ فَتَابَ

اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو اپنی جان یہ بہتر ہی تمکو اپنے خالق کے پاس پھر متوجہ ہوا

عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

تمپر برحق وہی ہی معاف کرنے والا مہربان

جب اللہ تعالے نے موسی علیہ السلام کو کوہ طور پر بنی اسرائیل کے گمراہ ہو جانے سے آگاہ فرمایا اور موسی علیہ السلام توریت لیے ہوے بنی اسرائیل کے پاس پہونچے تو نہایت غضبناک تھے اور گوسالہ کو جلا کر خاک کیا اور سامری کو خوار کیا کہ وہ دیوانہ کی طرح لامساس کہتا پھرتا تھا اور بنی اسرائیل اپنی گمراہی پر افسوس کرنے لگے کما قال تعالے۔ ولما سقط فی ایدیھم وراوا انھم قد ضلوا قالوا لئن لم یرحمنا ربنا ویغفر لنا الآیۃ یعنے بنی اسرائیل جب نادم ہوے اور اونھون نے جانا کہ وہ گمراہ ہو چکے ہین تو کہنے لگے کہ اگر ہمارے رب نے ہمپر رحم نکیا اور نہ بخشا تو خوار ہونگے پھر اللہ تعالے نے اونکی توبہ قبول فرمائی اگرچہ صدق یقین ظاہر ہونے کے واسطے جان کا قتل کرنا شرط کیا کیونکہ جس شخص کو دار آخرت کا یقین واثق ہو تو جب اوسکو مغفرت کا وعدہ دیا جاوے تو وہ اس دار فانی کو چھوڑ کر دار آخرت کو پسند کریگا اور یہ بھی ایک نعمت عظیم ہی لہذا ان یہودیون کو یاد دلایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین موجود تھے تاکہ اپنے باپ دادون کا صدق یقین دیکھین چنانچہ فرمایا وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ۔ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ ف یعنے جن لوگون نے گوسالہ کو پوجا تھا جب وہ نادم ہوے تو موسی علیہ السلام نے اونسے کہا کہ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ۔ ای قوم تمنے اپنی جانون پر ظلم کیا بسبب معبود بنانے گوسالہ کے۔ ف یعنے تمنے گوسالہ کو معبود بنا کر اپنی جانون پر شرک کے ساتھ ظلم عظیم کیا۔ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ۔ پس تم لوگ اپنے خالق کی جانب توبہ کرو۔ ف کیونکہ اوسنے تمکو پیدا کیا حالانکہ تمنے غیر کو معبود بنایا پھر یہ توبہ زبانی نہین تھی بلکہ توبہ اسطرح کرو کہ۔ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط۔ اپنی جانون کو قتل کرو۔ ف یعنے اپنی جانون کے قتل پر راضی ہو جاؤ۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ ط یہ بات تمھارے واسطے تمھارے خالق کے نزدیک بہتر ہی۔ ف پس یہ لوگ راضی ہوگئے یہان شان الٰہی دیکھنے کے قابل ہی کہ ہارون علیہ السلام صرف چندروز تامل کرنے کو کہتے تھے کہ ابھی گوسالہ پرستی مین جلدی نکرو یہانتک کہ موسی علیہ السلام آجاوین مگر بنی اسرائیل نے نمانا اور حضرت موسی علیہ السلام نے جان دینے کا حکم سنایا وہ مان لیا کما قال تعالے۔ واتینا موسی سلطانا مبینا۔ یعنے ہمنے موسی کو کھلا ہوا غلبہ عطا فرمایا۔ چنانچہ یہ لوگ قتل پر راضی ہو گئے سعید بن جبیرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے حکم بھیجا کہ ان لوگون کی توبہ یہ ہی کہ ان مین سے جو شخص اپنے باپ و بیٹے سے ملے اوسکو تلوار سے قتل کر ڈالے اور کچھ پروا نکرے کہ اس مقام پر اوسنے کسکو قتل کیا پس ان سب لوگون نے توبہ کی جنکی شناخت حضرت موسی و ہارون علیہما السلام پر مخفی تھی حالانکہ اللہ تعالے اونکے

گناہون پر مطلع تھا پس اونھون نے اپنے گناہون کا اقرار کر کے حکم کی فرمانبرداری کی پس اللہ تعالے نے قاتل و مقتول دونون کو بخش دیا (ابن جریر و ابن ابی حاتم) اور اس روایت مین مراد یہ ہے کہ قاتل وہ لوگ قرار دیے گئے جنھون نے گوسالہ نہین پوجا اور مقتول وہ ہین جنھون نے گوسالہ پوجا چنانچہ عکرمہ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب یہ حکم آیا کہ قتل نفس اونکی توبہ ہے تو جن لوگون نے گوسالہ پوجا تھا اونکو خبر دیگئی پس وہ لوگ حکم آلہی کے واسطے سر جھکا کر بیٹھے اور جنھون نے گوسالہ نہین پوجا تھا وہ تلوار لیکر اوٹھے اور اوسوقت ایکبارگی تاریکی چھا گئی پس انھون نے گوسالہ پرستون کو قتل کرنا شروع کیا یہانتک کہ تاریکی دور ہوئی۔ اور سدی کی روایت مین ہے کہ موسی و ہارون علیہما السلام نے دعا کی کہ اے رب بنی اسرائیل مٹے جاتے ہین پس اللہ عزوجل نے رفع قتل کا حکم دیا۔ مجاہد رح کی روایت مین ہے کہ جب اللہ تعالے نے وحی فرمائی کہ اچھا مین نے اسیقدر سزا پر کفایت فرمائی تو موسی علیہ السلام نے اپنا کپڑا پھینکا پس وہ تاریکی دور ہوئی اور اون لوگون نے اپنے خنجر ڈالدیے حالانکہ ستر ہزار قتل ہو چکے تھے (ابن جریر و ابن ابی حاتم) زہری رح نے بیان فرمایا کہ جب یہ لوگ قتل ہوتے تھے تو موسی و ہارون علیہما السلام ہاتھ اوٹھائے تھے یہانتک کہ جب اللہ تعالے نے توبہ قبول فرمائی تو قتل سے ہاتھ کھینچ گئے اور ہتھیار ڈالدیے گئے پھر موسی علیہ السلام مقتولین کو دیکھکر غمناک ہوے پس اللہ تعالے نے وحی فرمائی کہ اے موسی کس چیز پر غم ہے کیونکہ جو لوگ مقتول ہوے وہ میرے یہان زندہ اور رزق پاتے ہین اور جو لوگ باقی رہے ہین مین نے اونکی توبہ قبول فرمائی جب یہ وحی پہونچی تو موسی علیہ السلام و بنو اسرائیل بہت خوش ہوے (رواہ ابن جریر باسناد جید) اور محمد بن اسحق نے اسطرح روایت لکھی کہ جب موسی علیہ السلام نے گوسالہ جلا کر دریا مین پھینکدیا تو اپنی قوم مین سے کچھ لوگون کو چھانٹ کر مقام مناجات کو نکلے اور یہ وہی لوگ ہین جنکو صاعقہ نے گرفتار کیا پھر اوٹھالے گئے پھر موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے واسطے توبہ کی درخواست کی لیکن اللہ تعالے نے قبول توبہ سے انکار فرمایا سواے اسبات کے کہ اپنے نفوس کو قتل کرین محمد بن اسحق نے کہا کہ مجکو روایت پہونچی کہ اون لوگون نے موسی علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگ حکم آلہی پر صبر کرینگے پس موسی علیہ السلام نے حکم دیا کہ جنھون نے گوسالہ نہین پوجا وہ اون لوگون کو قتل کرین جنھون نے گوسالہ پوجا ہے پس یہ لوگ میدانون مین بیٹھ گئے اور دوسرون نے تلوارین کھینچکر اونکو قتل کرنا شروع کیا پھر عورتون بچون نے موسی علیہ السلام کی جانب رونا شروع کیا اور عفو کی درخواست کی پس اللہ تعالے نے توبہ قبول فرمائی اور موسی علیہ السلام کو حکم بھیجا کہ اون لوگون سے تلوار اوٹھا لیجاے۔ عبدالرحمن بن زید اسلم نے کہا کہ جب موسی علیہ السلام اپنی قوم کے پاس واپس آے اور ستر آدمی تھے جنھون نے ہارون علیہ السلام کے ساتھ اس گوسالہ سے جدائی اختیار کی تھی پس موسی علیہ السلام نے اون لوگون سے کہا کہ اپنے رب عزوجل کے مقام وعدہ پر چلو پس اونھون نے عرض کیا کہ اے موسی کیا کچھ توبہ نہین ہے آپ نے فرمایا کہ توبہ تو ہے ولیکن یہی ہے کہ وہ اپنی جانون کو قتل کرین یہی اونکے حق مین بہتر ہے پس ان پاک لوگون نے تلوارین کھینچین اور گنہگار لوگون نے گردنین جھکائین اور اللہ تعالے نے سیاہ بادل کا ٹکڑا بھیجدیا کہ اوسکی تاریکی مین قتل کرنا حتی کہ آدمی اپنے باپ و بھائی کو قتل کرتا مگر نہین پہچانتا تھا اور آپسمین پکارتے جاتے تھے کہ اللہ تعالے ایسے بندے پر رحم کرے جو برابر صبر کیے رہے یہانتک کہ رضاے آلہی حاصل ہو پھر اللہ تعالے نے توبہ قبول فرمائی یعنے جو مقتول ہوے اونکو شہید رکھا اور جو باقی رہے اونکو عفو کیا لہذا فرمایا۔ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ پس اللہ تعالے نے تمھاری توبہ قبول فرمائی بیشک وہ تواب رحیم ہے۔

ف ان روایات تفسیر سے ظاہر ہوا کہ جن لوگون نے گوسالہ پوجا تھا سب قتل نہین ہوے بلکہ ستر ہزار قتل ہونے پائے تھے کہ اللہ تعالے نے زبانی توبہ کو قبول فرمایا حالانکہ سب لوگون کا یقین آخرت اس وجہ سے درست تھا کہ سبھی مقتول ہونے کے واسطے گردن جھکائے تھے بلکہ جو مقتول ہوے اونکے واسطے بہت بڑی مبارکباد ہے کہ وہ ہمیشہ کو مغفور اور امتحان سے باہر ہو گئے کیونکہ جو شخص دنیا مین زندہ موجود رہے وہ خوفناک ہے اور نہین جانتا کہ آئندہ اوسپر کیا حکم ہو اللہ تعالے سب اہل ایمان کا خاتمہ بخیر کرے۔ ف ۲ بعض اشارات عرائس مین ہے کہ ان

آیات میں اہل ایمان کے واسطے تنبیہات ہیں چنانچہ قولہ تعالے۔ انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل۔ تمنے تمثال شیطانی کو مشاہدۃ الرحمن پر اختیار کیا اور
یہ ظلم عظیم ہے۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ کے کلام میں خود مفید اشارہ ہی کہ دنیا میں مشاہدۃ الرحمن یعنے کشف قرب جو اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہی وہ بغیر تمثال
اور بے جہت و مکان ہی کیونکہ اللہ تعالے جگہ و جہت و تمثال و تشبیہ سے پاک ہی کہ اوسکے مثل کوئی چیز نہیں ہی پس اگر کسی شخص نادان کو کوئی تمثال
دھوکا دے تو وہ مکر شیطان ہوگا اوس سے پناہ مانگے جیسے غوث الامۃ سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو پیش آیا چنانچہ یہ حکایت مترجم نے
خاتمہ سورۂ روم کی تفسیر میں بیان کی ہی۔ م۔ بعض مشائخ نے کہا کہ ہر انسان کا جسم اپنی خواہش نفسانی میں بچھڑا ہی جس نے اسکی خواہشوں کی
پیروی کی وہ اسکو معبود بنانے والا ٹھہرا کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ یعنے تو نے اوسکو دیکھا جسنے
اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا۔ اسیواسطے بعض احادیث و آثار میں مصرح وارد ہی کہ سب سے زیادہ تیرا دشمن یہ تیرا نفس ہی جو دونوں پہلو کے
بیچ میں ہی اسیواسطے قتل نفس یہ ہی کہ شریعت سے اوسکو خارج ہونے نہ دے۔ مترجم کہتا ہی کہ بعضے جہال صوفیہ قتل نفس کے یہ معنے سمجھتے ہیں
کہ کھانے پینے سے جسم کو لاغر کرے حالانکہ قتل نفس یہ ہی کہ نفس کی خواہشوں کو شرع سے خارج ہونے نہ دے اور جسم کے کمزور کرنے سے صرف اتنا
فائدہ ہوتا ہی کہ اجسی خواہشیں کم ہو جاتی ہیں لیکن اگر ایک شخص کمزور خلاف شرع خواہش پوری کرے تو ہنوز وہ نفس کا بندہ ہی اور اگر ایک شخص
پُر زور اپنے نفس کو شرع سے خلاف نہ کرنے دے تو وہ اللہ تعالے کا بندہ ہی اور یہی معنے شیخ ابن منصور و واسطی و فارس رحمہم اللہ تعالے سے
بنابر بیان شیخ کے نکلتے ہیں۔ م۔ بالجملہ اس آیت سے ظاہر ہوا کہ حضرت موسی علیہ السلام کے زمانہ میں جن لوگوں نے گوسالہ پوجا اللہ تعالے
نے اونپر احسان عظیم فرمایا کہ اونکو قتل سے باقی رکھا تاکہ جو یہودی موجود ہیں پیدا ہوے اور اللہ تعالے نے اونکو حسن توبہ کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ
اللہ تعالے کے فرمان پر جان دینے کے لیے راضی تھے پس جو لوگ موجود ہیں انکو چاہیے کہ اللہ تعالے کی نعمتوں کو یاد کریں اور احکام توریت
کے موافق محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاویں پھر اللہ تعالے نے کوہ طور پر عمدہ جماعت بنی اسرائیل کو بعد موت کے زندہ کرنے کی نعمت یاد دلائی۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ

اور جب تمنے کہا ای موسی　ہم یقین نکرینگے تیرا　جب تک ندیکھیں اللہ کو سامنے　پھر لیا تمکو

الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

بجلی نے　اور تم دیکھتے تھے　پھر اوٹھا کھڑا کیا ہمنے تمکو　مر گئے پیچھے　شاید تم احسان مانو

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے نے موسی علیہ السلام کو کئی بار میقات طور سینا کے واسطے بلایا چنانچہ اول مرتبہ وہ ہی جب توریت عطا
فرمانے کے واسطے بلایا تھا اور اسکے بعد بنی اسرائیل نے خواہش کی کہ ہم لوگوں کو ظاہر ہو جاوے کہ یہ سب احکام آلہی ہیں تو موسی علیہ السلام
انکی پسند کے ستر آدمی ایک میقات کے واسطے ساتھ لے گئے تاکہ یہ لوگ خود سن لیں اور ایک مرتبہ گوسالہ پرستی سے توبہ کے معاملہ میں عذر
کرنے کے لیے ستر آدمی لے گئے پھر ان اوقات میں ساتھیوں کا مرنا پھر زندہ ہونا مذکور ہی تو اہل تاریخ و روایات نے اختلاف کیا کہ یہ میقات توریت
میں واقع تھا یا گوسالہ کی توبہ میں واقع ہوا تھا اگرچہ اس سے کوئی حکم متعلق نہیں ہاں یہ امر سب کے نزدیک بالاتفاق ہی کہ جنھوں نے دیدار الٰہی کی
درخواست کی تھی یہ درخواست کوہ طور ہی کے مقام پر تھی پس بعضے مورخین و صاحب کشاف و بیضاوی کے نزدیک یہ میقات توریت کا
واقعہ ہی اور اوسکا خلاصہ یہ کہ بعد غرق فرعون کے جب اللہ تعالے نے توریت عطا فرمانیکا وعدہ دیا اور ایک مہینہ اور دس روز مقرر کیے
تو بنی اسرائیل نے کہا کہ یا نبی اللہ ہم میں سے بھی اچھے لوگ آپ کے ساتھ جاویں تاکہ خدا سے تعالے کا کلام سنکر ہمکو گواہی دیں کہ توریت کلام

الٰہی ہی جب سامری نے سنا کہ اللہ تعالے کے پیغمبر پر یہ لوگ گواہی چاہتے ہیں تو اوسکو خوب یقین ہو گیا کہ سخت احمق ہیں اور اونہنے گوسالہ بنانیکا قصد مصمم کر لیا پھر موسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے ستر آدمی چنے ہوے ساتھ لیے کما قال تعالے ۔ واختار موسی قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا الآیۃ ۔ پھر ایک چلّہ روزے و عبادت میں بسر کرنے کے بعد جب کوہ طور پر چڑھے تو موسی علیہ السلام سب سے آگے پہونچے اور حق سبحانہ تعالے دانائے علیم نے فرمایا کہ موسی تو اون لوگون سے پہلے کیون آیا موسیٰ نے عرض کیا کہ پروردگار وہ لوگ بھی میرے قدم بقدم آتے ہین کما قال تعالے ۔ ہم اولاء علی اثری و عجلت الیک رب لترضی الآیۃ ۔ یعنی مین تیری رضا حاصل ہونے کے لیے جلدی حاضر ہوا ۔ھ ۔ پھر انکو امتحان قوم و گمراہی سے آگاہ فرما کر ایک ابر سفید مین گھیر لیا پھر بعد مناجات کے ابر کھل گیا تو اون لوگون نے حضرت موسی علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم بھی کلام الٰہی سنین تو گواہی پوری ہو لیس انھون نے کلام الٰہی سنا لیکن کہنے لگے کہ ہم نہین مانینگے جب تک کہ آنکھون سے نہ دیکھین قرطبی رح نے کہا کہ یہی صحیح ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے اسی کو اظہر ٹھہرایا و اللہ تعالی اعلم ۔ اور امام ابن جریر و بغوی و سیوطی وغیرہ نے بروایت محمد بن اسحٰق اسکو دوسری میقات قرار دیا جو گوسالہ پرستی سے توبہ کے متعلق ہے اور اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب توبہ مین قتل موقوف فرمایا تو حضرت موسی علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی قوم کے ستر آدمی لیکر میقات پر آوین تاکہ وہ لوگ گوسالہ پرستی سے معذرت کرین پس موسی علیہ السلام نے عمدہ عمدہ ستر آدمی چھنٹے اور اونکو پاک صاف کر کے میقات پر لے گئے اور ابر سفید نے گھیر لیا اور ان لوگون کو بھی ابر مین داخل کیا تو یہ سجدہ مین گر پڑے اور حالت مناجات مین حضرت موسی علیہ السلام کے چہرے پر ایسا نور آجاتا تھا کہ کسیکو دیکھنے کی تاب نہین ہوتی تھی لہذا درمیان مین ایک پردہ ہو گیا اور انھون نے بھی احکام الٰہی کو سنا لیکن بعد ختم مناجات کے موسی علیہ السلام سے کہا کہ ہم یون نہین مانینگے یہانتک کہ اللہ تعالے کو عیاناً آنکھون دیکھین چنانچہ اللہ تعالے نے اس آیت مین بیان فرمایا ۔ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً ۔ اور یاد کرو جب تمنے کہا تھا کہ اے موسی ہم تیری تصدیق نہین کرینگے یہانتک کہ ہم اللہ تعالے کو آنکھون دیکھ لین ۔ ف یعنے تم لوگ وہ واقعہ یاد کرو کہ جب تمہارے باپ دادون نے بجاے تشکر و تعظیم کے حضرت موسی علیہ السلام سے ایسا گستاخی کا کلمہ کہا تھا کہ ہم تیری تصدیق نہین کرینگے جبتک اللہ تعالے کو آنکھون نہ دیکھین جسکو تم قطعًا مانتے ہو ۔ فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ پس تمکو صاعقہ نے گرفتار کیا درحالیکہ تم آنکھون دیکھتے تھے ۔ ف ربیع بن انس نے کہا کہ انھون نے ایک آواز سخت سنی کہ مصعوق یعنے مردہ ہو گئے اور اصل صعق ایسی غشی ہے جو مردہ کے مانند ہو لیکن یہان موت مراد ہے بدلیل قولہ تعالے ۔ ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ پھر ہمنے تمکو تمھاری موت کے بعد اوٹھایا تاکہ تم شکر گذار رہو ۔ ف یہ دلیل ہے کہ وہ لوگ مر گئے تھے لیکن جبکہ صاعقہ آواز تھی تو ۔ انتم تنظرون ۔ کے یہ معنے ہین کہ تم دیکھتے تھے اس واقعہ کو جو تمپر نازل ہوا اور ابن جریر نے سدی رح سے روایت کی کہ صاعقہ ایک آگ تھی جو آسمان سے نازل ہوئی جسنے اونکو جلا دیا و علی ہذا تنظرون کے یہ معنے ہین کہ تم لوگ اس آگ کو آنکھون دیکھتے تھے جو تمپر نازل ہوئی اور عروۃ بن رویم نے کہا کہ بعضے بیہوش ہو کر مر گئے اور بعضے دیکھتے رہے (ابن کثیر) بیضاوی مین ہے کہ اگر صاعقہ آگ تھی تو خود آگ کو دیکھتے تھے اور اگر صاعقہ آواز تھی تو اوسکا اثر دیکھتے تھے جیسے بولتے ہین کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ حال ہوا ۔ سیوطی رح نے کہا یعنے تم لوگ یہ حال آنکھون دیکھتے تھے سدی و محمد بن اسحق نے بیان کیا کہ جب اونکو صاعقہ نے گرفتار کیا تو حضرت موسی علیہ السلام کھڑے ہو کر رونے لگے اور اللہ تعالے سے دعا کرنے لگے کہ الٰہی مین بنی اسرائیل سے کیا کہونگا کہ ہزارون وہان مارے گئے اور جو کچھ اچھے اچھے چھانٹے گئے تھے وہ یہان ہلاک ہو گئے ۔ ولو شئت اہلکتہم من قبل و ایای اتہلکنا بما فعل السفہاء منا ان ہی الا فتنتک الآیۃ ۔ الٰہی اگر تو چاہتا تو انکو پہلے ہی ہلاک کرتا اور مجکو بھی اور کیا تو ہمکو ایسے کام پر ہلاک فرماویگا جو ہم مین سے بیوقوفون نے

کیا ہی یہ تیرا ہی امتحان ہے۔ ف ۔ پھر اللہ تعالے نے موسی علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ یہ ستر بھی انھیں لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے گوسالہ کو معبود بنایا تھا پھر اللہ تعالے نے اونکو زندہ فرمایا اور وہ ایک ایک کرکے زندہ ہونا شروع ہوئے حتی کہ ایک دوسرے کو دیکھتے جاتے تھے کہ کیونکر زندہ ہوتے ہیں۔ ربیع بن انس نے کہا کہ انکا مرنا موت مقدر نہیں تھا بلکہ بطور سزا ہی کے واقع ہوا پھر زندہ کیے گئے تاکہ قدرت الٰہی معائنہ کریں اور اپنی موت مقدر پوری کریں اور یہی قتادہ کا قول ہے۔ ابن جریر نے محمد بن اسحٰق سے روایت کی جسمیں مذکور ہے کہ انکو صاعقہ رجفہ نے گرفتار کیا خلاصہ مفاد آیت یہ ہے کہ تم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں ناشکری کرتے اور بیجا سوال کرتے ہو جیسے باپ دادوں نے حضرت موسیٰ سے سوال کیا تھا کما قال تعالے۔ فسئلوا موسیٰ اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جہرۃ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین فرمائی کہ مشرکوں کافروں کے اس سوال سے غمگین بہت ہو کہ تجھسے تو یہی سوال کیا حالانکہ موسیٰؑ سے اس سے بڑھکر سوال کیا تھا جب کہا کہ ہمیں اللہ تعالے کو آنکھوں دکھا دے

ف ۲ ۔ اشارات عرائس میں ہے کہ ان لوگوں نے موسی علیہ السلام کی تقلید میں مشاہدہ نہیں بلکہ معائنہ کی درخواست کی حالانکہ انکو مشاہدہ کی بھی لیاقت نہ تھی لہذا تجلی غضبی میں جل گئے لیکن رحمت سابقہ سے بدعاے موسیٰ علیہ السلام اونکو زندہ فرمایا تاکہ بعد موت کے زندہ ہونے کی شہادت ادا کریں ورنہ موسی علیہ السلام پیغمبر کی بات کے واسطے کسی شہادت کی ضرورت نہیں ہے پس جو شخص بغیر استعداد کے مشاہدہ طلب کریگا اوسکا یہی انجام ہے مترجم کہتا ہے کہ استعداد حاصل ہونا اتباع شریعت پر موقوف ہے اور اوسکی توضیح یہ ہے کہ جب بندہ ایمان لاتا ہے تو شمع ایمان قلب میں روشن ہوتی ہے پھر جب اعمال صالحہ کے نور سے مدد پہونچتی ہے تو تمام اعضا منور ہوجاتے ہیں جنکی تفصیل تعالے تعالی یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ ولاغربیۃ یکاد زیتہا یضیء ولولم تمسسہ نار نور علی نور الآیۃ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالے آویگی اور اس استعداد کے بعد اوسکو مشاہدہ کی لیاقت حاصل ہوتی ہے اور بدون اسکے شیطانی وسوسات ہیں جسمیں اکثر جاہل صوفی گرفتار ہوکر برباد ہوتے ہیں۔ اور لالکائی نے کتاب السنۃ میں روایت کی کہ اللہ تعالے نے موسی علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اے موسیٰ کسی زندہ کو طاقت نہیں کہ مجکو دیکھے مگر آنکہ وہ مرجائیگا اور تر خشک ہو جائیگا (بدور السیوطی) پھر جب بعد استعداد کے مشاہدہ میں یہ کیفیت ہے تو بنی اسرائیل نے بہت بے ادبی کی کہ آنکھوں دیکھنے کی درخواست کی حالانکہ سورۂ اعراف میں آویگا کہ موسی علیہ السلام باوجود شان نبوت کے اسکے متحمل نہیں ہوے۔ بعض مشائخ بغداد نے فرمایا کہ جسنے بغیر حرمت کے مشاہدہ چاہا محروم ہوا اور جسنے حرمت کے ساتھ مشاہدہ چاہا اوسپر عظمت چھا گئی۔ مترجم کہتا ہے کہ مشاہدہ کی تو یہ کیفیت ہے کہ بغیر حرمت کے محروم اور باوجود حرمت کے خود رفتہ ہوجاتا ہے تو جسنے معائنہ کا دعوی کیا وہ سخت بے ادب ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ موسی علیہ السلام معائنہ کی تاب نہیں لائے اور بنی اسرائیل نے خواہش کی تو صاعقہ سے جلائے گئے غرض دنیا میں معائنہ کی کوئی راہ نہیں ہے اور جو شخص دعوی کرے جھوٹا ہے چنانچہ ملا علی قاریؒ نے شرح عقائد میں مصرح لکھا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاصۃً شب معراج میں دیدار کا قول بعض صحابہ و تابعین سے ماثور ہے اور اسمیں اختلاف بھی مشہور ہے جو شرح عقائد میں مذکور ہے

واللہ تعالے اعلم بالصواب۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ

اور سایہ کیا ہمنے تمپر ابر کا اور اوتارا تمپر من اور سلوی کھاؤ ستھری چیزیں جو دیں ہمنے تمکو

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

اور ہمارا کچھ نقصان نہ کیا پر اپنا ہی نقصان کرتے رہے

واضح ہو کہ اللہ تعالے نے بعد ہلاک فرعون و نزول توراۃ کے بنی اسرائیل کا انتظام درست فرمایا اور ملک مصر و قبطیوں کے باغات مکانات کا

بنی اسرائیل کو وارث فرمایا چنانچہ قبطیوں و فرعونیوں کی بدبختیوں کا بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ۔ کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم و اور ثنا ہا قوما آخرین۔ چنانچہ وہ بنی اسرائیل کی وراثت میں آگئے لیکن مفسرین میں اختلاف ہے کہ جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تھے وہ لوٹ کر مصر میں آئے یا نہیں کیونکہ انکو شام کی زمین مقدس میں آباد ہونیکا حکم تھا بالجملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہوکر بنی اسرائیل کو اللہ تعالےٰ کی نعمتیں یاد دلائیں چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ یاقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا وآتاکم مالم یؤت احدا من العالمین۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے قوم تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرو کہ اوسنے تم میں انبیا بنائے اور ملوک (بادشاہ ۱۲) بنا دیا اور تمکو وہ کچھ دیا جو عالمین میں سے کسیکو نہیں دیا ہے۔ بعد اس نصیحت کے انکو ملک شام میں داخل ہونے وجہاد کرنے کی ترغیب دی کما قال تعالےٰ یاقوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا خاسرین۔ یعنے اے قوم تم زمین مقدس میں داخل ہو جو اللہ تعالےٰ نے تمہارے واسطے لکھی ہے اور الٹے پانوں پیچھو نڈے مت پھرو کہ لوٹ کر خاسرین میں سے ہو جاؤ۔ چنانچہ بنی اسرائیل چلے لیکن جب انکو معلوم ہوا کہ ملک شام میں بڑے بڑے قدآور عمالقہ بستے ہیں تو بزدل ہوکر داخل ہونے سے انکار کیا ہر چند حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکو نصرت الٰہی وفتح کی بشارت دی مگر یہ لوگ فرعونیوں کی ماتحتی میں ایسے بزدل ہو گئے تھے کہ لڑنے سے مطلق انکار کیا حتی کہ اللہ تعالےٰ نے چالیس برس تک ان پر شام میں داخل ہونا محروم کردیا اور یہ لوگ مصر واپس جانا چاہتے تھے وہ بھی ممنوع کردیا کہ اسی تیہ یعنے جنگل میں حیران پھریں کما قال تعالےٰ فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ یتیہون فی الارض الآیۃ گویا حکمۃ یہ تھا کہ یہ بزدل لوگ جو فرعونیوں کی ذلت کے عادی ہو گئے ہیں گذر جاویں اور انکی اولاد باقی رہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان نبوت میں بھی ابوجہل و ابولہب وغیرہ ایمان نہ لائے جنہیں بہت پستی رچ گئی تھی لیکن اللہ تعالےٰ نے انکو باوجود سرکشی کے ہلاک نہیں فرمایا کیونکہ اوسنے انکی اولاد میں صالحین مقدر فرمائے تھے اسیطرح ان اسرائیلیوں کو بھی اسی جنگل میں محبوس رکھا کہ ہر چند کوشش کرتے تھے مگر نہیں نکل سکتے تھے حتی کہ بھوک پیاس سے مرنے لگے آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو اللہ تعالےٰ نے محنت انکو سامان معیشت عطا فرمایا جسکا احسان ان آیات میں مذکور ہے کما قال تعالیٰ۔ **وظللنا علیکم الغمام**۔ یعنے یاد کرو اس نعمت کو کہ ہمنے تم پر غمام کا سایہ کیا۔ ف۔ غمام جمع غمامہ کیونکہ وہ آسمان کو غم یعنے مستور کرتا ہے اور وہ ابر سپید تھا جسنے تیہ میں سایہ کردیا تاکہ یہ لوگ حرارت آفتاب سے محفوظ رہیں (رواہ النسائی عن ابن عباس رض) اور یہی ابن عمر رض و ربیع بن انس و ضحاک و سدی سے منقول ہے (ابن ابی حاتم) امام ابن جریر نے کہا کہ دیگر علمائے سلف نے بیان فرمایا کہ یہ غمام بنسبت تمہارے ابر کے زیادہ ٹھنڈا و خوشگوار تھا۔ ف۔ مجاہد رح نے فرمایا کہ یہ غمام صرف انھیں لوگوں کو حاصل ہوا ہے۔ (ابن ابی حاتم) اور ابن جریج کی روایت میں ہے کہ جنگ بدر کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کو بھی ملائکہ اسی غمام میں آئے تھے (سلفیہ) پس اللہ تعالےٰ نے اونپر غمام کا سایہ کیا اور روشنی کے واسطے روایت ہے کہ رات کو ایک عمود بلند قائم ہو جاتا تھا جس سے تمام تیہ روشن رہتا تھا رہا کھانے پانی کا بیان تو وہ آیندہ آیات میں مذکور چنانچہ کھانے کی نسبت فرمایا۔ **وانزلنا علیکم المن والسلویٰ** ط۔ اور ہمنے تم پر من وسلویٰ اوتارا۔ ف۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ من کے بارہ میں عبارات مفسرین مختلف ہیں چنانچہ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی کہ من ایک چیز تھی جو درختوں پر گرتی تھی اور یہ لوگ صبح کو جاکر جسقدر چاہتے تھے کھاتے تھے مجاہد رح نے فرمایا کہ گویا وہ ایک قسم کا گوند ہے اور عکرمہ نے کہا کہ گاڑھے شیرہ کی شکل میں اوس کی طرح گرتی تھی سدی نے کہا کہ زنجبیل کے درخت پر پڑتی تھی قتادہ رح نے کہا کہ اسی تیہ میں برف کی طرح گرتی تھی جسکا رنگ دودھ سے زیادہ سفید اور مزہ شہد سے زیادہ شیرین تھا وہ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک گرتی جسمیں سے آدمی اسی روز کی قدر کفایت

لے لیتا حتی کہ اگر زیادہ لیتا تو بگڑ جاتی تھی ہاں جمعہ کے روز البتہ جمعہ و سنیچر دو روز کے واسطے لیتا تھا جو سنیچر کو نہیں بگڑتی تھی کیونکہ سنیچر اونھون نے عبادت کے واسطے اختیار کیا تھا جسمین معیشت کے واسطے نہین اوٹھتے تھے مترجم کہتا ہی کہ شاید اس لائق بھی تھی کہ پانی مین گھول کر پی جاوے چنانچہ ربیع بن انس نے کہا کہ وہ شہد کے مانند تھی جسکو پانی مین گھول کر پیتے تھے لیکن وہب بن منبہ کا قول ہی کہ وہ باریک میدہ کے مانند روٹی تھی اور ابن جریرؒ نے شعبی سے روایت کی کہ یہ تمہارا شہد اوس من کے ستر جزو مین سے ایک جزو ہی شیخ ابن کثیر نے اس مقام پر طرق کثیرہ کے ساتھ یہ حدیث ذکر فرمائی کہ کماۃ بھی منّ مین سے ہی اور اوسکا پانی آنکھ کے واسطے شفا ہی (بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہم) اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین سے کچھ لوگون نے کہا کہ کماۃ تو زمین کی چیچک ہی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی (الترمذی والنسائی) اور حدیث ابوسعید رضی اللہ عنہ مین اسقدر زیادہ ہی کہ عجوہ جنت سے ہی (النسائی) مترجم کہتا ہی کہ مشہور یہ کہ کماۃ یہی ہی جسکو کھنبی یا دھرتی کا پھول کہتے ہین اور حدیث انس رضی اللہ عنہ مین وارد ہی کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذہن دوڑا یا کہ قولہ تعالے۔ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض مالہا من قرار الآیۃ۔ مین شاید یہی کھنبی مراد ہی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کماۃ تو من سے ہی اور اسکا پانی آنکھ کے واسطے شفا ہی اور عجوہ جنت سے ہی اور اسمین زہر سے شفا ہی۔ (ابن مردویہ) رہا بیان سلوی تو ابن عطیہؒ نے کہا کہ مفسرین کا اجماع ہی کہ وہ پرند ہی لیکن قرطبی نے کہا کہ اجماع کا دعوی نہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ مورجؒ وجوہری وغیرہ بعض نے کہا کہ وہ شہد ہی مترجم کہتا ہی کہ جن لوگون نے شہد کہا شاید اونھون نے سلوان قریہ کی جانب شہد منسوب ہی اوسکو بیان کیا ہی اور آیت مین وہ سلوی مراد ہی جو وہان نازل ہوا پس شاید مفسرین متفق ہون کہ آیت مین سلوی پرند ہی واللہ تعالے اعلم۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ سلوی ایک پرند تھا جو مشابہ سمانی کے تھا۔ مترجم کہتا ہی کہ سمانی مشہور یہ کہ یہی لوا ہی جو بٹیر کی قسم سے ہی اور یہی قول سدی نے ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ و ایک جماعت صحابہ سے روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے بسند جید ابن عباسؓ سے روایت کی کہ سلوی یہی سمانی ہی اور یہی مجاہد و شعبی و ضحاک و حسن و عکرمہ و ربیع بن انس رحمہم اللہ تعالے سے مروی ہی اور عکرمہ سے دوسری روایت یہ کہ سلوی ایک جنتی پرند سے مشابہ تھا جو گوریا سے بڑا ہوتا ہی اور قتادہؒ نے کہا کہ سلوی ایک پرند مائل بسرخی تھا جو ہوا سے جنوب اونکے پاس لاتی اور آدمی ایک روز کی مقدار اوسمین سے ذبح کر لیتا اور اگر زیادہ رکھتا تو وہ بگڑ جاتا تھا سوائے روز جمعہ کے کہ سنیچر کے واسطے جو کچھ رکھ لیتے وہ نہین بگڑتا تھا۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ سلوی ایک پرند ہوتا ہی کہ اوسکا موٹا تازہ کبوتر کے مشابہ ہوتا ہی اور ایک روایت مین وہب نے کہا کہ بنو اسرائیل نے موسی علیہ السلام سے گوشت کی درخواست کی (بعض روایت مین ہی کہ ہم من کی شیرینی سے اکتا گئے آپ دعا کرین کہ ہمکو گوشت ملے) تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ مین اونکو بہت ہلکا گوشت دونگا (تاکہ انکے دل نرم ہون) پس اللہ تعالے نے ہوا کو حکم دیا کہ وہ سلوی انکے مساکن مین اوڑا لائی اور سلوی یہی سمانی ہی پس وہ میل در میل طول و عرض مین بچھا دیتی اور ایک نیزہ اونچائی ہوتی تھی اور حکم تھا کہ ایک ہی روز کے واسطے لیوین مگر اونھون نے خیانت کرکے اوسکو جمع کیا تو گوشت سڑنا شروع ہوا۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث شریف مین بھی آیا کہ۔ لولا بنو اسرائیل لم یخنز اللحم یعنے اگر بنی اسرائیل نہوتے تو گوشت گندہ نہوتا (صحیح مسلم) الحاصل اللہ تعالے نے اونکو بغیر محنت و مشقت کے لطیف غذا من و سلوی عنایت فرمائی تاکہ سایۂ غمام مین شکر ادا کرین اور فرمایا۔ **كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ** - کھاؤ طیبات رزق سے جو ہمنے تمکو عطا کیا ہی۔ اگر طیبات یعنے حلالات کے ہی تو تاویل یہ ہوگی کہ سمانی کو ذبح کرکے کھاؤ اور مردار نہ کھاؤ یا من کو ذخیرہ اور گوشت کو گندہ مت کرو کیونکہ اونکو جو ملیں تھی وہ کل حلال تھی یا اضافت بیانیہ ہو یعنے یہ رزق جو ہمنے تمکو عطا کیا کہ وہ حلال ہی اسمین سے کھاؤ اور اگر طیبات یعنے لذیذ ہی تو اضافت بیانیہ ہی یعنے اس رزق مین سے جو کہ لذیذ ہی کھاؤ بہر حال یہ حکم بطور عبادت نہین ہی بلکہ بطور اباحت و احسان ہی جیسے کوئی شخص اپنے

غلاموں کو غذائے نفیس کا ڈھیر دیکر کہے کہ لو عزیزو اس غذائے لطیف سے خوب کھاؤ پھر اوپر معلوم ہوا کہ اونھوں نے من و سلوی کا ذخیرہ کرکے برباد کیا جس سے یہ نعمت منقطع ہوگئی جیسا کہ شیخ سیوطیؒ نے لکھا یا اونھوں نے قدر نہ کی بلکہ گیہوں و مسور و لہسن و پیاز وغیرہ مانگا چنانچہ آیندہ آویگا یا بقول شیخ ابن کثیرؒ ان لوگوں کو شکر کرنے و فرمانبرداری کا حکم تھا انھوں نے اوسمیں مخالفت کرکے ظلم کیا قال تعالیٰ۔ وَمَا ظَلَمُونَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ۔ اور ہمارا کچھ نقصان نہیں کیا بلکہ یہ لوگ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ ف کیونکہ کشتی یا نافرمانی کرنیکا وبال انھیں پر پڑتا تھا اور نہایت آرام سے جو غذا اونکو ملتی تھی اوسکو چھوڑکر گیہوں جو و مسور و پیاز وغیرہ کے واسطے محنت کرکے تکلیف اوٹھانا اونھیں پر لازم آیا۔ ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جو لباس اونکو عطا فرمایا اوسمیں واضح کرامت دیدی کہ وہ پھٹتا نہ تھا اور نہ میلا ہوتا تھا اور بچوں کے بدن کے موافق بڑھتا جاتا تھا رہا پانی کا بیان تو سدیؒ کی روایت میں ہی کہ جب اونھوں نے پانی مانگا تو اللہ تعالیٰ نے موسی علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے عصا سے پتھر کو مارو تو اوسمیں سے بارہ چشمے جاری ہوے چنانچہ آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ آیئے قولہ تعالیٰ واذ استسقی موسی لقومہ کی تفسیر میں اسکا بیان آویگا۔ (تنبیہ) علماء نے فرمایا کہ تیہ کے اندر قید ہونا بنی اسرائیل کے واسطے سرکشی کی سزا تھی اور موسی و ہارون علیہما السلام کے واسطے رحمت تھی اور حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ ہارون علیہ السلام نے تیہ میں انتقال فرمایا اور اونکے ایک سال کے بعد موسی علیہ السلام نے بھی انتقال کیا اپنے انتقال کے وقت حضرت موسی علیہ السلام نے دعا کی کہ الٰہی مجھکو بیت المقدس سے اسقدر نزدیک کردیا جاوے جتنی مسافت کہ پتھر پھینکنے کی ہوتی ہی یعنے اگر بیت المقدس سے گوپھن میں پتھر پھینکا جائے تو وہاں گرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو اونکی قبر بتلاتا جو سرخ ٹیلے کے پاس ہی۔ (کما فی الصحیح) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کو جاتے ہوے موسی علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ ٹیلہ بیت المقدس سے مدینہ کی جانب واقع ہی پھر اس میعاد کے اندر بنی اسرائیل میں سے بھی سب وہ لوگ مرگئے جنکی عمر بیس برس سے زیادہ تھی اور باقی نوجوان بچے رہگئے جن پر حضرت یوشع علیہ السلام پیغمبر ہوے جنھوں نے اونکو ساتھ لیکر کفار عمالقہ پر جہاد کیا یہانتک کہ اونکو بالکل برباد کردیا کیونکہ اوسوقت جہاد میں یہ حکم تھا کہ بعد فتح کے کفار یا تو ایمان لاویں ورنہ بالکل قتل کردیے جاویں چنانچہ انبیاء بنی اسرائیل میں یہ حکم توریت دو ہزار برس تک برابر جاری رہا پھر جب حضرت عیسی علیہ السلام پیغمبر ہوے تو منجملہ اون احکام کے جو انجیل میں منسوخ کیے گئے یہ حکم جہاد بھی ہی اور باقی احکام توریت بدستور حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت میں بھی جاری رہے (تنبیہ) اونٹ کا گوشت اور دودھ اور چربی و شراب کا حرام ہونا اور جہاد کا فرض ہونا شریعت انجیل میں منسوخ ہوا مگر تعجب ہی کہ موجودہ نصرانی منسوخ ہونے کے معنے نہیں جانتے اور قرآن مجید پر بعض احکام منسوخ ہونے کا اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منسوخ ہونا جائز نہیں ہی کیا اللہ تعالیٰ پہلے نہیں جانتا تھا جو ایک حکم دیا پھر منسوخ کیا حالانکہ ان نادانوں سے کوئی شخص پوچھے کہ توریت تم پر فرض ہی اور کتاب الٰہی مانتے ہو پھر کیا نہیں جانتے ہو کہ یہ احکام منسوخ ہوگئے اور بیشک تم نہیں جانتے ہو کیونکہ تمکو نسخ کے معنے ہی نہیں معلوم ہوے بلکہ نسخ تو عین علم الٰہی کی دلیل ہی جسپر کوئی بات پوشیدہ نہیں ہی پس اوسنے اپنے علم غیب سے جانا کہ یہ حکم جو بالفعل دیا گیا ہی اسکے بعد میری قدرت میں فلاں وقت آویگا جب میں بندوں کی دوسری حالت قائم کرونگا تو اوسوقت کے واسطے یہ دوسرا حکم ہوگا پس پہلا حکم اوسنے اپنے علم سے ایک مدت تک کے واسطے دیا تھا جب وہ مدت گذری تو دوسرا حکم دیا جو اسکے علم میں سابق سے موجود تھا اور بندوں کو اسکی حکمت کبھی ظاہر و کبھی مخفی ہوتی ہی مثلاً عیسی علیہ السلام کی شریعت میں حکم جہاد منسوخ ہونے کی بعض حکمت یہ ظاہر ہی کہ نبوت عیسی علیہ السلام صرف بنو اسرائیل سے مخصوص تھی اور وہ لوگ معنی نبوت سے خوب واقف تھے تو انپر جہاد کی کوئی

ضرورت نہ تھی اور حضرت عیسی علیہ السلام سے بعض انجیل موجودہ مین یہ بشارت موجود ہی کہ جسکا خلاصہ یہ کہ میرے بعد محمود مقدس آویگا جسکی
جوتی کا تسمہ باندھنے کی میری لیاقت نہین ہی وہ مختار ہوگا کہ ناکارہ لوگون کو پھٹک کر تلوار سے آگ مین ڈالیگا۔ ھ۔ یہ بشارت خاص محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قطعًا ظاہر ہی کہ عرب کی جوتیان تسمہ دار ہوتی ہین اور آپ محمد محمود مختار ہین کہ جہاد سے آپ نے ناہنجار کفار کو فی النار
کیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (تنبیہ) جب معلوم ہوچکا کہ حضرت موسی وہارون علیہما السلام نے تیہ مذکور مین انتقال کیا تو ظاہر ہوا کہ جب
بنی اسرائیل نے من وسلوی جمع کرکے ناشکری کی تو اس ناشکری پر من وسلوی کا آنا موقوف نہین ہوا تھا جیسا کہ شیخ سیوطی رح نے گمان کیا ہی کیونکہ
اللہ تعالے نے فرمایا۔ واذ قلتم یاموسی لن نصبر علی طعام واحد الآیۃ۔ چنانچہ عنقریب اسکی تفسیر مین ظاہر ہوگا کہ اونھون نے اپنی خواہش سے من وسلوی
کی تبدیل چاہی تھی حتی کہ اونکو مصر یعنے ایک شہر مین جانیکا حکم ہوا جہان اونکو من وسلوی موقوف ہوکر اونکی خواہش کی چیزین مسور وجو وپیاز وغیرہ
ملین اور چونکہ یہ خطاب موسی علیہ السلام کو ہی تو یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ شہر بیت المقدس کے قریب نہین تھا کیونکہ بیت المقدس مین یہ لوگ بعد موسی
علیہ السلام کے داخل ہوے ہین اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مصر مذکور اسی تیہ کے احاطہ مین تھا البتہ بشرطیکہ تیہ مذکور سے نکلنے کی اجازت نہو اور شاید کہ مصر سے
ملک معروف مراد ہو تو ثابت ہوگا کہ پھر یہ لوگ بیت المقدس وشام سے محروم کرکے مصر کو واپس بھیجے گئے لیکن یہ بات صحیح نہین ہی کیونکہ جب موسی
علیہ السلام کا انتقال اسی جنگل مین ہوا تو صحیح یہی ٹھہرا کہ شہر مذکور بھی اسی جنگل کے احاطہ مین تھا اور یہ تحقیق یاد رکھنا چاہیے تاکہ آئندہ تفسیر آیات مین
تحقیقی مدد حاصل ہو واللہ تعالے الموفق والحمد للہ رب العالمین۔ بالجملہ اس تیہ مذکور مین گرفتار کرکے بنی اسرائیل کو عجائب آیات قدرت دکھلائین
اور اونکا یقین معرفت الٰہی ان دلائل قدرت سے کامل مستحکم کردیا تھا باوجود اسکے اونھون نے آئندہ بعض نافرمانیان کین اسیواسطے شیخ ابن کثیر رح
نے لکھا کہ بنو اسرائیل نے مصر مین بمقابلہ فرعون کے عجائب آیات قدرت کا معائنہ کیا اور نجات بحر قلزم وغرق فرعون مین غرائب معجزات دیکھے اور
تیہ مذکور مین طرح طرح کی کرامات مشاہدہ کین باوجود اسکے یقین باطن مین تزلزل ہوجاتا تھا اور یہین سے سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب
کی فضیلت دیگر انبیاء کے اصحاب پر ظاہر ہی کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ جہاد کے خطرات وقلیل جماعت سے بہت کثیر
مشرکین پر جہادات کرتے حالانکہ بھوک پیاس کی شدائد وتکلیفات اوٹھاتے مگر کمال معرفت ویقین مین اسقدر مرتبہ عالی رکھتے تھے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مین تعنت وسرکشی درکنار کبھی خلاف ادب بھی نہین کیا بلکہ کبھی بدون آپکی مرضی کے کوئی سوال بھی نہین کیا
چنانچہ غزوۂ تبوک مین باوجود سخت گرمی ومحتاجی قحط وسفر دور ودراز کے ساتھ حاضر رہے حالانکہ جب طعام کے سخت محتاج تھے حتی کہ ایک
چھوہارہ کئی آدمی باری باری سے اپنے منہ مین چوستے تھے کبھی طعام کا سوال نکیا حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اپنی زبان مبارک سے
سب کے زاد راہ طلب فرمائے اور اس تیس ہزار لشکر نے جب وہ جمع کیے تو صرف ایک گز کے درمیان جمع ہوے جتنی وسعت مین ایک بکری بیٹھ جاتی ہی
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ چاہی دعا فرمائی اور ایک چادر سے ڈھنکدیا کہ اوسکے نیچے سے یہ لوگ اپنے اپنے تھیلے وظروف بھر لے گئے اور
پانی کے سخت محتاج ہوے تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ایک لوٹا طلب فرمایا جسمین چند قطرات پانی تھا پھر اوسکے منہ پر اپنا
مبارک ہاتھ رکھکر جھکایا کہ لشکر والون نے اوس سے وضو کیا اور اپنی اپنی مشکین بھر لے گئے حتی کہ جانورون کو بھی سیراب کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ کمال
معرفت برکت کمال نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھی کہ آپ کے دیدار مبارک سے جو نور ایمان اونکے قلوب مین آتا تھا بکمال قبولیت و
رحمت الٰہی عزوجل اسقدر کامل تھا کہ ہزارون برس کی طاعت وعبادت کے ساتھ بھی کسی امت مین ممکن نہین وذلک فضل اللہ یوتیہ من
یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اور کیون نہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق حبیب رب العالمین سید الانبیاء والمرسلین

خیر الخلق اجمعین ہین تو آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی تمام پیغمبرون کے اصحاب سے افضل ہین اسطرح آپ کی حقیقی امتی بھی دیگر انبیا علیہم السلام کی حقیقی امتیون سے زائد ہونگے بلکہ جمیع انبیا کی مجموعہ امتون سے سہ چند زائد ہونگے والحمد للہ رب العالمین۔ پھر اللہ تعالے نے موجودہ یہود کی تہدید کے واسطے انکے بزرگون کی نافرمانی پر جو عذاب کیا وہ بھی یاد دلایا تاکہ انعام و تہدید دونون سے انکو تنبیہ کی جاوے کہ اگر یہ لوگ توریت کا عہد ترک کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاوینگے تو قیامت تک انپر غضب الٰہی کی حجت پوری ہوگی ــ

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا

اور جب کہا ہمنے داخل ہو اس شہر مین اور کھاتے پھرو اوس مین جہان چاہو محفوظ ہوکر اور داخل ہو

الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ ۚ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝

دروازے مین سجدہ کرکر اور کہو گناہ اتر سے تو بخشین ہم تمکو تقصیرین تمہاری اور زیادہ بھی دینگے نیکی والون کو

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا

پھر بدل لی بے انصافون نے بات سواے اوسکے جو کہہ دی تھی پھر اوتارا ہمنے بے انصافون پر

رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝

عذاب آسمان سے اونکی بے حکمی پر

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قریہ سے بقول صحیح ایلیا بیت المقدس مراد ہی اور لکھا کہ جب بنی اسرائیل ملک مصر سے موسی علیہ السلام کے ساتھ نکلے اور اونکو ملک شام مین جو زمین مقدس میراث یعقوب علیہ السلام ہی داخل ہونیکا حکم ہوا کہ عمالقہ پر جہاد کرکے اونکو مسلمان کرین یا انکو یا قتل کرڈالین اور خود ملک شام مین داخل ہوکر آباد ہون مگر اونھون نے نامردی کی حتی کہ ایک مدت تک جنگل مین بھٹکتے رہے اور اسی جنگل مین بنی اسرائیل کے بوڑھے لوگ مع موسی وہارون علیہما السلام کے انتقال کرگئے اور بعد موسی علیہ السلام کے یوشع علیہ السلام پیغمبر ہوئے تو اونھون نے بعد چالیس سال کے تیہ سے نکلکر بنی اسرائیل کے نوجوان بقیہ جماعت لیکر عمالقہ پر جہاد کیا اور اللہ تعالے نے فتح دی حتی کہ اونھون نے جمعہ کے روز قریب غروب آفتاب کے ایلیا بیت المقدس کو فتح کیا اور اسی مقام پر آفتاب غروب ہوا جاتا تھا اور سنیچر کا دن داخل ہونے کا خوف تھا حتی کہ یوشع علیہ السلام نے دعا کی اور آفتاب ٹھہر گیا تاکہ فتح پوری ہوگئی اور اونھون نے جماعت عمالقہ کو قتل کرڈالا پھر آفتاب غروب ہوا اور بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ تعظیم کے ساتھ اس قریہ مین داخل ہون چنانچہ فرمایا۔ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ۔ اور جب ہمنے حکم دیا کہ تم لوگ اس قریہ مین داخل ہو۔ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا۔ پس یہانسے جو کچھ چاہو وسعت کے ساتھ کھاؤ۔ ف یعنے تمپر کچھ ممانعت نہین ہی یہان ہرطرح کے اناج ومیوہ جات کثیرہ تمہارے واسطے مباح ہین۔ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا۔ اور داخل ہو دروازے مین درحالیکہ تم سجدہ کرتے ہوئے ہو۔ ف یعنے رکوع کی طرح جھکے ہوئے ہو یہی عوفی و سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی (ابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم) اور یہ مجاز متعین ہی اسواسطے کہ سجدہ کی حالت مین چلنا ممکن نہین ہوتا بلکہ سجدہ کا اطلاق دونون معنے پر آتا ہی یعنے جھک جانیکو بھی سجدہ کہتے ہین اور سر زمین پر رکھنے کو بھی سجدہ کہتے ہین گویا ابتداے سجدہ جھکنا اور انتہاے سجدہ زمین پر سر رکھ دینا ہی اسیواسطے جیسے ہماری شریعت مین سواے اللہ تعالے کے غیر کے واسطے بطور تکریم بھی سجدہ حرام ہی تو سلام کی حالت مین جھکنا بھی ممنوع ہی جیسا کہ حدیث مین مصرح ہی پس یہان سجدہ کے یہی معنے متعین ہین جنکے ساتھ

پہلا ممکن ہو حاصل ہی کہ اونکو حکم دیا گیا تھا کہ ملک تمام فتح ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اس طرح کہ قبلہ بیت المقدس کی جانب باب ایلیا سے داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کے لیے رکوع کرتے ہوے جاؤ **وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ** - اور کہتے جاؤ حطۃ - ف یعنے الٰہی ہم سے ہمارے گناہ حط فرما - یہی قول حسن و قتادہ ہی اور ابن عباس رضی نے کہا کہ حطۃ یعنے مغفرۃ - مترجم کہتا ہی کہ اسکا بھی ہی حاصل ہی یعنے اللہ تعالیٰ نے اونکو حکم دیا کہ سجدہ کرتے ہوے یہ کہتے جاؤ کہ الٰہی ہمارے خطائیں ہم سے حط فرما یعنے مغفرت فرما - **نَغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ** - تو ہم تمہاری خطائیں بخش دینگے **وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ** - اور محسنین کے واسطے ہم مزید فرماوینگے - ف یہان دو معنے ہین آول یہ کہ جو لوگ تم مین سے مرتبہ احسان پر پہونچے ہین یعنے اونکی خالص عبادت مین اکثر کشف و مشاہدہ ہی جیسا کہ صحیحین کی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما مین مرتبہ احسان کے معنے منصوص ہین تو حاصل یہ ہوگا کہ جو لوگ تم مین سے مرتبہ احسان پر پہونچے ہین اونکے خلوص و صفائے نیت پر ثواب مزید و کشف جمیل عطا ہوگا - دوم یہ کہ محسنین نیکوکار کے معنے مین ہو تو اونکے واسطے ترغیب دی گئی کہ جب تم لوگ اس حکم کی فرمانبرداری کروگے کہ سجدہ کرتے ہوے حطۃ کہتے ہوے داخل ہو تو تم لوگ محسنین ہو جاؤگے اور ہم ایسے محسنین کے واسطے مزید فرماوینگے کیونکہ بحکم قولہ تعالیٰ - لئن شکرتم لازیدنکم - ہر شکر گذار کے واسطے اللہ تعالیٰ نعمتون مین زیادتی فرماتا ہی خصوصاً جبکہ یہ لوگ گناہون سے پاک ہو گئے تو انکے اعمال کا ثواب بڑھ گیا پس اونکو وعدہ فرمایا کہ تمہاری اس شکر گذاری پر تمہارے واسطے ثواب جمیل و فتوحات دیگر حاصل ہونگے اسیواسطے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات حاصل ہوتی تھین تو جناب الٰہی عز و جل مین آپکا خضوع و خشوع بڑھ جاتا تھا چنانچہ سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح - مین بھی تسبیح و استغفار کا حکم ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز بھی غسل فرما کر آٹھ رکعت نماز پڑھی ہین - بعضے کہتے ہین کہ یہ نماز چاشت تھی اور بعضے کہتے ہین کہ نہین بلکہ نماز فتح تھی یہی راجح معلوم ہوتا ہی اسیواسطے ان علماء کے نزدیک مستحب ہی کہ جب سلطان کسی ملک کو فتح کرے تو داخل ہوتے ہی آٹھ رکعت شکر فتح ادا کرے چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے جب دار السلطنت کسریٰ کو فتح کیا تو آٹھ رکعت نماز شکرانہ پڑھی اور امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ صحیح یہ ہی کہ ہر دو رکعت کے درمیان سلام پھیرے اور بعض کے نزدیک ایک [illegible] بنی اسرائیل کو بطور شکرانہ یون حکم دیا تھا کہ بیت المقدس مین داخل ہوتے وقت تعظیم کی صورت مین رکوع کرتے ہوے اور زبان سے حطۃ کہتے ہوے داخل ہون تاکہ ہم اونکی خطائین معاف کرین اور اونکے حق مین نعمت زیادہ کرین لیکن اونکو بجائے مغفرت و ثواب کے گیہون وغیرہ کی خواہش زیادہ تھی - مترجم کہتا ہی کہ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ شاید جنگل سے جب آبادی مین بھیجے گئے تو بھی وہان گیہون وغیرہ نہین ملے تھے کیونکہ اونھون نے مسور و لہسن و پیاز وغیرہ مانگا اور من و سلویٰ کو اوس سے بدلہ کرنا چاہا تو شاید گیہون وغیرہ ممنوع ہو جسکی خواہش بڑھی ہوئی تھی کہ بجائے مغفرت کے اوسکو مانگنے لگے کما قال تعالیٰ - **فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ** - پس بدل ڈالا اون لوگون نے جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا تھا بات کو سوائے اوسکے جو اونسے کہی گئی تھی - ف یعنے اونسے سجدہ کرتے ہوے حطۃ کی درخواست کرنے کو کہا گیا تھا سو اونھون نے اوسکو بدل ڈالا چنانچہ حدیث ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما مین ہی کہ بیٹھ کر چوتڑون کے بل گھسکتے ہوے اور وہ حبۃ فی شعرۃ کہتے تھے (بخاری و ترمذی نسائی ابوداؤد) براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سفہاء الناس یہ یہودی ہین کہ انسے کہا گیا تھا کہ اس دروازے مین سجدہ کرتے ہوے یعنے بحالت رکوع داخل ہو اور حطۃ یعنے مغفرۃ کہو مگر یہ لوگ چوتڑون کے بل گھسکتے چلے اور بجائے حطۃ کے حنطہ فی شعیرہ کہتے تھے یعنے سرخ گیہون بلین جنمین جَو ملے ہون - مترجم کہتا ہی کہ زبان عبرانی زبان عرب سے بہت مشابہ ہی چنانچہ عبرانی مین حطہ یعنے حطّ و مغفرت ہی جیسے عربی مین یہی معنے لیے جاتے ہین اور جیسے عربی مین گیہون کو حنطہ کہتے ہین ویسے ہی عبرانی مین کہتے ہین اور یہی تفسیر جماعت صحابہ

تابعین سے مروی ہی پس جب ونھون نے ایسے مقام تعظیم مین ایسی بے ادبی کی تو اللہ تعالے نے اونکو فوڑا سزا دہی چنانچہ فرمایا - فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ پس ہمنے نازل کیا اون لوگون پر جنھون نے ظلم کیا تھا آسمان سے رجز بوجہ اونکے فسق کرنے کے - ف یعنے فرمان سے باہر ہو کر یہ لوگ ظالم ہوے تو ہمنے ان لوگون پر آسمان سے رجز یعنے عذاب اوتارا اور یہ طاعون تھا - سیوطی رح نے لکھا کہ اس طاعون مین ستر ہزار یا کم ہلاک ہوے نووی نے لکھا کہ طاعون ہر ایسی وبا کو کہتے ہین جو عادتی امراض کے خلاف ہو اور اوسمین بہت سے لوگ مبتلا ہو جاوین مترجم کہتا ہی کہ طاعون عمواس جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت مین ملک شام مین پھیلا تھا وہ ایک دانہ مٹر برابر نکلتا تھا جسمین نہایت شدت سے سوزش و التہاب ہوتا تھا اور کبھی اوسکا گرد سیاہ پڑجاتا تھا اور وہ قاتل ہی - اور حدیث سعد بن مالک و اسامہ بن زید و خزیمہ بن ثابت مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک رجز عذاب ہی جسکے ذریعہ سے تمسے اگلے لوگون کو سزا دیگئی ہی (الصحیحین وغیرہ) اور حدیث حبیب بن ثابت مین ہی کہ جب تم کسی زمین مین طاعون کی خبر سنو تو وہان مت جاؤ اور اگر تم وہان موجود ہو اور اوسوقت یہ طاعون پھیلے تو وہان سے بوجہ طاعون کے مت نکلو (کما فی الصحیحین) علما نے لکھا کہ شاید شیطان وسوسہ دلاویگا کہ وہ نکلنے سے بچ گیا یا وہان آنے سے مبتلا ہو گیا حالانکہ انکار تقدیر کفر ہی - اور حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ کوئی مرض متعدی نہین ہوتا ہی اور یہی حق صحیح ہی امام نووی نے لکھا کہ احادیث دیگر سے ثابت ہی کہ اللہ تعالے نے طاعون کو اس امت کے واسطے رحمت کر دیا ہی - مترجم کہتا ہی کہ امام ابو اسمعیل الازدی نے فتوح الشام مین بسند صحیح اسکو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور یہی حق صحیح ہی - (تنبیہ) ہان یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالے نے اس جسم کے ساتھ تصوری خواص کا دخل بقدر فرمایا ہی چنانچہ جزم و دہشت کے ساتھ جو تصور انسان پر طاری ہو جائیگا بتقدیر الٰہی جسم مین وہی حالت پیدا ہونے لگتی ہی اور اطبا محققین بھی اسی پر متفق ہین حتی کہ اگر ایک شخص تندرست کو یہ خوف بیٹھ جائے کہ اوسکو دق ہو گئی ہی تو آخر اوسکو دق ہو جائیگی اور چاندگہن کے وقت اگر حاملہ عورت کو کٹا ہوا چاند دیکھکر خوف بیٹھ جائے تو کمزور حمل پر اسکا اثر طاری ہوگا حتی کہ اوسکے اطراف مین سے کوئی عضو مقطوع ہوگا اور اگر سفید کبوتر کے انڈے کو سیاہی لگا دین اور اوسکے سامنے سیاہ کبوتر کی شکل بنا دین کہ سیتے وقت برابر اوسکی نگاہ پڑتی رہے تو بچہ مین اثر ہو جاتا ہی اسیواسطے جذامی سے دور رہنے کا حکم ہی کہ اوسکا خوف و تصور بیٹھ جاتا ہی اور علی ہذا کل امراض مین یہی حکم ہی واللہ تعالے اعلم بالصواب اور پارۂ ہشتم مین قصہ موسی علیہ السلام مین یہ اثر مدلل مذکور ہی بالجملہ اللہ تعالے یہودیونکو یاد دلایا کہ اللہ تعالے کی نعمتون پر بیوقوفی سے ناشکری کرنا اونکا شیوۂ قدیم ہی جیسے تیہ مذکور مین اونکو دھوپ سے سایہ اور رات مین روشنی اور تن کا کپڑا اور کھانے مین من و سلوی دیا آخر اونھون نے ناشکری کی چنانچہ جس طرح اونکو پانی دیا وہ معجزہ بیان کرنے کے ساتھ اونکی ناشکری بھی بیان فرمائی لقولہ تعالے

وَإِذِ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا

اور جب پانی مانگا موسی نے اپنی قوم کے واسطے تو کہا ہمنے مار اپنے عصا سے پتھر کو پھر بہ نکلے اوس سے

عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَشْرَبَهُمْ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ

بارہ چشمے پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ کھاؤ اور پیو روزی اللہ کی

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَنْ نَصْبِرَ عَلَى طَعَامٍ

اور نہ پھرو ملک مین فساد مچاتے - اور جب کہا تمنے اے موسی ہم نہ ٹھہرینگے ایک کھانے پر

وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا

سو پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو نکال دے ہمکو جو اوگتا ہی زمین سے زمین کا ساگ اور ککڑی اور گیہون

وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا

اور مسور اور پیاز بولا کیا تم لیا چاہتے ہو ایک چیز جو ادنی ہی بدلے ایک چیز کے جو بہتر ہی اترو

مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَا سَأَلْتُمْ

کسی شہر مین تو تمکو ملے جو مانگتے ہو

واضح ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور ہر بیٹے کی نسل کو سبط کہتے پس موسی علیہ السلام کے ساتھ بارہ اسباط تھے۔ عصائے موسی مشہور ہی اور اوسکے بارہ مین اسرائیلی روایات ہین شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بعض روایت مین ہی کہ وہ درخت جنت کا تھا اور اوسکا طول دس ذراع بقدر قامت موسی علیہ السلام کے تھا اور دونون کان کیطرح اوسمین دو شعبے تھے جو اندھیرے مین چمکتے تھے اور اوسکا نام علیق تھا سراج و معالم مین کہا کہ یہ ابن عباسؓ کا قول ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ ابن عباسؓ نے بھی اسرائیلی روایات نقل فرمائی ہین اور مقاتل نے نقل کیا کہ اوسکا نام نبغہ تھا اور آدم علیہ السلام اوسکو جنت سے ساتھ لائے تھے اور وہ انبیاء علیہم السلام مین ترکہ میراث مین چلا آتا تھا یہانتک کہ شعیب علیہ السلام کو پہونچا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے نقل کیا کہ اس پتھر کی نسبت بھی یہی روایت ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ساتھ لائے تھے اور وہ متوارث ہو کر شعیب علیہ السلام کو پہونچا انھون نے مع عصا کے موسی علیہ السلام کو دیدیا اور بعض روایت مین ہی کہ ایک فرشتہ حضرت شعیب علیہ السلام کو امانت دے گیا تھا اور جب حضرت شعیب اپنی لاٹھیون مین سے موسی علیہ السلام کے دینے کے واسطے ہاتھ ڈالتے تو ہر بار یہی عصا ہاتھ آتا تھا اور بنی اسرائیل سے یہان دیگر روایات بھی ہین جنکی نقل کرنے مین کوئی فائدہ نہین ہی صرف اسقدر یقینی ہی کہ وادی ایمن مین حصول نبوت کے وقت موسی علیہ السلام نے انبساط حق عزوجل کے وقت عرض کیا کہ یہ میرا عصا ہی مین اسپر ٹیک دیتا ہون چنانچہ آخر تک سورۂ طہ وغیرہ مین انشاء اللہ تعالے آویگا اور اوسی مین اللہ عزوجل نے اژدہا بنانے کا معجزہ رکھا تھا اسی جہت سے وہ عصا کے معروف ہو گیا بالجملہ جب تیہ مذکور مین بنی اسرائیل پانی کے محتاج ہوئے تو موسی علیہ السلام سے درخواست کی کہ دعا کرین چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ۔ اور یاد کرو جب موسی علیہ السلام نے اپنی قوم کے واسطے پانی مانگا۔ ف یعنے جناب باری تعالے مین التجا کی کہ من و سلوی کی طرح ان پیاسون کو پانی بھی عطا ہو تو اظہار کمال قدرت الٰہی کیا گیا تاکہ ان لوگون کا اعتقاد درست ہو فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ۔ پس ہمنے فرمایا کہ اپنے عصا کے ساتھ پتھر کو مار۔ ف۔ یہ وہی عصا ہی جسکا ذکر اوپر ہوا اور رہا پتھر تو ابن عطیہ نے کہا کہ مفسرین کے نزدیک بلا خلاف مربع پتھر تھا کہ جب موسی علیہ السلام اوسکو مارتے تو اوسکے ہر جانب سے تین چشمے ٹپکنے لگتے تھے اور جب ان لوگون کو پانی کی حاجت پوری ہو جاتی تو خشک ہو جاتے تھے زمخشری نے بعبارت اس روایت کے زیادہ کیا کہ بنی اسرائیل آپسمین کہنے لگے کہ اگر یہ پتھر گم ہو جائے تو ہم لوگ پیاسے مرنے لگین پس اللہ عزوجل نے وحی فرمائی کہ صرف پتھر سے کلام کرین اور عصا نہ مارین تاکہ ان لوگون کو سمجھ حاصل ہو یون ہی ابن کثیرؒ کے نسخے مین مذکور ہی اور مترجم کہتا ہی کہ شاید صحیح عبارت یہ ہی کہ بنی اسرائیل آپسمین کہنے لگے کہ اگر یہ عصا گم ہو جاوے تو ہم لوگ پیاسے مرنے لگین اور شاید کہ وحی مین یہ ہو کہ ہر ایک پتھر سے کلام کرین کہ پانی نکلیگا تاکہ ان لوگون کو معلوم ہو کہ یہان نہ عصا کی ضرورت ہی اور نہ کسی پتھر کی خصوصیت ہی اور زمخشری نے لکھا کہ حسن

بصری رحمہ سے روایت ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس پتھر کو چاہتے مارتے کسی پتھر کی خصوصیت نہ تھی اور کہا کہ یہ امر بنظر کمال معجزہ مناسب ہی اور اسمین اظہار قدرت زائد ہی پس اس تقدیر پر معنے یہ ہوے کہ ای موسیٰ اپنے عصا سے کسی پتھر کو مار لیکن الحجر مین الف لام جنس ہی اور اسرائیلی روایات سے ظاہر ہوتا ہی کہ الف لام معرفہ ہی یعنے وہ پتھر معین تھا چنانچہ حدیث الفتون مین ابن عباس رض سے منقول ہی کہ لشکر بنی اسرائیل کے درمیان ایک مربع پتھر رکھدیا گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اسی پتھر کو مارین کہ اسکے ہر طرف سے تین چشمے ٹپکنے لگے اور بارہ اسباط مین سے ہر سبط کو جس چشمے سے اوسکو پانی ملنا چاہیے بتلا دیا گیا (نسائی و ابن جریر و ابن ابی حاتم) اور عطیۃ العوفی نے کہا کہ اونکے واسطے ایک پتھر بیل کے سر برابر معین کر دیا گیا تھا کہ اوسکو اپنے ساتھ رکھتے تھے جب کسی منزل مین اوترتے تو موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے سے اوسمین سے بارہ چشمے جاری ہوتے تھے پھر جب اس منزل سے روانہ ہوتے تو پانی خشک ہو جاتا اور اوسکو لادکر ساتھ لیجاتے ۔ عطاء خراسانی نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے ساتھ ایک پتھر تھا جو ہارون علیہ السلام کی حفاظت مین رہتا تھا جب پانی کی ضرورت ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام اوسمین عصا مارتے تھے اور حضرت قتادہ رحمہ نے فرمایا کہ یہ پتھر کوہ طور سے تھا ۔ مترجم کہتا ہی کہ ان روایات کے موافق ایسا ظاہر ہوتا ہی کہ جب نزول توریت کے بعد جہاد شام کا حکم ہوا تو ان بیابانون مین پانی کے اہتمام کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اونکو یہ پتھر دیا ہو لیکن ظاہر سیاق کلام اس امر کو مقتضی ہی کہ یہ معمولی بات نہ تھی بلکہ جب اس جنگل مین پھنسے اور پانی کے محتاج ہوے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ابتدائی درخواست فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم اور بعض نے کہا کہ یہ وہی پتھر ہی جسکے ذریعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کی بدگمانی دور کیگئی تھی جسکا بیان قولہ تعالیٰ ۔ فبرأہ اللہ مما قالوا و کان عند اللہ وجیہا الآیۃ ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور یہان سے ایک تنبیہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس پتھر کا واقعہ زمانہ قیام مصر مین ہوا اگر یہ وہی پتھر ہو کیونکہ تیہ مذکور مین موسیٰ علیہ السلام نے انتقال فرمایا فاحفظہ ۔ زمخشری نے نقل کیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام اس پتھر کو مارتے تو پانی جاری ہوتا تھا اور جب پانی کی ضرورت نہوتی تو آپ پھر عصا مارتے کہ وہ خشک ہو جاتا تھا واللہ تعالیٰ اعلم ۔ مترجم کہتا ہی کہ اس صورت مین اظہار قدرت کی تکمیل زائد ہی کیونکہ اوسی سے پانی جاری ہوا اور اوسی سے منقطع ہوا تو یہ محض قدرت الٰہی عز و جل ہی الحاصل جب موسیٰ علیہ السلام نے پانی کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے حکم کیا کہ اپنے عصا کو پتھر پر مارین پس موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل فرمائی اور پتھر کو عصا مارا ۔ بعض نے لکھا کہ بارہ دفعہ مارا جیسا کہ سراج مین عطاء سے منقول ہی ۔ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۔ پس بہ نکلے اوسمین سے بارہ چشمے ۔ ف ۔ اور سورۂ اعراف مین ۔ فَانْبَجَسَتْ ۔ ہی جسکے معنے یہ ہین کہ پسیج کر ٹپکنے لگے ۔ زمخشری و امام ابن کثیر و خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ پہلے اوسمین سے ٹپکنا شروع ہوتے پھر کثرت سے ہوکر روان ہو جاتے اسیواسطے خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اوفق یہ ہی کہ یہ چشمے روان ہو کر ہر سبط بنی اسرائیل کے یہان پہونچتے تھے جس سے ہر سبط کو اپنا چشمہ معلوم ہو جاتا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۔ پہچان لیا ہر گروہ نے اپنا گھاٹ ۔ ف ۔ یعنے ہر سبط بنی اسرائیل کو اپنا چشمہ بخوبی معلوم ہو گیا جہان سے وہ پانی لیوین ۔ اظاہر ہو گیا کہ اونکو کھانا کپڑا پانی سایہ روشنی سب اپنے فضل سے عنایت فرمائین اور ارشاد فرمایا کہ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے رزق سے کھاؤ اور پیو اور مفسد ہو کر زمین مین فساد مت پھیلاؤ ۔ ف ۔ اور فساد کے اقسام ہین از انجملہ یہ کہ اعتقاد توحید مین وسوسہ شیطان قبول کرے مثلاً موسیٰ علیہ السلام سے معبود مقرر کرنے کو کہا اور اعمال مین نافرمانیان کین مثلاً احکام توریت قبول کرنے سے انکار کیا جہاد سے پہلو تہی کی اور چونکہ

چالیس برس تک اونپر داخلہ شام حرام کر دیا تھا لہذا اسوقت یہ تاکید نہین فرمائی کہ جاؤ جہاد کرو (**تنبیہ**) اضرب بعصاک الحجر - حکم بصیغہ امر ہی اور - فانفجرت - بفا رتعقیب فعل موسی علیہ السلام پر ہی یعنے فضرب فانفجرت یعنے حکم کے موافق موسی علیہ السلام نے پتھر کو مارا پس چشمے جاری ہوئے اور بعینہ اسکی نظیر قولہ تعالے - اضرب بعصاک البحر فانفلق الآیۃ - واقع ہوئی ہی یعنے اپنے عصا کے ساتھ سمندر کو مار پس موسی علیہ السلام نے مارا تو وہ پھٹ گیا قولہ - تعثوا مشتق از عثی بمعنے فساد کرنا تو - لاتعثوا - کے معنے تم فساد مت کرو پس قولہ مفسدین بطور تاکید کے حال واقع ہی آپ جاننا چاہیے کہ جب بنی اسرائیل نے موسی علیہ السلام کے ساتھ جہاد کرنے مین نافرمانی کی تو اللہ تعالے نے اونکو ہلاک نہین کیا کیونکہ قدرت آلہی مین انکی نسل سے فرمانبردار مومنین مقدر فرمائے تھے پس انکو کھانے پینے کو دیا جو بغیر محنت و مشقت انکو حاصل ہوتا تھا اور جس شخص کو فنائے دنیا و بقائی آخرت کا یقین ہی اوسکو فارغ البال بندگی کرکے درجات کے حاصل کرنے کا بہت اچھا موقع ہی جبکہ فساد نکرین اور اس نعمت کی قدر نکرنا بھی فساد مین داخل ہی لیکن ان لوگون نے آخر اس پر صبر نکیا اور رحمت آلہی دیکھو کہ اللہ تعالے نے اوسکو بھی معاف فرمایا چنانچہ اس احسان کو یاد دلایا بقولہ تعالے - **وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ** اور یاد کرو جب تمنے کہا اے موسی ہرگز ہم ایک ہی طعام پر صبر نہین کرینگے - **ف** ایک ہی طعام سے اونکی یہ مراد تھی کہ ہر روز ہمکو یہی من و سلوی ملتا ہی اگرچہ درحقیقت یہ دو طعام ہین - **فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّاۗىِٕهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا** - سو پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ نکال دے ہمکو جو اوگتا ہی زمین سے زمین کا ساگ اور ککڑی اور گیہون اور مسور اور پیاز - **ف** - ابن مسعود رضہ کی قراءت مین بجائے فوم کے ثوم واقع ہوا یعنے لہسن اور ابن عباس و مجاہد و ربیع بن انس و سعید بن جبیر نے کہا کہ فوم بمعنی لہسن ہی اور دیگر مفسرین نے کہا کہ فوم بمعنی گیہون ہی اور یہی ابن عباس سے دوسری روایت ہی اور ابن عباس رضہ نے کہا کہ یہی بنی ہاشم کی زبان ہی اور جوہری نے صحاح لغت مین یہی معنے لکھے ہین پس یہ کل قریش کی زبان ہی اور قرطبی نے عطاء و قتادہ سے نقل کیا کہ فوم ہر ایسے اناج کو کہتے ہین جس سے روٹی پکائی جاوے حسن بصری رح نے فرمایا کہ ان لوگون نے نعمت آلہی کی ناشکری کی اور جس لائق تھے وہی چیزین مانگین مترجم کہتا ہی کہ ان چیزون کو جسم خاکی و زبان کے مزے مین دخل ہی تو یہ لوگ لطافت نورانیت کی بنسبت مادی کدورت کی جانب زیادہ میل کرتے تھے واللہ تعالے اعلم اور من و سلوی مین حلواء کی لطافت مناسب نورانیت ہی بدلیل آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلاوت کو زیادہ پسند فرمایا ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ آپ حلواء و شہد کو پسند فرماتے تھے (بعض الصحاح) اور سلوی لطیف گوشت پرند ہی اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دست کا گوشت زیادہ پسند فرماتے تھے اور حضرت ام المومنین عائشہ رضہ نے بیان فرمایا کہ آپکی پسندیدگی گوشت ذراع کو صرف اسوجہ سے تھی کہ وہ لطیف ہوتا ہی اور جلد گل جاتا اور ہضم ہو جاتا ہی (کما فی الصحیح) پس اونھون نے اشرف کو چھوڑکر ادنی کو اختیار کیا لہذا حضرت موسی علیہ السلام نے انکی اس پسند پر انکار فرمایا - **قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ** - کہا کیا تم لیا چاہتے ہو ایسی چیز کو جو ادنی ہی بدلے ایسی چیز کے جو بہتر ہی - **ف** یعنے موسی علیہ السلام نے اونکی رائے کا عیب اونکو بتلایا کہ تم لطیف بابرکت رزق آلہی کو جو بے محنت و مشقت تمکو ملتا ہی جسکے ساتھ تم ہر طرح درجات آخرت حاصل کرنے کے واسطے فارغ البال ہو اور اوسکا مزہ و لطافت مناسب نورانیت ہی اسکو چھوڑکر ادنی درجہ کی چیزون کو مانگتے ہو جو صرف اسی جسمانی زبان کے مزے سے متعلق ہین حالانکہ یہ جسم عنقریب فانی ہو جائیگا باوجود اسکے وہ حاصل کرنے مین مشقت و تکلیف اوٹھاؤگے اور عبادت سے مجبور ہو گے پس اپنی رائے ناقص سے کیونکر اوسکو پسند کرتے ہو لیکن اونھون نے نمانا اور اسم

حضرت موسی علیہ السلام نے دعا فرمائی تو حکم الٰہی پہونچا کہ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ - اوترو کسی شہر مین تو تمکو ملے جو مانگتے ہو - ف - مصر کے اصل معنے شہر کے ہین اور یہ ایک خاص ملک کا بھی نام ہی جہان فرعون حاکم تھا اور وہین سے بنی اسرائیل نکلکر آئے تھے لیکن عربی زبان مین اوسکو ایسے مقام منصوب مین جیسے آیت مین واقع ہوا ہی مصر بدون الف لکھتے ہین اب دیکھا جاوے کہ آیت کریمہ مین مصر سے کیا مراد ہی یعنی خاص ملک مصر یا بمعنے شہر ہے - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم لکھوائے سب مین مصرًا تنوین کے ساتھ بالف لکھا ہوا ہی اور یہی جمہور سلف وخلف کی قراءۃ ہی یعنے قراءات متواترہ بھی اسی پر متفق ہین حتی کہ امام ابن جریر نے کہا کہ اجماع مصاحف کی دلیل سے مین جائز نہین رکھتا ہون کہ کوئی شخص - اهبطوا مصر بغیر الف وتنوین پڑھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اسکی تفسیر مین کہا کہ معنے یہ ہین کہ شہرون مین سے کسی شہر مین اوترو (ابن ابی حاتم) اور اسیکے موافق سدی وقتادہ وربیع بن انسؒ سے مروی ہی لیکن ابن جریر نے فرمایا کہ ابی بن کعب وابن مسعود رضی اللہ عنہما کی قراءۃ مین مصر بغیر الف ہی اور ابو العالیہؒ واعمش سے اور ایک روایت ربیع بن انس سے وارد ہوئی کہ اس سے مراد مصر فرعون ہی پھر ابن جریر نے کہا کہ «مصرًا» بتنوین الف کی صورت مین بھی محتمل ہی کہ مراد مصر فرعون ہو کیونکہ کبھی قراءۃ مین اوسکو تنوین دیدیتے ہین جیسے قواریر مین قواریرًا کی بھی قراءۃ آئی ہی پھر شیخ ابن جریرؒ نے توقف کیا اور کہا کہ شاید مصر فرعون مراد ہو یا شہر دیگر مراد ہو امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ تردد ٹھیک نہین ہی بلکہ حق یہ ہی کہ شہر دیگر مراد ہی جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے تفسیر فرمائی ہی کیونکہ موسی علیہ السلام نے اون لوگون سے کہا تھا کہ جو کچھ تم مانگتے ہو یہ کوئی نفیس چیز قابل تردد نہین ہی بلکہ جس کسی شہر مین اوترو ملیگی - مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابن کثیرؒ نے جو اختیار کیا کہ سوا مصر کے دوسرا شہر مقصود ہی تو یہ محل تحقیق ہی چنانچہ معلوم ہوگا اگرچہ شیخ ابن کثیر کے نزدیک راجح یہ کہ بنی اسرائیل پھر مصر مین داخل نہین ہوے گویا استدلال کیا کہ اللہ تعالے نے بسبب نافرمانی کے بنو اسرائیل پر چالیس سال تک زمین مقدس یعنے شام مین داخل ہونا حرام فرمایا اور حدیث صحیح سے یہ بات ثابت ہی کہ موسی وہارون علیہ السلام نے اسی تیہ مذکور مین انتقال فرمایا پس اگر یہان مصر فرعون مراد ہو تو لازم آوے کہ یہ لوگ تیہ مذکور سے نکلکر ملک مصر مین گئے حالانکہ یہ درخواست واقعہ منصوص موسی علیہ السلام کے ساتھ ہی تو معلوم ہو گیا کہ موسی علیہ السلام مصر نہین گئے بلکہ اسی تیہ مذکور مین کسی شہر صغیر مین اوترے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ بیابان مذکور اپنے مضافات مین بہت سے دیہات وقصبات کو شامل تھا لیکن چھ لاکھ لشکر کثیر اس قابل نہین تھا کہ وہ کسی شہر خاص مین اوتارا جاوے تا کہ وہان دانہ چارہ کا قحط پڑ جاوے لہذا وہ لوگ تیہ مین رہے اور مضافات کے دیہات وقصبات سے نزدیک ہو کر ان چیزون کی کاشت وتردد سے یہ غذائین حاصل کین اور اسی تیہ مین موسی وہارون علیہما السلام نے انتقال فرمایا لیکن عند التحقیق ایسا معلوم ہوتا ہی کہ ہلاک فرعون کے بعد بنو اسرائیل ایک مرتبہ ملک مصر مین گئے کیونکہ قصۂ بقرہ وقتیل کا زندہ ہونا ودیگر واقعات اس امر پر دلالت کرتے ہین اگرچہ مصر سے آکر تیہ مذکور مین پھنسنے کے بعد مصر کو واپس گئے ہون واللہ تعالے اعلم ف ۲ - واضح ہو کہ جس طرح عالم محسوس مین ہر ایک کے مشارب علیحدہ مخصوص ہین مثلاً موسی علیہ السلام کے ساتھ اسباط بنی اسرائیل مین سے ہر ایک نے پانی مین سے اپنا مشرب پہچان لیا تھا اور جیسے افعال واحوال مین ہر ایک کے مشارب ہوتے ہین جیسے کسیکا مشرب تجارت ہی اور کسیکا صناعت ہی اور کوئی شاعر ہی اور کوئی خوشنویس حتی کہ شاعری میں مشارب بھی علیحدہ علیحدہ ہوتے ہین چنانچہ اہل فصاحت شعرا مین معروف ہین اسیطرح عالم آخرت مین لوگون کے مشارب علیحدہ علیحدہ ہوتے ہین مثلاً بعضے اہل عبادت ہین اور بعضے اہل علم ومعرفت ہین اور یہ باعتبار صفات قدس وافعال الٰہی عز وجل کے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہین حتی کہ اہل علم مین سے بھی ہر شخص کے واسطے مشرب اجتہاد وتقلید علیحدہ علیحدہ ہوتا ہی شیخ جنیدؒ نے

فرمایا کہ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق چنانچہ سابق میں یہ روایت پوری مذکور ہوچکی ہے شیخ نے لکھا کہ یہ حضرت باری تعالیٰ عزوجل کی شانیں ہیں
ہر ایک کی نسبت خاص ہے بعضے مقام حیرت میں ہیں اور بعضے مقام منت میں اور بعضے مقام وصلت میں اور بعضے مقام فنا میں اور بعضے
مقام بقا میں اور بعضے مقام جلال وجمال میں اور بعضے مقام جبروت اور بعضے عالم ملکوت و بعضے مشاہد قدس و بعضے باغ انس میں اپنی
اپنی سیر کے مقام توقف پر متفاوت ہیں اور ہر ایک کے واسطے ازلی تقدیر نے اوسکا لکھا نے والا رکھا ہے وہی اوسکا مشرب وگھاٹ ہے اور
ابتدائی تفصیل مخلوقات میں دو طرح پر ہے جس سے دو فریق پیدا ہوگئے ہیں اول وہ کہ جنکا مشرب نفس امارہ ہے جو اس عالم محسوسات پر
فریفتہ اور یہیں سے پانی لیتا ہے پس یہ لوگ اہل کفر و اہل دنیا ہیں اگرچہ کافروں کے مشارب بھی بکثرت مختلف واقع ہوئے ہیں لیکن کل
اسی گھاٹ میں خوار ہونگے تو اونکی تفصیل میں وقت رائگان کرنا بیفائدہ ہے اور فرقہ دیگر وہ ہیں جو انقلاع قلب سے عقلی مشارب ملکوت
میں ہیں جنکی کچھ تفصیل اوپر بیان ہوئی اور وہ سب اپنے اپنے مقام پر بہتر ہیں لیکن اونکے درمیان بھی تفاوت زمین و آسمان ہوجاتا ہے
پس جنکا مشرب وانتہا عالم آخرت ہے اونمیں اور جنکا مشرب عرفان حق و وصلت ہے دونوں میں بہت بڑا تفاوت ہے اور سورۂ اعراف
میں انشاء اللہ تعالیٰ اسکی تحقیق وتوضیح آویگی (تنبیہ) امام رازی نے لکھا کہ بعضے فلاسفہ اس مقام پر انکار کرتے ہیں کہ ایک چھوٹے
مربع پتھر سے کیونکر بارہ نہریں جاری ہوسکتی ہیں امام رازی نے لکھا کہ شاید اس احمق کو آیات قدرت میں کچھ بھی غور نصیب نہیں ہوا
کیا نہیں دیکھتا ہے کہ بعضے پتھر یہ خاصیت رکھتے ہیں کہ بال گرا دیتے ہیں اور بعضوں پر ڈورا باندھکر جلاؤ تو آگ اثر نہیں کرتی ہے اور مقناطیس لوہا
جذب کرتا ہے پھر کیوں محال ہے کہ یہ پتھر زمین سے پانی جذب کرکے بہاوے یا ہوا جذب کرکے پانی بناوے۔ مترجم کہتا ہے کہ میں نے مقدمہ میں
تنبیہ کردی اور یہاں بھی دو دلیلیں بیان کرتا ہوں (اول) یہ کہ بنی اسرائیل چھ لاکھ سے زائد تھے جن پر یہ معجزہ طاری ہوا اور توریت میں اسکا
احسان رکھا گیا پھر اوسوقت سے برابر بنی اسرائیل کی کثرت ہوتی گئی اور نقل متواتر چلی آئی تو متواتر قطعی کا انکار کرنا بالکل باطل ہے پس اس
امر کا اقرار ضروری ہے کہ یہ محسوس واقعہ بیشک واقع ہوا تھا اور عصائے موسیٰ بیشک اژدہا ہوجاتا تھا اور توضیح یہ ہے کہ گذری انبیاء و بادشاہ
صرف بخبر متواتر ثابت ہوتے ہیں مثلاً حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کا وجود بدلیل متواتر ثابت ہے اور شرط تواتر یہ ہے کہ اول یہ امر از قسم
محسوسات ہو نہ از قسم اعتقاد دوم یہ کہ جن لوگوں کے سامنے موجود ہوا ہو وہ اس کثرت سے ہوں کہ عقلاً دروغ پر متفق ہونا باطل
ہو سوم یہ کہ یہ تواتر کسی زمانہ مابعد میں کم نہو پس حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کا وجود و عصائے موسیٰ و ید بیضا کا معجزہ اور پتھر سے پانی
جاری ہونا یہ سب محسوسات قطعًا متواتر ہیں کہ جس سے کوئی کافر بھی انکار نہیں کرسکتا ہے رہا یہ امر کہ وہ پیغمبر تھے تو یہ امر محسوس نہیں ہے کیا نہیں دیکھتے
ہو کہ جسوقت موجود تھے اوسوقت میں بھی فرعون وغیرہ نے انکار نبوت کیا تھا اسیطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود دنیاوی قطعی متواتر ہے
حتی کہ یہود بھی اس سے انکار نہیں کرتے ہیں اگرچہ اونکے نبی ہونے سے انکار کرتے ہیں اور واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دعوی الوہیت
متواتر نہیں ہے کیونکہ اول تو یہ غیر محسوس چیز دوم یہ عقیدہ نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تین سو برس پیچھے جب قسطنطین بادشاہ نے قوم
سب کو جمع کرکے حکم دیا تھا کہ اختلاف چھوڑکر ایک قول پر قائم ہوں تب سے نکالا ہے حتی کہ جن علمائے نصرانیہ نے اس عقیدہ پر دستخط نہیں کیے
وہ بیچارے سخت عذاب سے قتل کیے گئے تھے بالجملہ یہ امر ثابت ہوگیا کہ ان معجزات کا واقع ہونا قطعی ہے تو منکر کو اسکے انکار کی مجال نہیں تا
آنکہ مخالف بیشی ہی نہو (پس) استدلال یہ ہے کہ یہ معجزہ نہیں تھا جیسے نیچری انکار کرتے ہیں بلکہ فرعونیوں نے اوسی زمانہ میں انکار کرکے جادو قرار دیا تھا (دلیل
دوم) یہ کہ انکار کرنے والے دو قسم ہیں اول وہ کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کو خالق عالم مانتے ہیں تو اون پر حجت قطعی یہ ہے کہ خالق عالم کی قدرت

ہر چیز مین کمال ہی اور اگر نمانے تو لازم آویگا کہ وہ مجبور و ناقص ہی اللہ اوس سے بالاتر کوئی الوہیت والا ہی جو کسیطرح مجبور نہو اور ہر چیز پر اوسکا قبضہ تسخیر ہر وقت موجود ہی ورنہ لازم آویگا کہ مخلوقات کی چیزین خود مختار و اوسکے قبضہ سے باہر ہین پس معلوم ہوا کہ جیسے اوسنے بڑے پہاڑون سے پانی جاری کیا اور یہ حکمت اوسنے محسوس عادت رکھی ہی اسیطرح اوسکا اختیار ہی کہ چھوٹے پتھر سے پانی جاری کرے اور یہ خلاف عادت بطور معجزہ ہی اور قلب ماہیت اوسکے اختیار مین ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ عصاے موسی علیہ السلام اژدہا ہوجاتا تھا دوم فرقۂ منکرہ ہی جو اللہ تعالے سے منکر ہی اور اپنے آپ کو و دیگر مخلوقات کو اتفاقی خودرو گھاس کے مانند بتلاتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ عالم تو موجود ہین اور ہم اسکی ابتدا انتہا نہین جانتے حالانکہ باوجود اس جہالت کے ہر چیز کی نسبت اسباب قائم کرتے ہین یعنے یہ چیز اوس سببسے ہوتی اور وہ چیز اس سببسے ہوئی تو جب ہمنے ان واقعات کا وجود قطعی ثابت کردیا تو اوسپر لازم ہی کہ انکے اسباب بیان کرے کیونکہ انکے وجود سے انکار کرنا ممکن نہین ہی اور جب وہ انکے اسباب بیان نہین کرسکتا تو اسیکو معجزہ قدرت کہتے ہین اور مقدمہ مین مترجم نے مدلل انکا باطل ہونا بیان کردیا ہی جسکا اعادہ اس مقام پر باعث طول ہوگا صرف اسقدر تنبیہ کافی ہی کہ جب اوسکے نزدیک کوئی چیز بے سبب نہین ہوتی ہی تو لازم آئیگا کہ ان مخلوقات کا سبب کسی مقام پر منتہی ہو ورنہ غیر متناہی باطل ہی تو انتہا خالق عزوجل پر لازم ہی کیونکہ ہمنے مقدمہ مین مدلل ثابت کردیا کہ محسوسات غیر متناہی نہین ہوسکتے ہین اور جب یہ مخلوقات اپنی ذات مین ناقص ہین تو دوسرے کے پیدا کرنے کی قدرت بھی نہین رکھ سکتے کیونکہ جب اپنی ذات کا نقصان دور نکرسکے تو دوسرے کا پیدا کرنا اور اوسکا مادہ موجود کرنا بدیہی باطل ہی اور زیادہ تحقیق مقدمہ مین دیکھو القصہ جب بنی اسرائیل نے من و سلوی اور اس نفیس پانی و نفیس نعمتون پر صبر نکیا اور زمین کی ترکاریان وغیرہ مانگنے لگے تو اونکو آبادیون سے قریب جاکر کاشتکاری وغیرہ کی اجازت دی گئی اور یہ ناشکری اونپر لازم ہوگئی کہ اونھون نے عزت چھوڑکر ذلت اختیار کی اور اللہ تعالے نے اونکے باپ دادون کو حضرت موسیٰ و یوشع انبیاء بنی اسرائیل کی اتباع مین عالمین پر فضیلت عنایت کی تھی اور ملک شام و یمن و مصر وغیرہ سلطنتین اونکے سپرد فرمائین پھر اونمین ایسے ناخلف پیدا ہوے کہ اونھون نے توحید الٰہی چھوڑکر سخت دلی اختیار کی اور طاعت و عدل چھوڑکر انبیاء و صالحین کی قبرین پوجنے لگے حتی کہ اللہ تعالے نے ہر قوم و قبیلے و ہر شہر مین ایک ہی وقت مین بکثرت انبیاء مبعوث فرمائے جو اونکو برابر نصیحت کرتے اور اونکے خاص خاص علماے زاہد جو اونسے دنیا نہین چاہتے تھے بلکہ خالص اللہ تعالے کے واسطے نصیحت کرتے تھے اونکے دشمن ہوگئے بلکہ یہانتک نوبت پہونچی کہ جو کوئی دین توحید کی نصیحت کرتا اوسکو گمراہ سمجھتے بلکہ یہانتک نوبت پہونچی کہ انبیاء و صالحین کو قتل کرنے لگے چنانچہ اللہ تعالے نے اونکا انجام بیان فرمایا بقولہ تعالے

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا

اور ڈالی اونپر ذلت اور محتاجی اور کمالائے غصہ اللہ کا یہ اسپر کہ وہ تھے

يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ

نمانتے حکم اللہ کے اور خون کرتے نبیون کا ناحق یہ اس سے کہ بے حکم تھے اور حد پر نرہتے تھے

یعنے اللہ تعالے نے حضرت موسی و دیگر انبیاء علیہم السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو عزت و ثروت عطا فرمائی لیکن ناشکری کی خصلت نے آخر اونمین یہانتک نوبت پہونچائی کہ صریح شرک و نافرمانیان کرنے لگے اور انبیاء و صالحین کو قتل کرنے لگے تو اللہ تعالے نے اونکی فضیلت سلب کی اور فرمایا۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۔ اور ٹھپا دیگئی اونپر ذلت و مسکنت۔ ف یعنے ذلیل ہونا و مسکین ہونا اس طرح اونپر مضروب کردیا گیا جیسے روپیہ و اشرفی پر ٹھپہ ہوتا ہی کہ جہان کہین یہودی پایا جاوے اوسکے ساتھ ذلت

ومسکنت لازم ہوگی چنانچہ حسنؒ و قتادہؒ نے فرمایا کہ یہانتک ذلت پہونچی کہ مجوس فارس نے ان سے جزیہ لیا اور نصرانیوں نے مغلوب کیا یہانتک
کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے سچے ماننے والے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم نے اونکو اپنے تحت حکومت میں لیکر جزیہ پر
رکھا (عبد الرزاق) مترجم کہتا ہے کہ فارس کے مجوسی ان یہودیوں سے سخت برتاؤ کرتے تھے اور نصاریٰ لئے روم بھی بوجہ دشمنی کے انکو ذلیل و خوار
کرتے تھے یہانتک کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے نصاریٰ و مجوس کو مغلوب کیا تو ان پر سے مصیبت کچھ کم ہوئی اگرچہ ذلت و مسکنت جو انکے ساتھ
لازمی ہے بدستور باقی رہی۔ ابو العالیہ و ربیع بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسکنت سے مراد محتاجی ہے علماء نے کہا کہ محتاجی کے ٹھپے دیے جانے سے مراد یہ
کہ جب تم کسی یہودی کو دیکھو تو اوسکی صورت سے ظاہر ہوگا کہ بہت مسکین ہے اگرچہ وہ بہت مالدار ہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بخل انکے ساتھ لازم
ہوگیا۔ وَبَاۤءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۔ اور کمالائے غصہ اللہ کا۔ ف ضحاک و سعید بن جبیرؒ نے کہا یعنے اللہ تعالے کیجانب
سے غضب کے مستحق ہوئے۔ ربیع بن انسؒ نے کہا کہ غضب الٰہی اونپر طاری ہوگیا ابن جریرؒ نے کہا یعنے ان حرکات کا آخری مرجع بغضب الٰہی
ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ مظاہر غضب الٰہی وہی لوگ ہیں جو کفار ہوں پس ظاہر ہوا کہ جو شخص یہودیوں میں سے اپنے بدکار باپ دادوں کی تحسین پر
قائم رہے وہ رحمت ایمان سے محروم ہوگا لہذا تم دیکھتے ہو کہ یہودیوں میں سے بہت ہی کم مسلمان ہوئے بخلاف نصاریٰ کے کہ انمیں
بکثرت مسلمان ہوئے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ
یہ اسی جہت سے کہ یہ لوگ آیات الٰہی کا انکار کیا کرتے اور انبیا کو ناحق قتل کیا کرتے تھے۔ ف یعنے اسکو سزا سے شدید مت سمجھو
بلکہ اونکا گناہ عظیم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات قدرت و معجزات نبوت و آیات کتابی یعنے توریت سے پے در پے کفر کرتے جاتے اور انبیا علیہم السلام
کو ناحق قتل کرتے اسیواسطے ہمنے اونکو ذلت و مسکنت اور نزول غضب کی سزا دی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں ایک
مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پایا کہ مالک بن مرارہ رہاوی رضی اللہ عنہ اپنی حالت عرض کر رہے ہیں کہ یا رسول اللہ
آپ جانتے ہیں کہ مجھکو جسقدر اونٹ عطا ہوے ہیں یعنے فضل الٰہی سے انکی تعداد بہت ہے پھر بھی میرا دل نہیں چاہتا کہ کسیکو دو تسموں کے ساتھ
مجھپر فضیلت حاصل ہو تو کیا یہ بغاوت نہیں ہے یعنے حد سے تجاوز کرنے میں داخل ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بغاوت نہیں کہلاتی
ہے بلکہ بغاوت یہ ہے کہ اللہ تعالے کی نعمت پر اتراوے اور حق کی توہین کرے اور لوگوں کو اپنی نظر میں خوار سمجھے (رواہ احمد) یعنے حق کو رد کرے اور
لوگونکو اپنی نگاہ میں خوار سمجھے لہذا جب بنواسرائیل نے اس بغاوت کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالے نے اونکی ذلت آخرت کے ساتھ اونکی دنیاوی
ذلت بھی ملائی چنانچہ تم کبھی نہ پاؤگے کہ کوئی یہودی بادشاہ ہو اور اونکی کوئی جماعت صاحب قوت و شوکت قائم ہو اور یہ ذلت بمقابلہ اونکے
گناہ کے بہت کم ہے کیونکہ قتل پیغمبر بہت کبیرہ و شدید ہے اسیواسطے حدیث ابن مسعودؓ میں وارد ہے کہ قیامت کے روز سب سے بڑھکر عذاب اوس شخص کو
ہوگا جسکو کسی پیغمبر نے قتل کیا یا اوسنے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو اور اوس شخص کو جسنے گمراہی کی پیشوائی کی اور دوسرے شخص کو جسنے مورتیں بنائیں (رواہ
احمد) مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ ابی بن خلف کو سخت عذاب ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے واسطے جنگ
احد میں بڑی آمادگی سے دوڑا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو قتل کردیا تھا اور اسیطرح ابوجہل ان گمراہوں کا پیشوا بنا تھا جیسے فرعون
اپنی قوم کا پیشوا تھا اور واضح ہو کہ کسی پیغمبر کو قتل کرنا سوائے ناحق کے کبھی حق نہوگا پھر آیت میں یہودیوں کی فضیحت کے واسطے مصرح
بیان فرمایا کہ انبیا کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایکبار بنی اسرائیل نے تین سو پیغمبروں کو ایک دن قتل کیا
اور اوسی دن آخر وقت اونکی ترکاریوں کا بازار لگایا (ابو داؤد الطیالسی) مترجم کہتا ہے کہ یہ بات متواتر ثابت ہے کہ یہودیوں میں ایک ہی وقت میں

ہر ہر محلہ و قریہ و ہر ہر قوم مین متعدد پیغمبر ہوا کرتے تھے جنپر اللہ تعالیٰ کی وحی آتی تھی لیکن یہ سب کتاب توریت کے تابع ہوتے تھے پس یہ لوگ شہوات دنیا مین ایسے منہمک ہوے کہ بادشاہ کے اتفاق سے یا بادشاہ کے حکم سے مانند یحییٰ علیہ السلام اور اونکے باپ زکریا علیہ السلام وغیرہ کے انھون نے ایک وقت مین اس قدر کثیر پیغمبر قتل کر ڈالے اور بعض مفسرین نے زیادہ کیا کہ جب یہ کیفیت ہوئی تو پہاڑون و جنگلون سے عابدون و زاہدون کی ایک جماعت کثیر نے آکر انکو سمجھایا اور ڈرایا کہ تم لوگون نے بہت بڑا گناہ کیا ہے اب بھی توبہ کرو ورنہ عذاب الٰہی نازل ہوگا پس اون لوگون نے ان سب کو بھی قتل کر ڈالا اور انھین واقعات سے شاہ روم جو فلسفی اعتقاد پر تھا انپر مسلط ہوا اور دوبارہ شاہ ایران جو مجوسی تھا انپر مسلط کیا گیا۔ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ یہ عذاب اسی سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ ف ان آیات سے موجودہ یہودیون کو تنبیہ فرمائی کہ تم لوگ بھی ہمیشہ ذلت و خواری مین رہوگے کیونکہ تم عہد توریت کے موافق عیسیٰ علیہ السلام کا اقرار نہین کرتے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لاتے ہو کیونکہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اونھون نے عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت سچا اقرار کیا حتی کہ یہود و نصاریٰ کا بہتان دور ہوا اور یقین کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول برحق تھے جو بغیر باپ کے پیدا ہوے پس یہود نے جو بہتان حضرت مریمؑ کی نسبت بدکاری کا لگایا اور عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جادوگری کا لگایا نعوذ باللہ من ذلک۔ اور جو بہتان نصرانیون نے بیٹا ہونیکا لگایا معاذ اللہ منہ یہ سب بہتان دور ہوگئے اور تعجب ہے کہ اس زمانہ مین بہت سے نصرانی یہ بہتان لگاتے ہین کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش یوسف نجار کے نطفہ سے ہوئی اور یہ کفر و بے شرمی ہے نعوذ باللہ منہا۔ ف بعض اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ تعالیٰ۔ واذ قلتم یٰموسیٰ لن نصبر علیٰ طعام واحد الآیۃ یہ لوگ شہوات طبیعت مین گرفتار تھے اور اوسیکے مناسب طعام مانگتے تھے اسیوجہ سے ان لوگون نے طعام اہل روحانیت پر کفایت نہ کی مترجم کہتا ہے کہ اہل طبیعت سے اونکی مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان مین ترکیب روحانی و جسمانی رکھی ہے پس جسم کے متعلق حواس و قیاس سے خواہشات فانیہ ہین کیونکہ جسم خود فانی ہے لیکن جسم کے فنا ہونے کے بعد تعلق روحی جدا ہو جاتا ہے اگرچہ ایک قسم کا لگاؤ باقی رہتا ہے اور تعلق روحانی کے حواس و خواہشات موافق عقل ہین اسیواسطے کمالات حاصل کرنے کے لیے بقاے جسم ضروری ہے چنانچہ شرع مین خودکشی کرنا بھی منع ہے شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسی اونکو نعمتین عطا فرمائین ویسی ہی آزمائش بھی پوری کی لہذا جب اونھون نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے طعام روحانی کی لذت اونسے دور کردی یہانتک کہ کہنے لگے کہ ہم اس طعام پر صبر نہین کرسکتے اسیواسطے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو شکریہ کے ساتھ قائم رکھے ورنہ اللہ تعالیٰ اوسکی حالت کو متغیر کر دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ یعنے جو نعمت کسی قوم کے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ اوسکو تغیر نہین فرماتا یہانتک کہ وہی لوگ خود اپنی حسن نیت و اخلاص کو بدل ڈالین۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو جو نعمت عطا فرمائی جبتک وہ لوگ بشکریہ نعمت پر قائم رہتے ہین تو اللہ تعالیٰ اوسمین تغیر و کمی نہین فرماتا پھر جب وہ اوسکو بدلتے ہین اور شرع الٰہی پر قائم نہین رہتے بلکہ ظلم و فسق و فجور کرتے ہین تو اللہ تعالیٰ اوس نعمت کو متغیر فرماتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مسلمانون کو یہ معاملہ خود اپنے بادشاہون و قومون مین دیکھ لینا چاہیے۔ شیخ رحمہ نے لکھا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ آدمی دو طرح کے ہوتے ہین ایک وہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اونسے تدبیر دور فرمائی یعنے عنایت الٰہی خود اونکے واسطے مدبر ہے اور ان لوگون کی حالت یہ ہے کہ اختلاف سے علیحدہ اور ہر رنج و خوشی مین تقدیر الٰہی کے پابند ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اونکی کیفیت یہ ہے کہ ہر ساعت مین وہ جسم نورانی کے موافق جسم خاکی کی تکمیل معارف عقل کے موافق کرتے رہتے ہین اور روحانی تدبیر اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر چھوڑتے ہین اور قسم دوم وہ ہین جو اپنے پسند کی تدبیر پر چھوڑے گئے ہین یعنے اپنے اختیارات کے

موافق ہر ایک تدبیر کو پسند کریں حتی کہ کبھی ایک بات کو چاہتے اور کبھی دوسری بات کو چاہتے ہیں حتی کہ کبھی اس پسند کی تدبیر میں ایسی خبط و خطا کرتے ہیں کہ برباد ہو جاتے ہیں جیسے بنی اسرائیل نے رزق روحانی چھوڑ کر رزق جسمانی ساگ پات پسند کیا کیا نہیں دیکھتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے کیونکر اوسپر انکار کیا کما قال تعالے۔ اتستبدلون الذی ہو ادنی بالذی ہو خیر۔ اور کیوں نہیں کہ اونھوں نے مقربین کا کھانا چھوڑ کر شہوت پرستوں کا کھانا پسند کیا چنانچہ واسطی رحمۃ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے من وسلویٰ جو کسبکو میسر آوے بغیر تکلیف کے اللہ تعالے کی جانب سے انکو ملتا تھا چھوڑ دیا اور اپنے نفوس کی پیروی کی اور جو کچھ طبیعتیں چاہتی تھیں وہ مانگا۔ مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حکما سے یعنی عارفین ربانی سے ایک حکمت منقول ہے کہ آدمی کبھی رضائے الٰہی عزوجل میں اپنے اختیار و پسند کو دخل نہ دے یعنے ضرورت کے موافق جو اسکے تدبیر کرے اور جو کچھ نتیجہ میسر آوے اوسپر راضی رہے اور یہ ہوس کرے کہ بجائے اسکے اگر ایسا ہوتا تو بہتر تھا کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ ایسا ہونے کی حالت میں کیا پیش آوے گا اور ہاں حق تعالی سے ثبات یقین و استقامت دین کی درخواست کرتا ہے اور جو کچھ حکیم عزوجل نے مقدر فرمایا اوسپر بخوشی راضی ہو بدلیل آنکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب عورتوں کے نرغہ میں پڑے تو اللہ تعالے سے اونکے کرسے حفاظت چاہی اور اسکے ساتھ بلاء الٰہی بھی پسند کی یعنے رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ۔ یعنے یہ عورتیں جو مجھسے خواہش کرتی ہیں اسمیں مبتلا ہونے سے مجھکو قید خانہ زیادہ محبوب ہے۔ حالانکہ قید خانہ میں جاکر گھبرانے لگے لیکن وہاں صبر کرنا بھی انھیں کی شان نبوت کا کام تھا چنانچہ سورۂ یوسف کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالے آویگا۔ قولہ تعالے۔ وضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ۔ اللہ تعالے نے سرکشی کی عقوبت میں موجودات سے پہلے اونپر شیطان کی پیروی کی وجہ سے ذلت کا داغ دیدیا تھا اور دنیا کی محبت کا لباس پہنایا کہ جس سے وہ آخرت سے بخیل تھے کہ رضائے الٰہی و آخرت کی جانب رجوع نہیں کرتے تھے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اونکی مسکینی حرص دنیا کے لباس میں ہے اور ذلت اس مال دنیا کی بخیل کے پیرایہ میں ہے۔ عس۔ اگر کہا جاوے کہ کیا بنی اسرائیل سب اسی قسم کے ناکارہ لوگ تھے جواب یہ ہے کہ ہر قوم میں اکثر اعتبار ہوتا ہے پس اکثر اوقات اونمیں جاہلوں کا غلبہ زیادہ ہوتا تھا

جس سے فسق و فجور بڑھ جاتا تھا ورنہ جواونمیں اولیاء و صالحین گذرے وہ بھی بہت ہیں قال تعالے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

یوں ہی جو لوگ مسلمان ہوے اور جو لوگ یہودی ہوے اور نصاری اور صابئین جو کوئی ایمان لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر

الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اور کام کیا نیک تو اونکو ہے اونکی مزدوری اپنے رب کے پاس اور نہ اونکو ڈر ہے

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اور نہ وہ غم کھاویں

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اسمیں موجودہ قوموں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیکا بیان ہے اور اوسکا حاصل یہ ہے کہ۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا۔ جو لوگ ایمان لائے۔ ف۔ یعنے جن لوگوں نے اسوقت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا کہ اونکا نام مسلم یا مومن کہلایا خواہ اونے دل سے کہا ہو یا منافق ہو۔ وَالَّذِينَ هَادُوا۔ اور وہ لوگ جو یہودی بنے ہیں۔ ف۔ یعنے اپنے آپ کو شریعت موسیٰ علیہ السلام و توریت پر قائم و یہودی کہتے ہیں۔ وَالنَّصَارَىٰ۔ اور جو نصاری کہلاتے ہیں۔ ف۔ یعنے اپنے آپ کو تابع عیسیٰ علیہ السلام و شریعت توریت و انجیل کہتے ہیں۔ وَالصَّابِئِينَ اور وہ لوگ جو صابئین کہلاتے ہیں۔ ف۔ غرض کہ اسوقت میں یہ فرقے جو مومنین و یہود و نصاری و صابئین کہلاتے ہیں

اسکا انجام بہتر کرایا ہے ۔ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ
رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ جو کوئی سچا یقین لایا اللہ تعالےٰ اور روز قیامت کا اور نیک
کام کیا تو اونکے لیے اونکے پروردگار کے یہان اونکا ثواب ہی اور اونپر خوف نہین اور نہ وہی غمگین ہونگے ۔ ف یعنے ان فرقون مین سے جو
کوئی ایسا ایمان لایا جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک مقبول ہی اور وہ فقط اسی طورسے ہوگا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو سچے دل سے مانے تو وہ
آخرت مین بیخوف وغم ہوگا خلاصہ یہ ہی کہ سابق مین جو پیغمبر وجو شریعت ہو وہ اب بالکل منسوخ ہی پس اب جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا
وہی اللہ تعالےٰ کے یہان مقبول ہوگا ورنہ زبانی منافق بننے یا یہودی ونصرانی وصابی ہونے سے کچھ فائدہ نہین ہی ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ تفسیر ایک قول
ہی لیکن اس تفسیر کے موافق دہریہ وبت پرست وغیرہ کسی کا ذکر نہین ہی حالانکہ مقصود تو یہ ہی کہ اب دنیا مین خواہ کافر بت پرست ہو یا دہری نیچری ہو
یا کسی پیغمبر وشریعت کا مقر ہو اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو سچے یقین سے مانے اور توحید قرآن کے موافق آخرت پر یقین لاکر نیک کام
کرے تو اوسکے واسطے آخرت مین خوف سے نجات وبلند درجات ہین ۔ دیگر علماء کے نزدیک اس آیت کے معنے یہ ہین کہ زمانہ سابق مین ہر پیغمبر کے
واسطے ایک زمانہ تھا اور اوس زمانہ تک اوسی پیغمبر کی شریعت مقبول تھی جیسے اس زمانہ مین قیامت تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت [illegible]
ہی پس زمانہ موسیٰ علیہ السلام مین جو یہودی درحقیقت اللہ تعالےٰ وروز قیامت پر ایمان لایا اور زمانہ عیسیٰ علیہ السلام مین جو نصرانی درحقیقت ایمان
لایا اور اب زمانہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین جو کوئی درحقیقت مومن ہوا اوسکے واسطے آخرت مین نجات ودرجات ہین چنانچہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بیان
فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے پہلی آیات مین عام طور پر یہودیون کی نافرمانیان وہتک حرمت وقتل انبیاء علیہم السلام کے افعال شنیعہ ونزول غضب
الٰہی بیان فرماکر اس آیت مین آگاہ فرمایا کہ اگلی امتون مین بھی جس یہودی یا نصرانی یا صابی نے سچے دل سے اللہ تعالےٰ وروز قیامت پر یقین کیا جیسے
اس زمانہ مین جو لوگ مومن کہلاوین اگر سچے دل سے اللہ تعالےٰ وروز قیامت پر یقین لاوین تو اونکے واسطے آخرت مین خوف وغم نہین ہی کیونکہ
یہ لوگ اولیاء الٰہی ہین اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۔ آگاہ ہو کہ بیشک اولیاء الٰہی کا یہ مرتبہ ہی کہ اونپر
خوف نہین اور نہ وہی غمگین ہونگے ۔ یعنے آخرت مین اونکے لیے بیخوف درجات بلند ہین ۔ ابن ابی حاتم نے بسند جید روایت کی کہ مجاہد رح نے بیان
فرمایا کہ سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اون راہب نصرانیون کا ذکر کیا جنھون نے مجھکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی جانب راہ بتلائی تھی یعنے عرب مین ایک پیغمبر آخرالزمان پیدا ہونے والے ہین اور نشانات سے اونکا یہی زمانہ معلوم ہوتا ہی پس تم عرب مین جاؤ
اگر تم اونکو پاجاؤ تو تمھاری نہایت خوش قسمتی ہی اور مین نے اون لوگون کی عبادت کا بھی ذکر کیا تب یہ آیت نازل ہوئی ۔ ان الذین آمنوا والذین ہادوا
والنصاریٰ والصابئین الآیہ ۔ مترجم کہتا ہی کہ اس قول صحیح کے موافق آیت کی تفسیر یہ ہی کہ ۔ ان الذین آمنوا ۔ جو لوگ اس زمانہ مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر
ایمان لائے اور ان مین مخلص ومنافق دونون شامل ہین یا جو اس وقت مین بت پرست وغیرہ مومن ہوجاوین ۔ والذین ہادوا ۔ اور جو حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے وقت مین یہودی کہلائے ۔ والنصاریٰ ۔ اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت مین نصاریٰ کہلائے ۔ والصابئین ۔ اور
جو اپنے پیغمبر کے وقت مین صابئین کہلائے ۔ تو ان مین صرف زبانی کہلانے کا کچھ اعتبار نہین ہی بلکہ اونکا حکم یہ ہی کہ ۔ من آمن باللہ والیوم الآخر ۔
جو اللہ تعالےٰ وروز قیامت پر ایمان لایا ۔ وعمل صالحا ۔ اور نیک کام کیا ۔ یعنے دل سے ایمان لایا و شریعت کی فرمانبرداری کی ۔ فلہم اجرہم عند
ربہم ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ۔ تو اونکے واسطے اونکے پروردگار کے نزدیک اونکا ثواب ہی اور آخرت مین اونپر خوف نہین اور نہ وہی غمگین ہونگے ۔ شیخ
ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا کہ یہودیون کا ایمان یہ ہی کہ اونھون نے توریت وسنت موسیٰ علیہ السلام کو مضبوط لیا پھر جب عیسیٰ علیہ السلام ہوئے تو عیسیٰ علیہ السلام

سے انکار نہین کیا اور جسنے انکار کیا وہ تباہ ہوا کیونکہ اوسوقت شریعت موسی علیہ السلام جاتی رہی تھی پھر جو عیسی علیہ السلام پر ایمان لاکر نصرانی
ہوے تو اونکا ایمان یہ تھا کہ اللہ تعالے وحدہ لا شریک ہی اور عیسی علیہ السلام بندہ پیغمبر ہین اور اوسنے شریعت انجیل کے موافق توریت پر بھی عمل کیا
تھا تا آنکہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نکی وہ برباد ہوا شیخ نے لکھا کہ یہود نام بوجہ ہود بمعنی توبہ
ہی کیونکہ جب اونھون نے مخالفت سے توبہ کی تو باہم یہود مشہور ہوے بعض نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام یہودا تھا
تو اونہین کی نسبت یہودی کہلاتے ہین مترجم کہتا ہی کہ شاید اونھین کی جانب نسبت پھیل جانے کی یہ وجہ ہوئی ہو کہ بنی اسرائیل مین سلطنت
اولاد یہودا مین رہی تو سلطان کی خوشامد سے لوگ اپنے کو یہودی کہنے ہونگے جیسے سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ نے جنکا نام مصلح الدین تھا اپنے
بادشاہ ابوبکر سعد کی جانب نسبت کرکے اپنا تخلص سعدی رکھا اور ابو عمرو بن العلاء نے کہا کہ تہود بمعنی تحرک ہی یعنی ہلنا کیونکہ یہ لوگ توریت پڑھتے
وقت ہلتے جاتے تھے مترجم کہتا ہی کہ سراج مین لکھا کہ یہودی دعوی کرتے تھے کہ اللہ تعالے نے جسوقت توریت نازل کی تو زمین و آسمان کو
جنبش و حرکت ہوئی اسی سببسے یہ لوگ توریت پڑھتے وقت ہلا کرتے تھے شیخ نے لکھا کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام مبعوث ہوے تو بنی
اسرائیل پر اونکی اتباع و نصرت واجب ہوئی تو جسنے نصرت کی وہ نصاری کہلایا کما قال تعالی۔ قال الحواریون نحن انصار اللہ۔ اور بعض نے کہا کہ یہ
لوگ قریہ ناصرہ مین بسے اسلیے نصاری کہلائے اور یہی قول قتادہ و ابن جریج و روایت ابن عباسؓ ہی پھر جب اللہ تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
خاتم النبیین تمام بنی آدم کی جانب بھیجا تو تمام یہود و نصاری و عرب و عجم سب پر آپکی اتباع فرض ہوئی کہ آپ پر ایمان لاوین اور اللہ تعالے نے آپکی
بشارت جمیع اقوام کو اونکے پیغمبرون کے ذریعہ سے پہونچائی تھی اور آپ کے امتیون کا نام مومنین رکھا کیونکہ انکے ایمان بہت قوی ہین اور اسوجہ سے
کہ یہ لوگ انبیاے سابقین و حالات آخرت پر ایمان لائے ہین رہا بیان فرقہ صابئین تو اسمین اختلاف ہی چنانچہ مجاہد و عطاء و سعید بن جبیر و حسن بصری
سے روایت ہی کہ یہ لوگ بلادین ہین اور ابو العالیہ و ربیع بن انس و سدی و ابو الشعثاء جابر ابن زید اور ضحاک و اسحق بن راہویہ نے کہا کہ یہ لوگ اہل
کتاب مین سے زبور پڑھتے ہین اسیواسطے امام ابو حنیفہؒ و اسحاقؒ نے کہا کہ اونکا ذبیحہ کھانے و اونکی عورتون سے نکاح کر لینے مین مضائقہ نہین ہی اور ابن جریر نے
حسن بصریؒ سے روایت کی کہ زیاد کو خبر پہونچی کہ صابئین پانچون نمازین بجانب قبلہ پڑھتے ہین تو اوسنے چاہا کہ انسے جزیہ موقوف کرے پھر اوسکو خبر پہونچی کہ یہ
لوگ ملائکہ کی پرستش کرتے ہین۔ ابو جعفر رازی نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ یہ لوگ زبور پڑھتے اور قبلہ رخ نماز پڑھتے اور ملائکہ کی پرستش کرتے ہین اور یہی قتادہؒ سے
روایت ہی ابن ابی حاتم نے ابو الزناد سے روایت کی کہ صابئین ایک قوم ہی جو عراق کے متصل قریہ کوثی مین رہتے ہین اور یہ لوگ جمیع انبیا کو مانتے اور سال مین تیس دن
روزہ رکھتے ہین اور یمن کی جانب متوجہ ہوکر پانچ نمازین ہر روز پڑھتے ہین۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ یہ لوگ لا الہ الا اللہ جانتے ہین اور انہون نے کوئی کفر نہین نکالا اور انکے واسطے کوئی
شریعت بھی نہین ہی اور یہی قول عبد الرحمن بن زید سے مروی ہی اور خلیل نے کہا کہ وہ لوگ اپنے کو دین نوح علیہ السلام پر سمجھتے ہین۔ قرطبی نے کہا
کہ بعض علماء کے بیان سے یہ نکلتا ہی کہ وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہتے ہین اور باوجود اسکے نجوم مین تاثیر قدرتی اعتقاد کرتے ہین اسیواسطے ابو سعید اصطخری
نے اونکے کفر کا فتوی دیا اور امام رازی نے کہا کہ یہ لوگ کواکب کو قبلہ عبادت سمجھتے ہین یا اونکا یہ اعتقاد ہی کہ اللہ تعالے نے اس عالم کی تدبیر
ان کواکب کے سپرد فرمائی ہی اور یہی قول کشرانیون کا کہلاتا ہی جنکی ہدایت کے واسطے ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوے تھے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ
سب اقوال مین اظہر یہ ہی کہ یہ لوگ صرف لا الہ الا اللہ کہتے ہین اور وہ ان اقوام یہود و نصاری و مجوس و مشرکین کسی مین سے نہین ہین اسیواسطے
مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صابی کہتے تھے مترجم کہتا ہی بلکہ آیت قدسی کی تفسیر جنابسے یہ بات معلوم ہوتی ہی
کہ وہ لوگ اپنے وقت مین کسی پیغمبر حق پر ایمان لائے تھے اور قول امام رازیؒ سے مستنبط ہوتا ہی کہ یہ لوگ دین ابراہیم علیہ السلام پر ہین او ظاہر

یہ معلوم ہوتا ہی کہ ابراہیم علیہ السلام ابتدا مین اعتقاد توحید تعلیم فرماتے تھے اور ظہور شریعت سے پہلے اونھون نے بابل سے ہجرت فرمائی پس شاید اونھون نے بشارت ابراہیم علیہ السلام سے شریعت محمدی علیہ الصلوۃ والسلام سیکھی پھر زمانہ دراز گذرنے کی وجہ سے ممکن ہی کہ بعضے اون مین سے ستارے پوجنے لگے ہون جیسے نصرانیون نے بعد عیسی علیہ السلام کے صلیب کو پوجنا شروع کیا پس ظاہر یہی معلوم ہوتا ہی کہ صابی ایک فرقہ اہل دین مین سے ہی اگرچہ پچھلے زمانہ مین مشرک ہوگیا ہو اور یہی آیت قدسی کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہی پھر مین نے پایا کہ شیخ بن تیمیہ نے منطقین کے رد مین ایسکے مانند فرمایا ہی لہذا القول امام ابو حنیفہؒ و اسحق بن راہویہ کے اونکا ذبیحہ جائز اور اونکی عورتون سے نکاح حلال ہووے اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہی اور شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ اونکے تدین شریعت مین اختلاف کی وجہ سے شبہہ پیدا ہوا تو احتیاطاً حلت کا فتوی نہین دیا جائیگا واللہ اعلم۔ (فائدہ) حدیث مین ہی کہ تین شخص ایسے ہین جنکے لیے اجر دوہرا ہی ایک اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تو اوسکو دوہرا ثواب ملیگا اور دوم وہ مملوک جسنے اپنے مولی کا حق خدمت ادا کیا اور اللہ تعالے کا حق عبادت بھی ادا کیا تو اوسکے لیے دوہرا ثواب ہی سوم وہ شخص جسکے تحت مین لونڈی تھی اسنے اوسکو ایمان و اسلام اچھی طرح سکھلایا پھر اوسکو آزاد کرکے اوس سے نکاح کرلیا تو اوسکو دوہرا ثواب ہی اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی امتون کی نسبت تمہاری بقا قیامت تک مثالاً اتنی ہی سی ہی جیسے عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت اور توریت والون یعنی یہود کو توریت دیگئی اسپر انھون نے عمل کیا یہانتک کہ دوپہر دن آیا پھر عاجز ہوگئے پس ایک ایک قیراط اپنی اجرت دیے گئے پھر انجیل والون یعنے نصاری کو انجیل دیگئی سو انھون نے نماز عصر تک عمل کیا پھر عاجز ہوے پس ایک ایک قیراط اپنی اجرت دیے گئے پھر ہم لوگ قرآن عطا کیے گئے سو ہمنے غروب تک عمل کیا پس ہم دو دو قیراط عطا کیے گئے اسپر ان دونون اہل کتاب نے کہا کہ اے پروردگار یہ لوگ دو دو قیراط دیے گئے اور ہم ایک ایک قیراط دیے گئے حالانکہ ہمنے انسے زیادہ کام کیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ کیا مین نے تمہاری اجرت مین تمکو کم کردیا تو انھون نے کہا کہ نہین تو فرمایا کہ پھر یہ میرا فضل ہی جسکو چاہتا ہون دیتا ہون (البخاری والترمذی وصححہ) پھر اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کو دوسری بدعہدی اور اپنی نعمت یاد دلائی بقولہ تعالے

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ

اور جب لیا ہمنے قرار تم سے اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہم نے دیا زور سے

وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ

اور یاد کرتے رہو جو اوسمین ہے شاید تمکو ڈر ہو پھر تم پھر گئے اسکے بعد سو اگر نہوتا فضل اللہ کا

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

تمپر اور اوسکی مہر تو تم خراب ہوتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کو عہد میثاق یاد دلایا یعنے جب اللہ تعالے نے اونکو توریت بھیجی اور اونھون نے اوسکے احکام دیکھے تو اوسکے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ ہم اسکو نہین لینگے پس اللہ عزوجل یاد دلاتا ہی وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ اور یاد کرو جب ہمنے تمسے عہد لیا الخ یہ عہد اگرچہ حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھی بنی اسرائیل سے لیا گیا تھا اور خطاب ان یہودیون کو کیا گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین موجود ہین کیونکہ یہ لوگ اپنے باپ دادون کے افعال پر فخر کرتے اور عقیدہ رکھتے تھے کہ قیامت تک اونکی اولاد مین سے کوئی عذاب جہنم مین گرفتار نہوگا اور اگر عذاب ہوا تو صرف گنتی کے سات روز عذاب ہوگا

جتنے دن گوسالہ پوجا گیا تھا تو یہ لوگ اپنے باپ دادون کے ساتھ اپنے آپ کو ہر عہد و میثاق و عذاب و ثواب مین داخل کرتے تھے لہذا انکو خطاب فرمایا کہ تم وہ وقت یاد کرو جب تمہارے باپ دادون سے ہمنے عہد لیا کہ توریت پر قائم رہین اور اونھون نے قبول کرنے سے انکار و رعذر کیا کہ یہ احکام بہت سخت ہین تو عذر مقبول نہوا۔ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ۔ اور ہمنے تمہارے اوپر طور کو بلند کیا۔ ف طور ہر ایسے پہاڑ کو کہتے ہین جسپر سبزہ ہو اور خاص اوس پہاڑ کا بھی نام ہی جسپر موسی علیہ السلام کو مناجات ہوئی اور یہان احتمال ہی کہ بطور اعجاز قدرت کے یہی پہاڑ انکے سر پر بلند کیا گیا جیساکہ ابن عباس و مجاہد و عطاء و عکرمہ و حسن و ضحاک و ربیع بن انس و غیرہم نے بیان فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ توریت بھی کوہ طور پر عطا ہوئی اور اوسی کے نواح مین یہ لوگ پڑے ہوئے تھے تو ظاہر یہی ہی کہ اسی پہاڑ کو اونچا بلند فرمایا اور حکم ہوا۔ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ۔ لو اس کتاب کو جو ہمنے تمکو عطا کی بقوت۔ ف یعنے بعزم قوی و جزم فرمانبرداری اس توریت کو لو۔ وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ۔ اور جو کچھ اسمین ہی اوس سے نصیحت حاصل کرو۔ ف۔ یعنے اسکے معارف و حقائق سے آراستہ ہو اور اس سے اخلاق ظاہر و باطن درست کرو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥۔ شاید تم عذاب سے بچو۔ ف یعنے امید رکھو کہ اس طرح طاعت و معرفت سے اللہ تعالے تمکو عذاب سے نجات عطا فرما دیگا۔ لعلکم تتقون۔ کے یہ معنے ہین کہ ایسا کرو تاکہ تم عذاب سے بچو۔ سدی نے فرمایا کہ جب اونھون نے انکار کیا تو اللہ عزوجل نے پہاڑ کو حکم دیا جو انکے سر پر آیا اور قریب تھا کہ اوپر گر پڑے پس گھبراکر سجدہ مین گر پڑے اور ایک آنکھ کے کنارے سے دیکھتے رہے تو اللہ تعالے نے رحم فرمایا اور عذاب دور کر دیا لہذا یہودی اسیطرح سجدہ کرتے ہین کہ ایک طرف آنکھ کھلی رکھتے ہین اور کہتے ہین کہ واللہ یہی سجدہ خوب ہی جس سے اللہ تعالے نے عذاب دور کیا تھا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ معجزۂ قدرت قطعی ثابت ہی اس دلیل سے کہ قرآن مجید مین متواتر منقول ہی اور قرآن مجید مین جس وقت نازل ہوا تو یہودیون کی مذمت کے طور پر نازل ہوا حالانکہ اوسوقت لاکھون یہودی موجود تھے اور کسی نے اسکا انکار نہین کیا کیونکہ خود یہودیون مین حضرت موسی علیہ السلام کے وقت سے برابر متواتر منقول ہی پس کسیکو انکار کی مجال نہین ہوسکتی اور اس سے آیات قرآنی کا لطف ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے نے آیات قدرت اس طور پر نازل فرمائین کہ گویا وہ اسی سنت مین واقع ہوئی ہین کیونکہ اگر اسوقت کوئی قدم نافرمان ہیکار ہو یہ پہاڑ اسطرح سایہ کیا جاتا تو وہ بھی ویسا ہی قطعی ہوتا جیسا نقل متواتر قطعی ہی اور ہمارے زمانہ مین بعض نیچریون نے جب دیکھا کہ اس نقل متواتر کا انکار ممکن نہین ہی تو اوسکے معنے مین تحریف کی اور کہا کہ ورفعنا فوقکم الطور سے یہ مطلب ہی کہ یہ لوگ ایک پہاڑ کے نیچے کھڑے کیے گئے تھے اور وہان حکم دیا گیا تھا کہ تم توریت کو لو تو گویا پہاڑ انکے اوپر تھا جیسے بولا کرتے ہین کہ ہم لوگ پہاڑ کے نیچے پہونچے۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ بہتان صریح و کذب باطل ہی کیونکہ اول تو اللہ تعالے نے دوسرے سورہ مین فرمایا۔ واذ نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بہم خذوا ما اٰتینٰکم بقوۃ واذکروا ما فیہ لعلکم تتقون۔ یعنے جب ہمنے پہاڑ اوٹھاکر اونکے اوپر بلند کیا گویا وہ سائبان ہی اور اونھون نے یقین کیا کہ یہ اونپر گرنے والا ہی آخر تک۔ یہ صریح ہی کہ وہ آیت قدرت کے طور پر اپنے مقام سے اوٹھاکر اونکے سر پر بطور چھپر یا ظلہ ابر کے آیا تھا اور ڈرتے تھے کہ اونپر ڈال دیا جاویگا دوم یہ کہ اسیطرح یہود مین متواتر منقول ہی جسطرح ہمنے بیان کیا تو متواتر مین اس نیچری کی تحریف محض باطل ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ خالی پہاڑ کے نیچے کھڑے ہونے مین کیا خوف و تہدید ہی اور جب یہود مین اسی کیفیت کے ساتھ متواتر منقول ہی تو اسکی تحریف کیونکر رائج ہوسکتی ہی اسیواسطے جب قرآن مجید نازل ہوا تو لاکھون ان یہودیون مین سے کسی نے انکار نکیا باوجودیکہ یہ اونکی مذمت تھی کیونکہ متواترات کا انکار کسی سے

ممکن نہین ہی اور اسکے سچ ہونے مین کسیکو شک نہین ہوسکتا سوائے ایسے ہی لوگون کے جو دن دوپہر کو آفتاب سے منکر ہین الغرض اللہ تعالے نے یاد دلایا کہ ای یہود دیکھو توریت تمپر نازل کی گئی اور وہ عین ہدایت و نور تھی پھر تمنے اوسپر عہد کرنے مین اسقدر جھگڑا کیا کہ آخر تم پر ایک پہاڑ بلند کیا گیا تب تمنے اقرار کیا حالانکہ یہ تمھاری سفاہت تھی کہ تمنے عین ہدایت کو لینے مین اسطرح انکار کیا واضح ہو کہ جب اونھون نے توریت کو قبول کیا تو ایک مدت تک بہت لوگ صلحاء و علماء اسی عہد پر قائم رہے حتی کہ اونمین انبیاء و صالحین گذرے - ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ - پھر تمنے اسکے بعد پیٹھ پھیری - ف اور توحید کی عہد و میثاق توریت سے خلاف کرنے لگے لیکن اللہ عزوجل نے حضرت داؤد و سلیمان و اونسے پہلے شمویل وغیرہ انبیاء علیہم السلام بھیجکر اونکو نصیحت فرمائی اور اللہ تعالے نے اپنی رحمت سے پھر اونکی جماعت مجتمع اور کلمہ بلند رکھا جیسے امت اسلامیہ مین ہر صدی مین بمنزلہ انبیاء بنی اسرائیل کے علمائے صالحین ہوتے ہین جو اونکو راہ توحید سمجھاتے رہتے ہین پھر اگر عوام سمجھ جاوین اور مانین تو یہان لینا چاہیے کہ اللہ تعالے کی رحمت ہی چنانچہ بنی اسرائیل پر احسان رکھا اور فرمایا فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ اور اگر اللہ تعالے کا فضل و اوسکی رحمت نہو تی تو تم لوگ خاسرین مین سے ہو جاتے - ف یعنے دنیا ہی مین عذاب سے ہلاک ہو کر آخرت کی خواری مین پڑ جاتے واضح ہو کہ بنی اسرائیل مین اونکی تنبیہ کے واسطے بہت ایسے امور واقع ہوتے تھے جس سے اونکو تنبیہ و تہدید ہے چنانچہ روایت ہی کہ جب بنی اسرائیل مین سے کوئی شخص گناہ کرتا تو صبح کو اوسکے دروازے پر لکھا ہوا ملتا کہ فلان شخص نے رات کو ایسا گناہ کیا ہی - مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ بعضے خاص گناہون کے بارہ مین تھا اور عموما ہر گناہ مین نہین تھا یا خاص اہل بیت المقدس یا علماء کے ساتھ خاص ہو واللہ اعلم اسیطرح بعض بدکارون کی نسبت منقول ہی کہ اوسکو دفن کرکے آئے تو دوسرے روز دیکھا کہ اوسکو زمین نے نکال پھینکا ہی پھر اوسکو دفن کیا تو پھر یہی ہوا اسیطرح بار بار ایسا واقع ہوا آخر لوگون نے لاچار ہو کر اوسکو پہاڑ مین ڈالدیا غرض کہ جب کوئی قوم ایسا گناہ کرتی تھی جس سے شریعت کی ہتک حرمت ہو کر عوام مین فساد پھیلے تو ایک تنبیہ کر دیجاتی تھی جس سے لوگون کو تہدید ہو اور اسی قسم سے اصحاب السبت کا قصہ ہی جو زمانہ داؤد علیہ السلام مین واقع ہوا اور وہ یہودیون مین متواتر منقول بلکہ اونکی مذمت کے طور پر قرآن شریف مین مذکور ہی چنانچہ فرمایا -

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً

اور جان چکے ہو جنھون نے تم مین زیادتی کی ہفتے کے دن مین تو ہمنے کہا ہو جاؤ بندر

خَاسِئِينَ ۝ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ۝

پھٹکارے پھر ہمنے وہ دہشت رکھی اوس شہر سے روبرو والون کو اور پیچھے والون کو اور نصیحت رکھی ڈرنے والون کو

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کے ساتھ ببرکت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک منظر رحمت رکھی تھی کہ اوس زمانہ کے اہل عالم پر اونکو فضیلت دی اور اونمین ہدایت آخرت کے اسباب قائم رکھے حتی کہ موسی علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی اور وہ برابر بنی اسرائیل مین حضرت عیسی علیہ السلام تک بھی نصرانیون پر قائم رہی باستثناء چند احکام کے جو انجیل مین منسوخ کیے گئے تھے پھر بعد موسی علیہ السلام کے یوشع علیہ السلام پیغمبر ہوئے پھر کالب یوقنا و حزقیل پھر بنی اسرائیل کے بت پرست ہو جانے کے بعد الیاس و یسع وغیرہ علیہم السلام پیغمبر ہوتے آئے لیکن اکثر بادشاہون کی فرمانبرداری مین فساد شریعت ہوتا تھا حتی کہ داؤد علیہ السلام مع بادشاہت کے پیغمبر ہوئے

اور انکے عہد مین تمام بنی اسرائیل بزور سلطنت مطیع ہوے اور جس سرکشی سے انبیا علیہم السلام کو قتل کرتے تھے اوسکی خوب سزا پائی اور
انکے زمانہ مین شام کے پچھم جانب سمندر کے کنارے شہر ایلہ مین قریب اسی ہزار آدمی کے رہتے تھے جنکی بڑی تجارت مچھلیان تھین اور سنیچر کے
روز اللہ تعالے نے انپر عبادت مفروض کردی تھی کہ سواے عبادت کے کوئی کام نکرین چنانچہ شہر ایلہ والون پر سنیچر کے روز مچھلیون کا
شکار بھی حرام تھا پھر اللہ تعالے نے عجائب قدرت سے بنی اسرائیل کو عبرت دلائی چاہی تاکہ سوانے اور حماقت کے دل سے بھی مسلمان ہون
پس اسی شہر والون کو امتحان مین مبتلا فرمایا اور اوسکا واقعہ یہ ہوا جو یہودیون مین متواتر چلا آتا ہے اور اللہ تعالے نے سورہ اعراف مین مفصل
بیان فرمایا بقولہ تعالے — واسئلهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر اذ يعدون في السبت اذ تاتيهم حيتانهم يوم سبتهم شرعا ويوم لا يسبتون لا تاتيهم
كذلك نبلوهم بما كانوا يفسقون — یعنے یہودیون سے سمندر کے کنارے والے قریہ کا حال دریافت کرے کہ اونکا کیا حال گذرا جبکہ سنیچر کی تعظیم
مین فرمان سے بڑھ چلتے تھے جب ونکی تعظیمی دن سنیچر کو مچھلیان پانی پر [illegible] ہوئی آتین اور جب ہفتہ نہوتا تو نہین آتین یونہین [illegible]
ہم انکی نافرمانیون پر انکی آزمایش کرتے تھے — چنانچہ اس مقام پر بنی اسرائیل کو مختصر یاد دلاکر تہدید فرمائی بقولہ تعالے — وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ
الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ — اور فی الحقیقت تم خوب جانتے
ہو اون لوگون کو جنھون نے تم مین سنیچر کی بیحرمتی کرنے مین حد سے تجاوز کیا سو ہمنے اونسے کہدیا تم لوگ ملعون بندر ہو جاؤ — ف
پس یہ لوگ بندر ہوگئے تھے جو تین دن تک سر پٹک کر مرگئے دیکھو اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کے ایک فرقہ مین نازل کیا اور اوسکا علم
متواتر ہے کے واسطے قطعی کردیا اور اپنے فضل سے پچھلی امتون کو اس عذاب سے محفوظ رکھا مگر متواتر ہونے کی وجہ سے انکے حق مین بھی
ویسی ہی عبرت ہی جیسے اوس زمانہ والون کے واسطے عبرت تھا کیونکہ متواترات قطعی ہوتے ہین اسیواسطے فرمایا فَجَعَلْنَاهَا
نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ — پس ہمنے اس واقعہ کو دہشتناک عبرت کردیا
وہان کے روبرو والون کے لیے اور اونسے پچھلے والون کے لیے اور عمدہ نصیحت کردیا پرہیزگارون کے لیے — ف کیونکہ جنکی قسمت
مین پرہیزگاری ہی وہی اس سے نصیحت پکڑتے ہین ورنہ بدبختون کو تو کوئی نصیحت کارگر نہین ہوتی ہی شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے
نے ان یہودیون کو جو توریت کا عہد میثاق چھوڑ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لاتے تھے قطعی واقعہ سے تہدید فرمائی کہ تم لوگ
اوس قریہ کا حال خوب جانتے ہو جسنے توریت کا عہد میثاق دربارۂ تعظیم سنیچر کے چھوڑ دیا اور سنیچر کے دن مچھلیون کا شکار کھیلا تو اللہ
تعالے نے اونکو شکل انسانی سے مسخ کرکے بندرون کی شکل کردیا سدی و قتادہؒ نے کہا کہ وہ لوگ اہل ایلہ تھے اور واضح ہو کہ بالاتفاق یہودیون کے
نزدیک یہ لوگ بندر کی شکل ہوگئے تھے لیکن ابن ابی حاتم وابن جریر نے باسناد جید حضرت مجاہدؒ سے روایت کیا کہ انکی ظاہری صورت بندر نہین
ہوئی بلکہ انکے قلوب مسخ ہوگئے تھے — مترجم کہتا ہے کہ امام رازی وابن کثیر وخطیب وغیرہ جمیع علما و مفسرین نے اس روایت کو کسی راوی کا
وہم بیان کیا کیونکہ قطعی آیات ومتواتر روایات کے خلاف ہی مترجم کہتا ہی کہ ظاہرا حضرت مجاہدؒ نے اصل ضرر مسخ بیان کیا ہوگا کہ ظاہری
صورت کا مسخ ہونا کوئی ایسی چیز نہین ہی بلکہ اصل خوفناک یہ ہی کہ قلوب مسخ ہوکر بندر ہوگئے جیسے — كمثل الحمار يحمل اسفارا مین
تنبیہ ہی کہ عقل سلب ہوکر حمار کی کیفیت ہو جاتی ہی پس راوی نے وہم کیا کہ حضرت مجاہدؒ کا یہ مطلب ہی کہ اون لوگون کی ظاہری صورت
نہین ہوئی تھی حالانکہ یہ وہم ہی قال تعالے — بل لعنه الله وغضب عليه وجعل منهم القردة والخنازير وعبد الطاغوت الآية — عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے
روایت کی کہ انمین سے جوان لوگ تو بندر ہوگئے اور بوڑھے لوگ سور ہوگئے تھے — قتادہؒ نے کہا کہ پہلے مرد و عورتین تھے پھر دمدار بندر ہو

ہوگئے جو بندروں کی بولی بولتے تھے - محمد بن اسحق نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے بنی اسرائیل پر ہفتہ میں
ایک دن خالص عبادت کے لیے فرض کیا تو اونھوں نے جمعہ چھوڑ کر سنیچر اختیار کیا پھر اونھوں نے عہد و میثاق الٰہی میں نافرمانیاں کین
تو اللہ تعالے نے اونکو امتحان میں ڈالا اور یہ ایک قریہ قریب مدین کے تھا جو سمندر کے کنارے واقع ہی پھر جب سنیچر کا روز ہوتا تو چھوٹی
بڑی مچھلیاں بکثرت سمندر پر منھ نکالتی تھیں اور جب سنیچر کا روز گذر جاتا تو نہیں معلوم کہ سمندر کی تہ میں کہاں چلی جاتی تھیں اور یہ خود اونکے
واسطے عبرتناک واقعہ تھا اسپر ایک زمانہ دراز گذر گیا تو ایک روز انمیں سے ایک شخص نے سنیچر کو ایک مچھلی پکڑ کر تاگے سے باندھی اور دریا میں
چھوڑ کر میخ سے وہ تاگا باندھ دیا پھر جب اتوار کا روز ہوا تو اوسکو پکڑ کر کھینچ لیا اسیطرح اوسنے دوسرے سنیچر کو بھی ایسا ہی کیا اور رفتہ
رفتہ لوگوں کو اوسکا حال معلوم ہوا تو اونھوں نے بھی اسیطرح خفیہ یہ حرکت کرنی شروع کی اور اسپر ایک زمانہ دراز گذر گیا اور اللہ تعالے
نے ہنوز انپر کوئی عقوبت نہیں نازل فرمائی تب تو یہ لوگ دلیر ہوگئے اور انھوں نے علانیہ پکڑ کر بازار میں بیچنی شروع کیں جب سب لوگوں نے
دیکھا تو اونمیں تین فریق ہوگئے ایک فریق ان شکار کرنے والوں کے ساتھ ہوا اور دوسرے فریق نے ان سے نفرت کی اور انکے ساتھ
میل جول ترک کیا اور تیسرے فریق نے انکو منع کرنا شروع کیا ہرچند یہ لوگ منع کرتے تھے وہ نہیں مانتے تھے حتی کہ خاموش گروہ نے ان منع
کرنے والوں سے کہا کما قال تعالے لم تعظون قوما اللہ مہلکہم او معذبہم عذابا شدیدا - یعنے تم لوگ کیوں ایسی قوم کو نصیحت کرتے ہو جسکو
اللہ تعالے ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب کرنے والا ہی - یہ بات اونھوں نے اس فرقہ کے ہٹ کرنے پر اپنے گمان کے موافق بیان کی حالانکہ
علم الٰہی میں یوں ہی واقع ہوا تھا غرض کہ اس گانوں کے اسّی ہزار آدمیوں میں کے تین گروہ میں سے ایک نے صریح سنیچر کی بے حرمتی کرنی
شروع کی کہ سنیچر کو بے تکلف مچھلیاں پکڑ کر بیچنے و کھانے لگے اور بارہ ہزار آدمیوں کے گروہ نے اونکو بتاکید شدید منع کرنا شروع کیا اور
تیسرے گروہ نے سکوت کیا مگر اونکے اس فعل کو دل سے برا جانا پھر جب بیباک گروہ نے نصیحت کرنے والوں کا کہنا نہ مانا تو اونھوں نے کہا کہ
واللہ ہم تمہارے ساتھ ایک گانوں میں نہیں رہینگے پس اونھوں نے درمیان میں سے دیوار کھینچ لی اور بیباکوں نے سمندر کی جانب اختیار
کی پھر ایک روز نصیحت کرنے والا گروہ اپنے دروازوں سے نکلکر کھیتی باڑی و بازاروں کے کام کاج کو آئے تو بدکاروں میں سے کسیکو نہ
پایا اور اونکی جانب سے سوائے ناگوار آواز کے اور کوئی آواز بھی نہیں سنائی دیتی تھی پس ناصحین نے درمیانی دیوار سے جھانکا اور کچھ لوگوں نے
اونکے دروازے جاکر کھٹکھٹائے مگر دروازے نہ کھلے اور دیوار پر جھانکنے سے معلوم ہوا کہ وہ بندر ہوگئے اور بندروں کی طرح چچیا کر روتے ہیں
اور اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے ہیں - امام ابن کثیر نے اس مقام پر سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے آثار نقل فرمائے جس سے یہ بات ظاہر ہو
کہ مجاہد سے جس راوی نے یہ روایت نقل کی کہ یہ لوگ باطن میں مسخ ہوئے ظاہر میں مسخ نہیں ہوئے تھے یہ کسی راوی کا وہم ہی جسنے حضرت
مجاہد کا قول نہیں سمجھا چنانچہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ جب یہ فریق درمیانی دیوار سے جدا ہوگئے تو ایک عرصہ تک اسی حال پر رہے اسکے بعد
ایک روز منع کرنے والا گروہ نکلکر اپنے راستوں و بازاروں و مسجدوں میں آیا اور وہاں اوسنے بیباک گروہ میں سے کسیکو نہ پایا تو آپس میں
کہنے لگے کہ شاید اونمیں کوئی معاملہ پیش آیا ہی تو چلکر دیکھیں کہ کیا بات ہی پھر اونکے دروازوں کو جاکر بند پایا کیونکہ جب وہ لوگ گھروں کو آئے
تھے تو اپنے اپنے دروازے بند کر لیے تھے پھر صبح کو یہ لوگ بندر ہوگئے تو وہ کواڑے اوسیطرح بند پڑے رہے پھر جب ان لوگوں نے
اونکی حالت دیکھی تو بندر ہوجانے کے باوجود آدمی جسکو پہچانتا تھا بعینہ اوسکو اس حالت میں بھی پہچانتا تھا حالانکہ وہ بندر کی صورت
میں تھا اور عورتیں بندریا کی صورت میں تھیں اونکے بچے بھی بندروں کی صورت میں ہوگئے تھے ابن عباس رض نے فرمایا کہ واللہ اگر منع کرنے

والے لوگ منع نکرتے تووہ بھی بندر ہو جاتے ضحاک نے بھی ابن عباس رضہ سے اسیکے مانند روایت کیا سدی نے کہا کہ اللہ تعالے نے یہود پر
سینچر کی تعظیم فرض کردی تھی کہ اوس دن سواے عبادت کے کوئی کام نکریں پھر سمندر کے کنارے ایک گانوْن تھا جو نافرمانیون کی سبب سے
آزمایش مین ڈالا گیا کہ سینچر کے روز سمندر سے مچھلیان اپنا سر نکالتین اور پانی کی سطح پر اوترا تی رہتی تھین اور جب سینچر کا دن گذر جاتا تو سب
پانی کی تہ مین بیٹھ جاتین اور کوئی مچھلی نظر نہ آتی یہانتک کہ پھر سینچر کا دن آتا تو پھر اوسیطرح بکثرت ظاہر ہوتی تھین آخر ایک شخص نے سمندر کے
کنارے ایک حوض بنایا اور سمندر تک ایک نالی کاٹی تو سمندر کی لہر سے مچھلیان اس حوض مین گرتین اور نکل نہین سکتی تھین پھر وہ دوسرے روز
جاکر پکڑلاتا تھا اور اوسکی خوشبو اوسکے پڑوسیون کو پہونچتی تو آخر اونھون نے پتہ لگا کر یہ بات دریافت کی اور رفتہ رفتہ اون لوگون نے بھی
مچھلیان پکڑنی شروع کین جب اونکے علماء کو خبر ہوئی تو اونھون نے لوگون کو جھڑکا اور ڈرایا کہ اللہ تعالے سے خوف کرو تو اونھون نے کہا کہ
ہمنے تو انکو اتوار کے روز پکڑا ہے فقہا نے فرمایا کہ نہین یہ حیلہ بازی تمکو جائز نہین لیکن ان لوگون نے اپنی رائے کو دخل دیا اور علماء کا کہنا نہ مانا
سواے ایک گروہ کے جنھون نے اجتناب کیا پھر اہل طاعت نے کہا کہ واللہ ہم تمہارے ساتھ ایک گانوْن مین نرہینگے پس اونھون نے گانوْن کا
بٹوارہ کرکے درمیان مین ایک دیوار قائم کی پھر ایک روز اہل طاعت اپنے دروازون سے نکلے تو کافرون کا دروازہ نہین کھلا آخر مسلمانون نے
دیوار پر چڑھکر دیکھا تو ناگاہ نظر آیا کہ وہ لوگ بندر ہو گئے ہین مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جن لوگون نے سینچر کی بے حرمتی کی تھی وہ
اکبارگی بندر ہو گئے پھر یہ لوگ سب مر گئے اور کسی مسخ شدہ کی نسل نہین رہی ضحاک نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے اونکی بد
کرداریون کی وجہ سے کہ اونھون نے فرمان آلٰہی کی بے حرمتی کی تھی بندر کردیا پھر سوائے تین دن کے زیادہ زندہ نہین رہے اور فرمایا کہ کوئی
مسخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ زندہ نہین رہی اور نہ اوسنے کھایا اور نہ پیا اور نہ اوسکی نسل ہوئی اور یہ بندر و سور تو مخلوق پیدا کرنے ہی
کے وقت اللہ تعالے نے پیدا فرمائے تھے اور اس قوم کو اللہ تعالے نے اپنی قدرت دکھلانے کے واسطے بندرون کی صورت مین ہلاک کیا
اور اللہ تعالے قادر مختار ہے کہ جب کبھی جس کسی شخص کے واسطے چاہے اسیطرح صورت بدل سکتا ہے یہ روایات صریح ہین کہ یہ لوگ ظاہر
و باطن دونون طرح مسخ ہو گئے تھے اور یہی صحیح ہے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسمین کامل عبرت و نصیحت ہے کہ ہتک حرمت سے باز رہین اور جن چیزون کو اللہ
تعالے نے حرام فرمایا ہے اوسکو حلال کرنے مین حیلہ بازی نکرین تاکہ اونپر بھی یہی بلا طاری نہو۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و دعا و رحمت آلٰہی سے اس امت پر ظاہری صورت یا عام تباہی کا عذاب نہین آئیگا کیونکہ اسکے بعد کوئی دوسری امت
آنے والی نہین ہے جسکے واسطے نصیحت ہو بلکہ قیامت متصل ہے جس مین اونکا فیصلہ کردیا جائیگا لیکن دوسری احادیث مین آیا کہ اس امت مین بھی خسف
و مسخ ہے یعنے کچھ لوگ زمین مین دھنسا دیے جاوینگے اور کچھ مسخ کیے جاوینگے (السنن) اور حدیث مین آیا کہ ایک خسف بجانب مشرق اور ایک
خسف بجانب مغرب اور ایک خسف جزیرۂ عرب مین ہوگا (السنن وغیرہ) اسمین علمائے سے دو تاویلین منقول ہین ایک یہ کہ جب قیامت قائم
ہونے کے آثار شروع ہو جاوینگے اور قرآن مجید اوٹھا لیا جاویگا اوسوقت خسف و مسخ واقع ہوگا لیکن مترجم کہتا ہے کہ اس تاویل مین تردد ظاہر
ہے اسواسطے کہ جب شریعت مفقود ہو جاوے تو اوسوقت اس امت مین تہدید نہوگی بلکہ حضرت ام المومنین عائشہ رضہ کی حدیث مین ہے کہ خانہ
کعبہ پر چڑھائی کرینگے حتی کہ جب بیداء مین آوینگے تو زمین مین دھنسا دیے جاوینگے حضرت ام المومنین رضہ نے پوچھا کہ اگرچہ نیک لوگ نہ سرکشی
پکڑکے آئے ہون تو فرمایا کہ وہ لوگ اپنی نیتون پر اوٹھائے جاوینگے (الصحیحین) اس سے ظاہر ہے کہ اوسوقت شریعت و صلاحیت باقی ہوگی ۔
تاویل دوم یہ ہے کہ اس امت مین حالت شریعت مین مسخ ہوگا لیکن مسخ دو طرح ہوتا ہے اول یہ کہ ظاہر و باطن دونون مسخ ہو جاوے لیکن حدیثا اول سے

ظاہر ہوا کہ اس امت میں ظاہری عذاب نہوگا تو یہ مسخ باطنی ہی لہذا ایک جماعت کثیر مشائخ کشف وشہود سے منقول ہی کہ اونھوں نے بعض روافض و خوارج کو گدھے و بندر و سور کی شکلون میں دیکھا چنانچہ تاریخ امام یافعی و ملا جامی مین یہہ روایت مذکور ہین اور امام غزالی علیہ الرحمۃ نے کتاب الاحیا مین اسکے تحقیق اسرار کا اشارہ فرمایا ہی اور جس شخص نے روافض و خوارج وغیرہ کے خیالات کو نظر تحقیق سے ملاحظہ کیا وہ مفسد یہودیون و نصرانیون سے انکی مشابہت کامل پاتا ہی اور حدیث معروف مین خود تہدید موجود ہی کہ اس امت والے بھی یہود و نصاری کے قدم بقدم ہو جاوینگے پس یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرن مبارک سے بہت قریب واقع ہوئی پس حاصل یہہ ہوا کہ اللہ تعالی نے جو بات فرض فرمائی اوسکی ہتک حرمت سے پرہیز کرے اور وبال مسخ سے خوفناک ہوا اور اوسمین حیلہ بازی کو دخل نہ دے اسیواسطے جماعت کثیر علماء نے شراب کو سرکہ کرنے سے پرہیز کیا اور اسیطرح کسی حکم متغیر کرنے کے واسطے شرعی حیلہ کرنا حرام ہی مثلاً بعضے لوگ رہن کی منفعت اوٹھاتے ہین جو درحقیقت بیاج و حرام ہی حیلہ بازی کرتے ہین اور بعضے لوگ زکوۃ ساقط کرنے کے واسطے حیلہ نکالتے ہین اور یہ سب خوفناک خلاف تقوی ہی پس چاہیے کہ ایسے حیلہ سے پرہیز کرے قال ابو عبد اللہ بن بطة حدثنا احمد بن محمد بن مسلم حدثنا الحسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی حدثنا یزید بن هارون حدثنا محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی هریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال لا ترتکبوا ما ارتکبت الیهود فتستحلوا محارم اللہ بادنی الحیل یعنی ابو عبد اللہ بن بطہ نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اوسکے مرتکب مت ہو جسکے مرتکب یہود ہوے پس ادنی حیلہ کے ساتھ محارم الٰہی کو حلال کرنے لگو (ابن کثیر) ہان احکام شریعت مین سے آسان و سہل کا اختیار کرنا جائز بلکہ مستحب ہی کیونکہ حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے واسطے نرم و آسان پسند فرماتے تھے کیونکہ سختی اختیار کرنا ایک وسوسۂ شیطانی ہی تاکہ آخر وہ چھوڑ بیٹھے اور احکام الٰہی مین حیلہ بازی کرنا نفس کا مکر و خیانت ہی جس سے دنیا و آخرت مین رسوائی ہوتی ہی چنانچہ بنی اسرائیل مین ایک شخص نے دنیاوی مال کے پیچھے جو درحقیقت اسکی میراث تھا بے صبری کر کے حیلہ بازی سے اپنے مورث کو مار ڈالا اور اوسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ دنیا مین بھی خوار و محروم ہوا اور عاقبت کا خوف عذاب باقی رہا اور اوسکے ساتھ کچھ لوگون نے دین کے معاملہ مین اپنے اوپر سختی اوٹھائی آخر اوسکی مشقت مین مبتلا ہوے چنانچہ اللہ تعالی نے اس متواتر واقعہ کو جسمین عجیب قدرت توحید کا بیان بھی شامل ہی عبرت و نصیحت و تحقیق بیان توحید کے واسطے بیان فرمایا بقولہ تعالی

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦٓ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تَذْبَحُوا۟ بَقَرَةً ۖ قَالُوٓا۟ أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ

اور جب کہا موسی نے اپنی قوم کو اللہ فرماتا ہی تمکو کہ ذبح کرو ایک گاے بولے کیا تو ہمکو پکڑتا ہی ٹھٹھے مین

قَالَ أَعُوذُ بِٱللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ ٱلْجَٰهِلِينَ ○ قَالُوا۟ ٱدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِىَ ۚ

کہا پناہ اللہ کی اس سے کہ مین ہون نادانون مین بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کر دے ہمکو وہ کیسی ہی

قَالَ إِنَّهُۥ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَٱفْعَلُوا۟ مَا تُؤْمَرُونَ ○

کہا وہ فرماتا ہی کہ وہ ایک گاے ہی نہ بوڑھی اور نہ بن بیائی میانہ ہی اسکے بیچ اب کرو جو تمکو حکم ہی

قَالُوا۟ ٱدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُۥ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ

بولے کہ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کر دے ہمکو کیسا ہی رنگ اوسکا کہا وہ فرماتا ہی وہ ایک گاے ہی زرد ڈہڈہا

لَّوْنُهَا تَسُرُّ ٱلنَّٰظِرِينَ ○ قَالُوا۟ ٱدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِىَ إِنَّ ٱلْبَقَرَ تَشَٰبَهَ

رنگ اوسکا خوش آتی ہی دیکھنے والون کو بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو بیان کر دے ہمکو کس قسم مین ہی گایون مین شبہہ پڑا ہی

عَلَيْنَا وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۝ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا ذَلُولٌ

ہمکو اور ہم اللہ نے چاہا تو راہ پالینگے کہا وہ فرماتا ہی وہ ایک گاے ہی محنت والی نہین

تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ فِيهَا قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ

کہ باہتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیت کو بدن سے پوری ہی داغ کچھ نہین اوس مین بولے اب لایا تو ٹھیک بات

فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۝

پھر اوسکو ذبح کیا اور لگتے نہ تھے کہ کرینگے

واضح ہو کہ اس قصہ مین بھی آیات قدرت و دلائل معرفت بہت ہین اور جسقدر قرآن مجید مین مذکور ہوا اور آیندہ دو آیات مین ابتداے قصہ اور اوسکا نتیجہ مذکور ہوگا اسقدر بیان قطعی ہی امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ زیادہ تفصیل مین کوئی حکم دنیاوی یا معرفت اعتقادی کی ضرورت نہ تھی ورنہ اللہ تعالے بیان فرماتا تو ہمکو تفصیل کی کوئی حاجت نہین ہی لیکن بعض علماے سلف سے تفصیلی روایات ہین شیخ نے کہا کہ یہ تفصیلی روایات جو حضرت عبیدۃ السلمانی و ابو العالیہ و سدی رحمہم اللہ تعالے سے بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہین ظاہرا یہ یہود و نصاری کی کتابون سے ماخوذ ہین اور انکے نقل کرنے مین کوئی مضائقہ نہین ہی اگرچہ ہم انکی تصدیق یا تکذیب نہین کرتے جب تک کہ وہ حق صریح سے مخالف نہون پھر شیخ نے ہر ایک کی روایت کو علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا لیکن مترجم کے نزدیک یہ مناسب معلوم ہوا کہ اس تکرار کو حذف کرکے روایات کا لباب لے لیا جاوے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کو ان آیات مین اپنی نعمت یاد دلائی کہ حشر قیامت مین مردون کو زندہ کرنے کا نمونہ قدرت انکو بقرہ کے قصہ مین دکھلایا کہ ایک مقتول نے زندہ ہوکر اپنا قاتل بتلایا۔ مترجم کہتا ہی کہ سراج وغیرہ مین مذکور ہی کہ اس واقعہ مین تین حکمتین شامل تھین ایک یہ کہ بنی اسرائیل مین سے بعضے لوگون کے دلون مین تردد تھا کہ قیامت مین کیونکر مردے زندہ ہونگے دوم یہ کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص صالح رہتا تھا اور اوسکے پاس ایک گاے کا بچہ مادہ تھا اوسنے مرتے وقت اپنی نابالغ اولاد کو دیکھکر اپنی نیک بی بی کے مشورہ سے اس بچھیا کو ایک جنگل مین اللہ تعالے کی امانت مین چھوڑ دیا اور اس نیک عورت نے اپنے یتیم بچہ کی پرورش کی یہانتک کہ وہ جوان ہوا تو وہ بھی ایسا نیک نکلا کہ اپنی بوڑھی ماں کی بہت خدمت گذاری کرتا تھا مترجم کہتا ہی کہ حدیث صحیح مین اگلی امتون مین سے ایک شخص کا حال مذکور ہی کہ اوسکے پاس ایک گاے تھی جس پر اوسکی بسر اوقات تھی اور وہ اپنی والدہ کی بہت خدمتگذاری کیا کرتا تھا حتی کہ اوسکی والدہ جب دودھ پیکر سیر ہو جاتی تھی تب باقی وہ اپنے بال بچون کو دیتا تھا چنانچہ ایکبار وہ اوسکو آنے مین دیر ہوئی کہ اوسکی والدہ سوگئی اور وہ دودھ دوہکر اپنی والدہ کے سرھانے بیٹھا کہ جب یہ جاگے تب اوسکو پلاکر بال بچون کو دے اور اوسکے بچے بھوک کے مارے اوسکے پیرون کے پاس بلبلاتے تھے مگر وہ برابر کھڑا رہا یہانتک کہ صبح ہوگئی (کما فی الصحیح) مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ وہی شخص ہو یا کوئی دوسرا شخص ہو بہر حال ایک وہ اوسکی ماں نے کہا کہ تیرے باپ نے فلان جنگل مین ایک گاے بحفاظت الٰہی ودیعت رکھی ہی تو جا اوسکو اسی امانت کے ساتھ لے آ تو اوسنے جاکر امانت الٰہی عزوجل کا واسطہ دیا تو دیکھا کہ جنگل سے ایک گاے نہایت تندرست و توانا جسکا رنگ زرد خوشنما بیداغ چمکیلا تھا فرمانبردارون کی طرح اوسکے پاس آکر کھڑی ہوگئی اور وہ اوسکو اللہ تعالے کے نام پر لیکر روانہ ہوا راہ مین بقدرت الٰہی وہ گاے بولی کہ اے مرد نیکوکار اپنی ماں کے خدمتگذار کیون پیدل چلتا ہی مجھپر سوار ہولے اوسنے یہ سنکر تعجب کیا اور کہا کہ اے نیک جانور مجھکو میری ماں نے یہ حکم نہین دیا کہ مین تجھپر سوار ہون اوسنے کہا کہ تو نے خوب کیا اور اگر تو مجھپر سوار ہو جاتا تو پھر تیری اطاعت مجھپر لازم نہوتی اور مین چھوٹ کر جنگل مین پہونچتی پھر جب وہ اپنی ماں کے پاس لایا تو اوسنے اجازت دی کہ اسکو بازار مین فروخت

کرکے اپنے اہل و عیال کی پرورش مین مدد حاصل کرے لیکن [illegible] جو دام لگین بغیر میرے مشورہ کے نہ بیچیو پس یہ لگیا اور ناگاہ ایک شخص ملا جسنے
کچھ دام لگائے تو اوسنے کہا کہ بہتر ہین اپنی ماں سے دریافت کرلون اوسنے کہا کہ بغیر مشورہ کے مین دو چند دام دیتا ہون اسنے نہ مانا غرض کہ کئی
روز تک ایسا ہی اتفاق ہوا کہ وہ بغیر مشورہ کی شرط پر دام بڑھاتا جاتا تھا آخر اسکی ماں نے پہچانا اور کہا کہ آج تو اوس سے کہیو کہ ای بندۂ خدا تو ہمکو
اس گاے کے بارہ مین کیا مشورہ دیتا ہی یعنے اس نیک بڑھیا نے پہچانا کہ یہ کوئی فرشتہ ہی یا اولیاء الٰہی مین سے کوئی بندہ ہی پس اوس شخص نے
کہا کہ اپنی ماں سے میرا سلام کہیو اور تاکید کیجیو کہ اس گاے کو اپنے پاس رکھے یہان تک کہ عنقریب بنی اسرائیل کو اسکی ضرورت ہو گی تو اسکے برابر دام
لیکر بیچیو۔ مترجم کہتا ہی کہ امام ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتم و ابن جریر و عبد بن حمید کی تفسیر سے حضرت عبیدۃ السلمانی کی روایت اور آدم بن ابی
ایاس کی تفسیر سے ابوالعالیہ کی روایت اور ابن جریر کی تفسیر سے ابن عباسؓ کی روایت نقل فرمائی جنکا حاصل یہ ہی کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص بہت
مالدار تھا اور اوسکے کوئی اولاد نہ تھی بلکہ اوسکے بھتیجے کے سواے اوسکا کوئی وارث بھی نہین تھا اور یہ بھتیجا محتاج تھا اور ابن عباسؓ کی
روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ بھتیجے کئی بھائی تھے جو آپسمین کہنے لگے کہ کاش یہ مرجاتا تو ہمکو میراث مین اتنا مال ملجاتا جس سے ہماری محتاجی
جاتی رہتی آخر شیطان نے آکر اونکو مشورہ سوجھایا کہ تم لوگ رات مین اوسکو مار کر دوسرے گانون کے ٹواڈے پر ڈالدو تاکہ تمکو میراث مین سب
مال بھی ملے اور اسکی دیت بھی دوسرے گانون والون سے تمہارے ہاتھ آوے اور توریت مین قسامت کا حکم تھا کہ جب دو گانون والون کے
درمیان مقتول پایا جاوے اور قاتل دریافت نہو حتی کہ وہ لوگ پچاس قسمین کھالین جنکے گانون سے مقتول زیادہ قریب ہی کہ واللہ ہمنے اسکو
قتل نہین کیا اور ہم اسکا قاتل بھی نہین جانتے ہین تو سب اہل قریہ ملکر اوسکی دیت ادا کرتے تھے پس ان لوگون نے یہی کیا کہ رات مین اوسکو
قتل کرکے پشتارہ باندھکر دوسرے گانون کے دروازہ پر ڈال آئے اور صبح کو اوٹھکر واویلا و شور و غوغا مچایا کہ اونکا چچا مفقود ہی آخر ڈھونڈھتے
ڈھونڈھتے دوسرے گانون کے دروازہ پر پایا اور دیکھا کہ اوس گانون والے اس بیچارے مقتول پر جمع ہو کر افسوس کرتے تھے کہ ناگاہ ان
لوگون نے ہجوم کرکے اوس گانون والون پر دعوی کیا کہ تمھین لوگون نے ہمارے چچا کو قتل کیا ہی اون لوگون نے انکار کیا اور اپنی برات پر قسمین کھانے
لگے لیکن ان لوگون نے ایک طومار باندھکر اونھین لوگون پر الزام قائم کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ سراج وغیرہ مین مذکور ہی کہ ان لوگون نے دیت سے
بھی انکار کیا حتی کہ دو چند دیت سے بھی زیادہ ہوس کرنے لگے لیکن ان آثار مین صرف اسقدر مذکور ہی کہ جب انھون نے دوسرے گانون والون پر الزام
لگایا تو دونون طرف کے لوگ ہتھیار بند ہو کر لڑنے پر آمادہ ہوے لیکن ان مین سے صاحبان عقل نے متفق ہو کر کہا کہ آپس مین کیون خونریزی کرتے ہو
حالانکہ رسول اللہ یہ سامنے موجود ہین انسے چلکر کیون نہین دریافت کرتے ہو پس سب متفق ہو کر حضرت موسی علیہ السلام کے پاس حاضر ہوے
اور بیقصور گانون والون نے عرض کیا کہ ہم لوگون کو ایک دیت دینے مین کوئی دقت نہین ہی لیکن اسکے بھتیجے ہمپر الزام لگاتے ہین سو ہمکو شرم آتی
ہی کہ یہ الزام ہمپر ہمیشہ قائم رہیگا اور مقتول کے سب طرف والے ہمسے دشمنی کرینگے لہذا ہم چاہتے ہین کہ آپ اللہ تعالے سے دعا فرمائین کہ قاتل کا
نام دریافت ہو پس موسی علیہ السلام نے جب دعا فرمائی تو وحی الٰہی سے گاے ذبح کرنیکا حکم آیا چنانچہ ان آیات مین یاد دلایا وَاِذْ قَالَ
مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً اور یاد کرو جب موسی نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ اللہ
تعالے تمکو حکم فرماتا ہی کہ تم لوگ ایک گاے ذبح کرو۔ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا۔ قوم والے کہنے لگے کہ کیا آپ ہمکو ٹھٹھول بناتے ہین
ف یہ اونکا کلام نرے بے ادبی مین شامل تھا کہ اونھون نے پیغمبر خدا علیہ السلام کے کلام کو ٹھٹھول سمجھا اگرچہ اونھون نے قاتل کا نام
پوچھا تھا لیکن اس حکمت کے منتظر رہتے کہ گاے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو اسمین کوئی حکمت ہوگی ورنہ اسکو حسن ادب سے عرض کرتے اور یہ

کہنا گستاخی تھا کہ آپ ہمسے ٹھٹھول کرتے ہو کیونکہ یہ پیغمبر کی شان نہیں ہی لہذا موسیٰ علیہ السلام نے سخت انکار کیا قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۔ موسیٰ نے کہا کہ مین اللہ تعالےٰ سے پناہ چاہتا ہون کہ مین جاہلون سے ہوجاؤن ۔ ف یعنے مین جاہل نہین ہون کہ ٹھٹھول کرون کیونکہ ایسے موقع پر ٹھٹھول کرنا جہالت ہی ۔ ابن عباس رضؓ و ایک جماعت تابعین نے کہا کہ اگر یہ لوگ کسی گائے کو لیکر ذبح کر دیتے تو آسانی سے کفایت ہوجاتی اور فرمانبرداری مین بھی جلدی کرنے کا ثواب پاتے لیکن اونھون نے جب یہ جانا کہ حکم لازمی ہی ۔ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۔ تو کہنے لگے کہ ہمارے واسطے اپنے رب تعالےٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ہمارے واسطے ظاہر فرماوے کہ یہ گائے کیا ہی ۔ ف یعنی اسکا سِن کیا ہوگا پس ان لوگون نے فرمانبرداری مین جلدی چھوڑکر سختی و دیر کرنا شروع کی ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہانتک سختی کی کہ ایسی گائے بتلائی گئی جو سوائے اوس بیکس کے کسیکے پاس نہ تھی جو اپنی والدہ کی بہت خدمتگذاری کرتا تھا اور سوالات مین یہانتک تاخیر کی کہ مقتول سڑکر خاک ہوگیا اور اسمین حکمت الٰہی کا نمونہ مضمر ہی جو تھوڑے غور سے ظاہر ہوجاتا ہی بالجملہ جب اونھون نے گائے کی عمر پوچھی ۔ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ○ موسیٰ نے کہا اللہ تعالےٰ فرماتا ہی کہ یہ ایسی گائے ہی کہ نہ ایسی بوڑھی ہی جسکی نسل منقطع ہو اور نہ ایسی چھوٹی ہی کہ بڑ نتک نہ پہونچی ہو بلکہ دونون کے بیچ بیچ مین ہی پس جو تمکو حکم دیا جاتا ہی اسکو پورا کرو ۔ ف ابن جریرؒ نے بسند صحیح ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ اگر یہ لوگ کوئی کمتر گائے لیکر قربانی کر دیتے تو انکو کافی ہوجاتی ولیکن انھون نے تشدد کیا تو اللہ تعالےٰ نے بھی اونپر سخت کر دیا یہی قول عبیدۃ السلمانی و سدی و مجاہد و عکرمہ و ابو العالیہ و دیگر علماے تابعین سے مروی ہی اور ابن جریجؒ نے جو تبع تابعین مین سے ہین بوجہ کمال وثوق کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو تو کمتر گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن جب اونھون نے تشدد کیا تو اللہ تعالےٰ نے اونپر سخت کر دیا اور واللہ اگر یہ لوگ انشاء اللہ تعالےٰ نہ کہتے تو قیامت تک اونکو نہ ملتی ۔ فارض ۔ ایسی گائے جو اسقدر بوڑھیا ہوگئی ہو کہ اوسکے جننے کی امید نہو اور بکر ۔ وہ بچھیا جو گابھن نہوئی ہو یہ قول ابو العالیہ و سدی و مجاہد و عکرمہ و عطیہ عوفی و عطاء خراسانی و وہب بن منبہ و ضحاک و حسن و قتادہ رحمہم اللہ ہی اور یہی حضرت ابن عباس رضؓ سے مروی ہی اور ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ "عوان" وہ کہ کبیرہ و صغیرہ کے درمیان ہو اور یہ ان چارپایون مین نہایت عمدہ جوانی کا وقت کہلاتا ہی ۔ مترجم کہتا ہی کہ اس مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اونکو صریح تاکید فرمائی یعنے ۔ فافعلوا ما تؤمرون ۔ جو تمکو حکم دیا گیا اسکو پورا کرو ۔ پس دیکھنا چاہیے کہ صیغۂ امر ۔ اذبحوا ۔ تو پہلے ہی سے تاکید تھا کیونکہ صیغۂ امر سے حکم دینا وجوب ہی پھر اسپر بکرر وجوب ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بصیغۂ امر فرمایا کہ ۔ فافعلوا ۔ لیکن پھر بھی ان لوگون نے نہین کیا بلکہ ۔ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۔ قوم والے کہنے لگے کہ آپ ہمارے واسطے اپنے رب تعالےٰ سے دعا کیجیے کہ ہمارے لیے بیان فرماوے کہ اس گائے کا کیا رنگ ہی ۔ ف پس پہلے تو اوسکا سِن دریافت کیا تھا اب اوسکا رنگ دریافت کیا ۔ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ○ موسیٰ نے کہا اللہ تعالےٰ فرماتا ہی کہ یہ جوان گائے بڑنگ زردی کہ اوسکا رنگ چٹکیلا ہی کہ دیکھنے والون کو سرور دیتا ہی ۔ ف یعنے دیکھنے والون کو بھلا معلوم ہوتا ہی یہ قول سدی و ابو العالیہ و قتادہ و ربیع بن انس ہی اور وہب بن منبہ نے کہا کہ اوسکے کھال پر نظر کرنے سے ایسا خوش معلوم ہوتا ہی کہ گویا آفتاب کی شعاع نکلتی ہی ۔ مترجم کہتا ہی کہ اسکا رنگ غایت شوخی سے ایسا چٹکیلا تھا کہ اوسپر دوسرے رنگ کی لہر معلوم ہوتی تھی کیونکہ زردی یا سبزی جب نہایت شوخ ہوتی ہی تو مختلف طور پر روشنی پڑنے سے کبھی سیاہی اور کبھی چمک کی سپیدی اور کبھی دوسری چیز کے عکس پر سرخی کی جھلک بھی معلوم ہونے لگتی ہی اسیواسطے

حسنؒ کی روایت مین سیاہی مائل اور ابن عباسؓ کی تفسیر مین سپیدی مائل آیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ توریت مین سرخی مائل مذکور ہی شیخ نے کہا کہ اسکی یہی وجہ ہی کہ اوسکی زردی ایسی گہری تھی کہ کبھی وہ سیاہی یا سرخی مائل نظر آتی تھی مترجم کہتا ہی کہ اپنی چمک کی وجہ سے کبھی سفیدی مائل نظر آتی تھی اور یہان ایک تنبیہ یہ ہی کہ بعد اس واقعہ کے توریت نازل ہوئی ہی تو لامحالہ یہ واقعہ مصر مین ہوا ہوگا واللہ تعالے اعلم۔ ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ جو شخص زرد جوتیان پہنے وہ جب تک پہنے رہے برابر سرور مین رہیگا۔ ع۔ بالجملہ گاے کا سن و رنگ بیان ہوگیا پھر بھی اس قوم نے سوال نہ چھوڑا۔ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۝ کہنے لگے کہ ہمارے لیے اپنے رب تعالے سے دعا کیجیے کہ ہمین صاف بتلادے کہ وہ کیا ہی کہ گائین تو ہمپر مشتبہ ہوگئی ہین اور اللہ تعالے نے چاہا تو ہم مقصد پر پہونچ جاینگے۔ ف حدیث مین ہی کہ اگر ان شاء اللہ تعالے نہ کہتے تو اونکو قیامت تک نہ کھلتی (ابن جریر وغیرہ) امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث غریب ہی اور اظہر قول ابوہریرہ رضہ ہی بیضاوی نے یہان ایک فائدہ دقیق نکالا کہ اللہ تعالے تو پہلے حکم دیدیا تھا پھر یہان ان شاء اللہ تعالے کہا گیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالے جسکو حکم دیتا ہی وہ حکم بھی اللہ تعالے کی مشیت پر رہتا ہی اور اللہ تعالے کا ارادہ و مشیت اگرچہ قدیم ہی مگر بندے کے فعل سے متعلق ہوا کرتی ہی تو تعلق البتہ حادث ہی یعنی ازلی ارادۂ الٰہی جسوقت کے واسطے تھا جیسے وہ چیز پیدا کرتا ہی تب اوسکے ساتھ متعلق ہوتا ہی الحاصل اس سوال مین اون لوگون نے دریافت کیا کہ متوسط عمر کی زرد رنگ گائین بہت ہوتی ہین تو ہمکو یہ بتلانا چاہیے کہ وہ چرائی کی گاے ہی یا کھیتی باڑی کی چنانچہ موسی علیہ السلام نے دعا فرمائی جب حکم آیا تو اونکو بتلایا۔ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ موسی علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ وہ گاے ایسی ہی کہ ذلول نہین کہ زمین جوتتی ہو اور نہ کھیتی سینچتی ہی۔ ف ذلول جو کام سے مذلل یعنے کام کی محنت مین دبی ہوئی ہو اور اثارۃ الارض زمین جوتنا و گوڑنا پس غیر ذلول ہونے کی یہ تفسیر ہی کہ زمین جوتتی نہین اور کھیتی سینچتی نہین ہی اور اسکے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ فِيهَا۔ یعنے مسلمہ ہی کہ اوسکے بدن مین کوئی نقص نہین ہی ف اور نہ اوسمین کوئی داغ ہی یعنے سواے اوسکے رنگ خالص کے کسی دوسرے رنگ کا داغ نہین ہی۔ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ۔ کہنے لگے کہ اب آپ حق کو لائے۔ ف قتادہؒ نے کہا یعنے اب آپ نے پورا بیان فرمایا مترجم کہتا ہی کہ یہ بھی گویا بے ادبی کی تعریض ہی کہ پہلا بیان صاف نہ تھا حالانکہ در اصل یہ اونکی نا سمجھی تھی ورنہ کلام نبوت بہت صاف تھا اور یہان سے یہ معرفت نکل آئی کہ امتی لوگ جب کلام نبوت پر فہم سلیم کے ساتھ عمل کرین تو اللہ تعالے قبول فرمائیگا اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو آسانی کا حکم دیا اور حکم الٰہی کو اپنے اوپر سخت کر لینے سے بہت منع فرمایا ہی چنانچہ حضرت معاذ بن جبل و ابوموسی اشعری کو جب اہل یمن کے یہان بھیجا تو یہ بھی فرمایا کہ «یسرا ولا تعسرا» یعنے تم آسانی دکھیو اور سختی مت کیجیو (الصحاح) اور یہ حکم بہت سی احادیث مین وارد ہی۔ القصہ روایات سلف مین وارد ہی کہ جب ان لوگون نے یہ حکم پایا تو ایسی گاے کی تلاش مین پھرنے لگے آخر ایک مدت کے بعد ایسی گاے جسمین یہ تمام صفات موجود ہون اوسی مرد صالح کے پاس ملی جو اپنی مان کی خدمتگذاری مین باوجود محتاجی کے اپنے بال بچون پر ترجیح دیکر ثابت قدم رہتا تھا اور اللہ تعالے نے دنیا مین بھی اوسکو اس کار نیک کا کچھ عوض دینا چاہا حالانکہ اہل المعرفت پہچانتے ہین کہ جب دو رکعت سنت کا ثواب تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہو تو خدمت والدین جو اللہ تعالے نے فرض فرمائی ہی اوسکا ثواب تمام دنیا و مافیہا کیونکر ہوسکتی ہی پس معنے یہ ہین کہ اللہ تعالے نے چاہا کہ وہ دنیا مین آسانی کے ساتھ خدمت کرے پس ان لوگون نے وہ گاے اس جوان صالح سے طلب کی اور اوسوقت کی قیمت کے موافق دوگنی چوگنی قیمت دینی چاہی مگر اوسنے منظور نہین کیا آخر اون لوگون نے موسی علیہ السلام سے شکایت کی

تو اوسنے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر حکم نبوت ہی تو یہ گاے حاضر ہی آپنے فرمایا کہ تہین تجکو ہر طرح اختیار ہی اور اسرائیلی روایات مین وارد ہی کہ ایک فرشتہ نے بشکل آدمی سامنے ہوکر پہلے ہی اوسکو آگاہ کردیا تھا جیسے دیکھنے جاتا تھا کہ تو ابھی اس گاے کو مت فروخت کیجیو یہانتک کہ بنی اسرائیل مین ایک مقتول کے واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے یہ گاے خریدی جائیگی خبردار تو اسکو اسکی کھال بھر سونے سے کم مت دیجیو غرضکہ اس شخص نے اوسکی قیمت مین اسکی کھال بھر اشرفیان مانگین اور کسی طرح اس سے کم نکیا آخر دونون قومون نے لاچار ہوکر اوسکی کھال بھر سونا دیکر خریدا **فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ** ۝ پھر اس گاے کو ذبح کیا حالانکہ ذبح کرتے نہین لگتے تھے

ف یعنے اسقدر گران ثمن تھا کہ اوسکی مشقت سے قریب تھا کہ نافرمانی کرین امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ محمد بن کعب محمد بن قیس وابن جریر نے بھی وجہ بیان کی کہ گرانی ثمن کی وجہ سے ذبح کرتے نہین معلوم ہوتے تھے پھر شیخ نے لکھا کہ یہ تفسیر اس مقام پر معقول نہین ہی اسواسطے کہ ثمن کی گرانی تو صرف اسرائیلیون کے بیان سے معلوم ہوتی ہی چنانچہ ابوالعالیہ و سدی نے نقل کیا اور عوفی نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی اور عبیدۃ السلمانی و مجاہد و وہب بن منبہ و ابوالعالیہ و عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ ان لوگون نے اس گاے کو بعوض مال کثیر خریدا شیخ نے کہا کہ اس سے صرف مال کثیر معلوم ہوتا ہی اور یہ لازم نہین آتا کہ اوسکی کھال بھر سونا ہو اور عبدالرزاق نے باسناد صحیح حضرت عکرمہ سے روایت کی کہ اس گاے کے دام فقط تین اشرفیان تھین ظاہرا یہ بھی اسرائیلیون ہی سے لیا گیا مترجم کہتا ہی کہ شیخؒ کی مراد یہ ہی کہ ثمن یا دام وہی کہلاتے ہین جو بائع و مشتری کی درمیان قرار پاوین اور جو اسکی بالبت اصلی ہوتی ہی وہ قیمت کہلاتی ہی تو جب معلوم ہوا کہ ثمن تین اشرفیان تھین تو ظاہر ہوا کہ دس درم کی گاے جب تین اشرفیون کو خریدی گئی تو درحقیقت بہت دام دیے گئے لیکن یہ ایسی گرانی نہین ہی جسکی وجہ سے تعمیل حکم سے باز رہتے بلکہ صحیح وصواب اس مقام پر وہ تفسیر ہی جو ضحاک نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی ہی کہ - فذبحوها وما كادوا يفعلون یعنی اون لوگون نے ذبح کردیا مگر اونکے ارادہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کام نکرینگے کیونکہ اونکی مراد یہ تھی کہ ہم ذبح نکرین یعنے اسقدر سوال وجواب سے اونکی غرض یہ نہین تھی کہ حکم کی تعمیل بہت خوبی کے ساتھ ادا ہو بلکہ یہ سوال وجواب سرکشی کا بہانہ تھا کہ اونکو گاے ذبح نکرنا پڑے اور یہ غرض نہ تھی کہ جو حکم ہی اوسکو بہت خوبصورتی سے ادا کرین - مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابن کثیر کی تحقیق بہت نفیس ہی کیونکہ اگر گرانی ثمن کی علت کہی جاوے جیساکہ شیخ سیوطی وغیرہ نے اختیار کیا ہی تو لازم آتا ہی کہ تفسیر آیت کے سمجھنے کے واسطے بیان اسرائیلی کی ضرورت ہی کیونکہ جبتک اسرائیلی بیانات سے یہ امر ثابت نہو کہ اوسکا ثمن اسقدر گران تھا تب تک آیت کی تفسیر سمجھ مین آویگی اگر کہا جاوے کہ گاے کا یہ قصہ بنی اسرائیل مین برابر متواتر چلا آتا ہی اور یہ بات مشہور سے زیادہ متواتر ہی تو جواب یہ ہی کہ اصل واقعہ تو بیشک متواتر ہی پھر اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ اوسکا ہر جزو تفصیلی بھی متواتر ہی تاہم وہی لوگ اسکو سمجھ سکتے ہین جنکو اس متواتر کا علم ہوا اور یہ بات تمام عرب وعجم کے واسطے لازم نہین ہی پس صواب وہی ہی جو شیخ ابن کثیرؒ نے اختیار فرمایا ہی

(**مسئلہ**) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس آیت سے جانورون کی بیع سلم صحیح ہونے پر استدلال کیا گیا کیونکہ بنی اسرائیل کی گاے ان صفات و قیود سے متعین ہوگئی یا اوسکے قیود سے معرفت پوری ہوگئی اور جانورون کی بیع سلم صحیح ہونے کے واسطے اسیقدر کافی ہی کہ جانور کی شناخت ہوجائے اور یہی امام مالک و اوزاعی ولیث بن سعد و شافعی و احمد و جمہور علماء سلف وخلف کا قول ہی بدلیل حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے آگے کسی عورت کے اوصاف اس طرح بیان نکرے کہ گویا یہ مرد اوس عورت کو دیکھتا ہی - (الصحیحین) کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ اوصاف بیان کرنے سے اس قابل ہوجاتا ہی کہ گویا وہ نظر کے سامنے ہی اور بدلیل حدیث دیگر جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل خطا وشبہہ عمد کی دیت مین اونٹون کے اوصاف بیان فرمائے - (کما فی السنن) اور امام ابو حنیفہ وسفیان ثوری

اور دیگر علماء کوفہ نے کہا کہ حیوانات میں بیع سلم نہیں صحیح ہے کیونکہ حیوانات کے حالات منضبط نہیں ہو سکتے ہیں اور تھوڑے سے فرق میں از راہ قیمت کے بڑا تفاوت ہو جاتا ہے اور یہی قول حضرت عبد اللہ بن مسعود و حذیفہ بن الیمان و عبد الرحمن بن سمرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

ع۔ ف ۲ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گائے کا قربانی کرنا ثابت ہے چنانچہ حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی جانب سے گائے کی قربانی کی اور اللہ تعالیٰ کے نام پر قربانی کرنے میں جو جانور زیادہ نفیس و گران ہو وہ بہتر ہے اور اونٹ کے بہ نسبت گوشت میں گائے افضل ہے لیکن ہندوستان کے مسلمان دو فریق ہیں بعضے تو گائے کی قربانی بوجہ گرانی و نفاست کے کرتے ہیں اور اسمیں ثواب زائد ہے اور بعضے بوجہ آسانی کے بھی کرتے ہیں کیونکہ ایک گائے میں سات آدمیوں کی شرکت جائز ہے اور اسمیں فقراء و مساکین کا نفع مزید ہے اسواسطے کہ انکے حصہ میں گوشت زیادہ ملتا ہے پس ادائے فرض کے ساتھ میں یہ نیت بھی خوب ہے لیکن اس زمانہ میں ہندوؤں میں بعضے فریق اس قسم کے ظاہر ہوئے جو مسلمانوں کے ساتھ گائے کی قربانی میں شدید مناقشہ و مجادلہ کرنے لگے اور بہ انصاف کے ساتھ غور کیا جاوے تو یہ بیفائدہ فساد و شرارت طبیعت پر مبنی ہے کیونکہ اس حالت میں جبکہ انگریزی حکومت ہے اور وہ نوع آزادی پر مبنی ہے تو ہر فریق کو لازم تھا کہ اپنے اعتقاد کے موافق اپنے افعال کو ٹھیک رکھے پس اہل ہنود کو زیبا نہیں کہ وہ انگریزی فوجوں کی غذا گاؤ بند کریں یا مسلمانوں کو انکے احکام شریعت سے مانع ہوں جیسے مسلمانوں کو روا نہیں ہے کہ ہندوؤں یا نصرانیوں کو سور یا اعلان کلمہ شرک سے بطور مجادلہ مانع ہوں یا شراب کو عمدہ لانے یا فروخت کرنے سے مانع ہوں ہاں باہمی مصالحہ مقتضی ہے کہ اگر درحقیقت ہندوؤں کو کسی مقام پر گائے کے ذبح ہونے سے نفرت ہوتی ہو تو اوسے ہٹا کر [illegible] یا جاوے یا بعد دیکھنے ہندوؤں کو یہ قطعی علم ہے کہ روزانہ غذائے فوج کے واسطے یا غذائے عام کے واسطے اس جانور کا ذبح کرنا جاری ہے پس انکے واسطے اسیقدر احتیاط کافی ہے کہ وہ اپنی نظر ایسے مقام سے ہٹاویں جہاں دوسری قوموں کو اوسکے ذبح کی ضرورت ہو یا باہمی مصالحت کے ساتھ مسلمان اپنا ثواب فضیلت و منفعت فقراء چھوڑ دیں اور بجائے اسکے بکری وغیرہ ذبح کریں کیونکہ باہمی ہندوؤں و مسلمانوں میں یہ نزاع کمال بے تہذیبی و جہالت و بدبختی کی دلیل ہے اسواسطے فریقین عقلاء کو لازم ہے کہ نامردی کے ساتھ باہم لاٹھی پونگے سے اپنے سر نہ پھوڑیں جسکی بے تمیزی ایسی کھلی ہوئی ہے کہ اسکے واسطے کسی دلیل کی بھی ضرورت نہیں ہے اور اس گوشت و خون میں طرفین میں سے کسی کے واسطے بھی شجاعت و دلیری کا گمان نہیں ہوسکتا بلکہ قطعی جہالت و نامردی کی دلالت ہے کیونکہ بزدل کتا اپنے گھر ہی والوں کو کاٹتا ہے اور نامرد زنانہ اپنے ہی پاؤں میں کلہاڑی مارتا ہے فافہم (فائدہ) جنگ بدر کی فتح کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے سرداران قریش میں سے جو قید ہوئے تھے بجائے قتل کے فدیہ لینا اختیار کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پیغام پہونچایا کہ دو باتوں میں سے افضل اختیار کرو ایک یہ کہ ان سرداران کفر کو قتل کرو دوم یہ کہ انکا فدیہ لیکر انکو چھوڑ دو اور سال آیندہ میں جس قدر چھوڑ دو گے اوتنے ہی تمہاری جماعت سے قتل ہونگے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض انصار نے انکو قتل کر دینا اختیار کیا اور حضرت ابوبکر و دیگر صحابہ نے چاہا کہ سال آیندہ میں شہید ہوں اور یہ لوگ فدیہ لیکر چھوڑ دیے جاویں اسی رائے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ نے بعد اسکے جو آیات نازل فرمائیں اونسے عتاب ظاہر ہوا یعنی اختیار مناسب یہ تھا کہ صناوید کفار کو قتل کر دیا جاتا لیکن مقدور الٰہی نہیں بدلتا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ میرے گرد گائیں ذبح کی ہوئی ہیں اور آپ نے تلوار ہلائی تو اوسکا پھل ٹوٹ گیا لیکن پھر وہ بدستور درست ہوگئی تو آپ نے تعبیر فرمائی کہ میرے اصحاب شہید ہونگے اور میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص شہید ہوگا پھر اللہ تعالیٰ بہتری فرمائیگا چنانچہ یہی ہوا کہ جنگ احد میں بتعداد قیدیان بدر ستر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب شہید ہوئے چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ مفصل بیان آویگا اور اس سے

معلوم ہوتا ہی کہ جسم انسانی کی تعبیر گاے سے ہوتی ہی لہذا صاحب عرائس وغیرہ نے اشارہ سے نکالا کہ انسان کو چاہیے کہ مردہ کی حیات حاصل ہونے کے
واسطے اپنے نفس کو قربان کرے اور نفس کا قربان کرنا یہی کہ اس جسم کی خواہش کو غور کرے اگر وہ خلاف شریعت کے خواہش کرتا ہی تو اوس خواہش کو قطع کرے
حتی کہ نفس کو اپنی خواہشون سے مردہ کر دے اور کل خواہشین وہی قائم رکھے جو شرع مین جائز ہین اور اوسکو مردہ بناکر شریعت کے قابو مین دیدے کہ وہ
اوس سے فرائض و واجبات احکام کی تعمیل کراوے اور اگر اوسکی خواہشین موافق شریعت ہوجاوین تو وہ کمال انسانی پر فائز ہونا شروع ہوگا حدیث
مین ہی سب سے بڑھکر تیرا دشمن تیرا نفس ہی جو دونون پہلو کے بیچ مین ہی۔ پس معلوم ہوا کہ پہلے اسی کو مار ڈالنا چاہیے اور یاد رکھو کہ جسنے اس نفس کو
اللہ تعالے کے واسطے مار ڈالا یعنے اللہ تعالے کے ہاتھ فروخت کر دیا حتی کہ وہ سواے رضاے آلہی کے اپنی خواہش پر نہین چل سکتا ہی تو یہ حقیقت
موت نہین ہی بلکہ موت سے بیخوف ہوکر زندہ جاوید ہوگیا اور جسنے اس نفس کو پالا وہ خالی جسم حیوانی ہی جو مرتے ہی فنا ہو جائیگا اور یہ شخص عذاب
جہنم مین جائیگا اور جسنے نفس کو اپنی خواہشون سے مار ڈالا اور ارادات و احکام آلہی پر مستقیم ہوگیا وہ زندہ ہوکر نور فراست و مشاہدۂ غیب تک پہونچا

(**تنبیہ**) اکابر مشائخ متفق ہین کہ نفس ایک ہی پس بعضے ناواقفون نے جو تین نفس بیان کیے کہ ایک نفس امارہ اور دوسرا نفس لوامہ اور
تیسرا نفس مطمئنہ ہی یہ اونکی غلط فہمی و نادانی ہی بلکہ درحقیقت یہ نفس کے صفات ہین چنانچہ کافرون کے نفس کی صفت نفس امارہ ہی اور یہ صفت
نفس کے واسطے لازمی ہی کہ وہ ہمیشہ بد کامون کے واسطے حکم دیتا ہی لہذا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء
الآیۃ۔ اور وارد ہوا حدیث مین جو وارد ہی اللہم لا تکلنی الی نفسی الخ یعنے آلہی مجکو میرے نفس کی کفالت مین نچھوڑیو کیونکہ اگر تو مجکو میرے نفس کی
کفالت مین چھوڑیگا تو وہ مجکو بھلائی و نیکی سے دور کریگا اور بدی و جہنم سے نزدیک کریگا۔ ھ چنانچہ سورۂ مریم مین قولہ تعالی لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ
عند الرحمن عہدا الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی یہ دعا پوری آویگی پھر جب ایمان کے ساتھ آدمی نے نفس کو معصیات آلہی پر ملامت
کرکے مستقیم کیا تو اوسکی صفت نفس لوامہ ہی چنانچہ قولہ تعالی۔ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ۔ کی تفسیر مین آویگا اور جب دار آخرت کے ساتھ مطمئن
ہوا تو اس نفس مطمئنہ کا بیان قولہ تعالے۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الآیۃ۔ کی تفسیر مین آویگا۔ بعض تابعین یا ذوالنون مصریؒ کا قول ہی کہ
من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ جسنے اپنے نفس کو پہچانا اوسنے اپنے رب عزوجل کو پہچان لیا۔ پس قتل نفس سے یہ غرض نہین ہی جو بعضے نادان سمجھتے
ہین کہ اوسکو کھانے پینے وغیرہ سے بزعم مردہ کرے کیونکہ یہ گمراہ راہبون کا طریقہ تھا جیسا جوگیون مین معمول ہی اور اللہ تعالے نے راہبون کی مذمت
فرمائی بقولہ تعالے۔ رہبانیۃ ابتدعوہا ما کتبناہا علیہم الآیۃ۔ یعنی انھون نے رہبانیت اپنی طرف سے بدعت نکالی ہمنے اونپر یہ حکم نہین بھیجا تھا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نفی بشدید فرمائی کہ۔ لا رہبانیۃ فی الاسلام۔ یعنی اسلام مین رہبانیت کی جنس ہی نہین ہی۔ اور حدیث مین
ہی۔ ان لنفسک علیک حقا۔ بیشک تیرے نفس کا تجپر حق ہی۔ اور اس حدیث صحیح کی تفسیر و تنصیص سے خود نکلتا ہی کہ کھانا و پینا و نکاح و حقوق
اہل و عیال و حقوق مہمان وغیرہ داخل طریقۂ عبادت ہین کیونکہ مومن کے کل افعال بہ نیت اتباع شریعت کے داخل عبادت ہین قولہ تعالے ما خلقت
الجن والانس الا لیعبدون۔ یعنے ہمنے جن و انس کو عبادت ہی کے واسطے پیدا کیا۔ پس خالص مومنین کے کل افعال حتی کہ خواہش استراحت
داخل عبادت ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ حدیث صحیح مین مصرح ہی کہ جو لقمہ تو اپنی جورو کے منہ مین ڈالے یعنے اوسکو نفقہ پہونچاوے تو اوسمین تیرے
لیے نیکی ہی کما فی الصحیحین) وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی مرد نیک کے واسطے مال نیک خوب چیز ہی (صحیح مسلم)
کیونکہ وہ اوس سے مرضیات آلہی بدون ہوس دنیا و تن پروری کے حاصل کرتا ہی حتی کہ اوسکی حفاظت لازم ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ فرمایا۔ من
قتل دون مالہ فہو شہید۔ یعنے اپنے مال حلال کے ناحق چھینے جانے مین جو مارا جاوے وہ شہید ہی اور اللہ تعالے نے جس طرح انبیاء علیہم السلام

کو حکم قولہ تعالے - یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا الآیۃ - سے طیبات کھانے اور اعمال نیک بجالانیکا حکم دیا اسی طرح اہل ایمان کو بقولہ تعالے - یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون - اکل طیبات و اعمال صالحہ کا حکم دیا ہان اگر کوئی شخص دیکھے کہ جب وہ عمدہ غذاؤن کے بعد اپنے نفس کو قابو مین نہین کرسکتا تو تقلیل کرے اور برابر اعمال صالحہ پر قائم ہو یہانتک کہ بد اخلاق و ذمیمہ خصائل مضمحل ہوتے جاوین اور اخلاق کریمہ و صفات شریفہ ظہور کرتی جاوین اور اسکے واسطے اللہ تعالے سے ہدایت و صبر و صلوٰۃ کی درخواست کرے کیونکہ نفس مکار ہی - شیخ رح نے لکھا کہ کبھی وہ عبادت کے لباس مین ظاہر ہوکر آدمی کو اپنی خوبی دکھلاتا ہی یعنی آدمی دیکھنے لگتا ہی کہ میرا نفس تو عبادت پر قائم ہی اور یہ نہین خیال کرتا کہ اللہ تعالے کی ہدایت ہی پس جب ہی اوسنے نفس کو خوبی کی نظر سے دیکھا کہ اندھیرا چھا گیا اسیواسطے اہل حق اپنے نفس کو نیکی مین بھی متہم رکھتے ہین اور ہمیشہ اللہ تعالے کی رحمت پر نظر رکھتے ہین کہ اوسکی عنایت سے مین نے یہ کار خیر پایا ورنہ نفس مجھکو برباد کرتا عکس - القصہ بنی اسرائیل نے گاے ذبح کرنے مین فرمانبرداری سے گریز و تعلل کیا یہانتک کہ آخر یہ نوبت پہونچی کہ جب سب حیلے ساقط ہوے تو بمجبوری وہ گاے ذبح کی پھر اللہ تعالے نے ابتدا ر قصہ اعجاز قدرت یاد دلایا بقولہ تعالے -

وَاِذۡ قَتَلۡتُمۡ نَفۡسًا فَادّٰرَءۡتُمۡ فِيۡهَا ‌ؕ وَاللّٰهُ مُخۡرِجٌ مَّا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ۚ‏

اور جب تمنے مار ڈالا تھا ایک شخص پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ کو نکالنا اوسکو جو تم چھپاتے تھے

فَقُلۡنَا اضۡرِبُوۡهُ بِبَعۡضِهَا ‌ؕ كَذٰلِكَ يُحۡىِ اللّٰهُ الۡمَوۡتٰى ۙ وَيُرِيۡكُمۡ اٰيٰتِهٖ

پھر ہمنے کہا مارو اوس مردے کو اس گاے کا ایک ٹکڑا اسی طرح جِلا وے گا اللہ مردے اور دکھاتا ہی تمکو اپنے نمونے

لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ‏ ۝

شاید تم بوجھو

وَاِذۡ قَتَلۡتُمۡ نَفۡسًا - اور یاد کرو جب تمنے ایک نفس کو قتل کر ڈالا تھا - ف یعنی تم مین سے بعض نے ایک نفس کو خفیہ مار ڈالا اور بنی اسرائیل مین اسکا واقعہ اس طرح مشہور ہی کہ بھتیجون نے اپنے لاولد چچا کو مال کے واسطے مار ڈالا تھا جیسے اوپر قصہ مذکور ہوا - فَادّٰرَءۡتُمۡ فِيۡهَا - پھر تمنے اوسکے بارہ مین اختلاف کیا - ف بخاری نے کہا ادارئتم ای اختلفتم - اور یہی ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کیا ابن جریج نے کہا یعنے تم مین دو فریق ہوگئے ہر ایک نے دوسرے پر قتل کا الزام لگایا - وَاللّٰهُ مُخۡرِجٌ مَّا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ۝ حالانکہ جسکو تم چھپاتے ہو اللہ تعالے اوسکو نکالنے والا ہی - ف یعنی اللہ تعالے ضرور ظاہر فرما دیگا کہ کون قاتل ہی چنانچہ اوسنے گاے ذبح کرائی اور ہنوز قاتل کی سمجھ مین نہیں آیا کہ گاے کے ذبح کرنے سے اوسکی بدکاری کیونکر ظاہر ہوگی - فَقُلۡنَا اضۡرِبُوۡهُ بِبَعۡضِهَا - پس ہمنے حکم دیا کہ تم اس مردے کو گاے مین سے بعض ٹکڑے کے ساتھ اس قتیل کو مارو - ف اور بنی اسرائیل مختلف روایتین کرتے ہین کہ دُم کی ہڈی یا زبان وغیرہ کس ٹکڑے سے مارا تھا اور ہمکو اسکی تفتیش کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہی کیونکہ یہ تو اعجاز قدرت تھا تو جس ٹکڑے سے مارتے وہ زندہ ہو جاتا - ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انھون نے گاے کے ایک ٹکڑے سے مقتول کو مارا تو وہ اوٹھ بیٹھا اس حالت سے کہ اوسکی رگون سے خون جاری تھا حالانکہ اوسکو قتل و دفن ہوے ایک مدت دراز گذر چکا تھا پھر اوس سے پوچھا کہ کس نے تجکو مارا ہی اوسنے کہا کہ مجکو فلان شخص نے قتل کیا ہی سدی رح نے کہا کہ اپنے بھتیجے کا نام بتلایا ابو العالیہ نے فرمایا کہ نام بتلانے کے بعد بدستور سابق مردہ ہوگیا مترجم کہتا ہی کہ یہین اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کو مردہ زندہ کرنے کی قدرت آنکھون دکھلائی اور یہ بات بنی اسرائیل مین متواتر ثابت ہی پس کسی شخص کو یہان

محال انکار نہین ہی اور نہ کوئی شخص تاویل کرسکتا ہی کیونکہ جو امر محسوس متواتر ثابت ہوا اوسمین کسی تاویل کی گنجایش نہین ہوتی ہی لہذا اللہ تعالےٰ نے تنبیہ فرمائی - كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى - یعنی یون ہی اللہ تعالیٰ زندہ فرمائیگا مردون کو - ف یعنے جیسے اس مقتول کو زندہ کردیا اوسی طرح اللہ تعالےٰ قیامت مین مردون کو زندہ کریگا پس بنی اسرائیل کو آنکھون سے دکھادیا تاکہ اونکو حشر قیامت مین شک نہ رہے - وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ اور اللہ تعالےٰ تمکو اپنی آیات قدرت دکھلاتا ہی تاکہ تم سمجھ حاصل کرو - ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے اس سورہ مین پانچ مقام پر آیات قدرت احیار دکھلانے کا ذکر فرمایا - (۱) ثم بعثنا کم من بعد موتکم لعلکم تشکرون - (۲) اس قصہ مین - (۳) قولہ تعالےٰ - الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف حذر الموت الآیۃ - (۴) قولہ تعالےٰ او کالذی مر علی قریۃ وہی خاویۃ علی عروشہا الآیۃ - (۵) ابراہیم علیہ السلام و انکے چار پرندون کا قصہ - یہ تو خصوص جاندارون کے دوبارہ زندہ کرنے کے مقامات ہین اور اللہ تعالےٰ نے دلائل آیات سے بھی احیار موتیٰ کو ظاہر فرمایا چنانچہ خشک زمین کو نباتات سے ہرا کرنا - اور حدیث ابو رزین العقیلی مین ہی کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ احیا ہوتی کس کیفیت سے ہوگا تو فرمایا بھلا تو خالی وادی مین کبھی گذرا ہی مین نے عرض کیا کہ جی ہان آپ نے فرمایا کہ پھر تو اوسی وادی مین ایسے وقت گذرا ہی جب وہ سبزہ زار ہو مین نے عرض کیا کہ جی ہان فرمایا کہ یون ہی نشور قیامت واقع ہوگا (رواہ ابو داؤد و الطیالسی) (تنبیہ) قولہ تعالےٰ - واللہ مخرج ما کنتم تکتمون - جملہ اسمیہ ہی جو دلالت کرتا ہی کہ اللہ تعالےٰ کی یہ شان ہمیشہ کے واسطے ہی لہذا مسیب بن رافعؒ فرماتے تھے کہ کوئی آدمی اگر سات کوٹھریون کے اندر کوئی نیکی کرے تو اللہ تعالےٰ اوسکو ضرور ظاہر فرما دیگا اور اگر سات کوٹھریون کے اندر کوئی بدی کرے تو اللہ تعالےٰ اوسکو بھی ظاہر فرما دیگا اور اسی آیت سے استدلال کیا (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہی کہ وجہ استدلال یہ کہ آیت جملہ اسمیہ ہی جو دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہی یعنے اللہ تعالےٰ کی شان پاک یہی ہی کہ وہ اظہار فرماتا ہی - شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ کسی صحیح روایت سے یہ بات ثابت نہوئی کہ کس جزو سے قتیل کو مارا تھا لیس اسکی تعیین کرنا بیفائدہ ہی مترجم کہتا ہی کہ شیخ سیوطیؒ نے دُم کی ہڈی جسکو دُم گزہ کہتے ہین یا زبان کو بیان کیا ظاہرا اونکے نزدیک یہ امر بظاہر مرجح ہوگا ورنہ درحقیقت اس بارہ مین کوئی روایت صحیح نہین ہی - (مسئلہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس قصہ مین مذکور ہی کہ جب مقتول مذکور زندہ ہوا اور اوس سے پوچھا گیا کہ تجھے کس نے قتل کیا ہی اوسنے بیان کیا تو مقتول مذکور کا یہ قول قبول ہوا اسی سے امام مالکؒ کے مذہب پر استدلال کیا گیا کہ اگر مقتول قریب المرگ سے پوچھا جاوے کہ تجکو کس نے قتل کیا اور وہ بیان کرے کہ مجھے فلان شخص نے قتل کیا ہی یا اوس سے پوچھا جاوے کہ کیا تجھکو فلان شخص نے قتل کیا اور وہ سر کے اشارہ سے کہے کہ ہان تو اوسکا قول قبول ہوگا کیونکہ غالباً وہ ایسی حالت مین سوا سچ کے جھوٹ نہین کہیگا اور اس بارہ مین ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہی جب کہ ایک یہودی نے زیور کے لالچ سے ایک جاریہ انصاریہ کا سر دو پتھرون کے درمیان کچل دیا تھا اور لوگون نے اس جاریہ کو ایسی حالت مین پایا کہ اوسمین ایک رمق باقی تھی تو اوس سے پوچھا گیا کہ کیا تجھے فلان شخص نے قتل کیا اور کیا فلان و فلان شخص نے قتل کیا یہانتک کہ جب اوس یہودی کا نام لیا تو اوسنے سر سے اشارہ کیا کہ ہان پس یہودی مذکور اوسکے قصاص مین قتل کیا گیا اس طرح کہ اوسکا سر بھی دو پتھرون کے درمیان رکھکر کچل دیا گیا اور جمہور علمار نے اس بارہ مین قتیل کا قول قبول نہین کیا اور اس حدیث کی دیگر روایات مین آیا کہ جب وہ یہودی گرفتار ہوا تو اوسنے اقرار کیا کہ مین نے اسکو قتل کیا ہی پس قصاص مین قتل کیا گیا اور واضح ہو کہ دونون پتھرون کے درمیان سر کچلنا بطور سیاست و تشدید تھا کیونکہ دوسری حدیث مین وارد ہی کہ لا قود الا بالسیف - یعنی تلوار ہی سے قصاص لیا جاوے اور اسکی اسناد حسن ہی اور نیز حدیث صحیح مین آیا کہ جب تم قصاص لو تو ترحم و خوبی کے ساتھ قصاص لو - یہ بھی

مقتضی ہی کہ تلوار سے گردن کاٹ دیجاوے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہی اور دیگر ائمہ کے نزدیک جس طرح قاتل نے مارا ہو اوسی طرح قتل کیا جاوے جیسے یہودی مذکور قتل کیا گیا واللہ تعالے اعلم (تنبیہ) بنی اسرائیل مین مقتول کو اللہ تعالے زندہ کرنے مین بہت سے فوائد تھے (۱) یہ کہ قربانی کرنے اور حکم واجب ادا کرنے مین تقرب آلٰہی حاصل ہو (۲) اوس یتیم کو جو نزدیک گاے کا مالک تھا اور اپنی مان کا بہت خدمتگذار تھا دنیا مین فراغت و نفع کثیر حاصل ہو (۳) بھاری داموں کی قربانی افضل ثابت ہو (۴) لوگون کو معلوم ہو کہ تاثیر دینے والا فقط اللہ تعالے عزوجل ہی وہ جس چیز مین جو اثر چاہے پیدا کر سکتا ہی اور یہ ظاہری اسباب فقط نشانات قدرت ہین انمین خود کوئی اثر نہین ہی (۵) لوگون کو تنبیہ ہو کہ اپنے نفس کو اللہ تعالے کی فرمانبرداری مین قتل کرین جو اونکو قربانی مین قتل کرنا چاہتا ہی اور ایسے زمانہ مین کہ اوس سے بچپن دور ہوا اور ہنوز بڑھاپا نہین آیا ہی بلکہ عین جوانی ہی اوسکو خدمت آلٰہی مین مصروف کرے (۶) نفس کو دنیاے فانی حاصل کرنے مین ذلیل یعنی خوار نکرے (۷) شرک و کفر کے لوث سے پاک ہو کہ اوسمین سواے صبغۃ اللہ یعنی رنگ توحید کے دوسرا رنگ نہو (۸) باہمی مخاصمہ اسطرح دفع کرے کہ نفس کو طاعت آلٰہی مین قربان کرے اور باہمی مخاصمہ اس طرح ہوتا ہی کہ نفس مذکور اپنی خواہش دنیا مین آدمی کو مار ڈالتا ہی کیونکہ کفر و بدکاری وغیرہ موت حقیقی ہی پس نفس مذکور درحقیقت اس شخص کے واسطے قاتل ہی پھر اس قاتل سے قصاص لینے مین عقل و وہم باہم جھگڑا کرتے ہین چنانچہ عقل سلیم اس نفس کو امر آخرت و انجام کار مین لاتی ہی اور وہم اوسکو بقدر غلبہ کے دفع کرتا ہی اور چاہتا ہی کہ نفس چھوٹ جاے پس چاہیے کہ باہمی مخاصمہ چھوڑ کر نفس کو فرمان آلٰہی کے موافق اوسکے جسم گاؤ کو قتل کرے یعنی طاعت آلٰہی مین لگاوے اور نفس کی خواہش سے چھوڑا دے تاکہ قصاص سے حیات حاصل ہو کما قال تعالے ولکم فی القصاص حیوٰۃ یا اولی الالباب الآیۃ۔ (ملخص البیضاوی وغیرہ) بالجملہ اس واقعہ مین اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کو معارف و آیات قدرت دکھلائین پھر بھی وہ مفسد ہوئے چنانچہ فرمایا۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِیَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ اِنَّ

پھر تمہارے دل سخت ہوگئے اس سبکے بعد سو وہ جیسے پتھر یا اون سے بھی سخت اور

مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ

پتھرون مین تو وہ بھی ہین جن سے پھوٹتی ہین نہرین اور اون مین تو وہ بھی ہین جو پھٹتے ہین اور نکلتا ہی اوسمیسے

الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

پانی اور اونمین تو وہ بھی ہین جو گر پڑتے ہین اللہ کے ڈر سے اور اللہ بے خبر نہین تمہارے کام سے

اللہ تعالے نے یہودیون کو ملامت فرمائی کہ تمنے مردہ مقتول زندہ کرنے و دیگر معجزات و آیات آلٰہی کو اپنی آنکھون دیکھ لیا۔ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ - پھر تمہارے دل سخت ہوگئے بعد اسکے ف یعنے بعد معائنہ و مشاہدہ ان آیات کے تمہارے دل نرم نہوے۔ فَهِیَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً - یعنی تمہارے دل مانند پتھر کے یا سختی مین اوس سے بڑھکر ہین۔ ف یعنے سخت ہوجانے مین تمہارے دل مانند پتھر کے ہین جو کبھی موم کی طرح نرم نہین ہوتا ہی یا پتھر سے بھی بہت سخت ہی اور یہ بیان بطور شک نہین ہی کیونکہ اللہ تعالے کی شان مین شک کرنا محال ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ جو شخص ان لوگون کے حال سے واقف ہو وہ انکے دلون کو پتھر سے تشبیہ دے یا اس سے بڑھکر لوہے وغیرہ سے تشبیہ دے بیضاوی و عکبری نے کہا کہ یہ بطور اختیار ہی یعنے چاہو انکے دلون کو پتھر سے تشبیہ دو یا اوس سے بڑھکر سخت قرار دو اور خلاصہ یہ ہی کہ سخت تشبیہ مثل پتھر کے تھی لیکن ان لوگون کے دلون کو اس سے

بھی زیادہ تصور کرنا چاہیے کیونکہ پتھرون سے تشبیہ کامل نہین ہی اگرچہ بہت سخت تصور کیجاتی ہی۔ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ حالانکہ پتھرون مین سے بعض ایسا ہی جس سے نہرین جاری ہوتی ہین۔ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ اور پتھرون مین سے بعض وہ ہی جو شق ہو جاتا پس اوس سے پانی بہ نکلتا ہی۔ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ اور پتھرون مین بعض وہ ہی جو خوف الٰہی سے گر پڑتا ہی۔ ف پس یہودیون کے دل اس سے بھی سخت ہین کہ امر حق کے واسطے نرم نہین ہوتے ہین (رواہ ابن اسحٰق عن ابن عباسؓ) اور عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب اوس گاے کے ٹکڑے سے مقتول کو مارا اور وہ زندہ ہو کر بتلایا کہ میرے بھتیجون نے مجکو قتل کیا ہی پھر بدستور مردہ ہوگیا تو اونکو آیات الٰہی کے واسطے نہایت نرم دل ہونا چاہیے تھا کہ اونھون نے قدرت عظیمہ کو مشاہدہ کیا مگر بجاے اسکے یہ حال ہوا کہ جب مقتول مذکور پھر مردہ ہوگیا تو ان لوگون نے جھٹلانا شروع کیا کہ واللہ ہمنے تو نہین مارا ہی لیکن یہ قبول نہوا اور وہ لوگ قصاص مین قتل کیے گئے اور میراث سے محروم ہوے پس اللہ عزوجل نے متنبہ فرمایا کہ یہ قلوب پتھر سے بھی زیادہ سخت ہین کیونکہ بعضے پتھرون سے بحکم الٰہی عزوجل دریا جاری ہوتے ہین اور بعضے شق ہو جاتے ہین اور بعضے بخوف الٰہی عزوجل گر پڑتے ہین حالانکہ ان قلوب مین کچھ بھی اثر نہوا کہ یہ لوگ عہد الٰہی کو جھٹلانے لگے۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ ان یہودیون کے واسطے بھی تنبیہ ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین موجود تھے کہ باوجود ان آیات قدرت و نصوص توریت کے جو قطعی متواتر ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لاتے بلکہ عہد توریت مین تحریف کرتے تھے انکو تہدید فرمائی۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالےٰ اوس سے کچھ بھی غافل نہین ہی ف بلکہ موافق مشیت ازل کے چند دن تمکو عذاب مین تاخیر دی گئی ہی حالانکہ دوام آخرت کے مقابلہ مین یہ تاخیر نہایت ہی قلیل ہی۔ ابن ابی حاتم نے یحییٰ بن یعقوب سے روایت کی کہ جن پتھرون سے نہرین جاری ہوتی ہین فرمایا کہ یہ گریہ وزاری کی کثرت ہی اور جن پتھرون سے پھٹکر پانی بہتا ہی فرمایا کہ یہ رونے کی قلت ہی اور جو پتھر کہ خوف الٰہی سے گر پڑتا ہی فرمایا کہ یہ بغیر آنسوون کے قلب کا رونا ہی (ابن ابی حاتم) اس روایت سے معلوم ہوا ہی کہ پتھرون مین یہ بات حقیقی طور پر جاری ہی اور بعضے لوگون نے گمان کیا کہ پتھر کی نسبت خوف الٰہی بطور مجاز ہی لیکن امام رازی و قرطبی وغیرہ ائمہ علما نے فرمایا کہ یہ گمان غلط ہی بلکہ اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوقات مین ہر جنس کے واسطے اپنی معرفت کی فہم پیدا فرمائی ہی اور یہی سلف و خلف اہل سنت کا مذہب ہی کہ عاقلون کے سواے دیگر حیوانات و نباتات و جمادات سب چیزون مین اللہ کی طرف سے ایک علم ہی جس سے ہر ایک مخلوق اپنے خالق عزوجل کو پہچانتی و تسبیح کرتی ہی اور اس مخلوق کے سواے دوسری مخلوق بین دوسرے طور پر معرفت ہی اور اس پر آیات و نصوص قطعیہ شاہد ہین اول قولہ تعالےٰ۔ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا الآیۃ۔ دوم قولہ تعالےٰ۔ ائتیا طوعًا او کرہًا قالتا اتینا طائعین الآیۃ۔ سوم قولہ تعالےٰ تسبح له السموات السبع والارض ومن فیہن۔ چہارم قولہ تعالےٰ۔ وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم انہ کان حلیمًا غفورًا۔ پنجم قولہ تعالےٰ۔ والنجم والشجر یسجدان۔ ششم قولہ تعالےٰ۔ اولم یروا الی ما خلق اللہ من شیٔ یتفیؤ ظلالہم الآیۃ۔ ہفتم آیۃ سجدہ شمس و قمر۔ ہشتم قولہ تعالےٰ۔ ولو انزلنا ہذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعًا متصدعًا من خشیۃ اللہ۔ نہم قولہ تعالےٰ۔ الم تر ان اللہ یسبح له من فی السموات والارض والطیر صافات کل قد علم صلوتہ و تسبیحہ الآیۃ۔ دہم قولہ تعالےٰ وسخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر۔ و دیگر آیات کثیرہ ہین مانند شہادت اعضاء وغیرہ کے اور حدیث مین کوہ احد کی نسبت آیا کہ یہ پہاڑ ہمکو دوست رکھتا ہی اور ہم اسکو دوست رکھتے ہین (الصحیح) اور ابوجہل مردود کے ہاتھ مین کنکریون نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت پر گواہی دی اور زہر ملی ہوئی بکری نے آپکو آگاہ کیا کہ مجھ مین زہر ملا ہوا ہی اور جنگل کے ایک درخت سے گواہی
طلب کی تو وہ پھاڑتا ہوا آیا اور گواہی ادا کر کے چلا گیا اور ایک مرتبہ میدان مین قضاے حاجت کے واسطے دو درختون کو طلب فرمایا تو دونون حاضر
ہوے اور جھک کر پردہ و سایہ کر لیا اور ایک باغ مین اونٹ نے آپ سے اپنی محنت و بھوک کی شکایت کی اور ایک شخص کے اونٹ نے آپکو سجدہ
کیا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ خبر متواتر مشہور ہی کہ ستون حنانہ آپ کے فراق مین بچے کی طرح رویا اور صحیح مسلم کی حدیث مین ہی کہ مین مکہ مین ایک پتھر پہچانتا
ہون جو ایام بعثت مین مجھے سلام کیا کرتا تھا۔ علمائ نے کہا کہ یہ سوائے حجر اسود کے ایک پتھر تو بیت مکان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے
واقع تھا اور حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگ مکہ کے نواح مین نکلے سو ہم پہاڑون و جنگلون مین
جس درخت و پتھر کی طرف گذرتے تو ہر ایک کہتا کہ السلام علیک یا رسول اللہ (الدارمی وغیرہ) اور حضرت ابوبکر و عمر کو لیکر پہاڑ پر گئے تو اوسکو
جنبش ہوئی پس آپ نے ٹھوکر مار کر فرمایا کہ ٹھہر رہ کہ تجھپر فقط نبی و صدیق و شہید ہی اور صحیحین وغیرہ کی اگر احادیث مین اس کثرت سے نصوص وارد ہین
کہ بمنزلہ متواتر ہین۔ تفتازانی نے تلویح مین علم کیا کہ آفتاب کیونکر سجدہ کریگا کیونکہ سجدہ تو زمین پر پیشانی رکھنے کو کہتے ہین اور آفتاب کی پیشانی
نہین جسکو زمین پر رکھے۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ گمان ناسمجھی کی وجہ سے پیدا ہوا کیونکہ آدمی کے سجدہ کرنے کے بیشک یہی معنے ہین کہ وہ زمین پر سر رکھے
ورنہ ہر چیز کے واسطے اوسکے لائق سجدہ ہی اور حدیث ابوذر رضہ مین صریح وارد ہی کہ آفتاب جاکر زیر عرش سجدہ کرتا ہی پھر اوسکو حکم ہوتا ہی کہ جاکر وہین
سے طلوع کرے جہان سے نکلتا ہی (الترمذی حسن صحیح) بالجملہ اہل سنت کے نزدیک ہر چیز کے واسطے تسبیح و صلوۃ معلوم ہی اگرچہ اوسکی
کیفیت سے ہم واقف نہین اور یہی اہل سنت کا مذہب ہی۔ (مسئلہ) امام رازی نے تفسیر واحدی سے نقل کیا کہ سلف صالحین علماے
محققین کے نزدیک ان اشیاء مین انکی جنس کے انبیاء ہین اور اس کے واسطے لطیف استدلال فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہی۔ ما من دابۃ فی الارض
ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم الآیۃ۔ صریح ہی کہ زمین کے ہر قسم کے چرند و جانور و ہر قسم کے پرند بھی انسانون کے مثل امتین جداگانہ ہین اور
حدیث شریف مین ہی کہ ایک پیغمبر نے ایک درخت کے نیچے نزول کیا جہان چیونٹیون کے جھنڈ تھے پس ایک چیونٹی نے کاٹ کھایا تو اوسنے
اپنا اسباب اوٹھوا کر چیونٹیون کے قریات جلا دینے کا حکم کیا پس اللہ تعالے نے وحی فرمائی کہ ایک چیونٹی کے کاٹنے سے تمنے ایک امت کو
جلا دیا جو تسبیح کرتی تھی اور اگر قصاص تھا تو ایک ہی چیونٹی سے لیا گیا ہوتا (صحیح مسلم) پس معلوم ہوا کہ چیونٹیان بھی ایک امت ہی پھر
اللہ تعالے نے فرمایا۔ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر الآیۃ۔ صریح ہی کہ ہر امت مین پیغمبر بھیجا گیا تو ثابت ہوا کہ ان امتون مین بھی پیغمبر ہین اسی واسطے
علماء نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام مخلوقات عالم کے واسطے عام ہی یہ استدلال نہایت لطیف ہی لیکن جن لوگون کی
عقل پر حواس و اوہام غالب ہین اونکو ان آیات مین تردد ہوتا ہی اور رہا اونکی جہالت کی بیماری ہی (فائدہ) آیت سے ثابت ہوتا ہی
کہ دل ہی کی سختی و بگاڑ سے آدمی کی صلاحیت بگڑ جاتی ہی اسیواسطے حدیث مین آیا کہ بدن مین ایک مضغہ ہی جب وہ صلاحیت پر ہوتا
ہوتا ہی تو تمام جسم صالح ہوتا ہی اور جب وہ بگڑتا ہی تو تمام جسم مین فساد ہو جاتا ہی آگاہ رہو کہ وہ دل ہی (الصحیح) اور حدیث مین ہی کہ الٰہی
میرے قلب کو اپنے دین پر قائم رکھ۔ قرآن مجید مین فرمایا۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا الآیۃ۔ یعنی اے رب ہمارے دلون کو بعد ہدایت کے
کج نفرمائیو۔ مراد رہ قساوت ہی جو تمہیں قدرت الٰہی [illegible] پہونچا ہی (کما فی الصحیحین) اور حدیث شریف مین ہی کہ
اللہ تعالے تمہاری صورتون کو نہین دیکھتا بلکہ تمہارے دلون کو دیکھتا ہی (کما فی الصحیح) اس سے نکل آیا کہ کام دل کا ارادہ نیت پر
چنانچہ حدیث مین خود منصوص ہی کہ انما الاعمال بالنیات (کما فی الصحاح) شیخ ابن العربی نے آیت مین اشارہ کیا کہ قلوب چار طرح ہین

ایک شدہ دل کہ نور الٰہی سے منور اور اوسمین مستغرق ہو گیا پس اس سے علم کی نہرین جاری ہوئین کہ جسنے ان نہرون سے پیا وہ ہمیشہ کے
لیے زندہ ہی اور یہ قلوب ویسے ہین جیسے خاصان خدا کے ہین جو درجون مین سبقت لے گئے ہین یعنے مانند انبیاء علیہم السلام و انکے امتی اولیاء
کاملین رضی اللہ عنہم اور انہین کی طرف اس کلام سے اشارہ فرمایا۔ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار الآیۃ۔ دوم وہ دل ہی کہ اسنے ان علوم سے
ایک حظ حاصل کرکے جمع کیا اور اسکو حفظ کیا اور اس سے فہم واستنباط کیا اور پھیلایا کہ اس سے لوگون نے نفع پایا اور یہ مثل علماء راسخین کے
دلون کی ہی اور اسی کی طرف اشارہ کیا اس کلام سے۔ وان منہا لما یشقق فیخرج منہ الماء۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ علماء مجتہدین و حکماء ربانیین
ہین اور سوم وہ دل ہین کہ خاشع ومطیع ہوے جیسے مسلمانون مین سے زاہدون پرہیزگارون کے دل ہین اور انکی طرف اس کلام سے اشارہ فرمایا
وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ۔ اور اسکا ادنی حال یہ ہی کہ احکام الٰہی کے لیے بدل مطیع ہوتے ہین جو انکو انکے منزل پر پہونچا وینگے پھر
ایک چوتھا دل باقی رہا جسکو علم کا اثر تک نہین پہونچا اور نہ وہ خوف الٰہی سے نرم ہوا بلکہ ہدایت سے مایوس اور غرور مین بھرا اور نفس کی
خواہشون سے بھرا اور سرکشی مین پورا ہی سو عالم مین جتنی چیزین محسوس موجود ہین کسی سے اسکی مثال نہین ہو سکتی کیونکہ یہ سب چیزین جو اللہ تعالےٰ نے
انکو حکم کیا قبول کرتی ہین سو لوہے سے اسکی مثال کیا ہو سکتی ہی کہ وہ تو ظاہر پگھل جاتا ہی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مثل اس ہدایت
وعلم کی جسکے ساتھہ اللہ تعالےٰ نے مجھے بھیجا ہی ایسی ہی جیسے ایک زمین پر بہت پانی نفع دینے والا برسا سو اس زمین مین بعضے ٹکڑے تو
پاکیزہ ہین جنھون نے اوس پانی کو قبول کیا اور پی لیا اور بہت ہری ہری گھاس میوہ واناج وغیرہ اگایا اور اوس زمین مین سے بعضے ٹکڑے
اجدب ہین کہ اسنے پانی کو اپنے پاس بھر رکھا سو اس سے اللہ تعالےٰ نے لوگون کو نفع دیا کہ لوگون نے اوس سے پیا و پلایا اور کھیتی سینچی اور ایک
ٹکڑا چٹیل میدان کہ نہ وہ پانی روک رکھتا ہی نہ گھاس اگاتا ہی الی آخر الحدیث سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر کے نمونہ قلبون کو
بیان فرمایا اور اول مین سے قلب محمدی ہی قال المترجم جاننا چاہیے کہ افضل تمام قلوب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب شریف ہی پھر
درجہ بدرجہ دیگر انبیاء علیہم السلام کا پھر امت مین سے قلوب اس نوع کے نہین ہو سکتے جو انبیاء علیہم السلام کے ہین ولیکن صفت مین انکے
مشابہ ہوتے ہین پس قلب محمدی سے ایسے قلوب مراد ہین جو آپ کے قلب مطہر مقدس سے مشابہ ہون جیسے ولایت محمدی سے مراد یہ ہی
کہ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ولایت حاصل ہوئی اور وہ افضل اولیاء وقت ہوتا ہی حتی کہ شان بین عملی ہی اگرچہ ان عبادات
مین دوسرے لوگ زائد اجتہاد و محنت کرنے والے ہون کیونکہ وہ احکام سنت پر اپنے کثیر ازدواج واولاد کے ساتھ ہدایت وارشاد مین کامل ہوتا ہی
اور اسی پر کلمات اولیاء امت متفق ہین واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب م۔ اور حدیث ابن عمرؓ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ سواے ذکر الٰہی کے زیادہ کلام نکیا کرو کیونکہ کثرت کلام کی جو سواے ذکر الٰہی کے ہو دل کو سخت کرتی ہی اور لوگون مین اللہ تعالےٰ سے
بہت دور ہونے والا وہی شخص ہی جسکا دل سخت ہو۔ (الترمذی) اور حضرت انسؓ کی حدیث مرفوع مین ہی کہ چار چیزین بدبختی سے ہین
ایک آنکھ کا پتھرانا دوم دل کا سخت ہونا تیسرے امید کی رسی دراز ہونا چوتھے دنیا پر حرص (البزار) ح۔ اور آیت مین اشارہ ہی کہ ظاہری
صورت سالم رہنے کے باوجود باطن مسخ ہو جاتا ہی جیسے ان موجودہ یہودیون وغیرہ مین حالت ہی لہذا اللہ تعالےٰ نے مومنون کو ان یہودیہ
کے حال سے متنبہ فرمایا مع انکے برادری یعنے منافقون کے قال تعالی

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ

اب کیا تم مسلمان توقع رکھتے ہو کہ وہ مانین تمہاری بات اور ایک لوگ تھے اون مین کہ سنتے کلام اللہ کا

ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا

پھر اوسکو بدل ڈالتے بوجھ لیکر اور اونکو معلوم ہی اور جب ملتے ہین مسلمانون سے

قَالُوا آمَنَّا ۚ وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

کہتے ہین ہم مسلمان ہوے اور جب اکیلے ہوتے ہین ایک دوسرے پاس کہتے ہین تم کیون کہہ دیتے ہو اونسے جو کھولا ہی اللہ نے تمپر

لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا

کر جھوٹھلاوین تمکو اوس سے تمہارے رب کے آگے کیا تمکو عقل نہین کیا اتنا بھی نہین جانتے کہ اللہ کو معلوم ہی جو

يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝

چھپاتے ہین اور جو کھولتے

ان آیات مین بھی اللہ تعالے نے یہودیون کے بعض عیوب بیان فرمائے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادون کے معتقد اور اونھین کی جہالت کے ثناخوان ہین۔ أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ سو کیا تم آرزو رکھتے ہو کہ یہ موجودہ لوگ تمہاری بات مانینگے۔ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ حالانکہ ان مین سے ایک فریق ایسا تھا جو کلام الٰہی کو سنتے تھے پھر بعد اوسکے سمجھ لینے کے اوسکو تحریف کرتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے۔ ف۔ یعنے انکے بزرگون مین سے حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ ایک گروہ تھا اور وہ گروہ علما تھا کہ اونکی یہ حالت تھی کہ کلام الٰہی کو سمجھ لیتے یعنے توریت کو اچھی طرح سنکر سمجھ لیتے پھر جان بوجھکر تحریف کرتے تھے اور یہ لوگ اونھین کی تقلید کرتے ہین تو جنکے اوائل کی یہ حالت تھی اونکے اواخر مقلدین سے تم کیونکر ایمان کی طمع رکھتے ہو یعنے انسے کچھ طمع مت رکھو کہ یہ لوگ شریر طبیعت خبیث جبلت ہین پھر جاننا چاہیے کہ قولہ ان یومنوا لکم۔ مین ایمان سے تصدیق یعنے بات مان لینا مراد ہی یا ایمان شرعی مراد ہی پس اگر ایمان شرعی مراد ہو تو افتطمعون۔ کا خطاب دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہی اور لفظ جمع یا تو بطور تعظیم ہی یا صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اسوجہ سے شامل کر لیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تلقین کرتے تھے اور حاصل یہ ہوگا کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ یا مع آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ان یہودیون سے یہ طمع رکھتے ہین کہ یہ لوگ آپ پر ایمان لاوینگے حالانکہ یہ لوگ تو اپنے باپ دادون کے مقلد ہین جنہین سے ایک فریق کی یہ کیفیت تھی کہ وہ لوگ کلام الٰہی کو سنکر سمجھ لینے کے بعد جان بوجھکر تحریف کرتے تھے یعنے کسیطرح کا عذر نہ تھا کہ سمجھے نہون یا بھول کر معنے بدل گئے ہون اور یہ سخت بیباکی و کفر ہی اور اگر بات مان لینے کے معنے ہین تو یہ خطاب صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ٹھیک ہی یعنے تم ایسی قوم سے اپنی بات ماننے کی کیونکر امید کرسکتے ہو جنکے بزرگون مین سے ایک فریق ایسا تھا کہ وہ اللہ تعالے کی بات مین عمدًا تحریف کرتا تھا۔ یہ سب اس بنا پر کہ۔ قد کان فریق منہم۔ زمانہ گذشتہ کا حال ہو اور کبھی ایسا کلام زمانہ موجود کے واسطے بھی بولا جاتا ہی تو یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ تم ان عام یہودیون سے ایمان کی امید کیونکر کر سکتے ہو جبکہ انہین سے ایسا ایک فریق ہی یعنے انکے احبار علمار کا ایک فریق ایسا ہی کہ وہ توریت کو سنکر سمجھ بوجھکر تحریف کرتا ہی حالانکہ مشتد انہ سن چکے کہ وہ اللہ تعالے کا کلام ہی رہا یہ امر کہ کلام الٰہی مین یہ لوگ لفظ و معنے دونون بدلتے تھے یا فقط معنے بدلتے تھے یا اصل توریت کو چھپا کر دوسری کتاب لکھکر کہتے تھے کہ یہ اللہ تعالے کی کتاب ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ بات ظاہر ہی کہ جسنے اپنی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالے کی کتاب بتلایا اور یہ افترا کر کفر باندھا تو

ایسے شخص سے کیونکر امید کرسکتے ہو کہ اوسنے کتاب الٰہی کو نہین بدلا کیونکہ جب اس کفر مین اوسکو ڈر نہین ہے تو اوس کفر مین بھی ڈر نہوگا بلکہ خود اللہ
تعالے نے فرمایا۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ یعنے کلمات توریت کو اپنے ٹھکانے سے متغیر کرتے ہین۔ تو کچھ شک نہ رہا کہ وہ توریت مین تحریف کرتے
تھے اب رہا یہ کہ خالی معانی مین تحریف کرتے تھے تو یہ خیال صرف اس وجہ سے پیدا ہوا کہ اللہ تعالے نے حکم دیا۔ قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم صادقین
یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ ان یہودیون کو حکم دے کہ اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو توراۃ یہان لاکر پڑھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ
اگر توریت کے الفاظ بدل ڈالے ہوتے تو اوسکے پڑھنے سے کیا فائدہ ہوتا۔ مترجم کہتا ہی کہ اونھون نے ہر مقام نہین بدل ڈالا تھا علاوہ اسکے
عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو سب علماے یہود مین سے افضل و زبردست عالم تھے وہ مسلمان ہو چکے تھے تو اونکے سامنے یہودیون کی تحریف
کچھ کارگر نہین ہوسکتی تھی اور مترجم کہتا ہی کہ اوسوقت کوئی حالت ہو لیکن اس زمانہ مین تو بخوبی ثابت ہو گیا کہ نصرانیون مین سے ہر فرقہ نے
انجیل کو اپنی مراد کے موافق بدل ڈالا اور یہی غالب حال توریت کا ہو گیا کیونکہ توریت انجیل کے نسخون مین صرف تین سو سینتالیس کے قریب
ایک ہی کتب خانہ کے نسخے ملانے مین کئی ہزار الفاظ کا اختلاف موجود ہی تو کسی صورت سے یہ معلوم نہین ہوسکتا کہ اصل مین کیا لفظ تھا
پس حکم الٰہی قطعًا گم ہو گیا اسیواسطے اہل اسلام مین یہ امر جائز نہین ہی کہ توریت و انجیل سے کوئی امر ثابت کرین مگر یہود و نصاری کو قائل کرنے کے
واسطے علماء کو نظر کرنا جائز ہی۔ اب یہان بعض آثار سلف کو تفسیر شیخ ابن کثیرؒ سے ملخص کیا جاتا ہی اور چونکہ وہ بے سند اوپر نقل کر دیے ہین لہذا ہر روایت
کو اپنی وجہ پر محمول کرنا چاہیے۔ محمد بن اسحق نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اس آیت مین اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم و آپ کے اصحاب مومنین رضی اللہ عنہم کو یہودیون کے ایمان سے مایوس کر دیا اور یہ فریق جسنے کلام الٰہی کو بدلا یہ وہی لوگ ہین جنھون نے
حضرت موسی علیہ السلام سے دیدار باری تعالے کی درخواست کی تھی۔ محمد ابن اسحق نے کہا کہ مجھسے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ ان لوگون نے حضرت
موسی علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگون کو دیدار باریتعالی میسر نہین ہوسکتا لیکن آپ درخواست کرین کہ ہم لوگ کلام الٰہی سن لین پس حضرت
موسی علیہ السلام کی درخواست پر اللہ تعالے نے حکم دیا کہ اچھا یہ لوگ روزہ رکھین و طہارت سے کامل ہون پس جب موسی علیہ السلام میقات پر گئے تو انکو بھی
اپنے ساتھ لے گئے اور جب پارہ ابر سفید آیا تو حضرت موسی علیہ السلام نے انکو سجدہ کا حکم دیا پس یہ لوگ سجدہ مین گر پڑے اور اونھون نے بھی احکام الٰہی سنے
پھر جب بنی اسرائیل کے پاس آئے تو جو کچھ سنا تھا اوسکو متغیر کرکے بیان کیا۔ م ع۔ اور خطیب نے لکھا کہ جو کچھ سنا تھا وہ بیان کرنے کے بعد اپنی طرف سے اسقدر
ملا دیا کہ جہانتک تمسے ہوسکے عمل کرو ورنہ کچھ حرج نہین ہی۔ پس مترجم کہتا ہی کہ اس روایت پر لازم آتا ہی کہ کلام الٰہی کی خصوصیت موسی علیہ السلام
کے ساتھ نہو بلکہ دوسرون نے بھی کلام الٰہی سنا ہو حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین ہی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے جواب دیا کہ یہ بات نہین لازم آتی کیونکہ جس طرح
موسی علیہ السلام نے سنا تھا شاید اوس طور پر انھون نے نہ سنا ہو جیسے قولہ تعالے۔ وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ الآیۃ۔ مین یہ
معنے ہین کہ اگر مشرکون مین سے کوئی شخص تجھسے پناہ مانگے تو اوسکو پناہ دیدے یہانتک کہ وہ کلام اللہ سنے پس اوسنے کلام اللہ سنا اسی طرح فریق بنی اسرائیل
نے بھی کلام الٰہی سنا ہوگا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ محل تردد ہی اسواسطے کہ ان لوگون نے یہ درخواست نہین کی تھی کہ ہم لوگ آپکی زبان سے کلام الٰہی سنین
کیونکہ یہ امر تو اونکو پہلے ہی سے ممکن بلکہ حاصل تھا پس ظاہرا محمد بن اسحق نے جن اہل علم سے یہ روایت سنی وہ یہودی لوگ ہونگے جنکا نام ظاہر نہین
کیا ہی پس یہ اسرائیلیون کی روایات اونکی نادانی کی حکایات ہین واللہ تعالے اعلم اور اصل بات یہی ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام سے توریت کے
کلمات سنکر سمجھ لینے کے بعد تحریف کرتے تھے چنانچہ قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ احبار یہود کا حال تھا جو توریت سنکر خوب سمجھ لینے کے بعد تحریف کرتے تھے اسیطرح مجاہدؒ نے
فرمایا کہ یہ یہودیون کا بیان ہی اور اونہین سے ایک فریق اسواسطے فرمایا کہ جو لوگ توریت کو سنتے سمجھتے تھے وہ احبار ہی تھے یعنے کل یہود اسواسطے

نہیں فرماتے کہ اصل میں سمجھنے و تحریف کرنے والے صرف وہی لوگ تھے جو علما و احبار کہلاتے تھے تو یہ ایک فرقہ ہوا اسلئے فرمایا کہ اون میں سے
ایک فرقہ ایسا تھا ابو العالیہ نے فرمایا کہ یہ یہودیوں کی مذمت ہی جن پر اللہ تعالے نے توریت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و زانی محصن کو سنگسار
کرنے کے احکام نازل فرمائے مگر اونھوں نے عمداً تحریف کر دیے ابن وہب نے کہا کہ ابن زید نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے یہودیوں پر توریت نازل
فرمائی تو بجائے شکر کے ان لوگوں نے حرام کو حلال کیا اور حلال کو حرام اور حق کو باطل اور باطل کو حق کرنا شروع کیا اور اوسکی صورت یہ ہوئی کہ جب
کوئی حقدار کچھ رشوت لیکر آتا تھا تو اوسکے واسطے کتاب اللہ میں سے حق فتوی دیدیتے تھے اور جب کوئی جھوٹا مدعی رشوت لاتا تو رشوت لیکر
اوسکے موافق فتوی دیدیتے تھے مترجم کہتا ہی کہ یہ قول جید و عمدہ ہی چنانچہ قولہ تعالے۔ ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل
الآیۃ۔ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالی انکا واضح بیان آویگا اور اوسکے موافق آیت کے یہ معنے ہوے کہ اللہ تعالے نے مومنوں کو آگاہ فرمایا کہ تم ان عوام
یہودیوں سے ایمان کی کیا توقع رکھو گے جبکہ ان میں سے پڑھے لکھوں کی یہ کیفیت ہی کہ سخت دل ہو کر حقیر مال دنیا کے پیچھے کلام آلہی کی تحریف
کرتے ہیں کیونکہ انکے دل میں آخرت کا یقین و عذاب آلہی کا خوف نہیں رہا ہی پس یہ ظاہر میں توریت کے ماننے والے بنتے ہیں مگر باطن میں انکے قلوب
سخت ہو کر غضب آلہی میں پڑگئے ہیں تو تم لوگ ایسے ایمان کی توقع مت رکھو اور جو کوئی ان میں سے بظاہر مسلمان ہوا وہ بھی منافق ہی۔ وَاِذَا
لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۔ اور جب یہ لوگ اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ہم کیونکر ایمان نہ لاویں حالانکہ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک عربی پیغمبر ہیں اور انہیں کے نام کے طفیل سے ہم لوگ تھوڑا زمانہ ہوا کہ تم لوگوں پر فتحمندی کی دعا مانگا کرتے تھے اور
حکم توریت کے موافق خود انکے منتظر تھے (محمد بن اسحق عن ابن عباس) وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۔ اور جب ایک دوسرے
کے پاس اکیلے ہوتے ہیں۔ ف تب یہ اقراری لوگ ظاہر کرتے ہیں کہ ہمنے تو مومنوں سے صرف ظاہر میں ایمان کا اقرار کر دیا ہی اور دل سے
ہم لوگ مومن نہیں ہیں یعنی جبکہ یہ منافقین جب اپنے پڑھے لکھے گدھوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں تو انکے خوش کرنے کو اظہار کرتے ہیں کہ آپ لوگ
مطمئن رہیں کہ ہم دل سے مومن نہیں ہیں۔ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاۗجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ
رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وہ لوگ کہتے ہیں کہ بھلا تم ان سے ایسی باتیں بیان کر دیتے ہو جو اللہ تعالے نے تم پر کھول دی ہیں تا کہ وہ
لوگ اللہ تعالے کے سامنے تم پر حجت قائم کریں سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو ف کہ تمہارے اس فعل سے تم پر عذاب کی حجت قائم ہوجائیگی خلاصہ
یہ کہ منافقوں کو انکے احبار جو گدھوں کی طرح اپنے اوپر کتابیں لادے تھے ایک بات میں ملامت کرتے ہیں کہ تم دنیاوی مصلحت سے ایمان ظاہر کرتے
ہو اور دل سے نہیں مانتے ہو تو یہ خوب ہی لیکن تم ایسے یہ باتیں کیوں ظاہر کرتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک پیغمبر حق ہیں اور ہم کو توریت
میں انہیں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہی اور ہم مدت سے اُنکے ظہور کے منتظر تھے اور زمانہ جاہلیت میں ہم انہیں کے فضائل تم سے بیان کیا کرتے
تھے اور انہیں کے نام پاک کا واسطہ و وسیلہ لاکر اللہ تعالے سے تم پر فتح و نصرت کی دعائیں کیا کرتے تھے۔ بالجملہ منافقین تو مسلمانوں سے خوشامد کے لیے
یہ باتیں اظہار کرتے تھے اور یہاں سے جاکر جب اپنے احبار سے اپنا نفاق ظاہر کرتے تو وہ لوگ انکو ملامت کرتے کہ تم یہ باتیں ایسے کیوں ظاہر کرتے ہو
کیا سمجھتے نہیں ہو کہ وہ لوگ انہیں باتوں سے اللہ تعالے کے نزدیک تم پر حجت قائم کرینگے کہ انھوں نے جان بوجھکر کفر کیا ہی تو ہم تم سب کے سب
عذاب میں گرفتار ہونگے۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ لوگ اپنی سمجھ کا دعوی کرتے تھے حالانکہ اسقدر سخت احمق تھے چنانچہ اللہ تعالے نے انکو جھٹلایا اور فرمایا
اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ کیا یہ نہیں جانتے ہیں کہ اللہ تعالے تو ہر چیز جسکو
وہ لوگ چھپاتے اور جسکو ظاہر کرتے ہیں سب جانتا ہی ف پس اللہ تعالے نے اپنے علم غیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اونکی خفیہ

باتوں سے آگاہ فرمایا اور یہی اونکے واسطے دلیل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اونکی خفیہ و ظاہر سب باتوں کو جانتا ہی ولیکن یہود ایک قوم احمق تھے جو اپنی
بیوقوفی سے صفات باری تعالیٰ کو نہین سمجھتے تھے حتی کہ علمائے محققین نے بیان فرمایا کہ یہودی قوم مجسمہ ہی چنانچہ انکے اعتقادات مین سے ایک یہ ہی
کہ اللہ تعالیٰ نے چھ دن تک مخلوقات کو پیدا کیا اور ساتوین روز سنیچر کو استراحت کے لیے پاؤن پھیلا کر عرش پر لیٹا اور یہ اونکا کفر و جہالت ہی بلکہ
اللہ تعالیٰ کے واسطے جسمانی صورت بیان کرتے ہین - تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا - اسیواسطے ان کمبختون کا گمان تھا کہ خفیہ باتون کو اللہ تعالیٰ
نہین جانتا ہی اور باوجود ان تمام معجزات کے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ واقع ہوئے اور باوجود معارفت توریت کے یہ لوگ ایسے ہی احمق
و نا سمجھ ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے بقولہ تعالیٰ کمثل الحمار یحمل اسفارا الآیۃ - مین انکے عالمون کو ایسے گدھے سے مثال دی جسپر کتابین لدی ہون
اور اسی جہالت کی وجہ سے گمان کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اونکی پوشیدہ باتون کو نہین جانتا ہی حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی جسکو وہ چھپاتے ہین یعنے ظاہر
مین ایمان لاتے ہین اور باطن مین نہین رکھتے اور اون کے احبار ان منافقون سے کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت جو تمہاری
کتاب مین مذکور ہی اور تمپر ایمان لانیکا عہد لیا گیا ہی وہ تم لوگ مومنون سے کیون ظاہر کرتے ہو کیونکہ اگر ایسا کروگے تو یہ لوگ تمہارے رب عزوجل کے
نزدیک تمپر حجت قائم کرینگے یہی ابو العالیہ و قتادہ وغیرہ علمائے تابعین سے مروی ہی اور ایک روایت مین مجاہدؒ سے آیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بنو قریظہ کے قلعہ کا محاصرہ فرمایا تو بعض صحابہؓ نے کہا کہ ای بت پرستو اور ای بندرو سور کے بھائیو ہمارے حکم پر اوترو پس اونکے احبار نے
آپس مین کہنا شروع کیا کہ یہ تمہاری ہی باتین ہین کہ تمہین نے اونکو آگاہ کیا ہی تاکہ تمپر قیامت کے روز حجت قائم ہو اور یہ اونکی جہالت کفر تھی جسکو اللہ تعالیٰ
نے رد فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کو نہین جانتے ہین پھر اللہ تعالیٰ نے عوام و خواص یہودیون کی تفصیلی مذمت بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ
اور ایک اون مین ان پڑھے ہین خبر نہین رکھتے کتاب کی مگر باندھ لی اپنی آرزوئین اور اون پاس نہین مگر اپنے خیال سو خرابی ہی اونکو جو
يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا
لکھتے ہین کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہتے ہین یہ اللہ کے پاس سے ہی کہ لیوین اوسپر مول
قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝
تھوڑا سو خرابی ہی اونکو اپنے ہاتھ کے لکھے سے اور خرابی ہی اونکو اپنی کمائی سے

اُمیون - جمع اُمّی جس شخص کو لکھنا نہ آتا ہو یہی قول ابو العالیہ و ربیع و قتادہ و ابراہیم نخعی وغیرہم ہی اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمی
کہتے ہین اور یہ آپ کے حق مین معجزۂ کاملہ ہی کما قال تعالیٰ وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون یعنی قبل بعثت
نبوت کے تو کوئی کتاب نہین پڑھتا تھا اور نہ اوسکو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھ سکتا تھا کہ ایسا ہوتا تو اہل بطالت شک کرتے - یعنے اہل کفر
و نفاق کو کوئی وجہ شک کی باقی نہین چھوڑی گئی حتی کہ خاتم النبیین کو رسمی لکھنا پڑھنا نہین سکھلایا تاکہ کفار کا یہ وہم بھی باطل ہو کہ جو وحی بیان کرتے
ہین شاید یہ پہلے سے لکھ پڑھ کے جانتا ہو پس یہ صریح دلیل ہی کہ جو کچھ آپ بیان فرماتے ہین وہ وحی الٰہی عزوجل ہی اور یہی نکتہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے وقائع کثیرہ وحی فرمائے جو خاصۃ یہودی دشمنون کے پاس تھے اور وہ تفصیلی لکھے ہوے تھے تاکہ شیطانی وہم بالکل دور ہو پھر اُمّی یا تو منسوب
بجانب اُم یعنے ماں ہی کیونکہ ماں کے پیٹ سے بے لکھا پڑھا پیدا ہوتا ہی یا منسوب بجانب امت عرب ہی جو لکھے پڑھے نہین ہوتے تھے اسیواسطے
حدیث شریف مین آیا - انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب - یعنے ہم لوگ امی امت ہین کہ لکھتے نہین اور حساب نہین جانتے ہین - ان آیات

ہین اللہ تعالےٰ نے یہود کی دو قسمین فرمائین ایک احبار جو لکھتے پڑھتے ہین اور وہ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہین دوم بےپڑھے عوام جو اونکی تقلید ہین بغیر علم تورتیت کے صرف زبانی خیالات پر جمے ہوے جھوٹی باتین اعتقاد کرتے ہین چنانچہ فرمایا ۔ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ ۔ اور ان یہودیون ہین سے بعضے امی ہین جو کتاب کو نہین جانتے سوائے جھوٹی باتون کے ۔ ف یعنی یہودیون ہین سے جاہل و بےپڑھے فرقہ کا یہ حال ہے کہ کتاب توریت تو جانتے نہین ہین لیکن جھوٹی باتین اپنے احبار سے سیکھی ہین جنکا علم نہین رکھتے ۔ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ اور یہ لوگ گمان ہی گمان رکھتے ہین ف کیونکہ توریت سے علم حاصل ہونے کی اونکو کوئی راہ نہین ہے لیکن احبار سے سنکر اعتقاد کرلیا کہ توریت ہین لکھا ہے کہ دین یہودی قیامت تک رہیگا اور کسی یہودی کو سات دن سے زیادہ عذاب نہو گا اگرچہ کیسا ہی گناہگار ہو اور جو شخص محصن زنا کرے اوسکا منہ کالا کرکے گدہے پر سوار کرکے پھراؤ پھر اوسکو دُرّہ مارو اور مانند اسکے بہت سی جھوٹی باتین سنکر اعتقاد کرلین کہ یون ہی توریت ہین مذکور ہین حالانکہ اونکے احبار نے عربی یا عبرانی زبان ہین اپنی طرف سے کتابین بنائین اور بیحیائی سے اوسمین لکھدیا کہ توریت ہین اسطرح مذکور ہے حالانکہ جو کچھ توریت ہین مذکور تھا اوسکو بدل ڈالا مثلاً توریت ہین پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و حلیہ مبارک اسطرح مذکور تھا کہ شرمگین سرمگین آنکھین گداز بدن نکلتا ہوا میانہ قد خوبصورت چہرہ لہردار خوبصورت بال ہونگے آخر تک بہت تفصیل سے صفات مذکور ہین تو انھون نے بجائے اوسکے دُبلا پتلا لمبا قد کرنجی آنکھین سیدھے بال والا لکھدیا اور ایسا ہی مرد یا عورت کے زنا کرنے ہین رجم یعنے پتھرون سے سنگسار کرنیکا حکم تھا اور انھون نے بجائے اوسکے منہ کالا کرنا لکھدیا تاکہ عوام یہودیون کے پیر مغان بنے بیٹھے رہین اور عوام جہال اونکو نذرانہ دیا کرین حالانکہ انھون نے حقیر دنیا کے پیچھے اپنی عاقبت برباد کی لہذا اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۔ پس ویل یعنے عذاب شدید ہے اون لوگون کے لیے جو اپنے ہاتھون کتاب کو لکھتے ہین پھر کہتے ہین کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اسکے عوض حقیر دام لیوین ۔ ف پس لکھکر افترا باندھنا گناہ عظیم وکفر تھا اور اوسکے عوض جو مال لیا یہ بھی حرام خبیث ہوا ۔ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ○ سو خرابی ہے اونکو اپنے ہاتھون کی کتاب بنانی سے اور خرابی ہے اونکو اپنی کمائی سے ف یعنے دونون طرح مستحق ویل ہین جنانچہ بنائی ہوئی کتاب سے مستحق ویل ہوے اور جو مال اوسکے عوض کمایا اوس سے بھی مستحق ویل ہین ۔ عطاء بن یسار نے فرمایا کہ ویل جہنم ہین ایک وادی ہے کہ اگر اوسمین پہاڑ ڈالے جائین تو گل جائین اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو سعید خدری رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم ہین ویل ایک وادی عمیق ہے کہ کافر اوسکے قعر تک پہونچنے سے پہلے چالیس خریف تک گرتا چلا جائیگا (رواہ الترمذی) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ویل ایک کوہ آتشی ہے اور یہی یہودیون کے حق ہین موعود ہوا کیونکہ اونھون نے توریت ہین تحریف کی اور اپنی خواہش کے موافق گھٹایا بڑھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محو کرنا چاہا اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے اونپر غضب فرمایا (ابن جریر) سدی رح نے کہا کہ احبار یہود اپنے ہاتھون سے کتابین لکھکر عوام کے ہاتھ بیچتے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی نازل کی ہوئی کتاب ہے پس اسکے عوض ثمن قلیل حاصل کرتے تھے اور ابن عباس رضہ نے وعظ فرمایا کہ اے گروہ مسلمین کیونکر تم اہل کتاب سے کوئی بات پوچھتے ہو حالانکہ قرآن آلہی جو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا بےمیل خالص کتاب ہے اور اللہ تعالےٰ نے تمسے بیان فرمایا کہ اہل کتاب نے کتاب آلہی کو متغیر و متبدل کردیا اور اپنے ہاتھون سے کتابین بنائی ہین تاکہ اوسکے عوض ثمن قلیل حاصل کرین پس جو علم آلہی تمہارے پاس آیا کیا وہ تمکو اس امر سے مانع نہین ہے کہ تم اہل کتاب سے کوئی بات پوچھو اور واللہ ہمنے نہین دیکھا کہ اونمین سے کوئی شخص تمسے ایسی بات پوچھتا ہو جو تمہارے یہان نازل کی گئی ہے (رواہ البخاری)

حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر تمام دنیا و مافیہا ملے تو وہ بھی ثمن قلیل ہی (**مسئلہ**) مصحف مجید فروخت کرنا جائز ہی یا نہیں شیخ سیوطی رح نے درمنثور میں ایک جماعت سلف سے آثار نقل کیے کہ اونھوں نے اسی مقام کی آیت سے نکالا کہ مکروہ ہی کیونکہ ثمن قلیل کے عوض فروخت لازم آتی ہی اور دیگر جماعت سلف سے آثار نقل کیے کہ مکروہ نہیں ہی کیونکہ ثمن قلیل کے عوض فروخت کرنا یہ ہی کہ کتاب آلہی عزوجل سے منھ موڑ کر ثمن قلیل حاصل کرے اگرچہ تمام دنیا و مافیہا ہو حالانکہ جسنے مصحف مجید لکھکر فروخت کیا وہ قرآن سے منھ نہیں موڑتا ہی بلکہ وہ اپنی محنت سے کتاب آلہی کو لوگوں میں پھیلاتا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہی قول اظہر ہی واللہ تعالیٰ اعلم حتی کہ اگر ایک شخص نے مصحف مجید لکھکر اپنے پاس رکھا مگر وہ کتاب آلہی پر عمل نہیں کرتا بلکہ حرام طور پر رشوت لیتا ہی تو وہ کتاب آلہی کو ثمن قلیل کے عوض بیچنے والا ہی۔ پھر اللہ تعالےٰ نے یہودیوں کا ایک افترا و بہتان نقل فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا

اور کہتے ہیں ہمکو آگ نہ لگے گی مگر کئی دن گنتی کے تو کہہ کیا لے چکے ہو اللہ کے ہاں سے قرار

فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ○

تو البتہ خلاف نہ کریگا اللہ اپنا قرار یا جوڑتے ہو اللہ پر جو معلوم نہیں رکھتے

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہودیوں نے اپنی ذات کے واسطے بہت سے جھوٹے دعوی باندھے تھے چنانچہ محمد بن اسحٰق نے سیف بن سلیمان عن مجاہد عن ابن عباسؓ روایت کی کہ یہود یہی کہتے تھے کہ دنیا کی عمر کل سات ہزار برس ہی اور ہم لوگ ہر ہزار برس کے پیچھے ایک دن صرف گنتی کے سات دن دوزخ میں رہینگے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً۔ اور یہودی کہتے ہیں کہ ہمکو آگ نہیں چھوویگی مگر گنتی کے کئی روز۔ ف اور امام ابوبکر بن مردویہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کیا تو آپ کے واسطے ایک بکری پکا کر بھیجی گئی جسمیں زہر ملا ہوا تھا مترجم کہتا ہی کہ صحیحین وغیرہ کی حدیث میں آیا کہ جب آپ کھانے بیٹھے تو آپ نے فرمایا کہ یہ بکرے مجھسے کہتی ہی کہ آپ مجھے نہ کھائیے کیونکہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہاں جو کچھ یہود ہیں اونکو جمع کرو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا جد اعلیٰ کون شخص ہی کہنے لگے کہ فلان شخص ہی آپ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو بلکہ تمھارا باپ فلان شخص ہی کہنے لگے کہ بیشک آپنے سچ کہا پھر آپ نے فرمایا کہ ای یہود اگر تم سچ بولو تو میں تمسے کچھ کہوں کہنے لگے کہ اب ہم سچ ہی بولینگے آپ فرماویں ورنہ جسطرح جد اعلیٰ کے بتلانے میں آپنے ہمارا دروغ جان لیا اسیطرح اس بات میں بھی آپ جان لینگے آپ نے فرمایا کہ اچھا دوزخیوں کو بتلاؤ یعنے تمھارا کیا اعتقاد ہی تو کہنے لگے کہ ہم بہت قلیل چند ایام اوسمیں رہینگے پھر بجاے ہمارے آپ لوگ ہونگے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوار پڑے رہو کہ واللہ ہم کبھی اوسمیں تمھارے قائم مقام نہونگے پھر آپنے فرمایا کہ بھلا سچ بولو گے اگر میں تمسے کچھ پوچھوں کہنے لگے کہ جی ہاں آپنے فرمایا کہ سچ بتلاؤ تمنے اس بکری میں زہر ملایا ہی کہنے لگے کہ جی ہاں آپنے فرمایا کہ تمکو ایسا کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا ہی کہنے لگے کہ ہمنے خیال کیا کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو آپ کو ضرر نہوگا ورنہ ہم لوگ نجات پاوینگے (احمد بخاری نسائی) عکرمہ رحؒ نے فرمایا کہ یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ ہم لوگ سواے چالیس روز کے جہنم میں نہیں رہینگے اور اوسکے بعد جہنم میں ہمارے بجاے دوسری قوم داخل کیجائیگی اونکی مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اونکا سر ٹھونکا کہ ہرگز نہیں بلکہ تم ہی اوسمیں ہمیشہ دائم رہوگے کوئی تمھاری نیابت نہیں کریگا پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ۔ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہی واقعہ سبب نزول ہی مگر تحقیق یہ ہی کہ اس آیت میں اونکے قول کی

تردید ہی چنانچہ ضحاک نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ یہودی گمان کرتے ہین کہ اونھون نے توریت مین یہ لکھا پایا کہ جہنم کے دونون
کنارون کے درمیان چالیس برس کی راہ ہی یہانتک کہ شجرۃ الزقوم تک پہونچین جو اصل الجحیم مین جما ہوا ہی اوران یہودیون نے دعوی کیا کہ ہم
لوگ تو اوسیوقت تک عذاب پاوینگے کہ شجرۃ الزقوم تک پہونچین پھر جہنم جاتی رہیگی اور یہی اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ۔ قالوا لن تمسنا النار
الا ایاما معدودۃ ۔ یعنے یہودی کہتے ہین کہ ہمکو آگ نہین چھوویگی سواے ایام معدودہ کے ۔ قتادہ رح نے فرمایا کہ یہودی کہتے تھے کہ صرف اتنے دن
ہمکو عذاب ہوگا جتنے دن ہمنے گوسالہ پوجا اللہ تعالے نے اوسکو رد فرمایا ۔ قل اتخذتم عند اللہ عہدا فلن یخلف اللہ
عہدہ ۔ یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان بدبختون سے کہدے کہ کیا تمنے اللہ تعالے کے نزدیک کوئی عہد لے لیا ہی تاکہ ثابت ہو کہ اللہ
تعالے اپنے عہد کے خلاف نہین فرمائیگا ۔ ف تو باوجود تمہارے شرک و کفر و گناہون کے تمپر بوجہ عہد کے عذاب نہوگا حالانکہ خوب جانتے
ہو کہ کوئی عہد نہین ہی ۔ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون ۔ بلکہ تم لوگ اللہ تعالے پر ایسی بات کہتے ہو جو جانتے نہین
ہو ۔ ف یعنے اللہ تعالے پر کذب و افترا باندھتے ہو کیونکہ جو امور اللہ تعالے کے علم مین ہین اونکے معلوم ہونے کی کوئی صورت نہین سواے
وحی الٰہی کے جو کتاب الٰہی و پیغمبر پر نازل ہو پس یہودیون کو صرف وہی بات کہنی چاہیے تھی جو توریت مین ہو ولیکن جب اس قوم پر اللہ تعالے
کا غضب آیا تو اوسنے بیباکی سے اللہ تعالے پر بہتان باندھا جو کفر ہی اور اگر غور کیا جاوے تو یہ محض حماقت ہی کیونکہ اگر درحقیقت یہ لوگ
جہنم مین چند ہی روز رہنے والے ہوتے تو بھی یہ کہنا بیفائدہ کفر و جرم ہی اور اگر درحقیقت یہ نہین ہی تو دعوی سے کیا فائدہ ہوگا کیونکہ عاقل کا
یہ کام نہین ہی کہ ایسی بات کہے کہ اگر سچ ہو تو کوئی فائدہ نہین اور اگر جھوٹ ہو تو کفر و جہنم مین پڑے حالانکہ خود جھوٹ کی دلیل موجود ہی کہ وحی الٰہی سے
یہ بات ثابت ہوتی اوسکو اپنے قیاس سے بیان کرتے ہین پھر ایسے کافرون کے واسطے دائمی جہنم خود ثابت ہی مترجم کہتا ہی کہ افسوس
یہ ہی کہ اس زمانہ مین مسلمانون مین بھی بہت ایسے لوگ پیدا ہوئے جو ایمان سے بیخوف ہو کر اسی قسم کے دعوی کرتے ہین حالانکہ کسی حدیث
یا آیت سے کوئی دلیل نہین رکھتے ہین پس معجزہ حدیث شریف صادق آیا کہ تم لوگ یہود و نصاری کے قدم بقدم چلوگے پس اہل اسلام
کو لازم ہی کہ امور غیب مین سے بلا دلیل کسی بات کا دعوی نکرین اور یہودیون کے حال سے عبرت حاصل کرین جب تک کہ حکم آتا ہی کیونکہ اللہ تعالے نے
اونکو جھٹلا کر اور رد فرمایا بقولہ تعالے ۔

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّاَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْٓئَتُہٗ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ

کیون نہین جسنے کمایا گناہ اور گھیر لیا اوسکو اوسکے گناہ نے سو وہی ہین لوگ دوزخ کے

ھُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ

وہ اوسی مین ہمیشہ رہینگے اور جو یقین لائے اور عمل کیے نیک وہ لوگ ہین جنت کے

ھُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ ۝

وہ اوسمین رہینگے

جاننا چاہیے کہ زبان عرب مین استفہام مثبت کے جواب مین لا اور نفی کے جواب مین بلی آتا ہی جبکہ تردید مقصود ہو مثلا یہودی نے کہا
کہ کیا ہم جنت مین جاوینگے تو جواب لا یعنے نہین جاؤگے اور اگر اوسنے کہا کہ کیا یہودی دوزخ مین نہین جائینگے یا یہودی نے کہا کہ ہم دوزخ مین
نہین جائینگے تو جواب بلی آئیگا کیون نہین یعنے ضرور دوزخ مین جاؤگے چنانچہ جب یہودیون نے کہا کہ سواے ایام معدودہ کے ہمکو دوزخ کی

آگ نہین چھوئیگی تو اللہ تعالےٰ نے رد فرمایا۔ بَلٰی۔ یعنے کیون نہین ضرور تمکو دوزخ کی آگ لگیگی۔ ف پھر انکا حال بطور کلیہ بیان فرمایا۔ مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً۔ جس شخص نے بدی کمائی ف حتی کہ یہ نوبت پہونچائی جو یہود کی حالت ہی۔ وَ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓئَتُهٗ۔ اور اوسکی خطاؤن نے اوسکو گھیر لیا۔ ف حتی کہ اوسمین نیکی نہین سمائی کیونکہ جب خطیئات سب طرف سے گھیر لیتی ہین تو قلب کشادہ نہین رہتا بلکہ سیاہ ہوکر بند ہوجاتا ہی پھر اوسمین ایمان نہین سماتا ہی بلکہ اگر ایمان لایا ہو تو کافر ہوجاتا ہی کما قال تعالےٰ۔ ثم کان عاقبة الذین اساؤا السوآی ان کذبوا بآیات اللہ۔ یعنے جو لوگ بید مڑک بد کاریان کرچلے اونکا انجام کار یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی آیتون کو جھٹلانے لگے یعنے کافر و مشرک ہوگئے۔ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ پس ایسے لوگ تو جہنمی ہین وے اوسمین ہمیشہ پڑے رہینگے۔ ف حسن بصری رح نے فرمایا کہ جس بدکاری پر اللہ تعالےٰ نے آگ کی وعید فرمائی وہ خطیئہ ہی۔ ابن عباس رض و مجاہد رح نے فرمایا کہ خطیئہ یہان شرک ہی مترجم کہتا ہی کہ جسکو سب طرف سے خطیئہ نے گھیر لیا ہو اوسکا انجام کفر ہی کیونکہ ایمان تو بہت بڑی نیکی ہی پس اگر باقی ہوتا تو سب طرف سے خطیئہ نہ گھیرتی اسیواسطے محمد بن اسحق رح نے بالاسناد حضرت ابن عباس رض سے روایت کی کہ یہ یہودیون کو خطاب ہی یعنے جسنے تمہارے مانند اعمال کیے اور تمہاری طرح کفر کیا حتی کہ بدکاری نے اوسکو گھیر لیا تو اوسکے واسطے کوئی نیکی نہین ہی اسیواسطے ابن عباس و ابووائل و ابوالعالیہ و مجاہد و عکرمہ و حسن و قتادہ و ربیع بن انس نے کہا کہ اوسکے قلب کو شرک نے گھیر لیا۔ ع اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایمان باقی ہو اور گناہون کی یہ نوبت نہ پہونچے کہ وہ دل کو گھیر لین جیسے گنہگار مومنون کا حال ہوتا ہی تو وہ ہرگز دوزخی نہین یعنے ہمیشہ دوزخ مین نہین رہیگا کیونکہ جب ایمان باقی ہی تو ضرور ثابت ہوا کہ خطیئہ نے اوسکو احاطہ نہین کیا۔ م۔ شیخ محی الدین ابن العربی رح نے اشارہ کیا کہ یہودی اپنی حماقت سے گناہ کو ظاہری فعل محدود سمجھتے تھے اور یہ نہین جانتے تھے کہ گناہ اپنی شامت سے دل مین جمکر محیط ہوجاتا ہی جس سے ملکۂ راسخ پیدا ہوجاتا ہی اور اسی سبب سے جب گناہون کی انتہا یہانتک پہونچی کہ محیط ہوکر کفر مین داخل کرین تو وہ دائمی دوزخ مین رہتا ہی کیونکہ ملکۂ راسخ دائمی ہوتا ہی کیونکہ اگر ایسا نہوتا تو ثواب بھی ہمیشہ کے لیے جنت کا باعث نہوتا پس انصاف یہ ہی کہ جب کسی کے دل کو خطیئات نے محیط ہوکر سیاہ کردیا اور وہ جم گیا جیسے کپڑے پر سیاہ رنگ جم جاتا ہی کہ وہ کپڑے کو اصلی حالت پر کبھی نہین آنے دیتا ہی تو کافر ہمیشہ کے لیے اپنے لائق مقام پاویگا اور وہ جہنم ہی جیسے کسی نے ایمان و طاعت سے دل مین ملکۂ نورانی حاصل کیا تو یہی اوسکے قلب کے واسطے اصل ہی چنانچہ فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ

اور جو لوگ ایمان لائے اور اونھون نے کارہاے نیک کیے تو ایسے ہی لوگ جنتی ہین وے اوسمین ہمیشہ رہینگے کیونکہ ایمان اونمین ملکۂ راسخ ہی تو کبھی خارج نہین ہوسکتے ہین (تنبیہ) عبد اللہ بن مسعود رض نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ حقیر گناہون سے ہوشیار و خبردار رہو کہ وے آدمی کے گرد جمع ہوکر اوسکو ہلاک کرتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی مثال بیان فرمائی کہ جیسے کوئی قوم کسی جنگل مین اوترتی ہی تو ہر آدمی جنگل سے ایک ایک لکڑی لا کر ڈال دیتا ہی کہ وہ انبار کثیر ہوجاتا ہی (رواہ احمد) یعنے اگر اوسمین آگ لگجاوے تو تمام جنگل جل جاوے۔ ف۲ بعض اشارات عرائس مین ہی کہ منجملہ آدمی کی خطیئات کے یہ بھی ہوتا ہی کہ آدمی اپنی طاعت مین ریاکاری و عجب و غرور پیدا کرتا ہی حتی کہ وہ طاعت اوسکے حق مین معصیت ہوجاتی ہی حالانکہ وہ شخص وسوسۂ شیطانی سے اپنے واسطے فخر سمجھتا ہی کہ اوسنے اللہ تعالےٰ کی عبادت ادا کی اور جو لوگ اہل ایمان و طاعت ہین وہ اللہ تعالےٰ کی بندگی کو محال جانتے ہین اور جو عبادت ادا کرتے ہین اوسکو فقط حکم کی فرمانبرداری جانتے ہین اور اوسمین بھی ہزار قصور سے خوفناک ہین اور جو کچھ میسر آیا اوسکو اپنے حق مین نعمت

الٰہی سمجھتے ہیں۔ م س۔ پھر اللہ تعالےٰ نے یہود کی بعضی بدکاری و بدعہدی بیان فرمائی لقولہ تعالےٰ

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ

اور جب ہمنے لیا قرار بنی اسرائیل کا بندگی نہ کریو مگر اللہ کی اور ماں باپ سے سلوک نیک اور

ذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

قرابت والے سے اور یتیموں سے اور محتاجوں سے اور کہیو لوگوں سے نیک بات اور کھڑی رکھیو نماز اور دیتے رہیو زکوۃ

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

پھر تم پھر گئے مگر تھوڑے تم میں اور تم ہو دھیان نہیں

ان آیات میں بنو اسرائیل کو دوسری بدعہدی یاد دلائی کہ اللہ تعالےٰ نے توریت میں جن احکام شریعت پر عمل کرنے اور جن امور سے باز رہنے کا عہد لیا تھا بنو اسرائیل نے عمداً توڑ دیا ہے۔ کیونکہ بنو اسرائیل ملک شام پر مسلط ہونے کے بعد زمانہ حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے بت پرست و مشرک ہو گئے تھے۔ م س۔ ظاہر انکی بت پرستی اپنے اکابر کے ساتھ شرک ہوگا واللہ تعالےٰ اعلم غرض کہ اہل ایمان کی تنبیہ کے ساتھ بنی اسرائیل کو یاد دلایا لقولہ تعالےٰ۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ اور یاد کرو جب ہمنے بنی اسرائیل سے عہد لیا۔ ف یعنی توریت میں بنی اسرائیل سے عہد لیا اور اون سے کہا کہ۔ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ۔ ف امام ابن کثیر و حمزہ و کسائی کی قراءۃ۔ لا یعبدون۔ بیاء تحتیہ ہے یعنے یہ لوگ کسی کی عبادت نہ کرینگے سوائے اللہ تعالےٰ کے۔ اور امام نافع و ابو عمرو و ابن عامر و عاصم کی قراءۃ۔ لا تعبدون بتاء فوقیہ ہے یعنے تم لوگ کسی کی عبادت نہ کروگے سوائے اللہ تعالےٰ کے۔ مراد یہ کہ تم لوگ شرک مت کیجیو چنانچہ ایک قراءۃ شاذہ میں۔ لا تعبدوا۔ آیا ہے اور متواتر قراءۃ میں صیغہ نہی کو بطور خبر بیان کرنے میں یہ بلاغت ہے کہ گویا تم لوگ اس عہد کے ایسے پابند ہو جاؤ گے کہ تمہارا یہ حال بیان کیا جاوے کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ کبھی شرک نہیں کرینگے (السیوطی وغیرہ) اور شاید کہ یہ عہد کا بیان ہو یعنے ہمنے توریت میں بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ یہ لوگ سوائے اللہ تعالےٰ کے دوسرے کی عبادت نہ کرینگے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ یعنے و تحسنون بالوالدین احساناً۔ یعنے اپنے والدین کے ساتھ خوب برتاؤ کرینگے یا کروگے جیسا چاہیے۔ ف یعنے اونکی خدمتگذاری و فرمانبرداری میں کچھ دریغ نہیں کرینگے پس والدین کے ساتھ و احساناً، ملحق کرکے بہت تاکید فرمائی اگرچہ یہ احسان دوسروں کے ساتھ بھی مقصود ہے چنانچہ فرمایا۔ وَذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ۔ اور احسان کرینگے یا کروگے صاحبان قرابت کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ۔ ف یعنے والدین کے ساتھ ان لوگوں کے بھی حقوق و صلۂ رحم کا لحاظ رکھیں اور یہ بھی حکم دیا۔ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ اور لوگوں سے قول نیک کہو۔ ف یعنے لوگوں کو نیک باتیں بتلاؤ اور بری باتوں سے روکو اور اونپر مہربانی کرو سیوطیؒ نے لکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی لوگوں سے سچے اوصاف بیان کرو۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔ اور نماز کو ٹھیک قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔ ف اگرچہ عبادت الٰہی میں یہ دونوں طاعت بھی داخل تھیں لیکن زیادہ اہتمام کے واسطے انکو صریح علیحدہ بیان فرمایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اول حکم توحید تو تمام انبیاء علیہم السلام کی ہدایت اجماعی ہے کما قال تعالےٰ۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون۔ یعنے ہمنے تجھسے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اوسکو یہی وحی کرتے رہے کہ سوائے میرے کوئی الوہیت والا نہیں ہے پس تم لوگ میری ہی عبادت کرو۔ پس سب سے پہلے اپنا حق بیان فرمایا جو سب سے احق و اعظم ہے پھر دوم حقوق مخلوق بیان فرمائے

جنہیں حق والدین اشرف ہی لہذا اللہ تعالے اپنے حق کے ساتھ بندہ کے لیے حق والدین شامل فرماتا ہی کما قال تعالے۔ وقضی ربک الا تعبدوا
الا ایاہ وبالوالدین احسانا۔ یعنی فرض کردیا تیرے رب نے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نکرو سوائے رب عزوجل کے اور نیکی کرو اپنے والدین کے
ساتھ اچھی طرح وقال تعالی۔ ان اشکر لی ولوالدیک۔ یعنے میری شکرگذاری کرو اور اپنے والدین کی۔ھ۔ اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ
میں ہی کہ میں نے پوچھا یارسول اللہ سب سے افضل کون کام ہی آپ نے فرمایا کہ نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا میں نے پوچھا کہ اسکے بعد کون کام ہی
تو فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا پھر میں نے عرض کیا کہ اسکے بعد کون کام ہی تو فرمایا کہ اللہ تعالے کی راہ میں جہاد کرنا۔
(الصحیحین) حدیث میں ہی کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ سب سے اول کون شخص ہی جسکے ساتھ میں سلوک و خدمتگذاری کروں
فرمایا کہ تیری ماں ہی اسنے عرض کیا کہ پھر اوسکے بعد کون شخص ہی فرمایا کہ پھر تیری ماں ہی اوسنے عرض کیا کہ پھر کون ہی فرمایا کہ پھر تیرا باپ
ہی پھر درجہ بدرجہ جو تجھسے زیادہ قریب ہو یعنے از راہ نسب کے زیادہ قرب رکھتا ہو (الصحیح) اسیواسطے علماء نے فرمایا کہ حسن
وخدمتگذاری میں باپ پر ماں مقدم ہی کیونکہ وہ عورت ہی جو بذات خود مال حاصل کرنے کے لائق نہیں ہوتی بخلاف باپ کے
کہ وہ اپنی قوت بازو سے مال کماتا ہی اور حکم کی فرمانبرداری ماں پر باپ مقدم ہی شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ یتامی ایسے نابالغ
بچے ہیں جنکا باپ نہو اور مساکین ایسے لوگ ہیں جنکو قدر کفایت نہ ملتا ہو مترجم کہتا ہی کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک مسکین وہ ہی جسکے پاس کچھ نہو
چنانچہ مصارف زکوۃ میں اسکی تفصیل انشاء اللہ تعالے آویگی اور لوگوں سے نیک بات کہنے میں بقول حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے امر بمعروف
ونہی منکر بھی داخل ہی یعنے لوگوں کو ثواب کے کام بتلانا اور بدکاریوں سے منع کرنا اور انکی بدگوئی سے چشم پوشی کرنا غرض کہ ہر خلق جو اللہ تعالے
کے نزدیک پسند ہو اسکو شامل ہی اور حضرت ابوذر رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرع میں جو امور خیر قرار دیے گئے ہیں انمیں سے
کسی کو حقیر مت سمجھیو اور اگر تجھے کچھ نہ ملے تو یہی سمجھو کہ اپنے مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی ملیو (احمد مسلم ترمذی) اور حدیث میں امور خیر میں مالی
سلوک بدرجہ اولی شامل ہی پس حاصل معنے یہ ہیں کہ آدمی اگر اپنے پڑوسی یا دوستوں کو بھیجنے کے واسطے ایک ایک چھوہارا پاوے تو اسکو بھیجنے
میں کبھی دریغ نکرے اور حقیر نہ سمجھے لیس جسکو بھیجا اوسکے واسطے بدرجہ اولی یہ حکم ہی کہ اپنے بھائی مسلمان کی طرف سے جو کچھ اوسکو پہونچا
اگرچہ جلی کھری ہو یعنے پائے بھی نہوں بلکہ جلی ہوئی کھری ہو تو اوسکو بھی حقیر نسمجھے بلکہ خوشی سے قبول کرے چنانچہ دوسری حدیث میں ہی کہ کوئی
عورت اپنی پڑوسن بہن سے کسی معروف خیر کو حقیر نسمجھے اگرچہ جلی کھری ہو (الترمذی) پھر اگر سلوک کے واسطے کچھ بھی میسر نہ آوے تو یہی اوسکے واسطے
نیکی ہی کہ جبکہ اپنے بھائی سے ملاقات ہو تو خندہ پیشانی سے ملے تاکہ اوسکا دل خوش کرنا ثواب ہی اور چونکہ آیت میں عموماً لوگوں سے نیک کلام
کرنیکا حکم ہی کوئی خصوصیت اہل اسلام کے ساتھ نہیں ہی لہذا اسد بن وداعہ جب اپنے گھر سے نکلتے تو راہ میں جو کوئی ملتا اگرچہ یہودی یا نصرانی ہوتا
اوسکو سلام کرتے تھے تو پوچھا گیا کہ آپکی یہ کیا شان ہی کہ آپ یہود ونصاری کو سلام کرتے ہیں فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی۔ وقولوا للناس حسنا۔
تو میں اونسے بھی سلام خوب کلام کرتا ہوں ابن ابی حاتم نے اسکو روایت کرنے کے بعد کہا کہ ایسا ہی مانند عطاء خراسانی سے مروی ہی شیخ ابن کثیر رح
نے کہا کہ سنت معروفہ یہ ہی کہ یہود ونصاری کو سلام کرنے میں پیش قدمی نکرے مترجم کہتا ہی کہ بضرورت جائز ہوگا جیسا کہ فتاوی کی کتابوں میں
بھی اشارہ کیا گیا ہی واللہ تعالے اعلم بالجملہ ان امور کے واسطے بنو اسرائیل مامور ہوئے اور انہوں نے قبول کیا پھر یہ عہد ی کی چنانچہ اللہ تعالے
فرماتا ہی ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ ۝ پھر تم لوگوں نے پیٹھ پھیری باستثناء قلیل کے
تم میں سے درحالیکہ تم اعراض کرنیوالے تھے۔ ف۔ سیوطی وغیرہ نے فرمایا کہ ثم تولیتم الا قلیلا منکم سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان [illegible] کے

باپ دادے تھے جو بالفعل موجود ہین اور انتم معرضون ۔ سے یہ لوگ مراد ہین جو بالفعل موجود ہین پس حاصل یہ ہوگا کہ تمہارے باپ دادون نے بھی
عہد الٰہی سے پیٹھ پھیری اور تم لوگ بھی عہد توریت سے منھ موڑتے ہو ۔ بیضاوی نے کہا کہ موجودہ یہودی چونکہ اپنے باپ دادون کی تقلید پر قائم تھے اور
اونکے افعال کو پسند کرتے تھے تو تغلیبا سب کو شامل کرکے خطاب فرمایا کہ پیٹھ پھیر کر تم لوگ انکار پر ثابت قدم ہو اور خلاصہ یہ ہوا کہ بدعہدی
ان لوگون کی جبلت ہی حالانکہ انکو چاہیے کہ عہد الٰہی پر قائم رہین تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوین اور اسمین اہل اسلام کو تنبیہ ہی کہ یہودیون
کی طرح قرآن مجید کے عہد میثاق سے برگشتہ نہون ورنہ یہودیون کی طرح غضب مین گرفتار ہونگے (تنبیہ) علم بلاغت مین کبھی غائب اور
کبھی مخاطب کرنے کی خوبی صنعت مفصل مذکور ہی اور اوسکی تفصیل کا یہان موقع نہین ہی لیکن جو شخص لعل چال کے اثر کو سمجھتا ہی وہ خود غور کرنے
سے لطافت پہچانیگا چنانچہ شروع آیت ۔ واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل ۔ مین بنی اسرائیل کو خطاب نہین کیا یعنے یون نہین فرمایا کہ ہمنے تمسے عہد
لیا پھر ۔ لایعبدون ۔ کی قراءۃ بھی بصیغۂ غائب ہی اور ۔ لاتعبدون ۔ بصیغۂ خطاب ہی گویا بالفعل خطاب کرکے عہد لیا جاتا ہی پھر قولہ تعالے
ثم تولیتم ۔ اور ۔ انتم ۔ مین خطاب کیا گویا اون لوگون کو پیش کرکے تشنیع و ملامت فرمائی پس اسکو غور کرو اور وہی خوب سمجھیگا جو زبان کی بلاغت
جانتا ہی پھر اللہ تعالے نے ان یہودیون کی دوسری بدعہدی بیان فرمائی بقولہ تعالے ۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

اور جب لیا ہمنے قسرار تمہارا نہ کروگے خون آپسمین اور نہ نکال دوگے اپنون کو اپنے وطن سے

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ

پھر تمنے اقرار کیا اور تم مانتے ہو پھر تم ویسے ہی خون کرتے ہو آپس مین اور نکال دیتے ہو

فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ

اپنے ایک فرقے کو اونکے وطن سے چڑھائی کرتے ہو اون پر گناہ سے اور ظلم سے اور اگر وہی آوین تم پاس

اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ

کسیکے قید مین پڑے تو اونکی چھڑائی دیتے ہو اور وہ بھی حرام ہی تمپر اونکا نکال دینا پھر کیا مانتے ہو تھوڑی

الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي

کتاب اور منکر ہوتے ہو تھوڑی سے پھر کچھ سزا نہین اوسکی جو کوئی تم مین یہ کام کرتا ہی مگر رسوائی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

دنیا کی زندگی مین قیامت کے دن پہونچائے جاوین سخت سے سخت عذاب مین اور اللہ بے خبر نہین

تَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ

تمہارے کام سے وہی ہین جنھون نے خرید کی دنیا کی زندگی آخرت دیکر سو نہ ہلکا ہوگا

عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

اونپر عذاب اور نہ اونکو مدد پہونچے گی

جاننا چاہیے کہ مدینہ مین پانچ قبائل بستے تھے قبیلۂ اوس و قبیلۂ خزرج اور یہ دونون بت پرست تھے اور یہی دونون پیچھے ایمان

لائے اور اللہ تعالےٰ نے ان کو صحابہ انصار رضی اللہ عنہم قرار دیا لیکن زمانہ جاہلیت مین قبل اسلام کے باہم دونون قبیلون مین بکثرت جدال
و قتال رہتا تھا اور باقی تین قبائل یہود تھے جن مین سے بنو قینقاع و بنو النضیر دونون ملکر قبیلۂ خزرج کے ہم قسم و مددگار تھے اور تیسرا قبیلہ بنو
قریظہ تھا کہ وہ قبیلہ اوس کا ہم قسم و مددگار تھا لیکن مجموعی طور پر تینون قبائل یہود دونون قبیلۂ اوس و خزرج سے مغلوب بنتے تھے اسیواسطے
کبھی کبھی لاچار ہوکر اونکو دھمکاتے کہ ہماری توریت مین پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت پاک مذکور ہے اور اونکے پیدا ہونے کے علامات
بہت قریب ہین پس تم لوگ چندروز ہمکو ذلیل کرو پھر تو ہم اونکے سایۂ حمایت مین تمکو قتل و خوار کرینگے لیکن اوس و خزرج بت پرست جاہل تھے کہ وہ
نبوت کے معنے نہین جانتے تھے تو یہودی لوگ جب پیغمبر آخر الزمان کے صفات و فضائل بیان کرتے کہ ایسی شکل ہوگی اور اونکی شریعت مین ایسے
ایسے احکام ہونگے اور اللہ تعالےٰ اونکو غالب کرکے دین مستقیم قائم فرمائیگا اور مانند اسکے دیگر اوصاف بیان کرتے تو یہ سنکر اوس و خزرج کے لوگ
تعجب کرتے تھے لیکن یہودیون کو ذلت دینے سے باز نہین آتے تھے تو یہودی بد دعا کرتے کہ الٰہی ہمکو پیغمبر آخر الزمان کے طفیل مین فتح دے اور
مغلوب ہوکر بنو قینقاع و بنو نضیر نے قبیلۂ خزرج سے اور بنو قریظہ نے قبیلۂ اوس سے تحلیف کرلی اور جب دونون مین لڑائی ہوتی تھی تو ہر فریق
یہودی اپنے حلیف کے ساتھ ہوکر قتال کرتا اور قتال مین دوسری طرف والے یہودیون کو قتل بھی کرتا اور جس فریق کو قابو ملتا وہ دوسرون کے گھر
لوٹتا و جلاتا اور نکال باہر کرتا اور طرفین مین بہت سے قید ہوجاتے تھے اور جب لڑائی تھم جاتی تو سب یہودی ملکر فدیہ دیکر قیدیون کو چھوڑاتے
تھے اور توریت مین بھی اونپر یہی حکم تھا کہ بنی اسرائیل مین سے جسکسیکو قیدی پاوین اوسکو جس طرح ممکن ہو چھوڑاوین اور باہم جدال و قتال نکرین
اور نہ کسی بنی اسرائیل کی خانہ ویرانی کرین چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَ
لَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ۔ اور یاد کرو جب ہمنے تمہارا عہد لیا کہ تم اپنون کا خون نہ بہاؤگے اور اپنون کو اونکے
گھرون سے باہر نکروگے ف یعنے اللہ تعالےٰ ان یہودیون کو فرماتا ہے یاد کرو کہ جب ہمنے تمہارے باپ دادون سے توریت مین عہد لیا تھا
کہ بنی اسرائیل آپسمین باہم خونریزی نکرین اور کسی فریق پر چڑھائی کرکے اونکی خانہ ویرانی نہ کرین۔ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ ۔ پھر تمنے اس عہد کا
اقرار کیا۔ ف یعنے تمہارے باپ دادون نے اس عہد کو مانا (السیوطی) یا تم لوگون نے خود اس عہد کو تسلیم کیا۔ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ
اور حال یہ کہ تم لوگ شہادت دیتے ہو۔ ف یعنے یہ گواہی دیتے ہو کہ تمہارے باپ دادون سے ایسا عہد لیا گیا جو توریت مین مذکور ہے
یا تم لوگ اس بات کو دل سے حق جانتے ہو کہ تمہارے بزرگون سے یہ عہد لیا گیا تھا اور اوپر معلوم ہوا کہ یہ بھی عہد لیا گیا تھا کہ جب کسی بنی اسرائیل کو کسی کافر
دشمن کی قید مین پاؤ تو اوسکو جہاد کرکے یا فدیہ دیکر چھوڑاؤ اور اب تم لوگ اس بات پر ناز کرتے ہو کہ تم اپنے باپ دادون کی تقلید پر قائم اور توریت
کے عامل ہو۔ ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ ۔ پھر تم لوگ اے یہودیو اپنے نفوس کو قتل کرتے ہو۔ ف یعنے اے یہودیو
تم اپنا حال دیکھو کہ تم اپنے آپس والون کو قتل کرتے ہو۔ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ ۔ اور اپنون مین سے ایک فریق کو
اونکے گھرون سے نکالتے ہو۔ ف یعنے غلبہ کرکے اونکی خانہ ویرانیان کرتے ہو۔ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
درحالیکہ گناہ و ظلم کے ساتھ اونپر چڑھائی مین مددگاری کرتے ہو۔ ف یعنے اپنون مین سے ایک فریق کی خانہ ویرانی کرنا کسی شرعی حکم کے
موافق نہین بلکہ ظلم و معصیت کے طور پر اور وہ بھی خود نہین بلکہ کافرون کی مدد کرکے اونپر چڑھا لاتے ہو پس یہ صریح عہد توریت کے مخالف
ہے کیونکہ تمسے توریت مین عہد لیا گیا تھا کہ اپنون کو قتل نکرین اور نہ اونکی خانہ ویرانی کرین پس تم لوگ باوجود اقرار و شہادت کے عہد
الٰہی سے صریح مخالفت کرتے ہو۔ وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسَارَى تُفَادُوهُمْ ۔ اور اگر وہ لوگ تمہارے پاس قیدی آتے ہین تو باہم

فدیہ گذاری کر لیتے ہو۔ ف یعنے انکی فدیہ دیکر اونکو چھوڑا لیتے ہو یعنے یہودیوں کا ایک فریق جس دشمن کے ساتھ مددگار ہوتا اگر اسکے
دوسری جانب کے مددگار یہودیوں میں سے کسیکو قید کیا تو اوسکو فدیہ دیکر چھوڑا لیتے ہیں یہ یہودی خود بھی شریک ہو جاتے تھے اور جب پوچھا
جاتا کہ ابھی تو تم انکو لڑائی میں قتل کرتے تھے اور انکی خانہ ویرانی کر ڈالی پھر اب چھوڑا لیتے ہیں انکی طرف سے فدیہ دیتے ہو تو کہتے تھے کہ ہمارے اوپر
توریت میں یہی حکم فرض کیا گیا ہے اللہ تعالے فرماتا ہے۔ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ۔ حالانکہ شان یہ کہ تم لوگوں پر ان
قیدی یہودیوں کا نکالنا بھی حرام کیا گیا تھا۔ ف۔ تو جب ان یہودیوں سے کہا جاتا کہ پھر تم اونسے لڑتے کیوں ہو تو کہتے کہ ہمکو شرم معلوم ہوتی ہے
کہ ہمارے ہم سوگند اس لڑائی میں ذلیل ہوں پس معلوم ہوا کہ اس خیال کے پیچھے یہ حکم الٰہی چھوڑ دیا کہ آپس میں کسی فریق سے قتال نکرو اور
نہ اونکی خانہ ویرانی کرو اور رہا فدیہ سے چھوڑانیکا حکم تو البتہ لے لیا غرض کہ جو حکم ناگوار معلوم ہوا اوسکو ترک کیا اور چونکہ یہودی مالدار زیادہ تھے
اور نیز غلبہ کرکے دوسرے فریق کے اموال لوٹ لیتے تھے تو فدیہ دینے کا حکم اختیار کر لیا لہذا اللہ تعالے تشنیع فرماتا ہے بقولہ تعالے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ
بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ پس کیا تم تھوڑی توریت پر ایمان لاتے ہو اور تھوڑی توریت سے انکار کرتے ہو۔ ف
کیونکہ توریت میں جیسے فدیہ دیکر چھوڑا لانے کا حکم تھا اسی طرح یہ بھی حکم تھا کہ کسی یہودی فریق سے قتال مت کرو اور نہ اوسکی خانہ ویرانی
کرو مگر اسکو نہیں مانا۔ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ پس تم میں سے جو کوئی
یہ کام کرتا ہے اوسکی سزا سوائے اسکے کچھ نہیں کہ دنیاوی زندگی میں خوار ہو۔ ف۔ چنانچہ بنو قریظہ تو آخر کو خواری کے ساتھ قتل کیے گئے اور
اللہ تعالے نے قبیلہ اوس ہی کو مسلط کرکے اونھیں کے ہاتھوں قتل کرایا جنکی مددگاری میں حکم الٰہی کی نافرمانی کرتے تھے اور باقی دونوں فریق
یہود یعنے بنی نضیر و بنی قینقاع جانب شام نکال دیے گئے اور وہاں اونپر خواری کے ساتھ جزیہ باندھا گیا پس اللہ تعالے نے ان کمبختوں کے حق میں
دنیا میں یہ سزا دی اور فرمایا۔ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ۔ اور قیامت کے روز سخت تر عذاب کی جانب
پھیرے جائینگے۔ ف یعنے اسی عذاب دنیا پر کفایت نہو گی بلکہ قیامت کا عذاب جو انکو دیا جائیگا وہ بہت سخت ہے۔ وَمَا اللّٰهُ
بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ اور اللہ تعالے تمہارے کام سے کچھ غافل نہیں ہے۔ ف۔ اس مقام پر اونکو سخت تہدید و جھڑکی کے واسطے
مخاطب بنا کر فرمایا کہ تم لوگ ہوش میں رہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالے اوس سے غافل نہیں ہے بلکہ اوسنے کافروں کے واسطے اپنی مشیت
میں ایک مہلت لکھی ہے کہ موت تک اوسکو پورا کرینگے حالانکہ یہودی احمق باوجود توریت کے اللہ تعالے کی شان میں جسمیت کا اعتقاد کرتے
تھے پس اپنے افعال کو مخفی خیال کرتے تھے چنانچہ اوپر بھی قولہ تعالے۔ اتحدثونهم بما فتح الله عليكم الآية کی تفسیر میں تنبیہ کی گئی ہے۔ پس یہ نتیجہ
اوسی غضب الٰہی پر تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کرنے اور احکام الٰہی کی توہین کرنے سے یہودیوں پر
طاری ہوا تھا حالانکہ اونکے پاس توریت موجود تھی اور اہل عرب باوجودیکہ بے علم و بت پرست تھے لیکن اللہ تعالے نے اونکی عقل صاف رکھی
تھی چنانچہ جب فتح مکہ کے روز عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل لعین کے بیٹے تھے جدہ کی جانب بھاگے تا کہ کشتی میں سوار ہوکر حبش وغیرہ کسی ملک کو چلے
جاویں تو جب کشتی سوار ہو گئی تو ناخدا نے پکارا کہ طوفان کے آثار معلوم ہوتے ہیں پس ہر ایک شخص اللہ تعالے سے دعا مانگے لیکن سوائے خدا
الٰہی عز و جل کے یہاں کسی دوسرے سے فریاد نکرے حضرت عکرمہ نے جب ہی یہ کلمہ سنا تو ناخدا سے درخواست کی کہ میں کچھ بھول گیا ہوں مجھکو
کفارہ بیڑا اوتار دے جب اوسنے اوتار دیا تو اپنی بی بی سے کہا کہ جب سمندر میں اللہ تعالے وحدہ لا شریک ہے تو خشکی میں بھی وہی وحدہ لا شریک
ہے پس بغیر سوال امان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوکر کلمہ توحید ادا کیا اور بہت صدق دل سے ایمان لائے اور

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت مین جہاد شام مین شہادت پائی سبحان اللہ تعالے لاشانہ کہ کہان وہ باپ ابوجہل ملعون اور کہان یہ بیٹے شہید مقبول رضی اللہ تعالے عنہ بالجملہ بیوقوف یہودیون کو تہدید فرمائی کہ اے احمقو تم اللہ تعالے کو غافل جانو بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالے خوب جانتا ہی اور یہ مہلت اوسکی حکمت مشیت ہی جسکا ادراک کسی مخلوق کی طاقت نہین ہی پس اگر نیکبختی چاہتے ہو تو ان بداعتقادیون و بد اعمالیون کو چھوڑو اور عہد توریت کے موافق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر ایمان لاکر سایۂ رحمت مین داخل ہو اور غضب سے نجات پاؤ ورنہ اللہ تعالے غنی حمید ہی اور قوی عزیز ہی پس تم بھی دنیا مین خوار و عاقبت مین فی النار ہوگے (تنبیہ) تظاہرون ۔ مین دوسری قراءۃ تتظاہرون ہی بتشدید ظا مفتوحہ یہی در اصل تتظاہرون تھا کہ تا کو ظا سے بدل کر ادغام کیا گیا ۔ اساری ۔ دوسری قراءۃ مین کسری اور وزن جمع اسیر یعنے قیدی ہین ۔ تفادوہم ۔ دوسری قراءۃ مین تفدوہم بمعنی فدیہ دیکر قید سے چھوڑانا ۔ قولہ ۔ وہو محرم علیکم ۔ مین ہو ۔ ضمیر شان ہی اور یہ جملہ متصل ہی قولہ ۔ وتخرجون فریقا منکم مین سے یا مبہم ہی اور قولہ تظاہرون علیہم بالاثم والعدوان ۔ درمیان مین جملہ معترضہ ہی اور قولہ ۔ وما اللہ بغافل عما تعملون ۔ مین ابن کثیر و نافع کی قراءۃ یعملون بیائے تحتیہ ہی ۔ (تنبیہ) اللہ تعالے نے یہودیون پر تشنیع فرمائی کہ کتاب الٰہی مین سے بعض پر ایمان لاتے اور بعض سے کفر کرتے ہین کیونکہ اگر ایک لفظ سے بھی عمداً انکار کرے تو کفر ہی اگر کہا جاوے کہ یہود کے قبائل اپنے آپ کو قتل نہین کرتے اور نہ گھرون سے نکالتے تھے حالانکہ فرمایا ۔ لا تسفکون دمائکم ولا تخرجون انفسکم ۔ جواب یہ کہ جو لوگ متحد ہوتے ہین ان مین ہر ایک کے حق مین دوسرے کی جان بمنزلہ اپنی جان کے ہوتی ہی لہذا ترجمہ یہ ہوا کہ تم لوگ اپنون کے خون نہ بہاؤ اور نہ اپنون کو نکالو امام ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ اسکی مثال اوپر گذر چکی بقولہ تعالے ۔ فاقتلوا انفسکم ۔ یعنے بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی کی توبہ مین حکم دیا کہ اپنے نفوس کو قتل کرو حالانکہ قتل کی صورت یہی تھی کہ جنھون نے گوسالہ نہین پوجا وہ پوجنے والون کو قتل کرتے تھے اور اسکا بھید یہ ہی کہ جو لوگ ملت واحدہ پر ہون وہ بمنزلہ ایک جان کے ہوتے ہین جنکے قالب فقط جدا ہوتے ہین جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین کی مثال فرمائی کہ مومنین اپنی مودت و مواصلت و باہمی ترحم مین بمنزلہ ایک جسم کے ہین چنانچہ جب جسم واحد مین سے کسی عضو مین درد ہوتا ہی تو تمام جسم بخار و بیخوابی سے متعاون ہو جاتا ہی (القصہ) محمد بن اسحق نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جب اوس و خزرج کے درمیان لڑائی ہوتی تو یہودیون مین سے فرقہ نضیر نکلکر خزرج کے ساتھ ہوتا اور فرقہ قریظہ نکلکر اوس کے ساتھ ہوتا اور قتال مین اپنے بھائی یہودیون کو بھی قتل کرتے اور اونکے گھر اوجاڑتے و جلاتے اور قید کراتے حالانکہ توریت اپنے ہاتھون مین لیے ہوئے اوسکے احکام جانتے تھے اور دونا قبیلہ اوس و خزرج یعنے جو بعد ایمان لانے کے انصار کہلاتے ہین تو یہ لوگ اسوقت بت پرستی کرتے تھے نہ جنت جانتے نہ دوزخ اور نہ حشر جانتے نہ قیامت اور نہ کسی کتاب آسمانی کے قائل تھے جسمین حلال و حرام پہچانتے پھر جب لڑائی تھم جاتی تو یہودی لوگ اپنی توریت کی تصدیق بیان کرتے اور طرفین سے جو یہودی قید ہوتے تو ملکر اونکا فدیہ دیکر اوس و خزرج سے چھوڑا لیتے تھے حالانکہ بت پرستون کی مدد کرکے آپسمین بہت سے یہودیون کو قتل کر چکے اور اونکے گھر اوجاڑ چکے پس اللہ عزوجل نے ان آیات مین اپر تشنیع فرمائی کہ کیا تم لوگ تھوڑی توریت پر ایمان لاتے ہو کہ قیدیون کو فدیہ دیکر چھوڑاتے ہو اور تھوڑی توریت سے کفر کرتے ہو کہ اہل شرک کی مدد کرکے اور ایک فریق یہودیون کو قتل کرتے اور اونکے گھر اوجاڑتے ہو حالانکہ دنیا کی خواہش سے یہ فعل کرتے ہو سدی رحمہ نے روایت کی کہ فریقین سے جب کوئی یہودی قید ہوتا تو دونون ملکر اوسکا فدیہ دیکر چھوڑاتے اور سدی رحمہ نے عبد خیر رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ ہم لوگون نے سلمان بن ربیعۃ الباہلی کی سرداری مین بلنجر مین جہاد کیا اور آخر بعد محاصرہ کے شہر کو فتح کر لیا اور بہت سے کفار مرد و عورتین قید کیے (اور اس شہر مین بکثرت یہودی رہتے تھے اور اسکے قریب راس الجالوت نامی یہودی بہت مالدار تھا) پھر عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے سات سو درم کو ایک یہودیہ قیدی خریدی اور راس الجالوت

کی طرف گذرے تو اوس سے کہا کہ اے راس الجالوت یہان تیرے دین کی ایک عورت قیدی ہے بھلا تو اوسکو مجھ سے خریدیگا کہنے لگا کہ ہان عبد اللہ رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ مین نے اوسکو سات سو درم کو خریدا ہے راس الجالوت بولا کہ مین آپکو سات سو درم نفع دونگا یعنے چودہ سو درم کو خریدونگا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ مین نے تو قسم کھائی ہے کہ اوسکو چار ہزار درم سے کم نہ بیچون راس الجالوت بولا کہ پھر مجھے اوسکے خریدنے کی کوئی حاجت نہین ہے (عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ
علمائے یہود مین سے بہت زبردست مشہور معروف عالم تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ مین تشریف لاتے ہی مسلمان ہو گئے تھے)
پس عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے راس الجالوت تو اس عورت کو خریدیگا یا جس دین کا معتقد ہے اوس سے کفر کریگا اور قریب بلا کر اوسکے
کان مین توریت کی وہ آیت پڑھی جسمین حکم ہو کہ ہر یہودی جس بنی اسرائیل کو مملوک پاوے تو یہی واجب ہے کہ اوسکو خرید کر آزاد کرے (مشہور ہے
کہ یہودیون مین کوئی توریت کا حافظ نہ تھا سوائے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے) جب عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح اوسکو آیت توریت سنائی تو وہ چونک کر کہنے
لگا کہ کیا تم عبد اللہ بن سلام ہو انھون نے کہا کہ ہان پھر وہ بولے لاکر چار ہزار درم ادا کیے پھر عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے دو ہزار اسمین سے لیکر دو ہزار اوسکو
پھیر دیے آدم بن ابی ایاس نے اپنی تفسیر مین بسند صحیح حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کی کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا گذر کوفہ مین ہوا تو انھون نے راس الجالوت
کو دیکھا کہ عرب نے جہاد مین جو یہودیہ عورتین قید کی تھین اونمین سے جن عورتون کے ساتھ عرب نے جماع نہین کیا تھا اونکو خریدتا ہے یعنے اپنے زعم
مین فدیہ دیکر چھوڑاتا ہے اور جن عورتون سے عرب نے جماع کر لیا اونکو چھوڑتا جاتا ہے یعنے اونکو فدیہ دیکر نہین چھوڑاتا ہے تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے
راس الجالوت تیرے پاس جو کتاب ہے اوسمین تو حکم لکھا ہے کہ سب کو چھوڑا دے امام ابن کثیر نے کہا کہ ان آیات قدسیہ کا مفاد یہودیون کی مذمت ہے
کہ وہ لوگ زبان سے توریت کی صحت کا دعوی کرتے اور اوسکے احکام کی گواہی دیتے مگر اوس سے مخالفت کرتے تھے اسی واسطے یہودی اگر توریت نقل
کرتے ہین تو اونکی نقل پر کچھ اعتقاد نہین ہے کیونکہ اونکی خیانت قطعی ظاہر ہے اور اونھون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک وصفات
ومقام بعثت ومقام ہجرت ونعت شریعت وغیرہ جو کچھ اونھون نے توریت مین سے نکال ڈالا اور انبیاء سابقین علیہم السلام کی بشارات جو دربارۂ
خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم متواتر متوارث چلی آتی تھین اونکو چھپایا ہے ہرگز ان یہودیون کی تصدیق نہین ہو سکتی مترجم کہتا ہے کہ اسی طرح نصرانیون نے
بھی تحریف کر کے صریح اشارات نکال ڈالین اور دروغ دعوی کیا کہ انہین موجود نہین ہین لیکن بعض نسخے انجیل و توریت کے بعض راہبون کے پاس سے
دستیاب ہوئے جو قسطنطین و ہرقل و قیصرہ کے خوف سے ملک فارس وغیرہ کے غارون و پہاڑون مین چھپے تھے تو اونمین وہ بشارات صریح موجود ہین اور انکا
جواب تمام تکے پاس آجانے اونھون نے تحریف کر دیے کیونکہ اول تو حضرت عیسی علیہ السلام کے دو سو برس بعد قسطنطین شاہ روم نے تمام نصرانیون کو
جمع کر کے مسیح ابن اللہ عقیدہ پر دستخط کرائے اور جنھون نے انکار کیا وہ مقتول و خوار ہوئے سوائے معدودے چند کے جو دور دراز پہاڑون و غارون مین چھپے
اور وہ مجوس فارس سے بھی خوفناک تھے تو کئی نسخہ انجیل انکے پاس ہے اور باقی نسخون مین کمیٹی کی رائے سے خوب خوب تحریف کی گئی اور جو
مشتبہ قرار دیا اسی کے واسطے صریح الفاظ مین تعبیر کی اور اپنے زعم باطل جب عیسی کو ابن اللہ ٹھہرایا تو دین کو الٰہی بنایا اور تمام عبارات
ہی معانی مین تحریف کین۔ واضح ہو کہ تحریف کرنے مین یہودیون سے نصرانی بہت بڑھے ہوئے ہین اور ان تحریفات کی حد نہین رہی حتی کہ یونانیون
و دیگر فرقہائے نصاری مین ہر ایک نے اپنی موافق تالیف مین اور مخالف کی تردید مین تحریف کا دقیقہ نہین چھوڑا اور عجیب یہ کہ ۱۸۹۲ء کے اخبارات
مین روس کی جانب سے حکم جاری ہوا تھا کہ قرآن مجید مین سے آیات جہاد نکال ڈالی جاوین لیکن اللہ تعالے نے محفوظ رکھا۔ ف دیکھنا چاہیے
کہ بنی اسرائیل کے واسطے اللہ تعالے نے ظاہری قید جسمانی سے چھوڑانے و فدیہ کرنیکا حکم دیا حالانکہ قید باطنی سے چھوڑانا بدرجۂ اولی
مقصود ہے اسیواسطے بعض اشارات عرائس مین ہے کہ جو لوگ مصنوعات ظاہری کے قیدی ہون یعنے دنیا کی چیزون مین انکے دل لگے ہون

تو اونکو ان مصنوعات سے چھوڑا کر صانع عزوجل کی طرف لاؤ کیونکہ نفس غافل ان مصنوعات دنیاوی مین گرفتار ہو کر صانع عزوجل کو بھول
جاتا ہی اور اسی طرح ہر ایک درجہ بدرجہ قید ہی ہی یہانتک کہ سب تعلقات کو چھوڑ کر حق عزوجل کے واسطے ہو جاوے پس مصنوعات کی قید سے
چھوڑانیکا قاعدہ یہ ہی کہ آسمان و زمین و اونکے عجائب کی خلقت مین تفکر کرے کما قال تعالے ۔ یتفکرون فی خلق السموات والارض ۔ پس صانع قدرت
کی مخلوقات مین جو شخص گرفتار ہو او سکو چھوڑا کر صنعت الٰہی کی طرف لاوے پھر جب وہ صنعت یعنے افعال الٰہی مین پابند ہو تو صفت فعل سے
چھوڑا کر صفت قدرت کی جانب لاوے اور اسی طرح جو شخص غیب غالب مین گرفتار ہو تو او سکو انوار غیبیہ کی طرف چھوڑا لاوے شیخ ابوعثمان
نے فرمایا کہ اگر گناہون کا قیدی ہو تو او سکو توبہ سے چھوڑاوے اور شیخ واسطی رح نے فرمایا کہ اگر اپنے نیک افعال کے عجب و غرور مین گرفتار ہو تو او سکو
اللہ تعالے کے انعامات و توفیق سے چھوڑاوے یعنے او سکو راہ بتلاوے کہ درحقیقت او سکے فعل خیر کی کوئی ہستی نہین ہی کیونکہ جو کچھ او سنے کیا وہ
اللہ تعالے کے انعام قدرت و حسن توفیق کا ثمرہ ہی ورنہ او س سے کچھ ہو سکتا شیخ جنید رح نے فرمایا کہ اگر علائق دنیا مین گرفتار لوگ ہوین تو اونکو اسباب
و تعلقات سے قطع کر کے حق عزوجل کی طرف لاؤ کیونکہ اللہ تعالے نے ممنوع فرمایا کہ کسی ایسے قلب پر تجلی فرماوے جو سوائے حق تعالے کے کسی غیر
سے متعلق ہو مترجم کہتا ہی کہ گرفتاران سببی سے مطلب یہ ہی کہ ان لوگون کے ذہن مین جم گیا کہ ہر ایک چیز کا حصول و وجود بغیر ان اسباب کے
نہین ہو سکتا جو اللہ تعالے نے دنیا مین جاری کیے ہین حتی کہ وہ ان اسباب کو موثر سمجھتے ہین اور ہنوز اونکی سمجھ مین نہین آیا کہ موثر صرف اللہ
تعالے ہی اور یہ ظاہری اسباب صرف امتحانی ہین انمین خود کوئی تاثیر نہین ہی اور کسی فعل الٰہی کے واسطے یہ شرط بھی نہین ہین حتی کہ اگر اللہ تعالے
چاہے تو بدون ان اسباب کے پیدا فرماوے لیکن اوسنے اپنی حکمت سے ایک امتحانی سلسلہ رکھا ہی پس جو لوگ ان اسباب کو موثر سمجھین
حتی کہ کسی شخص کو یا کسی ولی کو موثر جانین تو یہ عبادت و کفر ہی بعض بغدادیون نے فرمایا کہ اگر ایسے لوگ پاؤ جو اپنے افعال و صفات مین گرفتار
ہین تو اونکو اپنے قید نفس سے چھوڑا کر اللہ تعالے کے حسن صنعت و قدرت مین گرفتار کرو مترجم کہتا ہی کہ ان سبکا مآل کار یہی ہی کہ سوائے
حق عزوجل کے غیر کی قید تعلق میں نہو حتی کہ جو شخص دنیا کے پھندے مین مستقل ہو وہ کافر ہی حتی کہ بنی اسرائیل کو جسم فانی کی قید سے بھی
چھوڑایا لیکن اونھون نے احکام الٰہی کو دنیا کے پیچھے کھیل بنایا گویا دنیاوی زندگی پر بھروسا کر بیٹھے لہذا فرمایا ۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ
اشْتَرَوُا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ ۔ اسی صفت کے لوگ ہین جنھون نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے عوض خریدا ۔ ف
یعنے آخرت کو چھوڑ کر دنیا ہی پر بھروسا و اطمینان کیا تو آخرت مین اونکے واسطے سوائے جہنم کے کچھ نہوگا ۔ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ○ پس نپر سے عذاب تخفیف نہ کیا جائیگا اور نہ یہ لوگ نصرت دیے جائینگے ۔ ف یعنے دار الآخرۃ
مین اونکے واسطے سوائے جہنم کے کوئی ٹھکانا نہین ہی اور وہ محل عذاب ہی تو وہان عذاب مین ایک لحظہ تخفیف نہوگا اور نہ وہان کوئی مددگار ممکن ہی جو اونکو
عذاب سے چھوڑاوے اور یہ سب نتیجہ اونکو صرف دنیا کی محبت سے حاصل ہوا اسیواسطے حدیث مین ثابت ہی کہ دنیا کی محبت ہر خطا کاری کی
چوٹی ہی (ابو داؤد و رزین) اور اسکی اسناد مین کچھ کلام ہی لیکن یہ معنے بعض حدیث صحیح مین ثابت ہین اور اسکا حاصل یہ ہی کہ جب دنیا کی محبت
دل مین سمائی تو خطائین سرزد ہونے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہین حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث مین ہی کہ دنیا ملعون ہی اور جو کچھ دنیا مین ہی سب ملعون
ہی سوائے یاد الٰہی عزوجل اور جو کچھ او سکی محبت مین ہو اور عالم و متعلم کے (الترمذی) یعنے دنیا مین یہ چار چیزین البتہ ملعون نہین ہین ایک عالم اور
دوم علم سیکھنے والا اور سوم ہر ایسی چیز جو اللہ تعالے کی بندگی مین مدد کرے جیسے نیک جورو جسکی ذات سے یاد الٰہی مین مدد ملے یا اولاد کی پرورش
بہ نیت ثواب یا دینی دوست یا کتاب الٰہی و دیگر کتب شریعت و مساجد وغیرہ چہارم ذکر الٰہی کہ یہ سب سے افضل ہی ۔ حدیث سہل بن سعد میں ہو

کہ اگر اللہ تعالے کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر برابر ہوتی تو وہ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتا (ترمذی وغیرہ) لیکن کافرون کو اگر دیکھا جاوے تو آخرت مین جو اونکے واسطے عذاب شدید ہی اوسکے مقابلہ مین یہ دنیا اونکے لیے جنت ہی چنانچہ حدیث ابوہریرہؓ مین ہی کہ کافر کے واسطے یہ دنیا جنت ہی اور مومن کے واسطے قیدخانہ ہی (صحیح مسلم و ترمذی) اس سے ظاہر ہو گیا کہ مومن کے واسطے آخرت محل کرامت و آسایش ہی اور واضح ہو کہ بہت سے لوگ دنیا کے معنے نہیں سمجھتے ہین تو اوسکا مختصر بیان یہ ہی کہ مال و متاع وجورو و لڑکے کا نام دنیا نہیں ہی بلکہ جو شخص ایمان لایا اوسنے جان لیا کہ دار الآخرت اوسکا اصلی وطن ہی اور دنیا مین وہ ایک وقت تک اسواسطے رکھا گیا ہی کہ امتحان کے مقام پر ایمان لاوے اور اپنی جان و مال کو اللہ تعالے کی شریعت کے ہاتھ فروخت کرے اور اسکے معنے یہ ہین کہ مال کو اسی دنیا مین اپنے واسطے خواہش نکرے بلکہ اللہ تعالے کے حکم کے موافق آخرت کے ثواب کے لیے حاصل کرکے خرچ کرے اور فسق و فجور و خواہش نفس مین اسراف نکرے حتی کہ جورو و بچون کو نیک نیتی سے کھلا دینا ثواب ہی کیا یہ نہین سمجھتے ہو کہ ان لوگون کا نفقہ واجب ہی اور فقیرون کو خیرات کرنا مستحب ہی حالانکہ مستحب سے واجب کا ثواب زیادہ ہوتا ہی اور زناکاری و بدکاری سے بچنے کے واسطے نکاح کرنا سنت و ثواب ہی تو حلال زوجہ کے پاس جانا کیونکر ثواب نہوگا جبکہ حرام عورت کے پاس جانا گناہ و عذاب ہی پس مومن اپنے مال کو اپنی خواہش نفس مین خرچ نہین کرتا بلکہ آخرت کے واسطے اوسکو خرچ کرکے ثواب حاصل کرتا ہی اسیطرح اوسنے اپنی جان کو بھی فروخت کیا یعنی حکم الٰہی عزوجل کے موافق اوسکو نیک کام مین لگاتا ہی کہ نماز و روزہ و جہاد وغیرہ جو کام اوسپر فرض ہی یا اوسمین ثواب و رضاے الٰہی ہی اوسکے ادا کرنے مین کچھ تعلل نہین کرتا حتی کہ سردی مین وضو کرکے نماز پڑھتا ہی اور اپنے نفس کی ناگواری پر خیال نہین کرتا کیونکہ وہ اپنے نفس کو خواہش شیطانی و دنیا سے چھوڑ کر شریعت کے ہاتھ فروخت کر چکا ہی پس حاصل یہ نکلا کہ جسنے جان و مال کو اللہ تعالے کی رضامندی و آخرت کے واسطے کر دیا وہ دنیا کی قید سے چھوٹا اور جسنے آخرت و رضاے الٰہی کو چھوڑ کر اپنے جان و مال کو اپنی خواہش و حیات دنیا کے واسطے رکھا وہ دنیا سے لوگون مین شامل ہی اور آخرت کو بیچکر دنیا خریدنے والا ہی پس اگر کسی مومن کے پاس مال و دولت کثیر ہو لیکن وہ اپنی جان و مال کو رضاے الٰہی و دار الآخرت کے واسطے خرچ کرے اور دنیا پر مطمئن نہو بلکہ اسکو مسافرخانہ سمجھکر دار الآخرت کو اپنا اصلی وطن سمجھے تو وہ مومن صالح ہی چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بہت مالدار تھے اور اللہ تعالے کے واسطے اپنی جان سے جہاد کیا اور مال بھی اللہ تعالے کی راہ مین بہت خرچ کیا حتی کہ مکرر رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف سے جنت کی بشارت حاصل کین تو تونگری کچھ مضر نہین ہی بخلاف اسکے بہت سے کافرون کو دیکھو کہ دنیا مین خستہ و خوار پھرتے ہین لیکن رضاے الٰہی کو اور دار آخرت کو نہین چاہتے بلکہ دنیاوی زندگی پر بھروسا کرتے ہین پس دنیا مین بھی مقدر سے زیادہ نہین ملا اور آخرت مین بھی برباد ہونگے اگرچہ آخرت کا اونکو یقین نہوا اور جو شخص اس تمام بیان مین غور کرے وہ بخوبی جان جائیگا کہ مومن کے تمام افعال سونا جاگنا کھانا پینا وغیرہ اوسکی حسن نیت سے سب ثواب ہی مین داخل ہین اور کافر کے کل افعال اگرچہ وہ صدقہ و خیرات ہون اوسکی بدنیتی سے سب دنیا کے کامون ہی مین نعوذ باللہ من الکفر والضلال ۔ پھر اللہ تعالے نے اس سے بھی زیادہ یہودیون کے افعال بد کا بیان فرمایا جس سے ظاہر ہو کہ یہ لوگ ہمیشہ ہوا و ہوس کے بندے تھے ۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

اور ہمنے دی　موسی کو کتاب اور پے در پے بھیجے　اوسکے پیچھے　رسول　اور دیے　عیسی مریم کے بیٹے کو معجزے صریح

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ

اور قوت دی اوسکو روح پاک سے　پھر بھلا جب　تم پاس لایا　کوئی رسول　جو　نہ　چاہا　تمہارے جی نے　تم تکبر کرنے لگے

فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ۝

پھر ایک جماعت کو جھوٹھلایا اور ایک جماعت کو مار ڈالتے

شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے ان آیات میں بنی اسرائیل کی سرکشی وعناد اور انبیاء علیہم السلام سے مخالفت وتکبر کرنا اور درحقیقت اپنی خواہشون کی پابندی کرنا بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ۔ اور ہمنے موسیٰ کو بیشک کتاب عطا فرمائی۔ ف یعنے توریت عطا کی شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ پھر یہودیون نے اس کتاب پاک کو تحریف وتبدیل کیا اور اوسکے احکام کی مخالفت کی اور اپنی خواہش کے موافق بہت سے معانی بدل ڈالے لیکن اللہ تعالےٰ نے متواتر انبیاء بھیجے جنھون نے توریت کی محافظت رکھی چنانچہ فرمایا۔ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ۔ اور ہمنے موسیٰ کے بعد رسولون کو پے در پے بھیجا۔ ف یعنے موسیٰ علیہ السلام کے نشان قدم پر یکے بعد دیگرے برابر رسول بھیجے جو احکام توریت کی پابندی کرتے تھے بلکہ ایک ہی وقت میں ہر قبیلے وشہر کے واسطے جدا جدا رسول ہوتے تھے لیکن شریعت سب کے واسطے متحد تھی کما قال تعالےٰ۔ انا انزلنا التوراۃ فیہا ھدی ونور یحکم بہا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شہداء۔ غرض کہ برابر اسی شریعت توریت پر عمل کرنے والے انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد قدم بقدم بھیجا اور اوس وقت تک برابر توریت محفوظ رہی لیکن آخر مین یہودیون نے انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنا شروع کیا اور توریت مین تحریف کرنے لگے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آخر مین بھیجا اور انجیل دیکر توریت کے بعض احکام مانند جہاد وحرمت گوشت شتر وشراب وغیرہ کو منسوخ فرمایا لیکن اسکے ماننے کے واسطے معجزات کی بھی حاجت تھی لہذا فرمایا۔ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ۔ اور ہمنے عیسیٰ بن مریم کو بینات عطا کیے۔ ف یعنے کھلے ہوئے معجزات دیے۔ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ۔ اور روح القدس سے اوسکی تائید فرمائی۔ ف ابن عباسؓ نے کہا کہ منجملہ معجزات عیسیٰ علیہ السلام کے یہ تھا کہ باذن اللہ تعالےٰ مردہ کو زندہ کرتے اور مادرزاد اندھے وکوڑہی وغیرہ کو اچھا کرتے اور مٹی کا پرند بناکر اوسمین پھونکتے تو وہ اوڑجاتا اور بنی اسرائیل کو اونکے گھرون کے کھانے پینے وذخیرون سے آگاہ کرتے سیوطی نے لکھا کہ روح القدس یعنے جبرئیل اونکے ساتھ رہتے تھے جہان جاتے وہان ساتھ جاتے تھے اور جبرئیل علیہ السلام کو بوجہ پاکیزگی وطہارت کے روح القدس یعنے مقدس روح فرمایا پس اگر یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابع ہوتے تو بہت آسانی پاتے کیونکہ بہت چیزین جو توریت مین یہودیون پر حرام کی گئین تھین وہ اللہ تعالےٰ نے انجیل مین حلال کردی تھین اور اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نیابت مین حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پیغمبر کیا لیکن بنی اسرائیل کے بادشاہ نے اونکو قتل کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے سخت دشمن ہوگئے حالانکہ توریت مین دیگر انبیاء علیہم السلام کی بشارت تھی کہ خاتم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومحامد صریح مذکور تھے لیکن یہودیون نے دین الٰہی وواراالآخرت سے سخت دلی کرلی اور اپنی خواہش نفس کے بندے ہوگئے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ سخت بے ادبی کا برتاؤ کیا کیونکہ دین حق اونکی خواہش نفسانی کے مخالف ہوتا تھا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے تشنیع فرمائی بقولہ تعالےٰ۔ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ۔ پھر کیا ہر بار جب کوئی رسول تمھارے پاس ایسی چیز لایا کہ اوسکو تمھارے نفوس نہین چاہتے تھے تو تمنے اوسکے ماننے سے تکبر کیا۔ ف اور یہ تکبر خالی انکار ہی نہ تھا بلکہ بہت گستاخی کی۔ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ۔ پس ان رسولون مین سے ایک فریق کو تمنے جھوٹا بنایا۔ ف۔ بلکہ اوسوقت کی حالت غور کرکے دیکھو کہ ادھر ایک فریق کو تو جھٹلاتے ہو۔ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ

اور دوسرے فریق کو قتل کرتے ہو۔ فٖ تقتلون۔ بصیغۂ مضارع جس سے زمانہ حال مراد ہی اسیواسطے فرمایا کہ اوس حالت کو اپنے پیش نظر کرکے دیکھیں کہ کس قدر نامعقول حرکت کر رہے تھے یعنے گویا اوس حالت کو دیکھ رہے ہیں کہ پیغمبرون کو قتل کرتے ہیں حالانکہ یہ بہت ہی سخت گناہ ہی کہ پیغمبر محض خیرخواہی کے ساتھ انکو سمجھاتے اور آگ دوزخ سے بچاتے تھے اور اونھین کو یہ لوگ قتل کرتے تھے صرف اتنی بات پر کہ وہ انکی نفسانی خواہش کے خلاف احکام لائے تھے اور چاہتے تھے کہ یہ لوگ عذاب جہنم سے نجات پاوین اسیواسطے حدیث مین آیا کہ جہنم مین سب سے سخت عذاب اوس شخص پر ہوگا جسکو کسی پیغمبر نے قتل کیا ہو یا اوسنے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو (الصحیح) اور علما نے اختلاف کیا کہ اس مقام پر روح القدس سے کیا مراد ہی چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ روح القدس وہ اسم اعظم جسکے ساتھ عیسی علیہ السلام مردہ کو زندہ کرتے تھے (ابن ابی حاتم) اور یہ روایت ضحاک عن ابن عباس منقطع ہی لیکن ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسیکے مانند سعید بن جبیر سے مروی ہی اور قرطبی نے اسکو حضرت عبید بن عمیر سے بھی نقل کیا اور ابن ابی نجیح نے کہا کہ ملائکہ کے حافظین مین روح ہی اور ربیع بن انس نے کہا کہ روح القدس یعنے روح اللہ ہی اور یہی قول کعب احبار ہی اور عوفی سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قدس یعنے پاکیزہ ہی اور زمخشری نے نقل کیا کہ خود عیسی روح اللہ کا نفس پاکیزہ مراد ہی اور ابن زید نے کہا کہ روح سے مراد انجیل ہی جیسے قرآن مجید کی نسبت فرمایا۔ وکذالک اوحینا الیک روحا من امرنا۔ ذکرہ ابن جریر لیکن شیخ ابن جریر نے کہا کہ اس مقام پر صحیح و صواب تاویل یہ ہی کہ روح القدس سے جبرئیل مراد ہی مترجم کہتا ہی کہ تائید جبرئیل مناسب طہارت عیسی علیہ السلام باذن آلہی عز وجل جمع ہوئی تو سب باہم متلازم ہین اسیواسطے ہر ایک سے تفسیر ہوسکتی ہی اگرچہ جہت تفسیر علیحدہ ہوگی پس فی الحقیقت کوئی اختلاف نہین ہی اور اظہر یہی کہ روح القدس جبرئیل ہین امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسپر دلیل یہ ہی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ و ابن عباسؓ و محمد بن کعب و اسماعیل ابن ابی خالد و سدی و ربیع بن انس و عطیہ عوفی و قتادہ نے فرمایا کہ اس مقام پر روح القدس سے جبرئیل مراد ہین اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین۔ اور حدیث ابو ہریرہ و عائشہ رضی اللہ عنہما مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت رضؓ کے واسطے مسجد مین منبر رکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافرون کی ہجو کرتے اور اونکا جواب دیتے تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آلہی تو حسان بن ثابت کی روح القدس سے تائید فرما جیسے وہ تیرے پیغمبر کی طرف سے کافرون کی ہجو کا جواب دیتا ہی (البخاری والبوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح) اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی جانب گذرے کہ وہان حسان ابن ثابتؓ مسجد مین شعر پڑھتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حسانؓ کو ترچھی نگاہ سے دیکھا پس حسان نے کہا کہ مین تو مسجد مین اوس زمانہ مین شعر پڑھتا تھا جب مسجد مین آپ سے بہتر موجود تھے پھر ابو ہریرہؓ کی طرف ملتفت ہوکر کہا کہ مین تمکو اللہ تعالے کی قسم دلاتا ہون کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہی کہ اے حسان میری طرف سے جواب دے آلہی تو روح القدس سے اسکی تائید فرمائیو پس ابو ہریرہ رضؓ نے کہا کہ ہان بیشک مین نے سنا ہی (الصحیحین) اور بعض روایات مین ہی کہ حسانؓ کو فرمایا کہ تو مشرکون کی ہجو کر اور جبرئیل تیرے ساتھ ہی اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث مین ہی کہ روح القدس نے میرے دل مین پھونک دیا کہ کوئی جاندار نہین مریگا یہانتک کہ اپنا رزق و اپنی عمر پوری کرلے پس تم لوگ اللہ تعالے سے تقوی رکھو اور طلب رزق مین اجمال کرو (صحیح ابن حبان) پس ان روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ روح القدس جبرئیل ہین مترجم کہتا ہی کہ اس سے ایک بہت بڑا فائدہ ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام کی معیت سے فیض علمی ایک خاص طور پر ہوتا ہی اگر کہا جاوے کہ جبرئیل علیہ السلام تو جمیع انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوتے ہین حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے حسان بن ثابتؓ کے ساتھ ہوگئے اگرچہ حسانؓ کے ساتھ اوسیوقت تک رہتے تھے جب تک حسانؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک سے ہجو کفار کی تردید کرتے تھے چنانچہ

روایت صحیح مین صریح ہی پس سوال یہہ ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی خصوصیت کیون فرمائی کہ ہمیشہ اوسکو جبرئیل سے تائید فرمائی تھی جواب یہہ ہی جو شیخ سیوطی نے ذکر کیا کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے جہان جاتے تھے وہان ساتھ جاتے تھے مترجم کہتا ہی کہ شاید اسکا بھید یہہ تھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو مردہ زندہ کرنے اور لا علاج امراض سے تندرست کرنیکا معجزہ عطا ہوا تھا اور اوسکی ضرورت غیر معین اوقات مین ہوتی تھی لہذا جبرئیل کی معیت عطا ہوئی تھی اور واضح ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ ایک کرامت خاص کا ظہور آئندہ بھی ہونیوالا ہی جبکہ امت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے فتنۂ دجال دور کرنے کے واسطے عنقریب نازل ہونگے اور وہ یہہ ہی کہ اونکی سانس سے ایک میل تک کافرون پر مردنی چھا جائیگی اور دجال ایسا گلیگا جیسے پانی مین نمک گلتا ہی اور غالبا یہہ کمال بعد زمانۂ عروج کے پیدا ہوا کیونکہ ابتداے بعثت مین یہود کا کافرون کی یہہ کیفیت نہین ہوتی تھی اور غالبا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے کمالات عطا فرمائے کہ معیت جبرئیل کی حاجت نہ تھی سواے ابتداء کے کیونکہ صحیح روایت سے یہہ بات ثابت ہی کہ ابتداء مین تین برس تک جبرئیل ساتھ رہے اگر کہا جاے کہ آپ تو جبرئیل علیہ السلام کی صورت سے گھبراگئے تھے جواب یہہ ہی کہ وہ صورت اصلیہ تھی جو آپکی کامل استعداد کی وجہ سے آپکو دکھلائی جاتی تھی اور جبرئیل کے ساتھ ہونے کے واسطے اصلی صورت بلکہ ظاہر ہونے کی ضرورت نہین ہی اسیطرح حضرت عیسی علیہ السلام کو بعد عروج آسمانی وحصول کمال کے دوبارہ نزول کے وقت جبرئیل علیہ السلام کی ضرورت نہوگی کیونکہ کسی حدیث مین دوبارہ نزول کے بعد جبرئیل علیہ السلام کی معیت معلوم نہین ہوئی واللہ تعالے اعلم الحاصل اللہ تعالے نے یہودیون کی مذمت فرمائی کہ کمالات روحی واستعداد دارالآخرت کو نہین چاہتے تھے بلکہ دنیا وخواہش نفس کے تابع تھے اور اونہین کے مقلدین جواب موجود ہین اونکی بھی یہی حالت ہی کہ محض خواہش نفس کے پابند ہین اور حکم الٰہی کو اور اللہ تعالے کے انبیا علیہم السلام کو محض بے قدری کے ساتھ ترک وقتل کرتے تھے پس دیکھو کہ اوپر کی آیات مین فرمایا تھا کہ عہد توریت کے خلاف یہہ لوگ اپنون مین سے ایک فریق کو قتل کرتے اور اونکی خانہ ویرانی کرتے ہین اور ان آیات مین فرمایا کہ یہہ قوم ایسی بدکار ہی کہ اپنی قوم والے درکنار رہے دیکھو کہ یہہ لوگ اپنی خواہش نفس کے پیچھے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلاتے وقتل کرتے رہے ہین حالانکہ انبیا علیہم السلام انکی خواہشون مین سے سواے حرام خوری وحرام کاری کے کسی عمدہ بات سے نہین روکتے تھے اور کمال خیرخواہی سے انکے حق مین چاہتے تھے کہ دنیاے فانیہ مین سے ہر لطیف عمدہ چیزون کو لیوین اور ایسے طرز پہ چلین کہ دارالآخرت مین انکی نعمت دائمی برقرار رہے اور شدید عذاب جہنم اور پیپ لہو سے بچ جاوین پس نہایت کمینہ وبدطینت وہ شخص ہی جو نیک خیرخواہ کے ساتھ بدی پر آمادہ ہو بلکہ جانی دشمن ہو جاے اور اس سے اہل ایمان کو نصیحت وعبرت حاصل کرنا چاہیے کیونکہ حدیث شریف مین ہی کہ نیک بخت وہ ہی جو دوسرے کا حال دیکھکر نصیحت پکڑے پس اہل ایمان پر فرض ہی کہ اپنون کو قتل یا خانہ ویرانی نکرین لیکن افسوس ہی کہ مصر وشام وایران وہندوستان کے سلاطین اسلام باہم خانہ جنگیان کرتے رہے اور فسق وفجور مین کسی حاکم کی تابعداری نکرین اور اپنی خواہش نفس کو حکم الٰہی شریعت کے تابع کرین نہ برعکس اور افسوس کہ اس زمانہ مین یہودی عالمون کے مانند مسلمانون مین بہت سے لوگ عالمون کی صورت بنکر عوام کو اونکی خواہش نفس وترغیب حیات دنیاوی کے مسائل بتلاتے ہین اور ادھر ادھر کی مہمل کتابون کا حوالہ دیتے ہین پس عوام کو یاد رکھنا چاہیے کہ جسنے انکے خواہش نفس کے موافق مسئلہ بتلایا جس مین شریعت الٰہی عزوجل سے مخالفت ہی تو اوسکو اپنے حق مین زہر اور بتلانے والے کو دشمن سمجھین اور حیات دنیاوی کو چند روزہ مسافرخانہ خیال کرکے دارالآخرت کی فکر کرین اور وہان کے عذاب سے نجات حاصل ہونے کی لیاقت تلاش کرین کیونکہ جس شخص سے اللہ تعالے ناراض ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وانبیاء وصالحین کوئی بھی اوسکی سفارش نکرینگے کیونکہ اللہ تعالے کے مقبول بندے تو اوسیکی خوشی کے موافق کلام کرینگے ۔ (تنبیہ) اللہ تعالے نے یہود ونصاری کو حضرت موسی وعیسی علی نبینا وعلیہما السلام

ذریعہ سے معجزات باہرہ دکھلائے اور چونکہ حضرت موسی علیہ السلام کے وقت مین جادو واوسکے کرشمات پھیلے ہوئے تھے لہذا عصا و ید بیضا وغیرہ
ایسے معجزات دیے جس سے جادو رد ہوا اور جو لوگ جادو مین کمال رکھتے ہین فوراً پہچان جاوین کہ یہ معجزۂ آلٰہی ہی اور جادو سے ہرگز ممکن نہین ہی اور
حضرت عیسی علیہ السلام کو جبکہ جالینوس وغیرہ طبیبون کا زور تھا کوڑہی و اندھے بلکہ مردے تندرست و جلانے کے معجزات دیے جس سے طبیب عاجز
ہو جاوے لیکن یہودیون کی بیوقوفی دیکھو کہ وہ ان حق فائق کو کچھ بھی نہ سمجھے حالانکہ یہ معجزات عالم سفلی کے مادیات میں سے ہین تو عالم علوی یا دقائق
عقل نورانی کو یہ کودن لوگ کب سمجھ سکتے ہین اور یہ رحمت خاص و کمال اختصاص روز ازل سے حضرت عالم الغیب عزوجل نے اسی امت محمدیہ علی صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام کے واسطے کمالات معرفت کی راہ سے مقدر فرمایا تھا اسیواسطے اس امت کو جمیع امم سے بہتر فرمایا ہی بقولہ تعالے۔ کنتم خیر امۃ
اخرجت للناس الآیۃ۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے توضیح آویگی پس عالم سفلی کے معجزات کے ساتھ شق القمر و معراج اکبر وغیرہ کمال
معرفت کے معجزات عطا فرمائے اسی وجہ سے اس امت کے معارف و مدارج عرفان بہت بلند ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ بعد ختم نبوت حضرت سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کے اس امت کے واسطے انبیاء کا آنا ممکن نہ تھا پس اللہ عزوجل نے علماء ربانیین کو اسکا قائم مقام فرمایا چنانچہ حدیث علماء امتی کانبیاء
بنی اسرائیل۔ جو باسانید کثیرہ مروی ہی بدین معنے صحیح ہی کہ جیسے بنی اسرائیل مین انبیاء علیہم السلام تجدید و تذکیر کے واسطے بھیجے جاتے تھے اسیطرح
حدیث مین آیا کہ اس امت مین ہر قرن پر اللہ تعالے ایسا شخص مبعوث فرمائیگا جو اوس قرن والون کے لیے دین کی تجدید فرماوے یعنی احکام قرآن و
سنت و معرفت ایمان اونکو یاد دلاوے (کما فی سنن ابن ماجہ وغیرہ) اور اس سے ظاہر ہوا کہ اس امت مین اللہ تعالے نے قلوب کی معرفت
بلند رکھی ہی و علماء و اولیاء کے معارف ارجمند ہین جسکی لیاقت یہود و نصاری کو نہین دی گئی تھی اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ اہل ایمان جن معارف توحید پر
بفضل اللہ سبحانہ تعالے آسان سمجھ کے ساتھ یقین کرتے ہین وہ یہود و نصاری کے بڑے دانشمندون کے سمجھ مین نہین آتے ہین چنانچہ جسنے یورپ
حکما کے اقوال دیکھے یا سنے ہین وہ بخوبی سمجھ سکتا ہی کہ بیچارے کس عاجزی سے بیان کرتے ہین کہ وہ مسلمانون کے عقاید در بارۂ الوہیت بہت صاف
و پاکیزہ ہین لیکن مین جہانتک غور کرتا ہون تو یہ لوگ جس طرح خداے تعالے کا اعتقاد رکھتے ہین بغیر شکل و صورت و جسمیت و غیرہ کے یعنی ہر طرح
کے عیوب و نقائص و خیالات سے پاک اعتقاد کرتے ہین وہ میرے خیال مین کسی طرح نہین آتا" مترجم کہتا ہی کہ خالق و مخلوق مین یہ شخص امتیاز
نہین کر سکتا اور یہ امر ظاہر ہی کہ اسکے تصور مخلوق مین جو مخلوقات غیر محسوس ہین وہ متصور نہونگی پھر سخت تعجب ہی کہ وہ خالق کو مخلوق غیر محسوس
بھی نہین بلکہ مادی محسوس کی شکل مین بنا کر اپنے چھوٹے سے دماغ مین لانا چاہتا ہی اور جسکو ذرا بھی عقل ہی وہ اس بیوقوفی سے نہایت تعجب کریگا
حالانکہ عوام مومنین اپنے قلوب نورانی سے حق عزوجل کو ماوراے محسوسات و غیر محسوسات کے بالیقین جانتے ہین پس اونکو معرفت مین کچھ شک
نہین ہی اور نہ اونکی معرفت اس امر پر موقوف ہی کہ حضرت خالق جل شانہ کو مخلوق بلکہ محسوس صورت و رنگ کے لباس مین لاکر کافرون کی طرح تصور
باندھین بلکہ وہ خوب سمجھتے ہین کہ ہماری عقل بلکہ تمام عالم کو یہ مجال نہین ہی کہ خالق عزوجل کو تصور مین لاوے بلکہ اوسکا تصور محال ہی اور مخلوق مین
جو چیز متصور ہو کر پیدا ہو وہ مخلوق کی مخلوق ہی اور خالق عزوجل اس سے پاک و برتر ہی تعالی اللہ عما یشرکون پس غور کرو کہ جب اونکے بڑے دانشمند کی
یہ حالت ہی تو عوام کو کیا قیاس کیا جائے اور جب اہل ایمان مین سے معرفت عوام کی یہ شان ہی تو اونکے علما کی معرفت کس مرتبہ عالی پر ہوگی والحمد للہ
رب العالمین اور اسکا بھید یہ ہی کہ یہ معرفت متعلق بادراک روح ہی جس سے ان حواس جسمانی کو کچھ مناسبت نہین ہی پھر اگر اللہ تعالے نے لطیفہ سری یعنی
لطیفہ قلب پر مہر نہین فرمائی تو انوار روحی سے معرفت ہو سکتی ہی جبکہ بندہ نے اس دنیاے فانی سے بیزار ہو کر دار الآخرت و جوار جنت کا جزم کیا
ہو اور اگر کسی شخص نے اس سے کفر کیا حتی کہ مہر کر دی گئی تو اس معرفت کی کوئی راہ نہین ہی جیسے تمنے نصرانیون کے ایک بڑے دانشمند کا قول سُن لیا

اور اوس بیچارے نے کوئی نئی بات نہیں نکالی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہودیوں کی نافہمی کی بھی یہی کیفیت تھی کیونکہ اوسکا
میں نے بتلا دیا تو یہ بندہ دنیا کیونکر سمجھیگا اور اسی قسم کے جوابات دیگا چنانچہ اللہ تعالے نے یہودیوں کے بارہ میں نازل فرمایا۔

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَل لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝

اور کہتے ہیں ہمارے دلپر غلاف ہے بلکہ نہیں لعنت کی ہے اللہ نے اونکے انکار سے سوکم یقین لاتے ہیں

چونکہ یہودی غضب میں گرفتار اور مہر قلبی کی وجہ سے حیات دنیا کی حرص اور کفر آخرت وعناد نبوت میں استوار تھے کسی بیان معرفت کو نہیں سمجھتے تھے بلکہ ہمیشہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا معاندانہ جواب دیا۔ وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے دل تو غلف ہیں۔ ف۔ غلف جمع اغلف وہ شخص جسکا ختنہ نہوا ہو پس یہ کنایہ ہے کہ دل اوپر سے منڈھے ہیں موید اسکا قولہ تعالے قلوبنا فی اکنۃ الآیۃ۔ ہے چنانچہ ابن عباس رضؓ نے غلف کو اکنہ سے تفسیر فرمایا (ابن اسحق) اور مجاہد وسدی وقتادہ نے کہا کہ ان لوگوں کی مراد یہ تھی کہ ہمارے قلوب پر غلاف چڑھا ہے تو ہم تمہاری بات نہیں سمجھتے ہیں اور ابن عباس رضؓ نے غلف بضم لام پڑھا ہے اور معروف قراءۃ میں بسکون لام ہے تو شاید تخفیف کے واسطے لام ساکن کردیا گیا ہو اور ابن جریر نے حدیث حذیفہ رضؓ جسمیں چار قسم کے قلوب کا ذکر ہے بیان روایت کی جن میں سے ایک قسم قلب اغلف مغضوب علیہ ہے اور وہ قلب کافر ہے۔ ف۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ان کافروں کی مراد یہی تھی کہ تمسخر کے طور پر کہتے کہ ہم لوگ علمائے توریت یعنے زبردست عالم ہیں حالانکہ تمہاری بات نہیں سمجھتے تو ہمارے دلوں پر غلاف ہے اور بعض علمانے کہا کہ غلف سے اونکی مراد یہ تھی کہ اونکے قلوب تھیلے ہیں یعنے دعوی کرتے تھے کہ ہمارے قلوب مانند اناج وخرما کے گون وتھیلوں کے علوم سے بھرے ہوے ہیں تو اب ہمکو تمہاری تعلیم کی حاجت نہیں گویا دعوی کرتے کہ باوجود اس علم کے جو ہم سمجھے ہیں یہی ٹھیک ہے اور تمہارا بیان ٹھیک نہیں تو اوسکو ہم نہیں سمجھتے اللہ تعالے نے رد فرمایا کہ یہ اونکا گمان باطل ہے۔ بَل لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ۔ بلکہ اللہ عزوجل نے انکی کفر کی وجہ سے انکو ملعون کردیا ہے۔ ف۔ یعنے انکے قلوب مہر کیے ہوے ملعون ہیں تو اونمیں معارف حق کا ظہور نہیں ہوسکتا ہے۔ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ پس بہت ہی قلیل ایمان لاتے ہیں۔ ف۔ جیسے سورہ نساء میں فرمایا۔ وقولہم قلوبنا غلف بل طبع اللہ علیہا بکفرہم فلا یومنون الا قلیلا۔ بعض علمانے فرمایا یعنے بہت قلیل باتوں کی تصدیق کرتے مثلا حضرت موسیٰ وتوریت وغیرہ کا اقرار کرتے ہیں حالانکہ بہت سے امور سے منکر ہیں تو یہ ایمان اونکو کچھ نافع نہوگا کیونکہ ایمان تو مجموع ہے اسکے ٹکڑے نہیں ہوسکتے ہیں پس اگر توریت پر ایمان لائے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے۔ بعض نے کہا یہ محاورہ مقام نفی پر بولا جاتا ہے مثلا وقل ما رایت مثل ہذا قط، یعنے بہت ہی کم تونے کبھی ایسا دیکھا ہوگا یعنے کبھی نہیں دیکھا ہوگا ع۔ پس مراد یہ ہوئی کہ ان لوگوں کا ماننا صرف زبان تک موقوف ہے اور دل میں ساری نہیں ہوتا کیونکہ یہ لوگ اپنے نفس کے پابند ہیں چنانچہ توضیح فرمائی بقولہ تعالے

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِن قَبْلُ

اور جب اونکو پہونچی کتاب اللہ کی طرف سے سچا بتاتی اون پاس والی کو اور پہلے سے

يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۚ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝

فتح مانگتے تھے کافروں پر پھر جب پہونچا اونکو جو پہچان رکھا تھا اوس سے منکر ہوے سو لعنت اللہ کی منکروں پر

واضح ہو کہ قولہ تعالے۔ فقلیلا ما یومنون۔ سے شاید کسی شخص کو شبہہ ہوتا کہ شاید یہ لوگ قلیل ایمان بھی رکھتے ہیں تو یہ شبہہ دفع ہوگیا

دوطرح اول یہ کہ ایمان یہان صرف لغوی معنے مراد ہی کیونکہ اونکو لعنت فرمائی تو ایمان شرعی و لعنت جمع نہین ہو سکتے ہین جیسے قولہ تعالے ما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون پس معنے یہ ہوے کہ بعض کتاب پر ایمان لاتے ہین جیسے اوپر فرمایا افتومنون ببعض الکتاب اور شرع کی راہ سے یہ درحقیقت کفر ہی دوم یہ کہ اس آیت مین اونکے کفر کی تصریح فرمائی بقولہ تعالے ۔ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۔ اور جب اونکے پاس اللہ تعالے کے یہان سے کتاب آئی جسکی صفت یہ ہی کہ جو کچھ اونکے پاس ہی اوسکی تصدیق کرنے والی ہی۔ ف یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے انکو قرآن مجید حاصل ہوا جو بیان و بشارت توریت سے صریح موافق و مصدق ہی تو کفر کرنے لگے وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ حالانکہ پہلے انکی یہ کیفیت تھی کہ کافرون پر فتح کی دعا مانگتے تھے۔ ف کہ الٰہی ہمکو پیغمبر آخر الزمان کے طفیل سے ان کافرون پر فتح دے۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۔ پھر جب وہ رسول مع اپنی کتاب کے انکے پاس آیا جو انھون نے پہلے پہچانا اوس سے منکر ہو گئے۔ ف یعنے صریح پہچان کر انکار کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم نہین پہچانتے ہین ۔ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۔ تو کافرون پر اللہ تعالی کی لعنت ہی۔ ف مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالے نے اس طرح سخت تشنیع کے ساتھ لعنت فرمانے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت پر دوائمی معجزہ رکھا کیونکہ جس قوم کو اس طرح سخت شدید لعنت کی گئی اگر وہ لوگ پہلے زمانہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک سے کافرون کے ساتھ استفتاح نکرتے تو اسوقت یہ لاکھون یہودی بلکہ نصرانی بلکہ بت پرست سب دشمن جانی اسکا صریح انکار کرتے حالانکہ متواتر ثابت ہی کہ اونھون نے سر جھکایا اور کچھ انکار نکر سکے سواے اس امر کے کہ وہ پیغمبر آئندہ پیدا ہونگے جنکا ذکر توریت مین ہی اور اس سے یہ بھی صاف معلوم ہو گیا کہ توریت مین پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مفصل تھا اور یہودی لوگ اونکے نام سے استفتاح کیا کرتے تھے لیکن بعد ظہور کے انصاریون کے حسد و عداوت سے اور دنیاوی ریاست جانے کے خوف سے کافر ہوگئے پھر یہ دعوی کرنے لگے کہ دین یہودی بھی قیامت تک دائم ہی ابن کثیر نے لکھا کہ جب مشرکین سے قتال ہوتا تو کہتے کہ عنقریب پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہونگے تو اونکے ساتھ ہم تمکو قوم عاد و ارم کی طرح قتل و برباد کرینگے چنانچہ عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری نے اپنی قوم کے بزرگون سے روایت کی کہ واللہ یہ آیات ہم انصاریون اور ہمارے پڑوسی یہودیون کے بارہ مین نازل ہوئین اور ہمنے زمانہ جاہلیت مین ایک مدت تک یہودیون کو مقہور کر لیا تھا تو یہودی ہمسے کہتے کہ ایک پیغمبر پیدا ہونے والے اور اونکی پیدائش کے آثار سب ظاہر ہو گئے ہین تو ہم اونکے ساتھ ہو کر تمکو قوم عاد و ارم کی طرح نیست و برباد کرینگے پھر جب اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش سے مبعوث فرمایا اور ہم لوگون نے آپکی پیروی کی تو یہودی چلکر انکار کرنے لگے (محمد بن اسحق) اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہودی لوگ بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلہ اوس و خزرج پر فتح مانگا کرتے تھے پھر جب اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش عرب مین سے مبعوث فرمایا تو یہودیون نے حسد و عداوت سے انکار کرنا شروع کیا اور جو کچھ آپکے صفات بیان کرتے تھے سب سے منکر ہو گئے تو معاذ بن جبل و بشر بن براء بن معرور اور داؤد بن سلمہ نے یہودیون سے کہا کہ اے یہودیو تم اللہ تعالے سے ڈرو کہ ابھی چند روز ہوے کہ تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ہم لوگون پر فتح مانگتے تھے حالانکہ ہم لوگ اوسوقت مشرکین تھے اور تم لوگ ہمسے کہا کرتے تھے کہ وہ عنقریب مبعوث ہونگے اور یہی صفات بیان کرتے تھے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین اسوقت موجود ہین تو بنی نضیر کے یہودی عالم نے جسکا نام سلام بن مشکم تھا انسے کہنے لگا کہ یہ شخص تو ایسی کوئی چیز نہین لائے جس سے ہم پہچانتے ہین اور یہ وہ شخص نہین ہی جسکا ہم تمسے ذکر کرتے تھے پس اللہ تعالے نے یہ آیات نازل فرمائین (ابن اسحق) اور اسیکے مانند مجاہد و ابو العالیہ وغیرہ سے مروی ہی ۔ خلاصہ قصہ یہ ہی کہ جب توریت نازل ہوئی اور بنی اسرائیل ایمان لائے اور اسمعیل علیہ

آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم وانکی امت مرحومہ کے فضائل اور یثرب یعنے مدینہ مین انکا ہجرت کرکے آنا وغیرہ مفصل مذکور تھا اور جب حضرت موسی علیہ السلام سے معلوم کیا تو اہل یہان بہت شوق مین آئے پھر جب حضرت موسی علیہ السلام کی وفات کے ایک مدت بعد بخت نصر نے ملک شام کو پامال اور بیت المقدس کو خراب کیا تو اس حادثہ مین سوائے دیار عرب کے انھون نے کوئی جگہ جانے کی راہ نپائی اور انکے علما واہل علم جدا آگاہ تھے کہ پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ایسے ایک قصبہ مین جسکو ذات النخل کہتے ہین ہجرت فرماوینگے تو یہان اس صفت کا گاؤن ڈھونڈھتے رہے آخر یثرب پر گذر ہوا تو اسکو اس صفت کا پاکر اسمین رہ پڑے پس اولاد ہارون علیہ السلام سے ایک جماعت یہان اور ایک جماعت خیبر مین رہنے لگی اور قبل انکے عمالقہ اس سرزمین مین تھے جو جہاد بنی اسرائیل مین بعد فتح ملک شام کے ہلاک کیے گئے تھے اور یہود یہان بڑے کروفر سے رہتے تھے یہان تک کہ اوس وخزرج جو اولاد یعرب بن قحطان سے ملک سبا کے رہنے والون مین سے تھے یہان آئے اور انھون نے یہود کو دبا لیا کہ یہود کے ہاتھون ظلم سہتے تھے ایک مدت پیچھے زیر کیا اور خوب سزا دی تو یہودی دعا کرتے کہ اے پروردگار ہمکو نبی آخرالزمان سے جلد مدد دے اور اوس وخزرج اسکو سنکر تعجب کرتے کہ یہ کیا بات ہے اور یہودی انسے کہتے کہ وہ ایسے ایسے نبی عظیم ہونگے اور ہم تمکو انکی حمایت مین ہلاک کرینگے اور یہ یہودی دو گروہ قریظہ ونضیر باہم متفق تھے آخر کار اوس وخزرج مین نفاق ہوا اور قریب سو برس تک باہم قتال رہا اور یہود انسے اسطرح ہم سوگند ہو گئے تھے کہ جیسے اوپر گذرا اور قریب ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوس وخزرج مین باہم ایسا سخت معرکہ ہوا جسکا نام یوم البعاث ہے کہ بڑے بڑے سرکش سردار دونون طرف سے مارے گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ایک حکمت وحسن تقدیر الٰہی تھی (کما فی الصحیحین) پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اوس وخزرج نے تصدیق کی اور یہودیون نے انکو بہکانا شروع کیا لیکن یہود کی باتون نے فائدہ نہ دیا اور اولاد اوس وخزرج پہلے مسلمان ہوے اور یہودی حسد وعداوت سے بدبخت ہو گئے سو یہی اس آیت مین اشارہ ہے۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔ اور استفتاح مین سین استفعال تو طلب کے واسطے ہے اور فتح کہتے کھولنا لیکن علی الذین کے علی سے معنے مدد کو متضمن ہے لہذا یستنصرون سے تفسیر کی گئی اور ما عرفوا کی تفسیر ما عرفوا ہے کیونکہ انکا علم اس درجہ کو ہو گیا تھا کہ مثل معرفت ودریافت حواس کے ہو گیا تھا اور مروی ہے کہ ان یہودیون کے آباء واجداد جو مدینہ مین آباد ہوے تھے اپنی موت کے وقت اپنی اولاد کو وصیت نامہ مفصل پتہ ونشان سے لکھ جاتے کہ پیغمبر آخرالزمان کی بعثت پر جنکے یہ اوصاف ہین انکے تابع ہونا جیسے انکو زندگی مین نصیحت کیا کرتے تھے پس بعثت کا علم انکے نزدیک مثل معرفت کے تھا اور قولہ تعالے فلعنۃ اللہ علی الکافرین ای فلعنۃ اللہ علیہم پس بجائے ضمیر کے اسم ظاہر مقرر ہوا کہ انکی تقبیح ہے اور یہ دلالت ہے کہ انپر لعنت کا سبب انکا کفر ہے پس الکافرین کا الف لام عہد کا ہو گیا اور جائز ہے کہ الف لام جنس کا ہو اور یہ لوگ پہلے انہین داخل ہین اسلیے کہ کلام انھین مین ہے اور باقی کافر اسمین بالتبع داخل ہین اور معلوم ہو چکا کہ یہودیون نے خواہش نفس کے پیچھے عداوت دو طرح جانی اول یہ کہ پیغمبر آخرالزمان کا وجود قریش عرب سے کیون ہوا اور یہود مین سے کیون نہوا۔ دوم یہ کہ اوس وخزرج جن سے خار کھاتے تھے پہلے ہی مسلمان ہو گئے لیکن ایسی سرکشی سے انھون نے خود اپنے آپ کو برباد کیا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

برے مول خرید کیا اپنی جان کو کہ منکر ہوئے اللہ کے اوتارے کلام سے اس ضد پر کہ اوتارے اللہ اپنے فضل سے

عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

جس پر چاہے اپنے بندون مین سو کما لائے غصہ پر غصہ اور منکرون کو عذاب ہے ذلت کا

مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پاک کو چھپایا حالانکہ اونسے عہد لیا گیا تھا کہ ظاہر کرین پس اونھون نے اپنی جان کے واسطے حق چھوڑکر باطل اختیار کیا اور سدی رح نے فرمایا کہ یہودیون پر واجب تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و تائید و مددگاری کرین لیکن جب اونھون نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور عرب و قریش سے ہوا ہی تو اونکو نہایت گران گذرا اور حسد و بغاوت سے اونھون نے کفر اختیار کیا پس اللہ تعالے نے فرمایا۔ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ - بہت بری چیز ہی جسکی عوض خریدا اونھون نے اپنی جانون کو کہ کافر ہوے اللہ تعالے کے اوتارے کلام سے۔ ف سدی رح نے کہا یعنے بری چیز ہی وہ جسکو اپنی جانون کے واسطے اونھون نے عوض لیا اور اوس پر راضی ہوگئے اور وہ کلام آلہی سے کفر ہی۔ ع - کشاف و بیضاوی و سیوطی وغیرہ نے کہا کہ قولہ بئسما اشتروا بہ انفسہم ان یکفروا - کی تقدیر یہ ہی - بئس الشئ شیئا اشتروا بہ حظ انفسہم کفرہم بما انزل اللہ - یعنے یہودیون نے اپنے کفر کو بہتر سمجھا لیکن اللہ تعالے فرماتا ہی کہ درحقیقت وہ چیز بہت بری ہی جسکے عوض اونھون نے اپنی جانون کا حصہ خریدا وہ آیات آلہی سے کفر ہی اور اسکی علت یہ بیان فرمائی - بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ - بوجہ بغاوت اس امر کے کہ اللہ تعالے اپنے فضل سے اپنے بندون مین سے جسپر چاہے اوتارے ف۔ یعنے اونکے کفر کا سبب یہ حسد و بغاوت ہی کہ اللہ تعالے نے اپنے فضل سے پیغمبر آخر الزمان کو عربی نسل سے کیون پیدا فرمایا کر قرآن مجید نازل فرمایا حالانکہ یہ اللہ عزوجل کی جناب مین سخت بے ادبی و گستاخی ہی کیونکہ اللہ تعالے قادر مختار ہی اور وہ اپنے علم ازل سے ہر ایک چیز کو مقدر فرماتا ہی پس اللہ تعالے کی جناب مین اعتراض کرنا مذموم ہی اور حسد کرنا مذموم دیگر اور آیات آلہی سے کفر کرنا مذموم دیگر اور عہد آلہی توڑنا مذموم دیگر پس اونھون نے اول عہد توریت کو ضائع کیا اور عیسی علیہ السلام سے کفر کیا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت و وحی آلہی سے انکار و توریت مین تحریف کردی۔ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ پس غضب پر غضب کمالائے۔ ف اور غضب کی تنوین تعظیم ہی یعنے غضب عظیم پر غضب عظیم کمایا۔ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ - اور کافرون کے واسطے عذاب اہانت کرنے والا ہی۔ ف یعنے ایسا عذاب ہی کہ جسمین اہانت و خواری بھری ہوئی ہی شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ان لوگون نے تکبر کیا تھا لہذا اسکے مقابلہ مین اونکو خواری کا عذاب دیا گیا چنانچہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگون نے تکبر کیا وہ لوگ قیامت کے روز آدمی کی صورت مین چیونٹیون کی طرح میدان قیامت مین ڈالے جاوینگے اور انکی خواری کی وجہ سے ہر شی اونپر چڑھ جیگی یہانتک کہ جہنم کے قیدخانہ مین جسکا نام بولس ہی داخل کیے جاوینگے پس اونپر نار الانیار چھاویگی اور دوزخیون کے نچڑے ہوے پیپ و لہو سے جس وادی مین گارا ہوجائیگا وہی انکو پلایا جاویگا۔ (رواہ احمد) اور اسکے مثل اہل سنن ترمذی وغیرہ مین موجود ہین۔ ع - مترجم کہتا ہی کہ آیت قدسی مین ظاہر اً غضب پر غضب کمانے سے یہ مراد ہی کہ یہ لوگ سراسر غضب آلہی کمانے گئے اور شاید پہلا غضب وہ ہو کہ آیات آلہی کا انکار کرتے اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے تھے کما قال تعالے۔ فباؤا بغضب من اللہ ذلک بانہم کانوا یکفرون بآیات اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق الآیۃ - پس ہمکو معلوم ہوا کہ پہلا غضب اس جگہ سے شروع ہوا اور دوسرا غضب یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر و قرآن سے انکار کیا اور یہ بھی متضمن ہی کہ عہد توریت و اوسکی آیات سے انکار ہوا اور جاننا چاہیے کہ عذاب مہین مین اشارہ ہی کہ کافرون کو جو عذاب دیا جاتا ہی وہ اونکی ذلت و خواری کے واسطے ہی بخلاف اسکے بعضے گنہگار مسلمانون کو جو جہنم مین ڈالے جاوینگے اونکا عذاب بغرض اہانت نہین ہی بلکہ اسواسطے کہ گناہون کی نجاست سے پاک ہوجاوین اسیواسطے حدیث سے ثابت ہوا کہ انکی صورتین مسخ نہونگی اور نہ عذاب کی حالت مین زندہ چھوڑے جاوینگے بلکہ ہر ایک بقدر اپنے گناہون کے آتش جہنم سے پاک کرکے نکال لیا

جاویگا اور واضح ہو کہ سابق مین مکرر تنبیہ گذری کہ یہودی درحقیقت توریت پر ایمان نہین رکھتے تھے بلکہ اللہ تعالے کو بھی یہ لوگ نہین پہچانتے تھے کیونکہ عموماً یہود و نصاریٰ ہی فرقۂ مجسمہ ہین وقد قال تعالے۔ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ۔ پس یہ صریح تنصیص ہے کہ یہود و نصاریٰ نے جو تصویر اپنے ذہن مین گڑھی اوسیکو اپنا اللہ تصور کرکے اوسپر ایمان لائے حالانکہ اللہ تعالے قطعاً تصورات سے پاک ہے چنانچہ انشاء اللہ تعالے اسکی تفسیر مین آویگا اسی طرح یہودی دعویٰ کرتے کہ ہم توریت پر ایمان لائے ہین لیکن اللہ تعالے نے ان آیات مین جو آیندہ بیان ہوتی ہین صریح اونکے دعوی کو ایسے طور پر رد فرمایا کہ بندے بھی اوسکو بخوبی سمجھ سکتے ہین کما قال تعالے ــــ

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ ق

اور جب کہیے اونکو مانو اللہ کا اوتارا کلام کہین ہم مانتے ہین جو اوترا ہمپر اور وہ نہین مانتے جو پیچھے آیا اوس سے

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ ۗ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ

اور وہ اصل تحقیق ہے سچ بتاتا اون پاس والے کو کہہ پھر کیون مارتے رہے ہو نبی اللہ کے پہلے سے اگر تم ایمان رکھتے تھے

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ۝

اور آچکا تم پاس موسیٰ صریح معجزے لیکر پھر تمنے بنالیا بچھڑا اوسکے پیچھے اور تم ظالم ہو

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا

اور جب ہمنے لیا قرار تمہارا اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہمنے تمکو دیا زور سے اور سنو

قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۚ قُلْ بِئْسَمَا

بولے سنا ہمنے اور نہ مانا اور رچ رہا اون کے دلون مین وہ بچھڑا مارے کفر کے تو کہہ برا کچھ

يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

سکھاتا ہے تمکو ایمان تمہارا اگر تم ایمان والے ہو

یہودیون کی یہ حالت تھی کہ اونکو ایمان قلبی و دعوی لسانی مین تمیز نہ تھی اور اسکا بھید یہ ہوتا ہے کہ جب کسی قلب پر مہر ہوتی ہے تو وہ قلبی تصدیق و نور ایمان کی کیفیت سے واقف ہی نہین ہوتا تو یہ سمجھتا ہے کہ خیالی اقرار ہی ایمان ہے جیسے مترجم نے عقل کی کیفیت بیان کی کہ وہ نور روحانی ہے اور کفار جب اوس سے محروم ہوتے ہین تو حواس باطنی کو عقل سمجھتے ہین اور حقیقت عقل سے کبھی واقف نہین ہوتے ہین تو سوائے اوسکے اس انکار کرتے ہین کہ عقل کوئی دوسری چیز نہین ہے اسیطرح جس قلب مغضوب مین نور ایمان داخل ہی نہین ہوا وہ زبانی دعوی کو اور حواس کی تصدیق کو دلی یقین سمجھتا ہے اور اہل اسلام کو بھی عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ اونکا یقین مثل یہود و نصاریٰ کے نہو جو اپنے یقین مین یہی سمجھتے تھے کہ ہم توریت و انجیل پر ایمان لائے حالانکہ اللہ تعالے کے نزدیک اونکا یقین اونکے دلون مین نہین تھا بلکہ اندرونی حواس تک گیا تھا اور یہ مقام بہت مشتبہ ہوتا ہے اسیواسطے بہت سے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے خوفناک ہوتے تھے (کما رواہ البخاری وغیرہ) لہذا اللہ تعالے نے عبرت کے واسطے یہودیون وغیرہ کا حال بیان فرمایا بقولہ تعالے وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ۔ اور جب ان لوگون سے کہا جاوے کہ جو اللہ تعالے نے نازل فرمایا اوسکے ساتھ ایمان لاؤ۔ ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا یعنے جب یہودیون اور اونکے مانند نصرانیون سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالے نے جو قرآن کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اوسکو مانو اور اوسکی پیروی کرو حالانکہ وہ توریت و انجیل کی بشارت

کے بالکل موافق ہے۔ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا۔ تو کہتے ہیں کہ جو ہم پر نازل کیا گیا ہم اسکو مانتے ہیں ف چنانچہ یہودی
کہتے ہیں کہ ہم توریت کو مانتے ہیں اور نصرانی کہتے ہیں کہ ہم انجیل کو مانتے ہیں۔ وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ۔ اور اسکے ماسوائے سے
منکر ہوتے ہیں ف ای وہم یکفرون بما وراءہ یعنے حال یہ کہ ماسوائے اس کتاب کے جو انکے پیغمبر پر نازل کی گئی ہے سب سے انکار کرتے
ہیں۔ گویا تعصب و حمیت ہے کیونکہ اللہ تعالے کی بندگی یہی لازم ہے کہ جو کچھ اللہ تعالے نے نازل فرمایا کل مانے اور سب کو حق جانے اگرچہ اعمال
ادا کرنے میں وہی شریعت ہوگی جو اپنے پیغمبر پر مقرر کی گئی ہے اسواسطے کہ اللہ تعالے نے اپنی حکمت بالغہ سے ہر زمانہ و قوم کے واسطے احکام عبودیت
و درجات معرفت خاص رکھے ہیں یعنے اصل توحید تو قطعاً متحد ہے لیکن اس اصل پر فروع اعمال خاص خاص ہیں اور یہ حکمت دقیق فی الجملہ علماء راسخین
سمجھتے ہیں اور جو تمام قرآن کی تفسیر بغور سمجھ لے وہ بھی سمجھ جائیگا انشاء اللہ تعالے لہذا مومنین امت محمدی جمیع انبیاے سابقین و کتب و صحف الٰہیہ
کو بھی حق جانتے ہیں لیکن توریت و انجیل کے جو ترجمے اس وقت ان یہود و نصاری کے پاس موجود ہیں انسے اسواسطے سکوت کرتے ہیں کہ اول تو یہ ترجمہ ہیں
کہ معلوم نہیں کہ انکے مترجموں نے کہاں غلطی کی اور کہاں نہیں دوم توریت عبرانی و انجیل سریانی اگر ملتی ہیں تو یہ قوم اسقدر بیباک ہیں کہ ان پر اعتماد نہیں
اور اللہ تعالے نے ہمکو آگاہ فرمایا کہ اہل کتاب نے کتب آلٰہی میں تحریف کی اور اپنے ہاتوں کتابیں لکھکر لوگوں سے کہا کہ یہ اللہ تعالے کی کتاب ہے لہذا
ہمنے ان لوگوں سے بیزار ہوکر اعتقاد کیا کہ اللہ تعالے نے جو کچھ موسی و عیسی علیہما السلام پر نازل فرمایا تھا یعنے توریت و انجیل وہ حق ہے اور قطعاً انمیں حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت مذکور تھی اور جملہ صحف انبیاے سابقین و زبور داؤد علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام حق ہیں برخلاف یہود
و نصاری کے کہ سب سے انکار کرتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ توریت یا انجیل پر ایمان لاتے ہیں حالانکہ قطعاً توریت و انجیل میں حضرت خاتم النبیین محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عامہ اور نزول قرآن کا ذکر ہے جسپر ایمان لانا انپر قطعاً فرض ہے پس کہاں توریت یا انجیل پر ایمان ہوا جبکہ انھوں نے
قرآن مجید سے کفر کیا۔ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ۔ حالانکہ قرآن مجید حق ہے درحالیکہ وہ اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو ان لوگوں کے پاس ہے ف
اور جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبرانی یا سریانی بلکہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے تو لامحالہ یہ قرآن وحی آلٰہی ہے جسمیں توریت و انجیل کے موافق تصدیق موجود ہے پس
یہود و نصاری کے لیے قطعی معجزہ ہے کہ جسطرح توریت و انجیل میں کو رتھا اسی طرح نازل ہوا تو یہ وہی قرآن ہے جسکی بشارت موجود ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا الذین
آتیناہم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم الآیۃ یعنی جن لوگوں کو ہمنے کتاب عطا فرمائی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن کو اسطرح کامل پہچانتے ہیں جیسے اپنے
فرزندوں کو پہچانتے ہیں ۔ لیکن جان بوجھکر انکار کیا تو اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ۔ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ
مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ تو کہدے کہ پھر پہلے سے تم لوگ کیوں انبیاء آلٰہی کو قتل کرتے تھے اگر تم ایمان والے ہو ف یعنے جو کوئی پیغمبر کو نہ
بالکل قتل کر ڈالے تو وہ اشد کافر ہے اور یہودیوں نے بکثرت پیغمبروں کو قتل کر ڈالا حتی کہ حضرت زکریا و یحیی کو قتل کیا اور حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی اپنے گمان میں قتل کیا
شیخ ابن جریر نے کہا کہ جب یہودیوں نے دعوی کیا کہ توریت جو ہمارے پاس ہے ہم اسپر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ اسمیں پیغمبر و صالحین کے قتل سے سخت ممانعت ہے تو آنحضرت صلعم کو
حکم ہوا کہ ان یہودیوں کو عار دلاوے کہ توریت پر تم کہاں ایمان لائے جبکہ تم پہلے سے انبیاء اللہ کو قتل کرتے تھے حالانکہ وہ لوگ اسی توریت کی تعلیم کرتے تھے پھر اگر دعوی
کریں کہ وہ معجزات نہیں لائے تو اسکو بھی دفع فرمایا بقولہ تعالی۔ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ اور بیشک تمہارے پاس موسی مع معجزات کے آیا تھا ثُمَّ
اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ پھر تمنے اسکے پیچھے گوسالہ کو معبود بنا لیا حالانکہ
تم ظالم تھے ف یعنے یہ معجزات و آیات قدرت مثل عصا و اژدہا وغیرہ بکثرت تمنے موسی علیہ السلام سے دیکھ لیے پھر اسکے بعد
[illegible] موسی علیہ السلام [illegible] تمنے گوسالہ کو معبود بنا لیا [illegible]

گیا گئی اور تمہارا گوسالہ تمہاری آنکھوں کے سامنے جلا کر سمندر میں پھینکا گیا اور تمکو توریت دیگئی تب بھی تمکو اوسکے قبول کرنے میں دل سے انکار
رہا چنانچہ فرمایا۔ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ۔ اور یاد کرو جب ہمنے تمہارا عہد لیا اور تمپر کوہ طور بلند
کیا۔ ف یعنے توریت قبول کرنے کے واسطے تمسے عہد لیا اور جب تمنے توریت کے احکام دیکھکر انکار کیا تو جبرئیل نے بحکم الٰہی ایک پہاڑ
اوکھاڑکر تمہارے سروں پر بلند کیا اور اللہ تعالے نے حکم دیا کہ۔ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا۔ جو کچھ ہمنے تمکو دیا ہے اسکو دل سے
کوشش کے ساتھ لو اور حکم کو اچھی طرح سنو۔ ف اور اگر ایسا نکروگے تو یہ پہاڑ تمپر ڈالدیا جائیگا پس جب بنی اسرائیل کے دل میں تیقن ہوا کہ نہ ماننے کی
صورت میں ایسا ہی ہوگا تو لاچار ہو کر سجدہ میں گر پڑے۔ قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا۔ اور کہنے لگے کہ ہمنے سنا اور نافرمان ہوئے ف
یعنے ظاہر میں تو یہ کہا کہ ہمنے سنا تاکہ یہ عذاب اونسے اوٹھا دیا جاوے گویا اللہ تعالے کو دھوکا دیتے تھے حالانکہ وہ عالم الغیب ہے چنانچہ اوسنے ظاہر کردیا کہ او
دل میں عصیان تھا اگرچہ ظاہر میں فرمانبرداری کا سننا بیان کرتے تھے۔ وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ۔ حالانکہ کفر
کی وجہ سے اونکے دلوں میں بچھڑا رچ گیا تھا۔ ف یعنے جیسے اسفنج پانی کو چوس لیتا ہے اسی طرح اونکے خالی دلوں نے بچھڑے کی محبت چوس لی
تھی کیونکہ کفر کی شامت سے اللہ تعالے نے نور توحید نہیں دیا اور بجائے اوسکے بچھڑے کی محبت بھر گئی اور واضح ہو کہ یہ حرکات ان یہودیوں کے باپ
دادوں نے کیے تھے اسوقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے سے انکار کرتے تھے اور اپنے باپ دادوں کی تقلید پر راضی ہو کر کہتے
کہ ہم توریت نہ چھوڑینگے اور اپنے باپ دادوں کے قدم بقدم چلے جاوینگے پس اللہ تعالے نے اونکے باپ دادوں کے کفریات یاد دلائے اور پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ۔ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ کہدے کہ تمہارا ایمان جس چیز کے ساتھ
تمکو حکم دیتا ہے وہ بہت بدتر ہے اگر تم مومنین ہو۔ ف شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا یعنے جو ایمان تم لائے ہو وہ زمانہ قدیم میں تمہارے باپ دادوں کو اور
زمانہ حال میں تم لوگوں کو یہی حکم دیتا ہے کہ تم آیات الٰہی سے کفر کرو اور انبیاء علیہم السلام سے مخالفت کرو پھر سب سے بڑا کفر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو نمانو اور قرآن کو حق نسمجھو یہ تمہارا کیسا ایمان ہے جسکے تم مدعی ہو شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے تشنیع فرمائی کہ تم اپنے زعم میں توریت پر
ایمان لائے ہو تو یہ کیسا ایمان ہے کہ تمکو گوسالہ کی محبت اور آیات الٰہی کے انکار اور قتل انبیاء علیہم السلام کا حکم دیتا ہے یعنے یہ لوگ مومن نہیں تھے
کیونکہ ایمان مقتضی نہیں ہے کہ کوئی شخص گوسالہ پوجے یا انبیاء علیہم السلام کو قتل کرے پس حاصل یہ ہوا کہ جس طرح تمہارے باپ دادے توریت پر ایمان کا
دعویٰ کرکے ماننے سے انکار کرتے اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے اور بچھڑا پوجتے تھے کہ ہرگز مومن نہ تھے اسیطرح تم لوگ بھی توریت پر ہرگز ایمان نہیں
لائے ہو کیونکہ اگر تم لوگ توریت پر ایمان لاتے حالانکہ توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان فرض کیا گیا ہے تو وہ ہرگز مقتضی نہ تھا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن سے کفر کرو پس تم محض جھوٹے ہو اور تمہارے دل میں کچھ ایمان نہیں ہے سوائے کفر کے جو کہ تمکو بد باتوں کا حکم کرتا ہے۔ اور
اسی کفر کے آثار میں سے یہ تھا کہ دار الآخرت وجنت کو خالص یہودیوں کے واسطے قرار دیتے اور انھیں کی دیکھا دیکھی نجران کے نصرانیوں نے
بھی یہی دعویٰ کرنا شروع کیا کیونکہ ان دونوں فرقہ قوموں میں باہم جوتیوں چلا کرتی تھیں چنانچہ جب یہودی کوئی ایسی بات کہتے جس سے اپنا فخر
نکالتے تو نصرانی بھی اسیکے مانند کہنے لگتے تھے جیسے یہ قول کہ سوائے یہودی کے جنت میں نہیں جائیگا تو نصرانی کہنے لگے کہ سوائے نصاری
کے کوئی جنت میں نہیں جائیگا اور جب نصرانیوں نے اپنے یہاں یہ کفر نکالا کہ مسیح ابن اللہ ہے تو یہودیوں نے اپنے یہاں بھی نکالا کہ عزیر ابن اللہ ہے
اور انکے بے ادب دلوں کو کچھ خوف نہ آیا کہ جناب باری جل شانہ کی شان عظمت و کبریائی میں کس طرح بے تمیزی کا کفر کرتے ہیں اگرچہ حق تعالے نے
ان کے کار جھوٹوں کی تکذیب کے واسطے نہایت خوب کلام پاک فرمایا

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

تو کہہ اگر تمکو ملنا ہی گھر آخرت کا اللہ کے یہان الگ سوائے اور لوگون کے تو تم مرنے کی آرزو کرو

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝

اگر سچ کہتے ہو اور یہ آرزو کبھی نہ کرینگے جس واسطے آگے بھیج چکے ہین ہاتھ اونکے اور اللہ خوب جانتا ہی گنہگارون کو

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَاةٍ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا يَوَدُّ أَحَدُهُمْ

اور تو دیکھے اونکو سب لوگون سے زیادہ حرص جینے کی اور شریک پکڑنے والون سے بھی ایک ایک چاہتا ہی

لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ وَاللَّهُ بَصِيرٌ

کہ عمر پاوے ہزار برس اور کچھ اوسکو سرکا نہ دیگا عذاب سے اتنا جینا اور اللہ دیکھتا ہی

بِمَا يَعْمَلُونَ ۝

جو کرتے ہین

محمد بن اسحق نے بالاسناد حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب بے ایمان قوم یہود نے اللہ تعالےٰ پر کذب و افترا باندھا کہ وعدۂ توریت موسیٰ علیہ السلام سے جنت خالص یہودیون کے واسطے ہی اور دوسرون کے واسطے نہین ہی تو اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ کہدے کہ اگر اللہ تعالےٰ کے یہان خالص تمھارے ہی واسطے دار الآخرت ہی بدون دوسرے لوگون کے تو تم لوگ موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ ف کیونکہ جسکے واسطے دار الآخرت جنت ہو اور اوسکی نعمتین بے مثل و بے مثال ہین اور اوسکی راحت و عیش دائمی پائدار ہی تو جس شخص کے واسطے وہ قطعی خالص ہو وہ قطعاً اوسکی تمنا کریگا اور اس سے مقصود یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان یہود سے کہین کہ تم اپنے دعوی کے موافق دعا کرو اور مین بھی تمھاری موت کے واسطے دعا کرون اگر تم اپنے دعوی مین سچے ہو تو اسپر راضی ہو جاؤ اور اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے معجزہ قرار دیکر اپنے علم غیب سے یہودیون کا انکار بھی بتلا دیا بقولہ تعالےٰ۔ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ اور کبھی ہرگز موت کی تمنا نہین کرینگے بوجہ اون بدکاریون کے جو اونکے ہاتھون نے پہلے ہی پہونچائی ہین۔ ف۔ یعنے جو کفر و بدکاریان و تحریف توریت و قتل انبیاء و کفر بقرآن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ افعال قبیحہ و ارتداد صریحہ اونکے ہاتھون سے سرزد ہو چکے ہین جو اونکے حق مین سبب جہنم ہین انکی وجہ سے یہ لوگ کبھی موت کی تمنا نہین کرینگے اور یہی ہوا چنانچہ ابن عباسؓ نے بیان فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیون کو فرمایا کہ آؤ موت کے واسطے دعا کرو کہ فریقین مین سے جو شخص جھوٹا ہو اوسپر واقع ہو تو یہودیون نے مہلت مانگی کہ اے ابا القاسم تامل فرمائیے کہ ہم اپنے کام مین غور کرلین پھر آپسمین کہا کہ تم لوگ خوب جانتے ہو کہ یہ شخص پیغمبر ہی پس جمع ہو کر آئے اور اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہمارے واسطے ہمارا دین اور آپکے واسطے آپکا دین ہی ابن عباسؓ نے کہا کہ اگر یہودی اسکی انکار نہ کرتے تو روے زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہتا بلکہ مر جاتا ضحاک نے بھی ابن عباسؓ سے روایت کی کہ تمنائے موت سے یہی مراد ہی کہ موت کی دعا مانگو (ابن اسحق) عبد الرزاق نے بھی ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اگر یہود تمنائے موت کرتے تو سب مر جاتے اور ابن ابی حاتم نے بھی یہی معنے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اسانید صحیح ہین اور ابن جریر نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو سب مر جاتے اور جہنم مین اپنے اپنے ٹھکانے دیکھ لیتے اور اس حدیث کو امام احمد نے بھی مسند مین روایت کیا ہی شیخ ابن کثیر نے کہا کہ آیت کی یہی تفسیر متعین ہی کہ یہودیون سے بطور مباہلہ کہا گیا تھا کہ آؤ بد دعا کرو کہ تم مین اور اہل اسلام مین جو کوئی جھوٹا ہو وہ مر جاوے اور یہی [illegible]

ع

حضرت قتادہ و ابوالعالیہ و ربیع بن انس سے مروی ہین مترجم کہتا ہی کہ اسکے ساتھ جب یہودیون سے پہلے یہ کہدیا کہ تمکو قطعی یقین ہی کہ دار الآخرت
خالص تمہارے ہی واسطے ہی اور تم اسکو توریت مین سے اپنا ایمان بیان کرتے ہو پس اگر تمکو ایمان ہی تو تم موت کی تمنا کرو ورنہ جھوٹے ہو پس یہ
یہود کے بے ایمان ہونے کے واسطے بالکل صریح ہوگیا اور سورۂ جمعہ مین بقولہ تعالےٰ - قل یا ایہا الذین ہادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون
الناس فتمنوا الموت الآیۃ - بہت مصرح بیان فرمایا ہی پھر جب یہودیون نے باوجود دعوی ایمان کے اس سے انکار کیا تو صریح ثابت ہوگیا کہ جس
امر کی نسبت ایمان و یقین کا دعوی کرتے ہین درحقیقت اوسکا یقین نہین رکھتے ہین لہذا فرمایا - وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ - اور اللہ
تعالےٰ ظالمون کو خوب جانتا ہی - ف ظالم وہ ہی جسنے اپنے نفس پر ظلم کیا مترجم کہتا ہی کہ نفس پر ظلم دو طرح پر ہوتا ہی ایک بنظر آخرت اور دوم
بنظر دنیا پس بنظر آخرت ظلم یہ ہی کہ نفس کو جنت و رضاے الٰہی سے محروم کرے یا اوسکو عذاب جہنم کے واسطے پیش کرے پس اگر جنت سے محروم کیا
تو وہ اس طرح ہی کہ شرک و کفر اختیار کرے اسیواسطے فرمایا بقولہ تعالےٰ ان الشرک لظلم عظیم - کیونکہ مشرک و کافر ہوکر جنت و رضاے الٰہی سے بالکل
محروم ہوجاتا ہی اور اگر اوسنے شرک نہ کیا بلکہ گناہون مین مبتلا ہوا تو وہ حال سے خالی نہین یا اوس سے توبہ کرلی اور وہ توبہ قبول ہوئی تو جس قدر تک
اوسنے فسق و فجور مین عمر گنوائی یہ زمانہ رائگان گیا تو نفس پر ایک قسم کا ظلم ہوا باوجود اس خوف کے کہ شاید توبہ قبول نہو کیونکہ توبہ تو ہر شخص کی
قبول ہوتی ہی لیکن اوسکے شرائط و دلی ندامت ضرور ہی اور اگر معاذ اللہ اوسکی توبہ قبول نہوئی تو ایمان کے ساتھ آخرت مین شفاعت و عفو کی
امید ہی جیسے بدون توبہ کے مرجانے کی صورت مین ہی پھر اگر تقدیر الٰہی سے اوسکو شفاعت نصیب نہوئی تو بقدر گناہ کے جہنم مین رہیگا
تاکہ اس گناہ سے پاک ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو اہل جہنم نہین کہا بلکہ اہل جنت قرار دیا الحاصل یہودیون کے حق مین ظلم عظیم یعنے کفر
ہی کہ اوسنے اپنے نفس پر ظلم عظیم کیا کہ اوسکو دائمی جہنمی کردیا - ہ - امام ابن جریرؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو معجزۂ واضحہ کے ساتھ مدینہ کے یہودیون پر غلبہ تامہ عطا فرمایا اور اونکے احبار و علماء کو صریح فضیحت کیا جس سے عوام عرب اونکے دام مکر و فریب
سے چھوٹ گئے جیسے نصاریٰ کے ایک فریق اہل نجران کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ مین دروغ بکتے تھے اسیطرح فضیحت فرمایا چنانچہ آیندہ آویگا
انشاءاللہ تعالےٰ - اور اسکی صورت یہ ہوئی کہ فریق یہود کو حکم دیا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو کیونکہ اس سے تمہارا کچھ ضرر نہین ہی اسواسطے کہ
جب تم اس دعوی مین سچے ہو کہ توریت پر تمہارا ایمان کامل ہی اور دار الآخرت و قرب منزلت و رضوان جنت سواے ہم لوگون کے فقط تمہارے
ہی واسطے خاص ہی تو تمناے موت سے تمہارا صدق ظاہر ہوجائیگا کہ تمکو اللہ تعالےٰ بے مثال بخشش عطا فرماویگا اور اگر تمنے اس امر سے انکار کیا
تو لوگون کو بخوبی ظاہر ہوجائیگا کہ تم لوگ جھوٹے ہو اور ہم سچے ہین کہ تمہاری تمناے موت سے تمپر موت ٹوٹ پڑیگی لیکن یہودیون نے اس سے
قطعی انکار کیا کیونکہ وہ لوگ خوب جانتے تھے کہ خود جھوٹے و مفتری ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب پہچاننے کی باوجود انکار کرتے ہین اور
عہد توریت چھوڑکر توریت مین آپ کے جو فضائل کاملہ موجود ہین اونکو چھپاتے ہین اور غضب الٰہی کا اثر اونپر طاری ہی کہ موت سے گبھراتے ہین لہذا
اللہ تعالےٰ نے بطور معجزہ کے اونکی باطنی حالت سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالےٰ - وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ
وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا - اور بیشک تو ان یہودیون کو زندگانی دنیا پر سب لوگون سے زیادہ حریص پاویگا اور اون لوگون سے بھی
زیادہ جو مشرک ہین - ف مشرکون سے مراد عرب کے بت پرست و عجم کے مجوس و ہندو ہین (کما رواہ ابن ابی حاتم والحاکم) کیونکہ بت
پرستون کے نزدیک دار الآخرت و قیامت کوئی چیز نہین ہی تو وہ زندگانی دنیا ہی کو بہت غنیمت سمجھتے ہین اور اسیکے قریب مجوسیون کی
کیفیت ہی مگر باوجود اسکے اونکے دل مین مرنے کے بعد عذاب کا خدشہ نہین ہی بخلاف یہودیون و جمیع منافقون کے کہ انکو بعد مرنے کے یہی

بداعمالیون سے عذاب کا سخت غدغہ ہی اسیواسطے یہ لوگ تمنا کرتے ہین کہ جب تک جیتے رہین بہت غنیمت ہی کہ عذاب سے بچے ہین کیونکہ کافر کے واسطے دنیا جنت ہی۔ یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۔ انمین سے ہر کوئی چاہتا ہی کہ کاش وہ ہزار برس عمر دیا جاتا ف حسن بصری ؒ نے فرمایا کہ منافقون مین سے ہر ایک یہ تمنا کرتا ہی کہ ہزار برس زندہ رہتا دیگر علما نے فرمایا یعنے یہود مین سے ہر ایک کو ہزار برس عمر کی تمنا ہی امام ابن کثیر ؒ نے کہا کہ یہی سیاق اظہر ہی اور حضرت ابن عباس ؓ ومجاہد وسعید بن جبیر وابو العالیہ نے کہا کہ مراد یہ ہی کہ ان مشرکون یعنے بت پرستون ومجوس مین سے ہر ایک چاہتا ہی کہ کاش وہ ہزار برس عمر پاوے ابن عباس ؓ نے کہا کہ مراد درازی عمر ہی جیسے مجوس فارسی بولتا ہی کہ کاش دہ ہزار سال زیم مجاہد نے فرمایا کہ بدکاریون نے انکو دنیا کی زندگی کا لالچ دلایا مترجم کہتا ہی کہ اس صورت مین معنے یہ ہوے کہ یہ بت پرست وکفار ہزارون برس کی زندگی کا لالچ کرتے ہین تو یہودی ومنافق ایسے بھی زیادہ زندگی کا حریص ہی کیونکہ اسکو عذاب کا بھی غدغہ ہی تو چاہتا ہی کہ جب تک زندہ رہے غنیمت ہی کہ عذاب سے چھوٹا ہے وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُعَمَّرَ ۔ حالانکہ نہین ہی وہ کہ دور کرنیوالا ہو اسکو عذاب سے عمر دراز دیا جانا ف ابن عباس رضی اللہ عنہ وابو العالیہ ؒ نے فرمایا یعنے عمر دراز دیا جانا اوسکو عذاب سے چھوڑانے والا نہین ہی عبد الرحمن بن زید نے کہا یعنے اگر اوسکو ابلیس کی طرح عمر طویل دیجاوے تو بھی اوسکو کیا فائدہ ہو گا جبکہ وہ کافر ہی ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ یہودیون کو بت پرستون سے بھی زیادہ زندگی کی ہوس اسوجہ سے تھی کہ بت پرست تو اپنے اعتقاد کفر مین حشر وقیامت کا یقین ہی نہین رکھتا تھا تو وہ عمر کو صرف دنیا کی لذت کے واسطے پسند کرتا تھا اور موت کے بعد عذاب سے نہین ڈرتا تھا بخلاف یہودی کے کہ اوسکو اپنی بدکاریون کی وجہ سے عذاب کا خوف ہی تو وہ بت پرستون سے بھی زیادہ زندگی پر حریص ہی ۔ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۔ اور اللہ خوب دیکھتا ہی جو یہ کرتے ہین ۔ ف پس انکی بداعمالیون کی سزا قطعی پہونچنے والی ہی ۔ (مسئلہ) موت کی تمنا کرنا جواب محققین کے نزدیک اگر دنیا کی محنت ومشقت یا مصیبت کے جزع وفزع پر موت کی تمنا کرے تو ممنوع ہی اسیواسطے حدیث مین موت کی تمنا سے منع فرمایا کہ تم مین کوئی موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر بدکار ہو تو شاید اوسکو توبہ واعمال صالحہ کی توفیق حاصل ہو اور اگر نیکوکار ہی تو امید ہی کہ اوسکی نیکیان بڑھین (الصحیح) محققین نے کہا کہ اگر شوق آخرت مین موت کی خواہش کرے یا حفاظت ایمان کے واسطے آرزو کرے تاکہ جو نعمت ایمان اوسکو بالفعل حاصل ہی اوسکو سلامت لیجاوے ایسا نہو کہ آیندہ کسی فتنہ مین مبتلا ہو تو یہ ممنوع نہین ہی چنانچہ دعاے یوسف علیہ السلام مین فرمایا ۔ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین الآیۃ ۔ اور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وفات کی حدیث مین ہی ۔ اللھم الرفیق الاعلی (الصحیحین) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب مبارک کی حدیث مین منجملہ دعا کے یہ کلام ہی ۔ واذا اردت بعبادك الفتنة فاقبضني اليك غير مفتون ۔ یعنے اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی خواب مین جو دعا تعلیم فرمائی اوسمین ہی "الٰہی جب تو اپنے بندون کو فتنہ مین ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے بغیر ابتلاء فتنہ کے اپنے پاس مقبوض فرمائیو" (الترمذی واحمد باسناد حسن او صحیح) اور امام ابو اسمعیل الازدی نے باسانید صحیحہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وایک جماعت صحابہ ؓ سے روایت کیا کہ نصارائے شام ومجوسان فارس کو فرمایا کہ تم پر جہاد کرنے ایسی قوم آئے ہین کہ جسقدر تمکو دنیاوی زندگی محبوب ہی اوس سے بڑھکر انکو موت محبوب ہی (فتوح الشام) اور اللہ تعالے نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفت مین فرمایا ۔ فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا الآیۃ ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ باغیان خوارج کے مقابلہ مین بغیر خود کے دونون صفون کے درمیان ٹہلا کرتے تھے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ تو لڑنے والون کی وضع نہین ہی تو فرمایا اے فرزند تیرے باپ کو یہ پروا نہین کہ تیرا باپ موت پر جا گرا یا موت اوسپر آپڑی اور جس صبح کو آپ نے ابن ملجم ملعون کے ہاتھ سے شہادت پائی اوس رات کو بار بار دیکھتے اور کہتے

۱۹۰

تھے کہ صبح ہوئی اور یہ کمال اشتیاق ہی۔ حذیفہ نے موت کے وقت کہا۔ حبیب جاء علی فاقۃ لا افلح من ندم۔ یعنے عین آرزو کے وقت
حبیب آیا جو اسپر نادم ہوا اوسکا بھلا نہو۔ مترجم کہتا ہی کہ امام ابو اسمٰعیل نے اسیکے مثل حضرت معاذ بن جبل رضہ سے روایت کیا باسناد صحیح اور
جنگ صفین مین حضرت عمار بن یاسر رضہ فرماتے تھے الآن الاقی الاحبہ محمدا وحزبہ اب وہ وقت آیا کہ مین اپنے محبوبون سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اور آپ کے یارون سے ملونگا چنانچہ شہید ہوگئے رضی اللہ عنہ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کا موت کی دعا کرنا اور انتقال فرمانا مشہور ہی اور اکابر
رضی اللہ عنہم سے اشتیاق آخرت و تمنائے موت کی روایات بکثرت ہین اور کیون نہو کہ دنیا دار فانی و مقام حجاب ظلمانی ہی کہ وہ مومن کے واسطے
قید خانہ ہی پس رحمت و مغفرت الٰہی کے ساتھ موت نہایت محبوب ہی ان ربی غفور رحیم۔ (مسئلہ) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
دیدار باری تعالےٰ کی درخواست کی تو حکم آیا کہ۔ لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ یعنے تو مجھے نہین دیکھیگا ولیکن پہاڑ
کی طرف دیکھ پھر اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب ہی تو مجھے دیکھیگا پس یہ آیت خود دلیل ہی کہ دیکھنا مثل شریک باری تعالےٰ کے محال نہین
تھا اگرچہ اسوقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اسکا تحمل ممکن نہ تھا کیونکہ جسم فانی مین اس تحمل کی طاقت نہین ہی چنانچہ سورۂ اعراف مین
انشاء اللہ تعالےٰ بکثرت دلائل آوینگے اور یہان مقصود بیان یہ ہی کہ سوائے اہل السنۃ کے باقی فرق اسلامیہ نے دیدار باری تعالےٰ محال سمجھکر
استدلال کیا کہ۔ لن ترانی۔ مین کلمۂ لن جو نفی دائمی ہوتا ہی وارد ہوا تو یہ دلیل ہی کہ کبھی نہین دیکھ سکتے ہین اسکا جواب یہ ہی کہ لن تو اس حیات کی
نفی دائمی ہی بدلیل آنکہ اس آیت مین یہودیون کو فرمایا کہ۔ لن یتمنوہ ابدا بما قدمت ایدیہم۔ یعنے ہرگز موت کی تمنا نہین کرینگے بلکہ کلمۂ ابدا سے
تاکید بھی مذکور ہی کہ ہرگز کبھی تمنا نہین کرینگے حالانکہ یہ نفی فقط اسی دنیا تک دائمی ہی کیونکہ جہنم مین موت کی تمنا کرنا صریح منصوص ہی چنانچہ
فرمایا۔ یالیتہا کانت القاضیۃ۔ ای کاش موت آجاتی۔ اور فرمایا۔ یا مالک لیقض علینا ربک۔ یعنے جہنم کے خازن سے جسکا نام مالک
ہی درخواست کرینگے کہ ای مالک تم دعا کرو کہ تمہارا پروردگار ہمکو موت دیدے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ لن کی نفی سے یہ مراد نہین ہوتی
ہی کہ علم الٰہی و آخرت تک نفی ہی بلکہ دوام دہر جو محدود دہر ہوا اوسکی دائمی نفی ہوتی ہی حتیٰ کہ یہود کی تمنا دائمی حیات دنیا تک منتفی ہی اور یہ بحث سورۂ
اعراف مین انشاء اللہ تعالےٰ زیادہ توضیح کے ساتھ آویگی **ف** بعض اشارات عرائس مین ہی قولہ تعالےٰ۔ ولتجدنہم احرص الناس علی
حیوۃ۔ جب قلب پر غفلت و شہوت کا پردہ ڈھک جاتا ہی تو اوسکی ترقی صرف مادیات تک ہوتی ہی اور مادیات کا تلذذ اسی جسم تک ہی لہٰذا بقائے
جسم کی حرص زیادہ ہو جاتی ہی اسیواسطے بوڑھے آدمی کی بدانجامی کے آثار مین سے حدیث شریف مین آیا کہ بوڑھاپے مین اوسکو زندگی اور مال کی حرص
بڑھ جاتی ہی شیخ محمد ابن الفضیل نے فرمایا کہ جمیع اہل شرک و کفر زندگی دنیا پر حریص ہوتے ہین اور یہ مرتد منافق یہود ان سب سے زیادہ حریص تھے پس
مومنین کا حال انسے مخالف ہونا چاہیے یعنے لقائے الٰہی و موت کا مشتاق ہو تاکہ غیب کا کشف و ظہور ہو اور مقام انس تک رسائی ملے اور جو غفلت کا
پردہ دور ہو اور حدیث مین ہی۔ من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ۔ اور جب حضرت بلال رضہ کی موت کا وقت ہوا تو انکی بیوی نے کہا کہ واحزناہ
یہ جدائی بڑی مصیبت و غم کا سامنا ہی حضرت بلال رضہ نے کہا کہ ارے چپ چپ۔ واطرباہ بلقاء الاحبہ۔ اب بڑی خوشی کا وقت ہی کہ اپنے محبوبون
سے ملاقات نصیب ہوگی **ف** واضح ہو کہ موت کے وقت جان نکلنا ایک تکلیف شدید ہی لیکن اہل شوق کو یہ کلفت آسان ہو جاتی ہی اور اسواسطے
اہل ایمان مین سے بہت پاکیزہ لوگونپر سختی کی جاتی ہی کہ بالکل پاک و مطہر جاوین اور یہ سختی بالکل کفارہ ہو جاوے اور چونکہ عالم سکرات امر شدید ہی اسیواسطے
حدیث مین دعا آئی کہ الٰہی سکرات کے وقت اعانت فرما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے کہ ای لوگو اگر خدا کی راہ مین شہید نہو تو بستر پر مروگے اور
قسم اوس پاک کی جسکے قبضہ مین ابن ابی طالب کی جان ہی کہ سر پر ہزار تلوارین کھانا مجھے بستر پر جان دینے سے آسان ہی شیخ واسطی نے کہا کہ مومن

عالم سے بیداری ہی تو جو شخص اس بیداری سے محجوب ہی وہ اپنے مردہ ہونے کی خرابی سے آگاہ ہوا اور بیہودگی کی خرابی تیرے دل مین کیا اثر کریگی جبکہ تو موت سے ڈرتا ہی بعض محققین نے کہا کہ حیات دنیا ایک گران خواب ہی کہ جب مرکر بیدار ہوگا تو خواب مین بدکاری کی تاویل بہت پشیمانی ہی نعوذ باللہ من ذلک ۔ مترجم کہتا ہی کہ جب افعال قبیحہ کی شامت سے قلب پر غلاف ہو جاتا ہی تو ملک آخرت و نعمت حقیقی کی لذت موہوم ہو جاتی ہی اور کدورت جسمیت غالب ہو کر دنیا کی چاہت بڑھ جاتی ہی اسیواسطے عالم دنیا و اوسکی مکدر مادیات او شیطان و اوسکے ہوسات ذریات سے مانوس ہو جاتا ہی اور انبیاء و صالحین و آخرت و ملائکہ مقربین سے انکار و عداوت پیدا ہو جاتی ہی کیونکہ کدورات و نورانیات مین ضدیت ہی اسیواسطے خبیث یہودیون نے حضرت جبرئیل سے عداوت پیدا کرلی اور اللہ تعالے نے اوسکے عوض یہودیون کو دشمن بنایا چنانچہ فرمایا۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

تو کہہ جو کوئی ہوگا دشمن جبریل کا سو اوسنے تو اوتارا ہی یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے سچ بتاتا اوس کلام کو جو اوسکے آگے ہی

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ

اور راہ دکھاتا اور خوشی سناتا ایمان والون کو جو کوئی ہوگا دشمن اللہ کا اور اوسکے فرشتون کا اور رسولون کا اور جبریل

وَمِيْكٰلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہی اون کافرون کا

شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ امام ابن جریر نے فرمایا کہ علماے تفسیر متفق ہین کہ یہ آیت یہودیون کے رد مین نازل ہوئی ہی جبکہ اونھون نے یہ کہا تھا کہ جبرئیل ہمارا دشمن ہی اور میکائیل ہمارا دوست ہی پھر خصوص سبب مین البتہ روایتین مختلف ہین بعض نے کہا کہ یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکی نبوت کے بارہ مین جھگڑا کیا تھا چنانچہ ابن عباس رضی سے روایت ہی کہ یہودیون مین سے ایک گروہ نے حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ سے چند سوال کرنا چاہتے ہین جنکو سواے پیغمبر کے کوئی نہین جانتا ہی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ تمہارا جی چاہے مجھسے پوچھو ولیکن میرے واسطے وہ عہد دو جو حضرت یعقوب نے اپنی اولاد سے لیا تھا کہ اگر مین تمسے ٹھیک بتلا دون اور تم اوسکو پہچان لو تو مسلمان ہو جانے مین میری متابعت کروگے پس کہنے لگے کہ بیشک ہم آپکے واسطے یہ عہد دیتے ہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا پوچھو تو کہنے لگے کہ ہم چار باتین پوچھتے ہین اول یہ فرمائیے کہ اسرائیل نے نزول توراۃ کے زمانہ سے پہلے کس چیز کو اپنے اوپر حرام کیا تھا اور دوم یہ فرمائیے کہ عورت و مرد کی منی کیونکر ہوتی ہی اور اوس سے لڑکا یا لڑکی کیونکر پیدا ہوتی ہی سوم یہ فرمائیے کہ توریت مین جس نبی امی کی صفت مذکور ہی وہ کیا صفات ہین اور یہ فرمائیے کہ ملائکہ مین سے کون اوسکا ولی ہی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے اللہ تعالے کا عہد لیا کہ آگاہ کرنے پر وہ لوگ متابعت کرینگے پس اونھون نے عہد میثاق دیا تو آپ نے فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالے ہی کی قسم دلاتا ہون جسنے موسی پر توریت نازل فرمائی تم جانتے ہو کہ یعقوب اسرائیل کو ایک مرض شدید لاحق ہوا اور یہ بیماری دراز ہوئی پس اونھون نے اللہ تعالے کے واسطے نذر کی کہ اگر اللہ تعالے اونکو اس مرض سے صحت عطا فرماوے تو وہ ایسا کھانا و پینا جو اونکو زیادہ مرغوب ہی اللہ تعالے کے واسطے چھوڑ دینگے اور وہ اونٹ کا گوشت اپنے کھانے مین زیادہ محبوب رکھتے اور اونٹ کا دودھ پینے مین زیادہ مرغوب رکھتے تھے پس کہنے لگے کہ واللہ ٹھیک فرمایا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نظر اوٹھا کر فرمایا کہ الٰہی تو انپر گواہ رہیو پھر آپ نے فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالے ہی کی قسم دلاتا ہون جسکے سواے کوئی الٰہ معبود والا نہین ہی جسنے موسی پر توریت نازل فرمائی بھلا تم جانتے ہو کہ مرد کا پانی گاڑھا سفید ہی اور عورت کا پانی رقیق زرد ہی

پس ان دونون مین سے جو پانی بحکم آلہی عزوجل اوپر ہو جاتا ہی بچہ اوسیکے مشابہ اور وہی ہوتا ہی یعنے اگر مرد کی منی عورت کی منی کے اوپر ہو جاتی ہی تو بحکم آلہی عزوجل بچہ نر ہوتا ہی اور اگر عورت کی منی مرد کی منی کے اوپر ہو جاتی ہی تو بحکم آلہی وہ بچہ مادہ ہو جاتا ہی اور اوسیکے مشابہ ہوتا ہی جسکا غلبہ ہو کہنے لگے کہ واللہ سچ فرمایا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آلہی تو گواہ رہیو اور فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالی ہی کی قسم دلاتا ہون جسنے موسی پر توریت نازل فرمائی بھلا تم جانتے ہو کہ یہ نبی امی جو توریت مین مذکور ہی اوسکی یہ صفت ہی کہ اوسکی آنکھین سووینگی اور دل نہین سوئیگا کہنے لگے کہ واللہ سچ فرمایا پھر کہنے لگے کہ اب آپ یہ فرمائیے کہ ملائکہ مین سے آپکا ولی کون ہی پس اسی بات پر پایا تو ہم لوگ آپ سے متفق ہونگے یا جدا ہو جائینگے پس آپ نے فرمایا کہ میرا ولی جبرئیل ہی اور اللہ تعالے نے کوئی پیغمبر کبھی نہین بھیجا مگر آنکہ جبرئیل ہی اوسکا ولی رہا تو کہنے لگے کہ اب ہم ضرور آپ سے جدا ہونگے اور اگر ملائکہ مین سے سوائے جبرئیل کے اور کوئی آپکا ولی ہوتا تو ہم آپ کی تصدیق کرتے اور آپ کے تابع ہوتے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تم جبرئیل کی تصدیق کیون نہین کرتے ہو تو کہنے لگے کہ جبرئیل ہمارا دشمن ہی پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ ۔ کہدے کہ جو شخص جبرئیل کے واسطے دشمن ہو۔ ف تو وہی اپنی عداوت مین جل مرے اور جبرئیل کا کچھ نقصان نہین ہی۔ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۔ کہ جبرئیل نے اس قرآن کو تیرے قلب پر بحکم آلہی اوتارا ف کچھ اپنی طرف سے نہین اوتارا تو یہ کلام آلہی ہی۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۔ درحالیکہ یہ قرآن اوس کلام کی تصدیق کرنے والا ہی جو اوسکے سامنے موجود ہی۔ ف یعنے اگلی کتابون توریت و انجیل کی تصدیق کرتا ہی وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ اور درحالیکہ وہ مومنون کے واسطے ہدایت و بشارت ہی۔ ف یعنے گمراہی سے ہدایت کرنے والا اور جنت کی بشارت دینے والا ہی کیونکہ اس دنیا مین اللہ تعالے نے جنت و دوزخ کی راہ ایسے طور پر رکھی ہی کہ کسی شخص کو اپنی سمجھ سے یہ مجال نہین ہی کہ جنت کی راہ دریافت کرسکے بلکہ خواہ مخواہ بھٹکتا رہیگا تو اللہ تعالے نے قرآن نازل فرمایا تاکہ بھٹکنے سے بچکر ٹھیک راہ پر چل سکے کیونکہ حدیث مین ہی کہ جنت ایسی چیزون سے گھری ہوئی ہی جو نفس پر شاق ہین اور جہنم ایسی چیزون سے گھری ہوئی ہی جو نفس کی خواہش ہین پس اگر نفس کی سمجھ پر چھوڑا جاوے تو وہ خواہ مخواہ ایسی ہی چیزون مین گھسیگا جو اوسکو مرغوب ہین حالانکہ وہ جہنم تک پہونچاوینگی تو قرآن مجید واسطے ہدایت کے بھیجا تاکہ بھٹکنے سے بچ جاوین پس جسنے اوسکی پیروی کی تو اوسکو مبارکباد ہی کہ وہ خواہش کو چھوڑکر عقل کی راہ پر آیا جسکی انتہا جنت ہی تو اوسکو بشارت حاصل ہوئی جیسے کافرون کو جو نہین مانتے ہین مانند یہود وغیرہ کے اونکو وعید عذاب ہی اور یہودیون پر یہ کھٹکا جو جبرئیل علیہ السلام کی عداوت پر واقع ہوئی اسمین جبرئیل ہی کی خصوصیت نہین ہی بلکہ اللہ تعالے نے فرمایا مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ ۔ جو کوئی اللہ تعالے کا دشمن ہو۔ ف بایین طور کہ خالق عزوجل سے انکار کرے جیسے فرقہ دہریہ و نیچر وغیرہ ہی یا اللہ تعالے کے صفات و شرائع وغیرہ کا انکار کرے وَمَلَائِكَتِهِ اور جو کوئی اللہ تعالے کے ملائکہ کا دشمن ہو۔ وَرُسُلِهِ ۔ اور اللہ تعالے کے رسولون کا دشمن ہو۔ ف خواہ وہ رسول سابق ہون یا بالفعل ہون۔ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ ۔ اور جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہو۔ ف جیسے یہودی کمبخت کہتے تھے غرض کہ جو انکا دشمن ہو وہ کافر ہی۔ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ۝ ۔ تو اللہ تعالے کافرون کا دشمن ہی ف پس اونکو سزا کے جہنم دیگا اس حدیث ابن عباسؓ کو جسمین مناظرہ یہودیون کا سبب مذکور ہی ابن جریر و امام احمد و محمد بن اسحق نے روایت کیا اور ابن اسحق کی روایت مین اسقدر زیادہ ہی کہ پھر یہودیون نے کہا کہ آپ ہمکو روح سے آگاہ فرمائیے، مترجم کہتا ہی یعنے روح القدس کو پوچھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تمکو اللہ تعالے اور اوسکے انعامات کی جو بنی اسرائیل پر کیے ہین قسم دلاتا ہون کہ بھلا تم جانتے ہو کہ وہ جبرئیل

ہی اور وہی میرے پاس وحی لاتا ہی تو کہنے لگے کہ ہاں واللہ یہ تو ٹھیک ہی مگر وہ ہمارا دشمن ہی کہ وہی ہمپر قحط و خونریزی لایا اور اگر یہ نہوتا تو ہم آپکی پیروی کر لیتے پس اللہ تعالے نے یہ آیات نازل فرمائین۔ قل من کان عدوا لجبریل الآیۃ۔ ھ۔ اور امام احمد نے دوسری اسناد کے ساتھ بطریق سعید بن جبیر روایت کی جسمین یہ تصریح ہی کہ یعقوب علیہ السلام کو عرق النسا کی بیماری تھی تو انھون نے اونٹ کا گوشت در اسکا دودھ اسکے مناسب پاکر اپنے اوپر حرام کر لیا اور یہ بھی مذکور ہی کہ جب انھون نے سنا کہ جبرئیل وحی لاتے ہین تو کہنے لگے کہ یہی لڑائی و قتال و قحط و عذاب لاتا ہی اور اگر میکائیل ہوتا تو البتہ ہم ایمان لاتے کہ وہ باران رحمت و فراخی و پیداوار لاتا ہی پس یہ آیت نازل ہوئی (و رواہ الترمذی والنسائی) اور اسیکے مانند کہ یہود نے کہا جبرئیل ہمارا دشمن ہی حضرت مجاہد و قاسم وغیرہ سے مروی ہی اور امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے اور عبد اللہ ابن سلام نے آپکے آمد کی خبر سنی اور اوسوقت وہ اپنی زمین مین کام کر رہے تھے تو ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین آپسے تین باتین پوچھتا ہون جنکو سواے پیغمبر کے کوئی نہین جانتا ہی اول یہ کہ علامات قیامت مین سے اول کون ہی دوم اہل جنت کا اول طعام کیا ہوگا سوم کیا بات ہوتی ہی کہ بچہ اپنی مان یا باپ پر پڑتا ہی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اسکا علم نہ تھا مگر ابھی ابھی جبرئیل نے مجکو آگاہ کیا عبد اللہ نے کہا کہ کیا جبرئیل نے آپکو آگاہ کیا آپ نے فرمایا کہ ہان تو عبد اللہ نے کہا کہ یہ تو ملائکہ مین سے یہودیون کا دشمن ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات سنائین۔ قل من کان عدوا لجبریل الآیۃ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی علامات مین سے پہلی علامات یہ ہی کہ ایک آگ پیدا ہوگی جو لوگون کو مشرق سے مغرب کو ہانکے گی اور اہل جنت کا پہلا طعام جگر ماہی کا زائدہ ہی اور جب مرد کی منی عورت کی منی سے سبقت کرتی ہی تو لڑکا مرد کے مشابہ ہوتا ہی اور اگر عورت کی منی سبقت کرتی ہی تو اوسکے مشابہ ہوتی ہی عبد اللہ نے کہا کہ اشھد ان لا آلہ الا اللہ وانک رسول اللہ پھر عبد اللہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہودی بہت مفتری قوم ہی اگر وہ لوگ میرے اسلام سے آگاہ ہو جائینگے تو مجپر بہتان باندھینگے پس آپ پہلے دریافت کرلین اتنے مین یہودی آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ عبد اللہ بن سلام تم مین کیسا شخص ہی کہنے لگے کہ وہ بہت بہتر ہی اور بہتر کی اولاد ہی اور ہمارا سردار ہی اور ہمارے سردار کا بیٹا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہو جاوے تو کہنے لگے کہ اللہ تعالے اوسکو اس سے محفوظ رکھے معاذ اللہ وہ کیون مسلمان ہوگا پس عبد اللہ بن سلام اندر سے نکل آئے اور کہنے لگے کہ مین بیشک گواہی دیتا ہون کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جب یہودیون نے یہ سنا تو کہنے لگے کہ یہ ہم مین بدتر شخص ہی اور بدتر کی اولاد ہی اسکا کچھ اعتبار نہین اور عیوب بیان کرنے لگے عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ مین اسی بات سے خوف کرتا تھا (رواہ البخاری و مسلم) ابن جریر نے کہا یہ اون علماء کی دلیل ہی جو کہتے ہین کہ یہودیون کے مناظرہ مین آیت نازل ہوئی اور دیگر علماء نے کہا کہ پہلے مناظرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دربارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تھا چنانچہ شعبی نے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ مین یہودیون کے مدارس مین جاتا تھا اور تعجب سے سنا کرتا تھا اور مجھے اچھا معلوم ہوتا تھا کہ کس خوبی کے ساتھ توریت تصدیق قرآن کرتی ہی اور قرآن تصدیق توریت کرتا ہی ایک روز اون یہودیون نے مجھسے کہا کہ اے ابن الخطاب آپکے ساتھیون مین آپسے زیادہ کوئی ہمکو محبوب نہین ہی مین نے پوچھا کہ یہ کیون تو کہنے لگے کہ آپ ہمارے پاس آتے ہین اور دوسرے نہین آتے ہین مین نے کہا کہ مین آتا ہون تو مجکو نہایت خوش معلوم ہوتا ہی کہ توریت تصدیق قرآن کرتی ہی اور قرآن تصدیق توریت کرتا ہی اتنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اودھر سے ہوا تو یہود مجھسے کہنے لگے کہ اے ابن الخطاب یہ آپکے صاحب جاتے ہین آپ انسے جا کر ملیے پس مین نے اون یہودیون سے کہا کہ مین تمکو اللہ عزوجل کی قسم دلاتا ہون جسکے سواے کوئی معبود نہین ہی اور جسنے تمپر رعایت فرمائی اور جسنے تمسے توریت مین عہد لیا ہی بھلا تم یہ جانتے

ہو کہ یہ رسول اللہ ہین تو اوسکے جواب مین یہ لوگ خاموش ہو رہے پس ان لوگون مین جو سب سے بڑا عالم تھا اوسنے یہودیون سے کہا کہ ابن الخطاب نے
تمکو بہت سخت قسم دلائی ہی پس چاہیے کہ کچھ اونکو جواب دو تو کہنے لگے کہ آپ ہی ہم سب مین عالم و بزرگ ہین آپ ہی جواب دین تو مجھسے کہنے لگا کہ آپنے
جب ہمکو ایسی سخت قسم دلائی تو ہم کہتے ہین کہ بیشک یہ رسول اللہ ہین تو مین نے کہا کہ جب تم جانتے ہو کہ وہ رسول اللہ ہین تو اب تم برباد ہو کہنے لگا کہ ہم برباد نہونگے مین نے کہا
کہ یہ کیونکر حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ رسول اللہ ہین پھر پیروی و تصدیق نہین کرتے ہو تو ضرور تباہ ہوگے تو کہنے لگا کہ ہم اسواسطے تباہ نہونگے کہ ملائکہ مین سے بعضے ہمارے دوست ہین اور
بعضے دشمن ہین اور ان پیغمبر کے ساتھ ملائکہ مین سے وہ فرشتہ ولی کیا گیا ہی جو ہمارا دشمن ہی تب مینے پوچھا کہ تمھارا کون فرشتہ دشمن اور کون دوست ہی تو کہنے لگے کہ جبرئیل ہمارا
دشمن ہی اور میکائیل ہمارا دوست ہی اور کہنے لگے کہ جبرئیل سختی کا فرشتہ ہی کہ وہ تنگی و تکلیف و عذاب لاتا ہی اور میکائیل نرم دل فرشتہ ہی کہ وہ رحمت و فراخی آسانی
لاتا ہی تو مین نے کہا کہ پروردگار عزوجل کے نزدیک دونون کا کیا مرتبہ ہی کہنے لگے کہ ایک داہنی طرف ہی اور دوسرا بائین طرف ہی تو مین نے کہا قسم اوس
ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہین ہی یہ دونون فرشتے مع اوس پاک عزوجل کے جسکے نزدیک ان دونون کا مرتبہ ہی سب ہی تو اوسکے دشمن ہونگے جو انمین سے
کسیکا دشمن ہوا اور سب ہی تو اوسکے دوست ہونگے جو انکا دوست ہوا اور جبرئیل سے ایسا نہین ہو سکتا کہ ایسے شخص کا دوست بنے جو میکائیل کا
دشمن ہی اور میکائیل سے یہ نہین ہو سکتا کہ ایسے شخص کا دوست بنے جو جبرئیل کا دشمن ہی یہ کہکر مین اوٹھا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر
یہ حال بیان کرون پس جب مین آپ کے پاس پہونچا تو آپ بنی فلان کے دروازہ سے باہر آتے تھے پس آپنے مجھسے فرمایا کہ ای ابن الخطاب ابھی چند
آیات نازل ہوئی ہین جو مین تجھکو سناؤن پس آپنے سنایا ۔ من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ الآیہ پس مین رونے لگا
اور عرض کیا کہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون کہ مین تو آپ سے خبر بیان کرنے آیا تھا حالانکہ مین دیکھتا ہون کہ حضرت سمیع بصیر عزوجل نے پہلے ہی سے
آپکو آگاہ فرما دیا ۔ (و قد رواہ ابن ابی حاتم عن الشعبی و ابن جریر و عبد الرزاق عن قتادہ و آدم بن ابی ایاس عندہ و قد رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر
عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن عمر بن الخطاب رض) امام ابن کثیر رح نے کہا کہ اسمین نکتہ یہ ہی کہ جو کوئی کسی ولی سے دشمنی کرتا ہی تو اللہ تعالے اوس سے دشمنی
فرماتا ہی چنانچہ حدیث ابوہریرہ رض مین آیا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ جسنے میری کسی ولی سے دشمنی کی تو اوسنے میرے ساتھ لڑائی کی مبارزت کی (البخاری)
چنانچہ جب یہودیون نے حضرت جبرئیل سے دشمنی کی تو اللہ تعالے نے غضب فرمایا اور قرآن مین یہ آیات نازل فرمائین جو قیامت تک یہودیون کو
لعنت ہین ابن ابی حاتم نے کہا کہ مجھسے میرے باپ ابوحاتم نے روایت کی کہ مجھسے احمد بن ابی الحواری نے روایت کی کہ مجھسے عبدالعزیز بن عمیر نے روایت
کی کہ ملائکہ مین جبرئیل کا نام خادم اللہ ہی احمد نے کہا کہ مین نے اس حدیث کو ابوسلیمان الدارانی سے بیان کیا تو جنبش سے لرزنے لگے اور اونکے سامنے کچھ
لکھے ہوئے کاغذ تھے اونکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ہر شے سے مجھے یہ حدیث زیادہ محبوب ہی مترجم کہتا ہی کہ ابوسلیمان دارانی و احمد بن ابی الحواری بھی
متصوفین اولیاے معروفین مین سے علماے ثقات ہین (کما فی التقریب) اور احمد بن ابی الحواری سے صحاح مین روایات ہین اور واضح ہو کہ سبب
نزول کی دونون روایات مین توفیق یہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مع ایک جماعت صحابہ
کے آپ سے پہلے آگئے تھے پھر جب آپ تشریف لائے تو اوسکے قریب سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہودیون کا مباحثہ ہوا اور یہ آیات
نازل ہوئین پھر عبداللہ بن سلام اوس وقت آئے کہ جب آپ مسجد قبا سے درمیان مدینہ مین آگئے تھے چنانچہ صحیح بخاری کی روایت حضرت انس
رضی اللہ عنہ مین جو اوپر مذکور ہوئی ہی کہ آپنے عبداللہ بن سلام کو یہ آیات سنائی تھین پھر اوسکے بعد احبار یہود مجتمع ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آئے اور مباحثہ پیش کیا جیسا کہ عبداللہ بن عباس رض کی روایت مین مذکور ہی جو سب سے پہلے گذری فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب
(فائدہ) ابن جریر و طبرانی نے عکرمہ سے اور بخاری نے تعلیقاً روایت کی کہ جبر و میک و سراف و اسر معنے بندہ و عبد ہی اور ایل اسم ہی

جبرائیل ومیکائیل وسرافیل واسرائیل بمعنے عبداللہ ہیں اور جبریل میں چار قرأتیں مشہور ہیں اول جبرائیل وزن سلسبیل بقرأۃ حمزہ وکسائی دوم جبریل بروزن قندیل قرأۃ ابن کثیر ہی سوم جبرئل بروزن واصل چہارم باقیوں کی قرأۃ جبرئیل بروزن مندیل ہی اور میکال بوزن میعال قرأۃ ابو عمرو و حفص ہی اور اکثروں کی قرأۃ میکائیل بوزن اسرافیل ہی اور یہ اسما بوجہ عجمیہ معرفہ ہونے کے غیر منصرف ہیں لیکن اعتراض کیا گیا کہ جب ترکیب میں عبداللہ کے معنے ہیں تو منصرف ہونا چاہیے اور جواب یہ کہ یہ عجمی نام ہی اور عبداللہ کی ترکیب عربی ہی۔ (مسئلہ) بعض نے زعم کیا کہ آیت میں ملائکہ کو رسولوں سے مقدم کرنے میں ملائکہ کی فضیلت نکلتی ہی جواب نہیں بلکہ رسولوں سے عداوت بوجہ وحی کے جو ملائکہ لاتے ہیں بحکم الٰہی عز وجل لیس اسی ترتیب سے ذکر ہوا اور اگر ترتیب بطور فضیلت ہوتی تو جبرئیل ومیکال سے رسول افضل ہوتے اور رسولوں سے ملائکہ افضل ہوتے حالانکہ یہ باطل ہی اور لازم آتا کہ اللہ تعالے نے ملائکہ پر اپنی فضیلت کی ترتیب فرمائی حالانکہ ملائکہ وغیرہ کسی مخلوق کو حضرت باری تعالیٰ عز وجل سے کوئی نسبت نہیں ممکن ہی اور تمام تفصیل کلمۃ الحق میں ہی۔ شیخ سیوطی رحمہ نے لکھا کہ جب خیبر کے یہودی ابن صوریا نے جو اون میں بڑا عالم مشہور تھا اور درحقیقت اوسپر غضب الٰہی نازل تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ ہم لوگ خود بڑے عالم ہیں اور آپکے پاس کچھ نہیں لائے جسکی ہم پیروی کریں تو نازل ہوا قولہ تعالےٰ

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا

اور ہمنے اوتاری تیری طرف آیتیں واضح اور منکر ہونگے اونسے نگر وہی جو بیحکم ہیں کیا اور جسبار باندھیں گے

عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَاۗءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

ایک قرار پھینکینگے اوسکو ایک جماعت اون میں بلکہ وہ اکثر یقین نہیں کرتے اور جب پہونچا اونکو رسول اللہ کی طرف سے

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ڎ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِھِمْ

سچ بتاتا اون پاس والی کو پھینکدی ایک جماعت نے کتاب پانیوالوں میں کتاب اللہ کی اپنی پیٹھ کے پیچھے

كَاَنَّھُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰي مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

گویا کہ اونکو معلوم نہیں اور پیچھے لگے ہیں اوس علم کے جو پڑھتے شیطان سلطنت میں سلیمان کے اور کفر نہیں کیا سلیمان نے

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۤ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَي الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ ھَارُوْتَ

لیکن شیطانوں نے کفر کیا لوگوں کو سکھاتے سحر اور اوس علم کے جو اوترا دو فرشتوں پر بابل میں ہاروت

وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ

اور ماروت پر اور وہ نہ سکھلاتے کسی کو جبتک نہ کہدیتے کہ ہم تو ہیں آزمانیکو سو تو مت کافر ہو پھر اونسے سیکھتے

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا ھُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ

جس چیز سے جدائی ڈالتے ہیں مرد میں اور اوسکی عورت میں اور وہ اوس سے بگاڑ نہیں سکتے کسی کا بغیر اذن اللہ کے

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ

اور سیکھتے ہیں جس سے اونکو نقصان ہو اور نفع نہیں اور جان چکے ہیں کہ جو کوئی اسکا خریدار ہو اوسکو آخرت میں نہیں

مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا

کچھ حصہ اور بہت بری چیز ہی جس پر بیچا اپنی جان کو اگر اونکو سمجھ ہوتی اور اگر وہ یقین لاتے

وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور تقویٰ کرتے تو ثواب اللہ کے یہاں سے بہتر تھا اگر وہ جانتے

امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وہ معارف حقائق نازل فرمائے جو اگلی کتابوں میں اوتارے تھے کہ معارف و اسرار الٰہی میں سے احسن یہود دیوں و نصرانیوں نے جو کچھ اپنی سمجھ کے موافق تحریف کر ڈالا تھا اوسکو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں محقق کیا پھر ان معارف سے علاوہ قرآن عظیم کے بلند معارف وہ بیان فرمائے جنسے یہود و نصاریٰ کو کچھ خبر نہ تھی لہذا فرمایا - وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ بیشک ہمنے تیری جانب آیات واضحات نازل فرمائیں - ف یعنی جنکی معرفت اہل بیان کے واسطے بہت واضح ہے کہ تیری نبوت صحیح دلیل ہیں کیونکہ جو شخص امی محض ہو کر ایسی آیات لاوے جو لب لباب توریت و انجیل ہے جسکے واسطے مدت دراز تک علمائے یہود و نصاریٰ کوشش کر کے فخر کرتے ہیں حالانکہ ان معارف بلند تک نہیں پہونچتے تو یہ اونکے حق میں قطعی دلیل ثبوت تھی جیسے ساحران موسیٰ علیہ السلام کے حق میں معجزہ عصا قطعی دلیل ہوگیا حالانکہ آیات قرآنی تو صاحبین عرب کے واسطے اسباب اعجاز بلاغت کے بلند معارف ہدایت کے قطعی دلیل ہوا پس اسمیں کون انکار کرسکتا ہے لہذا فرمایا وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝ اور ان آیات سے کوئی انکار نہیں کریگا سوائے ایسے لوگوں کے جو فاسق ہیں ف یعنی طاعت الٰہی کی حد بیان سے خارج ہیں محمد بن اسحٰقؒ نے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ ابن صوریا کانے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے پاس کوئی ایسی نشانی نہیں لائے جس سے ہم پہچانیں کہ آپ پیغمبر آخرالزمان ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور مالک بن صیف یہودی نے کہا کہ آپکے بارہ میں کوئی بھی عہد ہمسے توریت میں نہیں لیا گیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا - اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ - اور کیا ہر بار جب ونھوں نے عہد باندھا تو اونہیں سے ایک فریق نے اوسکو توڑ دیا ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کو بخوبی پہچانتے تھے کما قال تعالیٰ - یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم - یعنی پیغمبر آخرالزمان کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے بخوبی شناخت میں اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں - بلکہ عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ اپنے بیٹے میں مجھے یہ شبہہ بھی ہوسکتا ہے کہ شاید اوسکی ماں نے فجور کیا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت میں مجھے یہ بھی تردد نہیں تھا (البخاری) بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ بلکہ بہتیرے انمیں سے ایمان ہی نہیں لاتے ہیں ف حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ان بے ایمانوں کی یہی کیفیت ہے کہ آج عہد کرتے اور کل توڑتے ہیں سدیؒ نے کہا کہ اسی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے ہیں مترجم کہتا ہے یعنی توریت کو قرآن کے موافق پایا تو توریت کو چھوڑ دیا پھر قرآن پر بھی ایمان نہیں لاتے ہیں چنانچہ فرمایا وَلَمَّا جَاۗءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ڎ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اور جب اونکے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا رسول آیا کہ وہ ایسی کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو اونکے پاس موجود ہے تو جن لوگوں کو کتاب دیگئی تھی اونہیں سے ایک فریق نے کتاب الٰہی کو اپنے پیٹھوں کے پیچھے ڈال دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں ہیں - ف سدیؒ نے فرمایا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان اہل کتاب پر آئے تو اہل کتاب نے توریت و انجیل کو قرآن مجید سے مقابلہ کیا پس قرآن سے یہ دونوں کتابیں موافق پڑیں تو انھوں نے سابق کتابوں کو بھی چھوڑ دیا یعنی توریت و انجیل کے میثاق و عہد و بھلا دیے اور ایسے ہوگئے کہ گویا وہ ان کتب آسمانی و اونکے عہد میثاق کو جانتے ہی نہیں ہیں مترجم کہتا ہے کہ زیادہ تر تحریف نصرانیوں میں پھیل گئی چنانچہ جو شخص انکے حالات و سوانح ایام سے واقف ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ ان لوگوں نے قسطنطین کے عہد میں

محض اتفاق رائے سے عقائد کی کتاب اور سلطنت کے قوانین بنائے اور اس سب کی بنیاد اس عقیدہ پر تھی کہ الوہیت ایک معنے ہیں کہ وہ تین اقنوم بیٹے عیسیٰ و انکی ماں و روح القدس سے قائم ہیں اور یہ اول جہالت تھی کہ جسنے بہت بڑی خرابی ڈالی اول تو یہ معنی مہمل ہیں دوم اس مہمل کے تمام قوانین جو مبنی ہوئے سب مہمل ہوئے سوم دین آلہی بالکل مفقود ہوگیا اور شیطان مسلط ہوگیا اور اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالیٰ اسکی توضیح بلیغ آئیگی رہے یہود تو اونمیں اگرچہ تحریف اسقدر شدید نہ تھی لیکن جو تحریف کیگئی اوسنے بنیاد بگاڑ دی کہ اونھوں نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے عہود و مواثیق نکال ڈالے گویا اپنے ایمان کا سر کاٹ دیا اور اس طرح غضب آلہی میں گرفتار ہوئے کہ حق کے بعد کے معاند ہوگئے گویا وہ کتاب آلہی جانتے ہی نہیں تھے۔ **وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ** ۔ اور اون چیزوں کی پیروی کرلی جو ملک سلیمن پر شیاطین پڑھتے تھے۔ **ف** اور وہ سحر و جادو تھا چنانچہ آیندہ بیان مترجم سے اسکی تحقیق و توضیح اس طرح آویگی کہ ہر ذی عقل بخوبی سمجھ جائیگا اور یہاں مقصود آیت قدسی یہ ہے کہ اہل کتاب نے معارف نبوت و کتاب آلہی کو چھوڑ کر وہ اختیار کیا جسکا نتیجہ آخرت میں عذاب شدید ہے اور دنیا میں بھی سوائے شرارت یا فساد کے کوئی فائدہ نہیں حتی کہ اگر اوسکے ذریعہ سے تمام دنیا مل جاتی تو بھی بمقابلہ عذاب آخرت و اتباع شیطان کے بالکل ہیچ و باطل تھی حالانکہ دنیا میں سے بھی بہت ہی خفیف ملا اور وہ بھی نجس و حرام طریقہ سے ملا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے اس قوم احمق کی تشنیع فرمائی کہ اونھوں نے کتاب آلہی کو چھوڑا اور اتباع رحمت و سعادت درجات آخرت و جنت و مکارم اخلاق و سبیل نورانیت سے منہ موڑا اور بجائے اسکے دو چیزوں کی اتباع کی اول وہ کہ جسکو شیاطین عہد ملک سلیمان پر تلاوت کرتے اور دوم وہ کہ جو بابل میں ملائکہ پر نازل ہوا تھا پس اول کا بیان یہ ہے جو عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو جن و انس پر حکومت عطا فرمائی اور یہ سلطنت اونکی حیات تک قائم رہی لیکن درمیان میں چند روز کے واسطے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو امتحان میں ڈالا اور سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی اور بسبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت عجیبہ تھی پس وہ انگوٹھی چند روز کے واسطے مفقود کیگئی تو اونکی حکومت میں اختلال واقع ہوا اور اس درمیان میں جن و انس کا ایک گروہ مرتد ہو کر اپنے نفس کی خواہشوں میں پڑ گیا اور شیاطین نے اونکو کلمات سحر سکھلائے پھر جب اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو وہی حکومت عطا فرمائی تو آپ اس قوم کی کتابوں پر مطلع ہوئے اور اون سبکو چھین کر اپنے تخت کے نیچے دفن کرا دیا لیکن آدمیوں کو یہ حال معلوم نہ تھا پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو شیاطین نے لوگوں کو ان کتابوں پر مطلع کیا جب انھوں نے کھود کر نکالیں تو شیاطین نے اونسے کہا کہ سلیمان ع کو یہی کتاب حاصل ہوئی تھی جس سے وہ آدمیوں و جنوں پر حکومت کرتے تھے مترجم کہتا ہے کہ اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت ثابت نہیں ہوئی تو ابن عباس رض نے ان حکایات و روایات کو بنی اسرائیل سے حاصل کیا ہے اور بنی اسرائیل کی روایات اس بارہ میں مختلف ہیں چنانچہ ابن ابی حاتم کی اسناد سے سعید بن جبیر کی روایت اسطرح وارد ہوئی کہ سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف کو (کہا گیا کہ یہ شخص جن میں سے مرد صالح تھا) اسم اعظم معلوم تھا اور یہ شخص بحکم سلیمان علیہ السلام ہر ایک تحریر لکھتا اور تخت کے نیچے دفن کرتا تھا بعد وفات سلیمان علیہ السلام کے شیاطین نے ان تحریرات کو نکالا اور انکے درمیان میں جادو و کلمات کفر لکھے اور لوگوں سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام اسی پر عمل کرتے تھے جب بنی اسرائیل نے وہ کلمات کفر دیکھے تو جاہلوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تکفیر شروع کی اور بدگوئی کرنے لگے کہ یہ شخص بذریعہ سحر کے ہمپر حاکم ہوا اور ہمکو اس طرح مجبور کر رکھا تھا اور یہودیوں نے بھی سحر سیکھنا شروع کیا اور یہودیوں میں برابر حضرت سلیمان علیہ السلام کی تکفیر جاری رہی بلکہ اونکے باپ داؤد علیہ السلام کو بھی ساحر و کافر کہا کرتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو جیسے آپ کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام و اونکی والدہ مریم رضی اللہ عنہا سے یہودیوں کی بدگوئی

منزل ۱

سے الزام دور کیا اسیطرح حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کبھی یہودیوں کا بہتان دور کیا چنانچہ فرمایا۔ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ اور سلیمان نے کبھی نہیں کفر کیا ولیکن شیاطین نے کفر کیا حالانکہ وہ لوگوں کو سحر سکھلاتے تھے۔ ف اگر شیاطین سے ابلیس واوسکی ذریات مراد ہے تو بیان بطریق مقابلہ ہے کیونکہ ابلیس تو پہلے ہی سے کافر ملعون ہے وہ کچھ سحر سکھلانے سے کافر نہیں ہوا مگر جو لوگ سلیمان علیہ السلام کی نسبت تکفیر کہتے تھے اونکی تردید میں فرمایا کہ سلیمان نہیں کافر ہوا بلکہ شیاطین ہوئے جو لوگوں کو سحر تعلیم کرتے تھے اور ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ سلیمان علیہ السلام جب بیخانہ جانا چاہتے یا کسی جورو کے پاس جانا چاہتے تو اپنی بی بی جرادہ کو اپنی انگوٹھی دیدیتے تھے پھر جب اللہ تعالے نے سلیمان علیہ السلام کو اوس بلیہ میں مبتلا کرنا چاہا جسمیں مبتلا ہوے تھے تو ایسا ہوا کہ ایک دن سلیمان علیہ السلام نے جرادہ کو اپنی انگوٹھی دی پھر سلیمانؑ کی صورت میں ایک شیطان آیا اور جرادہ سے وہ انگوٹھی مانگ لی جب اوسنے پہنی تو انس وجن اوسکے مطیع ہوگئے پھر سلیمان علیہ السلام نے آکر اپنی انگوٹھی مانگی تو جرادہ نے کہا کہ تو سلیمان نہیں ہے تو جھوٹا ہے پس سلیمان علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ ایک امتحان آلہی ہے پھر شیاطین نے ان ایام میں سحر وکفر کی کتابیں لکھکر تخت سلیمان کے نیچے دفن کردیں (پھر آصف کو معلوم ہوا کہ یہ سلیمان نہیں ہے چنانچہ اسم اعظم وتوریت کی قراءت سے وہ بھاگکر دریا میں چھپا اور ایک مچھلی کے ذریعہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ انگوٹھی پھر مل گئی اور بدستور بادشاہ رہکر ترپن برس کی عمر میں انتقال کیا) پھر جب سلیمان علیہ السلام کا انتقال ہوگیا تو شیاطین نے لوگوں کو یہ کتب سحر نکلوادیں حتی کہ لوگوں نے سلیمان علیہ السلام کی تکفیر کرنی شروع کی یہانتک کہ اللہ تعالے نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور یہ آیت اوتاری جس سے سلیمان علیہ السلام کی براءت ہوئی (ابن جریر) مترجم کہتا ہے کہ ان روایات میں تردد ہے اول یہ کہ شیطان بصورت سلیمان کیونکر بن سکتا ہے دوم یہ کہ اسمیں یہ مذکور ہے کہ خود شیطان نے تخت کے نیچے سحر کو دفن کیا تھا اور اوپر کی روایت میں معلوم ہوا کہ سلیمان علیہ السلام نے خود ان لوگوں کی کتابیں دفن فرمائی تھیں بہرحال یہودیوں کی روایات پر کچھ اعتماد نہیں ہے لیکن اتنا معلوم ہے کہ زمانہ سلیمان علیہ السلام میں شیاطین نے لوگوں کو سحر تعلیم کیا تھا اور یہ بات ممکن ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اونکو چھین کر مدفون کردیا ہو اور امام ابن جریر نے باسناد صحیح عمران بن الحارث سے روایت کی کہ بعد شہادت حضرت علیؓ کے ہم لوگ ابن عباسؓ کے پاس بیٹھے تھے یعنے جس زمانہ میں حضرت ابن عباسؓ طائف میں تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا تو آپنے فرمایا تو کہاں سے آتا ہے اوسنے کہا کہ میں عراق سے آتا ہوں آپنے فرمایا کہ عراق میں کہاں سے آتا ہے اوسنے کہا کہ میں کوفہ سے آتا ہوں تو آپ نے پوچھا کہ کیا خبر ہے اوسنے کہا کہ میں لوگوں کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ اونمیں یہ افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر نکلنے والے ہیں یہ سنکر حضرت ابن عباسؓ کے چہرے پر ملال وگھبراہٹ کے آثار ظاہر ہوے کہ پھر اوس شخص سے فرمایا کہ ای بے پدر اس بارہ میں تیرا کیا قول ہے اور تجھے یہ سمجھ نہیں ہے کہ اگر ہم لوگوں کو اس بات کا کچھ شعور ہوتا تو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوہ عورتوں کو نکاح نکرتے اور نہ اونکی میراث تقسیم کرتے پھر فرمایا کہ ای لوگو میں تمسے اس شیطانی وسوسہ کا بھید بیان کروں کہ شیاطین تلے اوپر زنجیرہ کی طرح لٹک کر آسمان تک جاتے ہیں اور وہاں چوری سے کان لگاتے ہیں (یعنے ملائکہ کے بیانات سنتے ہیں) تو کوئی اونمیں سے کلمۂ حق لے بھاگتا ہے (اور وہ کسی ایمان شخص کے دل میں جو ولی ہونیکا مدعی ہوتا ہے ڈال دیتا ہے) پس جب بات اوس سے تجربہ کرلی جاتی اور سچ ہوتی ہے تو پھر شیطان اوسکے ساتھ میں ستر جھوٹھ ملاتا ہے پس وہ لوگوں کے دلوں میں سماجاتی ہیں یعنے لوگ اس شخص کی سب باتوں کو اگرچہ وہ خلاف شرع ہوں سچ ماننے لگتے ہیں یعنے کہنے لگتے ہیں کہ اوسنے فلاں بات کیسی سچ کہی تھی بیشک یہ ولی ہے اور جب یہ ولی ہے تو جو کچھ کہتا ہے وہ بھی سب سچ ہے تو جاہل لوگ

جن باتون کو کہتے ہین وہی خود غلط کہتے ہونگے چنانچہ سلیمان علیہ السلام کے وقت مین اسطرح شیاطین نے کیا حتیٰ کہ لوگون نے ذخیرہ جمع
کرلیا پھر اللہ تعالےٰ نے سلیمان علیہ السلام کو اطلاع دی تو اونھون نے ان کتابون کو لیکر اپنے تخت کے نیچے مدفون کردیا پھر جب سلیمان عم
نے وفات پائی تو شیطان رہزن اوٹھ کھڑا ہوا اور لوگون سے کہا کہ بھلا مین تمکو ایسا خزانہ بتلاؤن کہ جسکے مثل کبھی حاصل نہین ہوا ہی پھر تخت کے
نیچے سے نکلوایا اور کہا کہ دیکھو یہ سحر ہی پھر برابر اقوام یہود ان کتابون سے نقل کرتے آئے حتیٰ کہ یہ بھی اوسیکا بقیہ ہی جو اہل عراق باہم بیان کرتے ہین یعنے
وہی شیطانی کذب ہی (رواہ ابن جریر والحاکم) اور اسیکو شیخ سیوطی رح نے اختیار کیا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ اہل عراق کا یہ عقیدہ بوجہ عبد اللہ بن سبا یہودی
کے واقع ہوا جسنے ان باتون سے روافض کو گمراہ کیا ہی کیونکہ عبد اللہ بن سبا درحقیقت یہودی تھا جو ظاہر مین عبادت وغیرہ ظاہر کرکے ولی
بن بیٹھا تھا اسیواسطے ابن عباس رض نے اس آیت یعنے۔ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین۔ سے اشارہ کیا اور اس روایت کی توضیح وہی جو امام ابن کثیر
نے سدی رح سے روایت کی کہ زمانۂ سلیمان علیہ السلام مین شیاطین اپنے معمول کے موافق آسمان تک چڑھ جاتے اور باتین سننے کے مقامات پر چوری
سے بیٹھتے پس زمین مین موت وزندگی وغیرہ کے جو واقعات ہونے والے تھے اونکے بارہ مین ملائکہ کے بیانات سنتے اور وہان سے یہ خبر لاکر اپنے
تابعین کاہنون کو بتلادیتے یعنے جو لوگ ولی ہونے کے مدعی ہوتے تھے حالانکہ درحقیقت امر آخرت سے بے ایمان ہوتے تھے اونکے دل مین ڈالتے
پس یہ مدعی اوسکو لوگون سے بیان کرتا تو لوگ ویسا ہی پاتے جیسا اوسنے بیان کیا پس عوام لوگ اونپر غیب دانی کا اعتقاد کرلیتے تھے یعنے
اونکے ولی ہونیکا یقین کرلیتے تھے پھر یہ جھوٹے مدعی اس کلمہ حق کے ساتھ بکثرت باتین سحر و باطل وغیرہ کی جو دین کے خلاف ہین شامل کرتے یعنے
یہ دروغ باتین بھی شیطان انمین القا کرتا تھا پس لوگ اون باتون کو اپنے صحیفون وکتابون مین لکھ لیتے تھے رفتہ رفتہ بنی اسرائیل مین یہ بات پھیل گئی
کہ جن لوگ غیب جانتے ہین جب سلیمان علیہ السلام کو یہ اطلاع ہوئی تو آپ نے ان سب کتابون کو جمع کرکے ایک صندوق مین رکھکر
اپنے تخت کے نیچے دفن کرادیا اور شیاطین مین سے کسیکو یہ طاقت نہ تھی کہ تخت سلیمان علیہ السلام سے قریب ہو ورنہ جل جاتا تھا اور
حضرت سلیمان علیہ السلام نے منادی فرمائی کہ اگر مین نے کسیکو سنا کہ وہ یہ بات بیان کرتا ہو کہ شیاطین علم غیب جانتے ہین تو مین اوسکی
گردن مارونگا پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال فرمایا اور وہ علما بھی جاتے رہے جو سلیمان علیہ السلام کے حکم سے واقف تھے
اور اونکے بعد ایسے لوگ پیدا ہوے جنکو علم نہ تھا تو شیاطین نے موقع پایا اور آدمیون کی صورت بنکر لوگون کے پاس آئے اور خاصکر
جاہل فرقہ کو گھیرکر اونسے کہا کہ تم لوگ سلطنت کے امرا ہو اور ہم تمکو ایسا خزانہ بتلاوین کہ جب تک دنیا قائم ہی تم اوسکو کھاتے رہو
پس اونھون نے بہت شکر گذاری سے قبول کیا تب اونھون نے بتلایا کہ اس تخت سلیمانی کے نیچے کھودو اور خود ایک کونے مین کھڑا رہا تو اونھون
نے کہا کہ تم بھی شریک ہوکر مدد کرو مگر اوسنے نہ مانا اور کہا کہ مین یہین ہونگا اور تمھارے سامنے موجود ہون اگر نہ نکلے تو مجھے مار ڈالنا آخر جب
اونھون نے وہ تمام مکان ونفیس عمارت ضائع کی تو نیچے سے یہ کتابین برآمد ہوئین پس اس شیطان نے جو انسان صورت تھا لوگون سے
کہا کہ سلیمان علیہ السلام اسیکے ذریعہ سے جن وانس وچرند وپرند پر سلطنت کرتے تھے پھر وہ غائب ہوگیا تو لوگون نے جانا کہ یہ شیطان تھا
اور یہ بات لوگون مین پھیل گئی کہ سلیمان علیہ السلام جادوگر تھے اور یہ کمبخت اونکو کافر کہنے لگے اور بنو اسرائیل نے ان کتابون کو لیکر سحر وغیرہ
کفریات کی پیروی کرلی اور کتاب الٰہی عزوجل سے منہ موڑا یہانتک کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوے تو یہودیون نے مخاصمہ کیا
اور کہنے لگے کہ دیکھو یہ تو سلیمان کو انبیاء مین بیان کرتے ہین حالانکہ وہ تو ایک ساحر تھا پس اللہ تعالےٰ نے انکو مردود فرمایا کہ۔ ما کفر
سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر۔ ربیع بن انس رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ قوم یہود نے ایک مدت تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

توریت کے امور مین سے بہت سے امور پوچھے اور جب کوئی بات پوچھتے تو اللہ تعالے اسکا علم تحقیق نازل فرماتا جس سے یہودی نے ہارے تھے
تو آپس مین کہنے لگے کہ بیشک یہ شخص تو ہمسے زیادہ ہمارے علوم کو جانتا ہے پھر ان لوگون نے سحر مین مخاصمہ کیا اور اللہ تعالے نے یہ آیات نازل
فرمائین۔ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین الآیہ۔ اور شیاطین نے ایک کتاب سحر و کہانت وغیرہ کی لکھکر تخت سلیمان علیہ السلام کے نیچے دفن کردی تھی اور
سلیمان علیہ السلام کو اس غیب کا علم نہ تھا چنانچہ جب آپنے انتقال فرمایا تو شیاطین نے لوگون سے یہ کتاب نکلوا کر دھوکا دیا کہ سلیمان نے اسیکے ذریعہ
سے لوگون پر غلبہ پایا تھا پس یہودیون نے اسکی اتباع کی اور سلیمان علیہ السلام کی تکفیر کیا کرتے تھے یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
انکو آگاہ کیا اور اسیکے مانند حضرت مجاہد و سعید بن جبیر و محمد بن اسحق سے مروی ہے اور ابن جریر نے شہر بن حوشب سے روایت کی کہ سلیمان علیہ السلام
کی غیبت مین شیاطین سحر لکھا کرتے تھے چنانچہ انھون نے ایک کتاب لکھی جسکا عنوان یہ تھا کہ یہ اسرار علم خاص ہین جنکو آصف بن برخیا نے بادشاہ
سلیمان بن داؤد کے لیے تحریر کیا پھر اوسمین اس قسم کی باتین لکھین کہ جو شخص ایسا ایسا قصد رکھتا ہو اوسکو چاہیے کہ صبح کو آفتاب کی طرف
منہ کرکے اتنی مرتبہ یہ کلمات پڑھے اور جس شخص کی یہ مراد ہو اوسکو چاہیے کہ آفتاب کی طرف پیٹھ کرکے یہ کلمات پڑھے غرضکہ اسی قسم کے کلمات
کفر و باطل لکھکر تخت سلیمان علیہ السلام کے نیچے دفن کردیے پھر جب سلیمان علیہ السلام نے انتقال کیا تو ابلیس بصورت آدمی ہوکر لوگون مین
کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ تم لوگ خوب یاد رکھو کہ سلیمان کوئی پیغمبر نہ تھا اور تمنے کسی پیغمبر کو نہین سنا کہ وہ بادشاہ ہوا اور اوسکی تسخیر مین جن و انس ہون
اور پیغمبر کو دنیا کی بادشاہی سے کیا مطلب ہے بلکہ وہ بہت بڑا ساحر تھا جس سے اوسنے چرند و پرند و جن و انس کو مسخر کرلیا تھا پس تم اس سحر کو سلیمان کے
اسباب مین تلاش کرو آخر اونکو تخت کے نیچے کھودنے کی راہ بتلائی پس جب ان لوگون نے تخت کے نیچے کھودا تو ایک کتاب نکلی پس اراکین سلطنت جو
جمع ہوتے ہین کہنے لگے کہ واللہ یہ شخص سچ کہتا تھا یہ تو بیشک جادو ہے اور اسیکی وجہ سے سلیمان نے ہم سبکو مطیع و مقہور کرلیا تھا پس مومنون نے
کہا کہ نہین تم جھوٹے ہو بلکہ وہ پیغمبر صادق تھے ولیکن عوام یہودیون نے اسی سحر شیطانی کی اتباع کی یہانتک کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مبعوث ہوے تو یہودیون نے کہنا شروع کیا کہ اس پیغمبر کو دیکھو کہ حق و باطل کو ایک ہی مین ملاتا ہے اور انبیا کے بیان مین سلیمان کا نام لاتا ہے
حالانکہ سلیمان تو ایک جادوگر تھا جو اپنے جادو کے زور سے ہوا پر اڑتا پھرتا تھا پس اللہ عز و جل نے یہودیون کو رد فرمایا اور یہ آیات نازل فرمائین
اور اسیکے مانند ابن جریر نے ابو مجلز سے اور ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے روایت کیا ہے اور حسن بصری نے یہ بھی فرمایا کہ جادو تو حضرت سلیمان
علیہ السلام سے پہلے موجود تھا لیکن اسکی اتباع صرف اسیوقت کی گئی شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ صحیح ہے اور مراد یہ ہے کہ سابق زمانہ مین مومنین عقلاء اس
سحر سے نفرت کرتے تھے حتی کہ عہد سلیمان علیہ السلام کے بعد سے یہودیون نے باتباع شیطانی اوسکی تتبع و تلاش کی لیکن علمائے کرام کہ
اسیوجہ سے تم دیکھتے ہو کہ بکثرت یہودیون مین سحر بکثرت ہے چنانچہ ایک یہودی خبیث نے جسکا نام لبید بن اعصم تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
سحر کیا چنانچہ صحیحین وغیرہ مین یہ قصہ مفصل مذکور ہے اور اوسکا خلاصہ یہ تھا کہ اوسنے آپکی کنگھی کے بال لیکر گیارہ گرہین دیکر نر خرما کے جوف طلع مین رکھا
اور بیر ذی اروان سے ایک خرما کا درخت اوگا تھا اوسکے کانٹے مین رکھا اور اسکا اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف اسقدر ہوتا تھا کہ بعض امور
جو آپ نے در حقیقت نہین کیے وہ آپکو تخیل ہوتے تھے کہ گویا آپنے کرلیے ہین مثلاً ازواج مطہرات کے پاس نہین گئے مگر تخیل ہوتا تھا کہ گویا گئے
ہین یہانتک کہ اللہ تعالے نے بذریعہ ملائکہ کے آپ کو آگاہ فرمایا تو آپنے جاکر درخت کے کانٹے سے نکالا اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس
پڑھتے گئے پس اوسکا سحر باطل ہوگیا لیکن آپنے اوس یہودی کو کوئی سزا نہین دی اور تمام حدیث صحاح مین ہے پس یہودیون نے ایک تو اوس
سحر کی اتباع کی جو شیاطین نے ملک سلیمان پر پڑھا تھا اور دوم جسکی اتباع کی وہ ہے جو اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ

بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ - اور پیروی کی اوس چیز کی جو دونون فرشتون پہ بابل مین اوتاری گئی جنکا نام ہاروت وماروت تھا - ف اور قرطبی وغیرہ نے کہا کہ یہ معنے اس صورت مین ہین کہ - ما انزل - مین - ما - موصولہ ہو جسکا عطف - ماتتلوا الشیاطین - پہ ہو لیکن ٹھیک یہ ہی کہ ما نافیہ ہی اور اسکا عطف - ماکفر سلیمان - پہ ہی تو اس صورت مین معنے یہ ہونگے کہ نہین کفر کیا سلیمان نے اور نہین اوتارا گیا جادو ملکین پر و لیکن شیاطین کفر کرتے پھر لوگون کو سحر سکھلاتے بابل ہاروت ماروت مین اور ابن جریر نے باسناد ضعیف ابن عباسؓ وربیع بن انس سے روایت کی کہ - ما انزل علی الملکین - یعنے اللہ تعالیٰ نے سحر نہین اوتارا - اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ما نافیہ ہی اور ہاروت وماروت بدل الناس ہی یعنے شیاطین بابل مین لوگون کو یعنے ہاروت و ماروت کو سحر سکھاتے تھے شیخ ابن جریر نے بھی اس تاویل کو نقل کیا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ابن ابی حاتم نے عطیہ سے روایت کی کہ - ما انزل علی الملکین - یعنے اللہ تعالیٰ نے جبرئیل ومیکائیل پہ جادو نہین اوتارا اور ابن ابی حاتم نے عبدالرحمن بن ابزی سے روایت کی کہ انکی قرارت مین الملکین بکسر لام تھی جسکی تفسیر داؤد وسلیمان ہی یعنے دونون بادشاہون داؤد وسلیمان پہ کچھ نہین اوتارا اور ابوالعالیہ نے کہا کہ ان دونون پر سحر نہین اوتارا گیا یعنے یہ دونون ایمان و کفر سمجھاتے تھے پس سحر کفر ہی تو اس کفر سے دونون بہت منع کرتے تھے شیخ ابن جریر نے بعد اس تاویل بیان کرنے کے اسکو رد کرنا شروع کیا اور کہا کہ ٹھیک یہی ہی کہ ما موصولہ ہی اور معنے یہ ہین کہ بابل مین ہاروت و ماروت دونون بادشاہون پہ جو کچھ اوتارا گیا یہودیون نے اوسکی پیروی کی یہ اوس صورت مین کہ ملکین بکسر لام یعنے بادشاہ ہو اور اگر بفتح لام یعنے فرشتہ ہو جیسے معروف قرارت ہی تو بیضاوی وغیرہ نے محمول کیا کہ یہ دونون بادشاہ بوجہ صلاحیت کے فرشتہ خصلت تھے اور محققین مفسرین انکو حقیقی فرشتہ کے معنے مین لیا اور کہا کہ درحقیقت یہ دونون فرشتے تھے لیکن جب انھون نے دعوی کیا کہ اگر ہم لوگون مین آدمیون کی طرح سے عقل وشہوت ہوتی تو ہم لوگ نافرمانی نکرتے پس اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے امتحانًا اونکی ماہیت کو بدل دیا جیسے عصاے موسی کی ماہیت بدل کر اژدہا کردیجاتی تھی پس وہ فرشتے باعتبار ماہیت سابقہ کے تھے اور شاید بعد گذرنے دنیا کے قیامت مین پھر فرشتے کردیے جاوین یا آدمی رہین واللہ تعالیٰ اعلم پس حاصل یہ ہوا کہ یہودیون نے اوس جادو کی بھی اتباع کی جو بابل مین دونون فرشتون ہاروت و ماروت پہ بغرض امتحان اوتارا گیا تھا پس فرشتون کے حق مین تو یہ امتحان تھا کہ آدمیون کی طرح فسق وفجور مین مبتلا ہون اور آدمیون کے حق مین یہ امتحان تھا کہ دونون سے جادو نہ سیکھین **وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ** - اور یہ دونون کسیکو بھی نہین سکھلاتے تھے یہانتک کہ دونون اوس سے کہدیتے کہ ہم تو فتنہ ہین پس تو کفر مت کر ف کیونکہ اس عالم مین اللہ تعالیٰ نے بعضے اقوال وافعال مین ایک تعلق خاص رکھا ہی جنکی مزاولت سے خرق عادات ظاہر ہوتے ہین اور جس طرح ملائکہ وشیاطین غیر محسوس ہین اسیطرح یہ تعلقات بھی غیر محسوس ہین اور اہل سنت سلف وخلف کے نزدیک بالاجماع یہ آثار بعض صورتون مین انسانی موت تک نوبت پہونچاتے ہین اور بعض حالتون مین صرف نظربندی ہوتی ہی مثلا نظر آتا ہی کہ جادوگر نے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا یا ماش پھینکے اور وہ بشکل سانپ نظر آنے لگے یا ٹھیکریان ہاتھ مین لین اور وہ روپیہ واشرفیان نظر آتی ہین چنانچہ انشاء اللہ تعالیٰ توضیح آویگی اور یہ تعلقات جن وشیاطین ہین لیکن ایسے تعلقات کا جاننا بدون تعلیم کے ناممکن ہی پس اللہ تعالیٰ نے ان فرشتون کو امتحان وفتنہ قرار دیا تھا اور یہ تعلقات اونکو بتلادیے تھے اور چونکہ ان آثار کا ظہور بعد مناسبت کے ہوتا ہی لہذا دونون فرشتہ بتلا دیتے تھے کہ اپنے قلب کو منکوس بنا سبب خبیث مت کر کیونکہ بعد اسکے ایمان سے محروم ہو جائیگا لیکن ان کمبختون نے دنیا کے پیچھے ایمان کھونا قبول کیا اور اوسے سیکھنے پر اصرار کیا - **فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ** - پس اون دونون سے یہ لوگ ایسی بات سیکھتے جسکے ذریعہ سے آدمی اور اوسکی جورو مین پھوٹ

سحر البین ف یعنے اس قسم کا جادو سیکھتے تھے جسکے ذریعہ سے شوہر و زوجہ مین لڑائی کراوین اور دولون کو ضرر پہونچاوین جیسے اکثر خبیث لوگ کیا کرتے ہین اور یہ اب بھی جاری ہی اور یہ ایک لطیف بھید ہی کہ ان اقوال و افعال کے پیچھے اللہ تعالے یہ اثر پیدا کرتا ہی جیسے محسوسات مین کسی شخص کا گلا دبا دے تو اللہ تعالے اوسکا اثر موت پیدا کرتا ہی پس فرق صرف محسوس و غیر محسوس مین ہی ورنہ بہر صورت خالق اللہ عز وجل ہی چنانچہ فرمایا ۔ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ اور یہ لوگ اسکے ذریعہ سے کسیکو بھی ضرر پہونچانیوالے نہین تھے مگر باجازت الٰہی ف یعنے جیسے عالم محسوسات مین اللہ تعالے نے اپنی خلق کے آثار رکھے ہین اسیطرح ان غیر محسوسات مین بھی اوسیکے ارادہ و مشیت سے ہوتا ہی اگرچہ ساحر کو مانند کافر کے بوجہ کفر کے قدرت الٰہی نظر نہ آوے ۔ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۔ اور یہ لوگ ایسی چیز سیکھتے جو انکو مضر ہوگی اور کچھ نافع نہوگی ۔ ف کیونکہ شیاطین کی مددگاری ساحر کے ساتھ اسی صورت مین رکھی گئی کہ ساحر و شیاطین مین مناسبت تام ہو جاوے تو ساحر نے طہارت دنیا و مکارم اخلاق و کرامت ظاہر و باطن چھوڑ کر اور ایمان و نعمت آخرت سے منہ موڑ کر اگر ایسی چیز حاصل کی جس سے شوہر و زوجہ مین تفریق کرے تو کمبخت برباد ہوا اور سوائے ضرر کے کچھ بھی نفع نہوا خصوص جبکہ کتاب الٰہی کو چھوڑ کر یہ جہالت اختیار کی ۔ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۔ اور خوب جان چکے تھے کہ جسنے ایمان دیکر اس کفر کو خریدا اوسکے لیے آخرت مین کوئی حصہ نہین ہی ۔ ف لہذا امام الحرمین نے کہا کہ سحر اوسیکے ہاتھ سے ظاہر ہوگا جو پلید فاسق ہو اور اوسکے ہاتھ سے جو خرق عادت ظاہر ہو وہ از قبیل سحر ہی اور امام مالکؒ ایک جماعت نے فرمایا کہ سحر کفر و ساحر کافر ہی اور حنبلیہ نے کہا کہ امام احمد کے نزدیک بھی مطلقاً یہی حکم ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر اوسکو حلال جانے یا اوسمین کوئی ایسا قول یا فعل اعتقاد کرتا ہے جو کفر ہی تو کفر ہی اور حنفیہ کے نزدیک فتح القدیر مین مذکور ہی کہ سحر سیکھنے یا کرنے سے ساحر کی تکفیر کیجاوے خواہ وہ اوسکے حرام ہونیکا معتقد ہو یا نہو اور وہ قتل کیا جاوے اور مدارک مین شیخ ابو منصور ماتریدی سے منقول ہی کہ اگر ایسا سحر کرے کہ اوسمین شرائط ایمان سے جو چیز لازم آوے اوسکی تردید ہو تو کفر ہی ورنہ نہین اور خانیہ مین ہی کہ اگر ساحر اوسکو تجربہ کے واسطے عمل مین لاوے معتقد نہو تو تکفیر نہوگی ہاں قتل کر دینا بالاجماع واجب ہی یہ تو سزا ہے دنیاوی ہی اور آخرت کی بربادی ظاہر ہی ۔ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ اور جس چیز کے عوض انھون نے اپنے نفوس کو خریدا وہ بہت بُری ہی کاش یہ لوگ جانتے ہوتے ۔ ف کہ بہت بُرا مبادلہ کرتے ہین ۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ اور اگر یہ لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ حاصل کرتے تو بیشک اللہ تعالے کی طرف سے ثواب بہت بہتر تھا کاش یہ لوگ اسکو جانتے ہوتے ۔ ف اور حدیث ابن مسعودؓ مین وارد ہی کہ جو شخص کسی کاہن یا ساحر کے پاس آیا یا اوسکے قول کی تصدیق کی تو اوسنے قرآن مجید سے کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اوتارا گیا ہی (الحاکم والبزار باسناد صحیح) حدیث عمران بن حصینؓ مین ہی کہ جسنے تطیر کیا یا اپنے لیے تطیر کرایا یا کاہن کے پاس گیا یا اپنے لیے کہانت کرایا یا سحر کیا یا کرایا یا گرہ باندھی یا کاہن کے پاس جاکر اوسکے قول کی تصدیق کی تو جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اوتارا گیا اوس سے منکر ہو گیا (البزار) صفوان بن سلیم سے مرسل روایت ہی کہ جسنے تھوڑا یا بہت سحر سیکھا تو اللہ تعالے سے جدا ہونے کا آخری وقت ہی (عبد الرزاق) کاہن وہ ہی جو ستارہ وغیرہ سے آیندہ زمانہ مین ہونے والی بات جاننے کا دعوی کرتا ہی پس اسکی بعضی صورتین کفر ہین ورنہ حرام ہونے مین کچھ تامل نہین اور اوسکی اجرت حرام ہی (کمافی الصحیح) اور نجوم وہ ہی جو خاص کر ستارون ہی کے ذریعہ سے غیب دانی کا دعوی کیا جاوے اور رمل یا کنکریان یا جو یا دیگر شعبدہ بھی اسی حکم مین ہی جبکہ اسکے ذریعہ سے غیب کا دعوی ہو اور اوسکی اجرت بھی حرام ہی جیسا کہ روضہ نووی اور مراج

ہی اور رہا حیلہ گری و شعبدہ بازی جو ہاتھ کی چالاکی یا دواؤن کے ذریعہ سے کرشمہ کرتے ہین بیضاوی نے کہا کہ اسکو سحر کہنا مجاز ہی اور وہ مذموم نہین
ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید بیضاوی کا یہ مطلب ہی کہ وہ سحر کے برابر مذموم نہین ہی کیونکہ امام نووی وغیرہ نے تصریح کر دی کہ یہ بھی حرام ہی اور لکھا کہ رمال کی جہالت سے دعوی کا نہ دکھانا چاہیے
اگرچہ بظاہرہ اہل علم مین سے کہلاتا ہو اور یہ جو حدیث مین آیا کہ انبیاء مین سے ایک پیغمبر خط کھینچتا تھا تو جسکا خط اوسکے موافق ہو تو ٹھیک ہی اس حدیث سے جواز ثابت نہین
ہوتا کیونکہ اوسکے خط سے موافقت معلوم ہونا محال ہی تو حدیث مین تعلیق بمحال ہوئی جیسے کہا جاوے کہ اگر فرشتہ ہو جاوے تو اوسکو پر پر روزہ رکھنا
جائز ہی اور مترجم نے مقدمہ عین الہدایہ کے عقائد مین یہ مسئلہ مفصل لکھا - ان آیات سے معلوم ہوا کہ یہودیون نے انبیاء علیہم السلام کی کتابون توریت
و زبور کو جزو دان مین بند کر کے بالائے طاق رکھدیا جیسے ہمارے زمانہ مین لوگ قرآن شریف و احادیث سے ایسا ہی برتاؤ کرتے ہین اور اوس شیطانی
جادو کے پیچھے پڑے جو شیاطین نے عہد سلطنت سلیمان علیہ السلام مین سکھلایا یا جو بابل کے ملکین سے سیکھا گیا جیسے ہمارے زمانہ مین لوگ عملیات
بے معلوم بلکہ شیطانی جادو سیکھا کرتے ہین قولہ تعالے ولکن الشیاطین کفروا محتمل ہی کہ شیاطین حقیقی مراد ہون یعنے سلیمان علیہ السلام سحر سے
پاک تھے اور یہودیون کا دعوی غلط ہی بلکہ شیاطین ہی کے کفر کی یہ حرکت تھی اور محتمل ہی کہ شیاطین حقیقی مع شیطان خصلت آدمیون کے جو شیاطین
الانس کہلاتے ہین دونون مراد ہون کیونکہ جن آدمیون نے سیکھا یہ بھی لوگون کو سکھلاتے تھے اور بابل ایک مقام ہی جسکی تعیین مین اختلاف
واقع ہوا بعض نے کہا کہ مراد مغرب ہی مین کہتا ہون کہ بلاد یورپ مین جادو کے خیالات بکثرت جاری تھے بعض نے کہا کہ نصیبین اور بعض نے کہا کہ
نہاوند اور بعض نے کہا کہ کوہ دماوند اور سابق روایت ابن عباسؓ و قول ابن مسعودؓ سے ظاہر ہوتا ہی کہ زمین کوفہ ہی اور بعض نے کہا کہ سواد عراق
مین ایک شہر ہی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بابل عراق مراد ہی کیونکہ حضرت علیؓ کا گذر بابل سے ہوا تو موذن نے اذان عصر کی اجازت چاہی تو
آپ نے اجازت نہ دی یہانتک کہ وہان سے نکل گئے تب اجازت دی اور بعد نماز کے فرمایا کہ مجھے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا
کہ زمین مقبرہ مین نماز پڑھون اور مجھے منع فرمایا کہ زمین بابل مین نماز پڑھون کیونکہ وہ زمین ملعونہ ہی (رواہ ابوداؤد و ابن ابی حاتم) اور ابوداؤد
نے بعد روایت کے سکوت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث حسن ہی اور اوسمین نماز مکروہ ہی جیسے قوم ثمود کی بستی مین مکروہ ہی جہان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع فرمایا کہ تم لوگ اس قوم معذبین کے وہان مت جاؤ الا اس حالت سے کہ تم اللہ عز وجل کے خوف سے
روتے ہوئے ہو کیونکہ اللہ تعالے غنی حمید ہی وہ کچھ پروا نہین کرتا ہی چنانچہ گیارھوین پارہ مین غزوہ تبوک کی تفصیل مین انشاء اللہ تعالی آویگا
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ علماے ہیئت کے نزدیک بابل کی بلندی بحر اقیانوس یا بحر ظلمات سے بائیس درجہ ہی اور بعد عرضی خط استوا سے بتیس
درجہ ہی واللہ تعالے اعلم خطیبؒ وغیرہ نے لکھا کہ بابل اسکا نام اسوجہ سے ہوا کہ نمرود ملعون نے جب علیہ السلام سے خوف کھایا اور دیکھا کہ آگ
نے اونکا ایک رونگٹا بھی نہین جلایا تو آیندہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعرض کرنے سے دل مین دہشت بیٹھ گئی اور اوسنے دیکھا
کہ ایسی حالت مین لوگ خواہ مخواہ دین ابراہیمؑ کے جانب رجوع کرینگے تو فرعون کی طرح حیلہ بازی کی کہ ایک مکان بلند بناؤ جسپر چڑھکر
الہ ابراہیم سے مقابلہ کرون تاکہ اس حیلہ سے لوگون کو ایک مدت غیر محدود تک دین حنیف سے روکے اور اوسنے بیابان بابل کو مکان کے واسطے
منتخب کیا اور اس لاٹ کے بلند بنانے مین ایک زمانہ دراز گذرا اگرچہ وہ کئی کوس تک بلند ہو گئی لیکن اوسکو آسمان سے کیا مناسبت تھی ناگاہ
حق عز وجل نے اوسپر بجلی گرائی جسکے صدمہ سے معمارون کے کلیجے پھٹ گئے اور کوسون کے فاصلہ پر جو آبادیان واقع تھین اونکے دماغون مین
اسقدر صدمہ پہونچا کہ زبانین بلبلانے لگین اور آیندہ مزہ و مفقود ہو گئے کیونکہ ایک دوسرے کی بولی نہین سمجھتا تھا اسی سبب سے بابل اوسکا
نام ہوا اور یہان احمق یہودیون نے یہ روایت گڑھی کہ اللہ تعالے نے اونکی زبانون مین فرق ڈال دیا تاکہ ایسا نہو کہ یہ لوگ اس بلندی پر چڑھکر

اللہ تعالے کے بھید سے واقف ہو جاوین حتی کہ اونھون نے اسکو اپنی کتاب مین درج کردیا بلکہ اونھین کے قدم بقدم نصرانیون نے بھی اپنی کتابون مین لکھ لیا پس ان جمیع فرقون کو دیکھو جنکو معرفت آلہی سے کچھ بھی حصہ نہین ہی اور نور عقلی اگر کم تھا تو باریک سمجھ بھی نہین ہی کہ فلاسفہ سابقین کے مانند حواس ہی کی کوئی باریک بات کہتے بلکہ محسوس موٹی و بھدی باتین کہتے ہین اور چونکہ زیادہ سمجھ نہین ہی اسیوجہ سے باریک باتون سے انکار کرتے ہین اسیواسطے اس زمانہ مین ان لوگون نے عموما یہ فتنہ پھیلایا کہ سحر کوئی چیز نہین ہی اور اس خیال مین بہت سے احمق مبتلا ہو گئے اور عنقریب اس پارہ مین تحقیق لطیف آویگی۔ (تفسیر قولہ وما انزل علی الملکین ببابل الخ) پہلے اشارہ گذرا کہ اس کلمہ کی تفسیر مین وجوہ اختلاف بربنائے اعراب کلام ہین۔ اول عطف ما انزل۔ یا تو۔ ما تتلوا الشیاطین۔ پر ہی یا۔ ما کفر سلیمان۔ پر ہی۔ اور ملکین بفتح لام بمعنی فرشتہ یا بکسر لام بمعنی بادشاہ ہی اور قوی وجوہ مین سے اگر عطف ما کفر سلیمان پر ہو تو یہ معنے ہوے کہ ان لوگون نے کتاب آلہی کو بالاے طاق چھوڑکر اعراض کیا اور اس سحر کی اتباع کی جو عہد سلطنت سلیمان علیہ السلام مین شیاطین خفیہ طور سے لوگون کو پڑھاتے اور اوسکی صورت یہ تھی کہ شیاطین آسمان کی بلندی پر چڑھکر ملائکہ کی باتون مین سے آیندہ واقعات سُن بھاگتے اور یہ شان آلہی عزوجل اپنی مخلوقات پر بوجہ امتحان جاری ہی ورنہ کفر و شرک و شیطان کا وجود ہی باقی نہ رکھتا اور یہ مسئلہ مکرر بتوضیح گذر چکا ہی لہذا شیاطین بھی سن بھاگتے اور آدمی بدباطن کے دل مین جو درواقع متبع شیطان ہوتا ہی یہ واقعہ القا کرتے چنانچہ جب اسکے کہنے کے موافق واقع ہوتا تو یہ لوگ اسکی کرامت کے قائل ہو جاتے اور اس حیلہ سے شیطان اسکی زبان سے بہت سے باطل کفر و شرک کے رقیہ و سحر پھیلاتا اور چونکہ عوام کو اسکی کرامت کا اعتقاد تھا خصوص قوم یہود وغیرہ حمقاء بہت جلد ان باتون کو جو خلاف توحید و عقائد حقہ تھین قبول کر لیتے کیونکہ یہ لوگ تو کتاب آلہی عزوجل کو بالاے طاق ہی چھوڑ بیٹھے اور ذوق توحید علم کتاب سے پہلے ہی محروم ہو چلے تھے اور جو کوئی عالم باقی بھی رہا وہ بشدت مغلوب و مقہور کیا جاتا اسواسطے کہ ان جہال نے تو ولی کے ذریعہ سے شیطانی دام مین قدم رکھا تھا تو عالم کو اسواسطے دشمن بناتے کہ وہ اولیاء سے منکر ہی اور خود جہالت کفر سے ولی و شیطان مین فرق نہین کر سکتے تھے اور خوب معلوم ہی کہ اپنی اٹکل سے جب آدمی ساحر و نظر بند کے کرشمہ مین متحیر ہوتا ہی تو بھلا شیطان کے کرشمہ مین جو اس آدمی کے ذریعہ سے ظاہر کرے کیونکر امتیاز کریگا اور اللہ تعالے نے مومنون کو حبل المتین کے ذریعہ سے امتیاز بتلایا تھا یعنے جانچ لو کہ وہ راہ مستقیم شریعت پر اگر مستقیم پاؤ تو وہ مرد صالح ہی اگرچہ وہ کرشمہ نہ دکھلاوے اور اگر اس سے خارج ہو تو گمراہ ہی اگرچہ ہزار کرشمہ کھلاوے لیکن ان جاہلون نے جب شرع قویم سے اور کتاب آلہی عزوجل سے منہہ موڑا تو کیونکر جانین خصوص جبکہ بجاے علم توحید کے یہ عقیدہ انمین جم گیا کہ علم درویشی وہ علم ہی کہ کتاب آلہی و سنت پیغمبر سے باہر ہی وہ لفظا سینہ بسینہ ہی۔ اب غور کرو کہ اس جہالت و گمراہی کا کیونکر انسداد ہو کہ حق عزوجل و پیغمبر صادق و اصحاب و تابعین رضی اللہ عنہم نے تو کمال اہتمام سے متوکد فرمایا کہ کتاب آلہی عین ہدایت ہی اسکو مضبوط پکڑے رہو کبھی گمراہ نہو گے لیکن انھون نے بالکل برعکس اعتقاد کیا کما قال تعالے۔ ولما جاءہم رسول من عند اللہ مصدق لما معہم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتاب کتاب اللہ وراء ظہورہم کانہم لا یعلمون واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان۔ پس ان لوگون نے ہر طرح کے وساوس شیطانی سے آخر یہی کیا کہ کتاب آلہی کو چھوڑا و منہہ موڑا اور ایک آدمی کو اپنی پہچان سے ولی بناکر اسکے وہ اقوال قبول کیے جو خلاف کتاب و سنت تھے اور وہ درحقیقت شیطانی تلاوت اس شخص کے قلب پر تھی۔ اور اسکا انجام بتریہ ہوتا ہی کہ اللہ تعالے و اسکے رسول سے منکر ہو جاتا ہی چنانچہ یہودیون کو شیطان نے پڑھایا کہ سلیمانؑ ساحر تھا پس اللہ تعالے نے رد فرمایا کہ۔ ما کفر سلیمان۔ اور۔ ما انزل علی الملکین۔ یعنے نہ پیغمبر پر سحر نازل ہوا اور نہ ملائکہ جبرئیل و میکائیل پر نازل ہوا یہ تقریر بنابر عطف دوم ہی اور اگر عطف اول ہو تو معنے یہ ہین کہ انھون نے کتاب آلہی عزوجل کو چھوڑکر اوس جادو کی اتباع کی جو شیاطین نے عہد سلیمانؑ مین لوگون کو سکھایا

اور جو اونھون نے بابل کے ملکین ہاروت و ماروت سے سیکھا۔ ملکین ۔ اگر بکسر لام بمعنی دو بادشاہ ہو چنانچہ ابن عباسؓ کی روایت ہی کہ وہ دو جادوگر
تھے اور اگر ملکین ۔ بفتح لام بمعنے دو فرشتہ ہو تو محتمل ہی کہ اونھین دونون بادشاہون کو بوجہ ذاتی تقوی و پرہیزگاری کے فرشتہ کہدیا اور محتمل ہی
کہ درحقیقت یہ دونون آسمانی فرشتہ ہون جو امتحان کے واسطے ماہیت انسانی مین بدل دیے گئے ہون اور یہ اللہ تعالے کی قدرت بدیہی ہی جیسے
عصاے موسی علیہ السلام کسی وقت اژدہا کردیا جاتا تھا پھر بدل کر لکڑی کا عصا کردیا جاتا تھا اور چونکہ ان دونون فرشتون کو بابل مین ماہیت بدلنے کے
بعد بادشاہت کی حالت مین رکھا گیا تھا اسیواسطے اونکو دو بادشاہ کہا گیا اور چونکہ ماہیت بدلنے کے بعد وہ دونون انسانی خلقت مین جادوگر
کیے گئے تھے یعنے اونکو حکم دیا گیا تھا کہ جو کوئی سیکھے اوسکو جادو سکھلا دین لیکن پہلے بہت منع کرین کہ یہ فتنہ ہی اور تو سیکھنے سے کافر ہو جائیگا
اور یہی قول شبہ ایک معلوم ہوتا ہی واللہ تعالے اعلم لیکن بیضاوی رح نے کہا کہ یہ جو روایت آئی کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے کہ اللہ
تعالے کی طرف سے امتحان کے لیے سحر سکھلانے کے لیے اوتارے گئے تھے اور دونون مثل آدمی کے کردیے گئے اور اونہین شہوت مرکب کردی گئی
پس انھون نے ایک عورت زہرہ سے تعرض کیا جسنے اونکو گناہون اور شرک پر برانگیختہ کیا اور خود اونکی تعلیم سے آسمان پر جا کر مسخ ہو کر
ستارہ ہو گئی ۔ بیضاوی نے کہا کہ یہ یہودیون کی حکایات ہین اور ظاہرا اسکو اگلون نے اسکو بطور رمز بیان کیا ہی شیخ الاسلام زکریا نے کہا
کہ رمز سے یہ مراد ہی کہ عقل و نفس مطمئنہ دو فرشتے ہین اور زہرہ نفس امارہ ہی اور آسمان کا چڑھنا اوسکی سعوت ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ تاویل نحیف ہی بلکہ
شیخ محی الدین بن عربی نے فرمایا کہ جسم انسانی مین اسکی تاویل یہ ہی کہ عقل نظری و عقل عملی دو قوت ملکیہ ہین جو نفس ناطقہ جسمانی سے متعرض
ہو کر سینہ کی چاہ تاریک مین قید ہین اور بمقتضاے طبیعت دونون نے گناہ و شرک کی جانب میل کیا لیکن نفس ناطقہ نے اونسے نصیحت حاصل
کر کے مبدء اعلی یعنے عقل کلی کی جانب رجوع کیا مترجم کہتا ہی کہ یہ تاویل معقول ہی اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ یہ آیت قدسی کی تفسیر ہی امام بغوی
و بیضاوی کا معتمد یہی معلوم ہوتا ہی کہ ہاروت ماروت دو آدمی متقی و پرہیزگار فرشتہ خصلت تھے جو امتحاناً جادو سکھلانے کے واسطے متعین
ہوے اور جادو اونکو الہام کیا گیا لیکن شیخ ابن حجر رح نے فرمایا کہ یہ قصہ متعدد طرق سے مسند احمد و صحیح ابن حبان و سنن بیہقی وغیرہ مین مرفوع
ہی اور حضرت علی و ابن مسعود و ابن عباس و غیرہم سے باسانید صحیحہ مروی ہی شیخ سیوطی رح نے کہا مین نے اس قصہ کو علیحدہ رسالہ مین لکھا ہی اور بیضاوی
نے جو اسکو رمز پر محمول کیا تو شاید ان روایات پر وقوف نہین ہوا تو اسکو مستبعد خیال کیا مترجم کہتا ہی کہ بعید خیال کرنے کی وجہ یہ ہی کہ اگر فرشتہ
معصوم نہو تو انبیاء علیہم السلام پر جو کچھ وحی لاتا ہی اوس سے اعتماد اوٹھ جاوے لیکن بیضاوی رح نے اچھی طرح غور نہین کیا کیونکہ اصل قصہ کا
حاصل یہ ہی کہ ملائکہ نے بنی آدم کے گناہون پر طعن کیا اور مقتضاے شہوت سے اونکو معذور نہین رکھا پس اللہ تعالے نے امتحاناً انہین سے دو فرشتون
کی ماہیت بدل دی پس جب اونکی ماہیت بدل گئی تو وہ فرشتے کے حکم مین باقی نہین رہے پس کوئی وجہ اعتراض نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ
اس زمانہ مین جو احمق معترض ہوتے ہین وہ دو طرح پر معترض ہین اول یہ کہ جادو کوئی چیز نہین ہی دوم یہ کہ بابل مین تلاش کرنے سے ان دونون
فرشتون کا وجود نہین ملتا ہی اور یہ دونون امر دلیل ہین کہ اعتراض کرنے والے محض جاہل ہین چنانچہ پہلے اس بارہ مین روایات سلف ذکر کرنے کے
بعد انشاء اللہ تعالے کلام آویگا اور حق اس مقام پر یہ ہی کہ جو شخص عقل و فطنت رکھتا ہو اگر سمجھ جاوے تو بہتر ہی ورنہ آیات الٰہی عزوجل سے منکر ہو کر
کافر نہ بنے چنانچہ قاسم بن محمد رح نے فرمایا کہ خواہ یہ دونون ہاروت و ماروت دو شخص ہون یا دو فرشتے ہون جو سحر کی تعلیم کرتے تھے بہرحال مین اپنے
رب عزوجل کے کلام پر ایمان لایا ہون (رواہ ابن جریر) شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ بہت سے علماے سلف کا مذہب یہ ہی کہ یہ دونون درحقیقت
آسمانی دو فرشتے تھے جو زمین مین اوتارے گئے تھے ۔ (ذکر احادیث و آثار) عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے

کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو زمین مین اتارا تو ملائکہ نے کہا کہ الٰہی کیا تو زمین مین ایسے شخص کو خلیفہ بناویگا جو زمین مین فساد و خونریزی کرے حالانکہ
ہم لوگ تیری تسبیح کرتے ہین تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو مین جانتا ہون وہ تم نہین جانتے ہو ملائکہ نے کہا کہ بنی آدم سے ہم زیادہ مطیع ہین تو اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ اچھا تم اپنون مین سے دو فرشتے منتخب کرو جنکو ہم زمین پر اوتارین پھر دیکھو کیسی حرکات کرتے ہین تو اونھون نے ہاروت و ماروت کو
منتخب کیا پس یہ دونون زمین پر اوتارے گئے اور ایک عورت زہرہ نہایت خوبصورت انکے واسطے متمثل ہوئی پس ان دونون نے اوسکی درخواست
کی تو اوسنے انکار کیا مگر ایک شرط سے کہ وہ عورت جو شرک کرتی تھی وہی کلمہ کہین لیکن دونون نے کلمۂ شرک سے انکار کیا اوسنے کہا کہ پھر وصال
کی بھی کوئی صورت نہین ہے پھر چند روز کے بعد ایک لڑکا ساتھ لیے ہوئے آئی تو پھر ان دونون نے اوس سے درخواست کی اوسنے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا
ہے جبتک کہ تم اس لڑکے کو قتل نکرو مگر ان دونون نے اوسکے قتل سے انکار کیا پھر وہ اس لڑکے کے ساتھ واپس چلی گئی پھر ایک مدت کے بعد آئی اور
وہ لڑکا بھی مع شراب کے اوسکے ساتھ تھا پھر ان دونون نے اوس سے درخواست کی تو اوسنے کہا کہ یہ نہین ہو سکتا یہانتک کہ تم شراب
پیو تو ان دونون نے شراب کو آسان سمجھکر پی لیا اور نشہ کی حالت مین اس عورت سے اختلاط کیا پھر فضیحت سے خوفناک ہو کر اوس لڑکے کو قتل
کر ڈالا پھر جب ہوش مین آئے تو عورت نے کہا کہ تمنے آخر اوس لڑکے کو قتل کیا اور جس سے انکار کیا تھا وہی پیش آیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونون
فرشتون کو عذاب دنیا و عذاب آخرت مین مختار کیا تو ان دونون نے عذاب دنیا اختیار کر لیا (رواہ احمد وابن حبان فی صحیحہ) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی
اسناد کے سب راوی ثقات ہین سوائے موسیٰ بن جبیر کے کہ وہ البتہ مستور الحال ہے اور اس روایت مین منفرد ہے لیکن ابن مردویہ نے موسیٰ بن سرجس سے
اوسکی متابعت روایت کی مترجم کہتا ہے کہ تقریب مین اسکو بھی مستور الحال لکھا ہے اور ابن جریر نے سنید بن داؤد کے طریق سے نافعؒ سے روایت
کی کہ مین سفر مین ابن عمرؓ کے ساتھ تھا ایک روز رات مین مجھسے دو تین مرتبہ پوچھا کہ ستارۂ حمرا نکلا یا نہین مین نے کہا کہ نہین پھر جب نکل آیا تو مین نے
کہا کہ وہ ستارہ نکل آیا تو آپنے فرمایا کہ لا مرحبا بہ ولا اہلاً تو مین نے عرض کیا کہ سبحان اللہ آپ ستارہ کے حق مین ایسا فرماتے ہین وہ تو اپنے رب عز وجل کا سامع و مطیع ہے
ابن عمرؓ نے کہا کہ بیشک تو وہی کہتا ہے جو آنحضرت صلعم سے سنا ہے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملائکہ نے اپنے رب عز وجل سے عرض کیا کہ اے پروردگار تو بنی آدم کی
خطاؤن پر تحمل فرماتا ہے اور اونکو عذاب نہین فرماتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مین نے انکو امتحان مین مبتلا کیا ہے اور تمکو عافیت دی ہے ملائکہ نے عرض کیا کہ اگر ہم اونکی جگہہ
ہوتے تو تیری نافرمانی نکرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اچھا تم اپنون مین سے دو فرشتے اختیار کر لیں اونھون نے بہت کوشش سے ہاروت و ماروت کو چھانٹا
مترجم کہتا ہے کہ اس روایت مین سنید بن داؤد صاحب تفسیر مین کلام کیا گیا ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت عبد اللہ
بن عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین بلکہ کعب احبار سے لی ہے چنانچہ عبد الرزاق نے اپنی تفسیر مین بجائے نافع کے سالم بن عبد اللہ
ابن عمرؓ سے روایت کی کہ میرے باپ نے کعب احبار سے روایت کی کہ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور مین بنی آدم کے گناہون کی مذمت کی تو اونسے کہا
گیا کہ تم اپنون مین سے دو فرشتون کو چھانٹو پس اونھون نے ہاروت و ماروت کو چھانٹا اور اللہ تعالیٰ نے دونون کو حکم دیا کہ تم کچھ شرک نکیجیو اور نہ زنا کیجیو
اور نہ شراب پیجیو اور فرمایا کہ آدمیون کے پاس مین رسول بھیجتا ہون اور میرے تمہارے درمیان مین کوئی رسول نہین ہے کعبؓ نے کہا کہ جس دن
دونون اوتارے گئے تھے واللہ اوس دن شام نہین ہونے پائی تھی کہ اونھون نے وہ کام پورے کیے جنسے منع کیے گئے تھے (رواہ ابن جریر
وابن ابی حاتم) اور اوسکی اسناد اصح و اثبت ہے اور اوسکے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہین اور نافع کی نسبت سالم خود زیادہ اثبت ہین تو معلوم
ہوا کہ اس روایت کا مدار کعب احبار پر ہے جو حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر ایمان لائے اور سابق مین علمائے یہود مین سے بہت بڑے عالم تھے اور کعب احبارؓ نے
بلاشک اس قصہ کو کتب یہود سے نقل کیا پھر شیخ ابن کثیرؒ نے آثار نقل فرمائے چنانچہ ابن جریر نے باسناد جید حضرت علی رضہ سے روایت کی

کہ زہرہ ایک خوبصورت عورت فارسی تھی جسنے ملکین ہاروت و ماروت کی حضور مین اپنا مخاصمہ پیش کیا یعنے کسی معاملہ مین نالش کی پس
ان دونون نے اوسکی خوبصورتی پر عاشق ہو کر وصال کی درخواست کی تو اوسنے انکار کیا مگر اس شرط سے کہ اوسکو وہ بات سکھلاوین جسکے
کہنے سے آسمان پر چڑھ سکے تو ان دونون نے اوسکو یہ کلام سکھلایا پس وہ آسمان پر چڑھی لیکن مسخ کرکے تارا کردیگئی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا
کہ اسکے راوی تو ثقات ہین مگر یہ روایت شاذ ہے اور ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے بھی حضرت علیؓ سے ما انزل علی الملکین کی تفسیر مین روایت کیا
کہ یہ دونون آسمانی فرشتے تھے بلکہ حضرت علیؓ سے مرفوع روایت کیا زہرہ کو اللہ تعالے لعنت کرے کہ اوسی نے ہاروت و ماروت دونون فرشتون کو
امتحان مین ڈالا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ دونون روایتین منکر و غیر صحیح ہین واللہ تعالے اعلم اور ابن جریر نے ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے روایت کی کہ جب زمین مین آدمیون کی کثرت ہوگئی اور اونھون نے نافرمانیان کین تو ملائکہ و زمین و پہاڑون نے بددعا کی کہ الٰہی انکو
مہلت نہ دیجاوے اور غارت کیے جاوین پس اللہ تعالے نے ملائکہ کو وحی فرمائی کہ مین نے تمہارے دلون سے شہوت و شیطان کو دور کیا ہے اور
آدمیون کے دلون مین شہوت و شیطان کو ڈالدیا ہے اور اگر شہوت و شیطان تمہارے دلون مین ڈالا جاتا تو تم بھی ایسا ہی کرتے پس ملائکہ نے
آپسمین باتین کین کہ اگر ہم لوگ مبتلا ہوتے تو کبھی اللہ تعالے کی نافرمانی نہ کرتے پس اللہ تعالے نے ملائکہ کو وحی کی کہ تم ملائکہ مین سے اکیلا
نہین بلکہ دو شخصون کو چھانٹو پس اونھون نے ہاروت و ماروت کو چھانٹا اور وہ دونون زمین مین اوتارے گئے اور یہان اہل فارس مین سے ایک
عورت خوبصورت کی صورت مین جسکو بیدخت کہتے تھے زہرہ اوتاری گئی پس یہ دونون اوسکے ساتھ مبتلاے گناہ ہوگئے اور ملائکہ کی یہ کیفیت تھی
کہ اہل ایمان کے واسطے مغفرت مانگتے تھے کما قال تعالے یستغفرون للذین آمنوا الآیۃ پھر جب ہاروت و ماروت سے یہ گناہ سرزد ہوا تو اہل زمین
کے واسطے عذاب سے پناہ مانگنے لگے کما قال تعالے یستغفرون لمن فی الارض الا ان اللہ ہو الغفور الرحیم۔ پھر ہاروت و ماروت کو عذاب
دنیا و عذاب آخرت مین مختار کیا گیا تو اونھون نے عذاب دنیا کو اختیار کر لیا (ابن جریر) اور اوسکی اسناد مین علی بن زید بن جدعان مین اگرچہ کلام
کیا گیا لیکن صحیح یہ کہ وہ حسن الحدیث ہے اور ترمذی نے اوسکی حدیث کو حسن کہا اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی کہ مین حضرت عبد اللہ
بن عمرؓ کے ساتھ سفر مین تھا کہ ایک رات اپنے غلام سے کہا کہ دیکھ ستارہ حمرا طلوع ہوا ہے یا نہین پھر اوسکے حق مین کہا کہ لا مرحبا و لا اہلا و لا حیاہا اللہ
اور یہی وہ عورت ہے جسنے ہاروت و ماروت کو فتنہ مین ڈالا اور واقعہ یہ ہوا کہ ملائکہ نے کہا کہ اے رب کیونکر آدمیون کو مہلت دیتا ہے جو باہم خونریزی کرتے
اور حرام کے مرتکب ہوتے اور زمین مین فساد کرتے ہین تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ مین نے اونکو مبتلاے محنت کیا ہے اور اگر تمکو اس امتحان مین
مبتلا کرون تو تم بھی وہی کرنے لگو جو بنی آدم کرتے ہین ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب ہم ایسا نہ کرینگے تو حکم ہوا کہ اچھا تم ملائکہ مین سے دو شخصون کو
چھانٹو پس اونھون نے ہاروت و ماروت کو چھانٹا اور اللہ تعالے نے اونکو فرمایا کہ مین تمکو زمین مین اوتارتا ہون اور عہد لیتا ہون کہ تم میرے ساتھ
شرک نہ کیجیو اور نہ زنا کیجیو اور نہ خیانت کیجیو پس یہ دونون زمین مین اوتارے گئے اور اللہ تعالے نے اپر شہوت ڈالی اور انکے واسطے زہرہ بہت
خوبصورت عورت کی شکل مین اوتاری گئی پس ان دونون نے عاشق ہو کر اوسکو لبھایا تو اوسنے کہا کہ میرا دین دوسرا ہے اور وہی میرے پاس
آسکتا ہے جو میرے دین پر ہو پس ان دونون نے کہا کہ تیرا کیا دین ہے تو اوسنے کہا کہ مین مجوسیہ ہون تب آپسمین کہنے لگے کہ یہ تو شرک ہے ہم اسکو
نہ کرینگے اور وہ چلی گئی پھر چند روز کے بعد ان سے متعرض ہوئی پس ان دونون نے اوس سے وصال کی درخواست کی تو اوسنے کہا کہ مجھے
تمہاری خاطر منظور ہے لیکن میرا شوہر ہے اور مین اس بات سے ڈرتی ہون کہ وہ اس بات سے آگاہ ہو جاوے پس تم مجھے ایسی بات بتاؤ کہ
جس سے مجھے آسمان پر لیجاؤ آخر ان دونون نے اوسکے دین کا اقرار کیا اور اوس سے جو چاہتے تھے وہ فعل کیا اور اوسکو آسمان پر لیگئے

لیکن ان دونون کے پر کٹ گئے اور زمین پر گرے اور زہرہ السے لے گئی اور یہ دونون خائف و نادم ہو کر زمین پر پڑے رہے اور اوس زمانہ مین ایک پیغمبر تھا جو ہر دو جمعہ کے بیچ مین دعا کیا کرتا تھا اور جمعہ کو اوسکی قبولیت ہوتی تھی تو یہ دونون کہنے لگے کہ آؤ چلکر اوس پیغمبر کے پاس درخواست کرین تاکہ وہ ہمارے لیئے اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین توبہ مانگے پس ان لوگون نے جاکر اوس پیغمبر سے درخواست کی تو اوسنے کہا کہ اہل زمین کیونکر آسمانیون کے لیے توبہ کی دعا مانگین ان لوگون نے عرض کیا کہ ہم لوگ مبتلاے امتحان کیے گئے تھے تو پیغمبر نے فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے دن آؤ پس جب جمعہ کے روز یہ لوگ گئے تو کہا کہ تمہارے بارہ مین مجکو کچھ جواب نہین ملا پس یہ لوگ دوسرے جمعہ کو آئے تو فرمایا کہ تمہارے بارہ مین حکم الٰہی پہونچا کہ تم لوگ عذاب دنیا و عذاب آخرت مین سے کوئی امر اختیار کرو پس اگر دنیا مین عافیت چاہتے ہو تو آخرت مین عذاب ہوگا یا عذاب دنیا اختیار کرو اور آخرت مین تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہو گے پس ان دونون مین سے ایک نے کہا کہ ابھی دنیا مین سے تھوڑا حصہ گذرا ہے دوسرا بولا کہ ای کمبخت پہلی بات مین مین نے تیرا کہنا مانا تھا اور اب تو میرا کہنا مان کیونکہ عذاب آخرت دائمی ہے تو اوسکے ساتھ اس عذاب دنیا کو کوئی مناسبت نہین جو ایک دن زائل ہو جائیگا دوسرا بولا کہ اگر ہم عذاب دنیا اختیار کرین تو بھی قیامت مین اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہین اور یہ معلوم نہین کیا حکم ہو پس دوسرا بولا کہ مجکو قوی امید ہے کہ جب ہمنے آخرت کے خوف سے عذاب دنیا اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تو ہم پر دونون عذاب جمع نہین فرمائیگا پس دونون نے عذاب دنیا اختیار کیا پس یہ دونون ایک آتشی کنوین مین آہنین زنجیر کے ساتھ لٹکائے گئے امام ابن کثیر نے کہا کہ اس روایت کی اسناد جید ہے پس یہی اصح ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بیان کو کعب احبار وغیرہ کی روایات اسرائیلیہ سے لیا ہے اور مرفوع حدیث ہونے سے یہ اصح و اثبت ہے اور ربالیہ مرجان روایات مین مذکور ہے کہ زہرہ بشکل عورت حسینہ نازل کیگئی اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا تو یہ روایت نادر و غریب ہے اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کی خوبصورتی کی وجہ سے اوسکو زہرہ سے تشبیہ دی گئی چنانچہ ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عباس رضی سے روایت کی کہ بعد آدم علیہ السلام کے جب لوگ کفر و معصیات مین مبتلا ہوئے تو ملائکہ سماوی نے جناب باری تعالیٰ مین عرض کرنا شروع کیا کہ ای رب تعالیٰ یہی وہ عالم ہے جسکو تو نے اپنی عبادت و طاعت کے لیے پیدا فرمایا تھا حالانکہ یہ لوگ کفر و قتل و حرام کاری و حرام خوری و چوری و شراب خوری وغیرہ مین مبتلا ہو گئے پس ملائکہ نے انپر بد دعا کرنی شروع کی تو ارشاد ہوا کہ وہ لوگ غیب مین ہین لیکن ملائکہ نے یہ عذر بھی آدمیون کی نسبت قائم نہ رکھا پس حکم ہوا کہ تم لوگ اپنون مین سے دو فرشتے اختیار کرو پس اونھون نے ہاروت و ماروت کو چھانٹا پس وہ دونون زمین پر اوتارے گئے اور اون دونون مین شہوت مرکب فرمائی گئی جیسی آدمیون مین ہوتی ہے اور حکم دیا گیا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے شرک مت کیجیو اور نہ کسی نفس محترم کو قتل کیجیو اور نہ حرام مال کھائیو اور زناکاری و چوری و شراب خواری سے بھی منع کر دیا گیا پس یہ لوگ ایک مدت تک زمین مین توحید الٰہی عز و جل پر عبادت کرتے اور لوگون مین عدل و انصاف سے حکم فرماتے رہے اور یہ زمانہ حضرت ادریس علیہ السلام کا وقت تھا اور اس زمانہ مین ایک عورت نہایت خوبصورت تھی جسکی خوبصورتی کو عورتون کے درمیان ایسی فضیلت تھی جیسی زہرہ کو تمام کواکب مین ہے ایک مرتبہ یہ دونون اس عورت سے دوچار ہوے اور اوس سے میٹھی میٹھی لبھانے والی باتین کرکے وصال کی خواہش ظاہر کی تو وہ انکار کر گئی الا اس شرط پر کہ دونون اوسکا دین قبول کرین تو ان دونون نے پوچھا کہ تیرا کیا دین ہے تو اوسنے ایک بت نکال کر کہا کہ مین اسکی پرستش کرتی ہون جب ان لوگون نے اس شرک جلی کو دیکھا تو خاموش ہو کر چند روز ضبط کیا لیکن جوش شہوت پھر ان دونون کو اوسکے پاس لے گیا لیکن اوسنے پھر اوسی شرط سابق پر اصرار کیا لیکن یہ بھی مضبوطی کے ساتھ انکار کر کے واپس آئے مگر جوش شہوت نے اونکو نچھوڑا یہانتک کہ پھر اوسکے لبھانے کے واسطے گئے جب اوسنے دیکھا کہ یہ لوگ بہت آمادہ ہین

تو کہنے لگی کہ تم تین باتون مین سے ایک بات اختیار کرو یا تو اس بت کی عبادت کرو یا اس شخص کو قتل کر و یا میرے ساتھ شراب پیو آخران لوگون
نے شراب خواری کو آسان سمجھکر شراب پی اور جب شراب کے نشہ مین مخمور ہوئے تو اس عورت سے زنا کیا پھر وہان ایک شخص سے ڈرے
کہ شاید انکے فجور سے لوگون کو آگاہ کرے پس اوسکو ناحق قتل کرڈالا پھر جب نشہ سے ہوش مین آئے اور اپنی بدکرداریون سے واقف ہوئے
تو چاہا کہ آسمان کو اوڑ جاوین لیکن اسکی قوت نپائی اور اونکے درمیان مین روک کردیگئی اور جب ملائکہ آسمانی نے اونکو دیکھا کیسی ناگوار معصیات
مین گرفتار ہوے ہین تو اونھون نے سخت تعجب کیا اور پہچانا کہ جو شخص پردۂ غیب مین ہو اوسکو خوف کم ہوتا ہی پھر اوسکے بعد اہل زمین کے
واسطے استغفار کیا کرتے تھے چنانچہ اسی افادہ کے واسطے نازل ہوا قولہ تعالے ۔ والملئکۃ یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون لمن فی الارض ۔ پھر ان دونو
اختیار دیا گیا کہ عذاب دنیا و آخرت مین سے ایک کو پسند کرین تو اونھون نے عذاب دنیا کو پسند کیا پس وہ دونون بابل مین رکھے گئے کہ برابر اونپر عذاب
ہوتا ہی (وقد رواہ الحاکم وصححہ) شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ زہرہ کے بارہ مین یہ قول اقرب ہی کہ وہ حسن مین مشابہ زہرہ تھی لیکن ابن ابی حاتم نے دوسری
اسناد کے ساتھ ابن عباس رض سے روایت کی جسمین یہی قصہ اس طرح مذکور ہی کہ فرشتون نے آدمیون کی معصیات دیکھکر جناب باری تعالی میں عرض
کیا کہ یہ لوگ بہت فسق و فجور مین مبتلا ہین تو حکم ہوا کہ تم لوگ اپنون مین سے تین فرشتے اختیار کرو پس اونھون نے تین فرشتے چھانٹے تاکہ اون مین
آدمیون کی شہوت مرکب کی جاوے اور زمین مین توحید کے ساتھ عبادت کرین اور لوگون کے درمیان عدل کے ساتھ حکم کرین اور شراب خواری و قتل نفس
محترم و زناکاری و بت پرستی وغیرہ فجور سے منع کردیا گیا لیکن تینون فرشتون مین سے ایک فرشتے نے اپنے آپ کو اس عہد سے چھوڑا لیا پس دو
فرشتے بعد ترکیب شہوت کے زمین مین اوترے پھر یہان ایک عورت ناہید نام جو اپنے وقت مین حسن و جمال مین مشہور تھی انکے سامنے ہوئی
اور بیتاب ہوکر دونون نے اوسکے نفس کی خواہش کی مگر اوسنے یہ شرط لگائی کہ شراب پیو اور میرے بت کو سجدہ کرو اور میرے اس شخص کے
لڑکے کو قتل کرو پس کہنے لگے ہم تو بت کو سجدہ نہین کرینگے لیکن آخر شراب پی اور مستی مین عورت سے زناکاری و بت پرستی کا ارتکاب کیا اور
فضیحت کے خوف سے اوس نفس محترم کو بھی قتل کرڈالا حالانکہ زہرہ نے اونسے وہ کلمات توحید و مدح سیکھ لیے تھے کہ جنسے آسمان کو
اوڑ جاوے پس وہ مسخ کرکے انگارہ کردیگئی اور ان دونون کو سلیمان علیہ السلام نے کہلا بھیجا کہ عذاب دنیا و آخرت مین سے ایک اختیار کرو پس
انھون نے عذاب دنیا اختیار کیا اور آسمان و زمین کے درمیان لٹکائے گئے شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ روایت غریب منکر ہی اور عبد الرزاق نے
باسناد صحیح عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ تابعی سے روایت کی کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے جو اسواسطے اوتارے گئے تھے کہ لوگون مین
عدل کے ساتھ حکم کرین اور اسکی وجہ یہ تھی کہ ملائکہ نے آدمیون کے حاکمون سے تمسخر کیا یعنی اونکو ظالم و فاسق ٹھہرایا پھر ان دونون فرشتون کے
پاس ایک عورت اپنی فریاد لائی کہ آخر اوسکے حسن پر فریفتہ ہوکر اوسکے ساتھ فجور مین مبتلا ہوئے پھر چاہا کہ آسمان کو اوڑ جاوین لیکن روک
دیے گئے اور عذاب دنیا و آخرت مین مختار کیے گئے آخر اونھون نے عذاب دنیا اختیار کیا ۔ اور معمر نے قتادہ رح سے روایت کی کہ یہ دونون
سحر سکھلاتے تھے اور انسے عہد لیا گیا تھا کہ کسیکو نہ سکھلاوین جبتک اوس سے یون نہ کہین کہ ہم لوگ تو فتنہ یعنے امتحان کیے گئے ہین
پس تو کفر مت کر ۔ اور اسباط بن محمد نے سدی رح سے روایت کی کہ ہاروت و ماروت کا قصہ یہ ہی کہ اونھون نے اہل زمین کے احکام پر
طعن کیا تھا تو اونسے کہا گیا کہ ہمنے بنی آدم کو دس قسم کی شہوات دی ہین کہ اونھین کی وجہ سے نافرمانیان کرتے ہین ہاروت و
ماروت نے عرض کیا کہ الٰہی اگر یہ شہوات ہم مین رکھی جاوین پھر ہم لوگ زمین مین اوتارے جاوین تو بھی ہم تیری نافرمانی نہ کرینگے
تو حکم ہوا کہ اچھا اوترو اور ہمنے تمکو یہ دسون شہوات دیدین اور جاکر لوگون مین حکم کیا کرو پس وہ دنیا و مکے بابل مین اوتارے گئے پس ان

دونون کا دستور تھا کہ دن بھر حکم وتعلیم کرتے اور شام کو آسمان پر اوڑ جاتے پھر صبح کو زمین پر آجاتے تھے یہانتک کہ ایک روز انکے پاس ایک عورت نالشی آئی جو اپنے شوہر پر فریاد کرتی تھی یہ دونون اوسکے حسن کو دیکھکر فریفتہ ہوگئے اور اس عورت کا نام عربی مین زہرہ ہو اور زبان نبطی مین بیدخت ہو اور زبان فارسی مین ناہید ہو پس ہاروت وماروت مین سے ایک نے کہا کہ یہ عورت تو میرے دل کو نہایت فریفتہ کرتی ہو دوسرا بولا کہ مین خود تجھسے یہی کہنا چاہتا تھا مگر شرم سے نہین کہا پس اوسنے کہا کہ بھلا اوس سے وصال کی خواہش کرین تو دوسرے نے کہا کہان لیکن اللہ تعالے کے عذاب سے چھوٹنے کی کیا صورت ہو تو اوسنے کہا کہ اللہ تعالے ارحم الراحمین ہو پھر جب وہ اپنے شوہر پر مقدمہ لائی تو ان دونون نے اوس سے وصال مجبور کی درخواست کی تو وہ بولی کہ مین اس طرح نہین مانونگی جب تک کہ تم میرے شوہر پر حکم نہ دو پس ان دونون نے اوسکے موافق اوسکے شوہر پر حکم دیدیا اور اس عورت نے ایک کھنڈل مین اونسے وعدہ کیا جب یہ دونون وہان جمع ہوے تو اوسنے کہا کہ اسطرح تو مین نہ مانونگی جب تک کہ تم دونون مجھے وہ کلمات نہ سکھلاؤ جنکے ذریعہ سے تم آسمان پر چلے جاتے اور اوتر آتے ہو پس ان دونون نے اوسکو وہ کلمات سکھلائے پس وہ آسمان کو اوڑ گئی لیکن بتقدیر الٰہی وہ کلمات بھول گئی جس سے اوترتے تھے تو وہین رہگئی اور اللہ تعالے نے اوسکو مسخ کرکے کوکب زہرہ کردیا چنانچہ عبد اللہ بن عمر جب اوسکو دیکھتے تو لعنت کرتے تھے اور کہتے کہ اسی نے ہاروت وماروت کو فتنہ مین ڈالا تھا پھر جب رات ہوئی تو ہاروت وماروت نے چاہا کہ آسمان پر جاوین تو اونکو یہ قدرت حاصل نہوئی اور اونھون نے جان لیا کہ ہم لوگ تباہ ہوے اور اونھون نے عذاب دنیا اختیار کیا اور بابل مین لٹکائے گئے اور لوگون کو اپنے کلمات سحر سکھلایا کرتے تھے۔ ھ۔ شیخ ابن کثیر رح نے مجاہد رح سے بھی اسیکے مانند طویل روایت لکھی اور آخر مین ہو کہ جب یہ دونون مایوس ہوے تو ایک آدمی کے پاس گئے اور کہا ہمنے سنا ہو کہ ملائکہ تجکو بھلائی کے ساتھ یاد کیا کرتے ہین پس تو ہمارے واسطے سفارش کر پس اوسنے اونسے دو روز کا وعدہ کیا اور تیسرے روز شفاعت قبول ہوئی اور دونون فرشتون کو عذاب دنیا و عذاب آخرت مین اختیار دیا گیا پس اونھون نے عذاب دنیا اختیار کیا۔ ھ۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ہاروت وماروت کے قصہ مین ایک جماعت تابعین مانند حضرت مجاہد وسدی وحسن بصری وقتادہ وابو العالیہ وزہری وربیع بن انس ومقاتل بن حیان وغیرہم سے روایات ہین اور متقدمین ومتاخرین اہل تفسیر مین سے بکثرت لوگون نے اس قصہ کو نقل کیا ہو لیکن کچھ شک نہین ہو کہ یہ تفصیل بیانات صرف بنی اسرائیل سے سنی ہوئی روایات ہین اور اس بارہ مین کوئی حدیث صحیح مرفوع جسپر اعتماد ہو موجود نہین ہو اور قرآن مجید مین جو مجمل حال دربارہ ہاروت وماروت کے مذکور ہو اوسکے اس تفصیل کو مستدعی نہین ہو پس ہم یقین کرتے ہین کہ قرآن مجید مین جو کچھ اللہ تعالے نے ذکر فرمایا اور جو کچھ اوس سے مرادلی وہ سب حق ہو اور ہمارا افادہ صرف اسیقدر پر تمام ہوتا ہو کہ ان لوگون نے کتاب الٰہی کو چھوڑکر اوس سحر کی اتباع کی جو بابل مین ہاروت وماروت پر بطور امتحان نازل کیا گیا تھا حالانکہ وہ دونون اپنا فتنہ ہونا اور کفر سے پرہیز کرنا بتلاتے تھے باوجود اسکے ان لوگون نے نمانا پھر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس مقام پر ایک عجیب وغریب اثر وارد ہوا ہو جسپر متنبہ کرنا مناسب سمجھتا ہون قال الامام ابو جعفر ابن جریر رحمہ اللہ اخبرنا الربیع بن سلیمان انا ابن وہب اخبرنی عبد الرحمن بن ابی الزناد حدثنی ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ انہا قالت قدمت علی امرأۃ من اہل دومۃ الجندل الخ یعنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ وفات سے قریب مین دومۃ الجندل کے لوگون سے ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتی ہوئی آئی تاکہ امر سحر کی چند باتین دریافت کرے جنمین وہ اتفاق سے پڑگئی تھی ولیکن اوسنے سحر کے موافق کوئی کام نہین کیا تھا عروہ نے کہا کہ میری خالہ حضرت عائشہ رضہ نے مجھسے فرمایا کہ اوس میری بہن

لڑکے جب اس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو روتی تھی اور ایسی زار زار روتی تھی کہ مجھکو اوس پر رحم آتا تھا اور وہ کہتی تھی
کہ مجھے نہایت خوف ہے کہ میں برباد ہو گئی کیونکہ میرا شوہر تھا وہ کہیں پردیس چلا گیا اور میرے پاس ایک بڑھیا آئی تو میں نے اوس سے
اس امر کی شکایت کی وہ کہنے لگی کہ جو میں بتلاؤں تو ویسا ہی کرے تو تیرا شوہر آجاویگا تو میں نے کہا کہ میں ضرور ایسا ہی کرونگی وہ کہنے
لگی کہ اچھا تو تیار رہ میں رات کو آونگی جب رات ہوئی تو وہ دو سیاہ کتے لیکر آئی اور ایک پر آپ سوار ہوئی اور کہنے لگی کہ دوسرے پر تو سوار ہو جا
پھر پلک مارنے کی دیر تھی کہ میں نے آنکھ کھولی تو اپنے آپکو بابل میں کھڑا دیکھا اور ناگاہ نظر اوٹھا کر کیا دیکھتی ہوں کہ دو شخص اپنے پاؤں کے
بل لٹکے ہوئے ہیں وہ مجھسے کہنے لگے کہ تو کیوں آئی ہے میں نے اوس بڑھیا کے کہنے سے کہا کہ میں سحر سیکھنے آئی ہوں تو کہنے لگے کہ ہم
فتنہ ہیں پس تو کفر مت اختیار کر اور یہاں سے اپنے گھر لوٹ جا لیکن بڑھیا کے سکھلانے سے میں نے انکار کیا اور کہا کہ میں ضرور سیکھونگی تو کہنے
لگے کہ اچھا اس تنور میں جا کر پیشاب کر جب میں گئی تو ڈر کے مارے میں نے پیشاب نہ کیا اور اونکے پاس لوٹ آئی وہ دونوں کہنے لگے کہ تو نے
یہ کام کیا میں نے جھوٹ موٹ کہدیا کہ جی ہاں تو کہنے لگے کہ بھلا تو نے کیا دیکھا میں نے کہا کہ میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا تو اونھوں نے مجھسے
کہا کہ تو نے ہرگز یہ کام نہیں کیا ہے اور اب بھی تو اپنے ملک کو لوٹ جا اور کفر مت اختیار کر میں نے پھر نہ مانا اور یہی کہا کہ میں سیکھونگی
تو کہنے لگے کہ پھر اسی تنور میں جا کر پیشاب کر جب میں تنور پر گئی تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور مجھکو خوف معلوم ہوا اور پھر میں اون
دونوں کے پاس لوٹ گئی اور کہا کہ میں نے یہ کام کر لیا اونھوں نے کہا کہ پھر تو نے کیا دیکھا میں نے کہا کہ میں نے تو کچھ نہیں دیکھا وہ دونوں کہنے لگے
کہ تو جھوٹی ہے تو نے یہ کام ہرگز نہیں کیا اور اب بھی تو اپنے شہر کو لوٹ جا اور کفر مت اختیار کر کیونکہ تو اپنے معاملہ میں ٹھیک معلوم ہوتی ہے
پھر میں نے نہ مانا اور اون دونوں سے کہا کہ میں ضرور سیکھونگی تو اونھوں نے کہا کہ اس تنور میں جا کر پیشاب کر اس مرتبہ جا کر میں نے اوس
تنور میں پیشاب کر دیا پس جب ہی میں نے اوسمیں پیشاب کیا تو دیکھا کہ مجھمیں سے ایک سوار مسلح نکلکر آسمان کو چلا یہانتک کہ میری
نظر سے غائب ہو گیا پھر میں اون دونوں کے پاس آئی اور کہا کہ میں نے وہ کام کر لیا اونھوں نے کہا کہ پھر تو نے کیا دیکھا میں نے کہا کہ مجھکو
یہ نظر آیا کہ مجھمیں سے ایک سوار مسلح نکلکر جانب آسمان چلا اور یہانتک اونچا ہوا کہ میری نظر سے غائب ہو گیا یہ سنکر کہنے لگے کہ تو
سچی ہے اور یہ تیرا ایمان تھا جو تجھسے نکلکر چلا گیا اور اب تو یہاں سے روانہ ہو۔ پھر میں نے اوس بڑھیا سے کہا کہ واللہ مجھے تو کچھ نہیں معلوم
اور نہ ان دونوں نے کچھ مجھسے کہا وہ کہنے لگی کہ نہیں بلکہ تجھکو سحر حاصل ہو گیا اور اب تو جس چیز کا ارادہ کریگی وہ ہو جائیگا اچھا تو یہ بالی
لیکر اسکے دانے بطور زراعت کے بودے پس میں نے اونکو بویا اور کہا کہ اوگو تو وہ سب اوگے اور میں نے کہا کہ بالیاں نکل آویں تو ناگاہ سب
بالیاں نکل آئیں پھر میں نے کہا کہ تم خشک ہو جاؤ تو وہ سب خشک ہو گئے پھر میں نے کہا کہ تم پس جاؤ تو وہ سب پس گئے پھر میں نے کہا
کہ روٹیاں پک جاؤ تو روٹیاں پک گئیں پھر جب میں نے دیکھ لیا کہ میں جس چیز کو چاہتی ہوں وہ ہو جاتی ہے تو میں نے اوسکو لاحاصل دیکھا
اور مجھپر ندامت طاری ہوئی کہ میں نے ایمان کھو کر اسکو پایا پھر کہنے لگی کہ اے ام المومنین واللہ میں نے کچھ نہیں کیا اور نہ میں کبھی کچھ کرونگی اس قصہ
کو ابن ابی حاتم نے بھی اسیطرح یہانتک روایت کر کے اسقدر زیادہ روایت کیا کہ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ
عنہم سے اس معاملہ کو دریافت کیا حالانکہ اوسوقت کثرت صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے لیکن سب خاموش ہو گئے اور نجانا کہ اس بارہ
میں اس عورت کو کیا جواب دیں لیکن ابن عباس رض نے یا ابن عباس رض کے پاس بیٹھنے والے کسی شخص نے ام المومنین حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کاش آپکے والد زندہ ہوتے یعنے یہ معرفت اونکے واسطے خاص تھی۔ ہشام کہتے ہیں کہ آج اگر ہمارے پاس

وہ آتی تو ہم ضرور اوسکو کچھ فتوی دیدیتے۔ ابن ابی الزناد کہتے تھے کہ ہشامؒ فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تقوی وخوف الٰہی میں بدرجۂ
کمال تھے اور ہمارا زمانہ یہ ہے کہ اگر اب ایسی عورت آوے تو ہم اوسکے حق میں ضرور کوئی فتوی دیں اور یہ نے علمی کا تکلف ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے
کہا کہ اس روایت کی اسناد جید ہے اور اسی اثر سے بعض لوگوں نے استدلال کیا کہ ساحر کو یہ قدرت ہو جاتی ہے کہ وہ اعیان کو بدل دے کیونکہ اوسنے بالی
بوئی یہانتک کہ اوسکی روٹی پکائی اور دیگر علمائے کہا کہ ساحر کو یہ قدرت ہرگز نہیں حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ صرف تخیلات ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہی قول
صحیح ہے کہ ساحروں کو قلب اعیان کی طاقت نہیں ہوتی ہے کیونکہ ساحران فرعون نے کہا تھا کہ۔ ان لنا لاجرا ان کنا نحن الغالبین۔ یعنی اگر ہم ہی غالب
ہوں تو ہمارے لیے اجرت ضرور ہوگی چنانچہ فرعون نے اسکو قبول کیا اور اسکے ساتھ یہ بھی بڑھایا کہ علاوہ اجرت انعام کے تمکو اپنا مقرب بھی بنالونگا
پس اگر ساحروں کو قلب اعیان کی قدرت حاصل ہوتی تو وہ فرعون سے انعام کیوں مانگتے بلکہ تمام جہان کے کنکر پتھروں کو لعل وجواہرات
سونا بنا لیتے حالانکہ یہ بالضرور باطل ہے۔ لیکن سحر محض تخیلات ہی نہیں ہیں اور جسطرح نفوس انسانی بلحاظ ایمان وقوت ملکیہ کے اور باعتبار انواع
کفر وقوائے شیطانیہ کے مختلف باختلاف کثیرہ ہوتے ہیں اسی طرح سحر کا اثر بھی الگ لوگوں پر مختلف واقع ہوتا ہے چنانچہ تراکیب حروف وزبانی الفاظ
سے اجسام انسانی میں طرح طرح کے آثار ظاہر ہوتے ہیں مثلاً حمیر یعنے گدھا اگر کسی رذیل شخص کو کہو تو اسمیں وہ اثر نہیں ہوتا جو کسی نفیس شریف
آدمی کو کہا جاوے اور اسی ح م ی ر۔ کی ترکیب مختلفہ سے آثار مختلفہ ہیں مثلاً ر ح ی م۔ رحیم۔ غایت مستحسن ہے اور ر م ی ح۔ مریح دوسرے
معنے واثر دیتا ہے اور جولوگ مدارک اسرار میں کسی قدر فائق ہیں اور دنیاوی انفعال اعراض مانند صوم وصلوۃ وغیرہ کو اور مانند کلمات تسبیح وتہلیل
وتمجید وتحمید کو صرف تخیل نہیں جانتے بلکہ یہ امور دارالآخرت وواقع ہیں حقائق جوہریہ ہیں حتی کہ فضائل قرأت قرآن ونماز وصوم وغیرہ کی احادیث
صحیحہ میں تصریح بلیغ موجود ہے کہ انکے حقائق حقیقیہ ہیں تو یہ لوگ خوب سمجھتے ہیں کہ جسطرح اعمال امور خیرات کے واسطے حقائق نورانیہ ملکیہ ہیں اسیطرح
کلمات سحر کے ساتھ حقائق شیطانیہ ہیں اور جب سحر سیکھنے والے نے انکو اپنے وجود میں برغبت خود دخل دیدیا تو بالضرور قوائے ملکیہ خارج ہونگے جو
اکتساب سے حاصل ہوتے ہیں مانند ایمان وغیرہ کے بخلاف خلقی قوائے ملکیہ کے کہ انکو اذیت ہے جیسے حواس ظاہرہ میں ناک کان کو خوشبو ونفیس
لطیف آواز سے فرحت ہوتی ہے اور ہر عطر جو خارج سے ہو برعکس بدبو لگانے سے زائل ہو جائیگا لیکن قوائے حواس صرف اذیت کے ساتھ ایک
وقت تک زندہ رہینگے پس جن احمقوں نے خیال کیا کہ سحر فقط اوہام میں یہ ان لوگوں کے وہم کا قصور ہے پھر تجھے کچھ تردد نہ ہونا چاہیے کہ ہر خیر وشر
کے خلق وایجاد میں کسی بندہ مخلوق کو کچھ طاقت نہیں سوائے اسکے کہ مخلوق صرف ظرف ہے تو اسکے اندر بذریعہ ظاہر کلمات وغیرہ کے اللہ تعالے
جب چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے فافہم۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابوجعفر رازی نے ربیع بن انس عن قیس بن عبادؒ سے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا
کہ جب ہاروت وماروت کے پاس کوئی شخص سحر سیکھنے آتا تو اوسکو سخت ممانعت کرتے اور کہتے کہ ہم تو فتنہ امتحانی ہیں تو کفر مت اختیار کر اور یہ
اسوجہ سے تھا کہ ان دونوں کو بھلائی وبرائی وکفر وایمان کا علم حاصل تھا تو انکو معلوم تھا کہ سحر بھی کفر ہے پھر جب وہ کسی طرح نہ مانتا تو اوس سے کہتے کہ فلاں
فلاں جگہ جا پھر جب وہ وہاں جاتا تھا تو اوسکو شیطان نظر آتا تھا اور وہ اسکو سحر سکھلاتا تھا پھر جب شیطان نے اوسکو سحر سکھلایا تو اوس سے ایک نور
نکلکر آسمان کو چڑھتا تھا اور جب وہ اس نور کو دیکھتا تھا تو حسرت سے چلاتا تھا اور حسن بصریؒ نے بھی فرمایا کہ ہاں بیشک یہ دو فرشتہ سحر سکھلانے
کے واسطے اوتارے گئے تھے کیونکہ اللہ تعالے نے بندوں کے واسطے امتحان چاہا تھا پس ان دونوں سے کہدیا تھا کہ کسی کو سحر نہ سکھلاویں جبتک
کہ اوس سے یہ نہ کہدیں کہ ہم فتنہ ہیں پس تو کفر مت کر (ابن ابی حاتم) اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی ساحر یا کاہن کے پاس آیا
پس جو کچھ اوسنے کہا اوسکی تصدیق کی تو جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اوتارا گیا اوس سے کفر کیا (رواہ البزار باسناد صحیح) اور واضح ہو کہ اوس زمانہ کے

لوگ ہاروت وماروت سے ایسی چیزین سیکھتے تھے جس سے شوہر وزوجہ مین پھوٹ ڈالین اور ظاہر ہی کہ یہ حرکت شیطانی ہی چنانچہ جابر بن عبد اللہ
رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اپنا تخت پانی پر رکھتا پھر اپنے چھوٹے چھوٹے لشکرون کو بھیجتا ہی یعنے آدمیونکو
گمراہ کرنے کو بھیجتا ہی پھر اوسکی ذریات مین سے وہ شیطان زیادہ مرتبہ والا ہوتا ہی جو آکر اوس سے کہے کہ مین نے فلان شخص کو نہ چھوڑا یہانتک کہ اوسکے
اور اوسکی زوجہ کے درمیان تفریق کی پس گلے سے لگا کر اوسکو اپنے قریب بٹھلاتا ہی اور کہتا ہی کہ تو بہت اچھا ہی (الصحیحین) اور اسکی وجہ یہ ہی کہ باہمی
پھوٹ سے بہت خرابیان پیدا ہوتی ہین اسیواسطے حدیث مین آیا کہ باہمی فساد ہی نیکیونکا مونڈنے والا ہی اور کلمات سحر کے ذریعہ سے یہ نفاق
زیادہ جم جاتا تھا حتی کہ باذن اللہ تعالے دو لوگون مین جدائی واقع ہو جاتی تھی حتی کہ اگر اللہ تعالے کو کسی شخص کے حق مین یہ ضرر منظور نہوتا تو انکا سحر
کچھ کام نکرتا تھا۔ (مسئلہ) ایک جماعت سلف نے کہا کہ ساحر کافر ہو جاتا ہی اور یہ امام احمدؒ سے ایک روایت ہی اور دیگر جماعت سلف نے
کہا کہ اگر وہ کفر کا اعتقاد نکرے تو کافر نہو گا ولیکن اوسکی سزا یہ ہی کہ اوسکی گردن ماردی جاوے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمان لکھا کہ ہر ساحر مرد و
عورت کو قتل کرو چنانچہ تین ساحر قتل کیے گئے (البخاری والشافعی واحمد) اور یہ ثابت ہی کہ ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا پر اونکی ایک باندی نے سحر کیا تھا
اونھون نے اوسکے قتل کا حکم دیا۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ تین صحابہ رضی اللہ عنہم سے قتل ساحر کی روایت ثابت ہی اور جندب الازدیؓ سے روایت ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساحر کی حد یہ ہی کہ تلوار سے مار دیا جاوے (رواہ الترمذی) لیکن اسمعیل بن مسلم ضعیف راوی ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ
جندب رضی اللہ عنہ کا قول ہی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ طبرانی نے اسکو دوسری اسناد سے بھی مرفوع روایت کیا اور متعدد اسانید سے روایت کیا گیا
کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک ساحر تھا جو اوسکے سامنے تماشہ کیا کرتا چنانچہ اپنے سامنے ایک لڑکا بٹھلاکر اوسکی گردن مارتا اور لوگون کو معلوم ہوتا کہ
اوسکی گردن الگ ہو گئی پھر اوسکو ایک آواز دیتا تو اوسکا سر اوسکے دھڑ سے ملجاتا تھا تو عوام لوگ کہنے لگتے کہ سبحان اللہ اسکو خوب کمال حاصل
ہی یہ تو مردے زندہ کرتا ہی اور وہان صالحین مہاجرین مین سے ایک بزرگ تھے جب اونھون نے سنا تو جا کر یہ تماشہ دیکھا پھر دوسرے روز اپنی چادر
مین تلوار چھپائے ہوے لے گئے اور جب ساحر مردود نے یہ تماشہ کیا تو تلوار نکالکر اوسکو قتل کر دیا اور فرمایا کہ اگر یہ سچا تھا تو اپنے آپکو زندہ کرلے اور یہ
آیت پڑھی۔ افتاتون السحر وانتم تبصرون۔ لیکن ولید بن عقبہ ایک فاجر حاکم تھا وہ خفا ہو گیا اور اوسنے یہ الزام لگایا کہ بغیر میرے پوچھے اسکو قتل
کر دیا پس اوسنے قید کیا پھر چھوڑ دیا (الطبرانی ونحوہ ابوبکر الخلال) اور امام شافعی نے فرمان حضرت عمر و حکم حفصہ رضی اللہ عنہا کو جسمین قتل ساحر کا حکم ہی
ایسے سحر پر محمول کیا جسمین شرک ہو۔ مترجم کہتا ہی کہ جملہ اقوال مین سے اقوی یہ ہی جو ہمارے مشائخ حنفیہ نے اختیار کیا کہ اگر ساحر اوسپر عمل کرے تو قتل
کر دیا جاوے کیونکہ سحر تو کبھی کلمات خبیثہ سے خالی نہین ہوتا ہی واللہ تعالے اعلم۔ (مسئلہ) امام رازیؒ نے نقل کیا کہ معتزلہ وجود سحر کے منکر
ہین بلکہ جو شخص سحر کا قائل ہو کبھی اوسکو کافر بتلاتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ یہی ملحدین نیچریہ کا خیال ہی اور علمائے اہل سنت کے نزدیک سحر صحیح ہی خواہ
وہ نظر بندی ہو یا اوسکی کوئی دوسری حقیقت ہو اس سے کچھ بحث نہین ہی غرضیکہ سحر کے واسطے ایک ماہیت ہی حتی کہ ساحر سے ہوا مین اوڑنا بھی
ممکن ہی مترجم کہتا ہی کہ امام غزالی وغیرہ ایک جماعت صالحین نے بعض اکابر سے حکایت کی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ شیاطین اوسکو ہوا مین اوڑاتے
پھرتے ہین حتی کہ اگر اوسکے قریب کوئی ایسا بزرگ گذرا جسکے سامنے خبائث نہین ٹھہر سکتے ہین تو اوسکو چھوڑ بھاگنے سے یہ شخص گر پڑیگا۔
چنانچہ اسکی حکایات معتمد ائمہ علما سے معروف ہین مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین عوام دہریہ و نیچریہ وغیرہ مین روحین بلانے کا شور ہی اور یہ فتنہ شیطانی
ان جاہلون کے واسطے سخت و شدید ہی اور حدیث شریف مین وارد ہوا کہ آخر زمانہ مین شیاطین بشکل انسانی آکر گمراہون کی پیروی کرینگے اور بد اعتقادی
کے اندر منہمک ہونے کی تاکید و تلقین کرینگے۔ اور تحقیق مقام یہ ہی کہ آدمی کی ترکیب عجیب مین اللہ تعالے عز وجل نے روح و لمہ ملکیہ رکھا جو مخفی

ہی اور جسم وپیکر ہیولانی رکھا لیکن جسم محسوس تو ظاہر ہی اور پیکر ہیولانی یہی لمہ شیطانی بالکل اسی جسم سے مماثل ہی سوا اسکے کہ وہ چھونے سے ملموس نہین ہوتا اور اگر آنکھون کے مقابل ہو تو بعینہ یہی مجسم آدمی نظر آویگا - پھر موت کے بعد روح ولمہ ملکی الگ ہوجاتا ہی اور یہ جسم ولمہ شیطانی جو طبقۂ زمین مین ہی زمین سے جسم سڑکر خراب ہوجاتا ہی اب سنو کہ حدیث میں انسانی ترکیب بلمۂ ملکی ولمۂ شیطانی موجود ہی اور حدیث میں یہ بھی آیا کہ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان مخلوق ہوتا ہی اور حدیث میں آیا کہ جب مومن مرتا ہی تو اسکا شیطان بھی مدفون ومقید رہتا ہی کہ اسکو حرکت وانتقال کی وسعت نہین ہوتی ہی اور کافر کا شیطان آزاد پھرتا ہی یہانتک کہ قیامت کے روز وہ بھی زنجیرمین مسلسل ہوکر داخل جہنم کیا جائیگا جب یہ امر معلوم ہوا تو جسقدر حکایات ان حمقاء ملاحدہ نے دربارۂ روحون کے بیان کین اور اپنی حماقت سے انکو روح سمجھے مین بکر شیطانی مین برباد پڑے ہین اور درحقیقت یہ وہی شیطان ہی جو انکو فلان شخص معروف کے بعینہ صورت مین نظر آتا ہی اور انکو مین گمراہی مین انہماک تعلیم کرتا ہی لہٰذا ہرگز ممکن نہین کہ کسی مدفون ولی معروف کی روح کو انمین سے کوئی طلب کرسکے پس اہل ایمان کو چاہیے کہ اپنے عقائد ومعارف کو بحفظ الٰہی عزوجل محفوظ رکھین اور مزید اطمینان یہ ہی کہ ہر مدعی سے اہل ایمان کے ولی معروف مین سے جو شریعت وطریقت پر کامل تھا مطالبہ کرین انشراطیکہ خود اسکو اسکے فیض صحبت سے اچھی طرح پہچانتے ہون کہ ہرگز یہ خبائث اسکے ہمزاد کو نہین بلاسکتے ہین۔ اے اہل ایمان واسلام یہی قرآن پاک وحدیث مبارکہ مین معرفت بلند کمال ارجمند ہی تم اسپر مضبوط مستقیم رہو اور ہر فتنہ سے اپنی نعمت ایمان کو محفوظ رکھو ورنہ اس سے تجاوز محض گمراہی وضلالت ہی جو بعد موت کے صاف منکشف ہوجائیگی اور اسوقت سوائے حسرت ووبال کے کچھ حاصل نہوگا اور عجب کہ تم معجزات احادیث وآیات کو دیکھتے ہو جنمین تمہارے واسطے تمام فتن معضلہ یعنی گمراہ کرنے والے فتنہائے عجیبہ کی جو قیامت تک اسقدر ایمان پیدا ہونگے تصویر کھینچ دی گئی پھر بھی تم ان فرمیسن وغیرہ کے دھوکے مین پڑو۔ نعوذ باللہ من الضلال ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم (تتمہ) اہل السنۃ کے نزدیک اگرچہ سحر کی ماہیت وحقیقت موجود ہی لیکن ساحر کو کچھ پیدا کرنے کی قدرت نہین ہی غیر ازینکہ جب ساحر سے یہ کلمات خبیثہ صادر ہوتے ہین تو اللہ تعالیٰ نے جو آثار مقدر فرمائے ہین انکو پیدا کرتا ہی حتیٰ کہ کبھی بعض اجسام مین موت پیدا ہوتی ہی لہٰذا قال تعالیٰ - ماہم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ - اور عورت مذکورہ جو بابل سے سیکھ آئی اور آیت مقام وحکایات کثیرہ اس امر کی دلیل ہین کہ سحر کی حقیقت موجود ہی - (مسئلہ) امام رازیؒ نے زعم کیا کہ سحر سیکھنا اس نظر سے کہ سحر ومعجزہ مین فرق پہچانے قبیح نہین ہی کیونکہ معجزہ پہچاننا واجب ہی تو سحر جس سے پہچان ہو کیونکر قبیح ہوگا اور اسی پر محققین نے اتفاق کیا ہی - شیخ امام ابن کثیرؒ نے اسکو قطعاً رد کردیا کہ آیات قدسیہ واحادیث صحیحہ صریح اسکی شناعت کرتی ہین اور وہ کون محققین ہین جنھون نے سحر کی خوبی پر اتفاق کیا ہی حالانکہ کسی ایک محقق سے بھی نص موجود نہین ہی بالجملہ مفصل رد کردیا اور صواب کیا پھر شیخ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ابو عبداللہ الرازی نے پھر اسکے بعد سحر کی آٹھ قسمین بیان کین مترجم کہتا ہی کہ مین انکو بنظر بعض فوائد کے مختصر بیان کرتا ہون (قسم اول) سحر کذابین وکسشدانیین ہی جو سبع سیارہ کی پرستش کرتے اور انھین کی طرف سے خیر وشر کی پیدائش خیال کرتے ہین اور حضرت ابراہیم علیہ السلام انھین کو مسلمان کرنے اور انھین کی تردید کرنے کے واسطے بھیجے گئے تھے اور ابن خلکان نے آفتاب ستارون وغیرہ کی تسخیر کا طریقہ اور انکی طوفی ولباس اور پرہیز وپڑھنے کے کلمات وغیرہ مفصل نقل کیے ہین اور گمان یہ ہی کہ اوسنے صرف ان لوگون کے باطل خیالات سے پرہیز کے واسطے ان چیزون کا بیان کردیا ہی (قسم دوم) سحر اصحاب اوہام وتصورات قویہ مترجم کہتا ہی کہ یہی مسمریزم ہی جو اس زمانہ مین معروف ہی یہ لوگ تصورات کو اسقدر قوی کرتے ہین کہ اوسکا اثر بیہوش کرنے وغیرہ مین کمزور پر واقع ہوجاتا ہی جیسا کہ اس زمانہ مین اکثر لوگ اس سے واقف ہین بعض نے لکھا کہ امام رازی نے وہم کی تاثیر پر اس طرح دلیل قائم کی کہ اگر زمین پر پل رکھا ہو تو اوسپر سے چلنا ممکن ہی اور اگر نہر کے مانند کسی چیز پر

ہو تو نہیں ممکن ہے اور جیسے اطبا نے اتفاق کیا کہ جسکو تکسیر کا مرض ہو وہ سرخ چیزوں کو نہ دیکھے اور جسکو مرگی کا مرض ہو وہ چمکتی و گھومتی چیزیں نہ دیکھے اور
یہ صرف اسیوجہ سے ہو کہ اوسکے ذہن میں اوہام جم جاتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ تحقیق دلیل جسمیں اطبا و فلاسفہ بھی متفق ہیں میرے نزدیک اسطرح ہے
کہ اللہ عزوجل نے اس جسم میں طبعی قوت مدبرہ رکھی ہے اور یہ بطور عادت ہے جیسے آگ میں جلانے اور پانی میں ٹھنڈا کرنے کے افعال بطور عادت جاری
ہیں اور اطبا نے بیان کیا کہ طبیعت مدبرہ صرف بدن سے متعلق ہے اور اوسکو عقل سے ارتباط نہیں ہے چنانچہ اگر کسی عضو میں درد یا دکھ ہو یا وہاں کوئی
زخم لگ جاوے تو طبیعت مدبرہ اوس طرف حفاظت کے لیے خون چڑھا لیجاتی ہے حالانکہ یہ عقلاً مضر ہے کیونکہ جب وہ خون چڑھا لیجاوے تو ورم پیدا
ہو جائیگا اسیواسطے جہانتک ممکن ہے درد کو تسکین دیتے ہیں خصوصاً ایسے مقام پر جہاں ورم ہو جانے میں خوف شدید ہے پھر جب طبیعت مذکورہ کو
کسی تصور کا عادی کیا جاوے مثلاً یہ تصور کیا کہ میرا اثر بالکل فلان شخص میں سماری ہو گیا حالانکہ اس تصور کے وقت اوسکو کسی دوسری چیز کا خیال
نہ ہے حتی کہ اپنے نفس کا بھی خیال محو ہو جاوے تو یہ تصور موثر نظر آتا ہے حتی کہ اگر کوئی عورت حاملہ چاند گہن سے خوفناک ہو کر اوسکے تصور میں
مستغرق ہو جاوے تو اوسکے بدن میں جو سب سے کمزور عضو ہو اوسپر اوسکا اثر واقع ہوگا اور وہ بچہ پر پہنچا چنانچہ اکثر اوقات اوسکا کوئی عضو کٹا ہوا
ہوتا ہے چنانچہ یہ استدلال بتوضیح تمام سابق میں مذکور ہوا حتی کہ اسی تصور کے ذریعہ سے سلب امراض کا عمل جاری ہے اور یہ کرامت کی دلیل نہیں
بلکہ قوت تصور کی دلیل ہے اسیواسطے اکثر کافروں کو حاصل ہوتا ہے اور اسپر طب کے بہت سے قواعد مبنی ہیں امام رازی نے لکھا کہ اسی قاعدہ پر
نظر بد کا اثر ہے امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ہاں نظر بد ٹھیک ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ نظر ٹھیک ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرتی تو نظر ہی ہوتی
(الصحیح) پھر امام رازی نے کہا کہ نفس انسانی کبھی قوی ہوتی ہے اور کبھی ضعیف ہوتی ہے پس اگر کمزور ہو تو اوسکو ایسے اسباب کی ضرورت ہوتی
ہے جیسے مسمریزم والے جمع کرتے ہیں اور اگر قوی ہوتی ہے تو اوسکو کچھ حاجت نہیں ہے اور اوسکی تحقیق یہ ہے کہ اگر نفس کو اس بدن سے تعلق کم رہا
اور اوسکا جذب عالم آسمانی کی جانب زیادہ ہو گیا تو گویا وہ ایک روح سماوی کے مانند ہو جاتا ہے تو اوسکا اثر ان مادیات عالم پر صفت واقع
ہوتا ہے اور اگر نفس کا تعلق اس لذات بدنیہ سے زیادہ ہو تو وہ بوجہ کمزوری کے کوئی تصرف نہیں کر سکتا ہے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ بیان
احوال ہے اور وہ دو قسم پر ہے کبھی تو حال صحیح باتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و استقامت شریعت و تقوی ہوتا ہے اور یہ اس امت کے
صالحین کے واسطے کرامات ہے دوم وہ حالت جو فاسقین فاجرین خلاف شریعت کو حاصل ہوتا ہے اور یہ کرامت کی دلیل نہیں بلکہ استدراج و
لعنت ہے چنانچہ دجال ملعون کے حالات و خوارق عادات بکثرت احادیث صحیحہ میں وارد ہوے حالانکہ وہ صرف استدراج و لعنت ہے
(قسم سوم) وہ سحر ہے جو قواے ارضیہ یا مثلاً جن وغیرہ سے استعانت کرنے پر ہوتا ہے اور اسیکو عزائم و تعویذات و تسخیرات کہتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ جنیا
و شیاطین دو قسم ہیں ایک وہ جو زندہ از قسم جن موجود ہیں خواہ مسلمان ہوں یا کافر ہوں اور اس سحر سے جو اثر پیدا ہوتا ہے وہ مسحور کے جسم پر
محسوس ہوتا ہے اور چونکہ وہ اجسام ہوائی ہیں تو جب انکا جذب بالائی مقصود ہوتا ہے تو مسحور کبھی ہلکا ہو کر اوڑنے کے مانند ہو جاتا ہے اور کبھی
جذب سفلی کی وجہ سے بہت بھاری ہو جاتا ہے جیسے خواص ہوا میں یہ باتیں معلوم ہو سکتی ہیں قسم دوم وہ ہمزاد ہیں جو کافروں کی موت کے بعد زندہ
چھوڑ دیے جاتے ہیں کیونکہ شیطان و اوسکی ذریات کے واسطے تا قیامت موت نہیں ہے بخلاف دیگر اجنہ کے پھر یہ ہمزاد جو چھوڑے گئے پھرتے
ہیں بالکل وہی شکل کا ہوتا ہے جس جسم کا ہمزاد ہو سوا اسکے کہ اگر اوسکو ٹٹولو تو کوئی چیز نہیں ہے جیسے تم آئینہ میں بعینہ یہی صورت دیکھتے
ہو مترجم کہتا ہے کہ انھیں ہمزادوں کی وجہ سے آج کل ایک جماعت کفار نے جو معارف حقیقیہ سے گمراہ ہیں روحیں بلانے کا دھوکا کھایا اور
ان لوگوں کے حال پر نہایت افسوس ہے کہ راتوں کو تصورات اور دنوں کو خیالات میں تمام تکلیفات کے ساتھ بریاضات شدیدہ برباد کرتے

له احمد و مسلم عن [illegible]

اور انھین ہزار دون کے چکر مین گمراہ ہوکر آخر بعد موت کے جہنم مین تکلیف اوٹھاوینگے اور اوسوقت حسرت سے پچتاوینگے امام رحمہ نے کہا کہ ان نفوس
ارضیہ سے کرشمہ سحر بہت جلد حاصل ہوجاتا ہی کیونکہ انمین مناسبت وقرب خود موجود ہی (قسم چہارم) انواع تخییلات وشعبدات ہین
اور یہ درحقیقت سحر نہین ہی بلکہ ہاتھون کی چالاکی ہی اور بسا اوقات اسکے ساتھ کچھ دواؤن کی ترکیب شامل ہوتی ہی لیکن یہ ایسی چیز ہی کہ اہل فطانت
اسکو آسانی سے پہچان لیتے ہین (قسم پنجم) ترکیبات کل وغیرہ عجائبات مین امام رازی نے کہا کہ اس قسم مین صرف خیالات صحیح اور فن ریاضی
وترکیبات کیمیائی جاننے کی ضرورت ہی چنانچہ اسی سے ساعتی صندوق لینے کلاک گھڑی وعلم جرثقیل وغیرہ بنائے گئے ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ بھی
فن سحر مین داخل نہین ہی (قسم ششم) بعض خواص ادویہ کی ترکیب مانند مقناطیس وغیرہ کے عجائب کرشمہ لانا اور یہ بھی درحقیقت سحر نہین
ہی (قسم ہفتم) تعلیق قلبی اور یہ اس طرح ہی کہ چالاک آدمی نے بیوقوف کمزور کو ہولناک امور سوجھائے کہ جن میرے تابع ہین یا مین اسم
اعظم جانتا ہون حتی کہ وہ خوفناک ہوکر اوسکا مطیع ہوا پھر اوسوقت ساحر نے اپنا اثر ڈالا مترجم کہتا ہی کہ یہ بھی کچھ سحر نہین ہی بلکہ وہی قسم تصوری ہی بلکہ
مترجم کہتا ہی کہ بسا اوقات مرد احمق اپنے آپ کو کسی شخص کے اعتقاد مین سپرد کر دیتا ہی حتی کہ اوسکے اعتقاد کے موافق نیکی و بدی اوسپر طاری ہوتی
ہی اگرچہ وہ اوسکو حماقت سے اپنے معتقد علیہ کی کرامت سمجھتا ہی حتی کہ اگر اوسکا خیال ولی شریعت سے خارج اور ایمان سے بے بہرہ ہی تو یہ بھی اپنا ایمان
کھوکر خسر الدنیا والآخرۃ ہوجاتا ہی اسیواسطے بزرگون نے نصیحت کی کہ ہر شخص کا معتقد نہو جاوے ونعوذ باللہ من الضلالۃ (قسم ہشتم) مکر
خفی کے افعال ہین جنکو اکثر احمق سمجھتے نہین ہین امام ابن کثیر رحمہ نے کہا چونکہ لغت مین سحر اوسکو کہتے ہین جسکا سبب ظاہری دقیق و مخفی ہو اسواسطے
امام رازی نے ان اقسام کو سحر مین داخل کیا اور اسی لحاظ سے کفار عرب نے بھی قرآن مجید کو بوجہ کمال بلاغت و لطافت کے سحر کہتے تھے اور اسی تاثیر
کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بیان کو سحر فرمایا مترجم کہتا ہی کہ شیخ الصوفیہ امام محی الدین بن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحقیق سحر مین کلام
لطیف بیان فرمایا ہی جو سورۂ طٰہٰ کی تفسیر مین بتمامہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا جسکا خلاصہ یہ ہی کہ قولے علوی و قواے سفلی کی ترکیب سے متعدد انواع
حاصل ہوتے ہین بعض طلسم ہین وبعض حقیقی آثار سحر ہین ۔ مترجم کہتا ہی کہ جن لوگون نے سحر کو نہین پہچانا انھون نے صرف ترکیب ادویہ یا دستی چالاکی
شعبدہ کو سحر خیال کیا اور یہ بالبداہتہ باطل وخلاف مشاہدہ ہی اور اسکا باعث حمقائے زمانہ دین کا موٹا خیال ہی حالانکہ مسمریزم کی کیفیت صریح مشاہدہ ہی
اور عموماً اہل بنارس کے ہنود واہل اسلام وموجودہ نصاری جانتے ہین کہ وہان آگ کی خندق مین جو لوگ کودے انکو آگ سے ایک خاص وقت تک
کچھ ضرر نہین ہوا اور چونکہ اس معرکہ مین عموماً جسکا جی چاہے کودتا تھا تو کسی ترکیب دوائی وغیرہ کا احتمال نہین ہی ۔ اور سانپ پکڑنے مین منتر معروف
ومتداول ومتواتر ہی جنکا انکار محض بدحواس احمق کا کام ہی اور مقدمہ مین مترجم نے توضیح کامل لکھی ہی (مسئلہ) جو شخص سحر سیکھے وعمل مین لاوے
تو شیخ ابن کثیر رحمہ نے کتاب الاشراف سے نقل کیا کہ بالاجماع سحر حق ہی سواے قول ابو حنیفہ رحمہ کے کہ وہ نہ حقیقت کہتے ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ نقل غلط
ہی کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ سے معتزلہ نے یہ قول نقل کیا اور یہ افترا ہی بلکہ امام رحمہ سے اہل السنۃ علماے رحمہ نے موافق جمہور نقل کیا یا نہین دیکھتے ہو کہ خود شیخ
نے نقل کیا کہ جو شخص سحر سیکھکر عمل مین لاوے وہ امام ابو حنیفہ ومالک واحمد کے نزدیک کافر کیا جاوے اور شافعی رحمہ نے کہا کہ اس سے تفصیل پوچھی جاوے
پس اگر اسنے موجب کفر بیان کیا مثلاً اہل بابل کی طرح کواکب سبعہ سے تقرب اور ہر طرح کی قدرت پر تصرف بیان کیا تو وہ کافر ہی اسی طرح اگر
اسکی اباحت کا اعتقاد کیا تو کافر ہی ۔ مترجم کہتا ہی کہ شیخ ابو منصور ماتریدی شیخ الحنفیہ نے کہا کہ یہی معقول ہی کہ کلمات سحر و اسکے اعتقادات مین
موجب کفر دیکھکر کافر ہونے کا حکم دیا جاوے ۔ رہا یہ کہ خالی سحر کرنے سے قتل کیا جاوے تو مالک واحمد نے کہا کہ ہان اور امام ابو حنیفہ وشافعی نے منع کیا
ہان اگر کسی معین کو سحر سے قتل کیا و ثبوت ہوا تو بالاجماع قتل کیا جاوے اور کتاب الاشراف مین جمہور کے نزدیک اسکو بطریق سزا کے حد کے

قرار دیا سوائے قول شافعی رح کے کہ بطور قصاص کے قتل ہو۔ اور لکھا کہ امام ابوحنیفہ و مالک و احمد رح کے نزدیک ساحر کی توبہ قبول نہیں اور شافعی رح
کے نزدیک قبول ہے۔ ساحر کافر بھی امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک مثل ساحر مسلمان کے قتل ہو اور عورت ساحرہ بغیر قتل کے محبوس کی جاوے
اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک لبید بن الاعصم یہودی ساحر قتل نہیں کیا گیا تو کافر ساحر قتل نہ ہوگا اور عورت مثل مرد کے ہے۔ (مسئلہ) ساحر سے
اپنا سحر دور کرنے کی درخواست کی جاوے۔ امام بخاری رح نے سعید بن المسیب رح سے نقل کیا کہ ہاں۔ اور شعبی رح نے کہا کہ نشرہ میں مضائقہ نہیں
ہے لیکن حسن بصری رح نے اسکو مکروہ کہا۔ قرطبی رح نے وہب رح سے نقل کیا کہ بیری کی سات پتیاں لیکر دو پتھروں کے درمیان کچل کر پانی پلایا جاوے
اور اسپر آیۃ الکرسی پڑھکر مسحور کو تین گھونٹ پلا کر باقی سے نہلایا جاوے تو سحر دور ہوگا۔ قرطبی رح نے کہا کہ جو شخص اپنی زوجہ سے بند ہو گیا اسکے
واسطے یہ عمدہ علاج ہے۔ شیخ رح نے کہا کہ اس بارہ میں سب سے عمدہ علاج قراءت قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس اور آیۃ الکرسی ہے کہ آیۃ الکرسی
بھی شیطان کو دور کرنے والی ہے۔ انتہی ۔ مافی تفسیر ابن کثیر ملخصاً۔ امام غزالی رح نے کہا کہ سحر ایک نوع دقیق ہے جو خواص جواہر جانکر اور مطالع نجوم
میں حساب لگا کر انکے موافق جب پر سحر کیا مقصود ہوتا ہے اسکی صورت بنا کر وقت خاص کے منتظر رہتے ہیں اور اسکے ساتھ چند کلمات کفر و فحش جو خلاف
شرع ہیں ملا کر کام کرتے ہیں جن کلمات سے شیاطین سے استعانت ہوتا ہے اور حق عز و جل نے عادت قدرت جاری فرمائی ہے کہ ایسی حالت میں مسحور میں
عجیب و غریب حالت پیدا ہوتی ہے۔ الخ۔ سحر بھی منجملہ کبائر عظیمہ کے شرک سے ملحق ہو کر حدیث میں مذکور ہوا ہے (کما فی الصحیحین) اب مترجم کہتا ہے کہ ان
آیات قدسیہ کی تاویل میں دو قول مذکور ہوئے۔ اول یہ کہ ہاروت و ماروت دو بادشاہ یا حاکم تھے جو بابل میں لوگوں کو سحر سکھلاتے اور چونکہ تقوی
و طہارت و علم سے متصف تھے تو فرشتہ خصلت ہونے سے ملکین کہلائے اور سحر کے کفر ہونے کو جانکر لوگوں کو اس سے منع کرتے تھے۔ قرطبی رح
و ابوالسعود و بیضاوی وغیرہم نے اسی پر جزم کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تاویل پر نظم بلیغ کلام میں خلل ہوتا ہے باوجود اسکے یہ سوال ہے کہ پھر آخر وہ لوگ
کیوں سحر تعلیم کرتے تھے اور جواب ہو سکتا ہے کہ شاید انکو امتحاناً یہ حکم الٰہی عز و جل ہو لیکن کچھ خلافت نہیں کہ وہ دونوں کچھ پیغمبر نہیں تھے۔ تاویل دوم
یہ کہ حق عز و جل نے موافق تقدیر ازل کے ہاروت و ماروت کے دعوی پر جو ملائکہ سے تھا کہ اگر ہم آدمی ہوتے تو کبھی گناہ نہ کرتے۔ ان دونوں کو ماہیت
ملکیہ سے قلب کر کے ماہیت بشری میں کر دیا یعنی قیامت تک فرشتہ کی ماہیت سے محروم ہو کر دنیا میں اتارے گئے اور ایک عورت زہرہ سے مبتلا
فحش ہو کر عذاب کیے گئے اور انکو اس حالت میں سکھلانے کا فتنہ بنایا گیا۔ چونکہ معارف صحابہ رضی اللہ عنہم بہت بلند تھے تو انھوں نے اسکو حضرت
صلعم کی طرف نسبت نہیں فرمایا تاکہ عوام جو اسرار الٰہیہ سے جاہل اور دائرہ حواس میں مجہول ہوتے ہیں نہ سمجھی سے منکر نہ ہو جاویں۔ پھر اس بارہ میں
روایات باسانید صحیحہ وارد ہیں حتی کہ شیخ امام حافظ ابن حجر رح نے صحت پر جزم کیا اور شیخ زکریا انصاری رح نے اسی کو حق جانا کما فی الخطیب اور شیخ ابن
حجر المکی رح نے زواجر میں بہت خوب جوابات سے بیضاوی و رازی وغیرہ کو رد کر دیا جو اس قصہ کو فقط یہودیوں کی ساخت سمجھتے اور عقل و نقل سے
بعید جانتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ جس شخص کی سمجھ اس قابل نہ ہو اسکو چاہیے کہ یہاں یوں اعتقاد کرے کہ جو کچھ مراد الٰہی عز و جل ہے میں اسپر ایمان لایا
اور در حقیقت عارف اسرار کے نزدیک یہاں کچھ بھی استبعاد نہیں بلکہ عجائب اسرار قدرت میں از انجملہ یہ کہ اللہ تعالی جس طرح حقائق کو زندہ ظاہر اور
مردہ مخفی کرتا ہے اسی طرح زندہ میں سے جسکو چاہتا ہے مثل قوائے عقلی و روحی کے مخفی کر دیتا ہے کہ اسپر کسی بشر کو اطلاع غیر ممکن ہے لہذا جن حمقاء نے
تعجب کیا کہ بابل میں باوجود تلاش کے پتہ نہیں ملتا ہے۔ یہ عجیب حماقت ہے کیا اسکو اپنے نفس میں عقل و روح تلاش کرنے سے پتہ مل گیا کہ وہ غیر کو
تلاش کرتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ زہرہ مذکورہ ظاہرا یہی ستارہ ہے کہ جیسے ملائکہ مذکورین کی ماہیت تبدیل کی گئی جیسے عصائے موسی کی ماہیت
تبدیل کی جاتی تھی اور تینوں ملائکہ میں سے ایک نے عہد سے اقالہ کیا اور دونوں ہاروت ماروت اتارے گئے تو وہ حاکم کیے گئے کہ جسکے واسطے

قرارت ملکین ہی اور دوسری قرارت ملکین بمعنی دو فرشتہ ہی اور انکے فتنہ کے لیے زہرہ ستارے کو قلب فرما کر لبشکل فارسی عورت کے اوتار اگیا پھر جب دعوی ملکین باطل ہو چکا تو بد ستور وہ زہرہ کر دی گئی اور محتمل ہی کہ جیسے فرشتون کی تقلیب ہوا اسی طرح عورت کی تقلیب بہ ستارہ ہوی بہر صورت انہین سے کوئی امر ایسا نہین ہی جسکی نظیر خود موجود ہو سوا اے کوتاہ نظری کے یہان کچھ بھی بعید نہین ہی اور یہ ایک امر اس عالم علوی و سفلی مین عجائب حکمت مرابطہ سے منتظم و مربوط ہی پس جسنے عالم ارضی مین سے بعض امور محسوسہ جانکر تمام جہان کو اسی پر قیاس کیا وہ قطعی احمق ہی حالانکہ قطعًا وہ کچھ بھی یقینی حالات ماہتاب تک نہین جانتا اور نہ اسکو ان بے شمار ستارون کی حکمت و ماہیت و آثار کا علم یا گمان ہی۔ پھر جب یہ ملکین معذب ہوے تو ایک خاص بعید سحر کے تعلیم کے لیے مع تفہیم فتنہ کفر کے مامور ہوے چنانچہ جسنے تعلیم سحر تلاش کیا وہ انکو پا گیا ورنہ نہین فافہم واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ (تنبیہ) اہل ایمان قطعًا وجود روح اور پردہ جسم کے قوالے ملکیہ اور ہر مردہ کفر پر دائمی عذاب القبر اور ہر مردہ مومن پر دائمی راحت قبر وغیرہ کے معتقد حقیقی ہین تو بابل مین انکی نظر آنے سے بعید ہونے کی کوئی وجہ نہین ہی۔ جادو مین بذات خود مثل اشیاء دیگر کے کوئی تاثیر نہین بلکہ موثر حقیقی اللہ تعالی ہی۔ قولہ ولو انہم آمنوا واتقوا الآیۃ دلیل ہی کہ ساحر کی توبہ قبول ہی بلکہ ساحران فرعون کی توبہ قبول ہونا معلوم ہی اور مسلمان بھی اگر زندہ ہو گیا تو اسکی توبہ قبول ہی خطیب نے کہا کہ جسنے عدم قبول توبہ کہا اسنے غلط کہا۔ جواب یہ کہ توبہ قبول ہی مگر ساحر کی توبہ قتل ہی واللہ تعالی اعلم۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالی نے یہود وغیرہ کو انعامات سے یاد دلایا اور انکی حرکات کفر یہ سحر و ترک توریت و ایمان آخرت پر ملامت کی مگر بجاے نفع کے۔ ان مغضوب علیہم مین عناد سے فورانی مضر ہوتی گئی اور رفتہ رفتہ الیسا کا انجاز ٹھیک ہوا کہ یہ لوگ غضب علی غضب مین مبتلا ہین حتی کہ رسول اللہ صلعم کے حق مین بدگوئی کرنے کے مواقع تلاش کرنے لگے اسطرح کہ عرب اپنی زبان میں (راعنا) ایسے موقع ادب پر بولتے ہین جیسے ہم لوگ کسی بزرگ سے عرض کرتے ہین کہ وہ حضور ذرا میری طرف ترحم کی نظر فرما دین، لیکن یہود خبیث نے اپنی زبان مین

اسکو بدگوئی کا کلمہ ٹھہرایا تھا لہذا اللہ تعالے نے یہودیون پر لعنت بگر ڈالی و اہل ایمان کو ادب تعلیم فرمایا بقولہ تعالے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۗ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور منکرون کو دکھ کی مار ہی

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ

دل نہین چاہتا ان لوگون کا جو منکر ہین کتاب والون مین اور شرک والون مین یہ کہ اوترے تمپر کچھ نیک بات

مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

تمہارے رب سے اور اللہ خاص کرتا ہی اپنی مہر سے جسکو چاہے اور اللہ بڑا فضل رکھتا ہی

خطیب نے سراج المنیر مین لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حال پر توجہ دلانا چاہتے تو ادب سے لفظ۔ راعنا۔ کہا کرتے یعنے آپ ہماری مراعات فرمائیے اور یہودی اپنی زبان مین اس لفظ کو بدگوئی و حماقت کے معنے مین استعمال کیا کرتے تھے پس ان ملعونون نے ناگوار کلمہ کہنے کا موقع پایا۔ ھ۔ اور ظاہر ایہ لفظ زبان عبرانی یا سریانی مین۔ راعنًا۔ بتنوین تھا بمعنے او احمق جیسا کہ صحیح بخاری مین موجود ہی کیونکہ روایت بخاری حفاظ کے نزدیک۔ راعنًا بتنوین محفوظ ہی مگر یہودی اسطرح زبان مروڑ کر کہتے کہ تنوین اچھی طرح ظاہر نہ ہوتی تھی کما قال تعالے۔ راعنا لیًّا بالسنتہم و طعنًا فی الدین الآیۃ خطیب نے لکھا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو انصار کے قبیلۂ اوس کے سردار تھے بعض لغت یہود پہچانتے تھے ناگاہ انھون نے یہود سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمہ کہتے سنا تو غضبناک ہوکر یہودیون سے فرمایا کہ اے ملعونو اگر مین نے پھر تمسے کبھی یہ کلمہ سنا تو واللہ تمہاری گردن مار دونگا پس یہودی خوفناک ہوکر کہنے لگے کہ ہماری کوئی خطا نہین ہی کہ آپ سب لوگ بھی ادب سے یہی کلمہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے خطاب مین استعمال کرتے ہین پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا۔
اے ایمان والو تم لوگ راعنا نہ کہا کرو۔ ف تاکہ یہودیون کی زبان درازی کی جڑ کٹ جاوے اور یہودیون سے قول وفعل مین مشابہت نہ رہے
وَقُوْلُوا انْظُرْنَا۔ اور تم لوگ انظرنا کہا کرو۔ ف یعنے ہمارے حال پر نظر فرمائیے پس اس حال مین دو فائدہ ہوئے اول یہ کہ یہود سے
مشابہت نہین رہی دوم یہ کہ اللہ تعالے نے مشتبہ وموہم کلمات سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو پاک رکھا حالانکہ یہودی لفظ رعایت
جس سے راعنا مشتق ہوتا ہے اپنے بزرگون کی شان مین بولا کرتے اور اوس سے رعایت ہی کے معنے لیتے جیسے اسمع غیر مسمع کہتے اور اس سے یہ
مراد لیتے کہ ہماری بات سنو درحالیکہ خدا تمکو بری بات نہ سنواوے۔ لیکن اسکے یہ بھی معنے ہو سکتے ہین کہ سنو حالانکہ تمکو سننا نصیب نہو جیسے یہودی بولتے کہ
سمعنا وعصینا۔ اور اس سے مراد لیتے کہ ہمنے حکم آلٰہی سنا اور شیطان کی نافرمانی کی لیکن اسکے یہ بھی معنے ہو سکتے ہین کہ ہمنے سنا مگر نہ مانا تو جب کبھی یہودی
خبیث اپنے کسی شیطان سے خطاب کرتے تو اچھے معنے مراد لیتے اور جب اپنی شیطانیت کے موافق اہل حق سے خطاب کرتے تو دوسرے معنے مراد
لیتے تھے پس اللہ عزوجل نے ان سب امور سے منع فرمایا چنانچہ سورۃ النساء مین انشاء اللہ تعالے آتا ہے اور یہان بھی راعنا سے منع کرکے انظرنا کہنے کا
حکم دیا اور فرمایا۔ وَاسْمَعُوْا یعنے تم لوگ حکم آلٰہی دل سے سن لو۔ ف یعنے تمہارا ایمانی مقولہ صرف یہی ہو کہ سمعنا یعنے ہمنے دل سے سنا
پس یہ طعن یہودیون کو پہنچتی ہے کہ ساتھ سمعنا وعصینا۔ ملاتے یا اسمع غیر مسمع۔ ملاتے تھے چنانچہ اللہ تعالے نے یہودیون کی خباثت کا حال بیان
فرمایا بقولہ تعالے من الذین ہادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتہم وطعنا فی الدین۔ اور اسکے بعد
فرمایا۔ ولو انہم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرا لہم واقوم ولکن لعنہم اللہ بکفرہم الآیہ۔ یعنے اگر یہ لوگ کہتے کہ ہمنے سنا اور ہم فرمانبردار ہوئے
اور کہتے کہ اسمع یا انظرنا۔ تو یہ امر انکے حق مین بہتر واقوم ہوتا لیکن انکے کفر کی وجہ سے اللہ تعالے نے اونپر لعنت فرمائی ہے۔ اھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ
سمعنا کے ساتھ عصینا ملانا اور اسمع کے ساتھ غیر مسمع ملانا ان کمبختون پر لعنت تھا پس اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو صرف سمعنا
کی اجازت فرمائی تاکہ یہود ملعونین سے مخالفت ہو جنکے حق مین اللہ تعالے فرماتا ہے۔ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ اور ان کافرون کے
واسطے عذاب الیم ہے۔ ف کافرین سے یہود مراد ہین امام ابن کثیرؒ نے لکھا حاصل یہ کہ اللہ تعالے نے مومنون کو قول وفعل مین کافرون کے
ساتھ مشابہت رکھنے سے منع فرمایا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین قیامت کے روبرو تلوار کے ساتھ
بھیجا گیا ہون تاکہ اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت کیجاوے اور میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ مین رکھا گیا ہے اور جو شخص میرے حکم کی مخالفت کرے
اوسی پر ذلت وخواری ڈالی گئی ہے اور جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ اسی قوم مین سے ہے (رواہ احمد) اور تشبہ کی روایت سنن ابی داود
مین بھی موجود ہے پس اس حدیث مین سخت تہدید وزجر ہے کہ جو امور ہماری شریعت مین مشروع نہون اونمین کسی کافر قوم کے ساتھ مشابہت کیجاوے خواہ اقوال
ہون یا افعال ہون اور خواہ کھانا پینا ہو یا لباس ہو خواہ شادی کے رسوم ہون یا موت کے رسوم ہون مترجم کہتا ہے کہ امام ابن کثیرؒ نے جو اس
حدیث شریف سے استنباط کیا وہ مومنون کے واسطے موعظت حسنہ ہے کہ اپنی شادی وغمی وغیرہ کے رسوم مین احتیاط رکھین کہ کوئی امر ایسا نہو جو یہود
ونصاری ومجوس وہنود وغیرہ اقسام کفار سے مشابہ ہو اگرچہ بظاہر اپنی رائے سے اوسکو بدعت حسنہ خیال کرتے ہون کیونکہ اگر وہ بدعت حسنہ بھی ہو
تو مشابہت کفار کی وجہ سے بدعت سیئہ ہو جاوے فافہم۔ م۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر حضرت
عبد اللہ سے عرض کیا کہ مجھے آپ کچھ وصیت فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ جہان قرآن مجید مین اللہ تعالے نے۔ یا ایہا الذین آمنوا۔ سے خطاب فرمایا
وہان تجھے چاہیے کہ کان دھر کر سن کہ وہ یا تو کوئی امر خیر ہے جسپر عمل کرنیکا حکم دیا گیا ہے یا کسی شر سے منع کیا گیا ہے۔ (ابن ابی حاتم) عطاء رحمہ اللہ تعالے

نے فرمایا کہ انصار رضی اللہ عنہم کی زبان تھی کہ راعنا کہا کرتے جسکی مراد یہ ہوتی کہ تم ہماری بات سنو اور مجاہد نے فرمایا یعنی تم ہمسے سنو ہم تمسے سنیں ابو صخر نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص پیچھے سے پکارتا تو اس لفظ سے آواز دیتا پس اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے واسطے یہ لفظ غیر مناسب قرار دیکر مومنون کو اس سے منع فرمایا۔ شیخ ابن جریر نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ لفظ مذکور مشتبہ تھا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کو کرم کہنے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ کرم تو مومن کا دل ہے اور جیسے غلام کو اپنا عبد کہنے سے منع فرمایا یعنی سب اللہ تعالے ہی کے عبد ہین اسیطرح راعنا وغیرہ مشتبہ الفاظ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین کہنے سے منع فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے بھی وہ فائدہ حاصل ہوا جو امام ابن کثیر نے نکالا کہ قوم کفار سے مشابہت بھی منع فرمائی اسیواسطے کافرون کی دلی دشمنی سے آگاہ کیا تاکہ مسلمانون کو انکی مشابہت سے قطعی نفرت ہو جاوے بقولہ تعالے۔ مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ کسی طرح چاہتے نہین وہ لوگ جو منکر ہوئے ہین۔ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ۔ اہل کتاب مین سے۔ وَلَا الْمُشْرِكِينَ۔ اور نہ مشرکین۔ ف عرب و مجوس وغیرہ یعنی کفار خواہ اہل کتاب مین سے یہود و نصاری ہون یا عرب و عجم کے بت پرست وغیرہ ہون کوئی نہین چاہتے ہین کہ۔ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ۔ تمپر تمہارے رب کی طرف سے خیر اتاری جاوے ف یعنی نہین چاہتے کہ اللہ تعالے تمپر وحی نازل فرما کر سرفراز کرے (السیوطی) پس مشرکین عرب تو وحی کے قائل نہین تھے لیکن جہالت سے حسد کرتے کہ بنی ہاشم مین ایک پیغمبر ہو جسکی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہون چنانچہ ابو جہل کہتا تھا کہ بنو ہاشم نے فضائل و افتخارات حاصل کیے آخر ہمنے بھی کوشش کی کہ انکے برابر ہون اور پوری جہد و جد سے جب ہم انکے ساتھ اس درجہ پر ہو پہنچے کہ جیسے اہل کی گوئی جوڑی ہوتی ہے تو اب انھون نے دعوی کیا کہ ہم مین ایک پیغمبر ہے پھر ہم کہان سے برابری کر سکتے ہین تو واللہ ہم اسکو ہرگز نہین مانینگے چنانچہ قولہ تعالے۔ فانہم لا یکذبونک و لکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون۔ کی تفسیر مین توضیح آویگی۔ اور مشرکین و کفار اہل کتاب کو یہ حسد تھا کہ آج تک اولاد ابراہیم علیہ السلام مین سے صرف اولاد اسحق و یعقوب مین نبوت چلی آئی اگرچہ وہ صرف دنیا کے ایک فرقہ بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص تھی اور اب اولاد اسمعیل یعنے عرب قریش مین سے ایک عظیم الشان پیغمبر ہوا جسکی عظمت نبوت و کمالات امت کا غلغلہ تمام امم سابقہ و کتب سالفہ سے چلا آتا ہے جسکی نبوت تمام جہان کے واسطے عام ہوگی پس حسد سے نہین چاہتے تھے کہ وہ عرب کی قوم سے ہو۔ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ حالانکہ اللہ تعالے اپنی رحمت کے ساتھ جسکو چاہتا ہے مختص فرماتا ہے اور اللہ تعالے فضل عظیم والا ہے ف پس اسنے اپنی فضل عظیم سے اولاد اسمعیل مین سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم نبوت اور تمام جہان پر رسالت کے ساتھ مختص فرمایا۔ پس جو کوئی حسد کرے وہ جل مرے کیونکہ حق عز و جل قادر مختار ہے اسکی حکمت و مشیت مین کسی مخلوق کو دخل کی مجال نہین ہے۔ اسمین تنبیہ ہوئی کہ اہل ایمان کسی دشمن کافر سے دلی محبت نہ رکھین یعنے قلب مین کافر کی دوستی کو دخل نہ کرین اور نہ انکے ساتھ قول و فعل مین مشابہت پیدا کرین کیونکہ یہ کفار بھی دل سے اہل ایمان کے امور ایمانی مین دشمن ہین جیسے شیطان انکے ایمان کا دشمن ہے اسکی دلیل یہ کہ قولہ تعالے۔ ما یود الذین۔ مین وداد کی نفی ہے اور ود تمنائے دلی کے ساتھ محبت کو کہتے ہین تو معلوم ہوا کہ دلی آرزو و محبت کے ساتھ یہ کفار نہین چاہتے ہین کہ مومنون کو خیر پہونچے اور خیر درحقیقت وہ ہے جو ایمان سے متعلق ہے اور وحی اسمین اصل اصول ہے کیونکہ وحی ہی سے ایمان و جمیع خیرات حاصل ہوئین (تنبیہ) یہان سے مستنبط ہوا کہ اہل کفر کی وساطت سے دنیا حاصل ہونا بغیر خسارہ ایمانی غیر ممکن ہے کیونکہ دنیا کی چیزین اسیوقت تک خیر ہوتی ہین کہ وہ کمالات آخرت کا ذریعہ ہون مگر کفار و شیاطین اسکے دشمن ہین تو جب کوئی شخص محض دنیا کے واسطے حاصل کرے وہ آخرت سے خرابی مین پڑیگا اگرچہ اس زمانہ مین بہت سے لوگ ہوس کرتے ہین۔ (الفوائد)

فائدہ اول ۔ خیر کے تین معنے ہیں وحی و علم دین و نصرت الٰہی اور بیضاوی نے کہا کہ یہاں ایسے معنے عام لیے جاوین جو سبکو شامل ہوں اور شیخ سیوطی نے فقط وحی سے تفسیر کی کیونکہ یہی قول حضرت علیؓ و مجاہد ہی اور ابن عباسؓ نے کہا کہ خیر یعنے اسلام مترجم کہتا ہی کہ یہ عام معنے کو شامل اور رائے بیضاوی کے واسطے دلیل ہی فائدہ دوم ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جب راعنا وغیرہ لفظ مشتبہ سے یہودیوں کو جھڑک کر کافر و مستحق عذاب الیم فرمایا تو معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حتی کہ آپ کے کسی قول و فعل کی نسبت کوئی اہانت کا کلمہ کہے تو وہ بدبخت اپنے ایمان سے ہاتھ دھوئے حتی کہ بعض علما نے فرمایا کہ اوسکی توبہ قبول نہوگی بلکہ قتل کیا جاوے بعض علما نے تفسیر فرمائی کہ اس سے یہ مراد ہی کہ اگر وہ سخت نادم ہوکر جناب باری تعالے میں توبہ کرے تو امید ہی کہ اللہ تعالے آخرت میں اوسکو مومن اوٹھاوے لیکن دنیا میں اوسکی توبہ یہی رکھی گئی کہ قتل کیا جاوے جیسے بنی اسرائیل کی توبہ یقتل تھی مترجم کہتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک و اقوال و افعال و سنت سب میں کمال ادب لحاظ رکھے اور شاعروں کے اشعار سے پرہیز کرے کہ یہ لوگ اپنی جہالت سے بعض اشعار کو مدح خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ بےادبی ہوتی ہی جس سے خوف کفر ہی ۔ فائدہ سوم ۔ نبوت اختصاص الٰہی عزوجل ہی جو اوسنے اپنی رحمت سے ازل میں مقدر فرمایا حتی کہ اگر کوئی شخص اسکو تقوی و پرہیزگاری و عبادات کا نتیجہ سمجھے تو گمراہ ہی بلکہ اللہ تعالے نے جنکو اپنے علم ازل میں پیغمبر مقدر فرمایا اونکو تقوی و عبادت میں بھی مرتبہ نبوت عطا کیا تھا یعنے اونکی عبادت و تقوی بھی اونھیں کی شان نبوت کے لائق تھا اور اونکے ساتھ قبولیت الٰہی بھی خاص تھی اور وہ اسلام و ایمان میں نہایت اعلیٰ طبقہ ہی کہ اوسکے بعد مراتب امت یعنے مراتب صدیقین پھر شہدا پھر صالحین واقع ہوے ہیں اور آخری درجہ صالحین سے جو گناہ ہو وہ البتہ محاسبہ جہنم کے لائق ہوتا ہی بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ اگر بالفرض اونسے گناہ ہو تو وہ درجہ صدیقین کی طاعت کے برابر ہی ولیکن انبیاء علیہم السلام خود گناہ سے معصوم ہیں اگر کوئی لغزش ہوئی تو وہ اونکی شان کے مقابلہ میں لغزش ہی اسی جہت سے کہا گیا کہ حسنات الابرار سیئات المقربین ۔ یعنے جو امور کہ ابرار و متقین سے طاعت شمار ہوتے ہیں وہ مقربین کے مرتبہ میں گویا گناہ ہیں اسواسطے قلم کو لوریقین اچھی طرح سمجھ لو جیسے بہت سے مفسدین نا سمجھی سے گمراہ ہوے ہیں کیونکہ بےادب لوگ مدارج قرب و ادب سے جاہل رہے اور اپنی رعونت نفس سے دعویٰ کیا کہ شہدا و صدیقین بلکہ انبیاء علیہم السلام سے بشریت کا مقابلہ کیا اور یہ توفیق سے محرومی ہی اسطرح جو کوئی اپنے نفس میں متکبر وہ ہمیشہ ہدایت سے دور و محروم ہوکر خیالات فاسد اور اوہام میں مشتبہ ہوجاتا ہی چنانچہ یہود و نصاری کو کتب سابقہ میں تنبیہ کردی گئی تھی کہ وہ رسول اعظم و اکمل جو خاتم النبیین اور تمام جہان پر رسالت کے لیے بھیجا جائیگا وہ کلام حق و احکام نبوت کو اپنی زبان سے ادا فرمائیگا بلکہ اسکے ساتھ کامل فضائل بیان کیے تھے حتی کہ بعض فضائل ظاہرہ سے یہ مفہوم ہوتا تھا کہ مقبول و مردود کرنا اوسکے اختیار میں دیا گیا یعنے اوسکا کلام عین حق الٰہی ہوگا چنانچہ قرآن مجید میں بھی شان حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے منصوص ہی پھر جب ظاہر ہوا کہ احکام شریعت میں نسخ و تبدیل جو بمقتضاے حکمت الٰہیہ ہی بدرجہ اولیٰ اوسکے اختیار میں ہی یعنے اوسکی زبان وحی عین شریعت ہوگی اور یہ کمال بزرگی شان نبوت ہی لیکن بکثرت یہودی و بعضے نصرانی جو توفیق سے محروم ہوے وہ کہنے لگے یہ کیا بات ہے کہ یہ پیغمبر اپنی امت کو بعض حکم دیتے ہیں پھر منسوخ کر دیتا ہی

پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا قولہ تعالے

مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں تو بھیجتے ہیں اوس سے بہتر یا اوسکی برابر کیا تجکو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر

قَدِيرٌ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن

قادر ہی کیا تجکو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کو سلطنت ہی آسمانوں اور زمین کی اور تمکو نہیں اللہ کے سواے کوئی

وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

کوئی حمایتی اور مدد والا

واضح ہو کہ نسخ کے چار معنے آتے ہین اوّل نقل او تارنا جیسے نسخ الکتاب یعنی ایک کتاب سے دوسری کتاب مین نقل او تاری دوم بمعنی تحویل جیسے تناسخ میراث کیونکہ مورث سے تحویل ہو کر وارث کو پہونچتی ہی سوم بمعنی مٹانا او دور کرنا کقولہ تعالے فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان یعنے جو کچھ شیطان القا کرتا ہی اوسکو اللہ تعالے مٹا دیتا ہی چہارم بمعنے تبدیل چنانچہ فرمایا واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ الآیۃ - اور یہی نسخ شرعی یہان مراد ہی کہ اللہ تعالے نے اپنے علم قدیم مین ایک حکم کو ایک وقت کے واسطے رکھا پھر جب وہ وقت آیا تو اوسکو تبدیل فرمایا اور اسمین اسرار رحمت و دقائق حکمت مین لہذا فرمایا - مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا - یعنے اگر ہم کوئی آیت نسخ کرتے یا اوسکو بھلاتے ہین تو اوس سے بہتر یا اوسکے مثل لاتے ہین - ف ایک قراءۃ متواترہ مین ننسہا کی جگہہ ننساہا آیا جسکے معنے تاخیر ہین یعنے یا ہم اوسکو موخر کرتے ہین - تاخیر سے مراد یہ کہ اوسکی تلاوت اوٹھائی اور اوسکا حکم باقی رکھا یا لوح محفوظ سے نزول مین تاخیر دی - حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالے نے جس آیت کو تبدیل فرمایا اسطرح کہ قرارۃ باقی رہی اور تعمیل حکم کو بدل دیا جیسے قولہ تعالے لکم دینکم ولی دین - یا جیسے فرمایا فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ - یعنے تم لوگ کافرون کی طعن و بدگوئی کو ابھی عفو کرو اور اوس منہ موڑو وہانتک کہ اللہ تعالے اپنا حکم لاوے - چنانچہ آیت جہاد سے اسکو تبدیل فرمایا - یا اوسکو نسیان کردیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کسیکو بالکل یاد نرہا اور یہ معجزۂ عجیبہ تھا پس اسکی تلاوت و حکم دونون اوٹھا لیے گئے یا صرف تلاوت اوٹھائی اور حکم مین تاخیر دی جیسے قولہ تعالے الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموہما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم یعنے بوڑھا مرد و بوڑھی عورت اگر زنا کرین تو اونکو سنگسار کرو کہ اللہ تعالے کی طرف سے عقوبت ہی اور اللہ تعالے عزیز حکیم ہی - پس اسکا حکم باقی ہی اور تلاوت منسا یعنے موخر ہوگئی پس خواہ تبدیل ہو یا بغیر تبدیل کے نسیان یا تاخیر ہو بہرحال اللہ عزوجل بہتر یا اوسکے برابر لاتا ہی - اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - کیا تو جانتا نہین کہ اللہ تعالے ہر چیز پر قادر ہی - ف تو وہ جیسے چاہے ایک حکم سے بہتر حکم دے کہ جسمین کثرت ثواب و مصلحت و سہولت بہت ہو یا مشقت مین اوسکے مثل ہو اور دقائق حکمت و تکمیل النفس مین اکمل ہو پس جیسے سابق مین احکام توریت مین سے جہاد و حرمت شراب و حرمۃ ربٰو وغیرہ احکام کثیرہ کو انجیل مین منسوخ فرمایا اسیطرح حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق سے قرآن عظیم مین سے جسوقت جو حکم چاہا وہ اپنی حکمت بالغہ و مشیت کاملہ کے موافق منسوخ فرمایا کیونکہ یہ احکام تو اپنی مخلوقات مین تصرف ہی کہ جسطرح چاہا اپنی بندگی کے واسطے حکم فرمایا اور کسکی مجال ہی کہ اوسپر اعتراض کرسکے - اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا تونے نہین جانا کہ اللہ تعالے ہی کے واسطے آسمانون و زمین کی سلطنت ہی - ف پس اپنی حکمت و رحمت سے جسطرح چاہتا ہی اپنی مخلوقات مین تصرف فرماتا ہی اور ان حکمتون سے آگاہ ہونا بطور کمال غیر ممکن ہی مگر فی الجملہ بعض حکمتون سے آگاہ ہونے کے واسطے یہ احمق یہودی و نصرانی کچھ لیاقت نہین رکھتے ہین ہان صحابہ صالحین و ائمہ مومنین البتہ کچھ سمجھتے ہین چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے ابتدا مین سوائے اعتقاد توحید کے شرائع کثیرہ کچھ نہین رکھے کیونکہ اہل عرب تو معنے توحید و نبوت سے بالکل واقف نتھے تو نہایت رحمت سے اول اونکو معنے توحید سکھلائے جب و معرفت توحید کو سمجھ گئے اور اعتقاد اونکے دلون مین جم گیا تو دو رکعت نماز وہ بھی ایک وقت مقرر فرمائی تاکہ ادب و اطمینان سے سمجھکر ادا کرین اسیطرح رفتہ رفتہ جمیع شرائع تعلیم فرمائے تاکہ بہت آہستگی سے بتدریج اونکے نفوس بدرجہ کمال پہونچے جیسے آدمی اپنے پیارے فرزند کو نرمی کے ساتھ جمیع علوم پڑھاتا ہی حتی کہ اگر یکبارگی اوسکو معانی دقیقہ کا سبق پڑھا دے تو اوسکو کچھ نہ آوے پس صاف ظاہر ہی کہ اگر جمیع شرائع یکبارگی

نازل ہوتے تو یہ کمال جاتا رہتا کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بنی اسرائیل کو بعد ایک مدت دراز کے پوری توریت دیگئی تو اوسکے قبول کرنے سے منکر ہوئے
اس سے معلوم ہو گیا کہ نسخ میں کیسے دقائق حکمت موجود ہیں اور یہ جو بعض یہود و نصاریٰ نے بیہودگی سے گمان کیا تھا کہ حکم بدلنا تو تذبذب ہے کہ کبھی
ایک حکم دیا پھر ایک حکم دیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ تذبذب نہیں بلکہ علم الٰہی کی دلیل ہے کہ اوسنے ایک وقت کے واسطے جو حکم دیا وہ برابر اوسوقت تک رہا
اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ فلان وقت دوسرا حکم ہے پس جس زمانہ میں جو حکم تھا وہ بھی اوسوقت نکے واسطے حق و باقی ہے پس نسخ و تبدیل درحقیقت
اہل ایمان کے واسطے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکمیل فرمائی حتی کہ اونکے قلوب قوی بعض احکام کے متحمل ہوے
مثلاً حکم تھا کہ روزانہ سوائے قدر کفایت کے باقی سب صدقہ کریں اسیطرح کافروں کے مقابلہ میں چاہیے جسقدر کثیر ہوں منہ نہ موڑیں
وغیر ذلک لیکن ظاہر ہے کہ پچھلی امت اس تحمل کے لائق نہ تھی تو اونکے واسطے نہایت آسانی فرمائی کہ مال میں سے بھی جو ضرورت و استعمال سے بالکل
فاضل ہوا اوسمیں سے بھی فقط چالیسواں حصہ زکوۃ مفروض فرمائی اور کافروں کے مقابلہ سے بھی جب دو چند سے زائد ہوں معذور رکھا
اسی طرح اپنی ولایت سے ہر طبقہ کے مناسب پرورش فرمائی اسیواسطے خطاب فرمایا۔ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَ
لَا نَصِيرٍ۔ اور سوائے اللہ تعالیٰ کے تمہارے واسطے کوئی متولی نہیں اور نہ ناصر ہے۔ ف پس ہم لوگوں پر اسکی شکر گذاری واجب
ہے (مواقع نسخ و کیفیت نسخ) امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ امام ابن جریر نے فرمایا کہ نسخ صرف اونھیں آیات میں ہوتا ہے جو امر و نہی و حرام و مباح احکام
مشروعات ہیں یعنے اللہ تعالیٰ کی توحید و صفات میں یا اخلاق کریمہ میں نسخ نہیں ہوسکتا اسی طرح قرآن میں جو اخبار سابقین ہیں یا احوال آخرت ہیں ان
وعدہ ثواب و وعید عذاب کے انمیں بھی نسخ غیر ممکن ہے پھر نسخ کی کیفیت اسطرح تھی کہ کبھی بالکل بھلا دیا گیا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دو
بھائی مسلمان ہوے اور اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سورہ پڑھایا یہ دونوں رات کی نماز میں اوسکی تلاوت کیا کرتے تھے ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ رات میں
جب دونوں نماز کے واسطے کھڑے ہوے تو اس سورہ میں سے ایک حرف بھی نہ پڑھ سکے (آخر اونھوں نے دوسری سورتوں سے اپنی نماز پڑھی) پھر صبح کو دونوں
روانہ ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے (اور خوفناک ہوکر) دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا حال عرض کیا تو
آپ نے فرمایا کہ درست کہ یہ سورہ منسوخ کی گئی و بھلا دی گئی ہے (رواہ الطبرانی و ابو بکر بن الانباری) قتادہ رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ چاہتا بھلا دیتا اور جو کچھ چاہتا تبدیل فرماتا تھا (عبد الرزاق) اور اسیکے مانند حسن بصری رح سے روایت ہے (ابن جریر)
اور اسیکے مانند حضرت ابن عباس رض نے تفسیر فرمائی (ابن ابی حاتم) اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عمر رض فرماتے تھے کہ ہم میں علی رضی اللہ
عنہ فیصلہ قضایا میں سب سے بہتر ہیں اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ قراءۃ میں سب سے بہتر ہیں حالانکہ ابی بن کعب رض کا یہ قول ہم چھوڑتے ہیں کہ جو ابی رض
کہا کرتے ہیں کہ میں نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اوسکو نہیں چھوڑوں گا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ
بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا۔ (رواہ احمد و البخاری) اور معنے یہ ہیں کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آیات ایسی سنیں جنکی
تلاوت منسوخ کیگئی لیکن بھولائی نہیں گئی ہیں تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انکے پڑھنے پر بھی آمادہ ہیں اگرچہ مصحف میں داخل نہ کریں لیکن اس تبرک کے
خیال سے نہیں چھوڑتے کہ میں نے انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا تھا تو یہ امر اگرچہ ابی رض کے واسطے مضر نہیں ہے کیونکہ
وہ خود ناسخ و منسوخ کو پہچانتے ہیں لیکن تابعین کے حق میں مضر ہے کہ وہ اوسکو مصحف میں سے گمان کرینگے لہذا حضرت عمر رض نے خاصۃً تنبیہ
فرمائی مترجم کہتا ہے کہ نسیان کے طور پر نسخ ہونے کی دوسری مثالیں بھی موجود ہیں ازانجملہ گیارھویں پارہ میں جہاں اقسام منافقین کی فضیحت
مذکور ہے تو اوسمیں منافقوں کے نام بھی بیان کیے گئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے بھلا دیے چنانچہ وہاں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صریح روایت

آوےگی اور واضح ہو کہ ناسخ ومنسوخ کے چند اقسام ہین اول یہ کہ لفظ ومعنی دونون منسوخ ہوئے چنانچہ نسیان کی مثالون مین ظاہر ہی اور نیز حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مین ہی کہ ۔ کان فی ما انزل عشر رضعات معلومات ۔ یعنے جو اوتارا گیا اسمین دس رضعات معلومہ تہین ۔ یعنے دس بار
دودھ پلانے سے حکم رضاعت کا ثابت ہوتا تھا (کما فی الصحیحین) حالانکہ اسکا لفظ بھی منسوخ ہی اور معنی بھی منسوخ ہین دوم یہ کہ حکم منسوخ مگر تلاوت
باقی ہی اور اسکی بعض مثالین اوپر گذرین اور نیز قولہ تعالے واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم ۔ یعنی جو عورتون کی زنا کاری پر نا رپیٹے کر کے الگ
پڑی چھوڑنے کا حکم تھا پھر سورۂ نور کی حد زنا کی آیت نازل ہو کر یہ حکم منسوخ ہوگیا ۔ سوم یہ کہ حکم باقی مگر تلاوت منسوخ ہوتی ہی جیسے قولہ الشیخ
والشیخۃ اذا زنیا الآیۃ ۔ اور بعض علما نے قسم اول کو جائز نہین لکہا ہی بدلیل ظاہر قولہ تعالے ۔ نات بخیر منہا او مثلہا ۔ یعنے ویسا یا اوس سے بہتر آنا ضرور
ہی اور جواب اسکا وہی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی جو اوپر گذری اور نیز بہتری کچھ اسمین منحصر نہین ہی کہ دوسری آیت ہی آوے بلکہ بندون سے
تکلیف دور کرنا جسپر اونکی شکر گذاری ہووے یہی بہتر ہی مترجم کہتا ہی کہ کبھی حکم بدون تعمیل کے منسوخ ہوجاتا ہی جیسے معراج مبارک مین آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی امت پر پچاس وقت کی نمازون کا حکم ہوا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے اللہ عزوجل نے نسخ فرما کر صرف پانچ وقت کی رکہین امام
ابن جریر نے فرمایا کہ آیت مین اگرچہ اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بطریق خبر کے اپنی عظمت سے آگاہ فرمایا لیکن اس سے یہودیون کو
جھوٹا و خوار بنانا بھی ظاہر ہی کیونکہ یہودی اس بات سے انکار کرتے تھے کہ توریت کے احکام منسوخ ہون اسیواسطے حضرت عیسی علیہ السلام کی نبوت سے
انکار کرتے تھے کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام نے انجیل الٰہی سے توریت کے بعض احکام منسوخ کیے اگرچہ باقی توریت اونپر بدستور لازم ہی اور یہ یہودیون کی محض
عداوت تہی کیونکہ عقلاً کچھ بھی محال نہین ہی کہ اللہ تعالے اپنے بندون کو جس طرح چاہے حکم فرماوے اور اللہ تعالے پر یہ واجب نہین ہی کہ ایک ہی طرح کا حکم سب
بندون پر لازم رکھے اور کیونکر کوئی شخص نسخ کا انکار کرسکتا ہی کیونکہ یہ تو یہودیون سے پہلے کتب سابقہ وشرائع سابقہ مین واقع ہوچکا کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو
اپنی اولاد مین لڑکا و لڑکی کا باہم نکاح کرنا جائز تھا حالانکہ بعد اسکے بھائی بہن کا نکاح منسوخ ہوگیا اور اسیطرح حضرت نوح علیہ السلام کو اسیطے بعد طوفان کے
کشتی سے نکلکر جمیع حیوانات کا کہانا جائز تھا حالانکہ بعد اوسکے بعض جانور منسوخ ہوے اور اسیطرح حضرت یعقوب علیہ السلام اور اونکی اولاد کو
ایک وقت مین دو بہنون کا نکاح مین رکہنا حلال تھا حالانکہ بنی اسرائیل مین بعد نزول شریعت توریت کے ممنوع ہوگیا اور اسیطرح حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو اپنے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا لیکن یہ کام پورا کرنے سے پہلے منسوخ کردیا گیا اور اسی طرح گوسالہ پوجنے والے بنی اسرائیل کو قتل نفس کا حکم ہوا پھر
ہنوز سب قتل نہوے تھے کہ اللہ تعالے نے یہ حکم منسوخ فرمایا اور اسی طرح بہت سی مثالین ہین جو یہودیون پر حجتی لازم ہین اور خود انکا اقرار کرتے ہین
اور اسی طرح توریت و انجیل مین حضرت خاتم النبیین کی بشارت اور اونکی متابعت شریعت کا حکم قطعی موجود ہی پس ظاہر ہی کہ شریعت سابقہ منسوخ
ہوگی مترجم کہتا ہی کہ یہ کلام خوب و حجت قاہرہ ہی لیکن نصرانیون سے تعجب ہی کہ یہودیون کے ساتھ ملکر کہنے لگے کہ ہان نسخ نہین ہوسکتا ہی حالانکہ
یہودیون نے انکو جاہل ملزم بنایا اس طرح کہ جب نسخ نہین ہوسکتا ہی تو انجیل و نبوت حضرت عیسی علیہ السلام دونون کا دعوی غلط ہوگا کیونکہ شریعت
انجیل مین بہت سے احکام توریت منسوخ ہوگئے مانند وجوب جہاد و حرمت شراب و گوشت شتر و چربی وغیرہ پس نسخ صحیح و قطعًا واقع ہوتا چلا آیا ہی
اور اللہ تعالے اپنی حکمت بالغہ سے اپنے بندون پر اپنی مشیت کے موافق جن افعال سے چاہتا ہی عبادت مقرر فرماتا ہی کیونکہ اللہ تعالے کی معرفت
و توحید صفات و اخبار آخرت مانند ثواب و عذاب ۔ قابل نسخ نہین ہین اور یہی اصل ہین اور انمین جمیع انبیاء علیہم السلام متفق ہین پس طریقۂ
عبادت اور کہانے پینے کے حرام و حلال مین البتہ اپنی مشیت کے موافق بندون کو مختلف طور سے بندگی کرنے کا حکم فرمایا اور یہ اپنی مخلوقات
مین تصرف بعین حکمت ہی ۔ (فائدہ) مترجم کہتا ہی کہ قولہ تعالے نات بخیر منہا او مثلہا ۔ مین مثل سے مراد ثواب و عبودیت

ہو اگرچہ حکمت الٰہیہ میں ناسخ و منسوخ ہر ایک سے مصلحت خاص متعلق ہو اور نظم قرآنی کی منسوخیت مراد نہیں ہے چنانچہ بعض نے یہی وہم کر کے دعویٰ کیا کہ قرآن مجید کا حکم سنت نبوت یعنے حدیث سے منسوخ نہیں ہو سکتا اور یہ قول باطل ہو اور تمام اہل سنت متفق ہیں کہ آیت قرآن کا نسخ جس طرح دوسری آیت قرآن سے ہو اسی طرح حدیث سے ہوتا ہو لیکن مالکیہ و شافعیہ و حنبلیہ کے نزدیک تو اسناد صحیح ہونا کافی ہو توضیح یہ ہو کہ قرآن مجید تو متواتر ثابت ہو اور احادیث شریف اگر متواتر یا مشہور اسناد سے ہو تو نہیں تو بالا خلاف یقین ہوگا کہ یہ حدیث بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور چونکہ حدیث بھی وحی الٰہی ہو تو اس سے بالاتفاق آیت قرآن کا نسخ جائز ہو اور اگر اسناد مشہور یا متواتر نہو بلکہ اس سے کم مگر اسناد صحیح ہو تو بھی مالکیہ و شافعیہ و حنبلیہ کے نزدیک ناسخ ہو سکتی ہو اور حنفیہ کے نزدیک نہیں اور یہی بعض مالکیہ کا قول ہو اور منہاج البیضاوی کی شرح میں لکھا کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک قیاس سے بھی نسخ جائز ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ مشہور اصول حنفیہ کے خلاف ہو اور صحیح یہ تفصیل ہو کہ اگر قیاس منصوص العلت ہو جیسے قولہ تعالیٰ ویسئلونک عن المحیض قل ہو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض الآیۃ سے معلوم ہوا کہ حیض میں جماع کی ممانعت اس علت سے ہو کہ یہ گندگی کی حالت ہو تو جب یہ علت قطعی معلوم ہو گئی تو ہر ایسا جماع جس میں گندگی ہو قطعاً حرام ہوگا جیسے زوجہ کے ساتھ لواطت کرنا قطعی حرام ہو کیونکہ وطی حیض سے بھی زیادہ نجس ہو۔ اجماع الامۃ سے بالاتفاق نسخ جائز ہو اور قطعی اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہو کیونکہ مومنین کا اجماع شرط ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا مومن ہونا قطعی معلوم ہو بدلیل قولہ تعالیٰ اولئک ہم المومنون حقا۔ اور قولہ تعالیٰ اولئک ہم الصادقون۔ اور قولہ تعالیٰ اولئک ہم المفلحون۔ اور قولہ تعالیٰ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ اور قولہ تعالیٰ۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم الآیۃ۔ پس صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع تو قطعی مومنین کا اجماع ہو۔ بعضوں نے کہا کہ شیخ ابن حزم نے اجماع کے قطعی ہونے سے انکار کیا لیکن صحیح یہ کہ ابن حزم کو قطعیت سے انکار نہیں ہو بلکہ شیخ مذکور کہتا ہو کہ قوم جن کے مسلمان بھی صحابی ہیں حالانکہ اجماع میں انکا موجود ہونا روایت نہیں ہو (ذکرہ الشیخ ابن حجر فی الاصابۃ) لیکن شیخ ابن حزم کا قول مذکور رد ہونے پر اجماع ہو پھر سوائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو اجماع واقع ہوئے وہ قطعی نہیں ہیں **ف ۲۲** واضح ہو کہ قرآن پاک میں تکمیل صفات ہو اور یہ حقیقی شان حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھی کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم یہی قرآن ہو (کما فی الصحیح) یعنے آپ کے اخلاق کریمہ میں موافق القرآن مجید ہیں اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم درجہ بدرجہ حتی کہ جس قدر قرآن مجید سے توافق زیادہ ہوا اسیقدر خصال رذیلہ زائل ہو کر اخلاق کریمہ پیدا ہوتے ہیں اور یہ عین صفات قدسیہ الٰہی عز و جل تشبیہ ہی لہذا شیخ عز السلام نے قولہ تعالیٰ ما ننسخ من آیۃ کے اشارہ میں کہا کہ ہر مرتبہ و مقام کے لائق صفات بشریہ سے اللہ تعالیٰ بذریعہ اپنے کلام پاک کے زائل فرما کر صفت نورانی عطا فرماتا ہو اور یہ تبدیل برابر جاری رہتی ہو یہانتک کہ کمال حاصل ہو اور چونکہ کلمات الٰہیہ غیر متناہی ہیں بدلیل قولہ تعالیٰ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ یعنی اگر زمین کے کل درخت کوئی ہوں سب قلم بن جاویں اور سمندر سیاہی ہو جاویں اور ایسے سات سمندر دیگر اوسکے ساتھ شامل ہوں تو بھی کلمات الٰہی کم ہوں۔ ھ۔ پس عطائے معارف کی بھی کوئی انتہا نہیں ہو لہذا بعض نے فرمایا کہ اہل قبولیت جنہیں صلاحیت جنت دیگئی وہ بھی جنت میں کیونکر گھبراویں کہ وہاں انکے انتہائے قیامت نعمت و مدارج معرفت بڑھتے چلے جائینگے اور یہ ترقی تو اہل سعادت کے واسطے حیات دنیا سے شروع ہوتی ہو حتی کہ ایک حالت سے ترقی کر کے بلند حالت پر پہونچتا جاتا ہو اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بھی تھا مگر فرق یہ ہو کہ امتیوں کے لیے تو اپنے منازل میں ترقی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ابتدا حال وہ تھا کہ صدیقین کا انتہائے عروج اوسکے متصل ہوتا ہو مگر اوس حد میں داخل

نہیں ہوتا ہے پس آپ کے مدارج آپ کی شان نبوت میں ترقی کرتے حتی کہ معراج بھی ایک مرتبہ تھا قال تعالے۔ دنی فتدلی فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ اور عالی مدارج کو اللہ تعالے ہی جانتا ہے۔ عمس ۱۲ واضح ہو کہ ہر عارف عاقل خوب سمجھتا ہے کہ انسان اپنے مدارج نفس کے ترقیات میں کبھی راہ نہ پاوے اگر ہدایت الٰہی بشرع رسالت اوسکی دستگیری نہ فرماوے تو پھر آدمی کی کیا مجال ہے کہ وہ حکمت آلہیہ کے نسخ و تبدیل وغیرہ میں سوالات کرے کیونکہ جو شخص مثلاً دنیا میں شاہی اصول حکمت سے واقف ہو وہ موقع ادب سے مناسب سوال کرسکتا ہے حالانکہ یہ معاملات صرف انھیں خواص سے متعلق ہیں جنمیں سب آدمی برابر ہیں پھر بھی وزیر سلطنت و بازاری کی فہم و فراست میں بڑا فرق ہے تو مدارج آخرت و تعلیم نبوت میں جہاں بادشاہ ایک بازاری کی برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا ہے کیونکہ کوئی شخص سوالات کرسکتا ہے بلکہ وہاں یہی راہ ادب ہے کہ اللہ تعالے و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و رضا پر ہمہ تن اپنے آپ کو سپرد کردے لہذا اللہ تعالے نے اپنے خاص بندوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جس طرح ادب کا لحاظ رکھنا چاہیے سکھلایا اور اپنے دشمنوں شیاطین انس و جن کے فریب و سوسے سے نجات کا قاعدہ بتلایا کما قال تعالیٰ

أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ ۗ وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ

کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ سوال شروع کرو اپنے رسول سے جیسے سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے پہلے اور جو کوئی انکار لیوے

بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ

بدلے یقین کے وہ بھولا سیدھی راہ سے دل چاہتا ہے بہت کتاب والوں کا کسی طرح تمکو پھیر کر

مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

مسلمان ہوئے پیچھے کافر کردیں حسد کرکر اپنے اندر سے بعد اسکے کہ کھل چکا اونپر

الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

حق سو تم درگذر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم البتہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ ۗ

اور کھڑی رکھو نماز اور دیتے رہو زکوۃ اور جو آگے بھیجوگے اپنے واسطے بھلائی وہ پاؤگے اللہ کے پاس

إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝

اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے

امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے اس آیت قدسیہ میں ایسی باتیں پوچھنے سے منع فرمایا جنکا ابھی وقوع نہیں ہوا ہے جیسے قولہ تعالے۔ یاایہا الذین آمنوا لاتسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم الآیۃ۔ یعنے اے ایمان والو بکثرت اشیاء کے احکام مت پوچھو کہ اگر تمہارے لیے ظاہر کردیے جائینگے تو تمکو برائی پہونچا دینگے حالانکہ جس زمانہ میں قرآن نازل ہو رہا ہے اگر اسوقت پوچھوگے تو تمہارے واسطے احکام ظاہر کیے جاوینگے۔ کیونکہ اللہ تعالے نے اشیاکو اصلی اباحت پر رکھا ہے کما قال تعالے۔ خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ پس ہر ایک طرح کا انتفاع مباح فرمایا باستثناء اون چیزوں کے جنکو ممنوع کردیا اور یہ کمال رحمت سے بندوں پر آسانی ہے اور پوچھنے میں یہ ضرر ہے کہ شاید وہ حرام کردی جاوے تو پھر کوئی ممنوع ہو گا اسیواسطے حدیث میں آیا کہ مسلمانوں کے حق میں وہ مسلمان سب سے زیادہ مجرم ہے جسنے ایسی چیز کو دریافت کیا جسکی بابت کوئی نص حرام کرنے والی نہیں تھی پھر وہ اسکے پوچھنے سے حرام کردیگئی (الصحیح) اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سوال کو مکروہ

محبوب رکھتے تھے چنانچہ صحیحین کی حدیث ملاعنہ مین مروی ہی اور حدیث مغیرہ بن شعبہؓ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کو باہمی قیل و قال
اور بربادی مال اور کثرت سوال سے منع فرماتے تھے (الصحیحین) اور دوسری حدیث مین فرمایا کہ جبتک مین تمکو چھوڑ دون تم مجھے چھوڑ دو یعنے اوسکی
بابت حکمت پوچھو کیونکہ تمسے اگلی امتین اسی جہت سے تباہ ہوئین کہ اپنے انبیاء سے بکثرت احکام پوچھے پھر مخالفت کی پس تمکو جب مین کسی
امر کا حکم دون تو جہانتک ممکن ہی اوسکو عمل مین لاؤ اور اگر کسی بات سے منع کرون تو اوس سے باز رہو (صحیح مسلم) اور یہ حدیث آپنے اوس وقت
فرمائی کہ جب لوگون کو ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمپر حج فرض کیا ہی پس ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ہر سال فرض کیا ہی اور اوسنے بار بار پوچھا
یہانتک کہ تین بار آپ خاموش رہے پھر فرمایا کہ نہین یعنے ہر سال فرض نہین ہی اور اگر مین کہتا کہ ہان تو تم پر ہر سال فرض ہو جاتا اور اگر ہر سال فرض ہوتا
تو تمسے ادا نہوتا (الصحیح) یہ حدیث بھی دلیل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے لسان شریعت عطا فرمائی ہی جیسا کہ کتب سابقہ مین
آپکی صفات مین مذکور ہوا ہی انس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ہم لوگ تو سوال سے منع کر دیے گئے تھے تو ہمکو تمنا ہوتی تھی کہ اعراب مین سے کوئی
سمجھدار آدمی آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھے تو ہم بھی سن لین (السنن) اور براء بن عازبؓ سے اسیکے مانند روایت ہی اور کہا کہ ہمکو
کوئی بات پوچھنی ہوتی تو سال گذر جاتا اور ہم بوجہ ہیبت کے نہین پوچھ سکتے تھے (ابو یعلی) اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی
ایک ہیبت عظیم چھائی ہوئی تھی (کما فی الصحیحین) حتی کہ ہرقل قیصر روم کی طرف سے اور پرویز کسرئے فارس کی طرف سے جو ایلچی آئے تھے اونپر
اسقدر ہیبت سوار ہوئی کہ کانپنے لگے اور لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے پیغام ادا کیا (کما فی السیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بہتر قوم نہین دیکھی کہ انھون نے صرف بارہ مسئلے پوچھے کہ وہ سب قرآن مجید مین مذکور ہین (البزار)
مترجم کہتا ہی کہ اسکے معنے یہ ہین کہ قرآن مجید کلام الٰہی عز وجل قدیم ہی تو جو کچھ کلام الٰہی عز وجل مین ازل سے واقع ہوا تھا وہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے
سوال کیا پس انکی فضیلت کاملہ ظاہر ہی کہ انکے وہی سوال ہین جو کلام الٰہی مین تلاوت کیے جاتے ہین پس اسکو سمجھو کہ یہ کلام ابن عباس رضی اللہ
عنہ نہایت لطیف دقیق متین ہی پس یہ کرامت تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے خاص ہی اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے واسطے
رسول ہین تو اسمین مومنین و کافرین سب شامل ہین مگر کافرون پر علاوہ مذمت کفر کے بیہودہ سوال کرنے کا بھی عیب ہی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا
یسئلک اہل الکتاب ان تنزل علیہم کتابا من السماء فقد سألوا موسی اکبر من ذلک فقالوا ارنا اللہ جہرۃ ۔ یعنی اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہین کہ اونپر
آسمان سے کوئی کتاب اوتار لائیے (اس بیہودہ سوال سے تعجب نکیجیے) انھون نے تو موسی سے اس سے بھی بڑھکر سوال کیا تھا کہ کہنے لگے کہ ہمکو
کھلے کھلا اللہ تعالے کو آنکھون دکھلا دیجیے ۔ ھ ۔ اور محمد بن اسحق نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہودی رافع بن حریملہ اور وہب
ابن زید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ آسمان سے کوئی کتاب ہمارے لیے اوتار دیجیے اور یہان نہرین جاری کر دیجیے تو ہم آپکو
مان لین پس اللہ عز وجل نے نازل فرمایا ۔ **اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ**
بلکہ تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ویسے سوال کرو جیسے موسی سے قبل اسکے سوال کیا گیا تھا ف چنانچہ موسی سے کہا کہ ہمارے لیے بھی
انھین لوگون کے بت کے مانند ایک خدا بنا دو اور کبھی کہا کہ ہمکو عیاناً اللہ تعالے کو دکھا دو اور مانند اسکے بیہودہ سوالات کیے اسیطرح ان یہودیون نے بھی
عناد و سرکشی سے معجزات عظیمہ و قطعی دلائل نبوت چھوڑکر بیہودہ سوالات شروع کیے جیسے کفار مکہ کی بھی یہی کیفیت تھی چنانچہ مجاہد رح نے
فرمایا کہ کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہمارے واسطے اس کوہ صفا کو سونے کا کر دیجیے تو آپ نے فرمایا کہ اچھا مگر
شرط یہ ہی کہ جیسے بنی اسرائیل کے واسطے مائدہ آسمانی تھا ویسے ہی یہ سونیکا پہاڑ تمہارے واسطے ہوگا تو قریش نے اس سے انکار کیا اور لوٹ گئے

سدی وقتادہ رحمہ سے بھی اسیکے مانند مروی ہے۔ ع۔ مترجم کہتا ہے کہ بنی اسرائیل نے آسمان سے طعام پختہ مانگا تھا تو شرط ہوئی کہ اچھا بھیجا جائیگا لیکن اگر ناشکری سے ذخیرہ کیا گیا تو عذاب سخت دیا جائیگا پس انھوں نے منظور کر لیا لیکن امتحان میں پورے نہ اترے تو نافرمانی سے مسخ کر کے سور کر دیئے گئے جو چیخ چیخ کر مر گئے چنانچہ سورۂ مائدہ میں انشاء اللہ تعالےٰ آویگا۔ واضح ہو کہ قریش کو یہ سوال غالباً یہودیوں وغیرہ نے سکھلایا تھا اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اویسے وہی شرط لگائی جو نزول مائدہ میں تھی اور چونکہ یہودیوں سے قریش نے مائدہ والوں کا انجام سنا تھا لہذا خوفناک ہو کر نامنظور کیا علامۂ بیضاوی وغیرہ نے لکھا کہ ام تریدون میں۔ ام متصلہ یا منقطعہ ہے لیکن متصلہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے ہمزۂ استفہام ہو جیسے بولتے ہیں اہو زید ام عمرو یعنے کیا وہ زید ہے کہ عمرو ہے پس یہاں کہا گیا کہ۔ الم تعلم۔ میں جو ہمزہ ہے وہی کافی ہے اور معنے یہ ہیں کہ کیا نہیں جانتے ہو کہ اللہ تعالےٰ مالک و مختار ہے وہ احکام جس طرح نسخ و تبدیل وغیرہ سے چاہتا ہے جاری کرتا ہے اور یہاں کیا کرکے رسول سے سوال کرتے ہو۔ جیسے یہود نے موسیٰؑ سے سوال کیا مراد یہ کہ مسلمانوں کو ارشاد کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معتقد مضبوط رہیں اور کافروں و مشرکوں کے شبہہ ڈالنے سے سوالات میں نہ پڑیں جیسے موسیٰؑ کی قوم نے شیطانی وسوسہ سے بیجا سوال کیے آخر گمراہ ہوئے پس تمہیں اتنا سمجھنا کافی ہے کہ جب اللہ تعالےٰ مالک آسمان و زمین ہے تو وہ جو کچھ نسخ و تبدیل کرے بہت خوب و عین حکمت و تمام مصلحت ہے مترجم کہتا ہے اس تقریر بیضاوی رح پر۔ رسولکم۔ سے اپنا مانا ہوا رسول مراد ہوگا کیونکہ یہ خطاب صرف مومنوں کو ہوا کہ تم اپنے رسول سے بیجا سوال نکرو اور اگر یہ کافروں کو ملامت ہو جیسے تقریر ابن کثیر رح سے ظاہر ہوا کہ کفار یہود و مشرکین قریش کی مذمت ہے تو۔ رسولکم۔ کے یہ معنے ہونگے کہ اس طبقۂ امت کے واسطے جو رسول بھیجا گیا ہے کیونکہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے نہیں تھے لیکن درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طبقۂ امت کے واسطے جو قیامت تک ہے رسول برحق ہیں بیضاوی نے حاشیہ میں کہا کہ صاحب مفتاح کے نزدیک یہاں ام۔ متصلہ نہیں ہے کیونکہ اوسکے بعد مفرد ہوتا ہے علامۂ عکبری نے اعراب القرآن میں کہا کہ ام۔ یہاں منقطعہ ہے اسواسطے کہ۔ الم تعلم۔ میں جو ہمزہ ہے وہ اس موقع میں نہیں ہے اسیکو سیوطی رح نے اختیار کیا کیونکہ۔ الم تعلم خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یا آپ بھی داخل ہیں کیونکہ معنے یہ ہیں کہ کیا تو نے نہیں جانا کہ اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ملک سموات والارض ہے۔ ام تریدون۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہیں پس اگر متصلہ ہو تو خلاصہ یہ کہ الم تعلم ذلک ام تریدون السوال یعنے کیا تو نہیں جانتا یہ قدرت الٰہی یا تم لوگ یہ بیجا سوال کرتے ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ تقدیر نہیں بنتی ہے پس یہاں ام منقطعہ بمعنے بل کے ہے یعنے یہانسے دوسرے کلام کی طرف رجوع ہے گویا فرمایا کہ نسخ و تبدیل احکام میں کچھ شبہہ نہیں ہو سکتا کیونکہ کون شخص یہ بات نہیں جانتا کہ آسمان و زمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ جو چاہے اور جسطرح چاہے حکم کرے تو تم لوگ ایمان لانے کے لیے پوچھ گچھ نہیں کرتے ہو بلکہ تمہارا ارادہ یہ ہے کہ اپنے وقت کے رسول سے بھی ویسے ہی بیہودہ سوال کرو جیسے قوم موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیے تھے۔ اسمیں تنبیہ ہے کہ جو شخص ایسی جہالت کرکے اپنی عاقبت برباد کرے حالانکہ وہ دلائل قطعیہ سے حق پہچان گیا وہ بدبخت شقی ہے۔ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ اور جسنے ایمان کے عوض کفر کو بدل لیا تو وہ سیدھی راہ سے گمراہ ہوا۔ ف۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات نبوت و دلائل معجزات قدرت اور بات بات میں معجزات اس بات کے واسطے قطعی آیات و دلالات ہیں کہ آپ بلاشبہہ پیغمبر حق و خاتم النبیین ہیں تو ایمان صریح موجود ہے پھر اسکو چھوڑ کر کفر لینا و بیجا سوالات و عداوت و حسد کرنا عین گمراہی ہے اور عجب کہ یہ بدبختی زیادہ تر یہودیوں میں تھی جنکے پاس باوجود علم کے آپ کی نبوت کے دلائل قطعی موجود تھے حالانکہ یہ لوگ علاوہ اپنی گمراہی کے حسد سے مومنوں کو بہکاتے

اور چاہتے کہ گمراہ ہوجاویں لہذا اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو اونکی شیطانیت سے متنبہ کردیا چنانچہ فرمایا - وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ - بہتیرے اہل کتاب نے دلی خواہش سے تمنا کی کہ کاش ایسا ہوتا کہ تم لوگون کو تمہارے ایمان کے بعد موڑ کر کفار کردیتے بوجہ اپنے حسد کے جو اونکے نفوس کی جانب سے اوبھرا ہی بعد از انکہ اونکو حق ظاہر ہوچکا - ف یعنے اللہ عزوجل کی توریت وانجیل وغیرہ کتب انبیاء سابقین مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل نبوت واحکام امت ایسی تفصیل کے ساتھ مذکور تھے کہ یہود ونصاریٰ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وآپکے اصحاب وکتاب یعنے قرآن مجید سے مقابلہ کیا تو امر حق بالکل کھل گیا اور کچھ بھی شبہہ باقی نہ رہا مگر اونکو حسد نے جان بوجھکر انکار پر آمادہ کیا مترجم کہتا ہی کہ شاید کسی روایت مین یہ نہین مذکور ہی کہ پیغمبر آخر الزمان محض امی ہونگے اگرچہ آپ کی بشارات سے یہ بات ظاہر ہی کہ آپ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے ہونگے لیکن یہودیون نے اپنے فہم ناقص کے موافق حضرت داؤد علیہ السلام کی بعض عبارات سے یہ خیال رکھا تھا کہ بنی اسرائیل ہی مین نبوت دائمی ہی حالانکہ یہ انکی غلط فہمی تھی اور تمام انبیا علیہم السلام نے موافق توریت کے بشارت دی تھی کہ زمین تہامہ سے پیغمبر آخر الزمان پیدا ہونگے اور تہامہ بالاتفاق یہی زمین حجاز ہی جسمین مکہ ومدینہ واقع ہی اور خصوصًا ان یہودیون کو جو عرب مین رہتے تھے کچھ بھی شک نہ رہا کہ تہامہ سے مبعوث ہونے والے پیغمبر آخر الزمان یہی ہین ضحاک نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ یہودیون نے جو اپنے علم پر مغرور تھے دیکھا کہ پیغمبر آخر الزمان جنکے اسقدر فضائل مذکور ہین اہل امی ہین جو اونکی تمام توریت سے خبر دیتے ہین اور تمام انبیاء اور اونکی کتابون اور امتون کا بیان کرتے ہین جو اونکو بھی نہین معلوم ہی اور توریت اونکی تصدیق کرتی ہی تو بجاے صدق ایقان کے حسد نے اونکو آمادہ کیا کہ جان بوجھ کر انکار کرنے لگے عکرمہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ یہود کے عالمون مین سے حیی بن اخطب اور ابویاسر کو سب سے زیادہ عرب پر حسد تھا کہ اللہ تعالےٰ نے جس پیغمبر آخر الزمان کے اسقدر فضائل پہلی کتابون مین بیان فرمائے اوسکی خصوصیت عرب سے ہوئی حالانکہ یہ بے پڑھی قوم ہی پس یہ دونون سب سے زیادہ حسد کرکے جہانتک ممکن تھا عرب کو ایمان سے بہکاتے تھے (محمد بن اسحٰق) مترجم کہتا ہی کہ یہ دونون سخت جاہل تھے کہ جب اونکو معلوم ہوچکا کہ پیغمبر آخر الزمان کی بعثت عرب مین واقع ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہی تقدیر الٰہی ہی پھر اس بیہودہ تدبیر سے سواے اپنی بربادی کے کیا فائدہ تھا ظاہر اوہی صحیح ہی جو بعض علماء نے فرمایا کہ یہودی قوم مجسمہ تھے جو مسائل معرفت کو نہین سمجھتے تھے لیکن مترجم کہتا ہی کہ ظاہر ایہی یہودی ایسے ہون ورنہ جو شخص تقدیر سے منکر ہوا وسکا ایمان ہی درست نہین ہوسکتا حالانکہ قوم موسیٰ علیہ السلام مین بہت سے علماے صالحین واولیا گذرے ہین وہ کیونکر تقدیر سے منکر ہوسکتے ہین اسیطرح قوم عیسیٰ علیہ السلام مین بھی بہت سے صالحین گذرے کہ وہ بالفرور ایمان تقدیر پر قائم تھے حالانکہ بالفعل جو نام کے نصرانی ہین تقدیر سے بالکل منکر ہین پس یہی ان یہودیونکا حال تھا جو بوجہ جہالت کے کتابی الفاظ سے اپنے آپکو عالم سمجھتے اور سخت غلطی سے بیجا کوشش کرتے کہ پیغمبر آخر الزمان کی نبوت قوم عرب سے نہو اور تفسیر ابن عباس رضہ سے معلوم ہوا کہ حیی بن اخطب اور اوسکا بھائی ابویاسر انھین کافر حاسدون مین سے تھا اور کعب بن مالک رضہ نے کہا کہ ایک یہودی کعب بن الاشرف جو کہ شاعری سے ہجو بھی کیا کرتا تھا اوسکے حق مین بھی یہ آیت نازل ہوئی ہی (ابن ابی حاتم) - ح - معالم مین اس مقام مین یون قصہ مذکور ہی کہ جب جنگ احد مین مسلمانون نے بوجہ نافرمانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شکست پائی تو یہودیون نے حضرت حذیفۃ الیمان وعمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو بہکانا شروع کیا کہ اگر تم لوگ دین حق پر ہوتے تو کیون شکست پاتے اور اگر تم ہمارے دین کیطرف رجوع کرو تو زیادہ ہدایت پاؤگے پس عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ واقف ہو کہ عہد شکنی کا کیا حکم ہی تو کہنے لگے کہ عہد توڑنے کا بہت بڑا گناہ ہی پس عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے تو اللہ تعالےٰ سے عہد

کر لیا کہ جب تک زندہ ہوں تیرے دین اسلام اور تیرے رسول حق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پھرونگا لیکن تم لوگ بدعہد ہو کہ اللہ تعالیٰ کے عہد توریت سے پھر گئے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو اس بات پر راضی ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیغمبر ہیں اور اسلام میرا دین ہے اور قرآن میرا پیشوا ہے اور کعبہ میرا قبلہ ہے اور مومنین میرے بھائی ہیں اور کفار میرے دشمن ہیں پھر دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر یہ حال بیان کیا تب یہ آیت اوتری - ود کثیر من اہل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا من عند انفسہم من بعد ما تبین لہم الحق - پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو کفار کی گستاخیوں سے اعراض کا حکم فرمایا بقولہ تعالیٰ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ - پس تم لوگ عفو کرو اور درگذر کرو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لاوے - ف پس اہل ایمان نے صبر کیا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حکم بھیجا کہ انپر جہاد کرو یعنی اہل کتاب پر بھی جہاد کرو لیکن اتنی تخفیف فرمائی کہ اگر یہ لوگ مطیع ہو جاویں تو ان سے جزیہ قبول کر لو حالانکہ مشرکین بت پرست عرب سے جزیہ قبول نہیں ہوتا ہے لہذا حضرت ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ و ایک جماعت سے مروی ہے کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا بقولہ تعالیٰ - وقاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون - یعنی - لیکن ایک جماعت فقہاء و مفسرین نے یہاں منسوخ کا حکم دینا تسلیم نہیں کیا اور یہ حجت پیش کی کہ اللہ تعالیٰ نے عفو و درگذر کرنے کا مطلق حکم نہیں دیا بلکہ یوں حکم دیا کہ عفو و درگذر یہانتک کرو کہ حکم الٰہی آوے تو اللہ تعالیٰ نے ایک وقت تک خود ہی محدود فرمایا تھا اور اصطلاح میں اسکو نسخ نہیں کہتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ ہاں حضرت ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ لوگوں کی نسخ اصطلاحی مراد نہیں رکھی ہے کیونکہ اسوقت تک یہ اصطلاح بھی نہیں تھی پس ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی غرض یہ ہے کہ جب اہل کتاب پر جہاد کرنے کا حکم آیا تو عفو و درگذر کرنیکا حکم مرتفع ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسی میں مسلمانوں کو امید دلائی ہے کہ اہل کتاب کی ایذا تم سے دور کیجائیگی حالانکہ اسکا فائدہ بھی بتلایا بقولہ تعالیٰ - ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا الآیۃ - گویا اشارہ ہے کہ تمکو اپنے نفس کے اوہام دور کرنے کے واسطے ضرور ہے کہ ایذا ان مشرکوں و اہل کتاب سے سننا پڑیگی تاکہ تمہارا نفس مغرور نہو کہ ایمان کی وجہ سے ہمکو استحقاق نجات ہے بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل ہی کا احسان مانو کہ ہم لوگ ایمان پر ثابت قدم رہینگے اگرچہ کفار سے ہمکو ایذا پہونچے کیونکہ یہی خلوص توحید ہے کہ نفس کے واسطے کوئی کام نہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو حتی کہ جب یہ ایمان کامل ہوئے یعنی خطرات نفس سے چھوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انکو ایذاے کفار سے نجات دی اور جہاد کا حکم دیکر سب کافروں کو خوار کیا - اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے - ف پس اسوقت اہل ایمان کے واسطے مخالفت نفس میں یہی موجود تھا کہ باوجود اس حالت کے اس بات کا یقین کامل رکھیں کہ اللہ تعالیٰ جب چاہے ان کافروں کو خوار کرے اور بالفعل انکو چھوڑ دینا ہمیں حکمت اور خود ہمارے واسطے مصلحت ہے کیونکہ احکام الٰہی عین حکمت و مصلحت ہیں چنانچہ یہاں حکم دیا کہ تم لوگ عفو کرو اور درگذر کرو اور یہ بھی حکم دیا کہ - وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ - اور ٹھیک قائم رکھو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ - ف پس مال سے انکے نفوس کو منقطع کیا اور ٹھیک نماز پر قائم کرنے سے وسوسہ نفس زائل کیا کیونکہ جسکے نفس میں وسوسہ ہو کہ آخرت کوئی چیز نہیں ہے تو وہ بالفعل نماز میں تکلیف نہیں اوٹھائیگا اسیواسطے حکم دیا کہ علاوہ فرائض کے ہر ایک طرح کی نیکی جو ممکن ہو عمل میں لاؤ - وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ - اور اپنے نفوس کے واسطے جو تم پہلے پہونچا رکھو اوسکو اللہ تعالیٰ کے یہاں پاؤگے - ف پس تمہارا نفس باتباع عقل کے خود خوش ہو کہ یہ اوسیکے واسطے بھلائی ہے کہ اس دار فانی میں جو کچھ نیکی کر کے لیگیا وہ آرام کے ساتھ

وہان پاویگا پس چاہیے کہ نفس محض اخلاص کے ساتھ نیکی مین سرگرم رہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ جو کچھ تم کرتے
ہو البتہ اللہ تعالےٰ خوب دیکھتا ہے ف اور کوئی چیز اوسکے دیکھنے مین حائل یا مانع نہین ہو سکتی حتی کہ تمھارا دل واوسکا ہر ذرہ اللہ تعالےٰ
کے سامنے ہی چاہیے جہان ہو حتی کہ بعض احادیث مین آیا کہ اندھیری تاریک رات مین کوہ صفا کے غار مین چیونٹی کی چال حضرت حق عز وجل کے
سامنے ہی اسیواسطے بعض مشائخ نے کہا کہ دیکھو شیطان تمھاری رگون مین خون کی طرح جاری ہی تو ایسے نزدیک متصل دشمن سے کون بچ
سکتا ہی سواے اوس شخص کے جو ایسے حامی سے پناہ لے کہ وہ اس سے بھی قریب ہی اور وہ اللہ عز وجل ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ بہت نفیس کلام
ہی ویہ شیطان خود اس قدر قریب جاوی اور خود انسان کا نفس بھی اوسکے وساوس قبول کرنے والا یعنے خود اپنی جان کا دشمن یعنے نہایت
احمق ہی بلکہ آدمی اپنی جلس کے آدمیون یعنی کافرون کی جانب میلان کرتا ہی اور جنسیت کی وجہ سے اونکا ضرر شدید ہی حتی کہ آدمی کو مجوس و ہنود سے
ضرر ہی اور اس سے بڑھکر یہود و نصاری سے ضرر ہی اور اس سے بڑھکر اسلام کی شکل مین مبتدعین خوارج و روافض و شیعہ و معتزلہ وغیرہ سے
ضرر ہی اور اس سے بڑھکر اہل سنت کے عملی مبتدعین سے ضرر ہی مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت مین یہ اعتقادی بدعتی یعنی خوارج و روافض
و شیعہ وغیرہ نہین تھے مگر یہود و نصاری و منافقین موجود تھے اور ہر طرح سے اہل ایمان کو دھوکا دیتے تھے لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم مین حسن
صنعت الٰہی عجیب تھی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بھی انبیاء علیہم السلام مین عجیب ہی کیونکہ باوجود امی ہونے کے معرفت علم
الٰہی و علم اولین و آخرین مین سب سے اکمل ہین اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم بھی جمیع امم ماضیہ سے اکمل ہین ومنجملہ فتنہ کفار کے فرمایا۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا
اور کہتے ہین ہرگز نجاوینگے جنت مین مگر جو ہونگے یہود یا نصاری یہ آرزوئین باندھ لین ہین تو کہدے لے آؤ

بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ
سند اپنی اگر تم سچے ہو کیون نہین جسنے تابع کیا منہ اپنا اللہ کے اور وہ نیکی پر ہی ادسی کو ہی مزدوری اوسکی

عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى
اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہی اونپر اور نہ اونکو غم ہی اور یہود نے کہا نصاری نہین

عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ
کچھ راہ پر اور نصاری نے کہا یہود نہین کچھ راہ پر اور وہ سب پڑھتے ہین کتاب اسی طرح

قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
کہی ان لوگون نے جن پاس علم نہین اونہین کی سی بات اب اللہ حکم کریگا اون مین دن قیامت کے جس بات مین

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝
جھگڑتے تھے

اللہ تعالےٰ نے تنبیہ فرمائی کہ یہود و نصاری اپنے خیالات مین مغرور ہین چنانچہ ایک گروہ یہود و نصاری نے اپنے اپنے غرور پر دعوی کیا
جیسا اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى۔ اور کہتے ہین
کہ جنت مین ہرگز داخل نہو گا سواے اوسکے جو یہودی یا نصرانی ہو ف یعنے یہودی تو دعوی کرنے لگے کہ جنت مین سواے

یہودی کے کوئی داخل ہوگا اور نصرانی کہنے لگے کہ سوائے نصرانی کے کوئی داخل ہوگا حالانکہ یہ لوگ اسقدر بدعقل ہین کہ کلام کا مفہوم اچھی طرح نہین سمجھتے کہ آخر اس گفتگو سے کیا لازم آتا ہی کیونکہ جب سوائے یہودی و نصرانی کے کوئی داخل جنت نہو تو انبیائے سابقین اور اونکی امتین محروم ہوئی مثلاً جب یہودیون نے کہا کہ سوائے یہودی کے کوئی بھی جنت مین نہ جائیگا معاذ اللہ لازم آیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جنت مین نجاوین اور جب نصرانی نے یہ دعوی کیا تو اوس پر بھی یہی لازم آیا حالانکہ یہ محض دروغ و حماقت ہی لہذا فرمایا۔ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۔ یہ تو اونکی نفسانی خواہشین ہین۔ ف کوئی عقلی یا شرعی بات نہین ہی چنانچہ یہود و نصاری مین سے ہر ایک نے دعوی کیا کہ نحن ابناء اللہ و احباؤہ۔ یعنے ہم لوگ تو بمنزلہ فرزندان آلہی و محبوبان آلہی ہین شیخ ابو العالیہ رح نے فرمایا کہ یہ لوگ نشۂ نفس مین مست ہوکر جناب آلہی عزوجل مین دروغ دعوی باندھتے تھے۔ یہی قتادہ و ربیع بن انس رح کا قول ہی حالانکہ ان لوگون کو چاہیے تھا کہ بغیر وحی کے جناب باری تعالے مین بہتان باندھکر عاقبت برباد نکرتے لہذا رد فرمایا بقولہ تعالے۔ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگون سے کہدے کہ اپنی حجت و دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔ ف قتادہ رح نے کہا اپنے گواہ لاؤ۔ ابو العالیہ و مجاہد و سدی و ربیع بن انس نے کہا برہان یعنے حجت و دلیل لاؤ یعنے جو دعوی کرتے ہو محض نفسانیت ہی اسپر کوئی دلیل حق موجود نہین ہی اسیواسطے آدمی کو چاہیے کہ کسی کار ثواب یا عذاب مین اپنی رائے سے ہرگز حکم نکرے اگرچہ وہ فعل اوسکی رائے مین اچھا نظر آتا ہو جبتک کہ اوسپر کوئی دلیل شرعی قائم نہو اسیواسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپکو اپنے دعوے سے جنتی سمجھے وہ جہنمی ہی مترجم کہتا ہی کہ جہنمی ہونے کی دلیل یہ ہی کہ مومن وہ ہی جو عذاب جہنم سے خائف ہو حالانکہ یہ شخص نڈر ہوگیا اور اللہ تعالے نے نڈر کو کافر فرمایا اسی طرح اگر دوسرے شخص کو جو مسلمان ہی کسی بدفعلی کی وجہ سے قطعی جہنمی سمجھے تو اوسکے حق مین خوف کفر ہی حتی کہ کسی زندہ کافر کو بھی قطعی جہنمی نہین کہہ سکتے ہین کیونکہ شاید وہ ایمان لاوے غرضکہ جو امور اللہ تعالے کے علم مین ہین اونکا حکم لگانا ہرگز نچاہیے حالانکہ یہ یہود و نصاری ایسے احمق و بیہودہ تھے کہ اپنے واسطے جنت کا حکم لگاتے تھے بلکہ دوسرون کے واسطے جہنمی ہونیکا بھی حکم لگاتے تھے کہ سوائے یہودی نصرانی کے جنت مین کوئی نہین جائیگا اللہ تعالے نے رد فرمایا ہی۔ بَلٰى ۔ کیون نہین ف یعنے جس بندے کو اللہ تعالے نے قبول کیا اور اپنے فضل سے چاہا وہ جنت مین جاویگا پھر اوسکا مجمل کلیہ فرمایا۔ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ ۔ ہر شخص جسنے اللہ تعالے کے واسطے اپنا چہرہ جھکایا۔ ف سعید بن جبیر رح نے کہا یعنے خالص اللہ تعالے وحدہ پر ایمان لایا۔ وَهُوَ مُحْسِنٌ ۔ درحالیکہ وہ محسن ہو۔ ف سعید رح نے فرمایا یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع مین شریعت حق پر قائم ہو۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ قبولیت کے واسطے دو شرطین ہین ایک یہ کہ خلوص ہو دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہو۔ مترجم کہتا ہی کہ ظاہرا آیت قدسی عام ہی اس طرح کہ توحید خالص ہو اور کسی پیغمبر آلہی سے انکار نہو اور کسی اعتقاد حق و حکم ضروری سے منکر نہو اور اپنے پیغمبر پر ایمان لایا ہو حتی کہ حضرت نوح و ہود و ابراہیم وغیرہ انبیاء علیہم السلام کی امتین اپنے اپنے وقت مین جو مخلص و مومن تھین اسمین داخل تھین حتی کہ حضرت موسی علیہ السلام کے وقت مین جو ایمان والے ٹھیک تھے داخل ہین پھر جب عیسی علیہ السلام کی نبوت ہوئی تو جسنے عیسی علیہ السلام سے انکار کیا وہ کافر ہوکر خارج ہوا اسیطرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین جو کوئی یہودی یا نصرانی کہ آپ پر ایمان نلاوے کافر ہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ جو عمل بتوحید خالص اور موافق شریعت نہو وہ قبول نہین ہی اسیواسطے حدیث عائشہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ایسا عمل کیا جسپر ہمارا حکم نہین ہی تو وہ مردود ہی (صحیح مسلم) مترجم کہتا ہی کہ اسکا حاصل یہ ہوا کہ ہر وہ شخص جو توحید آلہی عزوجل پر اون صفات قدسی پر ایمان لایا جو اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نبوت مان کر حاصل ہوئے ہین اور موافق آپکی شریعت کے عمل کیا

تو وہ قابل جنت ہی چنانچہ حق تعالی نے فرمایا - فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ - تو ہر ایسے شخص کے واسطے اوسکے رب عز وجل کے یہاں اوسکا
ثواب ہی - ف لیکن سوائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے کہ اونکے واسطے خاص بشارت بڑی آگئی ہی باقی کسی شخص کو یہ سمجھنا روا نہیں ہی کہ مین
ایساہی نیکوکار ہون بلکہ اللہ تعالے کی درگاہ پاک مین خوف وامید کے ساتھ باوجود ہرطرح کے نیک کامون کے التجا و آرزو لاوے کہ حضرت ارحم الراحمین
عز وجل اوسکے اعمال صالحہ کو قبول فرماوے کیونکہ اللہ تعالے ہی اپنے نیک بندون کو جانتا ہی بلکہ بدبختون کی پہچان معلوم ہوگئی کہ یہود ونصاری کی طرح مغرور
و جنتی ہونے کے مدعی و دلیر ہوتے ہین سو لامحالہ نیک بخت وسعید بندے وہی ہونگے جو باوجود اس طرح کی نیکوکاریون کے خائف اور امیدوار ہون
اور اپنے اعمال کی طرف نگاہ نکرین بلکہ اللہ تعالے کے عالم الغیب ہونے سے ڈرین نہین معلوم اوسکے علم مین ہمارا عمل کس طرح واقع ہوا اگر اوسکے
فضل ورحمت پر امیدوار ہون اور رب ارحم الراحمین فرماتا ہی - وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ - اور ایسے بندون پر
خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے - ف یعنے دنیا مین جو غم ورنج کہ تقدیری ہووہ تو پہونچیگا لیکن یہ لوگ تو اپنے سچے گھر یعنے آخرت کے
غم مین پڑے رہتے ہین گویا اللہ تعالے نے اسی غم کو مکافات کردیا پھر آخرت مین نہ اونپر خوف رکھا اور نہ کچھ غم ہی رب ارحم الراحمین اپنے بندہ
مترجم کو مع جمیع مومنین کے انھین بندون کے ساتھ حشر فرماوے آمین یا ارحم الراحمین شیخ سیوطی رح نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین
نجران کے نصاری آئے اور مدینہ کے یہودی بھی جمع ہوئے اور باہم دونون فریق نے مناظرہ کرنا شروع کیا تو یہودیون نے کہا کہ سوائے
یہود کے کوئی بھی جنت مین نجائیگا اور نصاری نے اسکے جواب مین کہا کہ سوائے نصرانیون کے کوئی بھی جنت مین نجائیگا پس دونون
فریق مین باہم طول کلام ہوا چنانچہ ابن جریر نے ابن عباس رض سے روایت کیا - بعض مفسرین نے کہا کہ محسن کا اطلاق صحیح اعتقاد سے
شریعت حق کے موافق خالص عمل کرنے والے کو بھی کہتے ہین اور احسان ایک مرتبہ بھی ہی یعنے اول درجہ اسلام ہی پھر اگر
وہ ایمان قلبی کے ساتھ ہوا تو مومن ہی ورنہ منافق ہی پھر جب ایمان پر ثابت قدم ہوا تو مرتبہ احسان ظاہر ہوتا ہی اور اسیکو صوفیہ
مرتبہ حقیقت کہتے ہین حدیث مین آیا کہ اسلام یہ ہی کہ تو گواہی ادا کرے کہ لا الہ الا اللہ و محمد عبدہ ورسولہ اور رمضان کے روزے
رکھے اور زکوۃ دے اور استطاعت ہو تو حج کرے اور ایمان یہ ہی کہ دل سے اللہ تعالے و اوسکے فرشتون و رسولون اور کتابون اور روز قیامت کی تصدیق
کرے اور دل سے یہ جانے کہ بھلائی و برائی کی تقدیر سب اللہ ہی کیطرف سے ہی یعنے تقدیر پر ایمان لاوے اور احسان یہ ہی کہ تو اللہ تعالے
کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا اوسکو دیکھتا ہی پس اگر تو نہین سمجھتا تو وہ ضرور تجھے دیکھتا ہی (الصحیح والسنن) پس محتمل ہی کہ آیت مین یہی مرتبہ مراد
ہو (فتدبر) قولہ - فلہ اجرہ عند ربہ - یہین ضمیرین واحد بجانب لفظ من راجع ہین کیونکہ لفظ من واحد ہی لیکن اسکے معنے جمع ہین کیونکہ ہر شخص
جسکی یہ صفت ہو سب کو شامل ہی اسیواسطے - لاخوف علیہم ولاہم یحزنون - مین اسی ضمیر کو جمع کردیا مترجم کہتا ہی کہ گویا نکتہ بلاغت یہان یہ ہی
کہ اگر - فلا اجرہ - کی جگہہ - فلہم اجرہم عند ربہم - ہوتا تو شاید اشتباہ ہوتا کہ سب نیکون کے واسطے اللہ تعالے کے یہان ایک مشترک مجموعی
ثواب ہوگا پس ضمیر واحد سے تخصیص فرمائی کہ ہر ایک کے واسطے بقدر اعمال و حسن نیات کے علحدہ علحدہ ثواب ہوگا کیونکہ یہان توجہ اسی معنے
کی جانب تھی لیکن اسمین ایک یہ شبہہ ہوسکتا تھا کہ شاید آخرت مین خوف وغم بھی ہر ایک سے موافق اوسکے اعمال کے دور ہو تو حضرت حق
عز وجل نے - لاخوف علیہم ولاہم یحزنون - مین سبکو مشترک کردیا کہ درجات اگرچہ موافق اعمال کے ہون لیکن خوف وغم دور ہونے مین سب
یکسان ہین حتی کہ نیچے درجہ والے کو اونچے درجہ والون کو دیکھکر کچھ بھی غم وحسد نہوگا کیونکہ روح محل حسد نہین ہی فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب
ف ۲ - شیخ عرائس رح کے بعض اشارات مین ہی کہ قولہ تعالے - بلی من اسلم وجہہ للہ - سے اوسوقت مستقیم ہوتا ہی کہ انعام الٰہی سے نظر اوٹھاکر منعم

عزوجل مین نسبت ہو درحالیکہ اپنے معاملات مین بھی محسن ہو کہ اپنے اعمال سے نظر دور کرکے حق عزوجل کو دیکھے اس صفت سے کہ خود فانی ہو
تو اوسکے واسطے لقاے حق ہی اور اوسکو نہ خوف فراق ہوگا اور نہ حجاب و پیدارسے حزن و ملال لاحق ہوگا مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالےٰ ہی
کے واسطے گردن جھکانا جمیع اعتقادات و اعمال مین مسلّم ہو لیکن اپنے نفس کو انعام آلٰہی دیکھے اور اوسمین ایمان و طاعات کا خالق اوسیکو جانے
حتی کہ اپنے آپ کو درمیان سے خارج و گم پاوے تو عین صفات آلٰہی عزوجل کا بقا ہو فافہم۔ بعض نے کہا کہ محسن وہ شخص ہی کہ اپنے اعمال و جوہ کو
ریا و شرک خفی سے پاک کرے۔ مترجم کہتا ہی کہ شرح سورہ مین شرک خفی کے وجوہ بیان ہوئے ہین ازانجملہ یہ کہ اگر یہ دیدنے چھپنے چھپانے اور ریٹ مین پڑا ہوا
تو اس جانب نظر دوڑانا کہ چھپنے چھپانے سے دور ہونے لگا نظر شرک خفی ہی بلکہ فعل آلٰہی عزوجل اور اوسکے حسن صنعت پر نظر کرے غایت یہ کہ
دور ہونے سے نظر تنبیہ دوڑاوے کہ نفس کی خواہش مین بغیر نیت صحیح کے چھپنے چھپانے کا مزہ حاصل کرنا میرے حق مین نادیبی ہی لیکن یہ جب ہی
حاصل ہوتا ہی کہ اللہ تعالےٰ نے اوسکے قلب پر مہر نہ کی ہو اسیطرح اگر عمرو نے بکر کو مارا تو اوسکی مار پر عین نظر قدرت رکھنا شرک خفی ہی۔ بعض نے
کہا کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے اسلام الوجہ یہ ہی کہ اپنے منہ کو غیر کی بندگی سے آزاد کرے۔ مترجم کہتا ہی یعنے اوسکا نفس جن جن وجوہ و جہات کی جانب
اوسکو پھیرے اوسمین سواے بندگی حق عزوجل کے نفس یا غیر کی طاعت منظور نہو مثلاً نفس نے اوسکو کھانے کی طرف پھیرا تو اس طرف
منہ کرنے مین اوسکو نفس کی خواہش و لذت پر عمل کرنا مقصود نہو بلکہ غور کرے کہ وہ کسواسطے کھاتا ہی پس اگر اوسکو نفس کی خواہش نظر آوے
تو ترک کرے اور اگر یہ غرض ہو کہ اس کھانے سے کسی عبادت آلٰہی کی قوت حاصل ہو تو کھاوے اور اسمین وجوہ کثیرہ ہین مثلاً ایک شخص مزدوری
سے اپنی اجرت پیدا کرکے بال بچون کو کھلاتا اور عبادات کے فرائض و واجبات ادا کرتا ہی اور باقی حالت سے تندرست ہی تو وہ ایسی غذا اور
اسقدر کھاوے کہ اپنی مزدوری کے کام سے اور طاعات سے عاجز نہو جاوے اور اگر اوسنے اس سے زیادہ مقدار کرنے مین یہ نیت کی کہ اچھی قوت
سے کام کرسکے تو جائز ہی مگر ثواب نہو گا اور اگر اوسکی تندرستی مین فرق ہوا اور اوسنے اچھی غذا اسی نیت سے تجویز کی تاکہ کام سے عاجز
نہو یا کوئی عالم ہی کہ ضعف دماغ کے خیال سے اوسنے لطیف غذا کھائی تاکہ پڑھنے پڑھانے سے عاجز نہو تو مضائقہ نہین بلکہ ثواب پاویگا علی
ہذا القیاس سونا جاگنا اوٹھنا بیٹھنا شادی بیاہ نوکری چاکری ملاقات محبت وغیرہ جمیع جہات نفس مین اس شخص نے نیت طاعت آلٰہی و اتباع
شریعت مطہر رکھی تو اوسنے اپنے آپکو اللہ تعالےٰ کے واسطے آزاد کرلیا اور اگر روپیہ و اشرفی و غیرہ خواہشات نفس کا قصد کیا تو وہ مذموم
ہی حتی کہ حدیث شریف مین آیا۔ تعس عبد الدینار والدرھم۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ۔ سو جو نفس کی
جہالت پر چلا اوسنے نفس کو معبود بنایا اور جسنے خواہش نفس سے اپنے آپکو آزاد کیا اوسکے حق مین اسلم وجہہ للہ۔ صادق آیا۔ م۔ قولہ تعالےٰ۔ و
ہو محسن۔ یعنے طاعت آلٰہی کو احسان کے طریقہ آداب سے بجالاتا ہی اور یہ توفیق رضاے آلٰہی عزوجل ہی قولہ تعالےٰ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون ظاہر ہی
کہ جب وہ لوگ جنت مین داخل ہوے تو یہ جنت بھی اونکے نفس کی نہ تھی بلکہ وہان بھی اللہ تعالےٰ ہی کی جہت حاصل ہوئی لیکن یہ
حتی کہ اوس سے بڑھکر کوئی نعمت نہین۔ شیخ ابن عطارؒ نے فرمایا کہ جسنے اپنا طریقہ و اپنا منہ و اپنی مراد و اپنا قصد و اپنی تدبیر سب کو اللہ تعالےٰ
ہی کے واسطے کردیا تو اوسکے واسطے کوئی جہت نہ رہی جو اللہ تعالےٰ کے واسطے نہو اور سواے حق عزوجل کے کہین اوسکی نظر نہوگی۔ شیخ عبد العزیز
مکی نے کہا کہ یہ لیئے بندہ مخلص کا بیان ہی جو اپنے رب عزوجل کے آداب عبودیت مین تعظیم جلال کا لحاظ رکھتا ہی اور اوسنے اپنے قلب کو
اللہ تعالےٰ ہی کی محبت کے واسطے خالص کیا کہ وہ اسمین محسن یعنے کامل ہی۔ عس۔ سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ قولہ تعالےٰ ولا خوف
علیہم یعنے آخرت مین اونکے واسطے کچھ خوف نہین ہی اور قولہ تعالےٰ۔ ولاہم یحزنون۔ یعنے موت سے غمگین نہون گے۔ محمد بن اسحٰق نے ابن عباسؓ

سے روایت کی کہ جب نصاراے نجران مدینہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے (یہ لوگ جہاد سے ڈر کر صلح کرنے آئے تھے اور آخر
جزیہ دینا منظور کیا) اور علماے یہود بھی ان نصرانیون کے پاس آئے اور ان دونون فریق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی باہم مناظرہ کرنا
شروع کیا اور اوسکی نوبت یہانتک پہونچی کہ رافع بن حرملہ یہودی نے نصرانیون سے کہا کہ تم لوگ جس حالت پر ہو وہ کچھ نہین ہے اور اوسنے عیسی
علیہ السلام اور انجیل سے انکار وکفر کیا اور نصاراے نجران مین سے ایک نے یہودیون سے کہا کہ تم جس حالت پر ہو وہ کچھ نہین ہے اور اسنے حضرت
موسی علیہ السلام کی نبوت اور توریت سے انکار وکفر کیا پس اسی بارہ مین اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى
عَلٰى شَيْءٍ۔ اور یہودیون نے کہا کہ نصاری کسی چیز پر نہین ہین ف یعنے نصاری کسی ایسی چیز پر نہین ہین جو کسی شمار پر ہو کیونکہ عیسی
علیہ السلام وانجیل سے منکر ہوے حالانکہ توریت مین عیسی علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے۔ وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ
الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ۔ اور نصاری نے کہا یہودی کسی چیز پر نہین ہین ف یعنے ایسی چیز پر نہین ہین جسکا کچھ شمار ہو کیونکہ حضرت
موسی علیہ السلام وتوریت سے منکر ہوگئے حالانکہ انجیل مین حضرت موسی علیہ السلام کی تصدیق موجود اور احکام توریت اونپر لازم ہین باستثناء
بعض احکام کے جو انجیل مین منسوخ ہوگئے ہین۔ وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ۔ حالانکہ یہ لوگ کتاب کی تلاوت کرتے ہین
ف یعنے یہودی اپنی کتاب توریت پڑھتے ہین جسمین حضرت عیسی علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے اور نصرانی اپنی کتاب آسمانی
انجیل پڑھتے ہین جسمین حضرت موسی علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے پھر بھی نفسانیت سے انکار وکفر کرتے ہین۔ كَذٰلِكَ قَالَ
الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ۔ اسی طرح اون لوگون نے جو نہین جانتے ہین انھین کے قول کے مثل کہا ف
یعنے مشرکین عرب ومجوس جو علم نہین رکھتے ہین انھین یہود ونصاری کے مثل ہر ایک اہل دین کو کہنے لگے کہ وہ کچھ نہین ہے پس ان سب لوگون کے
احکام اپنی اپنی نفسانیت پر مبنی ہین۔ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۝
پس اللہ ہی عزوجل ان لوگون مین قیامت کے روز ایسی چیز مین فیصلہ فرماویگا جسمین یہ لوگ اختلاف کرتے تھے ف یعنے یہ لوگ
دین کے بارہ مین جسقدر پھوٹ واختلاف کرین اسکا فیصلہ قیامت کے روز اللہ تعالی ہی فرمائیگا جبکہ یہ لوگ راہ حق نہین لیتے ہین۔ اگر کہا جاوے
کہ اللہ تعالے نے ان لوگون کو جھڑکی وتہدید فرمائی حالانکہ دین یہود ودین نصاری جب دونون منسوخ ہو چکے تو اب یہ سچ ہے کہ یہود ایسی راہ پر نہین
ہین کہ جسکا کچھ شمار ہو اور علی ہذا القیاس نصاری بھی ایسی راہ پر نہین ہین جو شمار کے قابل ہو جواب یہ ہے کہ ہان یہ تو سچ ہے مگر ان لوگون نے
امر حق عزوجل کی پابندی نہین کی تاکہ اوسکو منسوخ جانتے ورنہ قرآن مجید پر ایمان لاتے پس ان لوگون کا تو یہی مقصود تھا کہ نفسانیت
کے ساتھ اللہ تعالے کے پیغمبرون وکتابون کو جھٹلاوین حتی کہ ہر فریق چاہتا تھا کہ دوسرے کے پیغمبر وکتاب سے بالکل انکار کرے حالانکہ
اگر وہ منسوخ بھی مانتے تو بھی یہ جائز نہین ہے کہ سابق کے کسی پیغمبر یا آسمانی کتاب سے انکار کرے بلکہ یہ انکار تو کفر ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ
مومنین تمام پیغمبرون وکتابون کو برحق مانتے اور جو کوئی کسی ایک پیغمبر سے بھی منکر ہو اوسکو کافر جانتے ہین اور یہی اعتقاد خود آیات
قرآنی مین محکم ہے۔ سیوطی رحمہ نے لکھا کہ ان لوگون کے درمیان قیامت مین حکم آلہی یہ ہے کہ جو حق پر ہوا اوسکو جنت مین داخل کرے اور جو باطل
پر ہوا اوسکو جہنم مین داخل کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ دین موسی علیہ السلام مین جو لوگ حق پر تھے یعنے قبل عیسی علیہ السلام کے
حضرت موسی علیہ السلام کی سچی اتباع پر تھے وہ جنتی ہین پھر عیسی علیہ السلام کی نبوت کے وقت جو لوگ حضرت عیسی علیہ السلام پر ایمان
لائے اور موسی علیہ السلام کی نبوت سے بھی منکر نہین ہوے وہ حق پر ہین پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر جو لوگ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور کسی پیغمبر سابق سے بھی منکر نہیں ہوئے تو وہ جنتی ہیں اور اسکے ماسوائے سب گمراہ ہیں لیکن بیضاوی وغیرہ نے
فرمایا کہ ان اختلاف کرنے والوں میں چونکہ کوئی فریق بھی حق پر نہ تھا تو انمیں حکم الٰہی یہی کہ ہر ایک کے لائق اوسکا عذاب مقرر فرمائے اور مدارک وغیرہ
میں لکھا کہ حسن بصری سے روایت ہی کہ ان جھگڑالو فریقوں میں اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہی کہ اونکا جھوٹ ظاہر کرکے اونکو آگ میں داخل کرے
شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ امام ابن جریر کے نزدیک یہ آیت ہر ایسے لوگوں کے حق میں عام ہی جو دین کے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ
نے اونکے واسطے قیامت کا دن اپنے فیصلۂ عدل کے لیے مقرر فرمایا جسمیں ذرہ برابر ظلم نہیں ہی جیسے سورۂ حج میں فرمایا۔ ان الذین آمنوا
والذین ھادوا والصابئین والنصاریٰ والمجوس والذین اشرکوا ان اللہ یفصل بینھم یوم القیامۃ ان اللہ علیٰ کل شئ شھید۔ یعنی مؤمنین و یہود
و صابئین و نصاریٰ و مجوس و مشرکین کے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماویگا۔ ھ۔ (تنبیہات) - اول - اہل کتاب کی مذمت فرمائی
کہ یہ لوگ باوجود تلاوت کتاب کے اس طرح نفسانیت کے پابند ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں و کتابوں کو جھٹلاتے ہیں اور جاہلوں کے ساتھ یوں
فرمایا کہ انھیں کے قول کے مانند بے علم مشرکین نے بھی ہر اہل دین کو جھٹلایا تو اس سے اہل کتاب کی مذمت شدید ظاہر ہوئی کہ باوجود علم کتاب کے
ایسے ہی بے علم جاہل ہیں جیسے مشرکین عرب و مجوس تھے کیونکہ یہ لوگ کتاب کے پابند نہیں بلکہ نفس کے پابند ہوئے اور نفس کی پابندی
میں دونوں برابر ہیں۔ تنبیہ دوم۔ اللہ تعالیٰ نے سوائے اون لوگوں کے جنکے پاس توریت یا انجیل تھی باقی سب کو لا یعلمون
فرمایا یعنی بے علم ہیں حالانکہ مجوس فارس کو دیکھو تو سلطنت کے قوانین و صنعت و حرفت خوب جانتے تھے اور روم کے لوگ طب یونانی
فلسفہ وغیرہ خوب جانتے تھے باوجود اسکے جب انکو جاہل فرمایا تو معلوم ہو گیا کہ ان فنون کو دین سے لگاؤ نہیں ہی بلکہ انکا جاننے والا بلحاظ دین کے
جاہل ہی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان فنون کے علم سے اس قابل نہیں ہوتا کہ اوسکو علم کہا جاوے کیونکہ علم درحقیقت وہی ہی کہ جس سے اپنے آغاز و
انجام کا علم ہو اور یہ جب ہی ہو سکتا ہی کہ اپنے خالق عزوجل کو پہچانے اور اوسکے حقوق جانے اور اپنا مخلوق و بندہ ہونا پہچان کر اپنی عبودیت کے
آداب معلوم کرے تاکہ شیطانی راہوں سے ممتاز ہو اور یہ بعطائے عقل نورانی ہی اور فنون فلسفہ و ریاضیات وغیرہ سے یہ کچھ بھی نہیں حاصل ہو سکتا
حتی کہ وہ عقل سے معذور ہو کر صفائے حواس ظاہری و باطنی کو جو فلسفہ کا نتیجہ ہی عقل سمجھنے لگتا ہی لہذا ایک جماعت کثیر علماء حنفیہ و مالکیہ و شافعیہ
و حنبلیہ نے کتب فلسفہ پڑھنے پڑھانے کو حرام لکھا ہی اور مولانا روم علیہ الرحمۃ نے صحیح فرمایا۔ ع۔ علم دین فقہ است و تفسیر و حدیث + ہر کہ خواند غیر ازین
گردد خبیث + یعنی ع علم دین ہی فقہ و تفسیر و حدیث + جو پڑھے اسکے سوا ہووے خبیث + اور کچھ شک نہیں کہ جو لوگ فلسفہ پڑھتے
اور دینی استدلال کے نام سے اوسکو کام میں لاتے ہیں اول تو ابتدائی عقائد حقہ کو انھیں دلائل سے کبھی ثابت نہیں کر سکتے بلکہ شک و نفاق
میں گرفتار ہو کر برباد ہو جاتے ہیں اور اگر کوئی ثابت قدم بھی رہا تو ان فنون کی شآمت سے وہ ایسے جہل مرکب میں گرفتار رہتا ہی کہ معانی
معرفت سے محروم ہو جاتا ہی اعاذنا اللہ عزوجل اور طلبہ میں سے جو لوگ اس فلسفہ کی شیرینی میں منہمک ہو جاتے ہیں اوسکا ترک ناگوار سمجھتے ہیں
لیکن اگر معارف سنت سے آگاہ ہوتے تو اوسکو عین جہالت بالبداہت سمجھتے واللہ الہادی الی سواء السبیل۔ تنبیہ سوم۔ فنون
صرف و نحو و معانی و بیان و زبان عرب بدلیل اقتصار جائز ہی کیونکہ یہ آلات واسطے قرآن و حدیث کے ہیں رہے وہ فنون جو معاش دنیا کے
واسطے حاصل کیے جاتے ہیں مانند طب وغیرہ پس اگر دین میں مضر نہوں جیسے طب تو روا ہی بلکہ اگر طب سے خالصۃً لوجہ اللہ علاج کرے تو ثواب
ہی۔ اور اگر مضر ہو تو جائز نہیں ہی جیسے رمل وغیرہ کہ حرام ہیں رہا فن منطق یعنی قواعد کلیہ جنسے استدلال کا طریقہ معلوم ہو تو اوسکا جائز
ہونا ظاہر ہی لیکن متاخرین میں جو منطق رائج ہو گئی جسمیں فلسفہ خلط ہو گیا وہ مکروہ ہی رہے فنون ریاضی مانند [illegible]

وطبیعیات جیسے ریل و کلین وغیرہ ایجاد کرنے کی مدد ہوتی ہے اور آلات جنگ بنائے جاتے ہین تو انمین بذات خود کوئی مضائقہ نہین ہے بلکہ دینی طور پر کام مین لانا مشمر ثواب ہے گویا انکی مثل لطیف غذا ہے چنانچہ پلاؤ و زردہ وغیرہ اچھا ہے لیکن اگر کسی بیمار کو کھلایا جاوے تو مہلک ہے اسی طرح ان فنون سے اگر دنیا پر بھروسہ اور اوسکی آرائش مقصود ہو تو مہلک ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ **تنبیہ چہارم** ۔ حدیث مین ہے کہ سب سے بڑھکر تیرا دشمن یہی تیرا النفس ہے جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہے (الصحیح) اسیواسطے اکابر علما نے فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کی راہ چلے او سنے اپنے نفس کو معبود بناکر اپنے آپ کو اوسکا بندہ بنایا اور وہ راہ حق عزوجل سے خارج ہو گیا۔ یہ سچ ہے چنانچہ ان یہود و نصاری کو دیکھو کہ کیونکر اپنی نفسانیت کے تابع ہوکر اللہ تعالے واوسکے رسولون و کتابون سے منکر ہوے بلکہ یہود و نصاری کی دشمنی یہانتک بڑھی کہ یہودی جو اپنے غلبہ کی حالت مین بیت المقدس کو قبلہ بنائے تھے جب نصرانیون نے غلبہ پایا تو خاص وہ مقام صخرہ جسکو یہودیون نے قبلہ بنایا تھا مسنوع کیا اور یہانتک اوسکی ہتک کی کہ اوسمین کوڑا ڈالا غرضکہ فریقین کی جانب سے حرمات الٰہی کا ہتک جاری رہا چنانچہ اللہ تعالے نے کلام قدیم مین اسکا مجمل ذکر فرمایا بقولہ تعالی

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا

اور اوس سے ظالم کون جسنے منع کیا اللہ کی مسجدون مین کہ پڑھیے وہان نام اوسکا اور دوڑا اونکے اوجاڑنے کو

أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَ

ایسون کو نہین پہونچتا کہ پیٹھین اونمین مگر ڈرتے ہوے اونکو دنیا مین ذلت ہے اور

لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

اونکو آخرت مین بڑی مار ہے

واضح ہو کہ اس آیت کی شان نزول مین مفسرین کے دو قول ہین پس مترجم کو یہان تین مقام بیان کرنا چاہیے از آنجملہ دو مقام تو یہی دونون قول ہین اور مقام سوم یہ کہ اس آیت کا حکم کیونکر ہے کیونکہ یہ امر مقرر ہے جیسا بیان ہو گا کہ سبب نزول سے صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ کس واقعہ پر اللہ عزوجل نے یہ حکم نازل فرمایا لیکن جو حکم آیت مین نازل ہوا وہ اپنے عام معنے سے قیامت تک باقی ہے پس مفسرین کے دو قول یہ ہین کہ یہ اون رومی نصرانیون کی تفضیح ہے جنھون نے بیت المقدس کو خراب کیا یا مشرکین مکہ پر تشنیع ہے جنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وآپکے اصحاب کو سال حدیبیہ مین خانہ کعبہ کے عمرہ سے روکا (مقام اول) اللہ تعالے نے رومی نصرانیون پر تشنیع فرمائی جو اپنے آپکو مسلمان کہتے کہ ہم حضرت عیسی علیہ السلام پر ایمان لائے اور اونکی مدد کی بخلاف یہود کے کیونکہ اپنے زعم باطل کے موافق دعویٰ کرتے ہین کہ یہود نے حضرت زکریا ویحیی علیہما السلام کو قتل کرنیکے بعد حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی قتل کیا حالانکہ رومی نصرانیون نے قابو پاکر یہودیون کو قتل واسیر کرنیکے علاوہ یہودیون کی عداوت کے باعث سے توریت جلائی جو کلام آلہی تھا اور بیت المقدس اوجاڑا جو قبلہ تھا چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ ۔ اور ایسے شخص سے بڑھکر کون ظالم ہو گا جسنے مساجد آلہی کو اس امر سے منع کر دیا کہ ان مین اللہ تعالے کا نام پاک ذکر کیا جاوے **فـ** حسن نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ لوگ نصاری ہین (ابن جریر) مجاہد نے فرمایا کہ یہ نصرانی ہین یعنی رومی نصاری جو بیت المقدس مین کوڑا ڈالا اور یہودیون کو اوسمین نماز پڑھنے سے روکا۔ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا ۔ اور اوسنے مساجد آلہی کو خراب بیجا اجاڑ کرنے مین کوشش کی قتادہ نے کہا کہ قتادہ نے فرمایا کہ نصرانیون نے بخت نصر مجوسی شاہ بابل کی مدد کی تاکہ اوسنے حملہ کرکے یہودیون کو قتل اور بیت المقدس کو خراب کیا (عبد الرزاق) اور سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے روایت کی کہ ان نصرانیون کو یہود کی دشمنی نے آمادہ کیا کہ انھون نے بیت المقدس کی بربادی کے واسطے بخت نصر مجوسی کی مدد کی۔ سدی نے

فرمایا کہ بیت المقدس کی بربادی مین نصرانیون نے بخت نصر مجوسی کی مدد کی یہانتک کہ اوسنے بیت المقدس کو اُجاڑ کر اوسمین گندگی و کوڑا ڈالنے کا حکم جاری کیا اور یہ فقط اسواسطے تھا کہ یہودیون نے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا تھا۔ ایسیکے مانند حسن بصری سے روایت ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ مفصل حال حضرت یحییٰ کے بیان مین آویگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ حاصل یہ کہ ان رومی نصرانیون سے بڑھکر کوئی ظالم نہین ہو جنہون نے بیت المقدس وغیرہ مساجد الٰہی کو اسطرح برباد کیا کہ وہان اللہ تعالےٰ کا ذکر نہو سکے اور اوسکی بربادی مین کوشش کی۔ أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۚ حالانکہ ایسے لوگون کو روا نتھا کہ ان مساجد مین داخل ہون سوا اسحالت کے کہ خوف کرتے ہوے ہون ف یعنے کمال تذلل سے وہان خائف ہوکر قدم رکھنے کے سوا انکو جانے کی لیاقت نہین تھی تو سخت بدبختی و قساوت قلبی ہو کہ اسکو اجاڑین اور کفار سے اُجڑوانے مین مدد کرین۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے حکم مقدر ہو چنانچہ کعب الاحبار نے فرمایا کہ نصاریٰ کو جب بیت المقدس پر غلبہ ہوا تو اونھون نے بیت المقدس کو برباد کر دیا پھر جب اللہ تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو یہ آیت نازل فرمائی پس لازم آیا کہ دنیا مین کوئی نصرانی نہوگا مگر اوسکی یہی حالت ہیگی کہ جب وہ بیت المقدس میں داخل ہوگا تو خوفناک داخل ہوگا۔ سدی رحنے فرمایا کہ اب دیکھو کہ روے زمین پر آج کوئی نصرانی نہین ہو مگر آنکہ اوسکی یہی حالت ہو کہ بیت المقدس مین داخل ہوتے وقت اپنی موت یا ضرب سے خوف کرتے ہین (مقام دوم) عبدالرحمن بن زید رحنے فرمایا کہ یہ مشرکین مکہ ہین جنھون نے سال حدیبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ مین عمرہ ادا کرنے سے روکا تھا حتیٰ کہ باہم صلح واقع ہوئی اور انہیں نے فرمایا کہ اس بیت العتیق سے کوئی شخص نہین روکا جاتا تھا حالانکہ آدمی اپنے بھائی یا باپ کے قاتل سے ملتا تو اوسکو بھی نہین روکتا تھا مشرکین مکہ کہنے لگے کہ ہم تو ایسے لوگون کو نہین آنے دینگے جنھون نے بدر کے روز ہمارے باپ چچا اور بھائیون کو قتل کیا اور ابن زید رحنے کہا کہ مسجد الحرام کے خراب کرنے مین انکی اور کوشش یہ تھی کہ اونھون نے آبادی مسجد سے روکا کہ اوسمین عمرہ ادا نہ کیا جاوے (ابن جریر) اور عکرمہ یا سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام مین خانہ کعبہ کے پاس نماز سے روکا تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ الآیۃ۔ (ابن ابی حاتم) امام ابن جریر رحنے دونون قولون کی روایت کے بعد قول اول کو اختیار کیا اس دلیل سے کہ قریش نے خانہ کعبہ کی تخریب مین کوشش نہین کی بلکہ رومی نصرانیون نے البتہ بیت المقدس خراب کرنے کی کوشش کی تھی۔ امام ابن کثیر رحنے قریش کی کوشش بھی خانہ کعبہ اجاڑنے مین ثابت کر کے کہا کہ میرے نزدیک یہی قول دوم ظاہر ہو اس وجہ سے کہ نصرانیون نے اگر یہودیون کو بیت المقدس مین نماز پڑھنے سے منع کیا تو ایسے وقت منع کیا کہ یہودیون سے نصرانی زیادہ ٹھیک تھے کیونکہ اسوقت مین یہودیون سے ذکر الٰہی مقبول نہ تھا اسلیے کہ یہ لوگ حضرت داؤد و عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے ملعون ہو چکے تھے۔ مترجم کہتا ہو کہ تحقیق واللہ اعلم یہ ہو کہ اللہ تعالےٰ نے یہودیون کے ذمائم بیان کرنے کے بعد نصرانیون کی نفسانیت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و توریت سے انکار اور بیت المقدس کی بربادی بیان فرمائی کیونکہ رومی نصرانیون کا منع کرنا اور بیت المقدس کو خراب کرنا ظاہر و باطن دونون طرح سے تھا کیونکہ اونھون نے یہودیون کو خالص نماز ہی سے منع کیا تھا۔ معالم مین ہو کہ طیطوس بن اسپیانوس رومی اور اوسکے ساتھیون نے یہودیون کو قتل و قید کیا اور توریت جلائی اور بیت المقدس کو اوجاڑ دیا یعنے بیت المقدس مین سے خاص وہ مقام جسکو صخرہ کہتے ہین اور وہ یہودیون کا قبلہ تھا اسقدر خراب کیا کہ اوسمین سور ذبح کرائے اور کوڑا و گندگی ڈالی تو اونھون نے ظاہر و باطن دونون طرح سے خراب کیا اور اس قابل نرکھا کہ اوسمین نام الٰہی ذکر کیا جاوے برخلاف قریش کے کہ اونھون نے خانہ کعبہ کے عمرہ سے درحقیقت نہین روکا بلکہ ظاہری عداوت سے روکا کیا نہین دیکھتے ہو کہ صلح سے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے

کہ خالی کر دیا کہ تلبیہ و رنک عمرہ ادا کرین مگر جس سال منع کیا تھا وہ بیشک معنوی خرابی تھی بلکہ یکے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ رضی اللہ
عنہم کو نکالنا اور حرمان بتون و شرک کو پھیلانا بھی معنوی خرابی ہے اسواسطے اللہ تعالے نے فرمایا۔ وما لہم الا یعذبہم اللہ وہم یصدون عن المسجد الحرام
وما کانوا اولیاءہ ان اولیاؤہ الا المتقون الآیۃ۔ اور ظاہر ہے کہ مشرکون سے کسی مسجد کی آبادی نہیں ہو سکتی ہے کما قال تعالے۔ ما کان للمشرکین ان یعمروا
مساجد اللہ شاہدین علی انفسہم بالکفر الآیۃ۔ یعنے مشرکین جب اپنی ذات پر کفر کی شہادت دیتے ہین تو مساجد آلہی کی آبادی اونکی لیاقت سے
نہین ہے و قال تعالے۔ انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر الآیۃ۔ یعنے مساجد آلہی کی آبادی وہی بندہ کرتا ہے جو اللہ تعالے و روز قیامت پر
ایمان لایا۔ ھ۔ پس جب اہل ایمان کو مسجد الحرام سے نکالا تو اوسکی آبادی مٹانے مین کوشش کی کیونکہ مساجد کی آبادی اوسکے ظاہری صورت درست کرنے
اور اوسکے نقش و نگار کرنے سے نہین ہوتی ہے بلکہ معرفت توحید کے ساتھ اوسمین شرع آلہی قائم کرنے سے ہوتی ہے اور واضح ہو کہ رومی
نصرانیون نے اگرچہ غلبہ پایا لیکن وہی سلے تمام نصرانیون کو جمع کر کے اللہ تعالے کی تثلیث اور عیسی علیہ السلام کے بیٹا کہنے کا قول
سب نصرانیون مین شائع کیا چنانچہ آل عمران کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے آویگا۔ پس جس قدر کہ یہ مفسدین جمع ہو گئے تھے وہ بھی یہودیون کے
مثل یا قریب ہو گیا پھر مترجم کہتا ہے کہ بیت المقدس کے خراب کرنے والے قسطنطین یا طیطروس اوسکو ظاہری عمارت و باطنی تعمیر دونون طرح سے
خراب کر چکے اور قریش نے اگر خانہ کعبہ کی تعمیر چھوڑی تو صرف معنوی خرابی کی۔ سد راہ مساجد آلہی سے منع کرنا تو یہ بھی نصرانیان روم کی طرف صریح
واقع ہوا اور قریش کی طرف سے قصداً منع نہ تھا بلکہ ضمناً منع لازم آیا پس مترجم کے نزدیک قوی وہ قول ہے جو امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اختیار فرمایا کہ آیت
قدسی کا قوی مصداق نصارائے روم ہین۔ (مقام سوم) اس آیت قدسی کا حکم تمام ایسے لوگون کو شامل ہے جو مساجد آلہی کو خراب
کرین خواہ اسطرح کہ اوسکی ظاہری عمارت بھی گرا دین یا فقط اوسمین اہل ایمان کو نماز و ذکر سے روکین پس اگر کسی قبلہ سے روکین تو اللہ عز وجل نے
اونکے حق مین اہانت مقدر فرمائی چنانچہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا کہ جب نصرانیون نے بیت المقدس کے مقام صخرہ کی اہانت کی جسکو یہود نے قبلہ بنایا تو
نصرانیون پر شرعی و تقدیری ذلت طاری ہوئی کہ ہمیشہ جب بیت المقدس مین داخل ہوتے ہین تو خوفناک داخل ہوتے ہین مترجم کہتا ہے کہ
بات اب بھی مشاہدہ ہے اسیطرح جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ سے روکا تو اونپر ذلت و خواری آئی چنانچہ اونھون نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے دس برس کے واسطے صلح ٹھہرائی لیکن اللہ تعالے نے اس صلح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فتح فرمایا چنانچہ سورۃ
انا فتحنا نازل ہوئی اور اسی رات کو ہرقل شاہ روم نے دیکھا کہ ختنہ کرنے والی امت کی بادشاہت ہو گئی چنانچہ چند ہی روز کے بعد قریش نے عہد شکنی
کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کر کے مکہ فتح کر لیا اور جب حج کا زمانہ آیا تو منادی کرا دی کہ آیندہ اس بیت العتیق سے کوئی مشرک
امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا کہ اسی طرح جب یہود نے اللہ عز وجل کی نافرمانیان کین حتی کہ بیت المقدس مین انبیاء کے خون بہائے اور ان مردود
نافرمانی سب سے بڑھکر ہوئی یعنے قریش سے بڑھکر نصرانیون کا فعل تھا اور نصرانیون سے بڑھکر یہودیون کی حرکت تھی تو اللہ عز وجل نے
کے واسطے مناسب عقوبت مقدر فرمائی۔ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ
ان لوگون کے واسطے دنیا مین خواری ہے اور انکے واسطے آخرت مین عذاب عظیم ہے۔ ف۔ بعض نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالے نے فرمایا
مسلمانون کو بشارت ہے کہ عنقریب سب قسم کے مشرکین بت پرست و مجوس و کافرین یہود و نصاری سب ... ابن جریر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت
تعالے نے یہ وعدہ پورا فرمایا اور مشرکین تو مسجد الحرام سے ممنوع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی مدد کی سیدنا عمر نے
عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے اپنے عہد خلافت مین جزیرہ عرب سے تمام یہود و نصاری کو جو اسلام نہین لائے

بزرگی وطہارت ہی کہ اوسکے گرد نجاست کفر نہو۔ اور ایک جماعت نے تفسیر فرمائی کہ نصرانیون کی خواری بالکلیہ اس دنیا مین اوسوقت ہوگی جب امام مہدی علیہ السلام پیدا ہوکر جہاد کرینگے جبکہ اونکی عمر چالیس سال کی ہوجائیگی یہ قول سدی و عکرمہ و وائل بن داؤد کا ہی۔ اور قتادہؒ نے فرمایا کہ فاحقہ رسوئی کی خواری اس طرح کہ یہ لوگ مطیع ہوکر جزیہ ادا کرین۔ امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ دنیاوی کی خواری مین ہر طرح کی خواری شامل ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ جو شخص دنیا پر مطمئن ہوکر اسی کے مال و دولت کمانے و جمع کرنے مین مبتلا ہوجاوے وہ خود خوار کیا گیا ہی اگرچہ اوسکو چند روز کے بعد اپنا انجام پر نظر آوے۔ امام احمدؒ نے کہا کہ اخبرنا الہیثم بن خارجۃ اخبرنا محمد بن ایوب بن میسرۃ بن حلبس سمعت ابی یحدث عن بسر بن ارطاۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعوا اللہم احسن عاقبتنا فی الامور کلہا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الاخرۃ۔ یعنے الٰہی سب کامون مین ہمارا انجام نیک کیجیو اور ہمکو خواری دنیا و عذاب آخرت سے چھوڑا دیجیو۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہی اور کسی صحاح ستہ مین نہین ہی (تنبیہ) بہر تقدیر خواہ مسجد بیت المقدس یا مسجد الحرام کسی ایک مسجد کی بے ادبی ہوئی لیکن اللہ تعالے نے مساجد اللہ اسواسطے فرمایا کہ جسنے مسجد قبلہ کی تعظیم چھوڑی اوسنے بدرجہ اولیٰ تمام مساجد کی تعظیم چھوڑی جیسے کسی نے ایک نیک مرد کو ایذا دی تو کہتے ہین کہ اس سے بڑھکر کون ظالم ہی جو نیکون کو ستاوے۔ یہ زیادہ بلیغ ہی جیسے بنی اسرائیل پر حکم لکھا تھا کہ جسنے ایک کو ناحق قتل کیا گویا اوسنے کل کو قتل کیا کیونکہ نفس محترم کا احترام توڑ دیا (مسئلہ) قولہ تعالے۔ ما کان لہم ان یدخلوہا الا خائفین۔ سے نکلتا ہی کہ مشرک کو مسجد مین داخل ہونا جائز ہی اور یہی امام ابوحنیفہؒ و بخاری وغیرہم کا مذہب ہی اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ بن اثال کو مسجد مین باندھا تھا درحالیکہ وہ مشرک تھا پھر تین روز کے بعد کھول دیا لیکن وہ تھوڑی دیر کے بعد نہا کر آیا اور مسلمان ہوگیا (البخاری) اور فتح مکہ مین بھی قبل داخل ہونے کے حکم بھیجا تھا کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر مین چلا جاوے یا خانہ کعبہ مین چلا جاوے یا اپنا دروازہ بند کرلے یا ہتھیار ڈالدے تو وہ بیخوف ہی۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ مین مشرک کا داخل ہونا جائز ہی لیکن یہ بات ظاہر ہی کہ یہ لوگ اپنے طور پر خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے تھے۔ امام مالک کے نزدیک مطلقا منع ہی کیونکہ مشرک نجس ہی۔ شافعی کے نزدیک مسجد الحرام مین کافر کا جانا منع ہی اور دیگر مساجد مین اگر کوئی حاجت ہو اور کوئی مسلمان اجازت دے تو جائز ہی۔ پھر واضح ہو کہ مساجد صرف نام الٰہی کی تعظیم سے مکرم ہین ورنہ اللہ تعالے کے واسطے کسی جگہ سے کوئی خصوصیت نہین ہی وہ ہر مخلوقات کے لگاؤ سے پاک ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ یہودیون کی بدکاریون سے بخت نصر مجوسی کو مسلط فرمایا کہ اوسنے یہودیون کو قتل و غارت کیا اور بیت المقدس گرایا پھر اوسکے بعد جب رومی نصاریٰ مسلط ہوئے تو اونھون نے صخرۂ بیت المقدس مین بوجہ عداوت یہود کے کوڑا ڈالا اور مدت دراز تک یہی حالت رہی یہانتک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود تشریف لیجا کر بیت المقدس کو فتح کیا اور جب بیت المقدس مین داخل ہوئے تو یہ حالت دیکھکر اپنی چادر بچھائی اور کوڑا بھر کر پھینکنا شروع کیا اور جب بعض مومنین نے چاہا کہ آپ کو اوس تکلیف سے بچاوین تو آپ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے ثواب کو حاصل کرو حتی کہ مسلمانون نے ملکر ایک دم مین سب صاف کردیا اور آپ نے بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہی کہ امام مہدی علیہ السلام کے واسطے جو آثار وارد ہوئے ہین ازانجملہ یہ ہی کہ دنیا ظلم و جور سے بھر جاویگی اور نصرانی اوسوقت بکثرت ہونگے اور اکثر روے زمین پر غالب ہونگے اور رومی یعنی نصاریٰ قوم روم ملکر مسلمانون کو گانون گانون کرکے نکال دینگے اور آخر قسطنطنیہ فتح ہوجائیگا اور سلطان مقام شام مین لڑائی مین شہید ہونگے پھر مدینۂ منورہ سے امام مہدی رضی اللہ عنہ نکلکر جہاد فرماینگے اور اللہ تعالے برابر اونکو فتح عنایت کریگا اور یہی زمانہ خروج دجال کے واسطے مقرر ہی اگرچہ مجھکو امام مہدی رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمانون کی کیا کیفیت ہوگی تو مجھے تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی بلکہ جو کیفیت

سامنے موجود ہین یہی معجزات روایات مین مذکور ہین یعنے فسق وفجور علانیہ ہونا شراب خواری شرع کی ہتک حرمت بدعات کی کثرت اور خصائل نیک چھوڑ کر بدخصال کی شدت مسجدونکا النقش ونگار دیار و نیاوی باتین جاہلون کو پیشوا بنا کر انکے احکام پر عمل کرنا طریق سنت چھوڑ کر منکرون کے طریقہ پر کوشش کرنا تاکہ ترقی حاصل ہو گروہ اگر وہ مسلمانون کا دین سے خارج ہو کر مشرکون مین شامل ہونا متبعین سنت غربا رہین اسلام باقی ہو تا ان باپ کی نافرمانی دوستون سے ملاپ امانت مین خیانت دولت کا ڈول کی طرح گھومنا مزامیر کا رواج بکثرت بخل خواہش نفس کی پابندی آخرت چھوڑ کر دنیا اختیار کرنا ہر شخص کا اپنی رائے پر نازان ہونا جہالت کی کثرت اور مانند اسکے بہت سی علامات دیگر ہین جنکا بیان طول ہی اور جو کچھ بیان ہوا یہ علاوہ کتب حدیث کے صرف صحاح ستہ مین موجود ہین جو تیسری صدی مین تصنیف ہوئین جسوقت ہر طرف مسلمانون ہی کا غلبہ تھا پس اہل ایمان کے واسطے عین معجزات طمانینت ہین اور حدیث مین یہ بھی آیا کہ جو ایسے وقت مین سنت پر قائم ہو جب امت فاسد ہو جائیگی تو اسکے لیے سو شہید کا ثواب ہی (السنن) اور یہ بھی حدیث مین آیا کہ فساد امت کے وقت سنت پر قائم رہنے والا ایسی حالت مین ہو گا جیسے چنگاری پکڑے ہو (بعض السنن) پھر واضح ہو کہ بیت المقدس ہو یا خانۂ کعبہ ہو ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کے واسطے ایک جہت مقرر فرمایا ہی ورنہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی جانب خصوصیت نہین ہی قال تعالیٰ۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

اور اللہ ہی کی ہی مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہان ہی متوجہ ہی اللہ بیحق اللہ گنجایش والا سب خبر رکھتا ہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ کعبہ کا قبلہ ہونا محبوب رکھتے تھے اور مکہ معظمہ مین کعبہ کو سامنے کر کے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے پھر جب مدینہ مین ہجرت فرمائی تو یہ ممکن نہوا بلکہ شام کی طرف جانب صخرۂ بیت المقدس نماز پڑھنے کا حکم ہوا چنانچہ سولہ یا سترہ مہینے تک پڑھتے رہے اور آپ چاہتے کہ قبلہ بجانب کعبۂ ابراہیم ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسکو منظور فرما کر خانۂ کعبہ کی جانب تحویل فرمائی تو یہود نے طعن کیا کہ انکا کوئی قبلہ معلوم نہین کبھی بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوتے ہین اور کبھی خانۂ کعبہ کی طرف تو یہ آیت اتری اور یہ عکرمہؒ سے مروی ہی اور اصح قول کے موافق واللہ اعلم بات یہ تھی کہ مدینہ مین آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہود کی تالیف قلوب اور انپر حجت الٰہی پوری ہونے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھین چنانچہ ایسا ہی ہوا پس ہدایت کی جگہ انکو گمراہی نے گھیرا اور لگے طعن کرنے جیسا کہ مذکور ہوا اور ابن عمرؓ سے مروی ہی کہ سفر مین نماز نفل سواری پر جدھرہ چلے پڑھنے کے جواز مین اتری چنانچہ سعید بن جبیرؓ نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نفل پڑھتے جدھر وہ متوجہ ہوتا درحالیکہ آپ مکہ سے مدینہ کو آتے تھے پھر ابن عمرؓ نے یہ آیت پڑھی وللہ المشرق والمغرب الآیۃ۔ اور ابن عمرؓ نے کہا کہ اسی مین یہ آیت اتری ہی (مسلم والنسائی والترمذی وقال حدیث حسن صحیح) اور قتادہؒ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہی بقولہ تعالیٰ فول وجہک شطر المسجد الحرام الآیۃ۔ (اخرجہ الترمذی ایضا) اور مسئلہ یہ ہی کہ سفر مین اگر اونٹ مثلاً مشرق کی طرف جاتا ہو حالانکہ قبلہ مغرب کی طرف ہو جیسا کہ ہمارے یہان سے ہی اور وہ نفل نماز ادا کرنا چاہے تو باوضو یعنے طہارت نماز کے ساتھ نیت کر لے پھر اسکو مشرق کیطرف چلنے دے اور نماز کو تمام کرے اور رکوع وسجدہ اشارہ سے کرے اور فرض نماز اس طرح نہین جائز ہی بلکہ اتر کر پڑھے اور سواری پر نفل پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت مروی ہی اور نیز مروی ہی کہ وتر سواری پر پڑھتے تھے اسی سے صاحبینؒ ودیگر اماموں کے نزدیک وتر سنت ہی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہی لیکن شاید کہ سوائے فریضہ کے واجب وسنت سب اس طرح جائز ہو اگرچہ اسمین کلام کیا گیا ہی فتامل اور اسکا ربط ما قبل سے بعض علما نے یون بیان کیا کہ بیت المقدس یا خانۂ کعبہ سے منع کرنے کو کافرون نے ابطال خیر وانسداد جانا حالانکہ بیت المقدس وبیت الحرام

فقط قبلہ یعنے جہت استقبال ہی کہ جس طرف ہوکر نماز پڑھیں ولیکن یہ نہیں ہی کہ اللہ تعالے کی عبادت کے لیے یا یہ معنی وہ جہت ہو کہ بغیر اسکے عبادت نہیں ہوسکتی بلکہ اللہ عزوجل کا علم ہر جگہ ویسا ہی ہی جیسا بیت المقدس و کعبہ کی طرف توجہ کرنے میں ہی اور اسمیں ان جاہلوں کی مخالفت کا اشعار ہی اور مسلمانوں پر رحمت ہی کہ ہمنے اجازت بھی دیدی اور نیز اشارہ ہی کہ نماز کے لیے وہ جگہ بھی مخصوص نہیں اور یہ انعام خاص کر اس امت مرحومہ کو بواسطہ نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوا کہ اللہ تعالے نے آپ کے واسطے ہر جگہ جہاں چاہیں نماز پڑھنا ادا کریں و صحیح حدیث میں ہی کہ۔ جعلت لی الارض کلہا مسجدا۔ یعنے میرے واسطے مخصوص ہوا ہے اور انبیاء کے تمام زمین مسجد قرار دیگئی (الصحیحین) یعنے جہاں جاہوں نماز پڑھوں اور یہ معنے نہیں کہ تمام زمین کے لیے پھر وہی رعایت واجب ہیں جو مسجد کے واسطے ہوتی ہیں اور یہ خصوصیت آپ کی بمقابلہ دیگر انبیاء کے ہی کیونکہ اوروں کے واسطے کوئی نہ کوئی جگہ خاص کردیجاتی تھی خواہ وہ ہمیشہ کے واسطے یا چند روز کے واسطے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے جو اگلی کتابوں میں بھی پہچان کے نشان کے طور پر مذکور ہی یہ ہی کہ جہاں کہیں ہوا اونکی امت کو نماز کا وقت آجائیگا وہیں ادا کر سکینگے اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ اور اللہ تعالے ہی کے واسطے مشرق اور مغرب ہی۔ ف یعنے شمال و جنوب و مشرق و مغرب جسقدر جہات ہیں سب اللہ تعالے ہی کے واسطے ہیں اور اوسکی ذاتی خصوصیت کسی مقام سے نہیں ہی بلکہ ہر طرف اللہ تعالے کی حکمت و قدرت موجود ہی اور اگر اوسکی فرمانبرداری کے ساتھ کسی جہت توجہ ہو تو اوسی طرف اللہ تعالے کی رحمت پاوے جیسے اوسکی نافرمانی میں کافر و مشرک جس طرف توجہ کرتا ہی اوسی طرف غضب الٰہی پاویگا اگرچہ اوسکو معلوم نہو کیونکہ مومنین اپنے نفس کے واسطے کسی جانب توجہ نہیں کرتے خصوصاً نماز میں لہذا اونکو آگاہ کیا کہ جس طرف توجہ کرو اللہ تعالے کی رحمت پاوگے کیونکہ یہ جہات مشرق و مغرب وغیرہ اللہ تعالے ہی کے واسطے ہیں۔ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ پس جہاں کہیں تم لوگ منہ کرو یعنے متوجہ ہو تو وہیں وجہ اللہ ہی۔ ف یعنے وہیں قبلہ الٰہی موجود ہی یہ تفسیر امام ترمذی نے حضرت مجاہد سے روایت کی۔ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ اللہ تعالے وسعت والا علم والا ہی۔ ف یعنے اوسکی رحمت و مغفرت وسیع اور اوسکا علم محیط ہی پس جدھر تم اللہ تعالے ہی کے واسطے توجہ کرو اوسی طرف اللہ تعالے کی جہت و قبلہ پاؤ اور وہ خوب جانتا ہی دیکھتا ہی تو وہیں تمکو ثواب و رحمت عطا فرماویگا امام ابن کثیر نے لکھا کہ اس آیت قدسی میں اللہ تعالے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنھوں نے ہجرت سے کعبہ کو چھوڑا انکو بشارت و تسلی فرمائی کہ جیسے تمنے اللہ تعالے کے واسطے ہجرت کی تو جہاں کہیں جدھر توجہ کرو تمہارے واسطے وہی جہت قبلہ ہی اور وہی رحمت کعبہ ہی کیونکہ مکہ معظمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت المقدس کی جانب نماز پڑھتے تو کعبہ کو اپنے سامنے کر لیتے تھے پھر جب مکہ چھوڑا تو صرف بیت المقدس کا استقبال باقی رہا پس اللہ تعالے نے اس آیت سے اونکی تسلی فرمائی پھر آپ نے مدینہ منورہ میں سولہ یا سترہ مہینے جانب بیت المقدس نماز پڑھی ولیکن آپ پسند کرتے تھے حتی کہ اللہ تعالے نے آپ کو خانہ کعبہ کی جانب متوجہ فرمایا چنانچہ شروع پارہ دوم میں آتا ہی۔ ابن عباس نے کہا کہ جہانتک ہمسے بیان کیا گیا ہی اوس سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ پہلے پہل قبلہ ہی کے بارہ میں نسخ ہوا ہی (ابن ابی حاتم) اور آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قبلہ صرف جہت عبادت ہی یعنے اللہ تعالے نے اپنی فرمانبرداری دیکھنے کے واسطے بندوں کو ایک جانب متوجہ فرمایا تاکہ اوس سے انحراف نکریں اور آیت میں تنبیہ کی کہ اللہ تعالے کی بندگی میں جدھر توجہ کرو اوسی طرف قبلہ الٰہی رحمت پاؤگے یعنے اللہ تعالے کو جہت کعبہ سے کوئی خصوصیت نہیں ہی (مسئلہ) اسی مقام سے ائمہ حنفیہ نے کہا کہ خانہ کعبہ کی عمارت کو قبلہ ہونے میں کچھ دخل نہیں ہی بلکہ وہ مقام ہی نہ عمارت ہو یا نہو حتی کہ اگر عمارت کے واسطے سجدہ کرنے کا قصد کرے تو کفر کا خوف ہی لہذا اگر عمارت کعبہ منہدم ہوجاوے معاذ اللہ تعالے

تو بھی قبلہ بدستور باقی ہی بلکہ ابن الزبیر وغیرہ نے توڑ کر خانہ کعبہ کی عمارت بنائی چنانچہ اسکا ذکر انشاء اللہ تعالےٰ عنقریب آتا ہی۔ پھر شیخ رح نے لکھا کہ عکرمہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ قولہ تعالےٰ۔ فثم وجہ اللہ یعنے جدھر مشرق یا مغرب مین توجہ کرو اودھر قبلہ الٰہی ہی۔ اور اسیکے مانند مجاہد رح سے روایت ہی۔ شیخ رح نے کہا کہ ظاہر اثر ابن عباس رضہ دلالت کرتا ہی کہ یہ آیت دربارۂ نسخ قبلہ نازل ہوئی۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسیکے مانند ابو العالیہ وحسن بصری وعطا خراسانی وعکرمہ وقتادہ وسدی وزید بن اسلم سے روایت ہی کہ یہ آیت دربارۂ نسخ قبلہ ہی۔ امام ابن جریر رح نے کہا کہ ایک جماعت دیگر کے نزدیک اس آیت کا نزول خانۂ کعبہ کی طرف توجہ فرض ہونے سے پہلے واقع ہوا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وآپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو معلوم ہو جائے کہ نماز مین جس جانب توجہ کرین اوسی طرف وجہ اللہ پاوینگے کیونکہ کسی جگہ کی مجال نہین کہ وہ اللہ تعالےٰ کو محیط ہو بلکہ اللہ تعالےٰ ہی کا علم جمیع اشیا کو محیط ہی پھر اسکے بعد اللہ تعالےٰ نے خانۂ کعبہ کی جانب توجہ کو حتمی کر دیا۔ اور تیسری جماعت علما نے کہا کہ یہ آیت اسواسطے نازل ہوئی کہ اللہ تعالےٰ نے سفر مین سواری پر نوافل پڑھنے کی اجازت عطا فرمائی جاہے جس طرف توجہ ہو یعنے مثلاً قبلہ بجانب مغرب ہی اور یہ شخص بجانب مشرق جاتا ہی تو سواری پر نفل کی نیت کرے اور اشارہ سے رکوع وسجود کرتا جاوے اور اسی طرح حالت خوف مین جسطرف موقع پاوے اوسیطرف اوسکا قبلہ ہی۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ابن عمر رضہ کا اونٹ جسطرف جاتا اوسی طرف نماز پڑھتے جاتے اور بیان کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایساہی کرتے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اس آیت۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ کی یہی تاویل بیان کرتے تھے (رواہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ابی حاتم وابن مردویہ) اور اصل حدیث صحیحین مین بدون تاویل آیت کے مروی ہی۔ اور ابن عمر رضہ سے جب نماز خوف کا حال پوچھا جاتا تو اوسکو بیان کرنے کے بعد کہتے کہ اگر اس سے زیادہ خوف ہو تو سوار یا پیدل خواہ کعبہ کا رخ ہو یا نہو ادا کرین۔ نافع نے کہا مجھے ایساہی یاد پڑتا ہی کہ اسکو ابن عمر رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ (مسئلہ) سواری پر نفل جائز ہی خواہ ایسا سفر ہو جسمین قصر نماز جائز ہی یا اس سے کم ہو۔ یہی قول ابی حنیفہ رح ومشہور قول شافعی رح وابو یوسف وغیرہ ہی اور اسمین امام مالک رح واونکے اصحاب نے اختلاف کیا۔ رہا وطن وشہر مین سواری پر نفل پڑھنا تو ابو یوسف وابو سعید الاصطخری وابو جعفر الطبری نے جائز مختار رکھا بلکہ امام ابو جعفر الطبری نے تو پیدل کے واسطے بھی وطن مین جائز رکھا۔ پھر امام ابن جریر رح نے کہا کہ جماعت چہارم کے نزدیک یہ آیت ایسے لوگون کے حق مین ہی جنکو جنگل وتاریکی وغیرہ کی وجہ سے جہت قبلہ معلوم نہوا اور اونھون نے تحری سے مختلف جہات مین نماز پڑھی تو اللہ تعالےٰ نے اونکے واسطے اجازت دیدی کہ تم سب کی نماز جائز ہی پھر عامر بن ربیعہ رضہ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مین اندھیری رات مین ایک مقام پر اوترے تو آدمیون نے پتھرون کی آڑ بناکر نماز پڑھی پھر جب صبح ہوئی تو ہمنے دیکھا کہ ہم لوگون نے قبلہ کے سوا دوسری جانب نماز پڑھی پس ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم لوگون نے غیر قبلہ کی جانب نماز پڑھی یہ آیت نازل ہوئی (ابن جریر والترمذی وابن ابی حاتم واسنادہ ضعیف) اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگون کا ایک سریہ بھیجا تو ہمنے وہان رات مین سخت تاریکی کی وجہ سے قبلہ نہ پہچانا اور ہمنے غیر قبلہ کی جانب خطوط کھینچکر نماز پڑھی پھر جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ خطوط بجانب غیر قبلہ ہین پس جب ہم واپس آئے تو اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا مگر آپ خاموش رہے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی (ابن مردویہ والدارقطنی ورواہ ابن مردویہ عن ابن عباس ایضاً وفی الاسناد مقال) پھر ابن جریر رح نے فرمایا کہ پانچوین جماعت علما کا یہ قول ہی کہ یہ آیت دربارہ نجاشی بادشاہ

مصر کے نازل ہوئی چنانچہ اپنی اسناد کے ساتھ قتادہؒ سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ایک بھائی مرگیا پس تم لوگ اوسپر نماز پڑھو (یعنے مدینہ منورہ میں غائبانہ اوسپر نماز پڑھو) پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کیا ایسے شخص پر نماز پڑھیں جو مسلمان نہیں تھا تو نازل ہوا قولہ تعالے ۔ وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خاشعین للہ لا یشترون بایات اللہ ثمنا قلیلا الآیۃ ۔ خاتمۃ آل عمران ۔ قتادہؒ نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ تو قبلہ کی جانب نماز نہیں پڑھتا تھا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا ۔ وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیۃ ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ روایت غریب ہے مترجم کہتا ہے کہ اسکے راوی سب ثقات اثبات ہیں لیکن تفرد کی وجہ سے بیشک غریب ہے اور واضح ہو کہ نجاشی بادشاہ حبش صدق دل سے مسلمان ہوگیا تھا حتی کہ جو صحابہؓ وہاں ہجرت کر گئے تھے وہ لوگ بعد مرنے کے اوسکی قبر سے نور دیکھتے تھے اور آپس میں اسکا ذکر کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ام سلمہؓ سے باسناد صحیح مروی ہے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو یہ کہا کہ مسلمان نہیں تھا ظاہر اس گمان سے کہا کہ اوس وقت ہجرت فرض تھی حالانکہ وہ ہجرت کر کے مدینہ نہیں آیا اور اوسکا عذر یہ ہوسکتا ہے کہ اوسکے ساتھ انتظام سلطنت متعلق تھا اور اوسکے عمائد سلطنت بھی مسلمان ہو گئے تھے تو اوسکے ذمہ سے ہجرت کی فرضیت ساقط ہوگئی تھی بخلاف ہرقل بادشاہ روم کے کہ جب اوسکی سلطنت والے مسلمان نہیں ہوئے تو اوسپر ہجرت کرنا فرض تھا حالانکہ وہ ایلچیوں کو بھیجتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو ایسے بھی اپنے اسلام کا اقرار کیا اگرچہ ہمکو اوسکی نسبت بھی اسلام کا گمان ضرور ہوتا کیونکہ ہجرت ترک کرنے سے صرف کبیرہ گناہ لازم آویگا لیکن ابن حبان وغیرہ کی صحیح روایت میں وارد ہوا کہ جب مقام تبوک میں اوسنے اپنا ایلچی و اپنا عریضہ بھیجا تھا اور کچھ سونا بطور نذر بھیجا تھا اور کہلا بھیجا کہ میں حضور پر ایمان لایا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جھوٹا ہے یہ اپنی نصرانیت پر باقی ہے چنانچہ اسکی تفصیل انشاء اللہ تعالے اپنے مقام پر آویگی رہا یہ کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ قبلہ کی جانب نماز نہیں پڑھتا تھا تو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعض علماء نے جواب دیا ہے کہ اوسکو خانہ کعبہ کی جانب قبلہ کی تحویل کا حکم پہونچنے نہیں پایا تھا کہ اوسنے انتقال کیا ۔ اور قرطبی نے اسکو قتادہؒ سے نقل کیا ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ نجاشی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا صحیح روایات صحاح سے مرفوع ثابت ہے لیکن ان روایات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا سوال کرنا و نزول آیات کا کچھ ذکر نہیں ہے شیخ نے لکھا کہ قرطبی نے یہاں یہ مسئلہ لکھا کہ اسی سے ایک جماعت علماء کے نزدیک غائب میت پر نماز جنازہ جائز ہے شیخ قرطبیؒ نے کہا کہ ہمارے اصحاب مالکیہ کے نزدیک یہ واقعہ بطور تشریع کے عام نہیں تھا بلکہ یہ تین وجہ سے مخصوص ہے مترجم نے کہا کہ ائمہ حنفیہؒ کے نزدیک بھی خاص ہے ۔ اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے نجاشی کے جنازہ سے پردہ اوٹھا دیا گیا تھا حتی کہ جب آپ نے نماز پڑھی تو وہ آپ کے سامنے موجود تھا ۔ دوم یہ کہ جب نجاشی کے پاس کوئی مسلمان نہ تھا جو اوسکے جنازہ کی نماز پڑھے تو آپ نے اوسکی نماز پڑھی اور اسیکو ابوبکر بن العربی نے اختیار کیا لیکن قرطبی نے اعتراض کیا کہ یہ بات بہت بعید ہے کہ ایسے بادشاہ مسلمان کی قوم میں سے کوئی اوسکے پاس مسلمان نہو لیکن امام ابوبکر بن العربی نے خود اسکا یہ جواب دیدیا ہے کہ شاید اونکے نزدیک میت پر نماز مشروع نہو اور یہ جواب جید ہے مترجم کہتا ہے کہ جید اس وجہ سے ٹھہرا کہ یہ طریقہ نماز کا صرف اسلام میں خاص ہے اور حبش تک ہنوز یہ حکم نہیں پہونچا تھا کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اسکو نسخ قبلہ کی خبر نہ پہونچی ۔ وجہ سوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہ پر اسواسطے نماز پڑھی تاکہ دوسرے بادشاہوں کی تالیف قلب ہو واللہ تعالے اعلم ۔ مترجم کہتا ہے کہ بہرحال نجاشی کے حق میں یہ فضیلت ظاہر ہے اور اسکی وجہ بھی ظاہر ہے کیونکہ اوسنے سلطنت دنیا کا کچھ خیال نہ کیا پس یہ امر مشکور ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ احبار یہود نے باوجود عالم ہونے کے ایک خفیف خیرات کے پیچھے جو

اونکو عام یہودیون سے ملتی تھی اسلام لانا چھوڑ دیا باوجودیکہ اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق نبوت ہر طرح توریت سے یقینی معلوم ہوگئی تھی پھر بادشاہ نجاشی کو کس قدر فضیلت ہی کہ اوسنے سلطنت کی پروا نکی لہذا اللہ تعالے نے اوسکو یہ کرامت عطا فرمائی کہ اپنے پیغمبر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشرف فرمایا اور بعض احادیث صحاح سے ثابت ہوا کہ آپ کی نماز سے اللہ تعالے میت کی قبر مین نور عظیم نازل فرماتا ہی پس اگر دوسرے بادشاہون کو سمجھ ہوتی تو وہ اس نعمت عظمی کو جان دیکر حاصل کرتے لیکن اونھون نے دنیا ل جو مرتے ہی فنا ہوگئی نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ یہان حدیث ابوہریرہؓ سناسب ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل مدینہ واہل شام واہل عراق کے واسطے درمیان مشرق ومغرب کے قبلہ ہی (ابن مردویہ ونحوہ الترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی حسن صحیح) مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ قبلہ کا استقبال کرنے مین یہ شرط نہین ہی کہ ضرور ایسے طور پر کھڑا ہو کہ اگر اوس سے ایک خط کھینچا جائے تو ٹھیک خانہ کعبہ پر متصل ہو بلکہ جس جہت مین خانہ کعبہ ہی وہ جہت ٹھیک ہو مثلاً ہندوستان سے خانہ کعبہ جانب مغرب واقع ہی اور زیادہ درستی یہ کہ کسی قدر جنوب کی جانب جھک جاوے لیکن اگر کوئی شخص سیدھا مغرب کی جانب کھڑا ہوگیا تو کافی ہی بشرطیکہ استقبال قبلہ کی نیت ہو اور اہل مدینہ وعراق وشام والون کے واسطے یہی جہت ہی جو حدیث مین منصوص ہی چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب تو مغرب کو لپنے داہنی طرف کرے اور مشرق کو بائین طرف کرے تو انکے بیچ مین قبلہ ہی جبکہ تو قبلہ کا استقبال کرے یعنے بنیت استقبال ہو (الترمذی) اور یہ آپنے اہل مدینہ اور اونکے رخ والون کے واسطے فرمایا وعلی ہذا اہل ہند مین سے جب کسی نے شمال کو داہنی اور جنوب کو بائین کیا تو انکے درمیان مین قبلہ ہی ولیکن بہتر یہ ہی کہ جہانتک ہو سکے ایسے طور پر جہت ٹھیک کرے کہ مصلی سے قبلہ تک خط مستقیم ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کابل تک اپنے زمانہ مین ملک فتح کیے اور قبلہ کی جانب محراب بنائین پس وہ محرابین نہایت ٹھیک ہین مترجم کہتا ہی کہ یہان فلسفی وہمیون کے واسطے عجیب تنبیہ ہی کہ دیکھو صحابہ رضی اللہ عنہم ان فنون ہیئت و ریاضی وغیرہ مین عمر برباد نہین کرتے تھے بلکہ معرفت قلبی حاصل کرتے تھے جسکی کہ شان یہ تھی کہ ٹھیک خط مستقیم پر محراب بنائی جہان بڑے بڑے مہندس حیران ہین اور علم درحقیقت یہی علم ہی جو حواس قلب و معرفت عقل سے حاصل ہوا اور یہ نہین ہی کہ جو جسم کے فانی حواس مین مرتکز ہو کہ یہ تو عنقریب اسی جسم کے ساتھ خاک ہو جائیگا اور علم معرفت جبھی حاصل ہوتا ہی کہ ابن اتباع شریعت وسنت طریقت پر بغیر قیل وقال کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدم بقدم چلے اور یہی ہر سعید ازلی کو نصیب ہی ورنہ بدبخت شقی تو ہمیشہ اوہام وشکوک مین گرفتار ہو کر یقینیات سے بھاگتا ہی اور عجب کہ شیطانی اوہام پر جم جاتا ہی نعوذ باللہ من الضلال ف ۲ بعض اشارات جو الٰس مین ہی کہ قولہ تعالے ـ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ ـ یعنے جدھر منھ کرو وہین جہت آلٰہی وادسکا قبلہ موجود ہی ـ جیسے یہ توجہ اس جسم وحواس جسمانی سے ہوتی ہی اسیطرح قلب وحواس روحانی سے ہوتی ہی پس اگر قبلہ کی جانب حواس جسمانی وجسم سے متوجہ ہوا اور اسکے ساتھ ہی قلب وحواس قلبی متوجہ ہوا تو دونون جمع ہوگئے اور کبھی فقط توجہ جسمانی ہوتی ہی اور وہ دو طرح ہی ایک کہ منافق ہو اور دوم یہ کہ دنیا کی ہوسات مین غافل ہو جیسے لب پہ تسبیح دل مین گاؤ خر ـ اس تری تسبیح کا کیا ہو اثر ـ اور کبھی جسمانی توجہ نہین ہوتی اور دلی توجہ موجود ہوتی ہی چنانچہ اگر ایک شخص مشرق کی جانب سفر مین جاتا ہی اور سواری پر نماز نفل پڑھتا جاتا ہی تو وہ اپنے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہی اگرچہ جسم ظاہر بجانب مشرق ہو اسی طرح جسنے کسی مومن صالح کی زیارت مین خالص اللہ تعالے کے واسطے قصد کیا تو وہ اللہ تعالے ہی کی جانب متوجہ ہی اگرچہ کسی جانب جاتا ہو ـ اسی طرح اشارہ ہی کہ اسرار کی آنکھون سے جدھر دیکھو ادھر انوار مکاشفہ موجود ہین اسی طرح ان موجودات کو اگر بطور مخلوقات ومصنوعات کے دیکھو کہ یہ چیز خوبصورت ہی اور یہ چیز بدصورت ہی تو یہ غفلت ولغو بیہودہ ہی اور اگر اس نظر سے دیکھو کہ یہ کوئی چیز اپنی طاقت وقدرت مین نہین بلکہ صانع عزوجل کی صنعت ہین تو اونمین قدرت آلہی عزوجل

مشاہدہ ہی اور یہ کشف فعلی ہی اور اس سے خاص لوگون کو کشف صفت کا نور بھی حاصل ہوتا ہی واضح ہو کہ مشہود مین بموافق استعداد اور محل کے مشاہدہ ہوتا ہی یعنے اگر مثلاً اونٹ ہو تو اوسمین تنبیہ فرمائی کہ۔ افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت۔ اور اگر آسمان و زمین کے عجائب قدرت دیکھو تو اوسکی نسبت فرمایا۔ لآیات لاولی الالباب۔ اور بعض مین فرمایا۔ لآیات لقوم یعقلون۔ اور بعض مین فرمایا۔ حتی یتبین لہم انہ الحق۔ پس انسانی مشاہدہ مین کمال مزید ہی اسیواسطے انسانی تسبیح بھی اکمل ہی اسیوجہ سے چرند و پرند جو اپنے رب عزوجل کی تسبیح کرتے ہین باوجود اسکے اجازت فرمائی کہ انسان اونکو اللہ تعالے کے نام پر ذبح کرکے کھاوے لہذا اگر کھانے والے نے کفر کیا تو یہ اوسکے حق مین وبال شدید ہی مگر تسبیح الٰہی بوجہ کمال موجود ہی اور یہ بھید اکثر عوام کی سمجھ سے باہر ہی اور یہی بھید تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت قبلہ بیت المقدس کے خانۂ کعبہ کا قبلہ زیادہ پسند فرماتے تھے اسیوجہ سے علما نے کہا کہ حقیقت قبلہ نامعلوم ہی اور اسی جہت سے انبیاء علیہم السلام اسی کے گرد طواف کرتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر اوقات بعضے انبیاء کا طواف بیان فرمایا چنانچہ صحاح کی احادیث مین بیان آیا ہی اور انشاء اللہ تعالے اپنے موقع پر کچھ بیان آویگا پس بندۂ سالم چاہیے جو اس دنیاے حقیر سے ہمت اوٹھاکر معالی درجات کی جانب کوشش کرے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ شیخ نے کہا کہ جسنے نظر جسم سے دیکھا اوسکا قبلہ ظاہری ہی اور اسی حالت مین اگر ترقی کے ساتھ نظر قلبی و عقلی سے متوجہ ہوا تو اوسکا قبلہ آیات ہین اور اگر زیادہ عروج ہی کہ روح کی آنکھ سے دیکھا تو قبلہ اوسکا صفات ہین۔ ابن منصور نے کہا کہ جہان تو توجہ کرے وہین جد اسمہ ہی اور جہان تم وہین گم ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین آیا کہ نمازی جب تک سجدہ سے متوجہ رہتا ہی تو رحمت الٰہی سے مواجہہ ہوتا ہی اور جب خیالات مین پڑجاتا ہی تو رحمت سے اعراض ہوتا ہی پھر جب متوجہ ہو جاتا ہی تو پھر توجہ پاتا ہی (کما فی السنن) بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالے کی طرف تیری توجہ تیری صدق نیت ہی اور اوسکی جانب ادب یہ ہی کہ تو اپنے نفس سے سمجھ کے ساتھ ادھر اودھر مائل ہونے سے حد پر قائم رہ اور ہر چیز کو اوسکی ضد کے ساتھ باندھ رکھ اور خود اکیلا منفرد ہو جا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ کلام لطیف ہی جسکے واسطے لطیف سمجھ درکار ہی واللہ تعالے ہو الموفق۔ اسیواسطے جو لوگ حد پر قائم نہین رہے وہ قبلہ نورانی سے نکلکر اوہام شیطانی مین پڑگئے اور طرح طرح کے بہتان باندھنے لگے کیونکہ یہی مقتضا ہے حواس جسمی ہی جبکہ وہ نور عقل سے منقطع ہو جاوین چنانچہ ان لوگون کی ٹھیک گمراہی کے بعض اوہام کو حق عزوجل نے بیان فرمایا بقولہ تعالے

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ

اور کہتے ہین اللہ رکھتا ہی اولاد وہ سب سے نرالا ہی بلکہ اوسکا مال ہی جو کچھ ہی آسمان اور زمین مین سب اوسکے آگے ادب سے ہین

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

نیا نکالنے والا آسمان اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہی ایک کام کو تو یہی کہتا ہی اوسکو کہ ہو وہ ہوتا ہی

اللہ تعالے نے اپنی وحدانیت الوہیت ذات و صفات کا اعتقاد بندون پر فرض کیا لہٰذا اگر اونھون نے یہی نہ پہچانا تو اپنے خالق عزوجل کو بالکل نہ پہچانا اور جس مخلوق نے اپنے خالق کو نہ پہچانا وہ بدتر گمراہ ہی پس اہل ایمان صحیح معرفت سے پہچانتے ہین کہ خالق عزوجل جمیع صفات کمال سے موصوف ہی اور کسی مخلوق سے مشابہ نہین اور نہ کوئی مخلوق اوس سے مشابہ ہو سکتی ہی اور وہ جسم و جہت و شکل و صورت وغیرہ ایسی چیزون سے جو مخلوق مین یا مخلوق کے تصور و خیال و قیاس و گمان و وہم مین آتی ہین سب سے پاک ہی کیونکہ مخلوق کے تصور اور وہم مین آویگا وہ اس مخلوق کے اندر مخلوق ہوا اور اللہ تعالے جبکہ خود مخلوق کی مشابہت سے پاک ہی تو جو چیز کہ اس مخلوق کے خیال مین آوے اوس سے بدرجۂ اولی پاک ہی اسیواسطے اوپر تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالے کے واسطے کوئی جہت نہین ہی بلکہ قبلہ تو اوسنے اپنے بندون کے لیے

بندگی کی جہت مین فرمائی ہے پس جو شخص اسطرح ایمان لایا وہ تو اللہ تعالے پر ایمان لایا اور جو اس راہ سے بھٹکا تو وہ اپنے تصورات پر ایمان
لایا کیونکہ جو کچھ اوسکے تصور مین بندھا اوسیکو اوسنے اپنا خدا بنایا جیسے نصرانی نے تصور باندھا کہ مسیح بیٹا ہے اور انکی دیکھا دیکھی یہود گمراہون
نے بھی اپنے یہان عزیر کو بیٹا بنایا اور انکی باتین سنکر عرب کے مشرکون نے ظاہراً بطور طعن کے لفظ ملائکہ کو مؤنث دیکھکر کہنے لگے کہ یہ اللہ تعالے
کی بیٹیان ہین گویا یہود ونصاری کو احمق بنایا کہ یہ لوگ اللہ کے پیغمبر بتلاتے ہین پھر کہتے ہین کہ اللہ کا بیٹا ہے تو جب بیٹا ہو سکتا ہے تو بیٹیان بھی
ہونگی تو پھر ملائکہ کو بیٹیان کہو۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے عرب کی ذاتی صفائے عقل ظاہر ہے اور یہود ونصاری کی حماقت بھی ظاہر ہے کیونکہ یہودی
تو علاوہ عزیر کو بیٹا کہنے کے کمبخت کہا کرتے کہ اللہ تعالے نے چھ دن تک سب مخلوقات پیدا کی جب تھک گیا تو ساتوین دن تخت عرش پر پانون
پھیلا کر لیٹا اور یہ ان ملعونون کی حماقت شدیدہ وکفر قبیح ہے غرضکہ یہود ونصاری نے اپنے تصور مین خدا کے معنے متصور کیے اور اوسیکو خدا سمجھا کہ
جسکا بیٹا وغیرہ ہے پس ایسا نہین ہے اور بت پرستون مین صرف یہ فرق تھا کہ بت پرستی تو ظاہر مین وہ صورت بنائی اور یہود ونصاری نے تصور مین
بنائی بلکہ عرب کے بت پرست تو اللہ تعالے کو اسقدر پاک کہتے کہ اپنا وہان لگاؤ غیر ممکن جانتے تھے تو نیک بندون کی مورت بنا کر اوسکے
واسطے سے رسائی سمجھتے اور یہ بھی شان الٰہی سے جہالت وکفر ہے اور یہ یہود ونصاری تو اپنے ذہن مین خدائے تعالے کی تصویر بناتے ہین یعنے جو صورت
انھون نے خیال کی اوسیکو خدا سمجھے چنانچہ بعضے نصرانیون نے کہا کہ اہل اسلام کا اعتقاد بہت صاف وپاکیزہ ہے لیکن وہ لوگ جو کچھ خدا کے معنے
بیان کرتے ہین وہ میرے خیال کے باریک تصور مین بھی نہین آتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ عجیب حماقت ہے کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ جو امر اوسکے دماغ مین
پیدا ہو وہ خدا ہو پس عجیب ہے کہ یہ بدیہی دلیل اوسکے سمجھ مین نہ آئی کہ جو چیز مخلوق ہے یا مخلوق کے اندر اوسکے خیال وغیرہ مین پیدا ہو یہ سب تو مخلوق
ہوگی تو یہ خالق کیونکر ہو سکتی ہے اسیواسطے بعض علمائے عارفین نے کہا کہ ہر تصور جو تیرے خیال مین آوے اللہ تعالے اوس سے پاک ہے اور
یہانسے ثابت ہوگیا کہ یہود ونصاری وغیرہ تمام فرقہاے گمراہ صرف زبان سے خدا کا اقرار کرتے ہین اور اس لفظ کے معنے وہ لیتے ہین جو انھون نے
اپنے تصور مین باندھے یعنی نصرانی اوسکو خدا کہتا ہے کہ جو عیسی کا باپ ہے یا کہو کہ جسکا عیسی بیٹا ہے اسیطرح یہودی کو سمجھو اسیطرح مشرکین عرب اوسکو خدا سمجھتے تھے
کہ جسکی مخلوقات مین لات وعزی وغیرہ اپنی مرضی کے موافق اپنے پوجنے والون کو رزق وآل واولاد دیتے پھر چاہے اللہ تعالے کو آگاہ کرین
یا نکرین اسیطرح مجوسی سمجھتا کہ خدا وہ ایزد ہے کہ اوسکی مخلوقات مین اہرمن اوسکا دشمن حملہ کرکے تباہ کرتا ہے اور آگ کو پوجتے تھے اسیطرح بہت سے
گمراہ قبر مین بزرگون کی قبرون کی پرستش وتعظیم اس اعتقاد پر کرتے کہ یہ چاہے تو ہمکو اولاد ورزق ونوکری دیدے کیونکہ جو کچھ یہ کریگا اللہ تعالے
اسکو نہین روکیگا گویا اوسکو اور اپنے آپ کو اللہ تعالے کے قبضہ سے باہر سمجھتے تھے جیسے بعضے جاہل اس شیطان کو خود مختار تصور کرتے
ہین اور انمین سے کوئی بھی اللہ تعالے پر ایمان نہ لایا اور زبانی لفظ کہنے سے کچھ فائدہ نہین ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ جب نصرانی نے کہا کہ اے میرے
خدا مجھکو رزق دے اور اوسکی مراد یہ ہے کہ او عیسی کے باپ مجھکو رزق دے یا یہودی کی مراد یہ ہے کہ اے عزیر کے باپ مجھکو رزق دے تو اوسنے
اپنی خیالی تصویر کو پکارا اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا۔ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔ اور اسیواسطے تم دیکھتے ہو کہ یہود ونصاری کی نسبت
صاف فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالے پر ایمان نہین لاتے ہین بقولہ تعالے۔ وقاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ
ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب الآیۃ۔ یعنے ان اہل کتاب یہود ونصاری پر جہاد کرو جو اللہ تعالے پر ایمان نہین لاتے
آخر تک۔ ھ۔ اور یہان اونکا مقولہ کفر نقل فرمایا۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا۔ اور کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے فرزند
بنایا ف۔ چنانچہ نصرانی تو عیسی علیہ السلام کی نسبت بہتان باندھتے اور یہودی اونکی دیکھا دیکھی حضرت عزیر علیہ السلام کی نسبت

اور بعضے ملائکہ کو بیٹیاں کہکر ایسا کلمۂ کفر و افترا بکتے ہین جس سے آسمان و زمین تھرّاتے ہین کما قال تعالے تکاد السموات یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمن ولدا۔ یعنے قریب ہی کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہوجائین اور زمین پارہ پارہ ہوجائے اور پہاڑ گر پڑین اس کلمہ سے کہ یہ لوگ حق عزوجل کے واسطے فرزند پکارتے ہین۔ ھ۔ پس اس آیت مین یہود و نصاریٰ و مشرکین عرب وغیرہ سب پر رد ہی جنھون نے ایسا ناگوار کلمہ کہا۔ **سُبْحَانَهٗ** ۔ پاک ہی اللہ عزوجل ف ایسے افترا و کلمات کفر و بے ادبیون سے جو ان کمبختون کی زبان سے نکلتا ہی **بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** ۔ بلکہ اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی ف سب اوسیکی ملک و مخلوق ہین وہی انکا خالق ہی اور وہی انکو رزق عطا فرماتا ہی اوسی نے ہر ایک کی تقدیر و اندازہ مقدر فرمایا اور سب اوسیکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین اور وہی انہین جسطرح چاہتا ہی تصرف فرماتا ہی پس سب ہی تو اوسیکے مخلوق و مملوک بندے ہین۔ **كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ** سب ہی تو اوسیکے لیے سر جھکائے ہین ف اور کل مخلوقات اس امر کو اچھی معرفت سے جانتی ہی سواے انس و جن کے کہ حکمت کاملۂ الٰہی سے جو بندے مومن ہین وہ تو دیگر مخلوقات سے بھی زیادہ اس معرفت کو پہچانتے ہین لیکن جو انمین کافر ہین اونکے حواس سمجھتے نہین اور یہ اونکا امتحان صرف موت تک ہی پھر یہ بھی پہچان جائینگے چنانچہ فرمایا۔ ان کل من فی السموات والارض الا آتی الرحمن عبدا۔ یعنے آسمانون و زمینون مین جو کوئی ہی سب ہی حضرت حق عزوجل کے حضور مین بندہ بنے ہوئے حاضر ہونگے۔ ھ۔ پس حضرت خالق عزوجل جبکہ وحدہ لا شریک ہی نہ اوسکی نظیر ہی نہ شبیہ ہی نہ مثل ہی نہ مانند ہی تو پھر اوسکا فرزند کہان سے آیا۔ حدیث مین آیا کہ بدگوئی سنکر حلم فرمانے والا اللہ تعالے سے بڑھکر کوئی نہین کہ نالائق بندے اوسکے واسطے فرزند بناتے ہین حالانکہ اللہ تعالے انکو رزق و عافیت دیے جاتا ہی (الصحیحین) اور یہ کلمہ جناب باری عزوجل کی شان مین شتم یعنے دشنام ہی چنانچہ صحیحین کی حدیث ابوہریرہؓ مین مصرح ہی کیا نہین سمجھتے ہو کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کو چمار کا خطاب دے تو بھلا برا اوسکے حق مین خطاب ہی یا دشنام ہی پھر اس سے زیادہ غور کرو کہ بادشاہ و چمار درحقیقت دونون آدمی ہین اور یہان حضرت باری تعالے جل شانہ اور مخلوق مین ہرگز برابری کیسی کہ مشابہت بھی نہین ہی پھر ذرا سمجھو کہ یہ کسقدر سخت کلمہ ہوا جو شان حق عزوجل سے کسیطرح مناسبت ہی نہین رکھتا۔ قولہ کل لہ قانتون۔ سدیؒ نے کہا کہ سب اوسیکے واسطے مطیع ہین۔ مجاہدؒ نے کہا کہ بالکل مطیع ہین کہ حق عزوجل نے جب فرمایا کہ انسان ہوجا تو وہ ہوگیا اور جسکی نسبت فرمایا کہ گدھا ہوجا وہ ہوگیا اور کافر کا سایہ سجدہ مین رہتا ہی اسیکو ابن جریرؒ نے اختیار کیا اور بعض سلف نے قانتین۔ یعنے نماز پڑھنے والے اور عبودیت کا اقرار کرنے والے اور خالص بندے وغیرہ بیان کیا پس شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی تحقیق یہ ہی کہ قنوت دو طرح ہوتا ہی کہ ایک شرعی طاعت ہی اور دوم تقدیری طاعت مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالے نے کل مخلوقات کے واسطے اپنی تقدیر مقدر فرمائی پس ہر مخلوق اوسی تقدیر پر اپنے اعمال کماتے ہین بعض مشائخ نے کہا کہ نافرمانی کے معنے یہ سمجھتے جاتے ہین کہ زید تو چاہتا تھا کہ اوسکا غلام یہ کام کرے مگر غلام نے اپنی قوت سے نافرمانی کرکے دوسرا کام کیا اور زید چاہتا تھا کہ اوسکا گھوڑا آہستہ ذلکی چال سے چلے مگر اوسنے نافرمانی کی اور غالب ہوکر تیز لے بھاگا کر اوسکو گرا دیا پھر کیا کوئی شخص حضرت خالق عزوجل کی جناب مین کسی مخلوق کی نافرمانی مین یہ معنے سمجھتا ہی ہرگز نہین یہ محض احمق کا فہم ہی اسیواسطے کہا گیا کہ جیسے حق طاعت جو لائق جناب باری تعالے ہو غیر ممکن ہی اسی سے بڑھکر نافرمانی کرنا محال ہی بلکہ نماز و روزہ وغیرہ احکام الٰہی مین بندہ نیکی کمائیان ہین پس بندہ نمازی روزہ دار نیکوکار تو مطیع و فرمانبردار کہلاتا ہی اور جسنے فسق و فجور و بدکاریان کمائین وہ عاصی نافرمان کہلاتا ہی اور سب مون کی کمائیون کو پیدا کرنے والا وہی عزوجل وحدہ لا شریک ہی پس سب ہی اوسیکے واسطے قانتین مطیعین ہین۔ اور جو کچھ حکمت بالغہ الٰہیہ کا بھید یہان متعلق ہی وہ مخلوق کے اندازہ سے باہر ہی کیونکہ وہ علم باری تعالے عزوجل کا ظہور ہی اور علم صفت باری تعالے ہی تو مخلوق سے اوسکا ادراک کرنا محال ہی اور اوسکا مترجم نے کہ بیان کیا ہی

پس مومن عاقل تو بطور معرفت پہچانتا ہی اور کافر جاہل صرف جدال کرتا ہی اور قبضۂ قدرت آلہیہ سے کوئی خارج نہیں ہی - بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ - وہی آسمانوں و زمین کا پیدا فرمانے والا ہی - ف - اوسی نے ان سب کو عدم سے ظاہر فرمایا پس اوسی نے ان
تمام اشیا کو اپنی وحدانیت پر دلیل بنایا اور اوسی نے مسیح عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا (ابن جریر) پس جس نصرانی نے فقط اتنی بات
کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہی فرزند ہونے کا بہتان لگایا وہ عجیب جاہل ہی خطیب نے لکھا کہ نصاریٰ سے روم کے جہاد میں ایک عالم
قید ہو گئے پس نصرانیوں نے اس قیدی عالم سے مباحثہ کیا اور یہی دلیل پیش کی تو عالم ربانی نے جواب دیا کہ پھر تم لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت
سب سے پہلے بیٹا ہو جانیکے قائل ہو جاؤگے کہ وہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے اور ملائکہ نورانی ہیں کہ حق جل شانہ کی بابت کوئی کلمہ کہوگے کہ وہ مذکر و مونث ہونے سے اور کھانے پینے
و پیشاب پاخانہ و جورو بچے وغیرہ سے بھی پاک ہیں اور جبرئیل نے ایک دم میں تختہ قوم لوط الٹ دیا یہ جواب سنکر ان احمقوں کو شرم آئی اور خاموش ہوگئے اور یہ بات ظاہر
ہو گئی کہ اوہام پر ایسا کفر قبیح و شرک صریح اختیار کرنا جو عقلاً و نقلاً محال ہی سوائے بدبختی کے کچھ نہیں ہو سکتا ہی کیونکہ قدرت آلہی عز و جل اس سے بہت عظیم ہی کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہزاروں بغیر باپ کے پیدا فرماوے بلکہ بغیر ماں باپ کے پیدا فرماوے وہ سب طرح قادر ہی - وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ
لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ - اور جب کسی امر کا ارادہ فرماتا ہی تو اوس سے یہی فرماتا ہی کہ ہو پس وہ ہو جاتا ہی ف - پس اوسکی کمال قدرت و عظمت
خالقیت کے واسطے اسباب و مادہ مخلوقاتی کی ضرورت نہیں ہی اور جس جاہل نے مخلوقاتی قیاس دوڑایا وہ محض احمق ہی کہ خالق کو مخلوق پر
قیاس کرتا ہی اسیواسطے فرمایا ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون - یعنے اللہ تعالے کے نزدیک عیسیٰ کی مثل
ایسی ہی جیسے آدم کہ اوسکو مٹی سے پیدا کرکے فرمایا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا - ۱۲ - بالجملہ اس آیت قدسی میں چار وجہ سے ایسے گمراہوں کی تردید ہوگئی
جو راہ حق سے بھٹک کر قیاسات ضلالت سے فرزند کہنے لگے کیونکہ جو نور حق سے محروم ہو جاتا ہی وہ تاریکی اوہام کے سوائے کچھ نہیں پاتا ہی
لامحالہ اوسی قدر سمجھیگا جہانتک اوسکے اوہام کی رسائی ہی اسیواسطے تم تعجب سے دیکھوگے کہ صریح عقلی دلیل حق سمجھنے و ماننے میں متردد و مشکوک ہوگا اور
محض وہمی و گمانی باطل بات کو یقین کریگا - وجوہ اربعہ یہ ہیں اول - سبحانہ پس جبکہ اوسکو ہر نقص سے تنزیہ و پاکی ہی تو جورو و بیٹا اور جو مادی
ناقص کی حاجت و لوازم ہیں سب سے پاک ہی اور دوم - بل لہ ما فی السموات والارض - یعنے جو چیز آسمان و زمین میں ہی وہ سب اوسکی ملکیت و مخلوق و
بندے ہیں اور ملکیت ہونے و اولاد ہونے میں باہم منافات ہی اور سوم - کل لہ قانتون - یعنے ہر ایک سے جو ارادہ کیا جاوے وہ اسکا مطیع ہی اور
اوسکی ربوبیت کا مقر ہی پس یہ اولاد ہونے کے منافی ہی اور اسی آیت سے فقہاء نے کہا کہ جو شخص اپنی اولاد کو خریدے تو اوسکی طرف سے آزاد ہوگی
خواہ وہ آزاد کرے یا نکرے اسلیے کہ اللہ تعالے نے ملکیت ثابت کرکے اولاد کی نفی کی ہی تو ثابت ہوا کہ ملکیت اولاد کے ساتھ جمع نہیں ہوتی ہی چہارم
بدیع السموات والارض - یعنے اللہ تعالے نے ان سب چیزوں کو نیا پیدا فرمایا اور بیٹا تو باپ کا ہمجنس و ہم نوع و ہم صفت بلکہ جزو شخصی ہوتا ہی -
(تنبیہ ۱) قولہ اذا قضیٰ امرا - یعنے اذا اراد قضاء امر پس مراد یہ کہ جو امر علم آلہی میں موجود ہی جب اوسکے جاری کرنے کا ارادہ فرماتا ہی تو وہ کن سے موجود
ہو جاتا ہی - قولہ فیکون - جمہور کے نزدیک بالرفع یعنے فہو یکون پھر ظاہر کلام یہ ہی کہ کلمہ کن سے خطاب ہوتا ہی اگرچہ اسکی ضرورت نہیں بلکہ ارادۂ آلہی سے
ہر چیز موجود ہو جاتی ہی جیسے اللہ تعالے نے آسمان و زمین وغیرہ کو چھ دن میں پیدا فرمایا حالانکہ اگر چاہتا تو معاً موجود ہو جاتا ف ۲ - اشارات عرائس
میں ہی قولہ تعالے - بدیع السموات والارض - اسمیں بعض آیات قدرت کا بیان ہی جنمیں فعل حق عز و جل کے انوار اہل تفکر کے واسطے تسکین دیتے
ہیں چنانچہ فرمایا یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا - یعنے پیدایش آسمان و زمین میں عجائب صنعت آلہی کو دیکھکر اوسکی
حقیقت قدرت کا اقرار کرتے ہیں کہ اے رب عز و جل تو نے یہ باطل نہیں پیدا کیا اسی سے بعض مشائخ نے کہا کہ صنع آلہی ہر مصنوع کے واسطے صانع

پر

ہی اور سہر مخلوق کے واسطے خالق ہی اور اوسکی صنعت کے واسطے کوئی علت نہین ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اس سے دو فائدے بیان فرمائے اول یہ کہ صنعت
آلہی عزوجل کی عظمت اوسکے مصنوعات سے حاصل کرے اور عین صنعت جو صفت آلہی ہی اوسکی کنہ کے تصور مین نہ پڑے کیونکہ جو کچھ تصور مین آویگا
وہ اوسکا گڑھا ہوا ہوتا ہوگا دوم یہ کہ اس مقام پر وسوسہ شیطانی ملا ہوا ہی جسکی بخوبی پرہیز رکھے چنانچہ خام کارون پر شیطان قابو پاکر اونکو موجودات
کی علتین تلاش کرنے مین منہمک کرتا ہی حتی کہ زمین کی علتین ڈھونڈھتا ہوا آسمان تک لیجاتا ہی خصوصًا ان لوگون کو جو فلاسفہ کی حماقتون مین پڑے ہین
کہ آسمان کی پیدایش کیونکر ہی لیکن وہ خود شیطان کو اپنے اوپر قابو دیتے ہین چنانچہ حدیث مین آیا کہ آدمی کے پاس شیطان آکر کہتا ہی کہ اس چیز کو کسنے پیدا کیا
اور وہ چیز کسنے بنائی یہانتک کہ کہتا ہی کہ پھر تیرے رب کو کسنے پیدا کیا تو جب یہانتک پہونچے تو چاہیے کہ اللہ تعالے سے پناہ مانگے (الصحیحین) اور وسوسہ
ڈالنے مین خود شیطان کافی ہی اور کافر و فاسق فلاسفہ وغیرہ اوسکی ذریات ہین اور واضح ہو کہ اثبات وحدانیت مین دلائل پیش کرنے کے لیے بہت
لوگون نے دھوکا کھایا حتی کہ امام رازی علیہ الرحمۃ نے اسمین عمر کا ایک حصہ برباد کیا لیکن یہ خود وسوسہ شیطانی ہی کیونکہ خالق عزوجل نے انسان
و اوسکی عقل و دلائل وغیرہ سبکو اثبات و ایجاد فرمایا تو جو چیز اوسکے سوا ہی وہ سب اوسکی ایجاد و اثبات سے قائم ہی پس ممکن نہین کہ کوئی چیز اوسکا
اثبات کرسکے کیونکہ اثبات تو ایک قسم کا ایجاد ہی اور یہ خالق عزوجل کی شان کے واسطے محال ہی چنانچہ مقدمہ مین بھی تحقیق کردیا گیا اور واضح ہو کہ
وحدانیت آلہی عزوجل خود اسقدر بدیہی ظاہر ہی کہ ظہور بھی اوسیکی مخلوق ہی پھر جس اندھے کو یہ نسوجھا تو اوسکے واسطے دلیل قائم کرنا محض فضول
ہوگا حتی کہ اوسکو معجزات انبیاء علیہم السلام کفایت نہین کرسکتے قال تعالی

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ

اور کہنے لگے جنکو علم نہین کیون نہین بات کرتا ہمسے اللہ یا ہمکو آوے کوئی آیت اسی طرح کہہ چکے ہین ان سے

قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

اگلے انہین کی سی بات ایکسے ہین دل بھی اونکے ہمنے بیان کردین نشانیان واسطے اون لوگون کے جنکو یقین ہی۔

مفسرین کے یہان تین اقوال ہین چنانچہ ابن عباس رضہ سے روایت ہی کہ رافع بن حریملہ یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ رسول ہین
تو اللہ تعالے ہمسے کہدے تاکہ ہم سن لین یا کوئی ایسی نشانی آوے (محمد بن اسحق) مجاہد رح نے کہا کہ یہ نصرانیون کی گفتگو تھی (ابن ابی حاتم وغیرہ)
اسیکو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا کیونکہ سیاق آیات انہین یہود و نصاری کے حق مین ہین۔ ابو العالیہ و ربیع بن انس و قتادہ و سدی رح نے کہا کہ
یہ کفار عرب کا قول تھا جو اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ۔
اور جو لوگ علم نہین رکھتے ہین اونھون نے کہا کہ اللہ تعالے کیون نہین ہمسے کہتا یا ہمارے پاس کوئی آیت آوے ف یعنے اللہ تعالے
ہمسے کہدے کہ محمد ہمارا رسول ہی (القرطبی) یا ہمارے پاس کوئی معجزہ آوے جس سے ہم لوگ نبوت کو قطعی سمجھ لین اور یہ درحقیقت اون لوگون کی
ہٹ دھرمی تھی کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات نہایت کثرت کے ساتھ واقع ہوئے گویا آپکی ذات مبارک خود معجزہ تھی اور درخت
و پتھر و کنکر وغیرہ صریح باواز بلند السلام علیک یا رسول اللہ کہکر آپ کو سلام کہتے تھے اور شق القمر یعنے چاند دو ٹکڑے ہوجانا و مانند اسکے
آسمانی معجزات جو آپ کو عطا ہوئے وہ بے مثل ہین کیونکہ عالم سفلی و مادی ہین مانند عصائے موسی وغیرہ کے کافرون کو جادو کا شبہہ بھی
ہوسکتا تھا اور آسمانی چیزون مین سحر کا دخل بالکل غیر ممکن ہی چنانچہ ساحرین بلا خلاف اسکا اقرار کرتے ہین اور باوجود ان معجزات کے کافرون
نے آیت مانگی یہ محض عناد و حسد تھا اور ایسے معاندین کفار کو معجزات نہین دکھلائے جاتے ہین کیونکہ رسول و ہدایت بھیجنا تو اللہ عزوجل

کی طرف سے احسان ہی حالانکہ یہ معاندین اپنا احسان رکھنا چاہتے تھے پس جو لوگ ازلی کافر ہین اونکے حق مین اللہ تعالے نے فرمایا - وان
یروا کل آیۃ لا یومنوا بہا - یعنے اگر کل معجزات دیکھ لین تو بھی ہرگز ایمان نہین لاوینگے - اسیواسطے اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
حکم دیا کہ - قل انما الایات عند اللہ - یعنے تو کہدے کہ آیات تو اللہ تعالے کے اختیار مین ہین - یعنے مجھے کوئی اختیار نہین ہی - وانما انا نذیر مبین
ور مین تو صاف ڈر سنانے والا ہون - یعنے ہدایت کے واسطے کافی معجزات پہونچ گئے جو اہل سعادت کو نافع ہوے اور بدبختون پر حجت ہوگئے
اب کسی آیت کی ضرورت نہین - واضح ہو کہ شیخ ابن کثیرؒ وسیوطی رحؒ نے یہی اختیار کیا کہ اس قول مین مشرکین عرب مراد ہین اور مترجم کہتا ہی کہ قول ابن عباسؓ
و مجاہدؒ جو بھی صحیح اسناد سے ثابت ہی پس تحقیق واللہ اعلم یہ معلوم ہوتا ہی کہ عرب نے یہ قول اس معنے مین کہا کہ یہ لوگ معنے نبوت ہی نہین جانتے
تھے تو اونکی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالے ہمسے کلام کرے کہ ہم نے پیغمبر بھیجا ہی اور یہودی و نصرانیون کی غرض یہ تھی کہ بیشک ایک پیغمبر خاتم المرسلین مبعوث ہونگے پس اگر
وہ تم ہی ہو تو اللہ تعالے ہمسے کہدے تو ہم مان لین پس قول ابن عباسؓ و مجاہدؒ بھی ٹھیک ہی اور اللہ تعالے نے ان یہودیون و نصرانیون کو باوجود توریت و انجیل جاننے کے
لا یعلمون اسواسطے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا نام پاک مع حلیہ مبارک و علامات نبوت کے اسقدر توضیح کے ساتھ توریت و انجیل مین موجود تھا کہ اونکی معرفت مین کچھ تردد
کا مقام ہی نہ تھا لہذا انکو جاہل فرمایا کہ کتاب الٰہی پر عمل نکرتے یا عمداً جاہل بنتے یا آخرت سے بداعتقاد ہوکر جہالت کی باتین کرتے پس اللہ تعالے نے
ان سبکو ایکبار رد کردیا اور فرمایا - كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ - اسی طرح ان لوگون کے
قول کے مثل اون لوگون نے کہا تھا جو انسے پہلے تھے ف یعنے اگلے انبیا کی قومون نے بھی اپنے پیغمبرون سے یون ہی سرکشی کیا
کیا کہ اگر ہمسے اللہ تعالے کہدے کہ تم رسول ہو تو ہم مانین حتی کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسی علیہ السلام سے کہا - لن نؤمن لک حتی نری اللہ
جہرۃً - یعنی ہم ہرگز تیری تصدیق نہین کرینگے یہانتک کہ اللہ تعالے کو کھلی آنکھون دیکھین - تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ - ان لوگون کے
قلوب باہم متشابہ ہین ف یعنے موجودہ کفار عرب یہود و نصاری کے دل اور انسے پہلون کے دل باہم کفر و عناد و سرکشی مین متشابہ واقع
ہوے ہین قال تعالے - کذلک ما اتی الذین من قبلہم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون - یعنے اسیطرح ان موجودہ لوگون سے پہلے والون کے پاس
کوئی رسول نہین آیا مگر آنکہ اون لوگون نے بھی یہی کہا کہ ساحر ہی یا مجنون ہی - ھ یعنی ٹیڑھے دل کسی آیت و معجزہ سے ایمان نہ لاوینگے کیونکہ
جسنے انکو پیدا کیا وہ خوب جانتا ہی اسیطرح ایسے بندون کو بھی جانتا ہی جنکے قلب سلیم ہین چنانچہ فرمایا - قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يُّوْقِنُوْنَ - ہمنے تو آیات ایسی قوم کے واسطے ظاہر کردین جو یقین رکھتے ہین ف یعنے صدق رسالت پر ایسے معجزات دیدیے
کہ اسکے بعد کسی آیت کی ضرورت نہین ف۲ بعض اشارات عرائس مین ہی کہ قولہ تعالے - وقال الذین لا یعلمون لولا یکلمنا اللہ الآیۃ انھون نے
قلب سلیم سے کلام اللہ کو نہ سنا تو طلبا چنانچہ گمراہی سے انکے کان بہرے پڑ گئے اور نیز انھون نے گمان کیا کہ ہم ایسے لوگون سے ہین جو اللہ تعالے کے
خطاب کے لائق ہین اور مقام مشاہدہ سے جاہل تھے حالانکہ انھون نے اپنے گمان مین بہت خطا کی اسلیے کہ انکو درمیانی واسطہ دیکھنے کی طاقت
نہ ہوئی یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات نہ دیکھ سکے اور نہ آپکا خطاب انکی سمجھ مین آیا تو جب یہ حال تھا تو حضرت ذو الجلال سے خالص خطاب کیونکر
سن سکتے تھے اور واسطی رحؒ نے معنے کو بزبان حق یون تقریر کیا کہ مین نے انسے کلام کیا جبکہ مین نے انپر اپنا کلام اتارا سو کون سمجھے اور کون سی آیت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر ہی اور حال یہ کہ مین نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انپر ظاہر کیا قال المترجم یہ نکتہ شریف ہی اہل اسرار نے کہا کہ قرآن مجید کے معنے
قدیم ہین اور وہ ان الفاظ کے پردہ مین موجود ہین پس جب لیاقت کو پہونچا تو وہ ظہور کرتے ہین اور قرآن کے ظہر و بطن کی حدیثؐ کو بغیر تاویل کے
انھین معنے پر محمول کیا اور سابق مین مترجم نے اشارہ کیا کہ شاید آثار مشہورہ کے واسطے جدا جدا مستعد ہین پس حلال کے واسطے حدیث

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شاہد تھے کہ آپ سے جو مشاہدہ حق حاصل ہوتا تھا وہ کسی سے ممکن نہیں گویا شاہد ہونے کے لیے کامل فرد تھے
اسی واسطے حضرت عزوجل نے فرمایا۔ انا ارسلناک شاہدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ اور اس آیت کریمہ میں آیات بینات ان لوگوں کے
واسطے جو خلق سموات وارض میں فکر کرتے ہیں فتفکر

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ

ہمنے تجکو بھیجا ہے ٹھیک بات لیکر خوشی اور ڈر سنانے کو اور تجھسے پوچھ نہیں دوزخ والوں کی

جب مشیت آلہی بعض مخلوقات کے حق میں جہنمی ہونے کے واسطے مقدر ہوئی تو اونسے ایمان لانا کسی طرح ممکن نہیں ہے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے مثل خاتم المرسلین وافضل الخلق اجمعین کو پاویں لیکن اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی بقولہ تعالے انا ارسلناک
بالحق بشیرا ونذیرا۔ ہمنے تجکو حق کے ساتھ بشیر ونذیر بھیجا ف حق سے مراد قرآن ہے کقولہ تعالے
بل کذبوا بالحق لما جاءھم۔ یعنے ان کافروں نے حق کو جھٹلایا جبکہ انکے پاس آیا۔ ھ۔ اور یہی ابن عباس سے روایت کیا گیا ہے
اور شیخ سیوطی رح نے ہدی مراد لیا یعنے قرآن وحدیث جامع شریعت اور یہ بھی صحیح ہے گویا یہ قرآن کی تفسیر ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بشیر ہوں یعنے جنت کی بشارت سنانے والا اور دوزخ سے نذیر یعنے ڈر سنانے والا (محمد بن اسحق) یعنے
جو شخص ایمان لایا اوسکے حق میں جنت کی بشارت سنانے والے ہیں اور جسنے کفر کیا اوسکو عذاب جہنم کا ڈر سنانے والے ہیں ولا تسئل
عن اصحب الجحیم۔ اور تو اصحاب جہنم سے نہیں پوچھا جائیگا ف یعنے جو لوگ کفر کر کے جہنمی ہوئے
اونکی پوچھ کچھ تجھسے نہوگی بلکہ خالق عزوجل خود دیکھتا پہچانتا ہے یہ گویا بشیر ونذیر ہونے کی تاکید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف پیغام آلہی پہنچانے والے ہیں
رہا بندوں کا ماننا یا نماننا تو اسکا حساب حضرت خالق عزوجل خود فرماویگا اور جنھوں نے نمانا وکفر کیا کہ اونکے واسطے قطعی جہنم ہے تو اونکے سمجھانے کا
ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی ہدایت میں کچھ کمی نہیں فرمائی۔ واضح ہو کہ لا تسئل
جمہور کی قرأت ہے اور حضرت ابی بن کعب رض سے ما تسئل مروی ہے اور معنے واحد ہیں لیکن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے لن تسئل وارد ہوا اور اسکے
معنے بھی وہی ہیں اگرچہ اسمیں تاکید زائد ہے یعنے جہنمیوں کی پوچھ کچھ تجھسے ہرگز نہوگی کقولہ تعالے۔ فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب یعنے
تجپر تو صرف پیغام پہونچانا ہے اور انکا حساب ہمو ہمارے ذمہ ہے۔ ھ۔ جیسے فرمایا لست علیہم بمصیطر۔ یعنے تو ان لوگوں پر کچھ محافظ نہیں مقرر
کیا گیا ہے۔ ایک قرأت یہاں دوسری بھی ہے وہ ولا تسأل عن اصحب الجحیم۔ یعنے بصیغہ نہی معروف یعنے تو جہنمیوں کا حال مت پوچھ۔ گویا جہنمی لوگوں کے
بارہ میں آپکو سعی وسفارش سے منع فرمایا یعنے جو لوگ یہود ونصاری میں سے ایسے حالات پر تھے جنکا نمونہ اوپر مذکور ہوا ہے اونکے بارہ میں ایمان
کی دعا کرنے سے منع فرمایا اور یہاں ایک عجیبہ ایتھی ہے قال عبد الرزاق اخبرنا الثوری عن موسی بن عبیدة عن محمد بن کعب القرظی
قال قال رسول اللہ۔ ھ۔ یعنے عبد الرزاق نے اسناد مذکور کے ساتھ محمد بن کعب القرظی سے مرسل روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
روز فرمایا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرے والدین کا کیا حال ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ولا تسئل عن اصحب الجحیم یعنے تم سے جہنمیوں کے بارہ میں کچھ
مت پوچھو۔ پس آپنے بعد اسکے کبھی والدین کا ذکر کیا یہاں تک کہ وفات فرمائی ورواہ ابن جریر من طریق موسی بن عبیدة وقال حدثنا القاسم قال
حدثنا الحسین عن حجاج عن ابن جریج عن داؤد بن ابی عاصم مرسلا اور شک نہیں کہ موسی بن عبیدہ راوی ضعیف ہے۔ قرطبی نے یہی قول ابن عباس رض
سے نقل کیا اور کہا کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ جیسے محاورہ میں کہا کرتے ہیں کہ فلان شخص کا کچھ حال مت پوچھو یعنے وہ تو تمہارے خیال سے زیادہ

پڑھی ہوئی حالت میں ہو۔ ابن جریر نے کہا کہ محمد بن کعب وغیرہ سے جو یہ قول مروی ہے یہ وہم ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارہ میں کوئی شک
نہیں ہو سکتا تھا اور قرأت وہی ہے جو جمہور صحابہ و تابعین سے ماخوذ ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ وجہ تو نہیں ہو سکتی کیونکہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جب اپنے والدین کے حق میں استغفار کا قصد کیا اوسوقت ایسا کہا ہو پھر جب آپکو معلوم ہوا تو سکوت کیا جیسا کہ صحیح کی حدیث میں ایک شخص کو
فرمایا کہ ان ابی واباک فی النار۔ علاوہ بریں یہ روایت صحاح ستہ میں نہیں ہے اور قرطبی نے کہا کہ میں نے اپنی کتاب التذکرہ میں بیان کر دیا کہ اللہ تعالے نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو اتنی دیر کے واسطے زندہ فرمایا کہ وہ دونوں آپ پر ایمان لائے پھر بدستور مردہ ہو گئے اور یہ جو آپنے فرمایا کہ
ان ابی واباک فی النار۔ یعنے میرا اور تیرا باپ دوزخ میں ہے۔ تو یہ اوسوقت فرمایا تھا کہ جبتک اونکا ایمان متحقق نہیں ہوا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطیؒ نے
اس مسئلہ میں ایک خاص رسالہ لکھا اور روایات کو مستقل جمع کیا ہے لیکن شیخ ابن کثیر نے کہا کہ والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے کی روایت صحاح ستہ کے
یا کسی معتمد کتاب میں نہیں ہے اور طبقۂ متاخرین کی کتابوں میں آئی اور اوسکی اسناد بھی ضعیف ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسی طرح ملا علی قاری حنفی نے بھی اسی کی
مانند اعتراض کیا اور سیوطیؒ کے رسالہ کا رد لکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ مسئلہ کسی اصول اعتقادی یا فروع عملی سے کچھ بھی متعلق نہیں ہے۔ اسی کاش جانبین سے
سکوت کیا جاتا اور یہ مقام سخت خوف و عبرت کا مقام ہے اور جب بفضل ارحم الراحمین بطفیل حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مترجم کا خاتمہ ایمان صادق کے
بخیر ہو تو اس رحمت کاملہ حق عزوجل کا کچھ اندازہ ہو نہیں سکتا کہ جو اس مترجم ہیچ کے ساتھ رحمت فرمائی گئی اور ہر ایک اہل ایمان کے واسطے اس نعمت
ایمان کی شان غور کرنی فرض ہے کہ وہ اس ایمان کی بدولت کس مرتبہ پر ہے اور اگر ہم لوگ اسکی شکریہ میں طہارت کر کے ایک سجدہ میں اپنی تمام عمر ختم کریں
تو بھی شرمندگی سے سر اس قابل نہوگا کہ اوٹھاوین سبحان اللہ عزوجل کہ ایسے ناچیز بندوں کو بطفیل اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نعمت سے
سرفراز فرمایا جسکا شکر ادا کرنا غیر ممکن ہے اللّٰھم تمم نعمتك علینا بفضلك العظیم وانت ارحم الراحمین واللّٰھم صل وسلم علی
سیدنا محمد وآله وصحبه اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام احمد نے باسناد صحیح عبداللہ بن عمرو بن
العاصؓ سے روایت کی کہ اونسے عطاء بن یسار نے پوچھا (کہ آپنے بحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زبان عبرانی سیکھ لی) آپ مجکو بتلائے کہ توریت میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کیونکر ہے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ ہاں واللہ جیسے قرآن میں اللہ تعالے نے آپ کی صفات بیان
فرمائیں اس سے بڑھکر توریت میں آپکی صفات اس طرح مذکور ہیں کہ اے میرے نبی میں نے تجکو شاہد و مبشر و نذیر و امیوں کا حرز بھیجا اور تو میرا بندہ
اور میرا رسول ہے میں نے متوکل تیرا نام رکھا تو سخت زبان نہیں اور نہ سخت دل ہے اور نہ بازاروں میں آواز بلند کریگا اور نہ بدی کے عوض بدی دیگا
بلکہ عفو و مغفرت فرماویگا اور میں اوسکو ہرگز اپنے پاس نہیں بلاؤنگا یہانتک کہ ٹیڑھی راہ کو سیدھا کر دوں باینطور کہ لوگ لا الہ الا اللہ کہنے لگیں

پس میں اوسکے ذریعہ سے اعین عمیا و آذان صم و قلوب غلف کو کھول دونگا (رواہ البخاری والترمذی) اور بخاری نے ثابت فرمایا کہ
یہ حدیث بدرجۂ مشہور ہے اور فرمایا کہ اسکو عطاءؒ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ عبداللہ بن
سلام رضی اللہ عنہ اعاظم علماے یہود میں سے معروف و مشہور ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لاتے
ہی آپ پر بڑے شوق سے ایمان لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انسے پوچھا کہ اللہ تعالے نے قرآن میں فرمایا۔ یعرفونه کما یعرفون
ابناءهم یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علماے یہود و نصاری اس طرح پہچان لینگے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں یہ کیونکر ہوا تو
عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ واللہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا یعنے بوجہ صفات توریت کے میں نے فورًا پہچان لیا بلکہ
بیٹے سے بڑھکر پہچانا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ کیونکر ہوا عبداللہ بن سلامؓ نے کہا کہ یہ اسوجہ سے کہ مجھے اپنے بیٹے کے حق میں یہ بھی شک ہو سکتا ہے

کہ شاید اوسکی ماں نے در پردہ کوئی فجور کیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ بھی شبہہ نہوا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شاباش ای عبد اللہ تجکو مبارک ہو (الصحیح) واضح ہو کہ کعب احبار بھی زبردست علماء یہود مین سے تھے حتی کہ احبار اونکا لقب ہوا یعنے جامع علماے گویا جو کچھ علماے یہود کو حاصل ہوا اون سبکا مجموعہ انکو حاصل تھا اور یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ایمان لائے۔ حافظ ابوبکر بن مردویہ نے حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص مذکور روایت کرکے عطاءؒ سے روایت کیا کہ عطاءؒ نے کہا کہ پھر مین کعب الاحبار کے پاس گیا اور مین نے اونسے توریت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات کو دریافت کیا تو واللہ اونھون نے حرف بحرف وہی بیان کیا جو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے بیان کیا تھا سواے اتنی بات کے کہ کعب احبار نے اپنی زبان کے موافق اعینا عمومیا و آذانا صمومیا و قلوبا غلوفیا۔ کہا مترجم کہتا ہی کہ اسکو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہی اور عمدہ توضیح قولہ تعالے۔ یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوریۃ والانجیل الآیۃ۔ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے آویگا اور مین کہتا ہون کہ خبردار کوئی شخص ان اردو وغیرہ ترجمون پر جو آجکل توریت و انجیل کے نام سے یہود و نصاری لاتے ہین ہرگز اعتماد نکرے کیونکہ قطعی آیات و مشاہیر روایات کے مقابلہ مین انکی تحریف و تبدیل بخوبی کھل گئی ہی اور عنقریب معلوم ہوگا کہ ہرقل شاہ روم نے فورًا پہچانا اور تمام نصاراے شام و روم کا عالم سردار ضغاطر فورًا ایمان لایا اگرچہ لعینون نے اوسکو اسقدر مارا کہ وہ شہید ہوگیا اور اوسکے مانند ابن قناطر نے بھی اسی طرح ایمان کے ساتھ جان دی پھر جب لشکر اسلام نے ملک شام پر جہاد کیا تو ہزارون علما و امراے نصاری اسلام لاکر اہل اسلام کی حمایت مین آگئے کہ یہ وہ لوگ ہین کہ جنکو اللہ تعالے نے قبول فرمایا ورنہ بدبخت کا کوئی علاج نہین ہی ونعوذ باللہ من الضلال۔ وقال تعالے

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ

اور ہرگز راضی نہونگے تجھسے یہود اور نہ نصاری جبتک تابع نہو تو اونکے دین کا تو کہہ جو راہ اللہ دکھاوے وہی راہ ہی

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ

اور کبھی تو چلا اونکی پسند پر بعد اس علم کے جو تجکو پہونچا تو تیرا کوئی نہین اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا

وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۗ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ

اور نہ مددگار وہ لوگ جنکو ہم نے دی ہے کتاب پڑھتے اس کو پڑھنے کا حق وہی لوگ ایمان لاتے

بِهٖ ۗ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ع

اسکے ساتھ اور جسنے انکار کیا اس سے سو وہی لوگ ہین خسارہ والے

بعض نے لکھا کہ ان آیات مین مقصود یہ ہی کہ یہود و نصاری مین سے جو لوگ کتاب حق یعنے توریت و انجیل کی تعظیم و پابندی کرتے ہین اونکو تو انجیل و توریت ہی کی بشارت کافی ہی اور ہر ایک معجزہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھتے ہین وہ اونکے واسطے مزید طمانینت ہی اور ماسوا انکے جنھون نے توریت و انجیل ہی سے منہ موڑا اور اپنی ہوا و ہوس کی پابندی اختیار کی تو وہ اپنی خیالی باتون سے نہین ہٹینگے لہذا فرمایا۔ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ۔ یہود و نصاری تجھسے کبھی راضی نہونگے یہانتک کہ تو اونکی ملت کی پیروی کرے۔ ف یعنے یہ معجزات و آیات جنپر بحث کرتے ہین کچھ اسواسطے نہین ہین کہ ان آیات و معجزات دیکھنے کے بعد یہ لوگ راہ حق کی جانب رجوع کرینگے بلکہ انکا مقصود محض تعنت و عناد ہی اور یہ راہ حق کی پابندی نہین چاہتے بلکہ جو راہ اونھون نے اپنے خیالات

کے موافق اختیار کی ویسی کج راہ کو چاہتے ہیں پس اگر اس گمراہی میں اونکی موافقت کرے تو راضی ہونگے حالانکہ وہ عین گمراہی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلاغت کے ساتھ آگاہ فرمایا کہ آپ ایسی چیزوں کی خواہش چھوڑ دیجیے جس سے یہ لوگ موافق ہو کر راضی ہو جاویں بلکہ رضاے الٰہی عزوجل کی پیروی فرمائیے اور جو پیغام رسالت آپ کو دیا گیا وہ پہونچا دیجیے (ابن جریر) لہذا فرمایا۔ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى۔ کہدے جو راہ اللہ دکھاوے وہی راہ ہے۔ ف یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہدے کہ جس ہدایت پر اللہ تعالے نے مجکو بھیجا وہی تو حقیقی ہدایت ہے اور وہ دین اسلام ہے اور ماسواے اسکے جو کچھ تم بیان کرتے یا سمجھتے ہو سب گمراہی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ہدی اللہ تعالے جمیع عقائد و شرائع کو شامل ہے اور ہو الہدی سے انحصار فرمایا تاکہ ظاہر ہو کہ ماسوا اوسکے جو کچھ ہے سب گمراہی ہے۔ قتادہ رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے یہ طریقہ مناظرہ حق کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرمایا کہ اسی طریقہ کے ساتھ جمیع گمراہوں سے مباحثہ فرماویں اور قتادہ رح نے فرمایا کہ ہمکو خبر پہونچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ہمیشہ ایک گروہ حق پر مقاتلہ کرتا ہوا غالب رہیگا کہ جو کوئی اونسے مخالف ہو وہ اونکو کچھ ضرر نہیں پہونچا سکیگا یہانتک کہ حکم الٰہی عزوجل آوے۔ شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ حدیث تو صحیحین میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوع متصل صحیح موجود ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امر حق پر قتال کرنا دو طرح ہوتا ہے اول تلوار سے جہاد کرنا اور دوم دلائل سے جہاد کرنا پس قتادہ رح نے یہاں اسکو دلائل سے جہاد کرنے پر محمول کیا۔ ترمذی وغیرہ نے بعد روایت کے ایک جماعت ائمہ سے نقل کیا کہ یہ گروہ یہی علماے حدیث کا گروہ ہے جو حدیث کے ذریعہ سے گمراہوں کو رد کرتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیح کی روایت میں آخری جملہ اس طرح واقع ہوا کہ جو کوئی اس گروہ کی مددگاری ترک کرے تو بھی اونکو کچھ ضرر نہوگا اور وہ برابر غالب رہینگے یہانتک کہ جب امر الٰہی عزوجل واقع ہوگا تو بھی وہ غالب ہونگے۔ مترجم کہتا ہے کہ امر الٰہی سے ظاہرا حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا زمانہ مراد ہے اور روشن ہو کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تلوار سے جہاد کرنے والا گروہ نہو بلکہ دونوں فریق کو شامل ہے تو اس بشارت سے یہ معلوم ہوا کہ زمانہ امام مہدی و نزول حضرت عیسیٰ علیہما السلام تک دین اسلام میں ضرور ایک فرقہ ایسا ہوگا کہ جب وہ حق اسلام کے واسطے قتال کرینگے تو برابر غالب رہینگے اور ایسا فرقہ بھی ہوگا جو حجت کے ساتھ غالب رہے اور خلاصہ یہ کہ دین اسلام مانند ملت یہود و نصاری کے متغیر و محرف ہو کر خلط و خبط نہوگا کہ کالعدم ہو جاوے کیونکہ ملت یہود و نصاری اسطرح متغیر و محرف ہو گئی تھی کہ کسی طرح امر حق دریافت نہیں ہو سکتا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزہ کے آگاہ فرمایا کہ دین اسلام میں یہ بات نہوگی یعنے اگرچہ امت اسلامیہ بگڑ کر معاصی و بدعات میں مبتلا ہو جاوے اور تہتر فرقے ہو جاویں لیکن انمیں ایک فرقہ ضرور صحیح سنت پر ثابت قدم رہیگا اور روے زمین پر کفار و مبتدعین میں سے کوئی اونکو مغلوب نہیں کر سکتا اگرچہ سب متفق ہو جاویں تو بھی وہ مغلوب نہونگے اگرچہ فرقہاے اسلام میں سے کوئی اس فرقہ حق کا مددگار نہو اور یہ لوگ برابر باقی و غالب رہینگے یہانتک کہ حضرت مہدی و عیسیٰ علیہما السلام کا زمانہ آوے کیونکہ زمانہ عیسیٰ علیہ السلام میں بقوت قہری تمام روے زمین کے کفار زبرد اسلام میں داخل کیے جائینگے پس قتادہ رح کا مطلب یہ ہے کہ حجت الٰہی عزوجل یعنے قرآن عین معجزہ ہے تو بعد اس آیت کے کوئی یہودی یا نصرانی جو اسکے سواے طلب کرے وہ گمراہی ہوگی تو یہود و نصاری پر صریح حجت قائم ہو گئی کہ تم لوگ توریت و انجیل کو چھوڑ کر اپنی اہواء کے مطیع ہو۔ اہواء۔ جمع ہوی یعنے خواہش نفس و گمان باطل اور جب ان لوگوں کی ملت صرف اہواء ٹھہری تو اوسکی اتباع غیر ممکن ہے لہذا بطور فرض کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ اگر تو ان لوگوں کو راضی کرنا چاہتا ہے تو یہ لوگ کسی طرح راضی نہونگے سواے اس طریقہ کے کہ تو انکی اہواء کی پیروی کرے۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ اور اگر تو بعد اس علم کے جو تجھے حاصل ہو چکا ہے ان لوگوں کے اہواء کی پیروی کرے تو اللہ تعالے

کی طرف سے تیرے واسطے کوئی ولی نہوگا اور نہ کوئی ناصر ہوگا **ف** یعنے بعد اس علم نبوت کے جو تجکو حاصل ہوچکا ہے اگر بالفرض محال تو ان گمراہوں کی پیروی کرے تو اللہ تعالے کی طرف سے تیرا کوئی مددگار و ناصر نہوگا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل المرسلین خاتم النبیین خالص معصوم تھے اور معصوم رکھنا اللہ تعالے کی طرف سے ہوتا ہے تو ان گمراہوں کی پیروی آپ کی جانب سے غیر ممکن تھی پس آپ کی امت کے واسطے تنبیہ ہے کہ جب اوسکو امر حق کا علم حاصل ہوگیا تو وہ یہود و نصاریٰ کی طرح تابع اہوار نہو افسوس ہے کہ اسلام میں اہوار کے پابند بہت فرق ہو گئے جیسے خوارج کہ اونھوں نے یہود کی مشابہت سے خلیفہ برحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے انحراف کیا اور قرآن و سنت کو چھوڑکر اپنے خیال و گمان کے دلائل نکالکر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں گستاخی کی حالانکہ جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم بالاجماع حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضل و کمال کے قائل تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ و اونکا گروہ اگرچہ آپ سے لڑا لیکن اونمیں سے کوئی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات کا منکر نہ تھا بلکہ ایک مسئلہ اجتہادی میں خلاف کرتے تھے۔ اسیطرح خوارج کے مانند فرقہ روافض نے اہوار نصاریٰ کی مشابہت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں یہانتک غلو کیا کہ خلفاء سابقین رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرنے لگے حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مع جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کے اونکے فضائل و کمالات کے قائل ہیں اور قرآن مجید و احادیث صحیحہ صریح اونکی بزرگی پر ناطق ہیں۔ کاش یہ لوگ صرف اعتقاد شیعہ تک رہتے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت دیتے ہیں اور جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کی بزرگی کے قائل ہیں اور ترتیب خلافت میں کچھ مناقشہ نہیں کرتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ پہلے خلفاے ثلثہ رضی اللہ عنہم کو خلافت عطا ہوئی تاکہ آیندہ سلسلہ بحق حضرت علی رضی اللہ عنہ باقی رہے یہ قول اگرچہ خلاف اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے بدعت ہے مگر اوس قدر بدتر نہیں ہے جسقدر یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلنے والوں نے راہ مستقیم سے انحراف کیا اسیطرح فرقہ معتزلہ و جہمیہ وغیرہ نے کفار فلاسفہ کی مشابہت میں سواد اعظم سے انحراف کرکے دوسری راہ اختیار کی حالانکہ ان سب پر واجب تھا کہ ہادی اللہ عزوجل پر ثابت قدم رہتے اور عدل پر قائم رہتے اور بہت پھونک پھونک کر قدم رکھتے کیونکہ اسی صراط المستقیم کی حقیقت وہ پل صراط ہے جو جہنم پر قیامت میں قائم ہوگا کہ وہ بال سے زیادہ باریک ہے۔ اسیطرح دنیا میں راہ حق و عدل پر قائم رہنا بہت باریک ہے کہ اگر ذرا بھی تجاوز کیا تو گمراہی میں قدم پڑیگا۔ (**مسئلہ**) آیت میں قولہ تعالے حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ۔ لفظ ملت کو مفرد فرمایا حالانکہ یہود و نصاریٰ کی ملتیں ہیں لیکن یہ ملتیں سب ہی کفر ہیں اور کفر باوجود ملتہاے مختلفہ کے ایک ہی ملت کفر ہے جسکی عقوبت دائمی جہنم ہے جیسے کافروں کے واسطے قولہ تعالے لَكُمْ دِيْنُكُمْ۔ میں ایک ہی دین فرمایا اور یوں نہیں فرمایا کہ۔ لکم ادیانکم۔ پس اسی مقام سے بہت فقہا نے استدلال کیا کہ کافروں کی متفرق ملتیں سب ایک ہی ملت ہیں اور اس سے یہ مسئلہ نکالا کہ اگر ایک خاندان میں بعضے یہودی و بعضے نصرانی اور بعضے مسلمان ہوں تو مسلمان و کفار میں باہم میراث جاری نہوگی بخلاف باقیوں کے کہ اونمیں میراث جاری ہوگی اگرچہ بعض یہودی و بعض نصرانی ہوں کیونکہ کفر تو ایک ہی ملت ہے اور یہی مذہب ابو حنیفہ و شافعی رح ہے اور امام مالک رح نے کہا کہ کافروں میں بھی جب ملتیں مختلف ہوں تو باہمی توارث جاری نہوگا اور ایک حدیث میں بھی ایسا ہی وارد ہے اور امام احمد رح سے دو روایتیں ہیں ایک قول موافق قول ابو حنیفہ رح اور دوم موافق مالک رح ہے (ابن کثیر رح) الحاصل یہود و نصاریٰ و اونکے مانند جو فرقہ اپنی ہوا و ہوس کا تابع ہو جاوے اور کتاب الٰہی چھوڑے اوسکو کوئی معجزہ و کرامت کافی نہوگا اور وہ حق پر ایمان لانے سے ہمیشہ متنفر رہیگا پس اوسکے واسطے کسی معجزہ کی تدبیر مفید نہوگی اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان گمراہوں کے منہ مانگے معجزات طلب کرنے سے روک دیا اور فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ۔ ایسے بندے جنکو ہمنے کتاب عطا فرمائی۔ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ۔ درحالیکہ وہ اس کتاب کو جس طرح تلاوت کا حق ہے پڑھا کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ۔ تو ایسے ہی صفت والے بندے اسپر ایمان لاتے ہیں۔ **ف**

اور انکو کوئی شک و اشکال نہیں ہوتا ورنہ اپنے اہواء کے پابند ہوتے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ آیت قدسی اپنے اعجاز بلاغت کے ساتھ خوب جامع ہے کہ اسکا
بیان یہ ہے کہ کتاب الٰہی توریت و انجیل و قرآن مجید ہے پس یہود میں سے جو لوگ توریت کو جس طرح تلاوت کا حق ہے پڑھتے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم و قرآن مجید پر بدون شک و تردد کے ایمان لائے جیسے عبد اللہ بن سلام و کعب احبار وغیرہ اور اسیطرح نصاریٰ میں سے جو لوگ انجیل کو بدون
تحریف و تبدیل کے حق طور پر پڑھتے تھے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جیسے بادشاہ حبش اور وہان کے علماء نصاریٰ و ضغاطر
رومی وغیرہ اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم جو قرآن مجید پر ایمان لائے وہ کبھی منافقون وغیرہ کی طرح مشکوک نہیں ہوتے پس یہ آیت قدسی جامع ہے اسیواسطے
معمر نے حضرت قتادہ رح سے روایت کی کہ یہ لوگ سچے یہود و نصاریٰ ہیں (عبد الرزاق) اور یہی عبد الرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے اور اسیکو شیخ
ابن جریر رح نے اختیار کیا۔ اور سعید رح نے حضرت قتادہ رح سے روایت کی کہ یہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے اور حضرت عمر رضی اللہ
عنہ نے کہا کہ حق تلاوت یہ ہے کہ جب ایسی آیت پر پہونچتے ہیں جسمیں جنت کا ذکر ہے تو اللہ تعالیٰ سے جنت مانگتے ہیں اور جب ایسی آیت پڑھتے ہیں
جسمیں دوزخ کا ذکر ہے تو اللہ تعالیٰ سے عذاب جہنم سے پناہ مانگتے ہیں (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ جن بندون کی یہ کیفیت ہو وہ احکام الٰہی پر بالضرور
عامل ہونگے۔ م۔ ابو العالیہ نے فرمایا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض فرماتے تھے کہ قسم اوس پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ کتاب الٰہی کا حق تلاوت
یہ ہے کہ اوسکے حلال کو حلال رکھے اور اوسکے حرام کو حرام رکھے اور جسطرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اوسی طرح پڑھے اور کلمات کو اپنی جگہ سے تحریف
نکرے اور بے موقع اوسکی تاویل نکرے (عبد الرزاق) اور یہی حضرت قتادہ و منصور بن المعتمر نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور یہی
سدی رح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا (ابن ابی حاتم) اور یہی حسن بصری و عکرمہ و عطاء و مجاہد و ابو رزین و ابراہیم نخعی کا قول ہے اور اسکا
حاصل یہ ہے کہ جسنے قرآن مجید کی اتباع پوری کی اوسنے حق تلاوت ادا کیا چنانچہ سفیان الثوری نے اپنی اسناد کے ساتھ عبد اللہ ابن مسعود رض سے
یہی معنے روایت کیے اور ابو موسیٰ اشعری رض نے کہا کہ جس شخص نے قرآن کی اتباع کی تو وہ اوسکو لیجا کر باغ جنت میں اوتارے گا (قرطبی وغیرہ)
شیخ ابن کثیر رح نے کہا حاصل یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ میں سے جسنے توریت و انجیل کی سچی اتباع کی تو خواہ مخواہ موافق بشارت توریت و انجیل کے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیگا لہذا فرمایا۔ قل یا اہل الکتاب لستم علی شیء حتی تقیموا التوراۃ والانجیل۔ یعنے کہدے کہ اے اہل کتاب تم تو کسی چیز پر
نہیں ہو جب تک کہ توریت و انجیل پہ ٹھیک قائم ہو۔ ھ۔ اور فرمایا۔ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل
یعنے بہتر تو وہی بندون کا ہے جو خبرداری کرتے ہیں رسول نبی امی کی جسکو اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا پاتے ہیں۔ ھ۔ اور فرمایا۔ الذین
آتیناھم الکتاب من قبلہ ھم بہ یؤمنون۔ یعنے قرآن مجید سے پہلے ہمنے جن لوگون کو کتاب عطا فرمائی وہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے
ہیں۔ ھ۔ کیونکہ جو کتاب پہ ٹھیک قائم ہے وہ کتاب کی کسی آیت سے منکر نہوگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اوسپر ایمان لاویگا۔ **وَمَنْ
يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ** ۝ اور جو کوئی اس قرآن سے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو تو ایسے ہی لوگ خوار ہونے
والے ہیں۔ ف۔ چنانچہ فرمایا۔ ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ۔ یعنے ان گروہون میں سے جو کوئی اس سے منکر ہو تو جہنم اوسکا ٹھکانا
ہے۔ ھ۔ اور اس سے بڑھکر کون خواری ہوگی کہ جہنم میں دائمی برباد ہو اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اوس پاک کی جسکے
قبضہ میں میری جان ہے کہ اس امت میں کوئی یہودی یا نصرانی جو مجھکو سنے پھر مجھپر ایمان نلاوے تو سوائے اسکے کچھ نہوگا کہ وہ جہنم میں جاوے (الصحیح)
(تنبیہ) شیخ سیوطی رح نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ۔ الذین آتیناھم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ الآیۃ۔ کا سبب نزول اہل حبش کے نصاریٰ ہیں مترجم
کہتا ہے کہ معنی میں مذکور ہے کہ یہ آیت بقایائے اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی جنکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں بشارت دی تھی کہ

میرے بعد ایک پیغمبر آویگا جسکا نام احمد ہی چنانچہ قرآن مجید مین بھی مصرح ہی پس وہ لوگ اسی ایمان پر نسلاً بعد نسل چلے آئے یہانتک کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو جو لوگ انجیل کے سچے اعتقاد پر باقی تھے وہ آپ پر ایمان لائے ظاہر اس اجمال کی تفصیل وہی ہی جو شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی کہ کفار مکہ کے ایذاء دینے کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے ملک حبش کی جانب ہجرت فرمائی اور وہان کے بادشاہ کا نجاشی لقب تھا اور اوسکا نام اصحمہ تھا اور کفار مکہ نے اوسکے یہان تحفے و ہدایا لیکر سفارش پہونچائی تا کہ بادشاہ ان لوگون کو اپنے یہان سے نکال دے مگر اوسنے نمانا بلکہ ان لوگون کو بلاکر اطمینان دلایا کہ تم لوگ یہان بے کھٹکے رہو اور ان لوگون سے حال دریافت کیا اور مہاجرین مین حضرت جعفر بن ابی طالب یعنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی بھی تھے پس انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اپنے ایمان لانے کا سب حال بیان کیا تو اوسنے درخواست کی کہ جو کلام الٰہی اونپر نازل ہوا ہی وہ پڑھو پس جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم تلاوت کی جسکو سنکر بادشاہ مع اون علماء کے جو موجود تھے رونے لگے اور کہا کہ یہ کلام بالکل ویسا ہی ہی جیسا حضرت عیسیٰ پر نازل ہوا تھا اور کہا کہ اللہ کی قسم یہی پیغمبر ہین جنکی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل مین دی ہی اور اوسنے اپنی طرف سے چالیس آدمی واسطے تحقیق حال کے بھیجے اور اوسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرماکر مدینہ مین آئے تھے پس وہ لوگ مکہ سے مدینہ مین آئے اور خود ایمان کر بغیر بحث جدال کے مسلمان ہوے اور بادشاہ کی طرف سے بھی پیغام پہونچایا کہ مین آپ پر ایمان لایا اور کار و بار ملک کی وجہ سے حاضر نہین ہو سکتا ہون اور نیابت کے طور پر بیعت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی آیت نازل فرمائی کہ الذین آتیناہم الکتاب الآیۃ اور یہی نجاشی بادشاہ ہی کہ جب اوسنے انتقال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خبر غیب کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگاہ فرمایا کہ تمہارے بھائی نجاشی نے انتقال کیا تو اوٹھو کر اوسکے جنازہ کی نماز پڑھین چنانچہ میدان مین جاکر اوسکے جنازہ کی نماز پڑھی علمائے حنفیہ وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اوسکا جنازہ آپ پر کشف فرمایا تھا چنانچہ سابق مین یہ مسئلہ مفصل بیان ہوا ہی اور حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہا سے جو حبش مین ہجرت ہجرت کر گئے تھے اس بادشاہ کے فضائل مین سے یہ بھی روایت ہی کہ ہم لوگون مین باہم تذکرہ ہوا کرتا تھا کہ جب یہ بادشاہ مرا برابر اوسکی قبر پر ایک نور دیکھا جاتا تھا

(اسنادہ صحیح) پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مکرر تنبیہ فرمائی بقولہ تعالیٰ۔

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو مین نے تمپر کیا اور وہ کہ بڑا کیا تمکو سارے جہان پر اور بچو اوس دن سے کہ نہ

تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ

کام آوے کوئی شخص کسی شخص کے ایک ذرہ اور نہ قبول ہو اوسکی طرف سے بدلا اور نہ کام آوے اوسکو سفارش اور

لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

نہ اون کو مدد پہونچے

اکثر اہل تفسیر مانند بقاعی وغیرہ نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اول سورہ مین بنی اسرائیل کو نعمتین یاد دلائین پھر درمیان مین اونکے عیوب بدکاریان مذکور ہوکر طول ہو گیا لہذا یہان مکرر انعامات کو یاد دلایا۔ اور حرالی سے نقل کیا کہ اس سے آخر خطاب کو اول سے التیام ہو گیا۔ھ۔ لیکن بعض علماء نے اس توجیہ کو تکلف خیال کیا۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے بنی اسرائیل کو اس امر کی تاکید فرمائی کہ حضرت خاتم النبیین جامع کمالات الرسول النبی الامی پر ایمان لاوین جنکی صفت اپنی کتابون مین پاتے ہین اور جنکی بابت عہد لیا گیا ہی اور یہی اونپر انعامات کثیرہ کا ذریعہ ہوا پس اپنے پچھلے بھائیون عرب پر حسد نکرین کہ خاتم المرسلین کو اللہ تعالیٰ نے عرب مین سے پیدا کیا اور تکذیب و مخالفت سے باز آوین اور اللہ تعالیٰ کی نعمتون کو یاد کرین لہذا فرمایا۔ يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۔ اے بنی اسرائیل یاد کرو میری ان نعمتون کو جو مین نے تمپر انعام فرمائین اور اس بات کو کہ مین نے تمکو عالمین پر فضیلت دی
ف یعنے تمہارے زمانہ کے عالمون پر تمکو فضیلت عطا فرمائی پس ان نعمتون کا نتیجہ یہ ہی کہ شکر گذاری کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ
کیونکہ تمہارے جمیع انبیا علیہم السلام و صالحین سب ایمان لا چکے اور وہ سب اللہ تعالے کے مطیع اور اوسکی رضامندی کے خواہان تھے حالانکہ
تم نافرمانی کرتے ہو لیس یہ گمان ہرگز مت کرو کہ جو لوگ اپنے رب عزوجل کی خوشی چاہتے ہین وہ اوسکی نافرمانی کرنے والون سے راضی ہون یا سفارش
کرین بلکہ قطعًا اونکے دشمن ہوجاوینگے لہذا فرمایا ۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا ۔ اور ڈرو ایسے دن سے
کہ کوئی نفس کسیکو ایک ذرہ کام نہ آویگا ف کیونکہ کوئی نفس خود مختار نہین ہی جب تک اللہ عزوجل نچاہے اور نیک بندے اپنے
رب عزوجل کے خلاف رضا ہرگز کچھ نہین چاہینگے ۔ وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ ۔ اور کسی نفس سے فدیہ قبول نہو گا ف حالانکہ اوس
دن فدیہ میسر ہی نہین ہی اور اگر میسر بھی ہوتا یا کسی احمق نے اعتقاد کر لیا کہ مجھے میسر ہو گا تو بھی زعم توڑ دیا کہ کچھ بھی فدیہ قبول نہو گا لیکن شیطان
نے یہودیون کے دل مین جما دیا تھا کہ تم لوگ چاہو جیسی بد اعمالیان کرو تمہارے باپ دادون مین انبیاء علیہم السلام گذرے ہین وہ تمہاری سفارش
کرینگے جیسے نصرانیون کے ذہن مین اس سے بھی زیادہ جما یا کہ عیسیٰ علیہ السلام تم لوگون کی بدکاریون کا کفارہ ہوگئے حالانکہ یہ ایسے احمقون کے
خیالات ہین جنکو معرفت آلہی مین سے ذرہ بھی نصیب نہین ہی لہذا صریح تہدید فرمائی ۔ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ
اور نہ کسی نفس کو کوئی سفارش نفع کریگی اور نہ وہ مدد پہونچائے جاوینگے ف کیونکہ کفر کے ساتھ سوائے عذاب جہنم کے جنت حرام ہی تو سفارش
بیکار ہی اسیواسطے دوسری آیت مین فرمایا ۔ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۔ یعنے کفار کہینگے کہ ہمارے واسطے سفارشیون مین سے بھی کوئی نہین ہی پس
یہان عظمت و جبروت آلہی عزوجل کا حکم دیا کہ کوئی سفارش کام نہ آویگی یعنے درحقیقت سفارش ہی نہو گی لیکن اگر کسی نے وہم شیطانی سے اسکو
اپنے دل مین جمایا تو قطعًا وہ سفارش مردود ہی رہی نصرت و مددگاری تو خود ظاہر ہی کہ بھلا کس بندہ کی مجال ہی کہ حکم آلہی عزوجل یعنے کافرون کے
واسطے عذاب کا حکم روکنے پر کافرون کا مددگار بنے حالانکہ تمام مخلوق اوسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہی ۔ (مسئلہ) معتزلہ اسی آیت سے
کہتے ہین کہ کسی نفس کو شفاعت نصیب نہو گی جواب یہ ہی کہ بیشک کوئی نفس اپنے اختیار سے شفاعت ہی نہین کر سکتا تو مفید ہی کیا ہو گی لیکن اسمین
اسکی نفی نہین ہی کہ اگر اللہ تعالے کسیکو شفاعت کی اجازت دے تو وہ قبول نہو گی بلکہ اللہ تعالے کی اجازت سے جو شفاعت ہو وہ رحمت اور نافع
ہی رہا یہ امر کہ اللہ تعالے کسی بندۂ مکرم کو شفاعت کی اجازت فرماویگا یا نہین تو ہمکو قطعی متواترات سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
واسطے اللہ تعالے نے شفاعت کبری و شفاعت خاصہ کا وعدہ دیا ہی اور وعدۂ آلہی مین کبھی خلاف نہین ہوتا لہذا فرمایا ۔ ولا يشفعون الا لمن
ارتضى ۔ یعنے سفارش نہین کرینگے مگر ایسے بندے کے واسطے جسکے حق مین اللہ تعالے کی رضامندی ہی ۔ اور جب کفار کے حق مین شفاعت
محض بیکار فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہ شفاعت صرف مومنین کے واسطے خاص ہی پس اگر ایسا بندۂ مومن ہو جو بخشا گیا تو اوسکے حق مین یہ شفاعت
عظمی اوسکے درجات بلند ہونیکو مفید ہو گی کیونکہ حدیث مین ہی کہ جنت مین سو درجات ہین ہر ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک اتنا فرق
ہی جتنا زمین و آسمان مین ہی (الصحیحین) اور اگر مومن گنہگار ہی تو اوسکی مغفرت ہوجائیگی کیونکہ اصل ایمان ہی اور یہ اعمال تابع ہین تو وہ اصل ایمان
مین سچا تھا اگر اعمال مین گنہگار ہو گیا پس حق عزوجل نے اپنی رحمت سے عفو فرمایا ۔ (نکتہ) چونکہ طاعت و عبادت آلہی عزوجل کا حق ادا
ہونا غیر ممکن ہی تو انبیا علیہم السلام اوس دن نفسی نفسی کہینگے اگرچہ حکم آلہی کی فرمانبرداری مین سب پورے ہین لیکن بخوف عظمت جلال
آلہی عزوجل اوس دن مواخذہ کا ادب کرینگے کیونکہ بندہ کی یہ شان نہین ہی کہ اوسکی عظمت کے مقابلہ مین دلیر ہو کیونکہ وہ قادر مختار ہی جو چاہے

کرے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مغفرت کاملہ عطا فرمائی بقولہ تعالٰی لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر پس آپ کو قطعاً مواخذہ سے بری کر دیا لہذا آپ ہی شفاعت پر قیام فرماوینگے (تنبیہ) اسلامیہ فرقہ سے ملبد عین نے گمان کیا کہ پیغمبروں سے بھی گناہ ہوتے ہیں حالانکہ یہ معارف آلہیہ میں جہالت ہے چون ندید ند حقیقت رہ افسانہ زد ند بلکہ یہ معالی درجات کے آداب ہیں اور عرفان پاک خالق عز وجل کے لائق عبادت حاضر کرنا محال ہے کیونکہ بشر حادث ہے اور بشر کی عبادت حادث در حادث ہے اور حضرت القدس سبحانہ تعالٰی تعلق حوادث سے پاک ہے لیس اوسکی شان کے لائق عبادت غیر ممکن ہے اور سابق میں بھی یہ تحقیق مذکور ہوئی ہے اور قولہ تعالٰی ومن عصانی فانک غفور رحیم الآیۃ- کی تفسیر دیکھو پس بلحاظ ایسے معاصی کے جنکی سزا جہنم ہو انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں پھر واضح ہو کہ ابنی اسرائیل و بنی اسمعیل کی نسل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے حالانکہ اللہ تعالٰی نے اونکی اولاد میں سے کافروں کو عہد سے خارج فرمایا تو بنی اسرائیل کا اعتقاد باوجود کفر کے باطل ہوا قال تعالٰی

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ

اور جب آزمایا ابراہیم کو اوسکے رب نے کئی باتوں میں پھر اوسنے وہ پوری کیں فرمایا میں تجھکو کرونگا سب لوگوں کا پیشوا

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝

بولا اور میری اولاد میں بھی کہا نہیں پہونچتا میرا قرار بے انصافوں کو

اللہ تعالٰی نے اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام کا شرف یاد دلایا جبکہ توحید میں ابراہیم علیہ السلام کو امام بنایا پس جو شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب منسوب ہو اوسکی نسبت جب ہی ٹھیک ہوگی کہ اونکی توحید پر قائم ہو چنانچہ فرمایا- وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ - اور جب ابراہیم کو اوسکے رب نے چند کلمات کے ساتھ امتحان فرمایا پس ابراہیم نے اونکو پورا کیا ف یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین عرب و یہود و نصاریٰ کو جو ابراہیم علیہ السلام کی جانب نسبت لاتے ہیں تذکیر و نصیحت سنا دیجیے کہ جب اللہ تعالٰی نے ابراہیم علیہ السلام کو چند احکام دیکر امتحان فرمایا پس ابراہیم علیہ السلام نے اونکو پورا کیا- قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا - تو رب عز وجل نے فرمایا کہ میں تجکو لوگوں کے واسطے امام بنانے والا ہوں ف اور یہ حکم تقدیر سابق ہے جو اللہ تعالٰی کے ازل میں لکھی تھی لیکن اوسکا ظہور اس طرح ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کو بعد توحید کے احکام شریعت دیے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پورے کر چکے تو امامت کا خطاب بھیجا پس ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کا شمول چاہا- قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ - ابراہیم نے عرض کیا اور میری ذریت سے ف یعنے میری اولاد میں سے بھی امام بنائے جاویں- چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے تمام اولاد کے واسطے خطاب کو عام کیا ظاہراً غایت توحید سے اونکے ذہن میں کفار کا خیال بھی نہ ہوگا کہ ذریات کافر پیدا ہونگی پس اونھوں نے مطلق ذریات کے واسطے درخواست کی تو حکم تفصیلی آیا یعنے- قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ - اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ میرا عہد تو ظالموں کو نہیں پہونچتا ف یعنے عہد امامت تیری اولاد میں سے کافروں کو نہیں پہونچیگا پس اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سے جو لوگ کسی عہد آلہی سے کافر ہوے وہ خارج ہوگئے- جیسے یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کفر کیا پھر یہود و نصاریٰ دونوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا یا مشرکین عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا تو یہ سب خارج ہوگئے لہذا فرمایا- ما کان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما الآیۃ- بخلاف انکے جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اونکو شامل رکھا بقولہ تعالٰی- ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ وہذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المؤمنین- چنانچہ اسکی تفسیر میں انشاء اللہ تعالٰی آتا ہے- رہا یہ بیان کروہ کلمات جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیے گئے تھے کیا کلمات ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہاں تو اللہ تعالٰی نے کلمات کا

تعلق مقصود نہیں کہا ہے بلکہ ظاہر فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے حق توحید کے ساتھ اونکو پورا کیا خواہ وہ کوئی کلمات ہوں کیونکہ اللہ تعالے جس
زمانہ میں جو حکم فرماوے وہی شریعت ہے تو ان کلمات کے جاننے سے ہمارا کوئی مطلب نہیں ہے کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے
شریعت تھے اور شریعت بدل جاتی ہے اور توحید نہیں بدلتی ہے پس ہمکو شریعت پر عمل کرنا چاہیے جو بالفعل حکم دی گئی ہے اور اوسی طرح پوری کرنی چاہیے
جسطرح ابراہیم علیہ السلام نے پوری کی لیکن علمائے مفسرین نے اون کلمات کی بھی تفتیش فرمائی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیے گئے تھے تاکہ اوسکے
ضمن میں کوئی فائدہ حاصل کریں لیکن وہ کلمات بعض تو متعلق فرائض و واجبات ہیں و بعض متعلق فطرت و سنن ہیں و بعض متعلق معارف
دین لہذا ابن عباس رض سے اس بارہ میں مختلف روایات ہیں چنانچہ قتادہ رح نے کہا کہ ابن عباس رض کہتے تھے کہ اللہ تعالے نے ابراہیم علیہ السلام کو
مناسک حج تعلیم فرمائے (عبد الرزاق) اور طاؤس رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ طہارت کے دس احکام دیے از انجملہ پانچ سر میں اور پانچ بدن
میں ہیں پس سر کے پانچ احکام میں مونچھوں کا اچھی طرح کترنا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اور مسواک کرنا اور بال مونڈنا یا بال ہوں تو مانگ نکالنا
اور بدن کے پانچ یہ ہیں کہ ناخن کترنا اور زیرناف کے بال مونڈنا اور ختنہ کرنا اور بغل کے بال اوکھاڑنا اور پیخانہ و پیشاب کے اثر کو پانی سے دھونا
(عبد الرزاق) اور اسکے مانند سعید بن المسیب و مجاہد و شعبی و نخعی و ابو صالح سے مروی ہے (ابن ابی حاتم) اور اسیکے قریب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس خصلتیں از قسم فطرت ہیں مونچھیں کترنا اور داڑھی چھوڑنا اور مسواک کرنا اور ناک میں
پانی ڈالنا اور ناخن کترنا اور انگلیوں کے جوڑ صاف کرنا اور بغل کے بال اوکھاڑنا اور زیرناف کے بال مونڈنا اور پانی سے استنجا کرنا - راوی نے
کہا کہ دسویں بات میں بھول گیا اور شاید وہ کلی کرنا تھی (صحیح مسلم) اور حدیث ابوہریرہ رض میں ختنہ کرنا مذکور ہے (کما فی الصحیحین) اور ابن عباس رض سے
حنش صنعانی کی روایت میں آیا کہ ختنہ و موئے زہار و موئے زیرناف صاف کرنا و ناخن کترنا اور مونچھیں کترنا اور مسواک و غسل جمعہ اور مناسک
حج میں سے طواف و سعی صفا و مروہ و رمی الجمار و افاضہ عرفات (ابن ابی حاتم) عکرمہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ احکام دین میں جو شخص
مبتلا کیا گیا سوائے ابراہیم علیہ السلام کے کوئی پورا نہیں اترا (ابن کثیر) ظاہرا ابن عباس رض نے انبیاء علیہم السلام کا استثنا کر لیا ہے ہم - عکرمہ نے
کہا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ شرائع اسلام تیس سہام ہیں از انجملہ دس کا ذکر سورۂ براءۃ کی آیت التائبون العابدون الآیہ میں ہے اور دس کا ذکر
اول سورۂ قد افلح المومنون و سورۂ سال سائل بعذاب واقع میں ہے اور دس کا ذکر سورۂ احزاب قولہ تعالے ان المسلمین والمسلمات الآیۃ
میں ہے پس ان سبکو ابراہیم علیہ السلام نے پورا کیا اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا - ابراہیم الذی وفی الآیۃ - (الحاکم ابن جریر ابن ابی حاتم) اور
ابن عباس رض سے آیا کہ جن کلمات کے ساتھ اللہ تعالے نے ابراہیم علیہ السلام کو امتحان فرمایا یہ ہیں کہ اللہ تعالے کے واسطے اپنی قوم کو چھوڑ کر
ہجرت کریں اور نمرود ملعون سے حجت توحید پر مناظرہ کریں باوجودیکہ اوسکی جانب سے آگ میں ڈال دینے کا خوف تھا حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے
اس ہول عظیم کی کچھ پروا نکی پھر مہمانداری پر صبر کرنے کا حکم دیا پھر اپنا فرزند ذبح کرنے کا حکم دیا اور ہر بات میں ابراہیم علیہ السلام نے بدون خلاف کے
طاعت کی (ابن اسحق) حسن بصری رح کہا کرتے تھے کہ واللہ حضرت ابراہیم رض نے خوب صبر کیا کہ پہلے کواکب و شمس و قمر میں امتحان کیا اور پہچان
لیا کہ میرا رب عزوجل دائم قائم ہے اور شرک سے بیزار ہوئے پھر آگ سے امتحان لیا تو ثابت رہے پھر وطن و قوم چھوڑ کر ملک شام میں ہجرت کا حکم دیا
تو پورے ہوئے پھر ختنہ کرنے و ذبح فرزند کا حکم دیا تو پورا کیا (ابن جریر و اختصرہ عبد الرزاق) مجاہد رح نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام سے رب عزوجل نے
امتحان لیا اور فرمایا کہ میں تجکو امام بنانا چاہتا ہوں عرض کیا کہ بہت اچھا اور میری ذریات میں سے بھی امام بنائیے فرمایا کہ ظالمون یعنی کافروں کو
میرا عہد نہیں پہونچیگا - عرض کیا کہ خانہ کعبہ کو لوگوں کا مرجع بنا دیجیے فرمایا کہ ہاں عرض کیا کہ اسکو امن بنا دیجیے فرمایا کہ ہاں عرض کیا کہ مجکو اور
مقام امن ہو

اسمٰعیل کو اور ہماری ذریت مین سے ایک گروہ کو مسلمان بنا دیجیے فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ اہل مکہ کو ثمرات سے رزق دیجیے جو انمین سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لا یا فرمایا کہ ہان (ابن ابی حاتم وابن جریر) سعید بن مسیبؒ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی ہین جسنے پہلے ختنہ کیا اور پہلے مہمانداری کی اور پہلے ناخن کترے اور پہلے مونچھین کترین اور یہی پہلے بوڑھے ہوئے ہین پھر جب بوڑھاپا دیکھا تو عرض کیا کہ یہ کیا ہی حکم ہوا کہ وقار ہی عرض کیا کہ اے رب میرا وقار بڑھا دیجیے (الموطا وغیرہ) شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ کلمات کی جو تفاسیر مذکور ہوئین شاید یہ سب ہون یا بعض ہون مگر کسی پر خاص جزم نہین ہو سکتا ہی۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اقوی یہ ہی کہ جمیع امور مذکورہ کو شامل ہی اور آیت مین دلیل ہی کہ ابراہیم علیہ السلام کی ذریت مین ظالم کفار بھی ہونگے پس وہ لوگ اس قابل نہین ہین کہ پیشوا بنائے جاوین بحکم قولہ تعالےٰ۔ وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ صاف معلوم ہوا کہ بعد ابراہیم علیہ السلام کے جو پیغمبری وکتاب آئی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی اولاد مین ہوئی (**فائدہ**) حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین مرفوع روایت ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسّی برس کی عمر مین قدوم مین ختنہ کیا (الصحیحین) اور شاید قدوم یہی آلہ معروف ہو جسکے ذریعہ سے ختنہ کیا۔ م۔ رزین ح کی روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوسو برس کی عمر پائی۔ قریش مین دستور تھا کہ قریب بلوغ ختنہ کرتے تھے اور عورتون کے ختنہ کی روایت مرفوع جو سنن ابو داؤد ورزین مین ہی اوسکو ابو داؤد نے ضعیف کہا۔ فتاوی مین ہی کہ عورتون کا ختنہ مکرمت ہی۔ آیات سے جو شرائع نکالے گئے اونکو بعض علما نے تفصیلوار بیان کر دیا کہ سورہ براءۃ مین توبہ وعبادت وحمد وسیاحت ورکوع وسجود وامر معروف ونہی منکر وحفاظت حدود اٰلہی وایمان ہی سورہ احزاب مین اسلام وایمان وقنوت وصدق وصبر وخشوع وتصدیق وروزہ وحفاظت شرمگاہ وذکر الٰہی ہین۔ اور سورہ مومنون مین ایمان وخشوع نماز وپرہیز لغو وزکوۃ وحفاظت شرمگاہ وعہد وامانت ومحافظت نماز ہی۔ ابراہیم لفظ عجمی ہی اور بقول صحیح وہ آزر کے بیٹے ہین اور اونکی پیدایش صوبہ اہواز کے مقام سوس مین واقع ہوئی اور بعض نے حرانی کہا ولیکن اونکے باپ اونکو نمرود بن کنعان کی دار السلطنت بابل مین لے گئے۔ امام اوس شخص کو کہتے ہین جسکی اقتدا کیجاوے۔ بیضاوی نے کہا کہ آیت مین دلیل ہی کہ انبیاء علیہ السلام قبل نبوت کے بھی گناہون سے محفوظ ہوتے ہین **ف۲** اشارات عرائس مین ہی کہ خاصان حق مانند ابراہیم علیہ السلام کے ازل ہی مین خطاب خاص سے سرفراز ہوتے ہین اور دنیا مین بھی وہ کام جو وہی ہوتا ہی اگرچہ امتحان مین ڈالے جاوین اور منجملہ امتحانات ابراہیم علیہ السلام کے ایک مقام ابتلاء تھا کما قال تعالےٰ۔ کذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض۔ پھر اسکا انجام تمکین تھا بدلیل قولہ تعالےٰ۔ ولیکون من الموقنین۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض الآیہ۔ بعض مشائخ نے کہا کہ امت کے واسطے یقین کامل ہونا پہلا درجہ ایمان ہی پھر اسکے بعد ولایت مین ترقی ہوتی ہی لہذا کہا گیا کہ ولایت اور صلاحیت تو دور ہی پہلے تو مومن ہوا ہی۔ شعر۔ شیخ ابو عثمانؒ نے کہا کہ امام وہی ہی جو ظاہر مین پھنسا رہے اور جو نسبت اوسکو بارگاہ عزوجل مین حاصل ہی اوسمین کچھ خلل نہو جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک سے ظاہر ہی اور قولہ تعالےٰ۔ لاینال عہدی الظالمین صریح نص سے بتلا دیا کہ جو موہبت عظمیٰ کہ حق تعالےٰ کیطرف سے انبیاء واولیاء کو حاصل ہوتی ہی وہ ان اسباب ونسب کی حاجتی ہی ورنہ ابراہیم علیہ السلام کی کل ذریات کو قبولیت حاصل ہوتی کیونکہ یہ قبولیت جن بندون کو عطا ہوئی وہ ازل ہی مین عطا ہوئی جبکہ نکی طاعت بلکہ وجود بھی نتھا تو سببِ نسب کیونکر ہو سکتا تھا۔ جعفر صادقؒ سے روایت ہی کہ جو شخص محبت ومشاہدہ الٰہی سے فرکر کسی جانب راحت وسکون پاوے وہ ظالم ہی۔ بعض نے فرمایا کہ منجملہ کلمات کے یہ بھی ہین جو آیندہ آیات مین مذکور ہین کما قال تعالےٰ۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ

اور جب ٹھہرایا ہمنے یہ گھر کعبہ اجتماع کی جگہ لوگون کی اور پناہ اور کر رکھو جہان کھڑا ہوا ابراہیم نماز کی جگہ

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ تعالے۔ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ۔ اور جب ہمنے بیت کو لوگون کے واسطے مثابہ کردیا ف۔ یعنے یہ نصیحت کر کہ تم یاد کرو وہ وقت جب ہمنے خانۂ کعبہ کو لوگون کے لیے مرجع بنادیا کہ خانۂ کعبہ سے مومنون کی آرزو کبھی سیر نہین ہوتی لوٹ جاتے ہین پھر شوق سے اوسیکی جانب رجوع کرتے ہین اسیکے مانند علی بن ابی طلحہ نے روایت کی ہی (ابن جریر) ابن ابی حاتم نے بذریعہ مجاہد کے اسیکے مانند ابن عباس رض سے روایت کیا اور کہا کہ یہی ابوالعالیہ وعطاء وحسن وغیرہ سے مروی ہی۔ اور عکرمہ وقتادہ وغیرہ نے فرمایا کہ بیت اللہ لوگون کے واسطے مثابہ یعنی جمع ہونے کی جگہ ہی اور وہ مقام امن ہی حتی کہ زمانۂ جاہلیت مین مکہ کے گرد جو شہر ومقامات تھے وہان کے لوگ آپسمین کشت وخون کرتے لیکن اہل مکہ سے کوئی تعرض نہین کرتا تھا اور کبھی پردیسی آدمی کسیکے باپ کو مار کر حرم مکہ مین چلا آتا تھا پھر مقتول کا بیٹا اپنے باپ کے قاتل کو یہان پاتا لیکن کچھ بھی جنبش نہین دیتا تھا اور اسیکے مانند ایک جماعت تابعین سے روایت ہی۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ ان روایات کا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالے نے بیت اللہ کا شرف بیان کیا کہ اللہ تعالے نے اوسمین بہ قدرتی آیات وشرعی آیات رکھی ہین ازانجملہ یہ کہ وہ لوگون کے واسطے مرجع ہی یعنی کہ مومنون کی روحین اوسکی جانب محبت سے جھکتی ہین اور اگر ہر سال اوسکا طواف کرین تو بھی اونکا دل سیر نہین ہوتا ہی چنانچہ دعاے خلیل اللہ علیہ السلام مین آیا کہ۔ فاجعل افئدة من الناس تهوى اليهم۔ ابن عباس رض نے کہا کہ۔ من الناس۔ صرف بعض اپنے مومنین کہے اور کل نہین کہے۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم ومن دخلہ کان آمنا۔ یعنے بیت اللہ مین آیات بینات مین مقام ابراہیم ہی اور جو کوئی اوسمین آگیا وہ مامون ہوگیا۔ اس مقام کی آیت مین یہی حکم دیا۔ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى۔ اور مقام ابراہیم کو مصلی بناؤ ف

مقام ابراہیم کی دو تفسیرین روایت کی گئی ہین چنانچہ مجاہد نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ مقام ابراہیم تمام حرم ہی۔ (ابن ابی حاتم) دوم مقام ابراہیم ایک پتھر ہی جسپر اونکے قدم کا نشان ہی چنانچہ عطاء نے کہا کہ مین نے ابن عباس رض سے سنا کہ آیت مین جو مقام ابراہیم مذکور ہی وہ تو یہی مقام ابراہیم ہی جو مسجد الحرام مین ہی اور اس سے زیادہ تمام حج بھی مقام ابراہیم شمار ہوتا ہی پھر عطاء نے اسکی تفصیل بیان کی کہ عرفات مین وقوف کرنا اور وہان نماز ظہر وعصر کو جمع کرنا اور مشعر الحرام ومنی ورمی الجمار وصفا ومروہ کے درمیان سعی ہی (ابن ابی حاتم) سعید بن جبیر نے کہا کہ مقام ابراہیم ایک پتھر ہی جو اللہ تعالے نے رحمت قرار دیا یعنی ابراہیم علیہ السلام اوسپر کھڑے ہوتے اور اسمعیل علیہ السلام اونکو پتھر پہونچاتے تھے۔ سدی رح نے کہا کہ نہین بلکہ اس پتھر پر بٹھلا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اونکی بہو یعنے زوجہ اسمعیل علیہ السلام نے نہلایا۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ قرطبی نے اسکو ضعیف کہا کیونکہ سعید بن جبیر نے فرمایا کہ اگر ایسا ہوتا تو اونکے پاؤن مختلف واقع ہوتے لیکن دیگر علماء نے اسی قول کو ترجیح دی ہی۔ ابن ابی حاتم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجة الوداع مین طواف سے فراغت فرمائی تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہی تو ہمارے جد اعلی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہی آپ نے فرمایا کہ ہان تو عرض کیا کہ پھر ہم اسکو مصلی بناوین پس اللہ عز وجل نے نازل فرمایا۔ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ (رواہ ابن مردویہ وغیرہ) یہ مضمون تو صحیحین کی احادیث مین ثابت ہی چنانچہ خود عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین اپنے رب عز وجل سے تین باتون مین موافق پڑا ایک تو مین نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم لوگ مقام ابراہیم کو مصلی بناوین پس نازل ہوا قولہ تعالے واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ الحدیث (البخاری ومسلم وغیرہ) شیخ ابن کثیر رح نے بعد ذکر روایات کے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مقام ابراہیم سے یہی مراد ہی جو مسجد الحرام مین ہی اور یہ پتھر ہی کہ جب ابراہیم علیہ السلام دیوار کعبہ کو اونچی کرتے تو اوسی پتھر پر کھڑے ہوتے اور اسمعیل علیہ السلام پتھر سے پتھر پہونچاتے تھے اور اس پتھر مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم بہت ظاہر تھے لیکن لوگون کے چھونے سے اوسکے نشان کچھ مٹ گئے ہین باوجود اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک بہت واضح نشان موجود تھا چنانچہ حدیث انس رضی اللہ عنہ مین صریح موجود ہی

(ابن وہب) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مقام ابراہیم پہلے دیوار کعبہ سے ملحق تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ مین جبکہ جمیع صحابہ متوافر موجود تھے اوسکو ہٹاکر اس مقام پر کیا جہان اب موجود ہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود خلفاء راشدین مین سے ہین بلکہ وہ خلیفہ سابقین مین سے جنکے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میرے بعد تم لوگ ان دونون کی اقتدا کیجیو جو میرے بعد ابوبکر و عمر ہین رضہ۔ اور حضرت عمرؓ ہی کے موافق اس مقام پر نماز کے واسطے قرآن مجید نازل ہوا اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کسی نے دیوار سے ہٹانے مین انکار نہین کیا۔ عطاء و مجاہد وغیرہ نے کہا کہ اول اسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی دیوار سے ہٹاکر یہان رکھا جہان بالفعل موجود ہی (عبدالرزاق) **مسئلہ (۹)** خلف المقام بعد طواف کے دو رکعت پڑھنا ائمہ حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک واجب ہین اور شافعیہ و حنبلیہ کے نزدیک مستحب ہین۔ **ف** بعض اشارات عرائس مین ہی کہ بیت اللہ امیدوارون کا مرجع اور خائفون کا مامن ہی کیونکہ اللہ تعالے کی اس مین آیت ہی جس سے خائف کو سکون ملتا ہی اور ظالم کو جرأت نہین ہوتی اور امیدوارون کو حسن تجلی سے سکون ہوتا ہی۔ بعض نے کہا کہ مقام طہارت ہونے سے سکون و رحمت طاری ہوتی ہی اسیواسطے آگے فرمایا —

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ

اور کہہ دیا ہمنے ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ پاک رکھو گھر میرا واسطے طواف والون کے اور اعتکاف والون کے

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ

اور رکوع اور سجدہ والون کے اور جب کہا ابراہیم نے ای رب کر اسکو شہر امن کا اور روزی دے اوسکے لوگون کو

مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ

میوے جو کوئی اون مین یقین لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر فرمایا اور جو کوئی منکر ہوا اوسکو بھی فائدہ دونگا

قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ

تھوڑے دنون پھر مین اوسکو قید کر بلاؤنگا دوزخ کے عذاب مین اور بری جگہ پہونچا ہی اور جب اوٹھانے لگا ابراہیم

الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

بنیادین اس گھر کی اور اسمٰعیل ای رب قبول کر ہم سے تو ہی ہی اصل سنتا جانتا

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا

ای رب اور کر ہمکو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد مین بھی ایک امت حکم بردار اپنی اور جتا ہمکو

مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

دستور حج کرنے کے اور ہمکو معاف کر تو ہی ہی اصل معاف کرنے والا مہربان

اللہ تعالے نے خانہ کعبہ کی پاکی مین نشان قدرت و نشان شرافت کو جمع فرمایا کیونکہ جانور وہان بیٹ و نجاست نہین کرتے اور آدمیونہین بھی کوئی ایسا نہین گذرا اور باوجود اسکے حکم فرمایا بقولہ تعالے۔ **وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ** ۔ اور ہمنے ابراہیم و اسمٰعیل کو حکم فرمایا کہ میرے بیت العتیق کو طواف کرنے والون کے لیے اور اعتکاف کرنے والون کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والون کے لیے پاک رکھو

یعنے نجاست و گندگی میں سے کچھ بھی اوسکو نہ پہنچے یہ تفسیر حسن بصری کی ہے۔ ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء رح سے پوچھا کہ یہاں عہد کے کیا معنے ہیں فرمایا کہ حکم دیا اور یہی عبد الرحمن بن زید بن اسلم کا قول ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ محاورۂ عرب مقتضی ہے کہ یہاں اس سے وحی مراد ہو یعنے ہمنے ابراہیم و اسمعیل کو وحی فرمائی۔ ابن عباس رض نے کہا کہ پاک رکھو یعنے بتوں سے پاک رکھو۔ مجاہد و سعید بن جبیر نے کہا کہ بتوں و فحش کلام و کلمۂ کفر و بہتان اور ہر قسم کی گندگی سے پاک رکھو۔ عبید بن عمیر و ابو العالیہ و سعید بن جبیر و مجاہد و عطاء و قتادہ نے کہا کہ توحید کے ساتھ اسکو شرک سے پاک رکھو (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر پر وحی کا حاصل یہ ہوگا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے وقت سے حکم آلہی محکم چلا آتا ہے کہ بیت اللہ کو شرک و نجاسات سے پاک رکھا جائے پھر جو شخص اسمیں بت لایا اور شرک پھیلایا اوسی نے حکم آلہی سے مخالفت کی اور سنت ابراہیم علیہ السلام سے پھر گیا اسیواسطے حدیث میں ہے کہ میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں اوجھ کے ساتھ گھسیٹتا پھرتا ہے جیسے چکی کو گدھا گھماتا ہے اور اسی نے پہلے سانڈ چھوڑنے کی رسم نکالی اور اسی طرح جو شخص پہلے بت لایا اوسکو بھی آپ نے جہنم میں دیکھا۔ م۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ طواف کرنے والے تو معروف ہیں لیکن سعید بن جبیر نے کہا کہ طائفین وہ لوگ ہیں جو پردیس سے زیارت بیت اللہ کے لیے آویں اور عاکفین وہ لوگ جو مکہ میں رہتے ہیں۔ اور عطاء نے کہا کہ جو شخص پردیس سے آکر مکہ میں مجاور ہو وہ عاکفین میں سے ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ پھر جو شخص وہیں رہتا ہو اوسکا نام مجاور ہے۔ اور وکیع نے اپنی تفسیر میں ابن عباس رض سے روایت کی کہ جو شخص مسجد الحرام میں بیٹھے وہ عاکفین میں سے ہے یعنے معتکف ہے اور ثابت البنانی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن عبید بن عمیر سے کہا کہ میں امیر مکہ سے کہنے والا ہوں کہ جو لوگ مسجد الحرام میں سوتے ہیں اونکو روکا جائے کیونکہ وہ احتلام سے جنب ہو جاتے اور ریاح وغیرہ سے حدث ہو جاتا ہے تو عبد اللہ بن عبید نے کہا کہ ایسا مت کر اسواسطے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے انکا حال پوچھا گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ عاکفین ہیں (ابن ابی حاتم و عبد بن حمید باسناد صحیح) شیخ نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہوا کہ جس زمانہ میں ابن عمر رض بالغ کوارے تھے تو مسجد نبوی میں سویا کرتے تھے (کما فی الصحیح) ابن عباس رض نے کہا کہ جو شخص مسجد الحرام میں نماز پڑھے وہ رکع السجود میں سے ہے لیکن اسکی اسناد ضعیف ہے۔ ابن جریر رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے بتوں اونکی عبادت و شرک سے پاک رکھنے کا حکم دیا اور اسکا اصل یہ ہے کہ بناء کعبہ خالص توحید آلہی عز وجل کے واسطے ہو (مسئلہ) طواف افضل ہے یا وہاں نماز پڑھنا جمہور علماء نے کہا کہ نماز مطلقاً افضل ہے۔ اور امام مالک رح نے کہا کہ جو لوگ پردیس سے آویں اونکے لیے طواف افضل ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ آیت میں مشرکین پر رد ہے یہود و نصاری ہی سب کی تردید ہے کیونکہ مشرکین تو اوسمیں بت پرستی کی نجاست پھیلاتے تھے اور یہ عہد ابراہیم علیہ السلام سے مخالفت تھی اور یہود و نصاری نے اسکا حج نہیں کیا باوجودیکہ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کی فضیلت جانتے ہیں مگر کچھ بھی اقتدا انکی حالانکہ حضرت موسی وغیرہ انبیاء ع نے خانہ کعبہ کا حج کیا ہے۔ شیخ نے لکھا کہ مسجدوں کے پاک رکھنے کا حکم اسی آیت سے لیا گیا ہے اور ساتھ ہی احادیث کثیرہ بھی وارد ہیں۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے صحیحین وغیرہ سے وہ احادیث نقل کیں جن سے ثابت ہوا کہ مکہ حرم محترم ہے اور اوسکا درخت کاٹنا جائز نہیں اور وہاں کے وحشی جانور صید کو بھڑکانا جائز نہیں اور وہاں گری ہوئی لقطہ کسیکو حلال نہیں ہے کہ اوٹھاوے سواے ایسے شخص کے جو اس غرض سے اوٹھاوے کہ شناخت کراکے مالک کو پہونچاوے پھر تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالے نے آسمانوں و زمین کے پیدا کرنے کے وقت سے مکہ کو حرم محترم قرار دیا اور اسیکے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسکو بلد الحرام کیا یعنے حکم آلہی پہونچا دیا پس اسمیں قتال وغیرہ جائز نہیں ہے اور فتح مکہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ میرے واسطے صرف ایک ساعت کے لیے اجازت دی گئی تھی پھر وہ بدستور حرام ہو گیا اور آپ نے تنبیہ فرمائی کہ آیندہ اگر کوئی شخص یہاں اس دلیل سے قتال کرنا چاہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں قتال کیا ہے تو تم لوگ اوس سے کہیو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالے نے اجازت دی تھی اور تمکو کوئی اجازت نہیں ہے چنانچہ احادیث

صحیحین میں مصرح ہو اور حدیث جابر رضی میں ہو کہ مکہ میں کسیکو ہتھیار اوٹھانا حلال نہیں ہو (صحیح مسلم) لہذا فرمایا۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا ۔ اور ذکر کر جب ابراہیم نے کہا کہ اے رب اسکو امن کا شہر کردے۔ ف جو کوئی اسمین داخل ہو مومن ہو جاوے۔ وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ ۔ اور اسکے لوگون کو پھلون سے رزق دے۔ ف لیکن چونکہ اسکے لوگون مین سے بعضے کافر بھی ہونگے اور ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالے نے متنبہ فرمایا تھا کہ ظالمون کافرون کو میرا عہد نہین پہونچیگا تو ابراہیم علیہ السلام نے کمال ادب کے ساتھ رزق کی دعا مین بھی کافرون کو نکال ڈالا اور کہا۔ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۔ انمین سے ایسے شخص کو جو اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لایا۔ ف یعنے مکہ کے لوگون مین سے اونکو ثمرات کا رزق عطا فرما جو اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لاوین۔ لیکن اللہ تعالے نے رزق مین کافرون کو شامل رکھا۔ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ اللہ تعالے نے فرمایا اور جسنے کفر کیا تو اوسکو تھوڑے دنون تک تمتع عطا کرونگا پھر اوسکو مجبور کر کے عذاب دوزخ مین لاونگا اور وہ برا مرجع ہے۔ ف یعنے جب ابراہیم علیہ السلام نے حسن ادب سے دعاے رزق مین سے کافرون کو نکالا یعنے کافرون کے واسطے رزق کی دعا نہین فرمائی بلکہ یہی کہا کہ مومنون کو عطا کر تو گویا مومنون کے حق مین قبول فرما کر یون کہا کہ ہان مومنون کو عطا کرونگا اور کافرون کو بھی چند روز تک اونکی زندگی بھر رزق دونگا پھر ان سرکشون کو جبراً مجبور کر کے دوزخ مین ڈالونگا چنانچہ یہ بات ظاہر ہے کہ ہر شخص موت سے لاچار ہو کر آخرت مین جاتا ہے اگرچہ زندگی مین منکر ہو پھر تنبیہ فرمائی کہ دوزخ بہت برا مرجع ہے یعنے کفار اپنی شامت سے دنیاے فانی کو چھوڑ کر جہان لوٹ جائینگے وہ ٹھکانا بہت برا ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام ثمرات مکہ کو تو صرف مومنون ہی کے واسطے مخصوص فرماتے تھے لیکن اللہ عزوجل نے نازل فرمایا کہ مین کافرون کو بھی کچھ رزق دونگا کیونکہ یہ نہین ہوسکتا کہ مین مخلوق کو پیدا کر کے اوسکو بے رزق چھوڑ دون لیکن یہ مدت قلیل ہوگی تو پھر اوسکی سرکشی کے موافق اوسکو عذاب النار کی جانب مجبور کرونگا پھر ابن عباس رض نے یہ آیت پڑھی۔ کلا نمد ہؤلاء و ہؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا۔ یعنی فریق مومنین و فریق کافرین ہر ایک کو عطاء الٰہی مین سے مدد دینگے اور تیرے پروردگار کا عطیہ ممنوع نہین ہے۔ ھ۔ اسیواسطے حدیث مین آیا کہ بدگوئی سننے مین اللہ تعالے سے بڑھکر کوئی صابر نہین ہے کہ یہ لوگ اوسکے لیے فرزند بتلاتے ہین حالانکہ وہ انکو رزق و عافیت دیتا ہے (الصحیحین) اور حدیث مین ہے کہ اللہ تعالے ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب اوسکو گرفتار فرماتا ہے تو وہ چھوٹ نہین سکتا ہے اور یہ آیت پڑھی۔ کذلک اخذ ربک اذا اخذ القری وہی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید۔ یعنے تیرے پروردگار کی گرفت یون ہی ہے جب وہ ظالم قریات کو بحالت اونکے ظلم کے گرفتار فرماتا ہے بیشک اوسکا گرفتار کرنا سخت دردناک ہے۔ ھ۔ (الصحیح) اور ثابت ہے کہ مومن کو اوسکے جان و مال مین آفات پہونچتی رہتی ہین جو اوسکے گناہون کا کفارہ ہوجاوین حتی کہ وہ دنیا سے پاک نکلتا ہے اور کافر و منافق مانند درخت صنوبر کے جب اوکھڑتا ہے تو یکبارگی جڑ سے جاتا ہے (کما فی الصحیح)۔ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۔ اور ذکر کر جب ابراہیم اس بیت کی نیو یا دیوارین اوٹھاتا تھا اور اسمعیل۔ ف کیونکہ اسمعیل علیہ السلام بھی پتھر و گارے سے مدد دیتے تھے اور جیسے نیک بندون کا قاعدہ ہوتا ہے کہ اپنے اعمال مردود ہو جانے سے ڈرتے رہتے ہین یہ دونون بزرگ پیغمبر بھی بناتے اور دعا کرتے جاتے کہ۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ اے رب ہمسے قبول فرما تو ہی اچھا سننے والا جاننے والا ہے۔ ف کہ بندون کی دعائین سنتا اور اونکے اخلاص بندگی کو جانتا ہے وہیب ابن الورد جب اس آیت کو پڑھتے تو روتے اور کہتے کہ خلیل اللہ عمارت بیت اللہ اوٹھاتے پھر بھی خوفناک ہین کہ شاید قبول نہو (ابن ابی حاتم) شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اللہ تعالے نے مومنین صادقین کا یہی حال بیان فرمایا بقولہ۔ والذین یؤتون ما اتوا وقلوبہم وجلۃ

الآیۃ ـ یعنے راہ آلٰہی مین صدقات دیتے حالانکہ اونکے دل تھرتھراتے کہ ایسا نہو جو قبول نہو اور یہی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مین بروایت صحیح وارد ہی ـ بعض مفسرین نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بنیاد اوٹھاتے تھے اور اسمعیل علیہ السلام یہ دعا کرتے جاتے تھے لیکن صحیح یہ ہی کہ دونون بنیاد اوٹھاتے اور دونون دعا کرتے تھے اور تتمۂ دعا یہ ہی ـ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ـ ہمارے رب اور ہم دونون کو اپنی خدمت کے واسطے مطیع کرلے اور ہم دونون کی ذریات مین سے بھی ایک امت کو اپنے واسطے مطیع کرلے اور ہمکو ہمارے مناسک کھلا اور ہمپر مغفرت سے رجوع فرما بیشک تو رجوع فرمانے والا رحیم ہی ـ ف یہ گرچہ دعاے اول کا تتمہ ہی لیکن درمیان مین ربنا (ہمارے رب) بڑھانے مین اپنے رب عزوجل کے ترحم کی آرزو ہی اسیواسطے دعا مین مستحب ہی کہ جتنی باتین ہون یہ اور یہ آخر تک ان سب کے بیچ مین عزوجل کی حمد وثنا و اپنی بندگی کا اظہار لاوے مثلاً ای رب میرے مین بہت گنہگار ہون اپنے گناہون کا معترف ہون مجھے اپنے فضل و رحمت سے بخش دے اور ای رب میرے مین ضعیف عاجز ہون اپنی طاقت و قوت کے گمان سے بیزار ہون تیری ہی حول و قوت پر بھروسا کرتا ہون تو ہی نے مجھے اپنی قوت سے اپنی خدمت مین قبول کرلے اور ای رب میرے مین اپنی ذات سے اس لائق نہین ہون مگر تو اپنے فضل و رحمت سے مجھے اپنے نیک بندون کے ساتھ ملادے اور یہ طریقہ سورۂ بقرہ و سورۂ آل عمران کے آخری رکوع مین انشاء اللہ تعالے خود معلوم ہوجائیگا اور یہان مسلمین سے مطیعین مراد ہی کیونکہ اون دونون کو ایمان نبوت حاصل تھا تو رفع درجات کے واسطے خدمات و طاعات کی دعا فرمائی اور یہ دلیل ہی کہ خالق افعال حق عزوجل ہی جیسے ایمان کو بندے کے دل مین پیدا کرنے والا بھی وہی حق سبحانہ تعالے ہی اور یہان اس نکتۂ لطیف پر غور کرنا چاہیے کہ اولاد اسمعیل علیہ السلام مین سے ایک امت مومنہ کے لیے اہتمام عجیب فرمایا کہ اونکے واسطے اول خانہ کعبہ بنوایا اوسکے بعد دو پیغمبرون سے یہ دعا کرائی اور چونکہ خانۂ کعبہ کو تمام مساجد پر شرف حاصل ہی تو جس امت مسلمہ کے واسطے اس بیت اعظم کو قبلہ بنایا اوسکی شرافت خود سمجھ لینا چاہیے اور یہ قیاس نہین ہی بلکہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر تا ظہور مبارک اپنے حق مین فرمایا ہی کہ ہمیشہ اللہ عزوجل نے مجکو دو فریق مین سے بہتر فرقہ مین کیا یعنے آپکا نطفہ مبارک ہر زمانہ مین ایسی قوم مین منتقل ہوتا آیا جو اللہ تعالے کے نزدیک سب سے بہتر تھا پس حضرت اسمعیل و اسحق علیہما السلام مین سے حضرت اسمعیل افضل ہین چنانچہ قولہ تعالے ـ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض الآیۃ ـ کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے مدلل آویگا لیکن یہ مسئلہ اسواسطے اجمالاً مکرر ذکر کیا جاتا ہی کہ عوام لوگ دوسرے پیغمبر کی نسبت کوتاہ نظر سے دیکھتے ہین حالانکہ کسی پیغمبر کی شان مین ذرا سی بھی نقص کی نگاہ کرنا کفر ہی لہذا اونپر فرض ہی کہ جب اسطرح دو پیغمبرون مین ذکر آوے تو پہلے مفضول کو کمال تعظیم نبوت کی نظر سے دیکھین گویا آفتاب کامل ہی پھر جب اوسسے افضل پیغمبر بتلایا جائے تو قدرت آلٰہی کی راہ سے خوشی و تعجب کے ساتھ سبحان اللہ کہین اور عظمت حق عزوجل کے تحت مین نیست ہوجاوین کہ حضرت خالق عزوجل کی شان کبریائی وہ ہی کہ جسنے اپنے بندون مین ایسے ایسے بزرگ پیدا فرمائے جنکی شان ہمارے قیاس سے باہر ہی ـ بالجملہ یہ امت مسلمہ ایک مدت تک اولاد اسمعیل علیہ السلام سے چلی آئی پھر وہ لوگ مشرک ہوگئے پھر اللہ عزوجل نے حضرت خاتم النبیین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرماکر اس دعاے ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کو کامل فرمایا کیونکہ اگلی آیت مین اس دعا کا تتمہ ـ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتک الآیۃ مخصوص بشان پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ خانہ کعبہ بھی اللہ تعالے کے نزدیک بلد الحرام لکھا ہوا مقدر تھا جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالے کے نزدیک خاتم النبیین مکرم تھے باوجودیکہ آدم علیہ السلام کا قالب خاکی بھی ہنوز تیار نہین ہوا تھا چنانچہ حدیث صحیح مین

سصرح و مشہور ہی اور دعاے ابراہیم یعنے ربنا وابعث فیہم رسولا منہم الآیۃ ۔ مین محقق مذکور ہی لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے آپکی ابتداے شان کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مین اپنے پدر اعلی حضرت ابراہیم کی دعا ہون اور اپنے برادر عیسی بن مریم کا بشری ہون
در حیکہ مین پیدا ہوا میری والدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شام کے مکانات روشن ہو گئے (ابن کثیر) مترجم کہتا ہی کہ بچپن مین جب حضرت سرور
عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت مین تھے اور آپ جنگل کی جانب مع فرزند حلیمہ یعنے رضاعی بھائی کے تشریف لے گئے
اور آپ نے برادر رضاعی کو کسی مقصد سے گھر بھیجا تو آپ نے دیکھا کہ دو پرند سفید اُترتے آتے ہین پس ایک نے کہا کہ یہ وہی تو ہین دوسرے نے کہا کہ ہان
پس دونون اوتر پڑے حالانکہ وہ دونون فرشتے تھے اور اونھون نے آپکا سینہ شق کرکے اوسمین سے حظ شیطان نکال ڈالا اور نور سے معمور کر دیا اور
جب برادر رضاعی آیا تو آپ کو سب طرح تندرست پایا لیکن شق الصدر کا نشان ظاہر تھا اور آپکا چہرہ کسیقدر متغیر تھا پس اوس مرد سعید نے
اپنی والدہ حلیمہ سے ذکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حال بیان کر دیا حضرت حلیمہ نے متردد ہو کر آپ کو ہمراہ لیکر مکہ معظمہ مین لاکر آپکی
والدہ ماجدہ کے سپرد کر دیا اور یہی عذر بیان کیا تو آپ کی والدہ ماجدہ کو اس بات سے کچھ بھی تعجب نہوا بلکہ فرمایا کہ ہان مین نے تو اسکی پیدایش کے
وقت عجیب نور دیکھا کہ مجھے ملک شام کے قصور نظر آتے تھے (رواہ الدارمی) رہا یہ امر کہ شام کے قصور خاصۃً ظاہر ہونے مین کیا حکمت تھی تو
عنقریب انشاء اللہ تعالے یہ نکتہ بیان ہوگا اور چونکہ شیخ امام ابن کثیرؒ نے اس مقام پر حضرت اسمعیل علیہ السلام کا بیان بھنا بر روایت بخاریؒ
بیان کیا اور بیشک اوسکا ذکر موزون ہی لہذا مترجم چاہتا ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی مختصر حال ابتدا سے بیان کرے کہ اس روایت صحیح
مربوط کرے چونکہ مقدمہ مین اور نیز ان آیات کی تفسیر مین فی الجملہ ذکر ہو چکا ہی تو اوسکا اعادہ سے تطویل دینا بیفائدہ ہوگا پس مختصر بیان یہ ہی کہ
بعض مورخین نے لکھا کہ قدیم زمانہ مین بابل تا بغداد بہت زرخیز ملک شاہ نمرود بت پرست کی سلطنت مین تھا جو حماقت سے خدائی کا دعویٰ
کرتا تھا اوسکو نجومیون نے آگاہ کیا کہ امسال تیری سلطنت مین ایک لڑکا پیدا ہوگا جس سے تیرا زوال ہوگا لہذا نمرود نے ہر مولود کو قتل کرنا
شروع کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے یہ دیکھکر پہاڑ کے غار مین وضع حمل کے بعد چھوڑ دیا کہ آنکھون کے سامنے قتل ہونے سے
بہتر ہی کئی دن کے بعد بیتاب ہو کر وہان دوڑ گئین تو دیکھا کہ بچہ زندہ پڑا ہوا انگلیان چوستا ہی اللہ تعالے نے انکو اسی طرح رزق دیا اور دونون
ایسا بڑھتے جیسا کوئی بچہ سالون بڑھتا ہی حتی کہ ایک برس کے بعد باہر آکر عجائب قدرت الٰہی مین فکر کرنے لگے پہلے تارا پھر چاند پھر سورج کو
خدا مانا لیکن ہر ایک اپنی حالت سے متغیر ہو کر ڈوب گیا تو پہچانا کہ یہ سب مخلوقات ہین اور میرا رب وہی ہی جو ان سب کا خالق ہی بعض نے
کہا کہ نہین بلکہ انکی والدہ آنکو غار کے اندھیرے سے نکال کر گھر لائین چونکہ پندرہ برس کے جوان معلوم ہوتے تھے تو کسی نے انکو سال گذشتہ
کی پیدایش نجانا آخر جب چالیس برس مین نبوت ہوئی تو اپنی قوم کو دیکھا کہ ستارے پوجتے ہین تو اونکی فہمایش کے واسطے ایک ستارہ کو
چمکتا ہوا دیکھکر فرمایا کہ یہی رب ہی جب وہ صبح کو نابود ہوا تو چاند کو رب بنایا وہ بھی غروب ہوا تو کہا کہ سورج سب سے بڑا ہی پھر جب وہ بھی ڈوبا
تو حجت قائم کی کہ ایسی متغیر و ڈوبنے والی چیزین کیونکر رب ہو سکتی ہین بلکہ رب وہی ہی جسنے سب کو پیدا کیا مترجم کہتا ہی کہ انکی قوم کفر آئین
ستارہ پرست تھے چنانچہ صابئین کے بیان مین ذکر ہو چکا ہی اسیطرح یہ لوگ اون ستارون کے موافق بت بنا کر ارباب النوع و معبود
سمجھتے تھے اوسال مین ایک روز عید کے لیے جنگل مین جمع ہوتے اوس دن فہمایش کا موقع پاکر لوگون سے کہا کہ مین بیمار ہون جب لوگ
باہر گئے تو اونکے بت خانہ مین گھسکر تبر سے سب چھوٹے بتون کے ہاتھ پانون توڑ ڈالے اور بڑے بت کی شکل بگاڑ دی اور تبر اوسکے گلے مین
رکھدیا جب یہ لوگ آئے اور یہ حال دیکھا تو غوغا ہوا کہ یہ کسنے کیا آخر چرچا ہوا کہ وہ جوان جسکا نام ابراہیم ہی وہی انکے عیوب بیان کیا کرتا تھا

آخر انکو پکڑ کر لے گئے تو آپ نے فرمایا بلکہ انھین مین سے بڑے بت نے کیا ہی پس تم انسے پوچھو اگر بول سکتے ہون (مطلب تھا کہ اسی بت
کی شامت نے ایسا کرایا اگرچہ یہ ظاہر ہی کہ خود بت کیونکر کرتا اسیواسطے فرمایا کہ انسے پوچھو اگر بولتے ہین) کہنے لگے کہ یہ تو خوب معلوم ہی کہ یہ بول
نہین سکتے ہین فرمایا کہ پھر تم ایسی چیزون کو اپنا خدا بناتے ہو کہ جسکو بولنے کی بھی طاقت نہین اور جو اپنی ذات پر سے مار پیٹ دور نہ کرسکا وہ تمکو
کیا نفع و ضرر پہونچا دیگا یہ سنکر شرمائے اور راہ ضلالت سے نور توحید کی جانب جھکے لیکن ازلی کافرون کے قلوب پر مہر ہوتی اور راہ بند ہوتی ہی
پس نور ہٹایا و نکسوا علیٰ رؤسھم ۔ یعنے سر کے بل اوندھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ تم ہمکو ہمارے باپ دادون کے دین سے پھیرنا چاہتے ہو حضرت نے
فرمایا انتم وآباؤکم فی ضلال مبین ۔ یعنے تم اور تمھارے باپ سب ہی کھلی گمراہی مین پڑے ہو ۔ نمرود بولا کہ اصلی معبود مین ہون اور یہ تو میرے
تابعین ہین اور مین کیا نہین کرسکتا ہون جو تمھارا خدا کرسکتا ہی حضرت نے فرمایا کہ میرا پروردگار تو زندگی و موت دیتا ہی نمرود احمق نے دو قیدیون
کو بلایا جنمین ایک بری تھا اور دوسرا پھانسی کے قابل تھا پس بے خطا کو پھانسی دیدی اور جو پھانسی کے قابل تھا اوسکو چھوڑ دیا اور کہنے لگا
کہ دیکھو مین بھی زندگی و موت دےسکتا ہون حضرت نے اوسکو سخت احمق دیکھکر فرمایا کہ میرا رب تو آفتاب کو مشرق سے نکالتا ہی بھلا تو اوسکو
مغرب کی طرف سے تو نکال پس یہ کافر مبہوت ہو کر رہگیا اور ابراہیم علیہ السلام نے لوگون کو دعوت توحید فرمائی مگر اونھون نے بجاے ایمان کے نمرود سے بتون کا
قصاص چاہا اور متفق ہوے کہ اپنے بتون کی مدد کرو اور ابراہیم کو آگ مین جلادو کہ یہ اپنے خدا کی پشتی پر مغرور ہی پس نمرود نے بہت بڑا لکڑیون کا
انبار جمع کر کے آگ لگائی کہ جسکا شعلہ پہاڑ تک بلند ہوتا حتیٰ کہ پرندہ اوسپر سے نہین اڑ سکتا تھا تو کسیکو اوسکے قریب جانے ہی کی مجال نہین تھی
حیران ہوے کہ ابراہیم کو اسمین کیونکر ڈالین آخر کار پہاڑ پر گوپھن لٹکا کر اوسمین بٹھا کر پھینکنا چاہا یہ حال دیکھکر ملائکہ آسمان و زمین تھرّائے کہ ای رب عز و جل
اپنے بندہ صالح ابراہیم علیہ السلام پر رحم فرما حکم ہوا کہ اچھا جاؤ جو کچھ ابراہیم مدد مانگے اوسکو مدد پہونچاؤ یہ سنکر بڑی خوشی سے باری باری بڑے بڑے
ملائکہ آئے کہ حکم ہو تو ہم پانی سے یہ آگ بجھا دین کسی نے کہا کہ ہوا سے یہ آگ نمرودیون پر ڈالین مگر آپ نے سکوت کیا آخر جبرئیل علیہ السلام نے الحاح کیا
کہ آپ کیون نہین کہتے تاکہ مین یہ تختہ لوٹ دون آپ نے فرمایا کہ ای جبرئیل مجھے تمھاری حاجت نہین ہی کیونکہ میرا رب عز و جل کافی ہی یہ آواز سنکر ملائکہ
آپ کے کمال یقین پر تعجب کرنے لگے لیکن جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اچھا آپ اپنے رب عز و جل ہی سے مدد مانگین آپ نے فرمایا کہ ای
جبرئیل کیا وہ میرے حال کو نہین جانتا ہی جبرئیل نے کہا کہ کیون نہین تو فرمایا کہ پھر اوسکا جاننا میرے واسطے بہت کافی ہی اتنے مین کافرون نے
آپکو پھینکا تو حضرت رب عز و جل جسکے قبضۂ قدرت مین تمام کائنات مسخر ہی اوسکا حکم پہونچا کہ ای آگ تو ابراہیم کے واسطے خنک خوشگوار ہوجا
پس اوسنے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی گود مین لے لیا اور لوہے کی زنجیر و بند و سب پانی کردیے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اوس گلزار مین تخت پر
حلۂ بہشتی پہنے نماز مین مشغول ہوے کیونکہ کافرون نے آپکو برہنہ کر کے آگ مین پھینکا تھا روایت ہی کہ چالیس روز مین دھوان فرو ہوا اور
انگارے ہو گئے تو نمرود اپنے محل کے کوشک پر سیر دیکھنے چڑھا اور اوسکا دل خائف تھا ناگاہ دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز مین مشغول ہین
یہ ہولناک منظر دیکھکر قریب تھا کہ بیہوش ہو کر گرے آخر سنبھل کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ بیشک ابراہیم علیہ السلام ہین اور آواز دیکر باہر بلایا حضرت
ابراہیم علیہ السلام اون انگارون کو طے کرتے ہوے باہر آئے نمرود خوفناک متحیر ہوکر عرصہ تک گھر سے باہر نہین نکلا اور سوچتا تھا کہ اسلام لاؤن لیکن بدبختی
سے اوسکا نفس کھینچتا آخر کار ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تمھارا رب بیشک زبردست بادشاہ ہی مین اوسکے واسطے قربانی کرونگا حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک تو کفر نہ چھوڑے تیری طاعت قبول نہو گی ۔ روایت ہی کہ اوسنے چار ہزار گائین قربانیان کین نمرود سے پوشیدہ
تھوڑے لوگ ایمان لائے از انجملہ حضرت لوط علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے اور حضرت سارہ جو انکے چچا کی بیٹی تھین

مسلمان ہو گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے نکاح کر لیا جب نمرود کو کچھ خفیہ حال معلوم ہوا تو اوسنے حکم دیا کہ تم میری بادشاہی
تباہ کرو گے تم یہان سے نکل جاؤ آپ نے بحکم الٰہی عزوجل ہجرت اختیار کی اور چلنے وقت اپنے باپ سے کہا کہ میرے ساتھ چلو مین تمکو راہ راست بتلاؤنگا ہر چند
سمجھایا مگر اوسنے ازلی بدبختی سے جواب دیا کہ ای ابراہیم تو میرے بتون کی مذمت اور مجکو بہکانے سے درگذر ورنہ مین تجھے پتھرون سے مار ڈالونگا اور میرے
تیرے درمیان مدت تک جدائی ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ مین تمہارے واسطے دعا کرونگا کیونکہ میرا رب مجپر بہت مہربان ہی اور حضرت لوط نے
کہا کہ مین ایمان لایا اور اپنے رب عزوجل کی جانب ہجرت کرتا ہون اور حضرت سارہ بھی ساتھ ہو گئین حضرت ابراہیم علیہ السلام مع سارہ کے جاتے جاتے
ملک مصر مین پہونچے وہان کے بادشاہ فاسق نے سنا کہ ایک مسافر کے ساتھ نہایت حسین عورت ہی تو اوسنے اپنے آدمی بھیجے اگر اوسوقت ظاہر کیا
جاوے کہ ابراہیم علیہ السلام شوہر ہین تو شاید وہ فاسق انکو قتل کرا کے حضرت سارہ کو طلب کرتا لہذا آپنے حضرت سارہ سے کہا کہ تو میری دینی
بہن ہی اور اس زمین پر سوائے میرے اور تیرے کوئی مسلمان نہین ہی پس مین ان لوگون سے یہی کہتا ہون کہ میری بہن ہی پس وہ لوگ حضرت سارہ
کو لیئے آئے کہ یہان کا بادشاہ بلاتا ہی تاکہ حال دریافت کرے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صبر کیا اور نماز مین مشغول ہو گئے ادہر حضرت سارہ
جب اس بادشاہ کے یہان پہونچین تو اوسنے بظاہر حال دریافت کیا اور تنہا مکان مین مکر کا قصد کیا حضرت سارہ نے اللہ تعالیٰ سے پناہ
مانگی کہ ناگاہ اس شاہ فاسق کو مرگی نے دبو چا جسکے صدمہ سے اوسکی آنکھین نکل آئین اوسنے اشارہ سے کہا کہ میرے حال پر رحم کرین پھر ایسا نہین
کرونگا لیکن جب اوس حالت سے چھوٹا تو پھر تھوڑی دیر کے بعد مکر کا قصد کیا اور اگلی مرتبہ اول سے بھی زیادہ بدتر کیفیت ہوئی اور اوسنے پھر عاجزی
کی اور بعد رہائی کے پھر وہی مکر کا قصد کیا اور اس مرتبہ قریب الرگ ہو گیا اور بہت عاجزی سے جب نجات پائی تو فورًا حکم دیا کہ یہ کوئی جلیہ ہی اور خوف
سے ہاجرہ یا آجرہ نامی کنیز انکے حوالہ کی اور کہا کہ ہمارے ملک سے ان سب کو خارج کرو۔ کہتے ہین کہ آجرہ بھی کوئی بزرگ زادی تھی اور فاسق
مذکور اسپر بھی قادر نہین ہوتا تھا لہذا اسنے جلیہ سمجھکر دونون کو نکال دیا حضرت سارہ رضی اللہ عنہا وہان سے واپس آئین تو جب حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے سلام پھیرا تو ان سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مکر کافر کو مردود کیا اور یہ آجرہ خدمتگاری کے واسطے حاصل ہوئین اور تمام واقعہ بیان
کیا اور شاہ فاسق کے سپاہیون نے حکم پہونچایا کہ تم لوگ یہان سے نکل جاؤ ورنہ قتل کیے جاؤ گے ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام وہان سے واپس ہو کر
ملک شام مین قریہ فلسطین کے اترے اور اللہ تعالیٰ نے انکی زراعت مین برکت عطا فرمائی اور گائے بکریان بکثرت ہو گئین اور اپنے مہمان نوازی فرض
فرمائی اور یہین سے لوط علیہ السلام کو دیہات سدوم کی جانب روانہ کیا کہ بنیابت ابراہیم علیہ السلام کے لوط علیہ السلام وہان پیغمبر ہوے اور بعد ہجرت
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو حال نمرود کا ہوا وہ اپنے موقع پر بیان ہو گا پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام سے
کہا کہ مجھسے تمہاری اولاد نہین ہوئی اگر چاہو تو آجرہ کو تمہین بخش دون حضرت نے اسکو منظور کیا اور اوس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے
لیکن آخر مین حضرت سارہ کو رشک ہوا تو چاہا کہ اپنی نظر سے دور کرین ۔بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو زمین مکہ مین پہونچانے کا حکم دیا صحیح
بخاری مین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ عورتون مین سے جسنے پہلے پٹکا باندھا وہ مادر اسمٰعیل علیہ السلام ہین کہ اونھون نے اسواسطے پٹکا
باندھا تھا کہ سارہ رضی اللہ عنہا پر اثر حمل ظاہر نہو پھر ابراہیم علیہ السلام اونکو اور اسمٰعیل علیہ السلام کو اپنے مقام شام سے لیکر چلے حالانکہ اسمٰعیل
علیہ السلام اوسوقت دودھ پیتے تھے پس اونکو لاکر بیت العتیق کے پاس ایک درخت کے نیچے جو زمزم سے اوپر کو اعلائے مسجد مین تھا ٹھہرا دیا
یعنے اوس زمانہ مین صرف اس درخت کا نشان تھا اور مکہ مین ان دنون کوئی آدمی نہ تھا اور نہ یہان پانی تھا پس ان دونون کو وہان بٹھا کر ایک
مشک پانی اور ایک تھیلی چھوہارے کی رکھی اور منہ موڑ کر جانب شام روانہ ہوے تو حضرت آجرہ اونکے پیچھے چلین اور کہنے لگین کہ

اے ابراہیم آپ ہمکو کہان چھوڑے جاتے ہین کہ اس وادی مین نہ کوئی چیز ہی اور نہ کوئی مونس و غمخوار ہی آجرہ نے یہ کلمہ بار بار کہا مگر حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے کچھ جواب نہ دیا تب پوچھا کہ اللہ تعالے نے کیا آپ کو یہ حکم دیا ہی فرمایا کہ ہان تو آجرہ نے کہا کہ اچھا آپ تشریف لیجائیے اللہ تعالے
ہمکو ضائع نہین فرماویگا جب ابراہیم علیہ السلام نکلکر ثنیۃ الوداع تک پہونچے (اور آپکو بتلا دیا گیا تھا کہ یہین بیت العتیق ہی) تو خانہ کعبہ کی طرف
منھ کر کے دعا مانگی کہ الٰہی مین نے اپنی بعض ذریات کو بے زراعت وادی مین تیرے بیت الحرام کے پاس بسایا۔ الخ۔ پھر جانب شام فلسطین روانہ ہوگئے
اور اس بیابان مین آپ مین آجرہ رضی اللہ عنہا تنہا رہتین اور جب تک اس مشک مین پانی رہا پیا کرتی تھین پھر جب پانی چک گیا
تو پیاس غالب ہوئی اور لڑکے کا دم بھی تلے اوپر ہونے لگا آجرہ نے آنکھون سے یہ حالت دیکھنا گوارا نکیا اور کوہ صفا کو سب سے نیچا پہاڑ پاکر چڑھین
اور جنگل مین دور دور نظر ڈالی مگر کوئی نظر نہ آیا پھر صفا سے اوتر کر وادی سے دامن اوٹھاکر مروہ کی جانب دوڑین جیسے مرد پریشان دوڑتا ہی
حتی کہ مروہ پر چڑھکر نظر کی تو کوئی نظر نہ آیا اور سات مرتبہ یہی حالت ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اسیواسطے
لوگ ان دونون کے درمیان سعی کرتے ہین پھر جب آجرہ کوہ مروہ پر تھین ناگاہ ایک آواز سنی تو اپنے جی مین کہا کہ ٹھہر پھر کان لگائے تو وہی
آواز سنی تب کہا کہ تو نے آواز سنائی اگر مددگار ہی تو میری مدد کر بس ناگاہ جبرئیل علیہ السلام کو وہان دیکھا جہان چاہ زمزم ہی پس جبرئیل علیہ السلام
نے اپنی ایڑی سے یا بازو سے وہ مقام کھود دیا تو آجرہ نے اوسکو بطور حوض بنانا شروع کیا اور اوسکا پانی لیکر مشکیزہ مین بھرتی تھین حالانکہ
بعد اوس چلنے کے وہ جوش کرتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اسمعیل علیہ السلام کی والدہ پر اللہ تعالے
رحم کرے کہ اگر وہ اوسکو بہتا چھوڑ دیتین تو زمزم ایک عمیق چشمہ ہوجاتا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر آجرہ نے پانی پیا اور اپنے فرزند کو پلایا اور فرشتہ
نے اونسے کہا کہ تم اپنے ضائع ہونیکا خوف نکرو کہ یہان بیت اللہ ہی جسکی عمارت یہ لڑکا اور اوسکا باپ بناوینگے اور اللہ تعالے اپنے بندون کو ضائع
نہین فرماتا ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیت العتیق اوس زمانہ مین ٹیلہ کی طرح زمین سے بلند تھا اور جب سیل آجاتی تو اوسکے دائین بائین ہو کر
نکل جاتی تھی پھر ہمیشہ روز یہی حال رہا یہانتک کہ قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ یا ایک خاندان جرہم کے لوگ جانب کدا سے آکر اسفل مکہ مین
اوترے یعنی راہ مین لیا گیا تو اونھون نے دیکھا کہ اکثر پرند اوڑتے ہین تب آپس مین کہنے لگے کہ یہ پرند تو پانی کے گرد اوڑا کرتے ہین اور ہم تو یا
اس وادی مین آئے اور کبھی پانی نہین پایا پس اونھون نے ایک یا دو آدمی دوڑائے کہ ناگاہ اونھون نے دیکھا کہ پانی کا ایک چشمہ ہی جب اونھون نے
بہت خوشگوار پانی پایا اور دیکھا کہ پانی کے پاس آجرہ مادر اسمعیل ہین تو اونسے عرض کیا کہ اگر آپ ہمین اجازت دین تو ہم بھی اس پانی کے پاس اوتر پڑین
آجرہ نے کہا کہ اچھا لیکن اس پانی مین تمہارا حق نہو گا کہنے لگے کہ یہ ہمکو منظور ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ
یہ اتفاقی بات تھی کہ مادر اسمعیل خود چاہتی تھین کہ یہان کوئی مونس ہو پھر جرہمیون نے اپنے گھر والون کو بلایا وہ سب آکر یہین اوترے یہانتک
کہ مکہ مین اونکے چند گھر ہوگئے اور یہ لڑکا بڑا ہوا تو جوانی مین اون سب سے انفس و اعجب تھا اور اونہین سے زبان عربی سیکھی پھر آجرہ نے انتقال
کیا حالانکہ جرہم نے اپنی لڑکی حضرت اسمعیل کو بیاہ دی تھی اسکے بعد ابراہیم علیہ السلام دیکھنے آئے (مشہور یہ کہ اٹھارہ برس کے بعد آئے تھے)
جب گھر مین پہونچے تو اسمعیل علیہ السلام کو نپایا اور اونکی بہو سے پوچھا تو اوسنے کہا کہ ہمارے واسطے رزق تلاش کرنے گئے ہین (تیر سے شکار
مار لاتے تھے) پھر ابراہیم نے اس عورت سے بسر اوقات کا حال پوچھا تو اوسنے عرض کیا کہ ہم لوگ بری طرح سختی و تکلیف مین ہین یعنے اپنی بسر
اوقات کی شکایت کی ابراہیم نے فرمایا کہ جب تیرا شوہر آوے تو کہیو کہ ایک بوڑھے نے سلام کہا کہ اور یہ کہہ گیا ہی کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل
دے پھر جب اسمعیل آئے تو جیسے کسیکو آہٹ مل جاتی ہی اپنی زوجہ سے پوچھا کہ کیا کوئی آیا تھا بولی کہ ہان ہمارے یہان ایک ایسا ایسا بوڑھا آیا تھا

اور ہمسے تمھارا حال پوچھا تو ہمنے کہدیا اور ہمسے ابلہ اوقات کو پوچھا تو مین نے کہا کہ ہم لوگ سختی و تکلیف مین ہین اسمعیل علیہ السلام نے کہا کہ تجھے کچھ وصیت کی ہی کہنے لگی کہ ہان تجھے کہا کہ تو اپنے شوہر کو سلام کہیو اور اوس سے کہیو کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دے اسمعیل نے کہا کہ یہ میرے باپ ہین اور مجکو حکم دیا کہ مین تجھے جدا کر دون پس اوسکو طلاق دیکر اوسکے گھر والون مین بھیجدیا پھر جرہم مین سے دوسری عورت سے نکاح کیا اور ابراہیم علیہ السلام ایک مدت تک نہین آئے پھر جب اللہ تعالے نے چاہا تب آئے اور اسمعیل کو نہ پایا اور اونکی بی بی یعنے اپنی بہو سے پوچھا تو اوسنے کہا کہ ہمارے واسطے رزق تلاش کرنے گئے ہین فرمایا کہ تم لوگ کس حال مین ہو وہ بولی کہ ہم اچھی طرح آسایش مین ہین اور اللہ تعالے کا شکر بیان کیا آپ نے کھانے پانی کو پوچھا تو اوسنے عرض کیا کہ گوشت و پانی ہماری غذا ہی آپنے دعا کی کہ الٰہی انکے گوشت و پانی مین برکت دے (اور ایک روایت مین ہی کہ اوسنے خدمتگذاری سے ایک پتھر پر بٹھلا کر سر دھلایا اور نہلایا) ابن عباس رضنے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اس زمانہ مین اہل مکہ کے یہان اناج نہ تھا اور اگر ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام اوسمین بھی برکت کی دعا فرماتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے مکہ کے اگر کہین کوئی شخص خالی گوشت و پانی پر اکتفا کرے تو موافق نہونگے پھر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تیرا شوہر آوے تو اوسکو سلام کہیو اور حکم دیجیو کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھے پھر جب اسمعیل علیہ السلام آئے تو پوچھا کہ کیا تمھارے یہان کوئی آیا تھا زوجہ نے کہا کہ ہان ایک سبز رنگ نورانی صورت آئے تھے اور اونکی تعریف بیان کی پھر تمھارا حال پوچھا تو مین نے بیان کیا پھر ہماری بسر اوقات دریافت کی مین نے کہا کہ ہم لوگ اچھی طرح ہین اسمعیل نے پوچھا کہ تجھے کچھ وصیت فرمائی کہا کہ ہان وہ تمکو سلام کہہ گئے اور حکم دیگئے کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ قائم رکھیو فرمایا کہ یہ میرے باپ ہین اور وہ چوکھٹ تو ہی کہ مجھے حکم دیگئے کہ تجھے اپنے نکاح مین رکھون پھر چند روز تک ابراہیم علیہ السلام نہین آئے پھر جب اللہ تعالے نے چاہا تب آئے اور اوسوقت اسمعیل علیہ السلام ایک درخت کے نیچے جو زمزم کے قریب تھا اپنے تیر درست کرتے تھے پھر جب اسمعیل علیہ السلام نے دیکھا تو کھڑے ہوگئے اور جس طرح باپ اپنے بیٹے کے ساتھ یا بیٹا اپنے باپ کے ساتھ کرتا ہی وہ مراسم پورے کیے پھر فرمایا کہ ای اسمعیل اللہ تعالے نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہی اسمعیل نے کہا کہ آپ حکم رب عز وجل پورا فرمائیے آپ نے فرمایا کہ تو میری اعانت کریگا کہا کہ جی ہان فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھے حکم دیا ہی کہ مین اس بلند ٹیلے پر بیت بناؤن پس دونون نے قواعد بیت کو اوٹھانا شروع کیا پس اسمعیل علیہ السلام تو پتھر لاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام اوسکو بناتے جاتے تھے جب عمارت اونچی ہوئی تو اسمعیل نے یہ پتھر لاکر رکھا اور ابراہیم نے اوسپر کھڑے ہوکر بنانا شروع کیا اور اسمعیل پتھر لاتے اور دونون کہتے جاتے تھے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ یہانتک کہ اوسکا دور پورا کیا۔ (رواہ عبد بن حمید و ابن ابی حاتم و ابن جریر وغیرہم) اور بخاریؒ کی دوسری روایت مین اسیکے مانند مذکور ہی اور اوسمین آیا کہ جب آجرہ نے کہا کہ تم مجھے کس پر چھوڑتے ہو تو ابراہیم نے فرمایا کہ اللہ کے بھروسہ پر پس آجرہ نے کہا کہ مین اپنے رب عز وجل کے بھروسہ پر راضی ہون اور اس روایت مین ہی کہ جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری تو پانی ابل آیا اور اس روایت مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ کی برکت بدعاے ابراہیم علیہ السلام ہی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ روایت آئی کہ ابراہیم علیہ السلام براق پر سوار ہوکر سرعت کے ساتھ مکہ مین ان لوگون کی زیارت کو آتے تھے پھر شام مین لوٹ جاتے تھے شیخ ابن کثیرؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا کہ ابراہیم علیہ السلام اول ہی مرتبہ بیت بناکر اسمعیل و اونکی والدہ کو چھوڑ گئے تھے اور شاید مراد یہ ہی کہ وہان پتھر رکھکر احاطہ کے مانند بنا گئے ہون۔ اور دوسری روایت ابن جریر مین ہی کہ حجر اسود کو جبرئیل علیہ السلام نے آسمان سے لاکر دیا۔ اور ابن ابی حاتم نے کعب احبار سے روایت کی کہ زمین کی پیدایش سے چالیس برس پہلے اللہ تعالے نے بیت العتیق کو پانی پر مثل جھاگ کے پیدا

کیا اور یہین سے زمین بچھائی گئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ابن جریر و قول سدی وغیرہ مین ہی کہ ریح الخجوج نے حضرت ابراہیم کو بیت العتیق کی جگہ بتلائی اور سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ حجر اسود تو جنت سے آدم علیہ السلام ساتھ لائے تھے اور جبرئیل نے ہند سے لاکر ابراہیم علیہ السلام کو سپرد کیا اور امام احمد کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ مین ہی کہ قواعد البیت پہلے سے موجود تھے پھر ابراہیم علیہ السلام نے اونکو بلند کیا۔ اور عبد الرزاق کی روایت عطاء سے مین ہی کہ اللہ تعالے نے ایک یاقوت جنت کو مقام بیت العتیق مین اتارا جو طوفان مین اوٹھا لیا گیا۔ اور عبد الرزاق نے عطاء سے روایت کی کہ پہلے کعبہ پانچ پہاڑون حرا و طور زیتا و طور سینا و جودی و احد سے ہی اور یہ بنا آدم علیہ السلام نے تھی اور اسی پر ابراہیم علیہ السلام نے بنایا ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ اسناد اگرچہ صحیح ہی لیکن اسمین بعض نکارت ہی اور بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حطیم منجملہ بیت اللہ کے ہی لیکن قریش نے جب خانہ کعبہ بنایا تو تنگی خرچہ کی وجہ سے اوسکو قواعد ابراہیم سے کم کر دیا اور اگر تیری قوم کا زمانہ کفر سے قریب نہوتا تو مین توڑ کر بناتا اور اسکے واسطے باب شرقی و باب غربی بناتا اور اسکی چوکھٹ زمین سے برابر کرتا (ورواہ مسلم وغیرہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنین متصل حجر کا استلام اسیواسطے چھوڑا کہ قواعد ابراہیم پر بیت کی بنیاد نہین ہوئی (الصحیحین)

(ذکر بنای خانۂ کعبہ)

بعد بنائے ابراہیم علیہ السلام کے ابرہہ نے ہاتھیون کا لشکر لیکر خانہ کعبہ گرانے کا قصد کیا جب بیب پہونچا تو قریش بہت پریشان ہوے اور عبد المطلب اوسکے پاس گئے تو اوسکو عبد المطلب سے ہیبت معلوم ہوئی اور عبد المطلب نے اوس سے بیان کیا کہ اس خانہ کا ایک رب ہی وہی اوسکی حفاظت فرماتا ہی اور اوسکے پاس سے چلے آئے پھر اللہ تعالے نے طیر ابابیل کو مسلط کیا کہ اونکی کنکریون سے ہاتھی مع لشکر ہلاک ہو گئے اور اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی پھر جب آپکی عمر پینتیس ۳۵ برس کی تھی یعنے نبوت سے پانچ برس پہلے قریش نے چاہا کہ سیل وغیرہ سے خانہ کعبہ کی بنیاد سست ہو گئی ہی اوسکو گراکر دوبارہ بنادین۔ محمد بن اسحق نے بیان کیا کہ قریش اوسکی چھت بھی بنانا چاہتے تھے مگر اوسکے گرانے سے خوفناک تھے اور بلندی صرف قد آدم تھی تو اوسکو بلند کرنا چاہتے تھے اور اسکی وجہ یہ واقع ہوئی کہ خانہ کعبہ کے چڑھاوے کا خزانہ جوف کعبہ کے گڑھے مین رہتا تھا اوسکو بعض لوگون نے چرا لیا اور یہ خزاعہ کے آزاد کیے ہوے دُوَیک نام غلام کے پاس پایا گیا تھا پس قریش نے اوسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور لوگ کہتے ہین کہ دُوَیک خود چور نہ تھا بلکہ چورون نے اوسکے پاس رکھا دیا تھا۔ ابن اسحق نے بیان کیا کہ تاجران روم مین سے ایک شخص کی کشتی مقام جدہ مین ٹوٹ گئی تو اوسکی لکڑیان پڑی ہوئی تھین اون لکڑیون کو لیکر قریش نے چاہا کہ چھت بنادین اور مکہ مین ایک قبطی بڑھئی رہتا تھا جسنے اونسے وعدہ کیا کہ مین پاٹنے کا سامان درست کر دونگا لیکن کعبہ کے گڑھے مین سے روزانہ ایک سانپ نکلکر دیوار پر بیٹھتا اور قریش اوس سے خوفناک ہوتے تھے کیونکہ جو شخص اوسکے قریب جاتا وہ پھن پھیلا کر منہ پھاڑ کر دوڑتا اسیطرح چند روز گذر گئے ناگاہ وہ اپنے معمول کے موافق دیوار پر بیٹھا تھا کہ اوسپر ایک پرند ٹوٹا اور پنجہ مین دبا کر لیگیا تب قریش نے کہا کہ ہمکو امید ہی کہ اللہ تعالے ہمارے کام سے راضی ہی کیونکہ اسوقت ہمارے پاس لکڑی کا سامان بھی موجود ہی اور بڑھئی بھی مل گیا اور اللہ تعالے نے سانپ کو بھی دور کر دیا پس سب لوگ اوسکے بنانے پر متفق ہوے تو عبد اللہ بن وہب بن عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم نے جاکر ایک پتھر اوکھاڑا لیکن وہ اوسکے ہاتھ سے چھوٹ کر پھر اپنے مقام پر گرا تو اوسنے قریش سے کہا کہ تم لوگ اس عمارت مین سوائے پاکیزہ کمائی کے کچھ بھی داخل نکرنا حتی کہ اسمین زنا یا سود یا کسی آدمی کا ظلم سے لیا ہوا مال نہو پھر قریش نے کعبہ کے ٹکڑے بانٹ لیے پس دروازہ کی جانب بنی عبد مناف اور بنی زہرہ نے لیا اور رکن اسود سے رکن یمانی تک بنی مخزوم نے لیا اور اونکے ساتھ چند قبائل قریش مل گئے اور پشت کعبہ واسطے بنی سہم و بنی جمح کے قرار پائی اور جانب حجر واسطے بنی عبد الدار بن قصی اور بنی اسد بن عبد العزی بن قصی اور بنی عدی بن کعب بن لوی کی قرار پائی لیکن لوگون نے

اوسکے گرانے سے خوف کیا تو ولید بن المغیرہ نے کہا کہ پہلے مین پیشقدمی کرتا ہون پس اوسنے کدال لیکر ایک پتھر گرایا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ سوائے بہتری کے ہمارا ارادہ نہین ہی پھر لوگون نے اس رات انتظار کیا کہ دیکھین کیا ہوتا ہی اگر ولید کو کچھ صدمہ پہونچا تو نہین گراوینگے ورنہ ہم جان لینگے کہ اللہ تعالے ہمارے فعل سے راضی ہی پھر صبح کو ولید بدستور اپنے کام پر پہونچا اور گرانا شروع کیا تب لوگون نے بھی گرانا شروع کیا یہانتک کہ بنیاد ابراہیم علیہ السلام تک نوبت پہونچی تب وہان ایک سبز پتھر نکلا جو دانت کی طرح آپسمین دور تک چپٹا ہوا چلا گیا تھا۔ ابن اسحق نے کہا کہ بعض راویون نے مجھسے بیان کیا کہ جو شخص گراتا تھا اوسنے دو پتھرون کے درمیان اوزار ڈالکر جدا کرنا چاہا تو پتھر کی جنبش ہونے سے تمام مکہ ہل گیا تو لوگون نے اسکو ویسا ہی چھوڑ دیا پھر قریش کے ہر گروہ نے اسکے بنانے کے واسطے علاحدہ علیحدہ پتھر جمع کیے پھر بنایا یہانتک کہ حجر اسود تک عمارت پہونچ گئی پس حجر اسود کو اوٹھاکر رکھنے مین تمام قبائل عرب نے مخالفت کی ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ مین ہی اسکو اوٹھاکر رکھون یہانتک کہ گفتگو طویل ہوئی اور لوگ قتال کے واسطے آمادہ ہوے حتی کہ بنو عبدالدار و بنو عدی بن کعب بن لوی نے ایک خون بھرے پیالہ مین ہاتھ ڈبوئے اور باہم موت پر معاہدہ کیا یعنے دونون لڑکر مر جائینگے اسیواسطے قریش نے انکو خونخوار کہنا شروع کیا غرضکہ چار یا پانچ روز تک قریش اسی حال پر رہے پھر مسجد مین اتفاق کر کے مشورہ قرار دیا کہ جو شخص اس مسجد مین پہلے آوے وہی تم مین فیصلہ کرے اور اوسکے فیصلہ پر راضی ہو جاؤ پس صبح کو سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوے جب قریش نے آپکو دیکھا تو کہنے لگے کہ بیشک یہ امین ہین ہم انکے فیصلہ پر راضی ہین اور سبھون نے آپکے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک کپڑا لاؤ جب وہ لوگ لائے تو آپ نے حجر اسود کو اوٹھاکر اوس چادر مین رکھا پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ اسکے ایک کونے کو پکڑلے اور سب لوگ اوٹھاکر اپنی جگہ پر پہونچاو پھر جب یہ لوگ اوس مقام تک لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو اوٹھاکر اپنے ہاتھ سے رکھا۔ مترجم کہتا ہی کہ بعض روایت مین ہی کہ آپ نے قریش سے فرمایا کہ تم سب قبائل ملکر مجکو وکیل کرو یا جملہ قریش اس فیصلہ پر بہت راضی ہوے۔ ابن اسحق نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین خانہ کعبہ اٹھارہ ہاتھ تھا اور قباطی لباس اوسپر پہنایا جاتا تھا پھر اسکے بعد لباس برود پہنایا گیا پھر حجاج بن یوسف نے اوسکو پہلے پہل دیباج پہنایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ برابر اسی عمارت قریش پر باقی رہا یہانتک کہ عبد اللہ بن الزبیرؓ کے زمانۂ خلافت مین سنہ ساٹھ ہجری کے بعد کچھ منہدم ہوا پس ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے جسطرح اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مین سنا تھا اوسیطرح موافق قواعد ابراہیمؑ کے بنایا کہ حجر و حطیم کو اوسمین داخل کر لیا جسکو قریش نے بوجہ کمی نفقہ کے خارج کر دیا تھا اور اوسکا ایک دروازہ شرقی اور دوسرا غربی اسطرح بنایا کہ زمین سے ملصق ہی پھر جب عبد اللہ بن الزبیرؓ نے شہادت پائی تو حجاج مذکور نے بعد حکم عبد الملک بن مروان کے اوسکو توڑکر بنائے قریش کے موافق بنایا کیونکہ عبد الملک بن مروان کو یہ حدیث نہین پہونچی تھی پھر جب عبد الملک کو تحقیق ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث تحقیقا روایت فرمائی ہی تو کہنے لگا کاش مجکو پہلے خبر پہونچتی تو جو کچھ ابن الزبیر نے برداشت کیا تھا اوسی پر چھوڑتا (کمارواہ عبد الرزاق ومسلم وغیرہما) پھر اسکے بعد جب خلفاے عباسیہ مین سے مہدی و ہارون الرشید کا زمانہ ہوا تو انھون نے امام مالک و دیگر علما رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارہ مین مشورہ کیا کہ خانہ کعبہ موافق بنائے ابن الزبیرؓ کے بناوین تو امام مالکؒ نے مشورہ دیا کہ ایسا مت کرو کہ آیندہ سلاطین اوسکو کھیل بناوینگے کہ ہر ایک اوسکو توڑکر اپنی خواہش کے موافق بنانا شروع کریگا لہذا مہدی و رشید نے اوسکو اپنے حال پر چھوڑ دیا (ذکرہ القاضی النووی) ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہر وہ برابر اسی حال پر رہیگا یہانتک کہ قیامت کے سامنے آخر زمانہ مین جبکہ روے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہیگا تو حبشہ مین سے ذوالسویقتین اوسکو بالکل منہدم کریگا جیساکہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہی ظاہر او اللہ واعلم یہ امر یاجوج و ماجوج کے خروج کرنے و ہلاک ہونے کے بعد ہوگا کیونکہ حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خروج یاجوج و ماجوج کے بعد بھی خانہ کعبہ کا حج و عمرہ کیا جائیگا (صحیح البخاری) اگر کہا جاوے کہ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ

علیہما السلام نے باوجود تحقیق ایمان ونبوت کے یہ دعا فرمائی ۔ کہ ربنا واجعلنا مسلمین لک ۔ تو اسکے کیا معنے ہین جواب یہ ہو کہ مسلم سے لغوی معنے مطیع ومخلص مراد لیے اور خود ہرچند مطیع ومخلص تھے لیکن تبرک کے طور پر اپنے اخلاص وطاعت کے ذیل مین اپنی ذریات مین سے ایک امت کے واسطے دعا کی بقولہ ۔ ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک ۔ یعنے ہماری ذریت مین سے بھی ایک گروہ کو اپنی طاعت کے واسطے مخلص فرما اور ابن ابی حاتم نے سلام بن ابی مطیع سے روایت کی کہ دونون پیغمبر اگرچہ مسلم تھے لیکن ادب کے ساتھ جناب باری تعالے مین اسلام واخلاص پر ثابت رہنے کی دعا فرمائی عکرمہؒ نے کہا کہ جب دونون پیغمبرون نے دعا کی کہ ہم دونون کو اپنے واسطے مسلم فرما تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ مین نے قبول کیا اور جب دعا کی کہ ہماری ذریات مین سے بھی ایک امت کو مسلمہ فرما تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ مین نے قبول کیا ۔ شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ ذریات سے عرب وغیرہ سب کا شمول مراد ہو کیونکہ ذریات ابراہیم علیہ السلام مین اولاد اسحق علیہ السلام بھی ہین لیکن حضرت سدیؒ سے روایت ہو کہ مراد عرب ہین ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اولاد ابراہیمؑ جو اسحق علیہ السلام سے پیدا ہوئی اسکے اسلام کی نفی نہین ہو مگر اس مقام پر سیاق با ولاد اسمعیلؑ ہو گویا اولاد اسمعیل کے لیے دعا فرمائی اسیواسطے آیندہ آیت مین ۔ ربنا وابعث فیہم رسولاً منہم الآیہ ۔ مین ایک رسول معظم کا اشارہ ہو اور بالاتفاق اس سے حضرت سرور عالم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہین چنانچہ عنقریب بیان آتا ہو ۔ مترجم کہتا ہو کہ تمام ذریات کے واسطے اسلام کی دعا نہین فرمائی کیونکہ قولہ تعالے لاینال عہدی الظالمین ۔ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اشعار ہو چکا تھا کہ ذریات مین سے بعض ظالم مشرک ہونگے لہذا التجا کی کہ جملہ مین سے ایک امت کو شرک وغیرہ سے مخلص فرما کر مسلمہ کر دے ۔ واضح ہو کہ اولاد صالح کیسی نعمت غیر مترقبہ ہو کیا نہین دیکھتے کہ وہ ایسے وقت کام آتی ہو کہ انسان مجبور معذور ہو ۔ حدیث مین ہو کہ جب آدمی مرجاتا ہو تو اسکا عمل منقطع ہوجاتا ہو سوائے تین کے ایک صدقہ جاری (مانند وقف وغیرہ کے جو برابر جاری رکھا جاوے) اور دوم علم جس سے انتفاع حاصل کیا جاوے اور سوم فرزند صالح جو اسکے لیے دعا کرتا رہے (صحیح مسلم من حدیث ابی ہریرہؓ) اگر کہا جاوے کہ قولہ ارنا مناسکنا ۔ (ہم کو ہمارے مناسک دکھلا) سے کیا مراد ہو ۔ عطاؒ نے کہا یعنے ہمکو مناسک کا علم دیدے ۔ مجاہدؒ نے فرمایا قربانیان مراد لین ۔ مترجم کہتا ہو کہ مجاہدؒ نے مناسک مین ذبائح کو شامل کیا ہو یا اعمال حج سب درحقیقت اپنے ارکان کی قربانی ہین لہذا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مانند قول مجاہدؒ کے عطاء وقتادہ سے بھی روایت ہو اور سعید بن منصور نے بسند جید روایت کی کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے مناسک دکھلانے کی دعا کی تو جبرئیل علیہ السلام آکر ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ پاس لائے اور کہا کہ قواعد اٹھائیے پھر ہاتھ پکڑ کر صفا کو لے گئے اور کہا کہ یہ شعائر اللہ مین سے ہو پھر وہان سے مروہ پر لائے اور کہا کہ یہ شعائر اللہ مین سے ہو پھر وہان سے منا کو لے گئے جب مقام عقبہ پر پہونچے تو درخت کے قریب شیطان کو کھڑا دیکھکر فرمایا کہ تکبیر کہکر اسکو مارو پس ابراہیم علیہ السلام نے تکبیر کہکر اسکو رمی کیا پھر ابلیس ہٹ کر جمرۃ الوسطی کے پاس کھڑا ہوا پھر جب جبرئیل وابراہیم علیہما السلام وہان پہونچے تو ابراہیمؑ سے کہا کہ اسکو تکبیر کہکر رمی کرو پس انھون نے تکبیر کہکر رمی کی تو ابلیس خبیث چلا یا حالانکہ وہ چاہتا تھا کہ حج مین کچھ دخل پیدا کرے مگر اوسنے قابو نپایا پھر جبرئیل علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کو لیکر مشعر الحرام پر آئے اور بتلایا کہ یہ مشعر الحرام ہو پھر ابراہیم علیہ السلام کو لیکر عرفات پر آئے اور کہا کہ جو کچھ مین نے دکھلایا وہ تمنے معرفت کے ساتھ پہچانا تو ابراہیمؑ نے کہا کہ ہان ۔ یہ کلمہ تین مرتبہ کہا (سعید بن منصور) اور اسیکے مانند ابو مجلز وقتادہؒ سے مروی ہو ۔ ابوداؤد الطیالسی نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب ابراہیم علیہ السلام کو مناسک دکھلائے گئے تو سعی صفا ومروہ کے درمیان اونسے شیطان نے معارض ہوا لیکن ابراہیم علیہ السلام نے سبقت فرمائی پھر جبرئیل علیہ السلام اونکو لیکر منی مین آئے اور کہا کہ یہ لوگون کے اترنے کی جگہ ہو پھر جب جمرۃ العقبہ پر پہونچے تو شیطان متعرض ہوا تو اوسکو سات کنکریون سے مارا کہ وہ چلدیا پھر ابراہیم کو لیکر حضرت جبرئیل جمرۃ الوسطی پر لائے

تو پھر شیطان متعرض ہوا پس اوسکو سات کنکریون سے مارا کہ وہ چلدیا پھر اونکو جمرۃ القصوی پر لائے تو پھر وہان شیطان متعرض ہوا پھر اوسکو سات کنکریون سے مارا تو بھاگ گیا پھر ابراہیم علیہ السلام کو لیکر مزدلفہ مین آئے اور کہا کہ یہ مشعر الحرام ہی پھر لیکر عرفہ مین آئے اور کہا کہ تمنے معرفت پائی یہی عرفہ ہی (الطیالسی) (تنبیہ) حدیث مین ہی کہ حجر اسود سفید تھا اوسکو بنی آدم کی خطاؤن نے سیاہ کیا۔ (الصحیح) سراج مین ہی کہ اللہ تعالی نے موضع بیت کو زمین کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا پس وہ پانی پر سفید تھا پھر اوسکے نیچے زمین بچھائی گئی اور جب اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اوتارا تو اونکے رفع وحشت کے واسطے بیت المعمور کو جو ایک یاقوت کا ہی جسکے دو دروازہ شرقی و غربی زمرد سبز کے ہین جنت سے اوتارا اور وہ اسی مقام پر تھا جہان بیت اللہ ہی اور آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ مین نے تیرے لیے ایک بیت اوتارا ہی تو اوسکے گرد طواف کیا کر جیسے میرے عرش کے گرد طواف کیا جاتا ہی اور اوسکے پاس نماز پڑھ جیسے میرے عرش کے گرد نماز پڑھی جاتی ہی اور اوسمین حجر اسود اوتارا جو سفید تھا پھر زمانۂ جاہلیت مین حائضہ عورتون کے چھونے سے سیاہ ہو گیا پھر آدم علیہ السلام نے زمین ہند سے ایک فرشتہ کی رہبری مین پیادہ اس بیت کے حج کا قصد کیا اور وہان پہونچکر مناسک کو پورا کیا۔ ابن عباس رض سے روایت ہی کہ آدم علیہ السلام نے ہند سے پیادہ چالیس حج ادا کیے۔ پھر یہ بیت تا طوفان نوح علیہ السلام موجود رہا پھر اللہ تعالے نے حکم طوفان کے ساتھ اسکو چارم آسمان پر اوٹھا لیا اب ہر روز اسمین ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہین جنکو دوبارہ اوسمین آنے کی نوبت نہین حاصل ہوتی اور حجر اسود کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کوہ ابو قبیس مین امانت رکھا حتی کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تو اونکو عطا کیا گیا۔ روایت ہی کہ بعد ابراہیم علیہ السلام کے قوم عمالقہ نے عمارت کعبہ کو بنایا پھر جرہم نے پھر قریش نے اور جب قریش نے بنایا تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پتھر لانے مین شریک تھے۔ مترجم کہتا ہی کہ آپ اپنے کاندھے پر پتھر لاتے تو آپ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب نے فرمایا کہ اے فرزند اگر تو بھی دوسرون کی طرح اپنی ازار اپنے کاندھے پر ڈال لیتا تو راحت ہوتی (قریش مین برہنگی کا لحاظ کم تھا) پس آپنے اونکے کہنے سے ایسا ہی کیا پس ستر کھولنا تھا کہ آپ غش کھا کر گرے اور آنکھین آسمان کی طرف پتھرا گئین پس جلدی سے آپ کا بدن مبارک ڈھانکا گیا تو آپ کو ہوش آیا پھر آپکو کسی نے برہنہ نہین دیکھا (رواہ الدارمی وغیرہ) قولہ۔ وتب علینا۔ اسمین توبہ کی درخواست بطریق تواضع وتعلیم ہی یا بطور شکر ہی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالے نے آپکے واسطے اگلے و پچھلے گناہ معاف فرمائے پھر آپ کیون اسقدر مشقت اوٹھاتے ہین تو فرمایا کہ کیا مین بندہ شاکر نہون مترجم کہتا ہی کہ توبہ درحقیقت رجوع الی اللہ عز وجل ہی یعنے اللہ تعالے اپنی رحمت سے اپنے بندہ پر توجہ فرمائے تو یہ ہر شخص کے واسطے نعمت ہی اور اسمین گناہ ہونا ضرور نہین ہی بلکہ اگر گناہ ہون تو عفو ہو جاینگے اور اگر نہون تو درجات بلند حاصل ہونگے ف بعض اشارات عرائس مین ہی قولہ تعالے ربنا واجعلنا مسلمین لک۔ واضح ہو کہ اسلام ظاہر و باطن پر وجہ کمال یہ ہی کہ جیسے اعضاے ظاہرہ خدمت خالق عز وجل مین جھکے ہون اسیطرح حواس باطنہ بھی اوسیکی جانب رجوع ہون تو ایسی حالت مین جمیع صفات بندہ تابع فرمان حق عز وجل ہو جائینگے اور ہر صفت کے واسطے حضرت خالق عز وجل کی صفات مین مثلاً ترحم و حلم جب ہی ٹھیک ہین کہ جب بندہ کا ترحم و حلم موافق ترحم و حلم الٰہی عز وجل ہو تو کمال اسلام کا حاصل یہ ہوا کہ بندہ کی صفات خارج ہون و صفات حق عز وجل ثابت ہون تاکہ اسکو فنا سے درجۂ بقا حاصل ہو۔ حضرت جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ظاہری اسلام یہ ہی کہ دوری و مسافت ساقط ہو جائے جس سے یاد و طاعت مین کوئی کلفت باقی نہین رہتی یعنے یہ طاعت بتکلف نہین بلکہ یہ محبت و شوق ہوتی ہی۔ شیخ فارس رح نے کہا کہ منجملہ اسلام کے یہ ہی کہ اسباب جبلی وتدابیر سے نظر ساقط ہو اور جمیع تابع فرمان حق ہو واللہ تعالے اعلم اور تتمہ دعا یہ ہی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ

اے رب ہمارے اور اوٹھا اون میں ایک رسول اونھیں میں کا پڑھے اون پر تیری آیتیں اور سکھاوے اونکو کتاب اور

الْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ع ۱۵

پکّی باتیں اور اونکو سنوارے توہی ہی اصل زبردست حکمت والا

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریات میں سے ایک امت مسلمہ کے ساتھ اونکے حق میں یہ بھی دعا فرمائی کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ۔ یعنے ہمارے پروردگار ایک دعا اور بھی یہ ہی کہ ان ذریات میں ایک رسول ونھیں میں سے مبعوث فرمائیو ف یعنے وہ رسول کسی غیر قوم میں سے نہو بلکہ اسی قوم میں سے ہو جسکی شان یہ ہو کہ۔ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔ ان ذریات پر تیری آیات کو تلاوت کرے اور اونکو کتاب و حکمت تعلیم فرماوے اور اونکو پاکیزہ کرے ف یعنے شرک و کفر وغیرہ نجاسات جنہم سے پاک کرے اور نیز ہر الیسی نارت سے پاک کرے جو جنت کے لائق نہین ہی چنانچہ بداخلاقیان ظلم و فسق و فجور وغیرہ بد اعمال سے پاک کرے۔ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ بیشک تو عزیز حکیم ہی۔ ف عزیز غالب جسکو کوئی چیز مانع نہو پس اللہ عزوجل کی جناب مین دعا کے ساتھ یہ ثنا کی کہ تو عزیز غالب ہی کہ جو چاہے کرے تجھے کوئی چیز مانع نہین ہی پس ہم بندون کی دعا قبول کرنے مین ہمکو پورا بھروسا ہی کہ اگر تیری حکمت عالی کے ساتھ یہ دعا قابل قبولیت ہو تو ضرور قبول ہو گی کیونکہ جو کچھ تو چاہے وہ واقع ہوتا ہی کیونکہ کوئی چیز الیسی نہین ہو سکتی جو تجکو مانع ہو اسیواسطے حدیث صحیح مین آیا ہی کہ جب تم لوگ اللہ تعالے سے دعا مانگو تو قبولیت کا یقین کرتے رہو کیونکہ جناب باری تعالے کو کوئی چیز مانع نہین ہو سکتی ہی (الصحیح) یعنے بندہ جب کوئی دعا مانگے تو ہرگز یہ خیال نکرے کہ یہ دعا کیسی ہو گی کیونکہ باری تعالے جل شانہ کی قدرت عالی مین کوئی چیز گران نہین ہی کیونکہ جو کچھ وہ چاہے فوراً ہو جاوے اور جس بندے کو چاہے جس لائق کردے لہذا حدیث مین ہی کہ آپ نے جنت الفردوس کی تعریف فرمائی کہ وہ سب سے اعلی ہی پھر صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ اللہ تعالے سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو (الصحیح) کیونکہ جس بندہ کو اللہ تعالے نے جنت الفردوس عطا فرمائی تو یہ اوسکے قبضہ قدرت مین ہی اور جب اوسنے جنت الفردوس دی تو اوسکو جنت کے لائق کردینا بھی اوسیکے اختیار مین ہی اسیواسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حمد و ثنا کی کہ اے رب تو عزیز حکیم ہی ہماری دعا قبول کرلے۔ ابو العالیہؒ سے روایت ہی کہ جب حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام نے یہ دعا کی تو حکم ہوا کہ تیری دعا قبول کی گئی اور یہ آخر زمانہ مین ہوگا یہی سدی و قتادہؒ سے روایت ہی شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہ دعا مستجاب موافق تقدیر الٰہی عزوجل کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین واقع ہوئی کہ آپ کو اللہ تعالے نے نسل ابراہیم علیہ السلام سے پیغمبر خاتم النبیین تمام عرب و عجم یعنے کل بنی آدم و جن سب کے واسطے مبعوث فرمایا حتی کہ جو آپ پر ایمان لاوے اوسکو جنتی کیا کیونکہ معرفت قبولیت و پاکیزگی جنت تو آپ ہی کی تعلیم حکمت پر منحصر فرمائی پس جو شخص آپ پر ایمان نہ لایا وہ جاہل ناپاک ہی تو جنت ایسے ناپاک جاہلون کا ٹھکانا نہین ہی۔ عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مین تو اللہ تعالے کے نزدیک اوسوقت خاتم النبیین تھا جب جسم آدم خاک گوندھی ہوئی مٹی تھا اور مین تمکو ابتدائے حال سے آگاہ کرون کہ مین اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہون اور اپنے برادر عیسی علیہ السلام کی بشارت ہون اور اپنی والدہ کا خواب ہون جو اونھون نے دیکھا تھا اور پیغمبرون کی مائین یہی دیکھتی ہین (رواہ احمد) خواب سے مراد یہ ہی کہ آپ کی ولادت مبارک سے کچھ پہلے آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب دیکھا کہ جیسے نور ظاہر ہوا جس سے ملک شام کے مکانات روشن ہو گئے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ مراد یہ ہی کہ اللہ تعالے کے نزدیک میرا خاتم النبیین ہونا تقدیر ازل سے متحقق تھا

جبکہ آدم علیہ السلام کا جسم خاکی تیار بھی نہیں ہوا تھا پھر اس تقدیر کو اول جس شخص نے ظاہر کیا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ بظاہر اسمین عاہین اگرچہ ابراہیم علیہ السلام نے صاف نام نہیں لیا لیکن غالباً اپنے امتیون کو آپ کے فضائل و شرائع سے آگاہ فرمایا تھا اور صابیہ و کنشرانیہ جہان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت ہوئی ہے وہ لوگ برابر خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے اور سال میں ماہ رمضان کا روزہ رکھتے تھے کہ یہی قبلہ ابراہیمؑ و قبلۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ شیخ نے کہا کہ اسوقت سے برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر امتیان نبوت میں معروف و مشہور رہا حتی کہ توریت و انجیل میں نازل کیا گیا حتی کہ بنی اسرائیل کے خاتم انبیاء یعنے حضرت عیسی علیہ السلام نے صریح فصیح نام بیان فرمایا چنانچہ بنی اسرائیل میں کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا اور کہا کہ مین اللہ تعالے کی جانب سے تمہارے واسطے رسول ہون درحالیکہ کتاب توریت کی جو میرے سامنے سو جو ہے تصدیق کرنے والا ہون اور تمکو ایک رسول مکرم کی خوشخبری سنانے والا ہون جو میرے بعد آویگا جسکا نام مبارک احمد ہے۔ ھ۔ اور یہ امر برابر متواتر ثابت ہے اور کثیر جماعت بادشاہ حبش و قیصر روم وغیرہم نے برابر اسکی گواہی دی حتی کہ اب کسی شخص کو توریت و انجیل کے بنائے ہوئے ترجمے لاکر مجال انکار نہیں باقی رہی شیخ نے لکھا کہ علما نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے ایام حمل میں یہ خواب دیکھا کہ ایک نور ظاہر ہوا کہ جس سے مکانات شام روشن ہو گئے آپکی والدہ نے یہ خواب اپنی قوم سے بیان کیا اور وہ اونمین شائع و مشتہر ہو گیا علما نے کہا کہ ملک شام کی خصوصیت میں اشارہ ہے کہ ملک شام میں آپکی نبوت مستقر ہوگی۔ مترجم کہتا ہے کہ کتب سابقہ میں اس طرح مذکور ہے کہ مقام ظہور حجاز اور مقام ہجرت طیبہ ہوگا اور ملک آپ کا شام ہوگا یعنے نبوت کے بعد جو سلطنت ہوتی ہے وہ ملک شام میں ہوگی۔ شیخ نے لکھا کہ اسیواسطے آخر زمانہ میں ملک شام ہی تمام اہل اسلام کا مرکز ہوگا اور وہین حضرت عیسی جامع مسجد دمشق کے سفید منارہ شرقی پر نازل ہونگے اسیواسطے حدیث صحیحین میں آیا کہ میری امت میں سے برابر ایک گروہ حق پر غالب رہیگا جو کوئی اونکی شرکت نکرے یا جو اونکی مخالفت کرے وہ اونکو کچھ بھی ضرر نہیں پہونچا ویگا یہانتک کہ حکم الٰہی آوے درحالیکہ وہ اسیطرح غالب ہونگے (الصحیحین) اور وہ لوگ شام میں ہونگے (صحیح البخاری) ابن عباس نے فرمایا۔ ویزکیہم۔ یعنے طاعت توحید و اخلاص کے ساتھ اونکو پاک فرماوے۔ قتادہ نے کہا کہ حکمت یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ حکمت جبھی حاصل ہوتی ہے کہ علم کے ساتھ عمل کو جمع کرے۔ بالجملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دونون بیٹون اسمعیل و اسحق کی نسل کے واسطے ایک پیغمبر عام کی دعا فرمائی جو اونکو تعلیم حکمت فرمائے اور یہ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر صادق نہیں آتا ہے کیونکہ انبیائے بنی اسرائیل صرف نسل اسحق علیہ السلام کے واسطے مخصوص تھے اور ملت ابراہیم علیہ السلام صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص ہے تو نسل ابراہیم علیہ السلام میں سے کسیکو انکار کی مجال نہیں ہے اور سابق میں بشارت گذری کہ اسی پیغمبر کی جانب تمام نسل ابراہیم کے ہاتھ پھیلے ہونگے لہذا فرمایا

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا

اور کون پسند نہ رکھے دین ابراہیم کا مگر جو بیوقوف ہوا اپنے جی سے اور ہمنے اوسکو خاص کیا دنیا میں

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور وہ آخرت میں نیک ہے جب اوسکو کہا اوسکے رب نے حکم بردار ہو بولا مین حکم میں آیا جہان کے صاحب کے

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ

اور یہی وصیت کرگیا ابراہیم اپنے بیٹون کو اور یعقوب اے بیٹو اللہ نے چن کر دیا ہے تمکو دین پھر نہ مریو

اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

مگر مسلمان

جب یہ بات متعین ہوئی کہ ذریات ابراہیم علیہ السلام تابع توحید ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یہ امر بھی مکرر بیان ہوچکا کہ توحید ایسی چیز نہیں ہے جسمین نسخ جاری ہو تو ملت ابراہیم علیہ السلام تمام ذریات پر لازم ہے لہذا فرمایا۔ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۔ کوئی نہین کہ ملت ابراہیم سے منہ موڑے سوائے اوس شخص کے جو اپنے نفس سے سفیہ ہو۔ ف یعنے اوسنے اپنے نفس کو نہ پہچانا کہ وہ مخلوق ہے اور اللہ عزوجل اوسکا خالق ہے بلکہ اوسنے کفر و شرک کیا تو کافر و مشرک ہی ملت ابراہیم علیہ السلام سے بیزار ہوگا اور یہ قطعی انحصار ہے کہ مومن کبھی سفیہ نہین ہوتا ہے اور کافر ہمیشہ سفیہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ احمق کون ہوگا جسنے اپنے خالق عزوجل کو نہ پہچانا لہذا یہود و نصاریٰ بدرجہ اولیٰ ملت ابراہیم علیہ السلام سے خارج ہیں کیونکہ جس احمق نے کہا کہ مسیح ابن اللہ ہے یا عزیر ابن اللہ ہے اوسنے پروردگار تعالےٰ شانہ کو نہ پہچاننے کی حماقت ہی نہین کی بلکہ بجائے توحید کے اوسنے باری تعالیٰ کی شان مین بدگوئی کی ہے جبکہ اوسمین مخلوق کے صفات ثابت کیے چنانچہ سابق مین اسکی توضیح بیان ہوچکی ہے کہ یہ سخت بدگوئی ہے یہین سے بعض علمائے تابعین نے استنباط کیا کہ جو شخص اپنے نفس سے جاہل نہو بلکہ اوسکو پہچان لے تو وہی اپنے رب عزوجل کو پہچان لیگا خطیب وغیرہ نے ذکر کیا کہ جب اوسنے نفس کو مخلوق و مجبور جانا تو خالق عزوجل کو پہچانا اور جب اوسنے تمام مخلوقات کو اپنے مثل مخلوق و محتاج دیکھا تو وہ شرک سے بیزار ہوا اور اوسنے خالق عزوجل کو مشابہت مخلوق سے پاک و برتر دیکھا اور اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے جمیع صفات کمال کا اقرار کیا اور یہی معنے قل ہو اللہ احد کے مین جو عین معرفت ہے اور اوسکی توضیح بہت طوالت چاہتی ہے بالجملہ یہ بدیہی ہے کہ ملت توحید یعنے ملت ابراہیم علیہ السلام سے وہی منہ موڑیگا جو اپنے نفس سے جاہل سفیہ ہے اس سے ظاہر ہوا کہ یہود و نصاریٰ سفہا و احمق اور ملت ابراہیمؑ سے خارج ہین اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ما کان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما۔ یعنے ابراہیم کچھ یہودی نہین تھے اور نہ نصرانی تھے ولیکن حنیف مسلم تھے۔ اور یہان فرمایا۔ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۔ اور ہمنے ابراہیم کو دنیا مین برگزیدہ فرمایا ف یعنے نبوت اور خلت عطا فرمائی اور اونکی ذریات مین قیامت تک نبوت دی۔ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ اور وہ آخرت مین صالحین سے ہے۔ ف پس یہ نعمت کاملہ ہے کیونکہ سفہاے یہود و نصاریٰ اپنی دنیاوی ثروت کی وجہ سے اپنے آپ کو اچھا سمجھتے ہین جیسے بہت سے مشرکون بت پرستون کو یہ وہم ہوتا ہے لہٰذا ذکر دیا کہ نعمت وہ ہے جو آخرت مین قبولیت ہو پھر اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے صفات اسلام کو بیان فرمایا۔ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۔ یعنے ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کر جبکہ ابراہیم سے اوسکے پروردگار نے فرمایا کہ اسلام لا۔ ف یعنے اطاعت و فرمانبرداری کر تو ابراہیم نے صرف یہی نہین کہا کہ اچھا بلکہ نہایت خوشی سے عرض کیا۔ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ کہا کہ مین رب العالمین کے واسطے اسلام لایا ف یعنے سراپا مین نے اپنے آپ کو اپنے رب عزوجل کے سپرد کردیا جو رب العالمین ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ بات امتحان ہوگئی کہ جب آگ مین ڈالے گئے تو کسی فرشتہ سے مدد نہ مانگی۔ ابو السعودؒ نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ اسی خوبی کے ساتھ حاضر ہونے سے اونکو مراتب عالیہ حاصل ہوے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض کے نزدیک قولہ تعالےٰ۔ اذ قال لہ متعلق اصطفینا ہے یعنے ہمنے ابراہیم کو برگزیدہ فرمایا جب وہ حکم کے موافق اس خوبی سے اسلام لایا لیکن مترجم کے نزدیک یہ صاحب کشاف وغیرہ معتزلیون کا فریب ہے کہ اوسنے اس ترکیب سے چاہا کہ یہ امر ثابت ہوجاوے کہ تقدیر سابق کوئی چیز نہین ہے بلکہ اب ایسا کرنے سے یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے حالانکہ اہل حق کے نزدیک ازل مین اونکو نبوت و خلت کے واسطے برگزیدہ فرمایا تھا جسکا ظہور دنیا مین ہوا پس حق یہی ہے کہ آیت کے یہ معنے ہین کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان جاہلون کو نصیحت فرمائیے جو ملت ابراہیم سے منحرف ہین اور دروغ دعوی کرتے ہین حالانکہ

ابراہیم علیہ السلام کی یہ شان تھی کہ جب اونسے پروردگار عزوجل نے توحید خالص کو فرمایا تو بخوشی اونھون نے رب العالمین کے واسطے سر جھکایا پس
ملت ابراہیم علیہ السلام پر وہی ہی جو اسیطرح عمل کرے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام نے مانند یعقوب علیہ السلام کے اپنی اولاد کو بھی تاکید فرمائی یعنے نسل
ابراہیم علیہ السلام مین یہ طریقہ مستمر چلا آیا چنانچہ فرمایا۔ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۔ اور ابراہیم نے اپنے بیٹون کو اس ملت
کی وصیت فرمائی اور یعقوب نے ف۔ پھر اسرائیل یعنے یعقوب کے بیٹے تو معلوم ہین اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹون کو وصیت فرمائی حالانکہ
دو بیٹے اسمعیل و اسحق مشہور ہین اور یعقوب پسر اسحق بھی بقول مشہور حضرت سارہ و ابراہیم کی حیات مین پیدا ہوے کیونکہ بحکم قولہ تعالے فبشرناہا
باسحق ومن وراء اسحق یعقوب ۔ یعنے ہمنے سارہ کو بشارت اسحق کی اور وراء اسحق کے یعقوب کی سنائی ۔ پس ظاہر یہ مراد ہی کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے
پسر اسمعیل و اسحق کو اور اپنے پوتے یعقوب کو اس ملت توحید پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی پھر یعقوب نے اپنی وفات کے وقت اپنے بارہ بیٹون کو
اسی ملت توحید کی وصیت فرمائی وصیت کا بیان یہ ہی کہ ۔ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ
مُّسْلِمُوْنَ ۔ ای میرے بیٹو خوب جان لو کہ اللہ تعالے نے تمہارے واسطے اس دین کو چُن دیا ہی پس تم کسی حالت پر انتقال نہ کیجیو سواے
اس حالت کے کہ تم مسلمان ہو ف۔ یعنے مرتے مرتے اسی دین پر قائم رہیو اور کبھی نہ چھوڑیو یہانتک کہ تمہاری جان نکل جاے کیونکہ جس حالت پر
آدمی مرتا ہی اوسی حالت پر اوٹھایا جائیگا اور واضح ہو کہ یہ وصیت خیر ہی اور بیان تقدیر نہین ہی پس جو شخص اس طرح نصیحت کرے یعنے بندہ کی خیرخواہی کا
قصد کرے وہ اپنے ثواب سے مستفید ہوگا اگرچہ وہ شخص جسکو نصیحت کی گئی اسپر قائم نرہے کیونکہ تقدیر مین اگر کوئی شخص جنتی ہی تو اوسپر آخر مین جنت
کے کام آسان ہو جاتے ہین بخلاف اسکے اگر دوزخی ہی تو آخر مین اوسپر دوزخ کے کام آسان ہو جاتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ آدمی اہل جنت کے
کام کرتا ہی یہانتک کہ اوسکے اور جنت کے درمیان فقط ایک ہاتھ کا فرق رہتا ہی پس تقدیر اوسپر غالب ہوتی ہی اور اہل دوزخ کے کام کر کے جہنم مین داخل
ہوتا ہی اور آدمی دوزخیون کے کام کرتا ہی یہانتک کہ اوسمین اور دوزخ مین ایک ہاتھ کا فرق رہجاتا ہی کہ اوسپر تقدیر غالب ہوتی ہی پس وہ اہل جنت کے کام کر کے
جنت مین داخل ہوتا ہی (الصحیح) بالجملہ ابراہیم و اسمعیل و اسحق و یعقوب و اسباط سب اسی ملت توحید پر قائم تھے اور برابر اسی ملت کی وصیت کرتے تھے اور
یہودیت و نصرانیت بعد انبیاء علیہم السلام کے پیدا ہوئی ہی کیونکہ یہودی بعد نزول توریت کے ایک مدت پیچھے پیدا ہوے اور نصرانی بعد زمانہ عیسی
علیہ السلام کے ظاہر ہوے جیسے ملت اسلامیہ مین فرقہ خوارج و روافض وغیرہ بعد قرن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرن صحابہ رضی اللہ عنہم کے ظاہر ہوے
ہین لہذا یہود و نصاری کا یہ دعوی کہ ہم لوگ ملت ابراہیم پر ہین بلکہ یہود کہتے کہ ابراہیم بھی یہودی تھے اور نصرانی کہتے کہ ابراہیم بھی نصرانی تھے یہ سب
محض افترا و کذب ہی چنانچہ رد فرمایا۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ

کیا تم حاضر تھے جسوقت پہنچی یعقوب کو موت جب کہا اپنے بیٹون کو تم کیا پوجوگے بعد میرے بولے ہم بندگی کرینگے

اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

تیرے اور تیرے باپ دادون کے رب کی ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق وہی ایک رب اور ہم اوسی کے حکم پر ہین

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

وہ ایک جماعت تھی گذر گئی اونکا ہی جو کما گئے اور تمہارا ہی جو تم کماؤ اور تم سے پوچھ نہین اونکے کام کی

ابن کثیر نے لکھا کہ اللہ تعالے نے مشرکین عرب پر جو اولاد اسمعیل علیہ السلام ہین اور بنی اسرائیل پر جو اولاد یعقوب علیہ السلام ہین یہ حجت قائم فرمائی

کر - اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ کیا تم لوگ حاضر تھے جب یعقوب کی موت آئی - ف پھر تم کیونکر کہتے ہو کہ یعقوب نے مرتے وقت اپنی اولاد کو یہودی ہو جانے کی وصیت فرمائی تھی تم محض جھوٹے ہو تم اوسوقت موجود نہ تھے - اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ - جب یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد تم کسکی عبادت کروگے - قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ - بیٹوں نے کہا کہ ہم لوگ عبادت کرینگے تیرے پروردگار کی اور تیرے آباء کے پروردگار کی - ف آباء باپ دادوں کو کہتے ہیں اور چچا بھی بمنزلہ باپ ہوتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ عم الرجل صنو ابیہ - یعنے آدمی کا چچا اوسکے باپ کی گود کا جوڑا ہے (کما فی الصحیح) لہذا ان لوگوں نے آباء کے بیان میں کہا - اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ - یعنے ابراہیم و اسمعیل و اسحق ف کیونکہ یعقوب علیہ السلام کے باپ اسحاق ہیں اور چچا اسمعیل ہیں اور دادا ابراہیم علیہم السلام ہیں پس کہا کہ ہم لوگ اوس پروردگار کی بندگی کرینگے جو تمہارا اور تمہارے آباء ابراہیم و اسمعیل و اسحق کا پروردگار ہے پھر تاکید فرمائی - اِلٰهًا وَّاحِدًا - یعنے ہم لوگ پروردگار وحدہ لاشریک کی عبادت کرینگے جو ہم سبکا پروردگار ہے ف پھر شبہہ ہوتا تھا کہ شاید یہ بطور تقلید ہو تو کہا کہ یہ تقلید نہیں ہے بلکہ تحقیق ہے - وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ - اور ہم تو اوسی رب عزوجل کے واسطے مومن مخلص ہیں - ف چونکہ اسوقت میں حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں وارد تھے جہاں یوسف علیہ السلام کو وزارت حاصل تھی لیکن سوائے بادشاہ کے اکثر قوم قبط بت پرست تھے گویا بنی اسرائیل نے اپنے باپ اسرائیل علیہ السلام کو اطمینان دلایا کہ ہم لوگ برابر اسلام مستقیم پر رہینگے بالجملہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صرف اخلاص توحید کی وصیت کی اور یہودیت کے بارہ میں کچھ ذکر نہیں کیا حالانکہ یہودیت تو عرصہ دراز کے بعد زمانہ موسی علیہ السلام سے پیدا ہوئی تو یہودیوں کا یہ کہنا محض غلط ہے کہ یعقوب نے اپنے بیٹوں کو یہودی ہونے کی وصیت کی تھی - مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطی رح نے جلالین میں یہ سبب نزول ذکر کیا لیکن اپنی کتاب لباب النقول میں کہا کہ مینے کسی کتاب مسند میں یہ قول نہیں پایا اور بیضاوی نے بھی یہ اعتراض کیا کہ یہاں استفہام انکاری نہیں بنتا ہے کیونکہ اس دعوی کے واسطے اونکا حاضر ہونا ضروری نہ تھا کیونکہ ممکن ہے کہ خبر متصل پہونچی ہو لہذا تحقیق مقام یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں یہ بیان تھا کہ ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو توحید اسلام کی وصیت فرمائی اور یعقوب نے بھی یہی وصیت فرمائی - ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت الخ - یعنے بلکہ یعقوب کی موت کے وقت تو تم لوگ یعنے تمہارے باپ دادے خود حاضر تھے جب اونھوں نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت فرمائی تو معلوم ہوا کہ یہی اسلام سب انبیا علیہم السلام کی ملت واحدہ ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا - وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون - یعنے تجھسے پہلے ہمنے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر آنکہ ہم اوسکو یہی وحی بھیجتے رہے کہ کوئی الوہیت والا معبود نہیں ہے سوا میرے پس تم لوگ میری ہی عبادت کرو - ھ - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء ہیں جو علاتی اولاد ہیں کہ ہمارا دین واحد ہے اور شریعتیں جدا جدا (کما فی الصحیح) اگر کہا جاوے کہ موت حاضر ہونے کے وقت یعقوب علیہ السلام نے کیونکر وصیت فرمائی جواب یہ ہے کہ اللہ تعالے جب کسی پیغمبر کو وفات دینا چاہتا ہے تو اوسکو دنیا میں رہنے یا آخرت میں آنے کا اختیار دیتا ہے (کما فی الصحیح) لہذا جب یعقوب علیہ السلام کو اختیار دیا گیا تو اوسوقت اونھوں نے وصیت فرمائی (مسئلہ) اگر زید مرا اور اوسکا باپ موجود نہیں بلکہ اوسکا دادا موجود ہے تو وہ بجائے باپ کے میراث پاویگا چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالے نے ابراہیم علیہ السلام کو آباء میں شمار کیا حالانکہ وہ یعقوب علیہ السلام کے دادا ہیں اور یہی مذہب حضرت ابوبکر الصدیق و ام المومنین عائشہ و قول حسن بصری و طاؤس و عطار و ایک جماعت سلف و خلف ہے اور یہی ابوحنیفہ کا مذہب ہے اور باقی فقہاء کے نزدیک دادا اوسکے بھائیوں کا شریک ہوگا اور یہی ایک جماعت صحابہ و تابعین کا قول ہے (تنبیہ) قولہ تعالے - الٰہا واحدا - بدل الٰہک ہے جیسے قولہ تعالے - بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ - میں ہے - پھر یہود اپنی جہالت سے دعوی کرتے

تھے کہ یہ لوگ ہمارے باپ دادے ہیں تو ہماری بد اعمالیوں سے ہمکو بچا وینگے پس اللہ عزوجل نے اونکا زعم توڑ دیا اور فرمایا تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یہ ایک امت تھی کہ گزر گئی۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ۔ جو کچھ اس امت صالحہ نے کمایا وہ اونہیں کے واسطے تھا۔ ف پس تمکو اونکی نیکیوں سے نفع نہیں ہوگا نہ اونکی طرف نسبت لگانے سے کوئی فائدہ ہے۔ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ۔ اور تمہارے واسطے خاص کر وہی ہوگا جو تمنے کمایا۔ ف پس اگر تمنے اپنے اعمال میں رضاے الٰہی عزوجل کا وسیلہ پایا ہے تو ممکن ہے کہ بحکم قولہ تعالےٰ الحقنا بہم ذریتہم الآیۃ۔ کہ اون اولیا کے ساتھ لاحق کیے جاوین جیسے حدیث صحیح مین آیا المرء مع من احب۔ آدمی اوس شخص کے ساتھ ہوگا جسکے ساتھ محبت رکھتا تھا۔ (الصحیح) یعنے ایمانی محبت جسکے ساتھ رکھتا ہو اوسکے ساتھ کر دیا جاویگا اگرچہ اعمال مین اوسکے برابر نہو چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ بعد ایمان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اتنی خوشی کسی چیز سے حاصل نہیں ہوئی جتنی اس حدیث مبارک سے ہوئی اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت ہے اگرچہ میرے اعمال اونکے مثل نہیں ہین (رواہ الترمذی) لیکن یہ سب اسوقت حاصل ہوگا کہ اوسنے ایمان و توحید مین خلاف نکیا اور یہ سب محض فضل الٰہی عزوجل ہے اور یہود و نصاریٰ نے توحید و اسلام چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا پس یہ لوگ منقطع ہو گئے اور اس آیت مین اون لوگون کا رد ہے جو اپنے نیک بزرگون پر تکیہ کرکے خود فسق و فجور مین مبتلا ہو جاتے ہین اور یہ تکبر کرنا خود تقریب کفر ہے جبکہ اپنے باپ دادون کو اپنے بچانے مین قادر سمجھنے لگتے ہین کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ان لیس للانسان الا ماسعی۔ یعنے آدمی کے واسطے وہی ہے جو اوسنے کوشش کرکے کمایا ہے۔ پھر اگر اوسنے اپنی کوشش سے اسقدر کمایا ہو جس سے اوسکی مغفرت ہو جا تو البتہ اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا کہ ان ذریات کو اونکے آبا صالحین کے ساتھ لاحق کرینگے پس یہود و نصاریٰ جب کفر و شرک مین مبتلا ہو گئے تو اس لائق نہیں رہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیۃ۔ یعنے اللہ تعالےٰ اسکو نہیں بخشتا کہ اوسکے ساتھ شرک کیا جاوے۔ تو معلوم ہوا کہ جب یہ لائق مغفرت نہین تو لائق شفاعت و الحاق بھی نہیں ہے لہذا ان مشرکون کو فرمایا۔ وَلَا تُسْئَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اور جو کچھ وہ لوگ کرتے تھے اوس سے تم لوگ نہیں پوچھے جاؤگے۔ ف پس صاف معلوم ہو گیا کہ تم اونکی نیکیون سے نفع نہ پاؤگے اور نہ وہ تمہاری بدکاریون کے ذمہ دار ہونگے بلکہ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا ضامن ہے کما قال تعالےٰ۔ وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ الآیۃ۔ یعنے ہمنے ہر آدمی کے ساتھ اوسکا نامہ اعمال لازم کر دیا کہ وہ کبھی جدا نہوگا اور فرمایا۔ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ یعنے کوئی گنہگار دوسرے کے گناہ نہیں اوٹھاویگا۔ پھر واضح ہو کہ میدان قیامت مین اول تو اسلام و کفر مین امتیاز ہوگا پس حضرت ابراہیم و اسمعیل و اسحق و یعقوب و اسباط و دیگر انبیاء علیہم السلام سب اپنے اپنے سایہ مین ہونگے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جو لواء الحمد عطا کیا جائیگا جمیع انبیاء مع آدم علیہم السلام کے اوسکے سایہ مین ہونگے پھر اوسکے بعد جو لوگ ایمان پر مرے ہین اگرچہ وہ گنہگار ہون وہ بھی انبیاء علیہم السلام کی تبعیت مین کیے جائینگے اور جو لوگ کفر و شرک مین مبتلا ہوے خواہ اسطرح کہ وہ اسلام ہی نہیں لائے جیسے نمرود و فرعون و اونکی قومین یا اسلام سے نکلکر مشرک و مرتد ہو گئے جیسے یہود و نصاریٰ وغیرہ تو یہ سب خارج کرکے شیطان کے ساتھ کیے جائینگے کیونکہ کافر و مشرک کے واسطے کوئی حساب و کتاب نہیں ہے اگرچہ قصاص و سزا ہو پس یہ لوگ بلا حساب کے جہنم مین بھیجے جائینگے اور جو لوگ کہ انبیاء علیہم السلام کے تابع رہے ہین اونمین بعضے گروہ مثل چاند و سورج کے بغیر حساب کے جنت مین بھیجے جائینگے مگر سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے ایسی امتی داخل ہونگے کیونکہ حدیث مین آیا کہ اللہ تعالےٰ نے جنت کو سب پر ممنوع کیا ہے یہانتک کہ مین داخل ہوون (الصحیح) پھر دوسرا گروہ اہل ایمان وہ ہے کہ بعد حساب کتاب کے مغفور ہو یعنے اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ مغفور ہے تو اونکے سامنے صرف نامہ اعمال پیش کیا جائیگا اور

حساب مین کچھ مناقشہ ہوگا پھر یہ لوگ اگرچہ اعمال کی راہ سے نیچے درجہ کے لائق ہون لیکن اللہ تعالے بذریعہ شفاعت و اپنے فضل کے انکو انکے بزرگون کے ساتھ لاحق فرمائیگا یا تبیہ اگر وہ جو حساب کے مناقشہ مین پڑا تو اونمین سے بہتیرے بذریعہ شفاعت انبیاء و صالحین و ملائکہ کے عفو فرمائے جاوینگے اور بعضون کے گناہ بذریعہ آگ کے پاک کیے جاوینگے لیکن بہرحال یہ لوگ جنتی ہین اور دوزخی نہین ہین اور بعد مغفرت کے امید ہے کہ یہ بھی اپنے بزرگون کے ساتھ لاحق ہون خواہ کل یا بعض بہرحال ایمان اسمین اصلی مدار ہے پس جو لوگ کہ اسلام و توحید سے غافل ہوکر کفر و شرک مین مبتلا ہو جاتے ہین وہ جب مغفور ہی نہون تو ہرگز اپنے بزرگون کے ساتھ لاحق نہین ہو سکتے بلکہ یہ لوگ تو صالحین سے منقطع ہوکر مشرکین و کفار مین داخل ہوگئے تو انکا پیشوا وہی انکا بزرگ ہے نعوذ باللہ من الکفر و الضلال (تنبیہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے بقول مشہور دو ہین۔ اسمعیل و اسحق اور مقاتل نے مدین و مداین کو زیادہ کیا اور بعض نے کہا آٹھ اور بعض نے کہا چودہ مگر یعقوب انکے پوتے یعنے اسحق کے بیٹے ہین اور اونکے بیٹے بارہ ہین روبیل و شمعون و لاوی و یہوداو یشخر و زبولون و دان و نفتالی و جاد و آشیر و بنیامین و یوسف واللہ تعالے اعلم

فـ عراقس مین ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا اسلام یعنے اپنے آپ کو تسلیم و تفویض کرنا یہانتک پورا ہوگیا تھا کہ جب فرزند کے ذبح کا حکم دیا گیا تو اوسکو پورا کیا اور فرزند کا اسلام بھی کامل تھا کہ اپنی گردن جھکائی اور وہ اسمعیل علیہ السلام تھے لہذا جو شخص اقتدا کرے اوسکا اسلام جبھی ٹھیک ہے کہ غیر حق کا لگاؤ چھوڑے اور جو چیز حق سے مانع ہو اوس سے منہ موڑے اور امر قضا و قدر کے آگے سر جھکائے اور نفس سرکش کے مقابل ہو کہ اوسکو مخالفت سے محفوظ رکھے اور خلق خدا پر شفقت کرے اور دینی بھائیون کے ساتھ صادق ہو اور اونکے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرے اور کسی سے معارضہ نکرے اور نہ بدلہ لے الا جو حق ہو اگر کہا جاوے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت مین اسمعیل و اسحق اور انکے بیٹون کے ساتھ مین اونکے پوتے یعقوب بھی داخل تھے بلکہ یعقوب نے اپنے بیٹون کو خود اسلام کی وصیت فرمائی پھر کیا بھید تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی مین کہا کہ یا اسفی علی یوسف۔ جواب دیا گیا کہ یہ بھائی تعلق کے لحاظ سے نہ تھا کیونکہ اہل ایمان کی شان ہے کہ اونکو سب سے زیادہ اللہ تعالے سے محبت ہے کما قال تعالے۔ والذین آمنوا اشد حبا للہ الآیۃ پھر شان نبوت اس سے بہت بلند ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کے دوسرے بھائی بنیامین کو گم کرنے کے بعد یہ کلمہ فرمایا تھا حالانکہ جب فرزندی مین وہ نکو شامل نہین کیا پس مقام اسرار مین یہ خاص بھید فقط یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھا اور نہ اونکی محبت خالص اللہ عزوجل کے واسطے کامل تھی اور اسلام مین وہ اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کی وصیت پر قائم تھے واللہ تعالے اعلم مترجم کہتا ہے کہ تمام مدارک آیات و تحقیق اسلام سمجھ لینے کے بعد صاف تحقیق ہوگیا کہ یہود و نصاریٰ کو معنے اسلام سے کچھ بھی حصہ نہین ہے اور بنی اسرائیل کے نسب پر مغرور ہونا عین جہالت ہے اسیواسطے حدیث مین وارد ہوا کہ آخرت مین جسکے عمل نے کوتاہی کی اوسکا نسب کچھ کام نہ آویگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس مقام پر یہ تحقیق یاد رکھنا چاہیے کہ خود اسلام و ایمان بھی عمل ہے پس اگر اسلام صحیح ہو تو آخرۃ جہنم سے نجات پاویگا کیونکہ اسلام و ایمان کے فقط یہ معنے نہین ہین کہ دل مین کسی چیز کا یقین بیٹھ جاوے کیونکہ یہ تو غیر اختیاری ہوتا ہے اسمین آدمی کے فعل کا کچھ دخل نہین ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ بہتیرے یہود و نصاریٰ کے دل مین صاف بیٹھ گیا تھا کہ محمد صلعم بیشک پیغمبر ہین حالانکہ وہ کافر جہنمی ہے جبکہ اونھون نے انکار کیا پس ایمان کے واسطے یہ ضرور ہے کہ اپنے دل مین یقین جما دے اور امور غیبی پر ایمان لاوے اگر اوسکا نفس اوسکے ساتھ جھگڑا کرے اور شک ڈالے مگر وہ ہمیشہ اپنے نفس کو مارے اور دلی اعتقاد کو نہ چھوڑے اور واضح ہو کہ یہ کیفیت بھی چند ہی روز رہتی ہے پھر جب دل منور ہوگیا تو خود ہی اوسکو حق نظر آنے لگتا ہے اور اوس روشنی مین کرشید طان و نفس خود ہی تباہ ہو جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ دل کو حق پر جمانا ہی اسلام ہے اور یہ فعل قلبی بہت اعلیٰ فعل ہے بلکہ جب دل سے یقین لایا اور دل کو اسی پر جمایا تو فوراً قصد کیا کہ جو کچھ فرائض و واجبات اسلام ہین

سب کو اپنے اپنے وقت پر ادا کریگا اور جسقدر ممنوعات ہیں سب سے باز رہیگا تو اس نیت کے موافق اوسنے تمام شرائع اسلام ادا کرنیکا ثواب پایا اور تمام ممنوعات سے بچنے کا ثواب پایا پھر جب اوسپر کسی نماز فرض کا مثلاً وقت آیا اور اوسنے ادا کی تو دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ یا زیادہ تک ثواب پاتا ہوگا پس معلوم ہوا کہ اسلام لانا خود بھی عمل ہے حتی کہ اگر اسلام صحیح ہو لیکن شامت نفس سے بدکاریوں میں مبتلا ہو کر مرا اگر دل میں یقین اسلام ٹھیک تھا تو وہ دائمی جہنمی نہوگا بلکہ خواہ عفو کیا جاوے یا بدکاریوں کی سزا پاکر چھوٹے بہرحال وہ اہل جنت میں سے ہے کیونکہ اوسکے ساتھ عمل و یقین موجود ہے پس حاصل یہ ہے یہود و نصاری جو منافقین کے گروہ میں ایمان نہیں ہے تو عمل بھی نادر ہے اور تعجب ہے کہ باوجود اسکے لوگوں کو اپنی گمراہی کی جانب بلاتے تھے کما قال تعالیٰ

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○

اور کہتے ہیں ہو جاؤ یہود یا نصاری تو راہ پر آؤ تو کہہ نہیں ہم نے پکڑی راہ ابراہیم کی جو ایکطرف کا تھا نہ تھا شریک والوں میں

معالم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ آیت قدسی مدینہ کے یہودیوں کعب بن الاشرف و مالک بن صیف و وہب بن یہودا و ابو یاسر بن اخطب وغیرہ کے حق میں اور نصارائے نجران یعنے عاقب وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی جنمیں سے ہر ایک اپنی حقیت کا دعوی کرتا تھا مترجم کہتا ہے کہ بات یہ واقع ہوئی کہ نجران کے نصاری مدینہ میں آئے اور یہودی بھی اکٹھے مجتمع ہوئے پس پہلے تو دونوں فریق نے باہم مخاصمہ کیا حتی کہ یہودیوں نے نصرانیوں کی تکفیر کی اور عیسی علیہ السلام و انجیل سے انکار کیا اور اسکے جواب میں نصرانیوں نے یہودیوں کی تکفیر کی چنانچہ سابق میں مفصل مذکور ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ انکے قلوب پر شیطان و کفر مستولی تھا پس انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں دلیری کی چنانچہ محمد بن اسحق نے اسناد جید کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابن صوریا کانا جو خیبر کے یہودیوں کا عالم تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ ہم لوگ جس مذہب پر ہیں اوسکے سوائے کوئی ہدایت نہیں ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اوسنے کہا کہ تم بھی اسکو مانو تو ہدایت پاؤ نصارائے نجران نے اسکے معارضہ میں اپنے حق میں ایسا ہی بیان کیا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا۔ یعنے ان گمراہوں نے کہا کہ تم لوگ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤگے۔ ف۔ مراد یہ ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ یہودی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤگے اور نصاری نے کہا کہ نصرانی ہو جاؤ تو ہدایت پاؤگے پس اللہ عزوجل نے ان دونوں گمراہوں کو ایک میں شامل کرکے رد کردیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ۔ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا۔ کہدے کہ نہیں بلکہ ملت ابراہیم کی جو حنیف تھا۔ ف۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ تقدیر کلام یہ ہے کہ۔ بل نتبع ملة ابراهيم حنيفا۔ اور دوسروں نے کہا کہ بل اتبعوا ملة ابراهيم حنيفا یعنے اونکے قول سے انکار کیا کہ اوس سے ہدایت نہیں پاؤگے بلکہ اتباع کرو ملت ابراہیم حنیف کی تو ہدایت پاؤ۔ مترجم کہتا ہے کہ یعنی زیادہ بلیغ ہے کہ اسمیں زیادہ خصوصیت نہیں فرمائی بلکہ تحقیق کردیا کہ تم لوگ دعوی ہدایت میں جھوٹے ہو اور ہدایت وہی ہے جو حضرت عالم الغیب عزوجل نے حکم دیا کہ ملت ابراہیم کی اتباع کرو پس ہم لوگوں نے اوسکی اتباع کی پس جو کوئی اوسکی اتباع کریگا وہی ہدایت پر ہوگا کیونکہ حنیفیت یعنے مستقیم و یکسو تن جانب حق اسی ملت ابراہیم کی صفت ہے اور خود ابراہیم علیہ السلام بھی اسی صفت پر تھے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ اور ابراہیم کچھ بھی مشرکین میں سے نہ تھا۔ ف۔ پس شرک و کفر کبھی ملت ابراہیم میں داخل نہوگا اور یہاں یہود و نصاری پر تعریض ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دین توحید سے مرتبہ خلیل اللہ پایا اور برابر اپنے بیٹوں کو اسکی وصیت فرمائی اور اونکے بیٹے پوتوں نے برابر اسکی تاکید فرمائی پس تم لوگ جو کھلے ہوئے مشرکین میں سے ہو بالکل ملت ابراہیم سے خارج ہوگئے کیونکہ وہ بالکل مشرک نہ تھے اور تم بالکل مشرک ہو۔ ابو قلابہؒ نے فرمایا کہ حنیف وہ ہے جو اول سے آخر تک سب پیغمبروں پر ایمان لاوے (ابن کثیر) ابو امامہ رضی سے

مرفوع روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین سہل ملت حنیفیہ کے ساتھ بھیجا گیا ہون (احمد وسنن) اور فرمایا کہ سہل ملت حنیفیہ اللہ تعالے کو محبوب ہی (احمد وادب المفرد للبخاری وغیرہ) اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفات مین وارد ہوا کہ ایمان اونکے دلو نمین پہاڑ سے زیادہ بھرا ہوا تھا مگر آسانی دینے والے نے تکلف لوگ تھے (کما رواہ الدارمی) اسی مقام سے کہا گیا کہ بعضے لوگ جو بوجہ وہم وغیرہ کے اپنے اوپر تنگی لیتے ہین وہ نادانی سے شیطان کو اپنے اوپر قابو دیتے ہین اور اسیواسطے علماے حقانی نے ایسے اوہام سے سخت ممانعت فرمائی ہی اور واضح ہو کہ جو شخص ابتدا سے انتہا تک جمیع رسولون پر ایمان لایا اوسنے اپنے دین کو خالص اللہ تعالے کے واسطے کر دیا اور معرفت سے آگاہ ہو گیا پس وہ شرک سے بیزار ہو گا لہذا اللہ تعالے نے اہل ایمان کے واسطے آیندہ ایک حکم صاف صریح نازل فرمایا جس سے تمام مشرکون و گمراہون کے وساوس سوختہ ہو گئے اور کسیکو وسوسہ ولانے کی مجال نہین ہی چنانچہ یہود و نصاریٰ وغیرہ کو رد کرنے کے بعد حکم فرمایا بقولہ تعالے

قُولُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

تم کہو ہم نے یقین کیا اللہ تعالے کے ساتھ اور جو اوتارا گیا ہماری طرف اور جو اوتارا گیا ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اور اوسکی اولاد کی طرف اور جو کچھ ملا ہی موسی اور عیسی کو اور جو کچھ سب پیغمبرون کو دیا گیا ہی اپنے رب کی طرف سے ہم انکے درمیان مین

اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○

کسی پیغمبر مین بھی تفریق نہین کرتے ہین اور ہم تو اوسی کے حکم پر گردن جھکائے ہین

اللہ تعالے نے پہلے تو مومنون کو ملت ابراہیم کا حکم دیا اور نصرانیون و یہودیون کو اس سے خارج کر دیا اور تعریض فرمائی کہ ملت حنیفیہ ابراہیم علیہ السلام سے یہ یہود و نصاریٰ کیونکر خارج نہونگے کہ یہ لوگ تو مشرک ہین حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کچھ بھی مشرک نہین تھے پھر یہودیون و نصرانیون کے خارج ہونے کی توضیح دراز کی ضرورت نہین بلکہ مومنون کو حکم دیا کہ اپنا عقیدہ حقہ جو عین ملت ابراہیم ہی ظاہر کرین تاکہ خود یہود و نصاریٰ خارج ہون اور اس سے عقیدۂ حق بھی ظاہر ہو گیا پس یہ بلیغ اعجاز ہی کہ اصل مقصود یعنی ایمان مومنین کی تحقیق ہو گئی اور درمیان سے اہل باطل مانند یہود و نصاریٰ و مشرکین عرب کے خارج ہو گئے اور آیندہ انہین سے جسکو راہ راست کی ہدایت و توفیق ہو وہ خود ادراک کرلے اور بالتبع اسمین بکثرت فوائد ہین چنانچہ فرمایا۔ قُولُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ۔ تم کہو کہ ہم لوگ ایمان لائے اللہ تعالے کے ساتھ ف اور یہان مجمل یہ کہ ہمنے دل سے مان لیا کہ بیشک اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہمارا اور سب کا رب اپنی ذات و صفات کے ساتھ حق ہی اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوسکے بندہ و رسول حق ہین اور جو کچھ اللہ تعالے نے نازل فرمایا سب حق ہی کیونکہ کسی شخص کا ایمان وحدانیت صحیح نہین ہوتا جب تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کو یقین نکرے کیونکہ حدیث ابن عباس رض مین وفد عبدالقیس کے بارہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو چار باتونکا حکم دیا از انجملہ اول یہ کہ اللہ تعالے وحدہ پر ایمان لاوین پھر آخر مین فرمایا کہ یہ تمنے جانا کہ اللہ وحدہ پر ایمان کیا ہی انھون نے عرض کیا کہ اللہ و رسول ہی کو خوب علم ہی فرمایا کہ یہ کہ۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ پس ثابت ہوا کہ توحید الٰہی کے یہ معنے نہین کہ اللہ تعالے کو ایک کہے یعنے جیسے گنتی مین ایک دو کا شمار ہوتا ہی کیونکہ شمار و گنتی تو اللہ تعالے نے مخلوق فرمائی ہی تو اسکی ذات پاک کو ایک کی گنتی کیونکر لاحق ہو سکتی ہی بلکہ یہ معنے ہین کہ وہ اکیلا الوہیت والا ہی یعنے الوہیت سواے اللہ تعالے کے کسی فرد کے واسطے نہین ہی پس جمیع صفات حق عزوجل اسی کے لیے خالص رکھے تو لامحالہ رسول مبعوث کرنا اسی کے افعال الوہیت سے ہی پس جسنے کسی رسول کا انکار کیا اسنے الوہیت و توحید الٰہی سے انکار کیا تو وہ

کافر مشرک ہے اور جسنے کسی مخلوق کو نفع یا ضرر پہونچانے والا مستقل جانا وہ مشرک ہو گیا جیسے یہود نے اپنے انبیاء و اولیاء کی نسبت اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت خیال کیا لہٰذا مشرک ہوے بلکہ یہود تو بوجہ کفر عیسیٰ علیہ السلام کے اور نصاریٰ بوجہ انکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الوہیت سے کافر ہو گئے ۔ حتیٰ کہ اس زمانہ میں جو کوئی مسلمانوں میں سے جاہلانہ اعتقاد کرے وہ خارج ہو جائیگا اگرچہ وہ کسی ولی معروف کی نسبت اعتقاد کرے کیونکہ ولی مقبول تو خالص بندہ حق عزوجل ہے تو وہ ایسے مشرک سے خود بیزار ہو گا جیسے عیسیٰ علیہ السلام ان مشرک نصرانیوں سے بیزار ہیں ۔ پھر یہاں ایمان تفصیلی اسطرح ہے کہ اللہ تعالےٰ و ملائکہ و انبیاء و کتب و روز آخرت و جنت و دوزخ وغیرہ جمیع حقائق کا اعتقاد کرے ۔ پھر یہاں بمقابلہ یہود و نصاریٰ کے بعض وہ امور ذکر فرمائے جنکے انکار سے یہ لوگ کافر و مشرک ہو کر ملت حنیفیہ سے خارج ہو گئے تھے اور یہ تو معلوم ہو چکا کہ جو کوئی اللہ تعالےٰ پر ٹھیک ایمان لایا وہ اسکی کمال الوہیت پر ایمان لایا لہٰذا جب اہل اسلام کو حکم دیا کہ کہو ہم اللہ تعالےٰ کے ساتھ یقین لائے تو جمیع حقائق اسمیں آگئے حتیٰ کہ تقدیر بھی قطعاً حق ہے اور وہی ہمارے افعال کا بھی مثل ہمارے خالق عزوجل ہے اور یہ وہم نہو کہ آدمی تو زنا و چوری وغیرہ کرتے ہیں ۔ جواب یہ کہ جب بندہ نے زنا کاری کمائی چاہی تو اسکے عزم پر اللہ تعالےٰ اسمیں یہ فعل پیدا کر دیتا ہے جیسے بندے کام میں آرزو کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ دیدیتا ہے پھر یہ بندہ چور و زانی ہو گیا جیسے رنگریز نے کپڑا اسرخ رنگا تو وہ رنگریز کلگوں نہیں بلکہ کپڑا ارغوانی ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالےٰ خالق ہے اور مخلوق اس وصف نیک یا بد سے متصف ہوتا ہے ۔ پس ہم یقین لائے اور وسوسۂ شیطانی کو دور کیا اور دل صاف خالص جانا کہ اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک ہے ۔ تو جمیع عقائد حقہ پر یقین لائے ۔ پھر اسکے ساتھ بعض امور جنکے انکار سے یہود و نصاریٰ کافر و مشرک ہو کر خارج ہو گئے تھے بیان فرمائے کہ ۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا ۔ اور یقین لائے اس چیز پر جو ہمارے جانب نازل فرمائی گئی ف اور وہ قرآن مجید ہے اور حدیث بھی اسمیں اسوجہ سے شامل ہے کہ وہ بھی بوحی خفی نازل ہے پس ہم ایمان لائے کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف لائے سب حق ہے ۔ وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ ۔ اور ساتھ ہی یقین لائے اس چیز پر بھی جو اتاری گئی ابراہیم و اسمعیل و اسحق و یعقوب و اسباط کی جانب ف اسباط جمع سبط جسکا اطلاق اکثر پوتوں پر ہوتا ہے اور یہاں اولاد یعقوب علیہ السلام کی نسل مراد ہیں جو خود حضرت ابراہیم و اسحق کے پوتے پر پوتے بھی ہوے ۔ بہر حال یہ لوگ اسباط کہلاتے ہیں شیخ سیوطی رح نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفہ نازل ہوے تھے شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابو العالیہ و ربیع و قتادہ رح نے فرمایا کہ اسباط بارہ اولاد یعقوب ہیں اور ہر ایک کی اولاد میں ایک گروہ کثیر ہوا تو ہر گروہ کو سبط اور ان سبکو اسباط کہنے لگے ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بنا پر حضرت یعقوب کے ہر بیٹے کی نسل کو سبط کہتے ہیں خلیل رح نے کہا کہ بنی اسرائیل میں اسباط اسی طرح کہلاتے ہیں جیسے بنی اسمعیل میں قبائل عرب کہلاتے ہیں اسیکے مانند امام بخاری رح کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ آیت میں ظاہر یہ ہے کہ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی صحائف نازل ہوئی اسی طرح حضرت اسمعیل و اسحق و یعقوب و انکی اولاد و پوتوں پر بھی نزول ہوا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے بھی انہیں انبیاء کا ہونا محتمل ہے اور قول موسیٰ علیہ السلام بھی مشعر ہے کہ اذ جعل فیکم انبیاء الآیۃ یعنے نعمت الٰہی یاد کرو کہ اسنے تم میں انبیاء کیے اور محتمل ہے کہ آیندہ کے لیے ہو اور سابق میں بارہ اولاد یعقوب ہوں ۔ پھر واضح ہو کہ اسباط بنی اسرائیل کا ذکر کیا اور قبائل بنی اسمعیل کا ذکر نہیں تو یہ دلیل ہے کہ حضرت اسمعیل کی جانب وحی کا نزول ہوا پھر قبائل عرب میں کوئی پیغمبر نہیں گذرا یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں سے مبعوث فرمایا ۔ بالجملہ جو کچھ اللہ تعالےٰ کسی پیغمبر پر نازل فرمایا ہم سب پر ایمان لائے اور انہیں سے خاص طور پر حضرت موسیٰ و عیسیٰ کی تصریح فرمائی بقولہ تعالےٰ ۔ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى ۔ اور ہم اسپر بھی یقین لائے جو موسیٰ و عیسیٰ کو دیا گیا ۔ ف کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے حق ہے اور موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توریت دی گئی اور ساتھ میں جو کچھ وحی ہوئی ہو وہ بیان

ہیں داؤد علیہ السلام کو زبور عطا ہوئی لیکن کہا گیا کہ زبور صرف حمد وثنا ہے جسکو داؤد علیہ السلام خوش الحانی سے ادا کرتے تھے اسیواسطے جب
حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن کو نماز تہجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ جا کر سنا تو فرمایا کہ اسکو مزامیر آل داؤد سے
ایک مزمار عطا ہوا ہے۔ اور احکام تو اوسوقت بھی برابر وہی واجب تھے جو توریت میں نازل ہوے اور برابر توریت کا حکم مستمر رہا یہانتک کہ حضرت عیسی
علیہ السلام مبعوث ہوے تو اسوقت انجیل نازل ہوئی جسمیں بعض احکام توریت منسوخ کیے گئے اور باقی احکام توریت محکم رہے اسیواسطے نصاری
توریت کو عہد عتیق اور انجیل کو عہد جدید کہتے ہیں اور جو احکام کہ توریت میں سے اسوقت منسوخ ہوے ازانجملہ حرمت شراب وچربی وگوشت شتر
وغیرہ ہے کہ یہ انجیل میں حلال کر دیے گئے اور جہاد کا حکم منسوخ ہو گیا حالانکہ برابر دو ہزار برس تک بنی اسرائیل پر جاری رہا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ سلیمان
بن حبیبؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے ہمکو یہی حکم دیا کہ ہم توریت وانجیل کے حق ہونے پر ایمان لاویں اور یہ نہیں حکم دیا کہ ہم انکے احکام پر عمل کریں
مترجم کہتا ہے کہ جمیع اہل اسلام اسی پر متفق ہیں کہ اللہ تعالے نے جو توریت وانجیل نازل فرمائی تھی وہ بیشک کتاب الٰہی اور حق ہے ولیکن جو
ترجمہ کہ زبان اردو یا فارسی وغیرہ میں اسوقت ہمکو دیے جاتے ہیں ہم انکی تصدیق یا تکذیب کچھ نہیں کرتے ہیں کیونکہ جب یہود ونصاری سے کتاب الٰہی میں
تحریف کرنا بدلائل قاطعہ ثبوت ہو چکا تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ کون حکم اصلی اور کون محرف ہے بلکہ اسوقت خود یہود ونصاری کو بھی یہ تحقیق نہیں
معلوم ہے اور ہزاروں الفاظ میں جو اختلاف معنوی موجود ہے اسکی نسبت وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ پڑھنے والوں کی غلطی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اچھا وہ
پڑھنے والوں ہی کی غلطی سہی لیکن آخر یہی نتیجہ نکلا کہ اب نہیں معلوم ہو سکتا کہ اصل کون لفظ اور کیا حکم ہے پس جبکہ ایک قوم کے پاس ایسی
کتاب ہو کہ جسمیں یہ معلوم ہو سکے کہ اصلی حکم کیا ہے تو یہی شریعت کا مٹنا کہلاتا ہے اور خود نصاری منتظر ہیں کہ بعد عیسی علیہ السلام کے ایک روح مقدس
آنے والا ہے تو وہ یہ انصاف سے دیکھیں اور پہچانیں کہ وہ یہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مع شریعت حقہ قرآن مجید ہیں۔ بہرحال ہم ایمان لاتے ہیں
کہ جو کچھ موسی وعیسی علیہما السلام کو عطا ہوا تھا حق ہے۔ وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ۔ اور ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ پیغمبروں کو
انکے رب عزوجل کی طرف سے عطا ہوا ہے سب حق ہے۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے مومنوں کو حکم دیا کہ اللہ تعالے پر ایمان
لاویں اور اللہ تعالے کی سب کتابوں اور سب رسولوں کی تصدیق کریں۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ توریت وزبور وانجیل پر ایمان لاؤ لیکن قرآن مجید تم کو کافی ہے۔ (رواہ ابن ابی حاتم) خلاصہ یہ کہ بنظر اختلاف یہود و
نصاری کے حضرت ابراہیم سے لیکر حضرت عیسی علیہ السلام تک بعضے انبیا علیہم السلام کو مفصل بیان فرمایا پھر جمیع انبیا علیہم السلام کو مجمل کر
دیا کہ ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ۔ ہم انمیں سے کسی ایک میں بھی تفرقہ نہیں کرتے ف
اور کسی پیغمبر یا کتاب آسمانی کو نہیں جھٹلاتے ہیں۔ کیونکہ الوہیت خالص اللہ تعالے کے واسطے ہے پہلے سے جمیع انبیا علیہم السلام کو کلمۂ توحید
لا الہ الا اللہ کے ساتھ بھیجا اور احکام عملی میں البتہ اپنی حکمت ومشیت کے ساتھ ہر عہد میں اسکے موافق احکام دیے اور یہ اسکو ہر وقت
اختیار ہے۔ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ اور ہم سب تو اسی کے واسطے مخلص مطیع ہیں ف وہ جو کچھ چاہے حکم فرماوے مثلاً شریعت
توریت میں شراب حرام تھی پھر انجیل میں مباح کی گئی پھر شریعت اسلام میں بعد ہجرت مدینہ کے ایک مدت گذر کر اسکو حرام کر دیا۔ اس آیت قدسی
سے معلوم ہوا کہ اسلام یہی عین شریعت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھی کہ ہر حال میں اللہ تعالے کے حکم پر گردن جھکانا اور جمیع انبیاء وکتب پر
ایمان لانا اور ہم اسی شریعت پر ہیں اور یہی اللہ تعالے نے حکم فرمایا برخلاف مشرکین عرب کے کہ انھوں نے صریح بت پرستی کی اور نبوت سے
انکار کیا اور برخلاف یہود کے کہ انھوں نے باوجود تحریف توریت وشرک وغیرہ کے صریح خباثت یہ کی کہ حضرت عیسی علیہ السلام وحضرت

خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انجیل و فرقان سے کفر کیا اور یہ خلاف نصرانیون کے کہ باوجود شرک قبیح و بہتان صریح و تحریف کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا بلکہ یہودی و نصرانی نصاری تھے باہم ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل کی تو یہ سب ملت ابراہیم علیہ السلام سے خارج ہین اور الحمد للہ کہ ہم لوگون کو جس طرح اللہ تعالے نے حکم فرمایا ہم ایمان لاتے ہین کہ اللہ تعالے الوہیت و الا وحدہ لاشریک لہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے بندے رسول ہین جو کچھ انپر نازل کیا گیا قرآن و وحی خفی سب حق ہے اور جو کچھ ابراہیم و اسمعیل و اسحق علیہم السلام و جمیع انبیائے بنی اسرائیل و جمیع انبیا حضرت آدم سے لیکر آخر تک خواہ ہمکو انکا نام معلوم ہو یا نہ معلوم ہو سب حق ہین اور جو کچھ جس پیغمبر پر اللہ تعالے نے نازل فرمایا ہو سب حق ہے ہم کسی مین تفریق نہین کرتے کہ بعض پر ایمان لاوین اور بعض سے کفر کرین یا قرآن مجید کے بعض حکم کو مانین اور بعض سے انکار کرین جیسے یہود و نصاری نے کیا ہے بلکہ ہم بغیر تفریق کے سب پر ایمان لاتے ہین اور ہم اللہ تعالے ہی کے واسطے دین کو خالص کرنے والے ہین اللہ تعالے نے اہل ایمان کو ارشاد فرمایا کہ ان یہود و نصاری کو جو باہم تکفیر کرتے ہین یہی سناؤ اور دیکھو کیا کرتے ہین

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ

پھر اگر وہ لوگ یقین لائے اسی پر جسپر تم یقین لائے ہو تو بے شک راہ پر آگئے اور اگر انھون نے منہ موڑا تو اسکے سوا کچھ نہین کہ وہ پھوٹ مین پڑے ہین تو عنقریب تیری طرف سے

اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝

اللہ تعالے انکو کافی کریگا اور وہی خوب سننے والا جاننے والا ہے ہم نے لیا رنگ اللہ کا اور وہ کون ہے جو اللہ تعالے سے بہتر ہو رنگ مین اور ہم تو اسی کے لیے عبادت توحید کرنے والے ہین

یہ خطاب بھی مومنون کو عطا ہوا اور اسمین انکی تقویت و فضیلت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و معجزہ اخبار غیب ہے چنانچہ فرمایا۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا۔ پھر اگر انھون نے بعینہ اسی کو یقین کیا جو تمنے یقین کیا ہے تو راہ پا گئے ف یعنے اگر یہود و نصاری نے جو باہم ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہین اور راہ حق سے یعنے راہ مستقیم سے دائین بائین پھوٹ نکلے ہین بالکل اسی طرح مانین جیسے تمنے یقین کیا ہے تو راہ راست پر آگئے اور ٹھیک راہ اختیار کی سما حاصل یہ کہ اگر یہود و نصاری نے اللہ تعالے کے سب رسولون و سب کتابون کا اقرار کیا تو راہ راست پائی وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ۔ اور اگر انھون نے منہ موڑا تو یہ لوگ شقاق ہی مین پڑے ہین ف یعنے راہ مستقیم سے ایک شق مین یہودی جاتے ہین اور ایک شق دیگر مین نصرانی جاتے ہین چنانچہ حدیث معراج مین ایک روایت مین مذکور ہے کہ جب آپ روانہ ہوے تو راہ راست کے دائین شق سے ایک شخص نے دو مرتبہ پکارا کہ اے محمد راستہ ادھر میری طرف ہے جبرئیل نے کہا کہ آپ چلے چلین اور اسکو کچھ جواب نہ دین پھر آگے بڑھکر راہ سے بائین شق مین ایک شخص سے آواز دی کہ اے محمد ادھر میری طرف راہ ہے جبرئیل نے کہا کہ آپ چلے چلین اور کسیکو جواب نہ دین پھر بڑھکر ایک عورت حسینہ جمیلہ نظر پڑی تو جبرئیل نے فرمایا کہ چلے چلیے اور اسکی طرف التفات نہ فرمایئے پھر جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ وہ راہ سے دائین شق والا تو یہود تھا کہ اپنی طرف بلاتا تھا اور بائین طرف والا نصاری ہے اور یہ عورت دنیا ہے۔ رواہ الطبرانی مرسلا من طریق محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیحین کی بعض احادیث مین خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خط مستقیم کے دائین بائین بہت خطوط کھینچکر فرمایا کہ مستقیم تو راہ حق ہے اور یہ کج راہیان ضلالت ہین۔ م۔ ابو العالیہؒ نے فرمایا کہ شقاق یعنے فراق مین پڑے ہین ابن عباسؓ و عطاءؒ نے کہا کہ شقاق یعنے خلاف و منازعت مین ہین۔ معالم۔ بعض نے لکہا کہ آمنوا بمثل ما آمنتم بہ مین کلمہ مثل زائد ہے اور معنے یہ ہین کہ۔ فان آمنوا بما آمنتم بہ۔ یعنے جس چیز کے ساتھ تم ایمان لائے ہو اگر اسی چیز کے ساتھ یہ لوگ ایمان لاوین تو راہ راست پاوین۔ معالم و تبیان مین کہا کہ یہی قراءت ابن عباسؓ ہے اور کمالین مین کہا کہ یہ قراءت ابن مسعودؓ ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مومنین کا اعتقاد عین اسلام ہے اور یہ لوگ مثل

مثال ہے خط مستقیم
بائین کج
دائین کج
راہ مستقیم

اسلام کے کہان پاوینگے بلکہ بعینہ اسلام پر اعتقاد کرین۔ کشاف و بیضاوی وغیرہ نے کلمہ مثل کو بغیر تاکید کے بھی حجت تعجیز قرار دیا یعنی اس سے ان لوگون کو عاجز ٹھیرانا منظور ہی اور حجت کی تقریر یہہ ہی کہ تمام انبیاء سابقین وانکی امتون سے متواتر چلا آتا ہی کہ انکین دین توحید یہی تھا کہ الوہیت الٰہی عزوجل کے ساتھ ایمان لاوین مع اس اعتقاد کے کہ اللہ تعالےٰ کے سب رسول خواہ سابق ہون یالاحق ہون اور سب کتابین واحکام کل برحق ہین اور جب یہ متواتر ثابت ہوا تو یہی حق اور یہی ملت ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق واسباط وموسیٰ وعیسیٰ ہی پس اہل اسلام قطعًا اسی ملت پر ہین پس تم لوگ اگر اسکے مثل لاؤ تو البتہ ہدایت پر ہو حالانکہ یہہ امر معلوم ہی کہ اسکا مثل نداردہی بلکہ خود یہی ایک صراط المستقیم ہی تو یہ لوگ مثل کہان سے لاوینگے پس جب ہی حق پر ہونگے کہ بعینہ اسلام لاوین اور اپنے دعوے وانکار سے توبہ کرین۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہ حجت جمیع فرقہائے گمراہ پر ہی خواہ یہود ونصاریٰ ہون یاعرب کے بت پرست جو اپنے آپ کو ملت ابراہیم واسمٰعیل پر سمجھتے تھے۔ فان تولوا فانما ہم فی شقاق۔ یعنے پھر اگر بعد اس حجت واضح کے عین اسلام سے منھ موڑین تو یہ لوگ راہ حق سے کھوٹ کر مخالفت جہت مین پڑے ہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی کہ ان مخالفون کی کچھ پرواہ مت کیجیو کیونکہ اللہ تعالےٰ ہی تمام مخلوقات پر قاہر ہی اور اونکا فی الحال چھوڑ دینا کچھ اسوجہ سے نہین کہ معاذ اللہ یہ لوگ قبضۂ قدرت باہرہ سے باہر ہین بلکہ ارادۂ الٰہی انکے حق مین یون ہی متعلق ہی کما قال تعالےٰ۔ انما یرید اللّٰہ ان یعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا وتزہق انفسہم وہم کافرون۔ یعنے اللہ تعالےٰ کی ارادت کاملہ متعلق ہی کہ ان لوگون کو اس دنیاوی زندگی مین بھی بوجہ مال واولاد دنیاوی کے عذاب مین ڈالے اور اسی کفر کی حالت مین انکی جانین کھینچی جاوین۔ ھ۔ تو اپنے وقت تک جب تک انکو چھوڑیگا پھر آخر اپنے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ کے دین حق کو سب پر غالب فرماویگا لہٰذا فرمایا۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پس عنقریب اللہ تعالےٰ تیرے لیے انکو کفایت فرماویگا اور وہی خوب سننے جاننے والا ہی ف۔ یعنے عنقریب تجکو انپر فتح ونصرت کے ساتھ غالب فرماویگا چنانچہ یہی ہوا کہ ہجرت کے تیسرے سال مین آپ نے یہود کے فرقہ بنی نضیر کو ملک شام کی جانب نکالدیا اور آخر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت مین وہان بھی انپر خواری کا جزیہ باندھا گیا اور ہجرت کے پانچوین سال غزوۂ احزاب سے فراغت کے بعد آپ نے ہنوز کمر نہین کھولی تھی کہ آپکو بنی قریظہ پر جہاد کا حکم ہوا حتی کہ یہ مغرور لوگ مجبور ہوکر خوف کے مارے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حکم پر اترے اور سعد رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا کہ سوائے عورتون بچون کے سب قتل کیے جاوین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ اے سعد تمنے حکم الٰہی عزوجل کے موافق پایا۔ اور نصاریٰ نجران سب مطیع ہوے چنانچہ سورۂ آل عمران مین انکا عجیب واقعہ انشاء اللہ تعالےٰ بیان ہوگا۔ اس آیت مین آنحضرت صلعم کے واسطے معجزہ واضحہ ہی جیسے سورۂ آل عمران کی آیت مین قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جہنم الآیۃ۔ مین بھی صاف معجزہ ہی جب ان مدعی احمق یہودیون نے کہا تھا کہ اے محمد آپ نے قریش کے چند اوباش کو جو فن جنگ سے واقف نہین ہین مغلوب کیا تو یہ کچھ نہین ہی کیونکہ کبھی ہمارا مقابلہ ہو تو معلوم ہو کہ مرد ہمین لوگ ہین پس آپکو حکم ہوا کہ ان لوگون سے کہدیجیے کہ اے کافرو عنقریب تم لوگ مغلوب ہوکر جہنم کو محشور کیے جاؤگے۔ ھ۔ اور یا اللہ تعالےٰ سمیع علیم ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محض خیر خواہی سے ان لوگون کے حق مین دین ودنیا کی بہتری چاہی اور خود دنیا محض ہیچ ہی تو دائمی حیات ونعیم جنت مین پہونچانے کی کوشش بلیغ فرمائی حالانکہ اسکے جواب مین ان بدکارون کی طرف سے بدگوئی وعداوت کا عوض تھا پس اللہ تعالےٰ نے اپنی صفت پاک۔ سمیع علیم سے تسکین فرمائی۔ اور یہہ ہر عادل نیکوکار کے واسطے مقام تسکین ومسرت ہی کہ حق عزوجل اسکے افعال واقوال کا سمیع علیم ہی تو رحمت سے محرومی نہین۔ اور اسکے مخالفین کے اقوال وافعال کا سمیع علیم ہی تو وہ لوگ بالضرور اپنی سزا کو بہی چکھینگے۔ اور یہان ایک نکتہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو یہود ونصاریٰ دونون پر فتح ونصرت وغلبہ اسلام کی بشارت دی حالانکہ نصرانیون پر یہہ غلبہ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان

رضی اللہ عنہم کی خلافت میں پورا ہوگیا تو ان اماموں کے غلبہ کو عین آپکا غلبہ قرار دیا اسیواسطے حضرت خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت
بالاجماع خلافت نبوت ہی نہ خلافت سلطنت ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلامی باغیوں سے قتال کا حکم تعلیم کر دیا گیا (تنبیہ)
روایت ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے اور تلاش کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم پہونچے اور پہلے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
ایک سوراخ سے داخل ہوے اتنے میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص پہلے آوے اسکو جنت کی بشارت دے اور ایک روایت میں ہی کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ
عنہ کے لیے اجازت چاہی تو آپنے فرمایا کہ اجازت دے اور اسکو جنت کی بشارت دے پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے تو فرمایا کہ اجازت دے اور جنت کی بشارت دے پھر عثمان
آئے تو فرمایا کہ اجازت دے اور ایک بلوی پہونچیگا کہ اسپر جنت کی بشارت دے الحدیث (الصحیح وغیرہ) اور وقت وفات شریف کے عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر خفیہ
فرمایا اور عثمان کا رنگ متغیر ہوتا جاتا تھا کما فی الصحیح وغیرہ ۔ یہ سب اس بلوہ کا اشارہ ہی جو باغیوں نے آپکے زمانہ خلافت میں اٹھایا تھا حتی کہ آپ شہید ہوے اور صحیح حدیث میں
ہی کہ آپنے حضرت عثمان کو ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر اللہ تعالے تجھے کبھی یہ خلعت خلافت پہناوے اور لوگ چاہیں کہ تو اسکو اوتار دے تو مت اتاریو (الستہ وغیرہم) حضرت عثمان نے
نے محاصرہ بلوہ میں اسعذر پر اظہار کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے ایک عہد لیا کہ میں اسپر صابر ہون (بعض الصحاح) اور روایت پہونچی
کہ جس رات صبح ہونے شہید ہوے ہین تو اول باغیوں پر حجت قائم کی اور آپنے قسم لی کہ تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فلان فلان
و فلان بشارت جنت دی ہین ۔ باغیوں نے ہر ایک پر اقرار کیا کہ اللھم نعم ۔ یعنے ہان بیشک و اللہ صحیح ہی ۔ پھر یاد دلایا کہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ مع
حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے تھا کہ پہاڑ کو جنبش ہوئی تو آپ نے اسکو ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ بس تجھپر نبی و صدیق اور دو شہید ہین تو پہاڑ ٹھہر گیا ۔
باغیوں نے کہا کہ ہان و اللہ ٹھیک ہی پس آپنے باواز بلند تکبیر کہی اور فرمایا کہ واللہ یہ لوگ مجھپر گواہی دیتے ہین کہ میں شہید ہون (الصحیح وغیرہ) پھر بعد عشا کے
خفیف خواب کے بیدار ہو کر لوگون سے کہا کہ اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی حضوری کی بشارت دیتے ہین (باسناد صحیح) حتی کہ آخر رات شہید ہوے
تو اسوقت مصحف مجید آپ کی گود میں تھا حتی کہ قطرۂ خون ٹپک کر قولہ تعالے ۔ فسیکفیکھم اللہ الآیۃ پر گرا یہ کرامت شمار ہوئی چنانچہ اہل بغاوت بعد چیدہ سے
انواع محنت کے بعد مارے گئے باوجودیکہ کسی سے ظاہری قصاص نہین لیا گیا کیونکہ اہل بغاوت نے جب حضرت سیدنا علی رضی اللہ کی اطاعت کر لی
تو اب گذشتہ حرکات پر انسے مواخذہ نہین لیا جاتا ہی ۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ مجھے یونس بن عبد الاعلی نے پڑھ سنایا کہ ہمکو ابن وہب نے خبر دی کہ ہمسے زیاد بن یونس
نے فرمایا کہ نافع بن ابی نعیم نے بیان فرمایا کہ بعضے خلفا نے میرے پاس مصحف عثمان رضی اللہ عنہ اس غرض سے بھیجا کہ میں اسکی جلد وغیرہ مرمت کر دون ۔
زیاد نے کہا کہ میں نے حضرت نافع سے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہین کہ عثمان رضی اللہ عنہ جبکہ شہید کیے گئے یہ مصحف انکی گود میں تھا حتی کہ فسیکفیکھم
اللہ پر انکا خون ٹپک پڑا ۔ تو نافع نے فرمایا کہ واللہ میری ان دونوں آنکھوں نے اس آیت پر یہ خون مبارک دیکھا لیکن پڑا تا دامن تھا مترجم کہتا ہی کہ
حاصل تفسیر یہ ہوا کہ اہل ایمان کو اللہ تعالے نے یکرنگ توحید کا حکم دیکر ارشاد کیا کہ یہود و نصاری وغیرہ یا تو یہی رنگ توحید اختیار کرینگے یا اللہ تعالے
تمکو کفایت فرماویگا ۔ نصرانیون سے اصطباغ شرک قبول کیا یعنے جب کوئی نصرانی ہوتا تو مختلف ملتوں میں سے جس فرقۂ نصاری میں داخل ہوتا وہ
لوگ اسکو اپنے رنگ میں اصطباغ دیتے تھے لیکن ہر ایک شرک عین اصل ہی لہذا مومنون نے موافق حکم الٰہی عز و جل کے رنگ شرک سے
بالکل جدائی کر لی چنانچہ فرمایا ۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۔ یعنے صبغنا اللہ صبغۃ ۔ اللہ تعالے نے ہمکو رنگ دیا یکرنگ توحید ف یہ جملہ قولہ امنا باللہ
کا مضمون ہی اور قولوا ۔ کے تحت میں داخل ہی اسیواسطے حذف فعل واجب ہی کیونکہ ایمان توحید کا یہی حاصل متعین ہی کہ رنگ توحید کے سواے
کچھ داغ شرک نہو ۔ اور حاصل یہ ہوا کہ تم لوگ کہدو کہ اللہ تعالے نے ہمکو رنگ توحید الٰہی سے یکرنگ کر دیا ۔ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً
اور اللہ تعالے سے بہتر کون اصطباغ دینے والا ہی ف کوئی نہین پس نصرانیت یا یہودیت کا اصطباغ باطل و شرک و داغی ہی ۔ وَنَحْنُ

لَهٗ عٰبِدُوْنَ۔ اور ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عبادت کرنے والے ہیں ف کسی کو اسکے ساتھ شریک نہیں لاتے بخلاف مشرکین یہود و نصاریٰ و عرب کے۔ یہ بھی۔ قولوا۔ کے تحت میں داخل و مربوط ہی یعنے کہو کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے مخلص موحد ہیں۔ پس صبغۃ اللہ منصوب بربنائے مفعول مطلق ہی کہ وہ جملہ آمنا باللہ۔ کا حاصل ہی اور یہی قول امام سیبویہؒ ہے اور اسی کو زمخشریؒ نے کشاف میں اختیار کیا اور اسکی خوبی خود ظاہر ہی لہذا دیگر اقوال کو مترجم نے ترک کر دیا اور امام ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن عباسؓ و مجاہدؒ نے کہا کہ صبغۃ اللہ سے مراد فطرت الٰہی ہی یعنے دین توحید فطری کہ وہ یکرنگ صاف بدون داغ ہی۔ اور اسیکے مانند۔ ابو العالیہ و عکرمہ و ابراہیم نخعی و حسن و قتادہ و ضحاک و عطیہ و ربیع و سدی وغیرہم سے مروی ہی۔ ھ۔ اور یہ تشبیہ لطیف ہی کہ جیسے کپڑے پر رنگ ہوتا ہی اسیطرح ہر ملت والے پر اسکے دین کا رنگ ہوتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ مؤید اسکا قولہ تعالیٰ۔ لباس التقوی ذلک خیر ذلک من آیات اللہ الآیۃ۔ یعنے لباس تقوی ہی بہتر ہی اور وہ آیات الٰہی سے ہی۔ ھ۔ مترجم کہتا ہی کہ اسوجہ سے لباس تقوی ہر کافر و فاسق کو نظر نہیں آتا جو آیات الٰہی سے اندھے ہوتے ہیں ف مومن صادق کی پیشانی کا نور کب چھپا رہتا ہی یہانتک کہ شہدہ ہی بہ نور بعد موت کے عموماً ظہور کریگا جسکے آگے چاند سورج کی روشنی بے حقیقت ہی۔ اور حدیث میں لباس تقوی کی توضیح آئی ہی اور انشاء اللہ تعالیٰ لباس التقوی کی تفسیر میں احادیث و آثار کا ذکر آویگا۔ اور واضح ہو کہ طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ ذی النور کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی اسپر اسکا نور ظاہر کر دے تو انکی پیشانی سے مانگ تک نور ہو گیا کہ اندھیری رات میں انکو کسی چاند کی ضرورت نہ تھی لیکن طفیل رضی اللہ عنہ نے جو صادق الایمان تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شاید لوگ داغ کا شبہہ کریں تو آپ نے جانبین میں اشارہ کیا تو وہ دونوں کیسو میں تھا۔ اسیواسطے ذی النور لقب ہو گیا۔ معالم میں ہی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نصاریٰ میں دستور ہی کہ جب انمین لڑکا پیدا ہو کر سات روز کا ہوتا ہی تو نصرانیت توریت کی عقیقہ و ختنہ کے بجائے اسکو زرد رنگ میں جسکو آب معمودیہ کہتے ہیں غوطہ دیکر رنگتے ہیں کہ اب نصرانی ہو گیا پس اللہ عز و جل نے رد فرمایا کہ یہ ظاہری رنگا ہوا مقبول نہیں بلکہ مقبول وہ ہی جو دین الٰہی عز و جل سے منور ہو اور وہ اسلام ہی۔ ھ۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ تم ان خیالی دعوے والوں سے کہو کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے ایسے رنگ سے رنگا جو مثل تمہارے رنگنے کے نہیں ہی اور وہ طہارت اسلام سے سپید رنگ ہی جسپر حضرت نوح و ہود و ابراہیم و اسمٰعیل و اسحق و یعقوب وغیرہ انبیا علیہم السلام گذرے ہیں۔ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے اپنی اپنی تفسیر میں اور ضیاءؒ نے مختارہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسی علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا آپ کا پروردگار رنگ دیتا ہی۔ حضرت موسیؑ نے فرمایا کہ تم ایسے کلمات سے ڈرو پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ تو کہدے کہ ہاں میرا رب عز و جل رنگتا ہی یہ سرخ و سفید و سیاہ و کل رنگ میرے ہی رنگنے سے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قولہ صبغۃ اللہ و من احسن الآیۃ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابن مردویہ نے اسکو مرفوع حدیث روایت کیا لیکن ابن ابی حاتمؒ کے روایت میں ابن عباسؓ کا قول ہی اور یہی اشبہ ہی بشرطیکہ اسناد صحیح ہو۔ مترجم کہتا ہی کہ گویا اشارہ ہی کہ اسناد میں تردد ہی۔ بعض علماءؒ نے کہا کہ ما معمودیہ کی تردید تو فقط نصاریٰ ہی سے متعلق ہو گی حالانکہ یہ کلام تو یہود بلکہ مشرکین عرب کی بھی تردید ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اسکے دو جواب ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ تردید کا ہر جملہ ضرور نہیں کہ دونوں سے متعلق ہو۔ دوم صبغۃ اللہ سے درحقیقت رنگ مراد نہیں بلکہ مقصود تشبیہ ہی یعنے تم لوگ تو اپنے رنگ میں ہو جو اللہ تعالیٰ و اسکے رسولوں سے مخالف ہی حتی کہ تم میں سے نصرانیوں نے ما معمودیہ کو سچے نصرانی ہونے کی رسم نکالی ہی اور ہم لوگ اپنے اللہ تعالیٰ کے رنگ سے موحد خالص مطیع ہیں تو یہ بطور تشبیہ ہی اور اس استعارہ کی تقریر مفتاح و شرح مطول میں مفصل مذکور ہی پس ہم لوگ اس فطرت پر ہیں جسپر انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں اور تم اپنے خیالی رنگ پر مشرک ہو لہذا آئندہ آیت میں انکے اس خیال کی تردید فرمائی کہ تم اپنے خیال میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل و اسحق و یعقوب

واسباط کو اپنے رنگ یہودیت یا نصرانیت پر کہتے ہو حالانکہ اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ تم جھوٹے ہو بلکہ ہر شخص پر ظاہر ہے کیونکہ یہودیت تو بعد توریت کے اور نصرانیت بعد زمانۂ عیسیٰ علیہ السلام کے ظاہر ہوئی حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ بہت مقدم گذرے ہیں (تنبیہ) کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالےٰ سب رنگوں کا حقیقی خالق ہے لیکن بالاجماع اسپر رنگریز کا اطلاق کرنا روا نہیں ہے اسوجہ سے کہ بول چال میں یہ لفظ ایک حقارت کے معنے میں پیشۂ رذیل ہوگیا ہے ف ۲ شیخ الصوفیہ محقق محی الدین بن العربی رح جنکی نسبت کہا گیا کہ وہ ایمان فرعون کے قائل ہیں حالانکہ در حقیقت یہ غلط فہمی ہے انھوں نے ایمان نافع میں کلام نہیں کیا جیسے کوئی کہے کہ تمام کفار قیامت میں یا موت کے وقت ایمان لاتے ہیں جب روح نکل جاتی ہے تو یہ صحیح ہے حالانکہ وہ ایمان نافع نہیں ہے بالجملہ اس گفتگو کو چھوڑکر میں اس شیخ کے کلام کو اس مقام پر ملخص نقل کرنا چاہتا ہوں شیخ رح نے کہا کہ صبغۃ اللہ کے معنے یہ ہیں کہ ہمکو اللہ تعالےٰ نے اپنے رنگ سے رنگ دیا۔ بات یہ ہے کہ ہر اعتقاد و مذہب والے کا باطن اسکے اعتقاد و مذہب کے موافق رنگین ہوتا ہے جیسے طریقۂ اجتہاد والے کا مقلد اپنے امام کے رنگ پر رنگین ہوگا اور جیسے فلاسفہ اپنے اوہام سے مصبوغ ہیں جنکو عقل سمجھتے ہیں۔ غرضکہ ہر فرقہ اپنے رنگ اعتقاد پر ہے اور مومنین خاصۃً اللہ تعالےٰ ہی کے رنگ سے منور ہیں جس سے خوب رنگ نہیں ہے یعنے در حقیقت یہی رنگ مقبول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اللّٰہ خلق الخلق فی ظلمۃ فرش علیہم من نورہ فمن اصاب من ذالک النور اھتدیٰ ومن اخطأہ ضل۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے خلق کو اسکی تاریکی میں پیدا فرمایا پھر انپر اپنے نور سے چھڑکا تو جس خلق کو اس نور سے کچھ پہونچا اسنے راہ پائی اور جو کوئی چوک گیا وہ گمراہ ہوا رواہ احمد والترمذی (المشکوۃ وغیرہ مترجم) پس یہی نور یہاں مراد ہے جسکو رنگ فرمایا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہانتک شیخ ابن العربی رح کا کلام تمام ہوا اور شیخ رکن الدین رح نے عرائس میں اس سے نور صفات کا اشارہ لیا ہے اگرچہ یہی حاصل کلام شیخ ابن العربی رح کا بھی ہے۔ چنانچہ شیخ رح نے عرائس میں کہا کہ یہ رنگ صفت خاصہ ہے جسپر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور حدیث میں ہے کہ ان اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے آدم کو اسکی صورت پر پیدا کیا۔ ھ۔ پس یہی لباس صورت خاصہ ہے جو رنگ فطرت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اکابر مشائخ کے نزدیک خلقت انسانیہ جامع مظاہر صفات ہے حتیٰ کہ صفات رحمت و غضب دونوں ہیں۔ پس جسنے دائرۂ فرمان الٰہی عزوجل کے دونوں میں عدل رکھا وہ صراط مستقیم میں برنگ الٰہی عزوجل ہے اور جسنے مظہر غضب کو خالص کر لیا خواہ عمدًا سرکشی ہو جیسے یہود میں غضب پر غضب ہے یا جہالت سے ہو جیسے نصاریٰ میں ضلالت ہے تو یہ راہ مستقیم سے خارج ہوکر گمراہ ہیں۔ اور انپر رنگ نفس ہے اور واضح ہو کہ حدیث خلق آدم جو صحیحین میں واقع ہے ائمہ علماء اسکی تاویل میں مرجع ضمیر جانب آدم ٹھہراتے ہیں یعنے اللہ تعالےٰ نے آدم کو آدم کی صورت پر پیدا کیا۔ یعنے (یہی) صورت پر پیدا کیا جو آخر آدم کی صورت ہوئی۔ اور مشائخ اسمیں صفت خاصہ کے معنے لیتے ہیں یعنے صورت ایک صفت خاصہ ہے جسکا رنگ ظاہر میں یہ صورت یعنے شکل ہے اور وجہ یہ کہ آدم علیہ السلام کے واسطے کوئی صورت سابق نہیں تھی کہ جس صورت پر پیدا کیا ہو۔ پھر مشائخ وائمہ علماء دونوں متفق ہیں کہ بمعنے صورت جو بمعنے تصویر و شکل ہے اس سے اللہ تعالےٰ پاک ہے کیونکہ اسکی تشبیہ و مثال محال ہے پس جیسے خلقت بیدی الآیہ یا قولہ تعالےٰ۔ ھو السمیع البصیر یا قولہ ید اللہ فوق ایدیھم الآیہ وغیرہ میں۔ ید و سمیع و بصر۔ سے یہ اعضاء جسمی مراد نہیں بلکہ متاخرین علماء تاویل بعید کرتے ہیں اور متقدمین و سلف صالحین رضی اللہ عنہم یہاں صفات حق عزوجل مراد لیتے ہیں اسیطرح صورت کا اطلاق ایک صفت خاصہ پر ہے اور مؤید اسکے واسطے دوسری روایت صحیحین کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ جب کوئی تم میں سے اپنے بھائی سے مار پیٹ کرے تو اسکے چہرہ کو محفوظ رکھے یعنے اسکے بگاڑنے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آدم کو علی صورتہ پیدا فرمایا ہے (رواہ مسلم) یہاں ظاہر ہے کہ اگر ضمیر راجع بجانب آدم ہو اور یہی شکل مراد ہو تو تعلیل غیر مفید ہوئی جاتی ہے۔ اور جو تاویلیں بیان کی گئیں ہیں غایت تکلف ہیں اسیواسطے اکثر علماء رح نے اسکو احادیث صفات متشابہ میں داخل کیا ہے اور یہ خود

مؤید کلام مشائخ ہی۔ بلکہ مشائخ تو خود ہی اسکو متشابہات مین داخل کرتے ہین۔ اور امام احمد وغیرہ کی روایت مین آیا کہ۔ ان اللّٰہ خلق آدم طولہ ستون ذراعا فی سبعۃ اذرع عرضا۔ یعنے اللہ تعالے نے آدم کو پیدا کیا اس صفت سے کہ آدم کا طول ساٹھ ہاتھ اور عرض سات ہاتھ تھا۔ ھ۔ اسکو بیان سابق سے منافات نہین ہی کیونکہ یہ بھی ظہور صفت کا بیان ہی۔ بالجملہ مشائخ و ائمۂ علمار رحمہم اللہ تعالے مین درحقیقت کچھ اختلاف نہین ہی کیونکہ مشائخ بھی ہرگز نہین کہتے کہ حق تعالے عزوجل کے واسطے صورت بمعنی شکل و ہیات ہی بلکہ صفت خاص ہی جسکا ظہور ان مخلوقات مین بطریق صورت ہی اور علمار رحمہم اللہ تعالے بھی صفات آلہیہ سے انکار نہین کرتے ہین اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حدیث کے یہ معنے ،، کہ اللہ تعالے نے آدم کو آدم کی صورت پر پیدا کیا ،، بلا خلاف معنے صحیح ہین لیکن مشائخ رح نے اسمین معنے دقیق کا اشارہ کیا جسکا ظہور اس مظہر آدم مین بشکل و صورت ہوا ہی اور یہان سے معلوم ہوا کہ حق عزوجل نے امت محمدی کے علما کو کس شان کے ساتھ سداد و صواب مستقیم فرمایا ہی کہ حفظ شریعت کے ساتھ معنی حقیقت جمع ہین اور اسکی نظیر عالم آخرت مین جنت کی نعمتین ہین کہ باغ و حور و قصور و اکل و شرب کی نعمتون کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین الآیہ۔ یعنے کسی نفس کو نہین معلوم جو اسکے لیے اسکی آنکھون کی ٹھنڈک مخفی رکھی گئی ہی۔ ھ اور حدیث مین آیا کہ وہ ان نعمتون کو نہ آنکھ نے دیکھا اور نہ کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر خطور ہوا ،، اور دونون صحیح ہین اسی طرح یہان بھی دونون معنے صحیح۔ بالجملہ مشائخ رح نے اللہ تعالے کی صفت خاصہ کا ظہور آدم کے ظاہر مین بروجہ صورت فرمایا۔ اور باطن مین رنگ قلبی ہی جسکے ظہور پر ملائکہ کے لیے سجدہ کا حکم دیا۔ مترجم کہتا ہی کہ تجلیات صوری سے کوئی انکار نہین کر سکتا لیکن عوام کو بہت احتیاط سے ہوش برقرار رکھنا واجب ہی یعنے تجلی صوری کو بمعنی تشکل نہ سمجھین بلکہ ظہور تجلی بلحاظ اس صفت خاصہ کے جسکا نام صورت ہی اور جسکا مظہر آدم مین بطریق شکل ہی اور دلیل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے اپنے رب عزوجل کو نہایت خوب صورت مین دیکھا ،، تمام حدیث جامع ترمذی مین ہی و قال حدیث حسن و فی نسخۃ صحیح۔ اور ابن الجوزی رح نے مسند احمد سے نقل کر کے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہی۔ کما فی العلل المتناہیہ۔ یہ خواب مین دیکھا تھا اور خواب انبیار علیہم السلام بتحقیق بمعنی الوحی ہی۔ پس معنے یہ کہ اس صفت صورت کی تجلی مین دیکھا اور اسی طرح احوال قیامت کے متعلق حدیث مین ہی کہ حکم ہوگا کہ ہر امت اپنے پیشوا کے پیچھے روانہ ہو حتی کہ سب چلے جاوینگے سوائے مومنین کے تو اللہ تعالے انپر تجلی فرماویگا اور کہیگا کہ تم لوگ کیون نہین اتباع کرتے جیسے لوگون نے کیا۔ مومنین کہینگے کہ نہین ہمارا تو یہی مقام ہی یہانتک کہ ہمارا رب عزوجل آوے پھر انپر دوبارہ تجلی فرماویگا اور بعد سوال وجواب کے فرماویگا کہ اچھا۔ مین تمہارا رب ہون۔ مومنین اس تجلی کو نہین پہچانینگے تو کہینگے کہ معاذ اللہ ہم تو اپنے رب عزوجل کے منتظر ہینگے پھر انپر صورت تجلی فرماویگا تو مومنین سجدہ مین گر پڑینگے۔ ھ۔ چنانچہ قولہ تعالے یوم یکشف عن ساق الآیہ۔ وغیرہ کی تفسیر مین انشار اللہ تعالے حدیث مذکور بترجمہ نقل ہوگا۔ پس اہل السنۃ جو اہل الحق اہل المعارف ہین سب اسرار تجلیات پر متفق ہین پس جیسے حضرت باری تعالے کی صفت قدس و کمال کا نام صورت ہی تو اسی صفت قدس کا مظہر آدم مین ظاہر و باطن ہی پس ظاہر تو یہ شکل ہی اور اسمین مومن و کافر سب مشترک ہین اور باطن جو رنگ فطرت و نورانی لباس ہی جو قلب پر خلعت ہی لیکن مطلع ظہور یہ مظہر صورت ظاہری نہین بلکہ باطنی ہی اسیواسطے حدیث مین آیا کہ اللہ تعالے تمہاری شکلون و مالون کو نہین دیکھتا بلکہ تمہارے دلون و اعمالون کو دیکھتا ہی۔ ھ۔ (صحیح مسلم وغیرہ) بیشیخ رح نے لکھا کہ پھر دونون صفتین جنکے ساتھ اللہ تعالے نے آدم کو اختصاص دیا تھا انکی اولاد مین میراث پایا چنانچہ اسکو انبیار و اولیار علیہم السلام نے پایا۔ مترجم کہتا ہی کہ مومنین کل اولیار ہین اور صرف انہین کی خصوصیت اسوجہ سے ہوئی کہ میراث آدم تو انہین کو ملیگی جو آدم کی ذریات ہون کیا نہین دیکھتے ہو کہ میراث مین دینی اتحاد شرط ہی حتی کہ کافر کی میراث بھی اسکے مومن اولاد نہین پاتے ہین چنانچہ ابو طالب کے چار بیٹے تھے طالب و عقیل و علی و جعفر۔ اور جسوقت ابو طالب نے انتقال کیا تو جعفر و علی رضی اللہ عنہما مومن تھے لہذا طالب و عقیل نے ابو طالب کی میراث پائی اور حضرت علی و جعفر نے کچھ نہین پایا اگرچہ بعد ایک مدت کے عقیل بھی مسلمان ہو گئے جب

٤١

یہ معلوم ہوا تو آدم علیہ السلام کی اولاد میں جو لوگ کافر و مشرک و یہود و نصاریٰ ہو کر توحید سے خارج ہوئے تو آدم علیہ السلام سے منقطع و میراث سے محروم ہو کر اپنے پیشوا ابلیس کے اتباع میں داخل ہوئے - کیا تو نے نہیں دیکھا کہ نوح علیہ السلام کا پسر کافر کیونکر نکالا گیا حالانکہ نوح علیہ السلام نے التجا کی کہ اے رب وہ میرا بیٹا ہے تو حکم ہوا کہ «انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح» یعنے وہ تیری آل میں سے نہیں کیونکہ مشرک بدکار ہے - اسی طرح کفار جب ذریات آدم سے خارج ہوئے تو اس میراث سے محروم ہو گئے اور فقط انبیا علیہم السلام و مومنین رحمہم اللہ تعالے نے حسب حصہ اس میراث کو پایا اور جیسے ظاہری ترکہ کی تقسیم خود حق تعالے نے اپنے حکم پر رکھی ہے کہ قرآن میں حکم نازل کر دیا اسی طرح اس ترکہ باطنی میں خالص اپنا اختیار رکھا حتی کہ عالم کو قدرت نہیں کہ اپنی اولاد کو عالم کر لے اور ولی کو قدرت نہیں کہ اپنی اولاد کو ولی کر دے بلکہ اکثر اوقات دوسروں کو خلافت نصیب ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات ولی کی اولاد جاہل بدکار ہو جاتی ہے اور کافر کے نطفہ سے پیغمبر صالح خلیل اللہ پیدا ہوتا ہے اور یہ شان حق عزوجل ہے یہاں کسی مخلوق کی مجال نہیں کہ دم مارے - شیخ رح نے کہا کہ یہ بات اسطرح ہے کہ حق عزوجل نے ازل ہی میں ارواح کو پیدا فرما کر اپنے قبضۂ قدرت میں کشف جلال و جمال سے مشرف فرمایا اور یہ عطار نور اپنی مشیت کے موافق بروجہ استعداد ہے - مترجم کہتا ہے کہ پھر جسکو نور نہیں ملا وہ یہاں گمراہ ہوا چنانچہ حدیث ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ فالقی علیہم من نورہ الحدیث (رواہ احمد والترمذی) میں بیان ہو چکا اور عجائب قدرت سے بغور دیکھو کہ باوجود مشابہت شکل کے باطن میں باہم آسمان و زمین کا تفاوت ہے بلکہ غور کرو کہ موسی علیہ السلام اور فرعون ملعون میں مباینت ہے - اسیواسطے اہل الحق نے مکر تنبیہ کی کہ یہ شکل جسمانی و اسکے متعلق احکام کا کچھ اعتبار نہیں ہے حالانکہ ایک جماعت شیعہ نے دھوکا کھایا اور فرقہ رافضیہ کو برباد کیا - شیخ رح نے کہا کہ اسی لباس نور سے خصائص علوم و معارف کا ظہور ہے اور یہی بندگان مخلصین رنگ توحید و فردانیت میں رداء کبریائی کے تحت میں مستور ہیں کہ کسی غیر میں الوہیت کا نام و نشان بھی ثابت نہیں کرتے اور حق عزوجل ہی کی وجہ ذوالجلال میں فانی اور اوسی کے کمال میں عاکف و خوشوقت ہیں تو اپنے رنگ صفات ظاہری و رنگ ذات باطنی سے خلعت فطرت و توحید ہے - مترجم کہتا ہے کہ خلاصہ یہ نکلا کہ ارواح اہل سعادت کو بحکم قولہ تعالے - ولقد کرمنا بنی آدم کے ازل ہی میں نور صفات سے منور فرمایا اور یہی رنگ حقیقت انہیں اس دار دنیا میں ظاہر ہوا جیسے اہل شقاوت اس سے محروم ہو کر یہاں ہر ایک اپنے خیالی رنگ سے رنگ برنگ ہیں اور اہل سعادت میں ظہور بشرف اتباع اسلام ہے گویا یہی رنگ ہے - حارث محاسبی رح نے کہا کہ جس شخص کا باطن رنگ اخلاص توحید سے آراستہ ہوتا ہے اسکا ظاہر پابندی شریعت و اتباع سنت کے مجاہدہ سے پیراستہ ہوتا ہے برخلاف مشرکین یہود و نصاری کے کہ اپنے اوہام کے اتباع میں دعوی دروغ کرتے

قُلْ اَتُحَاجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝ اَمْ تَقُوْلُوْنَ

کہہ کیا تم ہمارے ساتھ جھگڑتے ہو شان الہی میں حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں اور ہم تو اسی کے لیے مخلص ہیں یا تم لوگ کہتے ہو کہ

اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ

ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق اور یعقوب اور اسباط یہ سب یہود یا نصاری تھے تو کہہ دے کہ کیا تم زیادہ جانتے ہو

اَمِ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ

یا اللہ تعالے اور اس شخص سے بڑھکر کون ظالم ہوگا جسنے وہ گواہی چھپائی جو اسکے پاس اللہ تعالے کیطرف سے موجود تھی اور اللہ تعالے غافل نہیں اس سے جو تم کرتے ہو یہ تو ایک امت تھی کہ

خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔــلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

گذر چکی اس امت کے لیے ہے جو اسنے کمایا تھا اور تمہارے لیے وہ ہے جو تم نے کمایا اور تم سے اسکا سوال نہ ہوگا جو وہ لوگ کرتے تھے -

واضح ہو کہ یہاں اکثر اہل تفسیر متاخرین نے ایک سبب نزول بیان کیا ہے جسکی نسبت شیخ سیوطی رح نے لباب النقول میں لکھا کہ میں نے اسکو کسی کتاب

حدیث و آثار مین نہین پایا اور نہ کسی ایسی تفسیر مین دیکھا جسمین روایات اسباب نزول کے لیے اسانید لاتے ہین یعنے مانند تفسیر امام ابن ابی حاتم
و تفسیر ابن جریر وغیرہ کے ۔ مترجم کہتا ہی کہ اسیواسطے شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو اپنی تفسیر مین ذکر نہین کیا لیکن محی السنۃؒ نے معالم مین العینہ ذکر کیا اور
ابتدائے معالم مین مجمل اسانید کا حوالہ دیدیا ہی تو غالبًا انھین مین سے کسی اسناد کے ساتھ پہونچی ہوگی اور شیخ سیوطیؒ نے باوجود اسکے لباب النقول
کے اپنے تکملہ جلالین مین اس شان نزول کو بیان کردیا کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہی کہ یہودیون نے مسلمانون سے کہا کہ ہمکو کتاب الٰہی (توریت)
تمسے اول ملی اور ہمارا قبلہ (بیت المقدس) بھی تمسے مقدم ہی اور ہمین لوگون یعنے بنی اسرائیل ہی مین انبیا ہوتے آئے اور عرب مین کوئی
پیغمبر نہین ہوا پس اگر محمد صلعم پیغمبر ہوتے تو ہمین مین سے ہوتے ۔ پس اللہ تعالے نے یہ آیات نازل فرمائین یعنے کیا تم اللہ تعالے کی شان مین
ہمسے جھگڑتے ہو کہ وہ کہین سوائے تمہارے پیغمبر نہین کرسکتا ہی یا تمنے انبیائے سابقین ابراہیم و اسمعیل آخر تک سب کو یہود یا نصاری مین سے
ٹھہرایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادات جو تمکو تمنے چھپایا اور خود ابراہیم و اسمعیل وغیرہم علیہم السلام کے موحد ہونے کو چھپاکر
یہود و نصاری بنایا ۔ مترجم کہتا ہی کہ سبب نزول دو طرح کا ہوتا ہی اول یہ کہ ظاہر آیت سے جو مفہوم ہی سبب نزول معلوم کرکے کچھ تغیر خواہ نفس کلام
یا حکم یا فروع حکم مین ہو یعنے درحقیقت تو کلام کے یہی معنے ہین جو سبب نزول معلوم ہوکر ظاہر ہوے لیکن پہلے سمجھنے مین ذہن نہ جاکرتا تھا ۔ قسم دوم
یہ کہ جو ظاہر آیات ہو وہی سبب نزول سے ظاہر ہو پس قسم اول کے واسطے تو اسناد صحیح ہونا ضرور ہی اور قسم دوم مین فی الجملہ چشم پوشی جائز ہی اور یہان
محتمل ہی کہ یہود و نصاری کے ساتھ مخاصمہ ہے جو قولہ ۔ قالوا کونوا ہودًا او نصاری تہتدوا الآیۃ ۔ سے معلوم ہوا ہی اسکے بعض روایات مین یہ امر زائد ہو یا
اس سے مفہوم ہو لیکن معالم وغیرہ سے سبب نزول فقط یہودیون کا مقولہ مذکور ہی حالانکہ آیت مین یہود و نصاری دونون کا رد ہی ۔ شاید یہود مدینہ کے
ساتھ مین نجرانی نصاری بھی یون ہی مدعی ہون ۔ یا بطور شمول کے نصاری کا مقولہ دربارہ حضرت ابراہیم و اسمعیل وغیرہم علیہم السلام کے رد کردیا
گیا ۔ پھر جب مان لیا جاوے کہ یہی سبب نزول ہوا اور یہود نے مسلمانون سے یہ مکر باندھا تو مترجم پہلے ان مکارون کے کلمات کا صدق و کذب ظاہر
کرتا ہی ۔ اول انھون نے کہا کہ ہم کو توریت پہلے عطا ہوئی ہی ۔ مین کہتا ہون کہ یہ ان کا ہی چنانچہ خود حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ دنیا مین
سب سے پیچھے ظاہر کیے گئے اور آخرت مین سب سے سابق ہین بغیر اسکے کہ یہود و نصاری کو کتاب ہمسے پہلے دی گئی ۔ کما فی الصحیحین وغیرہما ۔ مگر یہودیون کو
اس دعوی مین کچھ فضیلت کی وجہ نہوئی اسواسطے کہ بلا خلاف یہودی و نصرانی خود ایک پیغمبر آخر الزمان کے منتظر ہین اور انکار تو انھون نے حضرت محمد صلعم
سے یہی کیا کہ وہ پیغمبر آپ نہین ہین بلکہ وہ ہم مین سے ہوگا ۔ پھر خوب معلوم ہی کہ خود اسکے افضل ہونے کے معتقد ہین تو کھل گیا کہ اول کتاب والون کو اسپر
فضیلت کچھ نہوگی ۔ پس یہ محض تعصب و نفسانیت کا دعوی تھا ۔ دوم انھون نے دعوی کیا کہ ہمارا قبلہ بیت المقدس مقدم ہی ۔ یہ محض دروغ ہی اسواسطے
کہ خانہ کعبہ قبلہ ابراہیم بلکہ اسسے بھی اقدم ہی اور خود توریت وغیرہ مین منصوص ہی ۔ سوم یہ دعوی کہ عرب سے کوئی پیغمبر نہین ہوا محض فریب ہی اسواسطے
کہ حضرت ہود و صالح کی قوم عرب بلکہ اس قوم کے کھنڈل تک موجود تھے اور ابن عباسؓ وغیرہ نے عرب سے دس انبیا شمار فرمائے ہین اور یہان عرب اولاد
اسمعیل علیہ السلام سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور عجب کہ نصرانی بھی منکر ہین کہ قریش اولاد اسمعیل نہین ہین ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ کہتے
ہوے شرم نہ آئی کہ جسکو ذرہ برابر بھی عقل ہی وہ اس دروغ پر نفرت کریگا اسواسطے کہ عرب مین نسب ایک جزو اعظم تھا اور کروڑون عرب سیکڑون
قبائل اپنے نسب کے شاہد موجود تھے تو اسقدر متواتر قطعی کو اجنبی آدمی کا جھٹلانا خود اسکے بدیہی دروغ کی قطعی دلیل ہی جیسے کوئی کاذب مدعی ہو
کہ عیسیٰ تو مریمؑ کے پسر نہین تھے ۔ چہارم انکا دعوی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہوتے تو بنی اسرائیل مین سے ہوتے ۔ مین کہتا ہون کہ اپنے منہ میان مٹھو
بھلا اسپر کوئی دلیل ہی کہ بنی اسرائیل کے سوائے بنی اسمعیل سے ہونا غیر ممکن ہی یا اللہ تعالے پر دروغ باندھا ہی اور تمام بشارات توریت و انجیل مین

تحریف کرکے بھلا دیا کہ صریح بنی اسمٰعیل سے مقام حجاز سے ظہور ہوگا اور خانہ کعبہ سے نور حق باعلان ظاہر ہوگا۔ اسیواسطے حق عزوجل نے ان جھوٹون کورد فرمایا بقولہ تعالےٰ۔ **قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰہِ**۔ کہدے کہ کیا تم شان الٰہی مین ہمسے مخاصمہ کرتے ہو ف حالانکہ وہ رب العزۃ قادر قوی عزیز حکیم ہی جسطرح چاہتا ہی اپنی مخلوقات مین تصرف کرتا ہی اور اسیکے قبضۂ قدرت مین برابر تمام مخلوقات مسخر ہی جسکو چاہتا ہی مختار و برگزیدہ فرماتا ہی اور جسکو چاہتا ہی نصرت و توفیق سے محروم فرماکر خوار کرتا ہی لہذا تمام بندے جب اسیکی مخلوقات ہین تو سب ہی اسیکے فضل کے امیدوار ہین۔ **وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ**۔ وہی ہمارا رب ہی اور تمہارا رب ہی ف پس ہم تم دونون اسیکے بندے اور اسیکے قضا و قدر مین مسخر ہین۔ ہر ایک بندہ اسکی بندگی مین مطیع و مقہور ہی **لَنَآ اَعْمَالُنَا**۔ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہین ف ہم امیدوار ہین کہ اگر اسیکے فضل و رحمت سے ہمارے اعمال و ہماری بندگی قبول ہو تو وہ ہمکو اپنی رحمت سے سرفراز فرمادے۔ کیونکہ اسیکی خدمت پر بھروسا کرتے ہین۔ **وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ**۔ اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہین ف اور جب تم راہ حق نہین مانتے ہو تو ہم تمہارے اعمال سے بری ہین چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا۔ فان کذبوک فقل لی عملی ولکم عملکم انتم بریون مما اعمل و انا بری مما تعملون۔ یعنے اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاوین تو کہدے کہ میرے واسطے میرا عمل ہی اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہی تم میرے عمل سے بری ہو اور مین تمہارے عمل سے بری ہون۔ ھ۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال بیان فرمایا وحاجہ قومہ قال اتحاجونی فی اللہ الآیۃ۔ اور ظاہر ہی کہ جس شخص نے کسی ایک پیغمبر سے انکار و کفر کیا تو وہ اپنے نفس کا بندہ بنکر مشرک و کافر مردود ہوا پس اسکا عمل اسی قابل ہی کہ مومن اس سے بیزار ہوکر پناہ مانگے اسیواسطے ان لوگون کے اعمال سے پناہ مانگی سمجھو کہ معاذ اللہ انکے اعمال کس درجہ پر خبیث ہین۔ اور فقط اپنے اعمال اپنے واسطے رکھے اور کہا۔ **وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ**۔ اور ہم تو اللہ تعالےٰ ہی کے لیے اخلاص کرنے والے ہین ف اُسی وحدہ لاشریک کی عبودیت کرتے ہین اور اُسکے ساتھ کسیکو شریک نہین بناتے ہین نہ اعتقاد مین اور نہ اعمال مین۔ پھر تمنے کیونکر زعم کیا کہ ہم لوگ ہدایت پر نہین ہوسکتے ہین سوائے یہود یا نصاریٰ کے حالانکہ تم دونون توحید اخلاص نہین رکھتے بلکہ مشرک ہو پس کیا تمنے مخلوق ہوکر اللہ تعالےٰ پر حکم لگانا شروع کیا۔ **اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ**۔ یا تم کہتے ہو کہ ابراہیم ف بعض مفسرین نے کہا کہ یہان (اَمْ بمعنے (بَلْ) ہی یعنے بلکہ تم لوگ کہتے ہو کہ ابراہیم۔ ھ۔ اور حاصل یہ ہوگا کہ تم لوگ ہمسے ہی انکار نہین کرتے بلکہ ابراہیم وغیرہ علیہم السلام پر بھی افترا باندھتے ہو۔ یا تم اخلاص توحید سے منحرف ہی نہین ہو بلکہ جان بوجھکر کتاب الٰہی مین بھی تحریف کرتے و افترا باندھتے ہو کہ ابراہیم وغیرہ علیہم السلام یہود یا نصاریٰ تھے بعض مفسرین نے کہا کہ۔ اَمْ۔ معادلہ ہمزہ۔ اتحاجوننا۔ واقع ہوا یعنے کیا تم ہمسے شان الٰہی مین جھگڑا کرتے ہو یا کہتے ہو کہ ابراہیم۔ **وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ** اور اسمٰعیل و اسحٰق ف یعنے ابراہیمؑ کے فرزند کلان اسمٰعیلؑ جنکی اولاد قریش عرب بنوتمیم ہین اور ابراہیمؑ کے فرزند خرد اسحٰق **وَيَعْقُوْبَ**۔ اور یعقوب ف فرزند اسحٰق جنکا نام اسرائیل بھی ہی جنکے بارہ بیٹے ہوئے اور ہر بیٹا مع اپنی نسل کے ایک سبط کہلاتا ہی۔ **وَالْاَسْبَاطَ**۔ اور اسباط ف جمع سبط یعنے اولاد یعقوب۔ غرضکہ تم کہتے ہو کہ یہ سب پیغمبر علیہم السلام۔ **كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی**۔ یہ سب یہود تھے یا نصاریٰ تھے ف یعنے تم مین سے یہودی کہتے ہین کہ یہ سب یہودی تھے حتی کہ کہتے ہین کہ یعقوبؑ نے اپنے بیٹون کو یہودیت کی وصیت فرمائی تھی اور نصاریٰ کہتے ہین کہ نہین بلکہ یہ سب نصرانی تھے۔ **قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ**۔ کہدے کیا تم دانا تر ہو یا اللہ تعالےٰ ف ہرگز نہین بلکہ اللہ تعالےٰ ہی دانا علیم خبیر ہی۔ اور اُسی نے ہمکو آگاہ فرمایا کہ ابراہیمؑ دین اسلام توحید پر تھا اور مرتے وقت اپنے بیٹون کو اسی کی وصیت کی اور یعقوبؑ نے اپنے بیٹون کو سخت تاکید کی اور یہی برابر انکا دین مستمر رہا۔ پھر ایک مدت بعد جب موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ گذرا تو یہودی ظاہر ہوئے اور انہین بھی گروہ اسلام تو شرک پر نہین تھا۔ پھر شرک پھیلا حتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخیر پیغمبر بنی اسرائیل سے منکر ہوگئے کیونکہ انھون نے حکم حق پہونچایا

اور انجیل سے بعض احکام توریت منسوخ کیے تو لازم تھا کہ حکم حق پہچانتے اور ایمان لاتے مگر منکر ہو گئے حتیٰ کہ ان کافروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کفر کیا۔ یہ نصرانی تو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد یہانتک بھٹکے کہ انکو الوہیت میں شریک بنانے لگے اور باہمی تعصب یہودیت و نصرانیت میں مبتلا ہو کر فسق و فجور کے مرتکب ہوئے اور دین کو بھی ایک کھیل بنایا اور تمام راہ حق و معارف توحید مٹ کر گم ہو گئے۔ یہ سب تاریخ صاف بدیہی ہے تو عجب دروغ تھا کہ حضرت ابراہیم وغیرہ علیہم السلام کو یہودی یا نصرانی بناتے تھے لہذا حق عزوجل نے تشنیع فرمائی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ ط اور ایسے شخص سے بڑھکر کون ظالم ہے جو ایسی گواہی چھپاوے جو اسکے پاس اللہ تعالےٰ کی طرف سے موجود ہے۔ ف حسن بصری وغیرہ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ توریت وغیرہ میں پڑھتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک دین پسندیدہ وہی ہے جو دین اسلام ہے یعنے وہ خالص توحید جسپر ابراہیم علیہ السلام تھے اور پڑھتے کہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ہیں جنکا حلیہ یہ ہے اور انکے صفات یہ ہیں اور انکی بزرگیاں یہ ہیں اور انکے بعد چار خلیفہ ہونگے جنکے اوصاف یہ ہیں اور انکی امت کے اوصاف یہ ہیں چنانچہ مترجم انشاء اللہ تعالےٰ آثار و احادیث کو قوله تعالےٰ الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندهم فی التوراة والانجیل الآیة کے تفسیر میں لاویگا۔ اور یہ لوگ پڑھتے کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و اسباط خالص توحید پر تھے تو صاف معلوم ہوا کہ یہودیت و نصرانیت انکے القاب نہیں تھے بلکہ مترجم کہتا ہے کہ یہودیت و نصرانیت تو بعد حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے ان لوگوں نے ایجاد کی پھر ابراہیم علیہ السلام بھلا کیونکر یہودی یا نصرانی ہوتے۔ حسن بصری رح نے کہا کہ یہ لوگ باوجود اس نص صریح و شہادت فصیح کے پیغمبر پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے تھے اس شہادت آلٰہی تعالےٰ کو چھپاتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ لوگ صرف شہادت آلٰہی تعالےٰ و عہد اعلان کو فقط چھپاتے ہی نہیں تھے بلکہ اسکے ساتھ میں برعکس شہادت دیتے تھے۔ چنانچہ اسلام توحید جسپر حضرت ابراہیم وغیرہم علیہم السلام تھے انکو یہودی و نصرانی بناتے اور صفات حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو برعکس بتلاتے تھے حالانکہ باوجود اس گناہ عظیم کے اس مکر شیطانی کو کچھ فروغ نہیں ہوا چنانچہ سابق میں یہ قصہ مفصل مذکور ہوا کہ انصار مدینہ رضی اللہ عنہم نے یہود کو تشنیع کی کہ پہلے تم لوگ خود ہمسے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کرتے تھے اب تم کو کیا ہوا کہ انکار کرتے ہو تو کہتے کہ یہ وہ پیغمبر نہیں ہیں بلکہ انکی شکل یہ ہوگی یعنے برعکس سیہ فام وغیرہ بیان کیا تو انصار نے فرمایا کہ ارے بدبختو تم نے تو اس زمانہ میں کہا تھا کہ انکا چہرہ مثل چاند کے ہوگا حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک گویا اسمیں سورج روان ہے اور اب تم اسطرح دروغ بکتے ہو۔ بالجملہ یہودیوں وغیرہ نے باوجود چھپانے کے برعکس اظہار کیا اور یہ سب سے بڑھ ظلم ہے یعنے اپنے نفس کو انتہائے طبقہ جہنم میں ڈالا نعوذ باللہ من ذالک (مسئلہ) حدیث مشہور میں وارد ہے کہ جسنے ہمارے اس دین میں ایسی بات نکالی جو اسمیں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ کما فی الصحیحین۔ حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو دیکھا کہ مسجد میں جماعت سے بیٹھے اور ایک کہتا کہ سبحان اللہ کہو تو سب لوگ شمار پر کہہ لیتے پھر اسی طرح الحمد للہ وغیرہ کہتے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اے لوگو ابھی آنحضرت صلعم کے برتن نہیں ٹوٹے کہ تمنے یہ بدعت نکالی۔ انھوں نے کہا کہ یا حضرت ہمارے تو اس سے سوائے بہتری کے کچھ ارادہ نہیں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بجائے اسکے اپنے گناہ شمار کر کے استغفار کرتے تو میں تمہارے واسطے ضامن تھا پھر آپ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کیے اور فرمایا کہ پس جس چیز کو مومنوں نے خوب دیکھا وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک خوب ہے اور بعض روایات میں ہے کہ جسکو انھوں نے برا جانا وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بری ہے۔ رواہ الدارمی وغیرہ۔ اس روایت میں دلالت ہے کہ آپ نے مومنوں کے لفظ سے انھیں صحابہ رضی اللہ عنہم کو مراد لیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ جن لوگوں کو منع فرمایا تھا یہ بھی تو مومنوں میں شمار تھے مگر انکی رائے کا کچھ اعتبار نہیں کیا کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو خیر الامۃ اور اللہ تعالےٰ کی شہادت سے مومنین صادقین تھے اور دوسروں کا حال کون جانتا ہے چنانچہ اسی روایت میں مذکور ہے کہ راوی نے کہا کہ پھر میں نے انھیں لوگوں میں سے دیکھا کہ ایام نائرہ کے بعد یہ لوگ خوارج کے ساتھ مقتول ہوئے۔ اعاذنا اللہ تعالےٰ من ذالک۔ اور حدیث میں ہے کہ جسنے مجھپر دروغ باندھا وہ اپنا

ٹھکانا جہنم میں بناوے۔ (صحیحین وغیرہ حدیث قریب متواتر ہے) فقہانے لکھا کہ اگر کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ یہ بات اسطرح ہے، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ
اسطرح نہیں ہے تو وہ کافر ہوا (الفتاوی)۔ حدیث میں ہے کہ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو ورنہ میں
تجھسے حکم الٰہی عزوجل کی کفایت نہیں کر سکتا ہوں چنانچہ حدیث انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر ترجمہ ہوگی۔ اور مراد یہ کہ شرک سے بیزار ہوکر خالص توحید
ضروری ہے ہاں بعد ایمان واسلام کے البتہ گناہوں کے لیے رحمت الٰہی عزوجل سے شفاعت ہے چنانچہ سابق میں مفصل تحقیق مذکور ہوئی ہے۔ اب دیکھنا چاہیے
کہ یہ یہود ونصاریٰ کسقدر بیباک تھے جو مدعی ہوئے کہ ہمارے اکابر انبیاء وصالحین علیہم السلام ہمارے واسطے کفارہ ہوگئے اور وہ ہمکو ہر حالت میں بچا لینگے پس
پیغمبروں سے معارضہ واللہ تعالیٰ پر افترا اور ہر طرح کے فواحش وکبیرہ کرنے میں بے تکلف دلیر ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے سخت تہدید فرمائی بقولہ تعالیٰ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ یعنے تمہارے اعمال سے اللہ تعالیٰ کچھ بھی غافل نہیں ہے۔ ف یعنے خوب دیکھتا سنتا و جانتا ہے تو عنقریب تمکو اسکی سزا دیگا۔ یہ تہدید بہت شدید ہے کہ جس سے
مومنوں کے رونگٹے کھڑے ہوتے اور وہ خوف سے تھرّاتے ہیں حالانکہ یہ بیباک یہود ونصاریٰ اسطرح مغرور ہوکر اپنے اکابر کو خادم مختار بناکر کفر کا اعتقاد کرتے تھے لہذا ارشاد فرمایا
تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ یہ ایک امت تھی جو گذر چکی۔ ف یعنے حضرت ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب وغیرہم علیہم السلام ایک گروہ خالص بندگان الٰہی سبحانہ تعالیٰ
سے تھا اور وہ گذر چکے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ ۔ وہ انہیں کے لیے ہے جو انہوں نے کمایا۔ ف پس تمکو انکے اعمال سے کچھ نہیں مل سکتا۔
حتی کہ مشرکین عرب جو حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام پر مغرور ہوکر اپنے آپکو انکی راہ پر جانتے تھے اگرچہ انکا یہ دعویٰ تو نہیں تھا کہ وہ ہمارے واسطے
کفارہ ہیں مگر سفارشی جانتے تھے تو انکو بھی تنبیہ ہوگئی کہ تم اس گذری امت سے بحث مت کرو کیونکہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ انکے ساتھ ہے۔ وَلَكُمْ
مَّا كَسَبْتُمْ ۚ اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمنے کمایا۔ ف حتی کہ یہ اعمال تمسے جدا نہونگے۔ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
اور تمسے نہیں پوچھا جائیگا اس فعل سے جو وہ لوگ کرتے تھے۔ ف حتی کہ اگر کسیکا باپ مثلاً فاسق فاجر تھا اور بیٹا ایمان پر صالح ہوا تو کیا وہ
خوفناک ہے کہ اس سے قیامت میں اسکے باپ کے اعمال فجور کی پرسش وگرفت ہوگی حتی کہ اسکے کافر چچا یا جد اعلیٰ کے کفر سے یہ بھی جہنم میں ڈالا جائیگا
نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ تم جواب دینے کو مستعد ہو کہ الٰہی میں تو اسوقت موجود بھی نہیں تھا جب جد اعلیٰ نے کفر کیا تو مجھے معاف فرما۔ یہ خود صاف
ظاہر ہے۔ ہاں۔ اب تم سمجھ دیکھو کہ بالکل اسی طرح وہ بھی تمہارے اعمال سے نہیں پوچھے جاوینگے۔ کیونکہ وہ تو اسوقت موجود بھی نہیں ہیں جب تم ایسے
فسق وفجور وکفریات کے مرتکب ہو۔ پس اصل تمہارا معاملہ حضرت باری تعالیٰ عزوجل سے ہوگا پس شیطان کا وسوسہ چھوڑو اور ذرا غور کرو جب تمہارے
اعمال کفر وشرک ہیں تو بغیر حساب کے سیدھے جہنم کو بھیجے جاؤگے۔ ارے کیا یہ نہیں دیکھتے ہو کہ اگر خالی بزرگوں پر مدار ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام سب کے
بزرگ ہیں پھر کوئی کافر بھی جہنم کو نجاتا۔ اگر بزرگوں ہی پر مدار ہوتا تو حضرت نوح اپنے کافر پسر کو دنیا ہی میں غرق سے بچا لیتے پھر بھلا ہولناک قیامت میں
کیونکر کوئی کسیکو بچا سکتا ہے۔ ہاں۔ جب بندہ اپنے رب عزوجل پر ایمان خالص رکھتا ہے یعنے اللہ تعالیٰ وملائکہ وکل انبیاء وکل کتابوں وآخرت کو برحق جانتا
ومانتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام سے ظاہر وباطن منور ہوکر حق تعالیٰ کو پسندیدہ ہوچکا لیکن کمزوری نفس وجہالت سے گناہ میں
مبتلا ہوگیا تو قطعاً وہ بے حساب دائمی جہنمی نہیں ہے تو وہ کافروں سے الگ ہوا لیکن خوفناک حیران اپنے رب ارحم الراحمین کی جناب میں امیدوار کھڑا ہوگا
تو امید ہے کہ ارحم الراحمین کی رحمت خاص اسکی دستگیری فرماوے اور حضرت سرور عالم رسول اکرم حبیب احمد محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی شفاعت
کا اشارہ ہو یا بعد آپ کے انبیاء وصالحین علیہم السلام میں سے کسیکو اشارہ ہو۔ پس الوہیت خالص مختص الشان پاک حضرت خالق ذوالعظمۃ والکبریاء
ذوالجلال والاکرام ہے ایک ذرہ بھی کسی میں الوہیت نہیں ہے جو کوئی اسمیں شک کرے کافر مردود ہے اور بندگان حق مقبولان بارگاہ کبریائی حضرات انبیاء
وصدیقین وشہداء وصالحین علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے رب ارحم الراحمین کے سایۂ رحمت میں ایسے محل عزت ومرتبہ کرامت میں مشرف ہیں کہ کوئی انکا اندازہ

نہیں کر سکتا اور یہ تمام و شیاد ما فیہا جب کہ ملعونہ و خوار ہی تو مترجم کی حیرانی دیکھو کہ کس چیز سے مثال لاوے فسبحان الذی اعطاہم مالا یدرک العقول ولا یصل الیہ الاوہام یعنی پاک جل جلالہ کے واسطے حد بے انتہا ہی جسنے انکو وہ مرتبہ عطا کیا کہ کسی عقل ادراک کی مجال نہیں اور کسی وہم کو وہانتک پہونچنے کی سبیل نہیں ہے۔ اللھم رب ارحم الراحمین ادخلنی معھم برحمتک یا حی یا قیوم یا احد الصمد یا اللہ الذی لا الہ الا انت بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاکرام وانت علی کل شئی قدیر والحمد للہ رب العالمین (التنبیہ) ان آیات میں اللہ تعالے نے مومنون کو ذمائم اخلاق یہود و نصاری و مشرکین سے بہت کچھ بتلائے اور آیندہ بھی معلوم ہونگے اور حدیث صحیح میں وارد ہی کہ تم لوگ بھی ان یہود و نصاری کے قدم بقدم چلوگے یہانتک کہ اگر وہ لوگ کسی گوہ کے بل میں گھسے ہوں تو تم بھی گھسوگے۔ اور ایک روایت میں ہی کہ حتی کہ جیسے انہوں سے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا تم میں بھی وہ ہوگا جو اسیطرح کرے (السنن وغیرہ) اور حدیث سے مستنبط ہی کہ تم بھی دنیا میں تنافس کر کے ہلاک ہوگے۔ پس اہل ایمان و اسلام خصوصًا علما کو لازم ہی کہ پھونک پھونک کر قدم رکھیں و رد اختلاف و تعصب جو یہود و نصاری میں تھا چھوڑیں اور قولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان لیاکلون اموال الناس بالباطل الآیۃ میں مومنون کو تنبیہ فرمایا کہ اے مومنو بہت سا احبار یہود اور راہبان نصاری دیکھو کہ لوگوں کے اموال بطور باطل کہاتے ہیں یہ تو بیحد شدید ہی کہ جیسے یہ لوگ ہیں تم مت ہو جیو۔ افسوس کہ اسلام میں بھی رشوت قاضی و مفتی کا بازار گرم ہوا اور عالم و درویش بنکر باطل طریقہ سے مال کہاتے ہیں و بین آپس میں بمقدار اختلاف کثیر کہ ایسا اوقات کا فروں اپنے درمیان پنچ و حکم بناتے ہیں۔ یا للہ العجب یہ مقام ہی کہ اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں و ماثم خلاق گویا کرام ہیں۔ جہالت فخر ہی۔ ایمان قلبی کا علم تو اللہ تعالے ہی کو ہی مگر اعمال ایسی قوم کے مانند ہیں جنکو آخرت پر یقین نہیں ہی۔ جدال و مقابلہ سے سخت ممانعت تھی و بہرہ نفس کی سستی کی اصل ہی سو علم پا بردلی نہ یارے بود و علم را برتن نی مارے بود آور حدیث شریف میں تنبیہ فرمائی کہ ارے ان یہود و نصاری کے پاس کتاب موجود تھی پھر کچھ بھی اس سے نفع پاتے ہیں (لبعض السنن) بلکہ اول ایمان خوف و امید ہو اور دنیا دل سے اٹھا کر آخرت محبوب ہوا اور کہتے ہیں کہ آخرت بہتر سمجھے تو نعمت ایسے قرآن و حدیث کی قدر کرے اور لوازم ایمانی کی نگہداشت و جو ہمارے خود ہماری ہے اور تمام فرقہ اہل السنت جنکی کتاب قرآن و حدیث ہی متحد ہوں بلکہ ملتمسین معتزلہ و شیعہ وغیرہ کے ساتھ بھی عداوت کفری باقی نہ رہے اور انشاء اللہ تعالے مسئلہ مبارکہ کے خاتمہ پر تعضیہ کے ساتھ حصول بیان ہونگے واللہ تعالے ہو الموفق للصدق والصواب والحمد للہ رب العالمین۔ تم الجزء الاول ویتلوہ الثانی بفضل اللہ تعالے

سنن ابی داؤد - منجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی ہے بصحت تمام ہر چہار جلد کامل دو جلد مین از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمۃ اللہ معروف جدید الطبع -

دلائل الخیرات - با ترجمۂ فارسی و اسماے متبرکہ و خواص اسماء حسنیٰ معروف -

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل - ذخیرۂ احادیث مولانا غلام یحییٰ -

عناصر الخیرات - با ترجمۂ اردو از حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط درود کا مجموعہ

فقہ اردو

غایۃ الاوطار - ترجمہ اردو در مختار مترجمۂ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلد مین -

راہ نجات - ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ -

مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری -

حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالۂ بے نمازان -

ترجمۂ فتاویٰ عالمگیری - کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول مترجمۂ مولانا احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمۂ مولانا امیر علی -

کشف الحاجات - ترجمۂ اردو مالابد منہ از مولوی محمد نور الدین -

نور الہدایہ ترجمۂ شرح وقایہ اردو ہر چہار جلد یکجائی مطبوعۂ نظامی -

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل - مولفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام -

شرع محمدی منظوم - مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری -

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ -

حیرت الفقہ - مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -

جواب السائلین - بطور استفتا -

کنز الدقائق - اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان -

چہل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -

اشرف المسائل - از مولوی اشرف علیخان -

رسالہ تجہیز و تکفین میت - از محمد عمر -

فقہ فارسی

ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے دو مجلد کامل -

شرح سفر السعادت - از مولانا عبد الحق دہلوی معروف -

حج الحج - مسمیٰ بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ -

تذکرۃ الجمعہ - احکام جمعہ از مولوی عبد السلام -

بٹیان - در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین -

ہدایۂ منظوم - مسائل فقہ بنظم فارسی از ملا ناظم علی رح -

ناصر حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری -

مائۃ مسائل - سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ -

شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ الملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی -

مسلک المتقین - مرغوب علماے ولایت از مولوی اکبر یار خان -

فتاوی برہنہ - جامع الابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -

قدوری - مترجمۂ مولانا ابو القاسم -

شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن جامی -

کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشے مع فرہنگ -

مالابد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ -

شرح مختصر وقایہ کورمیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -

رسالۂ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -

رسالۂ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان -

فقہ عربی

ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف -

برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح -

جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -

فتح القدیر حامل المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی

فتح القدیر - از امام کمال الدین بن الہمام نہایت
مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور
آخر مین تکملہ از شمس الدین آفندی کامل چار
مجلد ضخیم جدید الطبع -

ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و
فوائد کا مجموعہ محشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار
جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل -
۱ - جلدین اولین عبادات -
۲ - جلدین آخرین معاملات -

فتاواے عالمگیری - ہر چہار جلد کامل در چہار جلد
ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین
کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد
مین اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند
لکھے گئے ہین بتفصیل ذیل -
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح -
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب -

فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام
قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد
معروف متداول دو مجلد کامل -

شرح وقایہ - از امام صدر الشریعۃ جلی قلم
مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید
چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح -

شرح وقایہ خورد - مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم -
ذخیرۃ العقبی - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف
بن جنید چلپی متداول معروف -

اشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف
مستند متداول -

ملا مسکین - از بیوع تا وصایا محشی جدید -
کنز الدقائق - محشی متداول درسی کتاب -
مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق
مشہور متداول -

عینی شرح کنز الدقائق - محشی ہر چہار
جلد مستند معروف متداول دو مجلدین -
(۱) جلدین اولین عبادات مین -
(۲) جلدین آخرین معاملات مین -

مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعۃ
درسی متداول -

عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از
مولوی تراب علی مرحوم -

قدوری محشی - تالیف امام ابو الحسن
درسی متداول -

اخلاق و تصوف اردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی -
تہذیب النفوس - از سید فخر الدین حسین -
باب دانش - مؤلفہ مولوی محمد کریم بخش -
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان -
ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلد
مین مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی -
خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی
محمد کریم بخش -
بستان تہذیب - جامع اخلاق و ادب
مرتبۂ نواب حاجی محمد عمر علیخان بہادر فیروز جنگ
سجر الحقیقت (?) - اصلاح نفس مین -
انجیات (?) - اخلاق و موعظت مین مصنفۂ
منشی کا استاد پرشاد (?) -

کیمیاے حکمت - حصۂ اول بیان شرافت (?)
علم و ادب -
نجات المومنین - ذکر کرامات حضرت
شاہ نجابت اللہ -
تہذیب الاخلاق - مؤلفہ مولوی نجم الغنی -
پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم
کا نظم شعر بشعر اور حاشیہ پر اردو مین حاصل
مطالب مع فوائد تصوف - کامل دو جلدین
بتفصیل ذیل -
(جلد اول) ترجمۂ دفتر ۱ و ۲ و ۳ -
(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ -

اخلاق رضی - مصنفۂ قاضی محمد رضی -
شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم
مترجمۂ سید غلام حیدر صاحب -
تحفۂ سروری - نظم آداب عبادت مجلد اعضا (?)
از مفتی غلام سرور -
کنز الاسرار - ترجمہ اردو و نظم شاہ بوعلی قلندر
قدس سرہ ہموزن مثنوی از مولوی سید
غلام حیدر خان -
چشمۂ فیض - نظم ترجمہ اردو پندنامۂ عطار
کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ
از مولوی عبد الغفور خان بہادر -
مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین
عربی ہر چہار کامل در دو مجلد -
تہذیب احسانی - مؤلفۂ حکیم احسان علی -

يعلمكم الكتاب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون

مفتاح كنوز اسرار ربانی مشکوٰۃ لامع النور فیض سبحانی مجموعۂ معارف وحقائق ذخیرۂ اسرار و دقائق ترجمۂ تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی و تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر کے فوائد کے ساتھ جس میں بہت سے فوائد القرآن کی رعایت کی گئی ہے بعبارت زبان

المرسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیہ ترجمۂ عالمگیری عین الہدایہ ادام ظلہ العالی بدوام الایام واللیالی مرتبۂ اسلام المحسن التعظیم

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ بحسن وخوبی چھپی

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی جسکی فہرست جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرماسکتے ہین قیمت بھی ارزان ہر اسمین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہر اُس فن کی ا[illegible] آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری۔ ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخرالدین صاحب کامل دو جلدین۔

تفسیر زاد الآخرت۔ نظم مین پوری تفسیر قرآن کی کمال عمدگی سے از مولوی عبدالسلام۔

تفسیر سورۂ اذا زلزلت۔ جدید الطبع۔

تفسیر سورۂ فاتحہ۔ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔

تفسیر سورۂ یوسف۔ مصرعہ از مولوی اشرفعلی۔

پنجسورہ مترجم۔ با ترجمۂ اُردو۔

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ۔ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط۔

تفسیر اسرار الفاتحہ۔ مصنفۂ ملا معین ہروی در تفوف۔

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی۔ مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج لیجیے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی زینت کیجیے عجیب صنعت ہی بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط۔ فرعون و قارون کا نام بے نقط۔ روایت کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا ویسا ہی پایا جیسا شنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔

تفسیر جلالین مع کمالین۔ بہ تحشی جدید مطبوعۂ دہلی۔

تبیان فی اعراب القرآن۔ مؤلفۂ شیخ عبداللہ بن حسین عبکری محدث مفسر نحوی۔ متوفی سنہ ۶۱۶ھ اس فن کی کوئی کتاب ہند مین طبع نہوئی۔ غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام درج ہوگیا ہی ساتھ مین رسالۂ فتح الخبیر مولانا ولی اللہ دہلوی کا لگا ہوا ہی۔

درر النظیم۔ خواص و تاثیرات آیات و سورہاے قرآنی مؤلفۂ قاضی ابوالحسن المصری۔

توریت۔ بزبان عربی ترجمہ بطور اصل کے اُسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا اور اردو ترجمہ بصرف زرخطیر مطبع ہذا کی طرف سے اضافہ ہوا۔

فتح الخبیر۔ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعۂ غیر۔

احادیث اردو

مظاہر حق۔ ترجمۂ مشکوۃ المصابیح مترجمۂ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ

عنقریب کہینگے بیوقوف لوگ کس چیز نے پھیر دیا ان کو

عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۞ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى

النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا

إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا

عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ

لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ

شفقت والا مہربان ہے

واضح ہو کہ اہل ایمان کے قلوب کو خالص اللہ تعالیٰ کی توحید اور قولہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیہ کے تحقیق عطا کرنے کے لیے اپنی عبادت
میں بیت المقدس کیطرف متوجہ کیا بعض علما نے تسلیم کیا کہ ہجرت سے پہلے ہی حکم ہوا تھا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ ہجرت کے بعد حکم ہوا اور
اسمیں دقیق اسرار ہیں جو علما کے باطنین کی سمجھ پر چھوڑ دو اور یہ دیکھو کہ جدھر منہ موڑو اللہ تعالیٰ ہی کا قبلہ ہے دیکھو سایہ ہر طرف حق تعالیٰ کو سجدہ
کرتا ہے اور نفل نماز میں جدھر جا رہے سواری پر اشارہ سے نماز پڑھتا جاوے تاکہ کسی چیز کا پابند نہو۔ پھر حق تعالیٰ نے چند روز کے واسطے
دیا تھا پھر تحقیق کر دیا کہ جسطرح توریت و انجیل میں آگاہ کیا ہے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ جانب کعبہ ہوگا خانہ کعبہ کی جانب کو
دائمی قبلہ ٹھہرایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلے سے آگاہ کیا کہ عنقریب سفہا جنکو معرفت حق تعالیٰ سے کچھ حاصل نہیں ہے پھر اعتراض کرینگے چنانچہ
نازل فرمایا سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ عنقریب لوگوں میں سے سفہا کہینگے [illegible] سفہا جمع سفیہ وہ ہے جسکی [illegible]
بہتان باندھنے والے [illegible] ہیں جو بیان اور جھگڑا اسکے برخلاف کہے اور قاموس وکشاف میں کہا کہ خفیف سمجھ والا تفسیر ابن کثیر میں ذکر کیا
مراد یہاں عرب کے مشرک ہیں (الزجاج) اور مجاہد نے کہا کہ یہود کے علما ہیں اور سدی نے کہا منافق لوگ ہیں اور
شیخ ابن کثیر نے کہا کہ آیت ان سب لوگوں کے حق میں عام ہے۔ اور محمد بن اسحاق نے براء بن عازب سے روایت کی کہ جو لوگ ہیں
سفہا سے اور وہ اہل کتاب ہیں یوں کہا - مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا اس چیز نے مسلمانوں کو
اس قبلہ سے پھیر دیا [illegible] یعنی بیت المقدس سے پھر جانے کا کیا باعث ہوا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری (محمد بن اسحاق)

[...]مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہیں
[...] کتاب کے ٹائیٹل پیج کے تین صفحے جو سادے ہیں
[...]ر بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو

[...]و مغفور کامل چار جلد میں ہر جامل المتن یعنے
اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اسکا ترجمہ
اردو میں۔

تحفۃ الاخیار - ترجمہ اردو مشارق الانوار ترجمہ
مولوی خرم علی۔

ترجمہ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول
مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری ولادری
لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع
نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ
و محدود ہیں۔

ایضاً - جلد دوم حسب مراتب بالا۔

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از
مولانا محدث عبدالحق دہلوی چار مجلدات میں۔

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول
از شیخ عبدالرحمن بن علی [illegible] معروف۔

جامع ترمذی - امام ابو عیسیٰ از صحاح ستہ
میں سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی
و شمائل ترمذی جدید۔

قسطلانی - شہاب الدین قسطلانی کی شرح
صحیح البخاری مسمی بارشاد الساری معروف
بہ قسطلانی دس مجلدات میں پوری شرح[...]

بطریق علی ابن ابی طلحہ کے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ مین آئے تو اللہ تعالیٰ نے انکو حکم کیا کہ بیت المقدس کے رخ نماز پڑھا کرین پس یہود خوش ہوے اور آنحضرت صلعم نے کچھ اوپر دس مہینہ بیت المقدس کا استقبال کیا اور آپ قبلہ ابراہیم یعنے کعبہ کو دوست رکھتے تھے پس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور آسمان کو نظر اٹھاتے پس اللہ تعالیٰ نے اُتارا فولوا وجوہکم شطرہ پس اس سے یہود نے شک کیا اور کہا ما ولٰہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا پس اللہ تعالیٰ نے اُتارا قل للہ المشرق والمغرب اور فرمایا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیہ (اسنادہ صحیح سیوطی) براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کیطرف سولہ مہینہ یا سترہ مہینہ نماز پڑھی مگر آپ کو خوش آتا تھا کہ قبلہ آپکا خانہ کعبہ کی طرف ہو اور آپ نے خانہ کعبہ کیطرف اول نماز عصر پڑھی پھر ایک مرد جسنے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی نکلا پس ایک مسجد والون کی طرف گذرا در حالیکہ وے لوگ جانب شام رکوع مین تھے پس اسنے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ البتہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانب مکہ نماز پڑھی پس وہ لوگ جس ہیئات پر تھے خانہ کعبہ کی جانب گھوم پڑے اور کچھ لوگ شہید ہو چکے تھے کہ جنھون نے بیت المقدس کیطرف نماز پڑھی قبل اسکے کہ خانہ کعبہ کی طرف تحویل کیجاوے اُنکے حق مین ہم نہ جانتے تھے کہ کیا کہین تو اللہ نے اُتارا وما کان اللہ لیضیع ایمانکم ان اللہ بالناس لرؤف رحیم۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اس باب مین احادیث بہت آئی ہین۔ معالم مین ہے کہ یہ آیت یہودیون و مکہ کے مشرکون کے حق مین اُتری جنھون نے بیت المقدس سے کعبہ کی طرف قبلہ کے تحویل مین طعن کیا تھا پس یہود نے مشرکین مکہ سے کہا کہ محمد اپنے امر مین متردد ہو کر اپنی پیدائش کے مقام کیطرف مشتاق ہوے اور تمہارے شہر کی طرف توجہ کرتے ہین اور وہ تمہارے دین کیطرف پھر آنے والے ہین اور سیقول بمعنی عنقریب کہینگے اسمین آیندہ کے حال کی خبر قبل وقوع ہے پس یہ اخبار بالغیب ہے اور یہی اکثر مفسرون کا قول ہے اور من الناس موضع نصب مین السفہاء سے حال ہے اور ما بمعنی ای شیء مبتدا اور ولّٰہم خبر اور یہ جملہ سیقول سے موضع نصب مین ہے اور چونکہ یہ مقولہ ان سفہاء کی زبان سے حکایت ہے لہذا ولّٰہم بضمیر نقل فرمایا اگرچہ مرجع مذکور نہین ہے اور مرجع نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع مومنین ہین اور کانوا علیہا مین حذف مضاف ہے ای علی استقبالہا۔ یا علے اعتقادہا اور مراد اس قبلہ سے بیت المقدس ہے اور قبلہ بروزن فعلہ از مقابلہ ہے کیونکہ نمازی اسکا مقابل ہوتا اور وہ نمازی کا مقابل ہوتا ہے پھر جب سفہاء نے ایسا کہا تو اللہ تعالیٰ نے انکو رد کر دیا **قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ** ط کہدے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مشرق و مغرب ہے **ف** یعنی مشرق و مغرب و شمال و جنوب سب جہتین اسی کی ہین اسکی خصوصیت ذاتی کسی مقام سے نہین کہ دوسری جگہ اسکے قائم مقام نہو سکے بلکہ اعتبار اسکے حکم بجا لانے کا ہے نہ خصوص مقام کا اور روایت علی بن ابی طلحہ کی ابن عباسؓ سے جو اوپر مذکور ہے دلالت کرتی ہے کہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیۃ بھی انھین کے رد مین اُتری ہے اور ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ سواری پر نفل نماز پڑھتے مین جس طرف متوجہ ہو یہ آیت اُتری ہے (الصحیح) تو یہ منافی نہین اور تحقیق اسکی ترجمہ مقدمہ مین مذکور ہے **يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ** o جسکو چاہتا ہے راہ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے **ف** یعنی اسکو مقصود تک پہنچا دیتا ہے مراد یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم انھین مین ہین جنکو واصل حق فرمایا بدلیل قولہ تعالیٰ **وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا** ط اور یون ہی ہم نے تمکو امت وسط بنا دیا تاکہ تم لوگون پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ ہو **ف** یعنی جیسے ہم نے تمکو راہ مستقیم کی ہدایت دیدی اسیطرح ہم نے تمکو عادل صادق کر دیا بعض نے کہا کذٰلک ای جس طرح ہمنے تمکو وسط الارض یعنے کعبہ کی طرف ہدایت کی اسیطرح

تمکو امت وسط بنا دیا اور اسمین اشارہ ہی کہ کعبہ کیطرف استقبال کی اجازت پہلے پہل ابھی فرمائی ہی اور عنقریب اسکا مفصل بیان آتا ہی
بیضاوی مین ہی جیسے ہم نے تمہارا قبلہ سب قبلون سے افضل قرار دیا تمکو سب سے افضل کیا اور وسط در اصل ایسی جگہ کا نام ہی جسکی
مساحت سب طرف سے برابر ہو جیسے دائرہ مین مرکز ہوتا ہی پھر یہ لفظ اچھی خصلتون کے لیے استعارہ کر لیا کیونکہ وہ بھی افراط و
تفریط یعنے حد سے بڑھ جانے اور گھٹ جانے کے بیچ مین ہین جیسے سخاوت کہ وہ اسراف اور بخل کے بیچ مین ہی پھر یہ لفظ ہر ایسے
شخص پر اطلاق کیا گیا جو ایسی اچھی خصلتون سے متصف ہو اور یہ لفظ واحد و جمع و مذکر و مونث کے واسطے برابر ہی یعنی اسی لیے
امۃ کی جو لفظاً مونث ہی وسطاً صفت آیا انتہی پس وسط اور عدل وانصاف الفاظ مترادفہ ہین لہٰذا مفسر سیوطی رح نے امۃ وسطا کے
خیارا عدولا سے تفسیر کی قال تعالےٰ وکنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر الآیۃ یعنے تم سب امتون سے
یعنے سب سے بہتر عادل ہین ۱۲
افضل ہو اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین صریح ہی کہ وہ سب امتون سے بہتر اور نیکو کار و نیکو خصال تھے اور یہین سے کہا گیا کہ
جو کوئی مثل فرقۂ رافضی کے صحابہ رض کو جنکا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب مین ہونا معروف ہی فاسق و کافر
جانے وہ مرتد کافر ہی اور یہی اصح ہی اور بیضاوی مین ہی کہ اسی سے استدلال کیا گیا کہ صحابہ کا اجماع حجت ہی کیونکہ جس امر پر وہ
متفق ہوے اگر وہ باطل ہو تو انکے عادل ہونے مین رخنہ ہوتا ہی اور انکا عادل ہونا قطعی ہی پس جسپر وہ متفق ہوے وہ حق یقینی
ہی مین کہتا ہون کہ بیضاوی نے اسکو منہاج مین اچھی تحقیق سے بیان کر دیا ہی وقولہ لتکونوا شہداء علی الناس یعنے تاکہ تم لوگ قیامت
مین لوگون پر گواہ ہو یعنے تمکو خیار عادل اسواسطے ہم نے بنا دیا ہی تاکہ تم قیامت مین لوگون پر گواہ ہو اس بات کے کہ انکے
رسولون نے انکو پہونچا دیا جو اللہ تعالےٰ کا پیغام تھا - اور امام احمد نے ابو سعید خدری رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن نوح ع کو بلا کر کہا جائیگا کہ کیا تو نے پہونچا دیا پس کہیگا کہ ہان تو اسکی قوم بلائی جائیگی پس انسے
کہا جائیگا کہ کیا تمکو پہونچا دیا پس وہ لوگ کہینگے کہ ہمارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہین آیا پس نوح سے کہا جائیگا کہ کون تیری
گواہی دیتا ہی پس کہیگا کہ محمد اور اُسکی امت - فرمایا کہ پس یہی ہی قول اللہ تعالی کا وکذلک جعلناکم امۃ وسطا - آپ نے فرمایا کہ
وسط وہی عدل ہی پس تم لوگ بلائے جاؤگے پس تم نوح کے واسطے گواہی دوگے پھر مین تمپر گواہ کیا جاؤنگا - اس حدیث کو بخاری
و ترمذی و ابن ماجہ و نسائی نے بھی روایت کیا اور نسائی کی روایت مین زیادہ ہی کہ پھر کہا جائیگا کہ تمکو نوح کا پیغام پہونچانا کیونکر
معلوم کیا تو تم کہوگے کہ ہمارے پاس ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیا پس اُسنے ہمکو خبر دی کہ رسولون نے البتہ پیغام حق پہونچا دیا
جابر بن عبد اللہ رض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا قیامت کے دن مین اور میری امت خلائق پر مطلع ہونگی اور
لوگون مین سے کوئی ایسا نہین جو ہم سے قریب نہ آویگا اور کوئی نبی جسکو اسکی قوم نے جھٹلایا اُسکے حق مین یہی ہوگا کہ ہم اُسکے واسطے
گواہی دینگے کہ اسنے اپنے پروردگار عزوجل کا پیغام ان لوگون کو پہونچا دیا (ابن کثیر) اور خلاصہ مضمون ان روایات کا یہ ہی کہ اللہ
تعالی قیامت کے روز اگلون و پچھلون سب کو ایک میدان مین جمع فرماویگا پھر ہر ہر امت کے کافرون سے کہا جائیگا کہ تمکو ڈر سنانے والا
نہین پہونچا تو کہینگے ماجاءنا من بشیر ولا نذیر نہین آیا ہمارے پاس کوئی خوشخبری سنانے والا اور نہ ڈر سنانے والا جیسا کہ اللہ تعالی نے
کتاب مجید مین ذکر فرمایا ہی پس ان امتون کے انبیاء علیہم السلام سے مطالبہ کیا جائیگا کہ گواہ لاؤ اور اللہ تعالی ان سب کو خوب جانتا ہی
لیکن یہ ان کافرون پر حجت تمام کرنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آپکی امت کی بزرگی ظاہر فرمانا ہی پس جب انبیاء ع سے اس امر کے

گواہ مانگے جائینگے کہ تمنے پہونچا دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ دانا تر ہے تو اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو گواہ دینگے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کی امت حاضر ہو کر گواہی دینگے تو امتون کے منکر کافر کہینگے کہ یہ لوگ ہمارے بعد آئے ہین انھون نے کہانسے جانا کہ ان رسولون نے پہونچایا ہے پس امت محمد صلعم سے یہ سوال کیا جائیگا تو یہ جواب دینگے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی سچی کتاب اپنے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اسکے اخبار سے ہمنے جانا ہے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی امت کا حال پوچھا جائیگا پس آپ انکی تزکیہ و عدالت کی گواہی دینگے اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علیٰ ہؤلاء شہیدا الآیۃ اگر کہا جاوے کہ آیت مین علیکم شہیدا فرمایا اور لکم شہیدا نہین فرمایا حالانکہ یہ گواہی تو ان صحابہ رض کے واسطے ہے اور اُنکے اوپر نہین ہے کیونکہ مراد اللہ تعالیٰ کی بالاتفاق یہی ہے کہ ان کافرون پر جیسا انھون نے کیا ہے سچا الزام ثابت کیا جائیگا پس گواہون کے واسطے عدالت ثابت ہوگی۔ ج۔ یہ کہ گواہون پر کوئی گواہی دیتا وے تو جواب یہ ہے کہ یہان جسکے واسطے گواہی دی ہے اُسپر گواہ مثل ایک نگہبان کے ہے اسواسطے لفظ علیٰ کے ساتھ فرمایا جسمین ایک بلندی مرتبہ وعلوشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جیسے فرمایا واللہ علیٰ کل شیئ شہید حالانکہ کل شیئ مین انبیاء و اولیاء و ملائکہ وصالحین سب ہین۔ الرسول کا الف لام عہد کا ہے اور مراد خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین۔ جاننا چاہیے کہ یہان سے ثابت ہے کہ گواہ عادل ہین اور گواہون کی عدالت ایسے لوگون سے لیجاوے جو ثقہ ہون اور ظاہر کلام سے نکلتا ہے کہ گواہون کی گواہی پر قاضی کچھ جرح نہ کریگا بلکہ مدعا علیہ جرح کرے تب اُنکی عدالت ثابت کیجائیگی اور یہی امام ابو حنیفہ رح کا ایک قول ہے اور قاضی اپنے علم پر فیصلہ نہ کریگا اور گواہ لانا مدعی پر واجب ہے جب مدعا علیہ منکر ہو اور گواہ کو جائز ہے کہ سچی خبر سے معلوم کرکے گواہی دے اگرچہ معائنہ نہ کیا ہو اور ضرور نہین کہ گواہ یہ تفصیل کرے کہ مین نے معائنہ سے گواہی دی یا خبر وغیرہ سے معلوم کرکے اور یہی اصح مذہب حنفیہ ہے اور جاننا چاہیے کہ یہان سے ثابت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب عادل ہین جو شخص ان مین سے کسی پر جرح کرے ایسی جو انکی عدالت کے برخلاف ہو وہ مبتدع گمراہ ہے اور اگر انھین سے کسی سے دین کے مسائل مین اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے مسئلہ نکالا اور اُسمین وہ چوک گیا اُس سے اجتہاد مین چوک ہوئی تو یہ اسکی عدالت کے لیے کچھ بھی منافی نہین ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ صحابی نے ایک خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی حالانکہ وہ اپنے موقع پر نہین مگر اُسنے جسطرح جانا اسیطرح بیان کیا ہے پس یہ بالکل جرح نہین ہے مثلاً بعض صحابہ نے روایت کیا کہ حج مین آنحضرت صلعم نے مکہ کو جاتے ہوے بیدار کی بلندی پر چڑھتے وقت تلبیہ کہا اور آواز بلند کی پس اُسنے جیسا سُنا ویسا روایت کیا اور دوسرے صحابی نے روایت کی کہ احرام کے بعد ہی تلبیہ کہا تو یہ صحیح ہے حاصل کلام یہ ہے کہ صحابہ رض سب عادل ہین اور اُنکے فضائل و کمالات بہت بڑھکر ہین جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات انبیاء علیہم السلام کی نسبت بہت اعلیٰ و افضل ہین ایسے ہی آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے فضائل اس تمام امت اور اگلی تمام امتون کی نسبت بہت افضل ہین پس فرقہ رافضی و فرقہ خارجی دونون نے شیطان کی پیروی کی اور دین سے گمراہ ہوے اور ابن کثیر نے تفسیر مین ذکر فرمایا ہے کہ حاکم نے مستدرک مین اور ابن مردویہ نے جابر بن عبداللہ رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی سلمہ مین سے ایک شخص کے جنازہ پر تشریف لائے اور مین آپ کے پہلو مین تھا پس صحابہ رض مین سے بعضون نے کہا کہ واللہ یا رسول اللہ البتہ اچھا مرد تھا اور عفیف مسلمان تھا اور انھون نے اُسکی ثنا کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اسی قدر بات کہ جتنی تو جانتا ہے تو کہنے والے نے عرض کیا کہ چھپی باتون کا تو خدا ہی دانا ہے اور ہمنے تو وہی کہا جو ہمکو اُسکے حال سے ظاہر ہوا وہ یہی ہے پس نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہوئی پھر بنی حارثہ میں سے ایک شخص کے جنازے پر حاضر ہوئے اور میں آپ کے پہلو میں تھا پس بعضے صحابہؓ
نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ شخص (یعنی جنت واجب ہوئی) برا آدمی تھا البتہ یہ شخص سخت دل فحش بکنے والا تھا اور اُسپر اسلام کے برخلاف باتیں بیان کیں تو
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض سے کہا کہ تو بات اتنی ہی کہ جتنی تو جانے پس کہنے والے نے عرض کیا کہ چھپی باتوں کا تو خدا ہی
دانا تر ہے اور ہمنے تو وہی کہا جو ہمکو اُسکے حال سے ظاہر ہوا وہ یہی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واجب ہوئی۔ پھر
مصعب بن ثابت راوی نے کہا کہ اس بیان پر محمد بن کعب القرظی راوی نے کہا کہ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر
پڑھی یہ آیت وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ حاکم نے کہا کہ صحیح الاسناد ہے اور امام احمدؒ نے
اپنے اسناد سے ابو الاسود سے روایت کی کہ کہا میں مدینہ میں آیا پس ایسے حال میں وارد ہوا کہ وہاں مرض پھیلا تھا اور لوگ بہت
مرتے تھے پس میں عمر بن الخطاب کے پاس بیٹھا پھر وہاں سے ایک جنازہ گذرا پس اس میت پر بھلائی کی تعریف کی گئی تو فرمایا
عمرؓ نے کہ واجب ہوئی پھر دوسرا جنازہ گذرا پس اُسپر برائی بیان کی گئی تو عمرؓ نے کہا کہ واجب ہوئی پس ابو الاسود نے کہا یا امیر المومنین
کیا واجب ہوئی تو فرمایا کہ میں نے ویسا ہی کہا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان کہ چار آدمی اُسکے لیے
بھلائی کی گواہی دیں اللہ تعالیٰ اسکو جنت میں داخل کر دیگا۔ کہا حضرت عمرؓ نے کہ ہم لوگوں نے عرض کیا اور تین تو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اور تین بھی۔ کہا حضرت عمرؓ نے پس ہم نے عرض کیا اور دو تو حضرت صلعم نے فرمایا اور دو پھر ہم لوگوں نے
ایک ہی کی گواہی دینے کو نہیں پوچھا۔ ایسا ہی اُسکو بخاری و ترمذی و نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ اور ابن مردویہ و ابن ماجہ نے
ابو زہیر ثقفی سے اور امام احمد نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ دور نہیں کہ تم جان لو اپنے
بھلوں کو بُروں سے ہم لوگوں نے کہا کہ کس چیز کے ساتھ یا رسول اللہ تو فرمایا کہ بھلی تعریف کیے جانے اور بُری تعریف کیے جانے
سے تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔ جاننا چاہیے کہ نفاق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پھیل رہا تھا اور بعضے
لوگ نفاق ڈر سے مسلمان بنے تھے (یعنی خالص صحابہ رضی اللہ عنہم) اور بعضے ظاہر میں مسلمان اور دل میں درحقیقت متردد تھے کہ اگر اسلام حق ہے تو حضرت
چند روز میں غالب ہو جاوینگے پس اسوقت وہ پکے ہونیکے منتظر تھے اور مجازاً ان لوگوں پر بھی صحابی کا اطلاق آیا ہے پھر وہ زمانہ
ہنوز نہ آیا تھا کہ انکو یقین کامل حاصل ہو کہ وہ مرگئے اور تمام تحقیق اپنے مقام پر مذکور ہے یہ مقام تفسیر کیطرف رجوع کرنے کا ہے قولہ تعالیٰ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ط

اور جس قبلہ پر تو پہلے تھا اُسی کو ہمنے قبلہ نہیں بنایا مگر اسی واسطے کہ ہم جانیں ہر ایسے کو جو رسول کی اتباع کرتا ہے اُس سے
جو اپنی ایڑی کے بل پھر جاتا ہے ف یعنی ثابت قدم مومنوں کو منافقوں سے امتیاز کریں اسمیں دو مقام ہیں مقام اول یہ کہ القبلۃ
التی کنت علیہا سے کون قبلہ مراد ہے اور مقام دوم یہ کہ الا لنعلم من یتبع الخ سے اللہ تعالیٰ کے جاننے سے کیا مراد ہے پس میں اللہ
تعالیٰ کی توفیق سے دونوں کو بیان کرتا ہوں (مقام اول) مفسر سیوطی رح نے القبلۃ سے خانہ کعبہ مراد رکھا اور جعل (موافق بعض مفسرین کے) بمعنی صیّر متعدی بدو
مفعول لیا پس مفعول اول القبلۃ اور مفعول دوم مقدر جسکی صفت التی کنت علیہا ہے یعنی الجہۃ التی کنت علیہا یعنے نہیں بنایا ہمنے قبلہ وہی جہت
جسپر تو تھا۔ اور مقصود یہ ہے کہ ہم نے ایسا ایسا نہیں کیا مگر اس جاننے کے واسطے یعنی اس جاننے ہی کے واسطے ایسا کیا پس معنی یہ ہیں
اور نہیں کر دیا ہمنے تیرے لیے قبلہ اب اُسی جہت کو جسپر تو پہلے تھا اور وہ کعبہ تھا اور یہ بنا بر اس قول کے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

جب کہ مین تھے تب کعبہ کیطرف نماز پڑھتے تھے اور اسمین دوسرا قول یہ ہو کہ مکہ مین بھی صخرہ بیت المقدس کیطرف پڑھتے تھے اور اسکا بیان
آتا ہو پس مفسر رحمہ نے قول اول اختیار کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی طرف مکہ مین پہلے پہل نماز پڑھا کرتے تھے پھر جب مدینہ مین ہجرت
کر کے آئے تو سولہ یا سترہ مہینہ تک یہودیون کی تالیف قلوب کے واسطے بیت المقدس کیطرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور ظاہر سے بھی
یہی ہو کیونکہ آپ خانۂ کعبہ کا طواف کرتے تھے کما فی الصحاح اور روایت علی بن ابی طلحہ سے جو ابن عباس سے اوپر گذری یہی معلوم ہوتا ہو کہ
مدینہ مین آنے کے بعد بیت المقدس کیطرف استقبال کا حکم جدید ہوا اور نیز تالفاً للیہود کی وجہ بھی اسی پر شاہد ہو کیونکہ علت مذکورہ مکہ
ہو اور وہ کعبہ مین نہ تھی کیونکہ وہان کے سب لوگ مشرک تھے اور یہی بعض نے اختیار کیا ہو اور اسپر وارد ہوتا ہو کہ نسخ دو مرتبہ واقع ہوا
اول کعبہ سے بیت المقدس کی طرف پھر بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف فافہم - اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر مین کہا کہ حاصل یہ ہو
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صخرہ بیت المقدس کیطرف استقبال کرنے کا حکم پہلے پہل ہی اسیطرح دیا گیا تھا کہ جب مکہ مین تھے تو دونون
رکنون کے درمیان نماز پڑھتے کہ کعبہ آپ کے سامنے ہوتا اور آپ صخرہ بیت المقدس کا استقبال کرتے پھر جب مدینہ مین آئے تو دونون
مین جمع کرنا متعذر ہوا پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کیطرف توجہ کرنے کا حکم دیا قال المترجم محصول یہ ہو کہ
القبلہ سے مراد بیت المقدس ہو اور تقدیر عبارت یون ہو وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا قبلۃ لک الا لنعلم الخ یعنے نہین کر دیا تھا ہمنے بیت المقدس
جسکی طرف تو نماز پڑھتا تھا تیرے لیے قبلہ مگر اسی واسطے کہ ہم جان لین اسے آخرہ یعنی اصل قبلہ تیرا تو وہی بیت اللہ ہو مگر چند روز
کے واسطے جو ہمنے بیت المقدس کو تیرے لیے قبلہ کر دیا تھا تو اس جاننے کے لیے کیا تھا اور ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ قرآن
مین جو اول نسخ ہوا وہ قبلہ ہو اور کہا ابن عباسؓ نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے اور کعبہ آپ کے
سامنے ہوتا اور مدینہ مین ہجرت کرنے کے بعد بھی سولہ مہینہ ایسا ہی کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کعبہ کی طرف پھیر دیا اور شیخ ابن کثیر
نے کہا کہ اس قول ابن عباس کے مانند جمہور مفسرین کا قول ہو قال المترجم اور وہ جو ابن عباس سے علی ابن ابی طلحہ نے روایت کی کہ
مدینہ مین آنے کے بعد آپ کو بیت المقدس کے استقبال کا حکم دیا گیا تو اسکا جواب یہ ہو کہ خالی بیت المقدس ہی کی طرف استقبال کرنے کا
بدون اسکے کہ کعبہ آپ کے سامنے ہو کیونکہ دونون کا جمع ہونا متعذر ہو گیا تھا اور مکہ مین امامت جبریل بجانب کعبہ حدیث مین بھی
یہ تاویل ہو سکتی ہو کہ کعبہ سامنے تھا اور اصل استقبال بیت المقدس کا تھا اور ہجرت کے وقت جو آپ فراق کعبہ سے روئے وہ مخصوص
انوار و فیوض خانہ کعبہ کی وجہ سے تھا بالجملہ ابن عباس اور جمہور مفسرین کے نزدیک ابتدا مین اور بعد ہجرت کے مدینہ مین سولہ یا سترہ مہینے
تک آپ بیت المقدس کیطرف استقبال کرتے تھے ولیکن ان علما نے اسمین اختلاف کیا ہو کہ مکہ مین آپ کو بیت المقدس کے
استقبال کا حکم ہوا تھا یا آپ نے اجتہاد سے ایسا کیا تھا اسمین دو قول ہین ابن کثیر نے کہا کہ قرطبی نے اپنی تفسیر مین عکرمہ و ابو العالیہ
و حسن بصری سے نقل کیا کہ بیت المقدس کی طرف توجہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے کی تھی اور مقصود یہ ہو کہ مدینہ مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال بیت المقدس کیطرف اسی حال پر قریب ڈیڑھ برس کے مستمر رہا اور ظاہر قول ابن عباس سے معلوم
ہوتا ہو کہ مدینہ مین آپ کو حکم ہوا تھا اور اول نسخ قرآن بھی اسی پر دلالت ہو اور اسپر دوبارہ نسخ ہونا بھی لازم نہین آتا ہو اور شیخ ابن حجر نے
اسی کو اختیار کیا ہو پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کا استقبال کرتے ولیکن تضرع و دعا کرتے کہ کعبہ کی طرف جو قبلہ ابراہیم
علیہ السلام تھا متوجہ کیے جاوین پس اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور خانہ کعبہ کیطرف جو بیت عتیق و بیت اللہ ہو توجہ کا حکم دیا پس آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور لوگون کو اس سے آگاہ فرمایا اور پہلی نماز جو کعبہ کیطرف پڑھی وہ نماز عصر تھی جیسا کہ روایت صحیحین مین
پہلے گذرا اور نسائی کی روایت مین ابو سعید بن المعلی سے آیا ہو کہ وہ ظہر تھی اور کہا کہ مین اور میرے ساتھی نے اول کعبہ کی طرف نماز پڑھی ہو
اور شیخ سیوطی رح نے مقدمہ اتقان مین اسکی شرح بیان کیا ہو اور ابن کثیر نے فرمایا کہ اکثر مفسرین وغیرہ نے ذکر کیا کہ قبلہ کی تحویل آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حال مین نازل ہوئی کہ آپ ظہر کی دو رکعتین پڑھ چکے تھے اور یہ مسجد بنی سلمہ مین واقع ہوا اسی لیے اسکو
مسجد القبلتین کہنے لگے اور حدیث نویلہ بنت مسلم مین ہو کہ انکے پاس یہ خبر آئی درحالیکہ وہ ظہر کی نماز مین تھے پس پھر گئے اسطرح
کہ مرد لوگ عورتون کی جگہ ہو گئے اور عورتین مردون کی جگہ ہو گئین ذکرہ الشیخ ابو عمر بن عبد البر النمری آور اہل قبا والون کو دوسرے روز
کی نماز فجر تک خبر نہین ہوئی جیسا کہ صحیحین مین ابن عمر رض سے روایت آئی ہو کہ اس بیچ مین کہ لوگ مسجد قبا مین صبح کی نماز مین تھے کہ ایک
آنے والا آیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کو قرآن اترا اور البتہ انکو حکم دیا گیا ہو کہ کعبہ کا استقبال کرین پس سبھون نے
کعبہ کا استقبال کیا اور انکے منہ شام کی طرف تھے پس گھوم پڑے کعبہ کیطرف - شیخ ابن حجر نے فرمایا کہ اگلے کچھ دن رہے پر رات کا
اطلاق مجازا واقع ہوا ہو - ابن کثیر نے فرمایا کہ اسمین دلیل ہو کہ ناسخ کا حکم جبھی سے لازم ہوتا ہو کہ جب سے اسکا علم حاصل ہو اگرچہ اسکا
نزول پہلے ہو لیا ہو کیونکہ مسجد قبا والون کو عصر و مغرب و عشاء گذشتہ کو اعادہ کرنے کا حکم نہین کیا گیا واللہ اعلم اور جب ایسا واقع ہوا تو
منافقون و یہودیون کو شک و گمراہی نے گھیرا اور جسکی اللہ تعالی نے پہلے خبر دی کہ سیقول السفہاء من الناس ما ولٰہم عن قبلتہم التی
کانوا علیہا - ویسا کہنے لگے جیسا کہ اوپر بیان گذرا پس قولہ تعالے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الخ کے یہ معنے ہین کہ اے محمد ہم نے
پہلے تمہارے لیے بیت المقدس کو قبلہ کیا پھر اس سے کعبہ کی طرف پھیر دیا یہ اسی واسطے کیا تاکہ ہم معلوم کرین کہ کون تیری اتباع
کرتا اور اطاعت کرتا ہو اور جدھر تو استقبال کرے تیرے ساتھ استقبال کرتا ہو اور کون الٹے پاؤن دین سے پھر کر مرتد ہو جاتا ہو -
(مقام دوم) یہ کہ اللہ تعالی کا علم ازلی ہو اور وہ ہر چیز کو اسکے وقوع سے پہلے جانتا ہو پس یہان جو فرمایا الا لنعلم تاکہ ہم جان لین اس سے
کیا مراد ہو کیونکہ اللہ کا جان لینا ایسا واقع ہونے پر نہین ہو اسکا جاننا کسی چیز کی قابلیت پر نہین ہو سکتا پس اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا
تاکہ تمیز کرین یعنی ظاہر ہو ۱۲
اول وہ جو ابن عباس سے مروی ہو کہ قولہ الا لنعلم ای الا لنمیز اہل الیقین من اہل الشک یعنی مگر اس واسطے کہ متمیز کر دین ہم ایمان والون کو
منافقون شک والون سے یعنی تاکہ ظاہر ہو جاوے تمیز مطیع کی عاصیون نافرمانون سے اور یہی ہمارے شیخ مفسر سیوطی رح نے ذکر کیا ہو
پس یہان مجازا تمیز پر علم کا اطلاق کیا بعلاقہ سبب و مسبب کیونکہ علم سبب ہو اور تمیز مسبب ہو اور شیخ ابو حیان نے کہا کہ یہان مِن
کے ساتھ علم کا متعدی ہونا بھی اسی کا مؤید ہو اس واسطے کہ علم کا لفظ مِن سے متعدی نہین ہوتا الا اسی صورت مین کہ علم بمعنی تمیز
ہو اور بیضاوی مین ہو کہ یہ مثل قولہ تعالے لیمیز اللہ الخبیث من الطیب کے ہو اور اسی کی شاہد ہو وہ قرأت جس مین لنعلم کی جگہ لیعلم
تاکہ تمیز کر دے اللہ تعالی خبیث کو پاک سے ۱۲
بصیغہ غائب مجہول پڑھا گیا ہو کیونکہ بربنائے مجہول ہونا اس امر کا شاہد ہو کہ یہ مقصود نہین کہ اسکو ایک ہی شخص معین جانے بلکہ جانا جاوے
یعنی ہر شخص جسکو جاننے کی لیاقت ہو اسکو جان لے اور یہ ظاہر ہو کہ یہ جبھی ہوگا کہ اللہ تعالی خارج مین سچے جمے رہنے والون مین اور
ڈھلمل یقین والون مین اسطرح تمیز کر دے کہ کسی پر پوشیدہ نہ رہے - دوم یہ معنی ہین تاکہ جان لین ہم اسکو حادث موجود ہونے کے
ساتھ بھی اگرچہ علم ازلی واقع تھا - سوم لنعلم ای لنمتحن تاکہ ہم امتحان مین مبتلا کرین مترجم کہتا ہو کہ یہ غیر ظاہر توجیہ ہو - چہارم لنعلم ای بعلم ظہور
رازی نے کبیر مین فرمایا یعنے وہ علم جس سے ثواب و عذاب متعلق ہوتا ہو کیونکہ جبکہ اللہ تعالی بعلم غیب عالم ہو اس سے ثواب و عذاب

نہین بلکہ اسی سے متعلق ہوتا ہی جو پائے جانے کے ساتھ ہی اور معنی یہ ہوئے کہ تاکہ جانین ہم وہ جانا جس کے موافق عمل کرنے والا ثواب یا
عذاب کا مستحق ہوتا ہی اور اسی کی نظیر ہی قولہ تعالیٰ ولما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم ویعلم الصابرین ۰ مترجم کہتا ہی کہ تفسیر سیوطی ہونے بھی
علم ظہور سے تفسیر کی اور شاید مراد یہی معنی ہون جو رازی نے ذکر فرمائے ہین تیجم لنعلم ای لیعلم الرسول والمومنون تاکہ رسول صلعم اور
مومنین جان لین ولیکن اپنی طرف علم کی نسبت کرلی کیونکہ یہ لوگ اُسکے خاص بندے ہین تشتم لنعلم ای فعلنا فعل من یرید ان یعلم
یعنی ہمنے ایسا فعل کیا جیسا وہ شخص کرتا ہی جو جاننا چاہتا ہی پس یہ کلام بر سبیل تمثیل ہی تفسیر ابن کثیر مین ہی لیظہر حال من یتبعک ویطیعک
ممن ینقلب علی عقبیہ مرتدا عن دینہ یعنے تاکہ ظاہر ہو حال اُسکا جو تیری اتباع واطاعت کرے ایسے سے جو اُلٹے پاؤن پھر جاوے یعنی
اپنے دین سے مرتد ہو جاوے وقولہ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ اور یہ محنت بیشک بڑی ہی
سوائے ان لوگونکے جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ف یہ ان مخففہ ہی در اصل انہا تھا اور ضمیر راجع بجانب مدلول جملہ ماقبل ہی ای
ہذہ الفعلۃ یعنے پھیر دینا قبلہ کا بیت المقدس سے کعبہ کی طرف اور لکبیرۃ کا لام ہی ان مخففہ و نافیہ مین فرق کرتا ہی۔ اور بعض نے نافیہ لیا
اور لام بمعنی الا۔ ہے لیکن شیخ عکبری نے رد کر دیا کہ یہ خلاف لغت و قیاس ہی اور بعضے اہل تفسیر نے اشارہ کیا کہ انہا کانت ای ان القبلۃ
یعنی الصلوٰۃ الیہا پس معنی یہ ہونگے کہ نماز اس قبلہ کیطرف بھی ان مرتدون پر ثقیل تھی الا انہین پر ثقیل نہ تھی جنکو اللہ نے ہدایت کی یعنے
اُنکے دلون کو تیری تصدیق کیواسطے کھول دیا کہ جو کچھ رسول لایا وہ سب حق ہی اسمین شک کو گنجائش نہین اور یہ یقین دے دیا کہ اللہ تعالیٰ
جو چاہتا ہی کرتا ہی اور جو حکم چاہتا ہی دیتا ہی اُسکو اختیار ہی کہ اپنے بندون کو جس امر کے واسطے چاہے مکلف کرے اور جو چاہے نسخ کرے
ہر ایک مین پوری حکمت موجود ہی بلکہ جب آیت اُترتی ہی تو اُنکا ایمان بڑھتا ہی چنانچہ فرمایا فاما الذین آمنوا فزادتہم ایمانا بخلاف منافقون
کے کہ وہ اپنے اوہام کے پابند جب کوئی امر پیدا ہوا پھر گئے اور جب آیۃ آئی منکر ہو کر گمراہ ہوئے کما قال تعالیٰ واما الذین فی قلوبہم مرض
فزادتہم رجسا الی رجسہم پس چونکہ یہ امر عظیم تھا کہ اسمین بہتیرے کچے مرتد ہو گئے لہذا اس واقعہ مین جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی تصدیق و اتباع مین ثابت رہے اور بلا شک وشبہہ کے جدھر اللہ تعالے نے حکم کیا پھر گئے وہ سرداران صحابہ مین سے ہین
اور بعضے اسطرف گئے ہین کہ السابقون الاولون من المہاجرین والانصار جنکو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی وہ یہی لوگ ہین جنھون نے
دونون قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہی اور بخاری نے اس آیہ کی تفسیر مین ابن عمر رضہ سے روایت کی کہ اس بیچ مین کہ لوگ مسجد قبا
مین صبح کی نماز مین تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رات قرآن اُترا ہی اور ابتدا آنحضرت صلعم
کو حکم دیا گیا کہ کعبہ کا استقبال کرین پس فوراً لوگون نے کعبہ کا استقبال کیا کہ اُسکی طرف سب متوجہ ہو گئے اور ترمذی و مسلم
کی ایک روایت مین ہی کہ مسجد قبا والے صحابہ رکوع مین تھے پس اسی حالت پر وہ کعبہ کی طرف گھوم پڑے درحالیکہ وہ
رکوع مین رہے اور یہ دلیل ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کے فرمانبرداری و اتباع مین کامل ہی ثابت قدم
تھے رضی اللہ عنہم اجمعین پھر منافقون و یہودیون نے مومنون کو شک ڈالنا شروع کیا تو نازل ہوا قولہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ
لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ اور اللہ تعالیٰ کی شان نہین کہ تمہارے ایمان یعنے نمازون
کو ضائع فرما دے۔ اللہ تعالیٰ تو لوگون پر رؤف رحیم ہی ف معالم مین مذکور ہی کہ حیی بن اخطب یہودی اور اُسکے لوگون نے
مومنین سے شک ڈالنے کو کہا کہ تم ہمین بتلاؤ کہ تمہاری نماز بیت المقدس کیطرف کیسے تھی اگر ہدایت تھی تو تم اس سے پھر گئے

اور اگر گمراہی تھی تو تمنے اللہ تعالیٰ کا گناہ سمیٹا اور جو تم مین سے بیت المقدس کیطرف نماز پڑھنے کی حالت مین مرا ہو وہ گمراہی پر مرا پس مومنین نے جواب دیا کہ ہدایت وہی ہو جسکا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور گمراہی وہی ہو جس سے ممانعت فرمائی پس جب یہ ایمان کا جواب پایا تو کہیں سے بولے کہ تمہارے پاس ان لوگون کے حق مین کیا شہادت موجود ہو جو بیت المقدس کیطرف نماز پڑھنے کے زمانہ مین مرے ہین اور حال یہ گذرا تھا کہ خانہ کعبہ کی طرف تحویل کا حکم آنے سے پہلے مسلمانون مین سے اسعد بن زرارۃ و ابو امامہ قبیلہ بنی النجار سے اور براء بن معرور قبیلہ بنی سلمہ سے اور دیگر لوگ شہید ہوچکے تھے پس ان لوگون کے قرابتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قبلہ ابراہیم کیطرف پھیرا پس ہمارے ان بھائیون کا کیا حال ہوگا جو بیت المقدس کیطرف نماز پڑھتے تھے اور اسی حال مین مرگئے پس اللہ تعالیٰ نے اُتارا وماکان اللہ لیضیع ایمانکم یعنے صلوتکم الی بیت المقدس (نہین ہو اللہ کہ ضائع کردے تمہارے ایمان کو) یعنی تمہاری نماز کو جو بیت المقدس کیطرف تھے۔ اور بخاری مین براء بن عازب سے روایت ہو کہ ایک قوم نے انتقال کیا تھا جو بیت المقدس کیطرف نماز پڑھتے تھے پس لوگون نے کہا کہ انکا حال اس معاملہ مین کیا ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے اُتارا وماکان اللہ لیضیع ایمانکم اور بخاری کی دوسری روایت براء مین ہو اور تھے کچھ لوگ کہ مرگئے تھے بیت المقدس کے قبلہ ہونے کے حال پر قبل اسکے کہ کعبہ کیطرف تحویل ہو پس ہم نہین جانتے تھے کہ انکے حق مین کیا کہین پس اُترا وماکان اللہ لیضیع ایمانکم الآیۃ اور ترمذی نے اسکو ابن عباس سے روایت کیا اور صحیح کہا اور مانند اسکے امام احمد و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن حبان و طبرانی و حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہو اور قرطبی نے اپنی تفسیر مین کہا کہ علماء اس بات پر متفق ہین کہ یہ آیت ان لوگون کے حق مین اُتری جو مرگئے درحالیکہ بیت المقدس کیطرف نماز پڑھتے تھے۔ پس نماز کو ایمان فرمایا اس لیے کہ اسمین ایمان کی ضروریات نیت و قول و عمل سب موجود ہین اور تفسیر ابن کثیر مین ہو کہ محمد بن اسحاق نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ وماکان اللہ لیضیع ایمانکم ای بالقبلۃ الاولیٰ یعنے پہلے قبلہ کی طرف تمہارے ایمان کو اور اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و اتباع کرنے کو دوسرے قبلہ کیطرف توجہ کرنے مین ضائع نہ کریگا بلکہ کل ثواب عطا کریگا قولہ ان اللہ بالناس لرؤف رحیم ۝ مین مراد الناس سے خاصۃ مومنین ہین بالف لام عہد بقرینہ لرؤف رحیم پس رؤف مبالغہ از مصدر رأفت اور رحیم مبالغہ از مصدر رحمت ہو اور اول بہ نسبت ثانی کے زیادہ بلیغ ہو جیسے مصدر اسکا بہ نسبت دوسرے کے مصدر کے مبالغہ رکھتا ہو کیونکہ رأفت بمعنی شدت رحمت ہو پس اگر کہا جاوے کہ پھر بلیغ سے ابلغ کیطرف ترقی ہونی مناسب تھی یعنے رحیم مقدم ہوتا تو مفسر رحمہ نے مانند دیگر مفسرین کے جواب کا اشارہ کردیا کہ فاصلہ کی رعایت سے رحیم کو موخر کیا یعنی صراط مستقیم کے مناسب لرؤف رحیم رکھا لیکن رؤف تمام قرآن مین رحیم سے مقدم ہو لہذا اوجہ و اسکے انمین معنوی مناسبت بھی ہو وہ یہ ہو کہ رأفت ایک خاص رحمت مین مبالغہ ہو یعنی ضرر دور کرنے مین اور رحمت عام ہو لیکن چونکہ دفع ضرر ایک امر اہم ہو لہذا رؤف مقدم کیا گیا یہان بلکہ تمام قرآن مین اور حدیث مین رأفت و رحمت الٰہی کی ایک تمثیل باولیٰ مناسبت بیان ہوئی ہو چنانچہ صحیح مین روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی عورتون مین سے ایک عورت کو دیکھا جسکا بچہ اسکے پاس سے جدا ہوگیا تھا وہ عورت اپنے بچہ کو تلاش کرتی پھرتی اور قیدیون مین سے جو کوئی بچہ پاجاتی اسکو لیکر اپنے سینہ سے لگالیتی پھر جب اُس عورت نے اپنا بچہ تلاش کر پایا تو اپنے سینہ سے ملاکر چمٹا لیا اور اپنی چھاتی اسکے مُنہ مین دیدی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جان سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ مین ڈال دینے والی ہو درحالیکہ وہ قدرت رکھتی ہو کہ اسکو آگ مین نہ ڈالے تو صحابہ نے عرض کیا کہ نہین یارسول اللہ تو فرمایا کہ پس قسم ہو اللہ کی البتہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون پر اس عورت کے اپنے بچہ پر مہربان ہونے سے

زیادہ مہربان ہے **ف** عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالیٰ وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علیٰ عقبیہ جو لوگ مرتد ہوئے انکے ساتھ حال یہ ہوا کہ امتحان ہونے کے وقت جبکہ چاہیے یہ تھا کہ خطاب تسلیم پر سر جھکاتے اور امر کو امر میں مشاہدہ کرتے جیسے اچھے لوگون نے کیا تھا ان مرتدون کو موڑا اور مکر قدم سے انکو اسطرف پھیر دیا کہ یہ فعل کسکے دیکھنے میں پڑ گئے حالانکہ اس سے ارادہ متعلق تھا اور یہ بات اس وجہ سے تھی کہ علم قدم کے اسباب ظاہر ہو جاوین اور آسکے علم قدیم میں یہ بات پہلے ہو چکی تھی کہ یہ لوگ گمراہی کے میدانون مین کفر کو لاوے ہوئے خاک چھانتے پھرینگے اور بعض نے کہا کہ یہان الا لنعلم جو فرمایا یہ خطاب لوگون کے عقلون کی مقدار پر ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ آخر آیت مین اسکی علت صاف فرمائی کہ وما انت بتابع قبلتہم اور نہین ہے تو کسی طور انکے قبلہ کا تابع ہونے والا یہ اپنی طرف سے اپنی صنعت و حکمت کا احکام ہے یعنے مضبوطی کا اظہار ہے یعنی آخر مین اپنی صنع محکم و مضبوط کا صاف بیان کر دیا کہ جو علم الٰہی و اسکی تقدیر مین منضبط و جاری ہو چکا ویسا ہی ضرور واقع ہوگا پس یہان جو فرمایا کہ الا لنعلم تاکہ ہم جان لین یہ لوگون کی سمجھ کے موافق انسے خطاب مقصود ہے اور یہان خاص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اور آپ کو علم اولین و آخرین بدرجہ کمال تھا پس وہان صاف کہہ دیا اور بات ٹھیک یہی ہے کہ بول چال اور محاورات تمام بندون کی تعلیم و فہمائش مین اسی طور پر واقع ہوے ہین کہ انہیں ہین اور جو انکی عقلون سے باہر نہین کیا نہین دیکھتے کہ حدیث مین ہے کہ لوگون سے انکی عقل کے موافق باتین کرو اور صحابہ جو پہلے تمام عرب کے مانند جاہل تھے انکو ابتدا مین بلند خطاب نہ کیے گئے بلکہ چندے آداب و کلام سے لائق فیض کر کے جب انوار سے پُر کر دیا تو خود انکی آنکھین ہو گئین یعنے صفات الٰہی کے ساتھ دیکھنے و سننے لگی اور پہلی وہی آنکھین جاتی رہین کیا تم نے توجہ نہین کی کہ حدیث مین آیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے حالات زمانہ جاہلیت کے خاص جلسہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین بیان کرتے اور ہنستے یعنی کمال خوشی سے جب اپنی حالت اور تب کی حالت مین فرق دیکھتے تھے پھولے نہ سماتے اور ہنستے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے ساتھ مسکراتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان رکھا کہ قبلہ قدم و محل رحمت اتم کی جانب متوجہ فرمایا بقولہ تعالیٰ

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ

ہم دیکھتے ہین پھر پھر جانا تیرا منھ آسمان مین سو البتہ پھیرین گے تجھکو جس قبلہ کیطرف تو راضی ہوگا اب پھیر منھ اپنا طرف

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ

مسجد الحرام کے اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیرو منھ اسیکی طرف اور جنکو ملی ہے

اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ

کتاب البتہ جانتے ہین کہ یہی ٹھیک ہے انکے رب کیطرف سے اور اللہ بیخبر نہین ان کامون سے جو کرتے ہین

ف قرطبی رح نے کہا کہ علماء مفسرین کہتے ہین کہ یہ آیت سیقول السفہاء سے پہلے اتری ہے اور معالم مین ہے کہ یہ آیت اگرچہ تلاوت مین پیچھے ہے مگر معنی مین پہلے ہے کیونکہ یہی شروع قصہ ہے کما قال تعالیٰ **قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ** البتہ ہمنے تیرے چہرہ کو آسمان مین منقلب بہت دیکھا **ف** یعنی بار بار بکثرت بطور اشتیاق کے آسمان کی جانب نظر اٹھانا اس امید پر کہ اب شاید وحی آوے کہ جانب قبلہ اعظم و اقدم کعبہ کے منھ کرو ہم نے اسکو بہت دیکھا لہذا ہمنے تجھکو جانب قبلہ محبوب راجع فرمایا۔ واضح ہو کہ شیخ مفسر رح نے اختیار کیا کہ (قولہ قد نریٰ) تحقیق کے لیے ہے اور اسی کا موید ہے کہ نریٰ بلفظ مستقبل ہے اور تبیان عکبری مین تصریح کی

مراد اس سے ماضی ہے یعنی **قد راینا** اور یہ ماضی و مستقبل بلحاظ بندون کے ہے ورنہ جناب باری تعالیٰ مین سب حاضر ہے اور صاحب کشاف
و بیضاوی نے کہا کہ قد نریٰ بمعنی **ربما نریٰ** یعنی بکثرت ہمنے دیکھا اور کہا کہ قد واسطے تقلیل کے موضوع ہے مثل رب کے مگر دونون
تکثیر کے لیے آتے ہین بطور استعارہ کہ لفظ کو ہر دو نقیضین مین سے ایک کے واسطے استعارہ کیا پس دفع ہوگیا اعتراض ابوحیان کا کہ مضارع کیساتھ
قد بمعنی کثرت موضوع نہین ہے خواہ مضارع سے معنی ماضی (یعنی ماضی ہمیشہ) مراد ہون یا نہون حالانکہ خود کہا کہ قد بمعنی بکثرت کو سیبویہ و ابن ہشام رح نے ذکر کیا ہے اور اسکو
زمخشری نے اختیار کیا پھر بیان - قد کو بمعنی تقلیل اس وجہ سے نہ لیا کہ جسنے ایک مرتبہ اپنی نظر آسمان کو اٹھائی اسکو یہ نہین کہتے کہ تقلب بصرہ
الی السماء بلکہ یہ جبھی کہتے ہین کہ بار بار ایسا کیا ہو لہذا کثرت کے معنی لفظ تقلب سے سمجھے گئے ہین جو تقلیب کا مطاوع ہے چنانچہ بولتے ہین کہ
قلبتہ فتقلب یعنی مین نے اسکو تقلیب کیا تو وہ متقلب ہوگیا یعنی پھیرا تو پھر گیا - پس تقلیب پھیرنا اور تقلب پھرنے پر پھر جانا - فی السماء آسمان
مین بحذف مضاف اے فی جہۃ السماء اسلیے کہ تقلب آسمان مین نہین تھا اور معنی یہ ہین کہ البتہ ہمنے دیکھا تجھے بکثرت اپنا منھ پھیرتے ہوئے یا
بار بار اپنا منھ پھیرتے آسمان کیطرف - **واقعہ حال** یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ایسا کرتے تھے کہ بشوق استقبال کعبہ
بانتظار وحی کے شاید اب اس کا حکم آجاوے بار بار منھ بجانب آسمان اٹھاتے گویا آپ کے پاک دل مین یہ توقع پڑگئی تھی کہ اللہ پاک مجھے
کعبہ کیطرف متوجہ کردیگا اور یہ شوق اس وجہ سے تھا کہ وہ قبلہ ابراہیم علیہ السلام ہے جو حنیف مسلم تھے یہودی و نصرانی نہ تھے اور خانہ کعبہ
سب سے مقدم قبلہ ہے اور عرب والون کے ایمان لانے کا زیادہ باعث ہے اور عرب ہی اس دولت لازوال سے سرفراز ہوئے کیونکہ یہودی
تو غضب الٰہی مین گرفتار ہو چکے تھے چنانچہ ابتدائی سورہ مین گذرا پس بیت المقدس کو قبلہ کرنے مین انکا ایمان مقصود نہ تھا بلکہ ان پر حجت
الٰہی عزوجل سب طرح پوری کی گئی جس سے ان پر غضب مکرر ہو گیا اور نصاریٰ سفینہ جاہل گمراہ تھے لیکن انکو بیت المقدس سے ہٹ نہ تھی
بلکہ جو نصاریٰ بکثرت اسلام لائے وہ بخوشی خانہ کعبہ کیطرف راجع ہوئے چنانچہ سورۂ ال عمران مین انشاء اللہ تعالیٰ بیان آویگا - بالجملہ آنحضرت
صلعم اصل قبلہ کے لیے حکم الٰہی عزوجل کے منتظر رہتے اور بکمال شوق مین بار بار نظر اوپر اٹھاتے - اور اسمین آپ کے کمال ادب کا بیان ہے
کہ انتظار کرتے رہے اور سوال نہ کیا لیکن تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ علی ابن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اول جو چیز قرآن سے
نسخ ہوئی وہ قبلہ ہے اور بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کو ہجرت فرمائی اور مدینہ کے رہنے والے بیشتر یہودی تھے
پس آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم کیا کہ بیت المقدس کا استقبال کرین پس یہودی خوش ہوئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بضعۃ عشر
یعنی سولہ یا سترہ مہینہ بیت المقدس کیطرف نماز پڑھی حالانکہ آپ چاہتے تھے کہ میرا قبلہ وہ ہو جو قبلۂ ابراہیم ہے پس اللہ تعالیٰ سے دعا
کرتے اور آسمان کیطرف نظر اٹھاتے پس اللہ تعالیٰ نے اتارا قد نریٰ تقلب وجہک فی السماء تا قولہ فولوا وجوہکم شطرہ الآیہ پس اس سے
یہود نے مکاری و فریب کا دھوکا کیا اور کہا - ما ولّٰہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا - پس اللہ تعالیٰ نے اتارا - قل للہ المشرق والمغرب اور فرمایا
(کس چیز نے انکو اس قبلہ سے جس پر وہ تھے پھیر دیا)
فاینما تولوا فثم وجہ اللہ - اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے - وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیہا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ الآیہ - اور اس
روایت سے ثابت ہے کہ یہ آیت پہلے اتری ہے کیونکہ - ما ولّٰہم عن قبلتہم التی کانوا علیہا - مربوط ہے ما قبل یعنی سیقول السفہاء من الناس - ہے پس وہ
پیچھے اتری لیکن اس صورت مین سیقول اخبار بالغیب کیونکر ہوگا جیسا کہ ہمارے مفسر سیوطی رح وغیرہ نے پہلے بیان کیا ہے پس توجیہ یہ ہے کہ آیۂ
تحویل یعنی قد نریٰ تقلب وجہک الآیہ پہلے اتری اور اسکی عمل کے بعد ہنوز یہودیون وغیرہ نے طعن و ارتیاب نہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے -
سیقول السفہاء الخ اتارا کہ وہ انکی طعن کا جواب ہوجاوے پس یہ اس نوع کا قرآن ہوگا جو سبب واقع ہونے سے پہلے اترا فافہم اور اس

روایت سے یہ بھی نکلتا ہی کہ قولہ تعالیٰ وما جعلنا القبلۃ التی الی آخرہ کے یہ معنی ہین کہ اصل قبلہ تیرا خانہ کعبہ ہی اور چند روز کے واسطے جو ہمنے بیت المقدس کو تیرا قبلہ کیا وہ اسی واسطے تاکہ ظاہر ہو جاوے حال سچے مومنین کا کچھ جھوٹے منافقین وغیرہ سے کہ ایسے لوگ اُلٹے پاؤن پھر کر مرتد ہو جاوینگے فافہم بالجملہ تکریم الٰہی عز و جل اپنے حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف کس شان عظمت سے ہی کہ فرمایا ہمنے بار بار تیرا التفات دیکھا **فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا** پس ہم تجھے اپنے قبلہ کیطرف متوجہ کرتے ہین کہ تو اسکو پسند کرتا ہی **ف** دیکھو کیونکر بے مانگی مراد عطا فرمائی اور آپ کی خوشی پوری کی۔ لنولینک بتولی ماخوذ از ولایت ہی بمعنی تصرف کرنا اور قابو پانا پس معنے یہ ہین کہ البتہ قابو دلا دینگے ہم تجکو اسکی طرف استقبال کرنے کا یا ماخوذ از ولی بمعنی نزدیک ہونا اور بولتے ہین کہ ولیہ ای نزدیک ہوا اس سے اور ولّیتہ ایاہ از باب تفعیل یعنی مین نے اسکو نزدیک کر دیا پس معنی یہ ہوئے کہ البتہ کر دینگے ہم تجکو کہ نزدیک ہوگا تو کعبہ سے لیکن نفس کعبہ سے نزدیکی چونکہ خود مقصود نہین لہذا مضاف حذف ہوگا یعنی نزدیک ہوگا تو جہت کعبہ سے اور قول مفسر نحولنک از تحویل ظاہرا یہان مراد ہی ولیکن قبلۃ بتقدیر الی قبلۃ ہوگا کیونکہ [illegible] متعدی بمفعول ثانی بدون الی کے متضمن معنی تصییر ہوتا ہی اور یہان یہ مراد نہین کہ ہم تجکو قبلہ کر دینگے بلکہ ہم تجکو یعنی تیری توجہ کو تحویل کر دینگے طرف قبلہ کے فافہم اور جسنے کہا کہ یہ ماخوذ از تولی ہی اسنے سہو کیا فتدبر بالجملہ اسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے بشارت ہی اور اسمین حضرت سرور عالم صلعم کی طینت طیبہ و کمال علو مرتبہ ظاہر ہی کہ حضرت صلعم کا شوق جو اس قبلہ کی طرف کو پیدا ہوا وہ ایسا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہر قضیہ و حکمت کاملہ کے موافق واقع ہوا پس اللہ تعالیٰ نے اسکا فرض حکم دیدیا بقولہ تعالیٰ **فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** پس متوجہ کر دے منھ اپنا طرف مسجد حرام کے **ف** اسمین خود اشارہ ہی کہ یہ نماز کی حالت مین واقع ہوا اور قریب اسکا بیان آتا ہی اور یہی اسکا قرینہ ہوا کہ حکم کو حالت نماز کے ساتھ مقید بیان نہ کیا اگرچہ مراد یہی ہی کہ حالت نماز مین اپنا منھ کعبہ کیطرف کیا کرو اور یہ نہین مراد ہی کہ ہر وقت نماز و غیر نماز مین اسی طرف منھ رکھو اگرچہ استثنا پر تو دلیل عقلی سے بھی تخصیص ہوگی کہ نماز و غیر نماز سب حالتون مین یہ حکم مراد نہین ہی اصول الفقہ کی بحث سے یہ بات ثابت ہو گئی ہی کہ یہان قول وجہک مین صیغہ امر ایک مرتبہ تعمیل کرنے سے پورا ہوتا ہی لیکن جیسے نماز برابر مکرر ہر روز مستمر ہوتی ہی اسیطرح استقبال قبلہ بھی ہر نماز مین دائمی مستمر حکم ہی پھر شطر المسجد الحرام بروایت ابن عباس رض کے میزاب الرحمۃ ہی (ابن مردویہ) اور یہی قول عبد اللہ بن عمرو بن العاص ہی (رواہ ابن ابی حاتم والحاکم) بیضاوی مین ہی کہ شطر در اصل اسکو کہتے ہین جو شئی سے جدا ہوا پس شطر الشئی وہ ہی جو اس شئی سے جدا ہو پھر شئی کیجانب مین مستعمل ہوا اگرچہ جدا نہوا اور مین کہتا ہون کہ کئی معانی مین اسکا استعمال آیا ہی چنانچہ بعض نے نقل کیا کہ بمعنی ناحیہ و جہت آیا ہی اور بمعنی بعض مطلقا اور بمعنے نصف بھی کما قیل فی شطر اللیل اور یہ لیتے ہین کہ شطر الشئی ای قبلہ۔ پھر جاننا چاہیے کہ شطر المسجد سے یہان کعبہ مراد ہی اور قرطبی نے نقل کیا کہ اجماع ہی کہ جو شخص کعبہ کو معائنہ کرتا ہی اسپر عین کعبہ کا استقبال فرض ہی اور اجماع ہی کہ جسکی آنکھ سے کعبہ کا معائنہ نہین یعنی غائب و دور ہی اسپر استقبال جہت کعبہ فرض ہی ابن کثیر نے لکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شطر سے جانب کعبہ لیا (رواہ الحاکم) اور یہی قول ابو العالیہ و مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و قتادہ و ربیع بن انس وغیرہم اکثر علماء کا ہی۔ مین کہتا ہون کہ مشاہدہ کرنے والے پر عین کعبہ کا استقبال فرض ہونے پر تو ائمہ اربعہ کا اجماع ہی اور جس شخص کے پیش نظر کعبہ نہین اسمین امام ابو حنیفہ و امام احمد کا مذہب یہ ہی کہ اسپر جہت کی رعایت فرض ہی اور زمخشری نے کشاف مین کہا کہ مسجد الحرام کہا اور کعبہ نہ کہا اسمین دلیل ہی کہ دور والے پر کعبہ کے رخ کی رعایت واجب ہی نہ عین کعبہ کی اور شافعیہ مین اختلاف ہی چنانچہ عراقیون و قفال نے کہا کہ یہ اصابت عین کعبہ ہی اور اکثر خراسانیون نے کہا کہ جہت کعبہ ہی اور

احیاء العلوم مین اُسی کو ترجیح دی اور یہی بیضاوی نے اختیار کیا اور امام مالک رح کے نزدیک یون ہی کہ کعبہ تو اہل مسجد الحرام کا قبلہ ہی اور
مسجد الحرام اہل حرم کا قبلہ ہی اور حرم قبلہء دنیا ہی اور بیہقی نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی کہ بیت یعنی خانہ کعبہ اہل مسجد کا قبلہ ہی اور مسجد
اہل حرم کا اور حرم میری امت کے اہل مشارق ومغارب کا قبلہ ہی - قرطبی نے اسکو ابن جریج کی اسناد سے حدیث ابن عباسؓ سے ذکر کیا - اور یہی
ابن عباسؓ کا مذہب بھی مروی ہی اور دوسرون نے کہا کہ قبلہ یہی کعبہ ہی بدلیل حدیث کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے روبرو دو رکعتین
پڑھین اور کہا کہ یہی قبلہ ہے (الصحیحین) - قال المترجم میزاب کعبہ - عمر بن زیاد الکندی نے علی بن ابی طالبؓ سے روایت کی کہ قولہ فول وجہک
شطر المسجد الحرام یعنی تو اسکے سامنے متوجہ ہو (الحاکم) اور حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ مین گزرا کہ جسنے آنحضرت صلعم کے ساتھ نماز پڑھکر
راہ مین ایک مسجد والون کو خبر دی کہ مین نے نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کیطرف پس پھر گئے وہ لوگ جیسی حالت پر تھے
بیت یعنی کعبہ کیطرف کو قال المترجم یعنے طرف کعبہ مراد ہی نہ عین کعبہ - اور ابو سعید بن المعلی سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانہ مین ہم اگلے وقت مسجد کیطرف جایا کرتے پس اسمین نماز پڑھتے پس ایک روز ہم گذرے درحالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے پس
مین نے کہا کہ البتہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہی پس مین بیٹھ گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک
قبلۃ ترضٰہا یہانتک کہ آیت سے فارغ ہوئے پس مین نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ ہم تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے اترنے سے پہلے
دو رکعتین پڑھ لین تاکہ ہمین سب سے اول اسطرف پڑھنے والے ہوجاوین پس ہمنے پوشیدہ ہوکر دو رکعتین پڑھ لین پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُترے
اور اُس دن کی ظہر کی نماز لوگون کو پڑھائی (رواہ النسائی و روی ابن مردویہ عن ابن عمرؓ) پھر مشہور یہ ہی کہ پہلے نماز جو حضرت صلعم نے کعبہ کیطرف
پڑھی وہ نماز عصر ہی اسی سے اہل قباء کو خبر پہونچنے مین نماز صبح تک دیر ہوئی تو یلہ بنت مسلم سے روایت ہی کہ ہمنے ظہر یا عصر کی نماز مسجد بنی حارثہ
مین بیت المقدس کیطرف پڑھنا شروع کی پس دو رکعتین پڑھی تھین کہ اتنے مین ایک شخص بیان کرنے والا آیا جسنے ہم لوگون کو کہا کہ البتہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت الحرام کا استقبال کیا ہی پس ہم سب پھر پڑے حتی کہ عورتین مردون کی جگہ پر آگئین اور مرد عورتون کی جگہ پر ہوگئے
پس ہم نے باقی دو رکعتین بیت الحرام کیطرف استقبال کرکے پڑھین پھر بنی حارثہ کے ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
ہم لوگون کے حق مین فرمایا کہ یہی ایسے لوگ ہین جو غیب پر ایمان لائے ہین - (ابن مردویہ) عمارہ بن اوس سے روایت ہی کہ ہم لوگ بیت المقدس کی
کیطرف نماز مین رکوع مین تھے کہ ایک پکارنے والے نے دروازے پر سے پکارا کہ البتہ قبلہ پھیر دیا گیا کعبہ کیطرف - کہا کہ پس مین گواہی دیتا ہون
اپنے امام پر کہ گھوم پڑا وہ اور دیگر مرد ومقتدی و لڑکے کعبہ کیجانب کو درحالیکہ یہ سب رکوع مین تھے (ابن مردویہ) بالجملہ ان روایات سے کعبہ
کیطرف استقبال ثابت ہی - اور یہی سیوطی کی تفسیر سے ظاہر ہی پھر جاننا چاہیے کہ کعبہ کی طرف تحویل واقع ہونے کے وقت مین فی الجملہ روایات
مین چنانچہ اکثرون کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ مین آنے کے سترھوین مہینہ مین آدھا ماہ رجب گذرا تھا کہ دوشنبہ کے
روز بعد زوال کے جنگ بدر واقع ہونے سے دو مہینہ پہلے درحالیکہ آپ اپنے اصحاب کو مسجد بنی سلمہ مین ظہر کی نماز پڑھاتے تھے اور دو رکعتین
پڑھ چکے تھے کہ کعبہ کیطرف تحویل کا حکم آیا پس آپ نماز ہی مین پھر گئے اور میزاب کعبہ کا استقبال کیا اسی وجہ سے یہ مسجد بنی سلمہ مسجد القبلتین کے
نام سے مشہور ہوئی ہی اور بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہی کہ نماز ظہر سے پہلے حکم آیا اور بعض سے معلوم ہوتا ہی کہ ظہر وعصر کے درمیان حکم ہوا اور
توجیہ یہ ہی کہ مسجد بنی سلمہ مین عین نماز مین حکم ہوا پھر آپ نے بعد نماز کے منبر پر آیات سنائین پھر نماز عصر پڑھی اور کبھی عصر کو بنام ظہر بولتے
ہین جیسے مغرب کو عشاء سے اول کہتے ہین واللہ تعالیٰ اعلم پھر آپ کے ساتھ آپ کی جمیع امت کو حکم دیا بقولہ تعالیٰ - فاحیث

مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۔ اور تم لوگ جہان کہین ہو تو اپنے چہرون کو مسجد الحرام کی جانب متوجہ کرو ۔ یعنے
نماز مین اور یہ خطاب امت کو ہی پس پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب مین خاص فرمایا جسمین سب پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کا
اظہار ہی اور نیز آپ کے رغبت کا جو قبلہ ابراہیم کیطرف تھی ایجاب ہی پھر خطاب کو عام کرکے فرمادیا تاکہ تصریح ہوجاوے کہ حکم عام ہی اور کعبہ کیطرف
استقبال کرنے کے حکم مین تاکید بھی ہوجاوے اور اُمت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر آمادگی ہوجاوے کہ مرضی الٰہی عزوجل اسی مین ہی
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم وطریقہ پر مستعدی سے چلین پس فرمادیا کہ حیث ما کنتم یعنے تم لوگ جہان کہین ہو خشکی مین یا سمندر مین اور کعبہ
سے پورب یا پچھم یا اُتر یا دکھن یا کسی جہت وطرف مین ہو تم پر واجب ہی کہ کعبہ کی جہت کا استقبال کرو۔ اور اوپر بیان ہوا کہ یہی امام ابوحنیفہ وامام احمد و
اکثر شافعیہ کا مذہب ہی کہ جو لوگ خانہ کعبہ سے دور ہون اُسکو آنکھ سے نہ دیکھتے ہون اُنپر عین کعبہ کا استقبال واجب نہین حتی کہ مصلّی سے خانہ کعبہ
تک خط مستقیم ضرور خانہ کعبہ تک منتہی ہو بلکہ جہت کعبہ کا استقبال واجب ہی کہ جس سمت کعبہ ہی اُسی طرف استقبال کعبہ کی نیت کرے اور اسمین وسعت
ہی چنانچہ ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ ما بین المشرق والمغرب قبلۃ ۔ یعنے مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ ہی
اخرجہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح اور یہ صریح ہی کہ جہت مراد ہی نہ اصابت عین کعبہ اگرچہ نیت استقبال کعبہ کی ہر حال مین ہوگی پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مشرق ومغرب کے درمیان قبلہ فرمایا یہ اہل مدینہ اور تمام ان لوگون کے واسطے ہی جو خانہ کعبہ سے شمال یعنی اُتر کیجانب
ہین اور ہمارے ملک ہندوستان مین ما بین شمال وجنوب کے پچھم رُخ کو قبلہ ہی اور جہت کسی قدر اس صوبہ اودھ اور اُسکے سیدھ والے
ملکون سے دکھن کیطرف جھکی ہوئی ہی اور عبد اللہ بن المبارک نے اہل مرو کے لیے تیامن اختیار کیا کما رواہ الترمذی ۔ شیخ رح نے لکھا کہ
اسی حکم سے ہر نماز مین خانہ کعبہ کا استقبال فرض ہی اور اسمین سے کچھ مستثنٰی نہین سوائے سفر کی نفلون کے کہ سواری پر جدھر وہ جاتی ہو
پڑھتا جاوے اگرچہ دل بجانب کعبہ ہو اور سوائے مسابقۂ قتال کی صورت کے اور تحری سے نماز پڑھنے والے کے کیونکہ تحری کبھی خطا ہوتی ہی ۔
مترجم کہتا ہی کہ عین قتال مین ہمارے فقہاء حنفیہ کے نزدیک نماز نہین ہی اور واضح ہو کہ جب کسی کو قبلہ معلوم نہو تو جدھر اُسکے دل کی تحقیق مین واقع ہو
وہی اُسکے لیے عین قبلہ ہی تو معلوم ہوا کہ اسکا قبلہ خاصۃً جہت کعبہ معظمہ نہین ہی بلکہ وسعت ہی کہ بحکم قولہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ ۔ لیکن قصد تحقیقی بجانب
کعبہ ہونا چاہیے فافہم (**مسئلہ**) مالکیہ نے اسی آیت سے استدلال کیا کہ مصلی اپنے سامنے دیکھتا رہے نہ اپنے سجدے کی جگہ کو کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا فول وجہک شطر المسجد الحرام پس سامنے نظر ہونا چاہیے کہ یہی توجہ جانب مسجد الحرام ہی ۔ اور اگر وہ اپنے سجدے کی جگہ نظر
ڈالیگا جیسا مذہب امام ابوحنیفہ وشافعی واحمد ہی تو ضرور ایک طرح کی جھکاو کی طرف تکلف کرنے کا محتاج ہوگا اور یہ پوری طرح کھڑے ہونے کے
منافی ہی ۔ اور بعضون نے کہا کہ مصلی اپنے قیام کیحالت مین اپنے سینہ کی طرف نگاہ رکھے اور شریک القاضی رح نے کہا کہ مصلے اپنے
قیام کی حالت مین اپنے سجدے کی جگہ پر نگاہ رکھے جیسا کہ جمہور نے کہا ہی اس واسطے کہ اسمین خضوع بلیغ اور خشوع زائد ہی
اور اسمین ایک حدیث بھی آئی ہی اور رہا اپنے رکوع کیحالت مین سو اپنے قدمون کی جگہ پر نگاہ رکھے اور اپنے سجدے کیحالت مین
اپنی ناک کی جگہ پر اور بیٹھنے کی حالت مین اپنی گود پر نظر رکھے ۔ (ابن کثیر) بالجملہ جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو خانہ کعبہ کیطرف
متوجہ فرمایا تو وہ بشارت واشارت پوری ہوئی کہ خاتم المرسلین پہلے بیت المقدس کیطرف پھر خانہ اقدس اقدم کعبہ کی طرف متوجہ کیے
جاوینگے لہذا فرمایا **وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ** ۔ اور البتہ جن لوگون کو کتاب
آسمانی دی گئی وہ خوب جانتے ہین کہ یہ تحویل قبلہ تو برحق ہی ۔ ف یعنی اپنے موقع پر ٹھیک ہی سدی رح سے مروی ہی کہ اہل کتاب سے یہود

مراد ہین اور کتاب سے توریت ہی کیونکہ توریت مین تحویل کا مفصل حال نازل ہوا تھا اور معالم مین مذکور ہی کہ یہودیون نے کہا کہ یہ تحویل قبلہ کچھ بات نہین سوائے اسکے کہ تم اپنے دل سے نکالتے ہو یعنی کبھی بیت المقدس کا استقبال کرتے ہو اور کبھی خانہ کعبہ کا اور اگر تم ہمارے قبلہ پر ثابت رہتے تو ہمکو امید ہوتی کہ تم وہی نبی ہو جسکا ہم انتظار کرتے ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ خبیث لوگ اس کلام سے عرب کو دھوکا دیتے اور مکر باندھتے تھے۔ علماء رح نے کہا کہ اہل کتاب لفظ عام ہی جو علماے یہود و نصاریٰ دونون کو شامل ہی اور لفظ کتاب بھی شامل توریت و انجیل ہی اور بقول سدی رح معنے یہ ہین کہ یہود جنھون نے کعبہ کیطرف استقبال کرنے کو انکار کیا خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ اس نبی حق یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑے ہی دنون بعد کعبہ کیطرف متوجہ فرما دیگا کیونکہ انکی کتابون مین انکے انبیاء علیہم السلام سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے امت کی نعت و صفت و خصائص کرامت و کمالات شریعت سب موجود تھے ولیکن حسد سے پوشیدہ کرتے تھے ضمیر (انہ) راجع ہی مدلول کلام سابق کیطرف یعنی کعبہ کیطرف تحویل ہونا اور بیت المقدس کا استقبال منسوخ ہو جانا اور قولہ من ربہم صفت الحق ہی یعنی الحق الثابت من ربہم اور شاید سدی رح نے اسی سے نکالا کیونکہ یہ توریت مین نازل کیا گیا تھا لیکن مترجم کہتا ہی کہ توریت تو نصرانیون پر بھی فرض ہی سوائے چند احکام مانند جہاد و حرمت شراب و گوشت شتر وغیرہ کے کہ یہ البتہ انجیل کے ذریعہ سے منسوخ کیے گئے اور باقی احکام توریت انپر لازم رکھے گئے تو وہ نصرانیون پر بھی لازم ہی۔ الحاصل یہود و نصاریٰ کے کتاب پڑھے ہوے خوب جانتے ہین کہ پیغمبر آخر الزمان صلعم کی سچی نشانی ہی کہ وہ کعبہ کی جانب متوجہ کیے جائینگے لیکن شیطانی حسد و عداوت سے جھوٹ افترا باندھتے ہین لہذا تہدید کی بقولہ تعالیٰ **وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ** ۝ اور اللہ تعالیٰ کچھ بھی غافل نہین ان حرکات سے جنکو تم کرتے ہو **ف** ای یہودیو یا ای یہود و نصرانیو۔ اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کے جاننے مین شک ہی تو بدتر جاہل ہو۔ یہ بنا بر قرارت ابن عامر و حمزہ و کسائی رح تعملون بتاء فوقیہ خطاب ہی اور بعض نے کہا کہ خطاب اہل ایمان کو بطور بشارت ہی یعنی ای مومنو تم جو کچھ تابعداری کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی وہ تمکو اجر عظیم عطا فرما دیگا۔ لیکن قوی تفسیر یہ کہ یہود و نصاریٰ کو تہدید شدید ہی جیسے دوسری قرارت یعلمون بیاء تحتیہ جو قرات جمہور مین ہی کہ جسکے یہ معنی ہوے کہ اللہ تعالیٰ کچھ بھی غافل نہین ان حرکات سے جو یہ لوگ کرتے ہین پس ان منکر یہودیون و نصرانیون کے واسطے تہدید و وعید عذاب ہی اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ پر سہو و غفلت کا وہم نہین مگر ثواب یا عذاب مین تاخیر ایک میعاد تک ہی اور نیز یہود کو جو منکر ہین دنیا و آخرت مین عذاب دیگا پس یہ یہودیون کے حق مین سخت تہدید ہی (**مسئلہ**) استقبال کعبہ مین عمارت کا قصد نہ کرے کیونکہ عمارت کوئی چیز قبلہ نہین ہی بلکہ وہ مقام قبلہ ہی خواہ عمارت پیش نظر ہو یا نہو (**مسئلہ**) علماے مجتہدین نے جن مسائل مین اجتہاد کیا انمین کسی جانب غلطی کا حکم نہین ہو سکتا جیسے کسی جانب قطعی صواب کا حکم نہین ہو سکتا ہی اسی واسطے بقول امام جصاص رازی رح کے حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ باہم ملکر ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھین اگرچہ شافعی امام رح نے مثلاً خون نکلنے سے وضو نہ کیا ہو بخلاف اسکے اگر قبلہ مخفی ہوا اور امام نے تحری سے ایک طرف قبلہ لیا اور مقتدی کی تحری برعکس واقع ہوئی تو نماز باطل ہی کیونکہ یہان تحری کی جہت اسکا قطعی قبلہ ہی مگر جبکہ اندھیری رات مین اقتدا کی اور مقتدی کو اختلاف معلوم نہوا تو نماز ہوگئی اور مترجم نے عین الہدایہ مسئلہ التحری مین مفصل بیان کیا ہی۔ **ف** بعض اشارات عرائس مین ہی کہ قولہ تعالیٰ قد نری تقلب وجہک فی السماء الآیۃ واضح ہو کہ عالم اصغر انسانی مین خود لطائف قبلہ حق و سماء کے بطنا بطن موجود ہین اور اسکو ارباب کمال مقام قرب میں بر وجہ حال جانتے ہین جہان مقال کام نہین کرتا اور اشارات کا مقاد سہولت طی منازل ہی چنانچہ مقدمہ مین گزرا پس اس مقام پر اشارت ہی کہ چشم سری کو آسمان ہوئیت مین عین قبلہ کی

طلب مین متوجہ دیکھا تاکہ مشاہدۂ چشم دیدار اور قبلۂ قربت خاص حاصل ہو اور صفت کا زوال صفت مین اور خطاب خاص کا سُننا گوش خاص
مین نصیب ہو جس سے عین الجمع کا مقام سب وجہ سے تمام ہو قال المترجم خلاصہ یہ ہو کہ سر باطن یعنے سِرّ السِّر سے یہ خواہش ہوئی کہ حضرت
ذات عزوجل اسکا قبلہ ہو اور بالعیان مشاہدہ رہے وہ اسطرح پر کہ صفت امکان صفت قدم مین مٹ جاوے تاکہ سماع ازل سے
کلام حق کا استماع نصیب ہو کیونکہ اس خطاب ازل کا سماع بصفت ازل ہو نہ بگوش امکانی اسلیے کہ وجوب کی صفت کو امکان نہین
اٹھا سکتا ہو اسلیے صفت امکان کے زوال کی خواہش کی کہ حضرت او تعالی متکلم اور سمیع و بصیر ہو پس خطاب قدیم خاص کا سننا بھی
سمع قدیم خاص سے چاہا اور اس خواہش کا نتیجہ یہ کہ ہر طرح سے مقام عین الجمع حاصل ہو جاوے۔ واضح ہو کہ یہ مقام نسبت بسرور
عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور آپ بندۂ خاص افضل الخلق بالاختصاص ہین لہذا کسی فرد بشر کو اس قرب مین اور اسکی مجال نہین ہوسکتی
ہو لیکن اولیاے امت مین سے جسنے دیدار مشاہدہ کا اطلاق کیا تو یہ مراد نہین کہ وعدۂ آخرت کے مانند عیاناً حاصل ہو بلکہ حجاب النور سے
ظہور بچشم باطن ہو چنانچہ خود شیخ رحمۃ اللہ تعالی نے قولہ اتوا بہ متشابہاً۔ کے تحت مین اس مشاہدہ کو بیان کرکے کہا کہ آخرت مین جب
دیدار موعود دیکھینگے تو ویسا ہی پاوینگے جیسا کہ کشف و مشاہدہ مین دیکھ چکے تھے پھر یہان مراد تقلب سے حرکت سِرّی اور توجہ سے سِرّ
مذکور اور فی السماء سے مقام ہویت جو محل حصول عین الجمع و مشاہدہ ذات ہو فظائر اشارات ہین واللہ تعالی اعلم (م) بعض مشائخ نے
کہا کہ پہلے اللہ تعالی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کردیا کہ تو ایسی جگہ ہو جہان تجکو حق عزوجل دکھتا ہو یعنی قد نریٰ سے فرما دیا تاکہ ہوشیار
رہین اور جو آداب کہ حضرت حق عزوجل کے لائق ہین انہین سے آراستہ رہین چنانچہ یہی حسن آداب دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے آسمان کیجانب نظر اٹھائی اور درخواست نہ کی اور اسی نظر پر انکی مراد پوری کی گئی قولہ تعالی فلنولینک قبلۃ ترضٰہا اشارہ ہو کہ ہم تجکو
خوش کرینگے کہ قبلہ حق کشف فرما دینگے تاکہ پھر خطرات نفس سے بالکلیہ نجات ہو قال المترجم کیونکہ جب توجہ بقبلہ حق عین مرضی ہو تو پھر توجہ
بخواہش نفس کی کوئی راہ نہین رہی اور یہ اشارہ ہو کہ جس شخص نے کسی جانب توجہ کی وہ اسکا قبلہ ہو اور اس توجہ مین جو خواہش مقصود ہو
وہی اسکا معبود ہو اگرچہ حکم الشرک اسمین سے صرف کھلے ہوئے ظاہر سے متعلق ہوتا ہو اور تفصیل یہ کہ توجہ بھی بجانب قبلہ کعبہ ہو حتی کہ اگر کوئی
عمداً ترک کرکے جانب بیت المقدس یا مزار ولی وغیرہ استقبال کرے تو بوجہ صاف ظہور کے تکفیر کیا جائیگا اور اگر طواف کعبہ کیطرح کہین
طواف کرے تو امام نووی و ملا علی قاری وغیرہ نے مناسک مین خوف کفر کی تصریح کی ہو اور باطنی توجہ و اقبال کسی چیز کی جانب دیکھا جاوے
کہ اگر وہ بحکم شریعت و رضاے حق عزوجل ہو تو رضاے حق اسکا قبلہ مقصود اور وہی عزوجل معبود ہو اور اگر دنیا وغیرہ مقصود ہو تو یہ بسبب فعل کے
کبھی گناہ و کبھی شرک خفی ہوگا اور اسکا اثر خرابی قلب ہو اعاذنا اللہ تعالی فافہم۔ (م) اسمین یہ بھی اشارہ ہو کہ مین قبلہ ہون جدھر تو توجہ کرے
تاکہ تو میری طلب مین عالم وجود مین بلاجہت ہو جاوے یعنی تجھے معلوم ہو کہ طلب الٰہی سبحانہ تعالی کسی جہت سے متعلق نہین بلکہ خود بلاجہت
ہو جانا یہی وصال ہو اس سے اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب سکھلایا تاکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تمام و کمال سوائے
حضرت باری عزوجل کے امر دیگر نہو۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد پوری کرنے مین انکو آگاہ فرمایا کہ تیری مراد ہماری
مراد سے مخالف نہین واقع ہوئی اس لیے کہ ہماری مراد یہی تھی کہ ہم تجکو کعبہ کیطرف پھیر دین اور ابھی پر تجھے ثابت رکھین اور پہلے سے
ہمنے اسکو تیرے لیے اور تیری امت کے لیے قبلہ کردیا تھا تاکہ تو جان لے کہ تیری پسند ہماری پسند سے متوافق ہو قولہ تعالی فول
وجہک شطر المسجد الحرام۔ حرام بمعنی ممنوع اور مسجد الحرام اس وجہ سے کہلاتی ہو کہ اسمین قتال ممنوع ہو یا کہ ظالمون کی تعرض سے ممنوع ہو

اپنے سینہ کے مراقبہ کی طرف اپنا منہ پھیر کیونکہ وہی انوار حق تعالیٰ کا مسجد ہی اور وہ وسواس و تعلقات کے غبار سے ممتنع ہی اور اسی میں قلب ہی
اور وہی کعبۂ انس ہی اور اسی میں آیات بینات برہان حق عزوجل ہی۔ قال المترجم یعنی کعبۂ ابراہیم کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فیہ آیات بینات
مقام ابراہیم الآیۃ۔ اسمیں کھلی نشانیاں مقام ابراہیم ہی لیس اشارہ کیا کہ آیات میں میرے آثار ہیں اور آثار میں میری صفتوں کے انوار ہیں لہذا چہرہ کا
ظاہر جب متوجہ کعبۂ معظمہ ہو تو آیات بینات کے پردہ میں ظہور دیکھے پس ظاہری آنکھ تو ان نشانیوں سے پر نور ہی اور چشم باطن سے صفات کا مشاہدہ
حاصل ہی مترجم کہتا ہی کہ اسی دیدار سے احادیث صحاح و آثار میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق بجمال کعبہ و حزن فراق ہجرت مذکور ہی۔ بعضے
عارفوں نے فرمایا کہ کعبہ کی طرف بدن سے متوجہ ہونے میں تنویر جسم و قالب ہی اور قلب سے مشاہدہ میں استغراق ہی کیونکہ تن کے واسطے جیسے کعبہ کو قبلہ
کر دیا ہی اسی طرح بندے کے قلب کے لیے ظہور قبلہ ہی واضح ہو کہ بنظر ظاہر ایک مکان ہی کہ مکانیت کی راہ سے اسکو التباس ہی اور باطن میں اسکے
انوار و آیات ہیں جنکا اشارہ قولہ تعالیٰ۔ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم الآیۃ۔ ہی و اہل مکاشفہ مختلف ہیں کہ کعبہ اشرف ہی یا موضع مزار شریف و اسیطرح
موضع مزار شریف افضل ہی کہ عرش اور مترجم نے خاتمہ زیارات حج میں الہدایہ میں لکھا ہی اور آیندہ ان شاء اللہ تعالیٰ اسمیں بھی آویگا شیخ ابن العربی نے نہایۃ
میں کہا کہ قولہ تعالیٰ۔ قد نری تقلب وجہک فی السماء۔ ای آسمان روح کے مقام جمع میں وحدت کے اندر مستغرق ہونے اور حق کے ساتھ خلق سے محجوب
ہونے کے وقت درحالیکہ وزر نبوت اور مقام دعوت خلق تجھپر گراں تھا بسبب اسکے کہ تیرا التفات کثرت کی طرف نہ تھا اور ابتدائے حال میں فنا کے بعد
بقا حاصل ہونے پر خلق کی طرف رجوع ہونا تجھپر مشکل تھا کہ تمکین سے پہلے حق کی طرف توجہ بہت قوی تھی۔ فلنولینک قبلۃ ترضاہا۔ یعنی البتہ کرد یںگے
ہم تیرے رخ کو کہ نزدیک ہوگا قبلہ قلب سے اس طرح کہ سینہ کھول دینگے جیسے فرمایا۔ الم نشرح لک صدرک و وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک۔ لیس یہ ایسا
قبلہ ہی کہ تجھکو پسند آویگا اسیلیے کہ یہاں تفصیل کی صورت میں جمع حاصل ہی اور یہاں کی کثرت سے وحدت میں کچھ حجاب نہیں ہوتا ہی پس تو اس قبلہ کو ضرور
چاہیگا کیونکہ مشاہدہ وحدت باقی ہونے کے باوجود تو مخلوق کو حق عزوجل کی طرف ہدایت کر سکتا ہی۔ قولہ تعالیٰ۔ فول وجہک شطر المسجد الحرام یعنے
اپنے سینہ کی طرف جو کھول دیا گیا ہی اور ممنوع کیا گیا کہ اس تک نفس کے صفات ردیہ اور ہوائے نفس و شیطان نہیں پہونچ سکتے ہیں قولہ تعالیٰ۔ وحیث
ما کنتم۔ یعنے تم جہاں کہیں ہو ای ایمان والو اور مقام تحقیق حاصل کرنے والو خواہ مشرق روح میں ہو یا مغرب نفس میں ہو قولہ تعالیٰ۔ فولوا وجوہکم
ای اپنے منہ پھیرو اسکی جانب تاکہ اگر روح کے روشن مقام میں ہو تو تمپر نیک کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے منع کرنا آسان ہو اور اگر مغرب نفس میں
ہو تو اپنے حال و مقام سے ترقی کرنا اور خواہش نفسانی و شیطانی سے محجوب ہونے سے بچنا آسان ہو انتہی کلامہ۔ مترجم کہتا ہی کہ اسمیں چند فوائد
ہیں سے اول یہ ہی کہ بندہ کو آرزوے خیر کی خواہش میں جو قرآن یا حدیث میں منصوص معلوم ہو ادب سے جانب آسمان نظر اٹھانا کہ قبول فرمائی جاوے جائز ہی۔
دوم قبلہ کعبہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب قبلہ ہی اور اسکا بیان مفصل قولہ تعالیٰ۔ و للہ علی الناس حج البیت الآیۃ۔ میں فی الجملہ آویگا۔ سوم
اس آیت میں قطعی دلیل ہی کہ اہل کتاب علماے یہود و نصاریٰ کے پاس سماوات کے قبلہ کعبہ ہونے کی تحقیقی علامات تھے کیونکہ قرآن مجید نازل ہوا تو انمیں سے کسی نے
اس سے انکار نکیا اور قرآن مجید اب تک برابر متواتر ہی تو گویا آج ان لوگوں سے کہا گیا کہ تم جان بوجھکر انکار کرتے ہو اور وہ چپ ہیں تو یہ معجزہ حجت قطعی ہو گیا کہ بشارات
حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ سابق سے متواتر موجود تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے گروہ علماے یہود و نصاریٰ کی ازلی بدبختی کو بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا

اور اگر تو لاوے کتاب والوں پاس ساری نشانیاں نہ چلینگے تیرے قبلہ پر اور نہ تو مانے انکا قبلہ اور نہ

بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ

انمیں ایک مانتا ہی دوسرے کا قبلہ اور تو چلا انکی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھکو پہنچا تو بیشک تو بھی ہوا بے انصافوں میں

ف ہر بیگوت ازلی کو ضرور عجب ہوگا کہ واسے بر حال یہود و نصاری کہ کس قدر دنیاوی فریب مین مغرور ہوے کہ باوجود علم آثار نبوت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا کو چھوڑ کر آپ کی اتباع سے جو بہشت دیا چھوڑ کر آخرت کے درجات دائمی کی کرامات ہین منکر ہوگئے اور آخر چند روز کے بعد خواہ مخواہ ملک اونکے قبضہ تھے ہین جان دینی پڑی امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالے خبر دیتا ہی کہ یہودیون نے کیونکر کفر و عناد کیا اور اپنے علم سے برخلاف منکر ہوگئے یعنے شان رسول صلی اللہ علیہ وسلم مین صدق نبوت و قطعی افضلیت کو پہچانکر اسکی مخالفت کرتے تھے اور اللہ تعالے اپنی سلطنت کبریائی و عظمت الوہیت کی حکمت بالغہ تقدیری سے آگاہ فرماتا ہی کہ جن پر اسنے کفر مقدر فرمایا اگر اسکے لیے ہر طرح ہزار دلیلین کوئی قائم کرے تو بھی ہرگز اتباع نکرینگا ور اپنی باطل خواہش نہ چھوڑینگے جیسے فرمایا۔ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یؤمنون ولو جاءتہم کل آیۃ حتی یروا العذاب الالیم۔ یعنے وہ لوگ جنپر ٹھیک ہو لیا کلمہ تیرے پروردگار کا ہرگز ایمان نہ لاوینگے اگرچہ انکے پاس ہر معجزہ آدے یہانتک کہ عذاب دردناک دیکھین اسی طرح یہان فرمایا۔ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ یعنے اگر اہل کتاب کے پاس تو بالفرض کل معجزات لاوے تو بھی وہ تیرے قبلہ کی اتباع نکرینگے

ف مترجم کہتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ تو عین قبلہ حق ہی پس جب یہ یہود و نصاری اسکو نہ مانین تو لا محالہ اللہ تعالے سے منھ موڑ کر دوسری جانب اپنا خدا بنا دینگے پس قطعا کافر ہین۔ قولہ لئن۔ بلام قسم و حرف ان شرطیہ ہی اور قولہ ما تبعوا الخ جواب قسم و جزائے شرط دونون کو محتمل ہی لیکن لام معین ہی کہ جواب ہی (سیوطی بیضاوی عکبری وغیرہ) مراد اوتوا الکتاب سے یا فقط یہود ہین یا عام یہود و نصاری ہین اور یہ اولی ہی کہ لفظ عام ہی اور کتاب جنس ہی توریت و انجیل پر صادق ہوگی فافہم اور بکل آیۃ یعنے ہر معجزہ و حجت و برہان اور معنے یہ کہ کعبہ کے قبلہ برحق ہونے پر اگر تو ہر حجت و برہان لاوے تو بھی تیرے قبلہ کا اتباع نہ کرینگے پس ما تبعوا ای لا یتبعوا پس وہ ماضی بمعنی مستقبل ہی اور چونکہ لفظ ماضی تھا لہذا ما داخل ہوا اور اسی وجہ سے جواب قسم پر سے فاء حذف ہوئی اور فراءؒ نے کہا کہ ان اس مقام پر بمعنی لو ہی اسیواسطے ما اسکے جواب مین آیا اور یہ لو ہی اسواسطے کہ ان واسطے زمانہ مستقبل کے اور لو واسطے ماضی کے ہی۔ پھر ما تبعوا ابلغ بلفظ ماضی اسواسطے فرمایا کہ اسکا وقوع متحقق تھا جیسے اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ۔ یعنی ہی یعنے آگیا امر الٰہی (قیامت) پس تم اسکو مانگنے مین جلدی مت کرو۔ یعنے قیامت چونکہ قطعی آویگی لہذا نہایت قرب اور تحقیقی وقوع سے کہدیا کہ پلک مارتے تو آتا ہی جیسے فرمایا۔ وما امر الساعۃ الا کلمح بالبصر قیامت کا معاملہ تو گویا پلک مارنے کا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ دار الآخرۃ کی مدت کو دوام کے انتہا کے مقابلہ مین یہ چند روزہ زندگی دنیاوی پلک مارنے سے بھی بہت کم ہی جسکو عقل کا ذرہ بھی ملا وہ صاف سمجھ سکتا ہی پھر جب ما تبعوا جواب قسم ہی تو جزائے شرط کہان ہی جواب یہ کہ یہی جملہ جو جواب قسم ہی قائم مقام جواب شرط ہو گیا اور معنے یہ ہین کہ انھون نے تیرا قبلہ کسی شبہہ کی وجہ سے نہین ترک کیا جو دلیل روشن و حجت واضح سے زائل ہو جاوے بلکہ انکی مخالفت تیرے ساتھ محض مکابرہ و عناد ہی کیونکہ تیرے حق ہونے اور کعبہ کی طرف پھیرے جانے کو وہ لوگ اپنی کتاب سے بخوبی جانتے تھے تو انکا منکر ہونا انکی تقدیر مین غضب الٰہی عز و جل کے حجاب ہین۔ پھر مراد اس خبر دینے سے یہ نہین ہی کہ تیری متابعت بالکل نہ کرینگے یعنے متابعت کی نفی بتاکید مقصود نہین بلکہ مراد یہ ہی کہ حجت و برہان انہین بالکل تاثیر نہین کریگی اسواسطے کہ وہ لوگ تو جانتے ہی ہین اور حجت واضح تو اسکو مفید ہوتی ہی جسکو کچھ شبہہ پڑ گیا ہوا اور انکا انکار شبہہ سے نہین بلکہ عناد سے ہی تو معجزہ واضح انکو نہ فائدہ کریگا بلکہ وہ چیز فائدہ کریگی جو انکے مرض عناد کو زائل کردے اور یہ سوائے خالق عز و جل کے کسیکے اختیار مین نہین ہی حالانکہ اسنے تنبیہ فرمائی کہ یہ یہودیون کو قیامت تک غضب پر غضب مین خوار و رسوا کیا ہی نعوذ باللہ من غضبہ تعالے و قولہ تعالے۔ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ اور تو کبھی بھی انکے قبلہ کا تابع ہونے والا نہین ہی ف۔ یہ کلام بظاہر نفی ہی اور محاورہ مین نہی کی جگہ بھی بولتے ہین جیسے کسی کریم سے کہو کہ آپ مہربانی سے ایسا نہین کرینگے یعنے مت کیجیو پس یہان احتمال ہی کہ بمعنے نہی ہو یعنے اللہ تعالے نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے قبلہ کی اتباع سے ممانعت کردی اور احتمال ہی کہ اپنے ظاہر پر ہو اور مقصود یہ ہی کہ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طمع انکے اسلام سے قطع کردی کہ یہ لوگ علم خالق عز و جل مین ایمان لانے والے

نہیں ہیں اسی طرح کافرون کی طمع بھی قطع کر دی تھی کہ کافرون نے جان لیا کہ اس حکم کے بعد کبھی وہ ہمارے قبلہ کی طرف رجوع نہ کرینگے کیونکہ حکم استمراری ہی بلکہ امام ابن کثیرؒ نے خوب فرمایا کہ حق عزوجل نے آگاہ فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کی متابعت مین بہت مضبوط اور شدید ہین اور جیسے وہ لوگ اپنی باطل خواہشون کے اوپر اڑے ہین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری و اطاعت و مرضیات کے بخوبی تمام پابند ہین اور یہ صریح اخبار ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سب حالون مین سے کسی حال مین بھی ان کافرون کی خواہش کی پیروی نہین کرتے تھے جیسے کافرون نے جہالت سے وہم کیا تھا کہ ہمارے خوشامد کے لیے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی شان سے اہل بیان وغیرہ سب کو آگاہ کر دیا کہ اسوجہ سے نہ تھا کہ وہ یہود کا قبلہ ہی بلکہ یہ فقط اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری تھی وَمَا بَعۡضُهُم بِتَابِعٖ قِبۡلَةَ بَعۡضٖۚ اور یہ بعض بعض کے تابع نہین ف بلکہ اپنی مختلف رائے و وسوسات کے بندہ ہین پھر اللہ تعالیٰ نے تحذیر کی اور ڈرایا ہر ایسے عالم کو جو اپنے علم سے خلاف کرے اسلیے کہ عالم پر حجت بہ نسبت غیر عالم کے زیادہ قائم ہوتی ہی لیکن آپ کی امت کے علما سب آپ کے روے مبارک کے دیکھنے والے ہین اور سب بدل و جان آپکے تابع ہین لہذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ وَلَئِنِ ٱتَّبَعۡتَ أَهۡوَآءَهُم مِّنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ ٱلۡعِلۡمِ إِنَّكَ إِذٗا لَّمِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ۝ یعنے بقسم اگر بعد اس علم کے جو تیرے پاس آچکا ہی تو ان گمراہون کی خواہشون کی پیروی کرے تو بیشک اب تو ظالمون سے ہی ف یہ تو قطعاً معلوم ہی کہ آپ پیغمبر افضل الانبیاء معصوم ہین سے ہین بھلا حبیب سے عزوجل نے آپ کو محفوظ فرمایا تو آپ کے حق مین خطاب مذکور صرف یون ہوا کہ اگر بفرض محال تو کبھی ایسا کرے لیکن آپ کی امت کے علما البتہ جھجک کر ہوشیار ہوے اور جناب باری تعالیٰ مین ہر وقت التجا کرنے لگے کہ الٰہی سبحانہ تعالیٰ ہم بندون کو بطفیل اپنے حبیب معصوم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امر سے محفوظ فرمایا جاوے کہ ہم کسی حال مین بھی کبھی کافرون و گمراہون کے اہوا کی پیروی کرین۔ واضح ہو کہ یہ کلام بہت بلیغ تاکید ہی جیسے ماتحوا کا کلام بھی بلیغ ہی لیکن یہ جملہ بہ نسبت ماتبعوا قبلتک کے کئی وجہ سے زیادہ مؤکد ہی ازانجملہ یہ جملہ اسمیہ ہی اور اسمین اسم مکرر ہی پھر اظہار فرمایا کہ کفار اپنی مختلف خواہشون کے بندے ہونے سے باہم مختلف ہین بقولہ تعالیٰ وما بعضهم بتابع قبلة بعض۔ اور یہ لوگ باہم بعض تابع قبلہ بعض ہرگز نہین ہین ف کیونکہ جب نفس کے بندہ ہین تو اختلاف لازم ہی اور اسمین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تسلی ہی کہ انکا عناد کچھ حضرت صلعم کے ساتھ مخصوص نہین ہی بلکہ انکی حالت یہ ہی کہ ایک دوسرے کے قبلہ کی اتباع نہین کرتے کیونکہ یہودی تو صخرہ بیت المقدس کا استقبال کرتے اور نصاریٰ مطلع الشمس کا استقبال کرتے ہین پس جیسے انکی آپسمین موافقت نہین ویسے تیرے ساتھ موافقت کی امید نہ کرنی چاہیے کیونکہ ہر ایک اپنی خواہش نفس پر اڑا ہی اور جاننا چاہیے کہ قبلہ نصاریٰ مطلع شمس ہونے کی کشاف و بیضاوی وغیرہ مفسرین نے تصریح کی ہی مگر بعض کتب مین ہی کہ قبلہ عیسیٰؑ بھی بیت المقدس تھا مترجم کہتا ہی کہ یہی بات ٹھیک ہی کیونکہ توریت مین حکم قبلہ برابر نصرانیون پر لازم رہا اور انجیل مین نسخ نہین ہوا لیکن امت عیسیٰ نے اپنی اپنی راے سے احکام نکالے ہین لیکن شیخ ابن القیمؒ نے بدائع الفوائد مین لکھا کہ اہل کتاب کا قبلہ کچھ اللہ تعالیٰ کی وحی و موافقت کرانے سے نہ تھا بلکہ مشورہ و اجتہاد سے تھا پس نصاریٰ کے واسطے تو کچھ شک نہین کہ اللہ تعالیٰ نے انجیل وغیرہ انکو مشرق کے استقبال کا حکم نہین دیا اور وہ یہ اقرار بھی کرتے ہین کہ مسیح کا قبلہ وہی ہی جو بنی اسرائیل کا قبلہ یعنے صخرہ ہی اور یہ قبلہ مشرق ہمارے واسطے ہمارے پیشواؤن (پوپ) نے مقرر کر دیا ہی پس وہ یہود کے ساتھ اس امر پر متفق ہین کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کا استقبال اپنے رسول پر مشروع نہین کیا اور رہے یہود تو توریت مین صخرہ کے استقبال کا حکم نہین ہی بات یہ تھی کہ وہ تابوت آسمانی کی طرف پڑھتے اور جہان جاتے تابوت کو ساتھ لیجاتے اور ہر جگہ نماز نہین پڑھتے تھے پس اسکو رکھکر اسکی طرف نماز پڑھتے پھر جب آتے تو اسکو صخرہ پر رکھدیتے اور اسکی طرف نماز پڑھتے اور پچاس نمازین ان پر فرض تھین پھر جب وہ تابوت اٹھا لیا گیا تو انھون نے اسکی جگہ کی طرف نماز پڑھنی شروع کی مترجم کہتا ہی کہ فرعون کے عہد مین بنو اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکم آلٰہی ملا کہ اجعلوا بیوتکم قبلۃ الآیہ۔ چنانچہ اعراف مین منصوص ہی پس

ہے اس تفتیش سے کوئی فائدہ نہیں لیکن یہ معلوم ہو کہ یہ لوگ صخرۂ بیت المقدس کا استقبال کرتے تھے اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قبلہ فرمایا کہ۔ ما انت بتابع
قبلتہم۔ یعنے تو انکے قبلہ کا تابع نہیں حالانکہ تم ان روایات سے انکے دو قبلہ بتلاتے ہو تو جواب یہ ہو کہ اب چونکہ دونوں باطل ہو گئے ہیں تو دونوں یکساں ہیں
لہذا ایک ہی فرمایا یا قبلۂ نصاریٰ بھی دراصل وہی ہو جو بنی اسرائیل کا قبلہ تھا لہذا قبلۂ واحد فرمایا اور ما بعضہم بتابع قبلۃ بعض یعنے اہل قبلہ ہیں وہ آپسمیں
ایک دوسرے کی پیروی نہیں کرتے بلکہ خواہش نفسانی سے اپنا اپنا قبلہ بناتے ہیں مترجم کہتا ہو کہ ظاہر امریم رضی اللہ عنہا نے بحکم قولہ تعالیٰ۔ مکانا شرقیا الآیۃ کے مشرق
کی جانب مکان کر لیا تھا تو نصاریٰ نے اسی جانب مطلع الشمس مشرق کو قبلہ بنا لیا تاکہ یہود سے مخالفت ہو کیونکہ باہم دونوں فریق میں اسوجہ سے عداوت سخت کا
باعث موجود ہو کہ یہودی حضرت عیسیٰ بن مریم کے حق میں کوئی دشمنی نہیں چھوڑی تو دوستان عیسیٰ علیہ السلام انکے دشمن ہیں۔ یعنے وہ لوگ جنپر ٹھیک ہو لیا کلا ترے بر
دشمن ہین بقولہ تعالیٰ۔ ولئن اتبعت اہواءہم الآیۃ۔ میں حرف ان شرطیہ ہو جسمیں شرط ہو کہ مشکوک جسمیں اسی طرح بیان فرمایا اسی جز پر شرط نہیں ہوتی لیکن جاننا چاہیے
کہ حرف ان کبھی ایسے جملہ پر داخل ہوتا ہو جسکے واقع ہونے کی امید ہو شک کے ساتھ جیسے۔ ان ایدک زید کان خیرا لک۔ اگر زید تیری مدد کریگا تو تیرے واسطے
بہتری ہو حالانکہ زید کی مدد ممکن ہو اور کبھی ایسے جملہ پر داخل ہوتا ہو جس سے مراد محض فرض و تقدیر ہوتی ہو یعنے اگر بالفرض ایسا ہو تو ایسا ہوگا جیسے کوئی کہے
کہ آسمان قبل قیامت کے نہیں ٹوٹیگا ورنہ سب دب کر مر جاوین پھر کسی احمق نے کہا کہ شاید ٹوٹ پڑے تو جواب دینے والے نے کہا کہ اگر بالفرض ایسا ہو تو بیشک
سب دب مرینگے اور اسی طرح بیان فرمایا کہ اگر بالفرض تو انکی باطل خواہشوں کی پیروی کرے تو تو ظالمین سے ہوگا اور قولہ تعالیٰ۔ من بعد ما جاءک من العلم تاکید ہی
پس درحقیقت یہ تحذیر ہو تمام لوگوں کو جو اپنے علم سے خلاف کریں بخواہش نفسانی اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ خطاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مراد آپکی امت ہو
معنے یہ ہین کہ اگر تم لوگ بعد اس علم کے جو تمکو وحی الٰہی سے جو اسنے اپنے رسول پر بھیجی ہو حاصل ہو چکا پھر باطل خواہشوں کی پیروی کروگے تو تم ظالمین سے ہوگے
اور حضرت کو خطاب کیا تاکہ تاکید بلیغ ہو جاوے کہ اگر بالفرض انبیا بھی ایسا کرین تو وہ بھی ایسے ہی ہین اور بیضاوی نے فرمایا کہ اسمیں اللہ تعالیٰ نے تہدید
کو بتاکید بلیغ فرمایا اول لام آیا جو توطیہ قسم ہو دوم قسم مضمر سوم حرف تحقیق یعنے انک میں انّ۔ چہارم ترکیب از جملہ اسمیہ پنجم خبر پر لام ای لمن اور ششم
الظالمین پر الف لام جو استغراق کا ہو اور نیز ظالمین میں سے کردیا کہ استغراق سے ایہام تمام الوان ظلم سے ظالم ہونے کا ہو ہفتم علم حاصل ہونے کے بعد
کہنے سے تاکید بغرض تعظیم حق معلوم اور تحریض اتباع حق و تحذیر از متابعت ہوا و تشنیع بصدور گناہ از انبیا اسیواسطے کہا گیا کہ انبیا سے گناہ صادر ہونا محال
ہو کہ وہ معصوم ہین اور یہی قطعی حق اجماعی ہو اور اذا حرف ہو اور نون اسمیں اصلی ہو اور جواب ہی مین مستعمل ہوتا ہو اور یہاں اسکا کچھ عمل نہین کیونکہ اسکا
عمل فعل مین ہوتا ہو اور یہاں فعل نہین ہو ذکرہ العکبری۔ واضح ہو کہ عالم سے گناہ کی شناعت آیندہ اپنے موقع پر بکثرت آویگی۔ پھر حاصل یہ معلوم ہوا کہ یہودی
و نصرانی وغیرہ کوئی عالم ہو جب اسنے دنیا کی طرف دل چلایا اور شیطان اسپر مسلط کیا گیا تو وہ کتابوں کا بوجھ لادنے والا گدھا ہوتا ہو بقولہ تعالیٰ۔ کمثل الحمار یحمل
اسفارا۔ حتی کہ امت اسلامیہ بعد فساد کے جاہل سے بدتر عالموں کی پیروی کرنے لگی حتی کہ انکی شناعت اقوال و افعال بھی اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کی ضروری
چیز ہو گئی اور معجزۂ حدیث شریف صادق آیا کہ یہ لوگ بھی یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم بگڑ کر بہتر سے تہتر فرقہ ہو جاوینگے اور احادیث و آیات مین جو کیفیات
حرکات یہود و نصاریٰ کے عالموں کے منقول ہین وہ عبرت ہین حتی کہ انھوں نے دنیا کے لالچ مین حضرت افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
کی اتباع چھوڑی اور اس سے زیادہ عجب ہم لوگوں پر ہو کہ قرآن و حدیث اور بخوبی تمام جاننے کے بعد کسطرح مرتد کے مانند پھرے جاتے ہین اللھم اعذنا من
الزیغ بعد الایمان و ثبتنا علی دینک الحق و سنۃ نبیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسوقت کے سچے اہل کتاب
علماے یہود و نصاریٰ کا حال بیان فرمایا جنھوں نے اپنی جان دی اور آپ کی شہادت کھلم کھلا ادا کی جیسے ابن قناطر رومی عالم نصرانی رضی اللہ
عنہ مومن صادق ہو گئے جنکو خبیث قیصر لعین نے مار ڈالا اور جیسے عبد اللہ بن سلام یہودی زبردست عالم تھے جو فوراً ایمان لائے اور یہودیوں نے

دشمنی سے انکو چھوڑا یا دشمنی للہ غرضیکہ پس حق تعالےٰ نے انکی مدح مین نازل فرمایا

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَعۡرِفُوۡنَہٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَہُمۡ ؕ وَ اِنَّ فَرِیۡقًا مِّنۡہُمۡ لَیَکۡتُمُوۡنَ

جنکو ہم نے دیا ہے کتاب پہچانتے ہین اسکو جیسے پہچانتے ہین اپنے بیٹون کو اور ایک فرقہ انہین سے چھپاتے ہین

الۡحَقَّ وَ ہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ؕ۝ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ۝

جانبوجھکر حق کو حالانکہ وہ جانتے ہین حق وہی ہے جو تیرا رب کہے پھر تو نہ ہو شک لانے والون مین سے

ع

فرمایا کہ بیت المقدس کی طرف آپکا متوجہ ہونا پچھلے کعبہ بیت کی طرح بیان کی۔ گویا دیدہ و دانستہ اپنے پاؤن مین کلہاڑی ماری۔ یہہ دلیل ہے کہ انکے دلون مین ایسی سختی آگئی تھی کہ آخرت کو ہیچ نہین سمجھ قبلہ بعض دیگر کے تالے۔ طال علیہم الامد فقست قلوبہم الآیہ۔ یعنے زمانہ دراز گزرنے سے دل سخت پڑ گئے اور یہی اس امت کا حال ہونا ہے حتی کہ مسلمانون کی کیفیات آخر یہی ہوئی جیسے حدیث شریف مین خود خبر دی گئی ہے۔ اسی طرح اہل کتاب نے باوجود صریح اخبار و بشارات کچھ نفع نہین پایا اور پیغمبر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا چنانچہ حق تعالےٰ نے فرمایا۔ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَعۡرِفُوۡنَہٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَہُمۡ۔ جن لوگون کو ہمنے کتاب سابق دی تھی وہ اسکو ایسے پہچانتے ہین جیسے اپنے بیٹون کو پہچانتے ہین ف الذین اسم موصول ہے جس سے مراد علماے اہل کتاب ہین خواہ عام یہود و نصاریٰ جیسا کہ بعض علما نے کہا یا فقط علماے یہود جیسا کہ دوسرون نے کہا اور معنے یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل علماے توریت و انجیل پہچانتے ہین۔ وَ اِنَّ فَرِیۡقًا مِّنۡہُمۡ لَیَکۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ وَ ہُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ۔ مگر انمین ایک فریق چھپاتا ہے حق کو حالانکہ خوب جانتے ہین ف بعض نے زعم کیا کہ موصول سے مراد مومنین اہل کتاب ہین مثل عبد اللہ بن سلام وانکے ساتھیون کے گویا کتاب انھین کو دی گئی کیونکہ یہ اس سے بہرہ مند ہوے اور دوسرے کمثل الحمار یحمل اسفارا۔ مانند گدھے کے ہین کہ کتابین لادے ہون کیونکہ وہ اس سے کچھ نفع نہین پاتا ہے لیکن اس صورت مین اظہر یہ ہوگا کہ من الذین اتیناہم الکتاب۔ تقدیر ہو کیونکہ آگے منہم کی ضمیر راجع ہے فافہم اور قولہ یعرفونہ۔ اسکی ضمیر مفعول مین اختلاف ہے زمخشری و بیضاوی و بغوی وغیرہ ایک جماعت نے کہا کہ یعرفونہ ای یعرفون محمدا اگر کہا جاوے کہ مرجع مذکور نہین ہے تو بیضاوی وغیرہ نے جواب دیا کہ اگرچہ سابق مین ذکر نہین مگر دلالت کلام سے مرجع متعین ہے اور نیز مرجع مین یہان کچھ التباس و تردد نہین ہے اور بعض نے جواب دیا کہ نہین بلکہ بلفظ الرسول دو مرتبہ پہلے ذکر آگیا ہے اور بیضاوی وغیرہ کی مراد یہ ہے کہ اس خاص کلام مین جو شان نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین وارد ہے پہلے مرجع نہین مذکور ہے کہا گیا کہ یعرفونہ ای یعرفون نبوتہ۔ یہ مجاہد و قتادہ و ایک گروہ اہل علم سے نقل کیا گیا۔ قال المترجم نبوت کی طرف ضمیر مذکورہ بلا تاویل کیونکر راجع ہوگی اگرچہ بطریق بیان معنے صحیح ہے کہ یعرفونہ ای یعرفون محمدا بکونہ نبیا حقا۔ قول سوم یہ کہ یعرفونہ ای یعرفون ان امر القبلۃ حق۔ چنانچہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالےٰ نے خبر دیتا ہے کہ علماے اہل کتاب جو چیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے اسکی صحیح ہونے کو ایسا جانتے ہین جیسے انمین سے ہر ایک اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے اور عرب والون کا قاعدہ تھا کہ کسی چیز کے صحیح ہونے کی مثال یون ہی بیان کرتے تھے چنانچہ حدیث مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ساتھ ایک چھوٹا لڑکا دیکھکر پوچھا کہ یہ تیرا بیٹا ہے اسنے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ آپ گواہ رہین آپنے فرمایا کہ یہ تو تجھپر چھپ سکتا ہے اور نہ تو اسپر پوشیدہ ہو سکتا ہے قال المترجم شیخ ابن کثیرؒ نے مرجع عام لیا یعنے سب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ازانجملہ تحویل قبلہ بھی ہے اور بعض نے تحویل قبلہ صحیح ہونے کی طرف ضمیر پھیری اور مؤلف فتح البیان نے کہا کہ اسی طرف مفسرین کی ایک جماعت گئی ہے اور صاحب کشاف نے قول اول کو ترجیح دی اور میرے نزدیک یہ اخیر قول یعنے تحویل قبلہ کی طرف ضمیر راجع ہونا قول راجح ہے انتہی مترجم کہتا ہے بلکہ راجح وہی قول اول ہے چنانچہ قولہ تعالےٰ کما یعرفون ابناءہم اسپر شاہد ہے قرطبیؒ نے کہا کہ عمرؓ سے روایت کیا جاتا ہے کہ انھون نے عبد اللہ بن سلام سے

کہا کہ بھلا تو نے پہچانا محمد کو جیسا کہ تو اپنے فرزند کو پہچانتا ہی تو عبد اللہ نے کہا کہ ہاں بلکہ اس سے بڑھکر اور سراج وغیرہ مین نقل کیا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ ابن سلام سے کہا کہ یہ پہچان کیونکر تھی تو عبد اللہ نے کہا کہ ای عمر البتہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا جیسے مین اپنے فرزند کو پہچانتا ہون بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا پہچان لینا اپنے بیٹے کے پہچاننے سے زیادہ بڑھکر تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کیونکر تو عبد اللہ نے کہا کہ اسلیے کہ مجھے محمد صلعم مین کسی طرح کا شک ہی نہین رہا کہ یہ وہی پیغمبر ہین جنکی بشارت توریت مین ہی اور رہا میرا فرزند تو شاید کہ اسکی ماں نے خیانت کی ہو تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ای ابن سلام اللہ تعالے تجھے توفیق کثیر عطا فرماوے کہ البتہ تو نے تصدیق کی ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ حدیث تو صحیح بخاری وغیرہ کی روایت سے موجود ہی کچھ ظاہر ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین معنے آیت کے اسی طرح تھے اور ضمیر راجع بجانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہ بجانب نبوت اور نہ بجانب تحویل قبلہ ولیکن چونکہ سبب نزول پر نص نہین ہی لیس یہ حدیث بمنزلہ سبب نزول کے بسبب اصح ہونے امر اول کے ہوگی اور باقی داخل نزول ہین واللہ اعلم اور مؤلف فتح البیان نے خلاف بلاغت قول کو مرجح ٹھہرایا پھر بھی عجب خبط کیا جیسے لکھا یعنے یعرفون ان القبلۃ التی وجہتہا الیہا ... کما یعرفون اولادہم قال ابن سلام لقد عرفتہ حین رایتہ کما اعرف ابنی ومعرفتی لمحمد اشد ... حالانکہ قول ابن سلام رضی اللہ عنہ صریح دلیل قول اول ہی اور یہ تقریر خبط سے خالی نہین پھر یہ جاننا چاہیے کہ بیٹون کی خصوصیت کی اور اولاد نہین فرمایا اسواسطے کہ بیٹا اپنے باپ کے زیادہ ساتھ رہتا ہی اور بہت دل کو لگا ہوتا ہی اور قولہ وان فریقا منہم الخ یعنے باوجود ایسے یقین کے وہ لوگ حق کو چھپاتے ہین یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو جو انکی کتاب مین ہی پوشیدہ کرتے ہین اور انکے نعت سے یہ بھی مذکور ہی کہ وہ بیت المقدس و کعبہ دونون کی طرف نماز پڑھینگے پھر یہ اشد گناہ ہی کہ جانکر چھپاتے تھے۔ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔ حق تو تیرے رب کی طرف سے ہی پس تو شکیون مین سے مت ہو
ف۔ یہ نہین کہا کہ شک مت کیجیو کیونکہ آدمی کبھی شکی ہوتا ہی مگر شک نہین کرتا۔ زیادہ بلیغ یہ کہ تو شکیون کی قسم سے مت ہو جیو۔ الحق مبتدا ہی معنے یہ ہین کہ حق وہی ہی جو اللہ تعالے کی طرف سے ثابت ہوا جیسے قبلہ قائم ہی اور وہ نہین جو نافرمان کافر لوگ بکتے ہین پس تو شک کرنے والون کی قسم ہی سے نہو اور یہ شک سے پوری طہارت ہی کیونکہ یہ اگرچہ معنے نہی ہی ولیکن بصورت خبر ہی اور تاکید بصیغہ نہی ہی اسواسطے نہ فرمایا کہ مقصود کمال طہارت ہی۔ ف۔ اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مگر مومنین کو تعلیم ہی کہ انکو ثابت کرایا اور جتایا کہ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم لائے یہی حق ہی کہ پروردگار کی طرف سے ثابت ہی جسمین بالکل شک و شبہہ نہین ہی۔ اگر کہا جاوے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شک نہ تھا پس ممانعت کیونکر فرمائی ہی تو جواب یہ کہ ممترین کا مصدر امترا ہی معنے ... یعنے شک حاصل کرنا پس معنے یہ ہین کہ شک مت لینا تو موجود ہونا ثابت ہی نہین ہی۔ اگر کہا جاوے کہ حضرت اسکے محل ہی نہ تھے کیونکہ اللہ تعالے نے آپکو معصوم کیا تھا
تو جواب یہ کہ یہ تنبیہ اور امت کو تعلیم ہی جیسا کہ بیان ہوا لہذا آیندہ امت کو خطاب ہی۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اور ہر کسی کو ایک طرف ہی کہ منھ کرتا ہی اُس طرف سو تم سبقت چاہو نیکیون کو جس جگہ تم ہوگے کر لاوے گا اللہ اکٹھا بیشک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے

یہ آیت مضمون سابق کی تقریر و توضیح ہی کہ ہر قبلہ والا دوسرے کے قبلہ کی اتباع نہین کرتا ہی۔ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا۔ اور ہر ایک کے لیے ایک جہت ہی وہ اسی جہت کی طرف منہ کرنے والا ہی۔ ف۔ یا اسی کا متولی ہی۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ۔ پس تم لوگ بھلائیون کی طرف سبقت حاصل کرو۔ ف۔ کہ یہ کیا اصل مین خواہ کسی جہت اسلام سے ہون جبکہ امر توحید پر استقامت ہو اور خیالی رسم کی پابندی فضول ہی کیونکہ مرجع اللہ تعالے کی طرف ہی۔ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا۔ تم جہان کہین ہوگے اللہ تعالے تم سبکو لاویگا۔ ف۔ اور ہر ایک کو اسکے اعمال کا نتیجہ پہونچاویگا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اللہ تعالے ہر چیز پر قادر ہی
ف۔ تو اسیکی توحید والوہیت پر مستقیم ہوکر عمل کرو یعنی کہ جو کچھ وہ حکم کرے وہی حکم ہی بعض نے کہا کہ مقصود یہ ہی کہ قبلہ کے بارہ مین جھگڑا نکرنا چاہیے تاکہ جو امر اس سے بڑھکر اہتمام کا ہی یعنی خیر و طاعات کیطرف جلدی کرنا وہ ہاتھ سے نجاتا ہے اور اظہر یہ مراد ہی کہ ہر قوم کے لیے ایک جہت ہی جسکی طرف وہ اللہ تعالے ہی کے واسطے

اللہ تعالےٰ کی شریعت سمجھکر منھ کرتا ہی اور جانتا ہی کہ یہ حکم الٰہی کی فرمانبرداری ہی پس کسیکو اسمین جھگڑا لائق نہین ہی پھر جب یہ امر متعین ہوا کہ سب کے سب قوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین تو قبلہ وہی ہوگا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ ہی کیونکہ آپکی رسالت اور دعوت عام ہی پس یہ کلام مانند دلیل واضح فہمایش ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ جو غور نظر سے دیکھے وہ اس سے نور پاوے ۔ حاصل یہ ہی کہ ہر قبیلہ والا جب یہی سمجھکر دوسرے کے قبلہ کی طرف منھ نہین کرتا کہ یہ جہت جسپر مین ہون اللہ تعالےٰ نے مشروع کردی ہی اور دوسرے کے لیے دوسری جہت مشروع کی ہی پس مرجع اسکا حکم الٰہی ہی اور اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ حق کے ساتھ بھیجا جسکو اہل کتاب بخوبی جانتے ہین تو جس قبلہ کا آپکو حکم کیا اسمین ہی سب کا قبلہ ہی اور غرض قبلہ سے مرضیات الٰہی و طاعات ہین تو اسمین تردد و تامل بیجا ہی ۔ یہ بیان کما وجد ہمارا ہو پس قولہ ۔ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ جیسا مفسر رحمہ نے کہا اور تنوین لکل کی عوض اضافت ہی اور یہ خبر واقع ہی ۔ وجہۃ ۔ مبتدا مؤخر ہی اور یہ مصدر ہی بمعنے متوجہ الیہ یعنے جسکی طرف توجہ کیجاوے ہر ایک کے لیے جیسے خلق بمعنے مخلوق اور یہان مراد قبلہ ہی کہ اسکی طرف توجہ کیجاتی ہی اور قیاس سے لفظ جہت مثل عدۃ و زنۃ ہی لیکن وجہۃ اپنی اصل پر آیا پس واو زائد نہین ہی اور یہ مصدر محذوف الزوائد ہی اسواسطے کہ فعل اسکا توجہ یا اتجہ ۔ اور مصدر بزوائد توجہ یا اتجاہ ہی مگر وجہۃ سے فعل مستعمل نہوا جیسے وعد سے وعد آیا ہی کرہ العکبری اور ضمیر ہو ۔ راجع بجانب کل امۃ ہی اور بعض نے کہا کہ جائز ہی کہ بجانب اللہ تعالےٰ راجع ہو اگرچہ لفظ مین مذکور نہین ہی یعنے اللہ تعالےٰ نے اسکو قبلہ کردیا ہی لیکن یہ تکلف ہی علاوہ ازین اوپر مذکور ہوا کہ قبلہ نصاری و یہود بحکم الٰہی نہین بمعنے آنکہ منصوص نہین ہی اور بعض نے کہا کہ خطاب مسلمانون کو ہی اور معنے یہ ہین کہ مسلمانون مین سے ہر قوم کے واسطے ایک جہت بجانب کعبہ ہی ای مشرق والون کی جہت بجانب کعبہ مغرب رخ اور مغرب سے شرق رخ علیٰ ہذا شمالی و جنوبی مگر اصح یہ ہی کہ خطاب عام ہی جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا اور مولیہا ۔ ای مولی الیہا ۔ اور ضمیر مونث بجانب جہت ہی اسنعدی بنفسہ ہی اور یہ ایک مفعول ہی اور وہ جو ہی دوسرا مفعول محذوف ہی ای وہ گروہ پھیرنے والا ہی اپنا منھ اس جہت کو اور ابن عامر کی قراۃ مین مُوَلَّاهَا ہی پس مُوَلّٰی بصیغہ مفعول ہی اور معنے یہ ہین کہ وہ فریق پھیرا ہوا ہی اس جہت کو خواہ بطور حق یا بطور باطل کیونکہ اکثرون نے اپنے زعم سے ایک جہت مقرر کرلی ہی جیسے نصاری کہ انکا قبلہ مطلع شمس ہی مترجم کے نزدیک عیسائیون کو مصر کی طرف عافیت ملی اور وہان سے اور وہان سے بیت المقدس بجانب مشرق ہی پس جہت وہی تھی جو پیچھے متبعون کی جہالت سے مطلع شمس ہوگئی یا حضرت مریم نے مکان شرقی لیا تھا وہ مطلع شمس پڑتا تو نصرانیون نے صلیب کی طرح اسکو قبلہ بنالیا واللہ اعلم اور تفسیر ابن کثیر مین ہی کہ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی ۔ ولکل وجہۃ ۔ مراد اس سے مختلف دینون والے لوگ ہین اللہ تعالےٰ فرماتا ہی کہ ہر گروہ کے واسطے ایک قبلہ ہی جسکو اسنے پسند کر رکھا ہی اور اللہ تعالےٰ کا قبلہ وہی ہی جسطرف مومنون نے توجہ کی اور شیخ ابو العالیہ نے فرمایا کہ یہود کے واسطے ایک قبلہ ہی کہ وہ اس جہت کو اپنا منھ پھیرتے ہین اور نصرانیون کا ایک قبلہ ہی کہ وہ اسطرف اپنا پھیرتے ہین اور تمکو ای امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبلہ کی ہدایت کی کہ وہی قبلہ ہی اور مجاہد و عطاء و ضحاک و ربیع بن انس و سدی سے اسی کے مانند ہی مترجم کہتا ہی کہ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ خطاب مسلمانون کو ہی اور معنے یہ ہین کہ ہر قوم نے ایک ایک جہت پسند کر رکھی ہی کہ اس طرف منھ کرتا ہی اور اللہ تعالےٰ کے نص فرمانے سے کسی نے راہ نپائی کیونکہ انھون نے ایک جہت نکالی اور وہی انپر لازم کی گئی جیسے یہود نے سنیچر کا دن عبادت کے لیے چھانٹا تو جمعہ نہ پایا اگرچہ بتحقیق جمعہ تھا پس تم ای امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے قبلہ کی طرف اللہ تعالےٰ کی نص سے ہدایت کیے گئے پس جیسے تم افضل قبلہ کی طرف ہدایت کیے گئے تمکو چاہیے کہ خیرات کی طرف سبقت کرو اور خیرات جمع خیرۃ یعنے ہر چیز مین سے جو افضل ہو یعنے افضل قبلہ کے مانند ہر افضل عبادت و نیکی کی طرف سبقت کرو ۔ اگر کہا جاوے کہ الخیرات الف لام استغراق کے ساتھ ہی پس جمیع خیرات کی فرمانبرداری لوگون سے کہان ممکن ہی تو جواب یہ ہی کہ معنے یہ ہین کہ جمیع موجود ہین انکی طرف سبقت کرو خواہ سب ادا کرسکو یا نہین اور سب ادا کرنیکا حکم نہین بلکہ انکی طرف سبقت کرنیکا حکم ہی اور ابن زید نے فرمایا کہ مراد اعمال صالحہ ہین اور چونکہ سبقت کرو

ہین یہ ارشاد ہوگیا کہ موت مقدر کم ہو زیادہ نہین اور وقت کم ہی تو موت آنے سے پہلے جلدی کرو فرصت غنیمت ما بعد خوب ظاہر ہوگئی کہ اینما تکونوا یات
بکم اللہ جمیعا۔ یعنے کلام کا بیان حالت بعد موت کی طرف کھینچ گیا اور ظاہر آیت شافعی کی دلیل ہی کہ اول وقت نماز فریضہ ادا کرنا افضل ہی اور حق یہ ہی کہ اس
پہ نہین نکلتا ہی فافہم۔ پھر تو اس ہی ورنہ مین کہ خطاب مسلمانون کو ہوا اور اگر خطاب عام ہو جیسا کہ تفسیر ابن کثیر مین مذکور ہی تو مجاہد اور حسن بصری نے فرمایا
کہ ہر قوم کو حکم دیا کہ کعبہ کی طرف پڑھا کرین۔ قال المترجم یعنے اللہ تعالے نے عام خطاب فرمایا کہ ہر قوم نے اپنی ایک ایک جہت مقرر کر لی اور اسی پر جما ہی انکو چاہیے
کہ جو قبلہ اللہ تعالے نے مقرر فرمایا ہے اسی کی طرف سبقت کرین کہ وہ استقبال کعبہ ہی کہ ہر قبلہ سے افضل ہی اور ڈرین کہ وہ جہان کہین ہونگے اللہ تعالے انکو جمع کریگا
یعنے خواہ انکے اجزا مجتمع ہون یا متفرق ہون خواہ موافق ہون یا مخالف ہون سب کو حشر کر کے محشر مین جمع کریگا کیونکہ ان اللہ علی کل شئی قدیر۔ پس جب
ہر چیز پر قادر ہی تو موت دیتا اور زندہ کر کے جمع کر دینے پر بھی قادر ہی وقال ابن کثیر حضرت ابن عباس و ابو جعفر باقر و ابن عامر نے مولاہا پڑھا ہی اور یہ آیت شبیہ ہی
قولہ تعالے۔ لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلوکم فیما آتاکم فاستبقوا الخیرات الی اللہ مرجعکم جمیعا۔ یعنے ہر ایک گروہ کے واسطے
تم مین سے ہمنے راہ و طریق کر دیا ہی اور اگر چاہتا اللہ تعالے تو تمکو ایک ہی امت کر دیتا ولیکن کیا تاکہ تمکو امتحان کرے اس چیز مین جو تمہارے پاس آئی پس سبقت کرو
خیرات کی طرف۔ تم سب کے لوٹ جانے کی جگہ اللہ تعالے ہی کی طرف ہی قال المترجم یہ گویا تفسیر ثانی ہی ف عرائس البیان مین ہی کہ قولہ تعالے ولکل وجہۃ
ہو مولیہا فاستبقوا الخیرات اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا ظاہر روح کے واسطے وجود ذات و حقیقت صفات کی طرف ایک ایک راہ ہی اور ہر ایک کا ایک ایک
قبلہ ہی پس ارواح قدسیہ کا قبلہ عین الاحسان ہی اور ارواح جلالیہ کا قبلہ خالص صفات ہین اور ارواح عزہ کا قبلہ عین القدم ہی اور ارواح بقائیہ کا قبلہ عین الابد ہی
اور ارواح فنائیہ کا قبلہ انوار المشاہدہ ہی یعنے جو روحین شوق الہی مین بھری ہوئی ہین انکی توجہ مشاہدہ کے انوار پر رہتی ہی جیسے بلند درجہ والون کی ارواح کی توجہ
ذات یا صفات خالص پر رہتی ہی اور ارواح موانسہ کا قبلہ حسن الصفات ہی اور ارواح روحانیہ کا قبلہ غیب کے باغات ہین اور قولہ ہو مولیہا۔ یہ ارواح رحمانیہ
قبلہ کی طرف قصد کرنے والی اور الوہیت اور صمدیت کے مقام کی طرف مجذوب ہین اور انہین سے ہر ایک کے واسطے ایک مطلع و منبع ہی پس بعض ارواح تو والہا
ہین یعنے بالکل از خود رفتہ ہین اور بعضی مشتاق ہین کہ شوق مین بھری ہوئی اور بعضی عاشقہ ہین اور بعضی مونسہ ہین یعنے انس سے پُر ہین اور بعضی فانیہ ہین
یعنے اپنے سے فنا ہین اور بعضی باقیہ ہین یعنے فنا ہو کر بقائے قدم سے باقی ہین اور بعضی صاحیہ ہین یعنے شوق و جذب کے نشہ سے بعد فنا ہونے کے بقا
قدم سے باقی ہو کر ہوش مین ہین اگرچہ پہلا نہین بلکہ بقائے قدم کا ہوش ہی اور بعضی ساکرہ ہین یعنے ہنوز نشہ عشق مین بے ہوش ہین یعنے ادب
الوہی کے مقامات اور مشاہدہ جمال کے کشف ہونے کے خوف سے اور غیب کے علوم سے با ادب ہو کر خوفناک و بیہوش ہین قال المترجم یہ ایسا ہی جیسے
اللہ تعالے نے فرمایا۔ وتری الناس سکاری وما ہم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید ۰ یعنے قیام قیامت سے تو لوگون کو دیکھیگا بیہوش حالانکہ نہین ہین وہ
نشہ مین ولیکن عذاب اللہ تعالے کا سخت ہی۔ اور جیسے فرمایا ہم من خشیۃ ربہم مشفقون۔ اور وہ نیک بندے اپنے پروردگار کے خشم سے لرزتے ہین یعنے
با وجودیکہ وہ قابل خشم کیے جانے کے نہین اور نہ انپر خشم کیا گیا مگر مقتضائے قدر و عظمت جبروت یہی ہی فافہم قولہ۔ فاستبقوا الخیرات سب سے اعلی مقام فنا زیرو
و تجرید ہی اور وہانتک نہین پہونچا ہی جو اپنے سفر پر مستقیم ہین اور قولہ۔ اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا دا اہل معرفت مین سے خواص لوگ اور عوام یا قیون کی روح
جو ازل مین موجود ہی کہ خطاب کی گئی یا ان طور کر انکو عالم صفات کی سیر میسر ہوئی ہی تو وہ اپنی مقادیر ازل کے موافق حضوری مین پہونچینگی قولہ۔ ان اللہ علی کل
شئی قدیر۔ پس قادر ہی اس بات پر کہ ثابت کرنے والون اور ثابت قدم رہنے والون کی ارواح کے لیے مقام استقامت سے شرافت عطا کرے۔ اقول حاصل
یہ کہ اہل استقامت کا مرتبہ اور قبلہ صرف ذات باری وحدہ ہی اور یہ جبھی حاصل ہوتا ہی کہ پہلے ابتدائی ایمان معرفت حاصل ہو پھر طبیعت و نفس کے
خواہشات جسمی سے نکلتا جاوے اور مین آتا جاوے اور ہر حال مین حرمات الہی کا ظاہر و باطن لحاظ رکھے حتی کہ کسی چیز کی طرف توجہ نکرے کہ وہی قبلہ ہو جاوے

لہذا آیندہ ارشاد فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ

اور جس جگہ سے تو نکلے منہ کر طرف مسجد الحرام اور یہی تحقیق حق ہے رب کی طرف سے اور اللہ نہیں بے خبر

عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ

تمہارے کام سے اور جہان سے تو نکلے منہ کر طرف مسجد الحرام کے اور جس جگہ تم

فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ

ہوا کرو منہ کرو اوسیکی طرف کہ نہ رہے لوگوں کو تمسے جھگڑنے کی جگہ مگر جو ظالم ہین ان مین سے بے انصاف ہین سو ان سے مت ڈرو

وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو

اور مجھسے ڈرو اور اسواسطے کہ پورا کرون تمپر فضل اپنا اور شاید تم راہ پاؤ جیسا بھیجا ہے تم مین رسول تمھین مین کا پڑھتا ہوا

عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝

تمہارے پاس آیتین ہماری اور تمکو سنوارتا اور سکھلاتا کتاب اور تحقیق بات اور سکھاتا تمکو جو تم نہ جانتے تھے

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝

تو یاد رکھو مجھے مین تمھین یاد رکھونگا اور میرا شکر کرو اور ناشکری مت کرو۔

واضح ہو کہ پہلے حضر مین قبلہ جانب کعبہ متعین ہوا پھر اب سفر مین بھی وہی قبلہ محکم کر دیا بقولہ تعالےٰ۔ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ اور جہان سے تو نکلے اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف متوجہ کر ف۔ بعض نے ذکر کیا کہ ظاہر یہ ہے کہ من یہان ابتدائیہ ہو یعنے جہان سے اور اقرب یہ کہ من بمعنی فی یعنے فی ای مکان سافرت یعنے جونسی جگہ تو سفر مین ہو وقال العکبری حیث یہان شرط کے لیئے نہین ہوسکتا کیونکہ اسکے ساتھ ما نہین ہے اور شرط کے لیئے جیسا ہوتا ہے پس یہ متعلق ہوگا فَوَلِّ سے اور مسجد الحرام خانۂ کعبہ کی مسجد کا نام ہے جسکی حد پوری بیان ہو چکی ہے اور شطر یعنے جہت و نصف وغیرہ کئی معنے مین ہے اور یہان میزاب کعبہ کی طرف منہ کرنا یعنے رخ کرنا مراد ہے اور یہ اس مسئلہ کے منافی نہین جو امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے کہ مصلی اپنے سجدہ کی جگہ پر نظر رکھے جیسا کہ اوپر گذرا پھر بالاتفاق استقبال کعبہ کا فرض ہے حالانکہ یہان مسجد الحرام فرمایا تو مراد کعبہ ہے الحاصل سفر مین مثل حضر کے استقبال کعبہ فرض ہے لیکن یہ فرائض مین جاری ہے اور سفر مین جانور سواری پر بطرف نفل پڑھنا یا خوف کی حالت یا ازدحام جنگ کی حالت کا حکم اس سے باحادیث مشہورہ مستثنیٰ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا قولہ تعالےٰ۔ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ اور یہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ تعالےٰ کچھ غافل نہین جو کرتے ہین یا تم کرتے ہو ف۔ انہ کی ضمیر بجانب تولیۃ ہے جو فول کے ضمن مین مذکور ہے اور للحق مین لام تاکید ہے اور من ربک۔ یا تو حال ہے کہ متعلق کائنا یا للحق الکائن من ربک صفت واقع ہے تعملون اگر بصیغۂ خطاب ہے تو معنی جو تم کرتے ہو، اے ایمان والو پس تمکو بڑا ثواب دیگا اور بڑا ثواب یعنے اسواسطے کہا کہ جملہ مین تاکید سخت ہے جو اس امر کو مظہر ہے کہ ثواب عظیم ہے جیسے یعملون بصیغۂ غائب کی صورت مین معنی ہین کہ وہ جو یہ لوگ کرتے ہین یعنے انکار قبلہ و طعن اور حق چھپانا وغیرہ پس انکو عذاب سخت دیگا پھر فرمایا قولہ تعالےٰ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔ اور جہان سے تو نکلے تو اپنا منہ مسجد الحرام کے رخ متوجہ کر اور تم لوگ جہان ہو تو اپنے چہرون کو اسی کے جانب پھیرو ف۔ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو مکرر فرمایا

بلکہ تیسری مرتبہ حکم ہی پس علماے مفسرین نے اس تکرار کی حکمت سمجھنے و بیان کرنے مین اختلاف کیا ہی اگرچہ اسپر سب کا اتفاق ہی کہ قرآن مجید مین کوئی کلمہ اس طرح مکرر نہین کہ اسکا فائدہ نہو اور یہان جو تکرار کا اطلاق کیا وہ مجازاً بنظر ظاہری تکرار ہی بعض نے کہا چونکہ یہ پہلا نسخ تھا جو اسلام مین واقع ہوا جیسا کہ ابن عباس وغیرہ سے صریح مذکور ہو چکا اور یہودی وغیرہ نسخ سے جاہل تھے اور سواے ذکی عارف کے اسکے فوائد سے کم لوگ آگاہ ہوتے ہین پس فتنہ مین پڑ جاتے ہین اور شبہہ پڑ جاتا ہی پس اسکو اول مرتبہ فرمایا تو گویا یکدل مین خیالات و اوہام کا اثر پڑا اور کچھ جیسے شبہہ مین پڑے سواے انکے جنکو معرفت حاصل ہو گئی تھی اور ہدایت الٰہی سے انکا یقین بجانب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حال خاص کے ساتھ پورا اور تسلیم انکو حاصل تھا پھر بیچ مین وہ امور بیان فرمائے جنسے امر دین اور امر قبلہ کی سمجھ حاصل ہو اور اہل کتاب جو عناد سے بہکاتے تھے انکا فتنہ فرو ہو اور ظاہر ہو جاوے کہ یہ حکم لنڈلی و تحقیقی اگلی کتابون مین مذکور تھا پھر وہی حکم مکرر سہ کرر فرمایا تاکہ پے در پے سننے سے جو خلجان ہو وہ بھی دور ہو جاوے اور یہ بنیادی بات ہی کہ اللہ تعالے نے اس حکم کو مکرر نہین فرمایا بلکہ ہر آیت کی علت الگ الگ ہی کیونکہ اللہ تعالے نے تحویل قبلہ کی یعنے بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھیر دینے کی تین علتین بیان فرمائین ایک تو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پوری کرنے کو اسکی تکریم کے لیے چنانچہ فرمایا۔ قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰہا۔ پس یہ علت ہی۔ فول وجہک شطر المسجد الحرام الی آخرہ کی جیسا کہ فول کی فا اسپر شاہد ہی اور دوم اپنی عادت پاک اسطرح جاری ہونے کو کہ ہر امت والے کو ایک طرف استقبال کرنے کا حکم دے چنانچہ فرمایا۔ ولکل وجہۃ ہو مولیہا الخ۔ پس مومنون کو کعبہ کی طرف اصلی استقبال کا حکم دیا اور اسپر اس بزرگ قبلہ کی طرف ہدایت کرنے کا پورا احسان رکھا اور اسکے ضمن مین نسخ کو مشروع کیا اور امت پر کمال آسانی کی اور غیب کی خبر دی کہ اگلی کتابون مین مذکور ہی چنانچہ فرمایا۔ فاستبقوا الخیرات سوم مخالفون کی حجت دفع کرنے کو جیسا کہ لئلا یکون للناس علیکم حجۃ۔ سے واضح ہی یہان بات اتنی ہی کہ اول و دونون جگہ علت کو مقدم کیا اور تیسری جگہ معلول کو مقدم کیا اور علت کو پیچھے بیان فرمایا جسکے بیان مین اعجاز نظم ظاہر ہی پھر ان تینون علتون کے بیان کے ساتھ ہر دفعہ اسکے معلول کو بھی ساتھ بیان فرمادیا جیسے کہ ایک مدلول کے چند دلائل ہوتے ہین اور ہر دلیل کے ساتھ اسکے مدلول کو اس غرض سے ساتھ بیان کر دیتے ہین کہ سمجھنے مین خوب آ وے اور ذہن مین جم جاوے باوجود اسکے بیان تو یہ بات بھی پائی گئی کہ نسخ کے ساتھ ہی اور نسخ سرسری نظر والون کے فتنہ و شبہہ مین پڑنے کی چیز ہی پس اور زیادہ لائق تھا کہ ہر علت کے بیان کے ساتھ اسکے معلول کا ذکر مکرر کیا جاوے اور بار بار اعادہ کیا جاوے تاکہ وحشت والون کی وحشت دور ہو مترجم کہتا ہی کہ یہ کلام بیضاوی جو مین نے تشریح کے ساتھ نقل کیا ہی کلام متین و اچھا ہی اور اول توجیہ اس توجیہ کا جزو ہو گئی اور اسی کے قریب ہی جو ابن کثیر نے بعض سے نقل کی کہ ہر جگہ چونکہ اس کلام کو اپنے ماقبل یا مابعد سے سیاق کی راہ سے ایک جدید تعلق تھا اسلیے بار بار فرمایا چنانچہ اول فرمایا۔ قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰہا تا قولہ وان الذین اوتوا الکتاب لیعلمون انہ الحق من ربہم وما اللہ بغافل عما یعملون۔ پس اس مقام پر تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش قبول کرنے کی وجہ سے ذکر فرمایا اور یہ حکم دیا کہ جس قبلہ کی طرف توجہ کو محبوب رکھتے اور چاہتے ہو اس طرف توجہ کرو اور دوم فرمایا۔ ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام وانہ للحق من ربک وما اللہ بغافل عما تعملون پس اس مقام پر ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے حق ہی اور پہلے مقام سے جو ظاہر تھا کہ وہ رسول صلعم کی مرضی کی موافقت سے تھا اسپر اور ترقی ہو گئی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند ایسی خوب ہی کہ وہ اللہ تعالے کی پسند و رضا سے موافق ہو گئے کہ اللہ تعالے نے بھی اسکو ازل سے پسند کر دیا ہی اور سوم جو ذکر فرمایا اسمین حکمت قطع حجت مخالفان ہی کہ یہود اپنے قبلہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کی حجت لاتے حالانکہ اپنی کتابون سے ذکر سے جانتے تھے کہ رسول صلعم عنقریب کعبہ کی طرف پھیرے جاوینگے جو قبلہ ابراہیم ہی اور یہ یون ہی مشرکین عرب کی حجت قطع ہو گئی کہ قبلہ بیت مقدس سے آپ قبلہ ابراہیم کی طرف متوجہ ہوے جنکی ملت پر ہونے کے مدعی تھے اور خود مشرکین عرب اس قبلہ کی تعظیم کرتے اور انکو حضرت صلعم کا اسطرف استقبال کرنا خوش معلوم ہوا پس اس قطع حجت کی حکمت بیان کرنے کے سیاق مین حکم کو مکرر کر دیا قال المترجم یہ توجیہ خوب ہی خواہ ابراز بیان میں ساوی ہو

یا اس طرح سے ہو ولیکن فرق بعض الفاظ اس سے ظاہر نہوا کہ اول میں یون فرمایا۔ فول وجہک شطر المسجد الحرام اور دوم و سوم میں یون فرمایا ومن حیث خرجت
فول وجہک الخ۔ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں یون توجیہ کی کہ اسکا نزول چند احوال پر ہے پس اول اس شخص کے واسطے ہے جو کعبہ کے پاس حاضر ہو
اور دوم اسکے واسطے جو کعبہ سے اوٹ کر مکہ میں ہوا اور سوم اسکے واسطے جو مکہ سے باہر ہو۔ اور قرطبیؒ نے کہا کہ اول اس شخص کے واسطے جو مکہ میں ہو اور دوم اس شخص
کے واسطے جو دیگر شہرون میں ہو اور سوم اس شخص کے لیے جو سفر میں نکلا ہو اور قرطبی نے اسی توجیہ کو ترجیح دی ہے قال المترجم تھا ان دونون توجیہون میں تامل
ہے اسلیے کہ اول کا نزول بالاتفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کعبہ کے واسطے ہوا بلکہ بعض روایت کے موافق نماز کی حالت میں جیسا کہ اوپر گذرا اور اسمین
کوئی خلاف نہیں کہ آپ اسوقت مدینہ منورہ میں تھے پھر یہ توجیہ کیونکر ہوسکتی ہے اور مفسر سیوطیؒ نے یہ اختیار کیا کہ اول تو حکم حضر بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی اگرچہ حضر
و سفر دونون کو شامل عام ہے ولیکن تصریح نہ تھی پس دوسری مرتبہ حکم سفر بیان کرنے کے واسطے نازل ہوئی یعنے معلوم ہو جائے کہ حکم سفر و حضر یکسان ہے اور اسپر ایک
یہ لفظ خرجت موجود ہے بلکہ صریح نص ہے اور حیث بیان ظرف مکان کے لیے ہے اور تیسری مرتبہ کے نزول کو مفسر نے تاکید پر محمول کیا اور تاکید کی توجیہ
کمالین میں یون مذکور ہے کہ تاکید کے لیے اسوجہ سے مکرر فرمایا کہ یہ اول النسخ ہے جو اسلام میں واقع ہوا تھا جیسا کہ ابن عباسؓ وغیرہ نے صریح فرمایا ہے اور نسخ ہنگامہ فتنہ
و شبہہ ہے پس ضرور ہے کہ بار بار اسکی تاکید کیجائے اور پے در پے اسکا ذکر کیا جائے قال المترجم یہ توجیہ تتمہ تقریر سیوطی ہے اور وہان چسپان ہے لیکن بیان خوب
چسپان نہیں ہے کیونکہ مفسر کا بیان ہے کہ یہ سفر کے بارہ میں آئی تاکہ حکم سفر و حضر یکسان ظاہر ہو جائے پھر ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام وحیث
ما کنتم فولوا وجوہکم شطرہ کو تاکید کے لیے مکرر فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ تکرار نسخ نہیں بلکہ تکرار حکم سفر ہے پس اولی میرے نزدیک یہ ہے کہ قول مفسر کی یہ توجیہ کیجاوے کہ دوسری
بار جو تساوی حکم سفر و حضر کے واسطے ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام وانہ للحق من ربک وما اللہ بغافل عما تعملون۔ فرمایا تھا اس سے صرف
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سفر میں بھی کعبہ کی طرف استقبال کا حکم صریح ثابت ہوتا تھا اور امت کے واسطے تصریح نہ تھی لیکن چونکہ امت والے قبلہ میں آپ کے
تابع تھے لہذا انکے واسطے بھی سفر و حضر کا حکم ضمنا یکسان ثابت تھا پھر تیسری بار تصریح کر کے اس امر کی تاکید کر دی کہ امت والے استقبال قبلہ میں حضر و سفر
دونون میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں بلکہ بیان علت سے عظیم فائدہ ہے کما سیاتی اور میرے اس بیان سے مفسر پر کبھی یہ وارد نہیں ہوتا کہ جیسے تونے
اول کو بیان حکم حضر پر اور دوم کو بیان حکم تساوی سفر و حضر پر محمول کیا ویسے سوم کو امت والون کے لیے تصریح حکم سفر پر کیون نہیں محمول کیا کما لایخفی پھر جاننا چاہیے
کہ تمام توجیہات جو اس مقام پر مفسرین نے بیان کی ہیں جنکو امام رازیؒ نے لمبی چوڑی تقریر سے نقل کیا ہے ان سب میں یہی تین توجیہیں عمدہ ہیں اور میرے نزدیک
یہ سب توجیہیں ایسی ہیں کہ بجائے خود مکرر بیان فرمانے کی حکمت کے لیے کافی اور باہم منافی نہیں ہیں پس اولی یہ ہے کہ تکرار بیان کے حکمت کے لیے ان سب کا مجموعہ
ایک توجیہ بیان کیجائے ولیکن اصل توجیہ یہ ہو جو مفسرؒ نے بیان کی ہے اور اقتران معلول بیان ہر علت باقتضائے سیاق ماقبل و مابعد در رفع وحشت بیان تکرار
وغیرہ فوائد زوائد ہیں اور اس بیان سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ اسکا نام تکرار رکھنا محض بنظر سرسری و مجاز ہے کیونکہ یہان تکرار نہیں ہے بالجملہ آپ کے ساتھ مومنون کو بھی
حضر و سفر میں برابر استقبال قبلہ کا حکم فرما کر اسکی علت سے آگاہ فرمایا لقولہ تعالے لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا
مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ تاکہ تم لوگون پر جاہلون کی کوئی
حجت نرہے سوائے انہین سے ایسے جاہلون کے جنھون نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے پس تم انسے مت ڈرو اور مجھی سے خوف رکھو اور تاکہ میں تم پر اپنی نعمت پوری
کرون اور تاکہ تم ہدایت حاصل کر لو ف جاننا چاہیے کہ یہ قولہ جو حکم کی تعلیل ہے یعنے تم لوگ جہان کہیں ہو سفر و حضر میں اپنا منھ کعبہ کی طرف پھیرو تاکہ لوگون کی
حجت تم پر ثابت نہو یعنے یہودی یا مشرک کسی کی حجت تم پر نہ چلے پس نفی اسکی ہے کہ تم پر حجت نہ چلیگی یعنے ایسی حجت نہوگی جو تم پر چل سکے اور حجت جاہلانہ کی نفی نہیں
ہے قال العکبریؒ لئلا یکون لام متعلق بمحذوف ہے ای فعلنا ذلک لئلا یکون اور حجت اسم یکون اور للناس اسکی خبر ہے اور علیکم در اصل صفت حجت ہے جو کہ مقدم ہوگئی

تو بنا بر حالیت کے منصوب ہو گئی اور یہ جائز نہیں کہ حجت کے متعلق ہو تاکہ یہ لازم نہ آوے کہ مصدر کا صلہ مصدر پر مقدم ہو گیا مترجم کہتا ہے کہ شاید مقدم کرنے میں یہی حکمت ہے کہ موخر ہونے کی تقدیر پر متعلق حجت ہو سکتا تھا اور متعلق ہونے سے معنے فاسد کا وہم ہوتا ہے لیس وہ دراصل صفت حجت ہے اور یہ حجت اسطرح تھی کہ یہودی کہتے کہ ہمارے دین کا انکار کرتے ہیں اور ہمارے قبلہ کا اتباع و استقبال کرتے ہیں یعنے پس استقبال کعبہ سے یہ حجت باقی نہ رہی اور مشرکین حجت لاتے کہ ملت ابراہیم کے مدعی ہیں اور انکے قبلہ کا یعنے کعبہ کا استقبال نہیں کرتے ہیں اور ہر عاقل اس امر کو جانتا ہے کہ ان گمراہوں کی یہ حجت درحقیقت حجت نہ تھی یعنے ایسی دلیل نہیں جس سے حق غالب ہو کیونکہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنا بحکم آلہی اگر ہو تو اس سے یہ کیونکر لازم ہوا کہ یہود کی کفریہ باتوں کی تصدیق کرے حضرت عیسیٰ کا تحقیقی یہی قبلہ تھا حالانکہ انھیں یہود گمراہوں کی ہدایت کو آئے تھے اور علی ہذا ملت ابراہیم کے اتباع سچے مسلمان اللہ تعالےٰ کے حکم کے فرمانبردار ہوتے ہیں جیدھر متوجہ فرماوے اسی طرف بسر و چشم متوجہ ہو جاویں قبلہ تو اسکے حکم کی پابندی پر ہے اگر دن میں ہزار طرف متوجہ ہونے کا حکم دے تو اسلام یہ ہے کہ فوراً اوسکے حکم پر متوجہ ہو جاوے اور یہی ملت ابراہیم ہے قبلہ ابراہیم کے اتباع کی اسمیں کیا شرط ہے پس درحقیقت یہ حجت نہ تھی جیسا کہ مفسر نے مجادلہ سے اسکی تفسیر کر کے اشارہ کر دیا ہے و لیکن چونکہ یہ لوگ اس ناسمجھی کی تقریر کو حجت کی جگہ پر لاتے تھے لہذا حجت فرمایا اور نیز بات یہ ہے کہ ان گمراہوں کے نزدیک تو یہ حجت ہی تھی پس انکے اعتقاد پر بھی اسکو دور کر دیا تاکہ اسے سمجھیں اور راہ پر آویں کہ مقصود اصلی ہدایت ہے اور شیخ ابن کثیر کی تقریر سے فی الجملہ حجت کی صورت یہ نکلتی ہے کہ للناس سے مراد اہل کتاب ہیں پس وہ لوگ اپنی کتابوں سے جانتے تھے کہ امت محمدی کی صفت سے یہ ہو گا کہ وہ کعبہ کی طرف توجہ کیا کرینگے پس جب تک یہ بات نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ وقت وہ مسلمانوں پر حجت لاتے کہ تم وہ لوگ نہیں ہو جو پیغمبر آخر الزمان کی امت ہونگے اسلیے کہ انکی تحقیقی صفت ہے کہ وہ کعبہ کی طرف توجہ کرینگے یا یوں کہ امت محمدی ہمارے ساتھ قبلہ میں شریک نہ ہونگے تم وہ لوگ نہیں ہو تو یہ حجت اصلی ہے اور وہ بھی منقطع ہو گئی ۔ اور شیخ ابو العالیہ نے فرمایا کہ للناس سے مراد اہل کتاب مع مشرکین عرب ہیں چنانچہ جبکہ کعبہ کی طرف توجہ ہونے کے وقت اہل کتاب بولے کہ یہ پیغمبر اپنے باپ کے گھر اور قوم کے دین کی طرف مشتاق ہوا اور عرب والے کہنے لگے کہ عنقریب ہمارے دین کی طرف رجوع کرینگے جیسا کہ ہمارے قبلہ کی طرف پھرے ۔ شیخ ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسی کے مانند مجاہد و عطاء و ضحاک و ربیع بن انس و قتادہ و سدی سے مروی ہے قال المترجم اس تفسیر سے ظاہر ہوا کہ حجت کا اطلاق محض مجادلہ کرنے و طعن وغیرہ پر ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وحاجہ قومہ ۔ یعنے ابراہیم سے اسکی امت نے جھگڑے کی گفتگو کی ۔ قال اتحاجونی فی اللہ وقد ہدان ۔ بولا کیا تم مجھ سے اللہ تعالیٰ میں جھگڑتے ہو حال یہ کہ اسنے مجھے راہ دی ہے ۔ قال المترجم بلکہ شاید مجاہد یعنے مجادلہ عام ہے کہ جو ہر طرح روکنے و باز رکھنے کو شامل ہو اور معالم میں مذکور ہے کہ بعض نے کہا کہ الا الذین ۔ استثناء منقطع ہے یعنے لکن الذین ظلموا سیجادلونکم بالباطل ۔ یعنے جو لوگ ظالم ہیں وہ تم سے باطل گفتگو کے ساتھ مجادلہ کرینگے جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن ۔ یعنے علم نہیں لیکن ظن کی پیروی کرنا ہے ایسا ہی یہاں کہ حجت نہیں مگر مجادلہ باطل ہے قولہ تعالےٰ ۔ فلا تخشوہم واخشونی ۔ یعنے انکے طعنوں سے خوف نہ کرو کیونکہ اس سے تمکو ضرر نہیں اور مجھی سے ڈرو کہ میرے حکم کے خلاف نہ کرو اور نیز میری فرمانبرداری سے رضامندی حاصل ہونے پر میں ہی حجت و نصرت پر قادر ہوں تمکو اپنے غالب کرونگا اور گویا یہ اشارہ ہے کہ اس قبلہ کا حج و طواف نہ حاصل ہونیکا خوف نہ کرو کیونکہ کعبہ اس وقت میں قریش کے مشرکوں کے قبضہ میں تھا پس انشارۃ نصرت و غلبہ ہے اور قولہ تعالےٰ لاتم نعمتی علیکم ولعلکم تہتدون ۔ یہ عطف ہے لئلا یکون پر یعنے میں نے تمہارے لیے استقبال کعبہ جو مشروع کیا تو اسلیے کہ شریعت کو سبب وجہ سے تمہارے لیے پورا کروں اور شاید کہ راجح صاحب کشاف کے نزدیک یہ ہے کہ مقدر پر عطف ہے گویا یوں ہے ۔ واخشونی لاوفقکم ولاتم نعمتی علیکم ۔ یعنے مجھی سے ڈرو تاکہ تمکو توفیق دوں اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کروں اور محی السنۃ نے سعید بن جبیر سے نقل کیا کہ مسلمان پر نعمت پوری نہیں ہوتی الا جب ہی کہ جنت میں داخل ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تمام نعمت یہ ہے کہ اسلام پر موت آوے قال المترجم اس اثر کو ترمذی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے گویا تائید ہے کہ مقدر پر عطف ہونے کی واللہ تعالےٰ اعلم و قولہ لعلکم تہتدون ۔ ای لکی تہتدوا الی ما ضللت عنہ الامم ۔ یعنے تاکہ

تم پا جاؤ اسکو جس سے اور امت والے بھٹکے اور وہ کعبہ کی طرف استقبال ہے۔ اور لعل و عسی کا لفظ اللہ تعالے کی طرف سے بمعنے تحقیق ہوتا ہے ذکرہ البغوی
اور اسمیں اشارہ ہے کہ لعل دراصل عل ہے قولہ تعالے۔ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ۔ جیسے بھیجا ہم نے تم میں ایک رسول اعظم تمہیں
میں سے بھیجا ف یہ تشبیہ کمال نعمت پوری کرنے میں ہے چنانچہ معالم میں مذکور ہے کہ یہ کاف تشبیہ بعض نے کہا کہ اپنے ماقبل کی طرف رجوع کرتا ہے اور معنے یہ
ہیں۔ ولاتم نعمتی علیکم کما ارسلنا فیکم۔ یعنے تاکہ تمپر اپنی نعمت کاملہ پوری کروں جیسے میں نے تم میں رسول بھیجا۔ اور ابن جریرؒ نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے دو
دعائیں چاہی تھیں ایک یہ کہ۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک۔ اور دوسری یہ کہ۔ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم۔ پس اللہ تعالے نے
یہ رسول بھیجا وہ کیسا بزرگ جسکے لیے دو پیغمبروں بزرگ نے دعا مانگی وہ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسری دعا کی قبولیت یا بن طور کہ ابراہیم کی
ذریات سے ایک گروہ کو مسلمان کر دے تو فرمایا جیسے ابراہیمؑ کی دعوت رسول بھیجنے کی پوری کی ویسے ہی ابراہیم کی دعا دوسری پوری کروں کہ تمکو اسکے دین کی
ہدایت کروں اور تمکو مسلمان بنادوں اور اپنی نعمت تمپر اسطرح پوری کردوں کہ ملت حنیفیہ ابراہیم کے شرائع تمہارے لیے بیان کردوں اور مجاہد و عطا و کلبی نے کہا کہ
یہ اپنے مابعد سے متعلق ہے اور وہ قولہ تعالے۔ فاذکرونی اذکرکم۔ ہے اور معنے یہ ہیں کہ۔ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم فاذکرونی الآیۃ۔ یعنے جیسے میں نے تم میں ایک
رسول تمہیں میں کا بھیجکر انعام کیا پس شکر اسکا تم مجھے یاد کرو قال المترجم اور یہی قول ابن عباس سے ظاہر ہوتا ہے اور عنقریب بیان ہوگا اور بغوی نے کہا کہ یہ خطاب
اہل مکہ و عرب کو ہے یعنے جیسے بھیجا ہم نے تم میں رسول تمہیں سے بھیجا اے گروہ عرب قال المترجم اور مفسرؒ کے نزدیک مختار وہ ہے جو ابن جریرؒ سے منقول ہوا کہ ولاتم کے
متعلق ہے اور کما ارسلنا میں ما مصدریہ ہے ای کارسالنا یعنے۔ لاتم نعمتی علیکم ببیان الشرائع کارسالنا فیکم الرسول۔ یعنے تاکہ تمپر اپنی نعمت کو شرائع ملت
حنیفیہ بیان کرکے ویسے ہی پوری کردوں جیسے میں نے تم میں رسول موصوف باین اوصاف بھیجکر نعمت پوری کی آور اولیٰ یہ کہ نعمت کی تفسیر بدعاے
ابراہیم ہو جیسے ابن جریرؒ نے کہا اور دعا کو نعمت سے تعبیر کیا کیونکہ جسکی دعا تھی وہ بڑی نعمت ہے اور رسولاً۔ کی تنوین تعظیم ہے اور منکم اسوجہ سے رکھا کہ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم ہی متعین ہیں کیونکہ مخاطبین کے معلم وہی ہوے اور منکم صفت رسولاً ای کائنا منکم اور مابعد کے جمل (یعنے رسول معظم) صفت ہیں یا حال ہیں یعنے قولہ تعالے
يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا۔ یعنے درحالیکہ وہ رسول معظم تمپر ہماری آیات کو تلاوت کرتا ہے ف جیسے توریت و انجیل میں اسکی صفت مذکور ہے کہ خاتم النبیین
کی زبان وحی شریعت ہوگی یا اس رسول معظم کی صفت یہ ہے کہ وہ تمپر ہماری آیات تلاوت کرتا۔ وَيُزَكِّيْكُمْ اور وہ تمکو پاک کرتا ہے ف نجاست بت پرستی
و کفر یہودیت و شرک نصرانیت سے پھر اعلی مراتب معرفت کے لیے پاک کرتا ہے۔ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ اور تمکو کتاب و حکمت تعلیم کرتا ہے ف
جس سے پاکیزگی ملتی ہے وہ قرآن و حدیث ہے بقول قتادہ۔ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ اور تمکو وہ چیز سکھلاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے ف
کیونکہ معرفت حق بدون اس تعلیم کے ملنا غیر ممکن ہے حتی کہ اگر فرض کرو کہ کسیکو آفتاب مل جائے تو یہ ممکن ہے لیکن معرفت بدون اسکے ملنا غیر ممکن ہے پس معرفت
تمام دنیا و آخرت بلکہ ہزار بار اپنی جان سے بہتر ہے۔ جاننا چاہیے کہ ان دونوں آیتوں سے عرب کی فضیلت ظاہر و باہر ہے لیکن اسمیں سے وہ لوگ خارج ہونگے جو مسلمان نہ ہوے
لقولہ تعالے۔ لاینال عہدی الظالمین۔ بلکہ وہ لوگ غیر عرب والوں سے بھی برے ہونگے اگرچہ مسلمان نہوں اسلیے کہ نزول نعمت اولاً انپر تھا جسکو انھوں نے لیا
اعاذنا اللہ تعالے قولہ تعالے۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ تو تم یاد رکھو مجھکو میں یاد رکھوں تمکو اور احسان
مانو میرا اور ناشکری مت کرو۔ فَاذْكُرُوْنِيْ یاد کرو مجھکو ف نماز سے اور تسبیح سے اور اسکے مانند باتوں سے اَذْكُرْكُمْ۔ میں تمہیں
یاد رکھونگا۔ ف بعض نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ میں تمکو ثواب دونگا فی الحدیث عن اللہ من ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی ومن ذکرنی فی ملاء ذکرتہ
فی ملاء خیر من ملائہ۔ اور حدیث میں اللہ تعالے عزوجل کا فرمان مذکور ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ جسنے مجھے یاد کیا اپنے جی میں تو میں بھی اسکو اپنے نفس
میں یاد کرتا ہوں اور جسنے مجھے ایک جماعت میں یاد کیا تو میں بھی اسکو ایک جماعت میں جو اسکی جماعت سے اچھی ہے یاد کرتا ہوں (الصحیحین) ۔

وَاشْكُرُوا لِي - اور میرا شکر کرو **ف** یعنے شکر کرو میری نعمت کا اسطرح کہ میری فرمانبرداری کرو - **وَلَا تَكْفُرُونِ** - اور میری ناشکری مت کرو **ف** یعنے ناشکری نہ کرو میری اس طرح کہ نافرمانی کرو یہ تین آیتین جنکا خاتمہ یہ آیت ہی ان لوگون کے لیے جو مقام ذکر و شکر و تفکر مین ہین خواہ ابتدا مین ہون یا اس مقام کے انتہا مین بہت نعمت ہین چنانچہ اکابر کے بیان کو فی الجملہ مین ذکر کرتا ہون اس سے طالبان حق انشاء اللہ تعالے نفع پاوینگے پس اول اسکی تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون - اوپر بیان ہوا کہ بعض کے نزدیک قولہ تعالے - کما ارسلنا فیکم - مین کاف تشبیہ متعلق بما بعد ای فاذکرونی ہی وقال العکبری محققین کی ایک جماعت نے کہا کہ تقدیر عبارت یون ہی - فاذکرونی کما ارسلنا - پس بنابرین کما ارسلنا منصوب ہوگا اور صفت ذکر واقع ہوگا ای فاذکرونی ذکرا مثل ارسالی اور فا ر فاذکرونی ایسے تعلق سے مانع نہو گی جیسا کہ باب شرط سے مانع نہین ہوتی ہی اور ما مصدریہ ہی قال ابن کثیر یعنی اللہ تعالے اپنے بندگان مومنین کو وہ نعمتین یاد دلاتا ہی جو اپنر انعام فرمائی ہین جنمین سب سے بڑی یہ نعمت ہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کرکے مبعوث فرمایا کہ اپر اللہ تعالے کی کھلی آیات روشن پڑھتے ہین اور پاک کرتے ہین انکو اخلاق رذیلہ اور نفسون کے میل کچیل اور زمانہ جہالت کے افعال سے اور انکو کفر و جہالت کے اندھیرے سے ایمان و ہدایت کی روشنی مین نکالے لاتے ہین اور سکھاتے ہین انکو کتاب کہ وہ قرآن ہی اور حکمت کہ وہ سنت ہی اور سکھاتے ہین انکو وہ باتین جو نجانتے تھے پس زمانہ جاہلیت مین وہ جاہل سفیہ تھے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ایسے اولیاء اللہ ہوے کہ تمام دنیا کے لوگون سے باعتبار علم کے بہت عمیق اور باعتبار درستی قلب کے سب سے بہتر اور تکلف مین بہت قلیل یعنے بناوٹ سے کچھ نہین بلکہ اصلی حالت ایسی ہی ہوگئی اور زبان کے بہت سچے چنانچہ اور جگہ اللہ تعالے نے فرمایا - ولقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا منہم یتلو علیہم آیاتہ ویزکیہم الآیہ - اور جن لوگون نے اس نعمت کی قدر نہین پہچانی انکی مذمت مین فرمایا - الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا واحلوا قومہم دار البوار جہنم یصلونہا وبئس المصیر - کیا تو نہین دیکھتا ان لوگون کو جنھون نے بدل ڈالا اللہ تعالے کی نعمت کو ناشکری سے اور اتار لا ڈالا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جہنم مین کہ اسمین پہونچینگے اور یہ جا پڑنے کی بری جگہ ہی - ابن عباس رضی نے فرمایا کہ نعمۃ اللہ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین لہذا اللہ تعالے نے مومنون کو اس نعمت کے اقرار کرنے پر ندب کیا اور ارشاد فرمایا کہ اس نعمت کے مقابلہ مین ذکر و شکر کرین اور فرمایا - فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون - اور مجاہد رح نے تفسیر قولہ - کما ارسلنا فیکم رسولا منکم - مین کہا کہ فرماتا ہی کہ جیسے مین نے یہ کیا پس تم مجھے یاد کرو - وفی البیضاوی فاذکرونی - بالطاعۃ اذکرکم بالثواب یعنے بندے کا اللہ تعالے کو یاد کرنا طاعت ہی اور اللہ تعالے کا بندے کو یاد کرنا یہ ہی کہ اسکو ثواب عطا فرماے اور تفسیر کبیر وغیرہ مین ہی کہ ذکر کبھی زبان سے ہوتا ہی مانند تسبیح و تحمید وغیرہ اذکار ماثورہ کے اور کبھی قلب سے ہوتا ہی اور وہ فکر کرنا اللہ تعالے کی وحدانیت مین اور اسکی عجائب صنعت و دلائل قدرت مین - اور کبھی جوارح سے ہوتا ہی اور وہ مستغرق ہونا ان کامون مین جنکا حکم دیا گیا ہی مثل نماز وغیرہ تمام طاعات کے جنمین جوارح کو دخل ہی - اور تفسیر ابن کثیر مین ہی کہ حسن بصری رح نے اسکی تفسیر مین کہا فاذکرونی - یاد کرو مجھے ان باتون کے بجالانے سے جو مین نے تمپر فرض کی ہین - اذکرکم - مین یاد کرونگا تمکو وہ چیز دینے سے جو مین نے تمہارے لیے اپنے اوپر واجب کرلی ہی - اور سعید بن جبیر نے کہا کہ فاذکرونی اذکرکم - مین مجازات کے معنے ہین اور کہا کہ - فاذکرونی - یاد کرو مجھے میری طاعت کے ساتھ یاد کرونگا مین تمکو اپنی مغفرت کے ساتھ اور ایک روایت مین ہی اپنی رحمت کے ساتھ - اور ابن عباس رض سے اسکی تفسیر مین مذکور ہی کہ انھون نے بیان کیا کہ اللہ تعالے کا تمکو یاد کرنا بہت عظیم ہی بہ نسبت تمہارے اللہ تعالے کو یاد کرنے کے مترجم کہتا ہی کہ ان اقوال سے مجازات کے معنے تو ثابت ہوتے ہین یعنے تم مجھے یاد کرو مین تمکو جزا و بدلا و ثواب دونگا مگر ہمارے مفسر رح کے نزدیک کسی قدر یہ تاویل دبی ہوئی ہی اور شاید وجہ یہ ہی کہ کثرت سے احادیث مین اللہ تعالے کا بندے کو ذکر کرنا وارد ہوا ہی اور ذکر مین جو زبان وغیرہ کی شرط ہی وہ اس ذکر کے لیے ہی جو بندہ کرتا ہی اور اللہ تعالے کا ذکر کرنا بندے کو وہی خوب جانتا ہی کہ وہ کیونکر ہی لہذا یہ تاویلین جو مذکور ہوئین اگرچہ تفسیر مین ولیکن یہ قطع و جزم کرلینا کہ - اذکرکم - سے یہی مراد ہی نہین چاہیے بلکہ یہ ایمان لانا چاہیے کہ اللہ تعالے بندے کو یاد فرماتا ہی اگرچہ اسکی کیفیت نہین معلوم

جیسا کہ آیات صفات میں ہے اور منجملہ احادیث کے جو اللہ تعالے کے بندے کو ذکر کرنے میں آئی ہیں ایک وہ جو مفسر رحمہ اللہ نے لکھی اور دوسری روایت بخاری میں و مسند امام احمد وغیرہ میں قتادہ عن انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ قال اللہ عز وجل یا ابن آدم ان ذکرتنی فی نفسک ذکرتک فی نفسی وان ذکرتنی فی ملاء ذکرتک فی ملاء من الملائکۃ او قال فی ملاء خیر منہ وان دنوت منی شبرا دنوت منک ذراعا وان دنوت منی ذراعا دنوت منک باعا وان اتیتنی تمشی اتیتک ہرولۃ۔ اور بغوی کی روایت ہے عن الحسن عن انس میں زیادہ ہے وان سألتنی اعطیتک وان سکت ابتدأتک وان لم تسألنی غضبت علیک۔ اور ایک روایت بغوی من طریق البخاری عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالے انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ پھر آخر تک مثل حدیث قتادہ عن انس روایت کی اور بغوی نے ابوہریرہ سے روایت کی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ عز وجل انا مع عبدی ما ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ اخرجہ البخاری ومسلم اور بخاری کی روایت قتادہ میں ہے کہ قتادہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے بہت قریب ہے بندہ سے اپنی رحمت کے ساتھ قال المترجم یعنے اللہ تعالے کی قربت یعنے رحمت آلہی کی قربت ہے اور حضرت ابوموسی اشعری سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مثال اس شخص کی جو یاد کرتا ہے اپنے پروردگار کو اور جو نہیں یاد کرتا ہے ایسی ہے جیسے زندہ اور مردہ اخرجہ البخاری ومسلم اور عبد اللہ بن بسر مازنی سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کون عمل سب میں افضل ہے تو فرمایا کہ تو دنیا چھوڑے ایسے حال میں کہ تیری زبان اللہ تعالے کی یاد سے تر ہو۔ اور ابن ابی حاتم نے مکحول سے روایت کی کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں کہ ناحق قاتل نفس و شراب خوار و چور و زناکار یاد کرے اللہ تعالے کو اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ فاذکرونی اذکرکم۔ تو ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ جب ایسا شخص اللہ تعالے کا ذکر کرے تو اللہ تعالے اسکو اپنی لعنت سے یاد کرتا ہے یہانتک کہ یہ شخص چپ ہو رہے۔ قال المترجم یہ محمول ہے کہ ایسے مرتکب گناہ نے حالت گناہ میں اللہ تعالے کا ذکر کیا تو مستوجب لعنت ہوا اور اسپر اتفاق ہے کہ مثلاً شراب پینے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا کفر ہے اگر عمداً ہو۔ قولہ واشکروا لی ولا تکفرون۔ الحمد کی تفسیر میں شکر کی تفصیل گذر چکی اور فراء نے کہا شکرتک و شکرت لک۔ ایکسا ہی ہے اور ابن عطیہ نے کہا کہ دوم یعنے استعمال بلام افصح و اشہر ہے اور شکر پہچاننا احسان کا اور بیان کرنا اور تفسیر ابن کثیر میں زید بن اسلم سے روایت ہے کہ موسی علیہ السلام نے کہا کہ اے پروردگار میں تیرا شکر کیونکر کروں تو پروردگار تعالے نے موسی کو کہا کہ تو مجھے یاد کر اور نہ بھول پس جب تو نے مجھے یاد کیا تو تو نے شکر کیا اور جب تو مجھے بھولا تو تو نے کفر کیا یعنے ناشکری کی اور حسن بصری و ابوالعالیہ و سدی و ربیع بن انس نے فرمایا کہ البتہ اللہ تعالے یاد کرتا ہے اسکو جو اللہ تعالے کو یاد کرے اور نعمت بڑھا دیتا ہے اسپر جو اسکا شکر کرے اور عذاب دیتا ہے اسکو جو اسکے ساتھ کفر کرے اور بعضے سلف سے فی قولہ تعالے اتقوا اللہ حق تقاتہ مروی ہے کہ یہ تقوی اس طرح ہے کہ اللہ تعالے کی اطاعت کرے پس اسکی نافرمانی نہ کرے اور اللہ تعالے کو یاد کرے پھر نہ بھولے اور اسکا شکر کرے پس کفران نعمت نہ کرے قال المترجم حسن بصری و ابوالعالیہ وغیرہ سے جو قول روایت کیا وہ ماخوذ ہے قولہ تعالے واذ تأذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید سے اور ابورجاء العطاردی سے روایت ہے کہ ہم لوگ منتظر تھے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نکلے اس جایت سے کہ انپر خز کی ایک مطرف تھی جو ہمنے اس سے پہلے انکے بدن پر نہیں دیکھی اور نہ اسکے بعد دیکھی پس فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص پر اللہ تعالے نے اپنی نعمت سے انعام کیا تو اللہ تعالے اس امر کو دوست رکھتا ہے کہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے اخرجہ الامام احمد مترجم کہتا ہے کہ نعمت آلہی کے اظہار کی غرض سے عمدہ پوشاک جو شرع میں مباح ہے پہننا مستحب ہے لیکن اسی وقت تک کہ اسکی محبت دل میں نہ سماوے اور نہ عجب و فخر اور نہ اسکے لیے کوشش کرنی ہو نہ تکلف ورنہ روا نہیں ہے فافہم اور پوشیدہ نہیں کہ ذکر کے باب میں احادیث بہت ہیں اور حدیث صحیح میں یہ مضمون ہے کہ بھلا وہ شخص ہے جسنے تنہائی میں اللہ تعالے کو یاد کیا پس اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوے اور ذکر کے اقسام و انواع موافق حالات ذکر کرنیوالے کے متفاوت ہیں شیخ نے عرائس میں بیان کیا فی حقائق قولہ تعالے۔ فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون یعنی یاد کرو مجھے زبان

امرار سے ہین تمہین اس طرح یاد کرونگا کہ اپنے انوار تمپر کشف کرونگا اور خالص بندگی کرنے سے میرا شکر کرو اور ادراک معرفت سے میری جناب ہین کفر نکرو قال المترجم یعنے یہ زعم نکرو کہ ہین نے معرفت حاصل کی اسلیے کہ جو شخص جانے کہ مین نے پہچانا وہ جاہل ہی ہے مجھے یاد کرو اس طرح کہ خلق سے اعراض کرو مین تمہین یاد کرونگا اس طرح کہ درمیان سے دوری کو اٹھا دونگا اور شکر کرو میرا بتبدل اشباح اور نہ کفر کرو مجھسے بتعذیب ارواح قال المترجم بتبدل اشباح یعنے تن بدن کو میری طاعات و عبادات مین خرچ کرو اور ارواح کو عذاب مین ڈال کر میری نعمت کی ناشکری و کفر نہ کرو اور یہ اس بنا پر ہی کہ تن کا پلنا روح کا ملنا ہی پس جیسے اپنے تن کو پالا اور ناز و نعمت مین رکھا اسکو عبادات و طاعات کی مشقت مین نہ ڈالا اسلیے جیون جیون تن پروری کی روز بروز روح کو مارتا اور عذاب دیتا گیا یا یہ مراد ہی کہ جو تن پروری مین رہا اور خدا سے غافل رہا اسنے عاقبت مین اپنی روح کو عذاب مین ڈالا ولیکن اول ارجح ہی رہی یہ بات کہ اسمین کفران نعمت کیونکر ہی تو بات یہ ہی کہ آدمی کا بدن روحیات وسیلۂ طاعات و تحصیل کمالات ہی اسکے حواس کو بجائے خود رکھکر اس سے روح کے کمالات بتدریج ظاہر کیے جاتے ہین جیسے جیسے یہ بتدریج کامیدہ ہوتا ہی ویسے ویسے روح درجہ بدرجہ اپنے کمالات سے متصف و ظاہر ہوتی ہی اور رہہ چیزین بہ متعلقات بدن کے ایک کیفیت ہی کہ اسکا زوال موجب زوال و نقصان کمال روح ہی لہذا اسلام مین رہبانیت منع اور نکاح سنت و کھانے و پینے کے لیے بغرض تحصیل عبادات و قوت تن کمائی کرنا بھی عبادت اور غذا اسقدر کہ بدن کو عبادت پر قوت دے ثواب اور نہ کھانا نہ پینا اور پے در پے روزہ رکھنا جس سے حواس مختل ہون یا آدمی ہلاک ہو حرام ہی اور جسنے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و آیات کتاب مجید مین نیک نظر کی وہ ان مدارج کو خوب جانتا ہی پس جب اسنے بدن سے یہ کام نہ لیا اور روح کو کمال تک نہ پہونچایا بلکہ برعکس کیا تو ظلم کیا حالانکہ شکر منعم واجب تھا پس ناشکری کی اور امام غزالی نے اربعین مین ہر جزو بدن کے کام اور انکے صرف کا طریقہ مفصل بیان کیا ہی فارجع الیہ۔ اور نیز یاد کرو تم مجھے زمانۂ غفلت مین یاد کرونگا مین تمکو اپنی رحمت نازل کرنے کے ساتھ اور شکر کرو میرا اس طرح کہ تمہارا مقصد یہی ہے کہ اللہ تعالے کی نزدیکی و رضامندی حاصل کرین اور مجھسے کفر نہ کرو اسطرح کہ بشریت کی برائیان عمل مین لاؤ قال المترجم زمانۂ غفلت سے مراد وہ وقت ہی جسوقت عادت کے موافق انسان کو غفلت ہوتی ہی مثلا عالم شباب جوانی یا بہر روزات کا وقت کہ نیند کے مزے مین غرق ہوتا ہی اور بشریت کی برائیان یہ ہین کہ بشر جو عقل و شہوت سے مرکب ہی اسمین نرے شہوت کی خواہشین پوری کرے جو سراسر گناہ مین اور عقل کی موافقت بالکل لحاظ نہ رکھے یا اس طرح لحاظ رکھے کہ وہ مثل نہ لحاظ رکھنے کی ہی فافہم اور نیز یاد کرو مجکو ساتھ دیکھنے میری یاد کے اپنے کو ازل مین قبل اسکے کہ تم میری یاد کرو تو یاد کرونگا مین اپنے آپ کو تمہارے لیے ایسے ذکر سے جو میرے لیے لائق ہی اسلیے کہ تمکو یہ طاقت نہین ہی کہ تم مجھے میری حقیقت ذات و صفات سے یاد کر سکو اور کیونکر حادث چیز جسمین حدوث کی صفت ہی وہ صفات قدم کو ذکر کر سکتی ہی حال یہ ہی کہ زبانین اسکی تعریف سے گونگی ہین اور آنکھین اسکے جمال کو پانے سے پتھرائی ہوئی ہین اور اسرار قلبی اسکی عظمت کی کنہ کو پہونچنے سے فانی ہین۔ اور میرا شکر یون کرو کہ شکر ادا کرنے کی عاجزی کا اقرار کرو اور میرے ساتھ یون کفر نکرو کہ اپنے مجھے یاد کرنے کو دیکھو اسلیے کہ میرا یاد کرنا تمپر واجب ہی مگر تمہارا یہ دیکھنا کہ تمنے مجھے یاد کر لیا یہ کفر خفی ہی۔ واسطی نے فرمایا کہ ذکر کی حقیقت یہ ہی کہ ذکر سے اعراض کرے اور اسکو بھول جائے اور جسکو ذکر کیا ہی اسکے ساتھ قائم ہو قال المترجم یہ مطلب نہین ہی کہ ذکر چھوڑ دے کہ یہ تو سخت گناہ ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ ہر دم کے ذکر کو یہ بھی نہ سمجھے کہ دریا سے قطرہ بھی ادا ہوا پس ایسے ذکر کا وجود ہی کیا ہو الحقیقت ذکر الٰہی چھوڑ یہان جب مجاز بھی دریا سے قطرہ نہین ہی تو عاجزی کے ساتھ اس ذکر کا عذر بیان کرے اور جسکا ذکر کیا یعنے حق عز و جل پر نظر رکھے کہ اسیکا کرم امید گاہ ہی۔ بعض عراقیون نے فرمایا کہ قولہ۔ فاذکرونی اذکرکم۔ ظہور نشان کا مظاہر مین یہی حق عز و جل کی طرف سے باعث ہوتا ہی اور یہان اسکا ذکر کرنا تجکو یہی باعث ہی اگر وہ پہلے تجھے ذکر نہ فرماتا تو تجھے کبھی اسکے یاد کی توفیق نہ ہوتی۔ اور بعض نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ یاد کرو مجھے اپنی کوشش و طاقت بھر تاکہ مین اپنے آپکو خود یاد کرنے کو تمہارے ذکر مین ملا دون پس تمہارے لیے ذکر کا ثبوت ہو اور اہل حق حقیقت ذکر اسکو کہتے ہین کہ ذکر کرنیوالا

ہر چیز کو سوائے اسکے جسکا ذکر کرتا ہی بھول جاوے حتی کہ ذکر کو بھی تاکہ جسکا ذکر کرتا ہی اسمین مستغرق ہو لیس اسکے تمام اوقات سب ہی ذکر ہو جاوین اور یہ شعر پڑھا ؎ لا لانی انساک اکثر ذکراک + ولکن ذاک تجری لساننا + یعنے یہ نہیں ہی کہ مین تجھے بھول کر بہت تجھے یاد رکھتا ہون لیکن بات یہ ہی کہ اسپر میری زبان خود بخود چل جاتی ہی۔ اور بعضے بغدادیون نے فرمایا کہ ذکر ایک عذاب ہی اسلیے کہ یہ غفلت کا رانڈنا ہی اور جب تک غفلت نہو تو ذکر کے معنے کیا ہونگے قال المترجم مطلب یہ ہی کہ اہل غفلت کے اندر جو غفلت ہی اسکے لیے عذاب یعنے موجود ہونے اور بے جگہ چلے آنے کی سزا یہ ذکر ہی کہ جب ذکر کام مین لایا گیا تو غفلت اسکے جاری ہونے سے بھاگ گئی اور یہ مطلب نہین ہی کہ آدمی کے واسطے ذکر ایک عذاب ہی فافہمہ۔ اور اہل خراسان مین سے بعضے متاخرین نے فرمایا کہ کیسے ذکر کیا جاسکتا ہی حق عزوجل ایسی عقلون کے ذکر سے جو بنائی ہوئی ہین اور ایسے اوہام جو مسلوبہ ہین اور کیسے ذکر کیا جائیگا زمانہ کے ساتھ وہ پاک ہی مانند جو زمانہ سے پہلے تھا اس شان سے جسپر وہ اب بھی ہی اسواسطے کہ حق عزوجل ہر مذکور سے پہلے ہی اور بعض نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ تجھے ہمیشہ برابر یاد کرو تاکہ میرے ساتھ تمہارے دل مطمئن ہون کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہی الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ یعنے آگاہ رہو کہ اللہ تعالے کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہین۔ اور بعضون نے کہا کہ پورا ذکر جب ہی کہ مذکور کا کم تجھے یاد کرنا تیرے لیے ہمیشہ یاد کرنے کے ساتھ شامل ہو کہ اللہ تعالے نے فرمایا ہی۔ فاذکرونی اذکرکم۔ قال المترجم یعنے اللہ تعالے نے جب یہ فرمایا کہ تم مجھے یاد کرو مین تمھین یاد کرونگا تو تیرے ہمیشہ یاد کرنے کے ساتھ گواہی حق عزوجل کی تجھے یاد کرنے کو پورا کرتی ہی اور شاید یہ معنے ہون کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ تم مجھے یاد کرو مین تمھین یاد کرونگا تو تیرے دوام ذکر کے حق عزوجل کا تیرے ذکر کے لیے شامل ہونا ہی تیرے ذکر کو پورا کرنا ہی یعنے تیرا ذکر اس سے ذکر ہو سکتا ہی اگرچہ خالی تیری طرف منسوب ہونے سے تو وہ کچھ بھی نہین ہی واللہ تعالے اعلم۔ شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ تم مجھے یاد کرو اس شان کی حیثیت سے کہ مین ہون مین تمکو یاد کرونگا اس شان کی حیثیت کہ مین ہون اور تم مجھے اس مقام کی راہ سے کہ تم ہو یاد نہ کرو کہ جسکا نتیجہ یہ ہی کہ تمھارا یاد کرنا مجھسے پرے ہی منقطع ہو جائیگا قال المترجم شاید مراد یہ ہی کہ یون کہو۔ انت کما اثنیت علی نفسک۔ تو ویسا ہی جیسا تو نے خود اپنا وصف بیان کیا ہی اور لا الہ الا اللہ و دیگر اذکار مرویہ ماثورہ اسی قبیل سے ہین اور اپنی رسائی عقل سے جو وصف بیان کرو گے وہ کبھی اس شان عظیم کے لائق نہو گا پس بالکل نہ پہونچیگا اور دور ہی قطع ہو جائیگا واللہ اعلم۔ اور بعضون نے کہا کہ تم مجھے یاد کرو میری توحید کے ساتھ مین تمھین یاد کرونگا اپنی اقرار و دیدار عطا کرنے کے ساتھ اور تم مجھے یاد کرو میری بندگی کرنے سے مین تمھین یاد کرونگا درجات عطا کرنے سے اور تم مجھے یاد کرو توبہ کرنے کے ساتھ مین تمھین یاد کرونگا محبت اور تم مجھے یاد کرو نعمت سے مین تمھین یاد کرونگا اس نعمت کے بڑھا دینے سے۔ اور تم مجھے یاد کرو اپنی خوشی کی حالتون مین مین تمھین یاد رکھونگا تمھاری سختی کی حالتون مین۔ اور بعضون نے فرمایا کہ یاد کرنے والون کے کئی مرتبہ ہین چنانچہ ایک گروہ ایسے لوگ ہین کہ انھون نے اللہ تعالے کو اپنی بولتی زبانون اور عارف دلون سے یاد کیا یہانتک کہ یاد کرنے کی حلاوت انکو حاصل ہوئی اور ایک قوم وہ ہین جنھون نے اللہ تعالے کو خالص شیرینی کے کامون اور پسندیدہ طاعتون سے یاد کیا حتی کہ اپنے آپکو بھول گئے اسلیے کہ وہ وہان پہونچ گئے جہان انکے دل اڑکر پہونچے اور ایک قوم وہ ہین جنھون نے اللہ تعالے کو اپنے حالات کے ساتھ ذکر کیا یہانتک کہ وہ حیا کے سمندر مین جا پڑے کیونکہ انکی نظر اس پر ذکر پر پڑی جو انکے ہونے سے انکو ازل مین یاد فرمایا تھا اور انھون نے اسکے ذکر کو اپنے اوپر ابد تک باقی دیکھا پس انھون نے اپنے ذکر کے دونون طرف دو بڑے ذکر عظیم دیکھے پس شرم سے پانی پانی ہو گئے پس اپنا ذکر انکے نزدیک ہوائی ہو گیا قال المترجم اہل عرفان کے مقامات و حالات مختلفہ کے موافق انکے ذکر کے درجات بھی مختلف ہین کبھی زبان سے کبھی دل سے کبھی سر سے کبھی سر السر سے مطابق درجات روحی کے اور اکثر اکابر نے تصریح کر دی کہ ایسا ذکر کہ زبان و دل کو اس سے خبر نہین ہوتی اور ایسا ذکر کہ ذاکر کو اس سے آگاہی نہین ہوتی اور یہ ایسا امر ہی کہ خاموشی ہی اولی ہی سب پر قیاس

کرسکتا ہے ورنہ وہ اصل قوہ عبارت ہے فافہم واللہ اعلم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ

اے ایمان والو قوت پکڑو ثابت رہنے سے اور نماز سے بیشک اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والوں کے اور نہ کہو جو کوئی

يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

مارڈالا جاوے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کہ مردے ہیں نہ بلکہ وہ زندے ہیں لیکن تم کو خبر نہیں

جب اللہ تعالیٰ نے ذکر و شکر کا حکم فرمایا تو بمقتضائے لطف صبر کے خصلات استعانت کے لیے ارشاد کیا بقولہ تعالیٰ – يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ – اے ایمان والو مدد چاہو صبر و نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے **ف** صلوٰۃ کی طرف ہدایت کی کہ وہ جامع ذکر و شکر و صبر و خصائل خیر ہے – اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسلیے کہ بندہ یا تو نعمت کی حالت میں ہوگا پس اسپر شکر کریگا یا تنگی میں ہوگا پس اسپر صبر کریگا چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایماندار کا حال خوب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے لیے کوئی بات جاری نہیں فرماتا مگر کہ اسمیں اسکے لیے بہتری ہی ہوتی ہے پس اگر اسکو خوشی پہونچے اور اسنے شکر کیا تو اسکو ثواب ملا اور اگر برائی پہونچی پس اسنے صبر کیا تو اسکو ثواب ملا اور اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر کردیا کہ مصائب و تکالیف برداشت کرجانے کے لیے سب سے عمدہ صبر و صلوٰۃ کا اختیار کرنا ہے جیسا کہ اوپر بھی گذرا قولہ تعالیٰ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین – اور حدیث میں بھی ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر ناگوار پیش آتا تو نماز کی طرف مبادرت فرماتے تھے اور صبر دو ہیں ایک تو حرام اور گناہ کی چیزیں ترک کرنے پر صبر کرنا اور دوسرا صبر طاعتوں اور قربتوں پر ہے اور یہ دوسرا ہی زیادہ ثواب کا ہے اسواسطے کہ یہی چیزیں مقصود ہیں اور رہا تیسرا صبر یعنے مصیبتوں و سانحوں پر صبر کرنا سو وہ بھی واجب ہے اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ صبر دو باب میں ہے ایک صبر کرنا اللہ تعالیٰ کے واسطے ان امور کے ساتھ جنکو وہ پسند فرماتا ہے پس ان امور کی درستی میں قوی ہے اگرچہ نفس و بدن پر یہ گراں گذرے اور دوم صبر کرنا اللہ تعالیٰ کے واسطے ان امور کے ترک میں جنکو وہ مکروہ فرماتا ہے اگرچہ نفسانی خواہشیں ان امور کی طرف کھینچیں پس جو شخص اسطرح دونوں صبروں پر قائم ہو وہ البتہ صابروں میں سے ہے جنکا انجام سلامتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اور علی بن الحسین یعنے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کو جمع کریگا تو ایک پکارنے والا آواز دیگا کہ صبر والے لوگ کہاں ہیں تاکہ وہ جنت میں حساب سے پہلے داخل ہوں فرمایا کہ پھر آدمیوں میں سے کچھ گروہ اٹھینگے پس فرشتے انسے ملینگے اور کہینگے کہ کہاں جاتے ہو اے بنی آدم پس یہ لوگ جواب دینگے کہ جنت کو تو وہ لینگے کہ اور حساب سے پہلے ہی تو کہینگے کہ ہاں تو فرشتے کہینگے کہ تم ہو کون تو جواب دینگے کہ ہم صابر لوگ ہیں تو کہینگے کہ تمہارا صبر کیا تھا تو جواب دینگے کہ ہمنے اللہ تعالیٰ کی بندگی بجالانے پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی معصیت چھوڑنے پر صبر کیا یہانتک کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے وفات دی تو فرشتے کہینگے کہ تم ایسے ہو جیسا کہتے ہو جنت میں داخل ہو یہ جنت کا مقام ایسے کام کرنے والوں کا اچھا ثواب ہے قال ابن کثیرؒ اس کلام امام زین العابدین علیہ السلام کے واسطے شاہد ہے قول اللہ تعالیٰ کا – انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب – یعنے یہی بات ہے کہ پھر پورے دیے جاوینگے صبر والے اپنی اجرت بغیر حساب کے اور سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ صبر یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو پہونچا مانند دکھ وغیرہ کے اسکو اللہ تعالیٰ کے واسطے اوٹھاوے اور اللہ تعالیٰ کے پاس اپنے ثواب کی امید رکھے اور کبھی آدمی باوجود کراہت ہونے کے گھبرا جاتا ہے کہ سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں دیکھتا – قال المترجم علماء نے کہا کہ صبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے نفس کو ان چیزوں پر روکے رہے جو نفس پر گراں گذرتی ہیں خواہ وہ طاعات و عبادات کی مشقت میں ہو یا ممنوع چیزیں نفس کی خواہشوں کے روکنے میں ہو یا مرگ اعزہ و اقارب و تلف اموال وغیرہ مصیبتوں میں ہو اور جزع و فزع سے بازرہے – اور حدیث میں ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ایک قبر پر زاری کرتے دیکھا تو فرمایا کہ صبر کر اسنے نہ پہچانا اور کہا کہ اپنا راستہ لے کہ مجھپر مصیبت ہی پھر جب اس سے کہا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے آپکو نہ پہچانا مین اب صبر کرتی ہون تو فرمایا کہ صبر پہلے قوت تھا یعنے اب ثواب صبر کچھ نہین ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ مصیبت چاہنا مکروہ ہی کیونکہ وہ محل امتحان ہی جسمین ہر ایسے ویسے کے حق مین خوف فتنہ ہی اور حدیث مین ہی کہ ایک شخص نے دعا مین صبر مانگا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ ای شخص تو اللہ تعالے سے عافیت طلب کر کہ تو نے اس سے مصیبت مانگی ہی پس آدمی ہمیشہ اللہ تعالے سے عافیت طلب کرے اور اگر مقدر سے اسکو مصیبت پہونچے تو تقدیر اللہ عزوجل جانکر اسپر مضبوطی سے صبر کرے اور تحقیق فرمایا ان اللہ مع الصابرین پس اسمین مصیبت مین صبر کرنے والون کے لیے تسکین ہی کہ جنکے ساتھ اللہ تعالے ہو یعنے اسکے حال کے ساتھ مدد و نصرت الٰہی شامل ہو وہ کسی سختی سے نہ گھبرائیگا اگرچہ پہاڑ کے مانند ہو اور یہ معیت یعنے مدد و نصرت الٰہی کا شامل حال ہونا متقیون و نیکوکارون و صابرون کے ساتھ مخصوص ہی اور علم و قدرت سے ساتھ ہونا تو ہر نیک و بد کے حق مین عام ہی جیسے اللہ تعالے نیکون کے ساتھ علم و قدرت سے ہی کہ انکے حال سے دانا ہی ویسے ہی بدون کے حال سے بھی دانا ہی۔ واسال اللہ العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ لی ولسائر المسلمین۔ اور اس آیت مین اشارہ کیا کہ جہاد و نماز دونون مضبوط ہین اور نیز اشارہ ہی کہ مجاہدہ عبادات خصوص نماز مین نفس کے ساتھ زیادہ سخت ہی بہ نسبت کافرون کے ساتھ لڑائی مین جہاد کرنے کے لہذا صحیح ہوا کہ کافرون کے ساتھ لڑائی جہاد اصغر ہی اور عبادات مین بھرپور قائم رہنا جہاد اکبر ہی اور نیز اسمین اشارہ ہی کہ نماز سب نیکیون سے بڑھکر ہی اور اسمین ایک خاصیت ہی کہ جو اسپر پورا قائم ہوا وہ سب نیک کامون مین پورا اتریگا اور جو اسمین کچا ہی وہ سب مین خام ہی اسی لیے جہاد مین نماز سے مضبوطی حاصل کرنیکو فرمایا و قولہ تعالے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ۔ اور جو شخص کہ اللہ تعالے کی راہ مین مقتول ہوا ان لوگون کو مردے مت کہو بلکہ وہ زندے ہین۔ ف پس لمن یقتل فی سبیل اللہ متعلق قول ہی اور اموات مقولہ ہی آی ہم اموات اور ضمیر ہم راجع بجانب من باعتبار معنے ہی یعنے ہر کوئی جو اللہ تعالے کی راہ مین شہید ہو اسکو میت نہ کہو اسیواسطے میت بلفظ مفرد نہین فرمایا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ مخصوص کسی کے واسطے ہی اگرچہ فصیح تھا کما قالہ العکبری اور قولہ بل احیاء ای بل ہم احیاء جیسا کہ مفسرین نے تفسیر کی اور اشارہ کیا کہ لفظ احیاء عطف اموات پر نہین ہی اور بل اضراب ہی لا تقولوا سے کیونکہ معنے یہ نہین ہین کہ لا تقولوا اموات بل قولوا احیاء بلکہ یہ مقصود ہی کہ انکے زندہ ہونے کو ثابت و ظاہر فرمایا جاوے یعنے شہید لوگ زندہ رہتے ہین مردے نہین ہین انکو مردہ مت کہو اگرچہ اس سے یہ خود ثابت ہی کہ انکو زندہ کہنا بھی صحیح ہی اور عکبری نے کہا کہ قولہ بل احیاء ای بل قولوا ہم احیاء۔ اور یہ جید نہین ہی کیونکہ لوگون سے شہدا کو زندہ کہلانا مقصود نہین بلکہ انکے زندہ ہونے کی خبر دینا مقصود ہی قال ابن کثیر اللہ تعالے خبر دیتا ہی کہ شہید لوگ اپنی برزخ مین زندہ ہین رزق دیے جاتے ہین اور معالم مین مذکور ہی کہ بدر کے شہیدون کے حق مین اُتری اور وہ چودہ شخص تھے انمین سے چھ آدمی مہاجرین کے اور آٹھ آدمی انصار کے اور جو شخص اللہ تعالے کی راہ مین شہید ہوتا لوگ اسکو کہتے کہ فلان مرگیا اور اس سے دنیا کی نعمت و لذت جاتی رہی پس اللہ تعالے نے اُتارا ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات الآیہ۔ قال المترجم یہ سبب نزول اگر صحت کو پہونچا تو ایسے کہنے والے منافق و مشرک ہونگے جیسا کہ بعض حواشی بیضاوی مین ہی کہ یہ رد ہی مشرکون کا جو کہتے کہ محمد کے ساتھی بے فائدہ اپنے آپکو قتل کراتے اور دنیا کے عیش چھوڑ جاتے ہین ورنہ اہل ایمان دنیا کی زندگی کے واسطے ایسا نہ کہتے اور حدیث مین ہی کہ عیش کا وجود نہین مگر آخرت ہی مین ای اللہ میرے بخش دے مہاجرین و انصار کو الحدیث فی صحیح البخاری وغیرہ اور اللہ عزوجل نے صریح فرمایا۔ ومنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر۔ یعنے صحابہ مین سے بعضے تو وہ ہین کہ اپنے نحب کو پورا کر چکے یعنے شہید ہو گئے اور بعضے وہ ہین کہ منتظر ہین۔ قال ابن کثیر صحیح مسلم مین آیا ہی کہ شہیدون کی روحین سبز چڑیون کے پوٹون مین جنت مین جہان چاہتی ہین کھاتی پھرتی ہین پھر ایسی قندیلون مین آ جاتی ہین

جو عرش کے نیچے لٹکتی ہیں پس ظاہر ہوا انپر پروردگار تعالے اپنی شان کا ظاہر ہونا اور فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو تو یہ شہدا بولے کہ اے ہمارے پروردگار اور ہم کیا چاہینگے حال یہ ہی کہ تو نے ہمکو وہ دیا ہی جو اپنے مخلوق میں کسیکو نہیں دیا پھر پروردگار نے اسی مانند انپر اعادہ فرمایا پس جب انھوں نے دیکھا کہ ہمسے پوچھا ہی جاتا ہی تو کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تو ہمکو دار دنیا میں پھر لوٹا وے پس ہم تیری راہ میں لڑیں یہانتک کہ دوبارہ قتل ہوں یہ انکی خواہش اسوجہ سے تھی جو انھوں نے اللہ کی راہ میں شہید ہونیکا ثواب دیکھا پس اللہ تعالے فرماتا ہی کہ یہ تو میں نے لکھدیا ہی کہ وہ پھر دار دنیا میں لوٹائے نجاوینگے قال المترجم علماء نے کہا کہ سبز چڑیوں کے پوٹوں میں ہونے سے یا تو یہ مراد ہی کہ قالب انکے سبز چڑیاں ہوجاتی ہیں یا یہ مراد ہی کہ وہ خود اس صورت کے بن جاتے ہیں جیسے فرشتہ بصورت آدمی ہوجاتا ہی اور میرے نزدیک حق یہ ہی کہ اسکی کیفیت فقط اللہ و رسول کو معلوم ہی چونکہ آدمی اسکی نظیر سے دنیا میں واقف نہیں لہذا اسکی کیفیت سے واقف نہیں ہوسکتا اور یہ حق ہی اور اسپر ایمان فرض ہی اور منکر اسکا جاہل مردود ہی اور یہ شہید جسکا یہ درجہ ہی حدیث میں آیا ہی کہ جو فقط اسواسطے لڑا کہ اللہ تعالے کا کلمہ بلند ہو یعنے دنیا کا مال وغیرہ یا دلیری و کھانا وغیرہ کوئی مقصد نہو صرف یہی نیت ہو کہ اللہ تعالے کا نام بلند ہو اور کفر و شرک کا فساد دور ہو اور یہ جو اللہ تعالے کا پوچھنا مذکور ہی اس سے ان لوگوں کا اطمینان ہی کہ اس نعمت سے کبھی خارج نہ کیے جاوینگے اور دار محنت و الم میں نڈالے جاوینگے واللہ اعلم اور واضح ہو کہ حدیث میں ہی کہ شہید کے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں سوائے قرض کے اعاذنا اللہ منہ اور یہ جو حدیث میں ہی کہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں کھاتے پھرتے ہیں شاید یہ ان نیکوں سے کہ راہ خدا و جہاد میں اپنے نفس کو حبس کرنیکا بدلا ہی کہ یہاں اسکو بحبر قید کیا اگرچہ ثمرہ شہادت مقدر تھی شہید ہوا پس وہاں وہ چھوٹا ہوا ہی اور یہی سبکے لیے مزید کرامت ہی ورنہ نیک بیان والون کی روحیں بسبب طائر جنت میں چنانچہ ابن کثیرؒ نے اصح حدیث نقل کی کہ امام احمدؒ نے امام شافعیؒ سے انھوں نے امام مالکؒ سے انھوں نے زہریؒ سے انھوں نے عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے انھوں نے اپنے باپ حضرت کعب بن مالک سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نسمۃ المؤمن طائر تعلق فی شجر الجنۃ حتی یرجعہ اللہ الی جسدہ یوم یبعثہ یعنے مومن کی روح ایک طائر ہی جو درخت جنت سے متعلق ہی یہانتک کہ جس دن اللہ تعالے مبعوث کریگا اسکو اسکے بدن میں لوٹاویگا قال المترجم اسناد اس حدیث کی بہت جید ہی واللہ اعلم اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس حدیث میں عام مومنوں کے لیے بھی زندہ ہونے کی دلالت ہی اگرچہ قرآن مجید میں شہیدوں کو خاص کرکے انکی تکریم و بزرگی ظاہر کرنے کو ذکر فرمادیا قال المترجم انبیاء علیہم السلام بالاتفاق زندہ ہیں بلکہ انکے بدن پاک کو زمین نہیں کہا سکتی ہی حالانکہ وہ قرآن میں منصوص نہیں اور وہ بہ نسبت شہدا و صدیقوں کے اعلے ہیں فافہم - قولہ تعالے - وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ - لیکن تم نہیں جانتے ہو - یعنے وہ جس حال میں ہیں اور مفسر سیوطیؒ نے لا تشعرون کو لا تعلمون سے اسواسطے تفسیر کی کہ شعور کا استعمال ان امور میں ہوتا ہی جو حواس سے دریافت کیے جاویں اور یہاں ادراک حال کی نفی ہی جو علم کے استعمال کا مقام ہی ولیکن شعور کو اللہ تعالے نے جو اس مقام پر فرمایا اسمیں اشارہ ہی کہ اہل حق و صاحب دل کے نزدیک انکی اس زندگی کا حال ایسا ظاہر ہی کہ جیسے حواس سے دریافت کرنے کی چیز ظاہر ہوتی ہی لیکن ادراک شعور قلبی ہی جس سے یہ لوگ بے بہرہ تھے آیا نہیں دیکھتے کہ اہل حق کے عقائد میں سے یہ بات ہی کہ شہدا زندہ ہیں اور انبیا علیہم السلام کا جسم پاک تک باقی ہی اور بیضاوی نے فرمایا کہ اسمیں تنبیہ ہی کہ انکی زندگی جسم کے ساتھ کی زندگی کے مانند نہیں اور نہ اس جنس سے ہی جو حیوانات میں محسوس ہوتی ہی یعنے اسی لیے ان لوگوں کو جو مثل جانوروں کے صرف حواس ظاہری کے پابند ہیں اسکا شعور نہیں ہوتا ہی اور بعضے محشیوں نے تنبیہ کی توجیہ بیان کی کہ جبانکے لیے زندگی ایسی حالت میں ثابت کی کہ بدن مٹ گیا اور ترکیب جاتی رہی اور مزاج باطل ہوا تو تنبیہ کی کہ انکی زندگی بدن کے ساتھ کی زندگی کے مانند نہیں ہی قال المترجم میرے نزدیک یہ تنبیہ بلفظ لا تشعرون بجائے لا تعلمون کے استعمال سے ہی جیسا کہ میں نے اشارہ کیا اور حاصل یہ ہی کہ چونکہ تم لوگ انکی ارواح نکل جانے کے بعد انکے بدنوں کو ظاہری نظر سے دیکھتے ہو تو انپر مردہ و نیست ہوجانے کا حکم کرتے ہو حالانکہ در واقع

وہ ایسے نہیں ہیں بلکہ کامل زندگی سے زندہ ہیں جیسا کہ شہدا اُحد کے حق میں فرمایا۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتاھم اللہ من فضلہ الآیۃ۔ یعنے اور نہ خیال کر تو اُن لوگوں کو جو قتل کیے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس رزق دیے جاتے ہیں درحالیکہ دل خوش ہیں اُس چیز سے جو اللہ تعالے نے انکو اپنے فضل سے کرامت کی تا آخر آیت یعنی وہ لوگ زندہ ہیں ایسی زندگی سے اگرچہ تن سے روح باہر ہو جانے کی راہ سے اُنکو مردہ کہا جا سکتا ہی اور حسن بصری رحمہ سے روایت ہی کہ شہید لوگ اللہ تعالے کے نزدیک زندہ ہیں انکے رزق انکی روحوں پر پیش کیے جاتے ہیں پس انکو خوشی و فرحت پہونچتی ہی جیسے فرعون اور اسکے ساتھیوں پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہی پس انکو درد و تکلیف پہونچتی ہی قال المترجم فرعون اور اسکے ساتھیوں پر آگ پیش کیے جانے سے مقابلہ و مثال مراد نہیں بلکہ یہ دلیل کے مانند ہی کہ فرعونیوں پر صبح و شام آگ کا سامنا ہونا نص قرآنی سے ثابت ہی پس اہل کرامت پر نعمت کا پیش ہونا ثابت ہی جیسے امام مالک نے قولہ تعالیٰ فما بکت علیھم السماء والارض۔ یعنے کافر کے مرنے پر آسمان و زمین کوئی نہیں رویا اس قول الٰہی سے استدلال کیا کہ اس سے ثابت ہوا کہ ایمان والے مومن کے مرنے پر آسمان و زمین روتا ہی اور البتہ حدیث صحیح سے یہ صریح ثابت ہوا ہی اور بالجملہ آیات و احادیث سے بخوبی یہ امر ثابت ہی کہ وہ لوگ بالفعل زندہ ہیں اور بعض معتزلہ وغیرہ نے جو تاویل کی کہ احیاء کے یہی معنی ہیں یعنے قیامت میں زندہ کیے جاوینگے تو یہ تاویل مہمل مردود ہی پھر جاننا چاہیے کہ کعب بن مالک کی مرفوع حدیث میں ہی کہ شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں اسکو امام احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہی اور عبدالرزاق نے اپنی مسند میں روایت کی کہ سپید پرندوں کی صورت پر ہیں اور قتادہ سے روایت ہی کہ ہم لوگوں کو یہ خبر پہونچ گئی ہی کہ سپید پرندوں کی صورت پر ہیں اور ابن ابی حاتم و بیہقی نے ابوالعالیہ سے روایت کی کہ سبز پرندوں کی صورت پر ہیں قال المترجم ان روایتوں میں کوئی تناقض نہیں کیونکہ مختلف حالتوں پر ہیں اور اوپر گذرا کہ انکی تاویل و تحقیق علم الٰہی میں ہی پھر جاننا چاہیے کہ گروہ معتزلہ کے نزدیک روح ایک عرض ہی کہ بدون بدن کے اسکا قیام نہیں جب بدن سے نکلی نیست ہو گئی اور یہ بڑی جہالت ہی بلکہ کفر ہی اگر تاویل نہ کیجاوے اور میرے گمان میں شاید معتزلہ ایسا نہ کہتے ہوں بالجملہ کوئی فرقہ کہے قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے اسکو ذکر کیا کہ ان نصوص میں دلیل ہی کہ روحیں سب جوہر ہیں جو بذات خود قائم ہیں جسموں پر موقوف نہیں اور یہ بدن جو محسوس ہوتا ہی اس سے غیر ہیں اور بعد موت کے بھی انکو ادراک رہتا ہی یعنے دکھ درد و خوشی و نعمت جو حال انکو پہونچے اسکا ادراک ہوتا ہی اور وجہ یہ ہی کہ روح کے لیے حیات ثابت کی کیونکہ عرض ہی پس اگر روح جوہر نہو اور عرض ہو تو عرض کے ساتھ عرض کا قائم ہونا لازم آویگا اور یہ باطل ہی کہ قیام العرض بالعرض کا بطلان اپنے موقع پر ثابت ہو لیا ہی قال المترجم ان عقلی دلیلوں کی طرف رجوع کرنا اور انہیں سے تسکین ہونا ایمان بالغیب کے خلاف ہی مومن صادق کو لازم ہی کہ یوں کہے کہ جو اللہ و رسول نے فرمایا حق ہی چاہے قیام عرض بالعرض باطل ہو یا نہو یعنے مدار عقلی دلیل پر نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم و سلف امت سے ثابت ہونے پر ہی پس جواب وہ ہی جو بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ روح کا ادراک باقی رہتا ہی صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا مذہب ہی اور اسی پر آیات و احادیث ناطق ہیں ف۲ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات الآیۃ جو شخص کہ عشق کی راہ میں شوق کی تلوار سے قتل ہو اسکو مردہ مت گمان کرو بلکہ وہ انسانی حیات کے فنا ہونے کے بعد ربانی حیات سے زندہ ہیں قال المترجم شیخ نے اس آیت سے یہ اشارہ نکالا کہ قتل سے قتل عشقی کی طرف اشارہ ہی اور جان لینا چاہیے کہ اسمیں ظاہری جسم سے روح جدا ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہی پس جو شخص کہ راہ عشق میں قتل ہوا یعنے اپنی خودی سے فنا ہو گیا تو اسکو جو بقا حاصل ہوتی ہی وہ بقائے حق سے بقا ہی اور بقاء انسانی سے فنا ہی اور مراد عشق سے وہ نہیں جو یونانی حکما یا فلسفی اطبا اپنی اصطلاح میں مراد لیتے ہیں بلکہ یہ ایک ربانی چیز ہی جسکی ماہیت سے اکابر بھی بالتحقیق آگاہ نہیں ہیں چنانچہ بعض نے کہا کہ صفت الٰہی ہی اور بعض نے عبارت از ذات الٰہی عزوجل لی بالجملہ تحقیق نہیں اور مولوی روم علیہ الرحمہ نے بھی کہا ہے آفتاب آمد دلیل آفتاب + گر دلیلت باید از وی رو متاب اور اگر الفاظ سے استدلال کیا جاوے تو شیخ کے کلام میں عشق کی راہ میں قتل ہو آیا ہی حالانکہ قتل ہونا راہ خدا میں معلوم ہی اور مولوی روم رحمہ نے کہا

؎ عشق آن گزین کہ جملہ انبیا * یافتند از عشق او کار و گیا * یعنے باضافت اور یہ دلیل مغایرت ہی اور بحر العلوم رحمہ نے شرح مثنوی مین دونون قول کی تفصیل کی ہی اور سید علی رامپوری کہ اسمین بحث لفظ ہی خود عارف اپنے عرفان سے محجوب ہوتا ہی خالی ہاتین جاننے سے فافہم لیکن یہان اتنی تنبیہ ضروری کہ محبت و عشق ان اکابر کے نزدیک قریب قریب ہین اور اقسام محبت ہم اپنے موقع پر مشرح بیان کرینگے انشاء اللہ تعالے اور مبتدین موحدان دار پر واجب ہی کہ کبھی عشق الٓہی کا مدعی ہو کیونکہ مرتبہ عشق محض عرفان ہی اور عارف مدعی دروا قع جاہل ہی اور شبلی رحمہ سے منقول ہی کہ جو شخص حق عزوجل کا محب و عاشق ہی وہ دنیا کی ہر چیز سے تنہا و مجرد ہو جاتا ہی کہ ظاہر حال محتاج و مفلس بے نوا ہوتا ہی اور جو شخص کہ حق عزوجل کے نزدیک محبوب ہی وہ قتل کیا جاتا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ شاید یہ مخصوص ہی بمقتضیٰ قدرت فافہم واللہ اعلم اور محب و محبوب کا اطلاق باشتقاق کلام پاک و حدیث سرور اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتا ہی کما لا یخفی اور جاننا چاہیے کہ لوگ صوفی مشرب اس مقام پر اپنے آپکو بتکلف مخلوقات کا عاشق بتاتے اور بہتر تصور کرتے ہین حالانکہ یہ عین گمراہی ہی مولوی روم رحمہ نے فرمایا ؎ عشق آن نبود کہ در مردم بود * این خمار خور دن گندم بود * اور بکمال جہالت یہ لوگ مولوی کا کلام ؎ عشق مین گزین سر گردان سرشت * عاقبت ما را بدان سر رہبر است * بدل لیتے ہین اور اسکے معنے بے ربط بیان کرتے ہین جیسا کہ ہم اسکی تحقیق انشاء اللہ بیان کرینگے اور یہ نہین دیکھتے کہ مولوی روم علیہ الرحمۃ نے صاف کہدیا ؎ عاشق صنع خدا با فر بود * عاشق مصنوع او کافر بود * اور بہتان شرع متین پر اپنی عاقبت خراب کر کے کو طعن کرتے ہین ؎ زان طرف کہ عشق می افزود درد * بو حنیفہ و شافعی درسے نکرد * حالانکہ یہ محل ایراد کمال ادائی ہی یہ نہین جانتے کہ بالاتفاق ان اکابر نے تصریح کردی کہ یہ شان جسکی تعریف ہی محض اللہ عزوجل کا فضل ہی جسکو عطا فرماوے پس منتظر رہو عنقریب اسکی زیادہ توضیح ہوگی انشاء اللہ تعالے قال الشیخ قولہ تعالے ۔ ولکن لا تشعرون ۔ اسواسطے تمکو انکی حیات کا شعور نہین کیونکہ تم تو وجود و عدم کے درمیان مین قید ہو اور وہی لوگ قدم کے بقا کے ساتھ ہمیشہ کے لیے باقی ہین اور جسنے اپنے نفس کو چار مقام سے ذبح کیا تو اسکو چار لباس حاصل ہوتے ہین چنانچہ جسنے اپنے حرص کے سر کو جو اسکو دنیا کے ساتھ تھی بذبیح تفرید مین کاٹ دیا اور اپنی امید کے سر کو جو اسکو اپنے زندہ موجود رہنے کے ساتھ تھی بمقرع تجرید مین کاٹ دیا اور اپنی ریاست کے سر کو جو اسکو مخلوق کے ساتھ تھی بمنجر توحید مین کاٹ دیا اور اپنی خواہش کا سر جو اسکو دار آخرت کی طرف تھی بمقتل تحقیق مین کاٹ دیا یعنے آدمی کا مقصد حقیقی دار آخرت یعنے جنت و غیرہ نہین بلکہ رضائے حضرت خالق عزوجل ہی تو جسنے ان چار مقام سے اپنے نفس کو ذبح کیا اسکی روح کو اللہ تعالے چار مقام مین چار لباسون سے پیراستہ کرتا ہی ایک تو اسکو مقام مکاشفہ مین نور معرفت کے لباس سے آراستہ کرتا ہی اور دوم مقام مشاہدہ مین صفائے محبت کے لباس سے پیراستہ کرتا ہی اور سوم مقام قربت مین فنیا و وصل کے لباس سے آراستہ کرتا ہی اور چہارم مقام تجالبیت مین کشادگی و غلبہ کے ساتھ انوار انانیت کے لباس سے آراستہ فرماتا ہی اور جب وہ شخص اس صفت پر ہوگیا تو موت کی سکرات سے اسنے نجات پائی اور صفت بقا کے باقی رہنے کے ساتھ زندہ ہوگیا ۔ قال المترجم یعنے انکے زندہ ہونے کی تحقیق یہ ہی جو بیان ہوئی ۔ اور بعض نے فرمایا کہ اسواسطے کہ وہ لوگ مقتول فی اللہ ہین اور جو شخص مقتول فی اللہ ہو وہ بحیات آلہی زندہ ہوتا ہی ۔ ولکن لا تشعرون ۔ اے جسنے جہاد کی طرف نزدیکی آنکھ سے دیکھا نہ رضامندی کی آنکھ سے تو وہ اسکو نہین جانتا ہی قال المترجم شاید مراد یہ ہی کہ جہاد کی طرف دو وجہ سے نظر ہوتی ہی ایک یہ کہ بہ تدبیر ہی یعنے کما قال تعالے ۔ وقاتلوا حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ ۔ یعنے جہاد کرو یہانتک کہ شر یہ فتنہ اور ہوجاوے دین واسطے اللہ تعالے کے ۔ پس جسکی نظر اسی پر ہی وہ اس سے شعور نہین کرتا اور جسکی نظر مین جہاد کے ضمن مین رضا حق عزوجل ہی کہ مجلس قرب حق سے ترقی صال مین آجاوینگے اس بھید کو جانتا ہی اور اسکی طرف بھی اشارات موجود ہین ۔ عمس پھر راہ حق مین جسنے جان و مال ندا کیا وہ مرتبہ عالی پر پہونچا لیکن یہ دعوی سے پورا ہوگا بلکہ حق تعالے نے امتحان مین ڈالا چنانچہ فرمایا ۔

وَلَنَبۡلُوَنَّكُم بِشَيۡءٖ مِّنَ ٱلۡخَوۡفِ وَٱلۡجُوعِ وَنَقۡصٖ مِّنَ ٱلۡأَمۡوَٰلِ وَٱلۡأَنفُسِ وَٱلثَّمَرَٰتِۗ وَبَشِّرِ

اور البتہ ہم آزماوینگے تمکو کچھ ایک ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالون و جانون و میوون کے اور خوشخبری سنا

الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ

ثابت رہنے والوں کو جو ایسے ہیں کہ جب پہونچے انکو کچھ مصیبت کہیں ہم اللہ کا مال ہیں اور ہمکو اسیطرف پھر جانا ایسے لوگ ہیں

عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ

انھیں پر شاباشیں ہیں انکے پروردگار کی اور مہربانی اور وہی ہیں راہ پر

اس آیت میں تفسیری علوم و مقامات اور حقائق کے اشارات ہیں پس اول ہم تفسیر کیطرف رجوع کریں قال تعالےٰ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ اور البتہ ہم تمکو امتحان کرینگے کچھ خوف و بھوک سے اور ناقص کرنے مالون و جانون و پھلون سے ف قولہ لنبلونکم معطوف ہے قولہ یا ایہا الذین امنوا پر مگر عطف مضمون ہے اور دونوں مضامین میں رابطہ ہے کہ اول میں صبر سے قوت لینا اور دوسری میں صبر کے مقامات کا بیان ہے قال فی السراج اور لام واسطے جواب قسم کے ہے تقدیر عبارت یون ہے واللہ لنبلونکم اور مضارع بلام و نون تاکید مبنی ہے اور معنے لنبلونکم کے لنختبرنکم ہیں اور اختبار یعنے امتحان ہیں پس قول مفسر فننظر الصبر من امر الاثم یعنے پھر ہم دیکھینگے کہ تم صبر کرتے ہو یا نہیں، یہ نتیجہ اس امتحان کا ہے اور یہاں تاویل ضرور ہے اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ کو کوئی چیز ازل سے ابتک ایسی نہیں جسکو نجانتا ہو پس اسکا امتحان اپنے جاننے کے واسطے نہیں ہوسکتا کیونکہ قبل اسکے دانا ہے پس کہا گیا کہ لنختبرنکم کے معنے یہ ہیں کہ تمھارے ساتھ وہ برتاو کریں جیسا امتحان لینے والا کرتا ہے یعنے البتہ مصیبت پہونچا دینگے ہم تمکو پہونچانا ایسے شخص کا جو تمھارے حال کا امتحان لینا چاہے کہ تم بلا پر صبر کرتے ہو اور قضا پر صابر رہتے ہو وقال فی السراج الابتلاء اظہار المطیع من العاصی۔ یعنے امتحان ابتلاء سے مقصود یہاں یہ ہے کہ فرمانبردار و نافرمان میں تمیز ہوجاوے ذکرہ فی المعالم اور قولہ بشیء من الخوف الخ تنوین یہاں تقلیل کے واسطے ہے ای بشیء قلیل پس قلیل جو فرمایا تو بہ نسبت اس مصیبت کے جس سے انکو بچالیا تاکہ انپر ہلکی معلوم ہو اور انکو بتادیا کہ اس مصیبت میں رحمت الٰہی ان سے جدا نہیں ہے یا قلیل بہ نسبت اس مصیبت کے فرمایا جو انکے دشمنوں کو آخرت میں پہونچیگی اسواسطے کہ وہ سخت درد و مصیبت ہے کہ اللہ تعالےٰ اس سے ہم مسلمانوں کو بچاوے پس جو مصیبت و درد دنیاوی ہے سب اسکی نسبت بہت آسان ہے اور قبل وقوع کے انکو خبر اسلیے دیدی تاکہ نفس کو اچانک مصیبت پہونچنا صعوبت ناگوار نہو اور نیز یہ خیال ہو کر رحمت الٰہی نیکوکاروں سے قریب ہے تو پھر یہ مصیبت کیونکر پہونچی اور معالم میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ خوف سے یہاں خوف دشمن مراد ہے اور جوع سے قحط اور نقص اموال ای اموال تلف ہونے سے خواہ مواشی ہوں یا روپیہ وغیرہ یا اور چیز خواہ مرنے سے ضائع ہوں یا چوری ہو آگ لگ جانے وغیرہ سے وقال العکبری من الاموال صفت محذوف ہے تقدیر یون ہے نقصا شیئا من الاموال کیونکہ نقص مصدر متعدی بمفعول ہے اور مفعول حذف کیا گیا اور اخفش کے نزدیک روا ہے کہ من زائدہ ہو اور جائز ہے کہ نقص کی صفت ہو ای نقص بالشیء من الاموال اور یہ جو اموال کی تفسیر عام لی گئی اولیٰ ہے بہ نسبت اسکے کہ اموال جمع مال بمعنے گلہ شتر لیا جاوے اور قرینہ والانفس سے بھی خلاف پڑتا ہے کیونکہ مقابلہ مال بمعنے عام کا نفس سے ہے اور مفسر سیوطی رح نے نقص الانفس کو عام لیا کہ خواہ بالقتل ہو یا بامراض ہو یا موت ہو اور امام ابن کثیر رح نے تفسیر میں کہا کہ نقص من الاموال ای بعض مال جاتے رہنے سے والانفس یا عند دوستان احباب و اقارب کے مرنے کے اور مفسر رح کے کلام میں موت سے مراد عام ہے اور قولہ والثمرات ای نقص ثمرات اور ثمرات جمع ثمرہ یعنے پھل پس اگر حقیقی معنے مراد ہیں تو مقصود یہ ہوگا کہ پھلوں کی پیداوار میں کمی آویگی جیسا کہ رجاء بن حیوۃ رح سے مروی ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آویگا کہ درخت خرما میں ایک ہی چھوارا آویگا یا یہ مقصود ہوگا کہ پھلینگے مگر جوائح سے تباہ ہو جاوینگے اور جوائح جمع جائحہ کی وہ آسمانی آفت جو پھلوں کو پہونچتی ہے جس سے وہ سب خراب ہوجاتے ہیں اور ثمرات بھی منجملہ مال کے ہیں پس بنابر مذکور کے اموال پر ثمرات کا عطف بطریق عطف خاص بر عام ہوگا اور بعضوں نے اسی وجہ سے ثمرات کو اولاد کے معنے میں لیا اور معالم میں مذکور ہے کہ امام

شاعبی رح سے روایت ہی کہ انھون نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ خوف سے مراد خوف اللہ تعالے اور جوع سے مراد روزہ رمضان اور نقص اموال سے زکوۃ و صدقات
اور نقص الانفس سے امراض اور نقص ثمرات سے موت اولاد مراد ہی اسواسطے کہ آدمی کی اولاد اسکے دل کا پھل ہوتی ہی پھر بیہقی نے اپنی اسناد سے ابو سنان رض سے
روایت کی کہ مین نے اپنے بیٹے سنان کو دفن کیا اور ابو طلحہ خولانی قبر کے کنارے پر تھے پھر جب مین نے نکلنا چاہا تو انھون نے میرا ہاتھ پکڑ کر نکال لیا اور فرمایا کہ
کیا مین تجھے خوشخبری نہ سناؤن پس یہ خوشخبری سنائی کہ ضحاک بن عبدالرحمن بن عرزب نے ابو موسی رضی اللہ عنہ سے مجھسے روایت کی کہ ابو موسی نے فرمایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی کا فرزند مرتا ہی تو اللہ عزوجل اپنے ملائکہ سے فرماتا ہی کہ تمنے میرے بندے کا فرزند قبض کر لیا وہ عرض کرتے ہین ہان
پھر فرماتا ہی کہ تمنے اسکے دل کا پھل قبض کر لیا وہ عرض کرتے ہین کہ ہان پھر فرماتا ہی کہ پھر میرے بندے نے کیا کہا تو عرض کرتے ہین کہ اسنے استرجاع کیا یعنے انا
للہ وانا الیہ راجعون کہا اور تیری حمد کی تو فرماتا ہی کہ اسکے لیے جنت مین ایک گھر بناؤ اور بیت الحمد اسکا نام رکھو (الترمذی) قال المترجم یہ قرینہ اس تفسیر کا ہی اور
اور نیز جو شاعبی رح سے تفسیر مذکور ہی اسپر قبل واقعہ کے اللہ تعالے کا خبر دینا بھی دلالت کرتا ہی ولیکن شیخ ابن کثیر رح نے بعض مفسرین سے یہی تفسیر نقل کر کے
کہا کہ وفی ہذا نظر واللہ اعلم اور حق یہ ہی کہ تفسیر عام ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور جو شاعبی رح سے مذکور ہی وہ داخل تفسیر ہی فافہم بالجملہ یہ سب امور ایسے ہین کہ ایسی
چیزون سے اللہ تعالے اپنے بندونکا امتحان فرماتا ہی پس جو نا امید ہوئے بے صبر ہوا اسپر عذاب دنیاوی یا اخروی آتا ہی اور جسنے صبر کیا وہ ثواب پاتا ہی چنانچہ فرمایا
وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ - ای علی ما یصیبہم من المکروہ یعنے خوشخبری دے صابرون کو اس چیز پر جو انکو مکروہ پہونچا ف یعنے جسکو وہ گران سے
اٹھاتے تھے قال التفتازانی یہ عطف ہی لنبلونکم پر مگر یہ عطف مضمون بر مضمون ہی اور معنے یہ ہین کہ ابتلا تمھارے لیے ثابت ہی اور اسیطرح بشارت
تمکو ثابت ہی مگر مخصوص اسکو جسنے صبر کیا پھر صابرون کو بیان فرمایا کہ کون لوگ ہین پس کہا الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون -
اور اسی لیے شیخ سیوطی رح نے ہم الذین کی تقدیر سے اشارہ کیا کہ الذین مرفوع بمدح ہی اور صابرین کی صفت نہین ہی اور وجہ یہ ہی کہ اگر صفت قرار دیا جاوے
تو بشارت مذکورا یسے صابرون کے واسطے مخصوص ہو جائیگی جو انا للہ وانا الیہ راجعون کہین حالانکہ بشارت عام صابرون کے واسطے ہی پھر قولہ
بشر الذین مین کسکو حکم ہی کہ بشارت دے جواب یہ کہ بشارت دینے کا خطاب یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اور آپ کی تبعیت مین اورون کو ثابت ہوا
اور یہی ارجح ہی یا مراد ہر وہ شخص ہی جو بشارت دینے کی صلاحیت رکھتا ہو - پھر مصیبت کسکو کہتے ہین جواب یہ کہ مصیبت شامل ہی ہر مکروہ کو جو کہ انسان کو
پہونچے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو کیونکہ ابو داؤد نے اپنی مراسیل مین روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ کل ما ساء المؤمن فہو مصیبۃ - یعنے ہر ایسی چیز جو مسلمان کو
ناگوار پیش آوے وہ مصیبت ہی اور طبرانی نے ابو امامہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا پس آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون
کہا تو صحابہ نے عرض کیا کہ یہ مصیبت ہی یا رسول اللہ تو فرمایا کہ جو مومن کو پہونچے اس چیز سے کہ اسکو مکروہ جانے وہ مصیبت ہی اور لفظ اذا اصابتہم مصیبۃ
مین اشارہ ہی کہ مصیبت پہونچنے کے وقت ہی یون کہے اور حدیث مین بھی صحیح ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الصبر عند الصدمۃ الاولی -
یعنے صبر وہی ہی جو صدمہ اولی کے وقت ہو اگرچہ استرجاع کا ثواب بعد اسکے بھی ملتا ہی جیسا کہ عنقریب آتا ہی قال البیضاوی صبر فقط زبان سے استرجاع
کہنے پر نہین ہی بلکہ زبان اور دل دونون سے ہو بایں طور کہ وہ جسکے لیے پیدا کیا گیا ہی اسکو تصور کرے اور یقین کرے کہ وہ پروردگار کیطرف رجوع کرنیوالا ہی اور اللہ تعالے نے جو
اوسپر نعمتین بھیجی ہین انکو یاد کرے تا اسکو معلوم ہو کہ جو اسپر باقی ہین وہ صد گونہ اس چیز سے زائد ہین جو اس سے پھیر لی گئی ہی پس اسکے نفس کو یہ مصیبت آسان ہوگی اور تعالے کے
واسطے سر جھکا دیگا اور جس شخص نے خالی زبان سے یہ لفظ کہی اور دل مین ثبوت نہین تو یہ تسبیح ہی اور معنے انا للہ وانا الیہ راجعون کے یہ ہین کہ ہم واسطے اللہ تعالے کے ہین
یعنے اسی نے ہمکو پیدا کر دیا اور ہم اسیکے بندے و مملوک ہین اور ہم اسیکی طرف پھر جانے والے ہین پس جو شخص اسکو دل سے تصدیق کریگا اسپر کوئی چیز گران نہ گذریگی
اور طبرانی و ابن مردویہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو ایک ایسی چیز دی گئی ہی جو اگلی

امتون مین سے کسی امت کو نہین دی گئی تھی اور وہ یہ کہ میری امت والے مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہین کیا تونے قول
یعقوب علیہ السلام کا یوسفؑ کے گم ہوجانے کے وقت نہین سنا کہ کہا یا اسفی علی یوسف - اور یہ روایت سعید بن جبیر سے انکا قول بھی مروی ہے قال
البیضاوی جس چیز کے ساتھ بشارت ایسے لوگون کو دی گئی وہ بیان نہین ہے محذوف ہے کیونکہ اسپر دلالت کرتا ہے قولہ تعالے - اولئک علیہم صلوات
من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون - ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ صلاۃ یہان بمعنے مغفرت ہے اور ترمذیؒ نے حضرت سفیان الثوری وغیرہ سے نقل کیا
کہ صلوۃ اللہ تعالے کی طرف سے رحمت ہے - اور کشاف مین ہے کہ صلوۃ بمعنی رحمت و تعطف ہے پس بجاے رافت کے یہ لفظ رکھا گیا اور صلوۃ ورحمت کے
درمیان جمع کیا گیا جیسے رافت ورحمت ورؤف ورحیم - اور معنے یہ ہین کہ انپر رافت بعد رافت ہے اور رحمت بعد رحمت ہے اور بیضاوی نے کہا کہ صلوات کو
جمع فرمایا اس تنبیہ کے واسطے کہ اسکے انواع واقسام بہت ہین اور رحمت سے مراد لطف واحسان ہے - وقال ابن کثیرؒ پس اللہ تعالے نے جو کچھ انکو استرجاع
کہنے واسکا اعتقاد مضبوط رکھنے پر عطا کیا اسکی خبر دیدی اور فرمایا اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ - یہ انپر اللہ تعالے کی طرف سے تعریف ہے
اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ اسکو عذاب سے بیخوف کردیا اور فرمایا - واولئک ہم المہتدون - مفسر سیوطیؒ نے اتقان مین فرمایا کہ لفظ رحمت قرآن مجید مین
چودہ معانی کے واسطے آیا ہے اور یہان مراد نعمت ہے اور یہ قول جید ہے جیسا کہ متدبر پر پوشیدہ نہین ہے اور مہتدون راہ یافتہ ہین طرف حق وصواب
کے - قال ابن کثیرؒ اور حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ نعمت العدلان ونعمت العلاوۃ - یعنے بھلے اچھے ہین دونون عدل اور بھلی اچھی ہے علاوہ
پس اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ - دونون عدل ہین اور اولئک ہم المہتدون علاوہ ہے اور علاوہ وہ بار جو دونون گونون کے بیچ مین رکھتی
رکھدیا جاتا ہے پس ایسے اچھے یہ لوگ ہین کہ اپنا ثواب دیے گئے اور اسپر اور بڑھتی دیا گیا قال المترجم اور اسمین اشارہ ہے کہ ثواب اسقدر زیادہ دیا گیا کہ مثل
بوجھ کے ہے اور تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ مصائب کے وقت - انا للہ وانا الیہ راجعون - کہنے کے ثواب مین بہت احادیث آئی ہین چنانچہ امام احمدؒ نے حضرت
ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک روز ابو سلمہ رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئے اور کہا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
ایک بات سنی جس سے مین بہت خوش ہوا کہ آپنے فرمایا کہ مسلمانون مین سے کسیکو کوئی مصیبت نہین پہونچتی کہ وہ اس مصیبت کے وقت استرجاع
کرے پھر کہے کہ - اللّٰہم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منہا - یعنے اے میرے رب پناہ دے تو مجھے میری مصیبت مین اور میرے لیے اسکے پیچھے
تو اس سے بہتر کردے جو مجھسے جاتا رہا مگر اللہ تعالے اسکے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے - کہا ام سلمہ رضؓ نے کہ مین نے اس سے یہ حدیث حفظ کر رکھی تھی پھر
جب ابو سلمہ رضؓ نے وفات پائی تو مین نے اس مصیبت مین استرجاع کیا اور کہا - اللہم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منہا - پھر مین نے اپنے دل کی طرف
رجوع کی اور کہا کہ مجھے ابو سلمہ رضؓ سے بہتر کہان سے ملیگا پھر جب میری عدت کے دن پورے ہوے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس
آنے کی اجازت مانگی اور مین اسوقت اپنے ایک چمڑے کو دباغت کرتی تھی پس مین نے قرظ سے اپنے ہاتھ دھو ڈالے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
(جس سے دباغت کرتے ہین ۱۲)
آنے کی اجازت دی اور آپ کے بیٹھنے کو ایک چمڑے کا گدا جسکا اندر لیف خرما بھرا تھا ڈالدیا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسپر بیٹھے پس آپ نے اپنے واسطے
مجھے خطبہ کیا پھر جب آپ کہہ چکے تو مین نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے کیا ہے کہ آپ کی طرف رغبت نہو ولیکن مین ایسی عورت ہون کہ مجھ مین سخت غیرت
(یعنے غصیلی ہی)
بھری ہے پس مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھسے کوئی ایسی بات دیکھین جسکے سبب مجھے اللہ تعالے عذاب کرے اور مین ایسی عورت ہون کہ سن بھی میرا
آچکا اور مین عیال دار ہون تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جو تونے غیرت کا حال بیان کیا تو قریب ہے کہ اسکو اللہ تعالے دور کردیگا اور یہ جو
سن کا ذکر کیا تو میرا سن بھی اتنا ہی پہونچا ہے جتنا تیرا ہے اور یہ جو تونے عیال کا ذکر کیا تو تیرے عیال وہ میرے عیال ہونگے پس ام سلمہ رضؓ نے اپنے آپ کو حضرت
کے سپرد کیا پس حضرت نے ام سلمہ رضؓ سے نکاح کیا پھر ام سلمہ رضؓ نے بعد کو بیان کیا کہ مجھے اللہ تعالے نے ابو سلمہ رضؓ سے بہتر بدلا دیا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کو دیا۔ اور صحیح مسلم کی روایت میں ام سلمہؓ سے اس حدیث میں اختصار کے ساتھ استرجاع کا حکم یوں مروی ہے کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سنا لیکن شاید کہ ابو سلمہؓ سے پہلے سنا تھا پھر خود بھی حضرت سے سنا یا پوچھ لیا ہو اور امام احمد نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی مسلمان مرد یا عورت کہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو پھر اسکو یاد کرے اگرچہ اسکا زمانہ دراز گذر چکا ہو پس وہ اسکے
واسطے از سر نو استرجاع کہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکو ایسا کرنے پر نئے سرے سے ویسا ہی اجر دیگا جیسا کہ مصیبت پہونچنے کے روز اسکو اجر دیا تھا
اور ابن ماجہ نے اسکو اپنے سنن میں بھی بسند جید حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام احمد نے من طریق حماد بن سلمہ عن ابی سنان
روایت کی کہ ابو سنان نے کہا کہ میں نے اپنا ایک بیٹا دفن کیا اور میں ہنوز قبر کے اندر تھا کہ ابو طلحہ خولانی نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے باہر نکال لیا اور
مجھسے کہا کہ کیا میں تجھے بشارت نہ دوں تو میں نے کہا کہ ہاں بشارت دو تو کہا کہ مجھسے حدیث بیان کی ضحاک بن عبد الرحمن بن عرزب نے ابو موسیٰ سے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ملک الموت تو نے میرے بندے کا فرزند قبض کیا تو نے اسکا قرۃ العین و اسکے
دل کا پھل قبض کیا تو ملک الموت نے عرض کیا کہ ہاں تو اللہ عز وجل نے فرمایا کہ بندے نے کیا کہا تو ملک الموت نے عرض کیا کہ تیری حمد کی اور
استرجاع کیا تو اللہ عز وجل نے فرمایا کہ اسکے واسطے جنت میں ایک گھر بناؤ اور بیت الحمد اسکا نام رکھو۔ اور امام احمد نے اسکو من طریق عبد اللہ
بن المبارک روایت کیا جسمیں یوں ہی مذکور ہے اور ایسا ہی ترمذی نے سوید بن نصر عن ابن المبارک اسکو روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن غریب ہے اور
ابو سنان کا نام عیسیٰ بن سنان ہے۔ اور امام بغوی نے اپنی اسناد سے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر چاہتا ہے اسکو کچھ
مصیبت دیدیتا ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ کے طریق سے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ نہیں پہونچتا ہے مسلمان کو نصب سے اور نہ وصب سے
اور نہ ہم سے اور نہ حزن سے اور نہ اذی سے اور نہ غم سے حتی کہ ایک کانٹے سے جو اسکو چبھ جائے مگر کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت کے بدلے اسکے گناہوں کا
کفارہ کر دیتا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی جسکے لمم تھا پس اسنے عرض کیا کہ یا
رسول اللہ آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے شفا دے تو فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے
دعا کروں کہ تجھے شفا دے اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور تجھ پر کچھ حساب نہیں تو وہ عورت بولی بلکہ میں صبر کرتی ہوں اور مجھ پر حساب نہو۔ اور ابو ہریرہ سے
مرفوعاً روایت کی کہ مومن مرد اور عورت کو برابر بلاء اسکی جان و مال و اولاد میں پہونچتی رہتی ہے یہانتک کہ وہ ملتا ہے اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں کہ اسپر (مصیبت ۱۲)
اسکے گناہوں سے کچھ نہیں باقی ہے۔ اور سعد بن ابی وقاص سے مرفوعاً روایت کی کہ مومن کا بھلا حال ہے کہ اگر اسکو بھلائی پہونچے تو اسنے اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کیا اور اگر اسکو مصیبت
پہونچی تو اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور صبر کیا پس مومن کی ہر بات میں اجر دیا جاتا ہے یہانتک کہ اس لقمہ کا بھی اسکو ثواب ملتا ہے جو اپنی جورو کے منھ میں دیتا ہے ف۔ شیخ نے عرائس البیان میں
کہا کہ قولہ تعالیٰ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات۔ خوف اس مقام پر چار اقسام سے ہے ایک نفس سے خوف دوم شیطان سے سوم کفار سے چہارم
دوزخ سے پنجم فراق و قطیعت سے ششم خود حق تعالیٰ سے ہفتم خود تعظیم۔ اجمال اسکا ان خوفوں کی تفصیل اسطرح ہے کہ خوف نفس و طبیعت کی نامردی ہے جو بشریت کی کمزوری سے
گوندھی ہوئی ہے جسکو بندگی کے مقام پر بندے کے امتحان کے لیے اللہ عز وجل کا قہر پیچان میں لاتا ہے تاکہ اسکی بشریت کی رعونت سے اسکی محبت کی سچائی ظاہر ہو جاوے اور بندے سے
یہ خوف اسکی تمام عمر میں زائل نہیں ہوتا اسلیے کہ یہ اسکے نفس کی صفت ہے اور نفس میں جہالت کا اور اپنے مولیٰ کے وعدہ و وعید کی سچائی پہچاننے کی قلت کا ٹھیا ہے الا جب
ایسا نہیں ہوتا ہے کہ صفت [illegible] ساتھ [illegible] کی روشنی میں انکو حقیقت حال نظر آوے اور غالب اس مقام میں خطرات رہجاتے ہیں اور اس خوف نفس کی تفصیل یہ ہے کہ (نام حال ۱۲)
اسکو رزق جاتے رہنے کا ناحق خوف لگا رہتا ہے اور [illegible] دوسرے آگ نفرت کرنے کا خوف ہوتا ہے اور آخرت کے معاملات میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں اسکے
مضطرب ہونے کا خوف رہتا ہے دوسرا خوف جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ دشمن ایسے بندے کو جو حق کا طالب ہے اسکو دنیا ترک کرنے میں اسکی فقیری اور

اعراض و دوری کا اور مجاہدہ کرنے میں اپنے نفس کا اور دنیا کے بلند درجے جاتے رہنے کا خوف دلاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کے لیے
امتحان ہے تاکہ انکے لیے وہ ثواب دے جو اپنے دشمن سے انکے لڑنے کا بدلا اپنے کرم سے مقرر فرمایا ہے اور انکی سچی نیتیں اپنے مقامات میں ظاہر ہوں یعنے اپنی اپنی
نیت کے موافق ہر ایک کا مقام و درجہ ہو اور رہا خوف کہ اگر کیا تو وہ اسطرح ہے کہ اگر لڑائی میں قتل ہوے تو صورت زائل ہو جائیگی اور زندگی منقطع ہو جائیگی اور
چوٹ اٹھانے میں صورت بگڑ جائیگی اسواسطے کہ انسان اپنی زندگی کو ہمیشہ چاہتا ہے اور اپنی موت سے بھاگتا ہے پس اللہ تعالیٰ اسکو کافروں کے خوف سے
امتحان دیتا ہے تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ کون شخص ملاقات الٰہی کو اپنی زندگی سے زیادہ چاہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین
یعنے پس تمنا کرو موت کی اگر تم سچے ہو۔ اور رہا خوف دوزخ کا تو وہ نفس امارہ کے لیے لگام ہے کہ اگر ایسا کیا تو قہر حق کی سخت گرفت میں گرفتار ہونگا اور یہ خوف
لگاتا ہے تاکہ آداب و افعال میں گستاخی نہ کرے اور برے اخلاق سے دور رہے اور عوارض بشری اور طبیعت کی پلیدی اور شہوتوں کی تندی اور کبیرہ گناہوں میں
پڑنے کی برائی سے بچے اور نیز اللہ تعالیٰ نے اسکو دوزخ کا خوف دیکر امتحان کیا اسلیے کہ دوزخ کا خوف بھی ان پردوں میں سے ایک پردہ ہے جو بندہ اور
پروردگار عزوجل کے درمیان ہیں قال المترجم اشارہ یہ ہے کہ بندہ کا خلوص اللہ تعالیٰ کے واسطے جبھی تمام ہو کہ اسیکے واسطے عبادت کرے بلکہ ایسا
ہو رہے جیسا میں کوئی لگاؤ کسی قسم کا کسی چیز کی طرف نہو پس جب ایک شخص نے دوزخ کے خوف سے عبادت کی تو اسکی بندگی میں ایک داغ رہا بخلاف
اسکے جسنے خالص رضاے الٰہی کے واسطے عبادت کی اور یہ مرتبہ آخر میں حاصل ہوتا ہے کیونکہ اول میں اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کی تصدیق کی کہ جو انہوں نے
فرمایا ہے کہ نیکو کاروں کو جنت اور بدکاروں کو دوزخ ہے اور یہ امر واقعی ہے پھر اسکو صفات الٰہی کی تعلیم سے اصل حقیقت لا الہ الا اللہ معلوم ہوئی اور یہی مقام
شہادت سری کا ہے پس ملکوتیت کا مقام عبادت بدون خوف دوزخ ہے کیونکہ وہ شہوتوں سے بالکل پاک ہیں پس انکی عبادت و خوف محض جلال ذات
عزوجل کے واسطے خالص ہے فافہم۔ اور رہا خوف فراق تو یہ خوف بندوں کے دلوں میں جبتک وہ دنیا میں موجود ہیں برابر لگا رہیگا قال المترجم یعنے نیک
بندوں کو یہ خوف برابر رہتا ہے کہ ایسا نہو کہ کوئی امر خلاف ادب سرزد ہو جس سے وہ صراط مستقیم سے مردود کر دیے جاویں اور ولی و نزدیک ہونیکا مرتبہ جو انکو
ایمان لانے سے حاصل ہوا ہے اس سے دور کر دیے جاویں اور یہ خوف اپنے اپنے مرتبہ پر ہے چنانچہ جو لوگ کم مایہ ہیں انکو کم خوف ہے اور جس قدر ایمان کامل اور تقرب زائد
ہے اسیقدر انکو خوف بے انتہا ہے اور حدیث میں ہے کہ مزہ ایمان کا اسی نے پایا جو اسکے جلتے رہنے سے ایسا خوفناک ہو جیسے وہ شخص جو آگ سے نکالا گیا پھر
آگ میں ڈالے جانے سے ڈرتا ہے اور امام بخاری نے تعلیق روایت کا مضمون یہ کہ بہت سلف ایسے تھے کہ اپنے اوپر یہ خوف کرتے تھے کہ ہم منافق تو نہیں ہیں
اور اس باب میں ایک جماعت سلف کی حکایات ہیں اور جد پدر رحمہ اللہ سے حکایت ہے کہ ایک بھوکے پیاسے کتے کو روٹی پانی دیا اور رو کر فرمانے لگے کہ اگر جنید کا
خاتمہ بخیر ہو تو وہ اس کتے سے بہت اچھا ہوگا اگر خدانخواستہ ایمان دنیا سے جاتے تو وہ اس کتے سے کہیں بدتر ہوگا کہ باوجود اس نجاست کے
کتے کو آگ میں نہ ڈالینگے اور حدیث میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک فاحشہ عورت تھی جسنے اسی طرح بدحال کتے کو غذا دی تو وہ اپنے وقت کے پیغمبر کی
زبان پر بخشی گئی اور دوسری حدیث میں ہے کہ ایک عورت جسنے ایک بلی کو بند کرکے دانہ پانی مار ڈالا تھا عذاب میں گرفتار ہوئی بالجملہ یہ خوف فراق بڑا
خوف ہے قال الشیخ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا امتحان ہے تاکہ مراد کی طلب کرنے میں اپنی جان تک صدقہ کرنے سے کوشش کریں اور تمام مخلوقات سے
الگ ہو جاویں تاکہ بدون صفات نفسانی اور عوارض بشری کے امن کے مقام میں پہنچ جاویں۔ رہا خوف حجاب تو وہ اسطرح ہے کہ عنایت ربانی رعایت کے
ساتھ اہل محبت کے اسرار کو ہیجان و حرکت میں لاتی ہے تاکہ وہ لوگ درحالیکہ اس خوف سے بھرے ہوتے ہیں اس عنایت سے حق عزوجل کیطرف کھنچے جاتے
ہیں کیونکہ وہی جانتے ہیں کہ ہم لوگ اس بات سے حق عزوجل کی طرف سے امتحان کیے گئے ہیں۔ رہا خوف تعظیم و اجلال تو مشاہدہ کے مقام میں مکاشفہ
والوں کے لیے حق عزوجل کی طرف سے امتحان ہے تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ وہی لوگ مقام انبساط میں صدمہ صمدیت کی حالت میں اور لذت عزت کے ساتھ

پھر کہ پانی کی صورت میں مخلوقات سے باز رہتے ہیں یا نہیں اور رہا خوف جوع یعنی بھوک سو یہ ایسا ہی کہ اللہ تعالیٰ اس سے اپنے اولیاء کا امتحان
فرماتا ہی تاکہ انکو بشریت کی کدورتوں اور طبیعت کے میل کچیل سے پاک کرے اور انکے نفسانی پردوں کو جلا دے جو انکے دلوں کے اور اسرار آخرت کے
درمیان پڑے ہیں حالانکہ یہ اسرار آخرت ایسے ہیں کہ ظاہری آنکھوں کے دیکھنے سے پوشیدہ ہیں پس یہ خوف جوع انپر لازم کر دیا تاکہ انکے تینوں کے
عنوان سے انکی رضاے الٰہی کی سچی چاہ کھل جاوے اور نیز اس جوع کی حقیقت اس مقام پر عارفوں کے نزدیک قلب کی بھوک ہی جو غذاے وصال کی
نہر پینے کے وقت مشاہدہ کی خواہش سے پیدا ہوتی ہی پس انکو اپنے مشاہدہ کی طرف بھوکھا کر دیا اور اپنے شوق کی پیاس سے انکے جگر جلا دیے
تاکہ وصال کو چاہتے ہوے جبروت کے خیموں کے دروازوں پر جلد آویں اور عالم ملکوت سے انوار قدم میں جل جاویں۔ اور رہا نقص اموال تو یہ نقصان
اس چیز کا ہی جو انھوں نے اپنے مالک کے ساتھ تجارت کرنے میں حاصل کیا یعنی بلند درجے اور مقامات اور حالات کیونکہ حقیقت سے عارفوں کا
مال یہی ہی قال المترجم فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ البتہ خرید اللہ نے مومنوں سے انکے مالوں
و جانوں کو اس عوض پر کہ انکے واسطے جنت ہی اور بعض محققین نے فرمایا کہ جنت سے جو ظاہر نعمتوں کا تبادر ہوتا ہی اسکے مقابلہ میں فرمایا ورنہ جنت میں
اعلیٰ نعمت رضاے الٰہی ہی قلت حدیث میں یہ مضمون ہی کہ آخر میں ان نعمتوں کے بعد اہل جنت سے فرماویگا یعنی حق عزوجل کہ تمھارے لیے یہ نعمت ہی کہ میں
تمسے راضی ہوا کبھی غصہ نہونگا اور اس سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہی۔ اور قولہ الحسنیٰ و زیادۃ۔ کی تفسیر میں متواتر اخبار و آثار سے دیدار الٰہی ثابت ہی
فافہم۔ رہا نقص الانفس سو یہ نقصان نفس مطمئنہ کا ہی حقیقی یقین کرنے میں مشاہدہ قربت تک پہونچ جانے سے معاملہ آخرت میں نعت فرشتے
کے ساتھ اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ نفس امارہ کا نقصان مراد ہو کہ وہ اپنی الفت کی چیزوں سے ٹوٹے ہیں رہے اور اپنے حق میں یہ نقصان
کرے کہ سولی نے جو اسپر احسانات کیے ہیں انکو نہ دیکھے اور خود جس شخص میں ہی اسکو پروردگار کی طاعت میں مجاہدہ کرنے سے رنج میں ڈالے۔ اور رہا
نقص ثمرات سو یہ ثمرات یعنی پھل اُن درختوں کے ہیں جو کرامات عالیہ اور مقامات و درجات سنیہ کے بلند درخت ہیں اور یہ سب امتحانات اللہ تعالیٰ
کی طرف سے اپنے اولیاء کے حق میں اسوقت ہوتے ہیں جب وہ ازلیت کے جنگل اور وحدانیت کے میدانوں میں اپنے اسرار سے سیر کرتے اور مقامات
طے کرتے ہیں پس انکو ان امور مذکورہ سے امتحان فرمایا تاکہ مشاہدہ حق عزوجل کی طلب میں انکا سچا ارادہ ظاہر ہو جاوے اور اس سے یہ ہوتا ہی کہ سچے
شوق کی آگ اور بھڑک اُٹھتی ہی اور جذبۂ حق کی خوشبودار ہوا اور وصل کی ٹھنڈی ہلکی ہوا انکو لیے جاتی ہی پس حال یہ ہو جاتا ہی کہ وہی لوگ
اپنے مقصود کی طلب میں اس آگ میں جلکر فنا ہو جاتے ہیں اسلیے کہ حقیقت قربت حاصل ہونے کی شرط یہ ہی کہ سابقین و مقتدین کی روحیں جلال
مشاہدہ کے انوار میں جل جاویں۔ قولہ تعالیٰ۔ وبشر الصابرین۔ یعنی بشارت دیدے صابروں کو کہ میرے امتحان میں پورے اُترنے کے بعد وے اپنے
مقصود کو پا جاوینگے۔ قولہ تعالیٰ الذین اذا اصابتہم مصیبۃ۔ یعنی ان مصیبتوں میں سے جب کوئی مصیبت انکو پہونچی تو میرے قہر سے بھاگے
بھی تو میرے لطف کی گود میں اور انھوں نے اپنی جانوں کو مجھے سونپ دیا کہ جو چاہوں وہ انکے حق میں حکم دوں اور یہی اللہ عزوجل نے اپنے خاص بندوں سے
حکایت فرمایا۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خوف یہاں دشمن کا خوف ہی اور جوع سے رمضان کی بھوک ہی اور
نقص اموال یہ زکوٰۃ ہی اور نقص انفس بیماریاں ہیں اور ثمرات دیگر صدقات ہیں اور وبشر الصابرین یعنی خوشخبری دیدے جنت کی انکے ادا کرنے پر صبر
کرنے والوں کو قولہ تعالیٰ۔ اولٰئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ۔ یعنی انپر مشاہدہ حق تعالیٰ کے انوار کی برکتیں ہیں اور انسے امتحان دور ہونے
کی رحمت ہی قولہ تعالیٰ۔ واولٰئک ہم المہتدون راہ پائے ہوے ہیں مقام امن کی طرف خالص نور قدس و صفات جلال انس میں حالانکہ اس سے پہلے اس
مقام سے اوس میں پڑ سکتے تھے بعکس۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ اپنے بندگان صالحین کو انواع مصائب میں امتحان فرماتا ہی اور یہ درحقیقت اسکے قبضہ

قدرت کی تطورات ہین تاکہ صدق ظاہر ہو اور یہ عادت قدسی متوارثہ ہو حتی کہ حضرت ابراہیمؑ کو آزمایا کہ اپنی عمر کے اکلوتے فرزند حضرت اسمعیلؑ کو قربت بیت العتیق کے بے آب وگیاہ مقام مین ڈال جاوین اور انھون نے بھی کیا اور حضرت ہاجرہ انکی والدہ نے اللہ تعالے پر بھروسا کیا حتی کہ اسمعیلؑ پیاس سے تڑپ کر جان دینے لگے اور اسوقت اس مقام متبرک کے مشاعر قدرت سے کچھ آگاہی نہ تھی حتی کہ انھون نے صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا شروع کیا اور اللہ تعالے نے اس سعی کو مشکور فرماکر مشروع کردیا اور مصیبت کو اس نعمت عظیمہ سے بدل دیا اور کل خوف دور ہوگیا اور چونکہ صحابہ انصار رضی اللہ عنہم اس حال سے واقف نہ تھے تو انھون نے بتون کے خیال سے حج مین صفا و مروہ کی سعی کو گران جانا تو اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ تم پر یہ شرع ایک امت صالحہ کی مصیبت کے بعد رحمت کاملہ سے مشروع ہوئی ہی قال تعالے

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا

صفا اور مروہ جو ہین نشانی ہین اللہ کی پھر جو کوئی حج کرے اس گھر کا یا زیارت تو گناہ نہین اسپر کہ طواف کرے ان دونون مین

وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ

اور جو کوئی شوق سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدردان ہی سب جانتا

جاننا چاہیے کہ خانہ کعبہ بیت عتیق ہی کہ حضرت آدمؑ نے اسکا حج کیا اور حضرت ابراہیمؑ کے بعد سے لوگ برابر اسکا حج کرتے تھے اور حضرت موسیٰؑ نے بھی اسکا حج کیا ہی پس اسکا بیت اللہ عزوجل ہونا کبھی نہین گیا کہ بیت المقدس قبلہ ہونے کی حالت مین بھی باقی تھا بخلاف بیت المقدس کے کہ ابتک اسکا طواف نہین جائز ہی پس حضرت ابراہیمؑ کے بعد جب لوگ برگشتہ ہوے تو انھون نے حج مین جاہلیت کی بہت سی باتین شامل کردین حتی کہ تمیز نہ رہی کہ کون اصلی مناسک ہین اور کون رسوم جاہلیت ہین ازانجملہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا بھی مسلمانون پر مشتبہ ہوا پس اللہ تعالے نے بیان کردیا کہ یہ دونون شعائر اللہ سے ہین حیث قال عزوجل - إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ - البتہ صفا و مروہ تو شعائر الٰہی سے ہین ---

ف یعنے معالم تعظیم ہین اگرچہ بت پرستون نے بجاے توحید کے یہان بت رکھے اور انکی تعظیم قراردی پس تم لوگ بتون کو دور کرکے بدستور تعظیم الٰہی عزوجل ادا کرو - فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا - پس جو کوئی حج کعبہ کرے یا عمرہ کرے تو اسپر گناہ نہین کہ ان دونون کا طواف کرے - ف امام احمد نے مسند مین من طریق الزہری عن عروہ عن عائشہؓ روایت کی کہ عروہ نے کہا کہ مین نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ آیا آپ سمجھتی ہین کہ اللہ نے فرمادیا کہ - ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما - پس اللہ کسی پر گناہ نہین کہ ان دونون کے درمیان طواف نہ کرے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اے میری بہن کے لڑکے تو نے بڑی بُری بات کہی کیونکہ اگر آیت مین یہی مراد ہوتی جو تو نے تاویل کی ہی تو یون ہوتا کہ فلا جناح علیہ ان لا یطوف بہما - پس تحقیق بات یہ ہی کہ انصار لوگ مسلمان ہونے سے پہلے مناۃ طاغیہ کے لیے اہلال کرتے جسکو وہ پوجتے تھے جو کہ مشلل کے پاس رکھا تھا اور جو کوئی اسکے واسطے اہلال کرتا تھا وہ گناہ جانتا کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے پس انھون نے بعد اسلام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو دریافت کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ جاہلیت کے زمانہ مین صفا و مروہ دوڑنا گناہ جانتے تھے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما - حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونون کے درمیان طواف کرنیکو شرع مقرر فرمادیا ہی پس کسیکو روا نہین ہی کہ ان دونون کے درمیان طواف کو چھوڑ دے - اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہی اور زہری کی ایک روایت مین ہی کہ مین نے یہ حدیث شیخ ابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام سے بیان کی تو انھون نے کہا کہ البتہ یہ علم ہی کہ مین نے اسکو نہین سنا اور مین نے چند اہل علم سے سنا جو بیان کرتے تھے کہ لوگ سواے انکے کہ جن

جنکا ذکر حضرت عائشہ نے فرمایا ہی یون کہتے کہ ان دونون پتھرون کے درمیان ہمارا طواف کرنا امر جاہلیت مین سے ہی اور دوسرون نے جو انصار مین سے
تھے یون کہا کہ ہمکو تو بیت اللہ کے طواف ہی کا حکم دیا گیا ہی اور ہمکو صفا و مروہ کے درمیان طواف کا حکم نہین دیا گیا ہی پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔
ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ شیخ ابوبکر بن عبد الرحمن بن الحارث نے کہا کہ پھر شاید یہ آیت ان لوگون اور ان لوگون دونون فریق کے حق مین اتری ہی
اور امام بخاری نے عاصم بن سلیمان سے روایت کی کہ مین نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے صفا و مروہ کو پوچھا تو کہا کہ ہم لوگ جانتے تھے کہ یہ امر جاہلیت سے ہی سو جب
زمانہ اسلام آیا تو ہم انکے درمیان سعی کرنے سے رکے رہے پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا کہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ اور قرطبی نے اپنی تفسیر مین ابن عباس
سے روایت کی کہ شیاطین تمام رات صفا و مروہ کے درمیان پھیلے رہتے اور ان دونون کے درمیان بت رکھے تھے جنکو جاکر مسح کرتے پھر جب اسلام کا زمانہ
آیا تو لوگون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونون کے بیچ مین طواف کرنے کو دریافت کیا تب یہ آیت اتری قال المترجم شاید کہ سبب نزول اس آیت کا
یہ سب سوال ہوے ہین اور مفسر سیوطی رح نے مقدمہ مین بیان کیا ہی کہ ایک آیت کے سبب نزول کئی واقع ہو سکتے ہین پس ایسی آیتون مین سے یہ بھی ہی واللہ
اعلم اور معالم مین ہی کہ صفا جمع صفاۃ مثل نواۃ و نوی و حصاۃ و حصی وغیرہ۔ و قال ابو البقا اسکا الف مبدل از واو ہی لقولہم صفوان۔ اور لغت مین اسکے
معنے چکنا کرا پتھر اور مروۃ واحد ہی اسکی جمع مروات و مرو آتی ہی اور معنے اسکے نرم پتھر ہین آور بعض نے کہا کہ دونون کے لغوی معنے ایک ہین اور بغوی نے کہا کہ
یہان اللہ تعالے نے ان دونون لفظون سے دو پہاڑ مراد لیے ہین چونکہ یہ انہین نام سے معروف ہین اسیواسطے ان پر الف لام داخل ہوا ہی آور شعائر جمع شعیرۃ
بمعنے علامت پس حج جگہ ایسی ہو جسمین اللہ تعالے کی طرف تقرب ہوتا ہی مثل دعا و نماز و قربانی وغیرہ کے وہ شعیرہ ہی لہذا طواف و وقوف و قربانی کی جگہین
سب شعائر اللہ ہین اور شعائر سے مراد یہان حج کے مناسک ہین جنکو اللہ تعالے نے اپنی طاعت کے لیے اعلام قرار دیا ہی پس صفا و مروہ انھین مناسک مین سے ہین
کہ انکا طواف کرنا طاعت و تقرب ہی اور قرطبی نے ذکر کیا کہ صفا کو مذکر فرمایا کیونکہ آدم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ ہی اور مروہ کو مونث کیا کہ حوا علیہا السلام
کے کھڑے ہونے کا مقام ہی اور اس بیان بالا سے کچھ حاجت نہین ہی کہ تقدیر کلام مین طواف الصفا والمروۃ یا سعی الصفا والمروۃ لی جاوے کما قال ابو البقا فقال
اور تفسیر ابن کثیر مین ہی کہ اللہ تعالے نے ظاہر فرمادیا کہ صفا و مروہ کے درمیان طواف منجملہ شعائر اللہ کے ہی اور ان چیزون مین سے ہی جنکو اللہ تعالے نے حضرت
ابراہیم کے لیے مناسک حج مین مشروع کردیا تھا اور اوپر حدیث ابن عباس مین گذر چکا ہی کہ اس طواف کی اصل حضرت ہاجرہ والدہ اسمعیل علیہ السلام سے ماخوذ
ہی کہ جب حضرت ابراہیم ان دونون کو یہان چھوڑ گئے اور یہان کوئی نہ تھا اور انکے پاس جو دانہ پانی تھا سب خرچ ہو گیا اور حضرت ہاجرہ کو اپنے فرزند کے تلف
ہونیکا خوف ہوا تو وہ صفا و مروہ کے درمیان نہایت متردد و مضطر و خائف اور اللہ تعالے کی جناب مین محتاجی کے ساتھ ملتجی دوڑتی تھین یہانتک کہ اللہ
تعالے نے رحم سے انکی سختی و تکلیف و غربت کو دور کیا پس جو شخص ان دونون کے بیچ مین دوڑے اسکو بیش نظر اپنی فقیری و ذلت و محتاجی اس
امر کے ساتھ ہو کہ اللہ تعالے اپنے کرم سے اسکو راہ راست کی ہدایت کرے اور اسکے دل کو صلاحیت دے اور گناہ عفو کردے اور بد خصلتین اس سے
دور کردے اور اپنی مرضی پر ثابت رکھے قال المترجم مفسرین نے کہا کہ اہل اسلام کا اسپر اجماع ہی کہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا مشروع ہی مگر اختلاف
اسمین ہی کہ رکن ہی یا واجب ہی یا مستحب ہی پس شافعی رح نے کہا کہ رکن ہی یعنے ایسا واجب ہی کہ اسکے چھوٹ رہنے سے حج نہ ہوگا اور کسی طرح جبر نقصان نہین
ہو سکتا اور دلیل انکی وہ حدیث ہی کہ جسمین آیا ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمپر سعی لکھدی ہی اسکو بیہقی و امام احمد و ابن المنذر
و ابن قانع و ابن سعد نے حبیبہ بنت ابی تجراۃ سے روایت کیا اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا
تو فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمپر سعی لکھدی ہی پس سعی کرو اور مسلم وغیرہ نے عائشہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ مجھے اپنی عمر کی قسم کہ نہ پورا کیا
اللہ تعالے نے حج ایسے شخص کا جسنے صفا و مروہ کے بیچ مین سعی نہ کی اور نہ ایسے شخص کا عمرہ کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ

اور نیز حدیث حضرت عائشہؓ ہے جو سبب نزول کے بیان میں گذری اور یہی مذہب مشہور امام مالکؒ کا اور ایک روایت امام احمدؒ سے ہے قال المترجم بعض نے کہا کہ فلا جناح پر ختم کلام اور علیہ ان یطوف سے شروع ہے ذکرہ ابو البقا پس اسمیں بھی دلیل ہے کہ یہ طواف اسپر واجب ہے مگر محققین نے اس طرح قرأت پر طعن کیا ہے انھیں میں سے شیخ ابن الجزریؒ ہیں اور حق یہ ہے کہ تقدیر کلام یون ہے فلا جناح علیہ ان یطوف بہما۔ اور اس تقدیر پر اس کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جسنے حج یا عمرہ کیا اسپر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے میں گناہ نہیں ہے یعنے وہ مختار ہے اور چونکہ بالاتفاق یہ مباح نہیں ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ من شعائر اللہ۔ تو یہ سعی مندوب و مستحب ہوگی جیسا کہ مذہب ابن عباسؓ و انسؓ و ابن عمرؓ کا ہے اور امام احمدؒ و مالکؒ سے ایک روایت میں ثوری و شعبی و ابن سیرین سے یہی قول مذکور ہے اور بیضاوی نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے اسواسطے کہ گناہ کی نفی اس جواز پر دلالت کرتی ہے جو معنے وجوب میں داخل ہے پس اس سے وجوب باطل نہیں ہوتا ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ واجب ہے حرام نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے بعضوں نے استحباب کا قول نقل کیا مگر صحیح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ وہ واجب ہے رکن نہیں ہے چنانچہ اگر اسکو عمداً یا سہواً ترک کیا تو قربانی دیکر جبر نقصان ہو سکتا ہے اسلیے کہ آیت تو مستلزم تخییر ہے اور حضرت عائشہؓ و انسؓ سے جو سبب نزول مروی ہے اس سے کسی وجوب نہیں ثابت ہوتا ہے ہاں وہ حدیث جو شافعی وغیرہ سے روایت کی دلیل وجوب ہے لیکن چونکہ خبر آحاد ہے اس سے رکن ہونا نہیں ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ رکن تو قطعی دلیل سے ثابت ہوتا ہے پس اگر مان لیا جائے کہ حدیث مذکور سے ... تو یہ حدیث قطعی نہیں جس سے رکن ہونا ثابت نہیں ہوتا پس ہمنے آیت و حدیث کو جمع کرکے کہا کہ صفا و مروہ کے درمیان طواف کرنا واجب ہے مگر ایسا واجب کہ اگر فوت ہو جاوے تو قربانی دیکر جبر نقصان کر دیا جاسکتا ہے اور حج و عمرہ تمام ہو جائیگا پس مذہب شافعیؒ کے معارض ہے قول اجلہ صحابہ مثل ابن عباسؓ و ابن عمرؓ و انسؓ وغیرہ کا جیسا کہ ظاہر ہوا۔ پھر جاننا چاہیے کہ سعی پہلے صفا سے شروع کرے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث طویل جابرؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف بیت سے فارغ ہوئے تو رکن کی طرف پھر آئے اور اسکو استلام کیا پھر باب صفا سے نکلا اور پڑھتے جاتے تھے۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ پھر فرمایا کہ میں اسی سے شروع کرونگا جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے یعنے صفا سے اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ نسائی کی روایت میں ہے ابدؤا بما بدأ اللہ بہ۔ یعنے تم لوگ اس سے شروع کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے قال المترجم اور مفسر سیوطیؒ نے اسکو بھی دلیل وجوب میں شامل کیا شاید یہ استدلال کہ جسکا شروع کرنا واجب ہے وہ چیز بدلیل فقتقاً خود واجب ہوگی اور یہاں صفا سے شروع کرنا بدلیل صیغہ امر جو وجوب کے واسطے ہے واجب ہوا تو طواف واجب ہے اور یہ غایت توجیہ ہے و فیہ تامل۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو صفا و مروہ کے طواف کو جاتے ہوئے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ پڑھتے جاتے تھے اسمیں ظاہرا تنبیہ و اظہار تھا کہ ان دونوں کی سعی بسبب شعائر اللہ ہونے کے ہے نہ بسبب بتوں کے کیونکہ پہلے ان دونوں پر بت تھے جیسا کہ ابن عباسؓ کے اثر سے ثابت ہوتا ہے پس اساف و نائلہ یہ دونوں انہیں سے مشرکوں کے نزدیک بڑے ہونگے اور شعبیؒ نے کہا کہ صفا پر اساف تھا اور مروہ پر نائلہ تھی اور جاہلیت میں لوگ طواف میں انھیں دونوں کو چوم جاتے تھے پس بعد اسلام کے ان دونوں کے درمیان طواف کرتے سے رکے پس یہ آیت اتری۔ اور بعض نے ذکر کیا کہ اساف مرد کی صورت اور نائلہ عورت کی شکل تھا اور یہ دونوں قریش کے بت تھے اور انکو عمرو بن لحی نے یہاں لاکر رکھا تھا اور محمد بن اسحاقؒ نے کتاب السیر میں ذکر کیا کہ اساف و نائلہ عورت و مرد تھے اور قریش میں بہت نیک مشہور تھے ان دونوں نے کعبہ کے اندر باہم زنا کیا پس مسخ کرکے پتھر کر دیے گئے پس قریش نے انکو کعبہ کے سامنے رکھدیا تھا تاکہ لوگ انکو دیکھکر عبرت پکڑیں پھر جب زمانہ دراز گذر گیا تو نوبت اولاد انکی پرستش کرنے لگے پھر دونوں کو صفا و مروہ پر اٹھا لائے اور یہاں نصب کیا اور صفا و مروہ کی سعی میں انھیں کو استلام کرتے تھے۔ اگر کہا جاوے کہ اس سے تو دلیل ہے کہ۔ فلا جناح علیہ ان یطوف بہما سے اللہ تعالیٰ نے انکے اس خیال کو دفع کیا جو سمجھتے کہ صفا و مروہ کی سعی جاہلیت اور گناہ ہے سو فرمایا کہ گناہ نہیں ہے اور وجوب سعی اپنے حال پر رہا تو

جواب یہ ہے کہ ہاں یہ اس حجت کے جو وجوب پر لائی جاتی ہے تاکید ہے اور رکن کی دلیل سوائے اس حدیث صحیح کے اور نہیں اور ہمنے بیان کر دیا کہ اسکی سند باوجود صحت کے ظنی ہے لہذا رکن ہونا ثابت نہو گا پس واجب ہونا ثابت ہوا اور بعض نے کہا کہ عدم وجوب کی دلیل آخر آیت بھی ہے کہ فرمایا

وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ - اور جسنے نیکی کو رغبت سے ادا کیا تو اللہ تعالےٰ شاکر علیم ہے ف قرطبی نے یہ استدلال ذکر کیا یعنے ومن تطوع بالسعی بینہما اور خیرا صفت مصدر محذوف ہے اور تطوع نفل ہوتا ہے تو وجوب نہوا اور جواب یہ ہے کہ طوع بمعنے انقیاد ہے اور عرف میں تطوع وہ امر خیر کہ جسکو اپنی رغبت سے بجالاوے ایسے امور میں سے جو اسپر واجب نہیں کماذکرہ فی الکبیر پس یا تو یہ معنے ہیں کہ فعل طاعۃ فرضًا کان او نفلًا یعنے طاعت کا فعل کیا خواہ فرض ہو یا نفل ہو یا یہ معنے ہیں کہ زاد علی مافرض علیہ من حج او عمرۃ - یعنے جو اسپر حج یا عمرہ فرض ہے اسپر اور زیادہ کیا اور حج وعمرہ میں سعی مذکور واجب ہے پس تطوع نہوئی اور تقدیر کلام بلا ضرورت مسلم نہیں ہے فافہم فـــ فی العرائس قولہ تعالےٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ - صفا و مروہ دونوں مخصوص بانوار تجلی ہیں کیونکہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا - جاء اللہ من سیناء واستعلن بساعیر واشرق من جبال فاران - یعنے آیا اللہ تعالےٰ سینا سے اور ظاہر ہوا ساعیر سے اور چمکا فاران کے پہاڑوں سے - اور یہ دونوں آفتاب عزت کے اشراق سے متلبس ہیں اور جو شخص ان دونوں پر چڑھا اسکو چاہیے کہ ان دونوں میں لباس قدرت کا نور جمال مشاہدہ کے نور میں مستغرق ہوکر دیکھے اور ان دونوں پر نظر ڈال کر بشریت کی کدورتوں سے پاک ہو جاوے اور صفای معرفت کے ساتھ اسمیں اچھے اخلاق ظاہر ہوں - اور نیز صفا و مروہ کے ذکر میں سرادق ملکوت اور جبروت کی طرف اشارہ ہے اسلیے کہ صفا و مروہ دونوں مکہ کے واسطے حجاب ہیں اور مکہ حجاب ہے حرم کا اور حرم حجاب ہے بیت اللہ کا اسی طرح حیمہ حضوری تک پردے ہیں - اور نیز صفا کا اونچا مقام ان عارفوں کے چڑھنے کا پہاڑ ہے جو مشاہدہ طلب کرنے کی غرض سے اپنی ارواح کو نور معرفت سے صاف کرنا چاہتے ہیں اور مروہ کا مقام ان زاہدوں کے چڑھنے کا پہاڑ ہے جو معاملہ آخرت کے طلب میں اور جزاو ثواب حاصل کرنے کے واسطے اپنے اشباح یعنے صورتوں کو ندامت کے آنسوؤں سے پاک کرنا چاہتے ہیں - اور نیز صفا اشارہ ہے ازل سے اور مروہ اشارہ ہے ابد سے کیونکہ یہ دونوں شعائر اللہ تعالےٰ سے ہیں - اور نیز صفا و روح ہے اور مروہ قلب ہے - اور بعض اکابر نے فرمایا کہ جو شخص حج وعمرہ کرنے میں صفا پر چڑھا اور اسکا سِرّ واسطے اللہ تعالےٰ کے صاف ہوا تو شعائر حج میں سے اسپر کچھ بھی ظاہر ہوا اور جو شخص مروہ پر چڑھا اور حقائق مغیبات عالم غیب میں سے اسکو کچھ نظر نہ آیا اسکے لیے شعائر حق سے کچھ نہ کھلا اور بعض نے فرمایا کہ صفا حضرت حق عزوجل کے پڑوس میں پہونچنے کا مقام ہے سو جو وہاں پہونچکر مصافات حق کے واسطے خالص ہوا اسکو جان لینا چاہیے کہ حج میں اسکی کوشش پیدا اور وقت ضائع ہوا - شیخ ابو عبدالرحمن السلمی نے کہا میں نے منصور بن عبداللہ سے سنا کہ کہتے تھے میں نے ابوالقاسم سے سنا کہتے تھے کہ میں نے ابوجعفر سے سنا کہ وہ علی بن موسی الرضا عن ابیہ عن جعفر روایت کرتے تھے کہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ صفا وہ روح ہے کیونکہ وہ مخالفتوں کی پلیدی سے صاف ہوتی ہے اور مروہ نفس ہے کیونکہ وہ اپنے مولی کی خدمت میں قائم ہونے میں مروت کا برتاؤ کرتی ہے اور فرمایا کہ صفا وہ صفائے معرفت ہے اور مروہ وہ مروت عارفین ہے قال المترجم جاء اللہ من سیناء الی آخرہ جو حدیث کی لفظ سے نقل کیا یہ روایت اسرائیلیات ہے اور مرفوع ثابت نہیں ہے توریت یا انجیل میں یہ بھی اور یہ اشارات ہیں اور اسی توریت سے بشارت نبوت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتی ہے اور سیناء سے مراد کوہ طور موسیٰ اور ساعیر کوہ شام عیسیٰ اور فاران کوہسار مکہ ہیں چنانچہ سابق میں مفصل ذکر ہوا ہے اور کتب توریت وانجیل میں فاران سے ظہور نبوت خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین مصرح مذکور تھا اور یہی صفا و مروہ بھی ہیں جنکو شعائر الٰہی فرمایا ولیکن یہود وغیرہ نے چھپایا لہذا اللہ تعالےٰ نے فرمایا

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ

جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہمنے اوتارا صاف حکم اور راہ کے نشان بعد اسکے کہ ہم انکو کھول چکے لوگوں کے واسطے کتاب میں

اولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ

انکو لعنت دیتا ہی اللہ اور لعنت دیتے ہین سب لعنت دینے والے مگر جنھون نے توبہ کی اور سنوارا اور بیان کردیا تو انکو معاف کرتا ہون

عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

اور مین ہون معاف کرنے والا مہربان

شیخ ابن کثیر وغیرہ کی تفسیر مین ہی کہ جو شخص ایسی چیزون کو چھپاوے جسکو اللہ تعالے نے پیغمبرون کے ساتھ بھیجا ہی یعنے کھلی دلیلین جو مقاصد صحیحہ پر دلالت کرتی ہین اور نیک ہدایتین جو قلوب کی اصلاح کے لیے کافی ہین انکو جو شخص چھپاوے اسکے لیے یہ سخت وعید ہی کہ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۔ جو لوگ ان بینات وہدی کو چھپاتے ہین جو ہمنے نازل فرمائین بعد ازانکہ ہمنے انکو کتاب سابق مین بیان کردیا ایسے ہی لوگ ہین جنکا اللہ تعالے لعنت کرتا اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہین ف حتی کہ فاران پہاڑون کے فضائل جو قطعًا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت عظیمہ ہین بیان نہین کرتے ہین شیخ ابو العالیہ و ایک جماعت سلف نے کہا کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق مین اتری جنھون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو چھپایا پس اہل کتاب مین یہود و نصاری دونون شامل ہین کہ صفت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چھپانے مین دونون شریک ہین اگرچہ یہود اس مذمت کے زیادہ لائق ہین کیونکہ انکی کتاب مین صفت مشرح تھی اور انھون نے سوائے اسکے دیگر احکام مثل آیۂ رجم وغیرہ کے بھی چھپائے تھے اور شاید اسی سے مفسر سیوطی نے یہود کو مخصوص کیا پھر اصح یہ ہی کہ یہ آیت ہر ایسے شخص کے واسطے عام ہی جو علم حق کو چھپاوے اسواسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے خصوص سبب کا نہین کما تقرر فی الاصول۔ اور حدیث مین ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ جس سے کوئی علم پوچھا گیا اور اسنے چھپایا تو قیامت مین آگ کی لگام سے لگام دیا جائیگا اور یہ حدیث کئی طریق سے روایت کی کہ بعض کی بعض تقویت کرتا ہی اور صحیح مین ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ کیا تم کہتے ہو کہ ابوہریرہ نے اکثار کیا یعنے حدیثین بہت روایت کرتا ہی اور قسم ہی اللہ تعالے کی کہ اگر کتاب اللہ تعالے مین ایک آیت نہوتی تو مین کسی سے کچھ حدیث نہ بیان کرتا اور پڑھی۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات الآیۃ۔ اور صحیحین مین حدیث دیگر بھی ہی پس تقویت ظاہر ہی کہ حکم آیت عام ہی قال المترجم عام ہونے سے اگر یہ مراد ہی کہ مسلمان اگر علم کو چھپاوے تو مستحق لعنت ہوگا تو دلائل اسکے واسطے شاہد نہین اور نیز حدیث ابوہریرہ رضہ مین یہ مذکور ہی کہ قیامت مین اسکے منھ مین آگ کی لگام دیجائیگی اور اگر یہ مراد ہی کہ مطلق مذمت مین سب شامل ہین گو نوع عذاب مین فرق ہو تو اسمین کوئی شبہ نہین ہی۔ اگر کہا جائے کہ حضرت ابوہریرہ جنھون نے حدیث کتمان علم روایت کی خود بھی چھپایا ہی چنانچہ بخاری مین حضرت ابوہریرہ سے روایت ہی کہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو وعاء علم یاد کیے ایک تو مینے تم مین پھیلادیا اور رہا دوسرا پس اگر اسکو مین تم مین پھیلاؤن تو میرا نرخرا کاٹا جاوے تو جواب یہ ہی کہ نہ چھپانے کا حکم انھین علوم مین ہی جو بینات وہدی ایسے ہون کہ اللہ تعالے نے انکو لوگون کے واسطے ظاہر فرمایا ہو جیسا کہ کہا ہی کہ یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب۔ اور جو ایسا نہو اسکے چھپانے مین مضائقہ نہین خصوص جبکہ قتل کا خوف ہو اور یہین سے معلوم ہوا کہ اکابر شراح نے جو اس حدیث ابوہریرہ مین دوسری دعاء علم کی تاویل مین کہا کہ وہ فتن و مشاجرات تھے ایک تحقیق کہ حذیفہ رضہ بھی ایسا علم رکھتے تھے اور حضرت عمر رضہ بھی جانتے تھے جیسا کہ کنایات سے انکی گفتگو باہمی در باب شہادت عثمان رضہ و ترقی فتنہ تا قیامت کی حدیث بخاری سے واضح ہی اور وہ جو بعض عوام صوفیہ نے اسکو علم حقیقت پر محمول کیا ہی ضعیف ہی کما لایخفی اگر کہا جاوے کہ الکتاب داخل لام تعریف یا انجیل ہوگی یہود و نصاری دونون کے حق مین عموم کیونکر ہوسکتا ہی تو جواب یہ ہی کہ کتاب اسم جنس ہی اور الف ولام آنے سے دو شامل تعمیم کتب ہو گیا اور

بعض نے کہا کہ مراد توریت ہی - جاننا چاہیے کہ ہمین اختلاف ہی کہ علوم دین کا ظاہر کردینا فرض کفایہ ہی کہ بعض کے اظہار سے باقیون کے ذمہ سے ساقط
ہوگا اور کوئی نہ ظاہر کرے تو سب گناہگار ہونگے یا فرض عین ہی کہ ہر جاننے والے پر اظہار کردینا فرض ہی اور راجح یہ ہی کہ بعض کے اظہار سے اگر کل اسکو پا سکتے
تو پوشیدہ کرنے کے وعید نہ ہیگی پھر جاننا چاہیے کہ اہل کتاب جنکے حق مین آیت ہی بڑا چھپانا چھپایا اور کفر اختیار کیا اسی سے اللہ عزوجل نے فرمایا اولئک یلعنہم
اللہ ویلعنہم اللاعنون - پس اللہ تعالے کی لعنت تو یہ ہی کہ انکو رحمت سے دور کردیا اور مراد رحمت خاصہ آخرت ہی اور جسکو چاہے دنیا مین بھی راندے اور
لاعنون سے تفسیر مین اختلاف ہی پس ابو العالیہ و ربیع بن انس و قتادہ نے کہا کہ مراد ملائکہ و مومنون ہین پس مومنون مین مسلمان انسان جن و دونون داخل ہونگے
اور لفظ عقلاء جمع ہونا بھی اسیلیے مؤید ہی اور یہی قول جاج کا ہی اور ابن عطیہ نے اسیکو ترجیح دی ہی اور ابن عباس رض سے روایت ہی کہ لاعنون سے مراد
سواے جن و انس کے سب ہین پس صیغہ عقلاء سے جمع ہونا بسبب تغلیب ملائکہ کے ہی اور اسیکے مؤید یہ وہ حدیث جو براء بن عازب رض نے روایت کی کہ ہم
لوگ ایک جنازہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ کافر کی دونون آنکھون کے بیچ مین ایک سخت ضرب ایسی ماری
جاتی ہی کہ اسکو ہر دابہ سواے جن و انسان کے سنتا ہی پس ہر دابہ جسنے اسکی آواز سنی اس کافر میت پر لعنت کرتا ہی پس یہی ہی قول اللہ تعالے کا اولئک
یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون - یعنے زمین کے دواب - رواہ ابن ابی حاتم و ابن ماجہ و ابن المنذر - اور مجاہد رحمہ نے فرمایا کہ جب زمین مین خشک سالی ہوتی
ہی تو بہائم کہتے ہین کہ یہ آدمیون کے گناہون کی وجہ سے ہی اللہ تعالے آدمیون مین سے نافرمانون پر لعنت کرے پس ان لعنت کرنے والون کی لعنت
کے یہی معنے ہین کہ اللہ تعالے سے دعا کرتے ہین کہ انپر لعنت کرے امام ابن کثیر رحمہ نے فرمایا کہ غور سے دیکھو کہ حدیث مین آیا ہی کہ عالم کے واسطے ہر شی
استغفار کرتی ہی یہانتک کہ چیونٹیان اپنے سوراخون مین اور مچھلیان دریاؤن اور پرندے ہوا مین پس یہ یہودی و نصاری کے عالم لوگ مجلاً
علماء کے ہین کہ انپر اللہ تعالے و ملائکہ و لوگون کی لعنت ہی - پھر یہ لعنت یا تو بزبان مقال ہی یا بزبان حال ہی اور شیخ ابو العالیہ سے روایت ہی کہ یہ قول انشاء
و انشاء کی قال المترجم اصح یہ ہی کہ یہ لعنت بنابر تفسیر ابن عباس رض کے ہر ایک جاندار کی طرف سے تحقیقی ہی اگرچہ بعض کا ہمکو شعور ہی اور بعض کا نہین ہی
اور اسکی تحقیق ہم تفسیر قولہ تعالے و ان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ میں بیان کرچکے ہین غرض کہ پھر اللہ تعالے نے ان یہود و نصاری کے عالم
چھپانے والون سب مین سے انہون کو استثناء کیا جنھون نے توبہ کی پس فرمایا - اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا
فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سواے ان کتمان والون کے جنھون نے توبہ کی اور اصلاح کی اور صاف
بیان کردیا تو ایسے بندون پر مین رجوع فرماتا ہون اور مین تواب رحیم ہون - ف - اس استثناء مین اختلاف ہی کہ متصل ہی یا منقطع ہی جیسا کہ
شیخ ابو البقاء نے ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ استثناء متصل ہی اور مستثنی منہ وہ ضمیر ہم فی قولہ یلعنہم ہی اور بعض نے فرمایا کہ استثناء منقطع ہی اسواسطے
کہ جنھون نے چھپایا تھا وہ قبل توبہ کرنے کے لعنت کیے گئے اور استثناء فقط اس بیان کے واسطے ہی کہ توبہ کرنے والون کی توبہ قبول ہوئی اور اسواسطے
نہین ہی کہ چھپانے والون مین سے ایک قوم پر لعنت نہین کی گئی - قال المترجم تحقیق یہ ہی کہ استثناء متصل ہی اور چھپانے والون مین سے جنکا انجام
مردود اور جنکا مغفور ہوگا سب علم الہی مین تھا فہم آدمی تا ہوا سے مراد یہ ہی کہ انھون نے ہر کفر و شرک و عناد سے توبہ کی کیونکہ امر حق کا چھپانا بھی
ہی کیونکہ خالی چھپانے سے توبہ کرلینے سے لعنت انپر سے نہ جائیگی جب تک کہ ایمان نہ لاوین اور پھر ایسی چیز سے آپ ہی کو اسمین جس سے توبہ کرتا واجب ہی دفع
لعنت کے لیے اور اسی سے فرمایا واصلحوا یعنے اپنے اعمال ظاہری و افعال باطنی نیک کیے اور جو خرابی کر ڈالی تھی اسکا تدارک کرلیا اور منجملہ مفسدات
کے کتمان حق تھا اسی سے فرمایا - و بینوا - یعنے جو انھون نے امر حق کو چھپایا تھا اسکو خوب مبالغہ سے ظاہر کردیا تو وہ واسطے جزا و ثواب کے مستحق ہو
گئے - فاولئک اتوب علیہم - یعنے ایسے لوگون کی توبہ قبول کرتا ہون اور یہ محض صفت رحمت و ثوابی کا مقتضا ہی اسی لیے فرمایا - و انا التواب

له رواه [illegible]

الرحیم۔ اور یہ صفت مخصوص اسی امت مرحومہ نبی الرحمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ظاہر ہوئی کہ دلی ندامت و بیان سے توبہ ہو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا
کہ اگلی امتوں میں سے ایسے لوگوں کی توبہ اس طرح نہیں قبول ہوتی تھی اور اس کلام میں دلالت ہے کہ جو شخص کسی بدعت یا کفر یا شرک کی دعوت کر چکا
ہو اگر اس نے سچی توبہ کی اور مرد صالح ہو گیا اور پہلے کی غلطی کو ظاہر کر دیا تو اللہ تعالےٰ اسکی توبہ قبول فرماویگا اور جو مرتے دم تک کافر رہے انکا انجام بیان فرمایا

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

جو لوگ کافر ہوئے اور مرگئے اسی حال میں کہ وہ کافر تھے انھیں پر ہے لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی

خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ

رہ پڑے اوسمیں نہ ہلکا کیا جائیگا ان پر سے عذاب اور نہ انکو فرصت ملیگی

واضح ہو کہ توحید ایمان صرف ایک راہ مستقیم ہے اور ماسوائے توحید کے بیشمار راہیں کفر ہیں جیسے دو نقطوں کے بیچ میں خط مستقیم صرف ایک ہو سکتا ہے اور کج خطوط
غیر متناہی نکلتے ہیں لیکن سب کفر ہیں اسیواسطے کہا گیا کہ کفر ملت واحدہ ہے۔ بالجملہ بیشمار راہیں کفر ہیں جو کوئی کفر پر مر گیا اسکا انجام یہ ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ
كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ۔ یعنی جو لوگ کافر ہوئے اور اسی حالت پر مرے کہ کافر تھے ف۔ بیضاوی نے اشارہ کیا کہ آیت میں حق چھپانے
والے کافر مراد ہیں چنانچہ بیضاوی نے تفسیر میں کہا ای من لم یتب من الکاتمین حتی مات۔ یعنی حق چھپانے والوں میں سے جسنے توبہ نہ کی یہانتک
کہ مر گیا۔ ھ۔ شاید یہ تخصیص اس نظر سے ہوگی کہ ماقبل کے ساتھ خوب منتظم ہو ورنہ کوئی وجہ تخصیص کی نہیں جیسا کہ اوروں نے کہا کہ کافر خواہ حق
چھپانے سے ہوئے یا اور وجہ سے اور یہی کلام مفسر سیوطیؒ سے ظاہر ہے اور یہی ارجح ہے اسلئے کہ معنے کی راہ سے شامل تر ہے اور اس مضمون کے ساتھ ماقبل سے
منتظم ہونا خود ظاہر ہے قولہ وھم کفار جملہ حال اور واو حالیہ ہے اور زمخشری نے کہا کہ اسکا حذف شاذ ہے۔ بالجملہ جس کسی کافر نے مرتے دم تک توبہ نکی
أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ تو یہی لوگ ہیں کہ ان پر اللہ تعالےٰ و ملائکہ و جمیع لوگوں کی لعنت
ہے ف۔ یہ جملہ اسمیہ خبر ان واقع ہے اور یہ دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے کہ لعنت مذکور اس حالت پر مرنے والوں سے کبھی الگ نہوگی بخلاف اوپر کی
آیت کے کہ اسمیں [illegible] یہاں جملہ فعلیہ فرمایا کہ اسکی دلالت وقوع پر ہے باوجود اسکے تاکید شدید فرمائی بقولہ تعالےٰ۔ خَالِدِينَ فِيهَا
لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ۔ یہ لوگ ہمیشہ اسمیں رہینگے ایسے عذاب تخفیف نہوگا اور نہ وہ لوگ مہلت دیے
جاوینگے ف۔ یہاں چند مقام ہیں اول لعنت کیونکر ہے دوم سب آدمیوں میں یہ کفار خود داخل ہیں یا نہیں سوم ضمیر خالدین فیہا۔ فی اللعنۃ
یا فی النار۔ اور بیان یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی لعنت کرنے کے یہ معنے ہیں کہ دھتکارا اور اپنی رحمت سے دور کر دیا اور یہ سوائے خدائے تعالےٰ کے اور کسی سے ممکن
نہیں ہے اور فرشتوں و تمام لوگوں کی لعنت کرنے کے یہ معنے ہیں کہ یوں بددعا کریں کہ اللہ تعالےٰ ایسے کافر پر لعنت کرے اور شیخ ابو العالیہ و قتادہ سے
روایت ہے کہ یہ قیامت کے روز واقع ہوگا کہ قیامت کے روز کافر کھڑا کیا جائیگا پس اللہ تعالےٰ اسپر لعنت کریگا پھر ملائکہ اسپر لعنت کرینگے پھر سب آدمی اسپر لعنت
کرینگے۔ اور اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ کسی خاص معین زندہ کافر پر لعنت کرنا نہیں جائز ہے اسواسطے کہ اسکا حال اسکے وفات کے وقت معلوم نہیں
اور ایک جماعت علماء اسی طرف گئی ہیں کہ معین زندہ کافر پر لعنت نکیا جاوے مگر مطلق کافر پر لعنت کرنا علی العموم روا ہے اسمیں کوئی خلاف نہیں ہے اور
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور انکے بعد کے خلفاء و ائمہ اسلام قنوت وغیرہ میں مطلقاً کافروں پر لعنت کیا کرتے تھے اور اگر کہا جاوے کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے معین کافروں پر نام بنام لعنت فرمائی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو وحی سے معلوم ہوتا تھا وہ اور کسیکو معلوم نہیں
ہو سکتا ہے علاوہ ازیں اللہ تعالےٰ نے آپکو اس سے منع بھی کر دیا جیسا کہ آئندہ تفسیر قولہ لیس لک من الامر شیء میں آویگا اور بعض نے کہا کہ کافر معین

لعنت کرنا بھی ظاہر پر عمل کر کے جائز ہی جیسا کہ اسکے ساتھ قتال کرنا جائز ہی اور اسیکو فقیہ ابوبکر بن العربی نے اختیار کیا ہی۔ اور قرطبی نے فرمایا کہ کافر پر لعنت
کرنا کفر سے زجر کرنے کے طریق پر نہیں ہی بلکہ یہ اسکے کفر کی جزا ہی اور اسکے قبح کفر کا اظہار ہی خواہ کافر عاقل ہو یا مجنون ہو اور سلف مین سے ایک جماعت نے
فرمایا کہ کافرون مین سے جو مجنون ہو گیا یا مر گیا اسپر لعنت کرنیکا کچھ فائدہ نہین ہی نہ بطور جزا کے اور نہ بطور زجر کے۔ اور کہا کہ اس قول کی دلالت یہ ہی کہ آیت [بہت]
کریمہ مین اس امر کا خبر دی ہی کہ اللہ تعالے و ملائکہ و سب لوگ ایسے کافرون پر لعنت کرتے ہین اور آیت کریمہ مین لعنت کرنیکا حکم نہین دیا ہی۔ شیخ ابوبکر بن العربی
مالکی نے فرمایا کہ گنہگار معین پر لعنت کرنا بالاتفاق نہین جائز ہی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور مین ایک شراب خور کئی بار لایا گیا اور ہر بار اسپر حد ماری جاتی [تھی]
پس ایک شخص نے کہا کہ اللہ تعالے اسپر لعنت کرے کسقدر بار بار لایا جاتا ہی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی پر شیطان کے مددگار نہ ہو۔ اور یہ حدیث
صحیحین مین ہی اور بعض روایت مین ہی کہ فرمایا کہ اسکو لعنت مت کر کیونکہ وہ اللہ و اسکے رسول کو دوست رکھتا ہی اور اسی سے بعض نے استدلال کیا کہ جو [شخص]
اللہ و رسول کو دوست نہ رکھتا ہو مثلاً کوئی کافر کہ وہ معین ہو تو اسپر لعنت کرنا جائز ہی۔ اور قولہ والناس اجمعین۔ یعنے لوگ سب کے سب اور اسمین یہ وہم
ہوتا ہی کہ اللہ تعالے نے والناس اجمعین فرمایا حالانکہ ناس مین مسلمان و کافر سب شامل ہین اور کافر کے دین والے کافر کو لعنت نہین کرتے ہین اور نیز ناس
اجمعین مین وہ کافر خود شامل ہی حالانکہ اپنے آپ کو لعنت نہین کر سکتا ہی اور اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول آنکہ کل مراد ہین لیکن یہ قیامت مین ہوگا
جیسا کہ ابو العالیہ و قتادہ سے اوپر گذرا دوم آنکہ الناس اجمعین سے مراد خاص وہ لوگ جنکے لعنت کرنیکا اعتبار ہی اور وہ مومنین ہین یہ ایک روایت قتادہ سے
بھی ہی اور یہی حضرت ابن مسعود رض سے مروی ہی اور اس صورت مین یہ کلمہ عام اور مراد خاص ہی اور تائید قول اول یہ ہی کہ اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ۔
یلعن بعضکم بعضا۔ یعنے کافر دوسرون کو لعنت کرینگے اور فرمایا کہ۔ کلما دخلت امۃ لعنت اختہا۔ یعنے ہر بار جب ایک گروہ آگ مین داخل ہوگا
تو اپنے ساتھی گروہ پر لعنت کریگا سوم آنکہ اکثر کی طرف سے لعنت ہونے پر کل کی طرف سے تغلیباً لعنت کا اطلاق ہی بوجہ اسکے کہ اکثر کا حکم اکل پر بھی
ہوگیا یا سبب لعنت کی چہارم آنکہ وہ لوگ ظالمون و کافرون پر لعنت کرتے ہین حالانکہ وہ بھی ظالم و کافر ہین پس جب اسنے ظالم و کافر پر لعنت کی تو اپنے آپکو
لعنت کی قال المترجم اولی یہ ہی کہ اجمعین تاکید مفردات ہی یعنے اللہ تعالے کی اور ملائکہ کی اور لوگون کی سب کی لعنت ہی لیکن الناس سے
مراد اہل ایمان ہین بنابر آنکہ الف لام عہد کا ہی اور بعض نے جواب دیا کہ لعنت کرنے سے مراد عام ہی کہ بزبان مقال ہو یا بزبان حال
ہو پس بزبان حال ہر کافر دوسرے پر بلکہ اپنے اوپر لعنت کرتا ہی اور بعض نے حق جواب کی طرف یون اشارہ کیا کہ معنے یہ ہین کہ ان پر اللہ تعالے
و ملائکہ و لوگون کی سب کی لعنت ہی یعنے ایسے کافر جو کفر پر مرے ہین وہ اس طرح لعنت کے مستحق ہین خواہ وہ اپنے اوپر اپنی زبان
سے یا اپنے ساتھیون پر اپنی زبان سے لعنت کرین یا نہ کرین پس یہ کلام ایسا ہی کہ گویا فرمایا کہ ان پر افراد لعنت کے تمام و کمال ہین اور
وہ قدرت الٰہی مین واقع و متحقق ہین فافہم اور قولہ تعالے۔ خالدین فیہا۔ ضمیر مونث فیہا کی لعنت کی طرف راجع ہی یا نار
کی طرف راجع ہو مگر اس صورت مین اضمار قبل الذکر ہو گا جسپر لعنت ہونا دلالت کرتا ہی پس یہ تہویل و تخویف و تعظیم شان کے طور پر ہی اور قولہ تعالے
ولاہم ینظرون۔ یہان ینظرون یا تو انظار سے ہی یا نظر سے ہی اور نظر یا تو بمعنے دیکھنے کے ہی یا بمعنے انتظار ہی پس شیخ ابو العالیہ نے فرمایا کہ لاہم ینظرون کی [ہول والا / خوف والا]
لاینظرون لیعتذروا ہی یعنے انکو مہلت نہ دی جائیگی تاکہ عذر کرین اور حضرت ابن عباس رض سے اسی کے مانند روایت ہی یعنے تاخیر و مہلت نہ دیے جاوینگے [مہلت دیکر]
اور بعض نے فرمایا کہ لاہم ینظرون یعنے انکی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھا جائیگا اور مفسر سیوطی رح نے تاویل ابن عباس رض کو اختیار فرمایا اور انظار بمعنے امہال
لیا اور حق یہ ہی کہ کفار جو کفر پر مرے حیات دنیا ہی مین خود اپنے اوپر لعنت کرتے تھے سوائے اسکے کہ انکے حواس لعنت کا ادراک نہین کرتے ہین اور قیامت مین
انکی زبان ہاتھ پانون وغیرہ سب انپر لعنت کی گواہی دینگے حتی کہ مرتے ہی ظہور ہو جائیگا اور کفر تو امر شدید ہی اگر اللہ تعالے کی شان ارحم الراحمین نہو تو مخلوق

عذاب سے نہیں بچ سکتی اور اسکے جامع کمال صفات ہیں طاعت و معصیت کو دخل نہیں اور الوہیت کسی فرد میں سوا حق تعالے کے محال قطعی ہے لہذا
اسم اعظم کی صفت سے تنبیہ فرمائی بقولہ تعالے

وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ

اور معبود تمہارا اللہ واحد ہے نہیں کوئی معبود مگر وہی وہ رحمن و رحیم ہے

شان نزول شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے لکھا کہ لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے رب عزوجل کا وصف فرمایئے تو نازل ہوا قولہ تعالے۔ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ۔ تمہارا الہ واحد ہے اسکے سوائے کوئی الوہیت والا نہیں وہی الرحمن الرحیم ہے ف اور یہی معالم میں مذکور ہے اور خطیب وغیرہ نے اسی کی پیروی کی اور سراج میں کہا کہ جب کفار قریش نے کہا کہ اے محمد وصف کرو ہمارے لیے اپنے پروردگار کو اور نسبت بیان کرو ہمارے لیے تو سورۂ اخلاص یعنے قل ہو اللہ احد اور یہ آیت اتری و الہکم الہ واحد اور واحد وہ ہے جسکا نظیر نہو اور شریک نہو اول یعنے واحد سے یہاں یہ مراد نہیں جو معروض وحدت ہو کہ اللہ تعالے اس سے برتر ہے کہ کوئی چیز اسکو عارض ہو اور نیز وحدت وغیرہ عددی عوارض کمیات کے اقسام ہیں پس اللہ تعالے کے واحد ہونے کے وہ معنے نہیں ہیں جو اور چیزوں کے واحد ہونے میں تصور کیے جاتے ہیں کہ اس چیز کو وحدت گھیرے ہوئے ہے جو تثنیہ و جمع کے مقابل ہوتی ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ اسکی ذات پاک ایسی ہے کہ کوئی اسکا نظیر نہیں اور اپنی صفات میں فرد ہے کہ کوئی چیز اسکے مشابہ کسی جہت سے نہیں اور اپنے افعال میں واحد ہے کہ کوئی اسکے ساتھ شریک نہیں اور یہی فقہ اکبر میں امام اعظم سے مروی ہے اور شرح مثنوی میں ملا بحر العلوم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور اکابر اہل تصوف نے ایک اور معنے بیان کیے ہیں جو اپنے مقام پر مذکور ہونگے۔ قال البیضاوی و الہکم خطاب عام ہے یعنے مسلمانوں کافروں سب کیطرف خطاب ہے اور مراد یہ ہے کہ تمہاری طرف سے عبادت کیے جانیکا مستحق الہ واحد ہے پس کافروں کے بت وغیرہ اگرچہ الہ بنائے ہوئے تھے مگر وہ کوئی مستحق عبادت نہ تھے بلکہ بہتان باطل تھے اور یہ درحقیقت الہ کے معنے ہیں کہ جو مستحق عبادت ہو اسیواسطے بیضاوی نے حرف ای سے تفسیر کی اور یہ توجیہ نہیں ہے جیسا کہ بعض نے وہم کیا پس کافروں نے جو اپنے بتوں وغیرہ کو الہ قرار دیا انہیں نام رکھنے میں غلط کیا جیسے کوئی اندھے کو انکھیارا کہنے لگے اور معنے میں غلط کیا کہ غیر مستحق کو مستحق بنا لیا۔ قال العکبری الہ خبر ہے اور واحد اسکی صفت اور مقصود بیان صفت ہے اسواسطے کہ الہکم واحد مفید ہے اور سورۂ قل ہو اللہ احد اور بعض محققین نے کہا کہ واحد اور احد ایک معنے میں ہیں۔ اور قولہ لا الہ الا ہو یہ اللہ عزوجل کی وحدانیت کی تقریر ہے اور لا کے تحت میں الہ نکرہ کی نفی سے بالکل الہ کی نفی ہوئی الا ہو استثنا سے فقط اللہ عزوجل کی الوہیت ثابت رہی پس اس سے یہ وہم بھی دفع ہو گیا کہ شاید اور موجود ہوں اگرچہ مستحق عبادت نہوں تو بتلا دیا کہ کسی کا وجود ہی نہیں ہے اور ابو البقاء نے ذکر کیا کہ الا ہو مستثنی موضع رفع میں ہے اور بلا الہ کے موضع سے بدل ہے کیونکہ لا الہ کا موضع یعنے لا مع اپنے معمول کے موضع ابتدا میں ہے پس مرفوع المحل ہے پس بدل بھی مرفوع المحل ہے اور اگر موضع نصب میں ہوتا تو الا ایاہ ہوتا اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ الہ ہونے کا مقام فقط اللہ عزوجل کا ہے اور غیر اس مقام سے نفی کیا گیا ہے۔ الرحمن الرحیم۔ ان دونوں پاک ناموں کی تفسیر اول سورۂ فاتحہ میں گذری اور مقدمہ میں مفصل بیان ہے اور یہ دونوں یا تو الہکم کی خبر دوم و سوم ہیں یا مبتدا اے محذوف کی خبر ہیں ای ہو الرحمن الرحیم اور یہی مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور الا ہو میں مستثنی سے صفت نہیں ہو سکتے ہیں اسواسطے کہ ضمیر کا وصف نہیں آتا اور نہ ضمیر سے کسی کا وصف کیا جاتا ہے اور اس سے خبر بھی نہیں ہو سکتی ہیں اسواسطے کہ مستثنی اس مقام پر جملہ نہیں ہے ذکرہ العکبری اور بیضاوی میں فرمایا کہ ارادہ ان دونوں پاک ناموں کا وحدانیت پر دلیل دینے کے مانند ہے کیونکہ جب اللہ تعالے اصول و فروع چھوٹی و بڑی سب نعمتوں کا مولی ہے اور جو چیز سواے اللہ تعالے کے ہے وہ یا تو نعمت ہے یا وہ ہے جسکو نعمت دی گئی تو کوئی منعم نہ ٹھہرا پس اسکے سوائے کوئی بھی مستحق عبادت نہیں ہے اور حدیث میں اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے۔ والٰہکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمن الرحیم۔ اور الٓمٓ اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم
اس حدیث کو ابن ماجہ و دارمی و ابو داؤد و امام احمد و ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے اور کچھ بیان اسکا اول [illegible] فی تفسیر قولہ تعالیٰ
واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیہ - میں اشارہ آتا ہے۔ اور حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
متمرد جنوں پر کوئی چیز زیادہ سخت ان آیتوں سے نہیں جو سورہ بقرہ میں ہیں والٰہکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمن الرحیم۔ اسکو دیلمی نے روایت کیا ہے پھر الٰہیت
اسی شیطانوں پر ہے۔
خالق عزوجل سقدر عیاں ہے کہ اسی نے دلیل و برہان کو پیدا کیا اور اسی نے معرفت کو پیدا کیا اور اسی سے مخلوقات کا وجود پیدا فرمایا۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا
آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات و دن ایک دوسرے کے پیچھے بدلتے آنے میں اور کشتی جو لیکر چلتی ہے دریا میں
يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ
چیزیں لوگوں کے کام آویں اور جو اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کیا اس سے زمین کو ایک مرے پیچھے اور جو بکھیرے
فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ
اوسمیں سب قسم کے جانور اور ہواؤں کے پھیرنے اور ابر کے پھیرنے میں جو حکم کا تابع ہے درمیان آسمان اور زمین کے ان میں نشانیاں ہیں
لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ○
عقلمند لوگوں کو۔

اس آیت کا شان نزول بھی مفسر سیوطیؒ و معالم وغیرہ نے یہ بیان کیا کہ جب مشرکوں نے حضرت باری تعالیٰ کے اوصاف مقدس کو سنا کہ وہ واحد فرد
لاشریک لہ الرحمن الرحیم ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعجب کر کے دلیل مانگی پس یہ آیت اتری۔ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
آسمانوں و زمین کی پیدائش میں۔ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔ اور رات و دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں۔ وَالْفُلْكِ
الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ۔ اور کشتیوں میں جو لوگوں کی نافع چیزیں لیکر سمندر میں چلتی ہیں۔ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ
السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ اور اس معاملہ بارش میں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا اور اس سے
زمین کو بعد مردگی کے زندہ کیا۔ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ۔ اور زمین میں ہر قسم کے جاندار پھیلائے۔ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ۔ اور ہواؤں کے
پھیرنے میں۔ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔ اور بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں۔ ف۔ یا بھلا ان سب
آثار میں۔ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔ بیشک دلالات قدرت ہیں ایسی قوم کے واسطے جو سمجھ رکھتے ہیں۔ ف۔ [illegible] عقل کا فروں کے
جو اپنے حواس جسمی کے مردگی میں بے عقل ہو کر اسکا عقل نام رکھتے ہیں تو انکو کچھ نہیں سوجھتا اور کچھ [illegible] نہیں پاتے۔ الغرض اللہ عزوجل نے
توحید کے ذکر کے بعد اسپر واضح دلیل بیان فرمائی اور وہ آٹھ باتیں ہیں جو اس آیت میں [illegible] ہیں اور اس خوبی کے ساتھ ہیں کہ [illegible] ظاہر سے کھلی نشانیاں
ہیں کہ عوام و خواص سب بنظر انصاف سے دیکھ کر وحدانیت الٰہی پر یقین کر سکتے ہیں [illegible] نقلی و عقلی سے غور کرتے ہیں انکو عجیب
عجیب قدرت و کمال کے دلائل ملتے ہیں اور یہ منجملہ معجزات قرآن سے ہے اور وہ آٹھ باتیں یہ ہیں۔ اول خلق سموات والارض۔ دوئم تعاقب اللیل والنہار۔
سوئم رواں کشتی و جہاز دریا و سمندر میں۔ چہارم آسمان سے [illegible] پنجم [illegible] زمین کو زندہ کرنا۔ ششم [illegible] جانور [illegible] کر دینا۔
ہفتم تصریف ریاح۔ ہشتم تسخیر سحاب۔ پس نہیں ایک ہی مثلاً پیدائش آسمان و زمین [illegible] دلیل ایسی ہے کہ [illegible] اسکا [illegible] پایا

اور حقیقت اسکی کسی پر منکشف نہوئی خواہ فلاسفہ متقدمین ہوں یا متاخرین سب اسکی حقیقت و ماہیت سے عاجز ہیں اور کمال فلاسفہ کا انکے قول پر یہ تھا کہ موجود
کو ترتیب وجودی انواع کے ساتھ مع علت معلوم کریں مثلاً سب سے اول عقل اول پھر عقل دوم و فلک اول بعلت عقل اول پھر عقل سوم و فلک دوم بعلت عقل دوم اسیطرح
عقل دہم اور فلک نہم تک پھر عقل دہم نے تمام زمین و ما فیہا کو پیدا کیا۔ یہ قول ہر چند کہ انکی جہالت اور محض گمان ہے جسکو وہ تحقیق و علم جانتے ہیں مگر ہماری مراد
اس واہی قول نقل کرنے سے یہ ہے کہ جب کہا جاتا ہے کہ پھر عقل دہم نے گیارھویں عقل اور دسویں آسمان کو کیوں نہیں پیدا کیا تو کہتے ہیں کہ یہ ہم نہیں جان سکتے
اسکو سوائے حق عز و جل کے کوئی نہیں جانتا اور حکمت تو اسیقدر ہے کہ جو موجودات ہیں ہم اسکی ترتیب و علت کو اپنی عقل سے پاویں و دریافت کریں اور یہ ہم
نہیں جانتے کہ ایسا کیوں ہوا اور ویسا کیوں نہوا۔ پھر جب کہا جاتا ہے کہ کنہ حقیقت آسمان کی کیا ہے تو کہتے ہیں کہ آسمان تو وہ ہے کہ ایک کلاس کی جنس و فصل
ذاتی بھی معلوم ہوتا دشوار ہے۔ یہ تو حال ہے پھر بھی یہ لوگ اور انکے مانند بہت اس سے بڑھکر جاہل فرقہ ہیں جو اپنے گمان پر اڑتے ہیں اور حق بات جسکو اللہ
تعالےٰ و اسکے رسول نے فرمایا ہے چھوڑتے ہیں ایک ادنیٰ بات یہ ہے کہ وہ اپنی حکمت کو علم قرار دیتے ہیں لیکن جو باتیں حکمت میں مذکور ہیں وہ تو دلیلوں ہی سے
ثابت کی گئیں یا جنکو کہا گیا کہ یوں نہیں ہیں وہ در واقع یوں نہیں ہیں اب ہم کہتے ہیں کہ افلاطون کہتا ہے کہ جسم محض صورت جسمانیہ لیکن جزو ہے کوئی
جزو نہیں اور ارسطو والے کہتے ہیں کہ جسم مرکب ہے صورت اور ہیولیٰ دو جزو سے پس ہم یقیناً جانتے ہیں کہ یا تو ہیولیٰ نہوگا جیسا کہ افلاطون کہتا ہے یا ہوگا
جیسا ارسطو کہتا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ نہو اور ہو بھی پس قطعاً معلوم ہوا کہ ان دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے پس حکمت کے یعنی کہاں ہے کہ قطعی
و یقینی ہے اور یوں ہی ہے جیسے کہا گیا و ابو علی بن سینا نے شفا میں حکمت و علم و یقین میں کہا کہ یہ ہو انہ لیس الا کذا۔ حالانکہ یہ غلط ٹھہرا پس برادر
اسلام کو فرض ہے کہ اس خیالات میں اپنی اوقات ضائع نہ کرے اور جو اللہ عز و جل اور اسکے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ثابت صحیح الروایۃ
معلوم ہوا اسپر تہ دل سے یقین کرے اور جس بات سے اللہ عز و جل نے اپنے دلائل قدرت و کمال میں فکر کرنے کو ارشاد کیا ہے اسمیں خوض کرے اور عجائب
قدرت کی باریکیاں و علم حق سے فیض پاکر خوش ہو چنانچہ اس آیت میں اللہ عز و جل نے دلائل توحید کو بقدر کفایت ارشاد کیا اور مدارک و بیضاوی
میں ہے کہ روایت میں آیا کہ خرابی اسکی جسنے اس آیت کو پڑھا اور اسمیں تفکر نکیا اور حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت اٹھے اور اسکو
وضو سے پہلے پڑھتے رہے بالجملہ اگر ان آٹھوں وجوہ میں سے ایک پر بھی شیطانی وسوسے چھوڑکر غور کرے تو اسکو علم ربانی حاصل ہو کہ اسکا پیدا
کرنے والا وہی حق سبحانہ جامع اوصاف کمال ہے باوجود اسکے اسمیں عجیب عجیب علوم مندرج ہیں جو اسپر منکشف ہوں انشاء اللہ تعالےٰ پھر سموات کو
جمع فرمایا اور ارض کو واحد تو کہا گیا کہ اسلیے کہ آسمان کئی طبقات ہیں اور ہر طبقہ کے احکام جدا ہیں لہذا جمع فرمایا اور زمین طبقہ واحدہ ہے اور رد کر دیا گیا
کہ زمین کے بھی وہی سات طبقے ہیں چنانچہ فرمایا و من الارض مثلہن پھر توجیہ کی گئی کہ یہ زمین کے طبقات مثل پیاز کے تہ بتہ ہیں کچھ آبادی وغیرہ نہیں
پس مثل طبقات آسمان کے نہیں ہوئے بلکہ طبقہ واحدہ کے مانند ہوئے اور یہ بھی رد کیا گیا کہ حاکم نے من طریق ابی الضحیٰ عن ابن عباس روایت کی سبکا حاصل یہ
ہے کہ ہر طبقہ زمین میں آبادی ہے اور ہر طبقہ کا آدم مانند ہمارے آدم کے اور موسیٰ مانند ہمارے موسیٰ کے اور عیسیٰ مانند ہمارے عیسیٰ کے اور محمد مانند ہمارے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے اور حاکم نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور ہمارے مفسر نے تدریب الراوی شرح تقریب النواوی میں کہا کہ میں حاکم کی اس حدیث کو
صحیح کہنے سے تعجب کرتا تھا یہانتک کہ میں نے بیہقی کو دیکھا کہ انھوں نے کہا کہ اسکی اسناد تو صحیح ہے لیکن یہ اول ہی راوی پر شاذ ہے یعنی فقط ابو الضحیٰ اسکے ابن عباس
سے راوی ہیں مجھے کوئی انکا متابع نہیں معلوم ہوا انتہی اور ابن المنذر وغیرہ نے اسکو دوسری وجہ سے بھی ابن عباس سے روایت کیا ہے پس ابو الضحیٰ کی متابعت موجود
ہے اور چونکہ نصوص قرآن و حدیث سے یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق عالم سے افضل و اکرم ہیں اور یہ طبقات بھی منجملہ عالم کے ہیں کیونکہ عالم
ماسوائے ذات باری عز و جل ہے پس یہاں مانند سے مراد مشابہت ہے اس امر میں کہ اسی طور سے اسمیں انبیا ہیں جیسے ہم میں گذرے ہیں اور مانند سے

مثل و یکسان مراد نہین ہی بوجہ اسکے جو ہمنے ذکر کیا کہ قطعی نصوص سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً افضل از خلق عالم ہونا جیسا ثابت ہی ویسا ہی
دلالت و اشارت سے بکثرت معلوم ہی اور یہان تخصیص کرنا میرے نزدیک جرأت و جہالت ہی۔ اور بیضاوی نے کہا کہ آسمان کو اسواسطے جمع فرمایا کہ وہ سب اجناس
مختلفہ ہین ہر آسمان دوسرے آسمان سے غیر جنس ہی اور زمین کی جنس واحد یعنے خاک ہی اور اسکے جمع کی حاجت نہ ہی کہ محسوسات مین اعظم مخلوق آسمان ہی جسنے
اسکو متعدد پیدا کردیا جو لفظ جمع سے ظاہر ہی تو زمین سے ہزارون ہو سکتے ہین حاجت جمع بیان کرنے کی کچھ نہین ہی اور یہان ثابت ہوا کہ آسمان طبقات
متعدد موجود ہی محض فلاسفہ کے نظر نہین ہی جیساکہ اسوقت کے بعضے ملاحدہ سے مسموع ہوتا ہی اسلیے کہ استعمال عرب مین خلق کو معدوم و ناپید کیطرح نسبت
نہین کرتے ہین۔ اور مترجم نے مقدمہ مین اسکو دلیل عقلی و ریاضی سے مدلل ذکر کردیا ہی اور آسمان مین جو نشانی قدرت ہین منجملہ انکے یہ ہی کہ اسکو بلا ستون کے
اپنے حال پر معلق کردیا اور اسمین سورج و چاند و تارے وغیرہ جڑدیے اور زمین مین منجملہ اسکی نشانیون کے اسکا پانی اپنی جگہ سے سائل نہین ہوتا اور سمندر سے جانب
بالا یا زیر نہین بہ جاتا ہی اور اسپر خاک بچھی ہی جسمین پہاڑ و دریا و کانین و جواہر و اشجار و اثمار کثیرہ ہین۔ اور یہان سے نکلا کہ پانی کی طرح قیامت مین پسینے کا
ایک حال ہی یہ بامشیت ایزدی ہی جیسے سمندر کے پانی مین مشاہدہ ہی۔ قولہ واختلاف اللیل والنہار۔ اختلاف اس مقام پر اس محاورہ سے ہی کہ اختلف
فلان فلانا یعنی خلیفہ ہوا اسکے بعد تھا اور اختلاف ضد اتفاق یہان نہین ہی پس اختلاف اللیل والنہار کے معنے یہ ہوے کہ باہم ایک دوسرے کا خلیفہ ہوتا ہی
باین طور کہ ایک جاتا ہی اور دوسرا اسکے پیچھے آتا ہی اور فرمایا اللہ تعالے نے۔ وھو الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ۔ یعنی وہی اللہ پاک ہی جسنے کردیا رات اور دن کو
خلفۃ یعنی خلیفہ ہوجاتا ہی انمین سے ہر ایک بعد دوسرے کے۔ اور عطاؒ نے فرمایا کہ روشنی و تاریکی و زیادتی و نقصان مین ان دونون کا اختلاف مراد ہی اور اس
بنا پر اختلاف ضد اتفاق ہوگا۔ اور ابن الخطیب نے فرمایا کہ میرے نزدیک اسمین تیسری وجہ یہ ہی کہ یہ دونون جیسے زمانہ مین مختلف ہوتے ہین ویسے ہی جگہون مین
بھی مختلف ہوتے ہین کیونکہ جو شخص زمین کو گول کہتا ہی پس جو ساعت تو مقرر کرے وہ زمین کے کسی مقام پر صبح ہوگی اور یہی ساعت دوسرے مقام پر ظہر
ہوگی اور تیسرے مقام پر عصر ہوگی اور کہین مغرب اور کہین عشا ہوگی۔ اور یہ اسوقت ہی کہ ہمنے طول کی راہ سے بلاد مختلفہ کو لیا اور اگر عرض کی راہ سے بلاد مختلفہ کو
اعتبار کرین تو جس ملک کا عرض جانب شمال سے زیادہ ہوگا اسکی گرمی کے ایام بڑے ہونگے اور جاڑے کے ایام کم ہونگے پس ملکون کے طول و عرض کی راہ سے
شب و روز مین ایسے مختلف حالات ایک امر عجیب ہی۔ کما قالہ الکرخی اور لیل جمع لیلۃ کی ہی اور لیالی اسکی جمع الجمع ہی اور نہار جمع نہر کی ہی اور لیل کو نہار سے مقدم
کیا اسواسطے کہ وہ اقدم ہی جیساکہ فرمایا۔ وآیۃ لھم اللیل نسلخ منہ النہار۔ یعنے نشانی ہی انکے لیے رات کہ کھینچتے ہین ہم اس سے دن کو۔ اور یہ بنا بر ین کہ ظلمت مقدم
ہی نور پر یہی قول اصح ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ نور مقدم ہی ظلمت پر۔ اور اس اختلاف سے ایک فائدہ نکلتا ہی وہ یہ ہی کہ جو رات ہی وہ آیا پیچھا لگا دن اسکے تابع ہی
یا پچھلا دن اسکا تابع ہی پس اول قول کے موافق پچھلا دن اسکا تابع ہوگا اور دوسرے قول کے موافق اگلے دن کے تابع ہوگی پس یوم عرفہ پہلے قول کے موافق
اصل سے مستثنی ہوگا کیونکہ اپنے پیچھے والی رات کا تابع ہی اور دوسرے قول پر اصل کے موافق ہی۔ اور طلوع فجر سے غروب شمس تک کے درمیان نہار ہی اور
نضر بن شمیل نے کہا کہ شروع نہار کا طلوع شمس سے ہی اور اس سے پہلے نہار مین سے شمار نہین ہی اور یہی ثعلب و زجاج کا قول ہی۔ اور ابن الانباری نے زمانہ
کی تین قسمین کی ہین ایک محض رات کہ غروب آفتاب سے طلوع فجر تک ہی دوم محض نہار کہ طلوع آفتاب سے غروب تک ہی اور سوم مشترک درمیان لیل و
نہار کہ طلوع فجر سے طلوع شمس تک ہی کیونکہ کچھ تاریکی رات کی رہتی ہی اور کچھ دن کی روشنی ہوجاتی ہی اور یہ اصطلاح اہل لغت کے موافق بیان ہوا اور
شرع مین روزے کے واسطے بالاتفاق نہار کا اعتبار طلوع فجر سے تا غروب آفتاب ہی اور صدقہ فطر کے واسطے اگر طلوع فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے لڑکا پیدا
ہوا تو فقہ مین اسکا کلام مشہور ہی۔ قولہ والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس۔ لفظ فلک بضم اول وسکون دوم جمع ہی اور اسکے معنے ہین کشتیان
اور اسکا مفرد و جمع ایکسہی لفظ ہی پس فرق یون بیان کیا گیا کہ اسکا واحد بروزن قفل ہی اور جمع بروزن اُسد جیسے اُسد جمع اسد لبعض المحققین اور اسی سے بعض نے

کہا کہ واحد فلک بھی ہو وزن اسد کا مخفف ہی اور یہ زمخشری فی اللغۃ یقتباس ہی اور یہ مردود نہیں ہی اور محققین کے نزدیک فرق واحد و جمع مین باعتبار ضمہ کے ہی یعنی جو ضمہ کہ فلک واحد مین ہی وہ ضمہ جمع ہی اور اسکی دلیل یہ ہی کہ جمع کا ضمہ اسمین بھی ہوتا ہی جسکا واحد معلوم نہیں مثل اسد و کتب کہ واحد اسکا اسد بتحقیق ہی جو کتاب ہی ذکرہ الکشاف و البیضاوی۔ اور حاصل یہ ہی کہ ساکن العین ایسے الفاظ مین فرع مفهوم العین کی ہی پس اصل مین فلک بضمتین ہوگا اور یہی بعض قراءت مین آیا ہی اور فلک کی تانیث باعتبار معنی سفینہ ہی یا بوجہ جمع ہونے کے ذکرہ البیضاوی اور بعض نے کہا کہ کبھی اسکو مذکر لاتے ہین جیسا فی قولہ فی الفلک المشحون۔ اور کبھی مؤنث کما فی قولہ والفلک التی تجری فی البحر۔ و قولہ حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بہم۔ ولکن یہ قول اہم ہی اسلیے کہ اول مثال مین لفظ مفرد ہی اور دوم و سوم مین جمع ہی یعنی مذکر بجہت افراد کے اور تانیث بوجہ جمع کے ہو سکتی ہی پھر نشان قدرت اسمین یہ ہی کہ کشتی باوجودیکہ گران بار ہوتی ہی اسباب آدمیون وغیرہ سے پھر پانی پر رواں ہوتی اور نہین ڈوبتی ہی اور یہ اللہ تعالے کی نجات سے ہی اور اسکی قدرت کاملہ کا ظہور ہی ورنہ ایک کنکری ڈوب جاتی ہی اور باقی قولہ بما ینفع۔ ما موصولہ ہی مصدریہ نہین ہی علی ما قیل۔ اور قولہ وما انزل اللہ من السماء من ماء۔ پہلا من ابتدائیہ اور دوسرا بیانیہ موصول ہی بغوی نے کہا کہ سماء سے مراد سحاب ہی کہ اللہ تعالیٰ اسمین پانی پیدا کرتا ہی پھر اس سے نازل فرماتا ہی اور بعض نے کہا کہ آسمان مراد ہی کہ اسمین پیدا کر کے پھر سحاب مین اتار کے پھر زمین کو نازل فرماتا ہی اور سراج مین کہا کہ ہمارے شیخ قاضی زکریا نے فرمایا کہ اخبار مین یون ہی کہ سحاب تو جنت کے پھل درخت سے ہی اور پنچہ عرش کے نیچے کے سمندر سے ہی مترجم کہتا ہی کہ اس بارہ مین حدیث صحیح مین کچھ نہین آیا البتہ اسرائیلی روایات ہین اور کلام اسمین پہلے گذر چکا اور (شاگرد شیخ ابن حجر عسقلانی) مراد یہ ہی کہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے عالم کی زندگی کا اور پیداواری نباتات و ارزاق کا باعث ہی۔ فاحیا بہ الارض بعد موتہا۔ موت سے مراد زمین کا خشک ہو جانا اور بیکار اسکو موت فرمایا اور حیات سے مراد یہ کہ زمین مین نباتات اُگا کے یا اسکی تر و تازگی ہی اور یہ انزل پر عطف ہی اور قولہ وبث فیہا من کل دابۃ۔ ابن عباس نے فرمایا کہ دابہ سے مراد ہر جاندار ہی جو روے زمین پر چلے خواہ کوئی مخلوق ہو آدمی یا جانور یا کیڑے پتنگے وغیرہ جنکی صورتین مختلف و رنگ و زبانین جدا جدا باوجود کثرت بیشمار کے اور باوجود اسکے کہ آدمی مثلاً ایک اصل کی طرف راجع ہین پھر بھی ہر مرد کی صورت امتیازی جو ہی جو عقل مین نہایت عجیب ہی اور یہ عطف ہی احیا پر کیونکہ احیاء ارض اور بث الدواب دونون اسی مطر کے سبب سے ہین اور کشاف مین کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ وہ انزل پر عطف ہی اور شیخ ابو حیان نے فرمایا کہ انزل پر اسکا عطف صحیح نہین اور نہ احیا پر بلکہ صواب یہ ہی کہ یہان موصول محذوف ہی اور ما بث فیہا۔ اور کہا کہ اسمین ایک زیادہ فائدہ یہ ہی کہ یہ ایک مستقل نشانی ہو جاتی ہی اور موصول کا حذف کرنا کلام عرب مین شائع ہی۔ قولہ و تصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض۔ ریاح جمع ریح بمعنی ہوا اور یہ لفظ مذکر و مؤنث دونون بولا جاتا ہی اور تصریف ریاح سے مراد اسکو اسکے چلنے کے رخ سے بدل دینا مثل پروائی و پچھیا و اُتری و دکھنی کر دینا جسکو عربی مین قبول و دبور و شمال و جنوب کہتے ہین اور اسی قبول بالفتح کو صبا کہتے ہین و حدیث مین ہی کہ نصرت بالصبا و اہلکت عاد بالدبور۔ یعنی مدد دیا گیا صبا سے اور ہلاک کی گئی قوم عاد ہوائے دبور سے اور شمال بروزن اکرم جو اُتر کی طرف سے چلے اور جنوب اسکے برعکس ہی اور بعض نے کہا کہ صبا و دکھنا روہ کہ دو ہواؤن کے بہنے کے بیچ سے چلے اور ابن عباس سے مروی ہی کہ ریح فوج ہی اللہ تعالیٰ کے لشکر سے بڑے گروہ ہین اور حدیث مین ہی کہ ربیع کی ہوا بدنون کے ساتھ وہی کرتی ہی جو درختون کے ساتھ کرتی ہی اور ابی بن کعب سے مروی ہی کہ قرآن مین جہان ریاح کوئی لفظ ہی وہ رحمت ہی اور جہان ریح ہی وہ عذاب ہی اور ہوا کو برا کہنے سے ممانعت مین احادیث وارد ہین اور سراج مین ہی کہ صبا و شمال و جنوب مین بشارت ہی اور دبور وہی ریح عقیم ہی اور بعض نے کہا کہ ریاح آٹھ ہین چار رحمت کے واسطے وہ مبشرات و ناشرات و ذاریات و مرسلات ہین اور یہ کلام مجید مین مذکور ہین اور چار عذاب کی ہین دو خشکی مین عقیم و صرصر اور دو تری مین عاصف و قاصف اور یہ بھی قرآن مین مذکور ہین اور ریح مین نشان یہ ہی کہ وہ بے رنگ جسم لطیف ہی کہ نہ دکھلائی دیتا اور نہ ہاتھ مین آتا ہی اور باوجود اسکے اسمین انتہا کی طاقت ہی کہ جڑ سے پیڑ تہیر اکھاڑ ڈالتی ہی اور سنگین عمارتین

اُٹھا دیتی ہے اور باوجود اسکے وہ زندگی کا سبب ہے کہ اگر ایک طرفۃ العین معدوم ہو تو ہر ذی روح مرجاوے اور جو چیز زمین پر ہے سڑ جاوے۔ اور لفظ ریح مذکر
ومونث دونوں آتا ہے اور سحاب یعنے غیم مسخر ہے درمیان آسمان و زمین کے پس بعض نے کہا کہ مسخر ہونا یہ کہ جہاں چاہا اسکو بھیجدیا اور بعض نے کہا کہ بدون
بنیاد ان کے اسکا درمیان میں جما رہنا بھی اسکا مسخر ہونا ہے و اقوال تسخیر کے معنے تو معلوم ہیں یہ دونوں باتیں اور اسکے سوائے اور اطاعت و فرمانبرداری کی باتیں
سب اسمیں داخل ہیں اور سحاب میں نشانی یہ ہے کہ باوجودیکہ وہ اس کثرت سے پانی کو شامل ہے کہ بڑے بڑے دریا اس سے رواں ہوتے ہیں پھر بھی آسمان
و زمین کے درمیان تھمے رکے ٹھوس جما رہتا اور پانی تھامے رہتا ہے اور اسمیں اور طرح طرح کی نشانیاں ہیں جو ادنی فکر سے ظاہر ہوتی ہیں پس یہ سب انواع دلائل
حضرت خالق واجب قادر مختار وحدہ لاشریک لہ پر دال ہیں اور حق وہ ہے جو اکابر سے منقول ہے کہ حق عزوجل ہر چیز کی دلیل ہے اور امام اعظم رح نے اشارہ کیا کہ اگر انبیاء
علیہم السلام نہ بھیجے جاتے تو کوئی شخص اس امر میں معذور نہ رکھا جاتا کہ ہمیں نے اپنے خالق کو نہ پہچانا فتفکر قولہ لآیات لقوم یعقلون۔ یعنے اللہ سبحانہ کی وحدانیت
اور کمال صفات کی دلالت ولائل و نشانیاں ہیں ایسے شخص کے لیے جو آنکھ سے دیکھتا اور نورانی عقل سے فکر کرتا ہے جو اوہام کا پابند نہیں اور اگلوں پر نہیں چلتا ہے
اور بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ ویل ہے اس شخص کے لیے جسنے اس آیت کو پڑھا اور اسمیں فکر نہ کی۔ اور لفظ یہ ہیں۔ ویل لمن
قرأ ہذہ الآیۃ فمج بہا۔ شیخ ولی الدین عراقی نے فرمایا کہ مجھے اس روایت پر وقوف نہیں حاصل ہوا یعنے کسنے روایت کی اور کیسی روایت ہے اور ہمارے مفسر رح نے فرمایا
کہ اس لفظ سے یہ روایت نہیں مروی ہوئی اور کہا کہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھپر اس رات اُتاری گئی آیۃ۔ ان فی
خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب۔ پھر فرمایا ویل لمن قرأہا ولم یتفکر فیہا۔ ای ویل ہے اس شخص کے لیے جسنے اسکو پڑھا اور
اسمیں فکر نہ کی۔ شیخ اوزاعی رح سے پوچھا گیا کہ انمیں فکر کی حد کیا ہے تو فرمایا کہ پڑھے اس آیت کو درحالیکہ اسکو سمجھتا جاوے انتہی و بیضاوی نے کہا کہ اسمیں علم کلام
والے کا جاننے والوں کے حق میں اس آیت سے بزرگی نکلتی ہے۔ تو بیضاوی رحمۃ اللہ کا اجتہاد ہے اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ آدمی اگر اپنے پروردگار سے ہر گناہ کو
لاوے سوا شرک کے تو اس سے بہتر ہے کہ علم کلام کے ساتھ اس سے ملے۔ اور امام ابو یوسف رح نے کہا کہ علم کلام والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور امام
احمد و دارمی وغیرہ سے حق میں اسی قسم سے مروی ہے اور ایک جماعت ائمہ سے اسکی مذمت مروی ہے۔ شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں مع اسانید نقل کیا کہ حافظ
ابن مردویہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قریش کے لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ای محمد ہم چاہتے ہیں کہ دعا کرو کہ تمہارا پروردگار صفا پہاڑ
کو ہمارے لیے سونے کا کردے کہ ہم اسکے عوض گھوڑے و ہتھیار خریدیں اور تمہارے ساتھ ہو کر لڑیں تو آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ واثق عہد کرو کہ اگر میں نے
پروردگار سے دعا کی اور اسنے تمہارے لیے صفا کو سونے کا کردیا تو تم ضرور ایمان لاؤگے پس انھوں نے واثق وعدہ کیا پس آپ نے دعا کی پس جبریل علیہ السلام
آئے اور کہا کہ پروردگار عزوجل نے انکے لیے صفا پہاڑ کو سونے کا کردیا اس شرط پر کہ اگر پھر تیرے اوپر ایمان نہ لاوینگے تو انکو ایسا عذاب کریگا جو تمام عالم میں کسی
کو نہیں کیا پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ نہیں ای میرے پروردگار بلکہ تو انکو اور مجھے چھوڑ دے کہ میں انکو روز بروز دعوت و نصیحت کرونگا پس اللہ
تعالے نے یہ آیت اُتاری۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس الآیۃ۔ اور ابن ابی حاتم نے
دوسری وجہ سے جعفر بن ابی المغیرہ سے اسکو روایت کیا ہے اور آخر میں اسقدر زیادہ کیا اور کیونکر وہ لوگ تجھسے صفا کا سوال کرتے ہیں حالانکہ وہ ایسی نشانیاں
دیکھتے ہیں جو اس سے بڑھکر ہیں۔ اور ابن ابی حاتم نے عطاء رح سے روایت کی کہ مدینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی والہکم الہ واحد لا الہ الا ہو الرحمن الرحیم
تو کفار قریش نے مکے میں کہا کہ کیونکر سب لوگوں کو الہ واحد کافی ہوگا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار
والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس تا قولہ لآیات لقوم یعقلون پس اس سے وہ جانینگے کہ وہ الہ واحد ہے اور وہ ہر چیز کا معبود ہے اور ہر چیز کا خالق ہے
اور وکیع بن الجراح نے ابو الضحی سے روایت کی کہ جب یہ آیت اُتری۔ والہکم الہ واحد الآیۃ۔ تو مشرکوں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو ہمکو کوئی آیت دو

پس اللہ عزوجل نے اتارا۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار تا قولہ یعقلون ۔ اور آدم ابن ابی ایاس نے دوسری جہت سے اسکو ابوالضحیٰ سے روایت کیا ہے۔ قال العکبری اس آیت میں کوئی وقف تام نہیں ہے فت شیخ نے عرائس میں ذکر کیا قولہ ان فی خلق السموات والارض ای آسمان و زمین کے پیدا کرنے میں نور صفات کا نور افعال میں ظہور ہے پس نور افعال کا ظہور آیات کے مقام میں ہے اور نیز آسمان اشارہ ہے روح کی طرف اور زمین اشارہ ہے قلب کی طرف۔ قولہ واختلاف اللیل والنہار۔ یعنی ان دونوں کی کمی اور زیادتی اور دونوں کے آنے اور جانے میں بقیاس طلوع آفتاب معرفت کے یعنی لیل و نہار ظاہری اشارہ و دلیل ہیں باطن کے بایں طور کہ جیسے نہار اس آفتاب کے طلوع سے اور لیل اسکے غروب سے ہوتی ہے ویسے ہی معرفت کا آفتاب جب قربت کے مطلع سے نکلتا ہے تو وہ نہار حقیقی ہے اور جب مشاہدہ ہوجاتے رہنے سے غربت چھا جاتی ہے اور ڈوب جاتا ہے تو وہی اشارت ہے۔ اور نور وصل جاتے رہنے سے ہجر کی تاریکیاں چھا جانے سے رات ہے اور اہل محبت کے دلوں میں تجلی حق عزوجل کے انوار چمکنے سے اس تاریکی کا زائل ہوجانا ہی روز روشن ہے اور نیز اشارہ ہے کہ بسط اور انبساط کے دیکھنے سے اپنے حالات کو اسی پر قیاس کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ احوال بھی تصرفات قدرت میں کسی ولی کے اختیاری نہیں ہیں چنانچہ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ۔ بگفت احوال ما برق جہان است ۔ دمے پیدا و دیگر دم نہان است ۔ والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس ۔ شیخ نے اشارہ کیا کہ فلک قلب عارف ہے اور بحر دریائے قدم وابد ہے اور بما ینفع معرفت کے موتی اور الناس مریدین ہیں اور حاصل یہ ہے کہ عارفین کا حال انکے قلوب کا قدم وابد کے سمندروں اور دریائے صفات میں جاری ہونا اسی غرض سے ہے کہ ذات کے سمندر میں غوطہ لگا کر تہ سے معرفت کے موتی نکال لاویں جو مریدوں کے کام آویں تاکہ وہ آیات الٰہیہ میں صفات جبروتیہ کو مشاہدہ کریں۔ قولہ وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتہا ۔ عارفون کے واسطے نصیب ہے اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قربت کے آسمان سے باران مشاہدہ نازل فرما کر ایسے قلوب مردہ کو جو قرب ومشاہدہ نہ پانے سے مرگئے تھے زندہ کرتا ہے ۔ [illegible] عالم ملکوت کی سیر میں جا پہنچا اپنے مقامات کی راہ سے متفرق ہیں لطائف خطاب سے سرفرازی ہوتی ہے۔ قولہ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض۔ عارفون کو تصریف ریاح اور تسخیر سحاب میں معارف مشاہدہ خاص ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ کفار مردان چیزوں کو بے جان خیال کرتے ہیں اور سورۃ الرعد میں انشاء اللہ تعالیٰ بیان آویگا۔ قولہ لآیات لقوم یعقلون ای بھید کی باتیں جاننے والوں کے لیے صفات قدرت کی نشانیاں ہیں بایں طور کہ انکی عقل کی آنکھیں عجیب حکمتوں سے کچھ دریافت کرجاتی ہیں لیکن کفار کچھ نہیں سمجھتے اور مخلوقات کو معبود بناکر انکے شکرگذار ہوتے ہیں نہایت بدبختی میں چلے گئے اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ۗ وَلَوْ يَرَى

اور بعضے لوگ ہیں جو پکڑتے ہیں اللہ کے برابر اور ون کو انکی محبت رکھتے ہیں جیسے محبت اللہ کی اور ایمان والوں کو اس سے بڑھکر ہے محبت اللہ کی اور کبھی دیکھیں

الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ۝ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ

بے انصاف اسوقت کو جب دیکھینگے عذاب کہ زور سارا اللہ کو ہے اور اللہ کی مار سخت ہے جب الگ ہوجاویں گے

اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا

ساتھ ہوئے تھے اپنے ساتھ والوں سے اور دیکھیں عذاب اور ٹوٹ جاویں انکے سب طرف کے علاقے اور کہینگے ساتھ پکڑنے والے کاشکے ہمکو

كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ

دوسری بار زندگی ہو تو ہم الگ ہوجاویں انسے جیسے یہ الگ ہوگئے ہم سے اسی طرح دکھاتا ہے اللہ انکو کام انکے افسوس دلانے کو اور انکو

بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ ۝

نکلنا نہیں آگ سے

پہلے اللہ عزوجل نے وحدانیت آلٰہی کو پھر اسپر دلیل کو ذکر فرمایا کے بعد ان لوگون کا حال بیان کیا جو مشرک ہین لقولہ تعالےٰ ۔ وَمِنَ النَّاسِ
مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۔ اور آدمیون مین سے ایسا ہے جو سوائے اللہ تعالےٰ کے انداد بناتا ہے جنکے
ساتھ اللہ تعالےٰ کے مانند محبت کرتا ہے ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۔ اور جو لوگ ایمان لائے وہ سب سے زیادہ شدید محبت اپنے اللہ
تعالےٰ کے ساتھ رکھتے ہین ف پس کفار قابل لعنت ہین جو رب عزوجل کو چھوڑکر مخلوقات پر فریفتہ ہین آخر قیامت مین یہ سب باطل ہوگا اور عذاب شرک
مین پڑینگے ۔ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۔ اور
اگر جانتے وہ لوگ جنھون نے شرک کیا جب عذاب دیکھینگے کہ قوت کل اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے اور اللہ تعالےٰ شدید العذاب ہے ف تو ہرگز دنیا مین شرک
نکرتے کیونکہ جنکو انداد بنایا وہ محض مجبور مخلوق ہے جو قیامت مین ظاہر ہوگا ۔ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ
وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۔ جب تبرا کرینگے وہ لوگ جو پیشوا متبوع بنائے گئے تھے ایسے لوگون سے جو انکے تابع بنے تھے درحالیکہ یہ لوگ
عذاب دیکھینگے اور انمین باہمی میل کٹ جائیگا ف یہ وقت پیروی کرنیوالون پر حسرت وندامت کا ہوگا ۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً
فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ۔ اور تابعداری کرنے والے باہم کہینگے کہ کاش ہمارے لیے لوٹنا ہوتا تو ہم بھی ان لوگون سے تبرا کر لیتے جیسے انھون نے
ہمسے تبرا کیا ف یعنے تمنا کرینگے کہ کاش ابکی ہم دنیا مین بھیجے جاتے تو ہم بھی ان سردارون سے تبرا کر لیتے جیسے آج انھون نے ہمسے کیا حالانکہ یہ لوگ
جھوٹے ہین پھر اس جہنم مین گرفتار ہوکر یہی کرتے ۔ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ
مِنَ النَّارِ ۔ یون ہی اللہ تعالےٰ ان کافرون کو انکے اعمال شرک وکفر کو حسرتین دکھلاتا ہے اور یہ لوگ آگ سے باہر ہونیوالے نہین ہین ف بلکہ یہ حسرت علاوہ عذاب ہے
واضح ہو کہ قولہ من دون اللہ مین دون یعنے غیر ہے اور انداد جمع ند کی یعنے نظیر ہے اور مفسر سیوطی رح نے اصنام یعنے بتون سے تفسیر کی یعنے سوائے اللہ تعالےٰ
کے بتون کو شریک لائے اور بیضاوی مین ہے کہ بعض نے کہا کہ انداد یعنے وہ سردار لوگ جنکی اطاعت کرتے تھے اسوجہ سے کہ آگے فرمایا ہے کہ اذ تبرا الذین اتبعوا
من الذین اتبعوا ۔ حالانکہ بیزاری کرنا بتون سے متصور نہین اور جو کوئی سوائے حکم آلٰہی کے کسی کی بات مانے اسنے اسکو اپنا رب بنایا چنانچہ قولہ تعالےٰ اتخذوا
احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ ۔ مین بیان آویگا ۔ اور شاید مراد عام ہے خواہ بت ہون یا ایسے لوگ ہون جنکی فرمانبرداری خلاف حق تعالےٰ بدون حکم
شرعی اختیار کی تھی بلکہ وہ ہر چیز مراد ہے جو اللہ تعالےٰ سے مشغول کردے اور یحبونہم سے مراد یہ ہے کہ تعظیم وخضوع مین مثل محبوب کے انکے ساتھ برتاؤ کرتے ہین
اور کحب اللہ مصدر مضاف بجانب مفعول ہے اور فاعل ضمیر راجع بجانب ان کافرون کے ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ کافر ان انداد سے ایسی ہی محبت کرتے ہین جیسے
اللہ تعالےٰ سے محبت کرتے ہین یعنے محبت وطاعت مین اللہ تعالےٰ اور انداد کو برابر رکھتے ہین اور بعض نے کہا کہ کحب اللہ ای کحب المومنین لہ یعنے بتون کو ایسا
مانتے ہین جیسے مومنین اپنے رب تعالےٰ کے لیے محبت وخضوع کرتے ہین ۔ اور بیضاوی مین ہے کہ محبت حب بالفتح سے یعنے حبہ قلب ہے پھر یہ دل کے سیاہ
نقطہ کے واسطے جسکو حبۃ القلب کہتے ہین مستعار لیا پھر اس سے حب بالضم کو ماخوذ کیا کیونکہ وہ دل مین اس نقطہ تک پہونچی اور اسمین جم بیٹھی ہے
اور بندے کی اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے کے معنے یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ کی طاعت کا ارادہ کرے اور اسکی مرضیات حاصل کرنے پر تصدی کرے اور اللہ تعالےٰ کا
بندے کے ساتھ محبت کرنے کے یہ معنے ہین کہ اسکی کرامت کا ارادہ فرماوے اور اپنی طاعت مین اسکو لگائے اور معاصی سے بچاوے اور حق یہ ہے کہ محبت
صفت آلٰہی سبحانہ تعالےٰ ہے ۔ اور اشد حبا لیعنے اسم تفضیل ہے ای اشد ہین انکی انداد کو چاہنے کی بہ نسبت یا انکے اللہ تعالےٰ کو چاہنے کی بہ نسبت کیونکہ وہ لوگ
کبھی اللہ تعالےٰ کے مقر تھے اور سختی کے وقت اسی کی طرف رجوع کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان انکی بہ نسبت اشد ہوئے کہ کسی حال مین اللہ تعالےٰ سے
عدول نہین کرتے ہین اور صحیحین مین عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ مین نے کہا یا رسول اللہ کونسا گناہ سب سے بڑا ہے فرمایا یہ کہ تو اللہ تعالےٰ کے لیے انداد بناوے

حالانکہ اسنے تجھے پیدا کیا ہے۔ قولہ لو یری الذین ظلموا مفسر جلی رح نے تفسیر میں تری بتا رکو فیہ قراءۃ اہل شام کی اختیار کی ہے پس رویت سے آنکھ کا دیکھنا مراد ہوگا اور خطاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا ہر مخاطب کو ہوگا اور معنے یہ ہیں کہ اگر تو دیکھیگا تو اے محمد ان لوگوں کو جنھوں نے انداد بنا کر اپنے اوپر ظلم کیا ہے تو البتہ امر عظیم دیکھیگا۔ جواب لو محذوف ہے اور بعض نے کہا کہ ان القوۃ للہ جمیعا یہی جواب ہے ای اگر دیکھے تو اے محمد ان ظالمون کو انکے عذاب دیکھنے کی حالت میں تو تو جانے کہ قوت اللہ تعالے ہی کے واسطے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اسکو جانتے تھے لیکن خطاب آپکو کیا گیا اور مراد آپ کی امت والے ہیں۔ اور اہل مکہ کی قراءۃ بیاے تحتانیہ ہے اور معنے یہ ہیں کہ اگر دیکھیں وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا دنیا میں عذاب آخرت کو تو البتہ جان لیں جس دم دیکھیں کہ قوت واسطے اللہ تعالے ہی کے ہے سب کی سب۔ اور یہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہے اور نحاس نے کہا کہ اہل تفسیر اسی قول پر ہیں اور اس تقدیر پر بھی رویت بمعنے رویت بصر یعنی آنکھ کا دیکھنا ہے اور مبرد نے کہا کہ جو تفسیر ابو عبیدہ نے فرمائی وہ جید نہیں ہے کیونکہ عذاب کی تقدیر بایں طور کہ۔ لو یری الذین ظلموا العذاب ضروری ہے پس گویا شک کی سی بات ہوگئی حالانکہ اسکا اللہ تعالے نے واجب کیا ہے پس احسن یہ ہے کہ یری بمعنے تعلم لیا جاوے اور تقدیر عبارت یوں ہو۔ ولو یری الذین ظلموا ان القوۃ للہ ای لو یعلمون حقیقۃ قوۃ اللہ وشدۃ عذابہ۔ اور جواب لو محذوف ہے ای لتبینوا ضرر اتخاذہم الانداد۔ یعنے اگر مشرکین جان لیں کہ حقیقت میں قوت کل اللہ تعالے ہی کے واسطے ہے اور اسکا عذاب شدید ہے تو انکو کھل جائے کہ انداد یعنے شریک بنانا نہایت سخت مضر ہے۔ اور اذ یہاں بمعنے اذا ہے اسواسطے کہ اذ موضوع ہے گذشتہ کے واسطے اور یہاں مستقبلات پر داخل ہوا اس اعتبار سے کہ یہ چیزیں متحقق ہونے میں ایسی یقینی ہیں کہ مثل ماضی کے ہیں گویا واقع ہوگئیں۔ اور یرون۔ بہ بنا معروف جمہور کی قراءۃ ہے اور یہ بنا مجہول ابن عامر کی قراءۃ از ارآءۃ ہے اور بعضوں نے ان القوۃ۔ میں۔ ان مکسورہ پڑھا ہے اور قوت سے یہی قوت مراد نہیں بلکہ قدرت الٰہیہ وغلبہ مراد ہے۔ اور جمیع در اصل فعیل از جمع ہے اور شاید وہ اسم جمع ہے اسواسطے کبھی مفرد اسکے پیچھے آتا ہے مثل قولہ نحن جمیع منتصر۔ اور کبھی جمع مثل جمیع لدینا محضرون اور حال قرار دیے جانے سے اسکو نصب ہوتا ہے اور کبھی کل کے معنے ہو تاکید آتا ہے اور مثل کل کے شمول پر دلالت کرتا ہے اور اپنے تحت میں مجتمع ہونے پر دلالت نہیں کرتا ہے۔ اور قولہ ان اللہ شدید العذاب۔ بیضاوی نے کہا کہ یا تو جملہ مستانفہ ہے یا قول یہاں مضمر ہے اور بعض نے کہا کہ ما قبل پر عطف ہے اور فائدہ اسکا تہویل ہے کیونکہ اللہ تعالے کے ساتھ قوت کی خصوصیت ہونا شدت عذاب کو واجب نہیں کرتا ہے اسواسطے کہ جائز ہے کہ باوجود قدرت ہونے کے اسکو ترک کرے اور عفو کرے اور جب تصریح کی کہ شدت عذاب ہیگا تو خوف جم گیا۔ قولہ اذ تبرأ الذین اتبعوا۔ یہ اذ بدل ہے پہلے اذ سے یعنے اذ یرون العذاب سے۔ یعنے جب دیکھینگے انداد بنانے والے عذاب کو جبکہ یہ حال ہوگا کہ بیزاری کرینگے متبوع جنکو انداد بنایا تھا اپنے تابعین سے اور چونکہ متبوع لوگون کا عذاب دیکھنا اوپر مذکور تھا اسیواسطے دوبارہ فرمایا کہ وہ لوگ بھی شدت عذاب کو معائنہ کرینگے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ بیزاری کرینگے ایسے لوگون سے ملائکہ جو انکو دار دنیا میں پوجتے تھے پس کہینگے تبرأنا الیک ما کانوا ایانا یعبدون۔ ہم نے تیری طرف کو بیزاری کی ان احمقون سے یہ نہ تھے ہمکو پوجتے۔ اور کہینگے سبحانک انت ولینا من دونہم بل کانوا یعبدون الجن اکثرہم بہم مومنون۔ تو پاک ہے تو ہی ہمارا مولی ہے نہ وہ لوگ بلکہ یہ لوگ تو جنون کو پوجا کرتے اور انمین اکثر ہیں کہ جنون پر یقین لاتے ہیں۔ یعنے چونکہ عبادت غیر کی ایک سخت خوفناک چیز ہے پس ملائکہ باوجود عصمت کے خوف کھاوینگے اور اپنی طرف اس نسبت کو باطل ہی کر دینگے اور جنون کی طرف بات ڈال دینگے۔ یعنے پاک ہے تو۔ تو ہی ہمارا ولی ہے یہ لوگ نہیں ہیں بلکہ یہ لوگ تو جنون کو پوجتے تھے اور اکثر ان میں کے جنون پر ایمان لاتے تھے۔ اور جن بھی ایسے بیزار ہونگے اور انکی عبادت سے انکار کرینگے چنانچہ فرمایا۔ ومن اضل ممن یدعو من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیامۃ وہم عن دعائہم غافلون واذا حشر الناس کانوا لہم اعداء وکانوا بعبادتہم کافرین۔ اور کون بڑا گمراہ ہے ایسے شخص سے جو پکارے غیر خدا کو ایسے کو جو قیامت تک اسکو اجابت نہ کر سکے اور وہ لوگ انکی پکار سے غافل ہیں اور جب سب لوگ حشر کیے جاوینگے تو وہ ان لوگون کے دشمن ہونگے اور انکی عبادت

کرنے سے انکار کرنے والے ہونگے۔ اور فرمایا۔ واتخذوا من دون اللہ آلہۃ لیکونوا لہم عزا کلا سیکفرون بعبادتہم ویکونون علیہم ضدا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم سے کہا۔ انما اتخذتم من دون اللہ اوثانا مودۃ بینکم فی الحیوۃ الدنیا ثم یوم القیامۃ یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضا ومأوٰکم النار وما لکم من ناصرین اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ ولو ترٰی اذ الظالمون موقوفون عند ربہم یرجع بعضہم الی بعض القول یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم لکنا مؤمنین قال الذین استکبروا للذین استضعفوا انحن صددناکم عن الہدی بعد اذ جاءکم بل کنتم مجرمین وقال الذین استضعفوا للذین استکبروا بل مکر اللیل والنہار اذ تأمروننا ان نکفر باللہ ونجعل لہ اندادا واسروا الندامۃ لما راوا العذاب وجعلنا الاغلال فی اعناق الذین کفروا ہل یجزون الا ما کانوا یعملون۔ تا آنکہ شیطان تک انکار کریگا کہ مین نے تمکو بلایا تمنے قبول کر لیا تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپکو ملامت کرو چنانچہ کلام مجید مین مذکور ہے اور قتادہؒ سے بھی مروی ہے کہ شیاطین ہونگے کہ انسانون سے بیزاری کرینگے اور بعض نے کہا کہ مشرکین کے سردار اپنے تابعون سے بیزاری و دوری کرینگے وحق یہ ہے کہ یہ عام ہے جیسا کہ شیخ ابن کثیر کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے۔ قولہ تقطعت بہم الاسباب۔ بہم بمعنے عنہم ہے جیسا کہ تفسیر مین ہے اور شیخ ابو البقاء نے کہا کہ باء سببیہ ہے آی بسبب کفرہم یعنے انکے کفر کے سبب سے۔ اور اسباب جمع سبب ہے اور لغت مین ایسی شی کو کہتے ہین جسکے سبب سے مانند کوئی چیز کھینچی جاتی ہے پھر ایسی چیز کو جو دوسری کو کھینچے سبب کہنے لگے پس یہان اطلاق سبب کا مجازا ہے اور معنے یہ ہین کہ ٹوٹ گئے آپس کے حیلہ واسباب خلاصی کے کہ آگ سے نجات کا کوئی سبب نہ ملا۔ اور عطاؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے اسباب کی تفسیر مودت سے کی یعنے آپس کی دوستی اور ایسا ہی ابن ابی نجیح کی روایت مین مجاہدؒ سے مروی ہے۔ اور نیز ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کہا یہ منازل ہین اور نیز کہا کہ یہ ارحام اور ناتے ہین اور بعض نے کہا کہ یہ اعمال ہین اور روایت مودت کی اصح ہے یعنے قیامت مین کافرون کی جتنی دنیوی مودت و دوستی سب منقطع ہو جائیگی۔ قولہ لو ان لنا کرۃ۔ کرۃ پہلے حال کی طرف عود کو کہتے ہین اور لو یہان تمنا کے واسطے ہے آی یالیت لنا کرۃ۔ کاشکے ہمارے واسطے دنیا مین ایک دفعہ لوٹنا ہوتا اور اسی واسطے فا رجواب مین آئی کہ فرمایا فنتبرأ منہم کما تبرؤا منا۔ یعنے ہم بیزار ودور رہتے ان لوگون اور انکی عبادت سے یعنی انکی طرف التفات نہ کرتے۔ بلکہ اللہ تعالے وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کرتے حالانکہ یہ لوگ اسمین بھی جھوٹے ہین قال تعالے۔ ولو ردوا لعادوا لما نہوا عنہ وانہم لکاذبون۔ اور اگر وہ پھیرے جاتے تو بھی ضرور عود کرتے انھین کامون کے کرنے پر جنسے ممانعت کی گئی اور البتہ وہ جھوٹے ہین۔ قولہ کذلک یریہم اللہ اعمالہم حسرات علیہم۔ اسی مانند اس عذاب کے دکھلانے کے دکھلائیگا انکو اللہ تعالے انکے اعمال کو حسرات اپنر۔ پس یریہم از ارادۃ ہے اسی دکھلاتا اور یہ دکھنا اگر آنکھ سے ہے تو حسرات علیہم کو نصب بنابر حال ہونے کے ہے جیسا کہ مفسر سیوطیؒ نے ذکر کیا اور اگر قلبی دیکھنا ہے تو ارادۃ کا تیسرا مفعول ہے۔ اور معنے یہ ہین کہ انکے اعمال فاسدۃ اللہ تعالے انکو دکھلائیگا پس وہ اپنر حسرتین وندامتین ہونگی یا یہ معنے کہ اللہ تعالے انکو اعمال صالحہ جو انپر واجب کیے تھے جنکو انھون نے ترک کیا دکھلاویگا پس یہ انپر حسرت وندامت ہوگی۔ اور حسرت اس غم کو کہتے ہین جو کسی چیز کے تدارک ہونے پر ہو اور کل اعمال کفار کوئی بھی قابل ثواب نہین ہے اگرچہ دنیا مین بعض افعال کی جزا انکو دیدی گئی پس قابل آخرت کوئی نہین اور فرمایا اللہ تعالے نے۔ وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ہباء منثورا۔ اور فرمایا۔ مثل الذین کفروا بربہم اعمالہم کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف الآیۃ۔ یعنے جن لوگون نے اپنے پروردگار سے کفر کیا اعمال انکے مثل راکھ کے کہ جسکو تیز ہوا والے دن مین ہوا کے جھونکے اڑا دیتے ہین۔ اور یہ فرمایا۔ والذین کفروا اعمالہم کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمآن ماء الآیۃ۔ اور جو لوگ کافر ہوئے اعمال انکے مثل سراب کے ایک چٹیل میدان مین کہ پیاسا اسکو دور سے پانی خیال کرے۔ اور فرمایا۔ لا یقدرون علی شیء مما کسبوا واللہ لا یہدی القوم الکافرین۔ نہ قادر ہونگے کسی چیز پر اسمین سے جو انھون نے کمایا اور اللہ نہین ہدایت کرتا قوم کافرین کو۔ اور قولہ وما ہم بخارجین من النار۔ جملہ اسمیہ ہے جو استمرار و دوام پر دلالت کرتا ہے حالانکہ وہ لوگ ابھی دوزخ مین نہین ہین پس مفسر سیوطیؒ نے جواب دیا کہ مراد دوام و استمرار اسوقت سے ہے کہ جب داخل ہو جاوین بقرینہ آنکہ

خروج کسی شی سے اسمین داخل ہونے کی فرع ہی پس ابتداء داخل ہونے کے کبھی خارج نہونگے اور دراصل یہان جملہ فعلیہ ہی اور تاثیر جون عن المنار۔ تاکہ جملہ فعلیہ پر جملہ فعلیہ کا عطف مناسب ہو ولیکن جملہ اسمیہ کی طرف اسواسطے عدول ہوا کہ دوام و استمرار دلالت کرے پس اسمین دلیل واضح ہی کہ کفار ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اور ترکیب سے ظاہر ہی کہ یہ مخصوص کفار کے واسطے بسبب ضمیر ہم اور خبر مشتق ہونے کے جیسا کہ علم بلاغت مین متقرر ہوا فافہم ف ۲

قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا اسانداد کا لفظ ہر ایسی شی پر واقع ہی جو بندہ کو اپنے مالک کی خدمت سے مانع ہوا ازانجملہ نفس وہوی ہی کہ جسنے نفس وہوی کے تابع ہوکر اسکے حکم پر چلنا شروع کیا اور اللہ عزوجل کی خدمت سے باز رہا تو اسکو اللہ عزوجل کا ند و نظیر بنا لیا نعوذ باللہ منہ چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ کیا تو نے دیکھ لیا اس شخص کو جسنے اپنا معبود بنالیا اپنے ہوی کو۔ ازانجملہ خلق ہی کہ ریاست کی خواہش سے اسکی فکر مین پڑتے ہین یعنے خلق کو اپنا مسخر بنانے کی فکر کرتے ہین تاکہ وہ لوگ ہمکو بزرگ جانین اور ہم انکے رئیس و سردار بنین۔ اور ازانجملہ دنیا و شیطان ہی کہ حصول دنیا کی فکر مین خالق سے باز رہتے ہین اور شیطان اپنے فریب مین لاکر انکو باز رکھتا ہی پس جسکی حجت سے خدمت الٰہی سے باز رہا اسیکو اسنے گویا ند بنایا معاذ اللہ منہ۔ قال تعالیٰ يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ دوست رکھتے ہین انکو مثل دوست رکھنے اللہ تعالیٰ کے اسوجہ سے کہ انکو معرفت الٰہی کا مزا اور اسکی محبت کی لذت نہین حاصل ہوتی ہی اور اسکے مشاہدہ کا نور نہین دیکھتے ہین اور اسکے وصال و قرب کے حقائق سے محروم ہین اور باوجود اسکے ان لوگون کی محبت خلق سے ایک محبت معلولہ ہی یعنے مطلب کی محبت ہی کیونکہ اگر اپنے محبوبون سے اپنی مراد نہین پاتے تو ایسے بھاگتے ہین جیسے لڑائی مین تلوار کے سامنے بھاگنے والا ہوتا ہی قال تعالیٰ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ کیونکہ اہل ایمان و توحید نے اسکا خطاب الست بربکم سابق ازل مین خاص کا نون سے سنا ہی اور امتحانات واقع ہونے سے پہلے اسکے جلال کو مشاہدہ کیا ہی پس انکے دلون مین خطاب اور مشاہدہ کی لذت باقی رہیگی پس امتحان کی تلخی پاکر اسکو حق عزوجل کیطرف سے اس طرح قبول کرتے ہین کہ اپنے حظوظ نفسانی چھوڑتے اور اپنی جانین اسپر سے خیرات کرتے ہین اور اپنے محبوب کے بارہ مین اپنے سچے وعدون کو وفا کرتے ہین۔ اور قاسم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معنے قولہ تعالیٰ ۔ ومن الناس من یتخذ الآیۃ ۔ کے یہ ہین کہ منجملہ ان لوگون کے جنکو ہمنے مخاطبت ایمان کے وقت خطاب خاص سے نکالا ہی چند قومین ایسی ہین کہ اپنی خواہشون کو انھون نے اپنا معبود بنالیا اسی کی بندگی کرتے اور اسیکو چاہتے ہین اور جو لوگ ایمان والے ہین وہ اللہ عزوجل کو ایسا چاہتے ہین کہ جتنا وہ قومین اپنی خواہشون کو چاہتی ہین اس سے کہین بڑھا ہوا ہی کیونکہ ایمان والے تو بلاؤن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت جانتے ہین اور نیز دور بی بلاؤن کا آنا انکو اپنے پروردگار کی محبت مین دو گنا ہی بلکہ اس سے انکی محبت بڑھتی ہی اسیواسطے فرمایا ۔ والذین آمنوا اشد حبا للہ۔ اور شیخ شبلی نے کہا کہ جسنے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعوی کیا اور اسکی یاد سے ایک پلک مارتے بھولا تو وہ ٹھٹھول اور اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والا ہی پس اسکے ساتھ وہی کیا جائیگا جو مفتری کے ساتھ کیا جائیگا۔ حضرت جعفر صادق رضنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر اس امر سے مباہات کرتا ہی کہ ایمان والے اسکو اشد محبت سے چاہتے ہین اور اشارہ فرماتا ہی کہ بندگی کرنے والے جن طریقون سے بندگی کرتے ہین ان سب مین سے محبت خاص طریقہ ہی۔ شیخ ابن عطا نے کہا کہ مومنون نے دوست رکھا اللہ تعالیٰ کو بوجہ دوست رکھنے اللہ تعالیٰ کے اور اللہ تعالیٰ کی دوستی امر باقی ہی کہ کبھی زائل نہین ہوسکتی پس مومنون کی دوستی بھی بہ بقاء حب اللہ تعالیٰ باقی ہوگئی ۔ قال المترجم اللہ جل کا برنے فرمایا کہ دوستی حق عزوجل مومنون کے حق مین سابق ہی اسیواسطے فرمایا ۔ یحبہم ویحبونہ ۔ ای اللہ تعالیٰ انکو دوست رکھتا ہی اور وہ دوست رکھتے ہین اللہ تعالیٰ کو یعنے اپنے دوست رکھنے کو مقدم ذکر فرمایا اور محبت کا اطلاق متعدد معنون پر آتا ہی اور ترقی محبت اور اسکی انتہا کو عشق کہتے ہین اور اللہ تعالیٰ کا بندے کو محبوب کہنا نصوص مین بہت وارد ہی ولیکن اللہ تعالیٰ پر عاشق وغیرہ الفاظ کا اطلاق منع کیا گیا ہی اور اسی طرح معشوق کا اطلاق بھی ممنوع ہی اور

یہی صحیح ہی اور ظاہر دلیل مطالعت اس امر کو مقتضی ہی کہ ایسا کہنے والا احرام کا مرتکب ہوگا اب یا یہ امر کہ محبت آلہی یعنے بندے کو اللہ تعالیٰ کا محبوب رکھنا اسکے
معنے کیا ہین پس اکثرون کے نزدیک یہ ہین کہ اسکو اپنی مرضیات و طاعات مین رکھکر جنت مین داخل فرماوے اور ثواب جمیل عطا کرے اور بندے کا اللہ تعالیٰ کو
دوست رکھنے کے معنے یہ ہین کہ اسکے حکم سے نہ پھرے اور مان و باپ و اولاد و تمام جہان سے اسکے حکم کو ترجیح دے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے
اپنے فرزند کو ذبح کرنا بحکم آلہی قبول کیا اور جاننا چاہیے کہ محبت کی چار قسمین ہین محبت طبعی اور محبت حیوانی اور محبت نفسانی اور محبت ایمانی پس محبت
طبعی مقتضاے جزئیت بدن ہوتی ہی مثل باپ بیٹے و اولاد و اقارب کے باہمی محبت کے کہ وہ کبھی زائل نہین ہوتی جیتے جی بدن کے قیام کے ساتھ ہی
لیکن یہ جو حدیث مین ہی کہ تم مین سے کوئی مسلمان نہوگا جبتک مین اسکے نزدیک اسکے باپ بیٹے اور سب لوگون سے زیادہ محبوب نہون اس سے
طبعی محبت مراد نہین ورنہ طبعی محبت دور کرنیکا اسمین حکم ہی اسواسطے کہ طبعی محبت تو آدمی کے اختیاری نہین بلکہ ایمانی محبت مراد ہی کہ آپکے فرمان کو سب
مقدم رکھے جیسا کہ آگے آتا ہی اور محبت حیوانی جسکو محبت شہوانی بھی کہتے ہین منشا اسکا بدن کی قوت شہوانیہ ہی کہ مثل جانورون کے آدمی مین یہ قوت
غالب ہوکر طرح طرح کی خواہشون مین مبتلا کرتی ہی اور حد سے بڑھکر یہ کہ اسکو خوبصورت عورتون وغیرہ کی طرف رغبت ہوتی ہی اور کبھی اس درجہ بڑھ جاتی ہی کہ مجنون
و خبطی ہو جاتا ہی اور امام غزالی علیہ الرحمہ وغیرہ نے اسکی پہچان یہ فرمائی ہی کہ ایسے شخص کی نظر اپنے محبوب کی خوبصورتی اور جسم کے سڈول ہونے پر زیادہ ہوتی
ہی اور اگر ایسے شخص کا مادہ منی جو محرک اس قوت کا ہی کم ہو جاوے یا کم کر دیا جاوے تو کمی ہو جاتی ہی اور بڑھاپے مین بالکل زائل ہو جاتا ہی اور یہ بڑی بدتر
بلا ہی ایسا شخص گدھے و پلید جانورون کے مثل بلکہ ایسے بدتر ہی اور محبت نفسانی کا منشا روح دماغی ہی جو باعث حرکات ہی اور یہ بھی ہر چند کہ بدن سے
متعلق ہی مگر بہت کم اور ایسے شخص کی نظر اپنے معشوق کے سڈول جسم پر نہین ہوتی بلکہ اسکی صفات اخلاق پر ہوتی ہی جیسے آواز خوش اور خوش
سلیقہ اگرچہ وہ صورت مین بھونڈا ہو اور اسکو اپنے معشوق کے دیکھنے سے اتنی ہی خوشی ہوتی ہی جسقدر آب روان و سبزہ زار کے دیکھنے سے ہوتی
ہی اور ایسے شخص کو معشوق کے جسم و ہاتھ پاؤن آنکھ ناک پر کچھ بھی نظر نہین ہوتی ہی اور اسکو بعضے اہل تصوف ابتداے حال مین عمل مین لاتے
تھے تاکہ روح صاف ہو لیکن شناخت حق و باطل کی اسمین اکثر شہوت پرستون سے اٹھ گئی اور انھون نے منشاے شہوت سے اسمین فرق نہین کیا
اور گمراہ ہوے اور بعضے اکابر نے یہان ایک محبت روحی لکھی ہی اور یہ وہ ہی جسکی طرف حدیث صحیح مین اشارہ ہی کہ روحین ازل مین ایک جھنڈ لشکر
تھین جنمین وہان الفت ہوئی تھی انمین یہان الفت ہی اور جنمین وہان انجان پن تھا وہ یہان بھی اجنبی ہین اور یہ تحقیق سے قریب ہی اور یہی
محبت ایمانی اور وہ ایک چیز ہی کہ اسکو سواے حق عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہان اسکا اثر جن لوگون مین پیدا ہوتا ہی وہ جانتے ہین اور اکابر مین تو یہانتک
کلام ہی کہ یہ صفات حق مین سے ہی بالجملہ ابتدا اسکی یہ ہی کہ بندہ احکام شرعی و حکم خدا و رسول پر خوب ثابت ہوتا ہی پھر اس مضبوطی پر اسکا شوق بڑھتا جاتا ہی
پھر جوش ہو جاتا ہی ولیکن محض خاموش ہے اور محل اسکا قلب ہی اور اس حالت سے رفتہ رفتہ ترقی کرکے وہ نور جو الم نشرح اللہ صدرہ کی تفسیر ہی تمام جوارح
و اعضا مین ساری ہوتا ہی اور اسوقت مین تمام اعضا خود بخود فرمان آلہی عزوجل کے کاربند ہوتے ہین اور من بعد رجوع کرکے وہ قرارگاہ مین قرار پکڑتا ہی
تاکہ موت آوے اور یہی محبت ہی جو ایمان کے مقام پر مذکور ہی اور اکابر نے اسی کی تعریف کی ہی فافہم واللہ اعلم بالصواب

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ

اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزون مین سے جو حلال ہی ستھرا اور نہ چلو قدمون پر شیطان کے وہ تمہارا دشمن ہی

مُبِينٌ ۝ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ

صریح وہ تمکو برے کام اور بیحیائی ہی کا حکم کریگا اور یہ کہ جھوٹ بولو اللہ تعالیٰ پر جو تمکو معلوم نہین

واضح ہو کلوا جمع مخاطب امر ہے واحد اسکا کُل جو دراصل اُءکُل تھا پس پہلا ہمزہ وصل کا اور دوسرا فاء کلمہ ہے ولیکن عرب نے فاء کلمہ کو حذف کر دیا پس ہمزہ وصل سے استغنا حاصل ہوا کیونکہ مابعد متحرک ہے اور یہ حذف اس مقام پر قیاسی نہیں ہے اور سوائے کل و خذ کے اور کہیں نہیں ہوا ہے۔ اور حلالاً مفعول کلوا ہے پس من واسطے ابتداے غایۃ کے متعلق کلوا سے ہوگا کما ذکرہ المحقق التفتازانی اسواسطے کہ من تبعیضیہ موضع مفعول میں ہے قولہ تعالیٰ **یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا** ای بعض ما فی الارض حلالا طیبا۔ یعنے اے لوگو تم بعض چیز زمین سے حلال طیب کھاؤ۔ ھ۔ اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ مانند اوروں کے حلالاً کو حال قرار دیا یعنے اے لوگو جو زمین میں ہے اس سے کھاؤ درحالیکہ حلال طیب ہے اور کشاف میں کہا کہ من واسطے تبعیض کے ہے اسواسطے کہ کل جو زمین میں ہے وہ حلال نہیں ہے۔ **وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ** ۔ اور نشان قدم ہاے شیطان کی پیروی مت کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ف۔ وہ تمکو پھر گمراہ راست پر نہیں لیجائیگا اور جب تم خلاف شرع الٰہی تعالیٰ کے قدم اوٹھاؤگے فوراً گمراہی میں پڑ جاؤگے کیونکہ شیطان خود ملعون ہے تو تم بھی اس دشمن کے پیچھے جاتے ہو۔ **اِنَّمَا یَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ** ۔ وہ شیطان تو تمکو برا بربدی و فحش ہی کا حکم کریگا اور یہ حکم کریگا کہ تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہو جو تم نہیں جانتے ہو ف۔ مثلاً فلان چیز حرام اور فلان حلال ہے اور یہ اللہ تعالیٰ پر افترا ہے اور یہی خطوات شیطان کی اتباع ہے۔ خطوات بضم طاء اور بسکون طاء بنابر تخفیف کے ہر دو قراءۃ ہیں اور خطوۃ بالفتح مصدر اور بالضم وہ چیز جو ہر دو قدم کے درمیان ہو۔ اور انہ لکم میں ان مکسورہ کی قراءۃ ابلغ ہے اسواسطے کہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور شیطان کے حال سے آگاہی دینا مراد ہوتا ہے بخلاف ان مفتوحہ کے کیونکہ اس صورت میں تقدیر کلام یہ ہوگی کہ اسکی اتباع مت کرو۔ لانہ لکم عدو مبین۔ اسواسطے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے حالانکہ اسکی اتباع مطلقاً ممنوع ہے اور الشیطان سے یہاں جنس مراد ہے اور واحد مراد نہیں ہے اور ان تقولوا موضع جر میں عطف ہے بالسوء پر اور ہو ان اخذ لوا ذکرہ **العکبری** پھر جاننا چاہیے کہ حکم آیت تو عموماً کل کافرون و مومنون کے واسطے اتباع شیطان سے ممانعت ہے لیکن اسمیں اختلاف ہے کہ یہ آیت کسکے حق میں اتری پس **بیضاوی** میں ہے کہ ایک قوم کے حق میں اتری جنھوں نے اپنے اوپر رفیع طعام و لباس اپنے اوپر حرام کر لیا تھا بدون قصد تورع کے اور یہ قول مرجوح ہے بلکہ بنابر مشہور کے ان لوگون کے حق میں وہ آیت اتری جو سورہ مائدہ میں ہے یعنے یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔ اور اس آیت کے باب میں راجح و مشہور قول یہ ہے کہ یہ ایک قوم کفار بنی ثقیف و خزاعہ و عامر بن صعصعہ و بنی مدلج کے حق میں اتری کہ انھوں نے کھیتی و چوپایوں میں سے مثل بحائر و سوائب کے اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا اسی سے یہاں یا ایہا الناس سے خطاب فرمایا ذکرہ **القرطبی** اور مفسر **سیوطی** رحمہ اللہ نے اسیکو اختیار کیا۔ اور سوائب جمع سائبہ کی نر جانور جو بتون کے نام پر چھوڑ دیتے کہ اسپر سوار ہونا وغیرہ حرام جانتے تھے جسکو ہندوستان میں سانڈ کہتے ہیں اور ہندو چھوڑ دیا کرتے ہیں ولیکن اگر کوئی شخص عمدہ لباس و کھانا بھی اپنے اوپر حرام کرے اور اعتقاد کرے تو وہ بھی اسمیں داخل ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا۔ اور طیب اس مقام پر مستلذ ہے جیسا کہ مفسر رحمہ اللہ نے باتباع شافعی وغیرہ اختیار کیا اور وہ ہر چیز کہ لوگ اسکو لذیذ جانیں پس اس صورت میں طیبا صفت مقیدہ یا حال ہوگا اور امام مالک وغیرہ نے کہا کہ وہ حلال ہے پس گمان کیا گیا کہ وہ حلالاً کی تاکید ہوئی الا آنکہ کہا جائے کہ طیب وہ کہ ہر شبہہ سے طاہر ہو جسکو شرع نے پاکیزہ رکھا ہے پس خاص مستلذات ہی نہیں ہے اور مما میں من تبعیضیہ ہے یعنے بعض ما فی الارض۔ اسلیے کہ یہ قطعاً معلوم ہے کہ زمین کی چیزون میں سے بعض کا کھانا مثل سنکھیا وغیرہ کے نہیں جائز ہے اگرچہ پاک ہے اور جو چیز کھانے کی ہے اسمیں بھی ہر ایک کا کھانا روا نہیں ہے۔ اور کلوا بصیغہ امر فرمایا پس کہا گیا کہ امر بیان وجوب و ندب و اباحت سب کے واسطے ہوسکتا ہے چنانچہ اگر بقاے زندگی کے لیے ہو تو اسقدر کھالینا واجب ہے جس سے جان نہ نکل جاوے اور اگر مہمان کے ساتھ ہو تو اسکا ساتھ دینا مستحب ہے اور اسکے سوا میں مباح ہے اور بعض محققین نے کہا کہ سیری سے زیادہ کھانا حرام ہے اور بعض نے کہا کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ زمین میں جو اشیا

اشیا میں جنکے بابت کوئی نص نہیں ہی اصل نکے حق میں حلت ہی یہانتک کہ کوئی حکم اسکے خلاف کے مقتضی ہو یعنے جب کسی دوسری دلیل سے معلوم ہو کہ فلان چیز منع ہی تب وہ اباحت سے خارج ہو جائیگی اور اکثرون نے یہ حکم قولہ تعالے۔ ہو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ سے نکالا ہی اور یہ اظہر ہی فتامل اور اس سے ثابت ہی کہ حلال کا حرام کرنا حرام بلکہ کفر ہی جیسے برعکس اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ ہر مال جو مین نے عطا کر دیا ہی اپنے بندون کو وہ انکے واسطے حلال ہی اور اسی حدیث مین ہی کہ اور مین نے اپنے بندون کو حنیف پیدا کیا پس شیطان انکے پاس آیا اور انکو انکے دین سے پھیرا اور جو مین نے انکے لیے حلال کیا تھا وہ انپر حرام کر دیا۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ قولہ تعالے یا ایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا الآیۃ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑھی گئی پس سعد بن ابی وقاص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لیے اللہ تعالے سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالے مجکو مستجاب الدعوۃ کر دے تو فرمایا کہ ای سعد پاک کر اپنا مطعم تو مستجاب الدعوۃ ہو جائیگا قسم اس ذات کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہی کہ آدمی اپنے پیٹ مین حرام لقمہ ڈال لیتا ہی کہ اس سے چالیس روز تک کچھ قبول نہیں کیا جاتا ہی اور جو کوئی بندہ ایسا ہو کہ حرام وسود سے اسکا گوشت پیدا ہوا ہو تو دوزخ کی آگ اسکے واسطے اولی ہی اور عنقریب دوسری حدیث تفسیر قولہ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ مین آتی ہی اور قولہ۔ لا تتبعوا خطوات الشیطان زجاج نے کہا یعنے طرق الشیطان شیطان کی راہین۔ اور ابو عبیدہ نے کہا کہ محقرات گناہ یعنے جن گناہون کو حقیر سمجھا جاوے۔ اور مفسر سیوطی رحؒ نے اختیار کیا کہ خطوات الشیطان بمعنے تزئین الشیطان یعنے ہر بری بات جسکو آنکھون مین زینت کے ساتھ دکھلاوے اور یہ قول سعید بن جبیر کا ہی اور قتادہ وسدی نے کہا کہ جو اللہ تعالے کا گناہ ہی وہ خطوات شیطان سے ہی اور شعبی نے کہا کہ ایک شخص نے نذر کی کہ اپنے بیٹے کو قربانی کریگا پس مسروق رضؓ نے اسکو فتوی دیا کہ ایک مینڈھا ذبح کرے اور فرمایا کہ یہ خطوات الشیطان ہی اور ابو مجلز نے کہا کہ یہ گناہون کی نذرین ہین اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ ابن مسعود رضؓ کے پاس کہیر اور نمک آیا پس آپ نے کھانا شروع کیا اور قوم مین سے ایک شخص الگ ہو گیا تو ابن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ اپنے دوست کو بھی دو تو اوسنے کہا کہ میرا جی نہیں چاہتا تو فرمایا کہ کیا تو روزہ دار ہی اسنے کہا کہ نہیں تو پوچھا کہ پھر تیرا کیا حال ہی اسنے کہا کہ مین نے نذر کی ہی کہ کہیر کبھی نہ کھاؤنگا تو ابن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ یہ خطوات الشیطان سے ہی تو کھا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے اور ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ فرمایا جو قسم یا نذر کہ غصہ مین ہو وہ خطوات شیطان سے ہی اور کفارہ اسکا کفارۂ قسم ہی قال المترجم اور شافعی وغیرہ نے اسکو عام لیا کہ مثل طلاق وغیرہ مین بھی جو حالت غصہ مین ہو اور ہمارے نزدیک طلاق واقع ہو جائیگی آیا نہیں دیکھتے کہ مانند قول ابن عباس رضؓ بعض معاملہ مین ابن عمر رضؓ نے بھی روایت ہی حالانکہ طلاق مین ابن عمر واقع ہو جانے کی روایت کرتے ہین پس مراد یہان وہ چیزین ہین جو نذر معصیت وغیرہ ایسی ہون کہ کسی ایسے عقد کو زائل نہ کرین جسمین جد وہزل[له] یکسان ہی فافہم۔ اور خطوات الشیطان کے بارہ مین جو اقوال مذکور ہوے یہ سب شامل ہونا کچھ بعید نہین ہی اور قولہ مبین۔ یعنے مبین العداوۃ یعنے شیطان کھلی ہوئی عداوت والا ہی۔ اشارہ ہی کہ مبین از ابان ہی مبین۔ یعنے لازم ہی متعدی نہین اگرچہ باب افعال ہی قال البیضاوی یعنے ظاہر العداوۃ ان لوگون کے نزدیک ہی جنکی آنکھین ہین اگرچہ جن لوگون کو گمراہ کر دیتا ہی انکے ساتھ موالات دوستی ظاہر کرتا ہی یعنے انکو اسلیے پن سے یہی بداعمالیان جو شیطان کی پیروی کی ہین اچھی معلوم ہوتی ہین تو شیطان سے دوستی سمجھتے ہین حالانکہ اسنے دشمنی سے انکو اپنے ساتھ جہنمی کر لیا اسیواسطے اللہ تعالے نے فی اولیاؤہم الطاغوت مین اسکو کافرون کا ولی و دوست کہا ہی اور قولہ۔ انما یامرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون۔ یعنے شیطان تو تمکو بدی و فحش ہی کا حکم دیتا ہی الخ۔ یہ بیان اسکی عداوت کا ہی اور زمخشری نے یہان اشکال پیش کیا کہ امر مقتضی علو ہی یعنے حکم دینے والا بلند مرتبہ و حاکم ہوتا ہی حالانکہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان البتہ میرے بندون پر تجکو غلبہ حاصل نہین ہی اور بیضاوی نے جواب دیا کہ امر یہان استعارہ ہی یعنے انکے واسطے تزئین کرتا یعنے بدی کو سنوار کر خوبصورت دکھلاتا اور انکو بدکاری پر برانگیختہ کرتا ہی یعنے

شیطان

شیطان انکے واسطے تزئین کرتا اور انکو گناہ پر آمادہ کرتا ہی پس اسکو مجازاً بامر کہ فرمایا کہ امر کو اس معنے کے واسطے مستعار لیا اور یہ اسواسطے کہ ان لوگون کی
سفاہت بیان کیجاوے کہ اپنے دشمن کے مطیع ہو جاتے ہین گویا مامور ہین اور اسواسطے کہ ان لوگون کی تحقیر ہو کہ بندگان شیطان ہین اور بعض نے جواب دیا
کہ امر کو معنے مجازی لینے کی کوئی حاجت نہین اسواسطے کہ امر درحقیقت طلب فعل کے واسطے ہی اور اسمین شک نہین کہ شیطان جنکو اغوا کرنا چاہتا ہی
انسے یہی فعل چاہتا ہی آ قول امر فقط طلب فعل نہین ورنہ دعا بھی اسمین داخل ہوگی حالانکہ وہ قسم علیحدہ ہی پس حکومت کے طور پر طلب فعل ہونا امر ہی۔
اور سوء مصدر ساء یسوء ہی اسکو اسم کیا پھر اس چیز پر اطلاق کیا گیا کہ جسکو عقل انکار کرے کیونکہ وہ بھی عاقل کو غمناک کرتی ہی اور فحشاء در اصل وہ کہ
دیکھنے مین بدشکل ہو پھر ان معانی مین مستعمل ہوا جو قبیح ہون اور یہان مراد وہ چیزین ہین جنکو شرع نے قبیح بتلایا ہی اور ابن عباس سے روایت ہی کہ سوء وہ
کہ جسمین سزا سے حد مقرر نہین ہی اور فحشاء وہ کہ جسمین سزا سے حد مقرر ہی اور ظاہر قولہ تعالے۔ قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن۔ دلالت کرتا ہی کہ فحشاء
از قبیل ہی کہ حرام ہو اور بعض نے کہا کہ ہر وہ چیز جس سے شرع نے نہی فرمائی وہ فحشاء مین سے ہی اگرچہ مکروہ ہو۔ اور قولہ وان تقولوا۔ عطف ہی بالسوء پر یعنے
حکم کرتا ہی تمکو کہ کہو اللہ تعالے پر وہ چیز جو تم نہین جانتے ہو۔ شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ مراد وہ ہی جو انھون نے بحیرہ وسائبہ وغیرہ کو حرام کرکے شرع قرار دیا تھا
پس جو حلال و حرام بغیر علم ہو وہ سب اسمین داخل ہی بلکہ جو بلا علم شرعی ہو اسی حکم مین ہی۔ قال البیضاوی اسمین دلیل ہی کہ ظن کا اتباع بالکل
منع ہی یعنے ظن باعتبار لغت عرف کے علم کا مقابل ہی پس مالا تعلمون مین وہ بھی داخل ہی اور چونکہ یہان اعتراض وارد ہوتا ہی کہ مجتہد کے اجتہادات مبنی بر ظنی
ہین حالانکہ انپر عمل کرنا قطعاً واجب ہی تو قاضی رحمہ اللہ نے اسکی دفع مین کہا جسکا حاصل یہ ہی کہ مجتہد کا اجتہاد جسکی طرف مودی ہوا اسکے طریقہ تحصیل
کے درمیان ظن ہی پھر چونکہ اجتہاد مجتہد پر عمل کرنا بالاجماع واجب ہی تو یہ مظنون معلوم ہوگیا اور ظن منقلب ہوکر علم ہوگیا کذا قیل مین کہتا ہون
کہ اس سے اعتراض مندفع نہین ہوتا اسلیے کہ محصول یہ ہوا کہ ظن کا اتباع سرے سے ممنوع ہی اور ظن مجتہد کی اتباع پر اجماع ہی اور یہ بات جیسی ہی
تو خود دیکھتا ہی اور غایۃ توجیہ یہ کہ مظنون مجتہد اپنے طریقہ تحصیل سے مظنون تھا پھر حصول کے بعد دلیل اجماع کی دلالت سے کہ اسپر عمل واجب ہی معلوم
ہوا کہ وہ حکم اللہ ہی ورنہ اسپر عمل کرنا واجب نہ تھا اور جو حکم اللہ تعالے ہی وہ قطعی اور علم ہی پس اتباع مجتہد اتباع علم ہی ذکرہ فی شرح المنہاج اور مین کہتا
ہون کہ اسمین بھی نظر ہی اسواسطے کہ وجوب عمل سے اسکا حکم اللہ تعالے ہونا لازم نہین بلکہ اسپر عمل کرنا حکم اللہ تعالے ہی اور یہ اللہ تعالے کی طرف سے
بندون پر بنظر رحمت خاص آسانی ہی کہ وہ حقیقی حکم اللہ تعالے کے حاصل کرنے کے مکلف نہین کیے گئے جوانکے حیطہ امکان سے خارج ہی اور پوشیدہ نہین
کہ ایک واقعہ مین متناقض دو اجتہاد ممکن بلکہ واقع ہین مثل الوتر واجب عند مجتہد والوتر لیس بواجب عند آخر پس حکم اللہ تعالے لامحالہ ایک ہوگا
علی ما ہو الصحیح اگرچہ استحقاق ثواب دونون پر ہی پس ظاہر ہوا کہ عمل بمظنون مجتہد پر واجب ہونا اس امر کو مستلزم نہین کہ وہی حکم اللہ تعالے ہی اور نیز یہ کسی نے
نہین کہا کہ مظنون مجتہد قطعی ہی مطلقاً بلکہ مظنون مجتہد حق عمل مین قطعی ہی اگرچہ فی نفسہ ظنی ہو۔ جاننا چاہیے کہ تعلق ظن و علم کا اسناد سے ہی جو
طرفین قضیہ کے درمیان ہی یعنے اگر یہ بات یون ہی یا یون نہین ہی نہ نفس طرفین سے مگر بحاشیہ این طور کہ یہ عین موجود ہی یا نہین ہی اور یہ بھی ہی اسناد
ہوگئی پس جواز و عدم جواز مرجع ظن و علم کا ہی اور جواز سے مراد عام شامل فرض و واجب و مستحب و مباح ہی اور عدم جواز سے مراد عام شامل حرام و مکروہ تحریمی و مکروہ
ہی پس جب کہا گیا کہ الوتر واجب۔ تو ظن اسکے وجوب مین ہی اور جب کہا گیا کہ حکم الاجماع قطعی تو علم اوسکے قطعی ہونیکا ہی پھر علم تو ہر طرح قطعی ہی اعتقاد مین بھی اور
عمل مین بھی اسکے مقتضا پر۔ اور ظن حق اعتقاد مین ہمیشہ ظن ہی کیونکہ وہ نفس ظن ہی اور حق عمل مین کبھی باوجود اعتقاد ظن کے اسپر عمل قطعی ہوتا ہی
مثل عمل بمقتضاے مظنون مجتہد کہ بحکم اجماع واجب ہی پھر آیۃ کریمہ مین دلیل ہی کہ اتباع مظنون بالکل ممنوع ہی چنانچہ کافر لوگ بحیرہ وسائبہ وحرث
و انعام کی نسبت ظنی حکم نکالکر شیطان کی پیروی مین گمراہ ہوے کیونکہ مثلاً سائبہ کا گوشت کھانا اور اسپر سوار ہونا حرام ہی یہ کافرون کا قول بلا دلیل

ظن تھا بدون کسی علم کے اور اہل ایمان جو مظنون مجتہد کی پیروی کرتے ہیں وہ بدلیل ظن نہیں بلکہ بدلیل اجماع ہے جو قطعًا علم ہے پس کافر تو دلیل ظن کے پیرو تھے اور اہل ایمان دلیل علم کے پیرو ہوے باوجودیکہ مظنون مجتہد فی نفسہ ظنی ہے اور چونکہ یہ حق عمل میں ہے لہذا ایسا ہونا ممکن ہوا بخلاف اعتقاد کے کہ اسمیں نہیں ہوسکتا اسیواسطے کہا گیا کہ قیاس و اجتہاد حق اعتقاد میں نہیں جاری ہے یعنے آنکہ مظنون کی طرف مودی کیونکہ وہ ہر طرح ظن ہی ہے نہ یعنے ترتیب مقدمات کہ یہ تو علم میں بھی جاری ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ توحید کا اثبات باوجودیکہ نتیجہ ترتیب مقدمات کے قطعی ہے اور یہیں نتیجہ شکل اول بعد ثبوت ہر دو مقدمات کے قطعی حاصل ہوتا ہے پھر جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہیے کہ اتباع مظنون مجتہد کا جواب جو علامہ **بیضاوی** وغیرہ نے دیا کہ سوا ہی اجتہاد مجتہد ظن مستند بمدرک شرعی ہے پس اسکا وجوب قطعی ہے اور ظن اسکے طریق میں ہے اس سے انکی مراد یہ ہے کہ مجتہد نے اجتہاد سے جو حکم واجب یا مستحب یا حرام نکالا ہے اسمیں پیروی اسکے ظن کی اسکے اجتہاد کے موافق عمل کرنے میں نہیں بلکہ پیروی حکم اجماع کی ہے کہ عمل بمقتضاے اجتہاد مجتہد واجب ہے اور یہ حکم اجماع قطعی ہے جیسا کہ کہا کہ اسکا وجوب قطعی ہے پس جسنے یہ گمان کیا کہ مظنون قطعی ہوگیا اسنے دھوکا کھایا فلیتامل

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ

اور جب انکو کہیے پیروی کرو اسکی جو نازل کیا اللہ نے کہیں نہیں ہم چلینگے اسپر جسپر پایا ہمنے اپنے باپ دادون کو بھلا اگرچہ

اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ

انکے باپ دادے نہ عقل رکھتے ہوں کچھ اور نہ راہ کی خبر

نزول اس آیت کا مشرکین کے حق میں ہے جنکا حکم کیا گیا کہ ظن کو چھوڑ کر قرآن مجید و آیات الٰہی کا اتباع کریں مگر انھوں نے نہ مانا اور تقلید کی طرف جھک پڑے قال تعالے۔ **وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا**۔ اور جب ان کافرون سے کہا جاوے کہ جو اللہ تعالے نے اتارا اسکی پیروی کرو تو کہتے ہیں نہیں بلکہ ہمنے جسپر اپنے باپ دادون کو پایا اسکی اتباع کرینگے

ف علی ہذا ضمیر لہم راجع الناس کی طرف ہے جو یا ایہا الناس کلوا الآیۃ۔ میں مذکور ہے نہ اس الناس کی طرف جو قولہ ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا الآیۃ۔ میں مذکور ہے جیسا کہ صاحب سراج نے وہم کیا ہے پس یہ آیت متصل ماقبل ہے اور مقتضاے ظاہر اس صورت میں خطاب تھا ای اذا قیل لکم ولیکن انکو مخاطب کرنے سے عدول اسواسطے کیا تاکہ دلالت ہو کہ یہ لوگ غایت حماقت سے جانورون کی طرح قابل خطاب نہیں ہیں گویا عاقلون کی طرف التفات کر کے فرمایا کہ تم ذرا ان احمقون کو تو دیکھو کہ کیسا جواب دیتے ہیں **البیضاوی** اور محمد بن اسحٰق نے عکرمہ یا سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک گروہ یہود کے حق میں اتری کہ انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی طرف دعوت کی پس بولے کہ۔ بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی **ابن کثیر** اور بغوی نے کہا کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام کی دعوت کی پس رافع بن خارجہ و مالک بن عوف نے کہا کہ بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری اور اس تقدیر پر یہ جملہ مستانفہ ہوگا اور لہم کی ضمیر ان غیر مذکورین سے کنایہ ہوگا۔ اور شاید کہ قلوب یہود و مشرکین ہوے ان بعض وجہ میں یکسان تھے۔ یعنے باپ دادون کی اتباع پر اڑنا اور انھیں کی تقلید پر جمنا اور حق کی طرف توجہ کرنا اور نہ ماننا پس اکتفا کر کے بذکر الناس ضمیر لہم راجع کر دی اسواسطے کہ یہود بھی بعض ما احل اللہ۔ کی تحریم اور اتباع ظن کرتے تھے۔ اور قولہ بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا۔ میں بل اضراب کے لیے ہے ای لا نتبع ما انزل اللہ یعنے جو اللہ تعالے نے اتارا اسکی اتباع نہیں کرینگے۔ اور ایک قصہ سے نکلکر دوسرے قصہ کی طرف جانے رجوع کے واسطے نہیں ہے اور مفسر سیوطی رحمہ نے لا کی تقدیر کر کے اسی طرف اشارہ کر دیا اور الفینا۔ یعنے وجدنا یعنے پایا اور متعدی بیک مفعول اور کبھی متعدی بدو مفعول ہوتا ہے اور یہاں دونوں باتوں کو محتمل ہے پس مفعول اول آباءنا ہے اور علیہ حال ہے یا مفعول ثانی ہے اور

٤٥

یار الفینا جلام کلہ ہے وہ در اصل واو ہی تھا لہ ۔ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۔ یعنے اور کیا وے لوگ باپ
دادون کی پیروی کیے جاوینگے اگرچہ انکے باپ کچھ عقل نہ رکھتے ہون اور نہ راہ پاتے ہون ف واو حالیہ ہے اور ہمزہ استفہام رد و تعجب ہے ولیکن واو سے مقدم
کر دیا گیا کیونکہ اسکے واسطے صدر کلام ہے ای اَیَتَّبِعُوْنَهُمْ وَلَوْ کَانُوْا کَاک ۔ کیا انکا اتباع کرینگے حالانکہ وہ ایسے ہون اور ابو البقاء و بیضاوی وغیرہ نے
کہا کہ جواب لو محذوف ہے بر تقدیر یکہ واو عاطفہ ہو ای لو کان آباؤہم جہلۃ عن امر الدین غیر مہتدین الی الحق لاتبعوہم ۔ یعنے اگر انکے باپ دادے امر دین سے
جاہل ہون حق بات کی راہ نہ پاتے ہون تو بھی انہیں کی اتباع کرینگے ۔ اور بیضاوی نے کہا کہ بر تقدیر واو حالیہ ہونے کے جواب کی احتیاج نہیں کیونکہ شرط
جب ہی حال ہو سکتی ہے کہ معنے شرطیت کے اس سے نکال لیے جاوین و بہ جزم ابو السعود ۔ اسلیے کہ مقصود اس سے تعمیم احوال ہے اور مفسر سیوطی نے
یتبعونہم کی تقدیر سے کفایت کر دی ۔ اور لا یعقلون شیئا ۔ ای شیئا من امر الدین ای امر دین مین سے کوئی شئ نہیں سمجھتے تھے ۔ اور مطلقاً مراد نہیں کیونکہ وہ
لوگ امور دنیا مین سے بہت کچھ جانتے تھے پس لفظ عام وارد فرمایا اور مراد خاص ہے ۔ اگر کہا جاوے کہ اسمین دلالت ہے کہ آیت کا نزول بحق مشرکین ہے
نہ یہود اسواسطے کہ آبار یہود حضرت موسیٰ و دیگر انبیاء کی اتباع مین بہت کچھ امور دین سے جانتے تھے تو جواب یہ ہے کہ مراد آبار سے وہ ہین جنکو ان کہنے والون نے
پایا جیسا کہ خود بولے کہ الفینا علیہ آبارنا اور وہ انکی پہلی پشت ہین نہ سابقین اور یہ پہلے دو چار پشت والے اجہل تھے علاوہ برین اللہ تعالے نے لا یعقلون
فرمایا ای امور دین مین انکو سمجھ نہ تھی پس اگر اقوال کے شناسا ہون بھی تو کیا ہوتا ہے ۔ قال البیضاوی اسمین ایسے شخص کے واسطے تقلید کرنے سے ممانعت
(یعنے خالی کتابی یا اقوال جانتے ہون ۱۲)
ہے جو نظر اور اجتہاد پر قدرت رکھتا ہو اور رہا دین مین غیر آدمی کا اتباع کرنا کسی دلیل سے یہ جانکر کہ یہ محق ہے مثل انبیا علیہم السلام کے اتباع کرنے یا مجتہدین فی
الاحکام کی اتباع کرنے کی تو یہ در حقیقت تقلید نہیں بلکہ جو اللہ تعالے نے اتارا اسکی اتباع ہے ۔ فعلی ہذا تقلید یہ ہوئی کہ احکام دین مین غیر کا قول بلا دلیل مان لینا
اور یہ معنے تقلید کے ائمہ مجتہدین کی اتباع مین نہین پائے جاتے ہین مگر ان لوگون کے حق مین جو باوجود کلی یا جزوی قدرت نظر کے نظر نہین کرتے اور تقلید
کرتے پس عوام مسلمین جو کچھ قدرت نظر نہین رکھتے وہ تو بری ہین اور ماخوذ وہ ہین جو فی الجملہ قدرت نظر رکھتے ہین اور بعض مشائخ نے ٹھیک کہا کہ عامی پر
یہی واجب ہے کہ وہ کسی مفتی سے فتویٰ لیکر اسپر عمل کرے تاکہ ثواب حاصل ہو اور ہر مفتی جبکہ وہ مفتی قرار پایا ہے اسکے واسطے کافی ہے کہ وہ اسکے فتوے
کے موافق عمل کرنے مین عند اللہ تعالے ماجور ہوگا اور یہی یہان مقصود ہے فافہم اگر کہا جاوے کہ کافرون نے تو یہ کہا تھا کہ ہم اسکی اتباع کرتے ہین جسپر
ہمارے باپ دادے تھے کیونکہ وہ ہمسے زیادہ علم والے اور دانا تھے اور اللہ تعالے نے اسکو رد کر دیا کہ انکی اتباع کیے جاوینگے اگرچہ وہ لوگ کچھ سمجھتے
اور نہ راہ پر ہون ۔ تو جواب یہ ہے کہ اللہ عز وجل نے مختصر جواب پر معنے ایسا فرما دیا جو ادنی غور سے سمجھ مین آسکتا ہے تاکہ یہ پورے بیوقوف سمجھ لین اور
امام رازی نے اس جواب کی تقریر کو یون بیان کیا کہ اس جواب کی تقریر کئی وجہ سے ہے اول آنکہ مقلد سے کہا جاوے کہ تو اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ کسی آدمی
(تفسیر کبیر مین ۱۲)
کی تقلید کے واسطے یہ شرط ہے کہ یہ جان لے کہ یہ شخص محق یعنے حق پر ہے یا یہ شرط نہیں ہے پس اگر تو اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ ہان یہ شرط ہے تو تجھکو کسی شخص کی تقلید جائز ہو
بعد اس امر کے معلوم ہوگا کہ تو جان لیوے کہ یہ شخص محق ہے پھر تو نے اسکا محق ہونا کیونکر معلوم کیا اگر کسی دوسری تقلید سے یہ بات معلوم کی تو دوسری
جس شخص کی تقلید کی ہے اسکا محق ہونا کیونکر معلوم کیا اگر اسکو بھی تیسرے کی تقلید سے معلوم کیا تو اسمین بھی یہی کلام ہوگا حتی کہ سلسلہ کبھی ختم نہوگا بلکہ انتہا
چلا جاویگا اور بے انتہا سلسلہ ہونا باطل ہے اور اگر تو نے اسکا محق ہونا اپنی عقل سے معلوم کیا ہے تو پھر عقل خود کافی ہے تقلید کی حاجت نہیں ۔ اور اگر تو نے
کہا کہ جواز تقلید کے لیے یہ شرط نہیں کہ جسکی تقلید کرے اسکا محق ہونا بھی جانے تو ایسی صورت مین تو نے اسکی تقلید جائز رکھی اگرچہ وہ شخص مبطل ہو
پس تو اسکی تقلید پر خود نہین جانتا ہے کہ مین حق پر ہون یا باطل پر ہون ۔ دوم آنکہ اچھا تیرا یہی کہنا مانا کہ یہ شخص جو پہلے زمانہ مین گذرا اس بات کا عالم تھا
لیکن اگر ہم فرض کرین کہ یہ پہلے زمانہ کا شخص اس بات کو نہجانتا تھا اور نہ اسنے اس بات مین کوئی مذہب اختیار کیا تھا تو بہر حال تجھے یہی کرنا پڑیگا

کرتو اس بات میں غور و نظر کرکے اپنا مذہب اختیار کرے پس اجتہاد و غور و نظر کی طرف رجوع صحیح ٹھہرا تو ایسا ہی یہاں ہے تقسیم ہو کہ اگر تو نے کسی اپنے اگلے شخص کی کسی مسئلہ میں تقلید کی تو ہم پوچھتے ہیں کہ اس شخص نے اس مسئلہ کو کیونکر جانا تھا یعنے تقلید کرکے جانا تھا یا بلا تقلید پس اگر اسنے بھی تقلید کرکے جانا تھا تو وہی دور یا تسلسل لازم آویگا جو اول تقریر میں گذرا اور اگر اسنے بلا تقلید کے دلیل سے جانا تو جب تو نے اپنے اوپر اسکی تقلید واجب کی ہو تو تجھ پر بھی واجب ہوا کہ اسکو دلیل سے حاصل کرے نہ تقلید سے کیونکہ اگر تو نے اسکو تقلید سے حاصل کیا بدون دلیل کے باوجودیکہ اس شخص متقدم نے اسکو دلیل سے حاصل کیا تھا نہ تقلید سے تو تو اسکا مخالف ہوا پس ثابت ہوا کہ قول تقلید ایسا ہے کہ اسکا ثبوت خود اسکی نفی کرتا ہے پس جو چیز ایسی ہو وہ باطل ہے اور اللہ تعالے اس آیت کو اتباع خطوات شیطان سے زجر کرنے کے بعد جو ذکر فرمایا تو اسی تنبیہ کے واسطے کہ وساوس شیطان کی پیروی میں اور تقلید کی پیروی میں کچھ فرق نہیں ہے اور اسمیں قوی دلیل اس بات کی موجود ہے کہ نظر کرنا اور استدلال کرنا واجب ہے اور جو چیز بلا دلیل شرعی کے دل میں آوے اسپر اعتقاد کبھی نہ کرے اور اسکا تابع نہو اور جو چیز کہ شخص غیر کہے اسپر بلا دلیل اعتقاد نہ کرے انتہی کلامہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بات پر تو سب اہل اسلام متفق ہیں کہ اعتقادات میں تقلید حرام ہے اور جو اعتقاد کہ تقلید سے ہو وہ کچھ نہیں ہے پس جو شخص یہ اعتقاد کرے کہ چونکہ فلان شخص نے اعتقاد کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق تھے لہذا میں بھی اسکے اعتقاد کی تقلید پر یہ اعتقاد کرتا ہوں تو یہ لغو اور وہ کافر ہے اور وہ مومن نہوگا جب تک خود یقین نکرے اور جسنے کچھ تقلید کو روا رکھا ہے تو فقط مسائل فرعیہ میں روا رکھا ہے سو اسکا مآل کچھ نہیں اسواسطے کہ کسی کے حق میں [illegible] سے تقلید کر لینا عوام کے واسطے ہے اور جو شخص دلائل کو دیکھ سکتا ہے اسکو بلا دلیل مان لینا نہیں چاہیے جیسا کہ پہلے گذرا اور اسی پر [illegible] جزم کیا ہے فافہم۔ پھر اللہ تعالے نے ان کافروں کے واسطے ایک مثل بیان کی اور فرمایا۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ

اور مثال ان منکروں کی جیسے مثال ایک شخص کی کہ چیخ پکارتا ہے ایسی چیز کو جو سنتے نہیں مگر پکارنا اور چلانا بہرے گونگے اندھے ہیں

فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝

سو انکو عقل نہیں

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا - ان لوگوں کی مثل جو کافر ہیں۔ **كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ** - جیسے مثل اس شخص کے جو چلا کر ایسی چیز کو آواز دیتا ہے جو کچھ سنتا نہیں۔ **إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً** - سوائے پکار و ندا کے ف یعنے اسکو فقط آواز سنائی دیتی ہے سوا اسکے کچھ نہیں سمجھتا اور یہ جانوروں کا حال ہے۔ **صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ** - بہرے گونگے اندھے ہیں تو یہ کچھ نہیں سمجھتے ہیں ف مثل الذین کفروا مبتدا اور کمثل الذی ینعق۔ اسکی خبر ہے اور نعق بنون و عین مہملہ بلند آواز دینا اور بہائم پر بالخصوص [illegible] واسطے تعدیہ کے ہے کیونکہ نعق لازمی ہے یقال نعق المؤذن بلند آواز سے بولا موذن اور نعق بالفتح بلند آواز سے بکریوں کو ہانکا۔ پس ما موصولہ ہے اور مفسرین کے تفسیر آیت میں چند اقوال ہیں بنا بر آنکہ تشبیہ مفرد ہے یا تشبیہ مرکب۔ کیونکہ مثل الذین کفروا کی طرف تو صرف کفار مذکور ہیں اور کمثل الذی ینعق بما لا یسمع کی طرف ناعق اور منعوق بہا۔ دو مذکور ہیں یعنے ایک آواز سے پکارنے والا اور دوسری وہ چیز جسکو پکارا ہے پس شیخ ابو البقاء نے ذکر کیا کہ کلام میں حذف مضاف ہے اور معنی مثل داعی الذین کفروا۔ یعنے مثال بلانے والے کی ان لوگوں کو جو کافر ہوئے راہ راست کی طرف جیسے مثال پکارنے والے کی بکری کے گلہ کو۔ اور یہ اسواسطے مقدر کیا گیا تاکہ تشبیہ ٹھیک ہو پس بھیڑ بکریوں کی طرف بلانے والا مثل ناعق کے اور کافر لوگ بمثل بکریوں کے ہیں۔ سیبویہ نے کہا کہ [illegible] اللہ تعالے نے کافروں اور انکی راہ کی طرف بلانے والے کو بکریوں اور انکے پکارنے والے کے ساتھ تشبیہ دی ہے تو ہر دو شی میں سے ایک کو [illegible]

مقابلہ کردیا ہے دون تفصیل سے کے باعتبار فہم معنے کے۔ اور نیز سیبویہ نے کہا کہ کافرون کی تشبیہ ناعق کے ساتھ نہیں بلکہ منعوق بہا یعنے ناعق نے جس چیز کو آواز دی ہے ایسی ان بہائم کے ساتھ جو نہیں سمجھتے ہیں آخر قول اس تقدیر پر ظاہر ہوتا ہے کہ تشبیہ بلفظ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کرنی منظور ہے حالانکہ مقصود استقباح حال کفار ہے اور اسی سے اولیٰ ہے المعنی یہ ہے کہ مشبہ بہ کی بطرف تقدیر کیجاوے سامی مثل الذین کفروا کمثل بہائم الذی ینعق پس اسمین تشبیہ کافرون کی بہائم سے ہے اور معنے یہ ہین کہ کافر لوگ سیبویہ اپنی تقلید مین ہمہ تن ہونے کے جو انکو نصیحت کی جاتی ہے اسپر کان نہین دھرتے اور جو انسے تقریر کیجاتی ہے اسپر غور نہین کرتے پس وہ اس بات مین مثل چوپاؤن کے ہین کہ چرواہا انکو آواز دیتا ہے پس وہ آواز سن لیتے ہین اور اسکا مقصود نہین جانتے اور ندا کو محسوس کرتے ہین اور معنے نہین سمجھتے ہین۔ کذا قال البیضاوی اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ ومثل الذین کفروا اسی جس حال گمراہی وضلالت وجہالت مین کافر ہین انکی مثال جیسے چلتے ریوڑ وگلے چوپاؤن کے کہ چرواہا اسکو پکارتا ہے کہ راہ پر چلا جاوے مگر وہ اسکا کہنا نہین سمجھتے حالی اسکی آواز سنتے ہین۔ اور ایسا ہی شیخ ابوالعالیہ ومجاہد وعکرمہ وعطاء وحسن بصری وقتادہ وعطاء خراسانی وربیع بن انس رحمہم اللہ سے مروی ہے اور معنے اس تشبیہ کے یہ ہین کہ یہ تمثیل ہے کہ کافر لوگ اپنے باپ دادے کے ظاہر حال کے اتباع مین بدون حقیقت حال سے واقف ہونے کے ایسے ہین جیسے چوپائے کہ آواز سنتے ہین اور جو اس سے مقصود ہے وہ نہین سمجھتے ہین پس قول اول اور اسمین فرق یہ ہے کہ اول مین تو انکی تشبیہ بہائم سے اس امر مین کہ جو انکو القاء کیا جاتا ہے وہ نہین سمجھتے ہین اور اسمین انکی تشبیہ بہائم سے اس بات مین کہ وہ اپنے باپ دادون کی اتباع ظاہری سے ایسے جاہل ہین جیسے بہائم ہوتے ہین۔ اور قطرب نے کہا کہ مثال کافرون کی اپنے بتون کو پکارتے ہین ایسی ہے جیسے چرواہا اپنے گلہ کو پکارتا ہے حالانکہ وہ جانور بھی نہین جانتے کہ کہان ہین اور شیخ ابن جریر نے اسیکو اختیار کیا ہے اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ مثال کافرون کی اپنے پتھر کے معبودون کو پکارنے مین ایسے ہی ہیسے رات مین چیخنے والا کہ اسکی صدا خود اسکو آواز دیتی اور ایسی چیز کو آواز دیتا ہے جو نہ سنے اور جواب دیتا ہے جسکی کچھ حقیقت نہین ہے پس یہ سب چار اقوال ہوئے جنمین اول و دوم قریب المعنے ہین اور سوم وچہارم قریب المعنے ہین مگر بیضاوی نے اخیر کے دونون قولون پر اعتراض کیا کہ خواہ تشبیہ مفرد لیجاوے یا مرکب لیجاوے اس تشبیہ کے جواز کی کوئی صورت نہین اسواسطے کہ مشبہ بہ کو مشبہ سے وجہ تشبیہ مین اقوی ہونا واجب ہے حالانکہ کافرون کے بت تو بہ نسبت بہائم کے ناسمجھی مین بہت بڑھے ہوئے ہین پس ممنوع ہوگیا جو بعض نے کہا کہ بتون کا نہ سننا کچھ مضر نہین کیونکہ تمثیل مرکب ہے اور ایسا ہی شیخ ابن کثیر نے اسپر اعتراض کیا کہ اولیٰ نہین اسواسطے کہ بت کچھ نہین سمجھتے ہین اور نہ سنتے اور نہ انمین حیات ہے فافہم اور قولہ صم بکم عمی مفسر سیوطی نے اشارہ کیا کہ خبر مبتدا محذوف ہے بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ مرفوع علی الذم ہے اور معنے یہ ہین کہ حق بات سننے سے بہرے اور کہنے سے گونگے اور راہ حق سے اندھے اور لایعقلون مراد اس سے عقل دین کا جاتا رہنا ہے یعنے امر دین کو نہین سمجھتے ہین قال المترجم یعنے عقل نورانی نہین بلکہ حواس کہتے ہین جو آخرت سے بالکل بے بہرہ ہین پھر فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ

اے ایمان والو کھاؤ ستھری چیزین جو روزی دین ہم نے تمکو اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسکے بندے ہو

بعض نے کہا کہ یہ حکم تاکید ہے قولہ تعالیٰ یا ایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا الآیۃ کی اور یہان مومنین کو خاص کردیا کہ لوگون مین سے افضل نوع ہین اور حق یہ ہے کہ سابق کی آیت مین بحائر وسوائب کے حرام جاننے والون کو اعلام حلت طیبات مقصود تھا اور اسمین ارشاد اکل حلال ہے بقولہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ

اے ایمان والو یعنے جو کچھ طیبات سے تمکو دیا ہے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اگر تم اسی کی بندگی کرتے ہو۔ ف۔ بعض نے کہا کہ اکل سے مراد یہان

نفع اٹھانا ہی انہی نفع انہین چیزون سے اٹھاؤ جو حکم شرع مین جس طور سے حلال ہی اور ظاہر یہ ہی کہ کھانے سے بہی عادت کے موافق کھانا مراد ہو اور عمر بن عبد العزیز سے روایت ہی کہ آیت مین طیبات سے پاک کمائی مراد ہی خصوصیت پاک طعام کی نہین ہی اور ضحاک نے کہا کہ رزق حلال مراد ہی اور اسی کو مشعر ہی کہ شیخ ابو البقا نے کہا کہ کلوا کا مفعول محذوف ہی ای کلوا رزقکم۔ اور امام احمد و مسلم و ترمذی و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے طیب ہی نہین قبول کرتا مگر طیب کو اور اللہ تعالے نے حکم دیا مومنون کو جس چیز کا حکم دیا اپنے رسولون کو چنانچہ فرمایا۔ یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا انی بما تعملون علیم۔ اور فرمایا یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم۔ پھر ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی طول سفر کرتا ہی پریشان گرد آلودہ اپنے ہاتھ آسمان کو اٹھاتا ہی یا رب یا رب حالانکہ اسکا کھانا حرام ہے اور لباس حرام سے اور حرام کھایا پیا ہی تو کہان اسکی دعا قبول ہوگی۔ تو ثابت ہوا کہ عبادت کے قبول ہونے کے واسطے اکل حلال و لباس حلال شرط ہی اور کہا گیا ہی کہ غذا اسکی حرام سے چالیس دن تک عبادت مقبول نہین ہوتی ہی اور یہ سبب اس حرام مین ہی کہ کھلا ہوا ہو اور عالمگیری بحر مین مذکور ہی کہ علما نے فرمایا کہ اس بارہ مین آدمی کو یہی واجب ہی کہ جسکو کھلا حرام دیکھے اور جانے اس سے اجتناب کرے اور تقوی یہ ہی کہ شبہات سے بالکل پرہیز کرے واللہ اعلم۔ واشکروا للہ۔ یہان اشکروا نہین فرمایا بلکہ لام سے غایت کیطرف التفات کیا واسطے تعظیم شان کے اور یہان مراد واسطے وجوب کے ہی کیونکہ شکر اللہ تعالے واجب ہی اور حدیث مین ہی سبحان اللہ وبحمدہ میزان کو بھر دیتی ہی تو شکر سے یہان مراد زبانی شکر ہی یا یہ مراد ہی کہ جو نعمتین اللہ عز وجل نے بندے کو کرامت فرمائی ہین سب کو اسکی خدمت مین اسکے حکم کے موافق صرف کرے مثلاً آنکہ تلاوت کلام مجید مین اور پانون مسجد مین جانے وغیرہ مین اور مثل اسکے عبادت مفروضہ خاصہ عامہ مین اور ظاہر یہی ہی یعنی مراد مین اور قولہ ان کنتم ایاہ تعبدون مفعول کو تخصیص کے واسطے مقدم فرمایا ای عبادت کے واسطے تم اسیکو مخصوص کرتے ہو اور اقرار کرتے ہو کہ وہی معبود ہی اسکے سوا کوئی نہین ہی اور بعض نے کہا ہی اگر تم عارف ہو اللہ تعالے اور اسکی نعمتون کے تو نعمتون پر اسکا شکر کرو۔ شکر الٰہی منجملہ حقوق ہی اور حرف شرط یہان امر مشکوک کے واسطے نہین ہی بلکہ تحریض اور برانگیختہ کرنے کے لیے ہی جیسا کہ مقدمہ مین بیان ہوا جیسے کوئی اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہی تو اس کام کو پورا کردے پس ایسا ہی یہان ہی۔ اور بیہقی وغیرہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ مین اور جن و انسان ایک بناء عظیم مین ہین پیدا مین کرتا ہون اور میرا غیر عبادت کیا جاتا ہی اور رزق مین دیتا ہون اور غیر کا شکر کیا جاتا ہی پھر جاننا چاہیے کہ شکر گذاری کا نفع بندون ہی کی طرف راجع ہوتا ہی کہ اللہ تعالے نے وعدہ فرمایا ہی کہ اگر شکر کروگے تو زیادہ نعمت ملیگی ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے۔ یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم۔ طیبات وہ چیزین جو سابق علم ازل مین اپنی رضا اور خوشنودی کے ساتھ اہل ایمان کے واسطے تقسیم کردین یعنے انکی قسمت مین کردین یعنے انکی ایسی معاش جسکا تناول کرنا انکے حق مین کسی حال مین مذموم نہین اور یہ وہ نفس ہی جسکو ایمان دار آدمی کام مین لاتا ہی کہ وقت حاجت کے وقوع واقعہ سے پہلے نور ایمان سے فراست سے دریافت کر لیتا ہی قال المترجم مراد وہ نور مکاشفہ ہی جس سے اولیاء اللہ تعالے اکرم کیے گئے ہین جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو مصر کی دوری سے سونگھ پایا تھا۔ اور نیز طیبات وہ چیزین جو مومن کو اللہ تعالے کے مرضیات کی طرف رغبت دلاوین مانند معاملات سنیہ اور اخلاق حمیدہ کے اور مالوفات نفس و متابعت شہوت ترک کرنے کے۔ اور نیز طیبات وہ چیزین کہ بیچ بدون آدمیون کی کاریگری کے حاصل ہون کیونکہ جسمین آدمیون کی کاریگری لگی وہ لگاؤ سے خالی نہین ہین قال المترجم پس پیداوار زمین و پھل وغیرہ ایسے ہی ہین بخلاف طعام اور اسکی ترکیبی لذت کے اور نیز طیبات وہ شہوت سے نہ کمائی گئی ہون اور انسے نتیجہ حکمت و عبادت حاصل ہو قال المترجم یعنے غذا اگر تن پروری کے واسطے کمائی تو کچھ نہین اور اگر غذا بغرض قوت عبادت کمائی تو وہ طیبات سے ہی۔ اور نیز طیبات وہ کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کھائی گئی ہون اور بدعت کے طریقہ پر نہون۔ اور نیز طیبات اشارہ ہی ذکر حق عز و جل کی طرف بشرطیکہ اسمین ذکر مخلوق کا میل نہو اور ایسا پاکیزہ ذکر حق

وہ غذا ہے روح اسطرح ہی کہ روح لقوت وجہ پیدا کرے اور صفات کے باغون مین دیدار حق لوصف وصل کرے۔ اور شیخ ابو عبد الرحمن علی نے
فرمایا کہ طیبات رزق یہ ہی کہ جینا پی کے وقت استقدر کھاے کہ نفس باقی رہے تاکہ ادا سے فرائض پورے طور پر ہو اور یہ مقدار وہی ہی کہ کسی حال مین اس کھانے
کے پیچھے نقصان نہین ہوتی ہی۔ قولہ تعالےٰ وَاشْكُرُوا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اور شکر کرو اللہ تعالےٰ کا اپنی معرفت کے ساتھ مشکور ہے اگر تم اسیکو
عبادت کرتے ہو لیکن بدون معرفت اسواسطے کہ معبود بنانا بدون معرفت نہین صحیح ہی اور یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اغرا ہی یعنی شرط معرفت سے
مخصوص اسیکی عبادت کرنے پر شکر گزار ہی اللہ تعالےٰ کی طرف سے بندون کو آمادگی دلانا ہی اور سعادتمندون کو تنبیہ ہی تاکہ جان لین کہ شکر سے اوا نہین
مگر اسیکو جسنے پیدا کیا اور رزق دیا اور موت دی اور زندگی دی ہی اور بیان اداے عبادت کو ساتھ شکر نعمت کے واسطے تعریف باسم عظیم کے
کہ اسکی نعمت کا شکر یہ معرفت کے ساتھ عبادت کر کے ادا کرے۔ انتہی کلامہ رزق حلال کے ارشاد کے بعد بیان فرمادیا کہ چند ہی گنتی کی چیزین

منجملہ تمام چیزون کے حرام کردی ہین پس فرمایا

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ

یہی حرام کیا ہی تمپر مردہ اور لوہو اور سور کا گوشت اور جسپر نام پکارا گیا اللہ کے سوا کا پھر جو کوئی پھنسا

غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

نہ بے حکمی کرتا ہی نہ زیادتی تو اسپر گناہ نہین اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہی

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ۔ تمپر حرام تو یہی مردار ہے یعنے مردار کا کھانا کیونکہ کھانے ہی مین گفتگو ہی اور اسیطرح آیندہ چیزون مین
بھی کھانا حرام ہی اور اسمین سے مچھلی و ٹیڑی استثنا ہی وَالدَّمَ۔ اور خون ہے یعنے مراد خون مسفوح جو رگون سے نکلکر رواں ہی جیسے سورۂ انعام مین
مذکور ہی وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ۔ اور سور کا گوشت ہے اور جب گوشت نجس ہی تو باقی اسکے سب ہی سر سے پاؤن تک نجس ہی اور بعضون نے کہا کہ ضرورت
والون کے لیے سور کے بال سے موچی سینا جائز ہی وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ اور جس چیز کے ساتھ غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہے یعنے سوائے اللہ
تعالےٰ کے غیر کے لیے ذبح کیا گیا اور نام پکارنا اسواسطے فرمایا کہ بت پرست بتون کے نام سے پکارتے اور ذبح کے وقت بتون کا نام لیتے تھے فَمَنِ
اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ پھر جو کوئی مضطر ہوا درحالیکہ باغی و عادی نہین تو
اسپر گناہ نہین ہی اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے باغی و عادی سے یا تو سلطان سے بغاوت اور مسلمانون پر عدوان یعنے رہزنی مراد ہی اور یہی امام شافعی کا
قول ہی اور قیاس سے ہر بد کار مسافر مانند بھاگے ہوئے غلام کے اور جو ظالمانہ مال وصول کرنے جاتا ہو وہ بھی باغی و عادی مین شامل ہین اور یا مراد باغی سے
وہ کہ حلال چھوڑ کر حرام کی خواہش کرے اور عادی وہ کہ اضطرار کے وقت سے تجاوز کر کے پیٹ بھرے اور یہی امام ابو حنیفہ وغیرہ کا قول ہی تو ہر ایک
مضطر کو ایسے وقت مین جان رکھنے کی قدر جائز ہی جبکہ خواہش حرام یا اس مقدار سے تجاوز نکرے اور واضح ہو کہ آیۃ ایک قراءۃ مین منصوب ہی
پس ما کافہ ہی اور حَرَّمَ کا فاعل اللہ تعالےٰ ہی اور ایک قراءۃ مین بالرفع ہی پس ما بمعنی الذی ہوگا اور المیتۃ خبر ان ہی والمعنی ان الذی حرم علیکم المیتۃ
الی آخرہ اور ایک قراءۃ مین حُرِّمَ بصیغۂ مجہول ہی پس المیتۃ بالرفع ہوگا مگر جائز ہوگا کہ ما بمعنی الذی اور المیتۃ خبر ان ہو یا ما کافہ اور المیتۃ مفعول مالم
یسم فاعلہ ہو اور سوائے وجہ اول کے حصر او صورتون مین ظاہر نہین مگر ترکیب مفید قصر حرمت ما استخراج ہوگی اور المیتۃ دراصل بتشدید یاء ہی
بروزن فیعلۃ اور واوی ہی ای میوتۃ پس تشدید کی قراءۃ علی الاصل ہی اور جسنے تخفیف سے پڑھا اسنے واو کو جو عین کلمہ ہی حذف کیا مانند سید
وہین کے کہ دراصل سیّد وہیّن بتشدید یا ہین۔ اور دم مین لام کلمہ یاء تھا جو بغیر علت حذف کیا گیا اور خنزیر کا نون اصلی ہی بروزن مانند غربیب

اور بعض نے کہا نون زائد ہی یا ماخوذ از خور یا اور غیر باغ منصوب علی الحال ہی اسواسطے کہ استثنا رجب ہوسکتا ہی کہ الا اسکے قائم مقام ہو سکے
ذکرہ العکبری وغیرہ پھر جاننا چاہیے کہ کلمہ انما موضوع ہی واسطے حصر کے اور جو اسکے ساتھ مذکور ہین انھین کے واسطے حکم ثابت کرتا ہی اور غیر سے نفی
کرتا ہی پس یہ ہوگا کہ حرام ہونا انھین چیزون مین منحصر ہی جو میتۃ و دم و لحم خنزیر و ما اہل لغیر اللہ مذکور ہین۔ پس اگر کہا جاوے کہ اور بہت چیزین حرام
ہین جو اسمین مذکور نہین پھر حصر کیونکر ہوگا تو جواب یہ ہی کہ اصل وضع انما کی قصر قلب کے واسطے ہی پس کفار نے جو ان سب چیزون کو مع دیگر اشیا کے حلال
ہونیکا اعتقاد کیا تھا تو ابلغ طور پر قصر قلب کے ساتھ انحصار کرکے رد کیا کہ جن چیزون کو تم نے حلال کر رکھا ہی انمین سے اتنی ہی چیزین حرام ہین یا جواب
یون دیا جاوے کہ حالت اختیاری پر حرمت مقصور کرنا مراد ہی گویا یون کہا گیا کہ تمپر یہی چیزین حرام کی گئی ہین جبتک کہ تم ان چیزون کی طرف
مضطر نہو۔ پس حاصل یہ ہی کہ حصر مطلقا مراد نہین ہی بلکہ یا تو ان سب چیزون مین سے جنکو انھون نے حلال کر رکھا تھا یا حالت اختیار کی نسبت کر کے
قصر ہی اور خون کو بھی عرب حلال جانتے اور کھاتے تھے چنانچہ ظروف مین جمع کر لیتے پھر اسکو بھونکر کھاتے تھے۔ پھر جاننا چاہیے کہ مردار وہ ہی جس سے
روح مفارقت کر گئی بدون اسکو ذکاۃ دیے ہوے یعنی شرع کے موافق بسم اللہ کہکر ذبح نہین کی گئی پس امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اگر عمدا بسم اللہ
کو ترک کیا تو ذبیحہ مردار ہی اور امام شافعی سے مشہور ہی کہ تسمیہ ہر مومن کے دل مین ہی اگر عمدا اسنے نہ بھی پڑھا ہو تو جائز ہی بالجملہ یہ اتفاقی ہی کہ جس جانور کی
ذکاۃ نہوئی ہو وہ مردار ہی خواہ خود بخود مر گیا یا گلا گھٹنے سے مرا یا پٹکنے سے یا اونچائی سے گر کر یا دوسرے جانور کے سینگ وغیرہ مارنے سے یا درندے
کے مار ڈالنے سے مرا ہو اور جمہور نے اس عام مین سے دریائی صید کو مخصوص کیا ہی کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ واحل لکم صید البحر وطعامہ۔ چنانچہ عنقریب
انشاء اللہ تعالے آویگا۔ اور نیز حدیث عنبر کی حضرت جابر رض کی روایت سے صحیح مین موجود ہی اور مسند امام احمد و موطا و سنن مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے بحر کے حق مین فرمایا ہو الطہور ماؤہ الحل میتتہ۔ یعنی اسکا پانی طہور ہی اور اسکا مردار حلال ہی پس ظاہر ہوا کہ المیتۃ سے مراد یہان خشکی کا مردار ہی یا مع
دریائی مردار کے جو مشابہ اسکے ہو۔ اور شافعی و ابن ماجہ و دار قطنی و احمد و حاکم و ابن مردویہ نے ابن عمر رض سے مرفوعا روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہمارے
لیے دو میتہ اور دو خون حلال کیے گئے ہین پس دو میتہ تو ٹیڑی اور مچھلی ہین اور دو خون وہ کلیجی اور تلی ہی۔ اور یہ حدیث از قبیل مشہور ہی اسیواسطے
ہمارے علماے حنفیہ کے نزدیک کتاب اللہ پر اس سے زیادتی جائز ہوئی اور نیز قولہ احل لکم صید البحر عام ہی کہ صید زندہ اور مردہ دونون کو شامل ہی پس یا
اس تخصیص کے ساتھ حدیث اسکا بیان ہو کر خود آیت سے تخصیص ہوگی فافہم اگر کہا جاوے کہ جو گاے بکری مثلا ذبح کی گئی اور اسکے پیٹ مین سے بچہ مرا
نکلا اسکا کھانا جائز ہونا چاہیے کیونکہ حدیث مین ہی کہ جنین کی ذکاۃ وہی اسکی مان کی ذکاۃ ہی تو علما نے اسکا جواب دیا کہ یہ حدیث مشہور نہین بلکہ آحاد
ہی پس اس سے زیادتی نہین جائز ہی۔ اور یہ جواب کچھ قوی نہین اسواسطے کہ اصول مین مقرر ہو چکا ہی کہ جب عام ایک مرتبہ مشہور سے تخصیص یافتہ ہو چکا
ہو تو پھر آحاد سے بھی اسکی تخصیص جائز ہوتی ہی۔ پھر اکثر اہل علم کے نزدیک دریائی جانور ہمیشہ زندہ و مردہ کا کھانا جائز ہی اور بعض اہل علم کے نزدیک دریائی جانورون
سے جنکا مشابہ خشکی کے جانورون مین سے حرام ہو وہ حرام ہین اور ابن حبیب نے دریائی سور کے حق مین توقف کیا اور ابن القاسم نے کہا کہ مین اوس سے بچتا ہون
اور اسکو حرام نہین جانتا ہون اور صحیح بنابر قول بعض اہل علم کے وہ حرام ہی اور مانند اسیکے ہی ہمارے علماے حنفیہ کے نزدیک ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین
ذکر کیا کہ میتہ جانور کا دودھ یا پرند کا انڈا جو اسکے تھنون یا پیٹ مین ہی وہ شافعی وغیرہ کے نزدیک نجس ہی کیونکہ اسکا جزو ہی اور امام مالک کی ایک
روایت مین وہ طاہر ہی مگر مجاورت سے نجس ہوا اور اسیطرح میتہ کے انفحہ مین خلاف ہی اور مشہور یہ ہی کہ وہ انکے نزدیک نجس ہی مگر خود اپنے اوپر اعتراض وارد
کیا کہ صحابہ نے مجوس کا پنیر کھایا ہی پس قرطبی نے اسکا یہ جواب دیا کہ یہان قلیل دودھ اسمین خلط ہی اور کثیر کے ساتھ قلیل نجاست عفو ہی۔ پھر دم سے
مراد دم مسفوح ہی یعنی جو جاری ہو کر روان ہو جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت مین آوےگا مسفوحا۔ فرمایا پس مطلق کو مقید پر محمول کیا جائیگا۔ اگر کہا

جاوے کہ حدیث مشہور میں جو آیا کہ ہمارے واسطے دو خون حلال کیے گئے کلیجی اور تلی سو یہ دونوں دم مسفوح نہیں بلکہ بستہ خون کے لوتھڑے ہیں پس
وہ حرام ہیں سے سرے سے نہیں ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہ تخصیص عام سے نہیں بلکہ اظہار عدم حمل پر عام ہے فافہم اور علما متفق ہیں کہ حرام دم مسفوح ہے اور
جو گوشت کے ساتھ مخلوط ہو وہ بالاجماع حرام نہیں قالہ القرطبی اور حدیث میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ وہ گوشت پکاتی تھیں پس خون کی زردی ہانڈی
پر چڑھا جاتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکو بلا انکار کے کھاتے تھے۔ پس خشکی کی مردار اور بعض دریائی مردار جو مشابہ ہو خشکی والی سے اور دم مسفوح اپر حرام
ہیں اور اسیطرح اپر سور کا گوشت حرام فرمایا پس یہاں اور سورہ انعام کی آیہ میں لحم خنزیر فرمایا ہے اور ظاہر اگوشت کو مخصوص بیان فرمانا بنظر اکل کے
ہے اسواسطے کہ تقدیر حرم علیکم المیتۃ آنکہ حرم علیکم اکل المیتۃ پس ایسا ہی بعد میں ای اکل لحم الخنزیر اسلیے کہ اکل خنزیر نہیں کہا جاتا ہے مگر مجازا بمعنی اکل لحم الخنزیر
رہی اسکی چربی تو وہ لحم کے حکم میں ہے یا گوشت غالب ہونے کے تابع کر دیا یا گوشت اسکو شامل ہے اور مفسرین نے کہا کہ گوشت کو بخصوصہا اس نظر سے بیان کیا
کہ معظم مقصود یہی ہے اور باقی اجزا اسکے تبع ہیں اور قرطبی رح نے ذکر کیا کہ امت کا اجماع ہے کہ سور کی چربی مثل اسکے گوشت کے حرام ہے اور نیز فرمایا کہ امت کا
(تبع بفتحتین جمع تابع ۱۲)
اجماع ہے کہ سور کے سب اجزا سر سے پیر تک حرام ہیں سوائے اسکے بالوں کے کہ انکو خرازیت کے کام میں لانا جائز ہے پھر ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک سور
(خرازیت موزہ سینا ۱۲)
نجس العین ہے اور امام مالک سے مشہور ہے کہ وہ طاہر ہے جیسے اور حیوان اور شافعی کے اس مسئلہ میں کہ سور برتن میں منہ ڈال دے دو قول ہیں جدید قول
یہ ہے کہ اگر کوئی نجاست اور نہ لگی ہو تو اسکا حکم مثل کتے کے ہے کہ سات بار دھو ڈالے اور قدیم قول یہ ہے کہ ایکبار دھو ڈالنا کافی ہے اور صحیح قول جمہور ہے واللہ اعلم
اور نیز حرام کر دیا پھر وہ ذبیحہ جسپر نام غیر اللہ تعالیٰ کا پکارا گیا ہو اور اہلال آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں اور چونکہ وہ لوگ ایسا کیا کرتے تھے جیسا کہ مفسرین وغیرہ نے ذکر
کیا ہے لہذا بطور واقعہ کے بیان کے فرما دیا اور مراد یہ ہے کہ جس ذبیحہ پر غیر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو وہ حرام ہے پس اگر بت پرست وغیرہ نے ذبیحہ پر اپنے
کسی بت کا یا لات و عزیٰ کا یا ملائکہ یا جن وغیرہ کسی ایسے کا جسکو مانتا پوجتا ہے ذکر کیا یا مجوسی یعنی آتش پرست نے آگ کا نام ذکر کیا تو یہ اور مثل اسکے
جتنے ذبیحہ ہیں سب قطعًا حرام ہیں اور اسیطرح اللہ تعالیٰ عز و جل کے سوائے کسی کی تقرب کی نیت سے ذبح کرنا حرام ہے چنانچہ فتاوائے عالمگیری میں
یہ شرط مع مسائل مذکور ہے اور قرطبی رح نے ابن عطیہ کی روایت سے حسن بصری رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنی گڑیوں کی
شادی رچائی اور اسمیں اونٹ ذبح کیے تو انکا گوشت کھانا کیسا ہے فرمایا کہ نہیں کھایا جائیگا اسواسطے کہ وہ تصویر کے لیے ذبح ہوئے ہیں اور نیز قرطبی رح نے
حضرت عائشہ رضؓ سے روایت وارد کی کہ حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ عجم والے اہل مجوسی لوگ اپنی عیدوں میں ذبح کرتے ہیں پس اسمیں سے مسلمانوں کو
ہدیہ بھیجتے ہیں اسکا کھانا کیسا ہے تو فرمایا کہ جو اس دن کے واسطے ذبح کیا جاتا ہے اسمیں سے مت کھاؤ ہاں انکے بھیجے ہوئے پھلوں میووں کو کھاؤ اور
ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی کہ قولہ ما اہل بہ لغیر اللہ کہا کہ اسکا معنی ذبح لغیر اللہ یعنی جو غیر اللہ کے واسطے ذبح کیا گیا۔ اور بغوی رح نے بھی معالم میں اسکی تفسیر
میں کہا ای ما ذبح للاصنام والطواغیت۔ یعنی جو جانور کہ اصنام و طواغیت کے واسطے ذبح کیا گیا اور تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ علما نے فرمایا
کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی ذبیحہ ذبح کیا اور اسکے ذبح کرنے میں اسکا مقصود اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی اور کا تقرب ہے تو وہ شخص مرتد ہو گیا اور ذبیحہ اسکا
ویسا ہی حرام ہے جیسا مرتد کا ذبیحہ ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی ائمہ حنفیہ کی معتمد کتب الفقہ میں مصرح ہے اور صاحب الروض شافعی نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ذبح کیا تو وہ کافر ہوا۔ اب یہاں سے ہر ہوشیار قیاس کر سکتا ہے کہ جب سوائے اللہ تعالیٰ عز و جل کے سید عالم و اکرم
الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ذبیحہ نہیں جائز ہے تو اور کسی نبی و ولی کے واسطے کبھی نہیں روا ہو سکتا ہے اور جب یہ حال ہے تو جو لوگ شیخ صدو یا
خبیث جنوں کے واسطے ذبح کرتے ہیں وہ اپنے کافر و مرتد ہونے سے ڈریں اور یہ ذبیحہ حرام ہے اور صاحب تفسیر احمدی نے جو اس مقام پر تساہل کیا وہ
سخت خطا ہے اللہ تعالیٰ ہمکو اور انکو عفو کرے اور بخشدے اور یہ جو بعضے لوگوں کو وہم ہوا کہ مہمان کے لیے ذبح کرتے ہیں جواب یہ کہ اگر اسکے تقرب کے لیے

ذبح کریں تو مرتد و کافر ہیں کما فی الفتاوی بلکہ یہ تو مہمان کی ضیافت کے لیے اللہ تعالے کے نام پر ذبح ہوتا ہے جیسے روز بازار میں ہزاروں جانور ذبح ہوکر فروخت ہوتے ہیں خواہ بازار سے منگالو یا خود اللہ تعالے کے لیے ذبح کرکے اس سے گوشت جدا کرلو جیسے مسلمانوں میں طریقہ جاری ہے کہ حج میں قربانی کرتے ہیں اور اللہ تعالے نے اسکے تقرب کے صلہ میں رحم کیا کہ جانور کی جان اسکی قربت میں ہلاک ہوئی اور تمکو اسکا گوشت حلال کیا بلکہ قربانی میں ہر بال کے عوض نیکی عطا فرمائی پھر جاننا چاہیے کہ مجوس بھی اسکے مانند جو فی الحال کسی کتاب آسمانی کی پیروی کرنے کی طرف منسوب نہیں ہیں اگر وہ غائبانہ ذبح کرکے گوشت لادیں یا فروخت کریں تو اسکا کھانا حرام ہے اور اگر کسی مسلمان نے سامنے ذبح کرکے انکو دیدیا اور معلوم ہے تو اسکو کھا سکتے ہیں اور رہے یہود و نصاری جو پیروی توریت انجیل کی طرف منسوب ہیں سو انکے ذبیحہ میں اختلاف ہے بعضے اصحاب گئے ہیں کہ حلال ہے کیونکہ قولہ تعالے و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم عام ہے اور ذبیحہ طعام ہونے پر اتفاق ہے بلکہ طعام کا اطلاق پکے اور سب پکے سب کھانے پر ہوتا ہے اگرچہ ذبیحہ کے ساتھ قطعی یقین نہیں ہوسکتا اور خصوص اس زمانہ میں جبکہ علی العموم یہ معلوم ہے کہ یہ نصاری عموما مرغی وغیرہ کھاتے ہیں اور یہی انکے ذبیحہ کا دستور ہے اور امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی سب متفق ہیں کہ اگر انھوں نے بسم اللہ تعالے کے سوا سے ذبح کیا تو حرام ہے لیکن اگر نہ معلوم ہو کہ کیونکر ذبح کیا تو اس صورت میں بھی حرام ہوگا و اللہ تعالے اعلم اور تمام بحث عین الہدایۃ الانعام میں ہے پھر اللہ تعالے عز و جل نے حالت اضطرار و مخمصہ میں ان حرام چیزوں کو بھی بشرط حلال فرما دیا چنانچہ فرمایا فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ یعنی فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ اور اضطرار یہ ہے کہ کسی شخص کی حالت ایسا مجبور ہوجاوے کہ بدون اسکے چارہ نہ پاوے پس یا تو اضطرار اس طور سے ہوگا کہ بھوک سے اپنی جان تلف ہونیکا خوف کرے یا کوئی شخص اسپر زبردستی کرے اور زبردستی میں جبھی اضطرار معتبر ہوگا کہ وہ شخص عضو یا جان تلف کردینے پر آمادہ ہو لیکن اگر اسکی دوام ہو تو جائز ہے کہ ان محرمات میں سے سیر ہوکر کھالے اور اسمیں خلاف نہیں اور اگر نادر طور سے ایسا واقع ہو تو قول امام ابو حنیفہ اور ارجح قول شافعی میں کہا کہ سد رمق کھالے یعنی جس سے جان بچے الا آنکہ زبردستی کرنے والا اسکو زیادہ کھانے پر مجبور کرے اور امام مالک نے کہا کہ سیری کی قدر بھی روا ہے اور غیر باغ ولا عاد میں اختلاف ہے چنانچہ مجاہد نے کہا کہ غیر باغ ولا عاد یعنی قاطع الطریق ہو اور نہ امام المسلمین سے باغی ہوا ہو اور نہ عدوان یعنی معصیت الٰہی کے واسطے نکلا ہو تو ایسے شخص کو رخصت ہے کہ اسمیں سے تناول کرے اور جو شخص باغی ہوکر نکلا یا عادی ہے اور معصیت الٰہی میں جاتا ہے تو اسکو رخصت نہیں ہے اگرچہ وہ ان چیزوں کی طرف مضطر ہوا اخرجہ سعید بن منصور فی سننہ عن مجاہد اور ایسا ہی سعید بن جبیر سے مروی ہے اور یہی شافعی کا قول ہے جیسا کہ مفسر جلالین نے بیان کیا اور یہی امام احمد کا قول ہے اور ایک روایت میں سعید بن جبیر سے اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ غیر باغ یعنی اسکو حلال جاننے والا نہو اور سدی نے کہا غیر باغ ای اسکے کھانے میں اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا ہو اور آدم بن ایاس نے اپنی تفسیر میں عطاء خراسانی سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ میتہ میں سے لیکر بھون نہ کرے تا کہ خواہش سے کھانے کے لائق ہوجاوے اور نہ اسکو پکاوے اور اسمیں سے نہ کھاوے مگر ایک ٹکڑا اور اپنے ساتھ اسمیں سے اسقدر لے لے کہ اسکو رزق حلال تک پہونچا دے پھر جب رزق حلال سے پہنچ جاوے تو اسکو پھینکدے اور یہی فرمایا کہ ولا عاد یعنی لا عاد یعنی اس حلال کے ساتھ تجاوز کرکے حلال سے اور ابن عباس سے روایت ہے ای الشبع منہا یعنی اس سے سیر ہوکر کھاوے اور سدی نے کہا کہ عدوان کی تفسیر اس سے بیان کی اور ابن عباس سے روایت ہے کہ غیر باغ ولا عاد فرمایا کہ غیر باغی ہو میتہ میں اور نہ عادی ہو اسکے کھانے میں اور یہی قول امام ابو حنیفہ اور جمہور کا ہے اور انھوں نے بغی کے یہ معنے بیان کیے کہ دوسرے مضطر پر اپنے نفس کو ترجیح دے اس طرح کہ تنہا اسکو کھا جاوے یعنی دوسرا مضطر مر جاوے اور لا عاد میں عدوان سے یہ مراد ہے کہ قدر حاجت سے تجاوز کرے اور وہ سد رمق ہو کہ جس سے جان بچے اور قتادہ نے کہا کہ غیر باغ ولا عاد یعنی اسکے کھانے میں کہ حلال سے تجاوز کرکے حرام کی طرف حالانکہ اسکو حرام نہ کھانے کی راہ نکلتی ہے۔ اور قرطبی نے مجاہد سے نقل کیا کہ فمن اضطر یعنی جو شخص مجبور کیا گیا اسپر بدون اپنے اختیار کے اقول یہ محتمل دونوں وجوہ اضطرار کو ہے

یعنے بھوک نے اسکو مجبور کیا یا کسی نے اسپر زبردستی کی بقصد آنکہ اگر نہ مانیگا تو مار ڈالونگا ولیکن اکرہ کی لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ فقط زبردستی سے مجبور کیا جانا مراد ہی۔ شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اگر مضطر نے میتہ کو اور غیر کے طعام کو پایا اور یہ طعام ایسا ہی کہ اگر مضطر اسکو کھالے تو ضرر نہیں اور نہ مالک طعام کے حق مین ایذا ہی تو مضطر کو بلا خلاف اکل میتہ نہین روا ہی پھر اگر اسنے ایسی حالت مین طعام غیر کھالیا تو آیا اسپر ضمان قیمت یا مثل لازم آویگی یا نہین تو اسمین امام مالک سے دو روایتین ہین ایک مین تاوان لازم ہوگا اور دوسری مین نہین حکاہ القرطبی پھر سنن ابن ماجہ سے روایت پیش کی کہ عباد بن شرحبیل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگون کو ایک سال مخمصہ پہونچا پس مین مدینہ مین آیا پھر وہان ایک چہار دیواری کے باغ مین جسمین کھیتی بھی تھی آیا اور مین نے اسمین سے ایک بالی توڑ کر اسکو ملکر دانہ نکالکر کھالیا اور نیز اسمین سے توڑکر اپنی چادر مین رکھے پس کھیت والا آیا اور میرا کپڑا چھین لیا پس مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مین نے آپکو اس حال سے خبر دی پس آپ نے اس شخص سے کہا کہ تو نے اسکو کھانا نہ دیا جبکہ وہ بھوکا تھا اور نہ اسکو سکھلایا جبکہ وہ جاہل تھا پھر اسکو حکم دیا کہ اسنے میرا کپڑا مجھے پھیر دیا اور میرے واسطے ایک وسق طعام یا نصف کا حکم دیا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسناد اس حدیث کی صحیح قوی جید ہی اور اس حدیث کے شواہد بہت ہین از انجملہ حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ لگے ہوے پھل کا کیا حکم ہی تو فرمایا کہ حاجتمند نے اگر اسمین سے اپنے منہ سے کچھ لے لیا بدون اسکے کہ جھولی بھرے تو اسپر کچھ الزام نہین ہی تا آخر حدیث۔ اقول صحیح مسلم مین بھی اسی مضمون کی حدیث موجود ہی اور ایک حدیث سے ثابت ہی کہ چھوڑنا اور ڈھیلے مارنا نہین چاہیے ہی قال المترجم علمائے حنفیہ نے اسمین تاویل کی ہی اور اسکو جائز نہین کہا ہی بدون اضطرار کے اور شاید یہ بنظر اسکے کہ طباع عوام مائل بفساد و تعدی ہین واللہ اعلم۔ اور جاننا چاہیے کہ سہل بن عبداللہ نے کہا کہ غیر باغ ای جماعت کو چھوڑنے والا نہو ولا عاد ای مبتدع مخالف سنت نہو پس بدعتی کے واسطے ضرورت کے وقت ان چیزون میں سے تناول حلال نہین کیا اور مسروق رحمہ نے فرمایا کہ جو شخص مضطر ہوا یعنے اس حالت کو پہونچا کہ اگر میتہ یا دم یا گوشت سور مین سے نہ کھاوے تو ہلاک ہو جائیگا مگر اسنے نہ کھایا یہانتک کہ مر گیا تو دوزخ مین داخل کیا جائیگا کیونکہ اسنے اپنے تئین اپنے آپ ہلاک کیا اور یہ قول دلالت کرتا ہی کہ مخمصہ اضطرار کے وقت ان محرمات مین سے تناول کرنا رخصت ہی نہین بلکہ عزیمت ہی یعنے ضرور کھالیوے وقال ابو الحسن الطبری رفیق الغزالی وہو الصحیح عندنا ولیکن ظاہر سیاق سے کلی رخصت پر دلالت کرتا ہی وہو قول اکثر اہل العلم۔ اور مقاتل بن حیان نے قولہ فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم مین کہا یعنے اسپر کچھ گناہ نہین اللہ تعالے غفور رحیم ہی اس چیز کے حق مین جو اسنے اضطرار مین کھالیا ہی اور ہمکو یہ حکم پہونچا ہی واللہ اعلم کہ تین لقمہ سے زیادہ نہ کھاوے اور سعید بن جبیر نے کہا کہ غفور ہی اس چیز کا جو اسنے حرام سے کھالیا اور رحیم ہی کہ اسنے اضطرار کے وقت حرام کو حلال کر دیا۔ ف۔ الشیخ فی العرائس فی حقائق قولہ تعالے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔ جو شخص میدان حقیقت مین سیر کرنے والا ہو اس صفت کے ساتھ کہ ظہور معرفت کے وقت اسکی روح ناطقہ دریا ہاے ازلیت مین سیر تی پھرتی ہی اور اسکے نفس اماره کا تن بدن عشق و محبت کی آگ مین جل گیا اور اسکو خوف ہوا کہ سطوات عظمت مین وہ تر بتر ہو جائیگا تو مضطر ہوکر اسکو روا ہی کہ محقرات دنیاوی مین سے کچھ تناول کرے تاکہ صورت باقی رہے ناچار عارف پر واجب ہی کہ جبتک وہ مقام عبودیت اور عجز بشریت مین موجود ہی مخلوقات مین سے نیک چیزون کی طرف انس پیدا کرے یا یون معنے کہ عالم شواہد سے انوار الوہیت کا اقتباس کرے قولہ ان اللہ غفور۔ اہل معرفت کے واسطے عارف ہونے کی تہمت کو نور ازلیت کے پردہ سے ڈھانکنے والا ہی۔ رحیم۔ رحیم ہی انکے ساتھ بایں طور خاص کہ انکو انسانیت کی تاریکیون سے نکالکر نور صمدیت مین پہونچا دیتا ہی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ

جو لوگ چھپاتے ہین جو کچھ نازل کی اللہ نے کتاب اور لیتے ہین اسپر مول تھوڑا وہ نہین کھاتے

فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اپنے پیٹ مین مگر آگ اور نہ بات کریگا انسے اللہ قیامت کے دن اور نہ سنوار یگا انکو اور انکو دکھ کی مار ہی

یہ آیت یہود کے عالمون کے حق مین اتری جنکو عوام یہودیون نے اپنا سرگروہ مقرر کر رکھا تھا اور جو وہ کہتے تھے وہی مانتے تھے اور سالانہ اپنی کھیتی باڑی مین سے انکے واسطے کچھ مقرر کر رکھا تھا اور یون ہدایا و تحفے وکھانے بھیجتے تھے اور امید رکھتے تھے کہ جو نبی آخر الزمان ہوگا وہ ہمین مین سے ہوگا پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرب مین اشرف قبیلہ بنی ہاشم سے مبعوث ہوئے تو ان عالمون کو خوف ہوا کہ عام یہودی جب انکے تابع ہو جاوینگے تو ہماری سرداری جاتی رہیگی اور جو ہمکو ملتا ہی کچھ نہ ملیگا پس بدباطنی سے انھون نے کتاب توریت مین سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و نعت کو بدل ڈالا چنانچہ آپکا رنگ صبیح لکھا تھا اسکو کالا لکھدیا پھر اسکو اپنے تابعون پر یون ہی ظاہر کیا تو جب انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملایا تو بڑا فرق پایا اسلئے وہ ایمان نہین لاتے تھے پھر اکثر کا تو یہ قول ہی کہ انھون نے آخر اصل کتاب توریت مین سے بگاڑ دیا تھا اور بعض کا قول یہ ہی کہ اسکی نقل کرتے اور اسمین بدل ڈالتے تھے اور صحیح یہ ہی کہ آخر کار انھون نے آپ کے صفات کی آیتین دوسرے مقام پر اور نبیون کے ساتھ ملا دین باوجود اسکے کہ نقل نسخون مین بدلی بھی تھی لہذا اللہ تعالے نے تہدید فرمائی بقولہ تعالے۔ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ۔ جو لوگ چھپاتے ہین کتاب کو جو اللہ تعالے نے اتاری ف یہ یہود ہین جو کتاب توریت کو چھپاتے جسمین محمد صلعم کی صفت تھی اور اپنے ہاتھ سے جھوٹ لکھکر کہتے کہ یہ توریت ہی وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا۔ اور کتاب حق کے عوض قلیل مال خریدتے ہین ف یعنے چھپانے سے یہ غرض کہ انکے سوا جہال انکو سردار بناکر کچھ مال دیا کرنے تو حق بیچکر یہ مال لیتے ہین کیونکہ ظاہر کرتے تو سب مسلمان ہو جاتے پھر انکو سردار نہ بناتے اور نہ کچھ نذرانہ دیتے پس انھون نے حق بیچکر کھانا شروع کیا۔ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ۔ ایسے لوگ اپنے پیٹون مین کچھ نہین کھاتے سوائے آگ کے ف کیونکہ اس مال حرام کھانے کا یہی انجام ہی وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ اور قیامت کے روز اللہ تعالے انسے کلام نہین فرماویگا اور نہ انکو پاک کریگا اور انکے لیے عذاب سخت دکھ دینے والا ہی ف کلام نکرنا از راہ غضب ہی اور پاک نکرنا گناہون کے دناس یعنے میل کچیل سے مفسر رحمہ کہتا ہی کہ اس سے نکلا کہ گنہگار مومنون کو گناہون کے میل کچیل سے پاک فرماویگا کیونکہ صفت مذمت اسی طور پر انکے حق مین پوری ہی کہ مومنین گنہگار پاک کیے جاوین۔ وقولہ الا النار استثنا مفرغ ہی اور وہ انپر عذاب نار واجب کریگا پس جو انھون نے کھایا اسکو نار کہا کیونکہ انجام کار اسکا آگ کی طرف ہی اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہی اور بعض محققین نے کہا کہ یا کلون سے مراد یوم قیامت مین ہی اور آگ کھانے سے مراد حقیقتہ آگ کھلانا ہی یعنے وہ لوگ اپنے اس چھپانے اور بجائے اسکے منہ سے دروغ کہکر رشوت کھانے پر قیامت مین آگ کھانے سے سزا دیے جاوینگے اسیواسطے قولہ فی بطونہم زیادہ کیا تاکہ دلالت کرے اور تاکید ہو اس امر کی کہ یہ کھانا حقیقتہ ہوگا کیونکہ کبھی مجازا بھی بولتے ہین کہ اکل فلان ارضی۔ فلان شخص میری زمین کھا گیا یعنے پیداوار و حاصلات اسکی ولیکن یون نہین کہتے کہ اکل فلان ارضی فی بطنہ یعنی فلان شخص میری زمین اپنے پیٹ مین کھا گیا اور اسی کے مثل ہی قولہ تعالے۔ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا۔ اور حدیث صحیح مین ہی کہ۔ ان الذین یاکل ویشرب فی آنیۃ الذہب والفضۃ انما یجرجر فی بطنہ نار جہنم جو شخص کھاتا یا پیتا ہی سونے و چاندی کے برتن مین وہ یہی ہی کہ اپنے پیٹ مین دوزخ کی آگ بھرتا ہی یعنے قیامت مین اسکے پیٹ مین آگ بھری جائیگی۔ قولہ لا یکلمہم اللہ۔ شیخ ابن جریر نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ نہ کلام کریگا انسے ایسا کلام جو انکو خوش آوے اور نہ ایسا کلام جو رنج دے مثل قولہ تعالے اخسئوا فیہا ولا تکلمون۔ اور یہی ہمارے مفسر رحمہ کے کلام سے ظاہر ہی اور بعض نے کہا کہ روز قیامت مین اللہ تعالے سب خلق سے کلام فرماویگا

کہ مومنین کو اسکے کلام سے سرور و خوشی از حد ہوگی اور کافرون کو رنج و غم ہوگا پس یہان مراد کلام نہ کرنے سے مراد رحمت کا کلام نہ کریگا اور اللہ تعالےٰ کا انسے کلام نہ کرنا یہ کنایہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا غضب انپر اتریگا اور اللہ تعالےٰ انسے راضی نہوگا۔ قولہ لایزکیہم۔ لایطہرہم من دنس ذنوب و دنس بفتحتین میل کچیل ہی انکو گناہون کے میل سے پاک نہ کریگا اور زجاج نے کہا کہ انکی نیکوکاری کے ساتھ تعریف نہ فرمادیگا اور بعض نے کہا کہ انکے اعمال خبیثہ کی اصلاح نہ کریگا یا انکو پاک ٹھکانے جگہ نہ دیگا۔ اور جاننا چاہیے کہ حدیث مین بعضے گناہگارون کے واسطے بھی ایسا ہی کچھ آیا ہے چنانچہ حدیث ابوہریرہ مین تین شخص بیان ہین بوڑھا زناکار و بادشاہ کذاب اور عائل مستکبر یعنے حاجتمند متکبر۔ پس فرق یہ ہے کہ جیسے کافر و گنہگار دوزخ کے جانے مین شریک ہین ولیکن گناہگار نکالے جاوینگے اور کافر نہین ویسے ہی اس عتاب و غضب مین شرکت ہے کہ کافرون کے واسطے دائمی ہے اور گناہگار ایسے لوگون کے واسطے کسی حد تک موافق انکے جرم کے عتاب ہیگا پھر رفع کر دیا جائیگا فافہم واللہ اعلم۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى

وہی ہین جنھون نے خریدی گمراہی بدلے راہ کے اور عذاب بدلے مغفرت کے سو کیا سہار ہے انکو

النَّارِ ۞ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ

آگ کی یہ اسواسطے کہ اللہ نے اتاری کتاب سچی اور جنھون نے کئی راہین نکالین کتاب مین وہ

شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۞

ضد مین دور پڑے ہین

ع ۲۱ ۹

واضح ہو کہ یہود کا جرم سخت تھا کہ غضب پر غضب طاری ہوا لہذا آیت مذمت کو مکرر بمعنی غضب فرمایا قولہ تعالےٰ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى۔ انھین بدکاردون نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خریدا ف یعنے مبادلہ کر لیا جیسے خرید فروخت مین ہوتا ہے اور یہ دنیا مین کیا۔ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ۔ اور عذاب کو بدلے مغفرت کے ف یعنے آخرت کے لیے مغفرت کے بدلے عذاب لے لیا کیونکہ اگر نہ چھپاتے اور ظاہر کرتے تو مغفرت و رضوان انکے لیے موجود تھا تو اسکو چھوڑکر عذاب لیا یعنے اپنا جنت کا گھر چھوڑکر اسکے عوض مین جہنم کا گھر لے لیا۔ حالانکہ عذاب کیونکر برداشت ہوگا معاذاللہ منہ۔ پھر جب گھر کا مبادلہ بطور خرید واقع ہوا تو جنت مین کچھ تعلق ہی نہ رہا جیسے بیع مین معمول ہے تو جہنمی گھر ہمیشہ کے لیے ہوگیا تو یہ نہایت سخت بے انتہا شدید ہوگیا لہذا فرمایا۔ فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ۔ یہ لوگ کسقدر سخت صبر کرنے والے آگ پر ہین ف یعنے تعجب دیکھو کہ عذاب النار پر برداشت کرنے مین یہ لوگ کتنے دلیر ہین۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ یہ لوگ خبیث کیسا اولیٰ کیا ہونگے ولیکن منہا احمق ہین جنکو اللہ تعالےٰ نے مردود کر دیا ہے کہ اس عذاب شدید مین دائمی جھونک دیا۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتٰبِ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ۔ یہ پھٹکار کا عذاب شدید اسوجہ سے کہ اللہ تعالےٰ نے کتاب (توریت) اتاری حالانکہ جن لوگون نے کتاب مین پھوٹ ڈالی ہے بیشک شقاق بعید مین ہین ف یعنے راہ کتاب جو صراط مستقیم ہے سے پھٹ کر بہت دور ہو گئے ہین۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ اشتروا الضلالۃ مین خریدنے کیا مراد ہے جواب یہ ہے کہ مراد اشترا سے یہان لے لینا اور اختیار کر لینا ہے حقیقی معنے اشترا کے مراد نہین ہین اسواسطے کہ یہ چیزین اول تو اعیان نہین دوم بالہدیٰ کی باء داخل ثمن ہے اور ثمن مشتری کے پاس ہونا چاہیے حالانکہ انکی ملک مین ہدایت کبھی نہ تھی اور خرید مین بلاغت مزید یہ کہ جیسے بیع کے بعد تعلق نہین رہتا ہے اسی طرح ان لوگون کو ہدایت و مغفرت و جنت سے کچھ بھی تعلق نہین رہا اور یہ خرید یہان دنیا مین کر چکے اور دنیا کی قید اسلیے بڑھائی تاکہ یہ جملہ اور آگے والا مقابلہ کر رہون یعنے ظاہر ہو جاوے کہ اول جملہ مین بلا

کرنا دنیا مین مراد ہی اور دوسرے مین عاقبت مین ۔ قولہ بالمغفرة ۔ یعنے مغفرت اس تقدیر پر کہ نہ چھپاتے اور ایمان لاتے تو موجود تھے پس اسی مغفرت سے
بدلا کر لیا اور حاصل یہ کہ وہ لوگ حق بات کو جانتے تھے ولیکن انھون نے چھپایا حالانکہ اسکے ظاہر کرنے مین ہدایت تھی اور چھپانے مین گمراہی اور عذاب
ہی ۔ قولہ فما اصبرہم علی النار ۔ **سیوطی** رحنے کہا کہ پھر کس چیز نے انکو آگ پر صابر کیا ۔ **ابو البقاء** رحنے کہا کہ ما موضع رفع مین ہی اور کلام تعجب ہی کہ اس سے
اللہ تعالے نے مومنون کو تعجب دلایا ہی اور اصبر مین ضمیر ہی جو ما کی طرف عائد ہی اور یہی مفسر **سیوطی** رحنے ذکر کیا ہی اور یہ قول جمہور کا ہی جن مین سے
حسن بصری و مجاہد بھی ہین اور معنے یہ ہین کہ متعجب ہون مخلوق ان لوگون کے حال سے جو بے پروائی سے ایسی باتین کرتے ہین جنسے عذاب دوزخ واجب
ہوتا ہی پس گویا انھون نے ان باتون کے ارتکاب مین آتش دوزخ پر صبر کر لیا ۔ اگر کہا جاوے کہ ما نکرہ ہی مبتدا نہین ہوسکتا ہی تو جواب یہ دیا گیا کہ وہ
باعتبار اصل کے تامہ ہی اور اسکی تنکیر واسطے تہویل کے قرار دی گئی پس مخصص ہوگیا جیسے شر اہر ذا ناب مین ہی ای شر عظیم اور جائز ہی کہ ما استفہامیہ
اور ما بعد خبر ہو یا موصولہ اور ما بعد صلہ اور خبر محذوف ہو ای الذی اصبرہم علی النار شئی عظیم ۔ اور **زجاج** نے نقل کیا کہ اسکے معنے ما ابقاهم علی النار
جیسے عرب بولتے ہین ما اصبر فلانا علی الحبس ای ما ابقاہ فی الحبس ۔ اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین ما اقل جزعہم من النار پس آگ سے انکا کمتر جزع مین
ہونا ہی صبر قرار دیا اور **کسائی و قطرب** نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ ما ادومہم علی عمل اہل النار پس صبر سے مراد دوام عمل موجب نار ہی یعنے ہمیشہ برابر ہی
کام کرتے ہین جس سے آگ مین پڑین اور ما استفہامیہ ہونے کی صورت مین یہ معنے ہین کہ کس چیز نے انکو صبر دلایا اہل دوزخ کے کام کرنے پر اور اولی یہ کہ
یون تفسیر کیجاوے کہ کس چیز نے انکو صبر دلایا ایسے کامون پر جو جزاء جہنم واجب کرتے ہین اور یہی قول ابن عباس و سدی و عطاء و ابو عبیدہ کا ہی اور
مراد استفہام سے توبیخ ہی ۔ قولہ ذلک بان اللہ نزل الکتاب بالحق ۔ **زجاج** رحنے کہا کہ ذلک الامر ہو العذاب ۔ اور مفسر رحنے آیت سابق سے لیا ای
اکل نار وغیرہ اور یہی تفسیر قول زجاج کی بھی ہوسکتی ہی اور **اخفش** نے کہا کہ اسم اشارہ کی خبر محذوف ہی ای ذلک معلوم بسبب ان اللہ ۔ اور الکتاب کو
بعض نے کہا کہ توریت مراد ہی پس اس صورت مین **فاختلفوا فیہ** جو سیاق کلام کے موافق مفسر رحنے مقدر کیا ہی اس خلاف سے مراد یہ ہوگی کہ کچھ توریت پر
ایمان لائے اور کچھ توریت کو چھپا کر کفر کیا اور بعض نے کہا کہ باین طور کہ کچھ اپنے معنے و مراد پر رکھا اور کچھ بدل دیا اور اسمین تحریف کر دی ۔ بالجملہ یہ تمام احوال
یہود بد مآل ہی اور بعض نے کہا کہ قرآن مراد ہی پس یہ دوسری وجہ انکے معذب ہونے کی ہوگی کہ توریت مین یون تحریف و کتمان کیا اور قرآن پر ایمان نہ لائے
پس اگر اختلاف کرنے والے یہود قرار دیے جاوین جیسا کہ بعض نے کہا ہی تو اختلاف یہ کہ بعض کتاب آسمانی پر ایمان لائے اور بعض پر نہین **قال المترجم**
یہ اس صورت پر ہوسکتا ہی کہ الکتاب کا الف لام جنس کا ہو یعنے کتب آسمانی نازل شدہ مین سے بعض پر ایمان لائے اور بعض سے کفر کیا اور الف لام عہد
سے قرآن مراد لیکر اختلاف یہود اسمین یہ تھا کہ موافق توریت کے جو یہود مسلم رکھتے اور دیگر نہین مسلم رکھتے اور جو انکی خواہش نفسانی کے موافق ہوتا جیسے بجاے
رجم کے کالا منہ کر کے پھرانا اگر حکم دیا جاوے تو قبول کرین ورنہ نہین اور بعض علمانے کہا کہ اختلاف کرنے والے کفار قریش ہین بعض نے کہا جادو ہی اور بعض نے
کہا کاہنون کی سی باتین اور بعض نے کہا اگلے لوگون کی داستان ہی اور اس صورت مین بیان یہود مین عام اختلاف کے عذاب مین دوسرون کو شامل
کر دیا مع ان لوگون کے جنکا بیان ہی اور یہ کمال بلاغت ہی فافہم ۔ پھر غور کرو کہ ابتداے پارہ مین تحویل القبلہ جو حق تھا یہود نے اسی سے بہکانے کا
فتنہ برپا کیا تو اللہ تعالے نے یہودیون پر ان آیات مین غضب اتارا اور انکی بدکاریون و بد انجامی کو سخت تہدید سے ظاہر کر دیا پھر اہل حق کو اور نیز ان لوگون کو جو
یہود کی جانب کان لگا کر بھٹکتے تھے تنبیہ فرمائی کہ قبلہ صرف ایک جہت عبادت ہی اسمین اسی قدر تردد کیون ہی بلکہ اصل معرفت کی جانب توجہ کرو بقولہ تعالے ۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

نیکی یہی نہین کہ منہ کرو طرف مشرق کے یا مغرب کے لیکن نیکی وہ ہی جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور فرشتون پر

وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ

اور کتاب پر اور نبیون پر اور دیوے مال اسکی محبت پر ناتے والون کو اور یتیمون کو اور محتاجون کو اور راہ کے مسافرون کو

وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ

اور مانگنے والون کو اور گردنین چھڑانے مین اور کھڑی رکھے نماز کو اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب قول کرین

وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَ

اور ٹھہرنے والے سختی مین اور تکلیف مین اور وقت لڑائی کے وہی لوگ ہین جو سچے ہوے اور

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

وہی ہین جو بچاؤ مین آسکے

یہود و نصاریٰ نے گمان باندھا اور مسلمانون کو بہکایا کہ قبلہ اصلی بڑا نیکی ہے کیونکہ اسپر سختی تھی کہ ہر جگہ نماز نہین پڑھ سکتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے رد کردیا بقولہ تعالےٰ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ نیکی یہ نہین کہ مشرق و مغرب کی طرف اپنے منہ پھیرا کرو ف نماز کی حالت مین یا ویسے منہ پھیر نے تو کچھ عارف نہین ہوسکتا کہ یہ تو جانور بھی کرسکتا ہے وَلٰكِنَّ الْبِرَّ ولیکن نیکی ف یعنے نیکی والا چنانچہ ایک قراءۃ مین بھی البار یعنے نیکوکار وہ شخص ہے کہ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ جو ایمان لایا اللہ تعالےٰ کے ساتھ ف کہ وہ وحدہ لاشریک ہے وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور ملائکہ کے ساتھ ف کہ وہ اللہ تعالےٰ کے بندے نوری مطیع ہین گناہ نہین کرسکتے اور جبرئیل علیہ السلام وحی لائے۔ وَالْكِتٰبِ اور کتاب پر ف یعنے جنس کتاب الٰہی پر تو جمیع کتب آگئین کہ یہ کتاب اللہ تعالےٰ کی طرف سے حق ہین وَالنَّبِيّٖنَ اور پیغمبرون کے ساتھ ف باستغراق جمیع پیغمبرون پر ایمان لایا اور کسی سے بھی کفر و انکار نکیا اور یہ مستلزم ہے کہ تقدیر و جمیع امور آخرت پر ایمان لایا۔ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى اور مال کو باوجود محبت مال کے قرابتیون کو دیا ف یا محبت الٰہی پر مال کو دیا اپنی قرابتیون کو۔ کیونکہ کمال ایمان یہی کہ اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے محبت ہو حتیٰ کہ دینا اور نہ دینا اسی کے واسطے ہو کما فی حدیث ابن ماجہ والصحیح وَالْيَتٰمٰى اور یتیمون کو دیا ف جنکے باپ قبل بلوغ کے مرگئے ہین وَالْمَسٰكِيْنَ اور مساکین کو دیا ف جنکے پاس کچھ نہین یا قدر کفایت نہین ہے اور حدیث مین ہے کہ گداگر مسکین نہین جسکو نوالہ دو نوالہ دیکر ٹال دیتے ہین بلکہ وہ مسکین ہے کہ قدر کفایت عیال نہ پاوے اور سائل نہو اور نہ اسکے حال سے خبرداری ہو کہ خبرگیری کی جاوے۔ وَابْنَ السَّبِيْلِ اور مسافر کو دیا۔ وَالسَّآئِلِيْنَ اور سوال کرنے والون کو دیا ف کہ اسکا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر آوے کما فی حدیث ابن ماجہ۔ وَفِى الرِّقَابِ اور گردنین چھڑانے مین دیا خواہ مکاتب ہون یا کافرون کے نیچے مین قید ہوگئے ہون۔ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ اور اسنے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی۔ ف یعنے مفروضہ زکوٰۃ جیسے پہلے اخراجات نفل تھے۔ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا اور اپنے عہد کو ادا کرنے والے جب وہ عہد کرین ف خواہ اللہ تعالےٰ سے جیسے عہد ایمانی و نذر یا لوگون سے جیسے معروف ہین۔ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ اور ایسے ممدوح بندے کہ صبر کرنے والے ہین محتاجی کی سختی مین۔ وَالضَّرَّآءِ اور بیماریون مین۔ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اور وقت سختی قتال جہاد کے ف ان حالتون مین صابر رہتے ہین اگرچہ سختی پہونچے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ایسے بندے ہین جو سچے نکلے اور ایسے ہی لوگ ہین جو متقین ہین ف یعنے ہی ایمان مین سچے اور اللہ تعالےٰ کے متقی بندے ہین۔ واضح ہو کہ شیخ ابوالبقا نے ذکر کیا کہ قولہ تعالےٰ لیس البر ان تولوا۔ ایک قراءۃ مین برفع البر ہے بنابر بیکہ وہ اسم ہے اور ان تولوا خبر ہے اور یہ قوی کہا گیا بنظر اینکہ اسم ان بمنزلہ فاعل کے اور خبر بمنزلہ مفعول کے ہے اور اصل یہ ہے کہ فاعل مقدم مفعول پر ہو اور ایک قراءۃ مین البر منصوب ہے خبر

مقدم اور ان تولوا اسم موخر ہی اور یہ قوی ہی بدین نظر کہ ان تولوا بنسبت البر کے اعرف ہی کیونکہ اسکا وصف نہیں لایا جاتا اور البر کا وصف آتا ہی اور یہیں سے
قولہ تعالے۔ فما کان جواب قومہ الا ان قالوا الآیۃ۔ بنصب (جواب) کی قراءۃ کو قوی کہا گیا ہی اور قبل بکسر قاف و فتح با بمعنے جہت ہی اور وہ ظرف واقع
اور قولہ ولکن البر یہاں لکن بتشدید نون و نصب البر اور بتخفیف نون و رفع البر دونوں قراءتیں ہیں اور چونکہ یہ مصدر ہی وہ من آمن باللہ الی آخرہ نہیں ہوسکتا
پس تقدیر کی گئی تین وجہ سے اول وجہ یہ کہ یہاں اسم فاعل ہی از قبیل ... اور اصل اسکی بکسر را مثل فطن تھی اور اس صورت میں بغیر تقدیر کے قراءۃ بائرہ
بتشدید را بمعنے نیکی کرنے والا سے موافقت ہوگی اور جائز ہی کہ البر مصدر لیکر بطریق مبالغہ محمول ہو یا تقدیر کلام۔ اور دوم یہ کہ تقدیر یوں ہی ولکن ذا البر
من آمن۔ اور یہی مفسر سیوطی رح نے تقدیر کی تاکہ موافق ہو قراءۃ الابرار کے اور سوم یہ کہ خبر پر مضاف مقدر ہو ای ولکن البر بر من آمن۔ یعنے ولیکن نیکی
اس شخص کی نیکی ہی کہ جو ایمان لایا الی آخرہ۔ اور الکتاب بلفظ مفرد جائز ہی کہ جنس ہو یہ بدین نظر قوی ہی کہ وہ در اصل مصدر ہی مثل خطاب کے اور جائز ہی کہ
جمع سے واحد پر اکتفا کیا حالانکہ جمع مراد ہی اور وجہ یہ ہی کہ فقط ایک کتاب پر ایمان لانا کافی نہیں بلکہ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان واجب ہی یعنے آنکہ وہ سب
حق ہیں اور شاید کہ فقط قرآن مراد ہو بسبب تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق حاصل ہی اور واحد لانیکا نکتہ یہ ہوگا کہ یہاں مذکور اعتقاد مع عمل ہی اور
چونکہ اور کتابیں عمل کی راہ سے منسوخ ہیں صرف قرآن مجید پر عمل ہی پس یہی ایک کتاب دونوں باتوں کے واسطے کافی ہی کہ اسپر عمل مقصود یہی ہی اور اعتقاد
حقیقت تمام کتب منزلہ بھی اسی سے حاصل ہی۔ علی حبہ موضع نصب میں بنا بر حالیت کے اور ضمیر راجع بمال ہی یا باسم اللہ تعالےٰ یا بجانب متصدق خود یا بجانب
ایتاء وسیاق الکلام فیہ۔ اور ذوی القربی منصوب بالفعل آتی ہی نہ بالمصدر لیکن اگر مصدر میں ضمیر راجع بجانب متصدق ہو تو جائز ہی کہ ذوی القربی اسکا مفعول
ہو اور ابن السبیل لفظ میں واحد اور وہ جنس ہی یا واحد بجاے جمع کے ہی اور فی الرقاب بحذف مضاف ای فی فک الرقاب یا تخلیص الرقاب یا عتق الرقاب اور
ظرف متعلق آتی سے ہی۔ والموفون۔ اسکے مرفوع ہونے کی تین وجہ بیان ہوئے ہیں ایک یہ کہ من آمن پر معطوف ہی جو بقوت المؤمنون ہی پس یوں ہوا کہ
ولکن الابرار المؤمنون والموفون۔ دوم یہ کہ وہ خبر مبتدا سے محذوف ہی ای وہم الموفون اور ان دونوں وجوں پر الصابرین کو نصب تقدیر اعنی ہوگا اور معنی کی راہ سے
وہ من پر معطوف ہی ولیکن تکرار صفات سے نصب جائز ہی اور ذوی القربی پر معطوف نہیں ہوسکتا تاکہ معطوف و معطوف علیہ میں جو صلہ کے حکم میں ہی
یعنے الموفون سے فصل لازم نہ آئے۔ اور سوم یہ کہ الموفون معطوف ہی آمن کی ضمیر پر اور طول کلام بجاے تاکید ضمیر کے ہو گیا اور اس وجہ پر الموفون داخل
صلہ ہی پس واجب کہ الصابرین کو نصب خواہ بتقدیر اعنی ہو یا بالعطف بر ذوی القربی ہو اور حین الباس ظرف متعلق الصابرین سے ہی۔ اب رہا کلام اصل آیۃ
کریمہ کی تاویل میں پس شیخ ابن کثیر رح نے تفسیر میں ذکر کیا کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ انھوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ ہی کہ نیکی
یہ نہیں ہی کہ تم نماز پڑھو اور عمل نکرو پس یہ جبکہ تحویل کی گئی مکہ سے طرف مدینہ کے یعنے وہاں ہجرت واقع ہوئی اور نازل ہوئے فرائض و حدود پس حکم کیا اللہ
تعالے نے فرائض کا اور انپر عمل کیا گیا۔ اور ضحاک و مقاتل سے بھی ایسے ہی مانند مروی ہی اور اس تقدیر پر یہ خطاب مومنوں کو ہی اور مراد یہ ہی کہ اصلی مقصود
اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اسکا حکم بجا لانا ہی پس نیکی یہی ہی کہ اسکے فرائض و حدود پر کاربند ہو اور مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرنا یہی نیکی نہیں ہی خصوص
جبکہ بغیر حکم الٰہی ہو۔ پس قولہ ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب۔ یعنے نیکوکاری یہی نہیں ہی کہ قبلہ کی طرف منہ پھیرا جاوے اور اسمیں تعریض ہی یہود و نصاریٰ
پر کہ انھوں نے بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف قبلہ تحویل ہونے کے وقت بہت گفتگو کی تھی اور ہر ایک اپنے اپنے قبلہ پر اڑا اور اسکو مبالغہ سے بڑھاتا اور
تعریفیں کرتا تھا پس اللہ تعالےٰ نے رد کر دیا کہ یہ جاہل سبب اپنی نادانی کے اسی کو نیکی سمجھے حالانکہ نیکی اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری ہی اور یہ اس امر پر دلالت
نہیں کرتا کہ یہ یہود و نصاریٰ کے رد کے واسطے اتری ہی جیسا کہ مفسر سیوطی رح نے ذکر کیا لیکن شیخ ابو العالیہ سے روایت ہی کہ انھوں نے کہا کہ یہود استقبال
کرتے بجانب مغرب اور نصاریٰ جانب مشرق کا استقبال کرتے پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب۔ فرماتا ہی

کہ یہ کلام ایمان کا ہے اور حقیقت اسکی عمل ہے اور حسن بصری و ربیع بن انس سے مثل اسکے مروی ہے اور یہی قول قتادہ ہے اور اسمیں باوجود اسکے کہ سبب نزول پر نص نہیں ہے یہ شامل ہے کہ نصاریٰ مطلع شمس کا استقبال کرتے اور شاید مراد یہ ہو کہ ملک مصر میں انکو امن ملنے سے جہت مشرق پر بیت المقدس کا استقبال کرتے جو آخر جہالت سے مطلع شمس ہو گیا بہرحال اسکی توجیہ ہے اور یہود مغرب کا استقبال نہیں کرتے تھے کیونکہ مدینہ سے بیت المقدس بجانب شمال ہے نہ بجانب مغرب اور غایت جواب اسکا یہ ہو سکتا ہے کہ اصل عروج یہود کا بیت المقدس کے مشرقی ملکوں میں تھا جو شاہ بخت نصر کے غارت کرنے کے بعد برباد ہوا اور وہ لوگ عرب وغیرہ میں پریشان ہوئے واللہ اعلم۔ اور ایک قوم نے کہا کہ یہ آیت عام ہے اہل اسلام اور یہود و نصاریٰ سب کو شامل ہے اور اس صورت میں معنے یہ ہوئے کہ نیکی اسی میں منحصر نہیں کہ کسی قبلہ کی طرف منہ کرو ولکن البر من آمن باللہ و الیوم الآخر و الکتاب الی آخرہ اور بعض تفاسیر میں ہے کہ کہا گیا کہ اسکا سبب نزول یہ ہے کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ایمان کیا ہے پس آپ نے یہ آیت پڑھی یہانتک کہ اسکو ختم کیا پھر بھی سوال کیا پھر آپ نے یہی آیت پڑھی پھر بھی سوال کیا پھر بھی آیت پڑھی اور فرمایا کہ نشان ایمان یہ ہے کہ جب تو نیک کام کرے تو تیرا دل اسکو محبوب رکھے اور جب تو برا کام کرے تو تیرا دل اسکو مبغوض رکھے اخرجہ ابن ابی حاتم اور کہا کہ ابن ابی حاتم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے قال المترجم بر تقدیر صحت حدیث کے ہر عالم والا اس بات کو جان لیگا کہ یہ سبب نزول نہیں ہے کیونکہ سبب نزول تو آیت کے نازل ہونے سے مقدم ہوتا ہے اور اسکی تحقیق مقدمہ میں بیان ہو چکی ہے پھر شیخ ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کی اسناد سے مجاہد کے طریق سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث وارد کی اور کہا کہ یہ حدیث منقطع ہے اسواسطے کہ مجاہد نے ابوذر کو نہیں پایا کیونکہ وہ قدیم سے مرچکے تھے پھر ابن مردویہ کی اسناد سے قاسم بن عبد الرحمن کے طریق سے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت وارد کی کہ ایک مرد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ایمان کیا ہے تو ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھ دی لیس البر ان تولوا وجوہکم یہانتک کہ ختم کیا پس اس شخص نے کہا کہ میں نے بر کو آپ سے نہیں پوچھا تھا پس ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور جو تو نے مجھ سے سوال کیا اسنے وہی حضرت صلعم سے سوال کیا پس آپ نے اسکو یہی آیت پڑھ سنائی پس وہ اسنے راضی ہونے سے انکار کیا جیسا تو نے راضی ہونے سے انکار کیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کہا کہ مومن جب نیکی کرتا ہے تو اسکو خوشی ہوتی ہے اور اسکے ثواب کی امید رکھتا ہے اور جب برائی کرتا ہے تو اس سے غمگین ہو جاتا ہے اور اسکے عذاب کا خوف کرتا ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ روایت بھی منقطع ہے۔ بالجملہ اقرب یہ ہے کہ یہ معنے ہیں کہ نیکوکاری یہی نہیں کہ کسی طرف متوجہ ہونا اپنے نزدیک دارومدار سمجھو اور کام و عمل کچھ نہ کرو بلکہ نیکوکار وہ ہے کہ ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور روز آخرت کے الی آخرہ۔ مجاہد نے کہا کہ ولیکن نیکوکاری وہ ہے جو اللہ عزوجل کی طاعت سے دلوں میں ثابت ہو۔ اور ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ ولیکن بر و تقویٰ یہ ہے کہ ادا کرو فرائض اعمال کو پورا ٹھیک جس طور سے ادا کرنا چاہیے۔ اور ثوری رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ سب انواع بر کو بجا لاؤ اور بعض نے کہا کہ بر سے مراد یہاں ایمان و تقویٰ ہے۔ قولہ اٰتی المال علی حبہ۔ بعض نے کہا کہ ضمیر حبہ کی مرجع مفہوم متضمن کیطرف ہے اٰتی سے جو ایتا مفہوم ہوا اور معنے یہ کہ وہ مال دینے کو چاہتا ہو اور اسپر اسکا دل خوش ہوتا ہو۔ اور بعض نے کہا کہ مال کی طرف ہے اور ایسے مال دیا باوجود اسکے دوست رکھنے کے اور مال کے دوست رکھنے کے باوجود اسکو دیدیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ اے ہرگز نہ پہونچوگے نیکی کو یہانتک کہ خرچ کرو اس چیز سے کہ محبوب رکھتے ہو اور وجہ سابق میں باشارہ بیان ہوئی یعنے تاکہ ذوی القربیٰ اسکا مفعول واقع ہو کیونکہ جب متعدی بیک مفعول ہو سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ ضمیر راجع باسم اللہ سبحانہ ہے یعنے اسنے مال ان لوگوں کو جو آیت میں مذکور ہیں خالص اللہ تعالیٰ کی محبت میں دیا جیسے فرمایا ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا الآیہ یعنی کھلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت میں طعام کو مسکین و یتیم و اسیر کو اور یہ بحسب المعنی اقوی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اسکی تفسیر میں کہا کہ دیوے درحالیکہ وہ تندرست خواہشمند ہو زندگی کی امید رکھتا ہو اور فقر سے خوف کرتا ہو اور حاکم نے ابن مسعود سے اسکو مرفوعاً روایت کیا

ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ قولہ آتی المال علی حبہ اوسنے ڈالا اسکو درحالیکہ وہ اس مال کو چاہتا اور اسمین رغبت رکھتا ہو اور یہی تفسیر صریح طور پر
ابن مسعود و سعید بن جبیر وغیرہ سلف و خلف سے مروی ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ افضل صدقہ یہ ہے کہ تو صدقہ کرے درحالیکہ
تو تندرست حریص ہو امید رکھتا ہو غنی کی اور خوف کرتا ہو فقر کا۔ اور حاکم نے مستدرک مین حدیث شعبہ و ثوری سے ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ کہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے وآتی المال علی حبہ۔ یہ کہ تو دیوے اسکو درحالیکہ تو تندرست حریص ہو امید رکھتا ہو زندگانی کی اور خوف کرتا ہو فقیر ہو جانے کا۔ حاکم
کہا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ اور مین کہتا ہون کہ وکیع نے اعمش سے اور سفیان نے زبید سے اسکو ابن مسعود سے موقوفاً روایت کیا اور یہی اصح ہے اور مراد
اس سے یہ ہے کہ صدقہ کرنا خدا کی راہ مین بغیر اسکے کہ اسپر فرض و واجب ہو یعنے خیر کی نیت سے صدقہ کرنا سوائے زکوٰۃ کے بقرینہ ذکر زکوٰۃ کے مابعد اور قبل
زکوٰۃ کے وہ واجب تھا اب جو نہین مگر عمدہ تطوع ہے اور میت کے ثواب پہونچانے مین بھی مالی خیرات کا ثواب پہونچنا بالاتفاق ہے اور اسکے حق مین حدیث
مین آیا کہ۔ اتقوا النار ولو بشق تمرۃ۔ بچو آگ سے اگرچہ ایک پارہ چھوارے کے سبب ہو۔ چونکہ چھوارے عرب مین بہت ہوتے تھے وہان ضرب المثل تھا
جیسے ہندوستان مین ایک نوالہ روٹی کے سبب۔ اور اسی کے حق مین فرمایا۔ الصدقۃ تطفی غضب الرب۔ صدقہ کرنا پروردگار کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا
ہے اور یہ کنایہ ہے مغفرت کرنے اور رحمت متوجہ ہونے سے اور اقسام صدقہ بہت ہین اور از انجملہ راہ خدا یعنے جہاد کے صدقہ مین ایک مرتبہ فرمایا
تھا کہ جسنے اس جیش عسرت کا سامان کر دیا اسکے لیے جنت ہے پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر فوراً سامان تیار کر دیا اور مستحق جنت ہوئے
دو وجہ سے ایک تو خود خیر ہے دوم بڑھکر یہ کہ حضرت نے صاف فرما دیا اور یہ حدیث صحاح مین ہے اور جسکے پاس مال نہو اسکو بھائی مسلمان کو طریق
اسلام کی نصیحت کرنا اگرچہ بھی سنجانتا ہو تو کشادہ پیشانی اس سے ملتا اور مسلمانون کی راہ سے کنکر ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اور اللہ تعالےٰ عز و جل نے چند
اقسام کو یہان ذکر فرمایا۔ اول ذوی القربیٰ یعنے قرابت والے اور ناتے والے یعنے جو شخص خیرات کرنا چاہے اسکے قرابت والے اور مراد وہ قرابت دار ہین
جو حاجتمند ہون اور قید یہان نہین فرمائی اسیلیے کہ یہان التباس تھا ہر شخص جانتا ہے کہ صدقہ محتاج فقیر کے لیے ہے اور دیگر اقسام سے ذوی القربیٰ
ناتے دار محتاجون کو مقدم فرمایا اسیلیے کہ انکو دینے مین دو ثواب ہین ایک تو صدقہ اور دوسرے صلۂ رحم ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ صدقہ دینا مسکین کو ایک صدقہ ہے اور ناتے دار محتاج کو وہ ہین ایک صدقہ اور ایک صلۂ رحم۔ اخرجہ ابن ابی شیبۃ والامام احمد والترمذی
وحسنہ والنسائی وابن ماجہ والحاکم والبیہقی فی سننہ من حدیث سلمان بن عامر الضبی۔ اور صحیحین مین حضرت عبداللہ بن مسعود کی بی بی زینب نام سے
روایت ہے کہ انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بھلا میرا تصدق کرنا اپنے شوہر پر اور ان یتیمون پر جو میری گود مین ہین میری طرف
سے صدقہ سے کافی ہوگا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تیرے لیے دو اجر ہین ثواب صدقہ کا اور ثواب قرابت کا۔ اور دوسری روایت مین ہے کہ انھون نے
کہا کہ یارسول اللہ عبداللہ بن مسعود تنگدست آدمی ہین پس آیا ایسا کرون پھر یہ حدیث ذکر کی اور ام کلثوم بنت عقبہ سے روایت ہے کہ انھون نے سنا
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ناتے دار محتاج پر صدقہ کرنا سب سے افضل ہے اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا اور حاکم نے اور کہا کہ صحیح ہے اور
بیہقی نے اپنی سنن مین روایت کیا ہے۔ دوم الیتامیٰ جمع یتیم یعنے ناتے دار محتاجون کے بعد یتیمون کو صدقہ دینا افضل ہے جو محتاج ہون پھر اگر ناتے دار یتیم
محتاج ہو تو وہ سب سے افضل ہے اور یتیم وہ نابالغ لڑکا یا لڑکی ہے جسکا باپ نہو اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اللہ تعالےٰ نے کہ یہ مین یتیمون کے
ساتھ احسان کرنیکا حکم دیا ہے اور یتیم وہ لوگ ہین کہ انکا کوئی کمانے والا نہین اور حال یہ ہے کہ انکے باپ دادا مر گئے اور بالغ نہین ہوئے
اور نہین ہین اور عبدالرزاق رحمہ اللہ نے کہا انبا نا معمر عن جویبر عن الضحاک عن النزال بن سبرۃ عن علی عن النبی صلی اللہ ... لم یعنے یتیم
راوی ضعیف کمانی المقدمۃ ۱۲
ہونیکا حکم بعد بالغ ہونے کے نہین ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ لڑکا یا لڑکی نابالغ جسکا باپ مر گیا اور وہ محتاج ہو لیسا ... نقل ہے اور

یتیم کو صدقہ دینے و خبر گیری کے فضائل میں احادیث ہیں اور سلف صالحین اسکو بڑی بات جانتے تھے۔ سوم مساکین اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کھانے
و پہننے و رہنے کی ضروریات میں اتنا نہ پاویں جو انکو کافی ہو پس انکو اتنا دیا جاوے کہ انکی اس حاجت کو بند کرے اور مراد یہ نہیں ہے کہ جو اتنا نہ دے سکے وہ
انکو نہ دے بلکہ یہ غرض ہے کہ انکو تونگر کر دینا مقصود نہیں پس جسقدر ہو سکے انکو دے اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین یہ دروازوں پر پھرنے والے نہیں ہیں جنکو چھوارا دو چھوارے لقمہ دو لقمہ دیکر پھیر دیتے ہیں ولیکن مسکین وہ ہے کہ اتنا نہیں پاتا جو اسکو بے پروا
کردے اور نہ اسکے حال سے پہچانا جاتا ہے یوں بھی کہ شخص ہے صدقہ کیا جاوے و سیاتی فی قولہ لا یسئلون الناس الحافا چہارم ابن السبیل وہ مسافر ہے جو اپنے ہو اور اسکا نفقہ و خرچ
ہو چکا ہے پس اسکو اسقدر دیا جاوے جو اسکو اسکے گھر تک پہونچا دے اور اسیطرح جو شخص کسی نیک سفر کا قصد رکھتا ہو اسکو بھی آمد و رفت کا خرچہ دینا ثواب
ہے اور اس حکم میں مہمان بھی داخل ہے جیسا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ابن السبیل وہ مہمان ہیں جو مسلمانوں کے
یہاں اترا کرتے ہیں اور ایسا ہی کہا ہے مجاہد و سعید بن جبیر و ابوجعفر باقر و حسن بصری و قتادہ و ضحاک و زہری و ربیع بن انس و مقاتل بن حیان نے ایسا ہی ذکر
کیا شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اور مصارف زکوۃ کے آیت میں انشاء اللہ تعالی زیادہ بیان آویگا۔ پنجم السائلین جمع سائل ای سوال کرنے مانگنے والا
اور یہ وہ لوگ ہیں جنکو ضرورت نے مجبور کیا کہ سوال کریں پس بڑے ثواب کی بات ہے کہ جو کچھ ہو سکے انکو دیوے اور اسکے ظاہر حال پر نظر کرے چنانچہ امام
احمد و ابو داود نے حضرت حسین بن علی علیہم السلام سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سائل کا حق ہے اگرچہ وہ اپنے گھوڑے پر آوے
اگر کہا جاوے کہ سوال حرام ہے تو جواب یہ ہے کہ بیشک احادیث باب سے یہ ثابت ہوا کہ سوال حرام ہے اور اسمیں بہت احادیث وارد ہیں سوا اسکے سوال ایسے
شخص سے جو صاحب سلطنت ہو یا حاجت ایسی ہے کہ اسمیں سوال کرنیکے بدون چارہ نہو اسیواسطے علماء نے کہا کہ اگر کسیکو ایک دن کا کھانا میسر ہو اور سوال کرے اس
وقت اسکو بقدر کفایت ملجاوے تو اس سے زائد کا سوال کرنا حرام ہے جبکہ جانتا ہو کہ دوسرے وقت ملیگا اور مجبوری کے ضرورت سوال کرنیکا
اور حدیث میں آیا ہے کہ پھیر و سوال کرنیوالے کو کچھ دیکر اگرچہ جلی کھری ہو اور اللہ تعالے نے فرمایا واما السائل فلا تنہر۔ اور سائل کو مت جھڑک اسکا ظاہر احادیث
و آیت سے یہ کہ بلفظ حق و امر وغیرہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ واجب ہے اور اسیطرح ششم قولہ فی الرقاب یعنی ان مکاتبوں کو دیا جاوے جو اپنی کتابت ادا کرنے
کے واسطے اتنا نہیں پاتے ہیں کہ اسکو ادا کریں یا قیدیوں کی گردنیں کفار کے پنجے سے آزاد کرانے کے واسطے مال خرچ کرنا چاہیے اور اللہ تعالے نے
مکاتبوں کے حق میں فرمایا وآتوہم من مال اللہ الذی آتاکم۔ یعنے مال اللہ تعالے جو تمکو دیا ہے اسمیں سے ان مکاتبوں کو دو اسمیں بھی بصیغہ امر ہے اور
ابن ابی حاتم نے فاطمہ بنت قیس صحابیہ سے روایت کی کہ اسنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مال میں سوا اسکے زکوۃ کے کچھ حق ہے تو آپ نے
یہ آیت پڑھی۔ وآتی المال علی حبہ الآیۃ۔ اور اس روایت کی اسناد میں ابو حمزہ میمون اعور راوی ہیں اور ابن مردویہ نے بھی اسکو ابو حمزہ کی وجہ سے
فاطمہ بنت قیس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مال میں حق ہے سوا اسکے زکوۃ کے پھر پڑھی لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب
الآیۃ تا قولہ فی الرقاب۔ اور ابن ماجہ و ترمذی نے بھی اسکو اسی وجہ سے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ ابو حمزہ میمون اعور ضعیف ہیں یعنے
انکی روایت قابل حجت نہیں اور اسکو بجائے میمون کے سیار و اسمعیل بن سالم نے بھی روایت کیا ہے اور ترمذی نے ام بجید سے روایت کی کہ انہوں نے
کہا یا رسول اللہ میرے دروازے پر سائل کھڑا ہوتا ہے اور میں کوئی چیز نہیں باقی ہوں کہ اسکو دیدوں تو فرمایا کہ اگر تو کچھ نہ پاوے سوا اسکے جلی کھری کے تو
اسکو اسکے ہاتھ میں دیدے کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے و اخرجہ ابو داود ایضا اور موطا میں ام بجید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھیر و مسکین کو اگرچہ جلی کھری دیکر ہو پس یہ نصوص دلالت کرتے ہیں کہ مال میں حق ہے سوائے زکوۃ کے اور یہی شعبی کا قول ہے
اور صحیح یہ ہے کہ حق کے لفظ سے وجوب ثابت نہیں ہوتا ان صیغہائے امر سے ان تاکیدوں کے ساتھ وجوب ظاہر ہے اور ایسا ہی تھا ولیکن زکوۃ

وابن ماجہ ۱۲

فرض ہونے کے بعد منسوخ ہوگیا چنانچہ حدیث میں ہے کہ منسوخ کردیا زکوٰۃ نے ہر صدقہ کو اخرجہ الدارقطنی والبیہقی اور معنے یہ ہیں کہ زکوٰۃ فرض ہونے سے ہر صدقہ کا واجب ہونا منسوخ ہوگیا اور بعض روایت میں ہے کہ مال میں کوئی حق نہیں سوائے زکوٰۃ کے اور معنے اسکے بھی یہی ہیں کہ حق واجب نہیں ہے اور یہی ہمارے علما اور جمہور علما کا قول ہے ۔ قولہ واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ ۔ یعنی تمام کرو انکے افعال و ارکان نماز کے اسکی اوقات میں رکوع و سجود و طمانینت و خشوع وغیرہ کے ساتھ شرعی پسندیدہ طور سے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ قولہ ۔ واتی الزکوٰۃ ۔ اسمیں احتمال ہے کہ مراد اس سے زکوٰۃ نفس ہو اسے نفس کو اخلاق رذیلہ سے پاک کیا مثل قولہ تعالے ۔ قد افلح من زکاہا وقد خاب من دسہا ۔ اور جیسے کہ موسی علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا ۔ ہل لک الی ان تزکی واہدیک الی ربک فتخشی ۔ اور جیسے اللہ تعالے نے زکوٰۃ نہ دینے والے مشرکون کے حق میں ویل فرمایا ہے ۔ یعنے ویل ہے واسطے مشرکون کے جو کہ نہیں دیتے اپنے نفس کی زکوٰۃ یعنے نفس کو کفر و شرک وغیرہ اخلاق خبیثہ سے پاک نہیں کرتے ہیں کیونکہ مشرک اس زکوٰۃ مفروضہ مالی کے دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور احتمال ہے کہ اس سے زکوٰۃ مالی مراد ہو جیسا سعید بن جبیر و مقاتل بن حیان کا قول ہے ۔ قولہ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا ۔ یعنے وفا سے عہد انکی شان ہے خواہ اللہ تعالے سے عہد ہو یا بندون سے مانند قولہ تعالے ۔ یوفون بعہد اللہ ولا ینقضون المیثاق اور اسکے برعکس منافقون کی صفت ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ منافق کی تین نشانیان ہیں جب بات بیان کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب امین بنایا جاوے امانت میں خیانت کرے اور دوسری حدیث میں ثابت ہوا کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب اقرار کرے تو اسمین غدر کرے یعنے خلاف وعدہ کرے اور جب مخاصمہ کرے تو بدزبانی کرے بعض نے کہا کہ مراد عہد سے یہ ہے کہ جو حدود اللہ تعالے نے مقرر کیے ہیں انپر ٹھیک قائم رہے اور اسکی فرمانبرداری کی جاوے اور بعض نے کہا کہ نذر وغیرہ مراد ہے اور بعض نے کہا کہ وعدون کا پورا کرنا اور قسم میں سچا رہنا اور امانتین ادا کرنا مراد ہے قال المترجم یہ قول اس بنا پر ہے کہ حدیث میں جو منافق کی نشانیان ہیں انکے برعکس ہو جو معنے عہدی اور وعدہ وغیرہ مذکورہ میں ہے ۔ قولہ والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس ۔ نصب صابرین علی المدح ہے اور باساء سے مراد شدت فقر ۔ اور ضراء سے حالت بیماری اور حین الباس اسی حال قتال یعنے دشمنان دین سے بھڑنے کے وقت لڑائی میں صبر کرنے والے ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ تفسیر قول ہے ابن مسعود و ابن عباس و ابو العالیہ و مرۃ ہمدانی و مجاہد و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ و ربیع بن انس و سدی و مقاتل بن حیان و ابو مالک و ضحاک وغیرہم سلف و خلف کا ۔ اور بعض نے ذکر کیا کہ باساء و ضراء بروزن فعلاء دونون اسم ہیں کہ انکا فعل نہیں آیا ہے کیونکہ دونون اسم ہیں نعت نہیں ہیں اور الصابرین منصوب علی المدح آیا اور پہلے ما قبل پر عطف نہ کیا گیا تاکہ ان شدائد میں صبر کی فضیلت ظاہر ہو شیخ ابو علی فارسی نے کہا کہ جب مدح یا ذم کے واسطے چند صفات ذکر کیجاوین اور کسی میں اعراب مخالفت کر دیا جاوے تو تفنن ہے اور اسکو فن بیان میں قطع کہتے ہیں کیونکہ مالوف میں تغیر دینا سامع کی ترغیب کرا اور مزید اہتمام شان کی دلیل ہے اور راغبؒ نے کہا کہ صبر چونکہ ایک وجہ سے فضائل کا مبدا ہے اور ایک وجہ سے جامع فضائل ہے اسواسطے کہ کوئی فضیلت نہیں باقی ہے مگر کہ صبر کا اسمین اثر بلیغ ہے پس اعراب کو متغیر کرکے اس مقصد پر تنبیہ کر دی واللہ اعلم ۔ اولئک الذین صدقوا و اولئک ہم المتقون ۔ یعنے یہ لوگ جو ان صفات کے متصف ہیں کہ اقرار ایمان و عہود کو پورا کرتے ہیں سچے ہیں کہ کسی حالت آسانی و سختی میں نہیں پھرتے اور کسی موقع خوف میں انکے قدم نہیں کانپتے ہیں بسبب اسکے کہ ایمان و نور انکے دل میں پورا اثر کر گیا اور یہی لوگ متقی ہیں کہ کفر و شرک اور تمام بدخصلتون کی پلیدی سے جو اللہ عزوجل کو ناپسند ہیں اپنے تئین بچا لیا اور مکرر اولئک لانے میں انکی شان کی بڑائی کا اظہار ہے اور ضمیر ہم فاصل لانے میں اشارہ ہے کہ تقوی انھیں میں منحصر ہے اور امام واحدیؒ نے فرمایا کہ ان اوصاف کے بیچ میں واو عاطفہ سب جگہ لانے میں اشارہ ہے کہ ابرار میں سے ہونے کے واسطے شرط ہے کہ ان سب اوصاف کا جامع ہو یعنی جسنے انمیں سے ایک کو پورا کیا وہ اسی سے موصوف ہونیکا مستحق نہیں ہے بعض نے کہا کہ یہ مخصوص انبیاء علیہم السلام کے واسطے ہے غیر نبی کے واسطے یہ اوصاف

مجتمع ہو سکتے ہیں اور یہ قول کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ تمام مومنین کے واسطے ہو اسواسطے کہ تخصیص پر کوئی دلیل نہیں ہی اور تحقیق یہ ہی کہ ان اوصاف میں بھی مراتب ہیں لیکن سکے واسطے دو قسمیں ہیں پارۂ اعلیٰ تو انبیا علیہم السلام کے درمیان بحسب مراتب بلکہ تخصیص تخصیص مقسوم ہی کہ انتہا کے درجہ کمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہی پھر وجہ مجموعی اور پھر درجہ بدرجہ دیگر انبیا علیہم السلام میں ہی اور پارۂ ادنیٰ چار قسم ہی ایک قسم صدیقین کو دوسری شہدا کو تیسری صالحین کو چہارم عامۂ مومنین کو اور بعد انکے غیر کمال کے درجہ میں وہ مومنین ہیں جو اپنے ایمان میں ناقص ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ قال الشیخ فی العرائس البیان فی حقائق قولہ تعالیٰ۔ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا۔ یعنی وفا کرنے والے اس عہد کے جو انہوں نے ازل میں جناب باری عزاسمہ سے کیا تھا اس طور پر وفا کرتے ہیں کہ عبودیت کے مقام میں معارضہ نہیں کرتے اور معرفت کے مقام میں ماسواے حق کے سبب سے منہ پھیرتے ہیں قال المترجم یہ ایک عہد آلہی کی توضیح ہی اور یہ مراد نہیں ہی کہ بس یہی عہد پورا کرتے ہیں۔ اور بعض نے فرمایا کہ عہد پورا کرنے سے یہ مراد ہی کہ حدود جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیئے ہیں یعنی فرائض و واجبات و منہیات و محرمات کے اسپر تھمے ہوے ہیں اور جو موجود ہی اسپر راضی ہیں اور جو نہیں ہی اسپر صابر ہیں۔ قولہ والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس یعنے حقائق کے انکشاف کے وقت نفس کے معارضہ کرنے پر اسکے حملے کے صدمات دفع کرنے میں اور مکاشفات غیبی اور تجلی میں خطرات لا طائل آنے کے وقت نفس کے اوپر صبر کے بل گرنے میں اور ابواب قلب پر قہر کی بجلیاں اسکے زوائل دور کرنے کے لیے آنے کے وقت نفس کے اوہام و وہمیات میں ٹھہرے رہتے ہیں تاکہ قلب کو ناشایستہ عوارض بشریت سے بچا رہی سکیں یہ لوگ صبر کرتے ہیں اور مضبوط رہتے ہیں اور خطرات دفع کرنے میں جمے رہنا بھی ایسا صبر ہی کہ صادق لوگ ہی اس سے مخصوص ہیں کہ امتحان کی تختیوں پر ہیں وہ رضا سے حق طالب کے پرچے پڑھتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۖ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَىٰ بِالْأُنثَىٰ ۚ

اے ایمان والو حکم ہوا تمپر بدلا برابر مارڈالے گیوں میں صاحب کے بدلے صاحب اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ۗ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۗ

پھر جسکو معاف ہوا اسکے بھائی کی طرف سے کچھ تو چاہیے مرضی پر چلنا موافق دستور کے اور ادا کرنا اسکو نیکی سے یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی

فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

پھر جو کوئی زیادتی کرے بعد اسکے تو اسکو دکھ کی مار ہی اور تمکو قصاص میں زندگی ہی اے عقلمندو شاید تم بچتے رہو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى - اے ایمان والو تمپر مقتولوں میں قصاص لکھا گیا یعنی فرض کیا گیا ہی بطور یہ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَىٰ بِالْأُنثَىٰ - آزاد بمقابلہ آزاد کے اور غلام بمقابلہ غلام کے اور عورت بمقابلہ عورت کے ہی اور قاتل اس جرم سے کافر نہیں ہو جاتا بلکہ مقتول کا بھائی رہتا ہی چنانچہ فرمایا فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ - پس جسکو اپنے بھائی کے خون سے کچھ عفو کیا گیا تو بطور معروف دستگیر ہونا اور خوبی سے ادا کرنا واجب ہی حتیٰ کہ اگر مقتول کے وارثوں میں سے بعض نے کچھ عفو کیا تو قصاص جاتا رہا تو دیت کے لیے وارثوں کو جو مستحق ہیں معروف طور سے دستگیر ہونا و مطالبہ کرنا چاہیے اور قاتل کو ادا کرنے میں بھی جہانتک ممکن ہی خوبی سے ادا کرے اور بھائی کہکر مہربانی دلائی کہ آخر یہ قاتل جاہل اپنے مقتول کا بھائی ہی تو رحم کی نظر رکھو جہانتک ممکن ہی عفو بہتر ہی۔ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ - یہ امر تمہارے رب کی طرف سے تخفیف و رحمت ہی ورنہ قصاص ہی فرض رہتا۔ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ - پھر جسنے اسکے بعد حد سے تجاوز کیا مثلاً بعد عفو و دیت کے وارث نے قاتل کو قتل کیا - فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ - تو اسکے لیے عذاب الیم ہی دنیا میں قصاص اور آخرت میں جہنم ہی - وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ

تتقون — اور اے صاحبان عقل تمہارے لیے قصاص (مشروع کرنے) میں زندگی ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو (تفسیر) اور قتل سے باز آؤ فوائد میں اللہ تعالے
فرماتا ہے کہ اے ایمان والو تم پر قصاص کے معاملہ میں برابری و یکسان ہونا فرض کر دیا گیا کہ تمہارے مرد آزاد کے مقابلہ میں مرد آزاد و قصاص ہے اور تمہارے غلام
کے مقابلہ میں غلام تمہارا اور تمہاری عورت کے مقابلہ میں عورت ہے اور تم میں تجاوز نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو جیسے تم سے اگلے لوگوں نے اس معاملہ میں
حکم اللہ تعالے کو بدل ڈالا اور سبب نزول اس آیت کا قریظہ و نضیر دونوں گروہ یہود کے واقع ہوئے اور بات یہ ہوئی تھی کہ زمانہ اسلام ہونے سے کچھ پہلے
بنو نضیر نے بنو قریظہ سے لڑائی کی اور انکو مقہور کر دیا پھر یہ قرار پایا تھا کہ بنو نضیر میں سے کوئی اگر بنو قریظہ میں سے کسیکو قتل کرتا تو نضیری اسکے عوض قتل نہ کیا جاتا
بلکہ ایک سو وسق خرما اسکا فدیہ دیدیا جاتا اور اگر قرظی کسی نضیری کو قتل کرتا تو وہ اسکے عوض قتل کیا جاتا اور اگر اسکا فدیہ قبول کیا جاتا تو قرظی کی دیت سے
دونی دیت یعنے دو سو وسق خرما دینا پڑتا پس اللہ تعالے نے قصاص میں انصاف و برابری کا حکم دیا گویا منع کیا کہ اس حکم میں ان مفسدوں کی راہ پر مت چلو
جو اللہ تعالے کے حکم کو اپنی خواہش نفسانی سے بدل ڈالتے ہیں۔ ذکرہ ابن کثیر فی التفسیر اور البغوی نے معالم میں ذکر کیا کہ یہ قول قتادہ و مقاتل بن حیان کا
ہے کہ یہ واقعہ درمیان قریظہ و نضیر کے تھا۔ اور شعبی و کلبی سے مبہم نقل کیا کہ دو گروہ عرب کے درمیان ایسا واقعہ تھا اور سعید بن جبیر نے کہا کہ اوس و خزرج کے
درمیان تھا۔ اور شیخ ابن کثیر کی تفسیر میں ہے کہ ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن لہیعہ کے طریق سے عطاء بن دینار سے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ انہوں نے
تفسیر قولہ تعالے۔ یا ایها الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی۔ میں کہا کہ یعنے جب عمداً قتل کرے تو آزاد کے بدلے آزاد سے قصاص ہے اور بات یہ تھی
کہ عرب میں سے دو بڑے قبیلے زمانہ جاہلیت میں اسلام سے کچھ پہلے لڑ رہے تھے پس انکے درمیان قتل و جراحات واقع تھیں یہانتک کہ انہوں نے غلاموں
و عورتوں کو بھی قتل کیا تھا پس بعض نے بعض سے بدلا نہ لیا تھا یہانتک کہ مسلمان ہو گئے اور ان دونوں گروہ میں سے ایک کو دوسرے پر سامان
و مال میں زیادہ دسترس تھی پس زیادہ دسترس والوں نے قسم کھائی کہ ہم راضی نہونگے جب تک یہ نہو کہ ہمارے غلام کے بدلے انکا آزاد قتل کیا جاوے
اور ہماری عورت کے بدلے انکا مرد قتل کیا جاوے پس انکے حق میں نازل ہوا الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی۔ اور یہ منسوخ ہے اسکا ناسخ
قولہ تعالے النفس بالنفس الآیہ۔ ہے اور علی بن طلحہ نے ابن عباس سے فی قولہ تعالے۔ الانثی بالانثی کی تفسیر میں روایت کی کہ یہ بات یعنے عورت کا بمقابلہ
عورت ہونا یوں تھا کہ وہ لوگ عورت کے قاتل مرد کو قصاص میں نہیں قتل کرتے ولیکن مرد کو بمقابلہ مرد کے قتل کرتے تھے اور عورت سے بمقابلہ عورت
کے قصاص کرتے پس اللہ تعالے نے اتارا قولہ النفس بالنفس والعین بالعین۔ پس قتل عمد کی صورت میں جو آدمی انمیں کے آزاد ہیں وہ قصاص میں برابر قرار
دیے گئے کہ قتل نفس میں انکے مرد اور عورتیں برابر ہیں اور ایسے ہی نفس سے کم جرم میں بھی برابر ہیں یعنے مرد اگر عورت کا قاتل ہو تو قصاص میں قتل
کیا جاوے اور مملوک لوگ آپسمیں قتل نفس و کم از نفس میں مرد و عورت برابر قرار دیے گئے اور ایسا ہی ابو مالک تابعی جلیل سے روایت ہے کہ یہ آیت
منسوخ ہے بقولہ النفس بالنفس الآیہ۔ قال المترجم اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے آیۂ مائدہ سے و سیاق الکلام یہ جاننا
چاہیے کہ کتب اس مقام پر بمعنے فرض ہے جیسے اول سورہ میں اسکے معانی کو ذکر کیا اور مقدمہ میں زیادہ توضیح ہے اور بعض نے کہا کہ کتب اشارہ اس
کتاب کی طرف ہے جو لوح محفوظ میں واقع ہوئی ہے اور قصاص یعنے مساوات اور مماثلت ہے یعنے قاتل کو مقتول سے مماثل و مساوی کرنا خواہ حقیقۃً یا حکماً
اور اسی سے کہا گیا کہ قتل و دیت و جراحت سب میں مساوات ہونا چاہیے پس قاتل کو بالکل اسی طرح قتل کیا جاوے جسطرح اسنے قتل کیا یعنے صفت
و فعل میں مساوات ہو اور یہی قول امام مالک و شافعی کا ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک بحکم حدیث "نہیں قصاص مگر تلوار سے" یعنے قاتل کو قصاص
میں فقط تلوار سے قتل کرینگے اگرچہ اسنے کسی چیز سے قتل کیا ہو اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہے پس مماثلت وصفاً کی یہ صورت ہے کہ مقتول مرد
آزاد ہو تو قاتل مرد آزاد سے قصاص لیا جاوے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا اور عدم مماثلت وصفی اس طرح کہ دونوں میں تفاوت ہو مثلاً آزاد کے

اگر غلام کو قتل کیا تو آزاد سے قصاص نہ لیا جاوے کیونکہ حر مین زیادت ہی اور مماثلت فعلاً کی یہ صورت ہی کہ قاتل نے جو فعل مقتول کے قتل مین کیا ویسا ہی اسکے ساتھ کیا جاوے مثلاً ڈبو دیا تو قصاص مین ڈبویا جاوے اور اگر دو پتھرون کے بیچ مین کچل ڈالا تو قاتل بھی یون ہی مارا جاوے چنانچہ صحیح [میں ہے کہ] ایک یہودی نے ایک جاریہ کو اسطرح کچلا تو وہ یون ہی کچلا گیا، پس اگر اسطرح مرگیا تو خیر ورنہ اسکی گردن کاٹ دی جائیگی یہ سب قول امام مالکؒ و شافعیؒ و احمدؒ کے موافق ہی اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حجت یہ حدیث ہی کہ قصاص نہین مگر تلوار سے (واسنادہ حسن - ن) اور ایک روایت امام احمدؒ سے بھی یہی ہی پھر چونکہ اللہ تعالے نے حر کو بمقابلہ حر بیان فرمایا تو مفہوم ہوا کہ بمقابلہ عبد نہین قصاص ہوگا اور یہی مفہوم مخالف ہی جسکو شافعیہ اعتبار کرتے ہین مگر جبکہ قیاس اسکے خلاف نہو یعنے قیاس مقدم بمفہوم مخالف ہی اور اسی سے دفع ہوا کہ قولہ العبد بالعبد- مین مفہوم مخالف یہ تھا کہ غلام بمقابلہ آزاد مقتول کے نہ مارا جاوے، حالانکہ یہ خلاف ہی اور وجہ دفع ہونے کی ظاہر ہی کہ قیاس صریح دلالت کرتا ہی کہ جب غلام بمقابلہ غلام کے قصاص مین قتل کیا جا[تا ہی] تو آزاد کو قتل کرنے کی صورت مین بدرجہ اولی قتل کیا جائیگا اور اسیطرح الانثی بالانثی مین مفہوم مخالف معتبر نہین ہی کیونکہ بمقابلہ مرد کے قتل کیجاو[یگی] اسوجہ سے کہ اجماع منعقد ہی کہ عورت اگر مرد کو قتل کرے تو قصاص مین قتل کیجاویگی پس اس بیان سے ظاہر ہوا کہ قولہ الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی ہر سہ مقابلات مین سے مفہوم مخالف سے استدلال شافعیہ فقط قولہ الحر بالحر مین ہی کہ حر نہ قتل کیا جاوے بمقابلہ عبد کے اور باقی مین اسلیے مخالفت قیاس و اجماع کے مفہوم مخالف معتبر نہین ہی یہ دلالت کرتا ہی کہ آزاد جو بمقابلہ غلام کے قتل نکیا جاوے تو فقط مفہوم مخالف سے ہی پس جسنے مفہوم مخالف کو حجت ہی نہین قرار دیا اسکے نزدیک یہ حکم ثابت نہوگا اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہی کہ آقا سوائے اپنے غلام کے اگر کسی غلام کو قتل کرے تو عمداً مین قصاص ہی اور حق یہ ہی کہ یہان مفہوم مخالف سے بھی استدلال ٹھیک نہین ہی یہ نہین دیکھتے کہ بیضاوی نے باوجود شافعی مذہب ہونے کے کہا کہ یہ آیت نہین دلالت کرتی اس بات پر کہ آزاد بمقابلہ غلام کے قتل نہ کیا جاوے کیونکہ مفہوم مخالف تو وہین معتبر ہوتا ہی جہان تخصیص کی کوئی غرض سوائے اختصاص حکم کے ظاہر نہو اور یہان الحر بالحر مین یہی نہین کہ حر کی قصاص کے واسطے حر کی قید ہی بلکہ اسکی غرض اور ظاہر ہوتی ہی جو کہ ہمنے بیان کردی یعنے سبب نزول جو دلالت کرتا ہی کہ غرض یہ ہی کہ تعدی نکرو اور آزاد دونون مین باہم اور غلامون مین باہم مساوات ثابت کردینا مقصود ہی پس مفہوم مخالف نہین معتبر ہوسکتا ہی- پھر بیضاوی نے کہا کہ مالکؒ و شافعیؒ نے جو آزاد کا بمقابلہ غلام کے خواہ اسکا ہو یا غیر کا ہو قصاص مین قتل کیا جانا منع کیا ہی تو اس حدیث کی وجہ سے جو حضرت علیؓ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو قتل کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کوڑے مارے اور ایک سال کے واسطے اسکو شہر سے نکال دیا اور نیز حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہی کہ سنت سے یہ ثابت ہی کہ قتل نکیا جا[وے] مسلمان قصاص مین کسی ذمی کو قتل کرنے سے اور نہ قتل کیا جاوے آزاد بمقابلہ غلام کے اور اس دلیل سے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما نہین قصاص لیتے آزاد سے بمقابلہ غلام کے اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے روبرو تھا اور کسی سے اسکا انکار منقول نہین ہی اور اس دلیل سے کہ آقا نے اگر اپنے غلام کا مثلاً ہاتھ توڑ دیا تو آقا سے قصاص نہ لیا جائیگا پس کم از نفس مین جب قصاص نہین تو اسی قیاس پر قتل نفس مین بھی بدرجہ اولی قصاص نہین ہی **قال المترجمؒ** یہی مذہب جمہور کا ہی کہ آزاد سے بمقابلہ غلام کے قصاص نہین- جاننا چاہیے کہ صورت مسئلہ یہ ہی کہ آزاد مسلمان نے مسلمان غلام کو عمداً قتل کیا پس دو صورتین ہین یا تو قاتل اسکا آقا ہی یا اجنبی ہی پس جمہور کا مذہب یہ ہی کہ آقا ہو یا اجنبی ہو کسی سے بمقابلہ غلام کے قصاص نہین لیا جائیگا اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اجنبی نے اگر قتل کیا تو قصاص لیا جائیگا- پھر جمہور کے قول کی دلیل جو اس آیت سے باستدلال مفہوم مخالف ہی اسکا تو حال معلوم ہوچکا کہ مفہوم مخالف سے استدلال غیر مسلم اور اگر مان لیا تو بھی یہان نہین جیسا کہ بیضاوی نے کہا پھر جو بیضاوی نے حدیث نقل کی کہ آقا نے اپنے غلام کو قتل کیا اور قصاص نہ لیا گیا تو یہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مؤید ہی اور رہا دون النفس یعنی نفس کا قیاس

مع الفارق ہی بالجملہ مجھے کوئی قوی دلیل نہیں معلوم ہوتی الا آنکہ دار قطنی نے روایت کی کہ لا یقتل حر بعبد یعنے کوئی آزاد بمقابلہ غلام کے قتل نکیا جاوے اور اس حدیث کے ثبوت مین کلام ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خود یہی مذہب مروی ہی جیسا کہ قول ابو حنیفہ کا ہی امام ابن کثیرؒ وغیرہ نے نقل کیا کہ مذہب ابو حنیفہ و اُنکے اصحاب کا یہ ہی کہ آزاد قتل کیا جاوے بمقابلہ غلام کے جبکہ اسکا مالک نہو اور اگر مالک نے اپنے غلام کو قتل کیا تو بالاجماع قصاص نہین اور اجماع خود حجت ہی اور دلیل انکی آیت سورہ مائدہ ہی ای قولہ تعالے النفس بالنفس الآیۃ - پس یہ عام ہی اور یہی مذہب ہی ثوری و ابن ابی لیلی و داؤد کا اور یہی مروی ہی حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ و سعید بن المسیبؒ و ابراہیم نخعیؒ و قتادہ و حکمؒ سے اور یہی اقوی ہی اور بیضاوی نے اعتراض کیا کہ آیت مائدہ تو حکایت اس امر کی ہی جو توریت مین تھا کیونکہ فرمایا وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس الآیہ - پس جو قرآن مین ہی اُسکا ناسخ نہین ہوسکتا اور جواب یہ ہی کہ جو شریعت اگلا ہمپر انکی شریعت نقل کی گئی وہ واجب ہی اور پہلے ہم تفسیر ابن کثیرؒ سے نقل کر چکے ہین کہ ابن عباسؓ وغیرہ سے صحیح روایت ہی کہ الحر بالحر کا حکم جو یہان مذکور ہی وہ سورہ مائدہ کی آیت سے منسوخ ہی اور نیز قصاص اطراف کے واسطے یہی آیت حجت ہی پس ہمارے اوپر مشروع ہی اور نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون تتکافأ دماؤہم - یعنے مسلمانون مین سب کے خون برابر ہین اور فرض مسئلہ یہ ہی کہ غلام مسلمان کو ایک مسلمان آزاد نے قتل کیا عمداً پس بحکم حدیث قصاص لازم ہوا فافہم - جمہور کے نزدیک مسلمان نہ قتل کیا جاوے بمقابلہ کافر کے کیونکہ صحیح بخاری مین حضرت علیؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا یقتل مسلم بکافر - ابن کثیرؒ نے کہا کہ کوئی حدیث اور کوئی تاویل اسکے مخالف نہین صحیح ہی اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ النفس بالنفس عام ہی شامل ہی کافر کو بھی مگر ایسے کافر کو جسکا خون معصوم ہو یعنے شرع نے اسکو محفوظ کر دیا ہو اور وہ ذمی ہی جو مسلمانون کے عہد مین ہی پس اگر ذمی کو عمداً ناحق قتل کیا تو قصاص مین قتل کیا جائیگا اور حدیث محمول ہی کہ جب مسلمانون نے کسی حربی مستامن کو قتل کیا تو قتل نکیا جائیگا - اور دلیل یہ کہ قرآن کی آیت قطعیہ مین عام بھی قطعی ہی جب تک کہ کسی قطعی نص سے تخصیص نہو اور یہان تخصیص قطعی نہین بلکہ حدیث خبر آحاد ہی تو عام مقدم ہی کیونکہ جمع کرنا غیر ممکن ہی لیکن تامل یہ کہ نفس مستامن کی تخصیص کی گئی لہذا میرے نزدیک اسمین اقوی مذہب جمہور کا ہی واللہ اعلم - اس آیت سے حسن و عطاء نے استدلال کیا کہ مرد بمقابلہ عورت کے قتل نکیا جائیگا اور بعض نے ذکر کیا کہ یہی مذہب امام شافعی و مالک و ثوری و ابو ثور کا ہی ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ جمہور انکے برخلاف ہین بدلیل آیۃ مائدہ کے اور بدلیل قولہ علیہ السلام المسلمون تتکافأ دماؤہم اور لیث نے کہا کہ اگر مرد نے اپنی جورو کو قتل کیا تو خاصۃً جورو کے قصاص مین قتل نکیا جائیگا - مین کہتا ہون کہ صحیح یہ ہی کہ مرد سے بمقابلہ عورت کے قصاص لیا جائیگا جیسا کہ جمہور کا مذہب ہی - ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ چارون مشہور اماموں اور جمہور آئمہ کا مذہب یہ ہی کہ اگر ایک جماعت نے ایک شخص کو قتل کیا تو اس ایک کے بدلے سب قتل کیے جاوینگے اور حضرت عمرؓ نے جبکہ ایک طفل کو سات آدمیون نے قتل کیا تھا اور قصاص مین آپ نے ساتون کو قتل کیا تو فرمایا کہ اگر تمام اہل صنعاء مین اسکے قتل مین شریک ہوتے تو مین سب کو قتل کرتا اور مترجم نے اس روایت کو عین الہدایہ مین مع طول قصہ کے بیان کیا ہی - پھر صحابہ مین سے کسی نے اسکا خلاف نہین کیا پس یہ مثل اجماع کے ہوگیا مگر امام احمدؒ سے ایک روایت مین آیا ہی کہ ایک نفس کے عوض ایک ہی قتل کیا جاوے جماعت نہین قتل کی جائیگی اور ابن المنذرؒ نے کہا کہ یہی اصح ہی - قولہ تعالے فمن عفی لہ من اخیہ شئی فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان مین من شرطیہ یا موصولہ ہی کون مراد ہی اسمین دو قول ہین اول آنکہ من سے مراد قاتل یا جانی ہی اور اخیہ سے مراد مقتول ہی یعنے جس قاتل مجرم کے واسطے اسکے بھائی سے کچھ عفو کیا گیا پس مضاف مقدر ہوگا ای من دم اخیہ - اور یہی واحدی و سیوطیؒ نے ذکر کیا ہی اور ایک قاتل کو عفو کرنے کے سبب اسکے مستحق ہو جائینگے - یا اخیہ سے مراد وارث مقتول ہی اور ضمیر راجع بجانب من ہی اور اس صورت مین حذف مضاف کی ضرورت نہین اور معنے یہ ہین کہ من اخیہ ای من جہۃ الوارث او الولی - آور شئی عبارت ہی خون مقتول سے اور معنے یہ ہین کہ قاتل و مجرم جبکہ عفو کیا گیا اسکے لیے جانب وارث مقتول سے کچھ خون جو

اُسنے کہا ہی اور اس تقریر پر اعتراض کیا گیا کہ شئی مفعول بہ واقع ہوتا ہی حالانکہ عفی لازمی ہی اور جواب دیا گیا کہ عفی بمعنے ترک ہی چنانچہ علم الس العلوم میں ہی کہ عفوت الشئی بمعنے ترکتہ اور مفسر سیوطی رح نے اسی طرف اشارہ کیا بقولہ بان ترک القصاص منہ یعنے عفی یہاں بمعنے ترک ہی اور زمخشری نے اسکو رد کیا کہ عفا الشئی بمعنے ترکہ نہیں ثابت ہوا بلکہ اعفاہ بمعنے ترکہ آیا ہی اور بیضاوی نے بھی زمخشری کا اتباع کیا اور کہا کہ یہ ضعیف ہی میں کہتا ہوں کہ ضحاک رح نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ فمن عفی لہ من اخیہ شئی ای فمن ترک لہ من اخیہ شئی یعنے اخذ الدیۃ بعد استحقاق الدم و ذلک العفو۔ یعنے جس شخص کے لیے اسکے بھائی سے کچھ ترک کیا گیا یعنے استحقاق قصاص کے بعد اسنے دیت لی اور یہی عفو ہی۔ ذکرہ الحافظ ابن کثیر پس اس سے بڑھکر بیضاوی رح کو کیا شہادت درکار ہی اور کشاف تو معتزلی ہی حالانکہ یہ روایت منقطع اس معتزلی حنفی پر حجت صریح ہی کہ عفی بمعنے ترک ہی وکفاک بہذا شاہدا فافہم۔ اور زمخشری نے کہا کہ شئی مفعول مطلق ہی ای شئی من العفو گویا یوں کہا گیا فمن عفی لہ عفو ما اور مجاہد نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ عفو یہ ہی کہ قبول کرے دیت کو قتل عمد میں اور ایسا ہی ابو العالیہ و جابر بن زید و مجاہد و سعید بن جبیر و عطاء و حسن و قتادہ و مقاتل بن حیان سے مروی ہی ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ اور شئی کی تنکیر سے یہ تقدیر مفعول بہ ہونے کے یا مفعول مطلق لانے سے بہر حال یہ فائدہ حاصل ہوتا ہی کہ اگر خون مقتول میں سے کچھ عفو کیا گیا یا وارثوں میں سے بعض نے عفو کر دیا تو قاتل سے قصاص ساقط ہو جانے میں بمنزلہ عفو تام کے ہی حتی کہ باقی وارثوں کو خواہ مخواہ دیت ہی مل سکیگی۔ قول دوم آنکہ من سے ولی مراد ہی اور اخ سے مراد قاتل ہی اور معنے یہ نکلتے ہیں کہ ولی جب قصاص سے عفو کی طرف جھکا کہ دیت لیوے تو قاتل کو اختیار ہی کہ چاہے اسکو قبول کرے یا اپنے آپکو قصاص میں مقتول ہونے کو سپرد کرے شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ امام مالک نے بنابر روایت مشہور ابن القاسم کے اور امام ابو حنیفہ اور شافعی نے اور ایک قول میں امام احمد رح نے کہا کہ ولی مقتول کو جب اسنے دیت پر عفو کیا تو بدون رضامندی قاتل کے اختیار نہیں ہی یعنے دیت پر عفو کرنا قاتل پر جب ہی لازم ہی کہ وہ قبول کرے اور باقی علما نے کہا کہ ولی مقتول کو دیت پر عفو کر دینے کا اختیار ہی اگرچہ قاتل راضی نہو مترجم کہتا ہی کہ یہی ابو حنیفہ رح سے روایت ہی اور قولہ وادا الیہ باحسان میں ادا کرنا مطلوب ہی چنانچہ حاکم نے مجاہد کے طریق سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ واداء الیہ باحسان میں کہا کہ ادا کرے مطلوب یعنے جس سے مطالبہ ہی وہ باحسان ادا کرے اور ایسا ہی سعید بن جبیر و جابر بن زید و حسن و قتادہ و عطاء خراسانی و ربیع بن انس و سدی و مقاتل نے کہا ہی ذکرہ ابن کثیر اور تفسیر بقول اول ظاہر و ارجح ہی اور حاصل معنے یہ ہیں کہ قاتلوں میں سے جس شخص کے واسطے ولی مقتول کی طرف سے یا خون مقتول سے کچھ عفو ہوا دیت پر تو دیت کے طالب پر واجب ہی اتباع بمعروف یعنے سختی بہت نہ کرے اور وصول کرے اور مطلوب یعنے قاتل پر واجب ہی کہ بدون مکرے پن کے اسکو ادا کرے کیونکہ اسنے احسان کرکے اسکو قصاص سے معاف کر دیا پس اسکو یہ عوض چاہیے کہ خوبصورتی سے دیت اسکو ادا کر دیوے۔ اگر کہا جاوے کہ یہاں اتباع اور ادا مذکور ہی واجب ہونا کہاں سے ثابت ہوا تو جواب یہ ہی کہ یہ مصادر مرفوع ذکر ہوے ہیں اور یہاں مصدر مرفوع ہی وہ واجب کے واسطے ہی چنانچہ ابن عطیہ رح نے فرمایا کہ واجبات کی سبیل یہ ہی کہ مصدر کو مرفوع لایا جاوے جیسے یہاں اور جیسے قولہ فامساک بمعروف او تسریح باحسان یعنے مسئلہ طلاق میں ذکر فرمایا ہی قولہ عفی لہ میں لام سے تعدیہ ہوا تاکہ عفی عنہ لہ یعنے جرم سے عفو اسی کے نفع کے لیے ہی اور اس آیت میں دلیل ہی دو باتوں پر اول یہ کہ قتل عمد کرنے والا کافر نہیں ہو جاتا ہی اور فاسق مومن رہتا ہی کیونکہ اللہ تعالے نے قاتل کو بعد قتل کرنے کے اسپر قصاص واجب ہونے کی حالت میں ایمان کا خطاب کیا اور مومن کہا حالانکہ قتل عمد و عدوان بالاجماع کبیرہ گناہوں سے ہی پس ثابت ہوا کہ کبیرہ گناہ کرنے والا مومن رہتا ہی اور نیز اللہ تعالے نے قاتل اور ولی مقتول یا مقتول کے درمیان اخوۃ ای بھائی ہونا ثابت رکھا اور مراد اس سے ایمان کا بھائی ہونا کیونکہ ہر قاتل و مقتول ہمیشہ سگے بھائی نہیں ہوا کرتے ہیں پس اگر قاتل کا ایمان باقی نہوتا تو کیونکر بھائی ہو سکتا تھا پس ثابت ہوا کہ قاتل مومن رہتا ہی اور نیز اللہ تعالے نے قاتل سے عفو کرنے کی طرف ندب کیا اور عفو کرنا مومن قاتل سے لائق ہی نہ کافر سے۔ دوم آنکہ قاتل سے عفو کرنا مندوب ہی کیونکہ اخیہ کا لفظ ذکر فرمایا جس میں تعطف ہی تاکہ نرم ہو جاوے اور ترس کھاکر اس حق کو

عفو کر دے۔ جاننا چاہیے کہ عفو کرنے والے فقط مقتول کے وارث و ولی ہونگے پس جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہر وارث خواہ مرد ہو یا عورت ہو عفو کر سکتا ہے اور
حسن بصری و قتادہ و زہری و ابن شبرمہ و لیث و اوزاعی وغیرہ ایک جماعت اسطرف گئے ہیں کہ عورتیں نہیں عفو کر سکتی ہیں ذکرہ ابن کثیر قولہ ذلک تخفیف
من ربکم ورحمۃ۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ یہ جو دیت کا لینا قتل عمد میں تمہارے لیے مشروع کیا گیا یہ اللہ تعالے کی طرف سے تم پر تخفیف اور رحمت ہے بہ نسبت
اسکے جو تم سے اگلی امتوں پر لازم تھا کیا تو قتل لازم تھا یا عفو لازم تھا چنانچہ سعید بن منصور نے روایت کی حدثنا سفیان عن عمرو بن دینار اخبرنی مجاہد عن
ابن عباس فرمایا کہ بنی اسرائیل پر فرض لازم کر دیا گیا تھا قصاص و مار دیا مقتولوں کے اور انمیں عفو جائز نہ تھا پس اللہ تعالے نے اس امت کے واسطے فرمایا
کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فمن عفی لہ من اخیہ شیء۔ پس عفو یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت لینا قبول کرے اور یہ تخفیف
ہے بہ نسبت اسکے جو تمسے اگلی امتوں یعنی بنی اسرائیل پر تھا فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان۔ اسنادہ جید اور اس حدیث کو بہتیروں نے عمرو بن دینار سے
روایت کیا اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسکو عمرو بن دینار سے روایت کیا اور ایک جماعت نے اسکو مجاہد کے طریق سے ابن عباس سے اسکے مانند
روایت کیا ہے۔ اور قتادہ رح نے کہا کہ قولہ ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ۔ اللہ تعالے نے اس امت پر رحم کیا اور انکے واسطے دیت حلال کر دی اور ان سے پہلے
کسیکے واسطے نہیں حلال فرمائی تھی پس اہل توریت کے اوپر قصاص یا عفو تھا اور دیت و جرمانہ نہ تھا اور اہل انجیل پر عفو ہی تھا کہ وہ انپر فرض کر دیا گیا
تھا اور اس امت کے واسطے قصاص و عفو و ارش سب ہے اور اسی کے مانند سعید بن جبیر و مقاتل بن حیان اور ربیع بن انس سے مروی ہے کذا ذکرہ
ابن کثیر فی التفسیر اور تفسیر سیوطی وغیرہ نے اسکے بہت سے بیان کیے کہ ذلک یعنی قصاص اور عفو علی الدیۃ دونوں میں جواز کر دینا آسانی ہے مترجم کہتا ہے کہ
کہ تینوں باتیں خالی عفو بدون دیت بھی ذکر کرنا چاہیے تھا خواہ تفسیر بالروایۃ کما لا یخفی قولہ فمن اعتدی بعد ذلک فلہ عذاب الیم۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جسنے دیت
لینا یا لینا قبول کرنے کے بعد قاتل کو قتل کر ڈالا تو اسکے واسطے اللہ تعالے کی طرف سے عذاب شدید و دردینے والا ہے ایسا ہی ابن عباس رض و مجاہد رح و
عکرمہ و عطا رح و حسن بصری و قتادہ و ربیع بن انس و سدی و مقاتل سے مروی ہے کہ من اعتدی سے مراد ہے جو دیت لینے کے بعد قتل کر ڈالے اور عبدالرزاق
و ابن ابی شیبہ و امام احمد و ابن ابی حاتم و بیہقی نے ابو شریح خزاعی رض سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس سے قتل صادر ہو گیا یعنے عمدا
تو ولی مقتول کو اختیار ہے کہ تین باتوں میں سے ایک اختیار کرے یا تو قاتل سے قصاص لے یا اسکو عفو کرے اور یا اس سے دیت لے اور اگر کوئی چوتھی
بات کا قصد کرے تو اسکے دونوں ہاتھ پکڑو اور جس شخص نے اسکے بعد عدوان و ظلم کیا اسکے واسطے دوزخ کی آگ ہے کہ اسمیں مدتوں رہے اور قتادہ نے
حسن بصری کے واسطہ سے سمرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دیت لینے کے بعد قاتل کو قتل کیا میں
اسکو عفو نہیں کرونگا یعنے اس سے دیت قبول نہ کرونگا بلکہ اسکو قتل ہی کرونگا اور عذاب الیم کی یہی تفسیر کی گئی کہ مراد یہ ہے کہ عفو نہ کیا جاوے
اور اس سے دیت قبول نہ کیجاوے بلکہ قصاص میں قتل کیا جاوے اور بعض نے کہا کہ عذاب آخرت مراد ہے اور یہی اولی ہے اور حدیث ابو شریح
الخزاعی رضی اللہ عنہ اسپر دلالت کرتی ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ عدوان اسطرح ہے کہ دیت لیکر پھر قاتل کو قتل کرے یا عفو کرکے پھر اسکو قصاص میں
قتل کرے اور علما نے اختلاف کیا کہ جسنے دیت کے بعد قاتل کو قتل کیا اسکا کیا حکم ہے تو شافعی و مالک و ایک جماعت علما اسطرف گئے ہیں کہ وہ ایسا
ہے جیسے ابتداءً قتل کیا کہ اسکے ولی کو اختیار ہے چاہے قصاص لے یا عفو کر دے۔ اور یہ ظاہر حدیث سمرہ رضی اللہ عنہ سے جو اوپر بیان ہوئی خلاف ہے
اور حدیث کو ابو داؤد و ابن جریر و ابن المنذر وغیرہ نے قتادہ سے منقطعا و موصولا روایت کیا ہے اور قتادہ و عکرمہ و سدی نے کہا کہ عذاب اسکا یہ ہے
کہ البتہ قتل کیا جاوے اور حاکم و ولی کو عفو کا اختیار نہ ہوگا۔ اور حسن بصری نے کہا کہ اسکا عذاب یہ ہے کہ دیت واپس کر دے فقط اور اسکا گناہ آخرت پر
رہیگا اور یہ بناؤ ظاہر ثابت ہے اور عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اسکا امر مفوض برائے امام المسلمین ہے کہ جو اسکے حق میں دیکھے وہ کرے۔ اور یہ قول شاید نظر

حدیث لا اعافی ہے یعنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ میں عفو نکرونگا تو اس سے استنباط ہوا کہ یہ امام کی رائے پر ہے اور اگر حتمی ہوتا تو لاعفو فرماتے ولیکن حدیث ابو شریح الخزاعی میں اسکی تشریح موجود ہے فافہم اور ابو حنیفہ کا ظاہر مذہب یہ کہ وہ قصاص میں قتل کیا جاوے۔ عقود مدارد سے ۴۱۲

قولہ والقصاص حیوٰۃ۔ ابو السعود رح نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ یہ حکم مذکور کے محاسن کا بیان ایسی جد بدیع پر فرمایا کہ اسکی انتہا نہیں چنانچہ قصاص اسکی ضد یعنے حیات کا محل قرار دیا و حیات کو نکرہ فرمایا تاکہ دلالت کرے کہ اس جنس میں ایک نوع حیات کی ایسی عظیم ہے کہ اسکا وصف نہیں ہوسکتا اور بات یہ ہے کہ وہ لوگ بعوض ایک کے ایک جماعت کو قتل کرتے تھے یعنے قاتل یا اسکے بیٹے یا باپ بھائی وغیرہ کو جہاں تک پاتے قتل کرتے چلے جاتے تھے پس انمیں فتنہ منتشر ہوتا تھا جیسا کہ بیان سبب نزول سے واضح ہوا پس قصاص مشروع کرنے میں ان سب سے سلامتی حاصل ہے اور معنے یہ ہیں کہ اس حکم میں جو تمہارے لیے مشروع کیا گیا بقا و حیات عظیم ہے اسواسطے کہ آدمی جب جانیگا کہ دوسرے کو ناحق قتل کرنے میں قصاص میں بھی قتل کیا جاوے گا تو قتل کرنے سے باز رہیگا اور اس مہلکہ میں پڑنے سے بھاگیگا پس گویا نفوس انسانیہ کی حیات ہے اور یہ نوع جنس بلاغت سے بلیغ و رفیع ہے کہ قصاص کو جو موت ہے باعتبار مآل کار کے حیات قرار دیا یعنے اس خوبصورتی سے بیان فرمایا کہ قصاص جو موت ہے باعتبار مآل کے لوگوں کے حق میں حیات ہوگیا۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے تفسیر قولہ ولکم فی القصاص حیوٰۃ میں کہا کہ یہ کلام انتہائی فصاحت و بلاغت ہے کہ ایک شئی کو اسکی ضد کا محل قرار دیا اور قصاص کو معرفہ فرمایا اور حیوٰۃ کو نکرہ تاکہ دلالت کرے کہ اس جنس حکم میں ایک نوع حیات کی عظیم ہے اور یہ اسوجہ سے کہ جب قاتل کو مقتول کی عوض قصاص میں قتل کیا جانا معلوم ہوگا تو وہ قتل سے باز رہیگا پس قصاص سبب ہوا دو جانوں کی زندگی کا اور اسوجہ سے کہ وہ لوگ قاتل کے سوائے دوسرے کو اور واحد کے عوض ایک جماعت بے گناہ کو قتل کرتے تھے پس انمیں فتنہ جوش کرتا تھا پس جب قاتل ہی سے قصاص لیا گیا تو باقی سلامت رہے اور یہ انکی زندگی کا سبب ہوا اور بعض نے کہا کہ اس زندگی سے آخرت کی زندگی مراد ہے کیونکہ قاتل سے جب دنیا میں قصاص لے لیا گیا تو آخرت میں اس سے مواخذہ نہو گا۔ اور یہ تفسیر دو وجہ سے اولیٰ نہیں اول آنکہ کتب علیکم میں خطاب عام یعنے قاتل و غیر قاتل سب کو شامل ہے اور اس صورت میں لکم فی القصاص کا خطاب مخصوص بقاتلین ہوگا جسپر کچھ شاہد نہیں ہے دوم آنکہ خلاف تفسیر سلف ہے ابن کثیر نے ذکر کیا کہ شیخ ابو العالیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قصاص کو حیات قرار دیا کیونکہ بہتیرے لوگ کہ قتل کا قصد رکھتے ہوں یہ خوف مانع ہوگا کہ قصاص میں مقتول ہونگے اور ایسا ہی مجاہد اور سعید بن جبیر و ابو مالک و حسن بصری و قتادہ و ربیع بن انس و مقاتل سے مروی ہے۔ اور قولہ یا اولی الالباب میں مخصوص کامل عقل والوں کو اسواسطے خطاب فرمایا کہ قصاص کی حکمت میں تامل کرکے اسکے فوائد کو سمجھیں اور ایسے اسکی حکمتیں عوام کو پہونچیں اور الباب جمع لب کا یعنے خالص ہر چیز کا پھر اس عقل پر اطلاق کیا گیا جسمیں ہوا و وہم کا میل نہو۔ ف۲۔ شیخ نے عرائس میں کہا کہ جب نفوس ظلم کرنے پر قادر ہیں تو اس قصاص میں انکو قتل کر ڈالنے میں زندگی ہے یعنے نفس امارہ مقتول ہونے سے روح مقدس زندہ ہوگی پس جب تم اسپر کاربند ہوئے کہ تمنے نفس کے جو ہونکی وہیت لینی شروع کی تو مہلکات قہر سے نجات پاؤگے۔ شیخ جنید رح فرمایا کہ صابرین کی تین علامتیں ہیں جو اسکی ذات میں پہچانی جاتی ہیں اول یہ کہ جب اسکے نفس کے خطوظ موجود ہوں تو اپنے آپ کو ضبط کرے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طاعتوں میں اسوقت ضرور داخل ہو جبکہ نفس اس سے پچھڑنے کا خواہشمند ہو اور سستی دلاوے۔ سوم یہ کہ حکم اترنے کے وقت قلب ساکن رہے۔ یعنے کوئی حکم الٰہی اسکے دل پر گراں نہو ہر حکم کے وقت طمانینت و سکون سے رہے مترجم واضح ہو کہ آیت قصاص نظر برغبت حیات صرف نفوس امارہ کے لیے مانع ہے جو ناحق قتل کرنے میں دلیر ہوں پس حیات کا لالچ دلوں سے اٹھا دیا کہ وصیت فرض ہے اور موت مفروض تو حیات آخرت کی خواہش بقید تقویٰ چاہیے لہذا آیت قدسی کو نازل فرمایا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ
حکم ہوا تمپر جبہ حاضر ہو کسیکو تم مین موت اگر کچھ مال چھوڑے یہ کہ دلوا مرے ماں باپ کو اور ناتے والون کو
بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ○
دستور سے ضرور ہی پرہیز گارون کو

كُتِبَ عَلَيْكُمْ تمپر فرض کی گئی۔ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ جبکہ تم مین سے کسی کی موت حاضر ہو ف یعنی موت کے سامان
آثار ظاہر ہونے یہ گمان ہے اگرچہ پھر مرے إِنْ تَرَكَ خَيْرًا بشرطیکہ خیر چھوڑے ف یعنی مال صالح جو خیرات ثواب کا ذریعہ ہو حاصل آنکہ جب کسیکی
موت کے آثار ظاہر ہوں تو بشرطیکہ ترکہ مال بھی چھوڑنا نظر آوے اسپر فرض کیگئی الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ
وصیت واسطے والدین و اقرباؤن کے بطور معروف ف یعنی طور کہ تہائی سے زائد مین وصیت نکرے بلکہ صرف تہائی تک ہو اور کسی تونگر کے منہ دیکھی وصیت
نہو کہ اسکے لیے زیادہ حصہ سے یا یہ مراد کہ جیسا اسوقت دستور ہی اسکے موافق معروف ہی کیونکہ آیت میراث آیندہ نازل ہوئی ہی۔ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ
یہ وصیت کرنا حق لازم کر دیا گیا متقیون پر ف کیونکہ جسنے شرک سے توبہ کی وہ متقی ہوا تو مسلمان ہی پر فرض ہے۔ اس سے نکلتا ہی کہ مشرکون پر پہلے ایمان
ہی پھر جب ایمان لائے تو وہ مسلمان ہو گئے اب انپر احکام ہین اور یہی ابو حنیفہؒ کا قول ہی سیوطیؒ نے کہا کہ وصیت کا فرض ہونا آیت میراث سے منسوخ ہو گیا
یعنی قولہ تعالے يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ الآیہ۔ اور ترمذیؒ نے حدیث روایت کی کہ وارث کے لیے وصیت نہین ہی (الترمذی) ماں باپ
یعنی اقربا سب وارث قرار پائے ہین۔ اس آیت مین دو مقام ہین اول باعتبار ترکیب نظم کے اور دوم باعتبار معنے و فقہ آیت کے بیان اول یہ ہی کہ کتب
یہان بمعنے فرض ہی اور یہ فعل مجہول ہی اور مفعول مالم یسم فاعلہ اسکا الوصیۃ ہی اور کتبت اسلیے نہین فرمایا کہ فعل اور الوصیۃ کے درمیان فصل ہی یا الوصیۃ
بمعنے الایصاء ہی یعنے وصیت کرنا اور یہی تاویل مذکر یہان اولی ہی کیونکہ آگے فرمایا فمن بدلہ اور ضمیر مذکر اسکی طرف راجع ہی جب ایسا واقع ہو تو وہ ایجاب مقتضائے
کتاب تمپر منسوخ ہوگا ایسا بس تفسیر میں اشارہ ہی کہ وہ نازل مین مکتوب ہوا ہی مفسر سیوطیؒ نے اذا کو الوصیۃ مذکورہ سے متعلق کہا اور اسکو اسمین عامل قرار دیا اور محققین کے نزدیک
جب مصدر کا معمول واقع ہو تو مصدر پر اسکا مقدم ہونا روا ہی اور اگر اذا شرطیہ ہو تو قولہ الوصیۃ اسکے جواب پر دلالت کرتا ہی اور ظاہر یہی ہی کہ اذا اور ان
دونون شرطیہ چونکہ مستدعی جواب تھے لہذا الوصیۃ کو موخر کرکے ان دونون کے جواب سے استغنا کیا گیا کیونکہ الوصیۃ دال ہی جواب پر لیکن چونکہ الوصیۃ
جواب اذا ہی پس ان کا جواب محذوف ہی۔ مقام دوم یعنے کلام اسکے معنے مین پس جاننا چاہیے کہ کتب علیکم بمعنے فرض علیکم ہی جیسے کتب علیکم القصاص
ملینہ ہی اور بعض نے کہا کہ بمعنے مستحب ہی اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا ہر دو قول مین سے اصح یہ ہی کہ یہ حکم واجب تھا اور حضور موت سے مراد یہان موت کے اسباب و
علامات ظاہر ہونا مانند خوفناک بیماری یا زخم وغیرہ کے اور یہ مراد نہین کہ موت کے معائنہ کے وقت کیونکہ اسوقت تو وہ وصیت کرنے سے عاجز ہوگا اور قولہ
ان ترک خیرا یعنی خیر کی تفسیر مال سے کیگئی یعنے مال چھوڑا اور یہ قول ابن عباسؓ کا ہی اور یہی مجاہد و عطا و سعید بن جبیر و ابو العالیہ و عطیہ العوفی و ضحاک و سدی
و ربیع بن انس و مقاتل و قتادہ وغیرہم سے مروی ہی کما ذکرہ ابن کثیر پھر علما مین اختلاف ہی کہ مقدار اس مال کی کیا ہی جسمین وصیت واجب ہی بعض نے ہری سے
روایت کی کہ خیر ہر مال قلیل و کثیر کو کہتے ہین پس ہر ایک مین وصیت واجب ہی اور اکثر ان کا قول یہ ہی کہ خیر کا اطلاق مال کثیر ہی پر ہی پس قلیل مین وصیت
واجب نہوگی پھر اسمین اختلاف ہی کہ کثیر کس مقدار سے ہی بعض نے کہا جو سات سو دینار سے زائد ہو اور بعض نے کہا ہزار دینار ہو اور بعض نے کہا جو پانچ سو
دینار سے زائد ہو اور بعض نے کہا کہ ساٹھ دینار اور اس سے زائد مال کثیر ہی اور بعض نے کہا پانچ سو سے ہزار تک اور بعض نے کہا جو عیال سے فاضل ہو
وہ کثیر ہی کذا قیل شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علمائے سلف مین سے بعض نے کہا کہ وصیت مثل میراث کے مشروع ہی خواہ مال قلیل ہو یا کثیر ہو اور اگر فقہ کہنے

والون نے کہا کہ وصیت جبھی ہی کہ جب مال طویل چھوڑا ہو پھر مال کثیر کی مقدار مین اختلاف ہوا چنانچہ ابن ابی حاتم نے عروۃ ابن الزبیر سے روایت کی کہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا گیا کہ قریش مین سے ایک شخص مر گیا اور اسنے تین سو یا چار سو دینار چھوڑے مگر کچھ وصیت نہین کر گیا تو فرمایا کہ اسمین
کچھ نہین اور اللہ تعالے نے تو یہ فرمایا ان ترک خیرا۔ یعنے اسمین کوئی گناہ نہین ہوا کیونکہ اللہ تعالے نے تو وصیت اسوقت واجب کی کہ جب مال کثیر
چھوڑا ہو۔ اور نیز ابن ابی حاتم نے عروہ ابن الزبیر سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میری قوم مین سے ایک شخص کے پاس اسکی عیادت کو تشریف
لے گئے پس اس شخص سے کہا گیا کہ تو وصیت کر لیں حضرت علیؓ نے اس سے کہا کہ اللہ تعالے نے تو یہی فرمایا ان ترک خیرا الوصیۃ اور تونے تو کچھ خفیف سا
مال چھوڑا ہی پس اسکو اپنی اولاد کے واسطے رہنے دیجیے۔ اور حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ان ترک خیرا مین کہا کہ جسنے ساٹھ دینار نہ چھوڑے
اسنے خیر نہین چھوڑا یعنے اتنا مال نہین چھوڑا جسکو خیر کہین اور حاکم نے کہا کہ طاؤس نے فرمایا کہ اسنے خیر نہین چھوڑا جسنے اسی دینار نہین چھوڑے
اور قتادہ نے کہا کہ کہا جاتا تھا کہ خیر ہزار درم سے اوپر ہی۔ مین کہتا ہون کہ حاصل یہ ہوے کہ واجب کیا گیا تمپر وصیت کرنا جبکہ تم مین سے کسی
موت کے اسباب ظاہر ہون بشرطیکہ اسنے مال کثیر چھوڑا ای حالت یہ ہو کہ مر جانے پر مال کثیر چھوڑے تو اسپر واجب ہی وصیت کرنا واسطے والدین
و اقربین کے بطور معروف اور وصیت دراصل کسی شی کا حکم کرنا حیات مین خواہ بعد موت کے اور یہان مراد اس سے موت کے بعد کسی شی کا حکم کرنا
اور اسمین اختلاف ہی کہ وصیت کرنا واجب ہی یا غیر واجب ولیکن اسمین سب کا اتفاق ہی کہ اگر اسپر قرضہ ہو یا کسی کی ودیعت اسکے پاس ہو یا مانند
اسکے تو ادائے قرضہ و ودیعت وغیرہ حق غیر کی وصیت کردے کہ فلان کو اسکا قرضہ ادا دیا جاوے اور ودیعت پھیری جاوے اور وہ فلان فلان
مال عین ہی حتی کہ مجہول چھوڑ مرنے مین ضامن ہو جائیگا اور ہمنے پہلے شیخ ابن کثیرؒ سے نقل کیا کہ ہر دو قول مین سے اصح یہ ہی کہ وہ واجب ہی اور
ظاہر سیاق اسکے واسطے شاہد ہی جیسے ظاہر لفظ کتب علیکم شاہد ہی لیکن آیندہ غیر واجب لکھا۔ اور اسمین اختلاف ہی کہ یہ آیت محکم ہی یا منسوخ ہی اور
اسی پر مدار اس امر کا ہی کہ وصیت واجب ہی یا مستحب ہی جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا پس ایک جماعت اسطرف گئی ہین کہ یہ محکم ہی اور کہتے ہین کہ یہ اگرچہ
عام ہی مگر معنے اسکے خاص ہین اور والدین سے مراد وہ ہین جو وارث نہین ہوتے مثل والدین کافرین کے اور جو حالت قیمت مین ہین یعنے کسی
مملوک ہین اور اقربین سے سواے وارثون کے باقی لوگ ناتے دار مراد ہین اور ابن المنذر نے کہا کہ اجماع کیا ان سب عالمون نے جنسے دین مین
قول حفظ رکھا جاتا ہی کہ وصیت ان والدین کے واسطے جو کہ میراث نہین پاتے اور ان اقربا کے واسطے جو وارث نہین ہوتے ہین مشروع ہی اور
بہتسے اہل علم نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہی آیۃ مواریث سے اور اس حدیث سے کہ لا وصیۃ لوارث رواہ الترمذی اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ آیۃ میراث
اسکی معارض نہین ہی کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ وارثون کو ترکہ مین سے اس قدر سہام مفروضہ بعد وصیت کے ملینگے اس سے ان حقوق
کی نفی نہین ہوتی جو وصیت سے انکے واسطے ثابت ہوے ہون۔ بیضاوی ؒ نے کہا بلکہ آیۃ میراث اس وصیت کی مزید تاکید کرتی ہی کیونکہ وہ دلالت
کرتی ہی کہ وصیت مطلقا میراث پر مقدم ہی پھر کہا کہ اور حدیث مذکور منجملہ آحاد کے ہی اور اگر امت نے اسکو قبول کر لیا ہی تو اس سے وہ متواتر مین
ملحق نہوگی یعنے یہ آیت وصیت تو قطعی ہی اور حدیث مذکور آحاد سے ظنی ہی پس اس سے قطعی کا نسخ نہین ہو سکتا اور اگر کوئی کہے کہ امت نے اسکو
قبول کیا ہی تو اسکا جواب دیا کہ امت کے قبول کرنے سے وہ متواتر تو ہو ہی نہین سکتی متواتر سے ملحق بھی نہین ہو سکتی تا کہ قطعی کے قریب ہو کر
ناسخ ہو سکے اور بیضاوی رحمہ اللہ نے منہیہ مین کہا کہ جو شخص نسخ کا قائل ہی اوسکے نزدیک تعارض کی وجہ یون ہی کہ یہ آیت اس بات پر
دلالت کرتی ہی کہ جس شخص پر موت کے اسباب ظاہر ہون اسپر واجب ہی کہ والدین اور ناتے دارون کے حصے معین کردے پس حصص کا معین کرنا
اللہ تعالے نے بندون کے سپرد کر دیا تھا پھر آیۃ میراث مین اللہ تعالے نے جب حصص خود معین کر دیے تو وہ تفویض جاتی رہی پس یہ نسخ ہوگا

اسواسطے کہ ایک حکم شرعی کی انتہا پچھلے کسی حکم سے ظاہر کرنا یہی نسخ ہو انتہی وقال غیرہ اسکی نظیر یہ ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک کام کا وکیل کیا پھر خود اس کام کا متولی ہوا اور خود ہی کیا تو اس سے حکم وکالت کا منتہی ہوجائیگا اور وکالت ساقط ہوجائیگی قال المترجم نسخ اسکا آیۂ مواریث سے نصًا بقول ابن عباس رض وغیرہ ثابت ہوا جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا اور حدیث مذکور کو ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہو اور ابوداود نے ابوامامہ سے روایت کیا اور امین ہو کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حجۃ الوداع میں فرماتے تھے اور عمرو بن خارجہ رض سے ترمذی و نسائی نے روایت کی اور حضرت انس رض سے ابن ماجہ نے روایت کی اور جابر رض اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے دارقطنی نے روایت کی اور بعض ائمہ نے اسکی صحت کی تصریح کی اور امام شافعی رح نے فرمایا کہ یہ متن متواتر ہو اور صاحب کشف نے کہا کہ ظہور عمل میں یہ متواتر کی قوت میں ہو پس ظاہر ہوا کہ بیضاوی نے جو اس حدیث سے نسخ جائز ہونے میں کلام کیا ہو وہ فاسد ہو قال الشیخ الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ - یہ آیۂ کریمہ والدین و اقربین کے لیے امر بوصیت کو مشتمل ہو اور یہ وصیت دو قولوں میں سے اصح قول کے موافق آیۂ میراث اترنے سے پہلے واجب تھی پھر جب آیۂ مواریث اتری تو یہ وصیت منسوخ ہوگئی اور جو حصص میراث مقدر ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضہ ہوگئے کہ اسکو وہ لوگ حتمًا بدون وصیت کے اور بدون احسان موصی کے لے لینگے اسیواسطے اس حدیث میں آیا جو سنن وغیرہ میں عمرو بن خارجہ سے روایت ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درحالیکہ آپ خطبہ پڑھتے تھے سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہر حقدار کو اسکا حق پس نہیں وصیت ہو واسطے کسی وارث کے اور امام احمد نے ابن سیرین سے روایت کی کہ حضرت ابن عباس رض بیٹھے پھر پڑھی سورۂ بقرہ یہانتک کہ پہونچے اس آیت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین - پس فرمایا کہ منسوخ ہوگئی یہ آیت اور ایسا ہی سعید بن منصور نے اسکو روایت کیا ہو اور حاکم نے اسکو مستدرک میں روایت کرکے کہا کہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہو - اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے فی قولہ الوصیۃ للوالدین والاقربین میں روایت کی کہ ابن عباس رض نے کہا کہ پہلے یہ تھا کہ والدین کے ساتھ کوئی اور وارث نہیں ہوتا تھا مگر اقربین بطور وصیت کے پس اللہ تعالیٰ نے میراث کی آیت اتاری پس والدین کی میراث بیان کردی اور برقرار رکھا اقربین کی وصیت کو تہائی مال میت سے قال المترجم ابن عباس رض سے تفسیر کی روایت میں طریق علی بن ابی طلحہ اثبت ہو اور بخاری رح نے اسی پر اعتماد کیا - پھر ابن کثیر رح نے ذکر کیا اور ابن ابی حاتم نے بسن طریق عطاء الخراسانی عن ابن عباس روایت کی کہ قولہ الوصیۃ للوالدین والاقربین - میں کہا کہ اس آیت کو منسوخ کیا اس آیت نے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا - پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عمر و ابوموسی و سعید بن المسیب و حسن بصری و مجاہد و عطا و سعید بن جبیر و محمد بن سیرین و عکرمہ و زید بن اسلم و ربیع بن انس و قتادہ و سدی و مقاتل بن حیان و طاؤس و ابراہیم النخعی و شریح و ضحاک و زہری سے روایت ہو کہ ان بزرگوں نے فرمایا کہ آیۂ وصیت کی منسوخ ہو اسکو نسخ کیا ہو آیۂ میراث نے قال المترجم یہ جان لینا چاہیے کہ علی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس سے ظاہر ہوا کہ آیۂ میراث نے والدین کا حصہ مفروض کردیا اور اقربین کے حق میں وصیت بحال خود باقی رہی پس ہماری اصطلاح متاخر کے موافق آیۂ میراث اسکی مفسر یا مخصص بعض افراد ہوئی ناسخ نہیں ہوئی مگر سلف کبھی ایسی صورت میں بھی نسخ کا اطلاق کرتے ہیں پس روایت ابن سیرین از ابن عباس اور روایت علی بن ابی طلحہ از ابن عباس بدین معنے دونوں متفق ہیں پھر ابن کثیر رح نے فرمایا کہ امام فخر الدین رازی سے تعجب ہو کیونکر اسنے اپنی تفسیر کبیر میں ابو مسلم اصفہانی سے نقل کیا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہو بلکہ آیۂ میراث اسکے واسطے تفسیر واقع ہوئی ہو اور معنے یہ ہیں کہ کتب علیکم ما اوصی اللہ من توریث الوالدین والاقربین من قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم - اور کہا کہ یہی قول اکثر مفسرین و فقہاء معتبرین کا ہو آ قول یہ واقعی عجیب بلکہ غلط ہو کیونکہ اسطرح تفسیر آیت میراث سے کسی دوایک کا قول ہو اور وہ درحقیقت بیان وصیت ہو

جیسا کہ بیضاوی کے کلام سے واضح ہے پھر شیخ رازی نے کہا کہ انہین سے بعض علماے سلف نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے ان لوگون کے حق مین جو وارث
ہوتے ہین اور ثابت ہے ان لوگون کے حق مین جو وارث نہین ہوتے ہین اور یہ مذہب ابن عباس و حسن و مسروق و طاؤس و ضحاک و مسلم بن یسار و علاء بن
زیاد کا ہے ۔ ابن کثیر نے فرمایا اور مین کہتا ہون کہ یہی قول سعید بن جبیر و ربیع بن انس و قتادہ و مقاتل کا ہے ولیکن ان لوگون کے قول پر اسکو ہماری اصطلاح
متاخرین مین نسخ نہین کہینگے اسواسطے کہ یہ آیہ مواریث نے فقط بعض ان افراد کے حکم کو جنپر عموم آیہ وصایۃ دال تھی رفع کیا ہے اسواسطے کہ اقربین
تو ان سب کو شامل ہے جو وارث نہین ہوتے ہین اور جو وارث ہوتے ہین پس آیہ میراث نے انمین بعض کا حکم رفع کیا جو اقربین مین سے حصہ معین کے وارث ہوتے ہین اور جو نہین وارث
ہوتے ہین انکے حق مین وصایت کا حکم ویسا ہی باقی رہا جیسا تھا پھر ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ بات تو انمین بعض کے قول پر حاصل ہوسکتی ہے جو کہتے ہین کہ وصایت کا حکم ابتداے
اسلام مین مستحب تھا یہانتک کہ وہ منسوخ ہوئی یعنے اس قول پر کہا جاسکتا ہے کہ آیہ میراث سے وارث ہونے والون کے حق مین منسوخ ہوئی اور غیر وارثون کے حق مین مستحب باقی رہی
اور رہا جو لوگ کہتے ہین کہ وصایت کا حکم واجب تھا اور یہی سیاق آیت سے بھی ظاہر ہے تو انکے قول پر یہی متعین ہوگا کہ آیہ وصایت آیہ میراث سے منسوخ ہوگئی
جیسا کہ اکثر مفسرین و فقہاے معتبرین نے فرمایا ہے اسواسطے کہ والدین و اقربین کے واسطے جو وارث ہوتے ہین وصیت کا واجب ہونا تو بالاجماع
منسوخ ہے بلکہ ممنوع ہے جیسا کہ حدیث متقدم سے ثابت ہے کہ اللہ تعالے نے عطا کیا ہر حقدار کو حق اسکا پس نہین وصیت ہے واسطے کسی وارث کے
پس ثابت ہوا کہ آیۃ المیراث ایک حکم مستقل ہے اور اللہ تعالے کی طرف سے اہل فروض و عصبات کے واسطے وجوب ہے جس سے اس وصایت کا حکم
بالکل رفع ہوگیا اور باقی رہے وہ اقربین جنکے واسطے میراث نہین ہے تو انکے لیے مستحب ہے کہ تہائی مال سے وصیت کردے جیسا کہ آیت سے بھی
نکلتا ہے اور بدلیل اس حدیث کے جو صحیحین مین ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما حق امرء مسلم لہ شئی یوصی فیہ یبیت لیلتین
الا و وصیتہ مکتوبۃ عندہ ۔ یعنے جس مسلم کے پاس ایسی کوئی چیز ہو جسمین وصیت کریگا تو اسکو سزاوار نہین کہ دو رات گذارے مگر اس حالت سے کہ اسکی وصیت
اسکے پاس لکھی ہوئی ہو ۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب سے مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تب سے مجھپر کوئی رات نہین گذری مگر اس حال مین کہ میری
وصیت میرے پاس تھی ۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین "کوئی چیز ہو جسمین وصیت کریگا" یہ کلمہ جامع ہے کہ ودیعت و امانت وغیرہ کل کی وصیت لکھے رکھے
اور مغفور ہونے پھر اقارب کے ساتھ نکوئی و احسان کرنے مین حدیثین و آیات بہت ہین ۔ قولہ بالمعروف ۔ اللہ تعالے نے یہان مقدار نہین بتلائی
کہ کس مقدار سے وصیت کرے بلکہ میت کی راے پر مفوض رکھا پھر جب آیہ میراث مین خود حصص مقرر و مقدر فرمادیے تو اب یہ وصیت غیر وارثون کے
حق مین مستحب ہے پس اسپر اتفاق ہے کہ میت کو تہائی مال سے زائد مین وصیت کا اختیار نہین ہے اب یا تہائی مال سو اسمین بھی اتفاق ہے کہ اگر کل تہائی کی
وصیت کردی تو جائز ہے ولیکن مستحب یہ ہے کہ اس سے کم ہو بدلیل اس حدیث کے جو صحیحین مین ثابت ہوئی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن ابی وقاص
کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس حدیث مین ہے کہ سعدؓ نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس مال بہت ہے اور وارث میرا کوئی نہین سواے میری
ایک دختر کے سو کیا مین دو تہائی مال کی وصیت کردون آپ نے فرمایا کہ نہین پھر عرض کیا کہ نصف مال کی وصیت کردون فرمایا کہ نہین پھر عرض کیا کہ تہائی
مال کی وصیت کردون فرمایا کہ تہائی خیر اور تہائی بہت ہے کیونکہ تو اگر اپنے وارثون کو تونگر چھوڑ جائے تو اس سے بہتر ہے کہ تو انکو محتاج چھوڑے کہ وہ لوگون کے
سامنے ہاتھ پھیلاوین اور تو نہین خرچ کریگا کوئی نفقہ جس سے تو ثواب رضاے حق چاہتا ہو مگر کہ تجکو اسمین ثواب و اجر دیا جائیگا یہانتک کہ جو تو اپنی جورو کے
منہ مین دیگا اسمین بھی ثواب ہے اخرجہ مالک وغیرہ و بعض اصحاب السنن ایضا اور صحیح بخاری مین ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اگر لوگ تہائی سے کمی کرکے
چوتہائی پر آتے تو بہتر تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تہائی خیر اور تہائی بہت ہے اور حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ اگر پانچوین حصہ
کی وصیت کرون تو میرے نزدیک زیادہ پسند ہے چوتہائی کی وصیت کرنے سے اور اگر چوتہائی کی وصیت کرون تو میرے نزدیک تہائی کی وصیت سے زیادہ پسند ہے

اور جسنے تہائی کی وصیت کردی اسنے کچھہ باقی نچھوڑا اور بعض نے کہا کہ چھٹے حصہ یا پانچویں حصہ یا چوتہائی کی وصیت کرے۔ اور بالمعروف کا لفظ شامل ہے کہ مقدار مشروع وحد شرع سب کو لحاظ رکھے چنانچہ ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے روایت کی کہ بمعروف ای بغیر منکر طور پر اسی سے مفسر سیوطی رح نے کہا کہ تہائی سے نہ بڑھاوے اور غنی کو تفضیل نہ دے اور ہمارے نزدیک اگر تہائی سے زیادہ کی وصیت کی تو تہائی سے جسقدر زائد ہے اسمیں روا نہوگی اگر وارثوں نے اجازت نہ دی فافہم پس آیت وصیت کا حاصل یہ ہوا کہ سابق میں دینی برادری پر مہاجرین و انصار باہم وارث ہوتے اور اقربا نہیں پاتے تھے چنانچہ ابو داؤد کی حدیث زبیر بن العوام رض میں مصرح ہے تو اسوقت اللہ تعالے نے آیت وصیت سے والدین واقربا کے لیے وصیت کا حکم دیا پھر آیت میراث نازل ہوکر موالات منسوخ ہوئی اور یہ وصیت بھی منسوخ ہوگئی لیکن جمہور علماے رح کے نزدیک غیر وارثون کے حق مین تہائی سے کم وصیت مستحب ہے جیسے میت کو کار خیر کے لیے وصیت کرنے کا اختیار ہے اور تہائی تک جائز ہے۔ واضح ہو کہ موصی وصیت کرنے والا اور موصیٰ بتشدید صاد بھی کہتے ہین اور یہی حمزہ وکسائی کی قراءت ہے جنکے لیے وصیت ہوا انکو موصی لہم اور جس شخص کو اپنا قائم مقام کیا وہ وصی کہلاتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ میت جب مرگیا تو کیا معلوم کہ جنھون نے وصیت سنی تھی وہ کیا کرین پس اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا بقولہ تعالے

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ فَمَنْ خَافَ مِنْ

پھر جوکوئی اسکو بدلے بعد اسکے کہ سن چکا تو اسکا گناہ انھیں پر جنھوں نے اسکو بدلا۔ بیشک اللہ ہے سنتا جانتا پھر جوکوئی ڈرا

مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

دلوانے والے کی طرفداری سے یا گناہ سے پھر انمین صلح کروادی تو اسپر گناہ نہین البتہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جب وصیت کرنے والا ٹھیک وصیت کرکے مرگیا او سنے وصیت کو بطور معروف کیا پھر دیکھا جاوے کہ سننے والون نے ٹھیک وصیت کو بدل ڈالا یا مذکور وصیت کو ٹھیک کیا تو فرمایا۔ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ پھر جسنے ایسا سننے کے ایصا کو بدل ڈالا تو یہ گناہ انھیں پر ہے جو ایصا کو بدل لیتے ہین اللہ تعالے سمیع علیم ہے۔ ف موصی کا قول سنتا ہے اور بدلنے والون کو بھی جانتا ہے تو وہ سزا دیگا خواہ گواہ نے بدلے ہو یا جسکو وصی مقرر کرگیا۔ وصیت سننے سے مراد یہ کہ جان چکا ہو حتی کہ زید نے مرتے دم بکر کو اپنا وصی مقرر کیا اور وہ حاضر نہین تھے جب لوگون نے اسکو خبر دی تو وہ قبول کرنے پر وصی ہوجائیگا۔ یہ اسوقت کہ موصی نے معروف وصیت کی تھی۔ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا۔ پھر جسنے موصی کی طرف سے خوف کیا جنف کا ف نادانی سے حق سے منحرف ہونیکا۔ اَوْ اِثْمًا۔ یا گناہ کا ف مثلا وہ عمدا ظلم کرتا ہے۔ فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ۔ پس اسنے ان لوگون مین اصلاح کردی تو اسپر گناہ نہین ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اللہ تعالے غفور رحیم ہے ف اللہ تعالے نیک نیتون کا گناہ عفو فرماتا ہے کیونکہ موصی نے مثلاً تہائی سے زائد کیا یا کسی توانگر وغیرہ کی جانب زیادتی کی تو اس شخص وصی وغیرہ نے اصلاح کردی کہ عدل کا حکم دیا اور مابعد قین وارثون کی حق تلفی نہ کی تو کار خیر کیا کہ اسپر رحمت ومغفرت پاویگا حاصل یہ کہ جب موصی کی طرف سے عمداً یا نادانی سے وصیت میں ظلم کا خوف ہو پس وصی یا گواہ نے اصلاح کردی بعد جاننے کے تو اسپر گناہ نہین ہے ورنہ وصیت کا بدلنا حرام ہے۔ اور بدلنے والا عام ہے کہ شاہد یعنی وصیت کے وقت جو گواہ کردیے تھے انہین سے کوئی گواہ ہو یا وصی ہو اور جاننا چاہیے کہ اگر لکھدیا تو تحریر بھی گواہون کی گواہی پر تصدیق کیجائیگی۔ اور بعد ما سمعہ مین ما مصدریہ ہے اور یہی وجہ ہے اور مفسر سیوطی رح نے سمعہ کی تفسیر یعنی علم کی تاکہ ظاہر ہوجاوے کہ وصی کی وصایت صحیح ہونا اسپر موقوف نہین کہ وہ موصی کی زبان سے سنے بلکہ اسکو علم ہوجانا کافی ہے ولیکن قبول شرط ہے چنانچہ اگر ایک شخص نے غائب کو وصیت کردی اور مرگیا پھر غائب کو یہ معلوم ہوا اور اسنے قبول کرلیا تو وصی ہوجائیگا اور اگر نہ قبول کیا تو اسکو اختیار ہے حتی کہ قاضی کسی دوسرے متدین کو وصی مقرر کریگا

پھر موصی اپنی نیت و وصیت عدل کے موافق ثواب پاویگا۔ تبدیل میں اسکا کچھ گناہ نہیں بلکہ گناہ ہو تو انہیں لوگوں کا جنھوں نے تبدیل کیا پس یہ وعید ہر اس شخص کے لیے جسنے وصیت حق کو جسمیں کچھ ظلم و مضرت و گناہ نہیں ہی تبدیل کر دیا ہی ابن عباسؓ وغیرہم جماعت سے یہ مروی ہی۔ قرطبیؒ نے فرمایا کہ اسمیں کچھ خلاف نہیں کہ اگر اسنے سود و شراب وغیرہ کے مانند کسی چیز کی وصیت کی یا کسی گناہ کے کام کی وصیت کی تو اس وصیت کا بجالانا نہیں جائز ہی جیسے کہ تہائی سے زائد کی وصیت پوری کرنا نہیں جائز ہی۔ قولہ جنفا او اثما۔ ابن عباسؓ و ابو العالیہؒ و مجاہدؒ و ضحاکؒ و ربیع بن انسؒ و سدیؒ نے فرمایا کہ جنف بمعنے خطا ہی اور یہ شامل ہی سب طرح کی خطا کو مثلاً وہ خطا سے کسی وارث کے حصہ میں بواسطہ یا بوسیلہ زیادہ کر گیا چنانچہ کسی چیز کے کسی وارث کے ہاتھ اسکی قیمت سے کم داموں پر بیچنے کو کہہ گیا یا اپنے دختر کے بیٹے کے واسطے وصیت کر دی تاکہ دختر کے حصہ میں زیادہ پہونچے یا طبعی شفقت کے جبر سے بلا تکلف اسنے ایسا کیا یا اسنے عمداً اسمیں گناہ کا قصد کیا۔ قولہ فاصلح بینہم۔ واضح ہو کہ فمن خاف بمعنے من علم ہی اسوجہ سے کہ خوف کسی شی کا بعد علم اس بات کے ہوتا ہی کہ یہ چیز قابل خوف ہی پس معنے یہ ہوئے کہ جسنے جانا کہ موصی جنف یا اثم کریگا پس اصلاح کر دی درمیان انکے سیوطیؒ نے کہا یعنے درمیان موصی و موصی لہم کے اور بیضاوی نے موصی الیہم کی طرف راجع کی اور درمیان الدین اہل قرابت کے اور اصلاح یہ جنف و اثم کو دور کر کے شرع کے موافق ہر ایک کا حق ادا کر دیا اور یہی تفسیر ابن کثیرؒ سے ظاہر ہی چنانچہ فرمایا کہ پس وصی کو ایسی حالت میں واجب ہی کہ قضیہ کی اصلاح کر دے اور وصیت کو وجہ شرعی کی طرف پھیر دے تاکہ مقصود موصی و حق شرعی میں اتفاق ہو اور ایسی اصلاح و توفیق کچھ تبدیل نہیں ہی اسواسطے مصرح فرمایا فلا اثم علیہ بالکل گناہ کی نفی کر دی۔ اگر کہا جاوے کہ گناہ تو بالکل ہی نہ تھا پھر کیا نکتہ ہی کہ ان اللہ غفور رحیم۔ فرمایا تو جواب یہ ہی کہ ذکر اثم کی مطابقت کے واسطے غفور ذکر فرمایا اور اس جہت سے کہ یہ تبدیل اگرچہ گناہ سے بالکل خالی ہی مگر چونکہ جنس تبدیل سے ہی جس سے گنہگار ہوتا ہی لہذا غفور ذکر فرمایا ابن مردویہ نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی کہ وصیت میں جنف کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے میں نظر ہی بلکہ ابن عباس کا قول ظاہر ہوتا ہی پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ احسن جو اس باب میں وارد ہوئی روایت عبد الرزاق کی کہ کہا حدثنا معمر عن اشعث بن عبد اللہ عن شہر بن حوشب عن ابی ہریرۃ کہا ابو ہریرہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کام کرتا ہی نیکوں کے ستر برس پھر جب وصیت کرتا ہی تو اپنی وصیت میں ظلم و جور کرتا ہی پس اسکا خاتمہ بدکاروں کے کام پر ہوتا ہی پس دوزخ میں داخل ہوتا ہی اور آدمی کام کرتا ہی بدکاروں کے ستر برس پھر جب وصیت کرتا ہی تو اپنی وصیت میں عدل کرتا ہی پس اسکا خاتمہ نیک کام پر کیا جاتا ہی پس جنت میں داخل ہوتا ہی کہا ابو ہریرہ نے کہ پڑھو تمہارا جی چاہے قولہ تعالے تلک حدود اللہ فلا تعتدوہا الآیۃ۔ (وقد رواہ الترمذی و ابو داؤد بنحوہ) اور واضح ہو کہ جنف و اثم جو وصیت وغیرہ میں سرزد ہوتا ہی تو مقتضا سے جسم کے اثر سے ہی جو اکثر روزہ رکھنے سے مٹ جاتا ہی اور روزہ کی نظیر فرض کو اللہ تعالے نے بیان فرمایا بقولہ تعالے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا

اے ایمان والو حکم ہوا تمپر روزے کا جیسے حکم ہوا تھا تمسے اگلوں پر شاید تم پرہیزگار ہو جاؤ گنتی دن ہیں

مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ

گنتی کے۔ پھر جو کوئی تم میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو گنتی چاہیے اور دنوں سے اور جنکو طاقت ہی تو بدلا چاہیے

طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

ایک فقیر کا کھانا پھر جو کوئی شوق سے کرے تو اسکو بہتر ہی اور روزہ رکھو تو تمہارا بھلا ہی اگر تم سمجھ رکھتے ہو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔ اے ایمان والو تمپر صیام لکھا گیا یعنے فرض کیا گیا۔ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ

قَبْلِكُمْ - جیسے ان لوگون پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے ف مانند یہود و نصاریٰ کے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ - تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو ف اگرچہ یہود و نصاریٰ کو حرص دنیا نے تباہ کیا جیسے انھون نے روزہ کا تقویٰ چھوڑا لیکن دستور آلٰہی اس سے معلوم ہو چکا کہ برابر چلا آتا ہے پس تم پر بھی یہ دستور بہ طاعت آسان ہوگی حتی کہ فرمایا - اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ - گنتی کے چند ایام ہین ف تو آسان سمجھو - یہ تندرستی و وطن مین ہے - فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ - پھر جو کوئی تم مین سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو ایام دیگر سے شمار ہے ف یعنے ماہ صوم کے آنے پر جو شخص مریض ہو یا وہ ایسے سفر مین ہو جسمین نماز قصر ہوتی ہے اور روزہ رکھنے سے مشقت ہو تو اسوقت افطار کرلے اور واجب ہے شمار قضا دیگر ایام سے - ہذا قول الشافعی اور ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک اسفر خود مشقت ہے پس روزہ نہ رکھنا جائز ہے لیکن اگر رکھ لیا تو ادا ہو گیا - ورنہ جب تندرست ہو یا وطن مین آوے تو بقدر ایام کے قضا کرنا واجب ہے - وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ - اور جو لوگ طاقت رکھتے ہین انپر فدیہ طعام مسکین ہے ف سیوطی رحمہ نے کہا یعنے جو لوگ طاقت نہین رکھتے ہین انپر ایک مسکین کا طعام فدیہ ہے خواہ مرض مہلک سے یا بڑھاپے سے طاقت نہو - یطیقون بمعنے لا یطیقون ہے - دوسرون نے کہا کہ اطاق یطیق بمعنے زوال طاقت ہے تو بدون - لا کے یہی معنی نکل آئے پس روزہ فرض ٹھہرا یا فدیہ فرض ٹھہرا اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ جو لوگ طاقت رکھتے ہین اختیار ہے کہ افطار کرین تو واجب ہے کہ طعام مسکین فدیہ دین - و علی ہذا فرض کے یہ معنے کہ روزہ یا اسکا عوض طعام کوئی فرض ہے بدلیل قولہ تعالے - فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ - پھر جو کوئی اپنے شوق سے نیکی کرے تو اسکے لیے بہتر ہے ف مثلا طعام مسکین سے زیادہ فدیہ دے کیونکہ اسوقت اہل اسلام کو سوائے مدینہ کے کہین مقر نہ تھا جو لوگ ہجرت کر کے آتے انکے طعام کی خبر گیری نہایت بہتر کام تھا - پھر طعام مسکین ایک یوم کی غذا ہے سیوطی رحمہ نے کہا کہ ایک مد ہے اور مدارک مین کہا کہ نصف صاع ہے اور یہی احوط ہے اور تفصیل آیندہ آتی ہے اور بالاتفاق وہ طعام چاہیے جو اکثر اس شہر کی غذا ہو - حاصل یہ کہ باوجود طاقت کے نہ رکھے تو طعام مسکین واجب ہے اور زیادہ دینا بہتر ہے - وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ - اور تمھارا روزہ رکھنا تمھارے حق مین بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ف تو اسیکو اختیار کرو - پھر قول اخیر کے موافق آیندہ یہ اختیار منسوخ ہو گیا اور روزہ رکھنا اہل طاقت پر حتمی کر دیا گیا چنانچہ آیندہ آتا ہے اور صحیح مین یہ تفسیر مروی ہے - اور ابن عباس رضہ نے کہا کہ سوائے حاملہ و دودھ پلائی کے کہ انکو اگر حمل و بچہ پر خوف ہو تو افطار جائز و فدیہ دین اور کہا گیا کہ افطار کرین مگر قضا کرین

(الفوائد) قولہ کتب علیکم - اگر بمعنے فرض ہے تو قول اخیر کے موافق صوم و فدیہ مین مختار ہونا کیونکر صحیح ہوا جواب یہ کہ صوم یا فدیہ فرض ہا کیونکہ فدیہ بجائے صوم ہے - قولہ علی سفر بیضاوی مین ہے کہ حرف استعلا یعنے علی - استعارہ تمثیلیہ کے طور پر متضمن ہے کہ مسافر کی تشبیہ راکب ہے یعنے جیسے راکب اپنے جانور پر سوار ہوتا ہے ویسے ہی یہ سفر پر ہو پس یہ مقتضی ہے کہ وقت صوم سے پہلے اسکا حدوث ہو چکا ہو پس یہان ایما ہے کہ جسنے روزہ کے دن کے اندر سفر کیا وہ نہین افطار کرتا ہے اور شیخ ابو البقا نے افادہ کیا کہ سفر اس مقام پر ایسا نکرہ ہے کہ اس سے سفر معین مراد ہے یعنے وہ سفر جسکے واسطے شرع مین مسافت مقدر ہے اور وہ مقدار مسافت جس سے نماز کا قصر ہوتا ہے اور اسمین اختلاف مشہور ہے اور فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک زمین کی مسافت اسقدر ہو کہ اونٹ کے سواری پر اوسط چال سے صبح سے ظہر تک چلکر منزل کر لیا کرے تو تین روز مین پہونچے پس قصر نماز کے واسطے اعتبار اسی مسافت کا ہے اور یہی باطنی مشقت کا قائم مقام ہے چنانچہ اگر ایک روز مین یا دو روز مین تیز سواری پر اتنی دور پہونچ سکتا ہو تو قصر روا ہے اور یہی صحیح ہے اور نماز قصر مین انشاء اللہ تعالے بیان ہوگا پس مراد سفر سے اسی مقدار مسافت کا سفر ہے قولہ فعدۃ من ایام اخر یعنے بشرط افطار یعنے جسنے مرض یا سفر کی وجہ سے روزے افطار کیے تو اسپر واجب ہے کہ جتنے عدد روزے افطار کیے ہین اتنے روزے دوسرے دنون مین قضا کرے پس عدۃ مصدر مرفوع کی سبیل وجوب ہے اور اسی سے نکالا گیا کہ یہ واجب ہے پھر امام شافعی رحمہ کے نزدیک مسافر و مریض کا افطار بشرط مشقت اور ہمارے نزدیک سفر ہی قائم مقام مشقت ہے - ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ اس آیت مین اللہ تعالے نے اس امت کے مومنون کو خطاب فرمایا اور حکم دیا کہ روزہ رکھین اور صوم کے معنے روک رکھنا اپنے آپ کو طعام و شراب و جماع سے خالص اللہ تعالے کی

فرمانبرداری کی نیت کے ساتھ نہار شرعی کے طلوع سے آفتاب غروب ہونے تک کیونکہ اسمین نفس سے طہارت و تنقیہ ہوا خلاط ردیہ اور اخلاق رذیلہ سے
اور فرمایا کہ جیسے تم پر فرض کیا گیا ویسا ہی تمسے اگلون پر بھی فرض کیا تھا قال المترجم یعنے آدم علیہ السلام سے تا اینندم انبیاء و صالحین سب پر روزہ مفروض
تھا تم پر اکیلے فرض نہین ہوا پس اسمین تاکید حکم و ترغیب فعل و تطییب نفس ہی چنانچہ ابن کثیر نے فرمایا تاکہ لوگ اسکے ادا کرنے مین اس سے زیادہ کوشش
کرین جیسے ان لوگون نے کی تھی چنانچہ دوسری آیت مین ترغیب دی ہی کہ ولکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن لیبلوکم فیما
اتاکم فاستبقوا الخیرات الآیۃ یعنے تقوی مین پیش قدمی کرو اسیواسطے یہان فرمایا لعلکم تتقون پس روزہ خود تقوی وراہ تقوی ہی اسلیے کہ روزہ رکھنے
مین بدن کا تزکیہ و طہارت ہی اور شیطان کے راستے مسدود ہوتے ہین اسی سے صحیحین مین آیا ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای گروہ جوانو
جو تم مین سے دسترسی پاوے وہ نکاح کرلے اور جسکو استطاعت نہو تو اسپر روزہ رکھنا واجب ہی کہ یہ اسکے واسطے وجاء ہی اور وجا کہتے ہین خصی ہوجانے کو
قال المترجم مفسرین نے اسمین اختلاف کیا کہ کما کتب علی الذین من قبلکم سے تشبیہ کس بات مین مراد ہی بعض نے کہا کہ فقط روزہ فرض ہونے مین اور بعض نے
کہا مقدار و وقت مین ای رمضان مہینہ بھر کے روزے اور بعض نے کہا کہ صفت صوم یعنے کھانا پینا وغیرہ چھوڑنے مین ہی اور یہی اظہر ہی پھر اللہ تعالے نے
روزے کی مقدار بیان فرمائی اور یہ ظاہر فرمایا کہ وہ ہر روز نہین ہی تاکہ نفس پر شاق نہ گذرے کہ اسکے اٹھانے سے لیست ہوجاوین بلکہ ایاما معدودات
ہین اور قول ایاما کی تنوین سے تقلیل کی پھر معدودات سے تقلیل کی تاکید کی پس یہ کمال تسہیل نفس کے واسطے ظاہر کردی پھر یہ ابتداے اسلام مین
تھا کہ ہر مہینہ سے تین روز صوم مین گذارتے تھے پھر ماہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے یہ منسوخ ہوگیا جیسا کہ اسکا بیان آتا ہی اور
اگلے امتون پر تین روز ہر مہینہ سے روزے مفروض ہونا مروی ہی معاذ بن جبل و ابن عباس و ابن مسعود و عطاء و قتادہ و ضحاک سے اور ضحاک نے کہا
کہ یہ شرع حضرت نوح سے اسوقت تک کہ صوم رمضان فرض ہوا ہی برابر چلی آئی پھر رمضان سے منسوخ ہوئی اور عباد بن منصور نے حسن بصری سے
اس آیت مین روایت کی کہ ہان واللہ روزہ ہر امت پر جو پہلے گذری ہین فرض کیا گیا جیسا کہ ہمپر فرض کیا گیا وہ ایک مہینہ کامل تھا اور ایام معدودات
ای عدد معلوم ہی اور سدی سے اسکے مانند مروی ہی اور ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان
کے روزے اللہ تعالے نے تمسے اگلی امتون پر بھی فرض کیے تھے یہ طویل حدیث مین سے مختصر ہی اور ابو جعفر رازی کی روایت ابن عمر سے یون
ہی کہ امم سابقہ پر روزہ فرض کیا گیا تھا حتی کہ جبپہلے ہین سے کسی نے عشاء کی نماز پڑھی اور سو گیا تو اسپر کھانا پینا و جماع کرنا دوسرے روز اسیوقت تک
حرام ہوجاتا تھا ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباس و ابو العالیہ و عبد الرحمن بن ابی لیلی و مجاہد و سعید بن جبیر و مقاتل بن حیان و ربیع بن انس
و عطاء خراسانی سے مانند اسکے مروی ہی اور عطاء خراسانی نے ابن عباس سے روایت کی کہ کما کتب علی الذین من قبلکم سے مراد اہل کتاب ہین
اور شعبی و سدی و عطاء خراسانی سے مثل اسکے مروی ہی قال المترجم ابن عباس سے مروی ہی کہ فرمایا کہ بعد ہجرت کے جبتک پہلے منسوخ ہوا و
امر قبلہ ہی پھر روزہ اور بخاری نے تاریخ مین اور طبرانی نے دغفل بن حنظلہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نصاری پر صوم رمضان
واجب تھا پھر انکا بادشاہ بیمار ہوا تو بولے کہ اگر اللہ تعالے نے اسکو شفا دی تو ہم دس روز بڑھا وینگے پھر انکے ایک بادشاہ نے گوشت کھایا
پس اسکے منھ مین سخت بیماری دردناک ہوگئی تو بولے کہ اگر اللہ تعالے نے اسکو شفا دی تو ہم سات روز بڑھاوینگے پھر انپر ایک بادشاہ ہوا
پھر بولے کہ ہم ناقص باقی سے کچھ نہ چھوڑینگے بلکہ اسکو تمام کرینگے اور اپنے روزون کو ربیع مین کرینگے پس یہ پچاس روز ہوگئے اور مفسر سیوطی نے
ایام معدودات سے موقت بعدد معلوم یعنے رمضان مراد لیا اور فقط و سیاق سے یہی ظاہر ہی کہ پہلے رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے
ولیکن روایات اسلام کے واسطے شاہد ہین کہ حتم نہ تھا بلکہ روا تھا کہ روزہ رکھین یا فدیہ دین قال ابن کثیر پھر اللہ تعالے نے حکم صیام

بنا بر ابتدائے اسلام بیان فرمایا۔ فمن کان منکم مریضا او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر۔ یعنے مریض و مسافر بحالت مرض و سفر میں روزہ نہ رکھیں کیونکہ اسمیں ان
دونوں پر مشقت تھی بلکہ افطار کریں اور دوسرے دنوں میں قضا کریں بیضاوی نے کہا کہ یہی مذہب ابوہریرہؓ اور ظاہریہ علماء کا ہے پھر ابن کثیرؒ نے کہا اور
رہا وہ شخص جو تندرست مقیم تھا اور روزے کی طاقت رکھتا تھا وہ مخیر تھا کہ چاہے روزہ رکھے اور چاہے افطار کرے اور ہر یوم کے عوض مسکین کو
کھانا دے پس اگر اسنے ایک سے زیادہ مقدار مسکین کو دی تو یہ اسکے واسطے بہتر تھا اور اگر روزہ رکھ لیا تو یہ سب سے افضل تھا کما قال تعالےٰ وعلی الذین
یطیقونہ الخ۔ یہ قول ابن مسعود و ابن عباس و مجاہد و طاؤس و مقاتل بن حیان وغیرہم علمائے سلف کا ہے پھر طعام مسکین فقہائے عراق کے نزدیک نصف صاع
گیہوں سے اور ایک صاع سوائے گیہوں کے اور طعام سے اور فقہائے حجاز کے نزدیک ایک مد ہے اور اول حال میں ان لوگوں کو یہ رخصت دی تھی اسلیے کہ جب
وہ روزے کا حکم دیے گئے تو انپر سخت گذرا کیونکہ وہ اسکے عادی نہ تھے اور کبھی انکی آزمائش میں نہ آیا تھا پھر منسوخ کیا گیا اور نافع و ابن عامر کی قراءت بروایت
ذکوان فدیۃ طعام مساکین یعنے باضافت فدیہ و جمع مساکین ہے اور قراءۃ ابن عامر بروایت ہشام وطعام مساکین بدون اضافت فدیہ بجانب طعام ہے
اور باقیوں کی قراءۃ بغیر اضافت اور توحید لفظ مسکین ہے اور یہاں دیگر قراءات یطیقونہ میں یطوقونہ یتطوقونہ یطوّقونہ وغیرہ ہیں بمعنی جہد و مشقت اور بیضاوی
نے بعد ذکر ان قراءات کے فرمایا کہ ان قراءتوں پر ایک دوسرے معنے کا محتمل ہے اور وہ یہ کہ آیت میں رخصت ہے واسطے اس شخص کے جسکو روزہ رکھنا تعب و
جہد میں ڈالے اور وہ بوڑھے و بڑھیاں ہیں چاہیں افطار کریں اور فدیہ دیدیں پس یہ آیت ثابت ہوگی منسوخ نہ ہوگی اور البتہ قراءۃ مشہورہ یعنی یطیقونہ از طاقت
کی بھی یہ تاویل بعض مفسرین نے بیان کی ہے یعنے یطیقونہ کے معنے یہ ہیں کہ یصومونہ جہدہم و طاقتہم یعنے روزے کو ادا کرتے ہیں اپنی جہد سے اور طاقت سے پس
اس تاویل پر قراءۃ مشہورہ کے موافق بھی بوڑھوں کے لیے رخصت نکلتی ہے اور مبنی اس تاویل کا یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک کو اسکی وسع پر تکلیف
دی ہے اور وسعت نام ہے کسی شئی پر سہولت سے قادر ہونے کا اور طاقت اسم ہے کسی چیز پر مشقت کے ساتھ قادر ہونیکا پس مشقت کی وجہ سے افطار
کی رخصت دی جیسے مسافر کو دی ہے پھر چونکہ یہ زائل ہونے کی امید نہیں لہذا فدیہ اسکے بجائے مقرر ہوا بخلاف مسافر کے کہ سفر ختم ہونے پر اسکی مشقت زائل
ہو جائیگی لہذا اسکو قضا کرنیکا حکم ہوا اور بعض نے کہا کہ جائز ہے کہ یطیقونہ جو طاقت ای باب افعال سے ہے اسکا ہمزہ واسطے سلب کے ہو پس یعنے عدم
طاقت ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ سوائے یطیقونہ از باب افعال کے دیگر قراءات غیر مشہورہ ہیں انکے موافق قراءۃ نہیں جائز ہے تو انکے موافق تفسیر کہاں سے جائز
ہوئی تو جواب یہ ہے کہ انکے موافق تفسیر نہیں کی گئی بلکہ تفسیر موافق مشہورہ کے ہے ولیکن مشہورہ قراءۃ کی تاویل میں کبھی قراءات غیر مشہورہ سے تائید لیجاتی
ہے اور یہ جائز ہے کما صرح بہ غیر واحد فافہم اور صحیح یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہ حکم تندرست مقیموں کے واسطے ابتدائے اسلام میں تھا جیسا کہ شیخ
ابن کثیر و بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا اور یہی جمہور مفسرین و فقہائے معتبرین کا قول ہے اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ قال الامام احمد حدثنا ابو النضر حدثنا
المسعودی حدثنا عمرو بن مرۃ عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہ نماز کے تین حال بدلے اور روزے کے تین حال بدلے
سو احوال نماز کے یوں ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور وہ سترہ مہینہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے پھر اللہ عزوجل نے
اپنر نازل فرمایا۔ قد نری تقلب وجہک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضٰہا الآیۃ پس اللہ تعالےٰ نے آپکو کعبہ کی طرف پھیرا یہ تو ایک حال ہوا پھر کہا کہ صحابہ
جمع ہوتے نماز کے لیے اور بعض انکا بعض کو نماز کی آواز دیتا یہانتک کہ ناقوس بجانے کی رائے لگائی پھر ایک مرد نے انصار میں سے جسکو عبد اللہ
بن زید بن عبد ربہ کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میں نے خواب دیکھا اور اگر میں کہوں کہ میں سوتا نہ تھا تو بھی سچا ہوں
گویا کہ سونے اور جاگنے کے بیچ میں تھا کہ ناگاہ میں نے ایک شخص دیکھا جسپر دو سبز کپڑے تھے اور اسکے ہاتھ میں ناقوس تھا میں نے کہا کہ بندۂ خدا اسکو
بیچتا ہے اسنے کہا کہ لیکر کیا کریگا میں نے کہا کہ جماعت نماز کے لیے بجاؤنگا اسنے کہا کہ بھلا میں تجھے بہتر نہ سکھلاؤں پس اسنے قبلہ کی طرف رخ کیا اور کہا

اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان لا الہ الا اللہ دو دو بار یہانتک کہ اذان سے فارغ ہوا پھر ایک ساعت ٹھہرا پھر ویساہی کہا جیسے پہلے کہا تھا صرف اتنا فرق تھا کہ اسنے قد قامت الصلوٰۃ دوبار زیادہ کہا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو بلال کو سکھلا دے پس چاہیے کہ بلال اسکے ساتھ اذان دیا کرے پس بلال ہی نے اول اسکے ساتھ اذان دی تھی۔ کہا معاذ نے کہ آواز اذان سنکر جلدی آئے عمر بن الخطاب اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے خواب میں بھی مثل اسکے آیا جیسے اس شخص کے خواب میں مگر بات اتنی ہوئی کہ اسنے مجھپر سبقت کی پس یہ دو حال ہوئے اور کہا کہ صحابہ آتے نماز کو اور حال یہ ہوتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سے بعض ٹکڑے کو سبقت سے ادا کر چکے ہوتے تھے پس یہ کرتے تھے کہ آنے والا آدمی ایک مرد کو اشارہ کرتا یعنے کتنی ہوگئی ہے تو وہ کہہ دیتا اشارہ سے کہ ایک یا دو رکعت پس وہ اسیقدر پڑھکر قوم کے ساتھ نماز میں شامل ہوجاتا تھا کہا پھر آگئے معاذ پس کہا کہ میں تو جس حال پر آنحضرت صلعم کو پاؤنگا میں بھی اسی میں شامل ہوجاؤنگا پھر جتنی نماز مجھسے پہلے ہوگئی اسکو قضا کر لیا کرونگا چنانچہ یہی ہوا کہ معاذ ایسی حالت میں آئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض نماز کی سبقت کر چکے تھے پس معاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوگئے پھر جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تمام کی تو معاذ نے کھڑے ہو کر باقی نماز ادا کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے لیے معاذ نے ایک طریقہ نکالا پس تم بھی ایساہی کیا کرو پس یہ تین حال نماز کے ختم ہوئے رہے روزے کے احوال سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لاکے پس ہر مہینہ میں سے تین روزہ اور عاشورا کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے پھر اللہ تعالے نے آپ پر صیام فرض کیے اور یہ آیت اتاری۔ یا ایہا الذین آمنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم تا قولہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ پس یہ اختیار تھا کہ جسنے چاہا روزہ رکھا اور جسنے چاہا مسکین کو کھانا دیدیا کہ یہ اسی طرف سے روزے کے بدلے کافی ہوجاتا تھا پھر اللہ عزوجل نے دوسری آیت اتاری شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن تا قولہ فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ۔ پس اللہ تعالے نے تندرست مقیم پر روزہ ہی واجب کر دیا اور افطار کرنے کی مریض و مسافر کو رخصت دیدی اور کھانا دینے کا حکم ایسے بوڑھے کے واسطے ثابت رہا جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہو پس یہ دو حال ہوئے۔ اور کہا کہ صحابہ کھاتے پیتے اور جوروؤں کے پاس آسکتے تھے جبتک کہ سو نہ جاویں پھر جب سو گئے تو اس سے ممنوع ہوجاتے تھے پھر انصار میں سے ایک مرد جسکو صرمہ کہتے تھے روزے کی حالت میں کام کرتا رہا یہانتک کہ شام ہوئی پس اپنی اہل خانہ کے پاس آیا [اور کھانا مانگا تو اسنے کہا کہ کچھ موجود نہیں ہے میں جاکر تلاش کر کے لاتی ہوں اور اسکو آنے میں دیر ہوئی اور صرمہ کو تھکان تھی] پھر عشا کی نماز پڑھکر سو گیا پس اسنے نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا یہانتک کہ صبح ہوئی پس روزہ دار اٹھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو دیکھا اور حال یہ تھا کہ اسکو جہد شدید پہونچا تھا پس اس سے فرمایا کہ کیا ہے کہ میں تجھے جہد شدید میں دیکھتا ہوں اسنے کہا یا رسول اللہ میں نے کل تمام دن کام کیا اور جسوقت آیا کرتا تھا اسوقت گھر آیا پس تھک کر میں نے اپنے تئیں ڈال دیا پس میں سو گیا پس صبح جسوقت اٹھا تو روزہ دار اٹھا اور کہا کہ عمر بن الخطاب کا یہ حال ہوا کہ انھوں نے سو جانے کے بعد اپنی جورو سے مباشرت کرلی [اور یہی کعب بن مالک وغیرہ سے ہوا] پس انھوں نے آکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا یہ حال ذکر کیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم تا قولہ ثم اتموا الصیام الی اللیل۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے بھی اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں حدیث مسعودی سے روایت کیا اور بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ عاشورا کا روزہ رکھا جاتا تھا پھر جب رمضان فرض کیا گیا تو یہ ہوا کہ جو چاہے اسکا روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے اور بخاری نے ابن عمر و ابن مسعود سے اسکے مثل روایت کیا اور قولہ تعالے وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ یہ حکم جیسا کہ معاذ نے کہا ابتدائے امر میں تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو روزہ کھانا دے اور ایساہی روایت کیا بخاری رح نے سلمۃ بن الاکوع سے کہ جب یہ آیت اتری وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ تو جو شخص افطار کرنا چاہتا تو افطار کرتا اور فدیہ دیتا یہانتک کہ وہ آیت اتری جو اسکے بعد ہے پس اسنے اس آیت کو

منسوخ کر دیا اور نیز روایت کی کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اور سدی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین یطیقونہ ای یتجشمونہ یعنے تکلیف اٹھا کر ادا کرتے ہیں اور کہا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے اور ایک مسکین کو کھانا دے وان تصوموا خیر لکم اور روزہ رکھنا تمہارے لیے سب سے بہتر ہے پس لوگ اسی حال پر تھے یہانتک کہ قولہ تعالے فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ نے اسکو منسوخ کر دیا اور نیز بخاری نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین کہا ابن عباسؓ نے کہ یہ منسوخ نہیں ہے وہ بوڑھا اور بڑھیا ہے جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں پس ہر روزہ کی جگہ ایک مسکین کو کھانا دینگے رواہ نحوہ احد عن ابن عباسؓ رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ بنحوہ اور حافظ ابوبکر بن مردویہ نے ابن ابی لیلی سے روایت کی کہ میں رمضان میں عطاء کے پاس گیا درحالیکہ وہ کھانا کھاتے تھے پس کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اتری یہ آیت پس اسنے منسوخ کر دیا پہلی آیت کو باستثناء بوڑھے ضعیف کے کہ وہ چاہے تو افطار کرے اور بجائے ہر ایک روزہ کے ایک مسکین کو کھانا دیا کرے قال ابن کثیرؒ پس حاصل یہ ہے کہ تندرست مقیم کے حق میں قولہ تعالے فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ سے نسخ ثابت ہے پھر جو شخص بوڑھا پھوس ہے کہ روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے تو اسکو اختیار ہے کہ افطار کرے اور اسپر قضاء واجب نہیں ہے کیونکہ اسمیں ایسی حالت نہیں آنے والی ہے کہ اس حال میں وہ قضا کرنے پر قادر ہوگا لیکن یہ رہا کہ جب اسنے افطار کیا تو بھلا اسپر ہر روزہ کی جگہ ایک مسکین کو کھانا دینا واجب ہے یا نہیں جبکہ وہ ایسا مالدار ہو کہ دے سکتا ہو تو اسمیں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اسپر کھانا دینا واجب نہیں کیونکہ اپنے سن سے اسقدر ضعیف ہے کہ روزے نہیں رکھ سکتا ہے پس اسپر فدیہ نہیں واجب ہوگا جیسے نابالغ بچہ پر واجب نہیں ہے اسواسطے کہ اللہ تعالے نے فرمایا لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا اللہ تعالے تکلیف نہیں کرتا کسی نفس کو الا اسکی وسعت بھر اور یہی امام شافعی کا ایک قول ہے اور دوسرا قول اکثر علماء جو صحیح ہے یہ کہ اسپر فدیہ واجب ہے یعنے ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا دے جیسا کہ ابن عباسؓ وغیرہ اکابر سلف نے تفسیر میں بیان کیا ہے اور یہ ابی قراءۃ پہ وعلی الذین یطیقونہ ای یتجشمونہ جیسا کہ ابن مسعودؓ وغیرہ نے فرمایا ہے اور یہی امام بخاری رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے چنانچہ کہا کہ بوڑھا ضعیف جبکہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھے تو کھانا دے چنانچہ انسؓ نے بعد بوڑھے ضعیف ہو جانے کے ایک سال یا دو سال ہر روزہ کے عوض مسکین کو گوشت روٹی کھانا دیا اور روزہ افطار کیا اور یہ مذہب جسپر بخاریؒ خود قائم ہوئے اور حضرت انسؓ کا حوالہ دیا اسکو حافظ ابو یعلی موصلی نے بالاسناد روایت کیا چنانچہ اپنی مسند میں کہا حدثنا عبد اللہ بن معاذ حدثنا ابی حدثنا عمران عن ایوب عن ابی تمیمہ کہا کہ ضعیف ہوئے انسؓ روزہ رکھنے سے پس ایک بڑا کٹھرا ثرید کا تیار کیا پھر تیس مسکینوں کو بلایا اور انکو کھلا دیا قال و رواہ عبد بن حمید عن روح بن عبادہ عن عمران وہو ابن جریر عن ایوب بہ و رواہ عبد ایضا من حدیث ستۃ من اصحاب انسؓ عن انسؓ بمعناہ پھر حاملہ و مرضعہ عورتیں بھی اسی معنی میں ہوتے ہیں کہ ان دونوں کو جب اپنی جان پر یا فرزند کی جان پر خوف ہو تو افطار کریں ولیکن انکے حق میں علماء کے درمیان بہت اختلاف ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ دونوں افطار کریں اور فدیہ دیں اور قضا کریں اور بعض نے کہا کہ فقط فدیہ دیں اور قضا انپر نہیں ہے اور کہا گیا کہ قضا کرنا ہے اور فدیہ نہ واجب ہے قال المترجم یہی علماء حنفیہ کا قول ہے کہ افطار جائز ہے مگر قضا کریں قال ابن کثیرؒ اور کہا گیا کہ افطار کریں اور انپر فدیہ و قضا کچھ نہیں ہے قال المترجم باقی رہے یہاں چند مسئلہ ایک یہ کہ بوڑھا پھوس جب مال نہیں رکھتا ہے تو جمہور علماء کے نزدیک اسکا کیا حکم ہے اور دوسرا یہ کہ مال سے کس قدر مال مراد ہے آیا نصاب زکوٰۃ کی قدر ہو یا صدقہ فطر کے قدر ہو یا مطلقاً ہے اور وصیت میں کتنا مال سے ناقد ہوگی جبکہ اسنے خود دے دیا اور مریض اگر مر گیا تو کیا حکم ہے اور اگر جیتا ہو کر پھر قضا کرنے سے پہلے بیمار ہو کر وصیت کی اور مر گیا تو کیا حکم ہے یہ فروع مسائل بہت ہیں یہاں انکے بیان کی گنجایش نہیں مترجم کے ترجمہ فتاوی عالمگیریہ و عین الہدایہ کے مسائل صوم و ندایا میں تلاش کرو اور یہ جان لینا چاہیے کہ فقہاء عراق کا جو قول بیضاوی نے مقدار فدیہ میں نقل کیا وہی امام ابوحنیفہ وانکے اصحاب کا قول ہے **ف ۲** بعض اشارات عرائس میں ہے کہ قولہ تعالے یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم یہ ندا ہے ان لوگوں کو جو اہل دل ہیں یعنے خطاب از ح

ایمان لائے اور ثابت ہین اور اصل صوم جسم تو فقہ مین معروف ہی اور صوم قلب یہ کہ دونون جہان سے بالکل اپنے آپکو روک لے جبکہ صوم سے جزاے حق چاہتا ہو تاکہ بشریت کے میل کچیل سے پاک ہو جاوے اور مقام قربت اور امن مین پہونچ جاوے قال المترجم حاصل اسکا یہ ہی کہ بدن کا تزکیہ و طہارت تو صوم شرعی سے ہوتی ہی اور روح و قلب کی طہارت و تزکیہ اسطرح ہوتا ہی کہ سوائے ذات باری عز و جل کے سب جہان سے منہ پھیرلے اور دنیا اور جتنی چیزین دنیا کی ہین انکی محبت والفت کو بالکل جگہ نہ دے پس جب دونون کو جمع کریگا تو اثر پیدا ہوگا ورنہ کچھ نہین اسواسطے کہ عبادات تمام تزکیہ بدن کے واسطے مشروع ہوئی ہین اسکے ساتھ اخلاص تزکیہ روح کے واسطے ہین اور اول تو فقہ مین مذکور ہین اور دوم احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مین ہین قولہ تعالے ایاما معدودات اہل غفلت دنیا پر فریفتہ ہین اور اہل دل کے نزدیک تمام دنیا ایام معدود ہین خصوصا عمر کہ یہ دنیا جو ہی یہ چند روز ہین چند سے روزہ دار ہو کہ یہ چند روز کی زندگی بہت جلد گذر جائیگی تاکہ تم سلطنت قدیم کی بارگاہ مین جا کر اپنا روزہ افطار کرو قال المترجم حدیث مین ہی کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہو گئی پس جو کچھ تکلیف خاص خدا ہی وہ بھی چند روز ہین لیکن فی الحقیقۃ دنیاوی آدمی اپنے تکلیف دیکھتا ہی اور وہی یہان راحت مین ہین ۔ بالجملہ شہوات نفس کی چیزین روا نہین ہین قال المترجم کوئی شک نہین کہ دنیاوی زندگی بسر کرنے کو راہ آخرت قطع کرنا سمجھے اور حدیث مین تاکید ہی کہ دنیا مین ایسا رہ جیسے راہ چلنا مسافر ہوتا ہی پس ہر ایک اسیطرف چلا جاتا ہی اگرچہ بہتیرون کو ہوش و خبر نہین پس وہ بھٹکے مسافر ہین اور بہتیر مرض قلب یعنے کفر و نفاق مین مردہ ہین کہ کافرون و منافقون کا جنازہ انکے نفس کے ہاتھون روان ہی جو عالم آخرت مین جا کر دوزخ کے گڈھے مین ڈالدیا جائیگا و مرض فرقت و غفلت ایسا ہی کم ہی چنانچہ اسکا علاج دنیا کا ترک ہی جس سے غفلت چھائی ہی فافہم واضح ہو کہ بذل النفس و مال کو مقام انس کی طلب مین جسنے سر ہر مقام مین وہ اجبی تلیا وہ محروم رہا کہ بذل النفس و ہلاک اسکا ہر مقام مین قدر واجب ہی کیونکہ حقیقۃ معاملہ یون ہی قرار پایا ہی اور اسکے اسرار طویل ہین چنانکہ ہلاک نفس ثمرہ محرومی ہی علی ہذا تعدی اسمین بھی قدر واجب سے نہین مگر یہ سب اسکو خصلتون کی پیروی سے اچھا ہی اور یہی نکتہ ہی کہ نفس کی ہلاک مین تاکید ہی مع ہذا حدیث مین نفس کا حق بھی بیان ہوا اور رہبانیت منع ہوئی اور یہ دو بھی صوم وصال بغیر افطار کے اور جلد جس سے فرائض سے عاجز ہو سب منع ہوا اور وہی جائز ہوا جسقدر شرع مین معروف ہی اور علی ہذا النفس کو بالکل بے آب و دانہ قتل کرنا حرام ہوا اگرچہ قتل نفس اسمین بالکل حاصل ہی فتامل ۔ اور واضح ہو کہ ابن ابی حاتم نے خیثمہ سے روایت کی کہ فرمایا جو تم قرآن مین یا ایہا الذین آمنوا پڑھتے ہو وہ توریت مین یا ایہا المساکین ہی فافہم

پھر اللہ تعالے نے احکام صوم کی تشریع احکام نازل فرمائے بقولہ تعالی

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ

مہینا رمضان کا جسمین نازل ہوا قرآن ہدایت واسطے لوگون کے اور کھلی نشانیان راہ کی اور فیصلہ سو جو کوئی پاوے تم مین سے

مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا

یہ مہینا تو اسکا روزہ رکھے اور جو کوئی ہو بیمار یا سفر مین تو گنتی چاہیے اور دنون سے اللہ چاہتا ہی تمپر آسانی اور نہین

يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

چاہتا تمپر مشکل اور اسواسطے کہ پوری کرو گنتی اور بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تمکو راہ بتائی اور شاید تم احسان مانو ۔

قول جمہور کے موافق یہ آیت پہلی آیت کی ناسخ ہی اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ ایاما معدودات سے اصح قول کے موافق صیام رمضان مراد ہی جیسا کہ حدیث معاذ مین گذرا اور یہی قول حسن بصری و سدی و ابن عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرون سے مروی ہی اور یہی مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا ہی اور بعض نے گمان کیا کہ بنابرین آیت سابق نسخ منسوخ ہوگی کیونکہ وہی ایام باقی ہین لیکن اسکی کوئی وجہ نہین اسواسطے کہ نسخ اسکی تخییر مین ہی کہ مقیم تندرست مین سے جو چاہے

رکھے یا فدیہ دے پس یہ تخییر منسوخ ہو گئی اور اس آیت میں روزہ حتماً ہو گیا چنانچہ فرمایا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى
لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۔ یعنے یہ ایام معدودہ ماہ رمضان ہے جسکی
یہ شان ہے کہ اسمیں قرآن نازل کیا گیا یا بہ شان کہ وہ لوگونکا ہادی ہے اور ہدی سے دلائل واضحات اور فرقان ہے پس جو کوئی اس ماہ میں حاضر ہو وہ اس ماہ کو
روزے میں گذارے ف پس سوائے روزہ رکھنے کے اسکو اطعام کا اختیار نہیں رہا ۔ حاضر سے مسافر نکل گیا اور اسکا حکم مع مریض کے آئندہ آتا ہے اور شہر
قراءۃ شہرُ رمضان برفع شہر ہے اور ایک قراءۃ میں بنصب آیا ہے اور مفسرین نے کہا کہ یہ مبتدا اور اسکا مابعد خبر ہے یا ذلکم شہر رمضان یا بمعنے کتب علیکم
الصیام صیام شہر رمضان یا ایام معدودات سے بدل ہے اور یہی اخیر مرجح کلام مفسر سیوطی ہے اور بیضاوی نے ذکر کیا کہ شہر ماخوذ از شہرت ہے اور زجاج
نے کہا کہ شہر نام ہے ہلال کا اور مشہور یہ کہ اس مدت کا نام ہے جو ہلال کے ظاہر ہونے سے اسکے چھپنے تک ہے اسکو شہر اسواسطے کہتے ہیں کہ لوگون کے معاملات
وعبادات کی حاجت سے وہ انہین مشہور ہو گیا رمضان مصدر ہے رمض بمعنے احتراق کا اسی جل گیا پھر شہر اسکی طرف مضاف کیا گیا اور علم قرار دیا گیا
یعنے مجموع ورنہ اضافت شہر کی اسکی طرف مستحسن ہوتی جیسے انسان زید کی اضافت مستحسن نہیں ہے اور نیز شہر رجب و شہر شعبان عرب سے مسموع نہیں ہے
اور حدیث من صام رمضان الخ بطریق حذف مضاف ہے قال البیضاوی مجاہد نے کہا کہ رمضان ایک نام ہے اللہ تعالے کے نامون سے جیسے شہر
رمضان بولتے ہیں ویسے شہر اللہ بولتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ وہ مہینہ کا نام ہے (المعالم) یعنے سلف سے روایت کیا گیا کہ انہون نے خالی رمضان
بدون شہر رمضان کہنے کو مکروہ جانا ابوہریرہؓ نے کہا کہ مت کہو رمضان کیونکہ رمضان اللہ تعالے کے نامون میں سے ایک نام ہے بلکہ کہو شہر رمضان
(ابن ابی حاتم باسناد ضعیف) اور مجاہد و محمد بن کعب سے اسکے مانند مروی ہے اور حضرت ابن عباسؓ و زید بن ثابت سے رمضان کہنے کی اجازت ہے۔
اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی کو نصرت دیدی کہ صحیح میں ایک باب اسی بیان کا منعقد کیا جسمین دو صحیح حدیثین روایت کردین جنمین رمضان ہے چنانچہ
حدیث من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ۔ یعنے جسنے روزے میں گذارا رمضان کو ایمان و احتساب (نیک نیتی) سے بخشے جاوینگے اسکے وہ گناہ
جو اس سے پہلے کر چکا ہے (ابن کثیر) اب یہ کہ اس مہینہ کو رمضان کیون نام رکھا تو بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ پیاس سے سوختہ ہونے کی وجہ سے یقال
رمض الصائم جبکہ پیاس کی شدت سے اسکا جگر جلنے لگے ۔ یا ۔ لرمض الذنوب فیہ بوجہ اسکے کہ اس مہینہ میں گناہ جل جاتے ہیں ۔ یا موسم کی وجہ
سے کیونکہ انہون نے لغت قدیمہ کے مہینون کے نام کو نقل کیا تو رمضان اسوقت سخت گرمی میں پڑا تھا قال الماوردی جاہلیت میں اسکا نام
ناتق تھا لغت قدیم میں مہینون کے نام یہ تھے ۔ مؤتمر ۔ ناجر ۔ خوان ۔ وبصان ۔ حنین ۔ ربی ۔ اصم ۔ عادل ۔ ناتق ۔ وعل ۔ ورنہ ۔ برک ۔ بجائے
انکے نئے یہ ہیں محرم ۔ صفر ۔ ربیع الاول ۔ ربیع الآخر ۔ جمادی الاولی ۔ جمادی الاخری ۔ رجب ۔ شعبان ۔ رمضان ۔ شوال ۔ ذوالقعدہ ۔ ذوالحجہ ۔ بدلے گئے
اس آیت میں اللہ تعالے نے ماہ صیام کی فضیلت فرمائی ہے کہ حق تعالے نے مہینون کے درمیان سے قرآن عظیم اتارنے کے واسطے اسی مہینہ کو مخصوص
فرمایا اور حدیث میں آیا ہے کہ آسمانی کتابیں جو اگلے انبیا پر بھی اسی مہینہ میں اتری ہیں ۔ چنانچہ امام احمد نے واثلہ بن الاسقع سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نازل کیے گئے صحف ابراہیم پہلی رات رمضان میں اور توریت چھ راتین رمضان گذرنے پر اور انجیل تیرہ راتین رمضان
گذرنے پر و اللہ تعالے نے قرآن کو چوبیس راتین رمضان گذرنے پر اتارا اور حدیث جابر بن عبد اللہ میں یون ہے کہ زبور بارہ راتین رمضان گذرنے پر
اور انجیل اٹھارہ راتین رمضان گذرنے پر اور باقی ویسا ہی ہے جیسا کہ واثلہ بن الاسقع کی حدیث میں گذرا ۔ رواہ ابن مردویہ (ابن کثیر ح)
پھر کہا معنے میں قولہ انزل فیہ القرآن کہ اتارا گیا اس مہینہ میں قرآن ۔ اور اسمین شک نہیں کہ قرآن بیس برس تک متفرق ایام میں نازل ہوتا
رہا ہے اور شروع وحی ماہ ربیع الاول تھا تو بعض نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ اسمین اسکے اترنے کی ابتدا ہوئی کما فی البیضاوی وغیرہ مراد یہ کہ لوح محفوظ

سے آسمان دنیا پر ماہ رمضان کی لیلۃ القدر میں اُترا۔ اور یہی قول تابعین میں سے شعبی رحمہ اللہ کا ہے اور بعض نے کہا کہ بیس برس یا تئیس برس تک ہر سال رمضان کی لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اسقدر اترتا تھا جو تمام سال میں متفرق نازل ہوتا تھا لقولہ تعالے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر اور اسکو قرطبی نے مقاتل بن حیان سے حکایت کیا اور یہی قول حلیمی و ماوردی کا ہے اور قرطبی نے کہا کہ مفسرین وعلما کا اجماع ہے کہ وہ ایکبارگی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت العزۃ میں اُترا اور شیخ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں کہا کہ یہی قول صحیح معتمد ہے اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی اصح و اشہر ہے اور حاکم و بیہقی وغیرہ نے اسی کو ابن عباس رضہ سے روایت کیا کہ قرآن لیلۃ القدر میں سب یکبارگی آسمان دنیا پر اُتار گیا اور مواقع النجوم تھا کہ اللہ تعالے اپنے رسول پر اسمیں سے بعض کو اثر بعض پر نازل فرماتا تھا۔ اور حاکم و بیہقی و نسائی نے ابن عباس سے روایت کی کہ اتار گیا قرآن سب یکبارگی آسمان دنیا پر لیلۃ القدر میں پھر اسکے بعد اتار گیا بیس سال میں پھر پڑھا۔ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۝ وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا (النسائی وغیرہ) پس مشرکین جب حادث کرتے کوئی شی تو اللہ تعالے انکا جواب نازل فرماتا تھا (ابن ابی حاتم) اور سعید بن جبیر رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ جدا کیا گیا قرآن لوح محفوظ سے پس رکھا گیا آسمان دنیا پر بیت العزت میں پھر جبرئیل علیہ السلام اسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لانے لگے (ابن ابی شیبۃ والحاکم) قال المفسر السیوطی رح ان سب روایتوں کی اسنادین صحیح ہیں۔ اور طبرانی نے دوسری وجہ سے ابن عباس سے روایت کی کہ اتار گیا قرآن لیلۃ القدر میں ماہ رمضان میں آسمان دنیا پر سب ایکبارگی پھر نجماً نجماً اُترا قال المفسر السیوطی اسنادہ لاباس بہ۔ اور تفسیر امام ابن کثیر میں ہے کہ عطیہ بن الاسود نے ابن عباس رضہ سے سوال کیا کہ میرے دل میں شک پڑ گیا کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ اور فرمایا انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ۔ اور فرمایا۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ حالانکہ قرآن اتارا گیا ہے شوال میں بھی اور ذی قعدہ میں بھی اور ذی الحجہ و محرم و صفر و ربیع الاول میں بھی تو ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ قرآن رمضان میں لیلۃ القدر میں لیلۃ مبارکۃ میں سب ایکبارگی اتارا گیا پھر مہینوں و ایام میں علی مواقع النجوم ترتیل سے اتار گیا رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ قال المفسر رواہ البیہقی ایضاً فی الاسماء والصفات۔ شیخ ابو شامہ نے کہا کہ علی مواقع النجوم ای علی مساقطہا یعنے آہستگی سے بعض کے پیچھے بعض کرکے اتار گیا۔ قال المترجم اشکال یہاں یہ پیش ہوا کہ سابق حدیث میں تھا کہ چوبیس راتیں رمضان گذرنے پر قرآن اترا ہے اور اللہ تعالے نے فرمایا کہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر یعنے اسکو شب قدر میں اتارا اور صحاح کی احادیث سے ثابت ہے کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ کے طاق راتوں میں ہوتی ہے اور جواب اسکا وہ ہے جو شیخ ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں کہا کہ شب قدر اس رمضان میں تیئیس تاریخ بعد تھی پھر چوبیسوں تاریخ رمضان میں اقرأ باسم ربک۔ نازل ہوئی۔ اور اسپر یہ اشکال وارد ہوا کہ مشہور یوں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ربیع الاول میں ہوئی اور جواب یہ ہے کہ اول نبوت آپ کے سچے خوابوں کی علامات خیر سے تھی تاکہ معتاد ہوں پھر جاگنے میں چھ مہینے کے بعد آپ پر وحی کی گئی یہ بیہقی وغیرہ نے بیان کیا ہے کذا ذکرہ المفسر رح و القرآن بعض نے کہا نام ہے کلام اللہ تعالے کا بمعنے مقروء جیسے کتاب بمعنے مکتوب اور بعض نے کہا مصدر ہے و منہ قولہ وقرآن الفجر ای قراءۃ نماز فجر کی اور شافعی رح سے روایت ہے کہ قرآن اسم ہے اور مہموز نہیں ورنہ وہ قراءۃ سے ماخوذ ہے بلکہ مثل توراۃ و انجیل کے اس کتاب مجید کا نام ہے ذکرہ المفسر فی الاتقان اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مشتق از قرأ بمعنے جمع ہے کیونکہ اسمیں سورتیں و آیات و احکام و امثال کا مجموعہ ہے۔ قولہ تعالے ہدی للناس الخ یہ دونوں حال واقع ہیں ای ہادیا للناس۔ یعنے لوگوں کا ہادی ہے اور ذکر مصدر کا بطریق مبالغہ ہے گویا عین ہدایت ہے اور بینات جمع بینہ بمعنے واضحہ ہے قال البیضاوی یعنے اپنے اعجاز سے وہ لوگوں کے واسطے ہدایت ہے اور یہ مخصوص بقرآن ہے دوسری آسمانی کتابوں میں نہیں پایا جاتا ہے اور بینات من الھدی والفرقان یعنے اسکے احکام و تبیین حق کے لیے کھلیں نشانیاں ہیں اور حق و باطل و حلال و حرام میں تمیز دیتی ہیں اور بعض نے کہا کہ اول ہدی اعتقادیات میں ہے اور دوسرا احکام عملی میں ہے واسطے کہ انپر عمل کرنا موجب

وسول یعنی ہی قولہ تعالیٰ فمن شہد منکم الشھر فلیصمہ - اللہ عزوجل نے اس مہینہ کی بزرگی ظاہر کرکے ایک حکم حق اس مہینہ کے باہت فرمایا کہ جو تم میں سے اس مہینہ
میں حاضر ہو یعنے مقیم ہو مسافر نہو اسکو چاہیے کہ روزہ رکھے بعض نے کہا مراد یہ ہے کہ جو اول شہر میں حاضر ہو وہ تمام مہینہ روزہ رکھے اگرچہ درمیان میں سفر
کرے جیسا کہ علی و ابن عمر و ابن طاؤس رضی اللہ عنہم نے تفسیر کی ہے (اخرجہ ابن جریر و ابن ابی حاتم وغیرہما) پس یہ مجاز لغوی ہے کہ شہر کا اطلاق جزو پر کیا اور
بیضاوی میں ہے کہ بعض نے مضاف مقدر کیا ای فمن شہد منکم ہلال الشھر - یعنے جسنے تم میں سے چاند پایا - قال ابن کثیرؒ جو شخص کہ مقیم ہو بستی میں جبکہ
ماہ رمضان آگیا اور وہ اپنے بدن سے تندرست ہو تو لامحالہ روزہ رکھے قال البیضاوی اصل اسکی یون ہے فمن شہد منکم فیہ فلیصم فیہ یعنے جو شخص تم میں سے
حاضر ہو اسکو چاہیے کہ اسمیں روزہ رکھے پس بجائے ضمیر کے اسم ظاہر ذکر کیا پس اول فیہ کی جگہ الشھر کا ذکر کرنا واسطے تعظیم کے ہے اور دوسری فیہ کی جگہ ضمیر
منصوب بمنزلہ مفعول بہ کے کردیا کیونکہ حقیقۃً تو ضمیر ظرف کی بدون فی کے نہیں ہوتی ہے اور یہی تفسیر مختار ہے کہ جو شخص اس مہینہ کے اندر مقیم ہوگا خواہ اول
میں ہو یا اوسط یا آخر کبھی ہو اسپر روزہ رکھنا واجب ہے جبکہ وہ تندرست ہو اور اگر درمیان میں سفر کرے تو افطار کرے اور اگر درمیان میں سفر سے آوے روزہ
واجب ہے اس سے نکل آیا کہ جو امام رازیؒ نے یہاں وہم پیش کیا کہ من شہد الخ شرط ہے اور فلیصمہ جزا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ بعد شرط کے جزا ہوتی ہے تو لازم آیا کہ شہر یعنے
ماہ رمضان کے بعد روزہ ہے حالانکہ یہ مقصود نہیں ہے جواب یہ کہ الشھر سے - فی الشھر مراد ہے تو جو شخص کہ اس مہینے کے اندر حاضر ہو اسپر روزہ واجب ہے خواہ چاند
رات سے ہو تو اول سے یا اوسط و آخر جب ہو فافہم - قال ابن کثیر اور اس آیت نے منسوخ کردیا اُس اباحت کو جو پہلی آیت سے ثابت ہوئی تھی کہ تندرست
مقیم کو افطار کرکے بجائے اسکے مسکین کو فدیہ دینا مباح تھا پھر جب منسوخ کرکے روزہ رکھنا واجب فرمایا تو مسافر و مریض کا حکم اعادہ فرمایا بقولہ تعالیٰ وَمَن
كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ - اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو دیگر ایام سے شمار واجب ہے ف یعنے جو شخص بیمار ہو کہ
اسپر روزہ مشقت ہو یا شدت مرض کا خوف ہو یا مسافر ہو کہ حالت سفر میں ہو یعنے مقیم کے حکم میں بھی نہو تو اسکو روا ہے کہ افطار کرے اور جتنے دن افطار کرے
اسیقدر گنتی سے اور دنون میں قضا کرلے اور یہ قضا واجب ہے اور یہ رخصت بمقتضائے رحمت ہے اسیواسطے فرمایا - يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ
وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ - اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا اور تمہارے حق میں مشقت نہیں چاہتا ہے ف یعنے حالت مرض و سفر میں تمکو
افطار کی رخصت دی باوجودیکہ مقیم تندرست پر واجب کردیا تو اسی سے کہ اللہ تعالیٰ کو تمپر آسانی کرنا منظور ہے اور رحمت ہے اور تمپر سختی نہیں منظور ہے قال الشیخ
ابن کثیرؒ سلف میں سے ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ جو شخص اول ماہ میں مقیم ہو پھر اسنے درمیان مہینہ میں سفر کیا تو اسکو عذر سفر کی وجہ سے افطار کا اختیار
نہیں ہے اور افطار کا اختیار اسی مسافر کو ہے جسنے چاند دیکھا ایسی حالت میں کہ وہ مسافر تھا اور یہ قول غریب ہے اگرچہ ابن حزم نے اسکو محلّی میں صحابہ و تابعین
کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے ولیکن اس نقل میں نظر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا کہ آپ ماہ رمضان میں غزوہ فتح کے واسطے نکلے اور چلتے
چلتے مقام کدید میں پہونچے پھر افطار کیا اور لوگون کو افطار کرنے کا حکم کیا اخرجہ الشیخان مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ سفر میں روزہ واجب
نہیں ہوتا ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ آپ نے عمداً واجب روزہ توڑدیا حالانکہ اسپر کفارہ لازم آتا ہے پس وہ از قبیل نفل ہوتا ہے اور یہ قول علمائے حنفیہ کے مؤید ہے -
قال ابن کثیرؒ ایک جماعت صحابہ و تابعین کا یہ مذہب ہے کہ سفر میں افطار کرنا واجب ہے - اور جمہور علماء کے نزدیک اسمیں تخییر ہے کوئی بات واجب
نہیں اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ صحیحین میں ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ نکلے ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ماہ رمضان میں سخت گرمی میں
یہانتک کہ یہ حال تھا کہ ہم میں سے کوئی کوئی گرمی کی شدت سے اپنے سر پر اپنا ہاتھ رکھتا تھا اور ہم میں کوئی روزہ دار نہ تھا سوائے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم و عبداللہ بن رواحہ کے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ افطار واجب نہیں ہے کیونکہ اگر واجب ہوتا تو آپ افطار کرتے اور مخصوص آپ نہیں
بلکہ عبداللہ بن رواحہ بھی روزے سے تھے - اور علماء میں سے ایک گروہ کا جنمیں سے شافعیؒ بھی ہیں یہ قول ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افطار سے

افضل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا جیسا کہ اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا۔ اور ایک گروہ نے کہا کہ نہیں بلکہ افطار کرنا افضل
ہے اسمیں ایک تو رخصت الٰہی کو قبول کرنا پایا گیا اور دوسرے اس حدیث سے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہے کہ آپ سے سفر کا روزہ رکھنا
پوچھا گیا تو فرمایا کہ اگر افطار کر لیا تو اچھا ہے اور اگر روزہ رکھ لیا تو اسپر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اس رخصت کو جو تمہارے
واسطے رخصت دی ہے قبول کرو لہذا فرمایا۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۔ اور تاکہ تم
شمار پوری کرو اور تاکہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کرنے پر اسکی تکبیر کرو اور تاکہ تم شکر کرو ف لتکملوا تکمیل و اکمال سے دونوں طرح قراءت ہے۔ قال الامام رح
اور ایک گروہ علما نے کہا کہ روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں مساوی ہیں کیونکہ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ہے کہ حمزہ بن عمرو الاسلمی نے کہا یا رسول اللہ
میں بہت روزہ دار آدمی ہوں بھلا میں سفر میں روزہ رکھا کروں تو فرمایا کہ اگر تیرا جی چاہے تو روزہ رکھ اور اگر تیرا جی چاہے افطار کر لے اور یہ حدیث صحیحین میں
ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر روزہ شاق ہو تو افطار کرنا افضل ہے کیونکہ جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جسپر سایہ
کیا گیا تھا تو فرمایا کہ یہ کیا ہے صحابہؓ نے عرض کیا کہ روزہ دار ہے تو فرمایا کہ نیکی سے نہیں ہے سفر میں روزہ رکھنا یہ صحیحین میں ہے اور مسند امام احمد وغیرہ میں حضرت
ابن عمرؓ و جابرؓ وغیرہ صحابہ سے روایت ہے کہ جسنے اللہ تعالیٰ کی رخصت قبول نہ کی اسپر جبال عرفہ کے برابر گناہ ہوگا۔ اور علما نے اسکی یہ تاویل کی ہے کہ اگر روزہ
مکروہ رکھے تو ایسے شخص پر افطار واجب ہے اور روزہ حرام ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ اصح حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر سفر میں روزہ رکھ لیا تو اسکی فرض کی طرف سے
کافی ہو جائیگا واللہ اعلم۔ ایسے ہی یہ بات کہ قضا کرنے میں پے در پے رکھنا چاہیے ہے یا تفریق جائز ہے پس بعض علما کے نزدیک تتابع واجب ہے اور یہ قول
ضعیف ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ تتابع واجب نہیں چاہے پے در پے رکھے اور چاہے متفرق قضا کرے اور یہی علماء حنفیہ کا قول ہے قال ابن کثیر
اور یہ قول جمہور سلف و خلف کا ہے اور دلائل شرعیہ اسی کے مثبت ہیں۔ پھر قولہ تعالیٰ یرید اللہ بکم الیسر الخ۔ میں دلالت ہے کہ اللہ عزوجل کو مومنوں پر
آسانی منظور ہے عموماً روزہ میں ہو یا غیر روزہ میں اور حدیث میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یسروا ولا تعسروا
وسکنوا ولا تنفروا المتفق علیہ آسانی کرو سختی نہ کرو اور تسکین دو نفرت مت دلاؤ، اور ایک روایت میں بشروا ولا تنفروا ہے یعنی بشارت دو نفرت مت
دلاؤ، اور اسی سے اکثر علما نے عوام کے واسطے جو آسان ہے اور آخری درجہ شرع میں جائز ہے مختار کیا ہے تاکہ شرع پر قائم رہیں ولیکن جو امر شرع میں جائز
نہیں اسمیں آسانی و بشارت کچھ نہیں ہے چنانچہ نماز جماعت کے ترک کرنے والوں کے حق میں فرمایا کہ میں نے قصد کیا کہ لکڑیاں جمع کرا کے انکا گھر
پھونک دوں یہ مضمون حدیث کا ہے اور شرع میں جو کچھ وارد ہے وہ آسان ہے چنانچہ سنن و مسانید میں روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
میں ملت حنفیہ سمحہ کے ساتھ بھیجا گیا ہوں یعنی ملت حقہ آسان کے ساتھ بھیجا گیا ہوں قولہ تعالیٰ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ بیضاوی
میں ہے کہ لام تعلیل کا اور یہ متعلق ہیں فعل محذوف کے جسپر سیاق دلالت کرتا ہے اور مشروع کیا یہ سب جو ذکر کیا کہ مقیم صحیح مامور بصوم ہے اور مسافر و مریض کو
رخصت افطار ہے و جسقدر افطار کیا اسکی عدت کی رعایت قضا میں واجب ہے یہ سب اسواسطے کیا تاکہ پوری کرو عدت الی آخرہ یہ بسبیل لف و نشر
مرتب ہے پس لتکملوا العدۃ تو علت ہے عدد افطار کے مراعات کی یعنی تاکہ جسقدر تمنے افطار کیا اسکی تعداد پوری کر کے ماہ رمضان کی تعداد کامل کرلو
اور لتکبروا اللہ علت ہے امر بقضا و بیان کیفیت کی کیونکہ یہ نعمت مستوجب حمد ہے اور لعلکم تشکرون علت ہے رخصت کی یعنی اور آسانی کرنے کی اور تکبیر سے مراد
تعظیم اللہ تعالیٰ تمجید ہے اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ یوں تکبیر کہتے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔ اور ابن عباسؓ سے
روایت ہے کہ روزہ داروں پر حق ہے کہ جب ماہ شوال کو دیکھیں تو تکبیر کہیں یہانتک کہ اپنے عید سے فارغ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولتکبروا اللہ
داؤد ظاہری نے کہا کہ تکبیر واجب ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ عید اضحیٰ میں تکبیر کہے اور عید الفطر میں تکبیر نہ کہے اور جمہور کے نزدیک مستحب ہے کہ بعض علما

حنفیہ کے نزدیک قول امام ابوحنیفہ کے معنی یہ ہیں کہ عید الفطر میں جہر سے تکبیر کہے اور یہ لوگ آہستہ سے عید الفطر کی تکبیر مستحب کہتے ہیں اور یہی صحیح ہے جاننا چاہیے کہ فضائل رمضان میں بہت احادیث آئی ہیں باتباع امام بغوی محی السنہ صاحب معالم التنزیل میں بھی چند کا ترجمہ یہاں ذکر کرتا ہوں چنانچہ ابوہریرہ رضی سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب ماہ رمضان داخل ہوتا ہے تو شیاطین و سرکش جن زنجیروں سے باندھے جاتے ہیں اور دروازے دوزخ کے بند کیے جاتے ہیں کہ اسکا کوئی دروازہ نہیں کھلتا اور دروازے جنت کے کھول دیے جاتے ہیں کہ اسکا کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا اور پکارنے والا پکارتا ہے (یعنی فرشتہ بحکم الٰہی) کہ اے خیر چاہنے والے پیش قدمی کر اور اے شر چاہنے والے کوتاہی کر اور اللہ تعالیٰ کے لیے آگ سے آزاد کیے ہوئے ہیں اور ایسا ہر رات ہوا کرتا ہے۔ اور ابوہریرہ رضی سے مرفوعاً روایت ہے کہ جسنے روزے میں گزارا رمضان کو ایمان و امید ثواب سے بخشے جاوینگے اوسکے پچھلے گناہ اور جس شخص نے قیام کیا شب قدر میں ایمان و احتساب سے بخشے جاوینگے اسکے پچھلے گناہ۔ اور ابن عمر کی مرفوع حدیث میں ہے کہ روزہ اور قرآن دونوں بندے کی شفاعت کرینگے اور ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جسنے روزہ دار کو افطار کرایا اسکو مثل روزہ دار کے ثواب ہے مگر یہ کہ روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی اخرجہ الترمذی اور ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ بندے کا ہر نیک کام دس گونہ سے سات سو گونہ تک بڑھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سوائے روزے کے کہ وہ تو میرے ہی واسطے اسنے کیا پس میں اسکا بدلا دونگا میرے ہی واسطے اسنے اپنا طعام اور خواہش چھوڑ دی روزہ دار کے لیے دو فرحت ہیں ایک فرحت وقت افطار کے اور ایک فرحت وقت ملاقات اپنے پروردگار کے۔ البتہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے (کذا فی الصحاح والسنن) ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ شھر رمضان الذی الخ جسقدر تعلقات جسم و شہوت کم ہوتے ہیں اسیقدر فرحت روح و مشاہدہ کا نور ترقی کرتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ رمضان میں نزول القرآن اسواسطے کہا تا ظاہر ہو اسکی فضیلت و تخصیص درمیان مہینوں کے اور تاکہ دن میں روزہ فرض ادا ہو اور رات میں قرآن پڑھنے کے ساتھ قیام کیا جاوے اور واضح ہو کہ حدیث میں روزے کے ساتھ بدکاری و غیبت چھوڑنے کی تاکید ہے اور فرمایا کہ بدون اسکے اللہ تعالیٰ کو بندے کے بھوکے رہنے سے کچھ غرض متعلق نہیں ہے یعنی روزہ دراصل دفع شہوات ہے اسیواسطے اہل الاسرار نے کہا کہ شہوات دنیا و آخرت چھوڑ کر خلوص طاعت افضل ہے قال الشیخ قولہ فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ پس مہینہ میں جو شخص لقاء الٰہی عز و جل کا طالب ہے اسکو چاہیے کہ جن چیزوں کو طبیعت و نفس خواہش کرتا ہے اس سے اپنے آپکو صائم رکھے یعنی طریق لذت نفس سے باز رہے واسطی رحمہ نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے مہینہ میں حاضر ہو اسکو چاہیے کہ روزہ رکھے پس جو شخص میرے پاس حاضر ہوا اور میرے امر کو مشاہدہ کیا تو وہ اپنے تمام اوقات سے روزہ دار ہو جاوے اور جو شخص حاضر ہوا مہینہ میں بروجہ تعظیم یعنے تعظیم و اجلال کے دیدار میں تو اسکو چاہیے کہ لغو و لہو سے باز رہے اور جو شخص اپنے فعل اور روزے کو دیکھے اور اسپر نظر رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ کو اسکے طعام یعنے کھانا پینا چھوڑنے میں کوئی حاجت نہیں ہے یعنے اسکی نظر اپنے کام پر ہے اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ کو اسکی کوئی پروا نہیں ہے اور یہ ایسا ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ بہتیرے روزہ دار ہیں جنکا حصہ اپنے روزے سے بھوک و پیاس ہی ہے

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ

اور جب تجھسے پوچھیں بندے میرے مجکو تو میں قریب ہوں پہونچتا ہوں پکارنے والے کی پکار کو جب مجکو پکارتا ہے تو چاہیے کہ حکم مانیں میرا اور یقین لاویں مجپر

لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝

شاید نیک راہ پر آویں۔

ف سیوطی رحمہ نے کہا کہ ایک جماعت صحابہ رضی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آیا ہمارا پروردگار قریب ہے کہ ہم آہستہ اس سے مناجات کریں یا دور ہے کہ اسکو پکاریں تو یہ آیت اتری۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ اور جب تجھسے پوچھیں بندے میرے مجکو

تو میں قریب ہوں ف یعنے قریب ہوں اُنسے اپنے علم کے ساتھ پس تو انکو اس مژدہ کی خبر دیدے **قال العکبری** قولہ تعالے فانی قریب
ای فقل لہم انی قریب یعنے اُنسے کہدے کہ میں قریب ہوں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اذا سالک جملہ شرط پر فانی قریب جزا مترتب نہیں ہوتی ہے بلکہ خبر دینا معتبر
ہوتا ہے اسیواسطے ایسے لفظ کا مقدر کرنا ضروری ہے جو اخبار پر دلالت کرے اسیواسطے فقل لہم مقدر کیا اور یہ لفظ بہ نسبت اخبرہم کے جو حضرت مفسر رح نے
مقدر کیا اولیٰ ہے اسلیے کہ فاخبرہم بانی قریب بیار صلہ کہنا پڑیگا بخلاف فقل لہم کے فافہم اور قرب کا استعمال اگرچہ حقیقۃً مکان میں ہوتا ہے یعنے مکان کی نزدیکی
قربت بولتے ہیں مگر جہاں علم وغیرہ کی راہ سے کمال آگاہی و اطلاع مقصود ہوتی ہے تو مکان کی قربت سے اسکو تشبیہ دیکر قربت کے معنے میں استعمال کرتے ہیں
جیسے یہاں ہے کہ اللہ تعالے نے پوچھنے والوں کو اس تمثیل بلیغ سے آگاہ کیا کہ انکو آہستہ مناجات کرنے پر آگاہی حق عزوجل میں تامل تھا پس یہ تمثیل ہے کہ اللہ تعالے
کا علم بندوں کے افعال و اقوال پر کامل محیط ہے اور وہ انکے حال پر نہایت مطلع ہے جیسے وہ شخص جو اُنسے بہت قریب ہو اور درحقیقت اس سے
تشبیہ کامل مقصود نہیں کیونکہ علم و اطلاع اس مکانی قربت سے کہیں زیادہ ہے چنانچہ فرمایا ونحن اقرب الیہ من حبل الورید یعنے ہم اس بندے
سے اسکی شہ رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں ای ہمارا علم اس سے زیادہ محیط ہے ف۲ وقال الشیخ فی العرائس ای جب میرے اہل محبت و توحید اپنے
ساتھ میری نزدیکی کو مجھسے دریافت کریں تو میں انکی ذات سے زیادہ اُنسے قریب ہوں اور میں انکے دلوں کے اسرار سے اپنی صفت خاص سے
ملا ہوا اور مطلع ہوں پس میں اپنے نفس (ذات ۱۲) سے انکے نفوس کے لیے انکے نفوس سے تجلی کرتا ہوں اسواسطے کہ میرا ظہور عام سب کے لیے ہے
اگرچہ مجھے دیکھتے وہی ہیں جو خاص بندے ہیں اور اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالے اَین و کَیف سے پاک منزہ ہے اسلیے کہ پوچھنے والوں نے
اَین کی نزدیکی اور اَین کی دوری کا اشارہ کیا تھا تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ میں قریب ہوں اپنے بندوں سے بلا این و بلا این کے **اُجِیْبُ**
دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ میں پہنچتا ہوں
پکارنے والے کی پکار کو جب مجھکو پکارتا ہے تو چاہیے کہ حکم مانیں میرا اور یقین لاویں مجھپر شاید کہ نیک راہ پر آویں ف یعنے پکارنے والے کی پکار کو اسطرح
پہونچتا ہوں کہ جو اسنے مانگا ہے وہ دیدیتا ہوں پس چاہیے کہ فرمانبرداری کے لیے بلانے کو بھی قبول کریں اور ایمان پر برابر قائم رہیں فلیستجیبوا
باب استفعال سے ہے یعنے طلب اجابت نہیں بلکہ بمعنے فلیجیبوا ہے یعنے چاہیے کہ قبول کریں کیونکہ باب استفعال کر طلب کے معنے میں ہوتا لازمی
قر اور استقر ایک معنے میں ہے اور یہ آیہ اجیب دعوۃ الداع قربت مذکورہ بالا کی تقریر ہے اور دعا کرنے والے کے لیے قبولیت کا وعدہ ہے اور چونکہ یہ لوگ
مومنین تھے لہذا ولیؤمنوا بی سے ابتدائی ایمان لانے کا حکم دینا مراد نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ برابر ہمیشہ میرے اوپر یقین رکھیں اور لعلکم تتقون میں لعل کی تحقیق
ہو چکی حاصل یہ کہ مفسر سیوطی رح کے نزدیک اللہ تعالے کے کلام میں لعلکم یعنے امید کے نہیں جو متضمن شک ہے بلکہ یعنے تحقیق ہے اور اکثروں کے نزدیک
یعنے (تاکہ) ہے اور بعض کے نزدیک لعل ان لوگوں کی طرف ہے یعنے وہ لوگ ایسا کرنے سے امید رکھیں کہ شاید راہ پر آویں تفسیر حضرت ابن کثیر میں
ہے کہ معاویہ بن حیدۃ القشیری رض سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہمارا پروردگار قریب ہے کہ ہم اس سے مناجات کریں
یا دور ہے کہ بلند آواز سے اس سے دعا کریں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری واذا سالک عبادی عنی الخ
جب میں نے انکو یہ حکم دیا کہ مجھسے دعا کرو پس انہوں نے دعا کی تو میں اسکو قبول کرونگا اخرجہ ابن ابی حاتم وابن جریر وابن مردویہ وابو الشیخ الاصبہانی
اور اس سے ظاہر ہے کہ قریب و بعید کا مناجات و ندا کے لیے سوال کرنے والا ایک اعرابی تھا اور حسن رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ہمارا پروردگار کہاں ہے تو اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان الآیۃ
اور اس جماعت کا سوال اُس طرز پر نہیں ہے جو مفسر **جلال الدین سیوطی** رح نے ذکر کیا ہے قلت فی جامع الاصول نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ
المترجم ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدعا ہو العبادة ای دعا کرنا عبادت ہی پھر آپ نے پڑھا۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن
عبادتی سیدخلون جہنم داخرین ابن کثیر کے اصحاب نے عرض کیا کہ آیا پروردگار ہمارا قریب ہی کہ اس سے مناجات کریں ای آہستہ دعا مانگیں یا دور ہی کہ
اسکو پکاریں تو یہ آیت اتری واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان الآیہ اخرجہ رزین اور ابن جریج نے عطا سے روایت کی
انکو خبر پہونچی ہی کہ جب یہ آیت اتری وقال ربکم ادعونی استجب لکم یعنے کہا پروردگار تمہارے نے کہ مجھسے دعا کرو مین تمہارے لیے قبول کرونگا تو لوگون نے
کہا کہ اگر ہم جانتے کہ کون گھڑی ہم دعا کریں تو اچھا تھا پس یہ آیت اتری واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان الآیہ قال المترجم
اسمین اذا دعان سے جواب ہی کہ جب چاہیں دعا کریں پس کلام بالا بطریق افادہ وتنبیہ ہی اور حضرت ابوموسی اشعری سے روایت ہی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد مین تھے پس ہمیشہ کرنا شروع کیا کہ جب کسی اونچائی پر چڑھتے یا اونچاؤ سے اترتے تبہی اپنی آوازین تکبیر کے ساتھ
بلند کرتے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قریب آکر فرمانے لگے کہ ای لوگو نرمی کرو اپنی جانون پر کہ تم کسی بہرے کو نہین پکارتے اور نہ غائب کو پکارتے
بلکہ اسی کو پکارتے ہو کہ وہ بڑا سننے والا اور بہت دیکھنے والا ہی البتہ تم جسکو پکارتے ہو وہ تم مین سے ہر ایک سے اسکی سواری کی گردن کی نزدیکی
سے بھی زیادہ اسسے نزدیک ہی ای عبداللہ بن قیس مین تجھے ایسا کلمہ سکھلاؤن جو جنت کے خزانون مین سے ہی وہ لاحول ولا قوة الا باللہ ہی اخرجہ
الشیخان والامام احمد وغیر واحد اور حضرت انس سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ مین اپنے بندے کے ظن کے
جو میرے ساتھ رکھتا ہی نزدیک ہون اور مین اپنے بندے کے ساتھ ہون جب وہ مجھسے دعا کرتا ہی اخرجہ الامام احمد اور یہ نزدیکی وساتھ ایسا ہی جیسے اللہ تعالے نے
حضرت موسی وہارون علیہما السلام سے فرمایا۔ واننی معکما اسمع واری۔ یعنے مین ضرور تم دونون کے ساتھ ہون سنتا ہون اور دیکھتا ہون اور شیخ ثعلبی نے
نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے تو فرمایا کہ اجیب دعوة الداع اذا دعان اور نیز فرمایا۔ ادعونی استجب لکم۔ حالانکہ بسا اوقات دعا
کیجاتی ہی مگر نہین قبول ہوتی ہی تو اسکا جواب دیا گیا کہ اہل علم نے ان دونون آیتون کے معنے چند طرح بیان کیے ہین پس بعض نے کہا کہ دعا کے معنے اس
مقام پر طاعت ہین اور اجابت کے معنے ثواب ہین اور بعض نے کہا کہ ہر دو آیت کے معنے خاص ہین اور لفظ عام ہی یعنی تقدیر یون ہی کہ اجیب دعوة
الداع ان شئت۔ جیسے کہ فرمایا فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء یا اجیب دعوة الداعی ان وافق القضاء یا ان کان خیرا لہ یا اگر قبولیت اسکے لیے
بہتر ہو یا ان لم یسأل محالا یعنی اگر اسنے ایسی چیز نہ مانگی جو محال ہی اور بعض نے کہا کہ آیت عام ہی اور اجیب کے معنے اسمع ہین ای مین سنتا ہون اور
بعض نے کہا کہ آیت مین اجابت ہی مذکور ہی اور مراد کا دینا وہ مذکور نہین چنانچہ کبھی اپنے فرزند کی درخواست کو اجابت کرتا ہی پھر اسکی مراد عطا
نہین کرتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ معنے ہین کہ اللہ تعالے دعا کرنے والے کو خائب نہین فرماتا ہی پھر اگر یہ امر اسکے لیے مقدر ہو تو عطا فرماتا ہی اور اگر مقدر
نہوا تو اسکا ثواب اسکے لیے آخرت مین رکھ چھوڑتا ہی یا کوئی برائی اسکے سر سے دور کردیتا ہی اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالے مومن بندہ کی دعا اسیوقت قبول
کرتا ہی مگر اسکی مراد دینے مین تاخیر فرماتا ہی کہ اسکا پھر گڑگڑانا اللہ تعالے کے نزدیک پسند ہی اور جسکو نہین چاہتا انکی مراد دیدیتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ دعا کے
لیے آداب وشرائط ہین تو جو انکو پورا کرکے دعا کرے وہ اجابت کا سزاوار ہی اور جسنے اسمین کمی کی وہ مستحق نہین انتہی آن اقوال مین سے بعض حرف
راست سے ہین اور بہت ضعیف ہین اور باقی اپنی اپنی جہت سے ٹھیک ہین اور شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ مراد اس سے یہ ہی کہ اللہ تعالے
کسی دعا کرنے والے کو خائب نہین کرتا اور کوئی چیز اسکو اس سے مشغول نہین کرتی بلکہ اللہ تعالے دعا کا سننے والا ہی اور وہ اللہ تعالے کے حضور مین ضائع
نہین جاتی ہی اور حضرت سلمان فارسی سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے اس سے حیا کرتا ہی کہ بندہ اسکے سامنے دونون
ہاتھ پھیلاوے کہ مین بھلائی مانگتا ہون پھر اللہ تعالے انکو خالی واپس لوٹادے اخرجہ الامام احمد ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہی اور حضرت ابوسعید سے

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) کہ نہین ہے کوئی بندہ مسلمان جو دعا کرتا ہے اللہ تعالے سے کوئی دعا جسمین گناہ نہین اور نہ قطع رحم ہے
مگر اللہ تعالے اسکو اس دعا سے تین باتون مین ایک بات ضرور عطا فرماتا ہے یا تو اسکی مراد جلد عطا فرماتا ہے یا عاقبت کے لیے اسکا ذخیرہ رکھ چھوڑتا ہے یا اسکے
مثل اسکے سر سے برائی دور کر دیتا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر اسنے کثرت سے دعا کی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی عطا بہت
کثیر ہے اخرجہ الامام احمد اور یہ ثلاثیات امام رح سے ہے اور حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) کہ برابر بندے کی دعا
قبول کیجاتی ہے جب تک کہ گناہ یا ناتا کاٹنے کی دعا نکرے تاوقتیکہ استعجال نکرے تو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ استعجال کیا تو فرمایا کہ یون کہے کہ مین نے دعا
مانگی اور مین نے دعا کی پہ مین نہین دیکھتا کہ میری دعا قبول کیجاوے تو اس خیال پر دعا سے رک رہتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے اخرجہ مسلم اور مراد استعجال سے
عجلت ہے اور عروہ رح سے مروی ہے کہ مین نے ام المومنین عائشہ رض سے پوچھا کہ اے مان عجلت کیونکر تو فرمایا کہ کہے کہ مین نے اللہ سے سوال کیا پہ مجھکو نہ دیا
گیا اور مین نے دعا کی پہ قبول نہ کی گئی اور یہی قول سعید بن المسیب رح سے مروی ہے اور عبد اللہ بن عمرو رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا (ترجمہ) کہ دل حفاظت و نگہداشت کے لیے بھرے رکھنے کے برتن ہین انمین سے بعضے بہ نسبت بعضون کے حفاظت و نگہداشت
و بھرے جانے مین بڑھے ہوئے ہین سو اے لوگو جب تم اللہ تعالے سے دعا مانگو تو مانگو در حالیکہ تم قبول کیے جانے کا یقین
رکھتے ہو اور جان رکھو کہ اللہ تعالے اس بندے کی دعا قبول نہین فرماتا جسنے غافل دل سے دعا کی اخرجہ الامام احمد و نحوہ الترمذی قال المترجم
چونکہ دعا بڑی چیز اور مغز عبادت ہے لہذا اسکے متعلق مسائل ذکر کرتا ہون و من اللہ التوفیق نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدعاء هو العبادة ای دعا ہی عبادت ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم الآیۃ۔ اخرجہ ابوداؤد و صححہ الترمذی
اس آیت تمام کے یہ معنے ہین اور کہا تمھارے پروردگار نے کہ مجھسے دعا کرو مین تمہارے لیے قبول کرونگا ضرور جو لوگ تکبر کرتے ہین میری عبادت سے وہ اوندھے
منھ جہنم مین جا پڑینگے۔ پس اللہ تعالے نے دعا کو عبادت فرمایا اور حدیث ترمذی مین ہے کہ جسکے لیے دعا کا دروازہ کھولا گیا اسکے لیے رحمت کے دروازے کھلے
اور اللہ تعالے کو بندے کا عافیت طلب کرنا پسند ہے اور جو حادثہ نازل ہوا اور جو نہین نازل ہوا دونون مین دعا مفید پڑتی ہے اور قضا کو سوائے دعا کے کوئی
چیز نہین لوٹاتی ہے اور حدیث مالک و ترمذی مین ذکر الٰہی کو خیر الاعمال اور درجات مین ارفع اور خدا کے نزدیک ازکی اور سونا چاندی خیرات کرنے سے افضل اور
ایسے جہاد سے جسمین کافرون کو قتل کرنا اور قتل ہونا واقع ہو ارشاد فرمایا ہے اور دعا کے واسطے کوئی وقت خاص نہین الا آنکہ بعضے اوقات مین کوئی فضیلت
و بڑھ جاتی ہے چنانچہ حدیث ابوداؤد مین انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) اگر مین نماز صبح سے آفتاب طلوع ہوجانے تک
ایسے لوگون کے ساتھ بیٹھون جو اللہ تعالے کا ذکر کرتے ہون تو میرے نزدیک یہ بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ مین اولاد اسمعیل سے چار بردے آزاد کرون اگر مین
نماز عصر سے آفتاب غروب ہو جانے تک ایسے لوگون کے ساتھ بیٹھون جو اللہ تعالے کا ذکر کرتے ہون تو میرے نزدیک یہ بہتر ہے بہ نسبت چار بردے آزاد کرنے
کے قال المترجم اس سے خدا کی یاد کرنے والون کی بڑی فضیلت نکلی کہ صرف انکے ساتھ بیٹھنے کا یہ مرتبہ ہے اور نماز فجر کے بعد یاد الٰہی افضل ثابت ہوئی
بہ نسبت بعد عصر کے فافہم اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) کہ ہر رات جب تہائی آخر رات باقی رہتی ہے تب
اترتا ہے پروردگار ہمارا آسمان دنیا کی طرف پس فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھسے دعا کرے پس مین اسکی دعا قبول کرون اور کون ہے جو مجھسے درخواست کرے پس مین
اسے عطا کرون کون ہے جو مجھسے بخشش مانگے پس مین اسے بخشدون اخرجہ اصحاب الصحاح والسنن اس حدیث مین اترنے سے مراد رحمت و الطاف پروردگار کا اترنا
ہے اور حق یہ ہے کہ جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے سچے رسول ہین تو جو کچھ آپنے فرمایا سب سچ ہے ہم ایمان لاتے کہ نزول پروردگار
ہر رات ہوتا ہے مگر اسکی کیفیت ہمپر مجہول اور خدا کو معلوم ہے جسمون کا سا اترنا یا کسی مخلوق کا سا اترنا ہرگز نہین کیونکہ اللہ تعالے کے مثل کوئی چیز نہین

کما قال تعالے لیس کمثلہ شئی - لہذا واجب ہے کہ کوئی شخص نزول آلہی کا تصور نہ باندھے اسلیے کہ جو تصور کریگا وہ خواہ مخواہ حادث و مخلوق چیز کے نزول کا
صادق ہوگا کہ یہی اسنے دیکھا سنا و جانا ہے اور ذات قدیم سبے بالکل کسیطرح سے بھی اپنے تصور مین آگاہ نہین ہوا ہے اور یہی مذہب سلف و صالحین امت کا ہے
اور زیادہ قبولیت کے وقتون مین سے اخیر رات کا درمیان قریب تہائی کے اور بعضون نے کہا کہ تہائی رات جانے کے بعد راتمین جسوقت خدا سے دعا کرے
اور یہ قریب ہے اور فریضہ نمازون کے پیچھے اور اذان کے بعد اور اذان و اقامت کے بیچ مین عافیت دنیا و آخرت کی دعا اولی ہے اور جہاد مین لڑائی شروع ہوجانے پر
اور مینہ برسنے پر اور سجدہ مین اور اسکے سوا ے اور ہین چنانچہ بعض آگے مذکور ہونگے - اور جن لوگون کی دعا زیادہ قبولیت رکھتی ہے انمین سے ایک مظلوم کہ اسنے
زبان وغیرہ سے بدلا نہ لیا ہو اور مسافر ہے اور باپ اپنی اولاد کے حق مین دعا کرے اور پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کے واسطے دعا کرے اور بندہ مومن جب اپنے
بھائی کے واسطے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو ملائکہ اسکی دعا پر آمین کہتے ہین اور کہتے ہین کہ اسکے مثل اللہ تعالے تجھے بھی عطا فرماوے اور مظلوم نے اگر ظالم پر بد دعا کی
تو مظلوم نرہا اور اصح یہ ہے کہ دعا مین اسقدر ہاتھ اٹھاتا کہ بغل ظاہر ہو مستحب ہے اور قبولیت کا یقین رکھنا واجب ہے اور واضح رہے کہ کوئی دعا بغیر اسکے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے قبول نہین ہوتی بلکہ آسمان و زمین کے درمیان پڑی رہتی ہے جیسے کافرون کی پکار بھٹکتی پھرتی ہے پس اول دعا مین اور بیچ
مین اور آخر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے واسطے دعا فرماتے تو پہلے اپنی ذات
مبارک سے شروع کرتے تھے کما صححہ الترمذی من حدیث ابی بن کعب اور دعا مین ایسا کوئی لفظ نہ کہے کہ عزم سوال مین مخل ہو مثلا پروردگار میرے اگر
تو چاہے تو یہ عطا فرما کیونکہ اللہ تعالے کو کوئی چیز مانع نہین ہو سکتی اور حدیث ترمذی مین ہے کہ ایک شخص نے صبر مانگا یعنے اوسپر کوئی بلا نہ تھی اور اوسنے صبر مانگا تو آپ نے
اسکو فرمایا کہ تو عافیت مانگ کہ تو نے بلا مانگی ہے اور جامع دعا بہتر ہے اور تین مرتبہ دعا کرنا پسندیدہ ہے اور دعا مین جلدی کرنا مکروہ ہے اور جلد اسکے اثر کی طرف نگاہ لڑانا اور نا امید
ہونا خرابی اور گناہ و قطع رحم کی دعا حرام ہے اور اللہ تعالے سے دعا نکرنا خدا کے غضب مین پڑنا ہے اور ہر چیز ادنی و اعلی جسکی حاجت ہو حتی کہ نمک و جوتی کا تسمہ تک
کی دعا اولی ہے اور اکثر علماے حنفیہ کے نزدیک جو چیز بندے سے مانگ سکتا ہے نماز کے اخیر دعا مین وہ داخل نکرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم فرمایا
ہوا طریقہ دعا کا بروایت اصحاب سنن یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالے کی حمد و ثنا کرے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پھر جو چاہے دعا کرے قال المترجم و
آخر مین بھی درود بھیجے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور آمین پر ختم کرنا مستحب ہے اور اللہ تعالے کی حمد و ثنا مین چاہیے کہ اللہ تعالے کے ننانوے پاک نامون مین سے جنکے یاد کرنے
سے بندہ جنتی ہوتا ہے اللہ تعالے کا اسم اعظم ضرور لاوے اور اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کا
اسم اعظم ان دو آیتون مین ہے - والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم اور شروع سورہ آل عمران - الم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم - اخرجہ ابوداؤد و صححہ الترمذی
اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یون دعا کرتے سنا - اللھم انی اسالک بانی اشھد انک انت اللہ لا الہ الا انت
الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد - تو فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ اسنے اللہ تعالے سے اسکے اسم اعظم کے ساتھ دعا
کی ایسا اسم اعظم ہے کہ جب اسکے ساتھ دعا کیجاوے تو قبول فرماتا ہے اور جب اسکے ساتھ مانگا جاوے تو عطا کرتا ہے اخرجہ ابوداؤد والترمذی اور انس رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ ایک شخص نے یون دعا کی - اللھم انی اسالک بان لک الحمد لا الہ الا انت المنان بدیع السموات والارض ذوالجلال والاکرام یا حی یا قیوم - تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کسکے ساتھ دعا کی پس صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ و اسکا رسول دانا تر ہے تو فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جسکے قبضہ مین میری جان ہے
کہ اسنے درخواست کی اللہ تعالے سے اسکے ایسے اسم اعظم کے ساتھ کہ جب اسکے ساتھ دعا کیجاتی ہے تو قبول فرماتا ہے اور جب اسکے ساتھ درخواست کیجاتی ہے تو
عطا کرتا ہے اخرجہ اصحاب السنن پھر اولے وہ دعائین ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مفصل مروی ہوئی ہین جنکو احادیث سے لینا چاہیے یہان اتنی گنجائش
نہین ہے مگر یہ واضح رہے کہ دعا قبول ہونے کے واسطے آداب شرطین ہین جنمین سے بعض تو اوپر کے بیان سے سمجھی جاتی ہین اور باقی مین سے بعض چیزدار

مدار ہے ذکر کرنا چاہیے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ) اے لوگو اللہ تعالیٰ طیب ہے پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنون کو اسی چیز کے ساتھ حکم دیا جسکے ساتھ رسولون کو حکم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا ۔ اور فرمایا یا ایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم پھر ذکر کیا کہ آدمی طول سفر کرتا ہے اس حال مین کہ پریشان بال گرد آلودہ ہے اپنے دونون ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے کہ اے رب اے رب حالانکہ جہان سے کھاتا ہے حرام ہے اور جہان سے پیتا ہے حرام ہے اور حرام کھا کر پلا ہے تو ایسے کی دعا کہان قبول کیجائیگی اخرجہ مسلم والترمذی اور حدیث مین آیا ہے کہ حلال کھلا ہے اور حرام کھلا ہے اور ان دونون کے بیچ مین مشتبہات ہین یعنے بغیر دلیل حلال ہونے کی بھی قائم ہوتی ہے اور دوسری دلیل حرمت نکلتی ہے پس مشتبہ ہین کہ انکو بہت لوگ نہین جانتے ہین تو جو شخص انسے بچا وہ اپنا دین بچا لے گیا ۔ اس زمانہ مین بڑی بات یہ ہے کہ اکثر ان اہل اسلام خواہ تاجر ہین یا پیشہ ور یا نوکر ہین انکو لازم ہے کہ معاملات کے مسئلے سیکھین اگر زیادہ نہین تو اتنا ضرور کہ جس حال مین ہین اسکے مسائل شرعی معلوم کرین تاکہ گناہ یا حرام سے بچ جاوین اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ترجمہ) لوگون پر ایسا زمانہ آویگا کہ آدمی کچھ پروا نہ کریگا کہ اسنے کس چیز سے لیا حلال مین سے یا حرام مین سے اخرجہ البخاری والنسائی اور امام رزین کی روایت مین اسیقدر زیادہ ہے کہ فرمایا کہ پس اس حالت مین ان لوگون کی کوئی دعا قبول نہوگی کذا فی الجامع اور شیخ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو جو دعا کرنے پر برانگیختہ کرتی ہے (یعنے جو پیدا ہوگا ۱۲) روزے کے حکمون کے بیچ مین ارشاد و تعلیم کے واسطے ذکر فرمایا تاکہ روزے کی مدت پوری ہونے پر بلکہ ہر روز افطار کے وقت پر دعا کرنے مین کوشش کرین یعنے وہ قبولیت دعا کے وقتون مین مخصوص ہے چنانچہ امام ابوداؤد طیالسی نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ فرماتے تھے (ترجمہ) روزہ دار کے لیے اسکے افطار کے وقت دعا مستجاب ہوتی ہے پس عبد اللہ بن عمرو جب افطار کا قصد کرتے تو اپنے اہل و اولاد کو بلاتے اور دعا کرتے اور ابن ماجہ کی روایت مین دعا مستجاب کی جگہ ایسی دعا ہے کہ پھیری نہین جاتی ہے واقع ہے اور حضرت ابوہریرہ کی روایت سے امام احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کے پاس ثابت ہے کہ تین شخصون کی دعا رد نہین کیجاتی امام عادل کی دعا اور روزہ دار کی افطار کے وقت اور مظلوم کی دعا ۔ شیخ نے عرائس البیان مین حقائق و اشارات مین فرمایا قولہ تعالیٰ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان اے مخلصون کی دعا مین قبول کرتا ہون جبکہ وہ تہ دل سے اسرار کی زبان سے مجھسے دعا کرتے ہین اگرچہ انکو یہ معلوم نہو کہ مین نے انکی دعا انکے واسطے قبول فرمائی فلیستجیبوا لی پس چاہیے کہ وہ بھی قبول کرین جب مین انکو بلاتا ہون کہ میرے غیر سے بالکل اعراض کرکے میرے مشاہدہ کے لیے حاضر ہون اور دشمن کی بات نہ سنین لعلہم یرشدون اے وہ پاوین مقام طمانیت کی اور حقائق تمکین کی شرط معرفت کے ساتھ اور شبلیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کو اپنی قربت کی لذت دیدیتا ہے تو اسکو اپنے واسطے برگزیدہ کر لیتا ہے اور اسکی سیاست (چشم نمائی و سزا دہی ۱۲) کا خود متولی ہوتا ہے اور اپنے اخلاق سے اسکو ادب سکھلا کر با ادب کر دیتا ہے اور اسکو اپنی ذات پاک کے اوصاف مین سے تین وصف دیتا ہے ایک حیات ایسی کہ اسمین موت نہین ہے اور دوم قدرت کہ کسی عجز سے زائل نہین ہوسکتی سوم جوار شاہی مین ملک پس یہی قول اللہ تعالیٰ کا ہے ۔ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب الآیۃ ۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ معنے ہین کہ جب تجھسے میرے مشتاق بندے مجھے دریافت کرین تو انکو خبر دے کہ مین انسے ہر نزدیک چیز سے زیادہ نزدیک ہون اور مین انکے دلون کے ساتھ ہون جو وہ میرے ساتھ کہتے ہین اور شیخ رویم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر روک ٹوک کو دور کر دینا قربت ہے اور حضرت جنید رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی قربت بندے سے کیونکر ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قریب ہے نہ باجتماع یعنے اسکی قربت یون نہین ہوتی جیسے انسان کے تصور مین آتی ہے بمعنے یکجا اور اکٹھا ہونا اور وہ بعید ہے نہ بافتراق یعنے دوری اسکی جدا اور فاصلہ کی راہ سے جیسے مخلوق مین ہوتی ہے نہین ہے اور فرمایا کہ قربت سے حیا پیدا ہو جاتی ہے پھر واضح ہو کہ ابتداے اسلام مین روزہ کھول کر بعد عشا و خواب کے کھانا پینا وغیرہ جائز نہین رہتا تھا لہذا حق تعالیٰ نے عفو فرما کر نازل فرمایا قولہ تعالیٰ ۔

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ

حلال ہوا تمکو روزے کی رات میں بے پردہ ہونا اپنی عورتون سے وہ پوشاک ہین تمہاری اور تم پوشاک ہوا نکی اللہ نے معلوم کیا کہ تم اپنی

تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا

چوری کیا کرتے تھے سو معاف کیا تمکو اور درگذر کی تم سے پھر اب ملو ان سے اور چاہو جو لکھ دیا ہی اللہ نے تمکو اور کھاؤ

وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى

اور پیو جب تک کہ صاف نظر آوے تمکو دھاری سفید جدی دھاری سیاہ سے فجر کی پھر پورا کرو روزہ

اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ

رات تک اور نہ لگو ان سے جب اعتکاف بیٹھے ہو مسجدون میں یہ حدین باندھی ہین اللہ کی سو اسکے پاس نہ جاؤ

كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ○

اسطرح بیان کرتا ہو اللہ اپنی آیتین لوگون کے لیے شاید وہ بچتے رہین

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ۔ حلال ہوا تم کو روزے کی رات مین بے پردہ ہونا اپنی عورتون سے ف یعنی جماع کرنا تم کو روزون کی رات مین حلال ہو۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ وہ پوشاک ہین تمہاری اور تم پوشاک ہو انکی ف یہ کنایہ ہو باہم جورو مرد کے معانقہ کرنے سے یا دونون کے ایک دوسرے کی طرف محتاج ہونے سے جیسے کہ لباس کی جانب احتیاج ہوتی ہو۔ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ۔ اللہ نے معلوم کیا کہ تم اپنی چوری کرتے تھے ف یعنے تم اپنے نفسون کو روزے کی راتون مین جماع کر کے چراتے تھے چنانچہ عمرؓ و کعبؓ وغیرہ سے ایسا واقع ہوا تھا۔ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ۔ پس اللہ تعالے نے تم پر رجوع فرمایا و تم سے عفو کیا ف یعنے توبہ قبول کر کے عفو کیا اور رحمت کے ساتھ رجوع فرمایا حتی کہ اجازت دیدی۔ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ۔ پس اب اپنی عورتون سے مباشرت کرو اور جو اللہ تعالے نے تمہارے لیے لکھ دیا اسکو طلب کرو ف یعنے فرزند صالح وغیرہ۔ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا۔ اور کھاؤ اور پیو ف تمام رات۔ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ یہانتک کہ تم کو فجر کے سیاہ ڈورے سے سپید ڈورا ظاہر ہو جاوے ف یعنے فجر کاذب سے فجر صادق کھل جاوے تو پھر مت کھاؤ پیو لہذا فرمایا۔ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ۔ پھر روزے کو رات تک لیجاؤ ف یعنے پھر اسوقت سپیدہ سے صوم کو کھینچ لیجاؤ رات تک تو رات داخل صوم نہین ہی کیونکہ وہ تو پہلے سے مباح تھی عشا تک اور اگر داخل ہو تو تمام رات روزہ ہو جاوے اور یہ نشرع آیت سے باطل ہی اور اگر کچھ رات لو تو بھی باطل ہی اسواسطے کہ اسکے کچھ معنے نہین کہ کچھ رات لو اور کچھ چھوڑ دو تو معلوم ہوا کہ رات تک صوم کو لے جانا مراد ہی اور رات داخل کرنا کچھ بھی مقصود نہین ہی پھر روزہ کھولکر رات بھر کھانا پینا جائز اور جماع حلال ہی جبکہ مسجد مین اعتکاف نہو چنانچہ فرمایا وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ۔ اور عورتون سے مباشرت نکرو درحالیکہ تم مسجدون مین معتکف ہو ف تو مباشرت یعنے شہوت سے لپٹانا بھی مکروہ ہی۔ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ○ یہی اللہ تعالے کے حدود ہین پس انکے قریب مت آؤ یونہی اللہ تعالے اپنی آیتون کو لوگون کے لیے بیان فرماتا ہی تاکہ وہ تقوی اختیار کرین ف یعنے اللہ تعالے نے یہ مقامات حد کر دیے ہین کہ اس حد سے تجاوز جائز نہین ہی تو متقی کو چاہیے کہ حد کے پاس بھی نہ آوے تاکہ ایسا نہو اس سے گزر جاوے پس معصیت مین مبتلا ہو۔ شان نزول اور تفصیل آیت کا بیان یہ ہی کہ براء بن عازبؓ سے روایت ہی کہ جب حکم روزہ رمضان نازل ہوا تو اہل ایمان پورے رمضان

پھر عورتوں سے قربت نہیں کرتے تھے اور بعضے آدمی اپنے نفسوں کی خیانت کرتے پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اُتاری علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب
علیکم وعفا عنکم الآیہ۔ اخرجہ البخاری اور نسائی کی روایت میں ہے کہ صحابہ میں سے کوئی اگر عشا کا کھانا کھانے سے پہلے سو جاتا تو پھر اسکو حلال نہ تھا کہ اس رات
اور دوسرا دن بھر کچھ کھائے یا پیے تاآنکہ آفتاب غروب ہو جاوے یہانتک کہ یہ آیت اُتری۔ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود الآیۃ
اور کہا کہ قیس بن صرمۃ الانصاری کے حق میں اُتری قال الشیخ ابن کثیرؒ یہ اللہ تعالےٰ کیطرف سے مسلمانوں کو رخصت ہے اور جو حکم ابتدائے اسلام میں تھا اسکا
اٹھا دینا کیونکہ ابتدا میں یہ حکم تھا کہ جب کسی نے افطار کیا تو اسکو کھانا و پینا و جماع کرنا فقط نماز عشا تک یا قبل اسکے سونے تک حلال تھا پھر جس وقت سو گیا
یا عشا کی نماز پڑھ لی تو اسپر کھانا و پینا و جماع کرنا دوسرے دن گذرنے کے بعد رات آنے تک حرام ہو جاتا تھا یعنے اسی وقت سے روزہ شروع ہو جاتا تھا
پس صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے بہت مشقت لاحق ہوئی قال المترجم ظاہر حدیث براءؓ سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان بھر جماع حلال نہ تھا مگر بعض
روایات میں ایسا بھی مذکور ہے جیسے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے پس اس آیت رخصت و رحمت کے باعث نزول دو ہیں ایک یہ کہ بعض نے اپنے نفسوں کی
خیانت اسطرح کی کہ رات میں جماع کر لیا اور دوم یہ کہ بعض کو کھانا پانی نہ ملنے سے سخت مشقت لاحق ہوئی چنانچہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضؓ سے
روایت کی کہ مسلمانوں کا حال ماہ رمضان میں یہ تھا کہ جب انھوں نے نماز عشا پڑھ لی تو انپر عورتیں اور طعام اگلی رات آنے تک حرام ہو جاتی تھیں پھر
مسلمانوں میں سے چند آدمیوں نے بعد عشا کے عورتوں و کھانے سے انتفاع حاصل کیا اور عمر بن الخطاب بھی انھیں چند لوگوں میں تھے پس ان
لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اتاری علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروہن
الآیہ۔ قال المترجم عامہ آثار میں صرف بعد عشا کے عورتوں سے جماع کر لینا مذکور ہے طعام سے انتفاع مذکور نہیں اور کریبؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے
بلا ذکر طعام روایت کیا ہے اور یہی ظاہر ہے اور کریبؒ کی روایت میں حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی سے قربت کر لینا مذکور ہے اور یہی اثر ابوہریرہؓ میں ہے اور
مرسل عبد الرحمن بن ابی لیلی میں بھی صرف حضرت عمرؓ کا ذکر ہے اور ابن جریرؒ نے اپنی سند سے کعب بن مالک سے حضرت عمرؓ و کعب بن مالکؓ دونوں
سے ایسا واقعہ ذکر کیا ہے اور اسکی سند میں ابن لہیعہ راوی ہیں جنمیں کلام ہے مگر مجاہد و عکرمہ و قتادہ و عطا سے بھی یوں ہی مروی ہوا کہ حضرت عمرؓ جنھوں نے
مثل حضرت عمرؓ کے کیا تھا انکے سبب یہ آیت اُتری قال المترجم تحقیق یہ ہے کہ ایسا کرنے والے سوائے حضرت عمرؓ کے اور بھی تھے مگر شکایت اور اظہار اسکا
حضرت عمرؓ نے کیا جیسے آیت اُتری فالآن باشروہن اور کلوا واشربوا۔ یعنے کھانے پینے کی اباحت تا وقت سحر اُترنے کا یہ سبب ہوا کہ قیس بن صرمۃ الانصاری کو
بسبب بھوک پیاس کے غشی آ گیا تھا چنانچہ براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ جب آدمی روزہ دار ہوتا اور افطار کا
وقت آتا اور وہ افطار سے پہلے سو جاتا تو اس رات اور دوسرا دن کچھ نہیں کھا سکتا یہانتک کہ شام ہو جاوے اور قیس بن صرمۃ انصاری روزہ
سے تھے پھر جب افطار کا وقت آیا تو اپنی بیوی کے پاس آئے اور پوچھا کہ تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے اُسنے کہا کہ نہیں ولیکن میں جاتی ہوں تمھارے لیے کوشش
کرتی ہوں اور قیس بن صرمہ نے وہ تمام دن اپنے کھیت میں کام کیا تھا پس انکی آنکھ لگ گئی پھر انکی بیوی آئی تو جب انکو دیکھا تو کہا خیبۃ لک اے تیری خرابی
پھر دوسرے روز جب دوپہر کا وقت ہوا تو انپر غشی طاری ہوئی پھر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا تو یہ آیت اُتری احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی
نسائکم پس صحابہؓ اس سے بہت خوش ہوئے پس اُتری۔ وکلوا واشربوا۔ قال المترجم روایت ابوداؤد و ترمذی و بخاری میں یوں ہی ہے اور دوسری روایت
میں یوں ہے کہ پس یہ آیت اُتری احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر۔ پس صحابہؓ کو
اس سے بہت ہی خوشی ہوئی ہکذا اوردہ الشیخ ابن کثیر فی التفسیر اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ظاہر مراد یہ ہے کہ یہ آیت احل لکم لیلۃ الصیام
الرفث الی نسائکم ہن لباس لکم وانتم لباس لہن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالآن باشروہن وابتغوا ما کتب اللہ لکم کے ملی وکلوا واشربوا

حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود بھی اتری اور بسبب خوشی یہ دفع مشقت وغیرہ کے سوا اسوجہ سے بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قبول توبہ کے معاف
کیا اور درگذر کی جو کمال نظر رحمت پر دلالت کرتا ہے اور بعض روایات میں بجائے قیس بن صرمہ کے صرمہ بن قیس مذکور ہے اور بعض میں قیس بن عمرو اور شاید صحیح قیس بن صرمہ ہے
واللہ اعلم وھو قیس بن عمرو الانصاری اور رفث اس آیت میں کنایہ از جماع ہے قالہ ابن عباس ؓ ومجاہد وسعید وسالم وحسن و زہری وابراہیم وغیرہم اور لباس لکم کی تفسیر ابن عباس
و مجاہد و سعید وغیرہم سے سکن لکم مذکور ہے یعنے ہن سکن لکم وانتم سکن لہن۔ اور ربیع بن انس سے یعنے ہن لحاف لکم وانتم لحاف لہن مروی ہے پس یہ جملہ گویا جماع مباح کرنیکا
بیان مناسبت ہے کہ مرد و اسکی عورت دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے مخالط رہتا اور ایک سے دوسرے کا بدن چھوتا رہتا ہے اور باہم لیٹتے ہیں تو مناسب ہوا کہ رمضان
کی رات میں انکو جماع کرنے کی رخصت عطا ہو اور قولہ وابتغوا ما کتب اللہ لکم میں کتب یا تو بمعنے قدر ہے یعنے الطہر مکتوب ای مقدر پس مراد فرزند ہے لہذا روی عن ابی ہریرۃ
وابن عباس وانس وشریح التابعی ومجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وآخرین پس حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو رمضان کی رات میں جماع کو حلال کر دیا تو تمکو چاہیے کہ جماع سے
حظ نفسانی کی خواہش نکرو بلکہ جو غرض اس سے ہے کہ کسر شہوت وبقائے نسل ہو وہ چاہو۔ یا بمعنے اباح لکم ہے پس مراد یا تو جماع ہے قالہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم یا موضع حرث
یعنے فرج عورت ہے اور ابن عباس سے لیلۃ القدر بھی اسکی تفسیر ابن ابی حاتم وابن جریر نے روایت کی ہے اور قتادہ سے مروی ہے کہ ما کتب اللہ لکم ای الرخصۃ التی کتب اللہ لکم
یعنے ما احل اللہ لکم اور ابن جریر رحمہ اللہ کا مختار یہ ہے کہ آیۃ کریمہ ان سب معنوں کو شامل ہے پس ابن عباس ؓ سے اختلاف روایات کا اشکال دفع ہو گیا اور قولہ تعالیٰ
وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود سے اللہ تعالیٰ نے باوجود اباحت جماع کے کھانا و پینا بھی مباح کر دیا کہ رات میں جس وقت چاہو
ایسا کرو یہانتک کہ صبح کی روشنی رات کی تاریکی سے ظاہر ہو اور اسکو الخیط الابیض من الخیط الاسود۔ یعنے سپید تاگے کا سیاہ تاگے سے ظاہر ہونے کے ساتھ تعبیر
فرمایا کہ شکل کھینچا دمیں یہ اسکے مشابہ ہے اور من الفجر رفع التباس کے لیے فرمادیا چنانچہ پہلے من الفجر کا لفظ نازل نہ ہوا تھا پس بعضے صحابہ خیط ابیض وخیط اسود سے
سفید و سیاہ تاگا ہی سمجھے چنانچہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیہ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود اتاری گئی اور من الفجر کا
لفظ نہیں اتارا گیا پس لوگوں میں سے چند لوگ جب روزہ کا ارادہ کرتے تو باندھتا انہیں سے ایک اپنے دونوں پاؤں میں سفید تاگا اور سیاہ تاگا اور برابر کھاتا رہتا
یہانتک کہ اسکو ان دونوں کی رویت ظاہر ہوتی پھر بعد کو اللہ تعالیٰ نے من الفجر کا لفظ نازل فرمایا تو لوگوں نے جانا کہ اللہ تعالیٰ کی مراد دن و رات ہے اخرجہ البخاری
(یعنے سپید وسیاہ تمیز دکھلائی دینے لگنے)
اور امام احمد نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب آیہ وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود اتری تو میں نے قصد کر کے دو ڈورے
لیے ایک سیاہ اور دوسرا سپید پس میں نے دونوں کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا پھر میں نے یہ کیا کہ انپر نگاہ کیا کرتا پھر جب مجھے سیاہ سے سفید جدا ظاہر ہوا تب میں نے
اپنے آپ کو روکا پھر جب صبح ہوئی تو میں اول وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو میں نے کیا تھا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
(یعنے کھانے پینے سے)
کو خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تونے ایسا کر پایا تو تیرا تکیہ بہت چوڑا ہے اسکی تو مراد یہی ہے کہ رات کی سیاہی سے دن کی سپیدی ظاہر ہو اور صحیحین میں کئی طور سے یہ
(بخاری اور مسلم ۱۲)
حدیث عدی بن حاتم ؓ سے روایت کی گئی ہے اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان وسادک لعریض اسکی یہ معنے ہیں مراد تو خیط ابیض واسود سے
سپیدی روز اور سیاہی شب ہے پس جب تو نے انکو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا تو یہ مقتضی ہے کہ تیرا تکیہ مشرق و مغرب کی چوڑان کی گنجایش رکھتا ہے اور یہ معنے خود
بعض روایات بخاری میں بیان ہوئے ہیں پس روزہ کے واسطے دن کا شمار سیاہی شب سے سپیدی فجر ظاہر ہونے سے ہے طلوع آفتاب سے نہیں ہے اور طلوع
فجر تک کھانے کی اجازت دینے سے سحری کھانا مستحب نکلتا ہے اسواسطے کہ یہ رخصت آئی ہے اور رخصت کو اختیار کرنا مستحب ہے اسی سے حدیث میں سحری کی
بابت تاکید آئی ہے چنانچہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے اخرجہ البخاری ومسلم اور عمرو بن العاص
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے روزے اور اہل کتاب کے روزے میں فرق سحری کھانے سے ہے اخرجہ مسلم اور امام احمد کی حدیث
(ہم کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتے تھے ۱۲)
ابو سعید ؓ میں تاکید ہے کہ اسکو مت چھوڑو اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لو کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں سحری کھانے والوں پر قال المترجم مراد

ہے کہ اللہ تعالیٰ انپر رحمت کرتا ہے اور فرشتے انکے لیے برکت وغیرہ کی دعا کرتے ہیں اور اس باب میں بہت حدیثیں آئی ہیں اور یہ بھی مستحب ہے کہ سحری میں آخر وقت تک
تاخیر کرے حتی کہ بعض احادیث میں بیان ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے وقت سحری کھائی کہ بعضوں کو فجر طلوع ہو جانیکا گمان ہوا اور سحری
کی اسطرح تاخیر ایک جماعت صحابہ وبہت سے تابعین وسلف صالحین سے مروی ہے اور صحیحین کی روایت میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال کا اذان دینا تمکو تمھاری سحری کھانے سے منع نکرے کہ وہ رات سے اذان کہتا ہے پس کھاؤ پیو یہانتک کہ ابن ام مکتوم کی اذان سنو اور
یہ روایت بخاری کا ترجمہ ہے اور ابن ام مکتوم آنکھوں سے نابینا تھے اذان نہیں کہتے یہانتک کہ انسے کہا جاتا کہ تمنے صبح کردی تمنے صبح کردی اور ائمہ حنفیہ رح کے نزدیک
جب اذان رات سے نہیں روا ہے تو مراد یہ ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ تہجد وسحری کے لیے اذان کہتے تھے اور ابن ام مکتوم صبح صادق ہونے پر کہتے تھے اور حدیث امام
احمد میں طلق بن علی کی روایت سے موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر وہ نہیں ہے جو افق میں مستطیل ہوتی ہے بلکہ وہ ہے جو چوڑان میں پھیلی ہوئی سرخ
ہوتی ہے اور ایسکے مانند مسلم وترمذی کی حدیث میں ہے اور اسی انتہاے وقت اباحت جماع وطعام وغیرہ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ روزہ کا ارادہ کرنے والا اگر صبح ہو جاوے
اور وہ جنابت کی حالت میں ہو تو چاہیے کہ غسل کرلے اور روزہ تمام کرلے اور کچھ حرج نہیں ہے اور یہی چاروں اماموں اور جمہور علماے سلف وخلف کا مذہب ہے
اور حدیث عائشہ وام سلمہ رضی اللہ عنہما میں ہے کہ ہر دو ام المؤمنین رض نے فرمایا کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کرتے درحالیکہ جنب ہوتے سواے احتلام کے
جماع سے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھتے اور حدیث ام سلمہ میں اسقدر زائد ہے کہ پھر نہ یہ روزہ کھول ڈالتے اور نہ اسکو قضا کرتے اخرجہما البخاری ومسلم
واعلم ان فی مسند الامام احمد ما ینا قض ذلک فانہ قال حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن ہمام عن ابی ہریرة عن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم انہ قال اذا نودی للصلوة صلوة الصبح واحدکم جنب فلا یصم یومئذ وہذا الحدیث کما تری جید الاسناد علی شرط
الشیخین فمن العلماء من علل بانہ مضطرب الاسناد بما یروی مرفوعا وبما یروی موقوفا علی فضل بن عباس قلت ہذا لیس بعلة قادحة
ومنہم من ذہب الی ہذا الحدیث وحکی ہذا عن ابی ہریرة وسالم وعطاء وہشام بن عروة ونحوہم ومنہم من فرق بین ان یصبح جنبا نائما
فلا علیہ لحدیثی عائشة وام سلمة وبین ان یصبح جنبا مختارا فلا صوم لہ لحدیث ابی ہریرة وحکی ہذا عن طاؤس وعروة والحسن ومنہم
من فرق بین الصوم الفرض والنفل بان یتم فی الاول ثم یقضیہ وفی الثانی لا یضرہ ویروی ہذا عن ابراہیم النخعی ومنہم من ادعی نسخ حدیث
ابی ہریرة بحدیثی عائشة وام سلمة ولکن لا تاریخ معہ وکذا دعوی ابن حزم نسخہ بہذہ الآیة بلا تاریخ بل التاریخ یدل علی خلافہ و
منہم من قال ان حدیث ابی ہریرة محمول علی نفی الکمال وحدیثی عائشة وام سلمة رضی اللہ عنہما یدلان علی الجواز وقال ابن کثیر
فی التفسیر وہذا المسلک اقرب الاقوال واجمعہا قلت فاذا قولہ فلا یصم بمعنی فلا صوم لہ وہذا کما تراہ بعید والاقرب للاقوال
عندی انما ہو الثانی بعد تسلیم الحدیث وہو التفرقة بین ان یصبح جنبا نائما وبین ان یصبح مختارا ومعنی ہذا القول عندی ان
من باشر فعل الجنابة باختیارہ فاصبح وہو علی ہذہ الحالة فلا یصم یومئذ وحمل حدیث ابی ہریرة علی ہذا غیر بعید لمعنی قولہ
قولہ واحدکم جنب ای مباشر ما یکون بہ جنبا وہو کنایة عن الجماع فلیتامل فیہ - اور افطار میں تعجیل کرنا مستحب ومسنون ہے اور
سہل بن سعد الساعدی رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ لوگ بھلائی سے رہینگے جبتک افطار میں تعجیل کرینگے اخرجہ الشیخان
اور ترمذی کی روایت میں مرفوعا ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ بندوں میں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہیں جو افطار کرنے میں زیادہ جلدی کرتے ہیں
اور اس حدیث کو امام احمد رح نے بھی روایت کیا ہے اور مراد یہ ہے کہ وقت ہو جانے پر توقف بالکل نہو اور اسی سے صوم وصال مکروہ ہے اور صوم وصال یہ ہے کہ
دو دن ایکساتھ ملاوے بیچ میں کچھ نہ کھاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صوم وصال رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا کھلانے والا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور

پلانے والا ہی جو مجھے پلا دیتا ہی مین تم سا نہین ہون اسی لیے اکثر سلف جو پے در پے روزے رکھنے وہ افطار کے وقت کچھ کچھ لینے کر کراہت صوم وصال سے بچین اور بہ نظر ریاضت کرتے تھے نہ بطریق عبادت ولیکن بعض حادیث مین ایک سحری سے دوسری سحری تک صوم وصال کی رخصت بھی آئی ہی اور صحیحین مین حدیث ابوسعید خدری رضی مین بھی مذکور ہی اور قولہ تعالے ۔ ولا تباشروہن وانتم عاکفون فی المساجد یہ رمضان و غیر رمضان سب مین مسجدین سے اعتکاف کی حالت مین نکلکر رات یا دن مین جورو سے قربت کرنے کی ممانعت ہی اور یہ حضرت ابن عباس سے مروی ہی اور ضحاک و قتادہ و مجاہد و بہتون سے مروی ہی کہ لوگ یہ کرتے تھے کہ اعتکاف مین مسجد سے نکلکر اگر چاہتے تو جورو سے قربت کر لیتے تھے یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی اور اعتکاف سنت مؤکدہ ہی اور واضح رہے کہ مباشرت سے مراد یہان فقط جماع ہی اور ایسی باتین جو جماع پر برانگیختہ کرین مثل بوسہ لینے وغیرہ کے اور جو باتین ایسی ہون وہ منع نہین چنانچہ حضرت عائشہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مین کنگھی کر دیتی تھین حالیکہ آپ اپنا سر مبارک انکی طرف کر دیتے تھے جیساکہ حدیث صحیحین سے ثابت ہی ف ۲

قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم ای اپنے نفسون کی خیانت اسطرح کرتے ہو کہ نفس کا مجاہدہ اور اسرار ادب اسکو تعلیم کرنا چھوڑتے ہو اور جو نفس کی مراد ہی تم بھی اسکے ساتھ اسکی مراد پر جمتے ہو اور نفس جو کہتا ہی اسکا کلام سنکر قبول کرتے ہو اور وہ اپنے کو بندگی سے نکالتا ہی اور شہوت کی آگ مین گھسا جاتا ہی تم اسپر صبر کرتے اور خاموش بیٹھے ہو اور شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ خیانت نفس کی یہ کہ جہان وہ ٹھہرے وہان اسکا ساتھ دے و اسطی رح نے فرمایا کہ اعتکاف ہی نفس کا روکنا اور جوارح کو لگام دینا اور مدد پر رکھنا اور وقت کو نگاہ رکھنا پھر تو جہان ہو وہین اعتکاف مین ہی اور بعض نے فرمایا کہ برگزیدہ لوگ اپنے اسرار کے ساتھ حضرت حی القیوم کی درگاہ مین معتکف ہین کہ انپر حوادث کے جریان سے کوئی چیز اثر نہین کرتی ہی اسلیے کہ وہ اپنے مشاہدہ مین مستغرق ہین حق عزوجل نے ربوبیت کے حکمون کو عبودیت کے مقام مین حدود و باندھ دیا ہی تاکہ بندے انکی وجہ سے قربت کے پردے دریدہ کرنے سے نہ بس کیے جاوین اسواسطے کہ ان حدود کی ابتدا مین تو عبودیت کے اسرار ہین اور انکی انتہا مین ربوبیت کے اسرار ہین انکی وجہ سے بندے ازلیت کے اسرار پہ مطلع ہونے سے باز رکھے گئے ہین تاکہ احکام شریعت باقی رہین قال المترجم تمام اطلاع سے ایمان بالغیب وغیرہ مین خلل تھا اور حقوق عبودیت مین فرق آتا تھا یا بوجہ اطلاع کے فنا ہے تمام اسطرح تھی کہ جسم جل جاتے جو کمال حاصل ہونیکا آلہ ہین جیسے کوہ طور کے حق مین ہوا اور یا یہ معنے ہین کہ عدم اطلاع اسوجہ سے متعین ہوئی کہ ہنوز احکام شریعت انپر باقی ہین قولہ تعالے ۔ کذلک یبین اللہ ایاتہ للناس لعلہم یتقون ۝ اللہ عزوجل نے ربوبیت کو وصف جبروت کے ساتھ آیات و صفات مین ظاہر فرمایا تاکہ اسکے بندے اسکی عظمت و عقوبت سے ڈرین اور مقام حقیقت کے لیے بشریت کے اوصاف چھوڑدین

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ

اور نہ کھاؤ آپسمین ناحق ایک دوسرے کے مال اور نہ پہونچاؤ انکو حاکمون تک تاکہ کھا جاؤ کاٹ کر لوگون کے مال مین سے

بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

مارے گناہ کے اور تم کو معلوم ہو

ع

وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ ۔ اور نہ کھاؤ آپسمین ناحق ایک دوسرے کے مال ف یعنے بعض تمہارا البعض کا مال ناحق طور پر نہ کھاوے ایسے طریقہ سے جو شرعاً حرام ہین مثل چوری و غصب کرنے کے وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ ۔ اور نہ پہونچاؤ انکو حاکمون تک ف یعنے نہ ڈالو مقدمہ اونکا یا نہ ڈالو مالون کو بطور رشوت کے باین غرض ۔ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ تاکہ کھا جاؤ کاٹ کر لوگون کے مال مین سے مارے گناہ کے اور تمکو معلوم ہو ف یعنے مقدمہ کر کر آپس مین ایک دوسرے کا مال کھا جاؤ بحالیکہ تم متلبس گناہ ہو

اور یہ بھی جانتے ہو کہ تم اس فعل کے مرتکب ناحق ہوتے ہو۔ تنبیہ۔ ظرف ہی لتاکلوا کا اور معنے یہ ہین لتاکلوا فیما بینکم۔ اور بالباطل یعنے بالسبب الباطل مفسر سیوطی رح نے اسکو حرام سے تفسیر کیا اور تدلوا مجزوم ہی بسبب معطوف ہونے کے لتاکلوا پر یعنے لاتدلوا اور یہان حرف با تدلوا کا صلہ ہی اور ضمیر راجع باموال ہی یعنے نڈالوان مالون کو طرف حکام کے پس یا تو مراد یہ ہی کہ نڈالو انکی حکومت کو حکام پر تو مضاف محذوف ہی ای لاتدلوا بحکومتہا یا اموال کو حکام کی طرف ڈالنے سے رشوت دینا مراد ہی۔ اور قولہ بالاثم۔ جیسے جھوٹی گواہی اور جھوٹ قسم وغیرہ تکلفون۔ یعنے تم جانتے ہو کہ تم ناحق ایسا کرنے والے ہو کیونکہ جانکر گناہ کرنا اور زیادہ قبیح ہی اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہی کہ یہ ایسے شخص کے حق مین ہی کہ اسپر مال آتا ہو مگر اسپر گواہ نہون لیس وہ مال کا منکر ہو جاوے اور حکام کے پاس مخاصمہ کرے حالانکہ وہ جانتا ہی کہ یہ حق مجھپر آتا ہی اور جانتا ہی کہ مین اسطرح حرام کھانے والا گنہگار ہون اور ایسا ہی مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ سے مروی ہی اور اس آیت مین دلیل ہی کہ اگر قاضی نے ایسی صورت مین حکم دیدیا کہ اسپر مال نہین آتا تو قیامت مین اسکا چھٹکارا نہو گا اور وہ گناہ سے نہ بچیگا اور قاضی کے حکم دینے سے جو نفس الامر مین حرام ہی وہ حلال نہین ہوتا اور جو حلال ہی حرام نہین ہوتا صرف اسکا حکم ظاہر مین ملتزم ہی اور حدیث مین حضرت ام سلمہ رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ترجمہ) آگاہ رہو مین بشر ہی ہون اور خصوم میرے پاس آتے ہین تو شاید تم مین بعض آدمی اپنی حجت بیان کرنے مین بعض کی نسبت زیادہ گویا ہو پس مین اسکے واسطے حکم دیدون تو ایسے جسکے واسطے مین نے کسی مسلمان کے حق کا حکم دیدیا تو وہ ایک ٹکڑا آگ کا ہی چاہے اسکو اپنے اوپر لادلے یا چھوڑ دے اخرجہ الشیخان

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ

تجھسے پوچھتے ہین چاند کا نیا نکلنا تو کہہ یہ وقت ٹھہرے ہین لوگون کے واسطے اور حج کے لیے

واضح ہو کہ لوگون نے پوچھا تھا کہ اس چاند مین کیا حکمت ہی کہ پہلے باریک ظاہر ہوتا پھر بڑھکر پر نور ہو کر گھٹتا جاتا ہی حتی کہ پھر ہلال ہو جاتا ہی تو یہ آیت نازل ہوئی يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ تجھسے پوچھتے ہین چاند کا نیا نکلنا۔۔۔ یعنے کیون اسطرح نکلتے ہین کہ پہلے باریک پھر روز بروز بڑھتے جاتے ہین اور پھر ویسا ہی گھٹ جاتے ہین حکمت کے ساتھ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ۔ تو کہہ یہ وقت ٹھہرے ہین لوگون کے واسطے اور حج کے لیے۔ یعنے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان پوچھنے والون سے کہدیجیے کہ یہ وقت پہچاننے کا آلہ ہی یعنے اس سے لوگ اپنی کھیتی کرنے اور تجارت کرنے کے وقت اور اپنی عورتون کی عدت اور روزے و افطار کا حال معلوم کرتے ہین پس اگر یہ ہلال ایک ہی حال پر رہتا تو ان اوقات کی شناخت نہوتی ہی۔ اہلہ جمع ہلال ہی جو پہلے سے تیسری تاریخ تک کے چاند کا نام ہی پھر بعد اسکے اسکو قمر کہتے ہین مگر یہان اسکو اول نام سے بیان فرمایا یہ ماخوذ ہی استہلال الصبی سے یعنے جب مولود پیدا ہو چونکہ چاند دیکھکر بھی لوگ اکثر اپنی آواز بلند کرتے تھے لہذا ہلال نام ہوا آور یسئلونک عن الاہلۃ مین دو احتمال ہین یا تو یہ مراد ہی کہ یسئلونک عن حقیقۃ الاہلۃ یا مراد یہ کہ حکمۃ الاہلۃ یعنے حقیقت ہلال پوچھی یا اسکی حکمت پوچھی تو کسی نے اول اختیار کیا ہی اور کہا کہ ان لوگون نے ہلال کا سبب دریافت کیا تھا مگر اللہ تعالی نے انکو اسکی حکمت بیان کرنے کے ساتھ جواب دیا اور یہ جواب باسلوب حکیم ہی یعنی تنبیہ کہ سوال کرنے والون کو اسکی حکمت دریافت کرنا لائق ہی نہ سبب لیکن یہ تکلف ہے وجہ ہی یہ کہان سے معلوم ہوا کہ انھون نے ہلال کا سبب دریافت کیا تھا نہ عبارت سے نکلتا ہی نہ کسی خبر مین مروی ہی حالانکہ اصل یہ ہی کہ جواب مطابق سوال کے ہوتا ہی پس مراد حکمت ہلال ہی اور جواب بھی اسپر مطابق ہی اسیواسطے محققین مثل امام راغب و صاحب کشاف و بیضاوی اور مفسر سیوطی رح وغیرہ نے اسکو اختیار کیا اور مفسر سیوطی رح نے اتقان مین فرمایا۔ کہ ابن جریر نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ شیخ ابو العالیہ نے فرمایا ہمکو خبر پہونچی ہی کہ صحابہ رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یون کہا تھا کہ یا رسول اللہ اہلہ کیون پیدا کیے گئے ہین اور یہ صریح ہی کہ انھون نے اسکی حکمت دریافت کی تھی پھر ہلال کل امور معاش و عبادات مین مفید ہی لیکن حج کو خاص کیا تو وجہ اسکی خصوصیت کی

کہ اسکی ادا اور قضا دونوں میں وقت کی مراعات ہو اور حاکم وعبدالرزاق نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ترجمہ)
اللہ تعالیٰ نے اہلہ کو لوگوں کے لیے مواقیت مقرر فرمایا ہی پس چاند کو دیکھکر روزہ رکھو اور دیکھکر افطار کرو پھر اگر بدلی چھا جاوے تو تیس پورے شمار کرلو
وقال الحاکم صحیح یعنے اگر شعبان کی انتیسویں کو بدلی ہو اور کئی روز رہے تو شعبان کے تیس دن شمار کرکے پھر رمضان کا پہلا دن گنو اور اسیطرح اگر رمضان کے آخر
میں ایسا ہو تو ایسا ہی کرو۔ ف۔ فی العرائس قولہ قل ہی مواقیت للناس والحج۔ احوال طرح طرح کے جو واردات ابدی اور عرش سرمدی کے کشف ہونے کے وقت
ظاہر ہوتے ہیں پیرو مون کے مواقیت ہیں کہ جیسے وہ جہاں اعلیٰ مقامات پر ترتیب وار چڑھتے ہیں اور عالم صفات میں انکے شوقوں کی کمی وبیشی ظاہر ہوتی
ہی تو یہ احوال پیدا ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قربت کے مقام کو بقدر شوق ہر ایک شائق کے کشف فرماتا ہی جو کبھی کم مثل ہلال کے اور کبھی زائد مثل
قمر کے پردہ مشاہدات سے منکشف ہوتا ہی حتی کہ بقدر ظہور احوال اور کشف صفات کے وہ لوگ احکام عبودیت کو ربوبیت میں اور احکام ربوبیت کو عبودیت
میں جان لیتے ہیں اور جاننے کی ضرورت یہ پیش ہی کہ عارف کو بیان علم احوال وآداب کی حقیقت معلوم ہونا ضرور ہی تاکہ انوار قربت ومشاہدہ پانے کے
وقت انکی قدر کے لائق آداب کا برتاو کرے۔

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا

اور نیکی یہ نہیں کہ آؤ گھروں میں انکی پشت سے لیکن نیکی وہی جو شخص بچتا رہے اور گھروں میں آؤ دروازوں سے

وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

اور اللہ سے ڈرتے رہو شاید تم مراد کو پہونچو۔

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا۔ یہ نیکی نہیں کہ گھروں میں انکی پشت کی طرف سے داخل ہو یعنے حالت
احرام میں بایں طور کہ گھروں میں نقب لگاکر اس سے آؤ جاؤ اور دروازہ چھوڑ دو اور حال یہ تھا کہ وہ لوگ ایسا کرتے تھے اور اسکو نیکی جانتے تھے۔
وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ۔ ولیکن نیکی والا وہ شخص ہی کہ جسنے اللہ تعالیٰ سے اسطرح تقویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے خلاف کرنا چھوڑ دیا۔
وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا۔ اور گھروں میں انکے دروازوں سے آؤ یعنے احرام میں بھی جیسے غیر احرام کی حالت میں دروازوں سے
آتے جاتے ہو۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ اور اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کرو تاکہ فلاح حاصل کرو یعنے مراد کو پہونچو۔ آیت کریمہ کا شان
نزول کئی طور پر روایت کیا گیا ہی اور مصداق اسکے سب وجوہ ہو سکتے ہیں مگر اصل سبب نزول ظاہر یہ ہی کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت
ہی کہ زمانہ جاہلیت میں یعنے اسلام سے پہلے جب لوگ احرام باندھتے تو گھروں میں انکی پشت کی طرف سے آتے تھے اور دروازہ سے آنا گناہ جانتے
پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا الآیۃ۔ اخرجہ البخاری وکذا رواہ ابوداؤد الطیالسی عن براء بن عازب سے دوسری روایت
ہی کہ انصار کا قاعدہ تھا کہ جب اپنے سفر حج سے مدینہ میں الٹ آتے تو کوئی آنے والا اپنے گھر میں دروازہ کیطرف سے داخل نہوتا پس یہ آیت اتری
اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہ عادت ابتدائے اسلام میں بھی جاری تھی۔ جابر سے روایت ہی کہ قریش لوگ حمس کہلاتے تھے یعنے اپنے دین میں سخت
ومضبوط تو یہ لوگ احرام میں اپنے دروازوں سے داخل ہوتے تھے اور انصار وباقی عرب احرام میں دروازوں سے نہیں داخل ہوتے تھے پس
ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تھے پس وہاں سے اسکے دروازے سے باہر نکلے اور آپ کے ساتھ قطبہ بن عامر انصاری بھی
نکل آئے پس لوگوں نے کہا کہ قطبہ بن عامر ایک شخص تاجر ہی اور وہ آنحضرت کے ساتھ دروازے سے نکل آیا پھر لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تجھے
کس چیز نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا تو قطبہ نے کہا کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ولیس البر بان

تاتوا البیوت من ظھورھا الآیۃ۔ اس حدیث کو (ابن ابی حاتم) اور عوفی نے ابن عباس رضی سے بھی اسی کے مانند روایت کی اور ایسا ہی مجاہد و زہری و قتادہ و ابراہیم نخعی و سدی و ربیع بن انس رحمہم اللہ سے مروی ہی اور حسن بصری سے روایت ہی کہ زمانہ جاہلیت میں بعض قوموں کا دستور تھا کہ اجنبیا نہیں سے کوئی سفر کا قصد کرتا اور بقصد سفر گھر سے باہر نکلتا پھر اسکو کسی وجہ سے یہ مصلحت معلوم ہوتا کہ ٹھہر جاوے اور سفر کو چھوڑ دے تو گھر میں دروازے سے نہ آتا بلکہ پشت کی طرف سے دیوار پھاند کر آتا تو اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری مترجم کہتا ہی کہ ظاہر ایہ مذموم دستور وہی ہی جو آج کل اسلام کے مذہب خیالات والوں میں پھیلا کہ نجوم کے طور پر جانے کے دن و ساعت مقرر کر کے یا تراب کرتے ہیں پھر گھر میں داخل نہیں ہوتے ہیں اگرچہ اس روز سفر نکریں اور بعضے دوسرے ٹوٹکے کرتے ہیں اور یہ عقائد سب معصیت اور انمیں خوف شرک و کفر ہی جیسا کہ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری و فتاوی عالمگیری وغیرہ میں لکھا ہے مذکور ہیں۔ سراج و معالم وغیرہ میں ہی کہ محمد بن کعب نے فرمایا کہ یہ دستور تھا کہ جب کوئی اعتکاف کرتا تو گھر میں دروازہ سے داخل نہوتا پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری اور عطا بن ابی رباح نے فرمایا کہ اہل مدینہ کا دستور تھا کہ جب اپنی عید سے لوٹتے تو اپنے گھروں میں پشت کی طرف سے داخل ہوتے اور اعتقاد رکھتے کہ یہ امر نیکوکاری سے قریب ہی پس اللہ تعالے نے فرمایا ولیس البربان تاتوا البیوت الآیہ اور بعض تفاسیر میں لا یعنی اقوال رائے مذکور ہیں جنکا ذکر کرنا روا نہیں ہی۔ قولہ تعالے واتقوا اللہ الخ یعنے تقوی کرو اللہ تعالے سے پس بجا لاؤ جسکا تمکو حکم کیا اور چھوڑو جس سے تمکو منع کیا تاکہ فلاح پاؤ قیامت میں جب کھڑے ہوگے اللہ عز و جل کے سامنے پس تمکو پوری نعمت سے بدلا عطا فرماویگا

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝

اور لڑو اللہ کی راہ میں اُن لوگون سے جو تمسے لڑیں اور زیادتی مت کرو اللہ نہیں چاہتا زیادتی کرنے والون کو

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت کے حکم جہاد آنے پر کافرون سے بدر و اُحد و خندق وغیرہ مواقع پر جہاد کیا پھر ہجرت کے چھٹے سال آپنے عمرہ کعبہ معظمہ کا قصد کیا جب مقام حدیبیہ تک پہونچے تو کفار قریش لڑنے پر آمادہ ہوے آخر دس برس پر صلح ٹھہری اور اسسال واپس جاویں پھر سال آیندہ میں انکے لیے تین روز مکہ خالی کر دینگے۔ پس جب سال آیندہ میں آپ نے قضاے عمرہ کا سامان فرمایا تو صحابہ رضا کو خطرہ ہوا کہ شاید قریش بیوفائی کریں تو احرام کی حالت میں مقام حرم میں ماہ حرام ذی الحجہ میں کیونکر قتال کرینگے تو آیت نازل ہوئی قولہ تعالے۔ قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ تم قتال کرو اللہ تعالے کی راہ میں ف اللہ تعالے کا کلمہ بلند ہونے کے لیے خلوص نیت کے ساتھ۔ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ۔ ان لوگون سے جو تمسے لڑیں ف یعنے کافرون سے۔ وَلَا تَعْتَدُوا۔ اور زیادتی مت کرو ف یعنے باین طور کہ پہل کر کے قتال کرنے میں پس تم اپنی طرف سے پہل مت کیجیو۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ اللہ تعالے پسند نہیں کرتا ان لوگون کو جو تجاوز کرنے والے ہیں ف اس حد سے جو انکے لیے باندھ دی۔ پھر واضح ہو کہ قریش نے عہد پورا کیا اور قتال واقع نہیں ہوا پھر سوال یہ کہ آیت قدسی سے یہ حکم ثابت رہا کہ کافرون سے قتال کرنے میں پہل نکرے بخصوص حرم و احرام و ماہ حرام میں شیخ سیوطی وغیرہ نے کہا کہ ابتداے قتال کی ممانعت جو اس آیت میں ہی وہ سورہ براءۃ کی آیت۔ واقتلوھم حیث ثقفتموھم الآیۃ۔ سے منسوخ ہی یعنے کافرون کو جہان پاؤ مارو یہانتک کہ اسلام کی طرف رجوع لاویں۔ یہ حکم خاصۃً عرب کے واسطے ہی جاننا چاہیے کہ اسمین کسیکا خلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے آنے سے پہلے کافرون سے قتال کرنا آپکو ممنوع تھا بقولہ تعالے فاعف عنہم واصفح اور بقولہ واہجرھم ہجرا جمیلا اور بقولہ لست علیہم بمصیطر۔ اور قولہ ادفع بالتی ہی احسن اور مانند اسکے اور آیات جو مکہ میں اتری ہیں اور علما نے بیان کیا کہ باوجود ایذاء کفار کے مسلمانوں کو اسوقت جہاد کی اجازت نہ ملی اسمیں منجملہ فوائد کے ایک امتحان تھا کہ حکم الٰہی پر قائم رہیں اور نیز صبر کے عادی ہوں پھر جب آپ نے اللہ تعالے کے حکم سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو اسمین اتفاق ہی کہ جہاد کا حکم مدینہ میں اترا ہی پھر بنا بر بیان مفسر سیوطی رح کے یوں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت

چھٹے سال پندرہ سو مسلمانون کے ساتھ عمرہ ادا کرنیکا قصد کیا اور محققین نے کہا ہی کہ حج اسوقت فرض نتھا پس جب آپ حدیبیہ بضم حا وفتح دال مہملہ وسکون یا و کسر با و موحدہ پھر یا مخففہ بروزن شُہَیلِیہ تو میل مکہ سے ایک مقام ہی پہونچے تو خبر پہونچی کہ قریش لڑنے پر آمادہ ہین اور مسلمان حالت احرام میں تھے بالجملہ یہین آپنے مسلمانون سے بیعت رضوان لی یعنے نہ بھاگینگے چاہے مرجاوین آخر انجام یہ ہوا کہ قریش نے صلح کی اور یہ قرار پایا کہ دوسرے سال آپ آوین اور عمرہ ادا کرین اور قریش تین روز کے لیے مکہ کو خالی کر دینگے اور پوری صلح کی حدیث صحیح بخاری و غیرہ سے اپنے مقام و موقع مین مذکور ہوگی اور چند مسلمانون نے اس صلح کو مکروہ جانا انہین سے عمر بن الخطاب بھی ہین لیکن یہی فتح کبری تھی چنانچہ بعد اسکے اللہ تعالے نے سورۂ انا فتحنا نازل فرمائی ہی بالجملہ جب دوسرے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء عمرہ کا قصد کیا تو مسلمانون کو یہ خیال ہوا کہ ایسا نہو کہ قریش اپنے وعدہ کو پورا نہ کرین اور مکہ کو خالی نہ کرین بلکہ لڑنے پر آمادہ ہون تو حالت احرام مین ایسے قتال مکروہ ہوگا اور نیز یہ ماہ حرام ہی اور مقام الی آخرہ کا حرم ہی اور ان سبب مین قتال مکروہ ہی پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا ۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ۔ یعنے اجازت دی اور کراہت دور کردی مگر اس شرط سے کہ جو تمسے لڑے اس سے لڑو اور خود اس حالت احرام اور ماہ حرام و حرم مین لڑنے کے واسطے پہل نہ کرو ایسا ہی معالم وغیرہ مین بھی مذکور ہی اور ابن کثیر رح کی تفسیر مین ابو العالیہ سے مذکور ہی کہ فرمایا کہ یہ اول آیت ہی جو قتال کے بارہ مین مدینہ مین اتری پھر جب یہ اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑتے اس شخص سے جو آپ سے لڑتا اور باز رہتے اس سے جو نہ لڑتا یہانتک کہ سورۂ براءۃ نازل ہوئی اور ایسا ہی عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے کہا یہانتک کہ کہا کہ یہ منسوخ ہی بقولہ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم ۔ قال المترجم شیخ ابو العالیہ کی روایت پر اسکا شان نزول یہ نہین بنتا ہی جو مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی اسوجہ سے کہ واقعہ حدیبیہ چھٹے سال ہجرت کے واقع ہوا حالانکہ قبل اسکے غزوہ بدر و احد وغیرہ واقع ہوچکے تھے کیونکہ غزوہ بدر دوسرے سال ہجرت مین واقع ہوا ہی اور اصح یہ ہی کہ اول آیت جو جہاد کی اجازت مین اتری ہی وہ قولہ تعالے اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرہم لقدیر الایہ ہی اور یہ آیت قولہ تعالے وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم اسی واقعہ مین اتری ہی جیسا کہ مفسر سیوطی وغیرہ نے ذکر کیا و سیاتی و ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ الذین یقاتلونکم حکم جہاد نہین بلکہ یہ تو جوش دلانا اور ان دشمنون پر ابھارنا ہی جنکی ہمت قتال اہل اسلام ہی ۔ اور علی ہذا کلام مفسر رحمہ اللہ مین بھی تامل ہوگا کہ جو اسکو منسوخ قرار دیا اور نیز اگر احرام و حرم و ماہ حرم مین کراہت قتال سے اجازت تھی تو وہ حکم جہاد مستقل نہین جو منسوخ ہو فتامل ۔ پھر اس آیت مین فرمایا فقاتلوا فی سبیل اللہ صحیح بخاری مین حضرت ابو موسی اشعری کی روایت سے ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بعض لڑنے والا شجاعت کی راہ سے لڑتا ہی اور بعض لڑنے والا حمیت کے جوش سے لڑتا ہی اور بعض لڑنے والا لوگون کے دکھلانے کو لڑتا ہی پھر ان مین سے فی سبیل اللہ کون ہی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اسواسطے لڑے کہ اللہ تعالے ہی کا کلمہ بلند ہو تو وہ فی سبیل اللہ ہی ۔ اور قولہ تعالے الذین یقاتلونکم اسمین ایک جماعت سلف نے فرمایا کہ مراد اس سے عورتون اور لڑکون و پھوس بڈھون و گنجھ ڑراہبون و مجنونون و اندھون و کفوفون و انکے مانند لوگون کے سوا لڑنے والے کافر لوگ مراد ہین اور قولہ ولا تعتدوا مفسر سیوطی رح نے کہا کہ انکے ساتھ قتال مین پہل نہ کرو اور اس بنا پر یہ آیت منسوخ ہوگی جیسا کہ مفسر رح نے خود ذکر کیا ہی اور ایک جماعت کی ایسے پر یہ آیت محکم ہی منسوخ نہین ہی اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ لا تعتدوا ۔ یعنی ارتکاب مناہی بھی داخل ہی یعنے جو منع ہی اسکے مرتکب نہو اور صحیح مسلم مین بریدہ رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرو جو اللہ تعالے کے ساتھ کفر کرے اس سے لڑو جہاد کرو اور غلول مت کرو اور عذر مت کرو اور مثلہ مت کرو اور بچون کو مت قتل کرو اور صومعہ کے راہبون کو مت قتل کرو اسکو امام احمد نے بھی روایت کیا ہی اور مانند اسکے ابن عباس سے مرفوعا امام احمد کے پاس ہی اور انس رض سے مرفوعا ابو داؤد کے پاس روایت ہی اگر کہو کہ آیہ براءۃ قولہ تعالے فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم سے کہے یہ معنے کہ پھر جب ماہ حرام نکل جاوین تو مشرکون بت پرستون کو جہان پاؤ قتل کرو یعنے خواہ حرم مین یا حرم کے باہر پس اس مین

ماہ حرام مین قتال ممنوع رہا جواب یہ کہ کافرون کے واسطے یہ میعاد عام دی گئی تھی تاکہ جنسے معاہدہ ہے وہ عذر و بدعہدی نہو کہ پہلے چپکے چپکے سامان کیا
پھر ایکبارگی اعلان جنگ دیدیا جیسے دنیاوی بد کار کرتے ہین اور واضح ہو کہ اسی حکم کی بیت اس مقام پر بھی موجود ہے اور یہ اسی بنا پر ہے کہ پہل مت کرو
فافہم ف عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالے وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔ اسی طرح اہل عرفان و اہل حقیقت اپنے سخت دشمن یعنے نفس کے
ساتھ قتال کرین اور اسکی بنیاد کھود ڈالین تاکہ دواعی سرکشی کے سب زائل ہوجاوین اور حضوری باری تعالے مین انکے سینہ سلامت رہین اور ہجوم
کی پریشانی سے انکو دل جمعی حاصل ہو اور منع فرمایا کہ اسکو اپنے حال پر چھوڑتے نہین نافرمانی نہ کرین کیونکہ حد سے تجاوز ہے اور اسکے حظ پر بھی بہانا عدوان ہے

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ
اور مار ڈالو انکو جس جگہہ پاؤ — اور نکال دو انکو جہان سے انھون نے تم کو نکالا — اور دین سے بچلانا مارنے سے زیادہ ہے اور نہ لڑو ان سے
عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ فَإِنِ انْتَهَوْا
مسجد حرام پاس — جب تک وہ نہ لڑین تم سے اس جگہہ پھر اگر وہ لڑین تو انکو مارو — یہی سزا ہے منکرون کی — پھر اگر وہ باز آوین
فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ
تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے — اور لڑو ان سے جہانتک نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے اللہ کا — پھر اگر وہ باز آوین تو زیادتی نہین مگر بےانصافون پر

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ۔ مشرکون کو جہان پاؤ مار ڈالو ف یعنے عرب بت پرستون کو جب کہ آمادہ قتال ہون جہان
پاکر مارو۔ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ۔ اور انھون نے جہان سے تمکو نکالا تم وہان سے انکو نکالو۔ ف یعنے مکہ سے چنانچہ
دو برس بعد انکے ساتھ ایسا کیا گیا جب مکہ فتح ہوا۔ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ اور فتنہ بنسبت قتل کے اشد ہے ف یعنے انکا شرک
کرنا بنسبت انکے قتل کیے جانے کے حرم مین و احرام کی حالت مین جسکو تم نے عظیم جانا ہے بہت بڑھا ہوا ہے۔ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ۔ اور تم انسے مسجد الحرام مین مقاتلہ مت کیجیو۔ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ۔ یہانتک کہ وہی لوگ تمسے خود مسجد الحرام مین قتال کرین۔ فَإِنْ
قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ۔ پھر اگر وہی لوگ تمسے لڑائی کرین یعنے مسجد الحرام مین تو انکو مارو۔ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ۔ کافرون کی
یہی سزا ہے ف مسجد الحرام و حرم مین جہان بدکرداری کرین مارے جاوین واضح ہو کہ ایک قراۃ مین لا تقتلوہم عند المسجد الحرام
حتی یقتلوکم فیہ فان قتلوکم فاقتلوہم الایۃ ہے۔ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ پھر اگر یہ لوگ شرک سے
باز آوین تو اللہ تعالے غفور رحیم ہے۔ ف انکے کل گناہ بخشیگا اور انپر رحمت فرمادیگا۔ واضح ہو کہ جہاد اصلی عبادت نہین بلکہ مومنون کے واسطے رحمت
اور کافرون سے حفاظت ہے لہذا اعلام فرمایا۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ۔ اور ان بت پرستون کافرون سے
قتال کرو اس حد تک کہ فتنہ یعنے شرک نہ پایا جاوے اور دین اللہ تعالے ہی کے واسطے ہوجاوے ف اور یہ عین عدل ہے کہ مخلوق اپنے خالق عزوجل
کے بندے ہوجاوے جیسے خالق عزوجل سے شرک کرنا عین ظلم ہے کہ اسکے بعد کوئی نیکی معتبر نہین ہے۔ بالجملہ بعد توحید کے قتال جہاد جائز نہین ہے لہذا صریح فرمایا
فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ۔ پھر اگر وہ شرک سے باز رہین تو پھر عدوان نہین مگر انھین پر جو ظالم ہین ف
اور معلوم ہوگیا کہ وہ لوگ بعد لا الہ الا اللہ کے ظالم نہ رہے تو انپر عدوان و ظلم و قتال نہین ہوسکتا ہے۔ واضح ہو کہ آشد یعنے اعظم ہے کیونکہ اشد چونکہ
غالب صفت اعیان سے ہے لہذا اعظم سے تفسیر کی جو صفت معانی سے ہے۔ لا تقاتلوہم۔ بالف۔ قراۃ جمہور کے موافق یہ نہی قتال ہے پس قتل سے
بطریق اولی منع ہے اور بغیر الف کے قراۃ حمزہ و کسائی کے موافق نہی ہے نفس قتل سے۔ انتہا باز رہنا انکون یعنے توحید ہے کان ناسہ ہے فان انتہوا انتہی ظاہرہ

اور جزا اسکی محذوف ہی اور اسواسطے حذف کی گئی کہ قولہ فلا عدوان اسپر دلالت کرتا ہی۔ اب جاننا چاہیے کہ اس آیت نے منسوخ کردیا پہلی آیت کو یعنے
پہلی آیت مین اللہ تعالے نے مسلمانون کو قتال کا حکم دیا تھا اس شرط سے کہ کفار لڑائی پر اقدام کرین اور اس آیت مین انکو حکم دیا کہ کافرون پر جہاد کرین
خواہ کافر انسے لڑین یا نہ لڑین مگر مسجد الحرام یعنے تمام حرم مین انسے قتال مین خود ابتدا نہ کرین چنانچہ فرمایا۔ واقتلوہم حیث ثقفتموہم۔ شیخ ابن جریر رح نے
کہا کہ یہ خطاب اصحاب مہاجرین کو ہی شاید بقرینہ قولہ واخرجوہم من حیث اخرجوکم۔ ہی اسواسطے کہ انصار کو انھون نے نہین نکالا تھا اور اس صورت مین
انصار انکے حکم مین داخل ہونگے اور شیخ ابن کثیر رح نے اسکو جوش دلانے اور آمادہ کرنے پر محمول کیا اور کہا کہ معنے یہ ہین کہ تمہاری ہمت انکے قتال پر آمادہ
و[illegible] رہے جیسے انکی ہمت تمہارے قتال پر ہو۔ علی ہذا اگر آیۂ اولی منسوخ ہوگی اسواسطے کہ نسخ جاری ہوتا ہی اوامر و احکام مین اور تحقیق اسکی مقدمہ مین مذکور
ہی و لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک آیۂ اولی منسوخ ہی اور یہ جو بعض نے ذکر کیا کہ آیۂ قتال نے ستر آیات کو نسخ کیا اور جو ابن العربی نے کہا کہ جہان قرآن مین
صفح از کفار اور تولی و اعراض و کف اور اسکے مانند مذکور ہی وہ آیۃ السیف سے منسوخ ہی اور حکم قتال نے ایک سو چوبیس آیت کو منسوخ کیا ہی یہ سب مبالغہ خلاف
(یعنے اعراض و سینہ موڑنا وغیرہ ۱۲)
تحقیق ہی کیونکہ صفح وغیرہ کے احکام ایک سبب پر مبنی تھے یعنے جبتک مسلمانون مین ضعف تھا تو بسبب ضعف اور قلت کے اس سبب کے موافق صفح وغیرہ کا
حکم دیا گیا یہانتک کہ مسلمانون کو قوت حاصل ہو پس صفح کا حکم گویا اصطلاح تھا فاصفحوا عنہم الی ان یکون الاسلام قویا۔ یعنے اسلام قوی ہونے تک منہ موڑو پھر
زوال سبب کے بعد وہ حکم بھی جاتا رہا اور دوسرے سبب کے موافق حکم ہوا پس جن آیات کو منسوخ سمجھا ہی وہ درحقیقت منسوخ نہین ہین۔ وقولہ واخرجوہم من حیث
اخرجوکم بنا بر قول مفسر رح کے ایسا بروز فتح مکہ واقع ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز جو مسلمان نہوے انمین سے بعض کو قتل کیا اور بعض کو نکال دیا۔
چونکہ جہاد مین جانون کا تلف کرنا اور لوگون کا قتل کرنا ہوتا ہی اور یہ امر ان لوگون پر جو حقیقت حال سے واقف نہون گران ہوتا ہی اور جو لوگ حقیقت عظمت
الٰہی اور تحقیق حال سے آگاہ ہین جانتے ہین کہ شرک سب چیزون سے بدتر ہی کوئی امر دنیا مین اس سے بدتر نہین حتی کہ قتل وغیرہ اسکے سامنے کچھ چیز نہین پس
اللہ تعالے نے متنبہ کردیا کہ حرم مین قتل کرنا بسبب تعظیم الٰہی کے نہی لیکن ان کافرون کی گستاخی جو حد سے بڑھی ہوئی وہان موجود ہی وہ اس سے کہین
بڑھکر ہی اسیواسطے فرمایا والفتنۃ اشد من القتل۔ شیخ ابو العالیہ و مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و حسن و قتادہ و ضحاک و ربیع بن انس رح نے کہا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ شرک
اشد ہی قتل سے۔ پس فتنہ کی تفسیر شرک کے ساتھ یہی سلف سے مروی ہی اور اسیکو مفسر رح نے اختیار کیا اور متردد اقوال لاطائل یہان مین بھی ترک کرتا ہون
قولہ ولا تقاتلوہم عند المسجد الحرام۔ اور مراد مسجد حرام سے حرم ہی اسواسطے کہ مسجد حرام کا لفظ حرم پر اطلاق کیا جاتا ہی اور اسمین ممانعت ہی کہ حرم مین کافرون
مشرکون سے مقاتلہ مین ابتدا نہ کرو اگر وہ مقاتلہ کرین تو وہان بھی مارو۔ اور اہل علم مین اختلاف ہی کہ حرم مین قتال روا ہی یا نہین پس ایک گروہ کا یہ قول ہی
کہ یہ آیت محکم ہی اور حرم مین قتال روا نہین ہی جبتک کہ کوئی تعدی کرنے والا تعدی نہ کرے اور اگر تعدی کرے تو اسکی دفع کے واسطے مقاتلہ کرنا روا ہی اور
یہی صحیح ہی اور اسکے مؤید ہی وہ حدیث جو صحیحین مین مروی ہی اور معنے یہ ہین کہ حرم مین لڑنا کسی کے واسطے قبل میرے حلال نہین ہوا تھا جبسے اللہ تعالے
نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تبسے وہ حرام ہی اور میرے واسطے ایکدن مین ایک ساعت کے واسطے حلال کیا گیا تھا پھر وہ قیامت تک کے واسطے حرام
ہوگیا ہی جیسے پہلے تھا اور دوسرے گروہ نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہی سورہ براءۃ کی آیت سے ای فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم۔ مارڈالو مشرکون کو
جہان پاؤ اور یہ عام ہی پس حرم مین بھی مارڈالنا جائز ہی اور جواب یہ ہی کہ دونون آیتون مین توفیق ممکن ہی اور حدیث اسکی تفسیر واقع ہوئی پس سوائے
حرم کے ہر جگہ قتل کرنا چاہیے۔ اور اعتراض کیا گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل کو جو کعبہ کا پردہ پکڑے چپٹا تھا وہین قتل کرادیا اور جواب
یہ ہی کہ یہ اسی ساعت کے اندر واقع ہوا تھا جو اللہ تعالے نے آپ کے واسطے حلال کردی تھی۔ اور خود حدیث مین ہی کہ اگر کوئی شخص یہ حجت لاوے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمین قتال کیا ہی پس ہمکو بھی قتال روا ہی تو اسکو کہو کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول کے واسطے اسمین قتال کرنے کی

ایک ساعت کے واسطے اجازت دیدی تھی اور تمہارے واسطے اجازت نہین دی ہی - یہ حصہ حدیث صحیحین ہی - قولہ فان قاتلوکم فاقتلوہم کذلک جزاء الکافرین - یعنے پھر اگر وہ تم سے مقاتلہ کریں مسجد حرام مین اور قریب مسجد حرام اے حرم کی بنا بر مفہوم غایت کے سمجھی گئی فاقتلوہم یعنے فقاتلوہم البتہ ایسا ہی بعض نے کہا ولیکن یہ غیر مستحسن ہی بلکہ فاقتلوہم اپنے معنے پر ہی اور معنے یہ ہین کہ انکو قتل کرو لڑکر اور اس سے باک نہ کرو کہ حرم مین مار ڈالنا روا نہین یعنے ہمنے تمکو اجازت دیدی - قولہ فان انتہوا فان اللہ غفور رحیم - اے اگر حرم مین لڑنا چھوڑین اور اسلام کی طرف رجوع کرین تو اللہ تعالے انکے گناہ بخشدیگا اگرچہ انھون نے اس سے پہلے مسلمانون کو قتل کیا ہو اگرچہ حرم مین قتل کیا ہو کیونکہ اللہ تعالے رجوع لانے والے کے حق مین کسی گناہ کو بڑا نہین گنتا ہی بخشدینے مین پھر اللہ تعالے نے قتال کفار کا حکم دیا اور فرمایا - وقاتلوہم حتی لاتکون فتنۃ - یعنے انسے قتال اسوقت تک کرو کہ فتنہ شرک نہ رہے یہ قول ابن عباس و ابو العالیہ و مجاہد و حسن و قتادہ و ربیع و مقاتل و سدی و زید بن اسلم کا ہی - قولہ ویکون الدین للہ - اے عبادت فقط اللہ تعالے وحدہ کی رہجاوے کوئی غیر اسکے ساتھ پرستش نہ کیا جاوے پس اس آیت مین مسلمانون کو انتہاء جہاد بتلادی کہ ایسے برابر اسوقت تک جہاد کرو کہ شرک نہ رہے اور عبادت فقط واسطے اللہ تعالے کے ہو جیسا کہ صحیحین مین روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین حکم دیا گیا ہون کہ لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ وہ کہین لا الہ الا اللہ پس جب انھون نے ایسا کہا تو مجھسے اپنی جانون و مالون کو بچایا سواے اسقدر کے جو حق اسلام ہی جیسے زکوۃ وغیرہ یا قصاص اور حساب انکا اللہ تعالے پر ہی - اور بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ یکون الدین للہ - یعنے دین اللہ تعالے ہی سب پر بلند ہو جاوے اور شاید یہ دفع اعتراض ہی کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ مشرکین سے برابر قتال کرو جب تک کہ ایمان نہ لاوین حالانکہ جزیہ لیکر انکو انکے دین پر قائم رکھنا روا ہی اور حق جواب اسکا یہ ہی کہ یہان مشرکین سے قریش و عرب کے بت پرست مراد ہین اور عرب کے بت پرستون کے حق مین یہ حکم ہی کہ اگر وہ ایمان نہ لاوین تو قتل کیے جاوین اور جزیہ کا حکم اہل کتاب و مجوس و سواے عرب کے بت پرستون کے حق مین ہی - قولہ فلا عدوان الا علی الظالمین - اے فلا تعتدوا الا علی المنتہین - یعنے پس اعتداء نکرو ان لوگون پر جو باز رہے ہین اسواسطے کہ اچھا نہین کہ ظلم کیا جاوے مگر اسی پر جو ظلم کرے پس علت کو بجاے حکم کے قائم کردیا اور جزاے ظلم کو بھی اسیکے نام سے فرمایا یعنے فلا عدوان کہا تو یہ بنا بر مشاکلت کے ہی جیسے قولہ تعالے فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ - یعنے جو تمپر تعدی کرے تم اسپر تعدی کرو حالانکہ مظلوم تو عوض لیتا ہی و مثل قولہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا - یعنے بدکاری کی سزا اسکے مثل بدی ہی حالانکہ سزا تو عدل ہی نہ ظلم یا یہ معنے ہین کہ اگر تمنے باز رہنے والون سے تعرض کیا تو تم پھر ظالم ہوجاؤگے پس عدوان تمپر ٹوٹ پڑیگا اسواسطے کہ عدوان نہین مگر اسی پر جو ظالم ہو - ف - قال فی العرائس وقاتلوہم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ - اشارہ مین دشمن نفس لیا کیونکہ نفس سب سے بڑا دشمن ہی لہذا اپنے نفسون کے ساتھ اپنی اوقات کے نگاہ رکھنے پر ہمیشہ محاربہ کرو کہ تمہارے اوقات اس صفت کے ساتھ ہون کہ تمہارے حالات بامنہ طبیعت کے میل کچیل اور جبلت کی نجاست اور بشریت کی برائیون سے پاک ہوجاوین یہانتک کہ وقوع خطرات کا فتنہ دیوان اسرار مین نہو یعنے صاف سینون مین اور منور دلون مین جو نور احدیت سے نورانی ہین شیطانی خطرات کا دخل نہو اور ہمت جمع ہوجانے اور پریشانی سے اجتماع ہونے کے بعد تمہارے اسرار مین مکاشفات قربت کا گھر ہوجاوے اور جب نفوس منفرد ہوکر عزیز غفار کے حضور مین حاضر رہتے ہین تو انکی باطنی حقیقت پر حقائق ایمان کا غلبہ ہوتا ہی -

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ

حرمت کا مہینہ مقابل حرمت کے مہینے کے اور ادب رکھنے مین بدلا ہی پھر جسنے تمپر زیادتی کی تم اسپر زیادتی کرو جیسے

مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

اسنے زیادتی کی تم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جانو کہ اللہ ساتھ ہی پرہیزگارون کے

اس آیت مین مبالغہ کے ساتھ مسلمانون کے دلون سے احرام و ماہ حرام و حرم مین قتال کی کراہت کو نکال ڈالا اول تو اس طرح کہ فتنہ شرک سب
گناہون سے بدتر ہے بلکہ شرک اصل ہے اور باقی سب شاخ ہین دوم فرمایا۔ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ۔ ماہ حرام بمقابلہ ماہ حرام ہے
ف یعنی جیسے انھون نے تمسے ماہ حرام مین قتال کیا اسی طرح تم انسے قتال کروگے رہا احرام و حرم تو فرمایا۔ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ
اور جمیع حرمات کا قصاص ہے ف حرمات جمع حرمہ وہ چیز جسکا احترام کیا جاتا ہے یعنے ہر ایک حرمت جب ہتک کرین تو برابر بدلا لو فَمَنِ اعْتَدٰى
عَلَيْكُمْ۔ جسنے تم پر ظلم کیا ف اسطرح کہ قتال کیا تمسے حرم مین یا حالت احرام مین یا ماہ حرام مین۔ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا
اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ۔ تم اسپر عدوان کرو جیسے اسنے تمپر اعتداء کیا ف یعنے کافرون نے جو ظلم کیا اسکا بدلا ظلم نہین مگر اسکو بھی اعتداء کہدیا گیا
کیونکہ وہ جسکا بدلا ہے چونکہ اسکے ساتھ صورت مین مشابہ ہے اسواسطے وہی اسکا لفظ مین نام لیا گیا۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اور اللہ تعالےٰ سے تقوی
رکھو ف حتی کہ تم پہل نہ کرو اور نہ عدوان مین زائد ہو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔ اور جان رکھو کہ اللہ تعالےٰ انھین کیساتھ
ہے جو متقی ہین ف یعنے وہ متقیون ہی کو مدد و نصرت دیتا ہے مترجم کہتا ہے کہ چند معدود صحابہ رضی اللہ عنہم جو متقی تھے دیکھو انکو لاکھون کافرون پر ہمیشہ
غلبہ دیا پھر جب پہلے بادشاہون نے طریق سنت چھوڑا اور دین بگاڑا تو سب مٹ گیا۔ حرم خانہ کعبہ کے گرد کچھ دور تک کی زمین حرم کہلاتی ہے۔ احرام عمرہ
یا حج کی نیت سے دو رکعت نماز پڑھکے تلبیہ کہنا طریقہ مسنون احرام کا ہے جس سے بہت سی چیزین حرام ہوجاتی ہین یہانتک کہ عمرہ یا حج ادا کرکے
یا ہدی بھیجکر حلال ہو چنانچہ فقہ مین مفصل مذکور ہے اور شہر حرام وہ شوال و ذی قعدہ و ذی الحجہ اور رجب ہے اور یہان حج کے اول تین مہینون مین سے
کوئی مہینہ مراد ہے اور عالم مین فرمایا کہ وہ ذی قعدہ تھا۔ ابن کثیرؒ نے تفسیر آیت مین ذکر کیا کہ حضرت ابن عباسؓ نے بروایت عکرمہ اور ضحاک
و سدی و قتادہ و ربیع بن انس و عطاء وغیرہم سے کہا کہ چھٹے سال ہجرت مین جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کا احرام باندھکر اسکے ادا کے
واسطے چلے اور حدیبیہ مین پہونچے اور مشرکون نے آپکو مکہ مین داخل ہونے اور کعبہ معظمہ تک پہونچنے سے باز رکھا اور آپکو مع تمام مسلمانون کے
جو آپکے ساتھ تھے روکا اور یہ ذی قعدہ کے مہینہ مین واقع ہوا اور وہ ماہ حرام ہے یہانتک کہ مشرکین سے اس قرارداد پر صلح کرلی کہ دوسرے
سال مکہ مین داخل ہوکر عمرہ قضا کرینگے پھر دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مع ان مسلمانون کے جو آپکے ساتھ تھے داخل ہوکر
عمرہ قضا کیا پس یہ آیت اسی قضیہ مین اتری الشهر الحرام بالشهر الحرام والحرمات قصاص۔ اور امام احمدؒ نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ حرام مین جہاد نکرتے الا یہ کہ آپ سے دشمن قتال کرتے تو جہاد کرتے پھر جب ماہ حرام آجاتا تو ٹھہر جاتے یہانتک
کہ وہ گذر جاتا۔ یہ اسناد صحیح ہے اور جب آپ حدیبیہ مین پہونچے اور خبر دی گئی کہ قریش اور انکے ہم سوگند ایک جماعت کثیر مشرکون کے لڑنے پر
تیار ہین اور آپ نے حضرت عثمان بن عفان کو بھیجا کہ مشرکون کو سمجھاوین کیونکہ وہان انکا کنبہ بہت تھا پھر اسی حال مین کہ آپ حدیبیہ مین مقیم
تھے آپ نے سنا کہ عثمان قتل کیے گئے تو آپ نے باوجود اس حالت احرام کے اپنے اصحاب سے بیعت لی اور وہ ایک ہزار چارسو آدمی تھے
اور ایک درخت کے نیچے بیعت لی اس بات پر کہ مشرکون سے قتال کرین اور نہ بھاگین یہانتک کہ مرجاوین پھر جب آپکو خبر پہونچی کہ عثمان نہین مقتول
ہوئے تو جہاد کرنے سے باز رہے اور مصالحت کی طرف میل کیا۔ اور سُدّی ہین کہ عام حدیبیہ مین مشرکون نے کچھ تیر و پتھر مسلمانون پر پھینکے
و مارے تھے اور مسلمانون نے ماہ حرام مین قتال کرنا مکروہ جانا اور مشرکون کی طرف سے ہتک سمجھی پس اللہ تعالےٰ نے اس آیت مین فرمایا الشهر
الحرام بالشهر الحرام۔ یعنے وہ ماہ ذی قعدہ جسمین تمنے داخل ہوکر عمرہ قضا کیا بدلے اس ماہ ذی قعدہ کے ہے جسمین انھون نے تمکو روکا تھا اور
اسکا ہتک اسکے ہتک کے مقابلہ مین ہے پس تم کچھ مبالات نہ کرو اور اسپر حجت بیان فرمائی کہ والحرمات قصاص یعنی حرمت کی چیزمین قصاص جاری ہے

پس جب انھون نے تمھارے ماہ حرام کی حرمت کا اسطرح ہتک کیا کہ تمکو روکا پس تم بھی انکے ساتھ ایسا ہی کرو کہ انپر غلبہ کے ساتھ داخل ہوا ور اگر تم سے لڑین تو انکو قتل کرو۔ قال المترجم مجھے اسمین تامل ہی اسلیے کہ دوسرے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم موافق صلح کے داخل ہوے تھے بزور شمشیر نہین گئے تھے جیسا کہ صحیحین کی روایت سے ثابت ہی پس تحقیق معنے یہ ہین کہ اللہ تعالے نے مسلمانون کو انکے استعظام کا جواب یا کہ اگر تمکو یہ خیال ہی کہ اس سال اگر قریش اپنا وعدہ وفا نہ کرین اور قتال کرین تو کیونکر ایسے قتال کیا جائیگا حال یہ ہی کہ ماہ حرام و شہر حرام اور حالت احرام ہی تو یہ مساوات جاری ہی تمھارے انکے درمیان پس تم اسکی مبالات نہ کرو جیسا کہ مفسر رح نے پہلے ذکر فرمایا ہی آور قولہ فاعتدوا بمثل ما اعتدی علیکم۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے اس قول مین روایت کی کہ یہ مکہ مین نازل ہوئی کہ جب اسلام کی شوکت تھی اور نہ جہاد تھا پھر مدینہ مین آیۂ قتال نازل ہونے سے منسوخ ہوگئی اسکو ابن جریر رح نے رد کر دیا اور کہا کہ یہ آیت مدنیہ ہی اور اسکو مجاہد کی طرف نسوب کیا اور بعض نے کہا کہ یہ حکم اب بھی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جاری ہی کہ جو کسی کے مال و بدن مین تعدی کرے تو اسکو روا ہی کہ وہ خود اسکے قتل پر تعدی کرے۔ قیل بہذا قال الشافعی وغیرہ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک بدنی تعدی دو قسم کی ایک وہ مقدار جسمین قصاص ہی اور دوم وہ کہ اسمین قصاص نہین پس غیر قصاص ساقط ہین امام المسلمین اسمین تعدی کرنے والے کو تعزیر دیتا ہی اور فقہاے حنفیہ نے باب التعزیر مین اسکی صورتین مختلف باختلاف اشخاص اشراف و اراذل بہت بیان کی ہین آور جنمین قصاص ہی پس وہ حاکم کے حکم پر مقصور ہی شخص خود تعدی نہین کر سکتا ہی اور یہی حکم اموال مین ہی کہ تعدی کرنا نہین جائز ہی لقولہ علیہ السلام اد الامانۃ الی من ائتمنک لاتخن من خانک رواہ الدارقطنی وغیرہ یعنے ادا کر دے امانت اسکی جسنے تیرے پاس امانت رکھی ہی اور خیانت مت کر اسکی جسنے تیری خیانت کرلی ہی اور یہی قول جمہور مالکیہ و عطار خراسانی کا ہی قولہ واتقوا اللہ۔ یعنے انتقام لینے مین اور تعدی چھوڑنے مین تقوی کرو یعنے بدلا لینے مین حد سے تجاوز نکرنا۔ قولہ مع المتقین۔ اگر کہا جاوے کہ ساتھ ہونا تو لوازم اجسام سے ہی اور اللہ تعالے اس سے پاک و برتر ہی کہ وہ جسم یا جسمانیات سے ہو سبحانہ و تعالے پس کیونکر وہ متقین کے ساتھ ہی تو جواب یہ ہی کہ اللہ تعالے کی فتح و نصرت متقیون کے ساتھ ہی اور اپنی ذات پاک کو جو ذکر فرمایا تو یہ تقویت و تکریم ہی پھر واضح ہو کہ جب اللہ تعالے اپنے متقی بندون کے ساتھ ہی تو ظاہر او ہم کرتے کہ اب ہم کو کسی ہتھیار و سامان کی ضرورت نہین ہی کیونکہ نفس و شیطان کے وسوسہ کا موقع ہی پس اللہ تعالے نے تنبیہ کی کہ نصرت الٰہی تمپر تقوی ہی اور تقوی فداے جان و مال ہی کہ یہ دنیا وی تعلق و یہان کی زندگی محبوب رہے پس اپنی جان و مال کو عقل ایمانی کے ساتھ تدبر سے قربان کرو اور نصرت الٰہی عزوجل کے امیدوار ہو فقال تعالیٰ

معانقہ عند المتقدمین

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

اور خرچ کرو اللہ کی راہ مین اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت مین اور نیکی کرو اللہ چاہتا ہی نیکی والون کو

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اور تم راہ الٰہی مین خرچ کرو ف یعنے اسکی طاعت مین خواہ جہاد ہو یا کوئی اور ہو۔ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ اور اپنے ہاتھون اپنے آپ کو ہلاکت مین نہ ڈالو ف باین طور کہ جہاد مین خرچ کرنے مین بخل کرو یا بایں طور کہ جہاد چھوڑ دو کیونکہ اس سے دشمن تمپر قوی ہو جائیگا۔ وَاَحْسِنُوْا۔ اور نیکی کرو ف یعنے نیک کام کرو جہاد مین خرچ کرنے وغیرہ سے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ یعنے اللہ تعالے دوست رکھتا ہی نیکو کارون کو ف یعنے انکو ثواب دیتا ہی۔ انفاق خرچ کرنا فی سبیل اللہ۔ یہان مراد ہر طاعت الٰہی ہی اور حدیث مین ہی کہ جسنے خرچ کیا کچھ فی سبیل اللہ تو اللہ تعالے اسکے لیے سات سو گونہ لکھیگا۔ رواہ الترمذی والنسائی اس حدیث مین جہاد مراد ہی اور فی سبیل اللہ کا اطلاق جہاد پر بکثرت آیا ہی ولیکن نظر بظاہر لفظ مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اسکو جہاد وغیرہ مین عام لیا اور مہر و رح نے کہا۔ بایدیکم۔ ای بانفسکم۔ یعنے مراد ایدی سے انفس یعنے جان ہی گویا ہاتھ ذکر کرکے کل جسم مراد لیا جیسے کہتے ہین کہ چہرہ لکھ دو

یعنے اس شخص کا نام درج کرو لوگون کے افعال کا ظہور ہاتھ سے زیادہ ہی پس اسکو ہلاکت مین ڈالنا گویا اپنے کو ہلاک مین ڈالنا ٹھہرا۔ اور بعض نے کہا یہ معنے
ہین کہ نہ ڈالو اپنے ہاتھون اپنی جانون کو ہلاکت مین پس مفعول محذوف ہوگا۔ پھر جاننا چاہیے کہ اس آیت کے سبب نزول اور معنے مراد مین اختلاف
اقوال ہی ولیکن جو معنے عام لوگ اس سے سمجھتے ہین وہ مراد نہین ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو اچھی طرح ذکر کیا ہی لہذا مین نقل کرتا ہون بحذف اسانید
قال ابن کثیرؒ بخاریؒ نے حذیفہؓ سے روایت کی کہ قولہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ۔ کہا حذیفہؓ نے کہ نفقہ کے بارہ مین اُتری ہی اور ابن ابی حاتم نے مثل اسکے
روایت کی اور کہا کہ ابن عباسؓ و مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و عطا و ضحاک و حسنؒ و قتادہ و سدی و مقاتل سے اسکے مانند مروی ہی۔ اور یزید بن ابی حبیب نے اسلم
ابی عمران سے روایت کی کہ مہاجرین مین سے ایک شخص نے قسطنطنیہ مین کفار سے لڑائی کے وقت دشمن کی صف پر حملہ کیا یہانتک کہ صف کو پھاڑ دیا
اور ہمارے ساتھ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے پس چند لوگون نے کہا کہ اس حملہ آور نے اپنی جان کو تہلکہ مین ڈالا پس ابوایوبؓ نے کہا کہ ہم لوگ
اس آیت کے زیادہ جاننے والے ہین ہمارے حق مین اتری ہی کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشاہد
مین حاضر ہوے اور مدد کی ہمنے آپکی پھر جب اسلام پھیل گیا اور ظاہر ہوگیا تو ہم لوگ یعنے انصاری لوگ جمع ہوے اور ہمنے آپسمین کہا کہ ہمکو اللہ تعالے نے
اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے کرامت دی اور ہمکو آپ کی مددگاری کرنے کی کرامت دی یہانتک کہ اب اسلام پھیل گیا اور لوگ مسلمان
بہت ہوگئے اور ہمنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہل و مال و اولاد سب پر اختیار کر لیا تھا یعنے اہل و مال و اولاد کو آپکے پیچھے چھوڑ دیا تھا کہ
کچھ پروا نہ تھی صرف آپ کو ہمنے لے لیا تھا اور اب حال یہ ہی کہ لڑائی نے اپنے ہتھیار رکھدیے یعنے اب کچھ جنگ و جدال باقی نہین ہی پس ہم اپنے
اہل و اولاد کی طرف رجوع کرین اور انھین کے ساتھ مین مقیم رہین پس ہمارے حق مین یہ آیت اُتری و انفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ
پس تہلکہ اہل و مال کے درمیان اقامت کرنے اور جہاد چھوڑنے مین تھا یعنے یہی مراد ہی۔ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی و عبد بن حمید فی تفسیرہ
وابن ابی حاتم وابن جریر وابن مردویہ والحافظ ابویعلی فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہ اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن صحیح غریب
ہی اور حاکم نے کہا کہ شیخین کی اعلی شرط پر صحیح ہی مگر شیخین یعنے بخاری و مسلم نے اسکو روایت نہین کیا ہی اور ابوداؤد کی روایت اسطرح ہی کہ ہم لوگ
قسطنطنیہ پر جہاد مین تھے اور اہل مصر پر عقبہ بن عامر سردار تھے اور اہل شام پر یزید بن فضالہ بن عبید تھے پس قسطنطنیہ پر رومیون کی ایک بڑی
بھاری صف نکلی پس ہمنے بھی انکے واسطے صف بندی کی پھر مسلمانون مین سے ایک شخص نے رومیون پر حملہ کیا یہانتک کہ انکی صف مین
گھس گیا پھر وہ پھاڑ کر ہماری طرف نکلا پس لوگ چیخ کر آواز دینے لگے کہ سبحان اللہ اسنے اپنے آپکو تہلکہ مین ڈال دیا پس ابوایوب انصاری رضی اللہ
عنہ نے کہا کہ ای لوگو تم اس آیت کی وہ تاویل کرتے ہو جو اسکی تاویل نہین ہی اور یہ تو ہمین گروہ انصار کے حق مین اتری ہی کہ جب اللہ تعالے نے اپنے
دین کو عزت دی اور اسکے مددگار بہت ہوگئے تو ہمنے آپسمین کہا کہ اب اگر ہم اپنے اموال کی طرف متوجہ ہون اور اسکی اصلاح کرین تو اچھا
ہی پس اللہ تعالے نے یہ آیت اُتاری۔ ھ۔ ایک شخص نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر مین تنہا دشمن پر حملہ کرون تو کیا مین نے اپنے
آپکو تہلکہ مین ڈالا تو براءؓ نے فرمایا کہ نہین اور اللہ تعالے نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسک۔ یعنے ای
محمد صلعم تو راہ الٰہی مین قتال کر تو اپنے ہی نفس کو مکلف کریگا یعنے آیت دلیل ہی کہ تنہا آپکو مکلف فرمایا تو تنہا حملہ جائز ہوا۔ اور یہ آیت تو نفقہ کے
بارہ مین ہی رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححہ لیکن تہلکہ یہ ہی کہ آدمی گناہ کرے پس وہ اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالیگا جبکہ توبہ نکرے والترمذی وغیرہ
اور ابن ابی حاتم نے عبد الرحمن بن الاسود بن عبد یغوث سے روایت کی کہ انھون نے دمشق کا محاصرہ کیا پس قبیلہ ازدشنوہ مین سے ایک
شخص چلا اور دشمن کی طرف اکیلا لپکا تاکہ اُنسے بھڑے پس مسلمانون نے اسپر اس بات کو عیب جانا اور اسکا قصہ عمرو بن العاص تک پہونچایا۔

پس عمرؓ نے اسکے پاس آدمی بھیجکر اسکو بلوایا اور کہا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ۔ لاتلقوا بایدیکم الی التہلکہ۔ مترجم کہتا ہے کہ عمرو بن العاص
اسکے عام معنے لیتے تھے حتیٰ کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سردار کرکے جہاد کو بھیجا تو وہاں انکو احتلام ہوگیا اور سخت سردی میں نہانے
سے ڈرکے اور تیمم سے نماز پڑھائی پھر مدینہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا تو آپ نے پوچھا پس عمرو بن العاص نے یہی آیت پڑھکر عرض کیا
تو آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اے فقیہ عمرو بن العاص۔ پھر کچھ نہیں فرمایا (الصحاح) اس سے معلوم ہوا کہ عمرو بن العاصؓ کا اجتہاد ٹھیک تھا ورنہ آپ
ضرور رد فرماتے فافہم۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ قولہ تعالےٰ وانفقوا فی سبیل اللہ ولاتلقوا بایدیکم الی التہلکہ۔ یہ قتال کے بارہ میں نہیں ہے نفقہ
کے بارہ میں ہے یوں کہ تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ہاتھ روک لے اور اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے۔ اور ضحاک بن ابی جبیرؓ سے روایت ہے
کہ انصار رضؓ صدقہ دیتے اور اپنے اموال میں سے خرچ کیا کرتے تھے پس انکو ایک سال قحط پہونچا تو انھوں نے راہ خدا میں خرچ کرنے سے ہاتھ روکا
پس یہ آیت اُتری۔ ولاتلقوا بایدیکم الی التہلکہ۔ اور حسن بصری نے کہا کہ یہ بخل ہے نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ یہ ہے کہ آدمی کوئی گناہ کرے
پھر کہے کہ یہ میرے لیے بخشا نجائیگا پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ ولاتلقوا بایدیکم الی التہلکہ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔ (ابن مردویہ)
معنے یہ ہوے کہ مغفرت سے مایوس ہونا ہلاکت ہے بلکہ توبہ کرے اور نیکوکاری بڑھاوے کیونکہ بحکم قولہ ان الحسنات یذہبن السیات نیکیوں سے
بدیاں مٹ جاتی ہیں۔ اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ عبیدہ السلمانی و حسن و ابن سیرین و ابو قلابہ سے اسکے مانند روایت کیا گیا ہے یعنے مانند قول
نعمان بن بشیرؓ کے مروی ہے کہ یہ آیت ایسے شخص کے حق میں ہے کہ جسنے گناہ کیا پس اعتقاد کیا کہ میرے حق میں بخشا نہ جائیگا پس وہ اپنے ہاتھوں کو
تہلکہ میں ڈال دیتا ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ تہلکہ عذاب الٰہی ہے۔ اور ابن ابی حاتم و ابن جریر دونوں نے محمد بن
کعب سے روایت کی کہ وہ قولہ تعالےٰ ولاتلقوا بایدیکم الی التہلکہ کی تفسیر میں کہتے تھے کہ قوم مجاہدین اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کرتے تھے پس
آدمی سامان اپنے ساتھ لیتا جو بہ نسبت دوسرے کے توشہ میں زیادہ ہوتا وہ باقیوں کو دیتا یہانتک کہ اسکے پاس کچھ نہ رہتا تو چاہتا
کہ ساتھی اسکی مواسات کرے پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ وانفقوا فی سبیل اللہ ولاتلقوا بایدیکم الی التہلکہ۔ اور ایسا ہی زید بن اسلم سے اس آیت
کی تفسیر میں مروی ہے کہ کچھ لوگ جہاد کو نکلتے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا کرتے پس یہ لوگ بدون نفقہ کے نکلتے تھے پس یا تو رہنا تھا یا وہ عیال دار
تھے کہ میسر نہیں تھا پس اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ جو اللہ تعالےٰ نے رزق دیا ہے اسمیں سے نفقہ لے لیا کریں اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالیں اور
تہلکہ یہ ہے کہ آدمی بھوک یا پیاس یا چلنے کی تکلیف سے ہلاک ہو جاوے پھر جس شخص کے پاس توشہ بڑھتی ہوتا اسکو حکم دیا کہ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین
پس یہ اقوال اس بارہ میں سلف سے مروی ہیں ولیکن بعض اسکے سبب نزول ہیں اور بعض داخل نزول ہیں پس سبب نزول وہ ہے جو حضرت ابو ایوب
انصاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ تہلکہ یہ ہے کہ مال و اولاد میں قیام کریں اور جہاد کو ترک کریں چنانچہ اس بارہ میں خاص حدیث بھی وارد ہے کہ آخر زمانے
جہاد چھوڑکر دنیا کی زراعت وغیرہ میں مشغول ہو جاوینگے تو اسوقت انپر دشمن غالب ہو جائیگا پھر یہ لوگ اپنی حالت درست کرنے پر بطریقہ اہل کفر
آمادہ ہونگے اور واللہ کبھی درست نہونگے جبتک کہ اپنے دین کے طریقہ پر نہ آویں۔ کمافی حدیث ابن ماجہ وغیرہ۔ مترجم کہتا ہے کہ دیگر احادیث شاہد
ہیں کہ یہ اصلاح اسیوقت ہوگی جب حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پیدا ہونگے پس یہ تو سبب نزول ہے اور باقی اقوال داخل نزول ہیں اسواسطے
شیخ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ یہ سب امور جو روایت کیے گئے ہیں اس آیت کی تفسیر میں معتبر ہیں پس دین و دنیا کی راہ سے جو امر آدمی
کے حق میں تہلکہ ہو سکتا ہے وہ اسمیں داخل ہے پس اگر آدمی لڑائی میں تنہا صف دشمن میں گھس جاوے جہاں سے بچنے اور جنگ کا رستہ کی راہ نہیں اور نہ وہاں
ضرورت ہے اور نہ اس سے مومنوں کے واسطے کوئی اثر پیدا ہوتا ہے جو انکو کارآمد ہو تو یہ بھی تہلکہ میں داخل ہے۔ قال ابن کثیر اور مضمون آیت کا یہ ہے کہ حکم

دیا خرچ کرنیکا اللہ تعالےٰ کی راہ مین سب وجوہ قربات و طاعات سے خصوصاً مال صرف کرنیکا دشمنون کے ساتھ قتال کرنے مین اور مال ایسی تہلکہ

صرف کرنیکا جس سے مسلمانون کو تقویت حاصل ہوا اور دشمن پر ہون اور خبر دی کہ جو شخص بخل سے نہ خرچ کرنے کی عادت کرے تو یہ ہلاکت ہی پھیر اسپر

احسان کے حکم کو عطف کیا اور وہ مقامات طاعات مین سے اعلیٰ ہی ف ۲ قال الشیخ فی العرائس فی حقائق قولہ تعالےٰ و انفقوا فی سبیل اللہ

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ - انفاق کے تین حال ہین لفقۂ زاہدین لفقۂ محبین لفقۂ عارفین - پس لفقۂ زاہدین یہ ہی کہ تمام دنیا کو مع اسکی

لذتون کے اہل دنیا کے واسطے چھوڑ دے کہ اس سے دنیا کے لوگ نفع اوٹھاوین اور اپنے نفس کو اللہ تعالےٰ کے واسطے ایام اللہ تعالےٰ مین خرچ

کردے قال المترجم ایام اللہ تعالےٰ شامل ہی جہاد و قتال کفار کو اور جہاد نفس امارہ کو مع جمیع فرائض و طاعات کے یعنے اپنی جان کو براہ جہاد مین اللہ تعالےٰ پر

خیرات کردے اور نیز اسکی کو پابنداری مین نفس کے ساتھ لڑائی مین اللہ تعالےٰ کے واسطے خیرات کردے آور لفقۂ محبین یہ ہی کہ جو اسنے حق سے پایا ہی

وہ اہل حق کو دیدے یعنے طالبان راہ حق کو وہ ہدیہ کرے جو اسکو حق عز و جل سے کرامت ملے اور یہ درحقیقت ایسا انفاق ہی کہ اسکے پاس سے کچھ نہ جاویگا مگر

اورون کو مل جاویگا آور لفقۂ عارفین یہ ہی کہ مقام فنا مین غیرت حق کو اپنے اسرار مین پاکر اپنی ارواح کو خیرات کردے - یعنے جو لوگ عارف بحق عز و جل ہین

انکو حضرت حق عز و جل کے موجود ہونے پر ساتھ مین غیر کا وجود دیکھنا موجب غیرت حق عز و جل جانکر اپنے آپ کو بالکل درمیان سے فنا کرین اور درحقیقت

یہ لفقہ انکی بے اختیاری مقام عرفان و فنا مین پیدا ہوتا ہی احسان کا مرتبہ اہل مشاہدہ کے مراتب سے بھی اعلیٰ مرتبہ ہی اور اللہ تعالےٰ نے انکو آگاہ کردیا

کہ وہ حقیقت مشاہدہ نہ پاوینگے مگر اسی طور سے کہ اپنی زندگانی کو خاصان حق کے واسطے خیرات کردین آور جو شخص کہ مقام احسان سے گم ہوا وہ

مشاہدہ سے محجوب ہوا اور تلبیس و گرفتاری نفس مین ہلاک ہوا اور حالیکہ خواہشہاے نفسانی مین متحیر اور اسکی ہوسات کے ورطہ مین غرق

ہی پھر واضح ہو کہ منجملہ مراتب طاعات کے حج و عمرہ ہی اگرچہ اسوقت تک حج فرض ہوا تھا بلکہ ادا ے عمرہ کے واسطے قصد تھا لہذا اصل مقصود کی تکمیل

نیت و احکام کو مع فرضیت حج کے یا بتقدیر فرضیت حج کے ارشاد فرمایا بقولہ تعالےٰ ـ

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى

اور پورا کرو حج و عمرہ اللہ کے واسطے پھر اگر تم روکے گئے تو جو میسر ہو قربانی سے بھیجو اور نہ منڈاؤ بال سر کے جب تک

يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ

پہونچ نہ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر پھر جو کوئی تم مین مریض ہو یا اسکو دکھ دیا اسکے سرنے تو بدلا دیوے روزے یا خیرات

اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ٙ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

یا ذبح کرنا پھر جب تمکو خاطر جمع ہو تو جو کوئی فائدہ لیوے عمرہ ملاکر حج کے ساتھ تو جو میسر ہو قربانی پہونچاوے پھر جسکو پیدا نہو تو روزہ

ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ

تین دن کا حج کے وقت مین اور سات دن جب پھر کر جاؤ یہ دس ہوے پورے یہ اسکو ہی جسکے گھر والے نہون بیچ مسجد الحرام پاس

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ع

اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہی

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ - اور حج و عمرہ کو اللہ تعالےٰ کے واسطے پورا کرو ف یعنے ادا کرو دونون کو دونون کے حقوق کے ساتھ

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ پھر اگر تم روکے گئے ف یعنے اگر تم ان دونون کے تمام کرنے سے بوجہ دشمن وغیرہ کے روکے گئے فَمَا اسْتَيْسَرَ

مِنَ الْهَدْيِ - پس جو جانور ہدی سے میسر آسان ہو ف وہ بھیجو اور وہ بکری ہے وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ اور اپنے سر مت منڈاؤ یہانتک کہ ہدی کی جانور اپنے مقام حل میں پہونچ جائے ف یعنے ہدی بھیجو اور جو شخص لیجاوے اوس سے دن مقرر کرو پھر اوس دن تم سمجھو گے کہ اسنے وہاں ذبح کرکے مساکین پر بانٹ دی ہوگی تب تم حلق کرکے حلال ہو جاؤ اور اس سے پہلے سر مت منڈاؤ یعنے حلال نہ ہو جاؤ جب تک کہ ہدی اپنے محل یعنے مقام ذبح پر پہونچکر حلال ہو محل بقول شافعی وہ مقام جہاں احصار ہوا اور روکا گیا اور بقول ابو حنیفہ وہ حرم ہے پھر جب حصار کی وجہ سے احرام کی تکلیف سے اسطرح نکلا کہ ہدی بھیجکر بعد محل پر ذبح ہونے کے یہاں حلق کرکے حلال ہوا تو آیندہ جس حج یا عمرہ کا احرام تھا دوسرے سال یا جب میسر ہو قضا کرے اور واضح ہو کہ احرام میں سلا کپڑا اور سر ڈھانکنا و بال توڑنا و ناخن کترانا و عورتیں وخوشبو و شکار وغیرہ سب ممنوع ہیں جیسے مردہ کی حالت ہوتی ہے - فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا پھر جو کوئی تم میں سے مریض ہو ف یعنے جسکو احرام کے ممنوعات میں سے کسی امر کی ضرورت بطور دوا وغیرہ کے طاری ہوئی - اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ یا اسکو ایذا ہے سر میں ہو ف مثلاً جوئیں کثرت سے پڑ جاویں حتی کہ منڈانے کی ضرورت پڑی اور مہنوز مناسک حج یا عمرہ ادا نہیں کیے ہیں تو ایسا کرے - فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ - پس فدیہ واجب ہے روزے یا صدقہ یا قربانی سے ف فدیہ میں ان تین چیزوں کا اختیار ہے تاکہ جو آسان ہو وہ اختیار کرے پس چاہے تین دن روزے رکھے چاہے تین صاع چھ مساکین کو ہر مسکین کو نصف صاع دیدے اور چاہے ایک بکری قربانی کرے - اگر کسی شخص نے بغیر عذر کے سر منڈایا ہو تو جواب یہ کہ جسنے بغیر عذر کے سر منڈایا وہ بدرجہ اولی کفارہ ادا کرنیکا مستوجب ہوگا اور اسیطرح جسنے سوائے سر منڈانے کے اور طور پر استمتاع لیا مثلاً خوشبو لگائی یا سلا ہوا کپڑا پہنا یا تیل لگایا خواہ عذر سے یا بغیر عذر کے وہ بھی اسیکے حکم میں لاحق ہے - یہ تو اسوقت تھا کہ دشمن وغیرہ سے پورا کرنے سے روکا گیا تھا - اور جب حصار جاتا رہے تو فرمایا - فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ - پھر جب تم بیخوف ہوئے یعنے ادا کرنے میں مطمئن ہوئے تو جسنے عمرہ سے حج تک نفع اوٹھایا تو جو کچھ ہدی سے آسان ہو ف سیوطی نے کہا یعنے شوال سے لیکر اوائے حج ذی الحجہ تک میں عمرہ یا احرام صحیح ادا کیا پھر اسی سفر میں حج بھی کرلیا دوسرے احرام سے تو یہ تمتع ہے پس شکرانہ کی قربانی کرے جسمیں کمتر ایک بکری ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی ابو حنیفہ کا قول ہے اور ہمارے نزدیک اگر کسی نے ایک احرام سے عمرہ مع حج ادا کیا تو یہ بھی ایک قسم تمتع ہے جسکو قران بکسر قاف کہتے ہیں اور اسمیں بھی یہی قربانی کا حکم ہے جیسا کہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں بیان کیا ہے یہ اسوقت کہ ہدی کی قیمت ہو اور مل سکے - فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ - پھر جسنے ہدی نہ پائی (خواہ دام ہوں یا نہ ملے) تو واجب ہیں (دس روزے) تین روزے حج میں ف چھٹی ساتویں آٹھویں یا نویں تک لیکن چھٹی ذی الحجہ سے افضل ہے اسواسطے کہ نویں کو عرفات میں کام ہوگا - وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ - اور سات دن جب تم لوٹ آؤ ف اپنے گھر - تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ - یہ سب دس روزے پورے ہیں - ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ یہ سب اس شخص کے لیے جسکے اہل خانہ حاضر نہ ہوں مسجد حرام میں یعنے وہاں کے رہنے والے نہ ہوں اور تم اللہ سے تقوی کرو اور جانو کہ اللہ تعالی شدید العقاب ہے ف چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ کے قصہ میں حدیبیہ کے مقام میں روکے جانے کا ذکر ہے اور حج وعمرہ کا ذکر آگیا اور کلام اسطرف منجر ہوا اسیں یہاں حج وعمرہ کے مسائل کو فرمادیا - اور مفسر رحمہ اللہ نے اس مقام پر تمام مسائل کا بیان بنا بر قول امام شافعی کے کیا ہے لہذا ضرور ہوا کہ مسائل بخصوص مذہب امام ابو حنیفہ ذکر کردوں کہ تفسیر کے بیان میں بخوبی معلوم ہو اور واضح ہو کہ قبل اسکے وہ الفاظ جو شرعی اصطلاح میں بیان کرنا ضرور ہے تاکہ تفسیر اچھی طرح سمجھ میں آجاوے اور مسائل بھی معلوم ہو جاویں حج اصل میں قصد کرنا اور شرع میں قصد کرنا خانہ کعبہ کا زمانہ خاص یعنے ایام حج میں واسطے ادائے مناسک کے - عمرہ یعنے زیارت اور شرعاً زیارت خانہ کعبہ بطریق خاص اور عمرہ کے واسطے کسی زمانہ کی خصوصیت نہیں سال میں

جب چاہے اور جتنی مرتبہ چاہے ادا کرے اور اصح یہ ہے کہ جسپر حج فرض ہے اسپر عمر بھر مین ایک مرتبہ عمرہ بھی واجب ہے کما فی العالمگیریہ وغیرہا عن الجوہرہ۔ پھر حج کے
احرام کے ساتھ منی جاکر صبح کو عرفات پہونچکر بعد ظہر کے ظہر وعصر ملا کر پڑھنے کے بعد عرفات مین وقوف کرے پھر بعد غروب کے واپس ہوکر مزدلفہ مین پہونچکر مغرب
وعشا ملا کر پڑھے۔ صبح کو جبل قزح مزدلفہ کے قریب وقوف کرے پھر طلوع سے کے بعد روانہ ہوکر جمرۃ العقبہ کی کنکریان مارکر سر منڈا کر حلال ہوکر روانہ ہوکر خانہ
کعبہ کا طواف وسعی کرکے پورا حلال ہو جاوے پھر منی جاکر تین دن رمی الجمرات کرکے سب مناسک پورے کرلے اور عمرہ صرف احرام کے ساتھ طواف وسعی ہے
ان چیزون کے تمام کرنے سے حج وعمرہ پورا ہو جاتا ہے احصار روکنا اور مصدر مجہول بمعنے روکا جانا اور اسمین اختلاف ہے کہ حج مین کس چیز کا روکنا مراد
لیا گیا ہے جو تفسیر مین آویگا بالجملہ محصور وہ ہے جو خانہ کعبہ تک پہونچنے نہ پایا اور کسی چیز نے اسکو روکا۔ ہدی اسم اس چیز کا جو ہدیہ کیجاوے اور مراد یہان جانور
قربانی کا ہے اور یہ بیان ہوگا کہ کون جانور قربانی مراد ہے اور بعضا وہی ہین ہر کہ یہی جمع ہدیہ مثل جدی وجدیہ وہو الاصح۔ محل بکسر حاء مہملہ جگہ و زمانہ دونو
واسطے بولا جاتا ہے اور مراد یہان جگہ ہے تحلل حلال ہونا ہے احرام سے نکل جانا نسک جمع نسیکہ مراد قربانی کا جانور تمتع واضح ہو کہ حج ادا کرنا تین
طور سے ایک افراد دوم تمتع سوم قران۔ اور احرام مین یہ حکم ہے کہ سلا ہوا کپڑا نہ پہنے اور مرد سر نہ ڈھنکے بال نہ منڈائے نہ کترائے نہ ناخن کٹوائے
نہ خوشبو لگائے علی ہذا ناخن وغیرہ بھی نہ کترائے نہ عورتون کے پاس جائے نہ شکار مارے اور دیگر احکام ہین جو فقہ مین مفصل مذکور ہین۔ اور ایام حج یعنے
ایام ادائے حج دس روز ذی الحجہ کے ہین اور اشہر الحج یعنے مہینے حج سے یہ مراد ہے کہ شوال سے حج کا احرام جائز ہے اور اگر کسی نے سفر کرکے انہین دنون مین
عمرہ کا احرام باندھکر ادا کیا تو اسنے مانو اسے حج ہی مین عمرہ ادا کیا۔ اور نوین تاریخ روزہ عرفہ ہے اور اسکا روزہ امام شافعی کے نزدیک حاجیون کے
لیے مکروہ ہے بسبب روایت ابو داؤد کے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک ممانعت محمول ہے اس بات پر کہ حاجی کو وقوف عرفہ وغیرہ سے ضعف لاحق ہو
بسبب روزہ کے دسوین روز عید اضحی کو بالاتفاق روزہ حرام ہے اور ایام تشریق گیارھوین بارھوین تیرھوین تاریخ ہے اور انکا روزہ حدیث مین
حرام ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور متمتع نے اگر تین روز تمتع کا روزہ ان ایام مین رکھنا چاہا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک نہین جائز ہے اور مفسر نے
ذکر کیا کہ شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہین جدید بھی یہی قول اصح ہے اور قول قدیم شافعی کا یہ ہے کہ جائز ہے اور دلیل یہ کہ دارقطنی نے ابن عمر رض سے روایت
کی کہ متمتع اگر ہدی نہ پاوے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو رخصت دی کہ ایام تشریق مین روزہ رکھ لے اور یہی قول امام مالک و احمد و اسحق کا
ہے اور نووی شافعی نے روضہ مین اسیکو ترجیح دی ہے اور ایسے ہی ابن حجر نے کہا کہ آیت عام ہے کہ ایام حج مین تین روزہ رکھے ایام تشریق کا
استثنا نہین ہے اور یون کہنا اولی ہے کہ نہی از صوم تشریق مخصوص ان لوگون کے واسطے ہے جو متمتع نہون کیونکہ اسمین خبر آحاد کی تخصیص آیت قطعی
سے لازم آتی ہے اور بہ نسبت اسکے عکس کے اولی ہے اور ہماری طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ ہم اسکو تسلیم نہین کرتے کہ ایام تشریق ایام حج مین سے
ہین کیونکہ ایام حج فقط دسوین ذی الحجہ تک ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے نے فرمایا واتموا الحج والعمرۃ للہ یعنی تمام کرو حج وعمرہ کو واسطے
اللہ تعالے کے یعنی خالص اللہ تعالے کے واسطے انکو پورا کرو اور ایک قراءۃ مین واقیموا الحج والعمرۃ للہ آیا ہے اسیواسطے مفسر سیوطی رح نے اس
غریب قراءۃ کو تفسیر کا مبنا کیا۔ اور وہاں بھی تفسیر یعنی اتمام سے مراد یہ ہے کہ ٹھیک ارکان سے مع آداب ادا کرو اور اس سے نکلا کہ عمرہ واجب
ہے لیکن جاننا چاہیے کہ حج کے بشرط استطاعت فرض ہونے مین تو امت کا اتفاق ہے مگر عمرہ کے بارہ مین دو قول ہین ایک یہ کہ واجب ہے اور استدلال
اسپر اس آیت و احادیث سے ہے کیونکہ امر ہے اتمام عمرہ کا اور امر واسطے وجوب کے ہے اور منجملہ احادیث کے صحیح مین ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جسکے ساتھ ہدی قران وتمتع کا ہدی ہو وہ اہلال کرے حج وعمرہ کے ساتھ اور نیز صحیح مین ثابت ہوا کہ آنحضرت
صلعم نے فرمایا کہ داخل ہوا عمرہ حج مین قیامت تک اور زید بن ثابت سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج وعمرہ

دونوں فریضہ ہیں تجھے مضر نہیں چاہیے جس سے ابتدا کرے۔ اخرجہ الدارقطنی والحاکم۔ مترجم کہتا ہے کہ عمرہ واجب ہونیکا قول ایک جماعت صحابہ و تابعین سے مروی ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی و احمد و اسحق کا۔ اور یہی جوہر میں اصح قرار دیا ہے لیکن بعض نے کہا کہ ان دلیلوں سے وجوب ثابت نہیں ہوتا باوجودیکہ صحیح احادیث سے خلاف پڑتا ہے چنانچہ شافعی و عبدالرزاق وابن ابی شیبہ و عبد بن حمید نے ابو صالح تابعی حنفی سے اور ابن ماجہ نے طلحہ بن عبیداللہ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ حج تو جہاد ہے اور عمرہ تطوع ہے۔ اور ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا عمرہ واجب ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں لیکن اگر تم عمرہ ادا کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ اسکو ترمذی رح نے بھی جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے پس یہ احادیث صحیح ہیں کہ عمرہ واجب نہیں ہے اور یہی قول ہے بعضے صحابہ مثل عبداللہ بن مسعود و جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور بعضے تابعین کا اور یہی مذہب ہے امام مالک و ابو حنیفہ وغیرہم کا لیکن مذہب حنفیہ کی کتاب الجوہرہ میں وجوب کو اصح کہا ہے اور حدیث زید بن ثابت کا جواب یہ ہے کہ وہ دونوں کو احرام شروع کرنے کے بعد واجب ہیں اور اسپر اتفاق ہے کہ عمرہ شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے حتی کہ اگر احصار وغیرہ سے اس وقت ادا نہ کر سکے تو دوسرے وقت اسکی قضا واجب ہے چنانچہ حضرت صلعم نے عمرہ حدیبیہ کو قضا فرمایا اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے اور بطرح میں نقل کیا کہ جب بدون ہدی بھیجکر احرام عمرہ سے حلال ہو گیا تو امام شافعی کے نزدیک اسپر قضا واجب نہیں ہے قلت ہذا عجیب مع قولہ بوجوب العمرۃ ابتداء۔ اور شیخ ابن حجر رح نے فتح الباری میں قضا واجب ہونے پر اجماع نقل کیا اور یہی امام نووی رح نے شرح صحیح مسلم میں ذکر کیا ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں ایام حج میں عمرہ ادا کرنے کو جرم عظیم جانتے یعنے ممنوع شدید سمجھتے تھے پس حضرت صلعم نے اس گمان کو دور کر دیا کہ تا قیامت عمرہ داخل حج ہو گیا اور حدیث اول تو قران یا تمتع کے واسطے ارشاد ہے تاکہ ثواب مزید حاصل کریں اس سے وجوب عمرہ پر استدلال کیونکر تجویز کیا جاتا ہے ورنہ قران یا تمتع واجب ہونے پر بدرجہ اولی استدلال ہوگا جبکہ ہدی موجود ہو حالانکہ کسی نے نہیں کہا ہے فافہم ہاں اس حدیث سے البتہ حج و عمرہ ایک احرام سے بطور قران ادا کرنے کی فضیلت نکلی اور یہی ابو حنیفہ رح کا مذہب ہے اور آیت کریمہ کی مراد یہ کہ بعد شروع کے دونوں کو تمام کرو جیسا کہ بلا خلاف بعد شروع کے واجب ہوتا ہے اور آیۃ کریمہ و احادیث سب میں اس معنے پر اتفاق حاصل ہوتا ہے و سیاق آیۃ کریمہ بھی اسپر شاہد ہے قال ابن کثیر۔ اللہ تعالے نے احکام صیام و ذکر جہاد کے بعد مناسک کا بیان شروع فرمایا پس حج و عمرہ تمام کر دینے کا حکم کیا اور ظاہر سیاق یہ ہے کہ حج و عمرہ میں شروع کر دینے کے بعد انکے جو افعال ہوتے ہیں انکو پورا ادا کرو اسیواسطے اسکے بعد فرمایا۔ فان احصرتم۔ اے اگر تم خانہ کعبہ تک پہونچنے اور انکے افعال ادا کرنے سے روک گئے۔ اسی وجہ سے علماء نے اتفاق کیا ہے کہ حج و عمرہ میں شروع کر دینا لازم ہے خواہ کہا جاوے کہ عمرہ واجب ہے یا مستحب ہے اور علی رضی اللہ عنہ سے اتموا الحج والعمرۃ للہ۔ میں اتمام کے یہ معنے مروی ہیں کہ اپنی اہل کے گھر سے احرام باندھ لے اور یہی قول ابن عباس و سعید بن جبیر و طاؤس کا ہے اور سفیان ثوری نے کہا کہ دونوں کا اتمام یہ ہے کہ اپنی اہل کے گھر سے احرام باندھکر نکلے کچھ کام نہ ہو سوائے حج و عمرہ کے اور اہلال کرے میقات سے یہ نہو کہ تجارت یا کسی ضرورت سے نکلے کہ جب مکہ سے قریب ہو تو کہے لاؤ حج یا عمرہ ادا کر لوں اور اس سے حج یا عمرہ تو ہو جائیگا ولیکن اتمام یہ ہے کہ اسیکے لیے نکلے کسی اور کے واسطے نہ نکلے و واضح ہو کہ حدیث میں مسجد بیت المقدس سے احرام کر کے بیت اللہ کا حج ادا کرنے میں مغفرت و جنت کی بشارت آئی ہے چنانچہ وکیع نے ایسا ہی کیا کما فی سنن ابی داؤد فی روایتہ۔ پھر جاننا چاہیے کہ حضرت صلعم نے چار عمرے ادا کیے سب ذی قعدہ میں ایک عمرہ حدیبیہ ہجرت کے چھٹے سال دوم عمرۂ قضا ساتویں سال سوم عمرۂ جعرانہ آٹھویں سال چہارم عمرہ اپنے حج کے ساتھ دسویں سال پس جو اقوال اسکے خلاف ہیں مانند آنکہ اتمام عمرہ یہ کہ غیر مہاے حج میں ہو یا حج سے منفرد ہو کچھ نہیں ہیں اسلیے کہ بعد ہجرت کے سب عمرہ حضرت صلعم نے ذی القعدہ میں کیے سوائے عمرہ حج کے مگر آنکہ ام ہانی و ام معقل رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ رمضان میں تیرا عمرہ ادا کر لینا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے اور سعید بن جبیر نے کہا کہ یہ مخصوص حضرت ام ہانی رض کے واسطے تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ ام معقل کی حدیث ابو داؤد میں بھی ہے یہ اشارہ ہے۔ اور سدی رح نے آیۃ اتموا الحج والعمرۃ میں کہا ای اقیموا الحج والعمرۃ۔ اور علی بن ابی طلحہ

ابن عباس سے اسی طرح ہیں روایت کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اسکو روا نہیں کہ حلال ہو جاوے یہانتک کہ انکو پورا کرے اور حج جبکہ یوم النحر یعنے دسویں ذی الحجہ کو جمرۃ العقبہ کی کنکریاں مارین اور خانہ کعبہ وصفا ومروہ کا طواف کرلیں پورا ہو جاتا ہے۔ اور قتادہ عن زرارہ عن ابن عباس کہا کہ حج تو وقوف عرفہ ہے اور عمرہ طواف ہے۔ **قال المترجم** یعنے اگر حج کرنے والا وقوف عرفہ پا گیا تو حج فوت نہوگا اگرچہ نقصان لازم آویگا اسکا جبیرا سکو دینے ہوگا کہ قربانی دیدے اور ایسی ہی طواف خانہ کعبہ کے بعد عمرہ فوت نہیں ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے اور تفصیل فقہ میں ہے اور علقمہ وابراہیم نے قیموا الحج والعمرۃ للہ پڑھا اور ایسا ہی بعض صحابہ سے مروی ہے اور یہ غریب ہے اور شعبی نے پڑھا واتموا الحج والعمرۃُ للہ یعنے الحج کو منصوب اور العمرۃ کو مرفوع پڑھا جسکے معنے یہ ہوئے کہ تمام کرو حج کو اور عمرہ اللہ کے واسطے ہے کہا شعبی نے کہ عمرہ کچھ واجب نہیں ہے اور صحیحین میں ایک شخص کے قصہ میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تھے کہ اسنے دریافت کیا کہ جسنے عمرہ کا احرام باندھا حالانکہ اسپر زعفران کا لتھڑا ہوا جبہ ہے اور خلوق ہے اسکا کیا حکم ہے تو حضرت صلعم خاموش ہوئے پس آپ پر وحی آئی پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ پوچھنے والا کہاں ہے اسنے کہا کہ یہ ہوں پس فرمایا کہ جبہ اتار ڈال اور جو خوشبو تیرے لگی ہے اسکو دھو ڈال پھر جو حج میں کرتا تھا وہی عمرہ میں کر۔ مترجم کہتا ہے یعنے احرام عمرہ میں مانند احرام حج کے احتیاط واجب ہے۔ قولہ فان احصرتم **ابن کثیر** نے کہا کہ علماء نے ذکر کیا کہ یہ آیت ہجرت کے چھٹے سال اتری جب حضرت صلعم ومکہ کے درمیان مشرک لوگ حائل ہوگئے اور آپ کو خانہ کعبہ تک نہ جانے دیا پس یہی عمرہ حدیبیہ ہے جسکے بارہ میں سورۂ انا فتحنا پوری نازل ہوئی ہے۔ وقال غیرہ لغت میں حصر یعنے حبس وتضییق یعنی بند کرنا اور تضییق میں ڈالنا اور ابو عبیدہ وکسائی وخلیل نے کہا کہ مرض کے ساتھ احصر بولتے ہیں یعنی احصرہ المرض روکدیا مرض نے اور دشمن کے ساتھ حصر یعنی حصر العدو دشمن نے روکدیا اور **ابن العربی** نے کہا یہی رائے اکثر اہل لغت کی ہے اور **زجاج** نے کہا بلکہ سب کی۔ اور **ابن فارس** نے مجمل میں کہا کہ حصر المرض واحصر العدو بولتے ہیں برعکس اول اور یہ ضعیف ہے اور **فراء** نے کہا دونوں کے ایک معنے ہیں اور یہی **ابو عمرو والشیبانی** کا قول ہے اور اسی اختلاف کی وجہ سے ائمہ فقہ میں اختلاف ہوا چنانچہ شافعیہ واہل مدینہ کے نزدیک حصر مختص بدشمن ہے اور یہی ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا کہ نہیں حصر مگر حصر عدو اور جسکو مرض یا درد پہونچا یا راہ بھٹک گیا تو اسپر کچھ نہیں اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسیکے مانند ابن عمرو وطاؤس وزہری وزید بن اسلم سے مروی ہے اور حنفیہ نے کہا کہ حصر اعم ہے خواہ دشمن سے یا مرض سے یا بھول جانے سے یا کوئی مانع ہو اور امام احمد نے حجاج بن عمرو الانصاری سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ جسکو شکستگی پہونچے یا درد یا لنگ تو وہ حلال ہے اور اسپر دوسرا حج واجب ہے یعنے اسکو احرام سے حلال ہو جانا روا ہے اور اسپر حج کی قضا واجب ہے پھر عکرمہ نے جو حجاج بن عمرو الانصاری سے راوی ہیں کہا کہ پھر میں نے اسکو ابوہریرہؓ وابن عباسؓ سے ذکر کیا یعنے اس روایت کو ذکر کیا تو دونوں نے کہا کہ حجاج بن عمرو نے سچ بیان کیا ہے۔ اس حدیث کو سنن اربعہ والوں نے بھی روایت کیا اور ابوداؤد کی ایک روایت میں لنگ اور شکستگی اور مرض مذکور ہے اور اسکو ابن ابی حاتم نے بھی دوسری وجہ سے روایت کیا پھر کہا کہ ابن مسعود وابن الزبیر وعلقمہ وسعید بن المسیب وعروۃ ومجاہد ونخعی وعطاء ومقاتل نے کہا کہ احصار تو دشمن ومرض وشکستگی سب سے ہوتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید ابن عباسؓ بھی اسکے قائل ہیں ولیکن سوائے دشمن کے اور چیزوں کے حصر سے ہدی لازم آنے کے قائل نہیں ہیں واللہ اعلم۔ **قولہ فما استیسر من الہدی**۔ یعنے اگر تم حج وعمرہ بعد احرام کے تمام کرنے سے روکے گئے تو جو آسان ہو ہدی سے یعنے میسر واجب ہے یا تم ذبح کرو یا بھیجو جو آسان ہو ہدی سے اور علماء میں اتفاق ہے کہ ہدی مذکور واجب ہے اور امام مالک نے علی بن ابی طالب سے روایت کی کہ وہ بکری ہے اور ابن عباس نے کہا کہ اونٹ وگائے وبھیڑ وبکری سب قسم میں سے ہدی ہوتی ہے اور ثوری نے فما استیسر من الہدی میں ابن عباس سے روایت کی کہ وہ بکری ہے اور یہی قول عطاء ومجاہد وطاؤس و ابوالعالیہ ومحمد باقر وعبدالرحمن بن القاسم وشعبی ونخعی وحسن وقتادہ وضحاک ومقاتل وغیرہم کا ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور ابن ابی حاتم نے حضرت

عائشہ وابن عمر سے روایت کی کہ وہ ما استیسر من الہدی میں اونٹ یا گائے کے سوائے اور جنس سے ہدی جائز نہین جانتے تھے اور ایسا ہی سالم و قاسم و عروہ
وسعید بن جبیر سے بھی روایت ہی قال ابن کثیر ظاہر یہ ہی کہ ان لوگون نے قصہ حدیبیہ سے استدلال کیا ہی کیونکہ اس تحلل مین کسی سے بکری ذبح کرنا مروی نہین
ہی کیونکہ جابر سے روایت ہی کہ ہمکو رسول اللہ صلعم نے حکم کیا کہ سات آدمیون کے حساب سے اونٹون و گایون مین شریک ہو جاوین اور صحیح جمہور کا
قول ہی اور حضرت عائشہ سے صحیحین مین روایت آئی ہی کہ حضرت صلعم نے ایکبار دنبہ یا بھیڑ کو ہدی بھیجا تھا اور طاؤس عوفی نے ابن عباس سے روایت
کی کہ فما استیسر من الہدی یعنی اسکی فراخ دستی کے موافق ہدی ہی اگر بہت خوشحال ہی تو اونٹ ورنہ گائے ورنہ بکری اور یہی حسن کا قول ہی پس تمہید ختم
و تعدیل کی قربانی ہی۔ قولہ ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الہدی محلہ۔ تھوڑے اہل علم اسطرف گئے ہین کہ یہ خطاب ان لوگون کو ہی جو روکے نہ گئے پس
ہدی کا محل وہ ہی کہ جہان اسکا ذبح کرنا حلال ہی سو مالک و شافعی نے کہا کہ وہ جگہ ہی جہان روکا گیا اگرچہ خارج حرم ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
سال حدیبیہ مین حرم سے باہر حدیبیہ مین جہان روکے گئے تھے ذبح کیا تھا اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ محل اسکا حرم ہی کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔
ثم محلہا الی البیت العتیق۔ اور حنفیہ نے کہا کہ سال حدیبیہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مین ذبح کیا کیونکہ نزول آپ کا حدیبیہ کے کنارے
متصل حرم بجانب پستی کہ تھا اور زہری نے روایت کی کہ حضرت صلعم نے حرم مین ذبح کیا تھا اور قصہ حدیبیہ جو آگے آویگا اس سے اسکی تائید
نکلتی ہی۔ قال ابن کثیر یہ قول یعنی لا تحلقوا رؤسکم عطف فان احصرتم پر نہین ہی بلکہ واتموا الحج والعمرۃ للہ پر عطف ہی۔ قال المترجم پس یہ
خطاب عام ہی پھر شیخ ابن کثیر کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہی کہ باستثناے محصرین ہی چنانچہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سال حدیبیہ مین خارج
حرم کے ذبح کیا اور حلق کیا جبکہ انکو کفار نے روکا تھا اور جو شخص کہ حال امن مین ہو اور حرم تک پہونچنا ممکن ہو تو اسکو سر منڈانا نہین جائز ہی
یہانتک کہ ہدی اپنے محل پر پہونچ جاوے اور اس کلام سے ظاہر ہی کہ محل اسکا حرم ہی مگر سوائے اسکے جو روکا گیا ہو اور یہ کہ یہ خطاب محصر و غیر محصر کے
ہی اور یہی ایک جماعت اہل علم کا قول ہی پس یہان تین قول حاصل ہوئے اول آنکہ خطاب محصرین کو ہی اور معنے یہ ہین کہ اگر محرم روکا جاوے اور چاہے
کہ اپنے احرام سے حلال ہو تو ہدی بھیجکر جب وہ محل احصار مین پہونچ جاوے اور ذبح کیجاوے تو حلق یا قصر کرکے حلال ہو جاوے اور یہ قول شافعی کا
ہی دوم آنکہ ہدی ایک شخص کے ہاتھ بھیجے اور اسکے لیے ایک دن مقرر کرے پس جب ہدی مذکور اپنے محل یعنی حرم مین پہونچ جاوے اور غالب
گمان ہو کہ اس دن مقرر پر ذبح ہو گئی تو حلال ہو جاوے اور اسپر سر منڈانا یا بال کترانا کچھ واجب نہین بلکہ مستحب ہی اور یہ قول امام ابو حنیفہ کا ہی اور
سوم یہ کہ یہ خطاب محصرین و غیر محصرین سب کو ہی پس محصر کی ہدی کا محل وہ ہی جہان احصار ہوا خواہ حل ہو یا حرم ہو اور غیر محصر کے ہدی کا
محل حرم ہی واللہ اعلم۔ پھر ہدی کے ذبح سے تحلل نہین ہوتا بلکہ حلق یا قصر سے ہوتا ہی اور ظاہر قول امام ابو حنیفہ یہ ہی کہ ہدی احصار مین فقط ذبح
سے تحلل حاصل ہوتا ہی اور یہی ظاہر آیہ ہی مگر حدیبیہ کے احصار مین صحابہ کو حضرت صلعم نے حکم کیا کہ سر منڈاوین اور حلال ہو جاوین پس صحابہ نے
تاخیر کی کہ شاید حکم منسوخ ہو یہانتک کہ حضرت صلعم خود نکلے اور اپنا سر منڈایا پس لوگون نے بھی ایسا کیا اور بعض نے فقط بال کترائے تو نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے رحم کرے سر منڈانے والون پر تو صحابہ نے عرض کیا کہ اور بال کترانے والون پر بھی یا رسول اللہ۔
پس تیسری بار مین فرمایا اور بال کترانے والون پر۔ ایسا ہی صحیحین سے ثابت ہوتا ہی۔ اور کتب فقہ مذہب حنفیہ مین بھی سر منڈانا یا بال کترانا
ماخوذ ہی۔ قولہ فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک۔ مرض سے مراد یہان وہ ہی جسپر لغت کی راہ سے مرض کا لفظ
صادق ہو اور اذی من راسہ۔ مثل جون و درد سر و جراحت وغیرہ تو ایسے شخص کو اجازت ہی کہ اگر سر منڈائے تو روزے یا صدقہ یا نسک سے
فدیہ دے پھر ہر ایک کی تقدیر کیا ہی سو حسن و عکرمہ وغیرہ سے روایت ہی کہ روزہ دس روز اور طعام دس مساکین کا ہی اور یہ قول خلاف جمہور ہی

کہ انکے نزدیک روزے تین روز کے یا چھ مسکینون کا کھانا یا ایک بکری ہی چنانچہ بخاری و مالک و احمد وغیرہم نے کعب بن عجرہ رض سے روایت کی کہ ہم لوگ
حدیبیہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم سب احرام باندھے تھے اور میرے سر پر لٹکے بال تھے پس جوئین میرے منہ پر گرتے تھے پھر نبی
صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف گذرے اور فرمایا کہ کیا تیرے سر کی جوئین تجھے ایذا دیتی ہین پھر اسکو حکم کیا کہ منڈا دے کہا کعب نے کہ اتری یہ آیت - فمن
کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک - ہذا لفظ احمد فی روایۃ اور بخاری کی روایت مین ہی کہ فرمایا کیا تجھے بکری نہین
مل سکتی ہی مین نے کہا کہ نہین تو فرمایا کہ تین روز روزے رکھ یا چھ مسکینون کو کھانا دے ہر مسکین کو نصف صاع - کہا کعب نے کہ یہ آیت میرے حق مین
خاص کر اتری حالانکہ وہ تم سب کے واسطے عام ہی - اور ابن ابی حاتم کی روایت مین ہی کہ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو حکم کیا کہ اپنا سر منڈا دے
اور فرمایا کہ تین روز روزہ رکھ یا چھ مسکینون کو کھانا دے ہر ایک کو دو دو مد کی قدر دے یا ایک بکری قربانی کر ان مین سے جو تو ادا کریگا تجھے کفایت کریگا
ابن عبد البر نے ذکر کیا کہ علما مین یہان اختلاف نہین کہ نسک اسمین ایک بکری ہی اور ابن عباس سے روایت ہی کہ جب آو کے ساتھ ہو تو جو ادا کر دے
کافی ہی و مجاہد و عکرمہ و طاؤس و نخعی و ضحاک سے اسکے مانند مروی ہی ذکرہ ابن ابی حاتم - اور ابن کثیر نے فرمایا کہ یہی ائمہ اربعہ و عامۂ علما کا مذہب ہی
کہ اس مقام پر اسکو اختیار ہی چاہے روزے رکھے اور چاہے تین صاع صدقہ کرے چھ مسکینون پر ہر ایک کو نصف صاع دے اور نصف صاع کے دو مد ہوتے ہین اور چاہے
بکری ذبح کر کے مسکینون کو بانٹ دے - اور بعض تابعین سے یہان ترتیب بھی مروی ہی اور یہ خلاف سیاق قرآن اور خلاف حدیث ہی اور یہ ترتیب تو
حرم کا شکار قتل کرنے مین البتہ معروف ہی بنص قرآنی اور وہان فقہا نے بھی ترتیب پر اجماع کیا ہی - پھر جاننا چاہیے کہ اس فدیہ کے ادا کرنے کی جگہ مین
اختلاف ہی پس عطا نے فرمایا کہ جو قربانی ہی وہ مکہ مین ہی اور جو طعام و صیام ہی پس جہان چاہے ادا کرے اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہی اور یہی احوط
ہی اور طاؤس و شافعی نے کہا کہ قربانی و طعام مکہ مین اور روزے جہان چاہے اور بعض نے کہا کہ ان سب کو جہان چاہے ادا کرے اور یہی ظاہر ہی
اسواسطے کہ تعیین پر دلیل موجود نہین ہی - قولہ فاذا امنتم - ای امنتم الاحصار او کنتم فی حال امن وسعۃ - یعنے قولہ تعالے - فاذا امنتم - کے یہ معنے کہ
پھر جب تم لوگ احصار سے امن مین ہو جاؤ یا یہ مراد کہ جب تم لوگ امن و فراخی مین ہو (البیضاوی) مراد یہ کہ ادا ے مناسک پر قابو پاؤ کما قال
ابن کثیر قولہ فمن تمتع - پس جو شخص تم مین سے متمتع ہوا عمرہ سے طرف حج کے - اور یہ شامل ہی قران و تمتع دونون کو بایں طور کہ دونون کا احرام
باندھا یا پہلے عمرہ کا احرام باندھا پھر اس سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھا اور یہی تمتع خاص ہی جو کلام فقہا مین بلفظ تمتع معروف ہی اور عام تمتع
تو دونون قسمون کو شامل ہی چنانچہ صحاح کی احادیث اسپر دلالت کرتی ہین کیونکہ راویون مین سے بعض کہتا ہی کہ تمتع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اور دوسرا کہتا ہی کہ قران کیا پھر اسمین اختلاف نہین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کو اپنے ساتھ لیا تھا تو ضرور آپ احرام عمرہ سے حلال
نہوئے ہونگے یہانتک کہ حج کیا پس اسیکو قران کہتے ہین - اور یہی امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک سنت و افضل ہی اور یہی محققین کے نزدیک قوی مذہب
ہی اگرچہ علما رحمہم اللہ نے اختلاف کیا کہ افراد و تمتع و قران مین سے کون افضل ہی پس ہر ایک کے افضل ہونے کے تین اقوال موجود ہین و لیکن افراد
بایں معنے کہ خالی حج ادا کرے عمرہ نہ کرے بخیال آنکہ ایام حج مین عمرہ تمام نہین ہی یہ دلیل بہت ضعیف ہی تو قول بھی اس بنا پر ضعیف ہوگا مگر آنکہ دوسری
دلیل لائی جاوے - اور تمتع بالعمرہ الی الحج کے معنے یا یہ کہ عمرہ کر کے حلال ہو کر حج کا احرام باندھنے تک آسائش کی چیزون سے انتفاع حاصل کیا اور
اسیکو سیوطی رح نے ذکر کیا - یا یہ کہ حج کا تقرب حاصل کرنے سے پہلے عمرہ کے تقرب سے انتفاع حاصل کیا اور ایک ہی سفر مین اللہ تعالے نے
دونون کو عطا فرمایا اور یہی قول الہ حنفیہ ہی پس قولہ فما استیسر من الہدی - یعنے اسپر قربانی جو میسر آسانی سے آوے واجب ہی یہ قربانی کس قسم کی ہی جواب
یہ کہ بمعنے اولی پر یہ جبر نقصان ہوگا پس خود اسمین سے نہین کھا سکتا ہی اور دوسرے معنے پر شکریہ کی قربانی ہوگی کہ خود بھی کھا سکتا ہی اور یہی قول

ابو حنیفہ ہی اور یہ قربانی شافعی کے نزدیک عمرہ سے پہلے بھی جائز ہی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک پہلے نہیں جائز ہی قال ابن کثیر کمتر اسکا
بکری ہی اور اسکو اختیار ہی کہ چاہے گائے ذبح کرے اسواسطے کہ اوزاعی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے اپنی ازواج کی طرف سے
جنہوں نے تمتع کیا تھا گائے ذبح کی رواہ ابن مردویہ اور صحیح مین ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی حجۃ الوداع مین باسانید صحیحہ ثابت ہی اور یہ جو مروی
ہی کہ عمر رضی اللہ عنہ تمتع سے لوگون کو منع کرتے تھے تو ابن کثیرؒ نے جواب دیا کہ خود حضرت عمرؓ سے تصریح آئی ہی کہ وہ حرام یا ممنوع کر کے نہیں منع کرتے
بلکہ مقصود یہ تھا کہ لوگ کثرت سے خانہ کعبہ کا قصد کرین کبھی حج کی نیت سے اور کبھی عمرہ کے واسطے کیونکہ ایام حج مین عمرہ کر لینے کے بعد خالص عمرہ کے
لیے نہیں جاتے تھے اور سنن ابو داؤد وغیرہ مین باسناد صحیح حضرت عمرؓ سے ثابت ہوا کہ انہون نے قران کو سنت فرمایا بعض صحابہؓ نے گمان کیا کہ حضرت
عمرؓ نے اپنی رائے سے تمتع منع کیا تو یہ خود انکی سمجھ ہی جبکہ حضرت عمرؓ نے اپنی مراد کو صریح بیان فرمایا ہی پس ظاہر ہوا کہ یہ جو عمرؓ سے روایت آئی ہی کہ ایام
حج مین عمرہ تمام نہیں ہی اسکے یہ معنے ہین کہ عمرہ خالص قصد کیکے ادا کرو اللہ تعالیٰ کے واسطے اور جب حج کے ساتھ مین ادا کیا تو اسکے تابع ہو گیا
اگرچہ قران سنت ہی لیکن تنہا عمرہ کرنا بھی سنت ہی اور خالص عمرہ کے قصد سے سفر کرنا۔ اتموا الحج والعمرۃ للہ کی زیادہ فرمانبرداری ہی اور نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے قصداً تین عمرے ہی ادا کیے ہین فقد بر۔ قولہ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم۔ تفسیر ابن کثیر مین ہی یعنے جسنے ہدی نہ پائی
تو اسکو چاہیے کہ تین روز ایام حج مین یعنے مناسک حج ادا کرنے کے دنون مین روزہ رکھے اور یہ فقط نوین تاریخ تک مستحب ہی اور علما نے کہا کہ
اولی یہ ہی کہ عرفہ یعنے نوین ذی الحجہ سے پہلے تین روز روزہ رکھ لے کیونکہ حاجیون کے واسطے عرفہ کے روزہ سے ابو داؤد کی حدیث مین ممانعت
آئی ہی اور یہی عوفی نے ابن عباس سے روایت کی اور ابن عباس و ابن عمر و علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ ساتوین آٹھوین و نوین اگر روزہ رکھا
تو تمام ہوا اور یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہی اور اگر قبل عید کے روزے نہ رکھے تو ایام تشریق مین روزہ رکھنے مین دو قول ہین ایک یہ کہ ہان اور
یہی مختار شافعیہ ہی کیونکہ صحیح بخاری مین حضرت عائشہؓ و ابن عمرؓ کا قول روایت ہی کہ ایام تشریق مین روزہ رکھے جانے کی رخصت کسیکو
نہین دی گئی مگر اسیکو جو ہدی نہ پاوے اور یہی قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی اور یہ بسبب عموم قولہ تعالیٰ ثلثۃ ایام فی الحج کے
اور یہی قول عبید بن عمیرؒ و عکرمہ و حسن و عروہ بن الزبیر ہی اور یہی شافعی کا پہلا قول ہی اور جدید قول یہ ہی کہ ایام تشریق کا روزہ نہیں جائز ہی کیونکہ
امام مسلم نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایام تشریق کھانے پینے اور ذکر الٰہی کے دن ہین۔ اور یہی امام ابو حنیفہ کا مختار ہی
اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہی۔ قولہ وسبعۃ اذا رجعتم۔ اسمین دو قول ہین ایک یہ کہ جب اپنے اترنے کی جگہ لوٹ آوے تو سات روزے رکھے اور دوم
یہ کہ جب اپنے وطن کو لوٹ آوے اور بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا حجۃ الوداع مین عمرہ سے طرف
حج کے اور ہدی لی اور اسکو اپنے ساتھ روان کیا ذی الحلیفہ سے اور اہلال کیا عمرہ کا پھر اہلال کیا حج کا پھر لوگون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
تمتع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ شروع کیا پھر حج کیا پس لوگون مین سے بعض تو اپنے ساتھ ہدی لا رہے تھے اور بعض نہین لائے
تھے پھر جب نبی صلعم مکہ مین آئے تو لوگون سے کہا کہ جسنے تم لوگون مین سے ہدی اپنے ساتھ روان کی ہی تو وہ احرام سے جن چیزون سے حرام ہو گیا
ہی کسی چیز سے حلال نہو گا یہانتک کہ حج سے فارغ ہو اور جو اپنے ساتھ ہدی نہیں لایا ہی اسکو چاہیے کہ خانہ کعبہ کا طواف کرے اور صفا و مروہ کا دوڑے
اور قصر کرے پس حلال ہو جاوے پھر حج کا احرام باندھے پھر جو شخص ہدی نہ پاوے اسکو چاہیے کہ تین روزے حج مین روزے رکھے اور سات روزے
جب اپنے وطن کو لوٹ جاوے الی آخر الحدیث اور صحیح مسلم کی طویل حدیث جابرؓ مین بھی اسی کے مانند آیا ہی اور ایسا ہی سعید بن جبیرؒ و ابو العالیہ
و مجاہد و عکرمہ و حسن و قتادہ و زہری و ربیع بن انس سے مروی اور یہی ابو حنیفہ کا قول ہی اور ابن جریر نے اسپر اجماع نقل کیا ہی اور کہا گیا کہ ابو حنیفہ

کے نزدیک بعد تشریق کے اگر مکہ میں قیام کرے تو ادا کرنا جائز ہے۔ پھر یہ سب دس روزے ہوئے پھر قولہ تلک عشرۃ کاملۃ۔ اپنے ماقبل کی تاکید ہے جیسے عرب
بولتے ہیں کہ رایت بعینی۔ یعنے میں نے اپنی آنکھوں دیکھا سمعت باذنی۔ میں نے اپنے کانوں سنا۔ حالانکہ یہ کام تو آنکھ و کان ہی سے ہوتا ہے اور
ایسے ہی قولہ تعالے۔ ولا طائر یطیر بجناحیہ۔ پس فائدہ اس تاکید کا یہ ہے کہ یہ وہم نہو کہ تین روزے حج میں رکھیں یا سات روزے وطن میں آکر روزے رکھیں
(الزجاج) یا کہ عدد ختم ہونے پر دلالت کرے یہ وہم نہو کہ ابھی اور کچھ باقی ہے کما فی قولہ۔ وواعدنا موسی ثلثین لیلۃ واتممناہا بعشر فتم میقات ربہ اربعین
لیلۃ۔ اور بعض نے کہا کہ کاملۃ سے اسکے اکمال و اتمام کا حکم ہے اسکو ابن جریر نے اختیار کیا ہے بعض نے کہا یعنے ہدی سے کافی ہیں حسن بصری سے
روایت ہے کہ مراد یہ کہ ہدی کے بجائے کامل و پورے ہیں۔ قولہ ذلک لمن لم یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام۔ یہ اس شخص کے لیے جسکے اہل حاضر مسجد الحرام
نہوں یعنے ساکنین مکہ معظمہ نہوں اسمیں اختلاف ہے کہ یہ اشارہ کس طرف ہے پس بعض نے کہا کہ حکم کی طرف راجع ہے یعنے تمتع پر ہدی یا روزے کا واجب ہونا
یعنے ہدی یا روزے واجب ہونیکا حکم اس شخص کے لیے ہے جسکے اہل حاضری المسجد الحرام نہوں پس اگر حاضری المسجد الحرام ہونگے تو اسپر ہدی یا صیام واجب
نہونگے اگرچہ وہ تمتع کرے اور یہ شافعیؒ وغیرہ کا قول ہے اور یہ ضعیف ہے جیسا کہ معلوم ہوگا اور بعض نے کہا کہ تمتع کی طرف راجع ہے یعنے یہ تمتع اس شخص کے
واسطے ہے جسکے لوگ حاضری المسجد الحرام نہوں پس اہل حرم کے واسطے تمتع نہیں ہے۔ اور یہ ابو حنیفہ و مالک کا قول ہے کہ ان کے واسطے تمتع و قران کچھ نہیں
ہے اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو اسپر جرمانہ کی قربانی لازم آویگی کہ ذبح کرکے فقیروں کو تقسیم کرے خود نہ کھاوے اور ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر حکم کی طرف اشارہ ہوتا تو ذلک
علی من لم یکن۔ ہوتا یعنے یہ وجوب اس شخص پر ہے نہ ذلک لمن کیونکہ یہ نفع کے واسطے ہے۔ ابن جریر نے کہا کہ اہل تاویل نے اجماع کیا اس بات پر کہ اس سے
مراد اہل حرم ہیں اور اس بات پر کہ اہل حرم کے واسطے تمتع نہیں ہے پھر اختلاف کیا کہ وہ کون لوگ ہیں پس بعض نے کہا کہ اس سے خاص کر اہل حرم یعنے
اہل مکہ مراد ہیں چنانچہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ اہل حرم ہیں اور قتادہ نے کہا کہ ہمسے ذکر کیا گیا کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ تمہارے لیے متعہ نہیں
ہے بلکہ وہ اہل آفاق کے واسطے حلال کیا گیا ہے اور تم پر حرام کردیا گیا ہے تم میں کا آدمی تو حرم سے اتنی دور نکل جاتا ہے کہ اسکے اور حرم کے درمیان ایک
وادی ہو جاوے پھر عمرہ کا احرام باندھتا ہے اور عبد الرزاق نے طاؤس سے روایت کی کہ تمتع اہل مکہ کے واسطے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کے واسطے ہے جنکے
اہل حاضر حرم سے نہوں اور کہا کہ مجھکو ابن عباسؓ سے بھی مثل قول طاؤس کے روایت پہونچی ہے اور بعض نے کہا کہ مراد اہل حرم اور وہ لوگ ہیں جو حرم
و مواقیت کے درمیان رہتے ہیں یعنے مواقیت سے لیکر مکہ تک جو لوگ رہتے ہیں انکے واسطے تمتع و قران نہیں ہے۔ اور مواقیت یہ ہیں ذوالحلیفہ
و جحفہ و قرن و یلملم و ذات عرق۔ اور انکو مواقیت اسلیے کہتے ہیں کہ بدون احرام کے ان مقامات سے تجاوز نہیں کرسکتا ہے اور یہی
ابو حنیفہ کا قول ہے اور عبد الرزاق نے عطا سے روایت کی کہ مواقیت کے اندر رہنے والے اہل مکہ کے مانند ہیں کہ اسکے واسطے تمتع نہیں ہے اور ایسے ہی
ابن المبارک نے مکحول سے روایت کی ہے اور قولہ حاضری المسجد الحرام دراصل حاضرین بصیغہ جمع تھا نون بسبب اضافت کے ساقط ہوگیا اور اوپر کی
روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل سے مراد اپنے لوگ ہیں اور ابن جریر نے کہا کہ مراد زوجہ و اولاد جو اسکی پرورش میں ہوں باپ دادا و بھائی بند وغیرہ
مراد نہیں ہیں مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل کنایہ بذات خود ہے اور سراج میں بھی اسکی پیروی کی لیکن یہ ضعیف قول ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو حاضرۃ المسجد الحرام
ہوتا کما فی قولہ تعالے واسالہم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر۔ حالانکہ یہاں حاضری ہے فقط۔ قال الشیخ فی العرائس۔ قولہ تعالے واتموا الحج والعمرۃ للہ۔
حق سبحانہ و تعالے نے اہل حقیقت کے لائق ہر یہ واجب کیا کہ درگاہ عزت تک پہونچنے کے قصدوں کو پورا کریں یعنی جب مقام قدم کی زیارت کو متوجہ
ہونے کی حالت میں تمام حدوث سے مجرد ہو جاویں اور توحید کی پوری تحقیق کرنے میں اپنے کو فانی کرکے بقاء حق سے باقی ہونے میں تمام کائنات سے
مجرد ہو جاویں اور ربوبیت سے عارف ہونے کے قصد میں عبودیت کا لباس پہنیں تاکہ باطنی قبولیت ظاہری قبولیت کے ساتھ مل جاوے کیونکہ

انھون نے ابتداے حال مین اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب مین بسر وچشم فرمانبرداری کے ساتھ بَلٰی۔ جواب دیا تھا یعنے تو ہمارا پروردگار معبود حق موجود برحق ہی پس عہد پورا کرنے کے واسطے امر ظاہر کو درست کرین اور اسکے سامان مین سرگرم ہون یا بن طور کہ لبیک کہین یعنے ہم کر تیری فرمانبرداری مین سر جھکاتے دل وجان سے حاضر ہین پس حج تو اہل تمکین کے لیے ہی اور عمرہ اہل تلوین کے واسطے ہی اور حج کو جبہی پورا کرینگے کہ مناسک مین رب البیت کا مشاہدہ ہو یعنے اپنی خودی تک درمیان سے فراموش ہوا اور یہ سب لِلّٰہِ یعنے خالص بہ نیت الٰہی عزوجل ہو۔ فائدہ المترجم حاصل یہ ہی کہ حج وعمرہ یعنے قصد و زیارت ہی اور اشارہ یہی قصد بارگاہ حق وزیارت ملاک قدم اور اتمام یہ کہ دل سے تمام ماسواے حق کو ترک کرو اور اسکی عبادات ظاہری وباطنی مین تن وجان خرچ کرو و تو مراد کو پہونچو لیکن جسمانی عوارض بشریت کبھی مانع ہوتے ہین اور یہ جسم تمام جانورون میں انسان کے ساتھ یکسان شریک ہی۔ قولہ فان احصرتم یعنی اگر روکے گئے بشریت کے اوصاف جو تم مین پیدا کر دیے گئے ہین اگر انھون نے تمکو حقیقت کے بلند مقام پر چڑھنے سے روکا اور طبیعت جو امتحان مین ڈالی گئی ہی اگر اسکے امتحانی پردے تمکو مانع ہوے تو شرع وحقیقت کی راہ سے ادھر ادھر مت ڈال جاؤ بلکہ اپنے نفس کو اللہ تعالےٰ کے واسطے قربان کرو۔ فائدہ المترجم یعنے روح کو مقام عزت تک پہونچنے مین نفس وطبیعت جو بتلاے امتحان ہی رد کتی ہی خواہ اپنا نفس ہو اور اپنی طبیعت ہو یا غیر کا مثل کفار کے یعنی ظاہر انسے جہاد کرو اور باطن مین اپنی باطنی اخلاق مذمومہ سے تاکہ حقیقت تک پہونچو پھر اللہ تعالےٰ نے اوقات حج وممنوعات وحسن آداب کا ارشاد فرمایا بقولہ تعالےٰ

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ

حج کے کئی مہینے ہین معلوم پھر جسنے لازم کرلیا انمین حج تو بے پردہ ہونا نہین عورت سے نہ گناہ کرنا نہ جھگڑا کرنا حج مین

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ

اور جو کچھ تم کروگے نیکی اللہ کو معلوم ہوگی اور خرچ راہ لیا کرو کہ خرچ راہ مین بہتر ہی گناہ سے بچنا اور مجھسے ڈرتے رہو اے عقلمندو۔

اَلْحَجُّ۔ یعنے وقت حج کا اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ۔ مہینے معلوم ہین ف یعنے شوال وذوالقعدہ وعشرۂ ذی الحجہ مین اور بعض نے کہا کہ ذی الحجہ بھی پورا مہینہ ہی فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ۔ پھر جسنے ان مہینون مین حج کو فرض کرلیا ف یعنے اپنے اوپر ان مہینون مین حج کو باین طور فرض کیا کہ حج کا احرام باندھ لیا فَلَا رَفَثَ۔ تو رفث ندارد ف یعنے نہین جماع اسمین۔ وَلَا فُسُوْقَ۔ اور فسوق ندارد ف یعنے معصیت نہین چاہیے اور فسوق در اصل گناہ سے بڑھکر ہی۔ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔ اور جدال ندارد ہی حج مین ف یعنے جدال نہین چاہیے اور ایک قراءۃ مین رفث و فسوق وجدال سب کو رفع ہی۔ توضیح یہ کہ ابن کثیر وابو عمرو کی قراءۃ تو فلا رفثٌ ولا فسوقٌ ولا جدالَ۔ ہر دو اول مرفوع اور سوم بالفتح اور باسواے ابن کثیر وابو عمرو کے باقیون کی قراءۃ مین دونون اول کو بھی فتحہ ہی یعنے مبنی بر فتحہ ہین اور ان تینون مین نفی سے مراد نہی ہی اے مت ایسا کرو۔ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ۔ اور نیکی سے جو کچھ تم کرو اوسکو اللہ تعالےٰ جانتا ہی ف یعنے تمکو اسکی جزا یعنے ثواب عطا کریگا۔ اہل یمن بدون زاد و خرچ کے حج کرنے آتے پس لوگون کو بھار ہو جاتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا قولہ تعالےٰ۔ وَتَزَوَّدُوْا۔ یعنے زاد راہ و توشہ لو ف وہ چیز لیا کرو یعنے سفر کے لیے جو تمکو تمھارے مقصود کو پہونچاوے پس منزل آخرت کے لیے بھی توشہ لو اسطرح کہ جو حکم دیا گیا اسپر عمل کرو اور اپنی طرف سے نفل ادا کرکے تقویٰ پورا کرو۔ فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ کیونکہ سب سے بہتر زاد راہ تو یہی تقویٰ ہی ف کیونکہ دائمی وطن اصلی کے لیے یہی زاد راہ ہی جس سے وطن راحت پہونچو گے اور باقی منزل ودنیاوی وطن تو زندگانی جہان کا خیالی سامان ہی لیکن یہ سمجھ انھین کو ہوتی ہی جو عقل رکھتے ہین اور نصیحت انھین کو نافع ہوتی ہی لہذا فرمایا۔ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ۔ اور اے صاحبان عقل تم مجھ سے تقویٰ کرو اے خوف میرے ہی نافرمانی کے

غضب سے ڈرو اور میری ہی ناخوشی سے بچو اسوجہ سے کہ سواے حق تعالے کے باقی سب ہیچ ہے۔ واضح ہو کہ حج تو چند اعمال ادا کرنیکا نام ہے لیکن ہر وقت
نہین بلکہ اسکے ایام خاص ہین۔ وہ عرب مین زمانہ جاہلیت قدیم سے معروف و معلوم تھے اور انہی تواتر سے وہ تمام جہان والون کو معلوم ہوگئے فلا رفث
ولا فسوق۔ کے معنے۔ فلا ترفثوا ولا تفسقوا۔ یعنے رفث مت کرو اور فسوق مت کرو اور لا جدال فی الحج۔ یعنے جدال مت کرو درحالیکہ تم احرام مین
ہو۔ یعنے حج سے احرام حج کی حالت مراد ہے بلکہ مطلقًا احرام مین خواہ عمرہ ہو یا حج ہو یہ چیزین منع ہین۔ پھر جاننا چاہیے کہ الحج اشهر معلومات۔ مین
یا تو تقدیر یہ ہے۔ وقت الحج اشهر معلومات۔ یا۔ الحج حج اشهر معلومات۔ پس اول تقدیر پر وقت الحج سے یا تو وقت ادا ے حج لیا جاوے یا وقت احرام
الحج۔ پس بالاتفاق اداے حج تو ان مہینون کے سواے اور مہینون مین درست نہین ہے اور احرام حج مین خلاف ہے پس شافعی رح کے نزدیک حج کا
احرام بھی اور مہینون مین سواے ان ماہہاے معلوم کے درست نہین کیونکہ اللہ تعالے نے ان مہینون کو باقی سال کے مہینون سے مخصوص
کردیا ہے اور یہی قول ابن عباس رض و جابر و عطا و طاوس و مجاہد سے مروی ہے اور شافعی رح نے مسلم بن خالد کی روایت سے ابن عباس سے روایت کی کہ کسیکو
نہین چاہیے کہ حج کا احرام باندھے مگر انہین ماہہاے حج مین کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ الحج اشهر معلومات۔ اور مسلم بن خالد الزنجی جو شافعی کے
شیخ ہین اگرچہ ضعیف ہین مگر ابن ابی حاتم وغیرہ نے دیگر وجہون سے بھی ابن عباس سے روایت کی ہے پس ایک دوسرے کی مؤید ہین مترجم کہتا ہے کہ
مسلم بن خالد الزنجی مین راجح قول یہ ہے کہ وہ ثقہ معتمد ہین اگرچہ حفظ مین کچھ ہو۔ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین ابن عباس سے روایت کی کہ حج کا احرام نہ باندھے
مگر حج ہی کے مہینون مین اسواسطے کہ سنت حج سے یہ بات ہے کہ حج کے مہینون ہی مین حج کا احرام باندھے۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہے
اور صحابی نے جب کہا کہ سنت سے یہ بات ہے تو وہ اکثرون کے نزدیک حدیث مرفوع کے حکم مین ہوتی ہے اور شافعی و بیہقی نے روایت کی کہ جابر
بن عبداللہ رض سے سوال کیا گیا کہ حج کے مہینون سے پہلے حج کا احرام باندھے تو فرمایا کہ نہین۔ اور شافعی رح جو مسلم بن خالد سے روایت کی اسکے
مثل ابن مردویہ نے جابر رض سے مرفوعًا روایت کی اور ابن کثیر نے کہا کہ اسکی اسناد مین مضایقہ نہین ہے لیکن مرفوع روایت سے جابر کا قول موقوفا
اصح و اثبت ہے قال المترجم باوجود اس طول استدلال کے اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ سواے ماہہاے حج کے اور مہینون مین احرام صحیح نہین ہے
جیسا کہ شافعی کا مذہب ہے بلکہ غایت یہ کہ خلاف سنت ہے جسکا مآل یہ کہ مکروہ ہوگا۔ اور بر تقدیر ثانی یعنے الحج حج اشهر معلومات۔ یہ نکلتا ہے کہ حج کا احرام
ان مہینون مین بہ نسبت اور مہینون کے اکمل ہے اگرچہ اور مہینون مین بھی صحیح ہے اور سال کے تمام مہینون مین حج کا احرام صحیح ہونیکا قول ابراہیم نخعی وغیرہ
سے مروی ہے اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ و مالک و احمد و اسحق و ثوری و لیث بن سعد کا ہے مگر آنکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور مہینون مین احرام
حج کراہت کے ساتھ درست ہے اور امام مالک سے مشہور یہ ہے کہ بلا کراہت درست ہے اور قول ابوحنیفہ اصح ہے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ
یسئلونک عن الاہلۃ قل ہی مواقیت للناس والحج۔ پس معلوم ہوا کہ سب چاند احرام حج کے میقات ہین اور نیز دو نسک مین سے ایک حج و دوسرا
عمرہ ہے اور احرام عمرہ تمام سال مین درست ہے پس ایسا ہی احرام حج بھی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ احرام درست ہے اور مکروہ ہونا بدلیل ان روایات کے
ہے جو مذہب شافعی کے بیان مین گذرین پس ظاہر ہوا کہ ابوحنیفہ رح کا مذہب سب دلائل کا جامع ہے۔ وایاک ان تتفوہ کما تفوہ بعض الناس بان ایۃ
المواقیت عامۃ والاشہر خاصۃ والخاص مقدم علی العام وبان القیاس علی العمرۃ مصادم للنص باطل لانہ ظہران لا معارضۃ بینہما وانما الکراہیۃ بخلاف
السنۃ الاولی ما کان الا کراہۃ ایضا وانما منعنا ان تتکلم مع ہذا المتفوہ بالاصول لان کلام ینادی بجہالتہ بہا فافہم۔ پھر یہ جو فرمایا کہ اشهر معلومات
تو معلومات کے یہ معنے ہین کہ حج تمام سال مین ایک مشتبہ جانے بوجھے مہینون مین ہے عمرہ کے مانند نہین ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے
معلوم ہین یا مخاطب لوگ خود جانتے ہین کہ ان مہینون سے تقدیم و تاخیر نہین ہوتی ہے۔ پھر بخاری رح نے فرمایا کہ ابن عمر نے کہا کہ وہ شوال و ذوالقعدہ

دسویں دن ذی الحجہ کے ہیں اور اسکو ابن جریر رحمہ اللہ نے بالاسناد روایت کیا اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور حاکم نے بھی روایت کر کے کہا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور ابن کثیر نے کہا کہ یہی قول حضرت عمر و علی و ابن مسعود و عبد اللہ بن الزبیر و ابن عباس و عطاء و طاؤس و مجاہد و ابراہیم نخعی و شعبی و حسن و ابن سیرین و مکحول و قتادہ و ضحاک و ربیع بن انس و مقاتل سے مروی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ و شافعی و احمد و ابو یوسف و ابو ثور کا مذہب ہے مگر شافعی رح کے نزدیک ذی الحجہ کی نو دن و دسویں رات تک ہے اور ابن جریر نے کہا کہ دو مہینہ کامل اور کچھ تیسرے مہینہ پر اطلاق اشہر یعنی لفظ جمع کا لغۃ ہے باوجودیکہ تین مہینے پورے بھی نہیں ہیں قال المترجم یہاں سے یہ فائدہ ثابت ہو گیا کہ ثلثۃ ایام فی الحج میں تین روزے ایام حج یعنی نویں تک ہو جانے چاہیے ہیں اور بعد دسویں کے ایام تشریق کے روزے رکھنا ایام حج میں نہونگے کما مر۔ اور امام مالک رح نے اور قدیم قول میں شافعی نے کہا کہ شوال و ذو القعدہ اور پورا ذی الحجہ ہیں اور یہی ابن عمر رض سے مروی ہے چنانچہ ابن جریر و ابن ابی حاتم نے باسناد صحیح انسے روایت کیا ہے اور یہ بعض تابعین سے بھی نقل کیا گیا ہے اور شاید مطلق یہاں اسی مقید پر محمول ہوگا ولیکن مذہب مالک یہی ہے کہ پورا ذی الحجہ بھی ایام حج میں ہے اور فائدہ خلاف کا جب ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً طواف حج میں تاخیر ہو گئی یعنی اسنے دسویں ذی الحجہ کو طواف نہیں کیا حتی کہ ایام حج گذر گئے۔ تو امام مالک کے نزدیک چونکہ پورا ذی الحجہ ماہ حج میں سے ہے اسپر تاخیر کے جرم میں قربانی لازم نہ آویگی اور امام ابو حنیفہ وغیرہ جنکے نزدیک ذی الحجہ کی دس ہی روز ہیں انکے نزدیک تاخیر سے جرم کی قربانی لازم آویگی اور مالک رح کے نزدیک آخر ذی الحجہ تک ہونے کے یہ معنے ہیں کہ وہ مخصوص حج کے ایام میں ہو گیا ہے یعنی باقی ذی الحجہ میں عمرہ کرنا مکروہ ہے اور یہ معنے نہیں ہیں کہ دسویں رات کے بعد بھی حج کرنا صحیح ہے اور ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد سے طارق بن شہاب سے روایت کی کہ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کہ حج اشہر معلومات ہیں ان میں عمرہ نہیں ہے۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اسناد صحیح ہے قال المترجم اسمیں یہ اشکال پیش آتا ہے کہ حضرت صلعم نے ایام حج میں عمرے ادا کیے ہیں اور غایت جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ان مہینوں کو خصوصیت صرف ایام حج ہی سے ہے عمرہ کو اسمیں دخل نہیں ہے فتامل واللہ اعلم۔ قولہ فمن فرض فیہن الحج۔ ابن جریر نے فرمایا کہ اس امر پر اجماع ہوا کہ فرض سے یہاں ایجاب و الزام مراد ہے یعنی واجب کر لیا یا لازم کر لیا ان مہینوں میں اپنے اوپر حج کو۔ اپنے پر لازم کر لینا احرام سے ہوتا ہے پھر شافعی رح کے نزدیک احرام باندھنا فقط نیت سے متحقق ہو جاتا ہے اور ابو حنیفہ نے کہا کہ تلبیہ کہنے سے یا ہدی آگے ساتھ روانہ کرنے سے متحقق ہوتا ہے اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ فمن فرض فیہن الحج۔ اسی جسنے احرام باندھا حج یا عمرہ کا۔ اور عطاء نے کہا کہ فرض سے مراد احرام ہے اور ایسا ہی ابراہیم و ضحاک وغیرہ سے مروی ہے اور ابن عباس سے عکرمہ نے روایت کی کہ جسنے ان مہینوں میں حج کا احرام باندھا اسکو نہیں چاہیے کہ حج کا تلبیہ کہہ کر پھر کسی مقام میں مقیم ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن مسعود و ابن زبیر و مجاہد و عطاء و ابراہیم و عکرمہ و ضحاک و قتادہ و سفیان ثوری و زہری و مقاتل سے اسیکے مانند مروی ہے اور طاؤس و قاسم نے کہا کہ وہ تلبیہ ہے قال المترجم یہ مذہب امام ابو حنیفہ کی تقویت کرتے ہیں۔ قولہ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ ابن عباس کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رفث اپنی عورت سے جماع یا جماع کی تعریض یا عورتوں کے سامنے ایسا ذکر کرنا ہیں عورتوں کے سامنے ہوتا ممنوع کلا اور ابن عمر سے مروی ہے کہ جماع یا فحش بالفعل کہنا اور بنا بریں عورتوں کی پیٹھ پیچھے بھی تعریض ممنوع ہوگی اور رفث بمعنے جماع تو ابن عباس و ابن عمر اور ایک جماعت فقہاء سے تابعین سے مروی ہے اور فسوق در اصل کہتے حدود شرعی سے باہر ہو جانا اور طاعت سے نکل جانا۔ شیخ ابن کثیر نے کہا وہ معصیت ہے بلکہ کفر سے درجہ دوم ہے۔ اللہ تعالی نے کرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان۔ تو فسوق بعد کفر کے اور قبل عصیان کے ہے۔ اور ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ سب معاصی ہیں اور ابن عمر کہتے تھے کہ حرم میں معصیت کا مرتکب ہونا اور ابن عباس نے فسوق کی تفسیر گالی گلوچ سے بھی کی اور ضحاک نے کہا کہ وہ برے القاب سے یاد کرنا اور ابن عباس کی تفسیر معاصی کے مانند عطاء و سعید بن جبیر و مجاہد و قتادہ و ابراہیم و زہری و ثوری نے تابعین سے مروی ہے اور ابن جریر نے اختیار کیا کہ فسوق اس مقام پر [illegible]

جنکا ارتکاب حالت احرام مین منع ہی جیسے شکار مارنا و ناخن کاٹنا و بال کترنا وغیرہ جیسا کہ ابن عمرؓ سے مروی ہی اور حق یہ ہی کہ کسی معصیت کی تخصیص ظاہر نہین
ہوتی ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ جنھون نے جمیع معاصی سے تفسیر کی انھین کا قول صواب ہی۔ اور لا جدال ماخوذ ہی جدل بمعنے فتل سے اور مستعمل ہوتا ہی بمعنے
خلافت و لڑائی جھگڑا اور یہان دو قول ہین ایک یہ کہ آ جدال فی الحج۔ یعنے کچھ جھگڑا نہین وقت حج مین یعنے اسکے مناسک مین کیونکہ اللہ تعالے نے اسکو
واضح فرما دیا ہی یہ مجاہد و سدی سے مروی ہی اور مالک عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے یہ مضمون مروی ہی کہ عرب کے لوگ جدا جدا موقف پر جھگڑتے اور جدال کرتے
کہ ہمارا موقف بھی موقف ابراہیم ہی پس اللہ تعالے نے اسکو قطع کر دیا کہ اپنے نبی صلعم کو مناسک سکھلا دیے اور قاسم بن محمد سے روایت ہی کہ جدال یہ کہ ایک
کہے حج کل ہوگا اور دوسرا کہے کہ آج ہی اور ابن جریرؒ نے ان سب اقوال کا مضمون لیا اور کہا کہ جدال سے مراد حج مین جھگڑا قطع کرنا اور دوسرا قول یہ ہی کہ
جدال سے مخاصمت ہی چنانچہ ابن عباس سے روایت ہی کہ فرمایا جدال یہ کہ تو اپنے ساتھی سے مخاصمت کرے یہانتک کہ اسکو غصہ آ جاوے اور ایسا ہی
ابن مسعودؓ سے مروی ہی اور عطاء و ابو العالیہ و مجاہد و عکرمہ و سدی و ابراہیم نخعی و بہتیرے علماے تابعین نے بھی ایسا ہی کہا ہی اور عکرمہ سے روایت ہی کہ جدال
یہ کہ کسی مسلمان کو غصہ دلاوے مگر آنکہ اپنے مملوک کو عتاب کرے بدون اسکے کہ اسکو مارے پس وہ غصہ مین آ جاوے تو انشاء اللہ تعالے مضائقہ نہین ہی
شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اگر مملوک کو مارے تو بھی روا ہی کیونکہ امام احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ کی حدیث اسماء بنت ابی بکر مین ہی کہ ابو بکرؓ نے اپنے غلام کو
جسنے پانیکا لدا ہوا اونٹ کھو دیا تھا مارا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے اور تبسم فرماتے اور کہتے کہ اس محرم یعنے احرام باندھے ہوے کو دیکھو کیا کرتا ہی۔
مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسواسطے اسکو مارا کہ وہی اونٹ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زاد راہ تھا چنانچہ روایت مین اسطرف اشارہ
ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکرؓ کا سامان باہم ملا ہوا تھا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے گویا اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مارا
ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس قول مین ایک لطیف اشارہ ہی کہ ایسا نہ کرنا اولی ہی اور عبد بن حمید نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جسنے اپنا نسک پورا کیا اور مسلمان لوگ اسکی زبان و ہاتھ سے سلامت رہے تو اسکے اگلے گناہ بخشے گئے۔ اور نقل کیا گیا کہ طبرانی نے ابن عباسؓ سے
روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رفث عورتون سے جماع کی تعریض کرنا اور فسوق تمام معاصی ہین اور جدال یہ کہ اپنے ساتھی سے مخاصمہ
کرے۔ مترجم کہتا ہی کہ اگر سند صحیح ہو تو کافی ہی۔ اور قولہ فی الحج۔ یہان ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لانے مین شان حج کے ساتھ کمال اعتنا کا اظہار ہی اور حکم مذکور کی
توجیہ و سبب کا اشارہ ہی کیونکہ زیارت بیت مستلزم امور کے ترک کے موجب ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ یہان لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ کو نفی کے
ساتھ بطور خبر بیان فرمایا حالانکہ مراد نہی ہی تو یہ مبالغہ ہی اور دلالت ہی کہ حج ایسے عظیم الشان عبادت مین ایسی قبیح باتین گویا موجود ہی نہین ہو سکتی ہین
پس یہ خبر بمعنے نہی ہی اور ابن العربی رحمہ اللہ نے کہا کہ خبر بمعنے نہی نہین پائی گئی اور نہ پائی جاسکتی ہی اسواسطے کہ ان دونون کی حقیقت مختلف اور
وصف مین تباین ہی اور قولہ تعالے فلا رفث الخ مین رفث پائے جانے کی نفی نہین ہی بلکہ اسکے مشروع ہونے کی نفی ہی یعنے حج مین رفث و فسوق
و جدال مشروع نہین ہی کیونکہ رفث وغیرہ تو حج مین بعضے لوگون سے پایا جاتا ہی اور اللہ تعالے نے جو خبر دی اسکے برخلاف پایا جانا محال ہی پس
نفی کا مرجع یہ ہی کہ یہ چیزین مشروع طور پر نپائے جاوینگے اور محسوس طور پر پائے جانے کی نفی نہین ہی پس جو پایا گیا وہ خلاف حکم شرع پایا گیا اور کہا کہ یہ
دقیقہ علما سے چھوٹ گیا ہی قولہ وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ۔ پہلے شر یعنے بدکاری سے نہی فرما دی یا خبر دے دی کہ وہ مشروع نہین ہی اسکے پیچھے ہی خیر یعنے
نیکوکاری پر آمادہ کر دیا تاکہ ان قبیح چیزون کی جگہ خوب چیزون سے بدلا کیا جاوے اور گویا یہ زیادہ بلیغ بایں معنے ہی کہ ان قبیح چیزون سے باز رہنا خود مستلزم
خیر نہوا کیونکہ رفث نہو تو کلام خوب ہوگا اور فسوق نہو تو نیکی ہی اور جدال نہین تو وفاق ہوگا پھر فرمایا کہ جو نیکی کرو اسکی اللہ تعالے جزا دیگا پس سواے
انکے بھی نیکی پر آمادگی دلائی اور حاصل آنکہ مطلع لفظ خیر ہوشے زیادہ پر زیادہ فافہم۔ قولہ وتزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ یعنے زاد راہ لیا کرو اسلئے کہ

جو تمہارے سفر کو پورا کرے اور سب سے بھلا زاد راہ تو تقوی ہے اور ظاہر یہ تھا کہ التقوی خیر الزاد کیونکہ تقوی کو خیر زاد ثابت کرنا منظور ہے ولیکن ظاہر کے خلاف
میں بلاغت ہے کیونکہ خیر الزاد التقوی کہنے کے معنے یہ ہو گئے کہ خیر زاد جسکو چاہئے ہو تقوی ہے پس فائدہ یہ حاصل ہوا کہ خیر زاد اور تقوی دونوں متحد ہیں
اور ابن کثیر کی تفسیر میں ہے کہ ابو داؤد نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ اہل یمن حج کو آتے اور زاد راہ نہیں لیتے اور کہتے کہ ہم متوکل
لوگ ہیں تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا وتزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ اور اسکو بخاریؒ وابن حبان نے بھی روایت کیا اور نسائی وابن ابی حاتم کی روایت
میں بجائے اہل یمن کے کچھ لوگ یعنے مبہم ہے اور اس مبہم کی تفسیر روایت ابو داؤد ہے اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ کچھ لوگ اپنے اہل سے نکلتے انکے
پاس زاد راہ نہیں ہوتا اور کہتے کہ ہم بیت اللہ کا حج کرتے ہیں کیا وہ ہمیں کھانے کو نہ دیگا پس اللہ تعالے نے فرمایا کہ زاد راہ وہ چیز لے لیا کرو جو تمہارے
منھوں کو لوگوں سے باز رکھے۔ اقول ابن الجوزی نے کہا کہ ان لوگوں پر ابلیس نے اپنا جال پھیلایا کہ بغیر زاد راہ نکل کھڑے ہوئے اور اسکو توکل سمجھا
حالانکہ یہ بڑی خطا ہے یعنے توکل تو یہ ہے کہ ہر چیز جو تدبیر حواس سے میسر آوے اس سب میں اللہ تعالے ہی کی قدرت جانے کہ اسی نے حواس دیے اور اسی کی قدرت
سے کام ہوا اور اسی کے پیدا کرنے سے یہ انجام ہوا تاکہ امتحان میں رہے اور حواس و تدبیر کو درمیان سے خارج کرے فافہم فانہ حق نفیس۔ اور ابن جریر
وابن مردویہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب احرام باندھتے اور انکے ساتھ انکے توشے ہوتے تو انکو پھینک دیتے اور از سر نو
زاد راہ مہیا کرتے پس اللہ تعالے نے اتارا۔ تزودوا فان خیر الزاد التقوی پس اس سے منع کر دیے گئے اور حکم کیے گئے کہ آٹا و ستو اور کعک زاد راہ لیں
(کعک روٹی)
اور یہی ابن الزبیر وابو العالیہ ومجاہد وعکرمہ وشعبی ونخعی وسالم بن عبد اللہ وقتادہ وربیع وغیرہ نے کہا ہے اور سعید بن جبیر سے اسکے مانند مروی ہے اور کعک
کی جگہ خشکنانج مذکور ہے اور وہ خشک نان کی تعریب ہے اور مراد کعک ہیں اور ابن عمرؓ نے کہا کہ آدمی کے کرم میں سے یہ بات بھی ہے کہ سفر میں اسکا زاد راہ
طیب یعنے حلال ہو یعنے اگر ایسا کرے تو کریم النفس ہے۔ قال المترجم لوگوں کو سفر دنیا کے توشہ کا حکم کیا تو آخرت کے توشہ کا بھی ارشاد کیا۔ فان خیر الزاد
التقوی۔ یعنے سفر آخرت میں تقوی ساتھ لو جیسے فرمایا ہے۔ ولباس التقوی ذلک خیر یعنے پہلے لباس ظاہری کے ذکر کے بعد لباس باطنی معنوی
کی طرف ارشاد کیا کہ وہ تقوی ہے اور وہ ظاہری سے بہتر و نافع تر ہے اور عطاء خراسانی نے فان خیر الزاد التقوی میں کہا کہ مراد زاد آخرت ہے اور جریر بن عبد اللہ
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا کہ جو دنیا میں توشہ مہیا کریگا آخرت میں اسکو نافع ہوگا اخرجہ ابو القاسم الطبرانی۔ اور مقاتل نے کہا
کہ جب یہ آیت۔ تزودوا۔ اتری تو فقرا مسلمین میں سے ایک نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نہیں پاتے جسکو زاد راہ لیں تو فرمایا کہ اتنا
زاد راہ مہیا کر کہ جس سے اپنے منہ کو لوگوں سے باز رکھے اور سب سے اچھا جو زاد راہ تم لو وہ تقوی ہے رواہ ابن ابی حاتم۔ قولہ تعالی واتقون یا اولی الالباب
ای واتقونی بحذف یا متکلم اور یہ بھی حذف ہوتی ہے مانند۔ ربہ اغفرلی وغیرہ کے اور الباب جمع لب یعنے خالص ہر چیز اور مراد وہ عقل جو خالص ہو وہم
حواس و خواہش نفس کے لگاؤ سے قال البیضاوی پہلے انکو تقوی پر آمادہ کیا پھر واتقون سے حکم دیا کہ مقصود اسکا فقط اللہ تعالے ہی ہو پس
ماسوائے اللہ تعالے سب سے منہ پھیر لو اور ہر چند کہ تقوی تمام لوگوں سے مطلوب ہے کہ کوئی ہو لیکن چونکہ یہ مقتضائے عقل خالص صافی ہے اسواسطے
خطاب خاص کر اولو الالباب کو فرمایا ہے اور یہ بلاغت کلام ہے کہ جمیعت میں سے دانا کو حکم دیا جاتا ہے پھر وہ سب لوگوں کو سمجھا دیتا ہے۔ ف
عرائس میں کہا قولہ الحج اشہر معلومات۔ اللہ عزوجل نے بندگی کرنے کے اوقات ظاہر کر دیے تاکہ اسکے بندے اسکی خدمتگاری میں [illegible]
سہو جاویں اور اپنی سستی سے اسکے عتاب و غضب میں نہ پڑ جاویں اور نیز اوقات بیان فرمائے تاکہ امتحان کی زحمت و رنج سے مشتاقان الرحمن کے نفوس
منتقل ہونے اور دیدار ربوبیت سے کشادگی حاصل کرنے کے ساتھ بندگی کے بوجھ سے اہل معرفت کو آرام و دلجمعی حاصل ہو اور حق عزوجل نے
اپنے خالص لوگوں کے لیے مسند قربت پر جگہ پانے کے واسطے صفا و وفا و طمانیت و یقین و جمع ہمت کے اوقات مقرر کر دیے تاکہ یہ دنیا ان لیں اسکے

جناب بزرگ کی طرف قصد کرنا بہن نہیں پڑتا مگر انھیں اوقات معلومہ میں - قال المترجم یعنے اہل حق کو آگاہ کر دیا کہ میری بارگاہ کا قصد البتہ حال دونون وقتون میں کرو کہ دل وقت صاف ہو بلا کدورت اور وفاداری پر جمے ہو یعنے جو تم نے عہد کیا ہی اسکی وفاداری اور دل و جان سے میری بندگی پر مضبوط ہو اور قلب تمھارے میری یاد سے مطمئن ہون اور میری ہر بات پر تمکو یقین کامل ہو اور تمھاری ہمت سوائے میرے ادھر ادھر پریشان نہو بلکہ تقوی فادر یقین کرکے دل جمعی ہو پس جبتک باتین ہونگی تو ان اوقات میں قصد کرنے سے میری بارگاہ میں پہونچوگے اور یہ سب باتین آیات و احادیث سے ماخوذ ہین شیخ نصرآبادی رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے عبادات کے واسطے اوقات مقرر فرمائے ہین تاکہ بندہ انکے وقت سے پہلے انکو طہارت سے ادا کرنے کی غرض سے مستعد با سامان ہو رہے اور معرفت کے واسطے کوئی وقت مقرر نہ کیا تاکہ ایسا نہو کہ بندہ کبھی کبھی حال مین مشاہدہ کے مراقبہ سے اپنے باطن کو خالی چھوڑ دے - قولہ فان خیر الزاد التقوی - حق عز و جل کی طرف متوجہ ہونے کی حالت میں کسی غیر کی طرف رخ کرنے اور ملتفت ہونے سے بچے رہو کیونکہ ہر حال میں تمھارا توشہ و بھروسا وہی ہی سوائے اسکے تم کسیکے محتاج نہیں ہوتے ہو - یعنے کافرون منکرون بدعتیون کی مرادین غیر کی طرف محض بد اعتقادی ہی جاتی ہیں کہ جسکو دیتا ہی وہی دیتا ہی - اور نیز اشارہ ہی کہ جب تمنے چاہا کہ ہم غفلت کی کاریٹ میدان قطع کرین اور ازلیت کا لمبا بیابان طی کر جائین تو ملک غیب کی سیر کے واسطے اپنی عاشق روحون کے لیے نور وحدت سے توشہ لیکر قالب کے گھوڑون پر سوار ہو جاؤ اور اور حق گم کر دینے سے ڈرو کیونکہ وصال حق چاہنے میں سچے بھلا توشہ یہی کہ اسی کے طالب و اسی کے محتاج رہو - قولہ واتقون یا اولی الالباب - یعنے اے عقل والو کیونکہ عقلون کے نور سے تمھین خاص لوگ ہو پس جنکی عقل میں صفت عظمت آگئی اسکا دل میرے امتحان والے گھر میں یعنے دنیا میں نہیں لگتا ہی اور بعض نے کہا کہ اسمین خاص لوگون کو خطاب ہی کیونکہ عارف کے پاس سوائے اسکی معرفت کے جسکو پہچان گیا ہی اور کچھ توشہ نہیں ہی اور محب کے پاس کچھ زاد راہ سوائے محبوب کے نہیں ہی ع تیرا شوق دیدار رہبر ہی سارا + چلے ہم تو توشہ یہی تھا ہمارا + واتقون یا اولی الالباب شیخ واسطی رح نے فرمایا کہ ایسے ہی اہل عقل لوگون کو خطاب کیا کیونکہ انھین کو محبوب و پسند کر لیا ہی اور کہا گیا یعنے اے ٹھیک سمجھ والے لوگو میری طرف متوجہ ہو کر جو فرماتا ہون اسکو سمجھ لو اور نیز واسطی رح نے فرمایا کہ وہ خاص لوگون میں ہین اور عموم کے لیے انکی واحد راہ نہیں لکھی گئی ہی -

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ

کچھ گناہ نہیں تمپر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا پھر جب طواف کو چلو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک

الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا ھَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ۝ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ

مشعر الحرام کے اور اسکو یاد کرو جس طرح تمکو سکھلایا اور تم تھے اس سے پہلے راہ بھولے پھر طواف کو چلو

حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

جہان سے سب لوگ چلین اور گناہون کی بخشش مانگو اللہ سے اللہ ہی بخشنے والا مہربان

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ - تمپر کچھ بھی گناہ نہیں ہی ف اس بات میں کہ - اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ - تم چاہو فضل یعنے رزق اپنے رب سے ف باین طور کہ حج مین تجارت کرو حالانکہ لوگون نے اسکو مکروہ جانا تھا - یہ درمیانی بیان ہی بعد اسکے حج کا بقیہ حکم ارشاد فرمایا لقولہ تعالے فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ - پھر جب تم عرفات سے روانہ ہو ف یعنے جب عرفہ کے روز عرفات مین وقوف کرکے سورج ڈوبنے کے بعد بجانب مزدلفہ روانہ ہوا اور رات مین مزدلفہ میں ہو - صبح کی نماز اول طلوع فجر ہوتے ہی پڑھکر وقوف کرو - فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ - تو مشعر الحرام کے پاس اللہ تعالے کو یاد کرو ف تکبیر و لبیک وغیرہ کے ساتھ - اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشعر الحرام کے پاس برابر ذکر الٰہی کرتے رہے

یہانتک کہ خوب اُجالا ہوگیا روانہ ہوئے مسلم پھر سورج نکلنے سے پہلے روانہ ہوئے مشعر الحرام کو قزح بھی کہتے ہیں وہ مزدلفہ کے آخر میں ایک پہاڑ ہی پھر اس یاد آلٰہی تعالےٰ کا
احسان انکے حق میں بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ - اور اللہ تعالےٰ کو یاد کرو کہ اُسنے تمکو ہدایت کی ف مناسک حج و معالم
دین ٹھیک کر کے سکھلا دیے جن کو مشرکون نے بگاڑ دیا تھا تو اس نعمت پر شکر کے ساتھ یاد کرو - وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّیْنَ
بیشک تم اس سے پہلے البتہ گمراہون مین سے تھے ف ان کنتم یعنے انہ کنتم - غرض کہ اللہ تعالےٰ نے تمکو ہدایت کر کے گمراہی سے نکالا - واضح ہو کہ
قریش اپنے آپکو دین مین اعلیٰ و مجاور کعبہ کہکر مشعر الحرام سے آگے نجاتے اور باقی عرب سب عرفات جاتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے رد کر دیا کہ - ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ
حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ - پھر تم یعنے قریش بھی وہین سے چلو جہان سے لوگ چلین ف برابر عرفات تک جا کر وہان سے مزدلفہ کی راہ چلو -
واضح ہو کہ منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے دوسرا راستہ ہی پھر عرفات سے مزدلفہ آتے - وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ - اور اللہ تعالےٰ
سے اپنے گناہون کی بخشش مانگو اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہی ف شان نزول اس آیہ کا یہ ہی کہ زمانہ جاہلیت مین اسلام سے پہلے عرب والے موسم حج مین تجارت
خرید فروخت کرتے اور حج بھی ادا کرتے پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو اہل اسلام نے اس سے پرہیز کیا کہ کہین گناہ نہو اور حج کا ثواب نہ ملے تب یہ آیت اُتری
چنانچہ بخاری رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ جاہلیت مین عکاظ و مجنہ و ذوالمجاز بازار مین ہوتی تھین پھر مسلمانون نے موسم حج مین تجارت کرنے سے گناہ کے
خوف سے پرہیز کیا پس یہ آیت نازل ہوئی - لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج - اور ابوداؤد وغیرہ کی روایت مین ابن عباس سے ہی کہ
موسم حج کے زمانہ مین لوگ خرید و فروخت و تجارت سے پرہیز کرتے تھے اور کہتے کہ یہ یاد آلٰہی کے ایام ہین پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا لیس علیکم جناح
ان تبتغوا فضلا من ربکم - اور علی بن طلحہ نے ابن عباس سے اسکے معنے یہ روایت کیے یعنے تم پر احرام سے پہلے یا احرام کے بعد خرید و فروخت مین حرج
نہین ہی - پس اس آیت مین تجارت کے واسطے رخصت ہی یعنے حج کے واسطے خالص نیت کرے اور اسکے طفیل مین رزق کمانا بھی روا ہی اور ابن کثیر
کی تفسیر مین ہی کہ عطاء نے روایت کی کہ ابن عباس یون پڑھا کرتے لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج - جیسا کہ بخاری نے ابن عباس سے
روایت کیا اور ایسی ہی عبد الرزاق اور سعید بن منصور اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کیا ہی - اقول مواسم الحج - کا لفظ ابن عباس نے بطور
تفسیر کے پڑھا ہی اور یہ مراد نہین کہ داخل آیت ہی جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ کی روایت ابن عباس سے ظاہر ہی قال ابن کثیر اور ایسی ہی تفسیر کیا ہی آیہ کریمہ
کو مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و منصور بن معتمر و قتادہ و ابراہیم و ربیع بن انس وغیرہ نے ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ ای ابو عبد الرحمٰن ہم لوگ
مزدوری پیشہ ہین کہ مکہ کی طرف آج کل لوگون کو کرایہ پر سوار کرا لاتے ہین اور حج کی نیت بھی کرتے ہین کچھ لوگ گمان کرتے ہین کہ ہم لوگون کا حج ہی نہین
ہوتا تو آپ کے نزدیک ہمارا حج ہوتا ہی یا نہین تو فرمایا کہ کیا تم لوگ ان آدمیون کی طرح احرام نہین باندھتے اور طواف نہین کرتے اور رمی جمار
نہین کرتے ہو اسنے کہا کہ ہان کرتے تو ہین پس فرمایا کہ تب تو حاجی ہی پھر کہا کہ ایک شخص نے نبی صلعم کے پاس آکر اسی بات کا سوال کیا تھا جو تو نے مجھسے
سوال کیا پس آنحضرت صلعم نے اسکو کچھ جواب نہین دیا یہانتک کہ یہ آیت اُتری - لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم - پھر آنحضرت صلعم نے اس
شخص کو بلا کر یہ آیت پڑھ سنائی اور فرمایا کہ تم لوگ حاجی ہو - اس حدیث کو امام احمد و ابوداؤد و عبد الرزاق نے ابن عمر سے مرفوعا اور ابن ابی حاتم نے
اور ابن جریر نے دوسری وجہ سے ابن عمر سے مرفوعا روایت کیا اور ابن جریر نے مانند اسکے ابن عمر سے موقوفا روایت کی ہی اور ابن جریر نے ابو صالح سے
جو حضرت عمرؓ کے آزاد کیے ہوئے غلام تھے روایت کی کہ مین نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ ای امیر المومنین کیا تم لوگ حج مین تجارت کیا کرتے تھے یعنے زمانہ جاہلیت
مین عرب ایسا کیا کرتے تھے تو فرمایا کہ ان لوگون کی کمائی ہی نہین ہوتی تھی سوا ایام حج مین اقول اسمین اشارہ نکلتا ہی کہ حضرت عمرؓ بذات خود ایسا
نہین کرتے تھے اس بیان سے ظاہر ہوا کہ کچھ لوگ تو تجارت سے تقویٰ کرتے تھے اور کچھ لوگ تھے کہ تاجرون کو کہتے کہ حاج نہین داج ہین پس آیہ کریمہ

دل والون کے لیے رخصت ظاہر کرنے کو اور دوم والون سے کے رد کرنے کو نازل ہوئی ہے۔ اور عکاظ بالضم عین مہملہ وآخر ظاء معجمہ قبیلہ قیس کا بازار تھا اور مجنہ
بالفتح میم وجیم وتشدید نون قبیلہ کنانہ کا بازار تمر الظہران پر تھا اور ذو المجاز بذال وبفتح میم وجیم وآخر زاء معجمہ ہذیل کا بازار تھا۔ اور فضلا یعنے رزق ہے
کمافی قولہ تعالے۔ وابتغوا من فضل اللہ۔ اور آیت سے رخصت ثابت ہوتی ہے لیکن تجارت مین مشغول نہونا اولی ہے یا تو اول وہ جسکے دل مین کراہت
سمائے اسکو تجارت کرنا اولی ہے تاکہ نفس کو مردود کرکے حکم الٰہی پر مطیع کرے۔ قولہ فاذا افضتم من عرفات۔ محاورہ مین کہتے ہین فاض الاناء ای پیالہ
لبریز ہوگیا کہ کنارون سے کچھ بہنے لگا اور افضت الماء ای مین نے کثرت کے ساتھ پانی بہا دیا۔ پس وہ متعدی ہے اسی سے کہا گیا کہ اصل افضتم انفسکم تھا ای چلایا
تمنے اپنے آپکو پس گویا انکی کثرت سے انکو مثل پانی کے سیلان کے قرار دیا ای جب تم عرفات سے رو کی طرح چل نکلو۔ اور اسمین لطافت ہے قال ابن کثیر
عرفات منصرف ہوا اگرچہ علم لبعینہ مونث ہے اسواسطے کہ دراصل وہ مثل مسلمات ومومنات کے جمع عرفہ ہے پھر اس سے ایک خاص مقام کا نام رکھدیا گیا
پس سمین اصل کی رعایت کی گئی تو منصرف پڑھا گیا۔ اختارہ ابن جریر بعض نے زعم کیا کہ دراصل اسکا واحد عرفہ نہین جیساکہ فراء نے کہا اور
لوگ جو عرفہ اس مقام کو بولتے ہین وہ مولدین کی لغت ہے محض عربی نہین ہے اقول یہ قابل تسلیم نہین ہے کیونکہ فصحاء عرب کے کلام مین اس مقام کا نام عرفہ
واقع ہوا ہے پس مولد لغت ہونا مسلم نہین ہان یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ عرفہ وعرفات بمعنے واحد ہین اسواسطے کہ وہان متعدد مقامات نہین کہ ہر ایک کا نام عرفہ ہو پھر
جمع عرفات ہو اور بعض نے کہا کہ اسمین تانیث ہی نہین کیونکہ تاء ملفوظ تو علامت جمع مونث ہے اور تاء مقدر یہان بوجہ تاء مذکور کے ہو نہین سکتی اقول یہ
توجیہ مناسب اسوقت ہے کہ مثل دیگر مقامات کے نامون کے عرفات بھی ایک بقعہ کا اسم مرتجل قرار دیا جاوے کما قال ابن عطیۃ قال ابن کثیر اور اس
مقام کو عرفات اس لیے کہتے ہین کہ عبد الرزاق نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے جبرئیل کو ابراہیم علیہما السلام کے پاس
بھیجا انھون نے ابراہیم کو حج کرایا یہانتک کہ جب عرفات کے مقام پر آئے تو بولے کہ قد عرفت تو نے ارکان حج کو تو پہچان لیا حالانکہ قبل اسکے بھی
یہان آئے تھے اسی سے عرفہ اسکا نام ہوا اقول دن کو بھی عرفہ بولتے ہین اور اس مقام کو بھی ولیکن عرفات بروزن جمع کہنے کی وجہ معلوم نہوئی قال
ابن کثیر اور ابن المبارک نے عطاء سے روایت کی کہ جبرئیل ابراہیم کو مناسک بتلاتے چلے آتے اور وہ کہتے جاتے عرفت عرفت پس عرفات نام ہوا اور
اسیکے مانند ابن عباس وابن عمر وغیرہ سے مروی ہے تو پہچاننا گویا جمع واقع ہوا یعنے یہان سب عرفات پورے ہوے اور بیضاوی وغیرہ نے وجہ تسمیہ
اور بھی ذکر کی ہین کہ آدم جنت سے سراندیپ مین گرے اور حوا جدہ مین اور باہم تلاش مین پڑے تو جب آدم نے حج کیا تو اسی مقام پر باہم تعارف ہوا یا اسواسطے
سے کہ یہان لوگون مین باہم تعارف ہوتا ہے۔ وفی السراج۔ سدی نے کہا کہ جب ابراہیم نے لوگون کو حج کے واسطے منادی کی اور انھون نے تلبیہ کے
ساتھ جواب دیا تو اللہ تعالے نے انکو عرفات کے مقام کی طرف نکلنے کا حکم کیا اور اس مقام کا پتہ بتلایا گیا پھر ابراہیم جب جمرہ اولی یعنے وہ پہاڑی جہان پہلے
کنکریان مارتے ہین پہونچے تو شیطان انکے سامنے ہوا کہ انکو پھیرنے لگا پس ابراہیم نے اسکو کنکریان مارنی شروع کین اور ہر کنکری پر تکبیر کہتے پھر سات مین
کنکری پر وہ بھاگ کر جمرۂ ثانیہ پر جا گرا پھر اسکو تکبیر کہتے ہوے کنکریان ماری تو وہ جمرۂ ثالثہ پر گرا وہان بھی کنکریان ماری جب شیطان نے دیکھا کہ وہ میری
بات نہ مانینگے تو بھاگ گیا پھر ابراہیم چلکر ذو المجاز تک آئے اور نہ پہچانا تو آگے بڑھے اسی سے وہ ذو المجاز گذر جانے کا مقام کہا گیا پھر جب عرفات پر پہونچے
تو اسکو پتہ سے ٹھیک پاکر پہچان لیا تو یہ جگہ اور یہ دن اس وجہ مذکور سے اس نام سے معروف ہوا اور جاننا چاہیے کہ عرفات وقوف کا مقام ہے کہ وہان
حاجی ٹھہرتے ہین اور کھڑے ہوتے ہین اور غروب تک رہتے اور وقوف یعنے کھڑا ہونا خاصکر شرط نہین بلکہ یہان موجود ہونا شرط ہے حتی کہ اگر سوتا ہوا یا راہ
مین گذرتا ہوا یہان سے گذرے تو بھی وقوف مل گیا کما فی الفقہ۔ اور وہ عمدہ افعال حج سے ہے تاکہ گویا وہی رکن ہے جسنے یہ پالیا اسنے حج پایا اور جسکو
نہ ملا اسکا حج جاتا رہا قال البیضاوی وغیرہ کہ آیت مین بھی وقوف عرفہ واجب ہونے کی دلیل ہے کیونکہ افاضہ یعنے عرفات سے چلنا نہین ہوسکتا

مگر اسمیں وقوف کے بعد اور افاضہ کا حکم دیا بقولہ ثم افیضوا اور امر واسطے وجوب کے ہے پس وقوف بھی واجب ہوا **وقال ابن کثیر** امام احمد واہل سنن نے صحیح اسناد کے ساتھ عبدالرحمن بن یعمر الدیلی سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ الحج عرفات ثلثا یعنے حج یہی عرفات کا وقوف ہے اسکو تین بار فرمایا اور پھر فرمایا کہ جسنے روز عید کے فجر طلوع ہونے سے پہلے اسکا وقوف پایا اسنے حج کو پالیا۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع میں نماز ظہر پڑھکر عرفات میں وقوف کیا یہانتک کہ آفتاب غروب ہوگیا اور اس حدیث میں فرمایا کہ جسنے وقوف عرفہ کو طلوع فجر سے پہلے پالیا اسنے حج کو پایا۔ آقول یعنے نماز ظہر وعصر جمع کرکے پڑھلیں اور ظہر اسواسطے کہا تاکہ معلوم ہو کہ جمع کرنا عصر کا ظہر کے ساتھ تھا برعکس نہیں تھا پھر ائمہ نے اتفاق کیا ہے کہ وقوف عرفہ واجب ہے اور رہا وقت وقوف کا سو حدیث بالا میں ظہر سے مذکور ہے اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی رحمہم اللہ کا ہے اور امام احمد کے نزدیک ابتداء روز عرفہ سے یعنے اول وقت سے جائز ہے اور حجت انکی حدیث عروۃ بن مضرس طائی ہے جسمیں مذکور ہے کہ عروہ مزدلفہ میں آنحضرت صلعم سے ملے درحالیکہ آپ نماز صبح کے لیے نکلے تھے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میں اپنے طی کے پہاڑ سے آتا ہوں میں نے اپنی سواری کو ماندہ کردیا اور اپنے کو تھکا مارا اور واللہ میں نے کوئی ٹیکرا و ٹیلا نہیں چھوڑا مگر آنکہ اسپر توقف کیا بھلا میرا حج ہوجائیگا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو ہماری اس نماز میں حاضر ہوا اور ہمارے ساتھ وقوف کیا یہانتک کہ ہم چل نکلیں اور حال یہ کہ وہ شخص اس سے پہلے رات یا دن میں عرفہ میں وقوف کرچکا ہے تو اسکا حج پورا ہوا رواہ احمد واصحاب السنن وصححہ الترمذی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی سے تنبیہ ہے کہ سوائے عرفات کے کسی ٹیلہ وٹیکرے کا کچھ اعتبار نہیں ہے حتی کہ علماء رح نے کہا کہ اگر کسی دوسرے مقام پر وقوف کو مثل عرفات کے خیال کرے تو خوف کفر ہے ابن کثیر رح نے کہا کہ عرفات کو مشعر الحرام و مشعر اقصی والال بروزن ہلال بھی کہتے ہیں اور اسکے درمیانی پہاڑ کو جبل الرحمۃ کہتے ہیں **وقال المفسر السیوطی رح** مشعر الحرام جبل قزح کو کہتے ہیں آقول یہی معروف ہے حتی کہ آیت میں عرفات سے چلنے کے بعد مشعر الحرام مزدلفہ میں ذکر الٰہی کا حکم دیا لہذا وقوف مزدلفہ بقول ابوحنیفہ رح واجب و بقول شافعی رح رکن ہے پھر صحیح ہوا کہ عرفات تمام موقف ہے جہاں چاہے کھڑا ہو سوائے بطن عرنہ کے **اور ابن کثیر** کی تفسیر میں ہے کہ مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ عرفات میں حضرت صلعم نے ہم لوگوں کو خطبہ سنایا پس حمد وثنا کے بعد کہا اما بعد اور یہ خطبہ میں آپکا دستور تھا کہ اما بعد کہا کرتے پس فرمایا کہ یہ روز حج اکبر ہے آگاہ رہو کہ مشرک و بت پرست لوگ اس وقت آفتاب غروب ہونے سے کچھ پہلے جبکہ آفتاب پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایسا نظر آتا جیسے مردوں کے سر پر عمامہ ہوتے ہیں یہاں سے چل نکلتے تھے اور ہم یہاں سے غروب آفتاب کے بعد چلتے ہیں اور مشرک لوگ مزدلفہ کے مشعر الحرام سے آفتاب طلوع ہونے کے بعد جب سورج پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایسا ہوتا جیسے مردوں کے سر پر عمامہ ہوتے ہیں چل نکلتے اور ہم وہاں سے سورج نکلنے سے پہلے چلتے ہیں ہماری راہ مشرکوں کی راہ سے برخلاف ہے رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین **قال ابن کثیر** یہاں سے ثابت ہوا کہ مسور بن مخرمہ نے حضرت صلعم سے سنا ہے خالی دیکھنا بلا سماع نہیں ہے جیسے کہ بعضے اہل حدیث نے وہم کیا ہے **قال المترجم** پھر یہاں سے چلکر مزدلفہ میں آتے ہیں اسکے انتہا پر جبل قزح یعنے مشعر الحرام ہے اور تمام مزدلفہ موقف ہے سوائے بطن محسر کے **وقال تعالے** فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام نماز مغرب کو تاخیر کرکے مزدلفہ میں پہونچکر عشاء کے ساتھ جمع کرلیتے ہیں اور صحیح مسلم کی حدیث طویل میں جابر رض سے ہے کہ پھر حضرت صلعم برابر عرفات میں کھڑے رہے یہانتک کہ سورج کی روشنی غائب ہوئی اور زردی کچھ ظاہر ہوئی یہانتک کہ سورج کا گردا بھی ڈوب گیا پھر آپ نے اسامہ کو اپنی سواری کی ردیف میں سوار کرلیا اور عرفات سے چلے اور قصواء کی باگ اسقدر کھینچے تھے کہ اسکا سر مورک رحل سے چھوجاتا تھا اور داہنے ہاتھ سے لوگوں کو اشارہ کرتے جاتے کہتے ہوے کہ ای لوگو آہستگی سے آہستگی سے چلو۔ جہاں کسی ٹیکرے و پہاڑی پاس آتے تو اسکی باگ ذرا ڈھیلی کردیتے کہ وہ چڑھ جاتی یہانتک کہ مزدلفہ میں آئے اور وہاں نماز مغرب و عشا کو ایک اذان اور دو اقامت سے ادا کیا اور دونوں کے بیچ میں سنت نماز کچھ نہیں پڑھی پھر لیٹ رہے یہانتک کہ فجر طلوع ہوئی پھر صبح ظاہر ہونے پر اذان و اقامت سے نماز صبح پڑھی پھر قصواء پر سوار ہوکر

روانہ ہوئے یہانتک کہ مشعر الحرام پاس آئے پس قبلہ کی طرف منھ کرکے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالےٰ سے دعا مانگی اور تکبیر و تہلیل و توحید کہی اور برابر کھڑے رہے یہانتک کہ خوب اجالا ہوگیا پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے چل نکلے۔ اور اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ ذکر سے مراد دعا و ثنا و تکبیر و تہلیل ہی اور سفیان ثوریؒ سے مروی ہی کہ مزدلفہ کی نماز مغرب و عشا ہی اور صحیح قول اول ہی اور عند المشعر الحرام کے معنے یہ ہیں کہ جو میدان قریب مشعر حرام ہی اور یہ بنظر فضیلت ہی ورنہ سوائے وادی محسر کے تمام مزدلفہ موقف ہی جیسے تمام عرفات اگرچہ سوائے بطن عرنہ کے موقف ہی مگر جبل الرحمۃ کے قریب کھڑے ہوتے ہیں اور حضرت ابن عمرؓ نے عند المشعر الحرام میں کہا کہ یہ پہاڑ اور اسکا اردگرد ہی اور عبد اللہ بن عمروؓ نے کہا کہ مشعر الحرام یہ پہاڑ ہی اور عبد الرزاق نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ ابن عمرؓ نے لوگوں کو قزح پر ازدحام کرتے دیکھکر فرمایا کہ کس بات پر یہ لوگ ازدحام کرتے ہیں یہاں تو سب مشعر الحرام ہی اور ابن عباسؓ و سعید بن جبیر و عکرمہ و مجاہد و سدی و ربیع و حسن و قتادہ سے مروی ہی کہ وہ ہر دو پہاڑ کے بیچ کا مقام ہی **قال ابن کثیر** مشاعر معالم ظاہرہ ہیں اور مزدلفہ کو مشعر الحرام اسلیے کہتے ہیں کہ وہ داخل حرم ہی اور اسکے وقوف میں تین قول ہیں ایک یہ کہ رکن ہی بدون اسکے حج نہیں صحیح ہی یہ قول بعض سلف و بعضے شافعیہ مثل قفال و ابن خزیمہ کا بدلیل حدیث عروہ بن مضرس ہی دوم آنکہ وقوف مزدلفہ واجب ہی قربانی سے اسکا جبر نقصان ہوجاتا ہی یہ ایک قول شافعی کا ہی اور یہی قول ابو حنیفہؒ ہی اور یہی ارجح ہی اور سوم آنکہ مستحب ہی اسکے ترک سے کچھ نہیں لازم آتا اور یہی شافعی کا تیسرا قول ہی۔ اور ابن المبارک و امام احمدؒ نے باسناد منقطع حضرت صلعم سے روایت کی کہ عرفات سب موقف ہی سوائے میدان عرنہ کے اور مزدلفہ سب موقف ہی سوائے محسر کے اور نحاج مکہ سب قربانی کی جگہیں ہیں اور یہ حدیث بسند متصل بھی روایت کی گئی ہی۔ قولہ واذکروہ کما ہدٰکم **بیضاوی** وغیرہ میں کما کا کاف تشبیہ و تمثیل قرار دیا ہی اذکروہ کما علّمکم۔ یاد کرو اسکو جیسے تمکو تعلیم فرمایا ہی یا اذکروہ ذکرا حسنا کما ہداکم ہدایۃ حسنۃ۔ یعنے یاد کرو اسکو ذکر خوب سے جیسے اسنے تمکو ہدایت خوب سے ہدایت کی ہی اور بعض نے کہا کہ ذکر دوم سے مراد اُسکی نعمت کا شمار کرنا اور کاف تعلیل کا ہی اور اسکو مفسر **سیوطی** رحمہ اللہ نے اختیار فرمایا اور اسکی خوبی و چسپیدگی اس مقام پر پوشیدہ نہیں ہی **قال ابن کثیر** یہ اون لوگوں کو تنبیہ ہی کہ ابراہیم علیہ السلام جس ہدایت پر تھے کہ مشاعر حج انکو تعلیم کیے گئے تھے اسی ہدایت کا انپر بھی انعام کیا اسیواسطے فرمایا۔ وان کنتم من قبلہ لمن الضالین۔ یعنے ہدایت کے پہلے تم گمراہوں میں سے تھے اور ضمیر قبلہ کو بعض نے رسول اور بعض نے قرآن کی طرف راجع کیا ہی یعنے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا نزول قرآن کے تم بھی گمراہ تھے یہ معنے بھی صحیح ہیں اور قبل ہدایت کے گمراہ ہونا اسکا استلزام ہی کیونکہ قولہ ای قبل الہدی۔ اور ہدایت اسی طور پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا۔ قولہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس۔ اس خطاب کی تاویل میں دو قول ہیں اول آنکہ خطاب جمیع امت کو ہی اور دوم آنکہ خطاب قریش کو ہی پس قول اول کی یہ وجہ بیان کی گئی کہ الناس سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں اور معنے یہ ہیں کہ پھر چل نکلو تم سب لوگ جہاں سے چلا تھا ابراہیم اور اطلاق ناس کا ابراہیم پر جو اکیلے ہیں بنظر تعظیم ہی مانند قولہ ان ابراہیم کان امۃ قانتا یعنے ابراہیم کو ایک امت قرار دیا اور غریب قراءۃ یہاں سعید بن جبیر کی ہی کہ انھوں نے الناسی پڑھا یعنے بھولنے والا اور مراد آدم علیہ السلام ہیں اور یہ ماخوذ ہی قولہ تعالےٰ۔ فنسی۔ یعنے آدم نے عہد بھلا دیا۔ پھر یہاں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ انکو عرفات سے افاضہ کا حکم ہی اور اسپر یہ وارد ہوتا ہی کہ ثم واسطے ترتیب تراخی کے ہی اور پہلے عرفات سے مزدلفہ کا افاضہ مذکور ہوچکا تو پھر کیونکر عرفات سے افاضہ ہوگا اور جواب یہ دیا گیا کہ ثم لینے وا ہی تراخی نہیں مقصود ہی یا یہ ترتیب بیان ہی نہ ترتیب عملی اور دوسرا احتمال یہ کہ یہ مزدلفہ سے دوسرا افاضہ ہی طواف کے واسطے تو ثم اپنے معنے پر ہوگا یعنے ترتیب تراخی کے معنے بخوبی بنتے ہیں اور اسی احتمال کو ابن جریر نے ترجیح دی اور ظاہر قرآن اسکو مقتضی ہی ولیکن اسمیں ایک علت خفی ہی وہ یہ ہی کہ جاہلیت میں بھی دستور تھا کہ مزدلفہ سے طواف کو جاتے تھے تو مزدلفہ سے افاضہ ابراہیم کے مثل افاضہ کی حکمت ظاہر نہیں ہی اور صحیح قول دوم ہی کہ یہ خطاب قریش کو ہی یعنے اے قریش تم بھی وہاں سے چلو جہاں سے اور لوگ چلے ہیں یعنے عرفات میں لوگوں کے مانند وقوف کرکے

[illegible]

وہین سے تم بھی مزدلفہ چلو۔ اور اسپر بھی وارد ہوتا ہی کہ ثم واسطے عطف و ترتیب تراخی کے ہی پس اگر جزا پر عطف ہو یعنے فاذکروا اللہ پر تو لازم آتا ہی
کہ مزدلفہ کے ذکر کے بعد عرفات سے افاضہ ہو حالانکہ اسکے برعکس ہی اور اگر شرط و جزا مجموع پر عطف ہو تو افاضہ عرفات کے بعد پھر افاضہ عرفات لازم آتا ہی
اور جواب اسکا دو وجہ سے دیا گیا اول آنکہ کلام میں تقدیم و تاخیر ہی یعنے یون ہی کہ فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ثم افیضوا من حیث
افاض الناس فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام۔ اور مترجم کہتا ہی کہ ضعف اس جواب کا ظاہر ہی اور صحیح جواب یون ہی کہ ثم یہان ذکر
کرنے کی ترتیب کے لیے ہی تراخی بزمانہ کے معنے مین نہین ہی یعنے یہان دو باتین ذکر فرمانی منظور تھین ایک یہ تو عرفات سے مزدلفہ مین آکر مشعر الحرام کے پاس
یاد الٰہی کرنا اور دوسری بات کہ اے قریش تم لوگ بھی سب لوگون کے ساتھ عرفات ہی سے چل کر آؤ اور دعوی جاہلیت چھوڑو کہ ہم بڑے رتبہ کے لوگ ہین
پس پہلے ایک بات بیان فرمائی پھر دوسری بات فرمائی جیسے ہمارے محاورہ مین بولتے ہین کہ ایک بات تو یہ تھی پھر دوسری بات یہ ہی اور بیضاوی وغیرہ مین
ایک جواب مذکور ہی کہ ثم رتبہ کی راہ سے تراخی کے واسطے ہی کہ دونون افاضہ کے درمیان فرق رتبہ کا ہی کیونکہ عرفات سے لوگون کے ساتھ چلنا صواب
ہی اور مزدلفہ سے افاضہ بخلاف اور لوگون کے خطا تھا فافہم اور شیخ ابن کثیر کے کلام سے اس خطاب کی تاویل کی ایک وجہ خوب ظاہر ہوتی ہی وہ یہ کہ
افیضوا کا خطاب عام طور پر ہر ایک کو ہی یعنے عرفات کے ہر ایک وقوف کرنے والے کو حکم دیا اگرچہ مصداق حکم کے قریش ہو جاتے ہین کیونکہ وہی لوگ اسکے
خلاف کرتے تھے اور ثم اس صورت مین بھی بمعنے واو یا ترتیب بیانی ہوگا چنانچہ ابن کثیر نے کہا کہ ثم اس مقام پر خبر کے خبر پر عطف کرنے اور ذکر کے
ترتیب کے لیے ہی۔ گویا اللہ تعالے نے عرفات مین وقوف کرنے والے کو حکم دیا کہ مزدلفہ جاوے تاکہ مشعر الحرام کے پاس اللہ تعالے کو یاد کرے اور
اسکو حکم دیا کہ عرفات مین اسکا وقوف کرنا جمہور لوگون کے ساتھ ہو جیسے قریش کے سوا سب لوگ ایسا کرتے بھی تھے اور قریش کا یہ حال تھا
کہ وہ حرم سے نہین نکلتے بلکہ حرم کا جو حل سے ملا ہوا کنارہ ہی وہان کھڑے ہوتے اور کہتے کہ ہم تو اللہ والے لوگ ہین اسکے حرم کے خاص رہنے والے ہین تمام
لوگون کے مانند نہین ہین پس مزدلفہ سے باہر نہوتے چنانچہ بخاری رح نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ قریش اور جو کوئی انکے دین پر ہوتا مزدلفہ مین وقوف
کرتے اور حمس کہلاتے تھے یعنے دین پر مضبوط لوگ۔ اور باقی سب عرب والے عرفات مین کھڑے ہوتے تھے پھر جب اسلام کا زمانہ آیا تو حجۃ الوداع مین قریش
وغیرہ اپنے گمان مین ٹھانے بیٹھے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس ہمین مزدلفہ کی حد پر وقوف کرینگے لیکن اللہ تعالے نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
حکم کیا کہ عرفات مین جا کر وہان وقوف کرین پھر وہان سے افاضہ کرین چنانچہ فرمایا من حیث افاض الناس۔ اور ایسا ہی ابن عباسؓ مجاہد و قتادہؓ وسدی
وغیرہم کا قول ہی اور اسیکو ابن جریر نے اختیار کیا اور کہا کہ اسی پر مفسرین کا اجماع ہی یعنے سلف کے علما جو لوگ احادیث و آثار سے تفسیر کرنے والے ہین
سب اسپر متفق ہین اور پچھلون مین جو لوگ عقلی باتین بنا کر فروا ریا نافل ہین وہ مفسر نہین ہین انکا کچھ اعتبار نہین ہی قال ابن کثیر پھر بخاری رح نے ابن
عباس سے ایسی بات روایت کی جو مقتضی ہی کہ یہان افاضہ سے مراد مزدلفہ سے منی کی طرف رمی جمار کرنے کا افاضہ ہی اور ابن جریر نے اسکو ضحاک
سے نقل کیا اور کہا کہ الناس سے مراد ابراہیم ہین اور کہا کہ اجماع حجت اگر برخلاف اسکے نہوتا تو یہی ارجح تھا۔ قولہ واستغفروا اللہ۔ بعضون نے کہا کہ
معنے یہ ہین کہ جو طریقہ مناسک حج کا ہی اس سے برخلاف چلنے سے استغفار کرو اور مترجم کہتا ہی کہ یہ تفسیر بغیر سوچے سمجھے ہی اسواسطے کہ اسلام مین
آنحضرت صلعم کو حکم یہی دیا کہ عرفات مین وقوف کرو تو کسی قریشی نے خلاف نہین کیا اور اگر زمانہ جاہلیت کی مخالفت مراد ہی تو وہ اسلام لانے
سے سب معفو ہوگئے کیونکہ اسلام سے سب پچھلے گناہ مٹ جاتے ہین جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہی اور اسپر سب کا اتفاق ہی تو وہ مخالفت
باقی نہ تھی جس سے استغفار کا حکم قرار دیا جاوے اور صحیح یہ ہی کہ عرفات وغیرہ قبولیت کے مقامات ہین چنانچہ اہل عرفات کی مغفرت و نزول رحمت و دعا
کی قبولیت مین بہت حدیثین آئی ہین اور استغفار کا حکم اسواسطے مخصوص کیا کہ وہ نقصان عبادت کو پورا کرنے والا اور مزید ثواب حاصل کرنیوالا

ہو جاتا ہی اور عبادت پورے طور پر ادا ہونا متعذر رہی ہر ایک درجہ کا آدمی اپنے درجہ کی خطا مین پکڑا جاتا ہی اور ابو داؤد کی حدیث سے ثابت ہی کہ نماز کے ختم کرنے پر کامل کم کسیکو میسر ہوتا ہی کچھ نہ کچھ نقصان رہتا ہی اسی حکمت سے سنتین مشروع ہین **قال ابن کثیر** بہت آیا ہی کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندون کے لیے ادائے عبادت کے بعد استغفار کا ذکر فرماتا ہی کہ استغفار کرین اور صحیح مسلم مین ثابت ہی کہ حضرت صلعم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار کرتے۔ اور ابن جریر نے عباس بن مرداس السلمی کی روایت سے جو حدیث آئی کہ حضرت صلعم نے عشیہ عرفہ کو اپنی امت کے واسطے استغفار فرمایا بیان ذکر کی ہی سبحان اللہ و الحمد للہ اس امت مرحومہ کے مبارک نصیب ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الرسل علیہم السلام نے افضل الامۃ کے لیے حجۃ الوداع مین افضل مقام مین افضل یوم جمعہ کے افضل ساعت مین استغفار فرمایا اور یہ نعمت علیہ رب ارحم الراحمین جل شانہ ہی اسواسطے کہ افعال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عین طاعت بوحی خفی ہین خصوص یہ کرامت عظمیٰ کہ ضرور اسمین یہی اعتقاد ہی پس مبارک اس شخص کو جو آپکا امتی رہے حتی کہ مرجاے اللھم مولای لک الحمد و المجد و الکبریاء و العظمۃ و انت ربی ذو الفضل العظیم اللھم توفنی مومنا موقنا مغفورا من امۃ حبیبک و رسولک محمد و اللھم صل وسلم علی سیدنا و مولانا محمد و الہ و صحبہ افضل الصلواۃ و ازکاھا عدد ملائکتک و رضا نفسک و زنۃ عرشک ابدًا ابدًا و انت علی کل شیٔ قدیر و انت مولای نعم المولی و نعم المجیب سبحان اللہ و الحمد للہ الذی لا الہ الا اللہ عدد خلقہ و رضا نفسہ و زنۃ عرشہ و مداد کلماتہ و الحمد للہ رب العرش العظیم کل شیٔ ھالک الا وجھہ لا الہ الا ھو ذو الجلال و الاکرام۔ اور ابن مردویہ نے حدیث بخاری ذکر کی کہ شداد بن اوس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استغفار مین سے سردار یہ ہی کہ بندہ کہے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ وَ اَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ جسنے اسکو رات مین کہا پھر اسی رات مین مرگیا تو جنت مین گیا اور جسنے اسکو دن مین کہا پھر اسی دن مرگیا تو جنت مین گیا۔ رواہ البخاری وغیرہ اور اس استغفار کے فضائل صحیحہ بہت ہین اگر توفیق ہو تو اسپر مواظبت دائمی لازم ہی۔ اور عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہی کہ ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھلائیے جسکو مین اپنی نماز مین پڑھا کرون فرمایا کہ کہا کر۔ اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا و انہ لا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک و ارحمنی انک انت الغفور الرحیم۔ رواہ البخاری و مسلم **ف** شیخ نے عرائس مین حقائق کو یون بیان کیا کہ قولہ واذکروہ کما ہدٰکم یعنی حق عزوجل نے اپنی ذات پاک و صفات قدس کی معرفت سے نعمت عظیم بخشی ہی دیدی اسکو زبان عرفان سے یاد کرو جیسے اسنے تمکو اپنی معرفت و خصائص قربت کی راہ بتائی ہی اقول معرفت کے ساتھ یاد اسطرح کرو جیسے تمکو ہدایت کی ہی یعنے ذکر و تسبیح و تنزیہ باری تعالےٰ بندے کے امکان سے خارج ہی یہ بھی اسکی نعمت ہی کہ بندے کو اپنے عرفان کی طرف راہ دے ورنہ بدون اسکے محض جہالت و ضلالت ہوتی پس جہانتک جیسے عرفان و شناخت عطا ہوئی ہی ویسے وہ یاد کرے واللہ تعالےٰ اعلم۔ قولہ ثم افیضوا من حیث افاض الناس جب یاد کے انوار سے مشاہدہ حاصل ہو تو عبادات کے رسم مین عوام لوگون کی طرح مشغول ہوتا کہ وجد مین تم بالکل فنا نہو جاؤ **قال المترجم** یہ صعود کے بعد نزول کا مرتبہ ہی اور یہ وہ وقت ہی کہ عارف خود بخود حکم الٰہی کی فرمانبرداری کرتا ہی جیسے اور لوگ بتکلف کرتے ہین اسی سے حدیث عائشہؓ مین ہی کہ خلق عظیم حضرت صلعم کا قرآن مجید تھا۔ اور چونکہ یہ عبادت بقوت حقانی بمرتبہ مشاہدہ احسانی ہوتی ہی اسی سے کہا گیا کہ زاہد پرہیزگار کی ہزار رکعت کو عارف باللہ کی دو رکعت سے مساوات نہین ہی۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ یعنے تمپر جو حق معرفت اپنے خالق عزوجل کا فرض ہی اور جو حق طاعت واجب ہی کوئی تمسے ادا نہین ہو سکتا تو اپنے خالق عزوجل سے مغفرت مانگو کہ اللہ تعالےٰ بڑا بخشنے والا ہی۔ یعنے تمپر حق معرفت سے پہچاننا کر حق طاعت واجب تھا

اسمیں تمنے قصور کیا تو مغفرت مانگو اللہ تعالےٰ بڑا بخشنے والا ہے رحیم ہے ۔ تمپر مہربان ہے کہ تمکو تمہارے حالات ومقامات کی طرف پہونچا دیگا۔ ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ جب تمنے اپنے باطن کو بیری یاد سے آباد کر لیا اور اسمیں اپنی تمام کوشش کو صرف کر دیا تو بندگی کی رسوم وعبادات کے طریقوں میں عوام کے مانند تم بھی رجوع ہو کر قائم ہو اور غیر حق کے ساتھ اپنے مشغول ہونے کی مغفرت چاہو کہ اللہ تعالےٰ اپنے مطیع بندونکی تقصیر کو انکے طاعات ادا کرنے میں ہو جاتی ہے بخشنے والا ہے اور وہ بہت مہربان ہے کہ نافرمانوں کو اپنی رحمت سے اپنے دروازے سے رد نہیں کرتا ہے ۱ھ ۔ استاد ابوالقاسم قشیری رحمہ نے فرمایا کہ اسمیں اشارہ یہ ہے کہ خرقہ یا جبہ یا رنگین کپڑا وغیرہ پہنکر ظاہر میں اپنی شکل کو ممتاز کر کے اظہار مت کرو بلکہ ایسا ہو جا جیسے عوام میں سے تو بھی ایک ہے اور جب کبھی تیرے دل میں یہ خطرہ گذرے کہ تو نے کوئی امر کیا یا تیرے سبب سے یا تیرے لیے کوئی چیز کی گئی یا تجھسے کوئی چیز واقع ہوئی ہے تو فوراً عزوجل سے استغفار کر اور از سر نو اپنے ایمان کی تجدید کرلے کیونکہ یہ شرک خفی تیرے دل میں بیوقوفی سے سما گیا تھا مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام معرفت نفیس ہے جسمیں سے اس زمانہ کے صوفی جاہلوں کو نصیحت حاصل کرنا چاہیے جو سراسر دعویٰ باطل سے احمق جاہل بنکر برباد ہوتے ہیں اور عوام مسلمانوں کو بھی نصیحت لینا چاہیے جو ایسے رنگے ہوئے جانوروں کے دام فریب میں آکر دنیا حاصل کرنے کی آرزو میں آخرت بلکہ ایمان سے محروم ہو جاتے ہیں حالانکہ خود انکو خبر نہیں ہوتی ہے اور جب کبھی مرد دنیا کے دل میں رعونت کا وسوسہ آیا تو شیطان نے اسپر قابو پایا کہ وہ نیکی سے بدی میں گرا اور ہلاک ہو گیا نعوذ باللہ العلی العظیم من سیات ولسن النفس۔

فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ

پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام تو یاد کرو اللہ کو جیسے یاد کرتے تھے اپنے باپ دادوں کو بلکہ اوس سے زیادہ یاد پھر کوئی آدمی کہتا ہے

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

اے رب ہمارے دے ہمکو دنیا میں اور اسکو آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے اور کوئی انمیں کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہمکو دنیا میں خوبی

وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

اور آخرت میں خوبی اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے یہ لوگ انھیں کو ہے حصہ اپنی کمائی سے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت والے بعد حج کے اپنے باپ دادوں کے مفاخر جہل وتعلیاں بیان کرتے پس حق تعالےٰ نے فرمایا۔ فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ پھر جب تم لوگ اپنے مناسک پورے کر چکو ف بایں طور کہ مزدلفہ سے جانب منیٰ کو طلوع سے پہلے چلکر اول جمرۃ العقبہ کی کنکریاں مارکر ذبح وحلق کے بعد دسویں ہی کو طواف کر کے منیٰ میں آکر رہو۔ فَاذْكُرُوا اللَّهَ تو اللہ تعالےٰ کا ذکر کرو ف اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکبیروں سے مقام منیٰ گونجتا تھا۔ غرضکہ اہل ایمان کو حکم دیا کہ ہدایت کے بعد ذکر الٰہی کریں۔ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۔ مانند اپنے باپ دادوں کے ذکر کے یا اس سے بھی اشد ذکر ف یعنے چاہیے کہ ذکر الٰہی بہ نسبت ذکر آبا کے بہت زیادہ ہو اور بھلا اتنا تو ضرور ہو جتنا باپ دادوں کے تفاخر کیا کرتے تھے اور واضح ہو کہ آخر دعا ہے پھر جو قوم کافر ہو وہ فقط دنیا چاہتی ہے تو اسکی مذمت فرمائی بقولہ۔ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۔ پس آدمیوں میں بعضے وہ ہے جو کہتا ہے کہ الٰہی ہمکو دنیا میں دے اور اسکے لیے آخرت میں کچھ بھی نصیب نہیں ہے ف دنیائے فانی میں جو مقدر ہے وہی دیا جائیگا چنانچہ نصوص سے ثابت ہے کہ کافروں کو خیرات وصدقہ وغیرہ کے عوض دنیا میں دیدیا جاتا ہے۔ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ اور آدمیوں میں سے ایک فریق ہے جو کہتا ہے کہ الٰہی ہمکو دنیا میں خوبی دے اور آخرت میں خوبی دے اور ہمکو عذاب دوزخ سے بچالے ف یہی مومن بندے خوب ہیں۔ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِمَّا كَسَبُوا

ایسے بندون کے لیے اپنی کمائی سے حصہ ہے ف دنیا مین بھی خوبی سے رہے اور اصل حصہ آخرت پایا اور وہ کچھ دور نہین ہے۔ وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ اور اللہ تعالے جلد حساب کرنے والا ہے ف ایک حدیث مین آیا کہ حساب تو دنیاوی دن کے نصف مقدار مین پورا فرماویگا اور دوسری حدیث مین آیا کہ مومن کے لیے بقدر ایک نماز فریضہ کے معلوم ہوگا۔ مناسک جمع منسک بفتح السین وکسرہا اور مراد اعمال حج ہین بلا قید واجب ورکن وغیرہ جیسے حدیث مین ہے خذوا عنی مناسککم۔ یعنے سیکھ لو مجھسے اپنے مناسک یعنی اعمال حج کو۔ اور جمہور قرار نے یہان دونون کاف ظاہر کرکے پڑھا ہے یعنے مناسککم۔ اور ابو عمرو نے دونون کو ادغام کیا حالانکہ ایسا ادغام ایک ہی کلمہ مین سوائے اس مقام اور سورہ مدثر کے۔ قولہ ما سلککم فی سقر کے سوائے نہین ہے۔ قولہ فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم۔ ہرچند کہ ذکر آلہی ہر حال مین ہے جیسا کہ حدیث عائشہؓ مین آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم ہر حال مین اللہ تعالے کو ذکر کرتے تھے (البخاری وغیرہ) پس یہان مراد اکثار ومبالغہ ہے اور یہ بھی خود منصوص ہے۔ بقولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا اے ایمان والو یاد کرو اللہ تعالے کو بہت کثرت سے یاد کرنا۔ پس مراد یہان رسم جاہلیت چھوڑنا اور اسکو نیکی سے بدلنا اور نقص عبادت کو پورا کرنا۔ قال البیضاوی عرب کا دستور تھا کہ اپنے مناسک پورے کرنے کے بعد منی مین مسجد و پہاڑ کے درمیان جو مقام ہے وہان کھڑے ہوتے اور اپنے باپ دادون کی خوبیان اور قتل و غارت و باہمی کشت و خون مین اپنی فتحمندیان دستور سے ذکر کرتے۔ ھ۔ خانہ کعبہ کے نزدیک کھڑے ہوکر نظم و نثر فصیح و بلیغ عبارات مین اپنے باپ دادون کے مفاخر بیان کرتے اور اس سے غرض اپنی ناموری و شہرت دکھلانا سنانا تھا پھر جب اللہ تعالے نے ایمان دیکر انکو ممنون کیا تو انکو حکم کیا کہ اس ذکر بیہودہ معصیت قبیح کی جگہ اللہ تعالے کا ذکر تسبیح و تہلیل و تحمید و تکبیر و ثناء و تمجید سے کیا کرین اور وہ اسی جذب شوق و شور محبت و زور ادب سے ہو بلکہ اس سے بھی بڑھکر ہو اسواسطے کہ وہ بربنائے جہل باطل تھا اور یہ بربنائے حق صحیح و صدق صحیح ہے۔ تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ جاہلیت کے لوگ موسم مین کھڑے ہوتے پھر انمین کوئی کہتا کہ میرا باپ کھانا کھلاتا تھا اور لوگون کا بار اٹھاتا اور لوگون کے خون کی دیت اپنے ذمہ لے لیتا تھا غرضکہ انکو اپنے باپ دادون کی باتین فخریہ بیان کرنے کے سوائے کوئی کام نہ تھا پس اللہ تعالے نے حضرت صلعم پر نازل فرمایا۔ فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا۔ اور یہی سدی نے انس بن مالک سے روایت کیا اور ابی وائل و عطا بن ابی رباح و سعید بن جبیر و عکرمہ و مجاہد و سدی و عطا خراسانی و ربیع بن انس و حسن و قتادہ و محمد بن کعب سے بھی اسیکے مانند مروی ہے (ابن ابی حاتم) اور ایسے ہی ابن جریر نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے تو باپ دادون کے ذکر سے ذکر آلہی کی تشبیہ صرف اسی کثرت مین ہوئی کہ جیسے زمانہ جاہلیت والون کو باپ دادون کے افتخار بیان کرنے کے سوائے کوئی کام نہ تھا تو تمکو چاہیے کہ بعد ایمان و ہدایت کے تمہارا کام سوائے یاد آلہی و اسکی حمد و ثنا کے کچھ نہو بلکہ اسوقت کے جوش سے یہ جوش حق زیادہ ہو بعض سلف سے یہان ایک تشبیہ کے معنے غیر مروی ہین چنانچہ ابن جریج نے عطا سے روایت کی کہ قولہ کذکرکم آباءکم۔ مانند اپنے باپون کے ذکر کے یعنے جیسے بچہ ابا۔ امان کہا کرتا ہے کہ سوائے مان باپ کی پکار و یاد کے اسکا کچھ دھیان نہین رہتا اسی طرح تم بھی اداے مناسک کے بعد یہی لہجہ یاد آلہی عزوجل کا رکھو اور ایسا ہی ضحاک و ربیع بن انس کا قول ہے اور ابن جریر نے ابن عباس سے بھی اسیکے مانند روایت کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین اباءکم اور امہاتکم وغیرہ ہونگے اور یہ طریقہ زبان عرب مین معروف ہے اور واضح ہو کہ بلاغت کلام مین ہر وجہ سے معنے شامل ہوسکتے ہین کیونکہ اصل مقصود تو یاد آلہی مین کثرت و شدت ہے اور یہ تشبیہ انکو سمجھانے کے لیے بیان فرمائی کہ حضرت حق عزوجل کی یاد مین تمکو اتنا استغراق تو ہو جسقدر زمانہ جاہلیت والے باپ دادون کی فخریات مین کرتے اور جیسے بچہ اپنے مجازی پرورش کرنے والے مان باپ کی یاد مین رکھتا ہے بلکہ تمکو اپنے حقیقی رب تعالے کو پہچاننے کے بعد اس سے کہین زیادہ استغراق چاہیے ہے کیونکہ۔ الذین آمنوا اشد حبا للہ۔ مومنون کو اپنے رب عزوجل سے بہت سخت محبت ہوتی ہے۔ قولہ او اشد ذکرا۔ ابن کثیر نے

کہا کہ کلمہ (او۔یا) اس مقام پر تحقیق کے واسطے ہی شک کے واسطے نہیں۔ جیسے قولہ۔ فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ۔ یعنے یہودیوں کے دل مانند پتھر کے یا اس سے زیادہ سخت ہیں۔ اور قولہ تعالےٰ کخشیۃ اللہ او اشد خشیۃ۔ یعنے کافروں سے لڑائی میں ایسے ڈرتے ہیں جیسے اللہ تعالےٰ سے یا بڑھکر اور قولہ تعالےٰ فارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون۔ یعنے یونس کو ہمنے ایک لاکھ یا زائد کی طرف بھیجا۔ اور قولہ تعالےٰ۔ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ یعنے معراج میں قرب قاب قوسین یا اس سے بھی زائد ہوا۔ اور شیخ ابوالبقا نے تبیان میں کہا کہ او۔ اس مقام پر تخییر یا اباحت کے لیے ہی۔ اقول یعنے تمکو اختیار دیا گیا کہ چاہو ابا رکے ذکر کے مثل یاد کرو یا اس سے اشد شاید اشارہ کیا کہ حکم وجوب کے واسطے نہیں ہی اور واضح ہو کہ اشد ذکرا۔ میں اشد کو مقدم کیا اور ذکرا اشد۔ نہیں فرمایا کہ تکرار کا وہم نہو اور فواصل کی رعایت ہوا اور وہ حال قرار پاکر منصوب ہوگیا فاحفظہ اور یہاں علماے تفسیر کے دقائق متعلق بلاغت ہیں جنکو مترجم نے ترک کیا جو کشاف و بیضاوی و بحر ابوحیان و تبیان عکبری و طیبی وغیرہ میں مذکور ہیں اور حاصل معنے یہ کہ فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا اللہ منکم لآباءکم۔ یعنے اللہ تعالےٰ کی ایسے یاد کرنے والے ہو جاؤ جیسے اپنے باپ دادون کو یاد کرتے تھے یا اپنے آبا کو یاد کرنے سے بڑھکر اللہ تعالےٰ کی یاد کرنے والے ہو جاؤ یعنے تمہارے نفس کا انصاف یہی ہی کہ باطل کی کوشش والوں سے تم حق کی کوشش میں بڑھے ہوئے ہو۔ یہی مختار عکبری و بیضاوی ہی۔ قولہ فمن الناس۔ فا تفصیل ہی یعنے تفسیل الامر میں ذکر کرنے والوں کا مآل کار اس تفصیل سے ہی کہ بعض دنیا چاہتے ہیں اور بعض خوبی دو جہان مانگتے ہیں پس اول کی مذمت کی اور انسے نفرت دلائی کہ ایسا نہونا چاہیے قال ابن کثیر اور سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی اعراب دیہاتیوں میں سے ایک قوم تھی کہ وہ موقف پر آتے اور کہتے کہ اللہ تعالےٰ اس سال کو ایسا کردے کہ بارش اچھی ہو اور پیداوار خوب ہو اور اس سال میں خوب اولا دہون پس امر آخرت میں سے کچھ نہیں ذکر کرتے تھے پس اللہ تعالےٰ نے ایسے لوگوں کے حق میں نازل فرمایا۔ فمن الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا وما لہ فی الآخرۃ من خلاق۔ اور بعد انکے دوسرے آتے یعنے مومنین اور کہتے۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار پس اللہ تعالےٰ نے انکے حق میں اتارا۔ اولئک لہم نصیب مما کسبوا واللہ سریع الحساب۔ مترجم کہتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ جملہ اخیرہ متعلق مومنین ہی جیسا کہ مفسر سیوطی رح نے کہا ہی اور یہاں بعض محشین بیضاوی سے زلت واقع ہوئی کہ دونوں کے متعلق قرار دیا فافہم۔ اور اس روایت سے نکلتا ہی کہ قولہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ الی آخرہ بزبان مومنین نازل ہوئی اور شاید کہ یہ انکی دعا کا مضمون ہو واللہ اعلم اور بیضاوی میں ہی کہ مالہ فی الآخرۃ من خلاق۔ کے یا تو یہ معنے ہیں کہ آخرت میں سے اسکا کچھ نصیبہ نہیں ہی کیونکہ ہمت اسکی صرف دنیا پر مقصور ہی اور یا یہ معنے ہیں کہ اسکی طلب میں آخرت کی درخواست بالکل ہی شامل نہیں اقول اور یہی ظاہر اثر ابن عباس ہی فافہم۔ اور بعض طالب دنیا کے حق میں حدیث میں ثابت ہوا کہ بندۂ درہم و دینار ہلاک ہوا چنانچہ ابوہریرہؓ سے روایت بخاری میں صحیح ہی اور اپنے موقع پر آویگی پھر جنھوں نے دنیا و آخرت مانگی انھوں نے دنیا کا قصد نہیں کیا بلکہ خوبی دنیا کے ساتھ میں آخرت چاہی کیونکہ مومن تو پہلے ہی دنیا کے طالب ہوتے پر ایمان لایا ہی لیکن دنیا میں آخرت کی کمائی ہی اور وہ کبھی پریشانی و محتاجی دنیا سے پراگندہ ہو جاتی ہی لہذا دنیا کی خوبی اسواسطے طلب کی کہ آخرت کا سامان ہی پھر بیضاوی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا کہ بد دنیا یک نحست خوبی دنیا ہی اور حور و خوبی آخرت اور بد عورت عذاب النار ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ اثر صحیح نہیں بلکہ کسی فقیہ کا قول ہی اور حسن بصری سے روایت ہی کہ حسنۂ دنیا علم و عبادت ہی اور حسنۂ آخرت جنت ہی وقنا عذاب النار۔ ہمکو عذاب النار سے نجات دے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہی۔ اور ظاہری آثار قبولیت یہ ہیں کہ بندہ کو ناپاک خواہشوں و گناہوں سے بچاوے جن سے عذاب دوزخ میں پڑتا ہی۔ حدیث میں ہی کہ جہنم تو شہوات سے گھری ہوئی ہی کما فی الصحیح۔ پس جو شخص ان شہوات میں گھسا حتی کہ آخر عمر گذر گئی تو مرتے ہی جہنم میں انتہا ہوئی فنعوذ باللہ تعالےٰ۔ جیسے جنت ایسی چیزوں سے گھری ہوئی ہی جو نفس پر شاق و ناگوار ہیں کما فی الصحیح۔ تو جسنے دنیا میں نفس کو مغلوب کیا اور نماز روزہ وغیرہ کی ناگواریاں اٹھا کر گیا تو مرتے ہی جنت پر انتہا ہوئی۔ اللھم وفقنی لذالک وانت ربی نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ پس دنیا میں ایسی توفیق ہی ایک بڑے

کہ یہ اعمال نیک پورے کرسکے اور اللہ تعالے اسکے لیے نیک سامان مہیا فرماتا ہے چنانچہ **شیخ ابن کثیرؒ** نے لکھا کہ فی الدنیا حسنۃ میں حسنہ دنیا کا بیان ہر
ایسی چیزون سے ہے جو آخرت کے لیے نیک مددگار ہون چنانچہ سلف کے علماء تفسیر کی عبارات میں عافیت و پاک جورو و رزق واسع و علم نافع و عمل صالح
و سواری شایستہ و ثناء جمیل متفرق مذکور ہیں اور یہ سب حسنہ دنیا میں شامل ہین اور ایسی جو چیزین کہ دنیا میں بر وجہ شرعی مفید و مؤید آخرت ہون داخل
ہین اور حسنہ آخرت میں سے اعلیٰ تو جنت کا داخل ہونا کہ جس سے دیدار باری تعالے نصیب ہو اور اسکے توابع دیگر امور مثل آسانی حساب و امن از فزع
اکبر وغیرہ ہین رہا دوزخ سے نجات تو وہ اسکو بھی شامل ہے کہ دنیا میں اللہ تعالے ایسے اسباب مہیا فرما دے کہ بندہ حرام اور مشتبہات چیزون سے اور
گناہون سے بچ جاوے اور **شیخ ابو عبد الرحمن القاسم** نے فرمایا کہ جسکو قلب شاکر اور زبان ذاکر اور تن صابر دیا گیا وہ دنیا کی حسنہ و آخرت
کے حسنہ عطا کیا گیا اور عذاب دوزخ سے بچایا گیا۔ اسی سے حدیث میں اس دعا کی ترغیب آئی ہے چنانچہ امام احمد نے بسند صحیح روایت کی کہ قتادہؒ نے
انسؓ سے دریافت کیا کہ حضرت صلعم اکثر کون دعا مانگتے تھے تو کہا کہ کہتے اللھم ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اور انسؓ کا
دستور تھا کہ اسی سے دعا کیا کرتے اور جب کسی خاص بات کی دعا کرتے تو اسمین اس دعا کو شامل کرتے تھے رواہ مسلم و فی البخاری ایضا من حدیث انسؓ
امام احمدؒ نے انس بن مالک سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون میں سے ایک شخص کی عیادت کی حالانکہ وہ شخص بیماری سے
مثل فرخ کے ہو گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ بھلا تو اللہ تعالے سے کسی عبارت سے دعا کرتا یا اس سے کچھ سوال کرتا ہے
اسنے عرض کیا کہ ہان مین کہا کرتا ہون کہ ای میرے رب تعالے جس چیز کی وجہ سے تو مجھے آخرت مین عذاب کرنے والا ہو اسکو مجھے دنیا ہی مین مواخذہ
کرکے تمام کردے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سبحان اللہ تو اسکی طاقت نہین رکھتا یا کہا کہ تو اسکو برداشت نہین کرسکتا ہے بھلا تو نے یون
کیون نہ کہا کہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ انسؓ نے کہا کہ پھر اسنے اس دعا کو مانگا تو اللہ تعالے نے اسکو شفا
عطا فرمائی اخرجہ مسلم اور شافعی نے عبد اللہ بن السائب سے روایت کی کہ اسنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ رکن بنی جمح اور رکن اسود کے درمیان یون
دعا کرتے تھے کہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ نہین گذرا مین رکن پر مگر آنکہ مین نے اسپر ایک فرشتہ دیکھا جو آمین کہتا ہے یعنے جب کبھی آپ نے طواف کیا تو مقام رکن پر مشاہدہ فرمایا کہ فرشتہ
آمین کہتا رہتا ہے۔ پس جب تم لوگ رکن مذکور پر گذرا کرو تو کہو ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ
یہ ہوا کہ جب لوگ یہ دعا کرینگے تو فرشتہ آمین کہیگا پس اللہ تعالے سے قبولیت کی امید ہے گویا وہ فرشتہ اسیواسطے مامور ہے کیونکہ فرشتہ تو وہی کرتا ہے جو حکم ہے
جب آپ نے ایسے وقت میں اسی دعا کو تعلیم کیا تو معلوم ہوا کہ یہ دعا بہت خوب ہے۔ فولئک لھم نصیب مما کسبوا واللہ سریع الحساب۔ مفسر سیوطیؒ نے
اشارہ کیا کہ مما مین مِن تبعیضیہ نہین ہے یعنے یہ معنے نہین کہ بعض کمائی پاوینگے بلکہ معنے مِن اجل کے ہے یعنے اپنے اعمال کی جہت سے آخرت مین حصہ پاوینگے
اور اگر تبعیضیہ ہو۔ کی تنکیر واسطے تعظیم کے ہے تو ایسے لوگون کے لیے بڑی بشارت ہے یعنے انکو انکے اعمال کی جہت سے نصیب عظیم ملیگا اور وہ اسکی جزا
و ثواب عظیم ہے خصوص جبکہ مما کسبوا سے مراد دعا ہو یعنے انکی دعاے مذکور کی جہت سے انکو ثواب عظیم ہے پس اس دعا کی بڑی فضیلت نکلی اور دعا کو
کسب کہنا اس وجہ سے کہ وہ اعمال سے ہے اور جائز ہے کہ مما کسبوا یعنے من جنس ما کسبوا ہو یعنے اسکی جنس سے جو انھون نے کمایا ہے اور وہ جنس ان اعمال کی
جزا و ثواب ہے جو نافع ہونے مین انکی مثل ہے۔ اور سریع الحساب۔ یعنے باوجود بندون کی کثرت اور انکے اعمال نیک و بد کی کثرت کے بہت قلیل مقدار
مین حساب کرلیگا چنانچہ **شیخ مفسرؒ** نے بحوالہ حدیث کے دنیا کے نصف روز کی مقدار کہا اور بیضاوی وغیرہ نے ایک لحظہ کہا اور حق یہ ہے کہ سرعت حساب
اگر صفت باری تعالے ہے تو نصف روز کیا بلکہ لحظہ بھی بہت ہے اسکی شان اعلیٰ و ارفع ہے کہ وہان اسکے حساب مین وقت کو دخل ہو اور اگر اسکے حساب کے

وقوع کی طرف نظر ہے تو اسکی حکمت کی راہ سے مقدار اسکی ہونا کچھ بعید نہین پس جب حدیث وارد ہے تو وہی مقدار معتمد ہے اور ہزار برس و پچاس ہزار برس کا دن
جو دیگر آیات مین آیا ہے اس سے یہان منافات نہین ہے کیونکہ وہ تو دن کی مقدار ہے جسمین نیک بد اس دن قیامت مین عجائبات دیکھینگے کہ نیک لوگ
سایۂ رحمت مین اپنے پیغمبر کے حوض سے سیراب و مرزوق ہو وینگے اور بد لوگ تمازت آفتاب و شدت عذاب مین پھنسنا وینگے یہ حساب کا انجام صرف دنیاوی
نصف روز مین ختم ہوکر اپنے اپنے وطن اصلی یعنے جنت یا جہنم چلے جاوینگے اور انشاء اللہ تعالے اپنے موقع پر احادیث و آیات سے تفصیل آویگی اور
جائز ہے کہ یہ معنے ہون کہ یاد الٰہی وغیرہ مین پیش قدمی کرو کہ حساب الٰہی سریع ہے یعنے قریب ہے کہ قیامت قائم ہو اور لوگ محاسبہ مین آوین اور معنے اول معتمد
ہین و ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ فرمایا کہ حساب تو قریب دوپہر ہی تک ہو جاویگا تاکہ اسکے بندون کو حورون کے ساتھ قیلولہ نصیب ہو اور
اسکے دشمنون کو شیاطین مقرنین کے ساتھ گرفتاری ہو اور مترجم کہتا ہے کہ یہ تمثیل ہے پھر جب واقع ہو گا تو عیان ہو جاویگا۔ اور حاکم نے مستدرک مین
سعید بن جبیر سے روایت کی کہ ایک شخص نے ابن عباس سے آکر پوچھا کہ مین نے ایک قوم کو اپنے آپکو مزدوری پر بدین شرط دیا کہ وہ مجھپر اپنا بوجھ لادین
پھر مین نے اپنی اجرت مین سے کچھ انکو وضع کردی اس شرط پر کہ وہ مجھے اپنے ساتھ حج کرنے کی فرصت دین تو کیا یہ جائز ہو گا تو ابن عباس نے فرمایا
کہ تو ان لوگون مین سے ہے جنکے حق مین اللہ تعالے نے فرمایا اولئک لهم نصيب مما كسبوا والله سريع الحساب ۔ حاکم نے کہا کہ یہ حدیث شیخین کے
شرط پر صحیح ہے ف ۔ شیخ نے عرائس مین ذکر کیا ۔ قوله تعالے فاذكروا الله كذكركم آباءكم ۔ پھر مجھے یاد کرو مثل یاد ایسے شخص کے جو تمام عمر کے ہر وقت
مین یہ جانتا ہے کہ مین کسیکے نطفہ سے پیدا ہون کیونکہ یہ ایسی یاد ہے کہ آدمی سے کبھی اسکی زندگی مین بھولتا نہین ہے پس جو باپ دادون کا پیدا کرنیوالا
ہے اسکی یاد بھی ایسی ہی چاہیے ہے ۔ قال المترجم شیخ نے ذکر قلبی کی طرف اشارہ کیا اور یہ دراصل ظاہر مین بھی مراد ہے کیونکہ اہل علم مین کوئی اسکا
قائل نہین کہ زبانی ذکر بدون دل کی نیت کے ہو کچھ مفید ہے تو حاصل یہ ہوا کہ تفسیر ظاہر مین جو مذکور ہوا وہ تفسیر تو مراد ہے لیکن اسمین اشارہ کے معنے
یہ ہین کہ زبانی ذکر کے ساتھ ذکر قلبی اسطرح مفہوم ہے کہ جیسے آدمی اپنی پیدائش کا مجازی پیدا کرنیوالا باپ یاد رکھتا ہے اس سے بڑھکر حقیقی پیدا
کرنیوالے کو دل سے یاد رکھو فافہم ۔ اور نیز ایسی یاد کرو جیسے بچہ اپنے باپ کو اپنے سب مقصد کے وقت یاد کرتا ہے کیونکہ وہ اپنی سب خواہشون مین
اسکی طرف ٹھکانا بناتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میرا ٹھور ٹھکانا اسیکے پاس ہے تو مرجع حقیقی کو حقیقۃً یاد رکھو پس اللہ عزوجل نے معبودیت کی شرطین کرکے
وصف سے بندون کو بتلائین کہ معبودیت کا یہ ادب ہے ۔ قال المترجم یعنے بندہ اپنے معبود کا وہی ہے جو اسکو اتنا تو یاد رکھے جیسے بچہ اپنے باپ کو اور اتنا تو یاد
رکھے جیسے بچہ اپنے باپ کو مرجع سمجھتا ہے بلکہ اس سے بڑھکر یاد رکھے کہ بچہ تو بچپن سے باپ کو جو درحقیقت اسیکے مانند مجبور بندہ ہے ایسا سمجھتا ہے
اور معبود عزوجل تو جلال و صفات کمال مین درحقیقت ہے اسکو اس سے انتہا درجہ بڑھکر سمجھنا چاہیے ولیکن کمال رحمت سے بندون سے اسیکو قبول
فرمایا کہ یہ مذکور کے برابر تو یاد رکھین فافہم ۔ اور نیز اللہ تعالے نے اپنے بندون کو اس بات پر ملامت و جھڑکی دی کہ وہ اپنے پروردگار کے سوا
غیر کی یاد کرین اور بعض نے فرمایا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ تیرے باپ نے جو تجھپر احسان کیا اسکی وجہ سے تو اسکو ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور اسکا ذکر کرتا ہے حالانکہ
میرا احسان تو قدیم سے بے شمار ہے پھر تو مجھے اتنا ہی یاد کر جتنا تو اپنے باپ کو یاد کرتا ہے شیخ واسطی رح نے فرمایا کہ لوگون کی یہ حالت ہے کہ یاد تو ایسی
کرتے ہین جیسے کوئی ایسی بات کرتا ہے جسکی اسکو عادت پڑ گئی اور لت ہو گئی ہو اور دعا ایک معمولی عادت ہو گئی تو پھر کیسے اسکی برکتین و درجے ڈھونڈیان
مانگتے ہین ۔ اور ابو یعقوب رح سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس آیہ کریمہ کی فرمانبرداری کے موافق کیونکر بیٹے باپ کی یاد کی طرح اللہ عزوجل کو یاد کرتے ہین تو
فرمایا کہ مین یہ یقین جانتا ہون کہ جب اس نے مجھے مارا تو مجھے ادب دیا کیونکہ مجھسے محبت فرماتا ہے اور جب مجھسے کچھ سلب کر لیا اور لے لیا تو مین جانتا
ہون کہ اس نے مجھے اسکے بدلے اپنی نزدیکی عطا کی ۔ اور مجھے یہ روا نہین ہے کہ اسکے ساتھ بدگمانی کرون کیونکہ شفیق ہے قال المترجم ...

آیا ہے کہ ایک عورت کہ جو جہاد میں قید ہو کر آئی تھی اپنے بچہ کو ڈھونڈھتی اور جس بچہ کو پاتی اپنی چھاتی سے لگاتی یہاں تک کہ اپنے بچہ کو پایا اور کمال
شفقت سے اسکو چھاتی سے لگایا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم بھلا ایسا خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اس بچہ کو اپنے امکان بھر آگ میں ڈالے گی لوگون نے
عرض کیا کہ نہیں تو فرمایا کہ اللہ تعالے اپنے بندون پر اس سے زیادہ شفیق ہے جیسے یہ اپنے بچہ پر شفقت کرتی ہے لیکن اس حدیث سے اللہ تعالے کی شفقت کا
قیاس ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تو سمجھانے کے طور پر مثل ہے فافہم۔ اور ابن عطا نے ایک وقت اپنے یارون کو فرمایا کہ تم لوگ اپنی زبانون سے اللہ تعالے کو یاد کرو حتی کہ
غیر کے ذکر سے جنبش نہ کرے اور اللہ تعالے کو اپنے دلون سے یاد کرو حتی کہ غیر کی حالت میں فکر نہ کرے اور اسکو اپنے اسرار سے یاد کرو تاکہ سِر کو اسکی یاد سے
زندگی حاصل ہو اور اسکو اپنی ارواح سے یاد کرو تاکہ تمہاری روح ہمیشہ انوار سے تعلق پاوین۔ اور شیخ شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے ہی کی یاد سے صالحین
منور رہے اور اللہ تعالی ہی کی یاد سے ایک نیک بندون نے اسکے قدس میں کرامت کی جگہ پائی اور اسکی یاد سے عارفون کے دل اسکے شوق میں
سرشار ہو کر اسکی طرف جھک پڑے۔ قولہ ومنہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ۔ دنیا کی بھلائی یہ ہے کہ اللہ تعالے کی معرفت حاصل ہو اور اسکی مرضیات
ڈھونڈھنے کی توفیق ملے یہان تک کہ دنیا میں مشغول ہونا ترک ہو جائے۔ قولہ وفی الآخرۃ حسنۃ۔ اور آخرت کی خوبی وبھلائی یہ ہے کہ اللہ تعالے عز وجل کا
مشاہدہ حاصل ہو جس سے تمام نعمتین خود بخود حاصل ہو جاوین۔ قولہ وقنا عذاب النار۔ دنیا و آخرت کی نعمتون میں دل بستہ ہو کر خواہش کی آگ میں جلکر
دوری کے عذاب میں گرفتار ہونے سے بچا لے۔ اور نیز حسنہ دنیا الیقین ہے اور حسنہ آخرت کشف ہے اور نیز حسنہ دنیا یہ ہے کہ ہوا جنید بدیہ حاصل ہون اور
حسنہ آخرت یہ ہے کہ دیدار حق جل جلالہ کا شکر یہ ہے اور جب ایسا ہو یعنے بیاد سے اس لائق نہین کہ یہ انعام ہو تو شکر کرین اور نیز حسنہ دنیا یہ ہے کہ بدون غبار
کدورت کے خاطر صاف کے ساتھ دوامی ادا ہو سکے اور صاف نصیب ہو اور حسنہ آخرت یہ ہے کہ یاد سے ادوش ہو کر جسکی یاد تھی اسکا سامنا حاصل
ہو جائے۔ اور بعض نے فرمایا کہ حسنہ دنیا یہ ہے کہ دنیا سے منہ پھیر لینا ہے اور آخرت کا حسنہ یہ ہے کہ آخرت میں پھنس جانے سے چھوٹنا نصیب ہو
اور عذاب دوزخ سے نجات یہ ہے کہ دنیا و آخرت دونون کی خواہش کی آگ میں جلنے سے محفوظ فرمائے کیونکہ جو چیز عزوجل سے اوٹ کرکے ہمکو اپنی طرف مشغول
کرنے والی ہو وہ بدبخت ومنحوس ہے۔ اور واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ دنیا میں حسنہ یہ ہے کہ حق عز وجل کی طرف سے جو حصہ قرار دیا گیا ہو اس سے دور ہونا نصیب ہو
اور حسنہ آخرت یہ ہے کہ اپنے اعمال افعال سے نظر ہٹ جائے اور فضل الٰہی کی طرف اسکو نظر نصیب ہو یعنے باوجود طاعت کے ہمیشہ قصور
دیکھے اسواسطے کہ حسب حقیقی بندگی محال ہے اور شیخ ... نے کہا کہ جو نصیب ہوا اسپر قناعت اور جو حکم ہو اسپر رضامندی
حاصل ہو اور بعض نے کہا کہ حسنہ دنیا صحبت حق ہے اور حسنہ آخرت یہ ہے کہ اسکی نزدیکی حاصل ہو اور عذاب النار یہ کہ اپنی حضور سے دوری و فراق سے
مہجور کرنے کی آگ سے بچاوے اور دوزخ کی آنچ سے نہ لگے۔ اور بعض نے کہا کہ حسنہ دنیا توفیق ہے اور حسنہ آخرت اسکی قربت ہے اور اس سے محروم ہونا یہی عذاب النار ہے

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ ۚ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ

اور یاد کرو اللہ کو گنتی کے دن پھر جو کوئی جلد چلا گیا دو دن میں اسپر گناہ نہیں ہے اور جو کوئی رہ گیا اسپر نہیں گناہ

لِمَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

جو کوئی ڈرتا رہا اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم اسی پاس جمع ہو گے

پھر بقیہ احکام ایام منی ارشاد فرمائے بقولہ تعالے۔ وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ۔ اور گنتی کے ایام میں اللہ تعالے کی یاد کرو
یہ ایام تشریق کے تین دن ہیں ہر روز بعد زوال کے تینون جمرات پر کنکریان بھی مارے۔ حدیث میں ہے کہ یہ ایام کھانے پینے اور یاد الٰہی کے دن ہیں الصحیح
فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ پس جسنے جلدی کی دو دن میں یعنے ایام تشریق میں سے دوسرے دن رمی الجمار کرکے رخصت ہو گیا فلا اثم

عَلَیْہِ - تو اسپر گناہ نہیں ہی ف بہ امر جائز ہی - وَمَنْ تَاَخَّرَ - اور جسنے تاخیر کی ف یعنے تیسرے دن رمی الجمار کے بعد روانہ ہوا - فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ
تو اسپر بھی کچھ گناہ نہیں ہی ف بلکہ ایک دن رمی کا ثواب مزید ہی - تو فائدہ بیان یہہ کہ لوگ ان دونوں باتوں میں مختار ہیں اور تاخیر افضل ہی کیونکہ اسمیں ثواب
زائد ہی پھر فرمایا - لِمَنِ اتَّقٰی - واسطے اس شخص کے جسنے تقویٰ کیا ف یعنے گناہ نہونا ایسے بندے کے لیے ہی جسنے تقویٰ سے مناسک حج ادا کیے کیونکہ
حاجی درحقیقت وہی ہی جو حج سے پہلے سب گناہ بخشانے کے لیے مطیع ہوا اور حج سے گناہان سابق بخشے جاتے ہیں - برخلاف بدکاری رفث و فسوق و جدال
کے کہ یہ شخص بیباک ہی لہذا فرمایا - وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ - اور اللہ تعالیٰ سے تقویٰ رکھو اور جان لو کہ تم اسی کی طرف
حشر کیے جاؤ گے ف تو تمکو تمہارے افعال کی جزا دیگا - مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک قولہ لِمَنِ اتَّقٰی سے تقویٰ شرک مراد ہی یعنے یہ حکم مغفرت اس
شخص کے لیے ہی جو مومن ہو ورنہ کفار جو دنیاوی دعا مانگتے تھے اور آخرت سے منکر تھے انکو اس حکم سے کہ وہ گناہ نہیں، کچھ نصیبہ نہیں ہی حالانکہ شبہہ ہوتا تھا
کہ بعد دعاے سابق کے یہ حکم شاید عام ہو لیس خاص کر دیا کہ صرف اہل ایمان کے لیے ہی - جاننا چاہیے کہ دسویں ذی الحجہ میں قربانی و طواف کے بعد تین روز جاکر
منیٰ میں بیٹھے ہیں اور رمی جمار کرتے اور ذکر و تکبیر کہتے ہیں - پھر جاننا چاہیے کہ جمہور کے نزدیک یہ خطاب حاجیوں و غیر حاجیوں سب کو ہی چنانچہ حنفی مذہب
میں بھی نماز جماعت کے بعد تکبیر واجب ہی اور منفرد کو مستحب ہی اگرچہ وہ اپنے وطن میں ہو حج میں نہو اور بعض نے کہا کہ فقط حاجیوں کے ساتھ خاص ہی اور
ذکر عام ہی توحید و تسبیح و تکبیر وغیرہ کو اور علی الخصوص تکبیر کے ساتھ باواز بلند ہی اور لفظ اسکے ہمارے نزدیک - اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر
اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد - میں کما روی وصح - اور یہ ذکر وقت قربانی کے اور نماز جماعت کے پیچھے اور رمی جمار کے وقت اور سواے اسکے سب اوقات کو شامل
ہی اور یہی بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا ہی اور یہی شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ عمر بن الخطابؓ سے ثابت ہوا کہ وہ منیٰ میں اپنے قبہ میں تکبیر کہا کرتے پس لوگ تکبیر
بازار والے تکبیر کہتے یہانتک کہ تکبیروں کی آواز سے منیٰ گونج جاتا تھا اور اس باب میں حضرت ابوہریرہ وغیرہ صحابہؓ سے آثار وارد ہیں - سیوطیؒ نے لکھا
قولہ تعالیٰ - اذکروا اللّٰہ - یعنے رمی جمرات کے وقت ذکر الٰہی کرو - مترجم کہتا ہی کہ یہ قید نہیں بلکہ بنظر زیادت خصوصیت کے ہی کیونکہ ایام تشریق میں اسی
قصد سے منیٰ جاتے ہیں کہ رمی جمرات کریں تو اسوقت ضرور ہی کہ تکبیر کہینگے - قولہ فی ایام معدودات - شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ
ایام معدودات تو ایام تشریق ہیں اور ایام معلومات دس دن ذی الحجہ کے ہیں - اور عکرمہ نے کہا کہ نمازہاے فرائض کے بعد تکبیر اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر پڑھنا ہی -
قرطبیؒ نے کہا کہ علما میں کچھ اختلاف نہیں کہ اس آیت میں ایام معدودات سے ایام منیٰ مراد ہیں اسپر ابن عبد البر وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہی ابن کثیرؒ نے
لکھا کہ عبد الرحمٰن بن یعمر الدیلی کی حدیث پہلے گذری کہ ایام منیٰ کے تین روز ہیں اور نبیشۃ الہذلی سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ایام تشریق تو کھانے
پینے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے دن ہیں رواہ مسلم اور مقسم نے ابن عباس سے روایت کی کہ ایام معدودات ایام تشریق چار روز ہیں ایک روز قربانی اور تین دن
اسکے بعد کے اور ایسا ہی ابن عمر و ابن الزبیر و ابو موسیٰ و عطاء و مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و ابو مالک و ابراہیم نخعی و حسن و قتادہ و زہری و ربیع بن انس و ضحاک بن انس
وغیرہم سے مروی ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ وہ تین روز ہیں ایک روز قربانی اور دو روز اسکے بعد کے انمیں سے جس دن چاہے ذبح کرے
مگر افضل پہلا دن ہی اور ظاہر ابن کثیرؒ نے کہا کہ مشہور قول اول ہی یعنے چار روز ہیں مترجم کہتا ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ایام قربانی کا بیان ہی
چنانچہ آخر کلام اسکا اشارہ بسوی ایام تشریق اگرچہ یوم النحر کے بعد تین روز ہوں مگر قربانی انمیں سے صرف بعد کے دو ہی روز میں روا ہی اور اسکو امام ابو حنیفہؒ اور انکے
صاحبین نے اختیار کیا ہی اور یہی ابن عمرؓ سے بھی مروی ہی اور ابن جریر نے سعید بن المسیب کے طریق سے ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
عبد اللہ بن حذافۃ السہمی کو روانہ کیا کہ منیٰ میں پھر کر پکار دیں کہ ان دنوں میں روزے مت رکھو کہ یہ دن کھانے پینے اور یاد الٰہی عزوجل کے ہیں اور عطاء نے
عائشہؓ سے روایت کی کہ نہی کی رسول صلعم نے روزے ایام تشریق سے کہا اور یہ ایام کھانے و پینے و ذکر اللہ عزوجل کے ہیں اور محمد بن اسحٰق نے اپنی

اسناد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ وہ رسول اللہ صلعم کے بغلہ بیضا پر سوار آئے یہانتک کہ شعب انصار پاس کھڑے ہوئے اور یون کہتے تھے
کہ ای لوگو یہ روزہ رکھنے کے دن نہین ہین یہ کھانے پینے اور ذکر اللہ تعالے کے دن ہین **قال المترجم** یہی مذہب ہی ابو حنیفہ اور انکے صاحبین کا اور
پہلے گذرا کہ جیسے تمتع کے ایام حج کے تین روزے نہ رکھ سکے ہون وہ بھی ان ایام مین نہین ادا کر سکتا ہی خلافا للشافعی - اور اس تکبیر کا شروع وختم کس وقت سے
کب تک ہی اسمین علما کے چند اقوال ہین اول آنکہ روز عرفہ کی نماز صبح سے لیکر آخر ایام تشریق کے عصر تک ہی اور اسمین دارقطنی نے ایک حدیث روایت کی
ولیکن حدیث مرفوع ثابت نہین ہوتی ہی ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی بات مشہور قول اور اسی پر عمل ہی مین کہتا ہون کہ یہی امام ابو یوسف وامام محمد کا قول ہی
پس بنابرین تکبیر تیئیس نمازون مین ہوئی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایام النحر یعنے بارھوین کے عصر تک ہی اور یہی قول ابو حنیفہ کا ہی
پس بنابرین بجملہ اٹھارہ نمازون مین تکبیر ہوئی اور بعض نے کہا کہ یوم النحر یعنے دسوین کے ظہر سے لیکر آخر ایام تشریق کی نماز صبح تک ہی پس بنابرین
پندرہ نمازون مین تکبیر ہوگی اور یہی امام مالک وامام شافعی کا قول ہی بخاری رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ منی مین ان ایام مین نمازون کے پیچھے اور
بچھونے پر اور خیمہ مین اور نشست گاہ مین اور رفتار کی حالت مین سب حالتون مین برابر تکبیر کہتے تھے - اور جاننا چاہیے کہ رمی جمار مین ہر کنکری کے ساتھ
تکبیر کہنا مسنون ہی اور وہ بالاتفاق سنت ہی یعنے واجب نہین ہی - قولہ فمن تعجل فی یومین - ای دوسرے روز دن ہی دن مین رمی جمار کے بعد چلا آیا - اور
یہ شافعی کا قول ہی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر تیسرے روز کی فجر ہونے سے پہلے چلا آیا تو بھی روا ہی - اگر کہا جاوے کہ چلا آنا کوئی ممتد چیز نہین
جو ایک روز پہلے سے دوسرے روز تک ممتد ہوئی کہ دوسرے روز آیا یعنے گیارھوین سے بارھوین تک ممتد نہین ہو سکتا بلکہ وہ فقط بارھوین کو واقع
ہوا پس یومین کے کیا معنے ہین جواب دیا گیا کہ یہ بطریق مجاز ہی جیسے قولہ نسیا حوتہما - دونون بھولے اپنی مچھلی حالانکہ بھولنے والے فقط یوشع تھے اور
یا یہ کہ بتقدیر مضاف ہی ای **فی ثانی یومین** - ای دوسرے دونون دن مین - قولہ ومن تاخر فلا اثم علیہ - ای اگر تیسرے روز کی فجر ہو گئی اور وہ وہین تھا
تو بغیر رمی الجمار کے روانہ ہونا جائز نہین ہی پس رمی جمار روز سوم کے بعد روانہ ہوا تو بھی کچھ گناہ نہین اور جاننا چاہیے کہ وقت رمی جمار کا بعد زوال کے
ہی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک تیسرے روز قبل زوال کے رمی جمار کرکے چلے آنا بھی روا ہی - اور تعجیل وتاخیر دونون صورتون مین گناہ نہ ہونے کے معنے یہ ہین
کہ دونون باتون مین اختیار دیا گیا ہی - اگر کہا جاوے کہ تاخیر کرنا تو بالاتفاق افضل ہی - جواب دیا گیا کہ فاضل اور افضل کے درمیان اختیار دیا جانا جائز
ہی مثلا مسافر کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے دونون کا اختیار ہی اگرچہ روزہ رکھنا افضل ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۃ الفتح مین خود روزہ رکھا
اور علی وابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت کے معنے یہ ہین کہ جسنے تعجیل کی اسکے لیے بخشش کی گئی اور جسنے تاخیر کی اسکے لیے بخشش کی گئی - اگر کہا جاوے
کہ آیت کو اس تقسیم سے فرمانے مین کیا حکمت ہی تو جواب یہ ہی کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ دو فریق تھے بعضے تو تعجیل کرنے والے کو گنہگار سمجھتے تھے
اور بعضے تاخیر کرنے والے کو گنہگار جانتے تھے پس اللہ تعالے نے اس آیت مین دونون سے صریح گناہ دور فرمایا پس تاخیر افضل ہونے کے منافی
نہین ہی - قولہ لمن اتقی - اسکا متعلق مقدر ہی چنانچہ اکثر مفسرین علما نے کہا ای نفی الاثم ثابت لمن اتقی یعنے گناہ نہ ہونا ایسے شخص کے لیے جسنے
تقوی کیا رفث وغیرہ سے یہ کلام بہ نسبت قول بعض کے کہ ذلک التخییر یا ذلک الحکم لمن اتقی - کیونکہ ظاہری حکم تو عام ہی مترجم کے نزدیک تقوی
شرک یعنے ایمان ایسا چاہیے چنانچہ سابق مین مذکور ہوا کہ گناہ کی نفی اہل شرک کی کسی حالت پر نہین ہی - بالجملہ اسمین حکم اس شخص کی ہمسری کا ہی جسنے
حج مین تقوی کیا ہی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی کہ جسنے حج کیا اور اسمین رفث وفسوق نہ کیا تو وہ اپنے گناہون سے ایسا پاک
نکل گیا جیسے اس دن تھا جس دن اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہی پس فضیلت اسی کے واسطے ہی جسنے ظاہر وباطن ایمان کے ساتھ حج
کیا ہو ورنہ کافر ومنافق جو تقوی نہین کرتا مذموم ہی چنانچہ تفسیر بالا -

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ

اور بعضا آدمی ہی کہ خوش آوے تجکو بات اُسکی دنیا کی زندگی مین اور گواہ پکڑتا ہی اللہ کو اپنے دل کی بات پر اور وہ سخت جھگڑالو ہی

وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ وَاِذَا

اور جب پیٹھ پھیرے دوڑتا پھرے ملک مین کہ اسمین ویرانی کرے اور ہلاک کرے کھیتیان اور جانین اور اللہ خوش نہین رکھتا فساد کرنا اور جب

قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ

کہیے اللہ سے ڈر تو کھینچ لاوے اسکو غرور گناہ پر بس ہی اسکو دوزخ اور بُری ہی تیاری

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا - اور آدمیون مین سے بعضا وہ ہی کہ دنیاوی زندگی مین اسکی بات تجھے پسند آتی ہی ف اور آخرت مین نہین پسند آویگی کیونکہ وہ اپنے اعتقاد سے مخالف ہی۔ وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ - اور وہ اپنے قلب کی بات پر اللہ تعالےٰ کو گواہ لاتا ہی - ف یعنے کہتا ہی کہ اللہ تعالےٰ گواہ ہی کہ مین آپ سے دل سے محبت کرتا ہون اور جو زبان سے کہتا ہون یہی میرے دل مین ہی۔ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ - حالانکہ یہ شخص سخت جھگڑالو ہی ف تیرے ساتھ اور تیرے پیروی کرنے والون کے ساتھ سخت خصومت رکھتا ہی اس سبب سے کہ اوسکو تجسے سخت عداوت ہی - واضح ہو کہ یہ شخص بنی زہرہ مین سے اخنس بن شریق منافق تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میٹھی میٹھی باتین کرتا کہتا کہ مین آپ پر ایمان لایا اور آپکا دلی دوست ہون تو آنحضرت صلعم کی مجلس مین نزدیکی پاتا پس اللہ تعالےٰ نے اسکو اس بات مین جھٹلایا اور یہی منافق مذکور ایک رات یعنے مسلمانون کی کھیتی اور ہل چلانے کے گدھون کی طرف گذرا پس کھیتی کو جلا گیا اور گدھون کی کونچین کاٹ دین جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا وَاِذَا تَوَلّٰى - یعنے جب تیرے پاس سے پھرا ف تاکہ اپنی قوم مین لوٹ جاوے۔ سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا - تو ملک مین اس غرض سے چلا کہ وہان فساد پھیلاوے - ف یعنے یہ شخص زمین مین فساد پھیلانے والا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے پھرا تو راہ مین رات کو بوجہ عداوت کے چاہا کہ ایذا رسلمین کے لیے فساد کرے - وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ - اور کھیتی کو اور جانورون کی نسل کو تباہ کرے ف یہ بھی منجملہ اسکے فساد کے ہی کہ کھیتی و ہل کے جانور ہلاک کر دیے یعنے کھیتی اوجاڑنا اور چوپرون کا ہلاک کرنا منجملہ اسکے فساد کے ہی۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ - اور اللہ تعالےٰ فساد پسند نہین کرتا ہی ف یعنے اللہ تعالےٰ فساد کرنے سے راضی نہین ہی۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ - اور جب اس منافق سے کہا جاوے کہ تو اللہ تعالےٰ سے ڈر ف یعنے اپنی بدکاری سے خوف کر۔ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ - تو عزت اسکو گناہ کرنے پر اُبھارے ف یعنے جاہلیت کی حمیت اسکو بدکاری پر آمادہ کرتی ہی۔ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ - پس اسکو جہنم کافی ہی اور البتہ وہ بہت بُرا پالنا ہی ف مہاد پالنا جسمین بچہ پالے جاتے ہین یہ آیت عطف ہی قولہ ومن الناس من یقول پر اور دونون مین مناسبت یہ ہی کہ جب بیان حج کا انجام اسطرف آیا کہ ان مناسک مین سے ذکر و دعا کا انقسام مومن و کافر کی طرف ہوا تو اسکو منافق و مخلص دو قسمون کے بیان سے تمام کر دیا اور بعض نے فرمایا کہ جب حج سے آفاق مین متفرق ہونیکا ذکر آیا تو انکو حکم فرمایا کہ حج کا تقوی ثمر برکات تھا اور جب آفاق مین متفرق ہو کر اسوقت تک کہ اللہ عز وجل کی طرف محشور ہو اگرچہ موت ہوگا تقوی کرو تو موجب فوز عظیم ہی پھر فرمایا کہ بعضے ظاہر مین پرہیزگار معلوم ہوتے ہین اور باطن خراب جہنمی ہین اور بعضے حقیقت مین متقی ہوتے ہین اور یہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک محبوب ہین پس دونون قسمون کو ذکر فرمایا ایک لقولہ ومن الناس من یعجبک الی آخرہ - اور دوم بقولہ ومن الناس من یشری نفسہ الخ - شیخ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ سدی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اخنس بن شریق ثقفی کے حق مین آیت اُتری کہ وہ رسول اللہ صلعم کے پاس آیا اور اسلام کو ظاہر کیا اور باطن مین اسکے برخلاف تھا۔ اور مذکور ہی کہ یہ منافق صورت کا اچھا اور حضرت صلعم سے میٹھی میٹھی باتین کیا کرتا تھا اور قسم کھاتا تھا کہ مین مومن ہون اور آپکا محب ہون اور کہتا

کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مین سچا ہون۔ اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت چند منافقون کے حق مین اُتری جنھون نے خُبیبؓ ہو اُنکے ساتھیون کے حق مین جو رجیع مین شہید ہوے تھے کچھ انہین کہین اور عیب لگایا پس اللہ تعالیٰ نے منافقون کی مذمت اتاری اور خُبیب اور انکے ساتھیون کی بقولہ و من الناس من یشری نفسہ۔ یعنے اگلی آیت سے مدح فرمائی۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب منافقون و سب مومنون کے حق مین عام ہے اور یہی قول قتادہ و مجاہد و ربیع بن انس وغیرہم کا ہے اور یہی صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ ان روایات مین اتفاق ظاہر ہے کہ اخنس مذکور و دیگر منافقین کے حق مین ایک ہی آیت اُتری اور پھر حکم اسکا سب کے واسطے عام ہے چنانچہ ابن جریر نے روایت کی کہ سعید مقبری و محمد بن کعب القرظی مذاکرہ کرتے تھے پس سعید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی بعضی اگلی کتابون مین ہے کہ اس امت مین بعضے بندے ایسے ہونگے کہ انکی زبانین شہد سے میٹھی اور انکے دل ایلوے سے کڑوے ہونگے لوگون کے دکھلانے کو صوف کا لباس پہننگے اور دنیا کو دین پر جرأت سے اختیار کرینگے اور اللہ تعالیٰ نے انکے حق مین کہا کہ مجھی پر جرأت کرتے ہین اور میرے ہی ساتھ فریب بناتے ہین قسم ہے مجھے اپنی عزت کی کہ انپر ایسا فتنہ بھیجونگا کہ انمین کا حلیم حیران ہوجاوے پس محمد بن کعب نے کہا کہ یہ کتاب اللہ یعنے قرآن مجید مین موجود ہے تو سعید نے کہا کہ قرآن مین کہان ہے پس محمد بن کعب نے کہا۔ قولہ تعالیٰ ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوٰۃ الدنیا الآیۃ ہے تو سعید نے کہا کہ جسکے حق مین یہ آیت اُتری ہے وہ مجھے معلوم ہے پس محمد بن کعب نے کہا کہ آیت تو کبھی ایک شخص کے حق مین نازل ہوتی ہے پھر وہ سب کے حق مین جو اس حال کا ہووے عام ہوتی ہے اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ محمد بن کعب کا قول پسندیدہ و صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ یہان سے ظاہر ہوگیا کہ روایات سب متفق ہین اور چونکہ تصریح سبب نزول بقول سدیؒ اخنس بن شریق ہے لہذا مفسر سیوطیؒ وغیرہ نے اسیکو اختیار کیا ہے اور وہی موافق نظائر آیت ہے اور شریق پرورش کرنیکو ہے نص علیہ فی الکمالین۔ قولہ یعجبک قولہ اعجاب یعنے استحسان الشی یعنے کسی چیز کو مستحسن جاننا اور اسکی طرف میل کرنا اور اسکی تعظیم کرنا اور عجب باب حیرت ہے جو انسان کو کسی چیز سے ہوجاتی ہے اس لیے وہ شی ظاہر اور اسکا سبب پوشیدہ ہے پس نہ درحقیقت کوئی امر نہین بلکہ ظہور سبب نہونے سے ہے تا آنکہ جسپر سبب ظاہر ہوا اسکے نزدیک وہ چیز عجیب نہین جو دوسرے پر عجیب ہے۔ قولہ فی الحیوٰۃ الدنیا۔ یعنے دنیا مین تو اسکا قول جو عمدہ مطابق ایمان ظاہر کرتا ہے تجھے خوش آتا ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کا اسلام و ایمان و ستر رکھتے تھے ظاہر ہوا کہ آخرت مین حضرت صلعم کو پسند نہ آویگا کیونکہ کھل جاویگا کہ قول اسکا مخالف اعتقاد تھا۔ قولہ یشہد اللہ علی ما فی قلبہ۔ معنے اسکے یہ ہین کہ جب اسنے لوگون کے سامنے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا تو انکے واسطے قسم کھائی اور اللہ تعالیٰ کو انکے لیے گواہ کیا کہ جو اسکے دل مین ہے اسکی زبان سے موافق ہے اور ابن جریرؒ نے اسکو ابن عباس کی طرف منسوب کیا اور مجاہد سے نقل کیا اور اسیکو اختیار کیا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ معنے صحیح ہین اور جمہور کی قرأت مین یُشہد بضم یاء و نصب لفظ اللہ ہے۔ قولہ وہو الد الخصام یعنے مفسر سیوطیؒ نے کہا شدید الخصومۃ اور سراج مین ہے کہ حسنؒ نے کہا کہ الد الخصام ای کاذب القول اور قتادہ نے کہا یعنے بدکار و سخت دل ہے بات مین نرم بنتا ہے اور عمل مین بدکار ہے حدیث صحیح مین ہے کہ منافق کی تین نشانیان ہین جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب عہد باندھے تو غدر کرے اور جب مخاصمہ کرے تو فجور کرے۔ اور بخاری مین عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ان ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصم۔ آدمیون مین سے سخت مبغوض آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک الد الخصم ہے یعنے جو سخت جھگڑالو ہو مجاہد نے کہا کہ حرث پیداوار زمین ہے اور نسل ہر ایک آدمی و جانور کی نسل ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ نسل ہر جانور زمین پر چلنے والا ہے ابن کثیر نے قتادہ سے نقل کیا یعنے جب چلا یہ منافق زمین مین فساد کرنیکو تو اللہ تعالیٰ نے باران کو روک دیا پس حرث و نسل ہلاک ہوے اور بعض نے کہا کہ جب زمین مین والی ہوا تو اپنے ظالمون کے افعال کیے کہ حرث و نسل کو ہلاک کیا اور ظاہر وہ ہے جو مفسر سیوطیؒ نے اختیار کیا یعنے جب یہ منافق تیرے پاس سے پھرا تو ملک مین فساد کرنے چلا چنانچہ یعنے مسلمانون کی کھیتی رات مین جلادی اور گدھون کی کونچین کاٹ دین اور جیسا وغیرہ مین ہے کہ بات یہ تھی کہ اخنس

مذکور اور بنی ثقیف کے درمیان کچھ خصومت تھی پس ایک رات انکی تاک لگائی پس انکی کھیتیان جلادین اور مواشی مارڈالے۔ قولہ لایحب الفساد اسی لا یرضی ہو یعنے اللہ تعالے فساد سے راضی نہین ہی اور محبت دراصل میل قلب ہی چونکہ اللہ تعالے کے حق مین محال تھا لہذا اسکے لازم یعنے خوشامندی سے تفسیر کیگئی اور آیت مین افادہ ہی کہ اتق اللہ۔ سے دوسرے کو نصیحت کرنا جائز ہی اور عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ بڑے گناہون مین سے اللہ تعالے کے نزدیک یہ گناہ ہی کہ آدمی اپنے بھائی مسلمان سے کہے کہ اتق اللہ پس وہ جواب دے کہ تو اپنی خبر لے تو مجھے کیا نصیحت کرتا ہی۔ اور سفیانؒ سے روایت ہی کہ کسی نے مالک بن مغول سے کہا کہ اتق اللہ۔ پس وہ اللہ عزوجل کی تواضع کے واسطے زمین پر گر پڑے اور اپنا رخسارہ زمین پر رکھدیا۔ قولہ فحسبہ جہنم اسی کافی ہی اسکو جزا وعقاب کے لیے۔ قولہ ولبئس المھاد یہ بطریق توہین ہی اسواسطے کہ مہاد جمع مہد کی جو آرام پانے اور سوجانے کے لیے تیار ہو اسی سے بچہ کے پالنے کو مہد کہتے ہین اور ظاہر یہ ہی کہ مہاد اسم مفرد بچھونا ہی جو سونے و آرام کے لیے تیار ہو اور مجاہد سے مروی ہی کہ معنے یہ ہین۔ بہت بری ہی وہ چیز جو انھون نے اپنی جانون کے واسطے تیار کر رکھی ہی اور ابن عباس نے فرمایا بری منزل ہی۔ اور اس آیت مین چند مسائل ہین اول علما نے کہا کہ اگر دروغ پر اللہ تعالے کو شاہد کرے جان بوجھکر تو کافر ہی۔ دوم آنکہ الد الخصام سخت جھگڑالو آدمی اللہ تعالے کے نزدیک نہایت مبغوض ہی۔ سوم حرث ونسل کو بلاوجہ شرعی ہلاک کرنا حرام ہی۔ چہارم شکار کرنا اگرچہ مباح ہی لیکن لہو و خواہش نفسانی سے مکروہ ہی۔ پنجم اللہ تعالے محبت کرتا ہی ولیکن محب کی اطلاق کے سوائے عاشق یا معشوق یا حبیب یا محبوب وغیرہ جو الفاظ عرف مین حقیر معنے مین استعمال پاگئے ہین انکا اطلاق جناب باری کی شان مین حرام ہی اور یہی اصح ہی۔ فـ عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا۔ اسمین مدعی اور واصل کی طرف اشارہ ہی پس واصل تو وہ ہی کہ اللہ تعالے کی دستگیری سے کسی مقام کو پہونچ گیا پس جو کہتا ہی وہ اپنے علم کے موافق کہتا ہی اور مدعی وہ ہی کہ بیہودہ دعوی کرتا ہی پس مدعیون مین سے بعض وہ شخص ہی کہ جیسے وہ اپنی مزخرفات اور طامات بیان کرتا ہی تو تجھے خوش کرتا ہی یعنے اس نظر سے کہ اللہ تعالے نے اسکو اس رتبہ کو دین مین پہونچادیا حالانکہ وہ کچھ بھی نہین اچھے ایسے لوگ ہین کہ دقیق باتین گڈھکر کہینگے اور اہل معرفت سے جو خاص احوال وکرامتین سنی سنائی ہین اور باریک علوم واشارات کو ظاہر کرینگے حالانکہ وہ لوگ ضلالت کے میدان مین سرگردان ہین ان لوگون کی زبان تو انبیا علیہم السلام کی زبان ہی یعنے حدیث وقرآن بیان کرینگے۔ اور قلوب انکے بھیڑیون کے سے ہین اسواسطے کہ اللہ تعالے نے ایمان ومعرفت کا نور انکے دلون سے سلب کرلیا ہی۔ اب جان لینا چاہیے کہ یہ کون لوگ ہین پس یہ وہ لوگ ہین جنھون نے راہ سنت کے برخلاف بدعتون کو نکال لیا اور اپنے نفس کی خواہشون پر چلتے ہین پس یہ لوگ اہل ہوا و اہل بدعت ایسے بدتر ہین کہ اس امت کے مومنون کو فتنہ مین ڈالتے ہین اور انکو راہ حق سے روکتے وگمراہی کی طرف کھینچتے ہین اور راہ صواب والون پر انکار کرتے ہین اور جو لوگ بجانب حق ارادہ کرتے ہین انکو اغوا کرتے اور فریب دیتے اور راہ سنت سے روکتے ہین یہ لوگ البتہ جھوٹے ہین جو دعوی کرتے ہین دروغ ہین دروغ باتون سے اپنے آپ کو اولیا صدیقین کہلاتے ہین اور مخلوق کے لوگ انکی ہیئات ولباس سے دھوکا کھاتے ہین۔ راتون کی شب بیداری اور نمازین کھڑے رہنے کے اپنے سوجے ہوئے پانون دکھلاتے اور اپنی آستینین کوتاہ بناتے اور زرد چہرے ظاہر کرتے اور میٹھی باتین بناتے ہین تاکہ ان چیزون سے لوگون کے دلون کو اپنی طرف جذب کرین اور لوگون کو ایسا معتقد بنادین کہ انکی گردنون پر اپنے قدم رکھکر چلین یہ مدعیان جاہل اپنی لن ترانیون سے لوگون کے مال کھاتے اور صورتین بناکر اتراتے ہین اور لمبی چوڑی کرامات بیان کرتے ہین اور خلوت مین بیٹھکر اپنے احمق مریدون کے دلون مین ہوسات دنیا ونفاق ودلیری وبیباکی کے بیج بوتے ہین یہ لوگ اہل بدعت وہوا ہین مترجم کہتا ہی کہ اہل بدعت وہوا دو قسم کے ہین ایک وہ لوگ جو اعتقاد کی باتون مین راہ حق واعتقاد سنت چھوڑکر گمراہ ہوئے مثل رافضی وخارجی وغیرہ کے بعض احادیث صحیح مین ان لوگون کی حالت

یون مذکور ہی کہ عبادت و قرآن کی تلاوت وغیرہ مین تم لوگ اپنی عبادت کو انکے مقابلہ مین ہیچ سمجھوگے مگر حال یہ ہی کہ قرآن ان لوگون کے حلق سے نیچے نہ اُتریگا اور یہ لوگ دین حق سے ایسے نکل جاوینگے جیسے کمان سے تیر نکل گیا۔ پس یہان سے ہر دیندار پر لازم ہی کہ شیطانی وسوسہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالے سے توفیق مانگے اور راہ سنت و طریق صواب سے ایک قدم باہر ہو اور اپنی عقل و اٹکل قیاس کا پابند ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ اگر دین مین اٹکل کام کرتی تو موزہ کے اوپر مسح کرنے کے بنسبت تلوے کے رخ مسح کرنا اولی ہوتا دوسری قسم کے اہل بدعت وہ ہین جو فروع مسائل مین خلاف سنت چلتے ہین اور استاد **ابو القاسم القشیری** نے کہا کہ اسمین اشارہ ہی کہ جن اہل ظاہر کو انوار بصیرت سے مساعدت نہین حاصل ہوئی ہی وہ احکام ظاہر کے ساتھ مربوط ہین انکو تو مقامات پر ایمان ہی نہین اور نہ اس جملہ کی بینائی ہی یعنے اسرار سے وہ بالکل بے خبر ہین تو واجب ہی کہ اسرار کو انسے محفوظ رکھا جاوے **قال المترجم** پس ظاہر کرنے والا ضرور گناہگار ہوگا اسیواسطے حدیث مین ہی کہ لوگون سے انکی سمجھ کے لائق باتین کرو پس جس شخص نے زعم کیا کہ وحدت وجود کا مسئلہ لا الہ الا اللہ سے ثابت ہی اسکو اعلان کرنا واجب ہی تو اسنے غلطی کی بلکہ واجب ہی کہ لوگون کو راہ سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چلانے کی کوشش کرے اور پریشان اختلاف سے بچاوے شیخ نے ان منافقون کی مذمت مین طول کلام کیا یہانتک کہ کہا اور جب ان مفسدون سے جو دروغ دعوے باندھتے ہین کہا جاتا ہی کہ ڈرو اللہ تعالے سے اور جو تمنے دل مین چھپا رکھا ہی اسکے خلاف مت ظاہر کرو تو سرکشی کرنے اور تکبر و غرور دکھاتے ہین کیونکہ وہ اپنے قبائح و بد افعالیون سے اندھے ہین اور گمان یہ رکھتے ہین کہ ہم تو اللہ تعالے کی خلقت مین سب سے اشرف ہین اور جب انکو ایسے کام کا حکم کیا جاوے جو شرع مین معروف اور عمدہ ہی تو نہین بجالاتے اور اگر انکی بد فعلیون سے انکو منع کیا جاوے تو باز نہین آتے کیونکہ وہ اپنے نفس کے دام تزویر سے جاہل ہین اور گمان یہ کہ ہمین تو ہدایت پر ہین اللہ تعالے مومنون کو انکی نحوست سے بچاوے اور انکے برعکس ایسے بندون کی راہ دے جو اللہ تعالے کے نزدیک صادقین مومنین مقبول ہین

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ

اور کوئی آدمی ہی کہ بیچتا ہی اپنی جان چاہتا ہی خوشی اللہ کی اور اللہ شفقت رکھنے والا ہی بندون پر

یہ دوسرے فریق کا حال ہی یعنے جو لوگ مخلص و صادق ہین انکی یہ کیفیت ہی کہ اپنا جان و مال اللہ تعالے کی رضامندی کے لیے صرف کرتے ہین اور پھر شرمسار ہین کہ یہ لائق جناب کبریائی نہین ہی پس جملہ چار اقسام حاصل ہوے جو قولہ فمنہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا وما لہ فی الآخرۃ من خلاق سے یہانتک مذکور ہین اول وہ کہ ظاہر و باطن دنیا ہی مین رغبت رکھتے ہین۔ دوم وہ کہ دنیا مین اور آخرت مین دونون مین رغبت رکھتے ہین اور دنیا مین انکی رغبت کے یہ معنے ہین کہ دنیا مین ایسی توفیق و اسباب ملتے جاوین جس سے آخرت کا کام سنبھلتا جاوے ورنہ محض دنیا کے طالب و محب نہین ہین سوم وہ لوگ کہ ظاہر مین آخرت کے طالب بنتے ہین اور باطن مین دنیا کے طالب ہین اور وہ منافق ہین۔ چہارم وہ لوگ کہ ظاہر و باطن مین آخرت کے طالب ہین اور دنیا سے ظاہر و باطن بے رغبت ہین۔ اور یہ ایسے لوگ ہین جنکو فرمایا۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس و انس بن مالک رضی اللہ عنہما و سعید بن المسیب و ابو عثمان النہدی و عکرمہ و ایک جماعت رحمہم اللہ نے کہا کہ یہ آیہ کریمہ حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کے حق مین اُتری اور بات یہ تھی کہ جب وہ مکہ مین اسلام لائے اور وہان سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو کافرون نے انکو مع مال کے ہجرت کرنے سے روکا اور کہا کہ اگر مال سے الگ ہو کر ہجرت کرنا چاہے تو جاوے پس حضرت صہیب نے مال انکو دیدیا اور اپنی جان کو خلاص کر لیا اور ہجرت کرکے چلے اور یہان مدینہ منورہ مین اللہ تعالے عز و جل نے انکے حق مین یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی تھی پھر جب

وہ مدینہ کے قریب پہونچے تو حرہ کے کنارے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت صحابہ سے ملاقات ہوئی پس ان لوگون نے ان سے کہا کہ اچھا
نفع دیا بیع نے تو صہیب نے کہا کہ مین اور تم سب اپنی تجارت مین نفع پاوین اور اللہ تعالے تمہاری تجارت کو کبھی ٹوٹا نہ دے لیکن یہ بات کیا ہے جو تم نے فرمائی
ان لوگون نے صہیب کو آگاہ کیا کہ اللہ تعالے نے انکے حق مین یہ آیت نازل فرمائی ہے اور روایت کیا گیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صہیب کو فرمایا
کہ بھلا نفع دیا بیع نے ای صہیب پس صہیب نے اپنی جان کو جو مشرکون کے پنجہ مین تھی چھوڑا کر مرضیات الٰہی کے ہاتھ بیچ ڈالا اسی پر اللہ تعالے نے فرمایا
ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ البتہ اللہ تعالے نے خرید لین مومنون سے انکی جانین و اموال اس عوض سے کہ انکے واسطے جنت ہے
اور لغت مین شری خرید و فروخت دونون آتا ہے پس خرید کے معنے یہان بعوض مرضیات الٰہی کے نہین ہو سکتے لہذا یہی فروخت ظاہر ہے جیسا کہ مفسر سیوطی نے
تفسیر کیا ہے اور شیخ ابن کثیر نے سعید بن المسیب سے روایت ذکر کی کہ صہیب رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرکے روانہ ہوئے
پس قریش کے چند نفر مشرکین نے انکا پیچھا کیا جب سامنا ہو گیا تو صہیب اپنی سواری سے اتر پڑے اور ترکش کے تیر سب نکالے پھر کہا کہ ای گروہ
قریش تمکو معلوم ہے کہ مین تم مین بڑا تیرانداز ہون اور تم واللہ مجھ تک نہین پہونچ سکوگے یہان تک کہ میرے ترکش مین جتنے تیر ہین ایک ایک مار لون
پھر اپنی تلوار سے مارونگا جب تک میرے ہاتھ مین اسمین سے کچھ باقی رہیگا پھر تم جو چاہو کرنا اور اگر تم چاہو تو مین تمہین اپنے مال [illegible] جو مکہ مین
راہ بتاؤن اور تم میری راہ چھوڑ دو تو بولے کہ اچھا پھر انکو مال بتلا کر روانہ ہوئے پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آگئے تو آپ نے فرمایا کہ بھلا
نفع دیا بیع نے سعید نے کہا کہ یہی آیت ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد نازل ہوئی تھی قتادہ نے فرمایا
کہ یہ آیت سب مہاجرین و انصار کے حق مین ہے یعنی جن لوگون کی یہ تعریف فرمائی ہے وہ سب مہاجرین و انصار ہین ابن کثیر نے کہا کہ اکثر مفسرین
کے نزدیک یہ آیت ہر ایسے شخص کے حق مین اتری جسنے اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کیا اور جب ہشام بن عامر نے ہر دو صف کے درمیان حملہ کیا اور
بعض لوگون نے اسپر انکار کیا تو عمر و ابوہریرہ وغیرہ نے ان لوگون کو جواب دیا پھر یہی آیت پڑھی ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ
رؤف بالعباد مترجم کہتا ہے کہ قول اول مین سبب نزول کی تصریح ہے لیکن آیت اپنے معنے مین عام ہے کہ سب کو شامل ہے اور وجہ شمول باستدلال
قولہ ان اللہ اشتری الآیۃ ظاہر ہے معالم مین قصہ سریہ رجیع مین حضرت زبیر و مقداد کے حق مین اس آیت کا نزول ذکر کیا اور بعد اسکے کہا کہ اکثر مفسرین کے
نزدیک یہ آیہ کریمہ صہیب بن سنان رومی کے حق مین نازل ہوئی ہے پس یہی اظہر ہے اور اسی پر شیخ سیوطی نے اعتماد کیا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ ابتدا مین
صہیب رضی اللہ عنہ اسکا سبب نزول ہوئے اور مراد اسمین جمیع اصحاب مہاجرین و انصار ہین جنھون نے رضائے حق سبحانہ تعالے کے لیے اپنی جان و
مال قربان کیا واضح ہو کہ قصہ سریہ رجیع جو معالم مین مذکور اگرچہ طویل ہے ولیکن عجائب شان کو شامل ہے لہذا مین بھی اسکا ترجمہ کرتا ہون اور بخاری نے بھی
اس قصہ کو حدیث ابوہریرہ سے روایت کیا ولیکن مین معالم سے ترجمہ کرتا ہون حضرت ابن عباس و ضحاک سے روایت ہے کہ یہ آیت سریہ رجیع و اسکے
قصہ مین نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی کہ کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ مین آدمی بھیجا کہ ہم لوگ مسلمان ہو گئے ہین لہذا آپ ہمارے
پاس اپنے اصحاب مین سے چند آدمی ایسے روانہ فرمائیے جو دین کے مسائل سے خوب واقف ہون تاکہ ہمکو آپکا دین سکھلاوین اور یہ ان کافرون کا مکر تھا
پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیب بن عدی انصاری اور مرثد ابن ابی مرثد الغنوی و خالد بن بکیر و عبد اللہ بن طارق بن شہاب اور زید بن الدثنہ
کو روانہ کیا اور عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح انصاری کو ان سب پر سردار کیا ابوہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمی کا گروہ بھیجا اور انپر
عاصم بن ثابت کو امیر کیا قال المترجم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مکر و فریب سے آگاہی نہوئی کیونکہ تقدیر الٰہی ان بزرگون کی شہادت اور عجائب
واقعات پر جاری تھی پس یہ لوگ چلکر مکہ و مدینہ کے درمیان بطن رجیع مین اترے اور ان لوگون کے ساتھ [illegible] کے گذر رہے تھے جو انھون نے

راہ میں کھاتے تھے پھر ایک بوڑھیا اس راہ میں گذری اور اسنے گٹھلیاں دیکھیں پس وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ گئی اور کہا کہ اس راہ میں یثرب کے
لوگ محمد کے ساتھیوں میں سے آگئے ہیں پس قوم میں سے ستر مرد تیر انداز سوار ہو کے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ان لوگوں کو آ گھیرا اور ابو ہریرہ نے اپنی حدیث
میں کہا کہ انھوں نے ہذیل کے ایک قبیلہ سے ذکر کیا جنکو بنو لحیان کہتے تھے پس انمیں سے قریب سو مرد تیر انداز کے انکی تلاش میں متفرق ہوئے پس ان
لوگوں کے نشان قدم پر تلاش کرتے چلے یہانتک کہ انھوں نے انکا کھانا چھوارے کا پایا ایک مقام سے جہاں یہ اترے تھے پایا تو کہا کہ یہ تو یثرب کے
چھوارے ہیں پس انھوں نے نشان قدم پر چلے اور جا پہنچے پس عاصم اور انکے ساتھیوں نے اسکا احساس کیا تو ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے پس کافروں نے انکو
گھیر لیا اور مرثد و خالد و عبداللہ بن طارق کو شہید کیا اور عاصم بن ثابت نے اپنا ترکش کھولا اسمیں تیر پھیلا دئیے اور اسمیں سات تیر تھے پس ہر تیر سے انھوں نے
مشرکوں میں کے ایک بڑے مرد کو قتل کیا پھر دعا کی کہ اے پروردگار میں نے شروع دن میں تیرے دین کی حمایت کی تو آخر دن میں میرے گوشت کی حمایت
فرما پھر جب وہ خالی ہاتھ ہوئے تو مشرکوں نے انپر ہجوم کیا اور آخر انکو قتل کیا اور چاہا کہ انکا سر کاٹ لیجاویں تاکہ سلافہ بنت سعد کے ہاتھ فروخت کریں
اور عاصم نے اس عورت کے بیٹے کو احد کی لڑائی میں قتل کیا تھا اور اس عورت نے قسم کھائی تھی کہ اگر عاصم کو پاؤں گی تو اسکی کھوپری کا کاسہ بنا کر شراب
پیونگی پس اللہ عزوجل نے شہد کی مکھیوں کا ایک جھنڈ بھیج دیا جنھوں نے عاصم کو گھیر لیا اور یہ لوگ انکا سر کاٹنے پر قادر نہ ہوئے اسیسے انکو حمی الدبر کہتے
ہیں پس کافروں نے آپس میں کہا کہ اسکو شام تک چھوڑ دو کہ مکھیاں چلی جاوینگی تو ہم سر کاٹ لینگے پھر ایک سیاہ بادل آیا اور برسا پس اللہ تعالیٰ نے
پانی کی رو بھیجی جو عاصم کو جنت کی طرف لیگئی اور یہی سیل ان کافر مقتولوں میں سے پچاس کو جہنم میں لے گئی اور عاصم رضی نے اپنی زندگی میں عہد کیا تھا
کہ کسی مشرک کو نہ چھوویں اور نہ انکو کوئی مشرک کبھی چھوئے اور عمر بن الخطاب کو جب یہ خبر پہنچی کہ شہد کی مکھیوں نے مشرکوں کو عاصم سے باز رکھا تو
کہتے کہ کیا عجیب اللہ تعالیٰ کی حفاظت بندہ مومن کے ساتھ ہے کہ عاصم نے نذر کی تھی کہ اسکو کبھی کوئی مشرک نہ چھوئے اور نہ وہ مشرک کو چھوئینگے پس
جیسے عاصم اپنی حیات میں باز رہے ویسے ہی اللہ تعالیٰ نے انکو انکی وفات کے بعد بچا لیا۔ قال المترجم بخاری کی روایت میں ہے کہ عاصم نے مشرکوں کی
ذمہ داری میں جانے سے انکار کیا پھر خبیب بن عدی انصاری اور زید بن الدثنہ باقی رہے تو مشرکوں نے انسے عہد و پیمان کیا پس یہ انکی امان میں آگئے
مگر کافروں نے غدر کیا اور انکو باندھ کر لیچلے اور ایک تیسرے بھی تھے جنھوں نے ہرگز مکہ جانا پسند نہ کیا آخر کافروں نے انکو قتل کر دیا اور ان دونوں کو لے چلے
قال البغوی پس ان دونوں کو مکہ میں لے گئے پھر خبیب کو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹوں نے خرید لیا تاکہ خبیب کو اپنے باپ
حارث بن عامر کے عوض قتل کریں اور خبیب ہی نے حارث مذکور کو بدر کے روز قتل کیا تھا۔ قال المترجم شرف دمیاطی نے کہا کہ جمہور اہل تاریخ کے نزدیک حارث مذکور کو
خبیب بن اساف نے قتل کیا تھا اور یہاں خبیب بن عدی کا ذکر ہے شاید کافروں کو مشتبہ ہو گیا ہو واللہ اعلم۔ پس خبیب انکے پاس قید رہے یہانتک کہ جب حرمت کے
مہینے گذر گئے تب خبیب کے شہید کرنے پر کافر مجتمع ہوئے اور خبیب نے حارث کی ایک بیٹی سے بال پاک کرنے کو استرہ مانگ لیا تھا اور اس عورت کا ایک چھوٹا بچہ تھا جس سے
وہ غافل ہو گئی پھر عورت مذکورہ کو دفعۃً شعور ہوا کہ وہ بچہ حضرت خبیب کی ران پر تھا اور استرہ حضرت خبیب کے ہاتھ میں تھا لیکن نہایت خوفناک ہو گئی تھی کہ اثر خوف اسکا
چہرہ سے ظاہر ہوا اور بغوی کی روایت میں ہے کہ وہ چیخ اٹھی پس خبیب نے فرمایا کہ کیا تو ڈرتی ہے کہ میں اسکو قتل کر ڈالونگا میں ایسا نہیں کرونگا غدر کرنا ہماری شان سے
نہیں ہے پھر پیچھے وہ عورت یہ کہا کرتی تھی کہ واللہ میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا اور واللہ میں نے خبیب کو ایک روز دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں خوشہ
انگور لیے ہوئے کھاتے تھے اور وہ لوہے میں جکڑے ہوئے تھے اور مکہ میں اس وقت کوئی پھل نہ تھا اور یہ کچھ نہ تھا مگر ایک رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے
خبیب کو روزی کیا تھا۔ پھر ان کافروں نے خبیب کو حرم سے باہر نکالا تاکہ حل میں قتل کریں اور چاہا کہ اسکو سولی دیں پس خبیب نے کہا کہ
مجھے اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں پس انھوں نے چھوڑا پس خبیب وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ہر مسلمان کے واسطے جو صبر سے

قتل کیا جاوے دو رکعت نماز پڑھنے کا طریقہ مسنون کردیا پس دو رکعتیں پڑھیں پھر کہا کہ اگر ایسا نہوتا کہ تم لوگ گمان کروگے کہ یہ جو میں نے کرنا شروع کیا
بسبب جزع کے ہے تو میں اور زیادہ پڑھتا پھر کافروں پر بددعا کی اللھم احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تبق منھم احدا - ای میرے پروردگار
انکو گن گن کر ہلاک کردے اور انکو پریشان حال قتل کردے اور انمیں سے کوئی باقی نرکھ - پھر انھوں نے پڑھنا شروع کیا شعر ولست ابالی حین
اقتل مسلما ✦ علی ای شق کان فی اللہ مصرعی ✦ وذلک فی ذات الالہ وان یشاء ✦ یبارک علی اوصال شلو ممزع ✦ یعنے جبکہ میں
اسلام میں قتل کیا جاتا ہوں تو اسکی پروا نہیں کرتا کہ خدا میں کس کروٹ گروں اور یہ تو باری تعالے کی عنایت ہے اگر وہ چاہے تو پریشان جوڑ جوڑ میں برکت
عطا فرماوے پس کافروں نے انکو زندہ سولی دی پس خبیب نے دعا کی کہ ای میرے پروردگار یہاں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام
پہونچاوے پس تو ہی میرا سلام انکو پہونچا دے پھر ابو سروعہ عقبہ بن الحارث کھڑا ہوا اور خبیب کو اسنے قتل کردیا اور کہا جاتا ہے کہ مشرکین میں سے ایک شخص تھا سلامان ابو میسرہ
کہلاتا تھا اسکے ساتھ ایک نیزہ تھا پس اسنے خبیب کی چھاتی کے بیچ میں رکھا تو خبیب نے اس سے کہا کہ اتق اللہ یعنی اللہ تعالے سے ڈر پس اس بات
اس نے نیزہ کو اور زیادہ چبھو دیا اور اسنے نیزہ مارکر پار نکال دیا اور یہی ہے قول اللہ عز وجل واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم اور سلامان مرتد ہو گیا اور زید بن الدثنہ
کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا تاکہ اپنے باپ امیہ بن خلف ملعون کے قصاص میں قتل کرے پس اسکو اپنے غلام نسطاس کے ہاتھ تنعیم کو روانہ کیا کہ وہاں اپنے باپ کے بدلے میں قتل
کرے اور وہاں قریش کے چند آدمی جمع ہوئے جنمیں ابو سفیان بن حرب بھی تھا پس جب زید قتل کیے جانے کے لیے آگے لائے گئے تو ابو سفیان نے
کہا کہ ای زید میں تجھکو اللہ تعالے کی قسم دلاتا ہوں کہ کیا تجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت یہاں بجائے تمہارے محمد ہمارے قبضہ میں ہوتے اور ہم انکو قتل
کرتے اور تم اپنے لوگوں میں صحیح سلامت ہوتے تو زید نے کہا کہ واللہ مجھے یہ بھی پسند نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت جہاں ہیں وہاں انکو کوئی
کانٹا لگے جو انکو اذیت دے اور میں اپنے لوگوں میں بیٹھا رہوں تو ابو سفیان نے کہا کہ میں نے ہرگز لوگوں میں کسی کو نہ دیکھا کہ کوئی کسیکو ایسا محبوب
رکھتا ہو جیسے محمد کے یار محمد کو چاہتے ہیں - پھر نسطاس نے حضرت زید کو شہید کردیا پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہونچی تو آپ نے اپنے اصحاب سے
کہا کہ کون شخص ایسا ہے کہ خبیب کو اس لکڑی پر سے جسپر سولی دیے ہوئے لٹکے ہیں اُتارے اور اسکے واسطے جنت ہے تو حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ
بولے کہ میں ہوں یا رسول اللہ اور میرے دوست مقداد بن الاسود پس دونوں نکلے کہ رات میں چلا کرتے اور دن میں چھپے بیٹھے رہا کرتے یہانتک کہ رات
میں تنعیم کے مقام پر آگئے اور دیکھا کہ وہاں سولی کے گرد چالیس مشرک مست پڑے ہیں پس دونوں نے حضرت خبیب کی لاش سولی پر سے اُتاری
اور دیکھا تو تر تھی اور اسمیں سے کچھ بھی متغیر نہیں ہوا تھا حالانکہ چالیس روز سے اوپر ہو چکے تھے اور انکا ہاتھ انکے زخم پر رکھا تھا اور اسمیں سے خون تازہ نکلتا
جسکا رنگ تو خون کا رنگ تھا اور اس میں سے مشک کی خوشبو آتی تھی پس زبیر نے انکو اپنے گھوڑے پر لاد دیا اور چل دیے پس جب کافر جاگے تو دیکھا کہ
خبیب کی لاش نہیں ہے پس قریش کو خبردار کیا پس انمیں سے ستر سوار دوڑ پڑے پس جب زبیر و مقداد رضی اللہ عنہما کے پاس پہونچ گئے تو زبیر نے خبیب
کی لاش کو گھوڑے سے نیچے ڈال دیا اور زمین اسکو نگل گئی اسی سے انکو بلیع الارض کہتے ہیں پھر زبیر نے ڈانٹا کہ ای گروہ قریش تمکو کیا چیز ہمپر
جرأت دلاکر لائی ہے پھر اپنے چہرہ سے عمامہ اُٹھایا اور فرمایا کہ میں ہوں زبیر بن العوام اور میری ماں ہے صفیہ بنت عبد المطلب اور یہ میرا یار مقداد
بن الاسود ہے ہم دونوں شیران بیشہ نبرد ہیں اگر تم چاہو ہتھیار سے لڑو چاہو میدان میں اترو اور چاہو واپس جاؤ پس کفار قریش مکہ پھر گئے اور یہ دونو
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضرت کے پاس جبرئیل علیہ السلام تھے انھوں نے کہا کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم البتہ ملائکہ آپکے اصحاب سے
ان دونوں سے مفاخرت کرتے ہیں پھر زبیر و مقداد کے حق میں نازل ہوا قولہ تعالے ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ - جبکہ ان
دونوں نے خبیب کو سولی پر سے اُتارنے میں اپنی جانوں کو اللہ تعالے کے واسطے بیچ ڈالا تھا مترجم کہتا ہے کہ شاید تردد ہو کہ اس روایت میں

سبب نزول دیگر مذکور ہی تو مترجم نے تحقیق کر دیا ہی کہ نزول آیت ہر موقع پر بطور تفرقت کے کرر ہوتا ہی اور جو بیان مذکور ہوا اسکے یہ معنے ہین کہ ان لوگون کے حق مین پھر یہی آیت یاد دلائی گئی اگرچہ اول صہیب بن سنان رومی کے حق مین نازل ہوئی ہی پھر یہ سب فضائل ان بزرگون کے حق مین ہین جو تمام و کمال جان و مال سے مطیع حق ہو گئے لہذا تنبیہ و تاکید فرمائی بقولہ تعالے ۔

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ إِنَّهُ لَکُمْ عَدُوٌّ مُبِینٌ

ای ایمان لانے والے داخل ہو اسلام مین پورے اور مت چلو قدمون پر شیطان کے وہ تمہارا صریح دشمن ہی

فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْکُمُ الْبَیِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِیزٌ حَکِیمٌ

پھر اگر ڈگنے لگو بعد اسکے کہ پہونچا تمکو صاف حکم تو جان رکھو کہ اللہ زبردست ہی حکمت والا

اس آیت کا نزول عبد اللہ بن سلام و انکے اصحاب کے حق مین ہوا جبکہ اونہون اسلام لائے کہ انہون نے سبت کی تعظیم کا عزم کیا اور اونٹ کا گوشت مکروہ رکھا۔ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ ای ایمان لانے والو داخل ہو سلم مین سلم بفتح اول اور بکسر اول دونون طرح آیا ہی یعنے اسلام ۔ کَافَّةً سب مین تمام یہ حال اسلام ہی یعنے اسلام کے تمام شرائع مین داخل ہو یعنے جو کچھ احکام اسلام تمکو دیئے جاوین انھین پر مستقیم ہو بدون اختلاط یہودیت وغیرہ کے جو اپنی رای سے ہو ۔ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ إِنَّهُ لَکُمْ عَدُوٌّ مُبِینٌ ۔ اور شیطان کی راہون کی پیروی مت کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہی یعنے راہ مستقیم سے شیطان کی راہ منحرف ہی تو اسکی طرف مت جاؤ اسطرح کہ اپنے قیاسات و خواہش نفس کی پیروی کرو کیونکہ اسلام حق ہونے کے معجزات تمکو مل گئے پھر اس سے بہتر حق کہان ڈھونڈتے ہو ۔ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْکُمُ الْبَیِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِیزٌ حَکِیمٌ پھر اگر معجزات دلائل واضحہ آنے کے بعد تمنے لغزش اختیار کی تو خوب جان لو کہ اللہ تعالے غالب حکمت والا ہی ف ۔ اسکو انتقام لینے و عذاب کرنے سے کوئی چیز نہین روک سکتی ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید ان مسلمانون نے جو یہودیون سے اسلام لائے تھے ڈرے کہ کہین سنیچر کے روز تعظیم کرنے سے پھر وہ عذاب آئے جو زمانہ داؤد علیہ السلام مین ایک قوم پر آیا تھا چنانچہ قولہ تعالے ۔ فَقُلْنَا لَهُمْ کُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِینَ ۔ مین اور سورۂ اعراف مین مذکور ہی ۔ اسیطرح اونٹ کے گوشت مین یہ خوف کیا ہو تو اللہ تعالے نے تشدید کرکے خوف کو اسطرف الٹ دیا کہ اگر اسلام مین یہ حرکت کروگے تو خوف عذاب الٰہی ہی بعضون نے اس آیت کا ماقبل سے ارتباط اسطرح بیان کیا کہ اللہ تعالے نے اپنے بندون مین تین فریق بیان فرمائے مومن و کافر و منافق پھر اسکے بعد سلامت داخل ہونے کا حکم کیا اور میرے نزدیک یہ وجہ ارتباط غریب ہی تو قابل نظر ہی بلکہ اسیقدر کافی ہی کہ جب کلام کا سلسلہ اس بیان تک پہونچا کہ بعضے رضاء الٰہی کے طالب ہین اور بعضے منہ کے مومن اور دل مین منافق ہین تو اہل ایمان کو تنبیہ فرمائی اور حکم دیا کہ اتباع حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جمیع شرائع و احکام مین اسطرح ظاہر و باطن چاہیے جیسے اعتقاد ظاہر و باطن چاہیے ہی تاکہ عمل مین بھی کوئی شائبہ نفاق نرہے ۔ قال ابن کثیر اللہ تعالے اپنے مومن بندون کو جنھون نے اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہی حکم فرماتا ہی کہ جمیع شرائع اسلام کو دل سے لین اور اسکے تمام اوامر پر عمل کرین اور تمام زواجر سے باز رہین جہانتک انکو استطاعت ہی ۔ اور ابن عباس و طاؤس و ضحاک و عکرمہ و قتادہ و سدی و ابن زید نے قولہ ادخلوا فی السلم مین کہا یعنے اسلام مین یعنے سلم کی تفسیر اسلام ہی اور ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ ادخلوا فی السلم یعنے فی الطاعۃ یعنے فرمانبرداری مین پورے طور پر داخل ہو اور ایسا ہی ابو العالیہ و ربیع بن انس سے مروی ہی اور قولہ کافۃ ابن عباس و مجاہد و ابو العالیہ و عکرمہ و ربیع بن انس و سدی و مقاتل و قتادہ و ضحاک نے کہا کافۃ ای جمیعا اور مجاہد نے کہا کہ کافۃ ای تمام اعمال و وجوہ خیر پر عمل کرو مترجم کہتا ہی کہ اگر کافۃ بمعنے جمیعا ہو تو مومنون کا حال ہی یعنے ای مومنین تم سب کے سب اسلام مین داخل ہو تم مین سے کوئی خارج نہو اور دوسری تفسیر

سلم سے حاصل ہوگا یعنے اعمال خیر وطاعت اسلام مین سے کوئی چیز چھوٹ نجاوے بلکہ جمیع انواع اسلام مین داخل ہو پھر سبب نزول جو مفسر سیوطی رحمہ نے
ذکر کیا ہی یہی معالم مین ذکر فرمایا ہی اور بیضاوی نے اسپر جزم نہین کیا اور کچھ شیخ ابن کثیر کے کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہی چنانچہ کہا اور عکرمہ رحمہ نے
زعم کیا کہ یہ آیت نازل ہوئی چند آدمیون کے حق مین جو یہود وغیرہ مین سے مسلمان ہوے مثل عبد اللہ بن سلام اور اسد بن عبید و ثعلبہ وغیرہم کہ
انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ سنیچر کے روز کی تعظیم کرین اور توریت کو رات کی عبادت مین تلاوت کرین پس اللہ تعالے نے انکو
حکم دیا کہ اسلام کے شعائر و شرائع پر قیام کرین اور اسمین مشغول ہو کر ما سوا اسکے سے باز رہین قال ابن کثیر ان لوگون کے ساتھ عبد اللہ بن سلام کو ذکر
کرنے مین تامل ہی کیونکہ عبد اللہ بن سلام کامل مومن تھے اور سنیچر کا منسوخ ہونا جانتے تھے پس علم کے باوجود مستبعد ہی کہ وہ سنیچر کی تعظیم رکھنے کی درخواست
کرتے قال المترجم بالخصوص جبکہ سنیچر کو یہودیون نے اجتہاد سے نکالا تھا اور وہ انپر لازم کر دیا گیا جیسے نصاری نے اتوار کو نکالا چنانچہ حدیث فضائل جمعہ
اس امر پر شاہد ہین جسمین یہ مضمون ہی کہ یہود و نصاری اسمین خطا کر گئے اور اہل اسلام کو اللہ تعالے نے اُسکی ہدایت کی پس عبد اللہ بن سلام سے باوجود
اس علم کے تعظیم شنبہ کے درخواست بعید ہی مگر ابن جریر رحمہ نے عکرمہ رحمہ سے یون ہی روایت کیا ہی جیسا کہ مذکور ہوا واللہ اعلم قال ابن کثیر اور
ابن عباس نے فرمایا کہ اہل کتاب مین سے ایمان لانے والے مراد ہین کہ یہ لوگ باوجود ایمان باللہ تعالے کے توریت کے بعض امور و شرائع پر جو انپر نازل کیے
گئے تھے جمے ہوے تھے پس اللہ تعالے نے فرمایا ادخلوا فی السلم کافۃ یعنے داخل ہو شرائع دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین اور ان شرائع مین سے کچھ
مت چھوڑو اور توریت کے ساتھ تو یہی کافی ہی کہ توریت وجو کچھ ہمین ہو وہ اللہ تعالے کا اتارا ہوا برحق ہی اسقدر ایمان رکھو قال المترجم سلم
ابن کثیر و نافع و کسائی نے بفتح اول پڑھا ہی اور باقیون نے بالکسر پڑھا اور سورۂ انفال مین انھون نے بالکسر پڑھا اور ابوبکر و باقیون نے بالفتح پڑھا
اور سورۂ محمد مین حمزہ و ابوبکر نے بالکسر پڑھا کذا فی المعالم وقال اور حذیفہ بن الیمان سے اس آیت مین تفسیر آئی ہی کہ اسلام کے آٹھ سہام ہین پس شمار کیا
نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج۔ عمرہ۔ جہاد۔ امر بمعروف۔ نہی از منکر۔ اور فرمایا کہ خسارہ مین رہا جسکا حصہ نہین ہی۔ قولہ فان زللتم من بعد ما جاءتکم البینات۔
یعنے تمپر واضح دلائل قائم ہو چکے کہ اسلام حق ہی پھر اگر تمنے اس سے عدول کیا تو تمسے البتہ انتقام لیا جائیگا۔ یہ وہم نہو کہ ہم تو دنیا مین موجود ہین کیونکہ دنیا و
آخرت سب اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین۔ لہذا فرمایا۔ فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم۔ جان رکھو کہ اللہ تعالے عزیز حکیم ہی معالم مین کہا کہ عزیز فی نقمتہ
ای غالب ہی انتقام سے یعنے ہین کوئی بھاگنے والا اس سے بھاگ نہین سکتا اور کوئی غلبہ والا اوسپر غالب نہین ہو سکتا اور یہی شیخ
ابو العالیہ و قتادہ و ربیع بن انس سے مروی ہی ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے۔ یا ایہا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم
کافۃ۔ اہل عقل کے واسطے نصیحت کامل ہی کہ حق تعالے کی پناہ مین کامل طور سے داخل ہو تاکہ قضا و قدر سے جو امور جاری ہوتے ہین انکے جاری ہونے
کے وقت تمکو سکون و اسلام ہو یعنے مطیع رہو اور حق عزوجل کے تقدیری امور پر جو اسکے اختیار و قدرت کاملہ سے ظاہر ہوتے ہین تم راضی رہو اور
کائنات سے منھ پھیرے رہو یعنے تمام امور مین اللہ تعالے ہی پر بھروسا کرو اور کائنات کو محض غیر مؤثر جانو اور عالم ملکوت کے پوشیدہ امور کی طرف
پہونچنے کی کوشش کرو اور انوار جبروت کے مشاہدہ کو پہونچو اور احکام الٰہی کے فرمانبردار رہو اور اللہ عزوجل کی رضامندی کی طلب مین نفس کو
ذبح کرنے پر کمر باندھے رہو اور نفس امارہ کو شوق الٰہی مین فنا کرنے پر مستعد رہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ سلم یہی ہی کہ قضاے الٰہی پر راضی ہو یعنے قضاء
الٰہی سے جو کچھ بندہ کے سامنے پیش آیا اسی پر دل خوشی کے ساتھ راضی ہو اگرچہ بظاہر کچھ تکلیف کیون نہو اور جنید رحمہ اللہ نے کہا
کہ ابن عطا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سلم یہی ہی کہ حکمون کی تعمیل کرے اور منہیات سے باز رہے اور شیخ ابو عثمان رحمہ نے کہا کہ سلم یہ ہی کہ قضاء الٰہی
کے معاملات مین جو بندے پر جاری ہون یکسان حال رہے خواہ وہ اسکے نفع کے ہون یا اوسکو مضر نظر آوین قولہ تعالے۔ فان زللتم من بعد ما جاءتکم البینات

الآیہ - اسمین اشارہ یہ ہی کہ جسنے حق عز وجل کو الوہیت کی صفت سے سچانا یعنے جان لیا کہ وہی اِلٰہ برحق ہی جو وہی معبود کوئی اور نہیں ہی تمام صفات کمال اسیکے واسطے ہین پھر وہ شخص قرب حق سبحانہ سے اپنے نفس کے ٹھکانون مین لوٹ پڑا تو اسنے شرک کیا اور عذاب اسکا یہی ہی کہ حق عز وجل اسکو اپنی نزدیکی ومشاہدہ سے محروم کردے اور غیرت حق اسکو جب تک وہ زندہ ہی اپنے اسرار پر اطلاع نفرمادے اگرچہ وہ بندگی کرنے مین گھل جاوے

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ

کیا لوگ یہی انتظار رکھتے ہین کہ آوے اللہ انپر ابر کے سائبانون مین اور فرشتے اور فیصل ہوئے کام اور اللہ ہی کیطرف رجوع کرتے ہین سب کام

یہان سے مستقل علیحدہ حکم وعید ہی یعنے یہ آیت اسلام سے منہ موڑنے وکفر کرنے والون کے واسطے سخت خوف کا مقام ہی خصوصاً یہود کہ انھون نے زمانہ موسیٰ علیہ السلام مین قبول توریت اور احکام توحید سے منہ موڑا یہانتک کہ جب عذاب کا سامنا ہوا تب مانے اور توبہ کی یہان فرمایا ۔ هَلْ يَنظُرُونَ ۔ نہین انتظار کرتے ہین ف وہ لوگ جنھون نے اسلام مین داخل ہونا ترک کیا ہی ۔ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ ۔ مگر یہی آوے انکو امر الٰہی ف یعنے عذاب اللہ تعالیٰ کا جیسے قولہ تعالیٰ ۔ أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ الآیہ ۔ وقولہ یاتی بعض آیات ربک الآیہ ۔ حاصل یہ کہ جو لوگ اسلام مین بخوبی داخل ہونے سے توقف کرتے ہین وہ کچھ انتظار نہین کرتے اور یہی راہ دیکھتے ہین کہ انپر عذاب الٰہی آوے ۔ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ ۔ سحاب کی چھترون مین ف اور یہ زیادہ خوفناک ہی کیونکہ سحاب سے بجاے باران رحمت کے عذاب برسے جیسے قوم عاد پر ہوا تھا ۔ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۔ اور آوین ملائکہ وحکم ہلاک پورا کیا گیا ف واضح ہو کہ آخر یہ کل کافرون کے لیے جو کفر پر مرین لازمی ہین اسواسطے کہ چند روزہ زندگی کے بعد آخر موت ہی تو مرتے دم تک انکار اسلام کا انجام یہی عذاب ہی اور حکم الٰہی پورا کردیا گیا کہ ہر کافر کے ساتھ عذاب کا برتاؤ ہوگا ۔ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف کل امور کا مرجع ہی ف جو حکم اللہ تعالیٰ نے دیدیا وہ لازمی ہی ہرگز نہین مٹ سکتا ہی ابن کثیر وعاصم ونافع وابو عمرو نے ترجع بصیغہ مجہول پڑھا مشتق از رجع اور باقیون نے اسکو بصیغہ معروف ماخوذ از رجوع پڑھا اور بہرحال معنے یہ ہین کہ آخرت مین مرجع سب امور کا اللہ تعالیٰ ہی کیطرف ہی پس جزا دیگا پس اس آیت کریمہ مین تمام ایسے لوگون کو تہدید اور عذاب کا وعدہ متضمن ہی جو اسلام مین نہین داخل ہوتے ہین ۔ ینظرون بمعنے ینتظرون ہی ۔ جو لوگ درحقیقت اسلام مین داخل ہونے سے روگردان تھے انکی تو ہین تہدید بیان کرکے ان لوگون کو تنبیہ کردی جنکا حال اوپر کی آیت مین مذکور ہی یعنے یعنے مومنین یہود جو پورے شرائع دین محمدی پر عامل نہوئے تھے اور اس سے ظاہر ہوا کہ اس آیت مین تمہ حال ان لوگون کا نہین جنکا اوپر ذکر ہوا ہی کیونکہ وہان خطاب ہی اور یہان غائب ہی پس جسنے یہ زعم کیا کہ یہان خطاب سے غیبت کیطرف التفات ہی اسنے سہو کیا ہی ۔ قولہ الا ان یاتیہم اللہ ۔ جاننا چاہیے کہ علماء کے آیات واحادیث صفات مین دو مذہب ہین ایک مذہب متاخرین کا جو تاویل کو واجب جانتے ہین یعنے کہتے ہین کہ ہم ان آیات کو ایسے معنے کے ساتھ تاویل کرتے ہین جو حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی تنزیہ شان کے لائق ہین اور یہی جمہور علماء متکلمین کا قول ہی اس مذہب کے بنا پر اس آیت مین دو وجہین ہین ایک یہ کہ یاتی بعیغہ لازمی بذریعہ حرف تعدیہ کے متعدی ہی ای ۔ یاتیہم اللہ بما وعدہم من العذاب یعنے لاوے اللہ تعالیٰ انپر وہ چیز جو انکو وعدہ دی ہی عذاب ای درصورتیکہ وہ اسلام مین نہ داخل ہون تو انکو عذاب کا جو وعدہ دیا ہی وہ لاوے اور اس صورت مین یاتی کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی ہوگی ۔ وجہ دوم یہ کہ یاتی کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف مجازی ہی اور مضاف محذوف ہی ای یاتی امر اللہ ۔ یا ۔ یاتی عذاب اللہ ۔ اسکی نظیر دوسرے مقام پر باظہار مضاف آئی ہی چنانچہ فرمایا ۔ او یاتی امر ربک ۔ اور فرمایا ۔ فجاءہم باسنا ۔ پس متعین ہوا کہ ہر دو نظیر کی مطابقت کے لیے یہان بھی مراد ہی کہ ۔ یاتیہم امر اللہ اور چونکہ یاتیہم امر اللہ کے بہ نسبت ۔ یاتیہم اللہ ۔ کہنا زیادہ تاویل کا موجب تھا کہ اس سے بڑا ہول سما تا تھا اسلیے مضاف حذف ہوا چنانچہ

ع ۱۴ ۱۵ ۹

اگر مجرم سے کہا جاوے کہ بادشاہ کا حکم آتا ہے تو اُسکو اسقدر ہول نہ سماویگا جتنا اس کہنے سے سمایا کہ بادشاہ آتا ہے پھر آیت میں اور بھی تہویل فرمائی کہ فی ظلل من الغمام - کہا یعنے عذاب آلہی آنا ایسے وجہ سے ہو کہ اسکا شعور بھی نہو یعنے ابر کے سائبانوں میں ہو کیونکہ ابر سے امید بارش ہوتی ہے پھر اس سے عذاب برسنا نہایت خوف وہول کا مقام ہے چنانچہ اگلے سرکش موذی کافروں میں سے قوم عاد پر ایسا واقع ہو لیا ہے کہ ابر سے جہنم کی آگ برسے چنانچہ آگے اپنے مقام پر یہ قصہ آویگا - اور ملائکہ کو اسلیے ذکر فرمایا کہ عادت آلہی یوں جاری ہے کہ اسکا حکم و عذاب یہی لاتے ہیں اور یہ ملائکہ کے حق میں شرف ہے - پھر یہ سب اس بنا پر کہ تاویل کرنا اختیار کیا جاوے جو علمائے متکلمین کی رائے ہے اور یہاں مفسر سیوطی رح نے اسی کو اختیار کیا ہے اور قول دوم یہ کہ یہ آیہ منجملہ آیات صفات کے ہے یعنے ہم ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالے کی طرف آنے کی نسبت تحقیقی ہے اور ایسے ہی دیگر آیات مثل قولہ جاء ربک والملک صفا صفا - اور احادیث کثیرہ مثل نزول پروردگار وغیرہ کے آیات صفات ہیں کہ اللہ تعالے کی طرف نسبت تحقیقی ہے ہم اسپر ایمان لاتے ہیں اور یہ بھی ایمان لاتے ہیں کہ یہ آنا اور نزول فرمانا کسی مخلوق سے مشابہ نہیں اور اللہ تعالے ہر تشبیہ و تمثیل سے منزہ ہے وہ کسی مخلوق اور کسی چیز سے مشابہ نہیں اور جو امر اسکی پاک شان کی نسبت ایسا کہا جاوے یا لازم آتا تصور کیا جاوے جو اسکی شان کے لائق نہیں تو اللہ تعالے عزوجل اس سب سے منزہ ہے اور مقدمہ عین الہدایہ میں مترجم نے فقہ اکبر کا ترجمہ نقل کیا اور کہ بندہ اپنے موقع پر مانند سورہ اعراف وغیرہ کے واضح بیان آویگا - اور یہ وہم نکیا جاوے کہ آنا اور اترنا وغیرہ یہی معلوم ہے جو معروف ہے جواب یہ کہ بندے کا علم تو سوائے دو قسم کے مخلوق اعراض وجواہر کے حاوی نہیں تو ہر موجود اسکے نزدیک یا اعراض میں سے ہوگا یا جواہر میں سے ہوگا حالانکہ ذات آلہی عزوجل ان دونوں سے پاک منزہ ہے ایسے ہی اسکے صفات بھی سب سے منزہ ہیں انکو کسی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے اور یہی مذہب سفیان بن عیینہ و زہری و اوزاعی و مالک و ابن المبارک و لیث بن سعد و احمد بن حنبل و اسحق بن راہویہ وغیرہم کا ہے کہ ایسے نصوص آیات و احادیث کو جیسے آئی ہیں ویسی ہی انکو بدون بیان کیفیت اور بلا تشبیہ و بلا تاویل و بلا تعطیل کے یعنے کیفیت انکی مجہول ہے اور ہماری عقل ناقص میں آنے سے برتر ہے اور یہی مذہب ائمہ سلف رضی اللہ عنہم کا ہے - اور یہ آیت کریمہ بھی ایسی ہی آیات میں سے ہے اور کلبی رح نے کہا کہ یہ منجملہ اُن آیات کے ہے جو تفسیر نہیں کیجاتی ہیں بغوی رح نے کہا کہ اس آیت اور اسکی ہم شکل آیتوں میں اولی یہ ہے کہ آدمی اسکے ظاہر پر ایمان لاوے اور جو اسکا تحقیقی علم ہے یعنے مثلا کس کیفیت سے آویگا اسکو علم آلہی عزوجل میں تفویض کرے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالے تمام ایسی چیزوں سے جو نشان حدوث و داغ مخلوق میں سے ہیں پاک و منزہ ہے اور ائمہ سلف و علمائے سنت اسی طریقہ پر گذرے ہیں - بعض نے کہا کہ سلف کا جو مذہب ہے وہ اسلم یعنے سلامتی کی راہ ہے اور متاخرین کا طریقہ احکم ہے یعنے مضبوط ہے اور حق یہ ہے کہ طریقہ تاویل باضطرار ایک گونہ نافہمی کے ساتھ ہے و عدم تاویل جو طریقہ سلف ہے وہی اسلم و احکم ہے شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے ان لوگوں کو تہدید فرماتا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور فرماتا ہے ہل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ یعنے یہی انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تعالے آوے یعنے قیامت میں اگلوں پچھلوں کے درمیان فیصلہ کرنے کو آوے پس ہر عمل کرنے والے کو اُسکا بدلا دیگا اگر نیکو کار ہے تو نیک بدلا اور اگر بدکار ہے تو عذاب اور اسیواسطے فرمایا وقضی الامر یعنے حکم چکا فیصلہ ہو چکا پھر مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر نے اسطرح اسکو قیامت کے روز آنے پر محمول کیا اور قولہ قضی الامر بے شک اس سے مرتبط ہے پھر لکھا کہ یہاں شیخ ابن جریر نے حدیث الصور کو اول سے آخر تک وارد کیا اور یہ حدیث مشہور ہے اسکو بہتیرے اصحاب مسانید وغیرہم نے حضرت ابوہریرہ سے مرفوعا روایت کیا ہے اور اس حدیث میں ہے کہ جب لوگ عرصات قیامت میں کھڑے کھڑے درماندہ و عاجز ہو جاوینگے تو انبیا علیہم السلام سے سفارش چاہینگے چنانچہ آدم علیہ السلام سے شروع کرینگے ایک ایک کرکے و لیکن ہر نبی اُس بارہ میں کلام کرنے سے گریز و پہلو تہی کریگا اور ہر ایک اپنا

عذر بیان کریگا یہانتک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت آویگی پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونگے تو آپ فرماوینگے کہ ہان یہی کو پورا کرونگا پس آپ تشریف لاوینگے اور عرش کے نیچے اللہ تعالے عزوجل کو سجدہ کرینگے اور اللہ تعالے سے سفارش کرینگے کہ بندون وخلائق کے درمیان فیصلہ کے واسطے آوے پس اللہ تعالے آپکی سفارش قبول فرماویگا اور بعد انشقاق آسمان دنیا و نزول اُن ملائکہ کے جو اسمین ہین اور پھر دوسرے اور پھر تیسرے حتی کہ ساتوین آسمان کے انشقاق کے بعد آمد ہوگی پس اس حدیث مین کہا کہ پھر نزول فرماویگا جبار عزوجل سائبان غمام مین اور ملائکہ اور ان ملائکہ کی تسبیح سے ایک آواز ہوگی کہتے ہونگے ۔ سبحان ذی الملک والملکوت ۔ سبحان ذی العزة والجبروت ۔ سبحان الحی الذی لا یموت ۔ سبحان الذی یمیت الخلائق ولا یموت سبوح قدوس رب الملائکة والروح ۔ سبوح قدوس سبحان ربنا الاعلی سبحان ذی السلطان والعظمة سبحانہ سبحانہ ابدا ابدا ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اتیان پروردگار بسائبان غمام میں ایک شان آلہی معروف ہے جو انھین الفاظ سے تعبیر کی جاتی ہے پس ایسا ہی اس آیت مین ظاہر ہے شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ حافظ ابوبکر بن مردویہ نے یہان کئی حدیثین وارد کی ہین جنمین ایک گونہ غرابت ہے چنانچہ ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ اللہ تعالے اگلون پچھلون کو روز معلوم کے مقام مقرر مین جمع کریگا جسمین وہ اسطرح کھڑے ہونگے کہ آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے ہونگے اور حکم فیصل کے منتظر ہونگے اور اللہ تعالے ظلل من الغمام مین عرش سے کرسی کی طرف نزول فرماویگا اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ قولہ ۔ ہل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ فی ظلل من الغمام الآیہ ۔ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب رب تبارک وتعالے نزول فرماویگا تو حال یہ ہوگا کہ اسکے اور مخلوق کے درمیان ستر ہزار پردے ہونگے جنمین سے نور و تاریکی اور پانی ہوگا پس اس تاریکی مین پانی کی ایسی آواز ہوگی کہ دہشت سے دل ہاتھ سے جاتے رہینگے ۔ بالجملہ یہ منجملہ متشابہات کے ہے اسپر ایمان لانا واجب ہے اور اُسکی کیفیت مفوض بعلم آلہی ہے اور اگر تاویل کیجاوے تو پہلے مذکور ہوچکی ہے ۔ اگر کہا جاوے کہ تاویل مذکور پر عذاب آنا ثابت ہوا یعنی معنے ہوے کہ وہ لوگ عذاب آنیکا انتظار کرتے ہین حالانکہ عذاب سے سب بھاگتے ہین کون انتظار کریگا تو جواب یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ وہ لوگ ایسے کام کررہے ہین جو موجب نزول عذاب ہین پس گویا خود منتظر ہین ۔

سَلْ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ كَمْ آتَيْنَاهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ ۗ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ

پوچھ بنی اسرائیل سے　کتنی کھلی　نشانیان ہم نے انکو دین　اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت　بعد اسکے کہ پہونچ چکی اُسکو

اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

تو اللہ تعالے کی مار سخت ہے

یہ آیت بھی یہودیون کو خصوصاً اور کافرون کو عموماً اسلام سے منکر ہونے پر تہدید شدید ہے بقولہ تعالے ۔ سَلْ ۔ اے محمد پوچھ ۔ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ بنی اسرائیل سے ف یعنے انکو شرمندہ وچپ کرنے کے واسطے ۔ كَمْ آتَيْنَاهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ ۔ کس قدر دے دین ہم نے انکو کھلی نشانیان ف کم استفہامیہ تقریر کے واسطے ہے ۔ اور سَلْ کو مفعول دوم سے معلق کرتا ہے اور یہی آتینا کے دو مفعول مین سے دوسرا مفعول ہے اور یہ ضمیر ہے اسکی تمیز من آیۃ بینۃ ہے اور بینۃ بمعنے ظاہرہ ہے اسی ظاہر آیتین مانند سمندر قلزم پھاڑ دینے اور من وسلوی اُتارنے کے پھر بنی اسرائیل نے ان نعمتونکو کفر سے بدلا یعنے انکے بدلے کفر لے لیا یا نعمت کی ناشکری کی چنانچہ فرمایا ۔ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ ۔ اور جسنے بدل ڈالی نعمت اللہ تعالے کی ف یعنے وہ چیز جسکے ساتھ اسپر انعام کیا ہے مانند آیات وغیرہ کے ۔ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ ۔ بعد ازانکہ اسکے پاس آچکی ہین ف پھر کفر سے بدل لیا ۔ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۔ تو اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے ف اسکے حق مین یعنے اُسکو سخت عذاب کریگا جو عام جاہلون سے بہت زیادہ ہوگا ۔ خلاصہ یہ کہ بنو اسرائیل نے باوجود ان معجزات و نعمتون کے توریت سے منحرف ہو کر شرک و بدعت اختیار کی

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا پس اللہ تعالے نے حکم دیا کہ اُن ملعونوں سے نعمتہاے الٰہی عزوجل کا شمار پوچھ کہ تمپر کسقدر انعام کیے گئے ہیں تا کہ
شرم کھاکر رجوع کریں ورنہ عذاب سخت اٹھاوینگے مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالے ہم مسلمانوں کو عفو ورحمت سے ہدایت پر مستقیم فرماوے کہ درحقیقت
ہم لوگوں پر یہودیوں سے بدرجہا انعام زائد ہیں پس اہل اسلام بجاے شکر کے دنیاوی جیانت وکفریات شرک وبدعت سے پرہیز کریں نعوذ باللہ تعالے
من الشرک والبدعۃ والضلال والنفاق وکل المعاصی ۔ ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ سل بنی اسرائیل کم آتینا ہم من آیۃ بینۃ ۔ اللہ تعالے
نے ایسے مکاروں کو جو شرع وسنت سے برخلاف ہیں ملامت فرمائی جنھوں نے اللہ تعالے کی طرف سے حقائق آیات ونشانیوں کو دیکھ لیا اگر اللہ تعالے
کا شکر ادا نکیا باین طور کہ انبیاء علیہم السلام واللہ تعالے کے نیک بندوں کے آداب واعتقادات کے پابندی پر صدق وانصاف سے رہتے پس یہ لوگ
اہل استدراج ہیں یعنے اللہ تعالے نے انکو انکی بداعتقادی ونفاق کے باوجود ایسی باتیں دیدیں جو ظاہر میں اُنکے غرور کا باعث مزید ہوگئیں یعنے خرق
عادت ہیں جنکو ظاہر بین کرامت خیال کرتے ہیں حالانکہ وہ انبیاء وصالحین کے طریقہ پر نہیں ہیں کہ انھوں نے ان باتوں کے ذریعہ سے مخلوق کا پیر بننا
چاہا اور خلق کی تعظیم کو خدا کے احکام کی پابندی ودار آخرت پر اختیار کرلیا اور اُسکے نیک بندوں کے طریقہ سے انکار کیا اور جس نعمت سے اللہ تعالے
نے اپنے خاص بندوں کو سرفراز فرمایا ہی اور جسوا مانت سے انکو افضل خلق قرار دیا ہی اسمیں تغیر کردیا الیقین کو وہم سے بدلا اور عزیمت چھوڑکر سستی
اختیار کی پس اللہ تعالے نے انکے دلوں کو اس طرح مسخ کردیا کہ اُنکے دلوں کا نور بالکل جاتا رہا اور اسمیں اُن بندوں کو بھی خوف دلایا جو اسکی معرفت
ومحبت کو پہونچ گئے ہیں تاکہ وہی لوگ دنیا اور دنیاداروں کی طرف التفات نکریں اور اسکی قربت اور نزدیکی کی نعمت کو حقیقی نعمت سمجھکر اسطرح اسکا
شکر ادا کریں کہ نور ربوبیت پر اپنی روحیں قربان کردیں اور اپنے تن بدن کو خالص حق بندگی کے ساتھ درگاہ الٰہی میں صدقہ کرڈالیں اگر کہا جاوے
کہ نعمت سے منہ پھیرنا اور دنیا کی طرف مائل ہونا جب نافرمانی ہی تو اللہ تعالے ایسے مکاروں کو ایسی نعمت وثروت دنیا میں عطا فرماتا ہی تو اسمیں
کیا حکمت ہی تو جواب یہ ہی کہ دنیا بمقابلہ آخرت کے ایسی ہی جیسے بادشاہی خوابگاہ رحمت کے آگے پیخانہ ڈالنے کا گھورا پس جن لوگوں کے قلوب صالح اور
فضل ایزدی انکے شامل حال ہی اُنکو آخرت کی خوشبو مل گئی اُنکے نزدیک اس گھورے کی بدبو نہایت سخت ہی وہ ہردم اس سے نجات کے خواہان ہیں
اور جنکے دل ندھے اور اوندھے ہیں وہ اس گھورے کو نہایت آراستہ جانتے ہیں اور اسیکو اختیار کرتے ہیں پس پروردگار عالم عزوجل نے صالحین کو
انکے اختیار وپسند پروہ شاہی خوابگاہ دی اور مکاروں کو انکی پسند پر یہ گھورا دیا مگر بہتیرے ایسے ہیں کہ اس گھورے کے ذریعہ سے فساد وآزار وتباہی
خلق پر آمادہ ہونگے لہذا عالم الغیب نے بمصلحت وحکمت اسمیں سے بھی اُنکو قلیل نصیب عطا کیا ہی پھر یہاں گویا شیطانی وسوسہ سخت ہی کہ دنیاوی
مال ومتاع سے عوام کی آنکھ خیرہ کرتی ہی اور جب وہ دنیاوی مالداروں وکفار بادشاہوں کو اس آرایش دنیا وسامان کے ساتھ دیکھتے ہیں تو اُنکی جانب مائل

ہوتے ہیں پس حق عزوجل نے دنیا کی کیفیت بیان فرمائی

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ

رجھائی گئی منکروں پر دنیا کی زندگی اور ہنستے ہیں ایمان والوں سے اور پرہیزگار لوگ اُنسے اوپر ہونگے دن

الْقِيٰمَةِ ۚ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

قیامت کے اور اللہ روزی دیوے جسکو چاہے بے شمار

واضح ہو کہ دنیا ایک امتحان شدید ہی اور متاع حاضر ہی اسمیں سے نیک وبد دونوں کو حاجت ہی حتی کہ یہ یعنے کفار اسی پر بھروسا کر گئے قال تعالے
زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ۔ زینت دی گئی کافروں کے لیے ۔ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۔ حیات دنیاوی ف اسطرح رجھائی گئی کہ کافر لوگ

اسی پر فریفتہ ہوگئے۔ اور جسکے پاس دنیاوی متاع موجود ہو اسیکو اللہ تعالے کے نزدیک اچھا سمجھتے ہین۔ وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا
اور یہ کفار مسخرہ پن کرتے ہین ان لوگون سے جو ایمان لائے ف چنانچہ کفار مکہ اکثر مومنون مانند صہیب و عمار و بلال سے تمسخر کرتے کہ بھی اللہ تعالے کے
نیک بندے ہین جنکے پاس کچھ مال و دولت نہین بلکہ فقیر و محتاج ہین منہ و جم کرتا ہی جیسے اس زمانہ کے کفار ہین کہ دنیاوی دولت پر اللہ تعالے کے نزدیک مرتبہ
و مقبول ہونے کی دلیل لاتے ہین بلکہ مومنون کو وحشی قوم کہتے ہین جیسے عاقل کو مجنون بے عقل گالیان دیا کرتا ہی۔ وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ حالانکہ جنھون نے شرک سے تقوی کیا وہ قیامت مین اُنسے بلند ہونگے۔ ف یہ لطیفہ ہی اسواسطے کہ اہل مکہ مسلمان ہوگئے تو بھی
صحابہ مہاجرین انکے قیامت مین بلند درجہ ہین۔ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ اور اللہ تعالے جسکو چاہتا ہی رزق
بے حساب دیتا ہی ف پس ممکن ہی کہ دنیا مین کافرون کے اموال و گروہ سب انھین مومنون کی ملک ہو جاوین آخرت مین انکے لیے نعمت بے حسابا
ہی۔ اس آیت کے شان نزول مین اقوال ہین بعض نے فرمایا کہ مشرکین مکہ مثل ابوجہل وغیرہ کے حق مین اُتری جنکو دنیا وسعت کے ساتھ دی گئی تھی اسی پر
اترائے تھے اور آخرت سے انکار کرتے اور فقیر مسلمانون سے ٹھٹھے کرتے تھے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہی کہ ایمان والون سے عبد اللہ بن مسعود
و عمار بن یاسر و صہیب و بلال و خباب و انکے مانند مراد ہین اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اسیکو اختیار کیا ہی اور اس قول پر یہ آیت واقعہ بدر سے پہلے
اُتری جبکہ ابوجہل مردود زندہ تھا اور مسخرہ پن اس طور پر ہوگا کہ ایمان والے اللہ تعالے کے پسندیدہ کیسے ہین کہ اس افلاس کی حالت مین ہین اگر پسندیدہ
ہوتے تو نعمت کے ساتھ ہوتے۔ اور قتادہ نے فرمایا کہ عبد اللہ بن ابی وغیرہ منافقون کے حق مین اتری کہ دنیا کے مال مین عیش کرتے اور فقرا
مہاجرین کے اوپر مسخرہ پن سے کہتے کہ ان لوگون کو دیکھو کہ محمد انھین کے ساتھ غالب ہونے کا گمان کرتے ہین اور عطا نے کہا کہ یہودی مراد انسے
بنی قریظہ و نضیر وغیرہ کے حق مین اتری جو فقرا مہاجرین سے کہ اپنا مال متاع چھوڑ کر دین کے واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر کے
چلے آئے تھے ٹھٹھا کرتے پس اللہ تعالے نے مومنین کو وعدہ دیا کہ بغیر لڑائی کے تمکو بنو قریظہ وغیرہ کا مال عطا فرماویگا۔ یہ سب معالم مین مذکور ہی اور
احتمال ہی کہ آیت عام ہو ان سب کو شامل ہو اسواسطے کہ جو لوگ زندگانی دنیا پر مغرور اور فقیر مسلمانون پر ٹھٹھا کرنے والے ہین وہ یہ سب لوگ تھے حتی کہ
قیامت تک کافرون کو شامل ہی۔ پھر تقدیر للذین کفروا سے معہود مراد ہین و رلام واسطے اختصاص کے ہی اور دنیا کی تزئین اگرچہ عام ہی مسلمانون
و کافرون سب کے واسطے کی گئی ہی لیکن کافرون کی تخصیص اسواسطے ہی کہ انھین کی آنکھون مین اسکا حسن بچ گیا اور انھین کے دلون مین اُسکی محبت
بھر گئی یہانتک کہ اسی پر مر مٹے اور اُسکے ماسوا سے منہ موڑ لیا بخلاف مومنون کے کہ پر اسکی زینت نے یہ اثر نہین دیا بلکہ اُسکی بدصورتی
حقیقی کو پہچان گئے۔ اور بیضاوی مین ہی کہ زینت دینے والا در حقیقت اللہ تعالے ہی اسواسطے کہ ہر چیز کا فاعل وہی ہی اور اسی پر دلالت
کرتی ہی قراءۃ بصیغہ معروف یعنی زَيَّنَ۔ اور رہا شیطان و قوت حیوانیہ و دیگر امور بہیمیہ و خواہش کی چیزین تو یہ سب بالعرض مزین ہین بالذات
و در حقیقت نہین ہین اور امام محی السنہ نے معالم مین اسکو اکثر مفسرین کا قول بیان کیا ہی اور زجاج نے کہا کہ زین لہم الشیطان یعنی شیطان نے
انکے واسطے مزین کر دیا۔ قال المترجم تزئین دنیا جو امتحان کے واسطے علی العموم قرار دی گئی ہی جیساکہ قولہ لیبلوکم ایکم احسن عملا وغیرہ آیات سے
ظاہر ہی کسی طور پر بنا بر حقیقت کے شیطان کی طرف منسوب نہین ہوسکتی ہی اور نیز اگر تاثیر ہونا دلون مین لیا جاوے تو بھی اسکی زینت کا اثر پیدا
کرنا شیطان کی قدرت مین نہین ہی ہان اگر تلبیس کرنا اور رچا کر دکھانا بدون اثر پیدا کرنے کے مراد ہو تو شیطان کا فعل ہوسکتا ہی ولیکن ظاہر یہ ہی
کہ کافرون کے دلون مین اسکی خوبی و زینت و محبت پیدا ہو جانا مراد ہی پس فاعل حقیقی اسکا اللہ تعالے ہی ہوگا اور حاصل یہ کہ دنیا ملمع کرکے زیب
و زینت کردی گئی پھر کافرون نے تلبیس ابلیس کی پابندی اختیار کی پس اللہ تعالے نے تاثیر دیدی کہ انکے دلون مین بچ گئی فافہم۔ شیخ ابن کثیر نے

کہا کہ اللہ تعالے نے خبر دی کہ اُسنے کافرون کے واسطے حیات دنیا کو مزین فرمایا ہی یعنے اُن لوگون کے واسطے جو اس دنیا کی زندگی پر راضی ہوے
اور اسی پر اطمینان کیا اور مالون کو جمع کیا اور اُنکو ان مصارف مین خرچ نہ کیا جسمین صرف کرنیکا حکم دیے گئے تھے تاکہ اللہ تعالے انسے راضی ہوتا بلکہ
ان لوگون پر جنھون نے دنیا سے اعراض کیا اور جو مال دنیا انکو حاصل ہوا اسکو پروردگار عزوجل کی رضامندی مین خرچ کیا تمسخر کرتے ہین **قال المترجم**
دنیا یہ نہین ہی کہ آدمی کے پاس مال ہو اور دیگر اسباب دنیاوی ہون بلکہ دنیا یہ ہی کہ ان چیزون کی محبت اسکے دل مین براہ دنیا ہو کہ اسکو بطور معروف
خرچ کرنے مین اور بحکم شرع خرچ کرنے مین اسکے دل کو دکھ ہوتی کہ زکوٰۃ نہ دے اور خیرات نہ کرے اور بخل کے ساتھ اُسکو خرچ کرے اسیواسطے حدیث مین
ہی کہ تعس عبد الدینار تعس عبد الدرہم۔ یعنے بندۂ مال و زر کے حق مین خبر دی کہ وہ ہلاک ہوا کیونکہ وہ ایسا اسپر گرویدہ ہی کہ اسکو سب کچھ سمجھتا ہی اور
اگر اسکو بطور معروف رضاے حق عزوجل مین خرچ کرتا تو ایسا نہوتا بلکہ بھلائی ہوتی چنانچہ دوسری حدیث مین ہی کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنے
مرد صالح کے واسطے مال حلال بہتر ہوتا ہی کیونکہ وہ اُسکے ذریعہ سے اپنی آخرت کو خوب درست کرتا ہی اور ابن کثیر نے تفسیر مین ذکر کیا کہ حدیث مین ہی کہ
ابن آدم انفق انفق علیک۔ یعنے اے آدمی تو شرعی طور پر خرچ کر تو تجکو دیا جائیگا اور صحیح مین ہی کہ اسماء سے فرمایا جسکا مضمون یہ ہی کہ اولاد و غیرہ کے
نفقہ مین خرچ کر اور تھیلی کے منہ پر گرہ مت لگا کہ اللہ تعالے کی طرف سے بھی بندش ہو جائیگی اور صحیح مین روایت ہی کہ ہر روز صبح کو دو فرشتے آسمان سے
اُترتے ہین ایک کہتا ہی اللھم اعط منفقا خلفا۔ اے اللہ ہمارے ہر خرچ کرنیوالے کو خلف دے یعنی بجاے خرچ شدہ کے مال دیدے۔ اور دوسرا کہتا ہی اللھم
اعط ممسکا تلفا۔ اے پروردگار ہمارے بخیل کو تلف دے۔ اور صحیح مین ہی کہ آدمی کہتا ہی میرا مال میرا مال اور بھلا تیرا کچھ مال تیرے ملک ہی مگر جو کچھ تونے کھا
کر فنا کر دیا اور جو کچھ پہن کر پرانا کر ڈالا اور جو صدقہ دیدیا اسکو باقی رکھ لیا اور جو سواے اسکے ہی وہ جانے والا ہی اور لوگون کے واسطے اسکو چھوڑنے
والا ہی۔ اور مسند امام احمد مین روایت ہی کہ دنیا اس شخص کا گھر ہی جسکا کہین گھر نہین اور اُسکا مال ہی جسکا کچھ مال نہین اور دنیا کے واسطے وہ جمع کریگا
جسکو عقل نہین ہی۔ قولہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب حضرت ابن عباس سے روایت ہی کہ انھون نے اسکی تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالے پر کوئی
رقیب نہین اور کوئی ایسا ہی کہ جو اس سے حساب لیوے اور مانند اسکے سعید بن جبیر سے مروی ہی اور بعض نے کہا کہ پروردگار کو اپنے خزانہ خالی
ہونیکا خوف نہین تاکہ حساب کی ضرورت پڑے اور بعض نے فرمایا کہ عطاء جزیل بدون شمار و تعداد کے دنیا و آخرت مین لیس دنیا مین اللہ تعالے کا
کسیکو دنیا اس امر کی دلیل نہین ہی کہ اس سے رضامند ہی کیونکہ اُسکی عطا بلا استحقاق ہی اور راجح یہ ہی کہ بغیر حساب یعنے بغیر تقدیر ہی یعنے بدون
کوئی مقدار معین کرنے کے دیدیتا ہی اسواسطے کہ خزانہ اسکا بغیر گنتا ہی ہی اسکے دینے مین جسکو چاہے کوئی تقدیر نہین اور چونکہ بلا استحقاق ہی لہذا
جسکو دیا ہی اُس سے رضامند ہونے کی دلیل نہین بس کافر کو استدراج کے واسطے دیدیتا ہی اور کبھی مومن کو امتحان کے لیے عطا فرماتا ہی اور آیت مین
دلیل ہی کہ فقراء کو قیامت مین اغنیاء پر فوقیت ہوگی اور صحیح حدیث مین ہی کہ فرمایا الا اخبرکم باہل الجنۃ۔ کیا آگاہ نہ کرون تمکو اہل جنت سے یعنے تمکو
اہل جنت کے نشان بتاتا ہون سنو۔ کل ضعیف مستضعف لو اقسم علی اللہ لابرہ۔ ہر ضعیف جو لوگون کے نزدیک ضعیف شمار ہوا ہو اگر قسم کھالے
اللہ تعالے پر تو اللہ تعالے اُسکی قسم مین اُسکو پورا کر دے۔ الا اخبرکم باہل النار۔ کیا آگاہ نہ کرون تمکو دوزخیون سے یعنے تمکو دوزخیون کے نشان بتاتا ہون
سنو۔ کل عتل جواظ مستکبر۔ یعنے ہر عتل جواظ متکبر۔ رواہ الشیخان۔ اور اُسامہ بن زید سے روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین دروازے
جنت پر کھڑا ہوا تو مین نے جنتیون مین داخل ہونے والے اکثر وہ لوگ دیکھے جو دنیا مین مسکین تھے اور تونگر لوگ روکے گئے تھے مگر دوزخیون کو دوزخ مین
ڈالنے کا حکم ہوگیا اور دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو مین نے دوزخیون مین عورتین بہت دیکھین رواہ الشیخان **ف ۳** شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ جو لوگ ان رعایتون و عنایتون
کے دیکھنے سے جو اولیاء کے ساتھ سابق ہوئی ہین اندھے ہوے اور دانائی اظہار کرکے خلق کے درمیان مقبول و مغرور ہوے اور بہ حرکت راہی

اُنکی نظرون مین مزین ہوئی تو بے قدری کرتے ہین اُن لوگون کی جو اہل توحید ہین اور حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا کہ زینت دی گئی اُن لوگون کے واسطے جنھون نے انکار و کفر کیا یہ بات کہ زینت زندگانی دنیا پر بھروسا کرین یعنے دل اُسپر ساکن و مطمئن ہو جاوین بطور دسا وسہ جنکی کہ انھون نے دنیا کو جمع کیا اور اسپر فخر کیا اور ٹھٹھا کرتے ہین ان لوگون سے جو ایمان لائے ہین اور اپنے تمام امور مین اللہ تعالے پر توکل کرتے ہین

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ

تھے لوگ ایک امت پھر بھیجے اللہ تعالے نے نبی خوشی اور ڈر سنانے والے اور اُتاری اُنکے ساتھ کتاب

بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ

سچی کہ فیصل کرے لوگون مین جس بات مین جھگڑے اور کتاب مین جھگڑا ڈالا نہین مگر انھین لوگون نے جنکو ملی تھی بعد اُسکے

مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ

کہ اُنکو پہونچ چکی تھین آیات واضح آپس کی ضد سے پھر اب راہ دی اللہ تعالے نے ایمان والون کو اس سچی بات کی جس مین جھگڑے ہین اپنے

بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

حکم سے اور اللہ چلاتا ہے جسکو چاہے سیدھی راہ

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ سب لوگ امت واحدہ تھے ف اس سے یہ مراد ہی کہ ایمان پر تھے پھر انھون نے باہم اختلاف کیا بایں طور کہ بعضے ایمان پر رہے اور بعضے کافر ہو گئے۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ۔ پس اللہ تعالے نے پیغمبرون کو بھیجا ف یعنے انکی طرف ہدایت کے لیے۔ مُبَشِّرِيْنَ۔ بالجنۃ من آمن۔ حالانکہ خوشخبری سنانے والے ہین یعنے ہر ایسے بندے کو جو ایمان لایا جنت کے ساتھ۔ وَمُنْذِرِيْنَ۔ من کفر بالنار۔ اور ڈرانے والے ہین یعنے اس شخص کو جسنے کفر کیا دوزخ کے ساتھ۔ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ۔ اور انکے ساتھ کتاب نازل فرمائی ف یعنے کتابین اُتارین۔ بِالْحَقِّ۔ اُتارا بالحق۔ لِيَحْكُمَ۔ یہ تاکہ حکم کرے ساتھ اُس کتاب کے۔ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ لوگون مین اسلام مین جسمین انھون نے اختلاف کیا ہی ف مگر انھون نے پھر اختلاف کیا۔ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ۔ اور اسمین اختلاف نہین کیا مگر انھین لوگون نے جنکو یہ کتاب دی گئی تھی بعد از انکہ انکے پاس کھلی حجتین آچکی ہین ف پس بجاے ہدایت کے انھون نے دلائل توحید کی کتاب لیکر اسمین پھوٹ ڈالی۔ بَغْيًا بَيْنَهُمْ۔ بوجہ باہمی عداوت کے ف چنانچہ یہود و نصاریٰ مین مختلف فرقون کی باہمی عداوت سے بشدت تحریفات واقع ہوئین جسکا اقرار بکثرت موجود ہی پھر اللہ تعالے نے قرآن مجید نازل فرمایا۔ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ۔ پس اللہ تعالے نے مومنون کو ایسے ہر امر حق مین ٹھیک ٹھیک ہدایت کر دی جسمین اہل کتاب نے اختلاف ڈالا تھا اپنے ارادہ سے ف یعنے اللہ تعالے نے اپنے ارادہ قدیم سے مومنون کو حق ہدایت دی۔ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اور اللہ تعالے جسکو چاہتا ہی راہ مستقیم کی ہدایت فرماتا ہی ف وہ ہر چیز پر قادر ہی۔ واضح ہو کہ علماے تفسیر مین اختلاف ہی کہ كان الناس امۃ واحدۃ کے کیا معنے ہین کیونکہ ایک گروہ ہونا محتمل ہی کہ ایمان پر ہون یا کفر پر ہون پس شیخ ابو العالیہ نے کعب احبار سے روایت کی کہ لوگ جس دم آدم علیہ السلام پر پیش کیے گئے اور انکی پیٹھ سے نکالے گئے اور انھون نے بندہ ہونیکا اقرار کیا تو امت واحدہ مسلمان تھے اور اس دن کے سواے کبھی امت واحدہ نہ تھے پھر آدم علیہ السلام کے بعد مختلف ہو گئے۔ اور کلبی نے کہا کہ وہ نوح کے کشتی والے ہین کہ بعد نوح کے مختلف ہو گئے اور بعض نے کہا کہ عرب والے سب

ودین ابراہیم پر تھے یہانتک کہ عمرو بن لحی نے انہیں اختلاف ڈالا۔ اور بعض نے کہا کہ آیت میں کوئی ایسی چیز نہیں جو دلالت کرے کہ وہ ایمان پر تھے یا کفر پر تھے
اسکے واسطے کوئی دلیل خارجی چاہیے ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وفات آدم کے وقت سے حضرت نوح کے وقت تک کفر پر تھے بدلیل قولہ فبعث اللہ النبیین
الی آخرہ۔ اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ شیخ ابن جریر نے فرمایا کہ حدثنا محمد بن بشار ثنا ابوداؤد اخبرنا ہمام عن قتادہ عن عکرمۃ عن ابن عباس فرمایا ابن
عباس نے کہ آدم ونوح کے درمیان دس قرن تھے کہ سب شریعت حق پر تھے پھر انھوں نے اختلاف کیا پھر اللہ تعالیٰ نے پیغمبران مبشرین و منذرین کو بھیجا
ابن جریر نے فرمایا کہ ایسا ہی قراءۃ عبداللہ بن مسعود میں ہے کہ۔ کان الناس امۃ واحدۃ فاختلفوا فبعث اللہ الی آخرہ قال ابن کثیر اور اس حدیث کو
حاکم نے بھی من حدیث بندار محمد بن بشار۔ روایت کیا اور کہا کہ صحیح الاسناد ہے اور ایسے ہی ابوجعفر رازی نے ابوالعالیہ کے طریق سے ابی بن کعب سے روایت
کی کہ وہ پڑھا کرتے۔ کان الناس امۃ واحدۃ فاختلفوا فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین۔ اور عبدالرزاق نے من طریق معمر عن قتادہ روایت کی کہ قتادہ
نے قولہ۔ کان الناس امۃ واحدۃ۔ میں کہا کہ سب ہدایت پر تھے پھر انھوں نے اختلاف کیا پھر اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا پس پہلے نبی جو بھیجے گئے وہ نوح
تھے اور مجاہد نے بھی ایسا ہی کہا جیسا کہ پہلے ابن عباس سے مروی ہوا ہے قال المترجم اور تفسیر سیوطی نے بھی اسی پر اعتماد کیا کہ امت واحدہ سے
مراد یہ کہ شریعت حق وایمان کی راہ پر تھے۔ اور قولہ فبعث اللہ النبیین۔ میں فاء تعقیبیہ ہے اور فاختلفوا مقدر ہے یعنی فاختلفوا فبعث اللہ جیسا کہ ان
روایات سے اسکی تقدیر ثابت ہے اور قراءۃ ابن مسعود وابی بن کعب سے تائید موجود ہے اور اگر فاختلفوا کی تقدیر نہ ہو تو ظاہر یہ ہوتا ہے کہ امۃ واحدۃ سے کفر
مراد ہے یعنے سب کافر تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیا کو بھیجا اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ کان الناس امۃ واحدۃ
فرماتا ہے کہ وہ سب کافر تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء مبشرین و منذرین بھیجے۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ابن عباس سے پہلا قول جو مذکور ہوا وہ اسناد
کی راہ سے اصح ہے اور معنے کی راہ سے بھی اصح ہے اسواسطے کہ لوگ سب حضرت آدم علیہ السلام کی ملت پر تھے یہانتک کہ انھوں نے بت پرستیاں کرنی شروع کیں پھر
اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو انکی طرف بھیجا پس نوح علیہ السلام پہلے رسول تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اہل زمین کی طرف بھیجا تھا قال البیضاوی
اور لفظ اختلفوا اسواسطے حذف ہوا کہ قولہ فیما اختلفوا فیہ اسپر دلالت کرتا ہے اور امام احمد وابن حبان نے ابوذر سے مرفوعا روایت کی جسمیں مذکور ہے کہ انبیا کی
تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے جنمیں تین سو تیرہ رسول ہیں اور قرآن میں ان میں سے اٹھائیس کے نام مذکور ہیں اور ایسے ہی تعداد کتب احادیث سے مروی ہے اور سراج میں انکے
نام یہ لکھے ہیں آدم۔ ادریس۔ نوح۔ ہود۔ صالح۔ ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحق۔ یعقوب۔ یوسف۔ لوط۔ موسیٰ۔ ہارون۔ شعیب۔ زکریا۔ یحییٰ۔ عیسیٰ۔ داؤد۔ سلیمان۔ الیاس۔
الیسع۔ ذوالکفل۔ ایوب۔ یونس۔ محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین اور تین میں اختلاف ہے ذوالقرنین۔ عزیر۔ لقمان۔ پس جملہ اٹھائیس ہیں اور قرآن مجید میں باقی کا
مذکور نہ ہونا انکے نہ ہونے کو مستلزم نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ومنہم من لم نقصص علیک۔ یعنے انبیاء میں سے بعضوں کا قصہ تجھ پر بیان کیا گیا اور بعض کا حال تجھ پر بیان نہیں کیا گیا
ہے۔ اور قولہ مبشرین و منذرین حال ہے اور قولہ انزل معہم الکتاب سے زمخشری نے کشاف میں گمان کیا کہ شاید یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ معہم بمعنے مع کل واحد منہم ہو یعنے ہر ایک کے
ساتھ اسکی کتاب ہو اور بیضاوی نے اسکو رد کر دیا کہ ہر ایک کے ساتھ اسکی کتاب نہ تھی بلکہ ایسے اکثر تھے کہ جنکے ساتھ انکی مخصوص کتاب
نہ تھی اور اپنے اگلوں کی کتاب کی پابندی کرنے پر مامور تھے پس مراد لفظ الکتاب سے جنس کتاب ہے اور اسپر اعتراض ہوا کہ بہتیرے ایسے ہوئے کہ انکے
ساتھ جنس کتاب بھی نازل نہیں کیگئی ہے اور جواب دیا گیا کہ قولہ معہم حال مقدرہ ہے کتاب سے پس متعلق بمحذوف منصوب ہے اور عامل انزل ہے پس معنے
یہ ہیں کہ انزل جنس الکتاب مقدرا مصاحبتہ ومقارنتہ للنبیین یعنے اللہ تعالیٰ نے کتاب کے اتارنے میں یہ امر مقدر کر دیا کہ وہ پیغمبروں کے
ساتھ ہوگی پس ہر پیغمبر اپنے ساتھ مخصوص کتاب سے احکام شرعی لیتا تھا یا اپنے اگلے نبی کی کتاب سے لیتا تھا اور بیان سے ظاہر ہوا کہ
لفظ الکتاب بالف لام جنس صالح واحد وجمع ہے پس لفظ کتب بصیغۂ جمع لانے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور نیز مقابلہ جمع بجمع سے وہم ہوتا کہ

تقسیم سے ہر ایک کے مقابلہ میں ایک کتاب مراد ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور قولہ بالحق کو مفسر سیوطی رحمہ نے انزل کے متعلق قرار دیا اور صراحۃً میں اسکو متلبسًا بالحق کی تقدیر سے حال قرار دیا۔ اور قولہ لیحکم بین الناس تاکہ وہ لوگوں میں حکم کرے۔ اس کی تفسیر میں اقوال ہیں کہ حکم کرنے والا کون ہے پس تین احتمال ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ حکم کرے دوم آنکہ نبی سوم آنکہ کتاب حکم کرے اور کتاب کے حکم کو تفتازانی رحمہ نے ترجیح دی یعنے کہا کہ یہی مرجح ہے کہ یہ معنے لیے جاویں کہ تاکہ حکم کرے لوگوں کے درمیان اور کہا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف ضمیر عائد کرنے میں معنے کی راہ سے تکلف ضروری ہوگا کیونکہ یہ معنے ہونگے تاکہ ظاہر کرے حکم کتاب کا لوگوں میں اور نبی کی طرف راجع کرنے میں لفظی تکلف ضرور ہوگا کیونکہ لیحکموا نہیں فرمایا ہے یعنے ضرور ہوا کہ کہا جاوے کہ لیحکم کل واحد من النبیین پس ضمیر واحد نبی کی طرف بایں تاویل راجع ہوگی اور کتاب کی طرف بدون تکلفات لفظی ومعنوی کے راجع ہوسکتی ہے پس وہی ارجح ہے اور شیخ ابو حیان نے اللہ کی طرف ضمیر راجع ہونے کو ترجیح دی ہے اور یہی ظاہر ہے اور معنے یہ بیان کیے کہ اللہ تعالےٰ نے کتاب نازل کی تاکہ فیصلہ کرے کتاب کے ساتھ لوگوں کے درمیان یعنے لوگوں کا اختلاف دور کرکے قول فیصل بتلاوے اور کتاب کی طرف حکم کرنے کی نسبت مجازی ہے اسواسطے کہ کتاب حکم کرنے والی درحقیقت نہیں ہے جیسے قولہ ہذا کتابنا ینطق بالحق۔ میں کتاب کی طرف نطق کی نسبت مجازی ہے اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے شاید اسیکو اختیار کیا جبکہ کہا کہ لیحکم بہ بین الناس۔ یعنے بذریعہ کتاب کے لوگوں میں فیصلہ کا حکم دے۔ قولہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ۔ اسمیں اختلاف نہیں کیا مگر انھیں لوگوں نے جو یہ عطا کیے گئے۔ یعنے اس دین یا حق میں وہی پھوٹ ڈالنے والے ہوے جنکو کتاب حاکم دی گئی۔ حاصل یہ نکلا کہ انھوں نے الٹی بات کر دی کہ جو چیز اسواسطے اتاری گئی تھی کہ انکے اختلاف کو زائل کردے اسکو انھوں نے اختلاف مضبوط و مستحکم ہونیکا سبب کر لیا۔ من بعد ما جاءتہم البینات بغیا بینہم۔ بعد ازانکہ انکے پاس بینات آگئیں یعنے حق کی کھلی دلیلیں آگئیں پھر بھی باہم پھوٹ ڈالی بباعث باہمی بغاوت و عداوت کے

ف جیسے خوارج وروافض وغیرہ نے نفسانی مداخلت سے اجماع سلف چھوڑ دیا اور کتاب مجید میں بیجا تاویلوں سے پھوٹ ڈالی۔ قولہ فہدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ۔ پھر جس حق میں انھوں نے پھوٹ ڈالی تھی اللہ تعالےٰ نے اپنے ارادہ سے مومنوں کو اسکی ہدایت کر دی اسے یہاں مومنین کی ہدایت اور اپنا احسان کو بیان فرمایا اور معنے یہ ہیں کہ پھر ہدایت کی اللہ تعالےٰ نے اپنے ارادہ سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے کہ راہ صواب کی جس چیز میں اختلاف کرنے والوں نے اختلاف کیا تھا یعنی اختلاف کرنے والے عام ہیں خواہ اگلے ہوں یا پچھلے ہوں چنانچہ مومنین امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے اختلاف کرنے والے گذرے یا اسوقت موجود ہیں ان سب کے اختلاف سے اللہ تعالےٰ نے مومنوں اہل السنۃ کو نجات دیکر راہ راست کی ہدایت کر دی۔ اور یہ اس طور پر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور کتاب قرآن نازل فرمائی اور انھوں نے اتباع کی پس اختلاف سے نجات پائی اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالےٰ نے تو فرمایا کہ اختلاف کرنے والے وہی لوگ ہیں جنکو کتاب دی گئی حالانکہ اوپر مذکور ہوا کہ پہلے اختلاف واقع ہوا پھر اللہ تعالےٰ نے انبیا بھیجے تو جواب یہ ہے کہ ہاں اختلاف پہلے واقع ہوا اور یہ جو فرمایا کہ جنکو کتاب دی گئی انھیں نے اختلاف کیا اسکے معنے یہ ہیں کہ ان اختلاف کرنے والوں کے لیے جو چیز فیصلہ کی بھیجی گئی تھی کہ اختلاف رفع کرے اس سے انکا اختلاف زیادہ ہوگیا کہ انھوں نے اسکو بھی اختلاف کا سبب کر ڈالا بایں طور کہ اسکی تحریف کر دی اور اسکی تاویلیں بیجا کرنی شروع کیں اور مومنوں کو اللہ تعالےٰ نے اس سے بچایا کہ یہ لوگ کتاب مجید میں اپنی رائے سے تاویل کرنے کو کفر جانتے ہیں اور حدیث و آثار سے اسکے معانی پر اکتفا کرتے ہیں لہذا وہ لوگ جو قرآن مجید میں خلاف سنت اپنی رائے وعقل سے تاویلیں کرتے ہیں گویا مومن نہیں ہیں۔ اگر یہ وہم پیدا ہو کہ مسلمانوں میں بھی فروع مسائل میں اختلاف ہے مثل حنفی و شافعی وغیرہ کے تو یہ وہم ناسمجھی کا ہے جواب یہ ہے کہ راہ توحید میں انکے درمیان کچھ اختلاف نہیں ہے اور فروع مسائل اجتہادیہ ہیں جنکو اللہ تعالےٰ نے اجتہاد سے لینے اور اسمیں کوشش کرنے کا حکم دیا ہے اور اسپر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے پس باہم حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی کسی ایک دوسرے کو گمراہ نہیں کہتے ہیں بلکہ اجتہاد میں برحق جانتے ہیں اور انمیں اختلاف راہ توحید

کچھ نہیں اور کوئی اسکا قائل نہیں کہ اجتہاد امام شافعی پر حنفی کو عمل کرنا حرام ہے اور نہ شافعی کو حنفی اجتہاد پر کیونکہ یہ سب اعمال خیر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر عمل پر ثواب دیتا ہے پھر کیونکہ
راہ توحید پر مستقیم ہوں اور یہ معلوم ہو لیا کہ راہ توحید بحمد اللہ مستقیم ہیں پس اسکی مثال ایسی ہے کہ حج کے جانیکا حکم سب نے دیا مگر ایک نے کہا کہ بڑا دالان قریب ہے اور ہم دونوں جانتے ہیں کہ وادی
دوسرے نے کہا کہ لوز بایں تنہا لوسین نجا ... الاعولی ایسے کے حق میں بہتر ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلاً ظہر سے پہلے کبھی دو رکعتیں پڑھیں اور کبھی چار [illegible]
پس اگر امام ابو حنیفہ نے کہا کہ چار سنتیں ظہر سے پہلے پڑھا کرے بہت ثواب پاویگا اور امام شافعی نے کہا کہ دو رکعتیں ظہر سے پہلے پڑھے بہت ثواب
پاویگا یہ دونوں ٹھیک ہیں اسواسطے جو لوگ ماہر علماء ہیں سے گذرے ہیں وہ یہ جانتے ہیں کہ اگر چار پڑھ لے تو بہت اچھا اور اگر دو پڑھ لے تو بھی
اچھا ہے اور ایسا ہی حال تمام فروعی اختلاف میں ہے البتہ اس زمانہ میں جہل بہت پھیلا جیسا کہ حدیث شریف میں پہلے سے خبر دی گئی ہے پس جاہل
مقلدوں نے جھگڑا ڈلوایا ہے کہ وہ آپس میں ان فروعی اختلاف پر لڑے مرتے ہیں اور یہ حرام و فسق ہے چنانچہ حنفی چار رکعت کے سوائے دو رکعت پڑھتے
دیکھے تو اسپر عیب لگاوے اور کوئی دو رکعت کے سوائے چار پر انکار کرتا ہے اور یہ بڑے افسوس کا مقام ہے اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو ایسے اختلاف و انکار سے
بچاوے اور یہ شیطان کا بڑا وسوسہ ان مسلمانوں پر کام کر گیا کہ یہ لوگ بالکل دل میں غور نہیں کرتے ہیں کہ یہ سب اعمال خیر ہیں ان سے ثواب مقصود ہے جس طرح
ثواب ملنے کا طریقہ سنت ظاہر ہو جاوے اسطرح عمل کرو اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کرو ثواب حاصل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن شرط یہ کہ تم راہ توحید پر
پورے قائم رہو پس اگر غور کا مقام ہے تو یہ ہے کہ راہ توحید ہاتھ سے نجانے پاوے اور یاد رکھو کہ جس قوم نے آپس میں پھوٹ ڈالی وہ کبھی فلاح نپاویگی اور ڈرو
اللہ تعالیٰ سے کہ ائتلاف باہمی جسپر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور نعمت قرار دیا اور فرمایا الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا اسکو تم لوگ اسطرح ناشکری
کے ساتھ برباد کرتے ہو دونوں اختلاف کرنے والے اس جرم میں گرفتار ہونگے۔ اہل اسلام وہ ہیں جو راہ توحید پر قائم ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک
نہیں کرتے ہیں اور دین میں بدعتیں پیدا کرکے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہیں دیتے ہیں۔ فاصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔
قولہ تعالیٰ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ حضرت عزوجل نے مومنین کو اختلاف میں ٹھیک بات کی ہدایت کی چنانچہ حدیث صحیح درباب
فضیلت جمعہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ قولہ فہدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ الآیہ۔ میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ نحن الآخرون الاولون یوم القیامۃ۔ یعنے ہم دنیا میں پچھلے اور قیامت میں اگلے ہیں۔ نحن اول الناس دخولا الجنۃ۔ ہمیں سب لوگوں سے پہلے
جنت میں داخل ہونگے۔ بید انھم اوتوا الکتاب من قبلنا واوتیناہ من بعدھم فہدانا اللہ لما اختلفوا فیہ من الحق
باذنہ۔ غیر ازینکہ وہ لوگ ہمسے پہلے کتاب دیے گئے اور ہم انکے بعد دیے گئے پس اللہ تعالیٰ نے ہمکو اپنے اذن و ارادہ سے اس حق بات کی ہدایت
کی جس سے وہ خلاف راہ چلے تھے۔ فہذا الیوم الذی اختلفوا فیہ فہدانا اللہ لہ فالناس لنا فیہ تبع فغدا للیہود وبعد غد
للنصاریٰ۔ پس یہ دن یعنے روز جمعہ بھی ایسا ہے جسمیں ان لوگوں نے اختلاف کیا یعنے خلاف راہ چلے پس اللہ تعالیٰ نے ہمکو اسکی ہدایت کر دی
پس اور لوگ اسمیں ہمارے تابع ہیں کہ کل کا روز یعنے سنیچر کا روز یہود کا ہے اور پرسوں یعنے اتوار کا روز نصاریٰ کا ہے۔ یہ الفاظ عبد الرزاق کی روایت
کے ہیں اور معنے یہ ہیں کہ عید اسلام روز جمعہ ہے مگر اگلوں کو جو سرکش و شریر تھے اسکی ہدایت نہوئی چنانچہ یہود نے سنیچر لیا اور نصاریٰ نے اتوار
لیا جمعہ کسیکو نملا۔ اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن وہب نے عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے انھوں نے اپنے باپ زید بن اسلم سے روایت کی کہ قولہ فہدی
اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ پس اگلوں نے روز جمعہ میں اختلاف کیا تھا کہ یہود نے سنیچر لیا اور نصاریٰ نے اتوار لیا پھر اللہ تعالیٰ
نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کی ہدایت کی اور انھوں نے قبلہ میں اختلاف کیا تھا کہ یہود نے بیت المقدس کا استقبال کیا اور نصاریٰ نے [illegible]
مشرق کا پھر اللہ تعالیٰ نے امت محمد صلعم کو اسکی ہدایت کی یعنے کعبہ دیا۔ اور انھوں نے نماز میں اختلاف کیا پس بعضے رکوع کرتے سجدہ نہیں کرتے [illegible]

اور بعضے سجدہ کرتے اور رکوع نہیں کرتے اور بعضے نماز میں باتیں کرتے اور بعضے چلتے چلتے نماز پڑھتے پس اللہ تعالے نے اسمیں امت محمدی کو حق بات کی ہدایت کی اور انھوں نے روزے میں اختلاف کیا پس بعضے تھوڑا دن روزہ رکھتے اور بعضے فقط بعضے کھانے سے روزہ رکھتے پس اللہ تعالے نے امت محمدی کو اسمیں حق بات کی ہدایت کی اور انھوں نے ابراہیم کے حق میں اختلاف کیا کہ یہود نے کہا وہ یہودی تھے اور نصرانیوں نے کہا وہ نصرانی تھے پس اللہ تعالے نے انکو حنیف مسلم قرار دیکر امت محمدی کو اسکی ہدایت کی اور عیسیٰ کے حق میں اختلاف کیا کہ یہود نے انکو جھٹلایا اور انکی والدہ ماجدہ پر سخت بہتان باندھا اور نصرانیوں نے انکو معبود اور خدا کا بیٹا ٹھہرایا اور اللہ عزوجل پر سخت بہتان باندھا پس اللہ تعالے نے انکو اپنی طرف سے روح و کلمہ قرار دیکر امت محمدی کو اسکی ہدایت کی۔ اور ربیع بن انس نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ قبل اختلاف کے لوگوں کا یہ حال تھا کہ وہ اکیلے پروردگار وحدہ لاشریک لہ کی خالص عبادت کرتے اور نماز قائم کرتے اور روزہ رکھتے اور شرائع اسلام ادا کرتے پس اسی راہ توحید و اسلام کی اللہ تعالے نے مومنوں کو ہدایت کی پس انھوں نے اس اختلاف کو جو لوگوں میں پیدا ہوا تھا اپنے سے دور رکھا اور انکے پیغمبر انکی امتوں پر گواہ ہونگے کہ ان پیغمبروں نے اپنی اپنی امت کو احکام الٰہی پہونچائے ہیں اور شیخ ابو العالیہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے تھے کہ لفظ من الشبہات والضلالات والفتن۔ یعنے اللہ تعالے نے مومنوں کو ایسی ہدایت فرمائی کہ وہ شبہات اور گمراہیوں اور فتنوں سے بچ گئے۔ قولہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ یعنے حکمت کاملہ و حجت بالغہ اسیکی واسطے ہے جسکو چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں تہجد کی نماز کے لیے اٹھتے تھے تو فرماتے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرَئِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِھْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَھْدِیْ مَنْ تَشَاۗءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ اے پروردگار ہمارے پروردگار جبرئیل میکائیل اسرافیل کے پیدا کرنے والے آسمانوں و زمین کے جاننے والے غیب و شہادت کے تو ہی حکم کرتا ہے اپنے بندوں میں اس چیز میں جسمیں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ مجھے ٹھیک راہ پر رکھیو اس چیز میں جسمیں لوگوں نے اختلاف ڈالا ہے حق امر میں اپنے حکم و اذن سے تو ہی ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے ٹھیک راہ کی طرف۔ اور دعا سے ماثور میں ہے کہ۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ وَلَا تَجْعَلْہُ مُلْتَبِسًا عَلَیْنَا فَنَضِلَّ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا۔ اے اللہ تعالے پروردگار ہمارے ہمکو حق کو حق دکھلا اور اسکی پیروی نصیب کر اور باطل کو باطل دکھلا اور اس سے پرہیز کی توفیق دے اور حق و باطل کو ہم پر ملتبس مت کر دے کہ ہم گمراہ ہو جاویں اور ہمکو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے (ف) ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالے۔ کان الناس امۃ واحدۃ۔ لوگ سب ایک ہی امت تھے واضح ہو کہ ازل میں جب اللہ تعالے عزوجل نے اپنی ذات پاک کے پہچنوانے کو انکو خطاب فرمایا کہ الست بربکم کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ قالوا بلیٰ۔ تو سب بولے کہ ہاں تو بیشک ہمارا پروردگار ہے تب سب یہ لوگ اپنے اقرار میں ایک امت تھے کہ اپنے خالق کے پروردگار ہونے کا اور اپنے اوپر اسکی عبادت واجب و لازم ہونیکا سب نے اقرار کیا کیونکہ انھوں نے اسکی عظمت برہان اور عزت و سلطان کو مشاہدہ کیا اور اسکے عجائب کلام کو سن لیا اور یہ اتفاق انکا اسوقت تھا کہ ہنوز اللہ تعالے نے انکو بندگی و فرمانبرداری میں امتحان نہیں کیا تھا پھر جب دنیا میں بھیجکر انکو بندگی کرنے کے امتحان میں بلایا تو متفرق ہو گئے پس اہل صفا و اہل سعادت کے ساتھ توفیق ازلی نے مساعدت کی کہ وہ مشاہدہ و قربت و انوار صفا پر ثابت رہے کہ انھوں نے اپنے سردار یعنے نبی کے ساتھ اپنے اسرار سے حطام دنیا کو دور رکھا اور اسکی خدمت میں بغیر عوض مانگنے کے ثابت رہے یعنے کشف و کرامات دنیاوی کے طالب نہو
حقیر مال و اسباب ۱۲
یعنے اسکی خواہش نہ تھی کہ کشف و کرامت حاصل ہو بلکہ درجات آخرت و رضائے حق کی تلاش تھی اور راہ معرفت کے قاصد رہے پس اللہ
قصد کرنیوالا ۱۲

عزوجل نے اپنی طرف سے سکون و طمانینت انکے دلون مین اُتاردی تاکہ ایمان پر ایمان بڑھ جاوے آقول سکون الٰہی ایک خاص چیز ہی جو اہل خلوص کو عطا ہوتی ہی جسکا ذکر بعضی احادیث صحیح مین آیا ہی پس جبکہ سکینت انکو عطا ہوئی تو وہ راہ مستقیم سے کسی طرف نہین جھکے اور مشاہدہ آیات حضرت عزوجل سے دنیا کی تروتازگی و مشتہیات نفسانی کی طرف مائل نہوے اور دنیاے دنی کے بدلے انھون نے کرامت حق عزوجل کو فروخت نہ کیا و قد قال تعالے ومن المومنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ یعنے مومنین مین ایسے مرد ہین کہ سچائی سے پورا کیا اُنھون نے وہ عہد جو اللہ تعالے سے باندھا تھا پس انمین سے بعض ایسے ہین کہ اُسنے اپنے عہد کو پورا کیا یعنے شہید ہوگیا اور بعض ایسے ہین کہ منتظر ہین اور انھون نے کوئی تبدیل نہین کی ہی۔ اور رہے اختلاف والے جنھون نے اپنے آپ کو خوار کیا تو اللہ تعالے نے اُنکو اُنکے نفوس کی خواہشون کے اندھیرے مین ڈالدیا کہ پاک و خبیث کو نہین پہچانتے اور بد و نیک مین تمیز نہین رکھتے خیر و شر مین فرق نہین کرتے بلکہ جیسے ہی اپنے نفس شریر کی پیروی مین پڑے ہین تو شر کو اچھا سمجھنے اور خیر سے بیزار رہین یہانتک کہ انھون نے دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیا اور عہد الٰہی عزوجل کو بھول گئے حالانکہ یقین جانتے ہین کہ موت ضرور آویگی اور یہ بھی نہین ٹھیک ہی کہ آج آوے یا کل آوے مگر اپنے نفس کی خواہشون پر گرے چلے جاتے ہین اور رضاے حق عزوجل کی نعمت چھوڑ بیٹھے ہین اور جہالت کے گڈھے کی طرف جھک پڑے جو جہنم مین ختم ہوئی ہی کہ چلتے چلتے آخر پانون جہنم کے گڈھے مین جا پڑیگا۔ پھر شیخ نے اس اختلاف کو دوسرے اشارہ پر لیا یعنے جو بعض احادیث مین آیا ہی کہ حضرت حق عزوجل نے ارواح کو نور دیا کہ انمین سے بہتیرون کو پہونچا اور بہتیرے محروم رہے پس انمین اختلاف ہوا چنانچہ شیخ نے مع دیگر لطائف کے یون کہا کہ تمام مخلوق عدم سے وجود مین آنے کے بعد حضرت حق عزوجل کے خطاب سے منور ہونے کے پہلے حالت غیبت مین یکسان پڑے تھے پھر جب اللہ عزوجل نے اُنسے وہ حجاب پردہ جو انسانیت کی کدورت کا ہی دور کر دیا اور اپنی نزدیکی کا مشاہدہ اُنکو کرامت کیا یعنے اپنا نور جو اُنپر چھڑکا تو مختلف ہوے بعضے اس نور کو پاکر واصل ہوے اور بعضے محروم ہوکر منکر ہوے پس نور پانے والے کئی گروہ مگر سب متفق ہین بعضون کو حقائق مقامات حاصل ہوے تو وہ لوگ انھین مقامات پر بندگی کی شرطین ادا کرنے کے ساتھ ٹھہرے ہین اور بعضون کو لطائف حالات اور بعضون کو خصائص کرامات ملے اور بعضون نے خالص مشاہدہ حق جل کبریاؤہ پایا کہ وہ مقام قدم مین مقرب ہین قال المترجم اور انبیا علیہم السلام اس جملہ سے اعلیٰ ہین وہ خاص انوار و اسرار سے سرفراز ہوے ہین اور باقی رہے وہ لوگ جو محروم رہے تو پہلے ہی وار مین انکو مہالک قہریات نے دبوچا کہ وہ گمراہی کے جنگلون مین متفرق پھرنے لگے چنانچہ بعضے یہودی بن بیٹھے اور بعضے نصرانی بنے اور بعضے زندیق ہوے اور اسی تقدیر کو لکھکر قلم خشک ہوگیا یعنے قیامت تک یہی حال جاری رہیگا۔ پھر سابق امتون کا اپنے انبیا کے ساتھ مخالفت کرنا اور آیات و کھلی نشانیان آنے کے بعد انکا اختلاف کرکے گمراہ ہونا بیان فرمانے کے بعد مومنین و نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا تاکہ اپنے مخالفون کے ساتھ دلیری کے ساتھ ثابت قدم رہین۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَ

تم کو خیال ہی　کہ جنت مین چلے جاؤگے　اور ابھی تم پر آے نہین　احوال اُنکے　جو تم سے پہلے　گذر گئے　پہونچی اُنکو سختی اور

الضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝

تکلیف　اور جھڑجھڑائے گئے یہانتک کہ کہنے لگا رسول　اور جو اسکے ساتھ ایمان لائے کب آویگی مدد اللہ کی　سن رکھو مدد اللہ کی　نزدیک ہی۔

روایت ہی کہ مومنون کو ایک سختی پہونچی تو بعضے گھبرا گئے پس نازل ہوا قولہ تعالے۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ۔ بلکہ تم نے گمان باندھا تھا کہ تم جنت مین داخل ہو جاؤ یعنے بغیر امتحان کے تم کو جنت مل جاوے یعنے ابتدا پر صبر کرتے ہو یا چاہتے ہو کہ بغیر امتحان کے تم کو جنت ملے۔ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ۔ حالانکہ ابھی تک تم پر وہ مثل نہین آئی جو تم سے اگلے گذرے ہوون پر آئی

تھی ف باوجودیکہ تم سب اُمتوں سے اشرف ہو پھر اگلوں کے امتحان کا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ۔ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ۔ چھو گئی یعنے پہونچی
اُنکو محتاجی ف جس سے فاقہ پر فاقہ گذرا۔ وَالضَّرَّاءُ۔ اور بیماری دُکھ ف تاکہ نفوس مغرور نہوں کہ ہم ایمان لائے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کا احسان
ہو کہ اسنے ہدایت دی۔ وَزُلْزِلُوا۔ اور وہ لوگ جھنجھوڑے گئے انواع بلا سے تاکہ امتحان کیے جاویں کہ سچا یقین لائے اور ثابت قدم ہیں۔ غرض کہ جان
ومال سے پریشانی و فاقہ و قتل و بیماری سے آزمائے گئے۔ حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ۔ یہانتک
کہ اسوقت کا رسول و اسکے ساتھی مومنین زبان سے کہنے لگے کہ مدد الٰہی کب آویگی ف یعنے اب تو نصرت الٰہی جلدی آجاوے کہ کلیجہ منہوں کو آگئے ہیں
اور صبر دشوار ہو گیا ہی۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکو جواب ملا۔ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ۔ خبردار ہو جاؤ کہ نصرت الٰہی قریب ہی ف
یعنے جلد آجائیگی۔ مترجم کہتا ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ مثل ہجرت کے پانچویں برس غزوۂ خندق میں آئی چنانچہ سورۂ احزاب میں یہ تفسیر مطول
آویگی اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی وقت جان لیا کہ بس اب ہم لوگوں نے تمام کافروں پر غلبہ پایا چنانچہ یہی ہوا کہ بعد اسکے روز بروز کفار مغلوب
ہوتے گئے اور کبھی صحابہؓ کو بعد اسکے شدید مشقت نہیں پیش آئی اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ آیت پہلے سے اُتر چکی تھی لیکن معالم میں کہا کہ قتادہؒ و سدی
نے فرمایا کہ یہ آیت غزوۂ خندق میں اُتری جبکہ مسلمانوں کو جہد و خوف شدید و سردی و تنگی معیشت و انواع اذیت سے بہت کچھ لاحق ہوا جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی وبلغت القلوب الحناجر۔ کلیجہ منہ تک پہونچ گئے تھے۔ اور بعض نے کہا کہ جنگ احد کے بارہ میں اُتری ہی اور عطاؒ نے فرمایا کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور آپ کے اصحاب بھی آئے تو انکو تکلیف شدید پیش آئی اسواسطے کہ وہ لوگ بلامال چلے آئے
تھے اور اپنا ملک و مال کافروں کے ہاتھ میں چھوڑ آئے اور اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم کی رضامندی کو اختیار کر لیا تھا پھر یہاں یہود نے عداوت
ظاہر کی اور ایک قوم نے دل میں نفاق پوشیدہ کیا پس اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے دل مطمئن کرنے کے واسطے۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنة الآیہ۔
کو نازل فرمایا۔ قولہ زلزلوا۔ ای دشمنوں سے سخت جھنجھوڑے گئے اور سخت امتحان میں پکڑے گئے چنانچہ صحیح میں خباب بن الارتؓ سے روایت ہی
کہ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ ہمارے لیے کیوں مدد نہیں چاہتے آپ ہمارے لیے کیوں نہیں دعا فرماتے ہیں آپ اسوقت خانۂ کعبہ کے سایہ
میں ٹیکا دیے ہوے تھے پس اُٹھ بیٹھے اور چہرۂ مبارک پر آثار خشم نمودار ہوے اور فرمایا کہ تم سے اگلی امتوں کے مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ انمیں سے ایک کے
سر پر آرہ رکھا جاتا اور پیروں تک چیر ڈالا جاتا پھر بھی اس سے وہ اپنے دین سے نہیں پھرتا تھا اور کسیکے بدن میں لوہے کی کنگھی گوشت و ہڈی تک
پہونچا کر کھینچی جاتی اور یہ امر اسکو اسکے دین سے نہیں پھیرتا پھر فرمایا کہ قسم ہی اللہ تعالیٰ کی کہ وہ اس امر کو یعنے دین اسلام کو ضرور پورا کریگا
یہانتک کہ صنعاء سے حضرموت تک جانے والا جائیگا اس حال میں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے خوف نہ کرتا ہوگا ولیکن تم لوگ جلد باز
ہو (الصحاح) قال ابن کثیر مومنین کو ایسے امتحان میں سے غزوۂ خندق میں ایک پوری مشقت پیش آئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہنالک ابتلی
المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا۔ اس سے ظاہر ہی کہ شیخ کے نزدیک اسکا سبب نزول غزوۂ خندق ہونا ثابت نہیں ہوا چنانچہ مترجم نے خود
اوپر اشارہ کیا اور یہی مفسر سیوطیؒ کا مختار ہی۔ قولہ حتی یقول الرسول الخ ای شدت بلا و محنت کا اشتہار یہانتک پہونچا کہ رسول و اسکے ساتھ والے
مسلمان یہ کہنے لگے اور حتی بمعنے الی ان ہی ای الی ان یقول۔ پس اسمیں انتہا درجہ مشقت پہونچ جانے پر دلالت ہی اسلیے کہ رسول نسبت
اوروں کے زیادہ ثابت قدم و صابر ہوتے ہیں پس جب رسول سے یہ قول صادر ہوا تو معلوم ہوا کہ شدت بدرجۂ غایت پہونچ گئی تھی واضح ہو
کہ حتی کا مابعد اگر مستقبل ہو پس اگر اس امر پہ نظر کی گئی کہ قول مذکور بہ نسبت اپنے ماقبل کے مستقبل ہی اگرچہ فی الحال وہ زمانہ ماضی ہو گیا تو اسکو
نصب دینگے چنانچہ یہاں اکثر قراء کی قرأت بدین معنے حتی یقول۔ بالنصب ہی اور اگر اس امر پہ نظر کی گئی کہ وہ حال ماضی کی حکایت ہی

تو اسکو رفع وے دیا جائیگا جیسے یہان بھی پڑہتے ہین بالرفع قراءۃ نافع کی ہی قولہ متیٰ نصر اللہ - کہان ہی مدد اللہ کی - اور اسمین مدد آلٰہی سے ناامیدی نہین اور نہ شک ہی جیسا کہ وہم ہوتا ہی بلکہ مدد آلٰہی کے دیر ہونے کے اظہار مین مدد کی درخواست ہی یعنے ای اللہ تعالے ہمکو مدد کر اسقدر کہ بہت دیر ہوگئی اور ہمارا صبر اب انتہا کو پہونچ گیا ہی بعض نے کہا کہ رسول نے جواب دیا کہ الا ان نصر اللہ قریب - قریب سے مراد قرب مکانی نہین کہ وہ یہان لائق نہین بلکہ مراد قرب زمانی ہی چنانچہ مفسر نے کہا کہ قریب اتیانہ - ای اسکا آنا نزدیک ہی اور بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ اسمین اشارہ ہی کہ اللہ تعالے کی نزدیکی حاصل کرنا اور درجات کرامت کو پہونچنا اسطرح ہوتا ہی کہ خواہش نفسانی کو چھوڑے اور لذات فانی کو ترک کرے اور محنت و مشقت و ریاضت و صبر اٹھاوے اور صحیح حدیث مین ہی کہ جنت گھری ہوئی ہی مکارہ سے اور دوزخ گھری ہوئی ہی شہوات سے یعنے جو راہ خدا مین ایسی چیزین جو نفس پر گران گذرتی ہین مثل نماز روزہ وغیرہ برداشت کرے وہ داخل جنت ہوگا اور جو شہوات نفسانی اور کفر و شرک مین پڑ گیا وہ دوزخ مین جائیگا اور دوسری حدیث مین مضمون ہی کہ جبرئیل جب جنت کو دیکھنے بھیجے گئے تو انھون نے عرض کیا کہ ای پروردگار جو کوئی اسکو سنیگا کہ اسمین داخل ہونے کی خواہش کرکے داخل ہوگا پھر جب دوبارہ بھیجے گئے تو دیکھا کہ مکارہ سے گھری ہوئی ہی تو عرض کیا کہ پروردگار اب خوف ہی کہ شاید کوئی داخل نہو سکیگا اور ایسے ہی دوزخ کی شہوات مین اسکے برعکس مذکور ہی یعنے اول مرتبہ جاکر دیکھا تو عرض کیا کہ ای پروردگار جو سنیگا کبھی اسمین داخل ہونیکا رخ نکریگا پھر دوبارہ جاکر دیکھا تو وہ شہوات نفس سے گھری ہوئی ہی پس عرض کیا کہ ای رب اسکے گرد وہ شہوات ہین کہ بہتیرے اسمین مبتلا ہونگے ف **قال الشیخ فی العرائس** قولہ تعالے ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ الخ - تم اپنے دل و جان کی نگاہبانی کرو اور مراقبہ رکھو اور نفس کے خیالات و عبادات کا اُس سے حساب لو اور درگاہ آلٰہی مین عبادت و ریاضت مین پوری کوشش کرو یعنے بدون مراقبہ و محاسبہ و مجاہدہ کے مقام انس و مشاہدہ مین نہین پہونچ سکتے ہو پھر اللہ تعالے نے محبت مال سے انکو جدا کیا اور انفاق کا حکم دیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہمکو دریافت کیا چنانچہ اللہ تعالے نے نازل فرمایا

یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ

تجھسے پوچھتے ہین کیا چیز خرچ کرین　تو کہہ جو چیز خرچ کرو فائدے کی　سو ماں باپ کو اور نزدیک ناطے والون کو اور یتیمون کو اور محتاجون کو

وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ

اور راہ کے مسافر کو　اور جو کروگے　بھلائی　وہ　اللہ کو　معلوم ہی

ابن المنذر رح نے محمد بن مقاتل رح سے روایت کی کہ عمرو بن الجموح انصاری بزرگ مالدار تھے انھون نے خرچ کا سوال کیا تو نازل ہوا قولہ تعالے **یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ** - تجھسے پوچھتے ہین کہ کیا خرچ کرین ف ابن کثیر رح نے کہا یعنے کیونکر خرچ کرین - سیوطی رح نے کہا کہ یہی سوال تھا کہ کیا چیز اور کن لوگون پر خرچ کرین چنانچہ اسی کے مطابق جواب فرمایا - **قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ** کہدے کہ تم جو کچھ بھلائی سے خرچ کرو ف مال حلال سے خیرات کرو - **فَلِلْوَالِدَيْنِ** - تو وہ والدین کے لیے ہی ف یعنے خرچ کی چیز تو مال حلال چاہیے اور جنپر خرچ کیا جاوے وہ والدین ہین - **وَالْاَقْرَبِيْنَ** - اقرباؤن کے لیے ہی ف بہتر اپنے نفس و اولاد کے بعد والدین پھر درجہ بدرجہ اقارب **وَالْيَتٰمٰى** - اور یتیم بچے ف جنکا باپ مرگیا ہو جبتک نابالغ ہون تب تک یتیم ہین کیونکہ حضرت علی رض سے روایت ہی کہ بعد بلوغ کے یتیمی نہین ہی (الترمذی) اگرچہ یتیم قرابتی ہون ورنہ قرابت و یتیمی مین داخل ہونگے - **وَالْمَسٰكِيْنِ** - اور مساکین مین ف جو محتاج ہون یا انکو قدر کفایت نہ ملتا ہو - **وَابْنِ السَّبِيْلِ** - اور مسافر مین ف کہ راہ مین خرچ نہ دارد ہوجانے سے محتاج ہوگئے اگرچہ وہ گھر سے مالدار ہون اور آخر مین عام نیکی کا حکم دیا بقولہ - **وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ** - اور جو کچھ تم بھلائی سے کرو تو اللہ تعالے اسکو خوب جانتا ہی

ف پس ایک ذرہ بھی ضائع نہو گا بلکہ ثواب جمیل پاؤ گے پس اسمین سب جو شامل ہین

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ

حکم ہوا تم پر لڑائی کا اور وہ بری لگتی تھی تمکو اور شاید بری لگے تمکو ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمکو اور شاید

أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ع

تمکو بھی لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تمکو اور اللہ جانتا ہی اور تم نہین جانتے ہو

كُتِبَ۔ فرض کیا گیا۔ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ۔ تم پر قتال یعنے کافرون سے لڑنا انکی کفر کی وجہ سے۔ وَهُوَ كُرْهٌ۔ وہ مکروہ ہی۔ لَّكُمْ تمکو ف یعنے گران ہی تمھاری طبیعت کی راہ سے بسبب اسکی مشقت کے۔ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ اور کچھ بعید نہین کہ تم ایک چیز کو ناگوار رکھو حالانکہ وہ تمھارے حق مین بہتر ہی ف اگرچہ تمھارا نفس ناگوار رکھتا ہی وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ۔ اور کچھ بعید نہین کہ تم ایک چیز کو دل سے چاہو حالانکہ یہ تمھارے حق مین بدتر ہی ف اسواسطے کہ نفس تو ایسی چیزونکی طرف میل کرتا ہی جو اسکی خواہشین ہوتی ہین حالانکہ یہ میل اسکا اسکی ہلاکت کا موجب ہی اور نفس ایسی چیزون سے نفرت کرتا اور بھاگتا ہی جو شرعی تکلیفات اسکی سعادت کے موجب ہین پس قتال مین تمھارے لیے بھلائی ہی اگرچہ تم اسکو گران جانو اسلیے کہ جہاد کرنے مین یا تو فتح و غنیمت ملتی ہی یا شہادت و ثواب ملتا ہی اور اسکے چھوڑنے مین تمھارے لیے برائی ہی اگرچہ تمکو بھلا معلوم ہو اسلیے کہ اسمین ذلت و محتاجی و ثواب سے محرومی ہی۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ۔ ما ہو خیر لکم۔ اور اللہ جانتا ہی جو تمھارے واسطے بہتر ہی۔ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ذلک فبادروا الی ما یامرکم بہ۔ اور تم نہین جانتے ہو اس بات کو پس جلدی کرو۔ اس چیز کی طرف جسکے بجالانے کا تمکو حکم فرماتا ہی۔ جہاد کروہ اسواسطے ہی کہ اسمین اخراج مال اور مفارقت آل و اولاد و وطن ہی اور نفس کو ایسے مقام پر پیش کرنا ہی جہان اسکے مرجانے کا خیال ہی یا زخمی و مجروح ہو کر سفر کی سختی و درد کی شدت مین گرفتاری کا خیال ہی اور مصدر کو یہان یا تو بطریق مبالغہ محمول کیا اور یا کرہ بمعنے مکروہ ہی اور یہی مفسر جلالین نے اختیار کیا ہی۔ اگر کہا جاوے کہ یہان لازم آتا ہی کہ حکم الٰہی کو مکروہ جانا اور اسکے برخلاف کو اچھا سمجھا۔ اور جواب یہ پایا گیا کہ کراہت سے کراہت طبعی مراد ہی یعنے طبیعت اسکو گران جانتی ہی بسبب اسکی مشقت کے اور کراہت ایمانی مراد نہین ہی کیونکہ بہت چیزون کو آدمی تصدیق دلی سے اچھا جانتا ہی حالانکہ طبیعت اسکو گران رکھتی ہی جیسے دوائے تلخ کہ اسکے نفع کی راہ سے اسکو اچھا جانتا ہی اگرچہ اسکا پینا نفس پر گران ہی۔ پھر جہاد بعض کے نزدیک ہر مسلمان پر فرض ہی۔ اور بعض نے کہا کہ جہاد نفل ہی اور آیہ مین خاص اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہین اور باقی لوگ مراد نہین ہین اور یہی ثوری و اوزاعی کا مذہب نقل کیا گیا ہی اور جمہور کے نزدیک جہاد فرض کفایہ ہی یعنے اگر کچھ لوگ جہاد کرنے کھڑے ہو جاوین تو باقیون کے ذمہ سے ساقط ہو گا اور اگر کوئی نہ کھڑا ہو تو سب گنہگار ہونگے اور جب کافر لوگ دارالاسلام پر حملہ کرین تو قریب والون پر انسے لڑنا اور دفع کرنا فرض ہی پھر اگر وہ لوگ کافی نہون تو انسے قریب والون پر بھی جانا فرض ہی علی ہذا القیاس ایک بعد دوسرے کے انتہائے ملک تک فرض ہو گا۔ اور بعض نے کہا کہ اگر مسلمانون کے ملک مین کافر آوین تو جہاد سب پر فرض ہی اور اگر اپنے ملک مین ہون تو فرض کفایہ ہی۔ قولہ واللہ یعلم۔ یعنے جسمین تمھاری بھلائی ہی اسکو اللہ تعالے جانتا ہی اسی سے جہاد تم پر فرض کر دیا اور بیضاوی نے کہا کہ اسمین دلیل ہی کہ احکام جو شرع مین ہین مصلحت کے ساتھ ہین اگرچہ ہر ایک کی مصلحت بہتری معلوم نہو۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ

تجھسے پوچھتے ہین مہینہ حرام ہین لڑائی کرنی تو کہہ لڑائی اسمین بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ ہین اور اسکو نہ

بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ

اور مسجد حرام سے روکنا اور نکال دینا اسکے لوگون کو وہان سے اس سے زیادہ گناہ ہے اللہ کے ہان اور دین سے بچلانا قتل سے زیادہ ہے

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ

اور وہ تو لگے ہی رہتے ہین تم سے لڑنے کو یہانتک کہ تمکو پھیر دین تمہارے دین سے اگر مقدور پاوین اور جو کوئی پھر جاوےگا تم مین اپنے

عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ

دین سے پھر مر جاویگا کفر ہی پر تو انسون کے عمل ضائع ہوے دنیا و آخرت مین اور وہ

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

جہنم والے ہین وہ اسی مین رہ پڑے

جب رسول اللہ صلعم نے اپنے سرایا مین سے اول سریہ بھیجا اور اسپر عبد اللہ بن جحش کو امیر مقرر کیا پس انھون نے مشرکین سے قتال کیا اور ابن الحضرمی کو قتل کیا اور یہ جمادی الثانی کا آخر دن تھا اور اپر ملتبس ہوگیا کہ رجب شروع ہوگیا پس کفار نے انکو عار دلایا کہ تمنے رجب کو حلال کر لیا ہی پس نازل ہوا قولہ تعالے ‑ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ ‑ تجھسے ماہ حرام کو پوچھتے ہین ف یعنے بعض احکام کو جسکا بیان یہ ہی ‑ قِتَالٍ فِيْهِ ‑ یعنے ماہ حرام مین قتال کرنا کیسا ہی ف جیسے عبد اللہ بن جحش کے سریہ مین شبہہ پیدا ہوا تھا کہ اول تاریخ ماہ رجب مین قتال واقع ہوا ہی ‑ اور بعد نزول آیت کے حضرت صلعم نے غنیمت کو قبول کیا اور زمخشری و ابن سیدۃ الناس نے زعم کیا کہ قتال اول رجب مین ہوا تھا اور آخر جمادی الثانی سے مشتبہ ہوا تھا ‑ بالجملہ کافرون نے عار دلایا کہ تمنے ماہ رجب کو حلال کر لیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا ‑ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ‑ تو کہہ دے کہ ماہ حرام مین قتال کرنا کبیرہ ہی ف گناہ عظیم ہی لیکن کافرون کا شرک و کفر اس سے بدتر ہی چنانچہ فرمایا ‑ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ‑ اور راہ الٰہی سے روکنا ‑ وَكُفْرٌ بِهٖ ‑ اور اللہ تعالے سے کفر کرنا ف یعنے دین الٰہی سے انکار و محمد رسول اللہ سے کفر کرنا ‑ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ‑ اور مسجد حرام سے روکنا ‑ ف جیسے مشرکون نے آنحضرت صلعم و مومنون کو عمرہ ادا کرنے سے روکا تھا ‑ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ ‑ اور مسجد الحرام والون کو وہان سے نکالنا ف یعنے محمد صلعم و مومنون کو مکہ سے نکالنا یہ سب امور ‑ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ‑ اللہ تعالے کے نزدیک بہت بڑا کبیرہ جرم و عصیان ہین یعنے کافرون کو تہدید فرمائی کہ تمنے بھول چوک سے ماہ حرام کے قتال پر عار دلایا اگرچہ وہ جرم سہی مگر اس سے بڑھکر سخت کبیرہ گناہ یہ ہی کہ لوگون کو راہ الٰہی سے روکو و مسجد الحرام سے روکو اور اللہ تعالے سے کفر کرو اور جو لوگ مسجد الحرام مین عبادت کے لائق ہین یعنے رسول و صحابہ انکو وہان سے نکالو حتی کہ ہجرت کرکے مدینہ جاوین پس یہ سب امور البتہ اللہ تعالے کے نزدیک سخت کبیرہ گناہ ہین اور تم کافرون نے ان امور کو عمدًا کیا ہے پس کافرون و مسلمانون کے فعل مین دو طرح سے فرق ہی اول تو سریۂ اسلام نے عمدًا نہین کیا بلکہ مشتبہ ہوا تھا ‑ اور کافرون کا شرک و کفر وغیرہ عمدًا ہی ‑ دوم قتال ماہ حرام معصیت ہی اور کافرون کے معاصی بہت شدید ہین پس جو لوگ ایسے شدید معاصی کے مرتکب ہون وہ کیونکر مسلمانون کو طعنہ دے سکتے ہین ‑ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ‑ اور شرک کرنا قتل سے بڑھکر کبیرہ ہی ف یعنے اے کافرو تمہارا شرک کرنا بڑا کبیرہ ہی بنسبت اسکے کہ تم ماہ حرام مین قتل کیے جاؤ ‑ مترجم کہتا ہی کہ مومنون کو خطاب اولی ہی یعنے اے مومنو تم مشتبہ مت ہو کیونکہ ماہ حرام مین کافرون کو قتل کرنے سے کافرون کا

مسجد حرام سے نکالنا بڑا ہی حالانکہ تمنے انکو جرم شرک ہی پر قتل کیا - وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا۔ اور کفار برابر تمسے قتال کرتے رہینگے یہانتک کہ تمکو تمہارے دین سے پھیردین اگر قابو پاوین ف یہ کفار تمہارے دین کے دشمن ہین پس تم برابر انکو مارو اور دین پر قائم رہو اور ہرگز کافرون کے قریب مین مت آؤ - وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ - اور جو کوئی تم مین سے اپنے دین سے پھرا پھر وہ مرا اس حال مین کہ کافر ہی تو اسکے اعمال مٹ گئے دنیا و آخرت مین ف ان اعمال کا دنیا و آخرت مین کچھ شمار نہوگا بلکہ وہ کافرون کے ساتھ دائمی جہنم مین رہیگا - وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور ایسے ہی کفر پر مرنے والے تو دوزخی لوگ ہین وہ اسمین ہمیشہ پڑے رہینگے ف اس آیت مین چند مقام ہین از انجملہ کیا ماہ حرام مین قتال روا ہی یا نہین اور پوچھنے والے کفار ہین یا مسلمان ہین اور مرتد کا کیا حکم ہی - اور ہر ایک کا بیان آتا ہی اور واضح ہو کہ یہ پہلا سریہ ہی جو اسلام مین غنیمت و قیدی لایا - پھر بعض علما نے کہا کہ آیۃ محکم ہی اور ماہ حرام مین قتال نہین روا ہی الا اسی طور پر کہ کافرون کے حملہ کو دفع کرے اور انکے دفعیہ کے واسطے لڑے اور جمہور کے نزدیک - قولہ اقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم اور قولہ قاتلوا المشرکین کافہ - سے یہ آیت منسوخ ہی یعنے کوئی مہینہ ہو قتال کرنا روا ہی اور زمین حرم مین البتہ نہین روا ہی خواہ مہینہ حرام ہو یا حلال ہو پھر یا مہارے حرام چار ہین ذی قعدہ و ذی الحجہ و محرم و رجب پس تین پے در پے اور ایک فرد ہی - قولہ یسئلونک عن الشھر الحرام - پوچھنے والے اکثر مفسرین کے نزدیک اہل اسلام تھے اور بیضاوی نے اسکو ضعیف جانا اور میل کیا کہ پوچھنے والے مشرکین مکہ ہین کیونکہ قولہ تعالے - وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ - ستنا ہی کہ مشرکین ہی پوچھنے والے تھے تاکہ جیسی انھون نے مسلمانون پر تعریض کی تھی ویسے ہی انپر تعریض ہوجاوے اور یہ توجیہ بطریق بلاغت ہی اور البتہ صحیح مروی ہوا کہ مشرکین سوال کرتے تھے چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے جندب بن عبد اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگون کو روانہ کیا اور انپر ابو عبیدہ بن الجراح کو امیر مقرر کیا پھر جب ابو عبیدہ چلنے لگے تو حضرت صلعم کے فراق سے روئے پس آپ نے ابو عبیدہ کو روک لیا اور بجائے انکے عبد اللہ بن جحش مقرر کیا اور انکو ایک خط لکھدیا اور حکم کیا کہ اسکو نہ پڑھین یہانتک کہ فلان مقام پر پہونچین اور فرمایا کہ اپنے ساتھیون مین سے کسیکو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور مت کرنا پھر جب مقام مذکور پر عبد اللہ نے خط کھولکر پڑھا تو کہا - انا للہ وانا الیہ راجعون - اور کہا کہ مین نے حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بگوش دل سنا و منظور کیا پھر ساتھیون سے حال بیان کیا اور انکو خط پڑھ سنایا پھر دو شخص پیچھے رہے اور باقی لوگ چلے پس انھون نے ابن الحضرمی کو پایا اور اسکو قتل کردیا اور یہ نہ جانا کہ یہ روز جمادی الاخری کا ہی یا رجب کا ہی پھر مشرکون نے مسلمانون سے کہا کہ تمنے شہر حرام مین قتل کیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا - یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر الآیۃ - اور سدی رح نے ابن عباس و ابن مسعود رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اور سات آدمی تھے انپر عبد اللہ بن جحش اسدی کو سردار کیا اور انمین عمار بن یاسر و ابو حذیفہ بن عتبۃ بن ربیعہ و سعد بن ابی وقاص و عتبۃ بن غزوان سلمی و سہیل بن بیضا و عامر بن فہیرہ و واقد بن عبد اللہ یربوعی تھے اور ابن جحش کو ایک خط لکھدیا اور حکم کیا کہ اسکو نہ پڑھین یہانتک کہ بطن نخلہ مین اترین پھر جب بطن نخلہ مین اترے تو خط کھولا اسمین لکھا تھا کہ تو چلا جا یہانتک کہ بطن نخلہ مین مقام کرے پس عبد اللہ بن جحش نے ساتھیون سے کہا کہ جو شخص تم مین سے موت کو چاہتا ہو وہ میرے ساتھ چلے اور وصیت کردے کہ مین نے وصیت کردی اور مین حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلا جاؤنگا پھر چلے پھر ایک مقام پر سعد بن ابی وقاص و عتبہ دونون پیچھے رہے کہ دونون کی سواری گم ہوگئی تھی اسکو ڈھونڈھتے رہگئے اور ابن جحش چلکر بطن نخلہ مین پہونچے پھر ناگاہ وہان حکم بن کیسان و عثمان بن عبد اللہ بن المغیرہ و نوفل بن عبد اللہ ملے پس انھون نے انمین سے دو کو قید کیا اور ابن الحضرمی کو قتل کیا اور واقد بن عبد اللہ نے اپنے تیر سے

له واخرجه ابن جریر وابن المنذر والطبرانی فی الکبیر والبیہقی ۱۲ م

اسکو قتل کیا تھا اور نوفل انکے ہاتھ سے نکل بھاگا اور ہاتھ نہ آیا پس یہ پہلی غنیمت تھی جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاصل کی پھر جب لوگ
مدینہ میں دو قیدی اور مال غنیمت لیکر لوٹ آئے تو اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کو فدیہ دیکر چھڑانا چاہا اور شہر حرام میں قتال کرنے پر عار دلایا اور بولے
کہ محمد کو زعم ہے کہ ہم اللہ تعالے کی اتباع کرتے ہیں حالانکہ اُنھوں نے ہی پہلے ماہ حرام میں تغیر کیا کہ اسمیں قتال حلال کیا ہے اور ہمارے ساتھی کو ماہ
رجب میں قتل کر ڈالا پس مسلمانوں نے کہا کہ ہمنے اسکو جمادی الثانی میں قتل کیا ہے اور یہ بات یہ تھی کہ وہ پہلی رات رجب و آخر رات جمادی الثانی
کی تھی اور شہر رجب داخل ہونے پر مسلمانوں نے اپنی تلواریں میان میں کر دیں اور اللہ تعالے نے نازل کیا کہ اہل مکہ کو عار دینا ہے یسئلونک عن
الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر - ای حلال نہیں ہے اور اے گروہ مشرکین جو تمنے کیا ہے وہ شہر حرام میں قتل کرنے سے کہیں بڑھکر ہے کہ تمنے اللہ تعالے
کے ساتھ کفر کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم و اُنکے ساتھیوں کو روکا اور مسجد الحرام کے لوگوں کو مسجد الحرام سے نکالنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و اُنکے
ساتھیوں کو تمنے نکالا ہے - یہ اللہ تعالے کے نزدیک ماہ حرام میں قتل کرنے سے کہیں بڑھکر ہے - **قال ابن کثیر** اور عوفی نے ابن عباس سے
روایت کی کہ بات یہ ہے کہ مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا اور ماہ حرام میں مسجد الحرام تک پہونچنے سے مانع ہوئے کہا ابن عباس
نے پس اللہ تعالے نے سال آیندہ میں ماہ حرام میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فتح دی پس اس واقعہ میں جب مشرکوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگایا کہ ماہ حرام میں قتال کیا تو اللہ عزوجل نے رد فرمایا کہ - صد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منہ اکبر
عند اللہ - یعنے یہ بڑا گناہ ہے بہ نسبت ماہ حرام میں قتال کی اور یہ بات یوں تھی کہ رسول اللہ صلعم نے ایک سریہ روانہ کیا پس جب لوگ پہونچے تو ابن
الحضرمی انکو ملا اور وہ طائف سے آتا تھا اور وہ آخر رات جمادی الثانی کی اور پہلی رات رجب کی تھی اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا
کہ یہ رات جمادی الثانی کی ہے اور تھی وہ اول رجب کی مگر اُنکو معلوم نہوا پس ابن الحضرمی کو ایک نے انمیں سے قتل کیا اور جو کچھ اُسکے ساتھ تھا سب
چھین لیا پھر مشرکوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس آدمی بھیجا کہ آپ کو عار دلاتے تھے کہ ماہ حرام میں قتل روا رکھا ہے پس اللہ تعالے نے فرمایا
یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر و صد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ - یعنے اہل مسجد الحرام کو انمین
سے نکال دینا یہ اس سے بڑھکر ہے جو اصحاب محمد صلعم نے کیا ہے - والفتنۃ اشد من القتل - اور شرک اس سے بھی زیادہ سخت ہے - ایسا ہی عکرمہ نے
ابن عباس سے روایت کیا کہ یہ آیت سریہ عبد اللہ بن جحش اور قتل عمرو بن الحضرمی کے بارہ میں اُتری ہے اور اسیکے مانند محمد بن السائب کلبی نے
ابو صالح کی طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ہے اور محمد بن اسحق بن یسار مدنی نے اپنی کتاب السیر میں روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جحش بن رباب اسدی کو ماہ رجب میں بدر اولی سے لوٹتے وقت سریہ روانہ کیا اور انکے ساتھ آٹھ آدمی
مہاجرین سے جنمیں کوئی انصاری نہ تھا روانہ کیے اور عبد اللہ کو ایک خط لکھدیا اور حکم کیا کہ اسکو نہ دیکھیں یہانتک کہ دو روز چلے جاویں
یعنے دو منزل طے کر لیں پھر اسکو دیکھیں پس اُسمیں حکم کیا ہے اُسکے موافق چلے جاویں اور اپنے ساتھیوں میں سے کسی پر چلنے کے واسطے
زبردستی نہ کریں اور انکے ساتھی مہاجرین تھے پھر بنی عبد شمس بن عبد مناف میں سے ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھے
اور اُنکے ہم قسم عبد اللہ بن جحش بن رباب اسدی تھے اور یہی قوم کے سردار کیے گئے تھے اور نیز عکاشہ بن محصن اسدی بن اسد بن خزیمہ
میں سے ایک شخص انکے ہم قسم تھے اور بنی نوفل بن عبد مناف میں سے عتبہ بن غزوان بن جابر تھے اور بنی زہرہ بن کلاب میں سے سعد بن
ابی وقاص اُنکے حلیف اور بنی کعب بن عدی میں سے عامر بن ربیعہ نیز اُنکے حلیف غیر ابن وائل سے تھے اور نیز واقد بن عبد اللہ بن عبد
مناف بن عرس بن ثعلبۃ الیربوعی بنی تمیم میں سے اُنکے حلیف تھے اور خالد بن البکیر ایک شخص بنی سعد بن لیث میں سے اُنکے حلیف تھے

اور بنی حارث بن فہر مین سے سہیل بن بیضاء تھے پھر جب عبداللہ بن جحش دو روز چلے تو پھر خط کھولکر دیکھا پس اُسمین لکھا تھا کہ جب تو میرے
اس خط کو دیکھے تو چلا جا یہانتک کہ تو بطن نخلہ مین مکہ و طائف کے درمیان اُترکر قریش کا انتظار و تاک کر اور اُنکی خبرین ہمارے واسطے معلوم کر
پس جب عبداللہ نے خط دیکھا تو کہا کہ مین نے اللہ و رسول کی فرمانبرداری قبول کی پھر اپنے ساتھیون سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حکم دیا ہی کہ مین چلا جاؤن بطن نخلہ تک وہان قریش کی تاک کرون تاکہ اُنکی خبر لاؤن اور مجھے منع فرمایا ہی کہ مین تم مین سے کسی پر جبر و اکراہ
کرون پس جو شخص تم مین سے شہادت چاہتا ہو اور اسمین رغبت رکھتا ہو وہ میرے ساتھ چلے اور جسکو یہ گران گذرے اُسکو لوٹ جانا چاہیے
اور مین تو حکم رسول اللہ صلعم پر چلا جاؤنگا پھر عبداللہ بن جحش چلے اور انکے ساتھی بھی انکے ساتھ ہوئے انمین سے کوئی نہین بچھڑا پس
سب ہوتے زمین حجاز کی بلندی کی راہ اختیار کی یہانتک کہ جب فرع کے اوپر معدن مین پہونچے جسکو بحران کہتے تھے تو وہان سعد بن ابی وقاص
و عتبہ بن غزوان کا اونٹ جسپر دونون باری باری سوار ہوتے تھے گم ہوگیا پس یہ دونون ڈھونڈھتے رہگئے اور عبداللہ بن جحش باقی لوگ
آگے چلے گئے یہانتک کہ بطن نخلہ مین اُترے پس وہان قریش کے اونٹ مال تجارت روغن زیتون و اُدم وغیرہ سے لدے ہوئے گذرے جنمین
عمرو بن الحضرمی تھا اور اس حضرمی کا نام عبداللہ بن عباد تھا اور عثمان بن عبداللہ بن المغیرہ اور اُسکا بھائی نوفل بن عبداللہ مخزومی اور حکم
بن کیسان مولائے ہشام بن المغیرہ تھے پھر جب قوم قریش نے اُنکو دیکھا تو اُنسے ڈرے حالانکہ اُنکے قریب اُترے تھے پھر عکاشہ بن محصن
انپر ظاہر ہوئے اور انھون نے اپنا سر منڈا یا تھا پھر جب عکاشہ کو دیکھا تو بے خوف ہوئے اور کہنے لگے کہ عمار ہی ہمپر اُنکی طرف سے کچھ
خوف نہین ہی اور مسلمانون نے اُنکے بارہ مین باہم مشاورت کی اور یہ آخر جمادی الثانی اول رجب مین تھا پس قوم نے کہا کہ اگر تمنے ان لوگون کو اس رات
چھوڑ دیا تو ضرور حرم مین داخل ہوجاوینگے اور پھر تمسے ممنوع ہونگے اور اگر تمنے انکو قتل کیا تو ماہ حرام مین قتل کرنا واقع ہوگا پس قوم کو تردد پیش آیا اور انپر
پیش قدمی سے گناہ کے خیال سے ڈرے پھر اپنا دل کڑا کرکے سبنے اسی بات پر اتفاق کیا کہ کافرون مین سے جسکو پاؤ قتل کردو اور جو کچھ انکے ساتھ ہی سب
چھین لو پس واقد بن عبداللہ تمیمی نے عمرو بن الحضرمی کو تیر مارا اور اُسکو قتل کیا اور عثمان بن عبداللہ و حکم بن کیسان کو قید کرلیا اور نوفل بن عبداللہ ہاتھ
سے نکل گیا ایسا کہ تلاش سے ہاتھ نہ آیا پھر عبداللہ بن جحش مع اپنے ساتھیون کے دونون قیدی اور لدے اونٹ لیے ہوئے رسول اللہ صلعم کی
خدمت مین مدینہ حاضر ہوئے محمد بن اسحق نے کہا کہ بعضے اولاد عبداللہ بن جحش نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن جحش نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے لیے اس غنیمت مین سے جو ہمنے حاصل کی ہی پانچوان حصہ ہی اور یہ بات انھون نے قبل اسکے کہی تھی کہ اللہ تعالیٰ مال غنائم سے پانچوان حصہ
فرض فرماوے پس عبداللہ نے اس مال لدے ہوئے مع اونٹون سے پانچوان حصہ الگ کرلیا اور باقی اپنے ساتھیون کے درمیان تقسیم کردیا ابن اسحق نے کہا کہ پھر جب رسول اللہ صلعم کی خدمت
مین حاضر ہوئے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے تمکو ماہ حرام مین قتال کرنیکا حکم نہین دیا تھا اور مال اور ہر دو قیدی کو توقف مین رکھا اور انکار کیا کہ اسمین سے کچھ قبول فرماویں پس
جب رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا تو عبداللہ و انکے ساتھی نادم ہوئے اور انکو گمان ہوا کہ ہمسے بڑا گناہ واقع ہوا اور دیگر مسلمانون نے انکو انکے فعل پر ملامت کی اور
قریش کے مشرک کہنے لگے کہ محمد و انکے ساتھیون نے ماہ حرام کو حلال کردیا اور ماہ حرام مین خونریزی کی اور اسمین مال چھین لیا اور لوگون کو قید کیا اور
یہود نے اسمین بدفالی کی باتین نکالین جو اللہ تعالیٰ نے اُلٹی انھین پر ڈالین۔ پھر جب لوگون نے اسمین زیادہ بڑھ بڑھکر باتین بنائین تو اللہ تعالیٰ نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اہلہ منہ اکبر
عند اللہ والفتنۃ اشد من القتل۔ یعنے اگر تمنے شہر حرام مین قتل کیا ہی تو انھون نے تمکو راہ خدا سے باوجود اسکے ساتھ کفر کرنے کے روکا ہی اور
مسجد حرام سے روکا اور تمہارا وہان سے نکالا جانا حالانکہ تم اسکے اہل و لائق ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے انکو قتل کرنے سے زیادہ بڑھکر ہی

اور فتنہ اشد ہی قتل سے یعنے وہی لوگ مسلمان کو اسکے دین کی وجہ سے ایسے فتنہ و عذاب مین ڈالتے تھے تاکہ اسکو اسکے دین سے پھر کفر کی طرف پھیرین پس یہ انکا فعل اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارے قتل کرنے سے بڑھکر ہی۔ ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا۔ یعنے پھر وہی لوگ اپنے بدتر افعال پر اڑے و قائم ہین ہنوز توبہ نہین کی ہی اور نہ اس سے الگ ہوئے ہین۔ ابن اسحق نے کہا کہ پھر جب قرآن اس مین اترا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانون سے شدت و غم دور کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دو قیدی اور مال غنیمت پر قبضہ کیا اور قریش نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دونون قیدیون کا فدیہ بھیجا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہم تمکو یہ دونون قیدی فدیہ لیکر نہ دینگے یہانتک کہ ہمارے دونون ساتھی یعنے سعد بن ابی وقاص و عتبہ بن غزوان نہ آجاوین کیونکہ ہمکو انکے حق مین تمہاری طرف سے خیال ہی پس اگر تمنے انکو قتل کیا تو ہم تمہارے دونون ساتھیون کو قتل کرینگے پھر سعد و عتبہ آگئے تب رسول اللہ صلعم نے دونون قیدیون کو فدیہ پر چھوڑا لیکن حکم بن کیسان تو مسلمان ہو گئے اور انکا اسلام اچھا ہوا یعنے اچھے مسلمان ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے یہانتک کہ بیر معونہ کے واقعہ مین شہید ہوئے اور رہا عثمان بن عبد اللہ تو وہ مکہ چلا گیا اور وہان کفر کی حالت مین مرگیا۔ **قال المترجم** ہکذا ذکرہ **ابن کثیر** اور مترجم کہتا ہی کہ ابن اسحق کی روایت اتم و اوضح ہی لیکن بعض بعض مقام پر وہم سے خالی نہین ہی اور محمد بن اسحق اگرچہ تحقیق یہ ہی کہ صدوق ہین یعنے سچے آدمی ہین انکی روایت مقبول ہی لیکن وہم کر جاتے ہین چنانچہ آخر رجب یا شروع شعبان مین وہم کیا حالانکہ ثقات کی روایت مین شروع رجب اور آخر جمادی الثانی مین التباس ہوا تھا بالجملہ ان روایات سے ثابت ہوا کہ یہ سریہ عبد اللہ بن جحش مین نازل ہوا ہی اور محمد بن اسحق کی روایت سے پایا جاتا ہی کہ مسلمانون مین اس بات کے سوال سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہی اور صحیح یہ ہی کہ کفار قریش کے سوال پر نازل ہوئی ہی اور یہ تصریح اس قصہ کی بعض سیاق مین موجود ہی **قال ابن کثیر** اور شعیب بن حمزہ نے عن الزہری عن عروۃ بن الزبیر اسیکے مانند روایت کیا اور انکی روایت مین ہی کہ پھر کفار قریش مین سے کچھ لوگ ایلچی ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ مین آئے اور کہا کہ کیا ماہ حرام مین بھی قتال حلال ہی پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ الآیہ۔ **قال المترجم** پس شہر حرام سے یہان مطلق وہ مہینہ مراد ہی جسمین قتال پہلے حرام تھا کیونکہ قریش نے یہی سوال کیا تھا کہ کیا ماہ حرام مین قتال حلال ہی اور محتمل ہی کہ سوال مین انکا منشا مخصوص ہو یعنے ماہ رجب جسمین یہ قصہ واقع ہوا اور جواب مین بھی مخصوص لیا جاوے یا عام لیا جاوے واللہ اعلم **بیضاوی** نے کہا کہ اکبر خبر ہی ان چارون باتون کی جو کفار قریش کی شمار کی گئی ہین اگر کہا جاوے کہ یہ واحد ہی تو **بیضاوی** نے جواب دیا کہ افعل من یعنے اسم تفضیل مستعمل بمن مین واحد و جمع و مذکر و مونث یکسان ہی پس جمع کے ساتھ مین وہ معنے جمع ہی۔ قولہ ولا یزالون یقاتلونکم خطاب مومنین کو ہی اور یہین سے اکثرون کو اشتباہ ہوا ہی کہ سوال کرنے والے مومنین ہی ہین حالانکہ یہ کچھ شبہہ کی وجہ نہین ہی اسواسطے کہ یسئلونک سے خطاب کفار کو نہین ہی بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا ہی کہ سائلون کو یہ جواب دیدے اور مسلمانونکو آگاہ فرمایا کہ متنبہ رہین وہ لوگ تم سے برابر عداوت رکھینگے تاکہ تمکو تمہارے دین سے پھیر دین پس حتی واسطے تعلیل کے ہی اور قولہ ان استطاعوا سے انکی حرکت کا استبعاد فرمایا جیسے کہتے ہین کہ تم ہمسے سمجھ لینا اگر جیت جاؤ حالانکہ یقین ہوتا ہی کہ کبھی نہ جیتیگا پس یہ اذعان ہی کہ وہ لوگ کبھی ایسا نہین کر سکینگے۔ قولہ فیمت وہو کافر۔ یعنے حال کفر ہی پر مرگیا اور اسی قید سے شافعیہ نے نکالا ہی کہ اگر مسلمان ہو کر مرا تو اعمال حبط نہونگے بلکہ ثواب پاویگا جیسا کہ مفسر رح نے ذکر کیا ہی ولیکن **شربینی خطیب** شافعی نے کہا کہ مرتد ہونے سے پہلے جو اعمال اسنے کیے تھے اسکا ثواب جاتا رہیگا اسکو شافعی رحمہ اللہ نے صریح فرمادیا ہی اگرچہ بعض متاخرین نے اسمین خلاف کیا ہی انتہی کلامہ اور مبنی اس قول کا جو مفسر رح نے ذکر کیا یہ ہی کہ قولہ و اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون۔ کا عطف جملہ شرطیہ یعنے مجموع شرط و جزا پر ہی۔ اور اگر۔ فاولئک حبطت اعمالہم۔ یعنے جملہ جزائیہ پر عطف ہو جیسا کہ ظاہر ہی تو اعمال کا حبط ہونا اور دائم دوزخ مین رہنا دونون باتین مرتد ہو کر کافر مرنے پر مترتب ہونگی پس شافعیہ جو دلیل پکڑتے ہین

وہ جاتی رہیگی۔ پھر جاننا چاہیے کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک مرتد ہوتے ہی سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں خواہ وہ مسلمان ہو کر مرے یا مرتد ہی مر جاوے پس اگر
مرتد ہو کر پھر مسلمان ہونے کے بعد جو اعمال نیک کریگا اور حالت اسلام پر مریگا تو مرتد ہو کر پھر مسلمان ہونے کے بعد والے اعمال خیر کا ثواب پاویگا اور دلیل
اسپر قولہ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ۔ یعنے جو کافر ہوا ایمان سے پس ضرور اسکے اعمال باطل ہوے پس اس سے ثابت ہوا کہ مرتد ہونا موجب حبط
اعمال ہی اگر کہا جاوے کہ یہ آیت مطلق ہی اور جس سے شافعیہ نے دلیل پکڑی ہی وہ مقید ہی پس مطلق کو مقید پر محمول کرنا چاہیے تو جواب یہ ہی کہ مطلق کو مقید پر
اسوقت محمول کیا جاتا ہی کہ حادثہ واحد ہو اور اطلاق و تقئید دونوں حکم میں ہوں اور یہاں اگرچہ حادثہ واحد یعنے مرتد ہو جانے کے بارہ میں دونوں
آیتیں ہیں مگر حکم میں اطلاق و تقئید نہیں ہی بلکہ سبب میں ہی پس مطلق کو مقید پر محمول نہیں کر سکتے ہیں۔ اور بعض فقہا نے یہ جواب دیا کہ اس
آیہ سے ثابت ہوتا ہی کہ دو کام ہیں اور دونوں پر دو جزا علحدہ علحدہ ہیں یعنے مرتد ہونا اور کافر مرنا پس مرتد ہونے کی جزا حبط اعمال ہی اور کافر
مرنے کی جزا خلود فی النار ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہی کہ اگر کسی نے حج کیا پھر وہ مرتد ہو گیا نعوذ باللہ منہ پھر مسلمان ہوا اور اسکو استطاعت
و زاد راہ ایسی حاصل ہی کہ حج اسپر واجب ہی تو امام شافعی کے نزدیک اسپر حج کا اعادہ واجب نہیں ہی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہی اسواسطے
کہ پہلا حج تو حبط ہو گیا اور بعد مسلمان ہونے کے عود نہ کریگا اور شافعی رح کے نزدیک چونکہ پھر مسلمان ہو گیا ہی حبط نہو گا مترجم کہتا ہی جیسا کہ خطیب
نے نقل کیا ہی کہ ثواب جاتا رہیگا اس بناپر امام شافعی کے نزدیک اعادہ حج واجب ہونا چاہیے اسواسطے کہ مقصود اس سے ثواب ہی ہی فتامل اور نیز
ثمرۂ اختلاف سے یہ ہی کہ اگر کسی نے ظہر کی نماز پڑھی پھر مرتد ہو گیا نعوذ باللہ منہ پھر تھوڑی دیر کے بعد مسلمان ہوا اور ابھی ظہر کا وقت باقی ہی تو امام ابوحنیفہ
کے نزدیک ظہر کا اعادہ اسپر واجب ہی اور شافعیہ کے نزدیک نہیں واجب ہی واللہ اعلم

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ
جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ میں وہ امیدوار ہیں اللہ کی مہر کے
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ
اور اللہ بخشنے والا مہربان ہی

طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابن ابی حاتم نے جندب بن عبداللہ سے روایت کیا اور محمد بن اسحق نے بھی اپنی روایت میں کہا کہ جب عبداللہ
بن جحش وانکے ساتھیوں سے وہ الزام وغم دور ہوا جو ماہ حرام میں قتال کرنے سے پیدا ہوا تھا تب انکو ثواب کی امید ہوئی اور رسول اللہ صلعم سے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم لوگ اس بات کی طمع رکھیں کہ یہ لڑائی ہمارے واسطے ایک غزوہ ہو گا جسمیں جہاد کرنے والوں کا ثواب
ہمکو ملیگا پس اللہ تعالے عزوجل نے نازل فرمایا۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ پس اللہ عزوجل نے انکو اس سے بڑی امید میں کر دیا اور ابن اسحق
نے کہا کہ اس حدیث کو زہری اور یزید بن رومان نے عروۃ الزبیر سے بھی روایت کیا ہی کذا فی تفسیر ابن کثیر اور ہجرت کے معنے یہ ہیں کہ ایک جگہ چھوڑ
کر دوسری جگہ وطن کر لینا اور مراد یہاں یہ ہی کہ دار کفر سے مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آئے اور یہ خاص ہجرت تھی کہ اللہ تعالے نے اسپر ثواب عظیم کا
وعدہ فرمایا ہی اور حدیث میں ہی کہ لا ہجرۃ بعد الفتح۔ یعنے بعد فتح مکہ کے پھر ہجرت نہیں ہی اور ظاہر مراد یہ ہی کہ وہ خاص ہجرت نہیں ہی جسکا ثواب
مذکور ہوا ور نہ ہر زمانہ میں جو مسلمان کسی دار الکفر سے دار الاسلام میں ہجرت کر جاوے وہ ثواب کی امید رکھے گا واللہ اعلم۔ اور افضل ہجرت یہ کہ اعمال
بد کو چھوڑ دے چنانچہ صحیح کی حدیث میں ہی۔ اور جہاد کے معنے اپنی کوشش پھر صرف کر دینا کسی کام میں اور فقہا کا اجتہاد مسائل کے نکالنے میں بھی

اسی معنے مین ہی اور مراد کافرون سے لڑنا اور حدیث سے ثابت ہی کہ جہاد وہ لڑنا ہی جو اس غرض سے ہو کہ اللہ تعالے کا کلمہ اور اسکا دین بلند ہو اور آیۂ کریمہ مین والذین ہاجروا - پر پھر موصول کو مکرر فرمایا یعنے - ان الذین آمنوا والذین ہاجروا - نہین فرمایا تو اسمین ہجرت و جہاد کی بزرگی ظاہر فرمائی اور سبھیا وہی نے کہا گویا امید ثواب کے واسطے یہ دولون مستقل ہین اگرچہ ایمان ہونا ان دونون کے واسطے شرط ہی اور یرجون یعنے طمعون ہی ای طمع رکھتے ہین اور ان کی وصاف حمیدہ کے بعد یرجون اسواسطے فرمایا کہ دنیا مین آدمی اگرچہ تمام طور پر طاعت و فرمانبرداری کو پورا کرے مگر قطعی یقین نہین کر سکتا کہ مین جنتی ہون بوجہ ان اعمال کے خصوص جبکہ اعتبار آدمی کے خاتمہ کا ہی لیکن اگر اللہ تعالے نے کسی کو جنتی کہا تو وہ بیشک جنتی ہی جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ کے جنتی ہونے کی خبر قطعی ہی اور وہ ابوبکر عمر عثمان - علی طلحہ - زبیر - ابوعبیدہ بن الجراح سعید بن زید بن عمرو بن نفیل - سعد بن ابی وقاص - عبدالرحمن بن عوف ہین اور جمیع اہل بیت اصحاب بدر و احد و بیعۃ الرضوان بلکہ جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارہ مین مشہور و قریب متواتر احادیث صحیح ہین - ابن عطیہ نے کہا کہ رجا ہمیشہ امید کے ساتھ ایک طرح کا خوف ہوتا ہی جیسے خوف مین ہمیشہ ایک طرح کی امید لگی ہوتی ہی اور اللہ تعالے نے ان لوگون یعنے عبداللہ بن جحش وانکے ساتھیون کے حق مین اس آیت کو نازل فرمایا و لیکن عام طور پر لوگون کو شامل کر دیا ہی یہ نہین ہی کہ آیۂ کریمہ مخصوص انہین کے حق مین ہو اور قتادہ سے روایت ہی کہ اللہ تعالے نے اس آیت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیون پر اچھی تعریف فرمائی ہی اور وہ لوگ اس امت کے خیار اور برگزیدہ لوگ تھے اور لفظ رحمت کشیدہ لکھی گئی اور یہ رسم خط صحابہؓ کا گویا اشارہ ہی کہ زنگ تارسے جو آخر مین ہی نہ لکھی جاوے کیونکہ رحمت اللہ واسعۃ خصوصاً آخرت مین اہل قرآن کے واسطے فافہم

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

تجھسے پوچھتے ہین حکم شراب کا اور جوے کا تو کہہ ان مین گناہ بڑا ہی اور فائدے بھی لوگون کو ہین اور انکا گناہ انکے فائدے سے بڑا ہی

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ

اور پوچھتے ہین تجھسے کیا خرچ کرین تو کہہ جو افزود ہو - اسیطرح بیان کرتا ہی اللہ تمہارے لیے حکمون کو شاید تم دھیان دھرو

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

دنیا و آخرت مین

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ - تجھسے خمر و میسر کو پوچھتے ہین ف کہ خمر کا اور قمار کا کیا حکم ہی - قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ تو کہدے خمر و میسر مین گناہ کبیر ہی - وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ - اور لوگون کے لیے منافع حقیر ہی ف یعنے لوگون کو شراب خواری سے لذت ملتی ہی اور قمار سے مفت مال ملتا ہی اب خود اندازہ کرلو - وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا - اور دونون کے نفع حقیر سے گناہ کبیر بڑھا ہوا ہی ف لیکن عجیب شان رحمت الٰہی عز و جل اپنے پیغمبر صلعم کے اصحاب پر تھی کہ اسوقت تعلق جسمی بالکل منقطع نہین ہوا تھا اور شراب کی عادت تھی تو قطعاً حرام نکیا - وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ - اور تجھسے پوچھتے ہین کہ خرچ کیا کرین - قُلِ الْعَفْوَ - کہدے کہ جو بڑھتی ہو ف تمھاری ذاتی ضرورت سے زائد ہو - كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ - یون ہی اللہ تعالے نے تمہارے لیے اپنی آیات بینات کو بیان فرمایا ہی تاکہ تم دنیا و آخرت مین غور و فکر کرو ف پس نور حکمت الٰہیہ سے حق و باطل کو امتیاز کرلو - واضح ہو کہ یہان تین سوال ہین ایک شراب خمر کا - دوم جوے کا - سوم کیا خرچ کرین - پس تین مقام کے ساتھ اسکی تفسیر بیان کرنی چاہیے مقام اول خمر لغت مین بمعنے ستر ہی ای ڈھکنے بنا اسی سے عورت کی اوڑھنی کو خمار کہتے ہین اور حدیث مین ہی خمروا آنیتکم - ای اپنے برتنون کو ڈھک دیا کرو پس اسی سے شراب کو

خمر کہتے ہین کہ وہ عقل کو ڈھانک دیتی ہی اور بعض نے کہا کہ خمر از مخامرہ ہی یعنے مخالط ہو جاتی ہی عقل کے ساتھ اور خطبہ عمرؓ مین ہی کہ الخمر ما خامر العقل یعنے خمر وہ
جو عقل سے مخامر ہو جاوے پھر انگور کا شیرہ جبکہ جوش مین آیا اور اشتداد ہوا اور جھاگ پھینکے تو وہ خمر ہی اور سوائے آب انگور کے اور چیز سے بھی جو مخامر عقل ہو
وہ خمر کے حکم مین ہی اور یہی جمہور کا مذہب ہی و عنقریب اسمین کلام سورۂ مائدہ کی آیہ تحریم خمر کی تفسیر مین آویگا انشاء اللہ تعالے اور سوال کرنے والے یہان
اہل اسلام ہین اور ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ امام احمد نے ابو میسرہ کے طریق سے عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ عمرؓ نے کہا کہ اے رب ہمارے ہمکو خمر
کے حق مین بیان شافی بھیجدے کیونکہ وہ عقل و مال کھو دیتی ہی پس یہ آیت اُتری پس عمرؓ بلائے گئے اور اُنکو پڑھ سنائی گئی پس اُنھون نے کہا کہ اے اللہ ہمارے
ہمکو خمر کے حق مین بیان شافی فرمادے پس اُتری وہ آیت جو سورۂ نساء مین ہی۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری۔ پس جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوتے تو آپکا منادی پکار دیتا کہ آگاہ رہو کہ نماز سے کوئی نشہ والا قریب نہو یعنے جو نشہ مین مست ہو وہ نماز کے قریب نہ آوے
پس عمرؓ بلائے گئے اور اُنکو یہ آیت بھی پڑھ سنائی گئی پھر انھون نے کہا کہ اے اللہ ہمارے ہمکو خمر کے حق مین بیان شافی فرمادے پس وہ آیت اُتری جو
سورۂ مائدہ مین ہی پس عمرؓ بلائے گئے اور اُنکو سنائی گئی پھر جب فہل انتم منتہون تک پہونچے تو عمرؓ نے کہا کہ انتہینا انتہینا یعنے ہم باز رہے ہم باز رہے
اس حدیث کو ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے روایت کیا ہی حافظ ابن کثیر نے کہا کہ ابو میسرہ کا نام عمرو بن شرحبیل
ہمدانی ہی اور عمرؓ سے انھون نے سوائے اس حدیث کے اور کوئی حدیث روایت نہین کی ہی اور شیخ ابو زرعہ رازی نے کہا کہ ابو میسرہ نے عمرؓ سے
نہین سنا و لیکن علی بن المدینی رح نے فرمایا کہ یہ اسناد صالح صحیح ہی اور ترمذی نے بعد روایت اس حدیث کے اسکی تصحیح کی ہی۔ قفالؒ نے کہا کہ خمر کے حرام
ہونے مین بتدریج و تدریج حکمت کے ساتھ ہی کہ وہ لوگ خمر کے عادی و مالوف ہو رہے تھے پس اللہ تعالے کی کمال عنایت ہی کہ اُسنے آسانی فرمائی اور
درجہ بدرجہ اُنکو اس سے نفرت دلائی یہانتک کہ جب نفرت نے اثر پیدا کر لیا اور وہ عادت ترک ہوئی تو حرام فرمایا۔ **مقام دوم** میسر یعنے جوا
[illegible] قمار بولتے ہین اور میسر اسکا نام اسواسطے رکھا گیا کہ یسر یعنے آسانی سے غیر کا مال اس سبب سے ہاتھ آتا ہی یا اسوجہ سے کہ جوے سے
ہارنے والے کا یسار جاتا رہتا ہی یعنے جو فراخی اور کشادہ دستی اسکو پہلے حاصل تھی وہ ہارنے سے جاتی رہتی ہی اور یہ بھی سورۂ مائدہ کی آیت سے
حرام ہو گیا [illegible] کہنا ہی کہ آجکل مین جو لوگون نے چٹھی ڈالنا اختیار کیا ہی یعنے زید نے مثلا ایک گھڑی دس روپیہ کو فروخت کرنی چاہی اور
دس آدمیون نے ایک ایک روپیہ جمع کر کے دس روپیہ کر دیے پھر چٹھی ڈالی جسکا نام نکل آیا وہ اس گھڑی کو لے گیا اور باقی محروم رہے اور انکا ایک ایک
روپیہ مفت گیا تو یہ جوا اور حرام ہی اور ایسے ہی شرط وغیرہ کے مسائل ہین جو انشاء اللہ تعالے سورۂ مائدہ کی آیت مین جہان جوا قطعی حرام کیا گیا
ہی مذکور ہونگے۔ پھر جاننا چاہیے کہ خمر و میسر کے حکم سے سوال تھا یعنے یسئلونک عن حکم الخمر والمیسر۔ اور ماہیت ان دونون کی معروف تھی اور اُنکی ماہیت
سے نہی اور حکم آیا بھی نہ تھا اور جواب بھی انکا حکم ہی۔ قولہ فیہما۔ یعنے اُنکی ماہیت مین نہین بلکہ انکے مرتکب ہونے مین۔ اثم کبیر پیدا ہوتے ہین اور
مراد اثم کبیر سے حرکات لایعنی و فحش گالی گلوچ ہین کیونکہ اسکے مقابلہ مین منافع للناس۔ فرمایا ہی اسیواسطے بعض صحابہ نے بعد اس آیت کے
کہا کہ ہم اسمین سے اسقدر پینیگے کہ منفعت حاصل ہو اور دوسرون نے جو ترک کیا تو احتیاطا کہ آدمی حد اعتدال سے نکل جاتا ہی پس مفاسد کے
تک پہونچنے سے بے خوف نہین ہو سکتا اور یہ لوگ زیادہ صاحب فکر تھے کہ اُنھون نے اس سے معلوم کر لیا کہ ظاہراً گو حرام صریح نہین مگر مرضیات
الٰہی کے خلاف ہونا اس سے نکلتا ہی اور منافع جو مذکور ہوے وہ مانند فرح و لذت و سرور و بلا محنت مال حاصل کرنے وغیرہ کے سب کا مرجع تن
پروری اور دنیاوی خوشی ہی جسکو آخرت سے کچھ تعلق نہین۔ اسیواسطے آخر آیت مین لعلکم تتفکرون سے اشارہ فرمایا کہ فکر کرنے والے فکر کرینگے
پھر سورۂ نساء کی آیت اترنے پر بعض صحابہ نے فکر کی اور کہا کہ جو ہماری نماز کے درمیان حائل ہو اسمین کوئی بھلائی نہین پس اسکو چھوڑ دیا۔ اور کمالین مین

کہا کہ مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے جو منافع کی تفسیر امور مذکورہ سے بیان کی انہیں اشارہ ہے کہ انمیں شفا و دوا کچھ نہیں ہے اور حدیث مسلم اسی پر دلالت کرتی ہے
کہ وہ دوا نہیں بلکہ داء یعنے بیماری ہے اور حدیث ابوداؤد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے شفا اس چیز میں نہیں کی جو تم پر حرام کر دی ہے۔ اسیواسطے
امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہر حرام چیز سے مطلقاً دوا کرنا حرام ہے اور یہی اصح مذہب امام شافعی کا ہے اور سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قبل تحریم کے انہیں منافع تھے
پھر جب حرام کی گئی تو انہیں سے منافع سلب کر لیے گئے **وقال المترجم** تحقیق میرے نزدیک یہ ہے کہ اسکے منافع ان لوگوں کے واسطے جو اپنے تن کو پالتے
ہیں اور دار آخرت اور نور ایمان سے عاری ہیں اب بھی موجود ہیں پس زائل ہونا اسکا انھیں لوگوں کے ساتھ ہے جنکو نور ایمان سے بہرہ اور دار آخرت کا
حصہ ہے کیونکہ رجس یعنے پلیدی اور لطافت جمع نہیں ہوتی اسیواسطے حدیث میں مسلمانوں کی طرف خطاب کے ساتھ آیا ہے **مقام سوم** کیا خرچ
کریں پس مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اسکی تفسیر میں کہا کہ مراد سوال کی یہ ہے کہ کیا مقدار ہے اور پہلے جو سوال ہے گذرا ہے اس سے مراد جنس تھی یعنے کس جنس سے خرچ کریں پس
تکرار لازم نہیں آتی ہے اور اسی سے بعض نے گمان کیا کہ یہ سوال کرنے والے بھی عمرو بن جموح ہیں اور روایت یہ ہے کہ معاذ بن جبل و ثعلبہ بن غنم نے یہ سوال کیا تھا
چنانچہ ابن ابی حاتم نے بسند مرسل روایت کیا اور ابن عباس سے روایت کی کہ چند صحابہ نے یہ سوال کیا تھا اور یہی اظہر ہے اور ابن کثیر نے بروایت ابن
ابی حاتم ذکر کیا کہ معاذ بن جبل و ثعلبہ بن غنم آئے اور دونوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے مملوک اور اہل ہیں کہ وہ ہمارے مال سے پرورش پاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ
نے نازل فرمایا۔ ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔ اور سراج میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے لوگوں کو صدقہ پر تحریص و ترغیب کی تھی پس انھوں نے کہا کہ ہم
کیا خیرات کریں تب یہ آیت اتری اور مدارک میں ہے کہ یعنے خرچ کرو جو قدر حاجت سے زائد ہو اور وہ مت خرچ کرو جسکی طرف تمکو حاجت ہو اور قدر حاجت
سے زیادہ گھروں میں مت رکھو پس آدمی اگر کاشتکار تھا تو ایک سال کا روزینہ رکھ لیتا اور باقی خیرات کر دیتا اور اگر پیشہ ور تھا تو ایک روز کا قوت رکھ لیتا
اور باقی صدقہ کر دیتا پھر زائد تصدق کرنے کا حکم ابتداء اسلام میں فرض تھا پھر آیۂ زکوۃ سے منسوخ ہو گیا انتہی اور ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ حکم زکوۃ
مفروضہ کے فرض ہونے سے پہلے تھا رواہ ابن ابی حاتم اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ قولہ ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔ کہا
ابن عباس نے یعنے جو تیرے اہل سے بڑھتی ہو اور ایسا ہی ابن عمر و عطاء و مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ و سالم و قاسم و ربیع بن انس وغیرہم سے
مروی ہے کہ عفو کے معنے انھوں نے بڑھتی کے بیان کیے ہیں **قال ابن کثیر** اور کہا گیا کہ یہ آیت منسوخ ہے آیۂ زکوۃ سے جیسا کہ علی بن ابی طلحہ و عوفی نے
ابن عباس سے روایت کیا ہے اور یہی قول عطاء خراسانی و سدی سے مروی ہے اقول یہی جمہور علماء کا مذہب ہے اسواسطے کہ مال میں سوائے زکوۃ کے
اور کوئی حق نہیں ہے لیکن اگر اسکو نفقات تطوع پر محمول کیا جاوے تو نسخ کی کوئی وجہ نہو گی بلکہ آیت محکم ہو گی اور زکوۃ مفروضہ ہے **قال ابن کثیر** اور بعض نے
کہا کہ آیۂ زکوۃ اسکا بیان ہے جیسا کہ مجاہد وغیرہ نے کہا ہے اور یہی اوجہ ہے۔ قولہ کذلک یبین اللہ۔ یعنے جیسے تمہارے لیے یہ احکام تفصیل و توضیح سے بیان کر دیے
ایسے ہی تمہارے واسطے سب آیات و احکام و وعدہ و وعید بیان فرماتا ہے تاکہ تم دنیا و آخرت میں تفکر کرو۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی
یعنے دنیا کے زائل اور فانی ہونے میں اور آخرت کے سامنے آنے اور باقی ہونے میں فکر کرو۔ اور ابن ابی حاتم نے حسن سے روایت کی کہ انھوں نے سورۂ بقر
کی یہ آیت لعلکم تتفکرون فی الدنیا والآخرۃ پڑھی اور فرمایا کہ واللہ یہ آیت ایسی ہے کہ جسنے اسمیں تفکر کیا البتہ جانیگا کہ دنیا دار بلا ہے پھر دار فنا ہے اور ضرور جانیگا
کہ آخرت دار جزا ہے پھر دار بقا ہے اور ایسا ہی قتادہ و ابن جریج وغیرہ سے مروی ہے اور قتادہ سے روایت ہے کہ تم تفکر کرو تاکہ جانو کہ دار آخرت کو دار دنیا پر
کیسی فضیلت ہے پس آخرت کو دنیا پر اختیار کرو **وقال المترجم** شاید محل فکر یہ ہے کہ دنیا میں فقط معاش و عبادت کے واسطے اسیقدر رکھا جس سے لوگوں کو
دق کرنا نہ پڑے اور باقی سب کو دار آخرت کے واسطے خیرات کرنے کا حکم دیا کہ یہاں فنا ہے یہاں سامان جمع کرنا بیکار ہے اور آخرت باقی ہے وہاں کے واسطے
جمع کرو بایں طور کہ نفقہ کرو۔ اور حدیث میں جابر سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے ایک شخص کو فرمایا کہ پہلے اپنے نفس سے شروع کر پس اسپر خرچ کر پھر اگر

بچے تو اپنے اہل پر خرچ کر پھر اگر تیرے اہل سے بچے تو تیرے قرابت کے واسطے ہی پھر اگر تیرے قرابت سے بچے تو ہکذا و ہکذا یعنے ادہر اودہر خیرات کرے رواہ مسلم **ف** فی العرائس جب سر قلب کے ساتھ نفس مخامر یعنے خلط ہو جاتا ہی تو سر قلب مین غفلت سما جاتی ہی اور وہ نفس کے حظ و لذات و خواہشون کی ادراک سے مخمور و نشہ مین پڑ جاتا ہی اور بندگی کے درجہ سے گر پڑتا ہی اور اُسکی تاثیر سے روح جو آئینۂ صفات ہی معائنۂ آخرت سے اندھی ہو جاتی ہی اور اسپر پردہ آ جاتا ہی اور پردۂ نفس کی وجہ سے وہ وصال و مشاہدہ و مقام قرب سے محروم پڑی رہتی ہی اور شیطان و نفس جو اپنا رشتہ و رسی قلب تک لگاتا ہی یہی میسر ہی پھر جب قلب کو اس سی سے خواہش نفس کی طرف جھکا لیا تو نفس اسکو جیت گیا اور قلب مذکور سے ایمان و عرفان چھین گیا وہ ہارا ہوا نفس کے پنجہ مین پڑ گیا۔ قولہ تعالے قل فیہما اثم کبیر۔ یعنے شراب کی تاریکی عقل کا نور بجھاتی اور نفس امارہ کی خوشی بڑھاتی ہی پھر جب نور عقل بجھ گیا اور جہالت کی تاریکی بلند ہوئی تو ایسا موقع پاکر نفس امارہ فساد پر آمادہ ہو کر مقام ایمان کو خراب برباد کر دیگا اور وہ قلب ہی پھر جب قلب ہی خراب ہو گیا اور جو چشمۂ ایمان تھا وہی برباد ہوا تو یہ قریب کفر کے ہی اور کفر انتہائی گناہ ہی کہ اس سے بڑھکر کوئی گناہ نہین ہی **قال المترجم** حدیث مین ہی کہ آدمی کے بدن مین ایک مضغہ ہی [پارہ گوشت] اگر وہ صلاحیت پر رہا تو تمام بدن صلاحیت پر رہتا ہی اور اگر وہ بگڑا تو تمام بدن برباد ہو جاتا ہی آگاہ رہو کہ وہ قلب ہی۔ (صحیح البخاری) یعنے اسکی بھلائی سے تمام بدن کے جتنے اعضا ہین سب کار خیر پر آمادہ رہتے ہین خواہ خود یا قلب مذکور کے حکم سے اور قلب کے بگڑنے سے تمام اعضا سے گناہ سرزد ہوتے ہین پس شیخ نے شراب کی مضرت کو شرح بیان کیا کہ وہ مفسد قلب ہی پھر قلب بگڑنے سے سب بگڑا اور قریب کفر کے نوبت پہونچی نعوذ باللہ منہ پھر شیخ نے اس سے بعض مسائل کا استخراج کیا اور فرمایا کہ نرد و اسکے مانند چیزون کے کھیلنا گویا بت پرستی کرنا ہی اسواسطے کہ ان چیزون مین مشغول ہونے سے نور ایمان کو نرد و شطرنج کی تصویرون مین مشغول کر دینا ہوتا ہی اور خیالی صورتین فہم مین جگہ پکڑتی ہین حالانکہ خیال است درست یہین اسو چیز کا تصور سوائے اللہ عزوجل کی آیات جگہ پانی چاہیے تھین لیس یہ شرک کا پہلا اسباب ہی کیونکہ یہ دونون جمیع خبائث کو شامل ہین اسیواسطے فقہاء و علماء شراب کو ام الخبائث کہتے ہین۔ قولہ قل العفو۔ عارفین کے نزدیک عفو وہ سب چیز ہی جو اللہ تعالے عزوجل کے سوائے ہی پس ندائے حضرت عزوجل کے دونون جہان عفو ہین یعنے جو چیز تمکو میری طرف سے اپنی طرف کچھ بھی مشغول کرے اسکو میری طرف چھوڑ دو اگرچہ تمکو اسکی طرف جاہ و حاجت ہو تاکہ وہ تمہارے واسطے بھلا ذخائر کے میرے پاس ذخیرہ ہو بعوض اسکے کہ تمنے میرے واسطے اسکو چھوڑا تھا پس خواص کا حال ہی کہ جو چیز انکو خوش آتی ہی اسی کو اللہ تعالے کی مرضی کے واسطے خرچ کر ڈالتے ہین اور اسواسطے خرچ کر دیتے ہین کہ ہماری مراد سوائے حق کے اور کوئی چیز نہو اسواسطے کہ حق سبحانہ تعالے اپنے نیک بندون کے احوال پر غیرت کی راہ سے اور اُنکے اسرار کو نگاہ رکھنے کی غرض سے کونین یعنے دونون جہان کی خواہش کی چیزون سے مراد نہین دیتا ہی لہذا وہ اپنی محبوب چیزین خیرات کرتے ہین اور عوام لوگ اپنی محبوب حاجت کی چیزون سے زائد اموال کو خیرات کرتے ہین **قال المترجم** مراد یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو کل چیز خیرات کر دیتے تھے کچھ بھی دوسرے روز کے واسطے نہین رکھتے تھے جیسا کہ صحاح احادیث مین ہی اور صحابہ کرام کا یہ دستور تھا کہ کل کی حاجت کے لائق رکھ لیتے اور باقی سب خیرات کر دیتے اور ایسے ہی انکی اتباع و صالحین اور اولیاء اللہ کا قاعدہ ہی اور عوام لوگ ایسا کرتے ہین کہ مال مین سے نفیس چیزونکو خیرات نہین کرتے ہین اور جسکو زائد سمجھتے ہین خیرات کرتے ہین اور یہ کسی قدر مستحسن ہی۔ قولہ تعالے کذلک یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تتفکرون ای شاید کہ تم دنیا و آخرت کے دراز مبدان کو اپنے افکار کی بلند پروازی سے طی کرو تاکہ تمہارے دلون مین ان دونون کو اس حسن انتظام سے موجود دیکھکر افعال حق کے اور اسکی صنعت قدیم کی خوبی کے انوار کھل جاوین اور اسی نور سے تم دنیا و آخرت مین اسکی صفات کے نور کو دیکھو تاکہ اس وسیلہ سے اسکے جلال کی ذات کے مشاہدہ کو پہونچو۔ اور نیز اگر تم فکر کرو تو شاید چشم تفکر سے دنیا کی صورت پر قہر الٰہی کا لباس دیکھو اور معلوم کرو کہ ظاہری آنکھ کے سامنے اُسکی تازگی ایسی ظاہر کر دی ہی جس سے اسکے دشمن اور کافر لوگ اسپر فریفتہ ہو کر معرفت الٰہی سے محجوب و محروم بن گئے ہین اور چشم تفکر سے آخرت کی صورت پر لطف الٰہی کا لباس دیکھو اور معلوم کرو کہ اس سے اپنے نیک بندون کو امتحان مین

تو الاہی تاکہ لذت آخرت پر انکو امتحان کرے اور ظاہر ہو جاوے کہ اسکی محبت کے دعویٰ میں وہ کیسے سچے ہیں اور دعویٰ انکی بشری عورت سے نہیں ہے۔

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۖ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

اور پوچھتے ہیں تجھسے یتیموں کا حکم تو کہہ سنوارنا انکا بہتر ہے اور اگر خرچ ملا رکھو انکا تو تمہارے بھائی ہیں اور اللہ جانتا ہے

الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

خرابی کرنے والے اور درستی کرنے والے کو اور اگر چاہتا اللہ تو تم پر مشکل ڈالتا اللہ زبردست ہے تدبیر والا

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْيَتَامٰى - تجھسے یتیموں کو پوچھتے ہیں ف یعنے یتیموں کا مال اگر بہاری غذا ہو جاوے تو آگ ہے اور اس سے احتیاط بہت دشوار ہے اگر انکو ساتھ ملاتے کھلاتے ہیں تو گنہگار ہوتے ہیں اور اگر یتیموں کا جو مال ہے اسکو اپنے مالوں سے جدا کرتے ہیں اور اکیلا انکے واسطے کھانا تیار کراتے ہیں تو یہ حرج ہے - قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ - فی اموالہم بتنمیتھا ومداخلتکم خَيْرٌ من ترک ذلک - کہدے کہ انکی اصلاح انکے مالوں میں یعنی طور کو اسکے بڑھانے میں کوشش و مداخلت کیجاوے یہ اسکے ترک کرنے سے بہتر ہے - وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ - ای تخلطوا نفقتهم بنفقتکم - یعنے اگر انکا نفقہ اپنے نفقہ میں خلط کر لو - فَاِخْوَانُكُمْ - ای فہم اخوانکم فی الدین ومن شان الاخ ان یخالط اخاہ - تو وہ لوگ تمہارے دینی بھائی ہیں اور بھائی کی شان سے ہے کہ اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملا لے پس تمکو یہ اختیار ہے - وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ - اللہ تعالے پہچانتا ہے اس شخص کو جو بگاڑنے والا ہے انکے اموال کو خلط ملط کرنے سے اس شخص سے جو درستی کرنے والا ہے انکے اموال کی پس دونوں میں سے ہر ایک کو اسکی جزا دیگا - وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ - اگر اللہ تعالے چاہتا تو تم پر تنگی کر دیتا یعنے بایں طور کہ ملا لینے کو حرام کر دیتا - اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ - اللہ تعالے غالب ہے یعنے اپنے امور میں غالب ہے کوئی چیز اسکو عاجز نہیں کر سکتی - حَكِيْمٌ - جو کرتا ہے اسمیں حکیم ہے - ف تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ابن جریر نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی ہے جب قولہ تعالے ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن اور قولہ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا - یہ آیتیں اتریں تو جس شخص کی پرورش میں کوئی یتیم تھا اسنے قصد کر کے اسکا کھانا پینا اپنے کھانے پینے سے الگ کر دیا پھر ایسا ہوتا کہ یتیم کے کھانے سے کچھ کھانا بچ رہتا تو اسیکے واسطے رکھ چھوڑتا یہانتک کہ یتیم ہی اسکو کھاتا یا وہ بگڑ جاتا پس اس امر کی تکلیف ان لوگوں پر شدید معلوم ہوئی اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو ذکر کیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا ویسئلونک عن الیتامی الآیۃ پس ان لوگوں نے انکے طعام کو اپنے طعام میں خلط کر لیا ایسا ہی ابو داؤد و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و حاکم نے اسکو روایت کیا ہے اور ایسا ہی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے و سدی نے ابن عباس و ابن مسعود سے روایت کیا ہے مجاہد و عطاء و شعبی و ابن ابی لیلی و قتادہ وغیرہم سلف و خلف نے اس آیت کا شان نزول بیان کیا ہے بیضاوی نے کہا کہ قولہ قل اصلاح لہم خیر - ای تمہاری مداخلت انکی اصلاح کے واسطے یا انکے اموال کی اصلاح کے واسطے انسے کنارہ کشی کرنے سے بہتر ہے اور ابن کثیر نے فرمایا پس قولہ اصلاح لہم خیر یعنے انکا اموال کو علٰحدہ رکھکر انکی اصلاح میں کوشش کرنا تمہارے واسطے بہتر ہے - وان تخالطوہم فاخوانکم - اور اگر تم نے انکے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے میں ملا لیا تو تم پر کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں بیضاوی نے کہا کہ اسمیں خلط ملط کر لینے پر آمادگی دلائی یعنے تمہارے بھائی ہیں تم اپنے بھائیوں کی طرح انسے برتاؤ کرو کہ اپنے ساتھ میل میں رکھو اور چونکہ جملہ معطوف ہے - قولہ اصلاح لہم خیر - پر تو معنے یہ ہوے کہ بشرط اصلاح اگر تم انسے خلط ملط رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اسیکا مؤید ہے جو ابراہیم نخعی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں مکروہ جانتی ہوں کہ کوئی یتیم میری پرورش میں علٰحدہ ہو بلکہ میں اسکے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے میں ملا لونگی ذکرہ ابن کثیر اور ابو عبید نے کہا کہ یتیموں سے مخالطت

اسطرح ہی کہ یتیم کا مال ہو اور جسکی پرورش میں ہی اسپر گران گذرے کہ اسکے واسطے علیحدہ کھانا تیار کرا دے اور ضرور ہووے اسکو اپنے عیال کے ساتھ ملالے پس یتیم کے مال میں انداز ہ کرکے اسقدر لیوے جو اسکے واسطے کافی جانے اور اسمین غالباً گمان پر عمل کرے پس اسقدر کو لیکر اپنے عیال کے نفقہ کے ساتھ ملاوے اور ایسی صورت مین کبھی کمی وزیادتی بھی واقع ہوجاتی ہی یعنے کبھی کم ہوگا اور کبھی زیادہ ہوگا پس ظاہر ہوا کہ اگر زیادتی ہوئی ہوگی تو اللہ تعالے نے اسکو عفو فرمایا ہی حالانکہ پہلے آیتون مین مال یتیم سے کچھ بھی کھانا روا نہین فرمایا تھا پس ظاہرا وہ اس سے منسوخ ہوا بوجہ حرج کے **قال ابن کثیر** بلکہ مال یتیم مین سے فقیر کے لیے بطور معروف کھانا بھی جائز فرمایا یا تو اس طور پر کہ جب غنی ہوجاوے تو اسکا تاوان ادا کرے یا مفت جیسا کہ سورۂ نساء مین انشاء اللہ تعالے اسکا بیان آویگا اور بعض نے مخالطت سے مصاہرت کے معنے بیان کیے ہین اور مجھے اسکے واسطے کوئی قول مستند نہین ملا واللہ اعلم ولیکن **ابو مسلم اصفہانی** نے اسکو اختیار کیا اور **بیضاوی** نے اسکی تضعیف کی طرف اشارہ کردیا ہی۔ پھر یتیمون کے مال کی اصلاح کے یہ معنے کہ اسکو مہمل نچھوڑے بلکہ تجارت وغیرہ سے اسکے بڑھنے کی فکر کرے اور اسمین دلیل ہی کہ یتیم کے ولی یا وصی کو یہ اختیار حاصل ہی کہ مال یتیم مین خرید و فروخت سے دخل دے اور مضاربت پردے اور حلوہ وغیرہ پر جو صورتین نفع تجارت کی ہین انسے تصرف کرے ولیکن کوئی احسان کسیکے ساتھ مال یتیم سے ایسا نہین کرسکتا جس سے یتیم کو نقصان ہو اگرچہ نقصان تھوڑا ہو اور ایسے ہی ہر ایسا تصرف جسمین مال یتیم مین نقصان آوے روا نہوگا اور ولی و وصی امین ہوگا و مسائل تصرف مال یتیم کے مترجم کے ترجمہ فتاوائے عالمگیری سے مشرح و مفصل مل سکتے ہین ان سے رجوع کرنا چاہیے اور یہین سے کہا گیا کہ مخالطت کی صورت مین مال یتیم مین سے اسقدر نہ لیوے جسمین یہ گمان ہو کہ مال یتیم ہی مین کچھ زیادتی رہے گی بلکہ اسقدر لیوے کہ مال یتیم مین کمی رہے۔ قولہ لاعنتکم۔ معنے یہ ہوئے کہ اگر اللہ تعالے تمکو مشقت مین ڈالنا چاہتا تو مشقت مین ڈالتا ولیکن اسنے تمپر آسانی کردی اور گنجایش دیدی اور تمہارے حق مین یتیمون کے ساتھ میل جول جائز کردیا ہی۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا

اور نکاح مین نلاؤ شرک والی عورتین جب تک ایمان لاوین اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہی ہر کسی شرک والی سے اگرچہ تمکو خوش آتی ہو اور

تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ

نکاح نہ کرو شرک والون کو جبتک ایمان لاوین اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہی کسی شرک والے سے اگرچہ تمکو خوش آتا ہو وہ لوگ بلاتے ہین

اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ع ۲۷ ۵

دوزخ کی طرف اور اللہ بلاتا ہی جنت اور مغفرت کی طرف اپنے حکم سے اور بتاتا ہی حکم لوگون کو شاید وہ چوکس ہوجاوین

محدث دہلوی رح نے کہا کہ پہلے مسلمان و کافر مین ناتا نسبت جاری تھے اس آیت سے حرام ٹھہرا۔ اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا انکا نکاح ٹوٹ گیا اور شرک یہ ہی کہ اللہ کی صفت کسی اور مین جانے مثلاً کسی کو سمجھے کہ اسکو ہر بات معلوم ہی یا وہ جو چاہے سو کرسکتا ہی یا ہمارا بھلا یا برا کرنا اسکے اختیار مین ہی اور یہ کہ اللہ تعالے کی تعظیم کسی اور مین خرچ کرے مثلاً کسی کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت مانگے اسکو مختار جانکر۔ باقی یہود و نصاری کی عورت سے نکاح درست ہی۔ **قال المترجم** اس بنا پر بہتیرے مسلمان جو تعزیہ سے منت مانگتے ہین مختار قادر سمجھکر اور چیچک وغیرہ مین ستیلا پوجتے ہین سب شرک ہی اور علی ہذا القیاس اور چیچک مین ستیلا پوجنے وغیرہ کا مسئلہ تو فتاوائے عالمگیری کے باب تکفیر مین مصرح ہی اور شیخ دہلوی نے جو مرد یا عورت کے شرک سے نکاح ٹوٹنے کا مسئلہ ذکر کیا وہ بایں معنے ہی کہ اسلام کے بعد جب مرد یا عورت نے شرک کیا تو مرتد ہوگیا و نعوذ باللہ۔ پھر جاننا چاہیے کہ قولہ تعالے **وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ** ۔ کافرہ عورتون سے نکاح مت کرو ف نکاح سے یہ عقد معروف مراد ہی وطی کرنا مراد نہین ہی پس مخض عقد کرنا بھی مشرکہ عورتون سے روا نہین ہی یہانتک کہ وہ عورتین ایمان لاوین پھر شرک کرنے کا بیان اوپر معلوم ہوا کہ پس بعض نے کہا کہ اہل کتاب یہود کیا

لہ مترجم کہتا ہی ... [illegible]

ونصرانی عورتوں کو اہل شرک میں سے نہیں قرار دیا ہے پس ایسی عورتیں یہودیہ ونصرانیہ سے نکاح جائز ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہودیہ ونصرانیہ میں تفصیل کرنا چاہیے
کیونکہ بعض یہودی تو عزیر کو خدا کا بیٹا اور بہت فرقہ نصرانی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں نعوذ باللہ منہ اور الوہیت کے قائل ہیں چنانچہ فرمایا۔ ولقد کفر
الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثة وما من الہ الا الہ واحد۔ البتہ کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین کا تیسرا ہے حالانکہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ واحد تو بالفرض
ایسی عورتیں مشرکات کافرات ٹھہریں اور فرمایا۔ ولقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح بن مریم۔ اور البتہ کفر کیا جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح بن مریم ہے
اور فاصلہ آیات میں ان کہنے والوں کو مشرک قرار دیا ہے اور بخاری نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ میں نہیں جانتا کہ کوئی شرک اس سے
بڑھکر ہو کہ وہ عورت یعنے نصرانیہ کہے کہ عیسیٰ میرا پروردگار ہے اور اسی بنا پر ابن عمرؓ نے مشرکہ اہل کتاب سے نکاح کرنا مکروہ جانا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ
لاتنکحوا المشرکات میں الف ولام عہد کا ہے اور مراد اس سے بت پرست عورتیں ہیں یعنے اہل کتاب کے سوا اور یہی قول امام احمد سے مروی
ہے چنانچہ ابن کثیرؒ نے ابوبکر الخلال کی روایت سے ذکر کیا کہ اسحق بن ابراہیم اور صالح بن احمد نے امام احمد بن حنبل سے دریافت کیا قولہ تعالے۔ و
لاتنکحوا المشرکات تو فرمایا کہ مشرکات عرب جو بت پوجتی تھیں۔ اور اس قول پر اس لفظ سے کتابیہ عورتیں مراد ہی نہیں ہیں۔ اور اکثروں کے نزدیک
لفظ عام اور مراد عام ہے کوئی مشرکہ خواہ بت پرست ہو یا کتابیہ ہو سب کو شامل ہے پھر حرمت اس حد تک ہے کہ وہ مشرکہ ہو لہذا فرمایا حتی
یؤمن۔ یہانتک کہ یہ عورتیں اسلام لاویں ف۔ پھر کتابیہ عورتیں قولہ تعالے۔ والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب۔ الآیہ۔ سے جو سورۂ مائدہ
میں ہے خاص کی گئی ہیں چنانچہ ابن کثیرؒ نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے ذکر کیا کہ قولہ تعالے۔ ولاتنکحوا المشرکات حتی یؤمن۔ میں
ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالے نے اس سے اہل کتاب کی عورتیں مستثنی کر دی ہیں اور ایسا ہی مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر ومکحول وحسن وضحاک
وزید بن اسلم وربیع بن انس وغیرہم کا قول مروی ہے اور ہمنے پہلے ذکر کیا کہ اہل کتاب یہود ونصاری مشرک ہیں پس مشرکات میں انکی عورتوں کا شمول
صحیح ہے اور تخصیص وارد ہو سکتی ہے بالجملہ بہت سلف وخلف سے مروی ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کر لینا جائز ہے اور شیخ ابن جریر
رحمہ اللہ نے کتابیہ عورتوں سے نکاح مباح ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور سراج میں مذکور ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک نصرانیہ عورت سے نکاح کیا
جو مسلمان ہوگئی اور طلحہ بن عبید اللہ نے ایک یہودیہ سے نکاح کیا اور حذیفہ بن الیمان نے ایک نصرانیہ سے نکاح کیا اور یہ حضرت عمر بن الخطاب کے
زمانہ میں واقع ہوا پس عمرؓ سخت غضبناک ہوئے یہانتک کہ ان دونوں پر حملہ کا قصد کیا پس دونوں نے کہا کہ اے امیر المومنین ہم طلاق دیے دیتے ہیں
اور آپ غصہ نہوں تو فرمایا کہ اگر ایسی طلاق حلال ہو اگر ہے تو انکا نکاح حلال ہوگا ولیکن میں تمسے ان عورتوں کو خواری کے طور پر جدا کرونگا۔ شیخ
ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اثر حضرت عمرؓ سے غریب ہے اور شیخ ابن جریر نے اسکا یہ جواب دیا کہ حضرت عمرؓ نے اسکو بمصلحت مکروہ رکھا مانند آنکہ لوگ
مسلمان عورتوں سے بے رغبت نہوں اور سوائے اسکے اور مصلحتیں ہیں کہیں شیخ ابن جریر نے اسکا ثبوت دوسری روایت سے پیش کیا
اور کہا کہ حدثنا ابو کریب حدثنا ابن ادریس حدثنا الصلت بن بہرام عن شقیق۔ کہا شقیق نے کہ حذیفہؓ نے ایک یہودیہ سے نکاح
کیا پس عمرؓ نے انکو لکھا کہ اسکی راہ چھوڑ دے یعنے طلاق دیدے پس حذیفہ نے لکھا کہ کیا آپ اسکو حرام جانتے ہیں کہ میں اسکو طلاق دیدوں تو فرمایا کہ نہیں
میں اسکو حرام نہیں جانتا ہوں ولیکن مجھے خوف ہے کہ تم لوگ ان عورتوں میں پڑکے مومنہ عورتوں سے بے پروائیاں کروگے اور یہ اسناد صحیح ہے اور ابن
جریر نے زید بن وہب سے اپنی اسناد سے روایت کی کہ عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ مسلمان مرد نصرانیہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور نصرانی مرد مسلمان عورت سے
نکاح نہیں کر سکتا ہے اور اسکی اسناد اول سے بھی اصح ہے پس ثابت ہوا کہ کتابیہ عورتوں سے نکاح کر لینا بالاجماع جائز ہے اور امام شافعی سے ایک
قول اور ایک جماعت علماء سے نقل کیا گیا ہے کہ مشرکات میں سے کسی عورت سے نکاح نہیں جائز ہے خواہ کافرہ ہو یا کتابیہ فلہذا اور ان علما کا استدلال

یہ ہی کہ سورۂ مائدہ کی آیت اس آیت سے منسوخ ہی یعنے سورۂ مائدہ کی آیت مین کتابیہ عورتین جائز نہین پھر اس آیہ سے اسکا جواز منسوخ ہوا اور یہ استدلال ٹھیک نہین ہی اسواسطے کہ سورۂ بقرہ اول نازل ہوئی ہی اور سورۂ مائدہ آخر مین نازل ہوئی ہی پس یہ آیت پہلے اُتری تھی پھر سورۂ مائدہ والی آیت اُتری پس یہ آیت اس سے مخصوص ہوگی اور یہی اصح ہی واللہ اعلم اور یہان سے معلوم ہوا کہ مفسر رحمہ اللہ نے جو مشرکات کو کافرات سے تفسیر کیا تو مراد یہ ہی کہ کتابیہ کے سواے عورتین کافرہ مراد ہین کیونکہ نصرانیہ اگرچہ کافرہ ہین لقولہ تعالے ولقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح بن مریم الآیہ لیکن اکثر اطلاق اہل کتابیات کا معروف ہی۔ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ ۔ اور بیشک مومنہ باندی بہ نسبت مشرکہ کے بہتر ہی **ف** اسمین مشرکہ سے مراد حرہ مشرکہ ہی کہ مسلمان باندی مشرکہ آزادہ سے بہتر ہی پس مسلمان آزادہ عورت تو بدرجۂ اولی کافرہ سے بہتر ہوگی سدی رحمہ سے روایت ہی کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن رواحہ کے حق مین نازل ہوئی۔ انکی ایک سیاہ حبشی باندی تھی اسپر ایک روز غصہ ہوے اور اسکو طپانچہ مارا پھر اپنی حرکت پر نادم ہوے اور گناہ سے ڈرے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر اسکا حال بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسکا حال کیا ہی عرض کیا کہ روزہ رکھتی ہی نماز پڑھتی ہی اچھے طور سے وضو کرتی ہی اور گواہی دیتی ہی کہ اللہ تعالے کے سواے کوئی معبود نہین اور آپ اللہ تعالے کے رسول ہین تو آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ وہ تو مسلمان باندی ہی عرض کیا کہ پھر مجھے قسم ہی اس ذات کی جسنے آپکو حق کے ساتھ بھیجا ہی کہ مین اسکو آزاد کردونگا پھر اسکو آزاد کرکے اس سے نکاح کرلونگا یعنے بیوی بناؤنگا پھر انھون نے ایسا ہی کیا پس مسلمانون مین سے کچھ لوگون نے انپر طعن کیا اور کہا کہ اپنی باندی سے نکاح کرلیا اور یہ لوگ چاہتے تھے کہ مشرک لوگ حسب مین اچھے ہین انھین سے نکاح کراوین پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ ولامۃ مومنۃ خیر من مشرکۃ الآیہ۔ اور اسکو موکد فرمایا بقولہ تعالے۔ وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۔ اگرچہ وہ کافرہ تمکو خوش آوے **ف** صورت مین خوبصورت بھی وہ بدتر ہی اور مومنہ باندی حبشیہ بدصورت اچھی ہی۔ اسیطرح کافرون کی توہین کی بقولہ تعالے۔ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۔ اور مشرکون کو نکاح مین مت دو یہانتک کہ مومن ہوجاوین اور غلام مومن اچھا ہی بہ نسبت آزادہ مشرک کے اگرچہ وہ تمکو بھلا معلوم ہو **ف** پس مشرک آزاد خوب صورت سے بھی غلام بدصورت حبشی اچھا ہی۔ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۔ یہ لوگ کافرین وکافرات تو جہنم کی طرف بلاتے ہین **ف** مشرک کفر و بدکاریون پہ لاتے ہین جس سے جہنم مین جاوے۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۔ اور اللہ تعالے اپنے ارادہ سے جنت ومغفرت کی طرف بلاتا ہی **ف** رسول اللہ علیہ السلام کی پیروی کرو جنت مین داخل ہو۔ یہان سے واضح ہوا کہ نزول قولہ ولاتنکحوا المشرکات حتی یومن اسی قصہ مین ہی یعنے لوگون نے عبداللہ بن رواحہ کے سامنے مشرکہ آزادہ کو پیش کیا تھا یعنے مشورہ دیا تھا کہ فلانہ حرہ مشرکہ سے نکاح کرلو اس باندی سے کیا نکاح کیا ہی پس اللہ تعالے نے منع فرمایا کہ جب تک وہ ایمان نہ لاوے اس سے نکاح مت کرو اور حکم عام دیا کہ کسی مشرکہ سے جب تک ایمان نہ لاوے نکاح نہین رواہی اور حرہ مشرکہ کے نکاح سے ممانعت کو مقدم فرمایا کہ وہی اہم تھا پھر تنبیہ فرمائی کہ جس باندی مسلمان سے نکاح کیا ہی وہ حرہ مشرکہ سے افضل ہی۔ اور واحدی وبغوی وبیضاوی وغیرہ نے وارد کیا کہ قولہ۔ لاتنکحوا المشرکات حتی یومن۔ کا سبب نزول یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثد بن ابی مرثد الغنوی کو جو بنی ہاشم کے حلیفون مین سے تھے مکہ بھیجا کہ وہان جو لوگ مسلمان ہین انکو وہان سے پوشیدہ نکال لاوین جب وہ مکہ مین گئے تو ایک عورت فاحشہ نے جسکا نام عناق تھا چاندنی رات مین پہچانا اور وہ جاہلیت کے زمانہ مین انکی دوست تھی اور خوبصورت عورت تھی وہ آئی اور آخر اسنے کہا کہ میرے ساتھ خلوت کروگے انھون نے کہا تیری خواری ہو اسلام نے ایسی حرکت سے منع کردیا ہی پھر جب مدینہ مین آئے تو حضرت سے اجازت مانگی پس یہ آیت اتری۔ ولاتنکحوا المشرکات حتی یومن۔ **قال المترجم** یہ قصہ تو اسکا

نور کی آیۃ — قولہ الزانی لا ینکح الا زانیۃ او مشرکۃ الآیہ — کا سبب نزول ہی جیسا کہ حدیث ابوداؤد مین ہی اور قصہ صحیح بخاری مین موجود ہی — قولہ ولو اعجبتکم اگرچہ تمکو خوش آتی ہو بسبب اسکے کہ وہ زیادہ مالدار ہی یا بسبب اسکے کہ زیادہ خوبصورت ہی — اور صحیحین مین ابوہریرہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ عورت نکاح مین لائی جاتی ہی چار باتون کو دیکھکر مال و جمال و حسب و دین — پس تو دیندار عورت تلاش کرلے اور مسلم نے جابر سے اسکے مثل روایت کی اور مراد یہ ہی کہ عورت جب دیندار مل جاوے تو پھر اور کسی بات کو نہ دیکھے اور اگر دین کی خراب ہی تو سب باتین لغو ہین اور مسلم نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی کہ دنیا متاع ہی اور اسکی متاع مین بہتر متاع وہ عورت ہی جو دیندار ہو پھر مشرکین سے یہان بالاجماع بت پرست اہل کتاب سب مراد ہین پس اجماع ہی کہ کوئی مومنہ عورت خواہ آزاد ہو یا باندی ہو کسی مشرک کے نکاح مین نہ دیجاویگی خواہ مشرک اہل کتاب یہود و نصاریٰ وغیرہ مین سے ہو یا کوئی اور قوم بت پرست وغیرہ ہووے — قولہ واللہ یدعوا — بیضاوی نے کہا کہ ای اولیاء اللہ — پس مضاف حذف کرکے مضاف الیہ اسکے مقام پر قائم کیا گیا اور اولیاء اللہ وہ مومن ہین پس مومنون کی تفخیم شان ہی اور وجہ یہ ہی کہ آیت و لک — سے اہل شرک کی طرف اشارہ ہی خواہ مشرک مرد ہون یا عورتین ہون اور اس جملہ سے مومنون کی بھلائی ثابت کرنی مقصود ہی یا یہ طور کہ اہل شرک دوزخ کی طرف بلاتے ہین اور مومنین جنت کی طرف لاتے ہین پس باہم نکاح بیاہ مومنون سے کرو نہ مشرکون سے — وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ اور اللہ تعالے اپنی آیتین لوگون کے لیے بیان فرماتا ہی تاکہ وہ نصیحت پکڑین ف اور نعمت ایمان کی قدر کرین اور سورۂ احزاب قولہ تعالے ماکان لمومن ولا مومنۃ الآیہ کی تفسیر مین بعض نصیحت آویگی —

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ

تجھسے پوچھتے ہین　حکم حیض کا　تو کہہ　وہ گندگی ہی سو تم پرے رہو　عورتون سے　حیض کے وقت　اور نزدیک نہ جاؤ انکے جب تک

يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝

پاک نہوویں　پھر جب ستھرائی کرلین　تو جاؤ اون پاس جہان سے حکم دیا تمکو اللہ نے　اللہ کو خوش آتے ہین توبہ کرنے والے اور خوش آتے ہین ستھرائی والے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ تجھسے محیض کو پوچھتے ہین ف یعنے محیض مین عورتون سے کیا برتاؤ کرنا چاہیے محیض جای حیض یعنے فرج یا خود حیض — قُلْ هُوَ أَذًى — کہدے کہ وہ گندگی ہی ف یعنے خون گندہ ہی یا پلیدی کی جگہ ہی — فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ — پس محیض مین عورتون کو الگ کرو ف یعنے گھر مین ساتھ کھاؤ پیو لیکن وطی چھوڑ دو — وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ — اور قریب مت ہو عورتون سے ف جماع کرنے کے لیے پاس نہو — حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ — یہانتک کہ پاک ہوجاوین ف ایک قراءت جمہور یطہرن بسکون طا ہی تو حنفیہ نے لیا کہ دس دن پر پاک ہوجاوین دوسری قراءت یطّہّرن — بتشدید طا و ہا ہی — تو یہ کہ دس دن سے کم مین خون بند ہوکر نہاوے سیوطی نے سلطانہانے سے تفسیر کی — فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ — پھر جب یہ عورتین پاک ہوجاوین یعنے پاکی حاصل کرلین تو جہان اللہ تعالے نے حکم دیا ہی جاؤ ف یعنے فرج مین ایسے وطی کرو یا مراد یہ کہ فرزند کی خواہش کرو — إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ — اللہ تعالے توبہ کرنے والون کو دوست رکھتا ہی اور پاکیزگی حاصل کرنے والون کو دوست رکھتا ہی ف جو حیض کی نجاست سے دور رہتے ہین — اس سے ظاہر ہی کہ اغلام مقعد جہان گوہ غلیظ ہی بدرجۂ اولی حرام خبیث ہی — حضرت انسؓ سے روایت ہی کہ یہود مین جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تو اسکو ساتھ نہین کھلاتے اور نہ گھرون مین اسکو یکجا ساتھ رکھتے بلکہ الگ نکال دیتے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے حضرت صلعم سے اسکا سوال کیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا — ویسئلونک عن المحیض الآیہ — پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے

نکاح کے یعنے جماع کے اور سب باتیں کرو پھر یہ خبر یہودیوں کو پہونچی تو بولے کہ یہ پیغمبر نہیں چاہتا ہی کہ ہمارے امر میں سے کوئی چیز چھوڑے پھر اسید
بن حضیر اور عباد بن بشیر دونوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ذکر کیا کہ یہود نے ایسا اور ایسا کہا پھر کیا ہم حائضہ عورتوں سے جماع نہ کریں
پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوگیا یہانتک کہ ہم لوگوں نے گمان کیا کہ حضرت صلعم کو دونوں پر غصہ آیا ہی پس وہ دونوں باہر نکلے پھر انکے ہی بین
حضرت صلعم کے پاس دودھ ہدیہ آیا پس آپ نے دونوں کو پیچھے آدمی بھیجکر بلوایا اور دونوں کو وہ دودھ پلایا تو ہم نے جان لیا کہ دونوں پر آپ غصہ نہو
تھے رواہ الامام احمد ومسلم وابوداؤد والبغوی من طریقہ اور اصل قصہ یہ ہی کہ انصار مدینہ نے ایسی باتوں کو زمانۂ جاہلیت میں یہودیوں سے لیا تھا کیونکہ
وہ لوگ اہل علم تھے پس انکی باتوں کو لے لیتے تھے **قال البیضاوی** مروی ہی کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ حائضہ عورتوں کو ساتھ نہیں رکھتے
تھے اور انکو ساتھ کھلاتے پلاتے تھے جیسے یہودی ومجوسی کیا کرتے تھے اور یہی حال انمیں برابر جاری رہا یہانتک کہ ابوالدحداح اور چند صحابہ نے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا سوال کیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی الآیہ۔ پس ایسی شے تھی کہ اس سے اذیت
ہوتی ہی اور وہ کنایہ ہی قذر سے یقاف و ذال معجمہ وآخر رار مہملہ یعنے گندگی پس اگر محیض کی لفظ سے حیض مراد ہی تو اسکی گندگی ظاہر ہی اور اگر ظرف
یعنے جائے حیض مراد ہی تو معنے یہ ہی کہ وہ محل قذر وگندگی کی جگہہ ہی پس اسی سبب یہ حکم کی تفریع کی اور فرمایا۔ فاعتزلوا النساء فی المحیض یعنے یہی
پلیدی وگندگی سبب ہی عورتوں کے اعتزال کا حالت حیض میں اور اعتزال یعنے اجتناب ہی اور کشاف میں مذکور ہی کہ جب یہ آیۃ اتری تو بعض
لوگوں نے اعتزال سے ظاہری معنے لے لیے اور عورتوں حائضہ کو کوٹھری سے باہر کر دیتے تھے پس دیہات کے چند آدمیوں نے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ جاڑا بڑا سخت ہی اور کپڑے تھوڑے ہیں سو اگر ہم حائضہ عورت کو کپڑا دیتے ہیں تو باقی گھر والے مرے جاتے ہیں اور اگر گھر والوں کو
دیتے ہیں تو حائضہ مری جاتی ہی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تمکو تو یہی حکم دیا گیا ہی کہ عورتوں سے جماع کرنے سے اجتناب کرو جبتک وہ حائضہ
ہوں اور حدیث صحیح میں وہ یہ مذکور ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر فرما دی ہی اور ابن کثیر نے کہا کہ قولہ فاعتزلوا النساء فی المحیض۔ یعنے فرج کیونکہ
حضرت صلعم نے کہا کہ سب باتیں کرو سوائے جماع کے ہیں اسواسطے اکثر علما اس طرف گئے ہیں کہ حائضہ عورت سے سوائے جماع کے اور سب استمتاع روا ہی
اور رہا اس سے جماع کرنا تو اہل علم کے درمیان اسمیں کوئی خلاف نہیں ہی کہ حائض سے وطی کرنا حرام ہی اور یہ ضروریات دین میں سے معلوم ہی پس اسلام میں
مثل دیگر امور کے یہ بھی اوسط راہ مستقیم ہی کیونکہ یہود کے راہ میں افراط ہی کہ اسکو بُری طرح ترک کرتے ہیں کہ کھانا پینا الگ کرنا کیسا کہ اسکو گھر سے باہر کر دیتے ہیں
ساتھ رکھا نہیں رکھتے ہیں اور نصاریٰ کی راہ میں تفریط یہانتک ہی کہ وہ لوگ حائضہ عورتوں سے جماع کرتے تھے اور کچھ پروا نہیں کرتے تھے پھر حرام ہونے کی علت
یہی پلیدی ہونا مشعر ہی کہ دبر میں وطی کرنا حرام ہی یعنے علت منصوص موجود ہی پس حرمت میں کوئی شبہہ نہیں ہی اور گوہ سے بڑھکر کون پلیدی ہوگی پس
معلوم ہوا کہ اس بات پر اجماع ہی کہ حالت حیض میں وطی کرنا حرام ہی اور سوائے وطی کے یکجا رہنا و ساتھ کھانا پینا بالاتفاق جائز ہی۔ اور رہا یہ کہ فرج کے سوائے
اس سے استمتاع لینا سو یہ اکثر علما کے نزدیک روا ہی اور یہی اصح ہی اور حدیث میں حضرت عائشہ سے روایت ہی کہ مرد کو اپنی جورو حائضہ سے سوائے فرج
سب استمتاع روا ہی **قال ابن کثیر** اور یہی قول ابن عباس ومجاہد وحسن وعکرمہ کا ہی اور بعض روایات میں ابن عباس سے آیا ہی کہ عورت جب حائضہ ہو تو شوہر
واجب ہی کہ اسکے بچھونے سے الگ رہے اور یہی عبیدۃ السلمانی تابعی کا قول مروی ہی پس اگر روایت صحیح ہو تو یہ احتیاط وتنزہ پر محمول ہی تاکہ فتنہ میں
نہ پڑ جاوے کیونکہ صحیح میں حضرت عائشہؓ کی روایت میں بھی اشارہ ہی کہ حضرت صلعم اپنی بیویوں سے حالت حیض میں سوائے فرج کے استمتاع لیتے
مگر عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ جیسے اپنی خواہش پر مختار تھے ویسا تم میں کون ہو سکتا ہی یعنے ایسا کرنے پر دلیر ہونا چاہیے کیونکہ فتنہ میں پڑ جانے کا خوف ہی
اور ابوداؤد نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ میں جب حائضہ ہوتی تو بستر سے چٹائی پر اتر آتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نزدیک نہ ہوتی

یہانتک کہ ظاہر ہو جاتی - پس یہ بھی تنزہ و احتیاط پر محمول ہی اور نیز ابوداؤد نے معاذ بن جبل سے مرفوعاً روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے لیے اپنی جورو سے کیا حلال ہی درحالیکہ وہ حائضہ ہو تو فرمایا کہ مافوق ازار حلال ہی اور اس سے تعفف کرنا افضل ہی۔ **قال ابن کثیر** اور یہی روایت عائشہ و ابن عباس و سعید بن المسیب و شریح سے ہی جیسا کہ اوپر گذرا اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ازار جہانتک ہی اس بدن سے استمتاع نہیں روا ہی اور اوپر کے بدن سے روا ہی اور یہی دیگر علماء کا مذہب ہی اور ایسا ہی صحیحین میں میمونہ رضی اللہ عنہا سے اور عائشہ سے ثابت ہی اور امام احمد و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے عبداللہ بن سعد انصاری سے مثل روایت معاذ بن جبل کے روایت کیا ہی **قال المترجم** اور یہی ائمہ حنفیہ کے نزدیک مذہب ہی اور یہی امام شافعی کا ایک قول ہی۔ **مسئلہ** - اگر کسی شخص نے اپنی حائضہ عورت سے وطی کی تو کیا حکم ہی جواب یہ ہی کہ اگر اسنے حلال جانکر وطی کی تو کافر ہی اور اگر غلبۂ نفس و شیطان سے وطی کی تو استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور رہا یہ کہ اسمیں کچھ کفارہ لازم آتا ہی یا نہیں تو اسمیں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ کفارہ لازم ہوتا ہی چنانچہ امام احمد و اہل سنن نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی کہ حائضہ سے وطی کر بیٹھنے والا یہ دینار یا نصف دینار کفارہ ہی اور ترمذی کی روایت میں ہی کہ اگر خون سرخ ہو تو ایک دینار ہی اور اگر زرد ہو تو نصف دینار ہی اور نیز امام احمد کی ابن عباس سے روایت مرفوع میں بھی ہی کہ اگر خون ہو تو ایک دینار ہی اور اگر خون زائل ہو چکا ہو مگر ہنوز نہائی نہو تو نصف دینار ہی اور یہی شافعی رحمہ اللہ کا قول قدیم ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ اسمیں کچھ کفارہ نہیں بلکہ استغفار و توبہ کرے اور یہی ائمہ حنفیہ و جمہور کا مذہب ہی اور **ابن کثیر** نے کہا کہ یہی صحیح ہی اور یہی امام شافعی کا قول جدید ہی اور حدیث کا جواب یہ ہی کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ثابت ہوئی بلکہ قول ابن عباس کا ثابت ہوا ہی اور ائمہ حدیث میں سے بہتیرے محدثین نے اسکو صریح بیان کیا ہی **کذا ذکرہ ابن کثیر** قولہ ولا تقربوھن حتی یطھرن - یہاں قربت سے مراد جماع ہی یعنے جماع سے ممانعت ہی اور ساتھ سونے بیٹھنے کھانے پینے سے ممانعت مراد نہیں ہی جیسا کہ اوپر کی حادیث سے معلوم ہو چکا اور میمونہ و عائشہ کی روایتوں میں صحیح ہوا کہ انھوں نے فرمایا کہ ہم میں سے جب کوئی حائضہ ہوتی تو ازار کس لیتی اور رسول اللہ صلعم کے بچھونے پر آپکے ساتھ ایک اوڑھنے میں شامل ہو جاتی تھی پھر اس ممانعت کی انتہا بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ حتی یطھرن اور یطھرن میں دو قرأتیں ہیں ایک طہر سے بسکون طاء اور وہ انقطاع حیض ہی پس ممانعت تا انقطاع حیض ہوئی اور ایک قراءۃ بتشدید طاء و ہاء ہی اور وہ طہارت بمبالغہ ہی یعنے اغتسال سے پس ممانعت تا اغتسال ہوگی اور اسی خلاف قراءۃ کی جہت سے علماء میں خلاف ہوا پس ابن عباس سے مروی ہی کہ قولہ حتی یطھرن ای پاک ہوں خون سے قولہ فاذا تطھرن ای طہارت کریں پانی سے کذا اخرجہ ابن ابی حاتم و ایسا ہی مجاہد و عکرمہ و حسن و مقاتل و لیث بن سعد نے کہا ہی پس امام مالک و شافعی و جمہور نے کہا کہ عورت حائضہ سے جماع نہیں کر سکتا یہانتک کہ وہ خون منقطع ہو کر غسل کرے کیونکہ ابن عباس کی تفسیر میں پانی سے طہارت مذکور ہی اور وہ مرفوع کے حکم میں ہی اور شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے اس دلیل پر اعتراض کیا کہ ابن عباس کا قول مذکور تو کئی صورتوں کو محتمل ہی چنانچہ پانی سے طہارت صادق ہی تمام بدن کے غسل کرنے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہی اور نیز صادق ہی بعض اعضاء کے دھونے پر جیسا کہ طاؤس و مجاہد و عکرمہ کا قول ہی کہ وضو کر لے تو اوس سے وطی حلال ہی اور نیز صادق ہی خاص فرج کے دھو ڈالنے پر یعنے استنجا کر لے تو پھر وطی حلال ہی جیسا کہ اوزاعی کا قول ہی پس اس سے یہ کہاں سے متعین ہو گیا کہ غسل ہی کرے انتہی اور اسحق بن راہویہ نے کہا کہ تابعین نے اجماع کیا ہی کہ جب تک غسل نہ کرے تب تک اوس سے وطی روا نہیں ہی اور جواب یہ ہی کہ یہ طاؤس و عکرمہ و مجاہد آخر جلۂ تابعین میں سے ہیں کہاں انھوں نے اتفاق کیا ہی تاکہ اجماع حجت ہوا۔ کہا گیا کہ قراءۃ تخفیف محمول ہی قراءۃ تشدید پر کیونکہ اصل یہ ہی کہ ہر دو قراءۃ متوافق ہوں اور قراءۃ تشدید سے بالاتفاق اغتسال مراد ہی اور جواب یہ ہی کہ حرمت کی انتہا حتی یطھرن تک ہی اور وہ انقطاع خون ہی پس اسکا مفہوم یہ ہی کہ بعد انقطاع کے حلال ہی چنانچہ ابن کثیر نے کہا کہ حائضہ عورتوں سے جماع کے ساتھ قربت کرنے سے منع فرمایا جب تک کہ حیض موجود ہو اور اسکا مفہوم یہ ہی کہ جب منقطع ہو تو حلال ہی پس جو لوگ مفہوم کے قائل ہیں انپر حجت ہونا چاہیے فتامل اور نیز ابن عباس کی تفسیر جو اوپر مذکور ہوئی حتی یطھرن کے معنے یہ ہیں کہ خون سے پاک ہو جاویں اور تطھرن کے دوسری تفسیر مذکور ہی پس اختلاف قرأتین اور اختلاف تفسیرین کے ساتھ اتفاق قرأتین کی تجویز نہیں

ہوسکتی ہی بلکہ ہر دو قرارت بمنزلہ دو آیت کے ہونگی جیسا کہ اصول مین قرار پایا ہی لہذا امام ابوحنیفہ و ابو یوسف و محمد نے کہا کہ تخفیف کی قرارۃ محمول ہی طہارت
انقطاع پر پس اگر وہ اکثر ایام حیض یعنے دس دن پورا ہو تو بدون غسل کے اس سے وطی جائز ہی اور تشدید کی قرارۃ محمول ہی طہارت کاملہ حاصل کرنے پر پس اگر دس
روز سے کم مین خون منقطع ہو تو اس سے قربت نہین کر سکتا یہانتک کہ وہ غسل کرے یا اسپر غسل کرکے تحریمہ نماز کی قدر گذر جاوے پس ہر دو قرارۃ پر عمل ہی
مگر آنکہ غسل کر لینے بھر کے وقت کو غسل کے قائم مقام کیا ہی واللہ اعلم۔ قولہ فاذا تطہرن فاتوہن من حیث امرکم اللہ۔ پھر جب خوب پاک ہو جاوین تو آؤ انکے قریب
جہاں سے حکم کیا تمکو اللہ نے۔ یعنے جماع کرو پس اتیان یعنے آنا کنایہ ہی جماع سے اور امرکم اللہ کے دو معنے ہین جہان امر الٰہی ہی اور وہ فرج ہی اور اس صورت مین
تامل ہوگا کہ امر ظاہر نہین ہی دوم آنکہ امرکم اللہ باجتنابہ فی المحیض۔ ای حکم کیا تمکو اللہ نے اس سے اجتناب کرنے کا محیض مین اور وہ قُبل ہی اور یہی معنے ظاہر مین پھر
فاتوہن۔ بصیغہ امر ہی اور یہ امر کس معنے کر ہی اسمین اختلاف ہی چنانچہ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ امر واسطے ندب کے ہی اور اسمین ارشاد ہی کہ حیض سے اغتسال
کے بعد عورتون سے قربت کرین اور ابن حزم ظاہری نے کہا کہ ہر حیض کے بعد جماع واجب ہی بسبب اسکے کہ اللہ تعالے نے حکم کیا کہ۔ فاتوہن من حیث امرکم اللہ
اور یہ استناد کچھ نہین ہی اسواسطے کہ امر مذکور بعد منع کے ہی اور جو امر بعد منع کے وارد ہوتا ہی اسمین علما کے چند اقوال ہین بعضے کہتے ہین کہ مثل مطلق کے
وہ بھی وجوب کے واسطے ہوتا ہی پس ان لوگون پر واجب ہوگا کہ یہان ابن حزم کا جواب دین کیونکہ سواے ابن حزم وغیرہ ظاہریہ کے یہان وجوب جماع کا
کسیکا مذہب نہین ہی اور بعضے کہتے ہین کہ منع کے بعد اباحت کے واسطے ہوتا ہی جیسے۔ فاذا حللتم فاصطادوا۔ یعنی ہی کہ احرام مین شکار کرنے سے منع کیا
پھر فرمایا کہ جب تم حلال ہو جاؤ تو شکار کرو حالانکہ حلت کے بعد شکار کرنا مباح ہی واجب نہین ہی اور جاننا چاہیے کہ ظاہریہ یہان بھی وجوب کے قائل ہین لیکن
اباحت کے لوگ قائل کہتے ہین کہ نہی کا متقدم ہونا اس امر کا قرینہ ہی کہ وہ وجوب کے واسطے نہین ہی قال ابن کثیرؒ وفیہ نظر اور کہا کہ جس بات پر دلیل قائم ہوئی
ہی وہ یہ ہی کہ ایسا امر اسی حال کیطرف رد کر دیتا ہی جو نہی سے پہلے تھا پس اگر نہی سے پہلے وجوب تھا تو اس سے وجوب ہوگا جیسے قولہ تعالے۔ فاذا انسلخ
الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین۔ پھر جب یہ مہینے حرام گذر جاوین تو مشرکین کو قتل کرو۔ پس قبل نہی کے جہاد واجب تھا وہی ممانعت کے بعد کے اقتلوا
امر سے واجب ہوا اور اگر مباح تھا تو مباح ہوگا جیسے قولہ فاذا حللتم فاصطادوا۔ کیونکہ شکار کرنا پہلے مباح تھا اور جیسے قولہ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا۔
پھر جب نماز جمعہ ادا کر لیجاوے تو متفرق ہو جاؤ۔ اور اس قول پر سب ادلہ جمع ہو جاتی ہین اور اس قول کو امام غزالیؒ نے حکایت کیا اور بعضے ائمہ متاخرین
نے اسکو اختیار کیا اور یہی صحیح ہی پھر قولہ من حیث امرکم اللہ۔ ابن عباس و مجاہد و بہتیرون نے کہا کہ مراد فرج ہی یعنے فرج مین جماع کرو اور علی بن ابی طلحہ نے
ابن عباس سے روایت کی مراد یہ ہی کہ فرج مین جماع کرو اور فرج سے اور طرف تجاوز مت کرو پس جو شخص کچھ تجاوز کریگا اس نے حد سے گذر جانے مین ظلم کیا
اور اسی پر سیوطیؒ نے اعتماد کیا ہی قال ابن کثیرؒ اور ابو رزین و عکرمہ و ضحاک و بہتیرون نے کہا کہ من حیث امرکم اللہ درحالیکہ طاہرہ ہون حائضہ نہون۔
قال المترجم اگر کہا جاوے کہ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی تفسیر پھر کر ٹھیک نہ پڑیگی کیونکہ من حیث ہی۔ فی حیث ہوتا تو درست ہوتی اور جواب یہ ہی کہ من حیث
یعنے فی حیث ہی جیسے قولہ تعالے اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ۔ ای فی یوم الجمعۃ۔ اور قولہ ماذا خلقوا من الارض ای فی الارض بس ایسا ہی یہان ہی اور علماؒ
اسمین دلیل ہی کہ وطی فی الدبر حرام ہی اور عنقریب اسکا بیان آتا ہی انشاء اللہ تعالے ف۲ عرائس مین ہی کہ شیخ ابن عطاءؒ نے فرمایا کہ اپنے افعال سے
توبہ کرنے والون کو اور اپنے احوال سے پاک ہونے والون کو دوست رکھتا ہی حالانکہ وہ بلا علاقہ و بلا سبب کے حضرت عز و جل کے حضور مین قائم ہین اور جعفرؒ
نے فرمایا کہ اپنے سوالات سے توبہ کرنے والون کو اور اپنے ارادون سے پاک ہونے والون کو دوست رکھتا ہی اور ابو یزیدؒ نے فرمایا کہ گناہ سے تو ایک توبہ ہوتی
ہی اور طاعت سے ہزار توبہ ہوتی ہی۔ اور شیخ نصر آبادیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جب فرمایا کہ ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین۔ تو تیری حمٰی
تعریف کی اور تیری کچھ قیمت قرار دیدی۔ اور جنیدؒ نے کہا کہ مین سری رحمۃ اللہ کے پاس گیا اور انکو مغموم پایا پس مین نے کہا کہ بغدادیون مین سے

ایک نوجوان میرے پاس آیا اور مجھسے توبہ کی شرح پوچھی پس مین نے اسکو جواب دیا پھر اُسنے مجھسے کہا کہ اسکی حقیقت کیا ہی مین نے کہا کہ یہ کہ تو نے جس بات کی وجہ سے توبہ کی ہی اُسکو نہ بھولے پس اُس نوجوان نے کہا کہ اسکی یہ حقیقت نہین ہی ـ جنید کہتے ہین کہ مین نے کہا اس نوجوان نے سچ کہا تو مین نے کہا کہ یہ کیونکر ہی تو جنید نے کہا کہ جب آدمی حالت جفا مین ہو پس وہ توفیق سے بدلکر حال صفا مین کیا گیا تو صفا کی حالت مین اُس جفا کی یاد بھی وحشت ہی

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا

تمھاری عورتین تمھاری کھیتی ہین پس جاؤ اپنی کھیتی مین جیسے چاہو اور تقدیم کرو اپنے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو

أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

کہ تمکو اس سے ملنا ہی اور خوشخبری سُنا ایمان والون کو

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ـ تمھاری عورتین تمھاری کھیتی ہین ف یعنے کھیتی کرنے کا محل ہین کہ فرزند حاصل ہون ـ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ـ پس تم اپنے کھیت مین آؤ جیسے چاہو ف کھڑے بیٹھے چت و پٹ و کروٹ سے ـ یہود نے مومنون سے کہا کہ جو شخص کہ اپنی جورو سے پشت کی طرف سے فرج مین جماع کرتا ہی تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہی پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی (رواہ مسلم) مترجم کہتا ہی کہ سنن مین بعض جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ انصار ایک قوم تھی کہ انہین عورتین متنفر تھین کہ سوائے چت کے وطی نہین کرتی تھین اور قوم قریش اپنی عورتون سے ہر طرح سے تلذذ حاصل کرتے تھے پس مین نے انصار مین سے ایک عورت سے نکاح کیا پھر جب مین اُسکے ساتھ اُسی طرح چاہا تو اُسنے انکار کیا پھر جب یہ آیت اُتری تو معلوم ہوا کہ قریش کا فعل جائز ہی ـ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ ـ اور تم لوگ اپنے واسطے تقدیم کرلو ف نیکنامی سے اولاد کی نیت کرلو ـ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ـ اور اللہ تعالے سے ڈرو اور جان لو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور اے رسول تو مومنون کو بشارت دیدے ـ ف اس آیۂ کریمہ مین اللہ تعالے نے بندون کو لطیف تنبیہ فرمائی کہ تمام چیزین جو آدمی کے مشتہیات ہین انمین سے بڑھکر جو عورت ہی وہ بنظر اشتہاے مذکور ایک بیقدر چیز ہی اس سے آدمی کو شہوت رانی مقصود نہونا چاہیے بلکہ تقدیم عمل صالح کی غرض ہو مثل آنکہ فتنۂ نفس وشیطان سے بچنا مقصود ہو اور اولاد صالح کی غرض ہو اسواسطے کہ فتنۂ بنی اسرائیل کے حق مین عورتون سے ہوا اور آدمی کی موت کے بعد اگر اسکا فرزند صالح اسکے لیے مغفرت کی دعا کرے یا اسکے نام پر خیرات کرے تو منجملہ تین باتون کے ہی جنسے اسکو ثواب پہونچتا ہی جبکہ اسکے ہاتھ پاؤن زبان وغیرہ اعضاء طاعت تھے سب گل گئے اور جیسے بیٹا ہی اور دوم جسکو علم سکھایا ہی اور سوم پل ومسجد وکنوان ومہمانسرائے وغیرہ کی تعمیر ہی اور اس مضمون کو کیسے لطیف کنایہ واستعارہ سے ادا کیا کہ معجزۂ بلاغت ہی قال تعالے ـ نساؤکم حرث لکم ـ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حرث موضع الولد ـ اور بعض نے کہا کہ حرث لکم یعنی مزرع لکم یعنی تمھاری زراعت کرنے کی جگہ ہین اور ولد کے پیدا ہونے کی جگہ ہین بمنزلہ زمین کے اور اسمین افادہ ہی کہ اباحت فقط فرج کی ہی پس عورت کی فرج کو مانند زمین کے اور نطفہ کو مانند تخم کے اور ولد کو مانند کھیتی کے قرار دیا تشبیہ کے ساتھ پس ایک لفظ حرث لانے سے احتمال لواطت دور ہوگیا اسواسطے کہ دبر کا مقام موضع حرث نہین ہوسکتا بلکہ موضع گوہ ہی بلکہ وہ انسان کے واسطے اسکے قوی اور مواد نسل کی کمی وضعف کی راہ سے سخت مضر ہی چنانچہ اطباء کا اتفاق اسکی مذمت پر شاہد ہی پس قولہ ـ فاتوا حرثکم انی شئتم ـ آنی بمعنے کیف ہی جیسا کہ سیبویہ رحمہ اللہ نے کہا ہی اور یہی حضرت ابن عباس سے مروی ہی پس واجب ہی کہ چت پٹ کروٹ سے کھڑے بیٹھے آگے سے پیچھے سے جس ہیئت سے چاہے جماع کرے لیکن دخول اس مقام مین ہو جو موضع حرث ہی اور یہی احادیث صحاح سے ثابت ہی چنانچہ بخاری رحمہ اللہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہود کہتے تھے کہ اگر عورت سے اسکے پچھوڑے کی طرف سے جماع کیا تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا پس نازل ہوا ـ نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم (واخرجہ مسلم وابوداؤد) اور حضرت ابن عباس سے روایت ہی کہ کچھ لوگ حمیر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آئے اور آپ سے کئی باتیں پوچھیں اور انہیں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میں عورتوں کو دوست رکھتا ہوں تو آپ میرے حق میں کیا حکم دیتے ہیں
پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ اسکی اسناد میں عبداللہ بن لہیعہ راوی میں کچھ کلام ہے۔ اور امام احمد نے من طریق
حنش عن ابن عباس روایت کی کہ یہ آیت چند انصار کے حق میں اتری کہ انھوں نے آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا پس آپ نے فرمایا کہ اپنی عورت کے
پاس ہر حال پر جاوے جبکہ فرج میں دخول ہو اور **ابو جعفر طحاوی** نے مشکل الحدیث میں ابو سعید خدری سے روایت کی کہ ایک آدمی نے اپنی عورت سے
پچھونڈی سے جماع کیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا نسائکم حرث لکم الآیہ۔ ورواہ ابن جریر وابو یعلی الموصلی ایضا۔ امام احمد نے عبداللہ بن سابط سے
روایت کی کہ میں حفصہ بنت عبدالرحمن بن ابی بکر کے پاس گیا اور عرض کیا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھا چاہتا ہوں مگر میں شرماتا ہوں حضرت حفصہ بنت
عبدالرحمن فرمانے لگیں کہ اے میرے بھائی کے کرکے مت شرما اور پوچھ تو میں نے عرض کیا کہ عورتوں سے پچھونڈی کی طرف سے آنا کیسا ہے انھوں نے فرمایا کہ مجھسے حضرت ام سلمہؓ نے حدیث
بیان کی کہ انصار کے لوگ عورتوں سے پچھونڈی کی طرف سے قربت نہیں کرتے تھے اور یہودی کہا کرتے تھے کہ جو شخص اپنی عورت سے پچھونڈی کی طرف سے قربت کریگا تو لڑکا احول
یعنی بھینگا پیدا ہوگا پھر جب مہاجرین ہجرت کرکے مدینہ میں آئے تو انصار کی عورتوں سے نکاح کیا اور انسے پچھونڈی کی طرف سے قربت کرنی چاہی تو ایک عورت نے اسطرح
کرنے میں فرمانبرداری کرنے سے انکار کیا اور اعلی کر تو ایسا نہیں کریگا یہانتک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلوں پس وہ ام سلمہ کے پاس حاضر ہوئی اور ان سے
یہ قصہ ذکر کیا پس ام سلمہ نے فرمایا کہ تو بیٹھ یہانتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آویں پھر جب رسول صلعم آئے تو انصاریہ عورت شرمائی کہ رسول صلعم سے دریافت کرے پس
وہ باہر چلی گئی اور ام سلمہؓ نے حضرت صلعم سے پوچھا پس آپ نے فرمایا کہ انصاریہ کو بلاؤ پس ام سلمہؓ نے اسکو بلایا پس آنحضرت صلعم نے اسکو یہ آیت سنائی نسائکم
حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم یعنی سوراخ واحد میں جسکو کہتا ہے یعنے پچھونڈی سے فرج ہی میں دخول ہو روا ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور
کہا کہ حدیث حسن ہے۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس طور سے روایت کی گئی کہ حماد بن ابی حنیفہ عن ابیہ عن ابی ہشام عن یوسف
بن ماہک عن حفصہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کہ ایک عورت انکے پاس آئی اور کہا کہ میرا شوہر مجھسے آگے کی طرف سے اور پچھونڈی کی طرف سے نزدیکی کرتا ہے
(یعنی حفصہ بنت عمرؓ) پس میں نے اسکو مکروہ جانا پس یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ سوراخ واحد میں ہو۔ اور امام احمد نے
(یعنی حضرت حفصہ نے پوچھا ہوگا) (یعنی جماع فقط فرج میں ہو واصل اللفظ)
سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ یا رسول اللہ میں ہلاک ہوگیا آپ نے فرمایا
کہ تجھے کس چیز نے ہلاک کیا تو عرض کیا کہ میں نے گذری رات میں اپنے کجاوہ سواری کو اولٹ دیا پس حضرت صلعم نے انکو کچھ جواب ندیا پس اللہ تعالے نے آپ پر
وحی کی کہ نسائکم حرث لکم الآیہ۔ آگے سے قربت کر پیچھے سے قربت کر اور بچتا رہ مقعد اور حیضہ سے۔ رواہ الترمذی ایضا وقال حدیث حسن غریب والنسائی
وغیرہ۔ اور حافظ ابو یعلی موصلی نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلعم کے عہد میں اپنی عورت سے اثفار کیا یعنے پچھونڈی
سے اس سے جماع کیا پس لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ فلانے شخص نے اپنی جورو سے اثفار کیا پس اللہ عزوجل نے نازل کیا۔ نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم
انی شئتم۔ اور ابوداؤد نے مجاہد کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ اس آیت کے حکم میں بات یہ تھی کہ یہ گروہ انصار کا درحالیکہ بت پرست تھے
یہودیوں کے پڑوس میں رہتے اور یہ اہل کتاب تھے اور انصار والے علم میں اپنے اوپر ان یہودیوں کی فضیلت جانتے تھے پس بہتیرے باتوں میں یہودیوں کی
پیروی کرلیتے تھے پھر ان یہودیوں کی ایک بات یہ تھی کہ عورتوں سے ایک ہی حرف پر قربت کرتے اور یہ طور عورت کے لیے زیادہ پردہ پوش تھا پس گروہ
انصار نے اس فعل میں انہیں کی اقتدا کرلی تھی اور رہا گروہ قریش تو یہ لوگ عورتوں کو کھلم کھلا کشادہ کرڈالتے تھے اور سامنے کی طرف اور پچھونڈے رخ سے
اور چت وپٹ سب طرح انسے لذت حاصل کرتے تھے پھر جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو انہیں سے ایک شخص نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کیا اور
اس سے ایسا ہی کرنے چلا تو عورت نے اس حرکت پر انکار کیا اور کہا کہ ہم عورتوں کے پاس تو ایک ہی طرز پر آیا جاتا تھا پس تو بھی ویسا ہی کرو ورنہ مجھسے

ایک طرف رہیں ان دونوں کی بات رسول اللہ علیہ وسلم تک پہونچی پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا نساؤکم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم۔ یعنے چاہے
سامنے سے آؤ اور چاہے پیچھونڈے سے اور چاہے چت کرکے اور مراد اس سے وہ سوراخ ہے جو بچہ پیدا ہونے کا مقام ہے۔ ہکذا اخرجہ ابوداؤد وغیرہ
روایۃ ام سلمہ اور اس حدیث کو طبرانی نے بھی محمد بن اسحٰق کے طریق سے روایت کیا ہے قال المترجم ان روایات میں اسباب نزول مختلف معلوم ہوتے ہیں
اگرچہ اکثر سلف وخلف (صحابہ وتابعین ۱۲) سے قول یہود کی روایت مروی ہے اور انہوں نے تصریح کردی کہ وہی اسکا سبب نزول ہے اسیواسطے مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے اسی پر
اعتماد کیا ہے اور ممکن ہے کہ متعدد سبب کے بعد آیت نازل ہوئی ہو پھر جاننا چاہیے کہ سلف وخلف از صحابہ وتابعین وائمہ علما سب متفق ہیں کہ تفسیر اس آیت کی یہی ہے
جو اوپر مذکور ہوئی اور انہوں نے اجماع کیا ہے کہ عورت سے مقعد میں لواطت کرنا حرام ہے اور جن لوگوں سے اسکے خلاف مروی ہے وہ صحیح و ثابت نہیں ہے
اور قرطبی نے اپنی تفسیر میں ایک جماعت علما کی طرف عورت سے جواز لواطت کو نسبت کردیا جنمیں بعضے تابعین ہیں اور عنقریب معلوم ہوگا کہ یہ حکایت
خلاف واقع ہے اور مترجم کو عجب ہے کہ لوگ بلا ثبوت وصحت کے کسی امام و پیشوا کی طرف کیونکر کسی قول کو نسبت کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں کہ صحابہ
نہیں ہے اور کثرت سے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عورت سے اسکی دبر یعنے مقعد میں لواطت کرنا حرام و ممنوع آیا ہے چنانچہ امام احمد ونسائی و ترمذی
و ضیاء وغیرہم کی حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں صریح آیا کہ مقعد و حیض سے بچتا رہو (قال الترمذی حسن) اور شافعی و ابن ابی شیبہ نے وامام احمد ونسائی و
ابن ماجہ نے وابن المنذر و بیہقی نے خزیمہ بن ثابت رضہ سے روایت کی ہاں سائلا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اتیان النساء فی ادبارہن یعنے
عورتوں کی دبر میں قربت کرنا کیسا ہے تو آپ نے فرمایا کہ حلال ہے یا فرمایا کہ مضائقہ نہیں ہے پھر جب پھر کر چلا تو اسکو بلایا اور فرمایا کہ تو نے کیونکر کہا تھا اگر
یہ تیری غرض ہے کہ عورت کے دبر کیطرف سے اسکی قبل یعنے فرج میں جماع کرے تو ہاں روا ہے اور اگر یہ تیری غرض ہے کہ اسکے دبر کی طرف سے اسکی دبر میں
جماع کرے تو نہیں روا ہے اللہ تعالے حق بات سے استحیا نہیں کرتا ہے تم لوگ عورتوں کی دبر میں کبھی جماع مت کیجیو۔ اور امام احمد کی ایک روایت میں
خزیمہ بن ثابت سے ہے کہ نہی فرمائی رسول اللہ صلعم نے کہ مرد اپنی جورو سے اسکے دبر میں وطی کرے۔ اور حسن بن عرفہ نے جابر رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ شرم رکھو اللہ تعالے سے اور اللہ تعالے حق بیان کرنے میں شرم نہیں فرماتا ہے حلال نہیں ہے کہ تم عورتوں سے انکے حشوش میں وطی کرو۔
(مقعد و دبر ۱۲) اسنادہ صحیح حشوش جمع حش ہندی گوٹھڑا اور اس سے پاخانہ کا کنایہ بولا جاتا ہے اور یہاں مقعد مراد ہے اور اس لفظ سے نفرت شدید دلائی اور امام احمد
کی ایک روایت میں لاتاتوا النساء فی اعجازہن۔ آیا ہے یعنے عورتوں سے انکے چوتڑوں کے بیچ میں یعنے مقعد میں جماع مت کیجیو۔ اور کریب نے ابن عباس سے
روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے ایسے مرد کی طرف نظر نہ فرماویگا جسنے کسی مرد یا عورت سے انکے دبر میں وطی کی اخرجہ الترمذی
وابن ابی شیبہ والنسائی وابن حبان اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن غریب اور ابن حزم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور نسائی نے اسکو ابن عباس سے موقوفا
بھی روایت کیا ہے۔ اور طاؤس نے ابن عباس سے روایت کی کہ ایک شخص نے ابن عباس سے پوچھا کہ عورتوں سے انکے دبر میں وطی کرنا کیسا حکم رکھتا ہے ابن عباس
نے فرمایا کہ تو مجھسے کفر کی بات پوچھتا ہے اخرجہ عبد بن حمید و اسنادہ صحیح۔ اور عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ایک شخص آیا اور اسنے ابن عباس سے کہا
کہ میں اپنی جورو سے اسکی دبر میں وطی کرتا تھا اور میں نے قولہ تعالے نساؤکم حرث لکم فأتوا حرثکم انی شئتم۔ سنا تھا اس میں نے گمان کیا تھا کہ یہ میرے واسطے
حلال ہے تو ابن عباس نے فرمایا کہ او بیباک شہدے قولہ تعالے فأتوا حرثکم انی شئتم۔ کے تو فقط یہ معنے ہیں کہ کھڑے اور بیٹھے اور آگے سے اور پیچھے سے
انکی فرج ہی میں جماع کرو اس سے دوسری راہ میں تجاوز مت کرو۔ اور احمد و بیہقی نے عبد اللہ ابن عمرو رضہ سے روایت کی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی جورو سے
اسکی مقعد میں وطی کرتا ہے وہ لوطیہ صغری ہے اور ابو الدرداء رضہ نے فرمایا کہ بھلا ایسا کوئی کریگا مگر وہی جو کافر ہو اور ایسا ہی عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے موقوفا
روایت کیا گیا ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ اصح ہے ورواہ عبد بن حمید ایضا موقوفا۔ اور علی بن طلق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے نہی فرمائی کہ عورتوں سے

انکی دبر مین وطی کیجاوے رواہ احمد والترمذی وقال حدیث حسن۔ اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت سے اسکی دبر مین وطی کرتا ہی اللہ تعالے اسکی طرف نظر نفرماویگا رواہ احمد وابن ماجہ۔ اور حضرت ابوہریرہ سے حدیث مرفوعًا روایت ہی کہ ملعون ہی جو اپنی عورت سے اسکی دبر مین وطی کرے۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی۔ اور حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ مردون کا اپنی عورتون سے انکی دبر مین وطی کرنا کفر ہی۔ رواہ النسائی اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالے سے جیسا چاہیے ہی شرم رکھو اللہ تعالے حق بات سے شرم نہین فرماتا ہی تم لوگ عورتون سے انکی دبر مین وطی مت کیجیو رواہ النسائی۔ اور علی بن طلق سے مرفوعًا روایت ہی کہ اللہ تعالے حق بات سے حیا نہین کرتا ہی تم لوگ عورتون کے چوتڑون مین وطی مت کیجیو۔ رواہ احمد اور ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ محاش النساء یعنے عورتون کی مقعد حرام ہین رواہ ابوبکر الاثرم۔ اور ثوریؒ نے روایت کی کہ ایک مرد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت کیا کہ عورت کے دبر مین وطی کرنا روا ہی آپ نے فرمایا کہ تو نیچے گر پڑا اللہ تعالے تجھے نیچے گرا دے ارے کیا تو نے اللہ تعالے کا قول نہین سنا أتأتون الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العالمين۔ کیا تم ایسی فحش حرکت کرتے ہو جو تمسے پہلے تمام عالمون مین سے کسی نے نہین کی تھی۔ اس سے ظاہر ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اسکی تحریم کے قائل تھے اور عبد اللہ بن مسعود وابو درداء وابو ہریرہ وابن عباس وعبد اللہ بن عمرو بن العاص وحضرت عمرؓ کے اقوال اسکی تحریم مین پہلے بیان ہو چکے ہین پھر یہان ایک روایت عبد اللہ بن عمرؓ سے موہم واقع ہوئی جس سے بعض لوگون کو جہالت سے دوسرے معنے لگانے چنانچہ ابن جریرؒ نے روایت کی کہ نافع نے کہا کہ مین نے ایک روز قولہ نساؤکم حرث لکم فأتوا حرثكم أنى شئتم پڑھا تو ابن عمر نے کہا کہ تو جانتا ہی کہ کس بارہ مین یہ آیت اتری ہی مین نے کہا کہ نہین تو کہا کہ عورتون سے انکی دبر مین وطی کرنے کے بارہ مین اتری ہی (رواہ البخاری ایضا) اور معنے یہ ہین کہ عورت سے پیچھے کی طرف سے وطی کرنے کے بارہ مین اتری ہی کیونکہ خود انکے باپ حضرت عمرؓ نے ایسا کیا تھا اور خائف ہوکر حضرت صلعم سے پوچھنے آئے پس یہ آیت نازل ہوئی کہ پیچھے کی طرف سے جماع کرنا جائز ہی جبکہ مقعد سے بچتا رہے جیسا کہ اوپر گذرا اور دلیل اسپر کہ عبد اللہ بن عمر کی یہی مراد ہی وہ روایت ہی جو نسائیؒ نے بطریق زید بن اسلمؒ روایت کی کہ عبد اللہ ابن عمر نے کہا کہ ایک شخص اپنی عورت سے پیچھے سے آیا پھر اسکو دل مین گناہ کا خطرہ ہوا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم الآیہ۔ اور کچھ شک نہین ہی کہ عرب اسے اغلام کی شناعت اسقدر جانتے تھے کہ کبھی انکے یہ خطرہ بھی نہین گذرتا تھا چنانچہ قولہ تعالے۔ أتأتون الفاحشة ما سبقكم بها من احد من العالمين الآیہ۔ کی تفسیر قصہ قوم لوط مین مفصل معلوم ہوگا پس قرطبیؒ کی نقل محض لغو وغلط واہی ہی۔ ابن عمر سے خود اسکے خلاف اسی طریق سے مروی ہی چنانچہ نسائیؒ نے ابو النضر سے روایت کی کہ مین نے نافع مولا ابن عمر سے کہا کہ تمہاری طرف نسبت کرکے یہ بات سنی جاتی ہی کہ تم کہتے ہو کہ ابن عمرؓ نے یہ فتوی دیا کہ عورتون سے انکی دبر مین وطی روا ہی تو نافع نے کہا کہ لوگون نے مجھپر جھوٹھ باندھا اور مین تجھسے اسکی بات بیان کرتا ہون حال یہ ہوا کہ ابن عمرؓ نے ایک روز مصحف پڑھنا شروع کیا اور مین انکے پاس تھا یہانتک کہ اس آیت پر پہونچے نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ پھر کہا کہ ای نافع تو جانتا ہی کہ اس آیت کا قصہ کیا ہی تو مین نے کہا کہ نہین تو کہا کہ ہم گروہ قریش کی عورتون سے انکی پشت کی طرف سے جماع کیا کرتے تھے پھر جب ہم مدینہ مین آئے اور ہمنے انصار کی عورتون سے نکاح کیا تو ہمنے انسے بھی یہی کرنا چاہا جیسا کیا کرتے تھے تو یہ عورتین اس امر کو مکروہ جانتی تھین اور بہت بڑا گناہ جانتے تھین اور انصار کی عورتون نے یہ اعتقاد یہود سے لیا تھا کہ ان عورتون سے فقط پہلو پر جماع کیا جاتا تھا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم۔ اور یہ اسناد صحیح ہی اور اسکو حافظ ابو بکر بن مردویہ نے بھی طبرانی کے طریق سے روایت کیا ہی پس یہ صریح ہی کہ عورتون سے اغلام کرنا روا نہین ہی اور ابن کثیر کی تفسیر مین ہی کہ ابن عمر سے بھی ثابت ہی کہ وہ عورتون سے اغلام کرنا حرام کہتے تھے اسمین کچھ شک نہین ہی اور دارمیؒ نے اپنی مسند مین سعید بن یسار کے طریق سے روایت کی کہ انھون نے ابن عمر سے کہا کہ ما تقول فی الجواری نحمض لهن۔ یعنے تم باندیون کے حق مین کیا کہتے ہو آیا انسے تحمیض کیجاوے تو فرمایا

کہ تخصیص کیا چیز ہی تو عرض کیا کہ دبر مین وطی کرنا تو ابن عمرؓ نے فرمایا این کیا مسلمانون مین کوئی ایسا بھی کرتا ہی ایسا ہی عبد اللہ بن صالح نے لیث سے روایت
کیا اور ایسا ہی ابن وہب اور قتیبہ نے لیث سے روایت کیا ہی اور یہ اسناد صحیح ہی اور نص صریح ہی کہ دبر مین وطی کرنا عبد اللہ بن عمرؓ حرام جانتے اور کہتے
تھے پس جو روایتین ابن عمرؓ سے ایسی آئی ہین کہ جنمین وہم و احتمال ہی معنے انکے یہی ہین کہ عورتون سے پیچھونڈے کی طرف سے فرج مین جماع کیا جاوے
اور ابن عمرؓ صریح تحریم کے قائل تھے واضح ہو کہ ابن عباسؓ کو بھی ابن عمرؓ کے ظاہر لفظ سے یہی وہم ہوا تھا کیونکہ خبر دینے والے نے ابن عمرؓ کے قول سے اپنی فہم ناقص
کے مطابق معنے سمجھ لیے اور یونہی جاکر ابن عباسؓ سے نقل کر دیے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ تاویل کی خطا ہی جیسے نافعؒ کے بیان سے لوگون نے غلط معنے لگا
لیے تھے جیسا کہ اوپر مصرح معلوم ہو چکا تو یہ کچھ مضر نہین ہی۔ اور رہا یہ کہ امام مالکؒ کی طرف نسبت کیا گیا کہ وہ اسکے جواز کے قائل تھے تو یہ بھی محض دروغ
و باطل ہی اور کسی کتاب مین انکا قول نہین ہی اور نہ انکے ہزارون شاگردون مین سے کسی نے نقل کیا حالانکہ انکے شاگردون مین ایک ہزار آدمی مانند امام شافعی
و امام محمدؒ کے اجلۂ علما ہین لیکن قوم روافض نے بہتان باندھا کہ امام مالکؒ نے اسکو کتاب السر مین بیان کیا ہی حالانکہ کتاب السر عجیب عنقا ہی کہ کوئی اسکو نہین
جانتا بلکہ مذہب مالک کے فقہا و مشائخ اس کتاب السر سے سخت انکار کرتے ہین اور امام مالکؒ کی شان بھی اس سے پاک ہی کہ انکی کوئی کتاب السر یعنے خفیہ
کتاب ہو مترجم کہتا ہی کہ رافضی نے اپنے اوپر قیاس کیا جیسے وہ خفیہ شیطانی حوالہ پر اپنا عقیدہ رکھتا ہی ایسے ہی اسنے ادھر جوڑا حالانکہ اللہ تعالے نے دین
اسلام کو ظاہر فرمایا لقولہ لیظہرہ علی الدین کلہ الآیہ۔ اور بعض روایات سے پتہ لگتا ہی کہ روافض نے یہ دروغ تقیہ کر کے پھیلانا چاہا تھا مگر بھلا ایسے عالم پر کب چل سکتا ہی
جسکے شاگردون مین سے ہزار تو عالم مجتہد ہون۔ اور حاکم و دارقطنی و خطیب نے جو امام مالکؒ سے اس بارہ مین موہم روایات کین وہ محض واہی و باطل ہین جیسا کہ ذہبیؒ
نے رسالہ مفردہ مین ابطال کیا ہی اور معن بن عیسیؒ نے امام مالک سے روایت کی کہ عورتون سے دبر مین وطی کرنا حرام ہی اور ابوبکر بن زیاد نیشاپوری نے اسرائیل
بن روح سے روایت کی کہ مین نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ عورتون سے دبر مین وطی کرنے کے بارہ مین آپ کیا کہتے ہین فرمایا کہ تم لوگ عرب گنوار قوم ہو بھلا حرث
کچھ اور ہوتا ہی سوائے موضع زراعت کے تو کبھی فرج سے تجاوز نہ کرو مین نے عرض کیا کہ اے ابو عبد اللہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ آپ اسکی جواز کے قائل ہین فرمایا کہ معاذ اللہ
لوگون نے مجھپر دروغ باندھا ہی انھون نے مجھپر دروغ باندھا اس سے تحقیق ہوا کہ مالکؒ اسکی تحریم کے قائل ہین اور یہی قول امام ابوحنیفہ و شافعی و احمد بن حنبل اور
انکے جملہ اصحاب کا ہی اور یہی قول سعید بن المسیبؒ و ابو سلمہ و عکرمہ و طاؤس و عطاء و سعید بن جبیر و عروہ بن الزبیر و مجاہد و حسن وغیرہم سے مروی ہی اور ان لوگون نے
اس حرکت پر سخت انکار کیا ہی اور بعضون نے ایسا کرنے والے پر کفر کا اطلاق کیا ہی اور یہی جمہور علما کا مذہب ہی طحاوی نے محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم سے حکایت
کی کہ انسے کہا کہ مین نے شافعی سے سنا کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی تحلیل و تحریم مین کچھ ثابت نہین اور قیاس یہ ہی کہ وہ حلال ہی ذہبیؒ نے
میزان مین کہا کہ طحاوی کا مرد ثقہ معتمد ہین لیکن محمد بن عبد الحکم نے جھوٹ کہا یا وہم ہوا ہی اور اس روایت کو خطیب بغدادی نے بھی روایت کیا اور ابو نصر الصباغ
نے فرمایا کہ ربیع جو امام شافعی کے خاص شاگردون مین سے ہین قسم کھاتے تھے کہ باللہ الذی لا الہ الا ہو البتہ ابن عبد الحکم نے جھوٹ باندھا شافعیؒ پر اس
بارہ مین کیونکہ شافعی نے اپنی کتابون مین سے چھ کتابون مین اسکے حرام ہونے پر تنصیص کر دی ہی **قال المترجم** ثابت ہوئی تفسیر آیت کی اور ثابت
ہوا کہ حضرت صلعم نے سخت زجر فرمایا ہی لواطت والے پر اور اصحاب سلف و ائمہ خلف و علمائے مجتہدین اسکی حرمت شدیدہ پر متفق ہین پس بعد اسکے
اگر فرض کیا جاوے کہ کوئی عالم اسکے جواز کا قائل ہی تو اسکا قول اسکے سر مارا جائیگا اور ہرگز اسکا اتباع کرنے والا نجات نہ پاویگا اور ہم نے اس مقام پر
تفسیر ابن کثیر وغیرہ سے التقاط کلام کر کے اسواسطے تطویل کی کہ اس زمانہ مین خواہش نفسانی کے لوطی اور متمسدان فرقہ رافضہ بہت ہین
اور عوام اپنی خواہش نفسانی کے پابندی مین انکی باتون پر کان دھر کر گمراہ ہوجاتے ہین ونعوذ باللہ من الضلال۔ اور ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت
کی کہ قولہ قدموا لانفسکم۔ یعنے جماع کے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھکر ایسا کرے اور صحیح بخاری مین ابن عباس سے ثابت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا

کہ اگر تم میں سے کسی نے جب اپنی عورت کے پاس جانیکا ارادہ کیا یوں کہہ لیا کہ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔ تو اگر ان دونوں کے درمیان کوئی بچہ مقدر ہوگا تو اسکو شیطان کبھی ضرر نہ پہونچا سکیگا۔ رواہ البخاری اور اسی قرینہ پر شاید بعض مفسرین نے قدموا لانفسکم کی تفسیر میں کہا کہ اس جماع سے اولاد صالح کی خواہش کرے واللہ اعلم ف۲ قال الشیخ فی العرائس بقولہ نساؤکم حرث لکم الآیہ۔ الآیہ۔ اسمیں اللہ تعالے نے اپنے بندوں کو مباشرت کے آداب سکھلائے کہ مطالبہ نفس کی حالت میں کام کو صدق نیت سے شروع کریں اور تقوی کو لازم رکھیں حتی کہ ان باتوں کو اپنے تمام احوال میں کبھی نہ بھولیں اور انکی یہ صحبت بغرض شہوت رانی نہ ہو بلکہ اللہ تعالے کے واسطے ہو اور واسطے اسکے فرمایا کہ اپنے جماع کرنے میں اپنی سچی نیت کو مقدم کرو اور یہ نیت کرلو کہ یہ اسواسطے ہے کہ جو ہمپر حرام کیا ہے اس سے عفت حاصل ہو اسواسطے کہ بدون سچی نیت کے شہوت کی پیروی کرنا بڑی غفلت ہے قال المترجم یہی حال سب باتوں میں ہے مثلاً بالوں میں کنگھی وغیرہ کرنا اگر صفائی وستھرائی کی نیت سے ہے تو مسنون ہے اور ایسے ہی سرمہ لگانا وغیرہ بھی اور اگر خوبصورتی وغیرہ کی نیت سے ہے تو اسکی مذمت ہے

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

اور نہ ٹھہراؤ اللہ کو سپت کھنڈ اپنی قسمیں کھانے کا کہ نیکوکاری کرو اور پرہیزگاری اور صلح درمیان لوگوں کے اور اللہ سنتا جانتا ہے

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ

نہیں پکڑتا تمکو اللہ تمہاری ناکاری قسموں پر لیکن پکڑتا ہے اس کام پر جو کرتے ہیں دل تمہارے اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے

لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ مت بناؤ اللہ کو ف یعنی اسم اللہ تعالے کے ساتھ قسم کھانے کو عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ نشانہ واسطے اپنی قسموں کے ف باین طور کہ کثرت سے اللہ تعالے کے ساتھ قسمیں کھاؤ کہ۔ اَنْ لَّا تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ تم نکوئی نکروگے و تقوی نکروگے اور لوگوں میں اصلاح نکروگے ف یعنی ایسی باتوں کے نہ کرنے پر قسم کھانا مکروہ ہے اور ایسی قسم میں اسکا توڑ دینا اور کفارہ دینا مسنون ہے بخلاف اسکے اگر کسی نیک کام کرنے و اسکے مانند پر قسم کھائی تو یہ طاعت ہے اور معنے کلام کے یہ ہیں کہ نیکوکاری اسکے مانند جو مذکور ہوا اسکے کرنے سے باز نہ ہو جبکہ تمنے اسکے نہ کرنے پر قسم کھائی ہو بلکہ نیکوکاری و اسکے مانند کو بجا لاؤ اور کفارہ قسم دیدو اسواسطے کہ سبب نزول آیہ کا یہ تھا کہ قسم کھا کر اسکے بجالانے سے انکار واقع ہوا تھا۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ لاقوالکم عَلِيْمٌ باحوالکم۔ اللہ تعالے سننے والا ہے تمہارے اقوال کا جاننے والا ہے تمہارے احوال کا۔ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ الکائن فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ اللہ تعالے تمکو ایسے لغو پر مواخذہ نہیں فرماتا جو تمہاری قسموں میں واقع ہو ف شیخ سیوطی رح نے کہا کہ لغو قسم وہ ہے کہ زبان اسکی طرف سبقت کر جائے بدون اسکے کہ قسم کھانے کا قصد ہو جیسے لا واللہ اور نہیں واللہ یا ہاں واللہ۔ پس اسمیں نہ گناہ ہے اور نہ کفارہ۔ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ۔ ولیکن اللہ تعالے تمکو مواخذہ فرماتا ہے ایسی چیز سے جسکا تمہارے دلوں نے قصد کیا ہو ف یعنی جن قسموں کو قصد کیا تمہارے دلوں نے اسپر مواخذہ کریگا جب تم حانث ہوگے (قسم توڑ دوگے) وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ اللہ تعالے غفور حلیم ہے ف یعنی بخشنے والا ہے اس چیز کو جو لغو سے واقع ہو اور حلیم ہے تاخیر کر دینے میں سزاوار عذاب کے اس شخص سے جو اس عقوبت کا سزاوار ٹھہرے پھر اس آیت کے سبب نزول میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن رواحہ کی بہن کو طلاق دیدی پھر رجوع اور صلح کا ارادہ کیا پس عبداللہ بن رواحہ نے قسم کھائی کہ نعمان سے کلام نہ کرونگا اور دونوں میں اصلاح نہ کرونگا پس یہ آیت نازل ہوئی ذکرہ البیضاوی وغیرہ ولیکن مفسر شیخ جلال رح نے ذکر کیا کہ میں اس روایت پر واقف نہیں ہوا اور یہ تعریض ہے اسکے عدم ثبوت کی اور ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت ابوبکر الصدیق رض کے حق میں نازل ہوئی کہ انھوں نے قسم کھائی تھی کہ اپنے خالہ زاد بھائی مسطح بن اثاثہ کو نفقہ نہ دونگا کیونکہ حضرت

له ای اللہ مجھے بچا شیطان سے اور دور رکھ شیطان کو اس چیز سے جو نصیب کیا تو نے ہمکو ۱۲ م

عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے میں منافقوں کے ساتھ شریک تھا اور وہ مہاجرین فقیروں میں سے تھا اسکو حضرت صدیق ہی نفقہ دیتے تھے اور مشہور یہ ہے کہ اسی بارہ میں ۔ قولہ تعالے ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمهاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم الآیہ ۔ نازل ہوئی ہے چنانچہ اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالے بیان آویگا ۔ ولیکن بعید نہیں کہ یہ آیت بھی اسی بارہ میں نازل ہوئی ہو جس سے یہ حکم نکلا کہ اگر نیکوکاری وصلہ رحم نہ کرنے پر قسم کھاوے تو اسکو توڑدے اور اسکا کفارہ دیدے اور اگر قسم پر جما رہیگا تو گنہگار ہوگا ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر پر سورہ بقرہ میں یہ آیت بہت مدت کے بعد نازل ہوئی ہے حالانکہ یہ بعید ہے ۔ قال البیضاوی عرضہ بروزن فُعلہ بمعنے مفعول ہے اور اطلاق اسکا اس چیز پر آتا ہے جو کسی شے کے بیچ میں عارض ہو روک کردیا جاوے اور اس شی پر بولتے ہیں جو کسی شی کا معرض ونشانہ بنایا جاوے پس آیت کے معنے اگر عرضہ بمعنے اول لیا جاوے تو یہ ہونگے کہ اللہ تعالے کو حاجز وروک نہ بناؤ ان انواع خیر کا جنپر تمنے قسم کھائی ہے پس یہاں جو جمع یمین بمعنے قسم ہے اس سے مراد وہ چیزیں ہونگی جنپر قسم کھائی ہے اور یہ اطلاق آتا ہے چنانچہ صحیح ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من حلف علی یمین فرای غیرہا خیرا منہا فلیکفر عن یمینہ ولیفعل الذی ہو خیر ۔ یعنے جس شخص نے قسم کھائی کسی یمین پر یعنے کسی امر پر پھر اسکے غیر کو بہتر دیکھا تو چاہیے کہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور جو امر بہتر ہے اسکو بجا لاوے (رواہ مسلم) پس یمین پر یمین کا اطلاق اس امر پر ہے جسپر قسم کھائی ہے اور اس صورت میں ان تبروا آہ یعنے ان مع صلہ کے ایمان کا عطف بیان ہوگا کمالین میں کہا کہ یہی تفسیر مشہور ہے یعنے یمین جسکا روک ہے کیا ہوگا اور اس طرح ہوگی کہ انکے نہ کرنے پر قسم ہے اور بر تقدیر ثانی یعنے جبکہ عرضہ بمعنے نشانہ لیا جاوے تو معنے یہ ہیں کہ نہ بناؤ اللہ تعالے کو نشانہ اپنی قسموں کا یعنی اللہ تعالے کے ساتھ کثرت سے قسمیں کھا کر نام الٰہی کو مبتذل کرو اسیواسطے کثرت سے قسم کھانے والے کی مذمت فرمائی بقولہ ولا تطع کل حلاف مہین یعنے مت پیروی کر ہر ایسے شخص کی جو کثرت سے قسم کھانے والا خوار ہے ۔ اور اس صورت میں ان مع صلہ کے نہی مذکور کی علت ہے یعنے تمکو ممانعت کی گئی اس بات سے اس وجہ سے کہ تم سچے رہو اور متقی ہو اور لوگ تمپر اعتماد کریں یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرو کیونکہ زیادہ قسم کھانے والا اللہ تعالے پر جرأت کرنے والا ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ قسم میں سچا متقی نہیں ہوتا اور نہ لوگ اسپر اعتماد کرتے ہیں پس وہ انکے درمیان اصلاح نہیں کرسکتا۔ فائدہ البیضاوی اور شیخ ابوحیان نے کہا کہ اس صورت میں میرے نزدیک ان تبروا علت نہیں بلکہ منصوب بنزع خافض ہے ای لاتجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم علی ان تبروا ۔ یعنے مت بناؤ اللہ کو نشانہ اپنی قسموں کا اس بات پر کہ تم نیکی کروگے اور تقوی کروگے اور لوگوں میں اصلاح کروگے پس انکو لی ان تقوی واصلاح بین الناس پر قسم کھانے سے منع کردیے گئے کہ اسکا نشانہ بنا کر مبتذل کرو حالانکہ یہ باوصاف جمیلہ تھے تو انکے سوا اور امور پر قسم کھانے کی صورت میں وہ بدرجہ اولی ممنوع ہے پس حاصل یہ ہے کہ زیادہ قسم کھانے سے اگرچہ امر خیر پر بھی ہو منع فرمایا ہے اور کم قسم کھانے کی ترغیب ہے اور عرب میں کم قسم کھانے پر تعریف ہوا کرتی تھی شیخ سیوطیؒ نے وہ اختیار کیا جو سلف صالحین سے مروی ہے چنانچہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی ۔ قولہ ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ۔ کہا یعنے مت قرار دے نشانہ اپنی قسم کا جو یہ ہے کہ میں نیک بات نہ کرونگا ولیکن کفارہ دے اپنی قسم کا اور نیکی کرے ۔ اور ایسا ہی مسروق وشعبی وابراہیم نخعی ومجاہد وطاؤس وسعید بن جبیر وعطاء وعکرمہ ومکحول وزہری وحسن وقتادہ ومقاتل بن حیان وربیع بن انس وضحاک وعطاء خراسانی وسدی رحمہم اللہ کا قول مروی ہے اور اسکے مؤید ہے جو صحیحین میں حدیث ابوموسی اشعریؓ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرہا خیرا منہا الا اتیت الذی ہو خیر وتحللتہا ۔ یعنے میں قسم اللہ تعالے کی انشاء اللہ نہیں قسم کھاؤنگا کسی امر پر پھر اسکے غیر کو اس سے بہتر دیکھونگا مگر یہی کرونگا کہ جو بہتر ہے اسکو بجالاؤنگا اور قسم کو توڑدونگا یعنے کفارہ دیدونگا ذکرہ ابن کثیر اور اسی باب میں احادیث بہت ہیں اور بعض احادیث میں ہے کہ ایسی قسم کو ترک کرنا اسکا کفارہ ہے یعنے ایسی قسم میں یہ جرم بھی تھا کہ نیک بات نہ کرنے پر کیوں قسم کھائی تو اس جرم کا کفارہ یہی کافی ہے کہ قسم سے حلال ہوگیا اگرچہ قسم کے توڑنے کا کفارہ علیحدہ دینا پڑیگا واللہ اعلم ۔ قولہ لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ۔ لغو کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا لغو قسم وہ ہے کہ قسم کھانے والا اسکا قصد نہ کرے بلکہ عادت کے موافق اسکی زبان پر بدون قصد وتاکید کے

جاری ہو جاوے اور یہی ابن عباس و عائشہ و بعض علما سے روایت ہی اور یہی شافعیؒ کا قول ہی اور ابوداؤد نے عائشہؓ سے مرفوعاً روایت کیا کہ قسم مین لغو
یون ہی جیسے آدمی اپنے گھر مین باتون مین لا واللہ اور بلی واللہ کہا کرتا ہی پس اگر مرفوعاً ثابت ہو تو اس قول کا مؤید ہی ولیکن اکثر ثقات نے حضرت عائشہؓ سے
اسکو موقوفاً یعنے قول عائشہؓ روایت کیا ہی اور عروہؓ نے کہا کہ حضرت عائشہ فرماتی تھین کہ لغو تو مزاح و ہزل ہی مین ہوا کرتا ہی کہ آدمی کہتا ہی لا واللہ اور بلی واللہ
پس اسمین کفارہ نہین ہی اور کفارہ اسی قسم مین ہی کہ اسکے قلب نے اسکو منعقد کیا کہ اسکو کریگا پھر اسکو نہ کیا۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہی قول ابن عمر کا اور دو قول
مین سے ابن عباس کا ایک قول و شعبی کا اور ایک قول عکرمہ کا و عروۃ بن الزبیر و ابو صالح اور ایک قول ضحاک کا و ابو قلابہ و زہری کا قول مروی ہی۔ پھر ابن ابی
حاتم نے ایسی سند سے جو علماء حنفیہ کے نزدیک جید ہی عروہ کے طریق سے عائشہؓ سے روایت کیا کہ حضرت عائشہ قولہ لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم کی تاویل مین
فرماتی تھین کہ لغو وہ شئی ہی کہ کوئی اسپر قسم کھاوے اسطرح کہ وہ اس سے سواے سچائی کے کچھ ارادہ نہین کرتا ہی پھر وہ اس حال کے سواے دوسرے حال پر نکلے جبپر اسنے
قسم کھائی تھی۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہی قول ابوہریرہ کا اور دوسرا قول ابن عباس کا و سلیمان بن یسار و سعید بن جبیر اور ایک قول مجاہد کا اور ایک قول ابراہیم
نخعی کا اور حسن و زرارۃ بن اوفی و ابو مالک و عطاء خراسانی و بکر بن عبد اللہ و ایک قول عکرمہ کا اور حبیب بن ابی ثابت و سدی و مکحول و مقاتل و طاوس و قتادہ و ربیع
بن انس و یحیی بن سعید و ربیعہ کا مانند اسکے مروی ہوا ہی۔ ذکرہ ابن کثیرؒ۔ امام مالک نے موطا مین کہا کہ لغو کی تفسیر مین جو مین نے سنا ہی اسمین سے احسن یہ ہی کہ لغو
وہ قسم ہی کہ کسی شئی پر یقین جانکر کہ وہ ایسے ہی ہی قسم کھا جاوے پھر وہ اسکے خلاف نکلے اور یہی امام مالک کا قول ہی اور یہی قول امام ابو حنیفہ و امام احمد کا ہی اور اوپر کے
بیان سے تجھے معلوم ہوا کہ بہ نسبت اول قول کے یہ قول اکثر صحابہ و تابعین سے مروی ہی اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ عائشہؓ سے ہر دو قول کا مجموعہ یہی مروی ہی
چنانچہ اپنے اسناد جید سے عطاء بن ابی رباح کے طریق سے عائشہؓ سے روایت کی کہ لغو یون کہنا کہ لا واللہ اور بلی واللہ ہی حالانکہ وہ جانتا ہی کہ مین سچا ہون لیکن
در واقع ایسا نہین ہوتا ہی۔ مین کہتا ہون کہ اس روایت سے بھی ائمہ ثلثہ کے قول کی تائید نکلتی ہی واللہ اعلم اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ عبد الرزاق نے ابراہیم
سے روایت کی کہ لغو یہ ہی کہ آدمی ایک چیز پر قسم کھاوے پھر اسکو بھول جاوے۔ اور زید بن اسلم نے کہا کہ لغو یہ ہی کہ آدمی کہے کہ اللہ میری آنکھین اندھی کرے اگر
ایسا نہ کرون۔ یا مجھے میرے مال سے نکال دے اگر مین کل تیرے پاس نہ آؤن۔ اور طاوس نے ابن عباس سے روایت کی کہ لغو قسم یہ ہی کہ تو حالت غضب مین قسم کھاوے
اور سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ لغو قسم یہ ہی کہ جو چیز اللہ تعالے نے حلال کیا ہی اسکو حرام کر لے پس اسمین تجپر کچھ کفارہ نہین ہی **قال المترجم**
معتمدہ تفسیر یہی جو ائمہ ثلثہ نے اختیار کی ہی واللہ اعلم اور کشاف مین ہی کہ اسکا نام قسم لغو اس وجہ سے رکھا گیا کہ لغو ایسی چیز کو کہتے ہین جو درجۂ اعتبار سے ساقط
ہو خواہ کلام ہو یا اور کوئی چیز ہو پس لغو قسم وہ ہی کہ اسکا کچھ اعتبار نہین اور نہ اس سے کوئی حکم متعلق ہی۔ قولہ ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم۔ یعنے قصد کر کے اپنے
قسم کھائی پس بنابر قول شافعی کے یہ قسم لغو کا مقابل ہوگا اور مجاہد وغیرہ نے کہا کہ یہ مثل قولہ تعالے ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان الآیہ ہی اور ابن کثیرؒ
نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس و بہتیرون نے کہا کہ یہ یون ہی کہ کسی بات پر قسم کھاوے درحالیکہ وہ جانتا ہی کہ مین جھوٹا ہون۔ اس تفسیر سے وہ ائمہ ثلثہ کی تفسیر
لغو کے مقابل ہوگا ولیکن ظاہر یہ ہی کہ یہ بیان ابن عباسؓ کی تفسیر اخص ہی یا ایک نوع کا بیان ہی کیونکہ ایمان معقودہ مین زمانہ ماضیہ اور آیندہ دونون پر قسم ہوگی پس
اگر قسم کھائی کہ واللہ مین نے گذرے جمعہ کو صلوۃ التسبیح پڑھی اور وہ سچا ہی تو سچا ہی اور اگر جھوٹا ہی تو یہ یمین غموس ہی اور وہ کبیرہ گناہ ہی اور یہی ابن عباسؓ
کی تفسیر ہی اور اگر قسم کھائی کہ واللہ آیندہ جمعہ کو صلوۃ التسبیح پڑھونگا پس اگر آیندہ جمعہ کو پڑھی تو قسم پوری ہوئی اور اگر نہ پڑھی تو حانث ہوا پس مواخذہ
ہوگا اور وہ کفارہ ہی پس معلوم ہوا کہ ایمان معقودہ مین یمین غموس بھی داخل ہی پس مفسر سیوطیؒ نے جو کہا کہ اذا حنثتم یعنے جب ایمان معقودہ مین حانث
ہو تو مواخذہ ہوگا بدون تفصیل کے ہی اور تفصیل یہ ہی کہ اگر زمانۂ آیندہ پر کسی چیز کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی اور اسمین حانث ہوا تو کفارہ بالاتفاق و
بالاجماع لازم آویگا اور اگر زمانہ گذشتہ پر اسطرح قسم کھائی اور سچا نہین ہی تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مواخذہ ہوگا اور یہ مواخذہ جو یہان مذکور ہی وہ

آیۂ مائدہ میں بیین ہی کہ کفارہ ہی پس یمین غموس میں کفارہ واجب ہوگا اور امام ابوحنیفہ و مالک و احمد کے نزدیک یمین غموس میں کفارہ نہیں ہی یمین سواے توبہ و استغفار کے کوئی چارہ نہیں ہی اور شیخ **ابن حجر** نے ابن عبد البر وغیرہ سے نقل کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بات پر اتفاق کیا ہی کہ یمین غموس میں کفارہ نہیں بلکہ توبہ و استغفار کرے اور امام احمد نے باسناد جید حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعًا روایت کی کہ پانچ چیزین ہین جنمین کفارہ نہیں ہی اور انمین سے یمین غموس کو بھی شمار کیا اور امام شافعی نے جو آیہ مائدہ کو بیان کا بیان قرار دیا تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہان مواخذہ مطلق مذکور ہی اور یہ روز قیامت مین ہوگا اور آیۂ مائدہ مین جو مواخذہ ہی وہ دنیا مین ہی پس ایک کو دوسرے پر محمول نہین کرسکتے ہین۔ **قال المترجم** علما نے تصریح کی کہ سواے اللہ تعالے کے غیر کی قسم مانند باپ کی قسم یا تیرے سر کی قسم یا ولی یا نبی کی قسم یہ سب ناجائز اور شرک ہین بلکہ قسم اللہ تعالے یا اُسکے کسی صفت کی مثل و اللہ الذی نفسی بیدہ اور عزۃ اللہ یا عظمۃ اللہ کی قسم یہ روا ہی پس اگر اسکے ساتھ کسی امر مستقبل پر قسم کھائی یعنے جو آیندہ ہونے والا ہی پھر حانث ہوا تو اُسپر کفارہ واجب ہوگا اور کفارہ قسم کا تین روزے پے در پے ہین یا دس مسکینون کا کھانا یا ایک بردہ اس تفصیل سے جو سورۂ مائدہ مین انشاء اللہ تعالے مذکور ہوگی اور فقہ مین مفصل مذکور ہی اور اسکے سواے اگر اور چیز کے ساتھ قسم کھائی مثل کعبہ کی قسم یا بیت اللہ کی قسم یا باپ کی قسم وغیرہ تو یہ قسم نہوگی اور حانث ہونے سے کفارہ لازم نہوگا اور ایسی قسم مکروہ تحریمی ہی اور اسکی ممانعت مین روایت حدیث ہی کہ اللہ تعالے تمکو منع کرتا ہی کہ اپنے باپ دادون کی قسم کھاؤ پس جو قسم کھانا چاہیے یا تو اللہ کی قسم کھاوے یا خاموش رہے (رواہ الترمذی وغیرہ)

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

جو لوگ قسم کھا رہتے ہین اپنی عورتون سے اُنکو فرصت ہی چار مہینے پھر اگر مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہی

وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

اور اگر عزم کیا طلاق کا تو اللہ سنتا جانتا ہی۔

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ۔ جو لوگ ایلا کرتے ہین اپنی عورتون سے یعنے قسم کھا لیتے ہین کہ انسے مجامعت نہ کرینگے۔ **تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ** ۔ انتظار چار ماہ ہی۔ **فَاِنْ فَآءُوْ** ۔ پس اگر انھون نے رجوع کیا **ف** اس مدت مذکورہ مین رجوع کیا قسم سے طرف وطی کے **فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** ۔ تو اللہ تعالے غفور رحیم ہی **ف** ۔ یعنے بخشنے والا ہی انکو جو انھون نے قسم سے عورت کو ضرر پہونچایا ہی۔ **وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ** ۔ اور اگر انھون نے عزم کیا طلاق پر **ف** ۔ باین طور کہ رجوع نہ کیا۔ **فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ** ۔ لقولہم ۔ تو اللہ تعالے انکے قول کا سننے والا ہی۔ **عَلِيْمٌ** ۔ بعزمہم ۔ انکے عزم کا جاننے والا ہی پس طلاق واقع ہوجائیگی اور یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہی اور شافعی کے نزدیک اسپر اب طلاق دینا واجب ہی پس بقول شافعی بعد چار ماہ کے چاہیے قسم سے وطی کی طرف رجوع کرلے اور بقول ابوحنیفہؒ چار ماہ گذرتے ہی طلاق بائن پڑگئی۔ ہان اب دوبارہ مہر کے ساتھ چاہیے برضامندی عورت کے نکاح کرلے۔ واضح ہو کہ یہ ایلاء کا مسئلہ ہی یعنے جس مرد نے قسم کھائی کہ اپنی جورو سے وطی نہ کریگا اسکو چار مہینہ کی مدت دی گئی اسمین انتظار کیا جائیگا پس اگر اسنے اس مدت مین رجوع کیا یعنے وطی کرلی تو قسم ٹوٹ گئی اسکا کفارہ دیدے اور جورو مرد مین میل ہا اور اگر اس مدت مین رجوع بطور مذکور نکیا تو طلاق پڑگئی اور پھر رجوع نہین کرسکتا ہی اور یہ طلاق بائن ہوگی اور یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہی اور امام مالک و شافعی و احمد کے نزدیک اسکو چار مہینہ گذرنے کے بعد بھی رجوع کا اختیار ہی اور مدت مذکورہ گذرنے سے پر طلاق نہ پڑیگی بلکہ وہ قید کیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ یا تو رجوع کرے یا طلاق دیدے اور اسی اختلاف کی بنا پر ایلا کی تعریف مین اختلاف ہی پس ابوحنیفہ و سفیان ثوری و کوفیون کے نزدیک ایلاء یہ ہی کہ قسم کھاوے کہ اپنی عورت سے چار مہینہ یا زیادہ وطی نہ کریگا اور یہ عطاء کا قول ہی اور مالک و شافعی و احمد نے فرمایا کہ ایلاء یہ ہی کہ چار مہینے

زائد تک وطی نہ کرنے کی قسم کھاوے پس چار مہینہ تک وطی نہ کرنے کی قسم انکے نزدیک ایلا نہوگی اور ایک جماعت نے کہا کہ اگر قسم کھائی کہ ایک دن یا کم
یا زیادہ اپنی جورو سے وطی نہ کریگا پھر چار مہینہ اس سے وطی نہ کی تو ایلا کی وجہ سے بائن ہوجائیگی اور یہی قول ابن مسعودؓ و نخعی و ابن ابی لیلی و حکم و
حماد بن سلیمان و قتادہ و اسحق کا ہی اور قولہ للذین شامل ہی آزادون و غلامون کو جیسے من نسائہم شامل ہی آزادہ عورتون و باندیون کو جبکہ کسی مرد کے
نکاح مین ہون پس امام شافعی و احمد کے نزدیک انکا ایلا مثل آزاد کے ہی یعنے وہی مدت انکے لیے بھی ہی اور امام ابوحنیفہ و مالک و اسحق نے کہا کہ انکی
مدت دو مہینہ یعنے نصف ہی اور یہ زہری و عطاء رح کا قول ہی اور شعبی نے کہا کہ باندی کا ایلاء آزادہ کے ایلاء کا نصف ہی اور اللہ تعالےٰ نے یہ مدت اسواسطے
مقرر کردی کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ ایک سال و دو سال و زیادہ مدت تک ایلاء کرتے اور اس سے انکی غرض یہ ہوتی کہ عورت کو تنگ کرین اور ضرر پہونچاوین
تاکہ وہ مال مہر واپس کرکے خلع لے لے۔ اور اس بیان مذکورہ بالا سے ظاہر ہوا کہ اگر چار مہینہ سے کم پر وطی نہ کرنے کی قسم کھاوے تو ائمہ اربعہ مین سے کسی کے
نزدیک ایلاء شرعی نہوگا اگرچہ اسپر اطلاق ایلاء کا باعتبار معنے لغوی کیا جاوے چنانچہ صحیحین مین حضرت عائشہ رضی سے روایت ہی کہ ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم آلی من نسائہ شہرا یعنے رسول اللہ صلعم نے اپنی عورتون سے ایک مہینہ ایلاء کیا پس ایسی مدت کی ایلاء مین بالاتفاق اسکو اپنی قسم پوری کرنی چاہیے
اور شافعی وغیرہ کے نزدیک عورت کو ایسی مدت مین بلکہ چار مہینہ تک کی مدت مین مطالبہ کا اختیار نہین ہی اور اگر چار مہینہ سے زائد پر قسم کھائی
ہو تو چار مہینہ کے بعد امام شافعی وغیرہ کے نزدیک عورت کو اختیار ہی کہ شوہر سے مطالبہ کرے کہ وہ رجوع کرے یا طلاق دے پس اگر اسنے کچھ نکیا تو
حاکم اسکو قید کریگا پس اگر نہ مانا تو اسکی طرف سے طلاق دیدیگا تاکہ عورت کو مضرت نہ پہونچے اسیواسطے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ للذین یؤلون من
نسائہم تربص اربعۃ اشہر۔ ای انتظار چار ماہ ہی اور نسائہم کی لفظ مین دلالت ہی کہ ایلاء مخصوص ان عورتون سے ہی جن سے نکاح کیا ہو اور
جو باندیان مملوکہ ہون انسے ایلاء نہین ہوتا ہی کیونکہ انکو وطی کے لیے مطالبہ کا اختیار نہین ہی اور یہی جمہور کا مذہب ہی آور اربعۃ اشہر
یعنے الکی کی بحث مین ہون ۱۲
ای زوج کو اس مدت مین انتظار و توقف کا حق حاصل ہی اور ظاہر اسکا موید قول امام ابوحنیفہ ہی کہ چار ماہ کے اندر ہے نہ بعد چار ماہ کے۔ قولہ فان فاؤا۔ ای رجوع کیا
جس حال پر تھے اور یہ کنایہ ہی جماع سے جیسا کہ ابن عباس و مسروق و شعبی و سعید بن جبیر وغیرہم مانند ابن جریر وغیرہ نے کہا ہی اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قولہ
فان فاؤا فان اللہ غفور رحیم۔ مین دلالت ہی کہ اس رجوع اور وطی سے کفارہ لازم نہ آویگا جیسا کہ حدیث مین آیا ہی کہ جس شخص نے قسم کھائی کسی چیز پر پھر اور بات کو
اس سے بہتر دیکھا تو جسپر قسم کھائی ہی اسکا ترک کردینا اسکا کفارہ ہی جیسا کہ امام احمد و ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا ہی اور یہی شافعی کا قول قدیم ہی اور جمہور
علما کے نزدیک اس صورت مین اسپر کفارہ لازم آویگا کیونکہ صحیح احادیث مین وجوب کفارہ مذکور ہی اور یہی شافعی کا قول جدید ہی قال المترجم اور فان فاؤا
کے فاء تعقیب سے امام شافعی و مالک و احمد نے استدلال کیا ہی کہ وہ مقتضی ہی کہ اس مدت مذکورہ کے بعد اسکو رجوع کرنے یا طلاق کا اختیار باقی ہی اور نیز قولہ ان
عزموا الطلاق مشعر ہی کہ بعد مدت مذکورہ کے ہی آور نیز سمیع علیم مشعر ہی مسموع کو اور وہ طلاق کا کلام ہی کیونکہ خالی مدت کا گذرنا تو مسموع نہین ہی اور
ابن کثیر نے ذکر کیا کہ یہی جمہور متاخرین کا قول ہی کہ فقط مدت گذرنے سے طلاق واقع نہوگی جبتک کہ وہ طلاق نہ دے۔ اور ہم نے پہلے ذکر کیا کہ امام
ابوحنیفہ کے نزدیک رجوع کرنیکا اختیار اسی مدت مذکورہ مین ہی اسکے بعد نہین ہی بلکہ مدت گذرنے پر طلاق واقع ہوجائیگی کوئی حاجت طلاق دینے کی
نہوگی آور یہ فاء جو فان فاؤا مین ہی یہ تعقیب ذکری کی فاء ہی جو ایسے جملہ پر آتی ہی جو اپنے ماقبل کا تفصیل کرنے والا ہی اور معنے یہ ہین کہ پس تفصیل یہ ہی کہ
اگر اسنے مدت کے اندر رجوع کیا تو اللہ غفور رحیم ہی اور اسی کے شاہد ہی قراءۃ ابن مسعودؓ کہ انھون نے فان فاؤا فیہن فان اللہ غفور رحیم پڑھا ہی اور یہ
صریح ہی کہ رجوع اس مدت مذکورہ کے اندر ہی آور سمیع علیم کے معنے یہ ہین کہ سمیع انکے ایلا کا اور علیم انکے قصد کا ہی اور یہی مذہب متقدمین سلف و خلف کا
ہی کہ چار مہینہ گذرنے پر عورت پر طلاق پڑجائیگی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ یہی حضرت عمر و عثمان و علی و ابن مسعود و ابن عباس و ابن عمر و زید بن ثابت رض
۸

سے صحیح اسنادوں سے مروی ہے اور یہی قول ابن سیرینؒ و مسروقؒ و قاسمؒ و سالمؒ و حسنؒ و ابوسلمہ و قتادہ و شریح قاضیؒ و قبیصہ بن ذویبؒ و عطاء و ابوسلمہ بن عبدالرحمن و سلیمان بن طرخان تیمی و ابراہیم نخعیؒ و ربیع بن انسؒ و سدیؒ وغیرہم رحمہم اللہ کا ہے پھر اسمیں سلفؒ کے خلف کے دو قول ہیں کہ چار مہینہ گذرنے پر طلاق رجعی واقع ہوگی یا طلاق بائن واقع ہوگی پس اگلا قول یہ کہ طلاق رجعی واقع ہوگی اور یہی قول سعید بن المسیبؒ و ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام و مکحول و ربیعہ و زہری و مروان بن الحکم کا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ طلاق بائنہ واقع ہوگی اور یہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ابن مسعودؓ و عثمانؓ و ابن عباسؓ و ابن عمرؓ و زید بن ثابتؓ سے مروی ہے اور یہی قول عطاء و جابر بن زید و مسروقؒ و عکرمہ و حسنؒ و ابن سیرینؒ و محمد بن الحنفیہؒ و ابراہیمؒ و قبیصہ بن ذویبؒ و ابوحنیفہؒ و ثوریؒ و حسن بن صالح کا ہے اور ان سب سلف و خلف نے جو چار ماہ گذرنے پر طلاق خواہ بائنہ یا رجعیہ واقع ہونے کے قائل ہیں عورت پر عدت واجب کہتے ہیں ہکذا ذکرہ الشیخ ابن کثیرؒ پھر فئی یعنی رجوع کی تفسیر پہلے حضرت ابن عباسؓ وغیرہم سے مذکور ہوئی کہ کنایہ جماع سے ہے اور ابن المنذرؒ نے کہا کہ اہل علم اس امر پر متفق ہیں کہ فئی یہاں جماع ہے جسکو کوئی عذر نہوا اور ائمہ حنفیہ نے کہا کہ اگر مریض ہو یا قید ہو تو زبان سے کہدیا کہ میں نے رجوع کیا کافی ہے بشرطیکہ مدت مذکورہ کے اندر ہو اور امام شافعیؒ کے نزدیک زوال عذر تک عورت مذکورہ اسکی جورو رہیگی پھر عذر زائل ہونے کے بعد یا جماع کرے یا طلاق دے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ قولہ فان عزموا الطلاق۔ اور عزموا علی الطلاق اسواسطے کہ عزم کا تعدیہ علی سے ہوتا ہے ولیکن عزم یہاں بمعنے تصمیم ہے اور صمموا الطلاق ہے اسواسطے بدون حرف کے متعدی ہوا اور اسمیں اشعار ہے کہ عدم رجوع بھی تصمیم طلاق ہے حتی کہ بعد چار ماہ گذرنے کے طالقہ ہو جائیگی فافہم۔ پھر چونکہ سلسلۂ کلام عورت کے طلاق ہو جانے تک آگیا لہذا بعد کو مطلقہ عورت کی عدت کو کلی بیان فرمایا۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ

اور طلاق پائی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو　تین حیض تک　اور انکو حلال نہیں　کہ چھپا رکھیں　جو پیدا کیا اللہ نے

فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا

انکے پیٹ میں　اگر ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر　اور انکے خاوندوں کو پہونچتا ہے پھیر لینا انکا　اتنی دیر میں　اگر چاہیں

اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ

صلح کرنی　اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا اون پر حق ہے موافق دستور کے　اور مردوں کو　ان پر　درجہ ہے　اور اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

زبردست ہے تدبیر والا

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ۔ اور مطلقہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو یعنی دوسرے مرد سے نکاح نکریں ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ۔ تین قروء تک۔ ف۔ قروء جمع قرء بمعنے حیض و طہر دونوں آتا ہے ابوحنیفہؒ نے دلائل اجتہادی سے نکالا کہ اس مشترک سے یہاں حیض مراد ہے پس جس طہر میں طلاق دی گئی اسکے بعد مطلقہ تین حیض تک رکی رہے۔ پھر تیسرے حیض سے پاک ہو کر چاہے نکاح کرے۔ شافعیؒ نے نکالا کہ طہر مراد ہے پس جس طہر میں طلاق دی گئی تین طہر تک منتظر رہے۔ ہر حیض کے بعد دوسرے حیض تک جو زمانہ ہے وہ طہر ہے۔ پھر اسی انتظار کرنیکا نام عدت ہے۔ یہ عدت فقط ان عورتوں میں ہے جو مدخولہ ہوں جن سے شوہر نے وطی کرلی ہو خواہ حقیقۃً وطی کی ہو یا خلوت میں رہا ہو تو احتیاطاً عدت ہے اگر زفاف سے پہلے ہی طلاق دیدی تو کچھ عدت نہیں لقولہ تعالیٰ۔ فان لم تکونوا دخلتم بہن فمالکم علیہن من عدۃ الآیہ۔ یعنے اگر تمنے اپنی عورتوں سے دخول نکیا ہو تو تمہارے لیے انپر کوئی عدت نہیں ہے۔ ھ۔ پھر مدخولہ کی عدت قروء جبھی ممکن ہے کہ اسکو حیض آتا ہو اور اگر بوڑھی آئسہ ہو جو اولاد کی آس نہیں رکھتی یعنے حیض منقطع ہوچکا تو وہ تین ماہ تک انتظار کرے

یعنے عدت بیٹھے۔ لقولہ تعالے۔ واللائی یئسن من المحیض بعد تہن ثلثۃ اشہر الآیۃ۔ یعنے جو عورتیں کہ حیض سے آئسہ ہو چکیں تو انکی عدت تین ماہ ہے۔ ھ۔ اسیطرح اگر دس گیارہ برس کی غیر بالغہ سے نکاح کیا مگر وہ وطی کے قابل ہے پھر وطی کر کے طلاق دی تو اسکی عدت بھی تین ماہ ہے۔ اور اگر حاملہ کو طلاق دی تو اسکی عدت یہ کہ بچہ جنے لقولہ تعالے اجلہن ان یضعن حملہن الآیہ۔ چنانچہ سورۂ طلاق میں ہے۔ حتی کہ اگر طلاق کے دوسرے روز جنی تو عدت پوری ہو گئی۔ واضح ہو کہ طلاق کے بعد اسقدر مدت گذر جانا چاہیے کچھ نیت کی ضرورت نہیں ہے مثلاً زید نے سفر میں دور سے عورت کو طلاق دی تھی کہ روز طلاق سے تین ماہ یا تین حیض کے بعد عورت کو خبر پہونچی تو عدت بھی ہو چکی۔ پھر یہ آزاد بیوں کی عدت مذکور ہوئی اور باندیوں کی عدت دو حیض یا ڈیڑھ مہینہ یا وضع حمل ہے۔ جیسے باندیوں کے حق میں دو ہی طلاق کے بعد حلالہ واجب ہوتا ہے حدیث میں ہے کہ باندی کی طلاق دو ہے اور اسکی عدت دو حیض ہے (الترمذی وغیرہ) پس حاصل یہ نکلا کہ ایسی مطلقات جو مدخولہ ہوں و آئسہ و صغیرہ و حاملہ نہوں و باندی نہوں تو وہ تین قروء تک اپنے آپکو نکاح غیر سے روکے رکھیں۔ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ۔ اور ان مطلقات کو حلال نہیں کہ اللہ تعالے نے انکے ارحام میں جو کچھ پیدا کیا اسکو چھپاویں۔ ف بلکہ بچہ ہو تو ظاہر کر دیں اور اسیطرح حیض کو بھی ٹھیک ٹھیک ظاہر کر دیں اور اسوغرض سے چھپانا کہ دوسرے شوہر سے جلدی نکاح کر لیں یہ انکو حلال نہیں ہے۔ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ اگر وہ اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لائی ہیں ف تو ہرگز نہ چھپاویں کیونکہ اسمیں نطفہ خلط ہو جائیگا اور خرابیاں پیدا ہونگی اور اس سے معلوم ہوا کہ کم سے کم تین روز حیض ہے اور کم سے کم پندرہ روز طہر ہے تو اتنی مدت کے حساب سے جب عورت بتلاوے کہ عدت گذر گئی تو اسی کے قول پر اعتماد ہوگا کیونکہ اس بارہ میں وہی امینہ رکھی گئی ہے۔ پھر واضح ہو کہ سنت طریقہ طلاق یہ ہے کہ طہر میں بغیر جماع کے ایک طلاق دیدے اور چھوڑ دے کہ عدت گذر جاوے تو نکاح سے خارج ہو جائیگی پھر نادم ہو کر چاہے نکاح جدید کر لے اگرچہ دو طلاق تک دے چکا ہو اور اگر تین طلاقیں پوری کر چکا تو بغیر حلالہ جائز نہیں ہے جیسے یکبارگی تینوں طلاقیں دینے میں حکم ہے۔ یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔ پھر ایک یا دو طلاق تک جب تک عدت نہ گذرے تو نکاح سے خارج نہیں ہوتی ہے حتی کہ شوہر چاہے رجوع کر لے لقولہ تعالے۔ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ۔ اور مطلقات کے شوہر اپنی مطلقات کے پھیرنے میں خود ہی احق ہیں ف عورت کی ناخوشی و انکار کا کچھ اعتبار نہیں۔ فِي ذَٰلِكَ۔ اسی زمانہ میں ف یعنے اسی عدت کے زمانہ میں مرد کو پھیر لینے کا البتہ مستقل اختیار ہے اور اگر عدت گذر چکی تو پھر جدید نکاح ہو سکتا ہے لیکن اسمیں عورت کی رضامندی شرط ہے یہ سب اسی وقت ہوگا کہ طلاقیں تین پوری نہو گئی ہوں یا باندی کی پوری دو طلاقیں نہو گئی ہوں تو عدت میں شوہر ہی کو اختیار ہے کہ نکاح میں رجوع کر لے اور جدید نکاح کی یا عورت کی رضامندی کی ضرورت نہیں ہے۔ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا۔ اگر شوہروں کی مراد باہمی اصلاح ہو ف تو اپنی مطلقہ سے رجوع کر لے اس کلام سے شوہروں کو آمادہ فرمایا کہ مطلقہ سے رجوع کرنے میں انکی غرض باہمی اصلاح ہو اور یہ نیت نہو کہ عورت کو دکھ پہونچاویں اور پھر مثلاً ڈیڑھ دو مہینہ کے بعد طلاق دیں پھر اسی طرح رجوع کر کے پھر دیر کر کے تیسری طلاق دیں تاکہ اسکو ہر طلاق کے بعد عدت شمار کرتے کرتے بہت زمانہ گذرے حتی کہ لاچار ہو کر وہ مال مہر پھیر کر خلع کرائے تو یہ حرام ہے اگرچہ ظاہر میں جب شوہر رجوع کریگا تب رجوع کا حکم ٹھیک ہوگا کیونکہ دلی نیت کوئی نہیں جانتا لیکن اللہ تعالے عالم الغیب عز و جل اسکو بعد موت کے ماخوذ کریگا۔ اور اصلاح یہی ہے کہ باہمی حقوق کا لحاظ ہو۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ اور عورتوں کے لیے بھی حقوق ویسے ہی ہیں بطور معروف جیسے کہ خود عورتوں پر ہیں ف کہ شوہر کی اطاعت کریں و مانند اسکے لیکن اس سے شوہر و عورت میں برابری مراد نہیں۔ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ۔ اور مردوں کے واسطے زوجات پر فضیلت درجہ بلندی ہے ف حتی کہ حدیث میں ہے کہ اگر میں کسیکو دوسرے کے لیے خدا تعالی سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو اپنے خاوند کے لیے حکم دیتا۔ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ اور اللہ تعالے غالب حکمت والا ہے ف اسنے اپنی مخلوقات میں حکمت سے حکم فرمایا ہے۔ واضح ہو کہ ابن ابی حاتم نے اسماء بنت یزید بن السکن الانصاریہ سے حدیث کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں

جسکو طلاق دی گئی اور طلاق یافتہ عورت کے واسطے کوئی عدت نہ تھی پس اللہ تعالیٰ نے طلاق کی عدت نازل فرمائی پس اسماء بنت یزید ہی پہلی عورت ہیں جسکے
حق میں طلاق کی عدت اُتری یعنے قولہ تعالیٰ والمطلقات یتربصن بانفسہن ثلثة قروء الآیہ ۔ (غریب جدا) اور جاہلیت میں طلاق کی بھی کوئی حد نہ تھی ہے ہزار
طلاق دیے و ہزار بار رجوع کرلے پس اللہ تعالیٰ نے طلاق و عدت کی حد مقرر کر دی (م) شرع میں طلاق یعنے عقد نکاح کھول دینا پس مطلقہ وہ عورت جسکو اسکے
شوہر نے طلاق دی ہو عام اس سے کہ وہ منکوحہ خواہ نابالغہ ہو یا کہ بالغہ خواہ مدخولہ یا غیر مدخولہ جوان ہو کہ اسکو حیض آتا ہو یا حاملہ ہو کہ بسبب عارض حمل کے
حیض سے بند ہو یا بوڑھی ہو کہ بڈھیا ہو جانے سے وہ حیض وغیرہ سے مایوس ہوا ور عام اس سے کہ آزادہ عورت ہو یا کسی کی باندی سے نکاح کیا ہو ۔
پس مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے المطلقات عام لیا جو سب کو شامل ہے پھر یہاں مطلقات میں آزادہ منکوحہ مدخولہ جوان جسکو بلا مانع حمل حیض آتا ہو
رکھی اور باقیوں کی تخصیص کی پھر مدخولہ تو بالغہ بھی ہوتی ہے اور کبھی نابالغہ قریب بلوغ بھی ہوتی ہے اور کبھی بالغہ بھی مدخولہ نہیں ہوتی جبکہ بدون دخول کے
کے اوسکو طلاق دیدی ہو پھر تخصیص کا بیان اوپر گزرا ۔ پھر ائمہ حنفیہ کے نزدیک خلوت صحیحہ بھی مہر و عدت لازم ہونے کے حق میں دخول کے قائم مقام
ہوگی اور خلوت صحیحہ یہ ہے کہ مرد و زوجہ تنہائی میں بغیر مانع مرض و روزہ و احرام و اجنبی وغیرہ کے جمع ہوں تربص یعنے انتظار ہے اور اکثروں کے نزدیک یتربصن
خبر بمعنے امر ہے اور لیتربصن صیغہ جمع امر مؤنث غائب ابن العربی رح نے خبر بمعنے امر ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ دونوں انواع متباین ہیں یا یہ دوسرے
کے معنے میں نہیں ہو سکتے مع ہذا ایسی مطلقہ بھی پائی جاتی ہیں جو بطور نافرمانی کے انتظار نہیں کرتی ہیں پس خلاف خبر الٰہی واقع ہونا محال ہے بلکہ یہ
حکم شرعی کی خبر ہے یعنے مطلقہ کے واسطے تربص مشروع ہے پس اگر کوئی مطلقہ ایسی پائی جاوے جو تربص نہیں کرتی ہے تو ظاہر ہوگا کہ اسنے خلاف مشروع
کام کیا ۔ پھر ابن عبد البر رح نے کہا کہ علما متفق ہیں کہ قرء اہل عرب کے نزدیک حیض و طہر دونوں پر بولا جاتا ہے ۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ سلف و خلف و متاخرین علما نے
اختلاف کیا کہ یہاں قروء سے کیا مراد ہے پس اسمیں دو قول ہیں ایک یہ کہ مراد اطہار ہیں امام مالک نے موطا میں عائشہ سے روایت کی کہ حفصہ بنت عبد الرحمن
بن ابی بکر کو جب تیسرا حیض شروع ہوا تو عائشہ رض نے اسکا دوسرا نکاح کردیا زہری نے کہا کہ میں نے اسکو عمرہ بنت عبد الرحمن سے ذکر کیا تو انھوں نے کہا
کہ عروہ نے سچ کہا ہے اور عائشہ سے اسپر بعض لوگوں نے مجادلہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ ثلثة قروء پس عائشہ نے جواب دیا کہ تمنے سچ
کہا ولیکن جانتے ہو کہ اقراء سے مراد کیا ہے اس سے اطہار مراد ہیں ۔ مالک نے نافع کے طریق سے عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ مرد نے
جب اپنی جورو کو طلاق دی پھر مطلقہ مذکورہ کو تیسرا حیض شروع ہوا تو مطلقہ مذکورہ اس مرد سے بالکل بری ہوگئی اور مرد مذکور اس عورت سے بالکل
بری ہوگیا ۔ قال المترجم یعنے کسی مرد نے اپنی جورو کو مسنون طور پر طہر کی حالت میں تین عدد سے کم ایک یا دو طلاق دیں کہ پھر رجوع کر سکتا ہے تو جب
وہ عورت عدت میں بیٹھی پس اسکو یہ طہر گذر کر حیض آیا پھر پاک ہوگئی دوسرا طہر ہوا پھر حیض دوسرا آکر پاک ہوئی تو تیسرا طہر شروع ہوا پھر جب تیسرا حیض
شروع ہوا کہ تینوں طہر ختم ہوئے اور انتظار کی مدت پوری ہوئی اور عورت مذکورہ مرد مذکور کے نکاح سے بالکل بری ہوگئی اب وہ تیسرا حیض شروع ہونے سے
رجوع کرنے کا مستحق نہ رہا لیکن چونکہ پوری تین طلاق نہیں دی ہیں لہذا دوسرا نکاح اس سے کر سکتا ہے یہ شرح قول ابن عمر اور عائشہ رض کی ہے واللہ اعلم ۔
مالک نے کہا کہ یہی بات ہمارے نزدیک شہر میں ہے یعنے قروء سے مراد اطہار ہیں اور ایسا ہی ابن عباس و زید بن ثابت و سالم و قاسم و عروہ و سلیمان بن یسار
وابو بکر بن عبد الرحمن و ابان بن عثمان و بقیہ فقہائے سبعہ سے مروی ہے اور یہی مذہب مالک و شافعی و ابو ثور و داؤد وغیرہم کا ہے اور استدلال انکا بقولہ
تعالیٰ فطلقوہن لعدتہن الآیہ ہے یعنے طلاق دو عورتوں کو اوقات عدت کیلئے اور اسمیں خلاف نہیں کہ حکم طلاق کا وقت طہر ہے پس جب طلقوہن لعدتہن
میں وہ طہر جسمیں طلاق دی گئی ہے عدت میں شمار کیا گیا اور تین طہروں میں سے ایک طہر قرار دیا گیا تو معلوم ہوا کہ بعد دو حیض گذرنے کے اور تیسرے حیض
شروع ہونے پر انتظار کی میعاد ختم ہوگی اسیواسطے ان لوگوں نے کہا کہ تیسرے حیض شروع ہوجانے پر اسکی عدت گذر جاویگی قال المترجم جواب

دیا گیا کہ اس صورت میں اخیر کے دو طہر کامل ہونگے اور اول طہر جسمیں طلاق دی ہے اسمیں سے بعض ہوگا پس عدد منصوص یعنے ثلثہ پورے نہوے بلکہ کچھ کم تین
ہونگے اور یہ خلاف نص آیت ہے اسیواسطے حضرت عائشہؓ پر اہل علم نے اعتراض کیا تھا اور حق یہ ہے کہ اسکا کوئی جواب قابل اعتماد نہین ہے اور بیضاوی
نے اسپر دوسری دلیل ذکر کی کہ حضرت صلعم نے عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تو اپنے بیٹے کو حکم دے کہ اپنی جورو سے جسکو طلاق دی ہے رجوع کرلے پھر اسکو رہنے دے یہانتک
(یعنے حیض میں) کہ طاہر ہو پھر حائضہ ہو کر طاہر ہو پس چاہے اسکے بعد اسکو رکھے اور چاہے طلاق دے بدون اسکے کہ اس سے جماع کیا ہو۔ فتلک العدۃ التی امر اللہ تعالے
ان تطلق لہا النساء۔ پس یہ عدت ہے کہ حکم کیا اللہ تعالے نے کہ طلاق دیجاوین اسکے وقت پر عورتین اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے مترجم
کے نزدیک یہ بھی ضعیف ہے پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ قول دوم یہ ہے کہ قروء سے مراد حیض ہین اور اس قول پر عورت مطلقہ کی عدت پوری نہوگی یہانتک
کہ وہ تیسرے حیض سے پاک ہو جاوے اور بعض نے زیادہ کیا کہ اور غسل بھی کرلے چنانچہ حضرت ثوری نے عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ روایت کی کہ ہم لوگ
حضرت عمر بن الخطاب کے پاس تھے کہ ایک عورت آئی اور کہا کہ میرے شوہر نے مجھے ایک طلاق یا کہا دو طلاق دین پھر میرے پاس آیا اس حال مین کہ مین نے
کپڑے اتارے اور دروازہ بند کیا تھا (یعنے تیسرے حیض سے پاک ہو کر نہانے کے لیے) پس حضرت عمرؓ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ میری راے مین یہ اسکی جورو
ہے قبل اسکے کہ اسکو نماز حلال ہو تو عبد اللہؓ نے کہا کہ مین بھی ایسا ہی جانتا ہون **قال المترجم** یعنے اس سے ثابت ہوا کہ تیسرے حیض سے پاک ہو کر
غسل سے پہلے تک وہ عدت مین ہوتی ہے جیسا کہ بعض نے زیادہ کیا ہے بالجملہ تین حیض تک تو اسکی عدت اس قول پر متعین ہے **قال ابن کثیر** اور یہی
قول حضرت ابوبکر صدیقؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علی کرم اللہ وجہہ و ابو الدرداء و عبادہ بن الصامت و انس بن مالک و عبد اللہ بن مسعود و معاذ بن جبل و ابی
بن کعب و ابو موسی اشعری و عبد اللہ بن عباس و سعید بن المسیب و علقمہ و اسود و ابراہیم و مجاہد و عطاء و طاؤس و سعید بن جبیر و عکرمہ و محمد بن سیرین
و حسن و قتادہ و شعبی و ربیع بن انس و مقاتل بن حیان و سدی و مکحول و ضحاک و عطاء خراسانی سے مروی ہے کہ ان سب نے فرمایا کہ یہان قروء سے مراد حیض
ہین اور یہی مذہب ابو حنیفہؒ و انکے اصحاب کا اور یہی دو روایتون مین سے اصح روایت امام احمد بن حنبل سے ہے اور اثرم نے امام احمد سے حکایت کی کہ
امام احمد نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مین سے بڑے بڑے اکابر قوم کہتے ہین کہ قروء یہان حیض ہین اور یہی مذہب امام ثوری و اوزاعی
و ابن ابی لیلی و ابن شبرمہ و حسن بن صالح و ابو عبید و اسحق بن راہویہ کا ہے اور اسیکا مؤید ہے جو ابو داؤد و نسائی نے فاطمہ بنت ابی حبیش سے روایت کیا
کہ حضرت صلعم نے اس سے کہا کہ دعی الصلوۃ ایام اقرائک۔ یعنے اپنے اقراء کے دنون مین نماز چھوڑ دے یعنے حیض کے دنون مین **قال ابن کثیر** پس
اگر یہ روایت صحیح ہو تو صریح ہوگی کہ قرء حیض ہے ولیکن منذر بن المغیرہ راوی کے حق مین ابو حاتم نے کہا کہ مجہول ہے مشہور نہین ہے اور ابن حبان نے اسکو
ثقات مین ذکر کیا ہے **قال المترجم** یہ قول اسوقت درست ہو سکتا ہے کہ قرء کا لفظ مشترک نہ لیا جاوے اور پہلے معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک مشترک
ہے علاوہ برین اسمین حیض پر قرء کا اطلاق ہے اور اسکو کوئی منع نہین کرتا ہے ہان صریح و قوی دلیل اس قول کی وہ حدیث ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ پوری طلاق باندی کی دو طلاق ہین اور عدت اسکی دو حیض ہین اسکو ابن ماجہ و بیہقی نے ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کیا اور ابو داؤد
و ترمذی و ابن ماجہ و دارقطنی و حاکم نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً روایت کیا اور حاکم نے اسکی تصحیح کی اور عنقریب آویگا انشاء اللہ تعالے اور ہدایہ وغیرہ
مین جو یہان دلیل عقلی مذکور ہے کہ مقصود اس سے رحم کی پاکی لفظ سے ظاہر ہوتا اور وہ حیض سے حاصل ہے نہ طہر سے تو یہ دلیل ضعیف ہے جیسے عقلی دلیلونکا
حال ہوا کرتا ہے کیونکہ طہر کے قائل لوگون کے طریق پر بھی بیچ مین حیض آجاتے ہین اور اگر کہا جاوے کہ کبھی حمل کی حالت مین بھی ایک دو بار خون آجاتا ہے
تو جواب یہ ہے کہ وہ لوگ تیسری بار خون آنے پر انقطاع عدت کے قائل ہین فتأمل۔ قولہ ولا یحل لہن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامہن۔ ما موصولہ کی
تفسیر مین اختلاف ہے بعض نے کہا کہ حیض اور بعض نے کہا حمل اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ عام مراد ہے حمل ہو یا حیض ہو اور یہ قول ابن عباسؓ و ابن عمرؓ

ومجاہد وشعبی وحکم بن عتیبہ وربیع بن انس وضحاک وغیرہم کا ہی اور ابن ابی حاتم نے ابن عمرؓ سے اس آیت میں روایت کی کہ عورت کو حلال نہیں کہ حمل چھپاوے اگر حاملہ ہو اور حلال نہیں کہ حیض چھپاوے اگر حائضہ ہو۔ قولہ ان کن یومن باللہ والیوم الآخر۔ یعنی نہ چھپاویں اگر ایمان دار ہیں آور یہ انکی عدت کے لیے شرط نہیں ہی کیونکہ کافرہ ہوں تو بھی عدت واجب ہوگی بلکہ یہ تشدید و تغلیظ ہی اور تحت تہدید ہی کہ اگر حیض یا حمل کو چھپاوینگی تو گویا مستحق اسکی نہ ہونگی کہ اپر مومنہ کا اطلاق کیا جاوے آور مراد یہ ہی کہ چھپانے والی کا ایمان کامل نہوگا۔ اور ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ اسمین دلیل ہی کہ حیض سے عدت پوری ہونے یا حمل ہونے وغیرہ مین عورت ہی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ یہ بات ایسی ہی کہ عورت ہی کی طرف سے معلوم ہوسکتی ہی اور اسپر گواہ قائم کرنا غالبًا متعذر ہی اسیواسطے حق بات بیان کرنا عورتون پر رکھا مگر انکو وعید و تہدید کردی کہ اپنے ایمان جانے رہنے اور عذاب آخرت سے ڈرین اور رسوا ہے حق بات سے کسی غرض کی وجہ سے جھوٹ و بولین۔ **قال المترجم** ہشام رحمہ نے طلاق رجعی مین دعوی کیا کہ میں نے اس عورت سے قبل انقضاے حیض سوم کے رجوع کیا ہی اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ میرا حیض ختم ہوگیا تھا تو قول عورت کا قبول ہوگا اور اگر مرد نے گواہ دیے پس اگر گواہون نے یہ کہا کہ اسنے تیسرے حیض ختم سے پہلے رجوع کیا ہی تو بعض نے کہا کہ قبول ہونگے اور بعض نے کہا کہ نہیں اور اگر گواہون نے یہ کہا کہ اس عورت نے اقرار کیا ہی کہ میرے اس شوہر نے مجھسے تیسرے حیض پورے ہونے سے یا عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کیا ہی تو بالاتفاق قبول ہونگے آور اسیطرح کبھی حمل عورت کو معلوم ہو مگر اسنے اس غرض سے کہ مرد رجوع نہ کرسکے چھپا ڈالا اور حیض سے اپنی عدت ختم ہوجانیکا دعوی کرکے دوسرے سے نکاح کرلیا اور حمل مذکور اسکے سر ڈالا اور خرابی ڈالدی اور کبھی عورت کی عدت تین حیض سے پوری ہوگئی مگر اسنے اس غرض سے کہ نفقہ شوہر کے ذمہ رہے ظاہر نہ کیا۔ علی ہذا القیاس اغراض فاسدہ بہت ہین جو بوجود مرد کے حق مین مضر ہین لہذا تہدید فرمائی کہ حق بات نہ چھپاوین۔ قولہ وبعولتہن احق بردہن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا۔ یعنے مطلقہ کا شوہر جسنے اسکو طلاق دی ہی اسکو پھیر لینے کا احق ہی جب تک کہ مطلقہ مذکورہ اسکے طلاق کی عدت مین ہی جبکہ مراد اسکے پھیر لینے سے اصلاح و بھلائی ہو اور درستی کرنا ہو۔ اور احق یہان فاعل کے معنے مین ہی **ذکرہ البیضاوی** اور کشاف مین کہا یابین معنے کہ اگر مرد نے رجعت کو چاہا اور عورت نے انکار کیا تو قول مرد ہی کا قبول ہوگا اور عورت کے قول پر اسکو ترجیح ہوگی پس وہ احق ہوا اور خطیب نے کہا کہ میرے خیال مین آتا ہی کہ اسکے یہ معنے ہین کہ احق بردہن ان مفارقتہن یعنے مفارقت کی بہ نسبت رجوع کرنا احق ہی آور مترجم کہتا ہی کہ نہین بلکہ احق یہان بغیر منازعت ہی یعنے مرد ہی مستحق ہی جیسا کہ سیوطی رح نے کہا اور یہ استعمال معروف شائع ہی آور ضمیر مونث بعولتہن اور بردہن مین مطلقات رجعیہ کی طرف راجع ہی کیونکہ مطلقات تو ایک و طلاق والی اور تین طلاق والی سب کو شامل ہی اور تین طلاق والی مطلقہ سے رجعت کا اختیار نہین ہی کیونکہ وہ بائنہ ہوجاتی ہی کہ بغیر حلالہ کے نکاح جدید مین بھی نہین آسکتی ہی پس اس صورت مین ضمیر بہ نسبت مرجع کے خاص ہوگی اور مفسر نے مقدمہ مین کہا کہ اسمین کوئی امتناع نہین جیسا کہ اگر مرجع کو بطور ظاہر خاص کرکے ذکر فرمایا جاتا تو روا تھا آور اسی آیت سے بعض اصولیون نے استدلال کیا ہی کہ ضمیر مخصص ہوسکتی ہی کیونکہ یہان بعولتہن احق بردہن کی ضمیر سے عموم مطلقات کی تخصیص ان مطلقات سے ہوگئی جو رجعیہ طلاق سے مطلقہ ہون اور **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے اسکو رد کردیا اور فرمایا کہ جب یہ آیت اتری ہی تو مطلقہ بائنہ کا وجود ہی نتہا پس جو شخص اپنی جورو کو طلاق دیتا اگرچہ وہ سو طلاق دیتا تب بھی اسکو رجعت کا اختیار تھا پھر جب اسکے بعد والی آیت اتری اور لوگ تین ہی طلاق مین منحصر کیے گئے تو مطلقہ دو قسم کی ہوگئین ایک مطلقہ رجعیہ جنکو تین طلاق سے کم دی گئی ہون اور دوم مطلقہ بائنہ جنکو تین طلاق دی گئی ہون یا بلفظ بائن کردی گئی ہون پس علی ہذا قولہ المطلقات بعض مین مطلقات رجعیہ ہین پس ضمیر اپنے مرجع سے اخص نہوئی وسیاق الکلام فیہ انشاء اللہ تعالے اگر کہا جاوے کہ ان ارادوا اصلاحا شرط ہی پس بدون ارادہ اصلاح کے رجعت جائز نہوگی اور جواب یا گیا کہ یہ شوہرون کو آمادہ کرنے کے واسطے ہی کہ اصلاح کا قصد کرین اور ضرر رسانی کے قصد سے رجوع کرنے سے ممانعت ہی اگرچہ رجعت صحیح ہوجاویگی لیکن حرام کا مرتکب ہوگا کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ولا تمسکوہن ضرارا لتعتدوا۔ یعنے مطلقہ عورتون کو

ضرر پہونچانے کے لیے رجعت کرے کہ مدت رہکو تاکہ اسپر تعدی کرے یعنے لاچار ہو کر خلع لے لیں۔ اور علما ظاہر یہ کے نزدیک قصد اصلاح شرط صحت رجعت ہی اور جاننا چاہیے کہ فی ذلک سے مراد یہ ہی کہ زمانہ تربص میں رجوع کا اختیار رکھتا ہی اور اگر زمانہ تربص یعنے عدت پوری ہوگئی تو عورت خود مختار ہی اور بدون نکاح جدید و مہر جدید کے پہلے شوہر کو حلال نہیں ہوسکتی بشرطیکہ اسنے تین طلاق نہ دی ہوں اور اگر تین طلاق دی ہوں تو بدون دوسرے مرد سے نکاح کرنے اور اسکی وطی کے و اسکی طلاق کی عدت پوری ہوجانے کے شوہر اول پر نکاح جدید سے حلال نہوگی جیسا کہ عنقریب آتا ہی انشاء اللہ تعالے پھر نکاح جدید سے بھی جواز جب ہی کہ عورت راضی ہو ورنہ اسکو اختیار ہی اور یہ جو مذکور ہوا اسمیں کچھ اختلاف نہیں ہی اور اگر عدت کے اندر رجوع کیا تو رجوع کرنا زبانی بھی ہوسکتا ہی مثلا شوہر کہے کہ مین نے اس عورت سے رجوع کیا اور اس سے وطی کر لینے سے بھی ہوسکتا ہی اور اسپر احکام نکاح میں سے کچھ لازم نہ آویگا بلکہ وہی نکاح سابق بحالہ باقی ہی اور اسمین بھی کچھ اختلاف نہیں ہی۔ قولہ ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف۔ یعنے جیسے شوہرون کے عورتون پر حق ہین مثلا وہ طلاق و رجعت کے مختار ہین ویسے ہی عورتون کے شوہرون پر بھی زوجیت کے حقوق ہین اور کرخی نے فرمایا کہ واجب ہونے مین یکسان ہین پس عورت پر مرد کی طاعت واجب ہی تو مرد پر عورت کو شرعی طور پر کھانا و کپڑا دینا اور خوش خلقی سے ساتھ بسر کرنا لازم ہی اور یہ نہین کہ اگر عورت نے اسکو کھانا پکا کر کھلایا تو مرد بھی اسکے لیے کھانا پکاوے اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ فرمایا کہ مین پسند کرتا ہون کہ عورت کے واسطے اپنی زینت کرون جیسے اپنے واسطے عورت کا زینت کرنا پسند کرتا ہون کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف۔ اسکو ابن جریر و ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ ابن عباس کا استدلال کمال تقوی پر مبنی ہی کیونکہ اسمین بھی حق عورت کا نہ رہنے پاوے اگرچہ یہ حقوق واجب مین سے نہین اسیواسطے مستحب کیطرف اشارہ کیا کہ مین پسند کرتا ہون لیکن بالمعروف سے یاد رکھنا چاہیے کہ مرد اپنی عورت کے واسطے اسیقدر زینت کرے جو شرع مین مباح ہی پس یہ روا نہین کہ مہندی لگاوے اور زنانہ آرایش کرے اور شرع کے نزدیک خبیث صورت بناوے اگرچہ وہ اپنے نفس و شیطان کے نزدیک خوبصورت جانتا ہو اور علی ہذا عورت بھی مرد کے واسطے وہی زینت کر سکتی ہی جو شرع مین مباح ہی نہ آنکہ مردانہ جوتہ پہنے اور خلاف شرع لباس پہنے کیونکہ یہ سب حرام ہی اور حدیث مین عمرو بن الاحوص سے روایت ہی کہ رسول صلعم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تمہارا تمہاری عورتون پر حق ہی اور تمہاری عورتون کا تمپر حق ہی پس تمہارا حق تمہاری عورتون پر یہ ہی کہ تمہارا بچھونا ایسے شخص سے نہ روندوا دین جسکو تم مکروہ جانتے ہو اور نہ اجازت دین تمہارے گھر مین آنے کی ایسے شخص کو جسکو تم مکروہ جانتے ہو اور انکا حق تمپر یہ ہی کہ انکے کھانے اور کپڑے مین انکے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ اخرجہ الترمذی وصححہ۔ اور صحیح احادیث سے یہ حکم بھی ثابت ہی کہ حاجت معمولی جیسے مرد کو عورت کی طرف ہوتی ہی ویسے ہی عورت کو مرد کی طرف ہی یہ حق بھی عورت کا پورا کرے اور دیگر حقوق معروف ہین جو متفرق احادیث مین ہین

ٱلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌۢ بِإِحْسَٰنٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَأْخُذُوا۟ مِمَّآ

طلاق دو بار ہی پھر رکھنا ہوا حق دستور کے یا رخصت کرنا نیکی کے ساتھ اور تمکو روا نہین کہ لے لو کچھ اپنا

ءَاتَيْتُمُوهُنَّ شَيْـًٔا إِلَّآ أَن يَخَافَآ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ

دیا ہوا عورتون کو مگر کہ وہ دونون ڈرین کہ نہ ٹھیک رکھینگے قاعدے اللہ کے پھر اگر تم لوگ ڈر کرو کہ وہ نہ ٹھیک رکھینگے قاعدے اللہ کے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا ٱفْتَدَتْ بِهِۦ ۗ تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ

تو نہین گناہ دونون پر جو بدلا دیکر چھوٹے عورت یہ دستور باندھے ہین اللہ کے سو انسے آگے مت بڑھو اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کے

ٱللَّهِ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ۝

قاعدون سے سو وہی لوگ ہین ظلم کرنے والے

شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا کہ آیت کریمہ سے وہ مضرت دور ہوگئی جو زمانہ جاہلیت سے عورتوں پر چلی آتی تھی کہ مرد کو اپنی جورو سے رجوع کر لینے کا
اختیار تھا اگرچہ اسکو سو بار طلاق دے جب تک کہ وہ عدت میں ہو پس چونکہ اسمیں عورتوں کے حق میں مضرت تھی تو اللہ عزوجل نے شوہروں کا جتنا
بند کر کے تین طلاق تک کہا اور ایک بار اور دو بار کی طلاق تک انکو رجعت کا اختیار رہا پھر تیسری بار کی طلاق میں بالکلیہ بائن ہوجانیکا حکم دیا پس
فرمایا کہ۔ **الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ**۔ طلاق دو ہی ہے پھر بطور معروف روکنا واجب
ہے یا خوبی سے روان کرنا **ف** یعنے جس طلاق دینے کے بعد رجعت ہوسکے وہ فقط دو تک ہے اور دو طلاق دینے کے بعد اگر راضی ہو تو شرعی
حقوق کے ساتھ روکو یا خوبی سے راہ چھوڑ دو۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں کہا کہ باب در بیان آنکہ تین طلاق کے بعد رجوع کرنا منسوخ
ہوا۔ حدثنا احمد بن محمد المروزی حدثنی علی بن حسین بن واقد عن ابیہ عن یزید النحوی عن عکرمۃ عن ابن عباس فی قولہ والمطلقات یتربصن
بانفسہن ثلثۃ قروء الآیہ۔ کہا ابن عباس نے بات یہ تھی کہ مرد جب اپنی جورو کو طلاق دیتا تو وہ اس سے رجوع کر لینے کا اختیار رکھتا تھا اگرچہ
اسکو تین بار طلاق دی ہوتی پھر اللہ تعالے نے اسکو منسوخ فرمایا اور نازل کیا الطلاق مرتان الآیۃ۔ (قد رواہ النسائی بوجہ آخر) علی بن الحسین
بن واقد۔ روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ حدثنا ہارون بن اسحق حدثنا عبدۃ یعنے بن سلیمان عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ۔ کہا عروہ نے
کہ ایک شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ (واللہ) میں تجھے کبھی طلاق سے جدا کرونگا اور نہ کبھی تیرے پاس آؤنگا تو وہ بولی کہ یہ کیونکر تو کہا
کہ تجھے طلاق دونگا یہانتک کہ جب تیری عدت گذرنے کے قریب پہونچیگی تو تجھے رجوع کرونگا پس وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آئی اور یہ حال آپسے ذکر کیا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا الطلاق مرتان۔ (رواہ ابن جریر و عبد بن حمید و ابن مردویہ و الترمذی و صححہ الحاکم)
حضرت عائشہ رضی نے کہا کہ طلاق کے واسطے کوئی وقت معین نہ تھا مرد اپنی جورو کو طلاق دیتا پھر اس سے رجوع کر لیتا تا وقتیکہ اسکی عدت نہ گذری
ہوتی اور انصار میں سے ایک مرد اور اسکی جورو کے درمیان بعض وہ بات پیش آئی جو لوگوں کے درمیان پیش آیا کرتی ہے پس وہ انصاری نے کہا کہ
واللہ میں تجھے ایسا کر چھوڑونگا کہ نہ تو شوہر والی رہیگی اور نہ بے شوہر والی پس اسنے یہ کرنا شروع کیا کہ اسکو طلاق دیتا یہانتک کہ جب اسکی عدت گذرنے کو
پہونچتی تو اس سے رجوع کر لیتا پس ایسا چند بار کیا پس اللہ عزوجل نے اسکے حق میں نازل کیا الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان
پس طلاق کو معین کر دیا کہ تین عدد ہیں کہ بعد تین طلاق کے پھر رجعت نہیں ہے یہانتک کہ وہ عورت کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے (ابن مردویہ)
اور ایسا ہی قتادہ سے مرسلا روایت ہے اسکو سدی و ابن زید نے ذکر کیا اور ابن جریر نے بھی اسکو روایت کیا اور اختیار کیا کہ یہی اس آیت کریمہ
کی تفسیر ہے۔ پس قولہ الطلاق مرتان ای عدد اس طلاق کے جس میں شوہروں کو رجعت کا اختیار ثابت ہوتا ہے دو ہیں **قال ابن کثیر** یعنے جب
عورت کو ایک طلاق دی یا دو طلاق دیں تو اسکو عورت کے بارہ میں رجوع کرنیکا اختیار باقی ہے جب تک وہ عدت میں ہے چاہے اصلاح کی نیت سے
رجوع کر لے اور چاہے اسکو چھوڑ دے کہ اسکی عدت گذر جاوے پس بائنہ ہو جائیگی۔ اور ایک جماعت مفسرین نے ذکر کیا کہ اللہ تعالے نے مرتان
فرمایا اور طلاقان نہ فرمایا اسمیں اشارہ ہے کہ طلاق کو چاہیے کہ ایک بعد دوسرے کے ہو نہ آنکہ دونوں ایکبارگی دیدے **قال البیضاوی**
اسیواسطے ائمہ حنفیہ نے کہا کہ ایکبارگی دو طلاق دینا یا تین طلاق دینا بدعت ہے اور قول یہی قول ابن عباس و ابن مسعود و مجاہد کا ہے اور
یہی اصح ہے جو صحاح احادیث سے ثابت ہے۔ قولہ فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی جب مرد اپنی
جورو کو دو طلاق دے چکا تو اسکو چاہیے کہ تیسری طلاق میں اللہ تعالے سے تقوی رکھے اور ٹھہر کے کہ یا تو اسکو معروف طور پر صحبت کر کے
روکے اور بھلائی کے ساتھ اس سے برتاؤ کرے یا اسکو ایکے ساتھ اسکی تسریح کر دے کہ اسکے حق میں کوئی کچھ ظلم نہ کرے اور ابن ابی حاتم نے

اور رزین رضسے مرفوعًا روایت کی کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے خبر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔ پس تیسری طلاق کہاں ہی فرمایا کہ تسریح باحسان ہی اور اس حدیث کو عبد بن حمید و امام احمد و سعید بن منصور نے بھی روایت کیا اور ابن مردویہ نے اسکو انس بن مالک رضسے مرفوعًا روایت کیا ہی ذکرہ ابن کثیر اور شیخ ابن عبد البر نے کہا کہ علما نے اجماع کیا ہی کہ دو طلاق کے بعد تیسری طلاق یہی تسریح باحسان ہی اور قولہ فان طلقہا فلا تحل میں اسی طلاق کو مراد لیا ہی۔ مسئلہ۔ اگر کسی نے اپنی جورو کو ایکبارگی تین طلاق دیدین تو آیا واقع ہونگی یا ایک ہی واقع ہوگی۔ تو جواب یہ ہی کہ جمہور علما کے نزدیک تینون طلاق واقع ہو جاوینگی اور رجعت کا اختیار نرہیگا ولیکن ائمہ حنفیہ نے انہین سے ان اکابر کے موافقت کی ہی جنکے نزدیک واقع ہو جاوینگی مگر بدعت ہی ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا اور بعض علما کے نزدیک ایک ہی واقع ہوگی اور یہ بحث دراز ہی جو مترجم کے عین الہدایہ سے تلاش کرو کہ وہان کافی تحقیق موجود ہی اور مترجم کے نزدیک یہان جدید استدلال لطیف یہ کافی ہی کہ جمہور صحابہ و تابعین و فقہا نے کہا کہ تینون طلاقین واقع ہونگی اور دوسرا فرقہ قلیل کہتا ہی کہ نہین بلکہ ایک ہی واقع ہوگی پس ہم کہتے ہین کہ اسمین شک نہین کہ شبہہ پیدا ہوگیا اور حدیث مین شبہہ سے بچنے کی تاکید بروایت صحاح موجود ہی اور یہان یہ شبہہ حرام و حلال مین دائر ہی تو حرام کے شبہہ سے بچنا واجب ہی لہذا اسپر یہی اختیار کرنا واجب ہی۔ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا۔ اور تمنے جو کچھ انکو دیا ہی تمکو حلال نہین کہ اسمین سے کچھ لے لو۔ ف یعنے اگر شوہرون نے اپنی مرضی سے جورون کو طلاق دی تو مہر جو انکو دیا ہی یا جو کچھ انکو اسطرح دیا ہی کہ اس سے رجوع نہین کرسکتا ہی اسمین سے کچھ نہ لیوے بایں طور کہ انکو تنگ کرے اور ضیق مین ڈالے اور رجوع کرے بغرض ضرر رسانی تاکہ فدیہ دیکر اپنی جان چھڑاوین ایسا نہ کرے اسکو حلال نہین ہی جیسے کہ فرمایا ولا تعضلوہن لتذہبوا ببعض ما اٰتیتموہن۔ اور انکو مت روکو تاکہ جو دیا ہی اسمین سے کچھ لے جاؤ۔ ھ۔ ہان اگر عورت خوشی سے کچھ دیوے تو اسکے لینے مین مضائقہ نہین چنانچہ فرمایا۔ فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ہنیئا مریئا۔ پھر اگر عورتین خوشدلی سے تمہارے لیے کچھ چھوڑین یا دین تو اسکو خوشگواری سے کھاؤ۔ ھ۔ پھر جاننا چاہیے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک مرد نے جو کچھ اپنی جورو کو ہبہ کیا اس سے رجوع نہین کرسکتا ہی پس زیور وغیرہ جو کچھ اسکو ہبہ کیا ہی وہ کچھ نہین لے سکتا ہی الا آنکہ دینے کے وقت گواہ کر لیے ہون کہ مین اسکو ہبہ نہین کرتا ہون اور ایسے ہی بعد عقد کے مہر مقرر پر اگر کچھ بڑھایا اور عورت نے قبول کیا اسی جلسہ مین تو وہ بڑھتی ثابت ہو جائیگی اور مہر مع اس زیادتی کے ہو جائیگا۔ بالجملہ جو کچھ اسکو دیدیا ہی وہ عورت کی ملک ہو گیا اسمین سے بنا رضا کچھ نہین لے سکتا ہی۔ اور چونکہ اٰتیتموہن فرمایا اسی سے ہمارے مفسر وغیرہ نے خطاب مذکور شوہرون کو قرار دیا ہی کیونکہ دینے والے وہی شوہر ہین اور بعض نے خطاب مذکور حاکمون کی طرف قرار دیا کیونکہ آگے جو فرمایا۔ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ حاکمون کی طرف خطاب ہی پس اگر یہان خطاب شوہرون کو ہوگا تو نظم عبارت مین تشویش ہوگی اور تاخذوا یعنے لینے کی نسبت حاکمون کی طرف اسوجہ سے ہی کہ وہی اسکے حکم کرنے والے ہین جبکہ نالش ہوگی ولیکن شک نہین کہ دینے کی نسبت حاکمون کی طرف بہت بعید ہی اگرچہ بیضاوی رحمہ اللہ نے تکلف کیا ہی اور پوشیدہ نہین کہ اول خطاب شوہرون کو اور دوسرا حاکمون کو کچھ مشوش نظم نہین جبکہ صریح قرینہ موجود ہی اور یہ بلاغت ہوتی ہی کہ ایک لفظ سے طول کلام کی ضرورت رفع ہو گئی جیسے آیت وضو مین قولہ تعالیٰ۔ وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔ مین ہی کہ اصل مقصود یہ کہ وضو اس ترتیب سے کرو کہ منہ پھر ہاتھ دھو پھر سر کا مسح کرو پھر پاؤن دھو پس اگر۔ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم وارجلکم۔ ہوتا تو لازم آتا کہ وامسحوا برؤسکم قبل غسل الرجلین وبعد غسل الیدین آتا ورنہ ترتیب ساقط ہوئی جاتی ہی لیکن اب شبہہ ہوتا ہی کہ پاؤن مسح کے تحت مین ہین پس اللہ تعالیٰ نے ارجلکم کے ساتھ الی الکعبین بڑھا دیا تو ترتیب بھی رہی اور مسح کا شبہہ جاتا رہا اسواسطے کہ مسح الی الساق ہی نہ الی الکعب تو لامحالہ غسل ہی مراد ہی۔ اسیطرح یہان دینا مہر کا شوہر سے ہی

اور فخفتم ان لا یقیما میں نفیل کے ساتھ خوف لاحالہ اولیاء حکام کو ہے۔ سابق تقریر مذکورہ بالا سے ظاہر ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورت کو جو کچھ دیا ہے [illegible]
عورت سے کچھ لینا حلال نہیں ہے اور اگر وہ برضامندی کچھ دیدے تو لینا حلال ہے پس اس صورت میں یہ کہ مرد نے اپنی پسند سے عورت کو طلاق دی اور اگر جورو
مرد میں نفاق پڑ جاوے اور خوف کریں کہ ہم اللہ تعالے کے حدود پر قائم نہ رہینگے تو مضائقہ نہیں کہ عورت کچھ مال دیکر اپنی جان چھوڑا لے اور مرد اسکو ایک خلع
کردے چنانچہ فرمایا۔ اِلَّآ اَنۡ یَّخَافَآ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ۔ مگر آنکہ وہ دونوں یعنی جورو شوہر خوف کریں کہ ہم حدود الٰہی [illegible]
تو مرد لے سکتا ہے اور یہ استثناء ہے اول سے اور چونکہ استثناء سے سکوت ہوتا ہے یہ ضرور نہیں کہ الّا کے ماقبل جو حکم ہے اسکے برخلاف یہاں ثابت ہوا
اسواسطے آگے فرمایا۔ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ ؕ ۔ پھر اگر تمکو
خوف ہو کہ یہ جورو اور مرد باہم حدود الٰہی کو ٹھیک ٹھیک قائم نہیں رکھینگے تو دونوں پر اس مال کے بارہ میں گناہ نہیں جسکے بدلے عورت اپنی جان چھوڑا لی
یعنے عورت نے خلع لے لیا تو واپس عورت نہ رکھیں۔ علماء نے کہا کہ اگر شوہر سرکش ہے تو مہر سے زائد اسکو حلال نہیں بلکہ [illegible] نذر کرے۔ اور اگر
عورت سرکش ہے تو مہر سے زائد بھی لینا حلال ہے یہ حکم براہ تقوی و دیانت ہے۔ اور یہ خطاب اولیاء کو ہے اور خوف یعنے گمان غالب ہو کہ عورت اپنے شوہر کے
حقوق بجا نہ لاویگی اور شوہر کو دل سے اتار رکھے اور اسکے ساتھ اچھی طرح بسر کرنے پر قادر نہ ہو تو اسکو اختیار ہے کہ جو شوہر نے دیا ہے اسکو پھیر کر اپنی جان چھڑالے
اور اسمیں حرج نہیں ہے اور اگر مرد کی طرف سے خوف ہو کہ وہ در صورت عورت کی نافرمانی کی اسپر تعدی کریگا تو حرج نہیں کہ اسکو عورت سے قبول کرے [illegible]
اور یہی خلع ہے اور اسکے جواز میں کوئی شک نہیں اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور اگر بلا شرط خلع کے مرد نے طلاق دی تو عورت پر مال [illegible] کا جبر کیا جاویگا کما
صرح فی الفتاوی العالمگیریہ اور چونکہ یہاں خطاب حکام کو ہے یعنے امام المسلمین یا سلطان یا والی و حاکم و قاضی جسکو حکومت حاصل ہو اسی [illegible] اجماع علماء نے حجت
پکڑی ہے کہ خلع میں اختیار حاکم کو ہے اور یہی قول سعید بن جبیر و حسن و ابن سیرین کا ہے اور جمہور کے نزدیک شوہر خلع دے سکتا ہے اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک خلع
طلاق بائن ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ جمیلہ بنت عبد اللہ بن ابی بن سلول جو کہ ثابت بن قیس کی جورو تھی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
آئی اور کہا کہ یارسول اللہ میں ثابت بن قیس پر اسکی دینداری اور خلق نیک میں کچھ الزام نہیں لگاتی ہوں ولیکن وہ بد صورت ہو [illegible] کی وجہ سے میرے دل
ایسی تھے ہیں کہ میں انکے ساتھ نہیں بسر کر سکتی ہوں اور مجھے گوارا نہیں ہے کہ میں اسلام میں کفر کی بات کروں تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو ثابت بن قیس کو
اسکا باغ واپس کر دیگی اسنے کہا کہ ہاں تو آپ نے ثابت بن قیس کو فرمایا کہ تو اپنا باغ قبول کر لے اور اسکو ایک طلاق دیدے اخرجہ البخاری و النسائی و ابن ماجہ
و ابن مردویہ و البیہقی۔ اور یہ حدیث کثرت اختلاف الفاظ سے مروی ہے بعض میں حبیبہ بنت سہل الانصاری مذکور ہے [illegible] و دیگر اختلافات
ہیں۔ اور جاننا چاہیے کہ شیخ ابن کثیر نے ذکر فرمایا کہ اگر عورت کو کوئی معقول عذر نہ ہو تو اسکا خلع لینا اسپر وبال ہے چنانچہ ثوبان سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت نے اپنے شوہر سے طلاق طلب کیا بدون اسکے کہ اسپر کوئی مضائقہ ہو تو ایسی عورت پر جنت کی خوشبو حرام ہے اخرجہ
احمد و ابوداؤد والترمذی و حسنہ و ابن ماجہ و ابن جریر و الحاکم و صححہ و البیہقی اور بعض احادیث صحیح میں ہے کہ خلع لینے والیاں وہی منافق عورتیں ہیں اور
شیخ ابن کثیر نے کہا کہ بڑا گروہ سلف و خلف اس طرف گیا ہے کہ خلع جائز نہیں ہے الا اسی صورت میں کہ نفرت و نافرمانی عورت کی طرف سے ہو پس
ایسی صورت میں مرد کو خلع کا بدل یعنے فدیہ قبول کرنا جائز ہے اور حجت انکی یہی آیۃ کریمہ ہے اور انھوں نے کہا کہ خلع کا مشروع ہونا ایسی ہی حالت میں ہے
پس دوسری حالت میں روا نہوگا مگر آنکہ کوئی دلیل پائی جاوے حالانکہ موجود نہیں ہے۔ اور مالک و اوزاعی نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر [illegible]
اسکو ضرر دیکی تو واجب ہوگا کہ عورت کو واپس کرے اور خلع سے جو طلاق پڑے وہ رجعی ہوگی اور امام مالک نے کہا کہ [illegible] پایا ہے
اور شافعی رحمہ اللہ نے اسکے خلاف یوں کہا کہ خلع جیسے جھگڑے کی حالت میں روا ہے تو جورو مرد کے اتفاق [illegible] کی حالت میں [illegible] روا ہوگا

ور اسی پر سب اصحاب شافعی جمے ہوئے ہیں قال المترجم یہ کچھ نہیں ہے اسواسطے کہ جو عورت کو دیا ہے اسمیں سے کچھ لینے کا حکم موجود ہے مگر اس سے ایک حالت کا
حکم صرف مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ عورت کی طرف سے اعراض و سرکشی واقع ہو اور تصریح موجود ہے کہ شان نزول اسکا یہی جمیلہ یا حبیبہ عورت ہے چونکہ کو ہوئی شیخ
ابن کثیر نے ذکر کیا کہ شیخ ابن جریر نے فرمایا کہ یہ آیت نازل ہوئی ثابت بن قیس بن شماس اور اسکی جورو حبیبہ بنت عبد اللہ بن ابی بن سلول کے
حق میں پھر ابن کثیر نے اس حدیث کے طرق و اختلاف الفاظ کو بیان کیا یہانتک کہ ذکر کیا کہ ابن جریر نے روایت کی کہ ابو جریر نے عکرمہ سے پوچھا کہ
خلع کی کچھ اصل واقع ہوئی ہے تو عکرمہ نے کہا کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ پہلا خلع جو اسلام میں واقع ہوا وہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی بن سلول کی بہن
کے حق میں واقع ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ یا رسول اللہ میرے اور اسکے یعنی اپنے شوہر کے سر کو کوئی چیز کبھی یکجا
نکریگی میں نے ثابت بن قیس یعنی اپنے شوہر کو چند لوگوں میں آتے دیکھا تو وہ ان سب میں کالا اور پستہ قد اور بدشکل تھا یہ سنکے شوہر نے کہا کہ
یا رسول اللہ میں نے اسکو اپنا افضل مال جو میرا ایک باغ تھا دیا ہے پس یہ مجھے میرا باغ واپس کردے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو کیا کہتی ہے وہ بولی کہ ہاں
اگر وہ چاہے تو میں کچھ اور بھی بڑھا دوں ابن عباس نے کہا پس آنحضرت صلعم نے دونوں میں جدائی کردی شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ائمہ رحمہم اللہ
نے اسمیں اختلاف کیا ہے کہ بھلا یہ جائز ہے کہ مرد اپنی جورو کو اس سے زیادہ پر خلع دے جسقدر اسکو دیا ہے یا نہیں تو جمہور اسطرف گئے ہیں کہ ہاں زیادہ پر
بھی خلع جائز ہے کیونکہ فیما افتدت بہ عام ہے اسمیں کوئی مقدار معین نہیں ہے اور ابن جریر نے کثیر مولی بن سمرہ سے روایت کی کہ حضرت عمر کے
پاس ایک ایسی عورت لائی گئی جو اپنے شوہر سے نافرمان تھی پس آپ نے حکم دیا کہ وہ کچرے کی کوٹھری میں تین راتتک قید رکھی گئی پھر صبح کو اس سے
پوچھا کہ رات تو کیسے مقام پر رہی اسنے کہا کہ میں جب سے اپنے شوہر کے پاس ہوں کبھی چین نہ پایا مگر انہی راتوں میں کہ آپ نے مجھے قید رکھا تھا
آپ نے اسکے شوہر کو فرمایا کہ لے اگرچہ اسکی چھٹیا کے بال ہوں اور اسکو عبد الرزاق نے بھی روایت کیا اور بخاری نے کہا کہ جاز عثمان الخلع دون
عقاص راسہا۔ یعنی اسکے سر کے بال کے ماورا پر خلع کو عثمان رضی نے جائز رکھا اور عبد الرزاق نے ربیع بنت معوذ بن عفراء سے یہ قصہ روایت کیا کہ
عثمان رضی نے خود ربیع بنت معوذ کے حق میں خلع کا یہ حکم دیا تھا اور معنے اسکے یہ ہیں کہ عورت کے پاس جو کچھ قلیل و کثیر ہو وہ خلع میں لینا جائز ہے اور
اسکے پاس سوائے اسکے سر کے بال کے کچھ نہ چھوڑے لیکن یہ مبالغہ ہے اور اس سے ثابت ہے کہ مہر سے زائد پر بھی خلع روا ہے اور یہی ابن عمر و ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و ابراہیم نخعی
و قبیصہ بن ذویب و حسن بن صالح و عثمان ہی کا قول ہے اور یہی مذہب مالک و لیث و شافعی و ابو ثور کا ہے و اسیکو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور امام ابو حنیفہ کے
اصحاب نے کہا کہ اگر ضرر رسانی عورت کی طرف سے ہو تو جائز ہے کہ جو کچھ اسکو دیا ہے وہ لے لے اور اسپر زیادتی نہیں جائز ہے اور اگر عورت نے اسکو زیادہ دیا تو حکم قضا
میں لینا جائز ہے اور اگر ضرر رسانی مرد کی طرف سے ہو تو اس سے کچھ لینا روا نہیں ہے اور اگر لیا تو قضاءً جائز ہے اور جاننا چاہیے کہ ربیع بنت معوذ بن عفراء کے قصہ میں جو
ہے کہ ربیع نے کہا تھا کہ میں تجھسے خلع لیتی ہوں بعوض تمام اس چیز کے جسکی میں مالک ہوں اور امام احمد و ابو عبید و اسحق بن راہویہ کے نزدیک جو دیا ہے اس سے زیادہ لینا
روا نہیں ہے اور یہ سعید بن المسیب و عطا و عمرو بن شعیب و زہری و طاؤس و حسن بصری و شعبی و حماد بن سلیمان و ربیع بن انس کا قول ہے اور حضرت علی رضی فرماتے تھے
کہ مختلعہ سے اسقدر سے زیادہ نہ لیوے جتنا اسکو دیا ہے اور اوزاعی کہتے تھے کہ قاضی لوگ جائز نہیں رکھتے ہیں کہ عورت سے اس سے زیادہ لیوے جسقدر دیا
ہے اور دلیل اس قول کی وہ حدیث ہے جو قصہ ثابت بن قیس میں ابن عباس سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو حکم دیا کہ اس سے اپنا
باغ لے لے اور زیادہ نہ لیوے۔ پھر جاننا چاہیے کہ خلع آیا طلاق ہے یا نہیں تو ابن عباس و عثمان بن عفان و ابن عمر سے مروی ہے کہ وہ فسخ ہے طلاق نہیں ہے اور یہی
مذہب طاؤس و عکرمہ کا اور یہی قول امام احمد و اسحق بن راہویہ و ابو ثور و داؤد ظاہری کا ہے اور یہی شافعی کا قول قدیم ہے۔ اور قول اول یعنی خلع طلاق بائن ہے
یہ عمر و علی و ابن مسعود و ابن عمر سے مروی ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و حسن و عطا و شریح و شعبی و ابراہیم و جابر بن زید کا ہے اور یہی مذہب امام مالک

[illegible]

والبوحنیفہ وانکے اصحاب ثوری و اوزاعی و ابو عثمان کا اور یہی جدید قول شافعی کا ہی مگر حنفیہ کے نزدیک اتنی بات ہی کہ اگر خلع دینے والے نے خلع میں ایک
طلاق یا دو طلاق کی نیت کی یا مطلق کہا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہونگی۔ پھر جاننا چاہیے کہ ائمہ
اربعہ و اسحق بن راہویہ کے نزدیک مختلعہ کی عدت تین قروء ہیں اگر ایسی ہو کہ اسکو حیض آتا ہو اور یہی حضرت عمر و علی و ابن عمر سے مروی ہی اور یہی اکثر تابعین
کا قول ہی اور ترمذی نے کہا کہ یہی اکثر صحابہ وغیرہم اہل علم کا قول ہی اور یہی جمہور کا مذہب ہی اور عثمان و ابان بن عثمان و اخیر قول ابن عمر کا اور عکرمہ کا یہ ہی کہ اسکی
عدت ایک حیض ہی اور ابوداؤد و ترمذی و نسائی و حاکم نے ابن عباس سے ثابت بن قیس کی جورو کے قصہ میں روایت کی کہ اسکو حضرت صلعم نے حکم کیا
کہ ایک حیض سے عدت پوری کرے اور ترمذی نے ربیع بنت معوذ کے خلع کے قصہ میں بعد روایت کے کہا کہ صحیح یہ ہی کہ ربیع بنت معوذ کو حکم کیا گیا تھا کہ ایک
حیض سے اپنی عدت پوری کرے ۔ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ خلع دینے والے کو روا نہیں ہی کہ مختلعہ سے عدت کے اندر بغیر اسکی رضامندی کے رجوع کرسکے
اور یہی مذہب ائمہ اربعہ و جمہور علما کا ہی کیونکہ وہ مال خلع دیکر اپنی ذات کی مالک ہو گئی ہی مترجم کہتا ہی کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک رجوع جائز نہیں
کیونکہ خلع انکے نزدیک طلاق بائن ہی پھر شیخ رح نے لکھا اور اس بات پر اجماع ہی کہ خلع دینے والے کو روا ہی کہ اپنی مختلعہ سے عدت کے اندر نکاح کرلے ۔ قال
ابن کثیر خلع دینے والے کو عدت میں اپنی مختلعہ پر دوسری طلاق واقع کرنے کا اختیار ہی یا نہیں ۔ اسمیں تین قول ہیں اول یہ کہ نہیں واقع کرسکتا ہی اسواسطے
کہ اپنی ذات کی مختار اور شوہر سے بائنہ ہو گئی ہی اور یہی ابن عباس و ابن الزبیر و عکرمہ و جابر بن زید و حسن بصری و شافعی و احمد و اسحق و ابو ثور کا قول ہی ۔
دوم مالک رح نے کہا کہ اگر خلع کے پیچھے طلاق دیدی ہو تو واقع کرسکتا ہی اور اگر فقط خلع ہوا تو نہیں ۔ سوم آنکہ ہر حال میں اسپر طلاق واقع کرسکتا ہی جب تک
وہ عدت میں ہی اور یہ قول امام ابو حنیفہ و انکے اصحاب و ثوری و اوزاعی کا ہی اور یہی قول سعید بن المسیب و شریح و طاؤس و ابراہیم و زہری و حاکم و حکم و حماد
بن ابی سلیمان کا ہی۔ قولہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا الاٰیۃ اس آیت سے مالکیہ نے استدلال کیا کہ ایکبارگی تین طلاق دینا حرام ہی اور یہی ظاہر مذ
ہب حنفیہ ہی مالکیہ کے نزدیک دو طلاق ایکبارگی دینا بھی بدعت ہی کما عرفت قال ابن کثیر ۔ اور سنت انکے نزدیک یہ ہی کہ طلاق ایک ایک کرکے دیوے
اور اسیکی تقویت کرتی ہی حدیث محمود بن لبید جو نسائی نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک نے اپنی جورو کو ایکبارگی تین
طلاق دیدیں تو آپ غضبناک کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیا کتاب الٰہی کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہی حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں الحدیث

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

پھر اگر اسکو طلاق دی تو اب حلال نہیں اسکو وہ عورت اسکے بعد جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اسکے سوائے پھر اگر وہ خاوند اسکو طلاق دے تب گناہ نہیں ان دونوں پر

أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۗ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

کہ پھر مل جاویں اگر خیال کریں کہ ٹھیک رکھینگے قاعدے اللہ کے اور یہ دستور باندھے ہیں اللہ کے بیان کرتا ہی انکو واسطے جاننے والوں کے

فَإِنْ طَلَّقَهَا ۔ ای الزوج بعد الثنتین پھر اگر طلاق دیدی عورت کو شوہر نے ف یعنے دو طلاقوں کے بعد بھی تیسری طلاق دیدی فَلَا
تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ ۔ تو بعد اسکے اسکو یہ عورت حلال نہیں ف یعنے تیسری طلاق کے بعد حَتَّىٰ تَنْكِحَ ۔ تزوج زَوْجًا غَيْرَهُ
یہانتک کہ تزوج کرے عورت کسی خاوند سے سوائے طلاق دہندہ کے ف اور وہ خاوند اس عورت سے وطی بھی کرلے جیسا کہ اس حدیث میں ہی
جسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہی۔ فَإِنْ طَلَّقَهَا ۔ پھر اگر طلاق دیدی عورت مذکورہ کو دوسرے خاوند نے بھی ف اور عدت گذر گئی
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۔ تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں ف یعنے عورت اور پہلے شوہر پر گناہ نہیں اس بات میں کہ ۔ أَنْ يَتَرَاجَعَا ۔ باہم جمع کریں إِنْ ظَنَّا
أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۔ اگر وہ دونوں گمان کریں کہ حدود الٰہی قائم رکھ سکینگے وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۔ یہ جو مذکور ہوئے اللہ تعالیٰ کے حدود ہیں ف کہ انکو حد

کر دیا ہے کہ یہان سے تجاوز نہ کرین۔ یُبَیِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۔ اللہ تعالے ان حدود کو ایسی قوم کے واسطے بیان فرماتا ہے جو جانتے ہین
یعنے فکر و غور کرتے ہین جاننا چاہیے کہ اوپر کی آیات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مرد کو ہر نکاح مین عورت پر فقط تین طلاق کا اختیار ہے پس اگر اسنے
ایک طلاق دی یا دو طلاق دین تو عدت گذرنے سے پہلے رجوع کر سکتا ہے اور اگر عدت گذر گئی اور وہ بائنہ ہوگئی پھر دونون راضی ہوے تو نکاح کر سکتا
ہے لیکن جمہور علما کے نزدیک یہ وہ ایک ہی طلاق کا مالک ہوگا اگر پہلے اسنے دو طلاق دی تھین اور اگر پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب اس نکاح مین
دو طلاق کا مالک ہوگا حتی کہ اگر اس نکاح دوم مین اسنے دو طلاق دین تو پھر بدون دوسرے شوہر سے نکاح کیے اسپر حلال نہوگی اور اگر اول مرتبہ
ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد اسکی عدت گذر گئی اور اسنے بائنہ ہوکر دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر اس سے طلاق پاکر بعد عدت کے پھر شوہر اول سے
نکاح کیا تو ائمہ حنفیہ کے نزدیک از سر نو تین طلاق کا مالک ہوگا اور امام شافعی و احمد کے نزدیک اسیقدر کا مالک ہوگا جو اول مین تین سے باقی
رہی تھی اور ایسا چند صحابہ سے بھی مروی ہے ولیکن کلام ابن کثیر اسطرف مائل ہے کہ قول ابو حنیفہ و انکے اصحاب کا قوی ہے بنظر حجت کہ شوہر دوم
نے جب تین طلاق کو میٹا دیا اور اول شوہر کے واسطے نکاح جدید مین پورے تین طلاق کا مالک کر دیا تو تین سے کم کو بدرجہ اولی میٹا دیگا اب تفسیر کس طرح
کرنا چاہیے پس اللہ تعالے نے فرمایا۔ فَإِن طَلَّقَهَا۔ یعنے شوہر نے دو طلاق کے بعد کسی وقت مین اس عورت کو تیسری طلاق دیدی خواہ اسطرح کہ دو طلاق
کے بعد ہی تیسری طلاق مین اسکو تیسری طلاق دیدی ہو یا اسطرح کہ دو طلاق کے بعد راضی ہوکر رجوع کر لیا اور چند روز گذرے پھر ناراض ہوکر اسکو ایک طلاق
دی اور یا اسطرح کہ دو طلاق کے بعد عدت گذر گئی اور بائنہ ہوگئی پھر جدید نکاح کرکے بدون اسکے کہ کسی شوہر سے نکاح کیا ہو اپنے پاس رکھا پھر ناراض ہوکر
ایک طلاق دیدی ان سب صورتون مین عورت مذکورہ پر تین طلاق پوری ہوگئین غرضکہ جب ایسا ہو جائے کہ کسی طرح عورت پر اسکے خاوند کی طرف سے
تین طلاقین پوری ہو جاوین اور یہ آزادہ عورت ہے تو اللہ عز وجل نے اسکا حکم فرمایا کہ۔ فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔ یعنے پھر ان تین طلاق کے بعد
اسپر وہ عورت حلال نہین یہانتک کہ نکاح کرے کسی اور شوہر سے سواے اس تین طلاق دینے والے کے۔ ف۔ پس ظاہر ہین اس حرمت کی انتہا یہ قرار دی کہ دوسرے
شوہر سے نکاح کرے اور اسکا مقتضا یہ ہے کہ جب دوسرے شوہر سے نکاح کیا تب اول کے واسطے حلال ہوئی یا بین معنے کہ اگر دوسرے کے نکاح سے فارغ
و خالی ہو تو اول شوہر اس سے نکاح کر سکتا ہے اگرچہ شوہر دوم نے اس سے بغیر وطی کے جدائی کر لی ہو حالانکہ حدیث مشہور مین ہے کہ دوسرے شوہر سے نکاح کے
باوجود یہ بھی شرط ہے کہ دوسرے شوہر نے اس سے وطی بھی کی ہو پس بعض علما نے کہا کہ یہ اسی آیت سے نکلتا ہے یا بین طور کہ لفظ نکاح دو معنے پر بولا جاتا ہے
ایک تو یہی عقد معروف اور دوم یعنے وطی پس مراد وطی ہے اور معنے یہ ہین کہ یہانتک کہ وطی کرے وہ عورت دوسرے شوہر سے سواے اول کے اور جیسے
نکاح یعنے عقد کی نسبت عورت و مرد دونون کی طرف ہوتی ہے ویسے ہی نکاح یعنے وطی کرنے کی نسبت بھی دونون کی طرف ہوتی ہے حتی کہ عورت کو بھی زانیہ کہتے
ہین جیسے مرد زانی ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دوسرے شوہر سے وطی جبھی ہوگی کہ اس سے عقد کیا ہو ورنہ زانی ہوگا نہ شوہر تو عقد یہان بطریق اقتضا ثابت ہے پس
پس یہ صورت ہوگئی کہ دوسرے مرد سے عقد نکاح کرکے نکاح یعنے وطی کرے فتامل اور بعض علما نے کہا کہ آیت مین نکاح یعنے عقد ہی جیسا کہ مفسر نے وطی تنکح
بھی تنکح یعنے تزوج لیا اور شوہر دوم کی وطی کو اس حدیث سے ثابت کیا جسکو شافعی و عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ و بیہقی و ابن ماجہ و نسائی و ترمذی و احمد و مالک و بخاری و مسلم نے
حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ رفاعہ قرظی کی جورو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی کہ اور کہا کہ مین رفاعہ کے پاس تھی پس اسنے مجھے طلاق دیدی پس میری طلاق
بتہ ہوئی یعنے تین طلاق دیدین پھر مجھسے عبد الرحمن بن الزبیر نے نکاح کیا اور نہین ہے اسکے ساتھ مگر مانند کنارہ اس کپڑے کے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم کیا
اور فرمایا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ رفاعہ کے پاس لوٹ جاوے یہ نہین ہو سکتا یہانتک کہ چکھے تو عسیلہ اسکا اور چکھے وہ تیرا عسیلہ مترجم کہتا ہے کہ رفاعہ بن سموال
یہود بنی قریظہ مین سے تھا جسکی طرف نسبت قرظی ہے اور نام اس عورت کا تمیمہ بنت وہب تھا اور احمد و نسائی کی روایت ابن عباس مین غمیصا یا رمیصا واقع ہوا ہے و شاید یہ لقب تھا

ہوگا اور الزبیر بفتح زا بروزن کبیر ہے اور کنارہ کپڑے سے اشارہ ہے کہ اسکو رجولیت نہین اور درحقیقت اس عورت نے یہ جھوٹ کہا تھا جیسا کہ بعض احادیث
مین مصرح ہے کہ عبدالرحمن بن الزبیر اپنے دو لڑکون کو لایا جو باپ سے بہت مشابہ تھے اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ٹھیک ایسے مشابہ ہین جیسے کوے کا بچہ کوے
سے مشابہ ہوتا ہے اور عسیلہ تصغیر ہے عسل کی جو بمعنے شہد ہے اور یہان قلیل جماع کو عسیلہ سے کنایہ فرمایا اور طلاق بتہ انکے عرف مین تین طلاق ہین ہوئی تھین
اس حدیث کے طرق بہت ہین اور مختصر طور پر بہت وجوہ سے روایت کی گئی ہے چنانچہ ابن جریر نے سعید بن المسیب کے طریق سے ابن عمر سے روایت
کی کہ حضرت صلعم نے ایسے مرد کے حق مین جسنے ایک عورت سے نکاح کیا اور قبل دخول کے اسکو طلاق بتہ دیدی پھر اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح
کیا پھر قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی پس آیا وہ پہلے شوہر کی طرف رجوع کر سکتی ہے فرمایا کہ نہین یہانتک کہ چکھے وہ عورت دوسرے مرد کا عسیلہ اور چکھے
دوسرا مرد اسکا عسیلہ۔ اور اسکو امام احمد نے بھی تھوڑے اختلاف سے روایت کیا اور بالسند روایت امام احمد اسکے نسائی و ابن ماجہ نے بھی سعید بن المسیب کے
طریق سے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے اور اسی سے شیخ ابن کثیر نے استبعاد کیا ہے کہ فقہا کے درمیان جو مشہور ہے کہ سعید بن المسیب قائل ہین کہ دوسرے
شوہر سے مجرد نکاح کرنے سے وہ شوہر اول کے واسطے حلال ہو جاتی ہے حالانکہ سعید بن المسیب خود ابن عمرؓ سے اس مرفوع روایت کے راوی ہین پس بعید ہے
کہ جو روایت کرین اس سے بلا مستند خلاف کرین۔ اور امام احمد و نسائی و ابن جریر نے اس حدیث کو رزین بن سلیمان الاحمری کے طریق سے ابن عمرؓ سے
روایت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو تین طلاق دین پھر اس عورت سے دوسرے مرد نے نکاح کیا پس دروازہ بند کیا
اور پردہ چھوڑ دیا پھر قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی بھلا وہ اول کے واسطے حلال ہوئی فرمایا کہ نہین یہانتک کہ چکھے عسیلہ اور اسیکے مانند انس بن
مالک سے مروی ہے اخرجہ احمد و ابن جریر اور اسیکے مانند ابوہریرہؓ سے ابن جریر نے روایت کیا ہے اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے اپنی
جورو کو تین طلاق دیدین پس اسنے دوسرے مرد سے نکاح کیا جسنے قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ بھلا
وہ شوہر اول کے واسطے حلال ہے تو فرمایا کہ نہین یہانتک کہ دوسرا مرد بھی اسکے عسیلہ سے چکھے جیسا کہ اول نے چکھا ہے اسکو ابن جریر و بخاری و مسلم و نسائی
و ابوداؤد نے روایت کیا۔ بالجملہ یہ حدیث مشہور و امر متفق ہے کہ دوسرا شوہر اس سے وطی بھی کرے پھر بعد اسکے اگر وہ طلاق دے اور عدت گذر جاوے تب
وہ شوہر اول کے واسطے حلال ہوگی چنانچہ فرمایا فان طلقہا فلا جناح علیہما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود اللہ اور حرف شرط مین دو یعنے اگر دوسرا شوہر
طلاق دے، اس سے ارشاد ہے کہ دوسرا نکاح بھی خود مقصود ہونا چاہیے جیسے شرع مین نکاح کیا جاتا ہے ہان اگر دوسرے شوہر سے بھی ایسا اتفاق واقع ہو کہ وہ طلاق
دیوے تو شوہر اول کے واسطے حلال ہے چاہے نکاح کرلے پس جبکہ دوسرا نکاح صرف حلالہ کرنے کی غرض سے ہوا اسیواسطے حلالہ کرنے والے مرد اور حلالہ کرانے
والے مرد دونون پر لعنت فرمائی ہے کما رواہ ابوداؤد کیونکہ دوسرے کو فقط حلالہ کرنا مقصود تھا پس حاصل کلام یہ ہے کہ جسنے عورت کو تین طلاق دیدین وہ اب اس
عورت سے محروم ہوا یہانتک کہ دوسرا شوہر اس سے وطی کرے اور یہ شرط ہے کہ دوسرے مرد کی وطی اس سے بہ نکاح صحیح ہو پس اگر دوسرے نے اس سے بدون نکاح
کے زنا کیا یا بنکاح غیر صحیح وطی کی یا عورت مذکورہ کسی کی باندی تھی اسکے مالک نے اس سے وطی کی تو ایسی وطی سے وہ شوہر اول کے واسطے حلال نہ ہوگی
کیونکہ یہ وطی کرنے والا اسکا زوج صحیح نہوا اور مالک کو اپنی باندی بیشک حلال ہے لیکن وہ زوج یعنے شوہر نہین کہلاتا ہے حالانکہ آیت مین لفظ زوج ہے پس
ضرور ہے کہ حلالہ جبھی ہوگا کہ زوج دوم اس سے وطی کرے۔ اور امام مالک نے باوجود اسکے یہ بھی شرط لگائی ہے کہ دوسرا شوہر جسنے اس سے نکاح صحیح موافق
مقصود شرع کے کیا ہے وہ وطی مباح اس سے وطی کرے پس اگر عورت احرام مین ہے یا روزہ دار یا اعتکاف مین یا حالت حیض یا نفاس مین ہے یا مرد
روزہ دار یا محرم یا معتکف ہے اور اس حالت مین وطی واقع ہوئی پھر اسنے طلاق دی تو اول شوہر کے واسطے حلال نہوگی اور اسیطرح اگر عورت یہودیہ یا
نصرانیہ تھی اور اسنے دوسرا نکاح کسی یہودی یا نصرانی سے کیا تو اسکی وطی سے عورت مذکورہ شوہر اول مسلمان کے واسطے حلال نہوگی اسواسطے کہ انکے

نزدیک کافرون کے نکاح باطل ہین لیکن جمہور کے نزدیک فقط نکاح صحیح مین دخول شرط ہی اگرچہ انزال بھی نہو اور حسن بصری نے جو انزال کی شرط لگائی ہی اور شاید وہ اسکو لفظ عسیلہ سے سمجھے ہونگے تو یہ شرط کچھ نہین ہی کیونکہ امام احمد ونسائی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ عسیلہ جماع ہی پس فقط جماع کافی ہی انزال شرط نہین ہی اور کلام مذکورہ بالا سے واضح ہوا کہ دوسرے شوہر کا نکاح بغرض شرعی ہو یعنی جس مقصد کے واسطے شرع مین نکاح مشروع ہی اسی طور پر ہو ہان اگر اتفاق واقع ہو کہ دوسرا بھی اسکو طلاق دیدے تو اول کے واسطے جبھی حلال ہوگی کہ دوسرے نے اس سے وطی کی ہو جیسا کہ مذکور ہوا اور اگر دوسرے شوہر نے اس عورت سے اس غرض سے نکاح کیا کہ پہلے شوہر کے لیے اسکو حلال کردے پس اگر اسنے عقد نکاح مین اسکی تصریح کردی تو جمہور ائمہ علما کے نزدیک نکاح باطل ہی اور اگر تصریح نہ کی اور اپنے دل ہی مین کہا تو اگر شوہر اول و دوم دونون کے نیتون مین یہ بات ہی تو بدون اظہار نیت کے ظاہر شرع مین جواز کا حکم ہوگا ولیکن شرع مین ایسے دونون آدمی مذموم وملعون ہین اور بہت حدیثون مین ایسے لوگون کی مذمت بلکہ لعنت وارد ہی چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی عورت اور گودوانے والی اور بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی عورتون اور حلالہ کرنے والے مرد اور حلالہ کرانے والے مرد اور بیاج کھانے والے آدمی اور اسکے موکل سب پر لعنت فرمائی ہی رواہ احمد و الترمذی والنسائی اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور دوسری روایت امام احمد مین ابن مسعودؓ سے ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعن اللہ المحلل والمحلل لہ۔ لعنت کرے اللہ تعالے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کرانے والے مرد پر اور احتمال ہی کہ خبر ہو یعنے اللہ تعالے ایسے آدمیون پر لعنت کرتا ہی۔ اور اس باب مین بہت حدیثین مرفوع وارد ہین اور حاکم نے مستدرک مین روایت کی کہ ایک شخص آیا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس اور سوال کیا کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو تین طلاق دین پھر اس عورت سے اسکے شوہر کے بھائی نے بدون اپنے بھائی کے حکم ومشورہ کے اس غرض سے نکاح کیا کہ اپنے بھائی کے واسطے اسکو حلال کردے پس وہ اول کے واسطے حلال ہوجاویگی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ نہین مگر اسکا نکاح برغبت ہو ہم لوگ ایسے نکاح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین زناکاری شمار کرتے تھے **قال الحاکم** ہذا حدیث صحیح الاسناد اور حضرت عمرؓ سے روایت ہی کہ فرمایا کہ میرے پاس جو حلالہ کرنے والا اور حلالہ کرانے والا لایا جائیگا مین دونون کو سنگسار کرونگا اور حضرت عثمانؓ سے روایت ہی کہ انکے پاس ایک شخص لایا گیا جسنے ایک عورت سے نکاح کیا تھا تاکہ اسکو اسکے اول شوہر کے واسطے حلال کردے پس عثمانؓ نے دونون مین جدائی کردی اور ایسا ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ وابن عباسؓ اور بہتیرے صحابہ سے مروی ہی۔ قولہ ان ظنا ان یقیما حدود اللہ۔ بعض نے کہا کہ ظن بمعنے غالب گمان ہی وبعض نے کہا بمعنے یقین ہی اور اعتراض کیا گیا کہ جو ہونے والا ہی اسکو سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہی اور جواب یہ ہی کہ یقین یہان بایں معنے نہین کہ یون ہی واقع ہوگا بلکہ بدین معنے کہ قلب کو بطور خود طمینان ہی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا۔ لیکن یہی تو غالب گمان والون کی مراد ہی کہ دل مین ایسا تیقن ہو اور مفاد اس قید کا یہ ہی کہ اگر دونون کو یہ ظن حاصل نہو خواہ اسکے برخلاف کا دونون کو یا ایک کو یقین ہو یا گمان ہو یا تردد ہو تو اس مراجعت نکاح کا ارتکاب روا نہین ہی اور یہ از راہ دیانت ہی اور ظاہر شرع مین حاکم کو کسی کے دل پر حکم لگانا روا نہین ہی پس ظاہر مین مراجعت کا نکاح ٹھیک ہوجائیگا۔ قولہ یبینہا لقوم یعلمون۔ اہل علم کو مخصوص فرمایا باوجودیکہ دعوت احکام مذکورہ عام ہی اسواسطے کہ اس سے انتفاع اہل علم ہی کو حاصل ہوگا پھر ظاہر یہ ہی کہ اہل علم سے اہل تدبر مراد ہین جو قدرت الٰہی اسکی حکمت کو حق جانتے ہین پس تمام مسلمان اسمین داخل ہونگے اگرچہ وہ رسمی لکھنے پڑھنے سے جاہل ہون پس غرض یہ ہی کہ تمام مسلمانون کو جو احکام الٰہی بلا تردد برحق وعمدہ جانتے ہین اور اسکے مقابلہ مین اگر فلاطون کہے تو اسکو ایک ناچیز بندہ جانکر ہرگز اسکے کلام کو صحیح نہین مانتے ہین کیونکہ وہ بمقابلہ علم وحکمت الٰہی کے ہیچ ہی کوئی ہستی نہین رکھتا ہی

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ

اور جب طلاق دی تمنے عورتون کو پھر پہنچین اپنی عدت تک تو رکھ لو انکو دستور سے یا رخصت کرو انکو دستور سے

وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ

اور مت بند کرو انکے ستانے کو یا زیادتی کرو اور جو کوئی یہ کام کرے اسنے برا کیا اپنا اور مت ٹھیراؤ حکم اللہ کے ہنسی اور یاد کرو احسان اللہ کا جو

عَلَيْكُمْ وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

تم پر ہی اور وہ جو اتاری تم پر کتاب اور کام کی باتین کہ تمکو سمجھاوے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

سب چیز جانتا ہی

۲۹ ع ۳ ۴۰

واضح ہو کہ زمانۂ جاہلیت مین طلاق کی کوئی حد نہین تھی چاہے ہزار طلاقین دیتا مگر عدت سے پہلے رجوع کرتا تو رجوع ہو جاتا چنانچہ پہلے معلوم ہو چکا پس اللہ تعالے نے محدود کر کے حکم دیا کہ۔ وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ ۔ اور جب تم نے عورتون کو طلاق دی پھر اپنی عدت کو پہونچین ف یعنے شرعی طور پر رجعی طلاق دی پھر مطلقہ کی عدت گزرنے پر پہونچی تو تمکو دو باتون مین سے ایک بات اختیار کرنی فرض ہی یعنے فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۔ اب انکو معروف طور پر روکو یا معروف طور پر راہ چھوڑ دو ف یعنے رجعت کرو تو بدون قصد ضرر کے شرعی نیک چال چلن سے رجوع کرو یا چھوڑ دو کہ انکی عدت گزر جاوے اس سے مقصود یہ کہ۔ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۔ اور ان مطلقات کو ضرر پہونچانے کے واسطے مت روکو تاکہ اپر تعدی کرو ف یعنے رجعت سے ضرر تعدی ہی مقصود نہو کہ عورت آخر لاچار ہو کر خلع کرا دیگی۔ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ۔ اور جسنے ایسا کیا ف کہ ضرر تعدی کے قصد سے مراجعت کی جسکو اللہ تعالے خوب جانتا ہی۔ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ تو اس شخص نے اپنی جان پر ظلم کیا ف کیونکہ اسنے اپنی جان کو عذاب کے سامنے پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حرکت حرام ہی اگرچہ نیت کا حال مخلوق کو معلوم نہو۔ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ۔ اور تم لوگ اللہ تعالے کی آیتون کو ٹھٹھول مت بناؤ ف کہ ایسے مخالفت کرو اور دل مین چھپاؤ۔ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِ ۔ اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ تعالے کی نعمت کو اور اس عظیم چیز کو جو تمپر اتاری ہی یعنی کتاب و حکمت جسسے درحالیکہ تمکو اس سے نصیحت فرماتا ہی ف تمکو جہالت سے نکالکر اسلام دیا اور تمھاری ہدایت کے لیے کتاب و حکمت اتاری۔ پس ظاہر و باطن اسکی پیروی کرو اور مخالفت سے پرہیز کرو کہ یہ نعمت کی ناشکری ہی۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۔ اور اللہ تعالے سے ڈرو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالے ہر چیز کو خوب جانتا ہی ف پس لوگون پر چھپ جانے سے مغرور نہو جیو یہان بلوغ اجل سے باجماع علماء معنے مجازی مراد ہین یعنے قریب ختم عدت کے پہونچنا کیونکہ آگے رجعت کا اختیار ذکر فرمایا ہی اور بالاجماع بعد انقضاء عدت کے رجعت کا اختیار نہین ہی پس مراد آخر عدت ہی اور بعض نے کہا کہ اجل اسم زمان لیس آخر جزو زمانہ پر محمول ہوگا کہ اگر وہ فوت ہو جاوے تو رجعت ممکن نہو پس مجاز کی حاجت نہین ہی اور یہ قول کچھ نہین اسواسطے کہ اجل سے بالاتفاق یہان عدت کا زمانہ مراد ہی اور وہ متعین ہی فتامل۔ قولہ او سرحوہن بمعروف ای رجعت نہ کرو بلکہ چھوڑ دو کہ مدت پوری ہونے پر وہ بائنہ ہو کر اپنی ذات کی مختار ہو جاوے اور یہی تفسیر یہان سدی و ضحاک سے منقول ہی اور اسی کو مفسر سیوطی رحمہ نے اختیار کیا ہی اور یہی ظاہر کلام ابن کثیر ہی اور بعض نے کہا کہ قولہ فامساک بمعروف او تسریح باحسان۔ کو اہتمام شان کے واسطے یہان اعادہ فرمایا ہی پس تسریح سے مراد طلاق ثالثہ ہوگا جیسا کہ ابن جریر نے جمہور سے نقل کیا ہی و لیکن محققین کے نزدیک تفسیر اول کو ترجیح ہی قولہ ولا تمسکوہن ضرارا لتعتدوا۔ ابن عباس و مجاہد و مسروق و حسن و قتادہ و ضحاک و ربیع وغیرہم نے کہا کہ بات یہ تھی کہ مرد اپنی جورو کو طلاق دیتا پھر جب انقضاء عدت قریب پہونچتی تو ضرر رسانی کی غرض سے اس سے رجوع کر لیتا تاکہ غیر کے پاس نہ جانے پاوے پھر اسکو ایک طلاق دیتا پس وہ

بیچاری عدت مین بیٹھی پھر جب انقضاء عدت کے قریب پہونچتی تو رجوع کر لیتا تا کہ پھر طلاق دے کہ اسکی مدت دراز ہو جاوے پس اللہ تعالے نے اس سے منع کیا اور اسپر عذاب سے وعید کی کہ فرمایا۔ ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ۔ اور شیخ مفسر رحمہ نے ایسا کرنے مین یہ غرض بھی بیان کی کہ عورت اس طول حبس کو دیکھکر خلع کرالے اور مال دیکر اپنی جان چھوڑائے۔ قولہ لتعتدوا متعلق ضراراً ہی اسواسطے کہ ممانعت ایسے روکنے سے ہی جسمین ضرر رسانی بطور ظلم ہو ورنہ اگر ضرر رسانی بغرض اصلاح ہو تو منع نہین ہی ذکرہ البیضاوی حاصل یہ کہ احکام آلٰہی کو کھلونا مت بناؤ بلکہ جو حکم ہو وہ لازمی ہی پس مسلمانون کو اللہ تعالے نے اس حرکت سے منع فرمایا جو زمانہ جاہلیت کے لوگ کیا کرتے تھے کہ آدمی کہتا کہ مین نے طلاق دی یا مین نے غلام آزاد کیا یا مین نے اس عورت سے نکاح کیا پھر کہدیتا کہ مین تو ہنستا تھا اور قرطبی نے کہا کہ علماء کے درمیان کسی نے خلاف نہین کیا بلکہ سب متفق ہین کہ جسنے ہنسی ہی مین اپنی عورت کو طلاق دی تو طلاق اوسپر لازم ہو جائیگی اور حدیث مین حضرت ابوہریرہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتین ایسی ہین کہ انکا جد تو جد ہی اور انکا ہزل بھی جد ہی ایک نکاح دوسری طلاق تیسری رجعت رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حسن و ابن ماجہ والحاکم وقال صحیح الاسناد۔ اور ابن عباس سے روایت ہی کہ ایک مرد نے اپنی جورو کو طلاق دی حالانکہ اسنے کھیل کے طور پر کیا اسکا ارادہ طلاق کا نہ تھا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ ولا تتخذوا آیات اللہ ہزوا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یہ طلاق لازم کردی یعنے حکم دیا کہ طلاق واقع ہو گئی رواہ ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم نے حسن بصری سے مرسلاً روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے طلاق دی یا آزاد کیا یا نکاح قبول کیا یا نکاح کردیا خواہ جد سے یا ہزل سے تو البتہ اسپر جائز ہو گیا۔ اور اسکو ابن جریر نے بھی روایت کیا ہی اور ابن مردویہ نے اس حدیث کو حسن کے طریق سے عبادہ بن الصامت رضہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین آدمی کہتا کہ مین نے اپنی دختر تجھے بیاہ دی پھر کہدیتا کہ مین تو ہنستا تھا اور اپنے غلام سے کہتا کہ مین نے تجھے آزاد کیا پھر کہدیتا کہ مین تو ہنستا تھا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ ولا تتخذوا آیات اللہ ہزوا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین باتین ہین کہ جو انکو کہیگا خواہ ہنسی مین یا بغیر ہنسی کے وہ اسپر جائز ہو جاوینگی طلاق اور آزاد کرنا اور نکاح۔ اور ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر مین یہ حدیث روایت کی کہ ابوموسی اشعری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشعریون پر غضبناک ہوئے پس حضرت صلعم کے پاس ابوموسی نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ اشعریون پر غضبناک ہو گئے ہین تو فرمایا۔ یقول احدکم قد طلقت قد راجعت لیس ہذا طلاق المسلمین طلقوا المرأۃ فی قبل عدتہا۔ یعنے تم مین سے کوئی کہتا ہی کہ مین نے طلاق دیدی۔ مین نے رجوع کر لیا یہ مسلمانون کی طلاق نہین ہی طلاق دو عورت کو اسکے وقت عدت مین۔ ثم رواہ من وجہ آخر کذا فی تفسیر ابن کثیر پس یہان سے معلوم ہوا کہ احکام آلٰہی کو ہزل سے کہنا و کرنا اور نیز انکو اسکے طور سے بدل کر کہنا و کرنا سب ممنوع ہی اور مفسر رحمہ نے اچھا لفظ فرمایا کہ مخالفت انکی کسی طور پر ہو ممنوع ہی۔ قولہ والحکمۃ مفسر رحمہ نے یہان حکمت سے احکام کتاب یعنے احکام قرآن مراد لیے اور اکثر مفسرین نے حکمت کی تفسیر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہی اور یہی شافعی نے کہا ہی اور اول پارہ مین مفصل بیان ہوا

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ

اور جب طلاق دی تمنے عورتون کو پھر پہونچ چکین اپنی عدت تک تو اب رو کو انکو کہ نکاح کر لین اپنے خاوندون سے جب راضی ہو جاوین آپسمین موافق دستور کے

ذَٰلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝

یہ نصیحت ملتی ہی اسکو جو کوئی تم مین یقین رکھتا ہی اللہ پر اور پچھلے دن پر اسی مین بہت زیادہ ہی ستھرائی تمھارے لیے اور ستھرائی اور اللہ جانتا ہی اور تم نہین جانتے

بعض آدمی کسی مصلحت سے زوجہ کو طلاق دیتا لیکن یاد رکھو کہ بعد عدت کے چاہے نکاح کر لے جبکہ دونون راضی ہون پس اگر راضی ہون تو عورت کے

اور اولیاء کو روکنے سے منع فرمایا بقولہ تعالے۔ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ ۔ اور جب تم نے عورتون کو طلاق دی پس وہ اپنی
مدت پر پہونچ گئین ف یعنی عدت پوری ہوگئی اور بالکل جدائی ہوگئی پھر سب عورت اور طلاق دینے والا شوہر راضی ہوے کہ نکاح جدید کرین تو اولیاء
کو روکنا نہین چاہیے چنانچہ فرمایا۔ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ ۔ تو عورتون کو اس بات سے روکو مت کہ اپنے شوہرون
سے نکاح کرلین ف جنھون نے انکو طلاق دیدی تھی۔ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ جبکہ طلاقات والے اور انکے شوہران سابق
باہم راضی ہون ف پس یہ ممانعت اولیاے عورت کو ہے۔ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ ۔ پس اس ممانعت کی نصیحت تم مین سے اسی شخص کو کی جاتی ہے جو اللہ تعالے اور روز قیامت پر ایمان لایا ہے ف کہ یہی متقی سمجھیگا اور
وہان الٰہی تعالے کو مانیگا۔ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۔ یہ بات تمہارے حق مین زیادہ ستھری و پاکیزہ ہے ف کہ اس سے زنا کا خوف
دور ہوگیا کیونکہ دونون عورت و مرد مین باہم تعلق خاطر ہے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ اور اللہ تعالے جانتا ہے اور تم اسکو جانتے
نہین ہو۔ ف کہ کہان کس صورت مین دونون کو دلی ربط ہے اور کہان نہین ہے پس نصیحت الٰہی عزوجل مانو کہ اسمین سب طرح بہتری ہے۔ علی بن
ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یہ آیت ایسے شخص کے حق مین اُتری جسنے اپنی جورو کو ایک طلاق یا دو طلاق دین پھر اسکی عدت گذر گئی
پھر اس شخص کو بہتر معلوم ہوا کہ اسی عورت سے نکاح کرلے اور عورت نے بھی اسکو چاہا مگر اس عورت کے اولیاء اسکو اس امر سے مانع ہوے پس اللہ
عزوجل نے ممانعت کردی کہ عورت کو اس سے منع نہ کرین اور ایسا ہی مسروق و ابراہیم نخعی و زہری و ضحاک نے کہا کہ ایسے معاملہ مذکورہ بالا مین اُتری
ہے اور یہ قول ان علما کا اس آیت سے مراد ہونا ظاہر ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ طلقتم النساء سے مراد ایک یا دو طلاق تک ہے کہ اس سے عدت مین جمع
نہ کیا اور اسکی عدت گذر گئی یہانتک کہ بدون حلالہ کے اس عورت سے نکاح کرسکتا ہے اور اگر کسی نے تین طلاق دین اور عورت نے دوسرے شوہر
سے نکاح کیا پھر اسنے بھی اتفاق سے طلاق دیدی اور عدت گذر گئی پھر عورت نے اول شوہر سے نکاح کرنا چاہا اور ولی نے اسکو روکا تو ظاہرا اس سے
ممانعت کو بھی شامل ہے واللہ اعلم اور رہا سبب نزول اس آیت کا تو بخاری رح نے کئی طرق سے حسن بصری کے طریق سے معقل بن یسار سے روایت کی
کہ معقل بن یسار کی بہن کو اسکے شوہر نے طلاق دی پس اسکو چھوڑ دیا یہانتک کہ اسکی عدت گذر گئی پھر اس سے نکاح کا پیغام دیا پس معقل نے انکار
کیا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ فلا تعضلوہن ان ینکحن ازواجہن ۔ اور اس حدیث کو ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ و ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے
متعدد طرق سے حسن رح کے طریق سے معقل بن یسار سے روایت کیا ہے اور ترمذی کے روایت کی لفظ معقل بن یسار سے یہ ہین کہ معقل بن یسار
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین اپنی بہن کو مسلمانون مین سے ایک مرد کو بیاہ دیا پس وہ اس مرد کے پاس رہی جب تک رہی پھر اس مرد نے
اسکو ایک طلاق دیدی اور رجعت نہ کی یہانتک کہ اسکی عدت گذر گئی پھر اس مرد نے اس عورت کی دلی کی خواہش کی اور اس عورت نے بھی اس کی دلی
خواہش کی پھر اس مرد نے بھی دیگر پیغام دینے والون کے ساتھ اپنا پیغام دیا پس معقل نے اس سے کہا کہ ای کمینہ ورکمینہ مین نے تجھے اس عورت سے
بزرگی دی تھی اور اسکو تیرے ساتھ بیاہ دیا تھا مگر تو نے اسکو طلاق دیدی واللہ جب تک تو زندہ ہے کبھی تیرے پاس لوٹ کر نہ جاویگی۔ کہا کہ
پھر اللہ تعالے کو معلوم تھا کہ اس مرد کو اس عورت کی طرف حاجت ہے اور اس عورت کو اس مرد کی طرف حاجت ہے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا
واذا طلقتم النساء تا قولہ و انتم لا تعلمون۔ پھر جب معقل نے اس حکم کو سنا تو کہا کہ لبیک بسر و چشم مجھے اپنے پروردگار کی اطاعت پر رضامندی ہے پھر
اس مرد کو بلایا اور کہا کہ مین تیرے ساتھ نکاح کیے دیتا ہون اور تجھے بزرگی دیتا ہون اور ابن مردویہ کی روایت مین اتنا زیادہ ہے اور مین نے اپنی
قسم کا کفارہ دیا۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا۔ پھر نام اس عورت کا جمیل بنت یسار تھا جیسا کہ ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے

جمیل بروزن سہیل ہے ۱۲

اور سفیان ثوری نے ابو اسحق السبیعی سے روایت کی کہ اسکا نام فاطمہ بنت یسار تھا اور اسکے شوہر کا نام عاصم بن عدی تھا پھر ابن کثیر نے فرمایا کہ ایسا ہی بہتیرے سلف نے کہا ہی کہ یہ آیت معقل بن یسار و اسکی بہن کے بارہ مین نازل ہوئی ہی اور سدی رح سے روایت ہی کہ جابر بن عبداللہ کی چچیری بہن کے بارہ مین اُتری مگر قول اول صحیح ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ فلا تعضلوہن مین خطاب متعین ہی کہ اولیاء کو ہی ولیکن اذا طلقتم کی نسبت اولیاء کی طرف نہین معقول ہی اور اس صورت مین خطاب منتشر ہوا جاتا ہی بعض نے توجیہ کی کہ طلاق کی نسبت اولیاء کی طرف اس وجہ سے ہوئی کہ وہی اسکا سبب واقع ہوئی تھی کہ انھون نے نکاح کر دیا تھا جس پر طلاق مترتب ہوئی تھی یہ توجیہ محض واہی ہی اور اولی اس مقام پر یہ ہی کہ خطاب علی العموم مسلمانون کو ہی اور معنے یہ ہین کہ ایسا امر تمھارے درمیان نہ پایا جائے کیونکہ جب انکے درمیان پایا گیا اور وہ رضامند رہے تو گویا اسکے کرنے والے ہو گئے اور اس توجیہ پر انتظام شرط و جزا بھی بلا تکلف محفوظ رہتا ہی اسی سے صاحب کشاف نے اسکو وجہ وجیہ کہا ہی فتدبر اور عضل بمعنے حبس یعنے روکنا اور کہا گیا کہ بمعنے ضیق مین ڈالنا اور منع کرنا اور یہ معنے اول کی طرف راجع ہی اور ازہری نے کہا کہ اصل مین یہ ماخوذ ہی عضلت الناقۃ سے اور ناقہ کا بچہ لٹک رہا آسانی سے نہین نکلا اور عرب کے نزدیک ہر مشکل معضل ہی اسی سے بولتے ہین داء عضال یعنی ایسی بیماری کہ جسنے طبیبون کو تھکا دیا اور چنگا ہونا دشوار پڑ گیا ہو اور ازواجہن سے وہ شوہر مراد ہین جنھون نے ان عورتون کو طلاق دیدی تھی یعنے انکو شوہر کہنا باعتبار اسکے کہ پہلے شوہر تھے اور قولہ ذلک یوعظ بہ من کان منکم یومن باللہ والیوم الآخر۔ یعنے اس نصیحت سے کرامت ایسے ایسے شخص کو دیجاتی ہی اور یہ تحریض و آمادہ کرتا ہی تاکہ مستعدی سے قبول کرین

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُودِ

اور بچون کی مائین دودھ پلائین اپنے بچون کو دو برس پورے جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت اور لڑکے والے پر

لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا

ہے کھانا اور پہننا انکا موافق دستور کے تکلیف نہین کسی شخص کو مگر جو اسکی گنجائش مین ہو نہ ضرر پہنچایا جائے ماں کو اپنی اولاد کا

وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا

نہ لڑکے والے کو اپنی اولاد کا اور وارث پر بھی یہی ذمہ ہی پھر اگر دونون چاہین دودھ چھڑانا آپس کی رضا سے

وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

اور مشورت سے تو انکو نہین گناہ اگر تم مرد چاہو کہ دودھ پلوالو اپنی اولاد کو تو تم پر نہین گناہ

إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

جب حوالہ کر دیا جو تمنے دینا ٹھہرایا تھا موافق دستور کے اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ تمھارے کام دیکھتا ہی

ہر گاہ اللہ عز و جل نے طلاق کو ذکر فرمایا تو اسکے پیچھے رضاعت کا مسئلہ و حکم بھی فرما دیا اسلیے کہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جورو و مرد مین ایسی حالت مین جدائی ہوتی ہی کہ دونون کے درمیان دودھ پیتا بچہ موجود ہوتا ہی اور وہ بچہ کبھی تو دوسری دائی کا دودھ لیتا ہی اور کبھی نہین لیتا ہی اور کبھی باپ بھی مر جاتا ہی اسیواسطے کہا گیا ہی کہ یہ حکم خاص ان عورتون کے واسطے ہی جنکو طلاق دی گئی اور بعض نے کہا کہ حکم عام ہی ولیکن حافظ ابن حجر نے ابن بطال سے نقل کیا کہ اکثر اہل تفسیر اول ہی قول پر ہین یعنے یہ حکم ان عورتون کو ہی جنکو طلاق دی گئی ہو۔ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔ اور مائین دودھ پلاوینگی اپنی اولاد کو دو برس کامل

اس مرد کے لیے جسنے چاہا کہ رضاعت پوری کرے ف دودھ پلاوینگی یعنے انکو دودھ پلانا چاہیے۔ یہ خبر بمعنے امر ہی اور اسکو بصیغہ خبر اسواسطے
فرمایا کہ دلالت کرے کہ گویا امر کے موافق عمل در آمد ہو کر ایسا حال ہو گیا کہ اس سے خبر دی گئی پس یہ مبالغہ ہی اور کمالین میں کہا کہ ایک صورت میں
یہ امر واسطے استحباب کے ہی اور اگر بچہ کسی دوسری عورت کی چھاتی نہ لے یا کوئی دودھ پلائی نہ ملے یا باپ فقیر ہو کہ دودھ پلائی والی کو اجرت دیر
نہ لے سکے تو وجوب کے واسطے ہو گا۔ اور لفظ والدات فرمایا نہ مطلقات کیونکہ والدات کہنے میں اولاد کے حق میں پیار ٹپکتا ہی اور وہم اسکے
برعکس ہی اور یہاں مقصود پیار ہی اسیواسطے اولادہن اپنی اولاد کو۔ باضافت فرمایا اور یہ حسن بلاغت سے ہی کہ اپنی اولاد پر پیار آوے اگرچہ
باپ ہی کے نام سے یہ اولاد ہی۔ قولہ حولین۔ ای دوسال پس لفظ کاملین اسکے بعد صفت موکدہ ہی اور قولہ لمن اراد ان یتم الرضاعہ خبر مبتدائے
محذوف ہی ای ذلک ثابت لمن اراد ان یتم الرضاعہ۔ اور اس سے ثابت ہوا کہ اتمام رضاعت کے دوبرس کامل ہیں یعنے ارضاع کی انتہائی
مدت دوبرس ہی اور اسکے بعد رضاعت کا کچھ اعتبار نہیں ہی حتی کہ اگر اسکے بعد کسی بچے نے کسی اجنبیہ عورت کا دودھ پیا تو وہ رضاعی ماں نہوگی
اور یہی قول امام شافعی واحمد وابو یوسف ومحمد کا ہی اور امام ابوحنیفہ نے کہا کہ رضاعت کی انتہائی مدت دوبرس چھ مہینہ ہیں پس علمائے حنفیہ نے
آیت کریمہ میں یہ تاویل کی کہ آیہ کریمہ اس امر کو مقتضی نہیں ہی کہ مطلقا رضاعت کی مدت دوسال ہی بلکہ اسکا مقتضا یہ ہی کہ دودھ پلانے پر اجرت کا
استحقاق دوسال تک ہی اس بناپر کہ والدات سے مراد مطلقات ہیں اس قرینہ سے کہ۔ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ
بِالْمَعْرُوفِ ف اور جسکے واسطے اولاد ہی اسپر والدات کا کھانا وکپڑا بطور معروف واجب ہی ف پس اس کھانے کپڑے کو جو زوجہ ہونیکا نفقہ قرار دینے
سے یہ اولی ہی کہ دودھ پلانے کی اجرت قرار دی جائے کیونکہ زوجہ ہونے کا نفقہ تو امر معلوم ہی تھا اور رہا یہ امر کہ زوجہ ہونے کی صورت میں مستحق
اجرت ہو تو ایسی صورت میں وہ مستحق اجرت نہیں ہوسکتی ہی بلکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اسکا اجرت پر لینا ہی روا نہیں ہی ہاں زوجہ ہونے کی
وجہ سے اسکا نفقہ یعنے کھانا کپڑا البتہ واجب ہی ولیکن اصح قول اول ہی کہ مدت رضاعت فقط دو ہی برس ہی اور یہی جمہور کا مذہب ہی اور اسی پر
حنفیہ نے فتوی دیا ہی۔ اور یہی امام مالک سے ایک روایت ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ دوبرس دو مہینہ اور تیسری روایت دوبرس تین مہینہ ہی اور
زفرؒ نے کہا کہ تین سال تک ہی اور یہی اوزاعی سے روایت ہی قال المترجم یہ نص صریح نہیں پائی گئی کہ امام ابوحنیفہ ومالکؒ زفر و اوزاعی کے نزدیک
دوبرس سے زائد رضاعت بایں معنے ہی کہ اسکو دودھ پلانا روا ہی یا بایں معنے بھی ہی کہ احکام رضاعت کے بعد دوبرس کی بھی ثابت ہوتے ہیں یعنے مثلا
ہندہ کا دودھ ایک لڑکے زید بن عمروؓ نے اور ایک لڑکی مسماۃ زینب بنت بکر نے دوبرس کے عمر کے بعد پیا تو دونوں رضاعی بھائی بہن ہونگے ولیکن
فقہاء مذہب نے امام ابوحنیفہ کے قول پر مسائل رضاعت کی تفریع بتاثیر حکم کی ہی واللہ اعلم وابن کثیرؒ نے کہا کہ اکثر اماموں کے نزدیک حرمت
ثابت نہیں ہوتی مگر اسی رضاعت سے جو دوبرس تک ہو پس اگر دوبرس سے اونچے عمر والے نے کسی عورت کا دودھ پی لیا تو حرمت ثابت نہوگی
اور ترمذی نے ذکر کیا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم میں سے اکثر اہل علم کا قول یہ ہی کہ رضاعت حرام نہیں کرتی مگر وہی رضاعت
جو دوبرس سے ورے میں ہو اور جو دوبرس کی عمر کے بعد ہو وہ کچھ حرام نہیں کرتی ہی اور بخاری کی حدیث میں ہی کہ جب ابراہیم پسر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ میرا بیٹا مر گیا درحالیکہ وہ چھاتی سے دودھ پیتا تھا اسکے لیے جنت میں دودھ پلائی ہی اخرجہ
احمد ایضا اور بات یہ تھی کہ ابراہیم بن رسول اللہ صلعم کی عمر ایک سال دس مہینہ کی تھی پس دودھ پلائی ہونے سے مراد یہ کہ اسکی رضاعت پوری
کرتی ہی چنانچہ خود بعض روایت میں مصرح ہی اور موطا وغیرہ میں ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حرام نہیں کرتی ہی رضاعت سے
مگر وہی کہ دوبرس کے اندر ہو اور جو دوبرس کے بعد ہو وہ کچھ نہیں ہی اور جابرؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہیں رضاع ہی بعد فصال کے

اور نہیں باقی رہتا یتیم ہونا بعد احتلام کے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وفصاله فی عامین ان اشکر لی ولوالدیک۔ پس معلوم ہوا کہ فصال دو برس کے اندر ہے
پس رضاع کا حکم بھی دو برس کے اندر ہی ثابت ہوگا اور دو برس کے بعد رضاعت سے حرمت نہ ہونے کا قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ابن عباس و ابن مسعود
و جابر و ابوہریرہ و ابن عمر و ام سلمہ و سعید بن المسیب و عطاء و جمہور سے مروی ہے اور ابو حذیفہ کی جورو کو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ سالم کو جسکو
اپنے بیٹا بنایا تھا اور وہ اسوقت بالغ تھا دودھ پلا دے پس اسی دودھ پینے کی وجہ سے وہ سالم سے پردہ نہیں کرتی تھی تو یہ حکم مخصوص تھا اور ائمہ
اربعہ و فقہاء سبعہ و جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ بالغ کی رضاعت کچھ بھی حرام نہیں کرتی ہے۔ پھر قولہ لمن اراد ان یتم الرضاعۃ۔ میں اشارت ہے کہ اس سے
کم بھی دودھ پلانا روا ہے اور اسکی کوئی حد محدود نہیں ہے بلکہ بچہ کی اصلاح پر ہے اور لفظ رضاعت بالفتح ہے اور کوفیوں نے بالکسر بھی جائز رکھا ہے۔ قولہ وعلی
المولود له۔ ای علی الذی وُلِد الطفل له۔ یعنے اس طفل کے والد پر واجب ہے۔ اور بجائے لفظ والد کے مولود له کہنے سے یہ فائدہ ہے کہ معلوم ہو جاوے
کہ والد اسکے لیے اولاد والدہ ہی کے واسطے جنی ہے اسواسطے اولاد کی نسبت والد کی طرف ہوتی ہے نہ والدہ کی طرف۔ اور نیز اس سے معلوم ہوا کہ والد ہی
پر بچے کو دودھ پلوانا واجب اور اسکا خرچہ برداشت کرنا لازم ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ بچہ پر والدہ کا کچھ حق نہیں بلکہ والدہ کا بچہ پر بہت
حق ہے اگرچہ والد کا اس سے زیادہ ہے جیسا کہ اپنے موقع پر معلوم ہوگا اور اسقدر کافی ہے کہ حدیث صحیح میں یہ مضمون ہے کہ بچہ کے لیے اسکی ماں کے قدم کے
نیچے جنت ہے اور پارۂ الم میں بقرہ کے قصہ میں ماں کی خدمتگذاری کی فضیلت کچھ ظاہر ہو چکی ہے فتذکر۔ اور قولہ بالمعروف ای بقدر رفاقت کے بدون
اسراف اور کمی کے بدرجۂ اوسط جیسا کہ اس شہر والوں میں دستور ہو اور اگر دونوں میں اختلاف پڑے والدہ زیادہ مانگے اور والد کم دے تو حاکم کی رائے پر
ہے وہ ویسا حکم دے اسی دستور کے موافق چنانچہ فرمایا۔ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا۔ کسی نفس کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر اسی قدر کہ جو
اسکی وسعت ہے۔ یہ کلام گویا اسکی تعلیل ہے والدہ مطلقہ اگر بچہ کو دودھ پلانے سے انکار کرے تو اس پر جبر نکیا جائیگا لیکن یہ اسوقت ہے کہ دوسری
دودھ پلانے والی ملتی ہو اور بچہ اسکا دودھ لیتا ہو اور باپ موجود ہو اور اگر ایسا نہ ہوگا تو والدہ پر حاکم جبر کریگا کہ بچہ کو دودھ پلاوے اور مفاد اسکا یہ ہوگا کہ والد کو
خواہ مخواہ روا نہیں ہے کہ بچہ کو اسکی ماں سے چھڑاوے اور تمام مسائل اسکے ترجمہ عالمگیری کتاب الرضاعۃ والحضانۃ سے تلاش کرنی چاہییں۔ قولہ
لَا تُضَآرَّ الآیۃ۔ ارشاد ہے یعنی اصل میں لا تضارر تھا اور معروف و مجہول دونوں پڑھا گیا اور مرفوع بنا بر خبر کے پڑھا گیا ہے پھر والدہ نان نفقہ جبھی کہ وہ
زندہ ہو اور اگر مر گیا ہو تو وارث قائم مقام ہے چنانچہ فرمایا۔ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ۔ اور وارث پر اسکے مثل ہے نان نفقہ مرضعہ واجب
ہے یہ معطوف ہے علی المولود له پر علماء نے اسکی تفسیر میں اختلاف کیا ہے پس بعض نے کہا کہ وارث سے مراد وارث الاب یعنے خود طفل مذکور ہے یعنے اگر باپ گیا
تو اس طفل پر اسکے مال سے جو اسنے اپنے باپ سے میراث پایا ہے دودھ پلائی کا خرچہ واجب ہوگا اور یہ قول قبیصہ بن ذویب کا ہے اور یہی شافعی رح سے
مروی ہے اور مفسر جلال سیوطی رح نے اسکو اختیار کیا ہے اور ضحاک رح سے مروی ہے کہ انہوں نے بھی وارث الاب یعنے باپ کا وارث لیا اور کہا کہ باپ کے
وارث پر اس طفل کے دودھ پلائی کا خرچہ واجب ہے بشرطیکہ اس طفل کا خود کچھ مال نہ ہو اور اگر ہوگا تو خرچہ اسیکے مال سے دلایا جائیگا اور یہ مشعر ہے کہ طفل
کے بھائی وغیرہ پر یہ حکم ہے اور امام مالک نے بھی ایسا ہی کہا۔ لیکن یہ کہا ہے کہ یہ منسوخ ہے اور آدمی پر اپنے بھائی و قرابتی و ناتے والے کسی کا خرچہ لازم نہیں ہے
اور کہا گیا کہ معنے اسکے یہ ہیں کہ علی الوارث ای وارث المولود۔ پر یعنے بچہ کے وارث پر خواہ ماں ہو یا بھائی ہو یا قرابتی ہو اس بچہ کی دودھ پلائی کا خرچہ
اسیطرح واجب ہے جیسا کہ بچہ کے باپ پر واجب تھا اور یہ قول حضرت عمر بن الخطاب رض اور قتادہ و سدی و مجاہد و حسن و جمہور سلف سے مروی ہے اور یہی مذہب
امام ابو حنیفہ و ابن ابی لیلی و احمد و اسحق کا ہے اگرچہ انمیں باہم ایسا اختلاف ہے کہ ہر مرد و عورت پر جو میراث لے سکتا ہے ایسا خرچہ اٹھانا واجب ہے یا فقط
مردوں ہی پر جو باہم ناتے دار ہیں اور جسقدر مسائل اسکے ترجمہ عالمگیری کی کتاب الرضاعہ میں مذکور ہیں۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ یہی جمہور کا قول ہے اور

ابن جریر نے اسکو اپنی تفسیر میں پورا پورا بیان کیا ہے اور اسی سے حنفیہ و حنابلہ نے استدلال کیا کہ قرابتوں میں بعض کا نفقہ بعض پر واجب ہوتا ہے اور یہی اصح ہے بعض نے اعتراض کیا کہ اس بنا پر لازم آتا ہے کہ باوجود تونگری طفل کے اقارب پر اسکا نفقہ واجب ہو جواب دیا گیا کہ یہ کچھ نہیں اسواسطے کہ حکم مذکور اس صورت میں ہے کہ طفل فقیر ہو ۔ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اور اگر ماں باپ نے چاہا دودھ چھوڑانا باہمی دونوں کی رضامندی و مشورے سے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں ہے ف کیونکہ بچہ کی بہتری میں انکی شفقت کافی ہے پس دونوں بچہ کی بہتری پر متفق ہونگے ۔ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۔ اور اگر تم چاہو کہ اپنی اولاد کو دودھ پلواؤ تو تمپر کچھ گناہ نہیں ہے جبکہ تمنے جو دیا ہے بطور معروف سپرد کردو ف مفسرین نے اسکے معنے یہ بیان کیے کہ یعنی طفل کا باپ یہ چاہے کہ والدہ کے سوا کسی دوسری عورت سے دودھ پلوائے اور طفل کی والدہ مطلقہ کے لیے جو اجرت ٹھہرائی ہے وہ دے تو اسپر گناہ نہیں جبکہ اجرت جسکے دینے کا ارادہ کیا ہے بطور معروف یعنی خوشی خاطر سے سپرد کرے (ف) اس صورت میں ضرور ہے کہ آئیتم کی تاویل کیجائے یعنی ارادتم ایتاؤہ یعنی جسکے دینے کا تمنے ارادہ کیا ہے اور یہ تاویل کیجاوے کہ اس اجرت کا پیشگی دینا جو لازم آتا ہے یہ اجارہ صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے کیونکہ پیشگی اجرت دینا ضروری نہیں بلکہ یہ شرط فقط اسواسطے ہے کہ دودھ پلانے والی دائی کا دل خوش رہے اور ابن کثیر نے ذکر کیا یعنی جبکہ اتفاق کریں والد و والدہ دونوں اس بات پر کہ بچہ اسکی والدہ سے لیکر دوسری دائی کو دیا جائے بسبب اسکے کہ والدہ کو کوئی عذر ہے یا والد کی طرف سے کوئی عذر ہے تو اسمیں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ گذرے دنوں کی جو کچھ اجرت اسکی والدہ کی ہے اسکو اچھے طور سے اسکا والد اسکی والدہ کے سپرد کرے اور اسمیں کچھ کمی نہ کرے اور یہ قول بہتیرے علماء سے اسکی تفسیر میں مروی ہے اور اس صورت پر ارد تم کا خطاب مردوں عورتوں یعنی باپوں ماؤں کو عام ہوگا اور لفظ میں باپوں کو بسبب شرافت کے غلبہ دیکر اردتم بصیغہ مذکر آیا ہے اور ایسا اکثر آتا ہے اور یہ تفسیر ظاہر و احسن ہے اور شیخ دہلوی نے بھی فوائد ترجمہ میں اسی پر جزم کیا ہے ۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ اور اللہ تعالی سے تقوی کرو اور جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالی خوب دیکھتا ہے ف پس ہمیشہ اسکے حکم کے موافق اعمال ہوں بنا کیٹی سے شرع کی اتباع کرو ۔ اہل سنت نے اتفاق کیا کہ اللہ تعالی دیکھتا ہے اور دیکھنا اسکا مانند کسی مخلوق کے دیکھنے کے نہیں اور کوئی چیز اسکے دیکھنے سے پوشیدہ نہیں ہے اور دیگر فرقہ بدعتیہ اسمیں تاویلیں کرتے ہیں اور یہ لوگ خلاف مراد اللہ تعالی و اسکے رسول صلعم اور سلف امت صحابہ و تابعین اہل سنت کے برخلاف ہیں نعوذ باللہ من الضلال

پھر اللہ تعالی نے تتمہ عدت کا حکم بیان فرمایا بقولہ تعالی

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

اور جو لوگ مر جاویں تم میں اور چھوڑیں اپنی عورتیں وہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینہ اور دس دن

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

پھر جب پہونچ چکیں اپنی عدت کو تو تم پر گناہ نہیں اسمیں جو وہ اپنے حق میں کریں موافق دستور کے اور اللہ کو تمہارے کام کی خبر ہے

پہلے طلاق کی وجہ سے عورت کے چھوٹ جانیکا حکم بیان فرمایا پھر ان عورتوں کا حکم فرمایا جو شوہروں کی موت کی وجہ سے چھوٹ جائیں پس طلاق والی کی عدت تین حیض یا تین مہینہ قائم مقام حیض کے اگر حیض کے قابل نہوں مقرر ہوئی اور جسکا شوہر مر جاوے اسکی عدت چار مہینہ دس رات مقرر ہوئی اور ان راتوں میں دس دن بھی آگئے اسیواسطے عشرا فرمایا اور اگر خالی دن ہوتے تو عشرۃ ہوتا کیونکہ عشر لیال و عشرۃ ایام بولتے ہیں بقولہ تعالی ۔ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ

وَعَشْرًا - اور تم مین سے جو مرد مرین اور چھوڑین اپنے ازواج کو تو یہ عورتین اپنے آپکو چار ماہ دس راتین روکین ف جبکہ حاملہ نہون اور اسیطرح
زوجہ اگر غیر کی باندی ہو تو اسکی عدت نصف یعنے دو مہینہ پانچ راتین ہی - اور حاصل کلام یہ ہی کہ جو کتاب تمپر تلاوت ہوتی ہی اسمین متوفی مردونکی زوجات
عدت کا یہ حکم ہی کہ الخ یا یہ معنے کہ جو مرین انکے بعد انکی عورتین چار ماہ دس رات انتظار کرین - متکلم سے خطاب مخصوص انھین موجودین کو نہین ہی بلکہ تمام
لوگون کے واسطے یعنے مسلمانون مین سے جو مرے قیامت تک - ازواج جمع زوج اور عرب والے زوج کا لفظ مرد و عورت دونون پر اطلاق کرتے ہین جیسے
جفت کا لفظ کہ نر و مادہ دونون پر بولا جاتا ہی کہ ہر ایک دوسرے کا جفت ہی قال ابن کثیرؒ اللہ تعالے کی طرف سے ان عورتون کے واسطے جنکے شوہر
انکو چھوڑ مرین یہ حکم ہی کہ یہ عورتین چار مہینہ اور دس راتنتک عدت مین رہین اور یہ حکم بالاجماع مدخولہ اور غیر مدخولہ دونون قسم کے زوجات کو
شامل ہی کیونکہ آیہ کریمہ عام ہی اور نیز حدیث دلیل ہی کہ حضرت ابن مسعودؓ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ہنوز اسکے
ساتھ دخول نہین کیا تھا کہ مر گیا اور اسکے لیے کچھ مہر بھی معین نہین کیا تھا پس لوگ فیصلہ کے واسطے پوچھنے والے ابن مسعودؓ کے پاس ایک
مہینہ تک متواتر آیے آخر انھون نے فرمایا کہ اسمین مین اپنی رائے یعنے اجتہاد سے کہتا ہون پس اگر ٹھیک ہوگا تو اللہ تعالے کی طرف سے ہی
اور اگر چوک ہوئی تو میری طرف اور شیطان کی طرف سے ہی اور اللہ و اسکا رسول دونون اس سے بری ہین پس کہا کہ اس عورت کے واسطے
اسکا پورا مہر واجب ہی اور ایک روایت مین اسکو اسکا مہر مثل چاہیے بدون کمی زیادتی کے اور اس عورت پر عدت لازم ہی اور اسکو میراث پہونچتی ہی
پس معقل بن یسار اشجعی کھڑے ہوے اور کہا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے بروع بنت واشق کے حق مین یہی فیصلہ فرمایا
تھا پس عبداللہ بن مسعود اسکو سنکر نہایت ہی خوش ہوے اور ایک روایت مین ہی کہ قبیلہ اشجع مین سے چند مرد کھڑے ہوے اور انھون نے کہا کہ
ہم گواہی دیتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق کے حق مین یہی فیصلہ فرمایا تھا اس حدیث کو امام احمد و اہل سنن نے روایت
کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہی پس اس سے ثابت ہوا کہ غیر مدخولہ پر بھی عدت واجب ہی اور اس سے کوئی عورت خارج نہین مگر وہ عورت کہ حاملہ ہو
کیونکہ اسکی عدت بوضع حمل ہی اگرچہ شوہر کی وفات کے بعد بہت ہی جلد حتی کہ ایک ساعت بعد وضع حمل کرے کیونکہ سورۂ طلاق مین عموماً اللہ تعالے
نے حکم دیا ہی کہ واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن - یعنے حمل والیون کی عدت یہ ہی کہ وضع حمل کرین - حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر اسکا شوہر ہنوز
تختہ پر نہلایا جاتا ہو تو وضع حمل سے حلال ہوجائیگی - اور ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ ایسی عورت پر واجب ہی کہ ہر دو مدت مین سے جو دراز ہو اسکے ساتھ
عدت کرے یعنے اگر شوہر مرا ایسا کہ وضع حمل چار مہینہ دس روز سے پہلے ہوا تو چار مہینہ دس روز پورے کرے اور اگر بعد کو ہوا تو وضع حمل اسکی عدت ہی
تاکہ دونون آیتون مین اجتماع ہوجاوے قال ابن کثیرؒ یہ اجتہاد متروک ہوا کیونکہ سبیعہ اسلمیہؓ کے قصہ مین سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم صحیح
موجود ہی یعنے صحیحین وغیرہ مین کئی وجہ سے روایت ہی کہ سبیعہ اسلمیہ کا شوہر سعد بن خولہ اسکو حاملہ چھوڑ کر مر گیا پھر دیر نہ گذری کہ اسکی وفات کے بعد
سبیعہ اسلمیہ نے وضع حمل کیا اور ایک روایت مین ہی کہ اسکی وفات کی چند ہی راتون بعد وضع حمل کیا پھر جب اپنے نفاس سے پاک ہوئی تو اسنے
منگنی چاہنے والون کے لیے اپنے آپ کو آراستہ کیا پس ابو السنابل بن بعکک اسکے پاس آئے اور کہا کہ مین تجھے دیکھتا ہون کہ تو اپنی آرائش کرتی ہی
شاید تو چاہتی ہی کہ مین نکاح کر لون گی مگر واللہ تو نکاح کرنے والی نہین یہانتک کہ تجھپر چار مہینہ دس روز گذر جاوین سبیعہؓ کہتی ہین کہ جب ابو السنابل
نے مجھسے یون کہا تو جب شام ہوئی تو مین اوڑھ لپیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور مین آئی پس مین نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا
تو آپ نے مجھے فتوی دیا کہ مین جب وضع حمل کیا تھا تب ہی سے حلال ہوگئی ہون اور مجھے آپ نے حکم دیا کہ اگر مجھے مصلحت معلوم ہو تو مین نکاح کر لون -
شیخ عبدالبر نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس پر جب حدیث سبیعہؓ سے حجت پیش کی گئی تو انھون نے اسیطرف رجوع کر لیا تھا اور کہا کہ انکا رجوع کر لینا

اس دلیل سے بھی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ انکے شاگردوں نے بھی موافق حدیث سبیعہ کے فتوی دیا ہے جیسا کہ تمام اہل علم کا قول ہے قال ابن کثیر اور نیز اس
حکم میں سے ایسی زوجہ بھی مستثنی ہے جو کسی غیر کی باندی ہو کیونکہ باندی کی عدت دو مہینہ پانچ راتیں یعنی آزاد عورت کی عدت سے آدھی ہے اور
یہی جمہور علماء کا قول ہے اور بعضے علماء جیسے محمد بن سیرین و بعضے ظاہریہ اس مقام پر زوجات آزادہ و باندیوں میں فرق نہیں کرتے دونوں کی عدت
برابر کہتے ہیں اس دلیل سے کہ آیت کریمہ عام ہے اور نیز عدت از باب امور جبلیہ ہے جسمیں ہر ایک کی حالت یکساں ہے سعید بن المسیب و ابو العالیہ وغیرہ نے
ذکر کیا ہے کہ وفات کی عدت چار مہینہ دس راتیں مقرر ہوتی ہیں یہ حکمت ہے کہ شاید رحم میں حمل ہو تو اسقدر مدت کی انتظار میں حال کھل جائیگا جیسا کہ
ابن مسعود کی حدیث میں جو صحیحین وغیرہ میں ہے بیان ہے کہ تم میں سے ہر آدمی کی خلقت اسکے ماں کے پیٹ میں چالیس دن مجموع ہو کر نطفہ ہوتی ہے پھر
اسیقدر مدت میں علقہ ہوتی ہے پھر اسیقدر مدت میں مضغہ ہوتی ہے پھر اللہ تعالے اسکی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے کہ اسمیں روح پھونکتا ہے پس ان
تین چلوں سے کے چار مہینہ ہوئے اور اسکے بعد کے دس راتوں میں احتیاط ہے کیونکہ بعضے مہینوں میں کمی ہوتی ہے اور نیز روح آجانے کے بعد اسکی حرکت
سے صاف حال کھل جاوے کیونکہ حرکت اسکے بعد ظاہر ہوگی قتادہ نے سعید بن المسیب سے روایت کی کہ میں نے پوچھا کہ دس راتوں کے زیادہ ہونے میں کیا
حکمت ہے تو کہا اسمیں روح پھونکی جاتی ہے اور ربیع بن انس نے ابو العالیہ سے کہا کہ چار مہینوں کے ساتھ دس راتیں کیوں ہوئیں تو کہا کہ اسلیے کہ اسمیں
روح پھونکی جاتی ہے رواہما ابن جریر اور یہیں سے امام احمد سے ایک روایت میں آیا ہے کہ وفات کی صورت میں ام ولد کی عدت مثل آزادہ منکوحہ کے
ہے کیونکہ وہ بھی مثل آزادہ عورتوں کے فراش ہوئی ہے اور اس وجہ سے کہ امام احمد نے روایت کی کہ عمرو بن العاص نے کہا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
سنت کو ہم پر مشتبہ نہ کرو ام ولد کا مالک جب مر جاوے تو اسکی عدت چار مہینہ دس دن ہے رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ بوجہ آخر ایضا اور امام احمد سے
مروی ہے کہ انہوں نے اس حدیث سے انکار کیا اور اسمیں علت یہ بیان کی گئی کہ قبیصہ بن ذویب نے عمرو بن العاص سے سنا نہیں ہے قال المترجم ولیکن
حاکم نے اسکو روایت کر کے صحیح کہا ہے اور دارقطنی نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ یہ موقوف ہے یعنی خود عمرو بن العاص کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید امام
احمد نے حدیث کے مرفوع ہونے سے انکار کیا ہو لیکن جب نص ہو تو قول صحابی کو وہ بھی حجت مانتے ہیں پس حجت میں صحابی کا قول لے لیا قال
ابن کثیر اور سلف میں سے ایک گروہ خود جنمیں سعید بن المسیب و مجاہد و سعید بن جبیر و حسن و ابن سیرین و ابو عیاض و زہری و عمر بن عبد العزیز بھی ہیں
اسی طرف گئے ہیں اور یہی قول اوزاعی و اسحق بن راہویہ کا اور ایک روایت امام احمد سے ہے اور طاؤس و قتادہ نے کہا کہ ام ولد کا مالک جب مر جاوے
تو اسکی عدت دو مہینہ پانچ راتیں یعنی آزاد منکوحہ کی عدت سے نصف ہے اور امام ابوحنیفہ و انکے اصحاب و ثوری و حسن بن صالح نے کہا کہ وہ تین حیض تک
اپنی عدت پوری کریگی اور یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ابن مسعود و عطاء و ابراہیم نخعی کا ہے اور امام مالک و شافعی و مشہور قول امام احمد میں اسکی عدت
ایک حیض ہے اور یہ قول ابن عمر و شعبی و مکحول و لیث و ابو عبید و ابو ثور کا ہے اور مالک نے کہا کہ اگر اسکی حالت یہ ہو کہ اسکو حیض نہ ہوتا ہو تو اسکی عدت تین مہینہ
ہے اور شافعی نے کہا کہ جمہور کے نزدیک ایک مہینہ ہے ولیکن تین مہینہ کے عدت کا قول میرے نزدیک زیادہ پسند ہے قال المترجم اور شاید یہ خلاف
ام ولد کے حق میں ظاہر ہے یعنی ایسی باندی کے حق میں ہے جو اپنے مالک کے تحت تصرف میں ہو اور اس سے جنی ہو ورنہ ابن العربی رحمہ اللہ نے نقل کیا کہ یہ
اجماع ہے کہ باندی کی عدت آزاد منکوحہ کی عدت سے نصف ہے سوائے قول اصم کے اور باجی نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اسمیں کسی نے خلاف
کیا ہو سوائے قول ابن سیرین کے کہ وہ باندی و آزادی کی عدت برابر کہتے ہیں مگر یہ قول انسے صحیح روایت سے ثابت نہیں ہوتا ہے و قال المترجم
اور یہ جو توجیہ بیان کی گئی کہ اس عدت میں باندی و آزادی کے درمیان مساوات کی وجہ یہ ہے کہ اگر حمل ہو تو اس مدت میں ظاہر ہو جاوے اور یہ امر
جبلی خلقی ہے اسمیں آزادی و باندی دونوں یکساں ہیں تو میرے نزدیک یہ توجیہ محل تامل ہے اسواسطے کہ اگر یہی بات ہوتی تو ضرور تھا کہ جو عورت

غیر مدخولہ ہی اسکی عدت کچھ نہوتی جیسے طلاق کی صورت میں نہیں ہوتی ہے حالانکہ حدیث صحیح ابن مسعود میں جو اوپر گذری ہے غیر مدخولہ کے واسطے عدت وفات
چار مہینہ دس راتیں متعین ہوئی ہے پس کیونکر قیاس نہ کو معتمد ہوگا پھر یہی ام ولد کی عدت تو جمہور متاخرین کے قول و قیاس سے اعلی و اولی یہ ہے جو حضرت
علی کرم اللہ وجہہ و ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اسکی عدت تین حیض ہے کیونکہ وہ کافی نہیں جلالت قدر حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور انھیں حضرت
کی اتباع کی ہے ابو حنیفہؒ نے پس معتمد قول یہی ہے یہی قول ہے اور یہی ہمارے نزدیک مذہب ہے۔ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ
فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ پھر جب یہ عورتیں اپنی میعاد کو پہنچ جاویں تو جو کچھ اپنی جانوں کے بارہ میں
امر معروف شرعی سے کریں اسمیں تمپر کچھ گناہ نہیں ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالے خوب خبردار ہے ف یہاں بلوغ اجل سے مراد انقضاء عدت ہے
بلا خلاف اور فلا جناح علیکم میں خطاب عورتوں کے اولیاء کو ہے یا تمام مسلمانوں کو ہے اسواسطے کہ امر منکر پر روکنا عامہ مسلمانوں پر واجب ہے اور بالمعروف
سے مراد یہ ہے کہ خلاف شرع کوئی زینت وغیرہ حرکت نہ کریں اور اولی یہ ہے کہ شرع و دستور نیک سے خلاف نہو وقال ابن کثیر فی التفسیر اس آیت سے
مستفاد ہوتا ہے کہ جس عورت کو اسکا شوہر چھوڑ کر مرے اسپر حداد یعنے سوگ کرنا واجب ہے اور حداد عبارت ہے آرائش ترک کرنے اور نیز زیور و لباس وغیرہ
جو شوہروں کے واسطے ہوتا ہے اسکو ترک کرنے سے کیونکہ صحیحین میں حضرت ام المومنین ام حبیبہؓ و زینب بنت جحش سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ حلال نہیں کسی عورت کو جو ایمان رکھتی ہو اللہ تعالے و روز قیامت پر یہ بات کہ حداد کرے کسی مردے پر تین روز سے زیادہ۔ مگر اپنے
شوہر پر کہ چار مہینہ دس راتیں حداد کرے۔ اور نیز صحیحین میں ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ میری بیٹی کا شوہر مرگیا اور
اسکی آنکھوں میں بیماری ہے کیا میں اسکے سرمہ لگا دوں تو فرمایا کہ نہیں پس اسنے دو یا تین بار پوچھا ہر بار آپ نے فرمایا کہ نہیں پھر فرمایا کہ یہ تو چار
مہینہ دس راتیں ہی ہیں اور حال یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک تم میں کی ایک سال تک مینگنی پھینکتی تھی۔ پھر زینب بنت ام سلمہ نے فرمایا کہ
جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب کسی عورت کا خاوند مرجاتا تو وہ ایک جھونپڑی میں گھس بیٹھتی اور بہت خراب کپڑے پہنتی اور کوئی خوشبو نہیں چھوتی تھی
اور نہ کوئی اور چیز یہانتک کہ اسپر ایک سال گذرتا پھر وہ اسمیں سے نکلتی پس اسکو مینگنیاں دی جاتی تھیں پس وہ انکو تار کر پھینکتی پھر اسکو جانور یا بکری
یا پرندہ وغیرہ ملتا پس اس سے افتضاض کرتی یعنی جسم سے وہ افتضاض کرتی اکثر وہ مرجاتا تھا قال ابن کثیر اور یہیں سے اکثر علماء سلف اسطرف
گئے ہیں کہ یہ آیت ناسخ ہے اپنے مابعد والی آیت یعنے قولہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة لازواجهم متاعا الی الحول غیر اخراج الآیۃ۔ جیسا کہ
ابن عباسؓ وغیرہ نے کہا ہے قال ابن کثیر بالجملہ عدت وفات میں حداد کرنا یعنے زینت وغیرہ ترک کرنا واجب ہے اور اسمیں بھی ایک قول بالاتفاق ہے
اور طلاق رجعیہ میں حداد واجب نہونا ایک قول اتفاقی ہے تا کہ مطلقہ رجعیہ کی زینت سے شوہر اسکی طرف رجوع کرے اور رہا یہ کہ طلاق بائن کی عدت میں
حداد واجب ہے یا نہیں سو اسمیں دو قول ہیں۔ پھر جاننا چاہیے کہ عدت وفات میں ہر قسم کی زوجہ پر حداد واجب ہے خواہ وہ صغیرہ ہو یا آئسہ ہو خواہ
آزاد ہو یا باندی ہو خواہ مسلمہ ہو یا کافرہ ہو مثلا یہودیہ یا نصرانیہ کسی مسلمان کے تحت میں ہو کیونکہ آیت عام ہے اور امام ابو حنیفہ و انکے اصحاب و ثوری
کے نزدیک کافرہ عورت پر حداد نہیں ہے اور یہی قول امام مالک کے شاگردوں میں سے اشہبؒ اور ابن نافع کا ہے اور حجت انکی قولہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حلال نہیں ایسی عورت کو جو ایمان رکھتی ہو اللہ تعالے اور روز قیامت پر کہ حداد کرے کسی میت پر تین روز سے زائد
مگر اپنے شوہر پر چار مہینہ دس راتیں رواہ الشیخان۔ پس ان علماء نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو امر تعبدی قرار دیا ہے اور امور تعبدی میں
کافرہ کو نصیب نہیں ہے پھر امام ابو حنیفہ و انکے اصحاب و ثوری نے صغیرہ مسلمہ کو بھی اسیکے ساتھ لاحق کیا ہے یعنے کہ وہ بسبب صغیرہ ہونے کے
مکلف نہیں ہے اور نیز ابو حنیفہ و انکے اصحاب نے مسلمان باندی کو بھی اسیکے ساتھ لاحق کیا کیونکہ اسکی دیانت میں نقصان ہے والکلام فی الفقہ

قولہ فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف - ابن جریج نے مجاہد سے روایت کی کہ نکاح حلال طیب - حاصل یہ ہوا کہ بعد انقضاے عدت کے اگر عورت بطور معروف نکاح حلال طیب کرلے تو تم لوگوں پر کچھ گناہ نہیں ہے تم ست روکو - اور حسنؒ و زہری و سدی سے بھی اسکے مانند تفسیر مروی ہے قال المترجم ائمہ حنفیہ نے اسی آیت سے بدون ولی کے عورت کے خود نکاح کر لینے کو جائز کہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صریح فعل کی نسبت عورتوں کی طرف کی ہے یعنے اپنے واسطے وہ نکاح کرلیں اور ایسے ہی حتی تنکح زوجا غیرہ میں بھی نکاح کر لینے کی نسبت عورت کی طرف کی اور ایسے ہی قولہ فلا تعضلوہن ان ینکحن ازواجہن میں نکاح کر لینے کی نسبت عورتوں کی طرف کی ہے اور جو لوگ اس طرف گئے ہیں کہ بدون ولی کے نکاح نہیں جائز ہے وہ اسکا یہ جواب دیتے ہیں کہ فلا جناح علیکم میں خطاب اولیاء کو ہے پس اگر بدون ولی کے نکاح جائز ہوتا تو وہ مخاطب نہ ہوتا اقول یہ جواب کچھ نہیں ہے اسواسطے کہ اس قضیہ کی ملازمت ممنوع ہے کیونکہ ان میں کوئی لزوم نہیں کہ اگر ولی کے بغیر نکاح روا ہوتا تو وہ مخاطب کیوں ہوتا اسواسطے کہ روا ہے کہ خطاب کی وجہیں اگر ہوں بلکہ یہی ٹھیک ہے اور وجہ سے ولی کو خطاب کیا اور وجہ یہ ہے کہ اسکی تزئین و آرائش کو اور خطبہ کرنے والوں کے واسطے متعرض ہونے کو بسا اوقات ولی مانع ہوتا ہے لہذا ولی کو خطاب کیا کہ اپنے ہم کفو سے جبکہ وہ ایسا کریں تو تم مانع مت ہو اور ائمہ حنفیہ اس امر کا انکار نہیں کرتے ہیں کہ ولی کو اپنے حق کی حفاظت اور عورت کے بہتری کے خیال سے حق ہے پس ان حقوق کے واسطے ولی کی ولایت لینا اور نفس نکاح کے جواز میں عورت کا خود مستقل ہونا ایسا قول ہے کہ آیات و احادیث میں اس سے پوری توفیق حاصل ہو جاتی ہے بدون اسکے کہ آیت کی تخصیص اور معنے کا تغیر لازم آوے فافہم منجملہ بیان احکام عدت کے غیر کی طرف سے منگنی غیر کی تصریح و تعریض ہے بقولہ تعالیٰ

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ

اور گناہ نہیں تم پر جو پردے میں کہو پیغام نکاح کا عورت کو یا چھپا رکھو اپنے دل میں معلوم ہے اللہ کو کہ تم

سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا وَلَا تَعْزِمُوا

البتہ انکا دھیان کروگے لیکن وعدہ نہ کر رکھو ان سے چھپ کر مگر یہی کہ کہہ دو ایک بات جس کا رواج ہے اور نہ باندھو

عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ

گرہ نکاح کی جب تک پہونچ چکے حکم اللہ کا اپنی مدت کو اور جان رکھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو تمہارے دل میں ہے سو اس سے ڈرتے

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ - تم پر کچھ گناہ نہیں جو عورتوں کی منگنی میں تم تعریض کرو - پردہ کے ساتھ ٹیکنی یعنی خواہش منگنی ظاہر کرو - یعنے ان عورتوں سے جنکے شوہر انکو چھوڑ مرے ہیں زمانہ عدت میں جیسے مثلاً کہو کہ تم تو خوبصورت عورت ہو اور تم سی عورت ملتی کسکو ہے اور تمہاری طرف تو رغبت کرنے والے بہت ہیں - أَوْ أَكْنَنتُمْ - یا تم چھپا رکھو - فِي أَنفُسِكُمْ اپنے دلوں میں ف انکے قصد نکاح سے تو بھی گناہ نہیں - عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ - اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ تم عنقریب انکو ذکر کروگے ف یعنے انکے ساتھ منگنی کا ذکر کروگے اور ان سے صبر نہ کروگے پس تمہارے لیے تعریض مباح کر دی ہے - وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا - ولیکن تم ان عورتوں سے خفیہ وعدہ مت ٹھہراؤ ف یعنے وعدہ نکاح یا وعدہ جماع کہ یہ گناہ ہے - إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا - لیکن یہ کہ تم قول معروف کہو ف جو تمکو شرع میں مباح کیا ہے اور وہ یہی تعریض مذکور ہے

جائز ہے۔ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ – اور مت عزم کرو عقد نکاح کو یہانتک کہ کتاب اپنی میعاد کو پہونچ جاوے۔ ف یعنے لکھی ہوئی عدت پوری ہو جاوے پس اسکے بعد البتہ عقد نکاح کو مضبوط کرو اور قبل عدت کے عزم مت کرو اور یہ وہم شیطانی نہ آوے کہ یہ امر مخفی ہے۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ – اور یقین رکھو کہ جو تمھارے دلون میں ہے اللہ تعالے جانتا ہے پس اس سے ڈرتے و بچتے رہو ف کہ ایسا نہو کہ عذاب کرے۔ اور تاخیر عذاب مین بھی دلیری مت کرو۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ – اور یقین جان لو کہ اللہ تعالے غفور حلیم ہے ف وہ حلم سے تاخیر فرماتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جناح لفظ عربی فصیح ہے اور معنے اسکے گناہ ہین اور کبھی بمعنے تنگی بھی مستعمل ہوتا ہے اور عرضتم از تعریض ہے جو ضد تصریح ہے بعض نے کہا کہ ماخوذ ہے از عرضت الرجل ای اہدیت اسکو ہدیہ دیا چنانچہ حدیث مین ہے کہ ان رکبا من المسلمین عرضوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر ثیابا بیضا۔ ای چند سواران مسلمین نے رسول اللہ صلعم و ابوبکر کو سپید کپڑے ہدیہ دیے پس تعریض کرنے والا بھی دوسرے کو ایسا کلام دیتا ہے جس سے وہ اسکی مراد سمجھ جاتا ہے اور خطبہ کے معنے منگنی کرنا۔ اور آیتہ کے معنے یہ ہین کہ جن عورتون کے شوہر مر گئے ہین اگر تم انکی عدت کے درمیان مین ایسے صریح منگنی کو نہ کہو بلکہ تعریض کرو تو تمپر گناہ نہین ہے اور ابن عباس سے تعریض کی صورت یون مروی ہے کہ اس معتدہ عورت سے یون کہے کہ مین بھی نکاح کرنیکا ارادہ رکھتا ہون۔ یعنے یون نہ کہے کہ مین تجسے نکاح کرنا چاہتا ہون بلکہ محض اپنا ارادہ بیان کرے یا یون کہے کہ اللہ تعالے سے امیدوار ہون کہ مجھے کوئی نیک بخت عورت دیدے یا کہے کہ مجھے بھی جورو کی حاجت ہے تفسیر ابن کثیر مین ہے کہ اماموں کے نزدیک اتفاق ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کے وفات کی عدت مین ہو اس سے تعریض کرنا بدون تصریح منگنیکے روا ہے اور یہی حکم اس عورت کا ہے جو تین طلاق کی عدت مین ہو اور رہی وہ عورت جو تین طلاق سے کم مطلقہ ہو اور عدت مین ہو تو اختلاف نہین کہ اس سے اسکے شوہر طلاق دہندہ کے سوائے دوسرے کو تعریض و تصریح حرام ہے۔ قولہ او اکننتم۔ اکنان بمعنے چھپا رکھنا اور خفیہ کرنا اسکی صورت یہ ہے کہ عورت کے وہان جاوے اور اسکو سلام کرلے مگر اور کچھ کلام تعریض بولے ہان ہدیہ چاہے بھیجدے۔ قولہ ولکن لاتواعدوہن سرا۔ علما نے لفظ سر کے معنے مین اختلاف کیا ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ابو مجلز و ابو الشعثاء یعنے جابر بن زید و حسن بصری و ابراہیم نخعی و قتادہ و ضحاک و ربیع بن انس و سلیمان تیمی و مقاتل بن حیان و سدی نے کہا کہ مراد زنا ہے اسیکو ابن جریر نے اختیار کیا ہے آ قول یعنے عدت مین اسسے زنا کا پھر اسکے بعد نکاح کا باہم وعدہ نہو کذا قیل پھر ابن کثیر نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ لاتواعدوہن سرا یعنے اس سے مت کہہ کہ مین عاشق ہان اور مجسے عہد کر کہ میرے سوائے دوسرے سے نکاح نہ کریگی اور مانند اسکے اور الفاظ واہیہ مت کہہ۔ اور ایسا ہی سعید بن جبیر و شعبی و عکرمہ و ابو الضحی و ضحاک و زہری و مجاہد و ثوری سے روایت ہے کہ مراد یہ ہے کہ اس عورت سے یہ عہد پیمان نہ لیوے کہ اسکے سوائے اور کسی سے نکاح نہ کریگی اقول جمہور علما اسطرف گئے ہین کہ آیتہ کے یہی معنے ہین قال ابن کثیر اور ابن زید نے کہا کہ سر سے یہ مراد ہے کہ عدت مین عورت سے خفیہ نکاح کرے پھر جب وہ عدت سے حلال ہو تو اسکو ظاہر کرے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ احتمال ہے کہ آیت کریمہ ان معنے کو شامل ہو یعنے ان سب سے ممانعت ہوا اور بعض نے ذکر کیا کہ سر بمعنے جماع ہے ای انکی رغبت دلانے کے لیے اپنے آپ تعریف نہ کرو کہ زیادہ جماع کرنے والے ہین اور شافعی رح نے یہی معنے لیے ہین۔ قولہ الا ان تقولوا قولا معروفا۔ یعنے وہی تعریض جو اوپر مباح فرمائی ہے جیسے کہے کہ تیری طرف رغبت کرنے والے بہت ہین اور یہی قول ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر و سدی و ثوری و ابن زید سے مروی ہے اور ابن سیرین نے کہا کہ مین نے عبیدہ سے کہا کہ اسکے کیا معنے ہین تو فرمایا کہ اس عورت کے ولی سے کہے کہ تو اسکا نکاح نہ کر دینا یہان تک کہ مجھے آگاہ کر دینا رواہ ابن ابی حاتم علما نے اجماع کیا ہے کہ عدت کے اندر نکاح صحیح نہین ہے اور جسنے عدت مین نکاح کیا انمین تفریق کر دی جائیگی یعنے دونون جدا کر دیے جاوینگے

پھر بعد کو اگر نکاح کریں تو جمہور کے نزدیک درست ہی اور مالک رحمہ کے نزدیک انکا جرم ہی کہ ہمیشہ کے واسطے جمع نہیں ہو سکتے ہیں اور قول جمہور اظہر ہی واللہ
اعلم۔ قولہ واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم۔ یعنے جو تمہارے دلوں میں ہی اسکو جانتا ہی پس عورتوں کی باتوں میں سے جیساکہ کچھ تم اپنے دل میں رکھو گے
وہ اللہ تعالے کو معلوم ہی پس چاہیے کہ بھلائی کو دل میں رکھو بُرائی کو مت رکھو ورنہ مستحق عذاب ہو گے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ
گناہ نہیں تمپر اگر طلاق دو تم عورتوں کو جب تک کہ نہیں ہاتھ لگایا تمنے انکو یا نہیں مقرر کیا تمنے انکے واسطے حق اور انکو خرچ دو

عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ
وسعت والے پر اسکے موافق ہی اور تنگی والے پر اسکے موافق ہی جو خرچ دستور ہی لازم ہی نیکوکاروں پر

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ تمپر کچھ گناہ نہیں۔ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ۔ اگر تم عورتوں منکوحہ کو طلاق دو۔ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ جب تک
تمنے انکو مس نہیں کیا۔ ف یعنے بغیر مس کے طلاق دو تو گناہ نہیں ہی۔ اور حمزہ و کسائی کی قراءت میں ما لم تماسوہن جب تک تمنے انسے جماع نکیا ہو
خلاصہ یہ کہ عورت کو قبل جماع طلاق دینے میں گناہ نہیں۔ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً۔ یا جب تک مہر کچھ فرض نہیں کیا ہی ف یعنے
اسمیں بھی گناہ نہیں کہ تمنے بدون مہر مقرر کرنے کے نکاح کیا پھر طلاق دیدی تو اس عورت میں عورت کے واسطے مہر نہو گا مگر متعہ واجب ہی تو نصف مہر المثل سے
زائد ضرور نہو گا لہذا فرمایا۔ وَمَتِّعُوهُنَّ۔ اور ایسی عورتوں کو متعہ دیدو ف یعنے ایسی چیز جس سے وہ تمتع اوٹھاویں چنانچہ آنحضرت صلعم نے
ایک عورت کو قبل مساس کے طلاق دیدی تھی تو حکم دیا کہ اسکو رازقیہ کپڑوں کا ایک جوڑا دیدو۔ رواہ احمد وغیرہ پس ایسی عورت میں متعہ واجب ہی عَلَى
الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ۔ وسعت والے پر اسکی قدر ہی اور تنگدست پر اسکی قدر ہی ف ظاہر آیت سے یہی معلوم
ہوتا ہی کہ متعہ کی مقدار میں مرد کی حالت دیکھی جائیگی۔ اور بعض متاخرین مشائخ نے عورت کا بھی لحاظ کیا اور تمام بحث مترجم کی عین الہدایہ میں ہی مَتَاعًا
بِالْمَعْرُوفِ۔ متاع دو بطور معروف متاع دینا۔ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ۔ یہ حق ثابت کر دیا گیا محسنین پر ف جو اچھے طور سے اللہ تعالے
و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں تو ضرور اسکی اتباع کر کے حق ادا کرینگے۔ اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالی نے جناح کے نفی کی حالانکہ طلاق
دینے میں کوئی گناہ نہیں ہی اگرچہ یہ مباح اللہ تعالے کے نزدیک ناگوار مباحات میں سے ہی اسیواسطے علما نے کہا کہ مراد یہاں ایسا حق نہیں جسکی وجہ سے
آدمی کا دامن پکڑا جاوے لہذا بیضاوی وغیرہ نے کہا ای لا تبعۃ علیکم۔ اور یہ ماخوذ ہی تبعت الرجل بحقی۔ ای میں نے فلاں شخص کا پیچھا پکڑا
اپنے حق کے واسطے پس مراد یہ ہوئی کہ کچھ لازم نہیں آتا ہی تمپر ایسی حالت میں طلاق دینے سے۔ اگر کہا جاوے کہ متعہ اکثر کے نزدیک واجب آتا ہی پس اس طلاق
سے متعہ واجب ہوا تو جواب یہ ہی کہ نکاح پر طلاق دینے سے اسکا وجوب نہیں ہوا بلکہ اللہ عز و جل نے اسکو مستقل واجب فرمایا ہی اور ما لم تمسوہن میں
ما مصدریہ ظرفیہ ہونا مفسرین نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ شرطیہ ہی ای ان لم تمسوہن۔ ولیکن اول اوجہ ہی اور معنے مدۃ عدم المسیس ہیں اور مس و
معنے چھونا اور یہاں کنایہ جماع سے ہی چنانچہ ابن عباس و طاؤس و ابراہیم و حسن بصری نے کہا کہ مس بمعنے نکاح یعنے جماع ہی۔ اور قولہ او تفرضوا لہن فریضۃ
بیضاوی نے کہا کہ فرض بمعنے تسمیہ مہر ہی ای مہر کو متعین کر کے بیان کر دینا پس عدم فرض کے یہ معنے ہوئے کہ مہر بیان نہیں ہوا۔ پھر جاننا چاہیے کہ
کہ مطلقات چار قسم کے ہیں اول آنکہ مدخولہ مفروضۃ المہر کو طلاق دی گئی یعنے اسکا مہر بیان ہو گیا اور اسکے ساتھ دخول بھی واقع ہو گیا پھر اسکو
طلاق دی گئی تو ایسی مطلقہ کو اسکا پورا مہر واجب ہی اور اگر مہر ادا ہو چکا ہی تو شوہروں کو ممانعت ہی کہ اسمیں سے کچھ واپس نہیں لے سکتے
ہیں دوم وہ کہ جو مدخولہ ہی مگر اسکا مہر بیان نہیں ہوا ہی تو اسمیں اسپر عدت واجب اور مہر مثل دینا پڑیگا اور آگے آویگا فی قولہ

فما استمتعتم بہ منہن فاتوہن اجورہن۔ سوم وہ کہ مدخولہ نہین ہی مگر عقد نکاح مین اسکا مہر بیان ہوگیا ہی تو اسپر عدت نہین مگر نصف مہر دینا پڑیگا اور
اسکا بیان اگلی آیت مین آتا ہی چہارم وہ کہ نہ مدخولہ ہی اور نہ اسکا مہر بیان ہوا ہی پس یہی اس آیۃ کریمہ مین مذکور ہی پس اسپر عدت واجب نہین ہی
اور نہ اسکے واسطے کچھ مہر ہی پس ایسی حالت مین اسکو طلاق دینا روا ہی اگرچہ اسمین اسکی دل شکنی ہی اسیواسطے اللہ تعالے نے اسکے لیے امتاع کا
حکم دیا یعنے شوہر اسکو اپنی حالت کے لائق کچھ دیوے یعنے اگر تونگر ہی تو اپنی تونگری کے لائق اور اگر فقیر ہی یعنے اتنی لیاقت رکھتا ہی کہ نکاح کرے اور اسکا
نفقہ دے مگر زیادہ وسعت والا نہین ہی تو وہ اپنی لیاقت کے موافق دیوے اور عکرمہ رحنے ابن عباس سے روایت کی کہ متعۃ الطلاق مین اعلی تو خادم ہی
یعنے کوئی باندی یا غلام دیوے اور اوسط درجہ یہ ہی کہ روپیہ دیوے اور ادنی یہ ہی کہ کپڑے دیوے اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ اگر خوشحال
تونگر ہی تو اسکو خادم یا اسکے مانند دیوے اور اگر تنگدست ہی تو تین کپڑے دیوے اور شعبی رحنے کہا کہ اوسط درجہ اسکا کرتا اور اوڑھنی اور پائجامہ وچادر ہی
اور روایت ہی کہ حضرت حسن بن علی علیہم السلام نے دس ہزار درہم دیئے اور عورت نے کہا کہ ع متاع قلیل من حبیب مفارق + یعنے محبوب جدا
ہونیوالے کے عوض یہ متاع قلیل ہی۔ اور امام ابوحنیفہ کا قول وہ ہی جو ابن عباس سے ادنی درجہ مذکور ہوا اور اسکو شعبی رحنے اوسط درجہ قرار دیا اور زہری
رحنے کہا کہ اگر جورو اور مرد مین متعہ کی بابت تنازع ہو تو مرد پر اس عورت کے مثل عورتون کا جو مہر ہی اسکا نصف واجب ہوگا اور وہ اس قول کی ظاہر کر
کہ اگر اسکا مہر مسمی ہوگیا ہوتا تو اسکے لیے نصف مہر واجب ہوتا پس درصورتیکہ دونون مین اختلاف ہوا اور مرد کی حالت ظاہر نہین ہوتی ہی تو نصف مہر المثل کا
حکم دیا جائیگا اور یہ ماخذ جید ہی اور شافعی کا جدید قول یہ ہی کہ شوہر پر کسی مقدار معلوم کے واسطے جبر نہین کیا جائیگا مگر اسیقدر پر جسپر متعہ کا اطلاق ہو
اور بعضے کہتے ہین کہ ادنی اسقدر لباس قرار دیا جاوے جسمین نماز جائز ہوجاتی ہی اور اسمین اختلاف ہی کہ آیا یہان متعہ واجب ہی یا مستحب ہی اور ظاہر یہ ہی
کہ واجب ہی کیونکہ امر موجود ہی اور یہی قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ وابن عمر وحسن وسعید بن جبیر وزہری وقتادہ وضحاک وغیرہ کا ہی اور یہی قول ابوحنیفہ
کا ہی اور مالک وابوعبید کے نزدیک مستحب ہی اگرچہ اسپر اجماع ہی کہ جو عورت قبل جماع وتسمیہ مہر کے طلاق دی گئی وہ مہر وغیرہ کی مستحق نہین سوائے اسکے کہ متعہ اسکو مل سکتا ہی خواہ
بطور وجوب یا استحباب۔ پھر اگر ایسی عورت کسی کی باندی ہو تو جمہور کے نزدیک اسکو بھی متعہ مذکورہ چاہیے ہی اور اوزاعی وثوری کے نزدیک نہین چاہیے
اسواسطے کہ وہ اسکے مالک کی ملک ہوگا اور متعہ اس اذیت کے مقابلہ مین مشروع ہی جو طلاق مذکور سے مطلقہ مذکورہ کو پہونچی اور ایسی اذیت کے مقابلہ
مین مالک کو کسی مال کا استحقاق نہین ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ آیا متعہ ایسی ہی مطلقہ کے واسطے واجب ہی جسکو قبل دخول کے طلاق دی گئی اور اسکا
مہر مفروض نہین ہوا یا ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہی پس تفسیر ابن کثیر وغیرہ مین ہی کہ اسمین علما کے چند اقوال ہین اول آنکہ ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہی
اور یہ چند تابعین کا قول ہی اور ایک قول شافعی کا ہی جسکو بعضے شافعیہ نے جدید صحیح قرار دیا ہی۔ دوم آنکہ متعہ ہر ایسی مطلقہ کے لیے واجب ہی جو قبل دخول
طلاق دی گئی اگرچہ اسکا مہر مفروض ہوگیا ہو لیکن اس قول پر ایسی مطلقہ کو نصف مہر اور متعہ ملیگا۔ اور سوم آنکہ غیر مدخولہ وغیر مفروضہ کے واسطے واجب
ہی اور یہ قول ابن عمر ومجاہد کا ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ متعہ مین اعتبار حال شوہر ہی نہ حال زوجہ پس اگر شوہر تنگدست ہی اور زوجہ مالدار جسکے ذاتی باندی غلام
ہین تو شوہر اسکو متعہ مین ادنی درجہ کی چیز یعنے تین کپڑے دیگا فتدبر۔

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ

اور اگر طلاق دو انکو ہاتھ لگانے سے پہلے اور ٹھہرا چکے اونکا حق تو لازم ہوا آدھا اوسکا جو کچھ ٹھہرایا تھا

إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنْسَوُا

مگر یہ کہ درگذر کرین عورتین یا درگذر کرے جسکے ہاتھ گرہ ہی نکاح کی اور تم مرد درگذر کرو تو قریب ہی پرہیزگاری سے اور نہ بھلاؤ

الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ
بڑائی رکھنی آپس میں تحقیق اللہ تعالیٰ جو کرتے ہو سو دیکھتا ہے

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً - اور اگر تمنے زوجات کو قبل مساس کے طلاق دی حالانکہ تم انکے واسطے مہر مفروض کر چکے ہو - فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ - تو جو کچھ تمنے فرض کیا اسکا نصف ف تمپر جکا ادا کرنا واجب ہے اگر تمنے مہر ابھی نہ دیا ہو - إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ - مگر آنکہ یہ عورتیں اسکو عفو کریں ف اور چھوڑ دیں - اور اگر تم تمام مہر دے چکے ہو تو نصف تمکو واپس ملنا چاہیے - أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ - یا جسکے ہاتھ میں عقد نکاح ہے وہ معاف کر دے ف اور وہ شوہر ہے پس بنظر مروت وہ عورت سے کچھ واپس نہ لے تو اسکو اختیار ہے - وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ اور تمہارا عفو کرنا تقوی سے بہت قریب ہے ف یعنے تقوی کے ساتھ زیادہ قریب یہی بات ہے کہ عفو کر دو - وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ - اور تم لوگ آپسمیں تفضل و بھلائی کو ست بھلاؤ ف بلکہ چاہیے کہ آپسمیں ایک دوسرے پر فضل کرو اور یہ امر بنظر مروت کے دوسرے زیادہ لائق ہے - إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ - اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے ف پس ہر ایک کو اسکی نیت و فعل کا ثواب ہے اگرچہ ذرہ برابر ہو - پھر واضح ہو کہ جب نصف مہر واجب کیا تو اس آیت میں دلالت ہے کہ متعہ ایسی مطلقہ کے لیے نہیں واجب ہے کیونکہ اول مطلقہ و یہ مطلقہ دونوں کی طلاق تو وطی سے پہلے ہے مگر فرق یہ کہ اول کا مہر بھی مفروض نہ تھا اور اسکا مہر مفروض ہے اور اول کے واسطے متعہ واجب کیا تھا اور یہاں نصف مہر پس اگر یہاں بھی سوائے نصف مہر کے کچھ اور متعہ وغیرہ واجب ہوتا تو بیان ہوتا - پس قولہ فنصف ما فرضتم - یعنے جو تمنے اسکے لیے بیان کیا ہے اور ٹھہرایا ہے اسکا نصف واجب ہوگا پس خبر محذوف ہے ای یجب لہن - اور مفسر سیوطی رح نے کہا کہ ویرجع لکم النصف - تمکو آدھا واپس ملیگا تو اشارہ ہے کہ اگر مہر پہلے دیدیا ہے تو نصف شوہر کو واپس ہوگا خواہ لے یا نہ لے اور اگر نہیں دیا ہے تو بقدر نصف کے دینا اسپر واجب ہوگا پھر اس حکم پر اجماع ہے کہ قبل دخول کے اگر ایسی عورت کو طلاق دیدی جسکا مہر ٹھہرایا ہے تو اسکے واسطے نصف ہی مہر واجب ہوگا اور نیز اسپر بھی اجماع ہے کہ اگر ایسے عورت کو طلاق نہیں دی بلکہ دخول سے پہلے اسکا شوہر مر گیا اور مہر ٹھہر چکا ہے تو موت کی وجہ سے وہ کامل مہر کی مستحق ہوگی اور اسکو میراث ملیگی اور اسپر عدت بھی واجب ہوگی - پھر اس بات میں اختلاف ہے کہ خلوت صحیحہ آیا دخول کے قائم مقام ہوگی کہ اس سے عورت پورے مہر کی مستحق ہوگی یا نہیں - اسمیں دو قول ہیں آدل آنکہ خلوت قائم مقام دخول ہوگی اور یہی خلفاء راشدین نے حکم دیا اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ و امام مالک و جمہور اہل علم کا ہے اور یہی امام شافعی کا قول قدیم تھا اور ان بزرگوں کے نزدیک اس عورت پر عدت بھی واجب ہوگی اور جدید قول شافعی کے نزدیک خلوت قائم مقام دخول نہوگی اور یہی حضرت ابن عباس وغیرہ چند اہل علم سے روایت ہے اور شافعی نے اسکو شیخ مسلم بن خالد کے ذریعہ سے لیث بن ابی سلیم کے طریق سے ابن عباس سے روایت کیا ولیکن مسلم بن خالد و لیث بن ابی سلیم دونوں ضعیف ہیں انسے حجت قائم نہیں ہو سکتی ہے مترجم کہتا ہے کہ مسلم بن خالد کے حق میں صرف ضعف حفظ کا شبہہ ہے اور راجح یہ کہ ثقہ ہے اور اسی طرح لیث ابن ابی سلیم میں بھی مضائقہ نہیں ہے اور ابو حنیفہ رح نے انسے روایت لی ہے علاوہ ازین بیہقی نے کہا کہ یہ ابن ابی طلحہ کے طریق سے بھی ابن عباس سے مروی ہے واللہ اعلم - قولہ الا ان یعفون جمع مونث غائب ہے یعنے عفو کریں یہ مطلقہ عورتیں جو مذکور ہیں اور یہی جمہور تابعین سے مروی ہے اور ابن عباس نے فرمایا یعنے ثیبہ عورت عفو کرے پس اپنا حق چھوڑ دے یعنے نصف مہر جو اسکے لیے واجب ہوا ہو ایسے چھوڑ دے اور محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ انھوں نے صیغہ جمع مذکر غائب قرار دیا ای عفو کریں مرد اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہ قول شاذ ہے ایسا کسی اور سے مروی نہیں ہے

اور بیضاوی نے کہا کہ صیغۂ مذکورہ دونوں کو محتمل ہے یعنی صیغۂ جمع مونث غائب و مذکر غائب دونوں ہوسکتا ہے اور جو یہ کہ صیغۂ جمع مذکر غائب
قرار دینا ضعیف ہے۔ قولہ او یعفو الذی بیدہ عقدۃ النکاح۔ مفسر سیوطی نے ذکر کیا کہ طبرانی نے ایسی سند سے کہ اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ہے عمرو
بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح۔ وہ شوہر ہے۔ اور شیخ ابن کثیر نے ذکر
کیا کہ اسکو ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے بھی ابن لہیعہ کے طریق سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے بسند صالح روایت کیا کہ شریح نے کہا کہ مجھسے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا کہ بیدہ عقدۃ النکاح۔ کون ہے میں نے کہا کہ عورت کا ولی ہے تو فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ شوہر ہے اور ابن ابی حاتم نے ذکر
کیا کہ یہی ایک روایت ابن عباس و جبیر بن مطعم و سعید بن المسیب و شریح و سعید بن جبیر و مجاہد و شعبی و عکرمہ و نافع و محمد بن سیرین و ضحاک و محمد بن کعب
القرظی و جابر بن زید و ابو مجلز و ربیع بن انس و ایاس بن معاویہ بن قرہ۔ و مکحول و مقاتل بن حیان ہے کہ ان بزرگوں نے کہا کہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح
شوہر ہے اور یہی مذہب ابو حنیفہ و انکے اصحاب و احمد و ثوری و ابن شبرمہ و اوزاعی کا ہے اور یہی شافعی کا قول جدید ہے اور اسیکو شیخ ابن جریر نے
اختیار کیا ہے اور ماخذ اس قول کا یہ ہے کہ جسکے ہاتھ میں عقدۂ نکاح ہے وہ درحقیقت شوہر ہی ہے کیونکہ اسیکے ہاتھ میں اسکا عقد و ابرام اور نقض و
انہدام ہے یعنی طلاق میں اسیکا اختیار ہے پس عقدۂ نکاح میں اسیکا اختیار ہے اور بعض کے نزدیک قولہ او یعفو الذی بیدہ عقدۃ النکاح سے ولی مراد
تو وہ اصل یہ ہوگا کہ عفو بہرحال عورت ہی کی طرف سے ہے لیکن عورت خود عفو کرے جبکہ وہ تصرف کرنے پر مجاز ہو یعنی اپنے تصرف کرنے میں خود
سلیقہ ہو بیوقوف برباد کرنیوالی نہو یا اس عورت کا ولی عفو کرے جبکہ یہ عورت بدسلیقہ بیوقوف ہو جسکو محجورہ کہتے ہیں یعنی ممنوعہ از تصرف
یعنی کاروبار میں تصرف کرنے سے ممنوع کی ہوئی ہو اور شاید کہ یعفون کی تفسیر ابن عباس سے عورت ثیبہ کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ باکرہ ہونے کی صورت
میں کبھی ولی مجاز ہوگا اور اوپر معلوم ہوا کہ اسمیں کیا طرز ہے یعنی ولی کو اسکے مال کے ہبہ کا کہاں اختیار ہے لیکن ولی کی تفسیر بھی ایک جماعت سے روایت ہے
چنانچہ ابن ابی حاتم نے عمرو بن دینار کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح میں ابن عباس نے کہا کہ وہ عورت کا باپ
یا بھائی یا ایسا شخص ہے جسکی اجازت کے بغیر وہ نکاح نہیں کرسکتی تھی اور علقمہ و طاؤس و عطاء و حسن و زہری و ربیعہ و زید بن اسلم و ابراہیم نخعی و عکرمہ
سے بھی یہ روایت ہے کہ وہ ولی ہے اور یہی امام مالک کا مذہب و شافعی کا قول قدیم ہے اور ماخذ اسکا یہ ہے کہ ولی ہی نے اسکو یہ مال کموادیا ہے پس اسکو
اسمیں تصرف کا اختیار ہے بخلاف اسکے دیگر اموال کے اور ایسا ہی عکرمہ سے صریح مروی ہے اور شریح قاضی سے بھی روایت کیا گیا لیکن شعبی نے
انپر اسکا انکار کیا تو شریح نے اس سے رجوع کیا اور اختیار کیا کہ وہ شوہر ہے اور اسپر یہانتک یقین کیا کہ آخر وہ اسپر باہم قسم کھانے پر آمادہ ہوتے تھے
قولہ وان تعفوا اقرب للتقوی۔ شیخ ابن جریر نے فرمایا کہ بعض نے اسکو مردوں و عورتوں دونوں کو شامل خطاب قرار دیا چنانچہ عطاء نے ابن
عباس سے روایت کی کہ فرمایا دونوں شوہر و زوجہ میں سے بڑھکر تقوی میں وہ شخص ہوگا جسنے عفو کیا اور ایسا ہی ایک جماعت تابعین سے
مروی ہے اور مرضی یہ ہے کہ یہ خطاب مخصوص مردوں کو ہے اور قراۃ بیاء تحتانیہ جو شعبی و ابو نہیک سے مروی ہے اسکے موید ہے اور اس صورت میں
معنی یہ ہیں کہ مگر یہ کہ عورتیں کہ حقوق کو جو انسے اپنی نسبت ہیں تمہارے ساتھ کیے ہیں تمہیں کو مناسب ہے کہ عفو کرو اور اسکو مہر پورا دیدو اور
باہم احسان کرو اور تفضل کرنے کو مت بھولو۔ قولہ ولا تنسوا الفضل بینکم۔ سعید بن جبیر نے کہا کہ احسان کو اور ضحاک و قتادہ و سدی و ابو وائل
نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ باہم احسان کرنے کو مہمل مت چھوڑو بلکہ اسکو آپس میں استعمال کرو ذکرہ ابن کثیر اور ابن مردویہ نے حضرت علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ گزندہ آویگا کہ مسلمان اپنے ہاتھ کی چیز کو دانتوں
سے پکڑ رکھیگا اور احسان و تفضل کرنا بھلا دیگا حالانکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے ولا تنسوا الفضل بینکم۔ بدکار لوگ ہونگے کہ ہر مضطر کا مال فروخت کرینگے

حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مضطر اور بیع غرر سے منع فرمایا ہے یعنی اگر تیرے پاس مال بڑھتی ہو تو اپنے بھائی مسلمان کیطرف کو بھی عطا دے اور اسکو ہلاکت میں مبتلا مت کر کیونکہ ایک مسلم دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے اسکو غمگین نہیں کرتا اور نہ اسکو محروم رکھتا ہے اور سفیان نے ابو ہارون سے روایت کی کہ میں نے عون بن عبد اللہ کو قرظی کی مجلس میں دیکھا پس عون ہمسے حدیث بیان کرتے تھے اور شدت گریہ یعنی آنسوؤں کے تار سے انکی داڑھی سے بوندیں برستی تھیں اور فرماتے تھے کہ میں تونگروں کی صحبت میں بیٹھا پس میں نے ایسے بڑھکر ہیں کے اندوہ میں گرفتار ہو گیا جبکہ میں نے انکو خوش پوشاک و خوشبو سے معطر اور عمدہ سواری پر دیکھا اور میں فقیروں کی صحبت میں بیٹھا تو میں نے انکی وجہ سے راحت پائی اور فرمایا ولا تنسوا الفضل بینکم جب کسیکے پاس سوال کرنیوالا آوے اور اسکے پاس کچھ نہووے تو اسکے واسطے دعا کر دے رواہ ابن ابی حاتم

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○

خبردار رہو نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰاتِ۔ حفاظت کرو نمازوں پر یعنی پانچوں نمازیں اپنے اوقات میں ٹھیک ادا کرو یعنی خبرداری رکھو اپنی پانچوں نمازوں پر بایں طور کہ انکو انکے وقتوں پر ادا کرو۔ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ اور بیچ کی نماز پر یعنی اور وہ نماز عصر ہے اور یہی اصح ہے یا نماز صبح ہے یا نماز ظہر ہے یا مغرب یا عشا ہے اسمیں بہت اقوال ہیں اور اس نماز کو خاصکر اسواسطے ذکر فرمایا کہ اوروں پر اسکو فضیلت ہے وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ فِی الصَّلٰوةِ قٰنِتِیْنَ۔ اور کھڑے رہو اللہ کے واسطے نماز میں قنوت کرتے ہوئے یعنی بعض نے کہا یعنی اطاعت کرتے ہوئے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر قنوت جو قرآن میں مذکور ہے وہ طاعت ہے رواہ احمد وغیرہ۔ وقیل ساکتین لحدیث زید بن ارقم کنا نتکلم فی الصلوٰۃ حتی نزلت فامرنا بالسکوت ونہینا عن الکلام رواہ الشیخان۔ اور بعض نے فرمایا کہ قانتین کے معنے سکوت کرتے ہوئے کیونکہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ہم لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے یہانتک کہ یہ آیت اتری پس ہم لوگ حکم کیے گئے یہ کہ سکوت سے رہیں اور منع کیے گئے باتیں کرنے سے۔ رواہ الشیخان۔ حافظوا از محافظت ہے اور کسی شی کی محافظت کے یہ معنے ہیں کہ ہمیشہ اسکی نگہداشت کرے پس معنے یہ ہوئے کہ ہمیشہ نگاہ رکھو پانچوں نمازوں کو جو تمپر فرض ہوئی ہیں انکی سب شرائط و حدود کے ساتھ اور انکے ارکان و افعال پورے ادا کرنے کے ساتھ انکے ٹھیک اوقات میں۔ اور واضح ہو کہ ازواج و اولاد کے ذکر کے درمیان میں محافظت نماز اسے بیچ کا حکم شاید اس حکمت سے ہے کہ لوگ اولاد و ازواج میں مشغول ہو کر اسمیں نہ پڑ جاویں اور اسمیں تعلیم کیا کہ سوائے حق عزوجل کے کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ اسکے واسطے اہتمام لائق ہو پس جس چیز کو اللہ اسکو اللہ تعالیٰ کے واسطے کرو تاکہ ثواب پاؤ۔ پھر اسمیں خلاف نہیں کہ نماز اپنے اوقات پر افضل الاعمال ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ کون عمل افضل ہے فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کون تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کون۔ فرمایا کہ والدین کی خدمتگاری کرنا۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ یہ باتیں رسول اللہ صلعم نے بیان فرمائیں اور اگر میں زیادہ پوچھتا تو آپ زیادہ فرماتے رواہ الشیخان۔ اور اسمیں دلالت صریح ہے کہ نماز اپنے اوقات پر ادا کرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے افضل ہے پھر ان نمازوں کے اوقات فقہ کی کتابوں میں اور لوگوں کے درمیان معروف ہیں لیکن یہاں اتنی تنبیہ ضرور ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عشا کی نماز تہائی رات گذرنے تک افضل ہے بشرطیکہ جماعت میں نقصان نہو ورنہ مقتدیوں کو تنگ نہ کرنا چاہیے اور عصر کی نماز اول وقت اور اکثر فقہائے متاخرین کے نزدیک اوسط وقت ہے اور بعض کہ مغرب تک وظیفہ پڑھنے کی غرض سے وقت اخیر کر دیتا ہے وہ برا کرتا ہے اور فجر کی نماز میں اوسط بعد صبح صادق کے ہو جاوے اور صحیح حدیث میں ہے کہ جسنے جاڑے کے وقت کی دونوں نمازیں پڑھیں وہ جنتی ہوا یعنی جو شخص فجر اور عشا کے نماز کو ادا کرتا رہتا ہے وہ جنتی ہے اور اسمیں فضل

نماز عصر ہی جسکی حفاظت کے واسطے اللہ تعالےٰ نے کلام مجید میں ارشاد فرمایا باوجودیکہ پانچوں نمازوں کی حفاظت کے حکم میں عصر کی نماز بھی آگئی تھی ولیکن اسکی فضیلت کے واسطے خاص کرکے الگ تاکید فرمائی اور کہا۔ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ۔ اور عنقریب اسکے فضائل احادیث سے بھی مختصر بیان ہونگے۔ جاننا چاہیے کہ علماے سلف وخلف سے صلوۃ وسطیٰ کی تعیین میں مختلف اقوال روایت ہوئے ہیں اور مفسر رحمہ اللہ نے بھی اشارہ کیا ہی چنانچہ بعض اقوال ذکر کرنے کے بعد صحیح قول بیان ہوگا اور سب اقوال جو اٹھارہ بیان کیے گیے ہیں فی کر کرنا فضول ہی مگر جتنے بیان کر دینا چاہیے جنکو مفسر رحمہ نے بطور تردید ذکر کیا ہی ولیکن پہلے اس سے جاننا چاہیے کہ الصلوات پر الصلوۃ الوسطیٰ عطف ہی اور الصلوات سے بالاتفاق نماز ہاے پنجگانہ مراد ہیں پس الصلوۃ الوسطیٰ جو اسپر عطف ہی یا تو اس سے ان نماز ہاے پنجگانہ کے سوا ے اور کوئی نماز مراد ہی اور دلیل یہ کہ معطوف ومعطوف علیہ میں مغایرت چاہیے اور یا انھیں میں سے کوئی نماز مراد ہی پس اکثر اقوال تو اس بنا پر ہیں کہ ان پانچوں کے سوا ے اور نماز مراد ہی اور جسنے ایسا کہا ہی اسنے سخت برا کیا اور خراب جرأت کی کہ محض راے سے تفسیر پر آمادہ ہوا کیونکہ ائمہ سلف وخلف کے منقول کے برخلاف تفسیر کی بلکہ صحیح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہا پس امر قطعی ہی کہ ایسے سب اقوال مردود ہیں اب یہ کہ کلام اس میں کہ نماز ہاے پنجگانہ میں سے یہ کون نماز ہی اور علت مذکور تو تشریف وبزرگی دینے کے واسطے خاص کرکے بیان کرنے کے لیے ہی پس ایک قول یہ ہی کہ وہ نماز صبح ہی چنانچہ مالک نے موطا میں کہا کہ ہمکو یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ وابن عباس رض سے پہونچی ہی اور ابن جریر نے اسکو ابن عباس سے اور ابن عمر سے اور جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے اسکو ابو امامہ وانس وابو العالیہ وعبید بن عمیر وعطاء ومجاہد وجابر بن زید وعکرمہ وربیع بن انس سے حکایت کیا ہی اور امام شافعی نے اسی پر نص کی اور کہا کہ وہ نماز صبح ہی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہی کہ قوموا للہ قانتین۔ یعنی کھڑے ہو اللہ تعالےٰ کے واسطے قنوت پڑھتے ہوے اور قنوت امام شافعی کے نزدیک نماز صبح میں ہی قال المترجم عنقریب معلوم ہوگا کہ ابن عباس وابن عمر سے یہ قول صحیح نہیں ثابت ہوا ہی۔ قول دوم آنکہ وہ ظہر ہی چنانچہ زید بن ثابت سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کو اول وقت پڑھتے جو نہایت تیزی وگرمی کا وقت ہوتا تھا اور کوئی نماز ایسی نہیں پڑھتے جو آنحضرت صلعم کے یاروں پر اس سے زیادہ سخت گزرتی پس نازل ہوا حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قانتین۔ اسکو امام احمد وابو داؤد نے روایت کیا اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ جن لوگوں سے ایسا روایت کیا گیا کہ وہ ظہر ہی انہیں سے ابن عمر وابو سعید خدری وعائشہ ہیں اور یہ قول عروۃ بن الزبیر وعبد اللہ بن شداد کا ہی اور یہی ایک روایت ابو حنیفہ رحمہ سے ہی۔ قول سوم یہ کہ وہ عصر ہی۔ ترمذی وبغوی رحمہ نے کہا کہ یہی قول اکثر علماے صحابہ وتابعین کا ہی اور ماوردی نے کہا کہ یہی جمہور تابعین کا قول ہی اور ابن عبد البر نے کہا کہ یہی اکثر اہل اثر کا قول ہی اور ابن عطیہ نے کہا کہ یہ جمہور لوگوں کا قول ہی اور حافظ ابو محمد عبد المومن الدمیاطی نے کہا کہ اسکے بارہ میں صریح نص ہی کہ وہ عصر ہی اور کہا کہ یہی حضرت عمر بن الخطاب وحضرت علی وابن مسعود وابو ایوب وعبد اللہ بن عمرو اور سمرۃ بن جندب وابو ہریرہ وابو سعید خدری وحفصہ وام حبیبہ وعائشہ وام سلمہ وابن عمر وابن عباس کا قول صحیح روایتوں سے ہی اور یہی قول عبیدہ وابراہیم نخعی وزر بن حبیش وسعید بن جبیر وابن سیرین وحسن وقتادہ وضحاک وکلبی ومقاتل وعبید بن مریم وغیرہم کا ہی اور یہی مذہب امام احمد بن حنبل کا ہی اور ابن المنذر نے کہا کہ یہی صحیح ہوا ہی کہ یہی قول امام ابو حنیفہ وابو یوسف ومحمد بن الحسن کا ہی اور اسیکو ابن حبیب مالکی نے اختیار کیا ہی۔ اور بخاری ومسلم واصحاب سنن وغیرہ کے نزدیک متعدد طرق سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت ہوا کہ ہم جانتے تھے کہ وہ نماز فجر ہی یہانتک کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم الاحزاب کے روز سنا کہ فرماتے تھے کہ شغلونا عن صلوۃ الوسطیٰ صلوۃ العصر ملاء اللہ قبورھم وبیوتھم نارا۔ یعنی کافروں نے ہمکو نماز وسطیٰ نماز عصر سے مشغول کر لیا اللہ تعالےٰ انکی قبروں وگھروں کو آگ

ہے۔ اور مسلم و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ نے ابن مسعودؓ سے اسکی مثل مرفوعاً روایت کیا ہی اور بزار نے اسکو باسناد صحیح حدیث جابر بن عبد اللہ سے
مرفوعاً روایت کیا اور نیز بزار نے اسکو بسند صحیح حضرت حذیفہ سے مرفوعاً روایت کیا اور مسلم نے براء بن عازب سے بھی روایت کیا کہ صلوٰۃ الوسطیٰ نماز
عصر ہی۔ اور امام احمد نے سمرہ بن جندبؓ سے مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔ حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ اور ہمکو صلوٰۃ وسطیٰ کا
نام لیکر بتادی کہ وہ نماز عصر ہی اور رواہ الترمذی ایضاً وقال حسن صحیح اور ابن جریر وغیرہ نے اسکو کئی وجوہ سے ابوہریرہ سے روایت کیا اور ترمذی و ابن
حبان نے ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کیا کہ صلوٰۃ الوسطیٰ نماز عصر ہی قال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ سب نصوص اس
مسئلہ مین بین کرائین اور کچھ احتمال نہین ہی اور اسکا موکد ہی جو حدیث صحیح مین ابن عمرؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی
فوت کیا نماز عصر نے گویا اسکا مال و اہل سب جدا ہوے۔ اور نیز صحیح مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدلی کے دن عصر کی نماز مین سویرے جاؤ کیونکہ
عصر جاتی رہی ۱۲ م
جسنے نماز عصر چھوڑی اسکے اعمال حبط ہوے۔ اور امام احمد نے ابو بصرۃ الغفاری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ
وادی خمیص مین عصر کی نماز پڑھی پھر فرمایا کہ یہ نماز تمسے اگلے لوگون پر پیش کی گئی تھی پس انھون نے اسکو ضائع کر دیا خبردار رہو کہ جو شخص اسکو پڑھیگا
اسکو دونا ثواب ملیگا اور اسکے بعد کوئی نماز نہین ہی یہانتک کہ شاہد نظر آوے۔ وہکذا رواہ مسلم والنسائی ایضاً۔ پس روایات مذکورہ اصح و اصرح ثابت
یعنے تارہ ۱۲
اور باقی جو روایتین آئی ہین وہ یا تو اسکی طرف راجع ہین یا اقوال غیر ثابتہ ہین۔ قولہ وقوموا للہ قانتین مفسرؒ نے قنوت کے جو معانی بیان کردیے ہین وہ
ظاہر ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر مین کہا کہ ہی خاشعین ذلیلین مستکنین بین یدیہ۔ یعنے خشوع کے ساتھ اپنے آپکو ذلیل بنائے ہوے سکون کے
ساتھ اللہ تعالے کے سامنے قائم رہو حالت نماز مین۔ اور یہ بات مستلزم ہی کہ نماز مین باتین کرنا ترک ہو کیونکہ وہ اس معنے کے منافی ہی اسواسطے جبکہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مین ابن مسعود کے سلام کا جواب نہ دیا تو یہی اعتذار فرمایا کہ نماز مین مشغولی ہو جاتی ہی اور معاویہ بن الحکم السلمی نے جب نماز مین
کلام کیا تو اس سے فرمایا کہ یہ نماز ایسی چیز ہی کہ اسمین لوگون کی باتون مین سے کچھ روا نہین ہی بلکہ یہ فقط تسبیح و تکبیر و ذکر اللہ ہی جیسا کہ مسلم کی روایت مین
ہی۔ اور زید بن ارقم سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین آدمی اپنے ساتھی سے نماز مین اپنی ضرورت کی باتین کیا کرتا تھا یہانتک کہ یہ آیت
اتری۔ وقوموا للہ قانتین پس ہم سکوت کا حکم کیے گئے۔ رواہ احمد والجماعۃ سوی ابن ماجۃ۔ اور حافظ ابن حجر نے کہا کہ قنوت کی تفسیر سکوت
ہی سے صحیح ہی اور یہان ایک اشکال ہی جو حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا ہی وہ یہ ہی کہ ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کو سلام کیا کرتے اور آپ ہمکو نماز مین جواب دیتے تھے قبل اسکے کہ ہم حبش مین ہجرت کر جاوین پھر جب حبش سے لوٹ کر آئے تو مین نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو سلام کیا مگر آپ نے مجھے جواب نہ دیا تو مجھے خوف ہوا کہ میرے حق مین کچھ خفگی ہی پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ مین نے تجھکو جواب نہین دیا
سو اس وجہ سے نہین کہ تجھپر خفگی ہی بلکہ یہ بات تھی کہ مین نماز مین تھا اور اللہ تعالے اپنا حکم جو چاہتا ہی وہ ظاہر کرتا ہی اور منجملہ ان باتون کے جو ظاہر کیا وہ
یہ ہی کہ نماز مین کلام مت کرو اور ابن مسعود وہ شخص ہین کہ قدیم مسلمان ہوے اور زمین حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر وہان سے مکہ مین آگئے پھر وہان سے
مدینہ کو ہجرت کر آئے یعنے حضرت صلعم سے پہلے مدینہ کو ہجرت کر آئے جیسے اور اصحاب بھی ہجرت کرکے آگئے تھے پس اشکال یہ ہی کہ اس حدیث سے
معلوم ہوا کہ نماز مین کلام کرنا مکہ معظمہ مین ہی منع ہو گیا تھا اور زید بن ارقم نے اپنی حدیث مین کہا کہ ہم کلام کیا کرتے تھے یہانتک کہ آیہ وقوموا للہ قانتین
اتری پس سکوت کا حکم کیے گئے اور کلام سے منع کیے گیے اور یہ آیت بالاتفاق مدنیہ ہی تو بعضون نے یہ جواب دیا کہ زید بن ارقم کی یہ غرض ہی کہ لوگ نماز مین
ایسی باتین بھی کیا کرتے تھے یعنے جنس کلام سے خبر دینا مقصود ہی اور اسکے حرام ہونے پر انھون نے اپنی سمجھ کے موافق اس آیت سے استدلال
کیا اور بعضون نے کہا کہ ابن مسعود کی مراد یہ ہی کہ یہ قصہ مدینہ مین واقع ہوا اور ان ہجرت کرنے کے بعد یا یہ بات ہو کہ یہ دو مرتبہ مباح کیا گیا اور دو مرتبہ

حرام کیا گیا جیسا کہ بعض نے اختیار کیا ہی ولیکن اول اظہر ہی **قال المترجم** عمدہ توجیہ تو دوم ہی کیونکہ ابن مسعودؓ کے کلام سے یہ بات نہین نکلتی ہی کہ ہمین نے حبشہ سے آتے ہی مکہ مین سلام کیا تھا اور خود **حافظ ابن کثیرؒ** نے نقل کیا کہ ابو یعلی نے اپنی مسند مین روایت کی کہ اخبرنا بشر بن الولید اخبرنا اسحق بن یحیی عن ابن المسیب عن ابن مسعود فرمایا کہ ہم نماز مین ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے پھر مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گذرا اور مین نے آپکو سلام کیا مگر آپ نے جواب نہ دیا پس میرے دل مین خیال گذرا کہ شاید میرے حق مین کوئی بات نازل ہوئی ہی پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیرا تو فرمایا وعلیک السلام ایہا المسلم ورحمۃ اللہ انّ اللہ تعالٰی عزوجل اپنے حکم سے جو چاہتا ہی وہ نازل فرماتا ہی پس جب تم لوگ نماز مین ہو تو قنوت کرو اور کلام مت کرو پس یہ روایت اظہر ہی کہ یہ واقعہ مدینہ مین بعد نزول آیۃ کریمہ کے واقع ہوا تھا اور معاویہ بن الحکم السلمی کی حدیث اوپر گذری وہ بھی اسی امر کے موید ہی کہ منع کلام مدینہ مین ہوا ہی واللہ اعلم۔ **ف** عرائس البیان مین مذکور ہی کہ قولہ تعالٰی حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی۔ محافظت یہ ہی کہ سر باطنی تو مقام غیب پر شاہد و حاضر رہے اور رب عزوجل نے جن باتون کا حکم دیا ہی انکی فرمانبرداری مین اسکا نفس امارہ سرکشی نہ کرے بلکہ جھکا ہوا رہے اور قلب سلیم اللہ کا کشف کے انوار کا نگہبان رہے اور اسکی روح نورانی درگاہ باری تعالٰے کے مشاہدہ اور آداب تعظیم کو ظاہر باطن مین سنبھالے رہے پس ظاہر کا سنبھالنا تو اسطرح ہی کہ جن باتون کے بجالانے کا حکم دیا ہی اور جن امور کے کرنے سے منع کیا ہی انکی حدود جسطرح مقرر فرمائی ہین انکو اسی ارکان پر قائم رکھے اور رہا باطن کا سنبھالنا سو وہ اسطرح ہی کہ آخرت پر نظر رکھنے سے جو برے خیالات اسکو مشغول کرتے ہون اور بازرکھتے ہون انکو ہمیشہ دفع کرتا رہے پھر اپنی نماز مین اسکے ارکان ورسمی باتون کے دیکھنے سے گم ہو جاوے اور دربار حق عزوجل مین متوجہ رہے اور جسکا یہ حال ہو وہ غائب از خود ہی اور حالت ووقت کے غلبہ سے اپنی نماز کی کیفیت سے آگاہ نہین ہی اور اسپر کچھ عیب بھی نہین ہو سکتا کیونکہ وہ مقام مشاہدہ مین پہونچ گیا اور یہی نماز کا مقصود ہی اور اسیکی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ یعنے عبادت کر اللہ عزوجل کی اسطرح کہ گویا تو اسکو دیکھتا ہی پس اگر تو اسکو نہین دیکھتا ہی تو وہ تجکو دیکھتا ہی یہ صحاح کی حدیث مین سے ایک ٹکڑا ہی لیکن صورت احکام جاری ہوتی ہی عارف پر اور صورت اسپر محفوظ ہوتی ہی اگرچہ وہ نجانتا ہو کہ میری شان اسمین کیا ہی **قال المترجم** مراد اس کلام سے یہ ہی کہ عارف جب مشاہدہ خاص مین پہونچتا ہی اور خودی سے غافل ہوجاتا ہی تو وہم ہوتا ہی کہ پھر ایسی حالت مین ارکان نماز کے جو فرض ہین کیونکر ادا ہو سکتے ہین تو شیخ نے اس وہم کو دفع کر دیا کہ اجسام عارف کے صاف ہوتے ہین کدورات بشری سے چنانچہ مشہور ہی کہ ہمارے اجسام ارواح ہین اور وہ ہمہ تن قدرت حق عزوجل واحکام الٰہی کی غذا سے پرورش پاتے ہین کیونکہ وہ بقاے حق عزوجل سے باقی ہین اور حدیث مین ہی کہ قرب نوافل مین حق عزوجل سے اسکی سماعت وبصارت وغیرہ ہی اور نور ربانی ہر عضو کو اپنے موقع پر کام خاص مین صرف کرتا ہی حتی کہ امور شرعی جو عارف پر ابتدائے حال مین تکلیف تھی اب بے رویت وتفکر کے اس سے خود بخود مرضیات الٰہی پر صادر ہوتے ہین جیسا کہ حدیث عائشہؓ مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم یہ قرآن تھا رواہ فی الصحاح پس باوجود غرق مشاہدہ ہونے اور خودی سے غافل ہونے کے ان احکام کی صورت ظاہری اپنے ارکان کے ساتھ خوب طور سے تقدیر الٰہی وخاص لطف سے عارف پر جاری رہتی ہی تاآنکہ تکلف اور تکلیف سے ادا کرنے والا اپنی خوبی سے نہین ادا کر سکتا ہی اور اللہ عزوجل کی صورت ظاہری کو اسپر محفوظ رکھتا ہی کہ عارف اس بیخودی مین اسمین تغیر وتبدل نہین کر سکتا ہی اگرچہ وہ خود یہ نہین جانتا ہی کہ مین کس حال اور کس شان مین ہون فافہم پس یہ لوگ ایسے ہین کہ اپنے باطن مین مشغول ہو کر ظاہر سے غائب ہو جاتے ہین عوام لوگ اسکے برعکس ظاہر مین مشغول ہو کر باطن سے غائب ہو جاتے ہین پس ہر دو گروہ مین بڑا فرق ہی **قال المترجم** یعنے ان احکام ظاہری کو وسیلہ رضاے حق حاصل کرنے کا اور اصلاح قلب کا جانتے ہین چنانچہ **امام غزالی** رحمہ اللہ نے بعض اکابر سے نقل وارد کی کہ اہل علم مین سے

ایک شخص انکی بزرگی کی تعریف سنکر انکے پاس ملاقات کو گئے انھون نے مغرب کی نماز پڑھائی تو مرد عالم نے دل مین خیال کیا کہ افسوس ہے یہ تو اچھی طرح الحمد کو بھی نہین کر سکتے ہین بعد نماز کے جب بیٹھے تو مرد عالم نے پیشاب کی حاجت سے جنگل کی طرف توجہ کی وہان ایک شیر آتا تھا اسنے انکو لتاڑا یہ اس عارف کے گوشہ مین بھاگ آئے مرد عارف نے جاکر شیر کو آواز دی کہ ای فلان ہمنے تو تجھسے کہدیا تھا کہ ہمارے مہمانون کو مت ستاؤ یہ سنکر وہ شیر جنگل کو بھاگ گیا اور مرد عالم اپنی قضاء حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو شیخ عارف نے فرمایا کہ آپ نے اپنے ظاہر کو بنایا اور باطن سے غافل ہین ناچار شیر سے ڈرتے ہین اور ہمنے اللہ تعالے کے واسطے ظاہر و باطن رکھا اس سے شیر ڈرتے ہین۔ قال الشیخ پس عوام کا یہ حال ہے کہ ظاہری احکام کو آراستہ کیا کرتے ہین اور اہل معرفت کا یہ حال ہے کہ وہ عالم مشاہدہ مین توجہ الٰہی سے ترقی کیے ہوئے ہین پس وہ رسمی احکام سے غائب ہین اور حق ذو الجلال والاکرام کے انوار مشاہدات مین غرق ہین۔ پھر اللہ عزوجل نے صلوٰۃ وسطی کو مبہم کر دیا تاکہ تمام اوقات کی نگہداشت کرین اور مکاشفات کے اوقات کی تلاش مین سب فنون مین امیدوار رہین "قال المترجم" اور ایسے ہی مبہم فرمانے کی حکمت بعضے علمائے متقدمین سے مروی ہے کہ مانند شب قدر کے اسکو بھی مبہم فرمایا حالانکہ شب قدر کے بارہ مین صریح کچھ نازل ہوا تھا مگر وہ اُٹھا لیا گیا اور ایسا ہی اس نماز کے بارہ مین مروی ہے چنانچہ عبد بن حمید و مسلم و ابو داؤد نے اپنی ناسخ مین و ابن جریر و بیہقی نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ پہلے نازل ہوا حافظوا علی الصلوات وصلوٰۃ العصر۔ پس ہمنے اسکو مانند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین پڑھا جب تک اللہ تعالے نے چاہا پھر اللہ تعالے نے اسکو منسوخ فرمایا اور نازل کیا حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی تو براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ یہ وہی عصر ہے تو فرمایا کہ مین نے تو تجھسے حدیث کر دی کہ کیونکر نزول ہوا اور کیونکر اللہ تعالے نے اسکو منسوخ کیا ہے واللہ اعلم۔ پھر جاننا چاہیے کہ اکثر علمائے شافعیہ اسی طرف گئے ہین کہ وہ عصر ہے جیسا کہ ابو حنیفہ و احمد کا قول ہے اور ماوردی نے اسکو شافعی کی طرف منسوب کیا اس وجہ سے کہ انھون نے حدیث کی صحت کو اپنا مذہب فرمایا ہے اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ماوردی کے کہنے پر اکثر شافعیہ متفق ہے ہین واللہ اعلم

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۝

پھر اگر تمکو ڈر ہو تو پیادہ پڑھ لو یا سوار پھر جسوقت چین پاؤ تو یاد کرو اللہ کو جیسا تمکو سکھایا ہے جو تم نہ جانتے تھے

فَاِنْ خِفْتُمْ۔ پھر اگر تمکو خوف ہو ف یعنے دشمن سے یا سیل وان سے یا درندہ سے۔ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا۔ تو پڑھو پیادے یا سواری مین ف جسطرح ممکن ہوئے رجالا جمع راجل یعنے پیادے اور رکبانا جمع راکب یعنے سوار اور فعل محذوف ہے ای فصلوا رجالا یعنے پاؤن چلتے پڑھو یا سوار پڑھو اور رکبان جمع راکب کی یعنے سوار ہے اور مراد یہ ہے کہ پڑھو جس کیفیت سے ممکن ہو خواہ قبلہ رخ ممکن ہو یا نہو اور رکوع و سجدہ کے واسطے اشارہ کرو۔ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ پھر جب تم امن مین ہو ف یعنے جب تم امن مین ہو خوف سے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ۔ تو اللہ تعالے کا ذکر و ف یعنے نماز پڑھو كَمَا عَلَّمَكُمْ۔ جیسا تمکو سکھایا ہے ف یعنے ادائے شرائط و ارکان کے ساتھ۔ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ جو تم جانتے نہ تھے ف یعنے اللہ تعالے کی تعلیم کرنے سے پہلے تم نہین جانتے تھے اس آیت کریمہ مین نماز خوف پڑھنے کی کیفیت طریقہ کو بیان فرمایا یعنے نمازون کی محافظت کرو پس اگر خوف کی حالت مین ہو تو پیادہ و سوار پڑھ لو اور جہانتک ممکن ہے حفاظت کرو اسیواسطے کہا گیا کہ یہان راکب سے مراد عام ہے کسی سواری کا سوار ہو اگرچہ لغت مین راکب اسی سوار کو کہتے ہین جو اونٹ پر سوار ہو اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ راکب اپنے دابہ یعنے جانور سواری پر نماز پڑھے اور پیدل اپنے پیرون پر نماز پڑھے یعنے پیرون پر کھڑا ہے اور نماز پڑھے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور جاننا چاہیے کہ نماز خوف دو قسم کی ہے ایک وہ کہ قتال کی حالت مین ہو اور دوم وہ ہے کہ حالت قتال نہو اگرچہ دشمن کے چھاپا مارنے وغیرہ کا خوف ہو پس دوسری قسم کی نماز خوف تو سورۂ نسا مین بقولہ۔ فاذا کنت فیہم فاقمت لہم الصلوٰۃ الآیۃ۔ مین مذکور ہے اور وہان اسکا بیان انشاء اللہ آتا ہے اور پہلے قسم کی نماز خوف یہان مذکور ہے اور بیضاوی نے کہا کہ اسمین دلیل ہے کہ تلوار چلنے کی حالت مین

نماز واجب ہے اور یہی شافعیؒ کا مذہب ہے اور ابوحنیفہؒ نے کہا کہ پیدل چلنے کی حالت میں اور تلوار چلانے کی حالت میں نماز نہیں پڑھ سکتا تا وقتیکہ ٹھہرنا ممکن نہو (ھ) اور چلپی وغیرہ نے کہا کہ حجت امام ابوحنیفہ کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم احزاب میں نماز عصر میں تاخیر کردی تھی یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا تھا پس اگر قتال کی حالت میں روا ہوتی تو حضرت صلعم اسکو ترک نہ فرماتے (ھ) اور کمالین میں اعتراض کیا کہ یہ عذر ہے اسواسطے کہ صحیح قول کے موافق نماز خوف بعد غزوۂ خندقؓ کے مشروع ہوئی ہے اور یہ محمد بن اسحاق کا قول ہے (ھ) **قال المترجم** اسکا جواب عنقریب معلوم ہوگا **قال ابن کثیر** ہرگاہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو نمازوں کی محافظت کرنی اور انکے حدود پورے طور سے ادا کرنے کا حکم دیا اور تاکید شدید کی تو پھر وہ حال بھی ذکر فرما دیا کہ جسمیں بندہ نماز کو کامل طور پر ادا کرنے سے مشغول ہوجاتا ہے اور وہ حالت جنگ قتال ہے پس فرمایا فان خفتم فرجالا او رکبانا یعنے اگر خوف ہو تو پڑھو جس حال پر ممکن ہو خواہ پیدل خواہ سوار خواہ قبلہ رخ ہو یا نہو اور امام مالک نے نافع کے طریق سے ابن عمرؓ سے روایت کی جسمیں ہے کہ ابن عمرؓ نے کہا کہ پھر اگر خوف اس سے بڑھا ہوا ہو تو پڑھو پیدل اپنے قدموں پر کھڑے یا سوار خواہ قبلہ رخ ہو یا نہو نافع نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ ابن عمرؓ نے اسکو ذکر کیا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یعنے میری یاد میں یون ہی ہے کہ ابن عمرؓ نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کیا (رواہ مسلم والبخاری) اور مسلم کی ایک روایت میں ابن عمرؓ سے ہے کہ پھر اگر خوف اس سے بڑھا ہوا ہو تو پڑھ نماز کو سوار یا پیدل کھڑا ہوا در حالیکہ تو اشارہ کرتا ہو **ہکذا رواہ مسلم** اور مراد اشارے سے یہ ہے کہ رکوع اور سجدے کے واسطے صرف اشارہ کرے نہ بکر رکوع کرے یا سجدہ کرے اور عبداللہ بن انیس جہنی کی حدیث میں جبکہ حضرت صلعم نے انکو خالد بن سفیان ہذلی کے قتل کو بھیجا اور وہ عرفات کی طرف تھا یون مذکور ہے کہ پھر جب عبداللہؓ کا سامنا خالد مذکور سے ہوا تو نماز عصر کا وقت ہوگیا اور عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے ڈر ہوا کہ شاید اس مرد و کے ساتھ الجھاؤ ہو کہ نماز نہ جاتی رہے پس میں نے نماز پڑھنی شروع کی اسطرح کہ چلا جاتا اور اشارہ سے رکوع و سجدہ کرتا تھا الیٰ آخر الحدیث اسکو امام احمد و ابوداود نے باسناد جید روایت کیا ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بندوں کو رخصت ہے **مترجم** کہتا ہے کہ حنفیہؒ نے اسکا یہ جواب دیا کہ چلنے کی حالت میں نماز پڑھنا خود عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا فعل تھا اور یہ ثبوت نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم دیا تھا فافہم ۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت ابن عباس سے اوپر مذکور ہوئی اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ حسنؒ و مجاہد و مکحول و سدی و حکم و مالک و اوزاعی و ثوری و حسن بن صالح سے مانند اسکے مروی ہے اور اتنا زیادہ ہے کہ اشارہ کرے اپنے سر سے جدھر چاہے جدھر کو متوجہ ہووے پھر ابن ابی حاتم جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ کہا جب تلوار چلنے کی حالت ہو تو اس حالت کی نماز میں اشارہ کرے اپنے سر سے جدھر اسکا منھ ہو پس یہی ہے قولہ تعالےٰ فرجالا او رکبانا اور حسنؒ و قتادہ و مجاہد و سعید بن جبیرؒ و عطاء و عطیہ و حکم و حماد بن ابی سلیمان سے مانند اسکے مروی ہے ۔ پھر امام احمد نے صریح کہا ہے کہ بعض وقت میں نماز خوف کی ایک ہی رکعت پڑھی جاتی ہے جبکہ ہر دو لشکر حملہ آور ہو کر ایک دوسرے سے مل جاوین اور اسی پر محمول ہے وہ حدیث جو مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی کہ ابن عباس نے کہا کہ فرض کیا اللہ تعالےٰ نے نماز کو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حضر میں چار رکعت اور سفر میں دو رکعت اور خوف میں ایک رکعت رواہ مسلم وابوداود والنسائی وابن جریر ۔ اور یہی قول ہے حسن بصری و قتادہ و ضحاک وغیرہم کا اور ابن جریر نے شعبہ سے روایت کی کہ میں نے حکم و حماد و قتادہ سے تلوار چلنے کی حالت کی نماز کو پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ایک رکعت ہے اور ایسا ہی ثوریؒ نے بھی ان بزرگوں سے روایت کیا ہے اور ایسا ہی ابن جریر نے جابر بن عبداللہ سے روایت کیا کہ نماز خوف کی ایک رکعت ہے اور ابن جریر نے اسی قول کو اختیار کیا ہے **قال المترجم** اس مسئلہ میں اختلاف قوی ہے اور دلیلیں دونوں طرف قوی ہیں ولیکن پھر سلامت طریقہ یہ ہے کہ جدھر صریح فعل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یا ارشاد صریح ہو وہ اختیار کرنا چاہیے اور یہ وہی ہے جو امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور بخاری رحمہ اللہ نے بھی قریب اسی کے اختیار کیا ہے چنانچہ مناہضۃ حصون و لقاء

عدو کے وقت کی نماز کے باب میں کہا کہ شیخ اوزاعی رحمہ نے کہا کہ اگر فتح قریب ہو اور اہل لشکر نماز پڑھنے پر قادر نہوں تو اشارے سے پڑھیں ہر شخص اپنی
اپنی نماز اسطرح پڑھ لے پھر اگر اشارہ سے پڑھنے پر بھی قادر نہوں تو نماز میں تاخیر کریں یہانتک کہ قتال کا جھگڑا اٹھے اور امون ہوں پس سب لیکے دو رکعتیں پڑھیں
یعنے نماز قصر ادا کریں۔ پھر اگر اسپر قادر نہوں تو ایک رکعت و دو سجدے سے پڑھ لیں پھر اگر اسپر قادر نہوں تو خالی تکبیر انکو کافی نہیں ہے اور اوسوقت نماز میں تاخیر کردیں
یہانتک کہ بے خوف ہوں اور یہی قول مکحول کا ہے۔ اور انس بن مالک رضی نے کہا کہ میں حصنہ قلعہ تستر میں موجود تھا فجر روشن ہونے کے وقت اور لڑائی بقوت
تیز ہوگئی پس اہل لشکر نے نماز ادا کرنے پر قدرت نہ پائی پس ہم لوگوں نے نماز نہیں پڑھی مگر اسوقت کہ آفتاب بلند ہوگیا تھا پس ہم لوگوں نے نماز پڑھی
اور ہم لوگ حضرت ابو موسی اشعری کے ساتھ جہاد میں تھے پس قلعہ مذکور اللہ تعالے نے ہمارے نام فتح کردیا حضرت انس رضی نے کہا کہ اور مجھے خوش نہیں
آتا اس نماز کے بدلے دنیا و مافیہا جو کچھ ہے پھر بخاری رحمہ نے اسپر اس حدیث سے استشہاد کیا کہ غزوۂ خندق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبب عذر لڑائی
کے سورج ڈوبنے تک نماز عصر میں تاخیر کردی اور نیز استشہاد کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے بعد اپنے اصحاب رضی سے جبکہ انکو بنی قریظہ پر حملہ کرنے کا
حکم دیا یہی یوں فرمایا کہ نہ پڑھے کوئی تم میں سے نماز عصر کو مگر بنی قریظہ کے وہاں پس انمیں سے بعض کو تو راستہ میں نماز کا وقت آیا پس انہوں نے راستہ میں
پڑھ لی اور بولے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہی تھی کہ ہم جلد جاویں اور بعضوں کو راستہ میں نماز کا وقت آیا مگر انہوں نے نماز نہ پڑھی یہانتک
کہ بنی قریظہ میں سورج ڈوب گیا مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں فریق میں سے کسیکو سرزنش نہیں کی شیخ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ اس کلام میں
دلالت ہے کہ بخاری رحمہ نے اسیکو اختیار کیا ہے مگر جمہور اسکے برخلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز خوف کی اس صفت پر جو سورۂ نساء میں قرآن میں مذکور ہے
اور احادیث میں مروی ہے اسطرح غزوۂ خندق میں مشروع نہ تھی بلکہ اسکے بعد مشروع ہوئی ہے چنانچہ حدیث ابو سعید خدری رضی وغیرہ میں اسکی تصریح
آگئی ہے اور ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ مکحول و بخاری و اوزاعی اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ اسکے بعد نماز خوف کا مشروع ہونا اسکے جواز کا منافی نہیں ہے یعنے نماز
خوف مشروع ہونے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ جو غزوۂ خندق وغیرہ میں واقع ہوا وہ اب نہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ وہ حال نادر خاص ہے پس ایسے میں ایسا کرنا جیسا کہ
ہمنے بیان کیا ہے جائز ہے اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے زمانۂ عمر بن الخطاب رضی میں فتح قلعۂ تستر میں ایسا کیا تھا اور وہ مشتہر ہوا اور اسپر کسی نے
انکار نہیں کیا قال المترجم یعنے پس یہ اجماع ہوا صحابہ رضی کا کہ ایسے نادر حالت میں ایسا کرنا جائز ہے واللہ اعلم۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا ۖ وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم
اور جو لوگ تم میں مرجاویں اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں وصیت کردیں اپنی عورتوں کے لیے

مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ
خرچ دینا ایک برس تک نہ نکال دینا پھر اگر وہ نکل جاویں تو گناہ نہیں

عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ مِن مَّعْرُوفٍ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ
تم پر جو کچھ کریں اپنے حق میں دستور کی بات اور اللہ زبردست

حَكِيمٌ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى
ہے حکمت والا اور طلاق والیوں کے لیے کچھ خرچ موافق دستور کے لازم ہے

الْمُتَّقِينَ ۝ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ
پرہیزگاروں پر ایسے ہی بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں تاکہ تم سمجھو

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ - اور جو لوگ تم مین سے مرتے ہین - وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا - اور ازواج چھوڑتے ہین ف انکو خود
معلوم ہو کہ موت کے بعد ہماری بی بی باقی رہیگی - وَصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ - نصب وصیۃ کی قرارت پر یہ معنے کہ یہ لوگ اپنے ازواج کے لیے کچھ
وصیت کرین - وصیۃٌ بالرفع کے یہ معنے کہ ان پر اپنے ازواج متروکہ کے واسطے وصیت واجب ہے - مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ -
وہ وصیت یہ ہو کہ انکو سال بھر تک کھانے پہننے کا تمتع دیجیو بدون اخراج کے ف گھر سے مت نکالیو - فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ - پھر اگر یہ رانڈ عورتین خود ہی نکل گئین (بدون
[illegible]) تو تم پر کچھ گناہ نہین (اے وصیت والو) دربارہ اس حرکت کے جو ان عورتون نے اپنے حق مین امر معروف کی قسم سے کی اور اللہ تعالے عزیز حکیم ہے ف
زمانۂ جاہلیت بڑا عیب تھا کہ میت کی عورت سال سے پہلے نکل آوے گویا مردمیت کی بڑی ہتک ہوئی - پس اللہ تعالے نے بلطف حکمت سے رفع فرمایا کہ اہل
میت کو حکم دیا کہ تم موافق وصیت اپنے وارث کے ان عورتون کو گھر سے مت نکالیو ہان اگر خود یہ عورتین نکل جاوین تو تم پر کچھ گناہ نہین ہے تم انسے متعرض نہو
عورتین اس سال بھر کی مصیبت کو موت کا سامنا خیال کرتی تھین پس فوراً جان بچی بات پا کر نکل جاتین - معروف شرعی یہ کہ اپنے آپکو زینت و سنگار سے
آراستہ کرتین تاکہ دوسرا خاوند سے نکاح کرین حتی کہ عدت چار ماہ دس روز گذرنے سے بھی پہلے نکاح پر آمادہ ہوتین پس جاہلیت کی رسم مٹ گئی پھر اللہ
تعالے نے عدت وفات کی چار ماہ دس روز مقرر کر دیے اور اللہ تعالے عزیز حکیم ہے اور واضح ہو کہ جب وصیت سال کی صورت مین عورت خود نکل گئی تو
پھر متاع مین سے کچھ نہین پاتی تھی اور سپر بخوشی راضی ہوجاتی تاکہ اس بلاے سخت سے نجات پاوے - پھر جب آیۃ المیراث نازل ہوئی تو وصیت متاع کا حکم
منسوخ ہوا بلکہ عورت کا حصہ میراث مقرر ہوگیا - وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ - اور طلاق دی ہوئی
عورتون کے واسطے متاع کھانا کپڑا بطور معروف شرعی ہے متقین پر ثابت رکھا گیا ہے - كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَعْقِلُوْنَ - یونہی اللہ تعالے اپنی آیات کو تمہارے واسطے بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھ حاصل کرو ف محی السنہ نے معالم مین فرمایا کہ یہ آیت
اہل طائف مین سے ایک شخص کے حق مین اتری جسکو حکیم بن الحارث کہتے تھے وہ مدینہ مین ہجرت کر کے آیا اسکے ساتھ اسکے والدین و اولاد و جورو تھی
پھر وہ مر گیا پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے والدین و اولاد کو اسکی میراث دی اور اسکی جورو کو کچھ نہین دیا
اور ان وارثون کو حکم کیا کہ اس عورت کو اسکے شوہر کے ترکہ سے ایک سال کامل نفقہ دین اور وفات کی عدت ابتداے اسلام مین ایک سال تھی اور
وارثون پر حرام تھا کہ میت کی جورو کو سال تمام ہونے سے پہلے اسکے گھر سے نکالے اور اس سال بھر اس عورت کا نفقہ و سکنی اسکے شوہر کے مال سے
واجب تھا جبتک کہ وہ گھر سے نہ نکلے اور جورو کے واسطے میراث کچھ نہ تھی پھر اگر وہ عورت گھر سے نکل جاتی تو اسکا نفقہ ساقط ہوجاتا اور مرد پر واجب
تھا کہ اس بات کی وصیت کر جاوے پس ایسا ہی رہا یہانتک کہ آیت میراث اتری پس اللہ تعالے نے ایک سال کے نفقہ کو چہارم یا آٹھوان حصہ میراث
سے منسوخ کیا اور ایک سال کی عدت کو چار مہینہ دس راتون کی آیت سے منسوخ کیا اور ابن کثیر وغیرہ نے یہ قصہ کچھ ذکر نہین کیا پھر قولہ
الذین یتوفون جو لوگ مرتے ہین اس سے مراد یہ ہے کہ وفات کے قریب پہونچین کیونکہ آگے - وصیۃ لازواجہم - فرمایا ہے حالانکہ جو مر گیا اس سے
وصیت کرنا ممکن نہین ہے تو یہی معنے ہوسکے کہ جو مرنے کے قریب پہونچے وہ وصیت کر جاوے مترجم کہتا ہے کہ جب کسی مرد نے عورت سے نکاح کیا تب
ہی وصیت کر دے خواہ آیندہ وہ [illegible] رہے اور مفسرین سلف نے اسمین اختلاف کیا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے یا منسوخہ ہے پس جمہور اسطرف گئے
ہین کہ منسوخ ہے اور ابن جریر نے مجاہد سے نقل کیا کہ محکمہ ہے منسوخ نہین ہے اور عدت وفات تو اسیقدر ہے جو سابق کی آیت مین چار مہینے
دس راتین مذکور ہوے لیکن اللہ تعالے نے اس آیت مین عورت کے واسطے سات مہینہ بیس روز کا نفقہ و سکنی بطور وصیت قرار دیا ہے

پس عورت چاہے اس وصیت پر ساکن رہے اور چاہے نکل جاوے اور ابن عطیہ و قاضی عیاض نے نقل کیا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ سال بھر کی عدت
منسوخ ہے اور عدت وفات چار مہینہ دس راتین ثابت ہے۔ **قال ابن کثیرؒ** اکثرون کے نزدیک یہ آیت اپنی پہلی آیت سے منسوخ ہے یعنے قولہ یتربصن
بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا الآیۃ۔ چنانچہ بخاری رحؒ نے ابن الزبیرؓ سے روایت کی کہ مین نے عثمان بن عفانؓ سے کہا کہ قولہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا
وصیۃ لازواجھم کو دوسری آیت نے منسوخ کیا پس کیون آپ اسکو لکھواتے ہین یا اسکو چھوڑتے ہین تو فرمایا کہ اے میرے بھتیجے مین اسمین سے کوئی چیز
اپنی جگہ سے تغیر نکرونگا۔ **ابن کثیرؒ** نے کہا کہ ابن الزبیرؓ کے اشکال کے معنے یہ ہین کہ جب اسکا حکم دوسری آیت سے یعنے چار مہینہ دس راتون والی
آیت سے منسوخ ہوگیا تو باوجود زوال حکم کے اسکی تلاوت باقی رکھنے مین کیا حکمت ہے حالانکہ بقاء تلاوت سے وہم ہوتا ہے کہ اسکا حکم باقی ہے تو عثمان رضی اللہ
عنہ نے حکم دیا کہ یہ امر توقیفی ہے اور ہمنے اسکو مصحف مین ایسا ہی لکھا ہوا پایا ہے کہ ناسخ آیت کے بعد لکھی ہے پس ہمنے اسکو جہان پایا ہے وہین رہنے دونگا
اور ابن ابی حاتم نے عطاء خراسانی کے طریق سے ابن عباسؓ سے اس آیت مین روایت کی کہ پہلے اس عورت کے لیے جسکا شوہر چھوڑ مرے ایک سال تک
اسکے مکان مین نفقہ و سکنی تھا پس اسکو آیۃ المواریث نے منسوخ کیا اور عورتون کے لیے چوتھائی یا آٹھوان حصہ میراث شوہر سے قرار دیا ایسا ہی
ابوموسی اشعریؓ و ابن الزبیرؓ و مجاہدؒ و ابراہیمؒ و عطاءؒ و حسنؒ و عکرمہؒ و قتادہؒ و ضحاکؒ و زید بن اسلمؒ و سدیؒ و مقاتل بن حیانؒ و عطاء خراسانیؒ و ربیع بن انسؒ سے مروی
ہے کہ یہ آیت منسوخہ ہے اور علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ پہلے یہ تھا کہ جب کوئی مرد مرجاتا اور اپنی جورو چھوڑتا تو وہ اسکے گھر میں ایک
سال عدت پوری کرتی کہ اسکو شوہر متوفی کے مال سے نفقہ دیا جاتا پھر اسکے بعد اللہ تعالے نے۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن
اربعۃ اشھر وعشرا نازل فرمایا پس یہی اس عورت کی عدت ٹھہری جسکا شوہر چھوڑ مرے لیکن اگر حاملہ ہو تو اسکے عدت یہ ہے کہ وضع حمل کرے اور فرمایا
کہ عورتون کو چوتھائی میراث ہے اگر تمہارے فرزند نہوا اور اگر فرزند ہو تو تمہارے ترکہ سے انکو آٹھوان حصہ ہے پس عورت کے لیے میراث کردی اور وصیت
و نفقہ ترک فرمایا اور بخاریؒ نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ قولہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن الآیہ۔ مجاہدؒ نے کہا کہ یہ عدت تو عورت
پر واجب ہے کہ شوہر والون کے پاس پوری کرے پھر اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر
اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن من معروف پس مجاہدؒ نے کہا کہ پھر اللہ تعالے نے سات مہینہ بیس راتین وریدت کے ساتھ
بطور وصیت کے کرکے سال کو پورا فرمادیا پس عورت کو اختیار ہے چاہے اس وصیت پر رہے اور چاہے نکل جاوے اور یہی قولہ اللہ تعالے کا ہے غیر اخراج
فان خرجن فلا جناح علیکم۔ پس جو عدت کہ مقررہ ہے وہ جیسے ہے ویسی ہی واجب ہے **قال المترجم** یہ روایت مجاہدؒ کی صحیح ہے کہ وہ اسامر کے قائل
نہ تھے کہ یہ آیت منسوخ ہے بلکہ حاصل کلام الحکایہ ہے کہ آیۃ یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا مین عدت لازمہ بیان فرمائی کہ وہ شوہر کے مکان مین
جہان وہ وفات شوہر کے وقت تھی رہکر اس عدت کو پورا کرے بدون اسکے کہ وہان سے نکل سکے پھر اس آیت مین اللہ تعالے نے شوہران متوفی کو وصیت
کرنیکا حکم دیا کہ باقی سات مہینہ بیس روز کے نفقہ کی وصیت کردین کہ عورتون کے واسطے پورا سال ہو جاوے ولیکن عورت کو اختیار ہے چاہے اس
سات مہینہ بیس روز مین وصیت کے موافق اس جگہ رہے جہان عدت مین تھی یا نرہے پس اگر رہے تو وصیت کے موافق اسکو نفقہ و سکنی ملے اور اگر
عدت لازمہ پوری کرکے نکل جاوے تو اسکو اختیار ہے اور نفقہ وصیت نہ ملیگا اور یہ قول مجاہدؒ سے صحیح ثابت ہے پس ابن ابی حاتم نے جو ایسے نقل کیا
کہ وہ نسخ کے قائل ہین قابل اعتماد نہین ہے پھر بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ عطاء نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اس آیت نے عورت کی عدت گذارنے
شوہر والون کے پاس منسوخ کیا پس وہ عورت جہان چاہے اپنی عدت پوری کرے اور یہ قول اللہ تعالے کا ہے غیر اخراج۔ اور عطاء نے کہا کہ چاہے
اپنے شوہر متوفی کے لوگون کے وہان اپنی عدت پوری کرے اور اپنی وصیت پر رہے اور چاہے وہان سے نکل جاوے کیونکہ اللہ تعالے نے

فرمایا فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن پھر عطاء نے فرمایا کہ پھر آیہ میراث نازل ہوئی تو سکنی بھی منسوخ ہوا پس وہ عدت پوری کرے جہان چاہے اور اسکے واسطے سکنی نہیں ہے پھر بخاری رحمہ اللہ نے اپنی اسناد سے ابن عباس سے مثل ماتقدم کے روایت کیا جس اعتقاد مجاہد و عطا کو ہے کہ یہ آیت اس امر پر نہیں دلالت کرتی ہے کہ عورت پر ایک سال عدت رکھنا واجب تھی جیسا کہ جمہور نے زعم کیا ہے تاکہ یہ چار مہینہ دس رات کی آیت سے منسوخ ہووے بلکہ اس آیت میں صرف اسیقدر ہے کہ زوجات کے حق میں وصیت ہے کہ اپنے متوفی شوہرون کے گھر میں ایک سال رہنے کو جگہ دیجاوے اگر وہ اسکو پسند کرین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وصیۃ لازواجہم ای یوصیکم اللہ بہن وصیۃ اللہ تعالیٰ تمکو ان عورتون کے بارہ میں وصیت فرماتا ہے مانند قولہ وصیۃ من اللہ۔ اور بعض نے کہا کہ فلیوصوا مقدر سے منصوب ہے اور یہ قراءۃ ابوعمرو ابن عامر و حمزہ و حفص کی ہے اور باقیون نے اسکو بالرفع پڑھا ہے بمعنے کتب علیکم وصیۃ۔ ولیکن مفسر رحمہ اللہ نے صرف علیکم مقدر کیا اور یہی ارجح ہے اسواسطے کہ تقدیر بقدر ضرورت ہے اور وہ علیکم کی تقدیر سے رفع ہوتی ہے فافہم اور اسیکو ابن جریر نے اختیار کیا ہے پھر چار مہینہ دس راتون کی عدت کے بعد اگر یہ عورتین نکل جانا چاہین تو منع نہ کیجاوینگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن من معروف کمالین میں کہا کہ مراد یہ ہے کہ ان عورتون کو اختیار ہے چاہین رہین اور نفقہ لیوین اور چاہین نکل جاوین اور نفقہ چھوڑین اور یہی شافعی کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ اس عبارت سے سخت وہم ہوتا ہے کہ شاید شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جبکہ اس دلیل سے نکلنے کا اختیار ہے تو زینت وغیرہ کا اختیار ہوگا کیونکہ مذکور ہے۔ فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن من معروف حالانکہ ایسا نہیں بلکہ صرف بات یہ ہے کہ شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چار مہینہ دس راتین عدت میں بدون تزئین وغیرہ کے پورا کرنا چاہیے مگر جہان چاہین خواہ شوہر متوفی کے مکان میں اور چاہین کہین اور جیسا کہ عطا کے قول سے معلوم ہوا ہے اور وہ بنابر اسکے ہے کہ یہ آیہ کریمہ اپنے ماتقدم کی آیت سے منسوخہ ہے اور ہمنے مجاہد و عطاء و ابن عباس کے قول سے اوپر بیان کر دیا کہ جیسے ظاہر ہوتا ہے اور شیخ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اسی طرف میل کیا اور کہا کہ یہ قول تو متوجہ ہوتا ہے اور لفظ بھی اسکا مساعد ہے اور اسیکو ایک جماعت نے اختیار کیا ہے جنہیں سے شیخ ابوالعباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی ہین اور دوسرون نے اس سے انکار کیا از انجملہ شیخ ابوعمرو بن عبدالبر بھی ہین۔ قال المترجم وجہ رد کرنے کے اظہر نہیں ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ قول عدم نسخ کا نہایت قوی ہے اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ عورت کو اختیار نہیں کہ اس جگہ سے جہان وہ وفات کے وقت تھی نکل جاوے بدون عدت پوری کرنے کے ہان اگر شوہر متوفی کے مکان سے اسکا حصہ اسکے بسر کرنے کے لیے کفایت نہ کرے اور وارث لوگ اپنے حصہ سے اسکو نکال دین تو مضائقہ نہیں کہ وہ دوسری جگہ منتقل کرکے عدت پوری کرے اور دوسری جگہ اسکے حق میں بجاے مکان شوہر کے ہوگی کہ اسکو وہان سے باہر ہونیکا اختیار نہوگا اسواسطے کہ مکان شوہر سے یہان تحویل کرنا مجبوری تھا پس وہان سے نہیں نکل سکتی ہے اور اسپر صریح دلیل ہے جو مالک رحمہ اللہ نے موطا میں روایت کیا کہ فریعہ بنت مالک ابن سنان جو ابوسعید خدری کی بہن تھین وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئین پوچھتی ہوئی کہ میں بنی خدرہ میں اپنے لوگون میں واپس جاؤن کیونکہ انکا شوہر اپنے چند غلامون کی تلاش میں جو بھاگ گئے تھے انکے پیچھے گیا حتی کہ جب قدوم کے کنارہ پہونچا تو وہان ان غلامونکو پایا ان حبشیون نے اسکو قتل کر ڈالا پس فریعہ بنت مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اپنے لوگون میں بنی خدرہ میں جاؤن کیونکہ میرے شوہر نے مجھے ایسے مسکن میں نہیں چھوڑا جسکا وہ مالک ہوا اور نہ کچھ نفقہ چھوڑا ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان پھر جب میں واپس ہوئی تو حجرہ ہی میں تھی کہ مجھے رسول اللہ صلعم نے آواز دی یا حکم کیا کہ میں بلائی گئی تو فرمایا کہ تونے کیونکر کہا پس میں نے آپ سے اپنے شوہر کا قصہ دوہرا کر بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر میں ٹھہری رہ یہانتک کہ مفروضہ مدت پوری ہو فریعہ کہتی ہین پس مین اسی گھر میں چار مہینہ دس راتین پوری کیین۔ فریعہ کہتی ہین کہ پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے تو میرے پاس آدمی بھیجکر مجھسے یہ حال دریافت کیا

پس مین نے انکو اسکی خبر دی تو انھون نے اسکا اتباع کیا اور اسی کے موافق فیصلہ کا حکم دیا۔ رواہ النسائی وابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح۔
اور اسی حدیث سے شافعیہ نے استدلال کیا کہ جس عورت کا شوہر مرجاوے اسکے لیے سکنی ثابت ہی یعنے شوہر کے مکان مین اسکو عدت پوری کرنے کی جگہ
دیجاوے اور اگر شوہر کا مکان کرایہ کا ہو تو اسکا کرایہ شوہر کے مال متروکہ سے دیا جاوے اور حق یہہ ہی کہ اسمین انکے واسطے کوئی دلیل نہین ہی اسواسطے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہہ حکم دیا کہ اس گھر سے نہ جاوے اور یہہ حکم نہین ہی کہ اسکا کرایہ ترکہ شوہر پر ہی اور کیونکر ہوگا کہ اسمین تصریح موجود ہی کہ شوہر نے کچھ نفقہ نہین چھوڑا
اور پہلے عطاء وابن عباس سے ذکر ہوا کہ حق سکنی آیۂ میراث سے منسوخ ہوا ہی اور **ابن کثیر** نے کہا کہ عطاء وغیرہم کی مراد اگر یہہ ہی کہ چار مہینہ دس راتون سے
زائد کے لیے اسکے واسطے سکنی نہین تو مسلم ہی اور اگر یہہ مراد ہی کہ چار مہینہ دس راتون کے واسطے بھی نہین ہی تو اسمین خلاف ہی **قال المترجم** وجہ عدم
تسلیم کی کوئی بیان نہین فرمائی پھر جو کہا کہ وجوب سکنی پر استدلال حدیث فریعہ بنت مالک سے ہی تو اسکا جواب ہم دے چکے واللہ اعلم۔ اور جب قول مجاہد
وعطاء وابوحنیفہ کو جمع کیا جاوے تو آیت کی تفسیر ہوتی ہی کہ جو لوگ مرجاوین اور عورتین چھوڑین تو چار مہینہ دس راتین تو آیت سابقہ سے انکی عدت کے واسطے
نفقہ وسکنی چاہیے اور سال مین سے باقی سات مہینہ بیس رات کے واسطے وصیت کرجاوین نفقہ وسکنی کی بدون اخراج کے اور اگر اس سات مہینہ بیس
راتون کی مدت مین جو عدت سے زائد بطور وصیت ہی وہ عورت نہ رہے اور نکل جاوے تو مضائقہ نہین و لیکن ایام عدت مین نہین نکل سکتی ہی پھر آیۂ میراث سے
حق سکنی کا حکم منسوخ ہوا ہی پس اب صرف چار مہینہ دس راتین رہین جنمین وہ نہین نکل سکتی اور نفقہ وسکنی کچھ نہین بلکہ اسکے لیے حصۂ میراث ہی اور رہی وصیت
تو وہ نفقہ وسکنی کی تھی وہ آیت میراث سے منسوخ ہوئی اور موید اسکی وہ حدیث ہی کہ لاوصیۃ لوارث کسی وارث کے واسطے کچھ وصیت صحیح نہین ہی اور
اس تقدیر پر سب دلائل جمع ہو جاتے ہین واللہ اعلم۔ اور بقول شافعی کہ اسکے واسطے سکنی ثابت ہی حدیث لاوصیۃ لوارث مین تخصیص یا تاویل کرنی
پڑیگی اسواسطے کہ سکنی کا ثبوت اسی آیہ۔ وصیۃ لازواجہم متاعا الی الحول غیر اخراج۔ سے ہوگا حالانکہ وارث کے لیے علی العموم وصیت کی نفی ہی فتامل اور
اس بیان مذکورۂ بالا سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ کے قول کی دلیل بلا تردد مستقیم ہی اور اسکی حاجت نہین کہ۔ فان خرجن فلاجناح علیکم کے یہہ معنے
لیے جاوین کہ فان خرجن بعد الحول۔ علاوہ برین یہہ تاویل کسی قدر نظم سے بیگانہ پڑتی ہی اگرچہ کمالین حاشیۂ چلپی وغیرہ مین مذکور ہی اور یہہ بھی ثابت ہوا کہ
منسوخ قرار دینے کی حاجت نہین اور اصل یہہ ہی کہ جہان نص نہو اور توفیق ممکن ہو وہان نسخ کا قائل ہونا نہین درست ہی اگر کہا جاوے کہ جمہور کے خلاف
ہی جو نسخ کے قائل ہین مین کہتا ہون کہ نہین بلکہ بہتیرے اسکے قائل ہین اور انسے روایات کے ثبوت مین تردد باقی ہی اور کم لوگ محکم ہونے کے
قائل ہین جیسا کہ **شیخ ابن کثیر** نے فرمایا ہی اور قول مجاہد پر ایک جماعت کا قول ہی اور اس صورت مین وہ سوال بھی وارد نہین ہوتا کہ اگلی آیت نے
پچھلی آیت کو کیونکر منسوخ کیا اگرچہ اسکا جواب یہہ ہو سکتا ہی کہ اگلی تلاوت مین ہی اور نزول مین پچھلی ہی ہی ولیکن بعضے علماے محققین نے کہا ہی کہ
منسوخ آیتین سب مقدم اور ناسخ سب متاخر واقع ہوئی ہین **ذکرہ الشیخ المفسر فی الاتقان**۔ قولہ وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی
المتقین۔ اس آیت کی تفسیر مین مفسرین کے اقوال ہین اور اصل دو قول ہین **بیضاوی** نے کہا کہ ایک قوم نے کہا کہ متاع سے مراد نفقۂ عدت ہی یعنے
مطلقات کے واسطے نفقۂ عدت بطور معروف شرعی واجب ہی اور اسیکو مدارک مین لیا ہی پس اس قول پر تکرار ہونا لازم نہین آتا ہی اور دوسرا
قول یہہ ہی کہ متاع سے مراد متعہ ہی جو مطلقہ عورتون کو دیا جاتا ہی جیسا کہ قولہ ومتعوہن علی الموسع قدرہ الآیہ مین مذکور ہوا پس اس تقدیر پر اس آیت سے
متعہ ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہوا خواہ اسکا مہر مسمی ہوا ہو یا نہوا ہو خواہ وطی سے پہلے طلاق دی گئی ہو یا بعد اسکے اور یہی قول سعید بن جبیر وغیرہ بعض
سلف کا ہی اور اسیکو **ابن جریر** نے اختیار کیا ہی اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم فقیہ جلیل سے روایت ہی کہ جب نازل ہوا قولہ متاعا بالمعروف حقا
علی المحسنین تو ایک شخص نے کہا کہ اگر احسان کرنا چاہونگا دونگا اور اگر نچاہونگا تو نہ دونگا پس اللہ تعالے نے یہہ آیت اتاری وللمطلقات متاع

بالمعروف حقا علی المتقین ایسا ہی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ اثر ابن تابعی سے ہے اور بیچ میں خواہ مخواہ واسطہ ہوگا اسکا ذکر متروک ہے ولیکن عبد الرحمن بن زید عالم جلیل ہیں پس اگر ارباب تفسیر میں اسپر اعتماد کیا جاوے تو حاصل اسکا یہ ہوگا کہ جس عورت کا مہر نہیں ٹھہرا اور قبل دخول کے اسکو طلاق دی گئی اسکے لیے متعہ واجب ہے پس للمطلقات میں الف لام عہد کا ہوگا اور مراد وہی مطلقات ہونگی جنکا ذکر سابق کی آیت میں ہو چکا ہے پس یہاں تکرار واسطے بیان وجوب کے ہے نہ تاکید جیسا کہ بیضاوی نے زعم کیا اگر کہا جاوے کہ اسمیں وجوب کس حرف سے ثابت ہوتا ہے تو مترجم کہتا ہے کہ بنا بر اس اصل کے کہ وجوب کی سبیل رفع ہے جیسے قولہ فدیۃ من صیام وغیرہ میں ہے اور نصب کی سبیل استحباب ہے اور وہ متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین میں تھا اسیواسطے وصیۃ لازواجہم متاعا الی الحول میں وجوب استحباب کا اختلاف ہوا کہ وصیۃ بالنصب اور وصیۃ بالرفع دونوں طرح پڑھا گیا ہے فتدبر اور شافعی رح کے نزدیک ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہے سوائے اس مطلقہ کے جسکا مہر ٹھہر گیا ہو اور قبل دخول کے اسکو طلاق دی گئی ہو کذا ذکرہ فی الکمالین اور ظاہر مذہب شافعی کا تو یہ ہے کہ ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہے اور بیضاوی نے آیۃ سابقہ یعنے قولہ ومتعوہن علی الموسع قدرہ الآیہ میں کہا کہ اسکا مفہوم مخالف یہ ہے کہ سوائے ایسی مطلقہ کے جسکو قبل دخول کے طلاق دی گئی اور مہر مفروض نہ تھا دوسری مطلقہ کے لیے متعہ واجب نہیں ہے پھر اس آیہ یعنے قولہ وللمطلقات متاع بالمعروف میں ہر مطلقہ کے لیے وجوب متعہ پر دلیل پیش کی کہ مطلقات عام ہے اور مطلقہ قبل دخول و فرض مہر اسکا ایک فرد ہے پس عام کے کسی فرد کو ایک حکم سے بیان کرنا موجب اسکی تخصیص کا نہیں ہوتا ہے مگر جیسے یہی کہ منطوق کی تخصیص مفہوم سے جائز رکھی جاوے یا یہ کہا جاوے کہ بعض عام کے ساتھ ایک حکم بیان کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ بعض دیگر اسکے برخلاف ہیں اسیواسطے لازم آیا کہ ہر مطلقہ کے واسطے متعہ واجب ہوا اور مقصود بیضاوی کا یہ ہے کہ یہاں عام مطلقات کے واسطے متعہ مستحب کا حکم جیسا کہ باقی ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ سے سوائے شافعی رح کے مروی ہے درست نہیں ہو سکتا کیونکہ مطلقہ مفوضہ غیر مدخولہ کے واسطے بالاتفاق متعہ واجب ہے پس اگر یہاں استحباب لیا جاوے تو مطلقہ مفوضہ غیر مدخولہ کی تخصیص ہوگی حالانکہ عام کی ہر ایک فرد کو ایک حکم سے بیان کرنا اسکا مخصص نہیں ہے یا تخصیص منطوق بمفہوم لازم آویگی اور یہ دونوں درست نہیں جیسا کہ بیضاوی کی تقریر سے واضح ہوا پس صحیح قول شافعی ہے کہ ہر مطلقہ کے واسطے واجب ہے یہ حاصل کلام بیضاوی ہے اور پوشیدہ نہیں کہ سابق کی آیۃ سے خود بیضاوی نے مفہوم مخالف جو شافعیہ کے نزدیک حجت ہے اس آیہ کے برخلاف نکالا ہے پس منطوق و مفہوم میں تعارض ہو گیا فتامل ۔ اور امام مالک رح کے نزدیک ہر مطلقہ کے واسطے متعہ مستحب ہے سوائے مطلقہ مفوضہ غیر مدخولہ کے اور امام ابوحنیفہ وایک روایت کے موافق امام احمد نے کہا کہ مدخولہ کے واسطے مستحب ہے اور غیر مدخولہ مفوضہ کے واسطے واجب ہے اور جسکا مہر بیان کر دیا گیا ہو تو اسکے واسطے مشروع نہیں ہے کذا ذکرہ فی الکمالین اور مراد یہ ہے کہ غیر مدخولہ وغیر مفروضۃ المہر کے واسطے واجب ہے اور مدخولہ میں دو قسم ہیں ایک وہ کہ جسکا مہر بیان کیا گیا ہو تو اسکے واسطے مشروع نہیں ہے اور دوم وہ کہ اسکا مہر مسمی نہوا ہو تو اسکے واسطے مستحب ہے واللہ اعلم ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا قولہ وللمطلقات متاع بالمعروف اللہ تعالے نے انکے واسطے متاع کو مقرر کر دیا تاکہ انکے دلوں کو تسلی ہو کیونکہ انھوں نے رنج فراق و صدمہ جدائی اٹھایا ہے پس اسکا کچھ عوض ہو جاوے تاکہ انپر دو مصیبتیں نہو جاویں ایک مصیبت جدائی دوم مصیبت محرومی قال المترجم اور روایت ہے کہ حسن بن علی کرم اللہ وجہہ نے ایک عورت کو طلاق دی اور دس ہزار درہم اسکو متاع میں دیے پس اسنے کہا متاع قلیل من حبیب مفارق یعنے محبوب جدا کرنے والے کے بدلے میں یہ متاع قلیل ہے اور واضح ہو کہ دنیا اہل ایمان کے نزدیک کل ایک متاع ہے پس بصورت خوشی سے وطن جانے کا وقت ہے

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِهِمۡ وَهُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوۡتُوۡا ثُمَّ

تو نے نہ دیکھے وہ لوگ جو نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے پھر کہا انکو اللہ نے مر جاؤ پھر انکو

أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۝ وَقَاتِلُوا فِي

زندہ کردیا اللہ تعالیٰ تو بڑا فضل کرنے والا ہے لوگوں پر ولیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ہیں اور لڑو

سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

اللہ کی راہ میں اور جان رکھو اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ- تو نے ان لوگوں کو نہیں جانا جو اپنے گھروں سے نکلے تھے ف اہمیں استفہام تعجب دلانے وشوق دلانے کے لیے ہے تاکہ آگے جو مذکور ہے اسپر کان لگاوین یعنے کیا تیرا علم ان لوگوں کے قصہ تک نہیں پہونچا جو گھروں سے نکلے تھے

وَهُمْ أُلُوفٌ- اور وہی ہزاروں تھے ف اسمین روایات مختلف ہین چار ہزار تھے یا آٹھ ہزار یا تیس ہزار یا چالیس ہزار یا ستر ہزار تھے

حَذَرَ الْمَوْتِ- موت کے خوف سے نکل بھاگے تھے ف بنی اسرائیل میں سے ایک قوم تھی کہ انکے ملک میں وبا پھیلی پس یہ لوگ نکل بھاگے

فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا- پس اللہ تعالیٰ نے انکے حق میں حکم دیا کہ مرو ف یعنے اللہ تعالیٰ نے انسے کہا کہ مر جاؤ پس مر گئے۔

ثُمَّ أَحْيَاهُمْ- پھر انکو زندہ کیا ف بعد آٹھ روز کے یا زیادہ کے بسبب دعا انکے نبی حزقیل علیہ السلام کے اور حزقیل بکسر حاء حملہ وسکون زاء معجمہ وبکسر قاف وسکون یاء تحتانیہ ہے پھر یہ لوگ ایک مدت دراز تک زندہ رہے اس حال مین کہ انپر موت کا اثر تھا جو کپڑا پہنتے وہ مثل کفن کے ہو جاتا اور یہ بات انکے ناتی پوتوں میں چلی آئی۔ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ- اللہ تعالیٰ لوگوں پر احسان والا ہے ف اور اسی فضل میں سے ہے ان لوگوں کا زندہ کر دینا- وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ- ولیکن بہتیرے لوگ شکر نہیں کرتے ہین ف اور وہ کافر لوگ ہین- پھر انکی خبر بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کو جہاد کرنے پر شجاعت دلائی اور اسیواسطے اس کلام پر عطف کیا- وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اور لڑو اللہ کی راہ میں ف اور مراد اللہ کی راہ میں لڑنے سے یہ ہے کہ اسکا دین بلند کرنے کی نیت سے لڑو- وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ- اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سمیع علیم ہے ف تمہاری باتوں کا سننے والا ہے اور تمہارے احوال کا جاننے والا ہے پس تمکو بدلا دیگا- چونکہ قصہ مذکور تمام بنی اسرائیل میں معروف متواتر ہو گیا اور سبھوں نے کتابوں میں ڈالا تھا لہذا ارشاد ہوا کہ الم تر الی الذین الخ- اور اس قصہ میں نکتہ یہ کہ قضائے الٰہی سے بھاگنا اور تقدیر سے گریز کرنا محض بے سود ہے کہ یہ لوگ وبا سے بچنے کے واسطے بھاگے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دم کے دم میں انکو موت دیدی اور انکی تعداد میں اختلاف کثیر ہے جیساکہ مفسرین نے چند اقوال بیان کیے ایسے ہی معالم وتفسیر ابن کثیر وغیرہ میں مذکور ہین لیکن سب روایات تابعین وغیرہ ہین کوئی انمین سے حدیث مرفوع سے ثابت نہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسکو بیان نہیں فرمایا کیونکہ مفاد اس قصہ کا ان لوگوں کی تعداد سے متعلق نہیں بلکہ انکی حالت پر ہے اگرچہ کتنے ہی ہوں ہان اتنا فرمایا کہ ہم الوف اور الوف جمع کثرت الف کی ہے اور آلاف اسکی جمع قلت ہے پس جمع کثرت کی نظر سے جن روایات میں دس ہزار سے زیادہ مذکور ہین اولیٰ ہین جیساکہ بغوی وقرطبی نے تنبیہ کی ہے اور قصص بھی مختلف طور پر ہین اور شاید کہ اصح وہ ہے جو شیخ ابن کثیر وغیرہ نے اپنی تفسیر مین کہا کہ سلف میں سے بہتوں نے ذکر فرمایا کہ یہ لوگ زمانہ بنی اسرائیل میں ایک ضلع کے لوگ تھے انکے ملک کے اندر بیماری پھیلی اور سخت وبا مین گرفتار ہوئے پس موت کے خوف سے جنگل کی طرف نکل بھاگے اور ایک کشادہ میدان میں اُترے باوجود اسکے اس جنگل کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بھر ہوئے تھے پس اللہ عزوجل نے دو فرشتہ بھیجے ایک نے جنگل کے اونچے سرے سے اور دوسرے نے جنگل کے نیچے سرے سے انکو سخت آواز دی کہ مر جاؤ پس ایک دم سے سب کے سب اول سے آخر تک مر گئے بعد کئی روز کے دوسرے شہر والوں نے جب انکو دفن کرنا

چپا تو سخت بدبو سے دفن کرنا ممکن نہ ہوا آخر انکے گرد دیوار سے احاطہ کر دیا اور جہانتک ممکن ہوا حفاظت کردی کہیں لکڑی کہیں دیوار اور یہ لوگ
سب فنا ہو کر پارہ پارہ متفرق ہو گئے پھر ایک زمانہ کے بعد انبیاء بنی اسرائیل میں سے ایک نبی جنکو حزقیل کہتے تھے اور وہ حضرت موسیٰ کے تیسرے
خلیفہ تھے وہاں گذرے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ان لوگوں کو میرے ہاتھ پر زندہ کر دے پس اللہ تعالیٰ نے انکی دعا کو قبول کیا اور حکم دیا کہ یوں
کہو کہ اے بوسیدہ ہڈیو تمکو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ جمع ہو جاؤ پس ہر جسم کی ہڈیاں بعض بعض جمع ہو گئیں پھر انکو حکم دیا تو انھوں نے آواز دی کہ اے ہڈیو
تمکو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ گوشت پٹھے و کھال سے پہنائی ہوئی ہو جاؤ پس ایسا ہو گیا اور حزقیل علیہ السلام یہ قدرت الٰہی کا تماشا دیکھ رہے تھے اور
انسے پہلے ہی کہدیا تھا کہ تجھے قدرت کا تماشا دکھایا جاوے پھر حکم دیا کہ حزقیل نے پکارا اے ارواح تمکو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر روح اپنے اس جسم پر
چلی جاوے جسکی وہ تعمیر کرتے تھے پس ایسا ہوا اور وہ لوگ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے دیکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو انکے خواب دراز کے بعد
زندہ کر دیا اور کہتے جاتے تھے کہ پاک ہے تو تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان لوگوں کے زندہ کر دینے میں قطعی دلیل اس بات
ظاہر تھی کہ قیامت میں جسمانی حشر ہوگا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ لذو فضل علی الناس یعنی انکو روشن دلیلیں ظاہر حجتیں و باہر
نشانیاں دکھلاتا ہے اور انکو انکی بھلائی کی راہ پر بلاتا ہے ولکن اکثر الناس لا یشکرون یعنی بہتیرے لوگ کافر ہوتے ہیں اور اپنے نفس و شیطان کے
وسوسہ و جھگڑے میں اللہ تعالیٰ کا شکر نہیں ادا کرتے جو اسنے انکے دین و دنیا کے نفع کے واسطے انعام فرمایا ہے۔ اور معالم میں اس قصہ کو مختلف
طور سے ذکر کیا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن المنذر نے اسکو ابو مالک سے طولانی روایت کیا اور اسمیں کچھ اوپر تیس ہزار کی تعداد مذکور ہے اور
بعض روایات میں ہے کہ یہ لوگ اہل اذرعات تھے اور بعض میں اہل داوردان ایک فرسخ واسط سے ادھر تھے اور معالم میں ہے کہ مجاہد نے کہا جب
وہ زندہ ہوئے تو بولے سبحانک اللہم ربنا و بحمدک لا الٰہ الا انت۔ پھر اپنی قوم والوں کی طرف واپس گئے اور مدت تک زندہ رہے مگر موت کے
آثار انکے چہرے پر نمایاں تھے جو کپڑا پہنتے وہ مانند کفن ہو جاتا یہانتک کہ وہ اپنی موت سے جو انکے لیے اللہ تعالیٰ نے مقرر کی تھی مر گئے اور ابن
عباس نے فرمایا کہ آج بھی انکے نسل یہودیوں میں وہ بو پائی جاتی ہے اور قتادہ رحمہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے انکو موت سے بھاگنے
سے منع فرمایا تھا مگر اسپر نہ تھمے آخر انکو عقوبت کی موت سے مارا پھر وہ زندہ کیے گئے تاکہ اپنی مقررہ زندگانی کے دن پورے کر لیں اور انکی مقدرہ حیات ہو چکی
ہوتی تو کبھی نہ زندہ کیے جاتے۔ اور معالم میں بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ انکو جہاد کا حکم دیا گیا تھا مگر موت سے بھاگے پس عقوبت میں مارے
گئے اسیواسطے قولہ حذر الموت کی تفسیر میں کہا گیا کہ بخوف وباء اور کہا گیا کہ بخوف قتل جہاد اور طاعون اس عام بیماری کو کہتے ہیں کہ جس سے مری
پڑ جاوے لیکن ایسی عام بیماری میں جو شخص صلاحیت کے ساتھ نیکو کار رہے اور قضاے الٰہی پر صابر رہکر مرے وہ شہید ہے جیسا کہ حدیث سے
ثابت ہے اور قولہ فقال لہم اللہ موتوا۔ مذکور ہوا کہ ایسا فرشتوں نے بحکم الٰہی کہا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ امر تحویل ہے بغیر تعلق ارادہ
الٰہی کا انکے دفعۃً مرجانے کے ساتھ اور شاید کہ بطریق تمثیل ہو انکو یکبارگی موت دینے کی اور اسمیں شک نہیں کہ وقوع حوادث اسکے ارادہ
و مشیت قدیمہ سے ہے۔ قال ابن کثیرؒ اس قصہ میں عبرت و دلیل ہے کہ قضاء و قدر سے پرہیز کرنا بے سود ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اللہ تعالیٰ
ہی کی طرف جانا چاہیے کسی اور طرف راہ نہیں ہے کیونکہ دیکھو یہ لوگ وباء سے بھاگے تاکہ دیر تک زندہ رہیں سو انکے قصد کا الٹا معاملہ انکے
ساتھ کیا گیا اور ایک ہی آن میں ابتدا سے آخر تک موت آگئی اور اسی قبیل سے حدیث صحیح میں ابن عباس سے ہے کہ عمر بن الخطاب ملک شام کو
چلے جب سرغ میں پہونچے تو سرداران لشکر ابو عبیدہ بن الجراح وغیرہ انسے ملے اور آگاہ کیا کہ شام میں وبا پھیلی ہے پھر حدیث بیان کی یہانتک کہ کہا
کہ پھر اتنے میں عبد الرحمن بن عوف آئے جو بعض ضرورت سے غائب تھے اور کہا کہ میرے پاس اسکا ایک علم ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے سنا کہ جب تم کسی سرزمین میں ہو اور تم اسمین موجود ہو تو اس سے بھاگنے کے قصد سے وہان سے مت نکلو اور جب تم اسکو کسی سرزمین میں سنو تو وہان
مت جاؤ پس عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا پھر واپس چلے آئے رواہ البخاری و مسلم و احمد اور دوسری روایت میں ہے کہ عبد الرحمن بن عوف نے جو شام میں تھے عمر
کو خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وبا کی بیماری وہ ہے کہ اس سے اگلی امت والون کو عذاب دیا گیا جو تمسے پہلے تھے پس جب تم سنو کہ وہ
کسی سرزمین میں ہے تو اسمین مت داخل ہو اور جب کسی سرزمین میں واقع ہو اور تم وہان موجود ہو تو اس سے بھاگ جانے کے قصد سے وہانسے مت نکلو
پس عمر شام کے جانے سے لوٹ آئے رواہ الثلاثة ایضاً اور یہان سے ظاہر ہوا کہ جہان وبا ہو وہان سے نکلنا تو اسوجہ سے منع ہے کہ موت سے فرار ہے
حالانکہ موت مقدر ہے اور یہ خلاف ایمان بتقدیر الٰہی ہے اور جہان ہو وہان جانا اسوجہ سے ممنوع ہے کہ عذاب الٰہی جہان نازل ہو اسمین گھسنا نہین
چاہیے ہے جیسے حضرت صلعم نے تبوک میں بعض معذب مقامات سے پانی تک نہ لیا اور جلد گزر گئے کہ وہان کی زمین میں معذب لوگ پڑے ہین
اور بعض نے بیان کیا کہ وہان نہ جانا اسلیے کہ شاید موت مقدر ہو اور گرفتار ہو جانے پر دل میں سماوے کہ کاش یہان نہ آتے تو اچھا تھا حالانکہ یہ محض
بے ایمانی کا خیال ہے۔ اللھم ربنا عافنا واعف عنا واغفرلنا توفنا الخیر وارحمنا وانت خیر الراحمین۔ اور واضح ہو کہ وبا و طاعون مطلقاً عذاب نہین ہے
کیا نہین دیکھتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمین مرنے والے صالح کو شہید فرمایا ہے اور یہ حدیث کثرت طرق سے بدرجہ شہرت ہے اور جمیع علماء اسپر متفق
ہین۔ ہان اسکا نزول اکثر اسوقت ہوتا ہے جب قوم کفار اور بعض مسلمان گنہگار فسق و فجور میں بکثرت اظہار کرین اور ایسی صورت میں جو نیکوکار مبتلا
ہو کر مرا اسکے واسطے یہ بیماری عین رحمت ہے۔ چنانچہ امام ابو اسمعیل الازدی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے قول سے مصرح موکد روایت کیا ہے
قولہ وقاتلوا فی سبیل اللہ۔ ظاہر ہے کہ عطف مضمون کا مضمون پر ہے یعنی جب قصہ بالا سے معلوم ہو گیا کہ موت سے بھاگنا آدمی کو نجات نہین
دیتا ہے اور جو مقدر ہے وہ لامحالہ واقع ہونے والا ہے تو اہل اسلام کو قتال کا حکم دیا کہ خیال کرین کہ اگر انکی موت ہی آئی ہے تو کیا خوب ہے کہ اللہ کی راہ مین
شہید ہون ورنہ قتال سے کچھ نہ ہوگا اور فتح و غنیمت و ثواب جمیل ہر حال میں نصیب ہوگا اور یہ سب اس صورت میں کہ یہ خطاب اہل اسلام کو ہو جیسا کہ
جمہور مفسرین کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب انھین لوگون کو ہے جو زندہ کیے گئے تھے کیونکہ بعض نے قصہ یون روایت کیا ہے کہ انکے بادشاہ نے انکو
جہاد کے واسطے حکم دیا تھا مگر بخوف موت وہ بزدل ہوئے پس بادشاہ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انکو کوئی نشان انکی ذات میں دکھلاوے پس سب مر گئے
اور پھر زندہ کیے گئے پھر انکو حکم دیا گیا کہ راہ خدا میں جہاد کرو اور اس روایت کی ثبوت میں کلام ہے اور ابن جریر نے اسکو ذکر کیا کہ جو شخص کہتا ہے کہ خطاب
ان لوگون کو ہے جو زندہ کیے گئے تھے بے وجہ ہے اور یہی صواب ہے اور مخالف روایات احاد ہین کما ستعرف اور قولہ واعلموا ان اللہ سمیع علیم
یعنی اللہ تعالیٰ ہر پیش قدمی کرنے والے اور ہر عذر کر کے پیچھے ہٹنے والے کی بات سنتا اور دلی حال جانتا ہے پس ہر ایک کو اسکے موافق جزا دیگا پس اطاعت
کرنے والے کے لیے وعدہ خیر اور بد اعتقاد و پیچھے ہٹنے والے کے لیے عذاب کی وعید ہے اور علیم سے اشارہ ہے کہ محض قتال کرنا موجب ثواب نہین بلکہ راہ خدا میں
ہو اور حدیث صحیح میں ہے کہ جو شخص قتال کرے اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلمہ بلند ہو وہی راہ خدا میں جہاد کرنے والا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ
کی نیک فہمائش ان لوگون کو ہے جو قید نفس میں گرفتار موت سے ڈرتے ہین ورنہ ایمان کامل والا تو خود یقین رکھتا ہے کہ موت مقدر ہے جہاد کرنے
والے سے پہلے وقت نہین آسکتی ہے بلکہ وہ لوگ زندگانی دنیا سے موت کے زیادہ خواہش مند ہین اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی تعریف کی فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر یعنی بعض نے انمین سے اپنا عہد پورا کیا اور بعضے منتظر ہین و ابن کثیر نے اس مقام پر نقل کیا
اسکو روایت سے ثابت ہوا کہ حامی اسلام و سیف اللہ المسلول حضرت ابو سلیمان خالد بن الولید رضی اللہ عنہ اپنی موت کے وقت کہتے تھے
کہ مین فلان فلان معرکہ مین حاضر ہوا اور میرا کوئی عضو نہین کہ اسمین تیر یا نیزہ یا تلوار کا زخم ہوا اور اب یہ دیکھو میں اپنے بچھونے پر اونٹ کی طرح

فرماتا ہون لیس نامردون کی آنکھون کو نیند نہ آوے یعنے بد دعا کی کہ جو لوگ بد دلی سے جہاد کرنے سے بھاگتے ہین اور خود تاسف کرتے تھے کہ ہم شہید کیون نہوا لیس یہ ان لوگون کا حال ہے جو اس دارنا پائدار سے بھاگتے ہین اور جو لوگ اس دنیاے ناپائدار بین کافرون جانورون کی طرح پڑے ہین انکے خوف کی وجہ ظاہر ہے اور ایمان ناقص اللھم ہدنا وانت الہادی نعوذ باللہ من الضلال

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ

کون شخص ہے کہ قرض دے اللہ کو اچھا قرض کہ وہ اسکو دونا کردے کتنے برابر اور اللہ تنگی کردیتا ہے

وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

اور کشایش دیتا ہے اور اسی کی طرف لیے جاؤگے

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ۔ کون ہے کہ اللہ تعالےٰ کو قرض دیتا ہے ف یاین طور کہ اپنا مال اللہ تعالےٰ کی راہ جہاد وغیرہ مین خرچ کرے۔ قَرْضًا حَسَنًا۔ بطور قرض حسنہ ف یاین طور کہ مال کو اللہ تعالےٰ کے واسطے خوشی دل سے خرچ کرے۔ فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ ایک قراءۃ مین بتشدید ضاد معجمہ از باب تفعیل یعنے تضعیف سے ہے۔ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً۔ اللہ تعالےٰ اسکے لیے اس مال کو بہت گونہ فرماویگا ف کم سے کم دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ سے زیادہ تک جیسا کہ عنقریب آویگا۔ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ۔ اللہ تعالےٰ بند کرلیتا ہے ف رزق کو یعنے بندے کو امتحان مین ڈالنے کے واسطے اللہ تعالےٰ جس سے چاہتا ہے رزق بند کردیتا ہے۔ وَيَبْصُطُ۔ اور وسعت دیتا ہے ف رزق کو جسکے واسطے چاہتا ہے تاکہ اسکا امتحان کرے۔ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ فی الآخرۃ فیجازیکم باعمالکم۔ اسیکی طرف پھیرے جاؤگے ف آخرت مین لیس جزا دیگا تمھارے کامون کے موافق۔ ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ جب نازل ہوا۔ قولہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضًا حسنًا فیضاعفہ لہ۔ تو ابو الدحداح انصاری نے کہا کہ یارسول اللہ کیا اللہ تعالےٰ ہم سے قرض چاہتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہان ای ابو الدحداح تو عرض کیا کہ یارسول اللہ اپنا ہاتھ مجھے دکھلائیے پس آپ نے اپنا ہاتھ دیدیا تو ابو الدحداح نے ہاتھ لیکر کہا کہ مین نے اپنا باغ اپنے پروردگار عزوجل کو قرض دیا اور ابو الدحداح کا ایک باغ تھا جسمین چھسو درخت خرما تھے اور انکی جورو ام الدحداح و عیال اسمین تھے پھر ابو الدحداح وہان آئے اور آواز دی کہ ای ام الدحداح اسنے کہا کہ حاضر ہون تو کہا کہ اسمین سے نکل آ کہ مین نے اسکو اپنے پروردگار عزوجل کو قرض دیا ہے۔ رواہ الطبرانی والبیہقی ایضًا۔ اور ابن مردویہ نے اسکو حضرت عمرؓ کی روایت سے مرفوعًا روایت کیا اور ایک جماعت محدثین نے اس قصہ کو روایت کیا ہے اور قرض اصل مین ہر وہ چیز ہے جسکے دینے پر آدمی بدلے کی نظر رکھے چنانچہ عرب بولتے تھے کہ اقرضہ فلان یعنی اسکو ایسی چیز دے کہ اسکو بدلا دینا پڑیگا اور یہ اصل زبان کا محاورہ تھا اسی سے اللہ تعالےٰ کو قرض دینا بطور تمثیل کے ہے یعنے کوئی نیک کام درگاہ باری تعالےٰ مین پہونچانا جس سے ثواب ملنے کی امید ہو اسیواسطے بعض نے اسکی تفسیر مین کہا کہ وہ تسبیح و تقدیس ہے اور بعض نے کہا کہ اہل و عیال کو نفقہ دینا اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ وغیرہ سلف سے مروی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی راہ مین مال خرچ کرنا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہی اس آیۃ کریمہ مین مراد ہے اور دیگر امور تو قرض کے عام معنے مین شامل ہین واللہ اعلم اور صحاح کی حدیث مین جسکو بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے موجود ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماویگا کہ ای فرزند آدم مین نے تجھسے پانی چاہا تو نے نہ پلایا عرض کریگا کہ مین تجھے کیونکر پلا سکتا ہون اور تو پروردگار عالمین ہے فرماویگا کہ تجھسے میرے فلان بندے نے پانی چاہا تو نے اسکو نہ پلایا اگر تو اسکو پلاتا تو اسکو تو میرے پاس پاتا۔ علما نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو ایسے خطاب فرمائے ہین وہ بندے کو انس دلانے اور رغبت دلانے اور انکے عرف کے موافق بول چال ظاہر کرنے کے طور پر ہین کیونکہ یہ امر تو ان سب کو ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل کی قدرت و عظمت اس سے بالا ہے کہ کوئی اسکو قرض دے سکے

اور بندہ اور اسکا مال و جان سب اُسی کی ملک ہے وہی اسکو دیتا ہے پس ہدایت وارشاد و کرامت و بزرگی ہے واللہ ہو الغنی الحمید اور قولہ قرضا حسنا
مفعول مطلق ہے یعنی اقراضا مقرونا بالاخلاص و طیب النفس یا مفعول ہے یعنی مقرضا حلالا طیبا۔ و بعض نے کہا کہ قرض حسن اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد
کرنا اور مال خرچ کرنا۔ قولہ فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ۔ واضح ہو کہ دس گونہ سے تو کسی حال میں کم نہیں ہے اور مفسر حلّے کہا کہ سات سو گونہ سے
زیادہ اور سدی نے کہا کہ اسکی تقدیر اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور ابن ابی حاتم کی روایت کعب الاحبار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ثواب دینے کی مقدار سوا
اللہ تعالیٰ کے کوئی شمار نہیں کر سکتا پھر پڑھی یہ آیت من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ۔ پس جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
کثیر ہو وہ شمار میں نہیں آسکتا ہے۔ اور ابن ابی حاتم کی حدیث ابوہریرہ میں بروایت ابو عثمان النہدی ہے کہ میں نے ابوہریرہؓ سے کہا کہ اہل بصرہ
گمان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ایک نیکی بندہ کی اللہ تعالیٰ ایک لاکھ گونہ بڑھاتا ہے تو کہا کہ اے ابو عثمان تو اسمیں کیا تعجب کرتا ہے اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ۔ اور فرماتا ہے کہ وما متاع الحیوۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل۔ قسم اس ذات پاک
کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو دو لاکھ گونہ بڑھاتا ہے
ورواہ احمد وابن المنذر ایضا اور اسکی تائید بعض احادیث میں ہے جنمیں مثل احد پہاڑ وغیرہ کے بڑھانا مذکور ہے اور یہی حق ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن
عمرؓ سے روایت کی کہ جب اُتری آیۃ مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل الآیہ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہا کہ اے میرے پروردگار میری امت کے واسطے زیادہ بڑھا دے پس یہ آیت اُتری من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ۔
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے میرے پروردگار میری امت کے لیے زیادہ فرما دے پس نازل ہوا۔ انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب
اسکو ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اور بیہقی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے اور ابن المنذر نے سفیان سے روایت کی کہ جب اترا قولہ من جاء
بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا تو رسول صلعم نے عرض کیا کہ پروردگار میری امت کے لیے بڑھا دے پس اترا قولہ مثل الذین ینفقون اموالہم الآیہ۔ عرض کیا
کہ میری امت کے لیے بڑھا دے پس اترا قولہ من ذا الذی یقرض اللہ الآیہ۔ عرض کیا کہ پروردگار میری امت کے لیے بڑھا دے پس اترا قولہ انما
یوفی الصابرون الآیہ۔ اور قولہ تعالیٰ واللہ یقبض الآیہ۔ اسمیں تنبیہ ہے کہ رزاق اللہ عزوجل ہی ہے تامل خرچ کرو مگر امر خیر میں جہاں شرعًا
خرچ کرنا چاہیے اور تنگی رزق سے مت ڈرو کہ اللہ تعالیٰ رزاق قدیر ہے اور حدیث میں اسماء بنت ابی بکرؓ کو فرمایا کہ دے اور خرچ کر اور بندش مت کر
کہ تجھپر بھی بندش کر دی جاوے۔ کما فی الصحیح۔ ولیکن یہ جان لینا چاہیے کہ اسراف سخت مذموم ہے بے طور خرچ کرنا بُرا ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ منجملہ
اسراف کے یہ بات ہے کہ جس چیز کو جی چاہے اسکو مہیا کر لے اور مقصود یہاں یہ ہے کہ راہ خدا و جہاد میں خرچ کرو اور تنگی سے مت ڈرو کہ اللہ تعالیٰ دینے والا
ہے وہی کثرت سے دیتا ہے اور وہی تنگی سے دیتا ہے اور کثرت مال کسیکی بہتری کی دلیل نہیں کیونکہ کافروں کو بہت دی گئی اور تنگی مال بُرائی کی دلیل
نہیں کیونکہ پیغمبروں پر طاری تھی اور حضرت عمرؓ کی حدیث صحیح میں یہ مضمون ہے کہ میں نے حضرت صلعم کو فرش بوریا پر لیٹے دیکھا کہ آپ کے بدن میں
اسکے نشان پڑ گئے تھے مجھے رونا آیا اور میں نے کہا کہ کسریٰ و قیصر اس حال میں ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہو کر اس حال میں ہیں دعا
فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ وسعت دے تو آپ اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اے عمرؓ تو اس خیال میں پڑا خبردار ہو کہ انکو دنیا ہے اور ہمارے لیے آخرت ہے اور بعض روایات
میں ہے کہ دنیا گھوڑے کے مانند ہے اور حدیث میں آیا کہ اگر دنیا کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر برابر ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی
نہ ملتا اور حدیث میں ہے کہ دنیا ملعون ہے۔ ف۔ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا۔ قرض حسنہ میں یہ جان بھی
ہے کہ اپنی جان راہ خدا میں نثار کر دے پھر بھی شرمندہ و خجل ہو کہ یہ نثار میرا نہایت حقیر بلکہ ہیچ ہے اور عوض کی امید دل سے فنا کر دے ہاں اس

امر پر جوش ہوا اور بھولا نہ سمائے کہ حق عزوجل نے مجھسے خطاب فرمایا۔ اللہ عزوجل نے جو انکو دیا تھا وہ قرض مانگا یہ انکے حق میں پرورش ہے تاکہ فضل پھیل بڑھ جاوے۔ اور بعض نے کہا کہ مال قرض تربیت فقراء کے لیے ہے اور بعض نے فرمایا کہ قرض حسن یہی کہ جیسے جزاء کی طمع نہ ہو اور اسکے سبب عوض کا منتظر نہ ہوا اور بعض نے فرمایا کہ تجھے مالک بنا دیا پھر تجھسے خرید کیا تاکہ تیرے لیے اپنے ساتھ ایک نسبت ثابت کرے پھر جو تجھسے خریدا تھا اسی میں سے قرض مانگا پھر تجھے اسپر عوض دینے کا وعدہ فرمایا یا بعینہ گو نہ تو اسمیں کھلا کھلا اظہار کر دیا کہ اسکی بخششوں و عطاؤں و نعمتوں کے ساتھ کسی علت کا لگاؤ نہیں ہے یعنے کسی غرض کے واسطے نہیں ہوتی ہیں قال المترجم اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ۔ اللہ تعالے نے خرید لیا مومنوں سے انکے مالوں و جانوں کو بعوض اسکے انکے لیے جنت ہے جسمیں رضائے حق عزوجل ہے پس قول اخیر جو شیخ نے ذکر کیا ہے وہ اس آیت کے سمجھنے پر موقوف ہے اب سمجھ لینا چاہیے اور بات اچھی بیان فرمائی ہے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰىۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ

تو نے نہ دیکھی ایک جماعت بنی اسرائیل میں سے جو بعد موسی کے تھی جب بولا اپنے نبی سے کھڑا کر دے ہمارے لیے ایک بادشاہ کہ ہم لڑیں

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْاؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ

اللہ کی راہ میں وہ بولا یہ بھی توقع ہے تم سے کہ اگر حکم ہو تم کو قتال فرض کیا جاوے تو نہ لڑو بولے ہمکو کیا ہوا کہ

اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآىِٕنَاؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ

ہم نہ لڑیں اللہ کی راہ میں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے گھروں اور بیٹوں سے پھر جب ان پر فرض ہوا

الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ۝

قتال تو پھر گئے مگر تھوڑے انمیں سے اور اللہ جانتا ہے گنہگاروں کو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ۔ تو نے دیکھا نہیں ایک گروہ کو جو۔ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ۔ بنی اسرائیل میں سے تھا۔ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى۔ بعد زمانہ وفات موسی علیہ السلام کے۔ حاصل یہ کہ موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل میں ایک گروہ ہوا ہے تو انکے قصہ میں تعجب نہیں کیا اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ۔ جب انہوں نے اپنے پیغمبر سے کہا تھا۔ وہ پیغمبر شمویل علیہ السلام تھے کہ۔ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ ہمارے لیے ایک بادشاہ قائم کر جسکے ساتھ ہو کر ہم راہ الٰہی میں جہاد کریں ف یعنے اس بادشاہ کی وجہ سے ہمارا کلام انتظام پاوے اور اسکی طرف رجوع ہو تو ہمکو جہاد کا موقع ملے۔ قَالَ۔ اس نبی نے انسے کہا۔ هَلْ عَسَیْتُمْ۔ قراءۃ الاکثر بفتح السین نافع بالکسر۔ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا۔ بھلا بات ایسی ہوگی جیسے تمہارے حال سے سمجھی جاتی ہے کہ اگر قتال فرض کیا گیا تو تم نہ لڑوگے یعنے نامردی کر جاؤگے۔ قَالُوْا وَ مَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآىِٕنَا۔ کہنے لگے کہ ہم کو کیا چیز مانع ہوگی جو ہم نہ لڑیں حالانکہ ہم لوگ اپنے دیار و اولاد سے نکالے گئے ہیں ف تو یہ مصیبت بنفسہ خود مقتضی ہے کہ ہم لڑینگے اور یہ سب کچھ کے ساتھ جالوت کافر کی قوم نے کیا تھا۔ اور معنے یہ ہیں کہ جو بات کہ قتال کرنے کو مقتضی ہے اسکے ہوتے ہوئے ہمکو لڑائی سے روکنے والی کوئی چیز نہیں ہو سکتی ہے اللہ تعالے نے فرمایا۔ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا۔ پھر جب فرض کیا گیا انپر لڑائی و جہاد کرنا تو پھر گئے ف قتال کرنے سے اور نامردی کر گئے۔ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ۔ سوائے انمیں سے قلیل جماعت کے ف کہ وہ مستقیم رہے اور یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے بادشاہ طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔ وَ اللّٰهُ

عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ ۔ اور اللہ تعالے تو ظالمون کو خوب جانتا ہی ف پس انکو سزا دیگا اللہ عزوجل نے یہ دوسرا قصہ جو بنی اسرائیل مین
واقع ہوا تھا عبرت کے واسطے بیان فرمایا اور اس تمام قصہ مین اظہار ہی کہ فتح و نصرت اللہ تعالے کی طرف سے ہی و لیکن بندون پر یہ کرم جب ہوتا ہی کہ
انکی نیتین صادق ہون اور طاعت آلہی مین مضبوط رہین اور کثرت دشمن پر نظر نہ کرین ۔ یہ جماعت بنی اسرائیل وہ تھی جو عمالقہ سے شکست کھانے
اور جزائی اٹھانے کے بعد باقی رہی تھی چنانچہ قصہ مین آتا ہی اور جس نبی سے انھون نے بادشاہ کی درخواست کی تھی اسکے نام مین اختلاف ہی بعض نے
کہا کہ وہ یوشع بن نون تھے اور بعض نے کہا کہ شمعون ۔ اور صحیح وہ ہی کہ جو مجاہدؒ سے مروی ہی ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ مجاہد نے فرمایا کہ وہ شمویل ع
تھے اور ایسا ہی محمد بن اسحاق نے وہب بن منبہ سے روایت کیا قال البغوی اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہی قال ابن کثیر وہ شمویل بن بالی
بن علقمہ بن ترخام بن الیہد بن بہرض بن علقمہ بن ماجب بن عمرصا بن عزریا بن صفیہ بن علقمہ بن ابی یاشف بن قارون بن یصہر بن قاہث
بن لاوی بن یعقوب بن اسحق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام ہین ۔ محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ وہب بن منبہ و محمد بن اسحاق و کلبی وغیرہم نے
ذکر کیا کہ قصہ یہ ہوا کہ جب موسی علیہ السلام نے وفات پائی تو انکے پیچھے بنی اسرائیل مین یوشع بن نون خلیفہ ہوے کہ انہین توریت کو قائم رکھے اور
انکو احکام آلہی کی دعوت کرتے یہانتک کہ انھون نے وفات پائی پھر انکے کالب بن یوفنا خلیفہ ہوے انھون نے بھی ایسا ہی کیا یہانتک کہ وفات
پائی پھر انکے بعد حزقیل خلیفہ ہوے یہانتک کہ انھون نے وفات پائی پھر بنی اسرائیل نے بدعتین بری بری ایجاد کرنی شروع کین اور اللہ تعالے کا
عہد بھول گئے یہانتک کہ بعضون نے انمین سے بت پرستی کی اور اللہ تعالے نے انکی طرف حضرت الیاس کو نبی کرکے بھیجا انھون نے حکم آلہی توحید
و توریت کی طرف بلایا اور موسی علیہ السلام کے بعد برابر بنی اسرائیل مین انبیا ہوتے آئے کہ انکو جدید طور پر توریت کے احکام پر چلنے کی دعوت کرین
پھر الیسع خلیفہ ہوے پھر یونہی خلیفہ ہوتے آئے اور بنی اسرائیل کی حالت بگڑتی گئی اور ظلم و بدکاریان بڑھتی گئین اور برابر انبیا انکو بدی سے منع
کرتے اور بھلائی کا حکم کرتے تھے وقال ابن کثیر فیما ذکرہ عن ہولاء اور بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ کوئی انسے مقابلہ نہین کرسکتا تھا جو لڑتا تھا
اسپر غالب ہوتے تھے اور بات یہ تھی کہ انکے پاس توریت تھی اور وہ تابوت تھا کہ جو قدیم زمانہ سے تھا اور وہ اگلون سے پچھلون کو میراث چلا
آتا تھا یہانتک کہ موسی علیہ السلام تک پہونچا تھا اور برابر بنی اسرائیل مین رہا یہانتک کہ جب بنی اسرائیل نے بدعتون و گناہون اور نافرمانیون کی
کثرت کی اور عہد توریت بھول گئے تو اللہ تعالے نے انپر انکے دشمنون کو مسلط کیا حتی کہ بعض لڑائی مین بعضے بادشاہون نے وہ تابوت انسے چھین لیا
اور توریت بھی چھین لی اور انمین کوئی اسکا بچانے والا نہین رہا وقال محی السنہ فی المعالم پھر جب بنی اسرائیل مین گناہون کی کثرت ہوئی تو انکا دشمن ظاہر
ہوا اور وہ جالوت کی قوم تھی جنکو بلثاشا کہتے تھے وہ بحر روم کے کنارے درمیان مصر اور فلسطین کے رہا کرتے تھے اور یہی عمالقہ ہین پس یہ لوگ بنی اسرائیل پر
غالب ہوے اور انکے بہت ملک چھین لیے اور عورتین بچے بہت سے قتل و قید کیے اور ان لوگون مین سے انکے بادشاہون کی اولاد سے چارسو چالیس
آدمی قید کیے تھے اور ان لوگون پر جزیہ مقرر کیا اور انسے توریت چھین لی اور بنو اسرائیل کو انکی طرف سے سخت تکلیف و مصیبت پہونچی و
قال ابن کثیر اور ان لوگون مین بہت تھوڑے باقی رہے اور انکے اسباط مین سے نبوت منقطع ہوگئی اور لاوی بن یعقوب جنکی پشت
پر پشتون مین نبوت چلی آتی تھی کوئی نہین بچا فقط ایک عورت ایسی تھی جو اپنے شوہر سے حاملہ تھی اور اسکا شوہر مارا گیا اور یہ لاوی بن یعقوب
کی نسل سے تھا ۔ قال محی السنہ اور بنی اسرائیل مین کوئی ایسا نہ رہا کہ انکے کام سنوارتا اور نبوت جس نسل مین تھی وہ تو ہلاک ہی ہو چکے تھے مگر یہ
حاملہ عورت جو باقی تھی اسکو انھون نے ایک مکان مین بند رکھا تا کہ ایسا نہو کہ لڑکی جنے اور اسکی جگہ لڑکا بدل لے یہ دیکھکر کہ بنی اسرائیل کو
اسکی نرینہ اولاد کی بہت رغبت ہی اور وہ عورت بھی دعا کیا کرتی تھی کہ اللہ تعالے اسکو نرینہ فرزند یعنے لڑکا عطا فرماوے پس اللہ تعالے نے

اسکی دعا سن لی اور اسکو لڑکا دیا پس عورت نے اسکا نام شمویل رکھا یعنے سمع اللہ دعائی - میری دعا خدا نے سن لی قال ابن کثیر اور بعضے کہتے ہیں کہ شمعون نام رکھا اور یہ بھی اسی معنے میں ہی پھر یہ بڑھا اور انہیں میں پرورش پائی اور اللہ تعالے نے اسکو اچھی طور پر پالا یہانتک کہ جب نبوت کے سن پر پہونچا تو اللہ تعالے نے اسکو وحی کی اور حکم دیا کہ اپنی قوم کو توحید وایمان کی طرف دعوت کرے وقال محی السنۃ پھر وہ لڑکا بڑا ہوا اور عورت مذکورہ نے اسکو سپرد کیا تاکہ بیت المقدس میں توریت پڑھے اور انکے علما میں سے ایک عالم نے اس لڑکے کی کفالت کی اور اسکو متبنی بنایا پھر جب وہ لڑکا بالغ ہوا تو ایک روز وہ لڑکا اس عالم کے پہلو میں سوتا تھا اور شیخ مذکور اس لڑکے کے بارہ میں کسی پر بھروسا نہیں کرتا تھا اسی حال میں جبرئیل علیہ السلام آئے اور شیخ مذکور کی آواز میں اسکو پکارا کہ اے شمویل پس لڑکا گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور شیخ سے کہا کہ اے باپ کیا آپنے مجھے پکارا ہی پس شیخ نے اس بات کو گران جانا کہ اس سے کہدے کہ میں نے نہیں پکارا اس خیال سے کہ شاید اسکو کچھ خوف لاحق ہو اور کہا کہ بیٹا آکر سو رہو پس لڑکا پھر آکر سو رہا پھر جبرئیل علیہ السلام نے اسکو دوبارہ پکارا پھر لڑکا بولا کہ اے باپ کیا آپ نے مجھے پکارا ہی شیخ نے پھر کہا کہ بیٹا آکر سو رہو اگر میں تمکو پھر پکاروں تو مجھے جواب مت دینا پھر تیسری بار جبرئیل علیہ السلام اسکے لیے ظاہر ہو گئے اور کہا کہ اٹھو اور اپنی قوم میں جاکر انکو اللہ عزوجل کی طرف بلا کیونکہ اللہ تعالے نے تجھے انمیں نبی کرکے بھیجا ہی پھر جب شمویل انمیں دعوت کرنے آئے تو انھوں نے شمویل کو جھٹلایا اور بولے کہ تو نے خود جلدی سے ایسا دعوی کر دیا حالانکہ تجھے نبوت ابھی نہیں پہونچی اور بولے کہ اگر تو سچا ہی تو تیری نشانی یہ ہی کہ تو ہم میں ایک بادشاہ قائم کردے کہ ہم اسکے ساتھ ہوکر اللہ تعالے کی راہ میں جہاد کریں اور بنی اسرائیل کا کام اسیطرح سنورتا تھا کہ وہ لوگ اپنے بادشاہ کے حکم پر متفق ہوتے تھے اور انکے بادشاہ انکے نبی کے حکم کے مطیع ہوتے تھے پس بادشاہ ہی انکی جماعتوں کو لیکر چلتا اور نبی اسکو شرع کی بات بتلاتا جاتا اور جو بات راہ کی ہوتی اس سے اسکو آگاہ کرتا اور وحی آلہی سے اسکو خبردار کرتا رہتا تھا اور واضح ہو کہ عمالقہ کے بادشاہ جالوت سے بنی اسرائیل نے شکست کھائی اور صندوق وغیرہ برکات کھو بیٹھے اور وہ بہت سے گرفتار کرلے گیا قولہ وقد اخرجنا من دیارنا وابنائنا محی السنۃ نے کہا کہ ظاہر میں کلام عام ہی اور باطن میں خاص ہی اسواسطے کہ جن لوگوں نے بادشاہ کی درخواست کی تھی وہ اپنے ملک و وطن میں موجود تھے اور نکالے تو انہیں سے وہ لوگ گئے تھے جنکو قید کرکے دشمن لے گیا تھا اور معنے یہ ہیں کہ جہاد میں ہم تقصیر جب ہی کرتے تھے کہ اپنے ملکوں میں آرام سے بیٹھے تھے کہ کوئی ہم پر غالب نہیں ہوسکتا تھا اور اب کہ یہ نوبت پہونچ گئی ہی تو ہم ضرور اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کرینگے اور جہاد میں کوشش کرینگے اور اپنی آل واولاد سے دشمنوں کو روکینگے حالانکہ یہ لوگ آخر اس عہد سے پھر گئے اور پورا قصہ آگے آتا ہی جاننا چاہیے کہ اس قصہ میں انکے پھر جانے کا حال اور جہاد کے قول پر قائم نہ رہنے کو پہلے بیان فرمادیا اور بیچ کا تذکرہ لگایا ہی یعنے بادشاہ کی درخواست کی اور نبی نے دعا کی اور وہ مقرر ہوا اور انھوں نے سنا پھر نشانی پاکر اسکو بادشاہ مانا —

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ۚ قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ

اور کہا انسے انکے نبی نے اللہ نے کھڑا کر دیا تمہارے لیے طالوت بادشاہ بولے کہاں ہوگی اسکو بادشاہت

عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۚ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ

ہمپر اور ہم زیادہ حقدار ہیں بادشاہت کے اسکی بہ نسبت اور اسکو کشائش مال سے بھی نہیں کہا کہ اللہ نے چن لیا اسکو

عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

تمپر اور اسکو زیادہ کشادگی دی علم میں اور جسم میں اور اللہ دیتا ہی اپنی سلطنت جس شخص کو چاہے اور اللہ تعالے کشائش والا ہی جاننے والا

جب نبی موصوف نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ انکے لیے کوئی بادشاہ بھیجا جاوے تو پروردگار نے اسکو جواب فرمایا کہ طالوت کو بھیجا
وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا - اور پیغمبر نے ان بنی اسرائیل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے
واسطے طالوت کو بادشاہ بنایا ہے ف پس تم اسکے ساتھ بیعت کرو۔ قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ
مِنْهُ - بولے کہ اسکو کہاں سے ہمپر بادشاہی حاصل ہوگی حالانکہ اس سے زیادہ حقدار سلطنت ہم ہیں ف کیونکہ وہ خاندان نبوت
کی ذریات میں سے نہیں اور خاندان بادشاہت کے اسباط سے بھی نہیں ہے اور روایت ہے کہ وہ موچی یا چرواہا تھا۔ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً
مِّنَ الْمَالِ - اور نہ اسکو مال کی وسعت دی گئی ف جسکے ذریعہ سے حکمرانی کرنے میں قوت ہو۔ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ
پیغمبر نے ان لوگوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو تمپر برگزیدہ کرلیا ہے ف یعنے بادشاہت دینے کے لیے۔ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ
وَالْجِسْمِ - اور اسکے لیے علم وجسم میں فراخی دی ہے ف وہ علم وفنون حرب میں زیادہ وقوف رکھتا ہے اور جسم میں قوی ہیکل رعب دار ہے اور وہ ایسا ہے
کہ اسوقت میں بنو اسرائیل میں سب سے زیادہ عالم اور کامل الخلقہ یہی طالوت تھا۔ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ - اور اللہ تعالیٰ جسکو
چاہتا ہے اپنا ملک دیتا ہے ف اسپر کچھ اعتراض نہیں ہوسکتا ہے۔ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ - اللہ تعالیٰ کا فضل وسیع ہے اور علم کمال ہے ف
وہ ہر ایک بندے کی لیاقت واستحقاق کو خود جانتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام جیسے قبائل کہلاتے ہیں ویسی اولاد اسرائیل یعنے اولاد
یعقوب علیہ السلام اسباط کہلاتے ہیں مگر یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے وہ بیٹے ہی کہلاتے ہیں ان بیٹوں کی اولاد بارہ فرقہ وہ سب اسباط ہیں اور
ان سب میں سے یہوذا ابن یعقوب کی اولاد میں تو بادشاہت چلی آتی تھی اور لاوی بن یعقوب کی اولاد میں نبوت چلی آتی تھی اور مشہور قول ہے کہ یوسف
علیہ السلام کی اولاد میں تھی۔ اب یہاں سے اللہ عزوجل نے بقیہ ماجرا قصہ مذکورہ کا بیان فرمایا قال فی المعالم وغیرہ جب ان لوگوں نے شمویل علیہ السلام
سے بادشاہ مانگا اور انھوں نے کہا کہ ایسا تو نہو کہ تمپر جہاد فرض ہو پھر تم پھر جاؤ بولے کہ یہ کیونکر ہوسکتا ہے ہماری تو یہ حالت ہو گئی ہے ہم ضرور لڑینگے
تو شمویل علیہ السلام نے دعا کی پس اللہ عزوجل نے انکو ایک عصا بھیجا اور ایک سینگ میں روغن قدس بھرا ہوا تھا اور حکم آیا کہ بادشاہ انمیں سے وہ شخص
ہوگا جسکا قد اس عصا کے برابر ہو اور اسکی گڑھی جسمیں تیل بھرا ہے دیکھے پس جب تیرے پاس کوئی مرد آوے اور گڑھی میں جو تیل ہے وہ جوش کرے اور
قد اسکا برابر عصا کے ہو تو وہی بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوگا اسکے سر میں یہ تیل ڈال دے اور اسکو انپر بادشاہ کردے اور طالوت کا نام عبرانی میں شاول
تھا اور وہ بنیامین بن یعقوب کی اولاد سے تھا اور دراز قد تھا اسکا سر وہر دو شانہ ہر ایک سے دراز بھاری تھے اور چمڑے کا کام کیا کرتا تھا قالہ وہب
بن منبہ اور بعض نے کہا چرواہا تھا اور سدی نے کہا کہ سقا تھا کہ اپنے خچر پر دریا سے پانی لایا کرتا تھا پس اسکا خچر گم ہوگیا جسکی تلاش میں نکلا تھا اور بعض نے
کہا کہ جانور کرایہ پر چلاتا تھا اور وہب بن منبہ نے کہا کہ طالوت کے باپ کے خچر گم گئے تھے اسنے طالوت کو اور ایک غلام کو تلاش کے لیے بھیجا تھا پس
دونوں ڈھونڈھتے ہوے شمویل علیہ السلام کے گھر کی طرف نکلے پس غلام نے طالوت سے کہا کہ بھلا اس نبی علیہ السلام کے پاس چلیں اور پوچھیں شاید وہ
بتادے یا ہمارے لیے دعا کردے پس دونوں شمویل علیہ السلام کے پاس جاکر یہ بیان کرنے لگے پس وہ یہ بیان ہی کرتے تھے کہ ناگاہ روغن قدس نے جوش کیا
اور اسکی آواز آنے لگی پس شمویل نے اٹھکر طالوت کو عصا سے ناپا تو پورا پایا پس فرمایا کہ اپنا سر ادھر لا پس طالوت نے اپنا سر دیا اور شمویل علیہ السلام نے
روغن قدس اسکے سر میں لگایا پھر فرمایا کہ تو بنی اسرائیل کا بادشاہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھکو انپر بادشاہ کروں پس طالوت نے عرض کیا
کہ آپکو معلوم ہے کہ بنی اسرائیل میں سے میرا سبط سب سے گھٹا ہوا اور میرا گھر سب سے ادنیٰ ہے فرمایا کہ ہاں تو عرض کیا کہ پھر میرے حق میں نشانی کیا ہے فرمایا کہ یہ
نشانی ہے کہ تو لوٹ کر جاوے اور تیرا باپ اپنے خچر پاگیا پس ایسا ہی ہوا تھا پھر شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمپر طالوت کو

بادشاہ کیا ہی تو بولے کہ اسکا ہمپر کہان سے بادشاہت ہو گی حالانکہ ہم اس سے زیادہ مستحق بادشاہت ہین اور یہ بات ان لوگون نے اسوجہ سے کہی
کہ بنی اسرائیل مین سے فقط دو سبط ایسے تھے کہ ایک سبط نبوت اور دوسرا سبط بادشاہت تھا پس سبط نبوت تو لاوی بن یعقوب کی اولاد تھی کہ انمین سے
موسی و ہارون تھے اور سبط بادشاہت اولاد یہودا ابن یعقوب تھے اور اسمین سے داود و سلیمان تھے اور طالوت ان دونون سے کسی مین سے نہ تھا
بلکہ بنیامین بن یعقوب کی اولاد مین سے تھا اور ان لوگون نے ایک گناہ عظیم یہ کرنا شروع کیا تھا کہ دن دہاڑے راستہ مین عورت سے صحبت کرتے تھے
پس اللہ تعالی نے غضب کی راہ سے انسے نبوت و بادشاہت نکال دی تھی اور بنی اسرائیل انکو سبط گنہگار کہتے تھے پس جب نبی نے انسے یہ کہا تو انھون
نے اس سے انکار کیا کہ وہ سبط بادشاہت سے نہین اور سبط گنہگار سے ہی ہم اس سے زیادہ مستحق ہین اور باوجود اسکے فقیر ہی مال نہین رکھتا ہی او بادشاہ
ہو اسوجہ سے کہ نظر ان لوگون کی دنیاوی مال متاع پر زیادہ تھی اور اسکو باعث شرف جانتے تھے **قال ابن کثیر** اور یہ کلام ان لوگون کا اپنے
نبی علیہ السلام پر اعتراض اور سرکشی ہی اور لائق یہ تھا کہ فرمانبرداری کرتے اور نبی کی تصدیق کرتے اور ادب شرعی سے بات کہتے اور نبی علیہ السلام نے
انکو جواب دیدیا کہ اللہ تعالی نے اسکو تمپر برگزیدہ کیا اور اللہ تعالی دانا تر ہی یعنے مین نے اسکو اپنی طرف سے نہین مقرر کیا بلکہ اللہ تعالی نے مجھے حکم کیا ہی
اور شرافت کی بات جو علم ہی یعنے لڑائی کا علم او شرع کا علم اسمین اسکو فضیلت دی او ظاہری صورت وہیبت مین آراستہ کیا ہی اور یہین سے نکلتا ہی کہ
بادشاہ ظاہری صورت مین بھی باہیبت ہو اور اللہ یوتی ملکہ من یشاء یعنے وہی حاکم ہی جسکو چاہتا ہی دنیاوی بادشاہت دیدیتا ہی اور یہ اسطرح
نہین کہ تمام فضل یہی ہی بلکہ وہ واسع ہی اپنے فضل مین یعنی واسع وہ کہلاتا ہی کہ اسکے فضل وسیع کے آگے تونگر و فقیر کچھ نہین سب کو دیتا ہی اور یہ اسطرح
نہین کہ حال سے وقفیت تمام نہو بلکہ وہ علیم ہی جو سزاوار ہوتا ہی اسکو دیدیتا ہی پس اسپر کوئی اعتراض نہین ہی اور در واقع اسقدر کلام مین انکے لیے
ہدایت تھی کہ دیدیے مگر انھون نے اسپر بھی نشانی طلب کی چنانچہ فرمایا

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ
اور کہا انکو انکے نبی نے کہ نشانی اسکی سلطنت کی یہ کہ آویگا تمکو صندوق جسمین دل جمعی ہی تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی چیزین جو
مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ
چھوڑ گئے موسی و ہارون کی اولاد اٹھالاوین اسکو فرشتے اس بات مین نشانی پوری ہی
إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ع
تمہارے لیے اگر تم ہوا یمان والے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ ۔ اور ان لوگون سے انکے پیغمبر نے کہا ف جب انھون نے طالوت کی بادشاہت کے لیے نشانی مانگی۔ إِنَّ آيَةَ
مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ ۔ طالوت کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہی کہ تابوت تمہارے پاس آجائیگا۔ ف یعنے وہ لوگ چاہتے
کہ ہماری طمانینت کے لیے ایسی کوئی دلیل مل جاوے کہ طالوت ہمارا بادشاہ ہی تو یہ نشانی دی گئی کہ تمہارے پاس وہ تابوت آجاویگا جو جالوت کافر کے
لوگ چھین لے گئے ہین۔ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ اسمین تمہارے رب کی طرف سے سکینت ہی ف طمانینت ہی۔ یہ تابوت ایک صندوق
تھا۔ روایت ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے برابر چلا آتا تھا۔ اور بنی اسرائیل اسکو آگے کرکے دشمنون سے لڑتے تو اس سے طمانینت پاتے
اور لڑائی کی گھبراہٹ سے محفوظ رہتے تھے اور چند روز ہوے کہ جالوت بادشاہ عمالقہ نے غلبہ کرکے بنو اسرائیل سے چھین لیا تھا پس جب طالوت
بادشاہ کیا تو نشانی یہ کہ وہ تابوت تمہارے پاس چلا آویگا جسمین تمہارے رب کی طرف سے طمانینت ہی۔ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ

مُوسٰی وَآلُ هٰرُونَ - اور جو کچھ آل موسیٰ و آل ہارون نے چھوڑا اس سے بقیہ ہوف یعنے بعض تبرکہ موسیٰ و ہارون کے تبرکات ابن پس
یہ صندوق اس طرح آویگا کہ - تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ - اسکو ملائکہ اٹھائے ہونگے ف چنانچہ اسی طرح اٹھائے ہوئے لاکر طالوت کے آگے رکھدیا
اور صندوق مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نعلین و عصا تھا اور ہارون کا عمامہ تھا اور ایک قفیز المن اور ریزہائے الواح توریت تھے جب اسطرح صندوق
طالوت کے سامنے رکھا گیا تو سب بنو اسرائیل نے بادشاہ مانا اور بیعت کر کے جہاد پر آمادہ ہوئے پھر طالوت نے ستر ہزار جوان بنو اسرائیل چھانٹ لئے اور
جہاد کا قصد کیا - قال تعالے - اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ - اس معاملہ مین تمہارے لیے نشان قدرت ہی
اگر تم مومنین ہوف اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے جو کچھ کرنا چاہتا ہی سب اسکے سامان کر دیتا ہی اسکا خلاصہ یہ ہی کہ جب ان لوگون نے طالوت
کے بادشاہ ہونے کی نشانی مانگی تو نبی علیہ السلام نے جواب دیا کہ تمپر اسکی برکت بادشاہت سے وہ تابوت جو تمہارے ہاتھ سے جاتا رہا ہی آجاویگا جسمین
تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے لیے سکینت تھی اسکو ملائکہ اٹھائے لاوینگے - یہ تو خلاصہ کلام ہی اور اہل تفسیر سے اس مقام پر مختلف اقوال
مروی ہین اگرچہ اسپر اتفاق ہی کہ تابوت ایک صندوق تھا جو زمانہ آدم علیہ السلام سے میراث چلا آتا تھا اور اختلاف اول تو اسمین کہ وہ تابوت اب
کہان تھا دوم یہ کہ وہ آیا کیونکر سوم یہ کہ اسمین سکینت تھی تو سکینت کے کیا معنے اور کیا مراد ہی پس مین ان اختلافات کو مختصر طور پر ذکر کر کے آخر مین
بیان کرونگا کہ اصل بات کیا ہی اور معالم مین مذکور ہی کہ تابوت کا قصہ یہ تھا کہ اللہ تعالے نے آدم علیہ السلام پر ایک صندوق اتارا جسمین انبیاء
علیہم السلام کی صورتین تھین اور وہ شمشاد کی لکڑی کا تقریباً تین ہاتھ طول اور دو ہاتھ کا عرض تھا اور مین کہتا ہون کہ شاید وہ طولانی ہاتھ بہت درازی
کے ساتھ جیسے ہوتے تھے ہونگے پس وہ آدمؑ کے پاس رہا پھر انکی موت کے بعد شیثؑ کے پاس رہا پھر اسی طرح وراثت مین ابراہیم پھر اسمعیل پھر یعقوب
پھر موسیٰ کے پاس پہونچا اسمین وہ توریت و دیگر متاع رکھتے تھے پھر انکی موت کے بعد اسیطرح انبیاء بنی اسرائیل مین ہاتھون ہاتھ آتا گیا قال
المترجم اگر کہا جائے کہ تصویر تو حرام ہی جواب یہ کہ مخلوق کو تصویر بنانا حرام ہی اور اگر خالق کی طرف سے ہو تو اسکا یہ حکم نہین ہی اور صحیح قول یہ کہ
وہ فقط اسی امت اسلامیہ مین حرام کیا گیا ہی چنانچہ سورۂ سبا وغیرہ مین بحث آویگی - اگر کہا جائے کہ جس گھر مین تصویرین ہون اسمین فرشتے نہین
آتے جواب یہ ہی کہ یہ انھین تصویرون کا حکم ہی جنکو مخلوق نے خلاف شرع بنایا ہی - پھر اختلاف اول کا بیان یہ ہی کہ قتادہ سے روایت ہی کہ یہ تابوت
اس جنگل مین تھا جسمین بنی اسرائیل زمانہ موسیٰ علیہ السلام مین گرفتار ہوئے تھے اور اسکو موسیٰ نے یوشع بن نون کے پاس چھوڑا تھا اور وہ انتقال
کیا پس تابوت وہین رہا اور ملائکہ اسکو اٹھا لائے اور طالوت کے مکان مین رکھا اور صبح کو بنی اسرائیل نے طالوت کے مکان مین پاکر اسکی بادشاہت کا
اقرار کیا اور ایسا ہی سدی سے مروی ہی اور کہا کہ صبح کو بنی اسرائیل اسکو دیکھکر شمویل کی نبوت و طالوت کی بادشاہت کے مقر ہوئے - و قال
ابن کثیر اور بعضون نے ذکر کیا کہ تابوت مذکور موضع اریحا مین تھا اور مشرکین عمالقہ جب اسکو چھین لے گئے تو اسکو ایک بتخانہ مین بڑے
(گانون قریب بیت المقدس ۱۲)
بت کے نیچے رکھا صبح کو دیکھا تو تابوت اوپر ہی اور بڑا بت اسکے نیچے پڑا ہی پس تابوت کو اتار کر پھر بڑے بت کے نیچے رکھا اور صبح کو جو دیکھا تو پھر وہی
حال ہی تو تابوت کو بڑے بت کے نیچے رکھکر بڑے بت کے قدم اسمین کیلون سے جڑ دیے صبح کو دیکھا تو بڑا بت ہاتھ پاؤن ٹوٹا ہوا دور پڑا ہی پس ڈرے
کہ یہ کوئی بلاے آسمانی ہی پس تابوت کو اپنے شہر سے نکالکر ایک گانون مین ڈال دیا اس گانون والون کے گلون مین بیماری پیدا ہونے لگی اور
مرنے لگے پس بنی اسرائیل مین سے ایک عورت جو انکے قید مین تھی اسنے راہ بتائی کہ اسکو بنی اسرائیل کو واپس کرو تاکہ اس بلا سے نجات پاؤ انھون نے
دو بیلون کی گاڑی پر لادکر اسکو بنی اسرائیل کی طرف روانہ کر دیا - اور محی السنہ نے معالم مین اس قصہ کو یون بیان کیا کہ جب انھون نے تابوت چھین لیا
تو فلسطین کے ایک گانون مین جسکو ازدوہ کہتے تھے بڑے بت کے نیچے رکھا صبح کو اسکو بڑے بت کے اوپر پایا پھر نیچے کر کے بڑے بت کے

پانون کیلون سے اسمین جڑ دیے صبح کو بڑے بت کے ہاتھ پانون کٹے تابوت کے نیچے پڑا پایا اور باقی بت اوندھے پڑے تھے پس اسکو بت خانہ سے
نکال کر شہر کے ناحیہ میں رکھا پس اس ناحیہ کے لوگون کو درد گلو کی بیماری نے ہلاک کرنا شروع کیا تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ بنی
اسرائیل کے معبود کی برابری کوئی معبود نہیں کر سکتا ہے اسکو فلان گانون میں بھیجدو اس گانون میں چوہے پیدا ہوئے کہ رات کو آدمی سوجاتا صبح کو
مرا ملتا کہ چوہے نے اسکی آنتین سب کھالی ہین تو اسکو جنگل میں لیجا کر ایک جگہ دفن کیا تو جو اس سرحد کی طرف بھی گذرتا اسکو ناسور و قولنج ہو جاتا
تب تو نہایت حیران ہوئے تو ایک عورت بنی اسرائیل کی جو انکے پاس قیدیون مین تھی کہنے لگی کہ برابر تمپر یہی مصیبتین پیش آتی رہینگی جبتک
یہ تابوت تم مین رہیگا اسکو نکال باہر کرو پس اس عورت کی رائے سے دو بردی گاڑی پر لاد کر اسکو ہانک دیا اور بیل چلے گیے اور اللہ تعالے نے چار
فرشتے اسپر متعین کیے کہ اسکو بنی اسرائیل کے ملک مین لے آئے۔ اور حسن رح سے روایت ہے کہ تابوت فرشتون کے ساتھ آسمان مین تھا پھر جب طالوت
بادشاہ ہوا تو فرشتہ اسکو لے آئے اور طالوت کے مکان مین رکھدیا **قال المترجم** دوسرا اختلاف کہ کیونکر آیا تو اس بیان بالا سے کچھ معلوم ہوا یعنے
تنبیہ سے فرشتے لائے یا عمالقہ کفار کے پاس سے دو بردی گاڑی پر بحراست ملائکہ آیا اور اس روایت مین ہے کہ گاڑی کے پاس جو جاتا تھا مرجاتا تھا
اور محی السنہ نے کہا کہ یہی ملائکہ کے اٹھا لانے کے معنے ہین۔ یا آسمان سے فرشتہ اُتار لائے بنابر روایت حسن رح کے اور **محی السنۃ و شیخ**
ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی کہ فرشتہ اس تابوت کو آسمان و زمین کے درمیان اُٹھائے ہوئے لائے یہانتک
کہ اسکو طالوت کے سامنے رکھدیا اور لوگ اسکو دیکھ رہے تھے اور اسیکو **شیخ جلال مفسر** رح نے اختیار کیا ہے اور **بغوی وغیرہ** رح نے ذکر کیا کہ ابن عباس
نے فرمایا کہ مجھے پہونچا ہے کہ تابوت اور عصاء موسیٰ دونون بحیرۂ طبریہ مین ہین اور وہ قیامت سے پہلے نکلینگے۔ اختلاف سوم اس تابوت مین
پروردگار کی طرف سے سکینت تھی **قال ابن کثیر** بعض نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہین کہ اسمین وقار و جلالت تھی۔ و روی عبد الرزاق عن معمر عن قتادہ رح
کہ سکینہ ای وقار۔ اور ربیع نے کہا کہ رحمت اور ایسا ہی عوفی نے ابن عباس سے سکینت کے معنے روایت کیے ہین۔ اور ابن جریج نے کہا کہ مین نے
عطاء رح سے سکینۃ من ربکم کے معنے پوچھے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ اسمین اللہ تعالے کی نشانیون سے وہ چیزین ہین کہ تم پہچانتے ہو و لہذا تسکین
پاتے ہو اور ایسا ہی حسن بصری رح سے مروی ہے۔ اور بعض نے کہا سکینہ ایک سونے کا طشت تھا جسمین انبیاء علیہم السلام کے دل دھوئے گئے اسکو
اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا پس اسمین موسیٰ علیہ السلام نے الواح توریت کو رکھا تھا اور یہی اسدی رح نے ابو مالک رح سے انھون نے ابن عباس
سے روایت کیا ہے **وقال الثوری** عن سلمہ بن کہیل عن ابی الاحوص عن علیؓ فرمایا السکینۃ لہا وجہ کوجہ الانسان ثم ہی روح ہفافۃ۔ اور **ابن جریر**
نے کہا کہ حدثنی المثنی حدثنا ابو داؤد حدثنا شعبۃ و حماد بن سلمۃ و ابو الاحوص کلہم عن سماک عن خالد بن عرعرۃ عن علیؓ قال السکینۃ ریح خجوج و لہا راسان
اور مجاہد نے کہا کہ لہا جناحان و ذنب۔ اور محمد بن اسحاق نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ سکینہ ایک مردار بلی کا سر تھا کہ جب تابوت مین بلی کی
بولی بولتا تو فتح کا یقین کرتے اور فتح ہوجاتی تھی۔ اور عبد الرزاق نے کہا کہ مین نے بکار بن عبد اللہ سے سنا کہ مین نے وہب بن منبہ سے سنا کہ سکینہ
اللہ کی طرف سے بولتی روح تھی کہ جب بنی اسرائیل کسی بات مین اختلاف کرتے تو جو چاہتے اسکو بیان کرکے بتلا دیتی تھی۔ اور محی السنہ نے معالم مین
ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ وہ مشابہ بلی کے تھی اسکا سر مثل بلی کے اور دُم مثل بلی کے اور دو آنکھین جن سے شعاع نکلتی تھی اور دو بازو تھے زمرد اور زبرجد کے
بنے ہوئے پس جب بنی اسرائیل اسکی آواز سنتے تو فتح کا یقین کر لیتے اور جب لڑائی کو چلتے تو تابوت کو آگے رکھتے پھر جب وہ چلتا تو چلتے اور اگر
ٹھہر جاتا تو ٹھہر جاتے تھے اور قتادہ و کلبی نے کہا کہ سکینہ بروزن فعیلہ ماخوذ از سکون ہے یعنی طمانینۃ من ربکم۔ جہان تابوت ہوتا تھا وہان انکو طمانینت
و تسکین ہوتی تھی۔ اور حسن رح سے روایت ہے کہ وہ ایک شئے تھی کہ جس سے انکے دلون کو تسکین ہوتی تھی **قال المترجم** پوشیدہ نہین کہ یہ متفرق اقوال

متناقض

ونیز بعض تفسیرین جو ان علماے اسلام کی طرف منسوب ہوئین ہین اکثر انہین سے غیر محفوظ ہین اور انکی اسناد صحیح نہین ہین اور جنکی اسناد مستقیم بھی
ہین تو کوئی تفسیر مرفوع یعنے قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہین ہے اور نہ اسکی اصل و نظیر کہین شرع اسلام و کلام پیغمبر علیہ السلام مین پائی جاتی ہے اور
نہ یہ صحیح ہوسکتا ہے کہ یہ اقوال تفسیری حکم مین مرفوع کے ہین اور نیز یہ بھی نہین ہے کہ ان علماے اسلام نے اپنی راے سے تفسیر کی ہے کیونکہ یہ گمان بدان اکابر کی نسبت
زیبا نہین مگر اتنا کہ جو کچھ یہود سے سنتے تھے کبھی اسکو بھی نقل کر دیتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگون کو حکم دیا تھا کہ اہل کتاب کی روایت کی تصدیق
و تکذیب کچھ نکرین بسوجہ سے روایات اسرائیلیات بھی اسلام کی طریق سے روایت ہوگئی ہین اور شاید یہود نے اس سے قصد کیا ہوگا کہ مختلف باتون سے اہل اسلام
کے دلون مین شبہات ڈالین لیکن اہل ہدایت اسلام امت محمدی صلعم کے اللہ و رسول کے کلام کی تصدیق کرتے ہین اور انکو ان مختلف روایات کی چندان حاجت نہین ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث مین یہ مضمون البتہ ثابت ہوا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ایک مرد رات کو سورہ کہف کی تلاوت کرتا
تھا اور گھوڑا اسکے پاس بندھا تھا پس ایک بادل ایسا جسمین قندیل روشن تھین اترنے لگا اور نزدیک ہوتا اور گھوڑا کسی قدر جولانی کرتا
تھا پس صبح کو اسکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سکینہ ہے کہ قرآن کے واسطے نازل ہوئی تھی رواہ مسلم اور
آیندہ اپنے مقام پر تحقیق آویگی پس حاصل کلام اس آیت کی تفسیر مین یہ ہے کہ اللہ تعالے تمکو وہ تابوت دیدیگا جسمین تمھارے پروردگار کی طرف سے
تمھارے لیے سکینت ہے اور ہمارے لیے اسیقدر کافی ہے اگرچہ تابوت کی تفسیر جو ہمارے مفسر رح نے ذکر کی ہے وہ بھی مذکور ہے اور سکینت کے معنے
کے واسطے لغت و زبان کی طرف رجوع کرنا کافی ہے۔ ابن عطیہ رح نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ اس تابوت مین بزرگ چیزین تھین جو انبیا علیہم السلام کے
آثار و بقایا سے تھین پس دلون کو انسے تسکین ہوتی اور انکے ساتھ انس ہوتا تھا اور قوت حاصل ہوتی تھی اور بڑی چیز تو یہ تھی کہ اسمین
توریت تھی یا دو لوح توریت کے پارینے لوح کے تھے جو ٹوٹ جانے سے الگ ہوگئے تھے و بالجملہ قول مفسر رح ارجح ہے واللہ اعلم۔ قولہ و بقیۃ مما
ترک آل موسی و آل ہارون۔ ابن جریر نے بسند جید ابن عباس سے روایت کی کہ وہ عصاے موسی و ریزہاے الواح تھے اور یہی قتادہ و سدی
و ربیع و عکرمہ کا قول ہے اور اسمین اتنا زائد ہے کہ اور توریت تھی اور ابوصالح نے کہا کہ عصاے موسی و عصاے ہارون علیہما السلام و دو لوح
توریت و من تھے اور بعض نے موسی و ہارون کے کپڑے بھی زیادہ بیان کیا اور ابوصالح سے ایک روایت مین ہے کہ اور کلمہ کشائش لا الہ
الا اللہ الحلیم الکریم سبحان اللہ رب السموات السبع و رب العرش العظیم والحمد للہ رب العالمین۔ بھی تھا اور
ان سب اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ آل موسی و آل ہارون سے خود موسی و ہارون علیہما السلام ہی مراد ہین اور آل کا لفظ ان دونون کی
تفخیم شان کے واسطے ہے کہ مفسر رح نے اختیار کیا ہے اور بعض نے آل سے انکو مع دیگر انبیاء مابعد کے جو بنی اسرائیل مین گذرے مراد لیا ہے واللہ اعلم
التابوت۔ صندوق۔ ع الف۔ اولاد عملیق بن عاد بن شداد۔ السکینۃ جس سے سکون حاصل ہو کہا گیا ہے یعنے توریت قفیز بقامت فا
و آخر اے مجر پیمانہ معروف اور مفسر رحمہ اللہ تعالے نے ستر ہزار جوان بیان کیے ہین اور محی السنہ نے اسی ہزار بیان کیے واللہ اعلم

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي

پھر جب باہر ہوا طالوت فوجین لیکر کہا کہ اللہ تمکو آزمائش فرمانے والا ہے ایک نہر سے پھر جسنے پانی پیا اس سے وہ میرا نہین

وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ

اور جسنے اسکو نہ چکھا وہ میرا ہے مگر جو کوئی بھر لے ایک چلو اپنے ہاتھ سے پھر پی گئے اسکا پانی سوا ایک تھوڑے آدمیون کے انمین سے

فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ

پھر پار ہوا وہ اور جو لوگ ایمان والے اسکے ساتھ تھے بولے نہین طاقت ہمکو آج کے روز مقابلہ جالوت و اسکے لشکر کی

قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
کہا ان لوگون نے جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالے سے ملنے والے ہین کہ بہتیرے تھوڑی جماعت غالب ہوئی ہی بہت جماعت پر اللہ کے حکم سے

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝
اور اللہ تعالے صابرون کے ساتھ ہے

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ - پھر جب طالوت باہر ہوا - بِالْجُنُوْدِ - من بیت المقدس وکان الحر شدیدا وطلبوا منه الماء لشکرون کو لیکر ف بیت المقدس سے اور گرمی بہت شدید تھی اور لوگون نے طالوت سے پانی مانگا - قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ طالوت نے کہا کہ اللہ تعالے تمکو امتحان کرنے والا ہے - بِنَهَرٍ - لیظهر المطیع منکم والعاصی وهو بین الاردن وفلسطین - ایک نہر سے تاکہ ظاہر ہو کہ تم مین فرمانبردار کون ہے اور نافرمان کون ہے اور یہ نہر درمیان اردن اور فلسطین کے تھی - فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ - پھر جسنے اس نہر سے پیا ف یعنی اس نہر کے پانی سے پیا - فَلَيْسَ مِنِّيْ - ای من اتباعی - تو وہ میرے پیرو ون مین سے نہین - وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ - اور جسنے نہ چکھا اسکو تو وہ مجھسے یعنی میرے ساتھیون سے ہی ف پھر چکھنے سے کچھ استثنا کردیا بقوله اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً - بالضم قراءۃ ابن عامر وکوفیون اور بالفتح قراءۃ ابو عمرو وابن کثیر ونافع - بِيَدِهٖ - فاكتفى بها ولم يزد عليها فانه منى سوا اس شخص کے جسنے اُٹھا لیا ایک چلو اپنے ہاتھ سے ف پس ایک ہی چلو پر اکتفا کیا اور اس سے زیادہ نہ لیا تو وہ مجھسے ہی یعنی میرا پیرو ہے بالجملہ شدت پیاس مین یہ امتحان تھا کہ سواے ایک چلو کے ہرگز زیادہ نہ پیین - فَشَرِبُوْا مِنْهُ - لما وافوہ بکثرۃ - اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فاقتصروا علی الغرفة - پس پی لیا اس نہر سے جبکہ پہونچے اسپر بہتون نے مگر انمین سے تھوڑون نے کہ انھون نے ایک ہی چلو پر اکتفا کیا - روی انها كفتهم لشربهم ودوابهم وكانوا ثلثمائة وبضعة عشر - روایت کیا گیا ہی کہ یہ چلو ان لوگون کو کفایت کرگیا بایں طور کہ انھون نے پیا اور انکے جانورون نے پیا اور ایسے لوگ تین سو دس کچھ اوپر تھے - فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ - پھر جب طالوت نے خود مع ساتھی مومنون کے تجاوز کیا ف اور یہ وہ لوگ تھے کہ جنھون نے ایک چلو پر اکتفا کیا تھا غرضکہ جب یہ لوگ لڑنے کے لیے پار ہو تو نافرمانون نے بزدلی کی اور - قَالُوْا - ای الذین شربوا - جن لوگون نے پیا تھا کہنے لگے - لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ - آج ہمکو تو جالوت واسکے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہین ہی ف اور نامردی کرگئے اور پار نہ اُترے - قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ يوقنون - کہنے لگے وہ لوگ جو یقین رکھتے تھے کہ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ - بالبعث وهم الذین جاوزوه - ہم ملنے والے ہین اللہ تعالے سے ف بایں طور کہ قیامت مین اُٹھائے جاوینگے اور یہ وہ لوگ ہین کہ نہر سے تجاوز کرگئے تھے غرضکہ مومنین کہنے لگے کہ - كَمْ - خبریۃ - بمعنے كثير - مِّنْ فِئَةٍ - جماعة - قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ - کثرت سے ایسا ہوا کہ قلیل جماعت غالب ہوئی کثیر پر بارادۂ الٰہی - وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ - اور اللہ تعالے صابرون کے ساتھ ہے ف یعنی مدد و نصرت الٰہی صابرون کے ساتھ ہے الحاصل طالوت مع لشکرون کے جہاد کے لیے روانہ ہوا اور جنود کی تعداد بعض نے کہا ستر ہزار تھی اور بعض نے کہا اسّی ہزار اور بعض نے کہا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ تین لاکھ تین ہزار تین سو تیرہ تھی - قوله قال ان الله مبتليكم بنهر - طالوت نے یہ قول اپنے نبی شمویل علیہ السلام کے آگاہ کرنے سے کہا تھا اور یہی ظاہر ہے اور بعض نے کہا کہ بعد بادشاہ ہونے کے وحی بھی آنے لگی تھی اور یہ بعید ہے اور وجہ امتحان یہ تھی کہ جو اس پیاس مین مضبوط رہا وہ باقی تکلیفون مین مضبوط رہیگا اور جو اسی پانی پر پھسل گیا وہ ضرور زیادہ تکلیف وسختی

وقت پھنس جائیگا **وقال البیضاوی** رحمہ اللہ یہی حال دنیا کا ہی کہ آخرت کا قصد کرنے والا اسی قیاس پر رہے کہ اگر دنیا سے اسنے پیٹ بھر لیا یعنے اسکی ہوس سے پیٹ بھر لیا خواہ اسکو ملے یا نہ ملے تو وہ اہل حق عزوجل سے نہیں ہی اور جسنے قدر غرفہ لیا اور ہوس میں سے بالکل نہ لیا تو وہ اہل اللہ تعالےٰ سے ہی کما قال فمن شرب منہ فلیس منی ومن لم یطعمہ فانہ منی الا من اغترف غرفۃ بیدہ **بیضاوی** نے کہا کہ یہ فمن شرب سے استثنا ہی اور جملہ ثانیہ اسپر مقدم اسوجہ سے لایا گیا کہ عدم طعم کی طرف زیادہ اعتنا ہی اور معنے یہ ہیں کہ قلیل کی رخصت ہی کثیر کی رخصت نہیں ہی اور اس سے معلوم ہوا کہ مفسر رحمہ نے جو بکثیر زیادہ کیا ہی اس سے اسی طرف اشارہ ہی اور حاصل یہ ہی کہ جو خوب پیے وہ میرا نہیں اور جو بالکل نہ پیے وہ میرا ہی اور یہ عمدہ ہی لیکن اگر ضرورت ہی تو رخصت ایک چلو کی ہی اور یہ مباح ہی اور لم یطعمہ پانی کے حق میں ہی اس سے معلوم ہوا کہ طعام میں پانی بھی شامل ہی پس اگر کسی نے کہا کہ لا اطعم شیئا یعنے قسم کھائی کہ کچھ نہ کھاؤنگا تو علی العموم پانی کو بھی شامل ہوگا فتامل **قولہ** فشربوا منہ ای فکرعوا منہ اسواسطے کہ نہر سے تو اصل میں کرع ای منھ لگا کر پیتے ہیں اور مراد یہاں یہ ہی کہ ہاتھ سے ایک چلو نہیں لیا بلکہ منھ لگا کر زیادہ پی گئے الا قلیلا منہم۔ ظاہر یہ ہی کہ قلیل نے پیا ہی نہیں اور یہی **قرطبی** نے کہا ہی ولیکن **ابن کثیر** نے ذکر کیا کہ ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی کہ جسنے ایک چلو پیا وہ سیر ہو گیا اور جسنے منھ لگا کر پیا وہ آسودہ نہوا اور ایسا ہی سدی رحمہ نے ابن مالک عن ابن عباس روایت کیا ہی اور ایسا ہی قتادہ و شوذب نے کہا ہی اور بخاری میں براء بن عازب سے روایت ہی کہ ہم لوگ باتیں کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بروز بدر تین سو دس سے کچھ اوپر اتنی ہی تعداد پر تھے جتنی گنتی طالوت کے لوگوں کی تھی جنھوں نے طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا اور نہیں پار ہوا تھا نہر سے طالوت کے ساتھ کوئی مگر وہی جو مومن تھا۔ قولہ فلما جاوزہ ہو والذین امنوا معہ قالوا لا طاقۃ لنا الیوم الی آخرہ۔ پھر ان لوگوں کا ذکر کیا کہ جنھوں نے نہر سے خوب پانی پیا تھا اور محی السنۃ نے معالم میں فرمایا کہ ان لوگوں کے ہونٹ سیاہ پڑ گئے تھے اور سیراب نہیں ہوتے تھے اور نہر ہی کے کنارے اسی پار پڑے رہے اور نامردی چھا گئی پس معنے یہ ہیں کہ جب طالوت اور اسکے ساتھی مسلمان خالص پار ہو گئے تو ان لوگوں نے جو پانی پیکر نہر کے اسی پار پڑے تھے زور زور سے کہنا شروع کیا کہ آج جالوت والوں کو وہ قوت حاصل ہی کہ ہم انسے مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں یعنے ظاہر میں اپنا عذر بیان کرتے تھے اور انکی شیطانیت کا اثر یہ تھا کہ اہل ایمان کو بھی اس بات پر آمادہ کرتے تھے کہ راہ سے بہکا دیں پس ان لوگوں نے جو لقاء حق عزوجل کا یقین رکھتے تھے یہ جواب دیا کہ طاقت و قوت سب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہی بہت مجمع نے اور بہت سامان ہونے پر نہیں ہی اور کمالین میں مذکور ہی کہ جالوت مرد قوی ہیکل سخت درشت تھا قد اسکا دو بلند منار کے برابر اور چوڑان گز کا تھا اور جنود یعنے لشکر اسکا اسی لاکھ قوی ہیکل سوار تھے اور قرطبی نے کہا کہ بعض نے فرمایا کہ وہ لوگ ایک لاکھ سوار مسلح قوی تھے اور محی السنۃ نے ابن عباس سے ذکر کیا کہ پانی پی جانے سے نہر سے نہیں اترے۔ اور وہیں سے نامردی سے جالوت و اسکے لشکر کی کثرت و اپنی بددلی ظاہر کیا کیے اور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ نہر سے تو پیچھے اتر آئے تھے ولیکن جالوت کے لشکر کی کثرت دیکھکر ایسا کہتے ہوے بھاگے اور لڑائی میں شریک نہیں ہوے ولیکن اول صحیح ہی اور اسیکو مفسر رحمہ نے اختیار کیا ہی اور جالوت و اسکے لشکر کی تعداد وغیرہ میں مجھے قول معتمد نہیں ملا بہرحال ابن عباس رضہ نے جو طالوت والوں کے ساتھ والوں کی تعداد تین لاکھ تین ہزار تین سو تیرہ بیان کی ہی تو تعجب نہیں کہ وہ اسی لاکھ ہوں واللہ اعلم اور حسن قدرت الٰہی یہ تھی کہ جالوت مذکور نے تنہا قصد مقابلہ کیا تھا اور اسکا مارا جانا تھا کہ اسکا لشکر بدحواس ہوکر بھاگا جیسا کہ آگے آتا ہی انشاء اللہ تعالےٰ **ف ۲** فی العرائس قولہ فلما جاوزہ ہو والذین آمنوا معہ۔ ای روح و عقل و ملکۃ قلب نے تجاوز کیا اور نہر شہوت سے بچکر پار ہو گئے۔ قولہ قال الذین یظنون انہم ملاقوا اللہ۔ ای روح کے لشکر یعنی جو کہ یقین رکھتے ہیں کہ شیطان پر جہاد کے بعد عیانا کشف

قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ

کہا ان لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالے سے ملنے والے ہیں کہ بہتیرے تھوڑی جماعت غالب ہوئی ہے بہت جماعت پر اللہ کے حکم سے

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

اور اللہ تعالے صابرون کے ساتھ ہے

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ ۔ پھر جب طالوت باہر ہوا ۔ بِالْجُنُوْدِ ۔ من بیت المقدس وکان الحر شدیدا وطلبوا منه الماء ۔ لشکرون کو لیکر ۔ بیت المقدس سے اور گرمی بہت شدید تھی اور لوگون نے طالوت سے پانی مانگا ۔ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ ۔ طالوت نے کہا کہ اللہ تعالے تمکو امتحان کرنیوالا ہے ۔ بِنَهَرٍ ۔ لیظهر المطیع منکم والعاصی وهو بین الاردن وفلسطین ۔ ایک نہر سے تاکہ ظاہر ہو کہ تم مین فرمانبردار کون ہے اور نافرمان کون ہے اور یہ نہر درمیان اردن اور فلسطین کے تھی ۔ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ ۔ پھر جسنے اس نہر سے پیا ۔ یعنے اس نہر کے پانی سے پیا ۔ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۔ ای من اتباعی ۔ تو وہ میرے پیرو ون مین سے نہین ۔ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْۤ ۔ اور جسنے نہ چکھا اسکو تو وہ مجھسے یعنے میرے ساتھیون سے ہے ۔ پھر چکھنے سے کچھ استثنا کردیا بقوله اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۔ بالفتح قراءة ابن عامر وکوفیون اور بالفتح قراءة ابو عمرو وابن کثیر ونافع ۔ بِيَدِهٖ ۔ فاکتفی بها ولم یزد علیها فانه منی ۔ سوا اس شخص کے جسنے اٹھا لیا ایک چلو اپنے ہاتھ سے ۔ پس ایک ہی چلو پر اکتفا کیا اور اس سے زیادہ نہ لیا تو وہ مجھسے ہی یعنے میرا پیرو ہی بالجملہ شدت پیاس مین یہ امتحان تھا کہ سوائے ایک چلو کے ہرگز زیادہ نہ پیین ۔ فَشَرِبُوْا مِنْهُ ۔ لما وافوه بکثرة ۔ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۔ فاقتصروا علی الغرفة ۔ پس پی لیا اس نہر سے جبکہ پہونچے اسپر بہتون نے مگر انہین سے تھوڑون نے کہ انھون نے ایک ہی چلو پر اکتفا کیا ۔ روی انها کفتهم لشربهم ودوابهم وکانوا ثلثمائة وبضعة عشر ۔ روایت کیا گیا ہے کہ یہ چلو ان لوگون کو کفایت کر گیا باین طور کہ انھون نے پیا اور انکے جانورون نے پیا اور ایسے لوگ تین سو دس کچھ اوپر تھے ۔ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۔ پھر جب طالوت نے خود مع ساتھی مومنون کے تجاوز کیا ۔ اور یہ وہ لوگ تھے کہ جنھون نے ایک چلو پر اکتفا کیا تھا غرضکہ جب یہ لوگ لڑنے کے لیے پار ہو تو نافرمانون نے بزدلی کی اور ۔ قَالُوْا ۔ ای الذین شربوا ۔ جن لوگون نے پیا تھا کہنے لگے ۔ لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۔ آج ہم کو تو جالوت و اسکے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہین ہے ۔ اور نامردی کر گئے اور پار نہ اترے ۔ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ ۔ یوقنون ۔ کہنے لگے وہ لوگ جو یقین رکھتے تھے کہ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۔ بالبعث وهم الذین جاوزوه ۔ ہم ملنے والے ہین اللہ تعالے سے ۔ باین طور کہ قیامت مین اٹھائے جاوینگے اور یہ وہ لوگ ہین کہ نہر سے تجاوز کر گئے تھے غرضکہ مومنین کہنے لگے کہ ۔ كَمْ ۔ خبریة ۔ یعنے کثیر ۔ مِّنْ فِئَةٍ ۔ جماعة ۔ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ کثرت سے ایسا ہوا کہ قلیل جماعت غالب ہوئی گروہ کثیر پر بارادہ الٰہی ۔ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۔ اور اللہ تعالے صابرون کے ساتھ ہے ۔ یعنے مدد و نصرت الٰہی صابرون کے ساتھ ہے ۔ الحاصل طالوت مع لشکرون کے جہاد کے لیے روانہ ہوا اور جنود کی تعداد بعض نے کہا ستر ہزار تھی اور بعض نے کہا اسی ہزار اور بعض نے کہا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ تین لاکھ تین ہزار تین سو تیرہ تھی ۔ قوله قال ان الله مبتلیکم بنهر ۔ طالوت نے یہ قول اپنے نبی شمویل علیہ السلام کے آگاہ کرنے سے کہا تھا اور یہی ظاہر ہے اور بعض نے کہا کہ بعد بادشاہ ہونے کے وحی بھی آنے لگی تھی اور یہ بعید ہے اور وجہ امتحان یہ تھی کہ جو اس پیاس مین مضبوط رہا وہ باقی تکلیفون مین مضبوط رہیگا اور جو اسی بات مین کسل کر گیا وہ ضرور زیادہ تکلیف و سختی

وقت پھسل جائیگا **وقال البیضاوی** رحمہ اللہ یہی حال دنیا کا ہی کہ آخرت کا قصد کرنے والا اسی قیاس پر رہے کہ اگر دنیا سے اسنے پیٹ بھر لیا
یعنے اسکی ہوس سے پیٹ بھر لیا خواہ اسکو ملے یا نہ ملے تو وہ اہل حق عزوجل سے نہین ہی اور جسنے قدر یغرفہ لیا اور ہوس مین سے بالکل نہ لیا تو وہ
اہل اللہ تعالے سے ہی کما قال فمن شرب منہ فلیس منی ومن لم یطعمہ فانہ منی الا من اغترف غرفۃ بیدہ **بیضاوی** نے کہا کہ یہ فمن شرب سے استثنا
ہی اور جملہ ثانیہ اسپر مقدم اسوجہ سے لایا گیا کہ عدم طعم کی طرف زیادہ اعتنا ہی اور معنے یہ ہین کہ قلیل کی رخصت ہی کثیر کی رخصت نہین ہی اور اس سے
معلوم ہوا کہ مفسر رح نے جو کثیر زیادہ کیا ہی اس سے اسی طرف اشارہ ہی اور حاصل یہ ہی کہ جو خوب پیے وہ میرا نہین اور جو بالکل نہ پیے وہ میرا ہی اور یہ عمدہ
ہی لیکن اگر ضرورت ہی تو رخصت ایک چلو کی ہی اور یہ مباح ہی اور لم یطعمہ پانی کے حق مین ہی اس سے معلوم ہوا کہ طعام مین پانی بھی شامل ہی پس
اگر کسی نے کہا کہ لا اطعم شیئا یعنے قسم کھائی کہ کچھ نہ کھاؤنگا تو علی العموم پانی کو بھی شامل ہوگا فتامل قولہ فشربوا منہ ای فکرعوا منہ اسواسطے کہ نہر سے
توصل مین کرع ای منھ لگا کر پینے ہین اور مراد یہان یہ ہی کہ ہاتھ سے ایک چلو نہین لیا بلکہ منھ لگا کر زیادہ پی گئے الا قلیلا منہم۔ ظاہر یہ ہی کہ قلیل
نے پیا ہی نہین اور یہی **قرطبی** نے کہا ہی ولیکن **ابن کثیر** نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی کہ جسنے ایک چلو پیا وہ سیر ہو گیا
اور جسنے منھ لگا کر پیا وہ آسودہ نہوا اور ایسا ہی سدی رح نے ابن مالک عن ابن عباس روایت کیا ہی اور ایسا ہی قتادہ وشنوذب نے کہا ہی اور
بخاری مین براء بن عازب سے روایت ہی کہ ہم لوگ باتین کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بروز بدر تین سو دس سے کچھ
اوپر اتنی ہی تعداد پر تھے جتنی گنتی طالوت کے لوگون کی تھی جنھون نے طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا اور نہین پار ہوا تھا نہر سے طالوت
کے ساتھ کوئی مگر وہی جو مومن تھا۔ قولہ فلما جاوزہ ہو والذین امنوا معہ قالوا لا طاقۃ لنا الیوم الی آخرہ۔ پھر ان لوگون کا ذکر کیا کہ جنھون نے
نہر سے خوب پانی پیا تھا اور محی السنۃ نے معالم مین فرمایا کہ ان لوگون کے ہونٹ سیاہ پڑ گئے تھے اور سیراب نہین ہوتے تھے اور نہر ہی
کے کنارے اسی پار پڑے رہے اور نامردی چھا گئی پس معنے یہ ہین کہ جب طالوت اور اسکے ساتھی مسلمان خالص پار ہو گئے تو ان لوگون نے
جو پانی پیکر نہر کے اسی پار پڑے تھے زور زور سے کہنا شروع کیا کہ آج جالوت والون کو وہ قوت حاصل ہی کہ ہم انسے مقابلہ نہین کر سکتے
ہین یعنے ظاہر مین اپنا عذر بیان کرتے تھے اور انکی شیطانیت کا اثر یہ تھا کہ اہل ایمان کو بھی اس بات پر آمادہ کرتے تھے کہ راہ سے بھاگ جاوین
پس ان لوگون نے جو لقاء حق عزوجل کا یقین رکھتے تھے یہ جواب دیا کہ طاقت وقوت سب اللہ تعالے کی طرف سے ہی بہت جتھے اور بہت
سامان ہونے پر نہین ہی اور کمالین مین مذکور ہی کہ جالوت مرد قوی ہیکل سخت درشت تھا قد اسکا دو بلند منار کے برابر اور چوڑان گز کا تھا
اور جنود یعنے لشکر اسکا اسی لاکھ قوی ہیکل سوار تھے اور **قرطبی** نے کہا کہ بعض نے فرمایا کہ وہ لوگ ایک لاکھ سوار مسلح قوی تھے اور
محی السنۃ نے ابن عباس سے ذکر کیا کہ پانی پی جانے سے نہر سے نہین اترے۔ اور وہین سے نامردی سے جالوت واسکے لشکر کی کثرت وا اپنی بددلی ظاہر
کیا کیے اور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ نہر سے تو پیچھے اتر آئے تھے ولیکن جالوت کے لشکر کی کثرت دیکھکر ایسا کہتے ہوئے بھاگے اور
لڑائی مین شریک نہین ہوئے ولیکن اول صحیح ہی اور اسیکو مفسر رح نے اختیار کیا ہی اور جالوت واسکے لشکر کی تعداد وغیرہ مین مجھے قول معتمد نہین
ملا بہر حال ابن عباس رض نے جو طالوت والون کے ساتھ والون کی تعداد تین لاکھ تین ہزار تین سو تیرہ بیان کی ہی تو تعجب نہین کہ وہ اسی لاکھ
ہون واللہ اعلم اور حسن قدرت الٰہی یہ تھی کہ جالوت مذکور نے تنہا قصد مقابلہ کیا تھا اور اسکا مارا جانا تھا کہ اسکا لشکر بدحواس ہو کر بھاگ گیا
جیسا کہ آگے آتا ہی انشاء اللہ تعالے **ف ۲** فی العرائس قولہ فلما جاوزہ ہو والذین آمنوا معہ۔ ای روح وعقل وملک قلب نے تجاوز کیا اور
نہر شہوت سے بچکر پار ہو گئے۔ قولہ قال الذین یظنون انہم ملاقوا اللہ ای روح کے لشکری جو کہ یقین رکھتے ہین کہ شیطان پر جہاد کے بعد عیانا کشف

ہوگا قولہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ یعنی بہتیرے گروہ جو تعداد میں کم مگر انکے ساتھ نور یقین ہی وہ غالب ہوتے ہیں بہتیرے
ایسے گروہ پر جنکے ساتھ اللہ تعالے کی طرف سے مدد نہیں ہی۔ قولہ واللہ مع الصابرین۔ اور ایسے صابرون کے ساتھ ہی جو حق تعالے کی
جو مراد ہی اسی پر ٹھہرے ہیں کہ انھون نے اسکو بسر و چشم لیا اور اسی پر راضی ہیں اور اسکے کرم قدیم کو دیکھتے اور حظ مشاہدہ حق کے لیے اپنے حظوظ
نفس کو چھوڑے بیٹھے ہیں اور جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے نے دنیا اور اسکے چاہنے والے کے حق میں یہ مثل بیان فرمائی ہی کیونکہ دنیا شہوتون کی
نہر ہی اسکو اللہ تعالے نے خلائق کے درمیان جاری کر دیا ہی تاکہ بندون کا امتحان ہو جاوے اور وہ دانا ہی تاکہ اس سے بہتیرون کو گمراہ کرے
اور بہتیرون کو راہ راست بتاوے پس جسنے اس دنیا کی نہر میں سے بقدر ضرورت کے پیا تاکہ اللہ تعالے کی عبادت پر قوت حاصل ہوا اور پاکدامن
اس سے پار ہوگیا تو وہ ایمان و یقین و عرفان والون میں سے ہی کہ اسکو مشاہدہ رحمن تعالے کی راہ مل جاویگی اور جسنے فرط حرص سے غفلت کی کہ
آنتون میں سیر ہوکر پیا تاکہ معصیت میں پڑ جاوے یعنے دنیا کا حریص ہوا اور غفلت میں پڑکر گنہگار بنا خواہ اسکو دنیا ملی یا نہ ملی تو وہ راہ
مستقیم سے گمراہ ہوا اور اسکا پیٹ اس سے کبھی نہ بھریگا یہانتک کہ دوزخ کی آگ میں جاوے قال المترجم اور حدیث صحیح میں ہی کہ آدمی کو
اگر ایک جنگل بھر مال ملے تو چاہے کہ دوسرا جنگل بھر ہو اور اگر دو جنگل بھر ہو تو چاہے کہ تیسرا جنگل ہو اور آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھریگی سوا
قبر کی خاک کے اور جو شخص کہ اللہ تعالے کی طرف رجوع لاتا ہی اللہ تعالے اسکی توبہ قبول فرماتا ہی۔ سعدی رحمہ اللہ نے اسی حدیث سے کہا
کہ گفت چشم تنگ دنیادار را یا قناعت پر کند یا خاک گور۔ اور اللہ عزوجل نے اس مثل کو انکے قصہ میں بیان فرما دیا تاکہ عبرت سے نظر
کرنے والا اسمیں غور کرے اور اس سے انوار حاصل کرے قال المترجم حدیث میں ہی کہ نیک بخت وہ شخص ہی جو دوسرے کے حال سے
اپنے لیے نصیحت حاصل کرے اور اللہ عزوجل نے حکم فرما دیا ہی کہ نیک بخت لوگ اللہ تعالے کی رحمت یعنے جنت میں ہونگے۔

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا
اور جب سامنے ہوئے جالوت کے اور اسکی فوجون کے بولے اے رب ہمارے ڈال دے ہم میں جتنی مضبوطی ہی اور ٹھہرا ہمارے پانون اور مدد کر ہماری
عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ وَقَتَلَ دَاوُودُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ
اس کافر قوم پر پھر شکست دی انکو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا داؤد نے جالوت کو اور دی اسکو اللہ نے
الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ
سلطنت اور تدبیر اور سکھایا اسکو جو چاہا اور اگر دفع نہ کرے اللہ لوگون کو ایک کو ایک سے
لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا
تو خراب ہو جاوے ملک ولیکن اللہ فضل رکھتا ہی جہان کے لوگون پر یہ آیتین اللہ کی ہین ہم تجکو
عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝
سناتے ہین تحقیق اور تو بے شک رسولون مین سے ہی

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ۔ جب قلیل جماعت طالوت والی ظاہر ہوئے جالوت و اسکے لشکرون سے لڑنے کے
لیے اور باہم صف بندی کی۔ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا۔ تو دعا مانگنے لگے کہ ہمارے رب ہم پر صبر بہا دے۔ وَثَبِّتْ
أَقْدَامَنَا۔ اور ہمارے قدمون کو جمائے رکھ بایں طور کہ ہمارے دلون کو جہاد کرنے پر قوی کر دے۔ وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ

الْكَافِرِيْنَ - اور ہمکو کافرون یعنی جالوت والون پر مدد دے - فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ - پس مومنون نے کافرون کو توڑ دیا
اللہ تعالے کے ارادہ سے - وَقَتَلَ دَاؤُدُ جَالُوْتَ - اور داؤد نے جالوت کافر کو مار ڈالا ف اور داؤد اسوقت طالوت کے
لشکر مین تھے - وَاٰتٰىهُ - اسے داؤد اللّٰهُ الْمُلْكَ - فی بنی اسرائیل - وَالْحِكْمَةَ - النبوۃ بعد موت شمویل و طالوت لم یجتمعا
لاحد قبلہ - اور دیدیا اللہ تعالے نے داؤد کو ملک یعنی بنی اسرائیل کی بادشاہت اور دی حکمت یعنی نبوت بھی بعد موت شمویل و طالوت کے حالانکہ
داؤد سے پہلے کوئی شخص پیغمبر و بادشاہ جامع نہیں ہوا - وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ - کصنعۃ الدروع و منطق الطیر - اور جو کچھ چاہا داؤد کو سکھلایا ف جیسے زرہ کا
بنانا اور پرندونکی بولی سمجھنا - وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ - اور اگر اللہ تعالے کا دفع کرنا ان لوگون کو بعض کو بعض
سے نہو - لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ - تو زمین مین فساد پھیل جاوے ف کیونکہ مشرکین غالب ہو کر جالوت والون کی طرح مسلمانون کو
قتل کرین اور مساجد اجاڑ دین - وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ - ولیکن اللہ تعالے اہل عالم پر فضل والا ہے ف
پس دور کر دیا بعض کو بعض سے - تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا - نقصہا - عَلَيْكَ - یا محمد - بِالْحَقِّ - بالصدق
یعنے بیان کرتے ہین ہم ان آیتون کو تجھ پر اے محمد ساتھ سچائی کے - وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ - اور بیشک تو انبیائے مرسلین سے
ہے ف خاتم النبیین ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش و یہود وغیرہ جو انکار کرین کفار ہین تو ملعون دائمی ہون - لقول الکفار لست مرسلا - یعنے
کافرون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ لست مرسلا - جیسا کہ آگے آویگا یعنے تو رسول نہیں ہے پس اللہ عزوجل نے ان منکرون پر رد کر دیا اور تاکید
شدید سے کہ جملہ اسمیہ اور ان تاکیدیہ اور لام تاکید وغیرہ ہے ف جسقدر مفسر رحمہ اللہ نے تفسیر مین ذکر کر دیا ہے وہ آیت کی تفسیر کے واسطے کافی
وافی ہے اور یہان داؤد علیہ السلام و قتل جالوت کا قصہ ہے اور اسکے متعلق دیگر روایات ہین جنکو ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسرائیلیات مین سے
قرار دیا ہے یعنے وہ بنی اسرائیل سے مسلمانون نے روایتین لی ہین پس اللہ تعالے انکی صحت کا دانا ہے ولیکن اہل تفسیر نے انکو ذکر کیا ہے اور مین
چاہتا ہون کہ محی السنۃ نے معالم مین جسطرح وارد کیا ہے اسکو کسیقدر زیادت و اختصار سے وارد کرون پس محی السنۃ نے معالم مین کہا کہ اہل
تفسیر نے بیان کیا ہے کہ طالوت کے ساتھ جن لوگون نے نہر کو عبور کیا تھا انہین داؤد کا باپ ایشا تھا پس داؤد بن ایشا ہوئے اور بعض نے کہا داؤد
بن زکریا بن ایشوی از اولاد یہوذا بن یعقوب تھے پس ایشا کے ساتھ انکے تیرہ لڑکے تھے اور داؤد ان سب مین چھوٹے تھے اور گوپھن سے
پتھر مارنے مین مشاق تھے پھر جالوت کو جب خبر پہونچی اور لشکر برابر ہوئے تو اسنے طالوت سے کہلا بھیجا کہ مین تنہا میدان مین آتا ہون تو خود میرے مقابل ہو
یا کسی مقابل کو بھیج اگر اسنے مجھے قتل کیا تو میری بادشاہت تمہاری ہے ورنہ تمہاری بادشاہت میری ہے پس یہ طالوت پر گران گذرا اور اپنے لشکر مین آواز دی
کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے اسکے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دون اور آدھی بادشاہت اسکو دون مگر جالوت سے خوف کر کے کسی نے جواب دیا پس طالوت نے
شمویل پیغمبر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ دعا کرکے فرمادین تو ایک شیشی روغن قدس کی نشانی آئی کہ جسکے سر پر رکھنے سے خود جوش کرے وہی جالوت کا
قاتل ہے کسیکے سر پر جوش نکیا مگر دوسری مرتبہ وحی سے پسران ایشا معلوم ہوئے اور بارہ بیٹے جو تنا ور مثل ستون کے تھے کسیکے سر پر روغن نے
جوش نکیا مگر داؤد علیہ السلام کے سر پر اور ایک شخص کوتاہ قامت سرخ رنگ تھے اور روغن قدس انکے سر پر جوش کرکے تمام سر مین مثل تاج کے رہا اور کسی
طرف نہین بہا اور طالوت نے پوچھا کہ تم اپنے مین کوئی نشانی پاتے ہو کہ جالوت سے شخص کو قتل کرو - کہا کہ ہان مین بکریان چراتا ہون اور گاہے
شیر یا چیتا یا بھیڑیا اسکو پکڑ لیتا ہے اور مین اللہ تعالے کی مدد و قوت سے اسکے گلے چیر ڈالتا ہون اور اسکے منہ سے بکری نکال لیتا ہون پھر داؤد علیہ السلام
راہ مین گذرے تو کوئی پتھر اٹھا کر اپنی جھولی مین رکھ لیے پھر جب لشکرون نے باہم صف بندی کی اور جالوت میدان مین نکل آیا اور اسنے

مقابل طلب کیا تو داؤد اس سے لڑنے چلے اور طالوت نے انکو گھوڑا و ہتھیار وغیرہ سامان حرب دیے جب داؤد میدان مین پہونچے تو پھر لوٹے اور طالوت کے گرد والون نے کہا کہ لڑکا ڈر گیا اور یہ اسوقت درجۂ بلوغ کو بھی نہ پہونچے تھے پس طالوت نے پوچھا کہ کیا ہی تو داؤد نے کہا کہ اگر اللہ عز وجل مجکو مدد و فتح نہ دیگا تو یہ تمھارے ہتھیار وغیرہ میرے کام نہ آویگے تم مجھے جیسے مین چاہتا ہون جانے دو طالوت نے کہا کہ تمھاری خوشی پس داؤد نے جھولی ڈالی اور گوپھن لیا اور چلے اور جالوت مرد قوی ہیکل تناور دلیر تھا کہ تنہا لشکرون کو بھگا تا تھا مگر داؤد کو دیکھکر ہیبت ناک ہوکر بولا کہ ای لونڈے تو لڑنے آیا ہی اور یہ ڈھیلے لیکر چلا ہی جیسے کتے کو مار نے چلتے ہین داؤد نے کہا کہ ہان اور تو کتے سے بدتر ہی اسنے کہا کہ ضرور ہوا کہ تیرا گوشت درندون کو بانٹون داؤد نے کہا یا تیرا گوشت اللہ تعالے بانٹیگا پھر داؤد نے اللہ تعالے کا نام لیکر گوپھن مین پتھر رکھکر مارا تو اللہ تعالے کی نصرت سے اسکے خود آہنی پر پڑا اور اسکا دماغ توڑکر لشکر والون مین سے تیس مرد کو قتل کیا اور جالوت مردہ ہوکر گر پڑا اور اسکے لشکر والے نہایت خوفناک ہوے اور طالوت و مسلمانون کے حملہ کی تاب نہ لاکر بھاگے اور داؤد نے جالوت کو کھینچکر طالوت کے سامنے ڈالدیا اور اللہ تعالے نے بنی اسرائیل کو فتح دی اور طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا اور لوگون نے داؤد کا ذکر زیادہ کرنا شروع کیا اور انھین کی طرف مائل ہوے اور طالوت نے حسد کی اور بعد شمویل علیہ السلام کے ظالم غارت کرنا شروع کیا اور داؤد ایک پہاڑ پر چلے گئے کہ وہان عبادت مین مشغول رہتے پھر طالوت کے چالیس برس سلطنت کے بعد بادشاہت داؤد پر مقرر ہوئی اور اللہ تعالے نے انکو نبی کر دیا اور انھون نے سات برس بادشاہت کی اور بنی اسرائیل مین اسکے پہلے کوئی شخص ایسا نہین ہوا کہ نبی و بادشاہ دونون ہووے چنانچہ فرمایا۔ وآتاہ اللہ الملک والحکمۃ۔ یعنے دونون داؤد کے واسطے جمع کردین اور فرمایا وعلمہ مما یشاء۔ اور قصۂ داؤد مین فرمایا ہی وعلمناہ صنعۃ لبوس لکم۔ یعنے حرب کی زرہ بنانی سکھلائی اور انکو زبور دی اور اسکا لحن سکھلایا اور پرندون کی بولی بھی سکھلادی اور انکے قصہ مین انشاء اللہ تعالے آویگا قولہ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین۔ اور یہ مانند قولہ تعالے ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا الآیۃ۔ اور ابن جریر نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی کہ اللہ تعالے ایک مسلمان صالح کی وجہ سے اسکے پڑوسی سو گھرون پر سے بلا کو دور کرتا ہی پھر ابن عمر نے پڑھا ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض الآیۃ۔ و رواہ احمد ایضاً۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اسناد ضعیف ہی کیونکہ یحیی بن سعید بن العطار الحمصی راوی بہت ضعیف ہی اور جابر بن عبد اللہ سے مرفوعاً روایت کی کہ اللہ تعالے مسلمان صالح کی وجہ سے اسکے فرزند اور پوتے اور گھر والے و پڑوس والے خوش رکھتا ہی اور یہ سب اللہ تعالے کی حفظ و امان مین رہتے ہین جب تک وہ انمین ہو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اسکی اسناد مین بھی یحیی بن سعید العطار الحمصی راوی ہین پس یہ بھی ضعیف ہی پھر ابن کثیر نے ابو بکر بن مردویہ کی روایت سے حضرت ثوبان رضہ سے مرفوعاً روایت کی کہ برابر تم مین سات شخص ایسے رہینگے کہ انھین کی وجہ سے تم مدد دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے بارش کا پانی دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے رزق دیے جاؤگے یہانتک کہ قیامت قائم ہو اور نیز ابن مردویہ نے عبادۃ بن الصامت سے مرفوعاً روایت کی کہ میری امت مین ابدال تیس شخص رہینگے انھین کی وجہ سے تم رزق دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے بارش کا پانی دیے جاؤگے اور انھین کی وجہ سے مدد دیے جاؤگے قتادہ نے کہا کہ مین امید کرتا ہون کہ حسن بصری انھین مین سے ہو قال المترجم بعض روایات مین چالیس اور بعض مین چار اور بعض مین پانچ سو کی تعداد مروی ہی ولیکن قسمین الگ الگ ہین اور شوکانی نے اپنے موضوعات مین اسکو وارد کرکے اسکی تحسین کی ہی کہ طرق اسکے بعض کے بعض معاضد اور بعض حسن ہین اور بالجملہ یہ بات حدیث سے ثابت ہی اور شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ نے جو فتوح الغیب مین

ابدال

ابدال کی بابت تقریر کی ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ وہی لوگ اپنے خطرات واختیارات سے بالکل باہر ہین اور کھانا پینا چلنا بولنا اٹھنا بیٹھنا سب
انکا جب ہی ہوتا ہی کہ عالم غیب سے اسکا خطور انکے اندر ہو ولیکن انوار ایمان اور راہ حق انمین ظاہر ہی اور انکی صحبت موجب کمال ایمان و مغفرت
ہی واللہ تعالے اعلم **ف** شیخ محی الدین بن العربی رح نے لکھا قولہ تعالے **طالوت ملکاً**۔ اور یہ مرد فقیر تھا سو بنی اسرائیل نے اسکو
بادشاہت کے واسطے قبول نہ کیا اسواسطے کہ استحقاق بادشاہت وریاست کا عوام کے نزدیک یہ ہی کہ خارج کی سعادت اسمین ہو یعنے
مال ونسب ہو پس انکے نبی علیہ السلام نے انکو تنبیہ کردی کہ بادشاہت کا استحقاق دو باتون سے ہوتا ہی انمین سے ایک سعادت روحانی ہی اور وہ
علم ہی اور دوسری سعادت بدنی ہی یعنے اسکے قوی خوب درست ہون اور جسم دراز ہو چنانچہ کہا۔ وزادہ بسطة فی العلم والجسم واللہ یوتی ملکہ من یشاء
واللہ واسع علیم۔ پس وہ مال بھی دیدیتا ہی جیسے بادشاہت دیتا ہی اور جانتا ہی کہ کون اسکا استحقاق رکھتا ہی اور اسمین کتنے مال کی ضرورت ہی اسیقدر
اسکو دیدیتا ہی۔ وقال لہم نبیہم ان آیة ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینة من ربکم۔ پھر بیان فرمایا کہ ملک کے استحقاق کی ایک اور علامت ہی وہ یہ ہی
کہ مخلوق اسکی اذعان پر ہو اور اسکی ہیبت و وقار لوگون کے دلون مین ہو اور لوگون کے دل اسکے ساتھ محبت کرین اور اسکے حکم کو دل سے
قبول کرین کہ اسکی فرمانبرداری اور انقیاد پر مطیع اور اسیکو عجم والے قدیم لوگ فارس کے خورہ کہتے تھے اور بادشاہان کیان کے ساتھ خورہ
ہی مخصوص تھا پھر انکے بعد اسکو فر کہنے لگے چنانچہ فریدون مین فر قرار دیتے تھے اور کیکاؤس سے فرۂ ایزدی جاتا رہا تھا پھر انھون نے اسکو
کیخسرو مین پایا اور یہان اسکو تابوت کے نام سے بیان کیا یعنے جسکی طرف امور کا مرجع ہی اسواسطے تابوت بروزن فعلوت از توب ہی
ای تمہارے پاس اسکی جہت سے وہ چیز آجاویگی جو اسکی بادشاہت ثابت ہونے کے واسطے چاہیے ہی یعنے اذعان طاعت و انقیاد (ای دل سے اسکے اوپر جھکنا)
و محبت جو اللہ دلون مین ڈال دیگا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین رعب کے ساتھ ایک مہینہ کی راہ تک فتح دیا گیا ہون یا وہ حالت
نفسانیہ اور ہیئت ہی جو اسکی صحت بادشاہت پر دلیل ہو فیہ سکینة من ربکم۔ ای وہ چیز ہی جسکی طرف تمہارے دلون کو سکون ہو وبقیة
مما ترک آل موسی وآل ہارون۔ یعنے جو ان دونون نے اپنی اولاد مین ایک معنے چھوڑے جسکو فر کہتے ہین اور وہ ایک نور ملکوتی ہی
کہ نفس اس سے روشن ہو جاتا ہی کیونکہ ملکوت سماوی سے مل جاتا ہی اور عالم قدرت سے اسکے حاصل ہو جانے پر علم سیاست اور تدبیر ملک و حکمت سے
زینت حاصل ہو جاتی ہی۔ تحملہ الملائکة۔ اور یہ تمہارے پاس آسمانی فرشتون کی وساطت سے نازل ہوگا۔ اور ممکن ہی کہ کہا جاوے
وہ کوئی صندوق تھا جسمین طلسم تھا جیسے لشکرون کی فتح و فیروزی کے طلسمات ہوتے ہین بنابر آنکہ روایت کیا گیا ہی کہ اسمین ایک صورت
تھی جسکا سر آدمی اور بلی کا اور دم مانند بلی کے تھی جیسے فریدون کے وقت مین درفش گاویان تھا۔ بنہر۔ وہ طبیعت جسمانیہ کا منہل ہی
فمن شرب منہ فلیس منی۔ ای جسنے اسمین سے افراط سے آسودہ ہو کر پیا وہ میرے لوگون مین سے نہین اسواسطے کہ طبیعت کے پابند اور
خواہشون کے بندے مخلوق الہی مین سے نہایت ذلیل و عاجز ہین انکو کہان قوت ہی کہ جالوت نفس امارہ سے قتال کرین اور نہ وہ جالوت
قوم عمالقہ سے جو دشمن دین تھا قتال کر سکتے تھے اسواسطے کہ انکو حمیت و تشدد نہین ہی۔ **الا من اغترف غرفة بیدہ** ای
سواے اسکے جسنے اسمین سے قدر ضرورت واحتیاج پر قناعت کی بدون اسکے کہ وہ شخص اسمین حریص ہو اور منہمک ہو۔ فشربوا منہ
ای منہ لگاکر پی گئے اور اسمین منہمک ہو گئے۔ **الا قلیلا منہم**۔ مگر انمین سے تھوڑے اسواسطے کہ جو لوگ ایسے ہین کہ طبیعت کی پلیدیون
سے پاک اور اسکے لگاؤ سے الگ اور اسکے میل سے صاف ہین وہ اپنے سواے دوسرون کی بہ نسبت تھوڑے ہین قال اللہ تعالے
وقلیل ما ہم۔ اور فرمایا۔ وقلیل من عبادی الشکور۔ اور یہ وہی لوگ تھے جو یقین کے ساتھ ایمان لائے تھے اور نور یقین سے جانتے تھے

کہ غالب ہوتا کچھ کثرت پر نہین بلکہ مدد الٰہی پر ہے پس قوت یقینی کے معائنہ پر صبر کرکے ظفر پائی مترجم کہتا ہی کہ بحمد اللہ تعالیٰ پارۂ دوم کی تفسیر بہ اشارات تمام ہوئی اور آیندہ پارۂ سوم شروع ہوتا ہی اور واضح رہے کہ مترجم عفا اللہ عنہ کو ایسی دی گئی کہ اس تفسیر سے استفادہ حاصل کرنے والے دو قسم کے برادران اسلام ہین بعض وہ کہ جنکو فارسی اردو مین مہارت ہے اور بعض وہ ہین کہ جنکو فی الجملہ عربی زبان مین مداخلت ہی اگرچہ پورے عالم نہون پس تفسیر مین صرف گروہ اول ہی پر نظر مقصود ہونا چاہیے کہ کوئی تحقیق لفظی یا تدقیق علمی بالکل نہ لائی جاوے بلکہ عام فہم مضامین کے ساتھ مین ایسے علوم بھی درج کیے جاوین کہ جنکے استفادہ سے فی الجملہ عربی دان مسلمان انکو اردو بیان سے حاصل کرکے درجۂ عالم پر پہونچ جاوے تو اس مجموعہ لطیف کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جماعت اول اپنے لائق مضامین سمجھ لینگے اور باقی جو انکی سمجھ سے زائد ہون انکو جماعت دوم حاصل کرلینگے لہذا تنبیہ کردی گئی کہ جن دقیق مضامین کو عام اہل اسلام نہ سمجھین تو تنگدل نہون کہ وہ علوم دوسری جماعت کے لیے ہین اور انسے جماعت اول بھی سمجھ سکتے ہین واللہ تعالیٰ الموفق والمعین والحمد للہ رب العالمین۔ تم الجزء الثانی ویتلوہ الثالث من قولہ تعالیٰ تلک الرسل

(افادۂ اصولیہ)

آیات و احادیث سے احکام فقہیہ استخراج کرنے کے لیے چند امور معلوم کرنا ضرور ہین آیات و احادیث مین کبھی در واقع مخالفت نہین ممکن ہی لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہم لوگون کو آیات قرآنیہ تو قطعی متواتر پہونچی ہین اور احادیث بروایت ثقات بطور صحیح حاصل ہوئین چنانچہ مقدمہ مین بیان ہوچکا پھر کبھی ہم کو مقدم و موخر و ناسخ و منسوخ معلوم نہونے سے ظاہر مین ایسا معلوم ہوتا ہی کہ آیت سے جو حکم نکلتا ہی وہ حدیث مین دوسری طرح مروی ہی پس ایسی صورت مین تلاش سے جمع کرنا چاہیے اور استخراج حکم کے لیے چند اصول ہین (اول) لفظ آیت یا حدیث مین جو کلمہ مستعمل ہوا اگر وہ ایسے معنی معلوم کے لیے موضوع ہو تو خاص کہلاتا ہی جیسے زید ایک شخص خاص ہی مرد ایک جنس خاص عورت دیگر جنس خاص ہی اور انسان نوع خاص ہی اور یہ اصطلاح منطق کے خلاف ہی اور کبھی اصول مین یون کہتے ہین کہ انسان جنس خاص ہی اور جسکے تحت مین مرد ایک نوع خاص عورت دیگر نوع خاص ہی۔ تثلیث عدد خاص ہی (دوم) اگر کلمہ جامع و شامل جماعت ہو تو عام ہی جیسے جو چیز۔ یا جو شخص وغیرہ پھر عام سے کبھی بعض افراد کی تخصیص ہوجاتی ہی اور ضرور ہوا کہ حنفیہ علما کے نزدیک اب قطعی عام کی تخصیص بھی قطعی دلیل سے ہو پھر جب ایک مرتبہ تخصیص ہوچکی تو آیندہ ظنی رہگیا تو ظنی دلیل سے بھی تخصیص ہوسکتی ہی (سوم) کلام جس مقصود کے لیے بولا گیا اسمین نص ہی اور بظاہر جو بات اس سے نکلتی ہی وہ ظاہر ہی (چہارم) آیت و حدیث کے جمع کرنے کا طریقہ یہ ہی کہ آیت۔ حدیث متواتر و اجماع متواتر تو قطعی ہین اور حدیث مشہور سے قرآن پر بڑھانا جائز ہی مگر حدیث آحاد صحیح اس معنے مین بدرجۂ قطعی نہین کیونکہ اسناد ظنی ہی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین سب قطعی تھے۔ اگر کبھی ظاہر مین یون نظر آوے کہ آیت و حدیث مین موافقت نہین ہی تو علمی اجتہاد سے دونون مین موافقت کا طریقہ سمجھو اور اگر تخصیص ہو سکے تو تخصیص کرو اور اگر نہو سکے تو مقدم و موخر معلوم کرکے ناسخ منسوخ دیکھو اور مقدمہ عین الہدایہ مین بعض وجوہ اصولی دیگر مذکور ہین اور ان اصول کا عملدرآمد کرنا خود آیات کی تفسیر مین موجود ہی۔ واللہ تعالیٰ ہو الموفق والحمد للہ رب العالمین

(۴) مناجات بدرگاہ باری تعالے (۵) حلیہ شریف (۶) نورنامہ (۷) چہل مسائل۔ مولفۂ مولوی عبداللہ بن عبدالسلام۔

شرح محمدی منظوم۔ مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری۔

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔

حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔

جواب السائلین۔ بطور استفتا۔

کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔

چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔

اشرف المسائل۔ از مولوی اشرف علیخان۔

رسالہ تجہیز و تکفین میت۔ از محمد عمر۔

فقہ فارسی

ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو مدت سے متداول ہر دو مجلد کامل۔

شرح سفر السعادت۔ از مولانا عبدالحق دہلوی معروف۔

حجج الحج۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔

تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبدالسلام۔

بتیان۔ در حکم تنباکو و حقہ از ملا معین الدین۔

ہدایۂ منظوم۔ مسائل فقہ منظم فارسی از ملا ناظم علی رحمہ۔

نامِ حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔

مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔

شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔

مسلک المتقین۔ مرغوب علماے ولایت از مولوی آکہ یار خان۔

فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔

قدوری۔ مترجمۂ مولانا ابو القاسم۔

شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبدالرحمن جامی۔

کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشے مع فرہنگ۔

مالا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔

شرح مختصر وقایہ کور میری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔

رسالۂ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔

رسالۂ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔

فقہ عربی

ابو المکارم۔ شرح مختصر وقایہ از عبداللہ بن محمد معروف۔

برجندی۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبدالعلی برجندی معتبر شرح۔

جامع الرموز۔ شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول۔

فتح القدیر حامل المتن للشام جلی ہدایہ اور بقلم خفی

فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد تصحیح جدید الطبع۔

ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد پر محشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل۔

۱- جلدین اولین عبادات -

۲- جلدین آخرین معاملات -

فتاواے عالمگیری - ہر چہار جلد کامل در شش جلد

ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد مین اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل -

ایضاً جلد اول وثانی تا آخر کتاب النکاح -

ایضاً جلد سوم وچہارم تا آخر کتاب -

فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل -

شرح وقایہ - از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح -

شرح وقایہ مترجمہ - مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم -

ذخیرۃ العقبی - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف -

اشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف مستند متداول -

ملاسکین - از یوسف نادصابا محشی جدید -

کنز الدقائق - محشی متداول درسی کتاب -

مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول -

عینی شرح کنز الدقائق - محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین -

(۱) جلدین اولین عبادات مین -

(۲) جلدین آخرین معاملات مین -

مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعۃ درسی متداول -

عمدۃ الصناعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم -

قدوری محشی - تالیف امام ابوالحسن درسی متداول -

اخلاق وتصوف اردو

جامع الاخلاق مین بیان کے اخلاق جلالی -

تہذیب النفوس - مصنفہ [illegible] الدین حسین -

باب دانش - مؤلفہ مولوی محمد کریم بخش -

اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان -

ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین مترجمہ مولانا ابوالحسن فریدآبادی -

خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش -

بستان تہذیب - جامع اخلاق وادب مرتبہ نواب حاجی محمد عمر علیخان بہادر فیروز جنگ

سیر الحقیقت - اصلاح نفس مین -

انتخابات - اخلاق وموعظت مین مصنفہ

منشی کاسنا پرشاد -

کیمیاے حکمت - حصہ اول بیان شرافت علم وادب -

نجات المومنین - ذکر کرامات حضرت شاہ نجابت اللہ -

تہذیب الاخلاق - مولفہ مولوی نجم الغنی -

پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلدین بتفصیل ذیل -

(جلد اول) ترجمۂ دفتر ۱ و ۲ و ۳ -

(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ -

اخلاق رضی - مصنفہ قاضی محمد رضی -

شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمۂ سید غلام حیدر صاحب -

تحفۂ سروری - نظم آداب عبادت مجلا عضا از مفتی غلام سرور -

کنز الاسرار - ترجمہ اردو و نظم شاہ بوعلی قلندر قدس سرہ ہموزن مثنوی از مولوی سید غلام حیدر خان -

چشمۂ فیض - نظم ترجمہ اردو پندنامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہ از مولوی عبدالغفور خان بہادر -

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار کامل در دو مجلد -

تہذیب احسانی - مولفہ حکیم احسان علی -

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی بشمول لوامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف حقائق ذخیرہ اسرار دقائق ترجمہ تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر
بن کثیر القرشی الدمشقی و تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر کا ایک نادر تحفہ جس میں بتائید تفسیر القرآن کی حمایت کی گئی ہے [illegible]

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیۃ النقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین قامع مکائد الغابین جامع الفضائل والفواضل [illegible]
المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی [illegible] ادام اللہ ایام [illegible]

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن و خوبی چھپی

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ذیل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہیں انہیں بعض کتب اردو و فارسی و عربی کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

تفاسیر قرآنی اردو

تفسیر قادری - ترجمۂ اردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلد مین -

تفسیر زاد الآخرت - نظم مین پوری تفسیر قرآن کی کمال عمدگی سے از مولوی عبد السلام -

تفسیر سورۂ اذا زلزلت - جدید الطبع -

تفسیر سورۂ فاتحہ - مسمٰی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین -

تفسیر سورۂ یوسف - مختصر از مولوی اشرف علی -

پنجسورہ مترجم - با ترجمۂ اردو -

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ - متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط -

تفسیر اسرار الفاتحہ - مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف -

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی - مسمٰی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج ہیے جو کتاب خزانۂ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی زینت کیجیے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط - فرعون و قارون کا نام بیہ نقط - روایت کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا ویسا ہی پایا جیسا شنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا -

تفسیر جلالین مع کمالین - محشی جدید مطبوعۂ دہلی -

تبیان فی اعراب القرآن - مؤلفۂ شیخ عبد اللہ بن حسین عکبری محدث مفسر نحوی - متوفی سنہ ۶۱۶ھ اس فن کی کوئی کتاب ہند مین طبع نہوئی - غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام درج ہوگیا ہے ساتھ مین رسالۂ فتح الخبیر مولانا ولی اللہ محدث دہلوی کا لگا ہوا ہے -

درر النظیم - خواص و تاثیرات آیات و سورہاے قرآنی مؤلفۂ قاضی ابو الحسن المصری -

توریت - بزبان عربی ترجمہ بطور اصل کے اسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا اور اردو ترجمہ بصرف زر خطیر مطبع ہذا کی طرف سے اضافہ ہوا -

فتح الخبیر - مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعۂ نفیس -

احادیث اردو

مظاہر حق - ترجمۂ مشکوۃ المصابیح مترجمۂ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم ومغفور کامل چار جلد مین ہر حامل المتن لیعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اسکا ترجمہ اردو مین -

تحفۃ الاخیار - ترجمۂ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی -

ترجمۂ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری ولد ورعی لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہین -

ایضاً - جلد دوم حسب مراتب بالا -

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین -

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف -

جامع ترمذی - امام ابو عیسیٰ از صحاح ستہ مین سے معروف مع رسالۂ اصول حدیث جرجانی و شمایل ترمذی جدید -

قسطلانی - شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمی بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات مین پوری شرح

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ

یہ سب رسول ہیں　بڑائی دی ہم نے　ایک کو　ایک سے　کوئی ہے

مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَآءَ

کہ کلام کیا اللہ نے اور بلند کیے بعض کے درجے　اور دی ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو نشانیاں کھلی اور زور دیا اسکو روح پاک کے ساتھ　اور اگر چاہتا

اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

اللہ نہ لڑتے　وہ لوگ　جو کہ بعد ان نبیوں کے امتی تھے بعد اسکے کہ پہونچے انکو کھلے حکم　ولیکن انہیں پھوٹ پڑی

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ

سو کوئی انہیں یقین پر رہا　اور کوئی　منکر ہوگیا　اور اگر چاہتا اللہ تعالےٰ تو نہ لڑتے　ولیکن اللہ تعالےٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے

تِلْكَ - مبتدا الرُّسُلُ - صفتہ وخبرہ - فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ - تخصیصہ بمنقبۃ لیست لغیرہ - یعنے تلک الرسل مبتدا ہے موصوف ہے اور خبر اسکی فضلنا بعضہم علی بعض ہے المعنے یہ رسول ہیں جنکا یہ مرتبہ ہے کہ ہمنے بعض کو بعض پر فضیلت دی ف اس طرح فضیلت دی کہ بعض کو مخصوص کیا ایسے منقبت سے جو دوسرے کے لیے نہیں ہے - اور اسکا جاننا ہر پیغمبر ہیں سوا اسے اللہ تعالےٰ کے غیر ممکن ہے - ہاں بعض خصائص بتلائے گئے ہیں چنانچہ فرمایا - مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ - انہیں بعض وہ کہ جس سے اللہ تعالےٰ نے کلام فرمایا ف جیسے موسیٰ علیہ السلام - اور حدیث صحیح مسلم میں ہے کہ آدم علیہ السلام بھی نبی مکلم تھے - وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ اور انہیں سے بعض کے درجات بلند کیے ف وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ باقیوں پر آپ کے درجات بلند فرمائے یا یوں طور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت رسالت کو عام فرمایا اور نبوت کو آپ پر ختم فرمایا اور آپکی امت کو باقی سب امتوں پر فضیلت دی اور کثرت سے معجزات عطا کیے اور خصائص عدیدہ سے اختصاص پایا اور مترجم کہتا ہے کہ آیت کی تفسیر میں یوں کہا جاوے کہ بعض کے درجات بلند کیے اور ان عالی مراتب پیغمبروں میں سب سے بلند مرتبہ حضرت سیدنا سرور عالم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ اور ہمنے عیسیٰ پسر مریم کو بینات یعنے معجزات ظاہرہ عطا کیے ف اور باوجود ان معجزات کے کہ مردہ کو باذن اللہ زندہ کرتے و اندھے کوڑھی کو باذن اللہ اچھا کرتے و مانند اسکے مزید اختصاص یہ ہے کہ - وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ - اور ہمنے اسکو روح القدس یعنے جبرئیل سے تائید و تقویت دی ف کہ جہاں جاتے روح القدس انکے ساتھ رہتے تھے - وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ - ہدی الناس جمیعا - مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ - بعد الرسل ای اممہم - اور اگر چاہتا اللہ تعالےٰ یعنے ہدایت دینا سب لوگوں کو چاہتا تو نہ لڑتے وہ لوگ کہ بعد انکے ای بعد رسولوں کے تھے یعنے انکی امتیں باہم لڑائی نہ کرتیں یعنے اختلاف یا حقیقی لڑائی کہ عیسیٰ کے بعد انکی امت تین فرقہ ہوکر باہم قتال نہ کرتے حتی کہ ہر فرقہ مارا گیا حالانکہ انھوں نے قتال کیا اس حالت میں کہ - مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ - بعد ازانکہ ان امتوں کے پاس دلائل واضحہ آچکے تھے ف پھر بھی اس طرح باہم لڑمرے کہ آپسمیں اختلاف کیا اور بعض نے بعض کو گمراہ قرار دیا - وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا - ولیکن انھوں نے اختلاف ہی کیا ف بسبب اسکے کہ مشیت الٰہی میں یوں ہی جاری تھا - فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ - پس انہیں سے بعض گروہ تو ایمان پر جا رہا - وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ - اور انہیں سے بعض نے کفر کیا ف بعد ایمان کے جیسے نصرانی کہ بعد مسیح علیہ السلام کے کافر

ہوگئے حتی کہ جو فرقہ یہ کہتا تھا کہ مسیح رسول اللہ بندہ تھا اسکو سب نے ملکر قتل کیا اور جو بچا وہ غاروں وجنگلوں میں گم ہوگیا۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ۔ اور اگر اللہ تعالے کو منظور ہوتا تو نہ لڑتے ولیکن اللہ تعالے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے ف یعنے جسکو چاہتا ہے توفیق دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے خوار کرتا ہے۔ کلّم از تکلیم ای کلام کرنا پس کلّم اللہ ای کلمہ اللہ۔ یعنے اس سے اللہ تعالے نے کلام کیا اور اس سے صریح ثابت ہے کہ اللہ تعالے کلام کرتا ہے اور یہی مذہب سب اہل سنت وجماعت ہے اور سلف وخلف سب اسپر متفق ہیں اور انبیاء علیہم السلام نے برابر اسکی خبریں دی ہیں لیکن فرقہ معتزلہ جو فلاسفہ کا جھوٹا کھانے والا ہے وہ اس سے انکار کرتا ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت عام ہونے کے یہ معنے ہیں کہ تمام دنیا میں قیامت تک جو شخص سنے اسپر واجب ہے کہ آپ پر ایمان لاوے ورنہ کافر مریگا اور آپ سے پہلے انبیاء میں یہ تھا کہ نبی خاصۃً ایک قوم کے واسطے مبعوث ہوتا تھا پھر واقع ہوا کہ قولہ ما اقتتل الذین۔ کی تفسیر ما اختلف الذین۔ یعنے باہمی قتال سے مراد باہمی اختلاف ہے کیونکہ اسی اختلاف سے قتال تک نوبت پہونچتی ہے لہذا فرمایا ولکن اختلفوا ۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں قتال مراد ہو جو شیخ سیوطی رح نے اختیار کیا تو وہ اسی طرح کہ اختلاف کرکے پھوٹ گئے اگرچہ حقیقۃً لڑائی نہوئی ہو یا اختلاف سبب قتال پیدا ہوا اگرچہ بعض امتوں میں قتال ہوا اور بعض میں واقع ہوا جیسے حضرت عیسیٰ ع کے فرقوں میں ہوا اور جیسے امت اسلامیہ میں پھوٹ کے بعد خوارج وروافض وغیرہ اہل السنۃ سے لڑمرے آور قولہ منہم من آمن یعنے ایمان پر ثابت رہا جیسے پیغمبر کے وقت میں تھا اور خوارج وروافض وغیرہ کیطرح پھوٹکر خارج ہوا اور اسمیں اشارہ ہے کہ جو شخص وقت اختلاف کے ثابت قدم رہا اسکو ثواب ایمان کا رہا اور حدیث میں بھی صحیح ہوا کہ جو شخص اختلاف اور فساد کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر ثابت رہا اور اسکو زندہ رکھا تو اسکو سو شہید کا ثواب ہے۔ اور اسمیں صریح اہل السنۃ کا حق ہونا نکل آیا کیونکہ یہ لوگ اسی عقیدہ و اسی طریقہ پر جمے رہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا اور ہر چند خوارج وروافض ومعتزلہ وجہمیہ وغیرہ نے اوہام وشکوک ڈالے مگر یہ لوگ ثابت قدم رہے آور آیت میں صریح دلیل ہے کہ یہ اختلاف ولڑائی موافق مشیت الٰہی عزوجل کے امتیوں میں واقع ہونا ضروری ہے۔ اور حدیث مشہور میں ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ میری امت بھی باہم مختلف ہوجائیگی۔ تو معلوم ہوا کہ جو مشیت الٰہی پہلی امتوں میں تھی وہ اس امت میں بھی جاری ہے اور اب یہ معجزہ سامنے آگیا کہ بعد آپ کے کسقدر اختلافات پھیل گئے اگر وہم ہو کہ جب اختلاف موافق مشیت الٰہی ہے تو اللہ تعالے اس پھوٹ پر راضی ہے جواب یہ کہ رضا ومشیت میں فرق ہے چنانچہ شیطان کا اور کفر کا وجود موافق مشیت ہے کیونکہ غیر ممکن ہے کہ اللہ تعالے نہ چاہے پھر واقع ہو لیکن اللہ تعالے کفر سے راضی نہیں ہے پس اسنے ہدایت وضلالت دونوں پیدا کرکے ہر ایک کا انجام بتلا دیا کہ ہدایت پر اللہ تعالے راضی ہوگا اور کفر پر ناراض ہوگا پس جسنے جو کچھ اختیار کیا اسی کا انجام پاویگا۔ پس مشیت کے خلاف کچھ واقع نہیں ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اسکی مملکت میں وہی جاری ہوتا ہے جو اسکی مشیت ہو اور یہاں سے معتزلہ کا قول باطل ہے کیونکہ اللہ تعالے نے صریح آگاہ فرمایا کہ اگر چاہتا کہ وہ لوگ باہم نہ لڑیں تو نہ لڑتے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اسنے چاہا کہ نہ لڑیں مگر وہ لڑمرے اور یہ جہالت وکفر ہے ذکرہ فی المدارک پھر جاننا چاہیے کہ تلک الرسل سے بعض نے کہا کہ یہی رسول مراد ہیں جنکا قصہ سورہ میں مذکور ہے یا جنکا علم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا پس الف لام عہد کا ہوگا اور بعض نے کہا کہ تمام رسول مراد ہیں اور الف لام استغراق کا ہے اور اسکی نظیر دوسری آیت کریمہ ہے کہ فرمایا۔ ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض وآتینا داؤد زبورا۔ اور بیضاوی نے کہا کہ آیت کریمہ اس امر کی دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مراتب متفاوت ہیں اور ابن کثیر رح نے کہا کہ حدیث معراج میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو مختلف آسمانوں پر اپنے اپنے درجہ کے موافق متفاوت دیکھا چنانچہ پارہ پندرہ شروع معراج میں تمام تفسیر بیان آویگی قولہ منہم من کلم اللہ شیخ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ جیسے موسیٰ علیہ السلام کہ انسے کوہ طور پر کلام فرمایا اور فرمایا وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ اور جیسے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے شب معراج میں کلام فرمایا اور نہایت تقرب کے ساتھ کہ قاب قوسین او ادنی کا وقت تھا اور معراج میں جبرئیل کا واسطہ نہ تھا حتی کہ جبرئیل علیہ السلام وہانتک جانے سے باز رہے تھے اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ موسی سے کلام کرنے میں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنے میں فرق عظیم ہے اور ایسے ہی آدم علیہ السلام سے کلام کیا جیسا کہ حدیث ابوذر رضی میں ہے جو صحیح ابن حبان وغیرہ میں مروی ہے اور مراد کلام کرنے سے بلا واسطہ کلام کرنا ورنہ بواسطہ جبرئیل علیہ السلام کے تو سب انبیاء سے واقع ہوا ہے اور قولہ ورفع بعضھم درجات جمہور مفسرین کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور لفظ مبہم سے اسواسطے فرمایا کہ ذہن سوائے آپ کے اور کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے اور یہ موجب مزید رفعت ہے گویا آپ ہی اس وصف کے واسطے متعین ہیں اور کثرت سے روایات انبیاء سابقین سے مثل موسی علیہ السلام وغیرہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وفواضل میں مروی ہیں اور یہی کافی ہے کہ توریت وانجیل میں فضائل جلیلہ موجود ہیں اور محی السنہ نے معالم میں اور ابن کثیر رح نے تفسیر جزاب ما بعدہ میں کہا کہ کسی نبی کو کوئی آیت نہیں دی گئی ہے مگر آنکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مثل اسکے دی گئی اور اس سے زیادہ دیگر آیات دی گئیں مانند شق القمر وحنین جذع آپ کے فراق میں و درختوں و پتھروں کا سلام کرنا اور حیوانوں بہائم کا کلام کرنا اور سجدہ کرنا اور آپ کی رسالت کی گواہی دینا اور آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی جاری ہونا مثل چشمہ کے وغیر ذلک معجزات و آیات ہیں اور ان میں سے ظاہر تر قرآن ہے کہ آسمان وزمین والے اسکے مانند لانے سے عاجز ہوئے پھر حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت کی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں کوئی نبی انبیاء میں سے مگر کہ دیا گیا وہ آیات سے ایسی چیز کہ ایمان لایا اسکے مثل پر آدمی اور میں جو دیا گیا ہوں تو وہ وحی خالص ہے کہ اسکو اللہ تعالی نے میری طرف وحی کیا ہے پس میں امید کرتا ہوں کہ قیامت میں میرے تابعین سب سے زائد ہوں (الحدیث فی الصحاح) پھر کشمیہنی کی روایت سے بسند جید حضرت ابوہریرہ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں فضیلت دیا گیا ہوں انبیاء پر چھ باتوں سے دیا گیا میں جوامع الکلم اور نصرت دیا گیا میں رعب سے اور حلال کی گئیں میرے لیے غنیمتیں اور کر دی گئی میرے لیے تمام زمین جگہ نماز پڑھ لینے کی اور رسول کیا گیا میں تمام مخلوق پر اور ختم کیے گئے مجھ پر نبی (الصحاح ایضا) اور کمالین میں ہے کہ ابوسعید نیشاپوری نے شرف المصطفی میں کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن خصلتوں سے اور انبیاء پر مخصوص کیے گئے ہیں وہ ساٹھ خصلتیں ہیں اور بعض نے خازن رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں کیونکہ آپ کی رسالت عام ہے لقولہ تعالی وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا یعنے ہمنے تو تجکو تمام سب آدمی لوگوں پر رسول بھیجا کہ انکو خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا ہے شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں میں ایک شخص اور یہودیوں میں سے ایک شخص میں باہم کھٹ پٹ ہوئی پس یہودی نے اپنی قسم میں کہا کہ نہیں بلکہ قسم ہے اس ذات کی جسنے موسی کو عالموں پر برگزیدہ کیا پس مسلمان نے اپنا ہاتھ اونچا کر کے یہودی کے منہ پر ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ او خبیث اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہودی مذکور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان کی شکایت کی پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم مجھے انبیاء پر فضیلت سے مت بیان کیا کرو کہ قیامت کے روز لوگوں کو بیہوشی طاری ہو گی پس میں پہلے افاقہ پاؤنگا پس میں موسی کو عرش کے پایہ سے چپٹا پاؤنگا پس مجھے نہیں معلوم کہ اسنے مجھ سے پہلے افاقہ پایا ہے یا اس سے وہ بیہوشی بدلا کر دی گئی جو اسکو کوہ طور پر ہوئی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ مت فضیلت بیان کرو انبیاء کے درمیان ہیں پس آیہ کریمہ اور اس حدیث میں کیونکر اتفاق ہو تو اسکا جواب کئی وجہ سے ہے اول آنکہ یہ امر جو آپ نے ارشاد فرمایا کہ فضیلت سے مت بیان کرو یہ پہلے اس سے تھا کہ آپکو وحی سے انبیاء پر تفضیل ہونا معلوم ہو لیکن شیخ ابن کثیر رح نے اس جواب کو ناپسند کیا اور اسکی وجہ شیخ رحمہ کے نزدیک یہی ظاہر ہے اسواسطے کہ یہود کا معاملہ ہونا اس سورہ مبارکہ کے بعد واقع ہوا ہے اور دوم یہ کہ یہ بسبیل تواضع ہے جیسا کہ فرمایا کہ تم میں سے کوئی مجکو مت کہو کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں حالانکہ

آپ جانتے تھے کہ مین انبیار سے افضل ہون چنانچہ خود فرمایا ہی انا سید ولد آدم یعنے مین اولاد آدم مین سے سب کا سردار ہون سوم یہ کہ تفضیل سے ممانعت ایسی حالت مین فرمائی کہ خصومت وجدال کی حالت ہو تاکہ انبیا کے بارہ مین باہم تعصب نہو کیونکہ جسنے کسی پیغمبر کے واسطے تعصب کیا اور دوسرے پیغمبر کی جناب مین کوتاہی سے نظر کی تو وہ کافر ہوجائیگا بلکہ تفضیلت مین یہ امر قطعی ملحوظ ہے کہ ہر پیغمبر کو آفتاب کمال جانے پھر افضل کو اس سے اوپر آفتاب جانے۔ اسیواسطے علماے نے اس مقام کو عوام کے ہاتھ مین نہین دیا کیونکہ وہ ذراسے وسوسہ شیطانی مین کافر ہوجاوینگے اور انکو خبر بھی نہوگی مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین مولود خوان بہت اس مصیبت مین مبتلا ہوتے ہین بالجملہ تعصب کی حالت مین ممانعت ہی اور اگر ایسی حالت نہو بلکہ تحقیق وسلامتی کی حالت ہو تو تفضیل مین مضایقہ نہین ہی۔ چہارم مراد یہ کہ محض اپنی رائے اور جانبداری سے فضیلت مت دو۔ ان تمام جوابون مین فضیلت دینا موافق آیت کے ثابت رہا اور پھر ابن کثیر نے پانچوان جواب نقل کیا کہ یہ مراد ہی کہ باہم انبیا مین تفضیل مت دو کیونکہ یہ مقام اللہ عزوجل کی طرف راجع ہی تمھارے اختیار مین نہین ہی اور تمپر تو مان لینا اور اسپر ایمان لاناہی واجب ہی یعنے آیت کریمہ سے اتنا ثابت ہی کہ اللہ تعالے نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور وہی جانتا ہی کہ کسکو کس پر فضیلت دی ہی اور تم نہین کسی دوسرے پر تفضیل دے سکتے ہو پس حدیث مین یہی مراد ہی کہ تم مت کسیکو تفضیل دو اور اس زمانہ مین بعضے لوگ اسی جواب کو پسند کرتے ہین اور کہتے ہین کہ قرآن مین تو یہ خبر دی کہ اللہ تعالے نے انبیا مین سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہی اور حدیث مین لوگون کو اپنی راے سے تفضیل دینے سے ممانعت ہی پس دونون مین تعارض نہین رہا اور حاصل اسکا یہ ہی کہ لوگون کو نہین چاہیے کہ کسی نبی کو دوسرے سے افضل کہین حتی کہ محمد صلی اللہ علیہ سلم کو بھی افضل نہین کہہ سکتے ہین **قال المترجم** اسمین شک نہین کہ آیت کریمہ سے اسیقدر ثابت ہوتا ہی کہ اللہ تعالے نے بعض انبیار کو بعض پر فضیلت دی اور کلام مجید مین صریح منصوص نہین کہ کون کس سے افضل ہی اور جب ہم حدیث کی طرف رجوع لاتے تو تفضیل سے ممانعت کی حدیث ملتی ہی مگر قرآن مجید مین قولہ فضلنا۔ مین تفضیل سے تکوین وایجاد بفضیلت مراد ہی یعنے اللہ تعالے نے انکو فضیلت کے ساتھ پیدا کیا ہی اور ہم لوگون کا تفضیل دینا اس معنے سے غیر ممکن ہی بلکہ لوگ تو فقط فضیلت کی طرف نسبت بیان کرتے ہین اور حدیث مین لاتفضلوا مین فضیلت کی طرف نسبت دینے سے منع کیا گیا ہی پھر دیگر احادیث مین صرف حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عموم فضیلت صحیح ہوئی ہی پس ان احادیث سے ہمکو معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ سلم افضل ہین اور یہ نصوص صریح ہین اور ممانعت کی حدیث محتمل تاویل ہی لہذا ائمہ اعلام نے اتفاق احادیث کے لیے حدیث منع مین تاویل کی اور احادیث افضلیت سے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے قائل ہوے اور اجماع امت بھی اسی پر ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ سلم باقی انبیا علیہم السلام بلکہ تمام عالم سے افضل ہین کما حکاہ الخازن رحمہ اللہ پس ظاہر ہوا کہ اجماع امت کے برخلاف جو بعض لوگون نے کہا ہی وہ لغو ومردود ہی اور صحیح وہی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے افضل ہین لیکن بہت احتیاط سے باقی سب انبیا علیہم السلام کو کمال ادب کے ساتھ کامل آفتاب جانتا ہے پھر باقی انبیا علیہم السلام مین بوجہ عدم نص کے ہمکو تفضیل باہمی کا علم نہین اگرچہ عنداللہ تعالے انکے مراتب مین فرق ہی اور مضایقہ نہین کہ قول اجماعی پر اگرچہ وہ خود حجت قطعی ہی بعض دلائل پیش کرون ازانجملہ محی السنہ کی روایت بطریق کشتیمیہنی کہ فضلت علی الانبیا بست ہی اگر کہا جاوے کہ شاید بعض انبیار پر ہو تو جواب یہ ہی کہ الف لام سے معہود موجود نہین اور خلاف بلاغت ہی بلکہ استغراق کا ہی بقرینہ مدح ودیگر احادیث باب کما سیاتی علاوہ بربن بعض مراد لینا خلاف ظاہر بلا دلیل ہی تو خلاف ظاہر بلا دلیل جائز نہین ہی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ اللہ تعالے نے فضیلت دی محمد صلی اللہ علیہ سلم کو انبیا پر اور آسمان والون پر پس لوگون نے کہا کہ یا حضرت انکو فضیلت آسمان والون پر کیونکر ہی تو فرمایا کہ اللہ تعالے نے آسمان والون کے حق مین فرمایا ومن یقل منہم انی الٰہ من

لہ یعنی فضیلت دیا گیا ہون انبیا پر جو آگے ہوئے ۱۲

دونہ فذلک نجزیہ جہنم کذلک نجزی الظالمین۔ اور اللہ تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر الآیہ۔ پھر لوگون نے پوچھا کہ انبیاء علیہم السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت کیونکر ہی تو کہا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم الآیۃ۔ اور اللہ تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس۔ پس آپ کو جن وانس سب کی طرف رسول فرمایا ہی۔ رواہ الدارمی اور اسکو شیخ ابن کثیرؒ نے تفسیر سورۂ سبا میں ذکر کیا ہی۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اول وہ شخص ہونگا کہ اسکے واسطے زمین شق ہوگی پس جنت کے حلون مین سے مجھے ایک حلہ پہنایا جائیگا پھر مین عرش کے دائین جانب کھڑا ہونگا خلائق مین سے کوئی بھی ایسا نہوگا جو اس مقام پر کھڑا ہو سوائے میرے۔ رواہ الترمذی وقال حسن صحیح اور ابی بن کعب سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبہم وصاحب شفاعتہم غیر فخر۔ یعنے جب دن قیامت کا ہوگا تو مین سب نبیون کا پیشوا ہونگا اور انکا خطیب ہونگا اور مین ہی شفاعت کی اجازت چاہنے والا ہونگا اور مین فخر نہین کرتا ہون۔ رواہ الترمذی وقال حسن صحیح۔ اور انسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین تمام لوگون مین سے اول ہونگا خروج مین[نکلنا ۱۲] جبکہ قبرون سے اٹھائے جاوینگے اور مین ہی انکا خطیب ہونگا جب وفد پہونچینگے اور مین ہی انکا خوشخبری دینے والا ہون جب نا امید ہونگے اور لواء[ایلچی ۱۲] اس دن میرے ہاتھ مین ہوگا اور مین اپنے پروردگار کے نزدیک اولاد آدم مین سے اکرم ہون اور فخر سے نہین کہتا ہون۔ رواہ الترمذی وحسنہ۔ اور جابرؓ سے روایت ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین پانچ چیزین دیا گیا ہون جو مجھسے پہلے کوئی نہین دیا گیا ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مین اسود واحمر کی طرف بھیجا گیا اور میرے واسطے جہاد کی لوٹ کا مال حلال کیا گیا حالانکہ مجھسے پہلے کیسیکے واسطے حلال نہین کیا گیا تھا اور زمین میرے واسطے پاک وطہور[پاک کرنے والی ۱۲] کیگئی اور سجدہ گاہ کردی گئی پس کوئی شخص ہو اگر اسکو نماز کا وقت آجاوے تو جہان ہو نماز پڑھ لے اور نصرت دیا گیا مین دشمن پر رعب کے ساتھ ایک مہینہ کی راہ تک اور دیا گیا مین شفاعت۔ رواہ الشیخان والنسائی اور ایک روایت مین زیادہ کیا اور بھیجا گیا مین جوامع الکلم کے ساتھ۔ اور حذیفہؓ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فضلنا علی الناس بثلث ای ہم فضیلت دیے گئے لوگون پر تین باتون مین یعنے حضرت صلعم پیغمبرون پر اور امت والے انکی امتیون پر۔ جعلت صفوفنا کصفوف الملائکۃ وجعلت لنا الارض کلہا مسجدا وجعلت تربتہا لنا طہورا اذا لم نجد الماء۔ ہماری صفین جہاد مین فرشتون کی صفون کے مانند کی گئین اور ہمارے واسطے تمام زمین سجدہ گاہ کردی گئی اور ہمارے لیے اسکی خاک طاہر کرنے والی کردی گئی جبکہ ہم پانی نہ پاوین۔ رواہ مسلم اور انسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز مین جنت کے دروازے پر آکر چاہونگا کہ دروازہ کھولا جائے تو دربان پوچھیگا کہ کون ہی مین کہونگا کہ محمد تو عرض کریگا کہ مین یہی حکم کیا گیا تھا کہ آپ سے پہلے کسی شخص کے واسطے دروازہ نہ کھولون۔ رواہ مسلم۔ اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث لیلۃ الجن مین فرشتون کا یہ قول روایت ہی کہ ہمنے ہرگز کوئی بندہ ابتک نہین دیکھا کہ جسکو ایسا دیا گیا ہو جیسا اس نبی کو دیا گیا ہی اور اس حدیث کو ترمذی نے بعد روایت کے صحیح کہا ہی۔ اور ابوسعید خدریؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین سردار اولاد آدم ہون قیامت کے دن اور فخر سے نہین کہتا اور میرے ہی ہاتھ مین لواء حمد ہوگا اور فخر سے نہین کہتا اور کوئی نبی خواہ آدم ہون یا انکے سوائے ہون سب کے سب میرے جھنڈے کے نیچے ہونگے اور مین پہلا وہ شخص ہونگا جسکے واسطے زمین شق ہوگی اور فخر سے نہین کہتا۔ رواہ الترمذی وحسنہ۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوے آپکا انتظار دیکھتے تھے پھر آپ نکلے جب قریب انکے پہونچے تو آپ نے سنا کہ وہ لوگ آپسمین باتین کرتے ہین پس آپ نے انکی باتین سنین پس بعض نے کہا کہ کیا خوب ہی کہ اللہ تعالے نے اپنے مخلوق مین سے ایک خلیل لیا اور ابراہیم کو خلیل بنایا پس دوسرے نے

کہا کہ یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں ہی کہ موسیٰ سے بے واسطہ کلام کیا پس تیسرے نے کہا کہ پھر عیسیٰ تو کلمۃ اللہ و روح اللہ ہیں اور چوتھے نے کہا کہ
آدم کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا ہی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ظاہر ہوئے پس سلام کیا اور فرمایا کہ میں نے تمہارا کلام سنا اور تمہارا تعجب کرنا کہ
ابراہیم خلیل اللہ ہی اور ہاں وہ ایسا ہی ہی اور موسیٰ نجی اللہ ہی اور ہاں وہ ایسا ہی ہی اور عیسیٰ روح اللہ و کلمۃ اللہ ہی اور ہاں وہ ایسا ہی ہی اور آدم
صفی اللہ ہی اور ہاں وہ ایسا ہی ہی اور آگاہ رہو تم کہ میں حبیب اللہ ہوں اور فخر سے نہیں کہتا اور میں ہی قیامت میں لوا حمد اٹھانے والا ہوں اور
فخر سے نہیں کہتا اور میں ہی قیامت میں اول شافع و اول مشفع ہوں اور فخر سے نہیں کہتا اور میں ہی پہلا وہ شخص ہونگا کہ جنت کی کنڈی ہلاؤنگا
پس اللہ تعالیٰ میرے لیے اسکو کھول کر مجھے اسمیں داخل کریگا اور میرے ساتھ فقرائے مومنین ہونگے اور فخر سے نہیں کہتا اور میں ہی اکرم الاولین
والآخرین ہوں اور فخر سے نہیں کہتا۔ رواہ الترمذی والدارمی۔ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ بھیجا گیا میں قرون بنی آدم میں سے ہر سب سے
اچھے قرن میں ایک ایک کرکے یہانتک کہ میں پیدا ہوا جس قرن سے تھا۔ رواہ البخاری۔ اور جابر بن عبداللہ کی مرفوع روایت میں ہی کہ میں ہی سرگروہ
مرسلین ہونگا قیامت میں۔ رواہ الدارمی۔ اور احادیث شفاعت میں ایک جملہ صالح اس مضمون کا مذکور ہی اور عمرو بن قیس کی حدیث میں ہی مرفوعاً کہ میں
ایک بات کہتا ہوں بدون فخر کے کہ ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ کلیم اللہ تو ہی اور میں حبیب اللہ ہوں اور قیامت میں میرے ہی ساتھ لوا حمد ہوگا۔ رواہ
الدارمی۔ اور ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہی کہ ابوطالب ملک شام کو گئے اور انکے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مع اور اشراف قریش کے گئے پھر جب
بحیرہؓ راہب پر ظاہر ہوئے تو وہ صومعہ سے اترا اور جب ان لوگوں نے وہاں اپنے کجاوے کھولے تو وہ راہب نکلکر انکے پاس آیا حالانکہ یہ لوگ
پہلے بھی اس طرف گذرتے تھے مگر وہ کبھی انکی طرف اپنے صومعہ سے نہیں نکلتا اور نہ التفات کرتا تھا پس اس حال میں کہ یہ لوگ اپنے کجاوے کھول
رہے تھے وہ راہب ان لوگوں کے بیچ میں پھرتا تھا یہانتک کہ نبی صلعم کے پاس آیا اور آپ کا ہاتھ پکڑکر کہنے لگا کہ سید العالمین ہی یہ رسول رب العالمین ہی اللہ تعالیٰ اسکو
رحمۃ للعالمین کرکے بھیجیگا پس قریش کے بوڑھوں نے کہا کہ تونے کیونکر جانا تو بولا کہ جب تم لوگ عقبہ سے ظاہر ہوئے تو کوئی درخت و پتھر ایسا نہ تھا کہ سجدے
میں نہ ہوا اور یہ چیزیں فقط نبی ہی کے واسطے سجدہ کرتی ہیں اور میں اس شخص کو اسکے خاتم نبوت سے پہچانتا ہوں جو اسکی غضروف کتف کے نیچے سیب کے
مانند ہی پھر لوٹ گیا اور ان لوگوں کے واسطے کھانا تیار کیا اور لیکر آیا تو حضرت صلعم اونٹ چرانے گئے تھے تب اس نے کہا کہ آدمی بھیجکر انکو بلاؤ تو جب آپ آتے
تھے تو آپ پر ابر سایہ کیے ہوئے تھا پس جب آپ لوگوں کے پاس آئے تو دیکھا کہ لوگوں نے درخت کا سایہ گھیر لیا ہی پس آپ بھی ایک طرف بیٹھ گئے اور سایہ
آپ کی طرف جھک گیا تو راہب نے کہا کہ دیکھو سایہ کو کہ اسکے اوپر جھک پڑا ہی پس اسی درمیان میں کہ وہ راہب انکو کھڑا ہوا قسمیں دلاتا تھا کہ اسکو روم میں
مت لیجاؤ کہ روم اسکو دیکھکر اسکی صفت سے پہچان کر اسکے قتل پر آمادہ ہونگے پس سر اٹھایا تو دیکھا کہ سات سوار روم سے آتے ہیں پس
راہب آگے بڑھکر انکے پاس گیا اور پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو تو انھوں نے کہا کہ اس مہینہ میں وہ نبی حجازی خروج کرنے والا ہی پس ہر راستہ پر
لوگ بھیجے گئے ہیں اور ہم اس راہ پر بھیجے گئے ہیں تو راہب نے پوچھا کہ تمہارے پیچھے کوئی اور بھی ہی جو تم سے بہتر ہو اور دانستہ ہو تو بولے کہ ہمکو تو یہی
خبر دی گئی کہ اس راستہ پر جاویں ادھر اسکے آنے کی خبر ہی تو راہب نے کہا کہ بھلا جس امر کو اللہ تعالیٰ پورا کرنا چاہتا ہی اسکو کوئی روک سکتا ہی بولے
کہ نہیں تو کہا کہ پھر اس سے بیعت کرو اور اسکے ساتھ رہو پھر راہب نے کہا کہ میں تمکو قسم دلاتا ہوں کہ اسکا ولی کون ہی تو بولے کہ ابوطالب ہی پس راہب
برابر اسکو قسم دلاتا رہا یہانتک کہ ابوطالب نے نبی صلعم کو واپس کیا اور ابوبکر نے آپ کے ساتھ بلال کو بھیجا اور راہب نے انکو کعک اور روغن زیتون زاد راہ دیا
ہکذا رواہ الترمذی و حسنہ۔ بجائے بلال کے دوسرے غلام خدیجہؓ ہیں پس یہ احادیث و آثار صریح ہیں کہ حضرت صلعم افضل جمیع ہیں پس بعض لوگوں سے عجب
ہی کہ باوجود صحت اسقدر احادیث کے تفضیل دینے سے منع نکالتے ہیں حالانکہ جمیع سابقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں افضل ہونیکا اطلاق

له یعنی بزرگی کا جھنڈا ۱۲
عه اور یہ شخص [illegible] ۱۲

کہا اور یہی صحیح ہے واللہ تعالے اعلم اور اگر یہ مطلب ہے کہ رفع بعضہم درجات کی یہ تفسیر بالرائے ہے منصوص نہیں ہے تو جواب یہ کہ نہیں بلکہ ماثور ہے اسواسطے کہ دلائل نقلی موجود ہیں پھر رائے سے تفسیر کہاں ہے۔ قولہ ولکن اللہ یفعل ما یرید۔ یعنے جو چاہتا ہے کرتا ہے اسپر اسکے ملک میں کوئی اعتراض نہیں ہے اور روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک شخص نے تقدیر کا سوال کیا تو فرمایا کہ راہ تاریک ہے تو اسمیں مت چل پھر اسنے دوبارہ سوال کیا تو فرمایا کہ بڑا گہرا سمندر ہے تو اسمیں مت گھس پھر اسنے تیسری بار سوال کیا تو فرمایا کہ یہ اللہ تعالے کا بھید ہے کہ تجھپر پوشیدہ ہے تو اسکی تفتیش مت کر **قال المترجم** اسمیں اشارہ ہے کہ اہل بیان کامل اس بھید سے مجمل واقف ہوجاتے ہیں اور انکو اطمینان ہوجاتا ہے اور ابتدائی لوگوں پر خفی ہوتا ہے اور اسمیں بحث کرنا عقل سے باہر ہے اور سخت گمراہی کا خوف ہے اور جو شخص کہ قدر پر ایمان نہ لایا وہ تشریر بدتر ہے اور اسپر کفر کا اطلاق کیا گیا اور یہ حدیث ابن عمر میں مصرح ہے کمارواہ مسلم۔ وقال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض **شیخ ابو بکر فارسی صوفی** رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے ہر ایک چیز کو یونہی پیدا فرمایا ہے کہ اسمیں باہم فضیلت ہے اور انکی مقداریں باہم متفاوت ہیں یہانتک کہ رسولوں کے حق میں بھی اللہ عزوجل نے فرمایا کہ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض تاکہ اس سے لوگوں پر مخلوق کا ناقص ہونا اور اللہ عزوجل کا کامل ہونا معلوم ہوجاوے کہ جب انبیاء میں یہ کیفیت ہے تو دوسروں کا کیا ذکر ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ

ای ایمان والو خرچ کرو اسمیں سے جو ہمنے تمکو رزق دیا ہے پہلے اس سے کہ آوے وہ دن جسمیں نہ فروخت ہے اور نہ دوستی اور نہ سفارش

وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اور کفر کرنے والے وہی گنہگار بندے ہیں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ۔ ہو یوم القیامۃ الکبری۔ **لَّا بَیْعٌ**۔ فداء۔ **فِیْهِ وَ لَا خُلَّةٌ** صداقۃ تنفع۔ ای ایمان والو جو ہمنے تمکو رزق دیا اس سے خرچ کرو قبل ازانکہ ایسا دن آوے کہ اسمیں بیع نہیں یعنے فدیہ قبول نہیں اور نہ دوستی نافع ہے ف یعنے اس دن کوئی دوستی خلاف رضائے الٰہی عزوجل کے کارآمد نہوگی۔ **وَّ لَا شَفَاعَةٌ**۔ بغیر اذنہ اور کوئی شفاعت نہیں ہے یعنے بدون اللہ تعالے کے اجازت کے کسی سے سفارش ممکن نہوگی اور یہ دن وہ قیامت کا روز ہے۔ کوفیین و نافع و ابن عامر کی قراءۃ میں بیع وخلۃ وشفاعۃ تینوں کو رفع ہے اور ابن کثیر و اہل بصرہ کی قراءۃ میں سب کو نصب ہے **وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ**۔ اور اللہ تعالے یا اسکے فرائض سے انکار کرنے والے بھی ظالم لوگ ہیں ف اسوجہ سے کہ امر الٰہی کو بیجگہ صرف کرتے ہیں اور یہی ظلم ہے کہ کسی چیز کو اسکی جگہ سے خارج رکھا جاوے معالم میں ہے کہ سدی رح نے کہا کہ مراد اس انفاق سے زکوٰۃ مفروضہ ہے یعنے نفل خیرات شامل نہیں ہے اور زمخشری نے کہا اسپر دلیل یہ ہے کہ آخر میں اسکے ترک کرنے والے پر وعید ہے کہ فرمایا والکافرون ہم الظالمون۔ اور اسیکو مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا ہے اور معالم میں کہا کہ غیر سدی نے کہا کہ مراد انفاق بطور نفل و خیرات کے ہے اور بعض نے کہا کہ مراد یہاں فرض و تطوع دونوں کو شامل ہے اور قرطبی نے کہا کہ اس تاویل پر جسوقت جہاد واجب ٹھہرے تو اسوقت انفاق مذکور واجب ہوگا اور جسوقت ایسا نہو اسوقت مستحب ہوگا اور اس قول کے معنے یہ ہیں کہ مثلاً کافروں نے مسلمانوں کے کسی سرحد پر حملہ کیا اور وہ لوگ انکے دفع کرنے پر قادر ہیں مگر انکے پاس خرچہ نہیں ہے تو قریب والوں پر واجب ہوگا کہ انکو خرچہ دیں فتدبر۔ اور **ابن کثیر** نے انفاق نفل اختیار کیا چنانچہ کہا کہ اللہ تعالے نے بندوں کو راہ خیر میں انفاق کا حکم دیا تاکہ اس سے اپنے پروردگار کے پاس ثواب جمع کریں اور حکم دیا کہ انکو چاہیے کہ ایسا کرنے میں جلدی کریں یعنی زندگی دنیا میں قبل اسکے کہ آوے قیامت کا روز کہ نہ اسمیں بیع ہے اور نہ خلت اور نہ شفاعت **قال المفسر** یعنے نہ فداء ہے پس فداء کو بیع فرمایا اسواسطے کہ اپنی جان کے خریدنے کو مال دیکر فداء کہتے ہیں پس وہاں مطلق بیع کی نفی کردی جس سے یہ بھی منفی ہوگیا یعنے کسی سے فدیہ نہیں لیا جائیگا اگرچہ زمین بھر کے

ہونا لے آوے باوجودیکہ محال ہی اور علما نے فرمایا ہی کہ نصوص دلالت کرتے ہین کہ مومنون کے درمیان خلت اور شفاعت باجازت آلہی ثابت ہوگی پس یہان جو علی العموم نفی فرمائی ہی یہ عام مخصوص ہی اور کہا گیا کہ لاینفعہم شفاعۃ الشافعین۔ کافرون کو شفاعت نافع نہوگی۔ اس سے نکلتا ہی کہ مسلمانون کو شفاعت فائدہ دیگی اور قولہ والکافرون ہم الظالمون۔ مین کہا گیا کہ مبتدا اپنی خبر مین محصور ہی اور یہ قواعد بیان سے واضح ہی اسواسطے کہ ہم ضمیر منفصل سے تاکید ہی اور یہ نہین ہی کہ ظالمون وہی کافرون ہون یعنے اسکا عکس کلی نہین ہی یعنے یہ نہین ہی کہ جو حکم آلہی مین گناہ کرے وہ کافر ہی تاکہ لازم آتا کہ گنہگار مسلمان بھی کافر ہین اسلیے کہ چیز کو بے موقع رکھنا ظلم ہی پس جسنے حکم آلہی کی فرمانبرداری نہ کی اسنے اپنی جان پر ظلم کیا جیسے کافر کرتے ہین کہ اپنی جان کو دوزخ مین جلاتے اور اسپر ظلم کرتے ہین بلکہ کافرون ہی کو ظالمون مین محصور کیا ہی اور اسی سے عطاؒ سے مروی ہی کہ حمد وثنا ہی اس پروردگار کو جسنے فرمایا کہ والکافرون ہم الظالمون اور یون نہین فرمایا والظالمون ہم الکافرون رواہ ابن ابی حاتم

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ

اللہ اسکے سوا کسیکی بندگی نہین جیتا ہی سب کا تھامنے والا نہین پکڑتی اسکو اونگھ نہ نیند اسیکا ہی جو کچھ آسمان اور زمین مین ہی

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ

کون ایسا ہی کہ سفارش کرے اسکی پاس مگر اسکی اذن سے جانتا ہی جو خلق کے روبرو ہی اور جو انکے بیٹھ پیچھے اور وے نہین گھیر سکتے

بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا

اسکے علم مین سے کچھ بھی مگر وہ جو چاہے گنجایش ہی اسکی کرسی مین آسمانون اور زمین کو اور نہین تھکا دیتا ان دونوکا تھامنا

وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝

اور وہی ہی اوپر سب سے بڑا

اَللّٰہُ اللہ تعالے موجود ہی۔ لَآ اِلٰہَ۔ لا معبود بحق فی الوجود۔ یعنے ہستی مین کوئی معبود برحق نہین ہی ف اگرچہ مشرکین اپنے زعم مین معبود باطل بناتے ہین لیکن معبود حق کوئی نہین۔ اِلَّا ھُوَ۔ مگر وہی اللہ موجود ہی۔ اَلْحَیُّ۔ الدائم البقاء ہمیشگی کے بقا والا۔ اَلْقَیُّوْمُ۔ المبالغ فی القیام بتدبیر خلقہ۔ اپنے مخلوق کی تدبیر کے ساتھ قیام کرنے مین بہت کامل۔ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ۔ نہین آتی اوسپر اونگھ۔ وَلَا نَوْمٌ اور نہ نیند ف اللہ تعالے کی شان مین یہ جسمانی عارض کا وجود محال ہی۔ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اسیکے واسطے ہی جو کچھ آسمانون وزمین مین ہی ف یعنے جو کچھ ان دونون مین ہی سب اسیکا ہی باعتبار ملک وباعتبار خلق وباعتبار بندہ ہونے کے یعنے سب اسیکے مخلوق مملوک بندے ہین۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ۔ وہ سفارشی کون ہی یعنے ای لا احد کوئی نہین ہی کہ۔ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اسکے یہان سفارش کرنے پر جرأت کرے۔ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ لہ فیہا مگر با جازت دینے اللہ کے ف اس شخص کو سفارش کرنے مین۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ۔ اللہ تعالے کے لیے ہی جو انکے سامنے ہی ف یعنے مخلوق کے سامنے موجود ہی اور وہ دنیا ہی۔ وَمَا خَلْفَھُمْ۔ اور جو کچھ مخلوق کے پیچھے ہی ف یعنے اوٹ ہی اور وہ آخرت سب اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی۔ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ۔ اور اسکے علم سے مخلوقات کچھ بھی احاطہ نہین کرتی ف یعنے نہین جانتے ہین کسی شی کو اسکی معلومات مین سے اور یہ مراد نہین کہ احاطہ نہین کرسکتے ہین اگرچہ جانتے ہون کیونکہ درواقع مخلوقات تو معلومات آلہی مین سے کچھ نہین جانتے۔ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ ان یعلمہم منہا باخبار الرسل۔ مگر وہی چیز کہ چاہا ہے کہ آگاہ کردے ف یعنے مخلوق صرف اسی چیز کو جان گئے جو اللہ تعالے نے اپنے رسولون کے ذریعہ سے انکو بتلائی تو جیسے بتلائی اسی قدر جانتے ہین۔ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اسکی کرسی نے آسمانون وزمین کو احاطہ کیا۔ ف بعض نے اسکے یہ معنے بیان کیے کہ گھیر لیا اسکے علم نے آسمانون و زمینون کو۔ اور بعض نے یہ معنے بیان کیے
کہ احاطہ کر لیا اسکے ملک نے ان دونون کو اور بعض نے فرمایا کہ کرسی بعینہ مشتمل ہی ان آسمانون و زمین کو کیونکہ حدیثین ہین کہ نہین ساتون آسمان اندر
کرسی کے مگر ایسے کہ جیسے سات درم ڈال دیے گئے ایک ڈھال مین وَلَا يَؤُدُهُ ثقیلہ گران نہین ہوتی اسکو حِفْظُهُمَا۔ ای السموات
والارض آسمانون وزمین کی حفاظت ف بلکہ نہایت آسانی سے اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین اگرچہ کرورون پیدا کر دیے۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ
اور وہی علی ہی ف یعنے اپنی مخلوق پر متعالی ہی ساتھ قہر کے۔ الْعَظِيمُ۔ الکبیر بڑے مرتبہ والا ہی۔ ف یہ آیت کریمہ قرآن مجید کی ان
آیات مین سے ہی جنکے فضائل بہت ہین اور عنقریب انشاء اللہ تعالے بعد تحریر تفسیر کے اسکے فضائل و عجائبہ لکھے جاوینگے ابن کثیر رحمہ اللہ نے
بیان فرمایا کہ اس آیت کریمہ مین دس مستقل جملہ ہین (۱) اللہ لا الہ الا ہو۔ یعنے نہین کوئی معبود برحق وجود مین مگر وہی بلکہ مترجم کہتا ہی کہ اسکے یہ معنے
ہین کہ سوائے حق تعالے کے کوئی الوہیت والا نہین ہی اور یہ اخبار ہی کہ تمام خلائق کے واسطے الٰہیت مین وہی منفرد ہی اور قولہ الحی القیوم یہ دونون خبر ثانی
وثالث ہین کیونکہ ضمیر ہو کی صفت نہین ہو سکتی ہی اسلیے کہ صفت کو موصوف ظاہر چاہیے اور ضمیر موصوف نہین ہوتی ہی یا مبتدائے محذوف کی خبر
قرار دی جاوین آور الحی۔ چونکہ اسکو کہتے ہین جو زندہ ہو اور اسکا تصور جناب باری تعالے مین نہین ہو سکتا لہذا اسکے لازم سے تفسیر کیگئی یعنے
دائم البقا اور بعض نے کہا کہ الحی وہ کہ امور کا متصرف ہو اور اشیاء کی تقدیر کرنے والا ہو اور ابن جریر نے ایک جماعت سے نقل کیا کہ جسطرح
اللہ تعالے نے اپنی ذات پاک کو حی سے وصف کیا ہو ایسا ہی رکھا جاوے اور اسکو تسلیم کیا جاوے یا یون طور کہ وہ زندہ ہی نہ مانند زندگی مخلوقات کے بلکہ
مخلوقات کو جو زندگی ہی اصل ہی یہ اسکی صفت حیات کا پرتو ہی اور یہ قول اسلم ہی اور القیوم یعنے نہایت مبالغہ سے قیومی کی صفت والا ہی اگر کہا جاوے کہ اللہ
تعالے کی شان مین مبالغہ نہین ہو سکتا کیونکہ مبالغہ تو ایسی چیز مین متصور ہی کہ وہان کمی بیشی ممکن ہو۔ جواب یہ کہ مراد یہ ہی کہ اپنی مخلوق کی تدبیر و حفاظت
مین ایسے کمال سے قائم ہی کہ وہ خلق کے نزدیک مبالغہ تصور ہوتا ہی اگرچہ اللہ تعالے کے صفات مین فی نفسہ کوئی مبالغہ نہین ہی یا جن چیزون کو قائم کرتا
ہی انکی کثرت و بیشمار ہونے کی وجہ سے قیوم فرمایا ہی اور بعض نے کہا کہ قیوم وہ کہ خود بذاتہ قائم ہو اور غیر کا قائم رکھنے والا ہو اور عمر رضہ و ابن مسعود رضہ وغیرہم
سے القیام کی قراءۃ آئی ہی اور قیوم و قیام دونون صیغہ مبالغہ ہین اور بعض نے ذکر کیا کہ قیوم عرب کے نزدیک زیادہ معروف ہی شاید زمانہ اسلام سے
پہلے کم معروف ہوگا اور بعد کو زیادہ معروف ہوا اور بنا صیغہ کی راہ سے بیشبہہ قیوم افصح ہی (۲) لا تاخذہ سنۃ ولا نوم قیومیت پوری ہونے مین یہ
ہی کہ قیوم کو سنۃ ولا نوم نہو یعنے قیوم کی تعلیل کے مانند ہی یعنے قیوم اسوجہ سے کہ اسکو اونگھ و نیند نہین پہنچ سکتی اور جمہور کے نزدیک سنۃ یعنے اونگھ ہی یعنے
نیند سے پہلے اعضا کا ڈھیلا پن اور آنکھون کا بند ہو جانا پھر جب اثر اسکا باطن تک پہونچا تو نیند آجاتی ہی اور مراد یہ ہی کہ اللہ تعالے سبحانہ پر اونگھ و نیند
کچھ بھی طاری نہین ہوتی ہی اور دراصل یہ اسکے امکان کی نفی ہی یعنے یہ ممکن ہی نہین ہی چنانچہ حدیث مین ابو موسی رضہ سے روایت ہی کہ ہم مین رسول اللہ
صلعم خطبہ پڑھنے کھڑے ہوے پانچ کلمات سے پس فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل سوتا نہین اور نہ سونا اسکے لائق ہی تا آخر حدیث رواہ مسلم اور سنۃ
کو نوم پر مقدم کیا کیونکہ وہ وجود مین مقدم ہوتی ہی و علی ہذا اور دہوتا ہی کہ جب مقدمہ ہی نادار دہی تو جو اسکے بعد ہی وہ بطریق اولے نہ پایا جائیگا اور امام
رازی نے جواب دیا کہ مراد یہ ہی کہ اونگھ ہی اسپر طاری نہین ہو سکتی تو نوم کہان سے آسکتی ہی اور پوشیدہ نہین کہ یہ جواب ضعیف ہی اور بعض نے جواب دیا
کہ یہان نفی ابتدائی و انتہائی سب کی نفی بترتیب وجودی منظور ہی یعنے اونگھ نادار دجو اول آتی ہی اور نیند نادار دجو آخر آتی ہی۔ اور یہ جواب بھی کچھ نہین
اسواسطے کہ جب اول ہی نہو تو آخر کہان سے ہوگا اور اولی جواب یہ ہی کہ لا تاخذہ مین معنے غلبہ کے ہین جیسا کہ شیخ ابن کثیر رحہ نے اپنی تفسیر مین اسطرف
اشارہ کیا ہی لا تغلبہ سنۃ پس معنے یہ ہین کہ نہ اسپر اونگھ کو کچھ قابو ہی اور نہ اونگھ سے بڑھکر نوم کو کچھ قابو ہی اسواسطے لا نوم بتکرار حرف لا فرمایا کہ سنۃ

سے بڑھکر جو چیز قابو والی ہی اسکی بھی مستقل نفی ہوا ور حاصل یہ ہی کہ اللہ عزوجل ایسا قیوم پاک ہی کہ قیومیت کمالیہ اسی کو سزاوار ہی کہ اسکی شان کے گرد کوئی
نقص نہ غفلت نہ ذھول کچھ بھی نہین پھٹک سکتا کہ قیومیت و تدبیر و حفظ خلق مین کچھ خلل پیدا کرے سبوح قدوس ربنا و رب الملائکۃ والروح اور
آگاہ رہنا چاہیے کہ عبد الرزاق و ابن جریر نے ابن عباس سے موقوفًا اور ابن جریر نے ابوہریرہ سے مرفوعًا روایت کیا کہ حضرت صلعم منبر پر فرماتے تھے
کہ موسیٰ کے دل مین خیال آیا کہ بھلا اللہ تعالے سوتا ہی کہ نہین تو اللہ تعالے نے ایک فرشتہ بھیجا جسنے موسیٰ کو تین رات دن جگایا پھر ظاہر مین آکر انکو
دو پتلی شیشیان دے گیا اور حکم کر گیا کہ خبردار انکو حفاظت سے رکھنا پس موسیٰ نے نیند مین جھونکے کھانے شروع کیے قریب ہوتا کہ شیشے لڑ جاوین
پھر چونک جاتے یہانتک کہ ایکبار کچھ نیند مین آگئے کہ دونون ہاتھ لڑ گئے اور دونون شیشیان ٹوٹ گئین پس اللہ عزوجل نے ایک مثل بیان فرمائی
کہ اگر اللہ تعالے سوتا تو آسمان و زمین کو کون تھامتا (اسکی اسناد ضعیف ہی اور آیندہ عشرہ کے اخیر مین آویگا) **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بنی
اسرائیل کی باتین ہین اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکا ثبوت کچھ نہین ہی اور یہ صریح معلوم ہی کہ موسیٰ علیہ السلام نبی اولوالعزم پر ایسی بات نہین
پوشیدہ ہوسکتی ہی اور **ابن ابی حاتم** نے روایت کی کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ سے پوچھا کہ بھلا تمہارا پروردگار سوتا ہی تو موسیٰ نے فرمایا کہ ڈرو اللہ تعالے
سے یعنے گستاخ کلمہ مت کہو پھر اللہ تعالے نے موسیٰ کو وحی کی کہ تجھسے پوچھتے ہین کہ تیرا پروردگار سوتا ہی تو دو پتلی شیشیان لے اپنے ہاتھ مین اور
شب کو قیام کر پھر انکے ٹوٹنے کو ذکر کیا قریب قریب سکے جیسا کہ اوپر گذرا ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ سب بنی اسرائیل نادانون کی باتین ہین جنکو عرفان و ایمان سے
بہرہ نہ تھا اور انبیاء علیہم السلام پر ایسی بندشین باندھا کرتے تھے واللہ تعالے اعلم (۳) لہ ما فی السموات والارض یہ اخبار ہی کہ سب کے سب اسکے
بندے ہین اور اسکے ملک ہین اور اسکے غلبہ قدرت کے زیر حکومت ہین مانند قولہ ان کل من فی السموات والارض الا آتی الرحمن عبدا۔ نہین کوئی آسمانون
و زمین مین مگر کہ آنے والا ہی رحمن کے پاس بندہ ہوکر۔ اور لام لہ مین قہر کا ہی یا ملک کا یا ایجاد کا یعنے اسی کے مقہور یا مملوک یا مخلوق ہین اور لفظ ما۔ مین
تغلیب غیر ذوی العقول کی ہی پس ذوی العقول ہون یا غیر ذوی العقول ہون جو کچھ ہی اسکے ملک و مخلوق و عبید ہین اور اسمین منکرون کا رد ہی جو ستارے
یا بتون وغیرہ کو پوجتے ہین کیونکہ وہ مخلوق ہین مثل پوجنے والے کے اور عبادت کیے جانے کی لیاقت نہین رکھتے ہین (۴) من ذا الذی یشفع عندہ
الا باذنہ۔ کوئی نہین ایسا جو اسکے نزدیک سفارش کرے بدون اسکی اجازت کے۔ پس بہتیرے بت پرست جو زعم کرتے ہین کہ ما نعبدہم الا لیقربونا
الی اللہ زلفی۔ ہم ان بتون کو اسیواسطے پوجتے ہین کہ خداے تعالے کے نزدیک ہمکو تقرب دلاوین۔ انکا خیال باطل ہی کیونکہ وہان بدون رضاے
حق کے کسیکو ہیبت و جلال سے بولنے کی مجال نہین اور اللہ تعالے ایسے کافرون سے راضی نہین کہ جو اسکے سواے کسی دوسرے کی عبادت
کرین اسلیے کہ عبادت جناب باری تعالے کے واسطے خاص ہی۔ وقال تعالے کم من ملک فی السموات لا تغنی شفاعتہم شیئا الا من بعد ان یاذن اللہ
لمن یشاء ویرضی۔ بہتیرے فرشتے آسمان مین ہین کہ کچھ بھی نفع نہین دے سکتی انکی سفارش مگر بعد اسکے کہ اجازت دے اللہ تعالے جس شخص کے
واسطے چاہے اور راضی ہووے اور احادیث بدرجۂ تواتر پہونچی ہین کہ اللہ تعالے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت عطا فرمائی اور قیامت
مین اجازت ہوگی اور چونکہ وعدۂ الٰہی خلاف نہین ہوتا لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شفاعت کرنا یقینی ہی اور صحیح ہوا کہ آپ کی شفاعت
ایسے مسلمانون کے لیے بھی ہوگی جو گنہگار ہین اگرچہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوے ہون اور اگرچہ بغیر توبہ کے مر گئے ہون لیکن بمشیت و رضاے الٰہی
وہ تقدیر ہی کہ دیکھیے کس کے واسطے مقدر و نصیب ہو اسیواسطے مسلمانون کو دعا تعلیم کیگئی کہ بعد اذان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
وسیلہ عطا کرنے کی دعا مانگین تا کہ انپر شفاعت نزول کرے اسیواسطے اپنے لیے دعا کرتے ہین کہ اللہ تعالے ہم گنہگار بندون کو آپ کی شفاعت روزی
کرے اور حدیث صحیح مین ہی کہ وسیلہ ایک درجہ ہی جنت مین کہ وہ سواے ایک کے اور کسیکو نہین ملیگا اور حدیث مین ہی کہ حضرت صلعم نے اس

درجۂ اعلیٰ کی اپنی ذات مبارک کے واسطے امید کی ہے اسواسطے کہ تمام فضیلت آپ ہی کو ہے اور حدیث مین ہے کہ جسنے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اسپر میری شفاعت نازل ہوگی اور اذان کے بعد قبولیت دعا کا وقت ہے اسیواسطے دعاے اذان جو ماثور ہے اللّٰھم رب ہذہ الدعوۃ التامۃ و الصلوۃ القائمۃ الخ اسمین یہی مانگا ہے اور یہ جو مین نے ذکر کیا ہے تمام اہل سنت کا مذہب ہے اور فرقۂ معتزلہ و خارجی وغیرہ اسکے مخالف ہین ولیکن یہ جان لینا چاہیے کہ جو شخص شرک مین پڑا اگرچہ مسلمان کہلاتا ہو وہ مسلمان نہین رہا کیونکہ ایمان تو اعتقاد ہے اور جب اسنے ستیلا پوجی اور جانا کہ ایسا کرنے سے یہ میرے بچہ کو چیچک سے بچاویگی یا مانند اسکے کسیکو اعتقاد کیا اور سواے خدا کے کسیکو سجدہ کیا اس لائق سمجھکر تو وہ کافر ہوگیا اور یہ کھلی بات ہے اللہ تعالےٰ ہمکو اور سب مسلمانون کو اس سے بچاوے اور ایمان کی توفیق دے (۵) یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم۔ اسمین ضمیر ایدیھم اور خلفھم کی تمام مخلوق کی طرف راجع ہے اگرچہ ضمیر ذوی العقول کی ہے پس ذوی العقول کو غلبہ دیا اسواسطے کہ نیک کام کرنے کے مکلف وہی ہین پس اللہ تعالےٰ کو آگاہ جانکر گناہ سے باز رہین اور مراد یہ ہے کہ علم اسکا تمام کائنات کو محیط ہے خواہ وہ اب موجود ہون یا ہزارون برس پہلے گذرے ہون یا آیندہ ہووین کیونکہ ماضی و حاضر و مستقبل تو ہمارے اعتبار کرکے ہے اور اللہ عزوجل کے علم مین وہ سب ایسی طرح ہین کہ ہمارے علم مین اسطرح ہونا ممکن نہین ہے اسواسطے کہ احاطہ کرکے سب طرح اور سب کیفیت سے ذرہ ذرہ کھلا چھپا تمام و کمال وہی خوب جانتا ہے اور ہم لوگ تو اپنے ہاتھ کے بنائے پیالے کو اوندھا وین تو ہمکو اسکا پیندا نہین معلوم ہوتا اور اوپر سے معلوم ہوا بھی تو اسکی مٹی کا جگر نہین معلوم ہوتا اور جگر بھی توڑ کر دیکھ لیا تو ذرہ نہین معلوم ہوتا اور یہ جسکو معلوم کہا گیا یہ بھی علم نہین بلکہ یون کہنا چاہیے کہ نظر آیا اور نظر ہماری کچھ چیز ہے دیکھو کہان بتی وغیرہ تماشے کرتے ہین اور سانپ والا سانپ دکھلاتا ہے حالانکہ نظر بندی ہے اور جادوگر کا جادو ہے اس نظر کے اعتماد کرنے والے جو اللہ تعالےٰ و اسکے رسول کے احکام نہین مانتے ہین بڑے بیوقوف ہین اور یہی حال انکی عقل کا ہے جو انکی نظر کا بیان ہوا ایسے آسمان جن و شیطان سے انکار کرنے والے اس فرقۂ گمراہ کے سردار ہین اور بیوقوفون کو بہکاتے ہین کہ ہم تو عقل و نظر دوربین سے دیکھ بھال کر چلتے ہین۔ زین لھم الشیطان اعمالھم فصدھم عن السبیل ونعوذ باللہ من الضلال۔ اور ما بین ایدیھم کی تفسیر یا تو جو پہلے گذرا یعنی ما خلفھم جو آویگا یا دنیا و آخرت مراد ہے اور مجاہد سے روایت ہے کہ جو دنیا گذری اور جو آخرت آتی ہے اور بہرحال مقصود یہ ہے کہ وہ تمام کائنات کا کامل وجہ پر احاطہ کرنے والا ہے اپنے علم قدیم سے اور اسپر کوئی ذرہ اور کوئی خفی چیز خواہ کلی ہو یا جزئی ہو کبھی اور کہین ہو پوشیدہ نہین وہ اسکو اچھی طرح جیسی وہ ہے جانتا ہے اور اس سے رد ہوا فلاسفہ وغیرہ گمراہ فرقون کا کہ جو کہتے ہین کہ اللہ تعالےٰ جزئیات کو مثل زید و عمرو و بکر وغیرہ کے مخصوص طور پر جیسے وہ ہین نہین جانتا بلکہ بطور کلی جانتا ہے اور ایسے لوگ کافر ہین اور تاویل مذکور مفید نہین ہے واللہ اعلم (۶) ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء۔ نہین مطلع ہوتا کوئی شخص علم الٰہی مین سے کسی چیز پر الا اسی پر جس سے اللہ عزوجل نے آگاہی دیدی اور اسپر اسکو مطلع کردیا۔ پس اس تاویل پر احاطہ سے مراد اطلاع ہے اور یہ متعین ہے اسواسطے کہ احاطہ کے ساتھ تو کسی شخص کو علم ہوتا ہی نہین ہے ولیکن اللہ تعالےٰ احاطہ سے جانتا ہے اسکے مقابلہ مین لا یحیطون فرما دیا یعنے مخلوق احاطہ سے نہین جانتے ہین اور مراد یہ ہے کہ مطلع نہین ہوتے ہین مگر اسی پر جس سے اللہ تعالےٰ نے اطلاع دیدی پس بندون کے پاس جو اسباب علم اور جاننے کے ہین وہ بدون تاثیر الٰہی نہین کام دیتے ہین اور یہی حق ہے اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ احتمال یہ بھی ہے کہ شاید یہ مراد ہو کہ اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کے متعلق علم سے کوئی مطلع نہین مگر اسیقدر کہ اللہ تعالےٰ نے آگاہی دیدی بذریعہ رسولون کے کہ انکی رسالت کی دلیل ہو (۷) وسع کرسیہ السموات والارض۔ اسمین علماء کے اقوال مختلف ہین۔ بعض نے کہا کہ کرسی ہی عرش ہے اور یہ فقط اللہ تعالےٰ کی عظمت و جلالت کا تصور دلاتا ہے ورنہ درحقیقت وہ چیز کوئی معین نہین ہے چنانچہ تفتازانی نے کہا کہ یہ اس باب سے ہے کہ ایک حسی چیز سے ایک معنے عقلی حقیقی پر دلالت کردی گئی جو کہ عقل بشر سے باہر ہین اور یہی بیضاوی کا مطلب معلوم ہوتا ہے کہ اپنی تفسیر مین کہا کہ درحقیقت نہ کرسی ہے اور نہ اسپر بیٹھنے والا بلکہ یہ فقط تمثیل ہے یعنے اللہ تعالےٰ کی عظمت کو بندون کے ذہن مین بقدر امکان ڈال دیا اور بعض نے کہا کہ کرسیہ یعنے

قدرت نہ ہو یعنے اسکی قدرت ایسی عظیم ہے کہ اس سے یہ آسمان و زمین قائم رہتے ہیں اور اسکی قدرت کے سامنے کچھ چیز نہیں ہیں اور اسی سے دیوار کی کرسی
اور مکان کی کرسی کہلاتی ہے یعنے جسکے اعتماد پر دیوار و مکان قائم ہو۔ اور قاموس میں ہے کہ کرسی بالضم والکسر یعنے تخت اور یعنے علم اور جمع اسکی کراسی آتی
ہے۔ اور ایک جماعت سلف نے فرمایا کہ کرسی سے یہاں مراد علم ہے اور اسی سے علما کو کراسی کہتے ہیں اور اسی سے اُس کتاب کو کراسہ کہتے ہیں جسمیں علم
مدون ہوتا ہے۔ اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی قوله وسع کرسيه السموات والارض - کہا ابن عباس نے
علمہ یعنے اسکے علم میں۔ اور ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ اسی کے مثل خود سعید بن جبیر سے مروی ہے اور معنے سعت کے احتمال و امکان قیام ہیں چنانچہ کہتے
ہیں ہذا لیسعہ یعنے یہ اسکی گنجایش رکھتا ہے اور برداشت کرسکتا ہے اور اسکو ٹھیک رکھ سکتا ہے پس یہ قول بنا بر ایسی تاویل کے جو مناسب لغت ہے اور ابن
جریر رحمہ اللہ نے اسیکو ترجیح دی ہے اور عرف میں کرسی یعنے تخت وغیرہ بیٹھنے کی چیز کو کہتے ہیں اور بعض علماے سلف سے یہ قول مروی ہے کہ مراد
یہاں کرسی سے ایک شے معین ہے اور ابن جریر رحمہ اللہ نے ابو موسی و سدی و ضحاک و مسلم البطین سے روایت کیا کہ کرسی موضع ہر دو قدم ہے اور یہ بمانند
اسکے ہے جو عرش کے باب میں سلف رحمہم اللہ سے اول پارہ میں مذکور ہوا ہے اور اسپر کوئی اعتراض جو عوام وہم کرتے ہیں وارد نہیں ہوتا ہے اسواسطے
کہ اسکی کیفیت مجہول ہے اور یہ قطعی ہے کہ کوئی شے مثل اللہ تعالے کے نہیں ہے پس کرسی مانند کرسی مخلوق کے نہیں ہے۔ اور بیٹھنا مانند بیٹھنے مخلوق کے
نہیں ہے اور اگر کہا جاوے کہ کرسی و بیٹھنا تو یہی ہمارے خیال میں آتا ہے جو ہم جانتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہ نہیں بلکہ یوں سمجھو کہ جیسے تم مخلوق میں سوا
دو قسم کے جواہر و اعراض کے اور نہیں جانتے ہو حالانکہ قطعًا یقین کرتے ہو کہ اللہ تعالے نہ جوہر ہے نہ عرض ہے وہ سب سے پاک و منزہ ہے ویسی ہی وہ چیزیں
جو اسکی طرف نسبت کیجاتی ہیں وہ بھی اسکے لائق ہیں ایسی نہیں جیسی تم خیال کرتے ہو کیونکہ تمہارا خیال تو محض مخلوق ہے وہ خالق عزوجل کو جو
تصور و خیال سے پاک ہے کیونکر تصور کرسکتا ہے اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ وکیع نے اپنی تفسیر میں کہا کہ حدثنا سفیان عن عمار الدہنی عن مسلم البطین عن سعید
بن جبیر عن ابن عباس کہا کہ کرسی موضع القدمین ہے اور عرش ایسی شے ہے کہ کوئی اسکی قدر نہیں جان سکتا ہے اور اسکو حاکم نے بھی روایت کیا اور کہا کہ شیخین
کی شرط پر صحیح ہے۔ اور سدی نے ابو مالک سے روایت کی کہ کرسی زیر عرش ہے اور سدی نے کہا کہ آسمان و زمین بیچ کرسی میں ہیں اور کرسی سامنے عرش
کے ہے اور ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ ساتوں آسمان و زمین اگر پھیلائی جاویں پھر ایک دوسرے سے ملائی جاویں تو کرسی کی وسعت کو
نہ پہنچینگے بلکہ ایسی ہونگی جیسے ایک چھلا کسی لق و دق میدان میں پڑا ہوتا ہے رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم اور ابن زید نے اپنے باپ سے
روایت کی کہ نہیں ساتوں آسمان درمیان کرسی کے مگر جیسے سات درم ایک ڈھال میں ڈال دیے گئے اور کہا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ نہیں کرسی درمیان عرش کے مگر جیسے لوہے کا چھلا جو میدان لق و دق میں ڈال دیا گیا رواہ ابن جریر اور ابوذر غفاری سے روایت
ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلعم سے کرسی کو دریافت کیا تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ نہیں ساتوں آسمان اور ساتوں زمین
کرسی کے مقابلہ میں مگر ایسی جیسے ایک چھلا ایک لق و دق میدان میں پڑا ہو اور عرش کی بڑائی کرسی پر ایسی ہے جیسے اس وسیع میدان کی بڑائی بمقابلہ
اس چھلے کے رواہ الحافظ ابو بکر بن مردویہ اور ظاہر ان آثار و اخبار سے یہ ہے کہ کرسی مملکت کی تصویر ہے اور اسپر بیٹھنا و قیام وغیرہ مراد نہیں ہے اور مقصود
اس سے یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی سلطنت و عظمت کا اعتقاد کریں کہ دنیا والوں کی بادشاہت اسکے مقابلہ میں کتنی ہیچ ہے کیونکہ بڑا بادشاہ جو دو تین ملک کا
حاکم ہو بہت بڑا بادشاہ خیال کرتے ہیں اور بہت لوگ اس سے ڈرتے ہیں حالانکہ وہ تمام زمین کا ایک جزو ہے اور تمام زمین اس جوف کا جو آسمان زمین کے
بیچ میں ہے نہایت چھوٹا جزو ہے اور تمام زمین اس سورج کے مقابلہ میں مثل [illegible] کے ہے تو تمام آسمان کے مقابلہ میں ایسے چھوٹے ہوے کہ ذرہ سے بہت کم کہ
گویا اسکا پتا ہی نہیں پس کرسی کے مقابلہ میں تو گویا معدوم ہے پھر عرش کے مقابلہ میں تو بیب گویا معدوم ہیں کہ انکو کوئی نسبت ہی نہیں پس

دنیا مین جسکو جہالت سے شہنشاہ ہفت اقلیم فرض کرین اسکی ہستی سلطنت کی کرسی کے مقابلہ مین ذرہ کے برابر نہین ہوسکتی حتی کہ گویا معدوم ہے تو عرش باری تعالے سے کیا نسبت پھر جناب باری جل جلالہ وہی شہنشاہ ہے بلکہ یہ لفظ کسی مخلوق کے واسطے بولنا حلال نہین بلکہ حرام ہے۔ ہان بادشاہ کہنا وارد ہے پھر جب بادشاہ ان نابود لوگون پر بولتے ہو تو اسکی شان کبیر وجلیل کو قیاس کرو اور یہی اللہ تعالے نے فرمایا۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ نہین قدر جانتے اللہ عزوجل کی جو اسکی قدر کا حق ہے۔ اسی سے ڈرو اسیکی فرمانبرداری کرو اور عاجزی کرو کہ اے سلطان عرش ہم لوگ گویا درحقیقت معدوم ہین ہمکو تو نے کس قدرت وصنعت سے پیدا فرمایا ہم سخت عاجز ہین ہم کہان تیرے حق قدر کو جان سکتے ہین تجھی کو عظمت وکبریائی ہے تو ہی شہنشاہ ہے ہم تیرے بنائے بندے ہین سراسر تیرے احسان مین ہین۔ اللّٰھم ربنا عافنا واعف عنا وتب علینا واھدنا وانت ارحم الراحمین۔

اور جاننا چاہیے کہ اسلام مین بڑا فتنہ ان لوگون نے پھیلایا جنھون نے علم ہیأت کے زعم پر کہا کہ کرسی وہ فلک ہشتم ہے اور نوان آسمان عرش ہے اور یہ پیروی فلاسفۂ یونان کی ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور یہ وہم وگمان محض باطل ہے اور ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا کہ اسکو ائمۂ علما نے رد کردیا ہے فاستقم۔

(۸) ولا یؤدہ حفظھما۔ اسے ثقیل نہین اسپر حفاظت ان دونون یعنے آسمان وزمین کی اور اکثر اہل تفسیر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یؤدہ کی ضمیر اللہ تعالے کی طرف راجع ہے اسے ثقیل نہین اللہ تعالے پر بلکہ آسان ہے اور زجاجؒ نے کہا کہ احتمال ہے کہ ضمیر کرسی کی طرف راجع ہو یعنے کرسی پر ان آسمانون وزمین کی حفاظت جو اسکے بیچ مین ہے گران نہین اور یہ احتمال حفاظت کی نسبت کرسی کی طرف صحیح ہوسکتی ہے کیونکہ بحکم الٰہی ہے (۹) وھو العلی العظیم۔ علو سے مراد کبھی مکانی بلندی ہوتی اور کبھی قدر ومنزلت کی بلندی ہوتی ہے پس مکان کی راہ سے بلندی کسیکا مذہب نہین کیونکہ اللہ تعالے زمان ومکان وجہت ووضع سے پاک برتر ہے اور مکان کی راہ سے بلندی کا سوائے فرقہ گمراہ مجسمہ کے جو اللہ تعالے کے واسطے جسم وجہت کے قائل ہین اللہ تعالے انکو خوار کرے اور کوئی قائل نہین ہے اور وہ لوگ کافر ہین اور اہل سنت مین سے کوئی اس بات کا قائل نہین اور بعضے بے وقوفون نے جو یہ گمان کیا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے کہ اللہ تعالے عرش پر مستوی ہے وہ بھی جسم کے قائل ہین تو یہ محض باطل بہتان ہے اللہ تعالے پناہ مین رکھے ہمنے انکا اعتقاد ومطلب سب مفصل بیان کردیا ہے فتذکر اور بعضون نے جو زعم کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بنابر روایت ابو مطیع کے اللہ تعالے کے واسطے جہت بالا کے قائل ہین تو یہ تم غلط ہے امام ابوحنیفہ اس بات کے قائل ہین کہ جیسے سلف نے الرحمن علی العرش استوی ہے تاویل نہین کی بلکہ کہا کہ ہان اللہ تعالے عرش پر مستوی ہے مگر اسکی کیفیت وماہیت ہمکو نہین معلوم ہے باوجودیکہ ہم یقین جانتے ہین کہ ہر نقص سے اللہ تعالے پاک ہے اور کوئی شے اسکے مانند نہین ہے پس عرش پر مستوی ہونا ایسا نہین ہے جیسا وہم وگمان مین آتا ہے بلکہ اللہ تعالے کی ایک صفت ہے پس ابوحنیفہؒ بھی اسیکے قائل ہین اور یہ کہتے ہین کہ اللہ تعالے سے دعا کیجائے تو اسکے علو مرتبہ کی راہ سے اوپر کی جہت کی طرف دعا کیجاوے اور اسکے قائل نہین ہین کہ اللہ تعالے خود اوپر کی جہت مین ہے نعوذ باللہ منہ پس جسنے امام ابوحنیفہؒ کیطرف یہ گمان کیا اسنے غلط کیا۔ بالجملہ یہان بلندی سے مراد قدر ومنزلت کی بلندی ہے یعنے اللہ تعالے تمام مخلوق اور کل چیز سے بلند مرتبہ ہے بلکہ اللہ عزوجل کی بلندی وعظمت کے مقابلہ مین کسیکو کچھ بھی بلندی نہین تاکہ کچھ نسبت ہو سکے اور بعض نے کہا برتر ہے سلطنت وقہر کی راہ سے اور اسکو مفسر سیوطیؒ نے اختیار کیا۔ اور بعض نے کہا کہ برتر ہے اس سے کہ کسی وصف بیان کرنے والے کا وصف اسکو پہونچے یعنے وصف کرنے والا تو اپنی طاقت اور علم بھر وصف کریگا اور اللہ تعالے کی ذات وصفات تک کسیکا علم پہونچے کیا مجال ہے او تعالے ویسا ہی ہے جیسا اسنے خود اپنا وصف فرمایا اور بندے اسیکی پیروی کرتے ہین اور اس وصف کی حقیقت کو بھی نہین پہونچتے ہین پھر خود بیچارے کہان سے وصف کرینگے اور اسی معنے کر حدیث مین آیا ہے۔ انت کما اثنیت علی نفسک تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے اپنا خود وصف فرمایا ہے۔ پھر مفسرؒ نے جو تفسیر اختیار کی ظاہر انظر ترجیح نظیر ہے کہ اللہ تعالے نے فرعون خوار کی نسبت فرمایا ان فرعون علا فی الارض۔ یعنے غالب بنا اور قہر کیا زمین مین پس علو کے یہی معنے سلطان حقیقی عزوجل کے ساتھ لیے گئے جسکی شان تحقیقی ہے

پھر جاننا چاہیے کہ مین نے نو جملے لکھے اور ابن کثیر وغیرہ نے دس بیان کیے ہین کیونکہ الحی القیوم کو مین نے اول مین داخل کر دیا ہی فافہم۔ اس تمام
تفسیر سے واضح ہوا کہ یہ آیہ کریمہ بہت بڑے مسائل الہیہ کو مشتمل ہی اور اسمین توحید وصفات باری تعالے کے اعظم مسائل ہین اسی سے اعظم آیہ قرآن
ٹھہری اور سید آیہ ٹھہری چنانچہ ابی بن کعب سے روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے پوچھا کہ کون آیت کتاب اللہ تعالے مین اعظم ہی ابی نے
عرض کیا کہ اللہ تعالے اور اسکا رسول داناتر ہی پس کئی بار لوٹایا تو آخر ابی بن کعب نے عرض کیا کہ آیۃ الکرسی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ای ابو المنذر تجکو علم
مبارک گوارا ہو۔ رواہ احمد ومسلم اور نیز ابی بن کعب کی حدیث مین ہی کہ ابی رض کے ایک جرین[له] مین چھوارے تھے وہ اسکی پرداخت کرتے پس دیکھا کہ وہ کم ہوتے
ہین تو ایک رات نگاہبانی کی تو ناگاہ ایک جانور مثل طفل بالغ کے نظر آیا پس مین نے اسکو سلام کیا اسنے سلام کا جواب دیا۔ مین نے پوچھا تو انسی ہی یا جنی
ہی بولا جنی ہون مین نے کہا اپنا ہاتھ مجھے دے اسنے دیدیا تو کتے کا سا ہاتھ تھا اور کتے کے سے رویں اسپر تھے مین نے کہا کہ جن ایسے ہی پیدا ہوے ہین
یا تو ہی ایسا ہی اسنے کہا کہ جن جانتے ہین کہ انمین مجھسے زیادہ زبردست نہین ہی مین نے کہا کہ تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا بولا کہ مجھے خبر ہوئی تھی
کہ تو صدقہ دینا بہت پسند کرتا ہی تو ہمنے چاہا کہ تیرے طعام سے لیجاوین تو ابی رض نے اس سے کہا کہ کون چیز ہمکو تم لوگون سے بچاوے بولا کہ یہ آیۃ الکرسی
پھر صبح کو ابی رض نے حضرت صلعم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ خبیث نے یہ بات سچ کہی۔ رواہ ابو یعلی الموصلی والحاکم وصححہ اور انس رض کی حدیث
طویل مین جسمین آنحضرت صلعم نے اپنے صحابہ مین سے ایک سے نکاح کرنے کو پوچھا ہی آیۃ الکرسی کو چوتھائی قرآن فرمایا ہی رواہ احمد اور معنے اسکے یہ
ہین کہ ثواب اسکا چوتھائی قرآن پڑھنے کے برابر ہی اور آیۃ الکرسی کی فضیلت سے کبھی بقول تحقیق یہی معنے ہین کہ اسکے پڑھنے مین ثواب زیادہ ہی
اور یہی مراد بعض قرآن کے بعض پر افضل ہونے کے ہین کیونکہ صفات الہی عزوجل مین فضیلت ہی پس جسمین کہ مین مذکور افضل ہو وہ افضل ہی۔ اور
بخاری مین ابوہریرہ رض سے روایت ہی کہ مجھے رسول اللہ صلعم نے زکوۃ رمضان (یعنے صدقہ فطر) کی حفاظت پر وکیل کیا پس ایک آنے والا آیا اور طعام مین سے لپ بھر بھر
سمیٹنا شروع کیا پس مین نے اسکو پکڑ لیا اور کہا کہ مین تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلونگا بولا کہ مجھے چھوڑ دو کہ مین محتاج عیالدار
ہون اور مجھے بہت حاجت پیش آئی ابوہریرہ نے کہا کہ مین نے اسکو چھوڑ دیا پس صبح کو مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ای ابوہریرہ رات
والے تیرے قیدی کا کیا حال ہوا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسنے شدت کی محتاجی وعیالداری بیان کی مین نے رحم کرکے اسکو چھوڑ دیا آپ نے
فرمایا کہ اسنے تجھسے جھوٹ کہا پھر آویگا پس مین نے حضرت صلعم کے کہنے سے یقین کیا کہ ضرور آویگا پس مین نے تاک لگائی پھر اسنے آکر طعام سمیٹنا
شروع کیا مین نے پکڑا اور کہا کہ تجھے رسول اللہ صلعم کے پاس لیچلونگا اسنے کہا کہ مجھے چھوڑ دو مین محتاج عیالدار ہون اب نہ آونگا مین نے رحم کھاکر
اسکو چھوڑ دیا صبح کو مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ای ابوہریرہ رات تیرے قیدی کا ماجرا کیا ہوا مین نے عرض کیا کہ اسنے محتاجی اور عیالداری کی شکایت کی
مین نے رحم کھاکر اسکو چھوڑ دیا فرمایا کہ اسنے تجھسے جھوٹ کہا اور پھر آویگا پس مین نے تیسری بار تاک لگائی پس اسنے آکر طعام مین سے لپ بھرنے شروع
کیے پس مین نے اسکو پکڑ لیا اور کہا کہ تجکو رسول اللہ صلعم کے پاس لیچلونگا اور یہ تیسری بار ہی ہر بار تو کہتا ہی کہ نہ آونگا پھر آتا ہی بولا کہ مجھے چھوڑ دے مین تجھے
کچھ کلمات سکھلاؤن کہ اللہ تعالے تجکو انسے نفع دیگا مین نے کہا وہ کیا ہین بولا کہ جب بچھونے پر جاوے تو آیۃ الکرسی پڑھ اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم
یہانتک کہ آیت ختم کر دے تو برابر تجپر اللہ تعالے کی طرف سے ایک نگہبان رہیگا اور تجھسے شیطان قریب نہوگا یہانتک کہ صبح ہوجاوے پس مین نے
اسکی راہ چھوڑ دی پھر صبح کو مجھسے رسول اللہ صلعم نے پوچھا کہ تیرے رات والے قیدی نے کیا کیا مین نے کہا یا رسول اللہ اسنے زعم کیا کہ وہ مجھے چند کلمات
سکھلاتا ہی کہ اللہ تعالے مجھے انسے نفع دیگا تو مین نے اسکو چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کہ وہ کیا ہین عرض کیا کہ مجھسے اسنے کہا کہ جب تو بچھونے پر آوے تو آیۃ
الکرسی اول سے آخر تک پڑھ اور مجھسے کہا کہ برابر تجپر اللہ تعالے کی طرف سے ایک نگہبان رہیگا یہانتک کہ تو صبح کرے۔ اور صحابہ کا یہ حال تھا کہ یہ لوگ

[له] مکان میں بالاخانہ پر بخاری کی طرح پر بناتے اور اوسمین چھوہارے بھر دیتے تھے ۱۲ م

نیکی کے بہت حریص تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای ابوہریرہ وہ تجھسے سچ بول گیا حالانکہ وہ سخت جھوٹا ہی پھر فرمایا کہ ای ابوہریرہ تو جانتا ہی کہ تین رات سے توکس سے باتیں کرتا ہی میں نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ شیطان تھا رواہ البخاری والنسائی اور ابوالمتوکل الناجی نے ابوہریرہؓ سے دوسرے سیاق سے اسیکے قریب قریب روایت کیا کہ ابوہریرہ کے پاس صدقہ کی کوٹھری کی کنجی تھی اور اسمین چھوہارے تھے پس ایک روز جا کر دروازہ کھولا تو دیکھا کہ اسمین سے ایک لپ بھر کر چھوہارے نکل گئے ہین پھر دوسری بار ایک دن کھولا تو دیکھا کہ اسمین ایک لپ بھر نکل گئے ہین پھر تیسری بار ایک روز کھولا تو بھی دیکھا کہ اسمین سے اتنے نکل گئے ہین پس ابوہریرہ نے حضرت صلعم سے اسکی شکایت کی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ بھلا تو چاہتا ہی کہ اس شخص کو پکڑے مین نے عرض کیا کہ ہان فرمایا کہ جب تو دروازہ کھولے تو کہنا کہ پاک ہی وہ جسنے تجھ محمد کے لیے مسخر کر دیا پس ابوہریرہ نے دروازہ کھولکر کہا کہ سبحان من سخرک لمحمد تو ناگاہ وہ چور سامنے کھڑا نظر آیا پس ابوہریرہ نے کہا کہ ای خدا کے دشمن تو ہی ایسا کرنے والا ہی بولا کہ ہان مگر مجھے چھوڑ دے مین اب نہ آؤنگا مین اسکو نہ لیتا مگر جن مین سے ایک فقیر گھروالون کے واسطے لیتا تھا الی آخر الحدیث رواہ ابن مردویہ اور امام احمد و ترمذی نے ایسا ہی قصہ حضرت ابوایوبؓ کا روایت کیا اور اسمین ہی کہ جب انھون نے رسول صلعم سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ جب تو اسکو یعنے غول کو دیکھنا تو کہنا بسم اللہ اجیبی رسول اللہ - پھر ماجرا اسکا بھی مثل قصہ ابوہریرہ کے روایت کیا اور ترمذی نے حدیث کو حسن غریب کہا ہی اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے بعد ذکر ان احادیث کے کہا کہ ایسے وقائع تین ہوے یعنے ایک ابی بن کعب کے ساتھ دوسرا ابوایوب کے ساتھ تیسرا ابوہریرہ کے ساتھ واقع ہوا۔ پھر ایک غریب قصہ کتاب غریب ابو عبید سے نقل کیا کہ ابو عبید نے کہا حدثنا ابومعاویہ عن ابی عاصم الثقفی عن الشعبی عن عبداللہ بن مسعودؓ کہا کہ آدمیون مین سے ایک آدمی باہر نکلا پس اسکو جنون مین سے ایک شخص ملا اور کہا کہ بھلا تو مجھسے کشتی لڑنا چاہتا ہی پھر اگر تو نے مجھے پچھاڑ لیا تو مین تجھے ایسی آیت سکھلاؤنگا کہ جب تو اپنے گھر مین داخل ہونے کے وقت اسکو پڑھ لیگا تو اسمین کوئی شیطان نہ جاویگا پس باہم کشتی لڑے پس آدمی نے اسکو پچھاڑ لیا اور کہا کہ مین تجھے نحیف الجسم دیکھتا ہون اور تیری کلائیان جیسے کتے کی کلائیان ہین تو کیا تم لوگ جن ایسے ہی ہوتے ہو یا تو ہی انمین سے ایسا ہی بولا کہ مین ان سب مین زبردست ہون اور مجھسے دوبارہ کشتی لڑو پس دوبارہ بھی آدمی زادنے اسے پچھاڑ لیا تو وہ بولا کہ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کر کہ جب اسکو کوئی اپنے گھر مین جاتے وقت پڑھ لیتا ہی تو ضرور شیطان اسمین سے نکل بھاگتا ہی گدھے کی طرح رینگتا ہوا - پس ابن مسعودؓ سے کہا گیا کہ وہ آدمی کیا عمرؓ تھے تو ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ کون امید کیا جاتا ہی کہ ہو سوائے عمرؓ کے۔ اور اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ سے روایت ہی کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو سنا کہ فرماتے تھے کہ دو آیتین اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم۔ اور الم اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم۔ انھین دونون مین اللہ تعالی کا اسم اعظم ہی رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی حسن صحیح اور ابوامامہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے ہر نماز فریضہ کے پیچھے آیۃ الکرسی پڑھی اسکو جنت مین داخل ہونے سے کچھ روک نہین الا یہی کہ مرجاوے رواہ النسائی وابن مردویہ وابن حبان شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اسناد اسکی بر شرط بخاری ہی اور ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوع گمان کیا ہی قال المترجم اور ابن الجوزی یہان چوک گئے اور بہت محدثین نے ابن الجوزی پر اسکے موضوع کہنے پر گرفت کی ہی اور صحیح یہ قول ہی کہ یہ حدیث صحیح ہی اور سوا اسکے اسکے فضائل کے بارہ مین بہت کچھ مروی ہی اور یہ جسقدر تفاسیر ابن کثیر وغیرہ سے مذکور ہوا کافی ہی **ف ۲**

قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی اللہ لا الہ الا ہو۔ اپنا وصف الوہیت شروع کر کے بندون کے دلون سے اسباب عبودیت قطع کر دیا اسواسطے کہ عبودیت تو جبھی ہوتی ہی کہ ربوبیت سے آگاہی ہو جاوے اسیواسطے اول اظہار وجود مین اپنے پاک ذات کو ذکر فرمایا۔ اور نیز اپنی ذات پاک اپنی وحدت کے ساتھ کشف کیا قال المترجم یعنے لا الہ کے وقت شاید انکے دلون سے بالکل الوہیت کی نفی ہو جاتی حالانکہ کسی وقت بندے کے

دل سے اللہ عزوجل کا بھولنا نہیں چاہیے اسیواسطے پہلے اللہ فرما کر انکے دلوں میں اپنے تئیں ثابت کر دیا کہ اسکی سلطنت و کبریائی ظاہر
ہو پھر غیر کی نفی کے وقت انکے دلوں سے وہ بھول نہیں سکتا کیونکہ لا الہ الا ہو اسکے ظہور سلطنت و عظمت کمالیہ کا بیان ہے فافہم۔ اور نیز مخلوق
کو بذات خود اپنی طرف ملایا بلا علت تاکہ خود ہی میں فنا فرماوے۔ توحید پر تنزیہ کو قائم کیا یعنے اسکی توحید عجیب ہے کہ کسی چیز سے مانند نہیں کیونکہ جو چیز واحد ہے
اسکو وحدت عارض ہے یعنے اکیلا پن جس چیز سے لگا ہے وہی واحد کہلاتی ہے بخلاف توحید باری تعالے کے کہ وہ پاک منزہ ہے ہر لگاؤ سے۔ قولہ الا ہو
زائل کر دیا علتوں کو قدس ازل سے اور ازل ہی کے ساتھ ازل سے کشف فرمایا۔ یعنے مثلا جو چیز ہے اسکا کوئی سبب ہے اور اللہ تعالے کی ازلیت
بلا سبب ہے کیونکہ ہو فرمایا اور ممکنات میں سے کوئی چیز ہو ہو لذاتہ نہیں ہے بلکہ بعلت ہے **قال المترجم** مقام بہت دقیق ہے جہانتک ممکن ہے میں نے
اشارہ کیا آگے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں۔ تعالی اللہ علوا کبیرا۔ **اور شیخ ابن منصور**ؒ سے یہ آیت دریافت کیگئی تو کہا کہ لا الہ الا اللہ۔
دو باتوں کو مقتضی ہے ایک نور بوبیت سے علت کو زائل کیا جاوے اور اعتقاد کیا جاوے کہ حق سبحانہ تعالے درک سے پاک منزہ ہے یعنے کوئی عقل ہو
یا کچھ ہو اسکو کوئی نہیں پاسکتا ہے **شیخ ابن عطاء**ؒ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ پر اعتقاد کرنے کی سچائی یوں ثابت ہے کہ صبر کرے اور اسی سے وہ ایمان
ثابت و جما رہیگا اور صدق ہوا ور اسی سے وہ پوشیدہ و ظاہر اپنے پروردگار کی بندگی میں کوشش کریگا اور خرچ کرے اپنے مال سے خالص اسکی
رضامندی چاہنے کے لیے یہانتک کہ اپنی ذات کے لیے سوائے اپنے خالق کے کوئی چیز ذخیرہ نہ کرے اور تڑکے کے وقتوں میں اپنے پروردگار
کی یاد میں سب فکروں سے خالی ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو بیٹھے اور استغفار کے ساتھ اسکی جناب میں اپنی محتاجی اظہار کرے اپنے گناہوں پر نادم
ہو کر اور یہ خوف کرے کہ کہیں ایسا نہو کہ میں مہجور و مردود کر دیا جاؤں۔ اور نیز فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کے ساتھ تین نوروں کی احتیاج ہے
نور ہدایت۔ نور کفایت۔ نور عنایت۔ پھر جب اللہ تعالے نے اسپر نور ہدایت سے احسان کیا تو بندہ اسکے خاص بندوں میں سے ہوجاتا ہے
اور جب نور کفایت اسکو عطا کیا تو وہ کبیرہ گناہوں اور فحش باتوں سے معصوم ہوجاتا ہے اور جب نور عنایت سے سرفراز کیا تو وہ برے خطرات و
خیالات سے جو دل میں آتے ہیں محفوظ ہوجاتا ہے۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کو چار خصلتوں کی حاجت ہے تصدیق و تعظیم و حلاوت
و حرمت۔ سو جسکو تصدیق نہو وہ تو زبانی کہنے والا ہے بدون دل کے پس وہ منافق ہے اور جس شخص کے دل میں تعظیم نہو وہ بدعتی ہے اور جسکو حلاوت
نہو وہ ریاکار ہے دکھلانے کو کام کرتا ہے اور جسکے دل میں حرمت نہو وہ فاسق ہے **اور شیخ ابو الحسن النوری** سے کہا گیا کہ تو لا الہ الا اللہ کیوں نہیں
کہتا ہے تو کہا کہ میں آ ہمہ۔ کہتا ہوں اور بس۔ میں اللہ کے ساتھ اسکی ضد یعنے لا الہ کو باقی نہیں رکھتا **قال المترجم** یہ نہایت غلبۂ توحید ہے کہ انکو
اللہ عزوجل کے سوائے کسیکا خیال ہی نہ تھا اور نہ کسیکا اثر انکے دل میں پڑتا تھا کہ نفی کرنے کی حاجت ہو بلکہ لا الہ کہنے سے غیر کا تصور خواہ مخواہ آتا ہے
اسکو وہ بہت مکروہ جانتے تھے اور رہے عوام لوگ تو وہ اس تمام کلمہ کے مفہوم سے اللہ تعالے کی توحید کو بتکلف نکالتے ہیں اور حدیث صحیح میں جو
آیا ہے کہ افضل ذکر قول لا الہ الا اللہ ہے تو یہ عام تعلیم ہے کسی خاص کا بیان نہیں ہے دیکھو اللہ عزوجل نے یوں ہی فرمایا کہ یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا
کثیرا و سبحوہ الآیہ۔ صرف اللہ عزوجل کے ذکر کو فرمایا ہے اور فرمایا۔ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم۔ اور شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ بعض نے
ذکر کیا ہے کہ جسنے اس کلمہ کو کہا حالانکہ اسکے دل میں رغبت یا خوف یا طمع یا سوال ہے تو وہ مشرک ہے۔ الحی القیوم۔ حی وہ کہ جس سے زندوں کا
قیام ہے اور قیوم وہ کہ جسکی قیومیت سے مردے زندے ہوجاتے ہیں اور نیز حی۔ وہ کہ اس سے سانسوں کی آمد و رفت جاری ہے اور قیوم وہ کہ جسکے کافی ہونے
سے اشخاص کا قیام ہے اور اسکی صفات خاصہ سے ہے کہ عدم میں زندگی بخشے اور صفات عامہ سے ہے کہ خلق کو عدم سے وجود میں لایا اور قیومیت
اسکی وہ صفت ہے کہ برابر اسکے ساتھ ہمیشہ موصوف ہے اور محصل اسکا یہ ہے کہ وہ اپنی ذات سے اپنی ازلیت و ابدیت میں مستقل ہے اور بعض نے الحی القیوم

کے اشارہ مین کہا کہ تو اسکو اسکی قیومیت مین اپنے اوپر اور تمام عالم پر مراقب کر اور بعض نے کہا کہ وہ قیوم ہی باین طور کہ برگزیدہ بندون کے اسرار پر
اپنے اذکار کو محفوظ فرماتا ہی اور سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ قیوم وہ کہ اپنی مخلوق پیدا کی روزی و اعمال موت کے اوقات وغیرہ ہر چیز کے واسطے قائم ہی
اور خواص شامی رح نے فرمایا کہ جسنے اللہ کو پہچانا کہ وہ حی قیوم ہی تو اس شناخت پر اسپر واجب ہوا کہ اپنی ہر چیز کو اسی سے طلب کرے اور اپنے
کامون مین سے ہر کام کے قیام کو ترک کرے کیونکہ وہ تعالے خود اسکے امور کا قیوم ہی - لا تاخذہ سنۃ ولا نوم - اسمین اشارہ ہے اپنے ایسے
خاص بندون کو ڈراتا ہی کہ جو اسکی طرف مراقبہ کہتے ہین اسطرح ڈراتا ہی کہ اسکے سواے کسی غیر کی طرف ایکدم و ایک پلک مارنے تک بھی مشغول ہون
اور مریدون و طالبون کے دلون سے تشبیہ کا خیال زائل کر دیا۔ قال المترجم یعنے مراقبہ و یاد کرنے والون کو واجب ہی کہ کوئی تصور جناب باری تعالے کے
واسطے اپنے دل مین نہ لاوین کیونکہ جو تصور ہوگا وہ اسکے خیال کا بنایا ہوا ہوگا اور جو یہ گڑھیگا وہ اسکے لیے بت ہوگا اللہ تعالے عزوجل کسی چیز سے
مشابہ نہین ہی وہ پاک منزہ ہی اور بشر کی عقل و خیال وغیرہ اس تک کبھی نہین پہونچ سکتا ہی اور یہ ایک نکتہ ضروری ہی کہ اکابر طریقہ نے اسکو بتصریح و جد و جہد
منع کیا ہی فافہم اور نیز اسمین آگاہی دی کہ مظلومون کے واسطے وہ ظالمون سے انتقام لیگا اور نیز خلق کو تعلیم فرمایا کہ اسکی صفات قدیمہ سب منزہ و پاک
ہین اور ذات عظیم اسکی مقدس و برتر ہی - یعنے مین مخلوقات کی صفتون سے پاک منزہ ہون - اور بغدادیون نے فرمایا کہ سنہ ای اونگھ اسکو کہان سے لے سکتی
ہی وہ موجود تھا اور سنۃ موجود نہ تھی اور اسنے سنہ کو خود ایجاد کیا اپنے بندون کو مقہور کرنے کے واسطے اور انکا نقص ظاہر کرنے کے لیے۔ قال المترجم اس
کلام مین اشارہ لطیفہ یہ ہی کہ جو چیزین بندون کے نفع کے واسطے قرار دی جاتی ہین وہ چیزین خود بندون کا نقص ظاہر کرتی ہین اور بتلاتی ہین کہ یہ لوگ
کامل نہین ہین اسواسطے کہ اس نفع کے محتاج ہین اور جو محتاج ہی وہ کامل نہین ناقص و حادث ہی - لہ ما فی السموات وما فی الارض - اس کلام
بزرگ سے اپنے چھٹے ہوے بندون کے دلون مین سے دونون جہان و تمام عالم کی حلاوت و ترو تازگی سب بینا و کا مزہ دور کر دیا ای یہ سب حوادث
میرے ہی مخلوق و ملک مقہور ہین پس مومن کا دل جب مشاہدہ کی جگہ ہوگا کہ جہان سمین سے یہ فانی چیزین بالکل ناپید ہون پس موحدون کو رغبت دلائی
کہ اسباب و علتون سے اپنے آپ کو فنا کرین اسواسطے کہ انعام دینے والے کی طرف سے منہ پھیر کر نعمت کی طرف متوجہ ہو جانا یہ انعام دینے والے کے ساتھ کفر
کرنا و شرک ہی - من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ - اس کلام مین سفارش کرنے والے اور سفارش چاہنے والے دونون کو اپنے دریاے احسان مین
غرق کیا یعنے دونون کو منت سے زیر بار کیا کہ اسکے بار احسان مین دونون دب گئے اسواسطے کہ اپنے بندون کی خبر گیری کسی کے سپرد نہین فرمائی بلکہ
اپنی ہی طرف رکھی اور نیز اپنی ازلی عنایت سے وسیلہ کی رسیان کاٹ دین۔ قال المترجم یعنے یہ ہین کہ جب بندونکو اپنی اجازت کے سفارش کا اختیار نہ دیا تو گویا
خود ہی کرم فرمایا اور اشارہ کیا کہ سفارش کرے پس جسکو اجازت دی اسپر یہ کمال احسان کیا کہ اسکو اس کرامت سے سرفراز کیا اور جسپر بخشش کر کے سفارش
مان لی اسکے حق مین تو عنایت ظاہر ہی اور یہ درحقیقت ازلی عنایت ہی جسمین وسیلہ کو کچھ دخل نہین ہی فافہم اور نیز اس آیت سے اپنی مخلوق کو ادب سکھلایا
تاکہ اسکی طرف انبساط نہ کرین سواے اس شخص کے جسپر شکر اور بیہوشی غالب ہوئی ہو اور انبساط اور اذن تو پردہ عظمت کے نزدیک مقام ہیبت مین
ہوتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ اس سے اپنے بندون کے دلون کو اپنے ہی طرف جذب کیا کہ اس حال مین اور آیندہ حال مین اسی کی طرف رجوع ہی - اور واسطی رح
نے فرمایا کہ اگر اپنی ذات کی طرف سواے اپنے اور کسیکو وسیلہ کرتا تو کام اسکا اس علت کا معلول ہوتا اور جسنے اسکے اخلاص محبت و رضامندی سے اپنے
آپکو آراستہ کیا تو توسل اسکی صفات سے ہی اور منصور رح نے کہا کہ پھر کون سفارشی ہو سکتا ہی ایسے شخص کی طرف جسکے ساتھ کسی اور کو گنجائش نہین
سواے اسکے اور کوئی دوسرا اسکا حاجب نہین ہو سکتا ہی - یعلم ما بین ایدیہم وما خلفہم - ای وہ خطرات جو انکے روبرو ہین اور وہ لغزشین
جو انکی پیٹھ پیچھے ہین جانتا ہی اور نیز جو مقامات انکے روبرو ہین اور جو احوال انکے پیٹھ پیچھے ہین جانتا ہی - اور نیز اسرار افعال جو ارادہ الہی سے مقرون ہین

جنکے ساتھ انکو امتحان کیا ہی وہ قبل انکے ایجاد کرنے کے ایسے جانتا ہی اور علم ازلیات کے اسرار جو مقام عبودیت ہین انکے معائنہ ہوجانے کے بعد ہوئے ہین وہ بھی ویسے جانتا ہی۔ اور ابوالقاسم نے کہا کہ جو انکے سامنے و جو پیٹھ پیچھے ہی سب جانتا ہی اسواسطے کہ اسکے علم سے کوئی معلوم باہر نہین اور اسپر کوئی موجود و معدوم لگا لپٹا نہین ہی۔ ولا یحیطون بشیء من علمه الا بما شآء۔ علم قدم کو ان لوگون سے محجوب پوشیدہ کر دیا جنکا علم پیدا کیا ہی مگر اسیقدر کہ اہل دل بندون کو غیوب کے معائنہ سے ظاہر کر دیا۔ کرسی و عرش دونون مخلوقات حادثہ کے لیے قبلہ ہین حالانکہ جن کے واسطے کوئی جہت نہین ہی اور کائنات کے ساتھ اللہ تعالے کا مشابہ ہونا سوائے ان لوگون کے کوئی نہین جانتا جنھون نے کشف سے دیکھ لیا ہی جمع غیب اور بعض نے فرمایا کہ کرسی و عرش کا ذکر قدرت عظیمہ کا اظہار ہی اور یہ دونون ذات باری عز اسمہ کے واسطے محل نہین ہین اور شیخ ابوالقاسم قشیری نے فرمایا کہ جو چیز مخلوق ہی اسکو اللہ عز وجل کی صفات پاک و جلال قدرت مین کہان گنجائش ہی خواہ عرش ہو یا کرسی ہو خواہ جنی ہو یا انسی ہو آور بعض نے فرمایا کہ کرسی کے درمیان مین آسمان و زمین مثل ایک ذرہ کے ہین۔ ولا یؤده حفظهما وهو العلی العظیم۔ یعنے اسکو اس خلقت کی نگہداشت باوجود اس خلقت کے وسیع و کبیر ہونے کے کچھ گرانی نہین دیتی ہی اور نیز یہ دونون اسکی عظمت کے مقابلہ مین رائی برابر بھی نہین ہین کیونکہ یہ اسکی بادشاہت اور سلطنت مین ایک ذرہ سے بھی کم ہین اور نیز آسمان و زمین سب اسیکے قائم ہین اور اسکی صنعت کے واسطے کوئی علت نہین ہی اور نہ اسکے فعل کے واسطے کوئی ہتھیار ہی اسی سے ظاہر ہوئی اور اسی سے ان چیزون کا قیام ہی۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ

زبردستی نہین دین کی بات مین کھل چکی ہی صلاحیت اوپر گمراہی اب جو کوئی منکر ہو طاغوت سے اور ایمان لاوے اللہ پر

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اسنے پکڑی پکڑ مضبوط جو ٹوٹنے والی نہین اور اللہ تعالے سننے والا جاننے والا ہی

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ دین مین داخل ہونے پر زبردستی نہین۔ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ گمراہی سے ہدایت متمیز ہو چکی ف یعنے آیات بینات سے ظاہر ہو گیا کہ ایمان تو ہدایت ہی اور کفر کرنا گمراہی ہی سیوطی نے کہا کہ یہ آیت انصار مین سے ایسے شخص کے حق مین نازل ہوئی کہ اسکے کئی فرزند تھے اور اسنے چاہا کہ انکو اسلام لانے پر زبردستی مجبور کرے۔ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ۔ پس جو کوئی طاغوت سے منکر ہو۔ ف یعنے شیطان یا بت سے بیزار ہو جاوے۔ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ۔ اور اللہ تعالے پر یقین لائے ف جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔ تو اسنے عقد محکم کو مضبوط پکڑ لیا ف اور یہ عقد محکم کچھ کمزور نہین بلکہ۔ لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ اسکے واسطے شکست نہین ہی۔ ف حتی کہ وہ قرب الٰہی مین داخل جنت ہو جائیگا۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ تعالے سمیع علیم ہی ف زبانی ایمان کو سنتا ہی اور دلی اعتقاد کو بھی جانتا ہی لہذا اسنا فوق اسنے بتلا دیا۔ اہل علم نے اسمین اختلاف کیا کہ آیت منسوخ ہی یا نہین۔ قول اول آنکہ یہ آیت منسوخ ہی اسواسطے کہ اسمین اکراہ کی نفی ہی حالانکہ رسول اللہ صلعم نے اہل عرب کو دین اسلام پر اکراہ کیا اور ان سے لڑے یہانتک کہ وہ اسلام لائے اور سوائے اسلام کے جزیہ وغیرہ لینے پر ان سے راضی نہوئے پس ناسخ اسکا قولہ تعالے۔ یا ایها النبی جاہد الکفار والمنافقین الآیۃ۔ اور قولہ تعالے یا ایها الذین آمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار۔ اور اظہر یہ ہی کہ ناسخ یہ ہی قولہ تعالے ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونهم او یسلمون۔ اسمین دو ہی باتون مین حصر ہی کہ ان سے قتال کرو یا وہ اسلام لاوین اور بعض نے تاویل کی کہ اسلام سے گردن جھکانا مراد ہی خواہ جزیہ دیکر یا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہکر ولیکن حنفیہ کے طور پر یہ تاویل نہین ہو سکتی کہ جمع درمیان حقیقت و مجاز ہی اسواسطے کہ گردن جھکانا تو لغوی حقیقت ہی اور معنے شرعی اسکی نسبت مجاز ہین اور معنے شرعی حقیقت شرعی

ہین اور لغوی اسکی نسبت مجاز ہین فافہم اور کہا گیا کہ اکثر مفسرین اسی طرف گئے ہین کہ آیت منسوخ ہی اور جاننا چاہیے کہ اہل عرب کے واسطے ایک خصوصیت تھی کہ حضرت صلعم نے انسے جزیہ قبول نہین کیا حتی کہ عرب کے اہل کتاب سے بھی ہان لیکن جزیہ منظور نہ تھا تا آنکہ عمر رضی نے یہود خیبر کو نکال دیا اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہی کہ مشرکین عرب سے سوائے اسلام کے کچھ قبول نہین ہی قول دوم یہ کہ یہ آیت خاصۃً اہل کتاب کے حق مین ہی کہ اگر وہ جزیہ دیکر اپنے دین پر رہین تو انپر اکراہ نہوگا اور اکراہ انھین لوگون پر ہی جو بت پرست ہین آور یہ شعبی و حسن و قتادہ و ضحاک کا قول ہی قول سوم آنکہ یہ خاصہ انصار کے حق مین ہی اور سوائے اسکے دیگر اقوال ہین کہ اعتماد سے خارج ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ علما نے ذکر کیا کہ سبب نزول اس آیہ کا ایک قوم انصار کے حق مین ہی اگرچہ اسکا حکم عام ہی پھر ابن جریر کی اسناد سے ابن عباس سے روایت کی کہ انصار مین سے بعضی عورت ہوتی کہ اسکا بچہ نہ جیتا پس وہ اپنے اوپر یہ عہد کرتی کہ اگر جیتا رہیگا تو مین اسکو یہودی دین مین کر دونگی پھر جب بنو نضیر جلا وطن کیے گئے تو انہین انصار کے ایسے بیٹے بھی تھے پس انصار نے کہا کہ ہم اپنے بیٹون کو نہ چھوڑینگے یعنے جانے نہ دینگے پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ اور ایسا ہی مجاہد و سعید بن جبیر و شعبی و حسن بصری وغیرہم نے ذکر کیا کہ یہ آیت اسی بارہ مین اتری ہی قال المترجم انصاری عورت کا یہ عہد کرنا قبل اسلام کے تھا چنانچہ اسی قصہ کے بعض طرق مین ابن عباس سے یہ زیادت مروی ہی کہ انصار نے کہا کہ ہمنے اپنے بیٹون کو یہود کے دین پر اسواسطے کر دیا تھا کہ ہماری رائے مین انکا دین ہمارے دین یعنے بت پرستی سے افضل تھا اور اب اللہ تعالے نے ہمکو اسلام دیا تو ہم ان ان لڑکون پر اسلام کے واسطے اکراہ کرین پھر جب یہ آیت اتری تو حضرت صلعم نے ان لڑکون کو مختار کیا اور اسلام لانے پر مجبور نہین کیا واللہ اعلم پھر ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحق کی روایت حضرت ابن عباس سے ذکر کی کہ قولہ لا اکراہ فی الدین۔ نازل ہوا ایک شخص انصاری کے حق مین جو بنی سالم بن عوف مین سے تھا اسکو حصینی کہتے تھے اور اسکے دو لڑکے نصرانی تھے اور وہ خود مرد مسلمان تھا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کیا مین انکو دین اسلام لانے پر مجبور نہ کرون کیونکہ وہ دونون سوائے نصرانیت کے اور کچھ نہین مانتے ہین پس اللہ تعالے نے اس بارہ مین یہ آیت نازل فرمائی رواہ ابن جریر اور سدی نے مانند اسکے روایت کی اور اسقدر زیادہ روایت کیا کہ یہ دونون لڑکے ان تاجرون کے ہاتھ پر نصرانی ہوے تھے جو شام سے منقی کی بھرتی کرتے تھے پس ان دونون نے ان تاجرون کے ساتھ جانے کا قصد کیا تو انکے باپ نے چاہا کہ ان دونون کو اکراہ کرے اور رسول اللہ صلعم سے درخواست کی کہ انکے پیچھے آدمی روانہ فرماوین پس یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر ابن ابی حاتم کی روایت اسبق کی نقل کی کہ مین عمر بن الخطاب کا مملوک اور نصرانی دین مین تھا پس عمر رضی مجپر اسلام پیش کرتے اور مین انکار کرتا تو فرماتے۔ لا اکراہ فی الدین۔ اور فرماتے کہ اے اسبق اگر تو مسلمان ہوجاتا تو ہم مسلمانون کے بعض کامون مین تجھسے کچھ مدد لیتے۔ پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ علما مین سے اکثر گروہ اس طرف گیا ہی کہ یہ آیت محمول ہی اہل کتاب کے حق مین اور جو انکے دین مین داخل ہو قبل اسلام لانے کے جبکہ وہ لوگ جزیہ دینا قبول کرلین پھر دیگر علما سے اسکے منسوخ ہونے کا قول نقل کیا بمانند اس تقریر کے جو ہمنے اوپر ذکر کی ہی اور کہا کہ صحیح مین مروی ہی کہ پروردگار کی عجب قدرت ہی کہ ایک قوم زنجیرون مین باندھکر جنت کی طرف کھینچی جاتی ہین یعنے وہ قیدی جو جہاد مین گرفتار کرکے طوق و زنجیرون و بیڑیون مین جکڑکے اسلام کے ملک مین لائے جاتے ہین پھر اسکے بعد وہ مسلمان ہوجاتے ہین اور انکے اعمال درست ہوجاتے ہین اور انکے قلوب صالح ہوجاتے ہین پس اہل جنت مین سے ہوجاتے ہین امام احمد نے حدیث روایت کی کہ حدثنا یحیی عن حمید عن انس رضی کہ رسول اللہ صلعم نے ایک مرد کو کہا کہ تو مسلمان ہوجا اُسنے عرض کیا کہ مین اپنے کو کارہ یعنے کراہت کرنے والا پاتا ہون تو فرمایا کہ مسلمان ہوجا اگرچہ تو کارہ ہو یہ حدیث ثلاثی صحیح ہی ولیکن اس باب سے نہین ہی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اسلام پر اکراہ نہین فرمایا بلکہ اسکو دعوت اسلام کی اُسنے خبر دی کہ میرا نفس اسکو قبول نہین کرتا ہی فرمایا کہ اللہ تعالے تجھے نیک نیتی دیدیگا تم

مسلمان تو ہو جا پس یہیں اکراہ نہیں ہو۔ قولہ قد تبین الرشد من الغی - ای متمیز ہو گیا ایک دوسرے سے اور غی اصل میں بمعنے جہل ہو مگر جہل کا اطلاق اعتقاد
میں ہو اور غی کا اطلاق اعمال میں ہے۔ قولہ فمن یکفر بالطاغوت - طاغوت بروزن فعلوت از طغیان بمعنے حد سے بڑھ جاتا ہو اسکا عین و لام مقلوب کیا گیا
اور جوہری نے کہا کہ طاغوت بمعنے کاہن و جادوگر و شیطان و ہر وہ کہ گمراہی کا سردار ہوا اور ہر وہ چیز کہ جسکی پرستش کی جاوے سوائے اللہ عزوجل کے
اور یہ لفظ کبھی واحد ہوتا ہو مثل قولہ تعالے یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ - ای بالطاغوت - اور اس صورت میں جمع اسکی
طواغیت آتی ہو اور کبھی طاغوت جمع بولا جاتا ہو مثل قولہ تعالے اولیاؤہم الطاغوت - اور ابن کثیرؒ نے عمرؓ سے روایت ذکر کی جسمیں ہو کہ عمرؓ نے
فرمایا کہ جبت تو جادو ہو اور طاغوت شیطان ہو رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ طاغوت کی تفسیر شیطان سے بہت قوی ہو
کیونکہ یہ شامل ہو ہر برائی کو جو اہل جاہلیت کرتے تھے مانند بت پرستی و بتوں سے مدد کی خواستگاری وغیرہ **قال المترجم** یہ اشارہ ہو کہ مراد ہر ایسی
چیز کا ترک کرنا کہ وہ گمراہی کا سر ہو اور اس ایک لفظ میں سبکا ترک آگیا - قولہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی - مفسرین نے اس بات میں تو اتفاق کیا ہو
کہ یہ باب تشبیہ سے ہو یعنے جو امر کہ دلیل سے معلوم ہو اسکو ایسی چیز سے جو حواس سے محسوس ہو تشبیہ دی مراد اس سے ایمان ہو کہ جسکے حق میں
در واقع ٹوٹنا نہیں ہو اور یہی ابن کثیرؒ نے مجاہد سے نقل کیا اور سدیؒ نے کہا کہ وہ اسلام ہو اور ہمارے نزدیک یہ دونوں واحد ہیں و دونوں تفسیروں میں
کچھ فرق نہیں ہو اور مفسرین شافعیہ یہاں اسوجہ سے ساکت ہے کہ انکے نزدیک ایمان و اسلام میں فرق ہو حالانکہ یہ مقام تو خود صریح ہو کہ اسلام سے
مراد وہی ایمان ہو ورنہ ظاہری معنے اسلام کے بمعنے گردن جھکانا ظاہر ہو کہ وہ عروہ وثقی نہیں ہو فتدبر اور ایسی ہی جسنے کہا کہ لا الہ الا اللہ ہو تو اس سے
بھی وہی مراد ہو اور ایسے ہی جسنے کہا کہ وہ اعتقاد حق ہو اس سے بھی یہی مراد ہو فافہم - اور ابن کثیرؒ نے روایت محمد بن قیس بن عباد ہو کو ذکر کیا کہ میں
مسجد[1] میں تھا کہ ایک شخص آیا جسکے چہرہ پر اثر خشوع[2] ظاہر تھا پس اسنے دو رکعت نماز پڑھی اور انہیں اختصار کیا پس لوگوں نے کہا کہ یہ شخص اہل جنت میں سے
ہو پھر جب وہ نکلا تو میں اسکے پیچھے ہو گیا یہانتک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوا پس میں اسکے ساتھ گیا اور میں نے باتیں کرنی شروع کیں جب وہ مانوس
ہوئے تو میں نے کہا کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تھے تو لوگوں نے ایسا ایسا کہا تھا تو فرمایا کہ سبحان اللہ کسیکو وہ بات نہیں کہنی چاہیے جسکو
وہ نہیں جانتا ہو اور میں تجھسے بات کہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک خواب دیکھا اور اسکو حضرت صلعم سے بیان کیا میں نے
دیکھا کہ گویا میں ایک سبز باغ میں ہوں پھر ابن عون راوی نے کہا کہ انھوں نے اسکی سبزی و کشادگی کو بیان کیا پھر کہا کہ اسکے بیچ میں ایک لوہے کا
ستون تھا کہ نیچے کا سرا زمین میں اور اونچا سرا آسمان میں تھا اور اسکی اونچائی پر ایک عروہ تھا تو مجھسے کہا گیا کہ تو اسپر چڑھ جا میں نے کہا کہ میں
نہیں چڑھ سکتا ہوں پھر ایک خادم نے آکر پیچھے سے میرے کپڑے اٹھا دیے اور کہا کہ چڑھ تو میں چڑھ گیا یہانتک کہ میں نے وہ عروہ جا پکڑا پس مجھسے
کہا گیا کہ اسکو مضبوط پکڑے رہ پھر میں جاگ گیا اس حال میں کہ وہ عروہ میں مضبوط پکڑے تھا پس میں نے آکر رسول اللہ صلعم سے اسکو بیان کیا
تو آپ نے فرمایا کہ وہ باغ تو باغ اسلام ہو اور وہ ستون عمود اسلام ہو اور وہ عروہ وہی عروہ وثقی اسلام کا ہو اور تو اسلام پر مضبوط رہیگا یہانتک کہ مر جاے
پھر کہا کہ یہ شخص عبداللہ بن سلام تھے رواہ احمد و البخاری و مسلم وغیرہ **ف** قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے - قد تبین الرشد من الغی - یعنے خلق سے
جو چیز پوشیدہ ہو کہ وہ علم ازل میں جاری ہو چکی ہو یعنے سعادت و شقاوت وہ یہاں کھل گئی ہو کہ مقبول بندوں و مردود بندوں دونوں سے سعادت
و شقاوت کی نشانی ظاہر ہوتی ہو کیونکہ نیکوں کی پیشانی سے انوار معرفت کے چراغ چمکتے ہیں اور مردودوں کی پیشانی پر بدکاری کی اندھیری ہی سیاہی
برستی ہو - قولہ فمن یکفر بالطاغوت - طاغوت یہ بھی ہو کہ اپنی طاعت کو دیکھے کہ ہمنے بندگی کی اور اسکے بدلے کی امید رکھے پس جس شخص نے اس سے
کفر کیا یعنے اپنی طاعت کو کچھ نہ سمجھا اور اللہ تعالے کے کرم پر بھروسا کیا تو وہ ان لوگوں میں سے ہو جنکو مشاہدہ عطا ہوا ہو اور طاغوت کا لفظ

[1] یعنی مسجد نبوی ۱۲م
[2] یعنی خشوع و زاری اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلت ظاہر ہوتی تھی ۱۲م

ہر شئی گمراہ کرنے والی یعنے حق عزوجل سے روکنے والی جو چیز ہی خواہ دنیا ہو یا نفس ہو یا شیطان ہو یا اور کوئی چیز ہو وہ طاغوت ہی اور بعض نے فرمایا کہ ہر شخص کا طاغوت اسکا نفس اماره ہی اور شیخ ابو عبد الرحمن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جسنے سب چیزسے بیزاری نہ کی تو اسکا ایمان اللہ عزوجل کے ساتھ صحیح نہوا۔ قولہ ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی۔ اور جسنے اپنی جانی طاقت و قوت سے اپنے خالق کی طرف توجہ کرلی تو اللہ تعالے کو اپنا حافظ و وکیل پاگیا۔ اور بعض نے کہا کہ عروۃ الوثقی توفیق الٰہی ہی کہ نیکو کاریون مین سبقت کرنے کے بارہ مین مقدر ہو چکی ہی اور انجام بخیر ہونے مین لکھی گئی ہی اور بعض نے کہا کہ عروۃ الوثقی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور بعض نے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ ہی اور بعض نے کہا کہ سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی۔ قولہ لا انفصام لہا۔ یہ اللہ تعالے کی طرف سے اہل معرفت کے واسطے امیدواری ہی یعنے جس شخص نے مہر ہی رسی کو مضبوط پکڑ لیا تو وہ دونون جہان مین مراد کو پہونچ گیا اور دونون منزل مین بھلا رہا اور جو حوادث پیش آوین وہ اسکی نیک بختی مین کچھ خلل نہین کر سکتے ہین اسواسطے کہ وہ عنایت کی گود مین کفایت کے ساتھ محفوظ کیا گیا ہی۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَوۡلِیٰٓـُٔہُمُ الطَّاغُوۡتُ

اللہ کام بنانے والا ہی ایمان والون کا نکالتا ہی انکو اندھیرون سے اوجالے مین اور وہ لوگ جو منکر ہین انکے رفیق ہین شیطان

یُخۡرِجُوۡنَہُمۡ مِّنَ النُّوۡرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ۝

نکالتے ہین انکو اوجالے سے اندھیرون مین وہی ہین لوگ دوزخ والے وہ اسی مین رہ پڑے

اَللّٰہُ وَلِیُّ۔ ناصر یا محب الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا۔ اللہ تعالے ایسے بندون کا ناصر ہی جو ایمان لائے ف یا مومنون کا محب ہی یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ۔ حالانکہ اللہ تعالے انکو تاریکیون سے نور کی طرف نکالتا ہی۔ ف ولی بروزن فعیل بمعنے فاعل ای ناصر الذین آمنوا یہ مفسر نے پسند کیا اور بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا محبہم یا متولی امورہم اور آل واحد ہی اور اگر کہا جاوے کہ جو لوگ ایمان لائے وہ تو ظلمات سے نور کی طرف نکل چکے ہین اور اللہ تعالے نے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے انکو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہی پس لازم آتا ہی کہ بعد ایمان کے کبھی ظلمات مین تھے پھر انکو نور کی طرف نکالتا ہی اور یہ کیونکر ہوگا خصوصاً جبکہ واقدی وغیرہ کی روایت کے موافق قرآن مین کہی ہر جگہ ظلمات سے مراد کفر ہی اور نور سے مراد ایمان ہی سوائے سورۂ انعام کے کہ وہان رات و دن مراد ہی تو جواب یہ ہی کہ آمنوا سے مراد وہ لوگ ہین جنکے ایمان دینے کا اللہ تعالے نے ارادہ کیا ہی اور اسکے علم قدیم مین ثابت ہوا ہی کہ وہ ایمان لاوینگے ذکرہ البیضاوی اور دوسرا جواب یہ ہی کہ ظلمات سے وہ شبہات مراد ہین جو کفر کی طرف پہونچاتے ہین پس جو لوگ ایمان لائے انکو اللہ تعالے ایسے شبہات سے نکال دیتا ہی اور نور یعنے کھلی راہ ایمان کی طرف لاتا ہی کہ انکے شبہات دور ہو جاتے ہین اور یخرجہم کے یہ معنی ہین کہ اپنی توفیق و ہدایت انکو دیتا ہی کہ وہ کفر و شبہہ سے نکل جاتے ہین پھر جاننا چاہیے کہ یخرجہم بمعنے حال یا استقبال لینے سے یہ شبہہ پڑتا ہی اور اگر اسکے یہ معنے لیے جاوین کہ مومنون کے ساتھ اسکی شان یہ ہی کہ انکو ظلمات سے نور کی طرف نکالتا ہی تو شاید اس جواب کی ضرورت نہو کیونکہ جو لوگ ایمان لے آئے ہین انپر بھی یہ صادق ہی کہ انکے ساتھ بھی اللہ تعالے کی وہی شان واقع ہوئی کہ انکو ظلمات سے نور کی طرف نکال دیا۔ پھر ظلمات کو جمع فرمایا کیونکہ کفر کی راہین بہت ہین اگرچہ حکم سب کا ایک ہی ہی کہ کافر ہمیشہ دوزخ مین ہے اور نور کو واحد کیونکہ راہ مستقیم واحد ہی اور وہ توحید باری تعالے ہی۔ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَوۡلِیٰٓـُٔہُمُ الطَّاغُوۡتُ ۙ یُخۡرِجُوۡنَہُمۡ مِّنَ النُّوۡرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ۔ جو لوگ کافر ہوے انکے اولیا طاغوت ہین انکو نور سے تاریکیون مین نکالتے ہین ف طاغوت کا لفظ مفرد و جمع دونون اطلاق ہوتا ہی جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہی اور مونث و مذکر دونون طرح آتا ہی چنانچہ یہان مذکر ہی اور دوسری جگہ فرمایا۔ والذین اجتنبوا الطاغوت ان

لیعبد و ہا یلیس ضمیر مونث راجع ہوئی اور سراج مین مقاتل سے نقل کیا کہ طاغوت یہان کعب بن الاشرف وحیی بن اخطب اور باقی وہ لوگ ہین جو گمراہی کے طلبگار تھے۔ اگر کہا جاوے کہ کافرون کو نور سے ظلمات کی طرف کیونکر نکالتے ہین حالانکہ کافر کبھی نور مین نہ تھا پس چار وجہ سے اسکا جواب دیا گیا اول آنکہ یہ بطریق مقابلہ ہی کہ اوپر مومنون کے بیان مین ظلمات سے نور کی طرف اخراج تھا یہان نور سے ظلمات کی طرف فرمایا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا قول نقل کیا کہ انی ترکت ملۃ قوم لا یومنون باللہ۔ ای مین نے چھوڑ دی ملت ایسی قوم کی جو اللہ تعالے پر ایمان نہین لاتے ہین حالانکہ یوسف علیہ السلام کبھی کافرون کے ملت مین نہ تھے اور عرب بے سلو کی پر بولتے ہین کہ اخرجتنی من مالک۔ یعنے تو نے مجھے اپنے مال سے باہر کر دیا حالانکہ وہ کبھی اسکے مال مین داخل نہ تھا دوم آنکہ ان یہود کے حق مین ہی جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ پر ایمان رکھتے تھے اور بعد بعثت کے ان طاغوت کی پیروی مین کافر ہو گئے پس نور سے ظلمات کی طرف نکلے سوم آنکہ سراج مین ذکر کیا کہ طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک قوم کے حق مین نازل ہوئی جو عیسی علیہ السلام پر ایمان لائے تھے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپ سے کفر کیا پس نور سے ظلمات کی طرف نکلے چہارم آنکہ نور وہ فطرت الٓہی ہی جسپر بندہ پیدا ہوتا ہی اس سے طاغوت نے ظلمات کفر کی طرف نکالا۔ اور حق جواب اول ہی قتادہ اور بیضاوی نے ذکر کیا کہ ایک قوم مرتد کے حق مین نازل ہوئی ہی واللہ اعلم پھر اگر کہا جاوے کہ طاغوت کی طرف اخراج کی نسبت سے ظاہر ہوتا ہی کہ طاغوت بھی اس امر پر قادر ہین اور جواب اسکا بیضاوی وغیرہ نے یہ دیا کہ یہ باعتبار آنکہ سبب ظاہری ہوتے ہین اور درحقیقت اسمین قدرت وارادۂ باری تعالے موثر ہی اور سورۂ سبا و فاطر وغیرہ مین توضیح آویگی۔ **اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ**۔ ایسے ہی کافر لوگ جہنم کے لوگ ہین وہ جہنم مین ہمیشہ رہینگے ف اور کبھی وہان سے جنت کے قابل ہونگے۔

ف۔ وقال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور۔ مومنون کو تاریکی عدم سے نکالکر ابد انوار قدم کو کشف فرمایا اور انکا امتحان کے اندھیرے سے مشاہدہ بیان کی طرف لانا اور نیز انکو عبودیت نفس کی تاریکی سے ربوبیت کے جمال کی طرف لایا اور نیز انکو اس لذت سے جو انھون نے مقامات و درجات مین پائی تھی نکالکر مشاہدہ ذات وصفات مین لایا اور نیز بشریت کی کدورت اور تاریکی سے انکو شفقت کے پانی سے پاک کرکے نور ابدیت مین لایا اور ابن عطا رحمہ نے فرمایا کہ انکو انکی صفتون سے اپنی صفت کے ساتھ مستغنی کر دیتا ہی پس انکی صفتین حضرت عزت عزوجل کی صفت کے تحت مین مندرج ہوجاتی ہین جیسے انکے وجود بے بنیاد بھی اللہ عزوجل کے وجود ازلی وابدی و واجبی وقدیم کے تحت مین مندرج ہو جاتے ہین اور انکے حقوق اسکے ذکر حق کے تحت مین ہوجاتے ہین پس ایسا بندہ عارف حق عزوجل کے ساتھ حق کے واسطے حق عزوجل کی معیت مین قائم ہوتا ہی۔ اور نیز ابن عطا رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالے کے واسطے اپنی جان کو قربان کر دینا اور خیرات کر دینا جبکہ ایمان کے حکم کے موافق ہو تو یہ ہدایت کا نشان ہی اور جو کام کہ اللہ عزوجل نے اپنے دیئے ہوئے ایمان کے موافق اسپر فرض کیا ہی اسپر قائم ہونا نشان اس امر کا ہی کہ اسکو توفیق الٓہی حاصل ہوئی ہی اور جس کام سے اللہ تعالے نے منع کر دیا ہی اس سے باز رہنا نشان اس امر کا ہی کہ اللہ تعالے نے اس بندے کو معصوم کر لیا ہی یعنے گناہ سے بچا لیا ہی پس اس طور سے تاریکیان اس بندے سے دور کرنے سے اللہ تعالے نے اسکو ایمان کے نور سے منور کر دیا کہ اسکو ولایت حاصل ہی چنانچہ فرمایا۔ اللہ ولی الذین آمنوا الآیۃ۔ اور واسطی رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالے انکو انکے نفوس کی تاریکیون سے نکال دیتا ہی کہ نفوس مین تصدیق و تقوی و خواہش رضائے الٓہی وغیرہ نور صفات آجاتی ہین اور یہ وہ چیز حاصل ہوتی ہی جو ازل مین انکے واسطے مقدر ہو گئی تھی اور نیز فرمایا کہ مومنون کو انکے نفوس کی تاریکیون سے نکالکر رضاء و صدق و محبت وغیرہ کے نورون کی طرف جو اسکے واسطے ازل سے مقدر ہو گئی ہین لاتا ہی۔ قولہ تعالے والذین کفروا اولیاءھم الطاغوت۔ جو لوگ ایسے ہین کہ جنھون نے اپنے اندر عجائب قدرت الٓہی اور اسکی صنعت حکیم کے انوار دیکھکر چھپایا اور جو انکے

دلون مین عقل کی چمکین ظاہر ہوتی تھیں انکو پوشیدہ کردیا اور بجاے اسکے شہوتون کی لذت میں اور غفلت کے پردون مین جا پڑے تو ایسے لوگون کے متولی وہ طاغوت ہین اور خیالی باطل تصویرون پر مغرور کرنے مین شیطان انکا متولی ہی پس یہ طاغوت ان لوگون کو عقلون کے نور سے نکال کر جہالت و عبادت کے اندھیرے مین ڈالتے ہین۔ قولہ اولئک اصحاب النار۔ یعنی ایسے لوگ ہین کہ دیدار حق عزوجل سے ہمیشہ مہجور و دور ہو کر جہنم مین ہین۔ خالدون ہمیشہ پڑے رہنے والے ہین انکے واسطے تا ابد کبھی وصول و رسائی کی گنجائش نہین ہی

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ

تونے نہ دیکھا وہ شخص جو جھگڑا ابراہیم سے اسکے رب کے بارہ مین واسطہ یہ کہ دی تھی اللہ نے اسکو سلطنت جب کہا ابراہیم نے میرا رب وہی جو

يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ

جلاتا ہی اور مارتا ہی بولا کہ مین ہون جلاتا اور مارتا کہا ابراہیم نے اللہ تو لاتا ہی سورج کو مشرق کی طرف سے

فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

پھر کبھلا تو اسکو لے آ مغرب کی طرف سے تب حیران رہگیا وہ کافر اور اللہ تعالے راہ دیتا ہی بے انصاف لوگون کو

بعض مفسرین نے بیان فرمایا کہ یہ آیت اپنی پہلی آیہ کی تنویر ہی کہ ابراہیم علیہ السلام کو حجت غالب کی ہدایت کی اور نمرود اس ضلالت نورانی سے اپنے شیطانی خیالات کی وجہ سے تاریکی کفر مین گیا۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ۔ بلفظ استفہام ہی اور معنے تعجب دلانے کے ہی اور حجت اس دلیل کو کہتے ہین جس سے خصم پر غلبہ ہو اور استعمال لغت مین ایسے کلام پر بھی آتا ہی جو ناحق جھگڑا ہو اور یہان یہی مراد ہی اسیواسطے مفسرین نے جادل سے تفسیر کی کہ جدال محض جھگڑا کرنے کی بات ہی آور فی ربہ ای فی وجود ربہ یا فی شان ربہ۔ اور معنے یہ ہین کہ تونے اس شخص کو دیکھا نہین جسنے ابراہیم سے اسکے رب کی شان مین جدال کیا تھا ف اور یہ شخص جدال کرنیوالا بابل کا بادشاہ نمرود بضم نون و آخر دال ہی اور نسب اسکا نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح ہی اور یہ مجاہد وغیرہ کا قول ہی اور بعض نے کہا کہ نمرود بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح ہی کذا ذکرہ ابن کثیر پھر ذکر کیا کہ مجاہد نے کہا کہ دنیا کے مشارق و مغارب کے مالک چار شخص ہوئے دو مومن اور دو کافر پس دونون مومن تو سلیمان و ذوالقرنین ہوئے اور دونون کافر نمرود و بخت نصر ہوئے قال المترجم اسمین تامل ہی واللہ اعلم۔ بات یہ بھی کہ اسنے انکار کیا تھا کہ میرے سوا کوئی یہان پروردگار نہین ہی جیسا کہ اسکے بعد فرعون نے اپنے لوگون سے کہا تھا کہ ما علمت لکم من الٰہ غیری۔ مجھے تمہارے لیے میرے سوا کوئی پروردگار نہین معلوم ہوا پھر نمرود کو اس طغیان و کفر غلیظ و معاندت شدید پر اسی بات نے آمادہ کیا تھا کہ اسنے تجبر و تکبر کیا اور اسکی بادشاہت کی مدت دراز ہوگئی بیان کیا جاتا ہی کہ چار سو برس بادشاہ رہا اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا۔ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ۔ ای لان آتاہ اللہ الملک۔ (ب) اس وجہ سے کہ اللہ تعالے نے اسکو بادشاہ کیا ف یعنے بادشاہت دینے کا نتیجہ اسنے یہ کیا کہ غرور و سرکشی و حد سے تجاوز کیا اور اس انعام نے اسکو اس محاجت پر آمادہ کیا یا محاجت کی اس جہت سے کہ اسکو ملک دیا ای اسکی شکر یہ ہین اور یہ بطریق عکس ہی جیسے کہتے ہین کہ تونے مجھسے دشمنی کی اسی سے نہ کہ مین نے تجھپر احسان کیا۔ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ۔ جب ابراہیم نے کہا کہ تھا کہ میرا رب وہی جو زندہ کرتا و مارتا ہی ف یہ سنکر اس احمق نمرود نے کہا کہ۔ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ۔ مین بھی زندہ کرتا و مارتا ہون ف پس ایک قیدی کو پھانسی کا حکم تھا بلا کر چھوڑ دیا اور ایک بیگناہ کو قتل کر دیا۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے اسکو اسقدر احمق دیکھا تو۔ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا

مِنَ الْمَغْرِبِ ۔ ابراہیم نے کہا کہ اچھا پھر اللہ تعالےٰ تو سورج کو مشرق سے لاتا ہی پس تو اسکو مغرب سے نکال ف تاکہ تیری الوہیت معلوم ہو **فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ** ۔ پس مبہوت ہو کر رہگیا یہ مردود جسنے کفر کیا تھا ف اور کچھ جواب دے سکا ۔ **وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ** ۔ اور اللہ تعالےٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ہو ف کہ وہ راستی و سچائی پر آویں اور اسکو سمجھیں اور حجت لاویں ۔ اور **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے فرمایا اور روایت یہ ہوئی کہ اسنے ابراہیم علیہ السلام سے چاہا کہ جسں اپنے پروردگار کی طرف تم بلاتے ہو اسکے ہونے پر کیا دلیل ہی تو ابراہیم نے فرمایا کہ ربی الذی یحیی ویمیت ۔ ای میرے پروردگار کے وجود پر ان چیزوں کا پایا جانا دلیل ہو کہ یہ چیزیں مشاہدہ ہوتی ہیں بعد ازانکہ نہیں او رہوکر پھر معدوم ہو جاتی ہیں پس یہ دلیل ہو کہ ایک فاعل مختار موجود ہی کیونکہ یہ چیزیں خود نہیں حادث ہوئی ہیں پس انکا ایجاد کرنے والا ایسا ضرور ہو کہ اسنے جب چاہا ایجاد کیا اور جب چاہا معدوم کیا اور وہ مختار ہو پس وہی میرا رب ہو جسکی عبادت کی طرف بلاتا ہوں کہ فقط اسکی عبادت کرو شریک مت لاؤ تو نمرود نے کہا کہ انا احیی و امیت ۔ قتادہ و محمد بن اسحاق و سدی وغیرہم بہتوں نے یہ معنے بیان کیے کہ اسنے یہ جواب دیا کہ میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں اسطرح کہ میرے پاس دو شخص ایسے لائے جاتے ہیں جو مستحق قتل ہیں پھر میں ایک کے قتل کا حکم دیتا ہوں اور دوسرے کو چھوڑتا ہوں عفو کر دیتا ہوں پس وہ نہیں قتل کیا جاتا اور یہی زندہ کرنے اور مارنے کے معنے ہیں **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ یہ ظاہر ہو کہ اسکی یہ مراد نہ تھی واللہ اعلم کیونکہ یہ قول ابراہیم کا جواب نہیں ہی اور نہ اسکے معنے میں ہی کیونکہ نمرود تو خالق کے وجود سے منکر تھا بلکہ اسکی مراد یہ ہو کہ یہ مرتبہ اسنے اپنے واسطے عناد و مکابرہ کے طور پر دعوی کیا اور وہم میں ڈالا کہ یہ تو میں ہی کرتا ہوں یعنے جو زندہ و پیدا ہوتا ہی وہ میرے حکم سے ہوتا ہی اور جو مرتا ہی وہ میرے حکم سے مرتا ہی اسیواسطے جب اسنے یہ مکابرہ کیا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ ۔ فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بہا من المغرب ۔ یعنے فاء تفریع کے ساتھ فرمایا کہ جب تو ایسا ہی کہ جیسا تو دعوی کرتا ہی کہ تو ہی پیدا کرتا اور تو ہی موت دیتا ہی تو جو شخص زندہ کرتا و مارتا ہی وہی مخلوق کے وجود میں متصرف ہی اور اسیکے اختیار میں مخلوق کی ذات و تسخیر کواکب و حرکات ہیں پس یہ شمس جو ہر روز مشرق سے نکلتا ہی اور مغرب میں ڈوبتا ہی اگر تو ہی متصرف وجود ہی تو اسکو مغرب سے تو نکال دے پس نمرود نے جانا کہ اس سے میں عاجز ہوں اور یہاں مکابرہ بھی نہیں چل سکتا ہی تب مبہوت ہو گیا ای چپ ہو گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا اور حجت اسپر قائم ہو گئی اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے واللہ لا یہدی القوم الظالمین ۔ ای کافروں کو اللہ تعالےٰ حجت نہیں الہام فرماتا ہی بلکہ انکی حجت پروردگار کے نزدیک مٹی ہوئی ہی ۔ **قال المترجم** یہ تقریر شیخ رحمہ اللہ کی مستحسن ہی اور جماعت مفسرین نے جو احیا و اماتت کے معنے موافق تفسیر **شیخ جلال الدین سیوطی** رحمہ اللہ کے بیان کر کے نمرود کی غباوت پر محمول کیا ہی وہ مستبعد ہی کیونکہ ایسی غباوت کے ساتھ اتنی بڑی سلطنت کیونکر کر سکتا ہی اور نیز یہ لازم آتا ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اول حجت کو چھوڑ کر دوسری حجت واضح کی طرف انتقال کیا اور **شیخ ابن کثیر** کی تحریر پر یہ بھی لازم نہیں آتا اور ۔ قولہ فان اللہ میں فاء کا ربط بھی خوب چسپاں ہی اور خود **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آیۃ کریمہ کے یہ معنے لینا بہت اچھے ہیں بہ نسبت اسکے جسکو بہتیرے منطقیوں نے ذکر کیا ہی کہ ابراہیم علیہ السلام نے اول مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کی طرف انتقال کیا اسوجہ سے کہ دوسری دلیل بہ نسبت اول کے زیادہ واضح تھی حالانکہ ایسا نہیں ہی جیسا ان لوگوں نے کہا بلکہ مقام اول تو مقام دوم کے واسطے مثل مقدمہ کے ہی اور قول نمرود کا اول و دوم دونوں سے باطل ہوا وللہ الحمد والمنۃ ۔ اور سدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ ابراہیم و نمرود کے درمیان یہ مناظرہ بعد اسکے واقع ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام آگ سے سلامت نکل آئے تھے اور کبھی اس سے پہلے نمرود کے پاس یکجا نہیں ہوئے تھے مگر اسی روز پس دونوں کے درمیان یہ مناظرہ واقع ہوا ۔ اور عبدالرزاق نے عن معمر عن زید بن اسلم روایت کی کہ قحط میں نمرود کے پاس اناج تھا اور لوگ ہر روز اسکے پاس اناج کے واسطے جایا کرتے پس ابراہیم بھی ان لوگوں میں آئے تھے جو اناج کے لیے اسکے پاس بھیجے گئے تھے پس ابراہیم سے اسنے یہ مناظرہ کیا اور ابراہیم کو کچھ اناج

بہ دیا جیسے لوگوں کو دیا ہیں جب لکلے تو انکے پاس کچھ اناج نہ تھا پس جب گھر کے قریب پہونچے تو ایک تودہ ریگ پر جا کر اپنی گونوں میں یک بھر لی اور سوچ لیا کہ میری گھر والی میرے جانے پر اسکو دیکھکر تسکین پاویگی اور میں ذرا بے فکر بیٹھ سکونگا پس جب گھر میں داخل ہوئے تو گونیں کھول کر خود تکیہ دیکر سو رہے پس انکی بیوی سارہ رضی اللہ عنہا اٹھیں تو دونوں گونوں کو عمدہ گیہوں سے بھرا پایا اور کھانا تیار کیا پھر جب ابراہیم اٹھے تو دیکھا کہ تیار کھانا موجود ہے پوچھا کہ یہ تجھے کہاں سے ملا اسنے جواب دیا کہ تم جو لائے ہو اسی میں سے میں نے لیا ہے تو حضرت ابراہیم سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالےٰ نے رزق دیا ہے - زید بن اسلم نے فرمایا کہ اس نمرود مغرور کی طرف اللہ تعالےٰ نے ایک فرشتہ بھیجا اسنے نمرود کو ایمان لانے کا حکم کیا مگر اسنے انکار کیا پھر دوبارہ اسکو ایمان کی دعوت کی مگر اسنے انکار کیا پھر تیسری بار اسکو ایمان کی دعوت کی مگر اسنے انکار کیا پس کہا کہ تو اپنے لشکروں کو جمع کر اور میں اپنا لشکر جمع کرتا ہوں پس نمرود نے اپنے لشکر جمع کرکے طلوع آفتاب کے وقت روانہ کیے اور اللہ عزوجل نے انپر ایک جھنڈ مچھروں کا بھیجا کہ انکی کثرت سے آفتاب کا کرہ انہیں دکھلائی دیتا تھا اور اللہ تعالےٰ نے مچھروں کو انپر مسلط کردیا کہ مچھروں نے ان سب کا خون پی لیا اور گوشت کھا گئے اور خالی ہڈیاں چھوڑ دیں اور ان میں سے ایک مچھر اس نمرود کی ناک میں گھس گیا اور وہاں چپٹ رہا کہ اسکے سر پر جوتے پڑا کرتے تھے تب تسکین ہوتی تھی یہانتک کہ جبتک جیا اسی عذاب میں گرفتار رہا آخر کار مر گیا اور یہ حالت اسکی چارسو برس تک رہی ہکذا ذکرہ ابن کثیر اور محی السنہ نے ذکر کیا ہے کہ چارسو برس تک اس سے پہلے وہ اپنے آپکو خدا کہلاتا رہا پس اللہ تعالےٰ نے اسیقدر مدت اسکو اس ذلت میں گرفتار رکھا اور اس حال میں وہ ایسے شخص سے نہایت راضی تھا اور بڑا مہربان جانتا تھا جو اسکے سر پر دو ہتھڑ ملتے اور اسی نے نہایت بلند مینار بنایا تھا تاکہ آسمان والوں سے قتال کرے اور اللہ تعالےٰ نے اسکو ڈھا دیا جیسا کہ سورۂ نحل میں انشاء اللہ تعالےٰ یہ قصہ بیان کرونگا قولہ بہت الذی کفر - بہت بصیغہ معروف و مجہول یعنی آگے زبان نہ چلی اور متحیر ہوکر چپ ہوجاتا ہے اور الذی کفر فرمایا نہ الذی حاج - تاکہ اشعار ہو کہ ایسی حماقت کفر ہی کے سبب ہے۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ

یا جیسے وہ شخص کہ گذرا ایک شہر پر اور گرپڑا تھا اپنی چھتوں پر بولا کہاں جلاویگا اسکو اللہ تعالےٰ اسکے مرگئے

مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ

پیچھے پس مردہ رکھا اللہ نے اسکو سو برس پھر اسکو اٹھایا فرمایا تو کتنی دیر رہا بولا میں رہا ایک دن یا

بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ

دن سے کچھ کم فرمایا نہیں بلکہ تو رہا سو برس سو دیکھ اپنے کھانے و پینے کو کہ بگڑا نہیں ہے

وَ انْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ

اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجھکو ہم کیا چاہیں نمونہ لوگوں کے لیے اور دیکھ ہڈیوں کو کہ کیونکر ہم انکو ابھارتے ہیں پھر

نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

انپر گوشت پہناتے ہیں پھر جب اسپر کھل گیا بولا کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت والا ہے

اَوْ - رایت - كَالَّذِیْ مَرَّ - یا دیکھا تو نے اس شخص کو جو گذرا تھا - عَلٰی قَرْیَةٍ - ہی بیت المقدس اکیا علی حمار ومعہ سلة تین وقدح عصیر ہو عزیر - ایک شہر پر - وہ بیت المقدس ہی پس گذرا یہ شخص اس شہر پر درحالیکہ سوار تھا اپنے گدھے پر اور اسکے ساتھ

ایک ٹوکری انجیر کی اور ایک پیالہ شیرہ انگور کا تھا اور یہ شخص حضرت عزیر علیہ السلام تھے جب بیت المقدس کیطرف ہوکر گذرے تو دیکھا کہ۔ وَ هِيَ خَاوِيَةٌ ۔ ساقطۃ ۔ وہ گرا پڑا تھا ۔ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۔ سقوفہا لما خربہا بخت نصر ۔ اپنی چھتوں پر یعنے چھت گری پھر دیوارین یعنے بالکل برباد تھا ۔ اور یہ اسوجہ سے تھا کہ بخت نصر نے اس شہر کو اجاڑکر کھنڈل کردیا تھا ۔ قَالَ اَنّٰى ۔ کیف ۔ يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ ۔ بولا کیونکر اور کس کیفیت سے اسکو زندہ آباد کریگا اللہ تعالے ۔ بَعْدَ مَوْتِهَا ۔ اسکے اُجاڑ ہونے کے بعد ف یعنے اب بھلا کسطرح آباد ہوگا ۔ یہ جو کہا تھا تو اللہ تعالے کی قدرت کی بزرگی خیال کرکے کہا کہ اسکی شان بزرگ ہے کہ پھر یہ آباد ہوگا ۔ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ ۔ والبثہ ۔ مِائَةَ عَامٍ پس موت دیدی اسکو اللہ تعالے نے اور ٹھہرا دیا سو برس تک یعنے وہاں پڑے رہے ۔ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۔ پھر اسکو زندہ کیا تاکہ یہ کیفیت اسکو دکھلاوے ۔ قَالَ ۔ تعالے لہ اللہ تعالے لہ تو بیخاً فرمایا ۔ كَمْ لَبِثْتَ ۔ مکثت ہہنا ۔ کتنی مدت ٹھہرا تو اس مقام پر ۔ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۔ عرض کیا کہ ایک دن یا کچھ کم ۔ لانہ نام اول النہار نقبض و احیی عند الغروب فظن انہ یوم النوم ۔ کیونکہ وہ دن چڑھتے میں سوئے تھے پس انکی روح قبض کرلی گئی اور غروب آفتاب کے وقت جلائے گئے تو انکا گمان ہوا کہ یہ وہی دن ہے جسمیں میں سویا تھا ۔ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ ۔ فرمایا بلکہ تو سو برس ٹھہرا رہا ف اب قدرت کا تماشا دیکھ ۔ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۔ لم یتغیر مع طول الزمان پس اپنے کھانے و پانی کو دیکھ کہ وہ بگڑا نہیں یعنے باوجودیکہ اسقدر زمانہ دراز ہوگیا ۔ اور لم یتسنہ میں چھٹا ہے بعض نے کہا کہ اصلی ہے اور بعض نے کہا کہ سکتہ کے واسطے بڑھائی گئی ہے اور فعل سا سنۃ سے ہے اور حمزہ و کسائی کی قراءۃ میں یہ ہا حذف ہے حالت وصل میں ۔ حاصل یہ کہ انجیر و شیرہ انگور بگڑنے کی چیز اس سو برس میں نہیں بگڑی یہ بھی تیرے واسطے دلیل قدرت ہے فَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ ۔ اور اپنی سواری گدھے کو دیکھ کیونکر وہ مرا ہوا میتا و عظامہ بیض تلوح کہ وہ کس حال میں ہے ۔ دیکھا تو مرا پڑا ہوا اور اسکی ہڈیاں بے گوشت کی سفید چمکتی ہیں یہ سب تیرے واسطے نشان قدرت کیا تاکہ تم دیکھ لو ۔ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰيَةً ۔ بالبعث لِّلنَّاسِ ۔ تاکہ ہم تجھکو بنادیں نشانی حشر میں اٹھائے جانے کی لوگوں کے واسطے یعنے تجھکو دیکھکر لوگ یقین کریں کہ اللہ تعالے جب چاہے مردے کو زندہ فرماوے کیونکہ عزیر علیہ السلام کو سو برس بعد زندہ کردیا پھر عزیر علیہ السلام کو فرمایا ۔ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ ۔ من حمارک اپنے گدھے کی ہڈیوں کو دیکھ ۔ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ۔ نحییہا کہ کیونکر ہم ان ہڈیوں کو زندہ کرتے ہیں ف تاکہ تو آنکھوں دیکھ لے ننشزہا بضم اول و سکون نون دوم و کسر شین معجمہ و ضم را سے معلوم ہے اور انشر سے ہے حشر و انشر یہ لیتے ہیں ۔ اور اہل کوفہ کی قراءۃ میں بضم نون و آخر زائے معجمہ سے آیا ہے یعنے انکی ہڈیوں کو ہم حرکت دیتے اور انکو اٹھا کے ملاتے ہیں ۔ ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۔ پھر کیونکر ہم ان ہڈیوں کو گوشت پہناتے ہیں فنظر الیہا وقد ترکبت وکسیت لحما ونفخ فیہ الروح ونہق ۔ پس عزیر نے اسکو دیکھا اور حال یہ گذرا کہ دیکھتے دیکھتے ہی وہ ایک دوسرے سے ملائی گئیں اور ان پر گوشت چڑھایا گیا اور روح پھونکی گئی اور وہ گدھا رینگ اٹھا ۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۔ ذلک بالمشاہدۃ ۔ پھر جب کھل گیا اسپر معاینہ ف مشاہدہ کرلینے سے ۔ قَالَ اَعْلَمُ ۔ علم مشاہدۃ ۔ کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں آنکھوں دیکھا جاننا کہ ۔ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ اللہ تعالے ہر چیز پر قادر ہے اور حمزہ اور کسائی کی قراءۃ میں اعلم بصیغۂ امر ہے پس اللہ تعالے کی طرف سے عزیر کو امر ہے یعنے دیکھکر جان لے کہ اللہ تعالے میں سب قدرت ہے قریہ یعنے اکٹھا کیونکہ گانون و شہر جامع بیوت یا اہل قریہ ہوتا ہے اور خاویہ از خوی و اصل معنے خلو ہے اسی سے بھوکہ کو خوی کہتے ہیں کہ پیٹ خالی ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ ماخوذ از خوی البیت ہے یعنے سقط البیت اور ابن عباس نے فرمایا کہ خاویہ یعنے خراب یعنے کھنڈل اور سدی نے کہا کہ خاویۃ علی عروشہا ای چھت پہلے گری پھر اسپر دیوارین گرین اور اسیکو ابن جریر نے اختیار کیا اور ظاہر

یہ ہی کہ یہ محاورہ ایسا ہی جیسے ہم کہتے ہین کہ چھت کے بل گر پڑا پس دیوارون کا گرنا ضرور نہین جیسے ثابت رہنا ضرور نہین پس ارجح تفسیر حضرت ابن عباس
ہی واللہ اعلم پھر جاننا چاہیے کہ قریہ کی تفسیر مین اختلاف ہی اور وہب و عکرمہ و ربیع بن انس و قتادہ نے کہا کہ وہ بیت المقدس ہی جسکو بخت نصر
بادشاہ بابل نے خراب کر ڈالا تھا اور یہی مشہور اور راجح ہی اور کہا لبین مین کہا کہ حضرت عیسی و حضرت یحیی علیہما السلام کی پیدایش سے چار سو برس
پہلے جب بنی اسرائیل نے شعیاء کو قتل کیا تو اس عذاب مین بخت نصر انپر غالب کیا گیا جسنے بالکل برباد کر دیا۔ اور اسمین اختلاف ہی کہ یہ گذرنے
والا کون شخص تھا پس وہب بن منبہ و عبداللہ بن عبید سے روایت ہی کہ وہ ارمیاء بن خلقیاء تھے اور یہ خضر علیہ السلام کا نام ہی اور بعض نے کہا
حزقیل بن بوار تھے اور مجاہد سے روایت ہی کہ وہ ایک شخص بنی اسرائیل مین تھا اور مشہور یہ ہی کہ وہ عزیر علیہ السلام تھے اور یہی ابن ابی حاتم نے حضرت
علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا اور ابن جریر نے اسکو ناجیہ بن کعب سے روایت کیا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہی قول ابن عباس و حسن
و قتادہ و سدی و سلیمان بن بریدہ کا ہی ذکرہ ابن کثیر اور یہی ارجح ہی۔ اور رہی یہ بات کہ یہ کہان تھے کیونکہ بخت نصر نے جب بنی اسرائیل پر
حملہ کیا تو لڑائی مین کثرت سے بنی اسرائیل مارے گئے پھر اسنے بلاد زمین مقدسہ کی بنی اسرائیل جمع کر کے تین حصہ کیا ایک حصہ کو قتل کر دیا اور ایک
حصہ کو باندی غلام بنایا اور ستر ہزار لڑکے لیکر اپنے سردارون مین بانٹ دیے اور ایک تہائی کو بہان لیبا دیا تھا پس شاید ان لوگون مین سے ہون
جو بسائے گئے تھے اور شاید کہ بابل سے چھوٹ آئے ہون اور معالم مین وہب بن منبہ کی روایت مین آیا کہ گذرنے والا ارمیاء ہی کی تقریر یہ بیان
کیا ہی کہ وہ جنگلون کے جانورون مین جا ملے تھے واللہ اعلم۔ بہر حال آیہ کریمہ کا مطلب ان امور مین سے کسی پر موقوف نہین ہی وہ خود ظاہر ہی
اگرچہ ان تفسیرون مین سے کوئی معلوم ہو یہ تفاسیر تو صرف زوائد توضیح کے واسطے ہین قال ابن کثیر مشہور یہ ہی کہ وہ قریہ بیت المقدس کیطرف
گذرے بعد تخریب بخت نصر کے اور اسکے لوگون کے قتل ہو جانے کے اور بیت المقدس کی حالت یہ تھی کہ وہ خراب پڑا تھا اسمین کوئی نہ تھا وقولہ
علی عروشہا ای اسکی چھتیں گری پڑی تھین اور اسپر دیوارین منہدم تھین تو کہا کہ انی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا۔ اور یہ اسوجہ سے کہا تھا کہ وہ شدت
برباد تھا تو مستبعد جانا کہ اب کیونکر یہ اصلی حالت پر آویگا قال المترجم اور بیضاوی نے کہا کہ یہ قول انکا اس اقرار کے طور پر تھا کہ زندہ کرنے
کے طریق سے مجھے آگاہی نہین ہی۔ اور ابو السعود نے کہا کہ اسکی خرابی پر افسوس اور اسکی عمارت کے شوق کے طور پر مع اشعار یاس کے کہا تھا اور
شیخ مفسر نے اختیار کیا کہ یہ قدرت الہی کے استعظام کے طور پر تھا یعنے اسکی قدرت عظیم ہی کہ ایسے خراب شدہ کو بھی زندہ کر دیگا پس اللہ تعالی نے انکو
اس سے بھی بڑھکر دکھلایا کہ جسکا بیان آگے موجود ہی اور اس تقریر پر قولہ اعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر بنا بیتا مرتبط ہی یعنے یہ قدرت اس سے بڑھکر
دیکھکر کہا کہ ہان مین جانتا ہون کہ اللہ تعالی سب چیز پر قادر ہی اور اب تو مجھے مشاہدہ ہو گیا وفی تفسیر ابن کثیر وغیرہ جب انھون نے ایسا کہا تو اللہ
تعالی نے انکو سو برس کے لیے موت دیدی باین طور کہ وہ ایک گدھے پر سوار گذرے تھے اس مقام پر اس سے اتر کر گدھے کو باندھ دیا اور انکے ساتھ
ٹوکری مین انجیر و انگور تھے اور پینے کے لیے شیرہ انگور تھا یہ سب رکھدیا اور خود سو رہے پس سونے مین انکی روح قبض کر لیگئی اور یہ دن چڑھے ہوئے
واقع ہوا پھر شہر مذکور انکے موت کے ستر برس بعد پھر آباد ہو گیا باین طور کہ بخت نصر مر گیا اور بنی اسرائیل اسکے پنجہ سے چھوٹ کر پھر شام مین آئے
اور بیت المقدس آباد کیا اور معالم وغیرہ کی روایت مین ہی کہ عزیر علیہ السلام جہان پڑے تھے اس سے اللہ تعالی نے لوگون کی آنکھون پر پردہ
کر دیا کہ کسی نے انکو نہین دیکھا یہانتک کہ سو برس پورے ہوئے پس جب اللہ تعالی نے اسکو زندہ کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت
کیا گیا ہی کہ پہلے انکے بدن سے دونون آنکھین زندہ کر دین تاکہ اپنے مین قدرت الہی کو مشاہدہ کرین کہ باقی تمام بدن کیونکر زندہ ہوتا ہی پھر جب پورے
زندہ ہو کر ٹھیک ہو گئے تو اللہ تعالی نے بواسطہ فرشتہ کے عزیر کو کہا کہ کم لبثت۔ تو عزیر نے جواب دیا کہ لبثت یوما او بعض یوم کیونکہ دن چڑھے

دن میں سوئے تھے اور جب زندہ کیے گئے ہیں تو آفتاب ڈوبنے سے پہلے آخر دن تھا اس سے انھوں نے یہ گمان کرکے کہ وہی دن ہے کہا کہ او بعض
یوم - تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ بل لبثت مائة عام - اور حکم دیا کہ اپنے کھانے کو دیکھ کہ وہ متغیر نہیں ہوا - اور انکے ساتھ انجیر و انگور و اسکا شیرہ تھا -
عزیر نے دیکھا تو اسمیں سے کچھ متغیر نہیں ہوا اور حکم دیا کہ وانظر الی حمارک ای اپنے گدھے کو دیکھ کہ اللہ عز و جل اسکو کس کیفیت سے زندہ فرماتا ہے اور سدی وغیرہ
نے فرمایا کہ گدھے کی ہڈیاں ادھر متفرق ہو گئی تھیں پس انھوں نے دیکھا تو سپید سپید چمکتی تھیں پس اللہ تعالے نے ایک ہوا بھیجی جسنے تمام ہڈیاں
اس مقام سے جمع کر دین پھر حکم الٰہی سے ہر ہڈی اپنے مقام پر لگی اور ہڈیوں کا گدھا کھڑا ہو گیا کہ اسپر گوشت نہ تھا پھر اللہ تعالے نے اسپر گوشت پٹھے
رگین کھال چڑھ جانے کا حکم دیا پھر اللہ تعالے نے ایک فرشتہ بھیجا جسنے اسکے نتھنوں میں روح پھونکی کہ وہ بولتا زندہ جانور ہو گیا پھر جو فرمایا کہ
ہم تجکو لوگون کے واسطے اس بات کی نشانی کر دین کہ حشر کے واسطے زندہ ہونا برحق ہے تو اسطرح کہ عزیر علیہ السلام زندہ ہو کر اسی سن و سال پر روانہ
ہوئے جس سن پر مرے تھے اور شہر میں پہنچے تو انکے بیٹے پوتے بڈھے ہو گئے تھے اور انھوں نے علامات سے انکو پہچانا و معالم میں یہ قصہ دراز نقل کیا
ہے ظاہرا یہ روایت اسرائیلیات سے ہے واللہ اعلم - فصل فی العرائس قولہ تعالے انی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا - عزیر علیہ السلام مشاہدہ کی خواہش میں
پڑے تا کہ اس مشاہدہ کے نور میں اس مقدرہ کے اندر قادر عز و جل کو مشاہدہ کریں اور نیز انکا تعجب کرنا قدرت میں کچھ بنظر شک نہیں تھا و لیکن
یہ خاطر کا تلون تھا تا کہ انکا مقام ایمان سے مقام مشاہدہ حال کی طرف لے گیا کہ برہان ظاہر ہو - اور نیز انھوں نے تفکر کیا تا کہ معرفت حاصل کریں
یعنے اپنے درجہ حاصلہ سے زائد مقام میں ترقی کریں - قال المترجم اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ مراتب انبیاء علیہم السلام میں بھی ہر نبی اپنے
مرتبہ خاص کے درجوں میں ترقی کرتا ہے اور ابتدا سے اس منزلت کے تمام درجے اسکو حاصل نہیں ہوتے ہیں اور یہی قول تحقیقی معلوم ہوتا ہے اور اسی پر مندفع
ہوتا ہے کہ مثلاً نوح علیہ السلام کو دعوت قوم کا حکم دیا گیا تھا کہ اپنی قوم کو ایمان کی طرف دعوت کریں اور وہ لوگ انکو ایذا دیتے تھے اور ایمان نہیں
لاتے تھے ضرور حضرت نوح کو ملال ہوتا تھا پھر آخر کار انکو حکم دیا کہ انہ لن یؤمن من قومک الا من قد آمن فلا تبتئس بما کانوا یعملون - پس جب مقدر
تھا کہ کوئی اور ایمان ہی نہ لائیگا تو دعوت کرنے کا کیا فائدہ تھا پس جواب یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام کے مدارج پورے ہونے کے واسطے تھا
فافہم - اور عزیر و ابراہیم علیہما السلام دونوں کے سوالوں میں فرق یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام تو مقام تمکین میں تھے تو اللہ تعالے نے انکو دوسری
چیزوں میں قدرت کا مشاہدہ دیا اور عزیر علیہ السلام محل تلوین میں تھے پس انکو انکی ذات میں مشاہدہ قدرت دیا تا کہ انکا قلب نور صفات میں ملک فعل قدیم
کی حقیقت تک پہونچے اور محل تمکین میں سنوار رہے - اور نیز خلیل علیہ السلام کا مقام تو مقام انبساط تھا اور مقام عزیر علیہ السلام کا مقام تحیر تھا
پس خلیل علیہ السلام نے انبساط کے درخواست کی کہ انکو آیات کے لباس میں صفات کا مشاہدہ نصیب کیا جاوے پس انکو دوسری چیزوں میں
انکی درخواست دکھلائی گئی کیونکہ وہ خود تو انوار قدرت سے بھرے ہوئے تھے اور اپنے حال پر اور زیادہ چاہتے تھے اور عزیر علیہ السلام کا تعجب
کرنا اسوجہ سے تھا کہ وہ اسرار ربوبیت میں نہایت متحیر ہو گئے تھے یعنے انکا قدم مقام تحیر میں جما ہوا تھا پس اللہ تعالے نے انکو ادب سکھلانے
کے واسطے انکی ذات میں نشانیاں دکھلا دیں اور خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ ایسا نہیں ہوا کیونکہ انبساط کے مقام والے لوگوں سے مواخذہ
نہیں ہوتا ہے - اور نیز خلیل ع کا سوال تو مشاہدہ کی درخواست میں ہے اور عزیر علیہ السلام کا حال یہ ہے کہ انھوں نے کمال قدرت میں متحیر ہو کر تعجب
کیا اور نشانی طلب کی تا کہ وحدانیت کو اپنے دل میں اللہ تعالے کی قدرت سے مضبوط کریں - اور نیز خلیل علیہ السلام کا مقام تو صفات کی
تجلیاں ایک ہو جانے کا مقام ہے اور عزیر علیہ السلام کا جو مقام ہے وہ افعال کی تجلیات ایک ہو جانے کا مقام ہے پس صفات کی تجلی حضرت خلیل کے
دل کو ملی کیونکہ فرمایا ولکن لیطمئن قلبی - اور افعال کی تجلی حضرت عزیر کی صورت کو پہونچی تا کہ انکے واسطے علم کا حاصل ہونا حضرت قادر ذو الجلال

کی قدرت سے ہو کیونکہ کہا اعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ اور نیز خلیل علیہ السلام کو اختصاص دیا گیا تھا تجلی صرف کے ساتھ بدون اسکے کہ انکی ذات مین آیات دکھلائی جاوین پس اسکی حاجت ہوئی کہ وہ مار ڈالے جاوین پھر زندہ کیے جاوین اسواسطے کہ حق عزوجل کی تجلی صرف تو انہین بلا واسطہ آیات کے ہوتی تھی ولیکن اسکے محتاج تھے کہ حق کی تجلی کو اپنے غیر مین دیکھین پس انکو وہ منزلت سے اختصاص ہوجاوے یعنے تجلی صرف سے اور تجلی التباس سے لہذا غیر مین انکو تجلی دی گئی اور حضرت عزیر علیہ السلام کے واسطے مشاہدہ خاص تھا پس اسکے محتاج ہوئے کہ اسکو اپنی ذات و غیرہ مین دیکھین تاکہ انکے واسطے ہر دو مقام کی تجلی حاصل ہو جاوے اگرچہ وہ تجلی صرف ویسی نہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوئی چنانچہ یہی ہوا کہ حضرت عزیر نے جب اپنی ذاتی واقعہ کی تجلی کو مشاہدہ کر لیا تو انسے کہا گیا کہ فانظر الی طعامک وشرابک۔ اور یہ مشاہدہ آگہی اپنے غیر مین ہے۔ اور نیز حضرت خلیل علیہ السلام تو کشف معاینات کے مقام مین زندہ ہونے کی حالت ہی مین پہونچ گئے تھے پھر انکے واسطے ملکوت اشیاء کو کشف کیا گیا تاکہ نشانیون و آیات مین سے نور مشاہدہ حق کو حاصل کرین اور اسکی احتیاج ہوئی کہ انکی روح انکے حواس سے غائب ہوئے تب معاینہ صرف کو دیکھین کیونکہ وہ حال صحو[1] مین تھے اور عزیر علیہ السلام اسوقت مین مقام معاینہ کو نہین پہونچے تھے پس اللہ تعالی نے انکو صورت سے غائب کر دیا یعنی بطور کہ موت دیدی پس جب اس روک سے نجات دیدی تو حالت غیبت مین انکو مشاہدۂ حق دکھلایا کیونکہ وہ حالت سکر مین تھے پھر جب موت سے بیدار ہوئے تو حالت صحو مین بھی وہی دیکھا جو حالت سکر مین دیکھا تھا ولیکن جو کچھ حالت سکر و حالت غیبت مین دیکھا تھا وہ مشاہدۂ روحی تھا اور جو حالت صحو مین دیکھا وہ مشاہدہ عیان تھا۔ اور بعض اکابر نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو مردہ کا زندہ کرنا دوسری چیزین دکھلایا گیا اور عزیر علیہ السلام کو انکی ذات مین دکھلایا اسوجہ سے کہ ابراہیم علیہ السلام نے سوال مین تلطف کیا تھا کہ ور کہا کہ ارنی۔ پس غیر چیزین انکو دکھلایا گیا اور عزیر علیہ السلام نے قدرت مین تعجب کیا تو یہ نہین دیکھتا کہ عزیر کے قصہ کو ایمان پر ختم کیا کہ فرمایا اعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ اور خلیل علیہ السلام کے قصہ کو عزت و حکمت پر ختم کیا چنانچہ فرمایا واعلم ان اللہ عزیز حکیم اسواسطے کہ خلیل نے اظہار حکمت و مشاہدہ عزت کا سوال کیا تھا اور عزیر نے قدرت سے تعجب کیا تھا پس ہر ایک کو اپنے سوال کے موافق جواب دیا گیا۔ قال المترجم یہ قول اخیر اگرچہ درست ہے ولیکن اس سے کوئی خلاف حکمت مذکورہ بالا و اقوال مذکورہ بالا کے نہین ہوتا کیونکہ درخواست ہر ایک کی اپنے مرتبہ پر تھی اور قصۂ خلیل سے مراد یہی کما قال تعالے

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهٖمُ رَبِّ أَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ
اور جب کہا ابراہیم اے رب دکھا مجھکو کیونکر جلاویگا تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہین کیا بولا کیون نہین ولیکن
لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ
اسواسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو فرمایا تو پکڑ چار جانور پرندین سے پھر انکو ہلا اپنے ساتھ پھر ڈال اوپر ہر پہاڑ کے
مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَأْتِیْنَكَ سَعْیًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۳۵ ع ۳
ان مین سے ایک ایک ٹکڑا پھر انکو پکار آوینگے تیرے پاس دوڑتے اور جان لے کہ اللہ تعالے زبردست حکمت والا ہے۔

و۔ اذکر اور نصیحت بیان کر۔ اِذْ قَالَ إِبْرٰهٖمُ رَبِّ أَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔ جب ابراہیم نے کہا کہ اے رب مجھے دکھلادے کہ کس کیفیت سے تو مردے زندے فرماتا ہے۔ قَالَ۔ تعالے لہ۔ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ۔ اللہ تعالے نے ابراہیم کو فرمایا کیا تو ایمان نہین لایا ف یعنے میرے قادر ہونے پر ایمان نہین لایا کہ مین جب چاہون مردہ زندہ کرون۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے تو سب بات جانتا ہے پھر اسکو ابراہیم سے کیونکر پوچھا۔ جواب یہ کہ اللہ تعالے کو معلوم تھا کہ ابراہیم کو اسپر ایمان ہے پھر اسواسطے پوچھا کہ ابراہیم اس سوال کا جواب دین تاکہ سننے

والون کو معلوم ہو جاوے کہ ابراہیم کی اس درخواست سے کیا غرض ہے۔ قَالَ بَلٰى ۔ امنت ۔ وَلٰكِنْ ۔ سالتك ۔ لِّيَطْمَئِنَّ ۔ يسكن
قَلْبِیْ ۔ بالمعاينة المضمومة الى الاستدلال ۔ ابراہیم نے کہا کہ کیوں نہیں ۔ میں تو ایمان لایا ہوں ولیکن میں نے تجھسے درخواست کی تاکہ سکون ہو
میرے دل کو یعنے استدلال کے ساتھ معائنہ ملایا جاوے تو جیسے دلیل توحید پر ایمان لایا تھا آنکھوں دیکھ لوں ۔ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ
الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ۔ فرمایا کہ پھر چار پرندوں سے لیکر انکو اپنی جانب مائل کر یعنے ہلا لے ۔ واقطعهن واخلط لحمهن وريشهن ۔ پھر
ہلانے کے بعد انکو ذبح کر کے پارہ پارہ کر دے اور انکے گوشتوں و پروں کو باہم مخلوط کر دے ۔ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا
پھر انہیں سے ایک جزو ہر پہاڑ پر رکھدے ف یعنے اپنے وطن کے پہاڑوں میں سے ہر پہاڑ پر اس مخلوط سے ایک جزو رکھدے ۔ ثُمَّ
ادْعُهُنَّ ۔ اليك ۔ پھر انکو ۔ اپنے پاس بلا ۔ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۔ سريعا ۔ جلدی تیرے پاس آجاوینگے ۔ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
لا يعجزه شئ اور جان لے کہ اللہ تعالے ایسا غالب ہے کہ اسکو کوئی چیز عاجز نہیں کرتی ہے ۔ حَكِيْمٌ ۔ فی صنعه ۔ اپنی صنعت میں بڑا داناکار
ہے ۔ روایت ہے کہ ابراہیمؑ نے ایک مور ۔ ایک کرگس اور ایک کوا اور ایک مرغ لیا ۔ اور ان سب کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو مذکور ہوا اور انکے سر اپنے
پاس رکھ لیے پھر انکو پکارا پس انکے اجزا اڑے بعض اجزا بعض کی طرف یہانتک کہ ملکر سب پورا ہوا پھر اپنے سر کی طرف دوڑ کر اسمیں
مل گیا اور جیسا تھا ویسا جانور انکے پاس کھڑا ہوا ۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علما نے اسکے کئی سبب بیان کیے ہیں کہ ابراہیمؑ نے یہ
سوال کیوں کیا تھا یعنے دل سے تو یقین تھا اسکے ساتھ ظاہری مشاہدہ کا سوال کیوں کیا تھا پس منجملہ ان اسباب کے یہ کہ جب انھوں نے
نمرود سے کہا کہ میرا پروردگار جلاتا اور مارتا ہے تو چاہا کہ مجھے علم یقین کے ساتھ عین الیقین بھی حاصل ہو اور میں اسکو مشاہدہ بھی کرلوں ۔ قال
المترجم ۔ معالم میں ذکر کیا کہ حسن و قتادہ و عطا خراسانی و ضحاک و ابن جریج نے کہا کہ سبب اس سوال کا یہ ہوا تھا کہ وہ ایک مردار جانور کیطرف
ہو کر گذرے جو سمندر کے کنارے پڑا تھا اسکو دیکھا کہ خشکی و تری کے جانوروں نے اسکو پارہ پارہ کر دیا تھا جب دریا چڑھتا تو اسکی مچھلیاں
اس جانور کا گوشت کھائیں اور جب اتر جاتا تو خشکی کے جانور کھاتے جب وہ ہٹ جاتے تو ہوا کے پرند شکاری نوچتے کھاتے اور اسکے
نکلے بوٹیاں سمندر رو ہوا میں ادھر ادھر خاک ہو کر اڑتی تھیں یہ دیکھکر ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ ای میرے پروردگار میں جانتا ہوں
کہ تو اسکو جمع فرما دیگا اور مجھے دکھلا دے کہ کیسے زندہ کریگا ۔ قال المترجم اور یہ سوال حضرت ابراہیم کی طرف سے شک نہ تھا اور ابن جریر نے
چند لوگوں سے نقل کیا کہ انھوں نے قدرت الٰہی میں شک کر کے ایسا سوال کیا تھا اور استدلال نکالا اس حدیث سے ہے جو صحیحین وغیرہ میں
ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ نحن احق بالشک من ابراہیم اذ قال رب ارنی کیف تحی الموتی ۔ یعنے ہم احق ہیں شک کرنے کو ابراہیم کی نسبت جبکہ
کہا تھا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی اور نیز ابن عباس کے قول سے ہے کہ قرآن میں کوئی آیت میرے نزدیک اس سے زیادہ امید کی نہیں ہے اور کہا کہ
اولم تومن کے بعد ابراہیم علیہ السلام سے بلی سے رضامندی فرمائی اور کہا کہ پس یہ ایسی چیزوں کے واسطے ہے جو نفس پر عارض ہوتی ہے اور اس میں
شیطان وسوسہ ڈالتا ہے رواہ ابن ابی حاتم والحاکم وصححه وابن جریر وعبد الرزاق ۔ اور ابن جریر نے بعد حکایت اس قول کے اسکو ترجیح دی ہے اور شیخ
ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس قول پر طعن کیا اور فرمایا کہ حدیث میں شک سے بلا خلاف وہ معنے مراد نہیں ہیں جو بعضے ایسے لوگ سمجھتے ہیں جنکے
پاس کچھ علم نہیں ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن عطیہ نے فرمایا کہ اس گروہ کا قول میرے نزدیک مردود ہے اور کہا کہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اوپر
مذکور ہوا اسکے یہ معنے ہیں کہ اگر وہ شک کرنے والے ہوتے تو ہمکو شک کرنے میں انسے بڑھا ہونا چاہیے تھا اور ابن عباس کے قول کے معنے یہ ہیں
کہ اسمیں ابراہیم نے ادلال کے طور پر کہا تھا اور کہا کہ اسپر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کبائر سے اور ایسے صغیرہ گناہوں سے جو اسمیں ذلت ہووے

ناز سے ودلبری کرنا ۱۲

معصوم ہین اور محی السنۃ نے بعد ذکر حدیث کے کہاکہ اسمعیل بن یحیی المزنی نے کہاکہ اس حدیث سے معلوم ہواکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شک نہین کیا اور نہ ابراہیم علیہ السلام نے شک کیا اس بات مین کہ اللہ تعالے مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہی اور شیخ ابو سلیمان خطابی نے فرمایاکہ قولہ نحن احق بالشک من ابراہیم۔ مین اپنے اوپر شک کرنیکا اقرار نہین ہی و نہ ابراہیم پر شک کرنیکا اقرار ہی بلکہ دونون سے شک کرنے کے نفی ہی کہ حضرت صلعم فرماتے ہین کہ جب ہمنے اسمین شک نہ کیاکہ اللہ تعالے مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہی تو ابراہیم اولی ہین کہ شک نہ کرین اور آنحضرت صلعم نے ایسا بسبیل تواضع و کسرنفسی کے فرمایا ہی جیسے یہ فرمایا کہ اولبثت فی السجن طول مالبث یوسف لاجبت الداعی۔ یعنی اگر اتنے زمانہ دراز تک مین قید خانہ مین پڑتا جتنے دنون یوسف ع پڑے رہے تو بادشاہی بلانے والے کا بلانا بغیر تاخیر کے مان لیتا اور بالاجماع انبیاء علیہم السلام کبیرہ گناہ سے معصوم ہین۔ اور قرطبی رح نے قول ابن عطیہ کی تائید کی اور کہاکہ انبیاء علیہم السلام پر ایسا شک نہین آ واہی پس حدیث مین شک کرنا مراد نہین ہی کیونکہ یہ شک تو کفر ہی اور ادنی مومن خالص اسمین شک نہین کرتا ہی تو کجا کہ انبیاء علیہم السلام کہ وہ سب تو متفق ہین کہ حشر ہونا برحق ہی قال المترجم تعجب ان لوگون سے ہی جو حضرت ابراہیم سے شک قرار دیتے ہین اور حدیث مین شک کے بھی معنے ظاہری لیتے ہین کیونکہ خود آیت مین موجود ہی کہ۔ اولم تؤمن۔ اور ایمان بمعنے یقین ہی اور بلی سے عدم یقین کی نفی ہوئی پس یقین ثابت ہوا اور ظاہر ہوا کہ حضرت ابراہیم کو یقین کامل تھاکہ اللہ تعالے مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہی اور خود ظاہر ہی کہ اللہ تعالے نے جو فرمایا کہ اولم تؤمن تو خود اللہ تعالے کو معلوم تھاکہ اسکا یقین کامل ہی صرف اسواسطے فرمایا تھاکہ لوگون کو معلوم ہوجاوے کہ یقین پر اور زیادہ چاہتا ہی کیونکہ ابراہیم نے جواب دیاکہ ہان مجھے قطعی یقین ہی ولیکن مشاہدہ مانگتا ہون اور فرق دونون مین یہ ہی کہ یقین ایمانی تو استدلال سے ہوتا ہی اور مشاہدہ آنکھون سے ہی پس لیطمئن قلبی مین جو اطمینان چاہا ہی وہ آنکھون دیکھنے کے شوق سے تسکین چاہی ورنہ یقین کے ساتھ تو اطمینان قلب ہوتا ہی جیسے فرمایا وقلبہ مطمئن بالایمان۔ اور توضیح یہ ہی کہ یقین ایمانی کے ساتھ قلب کا مطمئن ہونا اس بات کے منافی نہین ہی کہ قلب کو اور وجہ سے اضطراب ہو لیکن اور وجہ سے اضطراب ہونے سے ایمان قلبی کا اطمینان نہین جاتا ہی پس قلب انکا ایمان سے مطمئن تھا اور ظاہری شوق کی وجہ سے مضطرب تھا اور قولہ فخذ اربعۃ من الطیر۔ بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیاکہ پرند لینے کی خصوصیت اسوجہ سے تھی کہ وہ انسان سے قریب تر ہی اور خواص حیوان کا جامع ہی اور چار کی تعداد مین اشارہ ہی چار عنصر کی طرف جنسے انسان وغیرہ کے اجسام مرکب ہوتے ہین۔ اور رہا یہ کہ کون کون پرند تھے تو ابن عباس کے روایت وہ ہی جو مفسر رحمہ نے ذکر کی ہی اخرجہ ابن ابی حاتم اور مجاہد وغیرہ کے قول مین بجائے کرگس کے کبوتر مذکور ہی اور بعض اقوال دیگر ہین اور شیخ ابن کثیر نے فرمایاکہ مفسرین اسمین مختلف ہین مگر اسکے تعیین مین کوئی فائدہ متعلق نہین کیونکہ اگر اسپر ہوتا تو کلام مجید مین خود بیان ہوتا اور بیضاوی رح نے کہاکہ اسمین یہ اشارہ ہی کہ نفس کو اگر دائمی زندگی کے ساتھ زندہ رکھنا چاہے تو یون ہوگا کہ شہوات و زخارف کو جو طاؤس کی صفت ہی ہلاک کرے اور صولت کو جو مرغ کی صفت ہی ماسیا و خست و پلیدی نفس اور امید دراز جو کوے کی صفت ہی زائل کرے اور خواہش نفسانی مین جلد گرنا اور اونچائی چاہتا جو کبوتر کی صفت ہی دور کرے تب وہ ہمیشہ کی زندگی سے زندہ ہوگا۔ اور الطیر جمع طائر ہی مثل تجر و تاجر یا اسم جمع ہی مثل رکب و راکب قولہ فصرہن الیک۔ یہ لفظ صار یصور او صار یصیر۔ دونون سے پڑھا گیا اور لفظ مشترک ہی بمعنے مائل کرنا اور قطع کرنا اور بعض نے کہا کہ بالکسر بمعنے قطع کرنا اور بالضم بمعنے مائل کرنا۔ اور بعض نے کہاکہ بالضم تو دونون معنون مین مشترک ہی اور بالکسر فقط بمعنے قطع کرنا۔ اور ابن عباس سے اسکے معنے قطع کرنے کے مروی ہین اور ابن کثیر نے ایک جماعت تابعین سے یہی معنے نقل کیے ہین قال ابن کثیر پھر ان علما نے ذکر کیاکہ ابراہیم علیہ السلام نے چار چڑیان لین اور انکو ذبح کیا پھر انکو کاٹ ڈالا اور انکے پر و بازو کھاڑے اور خوب انکو پارہ پارہ قیمہ کیا اور سب کو ایک دوسرے مین مخلوط کردیا پھر اس مخلوط کے حصے کیے اور ہر پہاڑ پر ایک ایک جز ارکھا پس بعض نے کہاکہ چار پہاڑ تھے اور بعض نے کہاکہ سات تھے اور اسمین اتفاق ہی کہ ہر پہاڑ سے مراد تمام

روے زمین کے پہاڑ نہیں بلکہ اُسی زمین کے پہاڑ مراد ہین جہان حضرت ابراہیم رہتے تھے اور ابن عباس نے کہا کہ ان پرندون کے سر اپنے ہاتھ مین
رکھے پھر اللہ عزوجل نے ابراہیم کو حکم دیا کہ ان چڑیون کو پکار پس جسطرح اللہ تعالے نے حکم کیا ویسے ہی انھون نے پکارا اور دیکھتے تھے کہ پر اڑ اڑ کر
پر سے اور خون اڑ کر خون سے اور گوشت گوشت سے اور کل اجزا ایک پرند کے بعض اجزا بعض سے ملتے تھے یہانتک کہ ہر پرند علیحدہ تیار ہو گیا
اور وہ حضرت ابراہیم کی طرف پیرون پیرون دوڑتے چلے تاکہ حسن دیکھنے کا سوال کیا تھا وہ پورے طور پر حاصل ہو پس ہر پرند انکے پاس اپنا سر لینے
آتا جو حضرت ابراہیم کے ہاتھ مین تھا پس اگر اسکے سوائے دوسرے کا سر دیتے تھے تو اسکے لینے سے انکار کرتا تھا اور جب اسیکا سر اسکو دیتے تو باقی جسم
سے مرکب ہو جاتا اور یہ اللہ عزوجل کی قدرت تھی اور اسکو ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا ہی اور معالم و بیضاوی وغیرہ مین کور
ہی کہ اس قصہ مین خلیل علیہ السلام کی فضیلت و حسن ادب سوال کرنے مین ظاہر ہی کہ جو مانگا تھا وہ انکو فی الحال دیا اور عزیر علیہ السلام کو سو برس کی
موت کے بعد دیا واللہ اعلم المترجم کہتا ہی کہ یہ محل تامل ہی ف شیخ نے عرائس البیان مین لکھا کہ قولہ تعالے رب ارنی کیف تحی الموتی قال اولم تومن
قال بلی ولکن لیطمئن قلبی۔ جاننا چاہیے کہ اللہ عزوجل نے خلیل علیہ السلام کو انکے ظاہر و باطن مین طرح طرح کی بلیات سے امتحان کیا پس ظاہر کا امتحان
تو وہ تھا کہ اپنی کتاب مجید مین اسکی خبر دی ہی کہ آگ مین ڈالے گئے اور کفارون کے ہاتھ سے عذاب دیے گئے اور نیز انکو انکے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے
کے حکم سے امتحان کیا اور مانند اسکے اور ظاہری امتحانات تھے اور رہے باطن کے امتحانات تو جو اللہ تعالے نے خبر دی انکے اضطراب قلب کی کہ محض
ربوبیت کے ادراک کرنے مین دل مضطرب تھا کبھی کہتے کہ ہذا ربی اور کبھی کہتے کہ ارنی کیف تحیی الموتی کیونکہ وہ اپنے خاطر سے خالص یقین ثابت
کرنا چاہتے تھے پس اللہ تعالے نے جو امتحانات خلیل علیہ السلام سے کیے ان سب کی خبر اپنی کتاب مجید کی ایک آیت مین دیدی کہ فرمایا واذ ابتلی ابراہیم
ربہ بکلمات فاتمہن۔ اور مقصود حق سبحانہ و تعالے کا اس سے یہ ہوتا ہی کہ اپنے انبیاء و اولیا کے باطن کو انکے نفسون کے خطرات سے پاکیزہ کرے تاکہ
انکے باطن اس بشریت کے میل و شیطانیہ خطرات سے بالکل پاک ہو جاوین اور خاص بندون کا امتحان اکثر یون ہی ہوتا ہی جیسے ابراہیم و موسی
وعزیر و محمد صلی اللہ علیہم وسلم اور اللہ عزوجل نے ان سب کا احوال اپنی کتاب مجید مین ذکر فرمایا ہی چنانچہ اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ فان کنت
فی شک مما انزلنا الیک۔ اگرچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین شک نہین کرتا اور نہین پوچھتا اور خود حضرت صلعم نے فرمایا کہ انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ
فی کل یوم سبعین مرۃ۔ میرے دل پر ایک قسم کا پردہ سا ہو جاتا ہی اور مین اللہ تعالے سے ستر دفعہ ہر روز استغفار کرتا ہون اور ایسا ہی ابتلا خاص دون کا
ہوتا ہی اسواسطے کہ پروردگار پھر پروردگار ہی اور بندہ تو بندہ ہی ہی قال المترجم حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے اپنے پروردگار کو
نہایت عمدہ صورت مین دیکھا فرمایا کہ ای محمد کس بات مین جرجا حرصی کرتے ہین گروہ آسمان کے مین نے عرض کیا کہ ای پروردگار تو ہی دانا تر ہی
پس اپنی ہتھیلی میرے دونون مونڈھون کے درمیان رکھی پس مین نے اسکی ٹھنڈک اپنی دونون چھاتیون مین پائی پس جو آسمان و زمین مین
تھا سب مین نے جان لیا اور پڑھی یہ آیت وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین۔ رواہ الدارمی والبیہقی واحمد والترمذی
وحسنہ وابن الجوزی فی العلل۔ قال الشیخ اور نیز حضرت خلیل کا سوال کچھ اضطراب شک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ زیادت وقت چاہتے تھے۔ فخذ اربعۃ
من الطیر فصرہن الیک۔ اس سے ان چڑیون کی طرف بھی اشارہ ہی جو باطن کے اندر جسم کے پنجرے مین ہین اور وہ چار چڑیان جو فضاء غیب مین
اڑنے والی ہین اول عقل دوم قلب سوم نفس مطمئنہ چہارم روح یعنے پرند عقل کو محبت کی چھری سے ملکوت کے دروازہ پر ذبح کردے اور پرند
قلب کو شوق کے چھرے سے جبروت کی درگاہ مین اور پرند نفس کو عشق کے چھرے سے فردانیت کے میدان مین اور پرند روح کو عاجزی کے چھری سے
اسرار وحدانیت کے جنگل مین ذبح کردے۔ ثم اجعل علی کل جبل منہن جزءا اسوالق اشارہ کے عقل کو تو عظمت باری تعالے کے پہاڑ پر ڈالدے

تاکہ اسپر سلطنت ربوبیت کے انوار پے در پے ہجوم کرین اور قلب کو کبریائی کے پہاڑون پڑوال دے تاکہ قدس کی روشنی سے اسکو لباس ملے اور نفس کو عزت کے پہاڑ پڑالدے تاکہ نور عظمت کا لباس پہنے اور عبودیت بجالانے مین کچھ منازعت نہ کرے اور روح کو جمال ازل کے پہاڑ پڑال دے کہ اسکو نور النور اور عز العزا اور قدس القدس کا لباس ملے پھر جب یہ سب تیرے سینہ کے چراگاہ مین مجتمع ہو جاوینگے تو لاہوتیہ کی آنکھون اور ملکوتیہ کے نور سے مطمئن ہوگا اور بعض اکابر نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ خلیل علیہ السلام نے یہ چاہا کہ علم الیقین اور عین الیقین دونون جمع ہو جاوین پس جواب ملا کہ اولم تومن۔ اور ایمان غیب پر علم الیقین ہے تو عرض کیا کہ ہان مین علم غیب پر ثابت ہون ولیکن مشاہدہ غیب چاہتا ہون حضرت جعفر صادق رضی سے قولہ لیطمئن قلبی کے معنے مین روایت ہے کہ مراد یہ ہے کہ تاکہ میرے ساتھیون کے دل مطمئن ہون قال المترجم ابن عطیہ رحمہ نے اسپر استدلال یون بیش کیا کہ آیت مین کیف موجود ہے اور کیف ہمیشہ ایسی چیز کے حال سے سوال ہوتا ہے جو سائل و مسئول دونون کے نزدیک موجود و متقرر ہو جیسے کیف علم زید پس علم زید تو معلوم و متقرر ہے صرف اس علم کی کیفیت سے سوال ہے اور ایسی ہے جب کہا کہ کیف انت تو معلوم ہے کہ وجود مین شک نہین بلکہ اسکا حال دریافت کیا جاتا ہے علی ہذا کیف تحیی الموتی پس مردہ کا زندہ کرنا تو معلوم ہے فقط سوال یہ ہے کہ وہ کیونکر ہوتا ہے مجھے دکھلا دے اور یہان سے تجھے معلوم ہوا کہ شک کے مذکور اپنے معنے پر نہین ہے بلکہ اسکے معنے یہ ہین کہ میرے خیال مین اور قیاس مین نہین سماتا ہے اگرچہ مین یقین رکھتا ہون کہ ضرور زندہ کریگا اور یہ کچھ مخصوص احیاء موتی کے ساتھ نہین بلکہ عذاب قبر کی بھی یہی کیفیت ہے فافہم واللہ اعلم بالصواب اور سہل بن عبد اللہ نے فرمایا کہ آنکھ پر جو پردہ ہے اسکے کھولنے کا سوال کیا تاکہ نور یقین پر اور یقین بڑھ جاوے اور اپنے حال مین تمکن زائد ہو جاوے کیا تو نہین دیکھتا ہے کہ لفظ شک کا جواب انھون نے کیسے بل کے ساتھ دیا یعنے کچھ بھی شک نہین ہے اور بعض نے فرمایا کہ جب سکون کیا بندہ نے اپنے پروردگار کی طرف اور اسکی طرف مطمئن ہوا تو اللہ تعالے اسپر کرامات ظاہر فرماتا ہے کہ انمین سے چھوٹی سی چھوٹی کرامت مردہ کو زندہ کرنا ہے اور اللہ تعالے نے اپنے خلیل علیہ السلام کو کہا کہ فخذ اربعۃ من الطیر الآیۃ۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ

مثال ان لوگون کی جو خرچ کرتے ہین اپنے مال اللہ تعالے کی راہ مین ایسی جیسے ایک دانہ ہو کہ اوگین اوس سے سات بالیان کہ

كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

ہر بار بال مین سو سو دانہ ہین اور اللہ بڑھاتا ہے جسکے لیے چاہے اور اللہ کشایش والا ابڑا دانا ہے

مَثَلُ۔ صفۃ نفقات۔ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ ای داعۃ۔ یعنے ان لوگون کے نفقات کی مثل وصفت جو خرچ کرتے ہین اپنے مالون کو اللہ تعالے کی راہ مین یعنے اسکی فرمانبرداری مین ایسی مثل ہے۔ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ۔ جیسے ایک دانہ نے سات بالیان اُگائین ہر بالی مین سو دانہ ہین ف پس ایسے ہی ان لوگون کے نفقات بھی سات سو گونہ بڑھائے جاتے ہین وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ اکثر من ذلک۔ اللہ تعالے بڑھاتا ہے جسکے لیے چاہے اس سے بھی زیادہ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ۔ فضلہ۔ اور اللہ تعالے واسع ہے یعنے اپنے فضل مین۔ عَلِيْمٌ۔ بمن یستحق المضاعفۃ۔ جاننے والا ہے یعنے اس شخص کو جو ایسا ہو کہ بڑھتی دینے کا مستحق ہے ف اس آیۃ کریمہ مین اللہ تعالے نے ان لوگون کی مثال بیان کی جو اللہ تعالے کی راہ مین خرچ کرتے ہین پھر پوشیدہ کر کے خرچ کرنا اچھا ہے لیکن اگر اسکے ظاہر کرنے مین لوگون کو رغبت ہوتی ہے تو اس نیت سے ظاہر کرنا بھی اچھا ہے۔ پھر جو خرچ امر خیر مین ہو حتی کہ اپنی جان پر خرچ کرے یا اہل و عیال پر خرچ کرے اسکو ایک کی دس گونہ نیکی تو متعین ہے کیونکہ وہ حسنہ ہے اور ہر حسنہ دس گونہ ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ جسنے اللہ تعالے کی راہ مین خرچ کیا اسکے لیے سات سو گونہ لکھے جاوینگے اور

اور جسنے اپنی جان پر یا اہل وعیال پر خرچ کیا یا کسی مریض کی عیادت کی تو ہر نیکی دس گونہ ہوگی رواہ احمد اسی سے مکحول رح نے آیت میں کہا کہ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد ہی اور سات سو گونہ ثواب خرچہ جہاد کا حدیث ابن مسعود میں ہی رواہ احمد و مسلم والنسائی والحاکم والبیہقی اور حدیث خریم بن فاتک میں ہی رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن حبان والحاکم وصححہ والبیہقی اور حدیث انس میں ہی اخرجہ البخاری فی التاریخ اور حدیث ابو عبیدہ میں ہی رواہ احمد اور حدیث عمران بن حصین و علی بن ابی طالب و ابو الدرداء و ابو ہریرہ و ابو امامہ و ابن عمرو جابر میں ہی رواہ ابن ماجہ و ابن ابی حاتم ولیکن یہ وجہ تخصیص کی نہیں ہوسکتی ہی اسواسطے کہ ان احادیث میں خرچہ جہاد کے ثواب کو سات سو گونہ فرمایا ہی تو بے شک خرچہ جہاد ضرور سات سو گونہ ہوگا لیکن لازم نہیں کہ دیگر خرچہ اسقدر نہو چنانچہ بریدہ رض سے مرفوعاً روایت ہی کہ حج کا خرچہ مثل خرچہ جہاد کے سات سو گونہ ہی رواہ احمد فی مسندہ والطبرانی فی المعجم الاوسط والبیہقی فی سننہ اور شاید اسی سے ابن عباس رض سے آیت کی تفسیر میں فی سبیل اللہ سے جہاد و حج مروی ہی یعنے انھیں دو کو بیان فرمایا ہی اور حق یہ ہی کہ ان احادیث کے معنے یہ ہیں کہ اگر جہاد یا حج میں خرچہ کیا تو ابتدا اس سات سو گونہ متعین ہی اور آگے اگر اللہ تعالیٰ زیادہ دے چنانچہ قولہ فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ کی تفسیر میں گذرا ہی اور بعض احادیث میں سات لاکھ دو کرور وغیرہ تک مذکور ہی کما فی حدیث الطبرانی وغیرہ جیسے دیگر اعمال خیر میں دس گونہ ابتدا متعین ہی اور آگے اللہ تعالیٰ جسقدر دے حتی کہ سات سو گونہ یا زیادہ چنانچہ ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ مومن کے ہر عمل خیر کی نیکی بڑھائی جاتی ہی دس گونہ سے سات سو گونہ تک اللہ تعالیٰ فرماتا ہی سوا روزے کے کہ وہ میرے واسطے ہی اور میں ہی اسکے بدلے کو پورا دونگا الحدیث اور بعض روایت میں سات سو گونہ تک آگے جہانتک اللہ تعالیٰ چاہے اس حدیث کو اصحاب ستہ نے روایت کیا ہی پس آیت میں مطلقاً راہ خدا میں خرچہ مراد لیا جاسکتا ہی کیونکہ آیت میں تمثیل ثواب کے بڑھنے کی ہی قال ابن کثیر یہ مثل ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ثواب بڑھنے کے بارہ میں ایسے شخص کے لیے بیان کی ہی جسنے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اسکی مرضی چاہنے کے لیے خرچ کیا پس بیان ہی کہ نیکی بڑھتی ہی دس گونہ سے سات سو گونہ تک اور فی سبیل اللہ کی تفسیر میں سعید بن جبیر نے کہا کہ مراد طاعۃ اللہ ہی ای اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری و طاعت و بندگی میں خرچ کیا ہو قال المترجم اور یہی مفسرین نے اختیار کیا ہی اور ابن عباس رض کی تفسیر بھی قوی ہی فافہم ۔ اور انبتت اس کا یا اسی انہ نے اور اگانے والا در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی دانہ کی طرف نسبت مجازی ہی ولیکن اشارہ فرمایا کہ ایسا مرغوب نفقہ و خرچہ ہی کہ قابل اطمینان ہی گویا خود بخود سات سو گونہ ہو جاتا ہی اور یہ کمال کرم کا اظہار ہی فتدبر اور قولہ واللہ یضاعف لمن یشاء ـ میں بڑھانے کو مفسرین وغیرہ نے سات سو گونہ سے زیادہ بڑھانا مراد لیا تاکہ تکرار لازم نہ آئے اور اوپر بیان ہوا کہ سات سو گونہ سے بے انتہا تک اللہ عزوجل کے کرم میں ہی اور ابو داؤد نے معاذ رض سے مرفوعاً روایت کی کہ نماز روزہ و ذکر کا ثواب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے پر سات سو گونہ بڑھتی ہی وابن کثیر رح نے حافظ ابن مردویہ کی روایت ذکر کی کہ ابن عمر رض نے کہا کہ جب قولہ تعالیٰ مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ الآیۃ اتری تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار میری امت کے لیے بڑھا دے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا قولہ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ ـ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ پروردگار میری امت کے لیے بڑھا دے تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب ـ اور اس حدیث کو ابو حاتم و ابن حبان نے اپنی صحیح میں بھی روایت کیا ہی اور بندہ کے عمل میں جیسا اخلاص ہو ویسا ہی اللہ تعالیٰ اسکے نفقہ کے ثواب میں بڑھاتا ہی ـ

الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں پھر نہیں پیچھے لگاتے جو خرچ کیا ہی احسان اور نہ اذیت تو انھیں کے واسطے ہی ثواب انکا انکے پروردگار کے پاس اور نہیں خوف ہی انپر اور نہ وہ غمگین ہونگے ۝ بات بھلی کہنے

وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ

اور مغفرت بہتر ہی ایسے صدقہ سے جسکے پیچھے لگی ہو اذیت اور اللہ تعالےٰ بے پرواہی تحمل والا

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ جو لوگ راہ الٰہی میں یعنے اسکی طاعت میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں۔ ف پھر اسکو مٹاتے نہیں یعنے خالص طاعت رکھتے ہیں۔ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَنًّا۔ پھر اسکے پیچھے احسان جتانا نہیں لگاتے ف اس شخص پر جسپر خرچ کیا ہی مثلاً یوں کہیں کہ میں نے اسپر احسان کیا اور میں نے اسکے شکستہ حال کو درست کر دیا۔ وَلَآ اَذًى اور نہ اذیت دیتے ہیں ف جسپر خرچ کیا ہی یا یں طور کہ یہ حال ایسے شخص سے بیان کرے جسکا واقف ہونا وہ نہیں چاہتا تھا اور مانند اسکے اور افعال جس سے اسکو ایذا پہونچے بلکہ اس سے پاک کرکے نیت فقط طاعت رکھتے ہیں تو۔ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ تو اسکے خرچ کا ثواب انکے رب کے یہاں ہی۔ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اور انپر خوف نہیں اور نہ وہی غمگین ہوں ف یعنے آخرت میں خوف و غم نہو گا اور یہ خرچ کسی طرح برباد نہو گا۔ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ۔ قول معروف کہدینا ف کہ مثلاً اسوقت مجھسے ممکن نہیں ہی۔ وَّمَغْفِرَةٌ۔ اور سائل کے واسطے مغفرت کی دعا کر دینا۔ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى۔ ایسے صدقہ دینے سے بہتر ہی جسکے پیچھے ایذا دہی لگی ہو۔ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ اور اللہ تعالےٰ غنی ہی۔ ف وہ محتاج کی حاجت خود پوری کرنے والا ہی تو موذی کی ضرورت نہیں ہی۔ حَلِيْمٌ۔ وہ حلیم ہی ف کہ موذی کو عذاب نہیں کرتا۔ معالم میں فرمایا کہ کلبی رح نے کہا کہ یہ آیت عثمان بن عفان اور عبد الرحمن بن عوف کے حق میں نازل ہوئی کہ عبد الرحمن چار ہزار درم لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ یہ صدقہ ہی اور میرے پاس آٹھ ہزار درم تھے پس میں نے اسمیں سے چار ہزار درم اپنے اور عیال کے واسطے رکھ لیے اور یہ چار ہزار درم میں نے اپنے پروردگار کو قرض دیے پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو تو نے اپنے لیے رکھا ہی اسمیں اور جو تو نے صدقہ دیا ہی اسمیں اللہ تعالےٰ برکت عطا فرماوے اور عثمان رضہ نے مسلمانوں کو تبوک کے جہاد میں سامان کر دیا ایک ہزار اونٹ مع جھولوں و پالانوں کے دیے پس ان دونوں کے حق میں یہ آیت اتری اور عبد الرحمن بن سمرہ نے کہا کہ عثمان بن عفان لشکر تبوک کے واسطے ایک ہزار اشرفیاں لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں کھدیں پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اسمیں اپنا مبارک ہاتھ ڈال کر لوٹ پوٹ کرتے اور فرماتے تھے کہ نہیں ضرر کریگا عثمان کو کوئی عمل جو اسنے اس دن کے بعد کیا پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہی اور دوسری روایت بھی عبد الرحمن بن سمرہ سے ترمذی نے روایت کی اور اسمیں دو ہزار اشرفیاں مذکور ہیں اور حدیث حسن ہی اور دونوں روایتوں کے بعد مذکور ہی کہ حضرت صلعم نے دو مرتبہ فرمایا کہ عثمان بن عفان آج کے بعد کوئی عمل مضر نہو گا اور یہ روایت اصح ہی اور حدیث صحیح میں مذکور ہوا ہی کہ عثمان رضہ نے جیش عسرت یعنے لشکر تبوک کا سامان کر دیا اور غازی کے واسطے صحیح احادیث بہت وارد ہیں اور علی ہذا عثمان رض کے واسطے اس عمل خیر میں بہت ہی بڑا ثواب ہوا کیونکہ وہ خود بھی اس جہاد میں شریک تھے اور ابن ماجہ و ابن ابی حاتم وغیرہ نے جو عمران بن حصین اور حضرت علی ابن ابی طالب و ابو الدرداء و ابو ہریرہ و ابو امامہ و ابن عمر و جابر رضی اللہ عنہم سے مرفوع روایت کی ہی اسمیں ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچہ بھیجدیا اور خود اپنے گھر میں ٹھہرا رہا اسکے واسطے ہر درم کے عوض قیامت میں سات سات سو درم ہونگے اور جسنے خود جہاد کیا اللہ تعالےٰ کی راہ میں اور راہ جہاد میں خرچ کیا تو اسکے لیے ہر درم کے عوض میں سات لاکھ درم ہونگے پھر یہ آیت پڑھی واللہ یضاعف لمن یشاء پس قیاس کرنا چاہیے کہ حضرت عثمان رض کے واسطے کتنا ثواب ہوا کہ اللہ تعالےٰ اسکا علیم ہی بالجملہ حکم آیت کا عام ہی اور اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کی مدح فرماتا ہی جنھوں نے اللہ تعالےٰ کی طاعت میں خرچ کیا خواہ جہاد ہو یا حج ہو یا خیرات

وصدقہ ہو کہ وے قیامت مین خائف نہونگے اور نہ انکو کچھ اندوہ ہوگا۔ قولہ ثم لایتبعون ما انفقوا الخ۔ ثم اس مقام پر رتبہ کے تراخی کے واسطے ہوا یعنے منت واذیت چھوڑنا خود خرچ کرنے سے بہتر ہے (کشاف ومدارک) اور بعض نے تجویز کیا کہ ثم تراخی زمانے کے واسطے ہوسکتا ہے بنظر غالب کیونکہ اکثر یہی ہوسکتا ہے کہ انفاق کے عرصہ کے بعد احسان رکھنا اور اذیت دینا ہوتا ہے اور منت واحسان رکھنا کبیرہ گناہ ہے چنانچہ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے شخص ہین کہ اللہ تعالے انسے قیامت مین کلام نکریگا اور نہ انکی طرف نظر کریگا اور نہ انکو پاک کریگا اور انکے واسطے عذاب الیم ہے ایک وہ کہ جو اسنے دیا اسکا اس شخص پر احسان جتلاتا ہے جسکو دیا ہے دوم وہ کہ اپنی ازار ٹخنون سے نیچے لٹکاتا ہے سوم وہ کہ جھوٹی قسم سے اپنے مال کا رواج دیتا ہے۔ اخرجہ مسلم۔ اور ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہ داخل ہوگا جنت مین عاق اور نہ دائمی شراب خوار اور نہ منّان اور نہ تقدیر کو جھٹلانے والا۔ رواہ احمد وابن مردویہ وابن ماجہ۔ اور ابن عمرؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ تین قسم کے شخصون کی طرف اللہ تعالے نظر نہ فرماویگا قیامت کے روز ایک وہ کہ اپنے والدین کا عاق یعنے نافرمان ہے دوم ہمیشہ کا شراب خوار سوم جو دیا اسپر احسان رکھنے والا (یعنے والدین کا نافرمان) (احسان رکھنے والا صدقہ دینے پر ۱۲ منہ) رواہ ابن حبان والحاکم وابن مردویہ والنسائی ورواہ النسائی عن ابن عباس ایضا وابن ابی حاتم ونحوہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ **قال المترجم** اگر دریافت کیا جاوے کہ جسنے صدقہ دیا پھر جسکو دیا ہے اسپر احسان رکھا یا ایسی کوئی بات کی جس سے اسکو اذیت پہونچی تو کیا صدقہ کا جواب ملیگا اور اسپر احسان رکھنے یا اذیت دینے کا کبیرہ گناہ الگ ہوگا یا صدقہ بھی باطل ہوا تو جواب یہ ہے کہ بعض علماء نے کہا کہ صدقہ کا ثواب ملیگا اور اسپر گناہ کبیرہ الگ ہوگا اور مابعد کی آیت مین آتا ہے فانظر۔ قولہ قول معروف الخ ضحاک رح نے کہا کہ قول معروف یہ کہ سائل کو اچھا جواب دیدے مثلا کہدے کہ بھائی اللہ تمپر رحم کرے اور تمکو رزق عطا فرماوے اور سائل کو جھڑکی نہین اور نہ اس سے ایسی بات کہے جو اسپر گران گذرے اور عمرو بن دینار سے مرسلا روایت ہے کہ ہمکو پہونچا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی صدقہ اللہ تعالے کے نزدیک بھلی بات سے زیادہ پسند نہین ہے کیا تو نے نہین سنا قول اللہ تعالے۔ قول معروف ومغفرۃ الآیۃ رواہ ابن ابی حاتم اور صحیح مسلم کی حدیث مین ثابت ہوا ہے کہ اچھا کلمہ کہنا صدقہ ہے اور معروف مین سے یہ بات بھی ہے کہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی ملے۔ قولہ ومغفرۃ۔ اور سائل اگر الحاح کرے اور اڑجاوے تو اس سے درگذر کرے اگرچہ گران گذرے اسکو بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا اور مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ اچھے کلمہ سے سوال کرنے والے سے عذر کردینے پر اللہ تعالے کی طرف سے مغفرت حاصل ہونا بہتر ہے اور بعض نے کہا کہ یہ سائل کی طرف سے ہے یعنے سائل کی طرف سے عفو یعنے عفو کہ اس سے عذر کردیا۔ **قال المترجم** وظاہر یہ کہ جو بعض نے کہا کہ ایسی بات کہنا جو مغفرت کی طرف پہونچاوے بہتر ہے اور اظہر یہ ہے کہ سائل کو دعا دینا کہ اللہ تعالے ہماری تمہاری مغفرت کرے اور تکلیف دفع کرے فافہم۔ قولہ واللہ غنی حلیم۔ یعنے اللہ تعالے اپنے بندون کے رزق دینے مین صدقہ دینے والون سے بے پروا ہے کہ جس طور سے انکو رزق دینا منظور ہے وہ دوسرے حیلہ سے انکو عطا فرماویگا اور یہ تو صدقہ دینے والون پر کرامت تھی کہ سائل اسکے پاس آیا اسنے دیکر ثواب کثیر کمایا پس یہ نعمت ہے کہ اسکا شکریہ واجب ہے اور یہ سب مضامین اخبار واحادیث مین ثابت ہین پھر جاننا چاہیے کہ متاخرین فقہاء نے لکھا ہے کہ جو لوگ مسجد مین سوال کرنے کو جمع ہوتے ہین اور نمازیون کو ٹوکتے ہین وہ مستحق نہین کہ دیے جاوین۔ اور انکے حکم مین وہ لوگ بھی شامل کیے جو اسکو پیشہ اختیار کرلین کیونکہ مسجد جگہ نماز ودعا وسوال از حق تعالے ہے اور نمازی جس سے سوال کیا اگر وہ مکان پر دیسکتا ہے تو یہان سوال کرنے مین اسکے دل کو تشویش ہوگی اور حمایت مسجد تھی کہ وہان بندون سے سوال نکیا جاوے واللہ اعلم اور حدیث مین ثابت ہے کہ سائل کا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر سوار آوے (رواہ ابن ماجہ) پس سائل کی ظاہری صورت پر نظر نہ کرے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۗءَ النَّاسِ

اے ایمان والو مت ضائع کرو اپنے صدقون کو احسان رکھکر اور اذیت دیکر جیسے وہ جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگون کے دکھانے کو

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ

اور نہین یقین رکھتا ہی اللہ پر اور پچھلے دن پر سو اسکی مثال جیسے صاف پتھر کہ اسپر مٹی پڑی ہی پھر اسپر برسا زور کا مینھ

فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

تو اسکو چھوڑ رکھا بالکل سخت کچھ ہاتھ نہین لگتی انکو انکو اپنی کمائی اور اللہ تعالے راہ نہین دیتا ہی منکر لوگون کو

شیخ دہلوی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ اوپر تو خیرات کرنے کی بھلائی سے مثال دی کہ جیسے ایک دانہ بویا اور سات بالیان نکلین اور ہر بالی مین سو دانہ ہین تو سات سو ملے ایک دانہ کی خیرات پر اور یہان فرمایا کہ اسمین نیت شرط ہی کہ خالص اللہ تعالے کے واسطے ہو جسمین اپنے لیے بھی بہتری کی نیت ہو اور اگر دکھاوے کی نیت سے خرچ کیا تو جیسے پتھر پر دانہ بویا اسپر تھوڑی سی مٹی تھی پھر زور کا مینھ برسا وہ مٹی سب بہ گئی صاف چٹیل پتھر رہگیا اب اسمین سے بھلا کیا اُگیگا یہین سے بعض علما نے کہا ہی کہ اسکا ثواب جاتا رہا جیسے احسان رکھا یا ستایا اور اسپر گناہ بھی نہین ہی اور بعض نے کہا کہ اسکو صدقہ کا ثواب ملیگا ولیکن بڑھتی ثواب جو مقرر ہی جاتا رہا اور اسپر احسان رکھنے وستانے کا گناہ رہا اور کرخی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہی اوجہ ہی اور بعض نے کہا کہ اسکو اپنے صدقہ کا کچھ ثواب ملیگا اور اسپر احسان رکھنے واذیت دینے کا گناہ ہوگا لقوله تعالے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى اے ایمان والو مت مٹاؤ اپنے صدقات کو منت رکھنے واذیت دینے سے ف یعنے ثواب صدقات مت مٹاؤ کیونکہ جب ثواب کچھ نہ رہا تو گویا صدقہ ہی نہین دیا تھا اور مراد مجموع من واذی سے ابطال نہین بلکہ اگر ان مین سے کوئی ہوگا خواہ منت یا اذیت تو ثواب باطل ہوجائیگا پس ایسا مٹانا مت مٹاؤ۔ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ۔ جیسے وہ شخص کہ اپنا مال لوگون کے دکھلانے کو خرچ کرتا ہی ف بغیر نیت ثواب کے۔ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ اور وہ اللہ تعالے ور روز قیامت پر ایمان نہین رکھتا ہی ف تو اسکا صدقہ کرنا آخرت مین اکارت ہی کچھ ثواب نہین بلکہ یہی ریاکاری دنیاوی ہی پس حاصل یہ ہوگا کہ تم ایسا فعل نکرو جیسے منافق کرتا ہی اور یہ ظاہر ہی کہ منافق کا فعل تو سراسر نفاق ہی کہ وہ لوگون کے دکھلانے کو کرتا ہی اور اللہ تعالے ور روز قیامت پر ایمان ہی نہین لایا ہی بخلاف مومنون کے کہ یہ ریاکاری کے واسطے اس حال پر صدقہ نہین دیتے بلکہ من واذی کی ممانعت کردی کہ یہ بھی اعمال کفر ونفاق سے ہی انکو مت کرو اسی سے بعض علما نے کہا ہی مومن نے اگر منت اذیت کی تو بالکل ثواب باطل نہوگا کما ذکرناہ اسوجہ سے کہ کالذی اسکے قید ہی ای باطل نہ کرو مثل باطل کرنے منافق کے فافہم۔ قوله رئاء الناس الخ۔ معنے یہ ہین کہ وہ اپنا مال لوگون کے دکھلانے کو خرچ کرتا ہی تاکہ وہ لوگ تعریف وتوصیف کرین کچھ اللہ تعالے کی رضا وثواب آخرت کے واسطے خرچ نہین کرتا ہی وہ اللہ تعالے وآخرت پر ایمان ہی نہین لایا ہی پھر اس منافق کے صدقہ دینے کی مثال فرمائی۔ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا۔ پس اس ریاکار کی مثل جیسے پتھر سخت پر مٹی ہی پس اسکو زور کا مینھ پہونچا تو اسکو سخت پتھر کر چھوڑا ف یعنے وہی پتھر رہگیا اور مٹی و دانہ سب بہ گیا پھر کہان سے اُگیگا۔ اسی طرح ظاہر مین وہ صدقہ دینے والا معلوم ہوتا تھا لیکن بے ایمانی سے کچھ نہ رہا جو آخرت مین کام آوے۔ پس اللہ تعالے نے منافق کی مثل ایسے پتھر سے دی کہ جسپر کچھ مٹی ہی کہ گمان کرنے والا گمان کرسکتا ہی کہ اسپر کھیتی ہوجائیگی حالانکہ پانی پڑکر وہ بالکل چٹیل رہگیا کہ اسپر کچھ بھی نہین اُگیگا اور صلد بالکل صاف جسپر غبار تک نہو خشک کھٹر نکھ یعنے ایسی حالت قیامت مین اس منافق کی ہوگی کہ اسکے پاس اعمال خیر مین سے کچھ بھی نہوگا۔ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا۔ جو کچھ کمایا اسمین سے کچھ بھی نہ پاوینگے ف یہ جامستانفہ ہی گویا کہا گیا کہ پھر ایسے منافقون کا کیا حال ہوگا تو فرمایا کہ لایقدرون علی شیء مما کسبوا۔ یعنے کچھ بھی وہان انکے ہاتھ نہوگا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔ جن لوگونکی

نسبت علم آلہی مین یہ ثابت ہی کہ وہ کافر مرینگے انکو ادا و اصلا نہین ملتی ہی ف اسمین تعریض ہی کہ منت رکھنا اور ایذاء دینا اور ریا کاری یہ سب کافرون کی خصلتون مین سے ہین اور حدیث مین ثابت ہوا ہی کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ مین شرک سے بے پرواہون جو ایسا کام کرے کہ اسمین میرے ساتھ شریک کرے تو اسکو اسکے شرک کے ساتھ چھوڑتا ہون یعنے وہ اور اسکا عمل دونون میری درگاہ سے متروک ہین اور محی السنہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ بڑا خوف مجکو تمپر شرک اصغر سے ہی عرض کیا کہ شرک اصغر کیا ہی فرمایا کہ ریا، ہی ریا کار آدمیون سے قیامت مین کہا جائیگا جسوقت کہ لوگون کو انکے اعمال کا ثواب ملیگا کہ اے ریا کارو تم ان لوگون کے پاس جاؤ جنکو تم دنیا مین دکھلانے کو کام کرتے تھے سو انکے پاس دیکھو تمکو کچھ بھلائی ملتی ہی۔ قال المترجم اسکی مذمت مین دیگر احادیث بھی وارد ہین۔ ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے قولہ معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ۔ قول معروف یہ ہی کہ جسوقت اپنے بھائی مسلمان کی طرف سے کوئی ایسی بات دیکھے جو اسکو غضب مین لاوے تو اسکے حق مین انصاف کرے اور مغفرہ یعنے جبکہ تو اسپر قدرت پاتا ہی اسوقت اسکو عفو کرے اور بعضے یہ ہین کہ قول معروف ومغفرت بہتر ہی اس سے کہ تو اسکو کچھ دیوے اور اسکو ایذا پہونچاوے اور نیز تیرا ایسپر دینا سائل کو اچھی بات کہکر اور عیب مین اسکی پردہ پوشی کر دینا اس سے بہتر کہ تو اسکو دیوے اور احسان رکھے یا یہ معنے ہین کہ کچھ دینے کا وعدہ کرنا اس سے بہتر ہی کہ دیکر احسان رکھے اور اذیت پہونچاوے" قولہ تعالے لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی۔ من کی جبلت یہ ہی کہ بشر اپنے کو بھلائی مین بڑا جانے اور حادث ممکن اپنے جی مین حضرت کبریائے قدیم پر غرور رکھے اور آدمی کی جبلت یہ ہی کہ جو عطا مانگی گئی اسمین نقصان و کمی کرے اور نیز من یہ ہی کہ حدوث کو یاد رکھے اور قدیم کو بھول جاوے اسواسطے کہ جو شخص کسیکو کچھ دیکر اسپر احسان رکھتا ہی تو اللہ تعالے کو بھولا اور اسکو اپنا نفس یاد رہا اور یہ ایک نوع کا شرک ہی قال المترجم توضیح یہ ہی کہ احسان رکھنے والے نے جب دوسرے پر احسان رکھا تو یہی سمجھکر کہ ہمنے اسکے ساتھ یہ کیا اور ہم ایسے ہین کیونکہ اگر وہ یہ سمجھتا کہ اللہ تعالے نے اسکے ساتھ احسان کیا کہ مجھسے دلوایا تو وہ کبھی احسان نہ رکھتا بلکہ جناب باری مین شکر یہ ادا کرتا کہ پروردگار تیرا مجپر احسان ہی کہ تو نے میرا ہاتھ اونچا رکھا اور نیچا نہین کیا اور یہ احسان ہی کہ تو نے اسکو دیا اور میرے ہاتھ سے دلوا کر مجھے ثواب جمیل عنایت فرمایا مگر وہ بیوقوفی سے اسکے برعکس سمجھا کہ مین نے دیا اور میرا اسپر احسان ہی پس اللہ تعالے کو بھولا اور اپنے کو یاد رکھا اور سمجھا کہ مین ایسا کرنے پر قادر ہون اور یہ ایک قسم کا شرک ظاہر ہی فافہم۔ آور اذی یا بن طور کہ فقیرون کی طرف طعنہ اسوجہ پر کہ اپنی تعظیم ہو اور فقیرون پر اپنا شرف ہو۔ حضرت سری سقطی رح نے فرمایا کہ جسنے اپنے اعمال سے اپنے کو آراستہ کیا اسکی نیکیان سب بدیان ہین کیا کرا سنے ان اعمال کی کچھ قیمت سمجھی اور انکا عوض چاہا" قال المترجم توضیح یہ ہی کہ جسنے اپنے اعمال کو ایسا سمجھا کہ مجھے ان نیک اعمال سے زینت ہی تو اسنے اپنے اعمال پر نظر رکھی اور خود ہی انکے عمدہ ہونے کا زعم کیا حالانکہ اللہ تعالے قبول فرماوے اور ثواب عطا کرے اور اسمین ظاہر و باطن ہزارون خرابیان ہین انکو عفو کرے تو فقط اسکے جناب مین کچھ اسکے حکم کی تعمیل ہوے پھر اسمین احسان اللہ تعالے کا ہی یا اس بندے کا یہ بندہ کس بات پر اپنی خوبی ظاہر کرتا ہی اللہ تعالے نے توفیق دی قدرت دی اسکی توفیق و قدرت پر اسنے کیا اسکو اسمین کیا فخر و خوبی ہوئی بلکہ ہزار جان سے اسپر واجب ہی کہ شکریہ ادا کرے اور ہرگز نہین ادا کر سکتا ہی تو عاجزی کرے اور یہی اسکی بندگی ہوگی پھر ایک شکر یہ کی تو یہ کیفیت ہی عبادت کہان سے اسنے پوری کرلی بلکہ عبادت ادا ہونا محال ہی اور یہ حکم کی فرمانبرداری بھی نہین پوری ہوتی چنانچہ اپنے موقع پر یہ بحث مفصل آویگی۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ کیونکر منت رکھتے ہو ایسی چیز سے جسکو خود ناچیز و حقیر سمجھتے ہین اور شیخ جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم آگاہ کیے گئے کہ جس شخص کے واسطے اسکے صدقہ کا ثواب خالص ہوگا یہ وہی شخص ہی جو اپنے صدقہ کرنے پر کچھ احسان نہین رکھتا ہی اور جسکو صدقہ دیا ہی اسکو ایذا نہین پہونچاتا ہی۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ

اور مثال انکی جو | خرچ کرتے ہین اپنے مالون کو | رضا مندیان چاہنے کے لیے | اللہ کی | اور اپنا دل ثابت کرکے | جیسے

جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ

ایک باغ ہی بلندی پر کہ پہونچا اسکو خوب مینھ تو پھلا وہ دونے پھل پھر اگر اسکو نہ پہونچا گہرا مینھ تو اوس ہی بڑی اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

جو تم کرتے ہو دیکھتا ہی

مَثَلُ الَّذِيْنَ - مثل ان لوگون کی ف یعنے مثل انکے صدقہ کی جو صدقہ دیتے ہین - اَمْوَالَهُمُ - اپنے اموال کو ف جو اللہ تعالے مالک حقیقی نے دنیا مین انکے نام کردیے ہین - ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ - مرضیات الٰہی چاہنے کو اور اپنے نفوس سے دلجمعی کرکے ف یعنے جو بندے کہ دلجمعی سے مرضیات الٰہی چاہتے کہ راہ حق مین اپنے اموال خرچ کرتے ہین تو انکے نفقہ کی مثل یہ ہی کہ - کمثل جنۃ بربوۃ - جیسے بلندی پر ایک باغ ہی ف زمین ریگستان وادی نہین ہی تو وہ زمین خوشگوار ہی - اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ - اس باغ کو خوب مینھ پہونچا تو وہ دوچند پھل لایا ف جیسے دوسری زمین مین پھل آوین اس سے دونے آئے - وَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ - اور اگر بہت مینھ نہ پہونچا تو خفیف مینھ ف یعنے بلندی کی وجہ سے کافی ہوگیا اور خوب پھل لائے معنے یہ ہین کہ اسمین پھل آتے ہین اور زیادہ ہوتے ہین خواہ مینھ زیادہ ہو یا کم ہو پس ایسے ہی اشخاص مذکورہ بالا کے صدقات ہین کہ اللہ تعالے کے نزدیک بڑھتے ہین خواہ تھوڑے ہون یا بہت ہون - وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ - اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالے خوب دیکھتا ہی ف پس تمکو جزا و ثواب دیگا تمہارے عمل پر اللہ تعالے نے یہ مثال اُن لوگون کے نفقہ کے بیان فرمائی جو خالص اللہ تعالے کے واسطے بدون احسان رکھنے اور اذیت دینے کے خرچ کرتے ہین اور جاننا چاہیے کہ زکوۃ فرض ہونے کے بعد اور کوئی خرچہ واجب نہین ہی بنابر قول جمہور کے پھر یہ مثال جن لوگون کے نفقہ کی ہی وہ لوگ ہین جو مسلمان ہون اور اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان رکھتے ہون اور حلال مال سے خرچ کرین اور خالص اللہ تعالے کے واسطے پھر جسکو دین اسپر کچھ احسان نہ اسمین اور نہ کوئی ایسی بات کرین جس سے اسکو اذیت پہونچی پس فرمایا - ومثل الذین ینفقون اموالہم ابتغاء مرضات اللہ مرضات مصدر رضی یرضی مرضاۃ - ای چاہتے ہین کہ اللہ تعالے ہم سے راضی ہو - قولہ تثبیتا من انفسہم مفسرین نے اسکے معنے مین اختلاف کیا ہی اگرچہ مال واحد ہی اور مدار اصل امر یہ ہی کہ من انفسہم مین مِن تبعیضیہ ہی یا ابتدائیہ پس بعض نے کہا کہ تبعیضیہ ہی اور نفس سے مال کے خرچ کرنے کے تبعیض یا بن معنے درست ہی کہ مال گویا اسکا ایک جزو ہوتا ہی لہذا جو شخص مال سے سخی ہوتا ہی وہ جان سے شجاع و دلیر ہوتا ہی اور اسکے معنے یہ ہین کہ مال کو دوست رکھنے کے باوجود کرم کی خصلت مین نفس کو تکلف دیدیتا ہی اور یہ معنے نہین کہ آدمی اسراف و فضول کرتا ہو کہ اسمین دلیری ہونا بعید نہین ہی پس یاضت نفس اس سے ظاہر ہی اور شاید یہی مراد ہی جو مجاہد و حسن سے روایت ہی ای یثبتون ان یضعوا صدقاتہم - یعنے صدقات کے دینے مین مضبوطی سے ثابت قدمی اختیار کرتے ہین اور بعض نے کہا کہ من ابتدائیہ ہی پس صفت تثبیتا کی واقع ہوا اور متعلق محذوف ہی پھر اس محذوف کے بارہ مین مختلف اقوال ہین مع اختلاف معنے تثبیت کے پس کہا گیا کہ معنے یہ ہین کہ احتسابا کائنا من انفسہم یعنے امید ثواب اور بعض نے کہا کہ تصدیقا و یقینا من انفسہم اور یہ ابن عباسؓ کی طرف منسوب ہی اور بعض نے کہا کہ تحقیقا مبتدأ من انفسہم اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ تثبیتا من انفسہم ای تصدیقا و یقینا اور ایسا ہی ابوصالح و قتادہ و ابن زید نے کہا ہی اور حق یہ ہی کہ من ابتدائیہ کی صورت کے سب اقوال معنے واحد ہین اور مراد یہ ہی کہ انکے دلون کو یقین کامل ہی اور تحقیق جانتے ہین کہ اللہ تعالے انکو اس کام پر ثواب جمیل عطا فرماویگا اس تحقیق و یقین و قطعی امید ثواب پر خرچ کرتے ہین اور یہ تحقیق و

قطع واحتساب ناشی ہوا ہی انکے دلون سے اور یہی اجود ہی اور اسکو ابن جریر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی اور یہی مختار مفسر ہی اور قول حسن کے معنے بنابر آنکہ **بغوی** رح نے ذکر کیے ہیں یہ ہیں کہ حسن رح نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں جب کوئی صدقہ کا قصد کرتا تو ٹھہر کر غور کرتا اور تثبیت کرتا پس اگر وہ اللہ تعالی کے واسطے ہوتا تو اسکو پورا کر دیتا یعنے دیدیتا اور اگر اسمین شک کا میل ہوتا تو روک دیتا **قال البغوی** وعلی ہذا تثبیت کے معنے تثبت کے ہونگے جیسے قولہ تبتل الیہ تبتیلا میں ہین **قال المترجم** یہ خلوص سے کام کرنے کا طریقہ سلف صالحین کا ہی فتدبر۔ قولہ کمثل جنۃ بربوۃ۔ **مبرد و فراء** نے کہا کہ اگر بستان میں نخل ہو تو وہ جنت ہی اور اگر کرم یعنے درخت انگور ہون تو فردوس ہی اور بعض نے ذکر کیا کہ حسن میں ہین درختان سرسبز وشاداب گنجان دکھنے ہون وہ جنت ہی اور ان درختون کو بھی بولتے ہین اور یہان دونون کو محمل ہی اور شاید دوسرے معنے اولی ہون بقرینہ قولہ بربوۃ اور ربوہ بحرکات ثلثہ ہی ولیکن فتحہ وضمہ قراءات مشہورہ ہین وکسرہ ابن عباس کی طرف منسوب ہی اور سورۂ مومنین میں بفتح را بالاتفاق ہی واللہ اعلم اور معنے اسکے زمین مستوی جو خفیف بلند ہو یہ جمہور کی تفسیر ہی اور ابن عباس وضحاک نے کہا کہ زمین برابر جو کچھ اونچی ہو اور اسمین نہرین جاری ہون **ذکرہ ابن کثیر** اور یہی معالم مین اختیار کی گئی ہی اور کہا کہ پس ایسی زمین کے باغ میں پانی نہیں چڑھتا ہی کہ ڈوب جاوے اور نہ وہ پانی سے زیادہ دور ہوتی ہی پس ربوہ کا باغ اختیار کیا کہ اسکے درخت وپیداوار عمدہ وپاکیزہ ہوتے ہین اور ابن عطیہ کے قول مین ہی کہ رابیہ ماخوذ ہی ربو سے یعنے زائد ہونا پس گویا ربوہ مین پھلون کی پیداوار بہت ہوتی ہی اور بعض نے کہا کہ ربوہ وہ زمین مستوی جسکی مٹی نہایت عمدہ ہو اور پاکیزہ ایسی ہو کہ جب اسپر پانی پڑے تو پھول جاوے اور قوت پکڑے اور اسکی پیداوار خوب ہو اور یہ قسم زمین کی نہایت عمدہ ہوتی ہی قولہ اصابہا وابل فاتت اکلہا ضعفین پہلے گذرا ہی کہ وابل سخت مینہ کو کہتے ہین اور یہان بمقصود شدت سے متعلق نہین بلکہ بھر دل پانی پڑا اور آتت بمعنے اعطت ہی مانند قولہ تعالے تؤتی اکلہا کل حین باذن ربہا۔ ای دیتا ہی وہ ہر وقت پر اپنا میوہ اپنے پروردگار کے حکم سے پس یہان بھی دینے کی نسبت باغ کی طرف اسی معنے کر ہی کہ دیتا ہی اپنے پروردگار کے حکم سے اور اضافت بوجہ اختصاص ہی مثل باب الدار وجل الفرس اور ضعفین ای دوچند پس یہ دونا ہونا یا تو خود اسی کے اعتبار سے ہی پس ضرور ہی کہ یون کہا جاوے کہ کبھی بدون وابل کے جتنا پھلتا تھا اس سے وابل کی وجہ سے دونا پھلا اور اظہر یہ ہی کہ غیر کے قیاس پر ہی ای جسقدر اور باغون مین پھل آتے تھے اس سے دوچند اسمین آئے پس دوچندگی کی وجہ مجموع ربوہ ووابل ہوئے یعنے زمین مستوی بلند پر ہونا اور اسکو وابل کا پہونچنا موجب اسکے دوچند پھلون کا ہوا اور بہر حال ضعف سے مراد مثل ہوا کہ ضعفین دومثل ہیگا اور بعض نے کہا کہ ضعف الشئی ایک اسکے برابر اور اتنا ہی اور ہوتا ہی پس ایک ضعف دوچند ہی اور ضعفین چہار چند ہوا اور شیخ ابوحیان نے کہا کہ ضعفین اسواسطے کہ کثیر کہ ہوای ضعفا بعد ضعف یعنے ضعف پر ضعف بمعنے اضعاف کثیرۃ اسواسطے کہ نفقہ فقط ایک ہی مانند بڑھایا نہین جاتا ہی بلکہ دس سے سات سو سے جہانتک اللہ تعالے چاہے اور نصب اسکا بنابر حالیت کے ہی ای مضاعفا **ذکرہ فی السراج** قولہ فان لم یصبہا وابل فطل۔ یعنے اگر اسکو وابل نہ پہونچا تو طل کافی ہی اور اسکو طش کہتے ہین یعنے ضعیف خفیف مینہ اور **بغوی** نے کہا کہ وہ ہمیشہ ہوتا ہی پس یہی اوس ہوئی اور سدی رح نے کہا کہ وہ ندی ہی یعنے اوس اور ضحاک نے کہا کہ وہ رذاذ ہی ای نرم مینہ **ذکرہ ابن کثیر**۔ پھر اختلاف ہی کہ تقدیر یہان کیا ہی کیونکہ فطل میں فاء جواب شرط ہی پس طل جملہ ہی اور تقدیر ضرور ہی پس یا تو مبتدا مقدر ہی یا فعل مضمر ہی یا خبر محذوف ہی پس **زجاج** نے کہا کہ فالذی یصیبہا طل بتقدیر مبتدا اور بعض نے کہا فیصیبہا طل بحذف فعل اور مبرد وغیرہ نے اختیار کیا کہ فطل یکفیہا خبر مقدر ہی اور ابن کثیر رح نے معنے آیت کے یون بیان کیے ای باغ اس ربوہ پر کبھی مہمل نہین ہی تاکہ اگر اسکو وابل نہ پہونچا تو طل ہی سہی اور کوئی ہو بہر حال اسکے واسطے کافی ہی کیونکہ جب طل اسکو دوام پہونچی تو وہ وابل کا کام دیگی ایسے ہی مومن کا نفقہ

ہر کبھی برباد نہین جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ اسکو قبول کرتا اور زیادہ کرتا اور بڑھاتا ہی ہر ایک کے حسب حال اسیواسطے فرمایا واللہ بما تعملون بصیر اسی
بندون کے اعمال مین سے اسپر کچھ پوشیدہ نہین ہی اور بغوی رح نے کہا کہ یہ مثل اللہ تعالیٰ نے مومن مخلص کے نفقہ کی بیان فرمائی کہ جیسے یہ باغ مذکور
ہر حال مین پھلتا ہی کبھی خالی نہین جاتا ہی خواہ بارش قلیل ہو یا کثیر ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ مومن مخلص کے صدقہ کو جو احسان نہین رکھتا اور نہ ایذا دیتا ہی
ہمیشہ بڑھاتا ہی خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہوا اور اسیکو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی اور بیضاوی رح نے کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو ان
مخلصون کا حال ہی اسکی تمثیل ہو ایسے باغ سے جو زمین بلند پر ہو اور جو انکے نفقات قلیل و کثیر کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگون کے مرتبہ کے موافق
بڑھتے ہین اسکی تمثیل ہو وابل و طل سے قال المترجم اور یہ تجویز بھی درست ہی اور حدیث صحیح مین اسطرف اشارہ ہی کہ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ میرے
اصحاب کو برا مت کہو کہ اگر تم مین سے کوئی شخص آسمان و زمین کے درمیان کے خالی جگہ بھر کے سونا خرچ کریگا اور بعض روایت مین اُحد پہاڑ کے
برابر سونا خرچ کریگا تو وہ انکے ایک مد تو خیرات کرنے کے برابر بلکہ نصف مد کے برابر بھی نہ پہونچے گا۔

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
بھلا خوش لگتا ہی تم مین کسیکو یہ کہ ہووے اسکا ایک باغ کھجور اور انگور کا بہتی ہون اسکے نیچے ندیان
لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ
اسکو وہان حاصل سب طرح کا میوہ اور اسکو بڑھاپا پہونچ گیا اور اسکی اولاد ہین ضعیف تب پڑا اس باغ مین بگولا
فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝
جسمین آگ تھی تو وہ جل گیا یون ہی سمجھاتا ہی اللہ تمکو آیتین شاید تم دھیان کرو

ع

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ۔ ایحب۔ کیا پسند کرتا ہی تم مین کوئی کہ۔ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ۔ بستان۔ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ اسکے واسطے ایک باغ ہو خرما و انگور کا جسکے نیچے نہرین جاری ہین۔ لَهٗ فِيْهَا۔ ثمر۔ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ
قد۔ اَصَابَهُ الْكِبَرُ۔ فضعف عن الکسب۔ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ۔ اولاد صغار لا یقدرون علیہ اور اس شخص کے لیے حاصل ہین
اس باغ مین (پھل) ہر قسم کے پھلون سے اور (حال یہ کہ) پہونچ گیا ہی اسکو بڑھاپا (پس وہ کمائی سے سست ہوگیا) اور حال یہ کہ اسکی اولاد ضعیف
ہین (چھوٹے چھوٹے بچہ ہین کہ کمائی کرنے کی قدرت نہین رکھتے ہین) فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ۔ ریح شدیدۃ۔ سخت ہوا۔ فِيْهِ نَارٌ
فَاحْتَرَقَتْ۔ ففقدہا احوج ما کان الیہا وبقی ہو واولادہ عجزۃ متحیرین لاحیلۃ لہم۔ پھر اس باغ کو سخت آندھی کا صدمہ پہونچا جسمین آگ ہی
پس وہ باغ جل گیا یعنے پس اس شخص نے گم کیا اس باغ کو جسوقت مین وہ اس باغ کی طرف بہت ہی محتاج تھا اور رہگیا وہ اور اسکی اولاد سب کی
سب عاجز و متحیر کہ انکے لیے کوئی حیلہ نہین ہی جس سے تن پروری کرین وہذا تمثیل لنفقۃ المان والمرائی فی ذہابہا وعدم نفعہا احوج ما یکون الیہا
فی الآخرۃ والاستفہام بمعنی النفی۔ اور یہ تمثیل ہی ایسے شخص کے صدقہ کی جو احسان رکھتا اور جو لوگون کے دکھلانے کو دیتا تھا اس بات مین
مثال دی کہ وہ صدقہ جاتا رہیگا اور کچھ نفع نہ دیگا ایسے وقت مین کہ منت نہندہ و ریاکار اس صدقہ کے ثواب کا بہت ہی محتاج ہوگا
یعنے آخرت و قیامت مین جب اسکے ثواب کا سخت محتاج ہوگا اسوقت نظر آویگا کہ وہ صدقہ بوجہ احسان رکھنے یا ریاکاری کے کچھ کام کا
نہین ہی۔ اور استفہام یہان بمعنے نفی ہی یعنے ایسا کوئی نہین پسند کریگا کہ اسکا باغ ایسے وقت جل کر خاک ہوجاوے وعن ابن عباس ہو لرجل
عمل بالطاعات ثم بعث لہ الشیطان فعمل بالمعاصی حتی اغرق اعمالہ۔ اور ابن عباس سے روایت ہی کہ یہ آیت ایسے شخص کے حق مین ہی جسنے

ابتدا مین بہت عبادتین کین پھر اسکے واسطے شیطان اُٹھایا گیا پس شخص مذکور نے گناہ کیے یہانتک کہ سب اپنی عبادتین ڈبودین۔ کَذٰلِکَ کما بین لکم ما ذکر۔ جیسے تمھارے لیے نصیحت مذکورۂ بالا کو بیان کیا۔ اسی طرح۔ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ۔ اللہ تعالے تمھارے لیے اپنی آیات نصیحت بیان کرتا ہی۔ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ۔ فتعتبرون۔ تاکہ تم تفکر کرو پس عبرت حاصل کرو۔ ف یہ آیت متصل ہی بقولہ یاایہا الذین آمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی۔ یعنے منت کھنے اور ستانے سے اپنے نفقات کو جو ثواب کثیر لاتے اور پھلتے پھولتے ہین باطل ست کرو۔ قال ایود کم ان تکون لہ جنۃ الآیۃ۔ کیا تم مین کوئی اسکو پسند کرتا ہی کہ اسکا ایک باغ نہایت خوب ہو وہ اسکے بڑھاپے اور چھوٹی چھوٹی اولاد کے وقت جلکر خاک ہو جاوے جسوقت اسکو نہایت حاجت اس باغ کی ہی یعنے ایسا کوئی تم مین سے نہین پسند کرتا ہی پس اس تمثیل کی دو جہتین ہین ایک تو یہ کہ مومنون کو منع کردیا کہ ایسے نہ ہین جیسے اس مثل والے کا حال مذکور ہوا اب رہا یہ کہ یہ مثل کہان کہان صادق ہی تو جاننا چاہیے کہ کمال بلاغت ہی کہ مثل مذکور منافق و فاسق و کافر سب پر صادق ہی اسواسطے کہ دنیاوی مال و متاع سے بھرے پھر صدقہ دیا لیکن نام کے واسطے لیس آخرت مین کچھ نہین ہی اور فاسق مسلمانون کو آخرت مین زیادہ رنج ہوگا کیونکہ انھین کے واسطے آخرت مین ثواب جمع رہتا ہی لہذا محی السنۃ وغیرہ مفسرین نے اسکو احسان رکھنے والے وایذا دینے والے کی خیرات کی مثل و منافق کے نفقہ کی مثل قرار دیا اور یہی سیاق کلام سے زیادہ مربوط ہی اور شامل ایسے شخص کو بھی ہی کہ جسنے ابتدا مین اعمال خیر کرکے اپنے واسطے آخرت مین باغ لگایا اور پھر اسنے تونگری کے فتنہ مین گرفتار ہوکر ایسے گناہ کیے کہ سب باغ جلادیا اور یہی معنے ہین اس روایت کے جو بخاری رح نے عبید بن عمیر سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رض نے ایکروز اپنے اصحاب سے کہا کہ تم کیسے شخص کے حق مین جانتے ہو کہ یہ آیت اُتری ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ الآیہ۔ تو بولے کہ اللہ دانا تر ہی پس عمر رض غصہ ہوے کہ یہان موقع یہ ہی کہ کہو ہم جانتے ہین یا نہین جانتے ہین تو ابن عباس رض نے عرض کیا کہ ای امیرالمومنین میرے دل مین اس آیت کے بارہ مین کچھ بات عمر رض نے کہا کہ ای بھتیجے وہ بیان کر اور تو اپنے آپکو چھوٹا اور حقیر مت قرار دے تو عرض کیا کہ یہ مثل ہی عمل کی تو عمر رض نے کہا کہ کس عمل کی ابن عباس رض نے کہا کہ مرد تونگر نے اللہ تعالے کی طاعات کین پھر اللہ تعالے نے اسکے واسطے شیطان کو برانگیختہ کردیا پس اسنے گناہ کیے یہانتک کہ اپنے اعمال سب ڈبو دیے رواہ البخاری وتفرد بہ اور اسمین یہ دلیل نہین ہی کہ آیۂ کریمہ کی یہی تفسیر ہی اور سابق مین جو اسکے معنے مذکور ہوے وہ نہین ہین بلکہ یہ فائدہ نکالا گیا ہی چنانچہ خود ابن عباس رض سے عوفی رح نے روایت کیا کہ اللہ تعالے نے یہ خوب مثل بیان فرمائی اور اللہ تعالے کی سب مثلین خوب ہین تو کہا ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ الآیۃ۔ فرماتا ہی کہ اسکے بڑھاپے مین اسکے ہری بھری زمین بستان ہی اور اسکو بڑھاپا پہونچا اور اسکی اولاد و ذریت سب چھوٹے ہین پس اعصار نے جسمین آگ ہی آکر یہ باغ جلادیا پھر نہ اسکو قوت ہی کہ ایسا باغ جماوے اور نہ اسکی نسل کے پاس کچھ مال ہی کہ پیر مرد کی خبر گیری کرین ایسے ہی قیامت مین کافر کا حال ہوگا کہ نہ اسکے پاس کچھ بھلائی ہوگی اور نہ قوت ہوگی کہ بھلائی جمع کرے اور نہ اسنے کچھ خیرات پہونچا رکھی ہی جو اسکو مل جاوے جیسے اس مثل والے کو اسکی اولاد سے کچھ نہ ملا اور ثواب ایسے وقت ندارد ہی کہ وہ بہت محتاج ہی جیسے مثل والا اپنے باغ سے اپنے بڑھاپے اور اولاد ضعیف ہونے کے وقت جب زیادہ حاجت تھی محروم ہوا۔ رواہ ابن ابی حاتم اور حاکم نے مستدرک مین روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا مین کہا کرتے تھے کہ ای پروردگار میرا رزق میرے بڑھاپے اور میری عمر منقضی ہونے کے وقت بڑھادے اور بیضاوی نے فرمایا کہ یہ مثل ایسے شخص کے حال کی ہی جسنے ایسے کام کیے جو نیک معلوم ہوتے ہین اور ان کامون کے ساتھ ایسے کام بھی ملائے جو نیک کامون کو مٹانے والے ہین مانند احسان رکھنے اور ایذا دینے وغیرہ کے تو قیامت مین جب انکی طرف اسکو سخت حاجت ہوگی تو سب کو مٹا ہوا پاکر حسرت و افسوس کھاویگا اور کتنا مشابہ ہی ایسے شخصون کے حال سے حال اوس شخص کا جسنے اپنے

دل سے عالم ملکوت کی طرف جولانی کی اور اپنی فکر سے عالم جبروت کی طرف ترقی کی پھر الٹے پانون لوٹ کر لوگون سے مکاری کرنے لگا اور حق عزوجل کے سوائے دیگر چیزون کی طرف ملتفت ہوگیا اور اپنی تمام کوششین اسنے خاک کردی۔ پھر جاننا چاہیے کہ نخیل اسم جمع ہی واحد اسکا نخلہ۔ یا نخیل جمع نخل کی جو اسم جنس ہی اور اعناب جمع عنب جو اسم جنس ہی اور واحد اسکا عنبہ ہی اور اسیکو عرب والے کرم کہتے ہین اور حدیث مین منع آیا ہی اور فرمایا کہ کرم قلب مومن ہی۔ اور باغ مذکور مین تمام قسم کے میوجات تھے مگر نخیل و اعناب کو انکے اشرف ہونے کی وجہ سے مخصوص ذکر کیا کیونکہ له فیها من کل الثمرات۔ فرمایا ہی۔ اور اعصار ہوائے گرم تند جو زمین سے آسمان کی طرف مانند ستون کے بہتی ہی اسمین آگ ہوتی ہی ذکرہ البخاری وغیرہ آور یہ لفظ مذکر ہی برخلاف دیگر اسمار ہولکے کہ وہ مونث ہین ذکرہ ابن الانباری وغیرہ اور جاننا چاہیے کہ آیۂ کریمہ مین حسن استقصار ہی یعنے جو معنے قصد کیے گئے اسکے ساتھ اسکے سب اوصاف ذاتیہ ذکر کرنے کے بعد اسکے سب عوارض ولوازم اسطرح ذکر کردیے گئے کہ پھر اگر کوئی اس معنے کو لے تو اس سے زیادہ اسکو اسمین کلام کی گنجائش نملے چنانچہ آیۂ کریمہ مین اگر لفظ جنت پر اقتصار ہوتا تو کافی تھا مگر اسکی تفسیر کردی کہ من نخیل و اعناب کیونکہ ایسے باغ والے کو خوب ملتا ہی پھر زیادہ کردیا۔ تجری من تحتها الانهار۔ کہ اسکا وصف پورا کردیا پھر دو وصف کے بعد قوله له فیها من کل الثمرات۔ سے اوصاف کی تکمیل کردی پس کچھ باغون مین ہوا کرتا ہی سب فرمادیا تاکہ اسکے خراب ہوجانے پر کمال افسوس ہو۔ پھر اسکے مالک کی وصف مین کہا کہ۔ اصابه الکبر۔ پھر اسکا استقصار کیا اس معنے کی راہ سے جس سے باغ کی خرابی مین زیادہ غم ہو پس فرمایا۔ وله ذریة۔ اور اسی پر اکتفا نہین بلکہ وصف کردیا۔ ضعفاء۔ پھر اس باغ کی استیصال کو ایسی سرعت سے ہلاکت کے ساتھ ذکر کیا۔ فاصابها اعصار۔ اور اسی پر اقتصار نہ کیا کہ جلد تباہ ہونا شاید اس سے نہو فرمایا۔ فیه نار۔ اور اسی پر اکتفا نفرمایا کہ شاید آگ سست ہو کر رطوبت درختان وانہار سے زیادہ موثر نہوئی ہو تو صنعت احتراس کے ساتھ فرمادیا۔ فاحترقت۔ ای تو یہ آگ تھی کہ اسنے خواہ مخواہ جلادیا۔ قال المفسر یہ نہایت بلیغ عمدہ استقصار ہی اور بہت پورا و کامل ہی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ

ای ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزین اپنی کمائی مین سے اور اس سے جو ہمنے نکالا تمھارے لیے زمین مین سے

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا

اور قصد نہ کرو گندی چیز کا اسمین سے کہ اسکو خرچ کرو اور تم آپ وہ نہین لوگے مگر آنکہ آنکھین موند لو اسکے بارہ مین اور جان رکھو

أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ

یہ کہ اللہ تعالے بے پرواہ خوبیون والا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا۔ زکوا۔ ای ایمان والو خرچ کرو یعنے زکوۃ دو۔ مِن طَيِّبَاتِ۔ جیاد۔ عمدہ کھرے۔ مَا كَسَبْتُمْ من المال کھرے عمدہ مال سے جو تمنے کمایا ہو۔ وَمِن۔ طیبات۔ مِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم۔ اور کھری اس چیز سے کہ نکالی ہمنے تمھارے لیے۔ مِّنَ الْأَرْضِ۔ من الحبوب والثمار۔ زمین سے یعنے اناج و پھلون کو۔ وَلَا تَيَمَّمُوا۔ تقصدوا۔ اور مت قصد کرو۔ الْخَبِيثَ۔ الردی۔ ناکارہ کو۔ مِنْهُ۔ ای المذکور۔ تُنفِقُونَ۔ فی الزکوۃ۔ یعنے اس مذکور کمائی و پیداوار مین سے ناکارہ کا قصد مت کرو کہ اسکو خیرات کرنے لگو۔ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ۔ ای الخبیث لو اعطیتموہ فی حقوقکم۔ حالانکہ تم خود نہین لینے والے ہو اسی خبیث کو کہ اگر دیے جاؤ تم اپنے حقوق مین۔ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ۔ بالتساہل وغض البصر فکیف یودون منه حق اللہ۔ مگر یون کہ

لے لوگے کہ اس ردی سے اغماض کرو یعنے باین طور کہ تساہل کرکے لیلو اور چشم پوشی کرو پس جب یہ حال ہی تو تم ردی سے اللہ تعالے کا حق کیونکر ادا کرتے ہو۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ ۔ عن نفقاتکم ۔ حَمِيْدٌ ۔ محمود علی کل حال اور خوب جان لو کہ اللہ تعالے غنی یعنے بے پروا ہی تمہارے نفقات سے اور حمید یعنے محمود ہی ہر حال مین ف مفسرین رحمہم اللہ تعالے نے اختلاف کیا یہان کیسا خرچ مراد ہی آیا نفقہ واجب یعنے زکوۃ مراد ہی یا خیرات مستحب ہی یا واجب و مستحب دونون کو شامل ہی پس مفسر سیوطی رح نے اختیار کیا کہ نفقہ واجب مراد ہی اور وہ زکوۃ ہی اسواسطے کہ جمہور کے نزدیک زکوۃ کے بعد اور کوئی نفقہ واجب نہین ہا اور فرض پر واجب کا اطلاق آتا ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی قولہ انفقوا بصیغہ امر اسواسطے کہ امر واسطے وجوب کے ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ یہ آیت زکوۃ مفروضہ کے حق مین نازل ہوئی اور یہی ایک جماعت سلف سے مروی ہی اور بعض نے کہا کہ صدقہ مستحب مراد ہی اور امر استحباب کے لیے ہی کیونکہ ابن عباس نے کہا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارزان طعام خرید کر خیرات کرتے تھے تو اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری اور اکثرون کے نزدیک فرض و مستحب سب کو شامل ہی اور یہی ظاہر آیہ کریمہ ہی اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے باسناد ابن جریر رحمہ اللہ تعالے کے براء بن عازب سے روایت ذکر کی کہ براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت انصار کے حق مین اتری انکا دستور تھا کہ جب خرما توڑنے کے دن آتے تو اپنے باغون سے گدر خرمے لا کر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اسطوانہ کے درمیان رسی مین لٹکا دیتے تھے پس اسکو فقراء مہاجرین کھاتے تھے پس بعض انہین سے گدر معہ خوشون کے ساتھ حشف یعنے جو ناکارہ ہو گیا تھا لا کر لٹکاتا اور سمجھتا کہ یہ جائز ہی پس اللہ تعالے نے اس شخص کے حق مین جسنے ایسا کیا یہ آیت نازل فرمائی ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ۔ وروا ابن ماجہ وابن مردویہ والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین اور ابن ابی حاتم نے براء سے روایت کی کہ یہ آیت ہم لوگون کے حق مین نازل ہوئی ہم لوگ خرما کے باغ رکھتے تھے پس ہم مین سے ہر ایک اپنی وسعت کے موافق قلیل و کثیر لاتا تھا پس ہم مین سے آدمی خرما کی گودہ لاتا اور اسکو مسجد مین لٹکا دیتا اور اہل صفہ مہاجرین کے واسطے کچھ طعام نہ تھا پس انہین سے جب کسیکو بھوک لگتی تو آکر اپنے عصا سے گودہ کو مار کر اسمین سے گدر و پکے چھوہارے گرا کر کھا لیتا اور بعضے لوگون کو خیرات کی رغبت نہ تھی تو وہ ایسی گودہ لاتا کہ اسمین حشف و شیص ہوتے اور ایسی گودہ لاتا کہ وہ چوٹ کھائے ہوتے تھے اور اسکو لٹکا دیتا پس یہ آیت نازل ہوئی ۔ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون و لستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ ۔ کہا براء نے یعنے اگر تم مین سے کسیکو ایسا ہدیہ بھیجا جاوے جیسا تمنے دیا ہی تو اسکو نہ لیگا الا اغماض کرکے اور حیا کرکے کہ بھیجنے مین بھیجنے والے کو رنج ہوگا ۔ پھر اسکے بعد ہم لوگون کا دستور تھا کہ آدمی اپنے پاس کی چیز مین سے جو سب سے اچھی ہوتی تھی لاتا تھا و رواہ الترمذی عن الدارمی قال حسن غریب اور ابن ابی حاتم نے سہل بن حنیف سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوہارے کی دو قسم سے ایک جعرور اور ایک جبیق سے منع فرما دیا تھا اور لوگون کا دستور تھا کہ اپنے پھلون مین سے ناکارہ کو قصد کرکے انکو صدقہ مین نکالتے تھے پس نازل ہوا ۔ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون الآیہ ۔ ورواہ ابوداؤد اور دوسری وجہ سے روایت کی اسمین یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرور و جبیق کو صدقہ مین لینے سے منع کر دیا ۔ ورواہ النسائی ایضا مترجم کہتا ہی کہ ظاہرا یہ زکوۃ مین لینے سے ممانعت ہی ۔ اور عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مسلمان کی کمائی خبیث نہین ہوتی ہی ولیکن وہ ناکارہ چھوہارے کو اور کھوٹے کم مال درم کو اور جسمین کچھ خیر نہین ہی صدقہ نہ کرے رواہ ابن ابی حاتم ۔ اور مترجم کہتا ہی کہ معنے یہ ہین کہ مومن اپنے دین کی پابندی سے حلال کماتا ہی اسکی خبیث کمائی اسوجہ سے نہین ہوتی ہی ۔ اور احسن الروایات مین حدیث ابن ابی حاتم و ترمذی ہی و ترمذی رح نے اپنی سنن مین اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہی اور ان روایات سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہ صدقہ نفل کو بھی شامل ہی ۔ حضرت علی رض سے طیبات کی تفسیر مین سونا و چاندی مذکور ہی اور ابن عباس نے کہا کہ طیبات اس چیز سے جو اللہ تعالے

۱۰

نے نصیب کیا انکو ان اموال مین سے جو انھون نے کمائے ہین اور یہ درحقیقت کسب کی تفسیر ہے اور ایسی ہی مجاہد سے تجارت مذکور ہے۔ یہ بھی کمائی
کی تفسیر ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تفسیر البتہ طیبات کی ہے اور وہی سدی رح سے روایت ہے اور ظاہر امر اداس سے نفیس و جید ہے اسواسطے کہ عرب کے
نزدیک یہی اجود ہے اور قرینہ اسپر لفظ خبیث ہے کہ مراد اس سے ردی ہے اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا ہے اور ابن عباس رض سے صحیح روایت ہے کہ اللہ تعالے نے
مومنون کو حکم کیا کہ مال سے اجود و اطیب و انفس کو خیرات کرین اور انکو مال ذلیل وردی سے منع کیا اور یہی خبیث ہے کیونکہ اللہ تعالے طیب ہے نہین قبول
نہایت نفیس ۱۲
کرتا مگر طیب کو اور بعض نے اسکی تفسیر مین حلال فرض کیا طیبات ای حلالات اور یہ ناقص تفسیر ہے اسواسطے کہ طیبات دونون امور کو شامل ہے کہ حلال بھی ہو
اور جید یعنے کھرا بھی ہو بمقابلہ خبیث کے فافہم اور کسبتم۔ شامل ہے ہر ایسی چیز کو جو ہنر و کار [?] سے ہو مثل تجارت و حرفہ وغیرہ مگر آنکہ تجارات و حرفتون مین سے
جو روا ہین انکی کمائی روا ہے اور جو نہین روا ہین انکی کمائی بھی خبیث ہے پس آیت مین دلیل ہے کہ اپنی مشقت سے کمانا مباح ہے اور اسکی دو قسمین ہین ایک طیب
اور ایک خبیث پس طیب مثلاً علمی کتابون کی یا اناج کی یا کپڑے کی تجارت کرے اور جو شرائط ہر ایک قسم کی خرید فروخت کی ہین انکو ملحوظ رکھے تو کمائی
یعنے بخشش کیا یا انہون نے جو شرع نے منع ہین ۱۲
حلال ہے مگر اس زمانہ مین بہت لوگ تجارت کرتے ہین اور شرائط سے بالکل واقف نہین ہین اور انکی ناواقفی سے ناحق حلال کا حرام ہو جاتا ہے اور البتہ
ترجمہ فتاوائے عالمگیری و عین الہدایہ جلد سوم کتاب البیع مین مفصل مذکور ہین واللہ الموفق اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا
کہ جو آدمی کھاوے اسمین اطیب وہ ہے جو اپنی کمائی سے کھاوے اور آدمی کا فرزند اسکا کسب ہے۔ اور نیز فرمایا کہ ہرگز نکھایا آدمی نے کوئی طعام بہتر اس سے کہ اپنے
ہاتھ کی کمائی سے کھاوے اور داؤد علیہ السلام نہین کھاتے مگر اپنے ہاتھ کی کمائی سے رواہ البخاری وغیرہ۔ اور جاننا چاہیے کہ زکوۃ مفروضہ سونے چاندی
زیور بنانے سے ۱۲
وزیور و جنگلی چرائی کے پلے ہوے جانور و مالہائے تجارت مین ایک سال گذر جانے پر ادا کرنی واجب ہوتی ہے اور حدیث مین ہے کہ جو چیز بیع کے واسطے
مہیا ہوتی تھی اسمین سے زکوۃ نکالنے کا حکم فرماتے تھے۔ قولہ تعالے۔ ومما اخرجنا لکم من الارض۔ پس مما ای من طیبات ما۔ ولیکن بمضاف بقرینہ ماسبق کے
حذف ہوا۔ اور علی کرم اللہ وجہہ و سدی سے روایت ہے ای من الثمار والزروع التی انبتنا لکم من الارض۔ یعنے پھلون و کھیتیون سے جو تمہارے
لیے زمین سے اُگائی ہین اور ظاہر آیت یہ ہے کہ پھل و اناج و کھان کی پیداوار نمک و لوہا و سونا و چاندی وغیرہ سب کو شامل ہے خواہ قلیل ہو
یا کثیر ہو اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح کا ہے حتی کہ فواکہ و ساگ پات و لکڑی و کیہلو [?] وغیرہ جو کچھ زمین سے پیدا ہوتا ہے انھون نے سب مین عشر یعنے دسوان
حصہ بشرائطہا واجب کہا ہے اور یہ اقوی ہے اور تفصیل اسکی فقہ مین ہے اور محی السنہ نے معالم مین کہا کہ اہل علم سب متفق ہین کہ نخیل و کروم مین اور جو
اناج کہ آدمی ذخیرہ کرتا ہے اسمین دسوان حصہ واجب ہے اگر وہ آسمان کے مینہ سے یا ایسی نہر کے پانی سے جو قدرتی روان ہے سینچا گیا ہو اور اگر چرسہ [?] سے
یا ڈھیکلی سے سینچا گیا تو بیسوان حصہ واجب ہوگا پھر ابن عمر رض کی مرفوع روایت من طریق البخاری رح ذکر کی پھر کہا کہ سوائے مذکورہ بالا کے اور چیزون مین
اہل علم نے اختلاف کیا ہے پس ایک قوم نے کہا کہ اور چیزون مین عشر نہین ہے اور یہی ابن ابی لیلی و شافعی کا قول ہے اور زہری و اوزاعی و مالک نے کہا
کہ زیتون مین عشر واجب ہے اور ابو حنیفہ رح نے کہا کہ ہر ساگ و سبزی یعنے ترکاری مین عشر واجب ہے جیسے پھلون مین واجب ہے سوائے گھاس و جلانے
کی لکڑی کے۔ قولہ ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ۔ یعنے مت قصد کرو مال مین سے ردی کا خیرات کرنے کے حال مین
حالانکہ اگر تمکو دیا جاوے تو تم نہ لو مگر اسی طور کہ چشم پوشی کرو اور ابن کثیر رح نے عن البراء بن عازب سے روایت کیا یعنے اگر تم مین سے کسیکا دوسرے پر
مال ہو اور اسنے ایسا ناکارہ دیا تو نہ لیگا الا آنکہ جان لے کہ اسنے میرے حق مین کم دیا ہے رواہ ابن جریر و علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی
کہ فرمایا ہے کہ اگر تم مین سے کسیکا دوسرے پر حق ہو پھر وہ تمہارے حق واجب سے گھٹا ہوا لایا تو تم اسکو جید کے حساب سے نہ لوگے یہانتک کہ اسکو
ناقص کر لو پس کیونکر تم میرے واسطے پسند کرتے ہو ایسی بات جو اپنے واسطے نہین پسند کرتے ہو اور میرا حق تم پر تمہارے مالون مین سے اطیب

والنفس مین سے ہی رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر اور یہی بہتون کا قول ہی اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہی قال فی المعالم یہ حکم اسوقت ہی کہ جب کل مال یا بعض مال جید ونفیس ہوا اور اگر کل مال ردی ہو تو ردی دینے مین مضائقہ نہین ہی فافہم واللہ اعلم **ف** قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم۔ دکھلانے سنانے سے پاک جو معاملات اپنے بدنون سے کمائے ہین انکو اپنی ارواح کے واسطے صدقہ کردو **قال المترجم** یہان سے ثابت ہوا کہ ارواح کو کمالات حاصل ہونے کا واسطہ یہ جسم ظاہری ہی بشرطیکہ تمام اعضا وارکان انسانی حکم خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ چلتے ہون اور یہین سے حل ہوا کہ زندگی دراز مرد صالح کے واسطے بہت خوب ہی اور یہین سے نکلا کہ نفس کے مجاہدہ مین کفار کے ساتھ جہاد کرنے سے زیادہ ثواب ہی اور اسی پر دلالت کرتی ہی وہ حدیث کہ دو شخصون کے درمیان حضرت صلعم نے بھائی چارہ کر دیا تھا انہین سے ایک شہید ہو گیا اور دوسرا چند روز کے بعد مرا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ پیچھے جو مرا ہی اسکے اعمال اور شہید ہونے والے کے اعمال مین آسمان کے ستارون کی کثرت سے فرق ہی اور اصل حدیث ابو داؤد مین ہی۔

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَفَضْلًا ؕ

شیطان وعدہ دیتا ہی تمکو محتاجی کا اور حکم کرتا ہی بے حیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہی تمکو اپنی بخشش کا اور فضل کا

وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۙ یُّؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ

اور اللہ کشایش والا ہی دانا دیتا ہی سمجھ جس شخص کو چاہے اور جس کو دی گئی سمجھ اسکو

اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ؕ وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ

مل گئی بہت بھلائی اور وہی سمجھینگے جنکو عقل ہی اور جو خرچ کروگے کچھ

نَّفَقَۃٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُہٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

خیرات کروگے یا نذر مانوگے کوئی نذر سو اللہ تعالے اُسکو جانتا ہی اور گنہگارون کا کوئی مددگار نہین

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ یخوفکم بہ ان تصدقتم فتمسکوا۔ یعنے شیطان تمکو خوف دلاتا ہی کہ اگر خیرات کرو تو محتاج ہو جاؤگے تاکہ تم ہاتھ روک لو۔ **وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ** البخل ومنع الزکوۃ۔ اور شیطان تمکو بخل کرنے کا اور زکوۃ نہ دینے کا حکم کرتا ہی یعنے تمہارے دلون مین وسوسہ ڈالتا ہی۔ **وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ** علی الانفاق۔ **مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ** لذنوبکم۔ **وَفَضْلًا** رزقا خلفا منہ۔ اور اللہ تعالے وعدہ دیتا ہی تمکو خیرات کرنے پر اپنی طرف سے مغفرت کا یعنے تمہارے گناہون کی مغفرت کا اور فضل کا یعنے ایسے رزق کا جو خرچ کیے ہوئے کے قائم مقام عطا کریگا۔ **وَاللّٰہُ وَاسِعٌ** فضلہ۔ **عَلِیْمٌ** بالمنفق اور اللہ تعالے کی شان یہ کہ وسیع ہی فضل اسکا اور وہ خوب جانتا ہی خرچ کرنے والے کو۔ **یُّؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ** العلم النافع المؤدی الی العمل جسکو چاہے عطا فرماتا ہی حکمت یعنے ایسے علم کو جو نفع کرنے والا ہو اور عمل کرنے کی توفیق تک پہونچاوے یعنے ایسا علم جو قلب کے واسطے نفع دے اور اسکے موافق عمل کرنا نصیب ہو۔ **وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا** اور جسکو حکمت ملی وہ خیر کثیر عطا کیا گیا۔ لمصیرہ الی السعادۃ الابدیۃ۔ یعنے خیر کثیر اسواسطے ملی کہ یہ شخص سعادت ابدی کو پہونچ گیا۔ **وَمَا یَذَّکَّرُ** فیہ ادغام التاء فی الاصل فی الذال ای یتعظ یعنے یذکر در اصل یتذکر تھا تا کو دال کرکے بعد حذف حرکت کے ادغام کر دیا اور معنے یہ ہین کہ اور نصیحت کوئی حاصل نہین کرتا۔ **اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ** اصحاب العقول مگر وہی جو عقل والے لوگ ہین۔ **وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَۃٍ** ادیتم من زکوۃ او صدقۃ۔ یعنے اور جو کچھ ادا کیا تمنے زکوۃ یا صدقہ سے

اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ - فو نذرتم یہ - یا جو کچھ تمنے نذر کیا یعنے پھر تمنے اس نذر کو وفا کیا تو یہ رایگان نہین ہی بلکہ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ فیجازیکم علیہ اللہ تعالےٰ اسکو خوب جانتا ہی - پس تمکو اسپر جزا و ثواب دیگا - وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ - بمنع الزکوٰۃ والنذر او بوضع الانفاق فی غیر محلہ من معاصی اللہ تعالےٰ - مِنْ اَنْصَارٍ - مانعین لهم من عذابہ - یعنے لوگون کے لیے جو ظلم کرنیوالے ہین باین طور کہ باز رکھین کوۃ دینے اور نذر ادا کرنے سے یا باین طور کہ خرچ کرین اللہ تعالےٰ کی نافرمانیون مین ایسے مقام پر جو محل خرچ کرنے کا نہین ہین تو ایسے ظالمون کے لیے کوئی مددگار نہین جو مانع ہون اور بچاوین انکو عذاب الٰہی سے ف اس آیۃ کریمہ مین اللہ عز و جل نے سمجھ والون کے واسطے حکمت و علم وافر بیان فرمایا ہی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے جیسے تمہاری روزیان تقسیم کی ہین ویسے تمہارے درمیان اخلاق تقسیم کیے ہین اور اللہ تعالےٰ دیتا ہی دنیا جسکو چاہتا ہی مگر دین نہین دیتا ہی مگر اُسی شخص کو جسکو دوست رکھتا ہی پس جسکو اللہ تعالےٰ نے دین دیا اسکو دوست کر لیا اور قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ بندہ مسلمان نہین ہوتا یہانتک مسلمان ہو اسکا دل اور زبان اور مومن نہین ہوتا یہانتک کہ اسکا پڑوسی اسکے بوائق سے امن مین ہو تو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکے بوائق کیا ہین فرمایا کہ اسکا گھونٹنا اور ظلم - پھر فرمایا کہ جو کوئی بندہ مال کو حرام طریقہ سے کماتا ہی تو کبھی نہین ہوتا کہ اُسمین سے خرچ کرے کہ اسکو اسمین برکت ملے اور نہین ہوتا کہ صدقہ دے کہ وہ قبول ہو اور نہین چھوڑتا اپنے پیچھے مگر کہ وہ اسکے واسطے دوزخ کی طرف زاد راہ ہوگا - اللہ تعالےٰ نہین مٹا دیتا بُرائی سے بُرائی کو ولیکن مٹاتا ہی بُرائی کو بھلائی سے - البتہ جو چیز خود خبیث ہی وہ خبیث کو نہین مٹاتی ہی - رواہ الامام احمد - اور اس آیت مین فرمایا الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء - حضرت ابن مسعود سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی مین ایک ٹہوکا شیطان کا ہی اور ایک ٹہوکا فرشتہ کا ہی پس شیطان کا ٹہوکا یہ ہی کہ اسکو بُرائی کا وعدہ دیتا ہی اور حق کو جھٹلاتا ہی اور فرشتہ کا ٹہوکا یہ ہی کہ اسکو بھلائی کا وعدہ دیتا ہی اور حق کی تصدیق کراتا ہی پس جو وعدہ خیر اور تصدیق حق کو پاوے تو جان لے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہی اور اللہ تعالےٰ کے لیے اسپر حمد ادا کرے اور جو دوسری بات پاوے تو شیطان سے پناہ مانگے پھر پڑھی آیۃ قولہ تعالےٰ الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا الآیۃ - رواہ ابن ابی حاتم والترمذی والنسائی وابن مردویہ پھر ابن کثیر نے فرمایا کہ معنے قولہ یعدکم الفقر یعنے خوف دلاتا ہی تمکو فقیر ہونے کا تاکہ روک لو جو تمہارے ہاتھ مین ہی اور اسکو رضاے الٰہی مین خرچ نہ کرو اور قولہ یامرکم بالفحشاء - اور باوجود اسکے کہ تمکو فقیری کا خوف دلاکر خرچ کرنے سے روکتا ہی مگر تمکو گناہون اور حرام باتون اور مخالفت حق عز و جل کا حکم کرتا ہی یعنے خصلت فحش کا حکم دیتا ہی ای گناہون کا اور اُسمین خرچ کرنیکا حکم دیتا ہی - مترجم کہتا ہی کہ یہ بات بدیہی مشاہدہ ہی کہ ہزارون مالدار ہین کہ انکو ہوس بخل ہی اور راہ خیر مین خرچ کرنے سے نہایت مکدر ہوتے ہین لیکن شادی بیاہ و ناچ رنگ و بدعت سے خوشنودی چندہ و دعوتون مین بکثرت خرچ کرتے ہین پس ہم لوگون کے واسطے یہ مقام عبرت ہی - اور غور کرنا چاہیے کہ زمانہ مین کہانتک اسوقت شیطان کا وسوسہ پھیل گیا - قولہ واللہ یعدکم مغفرۃ - مغفرت الٰہی بندہ کے واسطے یہ ہی کہ دنیا مین اسکی پردہ پوشی کرے اور آخرت مین اس سے درگذر فرماوے اور فضل یہ ہی کہ جو خرچ کیا ہی اس سے افضل عطا کرے پس دنیا مین رزق مین وسعت دے اور آخرت مین ثواب جمیل عطا فرماوے - واللہ واسع علیم - یعنے فضل اسکا وسیع ہی بشر کی قیاس سے باہر ہی اور حدیث مین ہی کہ ہر روز صبح کو دو فرشتے اترتے ہین ایک کہتا ہی کہ ای ہمارے پروردگار خرچ کرنے والے بندہ کو جو خرچ کیا ہی اسکی جگہ اور دے اور دوسرا کہتا ہی کہ ای ہمارے پروردگار بخیل کو تلف دے اور یہ حدیث صحیحین مین ہی - قولہ یؤتی الحکمۃ من یشاء - شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ حکمت سے مراد قرآن کی معرفت ہی یعنے قرآن کے ناسخ و منسوخ و محکم و متشابہ و مقدم و موخر و حلال و حرام و امثال کا جاننا اور جویبر نے ابن عباس سے مرفوعا روایت کی کہ وہ قرآن ہی یعنے حکمت کی تفسیر قرآن مجید ہی - اور مجاہد نے کہا کہ بات مین راہ صواب پانا اور نیز مجاہد سے لیث بن ابی سلیم

روایت کی کہ وہ نبوت نہیں ولیکن علم وفقہ قرآن ہی **قال المترجم** یہ قول دقیق وباریک وصحیح ہی اور یہی کشف دقائق ہیں جو اکابر راسخین کو حاصل ہوتے ہیں اور **غزالی** رحمہ اللہ نے اسکو مفصل بیان کیا ہی۔ اور شیخ ابو العالیہ نے کہا کہ حکمت خشیۃ اللہ ہی یعنے محبت کے ساتھ اللہ تعالے کی طرف سے خوف ہونا اور ابن مردویہ نے ابن مسعود رضی سے مرفوعاً روایت کی کہ حکمت کی چوٹی خشیۃ اللہ ہی اور ابراہیم نخعی نے کہا کہ فہم ہی اور ابو مالک نے کہا کہ سنت ہی اور زید بن اسلم نے کہا کہ عقل ہی اور امام مالک نے کہا کہ میری عقل میں آتا ہی کہ حکمت اللہ تعالے کی دین میں سمجھ ہی اور وہ ایک ایسا امر ہی کہ اسکو اللہ تعالے اپنی رحمت وفضل سے دلون میں داخل کردیتا ہی اور اسکے دلائل میں سے ایک یہ ہی کہ تو ایک آدمی ایسا پاتا ہی کہ وہ دنیا کے معاملہ میں عاقل مگر دین میں ناسمجھ ہی اور دوسرے کو پاتا ہی کہ وہ دنیا کے معاملہ میں ضعیف ہوتا ہی اور اپنے دین کے معاملہ میں دانا ہوتا ہی پس اللہ تعالے اسکو دین کی سمجھ دیدیتا ہی اور دنیا سے اسکو محروم کردیتا ہی پس معلوم ہوا کہ حکمت اللہ تعالے کی دین میں دانائی ہی یعنے انبیا علیہم السلام کی اتباع سے اہل ایمان کو ایک حصہ مل جاتا ہی **قال المترجم** جب تو غور سے تامل کرے تو ظاہر ہوجاتا ہی کہ امام مالک کا یہ قول نہایت نفیس ہی اور حکمت کی تفاسیر جو ان اکابر سے مروی ہیں وہ سب قریب ایک دوسرے کی گردن سے گردن ملی ہوئی ہیں مآل سب کا یہی ہی جو امام مالک رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہی اور مالک رح سے علم کی تفسیر بھی یون ہی مروی ہی کہ وہ ایک نور ہی جسکو اللہ تعالے دل میں رکھ دیتا ہی اور یہ نہایت عمدہ قول ہی ولیکن اسکو عالم ہی سمجھیگا اور یہان بھی حکمت کی تفسیر کا یہی حال ہی وقد قال تعالے وما یذکر الا اولوا الالباب شیخ ابن کثیر نے کہا کہ مراد یہ ہی کہ خطاب کو اور اس کلام کے معنے کو وہی حاصل کرینگے جنکو عقل حاصل ہی **قال المترجم** عاقل سمجھ لیگا کہ عقل ایمانی یہ عقل جو اسی نہیں ہی جسپر عوام غرہ کرتے ہین اور ہر ایک عاقل مشہور ہی ہرگز نہیں بلکہ عقل وہ ہی کہ جسکو اکابر عقل کلی اور عقل ایمانی وغیرہ عبارات سے تعبیر کرتے ہین اور اسکے حواس بھی اور ہین جیسے اس عقل جو اسی کے حواس ظاہرہ وباطنہ ہین اور یہ موقع توضیح وتطویل کلام کا نہیں ہی یہان مترجم اسی پر اقتصار کرتا ہی کہ اللہ تعالے مجکو اور تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جمیع امور میں یعنے اخلاق نفس و افعال قلب و اعمال جوارح سب میں عطا فرماوے تو یہ پردہ خود بخود اٹھ جائیگا اور بدون اسکے زبانی باتین کچھ مفید نہیں ہین۔ اور جاننا چاہیے کہ جو لوگ اس حکمت کو جو آیت میں مذکور ہی علم ہیأت وافلاک پر محمول کرتے ہین اگر بشاعرانہ کلام کے طور پر کہتے ہین تو حرام وکبیرہ گناہ میں کوئی شک نہیں اور اگر عمداً ہی تو کفر ہونا اقوی ہی اور نہایت سخت برائی تو یہ ہی کہ اسکو حکمت فلسفہ یعنے یونانیون کی فلسفی باتون پر محمول کرتے ہین اور یہ کفر شدید ہی نعوذ باللہ منہ۔ قولہ وما انفقتم من نفقۃ او نذرتم من نذر فان اللہ یعلمہ۔ مفسر رحمہ اللہ نے نفقہ سے فرض یا نفل یعنے زکوۃ یا صدقہ مراد لیا ہی اور یہی ظاہر کلام شیخ **ابن کثیر** وغیرہ ہی اور زمخشری نے حق وباطل کی تعمیم کی بمعنے آنکہ یہ حکم کلی ہی کہ تم کوئی نفقہ کرو اور کسی طور پر خرچ کرو خواہ طاعت میں یا معصیت میں او اور علی ہذا تم کوئی نذر کرو خواہ نذر جائز ہو یا وہ نذر گناہ ہو سب کو اللہ تعالے جانتا ہی اور مفسر سیوطی رح نے بھی اسیطرف اشارہ کیا ہی بقولہ او بوضع الانفاق فی غیر محلہ۔ اور یہ اولی ہی بایں معنے کہ کلام اول وجہ پر تو وعدہ خیر ہوگا فقط اور اس صورت میں وعدہ ووعید دونوں ہوگا کیونکہ اللہ تعالے جب جانتا ہی تو راہ خیر پر خرچ کرنے والون کو ثواب عطا فرماویگا اور راہ شر پر خرچ کرنے والون کو عذاب دیگا اور وہ لوگ ظالم ہونگے کہ انھون نے ایک شی کو اسکے موقع سے ہٹاکر غیر موقع میں رکھا اور ایسے ظالمین کے لیے مددگار نہیں ہین کہ عذاب الٰہی سے بچالیں اگر کہا جاوے کہ فان اللہ یعلمہ میں ضمیر واحد ہی حالانکہ مرجع دو چیزیں ہین ایک نفقہ دوم نذر اور جواب یہ ہی کہ عطف یہان او کے ساتھ ہی ایسی میں دونون امر جائز ہوتے ہین کہ ضمیر واحد آوے کما فی قولہ ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا۔ یا ضمیر مثنی آوے مثل قولہ ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بہما۔ اور بعض نے کہا کہ دو یا کئی چیزون کے بعد جب ضمیر واحد راجع ہو تو بتاویل مذکور راجع ہوتی ہی پس فان اللہ یعلمہ ای فان اللہ

یعلم المذکور اور ابن عطیہ نے اسی پر جزم کیا اور قرطبی نے اسکو ترجیح دی۔ اور یہان سے ثابت ہوا کہ نذر کرنا مشروع ہی اور یہی قول جمہور ہی اور صحیح حدیث مین آیا ہی کہ نذر کرنا قضاے الٰہی کو مانع نہین ہوتا ہی اور اصل حدیث صحیح مسلم مین ہی اور مراد یہ ہی کہ نذر کرکے آدمی یہ اعتقاد نہ کرے کہ اب میرے مقصود کے موافق ہی واقع ہوگا یا تقدیر کچھ بدل جاتی ہی بلکہ تقدیر الٰہی کے موافق واقع ہوگا اور یہ نذر کرنا بھی اسکے حق مین مقدر تھا لیکن جو نذر کی ہی اسکا وفا کرنا واجب ہی اور یہ اسوقت ہی کہ کار خیر کی نذر کی ہو پس اگر کسی نے نذر کی کہ اگر ایسا ہوگا تو مین شیخ صدو کا بکرا چڑھاؤنگا یا فقیر کو رروٹی ندونگا یا سبیل پر دونا دونگا یا تعزیہ رکھونگا تو یہ نذر حرام ومعصیت ہی اور ہرگز اسکو پورا نہ کرے ورنہ گناہ کبیرہ مین دوزخ ہی اور اگر خیر کی نذر کی کہ اگر اللہ تعالےٰ مجھے یہ رزق حلال عطا فرماویگا تو مین چار رکعت نفل پڑھونگا یا روزہ رکھونگا یا صدقہ دونگا تو یہ روا ہی اور وفا کرنا واجب ہی اور اگر کسی نے کہا کہ اگر اللہ تعالےٰ مجھے یہ رزق حرام دیگا یا یہ سود کا روپیہ وصول کراویگا یا فلان عورت اجنبی حرام طور پر ملجائیگی یا مانند اسکے کوئی امر کہا تو ایسا شخص کافر ہوا اعاذنا اللہ وجمیع المؤمنین۔ اور ظالمین کی تفسیر مین جو مفسر رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ کہا کہ یا ظالم یا یہی طور مراد ہین کہ بے جگہ خرچ کرنے سے اوپر ظلم کرین تو اس سے ثابت ہوا کہ بے جگہ خرچ کرنا گناہ شدید ہی یعنے آنکا ایسا کرنے والا دوزخ مین جائیگا اگر اسنے توبہ نہ کی کیونکہ یہ وعید عذاب کی ہی اور بے جگہ خرچ کرنے کی صورتین بے شمار ہین ازانجملہ چند ذکر کی جاتی ہین شاید اللہ تعالےٰ اس سے اہل ایمان کو سمجھ عطا کرے اور جو کرتا ہو وہ باز رہے شادی بیاہ مین خلاف شرع رسمون مین خرچ کرنا اسراف کرنا تفاخر وتکبر کی وجہ سے باریک کپڑا بدوضع پہننا کفن مین بڑھانا بے ضرورت وخلاف شرع بے ضرورت انتہا سے زائد کھانا کل مال صدقہ کرنا کہ اہل وعیال کو محتاج پریشان کرے اور مسجد کے فروش مین ناجائز تکلف کرنا اور بے ضرورت کثرت سے چراغ وشمعین روشن کرنا اور مقابر مین چراغ جلانا اور چادر چڑھانا چالیس وزقبر کے پاس لوگون کو بسانے کے لیے دینا۔ قبر پر قبہ بنانا اور گچ کرنا یہ سب خرچ ناجائز ہین کما فی الفقہ فـ۲ قال الشیخ فی عرائس البیان قولہ تعالےٰ الشیطان یعدکم الفقر۔ یعنے تمکو وعدہ دیتا ہی کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسکی بخشش کی امید قطع کرو قال المترجم یعنے جب یہ وسوسہ دلایا کہ تم راہ خیر مین خرچ کرنے سے فقیر ہوجاؤگے تو گویا مایوس کیا کہ اللہ تعالےٰ کے انعام بے انتہا سے تمکو اب نہ ملیگا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ اور نیز اللہ تعالےٰ نے جو اپنے بندون کو نفیس الطاف کا جن سے بندون کی دنیا وآخرت مین راحت ہی وعدہ فرمایا ہی اسمین شیطان شک دلاتا ہی اور دلون سے طمانیت گھٹاتا ہی۔ اور نیز شیطان تمکو جناب باری تعالےٰ کی شان مین طرح طرح کی بدگمانیان لاتا ہی اور یہ داؤ اسی شخص پر چلتا ہی جو حق عز وجل سے کم عرفان رکھتا ہی اور اللہ تعالےٰ جل سلطانہ کی سلطنت عظیم وکبریاء جلیل سے نادان ہی اسواسطے کہ شیطان کا فریب ووسوسہ ڈالنا بندے کے دل مین اللہ تعالےٰ کی طرف سے شک پیدا کرنا اور جو اسنے اپنے بندون سے وعدہ فرمایا ہی اسمین تردد ہوتا ہی اور متواتر شیطان کے وسوسون سے وہ متحیر ہوجاتا ہی یہانتک کہ بدگمانی کر بیٹھتا ہی کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ نور ایمان نہونے سے یہودی کیسے شیطان کے قابو مین آگئے کہ کہنے لگے ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء۔ ان مردودون کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ فقیر ہی اور ہم تونگر ہین اور یہ شیطان کا سخت وسوسہ تھا کہ انکو تسویل مین ڈالدیا کہ جو پاس ہی اسکو حفاظت سے رکھو اور نہونے سے خوف کرو اور خوب جمع کرو اور زکوٰۃ وخیرات کچھ مت دو ہاتھ روک لو اور انکو کثرت سے گمراہی پر آمادہ کیا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کروگے تو جو کچھ تم کو ملتا ہی یہ کچھ نہ ملیگا محض محتاج ہوجاؤگے پھر کہان سے پاؤگے اور قناعت سے بھگایا اور کفایت جس سے آدمی تونگر ہوتا ہی ہٹایا اور فریب مین ڈالدیا کہ ہر روز بڑھنے کی خواہش کرو قال المترجم انجام یہ ہوا کہ انکا تمام مال اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو جو فقیر ہوکر ایمان کے پیچھے ہجرت کرکے چلے آئے تھے بدون لڑائی وقتال کے دلوا دیا اور انکو ہلاک کردیا۔ ویامرکم بالفحشاء۔ شیطان تمکو فحشاء کا حکم دیتا ہی یعنے بخل کرنیکا اور اللہ عز وجل کی جناب مین بدگمانی کرنیکا اور دنیا سے محبت رکھنے کا اور ملامت سے نفس رکھنے کا

اور زمین و مکانات کے تعمیر کرنے کا اور ہر روز زیادتی چاہنے کا اور فقیری اور فقیرون سے بغض رکھنے کا اور زکوٰۃ نہ دینے کا اور حج وجہاد وغیرہ جو باتین اللہ
تعالیٰ نے اپنر فرض کی تھین انسے باز رہنے کا حکم کرتا ہی اور رئیس بننے کی محبت دلاتا ہی اور اسکو آنکھون مین آراستہ کر دکھاتا ہی اور بہت سے افعال ناشائستہ
کو نظر مین بہا تا ہی جیسے یہ کہ زنا کرنے کے لیے خوبصورت عورتون سے نظر لڑاؤ اور تاک لگاؤ اور شراب پینے سے تقویت ہوتی ہی اور باجے سننے
سے کانون کو فرحت ہی اور لوگ اسکو بھول جاتے ہین کہ حضرت کبریا رب العزت ذو الجلال والاکرام کی ممانعت برحق ہی یہ عقل و سمجھ اسکی ادنیٰ مخلوق
ہی اور شیطان انکو تکبر کرنا سکھلاتا ہی اور ضعیفون و مسکینون پر جبر کرنا بتاتا ہی اور جور و ظلم و عناد و بے انصافی کو انکی نظر مین زینت دیتا ہی اور اپنے
مالون کی حفاظت کے واسطے شنتین مانگر سواے خداے تعالےٰ کے دوسرون کو پروردگار بناتے ہین اور ایسے ہی اور امور ردی فاحش ہین
جنکا حکم کرتا ہی۔ واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا۔ اللہ تعالےٰ کی مغفرت یہ ہی کہ تمام فحش و بری باتون اور بخیلی کے میل کچیل سے دلون کو پاک
کرتا ہی اور دنیا وما فیہا کی محبت سے بچا لیتا ہی اور فضل اسکا یہ ہی کہ اپنا مشاہدہ عنایت کرتا ہی اور اپنی درگاہ مین تقرب دیتا ہی اور اپنی معرفت و
توحید سے سرفراز کرتا ہی اور اسرار کشف کر دیتا ہی بخاص انھین بندون کے لیے ہی جنکو اپنی خدمت وخطاب وخصائص مناجات ومحبت کے واسطے
برگزیدہ فرمایا ہی۔ اور نیز مغفرت یہ کہ یقین کو کشف کر کے نفس کو طمانینت وتسکین دیتا ہی اور فضل یہ کہ حکم ازلی پر رضامندی حاصل ہوتی ہی اور
نیز مغفرت یہ ہی کہ ماسواے حق کے جو عالم مخلوق ہی اس سے بے پروائی ہوتی ہی اور فضل یہ کہ وصال ملتا ہی۔ اور بعض کابرنے فرمایا کہ الشیطان
یعدکم الفقر یعنی بھلا دیتا ہی تمام اس فضل کو جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسکو ملا اور اسکا عادی ہو رہا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یعدکم الفقر ای کفایت سے
زیادہ طلب کرنے پر آمادہ کرتا ہی پس یہ شخص اسیکا گویا بندہ اور اسی کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہی۔ اقول جیسے حدیث مین آیا کہ تباہ ہوا روپیہ اشرفی کا
بندہ۔ الخ۔ اور بعض نے کہا کہ فقر سے مراد حرص ہی اور اللہ وعدہ دیتا ہی قناعت کا اور شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ دنیا ترک کرنے اور اس سے
منہ پھیرنے پر شیطان تمکو فقیر ہو جانیکا وعدہ وخوف دلاتا ہی اور اللہ تعالےٰ تمکو اسپر اپنی مغفرت وفضل کا وعدہ فرماتا ہی **قال المترجم** یہ کلام پاکیزہ
ہی اور تمام مقصود احکام سے یہی ہی کہ دنیا کی کسی چیز پر محبت واعتماد نہ کرین اور راہ خدا مین اپنی جان دین اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین عجیب
طور سے یہ وعدہ پورا فرمایا کہ انھون نے دنیا سے درحقیقت اعراض کیا مگر دنیا آنکے واسطے مال ومتاع وغنیمت وشوکت سے پھٹ پڑی اور
وہ ویسے ہی بے پروا تھے اور وجہ یہی ہی کہ دنیا سے انکو اعراض تھا اور راہ خدا مین جان دینا عین مقصود تھا پس کثرت جہاد سے دنیاوی سامان
سب نہایت کثرت سے موجود تھا اگرچہ انکی توجہ اسطرف بالکل نہ تھی اور حضرت محمد بن علی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شیطان تمکو وعدہ دیتا ہی فقیر ہو جانیکا
بسبب اسکے کہ وہ خود محتاج ہی اور حکم کرتا ہی تمکو فحشار کا تاکہ اسکا اجڑا ہوا گھر بنے کیونکہ یہی اسکے گھر کی آبادی ہی اور اللہ تعالےٰ تمکو مغفرت کا وعدہ
دیتا ہی اور اس سے تمھاری آخرت آباد ہی اور اللہ تعالےٰ وعدہ دیتا ہی اپنے فضل کا اور وہ یہ ہی کہ سواے جناب باری تعالےٰ کے سب سے استغنا ہی
اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ قولہ الشیطان یعدکم الفقر یہ خوف دلانا شیطان کا موحدین کو ہی کافرون کو نہین ہی کیونکہ کافر تو اس سے بدتر حال مین
اسکے تابع ہین پھر شیطان پہلے اسکو محتاجی سے ڈرتا ہی پھر جب وہ محتاجی سے ڈرا تو اسکو معصیت کی طرف بلاتا ہی یعنے ایسا کرو گے تو محتاجی
نہ ہوگی پھر جب آدمی نے معصیت کو حلال کر لیا تو اسکو نفاق کی طرف بلاتا ہی پھر جب اسنے نفاق کو حلال کر لیا تو اسکو کفر کی طرف بلاتا ہی مگر فقر
سے وہی ڈر جاتا ہی جو قسمت کو بھول گیا اور قسمت کو نہین بھولتا جسنے یہ جان لیا ہی کہ اللہ تعالےٰ نے ازل مین جس شخص کے واسطے جو چاہا ہی وہ
رزق تقسیم کر دیا ہی اسمین کمی بیشی نہین ہو سکتی ہی اور گناہون کی جڑ یہ ہی کہ آدمی اپنی خواہشون کی آگ روشن کرے اور نفاق کی جڑ یہ ہی کہ مخلوق
کے لیے اپنے کو آراستہ کرے اور کفر کی جڑ یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ کی تقدیر مین جھگڑا کرے۔ اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فقر یہ ہی کہ جو چیز جس جگہ سے

لینی چاہیے اسکے سوا سے دوسری وجہ سے لیوے اور جہان اسکے خرچ کا موقع ہی اسکے سوائے دوسری جگہ صرف کرے قال المترجم اس قول آیت
کے معنے یہ ہوے کہ شیطان تمکو اس بات پر آمادہ کرتا ہی کہ جہان خرچ کرنا چاہیے وہان مت خرچ کرو اور جہان نہین خرچ کرنا چاہیے وہان خرچ کرو۔ اور درحقیقت
بہتیرے لوگ ایسے نظر آتے ہین کہ راہ خیر مین خرچ کرنے کی حالت مین محتاج ہین اور بیجا صرف کرنے کے وقت مالدار ہین بھلا کسیکو دیکھا گیا کہ اسنے
خیرات کرنے کے واسطے قرض لیا ہو اور ایسے بہت ہین جنھون نے شادی بیاہ اور طعام اموات کی رسوم کے واسطے ہزارون قرض لیے فافہم
قولہ تعالے یؤتی الحکمۃ من یشاء منجملہ حکمت کے یہ ہی کہ باطن قلوب کے انوار سے نفس کے عیوب جو نہایت پوشیدہ و باریک ہین انکو دریافت کرکے
ترک کرے اور حکمت ایک ادب الٰہی ہی جو خلقت انسانی کی تہذیب کرتی ہی اور نیز حکمت یہ ہی کہ اخلاق الٰہی کی معرفت حاصل ہو اور نفس کے عیوب
اور شیطانی باریک باتین جانکر انکو ترک کرے اور علم شرعی کے ذریعہ سے عالم فرق کر لیتا ہی کہ یہ تو نفس کا وسوسہ و شیطان کا بہکاوا ہی اور یہ فرشتہ کی صحبت
جو انسان مین ہی اسکا ارشاد اور عقل کی ہدایت اور قلب کے نور سے بصیرت ہی اور منجملہ حکمت کے امور ذیل ہین یعنے جب حکمت حاصل ہوتی ہی تو یہ امور
حاصل ہوتے ہین الہام حق اور نطق روح اور رمز سر اور اقسام خطاب حق اور مخلوق کے اقدار کی شناخت اور باطن کی بیماریون کا علاج اور وسوسہ کا
دفع کرنا۔ اور مخلوق کے احوال و مقامات کی شناخت۔ مکاشفات و مشاہدات واقع ہونا۔ اور معرفت کی منزلین دریافت کر لینا اور توحید کے درجے جان
لینا اور دیگر امور جو ان حقائق کے ساتھ متعلق ہین مثلاً ریا کی بہت باریکیان جو ظاہری علم سے معلوم نہین ہوتی ہین اور نفس کے شکوک و بڑے خطرے
اور علم لدنی تک پہونچنا و خاص خاص کرامتین و فراست پا جانا اور غیب کو غیب سے دیکھنا اور حق عز و جل کے ساتھ مخاطبت و مکالمہ اپنے خلوتون
کے اسرار مین اور مناجاتون کے انوار مین قال المترجم یہ اعلی مقامات جنکی طرف شیخ رحمہ اللہ نے یہان اشارہ فرمایا اور بہت خوب اشارہ کیا ہی اور
حکمت ایک امر الٰہی جو شریعت و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع وجوہ سے پورے طور پر بجالانے سے اللہ تعالے کے فضل سے بندے کو
حاصل ہوتی ہی جیسا کہ امام مالک نے تصریح کی اور ایک جماعت سلف نے اشارہ کیا ہی اور یہی حق ہی فافہم پھر شیخ نے فرمایا کہ پھر جسکو یہ درجات
دیدیے جاتے ہین اسکو انبیاء و رسولون کی خلافت ملتی ہی اور ملائکہ کرام کے درجہ پر ہوتا ہی اور یہ منزلت تمام منازل اولیاء مین سے اعلی درجہ کی ہی
اور اللہ تعالے کے خاص بندون کے مقامات مین سے نہایت اونچا رتبہ ہی اور دنیا و آخرت کی خیر یہی ہی یعنے سب سے عمدہ بھلائی ہی۔ قال المترجم
بعض اکابر نے تصریح کر دی کہ انبیاء علیہم السلام مین سے ہر ایک نبی کے قلب کے موافق افراد بشر کو جنکو اللہ تعالے نے برگزیدہ کیا ہی حکمت
ملتی ہی پس اس امت مین ایک خاص حکمت جو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہی وہ ایک ہی شخص کو عطا ہوگی اور باقی کو حکمتین ملینگی جو دیگر
انبیاء علیہم السلام کے قلب سے موافق ہونگے یعنے گویا وہ پرتو انکے قلب کا ہوگا اور بسا اوقات یہ ہوگا کہ ادنی درجہ کی نبوت اور اعلی درجہ کی حکمت موافق
ہوگی اور بھید اس قول کا جو مشہور ہی کہ علماء اس امت کے مثل انبیاء بنی اسرائیل ہین یہی ہی اور حاشا کہ یہ معنے نہین ہین کہ ما و شما جتنے پڑھے لکھے ہم
ہین یہ انبیاء بنی اسرائیل کے مساوی ہین استغفر اللہ تعالے پھر بھی جو لوگ اہل حکمت ہین اور اللہ تعالے نے انکو اپنے فضل سے حکمت عطا کی ہی وہ
درجہ نبوت مین الگ کون ہین سے ادنی نبی کے برابر بھی نہین ہین قال الشیخ اور نیز حکمت یہ ہی کہ اللہ تعالے کے خطاب مین رمز کو پاکر اس سے حق عز و جل
کی مراد دریافت کر لی پھر جو دریافت کیا ہی اسکو اللہ تعالے ہی کے واسطے بجالاوے اور نیز حکمت یہ ہی کہ اعضاء ظاہرہ جنکو جوارح کہتے ہین لیکر کے
اور خطرات کو دور کر دے اور تقدیری بجلیان جو پیش آوین انہین ٹھہرا ہوا ساکن ہے اور حاصل کلام یہ ہی کہ حکمت وہ چیز ہی جو اشارات الٰہی خصوصاً
کلام سے روح ناطقہ کو حق سبحانہ تعالے کی طرف سے حاصل ہو جاوے اور حکمت یہ ہی کہ اللہ تعالے کی آیات و مصنوعات مین اللہ تعالے کے افعال
کی معرفت حاصل ہو قال المترجم جسطرح احکام قضا و قدر جاری ہین انہین احتمالات ہوتے ہین حتی کہ وہ لوگ جو مثل جانورون کے ہین انکو تدبیر کہتے ہین

اور جو ایسے کسقدر اونچے مگر انھیں کے بھائی بند ہین بندہ کی قدرت سے کہتے ہین یہ احتمالات غلط سب اسوقت دور ہونگے جب وہان پہنچ ہین
دیکھیگا کہ صرف حضرت حق عزوجل کی قدرت جاری ہی فافہم - اور سمجھ لینا چاہیے کہ یہ حکمت اللہ تعالے کی صفات ذاتیہ خاصہ قدیمہ مین سے ہی
اور اسکو کوئی نہین پاسکتا ہی مگر اسی شرط سے کہ استقامت شریعت وسنت حاصل ہو اور جب اللہ تعالے چاہتا ہی کہ اپنے بندون مین سے کسی
بندے کو مقام حکمت کی طرف ہدایت کرے تو اسکی روح کو اس صفت کا لباس پہنا دیتا ہی حتی کہ وہ روح ربانیہ صمدانیہ ہو جاتی ہی اور غائب
امور کو اپنی فراست سے ادراک کر لیتی ہی اور حقائق اشیا یعنے چیزون کی ماہیتین اسی صفت خاص سے دریافت ہوتی ہین اور اللہ تعالے نے
اپنے ارشاد مین جسکی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہونچائی ہی یون فرمایا ہی لا یزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتی کنت سمعه الذی یسمع بی
وبصره الذی یبصر بی ولسانه الذی ینطق بی وقلبه الذی یعقل بی - مترجم کہتا ہی کہ ان الفاظ سے یہ حدیث غریب ہی اور اصل حدیث
یون ہی کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل فرماتا ہی کہ من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیٔ
احب الی مما افترضت علیه ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش
بها ورجله التی یمشی بها وان سألنی لاعطینه وان استعاذنی لاعیذنه الحدیث رواه البخاری یعنے جسنے میرے کسی ولی کو دشمن رکھا مین نے اسکو
اپنے ساتھ لڑائی کا اشتہار دیدیا اور نہین تقرب چاہا بندے نے میری طرف کسی چیز کے ساتھ جو مجھے زیادہ پسند ہو اس سے کہ ادا کرے وہ چیز جو مین نے
اسپر فرض کر دی ہی اور برابر میرا بندہ میری طرف نوافل سے تقرب چاہتا ہی یہانتک کہ مین اسکو محبوب کر لیتا ہون پھر جب مین نے اسکو محبوب کر لیا تو مین
ہو جاتا ہون اسکے کان جنسے وہ سنتا ہی اور اسکی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہی اور اسکے ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہی اور اسکے پانون جس سے وہ چلتا ہی اور اگر وہ
مجھسے مانگتا ہی تو مین اسکو عطا کرتا ہون اور اگر مجھسے پناہ چاہتا ہی تو اسکو پناہ دیتا ہون تا آخر حدیث اسکو بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہی
اور معنے اسکے یہ ہین کہ جو شخص اللہ عزوجل پر سچا ایمان لایا وہ اللہ تعالے کا ولی ہی پس جو اسکا دشمن ہی وہ خدا کا دشمن ہی اور فرائض و واجبات کا ادا کرنا
اللہ تعالے کو بہت محبوب ہی اور اس سے اللہ تعالے کی جناب مین نزدیکی حاصل ہوتی ہی اور اسپر نوافل بڑھانا زیادہ افضل ہی اور کافی ہین وہ سنتین
جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت اور آج کے روز معروف ہین اور انکے اداکرنیکا نتیجہ یہ فرمایا کہ اسکے کان و آنکھ و ہاتھ و پانون سب کے افعال بقدرت
الٰہی صادر ہوتے ہین اور سب اعضا مذکور امر آلٰہی پہ چلتے ہین اور یہ مرتبہ ابدال کا ہی جیساکہ قطب الوقت سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ نے
فتوح الغیب مین تحریر فرمایا ہی فافہم واللہ تعالے اعلم - قال الشیخ پھر جب تمام وجود اسکا اپنے خالق کی رویت مین مستغرق ہوا تو وہ قدرت حق سبحانہ تعالے
مین ہی قال المترجم شیخ رحمہ اللہ نے یہان اشارہ پر اکتفا کیا اور مراد یہ ہی کہ ابدال اپنے اختیار و حرکات و سکنات سے خارج ہوتا ہی اسکے اعضا وجوارح سب
اسی خاطر پر حرکت و کام کرتے ہین جو غیب سے اسپر وارد ہوتا ہی اور وہ خود نوفنا ہوتا ہی اور بقاء حق عزوجل کے ساتھ باقی ہوتا ہی اور یہی اتحاد کے معنے ہین پس
نصیب یہ مطلع ہونا درحقیقت شان حضرت حی القیوم کا ہی اور یہ شخص پردہ ہی پردہ ہی جسکو عوام سمجھتے ہین کہ عارف سے زبان لیجاتی ہی وہ کچھ ہان کا
بعید نہین کہہ سکتا ہی حالانکہ وہ خود ہی فنا ہی مولوی روم فرماتے ہین ع جملہ معشوق است وعاشق پردہ + زندہ معشوق است وعاشق مردہ + اور
دھو کا اسکی حرکات وسکنات وعادات کے موافق افعال ادا کرنے سے پڑا ہی اور تحقیق وہ ہی جو مین نے اکابر طریقہ سے نقل کیا واللہ تعالے اعلم
اور بعض اکابر نے فرمایا کہ حکمت مشاہدہ کرنا حق عزوجل کو تمام احوال مین ہی اور بعض نے فرمایا کہ حکمت یہ ہی کہ اپنے سر باطنی کو ورود الہام کے واسطے سب چیزون سے
مجرد کر دینا اور شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ حکمت ایک نور ہی جو الہام و وسواس کے درمیان فرق کر دیتا ہی یعنے اس نور سے تمیز ہو جاتی ہی کہ یہ الہام
ربانی ہی او وسواس شیطانی ہی اور شیخ ابو عبد الرحمن نے کہا کہ مین نے شیخ منصور بن عبد اللہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ مین نے کتانی رح سے

سنا کہ فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں کو بھیجا کہ اسکی مخلوق میں سے جو نہایت نفیس ہیں انکو نصیحت کریں اور کتاب کو ان لوگوں کے دلوں کی تنبیہ کے لیے نازل فرمایا اور حکمت کو اسواسطے اُتارا کہ انکی روحیں اس سے سکون پاویں اور رسول تو اللہ تعالے کے حکم کی طرف بلاتا ہی اور کتاب اسکے احکام کی طرف بلاتی ہی اور حکمت اسکے فضل کی طرف اشارہ کرتی ہی اور شیخ قاسم رحنے فرمایا کہ حکمت یہ ہی کہ حق عزوجل کی طرف سے جو دل میں آنے والی بات ہی وہ تجھپر حکم چلاوے اور تیرے نفس کی خواہش تجھپر حکم نہ چلاوے **قال المترجم** یعنے جب بندہ حکم آلہی کی پابندی پر چلے اور نفس کی خواہش پر نہ چلے تو اسکو حکمت حاصل ہوگئی واللہ اعلم اور شیخ جنید رحنے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ایک قوم کو حکمت کے ساتھ زندگی دی اور حکمت ہی کی درجہ سے انکی مدح کی اور فرمایا کہ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ اور شیخ عبد اللہ بن المبارک نے فرمایا کہ حکمت خشیۃ اللہ تعالے ہی یعنے خوف آلہی جسکے ساتھ امید و محبت لگی ہو **قال المترجم** یہی قول شیخ ابو العالیہ و مطر الوراق سے مروی ہی اور شیخ ابو العالیہ نے کہا کہ حکمت خشیۃ اللہ ہی اسواسطے کہ خشیۃ اللہ سبب حکمت کی چوٹی ہی اور ابن مردویہ نے ابن مسعود رضسے مرفوعًا روایت کیا کہ حکمت کا سر یہ ہی کہ خشیۃ اللہ ہو۔ قال الشیخ اور بعض نے فرمایا کہ حکمت یہ ہی کہ قول میں تصلیب ہو اور اسکے ساتھ اسکے افعال بھی باخلاص صحیح ہوں **قال المترجم** مانند اسکے ابن ابی نجیح نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہی قال الشیخ اور بعض اکابر سے کہا گیا کہ تجھمیں کب سے حکمت نے اثر کیا ہی فرمایا کہ جب سے مجھمیں حکمت شروع ہوئی تب سے میں اپنے آپ کو بہت حقیر جانتا ہوں اور بعض نے فرمایا کہ حکمت اللہ تعالے کا ایک خزانہ ہی اور علما اسمیں اللہ تعالے کی طرف سے ذمہ دار کیے گئے ہیں انکو انکے پروردگار نے حکم کیا ہی کہ اللہ تعالے کے خزانہ کو اسکے بندوں پر خرچ کرو۔ اور بعض نے فرمایا کہ حکمت وہ نور فطانت ہی اور شیخ معروف کرخی رحنے فرمایا کہ جسکا علم اچھا ہوتا ہی اسکے دل میں حکمت نازل ہوتی ہی **قال المترجم** یعنے جسکا علم محض اللہ تعالے کے واسطے ہوتا ہی اور وہ اللہ عزوجل کی معرفت کے واسطے علم سیکھتا اور رکھتا ہی اور اسپر اسکے موافق عمل کرتا ہی آخر اسپر حکمت نازل ہوتی ہی اور حدیث میں ابن عباس رضکے واسطے حضرت صلعم نے حکمت عطا ہونے کی دعا فرمائی ہی فافہم ۔ اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حکمت تمام علوم شرعی کا مجمع ہی اور اصل اسکی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور فرمایا اللہ تعالے نے واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ۔ پس آیات تو فرض ہیں یعنے کتاب اللہ تعالے اور حکمت وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی **قال المترجم** یہ قول بہت ہی اچھا ہی اور کوئی شک نہیں کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم انوار ربانی ہیں اور جو کچھ چاہیے سب اسمیں موجود ہی ولیکن کمال حسرت ہی کہ بہتیرے آدمی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تفکر و تدبر نہیں حاصل کرتے ہیں بلکہ جدال و بحث میں اوقات ضائع کرتے ہیں یہ سب عدم توفیق ہی الٰہی میرے پروردگار اہل ایمان و اسلام کو توفیق عطا کر دے اور ہم سب کو بخشدے ربی اسالک العافیۃ فی الدارین۔ اور حضرت سہل رحمہ اللہ نے اپنے مشائخ کے واسطے سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قرآن مجید ایک حکمت اللہ تعالے کی اسکے بندوں کے بیچ میں موجود ہی پس جسنے قرآن سیکھا اور اسپر عمل کیا پس گویا نبوت اسکے دونوں کندھوں کے بیچ میں درج کی گئی سوائے وحی کے کہ اسکے پاس نہیں آتی ہی پس اس سے انبیا کے حساب کے مانند حساب لیا جائیگا سوائے اسکے کہ رسالت پہونچانے کا اس سے حساب نہوگا۔

قال المترجم شیخ ابن کثیر نے اسکے مانند وکیع بن الجراح کی تفسیر سے عبد اللہ بن عمرو کا قول نقل کیا اور کہا کہ بعض احادیث میں ایسا آیا ہی۔ اور معنے اسکے صحیح ہیں کیونکہ ابن مسعود رضسے روایت ہی کہ نہیں حسد مگر دو باتوں میں ایک یہ کہ کسی آدمی کو اللہ تعالے نے مال دیا پھر اسکو توفیق دیکر مسلط کردیا کہ وہ اس مال کو اللہ تعالے کی راہ میں خرچ کرتا ہی اور دوم یہ کہ کسی آدمی کو اللہ تعالے نے حکمت دی پس وہ اسکے موافق عمل کرتا اور اسکو سکھلاتا ہی رواہ احمد و البخاری و مسلم والنسائی وابن ماجہ۔ قال الشیخ اور نیز سہل رحمہ نے اپنے مشائخ کے واسطے سے حضرت ابوہریرہ رضسے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن حکمت ہی جسنے قرآن کو اپنے بڑھاپے میں سیکھا تو قرآن اسکے گوشت و خون میں مخلوط ہو گیا اور آگاہ رہو کہ

کی آگ ایسے دل کو نہیں چھوئیگی جسنے قرآن کو بھر لیا ہی اور نہ ایسے بدن کو جسنے قرآن کی حرام چیزون سے پرہیز کیا اور جس چیز کو قرآن نے حلال کہا ہی اسکو حلال جانا اور جسکو حرام کہا ہی اسکو حرام جانا اور قرآن کے حکم پر ایمان لایا اور قرآن کے متشابہ پر رُک گیا یعنے مان لیا اور خوض نہین کیا اور قرآن مین کوئی بدعت نہین نکالی۔ ھ۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ حکمت چار چیزین ہین علم و حلم و عقل و معرفت اور شیخ ابوبکر الوراق نے فرمایا کہ حکمت جسکے پاس ہو اسکو کبھی فاقہ نہین ہی اللہ تعالے نے فرمایا ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ قال المترجم لیث بن ابی سلیم نے مجاہد سے روایت کی کہ حکمت کچھ نبوت نہین ولیکن وہ علم و فقہ یعنے دین کی سمجھ اور قرآن ہی اور ضحاک نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی کہ وہ قرآن ہی یعنے قرآن کی تفسیر جاننا ابن عباس نے فرمایا اسلیئے کہ قرآن کو نیکوکار و فاسق سب پڑھتے ہین رواہ ابن مردویہ قال المترجم حکمت کی تفسیر مین ائمۂ علما و مشائخ کبار کے اقوال اگرچہ مختلف معلوم ہوتے ہین مگر درحقیقت انمین اختلاف نہین ہی اگر اللہ تعالے حکمت دیدے اور حکمت کی سمجھ عطا فرماوے تو ظاہر ہو جاوے کہ ان سب کا مآل واحد ہی اور جسقدر اقوال نقل کیے ہین سب صحیح ہین اور ہر درجہ کے لائق اس مقام کی حالت ہی فافہم۔ قال الشیخ قولہ تعالے وما انفقتم من نفقۃ او نذرتم من نذر فان اللہ یعلمہ۔ اپنے اولیا کو بشارت و خوشخبری دیتا ہی کہ انکو اجر عظیم و جزاے جمیل ملیگی اور انکو آمادہ فرماتا ہی کہ اپنی جان و مال کو اسپر قربان کرین واور انکو ادب سکھلاتا ہی کہ الہامی خطرات کو دل سے برتین اور زبان سے بھی کہین اور اپنے اولیا کو ڈراتا ہی کہ او تعالے عز وجل انکے دلی خیالون و پوشیدہ بھیدون پر مطلع ہی اور وہ قبول نہین فرماتا مگر وہی جو خلاص سے ہو۔ اور جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے ہر دو فریق نیکوکار و بدکار کو بدلا دیگا پس نیکوکار کو اسکی نیکیون کا اور بدکار کو اسکی بدیون کا بدلا دیگا۔ اور واسطی رحمہ نے فرمایا کہ اس سے ایک قوم کی طرف اشارہ فرمایا کہ انکو انکے مال و اولاد کچھ نفع نہ دینگے یعنے اللہ تعالے اپنے علم قدیم سے ایسون کو جانتا ہی جنکا خاتمہ بخیر کیا جائیگا قال المترجم پس اس آیۂ کریمہ مین وعدہ و وعید دونون ہین۔

إِن تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ

اگر ظاہر کر دو خیرات کو تو کیا اچھی بات ہی اور اگر چھپاؤ اور فقیرون کو پہونچاؤ تو وہ بہتر ہی

لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ○

تمہارے لیے اور جھاڑ دیگا تم سے کچھ تمہارے گناہون سے اور اللہ تعالے جو تم کرتے ہو اس سے خبردار ہی

إِن تُبْدُوا۔ تظہروا۔ الصَّدَقَاتِ۔ النوافل یعنے اگر تم نفل صدقون کو ظاہر کرو تو۔ فَنِعِمَّا هِيَ۔ ای نعم شیئا ابداؤہا یہ اچھی چیز ہی یعنے اظہار اسکا بہتر ہی۔ وَإِن تُخْفُوهَا۔ تسروہا۔ اور اگر پوشیدہ دو صدقات کو۔ وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ من ابدائہا وایتائہا الاغنیاء۔ اور صدقات فقیرون کو دیدو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہی یعنے تمہارے لیے صدقات کے ظاہر اور تونگرون کو دینے سے بہتر ہی اور یہ صدقۂ نفل مین حکم ہی۔ اما صدقۃ الفرض فالافضل اظہارہا لیقتدی بہ ولئلا یتہم وایتاؤہا الفقراء متعین رہا صدقہ فرض یعنے زکوۃ تو افضل یہ ہی کہ اسکو ظاہر کرکے دیوے تاکہ اور لوگ اسکی اقتدا کرین اور تاکہ وہ متہم نکیا جاوے کہ زکوۃ دیتا ہی یا نہین دیتا ہی۔ اور صدقہ فرض تو فقیرون ہی کو دینا متعین ہی اسیواسطے ہمنے کہا کہ یہ آیت صدقہ نفل مین ہی۔ وَيُكَفِّرْ عَنكُم۔ بالیاء وبالنون مجزوما بالعطف علی محل فہو و مرفوعا علی الاستیناف۔ یعنے ابن عامر و حفص کی قراءۃ بیاء تحتانیہ ہی اور باقیون کی قراءۃ بنون ہی اور آخر جزم کے ساتھ قراءۃ حمزہ و نافع و کسائی ہی بسبب اسکے کہ فہو کے محل پر عطف ہی پس جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہی اور آخر رفع کے ساتھ باقیون کی قراءۃ ہی بنابر آنکہ جملہ مستانفہ شروع ہوا ہی۔ مِّن۔ بعض۔ سَيِّئَاتِكُمْ۔ بقراءت اول معنے یہ کہ اللہ تعالے تمہارے

گناہ بخشے (حمزہ وغیرہ) یا وہ بخشیگا (باقیہ) اور بقراۂ دوم یہ معنے کہ ہم تمہارے گناہ بخشیں (حمزہ وغیرہ) یا ہم بخشینگے (باقیہ)- **وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ**- عالم بباطنہ کظاہرہ ولا یخفی علیہ شئی منہ- اور اللہ تعالے تمہارے اعمال سے آگاہ ہی یعنے تمہارے کامون کے باطنی حال کا دانا ہی جیسے ظاہر کا دانا ہی اور اسمین سے اسپر کچھ پوشیدہ نہین ہی- **ف** ابن ابی حاتم نے بسند حسن حضرت عامر الشعبی سے روایت کی کہ آیہ کریمہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حق مین نازل ہوئی پس عمرؓ نے اپنا نصف مال لاکر حضرت صلعم کو دیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے کہا کہ تونے اپنے لوگون کے واسطے کیا چھوڑا ہی عرض کیا کہ نصف مال مین سے انکے واسطے چھوڑ دیا ہی اور ابوبکرؓ اپنا کل مال اسطرح لائے کہ قریب تھا کہ انکو اپنے آپ بھی خبر نہو یہانتک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خفیہ لاکر دیدیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تونے اپنے پیچھے اپنی اہل کے واسطے کیا چھوڑا ہی عرض کیا کہ اللہ تعالے کا وعدہ و اسکے رسول کا وعدہ پس عمرؓ رونے لگے اور کہا کہ ای ابوبکرؓ تمپر میرے مان باپ فدا ہون واللہ ہم لوگون نے کسی امر خیر مین تمپر سبقت نہین چاہی مگر کہ تم اسمین ہم سب سے آگے ہی نکلے-- اور یہ حدیث دوسری وجہ سے بھی عمرؓ سے مروی ہوئی ہی کذا ذکرہ ابن کثیر پھر کہا کہ یہ آیت اس حکم مین عام ہی کہ صدقہ خواہ فرض ہو یا نفل ہو اسکا پوشیدہ دینا افضل ہی انوال یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہی لیکن ابن جریر نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے صدقہ تطوع کو علانیہ کی بہ نسبت پوشیدہ دینا افضل قرار دیا کہا جاتا ہی کہ ستر گونہ افضل ہی اور صدقہ فریضہ کو علانیہ دینا افضل قرار دیا کہا جاتا ہی کہ پچیس گونہ افضل ہی- **قال المترجم** یہان سے معلوم ہوا کہ مفسر سیوطیؒ نے آیت کو صدقہ نفل کے ساتھ اسی وجہ سے مخصوص کیا ہی کہ صدقہ فریضہ یعنے زکوۃ مین اظہار افضل ہی اور بعض نے ذکر کیا کہ جمہور مفسرین اسطرف گئے ہین کہ آیہ مذکورہ صدقہ نفل کے حق مین ہی اور معالم مین ذکر کیا کہ ایک قول یہ ہی کہ یہ آیت زکوۃ مفروضہ کے حق مین ہی اور رسول اللہ صلعم کے وقت مین اسکو خفیہ دینا افضل تھا اور رہا ہمارے زمانہ مین اسکو ظاہر کرکے دینا افضل ہی تاکہ اسکی طرف بدگمانی نہو- **قال المترجم** ظاہر کلام شیخ ابن کثیر دلالت کرتا ہی کہ آیت عام ہی خواہ صدقہ فرض ہو یا نفل ہو جیسا کہ اوپر کی آیت مین بھی عام لیا ہی اور اس صورت مین گویا اس آیت سے ایک نوع کی تفصیل اس اجمال کی ہو گی جو آیت سابقہ مین ہی اور اسکی مؤید ہی یہ بات کہ جملہ مین واو عاطفہ درمیان مین نہین ہی بلکہ ان تبدوا الصدقات بلا حرف عطف فرمایا ہی فافہم- پھر قولہ فنعما ہی- دراصل فنعم ما ہی- ہی ای فنعم الشیئ شیئا ہی- اور ہی مخصوص بالمدح ہی ولیکن مفسرؒ نے مضاف مقدر کیا ای ابداء چنانچہ کہا ابداؤہا- تاکہ جزا کا ارتباط شرط کے ساتھ بخوبی ہو جاوے اور اسی پر دلالت کرتا ہی کہ آگے ضمیر فھو خیر لکم کا اخفاؤہا خیر لکم- پس ابداؤہا لینے مین گویا تطابق نظیرین بھی ہو گا اور معنے یہ ہین کہ اظہار بھی بہتر اور اگر اخفا ہو تو اس سے بہتر ہی کیونکہ خیر افعل التفضیل کے معنے مین ہی اور حاصل یہ کہ دونون مین سے ہر ایک مقبول ہی جبکہ نیت صادقہ ہو کیونکہ ریاکاری کی مذمت تو پہلے ظاہر ہو چکی ہی پس یہان اظہار کو جو خوب فرمایا تو اسی طور سے کہ بغرض ریاکاری نہو اور یہ ضرور نہین کہ جو اظہار ہو وہ بطور ریا ہو- اور مفسرؒ نے جو کہا وابداؤہا الاغنیاء- تو بنظر قولہ وتؤتوہا الفقراء- ہی یعنے چھپا کر فقیرون کو دینا بہتر ہی بہ نسبت اظہار کرنے و تونگرون کے دینے کے اور یہ اسوجہ سے کہ سوائے زکوۃ کے صدقہ نفل مین خصوصیت فقیرون کی نہین ہی جیسے کہ زکوۃ مین خصوصیت ہی کہ فقیرون ہی کو دیا جاوے مگر انکا ذکر زوائد کو شناخت نہوئی ہو- مترجم کہتا ہی کہ یہ تکلف ظاہر ہی- اور اگر آیت فرائض و نوافل کو عام رکھی جاوے تو اسکی حاجت نہین ہی فافہم- اور شیخین نے باسناد مالک رحمہ اللہ ابوسعید خدری و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہین کہ اللہ تعالے انکو اپنے سایہ مین لیگا جسدن سوائے اسکے سایہ کے کوئی سایہ نہوگا- حاکم عادل اور وہ جوان کہ اللہ تعالے کی عبادت مین نشو ونما پائی- اور وہ مرد کہ جب مسجد سے نکلا تو دل اسکا مسجد مین لگا رہا کہ کب اسمین لوٹ آوے اور دو مرد کہ باہم اللہ تعالے کے ہی واسطے

اکٹھا ہوئے اور متفرق ہوئے یعنے انکا ملنا و جدا ہونا اللہ تعالے ہی کے واسطے تھا - اور وہ شخص کہ اسنے تنہائی مین اللہ تعالے کو یاد کیا کہ آنسو جاری ہوئے - اور وہ مرد کہ اسکو ایسی عورت نے جو منصب والی و جمال والی ہی بلایا پس اسنے جواب دیا کہ مین اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہون - اور وہ شخص کہ اسنے کوئی صدقہ دیا کہ اسکا بایان ہاتھ نہین جانتا کہ اسکے دائین ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہی **قال المترجم** یہ حدیث صحیحین مین موجود ہی اور نیز حدیث مین ہی کہ پوشیدہ صدقہ دینا پروردگار کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہی اور اس باب مین احادیث مرفوع بہت ہین جیسے ظاہر ہی کہ پوشیدہ صدقہ دینا مطلقًا افضل ہی اور یہی ائمہ حنفیہ کا مختار ہی اور بعض نے قول شافعی کو زکوٰۃ مین اختیار کیا **ف** ۲ شیخ نے عرائس میں کہا قولہ تعالے ان تبدوا الصدقات فنعماہی - اگر دینا مقام یقین سے بصفت تمکین ہو اور اگر دینا اسطرح ہو کہ وہ شخص محق ہو مطالعہ نفس سے بصفت اخلاص تو اظہار اچھا ہی یعنے جو شخص مقام تمکین مین ثابت قدم ہی اور اسکو نفس وغیرہ کے خطرات اور نیز طرح طرح کے تغیر حالات سے اگرچہ خیر ہون کچھ جنبش نہین ہوتی ہی اور وہ مقام عرفان مین ثابت قدم ہی کہ ہر چیز و ہر فعل اسکا اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی اور یقین اسکو کامل حاصل ہی وہ اگر اظہار کرے تو خوب ہی اور اگر نفس مطلع ہو تو وہ اسکے وساوس و رپیچیدگی مین حق کی جانب قائم رہے اور اخلاص کی خاص صفتین پوری رہین اور جو باتین موٹی موٹی اخلاص کے خلاف ہین اور جو باریک خفیہ امور خلاف اخلاص ہین انسے برطرف رہے تو اظہار خوب ہی - قال الشیخ اور نیز اگر صدقہ دینے کا اعلان اس غرض سے کیا کہ مریدون کو اسمین گرفتار کرے اور انکے اسرار باطنی کو جوش مین لاوے کہ ہماری محبت کی شرطون سے اپنی روحین ہمپر صدقہ کرین تو یہ خوب بات ہی اسواسطے کہ یہ مقام تمکین ہے اور پہنچے ہوئے شخص کا جو معاملہ ہوتا ہی وہ معرفت طلب کرنیوالونکے لیے پیشوا ہو جاتا ہی اور اگر ایسا کیا کہ جو تونے کیا اوسکو اپنے نفس سے اور مخلوق کی التفات کرنے سے اور طبیعت کے عوض چاہنے سے چھپا ڈالا تو وہ بہت بہتر ہی اسواسطے کہ اپنے افعال پر نظر ڈالنے اور بدلے کی طمع رکھنے سے باطن کو پاک رکھنا ان خطرات کو خوب دور کرتا ہی جنمین ریا کا میل ہو اور اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہی کہ تمام احوال مین نفس کا منہ پھرا رہتا ہی **قال المترجم** یعنے باطن کو ایسے امر کا موقع ہی نہ رکھے کہ نفس وہان تصرف کرکے باریک ریا کا میل ملا ہوا خطرہ پیدا کر سکے

لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰٮهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلِاَنۡفُسِكُمۡ ؕ

تیرا ذمہ نہین انکو راہ پر لانا ولیکن اللہ راہ پر لاوے جسکو چاہے اور مال جو خرچ کروگے سو اپنے واسطے

وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ

اور جبتک نہ خرچ کروگے مگر اللہ تعالے کی خوشی چاہنے کو اور جو خرچ کروگے خیرات وہ پوری ملیگی تمکو

وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ۝

اور تمہارا حق کم نہین کیا جائیگا -

لما منع النبی صلعم من التصدق علی المشرکین لیسلموا نزل - **لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰٮهُمۡ** - ای الناس الی الدخول فی الاسلام وانما علیک البلاغ - جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال صدقات مشرکون کو دینے سے منع کیا تاکہ وہ لوگ اسلام لاوین تو نازل ہوا نہین ہی تجپر راہ دینا انکا یعنے لوگونکا اسلام مین داخل ہونا تیرے اختیار مین نہین اور تجپر تو فقط یہی ہی کہ حکم پہونچاوے **وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ** ہدایتہ - ولیکن اللہ تعالے جسکی ہدایت چاہے اسکو اسلام مین داخل ہونے کی ہدایت فرماتا ہی - **وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ** - مال **فَلِاَنۡفُسِكُمۡ** - اور تم لوگ جو کچھ خیر یعنے مال صدقہ کرو وہ تمہارے لیے ہی کیونکہ اسکا ثواب تمھین کو ملیگا - **وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ**

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ - ای ثوابہ لاغیرہ من اغراض الدنیا - اور تم نہیں صدقہ کروگے مگر وجہ اللہ کی خواہش سے یعنے ثواب آلٰہی کے لیے ف یعنے فقط ثواب آلٰہی کے واسطے نہ اور کسی غرض دنیاوی کے لیے اور یہ خبر بمعنے نہی ہے ای لاتنفقوا مت خرچ کرو مگر اسیواسطے - وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ - جزاؤہ - اور تم جو کچھ مال خرچ کروگے پورا ادا کیا جائیگا تمکو ف یعنے بعینہ وہی نہیں بلکہ اسکا ثواب پورا ملیگا وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ - لاتنقصون منہ شیئا - اور تم کچھ ظلم نہیں کیے جاؤگے ف یعنے تمہارے حق میں اوسمیں سے کچھ بھی کم نہوگا ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے تھے کہ صدقہ نہ دیا جاوے مگر اہل اسلام ہی کو یہانتک کہ یہ آیت اتری لیس علیک ھداھم الآیۃ - پھر اسکے بعد حکم دیتے تھے کہ جس دین والا سوال کرے اسکو دو - رواہ ابن ابی حاتم اور نسائی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ کانوا یکرھون ان یرضخوا الانسابھم من المشرکین فسالوا فرخص لھم فنزلت ھذہ الآیۃ - یعنے اہل اسلام کراہت کرتے کہ رزق دین قرابتی مشرکین کو پس انھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا پس آپ نے اجازت دی تب یہ آیت نازل ہوئی قال المترجم اجازت دینے کے معنے یہ ہیں کہ آپ نے انکو یہ اجازت دیدی کہ ہاں اگر انکو ندو تو روا ہے کیونکہ حاکم ونسائی کی روایت میں تو صحیح ہے کہ مسلمانوں میں سے چند لوگوں کی قرابت یہود میں تھی اور رضاعت کا تعلق تھا اور قبل اسلام کے یہ لوگ انکو نفقہ دیتے تھے پھر جب اسلام آیا تو انھوں نے کراہت کی پس یہ آیت نازل ہوئی - اور محی السنہ نے معالم میں ذکر کیا کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ پہلے ذمی فقیروں کو صدقہ دیا کرتے تھے پھر جب فقراء مسلمین بہت ہوگئے تو رسول اللہ صلعم نے مشرکوں کو صدقہ دینے سے ممانعت کردی تاکہ ان لوگوں کو محتاجی اس بات پر آمادہ کرے کہ دین اسلام میں داخل ہوں پس نازل ہوا قولہ لیس علیک ھداھم الآیۃ - ہدایت سے مراد ہدایت بیانی نہیں ہے کیونکہ ہدایت بیانی تو حضرت صلعم پر واجب تھی بلکہ مراد یہاں ہدایت توفیقی ہے پس لیس علیک ای لیس بواجب علیک توفیق ھدایتھم یعنے تجھپر واجب نہیں ہے کہ تو انکو راہ پر پہونچاوے قال البیضاوی یہ صحیح ہے کہ ہدایت توفیقی اللہ تعالےٰ ہی کے اختیار میں ہے اور یہ اسیکی مشیت سے ہے کہ ایک قوم کو دیتا ہے اور دوسری قوم کو نہیں دیتا ہے اور یہی مذہب اہل سنت کا ہے کما قال ولکن اللہ یھدی من یشاء - اور قولہ وما تنفقوا من خیر فلانفسکم - اسمیں ما شرطیہ ہے اسی سے نون حذف ہوا اشار الیہ فی المعالم اور خیر سے مراد مال ہے اور تفسیر قولہ ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین - میں گذر چکا ہے - قولہ وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ یہان وجہ اللہ یا جہت سے مراد ثواب اللہ تعالےٰ ہے اور یہ استعمال جہت کے معنے میں شائع ہے جیسے بولتے ہیں انفقت کذا علی وجہ الخیر - وجہ خیر پر میں نے اسقدر صرف کیا اور نفی بمعنے نہی ہے و معنے یہ ہیں کہ لاتنفقوا لغرض الا لھذا الغرض - یعنے کسی غرض سے خرچ مت کرو سوائے اس نیت یعنے ثواب کے - اور حسن بصری نے کہا کہ مومن کا خرچ کرنا خیرات کا اپنے ہی ذات کے واسطے ہوتا ہے اور مومن جب صدقہ کرتا ہے تو نہیں صدقہ کرتا مگر اسی واسطے کہ رضاء ثواب آلٰہی حاصل ہو اور عطاء خراسانی نے فرمایا کہ معنے یہ ہیں کہ جب تو نے لوجہ اللہ دیدیا تو تجھپر یہ نہیں کہ اسکے اعمال کیسے ہیں قال ابن کثیر اور یہ معنے پسندیدہ ہیں قال المترجم علی ھذا یہ جملہ حال واقع ہوا یعنے جو تم خرچ کروگے وہ اپنے ہی واسطے وحال یہ کہ تم خرچ نہیں کروگے مگر اسی غرض سے کہ تمکو ثواب آلٰہی ملے اور اسیکو بیضاوی نے مختار رکھا ہے اور نفی بمعنے نہی لینا تکلف وضعف سے خالی نہیں ہے قال ابن کثیر اور حاصل سکا یہ ہے کہ صدقہ دینے والے نے جب لوجہ اللہ صدقہ دیدیا تو اسکا ثواب ثابت ہوگیا اور اسپر یہ نہوگا کہ نفس الامر میں کیسے شخص کو پہونچا وہ نیکوکار ہے یا بدکار ہے بلکہ وہ اپنی نیت وقصد پر ثواب پاویگا اور تتمہ آیت کریمہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ فرمایا وما تنفقوا من خیر یوف الیکم وانتم لاتظلمون اور حدیث ابوہریرہؓ بھی اسی پر دال ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں آج رات کچھ صدقہ کرونگا پس صدقہ لیکر نکلا اور ایک زانیہ یعنے فاحشہ عورت کے ہاتھ میں دیدیا - صبح کو لوگوں نے باتیں کرنی شروع کیں کہ زانیہ کو صدقہ دیا گیا جب صدقہ دینے والے کو معلوم ہوا تو اسنے اللہ تعالےٰ

کی حمد کی اور کہا کہ آج رات پھر صدقہ دونگا پس اس رات ایک تونگر کے ہاتھ رکھا صبح کو لوگون نے کہا کہ تونگر کو صدقہ دیا گیا اس شخص نے کہا کہ پروردگار میرے تجھی کو
حمد ہی آج رات مین صدقہ دونگا پس نکلکر ایک چور کے ہاتھ مین رکھا صبح لوگون نے باتین کین کہ رات ایک چور کو صدقہ دیا گیا اس شخص نے کہا کہ پروردگار میرے تجھی کو
حمد ہی زانیہ و تونگر و چور کے صدقہ دلوانے پر پھر اسکے پاس کہلایا گیا کہ تیرا صدقہ جسقدر تو نے دیا سب قبول ہوا یعنے اسوقت کے پیغمبر کے ذریعہ سے بتلایا گیا
پس زانیہ کا تو شاید یہ ہو کہ اس مال صدقہ کی وجہ سے زنا سے عفیفہ ہو جاوے اور رہا تونگر تو شاید نصیحت حاصل کرے اور جو اللہ تعالے نے اسکو دیا ہی اسمین سے
خیرات کرے اور چور شاید اس صدقہ کی وجہ سے چوری سے باز رہے۔ رواہ البخاری و مسلم۔ اس شخص نے عمدًا ان لوگون کو صدقہ نہین دیا تھا پس نہایت اس سے یہ ثابت
ہوتا ہی کہ اگر صدقہ دینے سے بعد ظاہر ہو کہ وہ شخص جسکو صدقہ دیا ہی وہ فاجر یا تونگر تھا تو اسکو اپنی نیت پر ثواب ملیگا اور یہ اسمین نہین مذکور ہی کہ ابتداءً ایسے
لوگون کو صدقہ دینا روا ہی اور حدیث مین ثابت ہی کہ لا یاکل طعامک الا تقی۔ یعنے چاہیئے کہ تیرا طعام وہی کھاوے جو پرہیزگار ہو **قال المترجم** حق یہ ہی کہ مخلوق
آلہی رزق دیے جانے مین مساوی ہی پس اگر کوئی کافر یا فاجر بھوکون مرتا ہو تو اسکو صدقہ دینا موجب ثواب ہی اور جبکہ ایسی حالت نہو تو صدقہ دینے کے واسطے
مراتب ہین یعنے مثلا ایک آدمی کا کھانا ایک شخص صدقہ دینا چاہتا ہی تو اولی یہ ہی کہ کنبہ والون سے محتاج کو دیوے اور اگر ایک متقی دوسرا فاجر ہو تو متقی کو ترجیح دے
کہ اسمین زیادہ فضل ہی اور اگر فاجر کو دیدیا تو ضائع نہوگا علی ہذا القیاس محلہ مین بھی مسلمان متقی بہ نسبت مسلمان فاجر کے اولی ہی اور مسلمان فاجر بہ نسبت
کافر کے صدقہ دینے مین اولی ہی فافہم پھر یہ سب اس صدقہ کی بابت ہی جو نفل ہو اور جو صدقہ فرض و واجب ہی مثل زکوۃ و صدقہ فطر وغیرہ کے تو زکوۃ
مین علما نے بالاتفاق کہا ہی کہ مستحق اسکے مسلمان فقیر ہین اور گویا کہ یہ یہی ہی کہ وہ مسلمان تونگرون ہی سے لیا جاتا اور انھین کے فقیرون کو دیا جاتا ہی اسی واسطے
ہر مقام کی زکوۃ کو وہان سے دوسرے مقام و شہر کے محتاجون کے لیے لیجانا مکروہ کہا گیا ہی اور رہا صدقہ فطر تو جمہور علما اسکو مثل زکوۃ کے قرار دیتے ہین
اور امام ابوحنیفہ رح نے جائز رکھا ہی کہ ذمی فقیرون کو دیا جاوے اور ذمیون سے وہ کافر مراد ہین جو مسلمانون کی ذمہ داری مین مسلمانون کے مطیع ہو کر رہتے
ہین۔ پھر یہ سب تقریر اس بنا پر مبنی ہی کہ قولہ وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ حال واقع ہی اور مفسر رح نے باتباع معالم وغیرہ کے اسکو خبر بمعنے نہی قرار دیا ہی
اور اس صورت مین یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ جب بمعنے نہی ہوا تو جملہ انشائیہ ہوا اور ماقبل اسکا جملہ خبریہ ہی پس خبر پر انشاء کا عطف لازم آتا ہی اور یہ ممنوع
ہی اور جواب ہو سکتا ہی کہ جملہ سابقہ بھی بتاویل انشاء قرار دیا جاوے ای انفقوا ما ینفع لانفسکم۔ **ذکرہ فی بعض حواشی البیضاوی** اور اولی یہ ہی کہ
یہ معنے لیے جاوین ای لیس نفقتکم الا ابتغاء وجہہ فما لکم تمنون وتکارہون۔ یعنے نہین ہی تمہارا نفقہ دینا مگر بخواہش ثواب آلہی پھر تم ایسے کیون کراہت کرتے
ہو واللہ اعلم۔ **ف** قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے لیس علیک ہداہم۔ آپس کے عمل در آمد اور ایک دوسرے کی سفارش کرنے سے اسباب
ہدایت کو لگا کے قطع کر لیا تاکہ اہل ولایت کے دلون پر یہ خیال نہ رہے اور اسکا سر انجام اپنی ہی ذات پاک کی طرف رکھا کہ مین ہی انکا ہادی ہون۔
قولہ تعالے وما تنفقوا من خیر فلانفسکم۔ مجاہدہ و ریاضت بھی خیر ہی پس اسکا نتیجہ جو تم نے اپنے بدنون سے اٹھایا اسکی جزا تمہارے واسطے ہی اور تم نے اپنے قلوب سے جو جہد
کے رنج کھینچے ہین اور انکو شوق کی آگ سے جلایا ہی اسکی جزا جو کچھ ہی وہ میرے ہی علم مین ہی اور یہ ویسا ہی ہی جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کے بارہ
مین اللہ تعالے عز و جل سے قول قدسی نقل فرمایا ہی جسکا مضمون یہ ہی کہ آدمی کا ہر کام تو اسیکے واسطے ہی سوا روزے کے کہ وہ میرے واسطے ہی اور مین ہی اسکا بدلا
دونگا۔ اور نیز یہ معنے ہین کہ تمہارے اعمال کی جزا تمہارے واسطے ہی اور میرے واسطے میرا فضل کرنا کہ تمام فضل میرے ہی طرف سے ہوگا اور یہ فضل مین تم پر اپنی طرف سے
نازل کرونگا کچھ تمہارے افعال و اعمال پر نہوگا اسواسطے کہ فضل کرنا میرا خاصہ ہی اسمین بندے کی بندگی کو کچھ دخل نہین ہی **قال المترجم** جاننا چاہیئے کہ حدیث
مین ہی کہ تم مین سے کوئی اپنے عمل سے جنت مین داخل نہوگا حتی کہ آپ نے اپنی ذات مقدس کے حق مین بھی یہی فرمایا اور اللہ تعالے نے جزاء اعمال
مقرر فرمائی ہی تو کلام شیخ سے یہ نکتہ نکلا کہ جنت ایک فضل باری تعالے ہی پس جب بندہ مقبول ہوا اور فضل باری تعالے کے قابل ہوا تو جزاء اعمال

تو اسکی ذات کے واسطے ہی اور فضل باری تعالے ہی پس اعمال وہ نشان مقبولیت ہیں اور رضائے آلٰہی اسی مقبولیت پر ہی اور اسیواسطے آیا ہی کہ جنت رضائے آلٰہی ہی اور اہل سنت نے اتفاق کیا ہی کہ اعمال بندے کی سعادت کی دلیل ہیں اور جنت و نعیم نعمتیں سب فضل آلٰہی پر موقوف ہیں اعمال پر نہیں ہیں اسواسطے کہ جو نعمتیں انسان کو زندگی میں عطا ہوئی ہیں یہ عبادت انکا عوض بھی نہیں ہوسکتی ہی کجا کہ وہ اسپر اور بدلے کا مستحق ہو پس حاصل یہ ہی کہ جو اہل سعادت ہیں انپر اعمال خیر آسان ہیں اور اہل شقاوت پر اعمال شر آسان ہیں کل میسر لما خلق لہ ہر ایک پر وہ آسان کیا گیا جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہی اور جنت وغیرہ فضل رب ہی فتفکر۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ

دینا ہی ان مفلسون کو جو اٹک رہے ہیں اللہ تعالے کی راہ میں نہیں استطاعت پاتے ہیں کہ چل کھڑے ہوں ملک میں سمجھے انکو

الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۗ

بے خبر آدمی تونگر انکے نہ مانگنے کی وجہ سے تو پہچانتا ہی انکو انکی صورت سے نہیں مانگتے لوگوں سے لپٹ کر

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۟

جو تم خرچ کروگے کام کی چیز سو اللہ تعالے اسکو خوب جاننے والا ہی

لِلْفُقَرَآءِ - یہ مبتدائے محذوف کی خبر ہی ای الصدقات للفقراء - اور مترجم کہتا ہی کہ ترجمۂ آیت میں جو لفظ مقدر ہوا یعنی دینا چاہیے فقراء کو یہ زیادہ موزون ہی - الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - ای احبسوا انفسہم علی الجہاد و نزلت فی اہل الصفۃ وہم ربعمائۃ من المہاجرین ارصدوا التعلیم القرآن والخروج مع السرایا - یعنے جنہوں نے روک رکھا ہی اپنی جانوں کو جہاد کرنے پر - اور نازل ہوئی یہ آیت اہل صفہ کے حق میں اور وہ چار سو آدمی مہاجرین میں سے تھے اسیواسطے مستعد تھے کہ قرآن کی تعلیم کریں اور جن لشکروں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ فرماویں انکے ساتھ جاویں - لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا - سفرا - فِي الْاَرْضِ - للتجارۃ والمعاش لشغلہم عنہ بالجہاد - ملک میں سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ف یعنے واسطے تجارت کرنے اور کمانے کے اسوجہ سے کہ جہاد کرنے میں مشغول ہو کر اس سفر سے مقید ہوگئے ہیں اور تعفف رکھتے ہیں حتی کہ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ - بحالہم - اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ - لتعففہم عن السوال و ترکہ - جو انکے حال سے واقف نہیں وہ انکو تونگر خیال کرتا ہی بوجہ تعفف کے ف یعنے بسبب اسکے کہ مانگنے سے عفت کرتے ہیں اور سوال کرنا ترک کر دیا ہی - تَعْرِفُهُمْ - یا مخاطب - بِسِيْمٰهُمْ - علامتہم من التواضع واثر الجہد - یعنے ای مخاطب سمجھدار تو انکو انکی علامت سے پہچان سکتا ہی کہ متواضع رہتے ہیں اور مشقت اٹھانیکا اثر انپر ظاہر ہی - لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ - شیئا فیلحفون - اِلْحَافًا - ای لاسوال لہم اصلا فلا یقع منہم الحاف وہو الالحاح - یعنے نہیں سوال کرتے لوگوں سے کچھ تاکہ الحاف کریں الحاف کرنے کے یعنے انکی طرف سے بالکل سوال ہی واقع نہیں ہوتا پس انسے الحاف بھی نہیں واقع ہوتا ہی اور الحاف بمعنے الحاح ہی یعنے کسی سے سوال نہیں کرتے تو الحاح بھی نہیں کرتے - وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ - فیجازیکم علیہ - اور جو کچھ تم مال سے صدقہ کرو تو اللہ تعالے اسکا علیم ہی ف پس تمکو اس خیرات کرنے پر جزاء و ثواب عطا کریگا - قولہ للفقراء کے لام کے تعلق میں ایک قول تو مفسر نے ذکر کر دیا کہ خبر مبتداء محذوف ہی ای الصدقات ثابتۃ للفقراء - اور بعض نے کہا کہ للفقراء الذین صفتہم کذا حق واجب یعنے جن فقراء کی صفت مذکور ہی انکے لیے تمپر حق واجب ہی پس مبتداء مؤخر محذوف ہی پھر اسمیں چند اقوال ہیں کہ ان فقراء سے کون لوگ مراد ہیں پس سعید بن جبیر سے

روایت ہے کہ وہ قوم کہ انکو راہ خدا میں ایسے زخم پہونچے تھے کہ وہ لنجے ہو گئے پس مسلمانوں کے اموال میں انکا حق قرار دیا اور قولہ لا یستطیعون ضربا فی الارض اسکا مؤید ہے اور احصار بھی اپنے معنے پر ہوگا اسواسطے کہ احصر العدو کیطرح احصر المرض بھی درست ہے بنابر قول بعض محققین کے وخصوص بحقیقت شرعی جیسا کہ قولہ فان احصرتم فما استیسر من الھدی کی تفسیر میں مذکور ہوا۔ اور مجاہدؒ سے روایت ہے کہ مہاجرین قریش جو مدینہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور اس روایت میں قریش کی قید اتفاقی ہے اور مراد وہ معنے ہیں جو ابن المنذر نے ابن عباسؓ سے روایت کیکہ وہ مہاجرین ہیں جو اپنا مال متاع چھوڑ کر اللہ تعالےٰ ورسول کی طرف ہجرت کرکے چلے آئے اور مدینہ منورہ میں بیٹھے تھے انکے واسطے کوئی ایسا سبب نہ تھا کہ اس سے اپنے آپ کو بے پروا کرسکیں اور سفر بھی نہیں کرسکتے تھے کہ کچھ کماویں اور چارسو کی تعداد جو مذکور ہوئی یہ انتہائی تعداد تھی اور ایسا اوقات وہ اس سے کم ہوجاتے تھے اور قاضی عیاض وغیرہ نے ایک سو بیس اور کم وبیش تعداد بھی نقل کی ہے ان لوگوں کے رشتہ دار بھی مدینہ میں نہ تھے اور نہ کہیں انکے رہنے کا ٹھکانا تھا پس صفۂ مسجد میں رہتے تھے اور یہ اسارا وہ تھا جو مسجد کے مقابل میں شمال کی طرف تھا جدھر پہلے قبلہ تھا یعنے بیت المقدس کیطرف جب تک نماز پڑھتے تھے اور یہ لوگ قرآن سیکھتے سکھلاتے تھے اور عبادات میں اپنی تمام اوقات صرف کرتے اور حضرت صلعم جو سریہ بھیجتے یعنے چھوٹا لشکر جسمیں خود نجاتے تھے یہ لوگ اس لشکر میں جایا کرتے تھے اور یہی اصحاب صفہ مشہور ہیں اور وہ مختلف قبائل کے لوگ تھے اور حضرت ابوہریرہ دوسیؓ اسی میں سے ہیں اور اس روایت پر احصروا بمعنے اُحبِسُوا ہوگا یعنی حبس کیے گئے یعنے پابند کیے گئے اور چونکہ انکو صرف محتاجی کی وجہ سے ایسی پابندی تھی پس مراد یہ ہے کہ احبسوا انفسہم یعنی اپنے جانوں کو انھوں نے اللہ تعالےٰ کی راہ میں پابند کردیا بایں طور کہ گھربار چھوڑ کر ایمان کے واسطے فقیر ہوگئے اور مفسرؒ نے جو کہا کہ ازصدد التعلیم القرآن ای اُعِدُّوا یعنے مہیا کردیے گئے تھے کقولہ تعالےٰ واعدوا لہم ما استطعتم من رباط الخیل۔ ہمیں گویا احصروا فی سبیل اللہ کی توجیہ دیگر سوائے محتاجی کی طرف اشارہ کیا اور ایسے ہی لا یستطیعون ضربا فی الارض کی توجیہ بھی ہوسکتی ہے اگرچہ استطاعت نہونیکا اصل سبب انکی محتاجی تھی اور ضرب جیند معنے میں آتا ہے ازانجملہ زمین میں سفر کرنا اور اس صورت میں بدون فی کے مستعمل نہیں ہے اور متعدی بھی نہیں ہوتا ہے اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ جو کوئی بدون فی کے یہ معنے لیوے یا سوائے زمین خشکی کے لیوے وہ جاہل اور اسکا خیال غلط ہے جیسے قصہ موسیٰ علیہ السلام میں قولہ فاضرب بعصاک البحر کے یہ معنے لینا کہ اپنا عصا لیکر دریا میں چل یہ معنے تحریف وغلط ہیں کیونکہ دریا میں چلنے کو اضرب نہیں کہتے اور نیز فی البحر ہونا واجب تھا۔ کقولہ تعالےٰ واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ الآیۃ اور مثل قولہ تعالےٰ وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ الآیۃ۔ اور یہی معنے کہ زمین میں نہیں چل سکتے یہاں مراد ہیں پس بنابر قول سعید بن جبیرؒ کے سفر نہیں کرسکتے واسطے جہاد کے اور واسطے تجارت وغیرہ کے اور بقول ابن عباسؓ سفر نہیں کرسکتے واسطے تجارت ومعیشت کے کما ذکرہ المفسرؒ پھر جاننا چاہیے کہ حکم آیت کا عام ہے خواہ قول سعید بن جبیرؒ لیا جاوے یا ابن عباسؓ کا قول لیا جاوے یعنے جو فقیر اس صفت کا ہو اسکو صدقہ دینا چاہیے پس آیہ کریمہ سے آمادگی دلائی کہ ایسے فقیروں پر خرچ کرنا بہت ثواب ہے۔ اور انپر شفقت دلانے اور ترس کرنے کو فرمایا یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف۔ اور تعفف بروزن تفعل از عفت بمعنے ترک و تنزہ ہے اور وزن تفعل بنا بر مبالغہ ہے یعنے انکے کمال درجہ سوال کو ترک کرنے کی وجہ سے جو شخص کہ انکے حال سے آگاہ نہیں ہے انکو تونگر جانتا ہے اور مسند احمد میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ مسکین یہ دروازوں پر پھیرے کرنے والا نہیں جسکو ایک چھوارا یا دو چھوارے دینا یا ایک لقمہ یا دو لقمہ یا اکلہ یا دو اکلہ دینا پھیر دیتا ہے ولیکن مسکین وہ ہے جو اسقدر نہیں پاتا کہ اسکو بے پروا کرے اور اسکے حال سے آگاہی نہیں ہوتی کہ اسکو صدقہ دیا جاوے اور لوگوں سے کچھ سوال نہیں کرتا ہے رواہ البخاری ومسلم ایضا۔ اور قولہ تعرفہم بسیماہم۔ ای تعرفہم بکونہم فقراء بسیماہم۔ تو اے مومن عاقل انکا فقیر ہونا انکی

علامت سے پہچان سکتا ہی - اور سیما مقصور و ممدود بمعنے علامت ہی اور مراد یہاں تواضع وانکسار ہی اور بعض نے کہا کہ کپڑوں کی شکستگی و بھوک سے
رنگ کی زردی اور بدن کا ضعف وغیرہ جو علامات فقر و فاقہ کے ہیں اور اولی یہ ہی کہ لباس و حال و مقال کو عام لیا جاوے اور سنن کی حدیث میں ہی
کہ اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله ثم قرأ ان فی ذلک لآیات للمتوسمین - یعنے مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کہ نور الٰہی سے دیکھتا ہی پھر آپنے
پڑھ دیا قوله تعالے ان فی ذلک لآیات للمتوسمین - اور حاصل یہ ہی کہ وہ لوگ سوال سے تو بہت عفیف ہیں پس سوال کرنے سے تو انکا فقر نہیں پہچانا
جاتا ہی ہاں انکی سیما سے البتہ تو انکو پہچان لیگا اور یہ پہچاننا خاص اسیکو ہوگی جو مومن منور بنور الٰہی ہی پس جاہل سے ایک لطیف تعریض کافروں
و منافقوں پر ہی - قوله تعالے لا یسئلون الناس الحافا - بعض نے ذکر کیا کہ الحاف ماخوذ از لحاف ہی جیسے لحاف سب طرف ڈھک جاتا ہی
ایسے ہی سوال الحاف بھی سب چیزوں کو حاوی ہوتا ہی اور مفسر وغیرہ نے ذکر کیا کہ یہ مصدر باب افعال ہی بمعنے مبالغہ کے ساتھ سوال کرنا جسکو
ہندی میں کہتے ہیں کہ یہ فقیر تو ہٹ کر کے لپٹ گیا اور عرب لوگ کہتے ہیں الحف علیّ - اور یہی معنے الحاح کے ہیں پس الحف علیّ و الح علیّ
اور احفی بالسوال - سب ایک معنے میں ہیں - اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ بالکل سوال ہی نہیں کرتے کہ جہاں الحاف واقع ہو جیسے عرب
بولتے ہیں کہ لا یرجی خیرہ - اس شخص کی بھلائی حاصل ہونے کی امید ہی نہیں یعنے اسکے پاس بھلائی ہی نہیں کہ اسکے حصول کی امید ہو اور یہی
معنے **ابن جریر** نے بیان کیے اور یہی قول **زجاج** کا ہی اور جمہور مفسرین نے بھی یہی لیے اور **سعد الدین تفتازانی** نے حاشیہ
کشاف میں اسپر اعتراض کیا کہ یہ جب صحیح ہی کہ منفی کی قید اسکے ساتھ بطریق غالب لازم ہو یعنے غالب اوقات میں منفی کے ساتھ اس قید کا
پایا جانا ضرور ہوتا ہو تاکہ نفی مقید سے نفی مطلق بھی لازم آجاوے اور یہاں ایسا نہیں ہی اسواسطے کہ سوال کے ساتھ الحاف کچھ غالبا لازم
نہیں ہی **قال المترجم** اور یہ اعتراض کچھ نہیں ہی کیونکہ یہ تقریر نفی عقلی ثابت ہونے کے واسطے مشروط ہوگی اور یہ مفہوم عرفی ہی کیا تو نہیں
دیکھتا لا یرجی خیرہ میں اس شخص کے واسطے خیر لازم ہونا ضرور نہیں ہی علاوہ بریں نفی مقید کے ساتھ نفی مطلق کا انحصار اسی امر مذکورہ
میں مسلم نہیں شاید کہ بقرینہ نہی مقید سے مطلق کی نفی ہو اور محققین مفسرین نے اس مقام پر نفی مطلق کی توجیہ میں کہا ہی کہ اللہ تعالے نے ان
فقیروں کے واسطے تعفف کی صفت ثابت فرمائی ہی کہ یعنی ایسے جدا نہیں پھر فقط سوال کرنا اس صفت کے منافی ٹھہرتا ہی اور نیز فرمایا کہ جاہل انکو
تونگر خیال کرتا ہی تو یہ جبھی ہی کہ ان سے سوال بالکل صادر نہیں ہوتا پس یہ قرینہ صحیح ہی کہ سوال الحاف کی نفی مقید مع مطلق ہی پھر مفسر رحمہ اللہ تعالے
نے جو الحاف کو مصدر بفعل محذوف قرار دیا یہ پسندیدہ ہی کہ مادہ اعتراض ہی جل گیا - ای لا یسئلون الناس سوالا فیلحفون الحافا - یعنے لوگوں سے
سوال ہی نہیں کرتے تاکہ انسے الحاف صادر ہووے پس نفی دراصل سوال پر وارد ہی اور اسپر دلالت سے مقید کی بھی نفی ہو گئی - اور بعض
مفسرین نے کہا کہ مراد یہ ہی کہ اگر وہ سوال کرتے ہیں تو ملاطفت سے کرتے ہیں اور الحاح نہیں کرتے ہیں - اقول یہ تقریر صحیح ہی و **قال ابن کثیر** قوله
لا یسئلون الناس الحافا ای سوال کرنے میں الحاح نہیں کرتے ہیں اور لوگوں کو اس چیز کی تکلیف نہیں دیتے جسکے وہ فی الحال محتاج نہیں ہیں
کیونکہ جسنے سوال کیا درحالیکہ اسکے پاس ایسی چیز موجود ہی جسسے وہ سوال کرنے سے بے پروا ہو سکتا ہی تو اسنے مانگنے میں الحاف کیا
قال المترجم اس تقریر سے واضح ہی کہ نفی فقط الحاف کی ہی اور سوال کی نفی نہیں ہی اور غایة توجیہ اسکی یہ ہی کہ شرع میں فقیر کا تعفف یہ ہی کہ
بدون حاجت شدید کے سوال نہ کرے اگرچہ اسپر تکلیف ہو پس اگر تعفف کی صفت انکے واسطے لازمی ثابت کی تو اس سے اسقدر معلوم ہوا
کہ بدون حاجت شدید کے سوال نہیں کرتے ہیں اور اس سے مطلق سوال کی نفی نہیں سمجھی گئی لیکن الحاف میں سوال کی نفی نہیں بلکہ
الحاف کی نفی ہی اور معنے الحاف کے شرعا وہ ہیں جو شیخ نے بیان کیے کہ جب اسکے پاس اسقدر موجود ہو کہ اسکا بے پروا کر سکے تو اسوقت

سوال کرنا الحاف ہی - اگر کہا جاوے کہ جاہل کا انکو تونگر خیال کرنا بسبب انکے عدم سوال ہی کے تھا اور جب سوال پایا گیا تو کیونکر ایسا ہوگا جواب
یہ ہی کہ تکلیف سے اوقات بسر کر لینا اور سوال نہ کرنا جاہل کے غنی تصور کرنے کے واسطے کافی ہی یعنے باوجود تنگی کے جب انھون نے سوال
نکیا تو جاہل بے فراست کو یہی معلوم ہوا کہ یہ بے پروا ہین حالانکہ وہ اس تکلیف میں تھے اسیواسطے فرمایا کہ تعرفہم بسیماہم یعنے اہل فراست
اپنے نور ایمان سے تاڑ لیتا ہی اور جاہل نہین جان سکتا ہی - پھر جو ہمنے ذکر کیا ہی وہ احادیث سے ثابت ہی چنانچہ بخاری و مسلم و نسائی و ابن ابی حاتم
و ابن جریر و امام احمد وغیرہ کی حدیث ابوہریرہ مین ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ مسکین یہ در بدر پھرنے والا نہین کہ اسکو نوالہ دو نوالے دیکر پھیر
دیتے ہین بلکہ مسکین وہی جو اپنے گھر مین تعفف کرنے والا ہو لوگون سے کچھ سوال نہین کرتا اگرچہ اسکو حاجت ہوا اور پڑھو تمہارا جی چاہے
قولہ تعالے لا یسئلون الناس الحافا - اور یہ لفظ ابن جریر کی روایت کے ہین - اور امام احمد نے ابوسعیدؓ سے روایت کی کہ میری ماں نے مجھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیا کہ آپ سے مانگون پس مین آکر حضور مین بیٹھ گیا پس آپ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ جو بندہ
استغنا چاہتا ہی اللہ تعالے اسکو بے پروا کر دیتا ہی اور جو عفت مانگتا ہی اللہ تعالے اسکو عفیف کر دیتا ہی اور جو کفایت چاہتا ہی اللہ تعالے
اسکو کفایت دیتا ہی اور جس شخص نے سوال کیا درحالیکہ اسکے پاس ایک وقیہ کی قیمت ہی تو اسنے الحاف کیا پس مین نے دل مین کہا کہ میری
یاقوتہ اونٹنی ایک اوقیہ سے اچھی ہی پس مین لوٹ آیا اور سوال نکیا - رواہ ابوداؤد والنسائی ایضا مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث مین معجزہ ہی اور ابوسعید
خدری رضی سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے سوال کیا درحالیکہ اسکے پاس ایک وقیہ کی قیمت ہی تو وہ ملحف ہی اور اوقیہ چالیس درم وزن
ہی - رواہ ابن ابی حاتم و نحوہ احمد - **اور طبرانی** کی روایت ابوذر رضی مین چالیس درم کی تصریح ہی اور ایسے ہی ابوبکر بن مردویہ کی روایت عمرو بن شعیب عن
ابیہ عن جدہ مین صریح ہی کہ جسنے سوال کیا درحالیکہ اسکے واسطے چالیس درم ہین تو وہ ملحف ہی **قال المترجم** پوشیدہ نہ رہے کہ سوال کرنے کی
مذمت مین بہت حدیثین وارد ہین ماسوائے ایسی صورت کے کہ آدمی کو بدون سوال کے کوئی چارہ نہو یا جس سے سوال کرتا ہی وہ صاحب
سلطنت ہو تو البتہ روا ہی اور روایت ثابت ہی کہ حضرت صلعم نے سوال نہ کرنے پر بیعت لی تھی اور اسکا اثر یہانتک تھا کہ اگر کسی سوار کا کوڑا
گر جاتا تو خود اتر کر اٹھا لیتا تھا دوسرے سے نہین طلب کرتا تھا اور صحیح ہوا کہ آپ نے فرمایا ہی کہ اگر مرد محتاج قصد کرکے جنگل سے ایک لکڑی کا گٹھا
لاوے اور اسکو فروخت کرکے کچھ خیرات کرے اور باقی اپنے صرف مین لاوے تو اس سے بہتر ہی کہ دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلاوے وہ دے
یا نہ دے اور اصل حدیث بخاری وغیرہ مین ہی اور صاحب سلطنت سے بھی اسیوقت روا ہی کہ جسطور پر شرع نے سوال کی اجازت دی ہی اسی طور پر
ہو مال ڈھیر کرنے وغیرہ کی غرض سے نہو اور روایت ابوسعیدؓ وغیرہ جو اوپر مذکور ہوئی ہین اسی امر پر شاہد ہین اور بدون اجازت شرعی کے
سوال کرنا حرام ہونے پر اتفاق ہی اور ایسے سوال کرنے والے کے حق مین عذاب کی وعید مروی ہین جب یہ معلوم ہو گیا تو شیخ ابن کثیر وغیرہ
کی تائید تفسیر مین جو احادیث مروی ہین وہ نفس سوال سے زائد یعنے الحاف کی مقدار ظاہر کرتی ہین یعنے آنکہ نفس سوال مذموم ہی اور اگر سوال ایسی
حالت مین ہو کہ ایک وقیہ کی قیمت کا مالک ہی تو نہایت مذموم بدرجہ الحاف ہی پس ظاہر ہوا کہ ان احادیث سے تفسیر جمہور مفسرین کی تقویت ہوتی
ہی بلکہ حدیث ابوہریرہ بروایت ابن جریر اس معنے مین گویا نص ہی اسیواسطے مفسر نے قول جمہور کو ارجح قرار دیا ہی واللہ تعالے اعلم **ف** - ل
عرائس مین کہا کہ قولہ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ - اسمین ایسے لوگ بھی شامل ہین جنھون نے اللہ عزوجل کی مجالس مراقبہ مین اپنے نفسونکو
روک رکھا ہی کہ سوائے اللہ عزوجل کے کسی اور کی طرف مائل نہین ہونے دیتے ہین وہ اللہ تعالے ہی کی طرف نظر رکھتے ہین اور اللہ تعالے نے
حکم تقدیر جاری ہونے سے جو ارادہ فرمایا وہ اسپر راضی ہین اور اللہ تعالے کے امتحان و محنت مین صبر کرتے اور ثابت قدم رہتے ہین اور اپنے

نفسون سے مجاہدہ کرنے مین اللہ تعالے ہی کے واسطے حساب لیتے ہین اور اس دنیاے ناپایدار کے واسطے اپنے عہد وپیمانون کو جو ازل مین باندھے تھے نہین توڑتے ہین پھر یہ لوگ جنکا یہ وصف بیان ہوا ہے۔ کہ اپنے نفوس کو غیر اللہ تعالے کی طرف تعرض کرنے سے مصئون رکھتے ہین اللہ تعالے نے انکو رمز و اشارہ و سوال سے بیان کیا اسوجہ سے کہ انکے احوال پر غیرت فرمائی اور انکے اسرار کو مصئون رکھا اور انکی فقیری کو بر عایت حقیقی محتاجی کے فرمایا اور یہان معنے کہ مشقت و تکلیف اُٹھاتے ہین اسطرح کہ رات و دن اپنی جانون و مالون کو اہل دنیا کی خدمت مین صرف کرتے ہین۔ قال تعالے لا یستطیعون ضربا فی الارض یعنے اپنی معاش و حوائج ضروری تلاش کرنے کے واسطے اپنی مجالس و مراقبہ سے جدا نہین ہوتے ہین اس جہت سے کہ انپر حال کا زور ہی اور ذکر الٰہی انپر غالب ہی اور اپنے مولی کے مشاہدہ مین مستغرق ہین اور محبت انپر شدت سے اور عشق کثرت سے طاری ہی کہ انکو کمائی مین مشقت کی استطاعت ہی نہین ہی جیسے بیخود ہوتے ہین اسواسطے کہ توکل کی درستی اور رضا کی خوبی اور سب کچھ اللہ تعالے ہی کو سونپ دینے کی حقیقت انپر اپنا زور رکھتی ہی اور وہی اپنے تمام سب کام اللہ تعالے ہی کے سپرد کر چکے اور اپنی استطاعت سے خارج ہو چکے ہین قولہ یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف اسواسطے کہ وہ دنیا دارون کے پاس نرم باتون سے تملق نہین کرتے اور انپر اپنی شکستگی ظاہر نہین کرتے ہین اس خیال سے کہ انکا اپنے احوال سے دور رہنا ہی باوجودیکہ وہ اللہ تعالے کی طرف شدت سے محتاج ہوتے ہین پھر انکے حال سے ناواقف کو جاہل فرمایا اسواسطے کہ عالم انکو نور علم و معرفت سے پہچان لیتا ہی۔ قال تعالے تعرفہم بسیماہم۔ یعنے انکے چہرون سے مشاہدہ حق عز و جل کی بشارت برستی ہی اور اسکے دلون مین سے نور معرفت کی خوشی کا اثر کھلتا ہی اسواسطے کہ اللہ عز و جل نے انکے چہرون پر صفات کریمہ کی روشنی کا نقاب ڈالا ہی اور انکی پیشانیون کو جمال کا لباس پہنایا ہی۔ اے نبی تو انکو ان صفات سے پہچان لیگا اسواسطے کہ وہی پرہیزگار و حق عز و جل کے محبتی لائق لوگ ہین کہ دنیا کی لذتون وغیرہ کی نظر سے وہ خلق کی طرف کبھی نہین جھکتے ہین بلکہ وہ اہل محبت ہین کہ طرح طرح کی بلاؤن مین مبتلا کیے جاتے ہین اور وہ اللہ تعالے کے لیے اللہ تعالے ہی مین صبر کیے ہوے ثواب کے امید وار ہین۔ **قال المترجم** حدیث صحیح مین یہ مضمون آیا ہی کہ سخت بلا انبیا علیہم السلام کو دی جاتی ہی پھر درجہ بدرجہ فضیلت مین اترتے ہوؤن کو دی جاتی ہی اور نیز حدیث صحیح مین ہی کہ مومن کی مثال جیسے دھان کا درخت کہ جھوکون سے جنبش مین کھاتا ہی اور انجام بخیر ہو کر پھل لاتا ہی اور منافق کی مثال جیسے کھجور کا درخت کہ کبھی اسکو جھوکا نہین پہونچتا اور آخرکار جڑ سے گر جاتا ہی اور تاریخ مین مذکور ہی کہ فرعون مردود کے چارسو برس کبھی سر مین درد بھی نہین ہوا۔ اور جاننا چاہیے کہ اہل حال و مقام عالی ان بلاؤن کو شربت کی طرح پی جاتے ہین انپر جو اسکا لطف ہی وہ لذت سے کم نہین ہی۔ قولہ تعالے لا یسئلون الناس الحافا۔ یعنے اہل دنیا کی طرف نہین پھیل پڑتے۔ اور مخلوق سے اپنے نفس کے حظوظ نہین چاہتے ہین ہان جو لوگ برادران ایمان اور اللہ تعالے کی خدمت مین سرگرم ہین انپر مہربانی کی راہ سے باز و بچھاتے اور نرم ہو جاتے ہین تاکہ لطف و مہربانی کرین اور طبیعت کی پسندیدہ چیزون و خواہشون سے منہ موڑنے کے لیے اہل حق کی ہوا داری کرتے ہین انکی خوبی و بھلائی و مردانگی کا کیا کہنا اور جو انپر رحمت و فضل ہی اسکا کیا پوچھنا۔ یہ لوگ عین تلوین سے عین تمکین کے محتاج ہین یعنے تلوین سے تمکین مین ہو جاوین۔ اور اپنے بوجھ کے بھاری ہونے کی وجہ سے یہ استطاعت نہین رکھتے کہ حیرت کے مقام سے دیدار مشاہدہ و کشف قربت کی طرف صفت دائمی بقاء کی زمین مین جاوین اور نہ حدوث کی شکلون سے الگ اسرار ہویت قدمیہ مین جا سکتے ہین۔ **قال المترجم** یعنے مقام حیرت مین انپر عظمت کا بار اسقدر گران ہی کہ وہان سے آگے مقام پر جانے کی استطاعت نہین ہی اور اگلا مقام وہ مشاہدہ و کشف قربت ہی اور یہ مقامات سب اللہ تعالے کے ہمیشہ باقی ہونے کی جو صفت ہی اسکے پرتو سے زندہ و اسمین فنا ہونے والون کے ہین پس یہ سفر اس زمین مین ہی۔ ولیکن جان لینا چاہیے کہ کم فہمی سے یہ گمان نکیا جائے کہ صفات حدوث زائل ہونے سے یہ مراد ہی کہ اسمین قدم یعنے حضرت حق

عزوجل کی صفات آجاوین تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ یہ محال ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ آثار ان حدوث کی صفات کے سٹ جاوین پس انکا مٹنا وہی
وصول بحق عزوجل ہی اور اس سے حادث اپنے حدوث سے خارج نہین ہوتا ہان اسکی بقار بسبب اسکے کہ رحمت حق سے پیوستہ ہی بقار حق
عزوجل کے سایہ مین دائمی ہی جیسے روح کی بقا ہر شخص کے واسطے بعد موت و فنا کے یکسان ہی۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ احصروا فی سبیل اللہ۔ وہ لوگ
ہین کہ اپنی ہمتون سے اللہ تعالے کے ساتھ ٹھہرے کہ اسکی جناب سے دوسرے کی طرف رجوع نہین کرتے ہین اور بعض نے فرمایا کہ لا یستطیعون
ضربا فی الارض ای اپنی روزی طلب کرنے کے واسطے حرکت نہین کرسکتے ہین۔ اور محمد بن الفضل رح نے اس آیت مین کہا کہ انکو انکی بلند ہمتی
اس بات سے روکتی ہی کہ اپنی حاجتون کو سوا اپنے مولی کے کسی اور کی طرف لاوین۔ اور ابن عطاء رح نے کہا کہ یحسبہم الجاہل اغنیاء ای گمان کرتا
ہی جو انکے حال سے جاہل ہی کہ وہ ظاہر تونگر ہین اور حال یہ ہی کہ وہ ظاہر مین اللہ تعالے کی طرف سخت محتاج ہین پس تونگری انکے باطن مین ہی۔ اور بعض نے
فرمایا کہ تعرفہم بسیماہم ای انکے دلون کی پاکیزگی و خوبی اور انکے حال کی خوبی و انکے چہرون کی بشاشت و انکے اسرار کے نور سے یعنے ان علامتون سے
پہچانتا ہی۔ اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ایسے لوگون کو جو فقر کی طرف محتاج ہین وصف کیا کہ محتاجی کا سوال اسیکی طرف
رکھتے ہین اور اسی سے ملتجی ہوتے ہین اور تعریف کردی کہ وہ لوگ راضی و قانع ہین انکو کچھ استطاعت نہین مگر اللہ تعالے ہی کے ساتھ اور اسی سے
اور انکو اپنی طاقت و قوت سے کچھ نہین ہی اور اللہ تعالے نے انکے دلون سے سوائے حق عزوجل کے اور کی طرف تسکین پانا بالکل دور کردیا ہی اور جو
مسکین ہوتے ہین وہ دنیا وی سببون کی طرف رجوع کرتے ہین چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ لمساکین یعملون فی البحر۔ یعنے موسی و خضر علیہما السلام کے
قصہ مین کشتی کو کہا کہ یہ کشتی چند مسکینون کی تھی جو دریا مین کام کیا کرتے تھے پس ان مسکینون کو اسباب کی طرف پھیر کر اس سے سکون پاتے ہین
اور یہین سے بعض نے فرمایا ہی کہ فقیری تو عزت ہی اور مسکینی ذلت ہی یعنے دونون ایکدوسرے کی ضد ہین ایک نہین ہین اور شیخ عمرو المکی نے
کہا کہ جسنے کسی چیز کو دوست رکھا تو اسکے ساتھ تحمل کرتا ہی اور جسنے کسی چیز کو دوست رکھا اس سے مانوس ہوجاتا ہی اور شیخ نصرآبادی رح نے
فرمایا کہ فقیر کو لائق ہی کہ اسکے واسطے قناعت ہو و عفت ہو پس قناعت کی ازار پہنے اور عفت کی چادر اوڑھے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہی کہ قناعت ایسا مال ہی جو کبھی فنا نہین ہوتا پس جب فقیر اس صفت کے ساتھ ہوا تو وہ بھی اس حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق
ہوا کہ فقیر لوگ تونگرون سے پانچ سو برس پہلے جنت مین داخل ہونگے قال المترجم یہ مضمون صحیح حدیث مین آیا ہی اور معنے یہ ہین کہ تمام لوگ
جو جنت مین جانے والے ہین اگرچہ وہ سب نیکوکار و جنتی ہین مگر جو لوگ انہین سے دنیا مین فقیر تھے وہ پہلے جنت مین داخل ہوجاوینگے پھر
اسکے پانچ سو برس کے بعد وہ لوگ داخل ہونگے جو دنیا مین تونگر صالح مومن بندگان حق عزوجل تھے اور یہ امر انکے حق مین کچھ سزا نہین ہی بلکہ
جنت مین انکے جانے کا وقت معہود وہی ہی ہان فقیرون کے حق مین کرامت ہی فلیتدبر۔ اور حضرت ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ تعرفہم
بسیماہم۔ یعنے تو انکے چہرون سے انکو پہچان لیگا کہ وہ اپنی محتاجی پر خوش ہین اور بلا و محنت اپنے نازل ہونے کے وقت اپنے حال پر مستقیم
و ثابت ہین اور شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جب انکی زبانین اس سلطان حقیقی سے مانگنے سے گونگی ہین جسکی سلطنت نے انتہا ہی تو بھلا وہ اور
کسی سے کیا سوال کرینگے۔ اور جنید رح سے دریافت کیا گیا کہ سچا فقیر کب تونگرون سے پانچ سو برس پہلے جنت مین داخل ہونے کا مستحق ہوتا ہی
تو فرمایا کہ جب اس فقیر مین یہ صفتین ہون کہ دل سے اسکا معاملہ اللہ تعالے کے واسطے ہوا اور اپنے سب حال مین خواہ اللہ تعالے اسکو دیوے
یا نہ دیوے دل سے اللہ تعالے سے موافق ہوا اور اس فقیری کو اللہ تعالے کی طرف سے اپنے اوپر نعمت شمار کرے اور اسکے زائل ہوجانے سے
ایسا ہی خوفناک ہو جیسے تونگر اپنی تونگری جانے سے خوفناک ہوتا ہی اور صابر رہے اور ثواب کا امیدوار رہے اور اللہ تعالے نے جو اسکے واسطے

فقیری کو پسند فرمایا ہے اسپر مسرور رہے اور اپنے دین کو بچائے رکھے اپنی فقیری کو چھپائے رکھے ظاہر میں یاس کے بدلے امید ظاہر کرے اور اپنی محتاجی میں اپنے پروردگار کے ساتھ مستغنی ہے جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الآیہ۔ پس جب اس صفت کا فقیر ہو تو تونگروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوگا اور موقفون کی مشقت اس سے کفایت کردی جائیگی یعنے میدان قیامت میں لوگ قبل حساب کے کھڑے رکھے جاوینگے تو یہ شخص اس مصیبت سے بری کیا جائیگا۔ قال المترجم اس معنے میں کچھ لوگ بلاحساب جنت میں داخل ہونگے اور حدیث صحیح میں انکا بیان یوں آیا ہے کہ نہ داغ کرتے ہیں اور نہ تعویذ اور نہ چاہتے ہیں کہ تعویذ کیا جاوے اور اپنے پروردگار پر بھروسا اور توکل کرتے ہیں پس شاید یہ لوگ ان فقیروں سے بھی افضل ہوں یا انھیں میں سے ہوں واللہ تعالےٰ اعلم۔

ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُم بِٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال راہ خدا میں رات اور دن چھپے اور کھلے تو انکے لیے ہی مزدوری انکی انکے

رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

رب کے پاس اور نہیں ڈر ہے انپر اور نہ وہ لوگ غم کھاوینگے

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس چار درم تھے پس انھوں نے ایک درم رات کو اور ایک درم دن کو اور ایک درم پوشیدہ اور ایک درم علانیہ خیرات کیے پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن ابی حاتم وکذا رواہ ابن جریر من طریق عبدالوہاب بن مجاہد اور یہ عبدالوہاب روایت حدیث میں ضعیف ہیں انکی روایت معتبر نہیں ہے ولیکن ابن مردویہ نے اسکو دوسری وجہ سے ابن عباس رض سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی ہے اور محی السنہ نے معالم میں کہا کہ مجاہد نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کے حق میں اتری کہ انکے پاس چار درم تھے اور سوا اسکے اور درم بھی نہ تھے پس انھوں نے ایک درم رات کو اور ایک درم دن کو اور ایک درم پوشیدہ اور ایک درم علانیہ خیرات کیا۔ اور ضحاک رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جب نازل ہوا قولہ للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ الآیۃ۔ تو عبدالرحمن بن عوف نے بہت سے دینار اصحاب صفہ کو بھیجے اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آدھی رات میں ایک وسق چھوہارے بھیجے پس اللہ تعالےٰ نے ان دونوں کے حق میں نازل فرمایا۔ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُم بِٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ پس نہار سے علانیہ تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا صدقہ مراد ہے اور لیل سر سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا صدقہ مراد ہے۔ قال ابن کثیر اور ابن شہاب نے ابن عباس رض سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالےٰ کی راہ میں گھوڑوں کو چارہ دیتے ہیں رواہ ابن ابی حاتم۔ اور ایسا ہی ابوامامہ و مکحول و سعید بن المسیب سے مروی ہے۔ اقول و محی السنہ نے ان لوگوں کے ساتھ ابوالدرداء و اوزاعی کو بھی زیادہ کیا اور بعض نے سعید بن المسیب سے یہ قول نقل کیا کہ یہ آیت عبدالرحمن بن عوف و عثمان بن عفان کے حق میں اتری کہ انھوں نے جیش عسرت یعنے لشکر تبوک کو سامان سے آراستہ کرنے میں خرچ کیا تھا اور قتادہ رح سے روایت ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فضول خرچی کے طریق نہیں ہیں جو اللہ تعالےٰ نے انپر واجب کیے ہیں خرچ کرتے ہیں بایں طور کہ نہ اسمیں اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل اور نہ فساد۔ اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ غریب الملیکی نے مرفوعاً حضرت صلعم سے روایت کی کہ یہ آیت اصحاب خیل کے حق میں نازل ہوئی یعنے جو لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ میں گھوڑوں کو دانہ چارہ دیتے ہیں قال المترجم ان روایات میں باہم کچھ

اختلاف نہین ہی اسواسطے کہ آیت کا ایک سبب نزول ہوتا ہی اور ایک عام حکم ہوتا ہی اور حکم کے تحت مین بہت صورتین داخل ہوجاتی ہین
جبکہ حکم عام ہو پس سلف کی عادت تھی کہ احکام مین یہی کہدیا کرتے تھے کہ یہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی یعنے یہ آیت اس حکم کو بھی شامل ہی
اور مقدمہ مین یہ بحث گذری ہی پس وقائع مذکورہ بالا سب اس آیت کے حکم مین داخل ہین اور سب مصداق اسی ثواب کے ہین جو آیت مین
وعدہ فرمایا گیا ہی **قال ابن کثیر** اللہ عزوجل نے ایسے لوگون کی مدح فرمائی یعنے ثواب کا وعدہ دیا ہی جو اسکی راہ مین اسکی رضامندی کے واسطے
تمام اوقات رات و دن مین اور تمام احوال پوشیدہ و علانیہ سے خرچ کرتے ہین پس وقائع مذکورہ سب اسمین داخل ہین یہانتک کہ آدمی
جو نفقہ اپنی جورو کو دیتا ہی وہ بھی اسمین داخل ہی چنانچہ صحیحین کی حدیث مین ثابت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سعد بن ابی وقاص
کی بیماری مین انکی عیادت کی تو طویل حدیث مین یہ بھی فرمایا کہ تو جو نفقہ ایسا دیگا کہ اس سے تیری خواہش رضاے پروردگار ہو تو ضرور تیرے
لیے درجہ و مرتبہ بڑھایا جائیگا یہانتک کہ اُس نفقہ پر بھی جو تو اپنی جورو کے منہ مین دیگا اور ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان نے جب اپنی اہل کو ثواب کی نیت سے نفقہ دیا تو اسکے واسطے صدقہ ہوگا رواہ احمد والشیخان - اور محی السنہ نے
معالم مین حدیث بخاری کو حضرت ابوہریرہؓ سے مسند کیا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے کوئی گھوڑا اللہ تعالے کی راہ مین باندھا اللہ تعالے
ایمان کے ساتھ اور اسکے وعدہ کی تصدیق کے ساتھ تو اس گھوڑے کا سیر ہوکر کھانا پینا اور لید و پیشاب سب قیامت مین اسکے پلہ میزان
مین ہوگا اور مراد یہ ہی کہ اس گھوڑے کا لڑنے مین ہی ثواب نہین بلکہ بندھے ہوے کھانے و پینے اور لید و پیشاب کرتے رہنے مین بھی
ثواب ہی اور بھید اسکا اول پارہ کے بعض مقام مین مین نے مشرح کردیا ہی اور آیندہ انشاء اللہ تعالے آویگا - قولہ فلہم اجرہم - فاء سببیہ
اور جملہ خبر موصول مبتدا کا ہی اور صلہ مین تقدیم لیل کی نہار پر بنا بر اصل ہونے اور سر کے علانیہ پر باعتبار فضل کے اور اشارہ ہی کہ صدقہ
سر افضل ہی اگر کہا جاوے کہ سابق مین لہم اجرہم ہی اور یہان فلہم اجرہم کیون ہی جواب یہ ہی کہ وہان موصول متضمن معنی شرط کو نہین ہی اور یہان متضمن معنے
شرط کو ہی گویا یون کہ جسنے ایسا کیا اسکے واسطے چنین وچنان ہی اور من فعل کذا فلہ کذا - اور بعض نے فاء عطف ہونا تجویز کیا اور خبر محذوف ہی اور
بیضاوی و علانیہ پر وقف جائز لکھا ہی والاول اصح ف - شیخ نے عرائس البیان مین بیان کیا کہ قولہ الذین ینفقون اموالہم باللیل والنہار سرا و علانیہ
شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ وقت وہ ہین اور حال دو ہین پس وقت تو رات و دن ہین اور حال سر و علانیہ ہین پس جب وسنے رات و دن سر و علانیہ
سب چارون مین خرچ کیا تو جو اسپر واجب تھا اسنے پورا کیا اسواسطے کہ محب اپنے محبوب سے بچا کر کوئی چیز جمع کرنا نہین چاہتا ہی اور اسکی رضامندی
چاہنے سے کسی حال مین نہین بیٹھ رہتا ہی اور **شیخ عبد العزیز** کی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت مین لیل و نہار و سر و علانیہ چار باتین مذکور ہین سو
رات کی تاریکی مین اس غرض سے کہ لینے والے کو شرمندگی نہو اور نہار مین یعنے روز روشن مین اسواسطے کہ اپنے اور لینے والے کے درمیان حیا کو
حذر کردے گویا کہ یہ اسکا دینے والا نہین ہی اور سر مین یعنے پوشیدہ اسواسطے کہ صدق و اخلاص ہو اور علانیہ اس نیت سے کہ لوگ اس راہ خیر کو اختیار
کرین اور اسمین پیروی کرین **قال المترجم** یہانتک بیان نفقہ و خیرات خرچ کرے اور اوسپر بہت کوشش ثواب اللہ کی طرف سے حاصل کرنیکا بیان
تھا اور بڑا معاملہ کے دو طریق لوگون مین اجر بھی ہین ایک بیاج اور دوم بیع پس اللہ تعالے نے بیع کو حلال اور بیاج کو حرام فرمایا

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ

جو لوگ کھاتے ہین بیاج نہ اٹھینگے قیامت کو مگر جیسے اٹھتا ہی وہ شخص جسکے حواس کھو دیے جن نے لپٹ کر

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ

یہ اسواسطے کہ انہون نے کہا کہ بیع کرنا مانند بیاج کے ہی اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا بیاج کو پھر جسکو پہونچی

تفسیر

معانقہ

مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ
نصیحت اسکے پروردگار کی اور وہ باز آیا تو اسکا ہی جو گذر چکا اور اسکا حکم اللہ کی طرف ہی اور جو کوئی پھر کرے وہی ہین

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝
دوزخ کے لوگ وہ اسی مین رہ پڑے

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا - ای یاخذونہ وہو الزیادۃ فی المعاملۃ بالنقود والمطعومات فی القدر او الاجل - جو لوگ سود کھاتے ہین
ف یعنے لیتے ہین اور سود اس زیادتی کو کہتے ہین جو مقدار یا مدت مین نقود و مطعومات کے معاملہ مین لیجاوے یہ شافعی کا قول ہی اور
ائمہ حنفیہ کے نزدیک مقداری ہمجنس چیزین بڑھتی یا ادھار کرنا چنانچہ آیندہ توضیح آویگی پس جو لوگ بیاج لیتے ہین - لَا يَقُوْمُوْنَ -
من قبورہم - اِلَّا - قیاما - كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ - یصرعہ - الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ - الجنون بہم متعلق بیقومون
وہ نہین اٹھینگے یعنے اپنی قبرون سے - مگر اٹھنا ایسا جیسے اٹھتا ہی وہ شخص جسکو متخبط کرتا ہی یعنے پچھاڑ دیتا ہی اسکو شیطان لپٹ سے یعنے ای
جنون سے جو انکو پہونچا ہی - ذٰلِكَ - الذی نزل بہم - یہ جو انکے ساتھ نازل ہوا ہی بِاَنَّهُمْ - بسبب انہم - قَالُوْٓا - بسبب اسکے
کہ کہتے ہین وہ لوگ - اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا - فی الجواز - بیع تو بیاج کی مثل ہی یعنے جواز مین بیع ایسی ہی جیسے بیاج - وہذا من
عکس التشبیہ مبالغۃ - حالانکہ مراد یہ لیتے ہین کہ بیاج ایسا جائز ہی جیسے بیع حلال ہی لیکن الٹا کہا کہ بیاج مثل بیع کے حلال ہی - اور یہ مبالغہ
کے لیے الٹی تشبیہ ہی گویا کہا کہ بیاج حلال ہونے مین کچھ شبہہ نہین ہی اور شبہہ ہو تو بیع مین ہو لیکن بیع بھی مثل بیاج کے حلال ہی - فقال
تعالے ردا علیہم - وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا - پس اللہ تعالے نے انپر رد کرنے کو فرمایا - کہ حال یہ کہ اللہ تعالے نے
حلال کیا بیع کو اور حرام کیا بیاج کو - فَمَنْ جَآءَهٗ - بلغہ - مَوْعِظَةٌ - وعظ - مِّنْ رَّبِّهٖ - من جہتہ - فَانْتَهٰى - عن اکلہ
فَلَهٗ مَا سَلَفَ - قبل النہی ای لا یسترد منہ - پھر جس شخص کے پاس آگئی نصیحت اسکی رب عز و جل کی طرف سے پس وہ باز رہا یعنے بیاج کھانے
سے باز رہا تو جو کچھ گزر چکا وہ اسکے لیے ف یعنے وہ بیاج اس سے واپس نہ لیا جائیگا جو حکم الٰہی پہونچنے سے پہلے وہ لیکر جمع کر چکا ہی - وَاَمْرُهٗ
فی العفو عنہ - اِلَى اللّٰهِ - اور حکم اسکا یعنے اس سے عفو یا نیکا معاملہ اللہ تعالے کے اختیار مین ہی ف یعنے وہ کریم رحیم ہی تو ضرور امید
عفو ہی - وَمَنْ عَادَ - الی اکلہ مشبہا لہ بالبیع فی الحل - اور جو شخص پھرا ف یعنے بیاج کھانے کی طرف پھرا اس طور کہ حلال ہونے مین اسکو
بیع کے ساتھ تشبیہ دیکر کھایا کیا - فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ - تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہین وہ ہمیشہ
دوزخ مین رہ پڑے ف اس سے نکل آیا کہ اگر کسی فاسق نے حلال سمجھکر نہین کھایا بلکہ بیاج کو بیاج سمجھکر کھایا تو کافر و ابدی دوزخی نہوگا بلکہ مرتکب گناہ
کبیرہ ہوا واضح ہو کہ اللہ تعالے نے ان نیکوکارون کا ذکر فرمایا جو صدقہ و زکوٰۃ سے تمام احوال و اوقات مین حاجتمندون قرابت دارون کو اپنا مال دیکر
ثواب عظیم و رضاے حق حاصل کرتے ہین اب ان بدکارون کو بیان کیا جو باطل و شبہات سے لوگون کا مال لیکر کھاتے اور جمع کرتے ہین اور اپنی
دنیا و آخرت خراب کرتے ہین پس اوپر کی آیات سے اس آیت کی مناسبت بوجہ تضاد ہی یعنے اوپر والون کے ضد لوگون کا حال اسمین بیان
فرمایا کیونکہ صدقہ و زکوٰۃ تو اپنا مال کم کر دینا اللہ تعالے کے ثواب و رضا کے واسطے بحکم شرعی ہی اور سود دیہ کہ اپنے مال پر اور زیادتی چاہنا برخلاف
حکم شرعی کے پس دونون گویا ایک دوسرے سے ضد ہین اور ربوا کا رسم خط واو سے مانند صلوٰۃ کے ان لوگون کی زبان کے موافق ہی جو ربا کا الف
پھر امانند واو کے پڑھتے ہین اور آخر مین الف زائد تشبیہ واو جمع ہی اور بعض نے کہا کہ ربو لوا و ساکن زبان اہل حیرہ کی ہی جنہون اہل حجاز نے خط سیکھا

ہے لیکن انھون نے اسکا خط اپنی زبان کے موافق سکھلایا ہے بالجملہ لغت مین ربوا یعنے زیادت ہے کیسے ہی زیادت ہو لیکن شرع مین زیادت بطور
خاص ہے اور زمانۂ جاہلیت مین اکثر یون واقع ہوتا تھا کہ ایک نے دوسرے سے قرض کسی مدت معلوم کے واسطے لیا اور جب میعاد پوری ہوئی
تو قرضخواہ نے کہا کہ تو ادا کرتا ہے یا ربوا دیتا ہے پس اگر ادا نہ کیا تو مال قرض مین ایک مقدار معلوم بڑھادے اور پھر اسکے ادا کرنے کی ایک مدت
مقرر کرے اور علما کا اتفاق ہے کہ شرع مین بیاج لینا قطعاً حرام ہے اور اسکا حلال جاننے والا کافر ہے وقد قال تعالے الذین یاکلون الربوا لا
یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔ معلوم ہوچکا کہ بیاج لینا ہی بالاتفاق حرام ہے اور وہی آیت کریمہ سے مراد ہے اور اللہ تعالے
نے بجلے یاخذون کے یاکلون فرمایا کیونکہ مال کا سب سے بڑا نفع یہی ہے کہ اسکو کھانے پینے مین لاتے ہین۔ اور سنت نے اسکو صاف بتلا دیا کہ مراد
بیاج لینا ہے اور کھانے کے معنے بھی اس سے انتفاع حاصل کرنا کسی طور سے ہو نہ فقط منہ سے کھالینا اور لا یقومون ای لا یقومون من قبورہم یوم
القیامۃ۔ اپنی قبرون سے قیامت کے روز نہین اٹھینگے مگر اسیطرح جیسے صرع والا یعنی مرگی والا مرگی کی حالت مین اٹھتا ہے اور یہ بدتر اٹھنے کی
تصویر ہے پھر قیاس کرو کہ انکے عذاب کا حال تو بدرجہ اولی نہایت خراب طور پر سخت ہوگا اور ابن عباس رضی نے فرمایا کہ بیاج خورہ قیامت کے روز
مجنون خنق اٹھیگا رواہ ابن ابی حاتم اور کہا کہ ابن مالک و سعید بن جبیر و سدی و ربیع بن انس و قتادہ و مقاتل بن حیان سے اسکے
مانند مروی ہے اور اٹھنے کی تفسیر بروز قیامت اٹھنے کی ان بزرگون کے سوائے عکرمہ و حسن و مجاہد و ضحاک و ابن زید سے بھی مروی ہے اور ابن مسعود رضی
سے یہ قراۃ آئی ہے کہ وہ پڑھا کرتے الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس یوم القیامۃ رواہ ابن ابی حاتم اور
ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ اسوقت ہوگا کہ جب وہ اپنی قبر سے اٹھایا جائیگا۔ اور سمرہ بن جندب کی حدیث طویل آنحضرت صلعم کے خواب کی یہہ
ہے کہ پھر ایک نہر پر آئے جو سرخ مثل خون کے تھی اور نہر مین ایک شخص پیرتا تھا اور اسکے کنارے ایک شخص بہت سے پتھر لیے بیٹھا تھا جب وہ
پیرنے والا کنارے آتا تو منہ پھیلاتا اور یہ شخص اسکے منہ مین ایک پتھر دیتا اور اسکی تاویل مین کہا کہ یہ سود خورہ تھا یہ حدیث بخاری مین ہے اور کثیر
سے احادیث اسکی مذمت اور عذاب و وعید مین وارد ہین اور جابر رضی سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے بیاج کھانے والے اور اسکے کھلانے اور لکھنے
والے اور گواہون پر لعنت فرمائی رواہ مسلم اور عبد اللہ بن مسعود رضی سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ربوا کے تہتر دروازے ہین ان
سب مین سے خفیف ایسا ہی جیسے کسی نے اپنی مان سے جماع کیا رواہ البیہقی والحاکم وصححہ۔ بالجملہ اتفاق ہے کہ مراد یاکلون الربوا سے عام ہر
شخص ہے جو ربوا کا معاملہ کرے پس لیوے و دیوے اور لا یقومون سے قیامت کے روز اٹھنے کی تفسیر جمہور سے مروی ہے اور خبط اصل مین
نا پیٹی چال کو کہتے ہین جو ٹھیک نہ چلے اور مس بمعنے جنون اور ممسوس بمعنے مجنون اور اصل مین مس ہاتھ سے چھونے کو کہتے ہین پھر مجنون کو
ممسوس اسواسطے کہتے ہین کہ شیطان اسکو مس کرجاتا ہے قالہ الفراء اور من المس متعلق یقومون کے ساتھ ہے اور معنے یہ ہین کہ لا یقومون من
المس الذی بہم الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان یعنے جنون کی وجہ سے وہ نہین اٹھینگے مگر ایسی حالت مین جیسے وہ اٹھتا ہے جسکو صرع ہو
اور بعض نے کہا متعلق یقوم سے ہے ای کما یقوم المصروع من جنونہ۔ اور شیخ ابو حیان نے فرمایا کہ یتخبطہ کے متعلق ہے ای یتخبطہ من
المس۔ بعضے مفسرین نے زعم کیا کہ اس امر کو شیطان کی طرف نسبت کرنا بنا بر زعم اہل عرب کے ہے کہ شیطان خبط کردیتا ہے آدمی کو پس
وہ مرگی مین ہو جاتا ہے اور معنے یہ ہین کہ ویسے اٹھیگا جیسے تم لوگ اپنے زعم مین شیطان کے متخبط کا اٹھنا دیکھتے ہو اور در اصل اہل عرب کا
یہ زعم صحیح نہین ہے کہ شیطان کا مسلک آدمی کے اندر نہین ہے اور وہ کچھ مس نہین کرسکتا اور تحقیق یہ ہے کہ ان مفسرین کا یہ زعم غلط ہے اور نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس سے استعاذہ کیا کہ شیطان متخبط کردے رواہ النسائی وغیرہ اور صحیح حدیث مین ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے اسکو شیطان مس

کرتا ہی اسمین وہ چیختا ہی سواے مریم اور اسکے فرزند عیسی علیہ السلام کے رواہ البخاری - بالجملہ عرصات قیامت مین سود خورہ کی یہ علامت ہوگی کہ قبر سے
ایسے اُٹھیگا جیسے مصروع اُٹھتا ہی - قولہ ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا یعنے یہ حال عذاب ان لوگون کا اس سبب سے
ہوگا کہ انھون نے کہا کہ بیع مانند ربوا کے ہی - اگر کہا جاوے کہ قیاس یہ تھا کہ یون کہا جاتا کہ انما الربوا مثل البیع یعنے ربوا مانند بیع کے حلال ہی مگر تشبیہ
کو عکس کردیا اسمین کیا حکمت ہی تو اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ بطریق مبالغہ ہی یعنے ربوا کی طرف ایسے جمے ہوے اور اسکو حلال جانتے تھے کہ گویا یہ
نوبت پہونچی کہ بیع کا حلال ہونا اسپر قیاس کرتے تھے اسلیے کہ مشبہ بہ کو مشبہ سے اقوی ہونا چاہیے پس عکس قیاس بغرض مبالغہ ہی اور شیخ
ابن کثیر وغیرہ نے اسکو پسند نہین کیا چنانچہ فرمایا کہ قولہ ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا - یعنے یہ جزا انکو اسواسطے دی گئی کہ انھون نے
اللہ تعالے کے احکام شرعی پر اعتراض کیا اور یہ قیاس ربوا کا بیع پر نہین ہی اسواسطے کہ مشرک لوگ اصل بیع کے مشروع ہونے کا جسکو اللہ تعالے
نے قرآن مین مشروع فرمایا ہی اقرار نہین کرتے تھے اور اگر قیاس کے طور پر ہوتا تو یون ہوتا - انما الربوا مثل البیع - مگر انھون نے تو یون کہا ہی کہ انما البیع
مثل الربوا پس مراد انکی اعتراض ہی کہ بیع بھی تو ربوا کی نظیر ہی پھر بیع کیون حلال ہوئی اور ربوا کیون حرام ہوا پس قولہ تعالے - واحل اللہ البیع
وحرم الربوا مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ نیز رد ہو یعنے اللہ تعالے علیم وحکیم ہی وہ بہتر کو بدتر سے جانتا ہی جو بہتر تھا یعنے بیع وہ حلال کردی اور جو بدتر
تھا یعنے ربوا وہ حرام کردیا اور دوم یہ کہ یہ تتمہ اعتراض ہو یعنے بیع تو مثل ربوا کے ہی کیون بیع کو حلال کیا اور ربوا کو حرام کیا ہی **قال المترجم** سیاق مثل
قول جمہور ہی کہ انھون نے عکس قیاس بغرض مبالغہ کیا اور قولہ احل اللہ البیع وحرم الربوا انکے قیاس کا ابطال ہی کیونکہ وہ معارض نص ہی - اگر
کہا جاوے کہ اس صورت مین آیۃ سے ثابت ہوگا کہ بیع مطلقاً حلال ہی اور جواب یہ ہی کہ یہان شافعی رح کے دو قول ہین ایک یہ کہ آیہ مجمل ہی اور سنت
اسکی مبین ہی اور دوم یہ کہ ہان آیت عام ہی اور سنت سے اسکی تخصیص ہوگئی ہی اور ماوردی نے کہا کہ یہی قول شافعی اور انکے اصحاب کے
نزدیک اصح ہی اور اگر کہا جاوے کہ ربوا بمعنے زیادت ہی اور کوئی بیع ایسی نہین کہ اسمین کچھ زیادت نہو تو اسکی حاجت پڑی کہ بیان کیا جاوے
کہ کون حرام اور کون حلال ہی پس آیۃ مجمل ہولی اور جواب یہ ہی کہ بیع منقول شرعی ہی پس وہ اپنے عموم پر محمول ہوگی جب تک کہ کوئی دلیل
تخصیص کی قائم نہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بیوع سے منع کردیا جنکو جاہلیت والے اپنی عادت کے موافق آپسمین کرتے تھے اور جائز کو
بیان نہین کیا کہ فلان وفلان بیوع جائز ہین تو دلالت ہوئی کہ آیۃ تمام بیوع کی اباحت کو شامل ہی سواے انکے جو مخصوص ہون اور نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے مخصوص کو بیان فرمایا ہی اور یہی قول ہمارے نزدیک ہی یعنے آنکہ جن صورتون کی جواز وناجواز مین اختلاف پڑے تو آیت سے استدلال
ہوسکتا ہی کہ یہ صورت عموم آیت سے جائز ہی اور تخصیص کی دلیل نہین پائی جاتی ہی فتامل - معالم مین کہا کہ تجارت کے طریق سے زیادتی کا طلب
کرنا فی الجملہ حرام نہین ہی حرام وہی زیادتی ہی جو مال مخصوص مین مخصوص صفت سے ہو جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا ہی پھر اپنی
اسناد سے بواسطہ شافعی رح کے عبادہ بن الصامت رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کو بعوض سونے کے اور درم
چاندی کو بعوض درم چاندی کے اور گیہون کو بعوض گیہون کے اور جو کو بعوض جو کے اور چھوہارے کو بعوض چھوہارے کے اور نمک کو بعوض
نمک کے نہ فروخت کرو مگر برابر برابر عین بعوض عین کے ہاتھون ہاتھ ولیکن سونے کو بعوض چاندی کے اور چاندی کو بعوض سونے کے اور
گیہون کو بدلے جو کے اور جو کو بدلے گیہون کے اور چھوہارے کو بدلے نمک کے اور نمک کو بدلے چھوہارے کے ہاتھون ہاتھ جس کیفیت سے
چاہو زیادہ ہو یا کم ہو فروخت کرو **قال المترجم** اور ترمذی نے اسکو عبادہ بن الصامت سے مرفوعا روایت کیا کہ فروخت کرو سونے کو
بعوض سونے کے مثل بمثل - اور چاندی کو چاندی سے مثل بمثل اور چھوہارے کو چھوہارے سے مثل بمثل اور گیہون کو گیہون سے مثل بمثل اور

یعنے مقدار مین مساوی ہو ۱۲ م

نمک کو نمک سے مثل بمثل اور جو کو جو سے مثل بمثل پھر جسنے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو اسنے بیاج کا معاملہ کیا اور فروخت کرو سونے کو بعوض چاندی کے جیسے چاہو مگر ہاتھون ہاتھ اور گیہون کو چھوہارے سے جیسے چاہو مگر ہاتھون ہاتھ اور جو کو چھوہارے سے جیسے چاہو مگر ہاتھون ہاتھ۔ قال الترمذی حدیث حسن صحیح اور کہا کہ اہل علم کا اسی پر عمل ہے انکے نزدیک یون ہی جائز ہے کہ گیہون بعوض گیہون کے مثل بمثل بیچا جاوے اگرچہ ایک کھرا اور دوسرا کھوٹا ہو اور جو بعوض جو کے مثل بمثل بیچا جاوے پھر جب اصناف مختلف ہون تو باہم بڑھتی بیچنا روا ہے بشرطیکہ ہاتھون ہاتھ لین دین ہو اور انمین سے کوئی ادھار نہو۔ اور یہ قول اکثر اہل علم صحابہ وغیرہم کا ہے اور بعض اہل علم نے گیہون بعوض جو کے زیادتی سے بیچنا مکروہ جانا بلکہ برابر برابر چاہیے ہے اور یہی قول امام مالکؒ کا ہے اور اول اصح ہے۔ اور شیخ دہلوی نے لمعات مین کہا کہ باب ربوٰ مین یہی حدیث اصل ہے کہ حضرت صلعم نے چھ چیزون کو ذکر کیا اور باقی کو قیاس پر چھوڑا ایس مجتہدین نے باقی کے قیاس کے لیے علت کو استنباط کیا سو ہمارے نزدیک مقدار و جنس علت ہے اور یہی اشہر قول احمد رحمہ اللہ ہے اور شافعی کے نزدیک طعم و ثمنیت اور مالک کے نزدیک طعم و ادخار علت ہے۔ قال المترجم اور توضیح اسکی بنابر قول معالم کے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھ چیزون کو منصوص کر دیا اور عامہ اہل علم کا قول ہے کہ ان چھ چیزون مین ربوا کا حکم ثابت ہونا انکے بعض اوصاف کی وجہ سے ہے پس جو اوصاف جن چیزون مین پائے جاوینگے انمین بھی ربوا ثابت ہوگا۔ رہا یہ امر کہ یہ اوصاف کیا ہین تو اسمین اختلاف ہے۔ بعض لوگ اسطرف گئے کہ وہ صرف ایک بات ہے جو ان سب مین ہے یعنے نفع پس ان لوگون نے تمام اموال مین ربوا ثابت کیا اور یہ قول کچھ نہین ہے اسواسطے کہ جو گیہون مین نفع کی علت موجود ہے چاہیے کہ تفاضل ربوا ہو جاوے حالانکہ ہاتھون ہاتھ جائز ہے جیسا کہ حدیث بالا مین منصوص ہے۔ اور اکثرون کے نزدیک درہم و دینار مین تو ربوا ایک وصف سے اور باقی چار چیزون مین دوسری وصف سے ثابت ہوتا ہے پھر ان لوگون نے باہم اس وصف کی تعیین مین اختلاف کیا پس اکثرون مین سے ایک قوم نے کہا کہ درہم و دینار مین تو علت وزن ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ و احمد و دوسرون کا ہے پس ان لوگون نے جتنی چیزین وزنی ہین مانند لوہا و تانبا و پیتل و روئی وغیرہ کے سب مین ربوا ثابت کیا یعنے ایک جنس کی ہون تو برابر ہی برابر ہاتھون ہاتھ روا ہے اور تفاضل نہین روا ہے اور یہ جان لینا چاہیے کہ جو مال ایسے ہین کہ انمین ربوا ثابت ہوتا ہے انکا کھرا و کھوٹا یکسان ہے یعنے یہ نہین ہو سکتا کہ کھرے لوہے کو جو ایک سیر ہو دیکر کھوٹے لوہے کو دو سیر لیا جاوے بلکہ چاہیے برابر لیوے یا چھوڑ دے اور اس قاعدے مین علما کا اتفاق ہے پس ان چیزون مین ربوا ثابت ہوگا اگرچہ یہ کھانے کی نہون اور ہمنے تفسیر آیت مین پہلے ذکر کر دیا ہے کہ یاکلون الربوا یعنی بیاج کھاتے ہین اس سے مراد منہ سے کھا لینا نہین بلکہ ہمارے عرف کے موافق بیاج لینا مراد ہے۔ اور باقی چار چیزون مین امام ابو حنیفہ وغیرہ مذکورین کے نزدیک علت کیل یعنے پیمانہ ہے پس ان چیزون کے مانند جو چیزین پیمانہ سے فروخت ہوتی ہون خواہ وہ کھانے کی ہون یا نہون سب مین ربوا ثابت ہوگا جیسے گچ و چونا وغیرہ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو چیزین حضرت رسول اللہ صلعم کے وقت مین پیمانہ سے فروخت ہوتی تھین مثل گیہون و جو و چھوہارے و نمک وغیرہ کے اب اگر وہ وزن سے بکنے لگی ہین تو وہ کیلی ہی شمار ہونگی وہو الاصح۔ یہ سب قول نقدین اور باقی چار چیزون مین علت وزن و پیمانہ اور جنس کہنے والون کا تھا جنمین امام ابو حنیفہ و عامہ علماے حنفیہ ہین۔ اور ایک قوم نے کہا کہ نقدین مین وصف مذکور نقدیت ہے اور یہ قول مالک و شافعی کا ہے اور باقی چار چیزون مین شافعی کے نزدیک طعم علت ہے پس جتنی چیزین کھانے کی ہین انمین شافعی کے نزدیک ربوا ثابت ہوگا مانند پھل و فواکہ و ساگ و دوائیان وغیرہ کے پس جملہ اموال ربوا انکے نزدیک ثمن و مطعوم ہین کذا قال البغوی اور ایک جماعت کا قول ہے کہ باقی چار چیزون مین ربوا کی علت طعم مع کیل یا وزن ہے پس کھانے کی جس چیز مین وزن و کیل ہو اسمین ربوا ثابت ہوگا اور یہ قول سعید بن المسیب کا ہے اور یہی شافعی کا قول قدیم ہے ثم قال البغوی اور ربوا دو قسم ہے ایک بڑھتی سے اور دوسرا ادھار سے پس

اگر ایسے مال کو جسمین ربوا ہوتا ہی اسکے جنس کے ساتھ بیچا مثلاً روپیون کو روپیون سے یا اشرفیون کو اشرفیون سے یا وہ کھانے کی ہو مثلاً گیہون
کو گیہون سے بیچا تو اسمین دونون قسم ربوا کی ثابت ہونگی یہانتک کہ روا نہین ہی مگر اسطرح کہ پہلا اگر روپیہ دیتا ہی وہ دوسرے روپیہ کے برابر
ہون اگر وزنی ہین تو وزن مین اور کیلی ہین تو کیل مین برابر ہون **قال المترجم** اور یہ معتبر ہوگا کہ کھوٹے کو کھرے سے زائد دیا جاوے اسواسطے
کہ ہمنے پہلے بیان کردیا کہ اموال ربوا کا کھرا کھوٹا یکسان ہی اور ادھار نہین بلکہ اسی مجلس مین نقد لین دین ہوجاوے اور اگر مال ربوا کو غیر جنس سے فروخت
کیا تو دیکھا جاوے کہ اگر دوسری چیز ایسی ہی کہ وصف ربوا مین اسکے موافق ہی نہین ہی مثلاً کھانے کی چیز کو درم یا دینار سے خریدا تو اسمین ربوا
کا کچھ احتمال نہین ہی یہ ایسا ہی جیسے غیر مال ربوا سے فروخت کیا اور اگر ایسی چیز سے بیچا جو وصف مین اسکے موافق ہی مثلاً درم کو دینار سے یا گیہون کو
جو سے فروخت کیا یا ایک مطعوم کو دوسرے مطعوم سے فروخت کیا جو اسکے غیر جنس ہی تو اسمین زیادتی کا ربوا ثابت نہوگا حتی کہ باہم ایک دوسرے
(کھانے کی چیز)
سے وزن مین زائد اور جزاف یعنے اسکی ڈھیری کو اسکی ڈھیری سے فروخت کرنا روا ہی لیکن ادھار کا ربوا اسمین ثابت ہوگا پس ضرور ہی
کہ ہر دو جنس بعینہ ہون اور اسی مجلس مین دونون کا قبضہ ہوجاوے اور یہ سب باہم بیع کرنے کی صورت مین ربوا ہی اور باقی رہین اور صورتین
جو ربوا ہوتی ہین چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو قرض دیا اس شرط سے کہ اس سے افضل ادا کرے یا اس سے زائد ادا کرے تو یہ ایسا قرض ہی کہ
نفع لایا اور جو قرض ایسا ہو کہ وہ نفع لاوے تو وہ بیاج ہی **ہکذا ذکرہ الائمہ من الحنفیہ والشافعیہ** اور مسائل ربوا کے بہت ہین و فقہ کی
کتابون مین مذکور ہین ولیکن مترجم ضعیف کا مقصود یہ ہی کہ یہان بعض وجوہ ذکر کردے شاید اللہ تعالے اس سے نفع دے پس جاننا چاہیے
کہ آئمہ علما نے ذکر کیا ہی کہ قرض لینے والا قرضدار سے اگر کوئی نفع ایسا لیوے جسکا منشا یہی قرض پیش آیا ہی تو سود اور حرام ہی جیسے حاکم قاضی
و کوئی اہلکار اگر کسی شخص سے ایسا نفع حاصل کرے جسکا منشا انکی حکومت یا قضا یا کارپردازی پیش آئی ہی تو وہ رشوت ہوتی ہی حتی کہ اگر
وہ دعوت کرے تو روا ہی کہ احتیاطاً سے نہ قبول کرے اور اگر قبول کرے تو اسی دعوت کو جو معمول کے موافق ہو جیسے وہ پہلے کیا کرتا تھا اور
اگر اسمین کوئی تکلف زائد ہو تو بھی قبول کرنا روا نہین ہی اور اگر زمیندار نے آسامی کو اناج و یا تخم ریزی کے واسطے اور طے کرلیا کہ فصل پر ہمکو
مثلاً چالیس سیر کے حساب سے دیوے تو یہ بیاج ہی ہان اگر اسوقت اسکے ہاتھ اناج کو ادھار اس نرخ سے جو بازار مین ہی فروخت کیا بدون
اسکے کہ بھاؤ مین کچھ بھی کمی ہو پھر قرار دیا کہ بعد وصول اس روپیہ کے اسی روپیہ سے تم ہمکو فصل پر جو اناج پیدا ہو وہ جس بھاؤ سے بازار مین
بکے ویدو تو مضائقہ نہین ہی لیکن اصول ناج مین جو شرائط سلم کے ہونے چاہییے ہین وہ معتبر ہونگے بنابر آنکہ یہ سلم صحیح ہو ورنہ اصح یہ ہی کہ یہ صرف
وعدہ ہی اور اول یہ کہ اسکے ہاتھ ادھار فروخت کردے اور فصل پر اس سے اپنا روپیہ لے لے اور ادھار کے دام ادا کرنیکا وقت مقرر کرلے
یون نہ کرے کہ پیداوار کی بکری سے دام لونگا ورنہ بیع جائز نہوگی اور یہ مسائل ترجمہ فتاوی عالمگیری سے یاد کرلینے چاہییے اور اگر کسی نے
دوسرے سے روپیہ وغیرہ قرض لیا اور اپنا باغ یا زمین اسکے پاس رہن کی تو شرع مین رہن فقط مضبوطی ہی پس اگر مرتہن نے قبضہ کیا تو حاصلات
اس مرہون کی راہن کی ہی اور اگر قرضہ مین شرط تھی کہ ادائے قرضہ تک اسکی حاصلات مرتہن کی ہی تو یہ بیاج ہی اور اسمین کسیکا خلاف نہین ہی
اور جاننا چاہیے کہ ابو داؤد رحمہ اللہ نے بسند جید حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ جب یہ آیت۔ الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما
یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مخابرہ کو نہ چھوڑے سو وہ اللہ تعالے سے اور اسکے
رسول سے لڑائی پر اعلان دے۔ اس حدیث کو حاکم نے بھی مستدرک مین روایت کرکے کہا کہ صحیح علی شرط مسلم اور مخابرہ یہ ہی کہ زمین کو کھیتی
کے واسطے دے بعض پیداوار اس زمین پر یعنے اس زمین کی پیداوار مین سے نصف یا چہارم وغیرہ جز مشترک نہین کہتے بلکہ پچاس من یا چالیس من

وغیرہ کوئی مقدار معلوم شرط کرتے تھے اور یہ مباح کے حکم میں ہی کیونکہ یہ کیا معلوم کہ زمین میں کسقدر پیدا ہوگا شاید کہ کچھ بھی پیدا نہو۔ اور امام ابوحنیفہ رح
نے حدیث کو عام ظاہر لیکر مزارعت کو ممنوع کہا ہی اور یہی حدیث انکے واسطے حجت ظاہر ہی کیونکہ اسمین مطلقاً ممانعت ہی کوئی قید حصہ بٹائی کی نہین ہی
اور صاحبین امام ابو یوسف و محمد کے نزدیک جائز ہی اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ بھی اسکو جائز رکھتے ہین اور نہایت توجیہ انکی طرف سے یہ ہوسکتی ہی کہ حدیث
شریف مین ایسے مخابرہ سے ممانعت ہی جسمین حصہ مشترک نہو مانند تہائی وغیرہ کے بلکہ سو پچاس من کی شرط ہو کیونکہ پیداوار زمین غیر معلوم ہی فافہم پس
کتب فقہ مین جو مسائل باب مزارعت مین مذکور ہین وہ بر بنائے قول صاحبین ہین اور امام ابوحنیفہ رح کا جو نام لیا گیا ہی وہ اس معنے کر کہ اگر وہ جائز
فرماتے ہوتے تو انکا قیاس قول یہان یہ ہوتا فاحفظہ۔ اور ایسے ہی مزابنہ بھی حرام ہی اور وہ اسطرح کہ خرما کے درخت پر جو خرما لگے ہین انکو
سوکھے چھوہارون سے خرید کیا مثلاً زید نے بکر سے کہا کہ مین تمکو چار من چھوہارے یہ جو میرے پاس ہین دیتا ہون بدلے تمہارے اس درخت کے چھوہارو
جو اسپر لگے ہین بطور بیع کے پس بکر نے یہ چھوہارے لے لیے اور درخت مذکور زید کو دیدیا کہ اسکے پھل سب لے لے پھر جب خالی ہو جاوے تو بکر کو واپس
دے تو یہ بیع حرام ہی اور ایسے ہی محاقلہ بھی حرام ہی کہ زید نے مثلاً دس من گیہون بکر کو دیے کہ بکر اپنا گیہون کا تیار کھیت اسکو دے بطور بیع کے
پس اس کھیت مین جو کچھ گیہون نکلین جو بالون مین موجود ہین سب زید کے ہونگے تو یہ بھی حرام ہی اسواسطے کہ درخت کے چھوہارے یا کھیت کے
گیہون نہین معلوم کہ برابر برابر نکلین یا کم و بیش ہون اور شبہہ بیاج بھی بیاج ہوتا ہی جیسا کہ فقہا نے اجماع کیا ہی اور بعضے متاخرین فقہا نے کہا کہ کھیت
جب تیار کھڑا ہی اور کاٹنے کے قابل ہی تو اسطرح کی بیع مین مضائقہ نہین اسلیے کہ کھیت مین بھوسا اور گیہون دونون ہین پس گیہون بمقابلہ
گیہون کے اور باقی بمقابلہ بھوسے کے ہونگے اور مترجم کہتا ہی کہ اسپر فتوی نہین ہی اور یہ قول کچھ نہین ہی اور صحیح یہی ہی کہ ایسی بیع بھی حرام ہی
شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ صورتین اور جو اور ایسی ہی صورتین ہون سب اسواسطے حرام ہوئی ہین کہ ربوا کا مادہ بالکل نیست ہو اسواسطے کہ قطعاً
ہونے سے پہلے دونون چیزون کی برابری معلوم نہین ہوسکتی ہی اور اسیواسطے فقہا نے کہا ہی کہ جہان برابری معلوم نہو وہان سود والے مالون مین
ایسا قرار دیا جاتا ہی کہ جیسے درحقیقت زیادتی ہی اسی سے ایسی سب چیزین حرام ہین اور یہ سود کا باب ایک مشکل باب ہی نہین دیکھتے کہ امیر المومنین
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تمنا رہگئی کہ تین باب یعنے دادا کی میراث اور کلالہ کی میراث اور ربوا کے بعض ابواب مین حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہمارے واسطے کوئی حد مقرر کی ہوتی کہ ہم اس حد تک رہتے اور تجاوز کا گمان نہوتا **قال المترجم** اور وجہ اسکی یہ ہی کہ یہ آیت ربوا صحیح
روایتون کے موافق سب سے آخر اتری ہی کہ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند ہی روز دنیا مین رہے اور وفات پائی تو یہی حضرت عمرؓ کہتے ہین کہ مجھے
تمنا رہگئی کہ آپ سے اسکی تفصیل بوجہ محدود معلوم ہوئی اور شریعت اس امر پر بنا ہی کہ حرام کی طرف جو چیز وسیلہ ہو وہ بھی حرام ہی جیسے کہ واجب
جس چیز کے بدون تمام نہین ہوتا وہ چیز بھی واجب ہوتی ہی اور صحیحین مین نعمان بن بشیر سے روایت ہی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ حلال
کھلا ہوا ہی اور حرام کھلا ہوا ہی اور ان دونون کے بیچ مین امور مشتبہات ہین پس جسنے شبہات سے پرہیز کیا وہ اپنے دین اور آبرو کو بچالے گیا اور جو شبہات
مین پڑ گیا وہ خطرہ مین پڑا جیسے وہ چرواہا کہ سبزہ زار کے گرد چراتا ہی قریب ہی کہ سبزہ زار مین چرا دے۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ گناہ وہ ہی کہ دل مین
دغدغہ دے اور نفس کو اسمین تردد ہو اور مکروہ جانے کہ لوگ اسپر مطلع ہون اور ایک روایت مین ہی کہ فتوی لے اپنے دل سے اور اگرچہ لوگون نے
تجکو فتوی دیا ہو۔ اور ابوہریرہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ آویگا کہ اسمین سود کھاوینگے تو عرض کیا گیا کہ سب
سب بیاج کھاوینگے فرمایا کہ انمین سے جو نہ کھاویگا اسکو بیاج کا غبار ہی پہونچ جاویگا۔ رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ پھر شیخ ابن کثیر نے
ذکر کیا کہ حرام چیزون تک پہونچانے والے وسیلون کے حرام کرنے کے قبیل سے جو امام احمد نے حضرت عائشہ رضہ سے روایت کی کہ جب سورۂ بقرہ کے

آخر آیتین جو بیاج حرام ہونے کے بارہ مین ہین نازل ہوئین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلکر مسجد مین تشریف لائے اور لوگون کو پڑھ سنائین
پھر شراب کی تجارت حرام کردی ورواہ البخاری والجماعۃ آ اور بعض علما نے اسکے معنے مین کہا کہ ربوا اور اسکے وسائل کو حرام کیا تو شراب کو اور جو امور تجارت
وغیرہ کے ایسے ہین کہ نسبۃ شراب خواری مین پڑ جانے کا اشتباہ ہی حرام کردیا اور یہ ویسے ہی ہی جیسے حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہودیون پر اللہ تعالے
لعنت کرے کہ انپر چربی حرام کی گئی تھی انھون نے اسکو پگھلایا پھر اسکو فروخت کیا اور اسکے دام کھائے۔ قولہ ومن عاد فاولئک اصحاب النار۔
بعض علمانے کہا کہ عود باین طور کہ بیاج کھایا اور بعض نے کہا کہ عود اس قول مین کہ انما البیع مثل الربوا۔ پس دوسرے قول پر تو قولہ ہم فیہا خالدون
بلا تاویل درست ہی اسواسطے کہ جو شخص بیاج کو مثل بیع کے قرار دے وہ کافر ہی اور کافرون کی سزا یہی ہی کہ ہمیشہ دوزخ مین رہین اور قول اول پر بیاج
کھانے سے یہ مراد ہی کہ حلال جانکر کھایا جیسا کہ مفسر رحمہ اللہ نے قید لگائی ہی اسوجہ سے کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا اہل سنت کے نزدیک دائمی دوزخی نہین
ہی پس چونکہ دائمی دوزخی ہونے کی وعید فرمائی ہی لہذا معلوم ہوا کہ مراد ایسا بیاج کھانے والا ہی جو اسکو حلال جانکر کھاوے یا بیاج کو بیع کے مثل بتلاوے

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

مٹاتا ہی اللہ بیاج کو اور بڑھاتا ہی خیرات کو اور اللہ نہین چاہتا کسی ناشکرے گنہگار کو البتہ جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ

ایمان لائے اور کام کیے نیک اور قائم رکھا انھون نے نماز کو اور دی انھون نے زکوۃ تو انکے لیے ہی انکا ثواب

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

انکے پروردگار کے پاس اور نہین خوف ہی اون پر اور نہ وہ غمگین ہونگے

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا - ینقصہ ویذہب برکتہ اللہ تعالے بیاج کو ناقص کرتا اور اسکی برکت دور کرتا ہی - وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ
یزیدہا وینمیہا ویضاعف ثوابہا - اور صدقات کو بڑھاتا ہی اور بڑھا دیتا ہی اور اسکے ثواب کو بہت گونہ کرتا ہی - وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ
كُلَّ كَفَّارٍ - بتحلیل الربوا - اور اللہ دوست نہین رکھتا ہر ایسے شخص کو جو کفار ہو باین طور کہ حلال کرلے بیاج کو - اَثِيْمٍ
فاجر باکل الربوا ای یعاقبہ - اور فاجر ہو باین طور کہ لینے بیاج کا پایا جیسے کفار اسطرح ہو کہ اسنے بیاج کو حلال جانا - اور لا یحب کے معنے
یہ ہین کہ اسکو عذاب کریگا جیسے مومنون کو محبوب ٹھیرایا تو معنے یہ کہ انکو ثواب دیگا - اللہ عزوجل اس آیۂ کریمہ مین خبر دیتا ہی کہ یمحق اللہ الربوا ای یذہبہ
ای دور کردیتا ہی اسکو یا تو باین طور کہ بیاج والے کے ہاتھ سے بالکل دور کردیتا ہی یا باین طور کہ اسکو اسکے مال کی برکت سے محروم کردیتا ہی پس وہ مال سے
انتفاع نہین پاتا ہی بلکہ دنیا مین اسکو اپنے مال سے محروم رکھتا ہی اور قیامت مین اسکو اس مال پر عذاب کرتا ہی اور نظیر اسکی قولہ تعالے وما آتیتم
من ربوا لیربو فی اموال الناس فلا یربو عند اللہ الایۃ - اور شیخ ابن جریر نے کہا کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ربوا اگرچہ بہت ہو جاوے مگر انجام کار اسکا
قلت کی طرف ہوجاتا ہی اور اس حدیث کو امام احمد نے ابن مسعودؓ سے مرفوعا یعنی قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہی اور ایسے ہی ابن ماجہ نے
بھی دوسری وجہ سے ابن مسعودؓ سے مرفوعا روایت کیا - اور بنا برین قولہ یمحق اللہ الربوا - بین اخبار ہی کہ سود خورہ جو مال بڑھانا چاہتا ہی اسکے ساتھ
اسکے خبیث اعتقاد کے برعکس معاملہ کیا جاتا ہی اور یہ ایسا ہی جیسے امام احمد نے فروخ سے جو عثمانؓ کے آزاد کیے ہوے غلام تھے روایت کی
کہ عمر رضی اللہ عنہ ایک روز اپنی خلافت مین مسجد سے نکلکر آئے تو دیکھا کہ اناج کا ڈھیر لگایا گیا ہی فرمایا کہ یہ اناج کیسا ہی تو لوگون نے کہا کہ ہمارے
واسطے لایا گیا ہی فرمایا کہ اللہ تعالے برکت دے ہمین اور اسکے لانے والے مین تو عرض کیا گیا کہ ای امیر المومنین اسکے لانے والے نے احتکار کیا تھا

فرمایا کہ کسلئے احتکار کیا تھا بولے کہ فروخ جو غلام تھے جو عثمان کے آزاد کیے ہوے ہین اور فلان شخص نے جو عمرؓ کا آزاد کیا ہوا ہی پس عمرؓ نے دونون کو بلوایا اور فرمایا کہ تمکو کس بات نے احتکار پر آمادہ کیا تھا کہ تمنے مسلمانون کے طعام کو احتکار کیا تو دونون نے عرض کیا کہ ای امیر المومنین ہم اپنے مالون سے خریدتے اور بیچتے ہین تو عمرؓ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہی کہ آپ فرماتے تھے کہ جسنے مسلمانون پر انکے طعام کو احتکار کیا تو اللہ تعالے اسکو ماریگا افلاس کی یا جذام کی اور ابن ماجہ کی روایت مین ہی کہ افلاس کی اور جذام کی پس فروخ نے یہ سنکر کہا کہ مین اللہ تعالے سے عہد کرتا ہون اور تمسے عہد کرتا ہون کہ مین اب کبھی طعام مین ایسا نہ کرونگا اور رہا دوسرا شخص جو عمرؓ کا آزاد کیا ہوا تھا اسکا قول یہ رہا کہ ہم اپنے مالون سے خریدتے اور بیچتے ہین **ابو یحیی** راوی اس حدیث کے کہتے ہین کہ واللہ مینے دوسرے کو جو عمرؓ کا آزاد کیا ہوا تھا دیکھا کہ مجذوم ہوگیا تھا **قال المترجم** بالاتفاق مشاہدہ ہو رہا ہی کہ ہر سود خورہ دنیا مین اپنے مال سے محروم رہتا ہی اور نہایت خبیث طور سے زندگی بسر کرکے مرجاتا ہی اور آخر کو وہ مال برباد ہوجاتا ہی بخلاف ان نیکوکارون کے مال کے جو اپنے مالون کو حلال طور سے کماتے اور اسکی زکوۃ دیتے رہتے ہین کہ اللہ تعالے اسکو دنیا و آخرت مین خوب بڑھاتا ہی۔ اور معالم مین قولہ تعالے یمحق اللہ الربوا کی تفسیر مین مذکور ہی کہ اللہ تعالے اس مال کو جسمین ربا شامل ہوا ہی ہلاک کردیتا ہی اور اسکی برکت دور کردیتا ہی اور ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ یمحق اللہ الربوا۔ یعنے سود خورہ سے قبول نہین کرتا نہ صدقہ اور نہ جہاد اور نہ حج اور نہ صلۂ رحم۔ یعنے کوئی خیر کا خرچ اس سے قبول نہین کرتا ہی **قال المترجم** اور بیان کیا گیا ہی کہ سود کا کھانا و کپڑا سود خورہ کی نماز و روزہ کو بھی کھو دیتا ہی کہ اس سے وہ بھی قبول نہین ہوتا ہی واللہ اعلم۔ وقال تعالے ویربی الصدقات **تفسیر ابن کثیر** مین ہی کہ یربی بضم یا و تخفیف از اربا یربی یعنے باب افعال سے پڑھا گیا یعنے آنکہ اسکو بڑھاتا ہی اور بڑھاور یعنے نمو دیتا ہی اور ایک قرأۃ مین بتشدید یا موحدہ از ربی یربی یعنے باب تفعیل سے آیا ہی جیسا کہ بخاری نے ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے ایک چھوہارے کے برابر پاک کمائی سے صدقہ دیا اور حال یہ ہی کہ اللہ تعالے قبول نہین کرتا مگر پاک ہی کو تو اللہ تعالے اس صدقہ کو اپنے داہنے ہاتھ مین قبول فرماتا ہی پھر اسکو تربیت فرماتا ہی اس شخص صدقہ دینے والے کے لیے جیسے تم مین سے کوئی اپنا گھوڑے کا بچہ پالتا ہی یہانتک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہی۔ ورواہ مسلم والبیہقی والترمذی والنسائی وابن ابی حاتم واحمد وابن جریر اور روایت امام احمد کی جو ابوہریرہ و عائشہؓ سے ہی اسمین یہ بھی ہی کہ یہانتک کہ وہ چھوہارا یا لقمہ اللہ تعالے کی پرورش مین مثل احد پہاڑ کے ہوجاتا ہی اور ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہی **قال المترجم** اللہ تعالے کا داہنے ہاتھ مین لینا کنایہ اسکے فضل سے ہی اور اولی یہ ہی کہ اسکی تاویل نہ کیجاوے باوجودیکہ یقین لازم ہے کہ اللہ عز وجل ایسے ہاتھ وغیرہ سے جو کسی مخلوق کے ہین پاک اور منزہ ہی۔ قولہ تعالے واللہ لا یحب کل کفار اثیم۔ یعنے نہین دوست رکھتا دل کے کفور کو اور قول و فعل کے اثیم کو اور دوست نہ رکھنے سے مراد اسکا لازم ہی یعنی اسکو عذاب دیتا ہی اور اس صفت کے ساتھ اس آیۂ کریمہ کا خاتمہ باین مناسبت ہی کہ سود خورہ اس قسمت پر راضی نہوا جو اللہ تعالے نے اسکے واسطے حلال سے مقدر کیا تھا اور مباح کمائی کی راہ پر اکتفا نہ کیا پس اسنے طرح طرح کی خبیث کمائیون سے لوگون کے مالون کو باطل حیلہ سے کھانا شروع کیا پس اسنے نعمت حق سے کفران کیا اور افعال خبیثہ سے فاجر گنہگار رہوا۔ پھر اسکے بعد اللہ تعالے عادت قرآن کے موافق ان لوگون کے ثواب کو ذکر فرمایا جو ایمان لائے اور نیک کام کیے۔ لقولہ ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت الآیۃ۔ پس ظاہر ہی کہ علی العموم اہل ایمان مراد ہین اور مدارک مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ مراد وہ لوگ ہین جو ربوا کے حرام ہونے پر ایمان لائے یعنے اور جو لوگ اس امر پر ایمان لائے کہ ربوا حرام ہی اور انھون نے نیک کام کیے الخ۔ اور اولی یہ ہی کہ الذین آمنوا سے عام مراد رکھی جاوے کیونکہ اسمین مومنین کے حق مین طرح زائد ہی اور ربوا کے حرام ہونے کا اعتقاد کل مومنین کو خود حاصل ہی اور صلوۃ و زکوۃ کو مخصوص بیان فرمایا کہ گرچہ صالحات مین یہ بھی شامل ہی تو

صلوٰۃ کو اسوجہ سے کہ وہ افضل صالحات ہی اور زکوٰۃ کو اسوجہ سے کہ سیاق در باب مال ہی اور زکوٰۃ اخراج مال کا تمناے رضاے حق عز وجل ہی۔ اگر کہا جاوے کہ آیہ کریمہ میں ثواب مذکور جو بمنزلہ اس قول کے ہی لہم الجنۃ عند ربہم یہ ثواب بعد ایمان کے ان اعمال صالحہ کے ہونیکے ساتھ مذکور ہی یعنے ایمان لائے اور نیک کام کیے و نماز و زکوٰۃ ادا کی انکے واسطے جنت ہی حالانکہ اگر کوئی شخص بالغ ہوا اور حالیکہ وہ اللہ تعالے پر ایمان لایا اور ہنوز کسی نماز کا وقت یا زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت نہ گذرا تھا کہ وہ مرگیا تو بالاتفاق وہ اہل ثواب میں سے ہی اور ایسے ہی ایک شخص ایمان لایا اور ایمان کی خوشی میں اسکو شادی مرگ ہوگئی کوئی نماز و روزہ وغیرہ نہیں کرنے پایا تو وہ اہل ثواب میں سے ہی پس ثابت ہوا کہ ثواب حاصل ہونا اعمال کے پائے جانے پر موقوف نہیں ہی پھر جو ایمان کے ساتھ اعمال مذکور ہیں انکے ذکر میں کیا حکمت ہی تو جواب یہ ہی کہ اللہ تعالے نے ان نیک خصلتوں کو اسواسطے نہیں ذکر کیا ہی کہ ثواب کا استحقاق انپر مشروط ہی بلکہ اس بیان کے واسطے کہ ان افعال حمیدہ کو بھی ثواب ورضاے الٰہی حاصل کرنے میں دخل ہی یعنے آنکہ یہ علامات ثواب کے ہیں بالجملہ اس سے بیان انکی اطاعت کا ہی اور یہ غرض نہیں کہ ثواب اسپر مشروط ہی۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ٥

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑدو جو رہ گیا سود اگر تم یقین والے ہو

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ

پھر اگر نہیں کرتے تو خبردار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اسکے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمکو پہونچتے ہیں اصل

أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ٥ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ

مال تمہارے نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر اور اگر ایک شخص ہی تنگی والا تو فرصت دینی چاہیے جب تک کشایش پاوے

وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ٥ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ

اور اگر خیرات کرو تو تمہارے لیے بہتر ہی اگر تم کو سمجھ ہو اور ڈرتے رہو اس دن سے جسمیں الٹے پھر جاؤگے

إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ٥ ع

اللہ کے پاس پھر پورا ملیگا ہر شخص کو جو اسنے کمایا ہی اور ان پر کچھ ظلم نہیں کیا جائیگا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا - اتركوا - مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ صادقین فی ایمانکم فان من شان المؤمنین امتثال امر اللہ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور باقی بیاج کو چھوڑدو اگر تم مومن ہو ف یعنے اگر تم اپنے ایمان میں سچے ہو کیونکہ مومن کی شان سے یہ بات ہی کہ حکم الٰہی کا بجا لانے والا ہو۔ نزلت لما طالب بعض الصحابۃ بعد النہی ربوا کان لہ قبل۔ روایت ہی کہ بعضے صحابہ نے ربوا سے ممانعت ہوجانے کے بعد اپنا کچھ سود جو ممانعت سے پہلے کا چڑھا تھا طلب کیا تب یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ بیاج چھوڑدو۔ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا - ما امرتم بہ پھر اگر تم نہ کروگے ف یہ کام جسکا تمکو حکم کیا گیا ہی۔ فَأْذَنُوا اعلموا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ - لکم فیہ تہدید شدید لہم ولما نزلت قالوا لا ید لنا بحربہ تو اللہ تعالے و اسکے رسول کے ساتھ لڑائی ٹھنی ہوئی سمجھو ف انکو تہدید شدید ہی اور جب یہ آیت اتری تو بولے کہ ہمکو اللہ تعالے سے لڑنے کی طاقت نہیں ہی وَإِنْ تُبْتُمْ رجعتم عنہ اور اگر تمنے توبہ کی یعنے تمنے اس سے رجوع کیا اور بات مان لی۔ فَلَكُمْ رُءُوسُ ۔ اصول۔ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ

بزیادۃ۔ وَلَا تُظْلَمُوْنَ بنقص تو تمہارے لیے اس المال یعنے اصل مال ہیں تم ظلم کرو اور نہ ظلم کیے جاؤ ف یعنے تم کسی پر ظلم کرو زیادہ لینے میں کہ وہ سود ہے اور تم پر ظلم نکیا جائیگا کہ تکو اپنے اصل مال سے خواہ مخواہ کمی نہیں لائی جائیگی۔ وَاِنْ كَانَ وقع غریم۔ ذُوْ عُسْرَةٍ یعنے اگر واقع ہوا قرضدار تنگدست تنگ لینے اصل مال لینے میں بھی اگر بالفعل قرضدار تنگدست ہی تو حکم یا کہ۔ فَنَظِرَةٌ۔ لہ ای علیکم تاخیرہ۔ اِلٰى مَيْسَرَةٍ۔ بفتح السین وضمہا ای وقت یسرہ۔ پس انتظار ہے یعنے اس قرضدار مذکور کے لیے تمپر تاخیر دینا واجب ہے تا میسرہ یعنے تا وقت اسکی آسانی و کشائش کے یعنے اسکی فراخی دستی تک انتظار و مہلت دو۔ اور لفظ میسرہ ظرف زمان ہے اکثروں کی قراۃ میں بفتح سین مہملہ اور نافع کی قراۃ میں بضم سین ہے مانند مقبرہ بفتح با و مقبرہ بضم با کے۔ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا۔ بالتشدید علی ادغام التاء فی الاصل فی الصاد و بالتخفیف علی حذفہا ای تتصدقوا علی المعسر بالابراء۔ اکثروں کی قراۃ میں تصدقوا بتشدید صاد و دال ہے بنابر ینکہ اصل میں تتصدقوا تھا تا کو صاد کر کے بعد حذف حرکت کے صاد میں ادغام کر دیا اور عاصم کی قراۃ میں بلا تشدید صاد کے بنابر ینکہ تا کو حذف کر دیا اور معنے یہ ہیں کہ صدقہ کر دینا تمہارا تنگدست پر اصل مال بھی بایں طور کہ اسکو اپنے اصلی قرضہ سے بھی بری کر دو تو یہ خَيْرٌ لَّكُمْ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ انہ خیر فافعلوہ۔ اگر تم جانتے ہو ف اس بات کو کہ تنگدست کو بری کرنا بہتر ہے تو ایسا کرو۔ وفی الحدیث من انظر معسرا او وضع عنہ اظلہ اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ رواہ مسلم۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ جسنے تاخیر و مہلت دی اپنے قرضدار تنگدست کو یا اتار دیا اسکے ذمہ سے تو اللہ تعالے اسکو اپنے سایہ میں لے لیگا اس روز کہ سوائے اللہ تعالے کے سایہ کے سایہ ہی نہوگا رواہ مسلم فی صحیحہ۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ بالبناء للمفعول تردون وللفاعل تصیرون۔ یعنے اکثروں کی قراۃ بصیغہ مجہول ہے بمعنے تردون یعنے پھیرے جاؤگے اور ابو عمرو کی قراۃ بصیغہ معروف ہے بمعنے پھر جاؤگے۔ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ۔ ہو یوم القیامۃ۔ اور ڈرو ایسے دن کو کہ جسمیں پھیرے جاؤگے یا لوٹ جاؤگے اللہ تعالے کی طرف اور وہ قیامت کا روز ہے۔ ثُمَّ تُوَفّٰى فیہ۔ كُلُّ نَفْسٍ جزاء۔ مَّا كَسَبَتْ۔ عملت من خیر و شر پھر پورا دیا جائیگا اس دن ہر نفس جزا اس چیز کی جو اسنے کمایا ہے یعنے دنیا میں عمل کیا ہے بھلائی و برائی سے ف پس نیکی کرو اور بدی سے بچو۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ بنقص حسنۃ او زیادۃ سیئۃ۔ اور وہ لوگ کچھ ظلم نہ کیے جاوینگے ف بایں طور کہ کوئی نیکی کم کیجاوے یا کوئی بدی بڑھائی جاوے۔ معالم میں مذکور ہے کہ سدی نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی عباس بن عبد المطلب و خالد بن الولید کے حق میں اور زمانہ جاہلیت میں دونوں شریک تھے کہ بنی عمرو بن عمیر کے لوگوں کو قبیلہ ثقیف میں سود پر قرض دیتے پھر اسلام کا زمانہ ہوگیا اور ان دونوں کا سود کا مال بہت بڑا تھا پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ زید بن اسلم و ابن جریج و مقاتل بن حیان و سدی رحمہم اللہ نے ذکر کیا کہ یہ سیاق نازل ہوا قبیلہ ثقیف کے بنی عمرو بن عمیر اور مخزوم کے بنی مغیرہ کے حق میں کہ ان دونوں فریق کے درمیان زمانہ جاہلیت میں سود جاری تھا پھر جب اسلام آیا اور جب لوگ بعد فتح مکہ کے مسلمان ہوگئے تو ثقیف والوں نے مطالبہ کیا کہ اپنا سود لیویں اور بنو مغیرہ نے کہا کہ ہم لوگ زمانہ اسلام میں اسلام کی کمائی سے سود نہ دینگے پس عتاب بن اسید نے جو حضرت صلعم کی طرف سے مکہ معظمہ میں نائب تھے اس معاملہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا پس یہ آیت نازل ہوئی پس اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ بھیجا۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مؤمنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ پس ان لوگوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالے سے توبہ کرتے ہیں اور جو کچھ سود کا مال باقی ہے سب چھوڑتے ہیں اور ہمکو اللہ تعالے سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے قال المترجم اور معالم میں بھی اسکے مانند مقاتل بن حیان سے مذکور ہے اور بنو عمرو بن عمیر بن عوف الثقفی کے چار بھائی بنام

سود و عبد یالیل و حبیب بن ربیعہ بیان کیے اور ذکر کیا کہ انھون نے بنو مغیرہ قبیلہ مخزوم سے اپنا سود طلب کیا اور وہ بڑا بھاری مال تھا اور انھون نے انکار کیا کہ اللہ تعالے نے اسکو مسلمانون سے دور کیا ہی ہم زمانۂ اسلام مین نہین دینگے اور ہر دو فریق نے عتاب بن اسید کے پاس نالش کی جو مکہ مین حضرت صلعم کی طرف سے نائب تھے پھر باقی قصہ ذکر کیا اور شاید یہی باعث ہوا ہو کہ حضرت صلعم نے حجۃ الوداع کے خطبہ مین فرمایا تھا کہ زمانۂ جاہلیت کے کسب سود جو کچھ ہون وہ موضوع ہین یعنے گرا دیے گئے و ہدر کیے گئے ہین اور پہلا سود زمانۂ جاہلیت کا جسکو مین اپنون کا مال سود دور کرتا ہون وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہی کہ وہ سب کا سب گرا دیا گیا ہی الحدیث۔ بالجملہ معنے آیت کے یہ ہین کہ اللہ تعالے اپنے ایمان والے بندون کو حکم فرماتا ہی کہ اس سے ڈرین اور اسیکا تقوی کرین اور انکو منع فرماتا ہی ہر ایسی چیز سے جو انکو اللہ تعالے کے غضب سے قریب کرے اور اسکی رضامندی سے دور ڈالے پس قولہ اتقوا اللہ ای خوف کرو اللہ تعالے سے اور اپنے افعال پر اسکو حاضر و ناظر جانو اور قولہ وذروا ما بقی من الربوا ای چھوڑ دو تمام وہ مال سود جو ممانعت سے پہلے تمہارے کچھ لینے کے بعد باقی رہ گئے ہین اور وہ تمہارے اصل مال پر بڑھتی ہو سود ہین اب ممانعت کے بعد ہرگز اس بڑھتی کے مالون کو مت لو۔ قولہ ان کنتم مومنین ای یقین رکھتے ہو جو تمہارے واسطے مشروع کیا ہی کہ بیع حلال ہی اور ربوا حرام ہی وغیر ذلک۔ اور یہان حرف ان شرطیہ مین تامل کیا گیا کہ یہ شک کے واسطے مستعمل ہوتا ہی حالانکہ یہ لوگ مومنین تھے اور انکو کچھ شک نہ تھا تو معالم مین کہا کہ ان بمعنے اذ ہی ای جبکہ تم مومن ہو اور ابن عطیہ نے اسکو پسند نکیا کیونکہ لغت مین اسکا نشان نہین ہی اور مفسرون نے ان کو اپنے معنے پر لیا اور مومنین کو بمعنے صادقین فی الایمان لیا ای اگر تم اپنے ایمان مین سچے ہو تو باقی سود چھوڑ دو کیونکہ سود کو اللہ تعالے نے حرام کیا ہی اور سچائی والے کی پہچان یہ ہی کہ اللہ تعالے کے حکم کی فرمانبرداری کرے اور بعض مترجم کے نزدیک اولی یہ ہی کہ ان یہان جوش دلانے اور آمادہ کرنے کے واسطے لیا جاوے جیسے کوئی اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر ہمارے بیٹے ہو تو یہ کام کر لاؤ اور وجہ یہ ہی کہ ان لوگون کو اگرچہ سود کا حرام ہونا معلوم تھا مگر آیندہ کے واسطے سمجھے تھے بدین قرینہ کہ فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتہی فلہ ما سلف اور ما سلف مین وہ باقی رہا ہوا سود بھی سمجھے تھے پس انکو تنبیہ کر دی اور تشدید اسواسطے کہ مخالفت اسکے مطالبہ مین ہو چکی تھی واللہ اعلم۔ اسیواسطے فرمایا۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ اسمین انکو تہدید کر دی اور حکم عام ہی پس ہر ایسے شخص کے واسطے سخت وعید یہ تہدید ہو گئی جو بعد ممانعت کے سود خواری کو برتنے جاتا ہی اور برابر سود کھائے جاتا ہی اور ایک قراءۃ مین فاذنوا بمد و کسر ذال معجمہ بروزن آمنوا بھی پڑھا گیا اور معنے اسکے یہ ہونگے کہ اعلموا بالحرب ای آگاہ کرو غیر کو اللہ و رسول کی لڑائی سے اپنے ساتھ۔ اور مشہور قراءۃ بفتح ذال معجمہ و قصر ہمزہ ہی اور معنے اسکے یہ ہین کہ تم جانو اور یقین کرو اور ایسا ہی ابن عباس سے روایت ہی کہ قولہ فاذنوا بحرب ای استیقنوا بحرب اور نیز ابن عباس رضی سے روایت ہوا کہ بیاج کھانے والے سے کہا جائیگا قیامت کے روز کہ لڑائی کے واسطے اپنے ہتھیار اوٹھا پھر ابن عباس نے یہ آیت پڑھی فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے اس آیت مین روایت کی کہ یعنے پھر جو شخص سود خواری پر آڑا رہے اس سے الگ نہو تو مسلمانون کے سردار کو واجب ہی کہ اس سے توبہ کرا دے پھر اگر وہ توبہ کر کے الگ ہوا تو خیر ورنہ اسکی گردن مار دے۔ اور حسن بصری و ابن سیرین رحمہما اللہ تعالے سے روایت ہی کہ دونون نے فرمایا تھا کہ واللہ یہ صیارفہ لوگ ضرور بیاج کھانے والے ہین اور انھون نے آگاہی لی اللہ تعالے اور اسکے رسول سے لڑائی کی اور اگر لوگون پر کوئی امام عادل ہوتا تو انسے توبہ کراتا پھر اگر توبہ کرتے تو خیر ورنہ انکو قتل کر ڈالتا رواہ ابن ابی حاتم اور ربیع بن انس سے روایت ہی کہ اللہ تعالے نے سود کھانے والے کو قتل کی وعید فرمائی ہی رواہ ابن جریر اور ان اقوال مین توفیق اسطرح ہی کہ اللہ تعالے سے لڑائی یون ہی کہ اللہ تعالے انکو آگ مین ڈال دیگا اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے لڑائی ہی کہ انپر تلوار چلائی جاوے اور یہی ان علماے بیان کا قول ہی جنھون نے معانی قرآن مین باعتبار لغت و محاورہ و زبان کے
گفتگو کی ہی مثل ابو عبیدہ و زجاج وغیرہم کے اور اسی سے امام رازی نے تفسیر کبیر مین کہا ہی کہ اگر وہ توبہ نہ کرین تو ظاہر آیت کا مقتضا یہ ہی کہ
کہ انسے لڑائی کیجاوے۔ بالجملہ اسمین کسیکا خلاف نہین ہی کہ بیاج کھانا کبیرہ گناہ ہی۔ اور ہندوستان مین جو بہتیرے جاہل لوگ کہتے ہین کہ
انگریزون و ہندون سے بیاج لینا جائز ہی یہ محض جہالت ہی عوام بھائی مسلمانون کو اسپر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیے ہرگز جائز نہین ہی اور
جو لوگ ایسا کہتے ہین وہ کمبخت اپنی عاقبت خراب کرتے ہین۔ قولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لاتظلمون ولا تظلمون یعنے اور اگر تمنے باقی سود مانگنے
اور اسکے ارتکاب سے توبہ کی تو تمھارے واسطے تمھارے اصل مال واجب ہین تم خود ظلم نہ کرو اور بڑھتی مت مانگو اور تمپر بھی ظلم نہو گا کہ اصل مال
ندیا جاوے پس اللہ عز وجل نے وہ تمام سود جو لوگون نے ممانعت سے پہلے لیے تھے انکے واسطے روا رکھے یعنے یہ نہین حکم دیا کہ پہلے جسنے
جو سود لیا ہی اگر وہ اصل مال کے برابر پہونچ گیا تو اب اصل مال مین سے کچھ نہین چاہیے وہ وضع ہوگیا جیسے کہ اب شرع مین حکم ہی کہ اگر
مرتہن نے مال رہن سے کچھ حاصلات وصول کی اور وہ مال قرض کے برابر اسکو مل گئی تو قرضہ ادا ہوگیا اور راہن کو رہن واپس کرے اور وہ قرضہ
سے بری ہوا اور اس سے دلیل نکلتی ہی کہ اسلام سے پہلے جو احکام گذر چکے وہ ثابت ہین مانند اسکے کہ ایک کافر مسلمان ہوا اور حالت کفر مین
اسنے بیاج سے مال جمع کیا ہی تو امید ہی کہ وہ معفو ہوگا۔ ازانجملہ ظلم کے یہ ہی کہ قرضخواہ اپنے قرضدار مفلس کو تنگ کرے بغرض انتفاع اور
بھی ظلم ہی کہ قرضدار کو دسترس ہو اور وہ مال ادا نہ کرے اسیواسطے حدیث صحیح مین ہی کہ دسترس والے کا قرض ادا کرنے مین دیر لگی کرنا ظلم ہی۔ اور
معالم مین مذکور ہی کہ جب یہ آیت اتری تو سود چاہنے والون نے کہا کہ ہم توبہ کرتے ہین ہمکو اللہ تعالے سے اور اسکے رسول سے لڑنے کی طاقت
کہان ہی پس سود چھوڑا اور اصل مال کے طالب ہوے تب قرضدارون نے کہا کہ ہم تنگدست ہین ہمکو حاصلات آنے تک مہلت دو مگر انھون نے
نہ مانا تب اللہ عز وجل نے نازل فرمایا۔ فان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ۔ اور بعض قراءۃ مین ذا عسرۃ۔ اور بعض قراءۃ مین۔ فان کان معسرا
بھی آیا ہی پس کان ناقصہ ہی ای فان کان ہذا المطلوب او المدیون ذا عسرۃ او معسرا۔ اور بنا بر مشہور قراءۃ کے اوجہ یہ ہی کہ کان تامہ ہی بمعنے وقع
یا حصل کے۔ یعنے اگر قرضدار تنگدست ہو تو آسانی تک مہلت ہی۔ پھر جمہور کے نزدیک یہ آیت عام ہی ہر قرضدار کے واسطے کہ جب وہ تنگدست ہو
تو اسکو مہلت دیجاوے اور یہ تاخیر واجب ہی کیونکہ نظرۃ مرفوع ہی اور رفع کی سبیل وجوب ہی کما ذکرہ المفسر فی الاتقان اور سراج مین
مذکور ہی کہ آیت مین دلیل ہی کہ اگر قرضخواہ نے قرضدار پر نالش کی اور اسنے کہا کہ مین تنگدست ہون تو قید نہین کیا جائیگا۔ ہا یہ کہ اسکا دعوی
کہ مین تنگدست ہون اسمین گواہ کی ضرورت ہی یا نہین تو اسمین دو صورتین ہین دیکھا جاوے کہ اگر یہ قرضہ کسی چیز کا عوض ہی مثلا کوئی چیز فروخت کی
جسکے دام ہین یا کچھ نقد دیا ہی جسکا عوض اسیکی مثل چاہیے ہی تو اپنی تنگدستی کے دعوے پر گواہ لاوے اور اگر یہ قرضہ اسپر بغیر عوض چڑھا ہی مثلا
ضمانت کا مال ہی یا کسی کی چیز تلف کردی ہی یا مال مہر ہی تو قسم سے اسکا قول ہی قبول ہوگا اور قرضخواہ پر گواہ دینا چاہیے کہ اس قرضدار پاس
مال ہی یہ تنگدست نہین ہی۔ پھر یہ سب اس صورت مین ہی کہ حاکم کے یہان نالش ہو ورنہ بہت ثواب تو یہ ہی کہ قرضخواہ خود اسکو مہلت دیدے
جبکہ وہ تنگدستی کا عذر کرتا ہی اور اس بارہ مین بہت سی صحیح حدیثین آئی ہین ازانجملہ ایک مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کی ہی اور امام احمد نے بریدہ سے
روایت کی کہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جسنے تنگدست کو مہلت دے اوسکے لیے ہر روز اپنے قرضہ کے برابر مال صدقہ کا ثواب ہی
اور محمد بن کعب القرظی سے روایت ہی کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کا ایک شخص پر قرضہ تھا اسکے تقاضا کو آتے اور وہ چھپ جاتا ایکروز آئے تو ایک
لڑکا نکلا اس سے پوچھا اسنے کہا کہ ہان وہ گھر مین خزیرہ کھاتا ہی پس آواز دی کہ او فلان شخص نکل آ کہ مجھے خبر مل گئی کہ تو موجود ہی پس وہ نکل آیا

فرمایا کہ تو مجھسے کیون منہ چھپاتا ہی اسنے کہا کہ مین تنگدست ہون میرے پاس کچھ نہین ہی فرمایا کہ قسم ہی کہ تو تنگدست ہی اسنے کہا کہ ہان واللہ مین تنگدست ہون تو ابو قتادہ رونے لگے اور تمسک سنگوا کر مٹا دیا پھر کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہی کہ جسنے اپنے قرضدار کو مہلت دی یا اس سے محو کردیا تو قیامت کے روز وہ عرش کے سایہ مین ہوگا رواہ احمد و مسلم اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان احادیث کے جمع کرنے مین طول یا ہی اور اللہ تعالے جسکو توفیق دے اسکے لیے اسیقدر کافی ہی اور یہ سب ثواب عظیم تو فقط اتنی بات کا ہی کہ قرضدار کو مہلت دیدے پھر اس سے بڑھکر ثواب و رضاء حق عزوجل کی طرف ہدایت وارشاد کیا بقولہ تعالے وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ یعنے اگر تم اپنے قرضدار کو بعض مال یا کل مال صدقہ دیدو تو مہلت دینے سے بھی بڑھکر بہتر ہی۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے بندون کو نصیحت کی و دریاد دلایا اور چونکایا کہ دنیا اور اسکا مال سب فنا ہونے والا ہی اور آخرت سامنے چلی آتی ہی اور قیامت کا ہولناک دن سامنے ہی اور اسکی طرف ہردم چلے جارہے ہو اسمین ہر بھلے برے کام کا حساب ہی اور ثواب اللہ تعالے کا نہایت خوب اور عذاب اسکا نہایت سخت ہی قال تعالے واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وہم لا یظلمون۔ یعنے ڈرو اس ہولناک دن سے یعنے قیامت سے جسمین لوٹائے جاؤگے خواہ مخواہ اللہ تعالے کی طرف پھر پورا پورا دیا جائیگا ہر نفس کو بدلا اسکا جو اسنے بھلا یا برا کمایا ہی اور انپر کچھ ظلم نہوگا۔ یعنے یہ نہوگا کہ کوئی نیکی گھٹا دیجاوے اور اسکا ثواب نملے یا کوئی بدی ناحق بڑھادی جاوے کہ اسکا عذاب دیا جاوے اور یہ صحیح حدیث مین مضمون ہی کہ بعضے گنہگار مسلمانون سے جو ایمان مین سچے مضبوط تھے پہاڑ برابر گناہ اتار کر ایسے کافر بدکارون پر رکھے جاوینگے جو اللہ عزوجل کی شان مین نہایت گستاخ باتین کہتے تھے مانند اسکے کہ اسکا بیٹا بناتے اور اسکی آیات سے ٹھٹھول کرتے تھے تو یہ مضمون برحق ہی اور یہ درحقیقت دونون کے اعمال کی جزا ہی جو جسکا مستحق تھا اسکو وہ پہونچ گیا اور کسی پر ظلم نہین ہوا۔ جاننا چاہیے کہ صحیح روایات سے ثابت ہوا ہی کہ تمام قرآن مین آخر آیۃ جو اتری وہ یہی قولہ تعالے واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وہم لا یظلمون۔ ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکے نازل ہونے کے بعد نو راتین زندہ رہے پھر ربیع الاول مین دوشنبہ کے روز دن چڑھے اس دارفانی سے رحلت فرما ہوے رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ اور آخر آیۃ ہونا تو نسائی و ابن جریر وغیرہم نے باسانید صحیحہ روایت کیا ہی **ف ۲** عرائس البیان مین شیخ نے ذکر کیا کہ قولہ تعالے وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ۔ لوگون کو ادب سکھلایا کہ اپنے ناداروں سے وہ برتاؤ کرو جو اللہ عزوجل اپنے ایسے بندون سے اپنے کرم و رحمت سے برتاؤ کرتا ہی جنکے پاس سامان طاعت کچھ نہین اور معصیت سے شکستہ حال ہین اور یہ اللہ عزوجل کی کمال شفقت ہی جو اسکو بندون کے حال کی ہی کیونکہ توانگرون کو حکم دیا کہ قرضدارون کو اپنے مجازی حقوق مین مہلت و تاخیر دین اور اسمین اشارہ کیا کہ اللہ عزوجل حقیقی حقوق مین جو بندون پر واجب ہین اور انکے ادا کرنے مین بندون نے قصور کیا ہی عفو فرمائیگا اور درگزر کریگا **قال المترجم** یعنے جن لوگون نے قرضدار کو قرضہ سے بالکل بری کردیا اور اسکو ہبہ کردیا وہ امید وار ہین کہ اللہ تعالے انکے اوپر اپنے حقوق واجبہ سے جنمین قصور ہوا ہی عفو فرماوے اور ہبہ کرے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مرفوعا روایت کی کہ جسنے قرضدار کو اسکی کشایش حاصل ہونے تک مہلت دی اللہ تعالے نے اسکو اسکے گناہون مین توبہ تک مہلت دیگا رواہ الطبرانی۔ اور حق یہ ہی کہ اللہ عزوجل کی طرف سے بالکل عفو ہوگا انشاء اللہ تعالے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے بندون مین سے ایک بندہ قیامت مین اللہ عزوجل کے پاس آویگا اور اللہ تعالے فرماویگا کہ تونے دنیا مین میرے واسطے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ اے پروردگار مین نے دنیا مین ذرہ برابر بھی تیرے واسطے کوئی کام نہین کیا ہی جس سے مجھے تیری حضور مین امید لگانے کا موقع ہو یہی بات اس بندہ سے تین بار مکرر کہی جائیگی اور وہ یہی جواب دیگا اخیر

یا رہین عرض کریگا کہ ای پروردگار تونے مجھے اپنے فضل سے بڑھتی مال دیا تھا اور مین لوگون کے ساتھ خرید و فروخت کیا کرتا تھا اور میری عادت تھی کہ درگذر کیا کرتا تھا پس جو شخص آسودہ حال ہوتا اسپر آسانی کرتا اور جو تنگدست ہوتا اسکو مہلت دیتا تھا پس اللہ عز وجل فرماویگا کہ مین زیادہ سزاوار ہون کہ آسانی دون پس تو جنت مین داخل ہو۔ رواہ ابو یعلی الموصلی والبخاری ومسلم وابن ماجہ اور امام مسلم نے اپنی صحیح مین اسکی روایت عقبہ بن عامرؓ اور ابو مسعود بدریؓ سے بھی بیان کی اور امام احمد نے بھی اسکو روایت کیا ہی قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیۃ ای فیصلہ ہونے کے دن کہ وہ روز قیامت ہی حیا و خجالت کے مقام مین ایسے مالک ذو الجلال والاکرام کے سامنے کھڑے ہونے سے خوف کرو جو استدراج والون کو اپنے مشاہدہ سے محروم فرماکر جہنم مین کھیجدیگا اور جو خاص بندے اسکے اولیاء ہین انکو اس امر پر عتاب کریگا کہ برے خطرے و اشارات تمہارے دلون مین کیون آئے۔ اور واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عوام کے واسطے اس آیت سے ترہیب ہی اور خواص کے واسطے قولہ وایای فاتقون۔ سے ترہیب ہی یعنے مجھی سے ڈرو اور کسی چیز سے مت ڈرو۔ اور بعض کابرنے فرمایا کہ جس شخص کو قرآن مجید کے نصائح و پند سے اثر نہوا تو اسکو قرآن کے سوائے اور کسی چیز سے کچھ بھی حاصل نہوگا اور اس سے بڑھکر کون نصیحت ہی جس سے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندون کو خبر دی ہی کہ اسکی طرف رجوع لاوین پھر جو شخص ایسے خوف و خجالت کے مقام پر ٹھہرنے سے بیخبر ہو اور ایسی حاضری پر اپنے حال کو دیکھکر رو یا اوسمین اور کون نصیحت اثر کریگی اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ جو وقت گذر گیا اگرچہ اسمین نیکی ہی کیون نکی ہو کچھ قابل اعتماد نہین ہی اور جو آگے آتا ہی اس سے بچاؤ کی دعا کرتے رہنا ضرور ہی کہ آگے آنے والے وقت سے بیخوفی نہین اور یہی معنے ہین کہ مرد ایمان دار ہمیشہ خوف و امید مین اللہ تعالےٰ سے عاجزی کرتا ہی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ

ای ایمان والو جس وقت معاملہ کرو اودھار کا کسی وعدہ مقررہ تک تو اسکو لکھو اور چاہیے کہ لکھدے تمہارے درمیان

كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ

کوئی لکھنے والا انصاف سے اور انکار کرے لکھنے والا اس سے کہ لکھدے جیسا سکھایا اسکو اللہ نے سو وہ لکھدے اور چاہیے بتلاوے اسکو جسپر

الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِن كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ

حق دینا آیا ہی اور چاہیے کہ ڈرے اللہ سے جو اسکا رب ہی اور ناقص کرے اسمین سے کچھ پھر اگر وہ شخص جسپر حق دینا آیا ہی بے عقل ہو یا

ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ

ضعیف ہو یا آپ نہین بتا سکتا ہی تو بتلاوے اسکا اختیار والا انصاف سے اور گواہ کرلو دو گواہ

مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ

اپنے مردوں مین سے پھر اگر نہون دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتین جنکو پسند کرتے ہو گواہون مین سے

أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا

کہ اگر بھول جاوے ایک عورت تو یاد دلاوے اسکو وہ دوسری عورت اور نہ انکار کرین گواہ لوگ جب

دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ

بلائے جاوین اور کاہلی نہ کرو اسکو لکھنے سے چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا ہو اسکے وعدہ تک یہ بات خوب انصاف کی

عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

اللہ تعالے کے نزدیک اور درست رہتی ہی گواہی اور لگتی ہی کہ تمکو شبہہ پڑے مگر ایسی صورت مین کہ سودا ہو روبرو کا

تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَ

پھیر بدل کرلتے ہو آپسمین تو گناہ نہین تمپر کہ نہ لکھو اسکو اور گواہ کرلو جب آپسمین سودا کرو اور

لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ

نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ گواہ اور اگر ایسا کرو تو یہ گناہ کی بات ہی تمہارے اندر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سکھاتا ہی تمکو

اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

اللہ تعالے اور اللہ تعالے سب چیز سے واقف ہی

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ — تعاملتم — ای ایمان والو جب تم باہم معاملہ کرو — بِدَيْنٍ — کسلم وقرض — دین ادھار کا مانند بیع سلم اور قرض کے — اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى — معلوم — ایک میعاد معلوم تک — فَاكْتُبُوْهُ — تو اسکو لکھو لیلیے بدین غرض کہ وثوق رہے اور جھگڑا دور رہے — وَلْيَكْتُبْ — کتاب الدین اور چاہیے لکھدے ادھار کی تحریر — بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ — بالحق فی کتابتہ لایزید فی المال والاجل ولا ینقص — تمہارے درمیان ایک کاتب بعدل یعنے اپنے لکھنے مین حق پر رہے کہ مال ومدت مین نہ بڑھاوے اور نہ گھٹاوے — وَلَا يَاْبَ — یمتنع — كَاتِبٌ — من — اَنْ يَّكْتُبَ — اذا دعی الیہا — كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ — ای فضلہ بالکتابۃ فلا یبخل بہا — فَلْيَكْتُبْ — تاکید — اور کاتب انکار نہ کرے اس سے کہ لکھدے جب لکھنے کو بلایا جاوے — جیسے اللہ تعالے نے لکھنا اسکو سکھلا دیا یعنے اپنے فضل سے اسکو لکھنا سکھلا دیا ہی پس وہ لکھدے بخل نہ کرے — وَلْيُمْلِلِ — علی الکاتب — اور بتاتا جاوے کاتب کو — الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ — وہ شخص جسپر حق دینا آیا ہی — الدین لانہ المشہود علیہ فیقر لیعلم ما علیہ — یعنے جسپر قرضہ دینا آیا ہی اسواسطے کہ یہی وہ شخص ہی جسپر گواہی ہوگی پس وہ اقرار کرتا جاوے تاکہ معلوم ہو کہ اسپر کیا واجب ہوا ہی — وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ — فی املائہ اور کاتب کو لکھوانے مین اللہ تعالے سے تقوی رکھے — وَلَا يَبْخَسْ — ینقص — مِنْهُ — ای الحق — شَيْـًٔا — اور حق مین سے کچھ بھی کمی نہ کرے — فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا — مبذرا — اَوْ ضَعِيْفًا — عن الاملاء لصغر او کبر — پھر اگر وہ شخص جسپر حق آیا ہی سفیہ ہو یعنے فضول خرچ ہو یا ضعیف ہو لکھوانے سے بسبب بچہ ہونے کے یا بسبب بہت بوڑھے ہونے کے — اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ — لخرس او جہل باللغۃ او نحو ذلک — یعنے یا وہ استطاعت نہین رکھتا کہ لکھوائے اس سبب سے کہ مثلاً گونگا ہی یا زبان نہین جانتا یا مانند اسکے کوئی سبب ہی تو — فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ — متولی امرہ من والد ووصی وقیم ومترجم — تو ضرور اسکا ولی اسکو عدل کے ساتھ لکھوائے — ف — ولی سے مراد یہان فقہ کی اصطلاح نہین بلکہ لغوی معنی ہین یعنے وہ شخص جو اسکے کام کا متولی ہو مثلاً بچہ ہی یا فضول برباد کرنے والا ہی تو اسکا باپ لکھوائے یا بہت بوڑھا یا یتیم ہی تو وصی لکھوائے یا گونگا ہی تو باپ یا وصی یا قیم لکھوائے یا زبان نہین جانتا تو مترجم لکھوائے — وَاسْتَشْهِدُوْا — اشہدوا علی الدین — اور گواہ کرلو قرضہ پر — شَهِيْدَيْنِ — شاہدین — دو گواہ — مِنْ رِّجَالِكُمْ — ای بالغی المسلمین الاحرار — اپنے مسلمانون بالغ آزاد مردون مین سے — فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا — ای الشاہدان — پھر اگر نہون دونون گواہ — رَجُلَيْنِ — دو مرد یعنے دو مرد نہون تو — فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ — یشہدون — گواہ ہوجاوین ایک مرد اور دو عورتین — مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ

الشُّهَدَآءِ۔ لدینه وعدالته۔ یعنے گواہون مین سے پسند کرو بجہت دین دار اور عادل ہونے کے۔ تو تعدد النساء لاجل۔ اَنْ تَضِلَّ تنسی۔ اِحْدٰىهُمَا۔ الشهادة لنقص عقلهن وضبطهن۔ اور عورتون کا متعدد ہونا بوجہ اسکے کہ بھول جاوے دونون مین سے ایک عورت گواہی کو بسبب اسکے کہ عورتین عقل مین اور یاد رکھنے مین ناقص ہوتی ہین۔ فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى۔ تو ایک کو دوسری عورت یاد دلاوے۔ تذکر۔ بالتخفیف والتشدید۔ یعنے ابن کثیر و ابو عمرو نے بسکون ذال و تخفیف کاف پڑھا۔ اور باقیون نے بفتح ذال و تشدید کاف پڑھا ہے اور حمزہ رح نے برفع راء پڑھا اور باقیون نے بنصب پڑھا۔ حاصل یہ کہ دونون عورتون کو اسواسطے ایک مرد کی جگہ قائم کیا گیا ہے کہ عورتون کی عقل وحفظ مین نقصان ہوتا ہے پس یاد رکھنے والی عورت دوسری بھول جانے والی کو یاد دلاویگی۔ وجملة الاذکار محل العلة۔ اور یاد دلانے کا جملہ ہی درحقیقت محل علت ہے یعنے اس علت سے دو عورتین ٹھہرائی گئین کہ یاد دلاوے ایک عورت دوسری کو اگر وہ بھول جاوے لیکن ظاہر مین۔ ان تضل علت ہے چنانچہ کہا لاجل ان تضل اسوجہ سے کہ یاد دلانے کا سبب یہی ضلال یعنے بھول جانا ہوتا ہے پس ضلال کو بجائے اذکار کے قرار دیا گیا۔ اور حمزہ رحمہ اللہ کی قراءة مین بکسر ان یعنے ان شرطیہ ہے اور تذکر مرفوع ہے پس یہ جملہ استنافیہ شرط وجواب ہے یعنے اگر ایک بھولے گی تو دوسری عورت اسکو یاد دلاویگی۔ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا۔ زائدة۔ دُعُوْا۔ الی تحمل الشهادة وادائها۔ اور گواہ انکار نکرین جب کبھی بلائے جاوین یعنے گواہ ہونے کے لیے یا گواہی ادا کرنے کے لیے جب بلائے جاوین تو انکار نکرین یعنے اگر لائق گواہی کے لوگون کو بلایا جاوے کہ تم لوگ اس امر کے گواہ رہو یا جس امر کے گواہ ہوے تھے وہ گواہی ادا کرنے کو بلائے جاوین تو انکار نکرین۔ وَلَا تَسْئَمُوْٓا تملوا۔ من۔ اَنْ تَكْتُبُوْهُ۔ ای ما شهدتم علیه من الحق لکثرة وقوع ذلک۔ اور تم لوگ ملال آگین نہو جیو اس بات سے کہ تم اسکو لکھو یعنے اس چیز کو جسپر تم گواہ ہوے اور یہ ملال بوجہ اسکے کہ ایسا کثرت سے واقع ہوتا ہے یعنے اسکی کثرت وقوع کی وجہ سے تمہین ملال نہو کر اسکو لکھ لو۔ صَغِيْرًا كان۔ اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ۔ اسکی میعاد آنے تک صغیر ہو یا کبیر قلیل ہو یا کثیر۔ ذٰلِكُمْ۔ ای الکتب بالکتها۔ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ اعدل۔ بہت عدل یہ ہے اللہ تعالے کے نزدیک۔ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ۔ ای اعون علی اقامتها لانه یذکرها۔ اور بہت مددگار ہے گواہی کے قائم کرنے پر کیونکہ یہ تحریر اس گواہی کو یاد دلاویگی۔ وَاَدْنٰٓى۔ اقرب الی۔ اَلَّا تَرْتَابُوْٓا۔ تشکوا فی قدر الحق والاجل۔ اور زیادہ نزدیک ہے اس امر سے کہ تم لوگ شک مین نہ پڑو یعنے ادھار کی مقدار اور میعاد مین تم کو باہم شک ہو کر جھگڑا نہو کیونکہ عمدًا جھگڑا کرنا تو مسلمان کی شان نہین ہے۔ لہذا تمکو یہ لکھ لینا ارشاد کردیا تاکہ شیطان تم مین جھگڑے کا موقع نہ پاوے۔ پس ہر چھوٹے وبڑے معاملہ مین جب ادھار ہو حق کی مقدار وقرض کی میعاد ٹھیک ٹھیک لکھکر گواہ کرلو۔ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ۔ تقع۔ تِجَارَةً حَاضِرَةً۔ اور عاصم کی قراءة مین تجارةً حاضرةً بنصب ہے یعنے الا ان یکون التجارة۔ تجارةً حاضرةً۔ تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ۔ تقبضونها ولا اجل فیها۔ مگر اس صورت مین جا ہو نہ لکھو کہ تجارت حاضرہ ہو کہ اسکو وصول کرلو ہاتھون ہاتھ۔ اور اسکے ادا کی کوئی مدت نہو۔ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ۔ فی۔ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا والمراد بها المتجر فیه۔ پس تمپر گناہ نہین اس بات مین۔ کہ نہ لکھو اسکو اس سے مراد وہ چیز ہے جسمین تجارت واقع ہوے۔ ایسلیے کہ خود تجارت تو مصدر یا فعل ہے اسکا لکھنا نہین ہوسکتا لیکن اس صورت مین یہ بہت فتنہ ہوسکتا ہے کہ باوجود لینے دینے کے بائع یا مشتری دعوی کرے کہ مین نے نہین بیچا یا مین نے نہین خریدا لہذا فرمایا۔ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ۔ علیه فانه ادفع للاختلاف۔ اور جب تمنے باہم مبایعت کرلی تو اسپر گواہ کرلو۔ یعنے اسواسطے کہ اس سے اختلاف خوب دفع رہتا ہے شیخ سیوطی نے کہا کہ یہ حکم اور اگلا حکم دونون استحباب کے ہین یعنے لکھنا اور گواہ کرلینا مستحب ہے واجب نہین ہے۔ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ۔ صاحب الحق ومن علیه بتحریف او امتناع

عن الشهادة والکتابة- لَا يُضَآرَّ مین معروف و مجہول دونون احتمال ہین معروف بمعنے ضرر نہ دیوے اور مجہول بمعنے ضرر نہ دیا جاوے- پس اگر معروف ہی تولا یضارر دراصل لا یضارِر بصیغۂ معروف بکسر راء مہملۂ اول ہی اور معنے یہ ہین کہ نہ ضرر دیوے کاتب اور نہ گواہ اس شخص کو جسکا قرضہ چاہیے اور نہ اسکو جسپر قرضہ ہی باین طور ضرر نہ دے کہ لکھنے مین یا گواہی دینے مین تحریف کردے یا باین طور کہ لکھنے سے انکار کرے یا گواہی ادا کرنے سے انکار کرے اور اگر لا یضار دراصل لا یضارَر بفتح راء مہملۂ اول بصیغۂ مجہول ہی تو معنے یہ ہونگے کہ نہ ضرر دیا جاوے کاتب اور نہ گواہ یعنے نہ ضرر دیوے ان دونون کو وہ شخص جسکا حق چاہیے ہی باین طور کہ ان دونون سے لکھنے مین اور گواہی ادا کرنے مین وہ بات کہے جو لائق نہین ہی یعنے ایسی بات لکھنے کو کہے جو لکھنے کے لائق نہین ہی یا گواہ سے ایسی گواہی ادا کرنے کو کہے جو ادا کرنے کے لائق نہین ہی- وَاِنْ تَفْعَلُوْا- ما نہیتم عنہ- اور اگر تم نے وہ بات کی جس سے منع کیے گئے ہو- فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ- خروج عن الطاعة لاحق- بِكُمْ- تو یہ فسوق ہی یعنے طاعت سے خروج ہی جو تمکو لاحق ہی- وَاتَّقُوا اللّٰهَ- فی امرہ ونہیہ اور ڈرو اللہ سے باین طور کہ اسکے حکم بجا لاؤ اور جس سے منع کیا ہی اس سے باز رہو- وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ- مصالح امورکم حالانکہ سکھلاتا ہی تمکو اللہ تعالےٰ یعنے تمہارے کامون کی بھلی راہین جس سے تمہارے کار دنیا و آخرت درست ہون ف یہ آیت کریمہ قرآن مجید مین سب سے طویل آیت ہی اور سعید بن المسیب سے روایت ہی کہ انکو خبر پہونچی کہ عرش کے ساتھ سب سے قریب زمانہ کی جدا ہوئی آیۃ الدین ہی رواہ ابن جریر اور ظاہر یہ ہی کہ یہ قربت اضافی ہی اور معتمد یہ ہی کہ سب سے آخر نازل ہونے والی آیۃ قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیہ ہی اور سب سے آخر نازل ہونے والی اور آیتین بھی مروی ہوئی ہین اور مفسر نے اتقان مین اسکو مفصل مع توفیق نقل کیا ہی اور واضح ہو کہ اس آیت سے ظاہر ہی کہ اللہ تعالےٰ نے مومنون کے دلون کو متفق رکھنے مین اہتمام مزید کا اشارہ فرمایا کیونکہ جب شیطان ایک دوسرے کے دل مین شک و نفاق ڈالے و باہم جھگڑا ہو تو پھوٹ ہو جائیگی اور صحابہ رضی اللہ عنہم اگرچہ باہم ایک دل تھے لیکن بھول چوک سب کے ساتھ لگی ہی پس ممکن تھا کہ قرضخواہ یا قرضدار اپنی بات سے بوجہ بھول کے انکار کر جاوے اور ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ جب آیۃ الدین اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے جس شخص نے اپنی بات سے انکار کیا وہ آدم علیہ السلام ہین اللہ تعالےٰ نے جب آدم کو پیدا کیا تو انکی پشت کو مسح فرمایا پس قیامت تک جو بشر پیدا ہونے والے تھے انکو نکالا اور آدم پر انکی ذریات پیش کی گئین پس آدم نے انمین ایک مرد کو دیکھا جو جمال مین بارونق تھا پس عرض کیا کہ ای پروردگار یہ کون ہی حکم ہوا کہ تیرا بیٹا داؤد ہی عرض کیا کہ پروردگار اسکی عمر کیا ہی فرمایا کہ ساٹھ برس پھر عرض کیا کہ پروردگار اسکی عمر بڑھا دے فرمایا کہ نہین مگر آنکہ تیری عمر مین سے بڑھا دون اور آدم کی عمر ایک ہزار برس مقرر ہوئی تھی پس آدم نے اپنی عمر سے چالیس برس بڑھانے پس آدم پر اسکا ایک نوشتہ لکھا گیا اور اسپر فرشتے گواہ کیے گئے پھر جب آدم کی وفات کا وقت پہونچا اور موت کے فرشتے آئے تو آدم نے کہا کہ میری عمر کے چالیس برس باقی رہے ہین تو کہا گیا کہ تونے اپنی عمر سے چالیس برس اپنے بیٹے داؤد کو دیے ہین آدم نے کہا کہ مین نے تو ایسا نہین کیا ہی پس اللہ تعالےٰ نے آدم پر وہ تحریر ظاہر کی اور فرشتون کی اسپر گواہی واقع ہوئی- رواہ الامام احمد اور دوسری سند سے اس روایت مین اتنا زیادہ ہی کہ پھر اللہ تعالےٰ نے داؤد کے لیے سو برس اور آدم کے لیے ہزار برس پورے کر دیے قال ابن کثیر اور ایسا ہی ابن ابی حاتم نے اسکو روایت کیا اور یہ ضرور ایک غریب حدیث ہی اور اسکا ایک راوی جو علی بن زید بن جدعان ہی اسکی احادیث مین نکارت ہوتی ہی اور حاکم نے اسکو کئی طریقون سے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا ہی واللہ اعلم- اب یہان سے اس مداینت کا حال شروع ہوا جو لوگون مین واقع ہوتی ہی پس فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ- تداین بروزن تفاعل باہم دین کا لین دین کرنا اور دین عرب کے نزدیک وہ عوض ہی جو غائب ہو اور عین وہ ہی جو حاضر ہو یعنے روبرو ہو پس اللہ تعالےٰ نے سود کا لین دین حرام کرنے کے بعد سلم اور قرض کا لین دین جائز فرمایا

یعنے ایک طرف سے نقد دیا جاوے اور دوسری طرف سے ادھار ہوا اور اس طریق سے بھی مقصود حاصل ہی اسیواسطے بعض علما نے فرمایا کہ کوئی منفعت و لذت ایسی نہیں جو حرام طریقہ سے حاصل ہوتی مگر آنکہ اللہ عزوجل نے اسکی مثل لذت و منفعت حاصل کرنیکا حلال طریقہ مشروع فرمایا ہی اور ابن عباس نے فرمایا کہ جب اللہ تعالے نے سود کو حرام فرمایا تو سلم کو مباح کر دیا اور بخاری وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ میں گواہی دیتا ہون کہ بیع سلم جسکے ساتھ میعاد مذکور ہوا اللہ تعالے نے اسکو حلال کیا ہی اور یہ آیت پڑھ دی ۔ اور بیع سلم یہ ہی کہ نقد روپیہ اسوقت دیدیا اور دوسرے سے وہ مال جسکے عوض میں روپیہ دیا ہی ایک میعاد معلوم پر لینا شرائط کے ساتھ ٹھہرا لیا اور اسکے تمام شرائط ترجمہ فتاوے عالمگیری کی کتاب البیوع باب السلم سے تلاش کر لینی چاہییں اگر کہا جاوے کہ تداین از باب تفاعل ہی اور حقیقت اسکی یہ ہی کہ دونون طرف سے ہو یعنے دونون میں سے ہر ایک کی طرف سے دین کا لین دین ہو یعنے مثلاً زید نے عمرو سے سو روپیہ کے کھرے گیہون باوصاف جید فی روپیہ ایک من کے حساب سے بدین وعدہ خرید سے کہ تین مہینہ گذرنے پر چوتھے مہینہ کی پہلی تاریخ کو ادا کرے تو تداین کی لفظ کا مقتضا یہ ہی کہ روپیہ بھی ابھی ندے قرض رکھے جیسے گیہون دوسرے کے ذمہ قرضہ ہین اور یہی بیع دین بعوض دین ہی اور یہ بالاتفاق باطل ہی تو جواب یہ ہی کہ تداینتم بمعنے تعاملتم ہی یعنے تمنے باہم معاملہ کیا اور اسکو تداینتم سے اسواسطے تعبیر فرمایا کہ اسمین فی الجملہ دین ہونیکا اشعار ہو اور تقدیر کلام یہ ہی کہ اذا تعاملتم بمعاملۃ فیہا دین تمنے باہم ایسا معاملہ کیا جسمین قرضہ ہی اور کہا گیا ہی کہ ہر سودے والے بولتے ہین کہ داینتہٗ میں نے اس سے مداینت کی جبکہ ادھار معاملہ کیا ہو خواہ دینا ادھار رکھا ہو مثلاً کسی سے کوئی چیز قرض خریدی اور دس روز مین دینے کا وعدہ کیا یا لینا ادھار کیا ہو مثلاً دس روپیہ دیدے اور چیز لینا ایک مہینہ کے وعدہ پر ٹھہرا۔ اور یہ ایسا ہی جیسے بایعتہٗ بولتے ہین یعنے مین نے اس سے مبایعت کی خواہ اسنے تیرے ہاتھ بیچا ہو یا تو نے اسکا ہاتھ فروخت کیا ہو۔ اگر کہا جاوے کہ پھر اس صورت مین اذا تداینتم الی اجل مسمی کافی تھا بدین کا لفظ کیون زیادہ ہوا ہی تو جواب یہ ہی کہ اسواسطے ذکر ہوا تاکہ فاکتبوہ کا مرجع ہو کیونکہ درصورت اسکے نہونے کے فاکتبوا الدین کہنا واجب ہوتا اور اسمین حسن تھا جو فاکتبوہ بر جوع ضمیر مین ہی اور نیز تاکہ یہ وہم نہو کہ دائن نے بطور مکافات اور بدلے کے اسکو دیا ہی اور نیز اسمین خوب ظاہر ہو گیا کہ دین کی دو قسمین ہین ایک دین موجل اور دوسرا دین حال **قال المترجم** جاننا چاہیے کہ دین و قرض مین بھی فرق ہی کہ دین تو ہر ایسا ادھار ہی جسمین میعاد ہو اور قرض وہ ہی جسمین میعاد نہو پس مال عین کے بدلے مال دین کو فروخت کرنا سلم ہی اور مال دین کے بدلے مال عین فروخت کرنا ادھار کہلاتا ہی لیکن ان دونون مین مدت ہوتی ہی اور قرض مین مدت نہین ہوتی ہی پس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اگرچہ روایت ہی کہ یہ آیت بیع سلم کے حق مین اتری ولیکن بالاتفاق سلم و ادھار دونون قسمون کو شامل ہی اور رہا قرض تو نیشاپوری شافعی نے اپنی تفسیر مین تصریح کر دی کہ قرض اسمین شامل نہین چنانچہ کہا کہ بیع عین بعوض دین اور اسکے برعکس جو سلم کہلاتی ہی دونون اس آیت کے تحت مین داخل ہین اور رہا قرض تو وہ اسمین داخل نہین ہی اور وہ دین نہین ہی اسواسطے کہ دین مین تو مدت جائز ہوتی ہی اور قرض مین مدت نہین جائز ہی انتہی کلامہ اور یہ جو نیشاپوری نے ذکر کیا ہی یہی امام ابوحنیفہ و امام شافعی کا مذہب ہی جیسا کہ فریقین کی معتبر کتابون سے ظاہر ہوتا ہی پس مفسر رحمہ اللہ نے جو دینا کی تفسیر مین (کسلم و قرض) کہا ہی خلاف مذہب شافعیہ کہا ہی اور اسکا جواب یہ ہو سکتا ہی کہ شاید سلم کا عکس مراد لیا ہو کہ سلم تو بیع دین بعوض عین ہی اور عکس اسکا بیع عین بعوض دین ہی اسیکو برسبیل مسامحہ قرض کہدیا ہی اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ شاید مفسر رحمہ اللہ نے یہان اپنے اجتہاد سے قرض بمعنے اصطلاحی کو داخل آیۂ کریمہ لیا ہو جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہی اور اسمین مضائقہ نہین کیونکہ مفسر رحمہ اللہ کا بھی بدرجۂ اجتہاد ہونا مسلم ہی اور استدلال ابھی اس حدیث مرفوع سے جو ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہان ایک مہمان آیا پس آپ نے مجھے ایک یہودی کے پاس بھیجا کہ مین آپ کے واسطے اس سے

رجب کا چاند دیکھے جانے کی مدت کے وعدے پر آٹا قرض لاؤ تو یہودی نے کہا کہ میں نہیں دیتا ہوں مگر اس شرط سے کہ میرے لیے رہن دیکر مضبوطی کر دین پس میں نبی صلعم کے پاس آیا اور آپ کو اسکے قول کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ ارے میں تو ابن آسمان کا اور امین زمین والون کا ہون پھر ہنوز میں آپ کے پاس سے نہیں نکلا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی ولا تمدن عینیک الی ما متعنا به ازواجا منهم الآیة - رواہ البزار وابو یعلی کما ذکرہ المفسر فی الاتقان اور اصل اسکی صحیح میں موجود ہی پس اس حدیث سے ثابت ہی کہ آپ نے آٹا قرض مانگا اور اسکی مدت مقرر کی اور اگرچہ روا نہوتا تو آپ ہرگز نہیں کرتے اور نیز بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً بصیغہ جزم کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور عطاء رح نے کہا کہ قرض میں اگر مدت لگائی جاوے تو جائز ہی اور نیز قوی استدلال اسپر آیہ مذکورہ کے عموم سے ہی کہ اسمیں سے قرض کی تخصیص نہیں ہی فافہم - اگر کہا جاوے کہ کلمہ اذا مفید عموم نہیں حالانکہ آیت سے مراد عموم ہی یعنے کلما تداینتم مرۃ بعد مرۃ - پس کلما کیون نہیں آیا تو جواب دیا گیا کہ اذا اگرچہ مقتضی عموم نہیں مگر وہ عموم سے مانع نہیں ہی اور یہان دلیل قائم ہوئی کہ امر ثابت بروجہ عموم ہی کذا ذکرہ فی السراج پھر قولہ الی اجل مسمی یعنی اسمین ایسے نام رکھی گئی ای مدت بیان کر دی گئی اور مراد اس سے معلوم ہی یعنے مدت معلومہ ہو کہ اسکا اول و آخر ٹھیک طور سے معلوم ہو جسمیں جھگڑا نہو سکے اور حدیث صحیح میں ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص بیع سلم ٹھہراوے یعنی ادھار لینے میں تو پیمانہ معلوم میں مدت معلومہ تک کے ساتھ ٹھہراوے اور یہی قول جمہور کا ہی اور نیز علما کا قول ہی کہ اگر ادھار کوئی چیز فروخت کی تو دام دینے کی مدت معلوم مقرر ہو ورنہ بیع فاسد ہی پس انھون نے معلوم ہونے میں یہ شرط کی کہ دنون و مہینون و سال سے اول و آخر ٹھیک طور پر بیان کرکے مدت مقرر کرے اور یون نہیں جائز ہی کہ کھیتی کاٹی جانے یا روندے جانے یا حاجیون کا قافلہ آنے یا ہوا چلنے یا پانی برسنے کی مدت مقرر کرے یعنے تجھے دام جب دونگا کہ جب ہوا چلے اور ایسی ہی سلم میں بھی یہ نہیں جائز ہی اور امام مالک رح نے اسکو جائز رکھا ہی اور بعضے متاخرین نے فرق کیا ہی کہ اگر ایسی مدت ہو جو فی الجملہ بھی معلوم نہیں جیسے جب آندھی آویگی تب دونگا یا جب ٹھہرایا ان کرونگی تب دونگا تو باطل ہی اور جو فی الجملہ معلوم ہی مثلاً کھیتی کاٹی جانا یا عطاء کا ملنا یا حاجیون کا قافلہ آنا تو فاسد ہی اور تمام کلام کتاب البیوع ترجمہ عالمگیری سے تلاش کرو - پھر قولہ فاکتبوہ کی ضمیر راجع بجانب دین ہی اور گویا کہ اسمین قول مدت کو ضروری ہی اسیواسطے آگے تجارۃ حاضرۃ میں کتابت کو نہیں فرمایا فقال پھر اسمین اختلاف ہی کہ یہ لکھنا و تحریر کرنا واجب ہی یا مستحب ہی پس جمہور کے نزدیک یہ امر واسطے استحباب کے ہی چنانچہ اگر تحریر ترک کی تو مضائقہ نہیں ہی اور بعض نے کہا کہ واجب ہی اور ظاہر صیغہ امر بھی اسپر دلالت کرتا ہی اور یہی قول عطاء و شعبی و ابن جریج و نخعی کا ہی اور اسیکو شیخ ابن جریر طبری نے اختیار کیا ہی اور ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ امر فقط ارشادی ہی واجب نہیں جیسا بعض نے کہا ہی ابن جریج نے فرمایا کہ جو قرض لیوے اور ادھار معاملہ کرے اسکو چاہیے کہ لکھے اور جو بیع کا معاملہ کرے اسکو چاہیے کہ گواہ کرے اور قتادہ رح نے فرمایا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ ابو سلیمان مرعشی ایک شخص تھا کہ جسنے کعب رضی کی صحبت سے فیض پایا تھا پس کسی دن اپنے شاگردون سے فرمایا کہ بھلا تم کوئی ایسا مظلوم جانتے ہو جسنے اپنے پروردگار سے دعا مانگی مگر قبول نہوئی تو شاگردون نے عرض کیا کہ یہ کیونکر ہوگا فرمایا کہ ایک شخص نے ایک مدت کے وعدے پر بیع کی مگر نہ گواہ کیے اور نہ تحریر کیا پھر جب اسکا مال ادا کیے جانے کا وقت آیا تو جسپر آتا ہی وہ انکار کر گیا پس حقدار نے دعا کی مگر قبول نہوئی کیونکہ اسنے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی قال المترجم اور اس معنے میں حدیث مرفوع موجود ہی اور یہ قول دلالت کرتا ہی کہ اپنے حق کی حفاظت میں تحریر واجب ہی اور ابو سعید و شعبی و ربیع بن انس و حسن رح و ابن جریج و ابن زید وغیرہم نے فرمایا کہ یہ پہلے واجب تھا پھر منسوخ ہوا بقولہ تعالے فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ - اور اسپر وہ حدیث بھی دلیل ہی جسمین ہمسے اگلون کی شرع نقل کی گئی اور ہماری شرع میں مقرر ہوئی اور اسمین نہ لکھوانے و گواہ نہ کر لینے پر انکار نہیں کیا گیا اور حدیث یہ ہی کہ ابو ہریرہ رضی نے بیان کیا کہ حضرت رسول اللہ صلعم نے ذکر فرمایا کہ ایک مرد نے بنی اسرائیل میں سے دوسرے شخص

بنی اسرائیل سے درخواست کی کہ مجھے ہزار دینار قرض دے وہ بولا کہ اچھا گواہوں کو لا کہ میں انکو گواہ کر لوں اسنے کہا کہ کفی باللہ شہیدا یعنے اللہ تعالے
ہمیں کافی شاہد ہے اسنے کہا کہ کفیل کو لا کہ میں اسکو کفیل کر لوں اسنے کہا کہ کفی باللہ کفیلا۔ یعنے اللہ تعالے کافی کفیل ہے وہ بولا کہ تو نے سچ کہا پس
اسکو ایک مدت معلومہ کے وعدے پہ ہزار دینار قرض دیدیے پس قرض لینے والا دریا کا سفر کر گیا اور جہاں گیا وہاں اپنا کام پورا کیا پھر سواری
ڈھونڈھی کہ سوار ہو کر دریا سے اپنے وطن کو آوے تاکہ جو میعاد قرار دی تھی اسپر قرضخواہ کو قرض پہونچاوے مگر اسکو جہاز وغیرہ سواری نہ ملی حتی کہ
وہ بہت ہی مضطرب ہوا اور ہر طرح کوشش کی مگر سواری نہ پائی پس اسنے ایک لکڑی لیکر اسکو اندر سے سوراخ کیا اور اسمیں ہزار دینار و خط بنام قرضخواہ
بند کرکے اس لکڑی کا منہ مضبوط بند کر دیا پھر اسکو سمندر پر لایا اور دعا مانگی کہ میرے پروردگار تو خوب جانتا ہے کہ مجھ بندے نے فلان بندے سے
ہزار دینار قرض مانگے اسنے مجھسے کفیل مانگا میں نے کہا کہ اللہ تعالے کافی کفیل ہے اور وہ اسپر راضی ہوگیا اور اسنے مجھسے گواہ چاہے میں نے
کہا کہ اللہ تعالے کافی گواہ حاضر و ناظر ہے اور وہ اسپر راضی ہوگیا اور اب میں نے ہر چند کوشش کی کہ کوئی سواری پاؤں کہ اس سے یہ دینار قرض کے اس
شخص کو پہونچاؤں جسنے مجھے دیے تھے مگر مجھے سواری نہ ملی اب میں نے انکو تیری ودیعت میں دیا یہ کہکر دریا میں ڈال دیا حتی کہ وہ دریا میں ڈوب گیا پھر
خود لوٹ گیا اور وہ اسی فکر میں تھا کہ سواری جہاز وغیرہ ملے کہ اپنے شہر کو جاؤں پھر وہ شخص جسنے قرض دیا تھا دیکھنے آیا تھا کہ شاید جہاز آیا ہو کہ اسکا
مال لایا ہو ناگاہ اسکو وہ لکڑی ملی جسمیں مال تھا وہ اسکو اپنے گھر جلانے کے کام کے واسطے اٹھا لایا جب اسکو توڑا تو اسمیں مال و خط پایا پھر وہ
شخص آیا جسنے قرض لیا تھا پس ہزار دینار اسکے پاس لایا اور کہا کہ واللہ میں برابر اس سے پہلے جہاز ڈھونڈھتا رہا تاکہ تیرا مال تجکو پہونچاؤں
مگر اس سے پہلے مجھے جہاز ہی نہ ملا تب قرضخواہ نے کہا کہ کیا تو نے میرے پاس کچھ بھیجا ہے وہ بولا کہ میں تجھسے کہتا جاتا ہوں کہ میں جسمیں آیا ہوں
اس سے پہلے مجھے جہاز ہی نہیں ملا ہے وہ بولا کہ اللہ عزوجل نے تیری طرف سے مجکو وہ مال ادا کر دیا جو تو نے لکڑی میں کرکے بھیجا تھا پس تو اپنے یہ
ہزار دینار بسلامت لیکر اپنے گھر جا۔ رواہ احمد باسنادہ پھر ابن کثیر نے کہا کہ یہ اسناد صحیح ہے اور بخاری رحمہ اللہ نے اسکو سات جگہ طرق صحیحہ سے معلقا
بصیغہ جزم روایت کیا ہے قولہ تعالے ولیکتب بینکم کاتب بالعدل۔ یعنے چاہیے کہ لکھے تمہارے درمیان ایک کاتب بانصاف وحق طور پر یعنے
کاتب اپنی تحریر میں گھٹاوے بڑھاوے نہیں اور کسی کی طرف نہ جھکے اور اسیقدر لکھے جسپر دونوں نے اتفاق کیا ہے اور یہ حکم اگرچہ ظاہر میں کاتب
کو ہے مگر درحقیقت ہر دو معاملہ مداینت کرنے والوں کو حکم ہے کہ ایسا کاتب چاہئیں جو فقیہ متدین ہو تاکہ اسکی تحریر پر اعتماد ہو اور شرع میں اسکی
تحریر پر اعتبار ہو قال المترجم اسمیں بطور وجوب یا استحباب کے حفاظت و وثوق کی غرض سے تحریر کرنے کا حکم دیا گیا ہے پھر اگر یہ کہا جاوے کہ یہاں
تو یہ حکم ہے اور صحیحین کی حدیث میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ امی امت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ
حساب جانتے ہیں۔ پھر حدیث و آیت میں توفیق کیونکر ہوگی تو شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ جواب یہ ہے کہ دین اپنی ذات کی راہ سے اسکا محتاج
نہیں ہے کہ اسمیں کتابت کی کچھ بھی ضرورت ہو اسواسطے کہ قرآن مجید کو اللہ عزوجل نے سہل فرمایا اور اسکا یاد کرنا لوگوں پر آسان کر دیا اور سنن
یعنے سنن نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں ہی حفظ میں اور یہ چیزیں جنکے لکھنے کا اللہ تعالے نے حکم دیا ہے وہ لوگوں میں واقع ہوتی ہیں قال المترجم
مسلم و نسائی نے حدیث بالا کو کتاب الصوم میں اخراج کیا ہے اور تمام حدیث کا مضمون یہ ہے کہ ہم امت امی ہیں نہیں لکھتے اور نہ حساب
جانتے ہیں مہینہ اتنا بھی ہوتا ہے اور اتنا بھی ہوتا ہے یعنے انتیس دن کا اور تیس دن کا۔ پس بعض علماء نے کہا کہ دنوں کا حساب نہیں لگاتے ہیں
بلحاظ حساب نجوم کے کہ چاند کی تاریخ معلوم کریں اسی سے بعض نے زعم کیا کہ اگر کوئی شخص حساب جانتا ہو تو نجوم کی تاریخ ہلال پر روزہ رکھ سکتا
ہے مترجم کہتا ہے کہ قول غلط اور سخت جہل ہے اور ملا علی قاری نے شرح الشرح نخبۃ الفکر میں اس قول پر سخت تشنیع کی ہے اور کہا ہے

کہ نجوم کی تاریخ پر روزہ رکھنا ہر گز روا نہین ہی اور حدیث مین ثابت ہوا ہی کہ جو رمال و نجومی کے پاس گیا اسنے محمد صلعم کی نافرمانی کی اور وہ قریب بکفر ہی اور ایک جماعت علما نے اسکی تکفیر کی ہی قولہ ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ۔ جاننا چاہیے کہ لا یاب صیغہ نہی ہی از ابی یابی اذا امتنع اور صلہ اسکا من جیسے آتا ہی بولتے ہین کہ ابی من ذلک پس معنے یہ کہ لا یاب کاتب من الکتابۃ جیسا کہ مفسر رحمہ نے مقدر کیا ہی اور مراد یہ ہی کہ جب کاتب سے لکھنے کو کہا جاوے تب وہ انکار نکرے کیونکہ ابا اسیوقت متحقق ہوتا ہی جبکہ کسی سے کہا جاوے اور وہ انکار کرے اور کاتب اسم نکرہ تحت مین نفی کی ہی پس وہ عموم کو مفید ہی یعنے کوئی کاتب انکار نہ کرے جب اس سے درخواست کیجاوے بشرطیکہ وہ اس کتابت کو جانتا ہو اور اگر وہ خالی لکھنا جانتا ہی اور رد امانت کی تحریر نہین جانتا ہی تو وہ گویا کاتب ہی نہین ہی اور شیخ ابن کثیر نے عدم ضرر کی بھی شرط لگائی چنانچہ کہا کہ معنے یہ ہین کہ انکار نہ کرے وہ شخص جو اس کتابت سے واقف ہی جبکہ اس سے معاملہ دین کرنے والے درخواست کرین اور کاتب مذکور کو ضرر بھی نہ پہونچتا ہو پس جیسے اللہ تعالے نے اسپر فضل کیا کہ جو چیز نہین جانتا تھا وہ سکھلادی ویسے ہی وہ ان لوگون پر شکریہ الٰہی مین احسان و صدقہ کرے جو کتابت نہین جانتے ہین یا اچھی طرح نہین لکھ سکتے ہین پس چاہیے کہ لکھدے اور حدیث مین یہ مضمون ہی کہ منجملہ صدقہ کے ہی یہ بات کہ اعانت کرے قال المترجم عدم ضرر کی قید اس آیت کے آخر جملہ سے ماخوذ ہی یعنے قولہ لا یضار کاتب سے اور مجاہد و عطاء نے کہا کہ کاتب پر لکھدینا واجب ہی اور بعض نے ذکر کیا کہ جو علما اس تحریر کو واجب کہتے ہین انھون نے کاتب پر بھی واجب کہا ہی کہ جب وہ لکھنے کو بلایا جاوے اور اسکے سوا دوسرا کاتب موجود نہو تو اسپر لکھدینا واجب ہی اور جمہور کے نزدیک جیسے یہ لکھوانا دونون معاملہ کرنے والون پر مستحب ہی ویسے ہی کاتب پر بھی مستحب ہی قولہ تعالے ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق اللہ ربہ ۔ املال و املاء ہر دو لغت بمعنے واحد ہین اول زبان اہل حجاز ہی اور دوم زبان بنی تمیم اور املاء یہ ہی کہ خود بتلاتا جاوے اور دوسرا لکھتا جاوے اور مراد یہ نہین ہی کہ جو الفاظ یہ بولتا ہی وہی بعینہ کاتب لکھدے اگرچہ نئے ترتیب و نامربوط طور پر ہون بلکہ غرض یہ ہی کہ جو اسکا اقرار ہی وہ کاتب کو بتلاوے اور املا کرنے کا حکم اس شخص کو جسپر حق واجب ہوا ہی اسواسطے دیا گیا کہ اسکے ذمہ قرضہ ثابت ہونے کی گواہی تو اسیکے اقرار سے ہوگی پس وہی اقرار کرتا جاوے و بتلاتا جاوے کہ بعد تحریر کے گواہ اسکے اقرار پر اسکے ذمہ ثبوت قرضہ کے گواہ رہین اور قولہ ولیتق اللہ سے اسکو کاتب کے املاء کرنے مین تقوی اور اللہ تعالے سے ڈرنے کا حکم کیا پس وہ پورے حق یا تھوڑے حق کسی سے منکر نہو جاوے اور اسمین مبالغہ فرمایا کہ اسم و صفت دونون کو جمع کیا یعنے اللہ اور ربہ دونون سے تقوی کرنے کی تاکید کی اگرچہ ایک ہی نام پاک کافی ہی مگر مبالغہ فرمایا ہی اور حق یعنے قرضہ کی بابت بھی تاکید سے مبالغہ فرمایا کہ لا یبخس منہ شیئا ۔ ای لا ینقص منہ شیئا ۔ یعنے حق مذکور کے تمام و کمال اقرار کرنے مین بحالت املا کچھ کمی نہ کرے اور بخس بمعنے نقص و کم کرنا ۔ اور یہ تفسیر بنابر اختیار مفسر رحمہ ہی اور بعض نے کہا کہ یہ ممانعت کاتب کو ہی یعنے کاتب کو چاہیے کہ قرضدار نے جو اسپر املا کیا ہی اسمین کچھ کمی نہ کرے ۔ اور پوشیدہ نہین جو مفسر رحمہ نے اختیار کی ہی وہی ارجح ہی کیونکہ کمی کرنے کا احتمال تو اسی شخص کی طرف سے ہی جسپر حق واجب ہوا ہی اور اگر یہ کاتب کو ممانعت ہوتی تو فقط کمی کرنے سے ممانعت پر اقتصار نہوتا کیونکہ کاتب سے تو زیادہ کر دینے کا بھی احتمال ہی جیسے کم کر دینے کا احتمال ہی فافہم ۔ قولہ تعالے فان کان الذی علیہ الحق سفیہا او ضعیفا او لا یستطیع ان یمل ہو سفیہ وہ شخص کہ اچھی طرح تصرف کرنے مین اسکی رائے کام ندیتی ہو پس اس سے لینا و دینا خوب نہین بنتا ہی یہ تشبیہ ثوب سفیہ ہی اور وہ کپڑا جسکی بناوٹ چھدری ہو وسکے یعنے جیسے یہ کپڑا اپنی بناوٹ مین ضعیف و غیر مضبوط ہوتا ہی ایسے ہی اس شخص کی رائے مضبوط نہین ہوتی ہی اور عرب والے لفظ سفہ کو کبھی عقل کے ضعف پر اور کبھی بدن کے ضعف پر اطلاق کرتے ہین بالجملہ سفیہ وہ ہی جو بیجا اپنا مال برباد کرنے اور پھینکنے والا ہو خواہ اسوجہ سے کہ تصرف کرنے کا طور ہی نہین جانتا ہی یا اسوجہ سے کہ باوجود جاننے کے عبث برباد کرنے کی عادت ہی اور بعض نے کہا کہ سفیہ سے وہ مراد ہی جو املا نہ کر سکتا

ہو۔ قولہ ضعیفا ماخوذ از ضعف اور وہ عقل و بدن دونون کے ساتھ بولا جاتا ہی مگر اہل لغت نے کہا کہ بدن کے ساتھ ضعف بضم ضاد معجمہ ہی
اور عقل و رائے کے ساتھ بفتح ضاد معجمہ ہی اور مراد یہ کہ لکھوانے سے ضعیف ہو یعنے مضمون اقراری نہ بتلا سکتا ہو یا تو بسبب صغر سنی و بچپن کے
اور یا بسبب کبر سنی و بڑھاپے کے جبکہ ایسی حالت پہونچ گئی کہ اسکی عقل مین خلل آگیا ہی اور شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ کے کلام سے ظاہر ہی کہ ضعف
یا باعتبار بدن کے اور وہ لڑکا ہی اور یا باعتبار عقل کے اور وہ مجنون یا معتوہ ہی ولیکن مجنون سے اسکی تفسیر بقدر تامل کے قابل ہی اسواسطے
کہ وہ عقل جاتی رہنا کہلاتا ہی اور یہان لفظ ضعف مذکور ہی یا ان معتوہ سے البتہ مناسب ہی۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تفسیر بالرائے ہوگئی تو کہا جائیگا کہ
ہرگز نہین نعوذ باللہ منہ یہ تو باعتبار اطلاق و استعمال لغت کے کلام ہی جو ہر ایک جانتا ہی اور عبدالرزاق کی روایت ابن عباسؓ اول پارہ مین گذر چکی
اور عنقریب آتی ہی انشاء اللہ تعالے کہ تفسیر لا یعذر احد بجہالتہ۔ یعنے اہل عرب ان الفاظ کے معانی جانتے ہین انمین سے کوئی معذور نہین ہی فافہم
اور قولہ او لا یستطیع ان یمل ہو۔ یعنے استطاعت لکھوانے کی وہ خود نہین رکھتا ہی اور استطاعت کے معنے یہ ہین کہ سب چیزین جو ایک کام کے انجام
دینے مین درکار ہین سب درستی سے موجود ہون پھر اگر کوئی نقص ہی تو استطاعت نہوگی پس اگر گونگا ہو یا زبان نجانتا ہو یا قید مین پڑا ہو یا ایسی طرح
غائب ہو کہ کاتب کے پاس نہ پہونچ سکتا ہو یا اسکو معلوم ہی نہو کہ مجھپر کیا ہی یا جیسا چاہیے ویسے ادا کر سکتا ہو تو ان سب کو عدیم الاستطاعت مین
شمار کیا جائیگا انکا اقرار صحیح نہین ہی تو ضرور ہوا کہ کوئی اور شخص انکے قائم مقام ہو لہذا فرمایا فلیملل ولیہ بالعدل۔ پس مراد ولی سے وہی شخص
ہی جو انکے قائم مقام ہووے اور ولایت شرعی جو نکاح وغیرہ مین ہوتی ہی وہ مخصوص مراد نہین ہی اور ترجمہ تفسیر مین اسکی توضیح سے کفایت
ہوگئی اور قرطبی نے اپنی تفسیر مین فرمایا کہ جو شخص سفیہ ہو پس اگر وہ محجور کر دیا گیا ہی تو اسکا تصرف اس حالت مین بالاجماع فاسد ہی اس سے کوئی
حکم وانز نہین ثابت ہوتا ہی اور اگر وہ محجور نہین ہی تو اسمین اختلاف ہی انتہی کلامہ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بالغ آزاد پر حجر نہین ہوتا ہی اور صاحبین
کا اسمین خلاف ہی اور حجر کے یہ معنے ہین کہ قاضی و حاکم نے اعلان کیا کہ یہ شخص اپنے تصرفات کے قابل نہین لہذا ممنوع کر دیا گیا ہی۔ اور یہ کلام ترجمہ
عالمگیری کے اس باب سے مفصل دریافت کرنا چاہیے واللہ الموفق۔ قولہ تعالے واستشہدوا شہیدین من رجالکم۔ استشہاد بمعنے گواہی
چاہنا۔ واطلاق شہیدین کا اس حالت مین قبل اسکے کہ وہ گواہ ہون مجازا ہی یا بمعنے کہ وہ ہو جاوینگے اور من رجالکم کی قید سے عورتین بالاتفاق
خارج ہوئین اور نابالغ بھی خارج ہوئے خواہ اسوجہ سے کہ انکو رجال نہین کہتے ہین بلکہ صبیان ہین یا آنکہ وہ شاہد نہین ہوسکتے ہین اور رجال کی اضافت
ضمیر خطاب کی طرف ہونے سے کفار خارج ہوئے اور رہے تابع غلام تو انمین اختلاف ہی بعض نے کہا کہ جب وہ مسلمان ہون تو رجال مسلمین مین سے ہین
اور یہ قول ابن سیرین و شریح و عثمان بتی اور احمد بن حنبل و اسحق و ابو ثور کا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ غلامون کی گواہی تمام نہین ہی پس انکی گواہی نہین
جائز ہی اور یہ قول امام ابو حنیفہ و شافعی و مالک و جمہور علما کا ہی اور وجہ عدم جواز کی یہ ہی کہ غلام مین رقیق ہونے کا ایک نقص ہی۔ پھر امام ابو حنیفہ نے
یہ جائز رکھا ہی کہ کفار کی گواہی انمین باہم ایک کی گواہی دوسرے پر روا ہی اور مسلمان پر کافر کی گواہی قبول نہوگی۔ رہے یہان دو مقام ایک یہ کہ فلیملل
ولیہ بالعدل۔ سے ثابت ہوتا ہی کہ اقرار کرنے مین نیابت جاری ہوتی ہی اور اسکے جواز مین اختلاف ہی اور یہ بحث دراز بھی یہان ذکر کرنے قابل نہین
اور دوم یہ کہ یہ استشہاد یعنے گواہ کر لینا واجب ہی یا مندوب ہی تو اسمین اختلاف ہی پس بعض نے کہا کہ واجب ہی بدین دلیل کہ اللہ تعالے نے بیع
مین کہا کہ واشہدوا اذا تبایعتم۔ اور امر واسطے وجوب کے ہی پس ایسا ہی استشہدوا شہیدین۔ مین بھی استشہاد واجب ہی اور یہ بعضے صحابہ
و تابعین کا مذہب ہی اور ابن جریرؒ نے اسیکو ترجیح دی ہی اور امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی و ابو یوسف و محمد وغیرہم کے نزدیک مندوب ہی اور
واجب کہنے والون کی دلیل کچھ حجت نہین ہوسکتی کیونکہ جو بیع مین استشہاد واجب کہتا ہو اگر اسپر حجت ہوسکے تو ہو اور ابو حنیفہ ولکے اصحاب

تو بیع میں بھی واجب ہونے کے قائل نہیں ہیں فتامل- قولہ تعالےٰ فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشہداء- معنے اسکے یہ بیان کیے گئے ہیں کہ پس اگر دونوں گواہ دو مرد نہوں یعنے دو مردوں کے گواہ کر لینے کا قصد نکیا گیا اگرچہ موجود بھی ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ کر لی جاویں۔ اور مفسر رحؒ نے جو لفظ لیشہدون بصیغۂ مجہول مقدر کیا اسمیں مرد کی جانب کو بصیغۂ مذکر لانے میں غلبہ دیا کیونکہ عورتیں اگرچہ دو ہیں مگر وہ ایک مرد ہی کے برابر ہیں اور مرد کو عورت پر فضیلت جنسی حاصل ہے ولیکن بصیغہ جمع لانا یا عتبار عدد کے بنظر لفظی ہے۔ اور بعضے مفسرین نے فرجل وامرأتان ای فلیشہد رجل وامرأتان۔ مقدر کیا اور یہ بھی روا ہے- پھر معنے مذکور سے ظاہر ہوا کہ- فان لم یکونا رجلین سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک مرد و دو عورتوں کو گواہ کرنا بسوفت روا ہے کہ جب دو مرد نہ ملیں بلکہ دو مرد کے ہوتے ہوئے بھی اگر چاہے تو ایک مرد و دو عورتوں کو گواہ کر سکتا ہے اور یہی ظاہر کلام ہے- پھر ابن کثیرؒ وغیرہ نے کہا کہ یہ صرف انہیں معاملات میں ہوگا جو مالی ہوں یعنے اموال کا معاملہ ہو یا اس سے مال مقصود ہو **قال المترجم** تفصیل مسئلے یہ ہے کہ فقہائے نے اجماع کیا ہے کہ مالوں کے مقدمات میں یہ جائز ہے کہ مردوں کے ساتھ ہو کر عورتیں گواہی دیں حتی کہ مال کا مقدمہ یا جس سے مال مقصود ہووے ایک مرد و دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہو جائیگا اور اسمیں بھی اتفاق ہے کہ حدود و قصاص یعنے زنا وغیرہ کے مقدمات میں عورتوں کی گواہی نہیں جائز ہے نہ تنہا اور نہ مردوں کے ساتھ ہیں- پھر ان دونوں قسم کے سوائے دیگر صورتوں میں اختلاف ہے پس ایک جماعت کے نزدیک مردوں کے ساتھ میں عورتوں کی گواہی جائز ہے اور یہی سفیان ثوری و ابوحنیفہ و انکے اصحاب کا قول ہے اور ایک جماعت کے نزدیک بدون دو مردوں کے ثبوت نہیں ہو سکتا اور شافعی کے نزدیک جو باتیں ایسی ہیں کہ غالبا انپر عورتوں ہی کو اطلاع ہوتی ہے مثل ولادت و رضاعت اور ثیبہ ہونا اور باکرہ ہونا وغیرہ تو ایسے امور ایک مرد و دو عورتوں کی گواہی سے اور خالی چار عورتوں کی گواہی سے بھی ثابت ہوتے ہیں اور قولہ ممن ترضون- ای کائنون ممن ترضون- اور رضامندی باعتبار انکے دیندار اور پرہیزگار ہونے کے ہے اور اسمیں دلیل ہے کہ گواہوں میں عادل ہونا شرط ہے اور جو گواہ مستور الحال ہو یعنے اسکا حال پوشیدہ ہو معلوم نہو کہ عادل ہے یا نہیں ہے تو جسنے اسکی گواہی کو رد کیا اسنے اسی آیت سے استدلال کیا کہ اسمیں دلالت ہے کہ گواہ کا عادل و پسندیدہ ہونا چاہیے بخلاف مستور کے اور یہ دلیل کچھ نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے ظاہری عدالت پر بھی اکتفا کیا ہے اور سراج میں مذکور ہے کہ گواہی قبول ہونے کے واسطے سات شرطیں ہیں اسلام آزادی عقل- بالغ ہونا- عادل ہونا ایسے فعل کرنے والا نہو جنمیں اگرچہ گناہ نہیں مگر خلاف تہذیب ہیں جیسے بازاریں کھاتے ہوئے جانا وغیرہ اور ساتویں شرط یہ کہ تہمت سے بچا ہوا ہو- اور جب انمیں سے کوئی شرط مفقود ہو تو گواہی صحیح نہوگی- اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ شافعی رحؒ نے تمام قرآن میں جہاں گواہ مذکور ہیں سب میں عادل ہونے کی شرط اسی آیت سے ثابت کی اور جہاں جہاں مطلق مذکور ہیں سب کو اسی مقید پر محمول کیا **قال المترجم** اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک جہاں عدالت شرط نہیں وہاں مطلق ہے جیسے نکاح وغیرہ میں ہے کہ وہاں اللہ تعالےٰ کے نزدیک گواہ ہے خواہ غلام ہو یا فاسق ہو مگر قاضی کے نزدیک فاسق و غلام کی گواہی سے ثبوت نہوگا- اور الحمد للہ کہ میں نے ترجمہ فتاوائے عالمگیری میں ائمہ حنفیہ کے طور پر کتاب الشہادۃ میں پوری تفصیل سے فراغت پائی اسکی حاجت نہیں کہ اس طویل بحث کو یہاں ذکر کروں فتاوےٰ مذکور سے خوب سیراب ہونا چاہیے کہ اس سے بڑھکر بیان کرنا منظور نہیں ہے- باقی رہا یہ مسئلہ کہ ایک مرد گواہ اور مدعی کی قسم پر مدعی کے واسطے حکم ہو سکتا ہے یا نہیں تو مالک و شافعی رحؒ کے نزدیک ہو سکتا ہے اور ابوحنیفہؒ و انکے اصحاب کے نزدیک نہیں ہو سکتا ہے اور جب یہ معلوم ہو گیا تو دو عورتوں و مدعی کی قسم پر حکم ہونے میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے کیونکہ یہ اسی پر مبنی ہے- پھر ایک مرد کے قائم مقام دو عورتیں گواہی کے بارہ میں اسوجہ سے قرار پائیں کہ عورت کی عقل ناقص ہوتی ہے چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث ابوہریرہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصریح ہے کہ عورت کا نقصان عقل یہ ہے کہ دو عورتوں

(حاشیہ: دودھ پلانا ۱۲ — جو ایک خاوند کے پاس رہ چکی ہو وہ ثیبہ عورت ہے ۱۲)

کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے اور یہی وجہ خود آیت سے ثابت ہے قال تعالے ان تضل احدیٰھما فتذکر احدیٰھما الاخریٰ۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ تضل کے معنے تنسیٰ ہیں یعنے بھول جاوے وہ عورت۔ اور گواہی بھول جانے کے یہ معنے ہیں کہ گواہی میں سے کسی جزو کی جگہ کوئی اور جزو بھولکر بیان کرے اور یہ آیت اگرچہ اس امر کی علت ہے کہ عورتوں میں سے دو عدد بجائے مردوں کے ایک عدد کے اسوجہ سے لیے گئے کہ ایک بھولے تو دوسری جسکو یاد ہے وہ اسکو یاد دلاوے مگر اسمیں اشعار ہے کہ عورتیں عقل کی ناقص ہوتی ہیں بات کو ضبط نہیں رکھتی ہیں اور اسی وجہ سے کہ عورتیں قوائے انسانی میں پوری نہیں ہوتی ہیں آجتک کوئی عورت پیغمبر نہیں ہوئی اور اب تو خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت نہیں بلکہ قیامت اور صالحین کے واسطے جنت و نعمت ہے اگر کہا جاوے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ مردوں میں تو بہت لوگ کامل ہوے مگر عورتوں میں کوئی کامل نہیں ہوئی سوائے مریم بنت عمران و آسیہ اور عائشہ بنت ابی بکر کے اور عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے طعام ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ افضلیت تمام عورتوں سے ہے اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے واسطے بھی عورتوں کی طرف اضافت کر کے فرمایا۔ یعنے سیدۃ نساء اہل الجنۃ فاطمۃ۔ سب جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہؓ ہیں اور ایک جماعت ائمہ علما کے نزدیک حضرت فاطمہؓ کو فضل کلی تمام عورتوں پر حاصل ہے فتامل فیہ۔ اور آیۂ کریمہ میں تضل اور تذکر کا فاعل مبہم رکھا گیا کیونکہ دونوں عورتوں میں سے ہر ایک پر یہ دونوں وصف جاری ہوسکتے ہیں یعنے اگر وہ بھولے تو یہ یاد دلاوے اور یہ بھولے تو وہ یاد دلاوے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی بات وہ بھولے یہ یاد دلاوے اور کوئی یہ بھولے وہ یاد دلاوے بالجملہ گواہی کی بات ان دونوں کے حفظ و نگاہ رکھنے سے پوری رہیگی اور بعض علما نے فتذکر احدیٰھما الاخریٰ کے یہ معنے بیان کیے فتجعلھا ذکرا یعنے ایک عورت دوسری کے ساتھ ملکر مذکر کردیگی یہ تذکیر بمعنے مذکر کردینا لیا اور زمخشری نے کہا کہ یہ تفسیر بھی بدعتی تفسیر ہے اور جمہور مفسرین نے اسکو رد کردیا ہے تاآنکہ کہا گیا کہ خلاف معقول و منقول ہے۔ قولہ ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا۔ بعض نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ جب گواہ ہونے کے واسطے بلائے جاویں تو انپر قبول کرنا واجب ہے یہ قول قتادہ و ربیع بن انس کا ہے اور یہ مانند قولہ ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب۔ ہے اور اس صورت میں انکو شھداء کہنا باعتبار آیندہ حال کے مجازا ہے اور یہاں سے نکلتا ہے کہ گواہی اٹھانا فرض کفایہ ہے اور بعض نے کہا کہ یہی جمہور کا مذہب ہے اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہیں کہ جب گواہی ادا کرنے کے لیے بلائے جاویں تو آویں اور اس صورت میں انپر شھداء کا اطلاق حقیقی ہے پس اگر گواہی کے واسطے وہی متعین ہو تو اسپر قبول کرنا واجب ہے ورنہ فرض کفایہ ہے یعنے مثلا دو ہی مرد گواہ ہوے ہیں یا چار گواہ میں سے دو ہی موجود ہیں اور باقی دو یا زیادہ ہوں وہ غائب ہیں یا مر گئے ہیں تو چونکہ دو سے کم مقدار نہیں لہذا ان دونوں موجودین پر قبول کرنا واجب ہے۔ اور مجاہد و ابو مجلز وبہتیروں نے کہا کہ جب کوئی گواہ ہونے کو بلایا جاوے تو اسکو اختیار ہے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور جب گواہ ہوگیا پھر ادا کرنے کو بلایا گیا تو قبول کرنا واجب ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید مراد یہ ہے کہ جب گواہ ہونے کو بلایا جاوے حالانکہ وہاں دوسرے لوگ قابل گواہی موجود ہیں یا اسکو عذر ہے تو اسکو اختیار ہے اور ابن عباس و حسن بصری سے روایت ہے کہ یہ حکم عام ہے خواہ گواہ ہونے کو بلایا جاوے یا گواہی ادا کرنے کو بلایا جاوے انکار نہ کرے ذکرہ ابن کثیر اور حدیث صحیح مسلم میں آیا ہے کہ گواہوں میں سے بہتر وہ ہے جو گواہی ادا کردے قبل اسکے کہ اس سے پوچھا جاوے اقول معنے یہ ہیں کہ بسا اوقات آدمی کو دریافت نہیں ہوتا کہ گواہ کون ہے مثلا زید کے باپ نے خرید و فروخت کا معاملہ کیا تھا تو زید کو معلوم نہیں کہ اسوقت کون گواہ تھا پس خوبی ایمان سے یہ ہے کہ گواہ خود اس حق و عدل کو پھیلانے میں مستعد ہو جاوے اور اسکا منتظر نہو کہ جب پوچھے اور بلایا جاوے تب لاچاری سے جاوے۔ اور صحیحین میں یہ جو روایت ہے کہ بدتر گواہ وہ ہیں جو گواہی دیتے ہیں اور استشہاد نہیں کرتے ہیں تو یہ ان گواہوں کے حق میں ہے جو جھوٹے ہوتے ہیں کیونکہ معنے عدم استشہاد کے یہ ہیں کہ گواہی جو ادا کی ہے اسکے شاہد نہ تھے یعنے حاضر و گواہ نہیں تھے اور جھوٹی گواہی سخت کبیرہ گناہ ہے جسکا درجہ شرک و نافرمانی والدین کے بعد ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے نعوذ باللہ منہ

قولہ تعالے ولا تسأموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ۔ یہ خطاب ہی مومنین کو یا باہم معاملہ کرنے والون کو یا گواہون کو ولیکن اولی یہ ہی کہ باہم معاملہ کرنے والون کو خطاب ہی اسی پر دلالت کرتا ہی کلام مابعد یعنے ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا پس چونکہ کثرت سے معاملات اودھار واقع ہونے سے شاید تحریر مین سستی کرتے لہذا منع کیا اور صغیرا و کبیرا سے مبالغہ کیا یعنے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت ہو لکھنے مین سستی نہ کرین اور مدارک مین فرمایا کہ صغیر کبیر سے تعبیر فرمانے مین دلیل ہی کہ سلم ٹھہرانا کپڑون مین روا ہی کیونکہ جو چیز گزون سے ناپی جاتی ہی اسکو صغیر و کبیر تحقیقا بولتے ہین بخلاف قلیل و کثیر کے کہ یہ کیلی و وزنی چیزون کے ساتھ بولا جاتا ہی اور سلم یہ ہی کہ کسیکو نقد ہزار روپیہ یا کم و بیش دیا کہ کم سے کم ایک مہینہ کے بعد فی روپیہ دو من کے حساب سے ایسے ایسے گیہون یا ایسے ایسے کپڑے وتھان ادا کرے قولہ ذلکم اقسط عند اللہ واقوم للشہادۃ الخ لفظ اقسط صیغہ اسم تفضیل سیبویہ رحمہ اللہ کے نزدیک بنا بر قیاسی ہی از قسط بالکسر بمعنے عدل نہ از قسوط جو بمعنے جور وظلم آتا ہی اور ابو حیان رح نے کہا کہ ابن السکیت نے کتاب الاضداد مین ابو عبیدہ سے نقل کیا کہ قسط بر وزن نصر ماضی بمعنے جور اور بمعنے عدل دونون آتا ہی مگر اقسط بالالف مقسط بمعنے عدل ہی قولہ الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونہا بینکم استثنا منقطع ہی ای لکن وقت تجارتکم بالحاضرۃ تاخذونہا یدا بید۔ اور عکبری رح نے کہا کہ استثنا متصل ہی پھر واضح ہو کہ جو چیز فروخت کیجاوے وہ مال عین یعنے متعین حاضر ہو مثلا قلمدان خریدا تو وہ سامنے متعین ہو حتی کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے تجھسے ایک روپیہ کو ایک قلمدان خریدا تو بیع فاسد ہی کیونکہ وہ قلمدان معلوم نہین ہی بخلاف روپیہ کے کہ اسکو سامنے حاضر کرنا ضرور نہین بلکہ وہ تو ہمیشہ دین یعنے غیر معین ہوتا ہی حتی کہ جو روپیہ چاہیے دیدے جبکہ روپیہ کا چلن معلوم ہو۔ پس کل مبیع کا عین ہونا ضرور ہی سوائے بیع سلم کے کہ اسمین ایسے طور سے گیہون وغیرہ کو صفت کرکے بیان کرتے ہین کہ وہ بائع کے ذمہ بطور متعین ہو جاتی ہی یا مانگے لے لیتے ہین۔ پھر تجارت حاضرہ عام ہی کہ بیع کے وقت معاملہ بعین ہو یا بدین ہو لیکن تدیرونہا بینکم ای تاخذونہا یدا بید۔ یعنے بائع اپنے دام لے لے اور مشتری مبیع لے لے اور باہمی قبضہ ہو جاوے اگرچہ ثمن و مبیع بالاعتبار یون یعنے مثلا گھوڑے کو گائے کے عوض فروخت کیا تو ہر ایک مبیع و ثمن ہو سکتا ہی مثلا کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ گھوڑا بعوض اس گائے کے بیچا یہ مفید ہی کہ گھوڑا مبیع اور گائے ثمن ہی اور اگر برعکس بولا جاوے یعنے گائے بعوض گھوڑے کے فروخت کی تو برعکس ہو جائیگا فافہم اور جاننا چاہیے کہ ممکن ہی کہ اس بیع مین ثمن ابتدا مین دین ہو پھر عین ہو جاوے مثلا کہا کہ مین نے یہ گھوڑا جو عین ہی تیرے ہاتھ بعوض ایسے ایسے کپڑے کے فروخت کیا اور اس کپڑے کے تمام وصف اس طور پر بیان کردیے کہ کسی طرح کی جہالت نرہے اور مشتری نے قبول کیا اور بیع ہو گئی اور جدا ہونے سے پہلے مشتری نے وہ کپڑا جو ٹھہرا ہی بائع کو حاضر کیا پس دین تھا اور قبل جدا ہونے کے عین ہو گیا پھر بائع نے منظور کیا اور دونون نے اپنی اپنی چیز پر جو خریدی ہی قبضہ کر لیا تو ایسی مبایعت مین جو ہاتھون ہاتھ ہو کتابہ لکھنے کی ضرورت نہین ہی چنانچہ فرمایا فلیس علیکم جناح ان لا تکتبوہا اور اسمین نہ لکھنے کی رخصت دی گئی دو وجہ سے ایک یہ کہ اگر کتابہ کا حکم ہو تو کسیقدر گرانی ہو گی کیونکہ قلیل و کثیر کثرت سے واقع ہوتا ہی بہ نسبت بیع مدت کے اور دوم یہ کہ جب ہر ایک نے اپنے حق پر اسی مجلس مین قبضہ کر لیا تو انکار کا احتمال نہین رہا پس کتابہ کی حاجت نہین ہی ولیکن یہ احتمال باقی ہی کہ بائع مثلا انکار کرے کہ مین نے فروخت نہین کی ہی اسیواسطے فرمایا۔ واشہدوا اذا تبایعتم۔ یعنے مبایعت پر گواہ کر لو وہ کافی ہین اور یہ اس بنا پر کہ مراد یہی تجارت حاضرۃ ہو پس استثنا کے بعد استثنا ہو گا۔ اور اصح یہ ہی کہ یہ حکم تخصیص کے بعد تعمیم ہی ہر مبایعت کے واسطے یعنے جو بیع واقع ہو خواہ ہاتھون ہاتھ ہو یا اودھار ہو اس بیع واقع ہونے پر گواہ کر لو بمعنے آنکہ بائع و مشتری مین ایجاب و قبول تمام ہوا اور بیع واقع ہوئی اسکے گواہ کر لو پھر اگر بیع نقد ہاتھون ہاتھ ہو تو اسمین صرف گواہی کافی ہی کتابہ کی ضرورت نہین کیونکہ ہر ایک نے اپنے حق پر قبضہ کر لیا اور اگر بیع اودھار ہو تو اس گواہی کے بعد اودھار مال کی غرض سے کتابہ کی ضرورت بھی ہی سعید بن جبیر رح سے مروی ہی کہ قولہ تعالے واشہدوا اذا تبایعتم۔ یعنے اپنے

حق پر گواہ کرلو خواہ اسمین میعاد ہو یا نہو ہر حال مین اپنے حق پر گواہ کرلو (رواہ ابن ابی حاتم) اور جابر بن زید و مجاہد و عطاء و ضحاک سے اسکے مانند
مروی ہی اور حسن و شعبی نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہی بقولہ فان امن بعضکم بعضا فلیوٴد الذی اوٴتمن امانتہ۔ اور جمہور کے نزدیک منسوخ نہین بلکہ
یہ امر واسطے استحباب کے ہی اور واجب نہین ہی اور اسکی دلیل حدیث خزیمہ بن ثابت انصاری ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے
ایک گھوڑا خریدا اور اسکو اپنے پیچھے پیچھے بلایا کہ گھر پر اسکو اسکے گھوڑے کے دام ادا کرین پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیز چلے اور اعرابی آہستہ
آہستہ رینگتا آتا تھا پس راہ مین لوگون نے اعرابی کو ٹوکنا شروع کیا اور اس سے گھوڑے کو چکاتے اور انکو یہ معلوم نہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسکو خرید لیا ہی یہانتک کہ بعض نے اعرابی کو کچھ دام اس سے بڑھکر کہے جتنے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خریدا تھا پس اعرابی نے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی کہ اگر آپ اس گھوڑے کو خریدنے والے ہین تو خرید لیے ورنہ مین نے اسکو بیچا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کی
آواز سنی تو کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ بھلا کیا مین نے تجھسے خریدا نہین ہی اعرابی نے کہا کہ مین نے واللہ تمھارے ہاتھ نہین بیچا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا نہین بلکہ میرے و تیرے درمیان ایجاب قبول پورا ہوچکا ہی پس لوگون نے جمع ہونا شروع کیا اور وہ اعرابی اسطرح گفتگو کو دہراتا تھا پس اعرابی
نے یہ کہنا شروع کیا کہ آپ کوئی گواہ لاوین جو گواہی دے کہ مین نے اسکو آپکے ہاتھ بیچا ہی پس مسلمانون مین سے جو آتا جاتا وہ اعرابی سے کہتا کہ
خرابی ہو تیری کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوائے سچ بات کے کبھی ورنہین فرماتے ہین یہانتک کہ خزیمہ بن ثابت انصاری رض آئے اور انھون نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا کہنا سنا اور اعرابی کا بھی کہنا سنا کہ کہتا تھا کہ کوئی گواہ لائیے جو گواہی دے کہ مین نے اسکو آپکے ہاتھ بیچا ہی تو خزیمہ رض نے کہا کہ مین
گواہی دیتا ہون کہ تو نے اسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ فروخت کیا ہی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ رض کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تو کیونکر
گواہی دیتا ہی خزیمہ رض نے کہا کہ یا رسول اللہ آپکی تصدیق کرکے مین گواہی دیتا ہون کہ بیشک اللہ تعالے نے آپکو اپنا سچا پیغمبر بھیجا ہی تو کیا ہمارے
بیع معاملات مین آپسے سوائے سچ کے کچھ شبہہ ہوسکتا ہی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ رضی اللہ عنہ کے گواہی کو دو مرد کی گواہی سے برابر
قرار دیا۔ رواہ احمد و ابو داؤد والنسائی اور حدیث مین دلیل ہی کہ گواہی دینی ایسے طور پر جائز ہی کہ گواہ کو بدلیل شرعی یقین ہو کہ یہ امر ایسا ہی اگرچہ
اسنے معاینہ نہین کیا الحاصل جمہور کے نزدیک گواہ کرلینا مستحب ہی واجب نہین ہی لیکن شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ احتیاط یہ ہی کہ گواہ کرلے کیونکہ
ابو موسی رض نے مرفوعا روایت کی کہ تین شخص اللہ تعالے سے دعا کرتے ہین اور وہ قبول نہین ہوتی ہی ایک وہ مرد کہ اسکی عورت بدخلق ہی مگر اسنے
طلاق نہ دی دوم وہ مرد کہ جسکے پاس یتیم کا مال رکھا تھا اسنے یتیم کے بالغ ہونے سے پہلے اسکو دیدیا (یعنے طفل نے ضائع کیا اگر اسکو تاوان بھرنا پڑا)
سوم وہ کہ جسنے دوسرے کو قرض دیا اور اسپر گواہ نہین کیے رواہ ابن مردویہ والحاکم وقال صحیح الاسناد۔ اور معنے اس حدیث کے یہ ہین کہ اگر ان
لوگون کو ایذا پہونچی مثلا بدخلق عورت نے منازعت کی اور شوہر کو ایذا پہونچائی یا یتیم نے بالغ ہوکر دولت و صول ہا نے سے انکار کیا اور اسکو دوبارہ
مال دینا پڑا یا قرضدار منکر ہوگیا اور اسکا مال جاتا رہا پس ان لوگون نے ظلم کرنے والے پر بددعا کی تو قبول نہوگی کیونکہ اللہ تعالے کے حکم کے خلاف
کیا اور یہ مطلب نہین ہی کہ جو شخص ایسا کرے اسکی کوئی دعا ہی قبول نہوگی۔ فاحفظہ۔ قولہ تعالے ولا یضار کاتب ولا شہید۔ بعض نے فرمایا کہ معنے
اسکے یہ ہین کہ ضرر نہ دے کاتب اور نہ شاہد یعنی بطور کہ کاتب کو جو املا کیا گیا ہی اسکے برخلاف لکھے یا گواہ نے جو سنا ہی اسکے برخلاف گواہی دے یا
بالکل چھپا ڈالے اور یہ قول حسن و قتادہ وغیرہ کا ہی اور اس صورت مین لا یضار بصیغہ معروف ہی اور یہ جان لینا چاہیے کہ گواہ کی لکھی ہوئی گواہی
حجت نہین ہی کیونکہ خط سے خط مشابہ ہوتا ہی یا مجملہ یہ بات شرع مین متعین ہی کہ اگر مدعی نے نالش کی اور نوشتہ پیش کیا اور اسپر گواہون کی گواہی
لکھی ہی اور گواہ نے حاضر ہوکر انکار کیا کہ مین نہین جانتا یا بدلکر گواہی دے کہ جو مضمون اس تحریر مین ہی وہ نہین بلکہ یون واقع ہوا تھا تو محکمہ قضا مین

اسکی گواہی لکھنے پر کوئی حجت نہین بلکہ جو زبان سے کہتا ہے وہ معتمد ہے اور اگر اسنے گواہی ندی اگرچہ اسکا نام لکھا ہے تو بھی کوئی حجت نہین بالجملہ جب تک
اپ گواہی زبان سے ادا نہ کرے تب تک کوئی فائدہ نہوگا فاحفظ۔ اور بعض نے فرمایا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ کاتب کو ضرر نہ پہونچایا جاوے اور نہ گواہ
کو ضرر پہونچایا جاوے چنانچہ مقسم نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ لا یضار کاتب ولا شہید یعنے مثلاً آدمی آوے اور کاتب وشاہد کو لکھنے اور گواہ
ہونے کے واسطے بلاوے اور وہ کہین کہ ہم اسوقت اپنی ضرورت سے معذور ہین تو وہ کہے کہ تمکو حکم دیا گیا ہے کہ جب بلائے جاؤ تو قبول کرو تو اسنے
تنگ کیا اور ضرر پہونچایا پس اسکو روا نہین ہے کہ کاتب وشاہد کو ضرر پہونچاوے (رواہ ابن ابی حاتم) اور عکرمہ ومجاہد وطاؤس وسعید بن جبیر وضحاک و
عطیہ ومقاتل بن حیان وربیع بن انس وسدی رحمہم سے اسکے مانند مروی ہے قال المترجم اس صورت مین لا یضار بصیغہ مجہول ہے اور کاتب سے
وہ شخص مراد ہے جو لکھنا جانتا ہے اور شاہد سے مراد وہ شخص ہے جو گواہ ہوسکتا ہے کیونکہ ہنوز وہ گواہ نہین ہوا ہے اور مؤید اسکی ہے قرأۃ ابن مسعود رض
لا یضارر بفتح راء اول۔ قولہ تعالے وان تفعلوا فانہ فسوق بکم واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ واللہ بکل شئی علیم۔ یہ جملے نصیحت کے مؤکد ومقید
ہین اور یہ آخر آیۃ الدین ہے اور اللہ عزوجل نے اسمین اموال کے بارہ مین احتیاط کرنے پر آمادہ فرمایا کیونکہ وہ معاش ومعاد کی درستی کا وسیلہ ہوتے
ہین۔ کما قال ولا تؤتوا السفہاء اموالکم الآیۃ اور شعرانی رحمہ نے لواقح مین حضرت سفیان الثوری کے حالات مین نقل کیا کہ درم ودینار کی حفاظت
فرماتے اور کہتے کہ پہلے ایک زمانہ تھا اور آج کل اسکو محفوظ رکھے تاکہ اپنا دین فروخت نکرے یعنے آخر ضرورت ومحتاجی مین لوگون کے واسطے
صاف توحید وسنت کی بات نہین کہیگا بلکہ انکے راضی کرنے کو بدعت وغیرہ سے مداہنت کریگا جیسے اکثر فقیرون پیرون عالمون مین بکثرت
معروف ہے۔ قفال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسی پر دلالت کرتا ہے یہ امر بھی کہ قرآن مجید کے احکام اکثر اختصار پر جاری ہین اور اس آیۂ کریمہ مین بسط اسی
کیا تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالے نے فرمایا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ۔ پھر فرمایا ولیکتب بینکم کاتب بالعدل پھر تیسری بار فرمایا۔ ولا یاب
کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ۔ پس یہ بمنزلہ تکرار قولہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل۔ ہے اسواسطے کہ عدل وہی ہے جو اللہ تعالے نے تعلیم فرمایا پھر چوتھی بار
فرمایا۔ فلیکتب اور یہ اعادہ امر اول کا ہے پھر پانچوین بار فرمایا۔ ولیملل الذی علیہ الحق۔ حالانکہ قولہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل مین کنایہ۔ ولیملل الذی
علیہ الحق۔ کی طرف موجود ہے اسواسطے کہ عدل سے لکھنے والا وہی لکھے گا جو اسپر املا کیا جاوے پھر چھٹی بار فرمایا۔ ولیتق اللہ ربہ۔ اور یہ تاکید ہے پھر ساتوین
بار فرمایا۔ ولا یبخس منہ شیئا۔ اور یہ گویا۔ قولہ ولیتق اللہ ربہ۔ سے مستفاد ہے پھر آٹھوین بار فرمایا۔ ولا تسأموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ یہ
بھی ماسبق کی تاکید ہے پھر نوین بار فرمایا۔ ذلکم اقسط عند اللہ واقوم للشہادۃ وادنی ان لا ترتابوا۔ پس یہ فوائد ان تاکیدات سابقہ کے ذکر فرمانے
اور اس سب مین دلالت ہے کہ مال حلال کو محفوظ رکھنے کی وصیت ہے کہ وہ تلف نہو جاوے کیونکہ اس سے انسان کو قدرت ہوتی ہے کہ راہ خدا مین
خرچ کرے اور سود خواری ودین فروشی وغیرہ بدباطنی جو اللہ تعالے کے غضب نازل ہونے کی چیزین ہین انسے اپنے آپکو بچاوے اور پرہیزگاری پر
قائم رہے پھر قولہ واتقوا اللہ سے آخر تک اس حکم کی تعمیل پر تاکید فرمائی اور ان تینون جملون مین (اسم اللہ) کو مکرر اعادہ فرمایا اسلیئے کہ ہر ایک
جملہ مستقل ہے کیونکہ جملہ اول تو تقوی پر آمادگی ہے اور دوم اپنے انعام کا وعدہ ہے اور سوم مین اثبات شان ہے اور نیز نام پاک لانے مین بندے کے
دلون مین تعظیم خوب آتی ہے ذکرہ فی السراج۔ پھر سبب اسوقت کہ معاملہ اپنے وطن حضر مین واقع ہوا اور اگر سفر ہو تو فرمایا

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ

اور اگر تم سفر مین ہو اور نہ پاؤ لکھنے والا تو گرو چیزین قبضہ کی ہوئین پھر اگر اعتبار کرے ایک

بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن

دوسرے کا تو چاہیے کہ پورا کرے جسپر اعتبار کیا گیا اپنے اعتبار کو اور ڈرتا رہے اللہ اپنے رب سے۔ اور نہ چھپاؤ گواہی کو اور جسنے

يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝

چھپایا گواہی کو تو گناہگار ہے اسکا دل اور اللہ تعالے جو تم کرتے ہو اسکو خوب جانتا ہے

وَإِن كُنتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ۔ ای مسافرین وتداینتم۔ اور اگر تم لوگ سفر پر ہو یعنے مسافر ہو اور تمنے باہم اودھار معاملہ کیا۔ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا۔ اور تمنے لکھنے والا نہ پایا۔ ف کیونکہ سفر میں اکثر یہی اتفاق ہوتا ہے اور اگر کاتب ملا تو گواہ نہیں ملتے ہیں تو حکم دیا کہ فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ۔ تو تم رہن مقبوضہ لے لو۔ اکثر قراء کی قراءۃ تو فرہان بروزن کتاب ہے اور ابو عمرو و ابن کثیر کی قراءۃ میں فرہن بضم راء وہاء و ضمہا رہون بروزن سقف ہے اور دونوں میں سے ہر ایک جمع رہن بروزن صرف ہے اور رہن بمعنے مرہون ہے یعنے وہ چیز جو رہن کی گئی اور رہن لغت میں بمعنے مضبوطی ہے یعنے اس سے اپنی مضبوطی کر لو اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک رہن بدون قبضہ کے تمام نہیں ہے۔ پھر آیت سے نکلتا تھا کہ رہن فقط سفر میں ہے لیکن احادیث سے طریقہ سنت رسول اللہ صلعم ظاہر ہوا کہ حضر میں کاتب کے موجود ہونے ہوئے بھی رہن جائز ہے پس آیۂ کریمہ میں جو قید مذکور ہے یعنے سفر اور کاتب کا نہونا تو اسواسطے کہ توثق و مضبوطی کی حاجت اس حالت مذکورہ میں بسبب کے حضر اشد ہے اور مقبوضہ کی قید نے یہ فائدہ دیا کہ رہن میں قبضہ شرط ہے وہ خواہ مرتہن خود قبضہ کرے یا اسکا وکیل قبضہ کر لے کافی ہے پھر یہ سب ایسی حالت میں کہ آدمی جسکو اودھار دیتا ہے اسکی طرف سے بے اطمینانی یا شبہہ ہو اور پوری پوری امانت داری پر وثوق نہو۔ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا۔ پھر اگر بعض تمھارا بعض کو امین جانے یعنے اودھار دینے والا مدیون کو معتبر سمجھے حتی کہ اسنے رہن نہ لیا۔ فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ۔ المدائن۔ أَمَانَتَهُ۔ دینہ۔ تو چاہیے کہ ادا کر دے وہ شخص جو مؤتمن قرار دیا گیا ہے یعنے جسنے قرضہ اپنے ذمہ لیا ہے امانت اسکی یعنے دائن کا قرضہ ادا کر دے۔ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ۔ اور اس قرضہ کے ادا کر دینے میں اللہ تعالے سے جو اسکا رب ہے تقوی رکھے۔ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ۔ اذا دعیتم لاقامتہا۔ اور نہ چھپاؤ گواہی کو یعنے جبکہ تم بلائے جاؤ گواہی قائم کرنے کو یعنے ٹھیک ادا کرنے کو۔ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ۔ اور جسنے گواہی کو چھپایا تو اسکا دل گنہگار ہے ف خاص کر کے دل کو ذکر کیا اسواسطے کہ شہادت کا محل وہی ہے اور اسواسطے کہ جب قلب گنہگار ہوا تو قلب کے سوائے جو اعضا ہیں وہ قلب کے تابع ہونگے پس اسکو گنہگاروں کے مثل عذاب کیا جائیگا۔ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ۔ لا یخفی علیہ شیٔ منہ۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالے خوب جانتا ہے یعنے جو تم کرتے ہو اسمیں سے کچھ بھی اللہ تعالے پر پوشیدہ نہیں ہے ف تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ میں ہے کہ قولہ تعالے وان کنتم علی سفر یعنے مسافر ہو اور تمنے کسی مدت معلوم کے واسطے اودھار کا معاملہ کیا۔ ولم تجدوا کاتبا۔ اور تمنے کوئی کاتب نہ پایا جو لکھا کے واسطے لکھے اور ابن عباس نے کہا یا تمنے کاتب کو پایا مگر کاغذ نہ پایا یا دوات نہ پائی یا قلم نہیں ہے۔ فرہان مقبوضۃ۔ چاہیے کہ تحریر کے بدلے مرہون مقبوض ہو جو حقدار کے قبضہ میں ہے اور ابن عباسؓ نے اشارہ کیا کہ رہن کا حکم بحالت عذر ہے خواہ کوئی ہو پھر منجملہ حالات عذر کے سفر پر تنصیص کر دی اور ماعدا سفر کے جو عذر ہو وہ اسی کے ساتھ ملحق ہے اور مجاہد وغیرہ نے اس آیت سے استدلال کیا کہ رہن فقط سفر میں مشروع ہے حضر میں نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک حضر و سفر دونوں میں جائز ہے اور صحیحین میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے وفات پائی اور حال یہ کہ آپکی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس وسق جو کے عوض رہن تھی جو آپ نے اپنی اہل و عیال کی روزی کے واسطے لیے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ مدینہ کے یہود میں سے ایک یہودی کے پاس رہن تھی اور شافعیؒ کی روایت میں ابو الشحم یہودی کے پاس رہن تھی اور اس حدیث سے نکلتا ہے کہ اناج کا قرض بھی جائز ہے فافہم

اور اس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ نے روایت کیا ہی پھر جمہور کے نزدیک رہن کا رکن فقط ایجاب و قبول ہی اگر ایک نے رہن کیا اور دوسرے نے
قبول کیا تو رہن منعقد ہوگیا ولیکن ابھی لازم نہیں ہوا یعنے چاہے رہن نہ دے پس لازم جب ہوتا ہی کہ مرہون پر مرتہن کا قبضہ ہو جاوے یہی مذہب
جمہور ہی اور راہن کو اختیار نہیں رہا کہ بغیر اجازت مرتہن کے مال مرہون کو اسکے قبضہ سے نکال سکے اور امام مالک کے نزدیک قبضہ شرط نہیں ہی
اور لفظ مقبوضہ مین خاص مرتہن کی تخصیص نہیں بلکہ کسی طرح مقبوضہ ہو جاوے لہذا استدلال کیا گیا کہ مرتہن قبضہ کرے یا اسکا وکیل تو بھی
روا ہی کیونکہ مقبوضہ ہوگیا۔ قولہ فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ ابن ابی حاتم نے باسناد جید حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا کہ
اس آیت نے اپنے ماقبل کو منسوخ کردیا ورواہ البخاری فی التاریخ وابو داؤد وغیرہم اور یہی شعبیؒ و حسنؒ سے مروی ہی اور حق یہ ہی کہ یہ باب نسخ سے
نہیں ہی بلکہ اعتماد کرنے کی صورت کا حکم ہی اور یہی قول جمہور کا ہی یعنے جبکہ قرض و ادھار دیتا ہی اسکی امانت کی وجہ سے رہن لینے سے
بے پروا ہو پھر اسنے رہن نہ لیا تو مومن یعنے مدیون امانت کو ادا کردے یعنے قرضہ دین کو ادا کرے اور اسکو امانت اسواسطے کہا کہ اسنے رہن چھوڑ کر
اسکو مرد امین سمجھکر یہ دیدیا تھا تو گویا امانت تھی۔ قولہ ولیتق اللہ ربہ۔ اسمین مبالغات ہین کہ ایک تو بصیغہ امر فرمایا جو ظاہر وجوب کے
واسطے ہی اور اللہ و ربہ ہر دو اسم پاک کو جمع کیا اور ادا دین کے حکم کے پیچھے اسکو ذکر فرمایا ہی۔ قولہ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ۔ اگر کہا جاوے کہ
فانہ آثم نہیں فرمایا بلکہ قلبہ زیادہ فرمایا اسمین کیا فائدہ ہی حالانکہ فقط قلب گنہگار نہیں ہی۔ جواب یہ کہ گواہی کو پوشیدہ کرنا یہ ہی کہ اسکو دل مین
چھپا رکھے اور اسکو زبان سے نہ کہے پس چونکہ گواہی چھپانا متقرن بقلب تھا تو قلب کی طرف اسناد کیا گیا کیونکہ وہی گواہی چھپانے کا محل ہی اور
زبان سے تو فقط فعل کا نہونا پایا گیا حالانکہ بدون ارادہ قلب کے وہ متحرک نہیں ہوتی ہی جبکہ فعل اختیاری ہو اور فعل کی اسناد اس عضو کیطرف
جس سے اس فعل کا انجام ہوتا ہی بہت بلیغ ہی کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ جب تاکید سے بیان کرنا منظور ہوتا ہی تو یون بولتے ہین کہ یہ تو میری
آنکھون دیکھی بات ہی اور یہ تو میرے کانون سنی یا تیری اسکو تو میرا دل جانتا ہی حالانکہ خوب معلوم ہی کہ دیکھنا سوائے آنکھ کے یا سننا سوائے کان کے
یا جاننا سوائے دل کے نہیں ہوا کرتا ہی پس مقصود مبالغہ بتاکید ہوتا ہی اور نیز قلب کی طرف نسبت اسوجہ سے بھی کہ قلب رئیس الاعضا ہی اور
ایسا مضغہ ہی کہ اگر وہ درست ہوا تو تمام بدن درست ہوتا ہی اور اگر وہ بگڑا تو تمام بدن کے اعضا بدحرکتین کرتے ہین جیسا کہ صحیح بخاری
کی حدیث مین ہی پس گویا آثم قلبہ سے کہا گیا کہ گناہ اسکی جڑ مین بیٹھ گیا اور جو جگہ اسمین عمدہ تھی ان کا اکھلوا اور نیز قلبہ اسواسطے فرمایا تاکہ یہ گمان نہو کہ گواہی
چھپانا انھین گناہون مین سے ہی جو فقط زبان سے متعلق ہین بلکہ بہت بڑا گناہ ہی کہ دل تک بگڑ جاتا ہی اور نیز اسواسطے تاکہ معلوم ہو کہ قلب تو
معدن ہی اور زبان فقط اس امر کو ترجمہ کے ظاہر کرتی ہی جو دل مین ہوتا ہی اور نیز اسواسطے کہ دل کے جو افعال ہین وہ افعال جوارح سے بہت بڑھکر ہین
کیونکہ دل جڑ ہی اور باقی اسکی شاخین ہین یہ نہیں دیکھتے کہ ایمان و کفر جو اصل ہی وہ قلب سے ہی اور اسمین اشعار ہو کہ کتمان شہادت بڑا گناہ
ہی اور ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت ہی کہ جھوٹی گواہی تو کبیرہ گناہون مین سب سے بڑا گناہ ہی اور گواہی چھپانا اسکے مثل ہی **ف ل** عوالمش مین ہی
کہ اہل حق کی کرامات و انعامات سے دل مکدر نکرے اور نہ چھپاوے کہ یہ اسکو قساوت مین داخل ہی **قال المترجم** حضرت ذوالنون مصری
و بعض اجلہ تابعین سے صحیح ہوا کہ انھون نے فرمایا کہ صالحین کے ذکر سے اللہ تعالے کی رحمت نازل ہوتی ہی اور ایسا ہی حضرت سفیان ثوری اور جنید
بغدادی رحمہ سے صحیح ہوا ہی اور جاننا چاہیے کہ آیت کریمہ سے صریح ثابت ہی کہ انسان اسکے قلب کے اعمال پر مواخذہ ہوگا جبکہ قصد دل مین جما دے

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ

اللہ ہی کا ہی جو کچھ آسمانون مین اور جو کچھ زمین مین ہی اور اگر تم کھولو جو بات تمہارے جی مین ہی یا اسکو چھپاؤ حساب کریگا تم سے

بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝
اللہ پھر بخشدیگا جسکو چاہے اور عذاب دیگا جسکو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ اللہ تعالےٰ ہی کے ملک و مخلوق ہے جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے ف جنکو تم دیکھتے ہو اور باقی جہان کہین ہے وہ کل اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہے اگرچہ تم نہ دیکھتے ہو پس ہر حال مین ظاہر و باطن تمکو ہوش چاہیے کہ اللہ تعالےٰ سے تقویٰ رکھو۔ وَاِنْ تُبْدُوْا۔ تظہروا۔ اور اگر تم ظاہر کرو اسکو۔ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ۔ من السوء والعزم علیہ۔ جو تمہارے جی مین ہے۔ ف یعنے بدی اور اسپر قصد مصمم خواہ ظاہر کرو۔ اَوْ تُخْفُوْهُ۔ تسروہ۔ یا اسکو چھپاؤ۔ يُحَاسِبْكُمْ۔ یخبرکم۔ بِهِ اللّٰهُ۔ یوم القیامۃ تم کو اس سے آگاہ فرماویگا اللہ تعالےٰ بروز قیامت۔ پھر حساب لیگا یا درگذر فرماویگا۔ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ۔ پھر جسکے لیے چاہے مغفرت فرماویگا۔ ف پوشیدہ کرکے درگزر فرمایگا۔ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ۔ اور جسکو چاہے عذاب دیگا۔ ف اور وہی خوب جانتا ہے کہ کس بندہ کا دل کس لائق ہے جمہور قراءؒ کے نزدیک یغفر اور یعذب ہر دو فعل کو جزم ہے باین طور کہ جواب شرط یعنے یحاسبکم پر عطف ہین اور ابن عامر و عاصم کے قرات مین رفع ہے بنا بر آنکہ جملہ مستانفہ ہے اور۔ فہو۔ مبتدا محذوف ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اور اللہ تعالےٰ مین سب قدرت ہے ف جسکو چاہے بخشے و جسکو چاہے عذاب کرے۔ جاننا چاہیے کہ اس آیۂ کریمہ کے معنے باعتبار زبان عربیہ کے یہ ہین کہ جن امور پر حساب ہوگا انہین جو بندون نے اپنے دل مین پوشیدہ رکھے ہین یا ظاہر کر دیے ہین پس اللہ تعالےٰ قیامت مین ان سب کا حساب لیگا پھر جسکو چاہیگا بخشدیگا اور جسکو چاہیگا عذاب کریگا اور اللہ تعالےٰ دانا ہے ہر چیز پر قادر ہے پس یہ تو معنے آیت کے بنظم عربیہ ہین۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دل کے تصورات و خیالات و وساوس پر بھی حساب ہوگا حالانکہ حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے میری امت سے انکا دلی وسوسہ مرفوع کر دیا ہے اور نیز حدیث سے ثابت ہے کہ جو کوئی حساب مین پکڑا جائیگا وہ ضرور عذاب کیا جائیگا اور عفو کا حساب یہ ہے کہ بندہ گنہگار کو اسکا نامۂ اعمال دکھلایا گیا پھر درگذر کی گئی۔ تو اب ضرور ہوا کہ آیت قدسی کے معنے حل ہون لہذا یہان علما کے پانچ اقوال ہین۔ اول آنکہ یہ حکم ان لوگون کے حق مین مخصوص ہے جو گواہی چھپاوین پس گواہی چھپانے والا حساب لیا جائیگا خواہ اسنے لوگون پر ظاہر کر دیا ہو کہ مین نے گواہی چھپائی ہے یا ظاہر نکیا ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ علیم ہے اور ایسا کچھ ابن عباس و عکرمہ و شعبی و مجاہدؒ سے بھی روایت کیا گیا ہے اور یہ روایات صحیح نہین ہین۔ قول دوم آنکہ ماموصولہ سے مراد وہ امور ہین جو دل مین یقین ہونا چاہیے تھے لیکن اسمین یقین و شک کے درمیان خلجان ہوا یہ قول مجاہدؒ کا ہے۔ قول سوم آنکہ یہ عذاب فقط کافرون و منافقون کے ساتھ مخصوص ہے اسکو ابن جریرؒ نے چند لوگون سے حکایت کیا ہے اور ان تینون اقوال پر اعتراض کیا گیا کہ آیت عام ہے کہ جو کوئی ہو یا جو کچھ دل مین ہو پس تخصیص بلا مخصص ہے بعض نے جواب دیا کہ آیت سے پہلے جو گواہی چھپانے کی ممانعت مذکور ہوئی ہے وہ مخصص ہے اور رد کر دیا گیا کہ یہ تخصیص خلاف معقول و منقول ہے کما لا یخفی۔ قول چہارم یہ کہ آیت تو عام ہے یعنے علی العموم جو چیز جس کسی کے دل مین خطور کریگی بطریق ممنوع تو اللہ تعالےٰ قیامت مین اس سے حساب کریگا پھر جسکو چاہیے بخشدیگا اور جسکو چاہے عذاب کریگا ولیکن یہ آیت منسوخ ہے یہ قول ابن مسعود و عائشہ و ابوہریرہ و شعبی و عطا و محمد بن سیرین و محمد بن کعب و موسی بن عبیدۃ کا ہے اور یہی ابن عباسؓ سے باسناد صحیح مروی ہے اور یہی ایک جماعت صحابہ و تابعین سے ثابت ہوا ہے اور اسیکو بہت سے مفسرین نے صحیح کہا ہے کیونکہ بخاری و بیہقی نے مروان اصفر سے روایت کی کہ اسنے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ قولہ ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ الآیہ۔ کو اسکے مابعد کی آیت نے نسخ کیا ہے اور ایسیکے مانند حضرت علیؓ سے مروی ہے اخرجہ عبد بن حمید والترمذی

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قولہ تعالیٰ للہ ما فی السموات وما فی الارض وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء الآیہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر یہ امر بہت دشوار ہوا۔ پس وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ہم لوگ ایسے اعمال بجالانے کا حکم کیے گئے تھے جنکی ہمکو طاقت تھی نماز و روزہ و جہاد و صدقہ اور اب اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی اور ہم اسکی طاقت نہیں رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ وہ کہنا چاہتے ہو جو تم سے پہلے دونوں کتاب والوں یہود و نصاریٰ نے کہا تھا کہ سمعنا و عصینا نہیں بلکہ یوں کہو کہ سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا و الیک المصیر یعنی ہمنے سنا اور ہمنے اطاعت کی اے پروردگار ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف ہمارا ٹھکانا ہے پس جب قوم نے اسکو ورد زبان کیا اور یہ انکی باتوں پر عاجزی کے ساتھ رواں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسی کے نشان پر پیچھے نازل فرمایا آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون الآیہ۔ پھر جب ان لوگوں نے ایسا کیا تب اللہ عزوجل نے اسکو منسوخ فرمایا اور اتارا۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا تا آخر۔ رواہ احمد و مسلم و ابوداؤد فی ناسخہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم اور حضرت ابن عباس سے مانند اسکے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے اور اسمیں اسقدر زائد ہے کہ پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا۔ یعنی کہو اور اللہ عزوجل نے فرمایا میں نے ایسا ہی کر دیا۔ ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا۔ فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کر دیا۔ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ۔ فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کر دیا۔ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔ فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ رواہ احمد و مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر والحاکم والبیہقی۔ اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے طرق و احادیث کے مختلف الفاظ کو فرداً فرداً جمع کیا ہے میں نے بخوف تطویل ہر یہ ترک کیا اور حاصل امر کو بیان کر دیا اور بہت مفسرین و علماء اس قول کی طرف گئے ہیں کہ یہ آیت اپنے مابعد سے منسوخ ہے اور کمالین میں کہا کہ روایت بخاری میں اسکے نسخ کی تصریح موجود ہے اور مسلم وغیرہ کی روایت میں جو ہمنے اوپر ذکر کر دیں نسخ کی تصریح موجود ہے پھر میں کہتا ہوں کہ اس قول پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قول محقق یہ قرار پایا کہ نسخ طاری ہوتا ہے امر و نہی کے احکام پر جیسا کہ مفسر نے مقدمہ اتقان میں بیان کیا ہے اور آیت جملہ خبریہ ہے اسپر نسخ کیونکر ہو سکتا ہے اور جواب یہ دیا گیا کہ نسخ کبھی اخبار میں بھی ہوتا ہے جبکہ خبر کسی حکم کو متضمن ہو اور ایک جماعت علماء نے تجویز کیا ہے کہ خبر مستقبل یعنی ایسی خبر میں جو آیندہ واقع ہوگی نسخ ہو سکتا ہے کیونکہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا محو کرنا مقدر کیا ہو اور یہی بیضاوی کا قول ہے اور بیہقی نے فرمایا کہ نسخ یہاں بمعنی تخصیص و تبیین ہے کیونکہ آیت اول تو عموم کے مورد پر وارد ہوئی پس مابعد والی آیت نے بیان کیا کہ مخفی میں وہ چیز بھی ہے جسپر مواخذہ نہوگا اور یہ وہ ہے جو نفس میں وسوسہ پیدا ہوں جنکا آدمی دفع نہیں کر سکتا ہے قال المترجم پس اس صورت میں آیہ اول محکم باقی رہی منسوخ نہیں ہوئی اور چونکہ مفسر سیوطی کے نزدیک اصطلاحی نسخ مخصوص بامر و نواہی ہے اور اخبار میں نہیں جاری ہوتا ہے لہذا یہاں بھی یہ اختیار کیا کہ آیہ اولی منسوخ نہیں ہے بلکہ اسکو محکم قرار دیا اور یہی قول صحیح ہے اور علی بن ابی طلحہ نے جو ابن عباس سے تفسیر روایت کرنے والوں میں سب سے اثبت ہیں اور انھیں پر بخاری رحمہ اللہ نے باب تفسیر میں اعتماد کیا ہے انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی ولیکن یہ بات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے روز خلائق کو جمع کریگا تو فرمائیگا کہ میں تمکو خبر دیتا ہوں ایسی چیزوں کی جو تمنے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھیں جنپر میرے ملائکہ کو اطلاع نہیں ہوئی پھر مومنوں کو تو خبر دیدیگا پھر انکو بخشدیگا جو انکے نفسوں نے دل میں باتیں کی تھیں اور یہی ہے قولہ یحاسبکم بہ اللہ یعنی خبر دیگا تمکو اور فرمایا فیغفر لمن یشاء اور رہے منافق و شک والے لوگ پس جو انھوں نے تکذیب کو چھپا رکھا تھا اسکی انکو خبر دیدیگا اور یہی فرمایا ویعذب من یشاء۔ اور فرمایا۔ ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم یعنی حق بات کو جھٹلانا ۱۲ م

یعنے شک و نفاق کو۔ اور عوفیؒ و ضحاکؒ نے بھی ابن عباس سے قریب اسکے روایت کیا ہی اور ابن جریر نے مجاہد و ضحاک سے بھی اسکے مانند روایت کیا ہی اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ کہا کہ یہ آیت محکم ہی منسوخ نہین ہوئی اور ابن جریرؒ نے اسیکو اختیار کیا ہی اور یہ حجت پیش کی کہ یحاسبکم سے یعنے محاسبہ واقع ہونے سے یہ لازم نہین آتا ہی کہ اسپر عقاب بھی ضرور ہو بلکہ اللہ تعالے کبھی محاسبہ کرکے بخشدیگا اور کبھی محاسبہ کرکے عذاب کریگا۔ چنانچہ صفوان بن محرز سے روایت ہی کہ اس درمیان مین کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ طواف کرتے تھے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپنے نجویٰ کے بارہ مین رسول اللہ صلعم سے سنا کہ کیا فرماتے تھے عبداللہؓ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ بندہ مومن اپنے پروردگار عز و جل سے قریب ہوگا یہانتک کہ اسکو اپنے سایہ رحمت مین لے لیگا۔ پھر اس سے اسکے گناہون کا اقرار کرائیگا فرمائیگا کہ تو جانتا ہی کہ تونے یہ کیا وہ عرض کریگا ہان ای پروردگار میرے جانتا ہون۔ سو کر اقرار کریگا یہانتک کہ جتنا منظور ہی اللہ تعالے وہان تک اقرار کرائیگا پھر فرمادیگا کہ مین نے دنیا مین اسکو تیرے حق مین چھپایا اور آج تیرے واسطے بخشتا ہون پھر اسکی نیکیو کا صحیفہ یا نوشتہ اسکے داہنے ہاتھ مین دیدیگا اور رہے کفار و منافقین تو انکے حق مین پکارنے والا مجمع خلائق مین پکار دیگا کہ ہولاء الذین کذبوا علی ربہم الا لعنۃ اللہ علی الظالمین۔ یعنے یہی لوگ ہین جو جھوٹ بولے اپنے پروردگار پر آگاہ رہو کہ ان ظالمون پر اللہ تعالے کی لعنت و پھٹکار ہی رواہ ابن جریر اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ مین طرق متعددہ سے مروی ہی اور ثابت ہوا کہ آنکھ و ہاتھ یا فروج وغیرہ کی طرح قلب سے بھی زنا وغیرہ کے اعمال صادر ہوتے ہین پھر مرد کا یا عورت کا اندام جو چھپا رہتا ہی اسکی تصدیق کرتا ہی یا تکذیب کرتا ہی یعنے اگر وہ مرتکب ہوگیا تو تصدیق ہوگئی اور اگر نہ کیا تو تکذیب کی چنانچہ حدیث صحیح مین مصرح موجود ہی اور اسیواسطے بعض ظن کو گناہ قرار دیا کہ فرمایا ان بعض الظن اثم۔ یعنے بعض بدگمانی گناہ ہی اور محقق حکم کے نزدیک تحقیق یہ ہی کہ افعال دو قسم ہین اول وہ افعال جو فقط دل ہی سے صادر ہوتے ہین جیسے یقین توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم دل مین رکھنا۔ پس ایسے افعال جب ہی افعال ہوتے ہین کہ دل انکو قصد کرے کیونکہ کبھی خودبخود یہ امور دل مین پڑ جاتے ہین جیسے علماء یہود و ہرقل بادشاہ روم وغیرہ کے دل مین یہ بات قطعًا سما گئی تھی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک سچے رسول ہین اور وہی پیغمبر ہین جنکی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ نے سنائی تھی لیکن یہ انکے دل کا فعل نہین تھا بلکہ ایسے دلائل و آثار موجود تھے کہ خودبخود انکے دلون مین یہ بات پڑتی تھی جیسے کوئی شخص اپنے دشمن کی طرف سے دل ہی دل مین یہ سمجھتا ہی کہ وہ نیک ہی مگر ظاہر مین عداوت سے وہ اسکے خلاف کرتا ہی اسی طرح یہ یہود و نصاریٰ دل ہی دل مین معجزات نبوت دیکھ دیکھ کر ناچار تھے کہ انکے دلون مین یہی سما گیا تھا کہ بیشک یہ شخص پیغمبر برحق ہی لیکن یہ انکے دل کا فعل نہین تھا بلکہ انفعال تھا کہ دل سے دشمنی کرتے وار ذرے نفرت و انکار کرتے تو یہی انکا کفر ہوا۔ اب غور کرو کہ اگر کسی مومن کے دل مین وسوسہ پڑا کہ قیامت کیونکر ہوگی یا مانند اسکے تو یہ دل کا فعل نہین ہی پھر اگر اسنے اسکو دل مین جمایا تو یہ اسکا فعل ہی پس محاسبہ ہوگا اور اگر اسنے اسکو رد کرو یا تو یہ بھی اسکا فعل ہی اور اسپر ثواب عظیم پاویگا کیونکہ اسنے ایمان جمایا اور شک کفر نکال پھینکا۔ اسی طرح اگر کسی مرد صالح کی طرف سے بدی و بدگمانی آئی اور اسنے نکال پھینکی تو کچھ گناہ نہین بلکہ ثواب ہوا اور اگر اسنے خود بدگمانی کی تو یہ فعل معصیت ہی کما قال اللہ تعالیٰ ان بعض الظن اثم اور حدیث مین ہی کہ بعضے لوگون نے شکایت کی ہمارے دل مین بعضی ایسی بات آتی ہی کہ ہمکو زبان سے نکالنا بہت ہی گران ہوتا ہی یعنے ہم اسکو ایسا ناگوار سمجھتے ہین کہ زبان سے کہہ نہین سکتے ہین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو خالص ایمان ہی کما رواہ مسلم وغیرہ۔ اسکی یہی وجہ ہی جو ناگوار وسوسہ شیطان نے ڈالا تھا وہ انکے دل کا فعل نہین تھا پھر جب انھون نے اسکو ناگوار جانا تو یہ انکا فعل ہی تو یہ عین ایمان ہوا۔ قسم دوم وہ افعال جو کسی عضو بدنی سے صادر ہوتے ہین تو ایسے فعل مین سے ہر ایک کے ساتھ نیت قلبی ضرور متعلق ہوتی ہی پھر یہ نیت دو طرح ہی ایک تو اسکے صادر ہونے کی نیت اور دائم

اس فعل کے نتیجہ کی نسبت یعنی نتیجہ سے یہ غرض کہ زید نے بکر کو روپیہ دیا اس غرض سے کہ اسکا نام مشہور ہو یا کوئی غرض نیک ہو تو یہ اسی نیت پر دائر ہے — دوم
اس فعل کے صادر کرنے کی نسبت مثلاً زنا تو یہ فعل درحقیقت عضو مرگاہ سے پورا ہوتا ہے پھر اگر کسی کے دل میں آیا کہ وہ زنا کرے لیکن اسنے اس قصد کو دور
کیا تو ثواب پایا اور اگر اسنے اس قصد کو دل میں جمایا اور عمر بھر اس قصد کو کبھی پورا نہیں کر سکا یا تو بھی عزم بدبینی کا گناہ کمایا اور اگر کبھی پورا کر لیا تو بدنیتی
و بدکاری دونوں کا گناہ کمایا — پھر کبھی آدمی کی مراد ایک فعل سے اچھی ہوتی ہے اگرچہ وہ فعل ناگوار ہے تو ظاہر شرع میں اسپر یہی فعل دیکھا جائیگا اور نیت پر اللہ تعالے
کے نزدیک باطن میں مدار ہوگا اور حدیث میں ہے کہ اس امت کے لیے وہ معاف ہے جو جی میں وسوسہ آوے — اور حدیث میں ہے کہ جسنے بدی کا قصد کیا پھر بخوف الٰہی
عزوجل اسکو چھوڑ دیا و مٹایا تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جائیگی اور اگر اس بدی کو پورا کیا تو اسکے نامۂ اعمال میں بدی لکھی جائیگی اور اگر نیکی کا قصد کیا تو نیکی
لکھی جائیگی پھر اگر اسکو پورا کیا و عمل میں لایا تو دس نیکیاں لکھی جائینگی کما فی صحیح مسلم وغیرہ فافہم — المترجم اور تفاسیر میں ہے کہ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے
حساب فرمائیگا لیکن مؤمنوں سے مواخذہ اسیقدر ہوگا جو صادر و واقع کیا ہو اور باقی عفو ہوگا اور چونکہ اس آیت کریمہ میں فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء
مبہم تھا آگے کی آیت کریمہ سے صاف کر دیا کہ حساب ہوگا مگر مواخذہ اسیقدر پر ہوگا جو وسعت میں تھا اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے میری امت سے اس چیز کو درگذر فرما دیا جو انکے نفسوں میں وسوسہ پیدا ہوں جبتک کہ انکو زبان سے نہ نکالے یا
اسپر عمل نہ کرے رواہ اصحاب السنۃ — اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے ملائکہ کو حکم فرمایا کہ جب میرا بندہ کسی برائی
کا قصد کرے تو اسپر اسکو مت لکھو پھر اگر وہ عمل میں لاوے تو اسکو اسپر ایک بدی لکھو اور جب وہ بھلائی کا قصد کرے اور ہنوز نہیں بجالایا ہے تو اسپر ایک
نیکی لکھو پھر اگر اسکو بجالاوے تو دس نیکیاں لکھو — رواہ البخاری و مسلم اور ایک روایت میں نیکی کے بجالانے کی صورت میں دس گونہ سے سات سو
گونہ تک لکھنے کا حکم مذکور ہے رواہ مسلم منفرداً اور عبدالرزاق کی روایت میں اس حدیث قدسی میں یہاں طور ہے اور جب بندے نے اپنے نفس سے یہ بات
کی کہ بدی کو کرے تو میں اسکو یہ وسوسہ بخشتا ہوں جبتک اس بدی کو نہیں کیا پھر جب اسکو کر گذرا تو اسکے اوپر اسکو ایک مثل لکھتا ہوں
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملائکہ کہتے ہیں کہ پروردگار یہ بندہ تیرا بدی کو کرنا چاہتا ہے حالانکہ اللہ تعالے اسکو خوب دیکھتا ہے پس فرماتا ہے
کہ اے ملائکہ اسکو دیکھتے رہو کہ اگر اسکو کرے تو اسپر اسکی مثل ایک ہی بدی لکھو اور اگر اسکو چھوڑ دے اور باز رہے تو اسکے نام ایک نیکی لکھو اسنے میرے
ہی خیال سے اس بدی کو چھوڑا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں جسکا اسلام اچھا ہوا تو جو نیکی وہ کرتا ہے اسکے واسطے دس گونہ
سے سات سو گونہ تک لکھی جاتی ہے اور ہر برائی جو اس سے سرزد ہوتی ہے وہ ایک ہی لکھی جاتی ہے یہانتک کہ اللہ عزوجل سے ملتا ہے رواہ
مسلم — اور ابن عباسؓ کی مرفوع روایت اسی حدیث قدسی میں دس گونہ سے سات سو گونہ سے اضعاف کثیرہ تک ثواب مذکور ہے اور یہ
بھی صحیح مسلم میں ہے اور پہلے معلوم ہو گیا ہے کہ عرب اضعاف کثیرہ وغیرہ کا اطلاق بمعنے بیشمار کہا کرتے ہیں اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اصحاب
رسول اللہ صلعم میں سے چند لوگ آئے اور عرض کی کہ ہم لوگ اپنے نفسوں میں ایسی بعض بات پاتے ہیں کہ ہر کوئی ہم میں سے اسکو زبان سے نکالنا بہت بڑا
جانتا ہے فرمایا کہ تمنے ایسا پایا ہے انھوں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ تو فرمایا کہ یہ تو صریح ایمان ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم سے
وسوسہ کو دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ یہ صریح ایمان ہے رواہ مسلم — اور معنے یہ ہیں کہ نفس میں وسوسہ آیا اور شیطان نے واہیات خیال جو جناب باری عزوجل کی
شان کے لائق نہیں ہے وہ دل میں ڈالا اور بندے نے دل میں سمجھا کہ یہ بڑی بُری بات ہے کہ زبان سے نکالنے کے قابل نہیں ہے تو یہ اسکے ایمان کا مقتضا ہے اسیواسطے
آپنے فرمایا کہ یہ تو بڑا ایمان ہے فافہم ف ۲ — عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالے للہ ما فی السموات وما فی الارض یعنی اللہ تعالے ہی کے واسطے ملکوت کونین کے خزانے ہیں اور اسکے
واسطے غیب عالمین کے اسرار ہیں شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ ہر دو جہان کا پیدا کرنے والا وہی پاک خالق ہے جسنے بدون کسی چیز کے

اور بدون کسی مثال کے انکو اس عدل و حکمت سے پیدا کر دیا ہے پس جو شخص ان دونوں میں مشغول ہو گیا تو یہ دونوں اپنی طرف اسکو مشغول کر کے اللہ تعالیٰ سے جدا کر دیتے ہیں اور جو شخص کہ اللہ عزوجل خالق کی طرف جھک پڑا اور ان دونوں کو ترک کر دیا تو اسکو اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مالک بنا دیتا ہے اور علی بن سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ ان تبدوا ما فی انفسکم - یعنے باطنی اعمال اور دل کے افعال کو ظاہر کرو او تخفوہ یا احوال کو چھپاؤ یحاسبکم بہ اللہ - یعنے عارف کو اسکے احوال کے موافق درجہ و قربت عطا فرماویگا اور زاہد کو اسکے اعمال کا ثواب عنایت ہوگا واللہ اعلم

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ڭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ

مانا رسول نے جو کچھ اترا اسکو اسکے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے ہر ایک نے مانا اللہ کو اور اسکے فرشتوں کو اور اسکی کتابوں کو اور اسکے رسولوں کو ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اسکے رسولوں میں - اور بولے ہمنے سنا اور اطاعت کی تیری بخشش چاہیے اے رب ہمارے اور تیری ہی طرف پھر جانا ہے

اٰمَنَ - صدق - الرسول - محمد - بما انزل الیہ من ربہ - من القرآن - والمؤمنون - تصدیق کی رسول نے محمد نے اس کلام کی جو اسکے رب کی طرف سے اسپر اتارا گیا (قرآن) اور مومنوں نے ف بھی اسکی تصدیق کی رسول سے مراد محمد صلعم ہیں کیونکہ الرسول کا الف لام عہد کا ہے اور بما انزل میں ما موصولہ سے قرآن مراد ہے - کل - ای کلہم - اٰمن باللہ وملائکتہ وکتبہ بالجمع والافراد - حمزہ و کسائی کی قراءۃ میں کتابہ مفرد آیا ہے اور باقیوں کی قراءت میں بصیغہ جمع آیا ہے - ورسلہ - رسول و مومنین سب ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر و اسکے ملائکہ و کتابوں (یا کتابہ) پر و اسکے رسولوں پر - یقولون - لا نفرق بین احد من رسلہ - فنؤمن ببعض ونکفر ببعض کما فعل الیہود والنصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اسکے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے ف باینطور کہ بعض رسول پر ایمان لاویں اور بعض سے کفر کریں جیسے یہود و نصاریٰ نے کیا ہے - وقالوا سمعنا - ما امرتنا بہ سماع قبول - کہتے ہیں کہ ہمنے سنا ف یعنے جسکے کرنیکا تونے ہمکو حکم کیا ہے اسکو قبولیت کا سننا ہمنے سنا ہے - واطعنا - اور ہمنے اسکی طاعت کی ف نافرمانی نہیں کرتے ہیں - نسئلک - غفرانک ربنا - ہم سوال کرتے ہیں تجھسے تیری بخشش کی اے ہمارے پروردگار - والیک المصیر - المرجع بالبعث تیری ہی طرف کو لوٹ جانے کا ٹھکانا ہے ف بعد موت و بعث حشر کے - زجاج رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس سورت میں فرض صلوۃ و صوم و زکوۃ ذکر کیا اور احکام حج و جہاد کو بیان کیا اور حکم حیض و طلاق و ایلاء کو ذکر فرمایا اور انبیاء کے قصص بیان فرمائے اور سود کا حکم بیان کیا پھر اسکے پیچھے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق پھر تمام مومنین کی تصدیق ذکر فرمائی چنانچہ فرمایا امن الرسول بما انزل من ربہ والمومنون - اور یہ معلوم ہو گیا کہ اسکے پہلے جو آیتیں ہیں اسکے نازل ہونے اور مومنوں کی تصدیق اور اطاعت کرنے پر اور ہمہ تن اپنے آپکو جناب باری عزوجل کی قدرت میں تسلیم کرنے پر انکے حق میں یہ نازل فرمائی گئی ہے جیسا کہ احادیث مذکورہ بالا سے واضح ہے اور تصدیق کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منقطع و معلوم تھا تو مومنوں کے حق میں اسمیں بڑی مدح ہے کہ رسول اللہ صلعم کی تصدیق کیساتھ ملا دیا - قولہ کل آمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ - اسمیں کل سے مراد ہے ہر ایک ہر فرد ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اسطرح کہ وہ وحدہ لا شریک ہے اسکی الوہیت و صمدیت میں کوئی شریک نہیں ہے اور ملائکہ وغیرہ پر ایمان یہ کہ انکو سچ مانا پس ملائکہ کا سچ ماننا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہیں اور ہماری طرح نہ کر یا مذکر و مؤنث کا تصور نہیں ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کر سکتے بلکہ جو حکم ہو وہ ویسا ہی ٹھیک ٹھیک پورا کرتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص ملائکہ پر ایمان نہ لاوے وہ کافر ہے اور تمام امت سابقین ولاحقین نے اتفاق کیا ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور احادیث و اخبار اسمیں مانند متواترات کے ہیں اور آیات صریح متواتر موجود ہیں لیس اہل ایمان کو اس زمانہ کے بعض فاجروں کے قول پر

اعتماد نہ کرنا چاہیے جو وجود ملائکہ سے منکر ہین کیونکہ یہ کفر ہی۔ اور ملائکہ کو رسل پر مقدم آنا کچھ فضیلت کے لیے نہین بلکہ وہ اللہ تعالے و رسل کے درمیان
کتابون کے اتارنے مین واسطہ ہوتے ہین تو ترتیب سے پہلے ملائکہ کو پھر کتابون کو پھر رسولون کو بیان فرمایا اور تم جانتے ہو کہ کسیکے نزدیک کتابون سے
ملائکہ کی فضیلت مقصود نہین ہی اور کتابون پر ایمان کے یہ معنے ہین کہ اللہ تعالے نے جب کبھی جس پیغمبر پر کوئی صحیفہ یا کتاب نازل فرمائی یا وحی فرمائی
سب حق ہین چنانچہ توریت و انجیل بھی حق ہی اور اسوقت مین انکا عمل منسوخ ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ حق نہون رسولون پر ایمان لانے کے
یہ معنے کہ اللہ تعالے نے جب کبھی کہین کسی امت پر جو رسول و نبی بھیجا وہ بےشک اللہ تعالے کے رسول تھے اور ہم کسی سے منکر نہین ہین لہذا اللہ ج
فرمائی بقولہ تعالے لا نفرق بین احد من رسلہ۔ برخلاف یہود کے کہ حضرت محمد و عیسی صلی اللہ علیہ وسلم سے کافر ہوگئے یا جیسے نصرانی کہ حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہوے قولہ و قالوا سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا و الیک المصیر۔ اسمین مدح ہی کہ ان لوگون نے سمعنا و اطعنا کہا اور مثل بنی اسرائیل
کے سمعنا و عصینا نہین کہا اور قولہ غفرانک ای اغفر غفرانک۔ یہ سیبویہ و زجاج وغیرہ کا قول ہی اور یہی اولی ہی اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام
نسالک غفرانک۔ ہی اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا ہی۔ اور المصیر کی تفسیر ابن عباس سے مرجع و مآب مروی ہی۔ اور جابر رض سے روایت ہی کہ جب حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی آیہ۔ آمن الرسول بما انزل الیہ۔ تا قولہ والیک المصیر۔ تو جبرئیل ع نے کہا کہ اللہ تعالے نے آپکی اور آپ کی امت کی اچھی
تعریف کی ہی پس آپ درخواست کیجیے آپ کی درخواست اللہ تعالے پوری کریگا۔ یعنے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ کا سوال کیجیے رواہ ابن جریر
ف فی العرائس قولہ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ۔ اللہ تعالے نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن تمام نفسانی لگاؤ اور شیطانی خطرون سے پاکیزہ فرمادیا تھا
پس جو کچھ جبروت کے صفات اپر کشف کیے گئے انکو انھون نے صدق خلاص سے قبول کیا۔ قولہ والمومنون کل آمن باللہ۔ جاننا چاہیے کہ مومنون دو قسم کے ہین اول
قسم وہ لوگ ہین جو عارفین صادقین مشاہدین مقربین مخلصین محسنین اصفیین متقین کاملین ہین انمین سے ہر ایک نے نبی صلعم کی ہدایت مین مشاہدہ کیا اور اگر ایسا نہوتا تو وہ
لوگ اپنی جان و تن کو راہ حق مین قربان نکرتے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدہ اور ان مومنون کے مشاہدہ مین فرق یہ ہی کہ آنحضرت صلعم کے واسطے
مشاہدہ خالص او مشاہدہ صرف تھا جو آپ ہی کے واسطے مخصوص ہی اسمین خطرات کی آمیزش بالکل نتھی اور ان مومنون کو مشاہدہ یقین اس طرح پر تھا کہ اسمین
تجلی کا مشاہدہ کسی لباس مین ہوتا تھا اور یہ لوگ وسواس سے خلاص نتھے بلکہ وسواس کے امتحان مین پڑے تھے **قال المترجم** صحاح احادیث اخبار
مین ثابت ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی تمام جان و اولاد و مال سے زیادہ آنحضرت صلعم کو چاہتے تھے یہان تک کہ اپنی اولاد و خویش و اقارب کو آپ پر
قربان کرتے تھے اور صحیح ہوا کہ کوئی مومن نہین ہوتا جب تک آنحضرت صلعم اسکی جان و مال سب سے زیادہ محبوب نہو جاوین اور اسی استغراق محبت مین انکو اپنے شہید ہونے یا
اولاد و اقارب کے قتل ہونے سے کچھ پروا نہوتی تھی اور مومنون مین سے قسم دوم وہ لوگ کہ علم و عقل اور اللہ تعالے کی آیات بینات پر ایمان لائے ہین مع ہذا ایمان حقیقی قدرت ہی

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اللہ تعالے تکلیف نہین دیتا کسی شخص کو مگر جو اسکی گنجایش ہی اسیکے لیے ہی جو اسنے کمایا اور اسی پر پڑتا ہی جو کیا اے رب ہمارے نہ پکڑ ہمکو اگر ہم بھولین یا چوکین

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ

اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہمپر بوجھ بھاری جیسا تونے ڈالا تھا ان بندون پر جو ہمسے پہلے تھے اور رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہمسے جسکی ہمکو طاقت نہین

وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور درگذر کر ہم سے اور بخش دے ہمکو اور رحم کر ہم پر تو ہی ہمارا مالک ہی سو تو ہماری مدد کر اس قوم پر جو کافر ہین

جب یہ آیت نازل ہوئی جو اس سے پہلے ہی تو مومنون نے وسوسہ کی بے اختیاری ظاہر کی پھر عرض کیا کہ اسپر ہمارا محاسبہ ہونا ہماری طاقت سے

باہر ہو تولا محالہ ہم عذاب میں پڑے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا کہ تم لوگ ایمان لاؤ و سر جھکاؤ اور اپنے آپ کو اپنے رب عزوجل کے حوالہ
کرو کہ وہی رحم فرمانے والا ہے جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے قلوب کو بالکل رب عزوجل کے سپرد کیا تو اللہ تعالیٰ نے قولہ آمن الرسول الآیۃ سے
انکی مدح فرمائی اور وسوسہ کے محاسبہ پر مواخذہ دور فرمایا یعنے اگرچہ حساب ہو مگر مواخذہ نہو گا لہذا نازل فرمایا۔ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا
وُسْعَهَا ۔ اللہ تعالیٰ نے کسی نفس کو مکلف نہیں فرمایا مگر اسکی وسعت بھر ف یعنے جتنی اسکی سمائی و قابو ہے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ من
الخیر ای ثوابہ۔ ہر نفس کے واسطے اسکی کمائی ہے ف یعنے جو نیکی کمائی اسکا ثواب ہے۔ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ من الشر ای وزرہ یعنی
اور ہر نفس پر ہے جو اسنے کمائی ف یعنے ہر ایک بدی جو اسنے کمائی تو اس بدی کا گناہ و وبال خود اسی پر ہے کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ میں
نہ پکڑا جائیگا اور نہ بغیر کیے ہوے جرم میں ماخوذ ہو گا۔ پھر حکم دیا کہ تم لوگ یوں کہو کہ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا ۔ بالعقاب۔ إِنْ نَسِينَا أَوْ
أَخْطَأْنَا ۔ ترکنا الصواب لا عن عمد کما اخذتہ بہ من قبلنا وقد رفع اللہ ذلک عن ہذہ الامہ کما ورد فی الحدیث۔ اے ہمارے رب ہمکو گرفتار نہ کیجیو
در عذاب میں اگر ہم بھولیں یا چوکیں یعنے ٹھیک راہ عمداً نہیں بلکہ چوک کر چھوڑیں پس اگر ہم بھول جاویں یا چوک جاویں تو ہمکو عذاب میں
نہ پکڑ جیسے اسکی وجہ سے تونے ہمسے اگلوں کو گرفتار کیا اور حال یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت مرحومہ سے بھول چوک کا مواخذہ دور کر دیا ہے جیسا کہ
حدیث میں آگیا ہے پس یہ اسکی درخواست کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اقرار ہے کیونکہ نعمت تو پہلے سے حاصل تھی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
اسکو قبول فرمایا۔ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا ۔ امرا یثقل علینا حملہ اے ہمارے رب اور ہمپر نہ ڈال بوجھ یعنے ایسا امر ثقیل جسکا
اوٹھانا ہمپر بھاری ہو جاوے۔ كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا ۔ جیسے امر ثقیل تونے ان لوگوں پر ڈالا تھا جو ہمسے پہلے تھے
ف یعنے بنی اسرائیل من قتل النفس فی التوبۃ واخراج ربع المال فی الزکوۃ وقرض موضع النجاسۃ۔ اگلوں سے مراد بنی اسرائیل ہیں کہ انپر یوں
حکم تھا کہ انکے گنہگار کی توبہ یہ تھی کہ اپنے آپکو قتل کرا دے۔ اور زکوۃ یہ تھی کہ تمام مال کا چوتھائی دے اور نجاست دھونے سے نہیں پاک قرار
دی جاتی بلکہ اسطرح کہ اتنا کپڑا کاٹ ڈالے۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ ۔ قوۃ ۔ لَنَا بِهِ ۔ من التکالیف والبلاء۔ اے ہمارے رب
اور ہمسے ایسی چیزیں نہ اٹھوائیو جسکی ہمکو طاقت یعنے قوت نہیں ہے ف مانند تکالیف و بلیات کے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو
قبول فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ میری امت پر ایسی قوم مسلط نہیں فرماویگا جو انکو قتل کرنا و نیست کرنا مباح جانے اور انکو قحط عام و غرق
میں ہلاک نہیں فرماویگا۔ وَاعْفُ عَنَّا ۔ امح ذنوبنا۔ اور ہمارے گناہوں کو محو کر دے۔ وَاغْفِرْ لَنَا ۔ اور ہمکو بخشدے۔ وَارْحَمْنَا
اور ہمپر رحم کر دے ف یعنے مغفرت سے بڑھکر رحمت عطا فرما۔ أَنْتَ مَوْلَانَا ۔ سیدنا و متولی امورنا۔ توہی ہمارا مالک اور ہمارے کاموں کا
متولی ہے۔ فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۔ باقامۃ الحجۃ والغلبۃ فی قتالہم فان من شان المولی ان ینصر موالیہ علی الاعداء پس ہمکو
کافروں پر مددگاری دے بایں طور کہ ہماری حجت انپر قائم ہو اور انسے لڑائی کرنے میں ہمکو انپر غلبہ ہو کیونکہ مالک کی شان ہے کہ اپنے اولیا بندوں
کی مددگاری کرے دشمنوں پر۔ اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو منظور فرمایا۔ واضح ہو کہ تکلیف ہر حکم الٰہی ایسی چیز کے ساتھ جسمیں مشقت
و کلفت ہو اور حکم سے مراد مخصوص امر ہی نہیں بلکہ یعنے طلب ہے جو نہی کو شامل ہے اسلیے کہ بہت سی منہیات بھی خلاف خواہش نفس ہونے کے
وجہ سے نفس پر شاق ہیں اور اسمیں اتفاق ہے کہ مدار تکلیف کا بلوغ ہے اور یہ جو بعض علما سے روایت ہوا ہے کہ دس برس کے سن ہونے پر
اگر نماز ادا نہ کی تو اسکی قضا واجب ہے جیسا کہ سنن ترمذی میں ہے تو یہ احتیاط و تشدد ہے اور رہا اسلام تو وہ بھی جمیع علما کے نزدیک تمام فروع
اعمال کے واسطے شرط ہے اور اسپر اتفاق ہے کہ بدون اسلام کے ان اعمال کا ادا کرنا درست نہیں ہے پس کافر کا نماز روزہ ادا کرنا صحیح نہوگا

اور دیگر شروط مثل آزادی وغیرہ کے تو یہ اعمال میں متفرق طور پر کسی میں شرط ہیں اور کسی میں نہیں مثلاً علمائے حنفیہ کے نزدیک جمعہ ادا کرنا آزاد
مرد پر واجب ہے مملوک و عورت پر نہیں۔ اور امر بالمعروف کرنا جس صورت میں کہ واجب ہے تو آزاد و مملوک سب پر واجب ہے علی ہذا القیاس۔
الوسع بمعنے طاقت یعنے جہانتک آدمی کو گنجایش ہے اور ضیق نہیں ہے پس قولہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا۔ کے یہ معنے ہوے کہ اللہ تعالے
ہر آدمی کو اسکی وسعت ہی بھر مکلف فرماتا ہے اور اسی حصر سے کہا گیا کہ حرج یعنے جسمین انسان پر ضیق و تنگی ہو وہ شرع میں اللہ تعالے نے دور کیا ہے
لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ضیق و تنگی وہ معتبر ہے جو شرع نے قبول کی اور نظیر اسکی موجود ہے نہ وہ کہ جو آدمی کے نفس امارہ نے اپنی خراب خواہش کے
موافق قرار دی ہے مثلاً ایک شخص کی ٹانگ میں پھوڑا ہے کہ وہ کھڑا نہیں ہو سکتا ہے تو اس سے فرضیت قیام بحالت نماز ساقط ہے اور یہ نہیں کہ ایک
شخص ہٹا کٹا زبردستی اپنے آپکو کھڑے ہونے میں ضیق وحرج قرار دے کہ وہ مقبول نہیں ہے اور اسکا جاننا فقیہ مجتہد کی فہم پر ہے اسیواسطے امام محمد رح
نے ملک ری میں پہونچکر حرج دیکھکر گنڈے چلانا جائز کہا ہے۔ اور اس بیان سے ظاہر ہوا کہ منہاج الوصول الی علم الاصول میں بیضاوی نے اور
دوسروں نے اپنی اپنی تصانیف میں جو یہاں یہ اشکال پیش کیا ہے کہ ابوجہل و ابولہب وغیرہ کے مانند جن کافروں کو ایمان لانے کا مکلف کیا گیا تھا حالانکہ
علم الٰہی میں قرار پایا تھا کہ وہ ہرگز ایمان نہ لاوینگے تو یہ تکلیف مالا یطاق ہوئی حالانکہ اللہ تعالے نے اس آیۂ کریمہ میں تکلیف مالا یطاق کی نفی فرمائی ہے
تو یہ اشکال وارد ہی نہیں ہوتا اسواسطے کہ تکلیف مذکور ہے۔ تو فروعی اعمال سے مکلف کیا جانا مراد ہے اور یہ اصل ایمان میں گفتگو ہے اور شافعیہ پر بنا بریں
اعتراض وارد ہوگا کہ انکے نزدیک اسلام اور فروع اعمال مانند نماز و روزہ وغیرہ سے مکلف ہونا یکسان ہے اور البتہ تکلیف مالا یطاق سے مکلف ہونا جائز
قرار دیا گیا ہے بدلیل قولہ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ۔ اور بدلیل قولہ ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ۔ کیونکہ اسمین تکلیف مالا یطاق سے خلاصی
کی درخواست ہے اگر جائز نہوتی تو درخواست کے کچھ معنے نہوتے۔ اور بیضاوی وغیرہ نے یہ جواب دیکر کہا کہ ابولہب وغیرہ کو ایمان لانے کی تکلیف
دینا قبل اس امر سے آگاہ کرنے کے تھا کہ وہ ایمان نہ لاوینگے اور بعد اعلام امر مذکور کے انکا تکلیف دینا نہیں ہے چنانچہ فرمادیا سواء علیہم ءانذرتہم
ام لم تنذرہم لا یؤمنون۔ اور مفسر رحمہ کہتا ہے کہ یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ یہ تو اسکا جواب ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو کیوں اسلام کی دعوت
فرمائی اسلیے کہ وہ ایمان لانے والے نہ تھے پس اسکا جواب اس سے عمدہ یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی ہدایت کرنے میں اپنے واسطے ثواب کے
بڑے بڑے درجے حاصل کرتے تھے اور اسکا جواب نہیں کہ اللہ تعالے نے عام دعوت کیوں فرمائی کیونکہ ایمان لاؤ سب کو عام خطاب ہے پس اگر یہ کہا جاوے
کہ خطاب عام تھا اور مراد خاص تھی تو یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ دعوت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام ہے اور عام ہی مراد ہیں اور اس صورت میں
لازم آتا ہے کہ علم الٰہی میں انکا ایمان نہ لانا بھی تھا اور پھر ایمان لانے کا حکم بھی کیے گئے پس اشکال مندفع نہیں ہوا ہاں مفسر رحمہ کے جواب سے دفع ہو چکا
جیساکہ اوپر معلوم ہوا یعنے احکام الٰہی پہونچانے میں اللہ تعالے نے دو معنے رکھے اول کافروں پر حجت اگرچہ ایمان نہ لاویں۔ دوم مراتب رسالت
جو کافروں سے ایذا اٹھانے میں ہیں تو یہ ہر صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے حاصل تھی قولہ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت
تقدیم خبر سے دلالت انحصار پر ہے اور لہا میں لام واسطے نفع کے اور علیہا میں علی واسطے ضرر کے ہے اور یہ قرینہ ہے کہ ما کسبت سے مراد خیر اور ما اکتسبت سے
شر ہے اور صاحب کشاف وغیرہ نے کہا کہ کسب فقط خیر ہی کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ اور اکتساب فقط شر کے واسطے بولا جاتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ
خیر کی تخصیص کسب کے ساتھ اور شر کی تخصیص اکتساب کے ساتھ کیوں ہوئی تو جواب دیا گیا کہ اکتساب میں احتمال ہے اسی مبالغہ و کوشش سے کام کو
بجالانا پس افعال بد چونکہ خواہش نفس پر ہوتے ہیں اور نفس خود انکا حکم کرتا اور انکی طرف کھینچتا ہے تو اسکے پورا کرنے میں زیادہ خواہش و کوشش
ہوتی ہے پس اسکے واسطے اکتساب قرار دیا گیا اور امور خیر میں یہ بات نہیں ہوتی ہے لہذا انکے واسطے کسب ہی رہا اور بہر تقدیر لہا ما کسبت نفس کے

واسطے وہ چیز جو اسنے کمائی ہے۔ اس سے عین مکسوب مراد نہین ہی بلکہ اسکا ثواب مراد ہی اور ایسے ہی ما اکتسبت مین عین شر مراد نہین بلکہ اسکا گناہ و عذاب مراد ہی قولہ ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا۔ یعنے اگر نسیان و خطا سے کوئی امر بد ہمسے صادر ہو تو اسکے گناہ مین ہمکو ماخوذ نفرما اور اکثر مفسرین وغیرہ نے اس دعا سے اشکال پیش کیا ہی کہ خطا و نسیان تو دونون مغفور ہین پھر یہ دعا تحصیل حاصل ہوگی اور اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول آنکہ اس دعا مین سبب اسباب پر مواخذہ نہونے کی ہی جو خطا و نسیان کی طرف مودی ہوتے ہین نفس خطا و نسیان پر مواخذہ نہونے کی درخواست نہین ہی کہ وہ تو عفو کیے گئے ہین آمد دوم آنکہ نفس خطا و نسیان پر مواخذہ نہونے کی درخواست ہی اور مقصود یہ ہی کہ برابر ایسا ہی رہے سوم آنکہ یہ بطریق شکر ہی چہارم آنکہ خطا و نسیان معاف ہونے کا علم حاصل ہونے سے پہلے تھا ذکرہ فی الکمالین اور اسمین نظر ہی اسواسطے کہ یہ حکم اللہ تعالے نے دیا ہی کہ قولوا ربنا لا تواخذنا الی آخرہ اور علم الٰہی مین مواخذہ نہونا معلوم تھا فتامل۔ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسمین کچھ اختلاف نہین کہ خطا و نسیان کا گناہ تو اٹھا دیا گیا ہی مگر اسمین اختلاف ہی کہ خطا و نسیان سے جو بات پائی گئی پھر جو احکام ایسی بات سے متعلق ہوتے ہین وہ آیا اس سے متعلق ہونگے یا نہین تو اسمین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ مختلف وقائع سے حکم مختلف ہی پس تاوان و فرضے در قرابۃ نماز ہین ایسی چیزین تو خطا و نسیان سے بالاتفاق ساقط نہین ہوتی ہین اور اگر خطا سے کسیکو قتل کیا یا خطا سے کلمہ کفر بولا تو ایسے امور بالاتفاق ساقط ہین چنانچہ قصاص لازم نہوگا اور مرتد ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور تیسری قسم مین اختلاف ہی مثلاً کسی نے رمضان مین بھولے سے کھالیا چنانچہ مالک کے نزدیک روزہ ٹوٹ گیا اور قضا لازم ہی اور جمہور کے نزدیک کچھ نہین ہی و علی ہذا اگر خطا سے طلاق دیدی تو طلاق واقع ہو جائیگی۔ اور جاننا چاہیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اٹھا دیا میری امت سے خطا و نسیان کو اور اس چیز کو جسپر وہ زبردستی کیے جاوین رواہ ابن ماجہ وابن المنذر وابن حبان فی صحیحہ والطبرانی والدارقطنی والحاکم والبیہقی۔ اور معنے حدیث کے یہ ہین کہ اگر خطا سے یعنے چوک کر یا بھولے سے کوئی کام کرین یا زبردستی ایسے کرایا جاوے تو اللہ تعالے نے اسکا گناہ انکے ذمہ سے دور کر دیا ہی اور یہ حدیث بہت طرق سے روایت کی گئی ہی اگرچہ اسنادمین مقال ہی مگر بعض کی بعض سے تقویت ہوتی ہی اور وہ ضرور حسن لغیرہ ہی اور حدیث صحیح قد فعلت والی اسکی شاہد موجود ہی اور ان آیات کے فضائل صحاح مین بہت مذکور ہین چنانچہ ابو مسعود رضی سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سورۂ بقر کی آخر کی دو آیتین رات مین پڑھین تو اسکو کافی ہین رواہ الشیخان واہل السنن اور حذیفہ رضی سے مرفوعاً روایت ہی کہ سورۂ بقرہ کی آخر آیتین مجکو خزانۂ زیر عرش سے دی گئین ہین مجھسے پہلے کسی نبی کو نہین دی گئین اخرجہ احمد والنسائی والطبرانی والبیہقی بسند صحیح اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسکے فضائل کو دراز کلام سے بیان فرمایا ہی اور اسیقدر کافی ہی جو ہم نے ذکر کیا۔ ف۲ فی عرائس البیان قولہ تعالے لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا۔ اللہ تعالے اپنے اولیا کے نفوس کو حق عبودیت کی تکلیف نہین دیتا مگر اسیقدر کہ جسکی انکو طاقت ہی کیونکہ حقیقت عبودیت اٹھانے مین انکو ضعف ہی اور قصور ظاہر ہی اسواسطے کہ ربوبیت کے حقوق مین سے ایک یہ بھی ہی کہ پہلے تکبیر جو تعظیم و اجلال سے ادا کرین اسی مین بدن وجان سب پگھل جاوین اور اللہ تعالے نے اپنے مخلوق کے واسطے اپنی معرفت مین سے فقط اسیقدر ظاہر فرمایا ہی جسقدر سے انکی زندگی ہو اور اپنے پروردگار سے جاہل ہونے کی حسرت مین مرنہ جاوین اور اگر انکو یہ یقین ہو جاوے کہ حقیقت عبودیت سے وہ کہین دور ہین اور معرفت ربوبیت سے کہین جدا پڑے ہین تو اس حسرت و غم مین مرنجاوین۔ قولہ تعالے لہا ما کسبت۔ یعنے دنیا مین جو رنج و درد انکی ارواح نے اوٹھایا ہی اسکا نیک بدلا انکو ملیگا کہ امتحان مین پورے اترے۔ قولہ و علیہا ما اکتسبت۔ نفس نے جو شہوات پیدا کر کے گناہ کمائے ہین تو اللہ تعالے نفوس کو دنیا مین یہ بدلا دیتا ہی کہ مجاہدات و ریاضات مین نفس پگھلایا جاتا ہی اور ارواح کو آخرت مین یہ بدلا ہی کہ انکو مشاہدہ خالص عطا ہوگا۔ قولہ تعالے ربنا لا تواخذنا ان نسینا۔ یعنے ہمکو بسبب ہمارے

محجوب نفرما اگر ہم تجھے بھولین اور یاد فراموش کرین۔ قولہ او اخطانا۔ یعنے یا ہن طور خطا کرین کہ تیرے سوائے کسی غیر کیطرف التفات کرین۔ قولہ واعف عنا۔ اگر ہم تیری پاک ذات کی معرفت کم رکھتے ہین تو ہمکو عفو کر دے۔ قولہ واغفر لنا۔ تیری عبادت مین جو ہمسے تقصیر ہوتی ہو وہ بخشدے۔ قولہ وارحمنا ہمپر یہ رحم کر دے کہ محض اپنے فضل سے ہمکو اپنا وصل ومشاہدہ دیدے اور شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ لاتواخذنا مصیبت کے وقت ہمسے مواخذہ ست فرما اور قیامت مین ہماری پردہ پوشی فرمادے اور قیامت والون کے روبرو ہمکو فضیحت نفرما۔ قولہ فانصرنا علی القوم الکافرین یا اہل مکاشفہ واہل مشاہدہ مین سے جو لوگ امتحان مین پڑتے ہین یہ انکی مناجات ہی یعنے ہم تیری معرفت کے قیدی اور تیری محبت مین ضعیف ہین سو تو ہی ہمپر رحم کر کہ اپنی عظمت کی تجلی فرما تاکہ کشف ربوبیت اور مقام عبودیت مین ہم تیرے ہی طرف سے تیرے ہی ساتھ تقویت پاوین اور ہمکو فتح ونصرت دے اپنی معرفت سے اور حقائق الہام کے لشکرون سے جو الوہیت سے ثابت ہون قوم کافرین یعنی طبیعت کے بادشاہون پر تاکہ تیری معرفت کے میدانون مین تیری معرفت کے تائید سے وہ شکست کھا کر بھاگین اور تیری خالص بندگی کرنے اور تیری درگاہ کا مشاہدہ طلب کرنے مین ہم ان بادشاہون کی تشویش سے راحت پاوین قال المترجم یعنے نفس وطبیعت کے بندے بیچ مین خلل ڈالتے ہین اسپر ہمکو اسطرح مدد دے کہ الہام کے لشکر معرفت ربوبیت کی ہمکو عنایت ہون

سورۃ آل عمران مدنیۃ مائتا آیۃ

یعنے سورۂ آل عمران مدنیہ ہی اور وہ دوسو آیات ہین اور اس قول مین اتفاق ہی شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی صحت ظاہر ہی اسواسطے کہ اول سے تراسی آیات تک وفد نجران کے حق مین نازل ہوئین جو ہجرت کے نوین سال مدینہ مین آئے تھے تو یہ ضرور مدینہ مین اتری ہوگی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالے کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

شروع

الم۔ اللہ اعلم بمرادہ بذلک بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الم۔ اللہ تعالے ہی خوب جانتا ہی کہ اس سے اوتعالے کی کیا مراد ہی ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے الم الف سے اشارہ ہی کہ فردانیت الٰہی پاک مقدس ہی اور ممتنع ہی کہ کوئی حدوث اسکے قدم سے ملتصق ہو یعنے حادث ومخلوق چیزین جو کوئی ہون کسیکو اس سے التصاق ووصل نہین ہی جیسے الف کو ابتداءً کسی سے میل نہین ہوتا اور تمام حروف اسیکی طرف ملتے ہین اور لام اشارہ ہی اسکے لطائف غیب کی طرف اور میم اشارہ ہی اسکے ملکوت کے غرائب کیطرف جو خلائق کی آنکھون سے پوشیدہ ہین باوجودیکہ اسکے اولیا وانبیا کی آنکھون کو قوت حاصل ہی۔ اور نیز الف سے اوتعالے کی اولیت کی طرف اشارہ ہی اور لام سے اسکے جلال وجمال کی طرف اشارہ ہی اور میم سے اسکی محبت کی طرف جو اسکو اپنی اولیاء وانبیاء کے ساتھ ازل مین تھی طریقۂ الٰہی جاری ہی کہ اپنے خواص محبوبون کو رموز واشارات سے خطاب فرماتا ہی مثلاً حروف مقطعہ کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے اپنے انبیاء واولیاء کے واسطے رموز ہین بغرض انکی تشریف وتعظیم کے یعنے وہ تمام خلق سے بزرگ ہین انکا خطاب بھی خاص ہی اور جو شخص جتنا اللہ تعالے کی جناب مین زیادہ قربت رکھتا ہی اسکے ساتھ اشارہ بھی بہت دقیق ہوتا ہی اور رمز بھی نہایت باریک ہوتی ہی کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اللہ تعالے نے اپنے کلیم یعنے موسی علیہ السلام کو اپنا کلام پاک اچھی عبارات مین سنایا اور اپنے حبیب یعنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت جمیل اشارات مین سنایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین جوامع الکلم عطا کیا گیا ہون یعنے میرے کلمات بہت سے معانی کو جامع ہوتے ہین اور کلام بہت مختصر ہوتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ عبارات تو عام کے واسطے ہین اور اشارات خاص بندون کے لیے ہین اور بعض نے کہا کہ الف مین یہ اشارہ ہی کہ اوتعالے ہر حال مین تیرے واسطے کافی ہی اور لام سے یہ اشارہ ہی کہ پوشیدہ بھید وسر مین اسکا لطف خاص تیرے ساتھ پوشیدہ ہی اور میم سے اشارہ ہی کہ اولیا کی درخواستون کے ساتھ تقدیر متعلق ہی وہ جسطرح جاری ہوئی ہی اسیطرح

حاشیہ: ع۵ نجران کے نصاری سے ۱۴ پیغلوگ بطور ایلچی کے حضرت صلعم کے یہان بھیجے گئے تھے ۱۲ م

انکی درخواست پوری ہوگی وہ اسی تقدیر پر راضی ہین اور عالم مین کوئی ذرہ حرکت نہین کرتا اور کوئی امر ظاہر نہین ہوتا بدون اسکی تقدیر کے اور یہ لوگ اسپر دل سے راضی ہین اور ان حروف مین سے ہر حرف سے ایک اسم کی طرف اشارہ ہی اور اسم سے فعل کی طرف اشارہ ہی اور فعل سے صفت کیطرف اشارہ ہی اور صفت سے ذات کیطرف اشارہ ہی پھر جب عارفون کے دلون مین ان معانی رموز کا القا ہوا تو وہ اسماء و افعال و صفات کے رجوع پر پہونچ جاتے ہین یہانتک کہ بارگاہ کبریائی تک انکی رسائی ہوجاتی ہی پس حق عزوجل کی طرف سے حق عزوجل ہی کے واسطے انپر معلومات سرمدیہ کا کشف ہوتا ہی پس وہ لوگ ایسے علوم مجہولہ جان لیتے ہین جو ملکوت کی کتاب مین نہین ہین - اور بعض نے فرمایا کہ الف قوا حدیت کا ہی اور لام لطف کا ہی اور میم ملک کا ہی - اور ابن عطار نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حرفون کو سبب متصل مخلوق قرار دیا اور انکی شکل لوانکے لیے اپنی جانب سے سبب متصل قرار دیا اور وہ شکل ایک بھید اللہ تعالے کا ہی کہ اسکو سوائے خدائے تعالے کے اور کوئی نہین جانتا ہی

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ

اللہ اسکے سوائے کسیکی بندگی نہین جیتا ہی سبکا تھامنے والا اُتاری تجپر کتاب تحقیق ثابت کرتی اگلی کتاب کو اور

اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ

اُتاری تھی توراۃ اور انجیل اس سے پہلے لوگون کی ہدایت کو اور اوتارا الصاف البتہ جو لوگ

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

منکر ہین اللہ کی آیتون سے انکو سخت عذاب ہی اور اللہ زبردست ہی بدلا لینے والا

نَزَّلَ عَلَيْكَ - یا محمد الْكِتٰبَ - القرآن ملتبسا - بِالْحَقِّ - بالصدق فی اخبارہ - یعنے کتاب سے مراد قرآن ہی اور بالحق حال واقع ہی یا تنزیلا ملتبسا بالحق یعنے صفت مفعول مطلق کی ہی اور بالحق کے معنے یہ ہین کہ کتاب جو خبر دیتی ہی اسمین سچی ہی اگلے حالات و غیب کی باتین بیان کرنے مین سچی ہی - بَيْنَ يَدَيْهِ - قبلہ من الکتب - یعنے اس کتاب قرآن سے پہلے کی جو کتابین ہین کیونکہ وہی اسکے سامنے موجود ہین - مِنْ قَبْلُ - ای قبل تنزیلہ - یعنے قبل کا مضاف الیہ محذوف منوی ہی اور معنے قبل اسکے اتارے جانے کے - هُدًى - حال بمعنے ہادیین من الضلالۃ - یعنے توریت و انجیل سے حال واقع ہی درحالیکہ وہ دونون ہدایت کرنے والی تھین گمراہی سے - لِّلنَّاسِ - ممن تبعہما یعنے واسطے ان لوگون کے جنھون نے ان دونون کتابون کی پیروی کی یعنے کل لوگ مراد نہین ہین - و عبر فیہما بانزل فی القرآن بنزل المقتضی للتکریر لانہما انزلا دفعۃ واحدۃ بخلافہ - اور تعبیر کیا ان دونون کتابون کے حق مین انزل کی لفظ کے ساتھ اور قرآن مین نزل کے ساتھ جو کہ تکریر کو مقتضی ہی یہ اسوجہ سے کہ وہ دونون تو ایک دفعہ ہی اتار دی گئین بخلاف قرآن کے کہ وہ نجم نجم کرکے بحسب ضرورت بار بار دنیا مین تھوڑا تھوڑا اتارا گیا

وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ - بمعنے الکتب الفارقۃ بین الحق والباطل ذکرہ بعد ذکر الثلثۃ لیعم ما عداہا - یعنے فرقان کے معنے ایسی کتابین جو حق و باطل کے درمیان فرق و تمیز کرنے والی ہین اور تینون کتابون کے ذکر کے بعد اسکا ذکر کرنا اسواسطے ہی تاکہ ان تین کتابون کے سوائے اورون کو بھی شامل ہوجاوے اور زبور وغیرہ کو بھی پس یہ خاص کے بعد عام کا ذکر ہی - بِاٰيٰتِ اللّٰهِ - القرآن وغیرہ یعنے قرآن وغیرہ سے - عَزِيْزٌ - غالب علی امرہ فلا یمنعہ شئی من انجاز وعدہ و وعیدہ - یعنے ایسا غالب زبردست ہی کہ اپنے امور پر سب طرح توانا ہی پس اسکو اپنے وعدے و وعید پورا کردینے سے کوئی چیز مانع نہین ہوسکتی ہی - ذُو انْتِقَامٍ - عقوبۃ شدیدۃ ممن عصاہ لا یقدر علی مثلہا احد - یعنے سخت عذاب والا ہی ایسے بندے کو جو اسکی نافرمانی کرے اور ایسی عقوبت کرسکتا ہی جیسی کوئی نہین کرسکتا ہی حدیث مین ہی کہ سورہ بقرہ کے - قولہ لا الہ الا

ہو الحی القیوم۔ اور آل عمران کے۔ قولہ اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم۔ اور سورۂ طٰہٰ کے قولہ وعنت الوجوہ للحی القیوم۔ ان تینوں آیتوں میں اللہ تعالے کا
اسم اعظم ہے آور بغوی نے اکثر علمار سے نقل کیا کہ اسم اعظم الٓمّٓ ہے۔ اور معالم وغیرہ میں مذکور ہے کہ ربیع بن انس وغیرہ نے فرمایا نزول اس آیت کا
نصاریٰ نجران کے ایلچیوں کے حق میں ہوا اور وہ ساٹھ سوار تھے کہ ہجرت کے نویں سال میں رسول اللہ صلعم کے پاس آئے اور انمیں چودہ آدمی
انکے اشراف میں سے تھے اور ان چودہ میں سے تین آدمی ایسے تھے کہ انھیں کیطرف انکے امور کا مرجع تھا ایک عاقب اور اسکا نام عبد المسیح تھا
دوم ایہم اور سوم ابو حارثہ بن علقمہ پس یہ سب عصر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوئے اور حرث بن کعب انکے پیچھے
کہتے تھے کہ ہمنے ایسے ایلچی نہیں دیکھے انکی نماز کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز کو کھڑے ہوگئے پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا
کہ انکو چھوڑدو کہ مشرق کیطرف نماز پڑھیں پھر عبد المسیح و ایہم نے گفتگو کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم ایمان لاؤ
تو بولے کہ ہم آپ سے پہلے ایمان لاچکے ہیں فرمایا کہ تم جھوٹے ہو تمکو اسلام سے تین چیزیں روکتی ہیں ایک تو تم اللہ تعالے کا بیٹا بتلاتے ہو اور
دوسرے صلیب کو پوجتے ہو اور تیسرے سور کھاتے ہو تو بولے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا نہیں تو اسکا باپ کون ہے اور سبھوں نے عیسیٰ
کے بارہ میں جھگڑا کیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسے فرمایا کہ بھلا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ جو بیٹا ہوتا ہے وہ ضرور اپنے باپ کا مشابہ ہوتا ہے بولے
ہاں کیوں نہیں جانتے ہیں فرمایا کہ بھلا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ ہمارا پروردگار حی لایموت ہے یعنے ایسا زندہ ہے کہ کبھی اسکو موت و فنا نہیں ہے اور عیسیٰ
کسیوقت فنا ہونے والے ہیں بولے کہ ہاں جانتے کیوں نہیں ہیں۔ فرمایا کہ بھلا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ ہمارا پروردگار قیوم ہر شئی کی حفاظت فرماتا
اور اسکو رزق دیتا ہے بولے کہ ہاں تو فرمایا کہ بھلا عیسیٰ بھی انمیں سے کسی بات کا مالک ہے بولے کہ نہیں۔ فرمایا کہ بھلا تم یہ نہیں جانتے ہو کہ اللہ تعالے پر
کوئی چیز پوشیدہ نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں بولے کہ ہاں جانتے کیوں نہیں ہیں۔ فرمایا کہ پھر بھلا عیسیٰ بھی انمیں سے کچھ جانتا ہے مگر اسیقدر
کہ جتنا اللہ تعالے نے اسکو سکھلا دیا ہے بولے کہ نہیں جانتا ہے تب آپنے فرمایا کہ پھر ہمارے پروردگار نے عیسیٰ کو اسکی ماں کے پیٹ میں جیسے چاہا
ویسے بنا دیا۔ اور ہمارا پروردگار نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے بولے کہ ہاں وہ ایسا ہی ہے۔ فرمایا کہ بھلا تم نہیں جانتے ہو کہ عیسیٰ کو اسکی ماں نے اپنے پیٹ
میں رکھا جیسے اور عورتیں حمل کھا کرتی ہیں پھر اسکو جنی جیسے عورتیں جنا کرتی ہیں پھر عیسیٰ کو غذا ملتی تھی ویسے ہی جیسے آدمی کے بچوں کو
ملا کرتی ہے پھر وہ اپنے آپ کھاتے پیتے اور پیخانہ پیشاب وغیرہ کو جاتے رہے تو بولے کہ ہاں ایسا ہی ہے تب آپ نے فرمایا کہ پھر جسکی یہ حالت ہو وہ
ویسا کیونکر ہو گا جیسا تمنے زعم باندھا ہے پس یہ لوگ چپ ہو گئے پھر اللہ تعالے نے ابتداے سورۂ آل عمران کو کچھا وپر اسّی آیتوں تک نازل
فرمایا۔ قولہ نزل علیک الکتاب یہاں نزل التنزیل ہے جسمیں دلالت ہے کہ بکر نازل فرمایا اور قرآن مجید ایسا ہی ہے کہ ایکمرتبہ لوح محفوظ سے آسمان
دنیا پر پورا نازل ہوا پھر وہاں سے دنیا میں تیئیس برس میں نجم نجم کر کے بحسب اوقات نازل ہوا یہانتک کہ سب سے آخر آیت قولہ واتقوا یوما ترجعون
فیہ الی اللہ الآیہ۔ تھی کہ حضرت صلعم کی وفات سے نو روز پہلے نازل ہوئی ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے حق میں اگر انزال فرمایا مثل قولہ
ہو الذی انزل علیک الکتاب۔ یا الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب بالحق انزلناہ۔ تو یہاں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایکبارگی نزول مراد ہے
اور اگر تنزیل فرمایا تو تنجیم مراد ہے اور اسپر اعتراض کیا گیا بقولہ وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ۔ اور ایسے ہی قولہ والذین یؤمنون بما
انزل علیک۔ اور جواب دیا گیا قاعدہ مذکورہ کلیہ نہیں ہے بلکہ اکثریہ ہے۔ قولہ ہدی للناس۔ حال ہے یعنے ہادیین اور تثنیہ نفرمایا کیونکہ ہدی مصدر ہے اور
للناس سے عام مراد لینا البشر بلکہ ہم لوگ شرائع سابقہ غیر منسوخہ کے پابند ہوں یا ان دونوں کے زمانہ والے خاص مراد لینا سب تکلف ہے کیونکہ بہر دو
صورت تخصیص ضرور ہے کیونکہ ہادی اسی کے لیے ہوا جو انکا متبع ہو جیسے شیخ سیوطی رحمہ نے کہا ہے اسح یہ ہے کہ ہادی ہونا انکی صفت قرار دی جاوے

یعنے فی نفسہ وہ ہادی ہین فلیتامل۔ قولہ وانزل الفرقان۔ یہ لفظ مصدر ہی مثل غفران وکفران کے اور معنے اسکے اسم فاعل کے ای فارق بین الحق و الباطل ہین اور قتادہ وربیع بن انس نے فرمایا کہ فرقان یہان قرآن ہی اور اسکا ذکر اگرچہ پہلے ہو چکا ہی مگر مکرر ایسی صفت سے ذکر کیا جسمین اسکی تعظیم وشرف وفضیلت کا بیان ہی کہ وہ معجزہ ایسا ہی کہ حق وباطل مین فرق کرتا ہی **وقال السیوطی** اور یہی سلف سے تفسیر آئی ہی اخرجہ ابن جریر عن قتادہ وربیع بن انس اور بعض نے کہا کہ چوتھی کتاب یعنے زبور مراد ہی اور **زمخشری** نے کہا کہ یہی ظاہر ہی اور **شیخ ابن جریر** نے فرمایا کہ یہان معنے مراد ہی یعنے ایسی کتابین اتارین جو حق وباطل مین امتیاز بتلانی والی ہین اور یہی مفسر رحمہ نے اختیار کیا ہی۔ قولہ ان الذین کفروا۔ بعض نے کہا کہ ان کافرون سے وفد نجران والے نصاری مراد ہین جنھون نے قرآن ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا۔ اور پوشیدہ نہین کہ لفظ عام ہی اور وہ ہر ایک ایسے شخص کو شامل ہی جسنے آیات اللہ تعالے سے کفر کیا اگرچہ نزول اسکا وفد نجران کے حق مین ہوا۔ قولہ ذوانتقام۔ نقمت عقوبت مجرم ہی اور معنے اس صفت کے یہ ہین کہ ایسا سخت عقوبت کرنے والا ہی کہ کوئی اسکے مثل عقوبت پر قادر نہین ہی کیونکہ تنکیر برائے تعظیم ہی **ف** فی العرائس قولہ تعالے الحی القیوم حی ایسا ہی کہ بلند وہم کتنا ہی بلند پرواز ہو مگر اسکی حیات کو قیاس بھی نہین کر سکتا ہی اور عاقلون کی تیزی وباریک بینی کتنی ہی خوض کرے کبھی اسکی ذات پاک کی سرمدیت کو نہین پا سکتی ہی۔ اور نیز ایسا حی ہی کہ اسکی حیات سے عالم قائم ہی اور اسیکے نور سے روح آدم منور ہی اور ایسا قیوم کہ اسیکی بقا سے اہل فنا قائم ہین اور اسیکی قیومیت کے قہر مین اہل بقا فنا ہوتے ہین۔ اور نیز قیوم وہ مقدس ہی جو علائق سے پاک مبرا ہی اور روح خلائق پر رحمت کرنے اور مخلوق کی حفاظت کرنے مین وہ بے علاقہ قائم ہی اور بعض نے فرمایا کہ الحی وہ ہی کہ جسکی حیات کی ابتدا نہین ہی اور القیوم وہ ہی کہ جسکے بقا کی انتہا نہین ہی اور **کتانی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ الحی درحقیقت وہ ذات پاک ہی جس سے ہر زندہ کی زندگی ہی اور جو زندہ کا اسکے ساتھ زندہ نہو وہ مردہ ہی اور بعض نے فرمایا کہ القیوم وہ ہی جسنے اپنی ذات سے علل کو زائل کر دیا خواہ بزوال ہو یا بالعبارت ہو یا بالشارات ہو سب طرح زائل کر دیا پس کوئی چیز اسکی کنہ معرفت کو نہین پہونچتی ہی قولہ تعالے ان الذین کفروا بایات اللہ یعنے جو لوگ ایسے ہین کہ شواہد ربوبیت سے یقین حاصل کر کے مشاہدہ حق سے سرفراز نہین ہوے بلکہ محجوب ہوے ہین۔ لہم عذاب شدید۔ انکے واسطے محرومی ہی اس امر سے کہ اہل ہدایت کے مقامات کو پہونچین۔ **اور شیخ ابو سعید خراز** نے فرمایا کہ وہ لوگ اس بات سے منکر ہوے کہ اللہ تعالے نے اپنے خاص بندون کو کرامات دی ہین تو انکے واسطے عذاب شدید یہ ہی کہ حق عز وجل نے انکو کرامت سے دور کر دیا۔ **وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ** - ای اپنے بندون مین سے جنپر چاہتا ہی انکے سلسلہ کرامات کرکے انکو بزرگی وغلبہ دیتا ہی۔ **ذُو انْتِقَامٍ** - ایسے شخصون سے بدلا لیگا جو اس بات سے انکار کرتے ہین یعنے اپنے اولیا کو عزت وتوقیر سے سرفراز فرماتا ہی اور دشمنون سے جو اسکے امینون پر انکار کرتے ہین انتقام لیگا اور **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عزیز ذو انتقام ہی یعنے کوئی اسکے ارادہ کے مخالف نہین کر سکتا ہی اور کوئی ایسا نہین کہ اللہ تعالے کی عقوبت سے مقابلہ کر سکے **قال المترجم** یہی علمائے تفسیر کا قول ہی اور یہی ظاہر کلام ہی اور یہ بمقابلہ کفر حقیقی ہی اور سابق بمقابلہ مجازی فتامل۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۞ هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى

اللہ سے نہین پوشیدہ اسپر کوئی چیز زمین مین اور نہ آسمان مین وہی ہی کہ تمھارا نقشہ بناتا ہی

الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞

ماکے پیٹ مین جسطرح چاہتا ہی نہین کوئی معبود مگر وہی وہ زبردست ہی حکمت والا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ - کائن - **فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ** - لعلمہ بما یقع فی العالم من کلی وجزئی وخصھما بالذکر

لان الحس لا یتجاوز ہما۔ اللہ تعالیٰ کی شان ہی کہ اسپر کوئی چیز پوشیدہ نہین جو زمین اور وہ جو آسمان مین ہی ف کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہی جو
عالم مین واقع ہو خواہ کلی ہو یا جزئی ہوا اور خاص کرکے آسمان و زمین کو اسلیے ذکر کیا کہ حواس ان دونون سے تجاوز نہین کرتے ورنہ اللہ تعالیٰ
ان دونون کے ماسوا بھی کل چیزون سے آگاہ ہی۔ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ۔ من ذکورۃ و انوثۃ و بیاض
وسواد و غیر ذلک وہی تمکو ارحام مین صورت بناتا ہی جیسے چاہتا ہی ف خواہ نر یا مادہ خواہ کالا یا گورا وغیرہ۔ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ
فی ملکہ الْحَكِيمُ۔ فی صنعہ اسکے سوا کوئی الوہیت والا نہین ہی وہی غالب ہی اپنی بادشاہت مین اور حکیم ہی اپنی صنعت مین ف
یہ جملہ مستانفہ ہی اسمین اللہ عزوجل کی وسعت علم و احاطۂ معلومات کا بیان ہی کہ فرمایا لا یخفی علیہ شئی۔ یعنے کوئی شئی اسپر پوشیدہ نہین ہی پس ہر چیز کی
حالت و صفت وغیرہ بھی شئی ہین وہ بھی کوئی پوشیدہ نہین اسواسطے کہ نکرہ تحت نفی سے عموم نفی ہی اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے فقط زمین و آسمان
ہی کو فرمایا تو جواب یہ ہی کہ حس انھین دونون تک رہتا ہی انسے تجاوز نہین کرتا اسواسطے ان جاہلان وفد نجران کی فہمایش کو ایسا فرمادیا اور مراد یہ ہی
کہ اللہ عزوجل پر کوئی چیز پوشیدہ نہین چاہے کہین ہو اور کسی جہت پر ہو اور رد کی تقریر یہ ہی کہ نصاریٰ نے زعم کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام رب ہی حالانکہ عیسیٰؑ پر بہتیری
چیزین پوشیدہ ہین اور اللہ تعالیٰ عزوجل پر کچھ بھی پوشیدہ نہین اور عیسیٰؑ نے اگر بعض امور غیب کی خبر دی کہ تو نے اپنے گھر مین یہ کھایا ہی یا یہ ذخیرہ کیا ہی تو یہ
الوہیت پر نہین دلالت کرتا ہی بلکہ اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت و معجزہ کے اسکو ان امور سے آگاہ فرمادیا تاکہ اسکی رسالت تمام ہو اور زمین کو آسمان پر اسواسطے مقدم کیا کہ
ادنیٰ سے اعلیٰ کیطرف ترقی ہو اور نیز حس بھی یون ہی چلتا ہی اور مقصود بھی یہی ہی کہ زمین مین جو ہو وہ اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہین ہو سکتا ہی اور یہ اللہ تعالیٰ کے حی ہونے پر
گویا دلیل ہی جیسے مابعد اسکے قیوم ہونے پر دلیل ہی اور اس کلام سے یونانیون و فلسفیون کا قطعاً رد ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو بحیثیت جزئی نہین جان سکتا ہی
بلکہ بحیثیت کلی جانتا ہی اور یہ درحقیقت جزئی کے علم کی نفی ہی اور یہ کفر صریح ہی اور جزئی وہ ہی کہ تصور اسکا شرکت سے مانع ہو مثل زید وغیرہ کے اور کلی وہ ہی کہ اسکا تصور
شرکت سے مانع نہو اگرچہ خارج مین وہ ایک ہی پر صادق آوے قولہ ہو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء بیضاوی نے کہا کہ گویا قیوم ہونے پر دلیل ہی اور
وفد نجران پر رد ہی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت وہ قائل ہین اور انکار نہین کرسکتے ہین کہ وہ رحم مادر مین مصور ہوا اور اسیطرح پیدا ہوا جیسے بندے پیدا ہوتے ہین
پھر وہ کیونکر الہ ہو سکتا ہی جسکا یہ حال ہی اور معنے یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ہی کہ ارحام مین تمہارے مختلف صورتین شکل و طبیعت و رنگ مین پیدا کرتا ہی اور عیسیٰؑ
بھی ایک پتلا رحم مین پیدا ہوا پس وہ بھی مخلوق بندہ ہی اور حضرت ابن عباس و ابن مسعود و چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً و موقوفاً روایت ہی کہ نطفہ جب رحم مین پڑتا ہی
تو چالیس روز رحم مین رہکر جما خون ہوتا ہی پھر چالیس روز مین تھکا ہوتا ہی پھر چالیس روز مین جب مخلوق ہونے کو ہوتا ہی تو ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہی جو اسکی صورت بناتا ہی
پس فرشتہ اپنی دونون انگلیون مین مٹی لیکر آتا ہی پس اس مضغہ کو خلط کردیتا ہی پھر گوندھ کر اسکی صورت بناتا ہی جیسا حکم ہوتا ہی پھر عرض کرتا ہی کہ یہ نر ہوگا یا مادہ۔
یہ شقی ہوگا یا سعید اور اسکا رزق کیا اور اسکی عمر کیا ہی اور کیا اثر اور کیا مصائب ہین پس جو حکم ہوتا ہی وہی فرشتہ لکھ لیتا ہی پھر جب
مرتا ہی تو یہ بدن اسی مقام پر دفن کیا جاتا ہی جہان سے مٹی لی گئی تھی۔ اور یہ مضمون احادیث صحاح و سنن مین بھی موجود ہی
اور معنے حدیث کے یہ ہین کہ ازل مین جو کچھ ہر ایک بندے کے حق مین مقدر ہو گیا ہی وہ اسوقت اسکے مخلوق ہونے کی حالت مین تجدید کردیا
جاتا ہی اور حضرت ابراہیم بن ادہم وغیرہ اکابر سے اس مقام پر عبرت انگیز اقوال مذکور ہین بخوف تطویل یہان نہین لایا اور ہر مومن خود اس سے عبرت
حاصل کرسکتا ہی ف ۲ قال الشیخ فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ ان اللہ لا یخفی علیہ شئی فی الارض ولا فی السماء۔ اس سے نیک بندون کو امید ہی اور بدون کو
خوف ہی کیونکہ زمین مین جو اسکے اولیا کے سینون مین ہی اور آسمان مین جو اسکے برگزیدہ فرشتون کے دلون مین ہی وہ کوئی اسپر پوشیدہ نہین ہی
پس اسمین نیک بندون کو تسلی ہی کہ وہ انکے احوال سے آگاہ ہی اور امتحان اور رنج برداشت کرنے مین جو انکو تکلیفین پہونچتی ہین انکو جزا اور حسن

ثواب عطا کریگا - یہ تو بہ نسبت نیک بندون کے ہی اور بہ نسبت بدون کے یہ ہی کہ اللہ عزوجل پر کیونکر کوئی چیز پوشیدہ ہوگی جسکو جسنے پیدا کیا ہی
یس تمام مخلوقات کے ہر ذرہ سے وہ آگاہ ہی اور یہ تو بدیہی بات تھی لیکن یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نافرمان کافر بندون کو تخویف ہی انکو
ڈراتا ہی کہ انکے دلون مین جو کچھ کفر کی نجاست اور میل ہی وہ سب جانتا ہی اور انکی بدفعلیون کی انکو جزا دیگا - اور جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ تو خبردار رہ کہ اللہ عزوجل تیرے قلب پر مطلع ہی تیرے قلب مین خبردار سوائے اپنی کوئی چیز نہ دیکھے کہ تجپر غضب کرے - اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالےٰ پر
کوئی چیز پوشیدہ نہین تو تم اپنی ہمتون کو بھی دیکھو کہ وہ نفسانی خواہشون و شبہات سے خالی رہین کیونکہ اسپر کچھ پوشیدہ نہین ہی - قولہ تعالےٰ
ہو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء - یعنے وہی ہی کہ تمکو ارحام مین اپنی قدرت کے نور کا لباس پہناتا ہی اور مشاہدہ کے حسن سے تمکو زینت
دیتا ہی تاکہ دیکھنے والا جب تمہاری صورتون پر نظر کرے تو اللہ تعالےٰ کے حسن ابداع اور اظہار جلال ربوبیت کو تمہارے چہرون سے ادراک
کرکے نہایت مسرور ہو جیسے اللہ تعالےٰ نے اپنے کلیم علیہ السلام کے حق مین فرمایا کہ القیت علیک محبۃ منی - قال المترجم حاصل یہ ہی کہ ارحام
مین جو تصویر مخلوق ہوتی ہی وہ اللہ تعالےٰ کی حسن قدرت کا لباس پہنے ہی عارف کی نظر مین وہ نور قدرت ظاہر ہوتا ہی اور یہ کچھ آدمی پر موقوف
نہین ہر درخت و چرند و پرند سب مین ہی لیکن آدمی مین ان سب سے زیادہ ہی فافہم - اور نیز وہی پاک پروردگار ہی کہ تمکو تمہارے مان کے پیٹون ہی
مین ہدایت کی استعداد و پر پیدا کردیتا ہی - اور محمد بن علی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ نور و تاریکی مین سے جسپر چاہتا ہی تمکو تمہاری مان کے پیٹون مین
کردیتا ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے خلق کو تاریکی مین پیدا کیا اور اپنے نور سے اپر چھڑکا پس جسکو اس نور سے پہونچا
اسنے تو ہدایت پائی ہی اور جو چوکا وہی گمراہ ہی -

هُوَ الَّذِيٓ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ

وہی ہی جسنے اُتاری تجپر کتاب اسمین بعضی آیتین پکی ہین وہ جڑ ہین کتاب کی اور دوسری

مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ

ہین کئی طرف ملتی سو جنکے دل پھرے ہوے ہین وہ پیچھے لگتے ہین اس بات کے جو کتاب مین سے متشابہ ہی گمراہی ڈھونڈھنے کو

وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ

اور انکے کل بٹھانے کو اور انکی کل کوئی نہین جانتا سوائے اللہ کے اور جو لوگ مضبوط علم والے ہین کہتے ہین کہ ہم اسپر یقین لائے

كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہی اور سمجھائے وہی سمجھتے ہین جنکو عقل ہی

وقف لازم ع ۹

هُوَ الَّذِيٓ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ - واضحات الدلالۃ - هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ
اصلہ المعتمد علیہ فی الاحکام - وہی اللہ تعالےٰ جسنے تجپر کتاب اتاری جسمین سے آیات محکمات ہین یعنے انکے معنے واضح ہین - یہ آیات
ام الکتاب ہین یعنے اصل کتاب جنپر احکام شرعی کا مدار ہی - وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ - لایفہم معانیہا کاوائل السور - اور دیگر
آیات متشابہات ہین یعنے انکے معانی بندون کی سمجھ مین نہین سماتے جیسے سورتون کے ابتدائی حروف متشابہ ہین کہ آپسمین ایک دوسرے
سے مشابہ پڑتے ہین کہ انکے معانی فہم مین نہین آتے ہین - فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ - میل عن الحق - فَيَتَّبِعُوْنَ
مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ - طلب - الْفِتْنَةِ - لجہالہم لوقوعہم فی الشبہات واللبس - پھر جن لوگون کے دلون مین

زیغ ہے یعنے حق سے مڑ رہے ہیں تو پیچھے پڑتے اس کلام کے جو کتاب میں سے متشابہ ہے۔ بغرض فتنہ کے یعنے اپنے جاہلوں کو شبہہ میں ڈالنے کے لیے۔ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِہٖ۔ اور اسکی تاویل ڈھونڈھنے کے لیے۔ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ۔ وحدہ حالانکہ متشابہ کی تاویل کوئی جانتا نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے یعنے فقط اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وَالرّٰسِخُوْنَ۔ الثابتون المتمکنون۔ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ۔ ای المتشابہ انہ من عند اللہ ولا نعلم معناہ اور علم کے مضبوط لوگ کہتے ہیں کہ ہم اسپر ایمان لائے۔ ف یعنے متشابہ پر ایمان لائے کہ متشابہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ٹھیک کلام ہے اور ہم اسکے معانی نہیں جانتے ہیں۔ كُلٌّ۔ من المحکم والمتشابہ۔ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا۔ ہر ایک محکم و متشابہ ہمارے رب تعالیٰ کی طرف سے حق ہے۔ وَمَا یَذَّكَّرُ۔ ای یتعظ۔ اور نہیں نصیحت پکڑتے ہیں۔ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ اصحاب العقول عقل والے۔ ف محکم از احکام بمعنے اتقان ہے اور متشابہ از تشابہ بمعنے آنکہ بعض مشتبہ ببعض یا معانی باہم مشتبہ ہیں یعنے احتمال ہے کہ یہ بھی معنے ہیں یا وہ معنے ہیں۔ پس اس مقام پر اللہ عزوجل نے آیات قرآن مجید کی دو قسمیں فرمائیں ایک محکم اور دوم متشابہ۔ اور ایک آیۃ میں کل کتاب کو محکم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا۔ الر کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت الآیۃ۔ اور علما کا اتفاق ہے کہ یہاں حکمت سے مراد اسکے مفردات کلمات نہیں فصاحت و اسکی ترکیب کا اتقان ہے اور معنے یہ ہیں کہ کتاب ایسی ہے کہ اسکے الفاظ رکیک نہیں اور اسکے معانی میں کوئی بگاڑ نہیں ہے اور حاصل یہ کہ اسمیں کوئی عیب نہیں ہے اور دوسری آیت میں کل کو متشابہ فرمایا کہ کتابا متشابہا مثانی تقشعر منہ جلود الذین الآیہ۔ اور یہاں بھی علما نے اتفاق کیا ہے کہ متشابہ سے مراد بعض آیات کا بعض سے خوبی نظم و صدق معنے میں مشابہ ہونا پس ان دونوں آیات میں جو معنے لیے گئے ہیں انکے اعتبار سے حاصل ہے کہ کتاب کی دو قسمیں یا یہ معنے کی جاویں جو یہاں مذکور ہیں کہ محکمات سے واضحات الدلالۃ اور متشابہات سے غیر مفہوم المعانی مراد ہے اور واضحات الدلالۃ سے یہ غرض ہے کہ ان آیتوں کی عبارات ایسی محکم ہیں کہ انمیں کوئی اجمال و اشتباہ معنے کی راہ سے نہیں ہے پس علمائے حنفیہ نے جو اصول میں اصطلاح پر تقسیم کی ہے انمیں سے نص و ظاہر و مفسر و محکم یہ چاروں اسمیں داخل ہیں اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ اصطلاح میں جو محکم ہے اُس سے یہ محکمات اعم ہیں اور محکمات سے یہاں اصطلاحی معنے محکم کے مراد نہیں ہیں۔ بلکہ مطلق واضح الدلالۃ مراد ہے اور ایسے ہی متشابہات سے بھی اصطلاحی معنے مراد نہیں بلکہ یہ معنے کہ انکے معانی نہ سمجھے جاویں خواہ اسوجہ سے کہ انمیں بہت سے معانی کا احتمال ہے یا اسوجہ سے کہ انکے معنے ہی سمجھ میں نہیں آتے ہیں پس اسمیں مجمل و ماول اور جنکے معنے معلوم ہی نہیں ہوتے مثل الم والر وغیرہ کے سب داخل ہیں اور یہ معنے جو مفسر رحمہ اللہ نے محکم و متشابہ کے یہاں ذکر کیے ہیں یہی ارجح الاقوال ہے اور یہی مراد ہے جو علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ محکمات تو قرآن کے ناسخ و حلال و حرام و حدود و احکام ہیں اور جنکا حکم دیا جاوے اور جنپر عمل کیا جاوے اور نیز ابن عباس سے روایت ہے کہ محکمات قولہ تعالیٰ قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم ان لا تشرکوا بہ شیئا۔ اور اسکے بعد کی آیتیں ہیں اور قولہ وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ۔ اسکے بعد کی تین آیتوں تک ہیں رواہ ابن ابی حاتم۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ متشابہات سے منسوخ و مقدم و موخر و امثال و اقسام اور جنپر ایمان لایا جاوے اور عمل نہ کیا جاوے مراد ہیں۔ اور سلف سے محکم و متشابہ کے بارہ میں اور بھی اقوال آئے ہیں اور علما میں بھی اختلاف ہے اور مفسر رحمہ اللہ نے اتقان میں انکو بسط سے ذکر کیا ہے میں نے بخوف تطویل ترک کیا۔ قولہ فاما الذین فی قلوبہم زیغ۔ یہاں سے ان لوگوں کی مذمت ہے جو متشابہات کی تاویل کے درپے ہوتے ہیں اور اسمیں دو قول ہیں کہ مذمت کس معنے پر ہے پس جو لوگ فی العلم پر وقف کرتے ہیں اور اس امر کے قائل ہیں کہ متشابہات کی تاویل اللہ تعالیٰ اور راسخین فی العلم جانتے ہیں وہ کلام کے معنے یہ بیان کرتے ہیں کہ ابتغاء الفتنۃ۔ قید ہے یعنے متشابہ کی تاویل کے درپے اس نیت سے ہوتے ہیں کہ لوگوں کو فتنہ میں ڈالیں حالانکہ اسکی تاویل سوائے اللہ تعالیٰ و راسخین فی العلم کے کوئی نہیں جانتا ہے اور جو لوگ الا اللہ پر

کرتے ہین وہ کہتے ہین کہ متشابہ کی تاویل کو اللہ عزوجل نے اپنے ہی واسطے رکھا ہی اسکو سواے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا ہی پھر باوجود اسکے جو لوگ اسکے درپے ہوتے ہین وہ لوگ ہین کہ انکے دلون مین کجی ہی کہ یہ کجی انکو اس بات پر آمادہ کرتی ہی کہ اسکی تاویل کے درپے ہون اور لوگون کو فتنہ مین ڈالین اور جمہور حنفیہ سے یہی قول ثابت ہوا ہی کہ متشابہ کی تاویل کو سواے اللہ عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہی اور شافعیہ اس امر کے قائل ہین کہ راسخون فی العلم جانتے ہین ولیکن محقق مفسر رحمہ اللہ نے قول حنفیہ اختیار کیا کہ سواے خداے تعالے کے اسکی تاویل کوئی نہین جانتا ہی چنانچہ - وحدہ - کا لفظ اسی اشعار کے لیے بڑھایا ہی اور یہی قول اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور انکے بعد کے علما کا ہی کہ وقف الا اللہ پر ہی اور عبدالرزاق نے بسند صحیح حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ وہ یون پڑھا کرتے تھے وما یعلم تاویلہ الا اللہ ویقول الراسخون فی العلم آمنا بہ - اور یہ صریح دلالت کرتا ہی کہ واو استیناف کا ہی اور بعض سلف نے لفظ علم پر وقف کیا اور یہی مجاہد وضحاک سے منقول ہی اور یہی ابن عباس سے ایک روایت ہی اور نووی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہی اصح ہی کیونکہ یہ بعید بات ہی کہ اللہ تعالے بندون کو ایسے کلام سے خطاب کرے کہ مخلوق مین سے کسی کو اسکے سمجھنے کی راہ نہو اور ابن الحاجب نے کہا کہ یہی مختار ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ عجیب ہی اسواسطے کہ جہمیہ فرقہ نے یہی کج بحثی کی کہ ضرور ہم اس کلام متشابہ کو سمجھ سکتے ہین - پھر کیونکر امام نووی وابن الحاجب نے اصح ومختار کہا - ابن السمعانی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہمکو مختار کہنا چھوٹی بات ہی اور امام الحرمین پہلے تو اس طرف مائل ہوے کہ تاویل کو علماے راسخین جانتے ہین پھر اس سے رجوع کیا اور کہا کہ ہمکو پسند تو یہی بات ہی کہ سلف کی اتباع کرین کیونکہ وہ لوگ انکے معانی سے تعرض نہین کرتے تھے اور شیخ ابن الصلاح نے کہا کہ امت کے صدر وسادات ایسے مذہب پر گذرے ہین اور اسیکو ائمہ فقہا ومحدثین نے اختیار کیا ہی (الکمالین) اور حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب تم دیکھو ایسے لوگون کو جو پیچھے لگتے ہین قرآن مین سے متشابہ کے تو یہی لوگ ہین جنکا نام رکھا ہی اللہ عزوجل نے پس تم حذر کرو (رواہ البخاری واحمد والترمذی وغیرہم) اور ابوامامہ رضہ نے حضرت صلعم سے قولہ تعالے فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ مین روایت کی کہ وہ خوارج ہین اور قولہ تعالے وتسود وجوہ - مین فرمایا کہ وہ خوارج ہین (رواہ احمد وابن مردویہ من غیر وجہ) اور ابن کثیر نے فرمایا کہ اس حدیث کا کمتر مرتبہ یہ ہی کہ موقوف از کلام صحابی ہو اور اسکے معنے صحیح ہین اسواسطے کہ پہلے بدعت جو اسلام مین واقع ہوئی وہ خوارج کا فتنہ تھا اور شروع فتنہ انکا بسبب دنیا کے تھا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے غنائم تقسیم کیے تو ان پلیدون کے سردار ذوالخویصرہ نے جاکر حضرت صلعم سے کہا کہ آپ انصاف سے تقسیم کیجیے آپ نے انصاف نہین کیا پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے اگر انصاف نکیا تو خسران ہی اگر مین انصاف نکرون تو کون انصاف کریگا افسوس ہی کہ اللہ تعالے مجکو اہل زمین پر امین قرار دیتا ہی اور تم مجھے امین نہین کہتے ہو پھر جب یہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا تو عمر بن الخطاب نے اور ایک روایت مین خالد بن الولید نے اسکے قتل کرنے کی اجازت مانگی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دے کہ اسکی جنس مین سے ایک ایسی قوم نکلنے والی ہی کہ تم مین کا آدمی اپنی نماز کو انکی نمازون کے مقابلہ مین اور اپنی تلاوت کو انکی تلاوت کے مقابلہ مین حقیر جانیگا حالانکہ وہ لوگ دین مین سے ایسے نکل جاوینگے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہی سو تم انکو جہان پاؤ قتل کر ڈالو کیونکہ انکے قتل کرنے مین انکے قاتل کو ثواب عظیم ہوگا پھر ان لوگون کا ظہور زمانہ خلافت حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ مین ہوا اور آنحضرت کرم اللہ وجہہ نے نہروان مین انکو قتل کیا - ولیکن ان لوگون کی بالکل جڑ نہین کٹی اور پریشان طور پر یہ لوگ جابجا رہے اور فتنہ انگیز تاویلین کرتے رہے اور ابن جریر نے حکایت کیا کہ عبداللہ بن مسعود کی قراءۃ مین تھی

کہ ان تاویلہ الا عند اللہ والراسخون فی العلم الآیہ - اور ایسا ہی ابی بن کعب رض سے حکایت کیا اور ابن جریرؒ نے اسی قول کو اختیار کیا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعض سلف نے والراسخون فی العلم پر وقف کیا اور بہت سے مفسرین واہل اصول نے اسیکا اتباع کیا اور ابن ابی نجیح نے مجاہدؒ کے طریق سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ابن عباس نے فرمایا کہ مین بھی ان راسخین مین سے ہون جو متشابہ کی تاویل جانتے ہین اور مجاہدؒ سے بھی روایت ہی کہ راسخین فی العلم اسکی تاویل جانتے ہین اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے ابن عباس کے لیے دعا کی کہ اللہم فقہ فی الدین وعلمہ التاویل - الٰہی اسکو سمجھ دیدے دین مین اور اسکو تاویل سکھلادے قال المترجم تحقیق میرے نزدیک وہ ہی جو بعض علماے محققین نے تحریر کیا ہی کہ تاویل اگر بمعنے حقیقت شئی و مایؤول الیہ الامر لیا جاوے تو وقف الا اللہ پر واجب ہی کیونکہ حقائق امور و انکی کنہ کو سواے اللہ عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہی اور اسی معنے پر ہی قولہ ہل ینظرون الا تاویلہ یہ لوگ کچھ انتظار نہین کرتے سواے اسکے تاویل کے یعنے حقیقت عذاب آجاوے - اور امور معاد اسی قسم سے ہین مثلاً جنت کی عیش و راحت وحور وقصور وکھانا پینا وغیرہ اور روایت عبد الرزاق بطریق طاؤس از ابن عباس بایں معنے ہی اور اگر تاویل بمعنے تعبیر وتفسیر وجہ سمجھ علم لیا جاوے تو وقف فی العلم پر درست ہی اور بایں معنے اسکی تاویل کو راسخین فی العلم جانتے ہین اور روایت مجاہد از ابن عباس بایں معنے ہی پس تاویل کے دو معنے ہوے ایک علم حقیقت و مآل کار اور دوم تفسیر پھر تاویل کے معنے اول خاص الخاص ہین جنکو سواے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا اور معنے دوم عام ہین لہذا ابن عباس رض سے دونون قسم کی روایتین موجود ہین - اور عبد الرزاق نے بسند صحیح حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ تفسیر چار طرح پر ہی ایک وہ کہ کوئی اسکی فہم مین معذور نہین رکھا جائیگا یعنے سب سمجھ سکتے ہین - دوم وہ کہ عرب اسکو اپنی زبان مین پہچانتے ہین مثلاً خاص محاورہ - اور سوم وہ کہ راسخین فی العلم اسکو جانتے ہین اور چہارم وہ کہ سواے خداے تعالے کے اسکو کوئی نہین جانتا ہی (اسنادہ صحیح) اگر کہا جاوے کہ متشابہ کے معانے جب کوئی نہین جانتا ہی تو اسکے نازل کرنے کا کیا فائدہ ہی تو جواب یہ ہی کہ مقصود اس سے مومنون کی مضبوطی کا امتحان ہی کہ وہ متشابہ پر آکر ٹھہر جاتے اور ایمان لاتے ہین اور کہتے ہین کل من عند ربنا - اور اسی پر اللہ عزوجل نے انکی ثنا کی جیسے تاویل کی درپے ہونے والون کی مذمت کی ہی اور اعتراض مذاہب حشویہ و مرجیہ کو ہمنے ابتداے سورۂ بقرہ مین نقل کرکے رد کردیا ہی فلیراجع اور عبید اللہ بن یزید رحمہ اللہ سے جنہون نے حضرت انس رض و ابوامامہ و ابوالدرداء رضی اللہ عنہم کو پایا ہی روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا گیا کہ راسخین فی العلم کون ہین فرمایا کہ جسکی قسم پوری اور زبان سچی اور دل ٹھیک مستقیم ہو اور جسکا پیٹ عفیف ہو اور بشرمگاہ عفیف ہو تو یہ شخص راسخین فی العلم مین ہی قال المترجم ظاہر کلام مقتضی ہی کہ یہ ادنی مرتبہ ہی فــــ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے منہ آیات محکمات - جاننا چاہیے کہ محکمات وہ آیات ہین جو اس حال سے متبدل نہین ہوتی ہین جیسے ازل مین تھین اور یہ وہ آیتین ہین کہ مومنون کو انکے احکام پر عمل کرنا ضرور ہی کیونکہ وہ خلق کی اصلاح اور انکے ایمان ثابت رکھنے مین ایسی ہین جیسے بیٹون کے حق مین دوا ہوتی ہی - اور ابو عثمان نے فرمایا کہ آیات محکمات وہ فاتحۃ الکتاب ہی کہ نہین جائز ہوتی ہی نماز بدون اسکے اور شیخ محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ وہ سورۂ اخلاص ہی کیونکہ اسمین سواے توحید کے اور کچھ نہین ہی - قولہ ہن ام الکتاب - یعنے کتاب الٰہی کے حکمون کا مدار ہین اور تمام معاملات کی جڑ ہین اور اہل دین کے دلون مین انکا درخت جمنے کی جگہ ہین بایں طور کہ انسے روز بروز ترقی ہوتی ہی اور جو خطاب الٰہی ہین اسکے نور حسن لینے سے ارواح کو بہجت ہوتی ہی - قولہ واُخر متشابہات - یعنے شواہد و آیات کے آئینہ مین ظہور اوصاف ذات و صفات کے التباس ہین - قولہ فاما الذین فی قلوبہم زیغ الآیہ - جو لوگ حقیقت و معرفت کو نہین پہونچے اور اپنے آپ کو عارفون کی باتین جانکر عارف بنائے ہین وہ متشابہات مین اس غرض سے خوض کرتے ہین

کہ توحید کو طلب کریں حالانکہ اس حرکت میں وہ توحید سے کوسوں دور پڑتے ہیں کیونکہ وہ لوگ وہم والے ہیں اور جو وہم والا ہوتا ہے وہ حادث چیز کی حقیقت تو معلوم نہیں کرسکتا پھر وجود حق عزوجل کو کیونکر پہچان سکتا ہے پس جب وہ متشابہ کے علوم حاصل کرنے کے درپے ہوتا ہے تو اسکی حقیقت کو تو پہونچتا نہیں بلکہ فتنہ میں پڑجاتا ہے اسیواسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اللہ تعالی کی نعمتوں میں فکر کرو اور اللہ تعالی کی ذات میں فکر مت کرو۔ اور جو شخص کہ حقائق الیقین کے سمندروں سے پار نہیں ہوا اور آیات تحقیق میں نہیں پہونچا ہے اور اسنے متشابہات میں خوض کیا تو وہ اپنے ایمان کے مرتبہ سے بھی گرجاتا ہے اسواسطے کہ یہ تو اہل عقل کا مقام ہے جو ہر چیز میں حق عزوجل کو دیکھتے ہیں چنانچہ بعض اہل معانی کا مقولہ ہے کہ میں نے کسی شی پر نظر نہیں کی مگر آنکہ اسمیں اللہ تعالے کو دیکھا۔ اور جاننا چاہیے کہ یہ جو بیان ہوا کہ یہ حق عزوجل کی تجلی کا ظہور اس آئینہ حادث میں ہے اور یہ معنے نہیں ہیں کہ حق تعالے جل جلالہ ان اشیا میں ہے اسواسطے کہ اللہ تعالے تو حلول کی شکلوں سے پاک برتر ہے قال المترجم یہاں شیخ نے صریح فرمادیا اور اس سے ان لوگوں کو تنبیہ ہونا چاہیے جو ہر چیز کو خدا کہتے ہیں نعوذ باللہ منہ۔ قولہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ سبحانہ حضرت عزوجل نے اپنی ذات پاک کو خاص کردیا کہ وہی اسرار متشابہات کے علم حقیقی کا دانا ہے کیونکہ جبروت کی ہیبات ملکوت میں گنجی ہوی و منطبع ہے بایں صفت کہ اسکی تجلی نے حقیقت توحید و تفرید والوں کے واسطے ظہور فرمایا پھر اللہ تعالے نے اپنے خاص بندوں کی طرف بھی اسکے علم کا ایک شمہ منسوب کیا کہ وہ بھی فی الجملہ جانتے ہیں یعنے حقیقت مکاشفہ میں التباس ہی کے پیچھے انکو علم مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ قولہ یقولون آمنا بہ۔ یعنے ایمان مشاہدہ و حقیقت علم و مکاشفہ کے عرفان پر ہم ایمان لائے ہیں اور راسخین فی العلم وہ لوگ ہیں جنکو علوم لدنیہ کے اسرار اور معلومات آخرت کے عجائب کشف کردیے گئے جو ظاہری حواس سے باہر ہیں اور نیز راسخ وہ عالم ربانی ہے جسنے اپنے تخلق کو اللہ عزوجل کے خلق پر بنایا ہے یعنے جن اخلاق و عادات کے واسطے اللہ تعالے نے ہدایت فرمائی اور انکو پسند فرمایا ہے انھیں کو اس شخص نے اختیار کیا ہے اور یہ بتوفیق و رحمت الہی ہے اور واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راسخین فی العلم وہ لوگ ہیں جنکی ارواح نے غیب الغیب کے سر اسرار میں مضبوطی سے مقام پایا ہے پس حضرت عزت جل جلالہ نے انکو بتلادیا کہ جو کچھ دیا اسکو اللہ تعالے ہی خوب جانتا ہے اور ان لوگوں نے دریاے علم میں سمجھ کے ساتھ زیادتی کی خواہش سے خوض کیا تو انکو پوشیدہ خزانوں سے ہر حرف کے تحت میں فہم دی گئی اور خطاب کے لطائف و عجائب عطا ہوے کہ وہ حکیم ہوے کہ انکی ہر بات تمام حکمت ہے۔ اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علم میں رسوخ یہ ہے کہ اللہ تعالے زیادہ ظہور و فورا اپنی طرف سے دیدیتا ہے جیسے فرمایا کہ قل رب زدنی علما۔ تو کہہ کہ اے پروردگار میرے مجھے علم زیادہ دیدے اور کہا کہ راسخ فی العلم جسکو علوم مکاشفہ حاصل ہیں وہ عالم ربانی نورانی ہے اور علوم کے اقسام چار ہیں ایک وحی دوم تجلی سوم عندی چہارم لدنی۔ اور بعض اکابر نے کہا کہ راسخ فی العلم وہ شخص ہے کہ خطاب سے جو مراد ہے اسکے محل و مقام پر مطلع کردیا جاوے۔ استاد رحمہ اللہ نے اہل یقین و اہل زیغ کا حال اسطرح بیان کیا کہ جو لوگ انوار بصائر سے تایید دیے گئے ہیں وہ اپنی جانوں کے آفتاب سے روشن ہیں اور جن لوگوں پر شک کا پردہ ڈالدیا گیا اور لطائف تحقیق سے محروم کیے گئے ہیں تو وہم و گمان انکو گھیرتے ہیں اور وہ تلبیس میں ہلاک ہوتے پھرتے ہیں پس انکی طرف سے انکار پر انکا ہی بڑھتا جاتا ہے اور شک پر نفرت بڑھتی جاتی ہے اور فرمایا کہ جسنے اللہ عزوجل کی طرف سے تاویل کا علم پایا اسکا ایمان بدون احتمال کے ہوتا ہے اور اسکی خاطر میں صفائی ہوتی ہے بلکہ صریح ظہور و صاف یقین سے ہوتا ہے قال المترجم خلاصہ یہ کہ علم ازلی میں جو روحیں اپنے تمام و کمال حال سے واقف تھیں یہاں شریعت کی اتباع سے آخر انکو وہ حال منکشف ہوگیا اور اسی واسطے وہ لوگ صدق و ثبات کی دعا کرتے ہیں

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ

اے رب ہمارے دل نہ پھیر جب ہم کو ہدایت دے چکا اور دے ہمکو اپنے ہاں سے مہربانی تو ہی ہے

الْوَهَّابُ ○ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ

سب دینے والا اے رب اے تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جسمیں شبہ نہیں بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا وعدہ

و ایضا یقولون اذا راؤا من یتبعہ - رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا - تملہا عن الحق بابتلاع تاویلہ الذی لا یلیق بنا کما ازغت قلوب الذین ... یہ اہل ایمان ور اسخین فی العلم جب یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی متشابہ کے درپے ہوتا ہے تو کہتے ہیں - رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا - اے ہمارے رب نہ موڑ ہمارے دلوں کو حق سے باین طور کہ ہم درپے ہوں ایسی تاویل کے جو ہمارے لائق نہیں ہے جیسے کہ تو نے موڑ دیا گمراہوں کے دلوں کو - بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا - ارشدتنا الیہ - بعد از انکہ تو نے ہمکو ارشاد و ہدایت دی ہی اسکی طرف - وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً - اور عطا کر ہمکو اپنے پاس سے وہ رحمت و نعمت یعنی یوں کہ ثابت رکھ تو ہمکو حق پر - إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ - تو ہی تو عطا فرمانے والا ہی - رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ - تجمعہم - لِيَوْمٍ - فی یوم - لَا رَيْبَ - شک - فِيهِ - ہو یوم القیامۃ فتجازیہم باعمالہم کما وعدت بذلک - ہمارے رب تو جمع کریگا لوگوں کو ایک دن میں کہ جسمیں کچھ شک نہیں - وہ قیامت کا روز ہے پس لوگوں کو انکے اعمال کا بدلا دیگا جیسا کہ تو نے اسکا وعدہ فرمایا ہی - إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ - اللہ تعالے وعدہ خلاف نہیں فرماتا ہی ف یعنی وعدہ قیامت و ثواب جنت سب ٹھیک ہی - فیہ التفات عن الخطاب و یحتمل ان یکون من کلام اللہ تعالے و الغرض من الدعاء بذلک بیان ان ہمہم امر الآخرۃ و لذلک سألوا الثبات علی الہدایۃ لینالوا ثوابہا - روی الشیخان عن عائشۃ رض قالت تلا رسول اللہ صلعم ہذہ ہو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات الی آخرہا و قال فاذا رایت الذین یتبعون ما تشابہ منہ فاولئک الذین سمی اللہ تعالے فاحذروہم - و روی الطبرانی فی الکبیر عن ابی مالک الاشعری انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ و سلم یقول ما اخاف علی امتی الا من ثلث خلال و ذکر منہا ان یفتح لہم الکتاب فیاخذہ المؤمن یبتغی تاویلہ و لیس یعلم تاویلہ الا اللہ و الراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا و ما یذکر الا اولوا الالباب الحدیث کلام بین التفات ہی خطاب سے یعنی انک لا تخلف المیعاد کی جگہ ان اللہ لا یخلف المیعاد - کہا اور احتمال ہی کہ یہ اللہ عز و جل نے فرمادیا کہ اللہ تعالے خلاف میعاد نہیں فرماتا ہی - اور ایسی دعا کرنے سے غرض یہ ہی کہ ظاہر ہو کہ تمام ہمت ان مومنوں کی فقط امر آخرت ہی اور اسیواسطے ان لوگوں نے ہدایت پر قائم رہنے کی درخواست کی تاکہ آخرت کا ثواب پاویں اور بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالے نے حضرت عائشہ رض سے روایت کی کہ پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے یہ آیت ہو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات الآیہ اور فرمایا کہ جب تم دیکھو ایسے لوگوں کو جو پیچھے پڑتے ہیں ایسے کلام کے جو کتاب میں سے متشابہ ہی تو یہی لوگ ہیں جنکا نام رکھا ہی اللہ تعالے نے لہذا تم ان سے حذر کرو - اور طبرانی رحمہ اللہ تعالے نے معجم کبیر میں ابو مالک اشعری رض سے روایت کی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ و سلم کو فرماتے سنا کہ نہیں خوف کرتا ہوں میں اپنی امت پر مگر تین باتوں سے اور انہیں باتوں میں سے ایک یہ بیان کی کہ انکے سامنے کتاب اللہ تعالے کھولی جاوے پس مومن اسکو لیکر تاویل تلاش کرنے لگے حالانکہ اسکی تاویل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالے کے اور جو لوگ کہ راسخین فی العلم ہیں وہ کہتے ہیں آمنا بہ کل من عند ربنا و ما یذکر الا اولوا الالباب ف ابن کیسان نے کہا کہ ان لوگوں کی درخواست یہ تھی کہ زیغ میں نہ پڑیں یعنی ایسا نہ ہو کہ انکے دل زائغ ہو جاویں بر خلاف

قولہ تعالیٰ فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم الآیۃ۔ پھر جبکہ کج ہوئے تو کج کردیا اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں کو یہ نصرانیوں کی مذمت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام
سے توحید پائی تھی پھر شرک کرکے کج ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انکے دل ٹیڑھے کردیے کہ اب سچی بات کو قبول نہیں کرتے ہیں۔ پس مومنوں نے
ایسی کجی سے پناہ مانگی۔ گویا جب انھوں نے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ۔ تو دعا کرنے لگے
کہ ربنا لاتزغ قلوبنا باتباع المتشابہ۔ اور اسمیں دلیل ہے کہ ازاغت اور ہدایت دونوں اللہ تعالیٰ کے خلق سے ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب
ہے اور حدیث میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے کہ اے مقلب القلوب میرے قلب کو اپنے دین پر ثابت رکھیو پھر پڑھی یہ آیت ربنا لاتزغ
قلوبنا بعد اذ ہدیتنا انک انت الوہاب۔ رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم واصل اسکی صحیحین میں ہے اور وہاب وہ ہے کہ تفضل کے ساتھ عطا کرے
اور اسمیں صریح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہے وہ فضل سے دیتا ہے اور اشعار ہے کہ وہ ہر چیز اپنے فضل سے دیتا ہے کسی چھوٹی یا
بڑی چیز کی خصوصیت نہیں ہے اور ظاہر آیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ متشابہات کی تاویل جاننے کے درپے ہونا زیغ ہے خود اس سے پناہ مانگنی چاہیے
ہے اور حدیث میں حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی کتاب ایک باب ایک حرف پر اترتی تھی اور
یہ قرآن سات حرف پر اترا زاجر و آمر اور حلال و حرام اور محکم و متشابہ اور امثال پس اسکے حلال کو حلال جانو اور اسکے حرام کیے ہوئے کو
حرام جانو اور اسکے امر کی فرمانبرداری کرو اور جس سے منع کیا اس سے باز رہو اور اسکے امثال سے عبرت حاصل کرو اور اسکے محکم پر عمل کرو اور اسکے
متشابہ پر ایمان لاؤ اور کہو کہ آمنا بہ کل من عند ربنا۔ ہمنے یقین مانا کہ سب ہمارے رب عز وجل کی طرف سے ہے اخرجہ ابن جریر والحاکم وصححہ
اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قرآن سات حرف پر نازل ہوا اور قرآن میں مراء کفر ہے جو تمکو معلوم ہو اسپر
عمل کرو اور جو اسمیں تمکو نہ معلوم ہو اسکو اسکے جاننے والے کی طرف چھوڑو۔ اخرجہ ابن جریر وابن المنذر و اسنادہ صحیح۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جو
اسکے متشابہ ہیں انپر ایمان لاؤ۔ اخرجہ نصر المقدسی عن ابن عمر۔ اور صحیحین وغیرہ کی حدیث عائشہؓ پہلے مذکور ہوئی اور سلیمان بن
یسار سے روایت ہے کہ ایک مرد جسکو ضبیغ کہتے تھے مدینہ میں آیا اور اسنے متشابہ القرآن کو پوچھنا شروع کیا پس عمرؓ کو خبر ہوئی تو آپ نے خرما کی
چھڑیاں منگوا کر رکھیں اور اسکو بلوایا اور فرمایا کہ تو کون ہے اسنے کہا کہ میں ضبیغ ہوں پس فرمایا کہ اور میں اللہ تعالیٰ کا بندہ عمر ہوں یہ کہکر
ایک چھڑی ہاتھ میں لی اور اسکو مارا یہانتک کہ اسکا سر خون آلودہ ہو گیا تو بولا کہ اے امیر المومنین بس آپکو اسیقدر کافی ہے میرے سر میں سے وہ بات
دور ہو گئی جو میں پہلے پاتا تھا اخرجہ الدارمی ونصر المقدسی واخرجہ ابن عساکر عن انسؓ وقد اخرجہ جماعۃ۔ اور اس قصہ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے
اہل بصرہ کو لکھ بھیجا کہ ضبیغ کو ساتھ نہ بیٹھنے دیں اور نہ اسکے پاس بیٹھیں۔ اور طبرانی (حافظ ابو القاسم ۱۲) نے معجم کبیر میں ابو مالک اشعری سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر کچھ خوف نہیں مگر تین باتوں کا ایک یہ کہ انکے پاس مال بہت ہو جاوے پس باہم حسد کریں اور لڑمریں۔ دوم یہ کہ
انکے لیے کتاب کھولی جاوے پس مومن اسکو لیکر اسکے تاویل کرنا شروع کرے حالانکہ نہیں جانتا کوئی اسکی تاویل کو سواے اللہ تعالیٰ کے
والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ الآیہ سوم یہ کہ اپنے علم کو دیکھیں اور اسکو ضائع کریں اور انکی کچھ پروا نہ کیجاویگی۔ قال ابن کثیر غریب جدًا
قولہ ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ میعاد بروزن مفعال بمعنے مصدر ہے ذکرہ العکبری اور معنے یہ ہیں کہ گویا جب انھوں نے اپنے پروردگار سے
کجی سے پناہ کی درخواست کی اور چاہا کہ انکو اپنے فضل سے رحمت عظیم و ہدایت پر رکھے تو دعا میں یہ بھی کہا کہ ربنا انک جامع الناس الخ
یعنے اس سوال سے ہماری غرض کچھ خوبی دنیاوی نہیں ہے کہ وہ تو گذرنے والی ہے بلکہ بڑی غرض آخرت ہے کہ تو عاقبت میں لوگوں کو جمع
کرنے والا ہے اور تیرا وعدہ حق ہے پس جو یہاں زائغ ہوا وہ وہاں ہمیشہ عذاب میں پڑا رہیگا اور جسکو یہاں ہدایت و رحمت ملی ہے وہ وہاں

ہمیشہ کرامت وسعادت مین رہیگا۔ اور جاننا چاہیے کہ معتزلہ نے اس آیت سے دلیل پکڑی کہ فاسق جو بغیر توبہ کے مرا ہی اور اسکے حق مین
عذاب کے وعید ہی تو اس آیت سے ثابت ہوا کہ خلاف وعید نہوگا اور وہ ضرور عذاب پاویگا اور وعید عذاب بھی وعدہ مین داخل ہی چنانچہ
اللہ تعالے نے فرمایا کہ قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فہل وجدتم ما وعد ربکم حقا۔ یعنے جنت والے دوزخ والون سے یون کہینگے کہ ہمسے جو کچھ ہمارے
رب نے وعدہ فرمایا تھا وہ ہمنے پایا پس تم کو جو کچھ تمھارے رب تعالے نے وعدہ دیا تھا وہ تمنے بھی پالیا یعنے عذاب جہنم پس عذاب کی وعید کو بھی وعدہ
کہا گیا اور جواب دیا گیا کہ فاسق کے حق مین عذاب کی وعید ہی اور دیگر دلائل سے تم بھی قائل ہو کہ یہ وعید وعذاب اسپر مطلقاً نہین ہوگا بلکہ
اسوقت ہوگا کہ اسنے توبہ نہ کی ہو پس تم بھی تخصیص کے قائل ہو اسیطرح ہمنے احادیث سے ثابت کیا کہ فاسق کو وہان عذاب جب ہوگا کہ شفاعت
وغیرہ سے اسکو چھوڑایا جاوے اور یہ مضمون احادیث مین بدرجہ متواتر پہونچا ہی۔ اور اگر ہم مان بھی لین تو ہم کہتے ہین کہ یہان وعدہ مین خلاف نہ کرنا فرمایا
اور وعدہ کا استعمال امر خیر مین ہی یعنے جو بھلائی کا وعدہ فرمایا ہی اسمین خلاف نہوگا اور رہا برائی کا وعدہ تو اسکو وعید کہتے ہین اور یہ جو تمنے
کہا کہ وہ بھی وعدہ مین داخل ہی تو ہم کہتے ہین کہ یہ حقیقت نہین ہی اور رہا آیت مین اطلاق تو وہ کھسیانے و شرمانے کے طور پر ہی جیسے فرمایا فبشرہم
بعذاب الیم۔ انکو خوشخبری دے عذاب دردناک کی یہ بطور تہکم ہی اور ایسے ہی دوزخی کو کہا کہ ذق انک انت العزیز الکریم۔ چکھ اس
عذاب کو تو تو بہت عزیز وبزرگ ہی۔ اور واحدی ؒ نے بسیط مین ذکر کیا کہ جائز ہی کہ اس آیۂ کریمہ مین میعاد کا لفظ مومنون کے
وعدہ پر محمول کیا جاوے بقرینۂ لا یخلف کے اسواسطے کہ بیان مدح کا ہی اور مدح اسی مین ہی کہ وعدہ خیر مین خلاف نہو اور رہا عذاب
و تکلیف ہی کے وعدہ مین خلاف کرنا تو یہ عرب کے نزدیک خود تعریف ہی چنانچہ کہا ؎ اذا وعد السراء انجز وعدہ ✦ وان عدا
الضراء فالعفو مانعہ۔ یعنے وہ ایسا بزرگ خصلت ہی کہ جب بھلائی کا وعدہ کرتا ہی تو اپنا وعدہ پورا کر دیتا ہی اور جب برائی کا
وعدہ خوف دلاتا ہی تو اسکا عفو اس وعید کے پورے کرنے سے اسکو روکتا ہی اور نیز دوسرے نے کہا ؎ وانی وان اوعدتہ او وعدتہ ✦
لمخلف ایعادی ومنجز موعدی ✦ اور مین ایسا ہون کہ مین نے اگرچہ اسکو ایعاد کیا یعنے عذاب سے وعید کیا یا اسکو وعدہ دیا پر مین
اپنے ایعاد یعنے وعید سزا کو خلاف کرنے والا ہون اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہون۔ پس معلوم ہوا کہ وعدہ خیر پورا کرنا مدح ہی اور وعید مین
خلاف کرنا مدح ہی اور یہین سے اشاعرہ نے کہا کہ اللہ تعالے کا خلف وعید مین روا ہی لیکن ہمارے نزدیک جواب صحیح فقط اول ہی اور حق یہ ہی
کہ وعدہ و وعید کسی مین خلاف نہین ہوگا۔ فی العرائس قولہ تعالے ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا۔ یعنے ہمارے دلون کو کج مت کر
بایں طور کہ تیری ہدایت سے برگشتہ ہون قولہ وہب لنا من لدنک رحمۃ۔ رحمت سے مراد علم خاص و معرفت تامہ ہی۔ قولہ انک انت الوہاب
ایسا کچھ ہبہ کیا کہ اسکا شکر شمار مین نہین آسکتا ہی اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قوم نے اللہ تعالے کی طرف تضرع کرنے اور اسکے سامنے
مسکنت ظاہر کرنے کے لیے اسکی طرف رجوع کیا اور جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے دلون کو اپنی طرف سے کج نفرما بعد ازانکہ تونے ہمکو اپنی
طرف راہ دی ہی اور قولہ من لدنک رحمۃ۔ یعنے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق اپنی خدمتگذاری پر ہمکو ثابت قدم کر دے۔ انک
انت الوہاب۔ یعنے تو اپنے بندون کو اپنے فضل سے وہ کچھ نعمتین عطا فرماتا ہی جسکے وے کچھ بھی مستحق نہین ہین یعنے انکو کوئی استحقاق ذاتی
نہین ہی۔ اور استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جتنا انکا قرب بڑھتا گیا اتنا ہی انکا ادب بڑھتا گیا اور دوری سے پناہ مانگنا رعایت ادب ہی اور
بعض نے کہا کہ جب خوبی سے استعانت چاہتے ہین وہ سچے ہوے تو انکو انوار کفایت سے مدد دی گئی۔ قولہ ربنا انک جامع الناس
لیوم لاریب فیہ۔ یعنے او تعالے اہل حقیقت حق و شریعت صدق کو مقام قربت مین جمع کرنے والا ہی پس مومنین تو کرامت مین ہین اور

سو متقین مقام مشاہدہ مین اور محبین مقام وصل مین اور عارفین مقام انس مین ہین۔ اور ہر گروہ تیرے حضور مین اپنے انتہائی مقصد و نیت کے موافق پہونچ جائیگا یعنے دنیا مین مقامات و حالات و مکاشفات و مشاہدات کے مقامون مین سے جو گروہ جس حال پر تھا ویسیکے موافق تیری جناب مین اسکی رسائی ہوگی جیسے اہل باطل و کفر و ضلالت اپنے اپنے درجہ کے موافق ملعون و مطرود ہونگے۔ اور ہسنادر حمہ اللہ نے فرمایا کہ آج کے روز تو اللہ تعالے نے دوستون کو نزدیکی حاصل کرنے کے مقام مین کہاہی یعنے اپنے اپنے مقدور سے کوشش کرین اور کل کے روز یعنے قیامت مین سبھون کو ثواب و عذاب کے محل مین جمع کریگا۔ آج کے روز تو اسرار کو اکٹھا کرو یا کہ جلال و جمال کا مکاشفہ چاہین اور کل کے روز ہر حال کے موافق ہول و امن مشاہدہ کرنے اور رنج و خوشی اٹھانے کے مقام مین بے پردہ جمع فرماویگا قولہ تعالے ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ یعنے جو کچھ اپنے انبیاء و اولیاء و مومنین سے وعدہ کیا ہی کہ انکو فلاح و مشاہدہ کی نعمت تک پہونچاویگا اسمین خلاف نہین فرماتاہی اور نیز اللہ تعالے کا وعدہ خلاف ہو نہین سکتاہی کیونکہ علم الٰہی قدیم ہی پس وہ منزہ و پاک ہی کہ کوئی فعل اسکا ایسے علم سے ہو جو جدید پیدا ہو بلکہ سب اسکے علم قدیم مین مقرر ہو چکاہی تو وہی ہوگا جیسے دنیا مین وہی ہوتاہی اور شیخ ابو عبدالرحمن سلمی نے فرمایا کہ دنیا مین کبھی اسکی میعاد سے خلاف نہین ہوتاہی چنانچہ جو کچھ اسنے اپنے علم ازلی کے موافق سعادت یا شقاوت کا وعدہ مقرر فرمایاہی وہ ضرور ہوتاہی پس کوئی زاہد تو خلاف زہد نہین کرتا اور کوئی فاسق اپنے فسق سے نہین چوکتا اور واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالے ہر ایک کو اسکی جزا و عوض دیدیگا اور بندگان خاص کو قرب دیدار کے مقام خاص مین اوتاریگا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَ

جو لوگ منکر ہے ہرگز کام نہ آوینگے انکو انکے مال اور نہ انکی اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور

أُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ۝ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ

وہی ہین ایندھن دوزخ کے جیسے دستور فرعون والون کا اور جو لوگ ایسے پہلے تھے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

جھٹلایا انھون نے ہماری آیتون کو پھر گرفتار کرلیا اللہ نے انکو انکے گناہون پر اور اللہ کی مار سخت ہی۔

لَن تُغْنِيَ۔ تدفع۔ عَنْهُمْ۔ یعنے دفع نہ کرینگے۔ مِنَ اللَّهِ۔ ای من عذابہ۔ یعنے عذاب اللہ سے۔ وَقُودُ النَّارِ بفتح الواو ما یوقد بہ۔ یعنے وقود بفتح واو وہ چیز جس سے آگ روشن کیجاوے۔ دابہم۔ كَدَأْبِ۔ کعادۃ۔ یعنے کداب خبر مبتدا محذوف ہی ای دابہم حاصل کداب اور داب کے معنے عادت۔ مِن قَبْلِهِمْ۔ من الامم کعاد و ثمود۔ یعنے فرعون والون سے اگلی امتین مانند عاد اور ثمود کے۔ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ۔ اہلکہم۔ یعنے انکو اللہ تعالے نے ہلاک کیا۔ بِذُنُوبِهِمْ۔ و الجملۃ مفسرۃ لما قبلہا والباء سببیۃ ہی ای بسبب انکے گناہون کے اور جملہ کذبوا بایاتنا الی آخرہ۔ یہ اپنے ماقبل کا مفسر ہی یعنے انکا داب کیا تھا اور کیا انکے ساتھ کیا گیا اسیواسطے حرف عطف نہین ہی ف۔ اللہ عزوجل نے اس کتاب مجید کے ایمان لانے والون اور زیغ سے پناہ مانگنے والون کا اچھا حال اور وعدہ ثواب ذکر فرمانے کے بعد ان لوگون کا حال خراب بیان فرمایا جو کافر و منکر ہوئے جیسے وفد نجران نے انکار کیا اور بعض نے فرمایا کہ ان الذین کفروا سے وفد نجران ہی مراد ہین مگر اولیٰ یہ ہی کہ تمام کفار مراد ہین اور عذاب مذکور کی وعید انکے حق مین جب ہی ہوگی کہ کفر ہی پر مر گئے ہون اور کفر مین کسی رکن ایمان کا کفر ہو داخل ہی پس اگر کوئی شخص ہی کہ اللہ تعالے کو واحد جانتاہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہین

مانتا ہی وہ کافر ہی اور وہ واقعی اللہ تعالے کی توحید نہیں جانتا ہی کیونکہ معتبر وہ توحید ہی جو رسول اللہ صلعم کے فرمانے سے ثابت ہی اور ایسے ہی اگر قران سے منکر ہی تو کافر ہی۔ قولہ من اللہ شیئا۔ مبرد نے کہا کہ من برائے ابتدائے غایہ ہی بحذف مضاف ای من عذاب اللہ ابوحیان نے کہا کہ یہی ارجح ہی۔ واولئک ہم وقود النار ضمیر منفصل مفید حصر بالقصر ہی یعنے یہی ایندھن ہونگے یا انکے حق مین ایندھن ہی ہونا واجب ہی اگر کہا جاوے کہ بعضے گنہگار مومنین بھی دوزخ مین جاوینگے تو حصر انہین کیونکر ہوا جواب یہ ہی کہ گنہگار مومن ایندھن نہونگے بلکہ انکو تکلیف و عذاب پہونچیگا اور ایسے ہو جاوینگے جیسے کہ جھنوا یا کوئلہ ہوتا ہی اور ایندھن فقط کفار ہونگے۔ اور انکے اموال اولاد کام نہ آوینگے یہ کمال عذاب ہی اسواسطے کہ جس چیز سے اسکو بھروسا تھا وہ دور کردی پھر اسپر اور اسباب الم دینے والے مجتمع ہوئے پس قولہ لن تغنی عنہم اموالہم ولا اولادہم۔ سے بھروسا توڑا کیونکہ سختی کے وقت آدمی اپنے مال و اولاد کی طرف بھروسا کرکے دوڑتا ہی پس اللہ تعالے نے ظاہر فرمایا کہ روز قیامت کی صفت اس دنیا سے خلاف ہی پس جبکہ مال و اولاد جو بہت نزدیک کے وسیلہ نفع تھے اسکو نافع نہوئے تو اور چیزین بدرجۂ اولی نفع ندینگی پھر اسپر یہ کمال کہ وقود النار ہونگے اور یہ انتہا کا عذاب ہی کہ انہین آگ اسطرح لگیگی جیسے ایندھن کی سوکھی لکڑی مین لگتی ہی نعوذ باللہ منہ۔ قولہ کداب آل فرعون۔ یہ جملہ یا تو مستانفہ ہی خبر مبتدا محذوف ای وہم کداب آل فرعون مع موسی۔ یعنے وفد نجران کافرون کی یا اسطرح کافرون کی عادت انکار آیات حق تعالے و کفر برسول صلعم مین ویسی ہی جیسے فرعون والون کی عادت حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ تھی اور بعضے نے کہا کہ متصل بما قبل ہی ای لن تغنی عنہم کما لم تغن عن آل فرعون یا توقد النار بہم کما توقد بآل فرعون۔ اور اول قول جمہور محققین ہی اور داب بمعنے حال و عادت و شان ہی اور ابن عباس رض سے روایت ہی کہ کداب آل فرعون ای کصنیع آل فرعون اور ایسا ہی عکرمہ و مجاہد و ابو مالک و ضحاک وغیرہم سے مروی ہی اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ البتہ جن لوگون نے کفر کیا کچھ نہین دفع و نفع کرینگے انسے انکے اموال ورنہ اولاد وقت طاری ہونے عذاب و انتقام کے مثل آل فرعون و اگلے کافرون کے کہ گرفتار کرلیا ہمنے انکو پس نفع دیا انکو انکے مالون و اولاد نے۔ قولہ فاخذہم اللہ بذنوبہم۔ یہان فاخذناہم نہین فرمایا بلکہ بجائے اسم ضمیر کے اسم ظاہر فرمایا بالغرض ہول دلانے کے اور ایسے ہی قولہ واللہ شدید العقاب۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ

کہدے منکرون کو کہ جلد ہی تم مغلوب ہوگے اور ہانکے جاؤگے دوزخ کو اور کیا برا بستر ہی دوزخ

ونزل لما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہود بالاسلام فی مرجعہ من بدر فقالوا لہ لا یغرنک ان قتلت نفرا من قریش اغمارا لا یعرفون القتال جبکہ بدر کی لڑائی جہاد سے لوٹنے مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام لانے کا حکم کیا تو بولے کہ آپ کو غرور مین نہ ڈالے یہ بات کہ آپنے قریش مین سے چند ناتجربہ کارون کو جو لڑائی نہین جانتے تھے قتل کر ڈالا ہی تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ قُلْ۔ یا محمد۔ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ من الیہود۔ کہدے ای محمد ان لوگون سے جو کافر بنے ہین یعنے یہود مین سے کافرون کو کہ۔ سَتُغْلَبُوْنَ۔ تم لوگ (یا یہ لوگ) عنقریب مغلوب کیے جاؤگے۔ تغلبون بالتاء والیاء فی الدنیا بالقتل والاسر وضرب الجزیۃ وقد وقع ذلک۔ اکثر قاریون کے قراءۃ مین ستغلبون بتاء خطاب ہی یعنے تم لوگ مغلوب کیے جاؤگے اور حمزہ و کسائی کی قراءۃ مین بیاء غیبت ہی یعنے یہ کافر لوگ مغلوب کیے جاوینگے اور معنے یہ کہ عنقریب دنیا مین قتل و قید و جزیہ باندھے جانے سے مقہور کیے جاؤگے اور یہ معجزہ قرآنی ہی کہ ان خاص لوگون کا انجام بیان کردیا پھر ایسا ہی واقع ہوا پس ایک تو یہ حکم دیا کہ انکو آگاہ کردے کہ دنیا مین تم عنقریب مغلوب و خوار ہوگے۔ دوم۔ وَتُحْشَرُوْنَ۔ بالوجہین فی الآخرۃ اور محشور کیے جاؤگے یعنے آخرت مین۔ اِلٰى جَهَنَّمَ۔ فتدخلونہا۔ جہنم کی طرف ف پھر خالی یہی نہو گا بلکہ جہنم مین داخل کیے جاؤگے۔ ایک قراءت یحشرون بیاء

لہ صفحہ روزن صیان صحاح ادی [illegible]

تحتیہ بصیغۂ غائب ہی - **وَبِئْسَ الْمِهَادُ** - الفراش ہی - اور برا بچھونا ہی دوزخ - **ف** محی السنہ نے معالم مین و ابن کثیر نے
اپنی تفسیر مین بروایت محمد بن اسحاق ذکر کیا کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی مین اپنی قلیل جماعت بے سامان سے کفار قریش کو
باوجود انکی کثرت وسامان کے شکست دیکر قتل و قید کی مصیبت پہونچائی پھر وہان سے مدینہ کو لوٹے تو یہودیون کو بازار بنی قینقاع مین جمع کیا
اور فرمایا کہ ای گروہ یہود تم مسلمان ہو جاؤ قبل اسکے کہ تمکو بھی ویسی ہی مصیبت پہونچے جیسی قریش کو پہونچی تو بولے کہ ای محمد آپکو یہ بات اپنے جی
مین غرور نہ دلاوے کہ آپ نے قریش کے چند آدمی مارڈالے جو لڑائی مین ناتجربہ کار تھے لڑائی کا ڈھنگ نہین جانتے تھے اور واللہ اگر تم ہم سے
قتال کرو تو جانو کہ البتہ مرد ہم ہین اور تم ہم ایسون سے کبھی نہین بھڑے پس اللہ تعالے نے اسی بارہ مین نازل فرمایا - قل للذین کفروا ستغلبون -
تا قولہ لعبرۃ لاولی الابصار - اسکو محمد بن اسحاق نے ابن عباس رض اور عاصم بن عمرو رحمہ اللہ سے روایت کیا ہی وقد اخرجہ ابوداؤد ایضاً اغمار جمع
غمر ہر ایسے مرد کو کہتے ہین جسنے امور کا تجربہ حاصل نکیا ہو - اور ستغلبون مین ان کافرون کے مغلوب ہو جانے کا وعدہ ہی اور اللہ عزوجل نے یہ
وعدہ پورا کر دیا کہ قریظہ کو حضرت صلعم نے قتل کر ڈالا اور بنی نضیر کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا اور خیبر کو فتح کرکے وہان کے یہودیون پر جزیہ مقرر
کیا اور یہ خبر غیب ہی اور دلائل نبوت مین سے ہی - اور جاننا چاہیے کہ اسمین یہ بھی معجزہ ہی کہ یہ لوگ ایمان نہ لاوینگے کیونکہ فرمایا وتحشرون
الی جہنم - اور یہ صریح اعجاز ہی کہ کسیکے حق مین انکے انجام باطنی آیندہ کی خبر دینا جو اسی طرح واقع ہو - اور واضح ہو کہ جنگ بدر مین اللہ تعالے نے
مومنون و کافرون سب کو اپنی قدرت کاملہ دکھلادی تاکہ شیطان کو وسوسہ کا موقع نہ رہے اور اسمین عجائب معجزات تھے پھر آیندہ مومنون کو
کافرون کے ساتھ امتحان مین چھوڑ دیا لیکن اندھے یہودیون نے کچھ نہ دیکھا لہذا اللہ تعالے نے اہل سعادت کو اس واقعہ کی قدرتون سے آگاہ کیا

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ

ابھی ہو چکا ہی تمکو ایک نمونہ دو فوجون مین جو بھڑی تھین ایک فوج لڑتی اللہ کی راہ مین اور دوسری کافر تھی

يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

یہ انکو دیکھتے اپنے دو برابر صریح آنکھون سے اور اللہ زور دیتا ہی اپنی مدد کا جسکو چاہے اسواقعہ مین البتہ

لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ○

عبرت ہی جنکی آنکھین ہین -

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ - عبرۃ و ذکر الفعل للفصل - **فِي فِئَتَيْنِ** - فرقتین - **الْتَقَتَا** - یوم بدر للقتال تمہارے لیے آیت
گذر چکی ایسے دو فریق مین جو باہم مقابل ملے تھے **ف** آیت بمعنے عبرت اور مقابلہ سے بدر کا قتال مراد ہی یعنے بدر کے روز کفار و مومنین کے مقابلہ
مین تمکو عبرت و نصیحت ہی - **فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** ای طاعتہ وہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ وکانوا ثلثمائۃ وثلثۃ
عشر رجلا معہم فرسان وستۃ ادرع وثمانیۃ سیوف واکثرہم رجالۃ - ایک فرقہ تو اللہ تعالے کی راہ مین قتال کرتا تھا **ف** یعنے اللہ تعالے
کی فرمانبرداری مین لڑتا اور اس فرقہ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہین - اور تعداد انکی تین سو تیرہ مرد تھے ستتر
مہاجرین کے اور دو سو چھتیس انصار کے) اور انکے ساتھ دو گھوڑے تھے (ایک مقداد بن عمرو کا اور دوسرا مرثد بن ابی مرثد کا) اور چھ زرہین
اور آٹھ تلوارین تھین اور اکثر انمین سے پیدل تھے - **وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ** - اور فرقۂ دوم کافر تھا جو شیطان و بت کی راہ مین
لڑتا تھا - **يَرَوْنَهُم** - بالتاء والیاء ای الکفار - یعنے نافع کی قراءۃ مین بتاء فوقانیہ ہی یعنے تم انکو دیکھتے تھے اور باقیون کی قراءۃ مین بیاء تحتیہ

ہین یعنے دیکھتے تھے ایمان والے کافرون کو۔ مِثْلَيْهِمْ۔ ای المسلمین ای اکثر منہم وکانوا نحو الف۔ رَأْيَ الْعَيْنِ۔ ای رویۃ ظاہرۃ معاینۃ
وقد نصرہم اللہ تعالی مع قلتہم اس فرقۂ کافرہ کو تم لوگ (یا مسلمان لوگ) دوچند مسلمانون کا آنکھون دیکھتے تھے ف دوچند سے
گنتی مراد نہین بلکہ کثرت مراد ہی یعنی باوجود کثرت کفار کے اور قلت مومنین کے اللہ تعالی نے مومنون کو فتح دی اور شیطانیون کو خوار ومخذول کیا
وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ۔ یقوی۔ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ اور اللہ تعالی اپنی نصرت سے جسکو چاہتا ہی مدد دیتا ہی۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ المذکور
لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ۔ لذوی البصائر افلا تعتبرون بذلک فتؤمنون۔ اس واقعہ مین جو مذکور ہوا البتہ صاحبان بصیرت کے
لیے عبرت ہی ف پھر تم اس سے عبرت نہین لیتے کہ ایمان لے آؤ۔ واضح ہو کہ قولہ تعالی۔ قد کان لکم آیۃ۔ اس خطاب مین بعضے مفسرین نے
کہا کہ خطاب یہود کو ہی اور یہ ماقبل سے متصل ہی اور یہ بھی منجملہ اس بیان کے ہی جسکے کہنے کا حکم ہی یعنے ای یہود جو تم سے کہا گیا کہ عنقریب
مغلوب ہوگے اسپر تمہارے لیے نشانی اس واقعہ مین حاصل ہی کہ اللہ تعالی اپنے دین کا عزت دینے والا اور اپنے رسول کی مدد کرنے والا
اور اپنے کلمہ کو بلند کرنے والا ہی اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب تمام کفار کو عام ہی اور بعض نے کہا کہ خطاب مومنون کو ہی اور یہ حضرت ابن مسعود وحسن سے
مروی ہی اور اسیکی مؤید ہی قراءۃ ترونہم بتاء خطاب اور ان دونون قول پر یہ جملہ مستانفہ غیر مرتبط بماقبل ہوگا اور آیۃ کی تنکیر برائے تعظیم ہی
ای آیۃ عظیمۃ یعنے تمہارے لیے بہت بڑی عبرت کی نشانی تھی۔ قولہ فی فئتین۔ اسمین خلاف نہین کہ ہر دو فرقہ سے مراد بدر کے لڑنے والے
ہین یعنے مومنین وکافرین قریش قولہ فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ۔ ای فرقۂ اسلام اور یہ مہاجرین وانصار تھے اور مہاجرین کے نشان بردار حضرت
علی کرم اللہ وجہہ تھے اور انصار کے نشان بردار سعد بن عبادہ تھے اور صرف ستر اونٹ سواری کے تھے۔ قولہ واخری کافرۃ۔ اور وہ فرقہ کفار
قریش تھا اور وہ ساڑھے نوسو آدمی پورے ہتھیار بند تھے اور ان سب کا سردار عتبہ بن ربیعہ تھا اور انکے لشکر مین سو گھوڑے تھے اور بنی
مخزوم پر ابو جہل ملعون سردار تھا اور یہ واقعہ بدر پہلا جہاد ہی جو بعد ہجرت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور عنقریب مین مختصر نقل کرونگا
قولہ یرونہم مثلیہم رای العین۔ اسکی تفسیر مین دو قول ہین اول آنکہ یرون کا فاعل کافرین ہین اور ضمیر راجع بجانب مومنین ہی یرونہم
المشرکون المومنین مثلیہم فی العدد رای العین یعنے مومنون کو مشرکین تعداد مین اپنے سے دوچند دیکھتے اور آنکھون سے انکو نظر آتا
تھا اللہ تعالی نے انکا اس دیدار مین اسلام کی فتح ونصرت کا سبب کر دیا اور اسکو قراءۃ تاء فوقیہ مساعد نہین الا آنکہ خطاب اول مین کافران مکہ کو
ہو۔ اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے فرمایا کہ اس تفسیر پر اشکال تو کوئی نہین مگر ایک اشکال ہی اور وہ یہ ہی کہ مشرکون نے عمیر بن سعد کو
اس روز لڑائی سے پہلے جاسوسی کے واسطے بھیجا تھا اسنے مشرکون کو خبر دی کہ وہ تین سو سے کچھ اوپر یا کچھ کم ہونگے اور ایسا ہی تھا کہ مسلمان
تین سو سے کچھ اوپر تھے جواب یہ ہی کہ یا ان اول مین کافرون کو یہی خبر پہونچی تھی پھر جب لڑائی واقع ہوئی تو اللہ تعالی نے مسلمانون کو ایک ہزار مدد
فرشتون سے مدد دی۔ قال المنذر جمہ وعلی ہذا مثلیہم مین دو احتمال ہین کہ مشرکین مسلمانون کو اپنے دو مثل یا مسلمانون کے دو مثل دیکھتے
تھے قول دوم اور وہی قول جمہور مفسرین ہی یہ ہی کہ یرون کا فاعل مومنین ہین اور ضمیر راجع بجانب کفار ہی اور معنے یہ ہین کہ مسلمان لوگ
کافرون کو اپنے سے دوچند دیکھتے تھے آنکھون دیکھنا اور باوجود اسکے اللہ تعالی نے انکو کافرون پر فتح دی اور اسپر یہ اشکال وارد ہوتا ہی
کہ اس صورت مین کفار کا انسے دوچند ہونا چاہیے وجواب دیا گیا کہ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ مومنین بروز بدر تین سو تیرہ
تھے اور کفار چھ سو چھبیس تھے اور شیخ ابن کثیر نے اسکا رد کر دیا کہ شاید یہ قول اس آیۃ کریمہ کے ظاہر سے ماخوذ کیا گیا ہی ولیکن اہل تواریخ
وسیر کے خلاف ہی اور جمہور کے نزدیک معروف یہ ہی کہ مشرکین نوسو اور ہزار کے درمیان تھے جیسا کہ محمد بن اسحق نے یزید بن رومان کے واسطہ سے

عروہ بن الزبیر سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عبد اسود سے قریش کی تعداد پوچھی تو بولا کہ بہت ہیں آپ نے فرمایا کہ کتنے اونٹ ہر روز ذبح کرتے ہیں بولا کسی روز نو اور کسی روز دس۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ نوسو اور ہزار کے درمیان ہیں اور ہر گاہ وہ مسلمانوں کے سہ چند تھے پس اشکال مذکور پیش آتا ہے کہ دو چند کیونکر فرمایا ہے۔ شیخ ابن جریرؒ نے اسکا یہ جواب دیا کہ مثلیہم سے مراد اکثر ہے اور خصوص دو چند ہی مراد نہیں ہے اور یہ قول صحیح ہے چنانچہ یوں بولتے ہیں کہ میرے پاس ہزار درہم ہیں اور ابھی مجھے اسکے دو چند چاہیے ہیں حالانکہ وہ سہ چند کا محتاج ہوتا ہے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس توجیہ پر یہ اشکال تو نہیں رہا ولیکن ایک اور اشکال وارد ہوتا ہے اور وہ دونوں قولوں پر وارد ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے قصہ بدر میں فرمایا کہ واذ یریکموہم اذ التقیتم فی اعینکم قلیلا ویقللکم فی اعینہم لیقضی اللہ امرا کان مفعولا۔ یعنے جبکہ دکھلاتا تھا تمہیں اُن کافروں کو جب ہم بھڑ گئے تھے تم تمہاری آنکھوں میں قلیل اور تمکو تھوڑا دکھلاتا تھا کافروں کی آنکھ میں تاکہ پورا کر دے اللہ تعالیٰ اس امر کو جو مقدر کر دیا تھا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ہر گروہ دوسرے فریق کو قلیل دیکھتا تھا۔ جواب یہ ہے کہ یہ ایک حالت میں تھا اور وہ دوسری حالت میں تھا چنانچہ سدی رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ تعالیٰ قد کان لکم آیۃ فی فئتین الآیہ۔ فرمایا کہ یہ بدر کے روز تھا اور ہمنے مشرکون کی طرف جو نظر کی تو ہمنے دیکھا کہ وہ ہمسے کئی گونہ زائد ہیں پھر آخر جو ہمنے ایک نظر ڈالی تو ہمنے یہ بھی نہ دیکھا کہ وہ ہمسے ایک آدمی بھی زیادہ ہیں اور یہی ہے قولہ تعالیٰ واذ یریکموہم اذ التقیتم فی اعینکم قلیلا الآیہ۔ اور ابو اسحق نے عن ابی عبیدۃ عن عبد اللہ بن مسعودؓ روایت کی کہ مشرکین ہماری آنکھوں میں قلیل کر دیے گئے تھے یہانتک کہ میں نے اپنے پہلو کے ایک آدمی سے کہا کہ تو دیکھتا ہے ستر ہونگے اسنے کہا کہ نہیں سو دکھلائی دیتے ہیں پھر ہمنے انہیں سے ایک شخص کو قید کیا تھا اس سے پوچھا کہ تم لوگ کتنے تھے اسنے کہا کہ ہم ہزار تھے پس جب دونوں فریق میں سے ہر ایک نے دوسرے فریق کو معائنہ کیا تو مسلمانوں نے مشرکون کو اپنے سے دو چند دیکھا یعنے کئی گونہ زیادہ دیکھا تاکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور متوجہ ہوں اور اعانت کے خواستگار ہوں اور اسوقت مشرکون نے مومنون کو بھی ایسا ہی دیکھا تاکہ انکو خوف و رعب و جزع و ہلع لاحق ہو پھر جب دونوں صفیں ملاقی ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے مومنون کو مشرکون کی آنکھوں میں اور مشرکون کو مومنون کی نظر میں قلیل دکھلایا تاکہ ہر دو فریق میں سے ہر ایک دوسرے پر پیش قدمی کرے اور جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا ہے وہ پورا ہو۔ اور محی السنہ نے معالم میں کہا کہ اصح یہ ہے کہ مومنین یہ دیکھتے تھے مشرکون کو اپنی تعداد سے دو چند کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکون کو انکی آنکھوں میں قلیل کر دیا تھا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ تھا کہ انکو مشرکین دو چند ہی نظر آئے تھے حالانکہ وہ سہ چند تھے پس اللہ تعالیٰ نے سورۂ انفال میں جو فرمایا ہے کہ انکو تمہاری آنکھوں قلیل کر دیا اس سے مراد یہی ہے کہ سہ چند ہونے کے باوجود دو چند ہی دکھلایا پس آیۃ اور عبرت اسمیں دو طرح سے متحقق ہوئے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکون کو جو کثیر تعداد میں تھے مسلمانوں کی آنکھ میں قلیل کرکے صرف دو چند دکھلایا اور دوم یہ کہ اس دو چند سے بھی زیادہ تعداد والوں پر مومنون کی قلیل جماعت کو فتح دی پس دونوں آیتیں یعنے یہاں کی آیت کریمہ اور سورۂ انفال کی آیۂ کریمہ دونوں متوافق المعنے ہیں اسکی حاجت نہیں کہ دو حالت پر محمول کیجاویں اگرچہ دو حالت پر محمول کرنا بھی ممکن ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ مترجم کہتا ہے کہ آیندہ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ قصہ سورۂ انفال میں مفصل آویگا اگرچہ مختصر حال اس سے بھی کھل گیا کہ ایک قلیل بے سامان جماعت کو کثیر با قوت و سامان لشکر پر فتح و نصرت ایسے عجیب طریقہ سے عنایت فرمائی کہ کافروں کے سردار مارے گئے اور بہت سے قید ہوئے لیکن مسلمانوں نے انکو فدیہ کا مال لیکر چھوڑنا چاہا تو کہا گیا کہ اس شرط پر فدیہ لیکر چھوڑو کہ آیندہ سال میں اسی قدر تم میں سے شہید ہونگے اسکو مسلمانوں نے شوق شہادت میں قبول کیا لہذا دوسرے سال میں جنگ احد میں مسلمانوں میں سے اسی قدر شہید ہوے اور کافروں نے غلبہ پایا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا تھا وہ پورا ہوا۔ فـــــ فی العرائس قولہ تعالیٰ واللہ یؤید بنصرہ من یشاء۔ واضح ہو کہ

سابق مین کر بیان ہوا کہ جہاد مین سے افضل یہ کہ اپنے نفس سے مجاہدہ کر کے اسکو مغلوب کرے لہذا شیخ نے اشارہ مین کہا۔ یعنے جسکو چاہتا ہی اپنے خاص بندون مین سے اسکی تائید فرماتا ہی یہانتک کہ اپنے نفس کے ساتھ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق جہاد کرتا ہی بعض نے فرمایا کہ اپنے بندون مین سے جسکو چاہتا ہی اسکو یہ توفیق دیتا ہی کہ وہ طریقۂ سنت کو مضبوط پکڑ لیتا ہی اور بدعت کو بالکل ترک کر دیتا ہی **قال** المترجم اس اشارہ کی وجہ ظاہر ہی اسواسطے کہ بڑا جہاد تو اپنے نفس کے ساتھ ہی پس جو شخص کہ اللہ تعالے کی طرف سے تائید پاتا ہی وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ظاہر باطن وباطن مین اعمال جوارح وافعال قلب سب کے ساتھ مضبوط پکڑتا ہی اور طریقہ بدعت کو اگرچہ کیسا ہی اچھا منظر آوے بالکل ترک کرتا ہی کیونکہ اچھائی وبُرائی سب اللہ تعالے واسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے معلوم ہوتی ہی آدمی اگر اپنی رائے پر کام کرے تو سخت گمراہ ہی اسکو ہرگز نہین چاہیے کہ دین مین رائے لگاوے کہ یہ طریقہ اچھا ہی اور یہ طریقہ بُرا ہی اور جاننا چاہیے کہ سنت سے مراد وہ طریقہ ہی جسکو حضرت صلعم نے خود کیا یا فرمایا کرتے دیکھکر ممانعت نہین فرمائی یا کسی صحابی نے ایسا فعل مسنون قرار دیا جسمین اجتہاد کو دخل نہین تو یہ سب سنت طریقہ ہی اور جو فعل بطرز سنت ہی اگرچہ وہ مباح ہو جب اسکو سنت کی نیت سے ادا کریگا مستحق ثواب ہوگا اور اسکے قلب کو ایک نور اس کام کی لیاقت کے موافق ضرور حاصل ہوگا اور بدعت وہ کام یا کلام ہی جو دین مین نیا نکالا گیا جسپر کلام اللہ تعالے وسنت رسول اللہ صلعم واجماع امت وقیاس مجتہد کوئی شاہد نہین ہی اور حدیث صحیح مین ہی کہ ہر بدعت گمراہی ہی اور ہر گمراہی دوزخ مین ہی پس جو بدعت ہی وہ کبھی خوب نہین اگرچہ ہزارون کتابین پڑھا ہوا بڑے جبہ ودستار کے ساتھ بیٹھکر اسکے عمدہ ہونے کا فتوی دے اور حدیث مین ہی کہ ہر بدعت پر عمل کرنے سے اللہ تعالے اسکے مثل سنت کو اٹھا لیتا ہی یعنے بدعتی کے ذمہ دو گناہ ہوتے ہین ایک تو بدعت کرنے کا گناہ اور دوسرا یہ کہ اسکے مثل سنت جاتی رہتی ہی۔ اور سب سے بڑھکر یہ ہی کہ اس بدعتی نے جسکو یہ بدعت بتلائی یا اگر علم والا ہی کہ جاہل اسکی پیروی کرتے ہین تو اسکو دیکھکر جسنے ایسا ہی کیا اسکا سب گناہ اسی نکالنے والے کے نامہ اعمال مین برابر قیامت تک لکھا جاویگا لہذا فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالے نے احتیاط کی ہی کہ جو جائز شرعی ایسا ہو کہ وہ بدعت کی طرف پہونچاوے اسکے منع کا فتوی دیا جاوے چنانچہ مجالس میلاد شریف اگر متاخرین جماعت علما نے جائز سمجھی تھی تو مع طریقہ ادب ولیکن اسوقت مین جس طرز سے یہ ہوتا ہی کہ فاسق پڑھنے والے ہار پھول سے شعر خوانی کے ساتھ پر تکلف مجلس مین بہت ایسی بیہودہ باتون کے ساتھ جمع ہو کر پڑھتے ہین تو یہ بالاتفاق ممنوع ہی اور اسکو مستحب کہنے والے بھی دیکھنے تو سخت منع کرتے اور عجب ہی کہ نفس کی خوشی پر چلنے کا نام ان جاہلون نے محبت رکھا حالانکہ درود پڑھنے سے کھلے گئے ہین اور جو حقیقت مین محبت رکھتا ہی وہ ہزاران ہزار درود اپنے دل سے ایک طرف باوضو متوجہ ہو کر پڑھیگا اور اس درود شریف کے فضائل جیسے کچھ بلند ہین مترجم اسکو کیا بیان کرے ایک یہی بات ہی کہ اسکے پڑھنے کا حکم اللہ عزوجل نے دیا ہی کہ یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ یعنے ای ایمان والو درود پڑھو میرے رسول پر اور سلام بھیجو اسپر جیسا چاہیے ہی۔ اور صحیح حدیث مین ہی کہ جسنے مجھپر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالے اُسپر دس مرتبہ درود بھیجتا ہی غور کرو کہ اسکے کیا فضائل ہین مترجم اسکے فضائل پورے لکھنے سے عاجز ہی اب ای اہل ایمان امید ہی کہ تم آپسمین ایک دوسرے کو درود کی نصیحت کرو اور خود نیز دل سے درود بھیجتے رہو مگر اسکی توفیق نہ پاویگا الا وہی شخص جو جنت مین بڑے درجہ والا اور اللہ تعالے اور اسکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ہی والسلام وبیان غزوہ بدر کا جو سورہ انفال مین انشاء اللہ تعالے مطولاً آویگا یہان مختصر یون ہی کہ بدر ایک مقام کا نام ہی جو بنام بدر بن مخلد بن نضر بن کنانہ مشہور ہی جو وہان اُترا تھا یا بنام بدر بن الحارث جسنے بدر کا کنوان تیار کیا واللہ اعلم اور یہ ہجرت کے دوسرے سال ہوا اور یہ غزوہ بقصد قتال نہ تھا بلکہ کفار کا قافلۂ شام

آتا تھا اور حضرت صلعم نے مسلمانون کو کہا کہ اس قافلہ کو روکو اور اللہ تعالےٰ سے اپنے لوگون کے لیے دعا فرمائی کہ ای پروردگار یہ لوگ پیدل ہین انکو سوار کر دے اور یہ لوگ بھوکے ہین انکو سیر کر دے ننگے ہین کپڑا دے فقیر ہین تونگر کر دے اور اصحاب سے فرمایا کہ چلو اور قافلہ کی خبر پہلے منگائی تھی اور اس قافلہ کا سردار ابوسفیان بن حرب تھا جو اسوقت کافر تھا اور اسنے بدر مین پہونچکر خبر پاکر راہ چھوڑ دی اور بحر قلزم کے کنارے ہو کر جلد روانہ ہوا اور ایک شخص کو مکہ روانہ کیا کہ جلد تم لوگ پہونچو اور قافلہ بچاؤ وہان کے ایک ہزار سوار مسلح سرداران اشراف قریش روانہ ہوے اور حضرت صلعم بدر مین اس کنارہ تھے اور وہ لوگ اس کنارے اور ابوسفیان مع قافلہ کے بچکر ساحل کیطرف نکل گیا اور یہ سے پھر روانہ ہو کر کفار کے لشکر مین آملا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے شکایت کی کہ ہم لڑائی کے سامان پر نہین آئے پھر حضرت صلعم نے انکو تسکین دی اور فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مجھسے وعدہ فرمایا ہی قافلہ کا یا کفار پر فتح کا کہ ان دونون مین سے ایک چیز عطا فرماویگا اور میدان بدر مین پھر کر صحابہ کو ابوجہل وغیرہ کافرون کے مقتل کی جگہین بتلائین اور اللہ عزوجل نے ملائکہ کو مدد کے واسطے نازل فرمایا اور یہ بنظر عالم اسباب اجراے صورت احکام ہی ورنہ او تعالےٰ قادر ہی کہ تمام کافرون کو بغیر قتال ہلاک کر دے اور جاہے سبکو یونہی ہدایت دیدے پس وہ جاہل ہی جو اسمین استبعاد کرتا ہی اور ملحد ہی جو اس سے انکار کرتا ہی اور لشکر کفار سے انکا سردار عتبہ بن ربیعہ و ولید بن عتبہ و شیبہ تین آدمی نکلے اور مقابل طلب کیے اور لشکر اسلام سے عبیدہ بن الحارث و علی بن ابیطالب و حمزہ بن عبد المطلب نکلے پس علی کرم اللہ وجہہ نے ولید کو اور حمزہ نے عتبہ کو قتل کیا اور شیبہ بھی قتل ہوا اور عبیدہ بن الحارث کو زخم پہونچا کہ آخر وہ بدر سے لوٹتے وقت اسی زخم سے شہید ہوے پھر قتال گرم ہوا اور ابوجہل ملعون کو معوذ و معاذ دونون بھائیون نے زخمی کر کے گرا دیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی سنگریزہ و ریگ لیکر کفار کی طرف پھینک ماری اور فرمایا شاہت الوجوہ خوار ہون کافرون کے منہ اسوقت حکیم بن حزام وغیرہ جو کافرون مین تھے روایت کرتے ہین کہ ہمکو ایسا معلوم ہوا کہ کافرون مین سے کوئی نہ بچا مگر آنکہ اسکی آنکھون اور ناک و منہ مین وہ سنگریزے و ریگ بھری اور کافرون نے بھاگنا شروع کیا اور ملائکہ کے گھوڑون کی ٹاپین اور ضرب کی آوازین اور آسمان مین گونج و جھنکار کی آوازین کافرون پر ہیبتناک ہوگئین پس مارے گئے جو مارے گئے اور قید ہوے جو قید ہوے اور باقی بھاگ گئے اور اس جہاد مین جو عجائب معجزات و غرائب واقع ہوے ہین انشاء اللہ تعالےٰ قصہ غزوہ بدر کی تفسیر مین بیان ہونگے اور یہان بطور نمونہ مذکور ہوا ہی یہان تو مراد اس بیان سے یہ ہی کہ ان لوگون نے قافلہ کا مال ڈھونڈا اور آخرت چاہی پس اللہ تعالےٰ نے مالا مال کر دیا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ

رجھایا ہی لوگون کو مزون کی محبت پر عورتین اور بیٹے اور ڈھیر جوڑے ہوے

الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

سونے کے اور چاندی کے اور گھوڑے پلے ہوے اور مواشی اور کھیتی یہ برتنا ہی دنیا کی زندگی مین

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝

اور اللہ پاس ہی اچھا ٹھکانا۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ ۔ ما تشتہیہ الانفس و تدعوا الیہ زینۃ اللہ تعالےٰ ابتلاءً او الشیطان ۔ لوگون کے لیے زینت دی گئین شہوات ف جمع شہوت بمعنے خواہش کرنا اور مراد وہ چیزین ہین کہ لوگون کے جی انکی خواہش کرتے ہین اور

ان چیزون کی طرف بلاتے و رغبت دلاتے ہین - اور زینت اگر ان چیزون کو اللہ تعالے نے دی ہی تو یہ امتحان مین ڈالنے کے لیے ہی یا شیطان نے رچائی ہی
اور ان چیزون کا بیان یہ ہی کہ - مِنَ النِّسَآءِ - عورتین ف کہ انکی طرف مردون کو نفسانی رغبت ہی - وَالْبَنِيْنَ - اور بیٹے ف کہ ہر شخص
چاہتا ہی کہ اسکا لڑکا ہو بخلاف بیٹیون کے کہ انسے نفرت کرتے ہین - وَالْقَنَاطِيْرِ - الاموال الکثیرۃ - الْمُقَنْطَرَةِ - المجتمعۃ - اور ڈھیر یعنے
بہت اموال مجتمع کیے ہوے - مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ - سونے و چاندی کے - وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ - الحسان - اور داغ دیے
ہوے گھوڑے یعنے خوبصورت جنپر نشان دیتے ہین - وَالْاَنْعَامِ - ای الابل والبقر والغنم - اور انعام یعنے اونٹ و گاے و بکری - وَالْحَرْثِ
الزرع - اور کھیتی - ذٰلِكَ - المذکور - یہ سب جو ذکر کیا گیا - مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا - یتمتع بہ فیہا ثم یفنی - متاع زندگانی دنیا ہین یعنے
انکے ساتھ دنیا مین نفع اٹھایا جائیگا پھر فنا ہونگے - وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ - المرجع وہو الجنۃ فینبغی الرغبۃ فیہ دون غیرہ
اور اللہ تعالے کے یہان حسن مآب یعنے خوب مرجع ہی اور وہ مرجع جنت ہی پس اسیکی رغبت چاہیے نہ اور چیز کی واضح ہو کہ قولہ تعالے - زین للناس - یعنے
رچائی گئی لوگون کے لیے زینت سے اگر زینت پیدا کرنا مراد ہی تو زینت دینے والا اللہ تعالے ہی کیونکہ وہی خالق اشیاء ہی اور اگر رچانا مراد ہی تو زینت
دینے والا شیطان بھی ہوسکتا ہی اگرچہ خلق اسکا بدون حکم آلہی پورا نہوگا لیکن چونکہ شیطان ہی فریب دینے والا ہی تو اسکی طرف نسبت کردی
جیسے قولہ تعالے - وزین لہم الشیطان اعمالہم - یعنے شیطان نے انکو انکے اعمال اچھے دکھلائے اور حسن رح سے بھی قول مروی ہی اور یہی ایک طائفہ
معتزلہ کا قول ہی اور بعض معتزلہ نے فرق کیا ہی کہ جو انمین سے بطور مباح ہی اسکا زینت دہندہ اللہ تعالے ہی اور جو بطور زنا جائز ہی اسکا مزین شیطان
ہی مگر معتزلہ اپنی گمراہی کے طور پر شیطان کو مزین یعنے خود قادر کہتے ہین اور اہل سنت کے نزدیک سواے اللہ تعالے کے کوئی خالق نہین ہی
امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عمر رض سے حکایت کیا کہ اس آیت کے نازل ہونے پر کہا کہ الٰہی جب تونے زینت دیدی تو ہم بندے تیرے بھروسے
ہین اور عنقریب آگے کی آیت کے سبب نزول مین آتا ہی اور تزئین اللہ تعالے کی وجہ ابتلاء و امتحان ہی کہ اسنے خوب کر دیا اور شہوات سے
مشتہیات مراد ہین اور انکو بلفظ مصدر تعبیر فرمایا بغرض مبالغہ اور اسمین اشارہ ہی کہ بعض لوگ اسکی محبت مین ایسے منہمک ہوے کہ اسکی خواہش کی بھی
محبت کرنے لگے جیسے قولہ احببت حب الخیر - یعنے خیر کی محبت کو مین نے دوست کہا - اگر کہا جاوے کہ شہوات نفس مذموم ہین تو جواب یہ ہی کہ وہ
دو قسم ہی ایک کاذبہ مثل قولہ اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشہوات اور دوم صادقہ مثل قولہ فیہا ما تشتہیہ الانفس الآیہ چنانچہ کرخی رح نے اسکو ذکر کیا ہی
اور یہان محبت مذموم مراد ہی لقولہ تعالے حب الشہوات الآیہ - اور شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین کہا کہ جن چیزون کو لوگون کے واسطے اللہ
تعالے نے اس زندگانی دنیا مین مزین کیا ہی انکی خبر دیتا ہی کہ وہ نساء و بنین وغیرہ انواع ہین پس عورتون سے شروع کیا کہ انکے سبب سے فتنہ شدید
ہوتا ہی چنانچہ صحیح مین حضرت صلعم سے یہ مضمون ثابت ہی کہ مجھے اپنے بعد جو امت کے مردون پر خوف ہی فتنون کا انمین سے زیادہ ضرر پہونچانے
والا فتنہ عورتون کا ہی - اور جان لینا چاہیے کہ اگر عورتون سے مقصود یہ ہو کہ زنا وغیرہ سے بچے رہین اور اولاد مسلمان حاصل ہون تو یہ امر برا نہین ہی
بلکہ مندوب و مستحب ہی جیسا کہ صحیح احادیث مین عورتون سے نکاح کرنے کی ترغیب و استکثار نساء آیا ہی اور یہ کہ اس امت مین بہتر وہ ہی کہ جسکی
عورتین زیادہ ہون اور نیز صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا متاع ہی اور اسکی متاع مین سے بہتر نیک پارسا عورت ہی کہ جب اسکو دیکھے تو اسکو خوشی
ہو اور جب حکم کرے تو اسکی فرمانبرداری کرے اور جب کہین غائب ہو تو عورت مذکورہ اس مرد کے لیے اسکے مال مین اور اپنی ذات کے حق مین
حفاظت رکھے اور دوسری حدیث مین ہی کہ محبوب کر دی گئی ہین میری طرف عورتین اور خوشبو اور میری آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین کی گئی
ہی اور عائشہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کو کوئی چیز عورتون سے زیادہ محبوب نہ تھی سواے گھوڑون کے اور اسی طرح اولاد کا بھی حال ہی کہ کبھی تو تفاخر کے واسطے

ہوتی ہے تو وہ اسی مین داخل ہے اور کبھی اس سے یہ نیت ہوتی ہے کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین بہت ایسے لوگ ہون جو اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک لہ کی پرستش کرین چنانچہ حدیث مین حکم ہے کہ تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم یوم القیامۃ۔ یعنے تم لوگ ایسی عورتون سے نکاح کرو جو شفقت کرنے والیان اور اولاد جننے والیان ہین یعنے بانجھ نہون کیونکہ مین قیامت کے روز دیگر امتون پر تمہاری کثرت کے ذریعہ سے زیادتی لینے والا ہون اور ایسے ہی دوستی مال بغرض فخر و خیلاء و تکبر بر ضعیفان و تجبر بر فقیران تو مکروہ مذموم ہے اور کبھی اس نیت سے ہوتا ہے کہ نفقہ خیرات و مبرات و وجوہ طاعات ہو تو پسندیدہ شرعی ہے قال المترجم توضیح اس کلام کی یہ ہے کہ اگر اسنے ان متاع دنیا مین سے کسی چیز کو خود اسی چیز کی یا اسکے وسیلہ سے باتعلق انھین متاع دنیاوی مین سے کسی چیز کو دوست رکھا تو یہ مذموم اور رخلاف شان مومن ہے اور اگر اس چیز کے وسیلہ سے باتعلق سے آخرت و رضاے آلٰہی کی کسی چیز کو دوست رکھا تو درحقیقت یہ دوستی امر آخرت و رضاے حق عزوجل کی ہے اور محمود ہے پھر ایا اس امر آخرت کی دوستی کی وجہ سے بالعرض اس متاع دنیاوی کو دوست رکھے تو اسکو اکثر محققین نے منع کیا ہے اور فرمایا کہ اچھا سمجھ سکتا ہے اور اسکو احتیاط کے ساتھ خرچ کر سکتا ہے محبوب نہین رکھ سکتا ہے اور شاید تحقیق یہ ہے کہ مضائقہ نہین ہے لیکن اسکی تحصیل کی ہوس مین پڑنا حرام ہے قولہ والقناطیر المقنطرۃ۔ قناطیر جمع قنطار ہے اور ابوہریرہؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ قنطار بارہ ہزار اوقیہ ہے رواہ احمد وابن ماجہ ورواہ ابن جریر عن ابی ہریرہ موقوفا وکذا رواہ وکیع وہو الاصح وہکذا رواہ ابن جریر عن معاذ بن جبل وابن عمر اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ سے قولہ تعالےٰ والقناطیر المقنطرۃ۔ دریافت کیا گیا تو فرمایا دو ہزار اوقیہ ایک قنطار ہے رواہ الحاکم وصححہ اور ابن ابی حاتم کی روایت مین ہزار دینار مذکور ہین وہکذا رواہ الطبرانی مثلہ سواء اور ابن مردویہ نے انسؓ سے بسند صحیح ایک لاکھ دینار روایت کیے اور ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ قنطار بیل کے کھال بھر سونا ہے رواہ ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے ابی بن کعب سے مرفوعا روایت کی کہ قنطار بارہ سو اوقیہ ہے اور یہی قول معاذ بن جبل و ابن عمر و ابوہریرہ و ایک جماعت علما کا ہے اور ابن عطیہ رح نے کہا کہ یہی اصح قول ہے اور صحیح یہ ہے کہ مراد مال کثیر ہے جیسا کہ ضحاک رح سے روایت ہے اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ بارہ سو دینار ہے اور یہی ابن جریر نے حسن بصری وغیرہ سے مرسل روایت کیا اور قولہ والخیل المسومۃ عطف ہے الذہب والفضۃ پر علیہ العکبری اور خیل راجح کہ اسم جمع ہے مثل رہط وقوم کے جسکا واحد اس لفظ سے نہین ہے اور مسومہ کی تفسیر مین ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ چرنے والے پوری خلقت کی خوبصورت ہین اور یہی قول مجاہد وسعید بن جبیر وسدی وربیع بن انس ہے اور اسیکو مفسر رح نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ داغ دیے ہوے اور علامت لگائے ہوے اسواسطے کہ یہ جہاد کے لیے رکھے ہین اور مکحول نے کہا کہ تسویم وہ حسن ہے اس غرہ وتحجیل اور یہ قریب تفسیر ابن عباسؓ ہے اور شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین کہا کہ خیل کی محبت تین قسم سے ہے ایک یہ کہ مالک نے اسکو اللہ تعالےٰ کے راہ مین باندھ دیا یعنے جب خود یا کسی مومن کو جہاد کے واسطے ضرورت ہو تو اسپر سوار ہو کر جہاد کرے تو یہ لوگ بہت ثواب پاوینگے اور دوم یہ کہ فخر کے واسطے باندھ لیا تو یہ اپنے مالک پر گناہ و وبال ہے اور سوم یہ کہ تعفف کے واسطے و اسکی نسل لینے کے واسطے باندھا اور جو حق اللہ تعالےٰ کا ہے وہ بھی فراموش نہین کیا تو یہ اپنے مالک کے حق مین ستر ہے۔ قولہ ذلک متاع الحیوۃ الدنیا یعنے دنیا ہی مین اس سے تمتع ہے پھر فنا ہو جاوینگے اور اسمین دنیا سے زہد وبے رغبتی دلائی اور آخرت کی ترغیب دی ہے اور فرمایا۔ واللہ عندہ حسن المآب۔ اور اسمین اشارہ ہے کہ جسکو اللہ تعالےٰ نے حلال طور سے دنیا دی ہے اسکو چاہیے کہ دنیا کو ایسے طور پر خرچ کرے جسمین اسکی آخرت کی بہبودی ہو کیونکہ وہی دائمی ٹھکانا اور پایدار ہے ف ۲ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالےٰ زین للناس حب الشہوات الآیۃ۔ اللہ تعالےٰ نے لوگون کو ان چیزون مین مبتلا کیا تاکہ صادق و کاذب مین تمیز ہو جاوے پس صادق وہ ہے جسنے ان شہوات کو چھوڑ دیا اور کاذب وہ ہے جو انکی طلب کرنے مین مشغول ہو گیا۔ بعض اکابر نے فرمایا

کہ جو شخص ان چیزون مین مشغول ہوا تو یہ اسکو راہ حق سے قطع کر دینگی اور جسنے ان چیزون سے منھ پھیرا تو اسکو عوض مین سلامتی دیجائیگی اور حقائق کی طرف اسکے لیے راستہ کھول دیا جائیگا - **قال المترجم** ان چیزون سے اعراض و منھ پھیرنے کے یہ معنے ہین کہ انکی محبت چھوڑدے اگرچہ ضرورت کے واسطے انکو حاصل کرے اور یہ معنے نہین ہین کہ انسے بالکل منقطع ہوجاوے - اور عطا رنے ابوبکر بن حفص سے روایت کی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت اُتری زین للناس حب الشھوات الآیۃ تو مین نے کہا کہ اے رب میرے جبکہ تونے انکو ہمارے لیے زینت دیدی تو یہ آیت اُتری قل أو نبئکم بخیر من ذلکم الآیۃ - یعنے یہ آیت جو اسکے مابعد مین مذکور ہی (رواہ ابن جریر)

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

تو کہہ مین بتاؤن تمکو اس سے بہتر پرہیزگارون کو اپنے رب کے یہان باغ ہین جاری

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ

انکے نیچے ندیان ہمیشہ رہینگے انمین اور عورتین ستھری اور رضامندی اللہ کی اور اللہ کی نگاہ مین

بِالْعِبَادِ ۚ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۚ

ہین بندے وہ جو کہتے ہین اے رب ہمارے ہم یقین لائے ہین سو بخش ہمکو گناہ ہمارے اور بچا ہمکو دوزخ کے عذاب سے

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝

وہ محنت اُٹھانے والے اور سچے اور بندگی مین لگے رہنے والے اور خرچ کرنے والے اور گناہ کی بخشش مانگنے والے پچھلی راتون کو

قُلْ - یا محمد لقومک - کہدے اے محمد اپنی قوم والون کو - **اَؤُنَبِّئُكُمْ** - أأخبرکم - کیا مین تمھین خبر دون - **بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ** المذکور من الشھوات ایسی چیز سے جو ان شہوات مذکورہ بالا سے بہتر ہی - **لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا** الشرک جنھون نے پرہیز کیا یعنے شرک سے تو انکے لیے - **عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ** - انکے پروردگار کے یہان باغات ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین ف انمین داخل کیے جاوینگے - **خٰلِدِيْنَ** - ای مقدرین الخلود - **فِيْهَا** - اذا دخلوھا درحالیکہ خلود انکے لیے مقدر کیا گیا ہی انھی جنات مین یعنے جبسے کہ داخل ہونگے اسوقت سے دوام ہوگا - **وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ** - من الحیض وغیرہ مما یستقذر اور بیبیان مطہرہ ہین یعنے خوب طاہر و پاک ہین حیض وغیرہ ایسے چیزون سے جو پلید و گھنونی سمجھی جاتی ہین - **وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ** اور اللہ تعالے کی طرف سے رضوان ہی ف اکثر قرار رحمہم اللہ تعالے کی قراءۃ مین رضوان بکسر اول ہی اور ابوبکر و عاصم کی قراءۃ مین بضم اول ہی اور دونون لغتین معروف ہین اور تنوین اسکی کثرت کے لیے ہی یعنے رضائے کثیر ہی - **وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ** - عالم اور اللہ تعالے بصیر یعنے عالم ہی - **بِالْعِبَادِ** - فیجازی کلا منھم بعملہ - اپنے بندون کا ف پس ہر ایک کو انمین سے اسکے کام کے موافق جزا دیگا پھر **للذین اتقوا** - کی صفت و توضیح مزید فرمائی بقولہ تعالے - **اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ** - ایسے بندے ہین جو کہتے ہین کہ **رَبَّنَا** اے رب ہمارے - **اِنَّنَآ اٰمَنَّا** - صدقنا بک و برسولک - ہمنے تیری تصدیق کی اور تیرے رسول کی تصدیق کی ف ایمان دراصل یہی تصدیق ہی چنانچہ اسی پر متفرع فرمایا قولہ تعالے - **فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا** - اے ہمارے گناہ بخشدے ف کہ بندہ ہر وقت خطا وار ہی - **وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ** - اور ہمکو عذاب جہنم سے بچادے ف کیونکہ تونے اپنی رحمت سے مومنین مغفورین کے لیے عذاب جہنم نہین رکھا ہی - حاصل آنکہ یہ بندے اصلاح الحال کرتے اور عذاب سے نجات مانگتے ہین - ان بندون کے دیگر صفات کہا ہین جنکو

بیان فرمایا بقولہ تعالے۔ **الصّٰبِرِیْنَ** ۔علی الطاعۃ وعن المعصیۃ۔ یہ بندے صبر کرنیوالے ہین ف صبر سے یہ مراد ہی کہ طاعت وبندگی کی محنت پر صابر رہتے ہین جیسے جاڑے مین وضو کرتے ہین اور گناہ سے صبر کرنے والے جیسے عورت مالدار وجمال والی نے زنا کرنے کو بلایا اور اسنے کہا کہ مین اللہ تعالے سے ڈرتا ہون کما فی الحدیث۔ **الصّٰدِقِیْنَ** ۔ فی الایمان۔ یہ لوگ سچے ہین ایمان مین **وَالْقٰنِتِیْنَ** المطیعین للہ۔ اور یہ لوگ اللہ تعالے کے مطیع ہین ف کیونکہ قنوت جہان قرآن مین ہی یعنے طاعت ہی۔ **وَالْمُنْفِقِیْنَ** المتصدقین۔ اور یہ لوگ صدقے دیتے ہین۔ **وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ** ۔ اللہ بان یقولوا اللھم اغفر لنا۔ اور یہ لوگ کہ استغفار کرنے والے ہین اللہ تعالے سے باین طور کہ کہتے ہین کہ الٰہی پروردگار ہمارے ہمکو بخشدے اور ایسے اوقات مین جو اللہ تعالے کو پسند ہین چنانچہ فرمایا۔ **بِالْاَسْحَارِ** ۔ اواخر اللیل خصت بالذکر لانہا وقت الغفلۃ ولذۃ النوم۔ یعنے یہ لوگ سحرون کے اوقات مین مغفرت مانگتے ہین ف اسحار سے جو سحر کی جمع ہی آخر اوقات رات کے مراد ہین اور خاص کرکے استغفار کے لیے یہ اوقات ذکر کیے گئے۔ اسلیے کہ یہ یاد سے غافل ہونے اور نیند کی لذت کے وقت ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ جب حق عزوجل نے مشتہیات نساء واولاد وقناطیر ذہب وفضہ وغیرہ کو لوگون کے لیے زینت دنیا بیان فرمایا اور اسمین مومنین کے ساتھ کفار شریک ہین اگرچہ مومنین کی نیت دیگر ہی اور کفار کی نیت الگ ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تب اس تمام سے جسکی زینت کا اثر انکے دل مین نہایت محبوب آیا تھا توڑ دیا اور فرمایا۔ قل اؤنبئکم۔ کہدے وہ چیز کہ اس سے بہتر ہی وہ تمھین بتادون پس یہ حسن اسلوب سے بیان ہی اور مفسر رحمہ اللہ نے قل یا محمد لقومک سے اشارہ کیا کہ اس امر کی تصدیق کرنے والے سزاوار کرامت ہین اور خطاب علی العموم سب کو ہی اور کم خطاب سے مخصوص لوگ مراد نہین ہین۔ اور اتقوا اہی انھون نے تقوی کیا اور مفعول اسکا مفسر رحمہ اللہ نے الشرک مقدر کیا اہی شرک کو قطعاً چھوڑا اور اس سے بیزار ہوے اور یہ تقوی کا ادنی مرتبہ ہی کیونکہ جو شخص شرک سے بیزار ہوا۔ وہ کفر سے مخالف ہوا اور یہان وہی فریق ہین انحصار ہی یا مشرک ہی یا غیر مشرک یعنے مومن ہی اور اسی طرح دو ہی ٹھکانے مین انحصار ہی اگر مشرک ہی تو اسکا ٹھکانا جہنم ہی اور اگر غیر مشرک ہی تو اسکا ٹھکانا جنت ہی اگرچہ وہ کیسا ہی گنہگار ہو وہ جنت مین ضرور جاویگا اگرچہ پہلے پہل گناہ کا میل کچیل صاف کرنے کے لیے روکا جاوے اور مشرک البتہ جہنم ہی کو جاویگا اور کہین اسکا ٹھکانا نہین ہی۔ کما قال ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء۔ البتہ اللہ تعالے نہین بخشتا ہی یہ کہ اسکے ساتھ شرک کیا جاوے اور بخشتا ہی سوا شرک کے سب کچھ جسکے واسطے چاہے یعنے بندہ اگر موحد ہی اور مشرک بندۂ شیطان نہین ہی تو چاہے اسکو پہلے پہل سب گناہ معاف کردیگا یا کچھ سزا دیکر اسکو بخشیگا اور جنت مین داخل کریگا پس معلوم ہوا کہ جن لوگون نے شرک سے تقوی کیا انکے لیے پروردگار کے یہان جنت ہی پس جسنے شرک چھوڑا اور گناہ بھی چھوڑے اور سب حکم بجالایا اور اللہ تعالے نے اپنے فضل سے اسکو بخشا تو اسکے لیے پہلے ہی پہل جنت ہی اور اسکی فرمانبرداری وصلاحیت کے موافق درجے ہین اور اگر کسی نے شرک تو قطعاً چھوڑا مگر کمبختی کا مارا گناہون مین پھنسا تو اگر بغیر سزا کے بخشا گیا تو وہ بھی پہلے ہی پہل جنت مین جاویگا اور درجے پانے کی بھی امید قطع نہین ہی لیکن اسنے خود درجات کا سامان نہین پایا ہی اور اگر نہ بخشا گیا اور کچھ عذاب بھگتنا پڑا تو یہ عذاب اٹھاکر پھر نکالا جاویگا اور جنت مین جاویگا پس معلوم ہوا کہ تقوی کے بہت درجے ہین اور ادنی درجہ یہ ہی کہ شرک سے بیزار ہوا اور اگر یہ بھی نہو تو کافر ہی اور شرک سے بیزار ہونے سے میری مراد یہ ہی کہ شرک کو اور شرک کی باتون کو اور شرک کے کامون کو دل سے مردود وملعون جانے کیونکہ اگر دل سے کچھ برا نہین جانتا اگرچہ کرتا نہین ہی تو بھی وہ اللہ تعالے کے نزدیک مشرک ہی کیونکہ شرک تو ایمان کا ضد ہی پس ایمان اگر دل مین ہی اگرچہ وہ ظاہر کے نماز وروزہ سے فاسق ہو تو وہ مسلمان رہیگا یہی حال

مشرک کا ہی فالہم۔ خالدین فیہا۔ یعنے درحالیکہ جنت مین انکو ہمیشگی ہی مفسر رحمہ اللہ نے حال مقدرہ قرار دیا یعنے انکے حق مین ہمیشہ رہنا اسوقت سے مقدر ہی کیونکہ داخل ہوتے کے وقت خلود کہان ہی پس مراد یہی ہی کہ داخل ہونے کے وقت سے انکے لیے خلود مقدر کر دیا گیا ہی جیسا کہ حدیث مین ہی کہ پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت تمکو خلود یعنے ہمیشگی ہی کبھی موت نہ آویگی اور اے اہل دوزخ تمکو ہمیشگی ہی اور کبھی موت نہ آویگی۔ پس جو جنت والا کہ پہلے پہل داخل ہوگا اسکو اسیوقت سے خلود مقدر ہی اور جو بعد عذاب کے اور گناہون کا بھگتا و بھگتنے کے داخل ہوگا اسکو اسیوقت سے خلود ہوگا پس معنے یہ ہین کہ جب اسمین داخل ہوگا تو اسی حال مین کہ اسکے لیے ہمیشگی قرار دی گئی ہوگی۔ قولہ وازواج مطہرۃ یعنے مبالغہ فرمایا جیسے سورہ بقرہ مین۔ لہم فیہا ازواج مطہرۃ۔ فرمایا ہی اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی تفسیر روایت کی کہ حیض و پاخانہ و رینٹھ و تھوک سے پاک ہونگی رواہ ابن مردویہ والحاکم وصححہ اور ابن کثیر نے تفسیر مین کہا کہ اسکی اسناد مین ربیعی ہین اور ابن حبان نے فرمایا کہ ربیعی کی روایت سے جو حدیث ہو اس سے احتجاج روا نہین ہی اور شیخ مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ مین نے ابن کثیر کی تاریخ مین دیکھا کہ اسمین شیخ موصوف نے لکھا ہی کہ یہ حدیث حسن ہی بہرحال حدیث اچھی ہی اور معنے اسکے یہ ہین کہ جو چیزین ایسی ہین کہ آدمی انسے کراہت کرتا ہی خواہ ظاہر مین ہون یا باطن مین ہون ان سب سے یہ عورتین پاک ہونگی خواہ وہ انکی دنیا کی بیویان ہون یا حورین ہون کیونکہ دنیا کی نجاسات لگاؤ سے وہان پاکیزگی ہوگی۔ اور جس ملحد نے بلا دلیل ایسے مخلوق کے وہان ہونے سے انکار کیا اسکا قول کفر ہی وہ بیہودہ اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم کے کلام کو نہین مانتا خالی اپنے مجنونانہ وہم سے رد کرتا ہی تو آیا اللہ تعالے کیا وہ جنت کے وجود سے منکر ہی اور کیا خدا تعالے کو ایسے مقام پیدا کرنے اور ایسی خلقت پیدا کرنے پر قادر نہین جانتا۔ یہ نہین بتاتا کہ ایسا کیون نہین ہوسکتا ہی فقط ہی وہ اپنی خواہش نفسانی کا پابند ہی واللہ تعالے اعلم۔ قولہ ورضوان من اللہ۔ سورہ مائدہ مین رضوان کا لفظ باتفاق قراء سبعہ بالکسر ہی اور باقی مین بکسر اول وبضمہ دونون قراۃ آئی ہی اور اکثر مفسرین نے اسکی تنوین کو تکثیر کے لیے قرار دیا یعنی رضوان کثیر ہی اور اولی یہ ہی کہ باین معنے ہو کہ ایسا رضوان کہ اسکی بزرگی و عظمت و قدر کو اللہ تعالے ہی خوب جانتا ہی اور انھون نے تنوین کو تکثیر قرار دیا بقولہ تعالے ورضوان من اللہ اکبر۔ یعنے اللہ تعالے کی طرف سے رضوان بہت کبیر ہی اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اہل جنت کو خطاب فرماویگا کہ اے اہل جنت۔ عرض کرینگے کہ اے پروردگار۔ لبیک وسعدیک والخیر کلہ فی یدیک۔ پھر فرماویگا کہ بھلا تم راضی ہوئے۔ عرض کرینگے کہ ہم کیون نہ راضی ہون اور حال یہ ہی کہ تو نے ہمکو وہ کچھ دیا ہی کہ اپنے مخلوق مین سے کسیکو نہین دیا۔ فرمائیگا کہ بھلا تمکو اس سے افضل چیز عطا کرون۔ عرض کرینگے کہ پروردگار اس سے افضل کیا ہی۔ فرماویگا کہ تمپر اپنا رضوان اتار دیتا ہون کہ اسکے بعد پھر کبھی تمپر خشمناک نہونگا اخرجہ البخاری ومسلم۔ قولہ الذین یقولون ربنا اننا آمنا فاغفر لنا ذنوبنا۔ فاء فاغفر تفریع ہی اور مرتب ہی آمنا پر اور مراد آمنا سے تصدیق قلبی بوحدانیت اللہ عزوجل و بصدق رسالت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیونکہ عصمت کا کوئی قائل نہین کہ آمنا سے گناہ کبھی نہین ہوتا ہی پس اسمین صریح دلیل ہی کہ مجرد ایمان سے مغفرت کا سزاوار ہوتا ہی چنانچہ آمنا پر فاغفر لنا کی تفریع کی اور اس سے رد ہوگیا فرقہ معتزلہ کا جو کہتا ہی کہ مجرد ایمان سے مستحق مغفرت نہین تاوقتیکہ اوامر ونواہی کا پابند ہوا اور جواب دیتے ہین کہ یہ آمنا والے صابرین وصادقین وغیرہ افعال سے محمود اور بیگناہ ہین یہ جواب مردود ہی کیونکہ صریح فاغفر لنا ذنوبنا موجود ہی اور اس مجموع مدح پر تفریع نہین ہی فافہم۔ قولہ الصادقین۔ پہلے سورہ بقرہ مین صابرین وغیرہم کی تفسیر گذر چکی ہی اور قتادہ رحمہ سے روایت ہی کہ یہ وہ لوگ ہین کہ انکی نیتین سچی ہین اور دل ٹھیک ہین اور زبانین دل سے موافق ہین پھر وہ ظاہر و باطن راستباز ہین اور صابرین واسکے بعد والے الفاظ مین واو عطف آنے مین دلالت ہی کہ ہر ایک صفت سے موصوف ہونا مستقل طور سے معتبر ہی۔ قولہ والمستغفرین

بالاسحار یستغفر معنے بالسبب مغفرت اور بعض نے کہا کہ نماز گزار اور بعض نے کہا کہ مستغفرین بالاسحار وہ ہیں جو نماز صبح میں حاضر ہوتے ہیں
اور انس بن مالک سے روایت ہے کہ ہمکو حکم دیا جاتا تھا کہ جب ہم رات میں نماز پڑھیں تو آخر سحر میں ستر مرتبہ استغفار کریں ۔ رواہ ابن مردویہ اور
حسن بصری رح سے روایت ہے کہ وہ لوگ اول شب میں نماز پڑھتے رہتے یہانتک کہ جب سحر ہونے کو ہوتی تو دعا و استغفار شروع کرتے لیکن وہ
انکا دن تھا اور یہ انکی رات ہے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات میں نماز پڑھتے پھر نافع رح سے پوچھتے کہ کیا سحر کا وقت ہوا تو جب نافع کہتے کہ اب ہاں
ہوا تو دعا و استغفار کرنا شروع کرتے یہانتک کہ صبح ہوجاتی رواہ ابن ابی حاتم **اور زجاج** رح نے کہا کہ سحر رات ڈھلے سے طلوع فجر تک کا وقت
ہے اور بعض نے کہا کہ اخیر تہائی رات سے طلوع فجر تک ہے اور اثر ابن عمر اسیکا شاہد ہے ۔ اور سعید جریری سے روایت ہے کہ ہمکو خبر پہنچی ہے کہ داؤد علیہ السلام
نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ رات میں کون وقت افضل ہے ۔ کہا کہ اے داؤد مجھے نہیں معلوم مگر اتنا جانتا ہوں کہ سحر کے وقت عرش جنبش
کرتا ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ صحیحین وغیرہ مسانید و سنن میں بطریق و وجوہ متعددہ ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر رات میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے جبکہ تہائی رات اخیر باقی رہتی ہے پس فرماتا ہے
کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اسکو عطا کروں ۔ ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اسکی دعا قبول کروں ۔ ہے کوئی مغفرت مانگنے والا کہ اسکو بخش دوں الحدیث
اور حافظ المحدث ابو الحسن دارقطنی رح نے اس حدیث میں ایک رسالہ علیحدہ تالیف کیا اور متعدد طرق سے اسکو روایت کیا ہے
قال المترجم اس اخیر رات کے بارہ میں احادیث میں کمال فضیلت بیان ہے اور اکابر علما نے بہت کچھ نصیحت کی ہے اور رغبت دی ہے کہ میں نہایت
عمدہ ایک حدیث نقل کروں وہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات میرے پروردگار
کی طرف سے ایک آنے والا آیا ۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آج کی رات میرے پاس میرا پروردگار عز وجل نہایت عمدہ صورت میں آیا اور فرمایا
کہ اے محمد ۔ میں نے عرض کیا لبیک ربی و سعدیک ۔ اے میرے مولی پروردگار میں تیری خدمت و حضوری میں حاضر ہوں ۔ فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ کس بات
میں ملاء اعلی یعنی فرشتے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہیں میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار میں نہیں جانتا ہوں پھر اپنا ید القدس مونڈوں کے بیچ
درمیان رکھا حتی کہ میں نے اسکی ٹھنڈک کو اپنے دونوں شانوں میں پایا پس جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب میں نے جان لیا پھر فرمایا کہ اے محمد اب
تو جانتا ہے کہ ملاء اعلی کس بات میں ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہیں ۔ میں نے عرض کیا کہ ان درجات میں اور کفارات میں اور نماز جماعت کیطرف
قدم اٹھانے میں اور سردی کے دنوں میں پورا وضو کرنے میں اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے میں اور جسنے ان باتوں پر محافظت رکھی
وہ بھلائی پر جیا اور بھلائی پر مرا اور گناہوں کے بارہ میں ایسا ہوگا جیسے اس دن تھا جس دن اسکو اسکی ماں جنی تھی ۔ پھر فرمایا کہ اے محمد میں نے عرض
کیا کہ لبیک و سعدیک ۔ فرمایا کہ جب تو نماز پڑھے تو یہ کہہ کہ اللّٰھم انی اسألک فعل الخیرات و ترک المنکرات و حب المساکین و اذا اردت
بعبادک الفتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون ۔ اے پاک رب میرے میں تجھسے مانگتا ہوں توفیق نیکیاں کرنے کی اور برائیاں چھوڑنے
کی اور مسکینوں کو دوست رکھنے کی اور جب تو اپنے بندوں کے ساتھ فتنہ چاہے تو مجھے اپنے پاس قبض کرلے درحالیکہ اس فتنہ میں نہ پڑا ہوا
ہوں اور فرمایا کہ درجات ۔ یہ ہیں کہ ہر مسلمان پر جان پہچان ہو یا نہو سلام کو افشا کرے اور کھانا کھلاوے اور رات میں نماز پڑھے درحالیکہ لوگ سوتے
ہوتے ہیں اخرجہ الترمذی و قال حسن ۔ اور بعض نسخوں میں ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ عجیب متبرک حدیث غریب ہے اس سے مومنوں
کو بہت نفع ملتا ہے اور ملحد و بدعتی جنکے دل میں شک و نفاق ہے وہ اپنے نفس کی پلیدی میں پڑے جھگڑتے ہیں ۔ اس حدیث کو دارمی و دارقطنی و
بیہقی و حاکم و احمد وغیرہ نے متعدد طرق سے چند دیگر صحابہ سے بھی روایت کیا اور امام بیہقی و دارقطنی کو وہم ہوا کہ اسکے سب اسانید

ضعیف ہین حالانکہ ایسا نہین ہی ترمذی رحمہ اللہ نے اسکو حسن فرمایا اور ان طرق کثیرہ سے بھی حسن لغیرہ ہونا ظاہر ہی اور شیخ ابن الجوزی
رحمہ اللہ نے اس حدیث کے سب طرق جمع کرنے اور کلام کرنے کے بعد فرمایا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اسکو باسناد حسن روایت کیا ہی پھر اس سند کو بیان
کیا یس جبکہ ایک اسناد خود حسن ہی اور اسکے ساتھ اسقدر اسانید وطرق کثیرہ موجود ہین یس حسن لذاتہ وحسن لغیرہ دونون جمع ہین اب اسکی صحت
مین کیا شک ہی خصوص جبکہ ابن الجوزی سا نقاد محدث اسکو حسن کہتا ہی رحمہ اللہ تعالے ف ۲ عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے
قل اؤنبئکم بخیر من ذلکم الآیۃ ۔ واضح ہو کہ باغہائے جنات ظاہر ہین جو مخصوص ہین مخصوص ہین اور باطن ہین انکے نظائر کمالات ہین چنانچہ
جسنے تقوی کیا تو ہر ایک کو اپنے اپنے تقوے کے موافق اللہ تعالے کی نزدیکی مین درجے ہین یس گروہ انتہا ہی ہی کہ اسنے دنیا سے اور دنیا
کی مشتہیات سے تقوی کیا تو اسکو جنۃ الیقین ہی اور اگر اسکے ساتھ اسنے آخرت سے بھی تقوی کیا تو اسکے لیے جنت کا مکاشفہ ہی اور اگر وہ
نفس سے متقی رہا تو اسکے لیے جنت مشاہدہ ہی جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ۔ یاایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ۔ اور بعض نے
فرمایا کہ جسنے جنت کی امید سے کام کیا تو اسکی انتہائی رسائی وہی ہی جو اسکی نہائی مراد ہی یعنے جنت مین داخل ہوگا اور جس شخص نے اللہ تعالے
کی رضامندی کے لیے کام کیا تو اسکے لیے رضوان اللہ تعالے ہی اور اللہ تعالے نے فرمایا ورضوان من اللہ اکبر ۔ یعنے رضامندی اللہ تعالے
کی بہت بڑی نعمت ہی ۔ قولہ تعالے واللہ بصیر بالعباد ۔ اللہ تعالے دیکھتا ہی کہ بندگان خاص کی روحین عالم ملکوت مین مشتاق ہین
کہ اللہ تعالے کی نزدیکی مین پہونچین اسی طرح ہر بندہ مومن کا حال ہی لیکن دیدار جلال ازلی وجمال ابدی کی طلب مین جسقدر انھون نے
رنج ومحنت کھینچا ہی ہر ایک کو اسکی محنت کے موافق تسکین و مرتبہ عطا ہوتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ بصیر بالعباد ای عاملون کی نیت وارادہ کا
دانا ہی ۔ قولہ تعالے الصابرین والصادقین والقانتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار ۔ یہان صابرین سے کس چیز سے صبر کرنے والون کی طرف
اشارہ ہی اور علی ہذا القیاس مابعد کے اوصاف مین بھی تو صابرین یعنے تمام نفسانی وجسمانی خواہشون سے اللہ تعالے کے واسطے صبر کرنے
والے ۔ اور صادقین یعنے اللہ تعالے کے ساتھ جو انکا معاملہ ہی اسمین سچے ہین ۔ اور قانتین یعنے رضامندی کے ساتھ اللہ تعالے
کے مطیع ۔ اور منفقین یعنے اللہ تعالے کے ساتھ اللہ تعالے ہی کے واسطے اپنی جانین و مال قربان وخرچ کرنے والے ہین ۔ اور مستغفرین
یعنے غیر خدا کی طرف التفات کرنے سے استغفار کرنے والے ہین ۔ درگاہ الٰہی مین مناجات کے وقتون مین خطرات سے استغفار مانگنے والے ۔ اور
بعض نے فرمایا کہ یہ اشارہ ہی کہ مقصود کی سچائی پر صبر کرنے والے اور اپنے اقرارون مین سچے ۔ اور اللہ تعالے نے جو حدود مقرر کیے ہین
ان حدون پر قائم ہو کر فرمانبرداری کرنے والے ۔ اور سلطان توحید کے غلبہ کے وقت اپنے اعمال واحوال سے استغفار کرنے والے ہین یعنے
ہدایت وعنایت سب تیری ہی قدرت والوہیت ہی اور ہم اور ہمارے اعمال کچھ چیز نہین ہین اور بعض اکابر نے فرمایا کہ صبر کرنے والے وہ لوگ
ہین جو طلب الٰہی عزوجل مین ثابت رہے اور امکان سے نہین گھبرائے اور ہر خوشی وراحت کو چھوڑ دیا انھون نے بلاؤن پر صبر کیا اور شکوی چھوڑ دی
یہانتک کہ وہ مرگئے اور دنیا وآخرت کی کسی چیز نے انکو حق عزوجل سے قطع نہین کیا ۔ اور صادقین وہ ہین جو طلب حق عزوجل مین سچے ہین
یس انھون نے قصد کیا پھر وہ مقام پر پہونچے پھر صادق ہوے جب مشاہدہ کیا پھر صادق رہے یہانتک کہ پاگئے پھر صادق رہے یہانتک
کہ انھون نے اپنے کو گم کردیا یس انکے قصدون مین ترتیب ہی پہلے قصد پھر ورود پھر شہود پھر وجود پھر خمود ۔ اور قانتین وہ لوگ ہین جنھون
نے درگاہ الٰہی کو لازم پکڑا اور ہمیشہ بندگی کا شربت پیا اور ماسوائے اللہ تعالے کے کسی کو نہ لیا اور راہ حق کے ساتھ چلنے والون مین سے
کسی سے بغض نہ کیا یعنے کسی مسلمان سے بغض نہین رکھا یہانتک کہ نزدیکی کے مرتبہ کو حاصل کیا ۔ اور منفقین وہ لوگ ہین کہ انھون نے نیک کام

بجالانے و بندگی کرنے مین اپنے جانین خرچ کردین پھر اپنی وسعت کے موافق مال خرچ کر ڈالا پھر سچے احوال کے ساتھ اپنے دلون کو خیرات کر دیا پھر انھون نے اپنے سب حظوظ کو جو دنیا و دین یا آخرت مین اسوقت یا آینده زمانہ مین ملنے والے تھے خیرات کر ڈالے اور اس صدمات و اندوہ کے عوض مین انکو فرشتہ جمال دیا گیا اور استغفار کرنے والے جیسا ان سب باتون سے جو انھون نے کی ہین ہوشیار ہوے تو انھون نے سحار کے وقت جبکہ نور قلب سے منور ہوا اسے توبہ و استغفار کیا باین معنے کہ یہ سب کچھ نہین کیا اور جیسا حق ہے وہ ہرگز کچھ بھی ادا نہوا اور شیخ ابو عمرو المکی نے کہا کہ صبر یہ نہین ہے کہ اختیار کو اللہ تعالے پر چھوڑ دیا بلکہ صبر یہ ہے کہ اللہ تعالے کی تقدیر مین ثابت رہے اور اسکی بلاؤن کو مرحبا کہکر رغبت سے قبول کرے اور شیخ عمرو نے فرمایا کہ جس شخص نے بدارشنت پر صبر کیا تو اسکو بلا کے دیکھنے پر بھی ویسی ہی لذت ہونی چاہیے جیسے سنتون کے دیکھنے سے ہوتی ہے اسواسطے کہ یہ دونون باتین ایک ہی آنکھ سے دیکھتا ہے اور حضرت جعفر نے فرمایا کہ صبر وہ ہے کہ جسمین تو اپنے حال پر محفوظ ہو اور تصبر یعنے تکلف کے ساتھ صبر کرنا اور اپنے آپ کو صابر بنانا یون ہے کہ اسمین تو اپنے حال و عجز کے جانب متردد ہو۔ اور شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ صابرین وہی لوگ ہین جنھون نے اللہ تعالے کے ساتھ اللہ تعالے کی بندگی مین اسکی توفیق کو دیکھتے ہوے صبر کیا اور صادقین وہ لوگ ہین کہ سچا و پورا کیا انھون نے جو اللہ تعالے سے عہد باندھا تھا بصدق قدم و اعتماد سچ و ایسے سر کے ساتھ جسمین کچھ میل یعنے لگاو کسی چیز کا نہین ہے اور قانتین وہ لوگ ہین کہ انھون نے اللہ تعالے کی اطاعت ظاہر و باطن خفیہ و علانیہ یکسان کی۔ اور مستغفرین بالاسحار وہ لوگ ہین جنکے پہلو انکے بسترون سے دور رہتے ہین یعنے رات مین اللہ تعالے کی عبادت کرتے ہین اور بسترون پر پڑے سوتے نہین ہین قال المترجم قول شیخ ابن عطا کا بہت عمدہ و نہایت لطیف ہے فافہم۔ اور بعض نے کہا کہ صابرین وہ ہین جو اللہ تعالے کی معصیت سے اللہ تعالے کی قضا و تقدیر ہی کے معاملات مین صبر کرتے ہین اور صادقین وہ لوگ ہین جو اللہ تعالے کی توحید و محبت کے قول مین سچے ہین اور قانتین وہ لوگ ہین کہ آسانی و تکلیف مین اسیکی طرف رجوع لاتے ہین اور منفقین وہ ہین کہ ماسواے حق عزوجل کے سب خرچ کر ڈالتے ہین اور مستغفرین بالاسحار وہ ہین جو اپنے افعال و اقوال و احوال سے استغفار کرتے ہوین اور ابن عطا نے فرمایا کہ صابرین وہ ہین کہ جو انکو حکم دیا گیا اسکی بجا آوری مین صبر کرتے ہین اور صادقین وہ ہین کہ جو انھون نے ازل مین عہد باندھا تھا اور اقرار کیا تھا اسکو پورا کیا یعنے حضرت باری عزوجل کی توحید کے قائل ہوے ہین اور قانتین وہ ہین کہ عبادات کی سب قسمون پر وہ قائم و مضبوط ہین۔ اور منفقین وہ ہین کہ اپنے دلون و جانون کو اپنے مولی کی رضامندی مین صدقہ کرتے ہین اور مستغفرین بالاسحار وہ لوگ ہین جو کسی حال مین اپنے مولی عزوجل کی خدمتگذاری سے نہین تھکتے ہین۔ اور نیز ابن عطا نے فرمایا کہ صابرین وہ ہین جنھون نے اپنے آپ کو مکاشفات کے مطالعہ پر روکا ہے اور صادقین وہ ہین جو اللہ تعالے کی محبت مین سچے ہین۔ اور قانتین وہ ہین جنھون نے اپنی جانون کو اپنے مولی کی خدمتگذاری پر پابند کر رکھا ہے اور مستغفرین بالاسحار وہ ہین جو برابر دروازے پر پڑے ہین اس انتظار مین کہ کیا انکو اجازت دیجاتی ہے۔ اور نیز فرمایا کہ صبر تو اہل محبت کا مقام ہے اور صدق عارفون کا مقام ہے اور قنوت (طاعت ۱۲) عابدون کا مقام ہے اور خرچ کرنا مریدون کا مقام ہے اور استغفار گنہگارون کا مقام ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

گواہی دی اللہ نے کہ کسیکی بندگی نہین سواے اسکے اور فرشتون نے اور علم والون نے وہی حاکم انصاف کا کسیکو بندگی نہین سواے اسکے زبردست ہے حکمت دانا

شَهِدَ اللّٰهُ - بین لخلقہ بالدلائل وانزال الآیات - اللہ تعالے کا گواہی دینا ہے یعنے اسنے ظاہر کر دیا مخلوق کے واسطے بایں طور کہ دلائل قائم کیے اور آیتیں اتاریں کہ - **اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ** - لا معبود بحق فی الوجود - **اِلَّا هُوَ** - کوئی معبود برحق موجود نہیں ہے مگر وہی ایک اللہ تعالے وشہد بذلک - **وَالْمَلٰٓئِكَةُ** - بالاقرار - اور گواہی دی اسکے ساتھ ملائکہ نے باقرار کیونکہ تھوڑا معائنہ موجود ہے - **وَاُولُوا الْعِلْمِ** - من الانبیاء والمؤمنین بالاعتقاد واللفظ - اور علم والوں نے یعنے انبیاء ومومنین نے اعتقاد کے ساتھ اور زبان سے کہنے کے ساتھ - **قَآئِمًا** - بتدبیر مصنوعاتہ ونصبہ علی الحال والعامل فیہا معنی الجملۃ ای تفرد - **بِالْقِسْطِ** - بالعدل - درحالیکہ قائم ہے منفرد وہ اپنے مخلوقات کی تدبیر میں عدل کے ساتھ قسط پس حال واقع ہے اور عامل معنوی ہے یعنے جملہ بالا سے جو معنے نکلتے ہیں ای تفرد پھر توحید الوہیت کو مکرر فرمایا بقولہ تعالے - **لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ** فی ملکہ - **الْحَكِيْمُ** - فی صنعہ کوئی الوہیت الا نہیں مگر وہی وہ غالب ہے اپنی سلطنت میں پختہ کار دانا ہے اپنی صنعت میں ف بغوی ؒ نے معالم میں کہا کہ یہ آیہ وفد نجران کے حق میں نازل ہوئی اور کلبی ؒ نے کہا کہ شام کے احبار میں سے دو حبر آئے اور جب انھوں نے مدینہ منورہ کو دیکھا تو کہا کہ یہ شہر بہت مشابہ ہے اس شہر سے جو پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو گا پھر جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپکو صفت سے پہچان کر کہا کہ آپ محمد ہیں - فرمایا کہ ہاں - بولے کہ آپ احمد ہیں فرمایا کہ میں محمد و احمد دونوں نام رکھتا ہوں بولے کہ ہم آپ سے ایک سوال کرتے ہیں اگر آپ نے ہمکو اسکی خبر دیدی تو ہم ایمان لاویں گے آپ نے فرمایا کہ اچھا - بولے کہ ہمکو خبر دیجیے کہ اللہ عزوجل کی کتاب میں کون سب سے بڑی گواہی ہے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی پس دونوں آدمی مسلمان ہو گئے - اور ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے ارواح کو اجسام سے چار ہزار برس پہلے پیدا کیا اور ارواح سے چار ہزار برس پہلے رزق پیدا کیے پس اپنی ذات کے واسطے خود شہادت دی قبل اسکے کہ خلق کو پیدا کرے - اس حال میں کہ اللہ تعالے عزوجل ہی تھا اور آسمان وزمین وخشکی وتری کچھ نہ تھی پس فرمایا شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو - اور اللہ تعالے کی شہادت کے معنے کیا ہیں اسمیں کئی قول مروی ہیں ایک وہ کہ مفسر ؒ نے اختیار کیا کہ شہد اللہ یعنے بین اللہ ہے یعنے اللہ تعالے نے ظاہر کر دیا اور زجاج ؒ نے کہا کہ شاہد وہ ہے کہ ایک چیز کو جانکر اسکو بیان کرتا ہے پس اللہ تعالے نے جو پیدا کیا اس سے ہمکو اپنی وحدانیت پر راہ دی وظاہر کر دی اور بعضوں نے کہا کہ اللہ تعالے نے اسکو ظہور وکشف میں گواہ کی گواہی سے تشبیہ دی یعنے اللہ تعالے کی الوہیت اس درجہ ظاہر ہے کہ جیسے گواہ اپنی آنکھوں دیکھی چیز پر یقینی گواہی دیتا ہے - اور اس صورت میں شک نہیں کہ شہد یعنے مجازی لیا گیا اور معالم میں ہے کہ مجاہد ؒ نے کہا کہ شہد اللہ یعنے علم اللہ ہے اور یہ بھی مجاز ہے حالانکہ ملائکہ ومومنین سے شہادت حقیقی ہے پس ضرور ہوا کہ شہادت سے کوئی معنے ایسے عام لیے جاویں جو ان سب کو شامل ہوں اور اس صورت میں عموم مجاز ہو گا اور مفسر رحمہ اللہ نے عموم مجاز سے گریز کرنے کے واسطے والملائکہ پر شہد مقدر کیا ای وشہد الملائکہ پس اول شہد مذکور یعنے مجازی ہے اور دوم شہد مقدر یعنے حقیقی ہے واللہ اعلم - قولہ تعالے واولوا العلم بعض نے کہا کہ اولوا العلم انبیاء ہیں اور بعض نے کہا کہ مہاجرین وانصار ہیں اور بعض نے کہا کہ اہل کتاب یعنے یہود ونصاری ہیں جو ایمان لائے والے لوگ ہیں اور سدی وکلبی نے کہا کہ سب ایمان والے مراد ہیں خواہ انبیا ہوں یا انکی امت ہوں اور یہی مفسر ؒ نے اختیار کیا اور یہی وجہ ہے اسواسطے کہ وجہ تخصیص ظاہر نہیں ہے اور یہاں اولوا العلم سے مراد وہ علما ہیں جو کتاب اللہ تعالے وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف ہوں اور یہ انکے واسطے بڑی فضیلت ہے ولیکن ضرور ہے کہ اس طرح کے عالم پر اثر علم ظاہر ہو اور دین پر مستقیم ہو اسنے دنیا کی ہوس سے نہ پڑھا ہو واللہ اعلم اور یہ جو کہا گیا کہ اولوا العلم سے علما مراد ہیں جو دلائل وحجتوں سے اللہ تعالے کی توحید ثابت کرتے ہیں اور اسمیں علم اصول دین یعنے علم کلام کی بزرگی ثابت ہے تو یہ جہالت ہے اور صحیح وہی ہے کہ علمائے ربانی ای فقہائے دین وعلمائے محدثین مراد ہیں اور علم کلام خود مذموم ہے چنانچہ امام احمد وامام ابو یوسف وغیرہ علما نے اسکی مذمت صریح

مروی ہے۔ اور بعض اکابر نے یہاں ایک نکتہ لکھا کہ شہادت الٰہی اپنی ذات پاک کی توحید کے واسطے وہی اصل ہے لہٰذا قولہ انہ لا الٰہ الا ہو۔ کو اپنی شہادت کے
ساتھ فرمایا اور ملائکہ و اولوا العلم کی شہادت تا اقراری و تصدیقی قراردی فافہم۔ اور دوم قولہ لا الٰہ الا ہو۔ مکرر فرمایا بغرض مزید اعتناء و استشعار یا تکہ اسکی
تکرار افضل ہے اور جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اول تو وصف و توحید ہے اور دوم رسم و تعلیم ہے یعنی قولوا لا الٰہ الا ہو العزیز الحکیم۔ پس حاصل
یہ ہوا کہ اول توحید کی شہادت دیکر ثابت فرمایا پھر منکرین مانند وفد نجران وغیرہ کو اسپر ایمان لانے کا حکم دیا کہ گویا حکم اور اسکی دلیل کو جمع فرما دیا۔ اور زبیر
بن العوام رضی سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ در حالیکہ وہ عرفہ میں تھے یہ آیت پڑھتے شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو والملائکۃ و
اولوا العلم قائما بالقسط لا الٰہ الا ہو العزیز الحکیم۔ اور میں بھی اسپر شاہد ہوں اے پروردگار میرے رواہ احمد و ابن ابی حاتم۔ اور ہیثمی نے
اپنی اسناد سے غالب قطان سے روایت کی کہ میں کوفہ میں تجارت کو آیا اور اعمش رحمہ کے قریب اترا انکے یہاں آیا جایا کرتا۔ ایک رات جب
میں نے بصرہ جانیکا قصد کیا تو میں نے دیکھا کہ اعمش کھڑے تہجد پڑھتے ہیں پس وہ پہونچے اس آیۃ تک شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو والملائکۃ الآیہ۔
پھر اعمش نے کہا کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں اس گواہی کے ساتھ جسکی اللہ عزوجل نے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی اور اسکو ودیعت رکھتا ہوں وہ
میرے واسطے اللہ عزوجل کے پاس ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام اور اسکو اعمش نے کئی بار کہا تو میں نے جی میں کہا کہ انھوں نے ضرور اس بارہ میں
کچھ سنا ہے پس میں نے صبح کی نماز اعمش رحمہ کے ساتھ پڑھی اور انسے وداع ہونا چاہا پھر میں نے انسے کہا کہ میں نے آپکو سنا کہ آپ یہ آیۃ پڑھتے
اور دہراتے تھے آپ نے اسمیں کیا سنا ہے تو مجھسے فرمایا کہ تجھے کیا وہ خبر نہیں پہونچی جو اسکے بارہ میں ہے میں نے کہا کہ میں آپکے پاس
دو برس سے ہوں آپ نے مجھسے اسکے بارہ میں کچھ بیان نہیں کیا تو فرمایا کہ واللہ تجھسے سال بھر تک نہ بیان کرونگا پس میں نے انکے دروازہ پر
یہ روز لکھ دیا اور میں ایک سال ٹھہرا رہا پھر جب سال گذر گیا تو میں نے کہا کہ اے ابو محمد سال پورا گذر گیا فرمایا کہ مجھسے ابو وائل نے عبد اللہ
بن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا پڑھنے والا قیامت کے روز لایا جائیگا پس اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ میرے
اس بندے کے واسطے میرے پاس ایک عہد ہے اور میں عہد وفا کرنے کا سزاوار ہوں میرے اس بندے کو جنت میں داخل کرو۔ سراج المنیر
میں کہا کہ اس حدیث کو طبرانی و بیہقی نے بسند ضعیف روایت کیا اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر نے اسکو اپنی تفسیر میں بروایت
طبرانی نقل کیا اور کچھ کلام نہیں کیا واللہ اعلم۔ ف عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالیٰ شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو والملائکۃ واولوا العلم الآیۃ اللہ
تعالیٰ اپنی ذات و صفات پاک کا عالم و دانا جیسا چاہیے ویسا ہے پس اسنے اپنی ذات پاک کی توحید کے واسطے گواہی دیدی پہلے اس سے کہ ازل
اور ابد اور خلق موجود ہووے پس اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات پاک سے آگاہ ہونے کے مقابل میں جہل کا نام ہی نہیں اور اسکے اپنی ذات پاک کی
معرفت کے مقابلہ میں ناشناختہ ہی نہیں اور اسکے اپنی ذات سے گواہی دینے کے مقابلہ میں کوئی عاجزی و وحشت ہی نہیں ہے بلکہ
اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنی ذات پاک کو خود ہی وصف فرمایا اور اپنی ذات پاک کا خود ہی شکر کیا اسواسطے کہ خلق کو اسکی معرفت کے اور اسکی ذات پاک
کے علم کی کوئی راہ نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک ذات پر خود ہی ثنا و صفت بیان فرمائی کیونکہ اللہ عزوجل کو معلوم ہے کہ میری مخلوق تو
میرے وجود پاک کی معرفت سے عاجز ہے پس عالم موجود ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی گواہی دینی اپنی ذات پاک کے واسطے اس سے مراد
یہ ہے کہ بندوں کو تعلیم ہو اور یہ امر خاص مہربانی و لطف ہے ورنہ اللہ تعالیٰ پاک منزہ ہے خلق کے وجود سے بے پروا ہے و ان اللہ لغنی عن العالمین۔
پس اللہ تعالیٰ عزوجل کا اپنی ذات کے واسطے شہادت دینا یہ تو حقیقت ہے اور مخلوق کا اسکی شہادت دینا رسم ہے اور حقیقت کا ظہور
حقیقت سے ہوا اور وہ حقیقت ہی کی طرف عود کریگی اور رسم کا ظہور رسم سے ہوا اور وہ رسم ہی کی طرف عود کریگی اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ

قدیم ہے اور باقی جو کچھ ہے سب حادث ہے اور قدیم تو حدوث سے از راہ علم و رسم و حقیقت سب طرح و سب وجہ سے متفرد ہے حدوث کو قدم سے
ان وجوہ میں کسی طرح کا لگاؤ ہی نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو پیدا کیا اور اپنی قدرت کے نور سے ایک ذرہ انکے لیے کشف کیا پس انھوں نے نور قدم
سے ایک نور چن پایا جسکی روشنی میں انھوں نے اللہ عزوجل کے افعال قدیمہ کے آثار کو دیکھا پس گواہی دی کہ وہ پاک ذات قدیم موجود ہے اور اسکی خدا نیت
و ازلی و سرمدی ہونے کی گواہی دی اور یہ انسے عبودیت میں رسم تھی کچھ ربوبیت میں سے حقیقت نہ تھی پس اللہ تعالیٰ انسے امر و رسم پر
راضی ہوا اور حقیقت و وصف سے عاجز نہیں کیے گئے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیا و اولیا کو پیدا کیا اور بیش لاکھ برس انکے اجسام پیدا
کرنے سے پہلے انکی ارواح میں اپنے جمال ذات کے انوار کو ظاہر فرمایا پس انھوں نے اسکے نور سے اسکے جمال جلال کو دیکھا یعنے تجلی جمالی
انھوں نے تجلی جلالی کی راہ پائی اور اسکی عظمت کی کنہ اور جبروت کی کبریائی کو دیکھکر حیران رہگئے اور اسکی ذات پاک جل جلالہ کی ثنا
و صفت و شکر کرنے سے عاجز رہ گئے تب اللہ تعالیٰ نے انکو بطور خطاب فرمایا کہ اپنی ذات پاک انکو پہچنوائی اور فرمایا کہ الست بربکم
قالوا بلی شھدنا کیا میں تمھارا پروردگار نہیں ہوں بولے کہ تو ضرور ہمارا پروردگار ہے ہم اسکے گواہ ہوے پس انھوں نے مقام خطاب میں
اقرار کرنے کے بعد گواہی دی پس انکی گواہی بطریق رسم تعلیم ہے اور یہ حقیقت از قدیم نہیں ہے۔ پھر ملائکہ کی گواہی میں اور بنی آدم میں سے اہل علم کی
گواہی میں فرق یہ ہے کہ ملائکہ نے تو از راہ یقین کے گواہی دی اور اولو العلم نے از راہ مشاہدہ گواہی دی۔ اور نیز ملائکہ کی گواہی تو دیدار افعال
سے ہے اور علما کی گواہی دیدار صفات سے ہے۔ اور نیز ملائکہ کی گواہی تو عظمت الٰہی عزوجل دیکھنے سے ہے اور علما کی گواہی بسبب دیدار
جمال کے ہے اسی وجہ سے ملائکہ کے دیدار سے خوف پیدا ہوتا ہے یعنے وہ لوگ خوفناک ہوتے ہیں اور علما کے دیدار سے انکو امید پیدا ہوتی ہے
جاننا چاہیے کہ علما کی گواہی باہم متفاوت ہے پس بعض کی گواہی تو مقامات سے ہے اور بعض کی گواہی حالات سے ہے اور بعض کی گواہی مکاشفات
سے ہے اور بعض کی گواہی مشاہدات سے ہے اور جو لوگ کہ اہل علم میں سے خاص ہیں وہ لوگ اسیکے لیے شہادت با دراک قدم ادا کرتے ہیں
یعنے قدم انکو علم سے حاصل ہوتا ہے اور وحدانیت کے جمال سے نور توحید انکو ظاہر ہوجاتا ہے پس انکی گواہی تو شہادت حق میں مستغرق ہے اسواسطے
کہ وہ دیدار قدم سے محو ہورہے ہیں۔ اور سہل بن عبد اللہ رح سے اس آیت میں دریافت کیا گیا تو کہا کہ حق عزوجل نے بذات خود اپنے مشاہدہ
ذات پاک کی گواہی دی اور اپنی مخلوق میں سے جسکو چاہا اسکو اسکے پیدا کرنے سے پہلے گواہ کر لیا اور اس گواہی کا نفع انھیں مخلوق کی طرف
راجع ہوا پس اسمین تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کے وجود سے پہلے اسکے موجود ہونے کا دانا ہے اور کوئی اسکے حکم سے تجاوز نہیں کر سکتا ہے
اور شیخ ابن عطا رح نے قولہ شھد اللہ کے رمز میں ذکر فرمایا کہ اللہ جل جلالہ نے ہم بندوں کو بذات خود اپنی ذات پاک کی طرف پاک ناموں
سے راہ بتائی اور اسمین اسکے پروردگار ہونے کا اظہار ہے اور اسکے صفات ثابت ہونے کا بیان ہے پس ہم عاجزوں کے لیے اسنے اپنے کلام و ناموں
مین گواہ ورا ہبر کر دیا اور یہ اسواسطے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی توحید فرمائی اور اسکے ساتھ کوئی نہ تھا اور گواہ اسپر اسکی توحید
تھی اور ہو نہیں سکتا کہ حقیقت کی راہ سے اسپر کوئی گواہ ہو سکے سوائے اسکی ذات پاک کے کیونکہ وہی تنہا ہے اور اسکے ساتھ کوئی تنہا نہیں
پھر اسنے اپنے مخلوق کو اپنی گواہی کی طرف بلایا پس مخلوق میں سے جسکی گواہی اسکی گواہی کے موافق پڑی اسنے توحید میں سے اپنا حصہ
پایا اور جو اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہوا۔ اور ابن عطا رح نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنی ذات پاک کے واسطے گواہی دی کہ وہ فرد صمد و تنہا
ہمیشہ رہنے والا ہے۔ پھر خلق کو پیدا کیا پھر انکو اس کلمہ کی پرستش و عبادت میں مشغول کیا سو مخلوق اسکی عبادت حقیقی کی تاب نہیں لا سکتے ہیں
اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کی گواہی اپنی ذات پاک کے واسطے تو حقیقی ہے اور ان لوگوں کی گواہی اسکے ساتھ رسمی ہے پھر حقیقت نے رسم کو باطل کیا

ہو سکتے ہین اور ابو عبد اللہ قرشی رحمہ اللہ نے قول شہد اللہ کے اشارہ مین فرمایا کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے تعلیم و لطف وارشاد اپنے بندون کو ہی
یہانتک کہ انھون نے اللہ تعالے کے واسطے اسکی گواہی اداکردی اور اگر انکو اس بات کی تعلیم نہ فرماتا تو وہی لوگ ہلاک ہوجاتے جیساکہ معارضہ کے وقت
ابلیس ملعون ہلاک ہوا ہی اور بعض نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی گواہی اپنی ذات کے واسطے جس چیز کے ساتھ گواہی دی ہی وہ سچی گواہی ہی اور حال
یہ ہی کہ گواہی سواے سچون کے اور کسی سے قبول نہین ہوتی ہی پس ظاہر ہوا کہ توحید کی لیاقت سواے سچون کے اور کسی کو نہین ہی اور ابو یزید
رحمہ اللہ علیہ نے ایک روز اپنے مصاحب لوگون سے کہا کہ گذری رات مین صبح تک مین اس کوشش مین رہا کہ لا الہ الا اللہ کہون مگر مجھے اسپر قدرت
نہوئی تو پوچھا گیا کہ یہ کیون شیخ نے کہا کہ مجھے ایک کلمہ یاد آگیا جو مین نے اپنے بچپن مین کہا تھا اسکی وحشت میرے سامنے آگئی اسنے مجکو
ایسا کہنے سے منع کردیا اور مجھے تعجب ہوتا ہی ایسے شخص سے جو اللہ تعالے کا ذکر کرتا ہی حالانکہ وہ اپنی صفات مین سے کسی صفت سے متصف
ہی اور شیخ شبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ مین نے جب کبھی اللہ کہا تو ضرور اپنی حرکت پر استغفار کرلیا اسواسطے کہ اللہ تعالے فرماتا ہی شہد اللہ انہ لا الہ
الا ہو — پھر مخلوق مین سے کون شخص اسکے لیے یہ گواہی دیسکتا ہی مگر ہان چونکہ حکم دیا گیا ہی لہذا زبان سے کہ دیتے ہین یا حکم سے علاوہ بطور غفلت
کے بھی کہہ دیتے ہین **قال المترجم** مراد یہ ہی کہ بندون کو اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ کہنے کا حکم دیا گیا پس بایزید رحمہ اللہ
و شبلی جب اسکو کہینگے اور امید ہی کہ اللہ تعالے قبول فرماوے اب رہا یہ امر کہ جیسی چاہیے ہی ویسی شہادت ادا کرو تو یہ سب لوگ سخت نادم
و کمال محجوب ہین کہتے نہین اور کہتے ہین کہ کہہ نہین سکتے اور کہتے ہین تو استغفار کرتے ہین اس حال مین پڑے ہین واللہ اعلم اور ابن عطا
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پہلے پہل جو حقائق لقا مین اللہ تعالے کی معیت مین متصف ہوے تو سواے حق عز و جل کے سب چیزون سے فانی ہوے
یہانتک کہ اللہ عز و جل کے ساتھ باقی رہے **قال المترجم** اس کلام کے معنے یہ ہین کہ لا الہ الا اللہ کے معنے مین جب ان لوگون نے اللہ عز و جل کے
وجود کی گواہی دی تو اسکے وجود کے سامنے اسکے ماسواے کل چیزون سے حتی کہ اپنی جان سے بھی فنا ہوگئے پس وجود باری عز و جل کے
ساتھ باقی رہے اور یہ اقرار صادق ہی واللہ تعالے اعلم اور **شیخ شبلی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دینے کے دس حرف
ہین چھ ظاہر ہین اور چار باطن ہین پس ظاہر کے حروف مین سے اول ذکر الٰہی بلا ریا کے — دوم اداے حکم بلا عیب بدون تقصیر کے سوم نفس کا
روکنا حرام چیزون سے چہارم مومنون کو نصیحت کرنا یعنے جو بھلائی اپنے واسطے چاہتا ہی وہ انکے واسطے بھی چاہے پنجم گناہون سے
بچا کرنا ششم نفس سے دشمنی کرنا — اور رہے وہ جو کہ باطن مین ہین سو ایمان و معرفت بالقلب ہی اور نیت و خشوع ہی اور فکر کرنا اور توفیق پر
نظر رکھکر سیدھا مستقیم رہنا — پس جس شخص نے یہ سب باتین اداکین اسنے البتہ اللہ تعالے کے واسطے گواہی ادا کی اور **شیخ شبلی** رحمہ اللہ سے
دریافت کیا گیا کہ آپ فقط اللہ کیون کہتے ہین لا الہ الا اللہ کیون نہین کہتے ہین بولے کہ قول ایک آفتاب ہی کہ اسکا گم ہونا اسکے ثبوت
سے مغلوب ہوتا ہی پھر جب گم ہونا ہی محال ہو تو کس سے مغلوب ہونے کی حاجت رہی — **قال المترجم** شاید یہ اشارہ ہی کہ وجود باری تعالے
عز و جل ازلی ابدی قدیم ہی اسپر عدم محال ہی تو اثبات وجود کی حاجت کیا ہی کیونکہ اثبات ایسی چیز کا کرتے ہین کہ جسکے اثبات سے اسکی نفی نہ
رہے اور یہان نفی بالکل محال ہی واللہ اعلم بمراد عباده — پھر **شیخ شبلی** رحمہ اللہ نے کہا کہ اور بھلا نفی ایسی ہی چیز کی تو کی گئی ہی جسکا ہونا محال
ہی اور بھلا اثبات ایسی ہی شی کا تو کیا گیا ہی جسکا گم ہونا محال ہی **قال المترجم** شاید مراد یہ ہی کہ کلمہ توحید مین نفی الٰہ کی ہی اور وہ خود
مستحیل الوجود ہی اور اللہ تعالے کا اثبات ہی حالانکہ وہ ایسا ہی کہ عدم اسکی شان مین محال ہی فافہم — اور حصری رحمہ اللہ نے کہا کہ شیخ ابن
منصور مکہ مین داخل ہوے پس انسے سوال کیا گیا کہ چیونٹی اللہ تعالے کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہی اور توحید کیا ہی پس [illegible]

اس باب میں کلام کیا یہانتک کہ ہم توحید کو بھول گئے اور ہمنے کہا کہ یہ حق عزوجل کے ساتھ لائق ہی باین حیثیت کہ لغت و امر سے اسکے ساتھ راضی ہوا اور یہ وصف وحقیقت سے اسکے ساتھ لائق نہیں ہی جیسے کہ وہ ہمارے شکر سے بمقابلہ اپنی نعمتوں کے راضی ہوا حالانکہ ہمارا شکر اسکی نعمتوں کے مقابلہ مین کہان ہی اور کہا کہ جبتک تو اشارہ کرتا ہی تب تک موحد نہیں ہی یہانتک کہ حق عزوجل تیرے اشارے پر غالب ہو باین طور کہ اشارہ کو تجھسے فنا کردے پس نہ اشارہ ہی اور نہ اشارہ کرنے والا اور شیخ ابوسلیمان دارانی رح نے فرمایا کہ تو اپنے پروردگار کی رضامندی چاہتا ہی اور اپنے مال سے بخل کرتا ہی اور اسکی طاعت کرنے سے عاجز ہوتا ہی ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا پس اللہ تعالے کی گواہی دینے والا درحقیقت وہ شخص ہی جو اپنی روح ونفس ومال واسباب کی چیز سے اللہ تعالے کی رضامندی مین بخل نہیں کرتا ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ شہد اللہ یعنے علم اللہ ہی کیونکہ اوتعالے کو کمال علم سے اپنا علم کامل ہی اور شہادت تو ایسی ہی خبر دینے کو کہتے ہین جو دانستگی سے ہو اور اسلام کے اصول وفروع ہین وہ سب ایک جڑ سے اوگے ہین اور وہ وحدانیت ہی۔ اور قولہ اولوا العلم۔ کے معنے مین کہا گیا کہ علما تین قسم کے ہین ایک وہ کہ اللہ تعالے کے اوامر واحکام کا جاننے والا ہو اور وہ علماے شریعت ہین اور دوم جو اسکے اوصاف وصفات کا دانا ہو اور وہ علماے سنت ہین اور سوم عالم باللہ وباسمائہ اور یہ علماے ربانی ہین۔ قولہ ہو العزیز الحکیم۔ عزیز وہ ہی کہ اسکے قدیم ہونے کی کنہ تمام مخلوق کے مطالعہ سے ممتنع ہو یعنے کوئی مخلوق اسکی کنہ کو ہرگز نہ پہونچ سکے اور نیز عزیز وہ ہی کہ اسکا وصف کوئی بیان نہ کرسکے مگر بطور رسم کے جسطرح اسنے اپنے آپکو وصف فرمایا۔ اور حکیم۔ وہ ہی کہ اسنے اپنی ذات کے واسطے حقیقی گواہی دی اور بندون کے واسطے اسکی رسم مقرر کردی۔ اور نیز حکیم وہ ہی کہ اسنے مخلوق کو اپنی ذات سے محجوب کیا کہ اسکو دیکھ نہیں سکتے ہین کیونکہ انکے دلون مین اسکی توحید کی رسم حاصل ہوئی ہی اور یہ رسم توحید جو بندون کو حاصل ہوئی وہ خیال کے لگاؤ سے ہی اور حقیقت توحید جو اسکے جلال عظمت سے ظاہر ہوتی ہی وہ اسکے برخلاف ہی جو انکے دلون مین خطور کرتی ہی اور بعض نے کہا کہ عزیز وہ ہی کہ جو ایسا زبردست غالب صاحب منعت ہی کہ اس تک کسی موحد کی توحید اور کسی وصف کرنے والے کا وصف نہیں پہونچتا ہی الا اسی طور پر کہ انکو حکم دیا گیا ہی وہ حکم کی فرمانبرداری پر توحید کرتے اور وصف کرتے ہین اور حکیم ہی اس چیز مین جسکی اپنے واسطے گواہی فرمائی ہی قال المترجم مراد یہ ہی کہ توحید وتمجید وتحمید کا حکم بندون کو دیا گیا ہی یعنے وہ اللہ تعالے کی فرمانبرداری کرتے ہین اور قبول ہوتی ہی ورنہ درحقیقت یہ لوگ اسکا وصف وحمد وتوحید کچھ ادا نہین کرسکتے ہین صرف اسکی شہادت کی رسم ادا کرتے ہین یعنے اصل معنے و چیز تو وہی خود جانتا ہی اور یہ لوگ نقش ورسم کے طور پر شناہ ہین اور وہ محض کرم وفضل سے اسیکو بندون سے قبول فرماتا ہی۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ

دین تو اللہ کے یہان　یہی　اسلام ہی　اور نہین پھوٹ ڈالی ان لوگون نے جنکو کتاب دی گئی تھی مگر　بعد ازانکہ پہونچ چکا

الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ

انکو علم　یہ آپس مین ایک دوسرے کی ضد سے　اور جو منکر ہو اللہ کی آیتون سے　تو اللہ جلد حساب　لینے والا ہی

إِنَّ الدِّينَ۔ المرضی۔ عِنْدَ اللَّهِ۔ ہو۔ الْإِسْلَامُ۔ ای الشرع المبعوث بہ الرسل المبنی علی التوحید۔ وفی قراءۃ بالفتح ان بدل من انہ بدل اشتمال۔ دین ایسا کہ اللہ تعالے کے نزدیک پسندیدہ ہی وہ اسلام ہی ہی یعنے وہ شرع کہ جسکے ساتھ رسول بھیجے گئے کہ وہ توحید پر مبنی ہی۔ اور کسائی کی قراءۃ مین ان بالفتح ہی پس یہ جملہ انہ لا الہ الا ہو سے بدل اشتمال ہی یعنے اللہ تعالے وملائکہ واہل علم نے گواہی دی کہ لا الہ الا اللہ یعنے دین مرضی فقط اسلام ہی تو یہ بالفتح قراءۃ کی صورت مین انہ لا الہ الا ہو۔ کا کل یا جزو نہین بلکہ ملابس ہی پس یہ اشتمال ہی

اور اگر دین کی تفسیر ایمان سے یا منقسم بایمان کیجاوے تو بدل الکل ہوگا پھر جمیع امتون مین یہی معروف تھا کہ اللہ تعالے کے یہان دین فقط
توحید ہے۔ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ ۔ ای الیہود والنصاری فی الدین بان آمن بعض وکفر بعض ۔ إِلَّا
مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ ۔ بالتوحید ۔ بَغْيًا ۔ من الکافرین بَيْنَهُمْ ۔ یعنے یہود ونصاری نے نہین اختلاف کیا
دین مین باین طور کہ بعض توحید پر رہے اور بعض کافر ہوگئے مگر بعد اسکے کہ پہونچ گیا تھا انکو علم توحید اسوجہ سے کہ کافرون نے باہم ضد کر لی
یعنے جو توحید پر رہے وہ تو بیچارے راہ پر تھے اور بغاوت کافرون ہی کی طرف سے ہوئی بطلب بنیاد مال وجاہ نہ اسوجہ سے کہ انکو علم نہین پہونچا تھا
اور توحید سے آگاہ نہ تھے اسوجہ سے شبہہ مین تھے ۔ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۔ ای المجازاۃ
لہ ۔ اور جسنے آیات الٓہی کے ساتھ کفر کیا تو اللہ تعالے جلد حساب کرنے والا ہے یعنے کافر و باغی کو جلد اسکے کفر کا بدلا دینے والا ہے کیونکہ دنیا روز چند ہے
اور جو مرا اسکی قیامت قائم ہوئی زجاج رح نے کہا کہ دین تمام اس چیز کا نام ہے جسکے ساتھ اللہ تعالے نے اپنی خلق کو متعبد کیا اور اسکے قائم
رکھنے کا حکم دیا ۔ اور اسلام یعنے دخول فی السلم ای بندگی و فرمانبرداری کرنا اور جمہور علما کے نزدیک اسلام یہان یعنے ایمان ہے اگرچہ اصل لغت
مین دونون متغائر ہین اور اختلاف حنفیہ و شافعیہ کا باین طور کہ اسلام و ایمان یعنے واحد ہے عند الحنفیہ و متغائر ہے عند الشافعیہ ۔ یہ اختلاف
محض لفظی ہے اصل معنے مین کچھ اختلاف نہین کیونکہ اسلام شرعی بالاتفاق یہی ہے جسکو اللہ تعالے نے یہان فرمایا اور اسی پر انبیاء سابقین علیہم
السلام کو بھیجا اور یہی ابراہیم علیہ السلام نے کہا اسلمت لرب العالمین اور اسی کی وصیت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے اپنے اپنے بیٹون کو
فرمائی تھی اور یہ یعنے ایمان ہے اور رہا اسلام یعنے انقیاد تو وہ کسیکے نزدیک مرادف ایمان نہین ہے اور ضحاک رح سے روایت ہے کہ نہین بھیجا اللہ تعالے
نے کسی رسول کو مگر باسلام ۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا ۔ ورضیت لکم الاسلام دینا ۔ مین نے تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا ۔ پھر ان الدین اگر
بکسر ان پڑھا گیا جیسے کہ جمہور کی قرات ہے تو یہ جملہ مستانفہ اور اگر بالفتح پڑھا گیا تو کشاف وغیرہ مین ہے کہ وہ انہ لا الہ الا ہو کا بدل ہے مفسر نے
اسی کی تبعیت کی اور شیخ ابوحیان نے کہا کہ یہ ضعیف ہے اسواسطے کہ بدل و مبدل منہ کے درمیان فصل باجنبی لازم آتا ہے اور کہا کہ صواب
یہ ہے کہ وہ الحکیم کا معمول بحذف جار ہے ای العزیز الحکیم بان الدین عند اللہ الاسلام اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس نے اول انہ بکسر پڑھا
اور ان الدین بالفتح پڑھا ہے اور بیضاوی مین ہے کہ اس قراءہ پر معنے باین طور ہین کہ شہد کا فعل ان الدین پر واقع ہے اور ان دونون کے درمیان
جملہ معترضہ ہے یعنے گواہی دیتا ہے اللہ تعالے یہ کہ دین پسندیدہ اللہ تعالے کے یہان اسلام ہے اور درمیان مین جملہ معترضہ کا فائدہ تعظیم شہادت ہے
فتامل ۔ قولہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب الآیہ ۔ اسمین خبر دی کہ یہود و نصاری کا اختلاف محض بغی کی وجہ سے تھا بعد از انکہ انکو معلوم ہوگیا
کہ اسلام مین داخل ہونا واجب ہے اسوجہ سے کہ انکی کتابون مین جو انکے انبیا پر نازل ہوئین اسکی پسندیدگی و حقیقت اللہ تعالے کے نزدیک
متقرر ہے اور اخفش رح نے کہا کہ کلام مین تقدیم و تاخیر ہے و معنے یہ ہین کہ نہین اختلاف کیا ان لوگون نے جو دیے گئے کتاب یعنے بنی اسرائیل نے بوجہ آپس کی
بغاوت و ضد کے الا بعد از انکہ انکو علم حاصل ہوچکا تھا ۔ اور جو عنوان کہ آیۃ کریمہ مین ہے بتقدیم و تاخیر اسمین ان لوگون کی تقبیح زیادہ ہے اسلیے کہ
کتاب الٓہی حاصل ہونے کے بعد اختلاف کرنا یہی قبیح ہے پھر الا من بعد ما جاءہم العلم ۔ سے اور زیادہ قبح ظاہر ہوا کیونکہ بعد علم کے اختلاف بدرجہ قبیح
ہے پھر تو بغیا بینہم ۔ مین تیسری زیادتی قباحت ہے کہ وہ محل حصر مین ہے اور الکتاب توریت و انجیل وغیرہ ہے اور لام اسمین جنس کے واسطے ہے پھر
اسمین اختلاف واقع ہونے سے مراد کون اختلاف ہے تو بعض نے کہا کہ اختلاف توحید ہے باین طور کہ بعض توحید پر رہے اور بعض مشرک ہوے
اور ان لوگون نے راہ راست کو جھگڑے مین چھوڑ دیا اور دوسرے مقام پر فرمایا فہدی اللہ الذین آمنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ یعنے

پھر اللہ تعالے نے مومنین امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ارادہ سے اس حق کی ہدایت کی جسمین اہل کتاب نے اختلاف ڈالا اتھا اور بعض نے کہا
بایں طور کہ نصاری نے تین خدا کا اعتقاد کیا تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ اور یہود نے عزیر کو خدا کا بیٹا بنایا نعوذ باللہ من کفر ہولاء۔
اور یہ بھی کہتے تھے کہ نبوت اگر ہوتی تو ہم مستحق تھے نہ قریش کہ وہ توبے پڑھے امی لوگ ہین اور بعض نے کہا کہ اختلاف اسلام مین ہے کہ اگلے
اہل کتاب مین سے بعض نے کہا کہ وہ حق ہے اور بعض نے کہا کہ مخصوص بعرب ہے اور بعض نے مطلقًا اسکی نفی کی۔ اور جو پہلے ذکر کیا گیا
وہی اصح ہے اور مابعد کے اقوال سب اسیکی طرف راجع ہو سکتے ہین اور قول اول کی مؤید یہ بات بھی ہے کہ آیۂ کریمہ وفد نجران کے قصہ مین ہے
اور وہ توحید کے قائل نہ تھے باوجودیکہ حضرت عیسی علیہ السلام سے اور انجیل مین توحید کی تعلیم ہے اور آیات مابعد بھی اسیکی مؤید ہین ف۲
قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اسلام یہ ہے کہ جو حق عزوجل کی مراد ہے اسپر راضی ہو اور جو اسکی قضا
وقدر پہونچے اسپر ایک حال ہے بایں طور کہ سر باطنی مستقیم رہے اور ظاہر مین اضطراب پیدا نہ کرے اور محنت و بلاء نازل ہونے کے وقت اپنے آپ
مین ایک لذت پاوے اور شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دین وہ ہے جو تیرے واسطے سالم ہو بدعتون اور گمراہیون اور خواہش نفسانی سے
اور تو اسمین سالم رہا ریاکاری و شہوت خفیہ اور لوگون کی طرف نظر رکھنے اور اپنی عبادت کو بزرگ سمجھنے سے قال المترجم یعنی دین وہ راہ ہے کہ جو
اللہ تعالے و اسکے رسول نے بتلائی بدون اسکے کہ اسمین کوئی بدعت یا گمراہی یا ہوا ر نفسانی کی بات نکالی جاوے خواہ اعتقادات مین جیسے
خوارج و روافض و معتزلہ وغیرہ فرقے ہین اور خواہ عملیات مین ہو جیسے مثلًا عید کی نماز سے پہلے عیدگاہ مین نفلین پڑھنا اور ان باتون کی
تعداد بہت کثیر ہو گئی ہے اگر کوئی شخص بیان کرنا چاہے تو شاید متعذر ہے کیونکہ ہر فرقہ نے اپنی اپنی خواہش سے ہزارون باتین ایجاد کی ہین اور طول
سے بیان کرنے مین کچھ فائدہ بھی نہین کیونکہ بدعتون سے بچنا تو اسطرح ہے کہ جو حکم اللہ تعالے و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور جو
سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین ثابت ہے بس اسی پر عمل کرے اور اسیکا اعتقاد رکھے اور ماسوا اسکے کل باتون سے پرہیز کرے خواہ
ایسی ہون کہ کسی نے اسکو نکالا اور اسپر بہتون نے عمل کیا اور کرتے چلے جاتے ہین اور خواہ ایسی ہون کہ کوئی اب نکالے۔ اللہم رب احفظ
الاسلام من شر البدعۃ ووفق اہلہ للسنۃ انت علی کل شیء قدیر۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسلام کے دین پر وہ شخص ہے جو خلق کی طرف
نظر رکھنے سے سلامت ہو اور شہوات نفسانی سے اسکا دل سلامت ہو اور اسکے دل کے خطرون سے اسکی روح سلامت ہو قال المترجم
یہ بیان اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے کہ آپ نے فرمایا مسلمان وہ ہے جسکے ہاتھ و زبان سے مسلمان لوگ سلامت رہین۔ اور
مہاجر وہ ہے جسنے گناہون کو چھوڑ دیا اور نیز حدیث مین ہے کہ مجاہد وہ ہے جسنے اپنے نفس سے جہاد کیا اور حدیث مین ہے کہ دین نصیحت یعنے خیرخواہی
ہے قال الشیخ اور بعض نے فرمایا کہ اسلام کے چار رکن ہین تواضع الفت غصہ پی جانا۔ صبر کرنا۔ جب یہ چارون پورے ہوے تو اسے اور
چار کمالات حاصل ہوتے ہین تواضع سے توکل اور الفت سے تسلیم اور غصہ پی جانے سے تفویض اور صبر سے رضا۔ قال المترجم حدیث
مین ہے کہ جسنے اللہ تعالے کے واسطے تواضع کی اپنے آپ کو نیچا کیا تو اللہ تعالے اسکو بلند کر دیتا ہے رواہ البیہقی وغیرہ اور توکل کے یہ معنے
ہین کہ جو کام کرے اسپر بھروسا اللہ تعالے پر ہو یہ نجانے اگر ایسا کرتا تو یہ ہوتا اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اسپر یہ مصیبت کیون آتی کیونکہ یہ سمجھنا
حماقت ہے اور یہ معنے نہین ہین کہ آدمی پاؤن توڑ کے بیٹھ جاوے بلکہ محنت و کام کرے مولوی روم علیہ الرحمۃ کہتے ہین ؎ کسب کن پس
تکیہ بر جبار کن۔ یعنے کام و کمائی کرنا چاہیے لیکن یہ سمجھنا نچاہیے کہ میرے کام ہی سے ملیگا بلکہ یہ سمجھے کہ وہ دیگا والا اللہ تعالے ہے اور رہی الفت
تو یہ ایک عجیب چیز ہے وہ اسلام مین ایک نخ بخدا ہے عزوجل کہ وہی اصل ہے اور اسیکو محبت کہتے ہین کہ بندہ سوائے خدا کے اپنے

آپ سے بھی محبت نہیں رکھتا تو زن و فرزند و مال و متاع وغیرہ کا کیا مرتبہ ہے اور اللہ تعالے کی محبت وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے کہ من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اسکی خبر دیتا ہے اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مین کوئی مومن اسوقت تک نہوگا جب تک کہ ایسا نہو جاوے کہ مین اسکے نزدیک اسکے مان و باپ و سب لوگون سے محبوب نہو جاؤن رواہ البخاری و مسلم وغیرہما اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ شان تھی کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہنے والا انکا باپ ہوتا یا بیٹا یا آپ کے مقابلہ مین لڑنے آتا تو اسکو قتل کرنے پر آمادہ ہوجاتے تھے اور آپ کے واسطے سینہ سپر ہوجاتے تھے پھر آپ ہی کی محبت سے آپ پر جتنے ایمان لانے والے تھے ایک دوسرے کو اپنی جان کے برابر چاہتا تھا اور یہ اول احسان و نعمت اللہ تعالے کی تھی چنانچہ فرمایا الف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ تمہارے دلون مین الفت ڈال دی کہ تمنے اسکی نعمت سے صبح کی درحالیکہ تم بھائی بھائی ہوے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مضمون فرمایا کہ اگر تو خزانہاے زمین خرچ کرتا تو بھی انکے دلون مین باہم یہ الفت نہ ڈال سکتا۔ اور حضرت صلعم نماز مین جب کندھے ملاکر کھڑا ہونے کا حکم دیتے تو فرماتے کہ پھوٹ مت ورنہ اللہ تعالے تمہارے دلون مین پھوٹ ڈالدیگا اور یہ حدیث صحیحین مین ہے اور اللہ تعالے نے کافرون کی مذمت مین کہا ہے کہ قلوبہم شتی یعنے دیکھا ہر مین ملے ہین اور دل انکے آپس سے پھوٹے ہین اور حضرت امام مہدی آخرالزمان رضی اللہ عنہ کے لوگون کی صفت مین آیا ہے کہ ستر برس تک کسی دو مسلمانون مین پھوٹ نہوگی اور امام غزالی وغیرہ اکابر نے جماعت نماز جمعہ و عید وغیرہ کے نکات و اشارات مین ایک نکتہ الفت باہمی بھی بیان کیا ہے اور اس باب مین احادیث و آثار و اقوال کثرت سے ہین پھر افسوس اس زمانہ مین کہ مسلمان دنیا کی باتون مین اور دین کی باتون مین بلکہ ناحق بے واسطے ایک دوسرے کے بدخواہ ہین اگر یہ راہ چھوڑ دین اور چاہیے کیسیکے ساتھ نیکی کرین یا نہ کرین دل سے اسکے خیرخواہ ہون تو اللہ تعالے کے نزدیک انکا عذر ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ تم مین سے کوئی مومن نہین جب تک کہ اپنے بھائی کے واسطے وہی نہ چاہے جو اپنے واسطے چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ یعنے اللہ تعالے نہین بدل ڈالتا جو حال کسی قوم کا ہوتا ہے یہانتک کہ وہی لوگ بدل ڈالتے ہین جو انکے دلون مین تھا۔ یعنے اپنی نیتین و ارادے خراب کر دیتے ہین تب اللہ تعالے انکی حالت بدل دیتا ہے بہرحال ہین اسکے فضائل کہان تک بیان کرون خود سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام مین یہ بڑا رکن ہے جیسا کہ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا حالانکہ ناواقف آدمی کو اس کلام شیخ سے تعجب ہوا ہوگا کہ ارکان اسلام تو حدیث مین مذکور ہین اور شیخ نے یہ کیسے ارکان بیان کیے ہین۔ اور تسلیم سے یہ مراد ہے کہ جو امر الٰہی خواہ ہلکا یا بھاری تقدیر سے پیش آوے یا اسکے احکام کی بجا آوری مین پیش آوے اسکو اچھی طرح مان لے اور تفویض یہ ہے کہ ہر طرح اپنے آپ کو اور اپنے کام کو اللہ تعالے کے سپرد کرے اور غصہ پی جانے کی تفسیر انشاء اللہ تعالے والکاظمین الغیظ الآیہ کی تفسیر مین آویگی۔ قال الشیخ اور حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب بندہ کا اسلام صحیح ہو کہ وہ نعمتون کو اللہ تعالے کی طرف سے پہچانے اور اسی پر توکل کرے اور اسکے حکم کو تسلیم کرے تو مسلمان ہے اور اگر ایسا نہو تو وہ حقیقت اسلام پر نہین ہے بلکہ نام کا مسلمان ہے۔

فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُلْ لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ

پھر اگر تجھسے جھگڑین تو کہہ کہ مین نے تابع کیا اپنا منہ اللہ کے حکم پر اور جو کوئی میرا پیرو ہے اور کہدے ان لوگون کو جو کتاب دیے گئے اور ان پڑھون کو بھلا

فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۖ وَّإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

تم بھی تابع ہوتے ہو سو اگر تابع ہوے تو راہ پر آ لگے اور اگر رد کرے لوگ منہ موڑ رہے تو تیرا ذمہ یہی ہے پہونچا دینا اور اللہ کی نگاہ مین ہین سب بندے

فَإِنْ حَآجُّوكَ۔ خاصمک الکفار یا محمد فی الدین۔ پھر اگر جھگڑین تجھسے کافر لوگ ای محمد دین اسلام مین جیسے مثلاً نصرانی کہین کہ دین تو

نصرانیت ہی اور یہود کہتے ہیں کہ نہیں دین تو دین یہود ہی اور یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں دین فقط دین اسلام ہی۔ فَقُلْ۔ لہم۔ اَسْلَمْتُ
وَجْهِيَ لِلّٰهِ۔ انقدت لہ انا۔ وَمَنِ اتَّبَعَنِ۔ وخص الوجہ بالذکر لشرفہ وغیرہ اولی۔ تو کہدے ان جھگڑنے والوں کو کہ تابع کر دیا میں نے
اپنا منہ واسطے اللہ کے یعنے میں مطیع ہوا اللہ تعالیٰ کے واسطے میں خود اور وہ شخص جسنے میری اتباع کی واضح ہو کہ خاص کر کے منہ کو ذکر کیا
اسوجہ سے کہ منہ اشرف ہی تو منہ کے سوائے جو کچھ ہی زیادہ بدرجہ اولیٰ تابع ہوگا اسلام اسمیں بمعنے انقیاد ہی اور حاصل تعبیر بوجہ سے ذات
ہی پس معنے یہ کہ اخلصت نفسی للہ وحدہ یعنی میں نے خالص کردیا اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے لیے (البیضاوی والمدارک)
اور فراء نے کہا کہ اخلصت جنتی وعملی للہ وحدہ۔ یعنے میرے سب کام خالص اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے واسطے ہیں ذکرہ فی المعالم۔ وَقُلْ
لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ۔ الیہود والنصاریٰ۔ وَالْاُمِّيّٖنَ۔ مشرکی العرب۔ اور اے محمد تو ان یہود و نصاریٰ اور بے پڑھوں یعنے
عرب سے کہدے کہ۔ ءَاَسْلَمْتُمْ۔ کیا تم اسلام لاتے ہو یعنے اسلام لاؤ جیسے قولہ فہل انتم منتہون۔ میں یہ معنے ہیں کہ انتہوا کم باز
رہو۔ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا۔ من الضلال۔ پھر اگر یہ لوگ اسلام لائے تو راہ پائی گمراہی سے۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا۔ عن الاسلام
اور اگر انہوں نے اسلام لانے سے منہ موڑا۔ تو سمجھ لے کہ۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ۔ التبلیغ للرسالۃ۔ تجھپر تو یہی واجب ہی کہ رسالت الٰہی
کو پہونچا دے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ۔ فیجازیہم باعمالہم اور اللہ دانا ہی اپنے بندوں کے اعمال کا پس وہ انکو انکے کاموں کی سزا
دیگا۔ یعنے چاہے دنیا و آخرت میں یا فقط آخرت میں۔ اور یہ حکم قبل اسکے تھا کہ جہاد کا حکم دیا جاوے واضح ہو کہ قولہ فان حاجوک یعنے یہاں
حجت نہیں یعنے ایسی دلیل جس سے صدق ظاہر کر کے مغلوب کیا جاوے اسواسطے کہ اہل کتاب وغیرہ پر صدق رسالت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی حجتیں کثرت سے خود قائم ہو چکی ہیں اور آیات واضح وظاہر کثرت سے موجود ہیں پس مراد انکی خصومت وعناد ہے اسیواسطے جملہ
مفسرین نے یعنے خاصموک لیا ہے اور اسمیں اشارہ ہی کہ یہ لوگ شدید الخصومۃ ہیں۔ قولہ ومن اتبعن۔ اصل میں ومن اتبعنی تھا یاء متکلم حذف ہوگئی
جیسے یارب اور فاتقون اور فارہبون میں حذف ہوئی ہی۔ اور عطف اسکا اسلمت کے فاعل پر ہی اور وہ ضمیر متصل ہی لیکن چونکہ بیچ میں
فصل آگیا ہی لہذا متصل کو بدون منفصل کرنے کے عطف مستحسن ہوا۔ قولہ ءاسلمتم۔ ابن جریر وغیرہ نے کہا کہ استفہام تقریری متضمن امر ہی اور
زجاج نے کہا کہ استفہام تہدید ہی اور معنے یہ ہیں کہ جتنی بیان ہیں جو کچھ چاہیے تمہیں سب حاصل ہو چکیں جو مقتضی ہیں کہ لامحالہ اسلام حاصل
ہو فہل اسلمتم کما اسلمت ام انتم بعد علی الکفر۔ پھر کیا تم ایمان لاتے ہو جیسے میں ایمان لایا ہوں یا ابھی تک کافر ہو۔ اور اس استفہام میں کم عنا
ولائی کرنے و قوت قبولی انصاف ہو کیونکہ منصف آدمی کو جب حق ظاہر ہو گیا تو وہ اسکے قبول ویقین کرنے سے نہیں رکتا ہی ذکرہ البیضاوی وغیرہ
قولہ فان اسلموا فقد اہتدوا۔ محی السنہ نے معالم میں ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو اہل کتاب کو پڑھ سنایا تو بولے کہ ہم اسلام لائے تو آپ نے
فرمایا کہ اے یہود تم گواہی دیتے ہو کہ عزیر بندہ اللہ تعالیٰ کا اور اسکا رسول ہی بولے معاذاللہ وہ بندہ نہیں ہی اور نصاری سے کہا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ عیسیٰ بندہ
اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول ہی بولے کہ معاذاللہ وہ بندہ نہیں ہی پس اللہ عزوجل نے فرمایا۔ فان تولوا فانما علیک البلاغ۔ فان تولوا۔ کی جزا محذوف ہی یا وہ لم یضروک
تو تجھے کچھ ضرر نہیں دے سکتے ہیں۔ فانما علیک البلاغ۔ کیونکہ تجھپر یہی تھا کہ تو رسالت کی تبلیغ کر دے اور رہی ہدایت تو وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہی۔ اور اس
آیہ کریمہ کو بعض نے کہا کہ محکمہ ہی اور مراد اس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی ہی کہ آپکو یہ غم لاحق نہو کہ باوجود آیات و تحقیق کے یہ کوئی ایمان نہیں
لاتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ منسوخ ہی اور یہی مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ
جو لوگ منکر ہیں اللہ کی آیتوں سے اور مار ڈالتے ہیں نبیوں کو ناحق اور مار ڈالتے ہیں ان لوگوں کو

يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

جو بات کہتے ہین انصاف کرنیکی لوگون مین سے سو انکو خوشخبری سنادے دکھ والی مار کی یہی وہ لوگ ہین

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ

جنکے سب کام مٹ گئے دنیا مین اور آخرت مین اور کوئی نہین انکا ہی مددگارون مین سے

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ ۔ حمزہ رحمہ اللہ کی قراءۃ مین یقاتلون ہی ۔ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ ۔ بالعدل ۔ مِنَ النَّاسِ ۔ اللہ تعالے نے یہودیون کا عذاب الیم بیان فرمایا کہ جو لوگ ایسے ہین کہ آیات الٰہی سے انکار کرتے اور قتل کرتے ہین (یا قتال کرتے ہین) نبیون کو ناحق اور ایسے لوگون کو قتل کر ڈالتے ہین جو انکو عدل کا حکم کرتے ہین یعنے نصیحت کرتے ہین ف تو انکو عذاب الیم کی خبر دیدے ۔ وہم الیہود ۔ روی انہم قتلوا ثلثۃ واربعین نبیا فنہاہم مائۃ وسبعون من عبادہم فقتلوہم فی یومہم ۔ اور یہ قاتل لوگ یہودی ظالم ہین ۔ روایت ہی کہ انھون نے ایک روز تینتالیس نبیون کو قتل کیا پس قاتلون کو بنی اسرائیل مین سے ایک سو ستر آدمیون نے جو عابد خدا پرست تھے اس فعل سے منع کیا تو انکو بھی اسی روز قتل کر ڈالا پس اللہ تعالے کا غضب اس قوم پر شدید ہی ۔ فَبَشِّرْهُمْ ۔ اعلمہم ۔ پس ان بدکارون کو خوشخبری دیدے یعنے انکو آگاہ کردے ۔ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۔ مولم ۔ بعذاب درد دہندہ ۔ یعنے انکے واسطے دوزخ و عذاب الیم ہی ۔ اگر کہا جاوے بشارت تو خوشخبری کو کہتے ہین اور عذاب الیم مین رنج ہی نہ خوشخبری تو جواب دیا کہ ان پلیدون کے حق مین تہکم کے طور پر خوشخبری کہی گئی فقال المترجم گویا انکا گناہ ایسا سخت ہی کہ یہ عذاب الیم اسکی مکافات انکے حق مین خوشخبری ہی ۔ اگر کہا جاوے کہ ان کی خبر ہی اسپر فاء کیونکر داخل ہی حالانکہ ان بدا فقائم نہین بولتے ہین تو جواب دیا کہ فاء داخل ہوئی اسوجہ سے کہ موصول یعنے الذین ۔ جو ان کا اسم ہی وہ مشابہ بشرط ہی گویا کہا گیا ان الذین یکفرون فمن کفر فبشرہم ۔ یعنے البتہ جو لوگ کفر کرتے ہین سو جو انمین سے کفر کرے اسکو عذاب الیم کی بشارت دے ۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۔ باعمال من خیر کصدقۃ وصلۃ رحم ۔ ایسے ہی بدکار لوگ ہین کہ انکے اعمال مٹ گئے یعنے نیکی مانند صدقہ وصلہ رحم کے جو کچھ کی تھی مٹ گئی ۔ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۔ دنیا مین بھی مٹی اور آخرت مین بھی ۔ فلا اعتداد بہا لعدم شرطہا ۔ یعنے انکی نیکی کا کچھ شمار نہین کیونکہ جس شرط سے ہونی چاہیے تھی وہ معدوم ہی یعنے بغیر ایمان و اسلام کے نیکی محض بادہوائی ہی ۔ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۔ مانعین لہم من العذاب عذاب سے بچانے والا کوئی انکا مددگار نہین ہی ف اللہ عز وجل نے اس آیت مین اہل کتاب کی مذمت فرمائی کہ انھون نے سخت گناہون کا ارتکاب کیا اور حق سے تکبر کیا کیونکہ اللہ تعالے کی شرع پہونچانے والے انبیاء کو اس بات پر کہ انھون نے حق بات پہونچائی تھی قتل کیا اور جنھون نے اسمین انصاف کرنے کو سمجھایا ان مومنون کو بھی قتل کیا اور یہ انتہا کا تکبر ہی چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تکبر یہی ہی کہ بطر کرے حق کو اور خوار سمجھے لوگون کو ۔ یعنے حق سے اتراوے اور لوگون کو ذلیل سمجھے ۔ قولہ ویقتلون النبیین بغیر حق ۔ یہ یہودی خاصکر ہین کہ انھون نے انبیا کو قتل کیا اور نبی کو قتل کرنا بہرحال ناحق ہی پس بغیر حق کے قید سے جو حال مؤکدہ ہی اشارہ ہی کہ وہی بھی جانتے تھے کہ ناحق قتل کرتے ہین تاہم خواہش نفس سے قتل کیا اور یہ کمال شناعت ہی ۔ اور محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ ابن جریج نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے انبیا پر وحی آیا کرتی تھی اور کتاب نہین نازل ہوتی تھی یعنے سوائے موسی و داؤد و عیسی علیہما السلام کے دیگر انبیا جو بنی اسرائیل مین کثرت سے گذرے ہین اور ایک ایک وقت مین بہت بہت ہر سبط اور ہر فرقہ کی ہدایت کے واسطے شہرون شہرون مین پچاس پچاس اور سو سو زیادہ

تعدا دمین ہوتے تھے انپر صرف وحی آتی تھی -اور کتاب نہین اُتاری جاتی تھی پس ہر ایک اپنی قوم کو نصیحت کرتا تھا پس وہ لوگ انکو جھوٹا بتاتے
اور قتل کر ڈالتے پھر قوم والون مین سے جنھون نے انکی تصدیق کی اور مانا تھا وہ لوگ کھڑے ہوتے اور عدل کرنے کی نصیحت کرتے اور امر بالمعروف
ونہی عن المنکر کرتے یعنے بھلائی کرنے کو کہتے اور بُرائی کرنے سے منع کرتے اور اپنی قوم کو سمجھاتے تو انکو بھی قتل کر ڈالتے تھے اور ابو عبیدہ
بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ قیامت کے روز سب سے سخت عذاب کس شخص کو ہوگا تو فرمایا کہ اُس
شخص کو جسنے کسی نبی کو قتل کیا یا ایسے شخص کو قتل کیا جسنے شرعی حکم بجالانے کو کہا اور جو شرع مین منع ہے اس سے باز رہنے کا حکم دیا
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی یہ آیت ان الذین یکفرون بآیات اللہ تا قولہ وما لہم من ناصرین - پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ای ابو عبیدہ جان لے کہ بنی اسرائیل نے ایک روز دن چڑھتے وقت ایک دم سے تینتالیس نبی قتل کر ڈالے پس بنی اسرائیل مین سے
ایک سو ستر آدمی مومن کھڑے ہوے اور انھون نے ان لوگون کو جنھون نے انبیاء مذکورین کو قتل کیا تھا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا تو اسی
روز کے آخر وقت مین قاتلون نے انکو بھی قتل کر ڈالا پس اللہ عزوجل نے انھین قاتلون کو اس آیۃ کریمہ مین ذکر کیا ہے رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر اور
شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر مین کہا کہ اور عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل نے تین سو انبیاء کو چڑھتے دن مین قتل کیا اور آخر روز
انکی کھیتی فروخت کرنے کا بازار لگایا رواہ ابن ابی حاتم واضح ہو کہ مفسر سیوطیؒ نے فقط تینتالیس ذکر کیے تو بات یہ کہ ہر شہر والون نے اپنے
انبیاء کو قتل کیا تو کسی شہر مین ۴۳ ہونگے اور ملا کر تین سو اور کم وبیش ہو سکتے ہین - قولہ تعالے اولئک الذین حبطت اعمالہم فی الدنیا
والآخرۃ - یعنے جو نیکی کے فعل انھون نے کیے وہ سب باطل ہو گئے کیونکہ وہ مسلمان نہین بلکہ کفار اگر کوئی کام ایسا کرتے ہین جس سے اسلام کے ساتھ
کرنے مین ثواب جمیل آخرت کا بھی موعود ہے تو کافر کو اسکا بدلا بمشیت حق عزوجل اسی دنیا مین دیدیا جاتا ہے بخلاف ان قاتل انبیاء کافرون کے کہ دنیا مین
بھی انکے اعمال باطل کر دیے پھر آخرت کا کیا ذکر ہے بلکہ انکے ساتھ وہ معاملہ کیا گیا جو سخت بدکارون کے ساتھ ہوتا ہے کہ دنیا مین ملعون کیے گئے
اور انپر خواری وعذاب اترا اور آخرت مین اصلی عذاب ہوگا اور حضرت ابن عباس سے بسند صحیح روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے
حضرت یحیی بن زکریا علیہما السلام کو بارہ حواریون کے ساتھ بھیجا وہ لوگون کو جہان اور سب تعلیم کرتے وہان یہ بھی منع فرماتے تھے کہ
بھائی کی لڑکی سے نکاح مت کرو اور وہان جو بادشاہ تھا اسکے بھائی کی ایک لڑکی تھی جسپر بادشاہ نہایت فریفتہ تھا یعنی بادشاہ مذکور نے اسکو چاہا اور ہر روز اسکی
خاطرداری مین جو اسکی فرمایش ہوتی تھی سب پوری کرنا شروع کین پھر اس لڑکی کی ماں نے اس سے کہدیا کہ اب جب تجھسے پوچھے کہ تمکو کیا ضرورت ہے تو کہنا کہ تم
یحیی بن زکریا کو قتل کرو یہی میری حاجت ہے پس اوس لڑکی نے موافق تعلیم اپنی ماں کے بادشاہ سے حضرت یحیی کے قتل کرنے کی نسبت کہا تو بادشاہ نے
اسکو جواب دیا کہ اس بات کے سوا اور جو کچھ تم کہو وہ کرون اس عورت نے کہا کہ مین تو یہی مانگتی ہون اور کچھ نہین چاہتی ہون پس جب نہایت اصرار ہوا تو اس پاپی
مردود نے حضرت یحیی علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا اور ایک طشت مین ذبح کیے گئے مترجم کہتا ہے کہ یہودیون کی دلیریان بدکاریان آخر کار نفس کی شہوت پرستی مین
بہت بڑھ گئین اور اول ہی سے انکی سرکشی پر شریعت سخت ہو گئی تھی اور یہ قتل انبیاء علیہم السلام بہت سخت ہے لہذا حدیث مین وارد ہے کہ اللہ تعالے کے یہان
سخت عذاب اس شخص پر جسنے کسی پیغمبر کو قتل کیا یا اسکو کسی پیغمبر نے جہاد مین قتل کیا ہو کما فی الصحیح لہذا یہود پر غضب پر غضب
آیا اور آخر کار ظاہر ہو گیا چنانچہ جب اوس بادشاہ مردود نے یحیی علیہ السلام کو قتل کیا تو انکے خون کا ایک قطرہ
چھٹک گیا وہ برابر جوش مارتا تھا یہانتک کہ اللہ تعالے نے بخت نصر بادشاہ بابل کو جو کافر تھا مسلط کیا پھر ایک بڑھیا نے اسکو
اس معاملہ کی نمایش کی پس بخت نصر کے دل مین ڈالدیا گیا کہ وہ برابر قتل کرے یہانتک کہ اس خون کا جوش تھم جاوے پس اسنے

ایک دن مین ایک قسم اور ایک سن کے ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کر ڈالے تب وہ خون جوش کھانے سے تھم رہا قال المترجم ہکذا روی بالاسناد الصحیح اور اللہ عزوجل نے باوجود اس عذاب کے آخرت مین سخت عذاب کا وعدہ مقرر فرمایا ہی اور اسمین اشارہ ہی کہ حاکم ظالم کا ہاتھ روکنا سب پر لازم ہی اور حدیث صحیح مین اسپر بڑے ثواب کا وعدہ ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کیونکر حکم آلہی مین نافرمان ہونے کے سبب خود ہوتے ہین اور ظاہر ہوا کہ قتل پیغمبر کفر ہی جسپر سخت عذاب ہی اگر کہا جاوے کہ فبشرہم بعذاب الیم میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ انکو یہ بات سنا دین حالانکہ مدت دراز گذری کہ یہ قاتلان انبیاء مر کھپ گئے تھے پھر کیونکر انکو سنایا جائیگا۔ تو جواب دو وجہ سے ہی اول آنکہ انکی اولاد اتباع جو باقی وزمانہ حضرت صلعم مین موجود تھی انکو سنانے کا حکم ہی جو کہ اپنے باپ دادون کی خوبی کی ثناخوان تھے اور حاصل یہ کہ ان موجودین کو عبرت دلائی اور دوم یہ کہ جو حضرت صلعم کے وقت مین موجود ہی انکے دل مین بھی اپنے باپ دادون کے دلون پر تھے کہ انھون نے ابتدا مین دھوکے سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنون کے قتل کا قصد کیا تھا لیکن اللہ عزوجل نے حضرت صلعم کو محفوظ فرما دیا تھا اور ان مردودون کا مکر انہین پر لوٹایا اور اصل قصہ صحاح مین ہی اور اس سے قتل نبی کا مسئلہ تو منصوص معلوم ہوا پھر جان لینا چاہیے کہ نبی کو گالی دینا و سب و شتم کرنا تو امت نے اتفاق کیا ہی کہ اگر حالت کفر مین کیا تو اسلام لانے پر معاف ہوگا کیونکہ اس حالت مین وہ اللہ عزوجل کی جناب مین گستاخ تھا وہ معاف ہوا تو یہ بھی معاف ہوگا اور اگر اسلام لانے کے بعد اسنے ایسا کیا تو مذہب یہ ہی کہ قتل کیا جاوے اور توبہ نہین ہی اور بعض محققین مالکیہ وغیرہ کے بیان سے ثابت ہوتا ہی کہ بعضے اسکے یہ ہین کہ اس سے توبہ لیجائیگی اگر اسنے توبہ کر لی تو اسکے واسطے عاقبت مین بہتری کی امید ہی لیکن وہ توبہ کرے یا نہ کرے بہر حال وہ قتل کیا جائیگا بجرم مذکور اور یہ خاص حکم بیان ہوا ہی اور ہوشیار رہنا چاہیے کہ جو شخص حکم شرعی مین نصیحت کرے حتی کہ مارے بھی تو مومنون کو اللہ تعالے و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے یہ واجب ہی کہ اسکے سامنے سر جھکا لین اور کچھ نہین اسمین وہ اللہ و رسول کے محبوب ہونگے اور اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم کے نزدیک بڑی عزت ہوگی یہان دنیا مین شیطان کے ورغلانے مین نہ آوین کہ اسنے ہمکو ذلیل کیا کیونکہ یہ ذلت نہین ہی اور اگر جو ایسے ہی کی تو البتہ ذلت ہی اور سمجھانے والے کا قصور نہین ہی کیونکہ یہ دین اسی نصیحت پر ہی

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

تونے نہین دیکھا ان لوگون کو جو دیے گئے ہین کچھ ایک حصہ کتاب سے بلائے جاتے ہین کتاب آلہی کی طرف تاکہ حکم کرے انہین پھر

يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا

ہٹ رہتے ہین بعضے انہین کے تغافل کر کے یہ اسواسطے کہ وہ کہتے ہین کہ ہمکو ہرگز نہ لگی گی آگ مگر گنتی ن

مَّعْدُودَاتٍ ۖ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ

گنتی کے اور بہکے ہین اپنے دین مین اپنی تراشی باتون سے پھر کیسا ہوگا جب ہم انکو جمع کرینگے

لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

ایک دن جسمین شبہہ نہین اور پورا پاویگا ہر کوئی اپنا کیا اور انپر کچھ ظلم نہ کیا جائیگا۔

الم تر۔ منظر۔ تونے آنکھون نہین دیکھا۔ الی الذین اوتوا نصیبا۔ حظا۔ من الکتاب۔ التوراۃ یعنے لوگون کو تونے دیکھا جنکو کتاب توریت سے ایک حصہ دیا گیا ہی۔ یدعون الی کتاب اللہ لیحکم بینہم۔ درحالیکہ بلائے جاتے ہین اللہ تعالے کی کتاب کی طرف تاکہ انکے درمیان فیصلہ فرما وے ف تو انپر واجب تھا کہ کتاب کے حکم کو مانین لیکن ادھر نہین

گئے پھر جب بلائے گئے تو بھی بمشکل ادھر آئے اور ثابت قدم نہ رہے۔ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ - پھر انہیں سے ایک فریق پیٹھ پھیر کر جانا چاہتا ہی درحالیکہ وہ اسکا حکم ماننے سے اعراض کرنے والے ہیں - نزل فی الیہود زنا منہما اثنان فتحاکموا الی النبی صلعم فحکم علیہما بالرجم فابوا فجیٔ بالتوراۃ فوجد فیہا فرجما فغضبوا - یہ آیت نازل ہوئی یہود کے حق میں کہ انہیں سے ایک مرد وایک عورت نے زنا کیا تھا پس یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حکم کے لیئے بھیجا پس آپ نے رجم کا حکم دیا تو انکار کر گئے پس توریت لائی گئی پس اسمین رجم کرنے کا حکم پایا گیا پس دونون زناکار رجم کیئے گئے تو یہود غصہ مین چلے گئے - ذٰلِكَ - التولی والاعراض یہ منہ پھیرنا اور اعراض کرنا - بِاَنَّهُمْ قَالُوْا - ای بسبب قولہم بسبب انکی ان باتون کے ہی جو کہتے ہین کہ - لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ اربعین یوما مدۃ عبادۃ آبائہم العجل ثم تزول عنہم - ہمکو آگ نہین چھوئیگی مگر گنتی کے چند روز - یعنے چالیس روز تک جتنے دن انکے باپ دادون نے گوسالہ پوجا ہی پھر ہمسے یہ عذاب دور ہو جائیگا - وَغَرَّهُمْ فِىْ دِيْنِهِمْ - متعلق بقولہ - مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ - من قولہم ذلک - اور انکو مغرور کردیا انکے اس قول نے جو افترا باندھتے ہین کہ ہم چاہے کچھ کرین مگر ہم کو آگ تو چالیس ہی روز چھوئیگی زیادہ نہین لگیگی حالانکہ اسپر اللہ تعالےٰ کا کوئی حکم نہین یہ محض افترا ہی - فَكَيْفَ - حالہم - ای پھر کیسا ہوگا انکا حال - اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ - ای فی یوم - لَّا رَيْبَ - شک - فِيْهِ - ہو یوم القیامۃ - ایسے دن مین کہ کچھ شک نہین اسکے آنے مین وہ روز قیامت ہی - وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ - من اہل الکتاب وغیرہم جزاء - مَّا كَسَبَتْ - عملت من خیر وشر - اور ہر نفس کوئی ہو خواہ اہل کتاب مین سے ہو یا اور کوئی ہو اسکو پوری دیجائیگی جزاء اس چیز کی جو اسنے کمائی خواہ بھلائی و برائی - وَهُمْ - ای الناس - لَا يُظْلَمُوْنَ - بنقص حسنۃ او زیادۃ سیئۃ اور لوگ ظلم نکیے جاوینگے باین طور کہ نیکی مین کوئی کمی نہ کیجائیگی اور برائی مین کچھ بڑھایا نجائیگا - حاصل ہدایت یہ ہی کہ ان لوگون کو جو کتاب دیئے گئے اسکے موافق حکم کیے جانے پر جب بلائے جاتے ہین تو باوجود علم کے اس سے منہ موڑتے ہین - اور بعض نے کتاب اللہ سے قرآن مجید مراد لیا اور لیحکم کا فاعل داعی قرار دیا جو یدعون سے مفہوم ہی ای یدعون الی القرآن لیحکم الداعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنے بلائے جاتے ہین قرآن کی طرف تاکہ محمد صلعم انکے درمیان حکم کرین - اور ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اللہ عز وجل نے قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان مین حکم قرار دیا پس قرآن نے یہود و نصاری پر گناہ ثابت کیا کہ وہ ہدایت پر نہین ہین پس یہود و نصاری نے اعراض کیا اور منہ موڑ گئے - قال المترجم اور اس صورت مین - الذین اوتوا نصیبا من الکتاب - سے جملہ اہل کتاب یہود و نصاری مراد ہونگے ولیکن اول ارجح ہی کہ کتاب اللہ سے توریت مراد ہی اور محی السنہ نے معالم مین کہا کہ سعید بن جبیر و عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے بیت مدراس مین گئے وہان چند یہود جمع تھے آپ نے انکو توحید اللہ عز وجل کی طرف بلایا تو نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے کہا کہ آپ کس دین پر ہین - آپ نے فرمایا کہ دین ابراہیم علیہ السلام پر تو بولے کہ وہ تو یہودی تھے پس آپ نے فرمایا کہ اچھا توریت لاؤ کہ وہ ہمارے تمہارے درمیان حکم ہی پس اس سے منہ موڑ گئے پس اللہ عز وجل نے یہ آیت اتاری اور کلبی نے ابو صالح کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ خیبر کے یہودیون سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کیا اور توریت مین ان دونون کی نسبت رجم کا حکم ثابت ہوا اور یہود نے آیۃ الرجم کو اپنے ہاتھ کے لکھے احکام مین بدل ڈالا تھا کہ رذیل پر رجم جاری کرتے اور شریف پر منہ کالا کر کے شہر مین گدھے پر سوار پھراتے اور دُرّے لگاتے تھے پس انھون نے ان دونون زناکارون پر بھی رجم کرنا مکروہ جانا کیونکہ دونون شریف تھے پس ان دونون کو آنحضرت صلعم کے پاس لائے کہ آپ حکم کر دیجیے بدین امید کہ آپکے پاس کچھ آسانی ہوگی پس آپ نے ان دونون پر رجم کا حکم دیا تو یہودیون سے

نعمان بن اوفی اور عدی بن عمرو نے کہا کہ اے محمد آپ نے ہم پر ظلم کیا ان دونوں پر رجم نہیں آتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میرے
تمہارے درمیان توریت ہے بولے کہ ہاں یہ انصاف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں کون شخص توریت کا بڑا عالم ہے۔ بولے کہ عبد اللہ بن صوریا
پس اسکو فدک سے بھیجکر بلوایا پس حضرت صلعم نے پارۂ توریت جسمیں آیۃ الرجم آئی تھی منگوایا اور ابن صوریا کانے سے کہا کہ پڑھ اسنے
پڑھنا شروع کیا جب آیۃ الرجم پر پہونچا تو اسپر ہتھیلی رکھ لی اور آگے پڑھ گیا پس عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ چھوڑ گیا اور
خود اٹھکر اسکا ہاتھ وہاں سے اٹھا کر آیۃ پڑھ دی کہ محصن و محصنہ اگر دونوں زنا کریں اور انپر گواہ قائم ہوں تو دونوں رجم کیے جاویں اور اگر یہ عورت
پیٹ سے ہو تو انتظار کیا جاوے یہانتک کہ جو اسکے پیٹ میں ہے وہ پیدا ہو جاوے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو زنا کاران
یہود پر حکم دیا کہ وہ رجم کیے گئے پس یہود غصہ ہوکر پھر گئے **قال المترجم** دو باتیں یہاں جان لینا چاہیے ایک کہ خیبر اسوقت میں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کر لیا تھا اور یہود کو جزیہ پر وہاں بسایا تھا۔ دوم یہ کہ جب ان لوگوں نے حضرت صلعم کے پاس مرافعہ کیا تھا تو جو حکم ہے
وہ جاری کرنا ضرور ہوا اور یہود کو یہ بھی اختیار نہ رہا کہ جو حکم آپ نے دیا تھا اسکو نہ مانیں اور یہ حدود دین ہے۔ قولہ لن تمسنا النار الا ایاما
معدودات۔ اکثر مفسرین نے لکھا کہ ایام معدودات سے وہ لوگ کہتے کہ چالیس روز تک جتنی مدت انکے باپ دادوں نے گوسالہ پوجا تھا
آگ میں رہینگے اور لن تمسنا سے اشارہ ہے کہ وہ بھی بہت خفیف چھو جانے کے مانند عذاب ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ یعقوب علیہ السلام
سے وعدہ کر دیا ہے کہ انکی اولاد کو دوزخ میں نہ ڈالیگا مگر قسم پوری کرنے کو یعنے اللہ تعالے نے کہا۔ ان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا۔
یعنے اللہ تعالے نے حتم کر دیا کہ ہر ایک اسمیں جاویگا۔ اگرچہ نیکوں کو کچھ تکلیف نہ ہوگی۔ **اور شیخ ابن کثیر** نے ذکر کیا کہ انھوں نے یہ
دعوی گڑھا تھا کہ فقط سات روز عذاب کیے جاوینگے ہر ہزار سال دنیا کے عوض ایک روز عذاب میں رہینگے۔ قولہ وغرہم فی دینہم ما کانوا
یفترون۔ مفسر رحمہ اللہ نے فی دینہم کو یفترون کے متعلق کیا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے اور سراج میں اسپر اعتراض کیا کہ ما قبل موصول کا تعلق اسکے
ما بعد سے نہیں ہو سکتا ہے پس وہ غرہم سے متعلق ہے پس کوئی تقدیم و تاخیر نہیں ہے

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ ۡ وَتُعِزُّ
تو کہہ اے میرے اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جسکو چاہے اور سلطنت چھین لیوے جس سے چاہے اور عزت دیوے
مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تُوْلِجُ
جسکو چاہے اور ذلت دیوے جسکو چاہے تیرے ہاتھ ہے سب بھلائی بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے تو لے آوے
الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْـحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ
رات کو دن میں اور لے آوے دن کو رات میں اور تو نکالے جیتا مردے سے اور تو نکالے مردہ
مِنَ الْـحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ
جیتے سے اور تو رزق دیوے جسکو چاہے بے شمار

جب رسول اللہ صلعم نے اپنی امت کو ملک فارس و روم کا وعدہ دیا تو منافقوں نے کہا کہ ہیہات یہ تو محال بات ہے تب نازل ہوا
قل اللھم۔ کہہ یا اللہ۔ تؤتی۔ تعطی۔ تو ہی عطا کرتا ہے۔ الملک من تشاء من خلقک سلطنت جسکو تو چاہتا
ہے اپنی مخلوق میں سے۔ وتنزع الملک ممن تشاء۔ اور نکال لیتا ہے سلطنت جس مخلوق سے چاہتا ہے۔ وتعز

۹

مَنْ تَشَآءُ۔ بایتائہ۔ اور تو ہی عزت دے جسکو چاہے بسبب سلطنت دینے کے۔ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ بنزعہ منہ۔ اور تو ہی ذلت دے
جسکو چاہے بسبب سلطنت اس سے چھین لینے کے۔ بِيَدِكَ۔ بقدرتک۔ الْخَيْرُ۔ ای والشر۔ تیرے ہی قدرت مین ہی خیر یعنے
اور شر بھی۔ یعنے یہ مطلب نہین ہی کہ خیر ہی تیری قدرت مین ہی بلکہ خیر وشر سب اسیکی قدرت مین ہی اور فقط خیر ہی کو اسواسطے فرمایا کہ ذکر بیان
خیر و بھلائی ہی کا ہی یا ان معنے کہ مسلمانون کو سلطنت دینے کی دعا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ خیر وشر باہم ضد ہین پس ایک کو ذکر کرنا کافی ہوا کہ دوسرا خود
سمجھا جاتا ہی۔ تُولِجُ۔ تدخل۔ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ۔ داخل کرتا ہی رات کو دن مین۔ وَتُولِجُ النَّهَارَ۔ تدخلہ۔ فِي اللَّيْلِ۔ فیزید کل منہما
بما نقص من الآخر۔ داخل کرتا ہی نہار کو لیل مین۔ پس ان دونون مین سے ہر ایک اسیقدر بڑھ جاتا ہی جس قدر دوسرے مین سے گھٹتا ہی۔ وَ
تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ۔ اور نکالتا ہی زندہ کو مردہ سے۔ کالانسان والطائر من النطفۃ والبیضۃ۔ جیسے انسان کو نطفہ سے اور پرند کو انڈے
سے نکالتا ہی۔ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ۔ کالنطفۃ والبیضۃ۔ مِنَ الْحَيِّ۔ اور نکالتا ہی مردہ کو (مانند نطفہ و انڈے کے) زندہ سے۔ وَتَرْزُقُ
مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ ای رزقا واسعا۔ اور رزق دیتا ہی جسکو چاہے بے حساب۔ یعنے بہت فراخی کے ساتھ جسکی تعداد ومقدار
خلق کو نہین معلوم اگرچہ اللہ تعالے کو معلوم ہی۔ محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ قتادہ رح نے فرمایا کہ ہمسے بیان کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ بادشاہت فارس وروم کی آپ کی امت مین کردی جاوے۔ پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری اور مفسر
جلال الدین رحمہ اللہ تعالے نے جو ذکر کیا ہی یہ ابن جریر رح نے قتادہ رح سے روایت کیا ہی اور معالم مین کہا کہ ابن عباس وانس بن مالک رضی اللہ
عنہما نے کہا کہ جب رسول اللہ صلعم نے مکہ فتح کیا تو اپنی امت کو ملک فارس وروم کا وعدہ دیا تو منافقون ویہود نے کہا کہ یہ بڑی دور کی باتین
ہین بھلا محمد کو کہان سے فارس وروم کی بادشاہت ملیگی حالانکہ وہ لوگ بڑے زبردست وقوی ہین کیا محمد کو مکہ ومدینہ کافی نہوا ایسا تنا کہ انھون نے
سلطنت فارس وروم کی طمع کی پس اللہ تعالے نے یہ آیت اتاری اور بیہقی وغیرہ نے روایت کی کہ جب قریش گروہ عرب کے پندرہ ہزار
جماعت سے مدینہ پر چڑھ آئے جسکو غزوہ احزاب کہتے ہین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرد مدینہ کے خندق کھودی اور ہر دس آدمیون کے
واسطے چالیس ہاتھ زمین قطع کردی اور لوگون نے کھودنا شروع کیا پس اسمین ایک بڑا پتھر اڑ گیا جسمین کدال کام نہین کرتی تھی پس صحابہ
رضی اللہ عنہم نے سلمان کو آپ کے پاس خبر کو بھیجا آپ مسجد مین تھک کر سو گئے تھے پس آپ آئے اور وضو کرکے کدال ہاتھ مین لیکر
اسپر مارا پس ایک چوٹ سے وہ ٹوٹا اور اسمین سے ایک بجلی چمکی کہ مدینہ کے دونون کنارے روشن ہوگئے گویا اسمین چراغ تھا کہ اندھیری
رات مین چمکا پس آپ نے تکبیر کہی اور مومنون نے تکبیر کہی پس آپ نے فرمایا کہ اس سے میرے واسطے حیرہ کے مکانات روشن ہوے گویا وہ کتے
کے دانت ہین پھر دوسری دفعہ مارا اور ایسی ہی برق چمکی تو فرمایا کہ اس سے میرے لیے روم کے سرخ مکانات روشن ہوے پھر تیسری دفعہ مارا اور
ایسی ہی برق چمکی تو فرمایا کہ اس سے میرے لیے مکانات صنعاء کے روشن ہوے اور مجھے جبرئیل نے خبر دی کہ میری امت اس سب پر غالب
ہوگی پس تم لوگ خوشخبری لو پھر منافقون نے کہا کہ ای مومنین کیا تم اپنے نبی صلعم سے تعجب نہین کرتے کہ تمکو باطل وعدہ دیتے ہین اور
خبر دیتے ہین کہ انھون نے یثرب (مدینہ) سے حیرہ کے مکانات دیکھے اور اسکو تم فتح کروگے حالانکہ تم لوگ خوف سے خندق کھودتے ہو [illegible]
یہ منافق ظاہری اسباب مین فکر خوار ہوے اور اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو زمانہ خلافت حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما مین
پورا کیا بلکہ اس سے بہت زیادہ ملک صرف چھ برس مین فتح کردیے جسکی نظیر آج تک دنیا کی تواریخ مین موجود نہین ہی قولہ قل اللہم۔ نضر بن شمیل
رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہی کہ جسنے اللہم کے ساتھ دعا کی اسنے اللہ تعالے سے اسکے تمام پاک نامون کے ساتھ دعا کی۔ قولہ مالک الملک۔ ای

جنس ملک کا مالک علی الاطلاق ہے پس ہمیں ایسا تصرف کرتا ہے جیسے وہ لوگ جنکو مالک کردیا ہے مملوک میں تصرف کرتے ہیں اور یہ ندا ثانی ہے اے مالک الملک کذا فی المدارک و المعالم اور بعض نے کہا کہ ملک سے مراد نبوت ہے اور بعض نے کہا کہ غلبہ اور بعض نے کہا کہ مال اور بندے اور ظاہر اس سب کو شامل ہے جسپر ملک کا لفظ مشتمل ہے اور بعض نے کہا کہ ملک سموات و ارض مراد ہے اور بعض نے کہا کہ ملک قناعت مراد ہے اور معالم میں ہے کہ اللہ تعالے نے بعض کتب میں فرمایا کہ میں ہی شہنشاہ ہوں میں ہی بادشاہوں کا مالک ہوں بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں اگر بندوں نے میری اطاعت کی تو بادشاہوں کو اپر رحمت کردیتا ہوں اور اگر نافرمانی کی تو بادشاہوں کو اپر عذاب کردیتا ہوں پس تم لوگ بادشاہوں کی بدگوئی میں نہ پڑو بلکہ میری طرف رجوع لاؤ میں ان لوگوں کو تمپر مہربان کردونگا پس قولہ توتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء سے مراد ملک کے عام معنے سے بعض نوع ہیں اور بنا بر شان نزول کے ظاہر سلطنت و زمین مراد ہے۔ اور ایسے ہی قولہ و تعز من تشاء و تذل من تشاء سے میں بھی عزت و ذلت تمام ان امور کو شامل ہے جو شرع میں عزت و ذلت قرار دیے گئے تا آنکہ عام مسلمانوں کے ساتھ نماز جماعت میں شریک ہونا عزت ہے اور اس سے عار کرنا ذلت ہے اور شان نزول پر عزت بملک اور ذلت بنزع ملک مراد ہے اور یہ دعا ہے کہ اللہ تعالے نے تعلیم فرمائی۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالے کا اسم اعظم اس آیہ میں ہے قل اللھم مالک الملک تا قولہ بغیر حساب اور معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ مجھپر قرضہ ہے تو آپ نے معاذ رض کو تعلیم کیا کہ یہ آیت پڑھیں پھر دعا کریں کہ اے رحمن الدنیا والآخرۃ اے رحیم الدنیا والآخرۃ تو ہی دیتا ہے دنیا و آخرت میں سے جسکو چاہتا ہے اور منع کرتا ہے جسکو چاہے رحم کر مجھپر ایسی رحمت کہ میں تیری رحمت سے تیرے سوائے ہر کسی کی رحمت سے بے پروا ہو جاؤں اے اللہ میرے مجھے تونگر کردے محتاجی سے اور مجھسے قرضہ ادا کردے رواہ ابن ابی الدنیا والطبرانی۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا میں تجھے ایسی دعا نہ سکھلاؤں کہ تو اس سے دعا مانگے اگر تجھپر کوہ احد کے برابر قرضہ ہو تو اللہ تعالے اسکو تجھسے ادا کردے پھر اوپر کی روایت کے موافق ذکر کیا۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الصغیر بسند جید۔ قولہ بیدک الخیر۔ شیخ رحمہ اللہ نے معالم میں کہا کہ اصل میں بیدک الخیر والشر تھا پس شر حذف کیا گیا کہ وہ ضد خیر ہے جیسے قولہ سرابیل تقیکم الحر۔ میں ہے اے الحر والبرد۔ پس ایک کے ذکر سے اسکی ضد سے کفایت ہوئی۔ اور بعض نے کہا کہ خیر کو بوجہ مقام دعا ہونے کے مخصوص کیا اور کشاف و بیضاوی میں ہے کہ خیر کو ذکر کیا نہ شر کو اس وجہ سے کہ شر اس راہ سے کہ وہ قضاء حق عزوجل ہے متضمن خیر ہے پس جو اللہ تعالے کی طرف سے ہے سب خیر ہے اور حق یہ ہے کہ مقام دعا میں خیر پر اقتصار ہے اور اگر گفتگو پر مدار ہو تو جو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا وہ ارجح ہے اور جنکے اعتقاد میں فساد ہے وہ سمجھتے ہیں کہ شر اللہ تعالے کی طرف سے نہیں ہے حالانکہ اس آیہ میں انکے ہاتھ کوئی دلیل نہیں ہے۔ قولہ تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی یعنے انسان و طائر کو نطفہ و بیضہ سے و برعکس۔ اور ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ نے تفسیر کیا ہے اور مفسر رحمہ اللہ کا الانسان یعنے کاف زیادہ کرکے اشارہ کیا کہ یہ بطور مثال کے ہے اور تفسیر ابن کثیر میں ہے اے نکالتا ہے کھیتی کو دانہ سے اور دانہ کو کھیتی سے اور درخت خرما کو اسکی گٹھلی سے اور گٹھلی کو خرما سے اور مرغی کو انڈے سے اور انڈے کو مرغی سے اور مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے اور اسی طور پر تمام اشیا جاری ہیں۔ کہا میں کہا کہ اخیر صورت کو ابن ابی حاتم نے حضرت عمر رض سے روایت کیا ہے اور معالم میں کہا کہ حسن و عطاء نے فرمایا کہ یعنے تو نکالتا ہے مومن کو کافر سے اور نکالتا ہے کافر کو مومن سے پس مومن قلب و باطن کا زندہ ہے اور کافر باطن و قلب کا مردہ ہے اور اللہ تعالے نے فرمایا او من کان میتا فاحییناہ الآیہ۔ بھلا وہ شخص کہ مردہ تھا پھر ہمنے اسکو زندہ کردیا الی آخرہ۔ اور عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ خالدہ

بنت الاسود بن عبد یغوث آئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو آپ نے فرمایا کہ یہ کون عورت ہی کہا گیا کہ خالدہ بنت الاسود ہی تو فرمایا کہ پاک ہی وہ خالق جو نکالتا ہی زندہ کو مردہ سے اور حال یہ تھا کہ یہ عورت صالحہ تھی اور اسکا باپ کافر تھا رواہ عبد الرزاق وابن سعد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ مترجم کہتا ہی کہ بعضے اکابر نے یہاں یہ اشارہ نکالا کہ جو شخص ایسا پابند سنت ہو کہ اسکے تمام افعال موافق حکم اللہ تعالے اور اسکے رسول کے ہوں اور راشد حیاً للہ ہو کہ اپنے نفس کی خواہشوں اور شیطانی پیروی سے خارج ہو جاوے اور موافق حدیث حضرت ابن مسعود کے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہی یستحی اموت قبل موت کے پیدا کری ہو یعنی فنا ہو گیا تو وہ باقی بقاء حق عزوجل ہی کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا یخرج الحی من المیت پس جو شخص کہ اس حیات فانی مین مردہ ہوا وہ زندہ جاوید نکلا اور جو شخص اسکے برعکس کافر مشرک بدعتی بدکار ہی وہ اپنے آپکو دنیا مین چند روز زندہ سمجھتا ہی مگر جب مرا تو مردہ ہی اور قول حسن و عطاء رح گویا اس بیان کی اصل ہی فافہم ف۲ عرائس البیان مین ہی کہ قولہ تعالے قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء۔ اللہ عزوجل نے اپنی ذات پاک کو خاص کیا اور ملک ربوبیت سے اپنی مدح کی وہ مالک ہی اسکے واسطے ملک ہمیشہ و جبروت ہی۔ اور ملک اسکا قدیم ہی اور وہ اس صفت کے ساتھ ازل مین موصوف ہی اور یہ وصف اسکے لیے تا ابد ہمیشہ ثابت و باقی ہی اور وہی اسمیں و صفات میں منفرد ہی۔ پھر ملک کے ساتھ جو اسکی صفات مین سے ہی اپنے بندون مین سے انبیاء و اولیاء کو جسکو چاہا خاص کیا پس انبیاء کو جنس ملک سے خاص کیا وہ اصطفا اور اجتباء و خلافت و خلت و محبت و تکلیم و آیات و معجزات و منہاج و رسالت و نبوت ہی پھر ان امور مذکورہ کے ساتھ تمام انبیاء علیہم السلام مین سے جو مخصوص کیے گئے ہین وہ آدم و شیث و ادریس و نوح و ہود و صالح و ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و یوسف و یونس و لوط و شعیب و خرقیل و خضر و موسی و ہارون و یوشع و کالب و ایوب و داؤد و سلیمان و زکریا و یحیی و عیسی اور سید المرسلین محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہین پس اللہ تعالے نے انبیاء و رسولون کو لباس سلطنت پہنایا کہ ایسے نشانیان و معجزے ظاہر ہوے اور انھون نے ملک نبوت و رسالت کی عزت و غلبہ سے زمین کی سرکشون کو تہ و بالا کیا اور یہ اللہ تعالے کے علم ازلی مین مقدر ہو چکا اور اس کرامت سے کافرون کو محروم رکھا جو اللہ تعالے کے مقہور ہین اللہ تعالے نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا کہ لاینال عہدی الظالمین۔ یہ تو بیان اس ملک کا ہی جس سے انبیاء علیہم السلام کو خاص کیا ہی اب وہ ملک کہ جس سے اولیاء کو مخصوص فرمایا ہی سو وہ چار قسمین ہین قسم اول کرامات اور نشانیان جیسے قلب ماہیت مٹی کو سونا کرنا۔ اور زمین کو طی کر دینا یعنی فاصلہ دراز ذرا دیر مین طی کرنا اور دعا قبول ہونا اور یہ سب امور ان اولیاء کے ساتھ مخصوص ہین جنکو اہل معاملہ کہتے ہین۔ قسم دوم جو کہ اول سے اشرف ہی وہ خصوصیت ایسے امور سے ہی جنکو مقامات کہتے ہین مثل زہد یعنی تارک دنیا ہونا اور پرہیزگاری اور سواے حق عزوجل کے سب سے تقوی کرنا اور صبر و شکر و توکل و رضاء و تسلیم و تفویض و تقدیم و صدق و اخلاص و احسان و استقامت و طمانینت۔ اور یہ سب مقامات ان اولیاء کے لیے ہین جنکو اہل درجات کہتے ہین۔ قسم سوم اور وہ دوم سے بھی اشرف ہی وہ خاص امور ہین جد و نجوی و مراقبہ و حیاء و خوف اور رجاء و محبت و شوق و عشق و سکر و صحو اور یہ سب امور ان لوگون کے لیے ہوتے ہین جنکو اہل حالات کہتے ہین اور قسم چہارم جو کہ سوم سے بھی اشرف ہی کشف و مشاہدہ و معرفت و توحید و تفرید و فناء و بقاء ہی اور یہ ان اولیاء کے واسطے ہی جنکو اہل معاینہ کہتے ہین پس یہ سب احوال جنکو ہمنے ذکر کیا ہی ملک ولایت کی اصل درجے ہین سو جو شخص ایسے مخصوص ہوا وہ تو ملک ازل و ابد کے اعلی درجہ کو پہونچ گیا اور جو ان سب سے محروم ہوا وہ حضرت دنیا و آخرت سے گر گیا۔ اللہ تعالے ان احوال مذکورہ سے اپنے اولیاء کو مخصوص و معزز فرماتا ہی پس وہ لوگ فراست سے تمام دلون کے مالک ہو جاتے ہین یعنی ہر شخص کے دل کو اسکی صلاحیت کی قدر و اندازہ پہچان لیتے ہین قولہ وتنزع الملک ممن تشاء سلطنت و ملک بندگی اور شناخت ربوبیت کو نکال لیتا ہی جس سے چاہتا ہی یعنی جسکو استعداد و معرفت کی نہین ہی قولہ تعز من تشاء یا تشارہ عزت باقیہ بذریعہ انس اور شوق

قولہ وتذل من تشاء۔ یعنے طاعۃ سے ناوان کرکے جسکو چاہتا ہی ذلیل کرتا ہی اور **شیخ ابو عثمان** رح نے فرمایا کہ سلطنت حقیقی تو ایمان ہی اور لیسا او قات یہ ایمان آدمی پاس مانگی چیز کے مانند ہوتا ہی اور لیسا اوقات ایمان عطا ہوتا ہی کہ اس سے نہیں لیا جاتا ہی پس جو شخص کہ دین شریعت کے فرائض وواجبات وسنتوں پر قائم ہوا اسکو ملک ملا۔ اور وتنزع الملک ممن تشاء۔ ہدایت وتوفیق شریعت پر چلنے کی چھین لیجاتی ہی قولہ بیدک الخیر یعنے تو ہی قادر ہی ہر بات پر جسکو تو چاہے اور جسطرح چاہے۔ اور **شیخ محمد بن علی** رح نے فرمایا کہ ملک اصل معرفت ہی یعنے اللہ تعالے کی ذات وصفات کا عارف ہونا بکشف ومشاہدہ ومعائنہ اور بعض اکابر نے ملک سے معنے روے زمین کے ملک مال واسباب کے لیے ہین چنانچہ حسین رح نے کہا کہ قولہ تؤتی الملک من تشاء یعنے تو جسکو چاہے ملک دے پس ملک وسلطنت مین اسکو مشغول کردے اور قولہ وتنزع الملک ممن تشاء اے جس سے چاہے ملک چھین لے یعنے جنکو تو نے اپنے واسطے برگزیدہ کیا انکو ملک مین مشغول ہونے سے الگ کردیا پس انہین ملک کے اسباب کچھ اثر نہین کرتے ہین کیونکہ وہ اسرار ملائکہ مین مشغول ہین اور قولہ وتعز من تشاء یعنے اپنے ہوت اسپر ظاہر کرکے اسکو عزیز کرتا ہی اور قولہ وتذل من تشاء یعنے اسکو جسم کے رسوم مین پھنسا کر ذلیل کرتا ہی۔ اور **شیخ واسطی** رح نے کہا کہ بڑی خوشخبری اسکو ہی جسکو اللہ تعالے نے اسکے قلب واعضا کا مالک بنادیا کہ وہ ان دونون کی برائیون سے بچا رہا۔ اور **شیخ شبلی** رح نے کہا کہ ملک یہ ہی کہ عالم کے خالق کے ساتھ ہو کر تمام عالم سے بےپروا ہو وے۔ قولہ تعالے تولج اللیل فی النہار۔ ارواح کے نورمین نفس کی اندھیریان تو ہی نے داخل کی ہین۔ اور نیز طبیعت کی اندھیریان قلوب کی صفائی مین فنا کی ہین اور نیز حدوث کے پردے نور صمدیت کی روشنی قدیم ظاہر ہونے پر پھاڑ دیے۔ **قال المترجم** حدوث سواے ذات وصفات باری تعالے کے جو کچھ نو پیدا ہین یعنے تمام مخلوق کہ جب انکو عرفان حاصل ہوا اور نور قدیم کی روشنی انہین چمکی تو انکا حدوث شکستہ ہوگیا اگرچہ وہ ویسے ہی حادث رہے مگر آثار حدوث کے خود انکو ظاہر نہوتے **کذا حققہ الجامی و بحر العلوم**۔ اور نیز جب جبروت کے انوار ظاہر ہوے تو ملکوت کا قوام اٹھ گیا اور یہ صنع خالق عزوجل ہی۔ قولہ تعالے وتولج النہار فی اللیل۔ اشارہ یہ ہی کہ حضرت عزوجل کی صنعت ہی کہ جو لوگ اپنی طبیعت کی پرورش مین پڑے ہین اور برابر پڑے ہین اسکی تاریکیان بڑھاتے ہین انمین انکے سرباطن کے انوار زائل ہوتے جاتے ہین اور نیز تولج النہار فی اللیل مین اشارہ ہی کہ آفتاب معرفت جو روشن تھا جبکہ اس شخص نے وہ باتین کین جو اسکے مرتبہ کے لائق نہ تھین اور وہ اس مرتبہ پر سکر یعنے سنع کہلاتی ہین مثلاً قبلہ کی طرف تھوکا یا پانون پھیلائے تو اس سے آفتاب معرفت مین گہن لگ جاتا ہی اور یہ سوقت کبھی ہوتا ہی جبکہ اہل حالہ سے کوئی فتو اور سستی واقع ہوے اور اسکی تاریکی چڑھی تو نور معرفت مین پوشیدگی ہوگئی قولہ تعالے وتخرج الحی من المیت اشارہ ہی کہ نور حق کا مشاہدہ نصیب کرکے ایسے دلون سے جو فتور مین پڑکر مردہ ہوگئے تھے معرفت کے درخت جماتا ہی اور اشارہ ہی کہ عارف کامل کا بدن جیسا کہ سلطان توحید کے غلبہ سے بوجھ نہین اٹھا سکتا ہی کیونکہ دونون مین سخت تفاوت ہی تو انکی روح پاک اس تن سے نکال لی جاتی ہی اور کشادہ میدان سرمدی مین آن کھی جاتی ہی کہ وہان طالب مشاہدہ کے واسطے جولانی کرتی ہی۔ اور احتمال ہی کہ یہ معنے ہون کہ عارف کی روح کو ان مقامات بلند تک رسائی دیجاتی ہی واللہ اعلم اور قول معروف اجسادنا ارواحنا ہمارے جسم ہماری روح ہین بعض شارح مثنوی نے اسی معنے پر محمول کیا ہی اور حق یہ ہی کہ درحقیقت انکے اجسام اصل خلقت مین دیگر اجسام سے خلاف ہوتے ہین لیکن یہ نہین کہ وہ روح کے مرتبہ کو پہونچ جاتے ہین جیسا کہ بعض ناوانون نے وہم کیا ہی اسواسطے کہ عرفان سے انقلاب ماہیت نہین ہوتا ہی جسم جسم رہتا ہی اور روح روح اور ممکن ممکن کوئی اپنے سے بدل نہین جاتا ہی ہان ظہور آثار ہی اسیواسطے انکے جسم مین نقصان ہونا کچھ مضر نہین ہی جیسا کہ سلطان باف تبریزی رحمہ اللہ کی حکایت جو مولوی روم نے نقل کی ہی اسپر شاہد ہی واللہ اعلم بالصواب۔ **قال الشیخ**۔ اور نیز اشارہ ہی کہ عارف صادق کو عامی غافل سے پیدا کرتا ہی جیسے کافر سے مومن پیدا ہوا

یا کافر مومن ہو گیا کہ یہ مردگی سے زندگی ہے قولہ ویخرج المیت من الحی - یعنی دل سے جو زندہ بمعرفت و بدار مشاہدہ حق عزوجل ہے غافل اندھا مردہ پیدا کرتا ہے
اور نیز - جب پیالوں میں قہر کی حرارت سے معرفت کے چشمے خشک ہو جاتے ہیں تو انہیں سے بجائے توحید کے شرک کا کڑوا اندرائن کا پھل
نکلتا ہے اور بجائے یقین کے شک پیدا ہوتا ہے اور اسمیں غفلت کے درخت بارور ہوتے ہیں اور انہیں دنیاوی غم واندوہ و محبت کے پتے نکلتے ہیں
اور صفائی معاملہ کا پانی خشک ہو جانے سے اسمیں سے یقین و حب الٰہی اور توحید کے خوشبودار پھول خشک ہو کر جل جاتے ہیں نعوذ باللہ
منہ - بعض مشائخ نے اسکے اشارہ میں کہا کہ جو کوئی دنیا میں اپنے نفس سے مردہ ہوا اور ایمان حق کے ساتھ زندہ ہوا وہ جب جسم سے نکلا تو زندہ
جاوید ہے اور جنت میں ہمیشہ حیات ہے اور جو کوئی یہاں جسم کی کدورت میں اپنے آپ کو زندہ سمجھتا تھا اور حیات ایمان سے محروم رہا وہ مردہ نکلا یہ
اشارہ بھی لطیف ہے لہذا مردگان کفر سے صحبت کرنے کو منع فرمایا بقولہ تعالیٰ

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ
نہ پکڑیں مسلمان کافروں کو اپنا دوست سوائے مسلمانوں کے اور جو کرے ایسا وہ اسکا
مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ
کوئی نہیں مگر یہ کہ تم بچنا چاہو کافروں سے بچاؤ اور ڈراتا ہے تمکو اللہ اپنے سے اور اللہ ہی تک پہونچنا ہے

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ - مومنین کافروں کو اپنا اولی دوست نہ بناویں - مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ - غیر مومنین
فقط یعنی مومنوں کے سوائے کافروں سے موالات نہ کریں - وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ - اور جسنے ایسا کیا یعنی کافروں سے موالات کی
فَلَيْسَ مِنَ - دین - اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ - تو نہیں وہ دین الٰہی سے کسی شی میں یعنی دین حق کسی شمار میں نہیں ہے - اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا
مِنْهُمْ تُقٰىةً - ای تخافوا منہم مخافۃ فلکم موالاتہم باللسان دون القلب وہذا قبل عزۃ الاسلام ویجری فی بلد لیس قویا فیہا - مگر جبکہ خوف کرو انسے
تو تمکو روا ہے کہ انسے زبانی موالات رکھو بدون دل کی دوستی کے اور یہ حکم تقیہ کا پہلے تھا جبتک کہ اسلام کو عزت نہیں حاصل ہوئی
اور اب بھی ایسی ملک میں جاری ہے جسمیں اسلام قوی نہو - وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ - تجھو تمکو - ڈراتا ہے تمکو اللہ - نَفْسَهٗ - اپنی ذات پاک
سے ای ان یغضب علیکم ان والیتموہم - یعنی یہ تحذیر دیتا ہے کہ غضب کرے تمپر اگر کافروں سے سوائے بغرض تقیہ کے دوستی کروگے - وَاِلَى
اللّٰهِ الْمَصِيْرُ - المرجع فیجازیکم - اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھر جانے کا ٹھکانا ہے پس تمکو جزا دیگا جیسا کروگے - اس آیت میں اللہ تعالیٰ
نے کافروں کی موالات سے منع فرمایا جیسے دیگر آیات میں منع کیا ہے چنانچہ فرمایا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم الآیۃ اور قولہ ومن یتولہم منکم فانہ منہم
الآیۃ اور قولہ لا تجد قوما یومنون باللہ الآیۃ - و قولہ لا تتخذوا الیہود والنصاری اولیاء الآیۃ - اور قولہ یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا عدوی و
عدوکم اولیاء الآیۃ - اور یہاں فرمایا لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء - فصل
معالم میں کہا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہود میں سے حجاج بن عمرو اور ابن ابی الحقیق و قیس بن زید نے انصار میں سے چند نفر سے رازداری
کی دوستی پیدا کی تاکہ گھل ملکر انکو انکے دین میں بہکاویں پس ان انصاریوں سے دیگر انصار مثل رفاعہ بن المنذر و عبداللہ بن جبیر و سعید
بن خیثمہ وغیرہ نے کہا کہ تم ان یہودیوں سے پرہیز کرو ایسا نہو کہ تمکو تمہارے دین سے فتنہ میں ڈالیں مگر ان لوگوں نے نہ مانا انسے ملے گئے پس
اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی - اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ یہ آیت حاطب بن ابی بلتعہ وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی کہ وہی لوگ
کفار مکہ سے دوستی ظاہر کرتے تھے قال المترجم صحیح طور پر ثابت ہوا کہ حاطب بن ابی بلتعہ پورے مومن تھے وہ مطلب کے واسطے کفار مکہ

سے اظہار کرتے تھے۔ اور کلبیؒ نے ابو صالح کے طریق سے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ عبد اللہ بن أبيّ منافق واسکے ساتھیون کے حق مین نازل ہوئی کہ وہی یہود و مشرکون سے محبت رکھتے اور انکو خبرین پہونچاتے اور امید رکھتے کہ انکو مسلمانون پر فتح ملیگی پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرماکر مومنون کو منع کر دیا کہ ایسا فعل ہرگز نہ کرین قال المترجم شیخ ابن کثیر وغیرہ کسی نے یہ کوئی قصہ نقل نہین کیا واللہ اعلم بالجملہ آیۃ کریمہ کا مطلب ظاہر ہی کہ کافرون سے موالات مت کرو اور جو کوئی موالات کریگا وہ اللہ تعالےٰ سے جدا کیا گیا ہی اور اللہ تعالےٰ اس سے بری ہی اور مفسرین نے کہا کہ لیس من دین اللہ۔ اور بعض نے کہا کہ لیس من ولایۃ اللہ۔ اور یہ سب معانی متقارب ہین پھر اللہ تعالےٰ نے اسمین سے ایک صورت تقیہ کی استثناء فرمائی۔ اور معالم مین کہا کہ معنے آیہ کے یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ نے کفار کے ساتھ موالات کرنے اور ان سے مداہنت کرنے اور انکے ساتھ باہم رازداری کرنے سے منع کر دیا الا اس صورت مین کہ کفار غالب ہون یا مومن کسی قوم کفار مین ہو کہ انکی طرف سے خوف کرتا ہو تو ان سے زبان سے مدارات کرے درحالیکہ اسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تاکہ اپنے نفس سے ضرر دفع کرے بدون اسکے کہ کسی خون حرام کو یا مال حرام کو حلال کرے اور بدون اسکے کہ مسلمانون کے ہلاک کے پردہ کی باتین ان سے ظاہر کرے۔ اور تقیہ فقط اسی طور پر ہی کہ اسکو قتل کا خوف ہو اور تقیہ کی صورت مین اسکی نیت و دل مطمئن و سلامت ہو چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا الا من أکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان۔ پھر ایسی حالت مین بھی تقیہ کرنا رخصت ہی یعنی جائز و مباح ہی اور اگر اسنے صبر کیا یعنی تاکہ اسلام ظاہر رکھا اور قتل کیا گیا تو اسکو بہت بڑا ثواب ملیگا۔ قال المترجم آیت مین یہ دلیل نہین ہی کہ کافرون سے خوف ہونے کے ساتھ مین موالات جائز ہی جیسا کہ بعض نے زعم کیا بلکہ جواز درحقیقت مدارات کا ہی بنا برینکہ اکراہ امر دیگر ہی اور آیہ مین دو طریق ہین اور دونون کا مآل واحد ہی اول آنکہ استثناء از عام ہی یعنی لایتخذ المؤمن الکافر ولیا فی شئ الا بالتقیۃ پس استثناء سے موالات بتقیہ ثابت ہوئی اور وہ ظاہری ہی نہ باطنی۔ اور دوم یہ کہ آیۃ کریمہ اس قول کے قوت مین ہی لاتتخذوہم اولیاء ولکن تتقوا منہم تقاۃ۔ پس انکے ساتھ موالات کرنے سے منع کیا اور ان سے تقیہ کو جائز رکھا اور یہ خود اسوقت ہی کہ خوف ہو فافہم اگر کہا جاوے کہ مفسر جلال رحمہ اللہ نے فلکم موالاتہم کہا ہی تو جواب یہ ہی کہ فلکم موالاتہم باللسان دون القلب۔ کہا یعنی یہان معنے موالات بتقیہ ہین فافہم۔ اور مدارک مین اظہار موالات سے تفسیر کی اور یہی مراد ہی پھر باہم کلام کہ آیا تقیہ بزبان و بعمل دونون ہی یا فقط بزبان ہی تو ابن عباسؓ روایت مین ہی کہ تقیہ فقط زبان ہی سے ہی اور حالانکہ قلب مطمئن بایمان ہو اور ابو العالیہؒ سے روایت ہی کہ تقیہ بزبان ہی اور عمل نہین ہی وہ کہ بالغرض دفع ضرر اور یہی ایک جماعت سلف سے مذکور ہی پس تقیہ کرکے کسی کا قتل کرنا حرام مال کا حلال کرنا روا نہین ہی اور رہا یہ کہ تقیہ اب بھی جائز ہی یا اب نہین جائز ہی دو پس سلف مین سے ایک قوم نے کہا کہ اعزاز اسلام کے بعد اب تقیہ روا نہین ہی اور عبد بن حمید و بخاری نے حسن رح سے روایت کی کہ تقیہ تا قیامت جائز ہی اور بخاری رح نے ابو الدرداء رضؓ سے نقل کیا کہ انھون نے فرمایا کہ ہم بہت لوگون سے خندہ پیشانی سے بولتے ہین حالانکہ ہمارے دل انکو لعنت کرتے ہین اور یہی مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی اور یہی ہمارے نزدیک مذہب ہی اور یحییٰ البکاء سے روایت ہی کہ مین نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے زمانہ حجاج بن یوسف ظالم مین جسنے سعید رحمہ اللہ کو آخر قتل کیا ہی کہا کہ حسن رحمہ اللہ کہتے ہین کہ تمکو روا ہی کہ زبان سے تقیہ کرلو اور دل مطمئن بایمان ہے تو سعید رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل اسلام کے درمیان مین تقیہ نہین البتہ اہل حرب ہی مین روا ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ موالات کفار مین فتنہ و فساد [illegible] ہی وہو التفات من الکتاب ف ۲ عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ لایتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء۔ ای عارف مومن کو جاہل کافر کی مصاحبت نہین چاہیے اور نہ مخلص یعنے اخلاص والے کو ریاکار منافق کی اور نہ سچے ایمان والے کو فریب باندھنے والے کی اور نہ مومن

[illegible]

کہ وہ اللہ تعالے کو نہیں پہچانتا اور یہی نہیں جانتا کہ اللہ تعالے کی محبت کیا ہے اور اسکا حال چیخنا و نعرہ مارنا اور بیہوشی فقط اسوجہ سے ہے کہ اسنے اپنے
نفس خبیث وخیال پلید میں ایک خوبصورت شکل کا تصور باندھا اور اسکو کچھ سمجھ لیا حالانکہ یہ محض تصور شیطانی ہے اور اللہ تعالے پاک عز وجل
برتر ہے کہ کسی تصور میں آوے پھر احمقوں کی ایک جماعت کو دیکھو کہ جہالت سے اسکے گرد تعظیم کو جمع ہوتے ہیں نعوذ باللہ منہ مترجم کہتا ہے کہ
خطیب رحمہ اللہ نے شاید یہ جاہل صوفیوں کا ذکر کیا ہے اور فتاوے عالمگیری میں بھی دو مقام پر ایک کتاب الشہادات اور دوم صوفیوں کو
وصیت کے مسئلہ میں جاہل صوفیوں کا ایسا ہی کچھ حال ذکر کیا ہے اور ان لوگوں کی شہادت کو رد کیا اور علامہ نسفی رحمہ نے بھی اپنے
رسالہ میں بہت فرقہ بیان کیے اور سب کا رد کیا اور آخر میں لکھا کہ خاکسار بے تن پرور متبع سنت مخلوق پر شفقت کرنے والے دن کے روزہ دار
رات کے تہجد گزار جنکا قول و فعل کھانا پینا بیٹھنا اٹھنا سب سنت کے موافق ہے وہ فرقہ البتہ صوفی ہے اور انکی تعظیم و مصاحبت میں فیلسے آدمی کو
بیزاری و آخرت کی یاد ہوتی ہے اور وہی بزرگان امت ہر زمانہ میں موجود ہوتے ہیں واللہ اعلم۔ اور محبت کے بارہ میں جو احادیث ومقامات ہیں
وہ آیندہ انشاء اللہ تعالے تحقیق سے بیان ہونگی اور ملائکہ امر پہلے پارہ میں مذکور ہو چکا ہے فتذکر۔ اور جان لینا چاہیے کہ سخت بے ادب
وہ لوگ ہیں جو جناب رسالت مآب سید المرسلین خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں اشعار بے ادبانہ
کہتے یا انکو گاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ نعت ہے اور ہمکو حضرت نبی صلعم سے عشق ہے یہ ہرگز روا نہیں ہے مولانا روم فرماتے ہیں کہ ع بے ادب
تنہا نہ خود را داشت بد + بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد + اے اہل ایمان ذرا غور کرو اور ہر ایک دوسرے کو نصیحت کرو اور اس سے باز رہو ہمیشہ ادب سے
نام لو درود پڑھو آہستہ اطمینان سے آپ کا ذکر آوے تو سچی تعریف کرو واتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ قولہ واللہ غفور رحیم۔ مفسر رحمہ اللہ نے
اشارہ کیا کہ اسلام سے اگلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ قولہ قل اطیعوا اللہ والرسول۔ مفسر رحمہ اللہ نے امر توحید میں اطاعت
کی تفسیر کی کہ وہ جامع امور اعتقاد وغیرہ ہے اور نیز کفار کی اطاعت اولاً اعتقاد توحید میں ہے۔ قولہ فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین یعنے اگر
وہ اطاعت نہ کریں عصیان کریں تو اللہ تعالے کافروں منکروں کو نہیں دوست رکھتا یعنے عذاب کرتا ہے اور کافروں کے نام رکھکر انکی فضیحت
کی اور حدیث ابوہریرہ مرفوع ہے کہ میری کل امت جنت میں داخل ہوگی مگر جسنے ابا کیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ابا کون کرتا ہے فرمایا کہ جسنے میری
اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جسنے میری نافرمانی کی اسنے ابا کیا۔ رواہ البخاری اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ملائکہ کے آنے و
باہم گفتگو کرنے کے قصہ میں ہے کہ جسنے محمد صلعم کی اطاعت کی اسنے اللہ تعالے کی اطاعت کی اور جسنے محمد کی نافرمانی کی اسنے اللہ تعالے کی نافرمانی کی
رواہ البخاری ف عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یعنے ان لوگوں سے کہدے کہ اگر تم لوگ
اللہ تعالے کی محبت کا دعوے کرتے ہو اور تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو میری پیروی کرو میں محبین کا سردار ہوں اور صدیقین کا سرتاج ہوں اور
رسولوں کا پیشوا ہوں اور طالبان حق کا امام مصطفی ہوں تاکہ میں تمکو دکھلادوں کہ اس راہ میں ایسی ایسی چیزیں جو تمہیں ہلاک کرنے والی ہیں اور
ایسی ایسی چیزیں اس راہ میں نجات دینے والی تمہاری نظر سے پوشیدہ ہیں اور تمکو مشاہدہ کے احکام ونزدیکی حاصل کرنے کے اسرار بتادوں
اور اچھے کام کرنے اور عمدہ بندگی کرنے کی ہدایت کروں اور ادب سے چلنے کی اچھی صورتیں سکھلادوں اور عمدہ اخلاق بتادوں کہ وہ تمہاری
راہ میں کام آویں کیونکہ اللہ تعالے کی طرف سے محبت کے آثار مجھپر کشف کر دیے گئے اور اسکی نزدیکی کے انوار مجھمیں بھرے ہوئے ہیں وہ میری پیروی
در حقیقت شکر محبت محبوب ہے اور جب تمنے میری پیروی کرکے اللہ تعالے کا شکر ادا کیا تو اللہ تعالے تمہاری محبت معرفت اور زیادہ کردیگا اللہ
تعالے نے فرمایا۔ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اور فرمایا۔ لئن شکرتم لازیدنکم۔ اگر تم شکر کروگے میں تمکو اور زیادہ دونگا محبت کی حقیقت ہماری فہم کے

نزدیک یہ ہے کہ دل آتش شوق سے کباب ہو جاوے اور روح عشق کی لذت سے ماہی بے آب کی طرح تڑپے اور حواس وحی دریاے انس مین ڈوب جاوین اور نفس کو پاک پانی سے طہارت حاصل ہوا اور عین الکل سے فقط محبوب ہی کو دیکھے اور دونون جہان سے اپنے عین الکل کو بند کر اور سر باطنی غیب الغیب مین سیر کرے اور محبوب کے جو اخلاق ہین اُنسے آراستہ ہوا اور یہی اصل محبت ہے اور محبت کی شاخ یہ ہی کہ محبوب مین باتون سے راضی ہو ان سب کو محب بجالاوے اور اسکی بلاؤن کو پسند کرے مرا سجاے ادا اور جو اسکی قضا و قدر ہے اسکو تسلیم کرے اور ان سب مین بہتر طریقہ یہ ہی کہ پورا وفا کرے اور سید عالم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و متابعت پر قائم رہے اب بیان اسکا کہ محبت کرنے کے آداب کیا ہین تو اہل محبت کے آداب یہ ہین کہ محبت کرنے والا تمام خواہشون و لذتون سے بالکل الگ ہو جاوے اور نیکیان کرنے مین جلدی کرے اور خلوتون تنہائیون اور مراقبات مین ساکن اور ٹھہرا رہے اور صفات باری کے انوار پر نظر کرکے انکی خوشبوئین سونگھے اور مناجات کرنے مین گڑگڑاوے اور نوافل و عبادات ادا کرنا شروع کرے یہانتک کہ قرب نوافل کا جو مرتبہ ہے وہ حاصل ہو کہ صفات حق عزوجل سے متصف ہو جاوے اور خلق مین اسکے نور سے روشن ہوا اور یہ مضمون صحیح ثابت ہوا ہے کہ برابر بندہ مجھسے نوافل عبادات سے نزدیکی ڈھونڈھتا ہے یہانتک کہ مین اسکے کان و ناک و ہاتھ ہو جاتا ہون قال المترجم اصل حدیث تو صحیح بخاری مین ہے اور یہ مضمون اسمین سے ایک ٹکڑے کا خلاصہ ہے اور صوفیون کے طور پر جو اسکے معانی پہلے بیان کر دیے ہین کہ مراد یہ ہے کہ جتنے اسکے اعضاء ظاہری و باطنی ہین سب اللہ تعالے کے حکم کے موافق کام کرتے ہین اور اس شخص کے اعتبار مین نہین ہین بلکہ یہ خود ہی اپنے ارادہ و خواہشون سے خالی ہوتا ہے اور تحقیق اسکی اول پارہ مین گذری ہے اور مختصر یہ ہے کہ جب نور محبت قلب مین ادا کیا پھر وہان سے تمام بدن کے رگ و ریشہ مین ساری ہوتا ہے حتی کہ وہ باطن کی آنکھ سے بالکل نور ہی نور دیکھتا ہے پھر جب اسپر یہ غلبہ رہا اور اللہ تعالے نے اسکا رتبہ بلند کیا تو اصل تو نور کا معدن اسکا قلب ہو جاتا ہے اور قلب مین سوائے ان خطرات کے جو قضا و قدر کے موافق ہین اور کچھ نہین آتے اور اعضاء سب اسی کے موافق کام کرتے ہین اور دل انپر حکم چلاتا ہے اور دل پر رب تعالے حاکم ہے پس اسکا سونا بیٹھنا اٹھنا کھانا پینا وغیرہ ایسے سب کام بھی ثواب ہین اور جو وہ کہتا ہے وہی ہوتا ہے لیکن وہ کچھ نہین کہتا ہے سوائے اسکے جو کہ موافق قضا و قدر کے اسکے دل مین آوے پس جاہل لوگ جو ایسے بزرگون کو گھیرتے ہین اور دنیا کی ناپاک خواہشین انسے مانگتے ہین اور انکے ہاتھ مین سب کچھ جانتے ہین یہ گویا کافر و بیوقوف ہین کاش اگر انکے پاس بیٹھکر انوار قرب منزلت حاصل کرتے تو خاص بندون مین ہو جاتے و لکن اللہ یفعل ما یشاء۔ اور محبت خالص نہین ہوتی مگر بعد از انکہ روح ناطقہ اپنے سر باطنی کی آنکھ سے حق عزوجل کے اسکے حسن قدم و صفت جمال کا مشاہدہ نہ کر لے اور نعمتون کا دینے والا تو وہی ہے مگر اس صفت کے مشاہدہ سے محبت خالص نہین ہوتی کیونکہ جو محبت کہ نعمتون کے دیکھنے سے پیدا ہوئی ہے وہ تو اسی سبب سے لگی ہوئی ہے خالص نہین ہے اور حقیقی خالص محبت وہی ہے جسمین محب کی طرف سے علت و سبب کا لگاؤ ہوا اور محبوب کی طرف کوئی شرط نہین ہے اور شیخ ابو عمرو بن عثمان نے فرمایا کہ محبت الٰہی کا اثر یہ ہو کہ ہمیشہ اسکے دل مین خشیہ بھرا رہے اور اللہ تعالے کی معرفت ہوا اور ہمیشہ قلب اسکے ساتھ مشغول ہوا اور برابر قلب اسکی یاد مین قائم ہوا اور ہمیشہ اس سے انس پاوے۔ اور محمد بن حنیف نے فرمایا کہ محبت یہ ہی کہ اللہ تعالے کی رضامندی ہر دم چاہتے ہین اس سے موافق ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جمال کی خوبیان و لطائف ظاہر ہونے کے وقت دل موافق ہونے کو محبت کہتے ہین اور شیخ عارف ابو یزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا کہ مین نے اللہ تعالے سے محبت کی اور اسکو محبوب بنا رکھا یہانتک کہ مین نے اپنی جان و نفس کو مبغوض کر لیا پھر مین نے دنیا کو دشمن سمجھا تا کہ اسکی بندگی کو محبوب کیا اور مین نے سب چیزین سوائے حق عزوجل کے ہین چھوڑ دین تو اللہ تعالے سے واصل ہوا اور مین نے خالق عزوجل کو اختیار کیا تو مجھکو

خدمت مین تمام مخلوق مشغول ہوگئی — اور بعض بزرگون نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی محبت یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے تمام اقوال و افعال و آداب و احوال مین سواے ان باتون کے جو حضرت صلعم کے ساتھ مخصوص تھین کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنی محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے ملایا ہی **قال المترجم** یہ قول بہت مشابہ بفقہ ہی اور یہی قول ہی کہ جسپر تمام اعتماد کرین اور فائدہ ہم اٹھاوین اور یہی ظاہر ہی کہ اس سے تمام اقوال جو شیخ نے ذکر کیے ہین حاصل ہونگے اور اسی کا نتیجہ ہوتا ہی جو آگے شیخ رحمہ اللہ بیان کرتے ہین کہ انطاکی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ محبت کا نشان کیا ہی تو فرمایا کہ محبت والا اس حال مین ہوجاتا ہی کہ قابل عبادت کرتا ہی یعنے فرائض و واجبات تمام سنن و آداب کے ساتھ نہایت خوبصورتی سے ادا کردیتا ہی اور تہجد کو پورا کرتا ہی پھر اس سے زیادہ نوافل بہت ادا کرتا ہی اور ہمیشہ تفکر مین مشغول رہتا ہی جسکی تعریف کرتا ہی سنتے بہتون موجود ہی اور تنہائی بہت پسند کرتا ہی اور ظاہر مین خاموش رہتا ہی جسکا حکم حدیث مین ہی جب نظر کرتا ہی تو کچھ دیکھتا نہین اور جب پکارا جاوے تو سنتا نہین اور جب اسکو کوئی مصیبت پہونچائی جاوے تو غمگین نہین ہوتا اور جب کسی کو مصیبت پہونچاوے تو خوش نہین ہوتا اور کسی شخص سے ڈرتا نہین اور کسی شخص سے امید نہین رکھتا ہی — **شیخ یحیی بن معاذ** سے پوچھا گیا کہ محبت کی حقیقت کیا ہی تو فرمایا کہ نیکی سے بڑھے اور بدی سے گھٹے — **قال المترجم** یعنے اگر اسکو بھلائی پہونچے تو یہ نہین کہ اسکی محبت زیادہ ہوجاوے اور اگر اسکو برائی پہونچے تو یہ نہین کہ اسکی محبت گھٹ جاوے خلاصہ یہ کہ اسکی محبت انعام پر نہین ہی اور یہی خالص محبت ہی اور اگر انعام پر ہو تو خالص نہین ہی اور یہ اوپر بیان ہوچکا ہی — اور جعفر رحمہ اللہ نے قولہ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی کے اشارہ مین کہا کہ اللہ عزوجل نے صدیقین کے اسرار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی مین مقید کردیا تاکہ صدیقین جو امت مین سب سے بڑے مرتبہ والے ہین یہ جان لین کہ انکا حال اگرچہ بہت بلند ہین اور انکے مراتب اگرچہ بہت اونچے ہین پیروی لوگ ہرگز یہ قدرت نہین رکھتے کہ پیروی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سر مو تجاوز کرسکین ورنہ انکا یہ مرتبہ ہوسکتا ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ تک پہونچین **قال المترجم شیخ جلیل عماد بن کثیر** رحمہ اللہ نے تفسیر قولہ فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین — مین خوب کہا کہ اسمین دلالت ہی کہ نبی صلعم کے طریقہ کی مخالفت کرنا کفر ہی اور جو ایسا ہو اللہ تعالے اسکو محبوب نہین رکھتا اگرچہ وہ دعوی کرے اور اپنے نزدیک گمان کرے کہ وہ اللہ تعالے کا محبوب مقرب ہی جبتک کہ رسول الثقلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کرے جسکی شان ہی کہ اگر انبیا ہوتے نہ بلکہ رسول ہوتے بلکہ رسولون مین سے جو اولوا العزم رسول مانند موسی علیہ السلام کے ہین وہ ہوتے اور آپ کا زمانہ پاتے تو انکو ہرگز کوئی گنجایش نہ ہوتی اور کوئی عذر انکا اللہ تعالے کے نزدیک قبول نہوتا سواے اسکے کہ وہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرین اور آپ پر ایمان لاوین اور حکم دینے مین اسمین داخل ہون چنانچہ تفسیر قولہ تعالے واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیہ — مین اسکی تقریر ہم بیان کرینگے انشاء اللہ تعالے — انتہی کلامہ پھر جاننا چاہیے کہ کیا اچھا حال ان پاک لوگون کا ہی جنھون نے آپکو پایا وہی عجیب آنکھین تھین جنھون نے آپ کے قدم دیکھے وہی عجیب سر تھے جو پاک پروردگار عزوجل کے واسطے آپ پر نثار ہوے وہی تمام اولاد آدم اگلے پچھلون سے بہتر تھے سواے انبیاء و رسولون کے انکے پیچھے والے لوگون مین کوئی کتنا ہی بڑا قطب و غوث کیون نہوا انمین سے ادنی شخص کے سامنے ایسا ہی جیسے بڑے عالم کے سامنے مکتب کا لڑکا جیسا کہ دلائل شریعت سے ثابت ہی اور یہ تو اللہ عزوجل جلالہ کی تقدیر و خلقت ہی فرمایا کہ ان ربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لہم الخیرۃ تیرا پروردگار جو چاہتا ہی پیدا کرتا اور چھانٹ لیتا ہی ان لوگون کو تو کچھ بھی اختیار نہین ہی — پس یہ اللہ تعالے کا فضل تھا کہ اسنے ازل مین آپ کی کل امت کو پھر امت مین سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھانٹ لیا اور چن لیا اور وہ آپکے اصحاب بنائے گئے صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہم اجمعین — اور **شیخ ابن عطاء** رحمہ اللہ نے قولہ تعالے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ — مین کہا کہ اسمین حکم دیا فورا

ادنی طلب کرنے کا اس شخص کو جو نور اعلی سے اندھا ہے اور مین کہتا ہون کہ کوئی شخص نور اعلی کو نہین پہونچ سکتا ہی جبتک نور ادنی سے اسکی راہ
نہ حاصل کی اور جسنے نور ادنی والے کے آداب کو مضبوط نہ پکڑا اور نہ اسکی راہ کی پیروی کی اسکو نور اعلی کی طرف راہ نہین ملتی وہ دونون سے
اندھا رہا اور شیطانی لباس غرور پہنکر گمراہ ہوا قال المترجم یہ فہمایش کے طور پر بیان ہے ورنہ اوتعالے عزوجل کی شان بہت پاک و بلند ہے
کہ نور اعلی کہی جاوے اور کسیکو اُس سے ادنی و اعلی کی نسبت نہین ہے اور شیخ نے محبت کو نور اعلی اور متابعت کو نور ادنی سے مثال دی اس سے
مقصود فہمایش ہے کیونکہ نہایت ناچاری ہے کہ سمجھانے کی صورت مین اگر مثال دی جاوے تو سوائے مخلوق کے اور تو کوئی چیز ملتی نہین ہے
آخر اسیسے مثال دی جاتی ہے اور تشبیہ کردی جاتی ہے کہ یہ فہمایش کے طور پر ہے فافہم۔ اور شیخ ابو یعقوب سوسی رح نے فرمایا کہ محبت کی حقیقت
یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے اپنا حصہ بھول جاوے اور اسکی طرف اپنی حاجتین فراموش کرے قال المترجم یہ مطلب ہے کہ صرف حق عزوجل
کی خواہش ہو اور خود ہی و اپنی حاجات سب فراموش ہون کیونکہ اپنی حاجات یاد رہنے کی صورت مین یہ لگاو ہوگا فافہم شیخ واسطی
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ محبت صحیح نہین کہ اسکے سر باطنی پر اغراض کا اثر ہو اور اسکے قلب پر شواہد کا خطرہ موجود ہو بلکہ صحیح محبت یہ ہے کہ
محبوب کے مشاہدہ مین ایسا ڈوبا ہو کہ سب بھول جاوے اور اسی سے اسکے ساتھ خود فنا ہو قال المترجم فنا کے یہ معنے ہین کہ اپنے نفس کو
اور اپنے ارادون کو اور اپنے خطرون کو زائل کرے اور ایسا ہو جاوے جیسے مردہ بدست زندہ اور عنقریب اسکی تحقیق فتوح الغیب سے
بیان ہو چکی ہے فافہم۔ اور ابن منصور رح نے فرمایا کہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے محبوب کے ساتھ اس طرح قائم ہو کہ اپنے اوصاف کا جامہ اتار دے
اور محبوب کی مرضی اوصاف کا جامہ پہن لے اور شیخ ابو عبد الرحمن نے فرمایا کہ مین نے شیخ نصر آبادی رحمہ اللہ سے سنا کہ ایک محبت
تو ایسی ہے کہ خون بہانے کے موجب ہے اور ایک محبت ایسی ہے کہ جسکی تلوار سے قتل ہونے کے موجب ہے اور یہ اول سے بڑھکر ہے قال المترجم
توضیح اس قول کی یہ ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا ولیعلمن اللہ الذین صدقوا منکم ولیعلمن الکاذبین محبت مین سچے و جھوٹے معلوم و متمیز ہونا چاہیے
پس وہ امتحان کیے گئے کہ جہاد کرین کہ بتون کے محب کیسے اور اللہ عزوجل کے محب کیسے ہین اور مقصود دلائل یہ ہے کہ نفس جو اپنی ذات کی طرف
محبت سے کھینچتا ہے وہ درمیان سے رفع ہو کہ قتل ہو جاوے اسی معنے کر شیخ شبلی سے روایت ہے کہ اللہ تعالے جس سے محبت کرتا ہے
اسکو قتل کرتا ہے کہ اسکے نفس پر اسکے حق مین غیرت ہوتی ہے اور جو اللہ تعالے کو دوست رکھتا ہے فقیر ہوتا ہے اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے روایت
کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولہ تعالے ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی الآیہ۔ مین فرمایا کہ نیکوکاری پر اور تقوی پر اور تواضع پر اور
نفس کی ذلت پر میری اتباع کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ تفسیر مین بھی یہ قول ابو الدرداء رض سے مذکور ہے واللہ اعلم۔ اور شیخ عمرو بن عثمان
مکی سے محبت کو پوچھا گیا تو فرمایا کہ محبت کی اصل دلون مین تواضع ہے ان لطیف معانی سے جنکو محبوب سے معاینہ کرتا ہے بشرط تعلق اور
سہل بن عبد اللہ سے سوال کیا گیا کہ محب کی علامت کیا ہے تو فرمایا کہ برابر اسکے زبان تو محبوب کی یاد مین ہو اور دل اسی پر فریفتہ ہوا ہو
اسی سے مانوس ہوا اور اسی سے مسرور ہوا اور اسیکی حمد و شکر کرے اور اعضا سب ایسے کامون مین مشغول رہین جنکو محبوب پسند کرتا ہے اور
استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ محبت صفائے احوال کی طرف اشارہ کرتی ہے اور محبت واجب کرتی ہے کہ سر باطنی کے ساتھ محبوب کی جناب مین معتکف
ہو اور محاورہ مین بولتے ہین کہ حب البعیر جبکہ اونٹ بیٹھ گیا اور کتنا ہی مارا جاوے جگہ سے نہین ہلتا ہے اور حب مین دو حرف ہین حا و
با پس حا اشارہ بروح ہے اور با اشارہ جانب بدن ہے اور جو محب ہوتا ہے وہ اپنے محبوب سے کوئی چیز نہین رکھ چھوڑتا نہ قلب و روح نہ بدن۔
مترجم کہتا ہے یعنے سب کو اسپر قربان کر دیتا ہے (عس) واضح ہو کہ اللہ عزوجل نے راہ مستقیم دیکھنے کے جو امور توطیہ کے طور پر ضروری تھے

لہ یعنے خالص [illegible]

نہایت بلاغت وحسن اسلوب سے بیان فرمائے کیونکہ وفد نجران کے نصاری بیجا تاویل بیجا کا عیب تھا کہ امور متعلقہ قدرت آلٰہی کو اپنی فہم میں حاصل کر لینا چاہتے اور عظمت و جلال آلٰہی سے بے خبر کج دل تھے اور عیسی علیہ السلام سے محبت بیجا طور سے رکھتے تھے اور ارسال رسول و انزال کتب اور امور تقدیر و تمام قدرت حق و اصل اسلام و جزائے معاد و فنائے دنیا کے اعتقاد سے گویا خالی تھے اور فرقہ یہود باوجود اسکے طمع دنیا او قساوت قلب و غرور ناکارہ بھی تھا اور مشرکین عرب دین اسلام ہی سے واقف نہ تھے انکا ڈھنگ مثل فرعون کے تھا پس اللہ عزوجل نے یہانتک ان سب امور کو بیان فرما کر آگے بندوں و رسولوں کی اصطفائیت اور سید البشر عیسی علیہ السلام کو بیان فرمایا کہ اس سے اہل نصاری کے سب شبہہ رفع اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کو متضمن ہی سوائے ایسے لوگوں کے جو محض حسد و بغاوت سے نہ مانیں جیسے یہود پھر انکی مذمت بیان ہوئی ہی۔

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا

اللہ نے پسند کر لیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان سے کہ اولاد تھی ایک

مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

دوسرے کی اور اللہ سنتا جانتا ہی

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ ۔ اختیار اللہ تعالی نے پسند کیا چھانٹ لیا۔ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ ۔ یعنی انفسہما۔ یعنے خود ابراہیم و عمران کو۔ عَلَى الْعَالَمِينَ ۔ بجعل الانبیاء من نسلہم۔ یعنے سارے جہان سے انکو چھانٹا باین معنے کہ انھیں کی نسل سے انبیا کیے۔ بَعْضُهَا مِنْ ۔ ولد۔ بَعْضٍ ۔ منہم۔ یعنے بعض ان میں کے تھے اولاد بعض انہیں سے حاصل آنکہ یہ نسل میں ایک دوسرے کی اولاد تھے۔ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۔ اور اللہ تعالی ہر ایک کی بات سنتا اور ہر ایک کی نیت جانتا ہی۔ ف اصطفا از صفوۃ بمعنے خالص چیز سے اور مراد چھانٹ لینا انہیں انکو نبوت کے واسطے چھانٹا تمام عالموں سے اور معنے یہ کہ ہر ایک اپنے زمانہ کے اہل عالم سے افضل تھا کما قال الزجاج اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی العموم سب سے افضل ہیں۔ اور بعض جاہلوں نے اعتقاد کیا کہ آدم ابو البشر تھے نبی نہیں تھے اور یہ زعم باطل بلکہ کفر ہی اور یہی آیت کریمہ ان پر حجت ہی اور صحیح ابن حبان کی حدیث ابو ذر میں ہی کہ وہ نبی مکلم تھے یعنے ایسے نبی تھے کہ اللہ تعالی نے انسے کلام فرمایا تھا اور عمر آدم علیہ السلام کی نوسو ساٹھ برس ہوئی کیونکہ چالیس برس انھوں نے داؤد علیہ السلام کو دیے تھے جنکی عمر فقط ساٹھ برس کی تھی اور بعض اخبار میں آیا ہی کہ جب آدم علیہ السلام نے انکار کیا کہ چالیس برس دیے ہوں تو اللہ تعالی نے حجت تمام کرنے کے بعد آدم علیہ السلام کے ہزار برس اور داؤد علیہ السلام کے سو برس پورے کر دیے رواہ احمد من حدیث علی بن زید بن جدعان عن یوسف بن مہران عن ابن عباس مرفوعا و ایسا ہی ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور احادیث علی بن زید بن جدعان میں نکارت ہی و رواہ الحاکم من حدیث الحارث بن عبد الرحمن بن ابی ذباب عن سعید المقبری عن ابی ہریرہ بنحوہ مرفوعا۔ ومن حدیث داؤد بن ابی ہند عن الشعبی عنہ ومن طریق محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عنہ ومن حدیث تمام بن سعد عن زید بن اسلم عن ابی صالح عنہ پس حدیث نازل از درجہ حسن نہوگی واللہ اعلم۔ اور نوح نبی معروف ہیں اور یہ نام محققین کے نزدیک عجمی ہی اور بعض نے کہا کہ کثرت نوح دلہ کے سبب نوح کہلائے اور عمر انکی ساڑھے نوسو برس کی ہوئی اور ابن جوزی نے ابو سلیمان دمشقی سے نقل کیا کہ نام انکا سکن ہی اور وہ نسل ادریس علیہ السلام سے ہیں کہ نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ یعنے ادریس ہیں۔ تو آل ابراہیم و آل عمران بعض نے کہا اس میں خود ابراہیم و خود عمران کو اور بعض نے انکی اولاد کو مراد لیا اور مفسر نے اول کو اختیار کیا ہی اور عمر ابراہیم علیہ السلام کی ایک سو ستر

برس کی تھی اور انسے دو شاخین ایک انکے فرزند اسحق علیہ السلام سے کہ انمین ملک و نبوت تا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام رہی اور دوم از فرزند اسمعیل کہ وہ نبی تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شاخ مین افضل الانبیاء و خاتم النبیین ہوئے۔ اور عمران دو ہین ایک والد موسیٰ و ہارون اور وہ عمران بن یصہر بن فاہث بن لاوی بن یعقوب ہین اور دوم مریم علیہا السلام کے والد عمران بن ماثان از نسل یہوذا بن یعقوب علیہم السلام ہین اور محمد بن اسحق نے کہا کہ وہ عمران بن یاشم بن میشا بن خرقیا بن ابراہیم بن عزریا بن نادش بن آجز بن یہودا بن نازم بن مفاسط بن ایشا بن ایاز بن رخبعم بن سلیمان بن داؤد علیہ السلام ہین عیسیٰ علیہ السلام بھی از اولاد ابراہیم ہین ذکرہ ابن کثیر۔ اور ان دونون عمران کے درمیان ایک ہزار آٹھ سو برس کا فرق ہے اور مابعد کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمران بن ماثان یعنے والد مریم مراد ہین اور یہ توطیہ ذکر عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ قولہ ذریۃ بعضہا من بعض مفسرین نے بعض از نسل بعض لیا اور قتادہ سے روایت ہے کہ توحید و اخلاص و نیت و عمل مین یعنے ایمان و تقویٰ کی راہ سے باہم ایک سے دوسرے پیدا ہوئے ہین اس قول پر دین و نسل دونون جمع ہو سکتے ہین اور ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ وہ مومنین از آل ابراہیم و آل عمران و آل یاسین و آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اخرجہ ابن جریر۔ و نصب سکو بنابر آنکہ بدل از آدم یا نوح ہے کما فی التبیان للعکبری و ذریہ مین واحد و جمع و تذکیر و تانیث یکسان ہے۔ یا بدل از آل ابراہیم و آل عمران ہے کما قال الزمخشری قولہ واللہ سمیع علیم جانتا ہے جو برگزیدہ کرنے کے لائق ہے اور سنتا ہے قول عورت عمران کا اور جانتا ہے اسکی نیت کو جیسا کہ آگے کی آیت مین آتا ہے پس حاصل نہایت موزون واقع ہوا ہے اگرچہ سب فواصل نہایت خوب ہین ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے ان اللہ اصطفی آدم ونوحا الآیہ۔ اللہ تعالے نے آدم کو مخلوق پیدا کرنے سے پہلے ازل الازل مین علم صفات اور کشف جمال ذات سے برگزیدہ کیا پھر جب آدم کی روح پیدا کرنی چاہی تو اپنے جمال سے اپنے جلال کی طرف اور اپنے جلال سے جمال کی طرف نظر فرمائی پس دونون نظر کے درمیان روح آدم ظاہر ہوئی پس اسکو صفت خاص کے ساتھ پیدا کیا اور اسکے قلب مین روح پھونکی وہ علم صفات ہے بفعل خاص جو متعلق بذات ہے اور نیز اسکی صورت کو بھی بصفت خاص پیدا کیا اور اسمین روح اول اور روح ثانی پھونکی چنانچہ اسکی روح کا وصف فرمایا ونفخت فیہ من روحی اور اسکی صورت کا وصف فرمایا کہ خلقت بیدی۔ پس وہ ان صفات کی وجہ سے ملائکہ کرام بررہ سے سبقت لے گئے یعنے افضل فرشتون سے افضل ہوئے اور آدم کو اپنی خلافت کی خلعت پہنائی اور اسی تخصیص کی وجہ سے ملائکہ کو آدم کے سجدے کا حکم دیا اور یہ آدم کے حق مین فرشتون کے اکابر پر کرامت و تشریف و تفضیل تھی۔ اور فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ اور فرمایا۔ اسجدوا لآدم۔ صفات ازلی مین حدوث کو کچھ اثر نہین ہوتا ہے بلکہ آدم کے واسطے برگزیدگی اس صفت سے سابق ہو چکی تھی یعنے آدم علیہ السلام کچھ اسوجہ سے برگزیدہ نہین ہوئے کہ انھون نے طاعت آلہی عزوجل مین خوب قیام کیا کیونکہ طاعت تو بعد پیدایش کے حادث ہوئی اور اللہ تعالے نے ازل سے برگزیدہ کرکے پیدا فرمایا اور نیز اللہ تعالے نے ان بزرگ بندون کو اپنے خلق سے اپنے واسطے برگزیدہ کیا کہ انسے خطاب واقع ہوا اور نقاب جمال و جلال انکو کشف کیا جاوے کیونکہ انمین یہ مستعدی تھی کہ امانت کے بوجھ اوٹھاوین اور ازل کے ناپیدا کنار دریا مین غوطہ لگاوین اور وحدانیت کے وسیع میدان مین چلین اور اسکی محبت مین پرواز کرین تاکہ اسکی احدیت و جمال سرمدی کشف ہو۔ اور نوح و آل ابراہیم مین اشارہ یہ ہے کہ برگزیدہ کرنا محبت ازلی پر ہے یہان دنیا کے نسب سے جو پیدا ہوگئے ہین اس نسب کی بنیاد پر نہین ہے جیسا کہ استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آدم اور انکی تمام ذریت ایک طبقہ پر متفق ہین اور برگزیدہ کیے جانے کی خصوصیت از جانب پروردگار عزوجل ہے کسی نسب و سبب سے نہین ہے قال المترجم یہ کلام محقق ہے جس سے معلوم ہوا کہ فرقہ گمراہ و بعضے جاہلون نے جو زعم کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت حقہ کے مستحق حضرت علی کرم اللہ وجہہ و انکی اولاد تھی یہ انکی بیوقوفی

لہ توجیہ کلام مترجم ۱۲

ہی اسمین نسب کو دخل نہین ہی اور نہ دیگر قرب و منزلت مین اس نسب کو دخل ہی اور اہل البیت رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی کرامت ذاتی وطہارت نسبی
مین سرفراز ہین اگرچہ درجۂ نبوت نہین ہی ۔ اور محققین اہل السنۃ اہل اللہ تعالےٰ کے نزدیک تو یہ مسئلہ بہت واضح ہی اور مشکل فقط مبتدعین
وجہال پر پیش آئی ہی رحمہم اللہ تعالےٰ ۔ اور فارس رحمہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے انکو لوگون پر نبوت کے لیے چنا اور رسالت کے لیے خاص
کر لیا پس یہ انبیاء علیہم السلام جو اسکے مخلوق کی طرف بھیجے گئے تو اللہ تعالےٰ کے اولیاء و مطیع بندون کے لیے رحمت ہین اور اسکے دشمنون و
کافرون پر حجت ہین پس یہ لوگ بندون کو اللہ کی طرف حکمت و موعظت کے ساتھ بلاتے ہین اور طاعت کرنے والون کو بڑے ثواب سے خوشخبری
دیتے اور نافرمانون کو دردناک عذاب سے ڈراتے ہین تاکہ رسولون کے بعد بندون کی کوئی حجت اللہ تعالےٰ پر باقی نہ رہے کما قال لئلا یکون للناس
علی اللہ حجۃ بعد الرسل اسواسطے کہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت دیدیتا چنانچہ فرمایا ولو شاء لہدٰکم اجمعین ۔ اور واسطی رحمہ نے فرمایا کہ ان بندون کو
ولایت ازلی کے لیے برگزیدہ کیا اور اپنی نزدیکی کے واسطے انکو بنایا اور اپنی محبت کے لیے مقدس کر دیا ۔ اور نیز کہا کہ آدم کو ازل مین قبل وجود
آدم کے برگزیدہ کیا وہ اپنے مخلوق کو جانتا ہی کہ آدم کی نافرمانی کرنا اسکے برگزیدہ ہونے مین کچھ موثر نہوگی اسواسطے کہ برگزیدہ ہونا
تو علم ازلی مین سابق ہو چکا تھا باوجودیکہ حق عزوجل کو معلوم تھا کہ جو آدم سے ظاہر ہوگا ۔ اور نیز کہا کہ اللہ تعالےٰ نے انبیا کو اپنے مشاہدہ کے
لیے اور اپنی درگاہ مین نزدیکی دینے کے لیے برگزیدہ کیا اور مومنون کو مطالعہ و تہذیب کے لیے چھانٹ لیا اور انہین سے عالم کو اپنی خطاب
کی ترتیب و فہم کے واسطے برگزیدہ کیا ۔ اور نصر آبادی نے فرمایا کہ جب تو نے آدم پر آدم کی صفت سے نظر ڈالی تو دیکھا کہ فرماتا ہی
وعصی آدم ربہ ۔ نافرمانی کی آدم نے اپنے پروردگار کی ۔ اور جب تو نے آدم پر بصفت حق عزوجل نظر ڈالی تو دیکھا کہ فرماتا ہی ان اللہ
اصطفی آدم ۔ پھر نافرمانی کرنا برگزیدہ ہونے مین کیا اثر کر سکتا ہی ۔ اور واسطی رحمہ نے کہا کہ برگزیدہ کرنا تو حق عزوجل کے ساتھ قائم ہی اور
معصیت ہونا بشریت کا اظہار ہی اور توبہ عجیب چیز ہی کہ آدم نے خود ہی اپنے نفس کی طرف ندامت سے رجوع کیا ۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّکَ

جب بولی جورو عمران کی اے رب مین نے تیرے نذر کیا جو کچھ میرے پیٹ مین ہی آزاد سو تو مجھسے قبول کر تو ہی

اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

اصل سننے والا جاننے والا ہی پھر جب اسکو جنی بولی کہ اے رب مین نے لڑکی جنی اور اللہ کو بہتر معلوم ہی جو کچھ

وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا

جنی اور بیٹا نہو جیسے وہ بیٹی اور مین نے اسکا نام رکھا مریم اور مین تیری پناہ مین دیتی ہون اسکو اور اسکی اولاد کو

مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

شیطان مردود سے

اذکر ۔ اِذْ قَالَتِ ۔ یعنے ظرف منصوب بفعل مقدر ای اذکر ہی کما قال محمد بن یزید ۔ اور ابو عبیدہ نے کہا کہ اذ زائدہ ہی اور زجاج نے کہا کہ اصطفیٰ
سے متعلق ہی اور بعض نے کہا کہ سمیع علیم کے متعلق ہی ۔ اِمْرَاَتُ عِمْرٰنَ ۔ حنہ لما اسنت واشتاقت للولد فدعت اللہ واحست بالحمل
رَبِّ ۔ یعنے عمران کی جورو نے جسکا نام حنہ تھا جبکہ وہ بڑے سن کی ہو گئی اور فرزند کی مشتاق ہوئی پس اللہ سے دعا کی اور حمل محسوس
ہوا تو کہنے لگی اے رب میرے ۔ اِنِّیْ نَذَرْتُ ۔ ان اجعل ۔ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ ۔ مین نے نذر کی کہ قرار دیدون تیرے واسطے

جو کچھ میرے پیٹ میں ہے۔ یعنے بچہ۔ اور بعض نے کہا کہ۔ لک ای لسیاذتک یعنی تیری پرستش کے لیے۔ مُحَرَّرًا۔ عتیقا خالصا من شواغل الدنیا لخدمة
بیت المقدس۔ درحالیکہ وہ بچہ آزاد کیا ہوا ہو دنیا کے شغل سے خالص ہو تیرے بیت المقدس کی خدمت کے لیے۔ فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ للدعاء۔ پس تو میری جانب سے قبول کرلے۔ تو ہی سمیع ہے یعنے دعا کا سننے والا۔ علیم ہے یعنے
نیت کا جاننے والا ہے۔ وہلک عمران وہی حامل پھر عمران نے وفات پائی اس حال میں کہ حنہ پیٹ سے تھین۔ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا۔ ولدتها
جاریة وکانت ترجوان یکون غلاما اذلم یکن یحرر الا الغلمان۔ پھر جب جنی اسکو لڑکی اور حال یہ کہ اسکو امید لگی تھی کہ لڑکا ہوگا کیونکہ لڑکے
ہی محرر کیے جاتے تھے۔ کیونکہ لڑکی بوجہ حیض وغیرہ کے بیت المقدس کی خادمہ نہین ہوسکتی ہے۔ قَالَتْ۔ معتذرة۔ یا۔ رَبِّ۔ بولی
عذر کرتی ہوئی کہ اے رب میرے۔ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى۔ مین تو اس پیٹ مین دختر جنی ہون۔ ف اب مین کیونکر نذر پوری کرون۔
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ای عالم۔ یعنے اسم تفضیل بمعنے فاعل ہے۔ بِمَا وَضَعَتْ۔ اور اللہ تعالے جانتا ہے جو وہ جنی۔ جملة اعتراض من کلامه
تعالے۔ وفی قراءة بضم التاء۔ یہ جملہ معترضہ از کلام باری تعالے ہے اور یہی قراءة جمہور ہے اور ابن عامر وشعبہ کی قراءة وضعت بصیغہ متکلم ہے
پس بنجملہ کلام حنہ سے ہوگا جو اپنے دل کی تسکین کے لیے کہا ہے۔ وَلَيْسَ الذَّكَرُ۔ الذی طلبت۔ كَالْاُنْثٰى۔ التی وہبت یعنے
لام عہد کا ہے یعنے نہیں مذکر وہ کہ حنہ نے مانگا تھا محرر کرنے کو مانند اس مونث کے جو اسکو دی گئی یعنے لڑکا و لڑکی برابر نہین ہے۔ اور مفسر ح
نے کہا لانه یقصد للخدمة وہی لا تصلح لها لضعفها وعورتها وما یعتریها من الحیض ونحوه۔ کیونکہ مذکر تو خدمت مسجد کے لیے مقصود ہوتا ہے اور
مونث اس خدمت کے لیے لائق نہین کیونکہ اسکی خلقت ضعیف ہوتی ہے اور پردہ دار ہوتی ہے اور اسپر حیض وغیرہ طاری ہوتا ہے اور بعض نے
لام اول جنس کے لیے اور ثانی عہد کے لیے قرار دیا تو معنے یہ ہونگے کہ لڑکا اس لڑکی کی برابری نہین کرسکتا یعنے لڑکون سے یہ لڑکی اچھی۔ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا
مَرْيَمَ۔ اور مین نے مریم اسکا نام رکھا۔ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا۔ اولادها۔ اور مین تیری پناہ مین دیتی ہون اس
لڑکی کو اور اسکی اولاد کو۔ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ المطرود۔ شیطان رجیم یعنے مطرود سے۔ ف یعنے شیطان کے شر سے اسکو و اسکی اولاد
کو تیری پناہ مین دیتی ہون۔ وفی الحدیث مامن مولود یولد الا مسه الشیطان حین یولد فیستهل صارخا الا مریم وابنها رواه الشیخان۔ اور حدیث
مین ہے کہ نہین کوئی مولود جو پیدا ہوتا ہے مگر آنکہ چھو لیتا ہے اسکو شیطان جسدم پیدا ہوتا ہے پس وہ چیخ کر روتا ہے سواے مریم و اسکے فرزند کے
رواہ البخاری ومسلم۔ ف یہان سے اللہ عزوجل نے اس گذشتہ حال کی خبر دی جو مریم اور عیسی علیہ السلام کی پیدائش مین واقع ہوا
اور اللہ تعالے نے ان دونون بندون کو پیدا کیا ہے پس مریم بنت عمران بن ماثان ہین اور یہ عمران وہ نہین جو موسی علیہ السلام کے باپ
تھے اگرچہ اتفاق سے مریم کے بھائی کا نام بھی ہارون تھا۔ جیسا کہ قوله یا اخت هارون ما کان ابوک الآیہ۔ سے معلوم ہوتا ہے اور اسی آیت کی
تفسیر مین انشاء اللہ تعالے آویگا۔ قوله اذ قالت امرأة عمران رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا فتقبل منی۔ یہ عمران کی جورو و حضرت مریم کی
ماں ہین نام انکا حنہ بنت فاقوذ ہے اور انکی بہن ایشاع بنت فاقوذ حضرت زکریا کی جورو تھین اسی سے عیسی و یحیی دونون خالہ زاد بھائی ہین اور
زکریا تو نبی تھے مگر عمران نبی نہ تھے ولیکن اللہ تعالے کی طرف سے خاندان کرامت مین سے تھے اور محمد بن اسحق وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ
حنہ بنت فاقوذ بانجھ تھین ایک روز انھون نے ایک پرند کو دیکھا کہ اپنے بچہ کو دانہ بھراتا ہے تو انکو بھی بچہ کی خواہش ہوئی پس اللہ تعالے
سے دعا کی کہ مجھے فرزند عطا ہو اور اللہ تعالے نے انکی دعا قبول کی اور وہ حاملہ ہوئین پس جب حمل متحقق ہوا تو اللہ تعالے سے نذر مانی
کہا انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ یعنے خالص فارغ خدمت بیت المقدس کے واسطے نذر کیا کہ اسکا مجاور رہے پس جو پیٹ مین تھا وہ محرر کیا

اور یہ سمجھا تھا کہ لڑکا ہی یا لڑکی ہی پس شوہر نے اس سے کہا کہ تیری خرابی تو نے کیا کیا بھلا اگر تیرے پیٹ میں لڑکی ہو کہ اسکی لیاقت نہیں رکھتی پس یہ
دونوں کو ملال ہو گیا اور محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہی کہ جب کوئی لڑکا محرر کیا جاتا تو وہ کنیسہ میں رہتا اور وہاں کے کام کرتا جھاڑو دیتا اور
خدمت کرتا اور وہاں سے کہیں نہ جاتا یہانتک کہ وہ بالغ ہوتا پھر اسکو اختیار دیا جاتا کہ چاہے وہیں رہے یا جہاں اسکا جی چاہے جاوے پھر اگر
رہا تو بعد اسکے اگر اسنے نکلنا چاہا تو اسکو ایسا کرنے کا اختیار نہ تھا اور انکے انبیاء و علماء میں سے کوئی ایسا نہ تھا کہ اسکی نسل میں سے بیت المقدس
کے واسطے محرر نہو اور فقط لڑکے ہی محرر ہوتے تھے اور لڑکیاں اسکی لیاقت نہیں رکھتی تھیں کیونکہ لڑکیوں کو حیض وغیرہ پلیدی پہونچتی ہی اور
ذکر کیا گیا ہی کہ انکے عہد میں ایسی نذر نرینہ اولاد کے حق میں جائز تھی۔ اور نذر شرع میں اس امر کو کہتے ہیں جو آدمی اپنے اوپر واجب کر لے پس
اگر کسی گناہ و ناجائز کو اپنے اوپر واجب کیا تو وہ نذر ہی نہیں یا اسکا ادا کرنا روا نہیں ہی اور اگر ایسے امر کی نذر کی جو شرع میں جائز ہی تو نذر سے
اسکا ادا کرنا واجب ہی۔ اور محرر و آزاد اور تحریر آزاد و خالص کرنا میل سے اسی سے غلام آزاد کیے ہوئے کو محرر کہتے ہیں اور ہماری شریعت میں
اولاد کو اسطرح محرر کرنا روا نہیں ہی اور انکی شریعت میں جاری تھا لہذا مریم کی والدہ نے نذر کی کہ۔ نذرت لک ما فی بطنی محررا اور فرزند کا ملنا
قضاء و قدر کو دور نہیں کرتا جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں صحیح ہی اور اس نظر سے تحریر خیر و ثواب ظاہر ہوتا ہی۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے
مریم کی والدہ کا نام نہیں ذکر فرمایا بلکہ امرأة عمران کہا اور مریم کا نام صریح ذکر کیا ہی اسیطرح حضرت ابراہیم کی جورو کا نام نہیں ذکر کیا اسمیں کیا بات
ہی تو جواب دیا گیا کہ اللہ تعالے نے سوائے مریم کے کسی کا نام نہیں ذکر فرمایا کیونکہ بدون ضرورت کے عورتوں کے نام لینا خلاف اخلاق ہی خصوص
ایسے کلام بلیغ میں جو جامع فنون فصاحت و بلاغت ہی رہا مریم کا نام تو بعض علماء نے ایک لطیف نکتہ بیان کیا ہی کہ چونکہ مرد کریم و شریف کسی مجلس
میں اپنی جورو کا نام نہیں لیتا اور ذکر کرنا پسند نہیں کرتا ہی بلکہ غضبناک ہو جاتا ہی اور کفار نصاری نے حضرت مریم علیہا السلام کی نسبت [illegible]
کہی کہ اسکے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا سبحانہ تعالے عما یشرکون۔ پس اللہ عز وجل نے ان لوگوں کے
دفع وہم کو صریح مریم کا نام ذکر کیا اور بیان فرمایا کہ جیسے مرد سب اللہ تعالے کے غلام و مخلوق بندے ہیں ویسے ہی مریم بھی عورتوں کے مانند
اللہ تعالے کی مخلوق بندی و لونڈی ہی۔ قولہ فلما وضعتہا۔ ای ولدتہا جاریۃ اور ضمیر ہا کی ما موصولہ کیطرف ہی جو ما فی بطنی میں ہی اور ضمیر مونث
بہ رعایت معنے ہی کیونکہ ما فی بطنہا تو علم الہی میں مؤنث تھی یا اس تاویل پر کہ ما موصولہ سے نفس فی بطنی یا نسمۃ فی بطنی۔ مراد ہی پس وضعتہا کی
ضمیر نفس یا نسمہ کیطرف راجع ہی۔ قولہ قالت رب انی وضعتہا انثی۔ اگر کہا جاوے کہ انثی حال واقع ہی ضمیر منصوب سے پس کلام گویا یہ ہوا کہ رب
انی وضعت الانثی انثی۔ تو جواب دیا گیا کہ بنا بر تاویل نفس یا نسمہ کے صحت ظاہر ہی کہ یہ معنے ہوئے وضعت تلک النسمۃ انثی۔ یا تلک النفس انثی
اور بنا بر رعایت معنی کے چونکہ حال و ذوالحال بالذات واحد ہوتے ہیں لہذا ذوالحال کو بھی برعایت حال کے مونث فرمایا۔ قولہ وانی سمیتہا
مریم۔ انکی زبان میں مریم کے معنی عابدہ ہیں پس غرض بیان سے درخواست ہی کہ اسکا اسم بامسمی کر دے اسکو اس ادب سے بیان کیا اور اس
سے ظاہر ہی کہ اسم اور مسمی اور تسمیہ سب امور جداگانہ ہیں۔ قولہ وانی اعیذہا بک وذریتہا من الشیطان الرجیم۔ اور میں نے اس لڑکی کو اللہ تعالے
کی پناہ میں دیا شیطان مردود کے شر سے اور اسکی ذریت کو اور وہ عیسی علیہ السلام ہیں اللہ تعالے کی پناہ میں دیا شیطان کے شر سے اور شیخ
ابن کثیر نے کہا کہ اللہ تعالے نے اسکی یہ دعا قبول کی جیسا کہ ابوہریرہ سے مرفوعا روایت ہی کہ کوئی مولود نہیں مگر آنکہ شیطان اسکو مس کرتا
ہی جب وہ پیدا ہوتا ہی پس چیخ کر روتا ہی اسکی مس سے سوائے مریم اور اسکے فرزند کے پھر ابوہریرہ نے کہا کہ پڑھو تمہارا جی چاہے وانی اعیذہا بک
وذریتہا من الشیطان الرجیم۔ اخرجہ البخاری ومسلم من حدیث عبد الرزاق ومن حدیث ابن جریج نحوہ اور حدیث قیس عن الاعمش عن ابی صالح

عن ابی ہریرہ میں آیت کا پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے مذکور ہے۔ اور یہاں اشکال وارد کیا گیا جسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت مریم کی والدہ نے وضع و نام رکھنے کے بعد اسطرح پناہ کی دعا کی پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مریم کی ولادت کے وقت طعن شیطان واقع ہوا ہو پس آیۃ کریمہ کی تلافی حدیث سے نہیں ہوتی ہے ذکرہ الجمل فی حاشیتہ۔ اور جواب ممکن ہے کہ مس شیطان بچوں کے واسطے اوقات مختلفہ میں واقع ہوتا ہو وقت ولادت کے اور بعد اسکے اور مریم علیہا السلام کے حق میں شاید کہ بتقدیر الٰہی اول ہی سے واقع نہوا اگرچہ انکی ماں نے پیچھے دعا کی ہو اور یہی امر باعث اس دعا ہوا ہو اور شاید کہ بعد اس دعا کے جملہ مس شیطان سے پناہ ہوگئی ہو اگرچہ وقت ولادت کے مس شیطان ہوا ہو اور عیسی علیہ السلام میں وقت ولادت بھی نہیں ہوا کہ دعا قبل سے مقبول ہوگئی تھی چنانچہ بخاری کی دوسری روایت ابوہریرہ رض میں مرفوعا ہے کہ ہر بنی آدم کے دونوں پہلو میں شیطان اپنی دو انگلیوں سے مارتا ہے جسدم وہ پیدا ہوتا ہے سوائے عیسی بن مریم کے کہ مارنے گیا تھا مگر اسنے حجاب میں مارا یعنے جس جھلی کے اندر بچہ ہوتا ہے پس اس حدیث میں فقط عیسی علیہ السلام کا ذکر ہے اور زمخشری وغیرہ معتزلہ نے اس حدیث سے اس وہم پر انکار کیا کہ مس شیطان یعنے اغوا و بہکانا یہ بدون سن تمیز و بلوغ کے نہیں ہوتا ہے پس وقت ولادت کے اغواء کے کچھ معنے نہیں ہیں اور بیضاوی نے یہ جواب دیا کہ مس شیطان سے طمع اغوا مراد ہے یعنے ہر مولود کے پیدا ہونے پر شیطان کو اسکے اغوا کی طمع ہوتی ہے اور یہ جواب بنا بر فاسد فاسد ہے گویا بیضاوی رح نے مان لیا کہ زمخشری کا یہ دعوی ٹھیک ہے کہ شیطان کا چھونا یعنے اغوا ہے اور طیبی رح نے جواب دیا کہ عیسی و انکی ماں کی خصوصیت اس فضیلت میں سوا ہے دیگر انبیا کے اسوجہ سے ہو سکتی ہے کہ روا ہے کہ شیطان دیگر انبیا کو مس کرے باوجودیکہ وہ لوگ اغوا سے معصوم ہیں اور پوشیدہ نہیں کہ یہ جواب بھی مانند جواب بیضاوی کے بنا بر فاسد بر فاسد ہے یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ مس کے معنے اغوا ہیں بلکہ مس کے یہی معنے ظاہری یعنے چھونا ہیں چنانچہ علامہ تفتازانی رح نے کہا کہ یہ روا ہے کہ شیطان بچہ کو وقت اسکی ولادت کے چھوے اسطرح کہ وہ چیخے جیسے کہ دیکھا و سنا جاتا ہے اور یہ مس بقصد اغوا نہیں ہے تا کہ یہ کہا جاوے کہ مولود کی ولادت کے وقت یہ متصور نہیں ہے اور یہی کلام تحقیق ہے۔ پھر رہا یہ امر کہ سوائے مریم و عیسی علیہ السلام کے جو کلیہ سے مستثنی ہیں باقی سب کے حق میں یہ حکم عام ہو حتی کہ دیگر انبیا علیہم السلام پر عیسی و مریم کو اس امر جزوی میں فضیلت ہے یا بعد اس استثنا کے بھی کلیہ میں سے تخصیص ہے پس اول تو ظاہر حدیث ہے ولیکن اسپر وارد ہوتا ہے کہ مفصل قصہ ولادت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا رونا وغیرہ مذکور نہیں الا انکہ کہا جاوے کہ مس شیطان کے واسطے رونا بطور لازم نہیں ہے پس جائز ہے کہ مس شیطان ہوا اور رونا واقع نہوا ہو اور رد کیا گیا کہ فیستہل صارخا من مسہ۔ کی تفریع و تعلیل اسوقت درست نہیں ہو سکتی اور نہ اسکے مس کا کوئی نتیجہ ہے جو مذکور ہو سوائے اسکے سفاہم اور عینی نے عیاض رح سے نقل کیا کہ تمام انبیا اس امر میں عیسی علیہ السلام کے شریک ہیں پس کلیہ مذکورہ سے ماسوائے انبیا کے دیگر بنی آدم باقی مراد ہونگے اور دعاے مادر مریم کا اثر ظاہر حق مریم ہوگا اسواسطے کہ عیسی علیہ السلام تو نبوت کی وجہ سے اس سے بچے ہوئے تھے اگرچہ مادر مریم کو معلوم نہ تھا جبکہ انھوں نے دعا کی کہ مریم کے بطن سے نبی پیدا ہوگا جو مس شیطان سے محفوظ ہوگا مثل انبیا کہ محفوظ ہوتے ہیں اور قرطبی رح نے کہا کہ یہی قول مجاہد رحمہ اللہ کا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی اعرف و اصح ہے۔ پھر اگر یہی ثابت ہو کہ یہ امر مخصوص بحضرت عیسی و مریم تھا تو اسمیں دلیل ہوگی کہ سوائے انبیا علیہم السلام کے دیگر افراد بنی آدم میں سے بعض میں کوئی ایسی ادنی سی بات فضیلت کی ہوتی ہے جو انبیا علیہم السلام میں نہیں ہوتی ہے اگرچہ فضل کلی انبیا علیہم السلام کو ہے کیونکہ مریم کچھ نبی نہ تھیں اور انکو یہ فضیلت جزوی تھی تامل اور قولہ انی سمیتہا مریم میں دلیل ہے کہ پیدا ہونے کے روز نام رکھنا شرع سابق بھی تھی جیسے ہماری شرع میں ہے چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا کہ رات میرا بیٹا پیدا ہوا میں نے اپنے جد اعلی کے نام پر اسکا

نام ابراہیم رکھا۔ رواہ البخاری ومسلم اور نیز ایک نے کہا کہ رات میرا فرزند پیدا ہوا مین اسکا کیا نام رکھون آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ عبد الرحمن نام رکھ۔ رواہ البخاری پس سمرہ بن جندب رض سے جو روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لڑکا اپنے عقیقہ مین رہن ہوتا ہی اسکے پیدا ہونے کے ساتوین دن اسکی طرف سے ذبح کیا جاوے اور اسکا نام رکھا جاوے اور اسکا سر منڈایا جاوے۔ رواہ احمد واہل السنن و صحح الترمذی پس اس روایت کے یہ معنے لیے جاوین کہ اسکی طرف سے ذبح کیا جاوے اور اسکا جو نام ہی لیا جاوے یعنے یون کہا جاوے کہ مین اپنے فلانے فرزند کی طرف سے اللہ تعالے کے واسطے قربانی کرتا ہون تو سب روایتون مین موافقت ظاہر ہی یا یہ مراد ہو کہ تاخیر تا روز ہفتم جائز ہی فافہم واللہ اعلم **ف۔ قال الشیخ فی العرائس** قولہ تعالے انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ **مترجم** کہتا ہی کہ محرر یعنے آزاد ہی مقابل رقیق یعنے بندہ وغلام وبردہ جیسے حریت مقابل رقیت ہی قال الشیخ قولہ محررا ای حرا از رق نفس یعنے اپنے نفس کا بندہ ہونے سے آزاد اور مس شیطان سے پاک اور ماسواے حق عزوجل کے سب سے صاف فقط اللہ تعالے ہی کے واسطے مخصوص اور اسکی محبت مین اخلاص والا اور اسکی بندگی مین سچا۔ اور نیز۔ تیری خدمت مین مشغول تیرے مشاہدہ کے مقام مین آزاد تاکہ تیرے ہی واسطے خالص ہوا و حظار بوبیت کو پورا کرے۔ اور نیز۔ آزاد تیری بندگی مین تیری ہی محبت کے ساتھ کہ جنت ودوزخ کی مشغولی سے الگ ہوتا کہ تیری عبادت تیرے ہی لیے ادا کرے تیرے سواے ہر چیز کی طرف التفات کرنے سے الگ ہو اور نیز ماہر ہی کہ اسرار باطن سے یقین کیا تھا کہ لڑکی ہوگی اگرچہ خود نص عقل سے اسکو معلوم نہین کیا تھا کیونکہ اسکو سواے حق عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہی پس کہا کہ مین نے تیرے واسطے اسکو آزاد کر دیا کیونکہ وہ تیرے کلمہ عیسی علیہ السلام کے وجود کی جگہ ہی اور سزاوار نہین کہ جو آزاد سے حامل ہو وہ خود آزاد نہو بلکہ اسکو بھی آزاد ہی ہونا چاہیے ہی۔ اور استاد رح نے فرمایا کہ حر وہ ہی جو مخلوقات مین سے کسی کے رق مین نہو اسکو حق عزوجل نے اپنے حکم ازلی سابق مین قرار دیا ہو کہ وہ تمام وجہ سے تمام احوال مین ہر طرح کی مشغولی سے آزاد ہی۔ اور جعفر رح نے فرمایا کہ محررا ای آزاد از دنیا واہل دنیا۔ اور محمد ابن علی رح نے قولہ انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ کی تفسیر مین کہا ای نیز ابندہ خالص ہو اور جو تیرے واسطے خالص ہو گا وہ تیرے ماسواے سب سے آزاد ہوگا سہل بن عبد اللہ رح سے محررا۔ کے معنے پوچھے گئے تو فرمایا کہ وہ شخص جو اپنے نفس کے ارادہ اور خواہش کی پیروی سے فارغ وآزاد ہو۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا

پھر قبول کیا اسکو اسکے رب نے اچھی طرح کا قبول اور بڑھایا اسکو اچھی طرح بڑھانا۔ اور سپرد کی زکریا کو جس وقت آیا اوس پاس

زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ

زکریا حجرے مین پایا اس پاس کچھ رزق بولا اے مریم کہان سے آیا تجھکو یہ بولی یہ اللہ

عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

کے پاس سے ہی اللہ تعالے رزق دیتا ہی جسکو چاہے بے قیاس

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا۔ ای قبل مریم من امہا۔ پس مریم کو اسکی مان سے اسکے رب نے قبول کیا۔ **بِقَبُولٍ حَسَنٍ**۔ اچھی قبولیت کے ساتھ۔ **وَاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا**۔ انشاہا بخلق حسن وکانت تنبت فی الیوم کما ینبت المولود فی العام واتت بہا امہا الاحبار سدنۃ بیت المقدس فقالت دونکم ہذہ النذیرۃ فتنافسوا فیہا لانہا بنت امامہم فقال زکریا انا احق بہا لان خالتہا عندی فقالوا لا حتی نقترع فانطلقوا وہم تسعۃ وعشرون الی نہر الاردن والقوا اقلامہم علی ان من ثبت قلمہ فی الماء وصعد فہو اولی بہا فثبت قلم زکریا فاخذہا وبنی لہا غرفۃ فی المسجد

فسلم لا یصعد الیها غیرہ وکان یاتیها باکلها وشربها ودهنها فیجد عندها فاکهة الشتاء فی الصیف وفاکهة الصیف فی الشتاء کما قال الله تعالیٰ وکفلها زکریا۔ ضمها الیه فی قراءة بالتشدید ونصب زکریا ممدودا ومقصورا والفاعل الله تعالیٰ۔ اور بڑھایا اسکو اچھی پیدائش سے پس مریم بڑھتی ایک دن میں جیسے بچہ ایک سال میں بڑھتا ہی اور لائی مریم کو اسکی ماں ان عالموں کے پاس جو بیت المقدس کے مجاور تھے اور بولی کہ لو تم لوگ اس نذر کی ہوئی کو پس سبھون نے اسمین رغبت کی کیونکہ وہ انکے امام کی لڑکی تھی پس زکریا نے کہا کہ مین اسکا زیادہ حقدار ہون کیونکہ اسکی خالہ میرے پاس ہی تو انہون نے کہا کہ نہین بلکہ ہم سب قرعہ ڈالینگے پس چلے یہ لوگ نہر اردن کی طرف اور سب انتیس آدمی تھے اور سبھون نے اپنا اپنا قلم پانی مین ڈالا اس شرط سے کہ جسکا قلم ٹھہر جاوے پانی مین اور چڑھے تو وہ اسکی پرورش کے لیے اولیٰ ہی پس زکریا کا قلم ٹھہر گیا پس زکریا نے اسکو لے لیا اور مسجد مین اسکے لیے ایک غرفہ بنایا سیڑھی سے چڑھنے کا کہ مریم کے پاس اس سیڑھی سے چڑھکر سوائے زکریا کے کوئی نہین جاتا تھا اور زکریا مریم کے پاس مریم کا کھانا پانی اور تیل لاتے تھے پس زکریا نے مریم کے پاس جاڑون کے میوے گرمیون مین پائے اور گرمیون کے میوے جاڑون مین پائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قصہ بیان فرمایا ہی اور کفلها۔ بدون تشدید فا۔ یعنے کہا لغت سے صیغہ ماضی معروف ہی اور دوسری قرأت مین یعنے ضم ہی ملایا زکریا نے مریم کو اپنی پرورش مین۔ اور کوفیون کی قراءۃ مین تکفیل سے بتشدید فا ماضی معروف ہی زکریا کو اعراب نصب ہی اور زکریا بمد و بقصر دونون طرح ہی پس جنہونے بمد پڑھا انہونے نصب ظاہر کیا ہمزہ زکریا بنصب ہمزہ پڑھا اور جنہونے بقصر پڑھا تو زکریا محل نصب مین رہا اور تکفیل کا فاعل اللہ تعالیٰ ہی یعنے کفیل کر دیا اللہ تعالیٰ نے مریم کا زکریا کو اور اللہ تعالیٰ نے زکریا کو اس لڑکی مریم کے بارہ مین بعض کرامات دکھلائین تاکہ سبھون کو پہلے سے تسلیم ہو اور جب عیسیٰ بے باپ پیدا ہون تو کوئی انکار نکرے اور منجملہ کرامات کے فرمایا۔ کُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ہر بار جب زکریا اس لڑکی کے پاس محراب مین آتا تو اسکے پاس رزق پاتا یعنے جاڑون مین گرمی کا میوہ اور گرمی مین جاڑے کا۔ محراب سے مراد غرفہ ہی اور وہ اشرف المجالس ہی گویا وہ بیت المقدس کے اشرف مقام مین بنا تھا۔ پھر زکریا نے یہ عجائب دیکھکر پوچھا۔ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ۔ من این لک ندا۔ کہا اے مریم کہان سے آیا تیرے لیے۔ قَالَتْ۔ وہی صغیرہ مریم کہنے لگی حالانکہ چھوٹی تھی۔ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ۔ یاتینی بہ من الجنة۔ یہ اللہ تعالیٰ کے یہان سے ہی وہ دیتا ہی مجھکو بہشت میں سے۔ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ رزقا واسعا بلا تبعة۔ اور جسکو چاہتا ہی رزق بیحساب دیتا ہی یعنے فراغ روزی بدون مشقت کے عطا کرے یہ قصہ خوب جانتا ہی اور روایتین کئی راہ پر ہین اور حدیث مین باسناد صحیح کوئی روایت نہین ملی تابعین سے البتہ روایات ہین اور ظاہر یہ ہی کہ وہ کتب واخبار بنی اسرائیل سے ماخوذ ہین واللہ اعلم اور آیۃ کریمہ کے معنی واضح ہین ان قصص و روایات پر موقوف نہین ہین جیسا کہ ترجمۂ آیۃ کریمہ سے ظاہر ہین۔ اور رہین روایات تو ان مین اختلاف چند وجوہ ہی اول آنکہ قبول رب کے معنی کیا ہین آیا یہ ہین کہ اسکو خدمت بیت المقدس کے واسطے قبول کیا تھا جیسے نذر کا لڑکا مقبول ہوتا تھا یا تحلیہ آخرت با عتبار صلاحیت کے ہی۔ دوم انبات حسن آیا بوجہ خاص ہی یا قولی خلقت باعتبار عموم کے ہی۔ اور کفالت زکریا آیا بقصہ مذکورہ ہی یا بسبب یتیم ہونے کے بلا منازعت ہی اور تکفل مسجد بیت المقدس مین ہی یا اپنے گھر مین ہی۔ اور سوم محراب سے محراب یا گوشۂ مسجد ہی یا جائے عبادت مریم ہی۔ اور قول مریم آیا حالت عہد یا صغر سنی مین ہی یا حالت تمیز مین ہی اور بہ سبب جسمین مروی ہوئی ہین اور مفسرین رحمہم اللہ نے ان سب مین سے اول ہی اول کو لیا ہی یعنے قبول برائے خدمت بیت المقدس وانبات بوجہ خاص و کفالت زکریا بقصہ مذکورہ اور تکفل در مسجد اور محراب غرفۂ مسجد و قول مریم بحالت صغر سنی۔ لہذا مین قصہ کو نقل کرتا ہون اور اختلافات کا بیان آگے

ہوگا ولیکن پہلے تفسیر کلام کے متعلق امور ذکر ہونا چاہیے۔ تقبل یعنے قبول مصدر ہے مانند ولوغ و وزوع کے اور یہی تین مصدر آئے ہیں اور تفعل یہاں بمعنے تکلف نہیں جو اسکی اصل ہے بلکہ بمعنے فعل ہے اس لڑکی کو نذر میں قبول کیا اور راضی ہوا اور بعض نے کہا کہ تقبل بمعنے تکفل ہے اسکی کفالت اچھی طرح کرادی حالانکہ وہ بے باپ کی یتیم تھی کیونکہ عمران اسکو پیٹ میں چھوڑ کر مر گئے تھے۔ انبتہا نباتا حسنا۔ نباتا مصدر ہے پس ان تو تقدیر کلام یوں ہے فانبتہا فنبتت نباتا حسنا۔ اور یا مفعول مطلق بر غیر فعل ہے کیونکہ فعل نبات ہے جیسے تقبلہا بقبول میں بھی ایسا ہی کہا گیا کہ تقبلہا قبولا کے معنے میں ہے اور یہ جائز ہے جیسے تکلمت کلاما اور جویبر نے ضحاک کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ فتقبلہا ربہا بقبول حسن یعنے اسکو نیکوں کی راہ چلایا اور قولہ وانبتہا نباتا حسنا۔ یعنے اسکی خلقت پوری کردی بدون زیادت و نقصان کے اور معنے انبات مع اگانا۔ نبات مع اگنا۔ عام یعنے سال۔ احبار جمع حبر عالم دین ہو وہ یعنے مطلق عالم۔ سدنہ جمع سادن یعنے خادم۔ نذیرہ یعنے منذورہ نتنافس رغبت یہاں مراد ہے۔ امام بیشوا اور عمران انہیں عالم باعمل معروف تھے۔ اور اسپر اتفاق ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔ اقتراع قرعہ ڈالنا۔ غرفہ یعنے اونچا مکان کوٹھری کے طور کا جسپر سیڑھی کے ذریعہ چڑھ سکیں۔ تنبیہ تکلیف و مشقت۔ پھر جاننا چاہیے کہ جو قصہ مفسرین نے بیان کیا ہے یہی ابن جریر نے عکرمہ و قتادہ و سدی سے روایت کیا ہے اور اس قصہ میں یہ ہے کہ ان لوگوں نے تین بار اپنے قلم ڈالے اور ہر بار زکریا کا قلم ٹھیر گیا اور اوپر آگیا اور محمد بن اسحاق کی روایت میں ہے گویا وہ خشک مٹی پر ہے پس مصدر کے معنے یہ ہیں کہ نہر میں قلم پھینکنے سے یکایک تو سب پانی میں غائب ہو سے پھر زکریا کا قلم اوپر ٹھیر گیا اور باقیوں کے قلم اوپر آکر بہنے لگے واللہ اعلم۔ اور بعض نے کہا کہ زکریا کا قلم چڑھاؤ کی طرف چلا اور اوروں کے قلم بہاؤ کی طرف بہے اور بعض نے کہا کہ یہ قلم توریت لکھنے کے تھے پھر زکریا نے لیکر مریم کو غرفہ مسجد میں رکھا اور محمد بن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ اپنے گھر میں مریم کی خالہ کے پاس رکھا اور بعضوں نے کہا کہ اول میں مریم کو اسکی خالہ پاس رکھا پھر جب بڑی ہوئی تو غرفہ مسجد میں رکھا اور اسکا دروازہ وسط میں تھا بدون سیڑھی کے وہاں چڑھنا ممکن نہ تھا پس دروازہ اسکا مقفل رہتا سوائے زکریا کے کوئی وہاں نہیں جاتا اور ربیع بن انس سے روایت ہے کہ جب زکریا مریم کے پاس سے نکلتے تو سات دروازے مقفل کرتے رواہ ابن جریر اور معالم میں محمد بن اسحاق کی روایت سے نقل کیا کہ زکریا نے ضعیف ہوکر کفالت مریم کی یوسف بن یعقوب کو جو بنی اسرائیل میں سے ایک شخص بڑھئی تھا اور مریم کا چچا زاد بھائی تھا سپرد کی اور اسنے مسجد میں رکھا اور یہ زمانہ قحط کا تھا کہ یوسف مذکور کو سخت تردد ہوا پس مریم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کر چنانچہ مریم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اسکی کمائی میں ترقی کردی اور خود مریم کو رزق وسیع ملتا تھا۔ واللہ اعلم۔ اور میں اس مقام پر تفسیر ابن کثیر کو نقل کرتا ہوں کہ اسپر لوگوں کا اعتماد ہے اور بعض اختلاف کو بھی نقل کرونگا۔ اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اسنے مریم کو اسکی ماں سے نذر قبول فرمایا اور اسکو اچھا اگانا اگایا یعنے اسکی شکل ملیح اور منظر خوش بنایا (اور مروی ہے کہ مریم بنی اسرائیل میں نہایت خوبصورت عورت تھیں) اور اسکے لیے قبولیت کی جو سامان ہیں سب مہیا کر دیے اور اپنے صالحین بندوں کے ساتھ کردیا کہ انسے علم و بھلائی و دین سیکھتی اسیواسطے فرمایا۔ وکفلہا زکریا۔ بتشدید فاء و نصب زکریا بنا بر مفعولیت اور زکریا کو اسکا کفیل بنایا اور بعض نے کہا کہ مضاف مقدر ہے اور کفل مصالحہا زکریا۔ اسکی مصلحتوں اور اچھے کاموں کے واسطے زکریا کو کفیل کردیا کیونکہ صرف بدن مریم کی کفالت کے کچھ معنے نہیں ہوسکتے ہیں) اور ابن اسحاق نے کہا کہ یہ کفالت کرادینا اسی وجہ سے تھی کہ وہ یتیم تھی اور دوسروں نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کو قحط پہونچا تھا اس وجہ سے زکریا نے مریم کی کفالت کرلی اور ان دونوں قولوں میں کوئی منافات نہیں ہے اور مصحف ابی بن کعب میں اکفلہا کی قراءت موافق معنے کفل بتشدید فاء وارد ہے اور اللہ عزوجل نے زکریا کو اسکا کفیل اسیواسطے مقدر کیا کہ مریم کو سعادت حاصل ہوکر

زکریا سے علم نافع و عمل صالح حاصل کرے کیونکہ وہ اسکے خالہ کا شوہر تھا جیسا کہ محمد بن اسحاق نے کہا ہی اور ایسا ہی ابن جریر وغیرہ نے روایت کیا
ہی اور بعض نے کہا کہ مریم کی بہن کا شوہر تھا جیسا کہ صحیح میں قصۂ معراج میں ہی کہ وہاں آپکو یحییٰ و عیسیٰ ملے۔ وہما ابنا الخالۃ۔ اور کبھی
یہ محاورہ اس معنے پر بھی بولا جاتا ہی جو ابن اسحاق نے ذکر کیا ہی یعنے خالہ زاد بھائی۔ اور بنا برین وہ اپنی خالہ کی پرورش میں تہی
اور صحیح میں ثابت ہوا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء میں حمزہ رضی اللہ عنہ کی دختر کے حق میں حکم دیا کہ وہ اپنی خالہ کی پرورش میں
رہے جو جعفر بن ابیطالب کی جورو تھی اور فرمایا کہ خالہ بمنزلۂ ماں کے ہی [صحیح میں ہی کہ زکریا علیہ السلام بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے اور یہ دلیل ہی
کہ جو پیشہ روا ہی اسکا کرنا مستحب ہی اور یہ زکریا ابن آذن بن مسلم بن صدوق از اولاد سلیمان بن داؤد علیہما السلام ہیں کما ذکرہ فی المعالم]
اور بعض نے نقل کیا کہ ابن عباس و ابن مسعود و چند صحابہ دیگر رضی اللہ عنہم و مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہی کہ مریم ان لوگوں کے امام کی بیٹی
تھی پس سبھوں نے اسمیں رغبت کی کہ کون اسکی کفالت کریگا پس قلام سے قرعہ ڈالا اور زکریا نے جو کہا کہ میں اسکی خالہ کا شوہر ہوں اسکا زیادہ
حق دار ہوں تو منظور نہ ہوا کہ اگر یہی بات ہوتی تو وہ اپنے ماں کے پاس رہنے کی زیادہ حقدار تھی پھر قرعہ بھی زکریا کے نام نکلا اور زکریا نے اسکی کفالت
کی **قال ابن کثیر**۔ پھر اللہ تعالے نے مریم کی سرداری و بزرگی کی اسکی محل عبادت میں خبر دی چنانچہ فرمایا کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندہا
رزقا۔ اور معالم میں کہا کہ بعض نے محراب سے مسجد مراد لی کیونکہ انکی مسجدون کا نام محراب ہوتا تھا اور مفسر رحمہ اللہ نے غرفہ مراد لیا **قال ابن کثیر**
اور مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و ابو الشعثاء و ابراہیم نخعی و ضحاک و قتادہ و ربیع بن انس و عطیۃ العوفی و سدی نے۔ وجد عندہا رزقا۔ میں کہا کہ
جاڑون کے میوے گرمیون میں اور گرمیون کے میوے جاڑون میں پائے اور مجاہد سے روایت ہی کہ رزق سے مراد علم ہی یا کہا کہ صحیفہ
جسمیں علم ہوتا۔ رواہ ابن ابی حاتم ولیکن اول اصح ہی۔ اور اس قصہ میں بہت سے دلالات اس امر کے موجود ہیں کہ اولیا کی کرامت حق ہی اور
احادیث میں اسکے نظائر کثرت سے موجود ہیں۔ سراج المنیر میں مذکور ہی کہ اسمیں کرامت اولیا حق ہونے کی کیسی بڑی قطعی دلیل موجود ہی
اور یہ کچھ معجزہ زکریا علیہ السلام کا نہیں تھا جیسا کہ ایک جماعت نے گمان کیا ہی اور یہ گمان صریح جہالت ہی اسواسطے کہ زکریا پر خود حال مشتبہ
تھا چنانچہ مریم سے پوچھا کہ یہ تمکو کہاں سے آیا اور اگر معجزہ ہوتا تو دعوی ہوتا اور یقین جانتے کیونکہ نبی کی یہی شان ہی اور نیز۔ ہنالک دعا زکریا
ربہ۔ کے کیا معنے کیونکہ یہی سمجھکر تو انھوں نے اپنی دعا کرنے کی راہ پائی اور خود کرامات اولیا پر دلالات دیگر بھی صریح ہیں جیسے قصۂ اصحاب کہف
کہ کئی سو برس تک اپنے پیٹ کے غار میں زندہ سوتے رہے اور قصۂ آصف بن برخیا کہ نظر پھرنے سے پہلے تخت بلقیس لے آئے اور عمر بن الخطاب
رضی اللہ عنہ نے منبر مدینہ پر اپنا لشکر جو نہاوند فارس میں تھا دیکھا اور آواز دی یا ساریۃ الجبل او ساریہ سردار لشکر نے یہ آواز وہاں سنی حالانکہ درمیان
میں ایک مہینہ کی راہ کا فاصلہ تھا اور خالد بن الولید نے زہر ہلاہل پی لیا اور کچھ ضرر نہوا اور دیگر اخبار کثیرہ موجود ہیں اور مترجم کہتا ہی کہ
ابن حجر وغیرہ نے بعض صحابہ رض کا حال اسماء الرجال میں لکھا کہ بعد موت کے جنازہ میں سے اٹھکر گفتگو کی ہی اور انکار اسکا سوا ے
بداعتقاد جاہل کے کوئی نہیں کرسکتا و **خطیب** نے سراج میں خوب کہا کہ بداعتقادون و خواہش پرستون نے جو اس سے انکار کیا تو کچھ تعجب
نہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ انھوں نے اپنے آپ میں اسکا مشاہدہ نہیں پایا اور نہ اپنے کسی پیشوا کو سنا جنکی نسبت گمان کرتے ہیں کہ وہی کچھ تھے
پس انھوں نے اولیاء اللہ صاحبان کرامت کو جاہل صوفی کہنا شروع کیا اور انکے حق میں زبان دراز بن کئیں بھلا انکو کیا خبر ہی کہ صفا عقیدت
و پاکیزگی سر قلب و ظہور انوار حق و خطور اسرار صفا و محبت کیا چیز ہی لیکن تعجب تو یہ ہے اہل سنت سے ہی کہ اس سے دریافت کیا گیا کہ روا
ہی کہ ابراہیم بن ادہم کو جو ثقات معتبرہ رواۃ حدیث میں سے مشہور معروف شخص ہی لوگوں نے آٹھوین ذی الحجہ کو بصرہ میں دیکھا تھا اور اسی روز

اسکا حج میں مکہ میں شریک ہونا معلوم ہوا تو کہا کہ جو ایسا جائز ہونے کا اعتقاد کرے وہ کافر ہے پھر **خطیب شافعی** نے کہا کہ حق وہی ہے جو امام نسفی حنفی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جب ایسے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ عادت کے خلاف ہونا بطریق کرامت کے اہل اللہ تعالیٰ سے اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔ اور **حافظ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے **حافظ ابویعلی الموصلی** کی اسناد سے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چندروز ایسے رہے کہ آپ نے کھانا نہیں پایا یہانتک کہ آپ پر یہ گران گذرا پس اپنی ازواج مطہرات کے گھروں میں گئے اور انمیں سے کسی کے پاس کچھ نہ پایا پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی پاک بیٹی کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے پیاری بیٹی تیرے پاس کچھ ہے کہ میں کھاؤں بولی کہ اے باپ میری جان آپ پر قربان میرے پاس کچھ نہیں ہے پھر جب آپ وہاں سے نکلے تو فاطمہؓ کی ایک پڑوسن عورت نے دو روٹیاں اور ایک ٹکڑا گوشت کا بھیجا حضرت سیدہؓ نے لیکر اسکو ایک طباق میں رکھا اور کہا کہ واللہ میں اس طعام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے بہ نسبت اپنی اور اپنے پاس والوں کے اختیار کرونگی حالانکہ یہ سب بھی کھانے سے سیر ہونے کے محتاج تھے پھر حسن یا حسین علیہما السلام میں سے کسیکو رسول اللہ صلعم کے پاس بھیجا پس آپ واپس آئے تو حضرت سیدہؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس کچھ بھیجا ہے وہ میں نے آپ ہی کے واسطے رکھ چھوڑا آپ نے فرمایا کہ لے آ تب وہ لائیں اور ڈھکنا کھولا تو دیکھا کہ وہ تمام کھانے سے بھرا ہے یہ دیکھکر حضرت سیدہؓ حیران ہوئیں اور سمجھیں کہ یہ اللہ تعالیٰ نے میرے واسطے برکت دیدی پس اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور رسول اللہ صلعم پر درود بھیجا اور حضرت صلعم کے آگے پیش کیا پس جب آپ نے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور فرمایا کہ اے بیٹی یہ تجھکو کہاں سے آیا۔ سیدہ علیہا السلام نے عرض کیا کہ اے بابا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔ آنحضرت صلعم نے سنکر کہا کہ الحمد للہ کہ اسنے تجھے بنی اسرائیل کی سردار لڑکی کے مانند کیا ہے کہ اسکو جب کوئی پوچھتا کہ یہ رزق تجھے کہاں سے آیا تو کہتی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اللہ جسکو چاہے رزق بے حساب دے پھر رسول اللہ صلعم نے بھیجکر علی کرم اللہ وجہہ کو بلوایا پھر حضرت صلعم نے اور علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام نے اور حضرت صلعم کے تمام ازواج نے و اہل بیت نے کھایا حتیٰ کہ سب سیر ہو گئے اور وہ کھانا جیسا تھا ویسا ہی رہا پس حضرت سیدہؓ نے تمام پڑوسیوں کو بانٹ دیا اور اللہ تعالیٰ نے اسمیں برکت و خیر کثیر دیدی (اسنادہ حسن) **ف۲** عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ فتقبلها ربها بقبول حسن مریم کو اللہ تعالیٰ کا مقبول فرمانا یہ ہے کہ اسکو اپنی بندگی کے لیے خالص کر لیا اور اسکو اپنی آیت و کرامت کا محل قرار دیا یعنے حضرت عیسیٰ جو اللہ تعالیٰ کا بندہ رسول اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں سے ایک آیت تھا جیسے رسول ہوا کرتے ہیں اسکی پیدائش کا محل قرار دیا اور مریم کو اپنے برگزیدہ بندوں کے گود میں پرورش کرایا اور اپنی بڑی آیتوں میں سے اسکے واسطے وہ کچھ کشف کیا کہ اسکے مقابلہ میں اسکے زمانہ والے سوائے انبیا کے کوئی نہ تھے سوا انبیا بھی تعجب کرتے تھے اور ظاہر میں اسکے لیے تعلیم کو روح القدس بھیجدیا تاکہ اسکو حسن ادب سکھلا دے اور مریم میں اپنے مخلوق میں سے ایک روح خاص پھونکی جو طیر انس تھے تاکہ مریم کے واسطے وہ آخرت کا ذخیرہ ہو اور جعفر نے فرمایا کہ اسکو قبول کیا ایسا کہ انبیا علیہم السلام نے باوجود اپنی بلندی قدر کے اسکی شان سے جو اسکو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حاصل ہوئی تعجب کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ زکریا علیہ السلام نے اس سے کہا۔ انی لک ہذا قالت ہو من عند اللہ۔ اے اسی پاک پروردگار کے پاس سے ہے جسنے مجھے مقبول کر لیا ہے اور واسطی نے کہا کہ بقبول حسن سے یہ مراد ہے کہ اسکو محفوظ کر دیا۔ قولہ تعالیٰ وانبتها نباتا حسنا۔ یعنے درخت ربوبیت کے سایہ میں قدرت کے پانی سے سینچکر اسکو پرورش کر دیا کہ اسمیں نبوت کا پھل آیا تاکہ اس پھل سے خلق کی زندگی ہو کیونکہ وہ پھل یعنے عیسیٰ علیہ السلام جناب باری عز و جل کی طرف سے روح مخلوق تھی۔ اور بعض نے کہا کہ شریعت میں احسان اسکی طرف رکھا اور حقیقت میں اسکو حفظ فرمایا اور اگایا اور میں

عطاؒ نے کہا کہ کیا اچھی نباتات وہ ہے کہ اسکا پھل مثل عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے ہو۔ اور استادؒ نے فرمایا کہ اسکو قبول حسن سے مقبول
کیا یعنی اسکو اس مرتبہ سے بڑھکر پہونچا دیا جسقدر اسکی ماں نے تمنا کی تھی۔ اور بعض نے کہا کہ قبول حسن یہ ہے کہ اسکو عصمت کے ساتھ پرورش کیا
تاآنکہ وہ کہتی تھی کہ اعوذ بالرحمن منک ان کنت تقیا۔ اور نیز کہا کہ حسن قبول کے اشارات سے یہ بھی ہے کہ وہ مطہرہ ہی نہیں پائی جاتی تھی
یعنے ہمیشہ نماز میں رہتی تھی۔ قولہ تعالے کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندہا رزقا۔ اللہ تعالے اسکو اس خلوت میں جنت سے روزی
دیدیتا تھا یہ اسکی خدمت بندگی وعفت کا عوض تھا اور اسکے حق میں کرامت تھی تاکہ دنیا کی مشغولی میں نہ پڑے اور حقیقت توکل یہی ہے کہ اسمین
کسی مخلوق کی طرف التفات نہو اگرچہ مخلوق نبی مرسل کیوں نہو۔ اور استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ جب زکریا اسکی پاس کھانا لیجاتے تو اسکے
پاس رزق موجود پاتے تاکہ جاننے والے جان جاوین کہ اللہ سبحانہ اپنے اولیا کی مشغولی اپنے سوائے دوسرے کی طرف نہیں ڈالتا ہے اور نیز فرمایا
کہ جیسے اولیاء اللہ مین سے کسی کی خدمت کی تو وہ ولی کی رفق ہے نہ آنکہ اسپر شفقت ہے کہ اللہ تعالے کے ولی کی خدمت کرے اور فرمایا کہ اسمین
اشارہ ہے کہ جو فقیروں کی خدمت کرتا ہے وہ اپنے واسطے ہے نہ آنکہ فقرا اسکے مخلوق کی گرانی مین ہین۔ قولہ تعالے انی لک ہذا۔ یعنے تو نے
کس کار خیر کے بدلے یہ پایا ہے۔ قالت ہو من عند اللہ۔ یعنے مین نے اسکو خالص بفضل الٰہی پایا ہے اسمین کسی کام کی مشقت وکسی امر خیر کی
محنت کو دخل نہین ہے قال المترجم یہی مذہب ہے اور یہی صحیح ہے اللہ تعالے کے احسانات وانعامات بندون پر کچھ انکے اعمال وافعال پر
نہین ہین مگر آنکہ نیک کام اللہ تعالے کی رضامندی وبندے کی قبولیت کا باعث ہوتے ہین جیسے بدکام وفسق وفجور اللہ تعالے کی
ناراضی کا سبب پڑجاتے ہین بدون اسکے کہ مال ومتاع ودیگر امور کے لیے انکو کچھ دخل ہو کیونکہ کثرت سے بدکار کھاتے پیتے ہین اور نیکوکار مفلس
محتاج ہین مگر نیکوکارون کو منزلت وکرامت ہے اور بدکارون کو خواری وذلت اگرچہ آنکھون سے نظر نہ آوے مگر عقل والون کو سوجھتا ہے
اور حدیث صحیح مین قصہ مذکور ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ تین مسافر ایک غار مین چھپ گئے اور بشدت بارش وآندھی وزلزلہ سے ایک ٹکڑا پہاڑ کا اس
غار کے منھ پر گرا اور راستہ بند ہوگیا اور شدت وہی تھی آخر ہر ایک نے اپنے اپنے عمل صالح کے وسیلہ سے دعا مانگی اور ہر ایک کی دعا پر قبولیت کا
اثر ظاہر ہوا اور وہ آفت دور ہوگئی قال الشیخ اور نیز حضرت زکریا کو خوف تھا کہ یہ منزلت کچھ حیلہائے شیطانی سے نہو لیس مریم سے
اسکے حال کی تفتیش کی تاکہ معلوم ہوجاوے کہ صدق حقیقت ہے کہ یہ کہان سے تھے تو مریم نے کہا کہ یہ اللہ تعالے کی خاص کرامات مین سے
ہے جو اسنے مجھے عطا فرمائی ہین اسمین شیطانی حیلہ کو کچھ دخل نہین ہے اور استادؒ نے کہا کہ زکریا کو مریم کے حق مین اس منزلت ومرتبہ کا
یقین نہ تھا اور یہ خوف تھا کہ ایسا نہو کوئی دوسرا فرصت پاکر اسکی کفالت کا تعاہد کرتا ہو قال المترجم صحیح تفسیر یہ ہے جو ابن ابی حاتم وابن جریر وتابعین سے
بیان ہوئی ہے اور جان لینا چاہیے ہے کہ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے موضح القرآن مین قولہ تعالے فتقبلہا ربہا بقبول حسن مین لکھا کہ مریم کی
مان نے خواب دیکھا کہ اگرچہ یہ لڑکی ہے اللہ تعالے نے یہی نیاز مین قبول کی اسکو مسجد مین لیجا تو وہ لے گئی مسجد کے بزرگون نے پہلے کہا کہ لڑکی کا رکھنا
دستور نہین پھر جب اسکا جواب سنا تو قبول کیا اور حضرت زکریا کی عورت اسکی خالہ تھی وہی اسکو اپنے گھر رکھنے لگی اسکے واسطے مسجد مین الگ حجرہ بنایا
دنکو یہ وہان عبادت کرتین رات کو حضرت زکریا اپنے ساتھ لیجاتے۔ پھر مریم سے یہ کرامت دیکھی کہ بے موسم کا میوہ خدا کے یہان سے انکے پاس آیا ہے
حضرت زکریا جو ساری عمر اولاد سے ناامید تھے اب امیدوار ہوے کہ شاید بے موسم کا میوہ مجکو بھی ملے تو اسی جگہ اولاد کی دعا کی چنانچہ فرمایا۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ

وہین دعا کی زکریا نے اپنے رب سے کہا اے رب میرے عطا کر مجکو اپنے پاس سے بچہ پاکیزہ بیشک تو سننے والا ہے

الدُّعَآءِ ۝ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی

دعا پھر اسکو آواز دی فرشتون نے جب وہ کھڑا تھا نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ تجکو خوشخبری دیتا ہی یحییٰ کی

مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

جو گواہی دیگا اللہ کے ایک حکم کی اور سردار ہوگا اور عورت پاس نجاویگا اور نبی ہوگا نیکون مین سے

هُنَالِكَ ای لما رای زکریا ذلک وعلم ان القادر علی الاتیان بالشئی فی غیر حینہ قادر علی الاتیان بالولد علی الکبر وکان اہل بیتہ انقرضوا جب زکریا نے اسیا دیکھا اور جانا کہ جو خالق عزوجل اس بات پر قادر ہی کہ چیز کو اسکے غیر وقت مین لاوے تو وہ ضرور قادر ہی کہ بڑھاپے مین لڑکا دیوے اور حال یہ تھا کہ زکریا کی جورو کا سن ایاس کو پہونچ گیا تھا - دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ - لما دخل المحراب للصلوٰۃ فی جوف اللیل زکریا نے اپنے رب تعالے سے دعا مانگی یعنے درمیان رات مین جب نماز کے لیے محراب مین داخل ہوے - قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ - من عندک - ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً - ولدا صالحا - کہا کہ ای رب مجھے عطا کردے اپنے قدرت سے ذریت طیبہ یعنے فرزند صالح اور مفسر نے اشارہ کیا کہ یہ لفظ معنے مین واحد وجمع اور مذکر و مؤنث کے واسطے یکسان ہی پس طیبۃ صفت مؤنث باعتبار لفظ کے ہی اور دعا انکی محض فرزند کی تھی خواہ لڑکی ہو یا لڑکا اور لفظ کے معنے دونون کو شامل ہین - اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ - مجیب تو بے شک دعا سننے والا یعنے قبول فرمانے والا - فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ - جبرئیل - پس زکریا کو ملائکہ نے پکارا یعنے جبرئیل نے یہان ملائکہ جمع کی تفسیر فقط واحد جبرئیل سے کی اسواسطے کہ وہی فقط رسول پروردگار تھے طرف انبیا کے باستقلال - اور اسکی مؤید ہی قراءۃ ابن مسعود فناداہ جبرئیل - پس یہ یا تو بمنزلہ اسکے ہی کہ ان ابراہیم کان امۃ - تھے ابراہیم ایک امت حالانکہ واحد تھے - یا الملائکۃ مین الف لام جنس ہی جیسے فلان یرکب الخیل - فلانا گھوڑون پر سوار ہوتا ہی حالانکہ تمام گھوڑون پر سوار ہونا مراد نہین ہی یا بایں معنے کہ سردار جب کہنے والا ہو تو جمع سے کہہ سکتا ہی مثلاً کوئی کہے کہ میرے سپاہی تجکو پتا بتادینگے حالانکہ ایک سپاہی بتلاویگا والاول اوجہ یا جبرئیل رئیس ملائکہ ہین مع اتباع لیے گئے واللہ اعلم - وَهُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ - المسجد - درحالیکہ زکریا کھڑا ہوا محراب مین نماز پڑھتا تھا - یعنے مسجد مین اَنَّ اللّٰهَ - ای بان اللہ یعنے بحذف حرف صلہ - یہی قراءۃ جمہور ہی وفی قراءۃ بالکسر بتقدیر القول - ابن عامر ونافع وحمزہ کی قراءۃ مین ان بالکسر ہی پس قول مقدر ہی ای قالوا - اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ - مثقلا ومخففا - یعنے اکثر کی قراءۃ تو بتشدید شین از تبشیر ہی اور حمزہ وکسائی کی قراءۃ مین یبشر بروزن ینصر ہی اور حمزہ نے تمام قرآن مین بتخفیف پڑھا سوائے قولہ فبم تبشرون کی کہ وہان تشدید شین پر اتفاق ہی - بِیَحْیٰی مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ - کائنۃ - مِّنَ اللّٰهِ - ای بعیسی انہ روح اللہ وسمی کلمۃ لانہ خلق بکلمۃ کن - یعنے جبکہ زکریا محراب مین نماز پڑھتا تھا تو اسی حالت مین جبرئیل نے آواز دی بایں طور کہ اللہ تعالے تجھے بشارت دیتا ہی یحییٰ کی درحالیکہ وہ تصدیق کرنے والا ہوگا کلمۃ اللہ کی - وہ عیسی علیہ السلام ہی اور تصدیق یہ کہ وہ روح اللہ ہی اور عیسی کو کلمۃ کہا گیا اسواسطے کہ بدون باپ کے فقط کلمۂ کن سے پیدا کیے گئے جیسا ایک آیت مین صریح مذکور ہی جو انشاء اللہ تعالے آگے آویگی - وَسَیِّدًا - متبوعا - اور یحییٰ سید ہوگا یعنے لوگ اسکی پیروی کرینگے - وَّحَصُوْرًا - ممنوعا عن النساء - اور سخت باز رکھنے والا اپنے آپ کو عورتون سے - وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ - اور صالحین انبیاء مین سے ہوگا - روی انہ لم یعمل خطیئۃ ولم یہم بہا - روایت ہی کہ یحییٰ نے کوئی خطا نہین کی اور نہ خطا کا قصد کیا رواہ ابن عساکر عن معاذ - یہ قصہ مستقل ہی مگر درمیان قصۂ مریم مین اسوجہ سے آیا کہ اس سے مربوط ہی کیونکہ وقوع اسکا یون ہوا کہ زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے

پاس غیر موسم کے پھل دیکھے اور فرزند کی طمع کی قال تعالے ہنالک دعا زکریا ربہ - اور ہنالک اصل میں ظرف مکان ہی اور بعض نے کہا کہ اصل ظرف زمان ہی مگر استعمال اسکا دونون کے واسطے ہوتا ہی اور لام برائے دلالت بُعد - اور کاف خطاب ہی اور یہان اگر ظرف مکان مراد ہی تو معنے یہ کہ اسی مقام مین اور اگر ظرف زمان مراد ہی تو اسیوقت اور ظاہر یہ ہی کہ جو مفسر رحمہ اللہ نے کہا ہی جسوقت زکریا نے یہ دیکھا کہ مریم کو اللہ تعالے نے غیر موسم کا میوہ دیا ہی پس ظرف زمان ہوگا اگرچہ مستعار ہو اور دعا زکریا بمعنے اراد الدعاء ہوگا بقرینہ قولہ وہو قائم یصلی فی المحراب - اور جو تفسیر موضح القرآن سے مذکور ہوئی اس بنا پر اس تکلف کے حاجت نہ ہوگی فتامل - اور طبرانی و بیہقی نے ابن عمر رضہ سے مرفوعًا روایت کی کہ بچو ان مذابح سے یعنے محرابون سے - اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین موسی جہنی رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ برابر میری امت بھلائی پر رہیگی جب تک مسجدون مین مذابح نہ بناوین مثل مذابح نصاری کے - اور اسکی کراہت ایک جماعت صحابہ سے مروی ہی ذکرہ فی فتح البیان اور علماے حنفیہ مین سے اکثر محققین کے نزدیک محراب مین نماز مکروہ ہی اور اگر امام محراب مین ہو اور قوم مسجد مین ہون تو نماز صحیح نہین ہی - اور محراب یہ کہ اگلا دروازہ جانب قبلہ کھلا ہو گویا محراب مسجد سے باہر چبوترہ ہی - بخلاف ہماری مساجد کے محرابون کے کہ یہ بند اور داخل ہوتی ہین - قولہ ان اللہ یبشرک بیحیی - اے بولادۃ یحیی اور قتادہ وغیرہ نے کہا کہ یحیی اسوجہ سے نام ہوا کہ اللہ تعالے نے اسکو ایمان سے زندہ کیا ذکرہ ابن کثیر اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالے نے انکا دل طاعت سے زندہ کیا کہ حضرت یحیی ع نے کبھی معصیت کا قصد بھی نہین کیا - بعض نے کہا کہ اگلی کتابون مین انکا نام حنا تھا ذکرہ القرطبی و بعض نے کہا یوحنا تھا - قولہ مصدقا بکلمۃ من اللہ یعنے کلمہ من اللہ کی تصدیق کرنے والا - ربیع بن انس نے کہا کہ یحیی ع نے اول عیسی کی تصدیق کی - اور ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی کہ یحیی و عیسی برادران خالہ زاد تھے اور یحیی علیہ السلام کی مان حضرت مریم سے کہتی تھین کہ مین پاتی ہون کہ جو میرے پیٹ مین ہی وہ اسکو سجدہ کرتا ہی جو تیرے پیٹ مین ہی پس یہی حضرت یحیی ع کی تصدیق عیسی ع ہی اور یحیی حضرت عیسی ع سے چھ مہینہ بڑے تھے پھر حضرت عیسی ع کے اُٹھائے جانے سے پہلے حضرت یحیی ع مقتول ہوے ذکرہ ابن کثیر وغیرہ - قولہ سیدا و حصورًا - ابو العالیہ و ربیع و قتادہ و سعید وغیرہ نے کہا کہ سید یعنی حلیم ہی اور قتادہ نے کہا کہ علم و عبادت مین سردار اور ابن عباس و ضحاک و ثوری نے کہا کہ سید یعنے حلیم متقی - اور بعض نے کہا فقیہ عالم - اور بعض نے کہا کہ شریف اور مجاہد نے کہا کہ جو اللہ تعالے کے نزدیک بزرگ قدر ہو - اور حصور کی تفسیر مین مختلف قول ہین اور ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوعًا و موقوفًا روایت کی کہ اللہ تعالے کے مخلوق مین سے کوئی نہین کہ گناہ کے ساتھ اس سے نہ ملے سواے یحیی بن زکریا کے پھر پڑھا سیدا و حصورا - پھر زمین مین سے کوئی شی لی اور کہا کہ حصور وہ ہی جسکا آلۂ تناسل اسکے مانند ہو اور یحیی بن سعید القطان نے اپنے کلمہ کی انگلی کی پور سے اشارہ کیا اور ابن کثیر نے کہا کہ موقوف کی سند بہ نسبت مرفوع کے اچھی ہی اور اسکو ابن مردویہ نے ابوہریرہ سے روایت کیا اور ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہی اور اس تقدیر پر معنے ممنوع النساء کے یہ ہین کہ عورت کے پاس جانے کی قدرت ہی نہ تھی اور یہ سعید بن المسیب وغیرہ سے مروی ہی اور اسپر یہ وارد ہوتا ہی کہ مقام یہان مدح کا ہی پس اگر عدم قدرت کی وجہ سے یہ بات ہوتی تو مدح کچھ نہ تھی کیونکہ مدح کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر جبھی ہوتی ہی کہ کرنے یا نہ کرنے والا اسکے برخلاف پر قادر ہو ورنہ عصمت بی بی از بے چادری کی مثل معروف ہی و فرمایا اللہ تعالے نے یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا الآیہ - یعنے جو نہین کیا اسکے ساتھ تعریف چاہتے ہین پس ارجح یہ ہی کہ وہ قادر تھے مگر بعفت و زہد اپنے آپ کو اس سے باز رکھتے تھے اور قاموس مین ہی کہ حصور وہ ہی کہ عورتون کے پاس نجاوے حالانکہ وہ اسپر قدرت رکھتا ہو یا وہ کہ عورتون کی خواہش نہ کرے اور انکی نزدیکی نہ کرے اور نیز حصور بہ بین معنے اسوجہ سے

یہی اولیٰ ہے کہ انبیا علیہم السلام کے ساتھ کسی آفت کا لاحق ہونا بھی دور رہتا ہے اور اسی قول کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ حصور کے معنی منوع سے تفسیر کی یعنے فعول مبالغہ فاعل ہے نہایت باز رکھنے والا اپنے آپکو عورتوں سے اور یہ جبھی صادق ہوگا کہ اسکا مقتضی قائم ہو یعنے قدرت تمام موجود ہوا اور اگر قدرت ہی نہو تو وہ حاضر ہی نہوگا حصور کہاں سے ہوسکتا ہے اور اسی سے اصحاب شافعی رحمہ اللہ نے استدلال کیا ہے کہ ترک نکاح افضل ہے اور حق یہ ہے کہ اس سے حجت نہیں ہوسکتی ہے اور کلام اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالےٰ آویگا۔ قولہ ونبیًا من الصالحین۔ ای ناشیا من الصالحین۔ کیونکہ نسل انبیا سے تھے یا از جملۂ صالحین تھے فافہم۔ ف۲ فی العرائس قولہ تعالےٰ ہنالک دعا زکریا ربہ۔ جبکہ زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے پاس جاتے تو انکے پاس طرح طرح کے میوے پاتے یہ دیکھکر انھون نے جانا کہ یہ اللہ تعالےٰ کے نفائس کرامات سے ہین پس زکریا کی غیرت نبوت بھی جنبش میں آئی اور وہین خلوت مین ٹھہر گئے اور اللہ تعالےٰ سے فرزند کی دعا کی پس اللہ تعالےٰ نے اسکو منظور فرمایا۔ **قال المترجم** یہان سے معلوم ہوا کہ فرزند صالح کی دعا کرنا روا ہے۔ اور نیز حضرت زکریا نے حضرت مریم کو دیکھا اور انہین نور عیسی علیہ السلام ادراک کیا جو مریم مین چمکتا تھا اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک حضرت مریم کی کرامت کو دیکھا پس عیسی علیہ السلام کے مانند ایک فرزند کی درخواست کی اور اللہ تعالےٰ سے زبان اضطرار کے ساتھ مناجات کی او نیحیی کو جو نور کی قندیل تھے طلب کیا پس اللہ تعالےٰ نے بوڑھے نبی کی دعا قبول کی اور اسکی غیرت پر ترس کھا کر اسکو بیٹا دیا اور اسکی کرامت ظاہر کی اور یہ انبیا و اولیا و اہل معرفت کے واسطے حسن ادب ہے کہ جیسے ہی لوگ اللہ تعالےٰ کیطرف کسی امر کی مراد مانگنے کے محتاج ہون تو خلق سے خلوت مین ہو کر صدق و اخلاص کے گوشہ مین اپنی مراد مانگین تاکہ دنیا کے شغل اور مخلوق سے ایک طرف ہونے سے مناجات مین اخلاص ہو اور دعا قبول ہوجاوے اسواسطے کہ جو شخص خلوت و مراقبہ مین اپنے مولیٰ کے دروازے پر پڑجاتا ہے تو آخرت کے اسرار اور معرفت کے انوار سے بڑے بڑے بزرگ حالات و روشن مقامات اسکو کشف کردیے جاتے ہین قولہ تعالےٰ قال رب ہب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ۔ زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے ایسے شخص کی درخواست کی جو اللہ تعالےٰ کی بندگی مین انکی اعانت کرے اور اللہ تعالےٰ کی رسالت ادا کرنے اور امت کو نصیحت کرنے مین انکا خلیفہ ہووے **قال المترجم** حضرت یحیی علیہ السلام کی شان یہی تھی جو مذکور ہوئی اگرچہ زکریا علیہ السلام کی زندگی مین طاعت الٰہی کی مدد انکو یحیی علیہ السلام سے نہ ملی ہو مگر ثواب اخروی کی مدد انکی دعا سے ضرور ہوگی اور نصیحت امت تو نسے واقع ہوئی اگرچہ وہ نبوت مین عیسی علیہ السلام کے تابع تھے فافہم۔ اور نیز ایسا شخص مانگا جو عالم ربوبیت وعبودیت کی سیر مین پیدا کنندہ اور رہوا اور کشف حقیقت اور عشق ومحبت مین اللہ تعالےٰ کی طرف سے انکا مونس ہو اور طیبۃ سے یہ مراد ہے کہ ہر دو جہان کے ساتھ مشغول ہونے سے پاک ہو اور اپنے ارادہ سے الگ اور اپنی خواہشون سے پاکیزہ ہو پھر چونکہ اللہ تعالےٰ کو اسکی نیت کی سچائی معلوم تھی تو اسکو فی الفور اسکی مراد عطا فرمائی تاکہ اسکے واسطے معجزہ و کرامت ہو اور اسمین اشارہ ہے کہ جسنے اللہ تعالےٰ سے کوئی ایسی چیز مانگی جو اسکی بندگی مین اسکی مددگار ہو اور اللہ تعالےٰ کی رضامندی حاصل ہونیکا سبب ہو تو اسکی دعا کی قبولیت فی الفور ظاہر ہوتی ہے **قال المترجم** یہ حال کا بڑا اول ہے قولہ تعالےٰ فنادتہ الملائکۃ وہو قائم یصلی فی المحراب۔ یعنے حق سے مناجات کرنے کے محل مین جو کہ نماز ہے کیونکہ اسمین عصمت حق ہے اور اسمین نزول وحی ہے جو شخص نماز مین بشرط تفرید و خلوص نیت داخل ہوا اسکو اللہ تعالےٰ خصائص خطاب الہام فرماتا ہے۔ اور محراب ایسی جگہ ہے کہ درگاہ حق کے مراقبہ کرنے والے اسکو لازم پکڑتے ہین اس غرض سے کہ اسرار حق کی خوشبوئین انکے سر باطنی کو پہونچین اور نور توحید انکو ظاہر ہو اور درگاہ باری تعالےٰ کا جمال مشاہدہ ہو۔ اور محراب ایسی جگہ کہ اسمین انس حاصل ہوتا ہے اور سر باطنی کی صفائی ہوتی ہے اور جوارح ظاہری شائستہ ہوتے ہین اور یقین کو روشنی ملتی ہے اور نزدیکی کا سبب ہے اور عبادت کا مزہ ملتا ہے اور روح کو راحت اسوجہ سے ملتی ہے کہ صحبت خلق سے یکسوئی

[illegible]

اور جناب باری کی درگاہ تک رسائی ہوتی ہی - اور محراب ایسی جگہ ہی کہ عابدون کا ٹھکانا اور زاہدون کا مقام اور متوکلون کا ملجا - اور مشتاقون کی
مجلس اور راضی برضا رہنے والون کی مسند اور محبون کا باغ اور مریدون کا تخت اور عاشقون کا گلزار اور اہل انس کا کعبہ اور اہل ایمان کا
حرم اور توبہ کرنے والون کا مقام سعادت اور موحدون کی قیدگاہ اور شطحیات[۱] بکنے والون کی پردہ پوشی ہی جب اللہ تعالے چاہتا ہی کہ اپنے
خاص بندون مین سے کسیکو اپنی خاص معرفت عطا کرے تو ضرور اسکو محراب مین آنے کی توفیق دیدیتا ہی اور ابن عطا رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے
نے اپنے بندون مین سے کسی بندے پر کوئی حال روشن نہین کشف کیا اگر اسیطرح کہ اسکو اپنے حکمون کے بجالانے کی توفیق دی اور اسنے
خلوص کے ساتھہ بندگی ادا کی اور محراب مین برابر راتین گذارین اور شیخ ابو عثمان نے کہا کہ محراب ہر نیکی کا دروازہ ہی اور قبولیت کی جگہہ ہی
اور انبساط کا راستہ یہین سے ملتا ہی اور مناجات کا یہی ٹھکانا ہی اور محراب سے منہہ موڑنا نیز سے منہہ پر دروازہ خیر بند ہونیکا سبب ہوجاتا ہی
اللہ تعالے عز و جل نے فرمایا فنادتہ الملائکۃ وھو یصلی فی المحراب مترجم کہتا ہی یعنے ملائکہ نے جبھی یہ خوشخبری سنائی کہ وہ محراب مین
متوجہ نماز تھے پس معلوم ہوا کہ یہی خیر کے دروازہ کھلنے کی جگہہ ہی فافھم واللہ اعلم - اور بعض نے کہا کہ جو شخص خدمت گذاری کو لازم کرلیتا ہی
اسپر خدمت کے آداب کھلتے ہین اور آداب حاصل ہونے سے قربت کی منزل طی ہوکر مقام انس تک رسائی ہوجاتی ہی - قولہ تعالے ان اللہ
یبشرک بیحیی - اللہ تعالے نے یحیی نام فرمایا کیونکہ جو انکو محبت کی نظر سے دیکھتا اسکو انکے جمال نبوت مین حق عز و جل کا مشاہدہ ملتا پس
فتور کی موت سے اسکا دل زندہ ہوجاتا تھا - اور بعض نے کہا کہ انکی سبب سے انکی ماںکا بانجھہ پن زندہ کیا گیا قال المترجم یہ حضرت
ابن عباس سے روایت کیا گیا ہی جیسا کہ سراج المنیر و معالم وغیرہ مین مذکور ہی اور بعض نے کہا کہ انکے سبب سے اس شخص کا دل زندہ ہوتا تھا جو
انپر ایمان لایا - قولہ تعالے وسیدا وحصورا - سید وہ ہی جسپر عزت و ہیبت حق کا نور غالب ہوگیا اور حصور وہ ہی جو ازلی عصمت کی وجہ سے
تمام شہوتون سے معصوم ہوگیا قال المترجم حضرت یحیی علیہ السلام کا قصہ مذکور ہی کہ ہیبت حق عز و جل انپر اسقدر غالب تھی کہ دن رات
روتے اور بسا اوقات جنگلون مین رہا کرتے تھے اور گویا سید کے یعنے جو شیخ نے ذکر کیے ہین اسی سے ماخوذ ہین واللہ تعالے اعلم - اور نیز
سید وہ ہی کہ اسکو اسکی خودی سے الگ کرکے خلعت نور احدیت پہنایا گیا اور لباس فردانیت دیا گیا ہو اور پہلے حق عز و جل سے اسکو تاج
دیا گیا ہو تاکہ وہ سزاوار اسکا ہو کہ اس سے تمام خلق زندہ کی جاوے اور اسکے حکم کے تابع ہوکر اپنی سرکشی سے باز آوین اور حصور وہ ہی جو
تقلید کے لگاؤ سے پاک ہو اور دونون جہان کی طرف التفات نہ کرے اور بعض نے کہا کہ سید اس وجہ سے کہ انہون نے اپنی ذات کے واسطے
کوئی مقام نہ چاہا اور نہ اپنی کوئی قدر سمجھی - اور شیخ جعفر بن محمد نے فرمایا کہ سید وہ ہی جسنے اپنے رب کو پہچانا اور اسکے ماسوا سب سے
انکار کیا اور حصور وہ ہی جو مالک ہو اور مملوک نہو اور کہا کہ سید وہ ہی جسنے اپنے اخلاق سے اپنے زمانہ والون کو سید ہا کردیا اور حصور وہ ہی جسنے
اپنے پانی کو عورتون سے روک دیا اور حضرت یحیی کا نام حصور اسوجہ سے رکھا گیا کہ انکے دل مین عظمت سما گئی تھی اور ابن عطا نے فرمایا
کہ سید وہ ہی جسکا تحقق بحقیقت حق عز و جل ہو اور حصور وہ ہی جو ہر دو جہان سے پاک ہو - اور جعفر رح نے فرمایا کہ سید وہ ہی جو مخلوق سے وصف
مین اور حال مین اور خلق مین بالکل جدا ہو اور نصر آبادی نے فرمایا کہ سید وہ ہی جسنے اپنے لگاؤ کو اپنے مولی کے ساتھ ٹھیک کرلیا ہو
اور شیخ جنید رح نے فرمایا کہ سید وہ ہی جسنے اپنے پروردگار کے عوض مین ہر دو جہان کو خیرات کردیا ہو اور ابن منصور نے کہا
کہ سید وہ ہی جسنے بشریت کے اوصاف سے اپنے آپکو خالی کردیا ہو اور ربوبیت کے اوصاف کو ظاہر کیا ہو قال المترجم یعنے اخلاق
ذمیمہ چھوڑ کر اخلاق حمیدہ اختیار کیے ہون

[۱] شطحیات وہ کلمات ہین جو اولیاء اللہ سے اپنے حال مین خلاف شرع نکلین لطائف اللغات ۱۲

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ

بولا اے رب کہاں سے ہوگا مجکو لڑکا اور مجپر آچکا بڑھاپا اور عورت میری بانجھ ہے فرمایا اسیطرح اللہ کرتا ہے

مَا يَشَآءُ ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا

جو چاہے بولا اے رب مجکو دے کچھ نشانی فرمایا کہ نشانی تیری یہ کہ نہ بات کرے تو لوگوں سے تین روز مگر

رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝

اشارہ سے اور یاد کر اپنے رب کو بہت اور تسبیح کر شام اور صبح

ع ۱۱

قَالَ رَبِّ اَنّٰى - کیف - يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ - ولد - بولا اے رب کس کیفیت سے فرزند ہوگا - وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ - ای بلغت نہایۃ السن مائۃ وعشرین سنۃ - حالانکہ میں پہونچ گیا انتہا کے سن کو ف ایک سو بیس برس کا ہو چکا - وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ - بلغت ثمان وتسعین سنۃ - اور میری عورت بانجھ ہے ف اور اٹھانوے برس کی بھی ہو گئی - قَالَ - الامر - كَذٰلِكَ - من خلق اللہ غلاما منکما فرمایا بات ایسی ہی ہوگی ف یعنی اللہ تعالیٰ تم دونوں سے لڑکا پیدا کریگا - اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ - لا یعجزہ عنہ شئی ولاظہار ہذہ القدرۃ العظیمۃ الہمہ اللہ السوال لیجاب بہا - اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے ف نہیں عاجز کر سکتی اسکو ایسا کرنے سے کوئی چیز اور اس بڑی قدرت کے اظہار ہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے زکریا کے دل میں الہام کیا اس سوال کرنے کا تاکہ اسکا جواب دیا جاوے - ولما تاقت نفسہ الی سرعۃ المبشر بہ - قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً - ای علامۃ علی حمل امراتی - اور جب حضرت زکریا کے دل کو بہت شوق اٹھا کہ جسکی بشارت دی گئی ہے وہ جلد ہو تو دو کہا کہ اے پروردگار قرار دیدے میرے لیے کوئی نشانی، یعنی نشانی میری جورو کی حاملہ ہونے پر ہو - قَالَ اٰيَتُكَ - علیہ - اَنْ لَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ - ای تمنع من کلامہم بخلاف ذکر اللہ تعالیٰ - فرمایا تجکو نشانی اس بات پر یہ کہ نہ بات کرے لوگوں سے ف یعنے باز رہو لوگوں سے کلام کرنے سے بخلاف ذکر و یاد الٰہی کے - ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ - ای بلیالیہا تین روز تک ف مراد یہ کہ تین رات دن پس سورۂ مریم میں جو ثلث لیال سویا - فرمایا ہے اس سے کچھ اختلاف نہیں ہے کیونکہ وہاں بھی تین رات سے تین دن مع راتوں مراد ہیں آخر حاصل نشانی یہ کہ تین رات دن تک لوگوں سے بات نہ کر سکے - اِلَّا رَمْزًا - اشارۃ - مگر اشارہ سے ف اگر ضرورت داعی ہو تو سر یا ہاتھ آنکھ وغیرہ کے اشارہ سے بتلادے - وَسَبِّحْ - صل - اور تسبیح کر یعنے نماز پڑھ - بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ - اواخر النہار واوائلہ - دن کے اواخر میں اور اوائل میں ف عشی کہتے ہیں چاشت سے شام تک کے وقتوں کو وہ دن کے آخر اوقات ہیں اور اوائل کے اوقات طلوع فجر سے چاشت تک ہیں - قولہ تعالیٰ قال رب انی یکون لی غلام یہ عرض حضرت زکریا علیہ السلام کی جناب باری تعالیٰ میں ہے اور معالم میں کلبی اور ایک جماعت کا قول بیان کیا کہ خطاب حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہے یعنے جبرئیل کو کہا کہ یا رب بمعنے اے میرے سردار - اور یہ نہایت مستبعد و خبط ہے اور باعث اس بیجا تکلف کا یہ واقع ہوا کہ بشارت حضرت زکریا کو بواسطۂ ملائکہ پہونچی تھی - کما قال فنادتہ الملائکۃ وہو قائم یصلی فی المحراب ان اللہ یبشرک الآیۃ - حالانکہ اس سے یہ کوئی ضرور نہیں کہ اب خطاب ملائکہ سے ہو بلکہ ملائکہ کا جواب دینا تو موافق حکم الٰہی اور طریقۂ عادت کے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب بواسطۂ ملائکہ ملتا ہے اور انی کے معنے بعض نے یہ لیے کہ کب ہوگا اس بنا پر کہ بعد دعا کے بشارت کے وقت تک چالیس برس یا بعض نے کہا بیس برس کا وقفہ گذر گیا تھا اور یہ ثابت نہیں ہے صحیح یہی ہے کہ انی بمعنے کیف ہے - اگر کہا جاوے کہ پہلے انھوں نے ذریۃ طیبہ کی دعا کی پھر بشارت دیے جانے پر کیوں مستبعد جانا یعنے دعا کرنا دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ سمجھکر تھا کہ ایسا ہو نہیں سکتا پھر دعا کی یا یہ سمجھکر کہ ہو سکتا ہے مگر اول شق

باطل ہو اسواسطے کہ محال سمجھنا انکار قدرت ہی اور نیز پیغمبر کی شان نہین کہ ایسی دعا کرے جسکو ایسا سمجھتا ہو اور دوسری شق صحیح ہی تب یہ سوال ہوتا ہی کہ اب پھر کیون کہا کہ انی یکون لی غلام حالانکہ بشارت سن چکی تھی پھر کیا وعدۂ الٰہی یا اسکی قدرت مین شک تھا۔ تو جواب اسکا معالم التنزیل عکرمہ او سدی کے قول سے یہ نقل کیا کہ زکریا علیہ السلام نے جب ملائکہ سے آواز سنی تو شیطان انکے پاس آیا اور کہا کہ اے زکریا تم نے جو آواز سنی ہی وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نہین ہی بلکہ شیطانی آواز ہی اور اگر وہ اللہ تعالےٰ کیطرف سے ہوتی تو تجکو وحی کیجاتی جیسے امور کی وحی کیجاتی ہی پس زکریا علیہ السلام نے دفع وسواس کے واسطے یہ دعا کی۔ اور دوسرا جواب حضرت حسنؒ کے قول سے یہ نقل کیا کہ انکو وعدہ الٰہی مین شک نہ تھا بلکہ یہ سوال انکا بطریق استفہام کیفیت ہی یعنے یہ کس کیفیت سے ہوگا آیا اس طرح ہوگا کہ مجکو اور میری جورو کو جوان کردیا جائیگا یا اسی بڑھاپے پر ہوگا یا مجھے کوئی دوسری جورو ملیگی جو بانجھ نہو اور مفسر جلال رحمہ اللہ نے تیسرے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ یہ بطریق استعظام قدرت و تعجب ہی یعنے کیا بڑی یہ قدرت و عجیب ہی اور جواب چہارم یہ ذکر کیا گیا کہ یہ استبعاد بطریق عادت کے ہی یعنے قدرت الٰہی بڑی ہی اور ضرور واقع ہوگا مگر عادت کی راہ سے بہت بعید ہی کہ کھوس بڈھے اور ایسی بڈھیا سے لڑکا پیدا ہو پس جواب دیا گیا کہ ہان ایسا ہی ہوگا اللہ تعالےٰ کی قدرت بہت اعلیٰ و اجل ہی وہ مخلوق بندون کے وہم و قیاس سے باہر ہی وہ جو چاہتا ہی کرتا ہی۔ قولہ اٰیتک ان لاتکلم الناس مفسرین نے اسمین اختلاف کیا ہی کہ لوگون سے کلام نہ کرنا آیا اس طور پر تھا کہ کلام ہی نہین کرسکتے تھے یا اس طور پر تھا کہ کلام کرسکتے تھے مگر حکم کی وجہ سے باز رہے پس معالم مین ہی کہ اکثر مفسرین نے کہا کہ زکریا کی زبان بند کردی گئی تھی اسطرح کہ لوگون سے کلام نہین کرسکتے تھے اور یاد الٰہی کرسکتے تھے۔ اگر کہا جاوے کہ کیون تین روز تک اسطرح زبان بند کی گئی تو جواب یہ دیا گیا کہ اسلیے بند ہوئی کہ اس مدت مذکورہ مین وہ خالص یاد الٰہی کے واسطے ہون انکے زبان کسی اور بات مین مشغول نہو تاکہ حق نعمت و شکر فی الجملہ ادا کرین کہ نعمت بہت بڑی تھی پس کہا گیا کہ تیرے لیے نشانی یہ ہی کہ تیری زبان بند کی جاوے سوائے ذکر و شکر کے سبب کلام سے اور یہ اچھا جواب ملا ہی کیونکہ عمدگی جواب کی یہ ہی جو سوال ہی سے نکلتا ہو اور اسی سے ٹپکتا ہو تاکہ دل مین خوب جمے۔ اور قتادہ سے روایت ہی کہ انکی زبان بند کردی گئی تھی بوجہ سزا کے کیونکہ انھون نے بالمشافہہ ملائکہ کی بشارت کے بعد ایسا سوال زبان سے نکالا اور بعض مفسرین نے یہ اختیار کیا کہ زبان بند نہین ہوئی تھی بلکہ حکم کی وجہ سے باز رہے تھے اور یہی محی السنہ نے معالم مین اختیار کیا ہی چنانچہ کہا کہ تو باز رہے کلام الناس سے اور بالکلیہ اللہ تعالےٰ کی عبادت پر جھک پڑے اور یہ نہین تھا کہ بولنے سے انکی زبان بند کردی گئی بلکہ بات کرنے سے منع کردیے گئے تھے حالانکہ وہ اچھے خاصے بول سکتے تھے جیسے کہ سورۂ مریم مین فرمایا ان لاتکلم الناس ثلث لیال سویا۔ یعنے درحالیکہ تو سوی و تندرست ہو بدون اسکے کہ زبان بند ہوجاوے پس اللہ تعالےٰ نے انکو اپنی یاد کا حکم دیا اور لوگون سے کلام کرنے سے منع کردیا **قال المترجم** اور اسپر یہ وارد ہوتا ہی کہ یا بند ہی حکم سے انکے واسطے نشانی کیا ظاہر ہوگی اسواسطے کہ اسکا کوئی وقت معین نہین ہی اور احسن تفسیر وہ ہی جو **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی کہ لاتستطیع النطق مع انک سوی صحیح۔ یعنے تجکو استطاعت بولنے کی نہوگی باوجودیکہ تو تندرست صحیح ہوگا پس حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے ذکر پاک کے واسطے یہ نشانی مقرر کی کہ جب تو ذکر الٰہی و تسبیح پر قدرت کے باوجود لوگون سے تین دن تک کلام کی استطاعت نہ رکھی باوجودیکہ تندرست ہوگا یہی علامت ہی کہ تیرا نطفہ قرار پایا ہی اور یحییٰ علیہ السلام تیرا فرزند ہوگا۔ قولہ و سبح بالعشی والابکار **واحدی** نے ذکر کیا کہ عشی جمع عشیہ ہی اور ظاہر کلام اکثر یہ ہی کہ وہ واحد ہی اور چاشت سے غروب تک کا وقت ہی اور بعض نے کہا کہ زوال سے غروب تک اور یہی اظہر ہی واللہ اعلم پھر تسبیح سے مراد یا تو اللہ تعالےٰ کو پاکی کے ساتھ یاد کرنا یا نماز مراد ہی اور یہی مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی کیونکہ **نسائی** رحمہ اللہ نے روایت کی ہی کہ انکی شریعت مین دو ہی نمازین تھین ایک نماز قبل آفتاب طلوع ہونے کے اور دوسری قبل آفتاب غروب ہونے کے یعنے فجر و عصر۔ اور اسی سے عشی ابکار

کی تخصیص کی وجہ بھی ظاہر ہو گئی اور حسن بن محمد اللہ سے آیت کی تفسیر میں یہ روایت ہی کہ ان تین روز روزے رکھے اور نماز پڑھے پھر روزے کو لوگون سے کلام نہ کرنے سے تعبیر فرمایا اسواسطے کہ وہ لوگ جب روزہ رکھتے تھے تو بات نہین کرتے تھے ف ۲ عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ قال رب اجعل لی آیۃ - جب اللہ عزوجل نے اپنے نبی زکریا علیہ السلام کو یحییٰ علیہ السلام کا وعدہ دیا تو زکریا نے اللہ تعالےٰ سے اسکے ظہور کے وقت کا نشان پوچھا اور اسکو اللہ تعالےٰ کے وعدہ مین کچھ شک نہ تھا ولیکن اسکی غرض یہ تھی کہ دل کو طمانیت ہو تاکہ اللہ تعالےٰ کی نعمت وموہبت ظاہر ہونے کے وقت تک جو اسباب ادب کے ہین انکو مہیا کرلے اللہ تعالےٰ کی نعمت کا شکر کرنے کو اسکی طرف متوجہ ہو جاوے تاکہ ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی نعمتین اترتی رہین - قولہ تعالےٰ قال آیتک الا تکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزا - اپنے نبی زکریا علیہ السلام کی زبان کو غیر کے ساتھ باتین کرنے اور گفتگو کرنے سے بند کر دیا تاکہ خلق کے ازدحام سے وذکر سے انکا حال و دل پاک رہے اور اسمین ادب یہ ہی کہ جسنے اللہ تعالےٰ سے کوئی چیز اسکے غیب کے معانی سے طلب کی یا اسکا معجزہ وکرامت دیکھنا چاہا تو اسکی زبان فضول باتون پر نہ حرکت کرے اور اسکے دل مین وسواس کا خطرہ نہ پیدا ہو تاکہ اسکا ظاہر و باطن مشغول بحق ہو اسواسطے کہ تفرق جب ظاہر مین واقع ہوا تو اس سے باطن مین تشویش ہوتی ہی اور دل جمعی نہین رہتی ہی اور آنحضرت کو یعنے زکریا علیہ السلام کو رمز کی اجازت دیدی تاکہ اس سے انکے دل کا تنگ ہونا دور ہو اور جو لوگ انکے تابع انکے پاس آویں انسے تنگی دفع ہو اور رمز تو انبیا کی طرف سے اولیا کے واسطے ہوتی ہی اور اولیا کی طرف سے خاص مریدون کے لیے ہوتی ہی اور رمز کی حقیقت یہ ہی کہ سر باطنی دوسرے سر باطنی پر پیش ہو اور ایک نفس کا دوسرے نفس پر اظہار ہو اور ایک خاطر دوسری خاطر کو آگاہ کرے باین طور کہ خطاب کرنے والے مین اور جسکو خطاب کیا ہی اسمین جو سلسلہ ملا ہوا ہی اسکو جنبش ہو قولہ تعالےٰ واذکر ربک کثیرا - بہت یاد الٰہی اس مقام پر یہ ہی کہ اپنی ہستی کو خطرات سے خالی کرے اور مناجات مین باطن کو تمام قصدون وفکرون سے پاک کرے اور مشاہدات مین اسکی روح کو تحیر ہو اللہ تعالےٰ نے اپنے اہل محبت وارادت کو اس تمام بیان سے ادب سکھلایا جو حضرت زکریا وانکی دعا کے قبول ہونے کی خبر دی ہی یہانتک کہ جو وہ لوگ کسی غیب کی بات کا کشف چاہین اور اپنی دعا کا قبول ہونا چاہین تو مخلوق اور اسکے ساتھ باتین کرنے سے ایک طرف رہین اور جو کچھ لایعنی بات ہو سب کو ترک کرین اور اپنی باتون پر خاموشی کی مہر لگا دین ہان یاد الٰہی کے ساتھ اسکو تازہ رکھین اور اس مناجات مین جسمین کشف مقصود کا ارادہ ہی بہت یاد کرین

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَطَہَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی

اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ تعالےٰ نے تجکو برگزیدہ کر دیا اور تجکو ستھرا کر دیا اور تجکو برگزیدہ کر دیا سب

نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ۝

جہان کی عورتون پر اے مریم بندگی ادا کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والون کے

وَ - اذکر - اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ - ای جبرئیل - اور یاد کر جبکہ کہا ملائکہ نے یعنے جبرئیل نے - اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ اختارک - اللہ تعالےٰ نے تجکو برگزیدہ کر دیا - وَطَہَّرَکِ - من مسیس الرجال - اور پاک کر دیا تجکو مردون کے چھونے سے - یعنے کوئی مرد نہین چھوئیگا اور رہا یہ امر کہ حیض سے بھی پاک تھین تو یہ ثابت نہین ہوا ہی بلکہ یہ ثابت ہوا ہی کہ حضرت عیسیٰ سے حاملہ ہونے سے پہلے انکو ایک حیض آیا تھا وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ - ای اہل زمانک - اور تیرے زمانہ والی تمام جہان کی عورتون پر تجکو برگزیدہ کیا - یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ - اطیعیہ - اے مریم تو اللہ تعالےٰ کی اطاعت کر - وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ای صلی مع المصلین - اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والون کے ساتھ رکوع کر ف یعنے نماز پڑھ نماز پڑھنے والون کے ساتھ مین ف واذ

قالت الملائکۃ۔ یہ عطف ہی قولہ واذ قالت امرأۃ عمران۔ پر اور درمیان مین قصہ زکریا و یحیی بسبب مناسبت کے فاصل آگیا تھا جس سے یہ مقصود ظاہر ہی کہ اللہ تعالے کی قدرت عظیمہ جیسے عیسیٰ مین نے باپ ہی ویسی ہی یحیی مین بوڑھے و بڑھیا بانجھ سے ہی۔ اور ظرف اذ منصوب بفعل مقدر اذکر ہی اور معنے یہ ہین کہ یاد کر جبکہ ملائکہ نے بالمشافہہ مریم سے کلام کر کے کہا۔ اور یہ تربیت روحانی بڑے ہونے پر ہی جو بعد حالت صغر کی تربیت جسمانی کے واقع ہوئی ہی۔ قولہ ان اللہ اصطفاک۔ بعض نے کہا کہ برگزیدہ کرنا وہ ہی جو پہلے واقع ہوا کہ مریم علیہا السلام کی مان سے انکو نذر مین قبول فرمایا حالانکہ انسے پہلے کسی لڑکی کو نذر مین قبول نہین کیا گیا تھا اور انکو حضرت زکریا کی گود مین پالا اور جنت سے انکو رزق عطا کیا۔ قولہ وطہرک۔ یہان طہارت یا تو شرک و کفر سے مراد ہی یا گناہون سے یا مردون کے مس کرنے سے جیسا کہ مفسر رح نے کہا یا حیض وغیرہ سے جیسا کہ **کشاف و بیضاوی** نے جزم کیا کہ وہ حیض سے پاک تھین اور سورۂ مریم مین انشاء اللہ تعالے اسکی تحقیق آویگی۔ قولہ واصطفاک علی نساء العالمین۔ بعض نے فرمایا کہ پہلے اصطفائیت تو انکی مان سے قبولیت بروجہ حسن وغیرہ تھی اور دوسری اصطفائیت جو یہان مذکور ہی یہ ملائکہ کا کلام بالمشافہہ سنانے وغیرہ سے ہی کیونکہ اور کسیکے واسطے یہ واقع نہین ہوا اور یہین سے بعض نے زعم کیا کہ مریم علیہا السلام نبیہ ہین اور اصح یہ ہی کہ وہ نبیہ نہین ہین بلکہ **بیضاوی** رح نے تو اسپر اجماع کا دعوی کیا ہی کہ کوئی عورت کبھی نبی نہین ہوئی بدلیل قولہ تعالے وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم الآیۃ۔ اور نہین بھیجے ہمنے تجھسے پہلے مگر مرد ہی کہ ہم انکی طرف وحی نازل کرتے رہے۔ اگر کہا جاوے کہ کلام ملائکہ سے کلام جبرئیل مراد ہی اور یہ نبوت کی دلیل ہی تو جواب دیا گیا بچند وجوہ اول آنکہ یہ وحی نہ تھی بلکہ کرامت تھی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو ملائکہ نے خطاب کیا تھا چنانچہ قولہ تعالے فبشرنا ہا باسحق الآیۃ۔ اسپر دلالت کرتا ہی پس اگر نبوت ہی کی دلیل ہو تو حضرت سارہ کی نبوت کا بھی قائل ہونا چاہیے اور یہ کسی نے نہین کہا ہی۔ دوم آنکہ بعض نے کہا یہ زکریا علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ سوم آنکہ ارہاص تھا یعنے عیسی علیہ السلام کی نبوت کی بنیاد بطریق خوارق عادات کے مبعوث ہونے سے پہلے قائم کی گئی فافہم۔ اور اسمین خلاف نہین کہ وہ افضل نساء العالمین ہین۔ پھر اسمین اختلاف ہی عالمین سے وہ عالم مراد ہین جو اسوقت موجود تھے یا وہ بھی جو قیامت تک ہون سب مراد ہین پس زجاج وغیرہ سے یہ قول دوم مذکور ہی اور اکثرون کے نزدیک یہ ہی کہ وہ فقط اپنے زمانہ کی عورتون سے افضل ہین اور یہی اصح ہی اور ترمذی و بخاری و مسلم وغیرہم نے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ فرماتے تھے خیر نسائہا خدیجۃ بنت خویلد و خیر نسائہا مریم بنت عمران۔ اور یہ لفظ ترمذی کے ہین یعنے اپنے وقت کی عورتون سے خدیجہ بنت خویلد بہتر ہین اور اپنے زمانہ کی عورتون سے مریم بنت عمران بہتر ہین۔ اور ابو موسیٰ رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مردون مین بہتیرے کامل ہوے اور عورتون مین سے نہین کامل ہوئین سوا مریم بنت عمران اور آسیہ زن فرعون کے اور فضیلت عائشہ رض کی عورتون پر ایسی ہی جیسے فضیلت ثرید کے کھانون پر ہوتی ہی رواہ الشیخان وغیرہما اور اس باب مین بہت سی احادیث ہین جنسے صریح ثابت ہوتا ہی کہ حضرت مریم اپنے زمانہ کی عورتون سے افضل تھین نہ آنکہ تمام عالم کی عورتون سے افضل تھین اور یہ امر کسی عورت کے واسطے نہین ثابت ہوا کہ وہ تمام عالم کی عورتون سے افضل ہو سواے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء جگر گوشۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا کہ ایک جماعت علماے محققین اسطرف گئی ہی اور **شیخ** **مفسر جلال** رحمہ اللہ نے اپنے فتاوے مین لکھا کہ اصح مذہب یہ ہی کہ فاطمہ رض افضل ہین عائشہ رض سے اور بعضے اسطرف گئے ہین کہ دونون برابر ہین اور بعض نے توقف کیا ہی اور جب امام مالک رحمہ اللہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ فاطمہ رض جگر پارۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور مین حضرت صلعم کے گوشت پارہ پر کسیکو فضیلت نہین دیتا ہون اور **امام سبکی** نے کہا کہ میرے نزدیک مختار اور میرے دین والون کا مختار یہی ہی کہ فاطمہ افضل ہین اور انکے بعد

انکی والدہ خدیجہ بنت خویلد پھر عائشہ رضی اللہ عنہن کذا ذکرہ الشیخ عبد الحق اور کہا کہ حق یہ ہی کہ افضلیت کی حیثیتین مختلف ہین لیکن شرف ذات اور پاکی طینت وطہارت جوہر کی راہ سے کوئی بھی حضرت فاطمہؓ کے برابر نہین پہونچتا ہی مترجم کہتا ہی کہ شرافت نسب پاکی جوہر تو ظاہر ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طبقہ بطبقہ بہتر بہتر نسب مین ہوتے آئے یہان تک کہ دنیا مین تشریف لائے جیسا کہ اس حدیث سے جو ہمنے تفسیر آیۃ تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض۔ مین ذکر کی ہی ظاہر ہی اور آپ کا سید اولاد آدم ہونا بھی واضح ہی اور حضرت سیدہ فاطمہؓ پارۂ ذات شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہین پس انکو بھی یہ دونون باتین حاصل ہین رہا افضل ہونا باعتبار مدارج ثواب کے بھی تو اسمین احادیث مشترک واقع ہوئی ہین چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا افضل زنان عالمین خدیجہ و فاطمہ و مریم و آسیہ زن فرعون ہین۔ رواہ الحاکم وصححہ اور انسؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا بس کر افضل جاننے مین زنان عالمین سے مریم بنت عمران و خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد و آسیہ زن فرعون رواہ الترمذی وصححہ اور ابن مردویہ کی روایت مین خیر نساء العالمین چار ہین مریم بنت عمران و آسیہ زن فرعون و خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد۔ آیا ہی ولیکن ترمذی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انھون نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت صلعم نے حضرت فاطمہؓ کو خبر دی کہ وہ سیدہ نساء اہل الجنۃ ہین سوائے مریم بنت عمران کے۔ اور ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہی اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار عورتین اپنے وقت کی عورتون کی سردار ہین مریم بنت عمران و آسیہ بنت مزاحم و خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سب مین افضل فاطمہ ہین۔ اور یہ حدیث بھی حدیث ترمذی سے اسناد مین کم نہین بلکہ اسکے مقابلہ مین حدیث ترمذی معارض ہونے کی صلاحیت نہین رکھتی ہی اور اگر معارض مان لی جاوے تو حدیث عائشہؓ جو صحیحین مین مروی ہی اور اسمین ہی کہ کیا تو راضی نہین کہ تو زنان اہل جنت کی سردار ہو۔ سالم از معارضہ ہی اور اسمین کوئی استثنا نہین ہی اور بظاہر لفظ مفید استغراق و شمول تمام افراد زنان اہل جنت ہی پس حضرت فاطمہ تمام عالم کی عورتون کی علی الاطلاق سردار ہین اور بعضے علما سید ہونے اور خیر ہونے مین فرق کرتے ہین اور ظاہر یہ ہی کہ سیادت مطلقہ بنسبت معنے خیر کے بھی عام ہی واللہ اعلم بالجملہ مسئلہ مختلف فیہا ہی اور راجح یہی ہی جو مذکور ہوا جیسا کہ شیخ مفسر نے کہا ہی واستغرب ما رواہ الطبرانی خیر نساء العالمین مریم بنت عمران ثم خدیجہ بنت خویلد ثم فاطمہ بنت محمد ثم آسیہ امرأۃ فرعون والکلام فیہ طویل لا یسعہ المقام۔ قولہ یامریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین خشوع کے ساتھ بندگی کرنا قنوت ہی چنانچہ ابو سعیدؓ سے مرفوعاً روایت ہی کہ ہر حرف قرآن مین جسمین قنوت مذکور ہی وہ بمعنے طاعت ہی رواہ ابن ابی حاتم اور مجاہد نے کہا کہ مریم علیہا السلام اسقدر کھڑی رہتی تھین کہ انکے ٹخنے ورم کر گئے اور قنوت تو نماز مین رکوع کی درازی ہی۔ اور اوزاعیؒ نے کہا کہ مریم اپنی نماز پڑھنے کی جگہ مین اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کے واسطے اسقدر رکوع وسجود وقیام مین قائم رہین کہ انکے پیرون مین خون اتر آیا اور پیپ جاری ہوا۔ اور حدیث مین آیا ہی کہ افضل الصلوٰۃ طول القنوت۔ اور علما سے اختلاف کیا ہی کہ قنوت کے کیا معنے ہین بعض نے کہا کہ قیام مراد ہی اور بعض نے کہا کہ سجدہ مراد ہی لیکن آیۃ مین اخیر معنے نہین بن سکتے ہین اور شاید کہ قنوت سے محض خشوع مراد ہو والاول اظہر۔ اگر کہا جاویگا کہ سجود کو رکوع پر مقدم کرنے مین کیا بھید ہی جواب دیا گیا کہ شاید انکی شریعت مین ایسا ہی ہو اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ رکوع سب شرائع مین سجود سے پہلے تھا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ سجود کی تقدیم مین رکوع پر اسکے افضل ہونے کا اشعار ہی۔ یا اسوجہ سے کہ انکی نماز مین ترتیب نہ تھی اور حرف واو خالی جمع کے واسطے ہی بدون لحاظ ترتیب کے اور ٹھیک یہ ہی کہ اول تو کثرت سجود کا حکم ہی پھر نمازیون کے ساتھ مین جماعت کا حکم ہی اور راکعین کے ساتھ رکوع کرنے سے ظاہر یہ ہی کہ جماعت سے نماز ادا کرے اور بعض نے کہا کہ راکعین کے مانند ادا کرے اگرچہ تنہا ہو۔ ف ۲ فی العرائس قولہ تعالیٰ واذ قالت الملائکۃ یامریم ان اللہ اصطفاک

یعنے باین طور تجکو برگزیدہ کیا کہ اپنا کلمہ تجہہ مین القا کیا اور نیز تجکو فرشتون کی دیدار دیا انکے ساتھہ خطاب کرنے سے برگزیدہ کیا اور نیز تجکو کرامات دیکر اون سے برگزیدہ کیا حتی کہ ملائکہ تیرے لیے جنت سے رزق لائے ۔ قولہ وطہرک ای مردون کے چہونے سے تجکو پاک رکھا اور نیز بشریت کی نجاسات سے پاک رکھا ۔ اور نیز تیرے سر باطن کو اللہ تعالے کی طرف سے غافل ہوکر زکریا کی پرورش کی طرف التفات کرنے سے بچایا یعنے تونے دل سے اپنا پرورش کرنے والا اللہ تعالے ہی کو سمجھا ۔ قولہ واصطفاک علی نساء العالمین ۔ پہلا برگزیدہ کرنا تو مرتبہ کی بزرگی کے لیے ہی اور دوسرا برگزیدہ کرنا حقیقی عصمت ہی چنانچہ علی نساء العالمین سے اسپر اشارہ موجود ہی اور استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اصطفا کو مکرر لانے مین یہ اشارہ ہی کہ اول اصطفا تو کرامت و منزلت وبلندی حال کے واسطے ہی اور دوسرا اصطفا یہ کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھہ بدون اسکے کہ عیسی علیہ السلام کا کوئی باپ ہو حاملہ ہوئین ۔ قولہ یا مریم اقنتی لربک ۔ یعنے اپنے مولی کی بندگی مین ٹھیک قائم رہ ۔ قولہ واسجدی ۔ یعنے میرے ہی واسطے خالص سجدہ کر ۔ قولہ وارکعی مع الراکعین ۔ یعنے میرے اولیا وانبیا اور خاص اہل محبت کے ساتھہ جو دل نرم ہوکر میری طرف جھکتے ہین تو بھی اسیطرح میری درگاہ مین بندگی کرتا کہ تجکو اہل جماعت کی برکت نصیب ہو اسواسطے کہ اولیا کی صحبت سے بندگی مین استحکام ہوتا ہی اور بشریت کی بت پرستی سے بندہ چھوٹ جاتا ہی ۔ واللہ تعالے اعلم

ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ ؕ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يُلۡقُوۡنَ اَقۡلَامَهُمۡ

یہ خبرین غیب کی ہین ہم بھیجتے ہین تجکو اور تو نہ تھا انکے پاس جب ڈالنے لگے اپنے قلم

اَيُّهُمۡ يَكۡفُلُ مَرۡيَمَ ۖ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ ۝

کہ کون پالے مریم کو اور نہ تو تھا انکے پاس جب وہ جھگڑتے تھے

ذٰلِكَ ۔ المذکور من امر زکریا ومریم ۔ یہ جو زکریا ومریم کا حال مذکور ہوا ۔ مِنۡ اَنۡبَآءِ الۡغَيۡبِ ۔ اخبار ما غاب عنک ۔ اخبار غیبیہ ہین ف انبا جمع نبا بمعنے خبر اور غیب مصدر سے جو چیز غائب ہو وہ مراد ہی اور حاصل انکا اخبار اس چیز کے ہین جو تجھسے غائب ہی کیونکہ حضرت سے بہت پہلے کا یہ واقعہ ہی ۔ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ ۔ یا محمد ۔ ہم تجکو وحی کرتے ہین ای محمد ۔ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يُلۡقُوۡنَ اَقۡلَامَهُمۡ ۔ فی الماء یقترعون لیظہر لہم ۔ اَيُّهُمۡ يَكۡفُلُ ۔ یربی ۔ مَرۡيَمَ ۔ تو انکے پاس نہین تھا جبکہ ڈالتے تھے وہ لوگ یعنے احبار بیت المقدس اپنے قلمون کو پانی مین ف یعنے نہارون مین درحالیکہ قرعہ ڈالتے تھے تاکہ ظاہر ہوجاوے انکو کہ ان مین سے کون شخص پرورش کریگا مریم کو ۔ اور کفل دراصل بمعنے ملالینا اسی سے اول مین ۔ کفلہا زکریا ۔ بھی بدون تشدید پڑھنا مرجح قرار دیا گیا ہی ۔ وَمَا كُنۡتَ لَدَيۡهِمۡ اِذۡ يَخۡتَصِمُوۡنَ ۔ فی کفالتہا فتعرف ذلک فتخبر بہ وانما عرفتہ من جہۃ الوحی ۔ اور تو انکے پاس نہین تھا جبکہ وہ جھگڑتے تھے ف یعنے مریم کی کفالت مین یعنے ہر ایک اسکی کفالت مین رغبت کرتا تھا ۔ اسوجہ سے کہ انکے امام نمازکی بیٹی تھی اور حاصل یہ کہ تو اسوقت موجود نہ تھا تاکہ تونے اسکو دیکھ لیا پھر اسکی خبر دی ہو بلکہ بات یہی ہی کہ تونے اسکو اللہ تعالے کی وحی کرنے ہی سے معلوم کیا ہی ف قولہ نوحیہ الیک ۔ ای نوحی الغیب الیک ۔ اور یہ احسن ہی بہ نسبت اسکے کہ ذلک کی طرف راجع ہو اور ابو السعود نے کہا کہ صیغہ مضارع سے ایذان ہی کہ وحی ہنوز منقطع نہین ہوئی ہی اور لغت مین وحی کے معنے پوشیدگی سے آگاہ کرنا اور ابن فارس نے کہا کہ وحی بمعنے اشارہ وکتابت ورسالت اور ہر چیز دوسرے کی طرف القا کرنا تاکہ وہ جان لیوے ۔ اور شرع مین وحی دو طرح پر ہی ایک بواسطہ ملک اور دوم بطور الہام اور اول کو جلی کہتے ہین اور دوم کو خفی اور اقسام وحی از جانب آلٰہی مطلقاً نو قسم پر ہی جیسا کہ فتح الباری مین مفصل

بیان کیا ہی۔ قولہ ما کنت لدیہم۔ اگر کہا جاوے کہ اسکی نفی کرنے مین کیا حکمت ہی حالانکہ یہ تو معلوم تھا کہ آپ کا زمانہ ان لوگون سے بہت پیچھے ہی
تو جواب یہ ہی کہ اس سے مراد یہ ہی کہ موجودہ یہود وغیرہ نے آپ کی وحی و نبوت سے انکار کیا سو اگر یہ انکار صحیح ہوتا تو آپ کو ان اخبار غیب کے
معلوم ہونے کا کیا طریقہ تھا سوا اسکے دو باتون کے کہ یا تو آپ اسوقت کا حال دیکھے ہوئے ہوتے سو یہ تو کوئی دعوی نہین کر سکتا اور وہ بھی
اسکے مدعی نہ تھے دوم یہ کہ توریت وغیرہ والون سے سنا ہو سو وہی خود تسلیم کرتے تھے کہ حضرت توریت نہین پڑھتے اور نہ ان لوگون سے خلا ملا
رکھتے تھے پس ثابت ہوا کہ وہ محض وحی الٰہی کی خبر ہی۔ قولہ اذ یلقون اقلامہم ایہم یکفل مریم۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر مین قول عکرمہ
باسناد ابن جریر ذکر کیا کہ مریم کی والدہ مریم کو ایک کپڑے مین لپیٹ کر بنی الکاہن کے پاس جو حضرت موسی علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام
کی اولاد سے تھے لائین اور یہ لوگ ان دنون مین کعبہ کے دربانون کے مانند بیت المقدس کے دربان تھے اور ان سے کہا کہ تم اس منذورہ کو
لیلو نذر کی ہوئی لڑکی کو کہ مین نے اسکو محرر کیا ہی اور یہ لڑکی ہی اور کنیسہ مین حائض عورت نہین جاتی اور مین اسکو اپنے گھر مین نہین لیجاؤنگی
وہ بولے کہ یہ ہمارے امام کی دختر ہی اور عمران رحمہ اللہ نماز مین انکی امامت کیا کرتے تھے اور یہ اسکی دختر ہی جو صاحب قربان تھا پس زکریا علیہ السلام
نے کہا کہ یہ مجھے دیدو کہ اسکی خالہ میرے تحت مین ہی بولے کہ ہمارا جی اسپر راضی نہین ہوتا یہ تو ہمارے امام کی دختر ہی پس سب پر انھون نے اپنے قلمون سے
قرعہ ڈالا جنسے توریت لکھتے تھے پس قرعہ زکریا کے نام نکلا اور نیز عکرمہ و سدی و قتادہ و ربیع بن انس وغیرہم نے بیان کیا اور بعض کا بیان دوسرے
کے بیان مین داخل ہوا ہی یہ کہ یہ لوگ نہر اردن کے اوپر گئے اور وہان اس شرط سے قرعہ ڈالا کہ نہر کو مین اپنے قلم ڈالین پس پانی کے بہاؤ مین
جسکا قلم ٹھہر جاوے وہی اسکا کفیل ہو پس اس شرط پر انھون نے قلم ڈالے پس سب قلم تو پانی مین بہ گئے سوائے قلم زکریا کے کہ وہ ٹھہر رہا اور
بعض نے کہا کہ وہ چڑھاؤ کی طرف پانی کو پھاڑتا ہوا چلا اور یا وجود اسکے زکریا علیہ السلام انکے بزرگ و سید و عالم و امام و نبی تھے صلوات اللہ وسلامہ
علیہ۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید بیان قصہ مین بہت اقتصار ہوا ہی واللہ اعلم۔ اور ظاہر یہ ہی کہ بنا بر تفسیر مذکور کے تقدیر عبارت یون ہی وما کنت لدیہم
اذ یختصمون ایہم یکفل مریم وما کنت لدیہم اذ یلقون اقلامہم سا سواسطے کہ خصومت مقدم از القاء اقلام ہی اور کمالین مین کہا کہ ایہم یکفل مریم کا
تعلق محذوف سے ہی جسپر یلقون اقلامہم دلالت کرتا ہی جیسا کہ مفسر رحمہ اللہ نے لینظر لہم زائد کیا ہی و ہکذا ذکر فی السراج اور اس آیت سے
قرعہ کا جواز معلوم ہوا بدون اسکے کہ حرام کا حلال یا بالعکس ہوئے بلکہ محض ترجیح امور مساویہ کے بدون قرعہ کے بھی یہ امر جائز ہو جو قرعہ سے نکلا
ہو جیسا کہ تفسیر عکرمہ مین بھی اشارہ ہی کہ قرعہ فقط تطییب خاطر کے واسطے ہی اور ایسا ہی حدیث مین ہی کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کو جاتے
تو جائز ہی کہ جس جورو کو جی چاہے لیجاوے لیکن انکی تطییب خاطر کے واسطے قرعہ ڈال دیتے کہ جسکے نام نکلے وہ جاوے اور اس زمانہ مین جو بعضے
لوگ خرید و فروخت مین قرعہ جائز جانتے ہین بایں طور کہ مثلا ایک شخص نے ایک گھڑی فروخت کرنی چاہی اور دو دو روپیہ دس آدمیون نے جمع کیے پس بیچ
مالک کو دیدیے پھر ان سو ان نے چٹھی ڈالی جسکے نام نکلے وہ گھڑی دو روپیہ مین لیگیا اور باقی سب محروم رہے یہ تو حرام ہی اور بیع ہرگز روا نہین ہی اور ایسا قرعہ جائز نہین ہی

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
جب کہا فرشتون نے اے مریم تجکو اللہ بشارت دیتا ہی ایک اپنے حکم کی جسکا نام مسیح عیسی بیٹا مریم کا

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِينَ ۝
مرتبہ والا دنیا مین اور آخرت مین اور نزدیک والون مین اور باتین کریگا لوگون سے جب ماں کی گود مین ہوگا اور جب پوری عمر کا ہوگا اور نیکبختون مین ہی

واذکر۔ اذ قالت الملٰئکۃ۔ اے جبرئیل سا و بیان کر جبکہ ملائکہ نے کہا یعنی جبرئیل نے ف پس ملائکہ جمع سے جبرئیل مکرم علیہ السلام

مراد ہین یا جبرئیل مع اپنے ساتھیون کے کہ جنکے افسر جبرئیل تھے جنھون نے بشارت دی۔ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ۔ ای ولد یعنے بکلمۃ کائنۃ منہ۔ اے مریم تجکو اللہ تعالے بشارت دیتاہی اپنی طرف سے ایک کلمہ کی۔ ف و حاصل مراد فرزند ہی یعنے فرزند کی بشارت دیتاہی۔ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ۔ اسکانام مسیح عیسیٰ بن مریم ہی۔ ف جو کلمہ کن سے پیدا کیا جاویگا یعنے بغیر باپ کے۔ مریم کو خطاب کیا بایں طور کہ نسبت دی عیسیٰ کو مریم کی طرف اس تنبیہ کے واسطے کہ مریم علیہا السلام جننے کی اسکو بدون باپ کے اسواسطے کہ لوگون کی عادت یہ ہی کہ انکا بچے باپون کی طرف منسوب کرتے ہین۔ وَجِيهًا۔ ذا جاہ۔ درحالیکہ وہ لڑکا صاحب جاہ ہوگا۔ فِي الدُّنْيَا۔ بالنبوۃ۔ دنیا مین۔ ف اسطرح کہ اسکو نبوت سے وجاہت ہوگی۔ وَالْآخِرَةِ۔ بالشفاعۃ والدرجات العلی۔ اور آخرت مین۔ ف بایں طور کہ اپنی امت کے مومنین کے واسطے شفاعت کریگا اور بڑے درجون والا ہوگا۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ۔ عند اللہ۔ اور اللہ تعالے کے یہان نزدیکی والون مین سے ہوگا۔ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا۔ ای طفلا قبل وقت الکلام۔ اور وہ لوگون سے باتین کریگا مہد مین یعنے طفولیت مین اور جوانی آخر مین۔ ف مہد دراصل بچون کا گہوارہ و پالنا کہلاتا ہی اور مراد اس سے یہ ہی کہ بچپن مین ایسے وقت سے پہلے باتین کریگا کہ بچہ باتین کرنے لگتا ہی۔ وَمِنَ الصَّالِحِينَ۔ اور وہ صالحین مین سے ہوگا۔ ف لکلمۃ منہ۔ ای من اللہ تعالے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ سے تعبیر کیا جیسا کہ فرمایا ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ پس کلمہ کن سے پیدا ہوے اور اشارہ ہی کہ سخت نادان ہین جنکو عیسیٰ علیہ السلام کے بے باپ پیدا ہونے پر تعجب ہی اور ناچار شیطان انکو آمادہ کرتا ہی کہ کلمہ کفر کا اعتقاد کرین حالانکہ قدرت الٰہی عز وجل سے وہ ایک کلمہ کن سے پیدا ہوا جیسے آدم علیہ السلام اور یہ تفسیر قولہ مصدقا بکلمۃ من اللہ ہی جیسا کہ جمہور نے ذکر کیا ہی کہ بکلمۃ من اللہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہین۔ اسمہ المسیح عیسیٰ بن مریم۔ مسیح یا تو معرب ہی یا اصل عربی ہی پس اگر معرب ہی تو اصل اسکی مشیحا عبرانی ہی اور معنے اسکے مبارک اور یہ مانند صدیق و فاروق وغیرہ کے ایک لقب شریف ہی اور عیسیٰ علیہ السلام کا کلام بچپن کا خود مذکور ہی کہ وجعلنی مبارکا اینما کنت الآیہ۔ اور اگر اصل عربی ہی تو اسواسطے مسیح کا لقب ہوا کہ وہ سیاح رہے لیکن آپ مقیم نہین ہوے ماخوذ از قولہم مسح الارض جیسا کہ بعض سلف نے کہا ہی اور بعض نے کہا اسوجہ سے مسیح نام ہی کہ انھون نے جس آفت زدہ کو مسح کیا اور چھوا وہ اللہ تعالے کے حکم سے اچھا ہوگیا پس مسیح مشہور ہوے کہ جس سے عوام مین انکے زمانہ کے بڑے بڑے نامی طبیبون سے امتیاز ہوا کہ وہ دوا کرتے اور حضرت مسیح علیہ السلام فقط چھو لینے سے بحکم الٰہی چنگا کرتے تھے و علی ہذا فعیل بمعنے فاعل ہی اور بعض نے کہا کہ ممسوح القدمین۔ تھے یعنے پانون بھرے ہوے تھے خالی نہ تھے یا ممسوح جبرئیل تھے و بعض اقوال دیگر ہین پس فعیل بمعنے مفعول ہی اور دجال کو جو مسیح کہتے ہین تو وہ بزبان عربی بایں معنے کہ اسکی ایک آنکھ ممسوح ہوگی یعنے کانی ہوگی۔ اور رہا عیسیٰ تو بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ مشتق از عیس ہی بمعنے سپیدی کہ جسپر سرخی ہو اور یہ تکلف ہی دراصل یہ علم ہی اور اصل مین ایشوع یا یشوع تھا اسکا معرب عیسیٰ ہی جیسا کہ کشاف وغیرہ مین ہی اور ابن مریم نسبت ہی یعنے صفت ہی پس اگر کہا جاوے کہ اسمہ المسیح عیسیٰ بن مریم مین نام تو فقط عیسیٰ ہی اور مسیح لقب ہی اور ابن مریم صفت ہی تو جواب یہ ہی کہ اسم اپنے مسمی کے واسطے علامت ہوتا ہی کہ جس سے پہچانا جاوے اور غیر سے ممتاز ہو پس گویا کہا گیا کہ جس سے وہ معروف و ممتاز ہوگا وہ مجموعہ امور ثلثہ ہی۔ اور اگر کہا جاوے کہ ابن مریم فرمایا حالانکہ ظاہر یہ تھا کہ ابنک ہوتا جواب یہ کہ اسمین اشارہ ہی کہ وہ اس کنیت کے ساتھ جو مشتمل بہ اضافت ہی مشہور ہوگا اور ایذان ہی کہ اسکا باپ نہوگا سلام اللہ تعالے علیہ۔ قولہ وجیہا۔ حال مقدر از کلمہ ہی اور کلمہ اگرچہ نکرہ ہی لیکن نکرہ موصوفہ ہی۔ اگر کہا جاوے ضمیر کلمہ کی مذکر کیون آئی تو جواب دیا گیا کہ اسکا مسمی مذکر ہی کذا فی السراج قولہ ویکلم الناس فی المہد وکہلا لفظ کہلا

عطف فی المہد ہی یعنے ان دونون حالتون مین لوگون سے یکسان کی باتین کریگا اور اسکی حالت بچپن اور کہولت مین کہ جسمین عقل مستحکم ہوتی ہی اور اسیوقت انبیا مبعوث ہوتے ہین کچھ فرق نہوگا اور کہل وہ سن ہی جو شباب اور شیخوخت کے درمیان ہو اور عیسی علیہ السلام بعد کہولت کے سن پر پہونچنے کے اُٹھائے گئے ہین اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ کہولت سے پہلے اُٹھائے گئے ہین اور شباب کا سن باقی تھا اور اس تقدیر پر کہولت مین انکا لوگون سے کلام کرنا ہنوز واقع نہین ہوا پس مراد یہ ہی کہ قریب قیامت کے زمانۂ مہدی علیہ السلام مین دجال کے قتل کو جب اُتارے جاوینگے تب کلام کرینگے اور اسی سے کہا گیا ہی کہ نزول عیسی علیہ السلام کا نص قطعی سے ثابت ہی پھر اللہ تعالے نے حضرت عیسی علیہ السلام کے مختلف احوال جو ایک دوسرے کے منافی ہین ذکر فرما کر ارشاد کیا کہ وہ بڑے بیوقوف ہین جو ایسے شخص کی نسبت جسمین ایسے تغیر پائے جاتے ہین الوہیت کا اعتقاد کرتے ہین حالانکہ الوہیت سے اس سے کوئی نسبت ہی نہین ہی۔ اگر کہا جاوے کہ حالت کہولت مین اسکی باتین کرنے کی بشارت سے کیا حکمت ہی حالانکہ اسمین سب لوگ یکسان ہین تو جواب دیا گیا کہ مقصود یہ بیان ہی کہ اسکے بچپن اور کہولت کی حالت یکسان ہی۔ اور نیز بشارت ہی کہ وہ سن کہولت تک باقی رہیگا۔ اگر کہا جاوے کہ بچپن مین کلام کرنا حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھا تو جواب یہ ہی کہ نہین بلکہ اور کئی بچہ اس سن مین بولے ہین چنانچہ ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہی کہ مہد مین کلام نہین کیا مگر عیسیؑ نے اور یوسف کی گواہی دینے والے بچہ نے اور جریج کی گواہی والے نے اور ماشطۂ فرعون کے پسر نے۔ اور خفاجی نے ذکر کیا کہ جلال سیوطی رحمہ اللہ نے اُن سب کو جنھون نے مہد مین یعنے بچپن مین کلام کیا ہی نظم مین جمع کیا ہے ؎ تکلم فی المہد النبی محمد + ویحیی وعیسی والخلیل ومریم + ومبری جریج ثم شاہد یوسف + وطفل لذی الاخدود یرویہ مسلم + وطفل علیہ مر بالامۃ التی + یقال لہا تزنی ولا تتکلم + وماشطۃ فی عہد فرعون طفلہا + وفی زمن الہادی المبارک یختم + اور ابن عباس سے روایت ہی کہ عیسی نے ایک ساعت بچپن مین کلام کیا تھا پھر نہین کلام کیا یہانتک کہ بولنے کے سن تک پہونچے اور جو کلام کیا تھا وہ یہ تھا کہ جب انکی والدہ حضرت مریم کو گانون والون نے بہتان لگایا تب انکی برائت کے واسطے بولے۔ انی عبد اللہ اتانی الکتاب الآیۃ۔ سورۂ مریم ۲ اور جو لڑکے کہ نظم جلالؒ مین مذکور ہین سبکے واسطے ایک قصہ ہی کہ اسکا یہان ذکر کرنا طول ہوگا انشاء اللہ تعالے سلسلہ تفسیر مین اپنے اپنے موقع پر آجاوینگے از انجملہ دوم و سوم و پنجم و نیز چہارم و نہم و یازدہم کی روایات اسوقت تک گذر چکی ہین انکو یاد کرنا چاہیے اور باقی انشاء اللہ تعالے آگے آوینگی۔ پھر ذکر کیا گیا ہی کہ عیسی علیہ السلام تیس برس کے سن نبی ہوے اور رسالت پر ڈھائی برس اور بعض نے کہا تین برس رہے پھر اللہ تعالے نے اُٹھا لیا۔ قولہ تعالے ومن الصالحین۔ یہ حال ہی کلمہ سے یا انکی ضمیر سے جو یکلم مین ہی۔ اگر کہا جاوے کہ وجیہا فی الدنیا کی تفسیر کی گئی نبوت سے اور یہ منصب بہ نسبت صالح کے بہت بلند ہی بلکہ جتنی صفتین اوپر مذکور ہوئی ہین سب صالح ہونے سے بڑھکر ہین پھر آخر مین انکی صفات کو صالح ہونے پر کیون ختم کیا۔ تو جواب یہ ہی کہ کوئی آدمی صالح نہین ہوتا جبتک کہ وہ اصلح راہ پر اور اکمل طریقہ پر ہمیشہ اپنے سب حال مین قائم ہو اور یہ افعال قلوب و افعال جوارح کے سب مراتب دین و دنیا کو شامل ہی اسیواسطے سلیمان علیہ السلام نے بعد نبوت کے کہا۔ ادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین۔ پس جب عیسی علیہ السلام کے صفات شمار کیے تو اسکے پیچھے اس صفت کو جو بہت بلند درجات پر دلالت کرتا ہی بیان کر دیا۔ اور تحقیق یہ ہی کہ صلاح کے واسطے خصوص و عموم ہی پس عموم صلاح تو پورے مومن تک کو شامل ہی اور خصوص صالح نہایت اعلی مرتبہ ہی کہ وہ نبوت مین متعدد مقام رکھتا ہی سو قدم ثانی مواضع فصل عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ۔ اللہ تعالے نے مریم کو پہلے سے بشارت دیدی تاکہ ملامت کرنے والون کی لغو گفتگو و بہتان مین حضرت مریم علیہا السلام کا قدم مضبوط رہے اور اپنی منزلت کو معلوم کرلے تاکہ لوگون کی باتون سے

درجہ یقین سے نہ گرے۔ قولہ وجیہا فی الدنیا والآخرہ۔ یعنے دنیا میں تو انوار ربوبیت کے لباس سے آراستہ ہوگا اور آخرت میں جمال مشاہدہ کے لباس
آراستہ ہوگا۔ اور اللہ تعالےٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ہیبت کا لباس پہنایا تھا تاکہ مومن کافر ہر فریق کی آنکھ میں بزرگ نظر آوے۔ قولہ ویکلم الناس
فی المھد وکہلا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مہد میں لوگوں سے کلام کیا تاکہ اپنی نبوت ورسالت پر اور اپنی ماں کی طہارت پر خود شاہد ہو اور کہلا۔
کلام کرنا اسکی انبساط وحالت اتحاد سے ہے پس اول کا کلام کرنا تو نبوت سے ہے اور دوسرا کلام کرنا بعد بالکل فنا ہونے کے ظہور خالص قدرت باری
وحدہ لاشریک لہ سے ہے۔ یعنے ایسا وقت تھا کہ حضرت عیسیٰ خود بالکل فنا تھے اور بقا فقط ذات باری وحدہ لاشریک لہ کو تھی چنانچہ یہ مثل
تصویر کے پنجۂ قدرت میں تھے جو حکم ہوتا تھا اور جسطرح حرکت دلائی جاتی تھی وہی ان سے صادر ہوتا تھا اور انکا فعل خود انکے قول کا شاہد تھا
چنانچہ مردہ کو زندہ کرنا اور مادرزاد اندھے کو آنکھیں بنانا اور کوڑھی کو چنگا کردینا یہ سب ظہور افعال الٰہی عزوجل تھا جو بندہ خاص حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے ہاتھوں ہوتا تھا اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام خودی سے فنا تھے اور اپنے ارادوں سے خالی تھے اور یہ صرف تصرف ذات
ہی اور اعلیٰ اس سے تصرف در غیر ہی باین وجہ کہ اثر عمدہ ہو بخلاف زندگان عیسیٰ علیہ السلام کے کہ انپر اثر موت ظاہر ہوتا تھا اور حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم نے معوذ بن عفراء کا ہاتھ کٹا ہوا اپنے دست مبارک سے جوڑ دیا کہ وہ انکی موت تک نہایت پر قوت رہا جبکہ انھوں نے
ابوجہل کو قتل کیا تو ابوجہل کے بیٹے نے انکو تلوار کا ہاتھ مارا کہ انکا ہاتھ شانہ سے الگ ہوگیا اور ایک تسمہ سے لٹکا رہا آخر انھوں نے اسکو الگ
کردیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوڑتے آئے آپ نے اسکو جوڑ دیا کہ اسیوقت اچھا ہوگیا۔ اور اسیطرح ایک صحابی کی آنکھ تیر کے
صدمہ سے نکل پڑی تھی اسکو لیکر اپنے لب مبارک کے لعاب سے اندر کردیا کہ اسیوقت اچھی ہوگئی اور تادم مرگ اسکی روشنی نہایت تیز
تھی ہذا التوضیح ما ذکرہ الشیخ۔ ابتدا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملتبس بزبان عبودیت تھے اور انتہائی مرتبہ پر ملتبس بصفات ربوبیت
ہوے یعنے خودی سے فنا ہوے کہ انمین صفات باری تعالےٰ واسکی ارادت نے ظہور فرمایا۔ اور بعض اکابر نے کہا کہ مہد میں کلام کرنا تو عیسیٰ
کے واسطے معجزہ تھا اور حالت کہولت میں اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلانے کا کلام کرتے تھے۔ اور بعض نے فرمایا کہ مہد میں کلام کرنا تو بچپن
کی حالت تھی اور کہولت کی حالت میں اسوقت کلام کرینگے جب کہ آسمان سے اوتارے جاوینگے تاکہ انکے دونوں طرف کے کلام میں معجزہ ہو
اور واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بچپن میں اسواسطے ایسے کلام صادر ہوا کہ مخالفوں اور بہتان باندھنے والوں کا کلام رد ہو کہ انھوں نے
ایسے وقت میں اپنی ماں کی گواہی دی اور اپنی رسالت کا دعویٰ کیا کہ جسوقت میں بچہ بولنے سے عاجز ہوتے ہیں کہاں کہ ایسی باتیں کریں
اور کہولت میں اسوقت کلام کرینگے کہ شباب کی تیزی اور بڑھاپے کا ضعف کچھ نہو گا۔

قَالَتۡ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ وَلَدٌ وَّلَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ ؕ قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰہُ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ

بولی اے رب کہاں سے ہوگا مجکو لڑکا اور مجکو ہاتھ نہیں لگایا کسی آدمی نے کہا اسیطرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے

اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۝

جب حکم کرتا ہے ایک کام کو تو یہی کہتا ہے اسکو کہ ہو پس وہ ہو جاتا ہے

قَالَتۡ رَبِّ اَنّٰی۔ کیف۔ یَکُوۡنُ لِیۡ وَلَدٌ۔ مریم نے کہا کہ اے میرے رب کہاں سے فرزند ہوگا۔ وَلَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ
بَشَرٌ۔ بزوج ولا غیرہ۔ مریم بولی کہ عادت اللہ تو حقیقت سے فرزند کو پیدا فرمانا ہے حالانکہ مجھے کسی بشر نے نہیں چھوا نہ تو نکاح کرنے سے
اور نہ بغیر نکاح کے یعنے نہ میرا کوئی شوہر ہے اور نہ میں نے زنا کیا۔ قَالَ۔ الامر۔ کَذٰلِکِ۔ من خلق ولد منک بلا اب۔ یعنے بات

ایسی ہی ہوئی تجھسے ایک بچہ پیدا ہوگا بدون باپ کے - اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ - اللہ تعالے جو کچھ چاہتا ہے پیدا کردیتا ہے - اِذَا
قَضٰٓى اَمْرًا - اراد خلقہ - یعنے جب ارادہ کرتا ہے اسکے پیدا کردینے کا - فَاِنَّمَا يَقُولُ لَهٗ كُنْ - تو اسسے فقط یہی کہتا ہے
کہ تو ہوجا - فَيَكُونُ - ای فہو یکون - ف - پس وہ ہوجاتا ہے - ف - قولہ قالت رب انی یکون لی ولد - یعنے مریم علیہا السلام نے اپنی
مناجات میں جناب باری میں عرض کیا کہ میرے لڑکا کہاں سے ہوگا یا کیونکر ہوگا یہ دونوں محاورہ انّی کے ترجمہ کے ہماری زبان و محاورہ میں
مستعمل ہیں لیس رب کا خطاب حضرت باری تعالے عزوجل کی جناب میں مناجات ہے اور بعض نے کہا کہ خطاب جبرئیل علیہ السلام کو ہے یعنے یا
سیدی ای میری سردار اور زمخشری نے کشاف میں انکار کیا اور کہا یہ تفسیر بدعت ہے اور درحقیقت یہ قابل انکار ہے - اور لفظ لبشر نکرہ تحت
سیاق نفی ہے اسی سے مفسرین نے لکھا کہ مطلقا نفی ہوئی کہ کسی بشر نے نہیں چھوا اور مراد مساس سے رسیدگی ہے بطور کنایہ کے حاصل آنکہ مجھسے
لڑکا کیونکر پیدا ہوگا حالانکہ مجھے کسی بشر نے مساس نہیں کیا ہے - اس تقریر پر یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مریم سے جب جبرئیلؑ نے یہ خبر دی تو انھوں نے
کیونکر کہا کہ انی یکون لی ولد - کیا انکو قدرت میں شک تھا تو جواب دیا گیا کہ انھوں نے یہ تعجب سے کہا اسواسطے کہ یہ عادت نہیں جاری ہے
کہ بچہ بدون باپ کے پیدا ہو لیس اللہ تعالے کی قدرت کا استعظام ہے جیسے کہتے ہیں کہ دیکھیے کیونکر ہوتا ہے یہ تو عجیب معاملہ ہوگا حالانکہ انکو
یقین ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ بچہ پیدا ہونیکا تو یقین تھا مگر اسکی کیفیت سے سوال کیا کہ کس طور پر ہوگا آیا اسطرح کہ میں نکاح کرونگی یا بدون
بشر کے چھوے ہوگا اور یہ جواب ضعیف ہے - اگر کہا جائے کہ حضرت مریم نے کیوں بعید جانا اسواسطے کہ آیندہ شاید بشر سے مساس واقع ہو
یا یوں طور کہ نکاح کریں تو اسکے جواب کی طرف شیخ ابن کثیرؒ نے اپنی تقریر میں اشارہ کیا چنانچہ اس کلام کی تفسیر میں کہا کہ مریم علیہا السلام
جناب باری تعالے میں عرض کرتی ہیں کہ یہ لڑکا مجھسے کیونکر پیدا ہوگا حالانکہ میں شوہر والی نہیں ہوں اور نہ میرا عزم ہے کہ میں نکاح کروں
اور نہ میں حاشا بدکار ہوں مترجم کہتا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے وقت بشارت سے اسکے وجود کی خبر دی تھے نسب
حضرت مریم نے استبعاد کیا لیکن قصہ نفخ روح عیسی بوجہ دیگر بیان ہے اسیواسطے شیخؒ نے اسکے جواب کی طرف اشارہ کیا فافہم - قولہ
قال کذلک - قال کا فاعل اگر حضرت رب العزة عزوجل ہے تو مراد یہ کہ بواسطہ ملائکہ فرمایا اور محتمل ہے کہ قال کا فاعل جبرئیل ہوں یعنے جبرئیل نے
از جانب الٰہی عزوجل یہ جواب دیا کہ کذلک یعنے الامر کذلک - بات یوں ہی ہوگی کہ تجھسے بدون مساس بشر کے لڑکا پیدا ہوگا اور مریم علیہا السلام کا
استبعاد دور کیا کہ اللہ یخلق ما یشاء اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون - یعنے قدرت اوتعالے بہت بڑی ہے مخلوق کتنا ہی بزرگ و بڑا
ہو جو ہر ایک کی عقل سے باہر ہو وہ پیدا کردیتا ہے جو چاہے پھر اسکے پیدا کردینے میں کچھ قیاس کو مجال نہیں وہ تو اسیقدر ہے کہ جب کسی امر کے
پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو فرمایا کہ ہو وہ ہوگیا قال ابن کثیر ای فورا ہوجاتا ہے ادھر حکم ہوا ادھر ہوگیا کچھ تاخیر و مہلت نہیں ہوتی
مانند قولہ وما امرنا الا واحدة کلمح بالبصر - ای ہم تو ایک ہی مرتبہ حکم فرماتے ہیں جسمیں دوبارہ کی تکرار نہیں یعنی وہ شے جلد ہوجاتی ہے جیسے پلک
مارنے کی دیر ہوتی ہے قال المترجم علما نے تصریح کردی ہے کہ اللہ تعالے کا مخلوق فرمانا کچھ لفظ کن پر نہیں ہے بلکہ یہ ایک تفہیم اس مضمون
کے واسطے ہے کہ بندے جسطرح ایک ادنی سی چیز کے لیے مثلا لکھنے کے لیے قلم کاغذ دوات وغیرہ مہیا کرتے تب لکھتے ہیں حاشا کہ جناب
باری کے پیدا کرنے میں جو واقعی تخلیق ہے یہ وہم و قیاس نہیں بلکہ اسکا ارادہ وہی خلق ہے بدون مہلت و درنگ کے اور بدون اسکے کہ کوئی
چیز اسکو مانع ہو سکے اور رہا نظام خلقت کہ ہر چیز ایک طرز خاص سے پیدا ہوتی ہے تو یہ حکمت خاص ہے اور بتدریج ہر چیز کے بلا مہلت
وجود میں آجاتے ہیں اور اللہ عزوجل نے اسکو ختم نہیں فرمایا بلکہ تاقدر مصالح مع بچہ فورا پیدا شق ہو کر نکلے اور فورا بچہ کبھی اپنی ماں کا

پرابر ہوگیا اور مانند اسکے دیگر آیات و معجزات جو انبیا علیہم السلام کو عطا ہوئے آیات تھین کہ اللہ تعالے ہر چیز پر ہر طرح قادر مختار قوی قہار ہے جیسا کہ آئندہ قصص انبیا مین بسبب بیان مفصل انشاء اللہ تعالے آویگا پس جسنے غور نظر سے دیکھا وہ کبھی شیطان کے دام فریب گرفتار نہین کہ تدابیر اصل ہے تقدیر کچھ نہین اسواسطے کہ جیسے تقدیر ہر چیز کے خلق مین جاری ہے ویسے ہی اپنے اندازہ و حکمت پر ہر چیز کا وجود ہوتا ہے اور یہ بیان جزوی فائدہ ہے پھر آیت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ پس یہان فرمایا۔ کذلک اللہ یخلق ما یشاء۔ اور حضرت زکریا کو خطاب ہوا کہ کذلک اللہ یفعل ما یشاء۔ وہان فعل فرمایا اور یہان صریح خلق فرمایا تاکہ کسی بیہودہ کو شبہہ نرہے اور جان لے کہ خلق بقدرت قادر ہے کسی مادہ و سبب پر نہین ہے اور اسیکو موکد کردیا کہ اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون۔ اور حضرت یحیی کی پیدائش مین تو بھلا یہ بھی تھا کہ ایک بڑھا ضعیف اور ایک بڑھیا ضعیف جو عمر بھر بانجھ رہی موجود تھی اگرچہ انسے اولاد پیدا ہونا ایک امر نادر ہے اور یہ فعل قدرت عجیب عظیم ہے مگر یہان نہایت نادر و اعظم قدرت ہے کہ ایک باکرہ عورت سے بدون مساس بشر کے لڑکا پیدا کردیا لہذا یہان خلق صریح سے تعبیر فرمایا کہ وہ فعل سے خاص ہے کیونکہ اختراع کو مشعر ہے۔ پھر قضا در اصل بمعنے احکام ہے اور مستوی و محکم کیا اور یہان مستوی ارادہ ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اور سکھاویگا اسکو کتاب اور کام کی باتین اور توریت اور انجیل اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف

اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ
کہ مین آیا ہون تم پاس نشانی لیکر تمہارے رب سے کہ مین بناتا ہون تمہارے لیے مٹی سے پرندہ کی صورت

فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى
پھر اسمین پھونک مارتا ہون سو وہ ہوجاتے اڑتا پرندہ اللہ کے حکم سے اور چنگا کرتا ہون جو اندھا پیدا ہوا اور کوڑھی اور جلاتا ہون مردے

بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
اللہ کے حکم سے اور بتادیتا ہون تمکو جو کھاکر آؤ اور جو کچھ رکھ آؤ گھرون مین اسمین تمکو پوری

لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ
نشانی ہے اگر تم یقین رکھتے ہو

وَيُعَلِّمُهُ ۔ بالنون والیاء۔ یعنے اکثر کی قراءۃ بنون یعنے بصیغہ جمع متکلم ہے یعنے ہم اسکو سکھلادینگے اور نافع و عاصم کی قراءۃ بیاء تحتیہ ہے۔ یعنے اللہ تعالے اسکو تعلیم فرماویگا۔ الْكِتٰبَ ۔ الخط لکھنا۔ یعنے لکھنا سکھاویگا۔ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ حکمت و توریت و انجیل سکھلاویگا ف یعنے بغیر درس کے۔ وَرَسُوْلًا ۔ یجعلہ رسولا اور ہم اسکو رسول بناوینگے یا اللہ تعالے اسکو رسول بناویگا۔ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۔ فی الصبا او بعد البلوغ ۔ بجانب بنی اسرائیل کے خواہ طفولیت مین یا بعد بلوغ کے قال السیوطی فنفخ جبرئیل فی جیب درعہا فحملت وکان من امرہا ما ذکر فی سورۃ مریم فلما بعثہ اللہ الی بنی اسرائیل قال لہم انی رسول اللہ الیکم۔ پھر یہ ہوا کہ اس بشارت کے بعد جبرئیل نے حضرت مریم کی درع کے چاک مین پھونکا پس وہ حاملہ ہوگئی اور اسکا قصہ وہ ہوا جو سورۂ مریم مین مذکور ہے پھر جب اللہ تعالے نے حضرت عیسی کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا تو عیسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مین اللہ تعالے کا

ایلچی تمہارے پاس آیا ہون - اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ - ای بانی طور کہ البینۃ لایا ہون تمہارے پاس - بِاٰيَةٍ - علامۃ علی صدقی نشانی اپنی سچائی پر - اَنِّیْٓ - ای ہی انی وفی قراءۃ بالکسر استینافا - بالفتح اکثر کی قراءۃ ہی اور نافع کی قراءۃ مین بالکسر یعنے ان مکسورہ ہی بنا برآنکہ جملہ مستانفہ ہی - اَخْلُقُ - اصور - لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ - مین تصویر بناتا ہون تمہارے لیے مٹی سے اور خلق کی تفسیر با یجاد نہین جائز ہی کیونکہ وہ مخصوص بخالق عزوجل ہی - كَهَيْـــَٔةِ الطَّيْرِ - مثل صورتہ - مثل صورت پرندکے ف حاصل یہ کہ مین تم کو معجزہ دکھلاتا ہون کہ تمہارے روبرو پرند کی مثل صورت بناتا ہون - فَاَنْفُخُ فِيْهِ - پھر پھونکونگا مین من مثل ہیاۃ الطیر مین یعنے اس تصویر مین جو مٹی سے مانند ہیاۃ پرند کے بنائی ہی - اسمین پھونک دونگا - فَيَكُوْنُ طَيْرًا - وفی قراءۃ نافع ح طائرا - بِاِذْنِ اللّٰهِ - بارادتہ تو وہ اللہ تعالے کے ارادہ سے پرند طائر ہوجائیگا قال السیوطی - فخلق لہم الخفاش لانہ اکمل الطیر خلقا فکان یطیر وہم ینظرونہ فاذا غاب عن اعینہم سقط میتا - پھر بنی اسرائیل کو چمگادر بناکر دکھایا کیونکہ چمگادر کی خلقت پرندون مین کامل تر ہی کیونکہ اسکی لپستان و دانت و کان بھی ہوتے ہین پس وہ اُڑا اور لوگ اسکو دیکھتے تھے پھر جب انکی آنکھون سے غائب ہوا تو وہ مردہ ہوکر گر پڑا - وَاُبْرِئُ - اشفی - الْاَكْمَهَ - الذی ولد اعمی اور شفا دیتا ہون مین اکمہ کو یعنے اس شخص کو جو اندھا پیدا ہوا ہی - وَالْاَبْرَصَ - وخصا لانہما داءان اعییا الاطباء وکان بعثہ فی زمن الطب فابرا فی یوم خمسین الفا بالدعاء بشرط الایمان - اور اندھے مادرزاد کو اور برص والے کو اچھا کرتا ہون ف اور انھین اکمہ وابرص کو خاص کرکے ذکر کیا کیونکہ یہ دونون بیماریان ایسی ہین کہ انھون نے طبیبون کو تھکا دیا اور نہین اچھے ہوتے ہین اور حضرت عیسی علیہ السلام کی بعثت ایسے زمانہ مین ہوئی کہ طب کا زور تھا پھر حضرت عیسی ؑ نے ایک روز مین پچاس ہزار کو فقط دعا سے اس شرط سے اچھا کیا کہ اللہ عزوجل پر بتوحید شرعی ایمان لاوین وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ - بارادتہ کررہ لدفع توہم الالوہیۃ فیہ فاحیا عازر صدیقا لہ وابن العجوز وابنۃ العاشر فعاشوا وولد لہم وسام بن نوح ومات فی الحال - اور زندہ کرتا ہون مردے کو بارادۂ الٰہی عزوجل ف یہان بھی عیسی نے باذن اللہ مکرر فرمایا تاکہ کوئی یہ وہم نکرے کہ عیسی علیہ السلام مین خود الوہیت تھی پھر عیسی ؑ نے زندہ کیا عازر کو جو انکا دوست تھا اور بڑھیا کے بیٹے کو اور عشر وصول کرنے والے کی دختر کو پھر یہ لوگ زندہ رہے اور انکے اولاد ہوئی اور سام بن نوح کو زندہ کیا اور وہ فی الحال پھر مرگیا - وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ تخبئون - فِيْ بُيُوْتِكُمْ - مما لم اعاینہ فکان یخبر الشخص بما اکل وبما یاکل بعد - اور تم کو آگاہ کرتا ہون جو تم کھاتے ہو اور جو ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھرون مین ف یعنے ایسی چیزین جنکو مین نے آنکھون دیکھا ہی پس وہ آدمی کو خبر دیدیتے جو اسنے کھایا اور جو بعد کو کھائیگا - اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ - (اس تمام معجزات مذکورہ مین تمہارے لیے نشان صدق ہی اگر تم مومن ہو) ف اللہ تعالے نے باقی بشارت کی خبر دی جو ملائکہ نے مریم علیہا السلام کو دی تھی اور یہ فقط مریم کے دل کی خوشی کے واسطے ذکر کیا کہ حضرت مریم کے دل کو جو ملامت کا خوف تھا کہ بلا شوہر جننے پر لوگ طعن وتشنیع کرینگے اسکو دفع کردیا کہ وہ ایسا اور ایسا ہوگا اور محققین کے نزدیک خواہ قراءۃ یا ہو یا نون ہو یہ کلام مستانف ہی یعنے یہان سے کلام شروع ہوا ہی - الکتاب سے مصدر بمعنے نوشتن ولکھنا مراد ہی چنانچہ ابن عباس نے فرمایا کہ کتاب بخط القلم ہی اور عیسی کا خط بہت اچھا تھا اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہی اور بعض نے کہا کہ کتاب بمعنے مکتوب اسمی معروف معنے مین ہی اور الف لام جنس کا ہی ای آتاری ہوئی کتابین پھر توریت وانجیل کو جو ذکر کیا تو انکی فضیلت کی وجہ سے ہی - اور حکمت سے مراد علم یا عمل ہی اور ایسکے قریب ہی جسنے کہا کہ حکمت سے تہذیب اخلاق مراد ہی بلکہ غور سے یہ دونون ایک ہین - قولہ ورسولا الی بنی اسرائیل منصوب بفعل مقدر ہی اور اکثر نے یعلمہ کے قرینہ سے یجعلہ مقدر کیا اور یہ احسن ہی - پھر حدیث طویل ابوذر رضی اللہ عنہ مین ہی کہ اول پیغمبر بنی اسرائیل تو موسی علیہ السلام اور آخر کے عیسی علیہ السلام تھے اور سراج منیر مین کہا کہ اول تو یوسف علیہ السلام تھے اور آخر عیسی علیہ السلام تھے

لیکن بنی اسرائیل کا نام اولاد یعقوب علیہ السلام میں اکثر کے قول پر انکے پوتوں پر پوتوں پر ہے پس صحیح وہی ہے جو حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ میں
آیا ہے فافہم ۔ اور بنی اسرائیل کی خصوصیت اسوجہ سے تھی کہ نبوت عیسیٰؑ کی فقط بنی اسرائیل کے لیے مخصوص تھی اور اس سے رد ہو گیا اس
شخص کا جو زعم کرے کہ وہ سوائے بنی اسرائیل کے اوروں کی طرف بھی رسول تھے اور صحیح حدیث میں بھی یوں مضمون آیا ہے کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ منجملہ ان امور کے جنسے مجھکو دیگر انبیاء پر فضیلت ہے ایک یہ ہے کہ میری رسالت عام ہے اور دیگر انبیا کا حال یہ تھا کہ وہ مخصوص اپنی قوم کی
طرف بھیجے جاتے تھے ۔ اور یہ بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار امر حق ہے کچھ بیان اپنے فضائل کا نہیں ہے کیونکہ فضائل اس سے اعلیٰ و ارفع
ہیں کہ آپکو بیان کی حاجت ہووے ۔ قولہ انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر ۔ مفسرین نے اخلق کے معنے اُصَوِّرُ کے بیان کیے اسواسطے کہ
ایجاد کر دینے سے اسکی تفسیر جائز نہیں کیونکہ ابداع و ایجاد کے معنے پر خلق کی قدرت کسی بندے کو نہیں وہ فقط اللہ عز وجل ہی کے واسطے
خاص ہے اور اسپر دلیل یہ کہ کھیئۃ الطیر ۔ فرمایا یعنے مخلوق کرونگا مانند ہیات پرند کے اور اسکی ہیأت کے مانند وہی صورت ہے لا زندہ پرند اور
نیز ۔ فانفخ فیہ ۔ آگے فرمایا یعنے اس تصویر بنانے کے بعد اسمیں نفخ کرونگا تب وہ اللہ تعالے کے ارادہ سے اُڑتا پرند ہو گا اور باذن اللہ
قید فرمائی جسمیں صریح دلیل ہے کہ تصویر بنانے اور پھونکنے کے بعد بھی جبھی وہ پرند ہو گا کہ ارادۂ الٰہی عز وجل متعلق ہو ورنہ یہ قدرت بھی
نہیں ہے پس تنبیہ ہے کہ زندہ کرنا از جانب خالق عز وجل ہے لیکن چونکہ یہ ارادہ معلوم تھا اسیواسطے باذن اللہ فرمایا ۔ پھر طیر اسم جنس ہے جو
واحد و تثنیہ و جمع سب پر واقع ہوتا ہے اور یہی اکثر کی قرارت ہے اور سراج میں کہا کہ یہ قرارت بنظر آنکہ عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سے پرند بنائے
اور نافع کی قرارۃ میں طائر بلفظ واحد ہے تو یہ بدین نظر کہ باوجودیہ ندکثیر ہونے کے انکی نوع واحد تھی چنانچہ ابن عباس نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام
نے فقط ایک طائر بنایا اور وہ چمگادڑ ہے یعنے ایک قسم کا پرند جو چمگادڑ ہے بنایا اگرچہ اس قسم کے کئی فرد بنائے جو مختلف فنون میں لوگوں کو
معجزہ کے طور پر دکھلائے ۔ اور اسمیں اختلاف ہے کہ فقط چمگادڑ ہی کیوں بنایا تھا ۔ تو بعض نے کہا اسوجہ سے کہ اسمیں عجائب صنعت ہے کہ اسکے
دانت و کان ہوتے ہیں اور اسکی مادہ کی چھاتی ہوتی ہے اور اسکو حیض آتا ہے پس چونکہ خلق انسان کا معجزہ نہیں دیا گیا تھا بلکہ پرند کا دیا گیا تو
پرندوں سے ایسا لیا جو اکثر قوی میں انسان کے مانند ہے اور بعض نے کہا اسوجہ سے کہ بنی اسرائیل نے بطور تعنت کے یہی مانگا کہ چمگادڑ بنا
اور شاید یہ شرط جالینوس و غیرہ ان مشہور طبیبوں کے ہو جو اسوقت میں موجود تھے پوچھا ہو کہ اسمیں عجائب مذکورہ موجود ہیں اور نیز وہ
بغیر پروں کے اُڑتا ہے اور جیسے الوں کے طور پر اسکی اولاد ہوتی ہے باوجودیکہ پرند ہے لیکن پرندوں کی طرح انڈے نہیں دیتا اور دن کی روشنی میں
اور رات کی تاریکی میں نہیں دیکھتا بلکہ صرف دو ساعت ایک بعد غروب کے اور دوم بعد طلوع کے کچھ دیر دیکھتا ہے اور انسان کی طرح ہنستا ہے
پھر عیسیٰ علیہ السلام ایسا ہی کرتے تھے کہ مٹی کی مورت چمگادڑ کے بناتے پھر اسمیں پھونکتے کہ وہ آنکھوں کے سامنے باذن اللہ عز وجل اڑ جاتا
جو اس بات پر دلالت کرتا کہ جسکے نام کو پھونک کر عیسیٰ علیہ السلام اسکو زندہ کرتا ہے اسی پاک عز وجل نے اسکو رسول کیا ہے اور
وہب بن منبہ نے کہا کہ وہ اُڑتا رہتا جب تک اسکو لوگ دیکھتے پھر جب انکی نظر سے غائب ہوتا تو مردہ ہو کر گر پڑتا تاکہ اللہ تعالے
کے فعل میں اور اسکے مخلوق کے فعل میں تمیز ہو اور جان لیا جاوے کہ تمام حمد و کمال سب اللہ عز وجل ہی کو ہے ۔ قولہ وابرئ
الاکمہ والابرص ۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر فرمایا کہ بعض نے کہا اکمہ وہ ہے جسکو دن میں نہیں دکھلائی
دیتا اور رات میں دکھلائی دیتا ہے اور بعض نے اسکے برعکس کہا اور بعض نے کہا تو ندھی والا اور بعض نے کہا کہ اکمہ وہ ہے جو مادر زاد
اندھا ہو اور یہی ٹھیک ہے کیونکہ اسکے اچھا کرنے میں معجزہ پورا ہے ابو عبیدہؒ نے کہا کہ اکمہ وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ سے اندھا پیدا ہوا اور

ابن فارس نے کہا کہ کمہ وہ اندھاپن ہی جو انسان کا پیدائیشی ہوتا ہی اور کبھی کمہ عارض ہو جاتا ہی چنانچہ بولتے ہین قد کمہ یعنے اندھا ہو گیا حالانکہ نہ تھا اور برص کھال کی سپیدی ایک مشہور مرض ہی اور ان الفاظ مین معنے اسم تفضیل ملحوظ نہین ہین مگر انکا اصل مین جو یہ نام رکھا گیا تو یہ نظر معنے مذکور تھا جیسے اعسر اس شخص کو کہتے ہین جو بہت تھا ہو حالانکہ وہ اپنے داہنے ہاتھ سے بھی کام کرتا ہی مگر چونکہ غلبہ اسکے کام کا بائین ہاتھ سے ہوتا ہی لہذا اعسر کہتے ہین عرب کے لوگ جسقدر برص سے نفرت کرتے ہین ویسا اور عیب سے نفرت نہین کرتے ہین پھر جاننا چاہیے کہ عیسی علیہ السلام اکثر بیماریان دعا سے اچھی کرتے تھے ولیکن اللہ تعالے نے یہان صرف ابرا اکمہ وابرص کو ذکر فرما کر اشارہ فرمایا کہ معجزہ انکا ان دونون سے ظاہر تھا کیونکہ یہ دونون بیماریان ایسی ہین کہ اطبا انسے تھک گئے ہین پھر یہ جو مدعی دعوی کرتے ہین کہ برص دوا سے اچھا ہو جاتا ہی تو یہ دعوی کلیہ باطل ہی اسواسطے کہ مراد برص سے وہ ہی جو بسبب عدم حرارہ غریزی کا فیہ ہضم جلدی وغیرہ کے باعتبار پیدائش کے ہو اور وہ کسی طرح بھی دوا سے اچھا نہین ہو سکتا جیسے مادر زاد اندھا نہین اچھا ہو سکتا ہی پھر اگر کہا جاوے کہ یہ کس قرینہ سے معلوم ہوا کہ برص سے ایسا برص مراد ہی تو جواب یہ ہی کہ مقام مین بیان ایسے امراض کا ہی جنکی نسبت اطبا اس امر کے مقر ہین کہ وہ لا علاج ہی جیسے کور مادر زاد پس یہ صریح ہی کہ برص سے وہی برص مراد ہی جسکے لا علاج ہونے کے اطبا مقر ہین۔ پھر بعض مفسرین نے کہا کہ ابراء اکمہ وابرص کے ساتھ باذن اللہ کے قید نہین فرمائی بہ نسبت باقیون کی یہ نسبت یعنے خلق طائر اور احیاء موتی کی نسبت انکا اچھا کرنے مین بہت غرابت نہین ہی اور مترجم کہتا ہی کہ باذن اللہ تعالے قید در واقع معتبر ہی اور کلام یہان اسکو محتمل ہی کہ لفظ مین بھی یہ قید ہو پھر کوئی وجہ نہین کہ یہ رکیک توجیہ بیان کیجاوے پھر لفظ مین اس قید کی ہونے کا بیان یہ ہی کہ نظم کلام یون ہی وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ پس محتمل ہی کہ ابراء واحیاء ہر دو باذن الٰہی ہون اور اگر کہا جاوے کہ اولے یہ ہی کہ باذن اللہ ظرف متعلق با قرب ہو یعنے آحی فعل سے متعلق ہو تو جواب یہ ہی کہ یہ جواز کے منافی نہین ہان یہ توجیہ لائق ہی کہ احیاء موتی مین اور خلق طیر مین الوہیت کا توہم ہوتا تھا لہذا باذن اللہ سے دفع کیا گیا بخلاف ابراء اکمہ وابرص کے کہ انمین یہ وہم نہین ہوتا ہی اور عیسی علیہ السلام انکو دعا سے اس شرط پر کہ مریض اچھا ہو جاوے تو ایمان لاوے چنگا کرتے تھے۔ قولہ واحی الموتی باذن اللہ۔ موتی جمع میت کی ہی اور حضرت عیسی علیہ السلام کو یہ معجزہ دیا گیا تھا کہ باذن اللہ تعالے مردہ کو زندہ کرتے تھے اور بعض نے فرمایا کہ زندہ کرنے مین انکی دعا یا اسم پاک یا حی یا قیوم ہوتی تھی اور شاید یہ استنباط اس بنا پر ہی کہ عیسی علیہ السلام اللہ تعالے اسکے اسم اعظم سے دعا کر کے زندہ کرتے تھے اور پہلے گذر چکا ہی کہ حدیث صحیح مین آیا ہی کہ اللہ تعالے کا اسم اعظم قولہ تعالے اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم۔ آیۃ الکرسی مین اور الم اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم شروع آل عمران مین ہی اور بعض روایت مین الہکم الہ واحد لا الہ الا ہو الرحمن الرحیم۔ مین اور بعض روایت مین ایک اور آیت وعنت الوجوہ للحی القیوم۔ مین وارد ہی۔ بالجملہ انکی زبان مین الحی القیوم کے مثل جو نام پاک تھا اسی سے دعا کرتے تھے پھر مفسرین نے ذکر کیا ہی کہ انجیل مین مردے زندہ کرنے کے متعدد قصے مذکور ہین ولیکن مترجم کے نزدیک چونکہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو لیس ان قصص کی بوجہ اسکے کہ تحریف کا احتمال قوی ہی کچھ اعتماد نہین ہو سکتا ہی لہذا آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کیا گیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے چار شخصون کو زندہ کیا جیسا کہ مفسر جلال رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی اور معالم وغیرہ مین ہر ایک کا قصہ بیان مذکور ہی کہ (۱) عازر حضرت عیسی علیہ السلام کا دوست تھا جب قریب مرنے کے پہونچا تو اسکی بہن نے حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا کہ آپکا دوست عازر مرتا ہی اور درمیان مین تین روز کی راہ کی دوری تھی پس حضرت عیسی علیہ السلام مع اپنے ساتھیون کے تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ تین روز ہوئے مر چکا ہی پس اسکی بہن سے فرمایا کہ میرے ساتھ اسکی قبر پر چل سو وہ ساتھ گئی پس آپ نے دعا فرمائی تو وہ زندہ ہو کر قبر [illegible]

نکلا اور جیتا رہا یہانتک کہ اسکی اولاد ہوئی اور (۳) بڑھیا کا بیٹا تو یہ ایک شخص تھا کہ اسکو تابوت پر مردہ لیے ہوے جاتے تھے اور پیچھے پیچھے ایک بڑھیا تڑپتی جاتی تھی جسکا یہ اکلوتا بیٹا تھا ناگاہ حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف سے گذرے پس آپ نے اللہ تعالے سے دعا فرمائی تو وہ اپنے تابوت پر اٹھ بیٹھا اور لوگون کے کاندھون سے اُتر پڑا اور اپنا تابوت خود اُٹھا لے گیا اور اپنے لوگون مین شامل ہوا اور یہ بھی یہانتک زندہ رہا کہ اسکی اولاد ہوئی اور (۴) عاشر کی دختر تو یہ شخص عشر و خراج وصول کیا کرتا تھا ناگاہ اسکی لڑکی مرگئی دوسرے روز حضرت عیسی علیہ السلام نے باذن اللہ تعالے اسکو زندہ کیا اور یہ بھی اتنا جیتی رہی کہ اولاد ہوئی - اور سام بن نوح علیہ السلام کا یہ قصہ ہوا کہ حضرت عیسی علیہ السلام انکی قبر پر آئے اور اسم اعظم الٰہی عزوجل سے زندہ کیا پس وہ قبر سے نکلے اور حال یہ تھا کہ قیامت کے خوف سے انکا آدھا سر سپید ہوگیا تھا اگرچہ اس زمانہ مین لوگ اسطرح بوڑھے نہین ہوتے تھے کہ سر سپید ہوجائے اور قبر سے نکلکر بولے کہ کیا قیامت قائم ہوئی تو عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ نہین بلکہ مین نے اللہ تعالے سے دعا کرکے تم کو زندہ کیا ہی پھر سام سے فرمایا کہ اب مرجاؤ تو سام نے کہا کہ اچھا اگر اس شرط سے کہ اللہ تعالے مجکو موت کی سکرات و سختی سے امن دیدے پس عیسی علیہ السلام نے دعا کی اور قبول ہوئی پس وہ اسیوقت مرگئے -

قال المترجم شاید سام بن نوح علیہ السلام کا زندہ کرنا لوگون کو یقین دلانا اس امر کا تھا کہ قیامت برحق ہی اور لوگ ضرور اسی قبر سے اُٹھینگے جہان دفن ہوے ہین اور قیامت بڑی ہولناک چیز ہی اور موت کی سختی نہایت سخت ہی اللہ تعالے اس سے پناہ عطا فرمائے اور یہ کل معنا مین کلام مجید مین تلاوت کیے جاتے ہین اور اللہ عزوجل نے حضرت عیسی علیہ السلام کو وہ معجزات عطا فرمائے تھے جس سے اسوقت کے اطبا و علم طب جاننے والے سخت عاجز ہوے تا آنکہ جالینوس نے اقرار کیا کہ آپ طبیب روحانی ہین ولیکن ہدایت و ایمان رحمت الٰہی ہی جسکو چاہے عطا کرے اور ایسے ہی موسی علیہ السلام کو وہ معجزے عطا کیے جس سے جادوگر سخت عاجز ہوے کیونکہ اسوقت جادو کا زور تھا اور ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ معجزات عطا ہوے جنھون نے اسوقت کے فصحا و بلغا کو عاجز کیا مع ہذا کثرت سے معجزات تھے جنکو جامع معجزات جمیع انبیا علیہم السلام کہنا چاہیے اسواسطے کہ مثلاً شق القمر کا معجزہ اہل عقل کے نزدیک عصاے موسیٰ سے کہین بڑھا ہوا ہی اور موت سے زندہ ہونا تو اتنی ہی بات ہی کہ ایک صحابی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد موت کے تابوت سے اُٹھ بیٹھے اور گفتگو کی اور پھر مردہ ہوکر لیٹ رہے جیسا کہ تقریب التہذیب مین بھی مختصر طور پر مذکور ہی- قولہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مومنین - کمالین مین ذکر کیا کہ یون روایت ہی کہ جب عیسی علیہ السلام نے مردے زندہ کیے تو بنی اسرائیل کے کمبخت بولے کہ یہ تو جادو ہی ہمکو کوئی نشانی اپنی نبوت کی دکھلاؤ یعنے جسمین غیب کی خبر ہو تو حضرت عیسی علیہ السلام نے بتلانا شروع کیا کہ تو نے یہ کھایا اور یہ رکھ چھوڑا ہی حضرت عمار بن یاسر رضؓ و قتادہ رحؒ سے روایت ہی کہ جب بنی اسرائیل نے درخواست کی تھی کہ پروردگار ہمارے لیے آپکی دعا سے آسمان سے کھانے کا خوان نازل فرمایا کرے تو آپ نے عہد لیا تھا کہ کھالو اور جمع نہ کرنا انھون نے اقرار کیا پھر کھاتے اور رکھ چھوڑتے اور چوری چوری بدعہدی کرتے تھے پھر حضرت عیسیٰؑ نے بتلانا شروع کیا کہ ای فلان تو نے یہ کھایا اور یہ رکھ چھوڑا ہی تا آنکہ اللہ تعالے نے ان کمبختون کو سور کردیا - اور معالم مین سدیؒ سے لایا کہ حضرت عیسی علیہ السلام مکتب مین لڑکون سے بتلا دیا کرتے کہ تمھارے باپ نے یہ کیا اور یہ کھایا اور یہ رکھ چھوڑا ہی اور تیرے لیے فقط اتنا رکھا ہی تو لڑکا اگر گھر جاکر اسی چیز کی ضد کرتا جو چھپا کر رکھی گئی تھی اور روتا یہانتک کہ انکو دینا پڑتی پھر آخر انکی ماں باپ نے پوچھنا شروع کیا کہ تمکو کون بتلا دیتا ہی بولے کہ ہم سے عیسی کہدیتے ہین تو بنی اسرائیل نے لڑکون کو منع کردیا کہ اس جادوگر کے ساتھ مت کھیلا کرو اور انکو الگ جمع کیا پھر عیسی علیہ السلام اپنے ساتھی لڑکون کو ڈھونڈھتے ہوے آئے تو انکے وارثون نے کہا کہ یہان نہین ہین - آپ نے فرمایا کہ پھر یہان کون ہی

بولے کہ یہاں تو سوئر ہین آپنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی ہونگے پھر جب ان لوگون نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حقیقت مین سور ہین تب تو یہ قصہ بنی اسرائیل مین پھیلا اور انھون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا اور حضرت عیسیٰ کی والدہ اس سے خوفناک ہوئین اور انکو خچر پر سوار کرکے مصر کو لے بھاگین مترجم کہتا ہے کہ یہ قصہ شاید واقع ہوا ہو ولیکن آیۃ کریمہ کی تفسیر مین ظاہر نہین ہے کیونکہ یہ اظہار تو اپنے رسول ہونے کی سچائی پر معجزات سے ہے اور بچون کے ساتھ کھیل نہین ہے چنانچہ فرمایا ان فی ذلک لآیۃ لکم ان کنتم مومنین۔ یعنے اگر تصدیق کرنے والے ہو تو اسمین تمھارے لیے نشان کافی موجود ہے اور اگر تعنت و عناد ہے تو کتنی ہی آیتین دیکھا دین فائدہ نہ بخشینگی ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وابری الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ذات سے مخلوق و حادث تھے اور خالق عزوجل پروردگار نے انکو پیدا کرکے انبیاء و رسولون کے مانند ہدایت دی اور انھون نے اپنے آپکو ایسے پسندیدہ اوصاف سے آراستہ کیا جو اللہ عزوجل نے پسند فرمائی ہین جیسے رحم و کرم وغیرہ کہ اوصاف باری تعالیٰ عزوجل ہین پس عیسیٰ علیہ السلام ان اوصاف سے جو حدوث و امکان کے انکے ذاتی اوصاف تھے بالکل خارج ہوکر ایسے اوصاف سے متصف ہوئے جو حضرت رب العزت جل جلالہ کے اوصاف ہین لیکن نہ اسطرح کہ ان اوصاف پاک نے حضرت عیسیٰ مین حلول کیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ شانہ جوہر و ولادت و حلول و جگہ و ظرف اور مخلوق کے ساتھ مخلوط ہونے وغیرہ ایسے سب امور سے جو اسکی شان حق سبحانہ تعالیٰ نہین ہین بالکل پاک و منزہ ہے بلکہ یہ ظہور قدرت عظیمہ کاملہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے جو اپنی خودی سے بالکل فنا تھے پس اللہ عزوجل نے ایسے قدرت کے حقائق ظاہر فرمائے اور مین اس آیۃ کی تفسیر مین اس سے بلند کلام نہین رکھتا ہون باوجودیکہ اہل معرفت نے مجھسے پہلے یہ معنے بیان کردیے ہین لیکن اپنی اپنی عبارت ہے سو جیسے مین نے تفسیر قرآن شروع کی ہے تو ضرور ہے کہ اپنی عبارت سے مضمون ادا کرون او رعبض ترجمہ فرمایا کہ جبکہ صفات ربوبیت کا ظہور ہوا اور وہ اپنے حدوثی اوصاف سے جو اسکے مخلوق و ممکن ہونے کے ساتھ متعلق تھے بالکل فنا ہوگیا حتیٰ کہ اپنی خودی سے بھی غائب ہوگیا تو اسکے ذریعہ سے ہر چیز زندہ کی جاتی ہے پھر اس آیۃ کریمہ سے ہر ایسے شخص کے دعوے باطل کردیے جو یہ کہتا ہے کہ بندہ مشاہدات خود معجزے ظاہر ہوتے ہین پروردگار سے نہین ہوتے ہین اور یہ باطل ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت مین معجزہ پیدا کردینے پر قادر ہے لیکن اسکی مشیت و مرضی ہے جس شخص پر چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے پس اعجاز تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے لیکن یہ لوگ ظاہر مین اس کرامت سے سرفراز ہوتے ہین کہ یہ وہ صورت و ہیات ہین ان لوگون سے اسکا ظہور ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جسنے اس بیان کو سمجھ لیا وہ توحید مین اولیاء اللہ سے نفع پاویگا اور اسوقت مین بکثرت وہ لوگ ہین جو ایمان و کفر کو خلط کرتے اور شیطان کے چنگل مین گرفتار ہوئے ہین پھر عیسیٰ علیہ السلام سے باقی ارشاد ہدایت اسطرح ہوا جیسے حق تعالیٰ نے فرمایا

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۚ وَجِئْتُكُم

اور سچ بتاتا ہون توریت کو جو مجھسے پہلے کی ہے اور اسواسطے کہ حلال کردون تمکو بعضی چیز جو حرام تھی تمپر اور آیا ہون تمھارے پاس

بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ

نشانی لیکر تمھارے رب کی سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو بیشک اللہ ہے رب میرا اور رب تمھارا سو اسکو بندگی کرو یہ سیدھی راہ ہے

و جئتکم و مصدقا لما بین یدی۔ قبل۔ اور مین تمھارے پاس (بنی اسرائیل) اس نشان سے آیا ہون رسول ہوکر کہ جو کچھ مجھسے پہلے موجود ہے اسکی تصدیق کرنے والا ہون ف پہلے موجود سے پہلے والی کتاب مراد ہے بقرینہ۔ قولہ من التوراۃ۔ یعنے توریت کی تصدیق کرنے والا ہون ف کہ وہ پہلے سے موجود تھی اور اسوقت بھی اسپر عمل موجود تھا سوائے بعض احکام کے جو انجیل سے

منسوخ کر دیے گئے چنانچہ فرمایا۔ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ۔ فیما فاحل لہم من السمک والطیر بلا صیصۃ لہ وقیل
احل الجمیع فبعض بمعنے کل اور تاکہ حلال کر دوں تمہارے لیے بعض وہ چیز کہ تم پر حرام کی گئی تھی ف۔ یعنے حرام کی گئی تم پر اس توریت میں پس عیسی
علیہ السلام نے انکے لیے مچھلی اور پرند میں سے وہ بعض حلال کر دیں جنکے خار و چنگل شکاری نہو اور بعض علما نے فرمایا کہ نہیں بلکہ سب جو اپر ان پر
حرام کی گئی تھیں حلال کر دیں پس بعض بمعنے کل ہے مترجم کہتا ہے کہ نہیں بلکہ بعض یعنے تھوڑا اسواسطے کہ زنا و غیرہ بدستور حرام رہا۔ پھر یہ سبب
نسخ کرکے حلال کرنا بطور نبوت ہے لہذا فرمایا۔ وَجِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ اور میں لایا ہوں تمہارے پاس معجزہ تمہارے رب کی
طرف سے ف۔ پس مجھے رسول مانو۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ۔ فیما امرکم بہ من توحید اللہ وطاعتہ پس تم لوگ اللہ تعالے
سے تقوی کرو۔ میری فرمانبرداری کرو ف۔ ہر ایسی چیز میں جسکا میں نے تمکو حکم کیا کہ اللہ تعالے کی توحید پر ایمان لاؤ اور اسکی بندگی کرو۔ اِنَّ
اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ۔ اللہ تعالے میرا و تمہارا رب ہے سو اسکی بندگی کرو۔ صِرَاطٌ۔ طریق۔ مُّسْتَقِیْمٌ
یہ جسکا میں تمکو حکم دیتا ہوں صراط یعنے راہ مستقیم ہے ف۔ پھر بنی اسرائیل نے عیسی علیہ السلام کو جھٹلایا اور اسپر ایمان نہ لائے۔ جیساکہ آگے کی
آیت اسپر دلالت کرتی ہے اور موسی علیہ السلام اور عیسی علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار نو سو چھ برس کا فرق ہے۔ قولہ ولاحل لکم بعض الذی حرم
علیکم۔ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے نے توریت میں بعض طعام بنی اسرائیل پر حرام فرمائے تھے چنانچہ قولہ وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر
الآیۃ۔ دلالت کرتا ہے اور یہ تحریم بطور سزا کے انکی سرکشی کا بدلا تھا چنانچہ قولہ فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم۔ اسپر دلالت کرتا
ہے پس شرع موسی علیہ السلام کے موافق بنی اسرائیل پر کل جو چیزیں حرام کی گئی تھیں وہ دو طرح کی تھیں ایک وہ کہ جو بطور ارشاد و ہدایت کے انکی اصلاح
حال و مآل کے طور پر حرام ہوئیں جیسے زنا و چوری و سور کا گوشت وغیرہ۔ اور دوم وہ کہ بطور سزا کے ظلم کے اپر حرام ہوئیں جیسے چربی کا
کھانا اور اوجھ کی پتلی چربی و مچھلیاں و اونٹ کا گوشت وغیرہ پس عیسی علیہ السلام نے کل محرمات میں سے بعض کو حلال کیا چنانچہ مچھلی
وہ جنمیں سے اسکو حلال کیا جسکے صیصہ نہو اور صیصہ سے مراد مخلب ہے یعنی وہ پرند جسکے مخلب نہو حلال کیے اور صیصۃ الدیک مرغ کا خار
اور منجملہ انکے جنکو حلال کیا تھا اونٹ کا گوشت بھی تھا اور اسمیں اختلاف ہے کہ مسیح کو کوئی کلام و کرنا جو شرع موسی علیہ السلام میں تھا آیا اسکو
حلال کیا یا نہیں اسمیں دو قول ہیں بیضاوی نے کہا کہ اسمیں صحیح دلیل موجود ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت نے شرع موسی
علیہ السلام کو منسوخ کر دیا۔ اور قول ربیع بن انس کا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ جو شرع حضرت عیسی لائے تھے وہ اس شرع سے نرم تھی جو موسی
علیہ السلام لائے تھے کہ انکی شرع میں بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت و چربی حرام تھی وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی انجیل سے حلال
کی گئی اور مچھلی وغیرہ چیزیں اور پرندوں میں سے چند چیزیں اور دیگر چیزیں حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت میں حلال ہوئیں
جو اپر پہلے حکم توریت سے حرام تھیں اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اسمیں دلالت ہے کہ عیسی علیہ السلام نے بعض شریعت توریت کو منسوخ کیا اور
کل کو منسوخ نہیں کیا اور صحیح قول یہی ہے اور سراج میں کہا کہ اگر اسپر یہ شک کیا جاوے کہ جب شرع عیسی ناسخ شرع موسی ہوئی تو مصدقا
لما بین یدی من التوراۃ کیونکر صادق ہوگا تو بیضاوی وغیرہ نے اسکا یہ جواب دیا کہ توریت کی تصدیق کرنے میں اور بعض احکام توریت
کے نسخ میں کچھ منافات نہیں ہے جیسے قرآن نے سب شرائع سابقہ کو منسوخ کیا حالانکہ سب کی تصدیق فرماتا ہے یعنے قرآن بتلاتا ہے کہ شریعت
موسی اپنے وقت پر اور شریعت عیسی اپنے وقت پر بلکہ حضرت آدم سے لیکر کل شرائع اپنے اپنے وقت پر صحیح تھیں اور سب انبیا برحق تھے
بلکہ قرآن سے کہ ناسخ و منسوخ دونوں کی تصدیق باہم موجود ہے اگرچہ ایک دوسرے کا ناسخ ہے اور وجہ یہ ہے کہ نسخ تو در حقیقت بیان ہے کہ کسی

حکم کی مدت بیان کردی کہ یہ حکم اس مدت تک کے واسطے تھا پس توریت میں جو احکام مذکور ہیں انکی تصدیق کی اور اپنی شریعت میں بیان کیا کہ فلان وفلان حکم اس مدت تک کے واسطے تھا اب منسوخ ہو گیا شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ وہب بن منبہ سے روایت کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام شرع موسیٰ علیہ السلام پر تھے اور روز سنیچر کی تعظیم برقرار رکھتے اور بیت المقدس کا استقبال کرتے تھے اور انھوں نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں نے تمکو توریت کے خلاف ایک حرف کی طرف بھی نہیں بلایا الا یہی کہ بعض چیزیں حرام کیا گیا ہی اسکو تم پر حلال کرون اور تمھارے ذمہ سے گناہ دور کردن ۔ **قال المترجم** اس روایت سے ظاہر ہوتا ہی کہ شریعت موسوی علیہ السلام بطریق ارشاد تھی سب بحالہ باقی رہی صرف وہ منہیات دور ہوے اور حلال ہوئے جو بنی اسرائیل پر بوجہ ظلم کے حرام کیے گئے تھے اور یہ تحریم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تھی اور بعض مفسرین نے اس تقدیر پر قولہ لاحل لکم بعض الذی حرم علیکم کے یہ معنے لیے ہین کہ حلال کردون بعض وہ چیز جو تم پر حرام کی گئی یا بین طور کہ تمھارے علمانے اسکو حرام کیا ہی چنانچہ کمالین مین کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہ باطل احکام جنکو احبار نے اختراع کر لیا تھا انکو دور کردیا ۔ ولیکن پوشیدہ نہیں کہ احبار کے اپنی طرف سے اختراعی احکام پر حرم علیکم کا اطلاق بعید ہی اسواسطے کہ حلال کرنا و حرام کرنا بحکم الٰہی ہی انمین کسیکی تحریم و تحلیل نہین صحیح ہی ہان بعض وہ چیزین حلال کردین جسمین وہ جھگڑتے اور خطا کرتے تھے پس انسے یہ پردہ دور کردیا اور صاف بیان کردیا کہ یہ چیزین حلال ہین جیسا کہ دوسری آیت مین فرمایا کہ ۔ ولابین لکم بعض الذی تختلفون فیہ ۔ یعنے تاکہ صاف ظاہر کردون حکم بعض اس چیز کا جسمین تم آپسمین اختلاف کرتے ہو یہ تو بیان ہوا مگر محققین نے تصریح کردی ہی کہ صحیح یہی ہی کہ شرع عیسیٰ علیہ السلام ناسخ بعض شرع توریت تھی اور کمالین مین کہا کہ یہی صواب ہی ۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ بعض ما حرم علیکم یعنے کل ما حرم علیکم ہی یعنے کل جو چیزیں حرام کیے گئے تھے سب منسوخ کیے اور ابوعبیدہؒ سے بھی نقل کیا گیا کہ جائز ہی کہ بعض بمعنے کل ہو اور اس قول پر چند وجہ سے اعتراض ہی اول آنکہ قرطبی نے فرمایا کہ محققین اہل لغت کے نزدیک بعض بمعنے کل یا جزو بمعنے کل نہیں ہوتا ہی اور حق یہ ہی کہ حقیقۃً نہیں ہوتا مگر مجازاً قرینہ کے ساتھ شامل ہوتا ہی دوم آنکہ بعض کو بمعنے کل لینا بلا ضرورت خلاف ظاہر تاویل ہی ۔ سوم آنکہ توریت سے جو چیز حرام ہوا تھا از انجملہ چوری و قتل ناحق وغیرہ بھی تھا وہ اس کل مین داخل نہیں کیونکہ قطعاً عیسیٰ علیہ السلام نے اسکو حلال نہیں فرمایا اور اگر کل سے وہ کل مراد ہین جو بنی اسرائیل پر بوجہ سرکشی و ظلم کے حرام ہوے تھے تو یہ تکلف بیفائدہ ہی اسلیے کہ یہ کل چیزیں ظلم سے حرام ہوے تھے مطلق محرمات سے بعض ہین پس صادق ہی کہ بعض ما حرم علیہم کو حلال کیا ہی فافہم ۔ وجئتکم بآیۃ من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون ان اللہ ربی وربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم ۔ بیضاوی مین ہی کہ جئتکم بآیۃ سے دوسری آیۃ مراد نہیں ہی اور وہ قولہ ان اللہ ربی وربکم ہی یعنے مین ایک اور بڑی آیت لایا ہون جو اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام فرمائی اور وہ قولہ ان اللہ ربی وربکم ہی کیونکہ یہ آیت دعوت حق جمیع علیہا سب رسولون کی ہی اور اسی سے نبی اور ساحر مین فرق ہوتا ہی اور در صورتیکہ ان اللہ بفتح ان پڑھا جاوے جیسا کہ ایک قراءۃ ہی تو یہ معنے ہوے کہ جئتکم بآیۃ علی ان اللہ ربی وربکم اور ان دونون تقریرون پر قولہ فاتقوا اللہ واطیعون ۔ جملہ معترضہ ہی اسوجہ سے بیچ مین آیا کہ یہی مقصود تام ہی پھر بیضاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہی کہ یہ قول پہلے قد جئتکم بآیۃ من ربکم کی تکرار ہی یعنی تمھارے پاس آیت ایک بعد دوسری کے لایا ہون جیسا کہ مذکور ہوئین پس اول یعنے قد جئتکم بآیۃ من ربکم ۔ تو تمہید حجت کے واسطے ہی اور یہ یعنے وجئتکم بآیۃ من ربکم اس حجت کو حکم سے ملانے کے لیے ہی اسواسطے عنقریب اسکو فا کے ساتھ قولہ فاتقوا اللہ واطیعون ۔ فرمایا ای پھر گاہ کہ مین تمھارے پاس آیات ظاہرہ و معجزات باہرہ لایا تو تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے خلاف کرنے مین ڈرو اور مین تمکو جدھر بلاتا ہون میری اطاعت کرو ۔ اگر کہا جاوے

کہ اس نظر سے یہ آیات و معجزات متعدد ہیں بآیۃ من ربکم یعنے واحد آیہ کیون فرمایا تو جواب یہ ہی کہ یہ آیات اگرچہ افراد متعدد ہین لیکن حضرت عیسیٰ ؑ کے صدق رسالت پر دلیل ہونے کے حق مین ایک ہی جنس ہین - لہذا بوحدت جنسی ذکر فرمایا - پھر بیضاوی نے کہا کہ اسکو فرماکر شروع کی اور قول مجمل سے اسکی طرف یون اشارہ کیا کہ ان اللہ ربی وربکم - یہ اعتقاد حق کے ساتھ قوت نظری کو کامل کرنے کا اشارہ ہی اور توحید اعتبین انتہائے مرتبہ ہی اور یہی مراد و مقصود ہی پھر قولہ فاعبدوہ سے قوت عملی کو کامل کرنے کا اشارہ کیا کیونکہ یہ قوت اسی طرح کامل ہوتی ہی کہ اللہ تعالے کے حکمون کو بجا لاکر اور منہیات سے باز رہکر اسکی طاعت و عبادت پوری کرے - پھر بیان فرمایا کہ راہ راست جسکی خوبی و بھلائی پر شہادت پائی گئی ہی وہ یہی ان دونون امر کا جمع کرنا ہی یعنے اعتقاد حق توحید حاصل کرے اور اللہ تعالے کے اوامر و نواہی کا پابند ہو اور نظیر اسکی قولہ علیہ السلام قل آمنت باللہ ثم استقم - ہی یعنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یارسول اللہ آپ مجکو اسلام مین ایسا حکم فرمادین کہ آپ کے بعد کسی سے مین نہ پوچھون تو فرمایا کہ قل آمنت باللہ ثم استقم - یعنے کہہ ایمان لایا مین اللہ تعالے پر جیسے محمد رسول اللہ صلعم نے بتلایا انکو سچا جانکر پھر تو اسپر مستقیم رہ یعنے راستی سے ثابت رہ بایں طور کہ اوامر و نواہی کی پابندی کو پورا کر اس حدیث کو امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہی

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ

پھر جب معلوم کیا عیسیٰ نے بنی اسرائیل سے کفر بولا کون ہی کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ مین کہا حواریون نے ہم ہین مدد کرنے والے اللہ کے

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا

ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا اے رب ہمنے یقین کیا جو تونے اوتارا اور ہم تابع ہوے رسول کے سو لکھ لے ہمکو

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

ماننے والون مین

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى - علم - پھر جب عیسیٰ نے احساس کیا ف یعنے جانا مِنْهُمُ الْكُفْرَ - بنی اسرائیل کیطرف سے کفر ف یعنے بنی اسرائیل نے اسطرح کھلم کھلا کفر کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کفر محسوس کیا حتی کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا چاہا - قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ - اعوانی ذاہبا - اِلَى اللّٰهِ - لانصر دینہ - تو عیسیٰ نے کہا کہ کون میرا انصار ہی درحالیکہ اللہ تعالے کی طرف جانے والا ہون تاکہ اسکے دین کی مدد کرون ف یعنے مین جانے والا ہون طرف اللہ تعالے کے تاکہ اسکے دین کی نصرت و مدد کرون پس کون میرا شریک و مددگار ہی - قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ - اعوان دینہ وہم اصفیاء عیسیٰ اول من آمن بہ وکانوا اثنی عشر من الحور وہو البیاض الخالص وقیل کانوا قصارین یحورون الثیاب ای یبیضونہا - حواریون نے جواب دیا کہ ہم ہین انصار الٰہی ف یعنے ہم اللہ کے دین کے مددگار ہین اور یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برگزیدہ لوگ وہ تھے جو پہلے پہل حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے تھے اور یہ بارہ شخص تھے اور یہ لفظ ماخوذ از حور ہی جسکے معنے خالص سپیدی کے ہین اور لعض نے کہا کہ یہ لوگ دھوبی تھے کہ کپڑون کی تحویر کیا کرتے یعنے تبییض یعنے سپید کیا کرتے تھے اور حواریون نے یہ بھی کہا کہ - اٰمَنَّا بِاللّٰهِ - صدقنا - ہم نے تصدیق کی اللہ تعالے کی - وَاشْهَدْ - یاعیسیٰ - بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ گواہ رہین کہ ہم مسلمان ہین ف یعنے دلی یقین کو اور مومن ہونے کو اللہ تعالے جانتا ہی اور آپ گواہ رہین کہ ہم فرمانبردار ہین - رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ - من الانجیل - اے رب ہم ایمان لائے جو تونے اتاری یعنے ہم انجیل پر ایمان

لائے جو تونے نازل فرمائی ہی۔ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ۔ عیسیٰ۔ اور ہم رسول کے متبع ہوئے ف عیسیٰ علیہ السلام کے۔ فَاكْتُبْنَا
مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ لک بالوحدانیۃ ولرسولک بالصدق۔ پس ہمکو گواہون مین لکھدے ف یعنے ان گواہی دینے والون کے ساتھ
مین جو تیرے واسطے وحدانیت کی اور تیرے رسول کے لیے سچائی کی گواہی دیتے ہین ف قوله فلما احس عیسیٰ منهم الكفر۔ احساس اصل مین کوئی چیز حواس
سے پا جانے کو کہتے ہین یعنے حاسہ اسکو دریافت کرلے اور مراد یہان ایسا علم یقینی ہی جسمین کوئی شبہہ نہین جیسے اسکو حواس سے ادراک کیا
اسیواسطے مفسرین نے علم سے تفسیر کی اور ابو عبیدہؒ نے کہا کہ احس بمعنے عرف ہی یعنے ایسا ظاہر معلوم کیا جیسے حواس سے پہچانا جاتا ہی۔ اگر کہا
جاوے کہ بنی اسرائیل تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان ہی نہین لائے تھے انکا کفر تو معلوم ہی تھا تو جواب یہ ہی کہ معنے یہ ہین کہ جب عیسیٰ
علیہ السلام نے خوب معلوم کرلیا کہ یہ کفر پر اصرار کرکے مستمر رہینگے یعنے برابر کفر پر ہٹ کیے رہینگے۔ اور بعض نے کہا کہ احساس کفر کے یہ معنے
ہین کہ انھون نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا اور یہ کفر ہی۔ اور بعض نے کہا کہ انسے کلمۂ کفر سنکر کانون سے احساس کرکے جان لیا پس اس علم کو
احساس کہنے کی یہ وجہ ہی کہ بذریعہ حس سمع کے حاصل ہوا۔ قوله من انصاري الى الله۔ بعض نے کہا کہ ملتجیا الی اللہ لنفریۃ یا بعد کہ حواریون نے اللہ تعالے
کی طرف التجا کی ہی یا ذاہبا الی اللہ جیسا کہ مفسرؒ نے کہا۔ اور بعض کے نزدیک آلی یہان بمعنے مع ہی یا معنے لی باللام ہی ذکرہ البیضاوی وغیرہ قوله
قال الحواريون نحن انصار الله۔ یہ جواب دلالت کرتا ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے من انصاري الى الله سے مددگاران دین الٰہی طلب
کیے تھے تاکہ جواب مطابق سوال ہو جیسا کہ اصل ہی اسیواسطے مفسر رحمہ اللہ نے من انصاري ذاهبا الى الله لانصر دينه۔ کو ارجح قرار دیا اور حواریین
کے معنے مین اختلاف کیا گیا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ بعضے کہتے ہین کہ وہ صیاد تھے یعنے مچھلی کا شکار کھیلتے تھے اور معالم وغیرہ مین قصہ یہ
اسطرح مذکور ہی کہ سدی رحمہ اللہ نے کہا جب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالے نے بنی اسرائیل پاس رسول کرکے بھیجا اور انھون نے نمانا اور نکالا تو
عیسیٰ مع اپنی والدہ کے نکلکر زمین کے ملکون مین پھرنے لگے۔ اتفاق سے ایک شہر مین ایک مرد نیکبخت کے یہان اترے جسنے انکی مہمانداری اور
خدمتگزاری مین دریغ نہین کیا اور اس شہر کا حاکم ایک مرد ظالم جابر تھا۔ ایک روز وہ شخص جسکے مہمان تھے مغموم اپنے گھر آیا اور حضرت مریمؑ
اسکی جورو کے پاس بیٹھی تھین آپ نے اس سے فرمایا کہ آج تیرا خاوند غمگین کیون ہی وہ بولی کہ یہ نہ پوچھیے آپ نے فرمایا تو بیان کر شاید اللہ تعالے
تیری مصیبت دور کردے۔ اسنے عرض کیا کہ ہمارا حاکم ایسا ظالم ہی کہ ہم مین ہر شخص پر دورہ مین ایک روز مقرر کرتا ہی کہ اسکو اور اسکے لشکر
کو کھانا کھلاوین اور شراب پلاوین اگر کوئی نہین کرتا ہی تو اسکو سزا دیتا ہی اور ہمارے پاس اتنی گنجایش نہین ہی۔ حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ اپنے
شوہر سے کہہ تو غم مت کر۔ اسے مین اپنے بیٹے سے کہتی ہون وہ دعا کریگا کہ اللہ تعالے اس مصیبت کو آسان فرما دیگا پھر مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ
سے یہ معاملہ بیان کیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اے مادر بزرگ مین ایسا کرونگا تو اسمین ضرر ہوگا۔ فرمایا کہ جو کچھ ہو تو اسکی پرواہ مت کر پس عیسیٰ علیہ السلام
دعا کی کہ اسکے دیگچون کا پانی نفیس شوربا ہوگیا اور مٹکون کا پانی عمدہ شراب ہوگئی یعنے سب سامان مہیا ہوگیا اور بادشاہ کو اسنے دعوت کھلادی
جب بادشاہ نے شراب پی تو بولا کہ یہ شراب کہان سے آئی بولا کہ فلان مقام کی ہی بادشاہ نے کہا کہ مین بھی وہین سے منگواتا ہون وہ ایسی نہین
ہوتی ہی بولا کہ ہان زمین مین کچھ فرق ہوگا لیکن بادشاہ کو اس اختلاط سے شبہہ ہوا اور اسنے تشدد کیا تب ناچار اسنے کہا کہ قصہ یہ ہوا اور یہ اس
مہمان لڑکے کی دعا کا اثر ہی بادشاہ نے بلوایا اور اس بادشاہ کا بہت پیارا ولیعہد لڑکا کچھ دن پہلے مرچکا تھا اسکے بارہ مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام
گفتگو کی۔ آپنے فرمایا کہ مین دعا نہین کرونگا کیونکہ اسکے زندہ ہونے مین شر و فساد برپا ہوگا اور خبر نہین ہی بادشاہ بولا کہ آپ پر کچھ الزام نہین
آپ نے فرمایا کہ اچھا تو مجھے اور میری مان کو چھوڑ دینا جہان چاہین چلے جاوین بولا کہ اچھا پس آپ نے دعا کی اور وہ لڑکا زندہ ہوگیا۔ جب

جب اسکے سلطنت والون نے دیکھا کہ یہ صبی پھر زندہ ہوا تو سخت غمناک ہوے کہ اس بادشاہ نے اپنی زندگی مین ہمکو ایسا کچھ تباہ کیا اب اسکا بیٹا
ولیعہد ہوکر ہمکو تباہ کرتا رہیگا آخر انھون نے ہتھیار اُٹھائے اور لڑنے لگے۔ وہان تو یہ قتال پھیلا اور ادھر حضرت عیسیٰ مع اپنی والدہ کے
چلدیے راہ مین حواریون پر گذرے یہ لوگ مچھلی کا شکار کرتے تھے فرمایا کہ تم لوگ کیا کرتے ہو بولے کہ مچھلیان پکڑتے ہین فرمایا کہ میرے ساتھ کیون
نہین چلتے کہ لوگون کو شکار کرو یعنے بنی اسرائیل کو بولے کہ تم کون ہو آپ نے فرمایا کہ مین اللہ عزوجل کا بندہ و اسکا رسول برحق عیسیٰ بن
مریم ہون اور کون اللہ کی راہ کی طرف جانے مین میرا مددگار ہوتا ہی پس یہ لوگ ساتھ ہوے اور بولے کہ آمنا باللہ واشہد بانا مسلمون یعنی
جیسا قیامت مین پیغمبر اپنی امت کے حق مین گواہی دینگے کہ یہ ایمان لائے اور وہ نہین لائے تب آپ ہمارے حق مین ایمان لانے کی گواہی دیجیے
پھر اسپر ہی اکتفا نہین کیا بلکہ اللہ تعالے کی طرف بھی گڑگڑائے کہ ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول ای پروردگار ہمنے تیری اتاری اس
کتاب انجیل کی تصدیق کی اور تیرے اس رسول عیسیٰ بن مریم کی تابعداری کی فاکتبنا مع الشاہدین۔ پس تو ہمکو بھی شاہدین مین لکھلے یعنے انبیا
علیہم السلام کے ساتھ ہمین اس معنے کرکے لکھلے کہ ہم بھی انکی طرح انکی پیروی سے یہ گواہی دیتے ہین کہ لا الہ الا اللہ اور عیسیٰ بندۂ خدا
و اسکا رسول برحق ہی اور بعض مفسرین نے کہا کہ شاہدین سے مراد امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیونکہ انکو اللہ تعالے نے شہداء علی الناس
فرمایا ہی جیسا کہ شروع پارۂ سیقول مین گذرا۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تو تفسیر بالراے معلوم ہوتی ہی تو جواب یہ ہی کہ نہین بلکہ منقول روایت موجود ہی قال
ابن ابی حاتم حدثنا ابو سعید الاشج حدثنا وکیع حدثنا اسرائیل عن سماک عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ فاکتبنا مع الشاہدین قال مع
امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنے ابن عباس نے شاہدین کے معنے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیان کیے اور شیخ ابن کثیرؒ نے اس روایت کی بابت
کہا کہ یہ اسناد جید ہی یعنے اسناد صحیح ہی۔ یہ قصہ تو حوارین کا سدی کی روایت سے معالم وغیرہ مین مذکور ہی اگر کہا جائے کہ یہ لوگ مچھلی کا
شکار کرتے تھے انکو حوارین کیون کہا تو جواب یہ ہی کہ یہ لوگ بہت سپید پوش تھے انکے لباس کی سپیدی سے حوارین کہا گیا ہی اور یہ قصہ
دلالت کرتا ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نور نبوت و رسالت کے فیض سے وہ قوم خاص جسکی طرف بھیجے گئے تھے اپنی حرکتون سے محروم رہی
یعنے بنی اسرائیل کمبخت ایمان نہ لائے اور یہ غیر لوگ حوارین مچھلی کا شکار کھیلنے والے اس نعمت سے سرفراز ہوے اور اسمین عنقریب
گفتگو آتی ہی اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ بعض نے کہا وہ لوگ قصار تھے یعنے دھوبی تھے۔ جیسا کہ مفسر رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا۔ اب اسمین گفتگو ہی
کہ وہ لوگ دراصل دھوبی تھے یا پیشہ کرنے لگے سو شیخ دہلوی رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دھوبیون سے کہا کہ تم کپڑے
دھویا کرتے ہو مین تمکو دل دھونا سکھلا دون انمین سے دو شخص ہدایت پاکر انکے ساتھ ہوے پھر باقی جو لوگ تابع ہوتے گئے وہ بھی اسی خطاب
سے حواری کہلائے۔ پس یہ نام گویا تبرکا ہی بیضاوی نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خاص ساتھیون و یارون کا نام حواری اسوجہ
سے ہوا کہ انکی نیتین خالص اور عقیدت شستہ تھی یعنے کسی طرح کا میل نہ تھا جیسے خالص سپید دھویا کپڑا ہوتا ہی اور مانند اسکے ضحاک سے
معالم مین مذکور ہی اور کمالین مین مذکور ہی کہ انکے یار بھوکے پیاسے ہوتے تو عرض کرتے کہ یا روح اللہ ہم بھوکے ہین پس آپ زمین پر ہاتھ مارتے
اور وہان سے پانی نکلتا اسکو یہ لوگ پیتے پھر بولے کہ ہم سے افضل کون ہی آپ نے فرمایا کہ جو آپ ہاتھ پانون کی محنت سے کماکر کھاوے
پس ان لوگون نے اجرت پر دھونا شروع کیا رفتہ رفتہ دھوبی و حواری کہلانے لگے۔ ان دونون روایتون مین توفیق ممکن ہی کہ شاید
پہلے دونون دھوبیون کی وجہ سے سبنے یہی پیشہ اختیار کرلیا ہو۔ اور شاید کہ باقی دس آدمی عمائد و ملوک ہون جنسے عیسیٰ علیہ السلام نے
شر یہود سے بچنے کے لیے مدد چاہی جیسا کہ بیضاوی مین بعض کا قول مذکور ہی اور معالم مین مذکور ہی کہ حسن رحمہ اللہ نے فرمایا یہ لوگ

دھوبی تھے انکا نام حواری اسوجہ سے پڑا کہ یحورون الثیاب ای یبیضونہا۔ یعنے کپڑے سپید کیا کرتے تھے اور یہی روایت مفسرین نے ذکر کی ہے اور معالم میں کہا کہ عطاؒ نے فرمایا کہ حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ کو متفرق پیشہ والوں کے سپرد کیا آخر میں حواریوں کے سپرد کیا یہ لوگ کپڑوں کا میل چھانٹتے اور رنگتے تھے پس جو شخص انمیں سے سردار تھا اسکو سپرد کیا تاکہ یہ کام سیکھیں پھر اس شخص کے پاس بہت سے کپڑے جمع ہو گئے اور اسکو سفر کی ضرورت پیش آئی اسنے کہا کہ ای عیسیٰ تم اس حرفت کو سیکھ چکے مجھے سفر کو جانا ضرور ہی دس روز تک نہیں آسکتا ہوں اور یہ کپڑے مختلف رنگ سے رنگے جاوینگے میں نے ہر کپڑے پر اسی رنگ کا ڈورا جس رنگ کا رنگا جاویگا باندھ دیا ہی تم میرے آنے تک اسکو رنگکر تیار رکھنا پھر وہ چلا گیا اور حضرت عیسیٰؑ نے ناند میں ایک ہی رنگ بنایا اور سب کپڑے اسمیں ڈال دیے اور کہا کہ اللہ تعالے کے حکم سے جیسا چاہتا ہوں ویسے ہی ہو جاؤ پھر وہ حواری آیا اور ہنوز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ناند سے کپڑے نہیں نکالے تھے اسنے پوچھا کہ کپڑے تیار ہو گئے فرمایا کہ میں فارغ ہو گیا بولا کہ کہاں ہیں فرمایا کہ اس ناند میں ہیں بولا کہ سب فرمایا کہ ہاں وہ بولا کہ تم نے سب کپڑے خراب کیے وہ تو مختلف رنگ کے چاہیے تھے پھر اٹھکر وہاں کھڑے ہوے اسنے دیکھا تو افسوس کیا پھر حضرت عیسیٰؑ نے اسی میں سے ایک زرد ایک سرخ ایک سبز غرضکہ انمیں سب رنگوں کے نکالنا شروع کیے جیسے وہ چاہتا تھا پس وہ حواری سخت متعجب ہوا اور سمجھا کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے ہی اسنے لوگوں کو جو اسکے ساتھی تھے بلایا اور دکھلایا پھر وہ اور اسکے ساتھی سب ایمان لائے اور وہی حواری ہیں اور کلبی و عکرمہ نے فرمایا کہ حواریین برگزیدہ لوگ ہوتے ہیں اور یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصفیاء تھے اور بارہ آدمی تھے اور روح ابن ابی القاسم نے کہا کہ میں نے قتادہؒ سے پوچھا کہ حواریین کون ہیں فرمایا کہ وہ لوگ جو خلیفہ ہونے کی لیاقت رکھتے ہوں اور نیز قتادہ سے روایت ہی کہ حواری وزیر ہیں اور حسنؒ نے کہا کہ حواریوں بمعنے انصار ہیں یعنے مددگار۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے بعد ذکر اختلاف کے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ حواری مددگار کو کہتے ہیں جیسا کہ صحیحین میں ہی کہ رسول اللہ صلعم نے بروز احزاب لوگوں کو آواز دی یعنے بدین غرض کہ یہ کام کون قبول کریگا پس زبیر بن العوامؓ نے آپ کی آواز پر قبول و فرمانبرداری کا جواب دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی پھر زبیرؓ نے جواب دیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے واسطے حواری ہی اور میرا حواری زبیرؓ ہی اور معالم میں ہی کہ سفیان نے کہا کہ حواری مددگار ہی اور معمرؒ نے قتادہ سے روایت کی کہ حواریین سب قریش میں سے ہیں وہ ابو بکر و عمر و عثمان و علی و حمزہ و جعفر و ابو عبیدۃ بن الجراح و عثمان بن مظعون و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و طلحہ بن عبید اللہ و زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ پھر اسمیں اختلاف ہی کہ یہ حواریین عیسیٰ علیہ السلام آیا بنی اسرائیل میں سے تھے یا غیر قوم تھے اور ظاہر یہ ہی کہ وہ غیر قوم سے تھے اور بنی اسرائیل میں سے بہت کم ایمان لائے چنانچہ آیت تک یہی حال ہی فافہم اور شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالے۔ ربنا امنا بما انزلت و اتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاہدین۔ ان حواریوں نے اپنے قلب کی آنکھوں سے غیب کے حقائق معائنہ کیے پس کہا ربنا آمنا۔ اور ابن عطا نے فرمایا ای ہم ایمان لائے ان علوم غیب پر جن سے تو نے اپنے برگزیدہ بندوں کے دل منور کیے ہیں اور ہمنے تیرے رسول کی ان چیزوں میں جو اسنے تیرے اوامر و نواہی ظاہر فرمائے ہیں اتباع کی اس امید پر کہ اسکی فرمانبرداری ہمکو تیری قربت تک پہونچاوے پس تو ہمکو شاہدین کے ساتھ لکھ لے ای ایسے شخصوں کے ساتھ جو تیری حضوری رکھتے ہیں اور تیرے ساتھ تیرے سوا کسی کی حضوری نہیں رکھتے

ع ۱۵

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۖ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝

اور فریب کیا ان کافروں نے اور داؤ کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہی

وَمَكَرُوا۔ ای کفار بنی اسرائیل اذ وکلوا بہ من یقتلہ غیلۃ۔ یعنے کفار بنی اسرائیل نے فریب کیا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کے واسطے ایک ایسے

شخص کو مقرر کیا جو انکو فریب مین دھوکے سے قتل کر ڈالے۔ وَمَكَرَ اللهُ۔ بہم بان القی شبہ عیسیٰ علی من قصد قتلہ فقتلوہ ورفع عیسیٰ۔ اور
مکر کیا اللہ تعالے نے انکے ساتھ ف باین طور کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس شخص پر ڈال دی جسنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا
قصہ کیا تھا پس کافرون نے اسیکو قتل کر ڈالا اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالے نے آسمان پر اٹھا لیا۔ وَاللهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔ اعلم
ہے۔ یعنے اللہ تعالے ان سے زیادہ مکر بجا لانا ہے ف واضح ہو کہ مکر در اصل اس حیلہ کو کہتے ہین جس سے دوسرے کو بہکا کر ایسی جگہ لیجاوے
جہان اسکو مضرت پہنچے یا ایسی حالت مین ڈالے جو اسکو مضر ہو پہنچاوے اور یہ معنے کفار بنی اسرائیل کی طرف نسبت کیے گئے کیونکہ جب
حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع حواریون کے بنی اسرائیل مین واپس آئے اور کھلے کھلے انکو دین آلہی کی طرف بلانا شروع کیا تو ان لوگون نے
ایک شخص کو مقرر کیا کہ وہ فریب سے مکر جب موقع پاوے تو حضرت عیسیٰؑ کو قتل کر ڈالے اور معالم مین بروایت کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس
نقل کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کو دیکھکر ایک گروہ یہود نے ساحر و زناکار اور انکی والدہ کو بھی اسی تہمت سے گالیان دینی شروع کین جب حضرت عیسیٰؑ
نے اسکو سنا تو بد دعا کی کہ اللہ تعالے نے انکو مسخ کرکے سور کر دیا یہ دیکھکر یہود ڈرے اور انھون نے خفیہ ایک شخص کو مقرر کیا کہ ظاہر مین
مل جاوے اور موقع پاکر قتل کرے پس یہ انکا مکر تھا اور رہا قولہ مکر اللہ۔ تو اللہ تعالے کی طرف مکر کی نسبت اس معنے کرکے جو مذکور ہوئے ہین
نہین ہوسکتی ہے کیونکہ وہ عیب ہے اور اللہ تعالے قدوس ہے جو چاہے وہ کرے اسیواسطے زجاج نے کہا کہ مکر اللہ کے معنے یہ ہین کہ جازاہم علی مکرہم
یعنے مکر کرنے والون کو انکے مکر پر سزا و بدلا دیا پس جزا کو بنام ابتدا بیان کیا گیا یعنے چونکہ بدلا مساوی مقرر ہے لہذا جزاء و فعل دونون گویا برابر ہین
اور فعل مکر تھا پس جزا کو بھی اسی نام سے بیان کیا گیا اور فراء وغیرہ نے کہا کہ مکر اللہ تعالے استدراج ہے یعنے بندے کو جو کفر و سرکشی کرتا ہے ڈھیل
اور ایسی راہ جانے دینا کہ وہ اپنے گمان کے برخلاف ہلاکت مین پڑ جاوے چنانچہ فرمایا سنستدرجہم من حیث لا یعلمون و املی لہم ان کیدی متین
یعنے استدراج دینگے ہم انکو ایسی راہ سے کہ وہ جانتے نہین اور ڈھیل دینگے انکو البتہ ہمارا کید باریک مضبوط ہے۔ ھ۔ اور اسی معنے کرکے اللہ
یستہزئ بہم ویمدہم فی طغیانہم یعمہون۔ ہے پس اللہ تعالے کی طرف اسکی نسبت بطریق مشاکلت و مقابلہ ہے اور اسمین صنعت ازدواج ہے اور
مفسر جلال رح نے یہان مکر اللہ تعالے کی یہ صورت بیان فرمائی کہ اللہ تعالے نے حضرت عیسیٰ کی شباہت اسی شخص پر ڈالدی جو فریب سے
انکے قتل کا بیڑا اٹھا کر آیا تھا پس وہ خود قتل کیا گیا اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالے نے اٹھا لیا اور ابن جریر رح نے سدی سے روایت کی کہ بنی اسرائیل نے
حضرت عیسیٰؑ کو اور انکے ساتھ انیس آدمیون کو ایک مکان مین محصور کیا پھر حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ تم مین سے کون شخص میری صورت لیتا ہے
کہ وہ قتل کیا جاوے اور اسکو جنت ملیگی پھر انہین سے ایک شخص نے اسکو قبول کیا اور عیسیٰؑ آسمان کو اوٹھائے گئے یہی فرمایا۔ ومکروا ومکر اللہ۔ اور
کمالین مین مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ بارہ آدمی ایک گھر مین مجتمع تھے انہین سے ایک شخص منافق ہو گیا اور اسنے یہود کو خبر پہونچائی پھر یہود
کی دوڑ آگئی اور اللہ تعالے نے حضرت عیسیٰ کو اٹھا لیا اور انکی شباہت اسی شخص پر ڈالدی جو منافق ہوا تھا پس وہ پکڑا گیا اور قتل و سولی دیا گیا
اس گمان پر کہ وہی عیسیٰ ہے اور نسائی و ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب اللہ تعالے نے حضرت عیسیٰؑ کو اٹھا لینا چاہا تو وہ اپنے
ساتھیون پاس آئے اور مکان مین بارہ آدمی تھے پس فرمایا کہ تم مین ایک شخص ایسا بھی ہے جو مجھسے منکر ہو جائیگا بعد ازانکہ وہ مسلمان ہوا ہے پھر فرمایا
کہ تم مین کون ایسا ہے کہ اسپر میری شباہت ڈالی جاوے اور وہ مقتول ہو اور اسکے لیے جنت ہو گی پس ایک نوجوان جو سب سے کم سن تھا اوٹھ کھڑا ہوا کہ مین ہون
آپ نے اس سے فرمایا کہ تو بیٹھ پھر وہی کلام اعادہ کیا پھر وہی نوجوان کھڑا ہوا آپ نے فرمایا کہ تو بیٹھ پھر تیسری بار اعادہ کیا اور وہی نوجوان کھڑا
ہوا۔ کہا ابن عباسؓ نے کہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد وہ مقتول ہوا اور یہودیون کی دوڑ آگئی اور وہ جوان گرفتار ہو گیا لیکن

مفسر رحمہ اللہ نے جو روایت اختیار کی برامعنے پسندیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے قصد کرنے والے پر ہی آپ کی شباہت ڈالدی کہ وہی مقتول ہو گیا جو قاتل ہونا چاہتا تھا اور وہی مکر کے ضرر میں پڑا جو مکر سے ضرر پہونچانا چاہتا تھا اور قولہ واللہ خیر الماکرین مفسر رحمہ اللہ نے کہا۔ اعلمہم یعنی مکر کرنے والوں سے زیادہ دانا بحال مکر ہے اور بیضاوی نے کہا یعنے سب مکر کرنے والوں سے اپنی قدرت میں زیادہ قوی ہے مکر کرنے میں اور سب سے زیادہ قادر ہے ضرر پہونچانے میں اس راہ سے کہ انکو گمان بھی نہوا اور پوشیدہ نہیں کہ اس تفسیر میں وہم ہوتا ہے کہ مخلوق کو بھی قدرت مکر ہے اگرچہ اللہ تعالے اقدر ہے حالانکہ مخلوق کی طرف نسبت فعل مکر کی از راہ کسب ہے اور خالق اسکا اللہ عز وجل ہے جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے پس اولی تفسیر شیخ جلال ہے فافہم اور شیخ الحافظ عماد بن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ بنی اسرائیل نے اس زمانہ کے بادشاہ کے یہاں لگائی بجھائی کی اور کہا کہ یہاں ایک مرد پیدا ہوا ہے وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بادشاہ کی فرمانبرداری سے بہکاتا ہے اور رعایا کو فساد پر آمادہ کرتا ہے اور باپ بیٹے کے درمیان نفاق ڈالتا ہے اور وہ زنا سے پیدا ہوا ہے اور ایسی ہی جھوٹی تہمتیں بہتان ان خبیثوں نے باندھے یہانتک کہ وہ بادشاہ برافروختہ ہوا اور آدمی بھیجا کہ اسکو پکڑ کر توہین و عذاب کے ساتھ سولی دیدے پھر جب ان لوگوں نے گھیر گھار کیا اور اپنے گمان میں سمجھ چکے کہ ہم نے پکڑ پایا تو اللہ تعالے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس گھر کے سوکھے سے آسمان کو اُٹھا لیا اور اسکی شباہت ایک شخص پر ڈالدی جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس مکان میں تھا پھر جب یہ لوگ داخل ہوئے تو انھوں نے اندھیری رات میں اسکو عیسیٰ تصور کیا اور پکڑ کر اہانت کے ساتھ سولی دیدی اور یہی انکے ساتھ اللہ تعالے کا مکر تھا کہ اپنے نبی کو نجات دیدی اور ان کافروں کو انکی گمراہی میں بھٹکتا چھوڑ دیا اور حق کے عناد و دشمنی میں انکے دلوں کو تسکین دیدی اور ہمیشہ یہ عناد انکے ساتھ کر دیا اور اسکا نتیجہ انکو یہ ملا کہ ایسی ذلت و خواری انکے سر پر داغ دی کہ قیامت تک نہ چھوٹیگی ۔ فی العرائس قولہ تعالے ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین ۔ یعنے اللہ عز وجل کے سابق مکر سے جو ازل میں انکی قسمت میں لکھ گیا تھا حق کے مشاہدہ سے گر گئے اور انھوں نے اللہ تعالے کے نبی و اولیا کے ساتھ اپنے نفس کی تدبیر سے حیلہ انگیزی شروع کی پس انکا مکر کچھ اور نہ تھا وہی مکر تھا جو حق عز وجل نے ان پر ازل سے جاری کر دیا تھا حالانکہ وہی خود نہیں جانتے تھے کہ ہم فریب کھائے ہوئے اور مکر میں گرفتار ہیں قال المترجم یہ قول پسندیدہ ہے اور اللہ تعالے نے فرمایا ۔ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون ۔ نڈر نہیں ہوتے اللہ تعالے کے مکر سے مگر وہی قوم جو ٹوٹے میں پڑے ہیں فافہم محمد بن علی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انھوں نے اپنی جانوں کو ایسے حال میں ڈالا کہ وہ مکر ہی ہوا اللہ تعالے نے انکا مکر انکو اچھا دکھلایا حالانکہ درحقیقت یہ اللہ تعالے کا مکر انکے ساتھ تھا کیونکہ اللہ تعالے نے انکی آنکھوں میں اسکو زینت دیدی کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے ۔ افمن زین لہ سوء عملہ فرآہ حسنا ۔ کیا وہ شخص جسکی آنکھ میں زینت دیا گیا اسکا برا کام پس اسنے اسکو اچھا سمجھا ۔ یعنے وہ بدتر ہے ۔ بعض اہل حقیقت سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالے کی طرف مکر کی نسبت کیونکر ہو سکتی ہے پس انھوں نے بلند آواز سے اسکو ڈانٹا اور فرمایا کہ حضرت باری عز وجل کی صنعت میں کوئی علت نہیں پھر یوں پڑھنا شروع کیا ۔ ویقبح من سواک الفعل عندی + وتفعلہ فیحسن منک ذاکا + یعنے ایک فعل ہے کہ جب اسکو دوسرا کرتا ہے تو میرے نزدیک قبیح ہوتا ہے مثلاً قتل ہے اور تو جب اسکو کرتا ہے تو وہی تیری طرف سے بھلا معلوم ہوتا ہے ۔ فدیناک قد جبلت علی ہواکا + فنفسی لا تنازعنی سواکا + میں تجھپر قربان ہوں میں تو تیری محبت ہی پر پیدا ہوا ہوں + پس میری جان تو تیرے سوا دوسرے کے لیئے مجھسے نہیں جھگڑتی ہے ۔ احبک لا ببعضی بل بکلی + وان لم یبق حبک لی حراکا + میں تجھی کو چاہتا ہوں اپنے تھوڑے ٹکڑے سے نہیں بلکہ اپنی کل جان و مال سے + اگرچہ باقی نہیں رکھی تیری محبت نے مجھمیں کچھ جنبش ۔ یعنے میں جو کل سے تیری محبت کا دعوی کرتا ہوں تو کیونکر دعوی کرتا ہوں ہاں یہ سچ ضرور ہے اگرچہ تیری محبت میں اپنی خودی سے میں بالکل خارج

ہوں تو بھی ہر نہیں کچھ نہیں ہوں

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ

جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھکو پھیر لوں گا اور اوٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کر دوں گا کافروں سے اور رکھوں گا

الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ

تیرے تابعوں کو اونچا منکروں سے قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہی تمہارا پھرنا پھر فیصلہ کر دوں گا تم میں

فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا

جس بات میں تم جھگڑتے ہو سو وہ جو کافر ہوئے انکو عذاب کرونگا سخت عذاب دنیا میں

وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ

اور آخرت میں اور کوئی نہیں انکا مددگار اور وہ جو یقین لائے اور عمل نیک کیے سو انکو پوری دیگا

اُجُوْرَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ

انکی مزدوریاں اور اللہ کو خوش نہیں آتے بے انصاف اور یہ پڑھ سناتے ہیں ہم تجھکو آیتیں اور مذکور تحقیق

اذکر - اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ - قابضک - بیان کر جب اللہ تعالے نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھے قبض کرنے والا ہوں - کیونکہ توفی بمعنے قبض کر لینا چنانچہ بولتے ہیں کہ توفیت منہ دراہمی - یعنے میں نے اس سے اپنے روپیہ قبض کر لیے یا بمعنے مستوفی ہے اور معنے اسکے کشاف میں یوں مذکور ہیں کہ میں تیری زندگی جو مقدر ہے تجھے پوری کر دونگا اور حاصل یہ کہ میں تجھے ان کافروں سے محفوظ رکھونگا وہ تجھکو قتل نہیں کر سکتے اور تیری موت میں اس مدت تک تاخیر کر دونگا جو میں نے تیرے لیے مقرر کر دی ہے تاکہ تو اپنی موت سے مرے انکے ہاتھوں قتل ہوگا - وَرَافِعُكَ اِلَىَّ - من الدنیا من غیر موت - اور تجکو اٹھا لونگا اپنی طرف دنیا سے بدون موت کے - وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا - اور تجھے دور کر لینے والا ہوں کافروں کے برے پڑوس سے - وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ صدقوا انبوتک من المسلمین والنصاریٰ - فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا - یا سرہم الیہود یعلونہم بالحجۃ والسیف - اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اور کرنے والا ہوں ان لوگوں کو جنھوں نے تیری تصدیق کی ہے (مسلمان ونصاریٰ کو) فوق ان لوگوں پر جنھوں نے تجھسے کفر کیا ہے یہود قیامت تک - یعنے اونچا رکھونگا ان لوگوں پر جو کافر ہوئے تیرے ساتھ اور یہ کافر ہونے والے یہود ہیں اور اونچا رکھنا اس طور پر ہے کہ حجت ودلیل سے اور تلوار سے بھی ان پر غالب رہینگے چنانچہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں کہا کہ دیکھ لو کہ دنیا میں اب کوئی بادشاہ یہودی نہیں نظر آتا اور قاضی بیضاوی نے کہا کہ اسوقت نہیں سنا گیا کہ یہودی کبھی نصاریٰ پر غالب ہوئے ہوں - ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ - من امر الدین - پھر میری ہی طرف تم سب کا ٹھکانا ہے پس میں تمہارے درمیان فیصلہ کرونگا جسمیں تم جھگڑتے ہو - یعنے جس امر دین میں تم جھگڑتے تھے - فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا - بالقتل والسبی - پھر جن لوگوں نے کفر کیا تو انکو عذاب شدید کرونگا دنیا میں بھی - دنیا میں تو عذاب اسطرح کہ جہاد اسلام میں قتل وقید ہونگے - وَالْاٰخِرَةِ - بالنار - اور آخرت میں بھی اسطرح کہ دوزخ میں ڈالوں گا - وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ - مانعین منہ - اس عذاب سے انکے لیے کوئی مانع نہ ہوگا - وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

فَيُوَفِّيهِمْ - بالیاء والنون حفصؒ کی قراءۃ میں بصیغۂ غائب بیا ہی اور اکثر قرّاءؒ کی قراءۃ میں بصیغۂ جمع متکلم بنون بطریق تنظیم ہی اور فاعل اللہ تعالیٰ ہی - أُجُورَهُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ - ای یوفیہم - اور جو لوگ ایمان لائے و نیک کام کیے تو اللہ تعالیٰ انکو بھرپور دیگا (یا ہم انکو بھرپور دینگے) اُنکے ثواب اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو محبوب نہیں رکھتا فـــــ اور ظالموں کو دوست نہ رکھتا ہی بلکہ انکو عذاب کریگا - روی ان اللہ ارسل الیہ سحابۃ فرفعتہ فتعلقت بہ امہ وبکت فقال لہا ان القیامۃ تجمعنا وکان ذلک لیلۃ القدر ببیت المقدس ولہ ثلث وثلثون سنۃ وعاشت امہ بعدہ ست سنین وروی الشیخان حدیث انہ ینزل قرب الساعۃ ویحکم بشریعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ویقتل الدجال والخنزیر ویکسر الصلیب ویضع الجزیۃ وفی حدیث مسلم انہ یمکث سبع سنین وفی حدیث ابی داؤد الطیالسی اربعین سنۃ ویتوفی ویصلی علیہ فیحتمل ان المراد مجموع لبثہ فی الارض قبل الرفع وبعدہ - روایت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرف ایک بادل بھیجا یعنے بادل نظر آتا تھا پس اسنے عیسیٰ کو اٹھا لیا پس مریم علیہا السلام انکو پکڑ کر لپٹ گئیں اور رونے لگیں پس اپنی ماں سے فرمایا کہ قیامت میں ہم تم دونوں اکٹھا ہونگے اور یہ واقعہ بیت المقدس میں شب قدر رمضان میں واقع ہوا اور اسوقت عمر حضرت عیسیٰ کی تینتیس ۳۳ برس کی تھی اور اسکے بعد انکی ماں چھ برس زندہ رہیں اور بخاری و مسلم نے روایت کی یہ حدیث کہ وہ قیامت کے قریب آسمان سے اترینگے اور ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے موافق لوگوں میں حکم کرینگے اور دجال کو مار ڈالینگے اور سوروں کو قتل کرینگے اور صلیب جسکو نصرانی پوجتے ہیں سب توڑ ڈالینگے اور جزیہ اٹھا دینگے یعنے سوائے ایمان کے کسی شخص سے جزیہ وغیرہ قبول نہ کرینگے اور مسلم کی حدیث میں ہی کہ وہ سات برس جیتے رہینگے اور ابو داؤد طیالسی کی حدیث میں ہی کہ چالیس برس جیتے رہینگے پھر مرینگے اور مومنین انکے جنازے کی نماز پڑھینگے پس دونوں حدیثوں میں توفیق اس طرح ہی کہ احتمال ہی کہ ابو داؤد طیالسی کی حدیث میں وہ پوری مدت بیان ہو جو انکی دنیا میں رہنے کی ہوئی یعنے اٹھائے جانے سے پہلے کی تینتیس ۳۳ برس اور پھر آ اترے جانے کے سات برس سب ملا کر چالیس برس مذکور ہوے ہوں - **قال المترجم** مفسرؒ نے جو روایت یہاں بیان کی ہی یہ سعید بن المسیبؒ سے مروی ہی کہ عیسیٰ تینتیس ۳۳ برس کے سن میں اٹھائے گئے انکو اللہ تعالیٰ نے رمضان کی شب قدر میں بیت المقدس سے اٹھایا اور تیرہ برس کے سن میں انکی ماں انسے حاملہ ہوئیں اور سکندر یونانی کے ملک بابل پر غالب ہونے کے پینسٹھ ۶۵ برس پیچھے حضرت عیسیٰ پیدا ہوے پھر انکے اٹھائے جانے کے بعد چھ برس انکی ماں زندہ رہیں اور کمالین میں کہا کہ سب سے مشہور یہی قول ہی کہ تینتیس ۳۳ برس کے سن میں عیسیٰ اٹھائے گئے اور بعض نے چونتیس ۳۴ برس کہے ہیں اور سعید بن المسیبؒ علی بن زید کی روایت سے مرسلاً مذکور ہی کہ وہ اسی برس زندہ رہے لیکن یہ راوی ضعیف ہی **قال المترجم** وہ علی بن زید بن جدعان منکر الحدیث ہی اور معالم میں سن ولادت و رفع وغیرہ کو اہل تواریخ کی طرف منسوب کیا ہی اور بنابر ین انکی رسالت و نبوت قبل چالیس برس کے سن کے ہوئی اور معالم میں **حسین بن الفضل** سے نقل کیا کہ انسے پوچھا گیا کہ عیسیٰؑ کا آسمان سے اترنا آپکو قرآن سے ملتا ہی فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویکلم الناس فی المہد وکہلا حالانکہ وہ دنیا میں کہل کے سن تک نہیں پہونچے بلکہ معنے اسکے یہی ہیں کہ آسمان سے اترنے کے بعد سن کہولت میں لوگوں سے کلام کرینگے **قال المترجم** سراج المنیر میں کہا کہ اس آیہ سے دلیل جبھی ہو سکتی ہی کہ وہ تیس برس سے پہلے سن شباب میں اٹھائے گئے ہوں ورنہ تین برس نبوت رہی اور تینتیس برس کے سن میں اٹھائے جانے کی روایت پر تو سن کہولت ہو گیا اسلیے کہ وہ تیس سے چالیس تک ہی **قال المترجم** یہ سب اقوال و روایات خلاف تحقیق ہیں اور حق یہ ہی کہ نبوت چالیس برس سے پہلے نہیں ہوتی ہی چنانچہ مواہب میں کہا کہ نبوت کا وصف تو جبھی ہوتا ہی کہ حواس سے موصوف ہو وہ چالیس برس سن کا ہو جاوے

کیونکہ یہی کمال کا سن ہو اور اسی سن پر رسول مبعوث ہوتے ہیں اور زرقانی نے اسکی شرح میں کہا کہ اس کلام سے جو حصر نکلتا ہی اسکا فائدہ یہ ہو کہ یہ سب انبیا کو شامل ہو حتی کہ عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام کو بھی شامل ہو کہ وہ بھی چالیس برس سے کم میں نبی نہیں ہوئے ہیں کیونکہ زاد المعاد میں ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ جو لوگ بیان کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام تینتیس برس کے سن میں اٹھائے گئے ہیں اسکے واسطے کوئی ایسا اثر بھی نہیں معلوم ہوتا ہی کہ وہ متصل ہو اور اسکو لینا چاہیے ہو اور شامی رح نے کہا کہ بات یہی ہو جو انھون نے فرمائی اسواسطے کہ یہ جو روایتیں بیان کی جاتی ہیں یہ تو نصاریٰ سے لی ہوئی باتیں ہیں اور رہا احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو یہ صریح مذکور ہی کہ عیسیٰ علیہ السلام جب اٹھائے گئے ہیں تو ایک سو بیس برس کے تھے اور کمالین میں شیخ ابن حجر کے اصابہ سے نقل کیا کہ مستدرک حاکم میں ابن عمر کی روایت سے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں ایک سو بیس برس تک رہے اور زرقانی نے شرح مواہب میں کہا کہ حافظ جلال الدین سیوطی رح نے تکملہ تفسیر محلی و شرح نقایہ وغیرہ اپنی کتابوں میں یقین کیا ہی کہ عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے تو تینتیس برس کے تھے اور بعد اترنے کے سات برس تک دنیا میں زندہ رہینگے اور برابر میں تعجب کیا کرتا تھا کہ شیخ جلال الدین سا حافظ احادیث و آثار و متفنن جامع منقول و معقول اس سے غافل رہا یہانتک کہ میں نے انکی کتاب مرقاۃ الصعود میں دیکھا کہ انھون نے اس قول سے رجوع کیا ہی قال المترجم پس معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس برس کے سن میں اٹھائے گئے ہیں اور یہی شیخ جلال مفسر کا بھی قول ہو اگرچہ بیان انھون نے مشہور کے موافق لکھدیا ہی اگلی تصنیف کے وقت اسی کے معتقد ہونگے واللہ اعلم اور نیز روایت تفسیر میں جو مذکور ہی کہ رمضان کی شب قدر میں اٹھائے گئے اسپر کبھی یہ اعتراض کیا گیا ہی کہ یہ تو اسی امت مرحومہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہی اسوقت کہان تھی اور جواب دیا گیا کہ جو ثواب و فضیلت اب ہی اس سے کچھ اسکا موجود ہونا منع نہیں ہی وقال المترجم میرے نزدیک اولیٰ یہ ہی کہ یون کہا جائے کہ یہ بیان وقت کا ہی اگرچہ اسوقت میں وہ شب قدر نہو کیونکہ ماہ رمضان و اسکی تاریخیں تو اسوقت بھی موجود تھیں پس یہ ایسا ہی کہ گویا کہا جاوے کہ عید سے کر دن ایسا ہوا حالانکہ مراد یہ کہ اول تاریخ شوال سنہ فلان میں ہوا کہ اب وہ عید ہی پس گویا یون رمضان جو طاق شمار میں رات کی تھی اٹھائے گئے و مانند اسکے اگرچہ تعیین تاریخ نہیں واللہ اعلم اور شاید کہ بنا بر اس قول کے ہو کہ شب قدر تاریخ معین ہی نزد اور طاق تاریخون میں ابہام کردیا گیا ہی بلکہ یہ قول بنظر دلائل قوی ہی فافہم ذٰلِكَ- اللہ کو رسول عیسیٰ یہ حال عیسیٰ جو ذکر کیا ہی- نَتْلُوهُ- نقصہ- عَلَيْكَ- یا محمد ہم بیان کرتے ہیں تجپر اے محمد مِنَ الْآيَاتِ- درحالیکہ وہ آیات سے ہی- وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ- المحکم ای القرآن- اور ذکر محکم یعنے قرآن میں سے ہی- ف واضح ہو کہ حدیث بخاری و مسلم میں نزول عیسیٰ کا ذکر صریح وارد ہوا ہی اور مضمون وہی ہی جو مفسر جلال رح نے ذکر کیا اور بغوی نے بھی اپنی اسناد سے حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا اور بہت طرق سے مروی ہی اور ابوداؤد طیالسی کی حدیث میں چالیس برس زندہ رہنا پھر مرنا اور مسلمانون کا انپر نماز پڑھنا مروی ہی اور امام احمد نے اسکو بسند صحیح حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا کما ذکرہ ابن حجر فی الاصابۃ اور ابن کثیر نے کہا کہ قولہ تعالیٰ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ- کی ضمیر بعد اجع بجانب عیسیٰ علیہ السلام ہی جیسا کہ تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور یہ اسوقت کہ آسمان سے دنیا میں قبل روز قیامت کے نازل ہونگے پس سب مسلمان ہو جائینگے کیونکہ وہ جزیہ اٹھا دینگے اور سوا اسلام کے کچھ قبول نہ کرینگے اور حسن بصری رح نے مرسلاً روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے اور روز قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹنے والے ہیں- پس ان وجوہ مذکورہ کی وجہ سے مفسرین رحمہم اللہ نے قولہ تعالیٰ انی متوفیک میں تاویل کی کیونکہ صحیح یہی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو بدون وفات کے دنیا سے اٹھا لیا ہی جیسا کہ اکثر مفسرین نے اسکو ترجیح دی اور اسیکو ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اختیار

کیا ہی بنظر دلائل مذکورۂ بالا کے اور کہا کہ توفی انکی یہی انکا اٹھا لینا ہی پس محمد بن اسحاق نے جو وہب بن منبہ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے دن چڑھنے کی تین گھڑی انکو موت دی پھر اٹھایا اور ابن اسحق نے کہا کہ نصاری زعم کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے سات گھڑی انکو وفات دی۔ اور ادریسی نے وہب سے روایت کی کہ تین روز موت دیکر پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ یہ سب روایات نصرانیون سے ہین اور انپر اعتماد نہین ہی صحیح یہی ہی کہ بدون موت کے اٹھا لئے گئے ہین اب آیت مین تاویل بیان کرنی چاہیے پس قتادہ وغیرہ نے کہا کہ اسمین تقدیم و تاخیر ہی یعنے انی رافعک الی ومتوفیک۔ پہلے اٹھا لیا ہی پھر قریب قیامت کے نازل ہونے کے بعد وفات ہوگی اور **ابو البقاء عبد اللہ بن حسین عکبری** نے کہا کہ واو تو مطلق جمع کے واسطے ہوتا ہی اسمین کوئی ترتیب کے معنے ملحوظ نہین ہوتے ہین تو کچھ اسکی حاجت نہین ہی کہ تقدیم و تاخیر کہی جاوے بلکہ جیسے نظم موجود ہی اسکے بھی یہی معنے ہو سکتے ہین **ذکرہ فی اعراب القرآن**۔ پس بخاری مین جو علی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس سے مذکور ہی کہ متوفیک یعنے ممیتک ہی ای مین تجھے موت دینے والا ہون اسکے بھی یہی معنے ہین کہ تیری موت کے وقت پر بعد آسمان سے نزول کے موت دونگا اور اب تجھے اٹھا کے لیتا ہون اور بعض کا یہ مذہب ہی کہ پہلے وہ ایک مرتبہ دنیا مین مر کر پھر اٹھا لیے گئے پھر آخر زمانہ مین اتر کر چالیس برس بعد مرینگے اور دفن ہونگے۔ اگر کہا جاوے کہ حدیث مسلم مین تو سات ہی برس ٹھہرنا مذکور ہی تو جواب یہ ہی کہ ٹھہرنا کسی حال خاص پر مذکور ہی نہ انکی زندگی اسیقدر ہوگی کیونکہ اسپر نص نہین ہی۔ اور **مطر الوراق** سے روایت ہی کہ انی متوفیک ای دنیا مین تجھے وفات دونگا اور یہ وفات موت نہین ہی اور ربیع بن انس نے حسن رح سے روایت کی کہ انی متوفیک یعنے خواب کی موت دونگا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسی کو خواب مین اٹھا لیا ہی **شیخ ابن کثیر** نے فرمایا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک وفات سے یہان یہی نوم وخواب مراد ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو الذی یتوفاکم باللیل الآیہ۔ یعنے وہی پاک پروردگار ہی کہ وفات دیدیتا ہی تمکو رات مین۔ اور نیز فرمایا اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا الآیہ۔ اور حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات مین جب تہجد کے واسطے خواب سے اٹھتے تو یون فرماتے۔ **الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا**۔ بڑی حدیث ہی۔ یعنے سب ثنا وصفت پاکیزہ اسی اللہ پاک کو ہی جسنے ہمکو موت دیکر پھر جلایا۔ اور خواب کو موت کہنا بہت شائع ہی یا توفی بمعنے قبض لیا جاوے ماخوذ از توفیت مالی۔ ای مین نے اپنا مال قبض کیا اور اسیکو کشاف کے مانند مفسرین اور **بیضاوی** نے اختیار کیا ہی اور چونکہ قبض کر لینا دو طرح سے ہو سکتا ہی ایک یہ موت اور دوم برفع تو مفسر نے قابضک من الدنیا من غیر موت۔ سے مراد ظاہر کردی کہ اٹھا لینے کے ساتھ قبض کرنا مراد ہی اور شیخ **ابو بکر واسطی** نے جو معروف مشائخ مین سے ہین کہا کہ انی متوفیک ای مین تجکو تیری خواہشون اور حظوظ نفس سے موت دینے والا ہون۔ ورافعک الی۔ ای اپنے قرب کے مقام مین تیرا درجہ بلند کرنے والا ہون۔ اور معالم مین قتادہ کی روایت مین ہی کہ قتادہ نے کہا ہم سے بیان کیا گیا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اٹھا لیا اور اسکو بازو دیے اور حلہ نور پہنایا اور تمام لذتین کھانے پینے کی اُنسے قطع کردین اور وہ ملائکہ کے ساتھ عرش کے گرد اڑتے ہین اور وہ انسی ملکی ارضی سمائی تھے اور **قاضی** نے کہا یا یہ معنے ہین کہ مین تجھے موت دینے والا ہون ان شہوتون سے جو عالم ملکوت کیطرف عروج کرنے سے روکتی ہین۔ یہ سب روایتین متقارب ہین بلکہ قول واسطی داخل روایت قتادہ ہی پھر بعض نے جو قول واسطی پر طعن کیا کہ یہ تفسیر نہین بلکہ تحریف ہی تو یہ طعن کرنیوالے کی نادانی ہی اور حق یہ ہی کہ تفسیر یہ وجہ معلوم ہوتی ہی جیسا کہ اثر عبد الرزاق مین ابن عباس سے مذکور ہی اور یہ بطریق اشارت ہی اور سوق کلام اسکے واسطے نہین تھا تاکہ تفسیر ہو اور کوئی مانع نہین کہ اسمین یہ اشارہ بھی موجود ہو پس یہ نادانی ہی کہ اگر تفسیر نہین تو تحریف کیون متعین ہوئی عفاہ اللہ فقد اخطأ وعصمنی اللہ وایای وایاہ والمومنین من الخطاء والزلل۔ قولہ ورافعک الی۔ اس مقام پر ظاہر شبہہ ہوتا ہی کہ الی سے جہت ثابت ہوتی ہی حالانکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی جگہ نہین ہی جسکی طرف بلند کر لینے والا ہی کیونکہ

او تعالےٰ جگہ و جہت سے پاک ہی۔ اور نہ جگہ اسکی شان سے ہی ہان علم اسکا ہر جگہ ہر چیز کو حاوی ہی پس **بیضاوی** رحمہ اللہ نے اسکو دفع کیا کہ رافعک الی سے مراد الی محل کرامتی و مقر ملائکتی ہی یعنے ایسے مقام پر جہان میری کرامت ہی اور میرے ملائکہ رہتے ہین۔ قولہ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ مفسرین کو یہان یہ اشکال پیش آیا کہ اللہ تعالےٰ نے قیامت تک حضرت عیسیٰ کی اتباع کرنے والون کو فوقیت دی حالانکہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتباع عیسیٰ پر غالب ہوئی ہی پس بعض مفسرین نے ضمیر خطاب اتبعوک بجانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم راجع کی و مؤید اسکی حدیث مرفوع نعمان بن بشیر ہی کہ برابر میری امت کا ایک گروہ حق پر ہو کر غالب رہیگا انکے مخالف سے انکو پروا نہو یہانتک کہ امر اللہ آوے پھر نعمان بن بشیر نے کہا کہ جو کہے کہ مین رسول اللہ صلعم پر ایسی بات کہتا ہون جو آپ نے نہین فرمائی تو اسکی تصدیق کتاب اللہ مین موجود ہی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ اس حدیث کو ابن عساکر و ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور ابن عساکر نے معاویہ سے مانند اسکے روایت کیا ہی اور دوسرون نے اسکو رد کر دیا کہ اسمین تفکیک ضمائر لازم آتی ہی اور یہ بلاغت مین عیب ہی بلکہ صحیح یہ ہی کہ ضمیر راجع بجانب عیسیٰ ہی اور اتباع عیسیٰ وہ ہین جو انکے اوپر ایمان لائے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے رسول برحق اور اسکے بندے تھے اور جو توحید کا دین وہ لائے وہ برحق ہی اور یہ صفت جیسی حضرت عیسیٰ کی خالص حواریون مین تھی ویسے ہی اہل اسلام امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین بھی ہی پس یہی اتباع عیسیٰ ہین بلکہ درحقیقت یہی متبعین عیسیٰ ہوے اور نصرانی جو انکے تابع ہونے کا دعوی کرتے ہین وہ صورۃً متبع ہین حقیقت کے متبع نہین ہین لیکن چونکہ قولہ الذین اتبعوک صیغۂ عموم ہی وہ حقیقی اتباع کو اور صورت و نام کی اتباع کو بھی اگرچہ درحقیقت کافر ہون شامل ہی لہذا اللہ تعالےٰ نے دار دنیا مین صورت و نام کی اتباع کو بھی اہل کفر پر غالب کیا اور الذین کفروا۔ بصیغۂ عموم ہی لہذا کافرون کے سب فرقہ انکے زیردست ہوے خواہ وہ بالکل کسی دین ہی کے قائل نہون مانند بت پرستون وغیرہ کے یا مانند یہود کے کسی دین مخالف دین عیسیٰ کے قائل ہون سوا دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ یہ دین تو عین دین عیسیٰ علیہ السلام ہی بلکہ عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلعم کی بشارت دی اور انجیل مین انکے پیرون کو اتباع دین محمد صلعم کا حکم ہی اور حضرت عیسیٰ نے خود انکو اس باب مین بہت تاکید کی ہی اور اگر زندہ ہوتے تو خود اسی دین کی پیروی کرتے اور قیامت کے قریب جب اترینگے تو اسی شریعت کے موافق حکم کرینگے پس حاصل یہ ہی کہ قبل بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع عیسیٰ سب ملتون پر اور بخصوص کفار یہود پر غالب رہے اگرچہ وہ آخرین نام کے متبع رہگئے تھے چنانچہ ابن کثیر نے تحقیق فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالےٰ نے آسمان پر اٹھا لیا تو جو لوگ انپر ایمان لائے تھے وہ متفرق فرقہ ہو گئے بعضے تو اپنے ایمان پر قائم رہے کہ توحید الٰہی کو مانا اور حضرت عیسیٰ کی نسبت یہی اعتقاد رکھا کہ وہ اللہ تعالےٰ کے بندے اور اسکی بندی مریم کے پسر رسول اللہ برحق ہین پس یہ فرقہ تو حق پر رہا اور بعض نے غلو کر کے عیسیٰ کو بجائے بندۂ خدا کے فرزند خدا سمجھا اور بعض نے انھین کو خدا سمجھا اور بعض نے کہا کہ وہ تین خدا مین سے ایک ہی اور اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین ان کافر فرقون مین سے ہر ایک کا قول ذکر فرما کر رد کر دیا ہی پھر قریب تین سو برس تک یہ لوگ اسی اختلاف پر رہے جب قسطنطین فلسفی بادشاہ یونان انکے دین مین داخل ہوا خواہ فساد کرنے کو یا جہالت سے بہرحال اسنے دین مسیح کو بدل ڈالا اور تحریف کر دی اور کچھ بڑھایا کچھ گھٹایا اور اسکے قوانین بنائے انکا نام **امانت کبری** رکھا حالانکہ درحقیقت وہ بڑی بُری خیانت تھی اور اپنے زمانہ مین سور حلال ٹھہرائے اور نصرانیون کے لیے مشرق کی طرف کو قبلہ مقرر کیا اور انکے روزون مین دس روزے اور بڑھائے بوجہ اسکے کہ وہ کسی گناہ کا مرتکب ہوا تھا اسکا کفارہ گمان کرتے تھے یہانتک کہ دین مسیح ایسا بدل گیا کہ وہ دین قسطنطین ہو گیا و لیکن اسنے کنیسہ و صومعہ و معابد و دیر کوئی بارہ ہزار سے زیادہ بنوائے اور شہر قسطنطینیہ اپنے نام پر آباد کیا اور اسکے بعد اسکے جانشین بادشاہ بھی ایسے ہی ہوتے آئے اور ان

ان سب حال ہیں جو کفار یہود پر جنھوں نے ہتک و بہتان و عیب و دشنام و قتل عیسیٰ علیہ السلام میں اپنے گمان میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا ہمیشہ غالب ہے اور یہ یہود مرد و د برابر خوار و ذلیل ہوئے پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور لوگوں نے رسول عربی خاتم المرسلین سید اولاد آدم و سردار نبیین کا دین قبول کیا تو یہ مومنین ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے ملائکہ و کتابوں و رسولوں پر پورے حق طور پر ایمان رکھتے تھے پس یہی لوگ ہر نبی کے واسطے اول ہوئے بہ نسبت ان لوگوں کے جو اس نبی کی امت ہونے کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ اسکے دین و ملت کو بدلکر تحریف کر چکے تھے پس وہ لوگ تو اس نبی کے پیرو فقط نام کے تھے در حقیقت اس نبی کے متبع اہل اسلام ہوئے اور اگر فرض کیا جاوے کہ انھوں نے اپنے نبی کی شریعت کو نہیں بدلا تب بھی حضرت محمد صلعم کے مبعوث ہونے پر سب انبیا علیہم السلام کی شریعتیں منسوخ ہوگئیں اگرچہ اصل دین توحید سب کی تعلیم تھی وہ باقی رہا اور شریعت محمد صلعم کو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا اور اسی شریعت کی پابندی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا اور انجیل میں حکم ہے اور اسی کے متبع وہی در حقیقت اتباع عیسیٰ ٹھہرے پس وہ قیامت تک غالب رہینگے جب تک کہ اپنے ایمان و توحید پر قائم اور شریعت پر ثابت ہیں فافہم واللہ اعلم۔ قولہ فاما الذین کفروا الخ یہ تفصیل اس اجمال کی ہے جو مرجعکم کی ضمیر میں ہے اسواسطے کہ مرجع اس ضمیر کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہ لوگ جو انپر ایمان لائے اور وہ لوگ جنھوں نے آپ سے کفر کیا کما ذکرہ فی السراج اگر کہا جاوے کہ انپر ایمان لانے والے حاضر و غائب سب ہیں اور ضمیر فقط مخاطب کی ہے تو جواب یہ ہے کہ اس میں مخاطبین کو غائبوں پر غلبہ دیا بوجہ اسکے کہ حضرت عیسیٰ کے اسوقت کے مومن کافر مخاطب موجود تھے اسیواسطے تفصیل میں الذین بعموم فرمایا یعنے جو لوگ کافر ہوے خواہ موجود ہیں یا غائب ہیں انکو عذاب شدید دنیا و آخرت میں ہوگا اور ایسے ہی ایمان لانیوالے بھی الذین سے تعمیم فرمایا۔ اگر کہا جاوے کہ حکم کا ترتب تو اسوقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کیونکہ ثم الی مرجعکم۔ فرمایا ہے اور یہ قیامت میں ہوگا پھر اسکی تفصیل میں۔ فی الدنیا والآخرۃ۔ کیونکر فرمایا تو جواب یہ ہے کہ الی مرجعکم سے مخصوص عاقبت کا مرجع مراد نہیں ہے بلکہ علی العموم مراد ہے کیونکہ دنیا و آخرت سب میں ہر ایک کا مرجع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے فافہم ف۲

قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی و مطہرک الآیہ۔ اسمیں علاوہ تفسیر ظاہری کے اشارات خفیہ ہیں از انجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ظاہری جسم میں روح قدسی کو پھونکا تھا اور اس روح قدسی کو اس صورت ظاہری میں نبوت و عبودیت کے انوار سے اور مشاہدہ کی تجلی سے تربیت فرمایا اور کامل کیا پھر جب حضرت عیسیٰ ان مقامات میں کامل ہوئے جو اللہ عز و جل کے برگزیدہ انبیا و اولیا کو حاصل ہوتے ہیں تب خطاب فرمایا کہ انی متوفیک یعنے میں تجکو تیرے ان رسوم و نشانات سے جو حدوث کے تجھمیں ہیں فانی کرکے اپنے قدیم و بقاء الٰہی کے ساتھ باقی رکھونگا اور اپنی صفات کمال یعنے ربوبیت کے آثار تجھمیں ظاہر فرماؤنگا اور بشر ہونے کے میل کچیل سے تجھے پاک کر دونگا۔ قال المترجم اس کلام میں اشارہ ہے کہ جسم اس روح کے واسطے کمالات کی ترقی کا سبب ہے ہرگز کوئی شخص اپنی نادانی سے یہ خیال نکرے کہ نفس کشی کے یہ معنے ہیں کہ اس بدن کو گلا دے اس طور پر کہ حواس میں خلل آجاوے کیونکہ یہ سخت مذموم ہے لہٰذا حدیث میں جوگی و راہب ہو جانے سے ممانعت ہے جیسے کہ ہکو خلاف طریقہ سنت و صلحاء امت و اولیاء کرام کے پالینا عیب سخت و بہائم کی خصلت ہے اور جن صحابہ نے دائمی روزے کا اور کبھی نسونے و نہ عورت پاس جانے کا ایسے ایسے قصد کیے تھے سخت جھڑکی سے ممانعت فرمائی اور فرمایا ان لنفسک علیک حقا اے بیشک تیرے نفس کا تجپر حق ہے اور نیز جب تک دل خوشی ہو عبادت کرے اور جب تن پر ملال ہو تو عبادت سے باز رہے یہ حکم حدیث زینب رضی اللہ عنہا میں صحیح مروی ہے واسطے رحمن نے فرمایا کہ قولہ انی متوفیک یعنے تجکو وفات دینے والا اور اپنی طرف اٹھانے والا اور تیرے ارادوں و خواہشوں سے تجکو پاک کرنے والا ہوں اور یہ اسطرح ہوا کہ ازلی صفات کے آثار انپر ظاہر ہوئے۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ اشارہ یہ ہے کہ میں تجکو تیرے حظوظ نفسانی سے وفات دینے والا ہوں یعنے حظ

ف یعنی کلمہ ثم صرف ترتیب کے لئے ہے ۱۲

نفس سے مردہ کرنے والا اور تیرے جسم کو اپنی کرامت کے مقام میں اُٹھانے والا اور تیرے باطن کو غیروں کے دیکھنے اور ثواب پر نظر رکھنے سے بالکل پاک کرنے والا ہوں واضح ہو کہ جب عارف بندہ خالص توحید کے مقام پر پہونچ گیا تو عارف ہی کے وجود سے جمال حق کا آفتاب اپنی شعاعیں پھیلاتا ہے کہ تمام مخلوقات آسمان و زمین اسکی اطاعت کرتے ہیں خواہ خوشی خاطر سے یا جبر و اکراہ سے **قال المترجم** یہ کلام جیسا وقیق ہے یہاں ہوشیار رہیں کیا نہیں دیکھتے کہ اونٹ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم جو سوائے انبیاء علیہم السلام کے عالم میں سے خیر برگزیدہ آپ کی وزارت کے لیے پیدا ہوئے تھے اس امر کے خواستگار ہوئے کہ ہم بھی سجدہ کریں مگر آپ نے تعلیم خاص توحید کے نور سے یہ پردہ انکا دور کیا مع ہذا یردہ اختفا و نقاب حفا نہایت مبالغہ پر تھا یہاں سے علو مرتبہ صحابہؓ ظاہر ہے شیخ فرماتے ہیں اور جسنے جلال حق عز و جل کو کسی پیرایہ و واسطہ میں دیکھا اور خود اسکا حال یہ ہے کہ تحقیق معرفت کی حقیقت پر نہیں پہونچا ہے تو اسی واسطے و پیرایہ میں گرفتار ہو کر شبہی ہو جاتا ہے یعنے حضرت حق عز و جل کی جناب میں تشبیہ کا قائل ہو جاتا ہے اور یہ ضلالت و کفر ہے -

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝

عیسی کی مثال　اللہ کے نزدیک　جیسے مثال آدم کی　بنایا　اسکو مٹی سے　پھر کہا اسکو کہ ہو جا　وہ ہو گیا

الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ ۝

حق بات وہی ہے تیرے رب کی طرف سے سو تو مت ہو شک کرنے والوں میں سے

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ - شانہ الغریب - یعنے عیسی کی شان غریب اللہ تعالے کے نزدیک جیسے آدم کی شان غریب ہے **ف** پس غریب کی قید امور حبہ سے بیان کی کہ عرب کے نزدیک مثل اسی واقعہ کے ساتھ کہتے ہیں جسمیں کوئی غرابت ہو جیسے عیسی بدون باپ کے پیدا ہوئے اور یہ ہم لوگون کی نظر میں غریب ہے جیسے شان آدم علیہ السلام کی غریب ہے اس بات میں کہ آدم بدون مان و باپ کے پیدا ہوئے اگر کہا جاوے کہ عیسیٰ تو بدون باپ کے ہوئے اور آدم بدون مان و باپ کے ہوئے یہ تشبیہ کیونکر ہے تو بعض جواب دیا کہ مثال میں پوری مشارکت نہیں ہوتی جیسے مثل کلبہ اول و سکون دوم میں ہوتی ہے پس یہان بدون باپ کے خلاف عادت پیدا ہونے میں دونون مانند ہیں اور مفسر رحمہ اللہ نے کرخیؒ کے مثل یون جواب دیا کہ آدم کا بدون مان و باپ کے پایا جانا غریب بھی ہے بلکہ اغرب ہے پس یہ تشبیہ غریب کی اغرب کے ساتھ ہے تا کہ جھگڑا کرنے والا بالکل بند ہو جاوے اور دلائل میں خوب ہے کیونکہ جھگڑنے والا تو اسی میں پڑا تھا کہ عیسیٰ آدمی ہوتے تو بھلا بدون باپ کے کیسے ہوتے - **خَلَقَهُ** - ای آدم و قالبہ - **مِن تُرَابٍ** - اللہ تعالے نے پیدا کیا آدم کو یعنے اسکے قالب کو خاک سے **ف** ضمیر منصوب راجع آدم علیہ السلام کی طرف ہے اور یہ ارجح ہے بہ نسبت اسکے کہ عیسی علیہ السلام کی طرف راجع ہو جیسا کہ معالم میں راجع کیا ہے اور یہان یہ شبہہ پڑتا تھا کہ بعد کو کن فیکون کہا پس خلق کے بعد پھر تکوین کیسے ہو گی تو مفسر نے ای قالبہ کہکر اشارہ کیا کہ یہان خلق سے آدم کا قالب پیدا کرنا مراد ہے اور اسپر لفظ من تراب دلیل ہے کیونکہ مٹی سے قالب ہی ہوتا ہے پس اول میں آدم کا قالب مٹی سے بنایا - **ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن** - بشرا - یعنے پھر کہا اسکو کہ ہو جا بشر - **ف** - یعنے قالب پیدا کر کے پھر اسکو روح والا بشر ہونے کا حکم دیا پس تکوین کا مفعول بشر ہے اور خلق کا مفعول قالب ہے اور معالم و بیضاوی وغیرہ میں تجویز کیا کہ ثم یہان خلق کی ترتیب نہیں بلکہ خبر کی ترتیب ہے یعنے ہمنے اسکو پیدا کیا پھر تم یہ جان لو کہ ہم نے اسکو یہی کہا تھا کہ ہو جا - **فَيَكُونُ** - فکان - پس وہ ہو گیا وکذلک عیسیٰ قال لہ کن من غیر اب فکان - اور حاصل یہ کہ ایسے ہی عیسیٰ بھی کہ اس سے فرمایا ہو جا بدون باپ کے وہ فوراً ہو گیا **مترجم**

کہتا ہی کہ یہ خطاب کس کو فرمایا۔ جواب دیا گیا کہ اُسکو جو علم الٰہی مین تھا فافہم۔ **اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ** - عیسی کا معاملہ تیرے رب کی طرف سے حق ہی ف الحق مرفوع ہی بنا بر اینکہ خبر مبتدا محذوف ہی اور وہ مبتدا امر عیسی ہی یعنے امر عیسی الحق من ربک۔ اور بعض نے کہا نظم عبارت یون ہی الحق کائن من ربک۔ **فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ** الشاکین فیہ۔ پس تو اس خبر مین شک کرنے والون مین سے نہو ف

حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہی کہ ملک نجران کے نصاریٰ کا ایک گروہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ کیا بات ہی کہ آپ ہمارے صاحب کو بُری طرح یاد کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ کسکو۔ عرض کیا کہ حضرت عیسی کو آپ اللہ تعالےٰ کا بندہ کہتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان وہ تو اللہ تعالےٰ کا بندہ و رسول و اسکا کلمہ ہی کہ مریم کی طرف القا کیا گیا۔ بولے کہ بھلا کوئی آدمی آپ نے دیکھا یا سنا کہ بدون باپ کے پیدا ہوا ہو۔ اور رنجیدہ ہوکر آپ کے پاس سے اُٹھ آئے تب اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جب وہ لوگ آپ کے پاس آوین تب آپ اُنکو یہ آیت سناوین۔ ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم الآیۃ۔ اور یہ قصہ بہت وجوہ سے ایک جماعت صحابہ و تابعین سے روایت کیا گیا اور اسکی اصل صحیحین مین موجود ہی۔ اور یہ جواب تمثیل کے طور پر ہی اور اسی سے بعض علما نے استدلال کیا ہی کہ شرعی مسائل مین فقیہ مجتہد کا قیاس جائز ہی کیونکہ قیاس اسی کا نام ہی کہ فرع کو اصل کی طرف پھیر دیوے بسبب ایک قسم کی مشابہت کی جو اس فرع کو اصل کے ساتھ ہی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے خلق عیسی کو خلق آدم کی طرف نوع شبہ کی وجہ سے پھیرا۔ ذکرہ فی المعالم۔ اور یہ جان لینا چاہیے کہ قیاس بمقابلہ نص نہین جائز ہی پس اگر کوئی شخص قیاس سے موزہ کے تلوے مین نہین مسح کر سکتا اور یاد رکھنا چاہیے کہ نوع شبہ اور علت جامعہ کا نکالنا مجتہد عالم کا کام ہی ہر شخص کا قیاس کرنا گمراہی ہی اور بتیز قیاس کے یہ معنے ہین کہ یہ صورت بھی اسی اصل مین مندرج ہی جیسے قیاس کیا۔ جیسے حدیث مین ہی کہ کل مسکر حرام۔ ہر نشیلی چیز حرام ہی تو افیون و بھنگ وغیرہ کو اسی کلیہ مین داخل کرتے ہین اگرچہ بتوجیہ تخدیر یا تفتیر کے حرمت ہو بنا بر آنکہ کل مخدر و مفتر حرام بھی حدیث سے ثابت ہوتا ہی اور غرض یہی تمثیل و اندراج کی توضیح ہی اور قیاس خود مثبت نہین بلکہ مظہر ہی و تمام بحث اصول مین ہی۔ قولہ فلا تکن من الممترین۔ اگر کہا جاوے کہ رسول اللہ صلعم کو یہ خطاب کیونکر ہی اسلیے کہ آنحضرت صلعم کو امر عیسی علیہ السلام مین ہرگز کچھ بھی شک نہ تھا تو جواب دو وجہ سے دیا گیا اول آنکہ یہ خطاب ہر ایسے شخص کو ہی جو مخاطب ہو سکتا ہی یعنے اے مخاطب تو اس معاملہ مین شک کرنے والون کے ساتھ نہو پس یہ بلیغ ہی بہ نسبت اسکے کہ تو شک مت کر فافہم۔ اور بات یہ تھی کہ عیسی علیہ السلام کے معاملہ مین بوجہ نصرانیون کے شرک و کفر کے جو انھون نے عام زبردستی سے پھیلایا تھا حتی کہ جن علماے انجیل نے اس سے انکار کیا انکو شاہ قسطنطین رومی نے قتل کر ڈالا اور جو لوگ بچے وہ بھی جنگلون و پہاڑون مین بھاگ گئے اور باقی سے محضر پر دستخط کیے کہ وہ خدا کا بیٹا یا خدا ہی پھر جب عوام مین یہ غلغلہ پھیل گیا تھا تو دوسری ملت والون نے نصرانیون کی باتون پر کچھ اعتماد نہ کیا اور امر عیسی مین بالکل ہی شک کرنے لگے کہ آیا بغیر باپ کے اسکا وجود بھی تھا کہ نہین تھا حتی کہ تم دیکھو ایک جماعت نصرانیون نے یہود کے ساتھ ہوکر حضرت مریم کی نسبت یوسف نجار سے سلسلہ لگایا۔ اعوذ باللہ من الکفر والبہتان۔ اللہ جھوٹون کا منہ کالا کرکے خوار و ملعون کرے۔ بالجملہ عوام کو نصرانیون کی افراط و تفریط سے بہت شک و خرخشہ پڑ گیا تھا چنانچہ انجیل مین بھی آیا ہی کہ عیسی کی نسبت ایک بزرگ خاتم النبیین پیغمبر عظیم الشان آویگا وہ جھوٹا دیگا پس یہی ہوا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی نسبت برابر یہی غلو کا بہتان لگا دون مشرکون کی طرف سے جاری رہا یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت سرور عالم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی فرمائی اور تمام امر حق ظاہر کرکے عام حکم دیا کہ اب کوئی بھی شک کرنے والون مین سے نہو اور اسیواسطے بعد وثوق کے فرمایا فمن حاجک فیہ الآیۃ۔ حتی کہ شک کرنے والون سے مباہلہ کا حکم دیا چنانچہ مفصل بیان آتا ہی۔ اور وجہ دوم یہ کہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہی پس وہ مقصود نہین ہین یا تو آنحضرت صلعم مراد نہین ہین بلکہ اور لوگ مراد ہین جیسے قولہ یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء

ہین ہی کہ منادی آنحضرت صلعم کو کیا اور تطلقتم جمع کا خطاب مومنون کو ہی اور معالم و سراج ہین اسی جواب پر قطع کیا اور بیضاوی نے دوسری
صورت بھی تجویز کی کہ آنحضرت صلعم کو زیادہ ثابت و جم جلنے پر آمادہ کیا اور حق وہ ہی جو معالم ہین کہا ہی فافہم آنحضرت صلعم کی شان انہین
شک کرنے سے پاک اور بہت بلند ہی حتی کہ آپ کی امت والے نہین شک کرتے ہین چنانچہ حکایت ہی کہ جہاد ہین ایک عالم قید ہوکر کفار روم کے
ہاتھ پڑے انھون نے اہل روم سے کہا کہ تم کیون عیسیٰ کو پوجتے ہو۔ بولے کہ اسکا کوئی باپ نہین لیس وہ خدا کا بیٹا ہی نعوذ باللہ من ہذا الکفر
تو فرمایا کہ اگر یہی بات ہی تو آدم علیہ السلام بڑھکر ہین کہ انکی پیدائش ہین ماں باپ کوئی نہین۔ بولے کہ وہ مردون کو زندہ کرتا تھا۔ فرمایا کہ
تو حزقیل اولی ہین کہ عیسی علیہ السلام نے فقط چار مردے زندہ کیے اور حزقیل نے آٹھ ہزار آدمی جو ایک دم سے مرے ہوے تھے زندہ کیے چنانچہ
کذا الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف حذر الموت الآیہ پھر بولے کہ وہ اندھے و کوڑھی اچھے کرتے تھے فرمایا کہ تو جرجیس اولی
ہین کہ وہ پکائے و جلائے گئے پھر صحیح سالم اٹھ کھڑے ہوے ذکرہ فی السراج ـ ف ـ عرائس البیان ہین ذکر کیا۔ قولہ تعالے ان مثل عیسی
عند اللہ کمثل آدم ـ اللہ عز و جل نے پاک روحون کو ربوبیت کے کان سے پیدا کر دیا اور انپر نور مشاہدہ سے لباس پہنایا لیس یہ سب جو ایک
ہی کان کے ہین اگرچہ انکے مقامات ہین اور بشری صورت ہین فرق ہی سو آدم کی روح تو ملکوت ہین سے ہی یعنے اس کان ہین سے ہی جس سے
فرشتون کی پیدائش ہی جسم آدم پیدا ہوے تو انکی ذریات ہین جو انبیا و صدیقین و صالحین ہوے اور ہونگے سب اسی دم پیدا ہو گئے
تھے پھر اللہ تعالے نے جو کچھ آدم کی روح کے ساتھ کیا کہ انکو جناب عزت عز و جل ہین نزدیکی کا مرتبہ دیا اور کرامت و مشاہدہ و علم و مکاشفہ عطا
کیا اور حال فقر کا و توحید سے سرفراز کیا یہ سب پہلے ذکر فرمایا ہی اب ذکر فرمایا کہ عیسی علیہ السلام کی روح بھی نزدیکی کے مرتبون ہین آدم
کی روح کے مانند ہی کہ جو خصوصیات آدم کو عطا ہوئین ویسے ہی عیسیٰ کو عطا ہوئین سو آدم کے حق ہین فرمایا کہ و نفخت فیہ من روحی ـ
ہین نے اپنی روح سے یعنی تکلیف اپنی جانب سے روح پھونکی اور ایسا ہی عیسی کے حق ہین فرمایا ہی کہ روح منہ لیکن آدم علیہ السلام کو یہ بزرگی
ہی کہ آدم کی صورت پیدا کرنے کو اپنی طرف اضافت کر کے تشریف دی چنانچہ فرمایا خلقت بیدی ـ ہین نے اپنے ہاتھون اسکو بنایا اور نیز ملائکہ
سے اسکا سجدہ کرایا اس منزلت ہین آدم کو تمام مخلوق پر بزرگی حاصل ہی اور یہ جو فرمایا خلقہ من تراب ـ تو اسکا فائدہ یہ ہی کہ جاہل لوگ جو کسی
درجہ پر ترقی کیے ہوے نہین ہین وہ ربوبیت ہین بیہودہ گمان بدنہ پیدا کرین اور استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے آدم و عیسی علیہما السلام
کو پاکی روح کے ساتھ مخصوص کیا کہ یہ دونون ایک پشت سے دوسری پشت ہین پلٹا کھاتے ہوے نہین آئے اور آدم کو یہ فضیلت دی
کہ اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اسمین وہ سب سے منفرد ہین اور یہ دونون بزرگ اگرچہ بڑی شان والے ہین لیکن حادث ہونے اور مخلوق
ہونے کی صفت ان دونون کو قطعًا لازم ہی یعنے یہ دونون مخلوق ہین چنانچہ فرمایا۔ ثم قال لہ کن فیکون ـ پھر اسکو کہا کہ ہو جا وہ ہو گیا ـ
قولہ تعالے فلا تکن من الممترین ـ مترجم کہتا ہی کہ اس سے اللہ عز و جل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ و سلم کو معزز فرمایا کہ ہین نے تجھپر اپنا خاص
کلام نازل کیا بوحی قلبی اور تجھے اس عالی رتبہ پر سرفراز کیا کہ آج تک کسی پیغمبر کو بلا نقصان قرب نصیب نہین ہوا چنانچہ ہر پیغمبر کو کتاب لکھی ہوئی ملی
بخلاف حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ و سلم کے کہ آپ کے قلب و زبان پاک کو کلام وحی و تنزیلیت کر دیا اور آپ نے عیسی علیہ السلام کو کافرون
و منکرون کے بہتان سے نکال لیا ـ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ قولہ الحق من ربک ـ یعنے یہ بات تیرے پروردگار کی طرف سے حق و ثابت ہی کہ مخلوقات
ہین سے کوئی چیز ظاہر نفرماوے مگر اسیطرح کہ اسکو لفظ کن کے تحت ہین مقہور و ذلیل کر کے لاوے یعنے اس سے فرما دے کہ تو ہو جا وہ عاجز و مقہور و ذلیل
ہو کر فورًا ہو جاوے لیس تو کسی طرح شک ہین نہ پڑنا البتہ اللہ تعالے ہی اپنے اسما و صفات ہین منفرد ہی اسکے سوا مخلوق ہین سے کوئی بھی

او تعالیٰ کے ساتھ اسکی کسی صفت مین بھی تنازع نہین کرسکتا ہی۔ اور استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ الحق من ربک یعنے حق تیرے پروردگار کی طرف سے ہی اے محمد سو تو ہرگز شک نہ کر اس بات مین کہ پیدا و ایجاد کرنے مین کوئی بھی اسکے مثل نہین ہی اور اسکی مخلوق کے لیے سبب ثابت کرنے مین کسی کی قدرت اسکے برابر نہین ہی پس جو موجودات کہ پردۂ عدم سے وجود مین آئی ہین اُسکی ابتدا و ظہور بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہی اور اسیکی طرف عود کرینگی۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَ

پھر جو تجسے اس بات مین جھگڑے بعد اسکے کہ تیرے پاس پہونچ چکا تجکو علم پس تو کہہ آؤ بلاوین ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور

نِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝

اپنی عورتین اور تمہاری عورتین اور اپنی جان اور تمہاری جان پھر دعا کرین اور لعنت ڈالین اللہ کی جھوٹون پر

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

یہی ہی بیان تحقیق اور نہین کوئی معبود سوائے اللہ کے اور اللہ ہی ہی زبردست حکمت والا

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ ع ۶

پھر اگر منہ موڑین تو اللہ کو معلوم ہین فسادی لوگ

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ۔ جادلک من النصاری۔ پھر نصاری مین سے جسنے تجسے دربارۂ عیسیٰ کے جدال کیا۔ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ۔ بعد اسکے تیرے پاس یہ علم وحی آچکا ف تجکو علم قطعی ہوگیا یعنے علم عیسیٰ کا علم تجکو آگیا۔ یعنے وحی قطعی آگئی اور بیضاوی وغیرہ نے کہا یعنے وہ دلیلین واضح آگئین جو موجب علم ہین۔ لیکن نصرانی تجسے جھگڑا کرین۔ فَقُلْ۔ لہم۔ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ۔ فنجمعہم۔ تو ان نصرانیون سے کہدے کہ آؤ بلالین ہم اپنے بیٹون و تمہارے بیٹون کو اور اپنی عورتون و تمہاری عورتون کو اور اپنی ذاتی قرابت اور تمہاری ذاتی قرابت کو ف پس بلاکر ان سب کو ہم جمع کرین۔ ثُمَّ نَبْتَهِلْ۔ نتضرع فی الدعاء۔ پھر سب جمع ہوکر دعا کرنے مین بہت تضرع کرین اور گڑگڑاوین۔ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ پس جھوٹون کے اوپر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرین ف بان نقول اللہم العن الکاذب فی شان عیسیٰ۔ یعنے اسطرح کہ آؤ ہم تم جمع ہوکر صدق دل سے دعا کرین کہ ہم مین یا تم مین سے جو فریق جھوٹا ہوا وسپر لعنت الٰہی نازل ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابتہال سے دعا کرنا اسطرح کہ کندھون کے برابر دونون ہاتھ اوٹھا کر عاجزانہ دعا کرے۔ (الحاکم و بیہقی) پھر واضح ہو کہ نصاریٰ نجران نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت ہٹ دھرمی سے جھگڑا کیا تھا شیخ مفسر نے لکھا۔ وقد دعا صلی اللہ علیہ وسلم وفد نجران لذلک لما حاجوہ فیہ فقالوا حتی ننظر فی امرنا ثم نأتیک فقال ذو رأیہم لقد عرفتم نبوتہ وانہ ما باہل قوم نبیا الا ہلکوا فوادعوا الرجل وانصرفوا فاتوہ وقد خرج ومعہ الحسن والحسین وفاطمۃ وعلی رضی اللہ عنہم وقال لہم اذا دعوت فامنوا فابوا ان یلاعنوا وصالحوہ علی الجزیۃ رواہ ابو نعیم فی دلائل النبوۃ وروی ابو داؤد انہم صالحوہ علی الفی حلۃ النصف فی صفر والبقیۃ فی رجب وثلثین درعۃ وثلثین فرسا وثلثین بعیرا وثلثین من کل صنف من اصناف السلاح وروی احمد فی مسندہ عن ابن عباس رض قال لو خرج الذین یباہلونہ لرجعوا

لا یجدون اھلاً ولا مالاً وفی روایة لو خرجوا لاحترقوا - یعنے جب وفد نجران نے حضرت عیسیٰ کے معاملہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کیا تو حضرت صلعم نے انکو مباہلہ کے لیے بلایا تو بولے کہ اچھا اتنی مہلت دیجیے کہ ہم اپنے معاملہ مین غور کرلین پھر ہم آپ پاس آوینگے پھر جو شخص انمین سے سردار تھا جسکی رائے پر چلتے تھے اسنے کہا کہ تمنے محمد کی نبوت کو جان لیا اور تم خوب جانتے ہو کہ جس کسی قوم نے کسی نبی سے مباہلہ کیا وہ قوم ضرور ہلاک ہوئی پس اس پیغمبر سے صلح کرلو اور اپنے ملک کو لوٹ چلو پس یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے درحالیکہ آپ اسی وقت ان جھوٹون سے مباہلہ کرنے کے لیے باہر نکلے تھے اور آپ کے ساتھ حسن و حسین و فاطمہ و علی رضی اللہ عنہم تھے اور آپ نے ان عزیزون سے فرمایا کہ جب مین دعا کرون تو تم لوگ آمین کہنا پس وفد نجران نے مباہلہ کرنے سے انکار کیا اور اسپر صلح کرلی کہ ہم جزیہ دینگے اس قصہ کو ابو نعیم رحہ نے دلائل النبوۃ مین روایت کیا ہے اور ابوداؤد رحہ نے روایت کی کہ ان لوگون نے صلح کرلی اس بات پر کہ ہم سال مین دو ہزار حلہ دینگے جسمین سے نصف یعنے ایک ہزار کو ماہ صفر مین ادا کرینگے اور باقی کو رجب مین ادا کرینگے اور تیس زرہین اور تیس گھوڑے اور تیس اونٹ اور تیس ہر قسم کے ہتھیار دینگے اور امام احمد رحہ نے اپنی مسند مین ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اگر وہ لوگ جو حضرت صلعم کے ساتھ مباہلہ کا قصد رکھتے تھے باہر نکلتے تو وہین فوراً نیست کردیے جاتے کہ پھر کبھی عیال و مال کی طرف لوٹ کر نجاتے اور ایک روایت مین ہے کہ اگر نکلتے تو جل جاتے - اِنَّ هٰذَا - المذکور - لَهُوَ الْقَصَصُ - الخبر - الْحَقُّ الذی لاشک فیہ - عیسیٰ کے بارہ مین یہ بیان مذکور بے شک بیان حق ہے جسمین کچھ شک نہین ہے - کیونکہ اللہ تعالےٰ عالم الغیب خالق عزوجل نے اپنے بندہ عیسیٰ کا حال بیان کیا ہے - وَمَا مِنْ - زائدہ - اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ - کوئی فرد بھی الٰہ نہین ہے سوا اللہ تعالےٰ کے - وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ - فی ملکہ - الْحَكِيْمُ - فی صنعہ - اور اللہ تعالےٰ ہی اپنے ملک مین غالب ہے اور اپنی صنع مین حکیم ہے - فَاِنْ تَوَلَّوْا - اعرضوا عن الایمان - پھر اگر یہ مشرکین نصرانی منہ موڑین یعنے ایمان لانا جسکے لیے انکو کہا گیا ہے اس سے منہ موڑین تو اللہ تعالےٰ انکو خوار کریگا کیونکہ فسادی ہین - فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ - فیجازیہم - کیونکہ اللہ تعالےٰ جانتا ہے مفسدون کو - ف - اس سے مراد یہ کہ انکو انکے فساد کی سزا دیگا اور مبہم چھوڑنے مین ہول و خوف زیادہ ہے جیسے زبردست کہے کہ تمھارا ہمکو معلوم ہوا ہم سمجھ لینگے - ضمیر کے بجائے اسم ظاہر فرمایا تو یہ انکو فضیحت کرنے کے لیے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ یہ لوگ مفسد ہین اور سزا انکو اسی جرم پر ملی اور مراد فساد سے کفر و نالایق باتین زبان سے نکالنا اور لوگون کو اللہ تعالےٰ کے دین سے روکنا اور حکم الٰہی اور شریعت حق کو چھوڑنا اور بہکانا وغیرہ ایسے امور ہین جو معرفت الٰہی سے باز رکھتے ہین جاننا چاہیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بدون باپ پیدا ہونے مین فرزندی کا دعوی سخت بیجا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام تو بدون مان و باپ کے پیدا ہوے اصل مین یہ قدرت الٰہی ہے کہ آدمؑ کی پیدایش مین مذکر و مونث دونون نہین ہین اور حوّا کی پیدایش مین مونث نہین اور عیسیٰؑ کی پیدایش مین مذکر نہین جیسے باقی مخلوق کو مذکر و مونث سے پیدا کیا پس عیسیٰ کی پیدایش ایک نشان قدرت تھا کہ حق عزوجل کی معرفت و کمال ایمان حاصل ہونا جیسا کہ سورۂ مریم مین فرمایا - ولنجعلہ آیة للناس - تاکہ ہم ہمکو لوگون کے واسطے نشانی قرار دین مگر وہ ایک گروہ کے واسطے گمراہی ہوئی اور برابر اسپر جمے رہے یہانتک کہ پیغمبر برحق حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسمین مجادلہ کیا اور آخر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ مباہلہ پر نوبت آئی اور عنقریب بیان آویگا کہ اللہ تعالےٰ نے بہت عمدہ طریقہ سے ان گمراہون کو فہمایش فرمائی ہے - ابن کثیر رحہ نے لکھا کہ اس مباہلہ کا اور اس سے پہلے کے اول سورہ سے یہانتک کی آیات کا سبب نزول ملک نجران کے نصرانیون کا آنا واقع ہوا

مترجم اس قصہ کو مختصر سیاق سے جامع اس طرح بیان کرتا ہے کہ بیہقی رحمہ اللہ نے حاکم رح کے طریق سے یونس بن بکیر عن سلمہ بن عبد یسوع عن ابیہ عن جدہ روایت کیا کہ یونس نے جو پہلے نصرانی تھے پھر مسلمان ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے طٰس سلیمان نازل ہونے سے پہلے اہل نجران کو خط لکھا۔ باسم الہ ابراہیم و اسحق و یعقوب ۔ از جانب محمد نبی و رسول اللہ کے اسقف نجران و اہل نجران کو معلوم ہو کہ میں حمد کرتا ہوں اس اللہ پاک کی جو ابراہیم و اسحق و یعقوب کا پروردگار ہے اما بعد پھر میں تمکو بلاتا ہوں اس بات کی طرف کہ تم بندوں کی پرستش چھوڑ کر اللہ عزوجل کی بندگی کرو اور بندوں کی ولایت سے نکلکر اللہ تعالے کو اپنا والی سمجھو پھر اگر تم اس بات سے نافرمانی کرو تو جزیہ دینا قبول کرو اور اگر اس سے بھی انکار ہے تو میں نے تمکو لڑائی کا اشتہار دیا اور سلام ہے اسپر جو اللہ کا فرمانبردار ہو پھر جب یہ خط اس اسقف کے پاس پہونچا وہ پڑھکر بہت گھبرایا اور سخت لرزان ہو کر اہل نجران میں سے ایک شخص شرحبیل بن وداعہ نامی کے پاس آدمی بھیجکر بلوایا اور یہ شخص ہمدان میں نہایت عقیل گنا جاتا کہ جب کوئی مشکل پیش آتی تو اس سے پہلے کوئی اور یاد نہیں کیا جاتا پس اسقف نے رسول اللہ صلعم کا خط اسکو دیا اسنے پڑھا تو اسقف نے پوچھا کہ ای ابو مریم تیری کیا رائے ہے شرحبیل نے کہا کہ آپکو معلوم ہے کہ اللہ تعالے نے ابراہیم کو اسمعیل کی ذریت میں نبوت کا وعدہ دیا ہے سو اس سے تعجب نہیں ہو سکتے کہ شاید یہ وہی نبی ہو۔ نبوت کے کام میں میری کچھ رائے نہیں ہے ہاں اگر دنیا کے کاموں میں کوئی بات ہوتی تو میں اپنی رائے ظاہر کرتا اور اسمیں کوشش کرتا ۔ اسقف نے یہ سنکر کہا کہ اچھا ایک طرف بیٹھ۔ وہ ایک طرف جا کر بیٹھ گیا پھر اسقف نے اہل نجران میں سے ایک شخص عبد اللہ نامی کو جو حمیر کے ذی اصبح میں سے تھا بلا کر خط پڑھا کر رائے پوچھی اسنے بھی شرحبیل کے مانند کلام کیا۔ اسکو بھی اسقف نے ایک طرف بٹھالا۔ پھر اسقف نے اہل نجران میں سے جبار بن قیض نامی کو جو بنی حارث بن کعب میں سے ایک شخص بنی حماس کا تھا بلایا اسنے بھی بعد مضمون خط جاننے کے ویسی ہی رائے دی جیسے شرحبیل و عبد اللہ نے رائے دی تھی اسکو بھی اسقف نے ایک طرف بٹھالا۔ پس جب سب کی رائے ایک ہی قول پر متفق ہوئی تو اسقف نے حکم دیا کہ ناقوس بجایا جاوے اور صوامع میں نیز آگ و مسوح چڑھائی جاوین اور یہی انکا دستور تھا کہ جب دن میں انکو کوئی گھبراہٹ پیش آتی تو ایسا کرتے اور رات میں ناقوس بجاتے اور آگ بلند کرتے تھے پس ناقوس کی آواز اور مسوح کے بلند ہونے پر تمام اس وادی کے اوپر و نیچے والے لوگ مجتمع ہو گئے کہ ایک سے دوسرے کو خبر پہونچے اور اس وادی کا لنبان تیز رفتار سوار کی ایک روزہ راہ تھی اور تہتر گانون اسمیں آباد تھے جنمیں ایک لاکھ بیس ہزار مردان جنگ آور رہتے تھے علاوہ عورتون بچون بڈھون کے۔ پھر اسقف نے رسول اللہ صلعم کا خط انکو پڑھ سنایا پس جو لوگ انمیں سے صاحب رائے و دانشمند تھے سب متفق ہوئے کہ شرحبیل بن وداعہ ہمدانی اور عبد اللہ بن شراحیل اصبحی اور جبار بن قیض حارثی کو روانہ کریں کہ وہ رسول اللہ صلعم کی خبر لاوین۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن اسحق رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ نصاری نجران کے ایلچی کا گروہ ساٹھ سوارون کا تھا جنمیں سے چودہ شخص انکے اشراف میں سے تھے کہ مآل کار انھیں کی طرف تھا اور وہ عاقب بنام عبد المسیح اور سید بنام ایہم اور ابو حارثہ بن علقمہ برادر بکر بن وائل اور اویس بن الحرث و زید و قیس و یزید و اسکے دونون فرزند و خویلد و عمرو خالد و عبد اللہ و یحنس تھے اور ان چودہ اشراف کا مآل بھی تین آدمیون کی طرف تھا ایک عاقب یعنے عبد المسیح کہ وہ سردار قوم تھا اور اسی کی رائے پر چلتے اور اسیکا مشورہ مانتے اور دانشمند جانتے تھے۔ دوسرا سید یعنے ایہم کہ وہ انکا عالم پیشوا تھا اور درحقیقت وہ ایک مرد عربی از قبیلۂ بنی بکر بن وائل تھا لیکن وہ نصرانی ہو گیا اور روم اسکی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اسکے کنیسہ بنوا دیے اور اسکی بہت خدمت کرتے کیونکہ دین میں اسکی مضبوطی سے واقف تھے اور وہ اپنے علم سے اپنی پرانی کتابون سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف تھا مگر اپنی دنیا کی تعظیم و مرتبہ دیکھکر نصرانیت پر اڑا رہا۔ پھر روایت بیہقی

ہین ہو کہ یہ جماعت نصرانیان نجران کی چلکر مدینہ کے قریب پہونچے تب انھون نے سفر کے کپڑے اُتار ڈالے اور تکلف کے لباس پہنکر دامن چھالے اور سونے کی انگوٹھیان پہنے روانہ ہو کر رسول اللہ صلعم کے پاس آئے اور سلام کیا مگر آپ نے جواب نہ دیا اور وہی لوگ دن مین بہت دیر تک منتظر رہے کہ ہمسے کچھ کلام فرماوین مگر آپ نے کلام نہ کیا پھر یہ لوگ چلے اور حضرت عثمان بن عفان اور عبد الرحمن بن عوف کو تلاش کیا ان دونون سے کچھ شناسائی تھی پس ان دونون کو مہاجرین و انصار کی ایک جماعت مین پایا اور انسے کہا کہ تمھارے نبی صلعم نے ہمکو خط لکھا اسپر ہم روانہ ہو کر حاضر ہوے ہم نے سلام کیا انھون نے جواب نہ دیا اور ہم دیر تک منتظر رہے ہمسے کلام بھی نہ کیا اب تم دونون کی کیا راے ہے۔ کیا ہم لوٹ جاوین۔ ان دونون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو انمین موجود تھے کہا کہ اے ابو الحسن آپ کی کیا راے انکے حق مین ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان و عبد الرحمن بن عوف کو جواب دیا کہ میری راے یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے حلے اور سونے کی انگوٹھیان اُتار کر اپنے سفری کپڑے پہنکر جاوین۔ انھون نے ایسا ہی کیا اور جا کر حضرت صلعم کو سلام کیا۔ آپ نے انکو جواب دیا پھر فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جسنے مجکو برحق رسول کر کے بھیجا ہے کہ یہ لوگ پہلی مرتبہ میرے پاس آئے تو اس حال مین تھے کہ ابلیس انکے ساتھ تھا مترجم کہتا ہے کہ محمد بن اسحق نے محمد بن جعفر بن الزبیر سے روایت کی کہ یہ لوگ مدینہ مین رسول اللہ صلعم کے پاس اسوقت حاضر ہوے کہ آپ نے عصر کی نماز ادا کی تھی اور یہ لوگ بنی حارث بن کعب کی وضع مین چادر ہاے حبری و حلہاے حبری پہلے ہوے زینت کے ساتھ تھے[1] اور جو شخص اصحاب رسول اللہ صلعم سے انکو دیکھتا کہتا کہ ہمنے ایسے ایلچی نہین دیکھے اور مسجد نبوی صلعم مین انکے نماز کا وقت آیا تو نماز کو کھڑے ہو گئے پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ انکو چھوڑ دو پڑھین پھر انھون نے مشرق کی طرف نماز پڑھی پھر رسول اللہ صلعم سے ان لوگون مین سے حارثہ بن علقمہ اور عاقب عبد المسیح اور سید یعنے ایہم نے گفتگو کی اور یہ لوگ نصرانیت مین بادشاہ کے دین پر تھے باوجودیکہ انمین یہ اختلاف تھا کہ کوئی مسیح علیہ السلام کو اللہ اور کوئی اللہ کا بیٹا اور کوئی اسکو تین مین سے ایک کہتا تھا پاک ہے اللہ عز و جل انکی ایسی کفریہ باتون سے بیہقی کی روایت مین ہے کہ پھر ان لوگون سے اور حضرت صلعم سے برابر سوال و جواب ہے اور مترجم کہتا ہے کہ حاکم و ابن مردویہ و دلائل مین ابو نعیم نے جابر رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اسلام کی دعوت کی یعنے عاقب عبد المسیح و ایہم کو تو بولے کہ ہم تو اے محمد اسلام لا چکے ہین آپ نے فرمایا کہ تم دونون نے جھوٹ کہا۔ اگر تم چاہو تو مین بتا دون کہ تمکو کون چیز اسلام لانے سے روکتی ہے۔ بولے کہ اچھا بتائیے۔ آپ نے فرمایا کہ صلیب پوجنا تمھارے دل مین رچ گیا اور شراب پینا اور سور کا گوشت کھانا۔ بیہقی رح کی روایت مین ہے کہ آخر ان لوگون نے کہا کہ آپ کیا فرماتے ہین عیسیٰ کے حق مین اور ہم لوگ اپنی قوم مین لوٹ جانا چاہتے ہین اور ہم نصرانی ہین ہمکو بھلا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جو عیسیٰ کے حق مین کہتے ہین وہ ہم بھی سن جاوین اگر آپ نبی ہین تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اس بارہ مین میرے پاس وحی کی خبر موجود نہین ہے تم ٹھہرو تو جو کچھ میرا پروردگار نازل فرمائے وہ مین تمکو عیسیٰ کے بارہ مین سنا دون پھر دوسرے روز صبح کو وہ لوگ حاضر ہوے اور حال یہ کہ اللہ عز و جل نے یہ آیت نازل فرمائی تھی۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ تا قولہ۔ فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ پس انھون نے ایسا اقرار کرنے سے انکار کیا۔ مترجم کہتا ہے اور روایت حاکم و ابن مردویہ و ابو نعیم مین ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلعم نے کہا کہ اگر تم اقرار نہین کرتے ہو تو ملاعنہ کرو یعنے مباہلہ کرو پس انھون نے وعدہ کیا کہ اچھا کل صبح کو مباہلہ کرین پھر دوسرے روز صبح کو رسول اللہ صلعم چلے اور حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور فاطمہ رض و حسن رض و حسین رض کو ساتھ لیا اور گروہ نجران کو کہلا بھیجا پس انھون نے مباہلہ کرنے سے انکار کیا اور حضرت صلعم کے واسطے اقرار کیا۔ پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسنے مجکو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر وہی مباہلہ کرتے تو البتہ میدان وادی انپر آگ برساتا۔ اور جابر رض نے فرمایا کہ انھین لوگون کے حق مین یہ آیت اُتری۔ قل تعالوا ندع

[1] [illegible]

ابناءنا الآیۃ۔ اور جابرؓ نے فرمایا کہ انفسنا۔ تو رسول اللہ صلعم و علیؓ ہیں اور ابناءنا حسنؓ و حسینؓ ہیں اور نساءنا فاطمہؓ ہیں۔ قال الحاکم صحیح الا
اور حاکم نے اسکو دوسری وجہ سے جابرؓ سے روایت کرکے صحیح کہا والاصح انہ مرسل عن الشعبی کذا قال ابن کثیرؒ اور سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت
ہو کہ جب قولہ تعالیٰ قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم الآیۃ۔ اتری تو رسول اللہ صلعم نے علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ کو بلایا اور فرمایا الٰہی اللہ پاک میرے
یہ میرے اہل ہیں رواہ مسلم والترمذی وابن المنذر والحاکم والبیہقی۔ اور جعفر بن محمدؒ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ قل تعالوا ندع ابناءنا الآیہ میں جعفرؓ
صلعم ابوبکرؓ و انکی اولاد کو اور عمرؓ و انکی اولاد کو اور عثمانؓ و انکی اولاد کو اور علیؓ و انکی اولاد کو لائے تھے رواہ ابن عساکر۔ مترجم کہتا ہو کہ جاہل
نصاریٰ آپ کے مقابلہ میں مباہلہ کو نہ آئے کیس ابن اسحٰق کی روایت میں ہو کہ انھوں نے رات کو باہم مشورہ کیا اور عاقب سے کہا کہ اے عبد المسیح
تمھیں سب میں صاحب رائے ہو تمھاری کیا رائے ہو وہ بولا کہ واللہ اے گروہ نصاریٰ تمنے پہچان لیا کہ محمد نبی مرسل ہیں اور تمھارے صاحب
یعنے عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں انھوں نے سب ٹھیک حال بیان کردیا جس سے حق و باطل جدا ہو گیا اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ کسی قوم نے
کسی نبی سے کبھی مباہلہ نہیں کیا کہ اس قوم کا چھوٹا یا بڑا بچ رہا ہو سو اگر تمنے ایسا کیا تو تمھاری جڑ کٹ جائیگی پھر اگر تمکو اسی پر ہٹ ہو کر
اپنے دین ہی پر رہو اور وہی کہے جاؤ جو عیسیٰ کے بارہ میں کہتے ہو تو محمد سے رخصت ہو کر اپنے ملک کو واپس چلو۔ اور بیہقی کی روایت میں
یوں ہو کہ شرحبیل نے باقی دونوں سے کہا کہ ہم تم سب جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کے لوگ بلندی و پستی کے اگر سب مجتمع ہوں تو یہ سب میری ہی
رائے پر چلینگے اور میرا حال یہ ہو کہ میں واللہ ایک بڑا بھاری امر دیکھتا ہوں یعنے مباہلہ کرنا اور قسم اللہ پاک کی کہ اگر یہ شخص نبی ہوا تو ہم لوگ
عرب میں سے پہلے وہ لوگ ٹھہرے جنھوں نے انکا کہنا رد کیا اور یہ بات انکے اور انکے ساتھیوں کے دلوں سے نہ جائیگی اور ہم انکے پڑوس میں
ہیں ہم کو ضرور مصیبت پہونچیگی پھر اگر نبی مرسل ہیں اور ہم نے انسے مباہلہ کیا تو روئے زمین پر نصرانی کا ایک بال یا ناخن بھی نظر نہ آویگا سب
ہلاک ہونگے اور ایک روایت میں ہو کہ عبد المسیح نے کہا کہ واللہ میں ایسے چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر وہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جانے کی دعا کرینگے
وہ قبول ہو گی تب اسکے دونوں ساتھی بولے کہ پھر کیا رائے ہو اے ابو مریم تب کہا کہ میری رائے یہ ہو کہ میں انھیں کو اس صلح میں حکم قرار دوں
کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ ایسا مرد ہو کہ حد سے تجاوز کرکے کبھی حکم نہیں فرماتا تب دونوں راضی ہوئے کہ اچھا پھر تمہاری ہی رائے پر چلنا چاہیے پس
شرحبیل نے رسول اللہ صلعم سے ملاقات کی اور کہا کہ میں آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے سے ایک بات بہتر دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا وہ کیا بات ہو
عرض کیا کہ آج کا دن اور رات صبح تک میں نے آپ کو حکم کیا جو کچھ آپ ہمارے بیچ میں حکم کریں وہ جائز ہو پس آپ نے فرمایا کہ شاید تیرے
پیچھے اور کوئی ہو جو تجھپر ملامت کرے تو شرحبیل نے کہا کہ آپ میرے دونوں ساتھیوں سے دریافت کریں۔ آپ نے دریافت کیا تو وہ
بولے کہ شرحبیل ہم میں ایسا شخص ہو کہ ہمارا سارا ملک سوائے اسکی رائے کے کسی پر نہیں چلتا ہو پس رسول اللہ صلعم لوٹ آئے اور مباہلہ
نہیں کیا پھر دوسرے روز وہ لوگ آئے تو رسول اللہ صلعم نے انکو یہ صلحنامہ تحریر کردیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ چیز ہو کہ لکھدیا اسکو نبی
محمد رسول اللہ نے نجران کو کہ وہ حکم تھا ہر پھل و سونے و چاندی و دودھیا و سیاہ و رقیق میں اس سب کو انکے واسطے اس شرط پر چھوڑا کہ
لوگ دو ہزار حلہ دیں ہر رجب میں ایک ہزار اور ہر صفر میں ایک ہزار حلہ پھر باقی شروط و سیاق کو بیان کیا۔ مترجم کہتا ہو کہ محمد بن اسحاق کی
روایت میں ہو کہ پھر انھوں نے درخواست کی کہ آپ اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو جسکو آپ پسند کریں ہمارے ساتھ بھیجدیں جو ہمارے
درمیان ان اموال میں جنمیں ہم باہم اختلاف و جھگڑا کرتے ہیں فیصل حکم کرے کیونکہ تم ہمارے نزدیک پسندیدہ ہو۔ اور صحیح بخاری میں حذیفہؓ
سے روایت ہو کہ عاقب اور سید یعنی رئیس ہر دو صاحبان نجران بارادۂ مباہلہ حضرت صلعم کے پاس آئے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو ہرگز

یعنی عبد المسیح اور شرحبیل ۱۲

ایسامت کرکہ قسم ہے اللہ پاک کی کہ اگر وہ نبی ہے اور ہم نے اس سے مباہلہ کیا تو نہ ہم پھلینگے اور نہ ہمارے بعد والے پس دونوں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ جو آپ نے ہم سے چاہا یعنے جزیہ وہ ہم دینگے اور آپ ہمارے ساتھ ایک مرد امین روانہ کریں اور نہ بھیجیے مگر مرد امین ہی تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ مرد امین پورا امین بھیجونگا پس سوا مارت کے واسطے رسول اللہ صلعم کے اصحاب سب سامنے منتظر ہوئے پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابو عبیدہ بن الجراح تو اُٹھ پھر جب ابو عبیدہؓ اوٹھے تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ اس امت کا امین ہے رواہ مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ وقدرواہ احمد والنسائی وابن ماجہ من حدیث ابن مسعودؓ بنحوہ۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ابو جہل مردود نے کہا کہ اگر میں محمد کو کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھونگا تو آکر اسکی گردن روندونگا۔ کہا ابن عباسؓ نے کہ اگر وہ خبیث ملعون ایسا کرتا تو آنکھوں دیکھتے اسکو فرشتے عذاب میں پکڑ لیتے اور اگر ایسا ہوتا کہ یہود موت کی تمنا کرتے تو مرتے اور دوزخ کے اپنے اپنے ٹھکانے دیکھہ لیتے اور اگر وہ لوگ نکلتے جو حضرت صلعم سے مباہلہ کرنا چاہتے تھے تو لوٹتے اس حال میں کہ اپنا مال اہل کچھہ نہ پاتے رواہ احمد وقدرواہ البخاری والترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن صحیح مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ عذاب انپر فقط نکلنے سے پڑتا بدون مباہلہ کے ورنہ مباہلہ کی صورت میں تو خود جل جاتے پھر لوٹنا کیسا اور شاید کہ یہ مجازہو اور یہی اصح ہے واللہ اعلم۔ اب یہاں چند مقام اور باقی ہے آدان کہ مباہلہ تو دوہی شخص کے درمیان تھا پھر بیٹوں اور عورتوں کو کیوں ساتھ ملایا تو مدارک میں کہا کہ اسلیے ملایا کہ اس سے پوری دلالت ظاہر ہوتی ہے کہ کہنے والا اور دعوی کرنے والا اپنی سچائی پر کمال یقین و مضبوطی رکھتا ہے کہ اسنے جرأت کرکے اپنے عزیزوں وجگر کے ٹکڑوں کو پیش کیا اور خالی اپنی ہی جان پر انحصار نہیں کیا اور نیز دوسری طرف جھٹلانے والے کے جھوٹے ہونے پر کمال یقین ہے پس وہ بھی ہلاک ہو تو اپنے پیاروں و عزیزوں سمیت ہلاک ہو اگر مباہلہ پورا کرے اور عزیزوں میں سے کبھی بیٹوں وعورتوں کو مخصوص کیا کیونکہ یہی آدمی کو زیادہ عزیز اور اسکے دل سے لگے ہوتے ہیں اور پھر ابناؤ نساء کو مقدم کیا پھر انفسنا وانفسکم موخر کیا اس میں تنبیہ ہے کہ انکی قرب ومنزلت زیادہ ہے۔ وقال بعضھم اسمیں دلیل ہے کہ دختروں کے بیٹے بھی بیٹے کہلا سکتے ہیں کیونکہ نبی صلعم نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو ابناء قرار دیا جیساکہ حدیث جابرؓ سے صریح واضح ہوا اقال فی المدارک اور اس آیت کے واقعہ میں دلیل واضح موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق تھے کیونکہ کسی موافق یا مخالف نے نہیں روایت کیا کہ گروہ نجران نے اس مباہلہ کو منظور کیا تھا و مترجم کہتا ہے کہ اسمیں یہ بھی صریح ہے کہ نصاری فقط اپنے گمان پر حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا وغیرہ کلمات کفر سے یاد کرتے ہیں اور اس گمان کو دین و ایمان سمجھتے ہیں نعوذ باللہ منہ۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ ابناءنا اور ایسے ہی نساءنا صیغہائے جمع ہیں حالانکہ معلوم ہوا کہ ابناء میں فقط حسن وحسینؑ دو تھے اور نساء میں فقط حضرت فاطمہؓ اکیلی تھیں اور بیہقی کی روایت میں دلالت موجود ہے کہ آپ نے فقط حضرت فاطمہ کو لیا حالانکہ اسوقت آپ کے نکاح میں او بیویاں موجود تھیں تو جواب اسکا دو طور سے ہے اول آنکہ جانب مخالف یعنے نجرانیوں کے پاس تو ابناء و نساء جمع موجود تھے لہذا بمقابلہ انکے اس طرف بھی وہی صیغہ فرمایا اگرچہ مصداق جمع موجود نہوں اسواسطے کہ مقصود تو یہی ہے کہ جسقدر ہوں سب کو شامل مباہلہ کیا جاوے اور یہ مراد نہیں ہے کہ جمع موجود کیجاوے۔ اور دوم یہ کہ جس روایت میں حضرت سیدہ رضؓ وحضرت علیؓ و حسنینؓ کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ان پاک جانوں کو آپ نے ضرور لیا اور اس سے یہ نفی نہیں کہ اور کو نہیں لیا ہے جیساکہ روایت ابن عساکر کی جو اوپر مذکور ہوئی اسپر دلالت کرتی ہے لیکن اول اصح ہے اور اسی پر جمہور علماء ثابت ہیں اسواسطے کہ عرب میں اہل قرابت کا اعتبار تھا اب باقی رہا یہ کہ مباہلہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی روا ہے یا نہیں تو جمل رحؒ نے اپنے حاشیہ میں لکھا کہ شیخ شیرازی علامہ دوانی رحمہ اللہ کے سامنے بہت پیش آئی پس انھوں نے ایک رسالہ لکھا اور اسکی شرطیں جو کتاب مجید و حدیث و آثار سے اور اماموں کے کلام سے پائی جاتی و نکلتی

تھین اسمین جمع کیں اور حاصل اسکا یہ ہی کہ اب مباہلہ نہیں جائز ہی مگر کسی ایسے ہی امر مہم مین جو شرعی ہو اور اسمین اشتباہ وعناد کیا گیا ہو اور وہ بدون مباہلہ کے دفع نہوتا ہو نودوا ہی بشرطیکہ مباہلہ سے پہلے حجت پوری پوری قائم کر دے اور شبہہ دور کرنے مین کوشش کرے اور پہلے نصیحت اور ڈرا دلاوے پھر اگر وہ نفع نکرے اور یہی ضرورت پیش آوے کہ مباہلہ کیا جائے تو روا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ حافظ ابن القیمؒ کا بھی یہی قول معلوم ہوتا ہی کیونکہ انھون نے صفات حق عزوجل کو ظاہری معانی پر رکھنے اور اسکی مراد کو حق عزوجل کے سپرد کرنے کی حقیقت پر بدون تاویل و تحریف کے اپنے علماے زمانہ سے خانہ کعبہ کے رکن ومقام کے درمیان مباہلہ کرنے کو بلایا مگر کسی نے قبول نکیا اور حق اس مسئلہ مین قول اکابر اہل اللہ تعالیٰ ہی اور اسیکے قریب قول عدم تاویل کا ہی اور سب سے اخبس قول تاویل ہی اگرچہ متاخرین نے اسکو محکم و مضبوط قرار دیا و لیکن وہ مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہی اور مترجم کو تعجب ہی کہ کیونکر بندے یہ جرات کرتے ہین کہ حق عزوجل کی صفات پاک برتر کو اپنی سمجھ کے موافق کر لین فاستقم واللہ ہو العلی الکبیر ـ ف ۲ ـ عرائس البیان مین اشارہ ذکر کیا کہ قولہ تعالیٰ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم الآیہ ـ جو شخص کہ جھوٹے مدعیون مین سے تجھسے جھگڑون و باتون سے ایذا پہونچاوے تو انپر ظلم و انبساط کی بددعا کر تاکہ وہ سب تیری بددعا سے ہلاک ہو جاوین کیونکہ مین نے تجھکو تمام انبیا مین سے اس امر مین مخصوص کر دیا ہی کہ مقام محمود تیرا ہی ہی اور سجدہ مین تیری ہی دعا قبول ہی اور جعفر صادقؓ نے فرمایا کہ اسمین اشارہ ہی کہ مدعی لوگ یعنے جو حق عزوجل کی جناب تک نہین پہونچے اور مقبول بارگاہ نہین ہوے ہین وہ کہ اہل حقیقت اور عارفان حق عزوجل کے مقابلہ مین دعوے باندھتے ہین تاکہ جھوٹے دعوے انکے تحقیق کے انوار روشن ہونے پر جب باطل ہون تو وہی فضیحت و رسوا ہو جاوین قال المترجم یہ امر خواہ دنیا مین واقع ہو جائے یا آخرت مین ہو (عمس) پھر واضح ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ مین تمام شبہات ملحدین کے رد کر دیے اور آخر انکو مباہلہ کے لیے بلایا کہ اگر سچے ہو تو آؤ مع قرابتیون کے مباہلہ کرو پھر اگر تم کو اپنے کذب سے خوف ہی تو جہالت سے باز آؤ اور دین حق و راہ مستقیم اختیار کرو جسمین اللہ تعالیٰ کی جناب مین کوئی گستاخی نہین ہی لہٰذا فرمایا ـ

قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا

تو کہہ اے کتاب والو آؤ ایک بات پر جو ہمارے تمہارے درمیان سیدھی ہی کہ بندگی نہ کرین مگر اللہ کو اور نہ

نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا

شریک ٹھہراوین اسکے ساتھ کوئی چیز اور نہ بناوے کوئی ہم مین کا دوسرے کو رب سواے اللہ کے پھر اگر وہ نہ قبول کرین تو کہو کہ تم

اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

شاہد رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہین ـ

قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ ـ الیھود والنصاریٰ ـ کہدے اے محمد کہ اے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) یعنے ہر دو فریق یہود و نصاریٰ کو بقول اصح ارشاد فرمایا کہ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ ـ مصدر بمعنے مستو امرہا ـ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ـ (سواء بالفتح او مصدر بمعنے اسم فاعل ہی اور معنے اسکے عدل ہین جیسے کہ ابن مسعودؓ کی قراءۃ ہی حاصل آنکہ آؤ ایسے کلمہ کی طرف کہ مستوی ہی حکم اسکا درمیان ہمارے تمہارے بمعنے آنکہ ہم تم اس کلمہ مین یکسان ہین ـ ہی ـ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ ـ وہ کلمہ یہ ہی کہ ہم تم نہ پوجین مگر اللہ تعالیٰ ہی کو ف وحدہ لاشریک اعتقاد کرکے کیونکہ نصاریٰ نے یہ کلمہ بدل کر توحید چھوڑ کر حضرت عیسیٰ

بلکہ صلیب کو پوجنا شروع کیا تھا حالانکہ انکو توحید کرنا فرض عین تھا پس ارشاد کیا کہ ایک کلمہ عدل جو ہم مین تم مین برابر ہے اسی کو اختیار کرین اور اسکی تفسیر یہی کہ اول تو اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کے سواے کسی کی پرستش نہ کرین۔ دوم وَّلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا۔ اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناوین ف جیسے کہ نصاری شریک کرنے کہ بیٹا و باپ و روح القدس کہتے حالانکہ دین توحید سب رسولون کی دعوت ہی چنانچہ فرمایا۔ وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحي اليه انه لا اله الا انا فاعبدون۔ یعنے نہین بھیجا ہمنے تجھسے پہلے کوئی رسول مگر آنکہ ہم اسکو وحی کرتے کہ کوئی معبود حقیقی نہین مگر مین سو میری ہی بندگی کرو اور قطعی فرمایا کہ شرک سے کبھی مغفرت نہو گی۔ سوم یہ کہ وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ کما اتخذتم الاحبار والرهبان۔ اور بعض ہمارے بعض کو رب نہ بناوین سواے اللہ تعالےٰ کے ف جیسے یہود نے احبار کو اور نصاری نے رہبان کو سواے اللہ تعالےٰ کے رب بنالیا تھا۔ اور ابن جریج نے تفسیر کی کہ کوئی ہم مین سے دوسرے کی اطاعت اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کرنے مین نہ کرے۔ چنانچہ فرمایا۔ اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله۔ یعنے یہود و نصاری نے اپنے عالمون و درویشون کو اپنے رب بنالیے سواے خدا کے۔ اور اس آیت مین ان لوگون کی توبیخ ہی جنھون نے عیسی علیہ السلام کو خدا بنایا اور عزیر مین ربوبیت سمجھی ہی بن طور کہ وہ تم ہی مین سے بعض البشر ہین اور اسی جنس سے ہین آور نیز ان لوگون کی تذلیل ہی جنھون نے حکم خدا و رسول کو چھوڑ کر اپنے عالمون و درویشون کو اسطرح ماننا شروع کیا کہ جو وہ حلال کرین اسکو حلال مانین اور جو حرام کرین اسکو حرام مانین اور اسکا خیال نہین کہ شرع مین اللہ تعالےٰ نے کیا مقرر کیا ہی چنانچہ عدی بن حاتم رضؓ نے جب حضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ انکو پوجتے نتھے تو آپ نے فرمایا کیا یہ نہ تھا کہ جسکو وہ حلال کرتے اسکو تم حلال جانتے اور جسکو حرام کرتے اسکو حرام جانتے انھین کا قول لیتے تو عرض کیا کہ ہان یہ تو تھا پس فرمایا کہ یہی تو رب بنانا ہوا۔ رواہ الترمذی وحسنہ۔ (البیضاوی والمدارک وغیرہما) فَاِنْ تَوَلَّوْا۔ اعرضوا عن التوحید۔ پھر اگر انھون نے نہ مانا ف توحید سے منہ موڑا۔ فَقُوْلُوا۔ انتم لهم۔ تو تم انسے کہو کہ۔ اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ موحدون۔ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہین یعنے توحید اللہ تعالےٰ کے معتقد اور اسیکے موافق عمل کرتے ہین اور بیضاوی نے کہا کہ غور کرو کہ اس قصہ مین اللہ تعالےٰ نے راہ بتلانے مین کیا مبالغہ فرمایا کہ پہلے تو عیسیٰؑ کا حال بیان کیا اور جو مختلف تغیرات اپنر طاری ہوے وہ بتلائے کہ وہ الوہیت سے بالکل خلاف و ضد ہین اسی سے سمجھ لینا تھا کہ عیسیٰؑ مین کچھ الوہیت نہین پھر قولہ۔ ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم الآیہ۔ سے صریح انکا اشتباہ دور کردیا کہ بے باپ ہونے سے الوہیت نہین ہوجاتی ہی پھر جب انکا عناد و ہٹ دور نہوا تو ایک عجائب کے ساتھ انکو مباہلہ کی طرف بلایا پھر جب وہ اس سے بھاگے اور کچھ تھوڑے سے تابع ہوے کہ شاید نبی سچا ہی ہم جزیہ دینگے تو پھر ایسی راہ سے ارشاد کیا کہ وہ ملزم ٹھہرے یعنے ایسے کلمہ کیطرف بلایا کہ عیسیٰؑ و انجیل و سب رسول و کتابین اسپر متفق ہین پھر جب آیات و نذر نے انھین کچھ اثر نکیا تو انسے اعراض فرما کر حکم دیا کہ فقولوا اشهدوا بانا مسلمون۔ یعنے اے کافرو تم ہمارے حق مین توحید کے گواہ رہو ابن کثیرؒ کی تفسیر مین فقولوا اشهدوا بانا مسلمون کی تفسیر خلاف جمہور یون مذکور ہی کہ اشهدوا انتم علی استمرارکم علی الاسلام الذی شرعہ اللہ لکم۔ یعنے تم گواہی دو کہ ہم برابر اپنے اس اسلام پر قائم رہینگے جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے لیے مشروع فرمایا ہی۔ ولیکن قول جمہور راجح ہی۔ پھر قتادہؒ سے روایت ہی کہ ہمسے ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلعم نے یہود مدینہ کو کلمہ سواء کیطرف بلایا اور ابن جریج سے روایت ہی کہ مجھے خبر پہونچی کہ رسول صلعم نے یہود مدینہ کو جو حکم اس آیہ مین ہی اسکی طرف بلایا انھون نے انکار کیا پھر آپ نے اپنر جہاد کیا یہانتک کہ انھون نے جزیہ کا اقرار کیا۔ رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم کا خط کافرون کیطرف یہ ہوتا کہ تعالوا الی کلمة سواء الآیہ رواہ الطبرانی اور بخاری مین ابن عباسؓ کی روایت ابوسفیان مین ہی

کہ پھر ہرقل شاہ روم نے رسول اللہ صلعم کا خط منگوایا اسمین لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کیطرف سے ہرقل عظیم الروم کو معلوم ہو کہ سلام اس شخص پر جسنے راہ راست کی پیروی کی اما بعد مین تجکو اسلام کی دعوت کرتا ہون تو اسلام لا سلامت رہیگا تجکو اللہ تعالے دوہرا ثواب دیگا اور اگر تو نے منہہ موڑا تو تجپر سب اریسیین کا گناہ ہوگا اور ای اہل کتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لانعبد الا اللہ تا قولہ بانا مسلمون مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث کی پوری روایت مین صریح مذکور ہی کہ یہ خط فتح مکہ سے پہلے آپ نے ہرقل کو لکھا تھا اور ابوسفیان اسوقت تک مسلمان نتھے بلکہ بطریق تجارت کے ملک شام کو گئے تھے انکو ہرقل نے دریافت حال کے لیے پکڑ بلایا تھا اور اس حدیث کو مسلم ونسائی نے بھی روایت کیا پس ثابت ہوا کہ فتح مکہ سے پہلے یہ آیت اتری جو آپنے خط مین لکھی ہی قال ابن کثیر اور محمد بن اسحق وغیرہ نے یہ ذکر کیا کہ شروع سورۂ آل عمران سے کچھ اوپر اسی آیتین وفد نجران کے حق مین اتری ہین جنھون نے جزیہ قبول کیا اور زہری رح نے کہا کہ نجرانیون کا پہلا گروہ ہی جنھون نے جزیہ ادا کیا اور اسمین اتفاق ہی کہ جزیہ کی آیۃ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی ہی تب یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ فتح مکہ سے پہلے اس آیہ کے خط مین لکھنے کے کیا معنے ہین شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول آنکہ احتمال ہی کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ہوا ایکبار حدیبیہ کے واقعہ سے پہلے اور دوسری بار بعد فتح مکہ کے۔ دوم آنکہ احتمال ہی کہ سورۂ آل عمران شروع سے یہانتک فد نجران کے حق مین اتری ہوا اور یہ آیت اس سے پہلے نازل ہو چکی ہو اور رہا قول ابن اسحق کا کہ کچھ اوپر اسی آیتین وفد نجران کے معاملہ مین اتری ہین یہ قول محفوظ نہو کیونکہ حدیث ابوسفیان کی اسپر دلالت کرتی ہی اور وہ ایسے ثقات سے روایت ہی کہ انکے حفظ کے مقابلہ مین ابن اسحق کا حفظ نہین ہی۔ سوم آنکہ احتمال ہی کہ وفد نجران کا آنا قبل واقعہ حدیبیہ کے ہوا اور جو کچھ انھون نے مال دینا قبول کیا وہ بطریق جزیہ نہو بلکہ دب جانے اور صلح کرنے کے طور پر ہو پھر اسکے بعد جزیہ کی آیۃ بھی اسیکے موافق نازل ہوئی ہو جیسا کہ عبد اللہ بن جحش رض نے اپنی اول سریہ مین مال غنیمت یون تقسیم کیا کہ پانچوان حصہ للہ ولرسولہ نکالا باقی چار حصے مسلمانون کو تقسیم کیے اور یہ واقعہ بدر سے پہلے ہوا پھر جب غنیمت کی تقسیم کا حکم نازل ہوا وہ اسیکے موافق تھا۔ چہارم آنکہ رسول صلعم نے جب ہرقل کو خط لکھا ہی تب تک یہ آیت نازل نہوئی ہو پھر اسکے بعد جب یہ آیت نازل ہوئی تو اسیکے موافق تھی جیسے حضرت صلعم نے اپنے خط مین لکھوایا تھا اور ایسا بعض صحابہ کی زبان پر ہوا ہی جیسا کہ عمر بن الخطاب رض نے عورتون کے پردہ کے بارہ مین کہا اور بدر کے کافر قیدیون کے بارہ مین کہا اور منافقون کے جنازے پر نماز نہ پڑھنے کے بارہ مین حضرت سے کہا ویسا ہی قرآن نازل ہوا اور قولہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ اور قولہ عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن الآیۃ۔ وہی نظم زبان عمر رض کے موافق نازل ہوا ہی مترجم کہتا ہی کہ ان جوابات مین سے اقوی جواب دوم وسوم ہی واللہ تعالے اعلم۔ ف۲۔ اشارات عرائس البیان مین ہی کہ قولہ تعالے قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم۔ یہ کلمہ مستوی اداکرنا خالص ایمان ہی یون کہ قدم کو حدوث سے منفرد کرے قال المترجم یقین جانے کہ اللہ عزوجل پاک ذات قدیم ہی وہ سوائے اپنی ذات جامع صفات کمال کے کسی چیز وامر سے کسی جہ مین درواقع مانند نہین اور جو کچھ اسکے سوا ہے ہی سب اسکا محتاج ہی اور سب اسیکی ملک ومخلوق وبندہ ہی وہ ہر طرح اسکا مختار ہی اگر نور عقل حاصل ہو تو یہ بھی سمجھ مین آجاوے کہ اعدام کو وجود سے کوئی نسبت ہی نہین ہی اسیکی شان ہی کبھی فرماتا ہی۔ لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ ولا الملائکۃ المقربون۔ ہرگز نہین ہوسکتا کہ مسیح اس بات پر غرا کہی منہہ بدوڑ سکے کہ وہ اللہ تعالے کا بندہ ہوا ورنہ یہ مجال ملائکہ مقربین کی ہی۔ اور یہ بھی فرماتا ہی۔ ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا یعنے کسکو دم مارنے کی مجال ہوسکتی ہی اگر اللہ عزوجل ارادہ کرے کہ مسیح اور اسکی مان کو اور جو زمین مین موجود ہی سب کو ہلاک کر دے۔ لہ الحمد فی الاولی والآخرہ۔ یہ جزوی اشارہ ہی کہ حدوث کو قدم سے منفرد کرنے کے معنے یون سمجھو واللہ الموفق۔ پس قدم کو حدوث سے منفرد کرے اور بندگی کے

ساتھ حق عزوجل کو ظاہر کرے یعنے حق عزوجل ہی کے وجود کا قائل ہو اور یہ قول بندگی کے ساتھ ہو اور بشری دعوے بالکل چھوڑ دے
قال المترجم گویا مراد یہ ہے کہ حق عزوجل کی جناب میں رسائی کے واسطے عقل جزوی اور ہیں اور تم سب بیجا دعوے ہیں اسکی جناب میں اسکے
ساتھ رسائی ڈھونڈھے فافہم واللہ اعلم اور اپنے نفس کو تمام مخلوق کی طرف التفات کرنے سے اُٹھالے اور محبت حق عزوجل سے آراستہ
ہو **قال المترجم** یعنے مخلوق کوئی ہو اس سے بنظر اس مخلوق کی ذات وصفات کے الفت نہ رکھے ہاں اگر اللہ تعالے کے واسطے اس سے محبت
رکھے تو یہ عین محبت الٰہی ہے کیونکہ یہ بھی منجملہ الفت بصفات باری ہے جو ثمرہ عبادت ہے کیونکہ اللہ عزوجل کی بندگی کرنا عین محبت ہے جیسا کہ
قولہ فاتبعونی یحببکم اللہ - کی تفسیر میں گذرا وہی یہاں فرمایا - قولہ ان لانعبد الا اللہ ولانشرک بہ شیئا - پس ہم اپنی خواہش وارادہ کی پیروی
نہ کریں اور دنیا اور اسکی خواہش کے تابع نہوں اور حق عزوجل کے سوائے دوسرے کی طرف دکھلانے سنانے کے ساتھ التفات نہ کریں **قال
المترجم** یعنے خداوند تعالے کی کوئی عبادت ایسے طور سے نہ کریں کہ دوسرے کسیکو دکھلانا سنانا منظور ہو کیونکہ حدیث میں ریا کو بھی
شرک شمار فرمایا ہے - قولہ تعالے ولایتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ - اشارہ ہے کہ کسی کی مدح کرنے سے خوش نہو اور اگر کوئی تیری پاکیزگی
بیان کرے تو اس سے مسرور نہو اور نہ کسی سے عطا وخدمت کی توقع رکھے اور نہ کسی پر سردار ہونے کی خواہش کرے **قال المترجم** اسواسطے
کہ مدح درحقیقت پاک پروردگار تعالے کو ہے جسنے خدمت لی اور بندگی میں رکھا بندے نے اپنے مولے کی خدمت گزاری ہے ادا نہیں کی اور اگر
ادا ہوتی بھی تو دوسرے سے عطا وخدمت وریاست کی توقع کیوں ہے کیا اسیکے واسطے ایسا کیا ہے کیا اسیکو رب بنایا ہے نعوذ باللہ منہ -
شیخ نے فرمایا اور **شیخ واسطی** رحمہ نے قولہ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم - کے اشارہ میں کہا کہ یہ اسطرح ہے کہ حضرت حق عزوجل کی صمدیت
کو لحاظ کرنے کے وقت اپنی ذلت وبندگی ظاہر کرے - اور **ابن عطاء** نے فرمایا کہ توحید کو اپنے سر باطن میں ثابت ومحقق کرنا - اور شیخ
ابوعثمان نے قولہ ان لانعبد الا اللہ ولانشرک بہ شیئا - کے اشارہ میں کہا کہ ہمیں حق عزوجل نے تجکو بندگی کرنے کا طریقہ بتلا دیا اور وہ
یوں کہ تو عبادت میں مشغول ہونے کے وقت اپنے سر باطنی سے اپنے معبود برحق کے سوائے کسی کو لحاظ میں نہ رکھے اور اپنے امور میں سے
کسی کام میں تو سوائے حق کے غیر کی طرف ملتجی اور مشغول نہو تاکہ تو اس غیر کو اپنا رب بنانے والا نہو جاوے **قال المترجم** یعنے عبادت
جب کرے تو بڑا یا چھوٹا کوئی امر اس عبادت میں تیرے لحاظ میں نہو صرف خالص حق عزوجل ہی کے واسطے بندگی کر یہانتک کہ عبادت کا
ثمرہ بھی باعث نہونے پاوے اور حتی کہ شیطان کی مخالفت بھی باعث نہونے پاوے اور یہاں بہت باریک مقامات ہیں کہ اللہ تعالے کی
توفیق سے سمجھ میں آتے ہیں کیونکہ یہ امر منع نہیں ہے کہ درحقیقت خالص اللہ تعالے ہی کے واسطے بندگی کی اور یہ بھی حاصل ہوا کہ اس سے
شیطان ذلیل وخوار ہوا پس یہ تو مستحب بات ہوئی لیکن اسکے تمیز دشوار ہے اور بڑی پہچان یہ ہے کہ اول اسکو یہ خیال نہو پھر جب لحاظ
کرے تو اسپر ظاہر ہو مگر لحاظ کرنا اسطرح نہو کہ اپنی عبادت کو وقعت دیکھے کیونکہ اس سے خود خراب ہو جائیگا بلکہ بنظر توفیق الٰہی دیکھے کہ اسنے مجھسے
یہ خدمت لی حالانکہ میں اس لائق نہ تھا اور اسکی پہچان یہ ہے کہ وہ فوراً اللہ تعالے کی ثنا وصفت میں دل سے مشغول ہو جاوے یہ توضیح اس
امر کی ہے کہ حضرت عمر رضہ نے خطبہ پڑھتے میں - یا ساریۃ الجبل - کہا اور ساریہ رضہ نے نہاوند میں آپ کی یہ آواز سنی پس مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی امر خیال
میں نہو اور بخاری کی روایت میں ہے کہ عمر رضہ نے کہا کہ میں نماز میں لشکر جہاد کا انتظام خیال کرجاتا ہوں اور خطبہ بھی نماز ہے اور تحقیق اس مقام کی
بہت بسط چاہتی ہے - یہاں اسیقدر غرض ہے کہ لحاظ سے مراد یہ ہے کہ باعث نماز کا یا کسی عبادت کا تھوڑا یا بہت کوئی امر غیر سوائے حق عزوجل کے
نہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی خیال نہ آوے اگرچہ خیالات کی تحقیق بیان کرنا اسوقت گنجایش نہیں ہے - اور اسیطرح اپنے امور میں غیر کیطرف

مشغول ہونے کے بھی یہی معنے ہین کہ اس کام کے سرانجام کا ایک سبب مستقل اس غیر کو سمجھے یہ منع ہی بلکہ فقط ایک حیلہ خیال کرے پس یہان دو طرف بُری ہین ایک یہ کہ غیر کی طرف اس کام مین مشغول ہوجاوے دوم آنکہ بالکل ایک طرز انتظام کا سلسلہ ہی ترک کرے جس سے حکمت الٰہی عزوجل کا چھوڑنا لازم آتا ہی بلکہ پسندیدہ بات اسکے درمیان مین ہی الحاصل یہ مراد نہین ہی کہ کمائی وغیرہ سب چھوڑ دیوے اور کوئی کام نکرے اس نظام کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ بہتیرے آدمی بزرگون کے بیان کو نہ سمجھنے نہین اور غلط فہمی کرجاتے ہین (عس) پھر یہود و نصاری جسطرح حضرت عیسی علیہ السلام کے بارہ مین گمراہ ہوے اسی طرح ابراہیمؑ کے بارہ مین غلطی کرتے اور اپنے نفس کی پیروی کرتے تھے قال تعالیٰ

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ

اے کتاب والو کیون جھگڑتے ہو ابراہیم کے بارہ مین حالانکہ نہین اُتری توریت اور انجیل مگر ابراہیم کے پیچھے

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ

کیا تمکو عقل نہین ہی سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات مین تمکو خبر تھی اب کیون جھگڑتے ہو ایسی بات مین

لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ

جسکا تمکو علم نہین اور اللہ جانتا ہی اور تم نہین جانتے ہو ابراہیم نہین تھا یہودی اور نہ نصرانی ولیکن تھا

حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

حق کی طرف حکم کا فرمانبردار اور وہ شرک کرنے والون مین سے نہ تھا۔

اس آیت کا شان نزول جیسا کہ ابن جریرؒ و محمد بن اسحاق وغیرہ ایک جماعت سلف نے روایت کیا یہ ہی کہ نجران کے نصاری اور مدینہ کے یہود یہ دو فریق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوے پھر آپس مین جھگڑنے لگے یہود نے کہا کہ ابراہیمؑ یہودی تھے اور انکے دین پر ہم ہین اور نصاری نے کہا کہ نہین بلکہ ابراہیمؑ نصرانی تھے اور انکے دین پر ہم ہین پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ - تخاصمون - فِي إِبْرَاهِيمَ - بزعمکم انہ علی دینکم اے اہل کتاب تم لوگ حضرت ابراہیمؑ کے بارہ مین کیون محاجہ کرتے ہو ف کہتے ہو کہ ابراہیم کا وہ دین تھا جو ہمارا دین ہی۔ محاجہ بمعنے حجت لانا اور یہان لغوی استعمال پر جھگڑنے کے معنے مین ہی اور ابراہیم مین جھگڑنے کے یہ معنے کہ باین زعم کہ ابراہیم تمھارے دین پر تھا اور یہ صریح باطل ہی بدلیل قولہ تعالے۔ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ - بزمن طویل وبعد نزولہا حدثت الیہودیۃ والنصرانیۃ - أَفَلَا تَعْقِلُونَ - بطلان قولکم - حالانکہ توریت و انجیل کا نزول نہین ہوا مگر بعد زمانہ ابراہیم کے پھر کیا تم کو سمجھ نہین ہی ف توریت کا نزول تو بعد ابراہیمؑ کے بہت زمانے کے ہوا کیونکہ ابراہیمؑ کے ہزار برس کے قریب گذرنے پر موسیٰؑ ہوے اور توریت اتری پھر موسیٰؑ کے بعد دو ہزار برس کے قریب گذرنے پر عیسیٰؑ آئے اور انجیل اتری پھر ان دونون کتابون کے اترنے پر یہودیت یا نصرانیت پیدا ہوئی ہی۔ پھر کیا تم سمجھتے نہین کہ تمھارا قول باطل ہی۔ حاصل یہ کہ یہودیت تو بعد توریت اترنے کے ہوئی اور نصرانیت بعد انجیل اترنے کے ہوئی اور یہ دونون حضرت ابراہیمؑ سے بہت پیچھے اتری ہین پھر تم جو کہتے ہو کہ ابراہیم یہودی یا نصرانی تھے تو کیسی ناسمجھی کی بات کہتے ہو کیا تمکو عقل نہین ہی۔ هَا حرف تنبیہ ہی اور مراد یہ کہ تم غفلت سے ہوشیار ہو کر سنو۔ أَنْتُمْ - یا - هَؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ - من امر موسی وعیسی - فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ - تم اے جھگڑالو گو تم نے جھگڑا کیا ایسی چیزین جسکا تم کو علم ہی (امر موسیٰؑ و عیسیٰؑ ہین) اب تم ایسی چیزین کیون

جھگڑتے ہو جسکا تم کو کچھ علم نہیں وقف ۔ وہ ابراہیم علیہ السلام کا حال ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ نے شان ابراہیم میں بدون موجودگی علم کے جھگڑا کیا اسکو اللہ تعالیٰ نے رد کیا اور اگر اس امر میں جھگڑتے جسکا علم انکے ہاتھوں میں موجود تھا تو یہ کچھ بعید نہ تھا پس علم سے مراد وحی و خبر الٰہی ہے اور یہ قول پسندیدہ ہے اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس آیت میں ہر ایسے شخص پر انکار ہے جو بلا علم کے حجت کرے مترجم کہتا ہے بلکہ اشارہ ہے کہ بحث و جھگڑا بالکل ترک کرے اگرچہ حق پر ہو مگر بضرورت چنانچہ حدیث میں ثابت ہوا کہ جسنے جھگڑا چھوڑ دیا اگرچہ وہ حق پر ہو تو میں اسکے واسطے ضامن ہوں کہ اللہ عز و جل اسکو جنت کی سیرگاہ میں ایک مکان عطا کریگا۔ اگر کوئی کہے کہ یہ اشارہ کہاں سے نکلا تو کہتا ہوں کہ فرمایا۔ حاججتم فیما لکم بہ علم۔ یعنے جسکا تمکو علم تھا اسمیں تم جھگڑے اور لڑ پڑے تو معلوم ہوا کہ وہ بھی خوب حرکت نہ تھی ہاں بوجہ احسن البتہ جائز کر دیا گیا ہے چنانچہ فرمایا۔ وجادلہم بالتی ہی احسن۔ اور معنے اسکے انشاء اللہ تعالیٰ اسکی تفسیر میں آوینگے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ شانہ۔ یعنے اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے وہی جانتا ہے کہ حال ابراہیم کا کیا تھا۔ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اور تم لوگ جانتے نہیں ہو وقف اس سے نکلا کہ یہودیوں کی روایات اکثر جہالات ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو یہود و نصاریٰ وغیرہ کے بہتان سے پاک کیا بقولہ تعالیٰ۔ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا۔ مائلا عن الادیان کلہا الی الدین القیم ابراہیمؑ نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی تھا بلکہ حنیف تھا وقف یعنے سب دینوں سے منہ موڑ کر دین قیم اور صراط مستقیم کی طرف جھکنے والا تھا مُّسْلِمًا۔ موحدا مسلما یعنے موحد تھا پس یہ اعتراض نہیں ہوتا کہ ملت اسلام بھی بعد قرآن نازل ہونے کے ہوئی ہے پھر ابراہیمؑ کیسے مسلم ہو اور حاصل جواب یہ ہے کہ مسلم کے لغوی معنے مراد ہیں یعنے مطیع و منقاد الٰہی بوجہ توحید اور قبلہ انکا خانہ کعبہ تھا اور دیگر شرائع میں موافقت ملت اسلامیہ تھی اور مترجم کہتا ہے کہ اعتراض سرے سے مردود ہے یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ ملت اسلامیہ بعد نزول قرآن کے ہوئی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت موافق ملت ابراہیم علیہ السلام ہے پس مسلم سے مراد یہی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ملت اسلامیہ پر تھے اور ملت اسلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کرے اور صراط مستقیم پر چلے اور اسی ملت کو قرآن نے ثابت فرمایا اور رسول محمد صلعم اسی ملت پر ہیں جسکا اصل اصول توحید ہے جو شرک کی ضد ہے جیسے یہودیت و نصرانیت میں شرک ہے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اور ابراہیم علیہ السلام مشرکین میں سے نہ تھا وقف یہ تعریض ہے یہود پر کہ عزیر کو بیٹا کہنا یہودیت ٹھہرائی اور نصاریٰ پر کہ مسیح کو بیٹا کہنا وغیرہ نصرانیت ٹھہرائی کیونکہ کہتے ہیں کہ مقبول رب جلیل حضرت ابراہیم خلیل ہماری ملت پر تھا نعوذ باللہ منہ۔ اور اسمیں مشرکین قریش کا رد ہے کہ اپنے آپکو ملت ابراہیمؑ پر جانتے تھے اور بت پرستی وغیرہ شرک میں لتھڑے پڑے تھے ف۲ فی العرائس قولہ تعالیٰ ما کان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ یہود کی طرح تشبیہ سے لتھڑے نہ تھے یعنے فرقہ مشبہہ نہیں تھے جیسے یہود گمراہ ہیں کہ جناب باری تعالیٰ کی شان میں جسم کے قائل ہیں اور نیز حضرت خلیل کچھ تنویہ نہیں تھے جیسے نصرانی ہیں کہ صلیب وغیرہ کی بت پرستی کرتے اور عیسیٰ کو اللہ اور وغیرہ کے قائل ہیں۔ اس سے حضرت خلیل پاک و بری تھے ہاں حضرت خلیل حنیف تھے کہ خالق عز و جل کے دیدار میں تمام مخلوق سے منہ موڑے تھے اور نیز مسلم تھے کہ اللہ عز و جل کے ارادہ غالب بزرگ سے جو احکام قضا و قدر کے اوپر جاری ہوئے تھے سب میں سر جھکا کے مطیع تھے اور شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ حنیف وہ ہے جو حق پر مستقیم ہو یعنے ٹھیک طور پر صراط مستقیم پر قائم ہو۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ

البتہ لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم سے انلوگوں کی تھی جو اسکے ساتھ تھے اور اس نبی کو اور ایمان والوں کو اور اللہ والی ہے

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ

مسلمانون کا ۔ دل آرزو ہی ایک گروہ ۔ اہل کتاب کو ۔ کہ تمکو کسیطرح راہ بھلادین ۔ اور نہین گمراہ کرسکتے

اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝

مگر اپنی ہی جانون کو ۔ اور سمجھتے نہین ہین

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ - احقھم - بِاِبْرٰهِيْمَ - ابراہیم کے ساتھ زیادہ حقدار آدمیون مین سے اور بیضاوی نے کہا ای ابراہیم کے ساتھ زیادہ خصوصیت رکھنے والے اور قربت رکھنے والے یہ یہود یا نصاری وغیرہ مرتد بت پرست نہین بلکہ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ - فی زمانہ - وہ لوگ ہین جنھون نے حضرت ابراہیم کے زمانہ مین انکی پیروی کی - ف یعنے انکی امت والے کما قال البیضاوی وَھٰذَا النَّبِيُّ - محمد لموافقتہ فی اکثر شرعہ - اور یہ نبی یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین ف بسبب اسکے کہ آپ ابراہیم سے اکثر شرع مین موافقت رکھتے ہین یعنے مستقل شرع آنحضرت صلعم کو ایسی عطا ہوئی کہ شرع ابراہیم سے اکثر باتون مین موافق ہی کذا فی البیضاوی اور آنحضرت صلعم کو الگ کرکے بسبب آپ کی تعظیم وتشریف کے ذکر فرمایا - وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا - من امتہ فھم الذین ینبغی ان یقولوا نحن علی دینہ لا انتم - اور وہ لوگ بھی جو ایمان لائے ہین اس نبی یعنے محمد صلعم کی امت والے پس ان لوگون کو تو سزاوار ہی کہ کہین کہ ہم دین ابراہیم ہین اور تم جھوٹے مدعیون کو یہ نہین پہونچتا ہی - وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ - ناصرھم وحافظھم - اور اللہ تعالے اپنے مومنون کا ولی ہی یعنے ناصر وحافظ ہی ف اللہ تعالے کے ولی ہونے کے معنے یہ ہین کہ وہ مومنون کا ناصر اور حافظ ہی اور حسن بصری نے کہا کہ ہر مومن جو گذرا یا گذرے گا باقی ہی ابراہیم کا ولی ہی یعنے انکے ساتھ نزدیکی واختصاص رکھتا ہی اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہر نبی کے واسطے انبیاء مین سے ولی ہوتے ہین اور انہین سے میرا ولی میرا دادا میرے پروردگار کا خلیل ہی پھر یہ آیت پڑھی رواہ الترمذی والحاکم وصححہ وابن جریر وابن المنذر وعبد بن حمید وسعید بن منصور وابن ابی حاتم ووکیع فی تفسیرہ بسند جید - اور حکم بن میناء سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای گروہ قریش جان رکھو کہ نبی سے نزدیکی واختصاص والے وہی لوگ ہوتے ہین جو متقی ہاون سو تم بھی اسکی راہ ہوجاؤ اور دیکھو رکھو ایسا نہو کہ لوگ تو جب مجھسے ملین تو اپنے اپنے نیک اعمال لیے ہوے اور تم ہاو تو دنیا لادے ہوے پس مین تم سے منھ پھیرلون - پھر آپ نے پڑھی یہ آیت ان اولی الناس بابراھیم الآیہ - رواہ ابن ابی حاتم - پھر مدینہ کے یہودیون نے حضرت معاذ وحذیفہ وعمار وغیرہم رضی اللہ عنہم کو اپنے دین کی طرف بلایا تو نازل ہوا قولہ تعالے - وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ اہل کتاب مین سے ایک گروہ نے چاہا کہ کاش تم کو بہکاتے ف بعض نے کہا کہ یہود بنی نضیر وقریظہ وبنی قینقاع مراد ہین کہ انھون نے ایک جماعت مسلمانون کو اپنے دین کی طرف بلایا تھا - آور لو بمعنی ان مصدریہ کے بتاویل مصدر ہوکر ودت کا مفعول ہی اور یہی صحیح ہی غرض کہ یہ گمراہ لوگ تمنا رکھتے ہین کہ تم کو گمراہ کرین - وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ - لان اثم اضلالھم علیھم والمومنون لا یطیعوھم فیہ - وَمَا يَشْعُرُوْنَ - ذلک - اور لوگ سوا اپنے نہین گمراہ کرتے مگر اپنی ہی جانون کو مگر سمجھتے نہین ہین ف اسوجہ سے کہ انکے گمراہی بتانے کا گناہ انھین پر پڑتا ہی مسلمین اس پر کان نہین رکھتے اور انکی اطاعت نہ کرینگے اسمین مومنون کے ثابت قدم ہونے کا بیان ہی لا یعلمون نہین فرمایا بلکہ لا یشعرون کہا اسوجہ سے کہ یہ بات ایسی ظاہر ہی کہ گویا حواس سے ادراک ہوسکتی ہی مگر یہ سخت احمق ہین کہ اسکو بھی نہین سمجھتے ہین ف ۲ فی العرائس قولہ ان اولی الناس بابراھیم الآیۃ - یعنے خلیل علیہ السلام کے قدم بقدم اختصاص والے وہ لوگ ہین جنھون نے انکی پیروی

کی باین طور کہ ہر دو جہان سے مجرد ہو گئے اور ملکوت کی شکلون سے کوئی حظ نہین اٹھایا بلکہ نفس کو اس سے روک دیا کیونکہ خلیل علیہ السلام جب مردان پاکیزہ کی حد تک پہونچے تو ملکوت کی تجلیات پاکیزہ سے اپنی آنکھ بند کر لی اور کہا کہ انی بری مما تشرکون۔ انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض۔ یعنی اس تمام چیزون سے بیزار ہون جنکو تم لوگ حضرت باری تعالے کی ذات پاک مین شریک بناتے ہو مین نے اپنا منہ محض اس ذات پاک کی طرف پھیرا جسنے آسمانون و زمینون کو پیدا کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہ کہ درجۂ صفات سے بھی ترقی کر کے محض ذات مجرد کی طرف ہے اور یہی اصلی توحید ہے۔ قولہ تعالے وہذا النبی مراد اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین یعنے محمد صلعم اپنے دادا خلیل اللہ علیہ السلام کی متابعت و اختصاص کے واسطے اولی ہین کیونکہ یہی اسکی محبت کا خلاصہ اور حقیقت فطرت کا لب لباب ہین قولہ والذین آمنوا یعنے اور وہ لوگ جنھون نے کمال یقین حاصل کیا اور آخرت کے مقامات معائنہ کر لیے اور ابرار کرام کے درجے مشاہدہ کیے ہین قولہ واللہ ولی المومنین۔ یعنے قہر کی آفتون سے انکو بچانے والا اور عصمت و کرامت کے مقام مین انکا داخل کرنے والا ہے حضرت جعفر صادق نے فرمایا کہ۔ الذین اتبعوہ۔ وہ ہین جنھون نے شرائع ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کی اور ہذا النبی یعنے یہ نبی صلعم اولی اسوجہ سے ہوئے کہ حال ابراہیم علیہ السلام کا حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تھا اور شرع ابراہیم بھی شرع نبی صلعم سے قریب تھی اور یہ دیگر انبیاء علیہم السلام و دیگر شرائع مین نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہ کہ شریعت مین بھی مناسبت تھی اور حال و حقیقت مین بھی مناسبت تھی اور اسمین اشارہ ہے کہ درجات حقیقت کا انکشاف و ترقی مطابق افعال و اعمال شریعت کے ہے جیسا کہ امام غزالی وغیرہ اہل تحقیق نے بیان کیا ہے اور شریعت حنفیہ حضرت مصطفی صلعم کو اسیواسطے اولیاے امت محمدی کو وہ مقامات منکشف ہوے جو انبیاے بنی اسرائیل کو ملتے تھے اگرچہ نفس نبوت مین انکو فضیلت تھی اور یہ علاوہ اولو العزم رسولون کے ہے فافہم واللہ اعلم۔ قولہ والذین آمنوا۔ اور اہل ایمان از امت محمدی بھی اولی بابراہیم علیہ السلام اسوجہ سے ہین کہ انکا حال بھی حضرت ابراہیم کے حال سے قریب ہے۔ قولہ واللہ ولی المومنین۔ یعنے اللہ مومنون کا ولی ہے اس بات مین کہ انکو حضرت خلیل علیہ السلام کے مقام مین پہونچا کر بزرگی عطا فرماویگا اسواسطے کہ قربت اس سے بدرجہ محبت ہے چنانچہ فرمایا یحبہم ویحبونہ مومنین محبت کرتے ہین اللہ پاک سے اور وہ تعالے اپنے کرم سے انسے محبت کرتا ہے قال المترجم مقام خلیل علیہ السلام تک پہونچنے سے مراد یہ ہے کہ درجۂ قرب ولایت کا محاذی درجۂ قرب نبوت خلیل علیہ السلام کے ہو جاوے اور وہ ولایت ابراہیمی ہے اور یہ مراد نہین ہے کہ انکے برابر ہو جاوین کیونکہ یہ محال ہے اور اسیطرح جہان کہین مقام محمدی مین پہونچنا لکھا جاوے اس سے بھی یہی مراد ہے کہ آپ کے قدم پر ولی ہوا اور وہ سب سے اعلی ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے۔ پھر اللہ تعالے نے اہل کتاب کی تنبیہ فرمائی قولہ تعالے

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ۝ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ

اے کتاب والو کیون منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور تم قائل ہو اے کتاب والو کیون ملاتے ہو

الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

سچ مین غلط کو اور چھپاتے ہو سچی بات حالانکہ تم جانتے ہو

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ۔ القرآن المشتمل علی نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے اہل کتاب تم آیات الہی سے کیون منکر ہوتے ہو یعنے قرآن سے جسمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت پاکیزہ موجود ہے کیون منکر ہو۔ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ۔ تعلمون انہ حق۔ حالانکہ تم گواہ ہو کہ یہ حق ہے۔ وغیرہ بعض مفسرین نے کہا کہ آیات اللہ سے مراد ہین جو انکی کتابون

توریت و انجیل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں اور انتم تشہدون کے یہ معنے کہ جو تمہاری کتابوں میں ایسے دلائل موجود ہیں تم انکے شاہد ہو - حاصل آنکہ باوجودیکہ ایسے شاہد ہو اور اپنی کتابوں میں پاتے اور تصدیق کرتے ہو پھر کیوں انکار کرتے ہو - اور ابن جریج سے روایت ہی کہ قولہ انتم تشہدون یعنے تم شہادت دیتے ہو اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین یہی اسلام قبول ہی اور کوئی دین نہیں ہی - یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ - تخلطون - الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ - بالتحریف والتزویر - وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ ای نعت محمد صلعم - وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ - انہ حق - اے اہل کتاب تم کیوں خلط کرتے ہو حق کو باطل سے باین طور کہ حق کو تحریف کرتے ہو اور اسمین دروغ ملاتے ہو اور حق کو یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو چھپاتے ہو حالانکہ تم اسکو حق جانتے ہو - ف - اور ربیع بن انس سے روایت ہی کہ کیوں خلط کرتے ہو اسلام کو یہودیت و نصرانیت کے ساتھ حالانکہ جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سوائے اسلام کے کسی سے کوئی دین قبول نکریگا - اور چھپاتے ہو حق کو ای محمد صلعم کی صفت کو حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ حق ہی اور قتادہ نے کہا کہ حالانکہ تم توریت و انجیل میں اپنے پاس لکھا پاتے ہو قال المترجم یہ تفاسیر متقاربہ ہیں -

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ

اور کہا ایک گروہ نے کتاب والوں میں سے کہ مان لو جو کچھ اتارا گیا مسلمانوں پر چڑھتے دن میں

وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى

اور منکر ہو جاؤ اسی دن کے آخر وقت شاید مسلمان بھی پھر جاوین اور یقین نہ کرو مگر اسیکا جو چلے تمہارے دین پر تو کہہ ہدایت جو

هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ

اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی یہ اسواسطے کہ کسیکو دیا گیا ہو جیسا کہ تمکو دیا گیا یا مقابلہ کیا ہے تمہارے رب کے آگے تو کہہ بڑائی

بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ

اللہ کے ہاتھ میں ہی دیتا ہی جسکو چاہے اور اللہ فضل کی گنجایش والا دانا ہی خاص کرتا ہی اپنی مہر سے جسکو چاہے اور اللہ کا

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

فضل بڑا ہی -

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ - الیہود لبعضہم - اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا - ف - یعنے بعض یہود نے بعض سے کہا کہ - اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ای القرآن - وَجْهَ النَّهَارِ - اولہ - تم چڑھتے دن میں اس قرآن پر ایمان لاؤ جو ایمان لانے والوں پر اتارا گیا ہی - ف - مگر دلی تصدیق سے ایمان نہ لاؤ بلکہ مکاری کے لیے ایسا کرو کہ اول وقت جاکر قرآن پر ایمان لاؤ - وَاكْفُرُوْٓا - بہ - اٰخِرَهٗ - اور کفر کرو قرآن سے آخر دن میں - لَعَلَّهُمْ - ای المؤمنین - يَرْجِعُوْنَ عن دینہم اذ یقولون مارجع ہولاء عنہ بعد دخولہم فیہ وہم اولوا علم الا لعلمہم ببطلانہ - شاید یہ لوگ پھر جاوین - ف - یعنے اپنے دین اسلام سے کیونکہ دل میں کہینگے کہ یہ لوگ دین اسلام میں داخل ہونے کے بعد پھر گئے تو اسی وجہ سے کہ انھوں نے جھوٹا جانا کیونکہ یہ لوگ اہل علم ہیں - ف - قالوا ایضا - وَلَا تُؤْمِنُوْٓا - تصدقوا - اِلَّا لِمَنْ - اللام زائدۃ - تَبِعَ - وافق - دِيْنَكُمْ - اور یہ بھی انھوں نے آپس میں کہا اور نہ ایمان لاؤ یعنے تصدیق نکرنا مگر اس شخص کی جو موافق ہوا تمہارے دین سے یعنے درحقیقت اس نبی یا قرآن پر دل سے یقین نہ لائیو بلکہ تم تو اسی کو سچ جانیو

بتقدیر (بان یوتی) متعلق (لاتؤمنوا) کے ہے اور (احد) مستثنیٰ منہ ہے اور (الالمن) حرف استثناء کے ساتھ مستثنیٰ ہے اور حاصل معنے یہ ہیں
کہ ان یہود نے آپس میں یہ بھی کہا کہ خبردار دل سے تصدیق نہ کرنا یہ کہ کسی کو دیا گیا مثل اسکے جو تمکو دیا گیا یا یہ کہ مسلمان لوگ پروردگار کے سامنے
تم پر کوئی دلیل قائم کر کے غالب ہو جاوینگے سواے اس شخص کے جو تمہارے ساتھ تمہارے دین کا موافق ہو کہ وہ تو البتہ تمہارے مثل دیا گیا
ہوگا۔ حاصل یہ کہ قرآن پر دل سے ایمان نہ لانا کیونکہ تمکو توریت دی گئی اسکے مثل کسی نبی کو نہیں ملی مگر انہیں انبیا کو جو بعد موسیٰ کے توریت پر چلتے
رہے اور اب بھی جو یہودی ہو جاوے وہ پا جاوے۔ اور تمکو یہ بھی خوف نہو کہ مسلمان تم پر حجت قائم کرینگے کہ توریت میں قرآن پر ایمان لانے کا حکم
تھا کیونکہ تم تو قرآن سے افضل پر قائم ہو وہ کچھ حجت نہیں لا سکتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اس مکر کو ظاہر کر دیا اور انکی ان باتوں کو رد کیا جیسا کہ
تفسیر سے ظاہر ہوا یہ توجیہ شیخ جلال الدین رحمہ نے اختیار کیا اور امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں کہا کہ قولہ تعالیٰ۔ ولا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم ای
مطمئن ہو اور ظاہر نہ کرو اپنا بھید کسی پر سواے اس شخص کے جو تمہارے دین کا تابع و موافق ہو اور ظاہر نہ کرو وہ چیز جو تمہارے ہاتھ میں ہے مسلمانوں
پر کہ وہی آخرت میں پروردگار کے حضور میں تم پر حجت قائم کریں۔ اللہ تعالیٰ نے رد کر دیا کہ قل ان الہدیٰ ہدی اللہ۔ یعنے وہی پاک پروردگار مومنوں
کے دلوں کو ہدایت کرتا ہے پوری ہدایت کہ جو اسنے اپنے بندے و رسول محمد صلعم پر آیات بینات و دلائل واضحات و حجج قاطعہ اتاریں اسپر پورا
ایمان لاتے ہیں اگرچہ اے یہود تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و قرآن کی تصدیق کو جو تم نے اگلے انبیا سے پائی ہے چھپاتے رہو۔ پس قولہ
تعالیٰ ان یوتی احد مثل ما اوتیتم او یحاجوکم عند ربکم۔ کے معنے یہ ہیں کہ یہود کہتے کہ ظاہر مت کرو وہ بشارات محمدی جو تمہارے پاس ہیں مسلمانوں کو
کہ تم سے سیکھیں اور اسلام پر مضبوط ہوں اور تم سے ممتاز ہو جاویں کیونکہ انکا ایمان اسپر خوب مضبوط ہو گا یا پروردگار کے سامنے تم پر اسی کے
ساتھ حجت قائم کرینگے جو تمہارے ہاتھوں میں ہے پس تم پر حجت قائم ہو جائیگی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر اس آیت کی تفسیر میں خوض کے قابل ہے اور
مانند جلال رحمہ کے اخفش رحمہ نے کہا کہ معنے یہ ہیں۔ ولا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم ولا تؤمنوا ان یوتی احد مثل ما اوتیتم ولا تصدقوا ان یحاجوکم۔
یعنے ایمان نہ لاؤ مگر اسی پیغمبر کے واسطے جو تمہارے دین یہودیت اور کتاب توریت کا تابع ہو اور ایمان نہ لاؤ یہ کہ کوئی دیا گیا ویسا جیسا کہ تم دیے
گئے ہو اور تصدیق نکرو یہ کہ مسلمان تم پر پروردگار کے سامنے حجت قائم کرینگے اور بعض نے کہا لا تؤمنوا ہے لا تظہروا ایمانکم بان یوتی احد مثل ما اوتیتم
ای اسروا تصدیقکم بان المسلمین قد اوتوا من کتاب اللہ مثل ما اوتیتم ولا تفشوہ الا لمن تبع دینکم۔ یعنے ست ظاہر کرو بایں طور کہ کوئی دیا گیا
مثل اسکے جو تم دیے گئے یعنے اس تصدیق کو جو درحقیقت تمہارے دل میں ہے کہ مسلمانوں کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب ویسی ہی ملی
جیسے تمکو توریت ملی ہے اسکو چھپاؤ اور ظاہر نکرو مگر اسی شخص کو جو تمہارے دین کا تابع ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ اسقدر بیان کافی ہے دیگر وجوہ کے
ذکر سے بیکار تطویل نہیں چاہتا ہوں قولہ یختص برحمتہ من یشاء۔ رحمت سے مراد نبوت ہے اور اسمیں دلیل ہے کہ نبوت کسی استحقاق پر نہیں
ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اسنے جسکو چاہا اپنے علم قدیم سے ازل میں اسکو اختصاص دیا اور یہیں سے کہا گیا ہے کہ مجاہدہ و عبادت ریاضت
و تمام محنت و کوشش و تقویٰ و پرہیزگاری سب کرامت و ولایت و مدارج وغیرہ نعمتوں کا پھل ہے سواے نبوت کے کہ وہ روز ازل
میں اللہ تعالیٰ نے جنکے واسطے مختص کر دی تھی انہیں کو ملی پس اس اختصاص کے مقابلہ میں کسی متقی و عابد و عارف کا رتبہ نہیں پہونچتا
ہے وف۔ اشارات کے ذکر سے پہلے اتنا جان لینا چاہیے کہ اشارات کچھ انہیں خطابوں پر موقوف نہیں کہ جو مومنین کو ہیں بلکہ آدمی اپنی
بول چال میں غیر سے اسکے مطلب کی باتیں کرتا ہے الا انکہ اس کلام میں ایسے اشارات ہو جاتا ہے جس سے اسکا کوئی رازدار اپنے مطلب کو
سمجھ لیتا ہے اگرچہ اس مطلب کو اس مقصد سے جسکے واسطے سیاق کلام تھا کوئی ربط نہو جیسے یہ معلوم ہو گیا تو جاننا چاہیے کہ خدا کی شان

مین لکھا کہ قولہ تعالےٰ ولا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم — مترجم کہتا ہی کہ یہ بعض یہود نے بعض سے اپنے خاص مقصد کے واسطے کہا تھا جیسا کہ تفسیر سے واضح ہو چکا اور شیخ نے اس سے اشارہ یہ نکالا کہ راز کی بات ایسے ہی شخص سے ہونی چاہیے جو ہمراز ہو چنانچہ کہا کہ آپس کی مصاحبت فقط انہین لوگون سے رکھو جو اسکے عارف لوگ ہین جنکا حال یہ ہی کہ اپنے احوال کو دنیا والون کے سامنے ظاہر نہین کرتے ہین اور اہل حقیقت کی باتون کو لوگون سے نہین بیان کرتے ہین کہ جسسے وہ لوگ ان باتون سے انکار کرین حتی کہ انکے قتل پر آمادہ ہو جاوین **قال المترجم** حدیث مین حکم ہی کہ لوگون سے انکی عقل کے موافق باتین کرو رواہ مسلم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا اور بعض نے کہا کہ اسمین یہ اشارہ ہی کہ مصاحبت فقط ایسے ہی لوگون سے رکھو جو احوال و طریقہ مین تمہارے ساتھ یکسان ہون **قال المترجم** قلوب بندون کے جواز لی صالح ہین وجوہ متعددہ پر ہین جیسے کہ حدیث مین اشارات ہین کہ حضرت عمر کو قلب نوح سے تشبیہ دی اور قلب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قلب ابراہیم علیہ السلام سے اور یہ کھلی بات ہی کہ ان انبیاء علیہم السلام کی شریعت مین تفاوت تھا و صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اپنے مجاہدہ و ریاضت اعمال مین مختلف تھے اگرچہ توحید و اتباع سنت مین یکسان تھے چنانچہ حدیث اصحابی کالنجوم سے ظاہر ہی اور اسیکی موید دوسری روایت ہی جسمین ہر ایک کے ساتھ نور خاص ہونا مذکور ہی پس مقصود اس اشارہ کا یہ ہی کہ مصاحبت ان لوگون کی بہت خوب ہی جنکا طرز واحد ہو تا حال او ہر لعنت ہو اسمین یہ اشارہ بیان کیا کہ راز حق کو فاش نہ کرے مگر ایسے ہی لوگون سے جو اہل حق ہون اور شیخ ابوبکر بن طاہر نے فرمایا کہ ایسے شخص سے کرامات ظاہر ہونے کی تصدیق نہ کرو جسسے کھلی کھلی یہ بات نہ دیکھی گئی ہو کہ وہ ظاہری شریعت پر خوب اچھی طرح چلتا ہی اور ریاضت کرتا ہی اور اللہ تعالےٰ و اسکے رسول کی فرمانبرداری کرتا ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ اشارہ نہایت صحیح ہی کیونکہ قولہ لا تؤمنوا الا لمن تبع دینکم منصوص ہی اور یہ امر تمام اہل ایمان کو نصیحت کامل ہی کہ کشف و کرامت جو لوگون نے ولایت کی دلیل سمجھی ہی یہ پہلی غلطی ہی کیونکہ عوام کو استدراج و کرامت مین فرق ظاہر نہوگا اور فرق کیا کسوٹی صرف شریعت و سنت ہی کہ اگر متقی کے ہاتھ سے ظاہر ہو تو کرامت ہی ورنہ استدراج ہی اور یاد رکھو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اعلیٰ درجہ کے اولیا تھے کہ اللہ تعالےٰ نے اُن ولیون کی تعریف کی اور کوئی ولی قیامت تک ایک دن صحابی کے برابر نہین ہو پہنچ سکتا اور کیونکر ہو پہنچیگا کہ آفتاب رسالت ان آنکھون سے دیکھ ہی نہین سکتا ہان خواب وغیرہ مین جاہے حاصل ہو پھر انکا یہ حال تھا کہ نہ کچھ کشف و کرامت کی تلاش و کسب بلکہ پرسے تھی فقط انکی معاش ہ لیکن خبر کشف و کرامت ہی پہچان سہی اسمین یہ پتا لگاؤ کہ یہ عجیب بات جو تم نے دیکھی کہا یہ کرامت ہی یا شیطانی استدراج ہی اسکو پہچان یہ رکھو کہ اگر وہ شخص طریقہ سنت پر راہ شریعت کا پابند ہی تو جو عجیب بات تم نے اس سے دیکھی سنی وہ کرامت ہی اور اگر وہ شرع کا پابند نہین تو یہ شیطانی استدراج سمجھو کیونکہ اللہ عزوجل نے یہی شریعت و طریقہ سنت کو بیچ مین پہچان فرمایا ہی پس جو شخص یہ واقع تابع شیطان ہو اور ظاہر مین مسلمان بنا ہو وہ شریعت پر چلنے والا کبھی نہوگا اس سے جو بات عجیب سرزد ہو وہ شیطانی استدراج ہی اگر ایسے شخص کے مرید ہوے تو تمہارا انجام کار بخیر نہوگا اگرچہ ابھی تمکو دنیا کی لالچ مین اسکا ضرر ظاہر نہو کیونکہ قلب کو اسکے قلب سے تعلق ہونے سے بسبب اسکے کہ تم خود مرید ہو کر مغلوب بنے ہو وہی انعکاس ہوگا اور وہ قلب شیطانی ہی تو تمہارا انجام شیطانی ہوگا اور ایسے ہی اگر اللہ تعالےٰ کی محبت والے اور راہ سنت پر جان قربان کرنے والے سے الفت رکھوگے تو تمہارا قلب اگر درست نہین تو بھی درست ہو جاویگا کیونکہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو سچی محبت ہی اور یہ محبت عین ایمان ہی برخلاف اسکے جو راہ سنت و شریعت سے مخالف ہو کر دعوی محبت کرتا ہی وہ جھوٹا اور شیطانی محبت مین مکار بنا ہوا ہی پس مقام کو خوب سمجھو — قولہ تعالےٰ یختص برحمتہ من یشاء — رحمت سے مراد یہان نبوت و ولایت ہی پس اللہ عزوجل اپنی مخلوق مین سے چھانٹ کر جسکو چاہتا ہی اختصاص دیتا ہی کچھ اسپر عبادت و مجاہدہ و ریاضت پر نہین کیونکہ اسکی سابق عنایت ازلی

لہ مرجع اصحاب کشف شارون سے ہین ۱۲ منہ

تو مجاہدہ کرنے والے اور مجاہدہ دونون سے پہلے ہوچکی ہی اور شاہد و برہان و وجود و علت اسوقت کچھ بھی نہ تھی یعنے اللہ عزوجل نے جو قادر مختار کہ جسکو چاہا اسکے وجود سے پہلے بدون کسی علت و سبب کے نبوت و ولایت کے واسطے مختص فرمایا ہی پس جو شخص نور مشاہدہ سے روشن ہوگیا اور اسکے سر باطنی کی کان خصائص خطاب سے بھر گئے اور اسکی روح منور ہوچکی اسکو کب اپنی جان کی طرف اور اپنے معاملہ کی طرف یعنی اپنے مجاہدہ کی طرف نظر ہوتی ہی کیونکہ جو ازلی فیض سے چن لیا گیا وہ مراد ہوگیا یعنے اللہ تعالے کی طرف سے ارادہ متعلق ہی کہ خود بخود وہ مرضیات آلہی سے سرفراز ہی اور اسی طرف سے وہ کھینچا جاتا ہی گرچہ ظاہر مین سخت ذلیل ہوا اور اسی طرف سے وہ محبوب ہی اگرچہ کچھ تجاوز بھی کرے **قال المترجم** مثال اسکی حال امام عبد اللہ بن مبارک جامع فضائل کہ انکی نسبت نقاد محدثین لکھتے ہین کہ انہین خصال خیر سب جمع تھے یہ بڑا مرتبہ ہی ابتدائے حال مین راہ شرع سے تجاوز کرتے تھے ایک رات باغ مین مجلس شراب مہیا کرکے آخر وقت سو گئے خواب دیکھا کہ درخت پر ایک پرند پڑھتا ہی - الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ - یعنے کیا وہ وقت نہین آیا ایمان والون کے لیے کہ انکے دل اللہ تعالے کی یاد مین پگھل جاوین - پس کشش ارادہ ازلی کا ظہور ہوا اسیوقت بیدار ہوکر سب دور کیا اور آخر ایسے جامع کمال صاحب تقوی عابد زاہد عارف غازی ثقہ مجاہد محدث ہوگئے کہ آج تک انکا نام پاک موجب برکت ہی وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء - شیخ نے فرمایا کہ اختصاص اصلی تین معنے رکھتا ہی اول یہ کہ عجیب ملکوت کا مکاشفہ ہو دوم آنکہ جبروت کا مشاہدہ ہو اور سوم یہ کہ مدارج معرفت و توحید پر پہونچ جائے اور یہ اختصاص سوم سب سے اعلی و اجل ہی اسواسطے کہ اسمین صحو و انبساط و اتحاد و انانیت و فردانیت و حریت اور انصاف بربوبیت سب موجود ہی اور یہی حقائق تمکین و تحقیق توحید کی جڑ ہی اور شیخ **ابو عثمان** رح نے فرمایا کہ بات مین ڈھیل چھوڑ دی تا کہ امید والے کی امید لگی رہے اور خوف والے کو ڈر لگا رہے **قال المترجم** شیخ رح نے خود اشارے سے بات کہی یعنے یختص صیغہ مضارع مین گنجایش آیندہ کی ہی اور من یشاء مین خوف ہی کیونکہ صیغہ مضارع پر جو امید لگاوے وہ ڈرتا بھی ہے کہ شاید وہ اس مشیت مین نہ آوے یہ معنے اس کلام کے ہین فافہم - اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ زائل کر دیا علتون کو عطایا سے اور توڑ دیا نفوس کو مجاہدات سے پس کاٹ دیا نفوس کو شواہد و موارد سے **قال المترجم** یعنے جب اختصاص کرنا اپنی مشیت پر مقرر فرمایا تو صریح بتلا دیا کہ اللہ عزوجل کا کام کسی علت و سبب کے تابع نہین ہی ورنہ یون ہوتا کہ اختصاص کرنا اس علت و اس سبب پہ ہوتا ہی اور یہ نعمت دینا اس علت کے ساتھ ہوتی ہی اور یہین سے نکلا کہ کوئی نفس اور کوئی شخص اپنے کسی فعل پر نظر نہ کرے کیونکہ اسکے مجاہدہ و ریاضت و عبادت کے سبب سے کچھ نہین ہو سکتا اسلیے کہ افعال الٰہی بلا علت و سبب ہین پس یہ نکلا کہ اللہ عزوجل سے اسکی کبریائی و عظمت و بے نیازی سے امید و خوف رکھے اپنی طرف یا کسی کی طرف کسی امر کو شاہد نہین قرار دے سکتا اور کسی مورد پر نظر نہین کر سکتا ہی فافہم واللہ اعلم - اور حضرت سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جسکو جناب باری تعالے سے ہدایت ملی اور اسکی درگاہ مین نزدیکی پائی وہ اسنے اپنے پروردگار عزوجل کی طرف سے پائی اپنی ذاتی لیاقت سے اسکو کچھ نہین ملا ہی **قال المترجم** یہ اشارہ ظاہر ہی اور مستحسن کلام ہی - اور واسطی رح نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی عطا و بخشش سے سبب و علت کا نام دور ہی جو صفات اسنے ظاہر فرمائے ہین اور جو امور پوشیدہ رکھے ہین وہ کسی علت و سبب سے نہین ہین اور ہر نفس کو توڑ دیا کہ وہ اپنے مجاہدہ پر کبھی نظر نہ رکھے اور جو شخص توحید کے درجہ پر پہونچا وہ بھلا کیونکر نیک کامون کے وسیلہ سے یہ قول سننے کے بعد کہ یختص برحمتہ من یشاء - توسل ڈھونڈھیگا بلکہ یقین کریگا کہ اللہ عزوجل کی طرف شواہد و موارد و عوائد و فوائد سے کوئی راہ نہین ملتی ہی - اور شیخ **ابن عطا** نے فرمایا کہ خبردار ہو جا کہ اللہ عزوجل کی طرف عوائد و فوائد سے کوئی راہ نہین ملتی ہی - **اور واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء - یہ ہی کہ توحید دل میں پہنچے ہوا اور قیام تیرا اسی کی ذات و صفات کا قیام ہوا اور نیز فرمایا کہ جسکے واسطے کئی احوال سے تجلی ہوے وہ ایسا نہین جسکے واسطے ایک حال سے تجلی ہوئی ایسے ہی

یختص برحمتہ من یشاء۔ ہے۔ اور نیز فرمایا کہ جب بندوں نے برہان کا مشاہدہ کیا اور فرقان کا معائنہ کیا تو اپنی صفات سے حضرت باری تعالے
عزوجل کی طرف ہو گئے اور اپنے افعال سے بیزار ہو کر اسیکے فعل کی طرف ہو رہے اور انکو تسکین اس حکم کی طرف ہوئی جو اسنے فرمایا ہے کہ ان
الذین سبقت لہم منا الحسنیٰ اولٓئک عنہا مبعدون۔ یعنے جن لوگوں کے واسطے ہماری طرف سے نیکوئی سابق ہو گئی ہے وہ دوزخ سے دور
ہیں اور شیخ ابو سعید خراز نے فرمایا کہ رحمت یہاں یہ ہے کہ سماع کے معانی کو حقیقی کانوں سے سنے و سمجھے اور اسیکو حق عزوجل نے
اپنے بزرگ بندوں کے واسطے مخصوص کر دیا ہے اور فارس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رحمت ہدایت و خدمت و مشاہدہ و ولایت و نبوت و رسالت
ہے اور اگر اللہ تعالے ان لوگوں کو اس چیز کے ساتھ خاص فرماتا جسکے ساتھ مخصوص کیا تو انپر موافقت کے آثار میں سے کچھ بھی ظاہر نہوتا۔ اور
شیخ ابو سعید خراز نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں میں سے کچھ لوگ چھانٹ کر انکو ولایت والا بنایا ہے چنانچہ فرمایا۔ یختص برحمتہ
من یشاء۔ پس بندۂ ضعیف کے بڑے نصیب ہیں کہ اسکے مالک نے اسکے لیے یہ بڑے درجہ رکھ چھوڑے ہیں اور شیخ ابن عطاء سے
سوال کیا گیا کہ کس چیز نے عابدوں کو عبادت سے سست کر دیا۔ فرمایا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء۔ نے مترجم کہتا ہے کہ سوال کرنے والے
کی مراد یہ تھی کہ عبادت والا عبادت کو دیکھتا ہے اور اسکی خوبیاں اسکے نفس کو بھلی معلوم ہوتی ہیں اس حیثیت سے کہ وہ اسکو بجالایا ہے کہ اپنے کو
عابدوں کے درجہ پر شمار کرتا ہے سو اس فریب نفس سے وہ کیونکر چھوٹا اور کیونکر اسکے نفس کی امنگ بیٹھ گئی اسپر شیخ ابن عطاء
نے جواب دیا کہ اس قول پاک یختص برحمتہ من یشاء۔ نے درحقیقت ہر ایک کے نفس کی امنگ بٹھا دی اگرچہ کوئی بندہ جسکو پردہ غفلت
ہو ہنوز اپنی امنگ میں گرفتار رہے۔ اور کلام شیخ کے یہ معنے نہیں ہیں کہ عابدوں نے جب اس آیہ کریمہ کو سنا تب سے عبادت چھوڑ دی کیونکہ
ایسا وہی شخص کریگا جو ارادۂ ازلی میں خاص نہیں کیا گیا چنانچہ حدیث میں اشارہ ہے کہ ہر شخص پر وہ آسان ہے جسکے واسطے وہ پیدا ہوا ہے اور حاصل
آنکہ بندۂ خاص تمام عبادت کرتا ہے اور پھر سخت شرمندہ ہوتا ہے اگرچہ جب توفیق الٰہی کی طرف نظر ڈالتا ہے کہ اسنے مجھسے یہ خدمت لی تو خوش ہو کر
دل اسکا پانی پانی ہو جاتا اور شکر کا سجدہ بجالاتا ہے پس گر اسکی عبادات کے ثواب میں ترقی ہے مگر وہ ویسا ہی شرم سے سرنگون ہے اچھا کہا ہے
زینہار از آب سنمبست کہ شیران را ازان + تشنہ لب بگذشتی و گردن بدر آب انداختی + پھر جو شخص کہ مشیت ازلی میں خاص نہیں ہوا وہ عبادت ہی
نہیں کرتا اور اگر کرتا ہے تو اسکو دیکھتا ہے اپنے نفس کا کمال سمجھتا ہے اپنے کو عابد جانتا ہے دوسروں کو حقیر و فاسق سمجھتا ہے اور یہ بڑا عیب ہے نعوذ
باللہ منہ۔ قال الشیخ اور بعض نے فرمایا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء۔ میں اشارہ ہے کہ یوں رحمت فرماتا ہے کہ بندہ پر جو نعمتیں فرمائی ہیں انکے پہچاننے
کی توفیق دیتا ہے اور انکے شکر پر قائم ہونے کی توفیق دیتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بڑی پوری نعمت ایمان ہے اور اولی نعمت جامعہ اسکا وجود ہے
پس کوئی بندہ ایسا نہیں کہ جسپر پوری نعمت نہو اور شکر اس نعمت کا یہ ہے کہ تمام وجود کو بندگی حضرت حق عزوجل میں صرف کرے ہمیں سے کہا گیا
کہ عجب ہے کہ کون عابد اپنی عبادت کا بدلا چاہے کیونکہ اس سے تو شکر ہی ادا نہوا پھر بدلا کیسا اور عبادت کیسی فافہم اور حضرت استاد رحمہ اللہ نے
رحمت کے معنے نعمت لیے ہیں چنانچہ فرمایا کہ مختص فرماتا ہے اپنی نعمت سے جسکو چاہے سو ایک قوم کو تو ارزاق سے مخصوص کیا اور کسی قوم
کو نعمت اخلاق دیدی اور کسی قوم کو نعمت عبادت دیدی اور کسی کو اپنی جناب میں ارادت دیدی کہ سوائے اسکے دوسرے کو نہیں چاہتے
اور کسی قوم کو ظاہر کی توفیق دیدی اور کسی قوم کو باطن کی تحقیق دیدی اور کسی قوم کو عطا ایثار دی اور کسی کو بغیر امرادی اور اللہ تعالے فرماتا ہے کہ۔ وان تعدوا نعمۃ
اللہ لا تحصوہا الآیہ۔ اور اگر تم اللہ تعالے کی نعمتیں شمار کرو تو پورا نہیں گن سکتے ہو۔ قال المترجم فترحم پر اللہ عزوجل نے اپنی رحمت
و کرم غیر متناہی سے وہی جانتا ہے کہ کس کثرت سے نعمتیں فرمائی ہیں مگر آخر وہ ناچیز بندہ ہے اس سے کسی کا شکر کچھ بھی ادا نہوا وہ کیا کسی دوسرے کو

ادا ہے شکر کا طریقہ بتاوے اللہم لک الحمد فاغفرلی ؎ اگر خشم گیری بقدر گناہ ✦ بدو زخ فرستے وترازو مخواہ ✦ یہی امید ہے کہ رحمت اسکی بہت وسیع ہے پھر کہتا ہون کہ حدیث مین آیا ہے کہ الحمد للہ - پلہ ترازو کو بھر لیتا ہے - اور حدیث میں آیا کہ دو کلمہ زبان پر ہلکے اور پلہ ترازو مین بھاری اور جناب باری عزوجل کو محبوب یہ ہین - سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم - برادران اسلام سے امید ہے کہ زبان سے یون شکر ادا کرین اور تمام بدن کا شکر وہ ہے جسکے واسطے وہ پیدا ہوے ہین مثلاً پیشانی کا شکر سجدہ ہے علی ہذا القیاس شرع شریف و سنت سنیہ مین سب موجود ہے خود ادا کرین اور میرے لیے مغفرت کی دعا کرین والسلام - قال الشیخ بعض نے کہا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء - جب بندون نے سن لیا تو جان گئے کہ وسیلہ پیدا کرنے سے کچھ بدل نہین سکتا اور یہ معاملہ تو وہی ہے جو ابتدا ے ازل مین اور مشیت حضرت عزت جل جلالہ مین مقرر ہو چکا ہے - اور بعض نے کہا کہ قولہ یختص برحمتہ من یشاء - یعنے بندے پر جو اسرار کشف فرماتا ہے اور جو انوار معرفت القا کرتا ہے اسکی سمجھ سے جسکو چاہتا ہے اختصاص بنتا ہے مترجم کہتا ہے کہ کشف کے اسرار مین بہت باریکیان ہین اور اس سے وہی سالم رہتا جو شرع و تقوی مین کامل ہو اسکو مین پہلے مفصل لکھ چکا -

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ

اور بعضے اہل کتاب مین وہ ہین کہ اگر تو ان پاس امانت رکھے ڈھیر مال کا تجکو ادا کرین اور بعضے ان مین وہ ہین کہ اگر تو ان پاس امانت رکھے ایک اشرفی

لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا

ادا نہ کرینگے تجکو مگر جب تک تو اسکے سر پر کھڑا رہے یہ اسواسطے کہ انھون نے کہہ رکھا ہے کہ نہین ہم پر

فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى

جاہلون کے حق کا گناہ اور باندھتے ہین اللہ پر جھوٹ حالانکہ جانتے ہین کہ جو کوئی پورا کرے

بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

اپنا قرار اور پرہیزگاری کرے تو اللہ پرہیزگارون سے راضی ہے

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ - ای بمال کثیر يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ - اور اہل کتاب مین سے بعض وہ ہے کہ اگر تو اسکو امین بناوے ایک قنطار کا (یعنے مال کثیر کا) تو وہ تجھے ادا کر دے - لامانتہ کعبد اللہ بن سلام اودعہ رجل الفا ومائتی اوقیۃ ذہبا فاداہا الیہ - جیسے عبد اللہ بن سلام عالم یہود وحافظ توریت جو آنحضرت صلعم پر ایمان لے آئے تھے ایک مرد قریشی نے ایک ہزار دو سو اوقیہ سونا امانت رکھنے کو دیا پس قریشی نے اسکو جب مانگا تو ابن سلام نے ادا کر دیا - اور یہین سے بعض سلف سے مروی ہے کہ قنطار کی تعداد بارہ سو اوقیہ سونا ہے اور اسیکو محققین نے ترجیح دی ہے - وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ - لخیانتہ - اور اہل کتاب مین سے بعض وہ ہے کہ اگر اسکو ایک دینار امانت دے تو وہ تجھے ادا نکرے - ف کیونکہ وہ خائن ہے - اور دینار کی وجہ تسمیہ مین ابن ابی حاتم نے مالک بن دینار سے روایت کی کہ دینار نام اس وجہ سے کہ وہ دین و نار ہے یعنے جو اسکو حق طور سے لے اور حق طور پر خرچ کرے تو وہ دین ہے یعنے ثواب ہے اور جو اسکو ناحق لے اسکے لیے آگ ہے اور اکثر اہل لغت کہتے کہ وہ دین آر کا معرب ہے اسکا اصل جو اہل کتاب مین سے بے ایمان ہے وہ ایک دینار بھی امانت مین خیانت کرے اور ادا نکرے - اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا - لاتفارقہ فمتی فارقتہ انکرہ ککعب بن الاشرف استودعہ قریشی دینارا فجحدہ - مگر جس وقت تک

کہ تو اسکے سر پر کھڑا ہی رہے اس سے الگ نہیں ہوا پھر جب تو اُس سے جدا ہوا تب ہی انکار کر گیا جیسے کعب بن الاشرف یہودی کہ اسکو قریشی نے
ایک دینار امانت رکھنے کو دیا وہ اس سے منکر ہو گیا۔ اور مدارک میں بجائے کعب بن الاشرف کے فنحاص بن عازورا نام لکھا ایسا ہی بیضاوی
وغیرہ میں ہی بالجملہ مفسرؒ نے کاف مثال سے اشارہ کیا کہ شان نزول خاص ان لوگوں کے حق میں نہیں ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ اہل کتاب میں بعضے امانت دار
دنیا کی چیزوں میں ہیں وہ دین میں بھی امین ہیں اور بعضے دنیا کے خائن وہ دین کے بھی خائن ہیں اور قنطار و دینار سے مراد کثیر و قلیل ہی پس کثیر کا امین
قلیل میں بدرجۂ اولی امین ہی اور قلیل کا خائن کثیر میں ضرور خائن ہوگا۔ اور عکرمہؒ سے روایت ہی کہ اہل کتاب دو فریق یہود و نصاری کا حال
بیان کیا پس ادا کرنے والے تو نصاری ہیں کہ ان میں امانت اکثر ہی اور نہ ادا کرنے والے یہود ہیں کہ انہیں خیانت اکثر ہی اور شیخ ابن کثیرؒ نے یہاں
حدیث بخاری کو مناسب جانا جو ابوہریرہؓ سے مرفوعًا روایت ہی جسکا خلاصہ یہ کہ سابق زمانہ میں ایک بنی اسرائیل کو دوسرے بنی اسرائیل نے اللہ تعالی کے شاہد و
کفیل ہونے پر ہزار اشرفیاں ایک وقت معلوم تک کے واسطے قرض دیں اور قرضدار سمندر کا سفر کر گیا وقت معہود پر اسکو جہاز نہ ملا اسنے
ایک لکڑی میں سوراخ کر کے اللہ تعالی سے دعا کر کے اشرفیاں مع خط اسمیں رکھکر منہ بند کر کے دریا میں روانہ کیں اس لکڑی کو قرضخواہ
مذکور ایندھن کے واسطے دریا کنارے سے اوٹھا لایا اندر سے تمام مال مع خط پایا جب قرضدار کو جہاز ملا وہ اپنے دیس میں آیا تو مال قرض
لاکر عذر کیا پس قرضخواہ نے کہا کہ مجھے تیرا خط مع مال کے لکڑی سے مل گیا میں نے بھر پایا۔ **مترجم** کہتا ہی اس روایت سے بعض اہل کتاب کا
امانت دار ہونا ثابت ہوتا ہی مگر یہاں تھوڑی مناسبت ہی اور مثال مناسب تر وہی جو مفسرؒ نے ذکر کی بقرینہ قول ما بعد۔ **ذٰلِكَ** ـ
ای ترک الاداء اور یہ امر مذکور یعنے ادا نکرنا جیسے قولہ لا یؤدہ الیک دلالت کرتا ہی۔ **بِاَنَّهُمْ قَالُوْا** بسبب قولہم بسبب انکے اس قول
کے ہی کہ۔ **لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ** ـ ای العرب **سَبِيْلٌ** ـ ای اثم لاستحلالہم ظلم من خالف دینہم ونسبوہ الیہ تعالی۔ ہم پر عرب
والوں کے حق میں ظلم کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہی کیونکہ جو انکے دین کا مخالف ہو اسپر ظلم کرنا حلال کہتے تھے۔ اور قتادہ و سدی سے
یہ معنے مروی ہیں کہ یہودی کہتے کہ ہمپر اس مال کی کوئی راہ نہیں جو ہمنے عرب سے پایا۔ اور اسکو اللہ تعالی کی طرف نسبت کرتے کہ اسنے ہمکو ایسا
حکم دیا ہی اور بعض نے کہا کہ یہود نے قریش سے مال خریدا پھر قریش کے یہ لوگ بیچنے والے مسلمان ہو گئے اور انھوں نے داموں کا تقاضا کیا تو یہودی
کہ تمہارا ہمپر کچھ حق نہیں ہی کیونکہ تمنے اپنا دین ترک کیا اسوقت کے دین پر نہیں ہوا اور دعوی کیا کہ ہمنے اسکو اپنی کتاب میں پایا ہی۔ اور یہ
محض بہتان تھا چنانچہ اللہ تعالی نے انپر رد کر دیا۔ **وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ** ـ فی نسبتہ ذلک الیہ۔ **وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ** ـ
انہم کاذبون۔ اور کہتے ہیں اللہ تعالی پر بہتان یعنے اس بات کی نسبت کرتے ہیں اور حال یہ کہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ وہی جھوٹے ہیں۔
یعنے جان بوجھکر اللہ تعالی پر جھوٹ باندھتے ہیں اور یہ زیادہ بدتر ہی اور ابو صعصعہ نے روایت کی کہ ابن عباس سے ایک شخص نے سوال کیا
کہ ہمکو جہاد میں مرغی بکری وغیرہ ایسا مال لیسے کافروں سے ملتا ہی جو ہماری ذمہ داری میں ہو چکے ہیں یعنے جزیہ قبول کر کے ہمارے ذمے
ہو گئے ہیں تو ابن عباس نے فرمایا کہ پھر تم کیا کہتے ہو وہ بولا کہ ہم یہی کہتے ہیں کہ ہمپر اسمیں کچھ مضائقہ نہیں ہی تو فرمایا کہ یہ تو ویسی ہی بات
ہی جیسے اہل کتاب کہتے تھے کہ لیس علینا فی الامیین سبیل۔ جان رکھو کہ جب انھوں نے جزیہ دیا تو انکے مال تمکو حلال نہیں ہیں الا اسی طور
کہ وہ خوشی خاطر سے تمکو دیں رواہ عبدالرزاق۔ اور یہاں سے نکلا کہ اگر حربی کافر ہوتے تو البتہ انکا مال لینا حلال تھا جیسے انکا قتل حلال کیا
گیا ہی بشرطیکہ انکو امان نہ دی گئی ہو اور یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہی اور دلیل اسکی فقہ میں ہی اور سعید بن جبیر سے مرسلًا روایت ہی کہ جب اہل کتاب نے
کہا کہ لیس علینا فی الامیین سبیل۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دشمنان خدا جھوٹے ہیں کوئی شے زمانہ جاہلیت کی کیوں نہو وہ سب

ہیرے قدموں کے نیچے روندی ہوئی ہے سواے امانت کے کہ اگر زمانہ جاہلیت میں کسی نے دوسرے کے پاس امانت رکھی تو وہ ضرور ادا کرنی ہوگی
خواہ نیکوکار کی ہو یا فاجر کی ہو۔ روایت کیا ابن ابی حاتم و الطبرانی اور سراج میں کہا کہ امانت یہاں قرضہ اور دھار کو بھی شامل ہے کیونکہ مراد اس سے وہ حق
مالی ہے جو حق طور پر لازم آیا ہے۔ غرضکہ اہل کتاب بہتان باندھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو عرب امیوں کا مال حلال کر دیا ہے اور ہمپر گناہ کی کوئی راہ
نہیں ہے۔ بَلٰی۔ علیہم فیہم سبیل۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیوں نہیں ف یعنے انپر امیین کی راہ ضرور ہے۔ مَنْ اَوْفٰی بِعَہْدِہٖ۔ الذی
عاہدہ اللہ علیہا و بعہد اللہ علیہ من اداء الامانۃ وغیرہ۔ جسنے پورا کیا اپنا عہد وہ کہ جو اللہ تعالیٰ نے اسپر مقرر کیا یعنے ادا امانت وغیرہ یا جسنے
پورا کیا عہد اللہ تعالیٰ کا جو اسپر لازم ہے یعنے ادا امانت وغیرہ۔ وَاتَّقٰی۔ اللہ بترک المعاصی عمل الصالحات۔ اور تقویٰ کیا اللہ تعالیٰ سے باین طور
کہ نافرمانیوں کو چھوڑا اور نیک کام کیے۔ یا بقول بعض جسنے شرک سے تقویٰ کیا۔ فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ تو اللہ تعالیٰ متقیوں کو
محبوب رکھتا ہے ف فیہ وضع الظاہر موضع المضمر ای یحبہم یعنے یثیبہم۔ بجاے یحبہم کے یحب المتقین فرمایا انکی شان و توقیر کے واسطے اور انکو
دوست رکھنے کے معنے یہ ہیں کہ انکو ثواب جمیل عطا فرماویگا۔ اگر کہا جاوے کہ فان اللہ پر فا کیوں داخل ہوئی تو جواب یہ کہ من موصولہ متضمن
معنے شرط ہے۔ اگر کہا جاوے کہ جزا میں ضمیر کہاں ہے جو موصول شرط کی طرف راجع ہو حالانکہ واجب ہے تو جواب دیا گیا کہ عموم متقین کا ضمیر کے قائم
مقام ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جزا محذوف ہے ای فلیس من الکاذبین۔ وہ جھوٹوں میں نہیں ہے اور اسواسطے حذف ہوا کہ جو مذکور ہے وہ محذوف پر
دلالت کرتا ہے ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ بلی من اوفی بعہدہ واتقی۔ جاننا چاہیے کہ عہد تین ہیں ایک عہد ازل جو ارواح پر انکشاف
ہونے کے ساتھ ہوا دوم عہد قلب کہ اسرار کے ساتھ ربوبیت کے اوصاف اسکے سر باطنی میں ہوتے ہیں اور یہ حق عزوجل کی طرف سے اپنے
خطاب کا القا ہوتا ہے بقدر اسکے کہ جتنا عارف کو مرتبہ عبودیت میں سے توفیق خاص کے ساتھ عطا ہوا ہے سوم عہد جو عبادت کو بعد مرتبہ
تمکین کے اور عارف باللہ ہونے کے ہوتا ہے اور یہ عہد اسکے عقل کے ساتھ بواسطہ قرآن مجید و سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتا ہے جو کہ عین
ادب ہے پس اسواسطے اہل ادب کا عہد لیا جاتا ہے کہ وہ اپنی تمام عمر میں اس ادب کتاب و سنت پر واجب ہے کہ مواظبت کرے مترجم کہتا ہے کہ
اسیواسطے حکایت ہے کہ شیخ عارف کامل سید جیلانی قدس سرہ نے ابن منصور رح کے حق میں انا الحق کہنے کی بابت کہا کہ اگر میں موجود ہوتا
تو اسکو اس گمراہی سے انشاء اللہ تعالیٰ نکال لیتا پس مراد گمراہی سے ترک ادب ہوگی واللہ اعلم۔ قال الشیخ پھر جسکی روح نے عہد ازل پایا اور
پورا کیا وہ شرک سے بچا اور توحید کے عہد کو پہونچ گیا۔ اور جسکے قلب نے اپنا عہد پورا کیا کہ الہام خاص کو جو الفاظ خاص سے ایک خاص طور کے کانوں
میں پہونچتا ہے پایا اور قضا و قدر کے احکام جاری ہونے میں متقدم ساکن رہا وہ حقیقت رضا کے مقام کو پہونچا اور اسنے ہلاکت کے طبقہ سے
نجات پائی۔ اور جسکی عقل نے احکام حق کے ساتھ عہد پورا کیا باین طور کہ ظاہر و باطن ان وسائل کا یعنے امر و نہی کا پابند رہا وہ مقام عبودیت
میں حسن ادب کے درجہ کو پہونچ گیا اور ایسا ہی شخص مریدوں کا مرشد اور عارفوں کا پیشوا ہوتا ہے۔ قولہ واتقی یعنے جسنے نفس کے خطروں سے اور
شہوت کی بجلیوں سے اپنے آپ کو بچایا تو اللہ تعالیٰ اسکو حقیقت محبت کے مقام پر پہونچاتا ہے اور حضرت استاد رح نے فرمایا کہ جو عہد کا
وفا کرنیوالا ہے وہ وصال کا مرتبہ پانے کا مستوجب اور کرامت دیے جانے کے لائق اور رحمت کا مستحق ہے اور جو شخص خیانت کرتا ہے وہ ایسا ہے
کہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو اور خواری کے لائق اور نہایت لعنت کے لیے نشانہ ہے نعوذ باللہ من ذلک اور عہد کا وفا کرنا یہ ہے کہ باسواے
حق عزوجل سے قطع والگ ہو کر حق کے ساتھ ہو رہے۔ اور حضرت جنید نے فرمایا کہ قولہ من اوفی۔ جسنے پورا کیا وہ عہد جو اسپر میثاق ازل میں جاری
ہوا تھا اور تقویٰ کیا اور پاک رکھا اس عہد و میثاق کو جو حق ہے اس سے کہ کسی باطل کا میل اس سے لگے۔ اسیواسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اصدق کلمۃ تکلمت بہا العرب کلمۃ لبید ؎ الا کل شئ ما خلا اللہ باطل + مترجم کہتا ہی ترمذیؒ کی روایت کا ترجمہ یہ ہی کہ بہت سچا کلمہ جو شاعر کی زبان سے نکلا وہ کلمہ لبید شاعر ہی ؎ جو خدا کے سوا ہی باطل ہی + ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور جسنے عہد کو پورا کیا وہ متقی ہے اور اللہ تعالے متقیون کو دوست رکھتا ہی قال المترجم تمام شعر لبید شاعر کا جو حضرتؐ سے کچھ پہلے تھا یہ ہی ؎ الا کل شئ ما خلا اللہ باطل + وکل نعیم لا محالۃ زائل + لیکن حدیث مین صرف اول مصرع مذکور ہی اور شاید یہ اشارہ ہی کہ دوسرا مصرعہ کلیۃ صحیح نہین ہی کیونکہ نعمت جنت و رضاے حق عز وجل باقی و دائمی ہی نہ زائل فتامل۔ ہر نعمت زائل ہونے والی ہی ۱۲

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَشۡتَرُوۡنَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ وَ اَیۡمَانِہِمۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَہُمۡ

جو لوگ خرید کرتے ہین بدلے اللہ کے عہد کے اور اپنے قسمون کے تھوڑا مول۔ وہی ہین کہ انکے لیے کچھ حصہ نہین ہی

فِی الۡاٰخِرَۃِ وَ لَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ وَ لَا یَنۡظُرُ اِلَیۡہِمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَ لَا یُزَکِّیۡہِمۡ ۪

آخرت مین اور نہ بات کریگا انسے اللہ اور نہ نگاہ کریگا انکی طرف قیامت کے دن اور نہ سنوار یگا انکو

وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۝

اور اونکو دکھ کی مار ہی۔

ونزل فی الیہود لما بدلوا نعت النبی صلعم وعہد اللہ الیہم فی التوراۃ او فیمن حلف کاذبا فی دعوی او بیع سلعۃ۔ نزول اس آیت کا یا تو یہود کے حق مین ہوا کیونکہ انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو جو توریت مین تھی بدل ڈالا اور اللہ تعالے نے جو عہد انسے توریت مین لیا تھا اسکو تبدیل کیا یا ایسے شخص کے حق مین ہوا جسنے نالشی دعوی پر یا مال اسباب بیچنے پر جھوٹی قسم کھائی۔ اور عکرمہؒ سے روایت ہی کہ یہود کے عالمون وسرداروں کے حق مین نزول ہوا ہی۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَشۡتَرُوۡنَ۔ یستبدلون۔ جو لوگ بدل لیتے ہین۔ اور بعض نے کہا کہ خریدار کچھ دیتا ہی اور کچھ لیتا ہی پس ایک کی طرف سے جو دیا ثمن اور جو لیا وہ مبیع ہی ایسے ہی دوسرے کی طرف سے ہی پس جو مبیع تھا وہ اسکی طرف سے ثمن اور جو ثمن تھا وہ مبیع ہی پس ہر ایک دیا و لیا دوسرے کے واسطے ثمن ہی یہ معنے خرید کے ہین اور حق یہ ہی کہ عہد و قسم کے مقابلہ مین یہان خرید بمعنے حقیقی نہین ہی پس مراد وہی ہی جو مفسرؒ نے ذکر کی یعنے جسنے تبدیل کرلیا۔ بِعَہۡدِ اللّٰہِ۔ الیہم بالایمان بالنبی صلعم واداء الامانۃ وَ اَیۡمَانِہِمۡ۔ حلفہم بہ تعالے کاذبا۔ بعوض عہد خدا کے جو انسے لیا تھا یا بین طور کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاوین اور امانت ادا کرین یعنے توریت مین عہد لیا تھا کہ پیغمبر آخر الزمان پر ایمان لاوین اور آپ کی صفت و پہچان انکے پاس امانت رکھی گئی تھی کہ اسکو لوگون کو ادا کردین باوجودیکہ کل امانت کو ادا کرین اور ایمانہم عطف ہی عہد اللہ پر یعنے اللہ تعالے کے ساتھ اپنی جھوٹی قسمون کے بدلے۔ اگر کہا جاوے کہ بر تقدیر یکہ شان نزول اسکا یہود ہین تو جھوٹی قسمون کے عوض خریدنا کیونکر ہی تو جواب یہ ہی کہ انھون نے عہد کے ساتھ قسم کھائی تھی کہ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ یعنے قسم خدا کی ہم اس پیغمبر آخر الزمان پر ضرور ایمان لاوینگے اور ضرور اسکی مدد کرینگے پھر عہد توڑ کر بدل لیا اور قسم توڑ کر عوض لیا۔ ثَمَنًا قَلِیۡلًا۔ من الدنیا۔ مال دنیا مین سے تھوڑا۔ اور شاید کہ من بیانیہ ہو یعنے ثمن قلیل یہی دنیا ہی کیونکہ متاع دنیا قلیل فرمائی گئی ہی پس جو لوگ بدلہ کا بیچکر بدل لیتے ہین۔ اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ۔ نصیب۔ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ۔ انکے لیے کچھ نصیب نہین ہی آخرت مین۔ وَ لَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ۔ غضبا علیہم۔ اور اللہ تعالے انسے کلام نہ فرماویگا یعنے انپر غضب کی وجہ سے ف یعنے انسے اللہ تعالے کا کلام نہ کرنا انپر غضب کی راہ سے ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ کنایہ ہی کہ بغضب علیہم انپر غضب کریگا۔ اور یہ تاویل معتزلہ کی ہی کہ وہ لوگ خداے تعالے کے

کلام کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ تمام انبیا و آیات صریحہ کے برخلاف تاویلیں کرتے ہیں ایسی تاویل صحیح نہیں ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ انسے ایسا کلام نہ فرماویگا کہ جس سے انکو خوشی ہو اور یہ تاویل درست ہے۔ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ برحمتہ۔ اور انپر رحم نہ فرماویگا قیامت کے روز۔ اور یہ محاورہ ہے کہ بولتے ہیں کہ ذرا ہمپر بھی نظر کیجیے یعنے رحم کیجیے اور اولی یوں ہے کہ لا ینظر الیہم رحمۃ۔ یعنے انپر رحمت کی نظر نہ فرماویگا پس غلاف نہیں کہ اللہ تعالے ناظر ہے۔ وَلَا يُزَكِّيهِمْ۔ یطہرہم۔ اور انکی تطہیر نہ کریگا اور مدارک میں کہا کہ انپر ثنا نہ فرماویگا کہ تم نے خوب کیا تم جنت میں جاؤ بلکہ مذمت فرماویگا کہ دوزخ میں گھسو تم بدکار نافرمان ہو۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ مولم۔ اور انکے لیے عذاب الیم ہے یعنے مولم ہے ف۔ یعنے الم سے الیم تھا بمعنے مولم از ایلام یعنے دکھ دینے والا ہے ف۔ عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے بازار میں اپنا اسباب رکھا اور قسم کھائی کہ واللہ مجھے اسکے عوض اسقدر ملتا تھا حالانکہ اسقدر اسکو ملتا نہ تھا مگر جھوٹی قسم کھائی تاکہ مسلمانوں میں سے کسی مرد کو اس فریب میں ڈالے پس یہ آیت اتری۔ ان الذین یشترون بعہد اللہ الآیۃ۔ رواہ البخاری وغیرہ اس روایت میں سبب نزول مصرح نہیں ہے بایں معنے کہ اس واقعہ کے بعد اسکے حق میں یہ آیت اتری ہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیت کے نزول میں یہ صورت مذکورہ بھی داخل ہے اور یہ خود ظاہر ہے اور عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے کوئی قسم کھائی حالانکہ وہ اس قسم میں فاجر ہے تاکہ اس سے کسی مرد مسلمان کا مال تراش لیجاوے تو اللہ تعالے سے ایسے حال میں ملیگا کہ اللہ تعالے اسپر غضبناک ہوگا پس اشعث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ہی معاملہ میں واللہ ایسا واقع ہوا کہ میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین مشترک تھی یعنے اسپر قبضہ اس یہودی کا تھا پھر وہ میرے حق ہونے سے انکار کر گیا تب میں اسکو رسول اللہ صلعم کے پاس لایا پس مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تیرے پاس گواہ ہیں میں نے کہا کہ نہیں تب یہودی سے فرمایا کہ تو قسم کھا پس میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو قسم کھا جائیگا یعنے بدکار بیباک بے ایمان ہے اسکو قسم کھانے کیا دیر لگتی ہے یہ قسم کھا جائیگا پس میرا مال لے جائیگا پس اللہ عز وجل نے نازل فرمایا۔ ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم الآیۃ۔ اخرجہ البخاری ومسلم واحمد وغیرہ اور اس باب میں اور جھوٹی قسم کے گناہ و عذاب میں بہت صحیح حدیثیں وارد ہیں اور یہ بھی آیا ہے کہ جھوٹی قسم سے آباد شہر ویران ہو جاتے ہیں۔ پھر اولے یہ قول ہے کہ آیت کریمہ عام ہے سب کو شامل ہے اور اسمیں وہ امور بھی داخل ہیں جنکا اللہ تعالے نے حکم دیا ہے اور تمام عہد و میثاق جو رسولوں کی طرف سے لیے جاتے ہیں اور جنکو آدمی اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے وہ بھی شامل ہیں ان ہر ایک کا وفا کرنا لازم ہے ف۔ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمنا قلیلا الآیۃ۔ جو شخص اس دنیا کی تر و تازگی پر جھکا اور اسکو درگاہ الٰہی باری تعالے کے مشاہدہ کے مقابلہ میں اختیار کیا اور ظاہر میں مقرب بندوں کی سی عبادت دکھلائی اور باطن میں اسکو لوگوں کا پیشوا بننے کے حصہ سے فروخت کر ڈالا تو وہ دیدار باری تعالے سے محجوب ہوا اور حق عز وجل کے خطاب سے دنیا و آخرت میں محروم رہا۔

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ
اور ان میں سے ایک فریق ایسے لوگ ہیں کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب تاکہ تم اسکو کتاب الٰہی میں سے خیال کرو حالانکہ وہ
مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝
کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں وہ اللہ کے یہاں سے حالانکہ وہ اللہ کے یہاں سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں

وَإِنَّ مِنْهُمْ۔ اہل الکتاب اور انہیں سے ف۔ یعنے اہل کتاب میں سے۔ اور جو صفتیں آگے بیان ہوئی ہیں ان سے ظاہر ہے کہ مراد اہل کتاب سے یہود ہیں ولیکن اولی یہ ہے کہ عام رکھا جاوے و کلام مفسرؒ بھی اسی طرف مشیر ہے۔ یعنے اہل کتاب میں خواہ یہود ہوں یا نصاریٰ

ہون۔ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا ـ طائفة ككعب بن الاشرف ایک ٹکڑا ہی جیسے کعب بن الاشرف عالم یہودی واسکے مانند لوگ جنکا حال یہ ہو کہ يَلْوُنَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ ـ ای یعطفونہا لقراءتہ عن المنزل الی ما حرفوہ من نعت النبی صلعم ونحوہ کہ کتاب کی قراءۃ کے ساتھ موڑتے ہین نازل کردہ شدہ سے اسکی طرف کہ جو انھون نے تحریف کی ہی نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم واسکے مانند آیۃ الرجم وغیرہ کے۔ اور تحریف یعنے تقلیب ای لوٹ پوٹ کر دینا اسکی ٹھیک وجہ سے پس تحریف کرنے والا کبھی اپنے پاس کے بنائے کلام سے راہ صواب سے زبان کو پیچیدہ کرتا ہی اور السنۃ جمع لسان ہی بنابر آنکہ لسان مذکر ہی ورنہ مونث ہوتی تو السن آتا اور فراء نے کہا کہ مین نے عرب سے سوائے مذکر کے اسکو مونث نہین سنا اور کبھی کلام کو بھی لسان کہکر تعبیر کرتے ہین۔ الحاصل اسطرح اپنی تحریف کو بنا کر پڑھتے ہین لِتَحْسَبُوهُ ـ ای المحرف مِنَ الْكِتَابِ ـ الذی انزل اللہ تعالے تاکہ خیال کرو تم اسکو یعنے تحریف کیے ہوے کو اس کتاب مین سے جسکو اللہ تعالے نے نازل فرمایا ہی۔ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ ـ حالانکہ وہ کتاب الٰہی مین سے نہین ہی ف پس فریب دیتے ہین۔ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ـ اور کہتے ہین کہ یہ لکھا ہوا اللہ تعالے کی طرف سے ہی حالانکہ وہ اللہ تعالے کی طرف سے نہین ہی۔ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ـ انہم کاذبون۔ اور اللہ تعالے پر جھوٹ باندھتے ہین حالانکہ جانتے ہین اس بات کو کہ وہی جھوٹے ہین ف۔ جاننا چاہیے کہ قولہ تعالے يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ ـ دو وجہ کو محتمل ہی اول آنکہ مروڑتے زبان کو پس مائل کرتے منزل الٰہی سے طرف اپنی محرف کے دوم آنکہ عطف کرتے اور پھیرتے طرف تشبیہ کتاب کے اور فرق دونون وجہ مین یہ ہی کہ اول وجہ مین تحریف حقیقی ہی یعنے جو اللہ تعالے نے نازل کیا اس نص کو چھوڑتے اور جو تبدیل کیا ہی اسکو پڑھتے تھے اور دوم صورت مین تحریف معنوی ہی یعنے نص کے ساتھ اس طرز سے زبان کو پیچیدہ کرتے کہ اس سے جو مراد صحیح ہی اسکے برخلاف کچھ اور وہم ہوتا اور مترجم کہتا ہی کہ وجہ اول مین السنتہم یعنے کلامہم لینا زیادہ واضح ہی اور حاصل یہ کہ اپنے محرف کلام کو اسطرح زبان موڑ کر پڑھتے کہ تم خیال کرو کہ وہ کتاب ہی جو اللہ تعالے نے اتاری ہی۔ اور وجہ دوم پر السنتہم اپنے حقیقی معنے پر اولی ہی اور مفسر رحمہ اللہ کا ظاہر کلام اسکو مشعر ہی کہ وہ لفظی تبدیل نہ تھی بلکہ عادت زبان تھی جس سے تاویل مرادہ مین فرق وتحریف ہو جاتی تھی اور یہ قول مجاہد وشعبی وحسن وقتادہ وربیع بن انس کا ہی کہ يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ ـ ای تحریف کرتے تھے اسکو هكذا ذكره ابن كثير بہذا المعنی۔ اور کہا کہ ایسا ہی بخاری رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ انہم یحرفون ویزیلون ولیس احد من خلق اللہ یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ لکنہم یحرفونہ یتاولونہ علی غیر تاویلہ۔ وحاصل آنکہ مخلوق خدا تعالے مین سے کسیکو یہ مجال نہین ہی کہ اللہ تعالے کی کسی کتاب مین سے کوئی لفظ مبدل کر دے لیکن یہ لوگ جو تحریف کرتے تھے تو جو اسکی تاویل ہی اسکے سوائے دوسری تاویل کرتے تھے۔ اور وہب بن منبہ نے فرمایا کہ توریت وانجیل کو جیسا اللہ تعالے نے اتارا ویسے ہی تھین انمین سے کوئی حرف متغیر نہین ہوا ولیکن یہود ونصاری تحریف وتاویل سے گمراہ ہوتے تھے اپنے معنے بدلتے تھے اور دیگر کتابین اپنی طرف سے نقل لیتے ولکھتے تھے اور کہتے کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے ہی حالانکہ وہ اللہ تعالے کی طرف سے نہ تھی اور رہی وہ کتابین جو اللہ تعالے کی طرف سے تھین تو وہ محفوظ تھین انمین کچھ تحویل نہ تھی رواہ ابن ابی حاتم اور شیخ ابن کثیر رح نے اس روایت کے معنے مین تنقید کی کہ وہب رح کے کلام مین اگر کتب سے وہ کتب مراد ہین جو یہود ونصاری کے پاس موجود تھین اور ہین تو اسمین کوئی شک نہین ہی کہ انمین تبدیل وتحریف وزیادتی وکمی بہت کچھ ہی اور اصل زبان مین نہین جنمین نازل ہوئی تھین بلکہ ان لوگون نے اسکو ترجمہ کیا پھر یہ ترجمے جو مشاہدہ ہین خواہ زبان عربی مین یا اور زبانون مین تو ان مین بہت چوک غلطی بھول ہی اور بہت کچھ بڑھایا ہوا اور بہت کچھ گھٹایا ہوا اور فاش وہم ہی اور یہ ایسا ہی جیسے اپنی سمجھ کے موافق کسی مضمون کو ادا کر دیا

۸

پھران یہود و نصاری کی سمجھ کا یہ حال ہی کہ انہین سے بہتون کی بلکہ اکثرون کی بلکہ سب کی سمجھ بہت خراب ہی انھون نے جو کچھ حکم جیسا کچھ مذکور تھا وہی نہین ترجمہ کیا بلکہ اسکو اپنی ناقص سمجھ کی کسوٹی پر رکھا اور اس سمجھ پر جو معنے خیال کیے وہ ترجمہ کر دیے ۔ پھر وہ سب کی مراد یہ ہی کہ وہ کتب جو اللہ تعالے کی اُتاری ہوئی تھین وہ جیسی تھین واقعی ویسی ہی ہین مترجم کہتا ہی یہ قول شیخ ابن کثیرؒ کا نہایت محقق ہی اور میرے نزدیک بھی صحیح ہی اور اسی پر ائمہ تحقیق کا مدار ہونا چاہیے اور حاصل اس تحقیق کا یہ ہی کہ علمائے یہود نے مثلاً توریت کی تفسیر کی اور جو آیات اسمین تناویل صحیح تھین انکو اپنی رائے ناقص پر دوسرے معنے پر اُتارا اور آخر جو کتابین اپنے قلم سے اپنے طور پر لکھین انہین یقین کرکے وہی معنے بجائے اس آیت کے درج کیے جسکے معنے سمجھنے مین واقعی خطا کی ہی اور اسی پر انکا مدار ہوا پس اصل کتاب آلہی تو محفوظ تھی ولیکن جو انکے درمیان ہاتھون ہاتھ متداول رہی وہ تحریف و تبدیل و زیادت و نقصان سے اور خطائے فاحش و وہم سے بھر گئی جس سے ہرگز یہ معلوم نہین ہوتا کہ اصل حکم آلہی کیا تھا اور اللہ تعالے کا احسان ہی کہ قرآن مجید مین اہل تفسیر نے اصل کے ساتھ اپنی رائے لکھی ہی ورنہ اگر اہل سلام بھی عالمون کو اسیطرح ماننے لگتے کہ جو وہ کہین وہی ٹھیک ہی اور جسکو حلال کہین حلال اور جسکو حرام کہین وہ حرام ہی تو اسمین بھی ویسی ہی تحریف ہو جاتی پس تمام حمد جناب باری تعالے کو ہی کہ اسنے مسلمانونکو کتاب و سنت کی پیروی کی توفیق دی اور کسی عالم کو یہ مجال نہین ہی کہ مضمون کلام مجید کو الگ تحریر کرے اور روا نہین ہی کہ کوئی مسلمان اسکو قبول کرے ورنہ اسوقت علی الخصوص ایسے فرقہ پیدا ہوے ہین کہ وہ کلام مجید کے معنے مین نہایت غلط و بیجا تحریف کرتے ہین اور اپنی ناقص سمجھ پر غرّہ نہین کھاتے ہین بخلاف اہل کتاب یہود و نصارے کے کہ معنے بدل لیتے اور جان بوجھکر دنیا دنیوی کی ہوس سے ایسا کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ۔ ویقولون علی اللہ الکذب وہم یعلمون ۔ ابن کثیرؒ نے تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالے یہود کے ایک فریق کی خبر فرماتا ہی کہ کلمات کو انکی جگہ اور موقع سے تحریف کرتے اور کلام آلہی کو بدل ڈالتے اور اسکی مراد سے ہٹا دیتے تاکہ جاہل اس وہم مین پڑ جاوین کہ یہ کتاب اللہ ہی اور اسکو اللہ تعالے کی طرف صریح نسبت کرتے حالانکہ وہ اللہ تعالے پر جھوٹ باندھا ہوتا تھا اور یہ لوگ جانتے بھی تھے کہ انھون نے اس سب مین اللہ تعالے پر جھوٹ اور افترا باندھا ہی ۔ مترجم کہتا ہی کہ اگر کہا جاوے کہ قولہ وما ہو من الکتاب ۔ سے معلوم ہو چکا کہ یہ محرف یا مشتبہ محرف نہین ہی کتاب سے پھر آگے کیون فرمایا ۔ و یقولون ہو من عند اللہ وما ہو من عند اللہ ۔ تو بیضاوی وغیرہ نے جواب دیا کہ یہ اول کی تاکید ہی یا بین معنے کہ اس سے اُنپر تشنیع کامل ہی اور اس امر کا بیان ہی کہ وہ لوگ اسکو محض تحاز عم کرتے تھے نہ تعریضاً اور معنے یہ ہین کہ لیس ہو بنازل من عند اللہ ۔ یعنے ہرگز یہ محرف اللہ تعالے کی طرف سے نازل نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ اس معنے سے معتزلہ کا اعتراض بھی دفع ہو گیا کہ معتزلہ نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہی کہ بندہ اپنے کامون کا خالق ہی کیونکہ لَیِّ اللسان بحریف و کذب جو یہود کا فریق کرتا تھا اگر یہ فعل اللہ تعالے کا پیدا کیا ہوتا تو اس فریق کا یہ کہنا صحیح ہوتا کہ ہو من عند اللہ ۔ حالانکہ اللہ تعالے نے رد کر دیا کہ وما ہو من عند اللہ ۔ پس معلوم ہوا کہ یہ فعل اللہ تعالے کا مخلوق نہین بلکہ یہود کا پیدا کیا ہی اور جواب سکا یہ ہی کہ وما ہو من عند اللہ کے تو یہ معنے ہین کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل کتاب نہین ہی اور اس سے یہ نہین لازم آتا کہ بندے کے کسب پر اسکو اللہ تعالے نے پیدا نہین فرمایا کیونکہ یہ عام ہی اور نازل نفرمانا خاص ہی پس خاص کی نفی سے عام کی نفی نہین ہوتی ہی حاصل یہ کہ یہود نے جو تحریف کا فعل کیا یا وہ اللہ تعالے کی تاثیر سے پیدا ہوا اور یہ نہین ہی کہ اللہ تعالے نے پیدا کرکے اسکو نازل کیا اور یہ صاف ظاہر ہی فافہم ۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ

کسی بشر کا کام نہین کہ اللہ تعالے اسکو کتاب دیوے اور حکم اور پیغمبری پھر وہ لوگون سے کہے کہ

كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللّٰهِ وَلٰكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنتُمْ

تم میرے بندے ہو اللہ کو چھوڑ کر ولیکن تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تھے تم سکھاتے کتاب کو اور

تَدْرُسُونَ ۙ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُم

جیسے تھے تم پڑھتے اور نہیں کہہ سکتا تمکو کہ تم بنالو فرشتوں کو اور نبیوں کو رب کیا تم کو کفر سکھلاویگا

بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ۝

بعد اسکے کہ تم مسلمان ہو چکو

ونزل لما قال نصاری نجران ان عیسی امرہم ان یتخذوہ ربا او لما طلب بعض المسلمین السجود له صلی اللہ علیہ وسلم۔ **مترجم** کہتا ہے کہ حکم نظم قرآن مجید کا ظاہر ہے خواہ سبب نزول معلوم ہو یا نہو لیکن سبب نزول سے ایک بصارت زیادہ ہو جاتی ہے پھر جاننا چاہیے کہ مفسرین رحمہم اللہ نے اس آیہ کے سبب نزول میں دو قول نقل کیے اور معلوم نہیں کہ اصل سبب کون امر واقع ہوا یا دونوں واقع ہوئے یا دونوں باتیں اسکے حکم میں داخل ہیں واللہ اعلم بہر حال محمد بن اسحق رح نے عن محمد بن ابی محمد عن عکرمہ او سعید بن جبیر عن ابن عباس رض روایت کی کہ جب یہود کے علما اور نجران کے نصاری جمع ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور آپنے انکو اسلام کی دعوت کی تو ابو رافع قرظی یہودی نے کہا کہ ای محمد کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اسطرح پوجیں جیسے عیسیٰ کو نصاری پوجتے ہیں پس اہل نجران میں سے ایک شخص نے جسکو رئیس کہتے تھے کہا کہ ای محمد کیا آپ ہم سے یہ چاہتے ہیں اور اسی کی طرف ہمکو بلاتے ہیں یا ایسا ہی کچھ کہا۔ تو حضرت صلعم نے جواب دیا کہ معاذ اللہ خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ ہم سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو پوجیں یا ہم غیر اللہ کی عبادت کا حکم کریں مجھے اللہ تعالیٰ نے اسواسطے نہیں بھیجا اور نہ اسکا حکم کیا یا ایسا ہی کچھ حضرت صلعم نے جواب دیا پس اللہ تعالیٰ نے اسی معاملہ میں نازل فرمایا۔ قولہ ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب تا قولہ تعالیٰ اذ انتم مسلمون یعنی بعد ازانکہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ کذا ذکرہ ابن کثیر۔ اور معالم میں اسکو عطاء رح کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ مقاتل و ضحاک نے فرمایا کہ یہ آیت نصاری نجران کی رد میں نازل ہوئی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ عیسیٰ نے ہمکو حکم دیا ہے کہ ہم اسکو رب بناویں۔ یہی قول مفسرین نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم آپ پر سلام کرتے ہیں جیسے ہمارا بعض بعض پر سلام کرتا ہے کیا ہم آپکو سجدہ نہ کیا کریں آپ نے فرمایا کہ معاذ اللہ نہیں چاہیے کہ کوئی کسی کو سجدہ کرے فقط اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرے ولیکن تم اپنے نبی کی تعظیم تکریم کرو اور حق دار کا حق پہچانو۔ ذکرہ محی السنۃ والبیضاوی وغیرہما۔ مَا كَانَ۔ ینبغی۔ یعنے کان بمعنے ینبغی ہے یعنے نہیں لائق ہے لِبَشَرٍ کسی بشر کو یعنے کسی کو نہیں پہونچتا اور کسی کو روا نہیں ہے کیونکہ بشر ہونا اس امر کے منافی ہے کہ وہ رب ہو پھر کیونکر بشر ہو کر کہہ سکتا ہے کہ تم مجھے رب بناؤ اور میری عبادت کرو اور بشر بھی کیسا کہ جاہل نہیں بلکہ فرمایا۔ أَن يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو علم کتاب الٰہی دیا اور فقط علم ہی نہیں بلکہ فرمایا۔ وَالْحُكْمَ ای الفہم للشریعۃ۔ یعنے شریعت کی سمجھ بھی اسکو دیدی اور یہ ایک نور حضرت حق عز وجل کیطرف سے ہوتا ہے جیسا کہ تفسیر اسکی سابق میں گذری ہے پھر علم و سمجھ ہی نہیں بلکہ خاص جبلت و عہد و پیمان سے سرفراز کیا ہوا چنانچہ فرمایا۔ وَالنُّبُوَّةَ اور نبوت دی پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللّٰهِ۔ بندے ہو جاؤ۔ **ف** کیونکہ اس بڑی منزلت سے نبی کو اپنا بندہ ہونا اور سب کا محتاج بندہ ہونا اور حضرت حق عز وجل کا پاک کامل پروردگار جامع جمیع صفات کمال ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے پھر وہ کیونکر کہیگا کہ اللہ تعالیٰ کو جو مستحق عبادت معبود ہے چھوڑ کر میری بندگی کرو۔

ع ۱۶

وَلٰكِنْ یقول۔ ولیکن یہ بشر کہیگا کہ۔ **كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ** ۔ تم ربانی ہو جاؤ یعنے علماے عاملین منسوب الی الرب بزیادۃ الالف والنون
تفخیما۔ یعنے ربانیین جمع ربانی ہی اور معنے اسکے علماے عاملین ہی اور یہ منسوب ہی رب کی طرف اور اسمین تفخیم یعنے بھاری بھرکم ہونے کے واسطے
الف و نون بڑھا دیا گیا جیسے بھاری گردن والے کو رقبانی اور بھری داڑھی والے کو لحیانی کہتے ہین ذکرہ **البیضاوی** وغیرہ اور یہ قول
سیبویہؒ کا ہی اور حضرت ابن عباسؓ وابو رزین وغیرہ سے علماے ربانی سلف سے کونوا ربانیین کے یہ معنے مذکور ہین ای حکماء علماء ہو جاؤ
یعنے اس حکمت کو حاصل کرو جو اللہ عزوجل نے اپنے پیغمبرون کو عطا کی ہی اور اس سمجھ کے جاننے والے ہو جاؤ جو علم نبوت سے حاصل ہوتی ہی اور
عقل کلی او رعقل سلیم حاصل کرو اور **حسن البصری** اور بہتیرے تابعین نے فرمایا کہ فقہاء ہو جاؤ اور فقہ بھی ایسی ہی سمجھ کو کہتے ہین اگرچہ مرتبہ
اول اعلیٰ تر ہی اور قول دوم ادنیٰ کو بھی شامل ہی اسیواسطے یہ قول بھی ابن عباس وسعید بن جبیر وقتادہ وعطاء وعطیہ وسبیع سے مروی
ہی اور ایسا شخص بڑا پرہیزگار و عابد ہوگا اسیواسطے اہل عبادت و اہل تقویٰ کے معنے بھی حسنؒ سے مروی ہین اور بعض نے کہا کہ ربانی
وہ شخص جو لوگون کو تربیت کرے اسطرح کہ پہلے چھوٹے علم سکھاوے پھر بڑے جیسے حضرت رب تبارک وتعالےٰ بندون کو آسانی کے ساتھ تعلیم
فرماتا ہی اور روایت ہی کہ جب حضرت ابن عباسؓ کا انتقال ہوا تو محمد بن الحنفیہ فرزند حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آج اس امت کا ربانی
انتقال کر گیا۔ اور ابو عبیدہ نے کہا کہ میرا گمان ہی کہ یہ لفظ عبرانی یا سریانی ہی۔ بہرحال یہ نصاریٰ پر رد ہی کہ انھون نے حضرت عیسیٰؑ پر افترا باندھا
ایسی بات کا جو وہ نہین کہہ سکتے اور نہ انھون نے کہی ہی اور جو کچھ انھون نے کہا اسکو چھپایا اور یہ ان اہل کتاب کا دستور ہی چنانچہ پہلے اللہ تعالےٰ پر
افترا باندھنا مذکور ہوا اور یہان اللہ تعالےٰ کے رسولون پر افترا باندھنا مذکور ہی کہ انھون نے کہا ہمکو رب بناؤ حالانکہ انھون نے ایسی
تعلیم نہین کی بلکہ برعکس کہا کہ کونوا ربانیین تم اللہ والے ہو جاؤ۔ **بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ** ۔ بالتخفیف والتشدید تعلمون تخفیف از علم
قراءۃ **ابن کثیر وابو عمرو نافع** کی ہی یعنے اسکے بسبب تمہارے جاننے کے کتاب کو اور تشدید کے ساتھ از تعلیم باقیون کی قراءۃ ہی بحذف مفعول
ای تعلمون الناس الکتاب۔ یعنے بسبب تمہارے سکھلانے کے لوگون کو کتاب الٰہی۔ **وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ** ۔ ای بسبب ذلک
فان فائدتہ ان تعملوا۔ اور بسبب امر مذکور کے یعنے اپنے عالم یا معلم اور دارس ہونے کے ربانی ہو جاؤ کیونکہ فائدہ اسکا یہی کہ عمل کرو اور درس سے
مراد کتاب کو پڑھنا اور اسکے الفاظ کو حفظ رکھنا ہی اسی وجہ سے مکیؒ نے اول مین تشدید کی قراءۃ کو راجح کہا ہی کہ پڑھانا اور پڑھنا دونون
آگیا اور اسمین دلیل ہی کہ جاننا علم حق کا اور سیکھنا سکھلانا جس سے اسپر عامل ہوتا ہی اور اسی پر کاربند ہوتا ہی اسی سے ربانی ہوتا ہی پس جو
شخص اس قصد سے نہ حاصل کرے بلکہ نام آوری وغیرہ مقصود ہو اسنے اپنے کو برباد کیا اور وبال مین پڑا اور اسی سے حدیث مین پناہ
مانگنا مذکور ہی اللھم ربی اعوذ بک فاغفرلی ووفقنی۔ **وَلَا يَاْمُرَكُمْ** ۔ بالرفع استینافا ای اللہ والنصب عطفا علی یقول ای البشر
اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۔ یعنے یامر برفع قراءۃ **ابن کثیر اور ابو عمرو ونافع** رحمہم اللہ کی منجملہ
قراءت مشہورہ کے ہی پس جملہ مستانفہ ہوگا اور فاعل اسکا حضرت حق عزوجل ہی یعنے اور نہین حکم دیتا ہی تمکو اللہ تعالےٰ یہ کہ ملائکہ و نبیون کو
پروردگار بناؤ۔ اور ابن عامر وکوفیون کی قراءۃ مین یامر منصب ہی بنابرینکہ ثم یقول پر عطف ہی پس فاعل اسکا بھی وہی البشر ہی اور لا
کا بڑھانا بغرض تاکید معنے نفی ہوگا یعنے یہ کہ اور نہین روا ہی کسی بشر کو جسکو اللہ تعالےٰ صفات مذکورہ سے موصوف کرے ونبی کرے
پھر حکم دے وہ لوگون کو کہ میرے بندے ہو اللہ کو چھوڑ کر اور حکم دے یہ کہ ملائکہ و نبیون کو رب بناؤ۔ یا یون کہا جاوے کہ نہ یہ حکم کریگا کہ
اپنے ہم جنسون کو پروردگار بناؤ۔ جیسے صابیہ نے ملائکہ کو رب بنایا اور یہود نے عزیرؑ کو اور نصاریٰ نے عیسیٰؑ کو اور صابئیہ مین اختلاف ہی

بعض نے کہا کہ ایک قوم ہی جو ملائکہ کی عبادت کرتے ہین اور بعض نے کہا کہ فرقہ از یہود یا نصاری ہی اور بعض نے کہا کہ فرقہ از مجوس ہی اور اسی بنا پر
باب زکوۃ مین اختلاف ہی اور یہ مسئلہ فقہ مین ہی۔ أَيَأْمُرُكُم بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ۔ لا ینبغی لہ ہذا۔ کیا وہ تمکو مسلمان
ہو جانے کے بعد کفر کرنے کا حکم کریگا۔ یہ اسکو لائق ہی نہین ہی۔ یعنے استفہام بایں معنے ہی کہ اسکو ایسا کرنا سزاوار نہین ہی اور بیضاوی نے
کہا اسمین دلالت ہی کہ یہ خطاب مسلمانون کو ہی اور انھین نے حضرت صلعم سے اجازت چاہی تھی کہ آپکو سجدہ کیا کرین مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین ہی
کہ دروازہ مسجد پر اونٹ نے آپکو سجدہ کیا آپ مسجد مین تھے یہ دیکھکر بعض صحابہ رضہ نے عرض کیا کہ جانور آپکو سجدہ کرتے ہین ہم زیادہ مستحق ہین کہ سجدہ
کرین آپ نے انکو منع کیا کہ اللہ عز وجل ہی کو سجدہ کرو اور میری تکریم کرو جیسا کہ اصل حدیث مین مصرح ہی واللہ اعلم۔ شیخ نے عرائس البیان
مین لکھا کہ۔ قولہ ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب الآیۃ۔ جس شخص کو اللہ تعالے نے اپنی درگاہ کی نزدیکی اور مشاہدہ دینے کے ساتھ مخصوص فرمایا
اسکو یہ روا نہین ہی کہ اسکا دل اسطرف جھکے کہ مخلوق کے نزدیک رئیس بنے اور چاہے کہ یہ لوگ میری حرمت کرین اور یہ نہین کہ حضرت حق عز وجل
کے جلال عظمت کے سامنے اپنی بھی وہ کچھ قدر و قیمت خیال کرے اسواسطے کہ جو شخص درجۂ توحید کو پہونچ گیا وہ اپنے نفس کا کچھ بھی وزن نہین
سمجھتا کیونکہ اسکو عظمت و جلال حق کی تجلی ظاہر ہو جاتی ہی اس تجلی پر وہ اپنے آپکو ناپید و معدوم جانتا ہی بلکہ جانتا ہی نہین پھر وہ اس بات پر
ہمیشہ خجل و شرمندہ رہتا ہی کہ حق عز وجل کے وجود پاک کے سامنے اسکا بھی کچھ وجود ہو پس اللہ عز وجل سے عیار کرکے چاہتا ہی کہ فنا ہو جاوے
لیکن جبکہ وہ اپنے اوپر اللہ تعالے کی نعمتین دیکھتا ہی کہ جمال کشف فرمایا اور قرب وصال عطا اور جلال و عزت و کبریا و عظمت و قہر و لطف سے
سرفراز کیا تو مخلوق پر انکے حال پر افسوس کرکے مہربان ہوتا ہی اور انکو بھی اللہ عز وجل کی بندگی اور اسکی مرضیات طلب کرنے کی طرف بلاتا ہی اور یہی
ہین معنے قولہ تعالے ولکن کونوا ربانیین۔ یہ حکم ہی حضرت حق عز وجل کی طرف سے اپنے انبیاء و اولیا کو یعنے تم لوگ میری صفت سے موصوف
ہو جاؤ جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تخلقوا باخلاق الرحمن۔ یعنے حضرت حق عز وجل کے اخلاق سے اپنے آپکو آراستہ کرو۔ اور یہ وصف
ایسے شخص کا ہی جسکو اللہ تعالے نے جمال ازلی و جلال ابدی کے پاک نور کا لباس پہنایا ہی اور یہ لباس اسکو پہلے اس سے پہنایا کہ وہ مٹی کا بشر موجود
ہو لیکن وہ صبح قدم ہی کے نور سے اسیوقت منور ہو گیا تھا کہ جب اشباح و اجسام عدم مین تھے پھر جب اللہ تعالے نے ارواح کو ان شکلون
مین بسایا اور اس اندھیرے مین داخل کیا تو انکو خطاب انبساط سے مخاطب کیا یعنے ایسے خطاب سے کہ جس سے انکا خوف ذرا کم ہو پس
فرمایا کہ تم لوگ پانی و مٹی کی طرف اپنی نسبتین مت لگاؤ بلکہ اللہ تعالے کی طرف نسبت لگاؤ یعنے اپنی خواہش نفسانی کے پابند مت ہو تاکہ اس سے
اپنے جسم کو جو پانی مٹی کا پتلا ہی فربہ کرو اور حیوان کہلاؤ بلکہ ایسے کام کرو جس سے تمہارا منسوب ہونا حضرت حق عز وجل کی طرف درست ہو
اور یہ مطلب ہی کہ اللہ عز وجل کی محبت سے آراستہ ہو اور مکاشفہ و مشاہدہ حاصل کرو اور اوتعالے کی صفات کاملہ سے متصف ہو اور حضرت
عز وجل کی درگاہ مین پہونچکر وہان سے تربیت حاصل کرو۔ پھر جاننا چاہیے کہ وجود ان لوگون کا اللہ تعالے کے فضل خاص ذاتی قدمی سے
ہی اور یہ لوگ ویسے نہین ہین جنکا وجود بامر کن ہوا کیونکہ امر تو عوام کے واسطے ہی اور فعل ان لوگون کے واسطے ہی جو خاص ہین اور ساتھ
ہی یہ بھی جان رکھنا چاہیے کہ اوتعالے شانہ تشکل سے اور تشبیہ سے اور خیال و اوہام کسی کی سمجھ مین آنے اور خود سمجھنے سے اور نیز جزء یا کسی کا جزء ہونے
یا کل یا کسی کا کل ہونے سے اور بعض ہونے سے اور ہر صورت و تشکل و زمانہ و مکان سے ان سب باتون سے پاک و برتر ہی۔ قولہ تعالے بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم
تدرسون۔ یعنے خاصکر کے تمکو علم لدنی اور علم کتاب و سنت اور علم شریعت عطا ہوا ہی اسکی وجہ سے تمپر لازم ہی کہ اس تشکل انسانیت سے اور اوصاف
بشریت سے باہر ہو جاؤ۔ اور شیخ جعفر صادق رح نے قولہ کونوا ربانیین مین کہا کہ دل کے کانون سے سننے والے اور غیب کی آنکھون سے

دیکھنے والے ہو جاؤ اور بعض نے فرمایا کہ کونوا ربانیین اے اللہ والے عالم اور اللہ کے بندوں سے حلم کرنے والے ہو جاؤ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قول ابن عباسؓ وغیرہم کا ہے جیسا کہ مذکور ہوا اور شیخ ابن عطاء نے کہا کہ تم لوگ اپنی پہلی تربیت کو معائنہ کرو تاکہ ان سب آفتوں سے چھوٹ جاؤ اور نیز فرمایا کہ ان نیکوں کو اس خطاب سے نکال لیا جو اوروں سے بندگی کا خطاب کیا ہے۔ اور واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ تم اپنی تربیت کی اوقات اور تقدیر کو جو آدم علیہ السلام سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھی معائنہ کرو پس آدم کی طرف نسبت لگانا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فخر کرنا اس ذات پاک کی طرف نسبت نہیں ہے جسنے تمکو ازل میں مقدس کیا ہے۔ اور نیز کہا کہ قولہ کونوا ربانیین اے تم لوگ مانند ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہو جاؤ کہ جب انپر وہ امور طاری ہوتے تھے جن سے آدمی گھبراتے ہیں تو انکے دل پر کچھ اثر نہیں کرتے چنانچہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر کے روز کہا کہ یا رسول اللہ یہ اصرار و الحاح آپ کچھ کم کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ جو آپ سے وعدہ فرماتا ہے اسکو پورا کر دیگا۔ اور نیز واسطی رحمہ اللہ نے اس آیت میں کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کو استسلام کا حکم دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو علم کا حکم دیا چنانچہ فرمایا فاعلم پس استسلام تو یہ ہے کہ بندگی کا اظہار کرے اور علم وہ ہے کہ اسکے وسیلہ سے ازلیت و ابدیت تک رسائی ہوتی ہے اسیواسطے انکو قولہ کونوا ربانیین سے خطاب کیا۔ اور شیخ جعفر نے کہا کہ حق تعالیٰ نے انکو خلق سے ایک بارگی صریح الگ کر کے نکالا اور حق عزوجل کی طرف انکو اشارہ سے جذب کیا پھر اگر تجکو منظور ہو کہ تجھے معلوم ہو جاوے کہ خلق کے مقامات و احوال عالم حقیقت میں کیونکر ہیں تو تجکو لازم ہے کہ انکے اخلاق میں کہ جو کچھ منتشر ہیں نظر ڈال پس تو ہر ایک شخص کو اپنی خاص شخصی حالت پر الگ پاویگا پس جو بات اسکی سیرت سے موافق ہوگی اسیکا یقین کریگا پھر دیکھنا چاہیے کہ دل کا ربط کس سے ہے پس سر باطنی کا حال کھل جائیگا کیونکہ اس ربط و ارتباط کا منشا وہی مصدر اول ہے پس اگر اذکار الٰہی اسکو خوش آتا ہے اور جو اسکے پیشتر و اس سے ناخوش ہو جاتا ہے تو اسکی باطنی حقیقت کھل گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں جھگڑا کرتا ہے اور اسکی بندگی میں متمرد ہے اگرچہ اسکو خود اسکا شعور نہو۔ اور بعضے عارفوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو آدم سے باہر کیا تاکہ اس پانی مٹی پر فخر کرنا چھوڑیں اور اللہ تعالیٰ کی بندگی سے نسبت پیدا کریں۔ اور شیخ شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بندگی کرنے کا خطاب جو انکو فرمایا ہے اس سے انکو خارج کیا پس جسنے استحقاق علم حاصل کیا وہ علم ربانیت کا مستحق ہے اور ربانی وہ ہے جو سوائے رب تعالیٰ کے اور کسی سے علوم نہیں لیتا اور نیز علم کے ظاہر ہونے میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع فرماتا ہے۔ اور واسطی رحمہ اللہ نے اس آیت میں کہا کہ قولہ کونوا ربانیین۔ اگر تو نفوذ انوار الٰہی ہو تو بہتر ہے لیے اس سے بہتر و عمدہ یہ کہ تو فرزند آسیب و گل ہو اور افعال و احصاء و عدد کا بیٹا ہے۔ اور شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ربانی وہ ہے جو عالم باللہ تعالیٰ اور عالم بامر اللہ تعالیٰ ہو اور اسکو علوم لدنی میں سے وہ کچھ کشف کیا گیا ہو اور نیز فرمایا کہ ربانی وہ ہے جو اپنے پروردگار کے مقابلہ میں کسی حال کا اعتبار نہیں کرتا۔ اور حضیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کونوا ربانیین کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے سننے والے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بولنے والے ہو جاؤ قال المترجم یعنے سماعت اور سننا تمہارا تمسے نہو بلکہ خدائے تعالیٰ سے ہو اور بولنا تمہارا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو جیسا اللہ کا حکم ہو تو تمہاری طرف سے نطق صادر ہو۔ اور فضیل بن العباس الشکلی نے فرمایا کہ قولہ کونوا ربانیین اے مانند ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ہو کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو جسقدر اسرار باطنی تھے سب مضطرب ہو گئے اور آپکی وفات سے انکو اضطراب پہونچا مگر سر ابی بکر رضی اللہ عنہ اسمیں مستقل رہا چنانچہ ابو بکرؓ نے کہا کہ من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت۔ یعنے جو شخص تم میں سے محمد کو پوجتا تھا تو وہ البتہ مضطرب ہو کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کیا اور جو شخص کہ اللہ عزوجل کو پوجتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مریگا۔ حاصل یہ کہ آخر یہ اضطراب کیوں ہے کیونکہ آنحضرت صلعم نے اللہ عزوجل کی طرف راہ دیدی ہے پس اللہ تعالیٰ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مریگا

ف اشارہ دقیقہ در تعمیل اوامر(?)
در بیان سلوک
ف اشارہ فی علم ... الاالٰہ ...

اور محمد صلعم کو کوئی نہیں پوچھتا تھا کہ اس سے بیرا اضطراب ہوا۔ فاسمع تو نے فرمایا کہ کونسا ربانی نہیں۔ یعنے آراستہ باخلاق حق ہوا اور علم والے عالم ہو جاؤ
اور بعض نے فرمایا کہ ربانی وہ ہی جو اپنے نفس کو اللہ تعالے کی یاد مین بھولا اور اپنی اوقات کو اسکے اوقات مین بھولا اور اپنی عمر و رزق کو اسکی صفات مین
بھولا پھر اسکی صفات نے اس شخص کو اسکی ذات پاک کی طرف جذب کیا اور اسکی ذات نے اسکو مالک صفات کیا بعض نے کہا کہ ربانی وہ ہی
جس سے اسکے نفس کا سایہ اُٹھ گیا اور وہ سایہ وجود کے تحت مین زندہ رہا اور بعض نے کہا کہ ربانی وہ ہی جو اپنے وجود سے گم ہوا اور اپنے شہود سے
محو ہوا اور بعض نے فرمایا کہ ربانی وہ ہی جسمین قدم کی انقادیر موثر نہون۔ اور حاصل اسکا یہ ہی کہ تقدیر مین جو کچھ جسکے واسطے لکھا گیا ہی اسکے
واقع ہونے سے اسمین کچھ تغیر نہو بلکہ انکو خوبی کے ساتھ برداشت کرے اگرچہ اس سے کتنے ہی مخالف ہون۔ اور بعض نے کہا کہ ربانی وہ ہی کہ
کوئی محنت اسکو نفرت نہ دلاوے اور کوئی نعمت اسکو جنبش بکر اپنی طرف نہ لاوے پس وہ نقادیر قضا و قدر کے ساتھ اگرچہ مختلف ہون ایک
حال پر رہتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ ربانی وہ ہی جو کسی امر کے اسپر وارد ہونے سے اثر پذیر نہو پھر اگر کوئی شخص اپنے یا کسی کے قلب کی رقت نے
یا کسی امر کے ہجوم کی استمالت نے یا کسی امر نے جسمین اسکو خطرات پیدا ہوتے ہین اسکے دل کو اپنی طرف پھیرا تو وہ ربانی نہین ہی۔ اور بعض نے
فرمایا کہ ربانی وہ ہی جو حوادث یعنے واقعات مین سے کسی واقعہ کے ہونے پر زبان سے اور دل سے کچھ پروانہ کرے اگرچہ وہ شرع مین سے کسی چیز کے
کرنے مین تقصیر کرے۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ بما کنتم تدرسون۔ یعنے جو کچھ تم نے درس پایا ہی یہ کہ میرے احسان تمپر پے درپے ہوے اور میری نعمت
تمپر ابر پڑھی۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ بما کنتم تعلمون الکتاب بما کنتم تدرسون۔ یعنے میری آیات و نعمتین اور جو کچھ مین نے تمہارے امور
کی تولیت و پرداخت فرمائی ہی۔ قولہ تعالے ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبیین اربابا۔ وہ تمپر احسان نہین رکھتے کہ تمکو انھون نے تعلیم دیا ہی
خواہ انکی پاکیزگی بیان کرو یا شکر گذاری پھر۔ وہی لوگ اپنے دلون سے کبھی اپنے درجون کی طرف اور اپنی تمکین کی طرف التفات نہین کرتے ہین
اور جانتے ہین کہ وہی لوگ کبھی دیدار الوہیت مین اور ربوبیت مین ایسے ہی ہین جیسے ہر شئی مین ہر شئی ہوتی ہی اور وہی لوگ اللہ عزوجل کی
عظمت کے مقابلہ مین تمام مخلوق کو مع اسکے جو کچھ اسمین ہی اور جو لوگ اسمین ہین مثل ایک ذرہ کے بمقابلہ آسمان و زمین کے خیال کرتے ہین
اور اپنی ذاتی امور کے واسطے اللہ تعالے کے حکم کے درمیان کچھ تعرض نہین کرتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ حق عزوجل کا حکم تمام امور پر غالب ہی
اور وہی لوگ کبھی اور مخلوق کے مانند اللہ تعالے کے حکم کے مامور ہین۔ قولہ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون۔ یہ لوگ بزرگ جو خلق کی طرف آتے
ہین تو اسیواسطے آتے ہین کہ اپنے اسرار باطنی کو تمام مخلوق و حوادث سے اللہ تعالے کی خالص عبودیت مین پاک و مہذب کرین اور انکی
مخلوق کو اسرار حقیقت اور انوار شریعت اور اللہ تعالے کی وحدانیت اور اسکی صفات کی پاکیزگی اور اسکے بقا و جمال و جلال کی عزت کی خبر
دیتے ہین اور تمکو حکم دیتے ہین کہ حبل اللہ المتین۔ کو مضبوط پکڑلین اور یقین کے ساتھ خالص ایمان کہین۔ اور شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ
وہ لوگ بسبب اسکے کہ اللہ تعالے کے منظور نظر ہین اسکے خطاب کا موقع قرار دیے گئے ہین مگر انکے ہاتھ مین نفع و ضرر مین سے کچھ نہین ہی کچھ بھلا
جو لوگ انکے سوا ہین انکی کیا کیفیت ہی کہ انکے ہاتھون مین کچھ بھی اختیار نفع و ضرر ہوگا۔ قال المترجم یہ قول جو شیخ ابن عطاء رح سے شیخ نے
نقل فرمایا ہی تو بلا خلاف سب سلف کا قول ہی اور علماء و فقہاء مجتہدین اسمین کوئی مختلف نہین ہی لیکن ہمین دیکھتا ہون کہ اس زمانہ کے وہ لوگ
جو دین و راہ حق اور اسرار باطن سے بالکل بے خبر ہین اس بات مین تامل کرتے ہین اور یہ خود اپنے ایمان مین نقصان ڈالتے ہین اور ان بزرگون کی
شان مین کمی کرتے ہین حتیٰ کہ اس مقام کے سر خفی سے جو سابق مین مذکور ہوا ہی مرد فطانت ہو خود ظاہر ہی یا جو کہ اللہ الموفق۔ اور آسمیٰ رح
نے اس آیت مین فرمایا کہ تم لوگ اپنے اسرار باطنی سے انکی تعظیم کو اپنے دلون مین مت لاؤ اور یہ کہ انکے معانی مین کفر لاؤ اور جان لو کہ الٰہی

ف اللہ تعالے کی مضبوط رسی جو قرآن ہی یا توحید یا اسلام یا اسلام یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ۱۲ منہ

ربوبیت ہی جسنے عبودیت کو پیدا کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید مراد یہ ہی کہ ان بزرگون کی تعظیم اگر تم اپنی خاطر مین لاؤگے اور اسکا تصور باندھوگے تو وہ قریب اس تعظیم کے ہوگا جو اللہ تعالے عزوجل کی عظمت کو دل مین لاتے ہو کیونکہ اللہ تعالے کی اصلی عظمت تو کچھ کبھی نہین سماتی ہی یہ عظمت جو تصور ہوتی ہی یہ بھی صرف و خالص نہین ہوسکتی کیونکہ باد کثیف انسانی موجود ہی پس عظمت تصوری بھی نقصان کے ساتھ ہوتی ہی اور بعد حضرت عزوجل کے ان انبیاء علیہم السلام کی تعظیم خیال مین خطور کرتی ہی اور یہ چونکہ اپنی اصل مین بھی ناقص ہی اور اس صر باطنی منسوب سے اسکا تصور آسکتا ہی جیسا چاہیے تو وہ قریب قریب عظمت الٰہی عزوجل کے گمان مین ہوجاتا ہی اور یہ منع ہی اگرچہ بعد از خدا بزرگ توئی - یہ قول درست ہی - پھر یہ وہم ہوتا تھا کہ جب انکی تعظیم نہ آئی تو کیا کفر آوے نعوذ باللہ منہ اسکو دفع کردیا کہ کفر تو انکے معانی کا انکار ہی پس ہرگز انکار نہ کرے اور پورا اقرار کرے ہان صرف ملاحظہ عظمت و تصور مین کلام ہی فافہم شیخ نے کہا کہ ابن عطا نے فرمایا کہ خبردار تو ہرگز کسی مخلوق کو ملاحظہ مت کر درحالیکہ تجھکو حق عزوجل کی طرف ملاحظہ کی راہ ملتی ہی فرمایا اللہ تعالے نے - ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ الآیۃ - اور واسطی نے اس آیت مین کہا کہ انکو اللہ تعالے نے اپنے مخاطبات کا محل اور اپنے معاملات کا مقام قرار دیا پھر قولہ ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون - یعنے کیا تم کو حکم کریگا کہ حق عزوجل سے پردہ و دوری مین پڑجاؤ بعد از انکہ تم نے حق عزوجل کا معاینہ پالیا ہی یا یہ حکم کریگا کہ غیر سے ملکر حق عزوجل سے دور ہوجاؤ - اور بعض نے کہا کہ بھلا تمکو حکم کریگا ایسے شخص کی طرف توسل چاہنے کا کہ اسکا خود بھی کوئی وسیلہ سوائے حق عزوجل کے نہین ہی - اور بعض نے کہا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ بھلا تم کو حکم دیگا کہ شکلون کا مطالعہ کرو اور حادث چیز کو خود اسیکے وصل کیطرف نسبت دیگا و پیدا کرنے کا حکم دیگا بعد از انکہ تمکے اسرار مین توحید کے انوار ظاہر چمک چکے ہین اور دلون مین قربت کے آفتاب چمکے ہین -

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ

اور جب لیا اللہ نے اقرار نبیون کا کہ جو کچھ مین نے تم کو دیا کتاب اور علم پھر آوے تم پاس کوئی رسول

مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ

کہ سچ بتاوے تمہارے پاس والے کو تو اسپر ایمان لاؤگے اور اسکی مدد کروگے فرمایا کہ تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر لیا میرا

ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ

ذمہ بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب شاہد رہو اور مین بھی تمہارے ساتھ شاہد ہون

فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

پھر جو کوئی پھر جاوے اسکے بعد تو وہی لوگ ہین بے حکم چلنے والے ہین

و - اذکر - اذ - یعنی - یعنے یہ عطف قصہ کا قصہ پر ہی اور اذ ظرف جو لگے کے جملہ کی طرف مضاف ہی اسکو نصب بفعل محذوف اذکر ہی اے یاد کر یعنے بیان کردے یا یون طور کہ یاد دہانی و نصیحت ہو اور آنحضرت صلعم جبین ہی اور ظاہر وجہ یہ ہی کہ یہ عہد لینا ازل مین ہوا جبکہ تحقیقی زمانہ کا وجود نہ تھا اور مین کبھی اگرچہ زمانہ کے واسطے ہی مگر معنی اسکے عدم کے آتے ہین پس تحقیقی زمانہ ہونا لازم نہین اور یاد رکھنا چاہیے کہ اگر کسی نے نفس کہانی کرو السد الامثر سے جابجا تفسیر مین جو ... کی مدت بھی لی گئی ولیکن ادنی تامل سے یہ عقدہ حل ہوجائیگا اور یہان بمانند قولہ ہل اتی علی الانسان حین من الدہر - یعنے انسان پر ایک وقت دہر گذرا کہ وہ کچھ بھی نہ تھا (مذکور) سمجھنا چاہیے اور یہ بنا بر آنکہ عہد مذکور ازل مین لیا گیا جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہی کہ یہ عہد اسدم لیا گیا کہ اللہ تعالے نے آدم کی پشت سے انکی ذریات کو نکالا ہی اور امام رازی نے کبیر مین کہا کہ یہ میثاق

وہ ہی جو انکی عقلون مین متقرر ہوا اُن دلائل سے جو دال ہین کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری واجب ہی اور قول اول صحیح ہی۔ اَخَذَ اللّٰهُ
مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ۔ عہدہم۔ میثاق بمعنے عہد ہی۔ لَمَا۔ بفتح اللام للابتداء وتوکید معنے القسم الذی فی اخذ المیثاق وکسرہا متعلقۃ
باخذ وما موصولۃ علی الوجہین ای للذی۔ آتَيْتُكُمْ۔ اياه وفي قراءة آتيناكم۔ یعنے لما مین دو قراءۃ ہین ایک قراءۃ بفتح لام اور یہی اکثر کی قراءۃ
ہی بنابرینکہ لام ابتداء ہی جسکو لام توطیہ قسم بھی کہتے ہین پس اس سے تاکید اس معنے قسم کی ہی جو میثاق لینے سے مفہوم ہین اسواسطے
کہ عہد لینا قسم ہی اور دوسری قراءۃ بعض کی بکسر لام ہی پس متعلق اخذ ہی اور ہر دو صورت پر ما موصولہ ہی ای الذی وہ چیز یا بسبب اس چیز کے جو مین نے
تمکو دی اور مفسر رح نے ایاہ بڑھا کر اشارہ کیا کہ صلہ مین ضمیر منصوب جو راجع بجانب موصول ہی بسبب فضلہ ہونے کے روا ہی کہ محذوف ہوا اور نافع رح
کی قراءۃ مین آتیناکم بصیغہ جمع بروجہ تعظیم ہی ای آتیناکموہ۔ جسکو ہم نے تمکو دیا اور قولہ۔ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ۔ بیان اس موصول کا
یا ضمیر صلہ کا ہی اور کتاب شامل ہی ہر مکتوب کو جو اللہ تعالیٰ نے انپر نازل فرمایا خواہ کتاب ہو یا صحیفہ ہو اور حکمت اس کتاب کی فقہ یا اور خاص ہی
جیسا کہ اوپر گذرا (المعنی) اور نصیحت کرے جسدم کہ اللہ تعالیٰ نے نبیون کا عہد لیا قسمیہ بذریعہ اس چیز کے جو مین نے دیا ہمنے) تم کو کتاب
و حکمت سے دی ہی۔ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ۔ من الكتاب والحكمة وهو محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر آوے
تمہارے پاس ایسا رسول جو تصدیق کرنے والا ہی اس چیز کی جو تمہارے پاس ہی یعنے کتاب و حکمت کی اور وہ رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم ہین چنانچہ علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ و ابن عباس رض سے روایت ہی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو انبیا مین سے نہین بھیجا اگر آنکہ اس سے
عہد لیا کہ جب مین محمد صلعم کو مبعوث فرماؤن اور تو اسوقت زندہ ہو تو۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ۔ البتہ محمد صلعم پر ایمان
لائیو اور ضرور اسکی مدد کیجیو اور ہر نبی کو یہ بھی حکم دیا کہ اپنی امت سے یہ عہد لیوے کہ جب محمد صلعم مبعوث ہون اور تم لوگ اسوقت زندہ ہو
تو ضرور انپر ایمان لاؤ اور انکی مددگاری کرو۔ اسیواسطے مفسر رح نے کہا۔ جواب القسم ان ادرکتموہ واممہم تبع لہم فی ذلک۔ یعنے قولہ تعالیٰ لتؤمنن
بہ الخ۔ جواب قسم ہی یعنے پیغمبرون کو کتاب دیکر قسم لی کہ جب پیغمبر آوے تو ضرور اسپر ایمان لائیو و اسکی نصرت کیجیو بشرطیکہ تم اسکا زمانہ پاؤ رہا یہ کہ
انکی امت کو یہ حکم کیونکر ہی تو جواب دیا کہ انکی امت اس حکم مین بدرجہ اولی انکی تابع ہی کیونکہ جس نبی کو یہ حکم ہی کہ محمد صلعم پر بشرط زندہ ہونے
کے ایمان لاوے تو اسکی امت تو ضرور ہی اس حکم کی مامور ہی۔ اور تفسیر رسول کی صفت جو مصداق لما معکم فرمائی ہی یہ ایضاح حال واقعی ہی
کہ یہ رسول ایسا ہوگا کہ اگلے رسول کی رسالت و کتاب و حکمت کی تصدیق فرماویگا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ میثاق خاص کر محمد صلعم کے واسطے ہوا تھا
جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس رض کی تفسیر سے ظاہر ہی اور یہی قتادہ و سدی رح کا قول ہی اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر مین کہا کہ طاؤس
و حسن بصری و قتادہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام سے عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کرین۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ
یہ اسکے منافی نہین ہی جو ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہی بلکہ اسکو مستلزم و مقتضی ہی اسیواسطے طاؤس رح سے مانند تفسیر حضرت
علی و ابن عباس رض کے بھی مروی ہی روایت عبدالرزاق معمر رح کہتا ہی کہ توضیح یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر و اسکی امت کو اپنے مابعد کے آنے والے پیغمبر پر
ایمان لانے کا حکم دیا اور سب کے بعد خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین تو آپ کے لیے جمیع انبیا علیہم السلام سے عہد لیا گیا تھا اور حاصل
یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا کہ پہلے نبی دوسرے نبی کے لائے ہوئے پر ایمان لاوے جو کہ پہلے کی تصدیق کرنے والا ہوگا بشرطیکہ پہلا اسکا زمانہ
پاوے پس ایمان لاوے و مدد کرے اور اگر نپاوے تو اپنی امت کو حکم کر جاوے کہ اگر وہ پاوین تو اسکی مدد کرین اور اسپر ایمان لاوین اور اس سب کی
غایت غائی یہ ہی کہ اسی سلسلہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور مددگاری تمام جہان پر لازم آجاوے کیونکہ ہر امت مین رسول گزر چکا پس

مقصود اس عہد کے خاص نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ابن کثیر نے کہا کہ پس مراد رسول سے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہیں -
صلوات اللہ علیہم اور وہی امام اعظم ہیں کہ اگر وہ کسی زمانہ میں پائے جاتے تو انھیں کی فرمانبرداری واجب تھی اور وہی کل انبیاء علیہم السلام پر
مقدم ہوتے حتیٰ کہ اگر سب سے پہلے آپ کا ظہور ہوتا تو اسکے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور آپ کی خبر بھی سب امتوں تک پہونچتی - اسی واسطے شب معراج
میں جب بیت المقدس میں سب انبیاء کے ساتھ مجتمع ہوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب کے امام ہوے اور بعض احادیث میں صحیح ہوا کہ
آپ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو انکو کوئی گنجائش نہوتی سواے اسکے کہ میری پیروی کریں اور حدیث جابرؓ میں مرفوعاً ہے کہ واللہ
اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اسکو کچھ حلال نہوتا مگر یہی کہ میری پیروی کرے - (رواہ ابو یعلی باسناد جید) اگر کہا جاوے کہ ایک نبی کی مددگاری دوسرے
کو کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ اسکی شریعت پر چلنے کی دوسروں کو ہدایت کرے جیسے یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ کے ساتھ تھے یا اسکے ساتھ ہو کر
کافروں سے جہاد بھی کرے جیسے موسیٰ کے ساتھ ہارون تھے - جاننا چاہیے کہ کسائی نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ شاید یہ معنے ہوں کہ واذ اخذ اللہ میثاق
الذین مع النبیین - یعنے ان لوگوں سے اقرار لیا جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تھے اور اسکی مؤید ہے قراءت ابن مسعودؓ واذ اخذ اللہ میثاق
الذین اوتوا الکتاب - مگر پوشیدہ نہیں کہ متواتر قراءۃ و مشہور تفسیر کے مقابلہ میں یہ نہیں ہو سکتی پس صحیح وہی اول ہے اور دیگر احتمالات بوجہ ہیں
قَالَ - تعالیٰ لہم - اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام سے کہا کہ - ءَاَقۡرَرۡتُمۡ - بذلک - کیا تم نے اسکا اقرار کیا - اور یہ استفہام
تقریری ہے یعنے تم نے صاف اقرار کرنے کو ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے - وَاَخَذۡتُمۡ - قبلتم - عَلٰى ذٰلِكُمۡ اِصۡرِىۡ - عہدی اور
تم نے قبول کیا اس بات پر میرا عہد یعنے کہو کہ ہاں بسر و چشم قبول ہے - اخذ سے یہاں قبول مراد ہے کیونکہ ابتدا میں انھوں نے
اللہ تعالیٰ سے عہد نہیں لیا اور نہ وہ لے سکتے تھے پس التباس نہیں اور مراد بھی متعین ہے کہ تم نے قبول کیا اور اشعار ہے کہ قبول بہ نہایت
رغبت سے ہے اور گویا اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و تصدیق کی تمنا تھی - اور اصر لغت میں
بمعنے ثقل (بوجھ) ہے اس سے عہد کا نام رکھا گیا کیونکہ اسکے تحمل میں بھی ایک بوجھ ہوتا ہے یا شد و بندش سخت ہوتی ہے پس مراد اس سے عہد ہے
یہی ابن عباسؓ و مجاہد و ربیع و قتادہ و سدی نے کہا ہے ذکرہ ابن کثیر - الحاصل انبیاء علیہم السلام نے بسر و چشم قبول کیا بقولہ تعالیٰ
قَالُوۡۤا اَقۡرَرۡنَا - بولے کہ ہم نے اقرار کیا - قَالَ فَاشۡهَدُوۡا - علیٰ انفسکم و اتباعکم بذلک - پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب
تم نے اقرار کیا) تو شاہد رہو اپنے اوپر اور اپنے پیروی کرنے والوں پر اس عہد کے - وَاَنَا مَعَكُمۡ مِّنَ الشّٰهِدِيۡنَ
علیکم و علیہم - اور میں بھی تم پر اور تمہارے تابعین پر شاہد ہوں - فَمَنۡ تَوَلّٰى - اعرض - بَعۡدَ ذٰلِكَ - المیثاق پھر جسنے
منہ موڑا بعد اس عہد اقراری کے - فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ - تو ایسے ہی منہ موڑنے والے وہی فاسق ہیں یعنے تمرد
و اطاعت سے باہر ہونے والے اور کفر میں ڈوبنے والے ہیں - یہاں سے ظاہر ہوا کہ نبوت و رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نبی نے
انکار نہیں کیا بلکہ سبنے تصدیق کی ہے کیونکہ مانا کہ وہ عہد توڑیں پھر فاسق وہ لوگ البتہ ہوے جو آنحضرت صلعم کے وقت میں آپ پر
ایمان نہ لائے اور انپر کفر کا عذاب بھی نہایت سخت ہوگا جیسے ایمان لانے میں انکو دونا ثواب تھا جیسا کہ حدیث صحیح میں ثابت ہوا ہے
ف شیخ نے عرائس البیان میں ذکر کیا کہ قولہ تعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیۃ - اللہ تعالیٰ نے ایسے علم مجہول کے خصائص
خطاب کا جو حقائق اسرار ربوبیت کی خبر دیتا ہے نبیوں و صدیقوں کے ساتھ بواسطہ الہام فرشتہ کے اور بغیر واسطہ مذکور کے عہد لیا اور وہ
نطق مخلوقات سے منفرد ہے بلکہ حق عز وجل لم یزل خاص اسکو نازل فرماتا ہے اور اسکے انوار کو ان لوگوں کی ارواح کی آنکھوں میں ظاہر

فرماتا ہے تاکہ اسکی تصدیق کریں اور جان لیں کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے اور یقین و معاہدہ سے اسکی مدد کرتے ہیں و منجملہ قرآن مجید کے رموز سے ہے
اور ہر کتاب الٰہی میں ایسی رمز ہوتی ہے اور رہا اشارہ جو ظاہر کتاب سے نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے چاہا کہ اگلے پچھلے تمام انبیاء و اولیاء ورگزیدہ
لوگون کو اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ مقامات دکھلاوے اور ان لوگون کے درمیان سے ان سب سے آپ کی تخصیص ظاہر فرماوے
تاکہ سب کے سب آپپر ایمان لاوین اور اسکو پہچانین کیونکہ جسنے حبیب اللہ تعالےٰ کو پہچانا اسنے حق کو پہچان لیا اور جو آپپر ایمان لایا وہ
دائرہ محبت و حقیقی قربت میں پہونچ گیا فرمایا اللہ تعالےٰ نے۔ قُل اِن کُنتُم تُحِبُّونَ اللہَ فَاتَّبِعُونِی یُحبِبکُمُ اللہُ اور آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا
کہ جسنے مجکو پہچانا اسنے حق عزوجل کو پہچانا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت ان الفاظ سے اہل حدیث کے نزدیک سچائی نہین گئی اور صحیح حدیث
مین ہے کہ من رآنی فقد رای الحق۔ جسنے مجکو دیکھا اسنے سچ دیکھا اور اہل تصوف اسکے معنے یون کہتے ہین کہ جسنے مجھے دیکھا اسنے حق کو دیکھا
اور دلیل اسکی وہ بیان کی جو شیخ نے لکھی ہے کہ اسوجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لباس بوبیت تھا اور آپ کے چہرۂ پاک سے جمال مشاہدۂ
حق کا نور کمال ظاہر ہوتا تھا۔ اور انبیاء علیہم السلام سے اپنے حبیب کے واسطے عہد لینے مین اشارہ یہ ہے کہ وہ لوگ آنحضرت صلعم پر غیرت کرین
اسواسطے کہ عاشقون کا دستور ہے کہ ایک دوسرے پر غیرت کھاتے ہین اور غیرت کھانا عشق کے لوازم مین سے ہے اور یہ حق سبحانہ کی صفت ہے تو ذرا
لحاظ کر شان موسیٰ علیہ السلام اور انکی غیرت حضرت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ شب معراج مین رونے لگے کہ یہ جوان میرے بعد
مبعوث ہوا جو جہان کا سردار ہے اور اس میثاق سے مقصود یہ ہے کہ اسرار باطنی انبیاء علیہم السلام کے صفات بشری سے محفوظ رہین۔ قولہ تعالےٰ
فَاشْهَدُوا وَاَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ۔ اللہ تعالےٰ انکو ڈراتا ہے کہ وہ اپنا حال پر خوب مطلع ہے تاکہ اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور
اسکی نصرت و مدد مین ثابت رہین اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کے درمیان سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی انتہا ہے پھر کہا ہے پھر بیان
فرمایا کہ جسکا سر باطنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے مجتمع ہو گیا اور جسکا قلب آپ کے نور سنت سے منور رہا اور جسم کا ظاہر حال آپ کے
طریقہ و شریعت سے آپ کے معجزات و بزرگیان ظاہر ہونے کے بعد پھر گیا وہ نبوت و رسالت کے درجہ سے گر جاویگا اسیواسطے پوری تہدید
فرمائی اور ڈرایا۔ کہ فَمَن تَوَلّٰی بَعدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الفَاسِقُونَ۔ فارسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلعم کا عہد انبیاء
علیہم السلام سے لیا جو زمانۂ سابق مین گذر چکے ہین چنانچہ فرمایا۔ وَاِذ اَخَذَ اللہُ مِیثَاقَ النَّبِیّٖنَ الآیہ۔ پس اس سے بڑھکر کون بزرگی ہوگی
کہ اللہ تعالےٰ نے اسکا عہد ان لوگون سے لیا جو اس سے پہلے تھے پھر ان پہلے والون کو حکم دیا کہ اسکے واسطے اس عہد کے مشاہد
ہون اور ضامن ہوا کہ اللہ تعالےٰ بھی انکے ساتھ شاہد ہے اگر وہ عہد کو پورے ہین تو انکی بھلائی پر شاہد ہے اور اگر چاہتا کہ وہ عہد مین
پورے نہون لیکن بالفرض اس صورت مین انکی برائی پر شاہد ہے اور ایسا اسواسطے کیا تاکہ اگلون پچھلون مین سے کسیکو جو آپ سے پہلے ہو
لاعلمی نہ رہے بلکہ اسپر حجت ہو جاوے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنا رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا اور اسپر ایمان لانے کا حکم دیا ہے کہ اسپر خود ہی اتباع
ایمان لاوین یا مین طور کہ اتباع کو حکم کر دین تاکہ بعد اسکے کسی کو حضرت صلعم کی مخالفت مین حجت نرہے۔

اَفَغَیرَ دِینِ اللہِ یَبغُونَ وَلَهٗٓ اَسلَمَ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ طَوعًا وَّکَرهًا وَّاِلَیهِ

اب کیا اور دین ڈھونڈتے ہین سوا دین اللہ کے اور اسی کے حکم مین ہے جو کوئی آسمان و زمین مین ہے — خوشی سے یا زور سے — اور اسی کی طرف

یُرجَعُونَ ۝ قُل اٰمَنَّا بِاللہِ وَمَآ اُنزِلَ عَلَینَا وَمَآ اُنزِلَ عَلٰٓی اِبرٰهِیمَ وَاِسمٰعِیلَ وَاِسحٰقَ

پھر جاوینگے — تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر جو کچھ اترا ہمپر — اور جو کچھ اترا — ابراہیم — اور اسمعیل — و اسحق پر

وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ

اور یعقوب پر اور اسکی اولاد پر اور جو ملا موسی کو اور عیسی کو اور جو ملا سب نبیون کو اپنے رب کی طرف سے ہم ان مین جدا نہین کرتے

أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ

کسیکو اور ہم اسی کے حکم پر ہین

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ — یہ عطف ہی جملہ سابق یعنی فمن تولی پر اور ہمزہ بیچ مین انکار ہی — یا اسکا عطف محذوف پر ہی ای اینولون فغیر دین اللہ یبغون — اور اصل یہ کہ ایبغون غیر دین اللہ — پس مفعول کو اسواسطے مقدم کیا کہ مقصود اسیکا انکار ہی — يَبْغُونَ — یا ایہا الحی المتولون والنار — یعنی ابو عمرو عاصم و یعقوب کی قراءۃ مین یبغون بیائے تحتانیہ بصیغۂ غائب ہی اور فاعل اسکا متولون — یعنی منہ موڑنے والے ہین اور باقیون کی قراءۃ مین بتاء خطاب ہی پس مثل ہم مقدر ہی کہ یہ ان لوگون سے — مترجم کہتا ہی کہ معالم وغیرہ مین مذکور ہی کہ اہل کتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا مقدمہ پیش کیا اور اختلاف انکا دین ابراہیم مین تھا اور ہر فریق دعوی کرتا تھا کہ ہم اولی با براہیم ہین پس رسول اللہ نے فرمایا کہ ہر دو فریق دین ابراہیم سے بری ہو بولے کہ ہم آپ کے فیصلہ پر راضی نہین ہوتے اور آپکا دین نہین لیتے ہین پس یہ آیت نازل ہوئی — یہ روایت اگر ثابت ہو تو قراءۃ خطاب کی توضیح ہو جاتی ہی — وَلَهُ أَسْلَمَ — انقاد مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا — بالاختیار — یعنی طوع کے معنے طاعت وخوشدلی سے بدون انکار کے — وَكَرْهًا — بالسیف ومعاینۃ ما یلجئ الیہ — یعنی کرہ یہ ہی کہ تلوار سے تابع ہوے اور ایسی چیز دیکھکر تابع ہوے کہ جو خواہ نخواہ انقیاد کی طرف ناچار کرے جیسے بنی اسرائیل پر کوہ طور کے لینے سے انکار کے وقت پہاڑ اٹھایا گیا — اور طوع اسی انقیاد کو کہتے ہین جو سہولت سے ہو پس کہا گیا کہ طوعا اسطرح کہ دلائل وحدانیت پر نظر کرکے اور حجت کی پیروی کرکے خوشی خاطر تابع ہوے اور کرہا — اسطرح کہ تلوار کے زور سے یا اور ایسی چیز معاینہ کرنے سے جس سے ناچار اسلام کی طرف آنا پڑے جیسے انکے اوپر پہاڑ بلند کیا جاتا اور فرعون وقبطیون کا ڈوبنے لگنا اور موت کا وقت جان کندنی کا ہونا (المعنی) کیا بھلا دین الہی کے سوا کوئی دین چاہتے ہین حالانکہ اسی کے لیے انقیاد کیا ہر شخص نے جو آسمانون اور زمین مین ہی خواہ طوعا یا کرہا — مترجم کہتا ہی کہ اسلم کی تاویل کی وجہ یہ ہی کہ زمین والون مین سے بہتیرے کافر ہین اسلام نہین لاتے پس اسلام سے مراد انقیاد ہی یعنی حکم تقدیر کے تابع و مقہور ہین اور اسی معنے پر یہ قولہ وللہ یسجد من فی السموات والارض طوعا وکرہا الآیہ اور قولہ وللہ یسجد ما فی السموات وما فی الارض الآیۃ — بیضاوی نے لکھا ہی کہ ہر شخص خواہ چاہے یا نہ چاہے ضرور اس تسخیر وقدرت وسلطان پروردگار کے تابع ہی جسکا رد کرنا کچھ ہو نہین سکتا اور یہی معنے ہین جو کلام بیضاوی سے ظاہر ہین کہ طوع یعنی اختیار ہی یس یہ اسلام تو ملائکہ ومومنین کی طرف سے ہی اور کرہ یعنی تسخیر ہی مانند کافرون کے کہ وہ اس امر کی قدرت نہین رکھتے کہ جو ان پر حکم جاری کیا گیا اس سے اپنے آپکو باز رکھین — پس نسبت الی طوعا وکرہا بنا بر حالتین کے ہوا یعنی یہ دونون ہین اور کرہا ای مسخرین لعمر مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی کہ طوعا وکرہا — فرمایا کہ اسوقت جبکہ لوگون سے میثاق لیا گیا اور وہ کہتے — اور عطاء بن ابی رباح سے مرسلا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرہا مین روایت کیا کہ سموات مین تو ملائکہ اسلام لانے والے ہین اور زمین مین وہ لوگ ہین جو اسلام پر پیدا ہوے اور کرہا — وہ ہین جو دیگر اقوام سے طوق وزنجیر وقید کرکے جنت کی طرف کھینچے جاتے ہین حالانکہ وہ کراہیت کرتے ہین — رواہ الطبرانی اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اس حدیث مین غرابت ہی اور بعض وجوہ اسکے ضعیف ہین کہ ثقہ وہم ہی اسواسطے کہ ارسال سے نسبت ہمارے نزدیک مسلم نہین ہی اور اس حدیث کا شاہد دوسری وجہ

بھی مروی ہی اور صحیح کی حدیث مین ہی کہ تیرے پروردگار نے ایسی قوم سے عجب کیا کہ جو طوق و زنجیرون مین باندھکر جنت کی طرف کھینچے جاتے
ہین قال المترجم معنے اسکے یہ ہین کہ جہاد مین بعض قوم کافر قید کرکے ملک اسلام مین لائے جاتے ہین اور یہان آخر مسلمان ہوجاتے ہین
اور انکا اسلام اچھا ہوتا ہی کہ جنت مین داخل ہوتے ہین۔ اور حضرت انس سے اس آیت مین مرفوعاً روایت ہی کہ ملائکہ نے آسمان مین اللہ تعالے
کی اطاعت کی اور انصار و گروہ عبد القیس نے زمین مین اسکی اطاعت کی رواہ الدیلمی۔ اور قتادہ سے روایت ہی کہ مومن نے تو بطوع رغبت
اسلام اختیار کیا پس اس سے قبول کیا گیا اور اسکو نفع دیا اور رہا کافر تو وہ اسلام لایا جبکہ اسنے باس اللہ تعالے کو دیکھا پس اس سے قبول ہوا چنانچہ
فرمایا۔ فلم یک ینفعهم ایمانهم لما راوا باسنا الآیۃ۔ اور حضرت انس سے مرفوعاً روایت ہی کہ سواری کا جانور و غلام و باندی اور لڑکا الٹی جو بدخلق
ہو اسکے کان مین یہ آیت۔ افغیر دین اللہ یبغون آخر تک پڑھو رواہ الطبرانی فی الاوسط اور یونس بن عبید سے روایت ہی کہ کہا جو شخص
کسی سرکش جانور پر سوار ہو اگر اسکے کان مین افغیر دین اللہ الآیہ پڑھے تو اللہ تعالے کے حکم سے وہ سیدھا ہو جائیگا (رواہ ابن السنی)۔
وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔ اور اللہ تعالے ہی کی طرف (تم پھیرے جاؤگے) یا یہ لوگ پھیرے جاوینگے۔ بالتاء والیاء والہمزۃ للانکار یعنے
ترجعون بتاء خطاب اکثرون کی قراءت ہی یعنے تم لوگ اور بیاء غائبانہ حفص کی قراءت ہی اور افغیر دین اللہ ہمزہ انکار ہی یعنے سوائے دین
اللہ کے اور کوئی دین نہین طلب کرنا چاہیے۔ قُلْ۔ لهم یا محمد۔ کہدے انسے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ
عَلَيْنَا۔ ہم ایمان لائے اللہ تعالے پر اور اس کتاب پر جو ہم پر اتاری گئی ف اسمین آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ لوگون کو خبر دین کہ
آپ مع اپنے تابعین مومنین کے اللہ تعالے و اسکی کتابون و اسکے رسولون پر ایمان لائے ہین اور جیسا کہ اسنے حکم دیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق
کرین بسطرح تصدیق کرتے ہین پس اللہ تعالے کی کتابون و رسولون پر ایمان لانے کے یہ معنے ہین کہ اسکی تصدیق کرتے ہین کہ اللہ تعالے نے یہ کتابین
برحق اتاری ہین اور یہ رسول سچے تھے اور پہلے سب سے اس چیز کو ذکر کیا جو آپ پر نازل کیا گیا یعنے قرآن یہ اسوجہ سے کہ اسی سے آپ کو
اور رسولون اور کتابون کا حال معلوم ہوا ہی۔ اور قل مین ضمیر واحد ہی کیونکہ کہنے والے فقط آنحضرت صلعم ہین اور یا یہ مین علینا وغیرہ بصیغہ جمع فرمایا
کیونکہ قرآن جیسا کہ آنحضرت صلعم پر منزل ہی ویسے ہی آپکی پیروی کرنے والون پر آپکے پہونچانے سے ہی از راہ ایمان لانے کے اگرچہ وحی
کے پہونچنے مین فقط آپ ہی پر اترا لیکن یہان وہی ایمان لانے کی حیثیت مقصود ہی یا صیغہ جمع اسوجہ سے کہ آپکو حکم دیا کہ بادشاہون کے
مانند اپنی ذات شریف سے خبر دین اور یہ آنحضرت صلعم کے واسطے تعظیم و اجلال ہی۔ اگر کہا جاوے کہ یہان تو آیت مین انزال کا تعدیہ علی سے
آیا اور یہی آیت کریمہ سورۂ بقرہ مین ہی وہان انزل علینا بحرف الی تعدیہ ہی تو مفسرین نے اسکے جواب مین تکلف کیا چنانچہ بعض نے کہا کہ یہان تو
خطاب حضرت صلعم کو ہی اور آپ کو وہ ملاء اعلی سے بلاواسطہ کسی بشر کے پہونچا پس علی کے ساتھ جو علو پر دلالت کرتا ہی لانا مناسب
ٹھہرا اور وہان خطاب امت کو ہی جنکو بواسطہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہونچا پس الی سے لانا جو مختص باتصال ہی مناسب ہوا۔ زمخشری
نے کشاف مین اسکو رد کر دیا کہ یہ تکلف و تعسف ہی کیا نہین دیکھتے کہ شروع سورۂ بقرہ مین۔ بما انزل الیک فرمایا اور نیز قوله نزلنا الیک
الکتاب فرمایا۔ حالانکہ خطاب مخصوص بحضرت صلعم ہی اور اسی سورہ مین اوپر فرمایا آمنوا بالذی انزل علی الذین آمنوا وجه النهار۔ حالانکہ
مومنون پر نزول بواسطہ ہی اور صحیح جواب یہ ہی کہ وحی جو انبیا علیہم السلام پر نازل ہوئی ہی اسمین دو اعتبار ہین ایک تو رسول تک منتہی ہو
واصل ہونا دوم جانب اعلی سے نازل ہونا پس سورۂ بقرہ مین باعتبار اول کے تعدیہ بالی آیا اور یہان باعتبار دوم کے علی سے تعدیہ ہوا
وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ ۔ جو ابراہیم کے بڑے لڑکے تھے اور عرب والے انھین کی اولاد ہین۔ وَاِسْحٰقَ

دوسرے لڑکے جنکے فرزند - وَيَعْقُوبَ - ہین جنکو اسرائیل کہتے تھے اور انکے بارہ بیٹے تھے اور صحیح یہ ہی کہ ان بیٹون کی اولاد کو اسباط کہتے تھے جیسے عرب مین قبائل کا لفظ بولتے ہین چنانچہ فرمایا - وَالْأَسْبَاطِ - اولادہ - مفسرین نے اسباط کو بمعنے اولاد یعقوب لیا اور ظاہر یہ لفظ موہم ہی کہ حضرت کے بیٹے بھی اسباط تھے حالانکہ ایسا نہین جیسا کہ بیان ہوا - وَمَآ أُوتِيَ مُوسَىٰ - یعنے توریت وَعِيسَىٰ - یعنے انجیل - وَالنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ - یہ سب انبیا کو شامل ہی - (المعنی) اور ہم ایمان لائے ہین اس کلام کتاب وصحیفہ پر جو اتارا گیا ابراہیم پر و اسمعیل و اسحق و یعقوب پر اور اسباط پر اور جو کچھ دیا گیا موسی و عیسی و دیگر انبیا علیہم السلام کو سب پر - لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ - بالتصدیق والتکذیب - اور ہم لوگ نبیون مین فرق نہین کرتے کہ بعض کو سچا بتلاوین اور بعض کو جھٹلاوین ف نبیون مین فرق نہ کرنے کے یہی معنے ہین کہ ہم یہ نہین کرتے ہین کہ کسی کی تصدیق کرین اور کسی کی تکذیب کرین جیسے یہود و نصاری کرتے ہین بلکہ ہم تصدیق کرتے ہین کہ سب انبیا اللہ تعالے کے بندے و رسول اور سچے ہین اور یہ معنے نہین کہ ہم انمین آپس مین کچھ فرق نہین کرتے اور سب کو یکسان جانتے ہین تاکہ لازم آوے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل کیون کہتے ہو - اگر کہا جاوے کہ بعض علما نے کہا کہ انبیا مین باہم تفضیل نہین ہی پس آیت سے انکا قول درست ثابت ہوتا ہی مین کہتا ہون کہ ہرگز نہین اسواسطے کہ قولہ تعالے تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض - تو اس بات پر نص ہی کہ بعضے رسول بعض دیگر سے افضل ہین پس یہ تو واجب ہی کہ تمام رسول جنہین ہم فرق نہین کرتے ہین انمین یہ اعتقاد رکھین کہ بعض انہین سے بعض سے افضل ہین پس فرق نہ کرنا فضیلت کی راہ سے نہین ہی بلکہ تصدیق و تکذیب کی راہ سے ہی اور بعض علما سے جو عدم تفضیل کا قول نقل کیا گیا انکی مراد یہ ہی کہ ہمکو نہین معلوم ہی کہ کون کس سے افضل ہی اگرچہ یہ یقین ہی کہ بعض افضل از بعض ہی اور مترجم کہتا ہی کہ اسی آیۂ تفضیل کی تفسیر مین اس ضعیف نے بیان کردیا کہ یہ بات بھی کلیۃً صحیح نہین ہی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سواے دیگر انبیاؑ کے حق مین ہی کیونکہ ہمکو معلوم نہونا اسی وجہ سے کہ کوئی نص و دلیل شرعی تفصیلی نہین پائی جاتی ہی اور مین نے وہان براہین و دلائل شرعی نقل کردیے ہین جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے افضل ہونے کی حجت ہین فاحفظ - وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ - مخلصون فی العبادۃ - اور ہم لوگ تو اللہ تعالے کے لیے مسلم ہین یعنے اعتقاد و عبادت مین مخلص ہین ف مسلمان ہونے سے یہان بقرینہ آمنا باللہ - وغیرہ کی عبادت مین اخلاص والے ہوتا مراد ہی ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالے افغیر دین اللہ یبغون - تمام مرادون کی جڑ میری بندگی ہی پھر وہ لوگ کہان سے صفائی عیش چاہتے ہین حال تو یہ ہی کہ میری درگاہ کی نزدیکی مین عارفون کو عجیب خنکی ملتی ہی اور میری وصل سے الطاف حاصل ہوتے ہین مشاہدۂ قدس کی حلاوت حاصل ہوتی ہی یہ وہی پاتے ہین جو موحد ہین اور میری عنایت کی راہ مین صدیقون کو درجات کرامت عطا ہوتے ہین لیکن جو شخص اپنے نفس کی خواہشون مین پڑا وہ میری عبودیت سے منحرف ہی اور جو میری عبادت سے کج ہوا وہ میری وحدانیت و فردانیت کے دیدار سے دور پڑا ہی اور جو میری بندگی و ربوبیت کے دیدار سے دور پڑا وہ منجملہ ہوا پرستون کے ہی جو خواہش کے تاریک گڑھون مین گرتے اور عناد و جفا کے جنگلون مین ہلاک ہوتے پھرتے ہین اور جسنے سواے الوہیت و ازلیت کے دیگر حقائق کو اپنے پیش نظر کیا وہ باطل پر حق کا دھوکا اٹھا کر گمراہی مین تباہ ہوا اور شیطان کی غلطیون مین پڑکر برباد گیا ایسا شخص جب ٹھہرا تو عناد کی منزل مین اور جب چلا تو نفس کی اوندھی راہ مین اور آخر اپنے سر پہ بلا کی خاک ڈال کر مرگیا اور واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جسنے سواے وحدانیت کے کسی چیز کو مضبوط پکڑا بلکہ سواے واحد عزوجل کے کسی کو لیا تو وہ چشم حقیقت سے مردود ہی - قولہ تعالے ولہ اسلم من فی السموات والارض - جب حضرت عزوجل نے اپنی ذات

پاک کو اپنی کبریا سے آئینۂ وجود مین بصفت جبروت ظاہر فرمایا تو قہراً و جبراً جو کچھ ہی سب نے اسکا انقیاد کیا کیونکہ سلطان وحدانیت کا ظاہر ہونا خود مقتضی ہی کہ وجوہ خلائق پر ہیبت و اجلال سے عرق انفعال ظاہر ہو۔ پس عارفون نے اپنی ارواح تصدق کر کے بطوع و رغبت اسکا انقیاد کیا کیونکہ انھون نے حسن جمال قدم سے اسکو معاینہ کیا اور جاہلون نے اپنی جانین زبردستی دیکر انقیاد کیا کیونکہ انھون نے اسکے غلبہ و قہاریت کی عظمت دیکھ لی۔ اور نیز بعض کو اپنے کشف جمال سے مسخر کر لیا کہ وہی لوگ اسکے مشاہدہ سے بطوع و رغبت فرمانبردار ہوگئے اور بعض کو اپنی عظمت اپنے فعل و صنعت کے پیرایہ مین دکھلا کر عاجز کیا۔ کہ وہ اسکے نور کبریائی کے ظاہر ہونے پر مجبوری مطیع ہوے پس اسنے ایک قوم کو اسطرح بہرہ مند کیا کہ انکے اسرار باطنی پر انوار تجلی کو پھیلا دیا کہ وہ اسکی قضا و قدر کے جاری ہونے مین برغبت خاطر تابعدار ہوے اور ایک قوم کو اسطرح ذلیل کیا کہ انکے ظاہر حال پر ہیبت قہر کو بھیجدیا کہ وہ اسکی گرفت کے وقت اسکی جباریت کے قبضہ مین بمجبوری ذلیل ہوے اور حسین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر ایک کو اسکا ٹھکانا ایک خاص اطلاع کے ساتھ دکھلایا پس جسنے اسکی ذات پاک کو مطالعہ کیا وہ بخوشی خاطر مطیع ہوا اور جسنے ہیبت کو دیکھا وہ بمجبوری زیر حکومت ذلیل ہوا۔ قولہ تعالے قل آمنا باللہ۔ یعنے ہمنے اسکی تصدیق کر لی بعد ازانکہ ہمنے اسکو چشم اسرار سے دیکھ لیا اور حقائق انوار کو معاینہ کیا۔ اور نیز آمنا باللہ یعنے اسکی توفیق سے ہمنے اسکی تصدیق کی اور اسپر ایمان لائے کچھ ہماری کوشش و سعی سے یہ نہین ہوا ہی قولہ وما انزل علینا الآیہ۔ محبت کی نظر یہ بھی ہی کہ حبیب کے ایلچی جو کچھ اسکے پاس سے لائے اسکو دل سے قبول کرلے اور اسمین کچھ فرق نہین کہ وہ ایلچی خوشخبری سناوے یا ڈرسناوے جبکہ یہ یقینی ہی کہ وہ محبوب کا بھیجا ہوا ہی اور یہ جاننا چاہیے کہ جسپر اللہ تعالے کی محبت غالب ہوتی ہی وہ اپنے سر باطنی کی آنکھ سے عالم ملکوت کو معاینہ کر لیتا ہی اور امور خفیہ کو دیکھ لیتا ہی مانند جنت و دوزخ و ملائکہ و انبیا و اولیا و عرش و کرسی و لوح و قلم و انوار درگاہ باری تعالے وغیرہ پھر جب یہ چیزین جو اسکی آنکھ سے غائب نہین اسنے دیکھ لین تو پھر کیون نہین انپر ایمان لاویگا جبکہ اللہ تعالے نے انکے امر کی خبر اپنے انبیا و اولیا کی زبان پر دیدی ہی اور اگر اسپر دلیل چاہتے ہو تو دلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کہ حارثہ کو فرمایا ای حارثہ ہر چیز کی ایک حقیقت ہی سو تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہی حارثہ نے کہا کہ مین نے اپنے نفس کو دنیا سے منقطع کیا پس مین نے اپنی راتون کو جگایا اور دنون کو پیاسا رکھا اور گویا مین اب اپنے پروردگار کے عرش کو کھلا ہوا دیکھتا ہون اور گویا مین اہل جنت کو دیکھتا ہون کہ جنت مین ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہین اور دوزخ والون کو دیکھتا ہون کہ باہم گریہ و زاری کرتے ہین پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ تجھے ایمان مبارک ہو تو اسکو لازم پکڑ۔ ابن عطاء نے قولہ قل آمنا باللہ کے معنے مین کہا کہ ہمنے اسکی تصدیق کی اور اسکے ساتھ راہ صدق پر قائم ہوے کیونکہ وہی پروردگار ہی جسنے ہم پر ایمان لکھا اور ہم کو اس نعمت خاص سے مخصوص کیا یہ سب اپنے علم قدیم کے موافق قبل اسکے کہ ہماری پیدائش ہو پس ہم اسپر ایمان لائے یہ فضل اسنے ہمپر سابق علم مین فرمایا ہی قال المترجم حاصل یہ کہ ہم اسکی توفیق ازلی پر ایمان لائے اول اسکی تقدیر سے مومن ہین یا یہ مراد ہو کہ اسکا علم سابق ہی ہمارے ایمان کا سبب واقع ہوا بہر حال مطلب اس سے ایمان بتقدیر الٰہی ہی۔

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ كَيْفَ

اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دین ڈھونڈھے وہ کبھی اس سے قبول نہو گا اور وہ آخرت مین خسارہ والون سے ہی کیسے

يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ

اللہ تعالے ہدایت دے ایسی قوم کو جو منکر ہوئے ایمان کے بعد اور گواہی دے چکے کہ یہ رسول برحق ہے اور آچکین انکے پاس دلیلین

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللَّهِ

اور اللہ تعالے راہ نہین دیتا ہے ظالم قوم کو ایسے لوگ ہین جنکا بدلا یہ ہی کہ انپر لعنت ہے اللہ تعالے کی

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ
اور ملائکہ کی اور لوگوں کی سب کی ہمیشہ اسمین رہینگے کبھی ان سے عذاب ہلکا کیا جائیگا اور نہ وہ لوگ
يُنْظَرُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
مہلت پاوینگے سوائے ایسون کے جنہون نے اسکے بعد توبہ کر لی اور کام سنوارا تو اللہ تعالےٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

ونزل فیمن ارتد ولحق بالکفار۔ یعنے یہ آیت ایسے شخص کے حق مین نازل ہوئی جو مرتد ہوگیا یعنے اسلام سے پھر گیا اور کافرون سے جا ملا تھا
وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۔ اور جو کوئی اسلام کے سوائے کوئی دین چاہے وہ اس سے قبول
نہو گا۔ حتی کہ اگر اسلام کی نماز و روزہ پر قائم ہو مگر دل مین یہودیت یا نصرانیت کی خواہش رکھتا ہو وہ بھی کافر ہے۔ معالم وغیرہ مین مذکور ہے
کہ وہ بارہ آدمی تھے جو اسلام سے مرتد ہو کر مدینہ سے نکلکر مکہ مین کافرون سے جا ملے انھین مین حرث بن سوید انصاری تھا۔ اور بعض نے
فقط حرث بن سوید کو کہا ہے چنانچہ آگے آتا ہے بالجملہ مفسرؒ کا کلام خوب ہے کہ انھون نے مبہم رکھا پھر اسمین خلاف نہین کہ اب حکم عام ہے جو مرتد ہا جو کوئی
سوائے اسلام کے کوئی دین چاہیگا اس سے ہرگز قبول نکیا جائیگا اور حاصل یہ کہ دین اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ اسلام ہی ہے اور اسی سے علمائے
حنفیہ وغیرہ نے استدلال کیا ہے کہ ایمان و اسلام ایک ہی ہے کیونکہ اگر ایمان غیر اسلام ہوتا تو مقبول نہوتا۔ اور شافعیہ وغیرہ چونکہ دونون مین فرق کے
قائل ہین لہذا بیضاوی نے جواب دیا کہ اس آیہ سے یہ لازم آتا ہے کہ جو دین مغائر اسلام ہو وہ قبول نہوگا اور یہ لازم نہین آتا کہ جو کچھ مغائر
اسلام ہو خواہ دین ہو یا کوئی اور چیز ہو کچھ مقبول نہوگا۔ حاصل یہ کہ دین تو ایک وضع الٰہی ہے وہ تصدیق و اعمال صالحہ دونون کو شامل ہے اور یہی یہان اسلام سے واسطے
بیان واقع ہوا ہے پس اسلام سے بھی یہی مراد ہوگا تا کہ مبین اور مبین مین خلاف لازم نہ آوے اور نیز یہ جواب ہے یا کہ شاید دین سے اعمال صالحہ مراد ہون ہی اسلام سے مراد
ہوگی اور ایمان اعمال نہین ہین اور یہ سب جواب ضعیف ہین اسکی تحقیق ہم اوپر لکھ چکے ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے یہان حدیث ابوہریرہ مرفوع وارد کی
جسمین ہے کہ قیامت مین اعمال نماز و روزہ وغیرہ آوینگے اللہ تعالےٰ ہر ایک سے فرماویگا تو بھلائی پر ہے پھر اسلام آویگا اور عرض کریگا کہ ای
پروردگار تو سلام ہے اور مین اسلام ہون اللہ تعالےٰ فرماویگا کہ تو بھلائی پر ہے آج کے روز مین تیرے ہی ساتھ مواخذہ کرونگا اور تیرے ساتھ عطا
کرونگا پھر یہ آیت پڑھی رواہ احمد والطبرانی پھر جب کسی سے سوائے اسلام کے قبول نہوا تو وہ دنیا کا کٹا ہوا کافرون سے۔ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ
مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ لمصیرہ الی النار المؤبدۃ علیہ۔ اور وہ آخرت مین خاسرین مین سے ہے۔ اسواسطے کہ انجام کار اسکے پھر جانیکا
ٹھکانا وہ آگ ہے جو اسپر ہمیشہ لگی رہیگی اور خاسر کے معنے خسارہ مین پڑنے والا۔ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ۔ ای لا یہدی اللہ۔ اس استفہام کے
معنے انکار کے ہین (المعنی) نہین ہدایت کریگا اللہ تعالےٰ۔ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا۔ ای وشہادتہم
اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ۔ الحجج الظاہرۃ علی صدق النبی صلعم ایسی قوم کو جو کافر ہوئی بعد اپنے ایمان
لانے کے اور بعد اپنی شہادت دینے کے یہ کہ محمد رسول برحق ہے اور حالانکہ آچکین انکے پاس بینات یعنی ظاہر حجتین آنحضرت صلعم کے سچے ہونے پر
مترجم کہتا ہے کہ استفہام مذکور بمعنے انکار یعنے پر بیضاوی وغیرہ نے اعتراض کیا کہ اس سے لازم آویگا کہ مرتد کی توبہ قبول نہو حالانکہ بالاتفاق
مقبول ہے اور کیونکر نہین کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ انصار مین سے ایک شخص اسلام لایا (یعنے حرث بن سوید) پھر وہ مرتد ہو کر
مشرکون سے جا ملا (یعنے کفار مکہ سے) پھر وہ نادم ہوا اور اسنے اپنی قوم کو کہلا بھیجا کہ تم رسول اللہ صلعم سے سوال کرو کہ بھلا میری توبہ بھی
ہوسکتی ہے پس یہ آیت نازل ہوئی کیف یہدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانہم تا قولہ فان اللہ غفور رحیم۔ پھر اسکی قوم نے (اسکے بھائی جلاس بن سوید نے)

اسکے پاس یہ آیت بھیجدی وہ فوراً آکر مسلمان ہوگیا (پھر اچھا مسلمان ہوا) رواہ ابن جریر وہکذا رواہ النسائی والحاکم وابن حبان وقال الحاکم صحیح
الاسناد اور ایسا ہی مجاہد نے تفسیر کیا ہی۔ پس مرتد کی توبہ مقبول ہی پھر کیونکر استفہام بمعنے انکار ہوگا اور جواب دیا گیا کہ اس انکار سے آگے استثنا
ہی بقولہ الا الذین تابوا اس سے مرتد کی توبہ قبول ہونے کا حکم نکلا لیکن اولی یہ ہی کہ جو **بیضاوی** وغیرہ نے اختیار کیا کہ یہ بطریق استبعاد یا تعجب کے
ہی یعنے بعید سمجھو کہ اللہ تعالے ایسی قوم کو ہدایت کرے یا تعجب کرو کہ اللہ ایسی قوم کو ہدایت کرے کیونکہ جو شخص بعد ظہور حق کے کجی کی طرف جھکا
وہ گمراہی مین ڈوبا ہوا رشد سے دور پڑا ہی پھر مفسر نے وشہدوا کی تفسیر شہادتہم کے ساتھ کرنے مین اشارہ کیا کہ شہدوا کا عطف کفروا پر نہین کیونکہ
ظاہر یہ ہوتا ہی کہ جو قید معطوف علیہ مین ہی وہی معطوف مین ہو اور وہان بعد ایمانہم کے قید ہی حالانکہ شہدوا کے ساتھ یہ قید نہین ہو سکتی کیونکہ
شہادت مذکورہ یا تو قبل بیان کے یا ساتھ ایمان کے ہوگی نہ بعد ایمان کے۔ اگر کہا جاوے کہ شہدوا بمعنے شہادتہم کس قرینہ سے ہی گو عطف
مذکور نہ بنتا ہو تو جواب یہ کہ ایمانہم مین ایک معنے فعل کے ظاہر ہین ای بعد ان آمنوا اسی پر شہدوا کا عطف ہی ای بعد ان شہدوا پس یعنے شہادتہم
ہوا۔ **وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ**۔ الکافرین۔ اور اللہ تعالے قوم ظالمین کو ہدایت نہین فرماتا ف ظالمین سے مراد کافر ہین
ہین کیونکہ کفر سب سے بدتر ظلم ہی اور یہان قرینہ کفروا وغیرہ موجود ہی اس سے معلوم ہوا کہ یہان ظلم سے کفر مراد ہی کیونکہ کفر کرنا اللہ تعالے کے
ساتھ ظلم ہی کیونکہ رکھنا عبادت کا غیر محل مین ہی اور یہ عین ظلم ہی وقال تعالے ان الشرک لظلم عظیم۔ **اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ
عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ**۔ ایسے بدکارون کی سزا یہ ہی کہ ان پر اللہ تعالے و ملائکہ و سب لوگون کی
لعنت ہی ف یہ جہنم سے زائد سزا ہی اگر کہا جاوے کہ مرتد کے حق مین یہ کافر سے بھی زیادہ وعید ہی تو کہا جاوے گا کہ ہان اسواسطے کہ مرتد پر
حق ظاہر ہوا پھر وہ عناد و تمرد سے پھر گیا بخلاف اسکے جو کفر ہی پر ہی اور **بیضاوی** نے کہا کہ منطوق کلام دلالت کرتا ہی کہ ایسے مرتدون پر لعنت
کرنا جائز ہی اور اسکا مفہوم مخالف یہ نکلتا ہی کہ انکے سوائے اور کافرون پر لعنت نہین جائز ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ اشارہ ایک اعتراض کی طرف ہی
کہ جو شافعیہ پر وارد ہوتا ہی یہ کہ تم لوگ مفہوم کے قائل ہو یعنے جب ایسے ہی لوگون پر لعنت کی قید فرمائی تو مفہوم ہوا کہ انکے غیرون پر نہین حالانکہ
اسمین اتفاق ہی کہ مطلق طور پر کافرون پر لعنت کرنا روا ہی اور جواب یہ ہی کہ غیرون پر نہین لعنت کیجاوے اسکے یہ معنے ہین کہ معین کافر جب تک
وہ کفر پر نہ مرے تب تک اسپر لعنت نہین فلیتامل اور حنفیہ پر یہ اعتراض ہی وارد نہین ہوتا ہی پھر یہ کیا بات کہ مرتدون پر روا ہی اور کافرون پر
نہین تو بیضاوی نے کہا کہ شاید دونون مین فرق یہ ہی کہ مرتد لوگ گویا اسی کفر پر پیدائشی داغ دیے ہوے اور ہدایت سے ممنوع اور رحمت سے
مایوس ہین بخلاف اور کافرون کے فتامل فیہ۔ اگر کہا جاوے کہ والناس الف لام استغراق کے ساتھ ہر فرد کو شامل حتی کہ خود اس مرتد کو بھی
شامل ہی اور اجمعین اسپر تاکید موجود ہی پھر مرتد اپنے آپ کو کیونکر لعنت کریگا اسکا جواب دو وجہ سے دیا گیا اول آنکہ الف لام عہد کا ہی اور مراد الناس
سے مومنین ہین کیونکہ درحقیقت وہی آدمی ہین اور اطلاق اسکا اشراف پر مقصوداً اور ارذال پر مقصوداً ہوتا ہی کما فی قولہ تعالے آمنوا کما آمن
الناس ای اصحاب محمد صلعم دوم آنکہ یہان مراد عام ہی اور کافر و مرتد بھی اپنے کو لعنت کرتا ہی کیونکہ وہ منکر حق کو لعنت کرتا ہی حالانکہ خود منکر حق
ہی اور نہین پہچانتا اور حق یہ ہی کہ یہ جواب عوام کو سمجھانے کے واسطے ہی اور تمہید اسکا علماے ربانی پر واضح ہوتا ہی واللہ الموفق اور لعنت
عذاب جہنم ہی تو یہ لوگ جہنم مین ہونگے۔ **خٰلِدِيْنَ فِيْهَا**۔ ای اللعنۃ او النار المدلول بہا علیہا۔ یعنے فیہا کی ضمیر یا تو لعنت کی طرف
راجع ہی جو لفظ مین مذکور ہی اور درست ہی لیکن باعتبار معنے کے اولی یہ ہی کہ نار کی طرف راجع ہو کہ وہ بھی مؤنث ہی (المعنی) ہمیشہ دوزخ مین
رہینگے اور یہ اگرچہ لفظاً مذکور نہین مگر لعنت سے اسپر دلالت موجود ہی کیونکہ انجام لعنت کیے ہوے کا دوزخ ہی اور **بیضاوی** وغیرہ نے

عقوبت کی طرف بھی راجع ہونا بعین جو مذکور جائز رکھا ہی۔ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ - یہملون سے اظلمون سے
کبھی عذاب تخفیف نہ کیا جائیگا اور نہ کبھی مہلت دیے جاوینگے ف مشتق از انظار یعنے امہال پھر یہ عذاب لعنت ان تمام مرتدون وکافرون کا انجام
ہی جو کفر وشرک پر مرے۔ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا - مگر سوائے ان لوگون کے جنھون نے ایسا کرنے
کے بعد توبہ کی اور اصلاح کی یعنے شرع کے موافق انھون نے اپنے کامون کو درست کیا۔ یا یہ معنے ہین کہ اصلاح کیا اس چیز کو جسکو مرتد ہونے سے
بگاڑا تھا۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ - تو اللہ تعالے غفور رحیم ہی۔ اگر کہا جاوے کہ ظاہر دلالت کرتا ہی کہ خالی توبہ کافی نہین بلکہ اسکے
ساتھ عمل نیک ہونا چاہیے حالانکہ حنفیہ کے نزدیک مطلق توبہ مذکور ہی تو جواب یہ ہی کہ احکام اسلام جاری ہونے کے واسطے کافی ہی اور رہا واقعی
مغفرت ہونا تو بعمل صالح ضرور ہی۔ اور حق جواب یہ ہی کہ حنفیہ کے کلام مین توبہ سے مراد مرتد کی توبہ ہی اور وہ اسی طرح ہی کہ زبان سے کہے اور نیک کام کرے
یا یہ جواب ہی کہ اصلحوا کے واسطے مفعول مقدر نہین بلکہ اصلاح مین داخل ہوا جیسے اَصْبَحَ وَاَمْسٰی وغیرہ ہین اور یہ جواب جید ہی وجوہ البیضاوی
پھر واضح ہو کہ قولہ تعالے۔ فان اللہ غفور رحیم۔ اللہ تعالے کی تعریف ہی اسکو ارتباط جملۂ اولی سے جو متضمن معنے شرط ہی کیونکر ہی تو جواب دیا گیا کہ جزا یہ
ہی کہ جسنے توبہ وعمل صالح کیا تو اسنے مغفرت ورحمت مانگی جو اسکو ملیگی کیونکہ اللہ تعالے غفور لہم انکے واسطے غفور ہی اور رحیم بہم انکے واسطے بھی
مہربان ہی ف عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ اشارہ ہی کہ جو شخص یہ چاہے کہ ربوبیت کو بغیر عبودیت
کے مشاہدہ کرے یعنے بدون توحید وبندگی کے درجہ قربت حاصل کرنا چاہے اسکے لیے صدیقین ومقربین کے مقامات عطا نہونگے اور نیز
یہ اشارہ ہی کہ تمام حقائق کی جڑ کا مناط اسلام سے ہی یعنے جو کچھ حق عزوجل کی مراد ہی اسپر گردن جھکانے کے رکھے اور اسمین یہ اشارہ نکلا کہ جو شخص
کہ حق عزوجل کی بلا نازل ہونے پر صبر نہ کرے اور مصیبتین نازل ہونے کے وقت سوائے اللہ تعالے کے کسی دوسرے کی طرف جزع وفزع
کرے اس سے معاملات ومجاہدات مین سے کچھ قبول نہوگا یعنے کوئی عمل اور کوئی مجاہدہ وریاضت اسکی قبول نہوگی۔ اور بعض نے کہا کہ جو شخص سوائے
اعتصام کے یعنے اللہ تعالے کی رحمت پر بھروسا کرنے کے اور کسی چیز سے توسل ڈھونڈھے اسکا خسارہ اسکے نفع سے بڑھا ہوا ہی۔ اور قاسم نے
فرمایا کہ جو شخص سوائے انقیاد کے کوئی اور راستہ ڈھونڈھے وہ حقیقی بندگی سے کسی درجہ کو نہین پہونچا۔ قال المترجم یہ اس بنا پر ہی کہ بندہ ہونا ہی
درجۂ کمال ہی اور اسکو ہم سابق مین تحقیق کر چکا تھی کافی ہی کہ اللہ عزوجل نے اکرم الاولین والآخرین وسید الخلائق اجمعین صلی اللہ علیہ وسلم کو بندہ
فرمایا اور حضرت عیسیٰ کا قول نقل کیا کہ انی عبد اللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا الآیہ۔ جسکی اللہ عزوجل نے تعریف کی وجیہا فی الدنیا والآخرۃ ومن
المقربین۔ بعضے جاہلون کو اللہ تعالے توفیق وہدایت دے کہ نادانی سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین بندہ کہنا عیب شمار کرتے ہین
اللہ اللہ اہل اسلام اب راہ حق مین ایسے نادان ہو گئے کہ الٹی راہ چلتے ہین۔ ھ۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جسنے اپنے افعال کو سنت کے
ساتھ مقید نکیا یعنے یہ قصد مصمم نہ کیا کہ مین سنت طریقہ پر چلونگا تو اسکا کوئی عمل مقبول نہوگا۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ من یبتغ غیر الاسلام دینا
یہ تفویض ہی یعنے جسنے اپنے آپکو اور اپنے تمام کامون کو اپنے مولی کے سپرد نہین کیا اسکے اعمال مین سے کوئی چیز قبول نہوگی۔ قولہ تعالے کیف
یہدی اللہ قوما کفروا الآیہ۔ یعنے جسکو اللہ تعالے نے معرفت کی استعداد سے برخلاف پیدا کیا اور سابق ازل مین اسپر کفر کا حکم فرمادیا ہی اسکو مشاہدہ
ایمان ویقین کی ہدایت نہین دیتا ہی اسواسطے کہ استعداد تو لوازم معرفت سے ہی اور جسکو طریقین کی استعداد نہین دی گئی اسکے دل مین انوار تجلی
نہین کرتے ہین۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ جسکو حکم ازل نے دور کر دیا اسکو صدق عمل کہان نزدیک کرسکتا ہی اور اللہ تعالے اپنے حکم مین غالب ہی
قولہ تعالے اولئک جزاؤہم ان علیہم لعنۃ اللہ الآیہ۔ پہلے انکو پردۂ مکر مین ڈالا اور انکا احوال کا خاتمہ استدراج پر کرکے مردود کر دیا اور یہ انتہا

درجہ کی پھٹکار ہے۔ خالدین فیہا۔ انکو کوئی راہ نہین کہ اسکے وجود جلال و قدرت کمال کی طرف جاوین پس انکی گمراہی پر گمراہی بڑھتی گئی اور
وہی ہجر و محرومی سے کبھی مشاہدۂ عالی کی طرف نہ پہونچینگے۔ قولہ الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا۔ یہ ایسے لوگ ہین کہ مشیت ازلی مین انکے
واسطے خوبی ایمان قرار پائی ہے ولیکن اللہ عزوجل نے امتحان سے فتنہ وخواہشون مین پڑگئے تھے پھر عنایت ازلی کے انوار نے انکو پالیا پس نفس
کے قیدخانہ اور شیطانی زنجیرون سے انکو چھڑا لیا اور انکی باطنی آنکھین برق عنایت کی روشنی سے ٹھنڈی ہوگئین تاکہ انھون نے نظر توفیق
پائی اور اپنے اعمال کو بہت خبیث دیکھا پس اللہ عزوجل کی طرف گڑگڑائے اور پناہ مانگی اور پروردگار عزوجل سے شرمائے اور انکے چھوٹ
جانے کی توفیق چاہی کیونکہ انکو اللہ عزوجل کی مشیت سابق نظر پڑی جو اسنے عنایت و رعایت و کفایت و ہدایت کے ساتھ ان لوگون کے
حق مین ازل سے جاری فرمائی تھی برخلاف انکے جو ازلی مردود ہین وہ ہزار بار ایمان کے بعد کفر مین جاوینگے لقولہ تعالےٰ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ

جو لوگ منکر ہوئے مانکر پھر بڑھتے رہے انکار مین ہرگز قبول نہو گی انکی توبہ اور وہی ہین راہ بھولے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا

جو لوگ منکر ہوئے اور مرگئے منکر ہی تو ہرگز قبول ہو گا ایسے کسی سے زمین بھر کر سونا

وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ۝ ع ۱۷

اگرچہ بدلا دیوے یہ کچھ انکو دکھ کی مار ہے اور کوئی نہین انکا مددگار

یہود کے حق مین اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ بعیسیٰ۔ بَعْدَ إِيمَانِهِمْ۔ بموسیٰ۔ ثُمَّ ازْدَادُوا
كُفْرًا۔ بمحمد۔ لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ۔ اذا غرغروا وماتوا کفارا۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ۔ جن لوگون نے
کفر کیا۔ یعنی عیسیٰ کے ساتھ بعد انکے ایمان لانے کے (اپنی موسیٰ پر) پھر بڑھا دیا کفر کو (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرکے)
ہرگز قبول نہ کیجائیگی انکی توبہ (یعنی جبدم کو انکو گھرا لگ گیا اور کافر مرگئے) اور ایسے ہی لوگ ہی گمراہ ہین ف مترجم کہتا ہے کہ اس آیت مین
مفسرین کے اقوال ہین پس قتادہ و عطاء خراسانی و حسن رحمہ نے کہا کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق مین نازل ہوئی ہے کہ انھون نے توریت و انجیل
مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت پاکر آپ پر ایمان لانے کے بعد جب آپ کی بعثت ہوئی تو آپ سے کفر کیا پھر ازدیاد کفر اسطرح کہ اسی پر اڑے
رہے کیونکہ کفر پر اصرار کرنا کفر مین ازدیاد ہے اور شیخ ابن جریر رحمہ نے زیادت کفر بسبب ان اعمال کے قرار دیا جو انھون نے بعد کو کمائے اور آیت کو مخصوص یہود کے
حق مین قرار دیا و مترجم کہتا ہے کہ اگر مخصوص یہود کے حق مین ہو تو جو تفسیر مفسر رحمہ نے زیادت کفر کی ذکر کی ہے وہ اولیٰ ہے واللہ اعلم اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ اللہ
تعالیٰ نے ایسے شخص کو وعید تہدید فرماتا ہے جو ایمان کے بعد کافر ہوا پھر اسنے اس کفر کو بڑھایا اسطرح کہ موت کے وقت تک اسی پر مستمر رہا تو اسکی توبہ وقت ممات کے
قبول نہوگی چنانچہ فرمایا ولیست التوبة للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن الآیہ۔ یعنی ایسے لوگون کے لیے توبہ نہین ہے جو برائی کرتے
ہین یہانتک کہ جب انمین سے کسی کو موت حاضر ہوئی تو بولا کہ مین اب توبہ کرتا ہون آخر آیت تک مترجم کہتا ہے کہ یہان اشکال یہ ہے کہ لن تقبل توبتہم۔ سے صریح ثابت
ہوتا ہے کہ ایسے شخص کافر یا مرتد کی توبہ قبول نہین ہے حالانکہ اسپر علما کا اتفاق ہے کہ توبہ مرتد کی اگرچہ مکرر سہ کرر کافر ہوا ہو قبول ہے پس مفسرین وغیرہ نے
تو یہ جواب دیا کہ توبہ سے اسوقت کی توبہ مراد ہے کہ جب مرنے لگا اور اسکو غرغرہ لگ گیا جسکو عام لوگ گھرا لگ گیا بولتے ہین پس بالاتفاق ایسے وقت
کی توبہ قبول نہین چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ بندہ کی توبہ قبول ہوتی ہے جبتک کہ اسکو گھرا نہین لگا۔ اور نحاس رحمہ نے اس جواب کو عمدہ کہا ہے

اور یہی قول حسن و قتادہ و عطاء و سدی سے مروی ہی اور اسیکے مانند مجاہد سے مروی ہی کہ انکی توبہ قبول نہوگی جبکہ وہ کفر پر مرگئے۔ مترجم کہتا ہی کہ اسپر وارد ہوتا ہی جو بزار رحمہ اللہ نے اسکا شان نزول روایت کیا کہ حدثنا محمد بن عبداللہ بن بزیع حدثنا یزید بن زریع حدثنا داؤد بن ابی ہند عن عکرمۃ عن ابن عباس رض کہ ایک قوم اسلام لائی پھر وہ مرتد ہوگئی پھر اسلام لائی پھر مرتد ہوگئی پھر انھوں نے اپنی قوم والوں کو کہلا بھیجا کہ ان لوگوں کے واسطے توبہ دریافت کریں پس قوم والوں نے رسول اللہ صلعم سے اسکو ذکر کیا تب یہ آیت اتری ان الذین کفروا بعد ایمانہم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتہم۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اسکی اسناد جید صحیح ہی۔ پس صریح ہی کہ غرغرہ کے وقت نہیں بلکہ پہلے انھوں نے توبہ کا سوال کیا تھا اور ابن عباس سے روایت ہی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مرتد ہوگئے اور انھوں نے قصد کیا کہ اپنا حال چھپانے کے واسطے توبہ ظاہر کریں اور دلوں میں کفر پوشیدہ رکھیں۔ مترجم کہتا ہی کہ حاصل اسکا یہ ہی کہ یہاں جو توبہ قبول نہونا فرمایا ہی یہ ایک خاص قوم واسطے ہی جنکے سرائر و ضمائر میں کفر پنہاں تھا اور ظاہری توبہ کرنا چاہتے تھے پس اللہ تعالے دانا تر ہی اسنے اصل حال کے موافق انکی توبہ قبول نہونے کا حکم بھیجدیا۔ اور اگر وہ لوگ درحقیقت توبہ کرنا چاہتے تو قبول ہوتی۔ پھر اسوقت میں اگر کوئی مرتد توبہ کرے تو ظاہر کے موافق اسکی توبہ قبول ہوگی اور اسکے باطن کا اللہ تعالے دانا تر ہی اور یہ کلام مع روایت شان نزول کے جو اوپر مروی ہوئی ہی کلام جید ہی فافہم۔ اور شیخ ابو العالیہ سے اسکی تاویل یوں مروی ہی کہ یہ ایسی قوم کے حق میں ہی جنھوں نے حالت شرک میں بداعمالیاں کیں پھر ان اعمال سے توبہ کرنی چاہی اور شرک سے توبہ نکی تو انکی توبہ مقبول نہیں۔ اور شیخ ابن جریر نے کہا کہ کفر پر کفر بڑھانے کے ساتھ اللہ تعالے توبہ نہیں قبول کرتا ہی جب تک وہ اپنے کفر پر قائم ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ شاید اسکے وہی معنے ہیں جو شیخ ابو العالیہ کے کلام کے ہیں۔ اور بیضاوی نے ذکر کیا کہ قولہ لن تقبل توبتہم۔ اسوجہ سے ہی کہ وہ توبہ ہی نہیں کرینگے پس انکی توبہ نکرنے کو نہ قبول کرنے سے تعبیر کیا اور انکا حال بالیوس از رحمت کی صورت میں ظاہر کیا۔ اور یہی وجہ ہی کہ فا داخل نہیں ہوئی یعنی فلن تقبل نہیں فرمایا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ بسبب اسکا اس بھید پر ہی کہ کفر بعد ایمان کے پھر اسپر زیادہ کفر سے دل پر مہر ہو جاتی ہی کہ توبہ کی یا سچی توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہی اور نظیر اسکی وہ حدیث ہی کہ جسنے تین جمعہ چھوڑے اللہ تعالے اسکے دل پر مہر کردیتا ہی۔ اور نیز وہ حدیث ہی کہ جسکا حاصل یہ ہی کہ گناہ سے نقطہ سیاہ دل پر پیدا ہوتا ہی پھر وہ اصرار سے بڑھتے بڑھتے تمام دل کو گھیر لیتا ہی پھر اسمیں توبہ کی توفیق نہیں سماتی ہی اور اصل حدیث صحیح مسلم وغیرہ میں ہی۔ بالجملہ اسپر اتفاق ہی کہ کافر و مرتد اگرچہ کفر پر کفر وار دیاد کرے اسکی توبہ بدلیل دیگر آیات و احادیث مقبول ہی پس یہ آیت ضرور باول ہی اور میرے نزدیک عمدہ تاویل یہ قول ابن عباس رض مع روایت شان نزول ہی واللہ اعلم۔ لیکن تاویل مفسر وغیرہ سے بلکہ تفسیر قرطبی کی قطعاً ہر سے اولی ہوتی ہی راجح ہی فافہم اور قولہ ہم الضالون کے یہ معنے ہیں کہ تمام مصداق ضال کا یہی لوگ ہیں کہ کفر پر مرگئے یا بمعنی آنکہ ضلالت میں رہنے والے ہیں کما ذکرہ البیضاوی اسواسطے کہ وہ تو اول ہی سے کفر پر ضال تھے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ۔ مقدار ما یملاہا ۔ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ مولم ۔ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۔ یعنی بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور مرے درحالیکہ وہ کفار ہیں تو نہ قبول کیا جائیگا کسی ایک سے بھر زمین سونا یعنی اسقدر مقدار کثیر جو زمین کو بھردے اگرچہ فدیہ دے اسکو اور ایسوں کے لیے عذاب مولم ہی اور انکے لیے کوئی مددگار نہیں جو انکو عذاب سے چھوڑادے۔ واضح ہو کہ یہاں فلن یقبل پر فا داخل ہوئی اور یہ خبر ہی حالانکہ اکثر کے نزدیک نہیں جائز ہی تو اسکا سبب یہ ہی کہ الذین مشابہ شرط ہی اور ایذان ہی کہ نہ قبول ہونے کا سبب یہی کفر پر مرنا واقع ہوا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ بعض نے کہا کہ یہ آیت حارث بن سوید کے

ان ساتھیون کے حق مین اتری جو کفر پر مر گئے تھے اور بعض نے کہا کہ علی العموم جو کافر اپنے کفر پر مر گیا اسکے حق مین ہی خواہ مشرک بت پرست
ہو یا یہودی یا نصرانی یا کوئی اور قسم کا کافر ہو ۔ اسمین شک نہین کہ حکم آیت کا عام ہی ۔ اور فلن یقبل یہان بفا ہی اور اوپر کی آیت مین بدون
فا ہی پس اول یہ سوال ہی کہ دونون مین کیا فرق ہی اور دوم یہ سوال ہی کہ خبر ان پر فا نہین آتی ہی یہان کیونکر آئی ہی پس اول کا جواب یہ ہی کہ
یہان مقصود بیان سببیت ہی کہ اگر ایسا ہوا تو ایسا ہوگا بخلاف آیت اول کے اور دوم کا جواب ہی کہ الذین مین معنے شرط پائے جاتے
ہین پس فا داخل کر کے شرط و جزا ہونے کا ایذان فرمایا اور اگر فا نہوتی تو یہ ایذان نہوتا اور ان کی خبر پر وہان فا نہین جائز ہی جہان یہ معنے
نہون فافہم ۔ اور ملأ ۔ بالکسر وہ مقدار ہی جو کسی شی کو پر کر دے اور ملأ ۔ بالفتح مصدر یعنے بھر دینا اور حاصل یہ ہی زمین کے مشرق سے مغرب تک
بھر کے سونا اگر عذاب سے اپنی جان چھڑانے کے واسطے دے تو بھی قبول نہوگا اور زمین کی خصوصیت تقریب فہم کے واسطے ہی کیونکہ
آدمی اسی زمین کا ساکن ہی اور سونا اسوجہ سے کہ اسکو بہت عزیز چیز سمجھتے ہین حالانکہ اگر زمین کیا بلکہ آسمان اور تمام ظرف مخلوق الٰہی بھر
کر کے سونا یا جواہرات کوئی چیز دیوے تو بھی قبول نہوگا ۔ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا کہ جو شخص کفر پر مرا ہی تو پھر اس سے کوئی چیز کبھی مقبول
نہوگی اگرچہ اسنے بھر زمین سونا ایسے کام مین اپنی زندگی مین خرچ کیا ہو جسکو وہ طاعت قربت جانتا تھا جیسے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے پوچھا گیا کہ عبد اللہ بن جدعان کا کیا حال ہوگا کہ وہ آپ کی بعثت سے پہلے تھا اور مسافرون کی مہمانداری کرتا اور گرانباری کے
بوجھ ہلکے کرتا اور محتاجون کو کھانا دیتا ۔ بھلا اسکو کچھ نافع ہوگا فرمایا کہ نہین اسلیے کہ اسنے عمر مین کبھی ایکبار یہ نکہا کہ میرے پروردگار قیامت مین
میری خطائین بخشدے یعنے روز جزا کا قائل نہ تھا ۔ ایسے ہی ان کافرون کا حال اللہ تعالے نے فرمایا کہ اگر انھون نے بھر زمین سونا خرچ
کیا تو قبول نہوگا چنانچہ فرمایا لا یقبل منها عدل ولا تنفعها شفاعة ۔ یعنے بالکل فدیہ کی نفی کردی اور اس سے صریح اسی آیت کے مانند فرمایا
ان الذین کفروا لو ان لهم ما فی الارض جمیعا ومثله معه لیفتدوا به من عذاب یوم القیامة ما تقبل منهم ولهم عذاب الیم ۔ یعنے جو لوگ کافر ہے اگر
فرض کیا جاوے کہ انکے واسطے وہ تمام سب ہو جو زمین مین ہی اور نیز اسکے برابر اور بھی ہوتا کہ وہ اسکو اپنا فدیہ دیکر عذاب روز قیامت سے چھوٹنا چاہین تو انسے ہرگز
قبول نہوگا اور انکو عذاب دردناک ہوگا ۔ وہی یہان فرمایا ۔ ان الذین کفروا وماتوا وهم کفار فلن یقبل من احدهم ملء الارض ذهبا ولو افتدی به ۔ پس قولہ ولو افتدی
به ۔ کا عطف اول پر ہی اور اس عطف سے دلالت ہی کہ ملء الارض ذهبا ۔ اور ۔ ولو افتدی به ۔ دو چیزین ہین اسواسطے کہ معطوف علیہ و معطوف مین مغائرت
ہوتی ہی بیضاوی رح نے فرمایا کہ یا مراد یہ ہی کہ ولو افتدی به ای ولو افتدی بمثله ۔ اور مثل کا لفظ اکثر حذف ہوتا ہی کیونکہ ہر دو مثل ایک ہی شی کے حکم مین
ہوتے ہین قال ابن کثیر اسکا مقتضی یہ ہوا کہ جو کفر پر مرا ہی اسکو عذاب الٰہی سے کوئی چیز نہ چھڑاویگی ۔ پھر اولئک لهم عذاب الیم ۔ مبالغہ ہی انکے مایوس کرنے
مین کہ جو کفر پر مرا اسکے ساتھ عفو نہوگا پھر کافر ی او بام مین یہ وہم بھی تھا کہ شاید کوئی ناصر و مددگار و شفیع ہو اسکی بھی نفی فرمائی کہ وما لهم من ناصرین بیضاوی
نے فرمایا کہ من اسواسطے زیادہ ہوا کہ کوئی ناصر نہوگا باستغراق ہر ہر فرد کی نفی ہی اور اس آیہ کریمہ سے متعلق یہ حدیث ہی کہ انس بن مالک رض نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللہ عز و جل قیامت مین دوزخیون مین ایک شخص سے جسپر سب سے آسان عذاب ہوگا فرماویگا کہ اگر تیرے پاس دنیا ما فیہا ہوتا تو کیا
اپنا فدیہ دیتا وہ عرض کریگا کہ ہان ضرور تب فرماویگا کہ مین نے تو تجھسے اس سے بہت آسان امر چاہا تھا درحالیکہ تو پشت آدم مین تھا یہ کہ تو میرے ساتھ شرک مت کرنا پھر
تو نے نہ مانا مگر یہی کہ شرک کیا ۔ رواہ مسلم والبخاری ۔ وعنہ ایضا ایک دوزخی لایا جائیگا اس سے اللہ عز و جل فرماویگا کہ تو نے اپنا ٹھکانا کیسا پایا وہ عرض کریگا کہ ای پروردگار
بہت بری جگہ ہی ۔ فرماویگا کہ تو زمین بھر سونا دیکر اپنے کو چھڑانا چاہتا ہی عرض کریگا کہ ہان ای پروردگار ۔ اسکو فرماویگا تو جھوٹا ہی مین نے تو تجھسے بہت آسان سے
چاہا یعنے لا اله الا الله مگر تو نے نہ کیا پھر وہ دوزخ مین بھیجدیا جائیگا رواہ احمد ۔ تم الجزء الثالث ویتلوہ الرابع من لن تنالوا ۔

له یعنی روز جزا کا قائل نہ تھا ۱۲

سنن ابی داؤد - منجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی ہے بصحت تمام ہر چہار جلد کامل دو جلد مین از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ معروف جدید الطبع -

دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسماے متبرکہ و خواص اسماء حسنے معروف -

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل - ذخیرۂ احادیث مولانا غلام یحیٰ -

عناصر الخیرات - با ترجمۂ اردو از حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط درود کا مجموعہ -

فقہ اردو

غایۃ الاوطار - ترجمہ اردو دُرّ مختار مترجمۂ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلد مین -

راہ نجات - ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ -

مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری -

حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالۂ بے نمازان -

ترجمۂ فتاوی عالمگیری - کامل ہر چار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول مترجمۂ مولانا احتشام الدین و مابقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمۂ مولانا امیر علی -

کشف الحاجۃ - ترجمۂ اردو مالابدمنہ از مولوی محمد نور الدین -

نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ اردو ہر چہار جلد یکجائی مطبوعۂ نظامی -

ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بہ درگاہ باری تعالے (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل - مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام -

شرع محمدی منظوم - مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری -

تنبیہ الغافلین - مسائل دینیہ -

حیرت الفقہ - مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -

جواب السائلین - بطور استفتا -

کنز الدقائق - اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان -

چہل مسائل فقہ - از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -

اشرف المسائل - از مولوی اشرف علیخان -

رسالہ تجہیز و تکفین میت - از محمد عمر -

فقہ فارسی

ہدایہ - پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے دو مجلد کامل -

شرح سفر السعادت - از مولانا عبد الحق دہلوی معروف -

نہج الحج - مسمی بہ غایۃ الشہور از ملا محمد شاہ -

تذکرۃ الجمعہ - احکام جمعہ از مولوی عبد السلام -

تبیان - در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین -

بدائع منظوم - مسائل فقہ بنظم فارسی از ملا ناظم علی رحمہ -

تام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری -

مائۃ مسائل - سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ -

شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی -

مسلک المتقین - مرغوب علماے ولایت از مولوی اکہ یار خان -

فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -

قدوری - مترجمۂ مولانا ابو القاسم -

شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن جامی -

کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرانی محشے مع فرہنگ -

مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ -

شرح مختصر وقایہ کورمیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -

رسالۂ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -

رسالۂ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان -

فقہ عربی

ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف -

برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح -

جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -

فتح القدیر حاوی المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی

فتح القدیر - از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند باغلظت شرح مشہور و معروف اور آخرین تکملہ زین الدین آفندی کا مل چار جلد ضخیم جدید الطبع۔

ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد بہ تحشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل۔

۱ - جلدین اولین عبادات -

۲ - جلدین آخرین معاملات -

فتاوائے عالمگیری - ہر چہار جلد کامل و جدید

ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد میں اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہیں بہ تفصیل ذیل -

ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح -

ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب -

فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معروف متداول دو مجلد کامل -

شرح وقایہ - از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح -

شرح وقایہ خرد - مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم

ذخیرۃ العقبی - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف -

اشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف مستند متداول -

ملا مسکین - از ہمونع نادرما با تحشی جدید -

کنز الدقائق - محشی متداول درسی کتاب

مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول -

عینی شرح کنز الدقائق - محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد میں -

(۱) جلدین اولین عبادات میں -

(۲) جلدین آخرین معاملات میں -

مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعۃ درسی متداول -

عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم -

قدوری محشی - تالیف امام ابو الحسن درسی متداول -

اخلاق و تصوف اردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی -

تہذیب النفوس - از سید فخر الدین حسین -

باب دانش - مؤلفہ مولوی محمد کریم بخش -

ملفوظات عزیزی - از سید غلام حیدر خان -

ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد میں مترجمۂ مولانا ابو الحسن فریدآبادی -

خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش -

بستان تہذیب - جامع اخلاق و ادب مرتبۂ نواب حاجی محمد عمر علیخان بہادر فیروز جنگ

بحر المستیقظ - اصلاح نفس میں -

انتجابات - اخلاق و موعظت میں مصنفہ

منشی کاشناپرشاد -

کیمیائے حکمت - حصہ اول بیان شرافت علم و ادب -

نجات المومنین - ذکر کرامات حضرت شاہ نجابت اللہ -

تہذیب الاخلاق - مؤلفہ مولوی نجم الغنی -

پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اردو میں حاصل مطالب مع فوائد تصوف - کامل دو جلدین بتفصیل ذیل -

(جلد اول) ترجمۂ دفتر ۱ و ۲ و ۳ -

(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ -

اخلاق رضی - مصنفۂ قاضی محمد رضی -

شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمۂ سید غلام حیدر صاحب -

تحفۂ سروری - نظم آداب عبادت مجلد عمدہ از مفتی غلام سرور -

کنز الاسرار - ترجمہ اردو و نظم شاہ بو علی قلندر قدس سرہ بموزن مثنوی از مولوی سید غلام حیدر خان -

چشمۂ فیض - نظم ترجمہ اردو پندنامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ از مولوی عبد الغفور خان بہادر -

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار کامل در دو مجلد -

تہذیب احسانی - مؤلفۂ حکیم احسان علی -

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع انوار فیوض سبحانی مجموعہ معارف و حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق یعنی تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر
بن کثیر القرشی الدمشقی و تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے فائدہ [illegible]

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیہ والنقلیہ بحر الفنون الفرعیہ والاصلیہ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل
المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب مترجم فتاوی الہندیہ المسمّٰی بہ عالمگیریہ و عین الہدایہ دام ظلہ العالی بدوام الایام واللیالی

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن وخوبی چھپی

اطلاع ہے - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین انمین بعض کتب اردو و فارسی و عربی کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

تفاسیر قرآنی اردو

تفسیر قادری - ترجمہ اردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلد مین -

تفسیر زاد الآخرت - نظم مین پوری تفسیر قرآن کی کمال عمدگی سے از مولوی عبد السلام

تفسیر سورۂ اذا زلزلت - جدید الطبع -

تفسیر سورۂ فاتحہ - مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین -

تفسیر سورۂ یوسف - بہ مصرعہ از مولوی اشرف علی - پنجسورہ مترجم - باترجمہ اردو -

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ - متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط -

تفسیر اسرار الفاتحہ - مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف -

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی - مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج لیجیے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی زینت کیجیے عجیب تصنیف ہے بالکل بے نقطہ اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط - فرعون و قارون کا نام بے نقط - روایت کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا ویسا ہی پایا جیسا شنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس سے لکھا بہت عمدہ چھپا -

تفسیر جلالین مع کمالین - بہ تحشی جدید مطبوعہ دہلی -

تبیان فی اعراب القرآن - مؤلفہ شیخ عبد اللہ بن حسین عکبری محدث مفسر نحوی - متوفی ۶۱۶ھ اس فن کی کوئی کتاب ہند مین طبع نہوئی - غلط فہمی سے خلاصۃ الکشاف نام درج ہوگیا ہے ساتھ مین رسالۂ فتح الخبیر مولانا ولی اللہ محدث دہلوی کا لگا ہوا ہے -

درر النظیم - خواص و تاثیرات آیات و سورہاے قرآنی مؤلفۂ قاضی ابو الحسن المصری

توریت - بزبان عربی ترجمہ بطور اصل کے اسکے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا اور اردو ترجمہ بصرف زر خطیر مطبع ہذا کی طرف سے اضافہ ہوا -

فتح الخبیر - مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ غیر -

احادیث اردو

مظاہر حق - ترجمۂ مشکوۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد مین ہے حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اسکا ترجمہ اردو مین -

تحفۃ الاخیار - ترجمۂ اردو مشارق الانوار ترجمہ مولوی خرم علی -

ترجمۂ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہین -

ایضاً - جلد دوم - حسب مراتب بالا -

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین -

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف -

جامع ترمذی - امام ابو عیسے ترمذی صحاح ستہ مین سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی جدید -

قسطلانی - شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمی بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات مین پوری شرح -

الجزء الرابع

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا

ہرگز نہ پہونچوگے نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ کرو کچھ ایک

مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ

جس سے محبت کرتے ہو اور جو کچھ چیز خرچ کروگے سو اللہ تعالےٰ اسکا دانا ہی

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ - ای ثوابہ وہو الجنۃ - تم نیکوکاری کو ہرگز نہ پاؤگے ف یعنے نیکوکاری کا ثواب نہ پاؤگے وہ ثواب جنت ہی - حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ - یہانتک کہ جن چیزون کو تم چاہتے ہو انمین سے خیرات کرو ف یعنے اللہ تعالےٰ کی محبت غالب ہو اور نفس جن چیزون کی محبت رکھتا ہی تم ان چیزون سے منقطع ہوجاؤ اور یقین آخرت کے طور پر انکو خیرات کردو تب نیکی پاؤ یعنے جو ابرار کا مرتبہ ہی وہ تمکو حاصل ہو - واضح ہو کہ یہ کلام از سر نو شروع ہوا اور یہ مومنون کو خطاب ہی اور کافرون کے ذکر کے بعد اہل توحید کی نافع چیز کو ذکر فرمایا - اس سے مناسبت ظاہر ہی اور تنالو - از نیل ہی بمعنے پالینا جیسے نیل مراد بمعنے حاصل ہونا اور بولتے ہین - نالنی منہ معروف - مجھے اسکی طرف سے بھلائی پہونچی اور یہ نول بواو سے نہین جسکے معنے تناول کے ہین پھر بر بمعنے کار خیر وعمل صالح ہی اور اسکو پہونچنا یہ کہ اسکے ثواب کو پہونچے اور مترجم کے نزدیک جو تقدیر کہ ترجمہ سے ظاہر ہی وہ خوب ہی یعنے حد البر حاصل یہ کہ نیکوکاری کی حد کو نہ پہونچوگے مگر اسیطرح کہ محبوب چیز صدقہ کرو - اگر کہو کہ مآل اسکا وہی ثواب جنت ہی اسیواسطے حضرت ابن مسعود وابن عباس وعطا ومجاہد وسدی سے تفسیر جنت مروی ہوئی ہی اور بعض نے کہا کہ بر - ای تقوی اور بعض نے کہا کہ طاعت - اور اصل مین بر کہتے ہین فعل خیر مین توسیع کو - اور یہ جب ہوتا ہی کہ آدمی اخلاق شرعی سے آراستہ ہو مثلاً حلم وعدل وحیا وکرم وسخا وشجاعت وغیرہ خوبیون سے مزین ہو اور جہالت وغصہ وبے ایمانی وبے شرمی وبخل وتنگدلی ونامردی و خدا تعالےٰ پر بھروسا نکرنا اور امر آخرت کا پورا یقین نہونا وغیرہ بد خصلتون سے اللہ تعالےٰ نے اسکو نجات دی ہو جب ایسا خوش خلق ہوتا ہی تو ہر فعل اسکا نکوئی ہوجاتا ہی اسی سے حدیث نواس بن سمعان مین ہی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے برکو دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ حسن الخلق بر ہی فافہم - انفاق سے مراد مطلق خرچ کرڈالنا نہین ہی بلکہ صدقہ دیکر خرچ کرنا مراد ہی خواہ صدقہ فرض ہو مانند زکوۃ وغیرہ کے یا نفل ہو اور نفل مین اپنے اہل وعیال پر بھی بطور معروف بدون اسراف کے خرچ کرنا افضل نیکی ہی چنانچہ حدیث سعد رضی اللہ عنہ مین آیا کہ جو لقمہ تو اپنی جورو کے منھ مین پہونچاوے وہ بھی تیرے واسطے نیکی ہی (الصحیح) پھر یہ صدقہ اس چیز مین سے ہو کہ جسکو تم محبوب رکھتے ہو اپنے مالون مین سے کوئی مال ہو اور من تبعیضیہ ہی یعنے ان اموال سے بعض صدقہ کرو اسواسطے کہ کل مال خرچ کردینا اچھا نہین ہی جبکہ فاقہ کشی کی نوبت آوے اور محبت سے یہان محبت شرعی مراد نہین بلکہ بشری مراد ہی پس اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ مال کی محبت فی نفسہ روا ہی بلکہ امر خیر کے واسطے جبکہ حلال ہو اچھا سمجھنا جائز ہی لہذا حرام ومشتبہ کے مال سے صدقہ دیکر ثواب کی نیت رکھنا کفر ہی اور شاید کہ من بیانیہ ہو یعنے مخصوص وہ اموال جنسے بمقتضاے بشری تمکو محبت ہی انکو صدقہ کرو کیونکہ آدمی ہر چیز کو اپنے مال سے محبوب نہین رکھتا ہی پھر محبوب مال خیرات کرنے سے دلی یقین ظاہر ہوا کہ اسکو دار آخرت کا یقین ہی اور اللہ تعالےٰ پر بھروسا ہی بخلاف منافق کے جو خرچ کرنے مین متردد ہوتا ہی - وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ - اور تم کوئی چیز خرچ کرو اللہ تعالےٰ اسکا علیم ہی ف اگر یہ مال قلیل ہو پھر تمہاری

نیت بھی جانتا ہے فیجازی علیہ۔ پس تمکو اسپر ثواب دیگا یعنے صدقہ کرنے پر اللہ تعالے نے اپنا دانا ہونا بیان فرمایا اس سے مراد یہ کہ وہ تمکو تمہارے کار خیر کا ثواب عطا کریگا اور اسمین اشارہ ہے کہ نیت سچی ہے کیونکہ اللہ تعالے دانا ہے اسیواسطے مطلق خرچ کرنے پر یہ نفرمایا کہ ان اللہ یجازیکم بجزاءٍ کریم۔ تمکو خدا نیک بدلا دیگا کیونکہ بہتیرے دکھلانے سنانے کو صدقہ دیتے ہین اس سے حسن کلام معلوم ہوگیا۔ پھر جانو کہ **بیضاوی** رحمہ نے ما تحبون مین کہا کہ مال سے یا ایسی چیز سے جو مال وغیرہ کو عام ہے مثلاً مسلمانون کے معاونت مین اپنے سے بن پڑنے ہوسے بھلائی کرے مثلاً بادشاہ اسکی بات مانتا ہے اس سے بھلائی کرے اور بدن کو اللہ تعالے کی بندگی مین صرف کرے اور دل کو اسکی یاد مین قربان کرے **مترجم** کہتا ہے کہ یہ کلام خوب ہے اور اللہ تعالے کے واسطے تعلیم دینے مین اپنی جان کو وقف کرنا بھی اسی مین داخل ہے اور بخاری و مسلم رحمہم نے حضرت انس رضہ سے روایت کی کہ جب یہ آیت اُتری تو ابو طلحہ انصاری رضہ رسول صلعم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے میرے مالون مین سے بیرحا بہت پسند ہے اور وہ اللہ تعالے کے واسطے صدقہ ہے مین اللہ تعالے کے پاس اسکا ذخیرہ و ثواب چاہتا ہون پس اللہ تعالے کی توفیق سے آپ جہان چاہین خرچ کرین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخ بخ ذلک مال رابح یعنے خوشی ہے بڑا فائدہ مند مال ہے یہ بڑا فائدہ مند مال ہے اور جو تو نے کہا مین نے سمجھ لیا اور میری رائے ہے کہ مین اسکو تیرے اقربین مین صرف کرون۔ عرض کیا کہ آپ جیسا چاہین کرین پس آپ نے ابو طلحہ کے اقارب اور چچا کی اولاد مین تقسیم کردیا اور ایسی ہی حضرت عمر رضہ کا حصہ خیبر سے نفیس مال صدقہ کرنا حدیث صحیح مین اور جلولا سے ایک بہت پسند باندی کو اللہ تعالے کے واسطے آزاد کرنا بروایت بزار و عبد بن حمید مذکور ہے اور حضرت عمر رضہ نے اس باندی سے پھر نکاح بھی نکیا اور یہ تقوی ہے کیونکہ صدقہ کا مال پھر خرید کرنا حدیث بخاری مین ممنوع آیا ہے اگرچہ علما کے نزدیک اسمین فقط کراہت ہے واللہ اعلم۔ اور ان احادیث سے نکلا کہ صدقہ کو اقارب مین تقسیم کرنا اولی ہے اور یہ نکلا کہ آیت کریمہ صدقہ مفروضہ و مستحبہ کو عام ہے۔ اور من تبعیضیہ ہونے کی تقویت نکلتی ہے اور بعض قراءۃ مین بھی۔ بعض ما تحبون۔ آیا ہے۔ ف عرائس البیان مین اس آیت کریمہ کے اشارات کو طول کے ساتھ اسطرح بیان فرمایا کہ قولہ تعالے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ جو لوگ اس صفت کے ہین کہ محبوب چیز کو خرچ کرتے ہین انکے چار طبقہ ہین حسب ذیل

طبقۂ اول اہل معاملات اور انکی دس قسمین ہین ایک قسم توبہ کرنے والے ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزون ہین ایک ترک دنیا دوم ترک ریاست یعنے لوگون کے سردار بننے کو چھوڑنا اور سوم ترک نفس کہ للہ و فی اللہ ترک کرتے ہین قسم دوم تورع کرنے والے ہین اور انکا انفاق بھی تین چیزین ہین ایک ترک معاصی کہ گناہ کسی قسم کا ہو ترک کرتے ہین دوم سوائے سد رمق کے حلال بھی ترک کرتے ہین سوم شہوات سے یعنے تمام خواہشون سے خواہ کسی قسم کی ہون جو نفس سے متعلق ہین سب سے نفس کو چھڑاتے ہین قسم سوم زہد کرنے والے ہین اور انکا اتفاق بھی تین چیزین ہین ایک نفس کا مجاہدہ ہے یعنے نفس کو مجاہدہ مین لاتے ہین اور اسکی ضد سے چھڑاتے ہین دوم اعمال کو پاک کرتے ہین سوم جوارح و اعضا کو احکام سنت پر چلنے کیلئے رکھتے ہین اور خود بینی سے ذلیل کرتے ہین قسم چہارم فقرا ہین اور انکا خرچ بھی تین چیزین ہین اول حفظ اوقات یعنے جو دم ہے اسکو نگاہ رکھتے ہین دوم فقر کی نگہداشت کرتے ہین کہ تونگری یا اسکی خواہش پر میلان کرے۔ سوم اپنے آپکو تمام امور مین عفیف رکھتے ہین کہ انکے حال سے سوائے حق عز وجل کے کوئی واقف نہو۔ قسم پنجم اس طبقہ سے اغنیاء ہین اور انفاق انکا بھی تین چیزین ہین اول مالون کو خیرات کرنا بدون اسکے کہ جسکو دیا ہے اسپر کچھ منت رکھین یا ایذار دین یعنے قولہ تعالے ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی سے پابند ہین دوم فقیرون کے نزدیک تواضع و عاجزی سے رہتے ہین سوم ریا کا خطرہ آنے کے وقت اخلاص کی دعا کرنا اور اپنے نفس کی شر سے پناہ مانگنا قسم ششم صبر کرنے والے ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین

ہین۔ اول تو فاقہ کے وقت جزع نہین کرتے ہین دوم بلا نازل ہونے کے وقت دل خوش رکھتے ہین سوم راحت پر محنت وبلا کو اختیار کرتے
ہین یعنے محنت وبلا کو بہ نسبت راحت کے پسند کرتے ہین قال المترجم وجہ یہ ہی کہ بلا مین ظاہر ایک بلا ہی اور صدہا الطاف خاص پوشیدہ
ہوتے ہین پس عام تو اس ایک بلاء ظاہر پر صبر نہین کر سکتا اور یہ لوگ اسپر صبر کرکے ان الطاف کو پہونچ چکے تو اب بلا کو راحت پر ترجیح دیتے
ہین کیا نہین دیکھتا کہ حفت الجنۃ بالمکارہ اللہ تعالے نے جنت کو مکارہ سے گھیر دیا ہی جو شخص اس مکروہات کو تحصیل کیا وہ جنت کو پسند
کریگا اور دوزخ کی شہوات سے بدرجہا افضل جانیگا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ بلا سے عافیت مانگنا یہ علی العموم عوام کو حکم ہی اسواسطے کہ
اگر خدانخواستہ اس بلا پر صبر نہوا تو پھر بربادی زیادہ ہی جیسے عوام کو راہ تجرید و ترک نہین سکھلائی جاتی ہی بخوف آنکہ غالبًا وہ اس راہ مین
بہان سے جاتے رہتے ہین اور حق یہ کہ بلاے الٰہی پر صبر کرنا کسی کی مجال نہین ہی کیا نہین دیکھتے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے قیدخانہ
کو اختیار کیا تھا اور ہوا جو ہوا اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو جہاد مین کافرون سے بھڑ جانے کی تمنا مت کرو اور
اللہ تعالے سے عافیت چاہو لیکن جب مقابل ہو جاؤ تو ثابت قدم رہو (الصحیح) اور حدیث مین ہی کہ دنیا و آخرت کے لیے بہتر دعاے عافیت
ہی (السنن) الحاصل جب بندہ شکر گزاری کے ساتھ عظمت کبریائی کا اظہار کرتا رہا پھر تقدیر سے اسکو بلا پہونچی تو جتنے بلا دے ہی صبر عطا فرماتا
ہی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ یعنے بندہ ہر وقت یہ کلمہ کہتا یعنے مجھے کچھ بھی طاقت و قوت نہین سواے اسکے کہ اللہ تعالے عزیز
حکیم ہی کے نام پاک کے ساتھ ہی حدیث مین ہی کہ ایک نے دعا کی کہ الٰہی مجھے صبر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ اے شخص تو نے بلا مانگی پس تو عافیت مانگ
(السنن) حاصل آنکہ اسنے صبر مانگا جو بلا پر ہوا کرتا ہی و اسأل اللہ تعالے العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ۔ قسم ہفتم شکر کرنے والے ہین اور انکا خرچ کرنا
بھی تین چیزین ہین اول اپنی نادانون کی ثنا سب پروردگار سے دیکھکر شرم کرتے ہین کہ ہم کبھی تعریف کا دم مارین حالانکہ نعمتون کو خوب پہچانتے
ہین دوم انعام کرنے والے پاک سے نیاز کی معرفت حقیقت سے اپنے دلون مین متحیر ہوتے ہین سوم اپنی راہ مین خیرات کرتے ہین اور کسی عوض
کے خواستگار نہین ہین قسم ہشتم متوکل ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز کا ہی اول اسنے سال نفوس اللہ تعالے کے واسطے اسکی بلا و نازل
ہونے کے وقت دوم اپنے جان و دل کو اسکی رضامندی چاہنے مین بذل کرنا سوم اللہ تعالے کی قضا و مقدر جاری ہونے کے وقت ہر خطرہ سے اپنی خاطر کو مضبوط
رکھتے ہین کہ کوئی بیجا خطرہ نہین آنے دیتے ہین قسم نہم انہین سے راضی لوگ ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز ہی اول آنکہ اللہ عزوجل جو درحقیقت فاعل مختار ہی اسکے اختیار مین
ہوگئے اور اپنے اختیار کا نام چھوڑ دیا دوم جو اسکا ارادہ ہی اسکے مقابلہ مین تخیر کرنا چھوڑا سوم اس تدبیر سے کتر والون سے اپنے اسرار کو چھپاتے ہین قسم دہم انہین سے
صادقین ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین اول آنکہ مخلوق کے دیکھنے سے پروردگار عزوجل کی بندگی کو خالص و پاک رکھتے ہین اور نفس کی رعونت سے
اپنے سر باطن کو پاک رکھتے ہین سوم آنکہ توحید کو رسم عادت سے پاک رکھتے ہین **طبقۂ ثانیہ اہل حالات** ان لوگون کی
بھی دس قسمین ہین قسم اول انہین سے اہل مراقبہ کہلاتے ہین اور خرچ کرنا انکا بھی تین چیزین ہین اول دفع خطرات اور دوم مناجات
کو خفیہ ادا کرنا سوم آنکہ خلوتون مین حرمت کی حفاظت کرنا۔ قسم دوم اہل خوف ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین اول کمتر سونا
اور دوم کم کھانا اور سوم قلت کلام یعنے کم بات کرنا۔ اور قسم سوم انہین سے اہل جوع ہین اور انکا خرچ بھی تین چیزین ہین اول آنکہ ہر دو
جہان سے طبیعت کو اٹھا لیتے ہین دوم ان دونون منزلون سے اوپر چڑھتے ہین سوم تمام عالم کے ذکر سے اپنے دل کو خالی رکھتے
ہین قسم چہارم محبین ہین اور انکا انفاق بھی تین چیزین ہین اول آنکہ معرض کرامات سے اتقا کرتے ہین دوم طاعات کی طرف
التفات نہین کرتے ہین سوم قلب کو درجات سے صاف کرتے ہین کیونکہ وہ مقام مشاہدات تک پہونچ جاتے ہین۔ قسم پنجم انہین سے

مشتاق کہلاتے ہین اور انکا اتفاق تین چیزین ہین کہ ایک تو ہجر کی آگ سے جلنا دوم بھوک کی آگ سے نفس کا سلگنا سوم خوف ابتلا کی آگ سے روح جلنا قسم ششم ان میں سے عاشقین ہین اور انکا اتفاق تین چیزین ہین ایک تو ولایت کی خواہش چھوڑتے ہین دوم خط محبت چھوڑتے ہین اور سوم مقام رعایت مین ہمیشہ سر باطنی کو لگائے رکھتے ہین۔ اور قسم ہفتم موقنون یعنے یقین رکھنے والے ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو نفس پر شفقت نہین کرتے ہین دوم قلب کی ہمیشہ نگہداشت کرتے ہین سوم ماسوائے حق عز وجل کے سب چیزون کی یاد سے اپنی ارواح کو پاک رکھتے ہین قسم ہشتم انہین سے مستانسین ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین ہین کہ ایک تو مخلوق سے منہ موڑتے ہین دوم دل کو اس طرف لگاتے ہین جہان سے طلوع انوار مشاہدہ ہوگا سوم اپنی سر باطنی کو دشمن کے معارضہ سے پاک رکھتے ہین قال المترجم اس سے ظاہر ہوا کہ بندہ سے کبھی سوسہ تکلیف شرعی ساقط نہین ہوتی ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم اور صحابہ کرام سے یہ تکلیف کبھی ساقط نہوئی اور اذ صحیح مین ہی کہ صحابہ رسول صلعم اعمال مین سے کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہین جانتے تھے سوائے نماز کے کما فی المشکوٰۃ وغیرہ ولیکن بجائے اسکے حسنات ابرار کو مقربین کے درجہ مین سیات شمار کیا گیا ہی اور یہین سے صحیح ہوا کہ اصحاب بدر کے حق مین آیا کہ اللہ عز وجل نے انکو فرمایا کہ تم جو چاہو کرو مین نے تمکو بخشدیا حالانکہ اسپر بھی اکابر صحابہ و خلفاء راشدین نے انپر حد شرعی جاری فرمائی ہی اور بسند صحیح روایت ہی اور خود اللہ عز وجل نے فرمایا کہ ان الحسنات یذہبن السیئات نیکیان ناپید کر دیتی ہین برائیون کو اور اس سے زیادہ تحقیق مقام کا انتظار کرنا چاہئے کرا پنے موقع پر آویگی قسم نہم انہین سے مطمئن ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو بلا مین تمکن کرنا و قائم رہنا۔ دوم رنج و تکلیف مین صبر کرنا سوم نعمتون مین شکر کرنا۔ اور دسوین قسم ان مین سے محسنین ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو بندگی کی صفت اس صفت کے ساتھ کہ مشاہدہ معبود مین حاضر ہوتے ہین دوم اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی جان و روح کو قربان کرتے ہین بدون اسکے کہ ثواب جنت کی رغبت سے ہو سوم کنایہ کے انوار مطالعہ کرتے ہین **طبقۂ ثالثہ اہل معرفۃ** اور انکے بھی دس اقسام ہین قسم اول ذاکرین ہین اور انکا اتفاق تین چیزین یہ ہین ایک تو دفع وسواس دوم قلب سے لوگون کے بیچ مین ہوکر غفلت کو دور رکھنا سوم سہو شخصی سے باہر ہوجانا غفلت سے مراد یہان غین قلب ہی جیسا کہ حدیث مسلم مین انہ لیغان قلبی الخ ہی پر غین آجاتا ہی اور مین اللہ تعالیٰ سے ستر بار استغفار کرتا ہون رواہ مسلم قسم دوم ان مین متفکرین ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو روح کو کھینچنا تاکہ مشاہدۂ غیوب مین پہونچے اور وہان ایسے مقام پر ٹھہرے کہ آفتاب جلال قدم کے انوار اسپر پڑین۔ دوم عقل کو چھوڑ دینا کہ میدان ملکوت مین جبروت کا مشاہدہ کرے سوم قلب کو سہاحا قرب سے نزدیک کر دینا بغرض خواہش وصال کے مگر اس صفت کے ساتھ کہ وہ حضرت کبریا و عظمت کی ہیبت سے بھرا ہو قسم سوم حکما ہین یعنے جنکو حکمت ربانی عطا ہوئی ہی اور انکا خرچ کرنا تین چیزین ہین ایک تو مریدین یعنے ایسے شخصون کے واسطے جو درگاہ باری تعالیٰ کی مضبوط خواہش رکھتے ہین کلام کرنا اور دوم طالبین کے واسطے علم پھیلانا سوم اہل عالم کے لیے راہ صواب دکھلانا۔ قسم چہارم ان مین اہل حیا ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین ہین ایک تو سر باطنی سے مقام مکر سے تمیز کر دینا اور دوم مشاہدہ فی کر سے پوشیدہ خواہش کو پاک کر دینا۔ سوم مجاری خطرات سے باریک رباہ کو دور کر دینا۔ قسم پنجم انہین سے اہل تلوین ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین کہ ربوبیت مین عقل سے یعنے عقل کلی سے تفکر کرنا اس نیت سے تاکہ معرفت حاصل ہو اور دوم اسکے قدیم انعام مین قلب سے نظر کرنا تاکہ محبت ربانی حاصل ہو سوم روح سے سیر کرنا عالم ملکوت مین تاکہ انوار مشاہدہ حاصل ہون۔ قسم ششم انہین سے اہل تمکین ہین اور اتفاق انکا تین چیزین یہ ہین ایک نگاہ کشف جناح عبودیت کا مقام ربوبیت سے دوم دفع کرنا تہمت بشری کا مصدر کشف مشاہدہ سے سوم واسخ ہونا سر باطنی کا طوالع سلطان

لہ یعنی مشاہدہ ذات و صفات عظمت الٰہی [illegible]

کرتے ہین ۔ اور بعض نے کہا کہ آیت سے معلوم ہوا کہ تو بر تک نہین پہونچ سکتا بدون اسکے کہ جو تیری محبوب چیز ہی اسکو خیرات کرے تو بھلا تو خالق اکبر عز وجل تک کہان پہونچیگا جبکہ تیرا حال یہ ہی کہ تو اپنے حظوظ کو اختیار کیے ہوے ہی قال المترجم پھر انقطاع کے معنے یہ ہین کہ جس شخص کو جس چیز سے تعلق پیدا ہوا تو اسکو چھوڑ دے لیکن ایسا اوقات بعضے لوگونکو یہی بات حاصل کرنے کے واسطے یہ ضرورت ہوتی ہی کہ دنیا کی آبادی سے یکطرف ہوکر کسی پہاڑ یا جنگل مین تنہا بسر کرین حالانکہ یہ کچھ ہر شخص کے واسطے لازمی نہین ہی اور اسیطرف حدیث صحیح مین اشارہ ہی کہ پہاڑ کے کسی شعبہ مین بکریان لیکر رہے وہان اللہ تعالے کی عبادت مین عمر صرف کرے اور آبادی مین لوگون کو اپنے شر سے چھوڑ دے اور بعض نے فرمایا کہ برّ اول تو یہ ابتدا ہی بعد اسکے مجاہدہ پھر مشاہدہ ہی اور معنے آیہ کے یہ ہین کہ تم ان خصائل خوب کو نہ پاؤگے مگر اسی طرح کہ جو کچھ تم چاہتے ہو اسمین سے خرچ کر ڈالو اور شیخ ابن عطا ؒ نے فرمایا کہ تم قربت کو نہ پہونچوگے درحالیکہ تم اپنے نفس کے حظوظ و خواہشون مین لگے لپٹے ہو اور شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خواص بندون کے مقامات تک نہین پہونچ سکتا جب تلک کہ نفس کے آداب اور اسکی ریاضت مین سے کچھ بھی اسکے ذمہ باقی رہا ہی اور واسطی ؒ نے کہا کہ بر تک پہونچنا تو بعض محبوب چیزون کے خرچ ہی کرنے سے ہی مگر بار یعنے خالق بر تک پہونچنا یون ہی ہی کہ ہر دو جہان سے اور جو کچھا نہین ہی سب سے مجرد و منفرد ہو جاوے اور شیخ نصرآبادی نے کہا کہ محبوب چیزون کو تجھسے دور کرکے تجھے خاص اپنے ہی واسطے اکیلا کر لیا تاکہ تیری محبت خالص اسیکی طرف ہوا اور اسکے سواے کسی کی طرف التفات نہ رہے قال المترجم یہ اشارہ صاف ظاہر اور بہت جید اشارہ ہی بلکہ ایسا قوی ہی کہ گویا سیاق کلام اسیکے واسطے ہی اور تجھے معلوم ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رض سے انکا کل مال خیرات کرنا قبول کیا اور کہا ابوبکر رض نے کہ مین نے اپنے لوگون کے واسطے اللہ تعالے و اسکے رسول کا نام چھوڑا ہی یعنے کچھ نہین چھوڑا ۔ حالانکہ کل صدقہ اورون کے واسطے روا نہین رکھا گیا ہی پس فعل ابوبکر رض اقرب باصل مقصود ہی بلکہ وہی اصل مقصود ہی اور یہ خصوصیت بنظر قوت ایمان و صدیقیت ہی بخلاف اور لوگون کے کہ انمین مزاحم سخت یا سست درجہ بدرجہ موجود ہی مثل جزع و فزع وقت شدت کے وغیر ذلک فافہم اور شیخ نصرآبادی ؒ نے کہا کہ بعضے مفسرین نے فرمایا کہ برّ ثواب جنت ہی اور میرے نزدیک صفت بار ہی پس گویا یون کہا کہ تم لوگ میری قربت نہ پاؤگے الا اسی طور سے کہ تمام علائق کو قطع کردو ۔ قال المترجم یعنے دل کو تعلق نہ رہے اور ظاہر مین ہر ایک چیز ہونا منع نہین ہی و لیکن کوئی چیز اسکی محبوب نہوگی اسکے نزدیک لعل کا جاتا رہنا اور کنکری کا جانا یکسان ہوگا فافہم ۔ اور جعفر صادق ؒ نے فرمایا کہ تم حق کو نہ پاؤگے جبتک کہ ماسواے حق کے ہر چیز سے جدا نہو جاؤ اور ابن عطا ؒ نے فرمایا کہ تم میری معرفت و نزدیکی ہرگز نہ پاؤگے یہانتک کہ اپنے نفس اور قصد سے بالکلیہ خارج ہو جاؤ ۔ اور شیخ علوی ؒ نے کہا کہ تجھے سب چیزون سے زیادہ محبوب تیری جان ہی اور شیخ ابوبکر وراق ؒ نے فرمایا کہ انکو اس آیت سے فتوت کی راہ بتائی اور فرمایا کہ تم ہرگز اس بھلائی کو نہ پہونچوگے جو میری طرف سے تمپر ہی الا اسی طور کہ تم اپنے بھائیون پر اپنا مال خرچ کرو اور بعض نے کہا کہ راہ الٰہی مین جان دو کیونکہ افضل جہاد یہ کہ خود مع گھوڑا پامال کیا گیا اسکے عوض مین اللہ تعالے تمکو جزاے خیر عطا کریگا اور یہ انفاق اور برّ تمہارا دکھلانے و سنانے کے واسطے ہوگا تو مین شرک سے بری ہون اسبارہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت ہی جسمین ریا کا شرک ہونا ثابت ہی اور شیخ جنید ؒ نے فرمایا کہ اس آیت مین اشارہ یہ ہی کہ تم اللہ تعالے کی محبت کو نہین پہونچوگے یہانتک کہ اپنی محبوب جانون کو اللہ تعالے کی راہ جہاد مین قربان کرو۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۗ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَمَنِ افْتَرٰى

سب کھانے کی چیزین حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر جو حرام کرلی تھی اسرائیل نے اپنی جان پر پہلے سے کہ نازل ہو توریت تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اسکو اگر تم سچے ہو پھر جو کوئی باندھے

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا

اللہ پر جھوٹ اسکے بعد تو وہی ہیں بے انصاف لوگ ہیں تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے سو تابع ہو جاؤ

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

دین ابراہیم کے جو ایک طرف تھا اور شرک والا نہ تھا

ونزل لما قال الیهود انک تزعم انک علی ملة ابراهیم وکان لا یاکل لحوم الابل والبانها۔ یعنے شان نزول اس آیۃ کا یہ واقع ہوا کہ یہود نے کہا کہ ای محمد تم زعم کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم کی ملت پر ہو حالانکہ وہ اونٹ کا گوشت اور اسکا دودھ نہیں کھاتے تھے مترجم کہتا ہی کہ یہ سبب نزول آیۃ کریمہ کے سیاق سے خوب مطابق ہی اور بیضاوی وغیرہ اہل درایت وروایت نے ذکر کیا کہ ہرگاہ اللہ عزوجل نے فرمایا فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیهم طیبات احلت لهم الآیۃ۔ اور نیز فرمایا وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیهم شحومهما تا قوله۔ ذلک جزیناهم ببغیهم الآیۃ حاصل یہ کہ یہ چیزیں یہود پر بسبب انکے ظلم وبغاوت کے حرام کی گئیں اور اس سے یہود کی بدخصلت ومذمت ثابت ہوتی ہی اور نیز یہ امر بھی ثابت ہوتا ہی کہ نسخ ٹھیک ہی جس سے یہود منکر تھے اور حضرت عیسیٰ سے کفر کرتے تھے کہ انہنے حکم توریت کو بدل ڈالا وہ نبی نہیں ہی کیونکہ اللہ تعالےٰ کے حکم میں نسخ نہیں روا ہی تب یہود نے کہنا شروع کیا کہ یہ باتیں کچھ نہیں ہیں یہ چیزیں تو ہم سے پہلے دیگر انبیاء نوحؑ وابراہیمؑ سے چلی آتی تھیں یہانتک کہ ہمپر بھی یہی شریعت قائم ہوئی پس ہم دین ابراہیم پر ہیں نہ اہل اسلام اور اس سے اپنی براءت نکالتے اور نسخ ہونا ثابت کرتے پس اللہ تعالےٰ نے رد فرمایا۔ كُلُّ الطَّعَامِ ۔ ای مطعوم اور مراد اکل مطعوم ہی یعنے ہر مطعوم کا کھانا۔ كَانَ حِلًّا حلالا۔ حلال تھا۔ اور حل مصدر ہی جسمیں مفرد وجمع یکسان اور مذکر ومونث یکسان ہی اور مراد حلال جیسے حرم یعنے حرام ہی۔ الحاصل ہر ایک طعام جو کھایا جاتا ہی وہ حلال تھا۔ لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ ۔ (یعقوب) واسطے بنی اسرائیل کے مگر وہی جو حرام کرلیا تھا اسرائیل یعنے یعقوبؑ نے۔ عَلٰى نَفْسِهٖ ۔ وهو الابل لما حصل له عرق النسا بالفتح والقصر فنذران شفی لا یاکلها فحرم علیه۔ اپنی ذات پر (یعنے عبداللہ) ف اور وہ اونٹ تھا جبکہ انکو عرق النسا بفتح اول بدون مد کے بروزن عصا پیدا ہوا پس انھوں نے نذر کی کہ اگر شفا حاصل ہو تو اسکو نہ کھاونگا پس انپر حرام ہوگیا۔ مترجم کہتا ہی یعنے بسبب نذر کے خاص انپر حرام ہوا اور اللہ تعالےٰ نے شرعًا حرام نہیں کیا۔ اور نسا ایک خاص رگ ہی جو کولے سے ٹخنہ تک ہی اور عرق کیمعنے رگ ہی پس حاصل یہ کہ رگ نسا کی بیماری ہوئی۔ پس معنے یہ ہوے کہ کل طعام بنی اسرائیل پر حلال تھے سوائے اونٹ کے جو یعقوبؑ نے اس نذر میں اپنے اوپر حرام کرلیا۔ اگر کہا جائے کہ اس سے سوائے اونٹ کے کل طعام کی حلت ثابت ہوتی ہی حالانکہ مردار کبھی حلال نہ تھا تو جواب یہ کہ وہ طعام نہیں اور مترجم کہتا ہی کہ یہ جواب وہم ہی کیونکہ جو کھایا جاوے وہ طعام ہی اور بہت لوگ مردار کھاتے ہیں اور اگر شرعی ہونے کی قید لگائی جائے تو اسی میں گفتگو ہی اور جواب صحیح یہ ہی کہ الف لام عہد کا ہی اور مراد وہ طعام ہیں جنکے حرام ہونیکا یہود دعوی کرتے تھے کہ پہلے سے حضرت ابراہیم وغیرہ پر حرام تھے۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تو خاص نذر حضرت یعقوب کی تھی انپر حرام ہوا پھر بنی اسرائیل یعنے اولاد یعقوب پر کہاں حرام ہوے تو جواب یہ کہ اولاد یعقوب نے اس چیز کو اپنے اوپر بھی اپنے باپ کی سنت کی پیروی سے حرام رکھا تھا لہذا حرمت میں بنی اسرائیل کو شامل کیا یعنے بنی اسرائیل پر کل طعام حلال تھا سوائے اونٹ کے کہ جسکو یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا تو وہ بنی اسرائیل پر بھی حرام ہوا اسکا وقت بیان فرمایا بقوله تعالےٰ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۔ وذلک بعد ابراهیم ولم تکن علی عهده حراما کما زعموا۔ قبل نازل کیے جانے توریت کے ف اور توریت کا نازل کیا جانا بعد ابراہیم کے ہزار برس پیچھے ہوا اور یہ طعام

ہیبت میں پس اہل تمکین ادراک حقیقت جمال قدم سے پرورش یافتہ اور اتحاد بقا کو اعدام مشاہدہ صرف سلطان وحدانیت سے میسر کرنے والے
ہیں قسم ہفتم انہیں سے اہل حقیقت ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ گنہگاروں کے حق میں دعا کرنا دوم خوشی خاطر سے انکی ایذا
کو برداشت کر لینا سوم انکے بدلے سے طمع اٹھا لینا پس یہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رحمت ہیں پس مخلوق تو معارضت سے
قطع کر لیے جاتے ہیں اور یہ لوگ تمام کشف سے بیشمار فیض پاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنے بندوں اور ملکوں کے باقی رکھنے کے واسطے
رکھا ہے تاکہ انکی طرف وہ لوگ التجا لاویں جنکو اپنے احوال میں شک پڑ گیا ہے قسم نہم انہیں سے اہل السر ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں یہ ہیں ایک
اسرار کو چھپانا بخوف غیرت حق کے دوم اپنی مراد سے نکلکر حق عزوجل کی مراد میں جانا سوم خلق سے غائب ہو کر اپنے سینوں میں جمال
غیب الغیب کی تلاش کرنا قسم دہم انہیں سے عارفین ہیں اور انکا خرچ کرنا یہ تین چیزیں ہیں ایک تو دنیا کو دنیا داروں کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اور دوم آخرت
کو مع اسکی لذت کے اوروں کی خواہش میں رکھتے ہیں یعنے اگرچہ آخرت کی نعمت انکو ملیگی لیکن خواہش اسکی نہیں کرتے ہیں سوم یہ کہ اپنے مولیٰ
کے دروازے پر بیٹھتے ہیں اسطرح کہ سوائے اسکے سب سے منقطع ہو جاتے ہیں اور اسیکے مشاہدہ کے واسطے صفائے عبودیت میں ساعی رہتے ہیں
یہ لوگ تمام مخلوق و موجود سے منقطع ہو کر خالق عزوجل ہی کی طرف ہو رہے ہیں **طبقۂ رابعہ اہل توحید** ہیں اور انکی بھی
دس قسمیں ہیں۔ قسم اول انہیں سے اہل القبض ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو مقام حزن میں مراقبہ کرکے اپنے دم گنتے ہیں
دوم مقام عشق میں خون بہاتے ہیں سوم مقام شوق میں دل سے آہ آہ کرتے ہیں **قال المترجم** اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم کو فرمایا ہے کہ ان ابراہیم لاواہ
حلیم۔ اور اواہ کی تفسیر کی گئی کہ بہت آہ آہ کرنے والا۔ حدیث میں ہے کہ آپ کے سینۂ مبارک سے مثل جوش دیگ کے آواز آتی تھی اور قسم دوم انہیں سے
برعکس اول کے یعنے اہل البسط ہیں اور انفاق انکا یہ تین چیزیں ہیں ایک تو فرحت بوجہ حبیب دوم نفرت از گفتگوے رقیب سوم تقرب از نوافل بسوے
قریب مجیب۔ قسم سوم انہیں سے اہل سکر ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک یہ کہ سماع ذکر از عالم دوم نسیم صبا از غیب سوم خوشبوے
قرب براقبات۔ قسم چہارم انہیں سے اہل صحو ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں ایک تو تلخی ہجر میں ساکن رہنا دوم بشوق لقاء حضرت گریہ زاری
کرنا اور سوم مخلوق کے احوال پر شفقت کرکے انپر مہربان ہونا اور شیطان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا۔ قسم پنجم انہیں سے اہل فنا ہیں اور
ترک انکا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ سر باطن کو ذکر سے پاک کرنا اور دوم فکر سے احوال کی تربیت کرنا اور سوم مجاہدہ سے شکل ظاہری کو ہلال بنانا قسم ششم
انہیں سے اہل بقاء ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں کہ مشاہدات کا ذکر کرنا اور کرامات کو چھپانا اور مکاشفات حاصل کرکے مجاہدات سے خلاصی لے
لینا اور قسم ہفتم انہیں سے اہل انبساط ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک یہ کہ شطح کے بعد استغفار کرنا اور سکر کی حالت میں آداب لحاظ رکھنا
اور مریدوں کو مقامات کی خبر دیدینا قسم ہشتم انہیں سے اہل حقائق توحید ہیں اور خرچ کرنا انکا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو امتحان میں مستقیم رہنا ایں
طور کہ ایمان کو اخلاص کے ساتھ رکھتے ہیں دوم مقام محبت میں اپنی خواہشیں چھوڑتے ہیں سوم آنکہ رسوم مقامات چھوڑنے سے اسرار کی رعایت
رکھتے ہیں۔ قسم نہم انہیں سے اہل ولہ ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں عبارت از لیلات و بذل مہجت و رابدیات۔ قسم دہم انہیں سے اہل تجارید ہیں
اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں اول توحید کے مقام سے خواہش کو بھی کاٹ دیتے ہیں اور تجرید کے ساتھ قدم القدم سے سیر السیر کرتے ہیں اور تفرید کے
ساتھ بقاد البقاء میں روح کو پرواز دیتے ہیں۔ اب جاننا چاہیے کہ مردان صادق کا حال اپنے خرچ کرنے میں اسطرح ہے جو بیان ہوا ان لوگوں نے اپنے خرچ
پر قدر تفاوت میں بڑی بڑی کرامتیں حاصل کی ہیں پس ہر گروہ کے واسطے انہیں سے ایک بر خاص ہے پس توبہ کرنے والوں کا بر یہ ہے کہ انکو اللہ
تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے اور یہی اشارہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ ان اللہ یحب التوابین۔ اور ورع والوں کا بر یہ ہے کہ تقویٰ کے ساتھ انکی عا

پرہیزگاری ۱۲

مستجاب ہوتی ہے۔ اور زاہدون کا برہ یہ کہ اللہ تعالے کی طرف سے حکمت حاصل ہوتی ہے اور یہی نبی صلعم نے اشارہ فرمایا کہ جسنے چالیس روز دنیا
میں زہد کیا تو حکمت کے چشمے اسکے دل سے اسکی زبان پر ظاہر ہونگے اور برّ الفقرا یہ ہے کہ اللہ تعالے کی طرف سے انکے قلوب میں سکینت ظاہر
ہوتی ہے اور برّ الانبیاء یہ ہے کہ انکو درجۂ کرامات ملتا ہے اور برّ الصابرین یہ کہ درجۂ ولایات ملتا ہے اور برّ الشاکرین یہ کہ قرب و نزدیکی میں زیادتی
ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ لئن شکرتم لازیدنکم۔ اگر تم شکر کروگے تو ضرور میں تمکو زیادہ نعمت دونگا۔ اور برّ المتوکلین یہ کہ تمام مرادون
مین اللہ تعالے کفایت فرماتا ہے اور محبت الٰہی کے لطائف اپنے قلب میں پاتے ہین۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ اللہ تعالے نے فرمایا جو
توکل کرے اللہ تعالے پر اللہ تعالے اسکو کافی ہے اور نیز اللہ تعالے نے فرمایا ان اللہ یحب المتوکلین۔ اللہ تعالے محبوب رکھتا ہے متوکلون
کو۔ برّ الراضین یہ کہ اللہ عزوجل انسے راضی ہوتا ہے اور یہ بڑا درجہ ہے کہ فرمایا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ اور رضوان اکبر تجلی خاص ہے اور جو شخص مقام
رضا میں پہونچا وہ رضوان اکبر کو پہونچ گیا۔ برّ الصادقین یہ کہ دنیا و آخرت میں انکی تعریف و مدح ہوتی ہے اور قیامت کے روز خلائق کے روبرو
انکو کرامت حاصل ہوگی چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ لیجزی اللہ الصادقین بصدقھم۔ یعنے قیامت ضرور ہے تاکہ اللہ تعالے صادقین کو
انکے صدق کی جزا عطا فرماوے۔ یہ درجہ اہل معاملات کا ہے کہ جو اللہ تعالے انکو اپنے کرم سے انکے برّ کا بدلا عطا فرماویگا۔ برّ المراقبین یہ ہے کہ نور
فراست و حلاوت ذکر حاصل ہوگی اور برّ خائفین یہ کہ ذوق محبت اور معرفت اجلال حق تعالے حاصل ہوگی۔ اور برّ راجین یہ ہے کہ صفائے یقین
اور نور بسط و انبساط حاصل ہوگا۔ برّ المحبین یہ ہے کہ مکاشفہ و انوار قربت و مشاہدہ حاصل ہوگا۔ برّ المشتاقین یہ کہ تمام معانی میں انکو انس بحضرت
حق عزوجل کامل ہوتا ہے۔ برّ عاشقین یہ کہ چشم ارواح میں نور جمال سے سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور برّ موقنین مشاہدہ نعمتہائے کرمیہ و لطائف ربوبیت
ربوبیہ ہے اور برّ المستانسین یہ کہ اپنے قلوب میں حسن قدم پاتے ہیں اور شہوات کے گندہ خطرات شیطانی سے پاک ہین۔ برّ المطمئنین یہ کہ طرح طرح
کے عجائب آیات اور تقلیب اعیان سے انکو کرامات حاصل ہوتی ہے اور عارف کو حلاوت ذکر حاصل ہوتی ہے اللہ تعالے نے فرمایا۔ الا بذکر اللہ
تطمئن القلوب۔ برّ المحسنین یہ ہے کہ لباس ملکوت میں مشاہدہ حق حاصل ہوتا ہے۔ یہ سب بیان ان لوگون کے برکا تھا جو اہل احوال ہین۔ اور
برّ الذاکرین ایمان میں دیدار ہے۔ برّ المتفکرین یہ کہ پردۂ آیات میں تجلی صفات کے آثار دکھلائی دیتے ہین برّ الحکما یہ ہے کہ الہام کی صفت پر
خصائص خطاب سے فیض ہوتا ہے۔ برّ اہل الحیا دیدار و مشاہدۂ عظمت و کبریا ہے۔ اور برّ اہل تلوین دیدار عین صفات ہے اور برّ اہل تمکین یہ کہ
دیدار میں جمیع صفات بدون رسم افعال کے ہے۔ اور برّ اہل الحقیقۃ یہ کہ دیدار عین القدم بصفت فنا ہے۔ اور برّ اہل السر ہے کہ مدارج معرفت میں
روح کی آنکھ سے علم ازل کا خزانہ دیکھتے ہین۔ اور برّ العارفین یہ کہ تجلی صرف واحدانیت پاتے ہین۔ یہ سب جو مذکور ہوا یہ عارفون کا برہے اور اب
رہا بیان توحید تو اہل فیض کا یہ ہے کہ دیدار عزت نصیب ہے اور برّ اہل البسط یہ کہ نور قربت ظاہر ہونے پر حلاوت کے ساتھ جلال صفات کو
دیکھتے ہین۔ برّ اہل السکر یہ کہ اچانک انکا احوال کے پردہ میں حق کا ظہور انپر ہوا اور برّ اہل صحو یہ ہے کہ دیدار حق بصفت حسن و جمال حاصل ہوا اور برّ اہل فنا
یہ کہ دیدار قیومیت بصفت فردانیت حاصل ہو۔ اور برّ اہل بقا یہ کہ حق عزوجل کے دوام کا دیدار ہو اور برّ اہل انبساط یہ ہے کہ اللہ تعالے سے اپنی مراد
پاکر اپنے واسطے حق کی طرف سے انبساط کو دیکھین۔ اور برّ اہل حقائق التوحید وہ دیدار انوار ذات و صفات ہے۔ اور برّ اہل ولہ یہ ہے کہ اپنے اندر
انبساط حق کو دیکھکر حیرت میں رہے اور اسی سے دیوانہ ہوگئے۔ اور برّ اہل اتحاد یہ ہے کہ لباس جمال قدم اپنی ارواح پر دیکھین اور تمام مخلوق
انکے واسطے مسخر کی گئی باین طور کہ قدرت حق عزوجل سے ظہور صفات ہوتا ہے لیکن اس بندہ متوحد موحد کے واسطے کرامت ہے حضرت استاد
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگون میں بعض ایسے ہین کہ جزاء و عوض کے لحاظ سے خرچ کرتے ہین اور بعضے محنت و بلاء دور ہونے کی امید پر خرچ

حضرت ابراہیمؑ کے عہد مین حرام نہ تھا جیسا کہ یہود نے زعم کیا- اور قبل نزول التوراۃ کے قید فرمائی اسلیے کہ بعد نزول توریت کے اللہ تعالے نے اور بہت چیزین حرام کردین- پھر اللہ تعالے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یہود سے انھین کی کتاب سے حجت دین تاکہ چپ ہون پس فرمایا قُلْ - لہم- فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا - لیتبین صدق قولکم- إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ - فیہ فبہتوا ولم یاتوا بہا- کہدے انسے کہ پھر لاؤ توریت کو اور پڑھو اسکو (تاکہ ظاہر ہو تمھارے قول کی سچائی) اگر تم سچے ہو اس دعوے مین ف پس مبہوت ہوگئے اور توریت کو نہ لائے ائمہ تفسیر نے لکھا ہی کہ اسمین بڑی قوی دلیل موجود ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق تھے اور اس سے خوب ثابت ہوا کہ شرع مین منسوخ ہونا قدیم سے ہی اور اس سے انکار کرنے والا یہود قوم نادان یا ہٹ دھرم ہی کیونکہ نسخ کے تو یہ معنے ہین کہ اس سے ظاہر ہو جاتا ہی کہ پہلا حکم اللہ تعالے نے اسوقت تک کے واسطے مقرر فرمایا تھا اور یہ نہین ہی کہ نعوذ باللہ اس حکم مین تردد تھا کہ اب بدلا گیا- فَمَنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ - ای ظہور الحجۃ بان التحریم انما کان من جہۃ یعقوب لا علی عہد ابراہیم پھر جسنے اللہ تعالے پر بہتان باندھا بعد اسکے ف یعنے اس حجت ظاہر ہونے کے کہ حرام کرلینا فقط یعقوبؑ ہی کی طرف سے تھا اور حضرت ابراہیمؑ کے عہد مین نہ تھا- فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ المتجاوزون الحق الی الباطل- تو یہی ظالم لوگ ہین ف یعنے حق سے باطل کی طرف تجاوز کرنے والے ہین- پھر جونکہ انکا افترا جو خود باطل تھا انکی کتاب سے بھی جسکا اعتقاد رکھتے تھے باطل ظاہر ہوگیا اور کھلی حجت ان پر قائم ہوئی کہ اسکو کسی طرح دفع نہین کرسکتے تھے تو اللہ تعالے نے حضرت صلعم کو اعلان صدق وحق کا حکم دیدیا کہ- قُلْ صَدَقَ اللَّهُ - فی ہذا وجمیع ما اخبر بہ- کہدے کہ اللہ تعالے سچا ہی ف یعنے اس بات مین اور تمام باتون مین جس سے اپنے بندون کو آگاہی فرمائی ہی اور اسمین یہود پر تعریض ہی کہ تم جھوٹے ہو- فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا - التی انا علیہا- پس ملت ابراہیمؑ حنیفت کی اتباع کرو ف یعنے اس ملت ابراہیمی کی جسپر مین قائم ہون- حنیف کے معنے جھکنے والا ہر دین ناحق سے طرف دین اسلام کے یعنے کل طریقون سے منھ موڑکر دین اسلام کی طرف مائل ہونے والا- وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور وہ مشرکین مین سے نہ تھا ف اسمین یہود پر تعریض ہی کہ وہی مشرک ہین واضح ہو کہ اس آیت کریمہ سے چند امور ثابت ہوتے ہین اول نذر کا واجب ہونا اور انبیاء علیہم السلام کا بھی طریقہ ہونا دوم نسخ کا ثبوت اور آنحضرت صلعم کے صدق رسالت کی دلیل سوم دین مین دلیل کرنے والے سے دلیل کرنے کا حسن اسلوب چہارم حق عزوجل پر افترا کرنے کی برائی اور اسلام کا ملت ابراہیم ہونا معلوم ہوا اگر اسمین چند مقامات عظیم الشان اور باقی رہے اول آنکہ اس آیۂ کریمہ کو ماقبل سے کیا ربط ہی- دوم نذر کرنے کی نسبت حدیث مسلم مین مذمت بھی آئی ہی پھر نبی اللہ یعقوبؑ نے نذر کی اسمین کیا تحقیق ہی- سوم توریت مانگی تو معلوم ہوا کہ وہ ٹھیک موجود ہی بدون تحریف کے- چہارم طریقۂ حجت الزامی اختیار فرمایا- پنجم ملت ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا حالانکہ نبوت حضرت محمد صلعم مستقل ہی یہ بات کیونکر ہی- لیں ان مقامات مین مختصر کلام ضروری ہی اور اس ذیل مین فوائد بیشمار انشاء اللہ تعالے حاصل ہونگے- پس مقام اول کا بیان یہ ہی کہ امام احمدؒ نے ابن عباس سے حدیث طویل روایت کی جسمین ایک گروہ علماے یہود کا حضرت صلعم سے چند سوال کرنا باین عہد کہ بعد اطلاع کے متابعت اختیار کرینگے اور ہر جواب کی تصدیق کرنا مذکور ہی اسمین یہ بھی ہی کہ انکو قسم دلائی کہ تم جانتے ہو کہ اسرائیل یعنے یعقوب کو ایک مرض شدید ہوا اور بیماری نے طول کھینچا انھون نے اللہ تعالے سے نذر مانی کہ اگر اس مرض سے شفا ہو تو جو کھانا مجھے بہت محبوب ہی اور جو پینا مجھے بہت مرغوب ہی اپنے اوپر حرام کرلونگا اور انکو سب کھانون سے اونٹ کا گوشت اور سب پینون سے اسکا دودھ بہت مرغوب تھا انھون نے اپنے اوپر حرام کرلیا- اور سعید بن جبیر کے طریق سے امام احمد نے حضرت ابن عباس سے جو روایت کی اسمین عرق النساء کی بیماری کی تصریح ہی وقد رواہ الحاکم والترمذی والنسائی ایضا اور یہی وجہ ابن جریر نے

ضحاک وسدی سے بھی روایت کی اور کہا کہ اسکی تحریم بنی اسرائیل کے بیٹون نے بھی اپنے باپ کی سنت پر موافقت کی - پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ
یہان سے دو وجہ اس آیت کی اپنے ماقبل سے مناسب ہونے کی ظاہر ہوئین ایک یہ کہ قول لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون - مین ترک احب الاشیاء
مقصود ہی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی چیز ترک کی جو انکو سب چیزون سے زیادہ محبوب تھی جیسا کہ ہماری شرع مین مشروع ہی قال تعالیٰ
واتی المال علی حبہ یعنے اللہ تعالیٰ کے نام پر مال دیا باوجود محبت مال کے - اور فرمایا ویطعمون الطعام علی حبہ اور طعام دیتے ہین باوجودیکہ خود طعام
کے محتاج ہین - ھ - بنابر آنکہ ضمیر حبہ بجانب مال وطعام راجع ہی - وجہ دوم یہ کہ پہلے نصاریٰ پر رد گذرا اور جو انھون نے مسیح علیہ السلام کے حق مین
اعتقاد باطل کر رکھا تھا - تو پہلے قول حق درباب عیسیٰؑ وانکی والدہؑ کے بیان فرما کر ظاہر کر دیا گیا کہ قول نصاریٰ سر سے پیر تک غلط ہی بلکہ حق عزوجل نے
اسکو قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور یہ اسکی قدرت کے سامنے کچھ بھی نہین پھر اسکو رسول کر کے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جو ایک شرع خاص کے ساتھ توحید
پروردگار کیطرف دعوت کرتا تھا مگر یہود نے بعض احکام عملی خلاف توریت ہونے کی وجہ سے نہ مانا تب اللہ تعالیٰ نے یہان سے یہود پر رد شروع فرمایا
اور ظاہر کر دیا کہ جس نسخ کا انھون نے انکار کیا بنابر اینکہ شرع عیسیٰؑ سے شرع موسیٰؑ منسوخ نہین ہو سکتی ہی وہ نسخ تو جائز کیا معنے بلکہ واقع ہوا ہی چنانچہ
اللہ تعالیٰ نے خود توریت مین صریح ذکر فرمایا ہی کہ جب نوحؑ کشتی سے اترے تب اللہ تعالیٰ نے انکے واسطے زمین کے تمام جانور حلال کر دیے پھر اسکے
بعد اسرائیل نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت و دودھ حرام کر لیا اور انکے فرزندون نے اس بارہ مین اسکی پیروی کی پھر توریت مین اسکے سوا دیگر چیزون
کی تحریم وارد ہوئی اور یہ حال معلوم ہی کہ اللہ عزوجل نے آدمؑ کو اجازت دی تھی کہ اپنی لڑکیان ولڑکے ایک دوسرے کے نکاح مین دیدین پھر اسکے
بعد ایسا عقد حرام کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام کی شرع مین آزاد منکوحہ پر باندی رکھ لینا حلال تھا چنانچہ خود انھون نے سارہؑ پر ہاجرہ کو رکھا
حالانکہ توریت مین ایسا کرنا حرام کر دیا گیا اور ایسے ہی دو بہنون کو ایک وقت مین نکاح مین جمع کرنا روا تھا چنانچہ یعقوبؑ نے خود ایسا کیا پھر
توریت مین یہ حرام کیا گیا اور یہ سب یہود کے پاس توریت مین منصوص ہی اور یہ بعینہ نسخ ہی پس ایسے ہی حضرت عیسیٰؑ کے واسطے جو شرع مقرر
کی اسمین بہت سی وہ چیزین جو یہود پر حرام کر دی تھین بطور نسخ کے حلال کر دین پھر یہود کو کیا ہوا کہ انھون نے عیسیٰؑ کی پیروی نہ کی بلکہ جھٹلایا
اور مخالفت کی اور ایسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس صراط مستقیم ملت ابراہیم پر لب لباب شریعت پر بھیجا ہی ان سب کو کیا ہوا کہ اسپر
ایمان نہین لاتے ہین پس اسیواسطے فرمایا کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الآیۃ - مقام دوم نذر کرنا اس نیت سے کہ وہ تقدیر مین کچھ تغیر کرتی ہی مذموم
ہی اور یہ شیوہ عوام وجہال ہی لہٰذا یہی معنے حدیث مین منع ہی کیونکہ جاہل سمجھتا ہی کہ مین نے یون نذر کی تو ایسا ہوا کہ گویا تقدیر بدل گئی پس یہ منع
ہی اور برخلاف اسکے اس نیت سے کہ جیسے یعقوب علیہ السلام نے اپنے زہد نفس کے واسطے سب سے محبوب چیز کو ترک کیا اور یہ موافق مشروع ہی
روا ہی بلکہ اولیٰ ہی اور اسمین تحقیق لطیف ہی جو عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آویگی - مقام سوم توریت کا قابل اعتماد ہونا اسکے دو معنے ہین ایک یہ کہ
توریت وہ کلام الٰہی جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تو اسمین شک نہین کہ وہ کتاب اللہ تعالیٰ برحق تھی اور اس سے انکار کرنا کفر ہی
اور بحث یہان دوسرے معنے کر کے ہی یعنے یہ توریت جو یہود کے ہاتھ مین موجود تھی آیا بعینہ وہی تھی جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر نازل فرمائی کیونکہ الفاظ
الواح زبرجد کا تو پتہ نہین ہی تو مین کہتا ہون کہ اسمین کچھ اختلاف ہی اور علماء نے اسمین مفرد تصنیفین کین لیکن نہایت تحقیق کلام اختصار کے
ساتھ وہ ہی جو حافظ ابن القیمؒ نے اغاثۃ اللہفان مین فرمایا کہ علماء نے اس امر مین اختلاف کیا کہ جو توریت ان یہود کے ہاتھ مین ہی کیا اسمین
تبدیل لفظی ہوئی یا فقط معنوی تحریف واقع ہوئی یعنے تاویل بیجا کرتے تھے پس اسمین تین قول ہین ایک گروہ نے کہا کہ کل توریت یا اکثر اسکا
تو مبدل ہی حتی کہ بعض نے یہان تک غلو کیا کہ اسکے اوراق ردی سمجھے جاوین اور ایک گروہ ائمہ فقہ و حدیث و کلام نے کہا کہ تبدیل فقط تاویل

میں ہوئی چنانچہ بخاری رحمہ نے اپنی صحیح میں کہا یحرفون یزیلون لیس احد یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ ولکنھم یتاولونہ علی غیر تاویلہ یعنے یحرفونہ بمعنے یزیلون
ہی ولیکن کسیکو یہ قدرت نہیں کہ کتاب الٰہی میں سے کسی کتاب کے لفظ کا ازالہ کرے ولیکن بات یہ تھی کہ وہ اسکو اسکی تاویل حق کے سوائے دوسری
وجہ پر تاویل کرتے تھے اور اسکو ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا اور یہی شیخ رازی رحمہ نے اختیار کیا ہی اور میں نے اپنے شیخ سے سنا کہ فرماتے تھے فضلا میں
جھگڑا پڑا پس اسنے اسی قول کو جائز رکھا اور باقی اقوال کو واہی قرار دیا پس لوگون نے اسپر انکار کیا تو اسنے اسکی پندرہ دلیلین پیش کین از انجملہ انکی حجت کے
یہ بات ہی کہ توریت کے نسخے مشرق و مغرب و شمال و جنوب میں جہان بھر میں پھیل گئے کہ اسکے نسخون کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہی پس یہ ممتنع ہی کہ
تمام ان نسخون والے تبدیل و تغییر پر متفق ہوجاوین کہ یہ سب نسخے متغیر ہوجاوین اور روے زمین پر ایک نسخہ بھی صحیح سلامت باقی نرہے جو ایسے
وہ متغیر ہی ملے اسکو عقل سلیم محال جانتی ہی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو فرمایا۔ قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین پس مترجم
کہتا ہی کہ اسکو حکم قرار دیا اور اگر وہ محرف ہوتی تو کیونکر حکم قرار دی جاتی (یعنے باوجود تحریف اسکو حکم بنانا محال ہی) اور نیز عبد اللہ بن صوریا کے قصہ میں آیۂ رجم کو اسنے چھپا رکھا تھا چنانچہ
فرمایا کہ اور علماے ازھاق کہا ہی کہ انھون نے فریضۂ رجم کو ترک کر دیا مگر انسے یہ ممکن نہوا کہ توریت میں سے اسکو تغییر دیوین اسیواسطے جب انھون نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو پڑھنے والے نے آیۃ الرجم پر اپنا ہاتھ رکھ لیا پس عبد اللہ بن سلام نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھا اسنے اٹھایا تو
اسکے نیچے سے چمک اٹھی کہا کہ اور ایک قوم نے بیچ بیچ اختیار کیا ہی اور کہا کہ اسمین کچھ خفیف چیزین ضرور زیادہ ہوئین اور متغیر کی گئین۔ اور
ہمارے شیخ رحمہ نے رسالہ الجواب الصحیح من بدل دین المسیح میں اسیکو اختیار کیا اور کہا کہ یہ اسطرح ہی کہ جو توریت انکے پاس ہی اسمین ہی کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے
ابراہیم سے فرمایا کہ اذبح ابنک بکرک او وحیدک اسحق۔ یعنے ذبح کر تو اپنے بیٹے بکر کو یا وحید کو اور وہ اسحق ہی حالانکہ یہ زیادتی دس وجہ سے باطل ہی
اول یہ کہ ابراہیم کا بیٹا بکر و وحید تینون ملتون کے اتفاق سے اسمعیلؑ ہین نہ اسحقؑ۔ دوم آنکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ ہاجرہ اور اسکے فرزند اسمعیل کو سارہ
کے پاس سے ہٹا لیجاوین اور خشک میدان مکہ میں لیجاوین تاکہ سارہ کو غیرت نہ آوے پس باندی و اسکی اولاد کو سارہ کے سامنے سے دور کرنے کا حکم
دیا پھر اسکے بعد کیونکر یہ حکم ہوگا کہ سارہ کے فرزند کو ذبح کرے اور ہاجرہ کے فرزند کو باقی رکھے اور یہ ایسی بات ہی کہ اسکو حکمت مقتضی نہین ہی سوم آنکہ
ذبح کا قصہ فقط مکہ میں واقع ہوا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے ہدی وغیرہ کی قربانی خاص مکہ میں قرار دی تاکہ امت کا اسکو یاد رہے جو ابراہیم اسکے
فرزند کے ساتھ حکم فرمایا تھا چہارم آنکہ اللہ تعالیٰ نے سارہ کو اسحق کی بشارت دی اور بعد اسحق کے یعقوب کی بشارت دی اور یہ دونون بشارتین
معًا ایک ہی ساتھ دین یعنے تجھے اسحق ہوگا اور تیری زندگی میں اسحق سے یعقوب ہوگا۔ پھر کیونکر اسکے بعد ذبح اسحق کا حکم ہوگا حالانکہ مادر و پدر کو
اسحق کے فرزند کی بشارت دی ہی پنجم آنکہ اللہ عزوجل نے ہرگاہ قصہ ذبیح و اسکا اپنی جان اللہ تعالیٰ کے واسطے تسلیم کرنا اور ابراہیمؑ کا اسکے ذبح پر
اقدام کرنا ذکر فرمایا اور قصہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا وبشرناہ باسحق نبیا من الصالحین پس اللہ عزوجل نے ذبیح فرزند کے قصہ کے بعد اسحق کی
بشارت کا قصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ ذبیح دیگر ہی اور اسحق دیگر ہی چنانچہ پارہ ۲۳ - میں مفصل آویگا پس اسمعیل کو ذبح سے نجات دی اور شکر سے اسپر اور بڑھایا
کہ اسحق کو دیا ششم آنکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے فرزند کی دعا کی پس اسکی دعا قبول فرماکر بشارت دی پھر جب اسکے ساتھ سعی کو
پہونچا تو اسکے ذبح کا حکم دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔ وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین رب ہب لی من الصالحین فبشرناہ بغلام حلیم میں دلیل
ہی کہ یہ فرزند جبھی ملا کہ ابراہیمؑ نے اسکی درخواست کی اور دعا کی اور نص قرآن سے قطعًا معلوم ہوا کہ یہی فرزند جسکی بشارت بعد دعا کے دی گئی تھی
اسیکے ذبح کا حکم ہوا ہی اور وہی اسمعیل ہین اور رہے اسحق تو انکی بشارت بدون دعا کے بڑھاپے میں دی گئی اور ایسی حالت تھی کہ ایسے سن والے کے لڑکا
نہین پیدا ہوا کرتا ہی اور اسحق کی بشارت بھی سارہ کو تھی اسیواسطے سارہ نے تعجب کیا جیسا کہ حق عزوجل نے فرمایا قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ

وبرکاته علیکم اهل البیت انه حمید مجید - اور نیز فرمایا وامراته قائمة فضحکت فبشرناها باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب - وجہ ہفتم یہ ہے کہ ابراہیم کبھی اسحٰقؑ کو
مکہ میں نہیں لائے اور کبھی انکو انکی ماں سے جدا نہیں کیا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا کہ سارہ کے لڑکے فرزند کو چھڑا کر لیجا دیں اور اسکی
سوت کے ہاں لیجا کر ذبح کر دیں اور اسکی سوت کے فرزند کو باقی رکھیں - وجہ ہشتم یہ کہ اللہ عزوجل نے جب ابراہیمؑ کو خلیل بنایا اور خلت اس امر کو
مستلزم ہے کہ اسکا قلب بالکل اپنے پروردگار سے متعلق ہو جسمیں غیر کی کچھ بھی گنجایش نہو پھر جب خلیلؑ نے فرزند کی درخواست کی تو اسکو اسمٰعیلؑ
عطا ہوا پس اس میں شعبۂ قلب متعلق ہوا پس اس شعبہ سے بھی خالص کرنے کو امتحان کیا اور حکم دیا کہ اس فرزند کو ذبح کرے پس جب وہ فرمانبرداری پر
آمادہ ہوا اور عزم بالجزم کر لیا تو یہ شعبہ خالص ہو گیا اور یہ معلوم ہے کہ ایسا تو اول ہی فرزند میں ہو گا پس جب اول میں یہ بات حاصل ہو گئی اور امتحان
پورا ہوا تو اخیر میں اسکی حاجت نہوئی کیونکہ آخر فرزند کی محبت اگر مزاحم ہوتی تو اسکے ذبح کا بھی حکم ہوتا لیکن اگر آخر فرزند کے ذبح کا حکم ہوتا تو لازم
آتا کہ اول فرزند کے بارہ میں خلت کی مزاحمت ایک مدت تک چھوڑ رکھی تھی حالانکہ یہ خلاف مقتضائے حکمت ہے فافہم - وجہ نہم یہ ہے کہ اسمٰعیلؑ تو عنفوان
شباب میں ملے اور اسحٰقؑ آخر عمر بڑھاپے میں عطا کئے گئے تھے اور عادت کے موافق تعلق قلب کا اول سے ہے فلیتامل فیہ - وجہ دہم یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے خود فرمایا ہے کہ میں دو[1] ذبیح کا فرزند ہوں یعنے عبد اللہ کا جو آپ کے والد تھے اور قصہ انکا سیر میں مروی ہے دوم آپ کے دادا اسمٰعیلؑ کا جیسا کہ
قرآن میں قصہ مذکور ہے پھر مقصود یہ ہے کہ یہ لفظ انھوں نے توریت میں بڑھا دیا ہے اور پوشیدہ نہ رہے کہ مجموع ان وجوہ سے ضرور اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ
اسحٰقؑ کا نام الخ کے زیادہ کیا گیا کیونکہ یہ وجوہ بعض مثبت ارکان بعض ہیں و ایسا ہی حال انجیل کا ہے چنانچہ خفاجیؒ نے تفسیر سورۂ فاتحہ میں کہا کہ انجیل کے
بعض الفاظ میں تحریف و تبدیل اور معانی میں فرق کثیر ہے اسکے نسخے بہت مختلف ہیں اور چار نسخے مشہور ہیں انتہی ملخصاً - مترجم کہتا ہے کہ ملا
بحر العلوم وغیرہ سے تحقیق میں قصور ہوا کہ انھوں نے اسحٰقؑ کو ذبیح قرار دیا ہے حالانکہ قطع نظر مشہور کے وہ مخالف نصوص قرآن و حدیث ہے پس
اسکے مقابلہ میں کسی محدث و مفسر کا قول قبول نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ کیسا ہی کشف کا دعوی کرے اسواسطے کہ کشف کی شرط یہ ہے کہ خلاف نصوص و
سنت نہو وے کما لا یخفی علی العارف الماہر وقد صرح بہ جمع من الاکابر - پھر مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک تحقیق المقام یہ ہے کہ اصل توریت عبرانی میں
تحریف نہ تھی مگر توریت سے عربی وغیرہ میں نقل کرتے اور اسکے ابواب و سورتوں کو علیحدہ علیحدہ لکھتے اور اسمیں تحریفات کرتے اور بعضے بیانات
کو ٹکڑے کرکے جہاں جہاں مناسب سمجھتے الحاق کرتے تھے چنانچہ قولہ تعالیٰ للذین یکتبون الکتاب بایدیہم ثم یقولون ہذا من عند اللہ الآیۃ میں
منصوص ہے اور قولہ تعالیٰ تجعلونہ قراطیس تبدونہا وتخفون کثیرا الآیۃ سے ظاہر ہے کہ قراطیس و اجزا میں علیحدہ علیحدہ پارے لکھتے اور بہت کثرت سے
چھپا ڈالتے تھے اور مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی تھی تو اسکی آیات لیکر ٹکڑے ٹکڑے کرکے متعدد انبیائے
سابقین کے ساتھ ملا دیتے چنانچہ قولہ تعالیٰ یحرفون الکلم عن مواضعہ الآیہ - میں منصوص ہے کہ کلمات کو اپنے موقع سے بدل ڈالتے تھے
پس جتنے نسخہا سے توریت جو انھوں نے بکثرت شائع کر دیے تو آئندہ اعتبار ساقط ہو گیا کہ اصل توریت کون نسخہ ہے اور انکے بنائے ہوئے نسخہ جات
کون ہیں اگرچہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عبد اللہ بن سلام وغیرہ علمائے یہود جو مسلمان ہو گئے تھے وہ اس نسخہ کو پہچانتے تھے جو قدیم سے
انکے پاس تھا اگرچہ اسکی بعض تحریفات جو قدماء سے سرزد ہوئی تھی جس سے حضرت عیسیٰ کی بشارت مٹائی تھی اس سے انکو بھی مجبوری تھی
ہاں یہ کہ اس زمانہ میں جو نسخہ توریت و انجیل کے موجود ہیں انکا تو حال ہی نہ پوچھو کہ انمیں کسقدر تغیر و تحریف ہے اور سخت عجب ہے کہ جتنے مرتبہ جتنے
ترجموں کے مطبوعہ نسخے دیکھو انمیں فقروں و عبارات و الفاظ و معانی و اشارات و فقروں متعلقہ معانی سے بہت بڑا تفاوت موجود ہے
جیسا کہ جس کا جی چاہے مطالعہ کر لے - پھر مترجم کہتا ہے کہ جب تحقیق یہ ہوا کہ توریت میں فی الجملہ تغیر و تحریف اسوقت موجود تھی تو کیونکر حکم ہوا کہ

[1] یعنے آپکے والد حضرت عبد اللہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ۱۲

فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین۔ اور جواب یہ ہے کہ علم آلہی حاوی ہے اس مقام خاص میں کوئی تغیر نہ تھا جو انکے الزام کے واسطے بہت کافی تھا فافہم پھر انکے احبار نے اسکی تفسیر کو اسطرح خلط کیا اور نقل میں ایسی عبارات سے اسکو لاتے کہ اصل کلام تمیز نہ ہو اور تاویل و معنے خلاف اصل کے بجائے اصل کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں قائم کیے کہ وہ عوام کے نزدیک اصل مشہور ہو گئے اسواسطے کہ وہی لوگ اپنے احبار کی ہر تحلیل و تحریم میں تابع تھے اور تنقید روایت و درایت کا انہیں بالکل نام بھی نہ تھا واللہ تعالے اعلم۔ مقام چہارم آگاہ ہو اللہ عزوجل نے جدال مرا سے منع فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ میں اس سے سخت ممانعت ہے اسیواسطے آئمہ تحقیق و اکابر علماء نے علم خلافت پر تشنیع کی اور اس سے منع فرمایا ہے پس نظر بہ بینکہ ہدایت و ضلالت سب اللہ تعالے کیطرف سے ہے دلیل اقتصاد کو پسند فرمایا کہ انکے انکار کے جواب میں اسیقدر فرمایا کہ تم اگر کلام پاک قرآن مجید کے معتقد نہیں ہو تو توریت اٹھا کر دیکھ لو اسمین لکھا ہے پس اگر معاند نہیں ہو تو تسلیم کرو اور آئندہ سکے واسطے عناد ترک کرو اور اسلام لاؤ۔ پس ساری بات تو اللہ تعالے کا انقیاد ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ ملت ابراہیم کی پیروی کریں چنانچہ فرمایا۔ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا۔ یعنے وہ طریقہ اختیار کرو جو ابراہیم نے اسلام کا اختیار کیا تھا کہ وہ اللہ تعالے کے واسطے ہمہ تن منقاد مطیع تھا پس اس شرع کو اللہ عزوجل نے باستقلال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کمل کر دیا۔ و ذلک فضل اللہ عزوجل۔ جاننا چاہیے کہ عرق النسا کی بیماری جسکی نذر میں حضرت یعقوب نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت وغیرہ حرام کر لیا تھا اسکا علاج قرطبی نے ثعلبی کی روایت سے ذکر کیا کہ حضرت انس نے مرفوعًا روایت کی کہ عربی بھیڑ کا جو نہ بچہ ہو نہ بڈھا ہو اسکی چکتی لیکر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹے جاویں اور آگ پر پکائے جاویں اور اس سے جو تیل نکلے وہ لیا جائے اور اسکی تین قسمین کیجاویں پس جو شخص اس مرض سے بیمار ہو وہ ہر روز نہار منہ اسمین سے تین جزو پیے۔ حضرت انس نے فرمایا کہ میں نے سو بیماروں سے زیادہ کو یہ دوا بتلائی سب اللہ تعالے کے حکم سے اچھے ہو گئے ف ۲

عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالے کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ۔ اسمین اشارہ یہ ہے کہ اس قصہ والون کی رواہی کہ کھانے کی چیزون میں سے کوئی چیز از راہ مجاہدہ چھوڑ دیں از راہ تحریم یعنے یہ اعتقاد نہ کرین کہ یہ واقعی حرام ہے بلکہ خود مجاہدہ کرین کہ ہم نہ کھائینگے پھر اللہ تعالے نے انکو اپنے انبیا علیہم السلام کی شان سے آگاہ کیا کہ وہ اسطرح مجاہدات کرتے تھے تاکہ یہ لوگ بھی انکی پیروی کریں۔ اور نیز اسمین یہ اشارہ ہے کہ گوشت چھوڑ دیں کیونکہ اسمین بھی ایک عقل کی خبطگی اور دل کی گندگی ہے کہ وہ مجاہدہ و ریاضت کے حق میں الٹا کام کرتا ہے لیکن اسکا ترک کرنا اس راہ سے نہو کہ گوشت کو حرام سمجھے۔ قال المترجم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بکری کی دست کو پسند فرماتے تھے یہ یا غالبًا اسلیے تھا کہ وہ زود ہضم اور خوشگوار ہوتا ہے اور بوجہ خواہش نفس و مزہ کے نہ تھا کہ یہ وہم آپ کی جناب میں سوائے بیوقوف کے اور کسی کو نہو گا اور یہ وجہ پسندیدگی کے جو میں نے بیان کی ہے بعض روایات میں خود مصرح آگئی ہے۔ پھر جو شخص کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا و زندگانی کرنے کو مجموعی ہیات سے نظر کرتا اور جانتا ہے وہ اسکی شہادت دیگا کہ آپ کو کسی چیز کے ترک کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی علاوہ ازین آپ کو کوئی چیز مضر نہیں ہو سکتی تھی جیسا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو خصائص سے مخصوص فرمایا تھا اور یہ حال اور لوگون کا نہیں ہے پس وہی ہے جسنے ایسی سنتون کے ادا کرنے میں سوائے اسکے اور طریقہ لیا کہ دو ایک مرتبہ اسطرح دست کے گوشت کو کھائے اور نیز جسنے اکابر صوفیہ کی اسطرح ممانعت کو خلاف سنت اور رہبانیت خیال کیا وہ بھی کج فہم ہے پس امر حق و قول فیصل اس مقام پر یہ ہے کہ گوشت کھانا حلال ہے اور دائمی ترک بھی خلاف سنت و صحیح اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منع ہے لیکن یہ یاد رکھے کہ اللہ عزوجل نے گائے بکری وغیرہ جو جانور جاندار پیدا فرمائے ہیں اور احسان کے طور پر آدمی کو یہ اجازت دی کہ ذبح کرے اور کھاوے تو اس آدمی پر کتنا بڑا احسان کیا اگر اسنے کسی

یا ذابح کو ذبح کرکے کھایا تو اسکے عظیم شکریہ کو پورا ادا کرے کہ جب تک اس غذا کی تقویت بدن مین رہی بدن کو امور شرعی و عبادت مین صرف
کرے اور یہ امر اگرچہ کل غذاؤن مین ہی لیکن ان جاندار چیزون کے گوشت مین زیادہ ظاہر ہی کیونکہ اناج وغیرہ مین وہ جان نہین سمجھتا ہی لیکن
تقویت گوشت کی غذا مین زائد ہی جیساکہ طبیبون نے اسکے وجوہ از قسم مشابہت بمغتذی ہونا وغیرہ مفصل بیان کیے ہین پس کمتر ایسا ہوتا ہی کہ اس
سوا دکو مجاہدہ کے قابو مین لاوے الا وہی شخص جسکو اللہ تعالے نے توفیق دی اور ایسے لوگ قلیل ہین پس کثرت کے اعتبار سے یہی اچھا
ہی کہ گوشت کو ترک کرے کیونکہ غذا سے جو فائدہ تھا کہ مجاہدہ و ریاضت مین قوت ہو گوشت مین اسکے برعکس ظاہر ہوا - یہ معنے ہین اسکے جو اکابر نے
کہا ہی اور نظیر اسکی مثلث عنبی ہی کہ امام ابویوسف رح اسکو استعمال کرتے اور خود اسکے ترک کا اشارہ کرتے اور فقہاے متاخرین نے قطعاً اسکے ترک
کی طرف گویا تصریح کردی ہی باوجودیکہ اسکے جواز مین اتفاق ہی فافہم واللہ اعلم - قال الشیخ اور نیز پیغمبر خدا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس طعام
کو ترک فرمایا جو انکو بہت مرغوب تھا پس اللہ تعالے نے جو اسکی خبر دی تو اپنے اہل محبت کو تعلیم دی کہ وہی بھی مرغوب کھانے اور جو کچھ دنیا کی تر و تازہ
لذت کی چیزین انکے خواہش کی مطلوب ہین سب اسکی محبت کے واسطے ترک کرین - اور نیز اسمین اشارہ ہی کہ جو لوگ سالوس و ناموس کے طور
جھوٹے دعوے کرتے ہین اور اہل اسلام کو فریب دیتے اور اپنی عاقبت و دنیا خراب کرنے کو اکثر چیزین اپنے اوپر حرام کرتے ہین انکو نہین چاہیے
کہ اللہ تعالے نے جو پاک چیزین حلال کی ہین انکو حرام کرین اور جو خبیث و شرع مین ممنوع چیزین ہین انکو حلال کرین اور ایسے لوگ اس زمانہ مین
ظاہر ہوے ہین جنکو اباحیہ کہتے ہین اللہ تعالے انکی جڑ بنیاد ناپید کردے - مترجم کہتا ہی کہ اباحیہ ایک فرقہ ہی گمراہ جو ظاہر مین اسلام کے قائل ہین
اور کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے کل چیزین بندون کے واسطے مباح کردی ہین اور جنسے منع کیا ہی وہ اسطور پر ممانعت ہی جیسے طبیب کسی
مریض کو پرہیز بتاتا ہی حالانکہ اسپر کچھ قطعی حرام نہین کرتا ہی اور یہ فرقہ زیادہ تصوف مین دم مارتا ہی اور انکے خبیث اعتقاد و افعال بعض بزرگون نے
مفصل بیان کیے ہین اللہ تعالے مسلمانون کو انکے شر سے بچاوے - قال تعالے قل صدق اللہ فاتبعوا ملة ابراہیم حنیفا - ملت ابراہیم علیہ السلام
شوق و عشق و محبت و خلت و مروت و فتوت و سخاوت و شجاعت و حلم و امانت و دیانت و کرامت - و مہمان کی بزرگداشت اور بلا مین
صبر کرنا و نعمت مین شکر کرنا اور ما سواے حق عز وجل کو جو چیز ہی سب کو بالکلیہ چھوڑنا - اور درد محبت مین اشک ریزی و آہ و زاری کرنا اور صدق
و اخلاص و توحید و تجرید و تفرید اور سماع کلام حق اور متصف ہونا بصفات حق باین طور کہ بشری رسوم مین انھین اخلاق پر کاربند ہونا - اور انھین
خصلتون سے وہ عارفین کے پیشوا اور عالم کے مقتدا ہوے - یہ دیکھو اللہ عز وجل نے اپنے محبوب خاص کو جو تمام مخلوق اور عالم سے برگزیدہ
ہی یعنے آنحضرت صلعم کو ابراہیم علیہ السلام کی متابعت و موافقت کا تمام احوال مین حکم فرمایا اور جو شخص ملت ابراہیم سے پھرا اگرچہ ذرہ برابر
کیون نہ پھرا ہو وہ تو اسکا نفس ہی اسکا باعث ہوجائیگا اللہ عز وجل نے فرمایا - ومن یرغب عن ملة ابراہیم الا من سفہ نفسہ - مترجم کہتا ہی کہ یہ
(آخر پارہ اول مین گذری)
خصال حضرت ابراہیم کے متفرق مقامات کلام مجید مین مذکور ہین - قولہ تعالے وما کان من المشرکین - حضرت ابراہیم کی توحید کا یہ حال تھا
کہ حق عز وجل کے سواے جبرئیل تک کی طرف التفات ان امور توحیدی مین نہین کرتے چنانچہ جب نمرود نے انکو آگ مین ڈالنا چاہا اور پہاڑ کے
ایسا اگر گوپھن مین بٹھایا اور ملائکہ آسمان و زمین و بندگان صالح اس حال کو دیکھکر جو حضرت ابراہیم پر گذر رہا تھا حیران تھے اور تقدیر کا یہ معاملہ
دیکھکر چپ تھے تب آپ خود دعا کرنے لگے پس حضرت عز وجل سے خطاب ہوا کہ جاؤ اور جو کچھ ابراہیم تم سے کہے اسکو پورا کرو پس اول جبرئیل نے
آکر کہا کہ آپ کو کچھ میری مدد کی ضرورت ہو تو فرمائیے کہ مین نمرود سمیت اسکا تختہ لوٹ دون فرمایا کہ اے جبرئیل تمہاری طرف تو مجھے کوئی حاجت
نہین میرا پروردگار مجھے خود دیکھنا چاہتا ہی جو اسکو منظور ہی وہی میری مراد ہی - اور ابراہیم اپنی دین توحید مین کسی کی مداہنت نہین کرتے

حتی کہ اپنے ماں باپ کی محبت کچھ انکو امر حق سے سست نہیں کرتی تھی بلکہ انسے کہدیا کما قال تعالیٰ انی بری مما تشرکون ۔ اور فرمایا ۔ وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین ۔ اور حمیت کے ہتھوڑے سے بتوں کے سر توڑ دیے اور خیال تمثال سے پاک کر دی وہ جگہ جو نظر حق کے واسطے تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اسکو مشکور کیا اور فرمایا فجعلہم جذاذا ۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں مالوں اور اولادوں کو قربان کیا اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کرتے اسی معنے کر اللہ عزوجل نے فرمایا ۔ واتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا ۔ اور نیز حضرت ابراہیمؑ کے شان سے دور کر دیا وہ خطرہ جسکو شک تصور کیا جاوے کیونکہ انھوں نے کہا تھا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی ۔ تو وہم آوے اس سے
وہم کرتا کہ شاید حضرت ابراہیمؑ کو شک کا خطرہ آگیا تھا پس اسکو دفع کر دیا اور فرمایا ۔ وما کان من المشرکین ۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ
تحقیق پہلا گھر جو ٹھہرا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور نیک راہ جہان کے لوگوں کو اس میں نشانیاں

بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۝ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ
ظاہر ہیں کھڑے ہونے کی جگہ ابراہیم کی اور جو اسکے اندر آیا اسکو امن ملا اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝
جو کوئی پاوے اس تک راہ اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ پروا نہیں رکھتا جہان کے لوگوں کی

ونزل لما قالوا قبلتنا قبل قبلتکم ۔ یعنے یہود نے مسلمانوں سے کہا کہ بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے اور وہ کعبہ سے افضل اور مقدم ہے اسیکی طرف انبیاءؑ ہجرت کرتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرما دیا کہ یہ بات وہ لوگ جہالت سے کہتے ہیں ۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ ۔ متعبدا ۔ لِلنَّاسِ ۔ فی الارض ۔ یعنے البتہ پہلا گھر جو وضع کیا گیا ای جاے عبادت کیا گیا واسطے لوگوں کے زمین میں ۔ اور جاننا چاہیے کہ اول اس فرد کو کہتے ہیں جو اپنے سواے سب سے مقدم ہو ۔ اور یہ معنے اولیت تحقیقی کے ہیں اور ہر ایسی چیز کو بھی کہتے ہیں جو ابتداءً پائی جاوے خواہ اسکے بعد اور شئی ہو یا نہو ۔ پس معنے اول کی راہ سے یہ لفظ مضاف ہوگا ۔ پس سدیؒ نے زعم کیا کہ خانۂ کعبہ پہلا گھر مطلقا ہے اور سراج میں لایا کہ وہ پہلا گھر ہے جو پانی پر ظاہر ہوا بوقت پیدائش آسمان و زمین کے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو دو ہزار برس قبل پیدائش زمین کے پیدا کیا اور پانی کی سطح پر وہ سپید جھاگ کے مانند تھا پھر اسکے نیچے زمین پھیلائی گئی ۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ صحیح وہی جو شعبیؒ نے علیؓ سے اس آیت میں روایت کی کہ حضرت علیؓ نے کہا کہ بیوت اس سے پہلے تھے ولیکن یہ پہلا وہ گھر ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے رکھا گیا رواہ ابن ابی حاتم اور نیز خالد بن عرعرہ کی روایت میں صریح ہے کہ ایک نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ وہ اول بیت ہے فرمایا کہ نہیں ولیکن وہ اول بیت بابرکت ہے اسکو بھی ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور اسیکو مفسرؒ نے اختیار کیا کہ متعبدا کی قید لگادی پس اولیت اضافی ہوئی واللہ اعلم ۔
لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ ۔ وہ بیت جو بکہ میں ہے ۔ البکۃ بالباء لغۃ فی مکۃ سمیت بذلک لانہا تبک اعناق الجبابرۃ ای تدقہا بناہ الملائکۃ قبل خلق آدم و وضع بعدہ الاقصی وبینہما اربعون سنۃ کما فی حدیث الصحیحین فی حدیث ان اول ما ظہر علی وجہ الماء عند خلق السموات والارض زبدۃ بیضاء فدحیت الارض من تحتہ ۔ یعنے بکہ بباء موحدہ مکہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اسکا یہ نام اسوجہ سے رکھا گیا کہ وہ توڑتا ہے سرکشوں کی گردنیں یعنے انکو توڑ دیتا ہے ۔ اسکو ملائکہ نے پیدائش آدم سے پہلے بنایا اور اسکے بعد مسجد اقصی رکھی گئی اور ان دونوں کے درمیان چالیس برس کا فرق ہے جیساکہ صحیحین کی حدیث میں ہے ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلعم کون مسجد اول وضع ہوئی فرمایا کہ مسجد الحرام ۔ میں نے کہا

کہ پھر کون فرمایا کہ مسجد اقصیٰ میں نے کہا کہ دونون مین کتنا فرق ہے فرمایا کہ چالیس برس پھر مین نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا کہ پھر جہان تجکو نماز آ ملے وہین پڑھ لے کہ
سب مین مسجد ہے رواہ البخاری ومسلم۔ اگر کہا جاوے کہ کعبہ بنا ابراہیمؑ اور مسجد اقصیٰ بنا سلیمانؑ ہے اور ان مین ہزار برس سے زیادہ تفاوت ہے تو جواب یہ ہے کہ ملائکہ نے دونوں کو
بنایا تھا پھر انکے بنانے مین اتنا فرق مراد ہے بعد اسکے جیسا ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ بنایا اور سلیمانؑ نے بیت المقدس تو انکے بنانے مین بہت فرق ہے فافہم۔ اور ایک
حدیث مین آیا کہ اول جو ہر روے آب ظاہر ہوا بوقت پیدایش آسمان زمین کے ایک بدرہ سفید تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی گئی اخرجہ الطبرانی والبیہقی فی الشعب
وابن جریر وابن المنذر اور یہی مستند قول سدی ہے واللہ اعلم۔ پھر کہا کہ بکہ اسم مکہ ہے بتبدیل میم از بار مانند لازم و لازب۔ وجہ تسمیہ بکہ تو مفسرین نے ذکر کی اور
بعض نے کہا کہ مکہ بسبب کمی آب کے من قولہم مک الفصیل ضرع امہ جبکہ تھن سے سب دودھ چوس گیا اور بعض نے کہا اسلیے کہ مک الظالم ای اسکو ہلاک کرتا ہے
یا گناہون کو ہلاک کرتا ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ قتادہ سے روایت ہے کہ بکہ بباء موحدہ اسلیے کہ ان اللہ تعالیٰ بک بہ الناس جمیعا
فیصلی النساء امام الرجال ولا یفعل ذلک ببلد غیرہا۔ کذا روی عن مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وعمرو بن شعیب ومقاتل وقیل لان الناس یتباکون
فیہا ای یزدحمون اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مکہ تو فج سے تنعیم تک ہے اور بکہ یا لیا رسیت العتیق سے بطحا تک ہے اور ابراہیم نخعیؒ سے ہے کہ بکہ
بیت و مسجد ہے اور ایسا ہی زہریؒ نے کہا اور ایک روایت مین عکرمہؒ نے کہا کہ بکہ تو موضع بیت و جو گرد ہے اور اسکے سوا مکہ ہے اور یہی میمون
بن مہران کا قول ہے اور ابو مالک و ابو صالح و ابراہیم نخعی و عطیہ ومقاتل نے کہا کہ بکہ موضع بیت ہے اور ما سوا اسکے مکہ ہے پھر منجملہ اسماء مکہ کے
بیت عتیق۔ بیت الحرام۔ بلد امین۔ بلد مامون۔ ام الرحم۔ ام القریٰ۔ عرش۔ قادس وغیرہ مذکور ہین۔ **مُبَارَكًا**۔ در حالیکہ وہ اول بیت
اس نشان سے ہے کہ وہ مبارک ہے ف حال من الذی ای ذا برکۃ۔ یعنی اسکو نصب بنا بر بکہ الذی سے حال واقع ہے اور معنے اسکے یہ ہین کہ
برکت والا ہے اور برکت اسکی یہ ہے کہ مسجد حرام مین ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین پچاس ہزار کا جیسے
بیت المقدس مین پچاس ہزار کا ثواب ہے اور یہ صحیحین کے روایات سے ثابت ہے۔ **وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ**۔ لانہ قبلتہم۔ اور واہل
کے لیے ہادی ہے ف کیونکہ یہی انکا قبلہ ہے یعنی عالمین کے لیے ہادی ہونا اسوجہ سے کہ انکا قبلہ ہے۔ **فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ**۔ منہا
مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ۔ ای الحجر الذی قام علیہ عند بناء البیت فاثر قدماہ فیہ وبقی الی الآن مع تطاول الزمان وتداول الایدی علیہ ومنہا
تضعیف الحسنات فیہ۔ وان الطیر لا یعلوہ۔ اسمین نشانیان کھلی ہوئی ہین (انھین مین سے) مقام ابراہیم ہے ف یعنے وہ پتھر جسپر ابراہیمؑ
کھڑے ہوے وقت بناء بیت کے پس انکے دونون قدمون سے اسمین اثر ہوا اور اسوقت تک باقی رہا باوجودیکہ زمانہ دراز گزرا اور بہتیرے
ہاتھ اسپر پڑے اور از انجملہ یہ کہ اسمین نیکیان دو چند ہوتی ہین اور یہ کہ پرند اسپر ہوکر نہین اڑتا ہے اور یہ بدیہی محسوس معجزہ ہے جاننا چاہیے کہ صاحب
کشاف نے یہان یہ اشکال پیش کیا کہ آیات بینات جمع ہے اور مقام ابراہیم مفرد ہے اسکا بیان کیونکر ہو سکتا ہے اور مفسرینؒ نے مانند بیضاوی
کے خبر محذوف کی ای منہا مقام ابراہیم۔ یعنی منجملہ ان آیات کے مقام ابراہیم ہے اور جو داخل ہو بخوف ہے پھر خاص کر انھین کے ذکر سے کفار پر حجت
قائم ہے کیونکہ وہ انکو حواس سے ادراک کرتے ہین و مترجم کہتا ہے کہ امن داخلین بحکم شرعی ہے جیسا کہ آتا ہے پس کفار پر اس سے احتجاج مستبعد ہے
بلکہ اصح وہی ہے کہ منہا خبر محذوف ہے اور بیضاوی نے کہا کہ مقام ابراہیم کا سبب تھا کہ ابراہیمؑ اس پتھر پر کھڑے ہوے کہ دیوار بلند کرنے
قادر ہون اور اسمعیل علیہ السلام پتھر و گارا پہونچاتے تھے پس انکے دونون پانون اسمین دھنس گئے اور ٹخنون تک در آئے ولیکن مترجم کہتا
ہے کہ صحیح مشہور یہ ہے کہ پتھر مین انکے متبرک قدمون کا نشان پڑ گیا جو بجنسہ باقی رہا۔ **قال ابن کثیرؒ** وہ دیوار بیت سے ملاصق تھا پھر عمر بن الخطابؓ
نے اسکو اپنی خلافت مین ناحیہ شرقی کی طرف ہٹا دیا تاکہ طواف پر قابو ملے اور بعد طواف کے نماز ادا کرنے مین نمازیون کو تشویش نہو کیونکہ

اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی - اور عوفی رحمہ نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ قولہ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم
اسی میں مقام ابراہیم والمشاعر اور مجاہد نے کہا مقام میں ابراہیم کے قدموں کا اثر ایک آیۃ بینہ ہے پھر مقام ابراہیم اکثروں کے قول پر وہی پتھر
ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ کل حرم مقام ابراہیم ہے اور شیخ عمروالاودی راوی حدیث نے اپنی حدیث میں کہا کہ
کل حجر مقام ابراہیم ہے اور یہ روایت اوفق ہے - پھر حق یہ ہے کہ مقام ابراہیم تو بہود و منکرین وغیرہ پر آیت بینہ و حجت ہے کہ وہ بیت المقدس کو
ابراہیم سے اختصاص دیتے سو ردکر دیا کہ ابراہیم کو خصوصیت اس خانہ کعبہ سے ہے کہ انکا اثر قدم یہیں ہے اور اسمیں معنوی آیت اہل بیان کے
واسطے ودیعت فرمائی اور منجملہ عجیب بات کے یہ ہے کہ پرندا سکے اوپر ہو کر نہیں اڑتا ہے ادھر اودھر کترا جاتا ہے حالانکہ کتنے ہزار برس گذرے یہی
حال جاری ہے اور یہ کہ درندے دیگر جانوروں سے خلط ہو کر حرم میں گھستے ہیں اور شکار سے تعرض نہیں کرتے ہیں اور جس بدبخت سرکش نے اسکا
قصد کیا وہ ہلاک ہوا اور یہ کہ بارش جب کن یمانی کی طرف ہوتی ہے تو عمدہ پیداوار یمن میں ہوتی ہے اور جب شامی کی طرف ہوتی ہے تو شام
میں پیداوار کی کثرت ہوتی ہے اور سب سے بڑا حکم یہ کہ اس خانہ کی تعمیر کا حکم فرمانے والا حضرت رب جلیل اور مہندس بندہ خاص جبرئیل اور معمار کریم
بندہ حبیب ابراہیم خلیل اور مددگار معمار فرزند جمیل اسمعیل ہے اور طواف کرنے والے وزیارت انبیائے کرام ہیں اور یہ فخر کسی بیت کو نہیں ہے -

وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا - لایتعرض لہ بقتل او ظلم او غیر ذالک - اور جو اسمیں داخل ہوا مامون ہوا اس سے کچھ تعرض نکیا جائیگا
نہ قتل کا اور نہ ظلم کا اور نہ کسی قسم کی ایذا کا مفسر رحمہ نے اس مقام پر تفسیر راجح کو اختیار کیا کہ یہ خبر بمعنے امر ہے یعنے جو شخص اس موضع مبارک میں داخل ہوا
وہ شرعاً مامون ہے اس سے بالکل یہ تعرض نکیا جائیگا کہ قتل کیا جاوے یا اور کوئی ظلم و ایذا اسکو پہونچائی جاوے اور یہی ایک جماعت کا قول ہے
اور اسی سے امام ابو حنیفہ و انکے صاحبین نے کہا کہ جس شخص پر قتل لازم آیا خواہ اسوجہ سے کہ وہ مرتد ہو گیا یا اسنے کسی کو ناحق مار ڈالا جسکے
قصاص میں اسکا قتل لازم آیا یا اور کسی وجہ سے پھر اسنے حرم میں جگہ پکڑی تو اس سے تعرض نکیا جائیگا ولیکن ایسے حال پر چھوڑا جائیگا کہ مجبور ہو کر
خود نکلے تب وہ گرفتار کیا جائیگا اور یہی مذہب قوی ہے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی سے روایت ہے کہ اگر میں اسمیں بالفرض اپنے باپ کے قاتل کو پاؤں
تو اسکو ہاتھ بھی نہ لگاؤں یہانتک کہ وہ حرم سے باہر نکلے اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جسنے بیت اللہ تعالےٰ کی پناہ پکڑی اسکو بیت اللہ پناہ
دیتا ہے ولیکن اس مجرم کو وہاں بچھونا نہ دیا جائیگا اور نہ کھانا اور نہ پانی دیا جاوے یہانتک کہ نکلے پھر جب باہر نکلے تو اپنے گناہ میں پکڑا جاوے اور جسنے
حضرت ابن عباس سے بوجوہ ابن جریر و ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے ہیں اور شافعی رحمہ اللہ و دیگر ائمہ کا یہ قول ہے کہ جسنے کوئی جرم کیا اور
حرم میں گھس گیا اسپر وہاں حد قائم کیجائیگی شاید مفسر مجتہد رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں قول ابو حنیفہ اختیار کیا ہے کیونکہ اسکی مؤید احادیث صحاح موجود
ہیں چنانچہ خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث سابق میں لکھی گئی ہے اور وہ حدیث صحیحین کی معروف ہے اور حضرت جابر رض سے مرفوعاً روایت ہے کہ کسی کو حلال
نہیں کہ مکہ میں ہتھیار اٹھاوے رواہ مسلم - اور عبد اللہ بن عدی رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم فرماتے تھے کہ واللہ بیشک تو اللہ تعالےٰ کو
زمین خدا سے بہتر اور زمین خدا سے محبوب تر ہے اور اگر میں تجھ میں سے نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا - رواہ الامام احمد و النسائی و ابن ماجہ والترمذی
و قال حسن صحیح اور مانند اسکے ابن عباس سے روایت کر کے صحیح کہا اور احمد نے ابوہریرہ رض سے مانند اسکے روایت کیا - پھر کچھ بعید نہیں کہ مامون
ہونا سوائے معنے مذکور کے اور معانی پر بھی ہو چنانچہ یحیی بن جعدہ بن ہبیرہ سے روایت ہے کہ کان آمنا یعنی دوزخ سے مامون ہوا رواہ ابن
ابی حاتم - اگر کہا جاوے کہ فتح مکہ میں لشکر خالد بن الولید نے مشرکوں کو قتل کیا اور حضرت صلعم نے عبد اللہ بن خطل کے بارہ میں جو پردہ کعبہ
لپٹا کھڑا تھا وہیں قتل کیے جانے کا حکم دیا پس معلوم ہوا کہ مجرم وہاں قتل ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے روز حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو خطبہ پڑھا اسمیں صاف فرمایا کہ جو کوئی اس وجہ سے حرم میں قتال کا جواز نکالے کہ رسول اللہ صلعم نے اسمیں قتال کیا تو اس سے
کہدو کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلعم کو اجازت دیدی تھی اور تمکو اجازت نہیں دی ہی اور مجھے بھی دن کی ایک ساعت کے واسطے اجازت دی
تھی پھر اسکی حرمت نے عود کیا جیسی اگلے روز تھی پس چاہیے کہ جو شخص یہان حاضر ہی وہ غائب کو خبر پہونچاوے رواہ البخاری ومسلم وغیرہما
وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ - وبدل من الناس - مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۔ طرق نفاسیرہ صلی اللہ
علیہ وسلم بالزاد والراحلۃ رواہ الحاکم وغیرہ ۔ اور اللہ تعالے کے واسطے لوگون پر حج کرنا اس بیت کا واجب ہی جو شخص کہ پاوے طرف اس
حج کے سبیل ف یعنے سبیل کے طریق یعنے استد لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر فرمائی کہ زاد راہ وسواری پاوے اسکو
حاکم وغیرہ نے روایت کیا حج بالکسر قراءۃ کوفیہ و بالفتح قراءۃ باقیہ وابوبکر ہی شیخ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ للہ کا لام یہی لام ایجاب والزام
کہلاتا ہی اور اسپر علی کے ساتھ جو وجوب کے لیے ہی تاکید فرمائی پس جمہور کے نزدیک حج فرض ہونے کے یہی آیت ہی اور بعض نے کہا بلکہ قولہ واتموا الحج
والعمرۃ للہ ۔ سے حج فرض ہوا بالجملہ واجب یعنے فرض ہی ۔ جیسے حنفیہ کہتے ہین کہ زکوٰۃ واجب ہی یعنے فرض ہی اور خصوص علمائے شافعیہ واجب و فرض مین فرق نہین کرتے
اور شارح منہاج الوصول بیضاوی نے اقرار کیا کہ دونون مین فرق معقول ہی پس فرض وہ ہی جو دلیل قطعی سے واجب ہے جسمین کسی تاویل کو گنجایش
نہین ثابت ہو اور واجب وہ کہ بدلیل ظنی بثبت ایجاب ثابت ہو بہرحال احادیث متعددہ سے ثابت ہوا کہ حج منجملہ ارکان اسلام کے ایک رکن
ہی اور مسلمانون نے باجماع ضروری اسپر اجماع کیا پھر حج تمام عمر مین ایک مرتبہ ایسے شخص پر واجب ہوتا ہی جو مکلف ہو اور اسپر نص موجود اور اجماع
ثابت ہی اور یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی مسلمان ہو خواہ فقیر یا تونگر اسپر فرض ہی کہ یہ اعتقاد رکھے کہ حج فرض ہی اور رہا اسکا ادا کرنا تو یہ اُسی شخص پر واجب ہی
جسکو استطاعت ہو اور اس تقریر مین اسکا سبب بیان آتا ہی پس ابوہریرہ رضی نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو تمپر اللہ تعالے
نے حج فرض کیا پس تم حج کرو پھر ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال تو آپ خاموش رہے یہانتک کہ اسنے تین بار یہی سوال کیا پس آپ نے فرمایا
کہ اگر مین ہان کہدیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور تم سے ادا نہو سکتا پھر فرمایا کہ مین نے جس حد پر تمکو چھوڑا تم بھی مجھے چھوڑو یعنے سوال مت کرو کیونکہ تمسے
اگلے امتی اسی سے ہلاک ہوے کہ انھون نے کثرت سے اپنے انبیا سے سوال کیے اور انکے خلاف کیا سو جب مین تمکو کسی امر کا حکم دون تو تم اسکو بجا لاؤ جہانتک
تمکو استطاعت ہی اور جب مین تمکو کسی چیز سے منع کرون تو اس سے باز رہو رواہ احمد ومسلم اور ابن عباس کی اس روایت مین پوچھنے والے کا نام اقرع
بن حابس مذکور ہی اور جواب مین تصریح ہی کہ فرمایا حج ایک مرتبہ ہی اور جو زائد ہو وہ نفل و خیر ہی رواہ احمد ایضاً وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ اور یہ معنے حدیث
علی و انس بن مالک و سراقہ بن مالک وغیرہ سے ثابت ہین اور یہی ظاہر آیۃ کریمہ ہی پھر سبیل کی تفسیر زاد و راحلہ سے ترمذی وابن ابی حاتم وابن مردویہ وحاکم وابن
جریر و عبدالرزاق وغیرہ نے ایک جماعت صحابہ و تابعین سے مرفوعاً یعنے کلام حضرت صلعم سے اور موقوفاً روایت کیا اور انکی اسانید مین اگرچہ ادنی
کلام ہی ولیکن حدیث حجت ہی اور اسی حدیث کی اتباع پر بھی قول امام ابوحنیفہ وامام شافعیؒ کا ہی اور یہی مذہب اکثر اہل علم از صحابہ و تابعین کا ہی جیسا کہ
امام ترمذی نے کہا اور یہی حق ہی اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ آدمی کو جسوقت اپنی قوت پر بھروسا ہو اور راہ مین کمائی کرنے پر قادر ہو تو اسپر ادا ے حج واجب ہی
اگرچہ زاد و راحلہ نرکھتا ہو اور یہی بعض تابعین سے مروی ہی ۔ پھر لفظ النَّاس عام ہی خواہ مرد ہون یا عورتین سب پر واجب ہی جبکہ استطاعت ہو سوائے
ان لوگون کے جو کسی دلیل سے خاص کیے گئے مانند عورت بے محرم و طفل نابالغ و غلام و مجنون وغیرہ کے جنکا ذکر فقہ مین مفصل ہی پھر ان مخصوص
کیے ہوؤن کے سوائے باقی سے مَن استطاع الیہ سبیلا بدل ہی اور استطاعت کی تفسیر اوپر گذری لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ استطاعت کا انحصار
انہین دونون باتون مین مقصود نہین اور نہ اسپر مقصود ہی چنانچہ یہ امر بالبداہتہ ظاہر ہی کہ جو شخص اسطرح لنجا ہو کہ نہ پیرون چل سکتا ہی اور نہ

سواری پر چل سکتا ہو وہ اگرچہ زاد وراحلہ پاوے مگر اسپر ادا کرنا فرض نہیں کیونکہ اسنے استطاعت نہیں پائی پس صحت بدن اسقدر کہ وہان پہونچے
ہو منجملہ استطاعت کے ہی اور نیز یہ کہ راستہ مامون ہو کہ اسکو اپنی جان یا مال پر خوف نہو اور ایسے ہی عورت کو اسکا کوئی ذی رحم محرم مانند شوہر یا باپ یا بھائی
وغیرہ کے ساتھ کو ملے ورنہ استطاعت نہوگی اگر تین روز کی راہ مسافت سفر ہو۔ اسیواسطے بیضاوی وغیرہ نے بعض مقام پر تنبیہ اسباب ضروری
جو ادا کے فعل کے واسطے چاہیے ہین سب موجود ہونا استطاعت قرار دیا ہی لیکن زاد وراحلہ کی تفسیر سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ زاد وراحلہ منجملہ استطاعت
ہی اگر یہ نہو تو استطاعت تام نہین ہی۔ پھر باقی رہا یہان یہ مقام کہ حج کا وجوب فوری ہی یا بتراخی یعنے جب واجب ہوا تو اسیوقت اس سال مین ادا کرے
یا روا ہی کہ آخر عمر تک دیر کرسکتا ہی اسمین امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کا خلاف فقہ مین مذکور ہی اور تعجیل کو قوی کہا گیا کیونکہ ابن عباسؓ نے مرفوعاً روایت کی کہ
جلدی کرو حج ادا کرنے مین یعنے حج فریضہ مین کیونکہ تم مین سے کسی کو نہین معلوم کہ اسکو کیا پیش آویگا رواہ احمد۔ اور نیز ابن عباسؓ نے مرفوعاً روایت کی کہ جو حج کا
ارادہ کرے وہ جلدی کرے رواہ احمد وابو داؤد۔ اور مترجم کہتا ہی کہ تامل کے بعد معلوم ہوتا ہی کہ یہ دلیل مفید قول دوم ہی اسواسطے کہ آپ نے جلدی کا
حکم دیا اور اسکی تاکید کردی کہ معلوم نہین کیا پیش آوے لہذا جلدی کرنا چاہیے پس ظاہر یہ ہی کہ فرضیت تو تراخی ہی اور جلدی کرنیکا حکم الگ ہی قال وَمَنْ كَفَرَ یا اللہ
او با فرضہ من الحج۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۔ الانس والجن والملائکۃ وعن عباداتہم۔ اور جسنے کفر کیا (یعنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا فریضہ حج
سے انکار کیا) تو اللہ تعالیٰ بے پروا ہی عالمون سے (یعنے عالم انس و عالم جن و عالم ملائکہ وغیرہ سے اور انکی عبادتون سے) اور شیخ ابن کثیر کی تفسیر مین ہی کہ عکرمہ نے کہا کہ جب یہ آیت
اتری ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ تو یہود بولے کہ ہم مسلمان ہین پس اللہ عز وجل نے انپر حجت قائم کردی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عز وجل نے مسلمانون پر
حج بیت فرض کیا ہی جو اسکی استطاعت پاوے تو بولے کہ ہمپر فرض نہین کیا گیا اور حج کرنے سے انکار کیا تو اللہ عز وجل نے فرمایا کہ ومن کفر فان اللہ غنی عن
العالمین۔ اور مجاہدؒ سے مانند اسکے مروی ہی اور اسماعیلی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی کہ جسنے حج کی طاقت پائی اور حج نکیا تو یکسان ہی اسپر کہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرے ابن کثیر نے
کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہی اور سعید بن منصور نے حسن بصری سے روایت کی کہ عمرؓ نے فرمایا کہ مین نے قصد کیا کہ ان شہرون مین لوگ بھیجون وہ
دیکھین کہ ہر وہ شخص جسکے پاس استطاعت ہی اور اسنے حج نہین کیا انپر جزیہ باندھین وہ ہرگز مسلمان نہین وہ ہرگز مسلمان نہین ہین۔ بالجملہ اس
آیت مین امر حج کی فضیلت اور اسکے تارک کے حق مین وعید شدید ہی جو نظم کلام سے ظاہر ہی اور اسپر تنبیہ کے واسطے طول کلام کی ضرورت نہین ہی
ف۲ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ ان اول بیت وضع للناس۔ جاننا چاہیے کہ عرش تو قبلہ ملائکہ ہی اور کرسی ان لوگون کا قبلہ ہی جو درگاہ
مین اپنی خودی سے بے خبر ہین اور بیت المعمور اس گروہ ملائکہ کا قبلہ ہی جنکو سفرۃ کرام کہتے ہین اور کعبہ معظمہ آدمیون کا قبلہ ہی سب عام و خاص کے واسطے
بلا تخصیص قبلہ ہی ہر دو گروہ کو وسائط کی طرف حوالہ کردیا اور انکو اپنے مشاہدۂ جمال سے پردہ مین کردیا غیرت کی کہ اسکی طرف کوئی راہ پاوے کیونکہ اپنے
بیت مکرمہ کو آدم اور اسکی ذریت سے پہلے وضع فرمایا یہ انکی ابتلا و امتحان کے واسطے تاکہ بیت کو قبلہ کرکے صاحب بیت سے محجوب ہون پھر جسنے اپنی
توجہ کی حالت مین جہت کو فقط ایک واسطہ سمجھا اور سر باطنی کو اس سے طرف اللہ تعالیٰ کے متوجہ کیا تو حق عز وجل اسکا قبلہ ہوا پس وہ خود تمام کا قبلہ
ہوگا جیسے آدم علیہ السلام ملائکہ کے قبلہ ہوے کیونکہ اللہ عز وجل اور ملائکہ کے درمیان آدم ایک سبیل ہو گئے کیونکہ آدم پر اسکے جلال وجمال کا لباس تھا
چنانچہ حدیث مین آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث کو مین نے شروع پارہ الم مین بیان کردیا
اور معنے بھی بیان کیے اور اشارہ کیا کہ صوفیہ اسکے معنے بروجہ دیگر لیتے ہین چنانچہ شیخ نے یہان اسکے معنے یہ بیان کیے کہ یعنے اللہ عز وجل نے آدم پر
اپنی صفات و مشاہدہ کا حسن ڈالدیا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے حق مین کہا کہ والقیت علیک محبۃ منی۔ اور محبت جناب باری تعالیٰ کا
خاصہ ازلیہ ہی کہ اہل عبودیت مین سے جسنے آدم علیہ السلام سے اعراض کیا اسکی مثال ایسی ہی جیسے ملائکہ کے درمیان سے ابلیس اعراض

کیا تھا اسواسطے کہ معرفت کی شرط سے یہ ہی کہ عالم پرستش مین وسائط کو وسیلہ کرے پھر جب وہ مشاہدہ خاص مین پہونچکر مرتبہ تحقیق کو پہونچ جاوے تو جسطرف چاہیے توجہ کرے ہر طرف وہی ہی چنانچہ فرمایا- فاینما تولوا فثم وجه الله- کیونکہ وہ محل عین الجمع مین پہونچا اور اسی سے بعض عارفون نے کہا کہ مین نے کسی شی کی طرف نظر نہین کی مگر آنکہ اسمین اللہ تعالے کو دیکھا **قال المترجم** یہ مطلب نہین ہی کہ نعوذ باللہ اسمین اللہ تعالے کا حلول تھا یا اسمین کوئی دخل تھا بلکہ مراد یہ ہی کہ مشاہدہ حضرت باری تعالے وہی اسکا عین ہوگیا حتی کہ وہ خود اپنے آپکو بھی نہین دیکھتا تھا اور نہ کسی چیز کو دیکھتا تھا مگر چونکہ یہان جمع اضداد برحق ہی اگرچہ ظاہر گفتگو مین یہ تسلیم نکیا جاوے لہذا بعد تسلیم کے اسکے علم مین دونون امر موجود ہوتے ہین فتامل واستقم- پھر شیخ نے دوسرا اشارہ شروع کیا اور کہا کہ نیز اسمین یہ اشارہ ہی کہ اللہ تعالے نے اپنا بیت رکھا اور اسکو اپنی آیات کبری کا لباس پہنایا اور وہ نور قدرت ہی تا کہ اپنی طرف بندون کے دل اس بیت کے وسیلہ سے جذب فرماوے اسی جہت سے اس بیت کو اپنی طرف اضافت فرماکر کہا ہی کہ- طہرا بیتی للطائفین- اور نیز اسوجہ سے کہ وہ اللہ تعالے کی آیات خاصہ سے منور ہی- قولہ للذی ببکۃ- اسکا نام بکہ اسوجہ سے ہوا کہ اس سے عاشقون کی ارواح جاملتی ہین اس شوق مین کہ حبیب کا دیدار نصیب ہو اور اسوجہ سے کہ اسپر عارف لوگ ازدحام کرتے ہین بایں طور کہ اپنی جانین اسپر قربان کرتے اور اسطرف دوڑتے ہین **قال المترجم** شیخ ابن کثیرؒ نے اسکی وجہ تسمیہ مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا ہی کہ اسکو بکہ کہا گیا اسوجہ سے کہ الناس یتباکون فیہا ای یزدحمون- بعض مشائخ نے کہا کہ کتنا بڑا فرق ہی ان دو شخصون مین ایک نے تو اس بیت سے دل لگایا جو اول اسکے واسطے موضوع ہوا اور دوسرے نے اس سے دل لگایا جسکا یہ اول بیت وضع کیا ہوا ہی- قولہ مبارکا وھدی للعالمین- یعنے پاک مقدس ہی تاکہ شک کرنے والون کا شک یا ریاکارون کی تہمت اس تک پہونچے یا یہ حسن آیات کبری سواے مخلصون کے غیر کو نظر پڑے اور نیز اسکو بزرگ کر دیا اس لباس سے جو اسکو انوار قرب وبرکات سے دیا ہی کہ مریدون کے دل اس سے تسکین پاتے ہین اور مشتاقون کی آتش شوق سے سوختہ فواد کا یہ ٹھکانا ہوجاتا ہی اور صادقین کی ارواح کے لیے باغ فرح بخش ہی اور عاشقون کے مشام دل کے لیے ریحان معطر ہی اور ہدی یعنے ہادی ہی بایں طور کہ اہل عالم مین سے موحدون کے اوپر نور قرب کو انکشاف کر دیتا ہی اور نیز مریدون یعنے خالص ارادہ سے طلب کرنے والون کو آیات کے دیدار تک راہ بتلاتا ہی اور عارفون کو اس پاک ذات تک پہونچاتا ہی جسکے واسطے آیات وہان موجود ہین اور خائفون کو مقامات امن تک راہ دکھاتا ہی- اور جو لوگ منقطع ہوگئے ہین انکو شہود انس تک ہدایت فرماتا ہی اور محسنین کو مشاہدہ رب تبارک وتعالے تک رہنمائی کرتا ہی اور حسین نے فرمایا کہ حق عزوجل نے اپنی تکلیف دو قسم پر وارد فرمائی ہی یعنے بندون کو جو مکلف کیا تو دو قسم کی تکلیفون سے باعتبار معنے کے مکلف کیا ایک تکلیف از وسائط ہی اور دوم تکلیف بحقائق ہی پس تکلیف بحقائق کے معارف اسی سے ظاہر ہوتے اور اسیکی طرف عود کرتے ہین اور تکلیف بوسائط کے معارف تو اسکے سواے غیر سے ظاہر ہوتے ہین اور اس تک پہونچتے نہین مگر اسوقت کہ جب وہ مکلف اسسے ترقی کر جاوے بایں طور کہ اسسے فنا ہوکر اوپر کو قدم رکھے پس منجملہ تکلیف وسائط کے اظہار بیت کعبہ ہی چنانچہ فرمایا ان اول بیت وضع للناس- پس جبتک تو اس سے متصل ہی تبتک منفصل ہوگا پھر جب تو اس سے حقیقۃ منفصل ہوا تو اسکے واضع سے متصل ہوگا پھر تجکو بیت سے تو ایک رسم کا لگاؤ رہیگا اور حقیقی لگاؤ اسکے واضع سے ہوگا **قال المترجم** خانہ کعبہ کی دو جہت قرار دی گئی ہین ایک سرسری نظر ظاہری اور دوم نظر باطنی پس اول تو ظاہر ہی اور دوم یہ کہ فطرتین ایک تعلق اس واسطہ سے جو موجب قربت ہی اور دوم واسطہ محض سفیر کے طور پر ہو اور حقیقی وہ واسطہ ہو کہ اصل تعلق اس واسطہ کے مالک سے ہو پس مراد ترک واسطہ سے یہ نہین ہی کہ اسکو بالکل چھوڑ دے بلکہ یہ مراد ہی کہ وہ مرتبہ حاصل ہو کہ یہ واسطہ درحقیقت محض واسطہ ہوجاوے مثال اسکی قراءۃ کلام مجید ہی کہ نظر سرسری تو اسکے نقوش ہین اور تجاوز اسسے تعلق اسکے الفاظ سے ہی اور ربط ماقبل بمابعد وتصحیح نظم وترکیب پھر اصلی مقصود اسکے معنے ہین کہ وہ بعد ایک تحریر وتنقید کے حاصل

ہونگے اس صورت مین الفاظ وکلام سے تعلق ونظر رفع ہو جائیگی اور مراد ومعانی حاصل ہونگے واللہ اعلم۔ قولہ تعالےٰ فیہ آیات بینات بیت
معظمہ عارفون کا آئینہ ہی اس سے حق عزوجل بواسطہ آیات کے انکے واسطے تجلی فرماتا ہی اور حق عزوجل نے اپنے ظہور کا بھید اسمین پوشیدہ کردیا
ہی تاکہ اسپر ہر شخص جو اس قصے سے اجنبی ہی مطلع نہوا اور اس بیت کی شان اور درخت موسیٰ کی شان یکسان ہی وہان درخت سے حضرت موسیٰ
کے واسطے تجلی فرمائی اور یہان بیت سے امت محمد صلعم کے واسطے تجلی فرمائی اور آیات بینات سے اشارہ کے طور پر اپنی ذات پاک کو کہا حالانکہ
وہ ذات پاک حلول ونزول اور انتقال سے پاک برتر ہی یعنے فیہ آیات سے یہ وہم نہو کہ جب ذات پاک کی طرف اشارہ ہی تو اس بیت مین ہونے
سے حلول یا نزول وانتقال لازم آتا ہی کیونکہ یہ سب چیزین مخلوق پر قیاس ہی بلکہ یہ قیاس خود ادنیٰ مخلوق ہی وہ ذات پاک کے اسرار کو نہین
پہونچ سکتا ہی ایسے قیاسات کو وہان مجال نہین ہی فافہم۔ اور حضرت استادؒ نے فرمایا کہ قولہ فیہ آیات۔ اسمین آیات ہین ولیکن یہ آیتین
ان آنکھون سے جو سر مین ہین ادراک نہین ہوتے ہین بلکہ قلوب کی آنکھون سے نظر آتی ہین قال المترجم یعنے جو آیتین ظاہر کی آنکھون سے
ادراک ہین یہ ادنیٰ ہین یہ سمجھنا نچاہیے کہ بس یہی ہین بلکہ وہان جو آیات بزرگ ہین وہ بڑے مرتبہ کی ہین فافہم۔ اور محمد بن الفضل نے فرمایا
کہ قولہ فیہ آیات بینات۔ یعنے علامات ظاہرہ ہین جنسے عارفون کو اپنی معروف کی طرف راہ ملتی ہی۔ قولہ تعالےٰ۔ مقام ابراہیم۔ یہ مقام
خانۂ کعبہ مین ظاہر ہی اور باطنی مقام ابراہیم بھی ہی اور وہ چار مقام ہین رضا و تسلیم و انبساط و یقین۔ پس مقام رضا تو وہ تھا کہ جب آگ مین
ڈالے گئے۔ اور مقام تسلیم وہ تھا جبکہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگے اور مقام انبساط مین کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ۔ اور یقین اس سے
ظاہر ہی کہ حق عزوجل نے فرمایا۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین۔ اور زیادت مین مقام مکاشفہ ومشاہدہ
وخلت وفتوت ہی پس جسکا سر باطنی ان مقامات سے موافق پڑے اسنے البتہ مقام ابراہیم کا حق ادا کیا۔ اور نیز خلیلؑ کو مقام معرفت وتوحید او فنا
وبقا اور سکر وصحو۔ حاصل تھے پس جسنے سکر کا مزہ چکھا اور صحو مین متمکن ہوا اور اپنی ذاتی اوصاف سے فنا ہوا اور اوصاف حق کے ساتھ
تخلق پیدا کرکے اسپر قائم ہوا اور انوار معرفت سے منور ہوا اور لباس توحید سے متلبس ہوا اور اسکی روح نے نور قدم مین پرواز کیا اور اسکا
قلب جلال ابدیت مین گھل گیا اور اسکا سر باطنی ملاء اعلیٰ کو پہونچا اور میدان عظمت وکبریا مین اسکی عقل حیران ہوئی اور احکام حق کو بلا جزع
وفزع بجالانے مین اسکا نفس مطمئن ہوا وہ مقام ابراہیم کے دیدار سے مشرف ہوا کیونکہ وہ محل تمکین ہی۔ حضرت استادؒ نے فرمایا کہ مقام ابراہیم
ظاہر مین وہ ہی جو انکے قدمون کے نیچے رہا اور اشارہ مین وہ ہی جو انکی ہمتون سے موافق ہوا اور بعض نے کہا کہ شرف دیا مقام ابراہیم کو اسلیے کہ وہ اثر
خلیل ہی اور خلیل کے نزدیک خلیل کے آثار کو حظ عظیم ہوتا ہی اور شیخ شبلیؒ نے فرمایا کہ مقام ابراہیم خلت ہی پس جسنے اسمین مقام ابراہیم خلیل کو
مشاہدہ کیا وہ شریف ہی اور جسنے اسمین مقام حق کو مشاہدہ کیا وہ اشرف ہی۔ اور محمد بن علی الترمذیؒ نے فرمایا کہ مقام ابراہیم یہ ہی کہ خلیل
کی راہ مین اپنا جان ومال واولاد قربان کرنا پس جسنے اس مقام کو دیکھا اور اس سے اسکو نفس ومال واولاد کے حق مین وہ تجلی نہوئی جو ابراہیمؑ کو ہوئی تھی
اور مسلم نہوا تو اسکا سفر برباد ہوا اور مشقت بیکار گئی۔ قولہ تعالےٰ ومن دخلہ کان آمنا۔ جو شخص کہ مقام انابت (رجوع لانا) مین داخل ہوا اسنے نور کفایت کا
دامن پکڑا کہ [illegible] معصیت سے بچ رہا۔ اور جو شخص مقام زہد مین داخل ہوا وہ وسوسہ کے ہیجان طوفان سے راحت مین ہوگیا۔ اور جو مقام توکل
مین آیا تو کمائیون کی تنگی وتاریک ہوس سے اسکو وسعت حاصل ہوئی اور جو مقام رضا مین گھسا اسنے فنا سے نجات پائی۔ اور جسنے صفا کا مزہ
چکھا ہی وہی ہی جو مقام وفا مین پہونچا۔ اور جو شخص مقام استقامت مین آیا تو رنگ برنگ کے خطرات سے چھوٹا۔ اور جو مقام اخلاص مین داخل ہوا
وہ ریا وسمعت کی آفتون سے امن مین ہوا۔ اور جو مقام صدق مین آگیا وہ نفس کی رعونت سے بچا اور جو شخص مانند خلیلؑ کے مقام تسلیم مین پہنچا

وہ نفس کے جھگڑے و تدبیر و ارادے سے نکلا اور اسکو خود کچھ اختیار نہ رہا بلکہ حق عز و جل کے اختیار و اسکی مراد میں خاطر جمع ہوا اور مراد جاتے رہنے کے خوف سے نکل گیا اسواسطے کہ جتنے خوف ہیں سب اسی جہت سے ہوتے ہیں کہ مراد جاتی رہے پس جب اسکی خود کوئی مراد نہیں ہے تو اس سے بالکل خوف زائل ہوگیا اور اسکے حال میں خوف کو کہیں گنجائش ہی نہ رہی اور لامحالہ یہ بات ہے کہ ہیبت میں داخل ہونا جبھی مستحسن ہوگا کہ جتنے امور ہیں سب مالک ہیبت کے سپرد کرے کیونکہ جو شخص اپنی مراد کو چھوڑ کر تمام امور کو سپرد کرنے والا نہو وہ اپنے تمام امور میں تقدیر سے معارضہ کرنے والا ہوگا حالانکہ ہیبت میں داخل ہونے کا حسن اسیپر ہے کہ رضامندی سے تسلیم اختیار کرے نہ آنکہ معارضہ و نزاع بشریت پر اٹھے۔ اور جو شخص مقام مراقبہ میں داخل ہوا وہ بعد استقامت کے روحی خطرات سے بیخوف ہوا اور جو مقام انس میں گھسا اس سے وحشت دور ہوئی اور فتور پیدا کرنے والی حرص اسکے پاس سے بھاگ گئی۔ اور جو شخص مقام خوف میں آیا اللہ تعالے اس سے خوف زوال کو مٹا دیتا ہے اور تمام مخلوق کے نزدیک اسکو ہیبت سے توقیر دیتا ہے۔ اور جو شخص مقام امید میں آیا تو امتحان کے بگولے اسکے گرد سے پارہ پارہ ہوجاتے ہیں اور وہ دنیا کی حلاوت و تازگی کے فتنہ سے پاک نکل جاتا ہے اسواسطے کہ جسکے دل میں حقیقی امید کا بادشاہ تخت نشین ہوا وہ ان بشریت کے جھگڑے اور ہواجس طبیعت اور نفسانی کشمکش سے امن ہوجاتا ہے اسواسطے کہ رجا کا نور دریائے انس سے ہے اور انس کا وجود دریائے قدس سے ہے اور قدس اسکی صفات کریمہ میں سے ہے جل و علا شانہ۔ اور جیسے سلطان وحدانیت کے سایہ میں پناہ لی وہ شیطان کی لوٹ مار سے بیخوف ہوا کیونکہ وہ سلطان قدیم کی پناہ میں پہونچ گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو سلطان جبروت کی پناہ میں ہو اسکو شیطان کا دست غارت کہاں پہونچ سکتا ہے چنانچہ فرمایا ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنے شیطان کو کہا کہ میرے جو خاص بندے ہیں انپر تجکو کوئی دسترس نہیں ہے اور نیز شیطان کا حال خود نقل فرمایا کہ اسنے کہا لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین۔ یعنے شیطان نے عزت حضرت عز و جل کی قسم کھائی کہ میں ضرور ان سب کو اغوا کرونگا سوائے تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے مخلص و سچے ہیں۔ اور جو شخص کہ مقام محبت میں آیا وہ دور اور مطرود کیے جانے اور غضب میں گرفتار ہونے سے مامون ہوا۔ اور جو مقام شوق میں داخل ہوا وہ اس بات سے بیخوف ہوگیا کہ اسکی روح کو عالم حادث سے کوئی ارتباط ہے۔ اور جو شخص مقام عشق میں پہونچا وہ اوصاف نفس سے نکلکر صفات حق سبحانہ سے متصف ہوگیا۔ اور جو شخص کہ مقام معرفت میں آیا وہ چشم انکار کے زخم سے بچ گیا اور جو شخص کہ مقام یقین میں آیا وہ شک و شبہہ کے غبار سے بچا اور جو شخص کہ پردہ توحید میں داخل ہوا اس سے شرک کے خطرے دور کیے گئے اسواسطے کہ حقیقت توحید کی یہ ہے کہ نفس کے معارضہ سے اور وسواس کی قید سے اور بشریت کے علائق سے اور انسانیت کی روک ٹوک سے نکلکر سکون کے ساتھ ہر دم اسکی یاد میں رہے۔ اور جو شخص مقام ذکر میں آیا وہ مذکور یعنے جسکو یاد کرتا ہے اسکے دیدار سے مطمئن ہوا اور ما سوائے حق کے سب کی یاد سے چھوٹا اور جب بندہ اپنے نفس اور اسکی خواہشوں سے چھوٹا تو صفائے عبودیت کے مقام کو پہونچتا ہے اور جب صفائے عبودیت کو پہونچا تو صفائے حریت کا مقام ملتا ہے اور جو صفائے حریت کو پہونچا وہ صفائے ذکر کو پہونچا اور جو صفائے ذکر کو پہونچا اسنے جسکو ذکر کیا اس پاک مذکور کو مشاہدہ کیا اور عقاب قہر سے چھوٹا اور جو شخص مقام تفکر میں آیا اسکی روح انوار ملکوت میں غوطہ لگاتی ہے اور غیب کی سیپیوں میں جبروت کے موتی دیکھتی ہے پس وہ نفس کی گرفت اور شیطان کے چنگل سے سالم رہتا ہے۔ اور جو مقام حیا میں داخل ہوا تو اسکے قلب کی زبان نگاہ سے شیاطین کا لگاؤ دور رہتا ہے اور نفخ وسواس سے اسکا سر باطنی پاک ہوتا ہے۔ اور جو شخص کہ عین الجمع کے مقام میں پہونچا تو وہ حق تعالے کو پاکر سکون میں ہوتا ہے کہ اسکو لذت انبساط اور نور بسط ملتا ہے اور اللہ تعالے اسکو خلعت انانیت پہناتا ہے اور وہ صفات انسانیت سے امن میں ہوجاتا ہے اور دنیاوی زندگانی کی تکلیف سے از خود رفتہ ہوتا ہے **قال المترجم** یعنے دنیاوی تکالیف سب اسپر ایسی آسان ہوتی ہیں جیسے بیخود پر کوئی تکلیف نہیں

اور جسکے دل میں انوار قربت داخل ہوئے اسکی روح مشاہدہ میں اور اسکی عقل مکاشفہ میں اور اسکا سر باطنی معاینہ میں اور اسکا نفس عبادت میں آرام پاتا ہے اور جسکی روح انوار عظمت میں داخل ہوئی اسکا قلب میدان ہیبت میں حیران ہوتا ہے اور اسکی عقل نور معرفت میں ساکن ہوتی اور اسکا سر باطن نور وصل میں اور اسکا نفس لذت طمانیت میں تمام امور ربوبیت کے ساتھ ساکن ہوتا ہے اور جسکا سر باطن جنت انس میں پہونچا تو انوار قدس کے ظہور میں اسکا قلب اور انوار قدم کے ظہور میں اسکی روح اور نور قدرت کے ظہور میں اسکی عقل آرام سے ساکن رہتی ہے اور جسکی عقل نور شواہد میں داخل ہوئی تو بقاے شہود میں اسکا سر باطنی اور عین الحقیقۃ کے دیدار میں اسکی روح اور محبت ازلیہ میں اسکا دل اور رسوم مخاطبت میں اسکا نفس سکون کے ساتھ رہتا ہے اور جسکا نفس مراد حق میں داخل ہوا یعنے جو حق عزوجل کا ارادہ ہے وہی اسکا ارادہ ہے تو وہ مخلوق کی دیدبانی سے باہر ہوا اور نور اخلاص میں اسکا دل ٹھہرا اور نور صدق میں اسکی روح اور صفاے عبودیت میں اسکی عقل ساکن رہتی ہے آور نیز جو شخص کہ نور یقین میں آیا تو اضطراب شک سے اسکا دل مامون ہوا اور زحمت نفس سے اسکی عقل اور غمہاے تدبیر سے اسکی روح اور افاد شہوت خفیہ سے اسکا نفس ٹھہرا ہوا رہتا ہے آور جسکی عقل میں نور ایمان آیا تو اسکا دل حقائق براہین کو اور اسکی روح عالم ملکوت کو اور اسکا سر باطن نور جبروت کو دیکھتا ہے اور حضرت حق عزوجل سے اسکو خطاب خاص کی آوازیں محسوس ہوتی ہیں آور جسکی روح نور توحید میں داخل ہوئی تو اسکی سر باطنی کی آنکھ نور توحید سے کشادہ اور سرمۂ فردانیت سے آراستہ ہوتی ہے اور اسکے نفس میں اخلاص عبودیت خوب راسخ ہوجاتی ہے آور جو شخص نور اخلاص میں داخل ہوا اسکی روح اسکے نفس کے خطرات سے اور اسکا سر باطنی اسکے نفس کی خفیہ نگاہوں اور اسکا دل اسکے نفس کے وسواس سے اور اسکی عقل اسکے نفس کے جھگڑوں سے نجات پاتی ہے پھر جاننا چاہیے کہ جو شخص ان صفات کے ساتھ جو ہم نے ذکر کی ہیں اپنے پروردگار تعالےٰ کی بیت میں داخل ہوا وہ دنیا و آخرت کے عذاب ہجر سے مامون ہوا شیخ استاد رحمہ نے فرمایا کہ ہم نے بیت سے یہان قلب بطریق اشارہ مراد لیا ہے اور جسکے قلب میں سلطان حقیقت تشریف لایا تو بشری جھگڑوں اور نفسانی بدخواہشوں سے امن میں ہوا۔ آور بعض نے کہا کہ قولہ سبحانہ من دخلہ کنایہ کا مرجع بیت کی طرف ہے اور جو شخص اسمین مشاہدہ حقیقت سے داخل ہوا وہ بیخوف ہوگا۔ آور بعض نے فرمایا کہ بیت میں حقیقت کے ساتھہ داخل ہونا نہیں ہو سکتا مگر اسی طور پر کہ تو خودی سے خارج ہوا اور خودی سے جب تو خارج ہوگیا تو تیرا بیت میں داخل ہونا صحیح ہوا اور جب تو خودی سے خارج ہوا تب تیرا ایمان درست ہوا اور شیخ جعفر بن محمد رحمہ نے قولہ تعالےٰ ومن دخلہ کان آمنا میں کہا کہ جسنے اللہ تعالےٰ کو پہچانا اسنے سواے اسکے کسی سے انس نہیں کیا اور شیخ ابو الحسن النوری رحمہ نے کہا کہ جسکے دل میں سلطان عرفان نے قدم رکھا وہ اپنے ہواجس نفس و وساوس شیطان سے بیخوف ہوا اور شیخ ابوبکر واسطی رحمہ نے فرمایا کہ جو شخص بشرائط حقیقۃ اسمین داخل ہوا وہ اپنے نفس کی رعونت سے مامون ہوا۔ اور شیخ ابن عطاؒ نے فرمایا کہ جو اسمین داخل ہوا وہ اللہ تعالےٰ کے عقاب سے مامون ہوا اور اللہ عزوجل نے دنیا میں بھی ثواب و عقاب رکھا ہے پس ثواب تو یہ ہے کہ تجھکو عافیت دیوے اور عقاب اسکا بلا ہے پس عافیت تو یہ ہے کہ تیرے کام تیرے اوپر ڈالدے اور بلا یہ ہے کہ تیرے امور اپنی پاک ذات کی طرف لے لے۔ اور جعفر رحمہ نے فرمایا کہ جسکے دل میں ایمان داخل ہوا وہ کفر سے مامون ہوا آور واسطی رحمہ نے دوسرے مقام پر کہا کہ جسکے قلب کے جوار میں ایمان رہا وہ اپنے نفس کی رعونت سے مامون ہوا اور جعفر صادق رحمہ نے فرمایا کہ جو اس پاک بیت میں اس صفت سے داخل ہوا جس صفت سے انبیا و اولیا و اصفیا داخل ہوئے تو وہ بھی عذاب الٰہی سے اسی طرح بچا جیسے وہ لوگ بیخوف ہوگئے ہیں۔ قولہ تعالےٰ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا حج کو حق عزوجل نے اپنی ذات پاک کی طرف نسبت کیا کیونکہ اسمین آثار ربوبیت اور حقائق عبودیت پائے جاتے ہیں۔ اور نیز حق عبودیت اپنے بندوں پر لازم فرمایا تاکہ ذکر ربوبیت ادا کریں۔ اور نیز انکو راہ دکھلائی آیا نشانہ علامات میں دیدار مقصود کی امید وسیلہ سے کہ اسکے بیت کرم کا قصد

کو ہین ۔ اور نیز حج کو سب پر فرض کیا تاکہ عوام کے درمیان مین چھپے ہوے خاص بندے بھی رب البیت کی زیارت کو حاضر ہون **قال المترجم** یعنے انکو تجلی خاص مشاہدہ خاص حاصل ہو فافہم ۔ اور نیز چاہا کہ اپنے بندون کو اپنی عظمت و کبریائی دکھلادے کہ وے اپنے کو دیکھین کہ ذات معبود ہین وتواضع وتضرع اپنے گردنون پر رکھے ہین **قال المترجم** یعنے ہیأت وحالت حج کی محض ذلیل و عاشق کی سی حالت ہوتی ہی چنانچہ سب ارکان ہیأت حج کو ملاحظہ کرنے سے یہ بات ظاہر ہی اور جو بندے اسمین نہ دل سے کوشش کرتے ہین اور خوش ہین وہ اللہ تعالے کے نزدیک اسیقدر عزیز و عزت والے ہین فافہم ۔ اور نیز وجوب قدیم نے بندون پر واجب کیا کہ اسکے مشاہدہ کا قصد کرین اسطرح کہ اپنی جان ومال وارواح خرچ وقربان کرین اور تمام خواہشین و چاہتی چیزین واولاد و ازواج کو ترک کرین اور جہان سے مجرد ہوکر اسکی درگاہ کا قصد کرین پھر اس بیت مکرم کو جو مخصوص کیا کہ اسکی طرف قصد کرین حالانکہ مشاہدہ مقصود ہی تو یہ مشاہدہ کی طرف سے رسماً و حکماً ظاہر مین قرار دیا گیا ہی کیونکہ اللہ تعالے حلول و تشبیہ سے پاک منزہ ہی **قال المترجم** پس اصل مقصود مشاہدہ ہی اور بیت مکرم اسکی ایک رسم وحکم ظاہری ہی یعنے خانہ کعبہ جیسے پردۂ ظاہری مین ہی یہی زیارتگاہ مقرر ہوا حالانکہ مقصود وہ حقیقت کعبہ ہی نہ ظاہری در و دیوار اور یہ مطلب نہین ہی کہ مشاہدہ کوئی امر دیگر ہی اور یہ بیت مکرم فقط رسم ہی اور کچھ نہین ہی کیونکہ یہ خلاف ہی چنانچہ اکابر رحمہم اللہ نے تصریح کردی ہی کہ حقیقت کعبہ ایسا امر ہی کہ بیان نہین ہوسکتا اور کون اس امر کا قائل ہوسکتا ہی کہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حج سے رخصت ہونے کے وقت پردہاے خانۂ بیت سے باصد جوش وشوق لپٹتے تھے اور حضرت کے ساتھ رخصت ہوتے تھے پھر کوئی احمق ہوگا جو سمجھے کہ اصل حقیقت یہی در و دیوار ہی فلیتامل ۔ بلکہ بات یہ ہی کہ جو شیخ رح نے کہی کہ او تعالے ہر وہم وگمان سے پاک برتر ہی کہ نہ اس بیت مکرم مین حلول ہی نہ اسکو تشبیہ ہی نہ نزول ہی تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا ۔ لیکن حال یہ ہی کہ اس سے ان لوگون پر جو قصد کرکے جاتے ہین پردۂ ملک ولباس آیات مین تجلی فرماتا ہی کیونکہ او تعالے نے فرمایا ۔ فیہ آیات بینات پس خبر دی کہ آیات بینات اسی بیت مکرم معظم مین ہین اور اشارہ فرمایا کہ صفات کی تجلی انھین آیات مین ہی چنانچہ حضرت نے فرمایا جاء اللہ من سینا ، واستعلن بساعیر واشرق من جبال فاران ۔ آیا اللہ تعالے طور سینا سے اور ظاہر ہوا ساعیر سے اور چمکا فاران کے پہاڑون سے اور مراد اس سے مکہ کے پہاڑ ہین اور مراد پہاڑون سے واللہ اعلم شاید بیت الحرام ہی کیونکہ یہ پتھر ایسے ہین کہ اللہ عزوجل نے انکو ازل ہی مین برگزیدہ فرماکر اپنے بندون کا قبلہ اور خاص بندون کے لیے آئینۂ کشف قرار دیا ہی **قال المترجم** جاء اللہ من سینا ، آیا اللہ طور سینا سے اشارہ ہی تجلی موسی علیہ السلام کی طرف کہ انکو کوہ طور پر تجلی ہوئی اور یہی آنا بلا کیفیت مراد ہی اور ہم جیسے حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنے اور تجلی ہونے پر بنص قرآنی ایمان لائے ہین ہمکو یہان بھی اس معنے کرکوئی تردد نہین ہی کیونکہ قصۂ موسی علیہ السلام مین بھی بلا کیفیت ہم تسلیم کرتے ہین اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقون کی طرح کوئی تاویل ولغو باتین نہین بکتے ہین پھر واستعلن بساعیر ۔ اور ظاہر ہوا ساعیر سے وہ بھی نام پہاڑ کا ہی اور شاید یہ کوئی اشارہ حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلق ہی اگرچہ بعض نے عرب ہی کے پہاڑ مین سے قرار دیا واللہ اعلم لیکن واشرق من جبال فاران اور چمکا فاران کے پہاڑون سے ۔ انہین فاران سے بلا خلاف مکہ کے پہاڑ مراد ہین اور یہ تصریح ظہور نور نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور یہی فرق ظاہر درمیان نبوت موسی اور درمیان نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی کہ وہان فقط آیا ہی اور یہان اشرق فرمایا یعنے خوب ظاہر چمک نکلا جیسے آفتاب کہ وہ وقت اشراق کا ہی جسکو چاشت کہتے ہین اور بعضے جو طلوع کا وقت لیتے ہین یہ وہم وغلط ہی اسیواسطے نماز اشراق سے تحقیق قول وہی نماز چاشت ہی کما صرح بہ المحققون لیکن اب باقی رہا کلام اس بات مین کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی یا نہین پس ظاہر کلام شیخ رح سے وہم ہوتا ہی کہ یہ حدیث ہی لیکن ایسا نہین ہی اور نقاد محدثین نے تصریح کردی ہی کہ یہ حدیث نہین ہی اور اسپر موضوع کا اطلاق کیا ہی لیکن موضوع اس معنے کر ہی کہ آنحضرت صلعم نے نہین فرمایا اور یہ مطلب نہین ہوتا ہی

کہ یہ قول غلط یا بے معنے ہی پھر جبکہ حدیث نہ ٹھہری تو دوسری طرف تلاش کرنی چاہیے پس بعض نے کہا کہ یہ بعض اکابر کا کلام ہی جنھون نے استنباط وغیرہ
کے طور پر کہا ہی مگر حق یہ ہی کہ اہل اسلام مین سے کسی کا کلام نہین بلکہ یہ توریت و انجیل کی عبارات مین سے ہی چنانچہ بعد بہت تحقیق کے اصل نسخہ مین
پائی گئی حالانکہ انجیل کے ترجمہ کرنے والون نے حسد کی راہ سے یہ فقرہ نکال ڈالا ہی اور بعض نے اسکے معنے جو اپنے نزدیک صحیح سمجھے وہ لکھے ہین اور یہ بڑی
حجت اہل توریت و انجیل پر صدق رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اور انکار و مکابرہ و ہٹ دھرمی کا علاج نہین ایسے شخص کے حق مین
یقین جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے اسکا ایمان نہین چاہتا ہی نعوذ باللہ من الضلال - پھر بعض مترجمون نے اسی مضمون پر وقت ظہور از جبال فاران کا
ایک طلسم بنایا تھا جسکا ذکر یوحنا وغیرہ کے انجیل کے مترجمون نے اور دیگر تواریخ مین مذکور ہی کہ وہ بھی زمانہ دراز گذرنے پر مٹایا گیا لیکن اب بھی پتا ملتا ہی
اور خود مترجمین یونانی ہی ترجمہ انجیل مین بڑی تحریف کرنے والے ثابت ہوے ہین چنانچہ جو شخص اسکی تحقیق کا قصد کرے اسپر انشاء اللہ تعالے
بہت خوب ظاہر ہوگی واللہ الہادی وہو المضل نعوذ باللہ من الضلال - قال الشیخ اور اللہ تعالے کی راہ مین استطاعت بطریق اشارہ یہ مراد ہی کہ اسکی
معرفت ہو اور اسکا قرب حاصل ہو اور تمام اوقات مین اسکے الطاف پر نظر رکھے اور اسکے وعدے مین یقین کامل ہو اور تمام امور مین اسی پر توکل ہو اور
ہر دم اسیکا امر نصب رکھے اور اسکی ہمیشہ رعایت و حفاظت کو پہچانے اور جانے کہ سب بندون کا وہی وکیل ہی اور نفس کی رعونت سے پاک ہو کر اسکی
محبت صافی رکھے اور صفائے نیت سے اسکی طرف قصد کرے اور اسکے ماسواے سے قلب کو پاک طاہر رکھے - پھر انکا توشہ و زاد راہ یہی ہی
کہ ہمیشہ اسکی یاد ہو اور ہمیشہ اسکی نعمتون و نشانیون پر اسکی خدمت کا ادا و حرمت کا لحاظ کی فکر کرین اور مانند اسکے دیگر امور ہین جو اسکے خانہ معظم
مکرم کے قصد کرنے والون کے واسطے استطاعت ہین اور جو بر خلاف اسکے ہو اور راہ ہدایت سے کٹ کر دوسری راہ چلا کہ عناد کے تاریک گڑھے
مین گر کر ہلاک ہوگا نعوذ باللہ منہ - چنانچہ فرمایا قولہ ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین - شرح آیت مین تو اللہ تعالے نے حج کو اپنی طرف نسبت
دیکر فرمایا تھا اب یہان آخر مین اپنی پاک ذات کو منزہ کر دیا تاکہ بندگی کرنے والون مین سے جو خبردار لوگ ہین وہ جان لین کہ اسکی شفقت اپنے بندون
کیسی ہی کیونکہ عبادت کرنیکا ثواب تو انہین بندون کی طرف لوٹ آتا ہی اور باری تعالے جل شانہ جملہ اسباب سے منزہ و پاک برتر ہی پھر جاننا چاہیے
کہ بیت اللہ تعالے کی طرف قصد کرنے والے تین قسم ہین - قسم اول وہ قصد کرنے والے جو اپنی جان و مال کے ساتھ ثواب کے واسطے حج کرتے ہین قسم دوم
جو اپنے دلون سے کہ دنیا و مافیہا سے صاف ہین اللہ تعالے کی فرمانبرداری و اسکی رضا مندی چاہنے کو حج کرتے ہین قسم سوم وہ قصد کرنے والے ہین
جو رب البیت کے مشاہدہ و تجلی کے لیے اپنے عاشق ارواح کے ساتھ حقائق معرفت و قربت اور صفا و وصلت اور زیادتی شہود تجلی و تدلی کی طلب مین
قصد و حج کرتے ہین - پس اہل ظاہر کا تو یہ حال ہی کہ وہ احرام باندھتے ہین اور جو امور منع ہین انسے باز رہتے ہین اور مناسک حج ادا کر کے اپنے
احرام سے حلال ہو جاتے ہین - اور اہل باطن کا یہ حال ہی کہ وہ تمام کائنات سے احرام باندھ لیتے ہین اور تمام مخلوق سے نظر اٹھا لیتے ہین اور کبھی
حلال نہین ہوتے جب تک دنیا مین ہین یہانتک کہ انکو مشاہدہ ذات و کسوت صفات کا نتیجہ معرفت عیاناً کھلے کھلے مل جاتا ہی جب مر جاتے ہین
پھر غور کرو کہ دونون مین کتنا بڑا فرق ہی ایک تو وہ ہوے کہ جنھون نے گنتی کے چند معلوم و معہود چیزون سے چندروز کے واسطے احرام باندھا اور
دوسرے وہ ہوے کہ انھون نے سب نفس کی خوشی و تسکین کی چیزون سے اور تمام موجودات سے احرام باندھ لیا لیکن اس کٹھن کرنی کو کون کرتا ہی
اور اس بلا کے بوجھ کو وہی لادے جو اس طرح کا بار بردار ہی - اللہ اللہ وہ لوگ چلے گئے اور انکے ساتھ برکتین بھی جاتی رہین انکے غروب ہونے سے
کرامتون کے سورج اور آیتون کے چاند بھی ایسے مغرب مین ڈوبے ہین کہ تا ابد نکلنے کی امید نہین مگر جب کبھی تھوڑا بہت کسی زمانہ مین اللہ تعالے
کو منظور ہو - ہان اب انکی خبرین آفاق مین پھیل رہی ہین اور نشان انکا کہین ڈھونڈے سے نہین ملتا ہی اللہ تعالے انکی پاک روحون پر رحم فرماوے

ودرجۂ عالی کرامت کرے **قال المترجم** اس حسرت مین شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ ہر دیندار شریک ہوگا اور کیا کوئی شرکت کرے کہ نہ وہ دل جو باغ آس کی بو پاوین اور نہ وہ آنکھین جو زیارت کرامت پر آنسو بہاوین - اللّٰھم انت اللہ الذی لا الہ الا انت الحی القیوم لا شریک لک لبیک لبیک لا شریک لک ان الحمد والنعمۃ والملک لک لا شریک لک سبحانک اللّٰھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک - اللّٰھم اسألک حسن التوفیق وحسن الھدی والعصمۃ من فتنۃ الدجال وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وجمیع المتقین الاخیار من عبادہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین - اور حدیث مین ایک صحابی کو آپ نے فرمایا کیف بک اذا بقیت فی حثالۃ من الناس یعنی کیا حال ہوگا جب تو ایسے لوگون مین رہجاویگا جو بھوسی ہین یعنے مغز نہین پھر قیاس کرو کہ شیخ کیون ایسا کلام حسرت نہ فرماوین - قال س اور کعبہ حقیقت کے حج کرنے والون اور قصد رکھنے والون کا اشارہ یہ بھی نکلا کہ جب وہ اپنے پاک دلون سے جانب مقصود کا یعنے بیت اللہ الحرام کا قصد کرتے ہین تو اللہ عزوجل کے ساتھ محبت سے پیمان عہد معرفت باندھتے ہین اور جتنے عہد انھون نے سوائے خالص راہ حق کے دیگر امور مین باندھے تھے سب توڑ دیتے ہین چنانچہ حق عزوجل پر اگر کسی دوسری چیز کو اختیار کیا تھا یا دکھلاوے سناوے کی ظاہر و پوشیدہ کہ نفس کو لگا رکھا تھا یا کسی بزرگی و شرف چاہنے کو جگہ دی تھی سب چھوڑ دیتے اور سب کی رسّی توڑ دیتے ہین پھر مشاہدہ کے مقام تک حاضر ہونے کی راہ کا توشہ یہ لیتے ہین کہ صدق وتوکل و اخلاص ویقین اور اللہ تعالیٰ کی تجارت مین زہد ساتھ لیتے ہین اور صبر کی سواری پر چلتے ہین جسکے پانون یہ ہین کہ ہر حال مین حمد وشکر کرتے ہین اور سر اسکا حلم ہے اور پیٹ اسکا پرہیزگاری ہے اور زین اسکی تمکین ہے یعنے ہر وسوسہ وخطرہ باطل فاسد سے دور اور صدق وغیرہ پر جمے رہتے ہین اور تکمیل اسکی استقامت ہے اور باگ اسکی تسلیم ہے اور کوڑا اسکا ادب ہے اور زین اسکی رضاے حق ہے اور آسمان اسکا یقین ہے اور پانی اسکا فکر صواب ہے اور چارہ دانہ اسکا ذکر رب الارباب ہے اور باغ اسکا مکاشفہ ہے اور چراگاہ اسکی مشاہدہ ہے اور توجہ ورخ اسکا بجانب شہود قدم ہے - پھر جب وہ ایسی سواری پر اپنے وطن سے نکلے تو دنیا وما فیہا سے چھوڑتے ہین اور سب کو وداع کرتے ہین اور سامان موت کو مہیا کرتے ہین کہ جنکے ساتھ رہتے تھے خواہ دوست ہون یا بیگانے انسے رخصت ہو لیتے ہین اور راہ ریاضت مین تیز قدم اُٹھاتے ہین یعنے خوب ریاضت کرنی شروع کرتے ہین اور اپنی جان پہ تیزی کرنے والون اور تیزی سکھلانے والون کا طور لازم کر لیتے ہین اور خالص نیت سے اللہ عزوجل کی طرف توجہ کرتے ہین اور کسی غیر کی طرف اللہ تعالیٰ کی راہ مین التفات نہین کرتے ہین اور قصد مصمم کر لیتے ہین کہ ٹھیک راہ سے تجاوز نہ کرین اور کسی خواہش نفس ورا شیطان کی طرف لیجانے والی چیز پر نظر نہین ڈالتے ہین - پھر جب اپنی سواری پر سوار ہو کر روانہ ہوتے ہین تو انکا آگے سے کھینچنے والا وہ ہادی ہوتا ہے یعنے ہدایت الٰہی آگے ہوتی ہے اور پیچھے سے ہانکنے والا تقویٰ ہوتا ہے اور جس کشادہ راہ مین چلتے ہین وہ راہ صفا ہے اور رفیق وساتھی انکا وہی انکا مولیٰ عزوجل ہوتا ہے اور عدیل انکا علم حق ہوتا ہے اور مصاحب انکا حلم ہوتا ہے انکو شوق دیدار بیابان عشق مین لیے جاتا ہے اور مونس انکا حنین اور مطرب انکا انین ہوتا ہے - اور بدرقہ انکا حبیب ہے یعنے حضرت حق تعالیٰ پھر جب میدان حرم سے قریب ہوتے ہین تو شوق سے تیز قدم ہو جاتے ہین اور کنارہ شرم سے لپٹے ہوئے راہ طے کرتے ہین اور مشاہدہ پروردگار کی طرف جاتے ہین اس حال سے شرمندہ ہین اور جو اوقات عالم غفلت مین کٹی اسپر حسرت اُٹھاتے ہین اور اس صورت مین درجات بلند چاہنے مین متحیر ہین پیہم اس افسوس مین خون روتے ہین اور اپنی جانون پر جو توجہ کرتے ہین انکا آٹھ آٹھ آنسو رونا اسکی شرح کرتا ہے اور جب اس میدان کے انتہائی سرے پر پہونچ گئے تو سب حاجتین ترک کرتے اور تمام خواہشون سے مجرد ہو جاتے ہین اور احرام مین تفرید کا لباس پہنتے اور دریاے تجرید مین نہاتے اور تمام شوائب علل سے پاک ہو جاتے ہین - سب جو وہ تلبیہ کہتے ہین تو یہ آواز سنتے ہین کہ وہان سے رضامندی ہے اور درگاہ مین آنے دینے کی اجازت ہے اور وہی آواز انکو آتی ہے جو دنیاوی وجود سے پہلے انکی ارواح نے عالم ازل مین سنی تھی اور جب

یعنے علم کتاب وسنت ۱۲

گریہ محبت ۱۲

آواز گریہ ۱۲

وہ عرفات مین پہونچے تو سکر کی زنجیر مین پابستہ رہجاتے ہین اس سے ہرگز خلاصی نہین الا یہی کہ پردۂ صحو انپر ہوتا ہی پس وہ سکر وصحو کے درمیان منجر اور
ہیبت ورجا کے درمیان مبہوت ہوتے ہین انکو حق عز وجل اپنی قبول خاص سے حقائق مشاہدہ و صفات مکاشفہ پہچنوا تا ہی قال المترجم اسی سے
اس مقام کا نام عرفات ہی اس پہچنوانے کا مقام فافہم - اور حق عز وجل انکو غیب کی مکنونات اور دلون کے مضمرات ظاہر فرماتا ہی - پھر جب کوہ کے ہوتے
ہین تو دیدار حضرت عز وجل کے امیدوار ہوتے ہین اور منقطع کیے جانے اور مہجور ہونے سے خوفناک رہتے ہین اور مقام حیا مین حاضر اور مقام فنا مین موجود
اور دیدار بقا کے شاہد ہوتے ہین - پھر جب مشعر الحرام مین پہونچتے ہین تو اللہ تعالیٰ کے دیدار کی نعمت کا نہایت شکریہ ادا کرنے کے ذکر مین سرگرم
ہوجاتے ہین اور یہ ذکر انکا اس مقام پر یہ ہی کہ زبان گنگ اور جنان خجل اور حضرت حق عز وجل کے سامنے عرق تشویر بہاتے ہین اور تقصیر سے سر درگریبان
آنسوؤن سے نہاتے ہین اپنی کوتاہی پر گردن ڈالے رہجاتے ہین - پھر جب مقام منیٰ مین پہونچے تو ظاہر مین جانور قربانی کرتے ہین مگر تحقیق وہ اپنے
نفسون کو لذات وشہوات سے ذبح کر ڈالتے ہین پھر جب کنکریان مارتے تو اپنے مجاہدہ وریاضت وعبادت کو پردۂ عدم مین پھینک دیتے ہین کیونکہ
مشاہدۂ قدم کو پہونچ گئے اور جب پتھر توڑتے ہین تو انکے ساتھ اپنی باطنی شہوات کو توڑتے ہین اور اپنے نفس کے ارادون کو منکسر کرتے ہین جو انکے
اسرار مین جاگیر تھے اور جب سر منڈاتے ہین تو اپنے باطن سے فضول وسواس اور لوگون کی تعریف کرنے کی پسندیدگی کو مونڈ کر صاف کر دیتے ہین اور جب
زمین حرم مین داخل ہوتے ہین تو جان لیتے ہین کہ وہ درگاہ حضرت وجناب عظمت کے قریب پہونچے پس جلال سے پگھلے جاتے ہین اور عظمت کبریائی کے
مشاہدہ مین فنا ہوے جاتے ہین اور ماسواے حق عز وجل کے سب سے احرام باندھتے ہین اسی کے دیدار کے لیے آمادہ ہوتے ہین پھر انکو مخلوقات سے
کوئی چیز حلال نہین ہوتی جب تک اسکی جناب تک نہ پہونچین لینے موت مقررہ سے اس دنیا کو چھوڑین کیونکہ وہ معادن صمدیت وصولت سرمدیہ مین
ہین جو انکو حدوثیت کی عملتون سے مانع ہوتی ہی اور جب وہ مکہ مین داخل ہوے تو یقین ہوا کہ وہ جوار حضرت جلال مین ہین اسواسطے کہ مکہ بمنزلہ
جنت کے ہی اور جو اسمین داخل ہوا وہ اسکے پڑوس مین ہونے سے عقاب الٰہی سے مامون ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہی اور جب وہ مسجد مین
داخل ہوے تو اسکے دیدار عظمت سے ہیمان کی حالت مین داخل ہوتے ہین اور اسکی ہیبت واجلال کو یاد کرتے ہین اور جب وہ بیت معظمہ کو دیکھتے ہین
تو بیت سے پہلے رب البیت کو دیکھتے ہین اور اسکے مشاہدہ سے سرفراز ہوجاتے ہین اور جان لیتے ہین کہ وہ اسکی درگاہ قدیم ومشاہدۂ کریم مین
حاضر ہین اور جب وہ گرد خانۂ کعبہ کے طواف کرتے ہین تو اسکے ملائکہ کو دیکھتے ہین کہ اسکے عرش وکرسی کے گرد طواف مین لگے ہین اور یقین کرتے ہین
کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بمنزلہ ان ملائکہ کے ہی اور جب وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہین تو جانتے ہین کہ انھون نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت ازل کے
ساتھ اسطرح بیعت کی کہ بعد اس بیعت کے مخالفت نہین کرینگے اور اپنے ہاتھون کو ایسی چیزون کی طرف نہ بڑھاوینگے جنکو انکی خواہشین چاہتی
اور انکے نفس الفت کرتے ہین اور جب وہ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہین تو جان لیتے ہین کہ وہ مقام وصل وقرب ومناجات مین ہین اور اس مقام
مین ہین جہان اللہ تعالیٰ کے عہد پورا کرنے والے پہونچے اور جب وہ پردۂ کعبہ سے لپٹے تو جان لیتے ہین کہ انھون نے اعتصام کے رسی مضبوط پکڑی اور اسکی
حقیقی عصمت سے لپٹے ہوے ہین اور اسکی نزدیکی سے ملتجی ہین اور ہر بھروسہ سے جو اسکے سواے ہی الگ ہین بعد ازین حق عز وجل کو پانے والے ہین
اور جب وہ خانۂ کعبہ مین داخل ہوے تو یقین کرتے ہین کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حفظ عنایت اور اسکی نگہبانی مین اسکے وجود قدم وبقا مین مستغرق ہین
اور جب وہ صفا ومروہ پر چڑھے تو کدورات نفس سے پاک ہوے اور دیکھا کہ وہی مقام اصطفا واجتبا مین ہین - پھر جس شخص کو معرفت مین کچھ بصیرت
ہی وہ تحقیق جانتا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ان مناسک ومشاعر کو جو حج مین برتے جاتے ہین اپنی درگاہ جلال کی مثال مقرر کیا ہی پس کعبہ کو تو مثال عرش
کے مقرر کیا ہی اور مسجد حرام کو حظیرۂ قدس کی مثال اور شہر مکہ کو جنت کی مثال اور صفا ومروہ وجبال مکہ کو حجاب ملکوت کی مثال اور کل حرم کو پردہاے

جبروت کی مثال اور منی کو مقام امن اور مشعر الحرام کو مقام خوف و تعظیم کی مثال اور عرفہ کو زمین محشر اور حرم مقام قیامت در بادیہ کو دنیا اور وطن سے نکلنا موت اور زیارت خانہ کو ملاقات پروردگار تبارک و تعالے کی مثال کہا ہی پس جب سے ان مثالون کے حقائق کی نظر سے حج کیا تو اسکا حج البتہ قریب مشاہدہ مبرور اور عمل مشکور ہوا اور یہی حج عارفون کا ہی جو یقین کامل و مشاہدہ رکھتے ہین اور نیز یہی مثالین مشاعر باطن کی ہین پس کعبہ تو قلب ہی اور حجر اسود سینہ ہی اور بلد مکرم صدر ہی اور صفا عقل اور مروہ علم اور منی حلم اور مشعر الحرام ذکر اور عرفات صفائے عبودیت معرفت اور محرم مقامات حالات اور بادیہ نفس ہوی اور حج کنندہ روح مقدس ہی اور یہی اسرار عاشقین یعنی عاشقون کی ہر باطنی توجہ ہی حج کرتے ہین یعنے حج مثالی ادا کرتے ہین کعبہ انکا ذات قدیم حضرت جل جلالہ ہی اور مناسک اسکے یہ ہین کہ مراتب صفات مقدسہ مین سیر کیرے پھر جب اسرار مذکورہ میدان ازل مین مکان و زمان و حدوث سے مجرد ہو گئے تو بقا و سرمدیت کیطرف متوجہ ہوتے ہین انکو حظیرۂ قربت مین فرش حشمت و انبساط کے گرد طواف حاصل ہوتا ہی پس انمین سے ہر شخص نے جب اسکو دیکھا و مشاہدہ کیا اور مکاشفہ حاصل ہوا تو اسکا حج اس سے اسیکی طرف اور اسی سے اسیکے ساتھ اور اسیکے ساتھ اسی جانا اور اسیکی طرف سے اسیکے واسطے ہو جاتا پس اسکی شان عجیب و غریب ہی اور بعض اکابر نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے کسی عبادت مین تو کچھ یون خطاب نہین فرمایا کہ للہ علی الناس یعنے اللہ تعالے کے واسطے انپر واجب ہی سوائے حج کے کہ اسمین یون ہی خطاب فرمایا ہی اور اسمین چند فوائد ہین منجملہ اسکے ایک یہ کہ عبادتون مین سے کوئی عبادت ایسی نہین کہ جسمین مال و نفس و دونون کی شرکت ہو سوائے حج کے لہذا اسکو اس خطاب سے بیان فرمایا ہی اور بعض نے کہا کہ اسمین چونکہ اشارات قیامت تھے مانند مرنے و وقوف وغیرہ کے تو للہ علی الناس کہکر فرمایا تاکہ اسکا مالک قیامت کے موقف اکبر کے واسطے مستعد ہوئے جیسا کہ ظاہر اس موقف حج کے واسطے مستعد ہوا ہی اور اسکا سامان جمع کیا ہی اور بعض نے حکایت کی کہ ایک شخص حضرت شبلی رح کے پاس آیا آپنے اس سے پوچھا کہ تو کہان جاتا ہی اسنے کہا کہ حج کو جاتا ہون سو فرمایا کہ یہ دونون ظرف رحمت سے بھر لینا اور لانا کہ حج سے ہمارا حصہ ہوگا جو آویگا ہم اسکے سامنے کرینگے اور جو اسکو دیکھیگا اسکی زندگی کا باعث ہوگا وہ شخص کہتا ہی کہ پھر مین انکے پاس سے روانہ ہو کر پہونچا اور مین حج کرکے واپس ہو کر پھر جب انکے پاس گذر ہوا تو مجھسے فرمایا کہ تونے حج کر لیا۔ مین نے کہا کہ ہان۔ فرمایا کہ کیا کام کیا۔ مین نے کہا نہایا دھویا احرام باندھا دو رکعتین پڑھین لبیک کہا فرمایا تو نے اس سے اپنے حج کا انعقاد کیا۔ مین نے کہا کہ ہان۔ تو فرمایا کہ بھلا تو نے اپنے اس عقد حج سے اپنے تمام عقود جو تو نے پہلے باندھے تھے ان عقدون مین سے جو اس عقد سے کسی وجہ سے مخالفت رکھتے تھے فسخ کر ڈالے۔ مین نے کہا کہ نہین تو فرمایا کہ تو نے حج کا انعقاد ہی نہین کیا پھر فرمایا کہ پھر تو نے اپنے کپڑے اتارے۔ مین نے کہا ہان پھر فرمایا ہر فعل سے جو تو نے کیا تھا مجرد ہو گیا۔ مین نے کہا نہین۔ فرمایا کہ تو نے یہ کپڑے نہین اتارے فرمایا پھر تو نے غسل کیا۔ مین نے کہا ہان فرمایا تو نے اپنے سے ہر علت دور کر دی۔ مین نے کہا نہین۔ فرمایا پھر تو نے طہارت نہین کی۔ فرمایا پھر تو نے تلبیہ کہا۔ مین نے کہا ہان فرمایا تو نے اپنی تلبیہ کا جواب پایا تھا۔ مین نے کہا نہین۔ فرمایا کہ پھر تو نے تلبیہ بھی نہین کہا فرمایا پھر تو حرم مین گیا۔ مین نے کہا ہان۔ فرمایا تو نے اپنے داخل ہونے سے ہر حرام کی ہوئی چیز کا ترک کرنا اعتقاد کیا تھا۔ مین نے کہا نہین۔ فرمایا کہ تو حرم مین داخل نہین ہوا فرمایا پھر مکہ پر ظاہر ہوا۔ مین نے کہا ہان۔ فرمایا تیرے مکہ مین ظاہر ہونے کے ساتھ تجلی جناب عزت تجھ پر اسیطرح ظاہر ہوئی مین نے کہا کہ نہین۔ فرمایا کہ تو مکہ سے بھی مشرف نہوا۔ فرمایا کہ تو مسجد حرام مین گیا تھا۔ مین نے کہا ہان۔ فرمایا کہ داخل ہونے پر تجھے یقین مین اسکی قربت معلوم ہوئی۔ مین نے کہا کہ نہین۔ فرمایا تو مسجد مین نہین داخل ہوا۔ فرمایا تو نے کعبہ دیکھا۔ مین نے کہا ہان۔ فرمایا جو چیز مقصود تھا وہ دیکھ لیا۔ مین نے کہا نہین۔ فرمایا تو نے کعبہ نہین دیکھا۔ فرمایا طواف مین تین پھیرے دوڑا اور چار پھیرے چلا۔ مین نے کہا ہان۔ فرمایا تو دنیا سے بھاگا کہ تو نے اسمین جانا کہ دنیا سے الگ ہو گیا اور اس سے جدائی کر لی اور اخیر کے چار پھیرے سے جان لیا کہ تجھے بھاگنے سے امن ہو گئی ہی تجھے اللہ تعالے کا مزید شکر کیا۔ مین نے کہا نہین۔ فرمایا کہ پھر تو نے طواف نہین کیا۔ فرمایا کہ تو نے حجر اسود کا بوسہ دیا۔ مین نے کہا ہان۔ فرمایا تیری خرابی بیان کیا گیا ہی کہ جسنے حجر اسود سے مصافحہ کیا اسنے حق عزوجل سے مصافحہ کیا اور جسنے حق تعالے سے مصافحہ کیا وہ محل امن مین آیا۔ بھلا تیرے قلب پر امن کا اثر ظاہر ہوا۔ مین نے کہا نہین فرمایا تو نے مصافحہ نہین کیا۔ فرمایا دو رکعتین پڑھین۔ مین نے کہا ہان۔ فرمایا تو اللہ تعالے کے سامنے کھڑا ہوا اور مقصود نظر آیا۔ مین نے کہا نہین۔ فرمایا تو نے خلعت مقام نماز نہین پڑھی فرمایا تو صفا کو گیا۔ مین نے کہا ہان۔ فرمایا کیا کام کیا۔ مین نے کہا سات تکبیر کہی۔ فرمایا صفا پر چڑھنے سے اور رب عزوجل کی تکبیر کرنے سے تمام جہان و مخلوق تیری چشم بصیرت مین

پیچ ہوئی میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو صفا پر نہیں چڑھا۔ فرمایا تونے درمیان صفا و مروہ کے سعی کی میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تو اسکی طرف بھاگا۔ میں نے کہا کہ نہیں فرمایا
تو نہیں دوڑا۔ فرمایا کہ مروہ پر کھڑا ہوا۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تجھ پر سکینت کا نزول ہوا۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو مروہ پر نہیں کھڑا ہوا۔ فرمایا تو منی کیطرف نکلا
میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تیری تمنا تجکو ملی۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو منی کو نہیں نکلا۔ فرمایا تو مسجد الخیف میں گیا۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تجھ میں خوف جدید داخل ہوا
میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو نہیں داخل ہوا۔ فرمایا تو عرفات کو گیا تو مشعر الحرام کو گیا۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا بھلا تونے اللہ تعالیٰ کا ایسا ذکر کیا کہ اسوا اسکے
سب تجھے فراموش ہو گیا۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو نہیں گیا۔ فرمایا تو نے جانا کہ تجھ کیا جواب ملا اور کیا تجھے خطاب ہوا۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو مشعر الحرام نہیں گیا۔ فرمایا تونے
قربانی کی۔ کہا ہاں۔ فرمایا اپنی خواہشوں اور ارادوں کو رضاء حق میں ذبح کر ڈالا۔ کہا نہیں۔ فرمایا تونے قربانی نہیں کی۔ فرمایا تونے کنکریاں ماریں۔ کہا ہاں۔ فرمایا
اپنی جہالت پھینکدی اور اس علم کا شکر ادا کیا۔ کہا نہیں۔ فرمایا تونے نہیں کنکریاں پھینکیں۔ فرمایا تونے طواف زیارت ادا کیا۔ کہا ہاں۔ فرمایا تجھے حقائق کا کچھ انکشاف ہوا یا
اپنے اوپر زیادت کرامات دیکھیں جو زیارت سے ملتی ہیں کیونکہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ حاجی و عمرہ ادا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والے ہوتے ہیں اور جسکی زیارت کیجاوے
حق ہے کہ زیارت کرنے والے کی تکریم کرے۔ میں نے کہا یہ تو نہیں ہوا۔ فرمایا تونے زیارت نہیں کی فرمایا تونے احلال کیا۔ کہا ہاں۔ فرمایا حلال کھانے پر مصمم عہد کر لیا کہا نہیں۔
فرمایا تونے احلال نہیں کیا۔ فرمایا تونے وداع کیا۔ کہا ہاں فرمایا تو اپنے نفس و روح سے بالکلیہ خارج ہو گیا۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تونے وداع نہیں کیا۔ تو نے کچھ حج نہیں کیا
تجھ پر واجب ہے کہ دوبارہ حج کر جسوقت تیرا جی چاہے اور جب تو حج کرے تو اسمیں کوشش کر کہ تیرا حج ایسا ہو جیسا میں نے تجھسے وصف کیا ہے شیخ عبد الرحمٰن السلمی کہتے ہیں
کہ حبیب بن بغداد ی شیخ حصری رحمہ اللہ کی خدمت میں پہونچا تو مجھسے فرمایا کہ تو حاجی ہے یعنے حج کا قصد کرتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں قوم کے ساتھ ہوں۔
فرمایا کہ کیا حج کے فرائض میں سے چار باتیں تھیں انمیں ایک احرام و دخول بلفظ تلبیہ ہے میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تلبیہ تو اجابت ہے یعنے پکارا جاوے تو جی حاضر
حاضر ہوں کہکر جواب دے۔ میں نے کہا درست ہے۔ فرمایا بے بلائے جواب دینا بے ادبی ہے۔ میں نے کہا درست ہے۔ فرمایا پھر کیونکر تجھے بلایا جانا تحقیق ہو گیا
کہ تونے جواب دیا۔ پھر فرمایا کہ احرام تو تجرید ہے ہر چیز سے اور تجرید بدون تفرید کے پوری نہیں ہوتی ہے۔ میں نے کہا درست ہے پھر فرمایا کہ ایک بات ارکان حج میں سے
وقوف عرفہ ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تو اسمیں سخت کوشش کر کہ وہ مباہات کا مقام ہے پھر یکہ کہ طواف میں کس حال سے تو ہے اور بات یہ کہ طواف جناب باری تک قربت کا نام
ہے پس تو وہاں نگاہ کر۔ پھر پانی میں جس حال سے داخل ہو پھر سعی درمیان صفا و مروہ کے اور وہ ایسا مقام ہے کہ وہاں سے اسکی طرف بھاگنا ہوتا ہے کیونکہ اسواے حق کے سب سے بیزار ہو پس
خبردار رہو کہ بعد اس سعی کے تجکو پھر رجوع نہ ہو اور جو کچھ اسمیں ہے اسکی کچھ تعلق نہو سے اور شیخ نے فرمایا کہ میں نے محمد بن الحسن البغدادی ؒ سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے
محمد بن احمد بن سہل ؒ سے سنا وہ کہتے تھے سعید بن عثمان ؒ سے وہ کہتے تھے عبد الباری سے سنا کہ حضرت ذو النون مصری ؒ سے سوال کیا گیا کہ وقوف
کی جگہ مشعر الحرام کیوں مقرر ہوا اور حرم کیوں نہیں مقرر ہوا تو ذو النون ؒ نے فرمایا کہ اسکا بھید یہ ہے کہ کعبہ تو بیت اللہ تعالیٰ ہے اور حرم اسکا حجاب ہے مشعر الحرام اسکا
دروازہ ہے پھر جب حاضر ہونے والوں نے قصد کیا تو پہلے دروازے پر روک کے گئے وہاں تضرع و الحاح کرتے ہیں یہانتک کہ آگے آنے کی جازت ملتی ہے پھر دوسرے حجاب پر روکے
گئے اور وہ مزدلفہ ہے پھر جب انکی نہایت عاجزی و زاری پر نظر رحمت ہوئی تو قربان کرنیکا حکم ملا جب قربانی کی اور آداب پورے کیے اور ان گناہوں سے پاک ہو گئے جو انکے

حق میں پردہ تھے تب انکو اجازت ملی کہ اب زیارت کے قابل ہیں پس وہ پاک و طاہر ہو کر زیارت سے مشرف ہوتے ہیں

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ۝ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ

تو کہہ ای اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور اللہ کے روبرو ہے جو تم کرتے ہو تو کہہ ای اہل کتاب کیوں روکتے ہو

عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنتُمْ شُهَدَاءُ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

اللہ کی راہ سے ایمان لانے والے کو ڈھونڈھتے ہو اسمیں عیب اور تم خبر رکھتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ - القرآن - کہدے کہ اے اہل کتاب کیوں آیات الٰہی سے انکار کرتے ہو ف
یعنے قرآن سے اور یہ ظاہر ہے اور اشارہ اسمین حج خانہ کعبہ کے فرض ہونے سے انکار کی طرف ہے کیونکہ وہ اس سے انکار کرتے تھے اور انکار اسکے فرض
ہونے کا کفر ہے اور بعض نے کہا کہ آیات اللہ سے مراد محمد صلعم ہیں اور بعض نے مخصوص آیات حج مراد لی ہیں - اور یہ خطاب یہود و نصاریٰ کو ہے اور بعض نے
کہا کہ انکے علما کو جو صدق آیات سے آگاہ تھے اور اسمین دلیل ہے کہ انکا کفر واضح تر ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو توریت و انجیل پر مومن جانتے تھے وَاللّٰهُ
شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ - اور اللہ تعالے تمہارے اعمال پر شاہد ہے ف شاہد ہونے کی تہدید سے مراد یہ ہے کہ تمکو اسکی سزا دیگا -
قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ - تصرفون - کہدے کہ اے اہل کتاب کیوں پھیرتے ہو ف پہلی آیت میں تو خود انکے اپنی ذات سے
کافر ہونے کا حال بیان کیا اور اسمین انکے دوسروں کو روکنے کا حال فرمایا کہ تم کیوں روکتے ہو عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - دینہ - راہ خدا سے یعنے دین
قیم اسلام سے - مَنْ اٰمَنَ - ہر ایسے شخص کو جو ایمان لایا ف بتکذیبکم النبی وکتم نعتہ - اسطرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے
ہو اور اسکی صفت کو چھپاتے ہو کیونکہ یہود کمبخت حسد سے کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر و بشارت پہلے نہیں مذکور ہے اور آپ کی صفت و نعت جو
توریت و انجیل میں مذکور تھی اسکو چھپاتے بلکہ وہ آیات نکالکر دیگر انبیا علیہم کے ساتھ ملاتے اور بعضے کہتے کہ عرب سے جو پیغمبر آخر الزمان ہونگے
وہ سیاہ رنگ اور ایسے و ایسے ہونگے یعنے آپ کی اصلی تعریف میں تحریف کرتے تھے - پھر من آمن سے یا تو ایمان لائے ہوئے مراد ہیں پس یہود
ایسے حیلہ و مکر کرتے تاکہ انکے دل میں شبہہ ڈالیں یا من اراد الایمان مراد ہیں تو انکو جو ایمان لانا چاہتے تھے ایسے ہی شک و شبہہ ڈالکر روکتے
اور ظاہر یہ ہے کہ عام مراد لیجاوے جیسے حنفیہ عموم مجاز کے قائل ہیں - تَبْغُوْنَهَا - تطلبون السبیل - عِوَجًا - مصدر بمعنے معوجۃ مائلۃ عن
الحق - حالانکہ طلب کرتے ہو راہ کو عوجیا ف - یہ لفظ مصدر ہے اور معنے اسم مفعول کے ہیں اے معوجہ یعنے حق سے پھیری ہوئی راہ
مصدر ہونے کی وجہ سے تانیث نہیں آئی - اور ابو عبیدہ رح نے کہا کہ عوج بالکسر تو دین و قول و عمل میں مستعمل ہے اور بالفتح دیوار وغیرہ کے ساتھ
مستعمل ہے الحاصل تم لوگ دین کو کج ڈھونڈھتے ہو - وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ - علماء بان الدین المرضی القیم ہو دین الاسلام کما فی کتابکم
حالانکہ تم لوگ شاہد یعنے عالم ہو - خوب جانتے ہو کہ دین پسندیدہ قیم وہ دین اسلام ہے جیسا کہ انکی کتاب میں مذکور ہے اور حاصل یہ ہے کہ تم کیونکر کجی
طلب کرتے ہو دین اسلام کے حق میں حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہی دین الٰہی ہے یعنے اللہ تعالے اسکے سوا سے کوئی دین قبول نفرماویگا اور بعض نے
کہا کہ تم کیونکر دین اسلام کو حق جانکر اسمین کجی چاہتے ہو اور مومنوں کے درمیان فساد و فتنہ ڈالتے ہو پھر انکو وعید سخت سے تہدید کی - ف
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ - من الکفر و التکذیب و انما یؤخرکم الی وقتکم فیجازیکم - اور اللہ تعالے خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو ف
یعنے کفر اور پیغمبر صلعم و آیات اللہ قرآن کو جھٹلانا اور سوا اسکے نہیں کہ تمکو تمہاری موت تک تاخیر دیتا ہے پھر تمکو سزا ایسے کامل دیگا - اور اولی یہ ہے کہ یوں
کہا جاوے کہ اللہ تعالے جانتا ہے جو تم مومنوں میں بیایمان کا قصد رکھنے والوں میں فتنہ و شبہہ ڈالتے ہو اور دین اسلام میں اعوجاج طلب کرتے ہو اگر
کہا جاوے کہ پہلی آیۃ کریمہ کو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیت کو وما اللہ بغافل عما تعملون پر ختم کیا اسمین کیا حکمت ہے تو جواب دیا گیا کہ پہلی
آیت میں تو انکے ذاتی کفر یعنے انکار ہے جسکو وہ کھلے کھلے کرتے تھے پس اسکو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیت میں انکا فعل حیلہ و فریب تھا
کہ جس سے مومنوں کو روکتے تھے تو اسکو چھپاتے تھے یہ نہیں ظاہر ہونے دیتے کہ یہ مکر ہے پس اعلام کردیا کہ اللہ تعالے کو سب خبر ہے ذکرہ فی السراج
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ
اے ایمان والو اگر تم مانوگے بعض اہل کتاب کی بات تو پھر کر دینگے تمکو ایمان لائے پیچھے

اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ ۝ وَكَیْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ اٰیٰتُ اللّٰهِ وَفِیْكُمْ رَسُوْلُهٗ

منکر ۔ اور کیسے تم منکر ہوتے ہو اور تم پر پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اسکا رسول ہے

وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو وہ پہونچا سیدھی راہ پر

شیخ سیوطی و بغوی و شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحق بن یسار وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اوس و خزرج کی شان میں نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی کہ ایک شخص یہودیوں سے جسکا نام معالم میں شاس بن قیس لکھا ہو بڈھا عالم یہودی سخت کافر اور مسلمانوں پر سخت طعن کرنیوالا تھا وہ اوس و خزرج پر گذرا اور اوس خزرج دو گروہ انصار کے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں ایک دوسرے کے دشمن اور آپس میں سخت لڑائیاں لڑتے تھے اور بعد اسلام کے آپس میں دوست ہو گئے پس ان میں سے کچھ لوگ اپنی مسجد میں بیٹھے آپس میں باتیں کرتے تھے (قال ابن کثیر) پس یہ اتفاق و الفت انکی دیکھکر اس یہودی کو رنج ہوا پس اسنے اپنے ساتھ کے ایک جوان یہودی کو بھیجا کہ انمیں جا کر بیٹھے اور انکو وہ لڑائیاں یاد دلاوے جو زمانہ جاہلیت میں انکے درمیان ہوئی تھیں خصوصاً یوم بعاث کی کہ آخر لڑائی ہے۔ (فی المعالم) اور جو اشعار اس لڑائی میں کہے گئے تھے وہ سناوے اور یہ لڑائی نہایت سخت ہوئی تھی اور اسمیں اوس کو فتح حاصل ہوئی تھی (قال ابن کثیر) پس اس جوان یہودی نے یہی کیا اور برابر انکے درمیان یہی ذکر کرتا رہا یہانتک کہ ان دونوں نے باہم فخر کیا اور غضب نکا بھڑکا اور سب جوش میں آگئے اور جو انکا شعار تھا اس سے آپس میں ہر فریق والے نے اپنوں کو آواز دی اور اپنے ہتھیار مانگے اور میدان حرہ میں جو عدہ گاہ مقرر کی پس یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار کو لیے ہوئے آئے اور انکو ٹھنڈا کرتے اور فرماتے آیا تم یہ جاہلیت کی پکار آپس میں پکارتے ہو اور میں تمہارے سامنے موجود ہوں اور اللہ تعالےٰ نے تمکو اسلام سے بزرگی دی اور جاہلیت تم میں سے دور کیا اور تم میں الفت ڈالدی اور ان پر یہ آیت پڑھی پس سب کے سب سخت نادم ہوے کہ یہ ہم نے کیا حرکت کی اور سمجھے کہ یہ نزغہ شیطانی تھا پس ہتھیار پھینکدیے اور رونے لگے اور آپس میں ایکدوسرے کے گلے لپٹ گئے اور حضرت صلعم کے ساتھ سر جھکائے ہوے لوٹ آئے اور اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ ۔ اے ایمان والو اگر تم کتابیوں میں سے ایک فریق (یہودی خبیث) کی بات مانوگے تو یہ فرقہ تم کو تمہارے ایمان کے بعد الٹا کافر کریگا۔ ف پھر اللہ تعالےٰ نے تعجب لایا بقولہ تعالےٰ کَیْفَ تَكْفُرُوْنَ ۔ استفہام تعجب و توبیخ ہی لیعنے یہ استفہام انکو تعجب دلانے اور ملامت کے طور پر ہے کہ تم کیونکر کفر کی بات کرتے ہو۔ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ اٰیٰتُ اللّٰهِ ۔ حالانکہ تمہاری شان یہ ہی کہ تم پر آیات آلٰہی تلاوت کی جاتی ہیں وَفِیْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۔ اور تم میں اللہ تعالےٰ کا رسول پاک (محمد) موجود ہے ف پھر بھلا کون صورت ہے کہ کفر پیدا ہو۔ وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور جو شخص کہ اللہ تعالےٰ کو مضبوطی سے لے وہ راہ مستقیم کو پہونچا دیا گیا ف پس ان دونوں گروہ نے اللہ تعالےٰ کے رسول و قرآن کو مضبوط پکڑ لیا اور فتنہ فرو ہو گیا۔ بعض علما نے ذکر کیا کہ انکے اس ثوران و جوش میں چند فوائد تھے اول آنکہ کفار سے خلطا اسقدر سخت مضر ہو اور یقین ہو گیا کہ یہود انکے دین کے دشمن ہیں دوم بندگان مطیع ایسے ہوتے ہیں کہ کچھ یاد دلانے کے فوراً نادم ہوتے ہیں سوم یہود کے دل میں ہیبت اور انکے اتفاق کا یقین اور غیظ زیادہ ہو۔ چہارم کیونکہ اسنے مدت میں یہ فتنہ ابھارا اور کیونکہ اللہ تعالےٰ نے رحمت سے دم میں فرو کر دیا اور سراج میں جابر سے روایت لایا کہ میں نے ایسا کوئی دن نہیں دیکھا کہ اول اوسکا تو ایسا قبیح ہو اور آخر اسکا ایسا نیک ہو۔ اور قولہ تعالےٰ وکیف تکفرون و انتم تتلی علیکم آیات اللہ۔ میں اشارہ ہے کہ تلاوت قرآن مجید سے ایسی صفائی قلب کو حاصل ہوتی ہے کہ شیطانی وسواس خودبخود دور ہوتے ہیں

اسیواسطے تعجب و سرزنش دونون مین کہ تعجب ہی کہ تمپر آیات اللہ پڑھی جاوین اور پھر بھی فتنہ دوم آنکہ تم کیسی تلاوت ملالت ہو کہ کوئی نہین ہو اتنی
کہ شیطان تمکو بہکا وے پاوے۔ پس بعد اس آیت کے ہمیشہ کے واسطے انصار کے دلون سے جو کچھ میلان تھا بالکل نکل گیا۔ تو دوم مکرر رسول کا وجود بابرکت
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی عین رحمت تھا۔ اب اگرچہ آپکی عترت طاہرہ اہل بیت مین تھا اسیواسطے آپ نے اپنے بعد کے لیے دو چیزون کی
وصیت کی ایک قرآن مجید دوم آل اطہار اور فرمایا کہ انکو مضبوط پکڑے رہو تو گمراہ نہو گے اور [illegible] نے معانی قرآن مین اشارہ کیا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و علامات موجود ہونا اب بھی بمنزلہ آپکے وجود شریف کے ہی اور مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک آنحضرت صلعم کی احادیث
پاک کی صحبت اور تعظیم سے بڑی برکت وافر ہی اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع کی صفت مین خود فرمایا کہ جس گھر مین ہو گویا اسمین
نبی صلی اللہ علیہ وسلم باتین کرتے ہین پس چاہیے کہ تقوی و زہد و حسن اخلاق کی حدیثین اور مذمت تکبر و غرور و ریا و سمعہ وغیرہ کی احادیث کو ان
کتابون سے بے تکلف لیوین اور انپر عمل کرین اور رہین احادیث احکام نماز و روزہ و حج و زکوۃ وغیرہ کی جنمین مجتہدون کو ملا کر توفیق دینے
وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہی انمین روا ہی کہ فقیہ مجتہد کی سمجھ پر عمل کرین اور یہ بہت بڑی حاجتین ہین اور جنکو بے تکلف لے سکتا ہی وہ بہت ہین
اور الحمد للہ دین کا اسی سے متعلق ہی فلیعمل العاملون واللہ الموفق۔ اور تمام تعریف اس مختصر آیت مین جمع فرما دی قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ
فقد ہدی الی صراط مستقیم جسنے مضبوط پکڑا الخ یعنی جسنے مضبوط پکڑلیا اللہ تعالی کے ساتھ اسنے ضرور راہ مستقیم کی ہدایت پائی پس جو شخص وہ کرے جو
اللہ تعالی نے فرمایا اور کسی طرف نہ جھکے وہ یقینی راہ راست پر اصل و کامل ہوگا چاہیے اسکی سمجھ و عقل کچھ ہی کیون نہ کہے اسکو روا نہین
کہ اللہ تعالی کے فرمان سے ذرا بھی تجاوز کرے کیونکہ اسکی عقل جزوی ہی اور وہم و شیطان مین پھنسی ہوئی اسکا کیا اعتبار ہی اور جان رکھنا چاہیے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی اسی مین داخل ہی کیونکہ وہ عین فرمان الٰہی ہی ف۔ اشارہ ہو الٰہی مین ہی کہ قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ
جمیع وجوہ ظاہر و باطن سے اعتصام مجرد ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللهم انی اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک
من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ یعنے الٰہی مین تیرے خشم سے تیری ہی رضا کی
پناہ مین آتا ہون اور تیرے عقوبت سے تیری ہی عفو کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے ہی ساتھ تجھسے پناہ لیتا ہون مین کچھ تیری ثنا و صفت نہین ادا
کر سکتا بلکہ تیری شان وہ ہی جو خود تونے اپنا وصف فرمایا ہی۔ (الصحیحین) اور اس وقت مین آنحضرت صلعم مشاہدہ جلال و جمال و کمال و قدم و بقا
و جبروت و کبریا مین تھے اصطلاح کرو جود حق عزوجل کی معرفت پوری تھی اور علوم [illegible] قدرت کے سمندر مین غرق تھے اور اسکی عجائب قدرت سے دیکھا
تھا جو کچھ دیکھا تھا اور اسکے بعض اسرار و ارادہ سے اطلاع حاصل ہوئی تھی پس اللہ عزوجل ایک بے نیاز کی جناب مین اس سے اسیکی طرف پناہ
لی آور نیز جسنے اللہ تعالی کے ساتھ اعتصام کیا اللہ تعالی اسکو اسکے نفس کے عیب جاننے کی راہ دکھلاتا ہی اور شیطان کے داو پیچ مکر کی
شناخت کی ہدایت فرماتا ہی اور قلب کے اخلاق اور روح کے شمائل عقل کے اوصاف اور امور معاملہ و تحقیق حالات و قلب مکاشفات و اطلاع
صفات ملت و ملائکہ و علوم الہام و فراسات کی اسکو ہدایت کرتا ہی اور ان خصلتون کے حاصل ہونے سے وہ مقام تمکین مین جو تحقیق راہون
مین سے نہایت استوار ہی متمکن ہوتا ہی۔ اور نیز اعتصام یہ ہی کہ قلب تمام اسباب و اسباب سے منقطع ہو اور اللہ تعالی کی طرف عاجزی کرے کہ
مین اپنے حول و قوت سے بیزار ہون اور جسنے مخلوق سے طلب کے حیلے قطع کر دیے اسکے اور اللہ تعالی کے درمیان سے دوری مرتفع ہوئی
اور معرفت سے پہلے اعتصام محال ہی اور مشاہدہ سے پہلے معرفت محال ہی اور جسنے معرفت کے ساتھ حق عزوجل کو مشاہدہ کیا وہ اپنی تمام امور
مین اسکے ساتھ اعتصام کرتا ہی آور شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ جو شخص تمام ماسوی اللہ تعالی سے منہ موڑ کر خالص اللہ تعالی ہی کیطرف

محتاج ہوا تو اسکے لیے جچ کا راستہ کشادہ ہوتا ہے اور یہ راستہ اقوم ہے۔ اور شیخ جعفر رحمہ نے فرمایا کہ جسنے اسکو پہچانا وہ اسکے ساتھ تمام مخلوق سے مستغنی ہوتا ہے۔ اور واسطی رحمہ نے فرمایا کہ قولہ من یعتصم باللہ۔ تو پیشواؤن کے واسطے ہے اور قولہ اعتصموا بحبل اللہ یہ عوام کے واسطے ہے اور اعتصام تو یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو اسکے سایہ اور گود مین رکھے اور حسن قیام یہ اسکے ساتھ ہو اسکے دست قدرت مین ہو پس اسکے لائق تو اعتصام ہے اور تصدیق موجب اعتصام ہے اور بعض نے فرمایا کہ اعتصام یہ ہے کہ اسکی طرف التجا کرکے اپنے حول و قوت سے خارج ہو اور اسکے حکم کی طرف سکون ہو اور اللہ تعالے کی مراد مین ٹھہرا ؤ ہو **قال المترجم** یعنے جو کچھ اللہ تعالے نے قضاء و قدر کے موافق بندے کے حق مین ارادہ فرمایا ہو اسکو تسکین سے لیوے اور اسی پر راضی ہو اور اپنے نفس کے اضطراب سے خارج ہو۔ **شیخ ابوبکر وراق** نے فرمایا کہ اعتصام کی علامت تین چیزین ہین ایک تو دل کو مخلوق کی مددگاری سے توڑ لینا اور یہ امید نہ رکھنا کہ کوئی مخلوق ہماری معونت کرے دوم یہ کہ بالکلیہ حضرت رب العالمین کی طرف پھیر دینا اور سوم یہ کہ ہمیشہ اللہ تعالے کی طرف سے کشایش کا امیدوار ہونا۔ اور **شیخ ابوسعید خراز** رحمہ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالے پر ایمان لا یا وہ اہانت نکیا جائیگا اور جس شخص نے کہ اس سے اعتصام کیا اسکو ہزیمت نہوگی اور فرمایا کہ نفس کو اصلاح کی طرف پھیرنا کسی چیز سے ممکن نہین سواے حکمت اور علم اور مجاہدہ و عاجزی کے کہ ان چیزون سے البتہ نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور ان سب کی جڑ یہ ہے کہ اللہ تعالے کے ساتھ اعتصام ہو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ○ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر مسلمان اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی

جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ص وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

سب ملکر اور آپس مین نہ پھوٹو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تھے تم آپس مین دشمن پھر الفت دی تمہارے دلون مین

فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَٰلِكَ

اب ہو گئے اسکے فضل سے بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک گڑھے کے آگ کے پھر تمکو اس سے خلاص کیا اسیطرح

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○

کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تمپر نشانیان اپنی شاید تم راہ پاؤ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ ۔ اے ایمان والو اللہ تعالے سے حق تقوی کرو۔ ف حدیث مین ہے کہ بان یطاع فلا یعصی و یشکر فلا یکفر و یذکر فلا ینسی فقالوا یا رسول اللہ و من یقوی علی ہذا فنسخ بقولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم۔ یعنے حق تقاۃ یہ ہے کہ اطاعت کیجاوے اللہ کی پس اسکی نافرمانی نہ کیجاوے اور شکر کیا جاوے پس ناشکری نہ کیجاوے اور یاد کیا جاوے پس نہ بھولا جاوے پھر صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسا کرنے پر کسکو طاقت ہے پس منسوخ کیا گیا بقولہ تعالے فاتقوا اللہ ما استطعتم۔ پس تقوی کرو اللہ کا جہانتک تم مین استطاعت ہو۔ **وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ** ۔ موحدون۔ اور ہرگز مت مرو مگر اس حال مین کہ تم توحید کرنے والے ہو ف تقاۃ مصدر ہے اور حق تقاتہ اضافت صفت بموصوف ہے اصل مین تقاتہ الحق تھا اے ایسا تقوی کہ جو اسکے واسطے حق و ثابت ہے اور **قرطبی** رحمہ نے ذکر کیا کہ جب یہ آیت اتری تو صحابہ رضی اللہ عنہ پر یہ شاق گذرا اور بولے کہ یا رسول اللہ یہ کون کر سکتا ہے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ فاتقوا اللہ ما استطعتم۔ یعنے آیت منسوخ کردی یہی قتادہ و ربیع بن انس و ابن زید سے مروی ہے **قال ابن کثیر** یہی قول سعید بن جبیر و ابوالعالیہ و مقاتل و سدی وغیرہ سے مروی ہے اور یہی مفسر رحمہ نے اختیار کیا ہے اور تقوی کی جو تفسیر کی وہ حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہے اور ایسا ہی

ابن مردویہ نے روایت کی اور ابن ابی حاتم نے اسکو ابن مسعودؓ سے موقوفاً انکا قول روایت کیا اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور کہا کہ ظاہر یہی ہے کہ حدیث موقوف ہے واللہ اعلم ۔ اور مترجمؒ نے جو کہا کہ فقالوا ۔ الخ تو اس سے مراد یہ کہ اس آیت کے اترنے پر صحابہؓ نے کہا کہ پس تفریع قول اتیہ پر یہ ہے نہ اس تفسیر تقویٰ پر کیونکہ تفسیر مذکور کے بعد انکا یہ کہنا مروی نہیں ہوا ولیکن اسمین اشارہ ہے کہ جو تفسیر تقویٰ کی مذکور ہوئی ہے وہ استطاعت سے باہر ہے پس اسکے منسوخ ہونے کا قول اقرب ہے ۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی ولیکن حق تقویٰ یہ ہے کہ جہاد کریں اسکی راہ میں حق جہاد اور انکو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت مانع نہو اور عدل پر قائم ہوں اگرچہ اپنی جانوں اور اپنے آباء و اجداد اور اپنے فرزندوں کے حق میں ہو ۔ اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ قولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم اسکا مبین ہے اور معنے یہ ہیں کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ ما استطعتم ۔ اور کہا کہ یہی قول صوب ہے اسواسطے کہ نسخ وہاں بضرورت ہے جہاں جمع کرنا ممکن نہو اور یہاں دونوں آیتوں میں اتفاق ہوگیا جیساکہ بیان ہوا مترجم کہتا ہے کہ اسمین شک نہیں کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ ۔ اپنے اطلاق پر سب وجوہ تقویٰ کو خواہ داخل استطاعت ہو یا نہو شامل ہے اور ما استطعتم کی قید لگانے سے دوسری شق عدم استطاعت کی جاتی ہے پس یہ اصطلاحی نسخ نہیں قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ تخصیص بنابر ایک اصطلاح کے ہو سکتا ہے سو وہ بھی نسخ فی حق البعض ہے لہذا الظاہر اصوب ہے جو مترجمؒ نے اختیار کیا واللہ اعلم اگرچہ روایت علی بن ابی طلحہ عن ابن عباسؓ سے قابل لائق ہے اور علی بن ابی طلحہ اس روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ مجاہدؒ نے بھی ایسا ہی کہا پس باصول تفسیر انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا ہو گا واللہ اعلم اور بعض نے حق تقاتہ کی تفسیر میں کہا کہ تقویٰ سے واجبات کرے یعنی جو فرض ہے اسکو ٹھیک ادا کرے اور جو حرام و ناروا ہے اس سے پورا پرہیز کرے ۔ پھر قولہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۔ استثناء مفرغ از اعم الاحوال ہے یعنی لا تکونوا علی حال سوی حال الاسلام یعنی جب مرو تو کسی حال میں نہو سوائے حال اسلام کے اور مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے یہ آیت پڑھی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۔ اور فرمایا کہ اگر زقوم[1] کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپکے تو اہل دنیا کی زندگانی بگاڑ دے پس اُن لوگوں کا کیا حال ہو گا جنکا کھانا کچھ نہیں سوائے زقوم کے رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم والترمذی قال حسن صحیح ۔ اور جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے آپ کی موت کے تین روز پہلے آپ سے سنا کہ تم میں کوئی نہ مرے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ ظن نیک رکھتا ہو رواہ احمد ومسلم ۔ اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث مرفوع میں بھی اللہ عزوجل سے حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں بندے کے اس گمان پر اسکے ساتھ ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے ۔ وَاعْتَصِمُوا ۔ تمسکوا ۔ اور مضبوط پکڑ لو ۔ بِحَبْلِ اللّٰہِ ۔ ای دینہ ۔ اللہ تعالیٰ کی رسی یعنے دین کو ۔ ف ۔ حبل اللہ سے مراد دین اسلام ہے جیسا کہ ابن جریج سے مروی ہے اور حبل دراصل رسی ہے پھر یہاں سبب جس سے مراد کی طرف توصل ہو پس اللہ عزوجل نے انکو حکم کیا کہ دین اسلام پر تمسک کرنے میں مجتمع و متفق رہیں ۔ اور حبل اللہ سے قرآن مراد ہے اور احادیث صحیحہ میں قرآن کو حبل اللہ الممدود کے مانند الفاظ سے فرمایا ہے اور قتادہ نے عہد اللہ سے تفسیر کی اور معنے متقارب ہیں پس قولہ جَمِیْعًا کو منصوب بنابر حال کے ہے ای مجموعین اور قولہ ۔ وَلَا تَفَرَّقُوْا ۔ بعد الاسلام ۔ اور اسلام کے بعد متفرق نہو ۔ ف ۔ ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمسے تین چیزوں سے راضی ہوتا ہے ایک یہ کہ تم اسکی بندگی کرو اور شرک کچھ نہ کرو دوم یہ کہ اعتصام کرو بحبل اللہ جمیعا اور متفرق نہو سوم یہ کہ والی ملک کو باہم نصیحت کرتے رہو اور تمسے تین چیزوں سے سخط فرماتا ہے ایک قیل و قال دوم کثرت سوال سوم اضاعۃ المال رواہ مسلم ۔ وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ ۔ انعامہ ۔ عَلَیْکُمْ یا معشر الاوس والخزرج ۔ اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو اے گروہ اوس و خزرج و انعام یہ ہے کہ ۔ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً قبل الاسلام ۔ جب تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے یعنے اسلام سے پہلے ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اوس و خزرج دونوں سگے

[1] لہ ای قوم وزن خیر کبھی نہ ہو گا نعوذ باللہ سبحانہ ۱۲ منہ

بھائی تھے انکی اولاد میں ایک بات پر ایک سو بیس برس تک لڑائیاں رہیں یہانتک کہ اسلام قائم ہوا اور اللہ تعالے نے اس آگ کو بجھا دیا اور انمین الفت ڈالدی چنانچہ فرمایا۔ فَأَلَّفَ۔ جمع۔ پھر جمع کر دیا۔ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ۔ بالاسلام۔ تمہارے دلون مین اسلام کے ساتھ فَأَصْبَحْتُمْ۔ فصرتم۔ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا۔ پھر تم ہوگئے نعمت الٰہی سے بھائی بھائی۔ ف یعنے دین مین مددگاری مین آپسمین ایک دوسرے کے بھائی ہوگئے۔ اور بر و تقوی پر ایک دوسرے کے مددگار ہوے جیساکہ دوسری آیت مین فرمایا۔ ہو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین والف بین قلوبھم الآیہ۔ کذا ذکرہ ابن کثیر۔ وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا۔ طرف کنارہ۔ حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ۔ لیس بینکم وبین الوقوع فیہا الا ان تموتوا کفارا۔ اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے اسطرح تھے کہ تمہارے درمیان اور گڑھے مین گرنے کے درمیان کچھ باقی نہ تھا مگر یہی کہ تم کافر مرجاؤ۔ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا۔ بالایمان۔ پس اللہ تعالے نے تمکو اس سے نکال لیا بایں طور کہ تمکو ایمان دیدیا۔ كَذَٰلِكَ۔ کما بین لکم ما ذکر۔ جیسے یہ انعام تمپر ظاہر کیا۔ اسیطرح۔ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔ اللہ تعالے تمپر اپنی آیات ظاہر فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ یعنے تم ہدایت پر ثابت رہو اور مضبوطی حاصل کرو۔ ف عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ۔ اور نیز حق تقوی یہ ہے کہ جو عہد ہین انکو مضبوطی سے نگاہ رکھے اور اللہ تعالے نے جو حدود حرام و حلال کے مقرر فرمائے ہین انکی حفاظت کرے اور قضا و قدر جاری ہونے کے وقت رضا مندی سے ٹھنڈا رہے اور نیز حق تقوی یہ ہے کہ حق عز وجل کے مشاہدہ کے واسطے حادثات و ملاحظات کو ترک کرے۔ اور نیز برگزیدہ بندون کو اپنی تعریف سے حقیقت مین قدم تبلا کر متنبہ کر دیا تاکہ حقیقت عبودیت کو ادا کرکے حق ربوبیت کو پہچانین اور انپر لازم کر دیا کہ اس عبودیت پر مستقیم رہین پس گویا فرمایا کہ مجھے حق معرفت سے پہچانو اور میرے پاس اسی حال سے آؤ کہ تم مین استقامت ہو اور تمکو وفات نہ پہونچے مگر اسی حال مین کہ وفات کی جو شرطین ہین وہ تم مین پوری موجود ہون اور یہی معنے ہین قولہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ کے اور قاسم نے فرمایا کہ اپنی کوشش کو پورا صرف کر دینا اور طاعت کے موافق عمل کرنا اور راحت کی طرف توجہ چھوڑنا اور راحت کی طرف تو کوئی راہ بھی نہین ہے کیونکہ واصل ہونے کا پہلا کنارہ تو نفس کا تلف کرنا ٹھہرا ہے۔ اور واسطی نے فرمایا کہ حق تقوی یہ کہ جو مواجب عبودیت ہین انمین نفس کو تلف کرنا۔ اور ابن عطا نے فرمایا کہ حق تقوی یہ کہ سچائی کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے یہ حالت ہو کہ تیرے دل مین سوائے حق عز وجل کے کچھ نہو۔ ابن عطا نے فرمایا کہ تقوی کی حقیقت ظاہر مین تو یہ ہے کہ جو حدود اللہ تعالے نے مقرر فرمائے انکو نگاہ رکھے اور باطن مین یہ ہے کہ نیت و اخلاص ہو اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے معنے پوچھے گئے تو آپنے فرمایا کہ حق تقوی یہ کہ اللہ تعالے کی اطاعت کیجاوے پھر اسکی نافرمانی نہو اور اسکی یاد کیجاوے پھر کبھی فراموشی نہو اور شکر کیا جاوے کہ پھر کبھی کفران نعمت نہو۔ قال المترجم یہ الفاظ اس روایت کے ابن جریر و ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعودؓ سے موقوفا روایت کی ہے اور شیخ ابویزید نے فرمایا کہ پورا تقوی یہ ہے کہ جب کہے تو اللہ تعالے کے واسطے کہے اور جب کام کرے تو اللہ تعالے کے واسطے ہو اور جب نیت ہو تو اللہ تعالے کے واسطے اور خود اللہ تعالے کے واسطے اور اسیکے ساتھ ہو جاوے اور نیز فرمایا کہ تمام تقوی یہی ہے کہ تمام شبہات سے بچے مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین حضرت سید عالم صاحب جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شبہات سے بچا وہ اپنے دین کو پاک لے گیا۔ فرمایا اتقوا اللہ حق تقاتہ قولہ تعالے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ حبل اللہ ہدایت کفایت و رعایت و عبودیت و معرفت و محبت و خدمت و ادب و حشمت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید و سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے پس اللہ تعالے نے جمہور پر ان دقائق کے ساتھ اعتصام واجب کر دیا تاکہ اسکی طرف پہونچ جاوین اور اس سے متفرق نہون کیونکہ جسنے اپنی رائے و تدبیر و معاملہ و مجاہدہ و حیلہ و فکر و استدلال کی طرف رجوع کیا یعنے اسکی

ہدایت وکفایت اور رعایت وغیرہ پر رہا وہ سایہ عنایت وکفایت سے کہین دور پڑ گیا۔ شیخ سہل رح نے فرمایا کہ انھون نے عہد سے تمسک کیا اور
عہد اسکا توحید ہے اور شیخ ابو یزید رح نے فرمایا کہ جب تک تو اپنے نفس کو گم نہ کرے اور اپنے خالق سے اعتصام نہ کرے تب تک تیری دعا قبول نہوگی
اور جب تک تو واسطہ امور مین رہیگا تو مخلوق اپنے خالق کی طرف راہ نہین پاتا ہے پھر جب تونے اسکو اپنے سے طرح دیدیا یعنے کسی امر کے واسطے سے
وصول نچاہا تو اللہ تعالے سے اعتصام کرنے والا ہو گیا اور بعض نے فرمایا کہ اسکی طرف اعتصام یہ ہے کہ بندہ کا دل عہد وفا کرنے پر مائل ہے اور بدون
کمی وکوتاہی کے فرائض ادا کرنے پر جھکے۔ اور شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ حبل اللہ ہر بندہ سے متصل ہے اور حبل اللہ یہی عہد الٰہی اور اسکی کتاب مجید
ہے پس جسنے اسکو مضبوط پکڑ لیا وہ واصل ہو گیا اور شیخ جنید رح سے پوچھا گیا کہ قولہ تعالے واعتصموا بحبل اللہ کے معنے کیا ہین تو کہا کہ صوفیہ کہتے ہین
کہ اسمین خصوص ہے اور عموم بھی ہے پس اعتصموا باللہ کے یہ معنے ہین کہ حبل اللہ کے ساتھ اعتصام کرنے سے تم اللہ تعالے کے ساتھ اعتصام کرو قال المترجم
حاصل یہ کہ خاص لوگون کو تو اعتصموا باللہ فرمایا اور عام کو اعتصموا بحبل اللہ فرمایا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اعتصموا بحبل اللہ کے یہ معنے ہین کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت پر مجتمع ہو یعنے ہر حال مین آنحضرت صلعم کے قول وفعل سب سے موافقت کرو کہ وہی حبل اوثق ہین اور ظاہر و باطن و پوشیدہ
وعلانیہ کسی حال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے متفرق نہو۔ قولہ تعالے واذکروا نعمۃ اللہ علیکم۔ یعنے اپنے اوپر اس انعام الٰہی کو یاد
کرو کہ معرفت ومحبت کی صفت سے تمکو اپنی طرف راہ دے۔ قولہ اذ کنتم اعداء۔ یعنے بشریت کے گھٹا ٹوپ بادل کے نیچے کفر وانکار کے پردہ مین اسکی
توحید کو مشاہدہ کرنے سے دور اسکی دیدار قربت سے محروم پڑے تھے اور وہ وقت دیکھو کہ اللہ تعالے کا حق اور اپنے بھائیون کا حق برباد کرتے تھے اور
کفر کی ذلت مین پھنسے ہوے اپنے نفس کی خواہشین چاہتے اور اپنے بھائیون کی خواہشون کو برباد کرتے تھے اور جاننا چاہیے کہ اصل سبب انکی
عداوت کا یہی تھا کہ اللہ تعالے نے انکو لباس معرفت سے ننگا رکھا تھا پھر جب انکے اسرار باطنی کو اپنی جناب سے انوار معرفت کی خلعتین عطا فرمائین اور
انکے دلون کو حقائق وصال نے ڈھانپ لیا تو بعض نے بعض پر جمال حق عزوجل کا اثر دیکھا اور بعض بعض پر عاشق ہو گئین جیسا کہ اللہ تعالے نے
فرمایا ہے وحبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم۔ اور یہی شرح جو مین نے بیان کی یہی معنے ہین اس قول اللہ تعالے عزوجل کے کہ فرمایا۔ فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ
اخوانا۔ اور نیز یہ اشارہ ہے کہ پھر اللہ تعالے نے تمہارے دلون مین الفت دیدی اسطرح کہ اپنی طرف سے عصمت نورانی تمہارے دلون کو دی اور اپنی
درگاہ باکمال کا جمال کشف فرمایا یہانتک کہ تم سب کے سب مکاشفات وصال کی حقیقت کو پہونچے اور شربت احسان سے تمکو الفت کا دودھ
پیالہ بلا اور جمال حبیب سے خوشدل ہو گئے اور تمہارے قلوب سے وحشت کا پردہ اٹھ گیا پس ان سب کا مشرب ایک اور مدعا ایک اور حظ ایک ہو گیا اور
اللہ تعالے نے سب کو اخلاص پر جمع کر دیا تاکہ انکے اخلاق پر جو میل آگیا تھا اور طبیعت پر کچھ لگاؤ ہو گیا تھا اس سے پاک ہو گئے اور باہمی الفت و
اخلاص کا لباس پہن لیا۔ قال المترجم جب حضرت صلعم نے حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی تو انصار رضی اللہ عنہم کو کچھ کم دیا اور جنکی تالیف قلوب
منظور تھی انکو زیادہ دیا پس بعض انصار نے اسمین کچھ باتین کین جنکی خبر حضرت صلعم کو پہونچی تو خطبہ فرمایا کہ اے گروہ انصار کیا مین نے تمکو گمراہ نہین
پایا تھا کہ میرے ساتھ اللہ تعالے نے تمکو ہدایت دی اور تم آپس سے پھوٹے ہوے تھے کہ میرے ساتھ اللہ تعالے نے تمکو باہم ملا دیا الفت سے اور
تم محتاج تھے کہ اللہ تعالے نے تمکو میری وجہ سے تونگر کر دیا جب آنحضرت صلعم کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے کہ اللہ تعالے واسکے رسول کا ہمپر بڑا
احسان ہے مترجم کہتا ہے گویا اس تصدیق سے انھون نے اپنا حصہ بھرپور کیا خدا دانا ہے کہ کس قدر لیا فلینا مل فیہا اللہ تعالے نے انکو مخالفات
کے کھونٹ سے چھڑا دیا اور انکے دلون سے تفرقہ کے خطرات دور کر دیے پس انکو عین الجمع مین ایک کر دیا گویا ایک ذات ہین پس انکے احوال نے انکو
وفاداری اور انکے اخلاص نے انکے دلون کو صفا کا لباس پہنایا پس وفا وصفا کے درمیان وہ سچے بھائی ہو گئے اور محبت مین مخلص ہو گئے

درآپس کے ساتھ مین انصاف سے رہنے والے ہوگئے اور ایک کو دوسرے کی دوستی پر یقین کامل ہوگیا - حاصل کلام یہان یہ ہے کہ برگزیدہ لوگون کے دلون مین جو الفت ہوتی ہے وہ انکے مقامات و حالات کے مراتب کے موافق درجہ بدرجہ مختلف ہوتی ہے اور جان لو کہ جب اللہ تعالے نے ارواح پیدا کر کے انکو اپنے مشاہدہ کے قرب مین جمع کیا تو بعض کو مقام توحید سے مشرف کیا اور بعض کو مقام معرفت سے اور بعض کو مقام محبت اور بعض کو مکاشفہ اور بعض کو مقام مشاہدہ اور بعض کو مقام انس و ہیبہ و حالات سے مشرف فرمایا پس الفت ان سب مین اسی اندازہ پر ہے جس قدر ان کے درجون مین آپسمین نزدیکی ہے مثلاً مقام توحید و معرفت مین قربت ہے بہ نسبت توحید و مکاشفہ کے پھر ان سب کو بعض کو بعض پر رحمت و ہیبت و عصمت قرار دیا ہے حدیث مین فرمایا کہ مومنین مثل عمارت مکان کے ہین کہ ایک دوسری کو قوت دیتا ہے - پھر جانو کہ جو شخص مشہد ازل مین جمیع مقامات کے مدارج سے توفیق یافتہ ہوا وہ اپنے لوگون مین سب کے نزدیک محبوب و معشوق ہوگا اور سب کا پیشوا ہوگا کیونکہ اسنے اصول حقائق قوم کو پالیا اور سب کے مقامات کی حقیقت کو ادراک کر لیا ہے اور جسنے تمام مقامات کو نہین پایا تو اسکا حال ایسا نہین ہوگا پس باہم الفت ہونا توا گاون کی صفات سے ہے اور ایک دوسرے سے انکار ہونا بچھاون کا حال ہے اسواسطے کہ انکی روحین باہم ایک دوسرے سے محجوب ہوئی ہین اور یہی حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ارواح جنود مجندہ ہین پس جنہین باہم تعارف ہوا انہین باہم الفت ہوئی اور جنہین باہم شناسائی نہوئی انہین پھوٹ پڑی **قال المترجم** یہ حدیث صحاح مین ہے - بعض اکابر نے کہا کہ کنتم اعداء کے یہ معنے ہین کہ اپنے حظوظ نفس سے لگے رہنے سے تم دشمن تھے پھر فرمایا کہ فالف بین قلوبکم یعنی یہ معنے کہ حظوظ نفس تم سے زائل کر دیے اور اس سے پھیر کر تم کو حظ حق کی طرف لگا دیا - قولہ تعالے وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا - یعنے تم امتحان کے واسطے ازلی غضب مین ڈالے گئے تھے اور یہ مراد نہین کہ حقیقت مین ایسے تھے کیونکہ واقعی تو یہ لوگ خاصان حق سے تھے چنانچہ فرمایا پھر تمکو اس سے نکال لیا اور یہ رضائے تقدیر ازلی تھی کہ تمھارے شرف و برگزیدگی پر جاری ہوئی تھی کہ تمکو معارف و مکاشفت سے سرفراز کرے اور یہی فرمایا سبقت رحمتی غضبی مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث قدسی صحاح کی روایت سے ہے اور معنے اسکے یہ ہین کہ حق عزوجل نے فرمایا کہ میری رحمت میرے غضب پر پیشتر قدم ہے اور بعض محققین نے ہر چیز و ہر حال مین رحمت ثابت کی ہے اور شیخ اکبر انھین مین سے ہین حتی کہ عذاب کفار مین بھی انھون نے وجوہ رحمت کی تقریر کی ہے اور یہ اللہ تعالے جانے ولیکن عموم رحمت تو صحیح ہے بلکہ منصوص ہے کہ فرمایا ورحمتی وسعت کل شئی - میری رحمت ہر شئی کو وسیع ہے اور شئی مین سب شامل ہے ولیکن ادراک وجوہ رحمت عوام کا کام نہین مثلاً جہاد مین قتل کفار انکے حق مین دفع ارتکاب شر و فساد کفر ہے اور مومنون کے حق مین تو ظاہر ہے علی ہذا القیاس فافہم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

اور چاہیے کہ رہین تم مین ایک جماعت بلاتی نیک کام پر اور حکم کرتی پسندبات کو اور منع کرتی ناپسند کو

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

اور وہی پہونچے مراد کو اور رہلو انکی طرح جو پھوٹ گئے اور خلاف کرنے لگے بعد اسکے کہ پہونچ چکے انکو

الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ

صاف حکم اور انکو بڑا عذاب ہی جس دن سپید ہونگے بعضے منہ اور سیاہ ہونگے بعضے منہ

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

سو وہ لوگ جنکے منہ سیاہ ہوے آیا تم کافر ہوگئے ایمان مین اکراب چکھو عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا

بدلا اس کفر کرنے کا ۔ اور وہ جو سفید ہوئے منہ انکے سو اللہ کی رحمت بیچ ہیں وہ اسی بیچ

خٰلِدُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ

رہ پڑے ۔ یہ حکم ہیں اللہ کے ہم سناتے ہیں تجکو تحقیق اور نہیں چاہتا اللہ ظلم کو جہان والوں پر

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

اور اللہ ہی کا ہی جو کچھ آسمان و زمین میں ہی ۔ اور اللہ کی طرف ہر کام کی رجوع ہی ۔

ع ۱۱

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ الاسلام ۔ اور تم میں سے ایک گروہ ہونا چاہیے کہ خیر یعنے اسلام کیطرف دعوت کرے ف اور حضرت جعفر باقرؒ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیہ کو پڑھکر فرمایا کہ خیر یہی قرآن اور میری سنت کا اتباع ہی (رواہ ابن مردویہ) وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ اور معروف شرعی کا حکم کرے ف اور نیک کام سکھلاوے ۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ اور منکر شرعی سے منع کرے ف جو شرع میں بد کام ہو اس سے روکے ۔ وَاُولٰۗىِٕكَ الداعون الآمرون الناهون ۔ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ الفائزون ومن للتبعيض لان ما ذكر فرض كفاية لا يلزم كل الامة ولا يليق بكل احد كالجاهل وقيل زائدة اى لتكونوا امة ۔ اور یہی خیر کی طرف بلانے والے اور نیک کام کا حکم کرنے والے اور منکر سے منع کرنے والے یہی مفلحون ہیں یعنی فلاح پانے والے ہیں ف اور منکم میں من تبعیضیہ ہی کیونکہ جو حکم ذکر فرمایا وہ فرض کفایہ ہی کہ کل امت پر لازم نہیں ہی اور ہر فرد کے لائق بھی نہیں ہی جیسے جاہل اسکی لیاقت نہیں رکھتا مترجم کہتا ہی کہ مفسرؒ کی عبارت میں ظاہر یہ ہی کہ کہتا ہی کہ فرض کفایہ ہر امت پر لازم نہیں ہی بلکہ بعض پر ہوتا ہی اور اسپر علامہ تفتازانی نے اعتراض کیا ہی کہ یہ قول مردود ہی اور دلیل قائم ہوگئی کہ فرض کفایہ بھی کل پر واجب ہوتا ہی لیکن بعض کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہی چنانچہ بیضاوی نے بھی کہا کہ خطاب کیا جمیع کو اور انہیں سے بعض کا فعل طلب کیا تاکہ دلیل ہو اس بات پر کہ یہ حکم سب پر لازم ہی حتی کہ اگر سبھوں نے ایک سرے سے ترک کیا تو سب کے سب گناہگار ہونگے لیکن اگر بعض نے ادا کیا تو سب کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور یہی ہر فرض کفایہ کا حال ہی اور بعض نے کہا کہ من زائدہ ہی اور معنے یہ ہیں کہ چاہیے کہ ہوجاؤ تم ایسی امت الی آخرہ ۔ مترجم کہتا ہی کہ مفسرؒ نے اول کو ترجیح دی اسی وجہ سے کہ محتسب ہونا بعد علم و لیاقت کے ہوسکتا ہی پس فقط اہل علم سے مخصوص ہوگا ۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ مقصود اس آیت سے یہ ہی کہ اس امت میں سے ایک فرقہ اس کام کی تکلیف اپنے اوپر اٹھائے اگرچہ یہ کام تو ہر فرد پر اسکی لیاقت کے موافق واجب ہی جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جسنے تم میں سے منکر دیکھا یعنے کسیکو ایسا فعل کرتے دیکھا جو شرع میں منکر ہی تو چاہیے کہ اسکو اپنے ہاتھوں بگاڑے اور اگر ایسا نہ کرسکے تو زبان سے متغیر کرے اور اگر یہ بھی نہ کرسکے تو دل سے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہی اسکے بعد رائی برابر ایمان نہیں ہی ۔ اور حدیفہؓ سے مرفوعاً روایت ہی کہ قسم اسذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہی کہ تم حکم کروگے امر بالمعروف کا اور منع کروگے منکر سے یا اللہ تعالے تمپر اپنے پاس سے عذاب بھیجیگا پھر تم اس سے دعا کروگے اور تمہاری دعا قبول نہوگی روا (یعنے اگر ایسا نہ کروگے ۱۲) الترمذی وابن ماجہ ۔ اور آیۃ میں دلیل ہی کہ امر بالمعروف و نہی منکر واجب ہی اور بیضاوی نے کشاف کی پیروی میں کہا کہ امر بالمعروف تو کبھی واجب ہوتا ہی اور کبھی مستحب ہوتا ہی جیسا حکم ہو یعنے اگر اسکا کرنا واجب تھا مثل نماز کے تو امر بالمعروف بھی واجب ہی اگر اسکا کرنا مستحب تھا تو امر بالمعروف بھی مندوب ہی اور رہا نہی از منکر تو یہ سب کا واجب ہی اسواسطے کہ تمام جسکو شرع نے منکر قرار دیا ہی وہ حرام ہی اور ہمارے

مفسر جلال الدین سیوطیؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ یہ غلطی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر فعل منکر حرام ہو تو اس سے نہی کرنا واجب ہے اور اگر مکروہ ہو تو اس سے نہی کرنا مستحب ہے۔ اب رہا یہ کہ جس فعل کو آدمی خود کرتا ہے حالانکہ منع ہو تو اس سے دوسرے کو منع کرے یا نہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ یعنے اے ایمان والو تم کیوں کہتے ہو وہ جو خود نہیں کرتے ہو تو سیوطی وغیرہ نے لکھا کہ اسمیں اختلاف ہے اور اظہر وارجح یہ ہے کہ گنہگار جس گناہ کا خود مرتکب ہوتا ہے اس سے بھی دوسرے کرنے والے کو منع کرے کیونکہ اسپر دو باتیں واجب ہیں ایک یہ کہ خود اسکو نہ کرے اور دوم یہ کہ جسکو کرتے دیکھے اسکو منع کرے پس اگر اسنے پہلی بات نہ کی تو دوسری بات جو اسکے ذمہ واجب تھی وہ کیونکر ساقط ہو سکتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اسی پر ائمہ حنفیہ کا فتویٰ ہے۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا عنہم وَاخْتَلَفُوا فیہ۔۔ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ۔ وہم الیہود والنصاریٰ۔ اور تم لوگ ایسے مت ہو جیو جیسے وہ لوگ جو پھوٹ میں پڑے اور اختلاف ڈالا بعد اسکے کہ انکے پاس آیات بینات آچکی تھیں ف۔ یعنے تفرق سے دین کا تفرق مراد ہے اور اختلاف سے دین میں اختلاف مراد ہے اور اس موصول صلہ کی مصداق یہود و نصاریٰ ہیں اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے۔ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ ایسے بدکاروں پر عذاب عظیم ہے ف۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بدعتی مراد ہیں اور حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ یہودی اکہتر فرقے پر متفرق ہوے اور نصاریٰ بہتر فرقہ پر متفرق ہوے اور میری امت تہتر فرقوں پر متفرق ہوگی اور ایک روایت میں زیادہ ہے کہ سب جہنم میں جاوینگے سوائے ایک کے اور وہ جماعت ہے یعنے اہل السنۃ والجماعۃ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والحاکم واحمد وغیرہم اور ابن عمرؓ کی روایت حاکم میں مرفوع ہے کہ پوچھا گیا کہ وہ ایک فرقہ کون ہے یا رسول اللہ تو فرمایا وہ کہ جو اس راہ پر ہوگا جسپر میں اور میرے صحابہ آج ہیں۔ بالجملہ مصداق اسکے وہ لوگ ہیں جو شرک سے پرہیز کرکے حضرت صلعم کی سنت پاکیزہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چال پر چلتے ہیں اور سب جماعت ہیں تفرقہ روا نہیں رکھتے ہیں کیونکہ ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے جماعت کو بالشت بھر چھوڑا اسنے ربقہ اسلام اپنی گردن سے نکالا۔ رواہ ابوداؤد پس اسمیں مسلمانوں کو سخت تنبیہ ہے کہ آپس میں متفرق نہوں ولیکن کبھی بھی متفق نہونگے جب تک کہ راہ توحید پر قائم نہوں۔ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ۔۔ ای یوم القیامۃ۔ یعنے اس دن سے مراد روز قیامت ہے۔ شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ تبیض وجوہ۔ اہل سنت و جماعت ہیں اور تسود وجوہ اہل بدعت ہیں یہ ابن عباسؓ کا قول ہے اور ظاہر اہل بدعت سے عام ہیں خواہ اس امت کے بداعتقاد لوگ ہوں یا کسی ورامت کے ہوں۔ الحاصل جنھوں نے صراط مستقیم اور آیات بینات میں اختلاف کیا اور راہ حق میں مومنوں کو تکلیف دی تو آخرت میں ان مشرکوں کافروں بدعتیوں کے لیے عذاب عظیم ہے جس دن دو قسم کے چہرہ ہونگے ایک سیاہ دوم سفید پھر ہر ایک کی تفصیل یہ ہے کہ۔ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ۔ وہم الکافرون فیلقون فی النار ویقال لہم توبیخا۔ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔ یوم اخذ المیثاق۔ جہرے سیاہ ہونگے (وہ کافر ہیں جو آگ میں ڈالے جاوینگے و توبیخاً کہا جائیگا) کیا تم کافر ہوے بعد ایمان لانے کے ف۔ ازل میں عہد توحید لینے کے وقت جو سبھوں نے اللہ تعالےٰ پر ایمان کا اقرار کیا تھا وہ ایمان مراد ہے اور در صورتیکہ اہل بدعت مراد ہوں تو کوئی تردد نہیں کیونکہ بدعتی تو بعد سنت کے ہوئی ہے فافہم۔ اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ وہ منافق ہیں اور اسمیں بھی تاویل درکار ہے کیونکہ وہ ایمان نہیں لائے تھے غرضکہ انکو ملامت کی جائیگی کہ کیا تم بعد ایمان لانے کے کافر ہو گئے۔ یعنے عہد ازل میں اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ۔ پس اپنے کفر کرنے کے بدلے عذاب چکھو جو دائمی جہنم ہے۔ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ۔۔ وہم المومنون اور وہ لوگ جنکے چہرے سپید ہونگے (وہ مومنین ہیں۔ فَفِي

رَحْمَةِ اللّٰهِ ۔ جنت۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں یعنے جنت میں ہیں ف جنت کو بطور مجاز کے رحمۃ اللہ سے تعبیر کیا کیونکہ جنت محل رحمت ہی اور اسمیں تنبیہ ہی کہ جنت نتیجہ فضل ہی کسی کے اعمال وغیرہ کا عوض نہیں ہی۔ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۔ یہ نیک بندے جنت میں ہمیشہ رہینگے ف وہان موت نہیں ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ ترمذی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ابو غالب رح سے روایت کی کہ ابو امامہ رضی نے درج مسجد دمشق پر کچھ سر چنے دیکھے تو ابو امامہ رضی نے فرمایا کہ دوزخ کے کتے ہیں یہ زیر آسمان نہایت شریر مقتول ہیں اور جس مومن کو انھون نے قتل کیا ہوگا وہ سب بہت اچھے مقتول ہونگے پھر یہ آیۃ پڑھی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ۔ آخر تک تو میں نے ابو امامہ رضی سے پوچھا کہ آپنے اسکو رسول اللہ صلعم سے سنا ہی تو فرمایا کہ اگر میں نے اسکو آنحضرت صلعم سے فقط ایک بار یا دو یا تین بار یہانتک کہ سات بار شمار کرکے کہا کہ اگر فقط سات ہی بار سنا ہوتا تو میں تم سے اسکو بیان نکرتا۔ قال الترمذی حدیث حسن وقد رواہ ابن ماجہ والامام احمد ایضا مترجم کہتا ہی کہ یہ حال خارجیون کا بیان ہوا ہی اسیواسطے بعض نے اس آیت میں۔ الذین اسودت وجوھھم ۔ سے خارجی مراد لیے ہیں اور حق یہ ہی کہ خارجی بھی ان لوگون میں داخل ہیں اور آیۃ کریمہ انپر زیادہ منطبق ہی کیونکہ پہلے وہ لوگ مسلمان ہوے تھے پھر خارجی ہوگئے میں کہتا ہون کہ اسلام انکا مانند نفاق کے تھا اور معالم میں محی السنۃ رحمہ اللہ نے موقف قیامت میں تجلی پروردگار کی حدیث ابن عباس وارد کی اور میں اسکو عرائس البیان میں لاؤنگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ ۔ یہ آیات اللہ تعالیٰ ف جو کافرون کی خواری عذاب میں اور مومنون کی منزلت ثواب میں مذکور ہوئین نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۔ انکو ہم تجھپر تلاوت فرماتے ہیں تحقیق ف اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاص ہماری وحی عظیم ہی تو ضرور یون ہی ہونے والا ہی۔ وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ ۔ بان یاخذھم بغیر جرم۔ اور اللہ تعالیٰ کچھ بھی جہان والون پر ظلم کا ارادہ نہیں کرتا ف بایں طور کہ انکو بغیر جرم کے ماخوذ کرے بیضاوی نے کہا اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ سے ظلم ہونا تو محال ہی اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں کہ اسمین کمی سے ظلم ہو اور وہ کسی امر سے ممنوع نہیں کہ اسکے کرنے سے ظالم ہو کیونکہ وہ تو علی الاطلاق مالک ہی۔ حاصل ہی کہ اللہ عز وجل کی طرف سے ظلم تو متصور ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ جو کچھ وہ کرے خود مختار ہی۔ لایسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ اور جس پر جو چاہے کرے سب بجا و درست ہی کیونکہ اسنے اپنے ملک میں تصرف کیا پس ظلم تو ہو ہی نہیں سکتا ہی لہذا فرمایا۔ قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد ان یھلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا۔ یعنے اگر وہ حضرت عیسیٰ و انکی مان و سب کچھ جو زمین میں ہی ہلاک کرنیکا ارادہ کرے تو کون مانع ہی۔ اگر کہا جاوے کہ ظلم نکرہ کی نفی کرنے میں ہر فرد ظلم کی نفی ہوگئی حالانکہ دنیا میں جو ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں وہ بارادۂ آلٰہی ہیں اور جواب یہ کہ خلق آلٰہی ہی نہ آنکہ مرضی ہی فافہم۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۔ ملکا وخلقا وعبیدا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون و زمین میں ہی ف از راہ ملک و خلق ہونے اور بندے ہونے کے یعنے سب اسی کی ملکیت و مخلوق و بندے ہیں۔ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۔ تصیر۔ اور بازگشت جمیع امور کی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہی ف یہ اللہ عز وجل کے بیان عظمت کا مقام ہی اسمین عقلا بمنزلہ لایعقلون کے ہیں ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ ۔ اشارہ ہی کہ جو لوگ دعوی محبت میں سچے ہیں انکے چہرے نور مشاہدہ سے منور ہونگے کیونکہ مطلع قدم مشرق ازل سے آفتاب کمال طلوع فرمائیگا پس اپنی تجلی جمال سے ایسے چہرون کو پاک منور فرماویگا جو اسکی درگاہ میں گردآلودہ ہو رہے تھے اور انکو اپنے نور سے ایک نور خاص کا لباس عطا فرماویگا کہ اسی نور قدم کی قوت سے جمال قدم کو دیکھینگے یہ چہرے مشرف بجلال رب کریم اور نورانی بنور قرب اور شاد و خرم بدیدار وصال ہونگے اور رضوان اکبر سے لہلہائے ہوے اور اپنے پروردگار کی جانب قوت پاکر ٹکٹکی لگائے ہونگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ ۔ اور جان رکھو کہ آج کے روز بھی وہ چہرے چمکتے ہیں جن پر کل کے روز یہ انوار و اوصاف ظاہر ہونگے چنانچہ فرمایا

سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود - اور فرمایا تعرفہم بسیماہم - اور یہ سیما اولیاء کرام کے چہرون کی ہین کہ جب تو انکو دیکھے تو نعیم و ملک کبیر دیکھے اسواسطے
کہ وہ آئینہ حق ہین اللہ تعالے انسے اپنی مخلوق کے واسطے تجلی فرماتا ہی - قولہ تعالے وتسود وجوہ یہ ان لوگون کے چہرے ہونگے جو جناب باری تعالے
مین کچھ نہین اور یہان اپنے آپکو اللہ تعالے کا دوست قرار دیتے ہین جیسے یہود و نصاری و جملہ کافر و مشرک و باطنیہ فرقہ وغیرہ کے لوگ کہ خلق کے درمیان
تقشف ظاہر کرکے مقامات اولیاء کا دعوی کرتے ہین اور صادقین کی وضع مین نکلتے ہین اور خلق سے خواہش رکھتے ہین کہ انکی تعریف کرین اور اپنے چہرے
انہین مخلوق کی طرف لگائے رہتے ہین اور یہ لوگ کہ زمین مین اللہ عزوجل کے امین ہین انسے عداوت رکھتے ہین **قال المترجم** فرقہ خوارج کا شخص
پیشوا تھا اسنے حضرت صلعم سے آکر کہا کہ یا محمد آپ اس تقسیم کرنے مین انصاف کیجیے کہ آپ نے انصاف نہین کیا تب آپ نے فرمایا کہ افسوس
ہی کہ مالک آسمان و زمین تو مجھکو اہل زمین پر امین کرتا ہی اور تم نہین کرتے ہو اور اسی قصہ مین ذوالخویصرہ اور خارجیون کے بے ایمان ہونے کا حال
فرمایا ہی حالانکہ یہ بھی فرمایا کہ تم اپنی نماز و روزہ کو انکے مقابلہ مین حقیر دیکھوگے مگر باوجود اسکے یہ خارجی لوگ دین سے ایسے باہر ہونگے جیسے کمان
سے تیر نکل جاتا ہی اور اصل حدیث صحیح مسلم وغیرہ مین ہی مکار مدعی لوگون کے چہرے سیاہ ہوجائینگے کیونکہ مجمع قیامت کے حضور مین وہ لوگ
دیدار درگاہ سے محروم و محجوب ہونگے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون الآیہ - محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ سعید
بن جبیر نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ انھون نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ سپید ہونگے چہرے اہل سنت کے اور سیاہ ہونگے اہل بدعت کے
اور کلبی نے ابی صالح کے واسطہ سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر قوم کے واسطے وہ اونچا کیا جائیگا جسکو
وہ پوجتے تھے پس ہر قوم جسکو پوجتی تھی اسکی طرف رواں ہوگی اور یہی اللہ تعالے نے فرمایا ہی نولہ ما تولی - پھر جب اسکی طرف جا پہونچینگے تو
حقیقت حال دیکھکر سخت غمگین ہونگے کہ سب برباد ہوا پھر غم سے انکے چہرے سیاہ ہوجاوینگے - اور اہل قبلہ اور یہود و نصاری باقی رہینگے
کہ جو انکے واسطے اونچا کیا گیا اسمین سے کسی کو نہین پہچانینگے پھر اللہ تعالے ایسا آواز دیگا پس اسکو سجدہ کریگا ہر وہ شخص جو دنیا مین اسکو سجدہ کرتا تھا
مطیع مومن ہوکر پھر باقی رہجاوینگے یہود و نصاری اور منافق لوگ کہ یہ لوگ سجدہ کرنے پر قادر نہ ہوینگے پھر انکو سر اٹھانے کی اجازت دیجاویگی اور
مسلمانون کے چہرے برف کے مانند سفید ہونگے اور منافق و اہل کتاب یعنے یہود و نصاری جب مومنین کے چہرے دیکھینگے تو سخت غمناک
ہوجاوینگے اور انکے چہرے سیاہ پڑجاوینگے تو کہینگے کہ ای پروردگار ہمارا کیا حال ہی کہ ہمارے چہرے سیاہ ہین پس واللہ ہم مشرک نہ تھے تو اللہ تعالے
ملائکہ سے فرمائیگا کہ دیکھو انھون نے اپنے نفسون پر کیا جھوٹ باندھا ہی **قال المترجم** یہ حدیث مرفوع طور پر باسناد دیگر اسانید صحیحہ کے ساتھ
تفسیر قولہ تعالے یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود الآیہ مین انشاء اللہ تعالے اچھی طرح بیان ہوگی اور جو حال اس حدیث مین مذکور ہی
اہل ایمان اکابر صلحاء عارفان پاک اسپر صدق دل سے ایمان لائے اور مترجم تمام اس عہد کے جمیع صلحاء امت ایمان لائے ہین ایمان لایا اور اسکو
اللہ عزوجل کا فضل جانتا ہی پس عام بھائی مسلمانون کو لازم ہی کہ سلف صالحین کے طریقہ پر ایمان لاوین اور اپنے نفس و شیطان کے وسوسہ و
اوہام و اپنی عقل جزوی کی حماقت کو درمیان سے اٹھاوین وما التوفیق الا باللہ تعالے - اور جو آیہ مین مذکور ہی اسپر صریح دلالت کرتا ہی قولہ تعالے
للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ ولا یرہق وجوہہم قتر ولا ذلۃ والذین کسبوا السیئات جزاء سیئۃ بمثلہا وترہقہم ذلۃ - ولیکن چہرون کی سیاہی وغیرہ
جزاء بدکرداری و نارضامندی باری تعالے ہی اگرچہ ظاہر کلام سے یہ وہم ہوتا ہی کہ فقط غم سے سیاہ ہونگے - فتفکر - پھر قولہ للذین احسنوا الحسنی و
زیادۃ - کی تفسیر مین زیادہ دیدار باری تعالے ہی اور یہی تفسیر مرفوع و موقوف متواتر مروی ہی اور شیخ رح نے جو آیت ذکر کی یعنے قولہ کلا انہم عن ربہم
یومئذ لمحجوبون - اسمین امام مالک رح نے کہا کہ دلیل موجود ہی کہ مومنین اسدن اپنے پروردگار سے محجوب نہونگے بلکہ اسکے دیدار کریم سے مشرف ہونگے

اور آگے انشاء اللہ تعالے دیدار باری تعالے کی بحث آویگی۔ قال الشیخ اور محمد بن علیؒ نے فرمایا کہ چہرے سپید ہونگے اسوجہ سے کہ انکو اپنے مولاے عزوجل کا دیدار نصیب ہوگا اور چہرے سیاہ ہونگے یعنے کافرون ومنافقون کے اسوجہ سے کہ انکو محرومی ہوگی **قال المترجم** یہ کلام جید ہو واللہ تعالے اعلم

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ

تم ہو بہتر سب امتون سے جو پیدا ہوئی ہین لوگون مین حکم کرتے ہو پسند بات پر اور منع کرتے ناپسند سے اور ایمان لاتے ہو

بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اللہ پر اور اگر ایمان مین آتے اہل کتاب تو انکو بہتر تھا کوئی ان مین ہین ایمان والے اور اکثر تو وہ فاسق ہین یعنے کافر

كُنْتُمْ یا امۃ محمد صلعم فی علم اللہ تعالے **خَيْرَ اُمَّةٍ** تم (اے امت محمد صلعم اللہ تعالے کے علم مین) بہتر امت تھے۔ **اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ** جو لوگون کے واسطے ظاہر کی گئی **ف** یعنے جسقدر امتین پیدا وظاہر ہوئین تم سب سے بہتر امت ہو۔ **تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ** تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالے پر ایمان لاتے ہو **ف** یہ وصف جسطرح اللہ تعالے نے نازل فرمایا برابر اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین مین جاری رہا۔ پس یہ بدیہی معجزہ ہی واضح ہو کہ یہان اللہ عزوجل نے اپنا کرم وفضل کامل جو اسنے امت محمد صلعم پر اپنے علم قدیم مین رکھا ہی ظاہر فرمایا۔ کنتم صیغہ ماضی ہی جو گذرے ہوے پر دلالت کرتا ہی تو **بیضاوی** نے کہا کہ کنتم سے زمانۂ قدیم سے انکی خیر ہونے پر دلیل ہی اور ماقبل مین انقطاع نہین جیسے قولہ کان اللہ غفورا رحیما۔ اللہ تعالے غفور رحیم تھا اسکے یہ معنے کہ تھا اور اب بھی ہی اور آئندہ بھی رہیگا کیونکہ یہ اسکی صفت قدیم ہی۔ پھر کنتم خطاب ہی پس حاضر وموجود لوگون کو جو حضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے انھین کو خطاب ہوا۔ اسیواسطے ابن عباس رضؓ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہین جنھون نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہجرت فرمائی **مترجم** کہتا ہی کہ ابن عباس رضؓ نے معلوم نہین کہ کس موقع پر ایسا فرمایا شاید مہاجرین کے درمیان سے انکی تخصیص ہو ورنہ سب صحابہ کو شامل ہونا ظاہر ہی تخصیص کی کوئی وجہ نہین۔ اور یہ روایت حاکم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس رضؓ سے وارد کی ہی۔ اور معالم مین کہا کہ عمر بن الخطاب رضؓ سے روایت ہی کہ اگر اللہ تعالے چاہتا تو فرماتا کہ انتم خیر امۃ۔ تو ہم سب کے سب شامل ہوتے ولیکن اللہ تعالے نے کنتم فرمایا جو مخصوص اصحاب محمد صلعم کے حق مین ہی اور جسنے انکی طرح کام کیا وہ بھی خیر امۃ مین شامل ہونگے۔ اور ایک روایت مین عمر رضی عنہ سے آیا کہ یہ ہمارے اگلون کے واسطے ہوگا اور ہمارے پچھلون کے واسطے نہوگا اور نیز عمر رضؓ سے روایت ہی کہ فرمایا اے لوگو جسکو خوش آوے کہ اس امت سے ہو اسکو چاہیے کہ جو اللہ تعالے نے اس امت سے ہونے کی شرط کر دی ہی اسکو ادا کرے یعنے امر بالمعروف ونہی از منکر وایمان باللہ عزوجل قدرواہ ابن جریر ایضا اور جاننا چاہیے کہ ضحاکؒ سے بھی مانند قول حضرت عمر رضؓ کے مروی ہی اور معالم مین فرمایا کہ عکرمہؒ ومقاتلؒ نے کہا کہ مالک بن الصیفؒ ووہب بن یہوذا وغیرہ یہودیون نے حضرت ابن مسعودؓ وابی بن کعبؓ ومعاذ بن جبلؓ وسالم مولی حذیفہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ہم تو تم سے افضل ہین اور ہمارا دین تو اس سے بہتر ہی جسکی طرف تم ہمکو بلاتے ہو پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ پھر بتقدیر قول عمر رضؓ کے کہ اگلون کے واسطے ہی ہمارے پچھلون کے لیے نہین اگلون کی حد کہانتک ہی تو عمران بن حصین رضؓ نے روایت کی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میری امت مین سے بہتر میرا قرن ہی پھر جو انسے پیچھے لگے ہوے ہونگے پھر جو انسے پیچھے لگے ہونگے۔ عمران کہتے ہین کہ مجھے دریافت نہین رہا کہ آنحضرت صلعم نے اپنے قرن کے بعد دو قرن ذکر فرمائے یا تین قرن فرمائے ہین۔ پھر انکے بعد ایسی قوم ہونگے جو خیانت کرینگے اور امانت والے نہونگے اور گواہی دینگے حالانکہ گواہ نکیے جاوینگے اور نذر کرینگے اور اسکو پورا نکرینگے اور انمین موٹاپا پھیل جاویگا رواہ البغوی

والحدیث فی الصحیح وغیرہ من السنن۔ اور ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بدزبانی مت کرو میرے اصحاب کے حق میں کیونکہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو انکے آدھ سیر ستو کے برابر نہیں بلکہ وہ اسکے آدھے کے برابر بھی نہیں پہونچ سکتا ہے رواہ البغوی وھو فی الصحیح۔ یہ تمام بیان تو اس بنا پر تھا کہ کنتم سے فقط صحابہؓ مراد ہیں اور یہ قول حضرت ابوہریرہ سے بھی نکلتا ہے جیسا کہ بخاریؒ نے روایت کیا کہ ابوہریرہؓ نے قولہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ میں کہا لوگوں کے واسطے تم بہتر ہو کہ لوگوں کو طوق و زنجیروں میں قید کرکے لاتے ہو یہانتک کہ وہ دین اسلام میں آجاتے ہیں۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی ابن عباسؓ و مجاہدؒ و عطیہ عوفی و عکرمہ و عطاء و ربیع بن انس سے مروی ہے۔ اور معنے یہ ہیں کہ امتوں میں سے بہتر اور لوگوں میں زیادہ نافع ہو لوگوں کے لیے اسیواسطے فرمایا تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر و تومنون باللہ۔ اور امام احمدؒ نے درہ بنت ابولہب سے روایت کی کہ ایک مرد نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلعم سے پوچھا درحالیکہ آپ خطبہ پڑھتے تھے کہ لوگوں میں سے کون بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ جو انمیں سے اقرا ہو یعنے قرآن کا سب سے زیادہ جاننے والا ہو اور اللہ تعالے کے واسطے سب سے زیادہ تقوی والا اور معروف کا حکم کرنے والا اور منکر سے منع کرنے والا اور ناتے کا ملانے والا ہو۔ ورواہ النسائی وغیرہ ایضا۔ مترجم کہتا ہے کہ دیگر دلائل موجود ہیں جیسے صریح ثابت ہوتا ہے کہ تمام امت محمدی صلعم سب امتوں سے بہتر ہے اور کلام میں للناس صلہ اخرجت کا ہے اور معنے اسکے یہ ہیں ما اخرج اللہ للناس امۃ خیرا من امۃ محمد صلعم یعنے نہیں نکالا اللہ تعالے نے لوگوں کے واسطے کسی امت کو بہتر امت محمد صلعم سے۔ چنانچہ محی السنۃ نے بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت کی کہ اسنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ تعالے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کی تفسیر میں سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تم ستر امت کے تتمہ ہو یعنے آخر امتوں کے بعد تم ہوئے کہ ستر کی تعداد پوری ہوئی سو انمیں سے تم سب سے بہتر اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بزرگ ہو۔ رواہ الترمذی وحسنہ واحمد و ابن ماجہ والحاکم وصححہ والطبرانی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم۔ اور نیز ابوسعید خدریؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ اسلئے پورا کیا ستر امتوں کی تعداد کو جنمیں سے یہ امت سب سے بہتر اور سب سے بزرگ ہے اللہ عزوجل کے یہاں۔ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت کی مثال جیسے مینہ کا پانی کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اول بہتر ہے یا آخر۔ اور حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت سب انبیاء پر ممنوع رہیگی یہانتک کہ میں پہلے اسمیں داخل ہوں اور سب امتوں پر حرام رہیگی یہانتک کہ پہلے میری امت اسمیں داخل ہو قال المترجم رواہ الدارقطنی فی الافراد وابن عدی والثعلبی والحدیث صالح الاسناد وان کان فیہ تفرد لبعض الرواۃ واللہ اعلم اور بریدہؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت والے ایک سو بیس صف ہونگے جنمیں سے اسی صفیں میری امت ہوگی مترجم کہتا ہے کہ یہاں اور قوی دلائل بھی موجود ہیں جنکو بخوف طوالت میں ترک کرتا ہوں۔ نظر برین ہمارے مفسر جلالؒ نے کنتم کا خطاب عام امت محمد صلعم کو لیا ہے اور اللہ عزوجل کے سامنے موجود و معدوم سب حاضر ہیں کیونکہ اسکے علم میں سب موجود ہیں اسیواسطے کہا کہ تم اے امت محمد صلعم علم الٰہی میں سب سے بہتر ٹھہرے ہوئے ہو اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسیکو صحیح فرمایا چنانچہ کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ عام امت محمدی کو شامل ہے پس امت محمدی باقی تمام امتوں سے بہتر ہے ہاں یہی کہ امت محمدی اپنے درمیان ہر ہر قرن کے موافق ایک دوسرے سے بہتر ہے پس اس امت کا سب سے بہتر قرن وہ ہے جنمیں رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے پھر انکے بعد والے یعنے تابعین کا قرن پھر انکے بعد والے یعنے تبع تابعین کا قرن ہے اور یہی دوسری آیت میں فرمایا وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس الآیہ۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے معاویہ بن حیدۃ القشیری کی روایت ذکر کرکے کہا کہ یہ حدیث مشہور ہے اور معاذ بن جبل و ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے اسکے مانند مروی ہے۔ پھر کہا کہ اس امت کو جو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ تمام امتوں سے بہتر ہے تو فقط اپنے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی وجہ سے حاصل ہوئی کیونکہ آنحضرت صلعم اشرف خلق اللہ اکرم الرسل ہیں اور اللہ تعالے نے آپکو شرع کامل عظیم کے ساتھ بھیجا ایسی شرع کسی

رسول کو نہین عطا فرمائی پس آپ کی شرع پر عمل قلیل اسقدر درجہ وثواب وخیر کا نتیجہ دیتا ہی کہ دیگر انبیا کی شرائع پر عمل کثیر اسقدر خیر کا نتیجہ نہین دیتا
ہی اور امام احمد نے باسناد حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو مجھے دیا گیا وہ کسی نبی کو نہین دیا گیا ہم لوگون نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہی فرمایا کہ مین رعب سے فتح دیا گیا اور زمین کی کنجیان مجھے دی گئین اور نام میرا احمد رکھا گیا اور مٹی میرے لیے طہور کردی گئی
اور میری امت خیر الامم کردی گئی۔ تفرد بہ احمد من ہذا الوجہ و اسنادہ حسن اور نیز امام احمد نے ابو الدرداءؓ سے روایت کی کہ مین نے ابو القاسم صلعم سے
سنا فرماتے تھے کہ اللہ عز وجل نے فرمایا ای عیسی مین تیرے بعد ایک ایسی امت مبعوث کرنے والا ہون کہ اگر انکو ایسی چیز پہونچیگی جسکو محبوب رکھتے ہین
تو حمد وشکر کرینگے اور اگر انکو ایسی چیز پہونچیگی جسکو مکروہ رکھتے ہین تو ثواب کی نیت سے صبر کرینگے اور نہ حلم ہی اور نہ علم ہی۔ عیسیٰ نے عرض کیا کہ انکو
یہ کیونکر حاصل ہوگا حالانکہ نہ حلم ہی اور نہ علم ہی۔ فرمایا کہ مین اپنے حلم وعلم سے انکو دونگا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہان اور احادیث مناسب ہین پھر
حضرت ابو بکر الصدیقؓ سے روایت ذکر کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین ستر ہزار اپنی امت کے لوگ دیا گیا ہون کہ وہی بلا حساب جنت مین داخل
ہونگے انکے چہرے ایسے ہونگے جیسے چودھوین رات کا چاند اور ان سب کے دل ایک مرد واحد کے دل پر ہونگے پھر مین نے اپنے پروردگار سے زیادہ مانگا
پس اللہ عز وجل نے مجھے ہر واحد کے ساتھ ستر ہزار دیے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ اس شمار مین شہر والے اور گانون والے تو آجاوینگے
اور جنگل کے کنارون کے بھی داخل ہوجاوینگے رواہ احمد اور دوسری روایت مین انکی ستر ہزار کی زیادتی مذکور ہی اور اسکے ساتھ دونون ہاتھ
پھیلا کر لپ بھر کے دیے جانا بھی مذکور ہی اور ہشام بن حسان راوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مقدار ایسی ہی کہ اسکا شمار نہین معلوم ہو سکتا
قال المترجم ببیدا اسمین یہ ہی کہ حضرت ابو بکرؓ کی زیادتی مین صدیقان امت کی زیادتی ہی اور حضرت عمرؓ کی روایت مین دوسری وتیسری وغیرہ زیادات
شہدا اور صالحین سکے ہی اور روایت طبرانی مین مصرح ہی کہ عمرؓ نے کہا کہ پہلے ستر ہزار تو ایسے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ انکی سفارش انکے آبا وابنا وعشیرہ
وازواج کے حق مین قبول فرماویگا اور مین امید کرتا ہون کہ اللہ تعالیٰ مجھے پچھلے کسی لپ بھر کی زیادتی مین سے کردے اور اس حدیث طبرانی کی
اسناد صحیح ہی چنانچہ ضیاء مقدسی نے فرمایا کہ مین اسکی اسناد مین کوئی علت نہین جانتا ہون پھر شیخ ابن کثیرؒ نے اس حدیث کے طرق و
اسانید کثرت سے ذکر فرمائے اور ظاہر کیا کہ بہت سے صحابہ سے یہ روایت باسانید صحیحہ مروی ہی اور صحیحین وسنن ومسانید ومعاجم مین ائمہ حدیث نے
اخراج کیا ہی اور مسلم کی روایت مین حضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ یہ وہ لوگ ہین جو رقیہ نہین کراتے ہین اور نہ داغ دلاتے اور نہ طیرہ کرتے ہین اور فقط اپنے
پروردگار پر توکل کرتے ہین اور ایسا ہی اورائمہ کی روایت مین مذکور ہی۔ اور صحیحین مین عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ ہم سے رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ تم راضی نہین ہو کہ اہل جنت مین سے چوتھائی تم ہو تو ہم نے خوشی سے تکبیر کہی پھر فرمایا بھلا تم راضی نہین ہو کہ اہل جنت سے تہائی ہو پھر
ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہی کہ اہل جنت مین سے نصف یعنے آدھے تم ہوگے پھر شیخ ابن کثیرؒ نے طبرانی وامام احمد وترمذی وغیرہ کی روایات
سے منجملہ ایک سو بیس صف اہل جنت کے اسی صفین اس امت کی ہونا ذکر کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ دونون روایتون مین کچھ تعارض نہین اول تو یہ
کہ حضرت صلعم نے نصف مقدار قطعی نہین فرمائی ہی دوم آنکہ نصف کا لفظ چھوٹے آدھے اور بڑے آدھے اور آدھے سب پر بولا جاتا ہی اور سوم
یہ کہ شاید اسی صف کی تعداد وحی سے معلوم ہوئی ہو فافہم مترجم کہتا ہی کہ مین نے تفسیر ابن کثیرؒ سے یہ مقام بہت ہی ملخص کرلیا اور بخوف طوالت
انکی تفصیل کو ترک کیا اگرچہ اسمین فوائد تھے ولیکن اسقدر مین بھی کفایت ہی واللہ الموفق۔ قولہ اخرجت للناس ای اظہرت۔ یعنے اخراج سے
جدید طور پر ایجاد کا اخراج مراد نہین بلکہ اخراج بمعنے اظہار ہی حاصل آنکہ علم الٰہی مین وہ خیر امت قرار پائے ہوئے قدیم سے تھے اب وہ ظاہر کیے گئے
ہین چنانچہ حدیث صحیحین مین یہ مضمون مذکور ہی کہ ہم دنیا کی پیدائش مین پچھلے ہین اور قیامت مین جنت مین داخل ہونے مین اگلے ہین۔ قولہ

تامرون بالمعروف الخ - یہ جملہ مستانفہ ہے جس سے انکا خیر امت ہونا بیان فرمایا - یا کنتم کی خبر دوم ہے اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ وہ خیر امت ان شرائط مذکورہ پر ہیں اور اس سے لازم آتا ہے کہ یہ جملہ حالیہ ہو اور تومنون باللہ متضمن ہے ہر ایسی چیز پر ایمان کو جسکے ساتھ ایمان لانے کا اللہ تعالے نے حکم دیا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالے کے ساتھ ایمان لانا جبھی ثمرہ کے قابل ٹھیک ہوگا کہ جو کچھ اسنے حکم دیا ہے سب پر ایمان لاوے اور اسکو موخر کر دیا حالانکہ یہ سب سے مقدم ہے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ دلالت ہو کہ انکا امر بالمعروف ونہی از منکر بجالانا اسی راہ سے تھا کہ اللہ تعالے پر ایمان لائے اور اسکی تصدیق کی ہے - اور اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع حجت شرعی ہے اسواسطے کہ آیت کریمہ مقتضی ہے کہ وہ جو حکم کرتے ہیں وہ معروف شرعی ہے یا جس سے منع کرتے ہیں وہ منکر شرعی ہے اسلیے کہ الف لام المعروف والمنکر میں استغراق کا ہے پس اگر حاشا ہم اللہ تعالے وہ کسی باطل پر اجماع کریں تو انکا حال اسکے برخلاف ہو جائیگا پس معلوم ہوا کہ جب وہ کسی امر پر اجماع کریں تو قطعًا وہی حق ہے اور حدیث میں اُنکے اجماع کے حق ہونے کا بیان صریح موجود ہے - وَلَوۡ اٰمَنَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ - باللہ - اور اگر اہل کتاب اللہ تعالے پر ایمان لاتے ف یعنے اہل کتاب اپنے زعم میں تو شرک کا ایمان لائے تھے مگر مقصود یہ ہے کہ اگر اہل کتاب اللہ تعالے پر توحید کا ایمان لاتے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے تھے - لَكَانَ - الایمان - خَيۡرًا لَّهُمۡ - تو البتہ یہ ایمان لانا اُنکے حق میں بہتر ہوتا ف اس حال سے جسپر کہ موجود ہیں - اگر کہا جاوے کہ خیر تو اسم تفضیل ہے یعنے زیادہ اچھا پس معلوم ہوا کہ اہل کتاب کا حال اچھا ہے اور اگر ایمان لاتے تو زیادہ اچھا ہوتا تو جواب یہ ہے کہ یہ طریقہ فہمایش کا ہے کہ وہ اپنے زعم میں اچھا سمجھتے تھے اور نیز اس حال کفر سے وہ بہت اچھا تھا پس اسم تفضیل میں معنے تفضیلی مقصود نہیں ہیں اور کرخیؒ سے نقل کیا گیا کہ بہتر ہونا بہ نسبت ایمان موسی وعیسی علیہما السلام ہے اور یہ خیر ہے پس اسم تفضیل اپنے معنے پر ہوگا اور حق یہ ہے کہ یعنے تفضیلی مراد نہیں جیسے قولہ افمن یلقی فی النار خیر الآیہ - میں ہے - مِنۡهُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ - کعبد اللہ بن سلام واصحابہ - اہل کتاب میں سے بعضے مومن ہیں جیسے عبد اللہ بن سلام و انکے ساتھی کہ وہ آنحضرت صلعم پر ایمان لائے تھے - وَاَكۡثَرُهُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ - الکافرون - اور انمیں سے بہتیرے فاسق ہیں یعنی کافر ہیں ف یعنے فاسق بمعنے کافر ہے کیونکہ طاعت سے باہر ہونا فسق ہے سو کافر بھی فاسق ہے کہ ایمان سے خارج ہے اور مومن گنہگار بھی فاسق ہوتا ہے کہ شرعی احکام بجالانے میں نافرمان ہے اور یہاں چونکہ ایمان نہ لانے میں انکا حال بیان کیا تو وہی کافر ہوئے اور اسمیں اشارہ ہے کہ انکا کفر اور بد اعتقادی بد اعمالی کے ساتھ ہے ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر - اللہ عز وجل نے انکی خیر ہونے کی مدح فرمائی پھر خیر ہونے کی شرح کر دی امر معروف ونہی منکر بجالانے سے اور یہ رتبہ ہے کیونکہ درجات میں سے بانتہائی ہے اور وہ محل تمکین و تقدیس ہے جبکہ خطرات سے نفس پاک ہو اور یہ حاصل نہیں ہوتا مگر اسیوقت کہ اسکو لباس عظمت و کبریا کا پہنا دے جیسے انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھا - پھر اس امت والوں کا سب سے بہتر ہونا انکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بہتر ہونے کی وجہ سے ہے اور اسوجہ سے کہ انھوں نے ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور اسکی موافقت کی اور انکی خیر ہونے کی صفت انکے نبی صلعم کے خیر ہونے سے مقرون ہے اور حال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیا سے بہتر ہیں پس قوم آپ کی تمام امتوں سے بہتر ہے - اقول صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے افضل ہیں اور علماے امت عارفین ربانی انہیں کے قدم پر ہیں فاعلم - پھر امر بالمعروف سے اشارہ ہے کہ مریدوں کو زبان محبت کے ساتھ مشاہدہ کی مدح کر کے بلاوے اور نہی منکر یہ ہے کہ مریدوں کو انکے نفوس سے اللہ تعالے کی طرف پھیرے اور اپنے نفوس پر اعتماد کرنے سے منع کرے اور یحیی بن معاذ رازی نے فرمایا کہ یہ ان بندوں کے واسطے مدح ہے اور یہ نہیں ہوگا کہ اللہ عز وجل ایک قوم کی مدح کرے پھر انکو عذاب کرے اور جعفر صادق نے فرمایا کہ امر معروف یہ کہ معروف شرعی بجالانے کا حکم کرے اور معروف شرعی یہ ہے کہ قرآن مجید و سنت

نبی صلعم سے موافقت کرے قال المترجم معروف یعنے پسندیدہ لینا مجمل ہے مراد یہی ہے کہ جو قرآن و حدیث کے موافق ہے اسپر عمل کرے اور جس سے قرآن و حدیث میں منع و انکار ہے اسکو چھوڑے اگرچہ وہ مکروہ تنزیہی کیوں نہو کیونکہ مقصود تمام ایمان کا حصول ہے

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ضُرِبَتْ

وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑینگے مگر ستانا۔ اور اگر تم سے لڑینگے تو پیٹھ دینگے پھر انکو مدد نہو گی ٹھہرادی گئی ہے

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ

انپر ذلت جہاں دیکھیے سوائے دست آویز اللہ کے اور دست آویز لوگوں کے اور کما لائے غصہ

مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

اللہ کا اور ٹھہرادی گئی انپر مسکنت یہ اسواسطے کہ وہ رہے ہیں منکر اللہ کی آیتوں سے

وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

اور مار ڈالتے رہے ہیں نبیون کو ناحق یہ اس سے کہ نافرمان ہوئے اور حد سے بڑھتے ہیں

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ۔ ای الیہود یا معشر المسلمین بشئی۔ اِلَّآ اَذًى۔ باللسان من سب و تہدید۔ ہرگز نہیں ضرر پہونچا سکتے (یعنے یہود لوگ ہم تمکو ای گروہ مسلمانون کے کسی چیز کے ساتھہ سوائے اذی کے زبان سے کہ وہ بدگوئی و دھمکی وغیرہ ہے۔ حاصل آنکہ اللہ تعالے نے مومنون کو وعدہ دیدیا کہ یہود تمکو کوئی ضرر نہیں پہونچا سکینگے جو درحقیقت ضرر ہو سوائے اسکے کہ زبان سے تمپر زبان درازی و بدگوئی و دھمکیان دینگے اور یہ درحقیقت ضرر نہیں بلکہ اذیت ہے پس یہ استثناء مفرغ ہے اور یہ اذی بھی اسوجہ سے کہ یہود بدبخت کی قسمت میں عذاب غضب بے فائدہ لکھا جاوے۔ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ۔ منہزمین۔ اور اگر تم سے قتال کرینگے تو تمکو پیٹھ دینگے (درحالیکہ بھاگنے والے ہونگے) اور یہ اللہ تعالے کی طرف سے مومنین کو یہود پر وعدہ فتح و نصرت ہے اور یہ وعدہ الٰہی ہے چنانچہ فرمایا۔ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ۔ علیکم بل لکم النصر علیہم۔ یعنے پھر کبھی وہ مدد نہ دیے جاوینگے تمپر بلکہ تمہارے واسطے انپر فتح ہوگی یہ آیت معجز نبوت ہے آنکھون دیکھو کہ مومنین نے ایسا ہی پایا کہ بعد اسکے کبھی یہود کا کوئی جھنڈا آج تک بلند نہوا اور نہ کبھی غالب ہوئے جہان دیکھو یہود ذلیل ہیں اور مسلمان برابر غالب رہے اور یہودیوں پر ہمیشہ غالب رہینگے اور ہر قوم پر غالب رہیں اگر کتاب اللہ و سنت رسول پر ثابت قدم ہوں

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا۔ حیثما وجدوا فلا عزلہم ولا اعتصام۔ یعنے ٹھہرادی گئی انپر ذلت جیسے ضرب سکہ ہوتا ہے جہان کہیں پائے جاوین (یعنی انکو کوئی عزت نہیں اور نہ اعتصام ہے)۔ اِلَّا۔ کائنین۔ بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ۔ المومنین وہو عہدہم الیہم بالامان علی اداء الجزیۃ ای لاعصمۃ لہم غیر ذلک۔ یعنے الا کا مابعد منصوب المحل بنا بر حال ہونے کے ہے اور معنے یہ ہیں کہ انکو کہیں عزت نہیں اور نہ انکے خون کی حفاظت ہے سوائے اس حال کے کہ وہ ہووین ساتھہ عہد و ذمہ کے اللہ تعالے کی طرف سے اور دیگر لوگون کی طرف سے یعنے مومنین کی طرف سے پس حبل سے جو رسّی کے معنے میں ہے مراد عہد مومنین کا یہود کیطرف ہے امان کا ادائے جزیہ کے ساتھہ اور حاصل یہ کہ نہیں بچاؤ ہے انکو سوائے اس حال کے اگر کہا جاوے کہ پھر عہد اللہ تعالے کا کیا ہے تو جواب یہ کہ اللہ عز وجل نے مومنین کی بزرگی ظاہر فرمانے کو اپنا عہد فرمایا وہی مومنین کا عہد ہے اور بعض نے کہا کہ عہد اللہ تعالے یہ کہ یہود مسلمان ہوجاوین تو انسے یہ ذلت زائل ہو۔ وَبَاۗءُوْ۔ رجعوا۔ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ۔ رجوع کیا انھون نے غضب الٰہی کے

ساتھ اور مسکنت اپر داغ ولگی **ف** حاصل یہ کہ مرجع انکا غضب آلٰہی لت ہوگیا جسکے وہ مستحق ہین **ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ** ۔ ای بسبب انھم ۔ یہ بات جو مذکور ہوئی اس سبب سے ہی کہ وہ لوگ ۔ **كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ** ۔ کفر کرتے رہے آیات اللہ تعالےٰ سے اور قتل کرتے رہے انبیار کو بغیر حق کے اگر کہا جائے کہ قتل نبی تو ہمیشہ ناحق ہوگا جواب یہ کہ اشارہ ہی کہ وہ خود بھی جانتے کہ ناحق قتل کرتے ہین بگر دنیا کے واسطے اپنے فسق وفجور پر رہنے کو قتل کرتے اور اسمین زیادہ فضیحت ہے۔ **ذٰلِكَ** تاکید۔ **بِمَا عَصَوْا** امر اللہ تعالےٰ۔ **وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ** ۔ یتجاوزون الحلال الی الحرام ۔ تاکید فرمائی کہ یہ جو مذکور ہوا اس سبب سے کہ یہود نے امر آلٰہی سے نافرمانی کی اور تجاوز کیا کرتے یعنے حلال چھوڑکر حرام کے مرتکب ہوتے تھے **ف** مفسر رحمہ اللہ نے اس فی ذٰلک کو اول کی تاکید قرار دیا اور بیضاوی رحمہ اللہ نے اول ذٰلک کو ذلت ومسکنت مذکور کی طرف اشارہ قرار دیا اور دوم ذٰلک کا اشارہ کفر وقتل کی طرف رکھا اور بما عصوا کی با سببیہ ہی اور ما مصدریہ ای بسبب عصیانھم امر اللہ۔ یعنے اللہ تعالےٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے کے سبب سے کہ نافرمانی حکم آلٰہی کی جو کبیرہ گناہ ہی اصرار کی وجہ سے مودی بکفر ہوئی ۔ وکانوا یعتدون ای تجاوز کرتے حلال سے حرام کی طرف یعنے جو حد اللہ تعالےٰ نے مقرر فرمائی تھی اُس سے تجاوز کرتے اور حرام کے مرتکب ہوتے تھے آخر یہ نتیجہ پایا مگر اس سے یہ مت سمجھو کہ یہود مین سے کوئی بھی اس کار مذمت سے خالی نہین بلکہ بعضے اچھے ہین قال تعالےٰ

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ

وہ سب برابر نہین ۔ اہل کتاب مین ۔ ایک فرقہ ہی سیدھی راہ پر پڑھتے ہین آیتین اللہ کی ۔ راتون کے وقت اور وہ سجدے کرتے ہین

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ

یقین لاتے ہین اللہ پر ۔ اور پچھلے دن پر ۔ اور حکم کرتے ہین ۔ پسند بات کا ۔ اور منع کرتے ہین ناپسند سے ۔ اور دوڑتے ہین

فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ

نیک کامون پر ۔ اور وہ لوگ ۔ نیک بختون مین ہین ۔ اور جو نیک کام کرینگے ۔ وہ رد نہو گا

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝

اور اللہ کو خبر ہی ۔ پرہیزگارون کی

لَيْسُوْا ۔ ای اہل الکتاب ۔ **سَوَآءً** ۔ مستوین ۔ نہین ہین سب اہل کتاب یکسان **ف** یعنے لیسوا کا اسم ضمیر اہل کتاب ہی اور سواء مصدر بمعنے مستوی ہی اور چونکہ مصدر ہی لہذا لفظاً مفرد اور معنے مین جمع ہی اسیواسطے مستوین سے تفسیر کی شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ قولہ لیسوا سواء کی تفسیر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یون مذکور ہی کہ نہین برابر ہین اہل کتاب اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی سدی رحمہ اللہ نے کہا ہی اور اس قول کی مؤید وہ حدیث ہی جو امام احمد نے اپنی اسناد سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشا مین تاخیر کردی پھر مسجد مین نکلکر تشریف لائے تو لوگ سب نماز کے منتظر بیٹھے تھے پس فرمایا کہ آگاہ رہو کہ ان دین والون مین سے کوئی نہین کہ اللہ تعالےٰ کی اس ساعت مین یاد کرتا ہو سوا سے تمہارے کہا کہ پھر نازل ہوئی یہ آیت لیسوا سواء من اہل الکتاب تا قولہ واللہ علیم بالمتقین شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ مشہور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ ہی جیسا کہ محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا اور اسکو عوفی رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یہ آیت کریمہ یہود کے ان احبار کے حق مین نازل ہوئی جو ایمان لائے مانند عبد اللہ بن سلام واسد بن عبید وثعلبہ بن شعبہ وغیرہ کے اور حاصل معنے یہ کہ اہل کتاب مین سے جنکا ذکر مذمت کے ساتھ پہلے ہوا وہ اور جو اہل کتاب ایمان لائے یہ دونون فریق برابر نہین ہین پس قولہ لیسوا سواء ای لیسوا کلھم علی حد سواء بل منھم المؤمن

ومنهم المجرم ـ اور دیگر آیات بھی اسکی تفسیر ہین مانند قولہ وان من اہل الکتاب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خاشعین للہ الآیہ ـ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ أُمَّةٌ قَآئِمَةٌ ـ مستقیمۃ ثابتۃ علی الحق کعبد اللہ بن سلام واصحابہ ـ اہل کتاب مین سے ایک امت قائمہ ہے ای مستقیمۃ ثابتۃ برحق ہے مانند عبد اللہ بن سلام و انکے ساتھیون کے یعنے یہ گروہ پاکیزہ البتہ حق پر ثابت و ٹھیک قائم ہے پس توریت پر ٹھیک قائم ہونے سے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن پر ایمان لائے يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ ـ ای فی ساعاتہ ـ یہ لوگ اوقات شب مین اللہ تعالے کی آیات پڑھا کرتے ہین ف انا، جمع انی مانند معی و امعاء کے اور یہ تلاوت یا تو نماز تہجد مین مراد ہے یا نماز عشا مین اور مخصوص اسکو ذکر کیا اسلیے کہ اہل کتاب مین یہ نماز نہ تھی کذا قیل اور اولی یہ ہے کہ انا اسکے قرینہ سے عام رکھا جاوے نماز عشا و تہجد وغیرہ اوقات شب مین تلاوت کرتے ہین وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ـ یصلون حال ـ یعنے تلاوت قرآن کرتے ہین درحالیکہ سجدے کرتے ہین یعنے درحالیکہ نماز پڑھتے ہین ف پس یسجدون کی تاویل یصلون سے ہے اسواسطے کہ جب مراد اس سے وہ لوگ اہل کتاب مین سے ہین جو اسلام لائے اور امت محمد صلعم مین شامل ہوے تو اس شریعت حقہ کے موافق عمل کرینگے اور صحیح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی حالت مین قراۃ قرآن سے منع فرمایا جیسے رکوع مین بھی منع فرمایا ہے پس اسکی تاویل ضرور ہے اور ارجح تاویل جو اہل معانی مین سے فراء و زجاج رحمہما اللہ نے بیان کی یہ ہے کہ وہم یسجدون یعنے وہم یصلون ہے یعنے حالت نماز مین تلاوت کرتے ہین یا کہا جاوے کہ یسجدون یعنے یخضعون ہے ای خشوع کرتے ہین اسواسطے کہ سجدہ کمال خضوع ہے ـ اگر کہا جاوے کہ جملہ مستقل کیون نہین قرار دیا گیا حالیہ کیون ٹھہرا دیا جاتا ہے کہ تاویل کی ضرورت ہو تو جواب یہ کہ مستقل ہونیکی صورت مین عطف جملہ اسمیہ کا فعلیہ پر لازم آویگا اور یہ ممنوع ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ عذر مہمل ہے وقد حققہ الجیاز التفتازانی ـ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ـ یہ لوگ ایمان لائے ہین اللہ تعالے پر اور روز قیامت پر اور نیکیون کا حکم کرتے اور برائیون سے منع کرتے ہین اور بہتریان حاصل کرنے مین جلدی کرتے ہین ـ وَاُولٰٓئِكَ ـ الموصوفون بما ذکر ـ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ـ اور ایسے بندے منجملہ صالحین ہین ف یعنے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین سے ہین ـ قال المفسر ومنہم من لیسوا کذلک ولیسوا من الصالحین ـ یعنے یہ لوگ جو امور مذکورہ سے موصوف کیے گئے ہین یہ تو صالحین سے ہین اور بعضے ان کتاب والون مین سے ایسے نہین اور نہ وہ صالحین سے ہین ـ حاصل آنکہ ایک فریق اہل کتاب کو ذکر کرکے دوسرے نجس فریق کے ذکر کو ترک کیا کیونکہ اونکی صفات خوب کے برعکس ایسے ہین فیما ہم قبیح ہین ـ وَمَا يَفْعَلُوْا ـ بالتاء ایہا الامۃ وبالیاء ای الامۃ القائمۃ ـ یعنے تفعلوا بصیغہ خطاب قراءۃ سوائے قراء کوفہ کی ہے پس خطاب تمیع امت کو ہے اور معنے یہ ہونگے کہ ای امت محمدی جو کچھ نیکی کروگے ضائع نہوگی اور یا کے ساتھ قراءۃ اہل کوفہ ہے پس فاعل اسکا وہی امت قائمہ ہے یعنے گروہ صالحین اہل کتاب جو کچھ کرینگے ـ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ـ بھلائی مین سے تو ضائع نہوگی ف یکفروہ بالوجہین ای لن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ ـ یعنے یکفروہ بھی بالتاء الفوقیہ و بالیاء التحتیہ اوپر کے موافق دو قرأتین ہین پس قراءت خطاب یہ کہ ـ وما تفعلوا من خیر فلن تکفروہ ـ اور قراءت یاے غیبت تو آیت مین مذکور ہے اور معنے یہ ہین کہ فلن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ ـ ای ہرگز محروم نکیے جاؤگے (یا نہ کیے جاوینگے) ثواب عمل سے بلکہ اسپر ثواب دیے جاؤگے (یا دیے جاوینگے) اور بیضاوی مین ہے کہ حمزہ و کسائی و حفص نے بالیاء التحتیہ پڑھا اور باقیون نے بتاء فوقیہ پڑھا ہے اور کہا کہ اضاعت ثواب کو کفران کہا جیسے بھرپور ثواب کو شکر فرمایا کما فی قولہ تعالے انہ شکور حلیم ـ اور دو مفعول کی طرف اسکا متعدی ہونا اس سبب سے ہے کہ وہ متضمن معنی (حرمان) ہے ـ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ـ اور اللہ تعالے اپنے متقی بندون کو خوب جانتا ہے ف یہ انکے واسطے بشارت ہے اور اسمین اشعار ہے کہ تقوی ہی سبب خیر و حسن عمل ہے اور اللہ تعالے کے نزدیک فائز وہی اہل تقوی ہین اور علیم ہونے کے معنے یہ ہین کہ انکے

ثواب ضائع نہین ہوسکتے ہین بخلاف کافرون کے جنکے پاس سوائے مال متاع دنیا کے کچھ نہین اور وہ فانی ہے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ

وہ لوگ جو منکر ہین انکو کام نہ آوینگے انکے مال اور نہ اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور وہی دوزخ کے

أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ

لوگ ہین وہ اسمین رہ پڑے جو کچھ خرچ کرتے ہین اس دنیا کی زندگی مین اسکی مثال

رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَ

جیسے تیز ہوا ہین پالا وہ مار گئے کھیتی ایک قوم کی جنھون نے اپنے حق مین برا کیا تھا پس اسکو میٹ گئے اور اللہ نے انپر ظلم نہین کیا

لَٰكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

پروہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہین

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ - نہ دفع - عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ - جو لوگ کافر ہین نہین پروا کرینگے یعنے نہین دور کر سکینگے انپر سے انکے مال نہ اولاد - مِنَ اللَّهِ - ای عذابہ - شَيْئًا - اللہ تعالیٰ سے یعنے عذاب الٰہی سے کچھ بھی - یعنے بیان عذاب مضاف حذف کرکے نام جلیل تعالیٰ کو ہول دلانے کے واسطے رکھا گیا حاصل یہ کہ کافرون کو عذاب الٰہی سے بچانے مین انکے مال و اولاد کچھ کار آمد نہونگے قال المفسر خصہما بالذکر لان الانسان یدفع عن نفسہ تارۃ بفداء المال وتارۃ بالاستعانۃ بالاولاد یعنے مخصوص اموال و اولاد کو ذکر فرمایا حالانکہ کوئی چیز بھی عذاب الٰہی سے کافرون کو نہ بچاویگی تو اس وجہ سے کہ عادت یون جاری ہے کہ آدمی اپنے اوپر سے مصیبت کو کبھی تو مال فدیہ دیکر دفع کرتا ہے اور کبھی اولاد کی مدد سے دور کرتا ہے پھر مقاتل رحمہ نے کہا کہ یہ تو بنو قریظہ و نضیر کے یہودی کافرون کے حق مین ہے اور بعض نے کہا کہ مشرکین قریش کے حق مین ہے اور ظاہر یہ ہے کہ آیہ عام ہے جملہ کافرون کے حق مین اور یہی قول ماخوذ ہے کیونکہ اگر خصوص سبب ثابت بھی ہو تب بھی حکم عام لیا جائیگا - وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ - اور یہی لوگ جہنمی ہین فقط ہر جگہ کافرون و مشرکون کو اصحاب نار فرمایا اسمین اشعار ہے کہ نار کی خصوصیت انھین لوگون سے ہے اور گنہگار اہل اسلام اگرچہ دوزخ مین بقدر جرم کے جاوین لیکن وہ اصحاب النار نہین کیونکہ خلقت جہنم ہی انکے واسطے ہے جیسے خلقت دوزخ کی کافرون کے لیے ہے چنانچہ فرمایا اعدت للکافرین - یعنے وہ کافرون ہی کے واسطے مہیا و موجود ہوئی ہے - هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ - ای ملازمون - یہ لوگ ہمیشہ اسمین رہینگے کیونکہ دلائل یکر قائم ہین کہ کافرون کے حق مین خلود سے ہمیشگی مراد ہے اگرچہ خلود زمانہ دراز کو بھی کہتے ہین - مَثَلُ صفۃ مَا يُنفِقُونَ - ای الکفار مثل کی تفسیر صفت سے اشارہ ہے کہ انکے نفقہ و خرچ کے بیان کو جو مثل فرمایا تو اس وجہ سے کہ مثل ایک امر عجیب مین بولتے ہین اور اسکی حالت عجیب ہے کہ محض بیکار جاتا ہے الحاصل مثل اس نفقہ کی جو کافر خرچ کرتے ہین فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا - اس دنیاوی زندگی مین - ف - ینفقون کا فاعل کفار ہین اور یہ بیان انکے اموال کا ہے کہ کچھ کار آمد ہونگے خواہ وہ کسی طرح خرچ کرین پس خرچ کرنا عام ہے خواہ ایسے کام مین خرچ کرین جسکو بھلا سمجھتے ہین مثلاً بتون کی دعوتون مین یا حضرت صلعم کی ایذا مین یا باہمی فخر مین یا دکھلانے سنانے کو یا منافق لوگ ریا کاری اور خوف سے خرچ کرین چنانچہ مفسر رحمہ نے کہا قولہ فی ہذہ الحیوۃ الدنیا فی عداوۃ النبی صلعم او صدقۃ او نحوہا - یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین یا صدقہ دینے مین یا مانند اسکے کسی کام مین - بالجملہ کفار اپنی نیت پر جو کچھ اس دنیا مین خرچ کرتے اسکی مثال عجیب ہے - كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ - حر او برد شدید - جیسے ہوا جسمین صر یعنے حرارت شدید یا سردی شدید ہو بیضاوی نے کہا الصر شائع

اسکا اطلاق ہواے سرد میں ہی۔ اور مفسرین نے جو دونوں کو بیان کیا تو اسوجہ سے کہ حضرت ابن عباس سے دونوں معنے مروی ہوئے ہیں اور تحقیق وائمہ
ہو۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صر یعنے برد شدید ہی یہ قول ابن عباس و عکرمہ و سعید و حسن و قتادہ و ربیع و ضحاک وغیرہ کا ہی اور عطاء نے فرمایا ہی برد
و جلید۔ اور نیز ابن عباس و مجاہد سے فیہا صر ای نار یعنے آگ مروی ہوا اور اسکا مرجع بھی اول ہی کی طرف ہی کیونکہ برد شدید خصوص جبکہ جلید ہو تو
کھیتوں و پھلوں کو جلا دیتا ہی جیسے آگ جلاتی ہی۔ اور بیضاوی نے کہا کہ صر دراصل مصدر ہی یا صیغہ صفت ہی کہ اس سے مبالغہ کے طور پر وصف
کیا گیا جیسے برد بارد کہتے ہیں غرضکہ کافروں کے خرچ کی مثال ہی کہ جیسے ہوا ہے سرد جو کہ اَصَابَتْ حَرْثَ۔ زرع۔ قَوْمٍ ظَلَمُوٓا
اَنْفُسَهُمْ۔ بالکفر والمعصیۃ۔ ایسی قوم کی کھیتی کو پہونچی جنہوں نے نافرمانیوں و کفر سے اپنے اوپر وبال لیا تھا۔ فَاَهْلَكَتْهُ۔ فلم ینتفعوا
بہ فکذلک نفقاتہم ذاہبۃ لاینتفعون بہا۔ پس وہ سرد ہوا مذکور نے اس کھیتی کو تباہ کیا۔ ف یعنے قوم مذکور نے اس سے نفع نہیں پایا ایسے ہی ان
کافروں کے نفقات مالی ہیں کہ محض برباد ہیں کیسے انکو کچھ نفع نہوگا۔ حاصل یہ کہ اسد تعالے کے حکم سے اور قبول سے سب اثر و نفع ہوتا ہی اسیلئے انکے خرچ
و نفقہ کو کیسا ہی ہو بیجا طور پر ارنے سے قبول نہ کیا اور ملیٹ دیا کہ کچھ اسکا نفع انکو عذاب آئے میں دفع کرنے میں نہیں مل سکتا ہی اور وہ صدقہ و نفقہ ہو
کے حکم میں کبھی کارآمد نہیں ہوتے ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ کافوہ تشبیہ تو ریح پر داخل ہی پس نفقات کی مثل ریح سے ہوئی حالانکہ کھیتی سے جسکو ایسا پالا
پہونچا مثال مقصود ہی تو جواب یہ ہی کہ یہ تمثیل مفرد نہیں ہی کہ ہر فرد کی فرد سے تشبیہ ہو بلکہ تشبیہ مرکب ہی جسمیں مفردات کی تشبیہ پر لحاظ نہیں ہوتا ہی اور
بیضاوی نے کہا کہ جائز ہی کہ مضاف مقدر ہو یعنے کمثل مہلک ریح مانند ہوا ہے مذکور سے ہلاک کی ہوئی چیز اس کھیتی کی اور کہہ بھی تشبیہ مرکب ہی اور
مفردات پر نا وہم ہی۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ۔ بضیاع نفقاتہم۔ اور اللہ تعالے نے انپر ظلم نہیں کیا کہ انکے نفقات ضائع کر دیا۔ وَلٰكِنْ
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ بالکفر الموجب لضیاعہا۔ ولیکن وہ ہی خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ ف۔ بسبب اسکے کہ کفر کرتے ہیں جو انکے نفقات
ضائع ہونیکا موجب ہی۔ حاصل آنکہ خود ہی انھوں نے کھیتی والوں کے مانند ایسا امر کیا جو مستوجب عقوبت ہی کہ نفقات کو ایمان کے ساتھ نہ لائے جو قبول
ہوتے بلکہ کفر کے ساتھ لاکر خود ضائع کیے۔ اور تقدیم انفسہم مفعول برعایت فواصل ہی تخصیص مقصود نہیں لکن بالتشدید فانفسہم ای انفسہم لا یقدر لکنہ لا یختص بالشعر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ

اے ایمان والو مت ٹھہراؤ بھیدی اپنے غیر کو وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں انکی خوشی ہی تم جسقدر تکلیف پاؤ

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِھِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

نکل پڑتی ہی دشمنی انکی زبانوں سے اور جو چھپا ہی انکے دلوں میں سو اس سے زیادہ ہی ہم نے جتا دیے تمکو

الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ھٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ

پتے اگر تمکو عقل ہی سنتے ہو تم لوگ انکے دوست ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم سب

بِالْكِتٰبِ كُلِّھٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ڤ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ

کتابوں کو مانتے ہو اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں

الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ

غصہ سے تو کہہ مرو تم اپنی دشمنی میں اللہ کو معلوم ہی جیوں کی بات اگر ملے تمکو کچھ بھلائی

تَسُؤْھُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِھَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ

بری لگے انکو اور اگر تمکو پہونچے برائی خوش ہوں اس سے اگر تم ٹھہرے رہو اور بچتے رہو کچھ نہ بگڑے گا تمہارا

كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

انکے فریب سے جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً۔ اصفیاء تطلعونهم علی سرکم۔ یعنے بطانہ سے مراد اصفیاء ہین ای ایسے برگزیدہ دوست مت بناؤ کہ انکو اپنے بھید پر مطلع کرو۔ اور بطانہ در اصل مصدر ہے کہ واحد کا اور جمع کا نام ہوتا ہے اور یہان جمع پر اطلاق ہے چنانچہ مفسر رح نے اصفیاء سے جو جمع صفی ہے تفسیر کی اور بطن فلان بفلان جبکہ اسکے ساتھ خاص ہوا اور بیضاوی رح نے کہا کہ اسکو ولیجہ کہتے ہین اور بطانہ ہر ایسا شخص ہے جسکو آدمی اپنے اسرار سے مطلع کرے اسپر اعتماد کرکے اور تشبیہ اسکی بطانۃ الثوب ای استر سے ہے جیسے حضرت صلعم نے شعار سے تشبیہ دی کہ فرمایا الانصار شعار ہین اور دیگر لوگ دثار ہین۔ مِّن دُونِكُمْ۔ ای غیرکم من الیهود والمنافقین۔ یعنے مسلمانون کے غیر لوگون یہود و منافقون وغیرہ ہین سے۔ الحاصل اے ایمان والو تم اپنے سوائے غیرون ہین سے ولی دوست راز دار مت بناؤ۔ اور واضح رہے کہ ممانعت وصل انکے دوست بنانے سے ہے یہ مراد نہین کہ دوست بناؤ مگر نہ ایسے دوست کہ انپر اعتماد کرکے اپنے اسرار پر مطلع کرو کیونکہ کفار کی دوستی سے مطلق ممانعت ہے جیسا کہ پہلے اسکی ممانعت گذر چکی ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو مروی ہوا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ مسلمانون ہین سے چند لوگ تھے کہ یہود سے مواصلت رکھتے بسبب انکے پڑوسی ہونے کے اور بسبب اس عہد وقسم کے جو انکے درمیان زمانۂ جاہلیت ہین تھے پس اللہ تعالے نے انکے حق ہین یہ آیت نازل فرمائی پس انکو ان یہود سے مباطنت کرنے سے منع کر دیا تاکہ فتنہ ہین نہ پڑین اور نیز ابن عباس رض نے فرمایا کہ منافقون سے مباطنت کو منع فرمایا ہے اسی سے بعض نے کہا کہ من دونکم ہین من زائد ہے اور معنے یہ ہین کہ ایسے لوگون سے جو تمسے دون ہین ایمان وعمل ہین ایسے مباطنت رکھو اور صحیح یہ کہ یہ تفسیر وہم ہے اسواسطے کہ منافقین ایمان وعمل ہین ایسے ادون نہین بلکہ محض بے ایمان تھے بلکہ کھلے کافرون سے زیادہ انکی مباطنت ہین خوف ضرر تھا۔ اور ابو امامہ رض نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جنسے مباطنت کو منع فرمایا ہے وہ خوارج ہین رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی وشیخ مفسر جلال الدین سیوطی رح نے کہا کہ اسکی اسناد جید ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی ان لوگون ہین داخل ہین جنکی مباطنت سے منع فرمایا پس قول اقرب یہ ہے کہ آیۂ کریمہ ہین جمیع اقسام کفار سے مباطنت منع ہے اور اولا وہ داخل ہین جنکے حق ہین نزول آیہ ہے اور ثانیاً باقی سب اقسام داخل ہین وشیخ ابن کثیر رح نے جو کہا اسکا حاصل یہ ہے کہ اہل نفاق سے راز داری نہ رکھین کہ وہ مومنون کے حق ہین کوئی مکر وخدیعت اٹھا نہین رکھینگے اور اپنے دین والے کے سوائے کسی سے مباطنت نہ رکھین اور ابو سعید رض سے اور ابو ہریرہ رض سے اور ابو ایوب انصاری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نہین مبعوث کیا اللہ تعالے نے کوئی اور نہین خلیفہ کیا کوئی خلیفہ مگر آنکہ اسکے دو بطانہ رکھے ایک اسکو بھلائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہے اور دوسرا اسکو برائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہے اور معصوم وہی رہا جسکو اللہ تعالے نے معصوم کیا رواہ البخاری والنسائی من غیر وجہ اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ دونون وہی ہین جنکو دوسری حدیث ہین لمۂ ملک اور لمۂ شیطان سے تعبیر فرمایا ہے واللہ اعلم اور حضرت عمر بن الخطاب سے کہا گیا کہ یہان ایک غلام اہل حیرہ ہین سے ہوشیار کاتب ہے اگر اسکو منشی مقرر کر لیجئے تو اچھا ہوتا آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت ہین تو ہین نے مومنین کے دوسرون ہین سے بطانہ بنا لیئے والا ہو جاتا یعنے اس سے انکار کیا اور اس اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور القصہ ذکر یہ ہے کہ حضرت عمر رض نے اپنے غلام نصرانی کو بھی نہ لیا اور فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جاتا تو ہم تجھسے مسلمانون کے کام ہین مدد لیتے پھر اللہ تعالے نے مومنون کو سمجھایا کہ کافرون کو دوست بنانے ہین نفع کا کیا خیال مت کرو بلکہ۔ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا۔ ای لا یقصرون لکم جهدهم فی الفساد۔ وہ لوگ تمہارے بگاڑنے ہین کوئی کوشش اٹھا نہین رکھینگے خبالا جو ہر طرح کے فساد کرنے کو عقل ہین یا دین ہین یا بدن ہین کہتے ہین اسکو

نصب بنزع خافض ہے ای فی خبال اسواسطے کہ یالون الا لو سے معنے کمی وکوتاہی متعدی بحرف ہے اسیواسطے کہا کہ معنے یہ ہین ای نہ کمی کرینگے تمہارے لیے
اپنی کوشش تک بگاڑ کرنے مین اور بیضاوی نے فرمایا کہ متعدی بدو مفعول ہوا جیسے عرب بولتے ہین لا آلوک نصحًا اسوجہ سے کہ متضمن معنے
منع کو یا معنے نقص کو ہے۔ وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ۔ ای عنتکم وہو شدۃ الضرر۔ دل سے چاہا ان کافرون نے تمہاری عنت کو یعنے سخت ضرر کو
قَدْ بَدَتِ۔ ظہرت۔ الْبَغْضَاءُ۔ العداوۃ لکم۔ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ۔ بالوقیعۃ فیکم واطلاع المشرکین علی سرکم۔ ظاہر ہوگئی عداوت تمہارے
ساتھ انکی منہ ون سے یا بین طور کہ تمہاری بدگوئی مین پڑے اور تمہارے بھید پر تمہارے دشمن مشرکین مکہ کو اطلاع دیدی ف بغضاء شدت بغض ہے
جیسے ضرار شدت ضر ہے ای انکو ایسا شدید بغض تمہارے ساتھ ہے کہ انکے چھپائے نہ چھپا۔ اُبل کر منہ کو آگیا اور کھل گیا۔ اور محاورہ مین بولتے ہین
وقع فلان فی زید یعنے اسکی بدگوئی اور غیبت مین پڑگیا پھر اسقدر تو انکی عداوت کھل گئی۔ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ۔ من العداوۃ لکم أَكْبَرُ
اور جو چھپائے ہوے ہین سینے انکے تمہاری عداوت سے وہ بہت بڑی ہے ف یہ ذی عقل پر ظاہر ہے کہ دبانے اور چھپانے پر تو جو اُبل آیا اور نہ کا
تو پھر کچھ نہ پوچھ اگلا پھر سینون مین کیا کچھ ہوگا اسیواسطے فرمایا۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ۔ علی عداوتہم۔ تمہارے لیے انکی عداوت پر نشانیان
ہم نے بیان کردین انکو خوب سمجھو۔ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ۔ ذلک فلا توالوہم۔ اگر اسکو سمجھتے ہو تو پھر ان کافرون سے موالات مت کرو
ف اگر کہا جاوے کہ ان حرف شک کیسا ہے جواب یہ کہ یہ شک کے واسطے نہین بلکہ بڑھاوا ہے جیسے کہتے ہین کہ بیٹا اگر تم ہمارے بیٹے ہو تو
نماز نہ چھوڑنا یعنے بالیقین تم بیٹے ہو پس اسکی آمادگی دلائی چنانچہ فرمایا۔ هَا۔ للتنبیہ ای ہوشیار ہو جاؤ۔ أَنْتُمْ۔ یا۔ أُولَاءِ۔ المؤمنین۔ تم ای میرے
ایمان والے بندو۔ تُحِبُّونَهُمْ۔ لقرابتہم منکم وصداقتہم۔ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ۔ لمخالفتہم لکم فی الدین۔ تم محبت کرتے ہو ان لوگون سے
ف بسبب انکی قرابت کے تمہارے ساتھ اور بسبب انکے یار سمجھنے کے اور حال یہ کہ وے تمکو نہین چاہتے ہین بسبب اسکے کہ دین مین تم انسے مخالف
ہو حالانکہ تمہین حق پر ہو۔ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ۔ ای بالکتب کلہا ولا یؤمنون بکتابکم۔ اور تم کل جنس کتاب آسمانی پر ایمان لاتے
ہو یعنے سب کتابون پر ایمان رکھتے ہو اور وے لوگ تمہاری کتاب پر ایمان نہین لاتے۔ اور حاصل یہ کہ ہر معاملہ دوستی و دشمنی کا جب اللہ تعالے کے
واسطے ہے تو دیکھو کہ تمکو تو انکی کتاب پر بھی حیرت و شبہہ کچھ نہین تم سب کتابون پر ایمان لاتے ہو اور وہ شک و شبہہ و حیرت مین مذبذب و کفر مین حسد سے گرتے ہین
اور ماحصل اسکا وہ ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ایمان لاتے ہو اپنی کتاب پر اور انکی کتاب پر اور تمام ان کتابون پر جو اس سے پہلے اللہ تعالے نے
نازل فرمائین اور وہ لوگ تمہاری کتاب سے انکار کرتے ہین پس جسقدر تمسے بغض رکھتے ہین اسکی نسبت تمکو انسے زیادہ بغض رکھنا چاہیے
رواہ ابن جریر۔ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ۔ اطراف الاصابع یعنے انامل
جمع انملہ اور وہ انگلی کا اوپر کا سرا ہے اور یہی قتادہ رضی اللہ نے کہا اور ابن مسعود و سدی و ربیع نے انامل کی اصابع سے تفسیر کی اور یہی مراد ہے کیونکہ
کاٹنا انگلیون کا ہوتا ہے۔ مِنَ الْغَيْظِ۔ شدۃ الغضب لما یرون من ایتلافکم ویعبر عن شدۃ الغضب بعض الانامل مجازا وان لم یکن ثمہ
عض۔ المعنی اور یہ منافق جب تمسے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہین تو تم پر انگلیان چباتے ہین بوجہ غیظ کے
ف یہ بیان سبب ہے یعنے تم پر انگلیان چباتے ہین بسبب غیظ یعنے شدت غضب کے کیونکہ تم مین آپس مین بہت میل دیکھتے ہین یا اس تاسف
وحسرت پر کہ تمکو کوئی برائی نہین پہونچا سکتے ہین جل جل کر رہتے ہین کچھ بدلا نہین لے سکتے ہین اگر کہا جاوے کہ کیا وے انگلیان چباتے تھے
جواب یہ کہ شدت غضب کو مجازا عض الانامل سے تعبیر کرتے ہین اگرچہ درحقیقت عض واقع بھی نہوا ہو۔ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ۔ ای
ابقوا علیہ الی الموت فلن تروا ما یسرکم۔ یعنے حضرت صلعم کو حکم دیا کہ کہدے کہ مرو تم اپنے غیظ مین ف اس سے یہ مطلب نہین کہ فی الفور

مر جاؤ اگر یہ مراد ہوتی تو اسبیعہ فت سبب جل مرتے بالکہ یہ محاورہ ہی اور معنے یہ ہین کہ موت کے وقت تک اسی غیظ و جلن مین پڑے رہو کیونکہ ہرگز تم ایسی چیز نہ دیکھو گے جو تم کو خوش کرے پس زندگی بھر اسی حال سے جیو اور بدحال سے مرو اور آگے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بمانی القلوب و منہ مابضمرہ ہولار۔ یعنے اللہ تعالےٰ دانا ہی جو ذات صدور مین ہی یعنی جو دلون مین ہی اور منجملہ اسکے یہ بھی ہی جو یہ لوگ اپنے دلون مین عداوت اسلام و مومنین کو پوشیدہ کیے ہین پس وہ عاقبت مین بھی انکو اسکا عذاب سخت دیگا۔ اور یہ بھی خبر غیب تھی کہ یہود و منافق مرتے دم تک اپنی خوشی کی مراد نہ دیکھینگے یعنے مسلمانون کی پھوٹ اور کافرون کی شوکت کو۔ اسیواسطے آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ آپ انکو مراد مین فافہم۔ اِنْ تَمْسَسْكُمْ تصبکم۔ حَسَنَةٌ۔ نعمۃ کنصر و غنیمۃ۔ تَسُؤْهُمْ۔ تحزنہم۔ یعنے اگر پہونچے تم کو نعمت مانند فتح یا غنیمت کے تو غمناک کرتی ہی انکو فت پہونچنے کو مس سے تعبیر کیا اور حسنہ کو تنوین تقلیل فرمایا اور حزن کو سوء سے تعبیر فرمایا اسمین انکی سخت دشمنی کا اشعار ہی یعنے ایسے سخت دشمن ہین کہ اگر تم کو قلیل بھلائی چھو جاتی ہی تو انکو بڑا ملال ہوتا ہی پھر سمجھ لینا چاہیے کہ بہت بھلائی پہونچ جانے کو وہ کب روا رکھینگے لیکن اللہ عز و جل نے اپنے فضل سے ایسا کچھ دیا کہ ظاہر ہوا ان الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء فللہ الحمد والمنۃ۔ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ۔ کہزیمۃ و جدب۔ اور اگر تم کو پہونچے کوئی برائی فت مانند شکست کے لڑائی مین یا رزق کی تنگی کے جو قحط مین ہوتی ہی۔ يَّفْرَحُوْا بِهَا۔ تو اس سے خوش ہو جاتے ہین فت یعنے آج تک انکا یہ حال رہا ہی کہ تمہاری بھلائی پر جلے اور تمہاری برائی دیکھکر خوش ہوے و جملۃ الشرطیۃ علیۃ متصلۃ بالشرط قبل ما بینہما اعتراض والمعنی انہم متناہون فی عداوتکم فلم توالونہم فاجتنبوہم۔ اور یہ جملہ شرطیہ علیہ ہی متصل ہی شرط سابق سے یعنے اذا خلوا الخ سے اور ان دونون کے درمیان مین قل موتوا الخ جملہ معترضہ ہی اور معنے یہ ہین کہ تمہاری عداوت مین وہ لوگ انتہا درجہ پر پہونچے ہوے ہین پھر تم انسے کیون موالات رکھتے ہو جب تم نے یہ جان لیا تو اب انسے پرہیز کرو۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا۔ علی اذاہم۔ وَتَتَّقُوْا۔ اللّٰہ فی موالاتہم وغیرہا۔ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اور اگر تم صبر کرو انکی اذیت پر اور ڈرو اللہ سے ان کافرون سے موالات رکھنے وغیرہ مین تو نہ ضرر دیگا تم کو مکر انکا کچھ فت لا یضرکم مین دو قراءۃ ہین ابو عمرو و نافع و ابن کثیر نے ضاد کے کسرہ سے بکسر ضاد و سکون را پڑھا ہی لا یضرکم۔ وہ تم کو ضرر نہ دیگا۔ اور باقیون نے بضمہ ضاد و راء تشدید را پڑھا اور راء پیش بہ اتباع ضاد ہی ورنہ اصل فتحہ راء ہی مانند قراءۃ مفضل از عاصم کے یعنے ضرر نہ دیگا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ بالیاء والتاء۔ مُحِيْطٌ۔ عالم فیجازیہم۔ یعنے یعملون بیاء تحتیہ تو قراءۃ سبعہ کی متواتر ہی اور تعملون بتاء فوقیہ قراءۃ سہل کی شاذ ہی اور بنابر قراءۃ متواترہ کے معنے یہ ہین جو وہ کرتے ہین اللہ تعالےٰ اسکا محیط ہی یعنے علم الٰہی اسکو محیط یعنے دانا ہی پس انکو اسکا بدلا دیگا اور کمالین مین کہا کہ یہ بنا وہی سے کشاف کی تبعیت مین عجب غریب بات کہی کہ قراءۃ بتاء فوقیہ کو اصل قرار دیکر تفسیر کیا مین کہتا ہون کہ درحقیقت یہ وہم ہوا کما ذکر الفاضل السیالکوٹی والقاری۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ

اور جب فجر کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھلانے لگا مومنون کو لڑائی کے ٹھکانون پر اور اللہ سنتا جانتا ہی جب

هَمَّتْ طَّاۗىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

قصد کیا دو فرقون نے تم مین سے یہ کہ نامردی کرین اور اللہ مددگار تھا انکا اور اللہ ہی پر چاہیے کہ بھروسا کرین مسلمان

وَ۔ اذکر یا محمد۔ اور یاد کر یعنے بیان کر اے محمد۔ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ۔ من المدینۃ۔ جب فجر کو چلا تو اپنے اہل سے یعنے مدینہ سے نکلکر جاننا چاہیے کہ حضرت صلعم کے مکہ معظمہ سے مدینہ کو ہجرت کرکے آنے کے بعد مشرکین مکہ سے پہلے بدر کے مقام پر لڑائی ہوئی جسمین مومنون نے فتح پائی جسکا قصہ انفال مین آویگا انشاء اللہ تعالےٰ اور پھر احد پر لڑائی ہوئی جو مدینہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہی اسمین مسلمانون سے

شکست کھائی اور اس دن کو یوم اُحد کہتے ہیں اس دن سورۂ آل عمران کی ساٹھ آیتیں نازل ہوئیں جنمیں اس دن کے واقعہ کا بیان اور شکست
اٹھانے والوں پر عتاب ہی۔ پس جمہور کے نزدیک یہ آیۃ کریمہ بھی واقعہ اُحد کے بیان میں ہی اور یہی حضرت عبد الرحمن بن عوف و ابن مسعود
و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہی اور یہی قول زہری و قتادہ و سدی و بہتوں کا ہی اور حسنؒ نے کہا کہ غزوۂ احزاب ہی کما رواہ ابن جریر
اور یہی مقاتل و کلبی کا قول ہی اور یہ معتمد نہیں اور ابن جریر نے کہا کہ قول اول اصح ہی بدلیل آیہ آیندہ **قال ابن کثیر** وغیرہ واقعہ احد کا ماہ شوال
روز سنیچر کو سنہ تین ہجری میں واقع ہوا اور سبب اسکا یہ ہوا کہ واقعہ بدر میں جب مال تجارت بچ گیا اور مشرکین مکہ کی جان پر بنی اور اکثر مارے گئے تو
مقتولوں کی اولاد و باقی بچے ہوؤں نے ابوسفیان سے کہا کہ یہ سب مال محمد سے لڑائی میں صرف کرنے کو رکھو پس انھوں نے تین ہزار لشکر جمع کر کے
احد پر قریب مدینہ کے آ اتارا اور رسول اللہ صلعم نے جمعہ کی نماز مدینہ میں پڑھکر مالک بن عمرو پر جنازہ کی نماز پڑھکر لوگوں سے مشورہ لیا اور عبد اللہ
بن ابی منافق کو بھی اس روز طلب کیا اسنے مدینہ میں ٹھہرنے کی رائے دی اور یہی بعضے صحابہ کی رائے ہوئی کہ قریش اگر وہاں پڑے رہے تو بری جگہ
پڑے ہیں اور اگر مدینہ پر چڑھیں تو مرد روبرو سے مارینگے اور عورتیں و لڑکے اوپر سے پتھر مارینگے اور آنحضرت صلعم بھی اسی رائے کی طرف مائل تھے اور فرمایا کہ
میں نے خواب دیکھا کہ میرے گرد گلہ گاؤں کا ذبح کیا ہوا ہی اسکی میں نے تاویل بہتر دی اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار کے پیپلے میں رخنہ ہو گیا اسکی میں نے تاویل
دی کہ ہزیمت ہو گی اور میں نے دیکھا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ ایک زرہ حصین میں داخل کر دیے اسکی میں نے تاویل مدینہ دی اور دوسروں نے جو بدر
میں شریک نہوے تھے باہر نکل کر لڑنے کی رائے دی اور اصرار کیا پس آپ اندر گئے اور سامان جنگ پہنکر نکلے یہ دیکھکر وہ نادم ہوے کہ آنحضرت صلعم پر
وحی آتی ہی ہم نے دلیری کی تو عذر کرنے لگے کہ یا رسول اللہ اگر آپ چاہیں تو ٹھہریں آپ نے فرمایا کہ کسی نبی کو روا نہیں کہ سامان جنگ پہنکر لوٹے یہاں تک
کہ اللہ تعالے حکم کرے جو چاہے پس ہزار مرد کی جماعت سے نکلے جب مقام شوط تک پہونچے تو عبد اللہ بن ابی منافق تین سو کی جماعت لیکر لوٹا کیونکہ
حضرت صلعم نے اسکی رائے کو نہیں کیا اور باقی لشکر سے آپ احد پر پہونچ گئے اور عدوہ قریب اترے اور لشکر کی پشت احد کی جانب کی اور کہا کہ کوئی
نہ لڑے جب تک میں حکم نہ دوں پھر سات سو کی جماعت سے آپ نے لڑائی کا تہیا کیا اور تیر اندازوں پر عبد اللہ بن جبیر کو سردار کیا وہ پچاس تیر انداز تھے
اور فرمایا کہ ہم سے مشرکین کے سواروں کو دور رکھنا کہ ہمارے پیچھے سے حملہ آور نہوں اور برابر اپنی جگہ پر جمے رہنا خواہ ہمکو غلبہ ہو یا ہم پر غلبہ ہو اور زرہ پہنی اور جھنڈا
مصعب بن عمیر کو لواء لشکر دیا اور مشرکین قریش نے جو تین ہزار تھے تہیا کیا اور انکے ساتھ دو سو گھوڑے تھے ان سواروں کے میمنہ پر خالد بن الولید کو اور
میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو سردار کیا اور لواء بنی عبد الدار کو دیا اور باقی قصہ ان آیات میں آویگا پس یہی اللہ تعالے نے ذکر فرمایا۔ واذ غدوت من اہلک
ظرف منصوب بفعل مقدر اذکر ہی اور غدو کہتے ہیں صبح کے چلنے کو۔ یہاں ابن جریر نے اشکال کیا کہ اس قصہ میں بعد نماز جمعہ کے آپ کا روانہ ہونا کیونکر
مذکور ہی اور جواب یہ کہ غدوہ تبوئ مؤمنون کو مقاعد قتال کے واسطے ہی وہ سنیچر کی صبح کو واقع ہوا مترجم کہتا ہی کہ من اہلک کا تعلق غدوت سے رکھنا
اس صورت میں مشکل ہو گا اور بعض نے جواب دیا کہ کبھی غدو و رواح مطلق نکلنے و آنے کے معنے میں بدون اعتبار وقت کے مستعمل ہوتا ہی جیسے ضحی
بدون اعتبار وقت ضحی کے بولا جاتا ہی۔ اور من اہلک اسواسطے فرمایا کہ آپ حجرۂ عائشہؓ سے نکلکر روانہ ہوے تھے اور اسمیں حضرت عائشہؓ کے
اہل رسول اللہ صلعم ہونے پر تنصیص ہی اور یہ بڑی فضیلت ہی۔ تُبَوِّئُ۔ تنزل۔ **الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ**۔ تو اتارتا تھا
مومنوں کو مقاعد قتال کے لیے مقاعد جمع مقعد اور مراد مراکز جمع مرکز ہی جہاں وہ کھڑے ہونگے الحاصل درحالیکہ تو موقع سے اتارتا تھا مومنوں کو
مراکز قتال میں۔ **وَاللّٰهُ سَمِيعٌ**۔ لاقوالکم۔ اور اللہ تعالے سننے والا ہی تمہارے اقوال کا۔ **عَلِيمٌ**۔ باحوالکم۔ جاننے والا تمہارے
احوال کا ہی۔ وہو یوم احد خرج صلی اللہ علیہ وسلم بالف او الا خمسین رجلا والمشرکون ثلثۃ آلاف ونزل بالشعب یوم السبت سابع شوال سنۃ

ثلث من الہجرۃ وجعل ظہرہ وعسکرہ الی احد وسوی صفوفہم واجلس جیشا من الرماۃ وامر علیہم عبد اللہ بن جبیر بسفح الجبل وقال انضحوا عنا بالنبل لایاتونا من ورائنا ولا تبرحوا غلبنا او نصرنا۔ یہ واقعہ روز احد کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار مرد سے یا پچاس کم ایک ہزار مرد سے نکلے اور (انمین سے تین سو مرد منافق واپس ہوے) اور مشرکین تین ہزار تھے جنکا سردار ابوسفیان تھا اور حضرت صلعم جاکر احد کی گھاٹی پر عدوہ قریب پر اترے بروز سینچر ہفتم شوال (یا گیارھوین کما قال قتادہ یا چودھوین کما قال عکرمہ) سنہ تین ہجری کو اور پشت اپنی و لشکر کی کوہ احد کی طرف کی اور مومنین کی صفین راست کین اور ایک لشکر تیر اندازون کا ٹھہرایا جو پچاس مرد تھے اور امیر مقرر کیا انپر عبد اللہ بن جبیرؓ کو اور بٹھایا سفح جبل پر یعنے درۂ احد پر اور حکم کیا کہ مشرکین سوارون کو تیرون سے ہمسے دور رکھو وہ ہمارے پیچھے سے ہم پر نہ آنے پاوین اور اپنی جگہ سے مت ٹلو خواہ ہم مغلوب ہون یا فتح پاوین۔ اِذْ بدل من اذ قبلہ۔ یہ اذ پہلے اذ سے بدل واقع ہے۔ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ۔ بنو سلمہ و بنو حارثہ جناحا العسکر۔ یعنے دو گروہ انمین کے وہ بنو سلمہ بکسر لام از قبیلہ خزرج اور بنو حارثہ از قبیلہ اوس ہین جو لشکر کے دونون بازو کیے گئے تھے۔ اَنْ تَفْشَلَا۔ تجبنا عن القتال ترجعا الی مارجع عبد اللہ بن ابی المنافق واصحابہ وقال علی م نقتل انفسنا واولادنا وقال لابی جابر السلمی القائل لہ انشدکم اللہ فی نبیکم وانفسکم لو نعلم قتالا لاتبعناکم فثبتہما اللہ تعالٰی ولم ینصرفا۔ المعنے جب تم مین سے دو گروہ نے کچھ ارادہ کیا۔ یہ کہ قتل کرجاوین اور جبن و نامردی کر جاوین لڑائی سے لوٹ جاوین جدھر عبد اللہ بن ابی المنافق و اسکے ساتھی لوٹ گئے ہین یہ کہکر کہ کس بات پر قتل کرین ہم اپنی جانون کو و اولاد کو اور ابو جابر سلمیؓ سے بولا جسنے اس منافق مذکور سے کہا کہ مین تمکو قسم دلاتا ہون اور خدا کا واسطہ دیتا ہون تمہارے نبی و تمہارے جانون کے حق مین تو یون جواب دیا کہ اگر ہم قتال جانتے تو تمہارے پیچھے ہو لیتے پھر اللہ تعالٰی نے ہر دو گروہ کو ثابت رکھا اور وہ نہین لوٹے مترجم کہتا ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق یہ کہکر لوٹا کہ کس چیز پر ہم اپنے کو اور اپنی اولاد کو قتل کرین تو ابو جابر سلمی اسکے پیچھے گئے اور اسکو قسم دلائی کہ نہ لوٹے تو انکو اسنے جواب دیا کہ اگر آج ہم لڑائی جانتے تو تمہارے پیچھے چلتے ولیکن ہم نہین دیکھتے ہین کہ تم آج لڑو۔ اور بنو سلمہ و بنو حارثہ بھی لوٹنے کا ارادہ دل مین رکھتے تھے یعنی عبد اللہ بن ابی کے لوٹنے پر انھون بھی قصد لوٹنے کا کیا لیکن اللہ تعالٰے نے انکو ثابت رکھا وہ نہین لوٹے وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا۔ ناصرہما۔ اور اللہ تعالٰے ان دونون کا مددگار ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ لیثقوا بہ دون غیرہ۔ مومنون کو چاہیے کہ اللہ تعالٰے پر بھروسا کرین نہ اور کسی پر۔ اور یہ حصر تقدیم علی اللہ سے مستفاد ہے۔ حضرت جابر انصاریؓ سے روایت ہے کہ ہمارے حق مین نازل ہوئی اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا الآیہ اور کہا کہ ہم دونون گروہ بنو حارثہ و بنو سلمہ تھے اور کہا کہ ہم نہین چاہتے ہین کہ وہ نہ اترتی اسواسطے کہ اسمین یہ فرمایا اللہ تعالٰے نے واللہ ولیہما رواہ البخاری ومسلم۔ پھر جب قتال واقع ہوا اور لوگون نے حکم رسول صلعم کا خلاف کرکے غضب الٰہی کمایا اور شکست کھاکر بھاگے اور منافقون نے باتین بنائین تو انکو اپنی نعمت یاد دلانے اور نصیحت بلیغ فرمانے کو نازل فرمایا جیساکہ مفسرینؒ نے کہا کہ جب لوگون نے ہزیمت اٹھائی تو انکو اپنی نعمت سابق انکو یاد دلانے کے لیے نازل فرمایا قولہ تعالٰے

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اِذْ تَقُوْلُ

اور البتہ اللہ نے تم کو مدد دی بدر مین حالانکہ تم بے مقدور تھے سو ڈرو اللہ سے شاید تم شکر کرو جب تو کہنے لگا

لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝

مسلمانون کو کیا تم کو کفایت نہین کہ تمہاری مدد کرے پروردگار تمہارا تین ہزار فرشتے اتارے ہوے سے

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ

البتہ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو اور وہ آوین تمپر اسی دم تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ

فرشتے پلے ہوئے گھوڑوں پر اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی اور تاکہ تسکین ہو تمہارے دلوں کو

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۙ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور نہیں مدد مگر اللہ کے پاس جو زبردست ہے حکمت والا تا کاٹ ڈالے ایک طرف کافروں کو

اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝

یا اونکو ذلیل کرے کہ پھر جاویں نا مراد

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ - موضع بین مکۃ والمدینۃ - بدر ایک مقام درمیان مکہ و مدینہ کے بنام بدر بن النضر یا بدر بن النار بن یا چاہ بدر مشہور ہے اور یہ لڑائی بروز جمعہ ہفدہم شعبان سنہ ۲ ہجری میں بدون سامان کے اتفاقی واقع ہوگئی جسمیں اللہ تعالے نے مومنون کو فتح دی اور ابوجہل وغیرہ جو قریش کے سرغنہ تھے مارے گئے حالانکہ مسلمان تین سو تیرہ آدمی بے سامان تھے اور مشرکین نو سو اور ہزار کے درمیان پورے سامان سے تھے یہی فرمایا۔ واللہ نصرکم اللہ ببدر۔ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ - لقلۃ العدد والسلاح۔ اذلۃ جمع ذلیل یس ذلت بسبب قلت تعداد و سامان جنگ کے ہے حاصل المعنی اللہ تعالے نے تمکو بدر کے روز فتح دی حالانکہ تم بے مقدور تھے تاکہ جانو کہ فتح ہونا کثرت تعداد و ساز و سامان پر نہیں ہے اور عیاض اشعری سے روایت ہے کہ میں فتح ملک شام کے واقعہ یرموک میں موجود تھا اور ہمپر ابو عبیدہ و یزید بن ابی سفیان و ابن حسنہ و خالد بن الولید و عیاض یہ پانچ آدمی سردار تھے اور حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ جب قتال ہو تو تمپر سب کا سردار ابو عبیدہ ہے پھر ہم نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہم کو موت نے گھیر لیا اور عمرؓ سے مدد چاہی تو جواب یہ لکھا کہ تمہارا خط آیا تم ہم سے مدد مانگتے ہو میں تمکو ایسے پاک کی طرف رستہ بتاتا ہوں کہ اُسی سے مانگو کہ اسکی نصرت سب سے عزیز اور لشکر نہایت قوی ہے یعنے اللہ عزوجل سے کہ اُسنے محمد صلعم کو تمہاری تعداد سے کم کو بدر کے روز فتح دی پھر جب میرا خط پہونچے تو تم اُنسے لڑائی شروع کرو اور دوبارہ مجھے مت لکھو۔ عیاض کہتے ہیں کہ ہمنے کفار لشکر شام سے جو بہت کثرت سے تھے قتال کیا پس اللہ تعالے کی مدد سے ہم نے انکو چار فرسخ بھگا دیا اور بہت مال غنیمت ہاتھ آیا پھر سردار عیاض نے ہمکو مشورہ دیا کہ ہر فی راس کو دس دیوین۔ اور کہا کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ میرے ساتھ کون شرط کریگا تو ایک نوجوان بولا کہ میں بشرطیکہ آپ غصہ نہوں۔ کہا کہ پھر وہ آگے ہو گیا پس میں نے دیکھا ابو عبیدہؓ اور دوڑتے دیکھا اور وہ اسکے پیچھے ایک اعرابی گھوڑے پر تھے رواہ احمد و اسنادہ صحیح وقد اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ نعمت یعنے تقوی کرو اللہ سے تا یہ تم شکر کرو اسکی نعمتوں کا۔ پھر جب احد میں مسلمانوں نے گریز کیا تو اللہ تعالے نے یاد دلایا کہ کیا موت سے ڈرے حبیکا نتیجہ اللہ تعالے کی جوار رحمت میں تھا یا خدا کہ کفار سے ڈرے حالانکہ صبر پر اللہ تعالے تمہارا ناصر تھا پھر جسکی طرف اللہ تعالے ہو وہ ذلیل یا ذلیل نہیں ہے اور جسکی طرف اللہ تعالے کی نصرت نہو وہ کروڑوں ہوں تو خوار و ذلیل ہیں پس فرمایا۔ اِذْ - ظرف لنصرکم - یہ نصرکم کا ظرف زمانی ہے۔ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ - توعدہم تطیبا لقلوبہم جب تو مومنون کو انکے دل کے اطمینان کے لیے یہ وعدہ دیتا تھا۔ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ - کیا تم کو کفایت نہیں کہ تمہارا رب تمکو تین ہزار ملائکہ منزلین سے مدد فرماوے ف یعنے تم کو بہت کافی ہے بلکہ فقط اللہ تعالے کی نصرت کافی ہے یہ تو عام دلوں کے اطمینان کے لیے ہے اور مفسرین نے اگر کو تیغیر کے منافق ہونے سے اشارہ کیا کہ یہ وعدہ بروز بدر واقع ہوا تھا نہ بروز احد جیسا کہ بعض مفسرین اُس طرف گئے ہیں اور اصح و دلیل اول ہے اور وہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے بسند صحیح عامر شعبی سے روایت کیا کہ مسلمانوں کو بدر کے روز یہ خبر پہونچی کہ کرز

ہن جاہے مشرکون کی مدد کریگا پس یہ ان پر گران گذرا تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ الن یکفیکم ان یمدکم ربکم تا قولہ مسومین۔ پھر کرز کو شکست کفار کی
خبر پہونچی اسنے مشرکون کی مدد نہ کی اور مسلمانون کو بھی پانچہزار ملائکہ سے مدد نہین دیگئی۔ منزلین بالتخفیف والتشدید بتخفیف زا معجمہ اکثر کی قراۃ
ہی اور بتشدید زا معجمہ ابن عامر کی قراۃ ہی جو تکثیر کے معنے مین ہی یا تدریج کے معنے مین ای درجہ بدرجہ کرکے اُترین۔ بلیٰ یکفیکم ولاکبون نہین
یعنے تم کو ضرور یہ مدد کافی ہی قال المفسرؒ فی الانفال بالف لانہ امدہم اولا بہا ثم صارت ثلثۃ ثم صارت خمسۃ کما قال تعالے۔ ان تصبروا علی لقاء
العدو۔ اگر کہا جاوے کہ سورۂ انفال مین تو ایک ہزار مذکور ہین جواب یہ کہ پہلے انکو ایک ہی ہزار سے مدد دیگئی پھر وہ تین ہزار ہوے پھر پانچہزار ہوے
اور یہی قول ربیع بن انس سے مروی ہی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان تصبروا۔ یعنے اے اگر تم صبر کرو دشمن سے بھڑنے مین۔ وتتقوا۔ اللہ فی المخالفۃ
اور ڈرو اللہ تعالے سے خلاف کرنے مین۔ ویاتوکم۔ ای المشرکون من فورہم وقتہم۔ ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ الاف
من الملئکۃ مسومین۔ بکسر الواو وفتحہا ای معلمین وقد صبروا وانجز اللہ وعدہ بان قاتلت معہم الملائکۃ علی خیل بلق علیہم عمائم صفر او بیض
ارسلوہا بین اکتافہم۔ اور آوین مشرک اسی وقت تو مدد کریگا تمکو تمہارا پروردگار پانچہزار ملائکہ مسومین سے۔ ف۔ مسومین بکسر الواو قراۃ ابو عمرو وابن کثیر
کی ہی اور بفتح الواو باقیون کی قراۃ ہی اور معنے اسکے معلمین یعنے اول قراۃ کے موافق بکسر لام اور مفعول اسکا خود ملائکہ ہین یا گھوڑے انکے اور دوم قراۃ
کے موافق بفتح لام ہی۔ اور مسلمانون نے صبر کیا اور اللہ تعالے نے وعدہ پورا کردیا بایں طور کہ ملائکہ نے مومنون کے ساتھ ابلق گھوڑون پر قتال کیا اور انپر
زرد عمامہ اور سپید تھے کہ انکو اپنے مونڈھون کے درمیان چھوڑا تھا۔ یہ ابن عباسؓ سے روایت ہی قال ابن کثیر دوسرا قول یہ ہی کہ یہ وعدہ متعلق
(یعنے اونکے کنارون کو)
بقولہ واذ غدوت من اہلک ہی یعنی یوم احد ہوگا اور یہی قول مجاہد وعکرمہ وضحاکؒ زہری وموسی بن عقبہ وغیرہم کا ہی ولیکن ان بزرگون نے کہا کہ پانچہزار
سے امداد حاصل نہین ہوئی کیونکہ مسلمان اس روز ہٹ گئے اور عکرمہ نے فرمایا کہ تین ہزار سے بھی مدد نہ ملی کیونکہ صبر وتقوی کی شرط نہ پائی گئی کیونکہ کہا گئے
اور صبر کیا پس ایک فرشتہ سے بھی مدد حاصل نہوئی۔ اور فورہم یعنے وقتہم مفسر نے کہا۔ اور کہا گیا یعنے وجہہم یعنے اسی راہ سے ہی قالہ الحسن وقتادہ وربیع
وسدی۔ اور کہا گیا من سفرہم ہذا اسی سفر سے۔ قالہ العوفی عن ابن عباس۔ اور کہا گیا فور یعنے جوش وغضب ہی ای من غضبہم ہذا۔ اپنے جوش غضب
مین قالہ مجاہد وعکرمہ وابو صالح اور کہا گیا۔ من غضبہم ووجہہم قالہ الضحاک۔ پھر مسومین یعنے معلمین بسیما ہی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ
بدر کے روز سیماء ملائکہ صوف سفید تھا اور انکے گھوڑون کی پیشانی مین بھی تھا رواہ ابن ابی حاتم اور سرخ وزرد وعمامہاے سپید وغیرہ اقوال ہین
اسمین طول کلام بیکار ہی۔ اور یہ روایت ابن عباس سے صحیح ہوئی کہ ملائکہ نے سواے بدر کے اور کسی روز قتال نہین کیا بلکہ سامان وکمک کے طور پر رہتے
تھے۔ اگر کہا جاوے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک دھکے سے تمام کافرون کو میٹ سکتے تھے ایک ہزار وغیرہ کی کیا ضرورت تھی تو علامہ سبکیؒ نے جواب دیا
کہ بدین غرض کہ فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہؓ کو حاصل ہو اور ملائکہ بطور سامان جہاد کے لشکر کی مدد رہین اور بہ رعایت ان اسباب کی جو اللہ
تعالے نے جاری فرمائے ہین حالانکہ وہی سب کا خالق ہی اور عمامہ باندھنا سیماء ملائکہ ہی عمامہ کا سرا لٹکانا چاہیے اور حدیث مین لیس اثبت دونون
درمیان مذکور ہی اور بعض احادیث مین دونون سرے دونون طرف سے سینہ پر آئے ہین۔ وما جعلہ اللہ۔ ای الامداد۔ الا بشری
لکم۔ بالنصر۔ ولتطمئن۔ لتسکن۔ قلوبکم بہ۔ فلا تجزع من کثرۃ العدو وقلتکم۔ اور نہین قرار دیا اللہ تعالے نے اسکو (یعنے
مدد دینے کو) مگر بشری واسطے تمہارے (ساتھ فتح کے) اور تاکہ مطمئن ہون (یعنے ٹھہرے رہین) دل تمہارے اسکے ساتھ ف۔ اسے جزع نکرین یعنے
دل دشمنون کی کثرت اور تمہاری قلت سے۔ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم۔ اور نصرت نہین مگر اللہ تعالے
یہاں سے جو عزیز حکیم ہی۔ یوتیہ من یشاء ولیس بکثرۃ الجند۔ وہی جسکو چاہے نصرت دیدیتا ہی اور لشکر کی کثرت پر نہین ہی لہذا باوجود کمی تمہاری

قلت شدید کے تم کو بدر میں نصرت دیدی - لِيَقْطَعَ - متعلق بنصرکم ای لیہلک - یعنے تعلق اسکا نصرکم سے ہی اور معنے اسکے یہ تم کو نصرت دیدی تاکہ ہلاک کرے - طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا - بالقتل والاسر - ایک طرف کو کافرون سے قتل و قید کے ساتھ - طرف یا تو بمعنے طائفہ وجماعت ہی یا بمعنے شرفا ہی کیونکہ اطراف العرب بمعنے شرفاء عرب بولا جاتا ہی اور بدر میں یہی ہوا کہ جو لوگ مشرکون کے مڈ تھے مارے گئے اور بہت سے قید ہوگئے کہ باقیون کی قوت کم ہوگئی - پھر مفسر رحمہ نے قتل و قید کے ساتھ جو کہا تو یہ بقدر فعل سابق سے نامناسب ہی کیونکہ لیقطع کی تفسیر لیہلک سے کی اور قید ہونے میں ہلاکت نہین اور نیز وہ لوگ جو قید ہوے تھے فدیہ دیکر رہا ہوگئے تھے چنانچہ آویگا - الا آنکہ ہلاک سے محض تباہی مراد ہو فافہم - قولہ أَوْ يَكْبِتَهُمْ - يذلہم بالهزیمۃ یا ذلیل کرے انکو ہزیمت سے یعنے یا ذلیل کرے انکو ہزیمت یا قید سے - فَيَنقَلِبُوا - یرجعوا خَائِبِينَ لم ینالوا ما راموہ - پس لوٹین نامراد کہ جو مقصود تھا وہ انکو ہیچ نہ پایا - ف واضح ہو کہ غزوہ بدر کا خلاصہ یہ ہی کہ ہجرت کے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ قریش کی خبر منگائی جو شام سے آیا تھا جب خبر پہونچی تو آپ فقط ۳۱۳ - آدمیون سے اس قافلہ کو گرفتار کرنے نکلے اور باقیون کو نہین بلایا حتی کہ بہتون کو خبر نہوئی - اودھر قافلہ والون نے خرما کی گٹھلیون سے پہچانا کہ راہ میں کوئی جاسوس مدینہ کا آیا تھا تو پہلے ہی بھاگ کر ساحل سمندر کی طرف ہو رہے اور قریش کو خبر پہونچائی تو وہ ایک ہزار مسلح نکلکر بدر مین پہونچے تو مقابلہ ہوگیا جسکا کوئی قرار پہلے سے نہ تھا آخر عجائب آیات سے کفار مقتول واسیر ہوے حالانکہ بڑے بہادر تھے - احد کی لڑائی اسکے دوسرے سال ہوئی ہی - جن لوگون نے اس آیہ کو بھی غزوہ احد پر محمول کیا وہ قولہ لیقطع طرفا من الذین کفروا الآیۃ - کے معنے یہ بیان کرتے ہین کہ ابتدائے جنگ مین حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب اور اسد اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑھکر بعضے مشرکین کو مع انکے نشان بردار کے پیہم قتل کیا یہانتک کہ نشان گر گیا اور مشرکین نے شکست کھائی اور مسلمان انکے وسط لشکر مین لوٹ مین مشغول ہوگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازون سے پہاڑی پر مقرر کیا تھا اور حکم دیدیا کہ تم لوگ یہان سے نہ ٹلنا اگرچہ ہم لوگ ہلاک ہو جاوین یا فتح پاوین لیکن یہ دیکھکر پہاڑی والون نے جو عبد اللہ بن جبیر کے ساتھ پشت لشکر کی حفاظت پر تھے پہاڑی چھوڑ دی ہرچند عبد اللہ بن جبیر نے سمجھایا کہ خلاف حکم رسول اللہ ہی نہ مانا سوائے دس آدمیون کے باقی سب لوٹ مین آکر مشغول ہوے یہ دیکھکر مشرکین سوارون نے گھاٹی کی طرف سے قصد کیا اور دس آدمی مع عبد اللہ بن جبیر کے کثرت سے زخم اٹھا کر شہید ہوے اور مشرکین نے پیچھے سے حملہ آور ہو کر مسلمانون کی جماعت آخر کار سخت پریشان کردی اور ہوا جو ہوا اگرچہ ستر یا اٹھارہ مشرک مارے گئے اور ساٹھ سے زیادہ مسلمان شہید ہوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا اور اگلے رباعیہ دانت شہید ہوے - یہ توجیہ اگرچہ قریب ہی مگر اقرب وہی ہی کہ حال روز بدر ہی کہ اسمین ستر اشراف قریش مارے گئے اور ستر قید ہوے تھے - اور آیہ کریمہ مین اشارہ ہی کہ اسباب کی طرف سے نظر اٹھا کر مسبب الاسباب پر نظر رکھین اسیواسطے مدد ملائکہ سے تسکین کا ذکر فرمایا - دعا الامام الامین عبد اللہ العزیز الحکیم - ف - عرائس البیان مین ہی قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ - اذلہ کی لفظ مین علو مرتبہ کا اشارہ ہی یعنے جسکو وہ ذلت حاصل ہو جو انوار کبریا و عظمت کھلنے کے وقت پیدا ہوتی ہی یعنے انوار کبریا و عظمت اسپر ظاہر ہوے کہ انکے مواجہ مین اسکا نفس مضمحل ہوگیا تو وہ تمام مخلوق مین نہایت عظیم و باہیبت ہوتا ہی اور تائید ازلی سے منصور اور ہر منکر اسکے سامنے خوار ہوتا ہی اسواسطے کہ اسپر جلال الٰہی کا لباس ہوتا ہی جس سے ہر متکبر ڈرتا اور کانپتا ہی اور امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اس شان سے موصوف تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان بھاگتا ہی سایہ عمر رضی اللہ عنہ سے اور شیخ ابو عبد الرحمن سلمی نے قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر مین کہا ای بسبب تمہارے ضعف کے اور تمہارے توکل صحیح کے اپنے پروردگار پر اور تمہارے منقطع ہو جانے کے اپنے حول و قوت سے اور تمام امر اپنے پروردگار کے سپرد کرنے سے فافہم

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا

تیرا اختیار کچھ نہیں ہے یا انکو توبہ دیوے یا انکو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں اور اللہ کا ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

جو کچھ آسمان میں اور جو زمین میں ہے بخشے جس بندے کو چاہے اور عذاب کرے جسکو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ونزل لما کسرت رباعیۃ النبی صلعم وشج وجہہ یوم احد وقال کیف یفلح قوم خضبوا وجہ نبیہم بالدم ۔ اور نازل ہوئی یہ آیت جبکہ احد کی لڑائی میں عتبہ مشرک نے آنحضرت صلعم کو پتھر کھینچ مارا اور آپ کے اگلے نیچے اوپر کے چار دانت ٹوٹے اور چہرہ مبارک بیچ کر کھٹ گیا اور خون جاری ہوا اور آپ نے فرمایا کہ کیونکر فلاح پاویگی وہ قوم جنھوں نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا مترجم کہتا ہے اسیکے مانند امام مسلم و احمد نے حضرت انس سے روایت کیا اور بخاری نے تعلیقا ذکر کیا اور علی ہذا آیت اس قصہ سے متعلق ہے اور نیز بخاری و نسائی و امام احمد نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ اے اللہ میرے لعنت کر فلان و فلان پر اللہ میرے لعنت کر حارث بن ہشام پر اللہ میرے لعنت کر سہیل بن عمرو پر اللہ میرے لعنت کر صفوان بن امیہ پر پس نازل ہوئی یہ آیت ۔ لیس لک من الامر شیء الآیہ پھر اللہ تعالی نے ان سب کو توبہ کی توفیق دیدی ہذا لفظ احمد ۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ چار شخصوں پر لعنت کی بددعا کرتے اور بعض روایت میں ہے کہ یہ دوسری رکعت نماز فجر میں بعد رکوع کے ہوتا تھا ۔ اور جاننا چاہیے کہ مشرکین مکہ نے بہت سے ایمان لانے والوں کو پکڑ کر باندھ رکھا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے اور مدینہ کو آنے نہیں دیتے تھے اور قبیلہ مضر کے کفار بہت سخت تھے اسیواسطے بخاری رحمہ اللہ نے ابوہریرہ سے روایت کی جسمیں ہے کہ بسا اوقات آنحضرت صلعم رکوع سے اٹھکر سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنے کے بعد کہتے اے اللہ میرے نجات دے ولید بن الولید کو اور سلمہ بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعہ اور کمزور مومنوں کو جو ضعیف کر کے پکڑے گئے ہیں اے اللہ میرے سخت روند دے مضر کو اور یہ روندنا انپر قحط کے سال کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم پر پہونچے تھے اسکو آواز سے کہتے تھے اور بعض نماز فجر میں فرماتے اے اللہ میرے لعنت کر فلان و فلان کو چند قبیلۂ عرب کا نام لیتے تھے یہانتک کہ نازل ہوئی یہ آیت لیس لک من الامر شیء الآیۃ ۔ قال المترجم ان روایات میں سبب نزول کی تصریح نہیں ہے اور ایسے ہی بعض روایات میں ہے کہ اصحاب بئر معونہ کو جب عامر بن الطفیل نے شہید کیا تو آپ کو سخت ملال ہوا کہ آپ نماز میں چند قبائل پر لعنت کی بددعا فرماتے یہانتک کہ نازل ہوئی یہ آیت ۔ اسمیں بھی سبب نزول نہیں اور بحث و کلام و تحقیق مقام یہاں دراز ہے گنجایش نہیں اتنا معلوم کرنا چاہیے کہ سبب نزول ارجح وہی ہے جو مفسر نے ذکر کیا اور قبل نزول کے آپ ایسا کرتے تھے پھر چھوڑ دیا اور احسن یہ ہے کہ نزول اسکا شاید مکرر واقع ہوا ہے اور یہی اولیٰ و اقرب بتحقیق ہے واللہ اعلم ۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ ۔ بل الامر للہ فاصبر یعنی تیرا کچھ اختیار نہیں بلکہ اختیار اللہ تعالی ہی کو ہے تو صبر کر ۔ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ او بمعنی الی ان ۔ ای الی ان یتوب علیہم بالاسلام ۔ یہانتک کہ اللہ تعالی انپر توبہ قبول کرے باین طور کہ اسلام دیدے ۔ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۔ بالکفر ۔ یا انکو عذاب دے کیونکہ وہی ظلم کرتے ہیں بسبب کفر کرنے کے ف لیس از افعال ناقصہ اور لک اسکی خبر مقدم اور شیء اسم موخر ہے اور من الامر حال از اسم ہے اور امر کے معنے حکم کے بیان کیے گئے ہیں یعنے حکم تیرا نہیں بلکہ اللہ تعالی ہی کا ہے پھر جو معنے مفسر نے ذکر کیے یہی اکثر مفسرین نے بیان کیے ہیں اور شیخ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق سے ایک وجہ دیگر نقل کی کہ لیس لک من الامر شیء جملہ معترضہ ہے اور قولہ او یتوب علیہم عطف ہے او یکبتہم پر اور حاصل یہ کہ لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتہم او یتوب علیہم او یعذبہم ۔ ان چار وجہوں سے انکے حال کا استیفا کیا اور پوشیدہ نہیں کہ اسمیں قید ہے اگرچہ شیخ ابن کثیر و بیضاوی نے اسطرف میلان فرمایا ہے فتامل ۔ وَلِلّٰهِ مَا

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔ ملکًا وخلقًا وعبیدًا ۔ یعنے ہر طرح سب اللہ تعالے ہی کا ہی از راہ ملکیت و از راہ خلق اور بندے ہونیکے ۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۔ المغفرۃ لہ ۔ اللہ تعالے مغفرت فرماتا ہی جسکے لیے مغفرت منظور ہو ۔ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ تعذیبہ ۔ اور عذاب فرماتا ہی جسکے اوپر عذاب منظور ہو ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ ۔ لاولیائہ ۔ رَّحِيْمٌ ۔ باہل طاعتہ یعنے اللہ تعالے اپنے اولیاء مومنین کے واسطے غفور ہی اور اپنے بندگی کرنے والون کے واسطے رحیم ہی ۔ ف ۔ فی العرائس قولہ تعالے لیس لک من الامر شیٔ ۔ سید علیہ السلام نے چاہا کہ مجرمین و کافرین جو ایسی باتین شرک و کفر کی کہتے ہین جو لائق جلال الٰہی عز وجل نہین ہین انسے ساحت کبریائی پاک ہو اور چاہتا حضرت ربّ عز وجل کے جمال پاک پر غیرت کہا کر تہا اور جیسا کہ شدت محبت چہا جاتی ہی اسکو یہ لحاظ نہین بہی رہتا ہی کہ امر قدیم ایسے لوگون کے حق مین جو مستور و حجاب مین محجوب ہین امتحان کے پردون کے ساتھ کیونکر جاری ہوا ہی لہذا حق عز وجل نے ایک لطف کے ساتھ عتاب فرمایا کہ این تو کہان ہی تو نے میری سابق عنایت کو مشاہدہ نہین کیا کہ ان لوگون کے حق مین کس کیفیت سے جاری ہوئی ہی تو دیوان ازل مین غور سے نظر کر یہ لوگ تو میرے وسیلے سے میرے حضور منکر ار بندے ہین اگر تو اس غیرت سے منہ پہیر کر امر مشیت کی طرف توجہ کرے تو انپر بد دعا کرنے سے بے پروا ہوگا اس قول کی تصدیق آگے موجود ہی کہ فرمایا او یتوب علیہم او یعذبہم ۔ مترجم کہتا ہی کہ بوجوہ متعددہ روایت ہوا کہ حضرت صلعم نے احد کے روز فرمایا تہا کہ قریش لوگ اہل نہت ہین بعد چند روز کے تو دیکہیگا کہ انسے جو اللہ تعالے کی راہ مین جان بازیان ہونگی انکے مقابلہ مین تو اپنے اعمال کو حقیر جانیگا اور در واقع ایسا ہی ہوا کہ جہاد شام و ملک مغرب مین انسے وہ وہ امور سرزد ہوے کہ بیان سے باہر ہین ۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اطلاع تہی کچہ بہی انکے فی الحال کے کفر پر غیرت کہا کر بد دعا فرمائی فافہم واللہ اعلم ۔ شیخ نے کہا کہ پہر واضح ہو کہ اللہ عز وجل نے یہان اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دو عمدہ ادب سکہلائے ایک یہ کہ آنحضرت صلعم عرش سے ثری تک صاحب کرم و رحمت ہین چنانچہ آنحضرت صلعم کو کمال رحمت سے موصوف فرمایا بقولہ ۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ۔ یعنے تو حسب حال یہ ہی اپنی امت پر رحم کر اور انپر بد دعا فرما ۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلعم کو اپنے خلق خاص سے خلعت پہنائی کیونکہ او تعالے عز وجل کی خلق و صفت سے یہ ہی کہ سب پر رحمت فرماتا ہی اور آنحضرت صلعم کو طریقہ انبیاء و مرسلین سابق سے آگاہ فرمایا اور انمین سے مخصوص ابراہیم و عیسی علیہما السلام کو لے لیا چنانچہ فرمایا کہ اسنے کہا فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم ۔ اور عیسی نے کہا ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے ایمان والو مت کہاؤ سود دونے پر دونا اور ڈرو اللہ سے شاید تمہارا بہلا ہو

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۚ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی کافرون کے لیے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا شاید تمپر رحم ہو

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ

اور دوڑو بخشش پر اپنے رب کی اور جنت پر جسکا پہیلاؤ ہی آسمان و زمین تیار ہوئی ہی پرہیزگارون کے لیے

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ

جو خرچ کرتے ہین آسانی مین اور تکلیف مین اور دباتے ہین غصہ اور معاف کرتے ہین لوگون کو

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

اور اللہ تعالے چاہتا ہی احسان کرنے والون کو

اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً - بالف ودونها بان تزيدوا فی المال عند حلول الاجل وتؤخروا الطلب - یعنے اکثر کی قراءۃ مضاعفۃ بالف از باب
مفاعلہ ہے اور نافع وابن عامر ویعقوب کی قراءۃ بدون الف از باب تفعیل ہے اور معنے یہ کہ مت کھاؤ سود اضعاف مضاعفہ باین طور کہ ادا کرنے کی میعاد
آنے پر مال میں بڑھا دو اور مطالبہ میں مہلت وتاخیر دیدو - جاننا چاہیے کہ بعض نے کہا کہ یہ کلام مذکورہ بالا میں ترغیب وترہیب کے واسطے مبتدا ہے
اور بعض نے کہا کہ قصہ احد کے درمیان کلام معترضہ ہے - پھر مضاعفہ کی قید اسواسطے نہیں کہ سود کھانا اس قید کے ساتھ کہ مضاعفہ ہو تب حرام ہے ورنہ نہیں
کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ سود مطلقا حرام ہے پس یہ قید یہاں اہل عرب کی عادت کے موافق ہے کہ وہ ایک مدت کے واسطے قرض دیتے تھے اور سود مقرر
کرتے پھر میعاد آنے پر اگر قرضدار ادا نہ کرتا تو باہمی رضامندی سے کسیقدر مال اصل میں بڑھا کر پھر میعاد مقرر کر دیتے یہانتک کہ قرضخواہ اکثر اپنی اصل سے
کئی گونہ مال آخر کو لیتا اور بعض نے کہا کہ اضعاف جمع ضعف کی ہے چونکہ جمع قلت ہے اور مراد کثرت ہے لہذا مضاعفہ کی قید بڑھا دی - وَاتَّقُوا اللّٰهَ - جبکہ
یعنے سود خواری چھوڑنے کے ساتھ تقوی کرو اور مترجم کے نزدیک ظاہر یہ کہ اللہ تعالے کا تقوی کرو ہر بات میں از انجملہ یہ بھی ہے کیونکہ فرمایا -
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ - تفوزون - فوز وسعادت دارین حاصل کرو - یہ امر پورے تقوی پر حاصل ہوگا اور اسمیں دلیل ہے کہ سود خواری کبیرہ گناہ ہے اور
اسکو حلال جاننا کفر ہے اور آگے فرمایا - وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ - ان تعذبوا بها - یعنے دوزخ سے بچو یعنے بچاؤ اسبات
سے کہ دوزخ سے عذاب کیے جاؤ اور ابن عباس نے فرمایا کہ اسمیں مسلمانوں کو تہدید ہے کہ ربوا وغیرہ جو اللہ تعالے نے حرام کیا ہے اسپر آگ کی عقوبت
رکھی اسکے مرتکب ہوں اور مدارک میں کہا کہ ابو حنیفہ فرماتے کہ بڑی خوفناک آیت ہے کہ اللہ تعالے نے اسمیں مومنوں کو اس آگ کی وعید کی ہے کہ کافروں کے
واسطے مہیا ہے بشرطیکہ تقوی نہ کریں اور حرام سے اجتناب کریں اور نیز مدارک میں کہا کہ اسمیں مرجیہ فرقہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد کوئی گناہ ضرر
نہیں کرتا اور ہمارے نزدیک کافروں کے سوائے گنہگار مومن دوزخ میں جائیگا مگر آخر اسکو جنت ہی ملیگی مترجم کہتا ہے کہ غنیۃ الطالبین وغیرہ سے جو لوگ
نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ مرجیہ مذہب تھے یہ سب بہتان ہے - وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ - اطاعت کرو اللہ ورسول کی - ف - محمد بن اسحاق نے
کہا کہ اسمیں ان لوگوں کو عتاب ہے جنہوں نے احد کے روز حکم حضرت صلعم کی نافرمانی کی - لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ - یعنے اطاعت کرو بامید
رحمت الہی عزوجل کذا قیل - وَسَارِعُوْٓا - اور جلدی کرو - ف - اکثر کی قراءۃ وسارعوا بواو عطف بر ما قبل ہے اور نافع وابن عامر کی قراءۃ
بدون واو وجملہ مستانفہ ہے - اور عطاء بن ابی رباح نے مرسلا روایت کی کہ مسلمانوں نے حضرت صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ کیا بنی اسرائیل ہمارے بہ نسبت
اللہ تعالے کے نزدیک بزرگ تھے کہ جب انہیں کوئی گناہ کرتا تو صبح کو اسکے دروازہ پر کفارہ لکھا ہوتا کہ ناک کاٹ کان کاٹ یہ کرو وہ کر پس نبی صلی اللہ
علیہ وسلم خاموش رہے پس یہ آیت اتری وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم الآیۃ - اخرجہ عبد بن حمید وغیرہ - اور حاصل جواب یہ کہ تم لوگوں کو کرامت ہے کہ اللہ
عزوجل نے تمہارے واسطے نیک کام ایسے مقرر فرمائے ہیں جو ثواب کے ساتھ کفارہ گناہ بھی ہیں کما فی قولہ ان الحسنات یذھبن السیئات نیکیاں
دور کرتی ہیں گناہوں کو - اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ - ابن عباس سے ایک روایت میں ادا اسلام کی طرف اور دوسری میں ادائے فرض
کی طرف واز علی کرم اللہ وجہہ ادائے فرائض کی طرف واز انس وسعید بن جبیر نماز جماعت کی تکبیر اولی کی طرف اور بعض نے اخلاص وبعض نے جہاد
فرمایا اور ظاہر معنے یہ ہیں کہ ایسی چیز کی طرف دوڑو جو موجب مغفرت ہے پس یہ سب امور اسمیں شامل ہیں لہذا کہا گیا کہ اعمال صالحہ کی طرف
وَجَنَّةٍ - یعنے سارعوا الی جنۃ پہلے گناہوں سے پاک کرنے کو مغفرت کی طرف دوڑایا پھر ثواب حاصل کرنے کو جنت ورضامندی کی طرف
راہ دی - عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ - ای کعرضہما لو وصلت احدہما بالاخری والعرض السعۃ - یعنے ایسی جنت کیطرف
جسکا پھیلاؤ آسمان وزمین ہے ای مانند پھیلاؤ ان دونوں کے ہے اگر ایک دوسرے سے ملائے جاویں اور عرض بمعنے وسعت ہے یہ تفسیر ابن عباس

سے مروی ہی اور کاف سے اشارہ ہی کہ تمثیل منظور ہی یہ نہین کہ اتنی ہی وسعت تحقیقًا ہی اور عرض بمعنے وسعت لیا اور طول کا مقابل نہین لیا اور
ابن کثیر نے بھی تفسیر مین بعض احادیث سے مدور ہونا جنت کا استنباط کرکے اسکو موجہ کیا ہی اور بعض نے عرض مقابل طول لیا اور کہا کہ عرض
جب اسقدر ہی تو طول کا کیا ٹھکانا ہی کما قال الزہری اور حق یہ کہ یہ بھی مخلوق کے علم کے موافق تصویر ہی تحقیقی حد عرض کی بیان نہین ہی۔ اور حضرت
انس سے پوچھا کہ جنت آسمان مین ہی یا زمین مین فرمایا کہ کون آسمان کون زمین ہی جسمین جنت سماویگی وہ آسمانون سے اوپر زیر عرش ہی اور قتادہ سے
روایت ہی کہ صحابہ رض جنت کو آسمانون کے اوپر اور دوزخ کو زمینون کے نیچے جانتے تھے۔ اور ابن جریر و بزار و احمد نے مرفوعًا روایت کیا کہ ہرقل نے سول
کیا کہ آپ جب مجھے ایسی جنت کی طرف بلاتے ہین جسکا عرض آسمان و زمین ہی تو دوزخ کہان ہی آپ نے جواب دیا کہ سبحان اللہ جب رات آئی تو دن
کہان ہا۔ اور ایسا ہی ابن جریر وغیرہ نے عکرمہ و ابن عباس سے یہود کے جواب مین روایت کیا تو یہود بولے کہ یہ جواب ہماری توریت سے لیا گیا ہی۔ یہ انکا
عناد تھا اور معنے یہ ہین کہ جہان اللہ چاہتا ہی رکھتا ہی بندے کا علم اسکی خلقت کو کہان حاوی ہی۔ کیا اسکی خلقت بس اسیقدر مین منحصر ہی۔ اسی سے
آنحضرت صلعم نے سبحان اللہ کہا یعنے پاک ہی وہ اللہ تعالے کہ اسکے ملک کو عوام اپنے وہم سے احاطہ کرین۔ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ - المعدین
بعمل الطاعات وترک المعاصی۔ یعنے مہیا کی ہوئی ہی ایسے بندون کے واسطے جو تقوی کرتے اللہ تعالے کی فرمانبرداریان کرکے اور نافرمانیان چھوڑکر۔ آسمین
دلیل ہی کہ جنت بھی پیدا کی ہوئی موجود ہی جیسے دوزخ اور اسمین معتزلہ کا رد ہی جو اسکے خلاف کہتے ہین اور نیچر فرقہ کا صریح رد ہی جو جنت و دوزخ کے قائل
نہین ہین اور فرمایا اللہ تعالے نے تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض الآیہ۔ یعنے اسم اشارہ کے ساتھ جو حاضر موجود کے واسطے
ہی پس اگر یہ لوگ اس سے منکر ہین تو کافر ہین اور تاویل وہ مقبول ہی جو کسی دلیل سے ہو اور انکو انکار کی کوئی دلیل نہین کیونکہ جنت وغیرہ کی جسطرح خبر دی ہی
وہ سب خدا کی قدرت مین ہی جیسی مخلوق چاہے پیدا کر دے۔ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ - فی طاعۃ اللہ۔ یعنے جن خرچ کرنے والون کی تعریف
کی وہ ہین جو اللہ تعالے کی طاعت مین خرچ کرتے ہین اور طاعت مین تمام اُن وجہون پر خرچ کرنا داخل ہی جنپر شرع مین ثواب کی نیت سے ثواب کا
وعدہ ہی حتی کہ اپنی و اپنی اولاد و عیال پر بہ نیت ثواب خرچ کرنا اور زوج کو نفقہ دینا بھی داخل ہی اگرچہ صدقہ وخیرات کا ثواب زیادہ ہو سا گر کہا جاوے
کہ حدیث مین جو یہ آیا ہی کہ بندہ کہتا ہی میرا مال میرا مال۔ اسکا مال کچھ نہین مگر یہ کہ جو کھا کر فنا کر دیا اور جو پہنکر پرانا کیا تا آخر حدیث تو جواب یہ ہی کہ مقصود
حدیث سے مال کار آمد ہونے کا بیان ہی وہ انہی وجوہ سے حاصل ہوتا ہی ہان اسمین تعریض ہی کہ اولی مرتبہ حاجت و کفایت سے زائد اٹھانے سے یہ بہتر تھا
کہ خیرات کیا جاوے کہ ادنی مرتبہ حاجت پر کھانے پہننے مین جو اسوجہ سے ثواب ہی وہی اوسط و اعلی مرتبہ حاجت تک اسراف سے نیچے ثواب رہیگا بخلاف
صدقہ کے کہ اسمین زیادہ ثواب ہی۔ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ - ای الیسر والعسر یعنے راہ آلہی مین خرچ کرتے ہین حالت فراخ دستی مین یا تنگدستی
مین پس سرا کی تفسیر یسر اور ضرا کی عسر سے کی ہی اور حاصل اسکا سخاوت ہی پس ظاہر ہوا کہ وہ عمدہ صفت سخاوت رکھتے ہین جسکی تعریف مع بخل کے مذمت
کی احادیث صحاح مین وارد ہی۔ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ - الکافین عن امضائہ مع القدرۃ۔ کف بالتشدید فلب یعنے روکنا و دابنا یعنے غیظ
و غضب شدید کو باوجود قدرت کے روان کرنے سے روکنے والے ہین۔ کیونکہ تعریف یہی ہی کہ قابو کے ساتھ ترک کرے ورنہ جو غصہ اتار نہین سکتا وہ تو
مجبورًا پی جائیگا۔ یہ نفس کے مالک ہونے اور کمال حلم کا بیان ہی اور حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ زبردست وہ نہین
جو دوسرون کو پچھاڑے بلکہ وہ ہی جو غضب کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو رواہ البخاری و مسلم۔ اور انس بن معبد الجہنی سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ جسنے غصہ پی لیا حالانکہ وہ اپنا غصہ اتارنے پر قابو رکھتا ہی تو قیامت کے روز اللہ تعالے اسکو مجمع خلائق کے روبرو بلاکر اختیار دیگا کہ حور
بہشتی سے جسکو چاہے پسند کرلے رواہ الترمذی و ابوداؤد اور یہ کمال رضامندی کا بیان ہی۔ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ

ممن ظلمهم ای التارکین عقوبتهم - عفو کرنے والے لوگوں کو یعنے ان لوگوں کو جنھوں نے اپنے ظلم کیا ہو اور حاصل یہ کہ انکو سزا دینے سے چھوڑنے والے اور حاصل یہ کہ کسی نے اپنر ایسا ظلم کیا کہ شرع کے حکم سے اسپر مواخذہ عائد ہوا پس انھوں نے اپنے عفو کی صفت سے اسکو معاف کردیا بدلا نہیں لیا خواہ بُرا کرنے والا کوئی ہو انکا مملوک ہو یا نہو - اور یہ عفو ایک احسان ہے - اور حدیث میں ہے کہ جو تجھسے میل کو توڑے تو اس سے مل اور جو تجھپر ظلم کرے یعنے ایسی بات کرے جو نہ کرنی چاہیے تھی تو اسکو معاف کردے اور جو تجھسے بُرائی کرے تو اس سے بھلائی کر - **وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ** - بھلے الافعال ای یثیبهم - اور اللہ دوست رکھتا ہے محسنین کو جو افعال کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں اور دوست رکھتا ہے کہ انکو ثواب جمیل دیگا پس المحسنین کا الف لام عہد کا ٹھہرا کر اس سے یہی مذکورین مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ جنس کا بھی ہو سکتا ہے کہ جنس احسان جس سے صادر ہو اسکو دوست رکھتا ہے اور شاید کہ محسنین سے وہ لوگ مراد ہوں جو اسلام و ایمان سے اعلیٰ مرتبہ احسان پر فائز ہوں واللہ اعلم - اور جاننا چاہیے کہ جنگ احد میں حضرت حمزہ رض شہید ہوے کافروں نے انکے بند بند کاٹ کر صورت بگاڑ دی حضرت صلعم نے غمناک ہو کر فرمایا کہ میں قابو پاؤنگا تو انمیں سے ستر کو مثلہ کرونگا - ان آیات میں عفو و احسان سے تسکین دینا نکلتا ہے - **ف** - شیخ رح نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالے واتقوا النار التی اعدت للکافرین - اس آیت کریمہ میں عجیب لطیف اشارہ ہے اور وہ ظاہر بیان ہے کہ دوزخ کو اللہ تعالے نے مومنوں کے واسطے مہیا نہیں فرمایا ہے اور انکے واسطے مخلوق نہیں کیا کیونکہ اعدت للکافرین فرمایا پس جب کافروں کے واسطے ہوئی تو مومنوں کے واسطے مخلوق نہوئی لیکن مومنوں کو اس سے زجر و نصیحت کے طور پر خوف دلایا جیسے مہربان باپ اپنے فرزند کو تلوار و شیر سے ڈراتا ہے اگرچہ اسکو تلوار سے نہیں ماریگا اور نہ شیر کے آگے ڈالیگا پس باقی رہا یہ امر کہ یہ آیت اپنے سچے مومن بندوں پر تلطف و شفقت ہے اور اُس سے زیادہ عجیب بات ہے کہ اللہ تعالے نے انکو دوزخ سے ڈرایا حالانکہ دوزخ دوسروں کے واسطے مخلوق ہے اور مقصود تجلی قہر کی عظمت دوزخ سے ہے اور دوزخ کی عظمت اسکی عظمت کی تجلی سے ہے یعنے دوزخ کے معاملہ میں تم مجھسے تقوی کرو کیونکہ میں آگ کو جلاتا اور اپنے سے اسکو عذاب دیتا ہوں اور یہ عین الجمع کے مقام کا بھید ہے شیخ **ابن عطار** نے فرمایا کہ عوام کے حق میں آگ میں ڈالنے کا حکم دیا کیونکہ اس سے ڈرتے ہیں اور اسی خوف سے معاصی ترک کرتے ہیں اور خاص بندوں کو اپنے سے تقوی کا حکم کیا اور فرمایا کہ میرے ہی طرف دیکھو کسی غیر کیطرف نظر مت کرو چنانچہ فرمایا واتقون یا اولی الالباب - یعنے ای خاص بندو - قولہ تعالے وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضها السموات والارض الآیۃ حق عز وجل اپنے مخلوق کے حال کو جانتا ہے کہ جس طرح اسنے پیدا فرمایا ہے اور وہ اپنے نفس کی خواہشوں کی طرف جھکتے ہیں پس وعلتوں سے اپنی فرمانبرداری کی طرف انکو بلایا ایک مغفرت و دوم جنت اور خاص بندوں کو بدون علت کے اپنی ذات پاک کی طرف بلایا چنانچہ فرمایا ففروا الی اللہ الآیۃ - پھر آگاہ فرمایا کہ سب کے سب عوام ہوں یا خواص ہوں ادراک امتحان میں مجرم ہیں اور آیۂ کریمہ سے سبھوں کا مجرم ہونا ثابت فرمایا اسواسطے کہ خواص اگرچہ لغزش سے معصوم ہیں پر یہ انکا گناہ کیسا ہے کہ قدر حق عز وجل سے آگاہ نہیں یعنے اسکی قدر کمال کو نہیں پہچانتے ہیں جیسا کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالے اگر ملائکہ کو عذاب کرے تو بجا ہے عرض کیا گیا کہ وے تو معصوم ہیں فرمایا کہ حق عز وجل کو کمتر پہچانتے ہیں - اسیواسطے بندوں کو علی العموم مغفرت کی طرف بلایا **قال المترجم** شیخ کی مراد قدر حق عز وجل سے وہ قدر ہے جو اسکی عظمت جلال ذات پاک کے ساتھ ہے اور یہ ممکن نہیں کہ کسی کو میسر آوے - اسواسطے کہ بندہ کیسا ہی خاص ہو ذات باری تعالے کو ادراک نہیں کرسکتا یعنے محیط نہیں ہو سکتا -

وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْٓا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ

اور وہ لوگ جو کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ یا برا کریں اپنے حق میں یاد کریں اللہ کو پھر بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی اور کون ہے گناہ بخشتا سوائے اللہ کے اور نہ اڑ رہیں اپنے کیے پر جانتے

يَعْلَمُوْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ
وہ جانتے ایسوں کی جزا ہے بخشش انکے رب کی اور باغ جنکے نیچے بہتی
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝
نہریں رہ پڑے انہیں اور بھلی مزدوری ہے کام کرنے والوں کی

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً - ذنبا قبیحا کالزنا- یعنے فاحشہ صفت محذوف ہے ای فعلۃ فاحشۃ اور یہ ہر چند کہ ہر معصیت پر بولا جاتا ہے مگر بقرینہ مابعد یہاں گناہ قبیح مانند زنا وغیرہ کے مراد ہے اور کہا گیا کہ اکثر استعمال اسکا زنا میں ہے وارجح وہی جو مفسر نے ذکر کیا کیونکہ موافق اصل ہے اسلیے کہ اصل میں فحش بمعنے قبح وخروج از حد ہے المعنی ایسے بندے جنھوں نے فعل فاحشہ کیا جیسے زنا۔ اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ - بما دونہ کالقبلۃ یا اپنی جان پر ظلم کیا ف مانند اسکے کہ اجنبی عورت کا بوسہ لیا جو زنا سے کم ہے۔ اور بعض نے کہا کہ فاحشہ کبیرہ گناہ اور ظلم نفس صغیرہ گناہ ہے (یہ بھی اسیکے مساوی ہے) اور بیضاوی نے کہا کہ شاید فاحشہ وہ گناہ جو متعدی ہو یعنے دوسرے کو بھی اسکا ضرر پہونچے جیسے ظلم کہ لا شراب پینا اور ظلم نفس جو ایسا نہو۔ ذَكَرُوا اللّٰهَ - ای وعیدہ- تو یاد کیا اللہ کو ف یعنی وعید الٰہی کو یعنے اللہ تعالے نے جو اس فعل پر سزا کا حکم فرمایا ہے وہ یاد کیا۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالے کو بھول گئے تھے یاد کیا اور اسکی سو یہ ہے چہ صحیحین میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرد نے گناہ کیا پھر ہوشیار ہو کر عرض کرنے لگا کہ اے پروردگار میرے میں نے گناہ کیا سو تو اسکو بخشدے پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا پھر جانا کہ اسکا ایک پروردگار ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور اسپر مواخذہ بھی کرتا ہے میں نے اپنے بندے کا گناہ بخشدیا۔ پھر اسنے دوسرا گناہ کیا پھر اسنے ایسا ہی کہا اور اللہ عزوجل نے ایسا ہی فرمایا اسی طرح چوتھی بار حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے بندے کو بخشا کرے وہ جو چاہے رواہ احمد ایضا اور ظاہر حدیث یہ ہے کہ یہ کسی خاص بندے کا حال ہے اور امام احمد نے روایت کی کہ ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب ہم لوگ آپکو دیکھتے ہیں تو ہمارے دل رقیق ہو جاتے ہیں اور ہم آخرت کے لوگوں میں سے ہو جاتے ہیں پھر جب آپ سے الگ ہوے تو دنیا اپنی خوبی ہمکو دکھاتی ہے اور ہم عورتوں و اولاد کی خوشبو سونگھتے ہیں تو ہمارے دل غافل ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر تم ہر وقت اسی حال پر رہتے جیسے میرے پاس ہوتے ہو تو ملائکہ اپنے ہاتھوں تم سے مصافحہ کرتے اور تمہارے گھروں میں تمہاری زیارت کو آتے اور جان لو کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو ضرور اللہ تعالے ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتے تاکہ انکو بخشے الحدیث اور رواہ الترمذی وابن ماجہ وغیرہم غرضکہ اللہ تعالے نے اپنے مومن بندوں کا ذکر فرمایا کہ جب انسے کوئی گناہ فاحشہ سرزد ہوا یا ظلم نفس صادر ہوا تو اللہ تعالے کو یاد کیا۔ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ - پس اللہ تعالے سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہی ف یعنے انکا دستور ہے کہ فوراً ہوشیار ہوتے ہی اللہ تعالے سے مغفرت مانگتے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو بندہ کوئی گناہ کرے پھر وضو کرے اور اچھی طرح پورا وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالے سے استغفار کرے تو ضرور اللہ تعالے اسکو بخشدیتا ہے رواہ احمد والترمذی واہل السنن وابن حبان والبزار والدارقطنی قال ابن کثیر وہو حدیث حسن جدا۔ وَمَنْ - ای لا احد- يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ - اور کون ہے کہ کوئی نہیں ہے جو بخشے گناہوں کو سواے اللہ کے۔ یہ جملہ معترضہ ترغیب توبہ کے واسطے ہے مع بیان اس امر کے کہ مغفرت گناہ فقط جناب باری عزوجل ہی سے مخصوص ہے اسواسطے کہ من متضمن استفہام انکاری ہے اسی سے مفسر رح نے لا احد سے تفسیر کی اور نکرہ تحت میں نفی کے تمام کو

مستغفرق ہوتا ہی اسی سے مترجم نے ترجمہ کیا کہ کوئی نہیں ہی اور عمر بن الخطاب رضی سے روایت ہی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ تم میں کوئی نہیں کہ جو پورا وضو کرے پھر کہے کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ مگر آنکہ اسکے واسطے جنت کے آٹھوں دروازے کھولے جاوینگے جس دروازے سے چاہیے جاوے (رواہ مسلم) اور عثمان بن عفان رضی نے حضرت صلعم کا سا وضو کرکے لوگوں سے کہا کہ میں نے حضرت صلعم سے سنا کہ جو ایسا وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے جنمیں اپنے نفس سے باتیں نکرے تو اسکے اگلے گناہ معاف ہو گئے (رواہ البخاری ومسلم) - وَلَمْ يُصِرُّوا - یعنی ہٹ نہیں کیا - عَلَىٰ مَا فَعَلُوا - بل اقلعوا عنہ - وَهُمْ يَعْلَمُونَ - ان الذی اتوہ معصیۃ - یعنی انھوں نے استغفار کیا یہی سمجھکر کہ اللہ تعالے ہی گناہ بخشنے والا ہی اور نہ جمے رہے اس فعل پر جو کیا (بلکہ اس سے الگ ہو گئے) یہ یقین کرکے کہ جو انھوں نے کیا وہ برا فعل نافرمانی کا تھا - ف جان رکھو کہ اللہ تعالے نے جو ثواب جمیل آگے فرمایا وہ ایسے استغفار پر کہ گناہ کیا اور اللہ تعالے کو یاد کرکے مغفرت مانگی اور اپنے فعل پر اصرار نہ کیا یعنی یہ نیت نہ رکھی کہ پھر اسکو کرونگا اور نہ توبہ نہ ہوئی کیونکہ زبان پر توبہ اور دل میں گناہ کا ارادہ لگا ہوا ہی توبہ کے معنے تو اس سے بالکل منہ پھیر کر اللہ تعالے کی طرف رجوع کرنا - پھر یہ اصرار نہ کرنا اور گناہ سے بالکل الگ ہونا اللہ تعالے ہی کے واسطے یہ جانکر ہو کہ یہ فعل بہت نافرمانی تھا اور یہ نہیں کہ مثلاً روپیہ پاس نرہا تو زناکاری چھوڑ دی بلکہ مرد خدا و خاصان حق وہی ہیں جو سب کچھ ہوتے ہوئے اللہ تعالے ہی کے واسطے گناہ چھوڑتے ہیں اور شیطان کے بندے نہیں بنتے ہیں اگرچہ بمقتضاے بشریت دوبارہ سہ بارہ بلکہ اتفاق تقدیر سے دن میں ستر بار ایسے گناہ سرزد ہو مگر جب سرزد ہوا فوراً بیزار ہوے اور گڑگڑا کر مغفرت مانگی اور اصرار یہی کہ بیدار ہو کر برابر گناہ کا مرتکب ہے گویا کچھ باک نہیں ہی اسیواسطے کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر ہی - اور ابو سعید رضی نے نبی صلعم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ شیطان نے جناب باری میں کہا کہ اے پروردگار تیری عزت کی قسم ہو کہ میں برابر آدم کی اولاد کو اغوا کرونگا جب تک انکی روحیں انکے جسموں میں رہینگی پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہو کہ میں برابر انکو بخشتا رہونگا جب تک وہ مجھسے بخشش مانگے جاوینگے (رواہ احمد) اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے گناہ پر استغفار کر لیا اسنے اصرار نہیں کیا اگرچہ دن میں ستر بار اس سے سرزد ہو (رواہ ابو یعلی و الترمذی و ابوداؤد والبزار) وقال ابن کثیر ہذا حدیث حسن م اور حدیث عبداللہ بن عمر رضی میں ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا خرابی ہی ان لوگوں کی جو اپنی بدکرداری پر اصرار کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں (رواہ احمد) پھر فقط آیہ کریمہ یہ ہی کہ آدمی سے گناہ واجب نہیں ہی اور اللہ تعالے کو استغفار پسند ہی اور اصرار کرنا خود بڑا گناہ ہی اور توبہ خود بہت اچھی عبادت ہی اور شیطان ہمیشہ طرح طرح کے مکروفریب سے بہکاتا ہی ثابت البنانی جو بزرگ تابعی ہیں کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اتری تو شیطان خوب رویا اور عطاء بن خالد نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اتری تو ابلیس نے اپنے لشکر کو پکارا اور رویا چلایا ابلیس اسکے لشکر نے کہا کہ کیا ہی ہوا کہ نا لیہ اللہ تعالے میں ایک آیت اتری کہ اسکے بعد کسی آدمی کو کوئی گناہ ضرر نہ کریگا پھر اسنے بیان کیا تب وہ بولے کہ ہم اب آدم کی اولاد کے واسطے ہوا و ہوس کے دروازے کھول دینگے کہ وہی توبہ ہی نہ کرینگے اور مغفرت ہی نہ مانگینگے اور یہی جانتے رہینگے کہ ہم ٹھیک چال چلتے ہیں - مترجم کہتا ہی کہ حق عزوجل نے اپنے کرم سے سب سمجھا دیا اور فرمایا - وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المومنون لعلکم تفلحون - توبہ کرو اللہ تعالے سے سبکے سب اے ایمان والو البتہ تم فلاح پاؤگے پھر اللہ تعالے نے ایسے نیک بندوں توبہ کرنے والوں فرمانبرداروں پر انعام ذکر فرمایا - أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا - ایسے بندوں کے واسطے بدلا یہ کہ انکے رب عزوجل کی طرف سے انکے لیے مغفرت ہی اور باغات جنت ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہیں درحالیکہ انمیں ہمیشہ رہینگے - ف جنت یا داخل ہوں یعنی انکے واسطے مقدر ہی کہ بعد داخل ہونے کے ہمیشہ رہیں - وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ - یا للعجب ہذا الاجر ... طاعت کے ساتھ عمل کرنے والوں کا یہ اجر مذکور ہی - ف یعنی یہ ثواب طاعت بہت خوب ہی - ف فی اشارات العرائس قولہ الذین اذا فعلوا فاحشۃ الخ شیخ ابو عبداللہ

دریافت کیا گیا کہ ظلم کیا ہے تو فرمایا کہ نفس جو خواہش کرے اسکی خواہش کی پیروی کرنا یہی ظلم ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ اچھا کلام ہے قابل۔ اور شیخ محمد بن علیؓ سے دریافت کیا گیا کہ قولہ تعالے والذین اذا فعلوا فاحشۃ کے معنے کیا ہین تو کہا کہ اپنے افعال پر نظر رکھنا یہی فاحشہ ہے اور پھر قولہ او ظلموا انفسہم مین کہا کہ اپنے اعمال پر اپنی نجات کا اعتقاد کرنا۔ ظلم ہے۔ پھر قولہ ذکروا اللہ۔ مین کہا یعنے انکو توفیق آئی پہنچی اور اللہ عز وجل کی طرف سے انکو عصمت حاصل ہوئی۔ پھر قولہ فاستغفروا لذنوبہم۔ مین کہا کہ اپنے افعال و اقوال سے انھون نے استغفار کیا۔ پھر قولہ ومن یغفر الذنوب الا اللہ۔ مین کہا کہ انھون نے جان لیا کہ اللہ عز وجل کیطرف پہونچنا ممکن نہین ہے مگر اسکے فضل سے یعنے وہی چاہے تب مرتبہ خدا مین پہونچ ہو سکتی ہے۔ اور مستلاوحرج نے فرمایا کہ کہا جاتا ہے کہ ہر ایک کا فاحشہ اسکے حال و مقام کے موافق مختلف ہے اور ایسے ہی ہر ایک کا ظلم بھی اسطرح متفاوت ہے اور ادا کابر کے داون مین مخالف حکم خدا و رسول کا خطرہ آنا بھی ایسا بدتر ہے جیسے عوام سے اس مخالفت کا وقوع مین آنا۔ اور فرمایا کہ انوار حقائق ظاہر ہو جانے کے بعد اپنے اقوال و احوال کو دیکھنا نورمین تاریکیان ہین۔ قولہ تعالے اولئک جزاؤہم مغفرۃ من ربہم وجنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ونعم اجر العاملین۔ جو شخص امتحان کے ڈر سے اسطرح نکلا کہ جو عہد کیا ہے اسکو پورا کیا اور نفس ہوا کی بدخواہیون سے اپنے آپ کو پاک کیا اور پھر بھی اپنے آپ مین تقصیر دیکھی اور شرمندہ رہا اور پورے صادق ہونے مین مخلص رہا اور محبت و معرفت مین اخلاص کا برتاؤ کیا اور مخالفت کے تاوان مین اپنے دل و جان کو قربان کیا اور نادم ہو کر استغفار کرتا رہا تو حق عز وجل اسکو اونچے مقام مین پہونچاتا ہے کہ اسکو اپنے مشاہدہ کی عزت تک واصل کرتا ہے اور غیب کے خزانے اسپر کھول دیتا ہے

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ

ہو چکے ہین تم سے آگے دستور سو پھرو زمین مین تو دیکھو کہ کیسا انجام کار ہوا جھٹلانے والون کا

هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ

یہ بیان ہے لوگون کے واسطے اور راہ بتانا و نصیحت ڈرنے والون کو اور سست نہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی

الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ وَ

غالب رہوگے اگر تم ایمان رکھتے ہو اگر تم کو پہنچا زخم تو اس قوم کو بھی زخم پہونچ چکا ہے اسکی مثل اور

تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ

یہ دن ہین کہ گھماتے ہین ہم انکو لوگون مین اور ہوا اسواسطے کہ جان لے اللہ جنکو ایمان ہے اور کرلیوے تم مین سے شہید

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ۝

اور اللہ نہین چاہتا ناحق والون کو اور اسواسطے کہ نکھار دے اللہ ایمان والون کو اور مٹا دے کافرون کو

جب جنگ احد مین مسلمانون نے ہزیمت اٹھائی تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ۔ سنن جمع سنت بمعنے طریقہ ہے اور مراد وہ وقائع ہین جو اللہ تعالے نے گذری امتون مین حادث کیے اور معنی یہ ہین کہ تم سے پہلے اگلی امتون کے کافرون رسولون کے جھٹلانے والون کے طریقے گذر چکے ہین کہ اللہ تعالے نے پہلے ایک وقت تک کافرون کو استدراجا چھوڑ رکھا اور مسلمان انکے ہاتھ سے ابتلا اٹھاتے رہے پھر ایک وقت پر کافرون کو پکڑا تو بالکل انکو جڑ سے مٹا دیا اور ظاہر ہے کہ اللہ عز وجل نے اس قصہ کو فرمایا کہ جیسا کہ مومنون کو کافرون کے ساتھ پیش آیا یہی طریقہ اگلی امتون مین بھی ہوتا رہا ہے یہی نہ تھا کہ مومنین ہی غالب ہوتے ہون اور کافرین ایذا نہ دے سکتے ہون ہان انجام کار مومنون کے

لیے ہوتا تھا اور کافرین جنھون نے دنیا کے مال ومتاع و دولت کے لیے کفر کیا تھا اس سامان و عمارات کو ویسا ہی چھوڑ کر غضب مواخذہ الٰہی میں مبتلا ہوجاتے تھے اسیواسطے فرمایا۔ فَسِيرُوا۔ ایہا المومنون۔ فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ الرسل ای آخر امرہم من الہلاک فلا تحزنوا لغلبتہم فانا امہلہم لوقتہم۔ سو پھرو (ای مومنو) زمین میں اور دیکھو کہ کیسا ہوا انجام کار جھٹلانے والون کا جنھون نے رسولون کو جھٹلایا ای آخر امر انکا ہلاک ہے پس تم غمناک نہو مشرکون کے غلبہ سے کہ میں انکو ڈھیل دیتا ہون انکے وقت تک۔ ف۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی ایک جماعت مفسرین نے ذکر کیا کہ فسیروا کا خطاب مومنون کو ہے اور شاید کہ تخصیص کی چندان ضرورت نہین مومن و کافر سب کو ارشاد ہے پس مومنون کو صبر دلانا اور کافرون کا زعم توڑ دینا دونون باتین حاصل ہونگے اور یہ امر یعنے فسیروا کا امر وجوب کا نہین ہے کہ پھرنا واجب ہو بلکہ امر اعتبار کا ہے ای عبرت حاصل کروانکے آثار سے جو کھنڈل نشان پڑے ہین چنانچہ ایک مقام پر فرمایا۔ تلک عاد جحدوا بآیات ربہم یعنے اشارہ کے ساتھ انکے کھنڈلون ونشانون کیطرف کہ یہ دیکھو یہ قوم عاد تھی جنھون نے اپنے پروردگار کی آیات سے انکار کیا لیکن عبرت منوط بیان الٰہی پر جو قرآن مین مذکور ہے یقین سے حاصل ہے پس پھرنے سے جو مقصود ہے یعنے عبرت۔ وہ حاصل ہوگئی بدون پھرے اور کافرون کو کچھ بھی نافع نہین خواہ پھرین یا نہ پھرین اسیواسطے آگے فرمایا۔ هَٰذَا۔ القرآن۔ بَيَانٌ لِّلنَّاسِ۔ کلہم۔ وَهُدًى۔ من الضلالۃ۔ وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ۔ منہم۔ یہ قرآن بیان ہے آدمیون کے لیے ای سب آدمیون کے لیے خواہ کافر ہون یا مومن ہون اور ہدایت ہے گمراہی سے اور موعظت ان لوگون کے لیے ہے جو انھین سے متقی ہین ف۔ ہذا کا اشارہ قرآن کی طرف قرار دیا اور یہی شیخ ابن کثیر وغیرہ اصحاب روایت و درایت نے کہا ہے یعنے یہ قرآن کھلا بیان اگلون کا ہے جو اللہ تعالے نے تمام لوگون کی عبرت وہدایت کے لیے بیان فرمایا ہے مگر اس سے نصیحت انھین کو ہے جو شرک سے بچے ہوے مومن ہین کہ انکو عبرت حاصل ہوتی ہے اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ آل عمران مین سے اول جو اترا وہ قولہ ہذا بیان للناس الآیہ ہے پھر بقیہ روز احد کو نازل ہوا۔ یہ روایت تفسیر مذکور کو موکد ہے اور حسن بصریؒ سے صریح روایت ہے کہ قرآن کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہی صحیح ہے لیکن جو نہین سمجھا اسنے کہا کہ اسمین بعد ہے حالانکہ یہ اسکا وہم ہے۔ اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ ہذا یا تو قولہ قد خلت کی طرف اشارہ ہے یا قولہ فانظروا کے مفہوم کی طرف ای باوجودیکہ وہ بیان جھٹلانے والون کے لیے ہے متقیون کے لیے بھی نصیحت و زیادہ ہدایت ہے یا اس ملخص کی طرف اشارہ ہے جو متقین و تائبین کے حال سے لیا ہے لیکن اس صورت مین قولہ قد خلت جملہ معترضہ ہوگا جو ایمان و توبہ پر آمادہ کرنے کے لیے لایا گیا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ بانین تکلف کی البتہ بعید ہین۔ وَلَا تَهِنُوا۔ تضعفوا۔ عن قتال الکفار ضعیف نہو کافرون کے ساتھ لڑنے سے وَلَا تَحْزَنُوا۔ علی ما اصابکم باحد۔ اور غمناک نہو اس بات پر جو پہونچی تمکو احد کے دن۔ کیونکہ احد کے دن پانچ مہاجرین مین سے (از انجملہ سید الشہداء حمزہؓ و مصعب بن عمیرؓ ہین) اور ستر انصار مین سے شہید ہوے تھے۔ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ۔ بالغلبۃ علیہم۔ اور تمہین اونچے ہوا پر غلبہ کے ساتھ ف۔ یعنے آخر تمہین کو غلبہ ہے گویا مغلوب ہی نہین ہو۔ جملہ اسمیہ فرمایا۔ اور یہ بشارت ہے۔ یا یہ مطلب کہ غلبہ تمہین کو اس معنے کر ہے کہ بدر مین تمنے اس سے زیادہ کو مصیبت پہونچائی۔ یا غلبہ بلحاظ شان ہے کہ تم اللہ تعالے کی راہ مین شہید ہو بخلاف مشرکین کے کہ شیطان کی راہ مین دوزخی ہین والاول ارجح۔ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۔ حقا وجوابہ دل علیہ مجموع ما قبلہ۔ اگر تم مومنین ہو ف۔ یعنے سچے اور اسکا جواب محذوف ہے جسپر مجموع ما قبل دلالت کرتا ہے۔ یعنے وہی اسکا جواب مقدر کیا جائیگا۔ پھر حرف ان تو ایسی چیز پر داخل ہوتا ہے جسمین شک ہو تو جواب یہ کہ محی السنۃ نے معالم مین کہا کہ ان بمعنے اذ ہے ای اذ کنتم ای لانکم۔ اور یہی طیبیؒ نے کہا کہ لاتہنوا یا انتم الاعلون سے اسکا تعلق بطور تعلیل کے ہے یعنے سبب یہ کہ تم مومن ہو۔ کیونکہ یہ خطاب نوبتی صلعم و صحابہ مومنین کو ہے پس یہ نہین ہوسکتا کہ شرط اپنی حقیقی معنے پر ہو۔ اور مترجم کہتا ہے کہ کشاف کی

پیروی ہین جیسے بیضاوی وغیرہ نے یون تفسیر کی ای لا تہنوا ان صح ایمانکم یا انتم الاعلون ان صنتم حقفا۔ تو یہ گستاخی سے خالی نہین پھر یہ اشکال وارد کیا گیا کہ اللہ تعالے نے حرف شک سے کیون فرمایا کیونکہ اوتعالے دانا ہی اور لوگون نے جواب دینے شروع کیے اور مترجم کہتا ہی کہ یہ سوال کہ حرف ان یعنے شک نہین ہی صحیح ہی ولیکن کھلی بات تو یہ ہی کہ یہ اعتراض ہی کچھ نہین اسواسطے کہ یہ تو تعلیق ہی بس نظیر اسکی یہ کہ زید کو معلوم ہی کہ بکر مر گیا اسنے غلام سے کہا کہ اگر تو بکر سے دستخط کرا لاوے تو قبول ہی اسمین کوئی لاعلمی نہین فافہم۔ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ۔ یعنی پہونچا تمکو قَرْحٌ بفتح القاف وضمہا جہد مثل جرح وزخم۔ اگر پہونچی تمکو احد مین قرح بفتح قاف وضم قاف یعنے سختی مانند جراحت وغیرہ کے۔ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ الکفار قَرْحٌ مِّثْلُهٗ۔ بیدر پہونچ چکی ہی قوم کفار کو قرح اسکے مانند یعنے بدر مین ف جملہ فقد مس الخ علت جزا ہی خود جزا نہین ہی اور تقدیر یہ کہ ان یمسسکم قرح فاصبروا ولا تہنوا یا اہل الحق فقد مس القوم الذی علی الباطل قرح مثلہ وقد قاتلوکم ولم یہنوا۔ یعنے اگر تم کو احد مین مصیبت پہونچی تو صابر رہو سست مت ہوا کرو اہل ایمان کیونکہ قوم کفار کو جو باطل پر ہین اسکی مثل مصیبت پہونچ چکی تھی مگر وہ لوگ سست نہین ہوئے بلکہ دوبارہ تم سے لڑنے آئے۔ پھر قرح بفتح قاف جمہور کی قرارت ہی اور بضم قاف حمزہ وکسائی وابوبکر کی قرارت ہی اور دونون کے معنے واحد ہین وقیل بالفتح الجرح وبالضم الم ہے۔ اور تفتازانی نے کہا کہ ان یمسسکم حکایت حال ہی کیونکہ یہ مساس ماضی ہو چکا تھا اور رہا کہ ان کیونکر آیا تو بتقدیر یہ کان ہی ای ان کان ہی ای ان کان یمسسکم۔ اور جاننا چاہیے کہ روز بدر مین کفار مکہ مین سے ستر مارے گئے اور ستر قید ہوئے تھے ان قیدیون کو مسلمانون نے فدیہ لیکر چھوڑ دیا یہ عتاب ہوا اور آخر احد مین مسلمانون نے حکم رسول اللہ صلعم سے خلاف کیا تو ستر سے کچھ زیادہ مسلمان مارے گئے اور اسیقدر کے قریب مجروح ہوئے۔ اور قصہ یون ہوا کہ دونون صفون کے درمیان مشرکین مین سے پہلا ابو عامر فاسق مع پچاس مرد اپنی قوم کے ظاہر ہوا اور پتھر سامنے اور ہم سون نے بھی پتھر مارے تو وہ الٹا بھاگا اور قریش کی عورتین دف بجاتی اور گاتی اور بہادری دلاتی تھین اور بدر کے مقتول یاد دلاتی تھین پھر مسلمان تیراندازون نے مشرکین سوارون کو تیر مارنے شروع کیے کہ وہ پیچھے بھاگے پس طلحہ بن ابی طلحہ نشان بردار قریش نے آواز دی کہ کون مقابلہ کو آتا ہی پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑھکر آخر اسکو ایسی تلوار ماری کہ سر دو ٹکڑے ہو گیا وہ لشکر کا جھنڈا اٹھاتا تھا پس رسول اللہ صلعم خوش ہوئے اور تکبیر کہی اور مسلمانون نے بھی تکبیر کہی اور صفوف مشرکین پر حملہ کیا یہانتک کہ انکی صفین ٹوٹ گئین اور اسوقت ہوائے صبا چل رہی تھی پھر مشرکین کا نشان عثمان بن ابی طلحہ نے لیا اسکو حضرت حمزہؓ نے قتل کیا پھر ابو سعید بن ابی طلحہ نے لیا اسکو سعد بن ابی وقاص نے تیر مارا کہ حلق کی سیدھ بان نکل آئی پھر مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے لیا اسکو عاصم بن ثابت بن ابی الافلح نے تیر سے قتل کیا پھر اسکے بھائی حارث نے لیا اسکو بھی عاصم نے قتل کیا پھر اسکو کلاب بن ابی طلحہ نے لیا اسکو زبیر بن العوام نے قتل کیا پھر جلاس بن طلحہ نے لیا پھر ارطاۃ بن شرحبیل نے لیا اسکو علی کرم اللہ وجہہ نے قتل کیا پھر شریح بن قارظ نے لیا پھر صؤاب نے لیا اسکو قزمان نے قتل کیا پھر جب نشان بردار مارے گئے تو مشرکین نے بھاگنا شروع کیا کہ پیچھے مڑکر نہین دیکھتے تھے یہانتک کہ مشرک عورتین ہند بنت عتبہ وغیرہ بیدرون بھاگی جاتی تھین اور پنڈلیون سے ازار چڑھالی تھی کہ انکی خلخال ظاہر ہو گئی تھی پس مسلمانون نے کہنا شروع کیا کہ غنیمت لو غنیمت لو پس عبد اللہ بن جبیر نے کہا کہ تم بھول گئے کیا نبی صلعم نے تمسے نہین کہا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا پس انھون نے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کی یہ مراد نہ تھی مشرکین تو بھاگ گئے اب ہم یہان کیون ٹھہرین پس مشرکون کا اثاثہ لوٹنا شروع کیا اور چوپائے لے لینے مگر امیر عبد اللہ بن جبیر مع چند آدمیون کے جو دس سے کم تھے وہین رہے اور کہا کہ حکم رسول خدا تجاوز نہ کرونگا پھر جب مسلمانون نے یون انکار کیا تو انکے منھ پھیر دیے گئے یہ نہین جانتے تھے کہ کدھر جاتے ہین متحیر تھے پھر خالد بن ولید نے کہ دیکھا کہ پہاڑ کی گھاٹی خالی ہی پس سوارون سے حملہ کیا اور عکرمہ بن ابی جہل نے مع اپنے سوارون کے ساتھ دیا اور باقیون تیراندازون پر حملہ کرکے

[illegible]

قتل کیا اور امیر عبد اللہ بن جبیر مارے گئے اور مسلمانون کی صفین ٹوٹ گئین اور چکی گھومی اور ہوا بے دبور چلنے لگی اور اہل اسلام آپسمین گھبرا گئے کہ گھبراہٹ سے ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ابلیس نے آواز سے پکار دیا کہ آگاہ رہو کہ محمد مارا گیا پس صحابہ بھاگ نکلے اور رسول اللہ صلعم مع چودہ آدمیون کے ثابت رہے کہ برابر تیر مارتے تھے اور انصار مین سے ستر شہید ہوے اور مشرکون نے حضرت صلعم کو گھیرا مگر اللہ تعالے نے انکو محروم کیا لیکن پتھر برسائے تو آپکے اگلے نیچے اوپر کے دو دانت ٹوٹے اور چہرۂ مبارک زخمی ہوکر خون جاری ہوا اور ہونٹ پر زخم آیا۔ آخرکار حضرت صلعم نے پہاڑی پر چڑھنے کا قصد کیا مگر چڑھ نہ سکے تو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیٹھکر کندھے پر اٹھایا اور آپ چڑھ گئے اور اسدن طلحہ رضی اللہ عنہ نے جو جانبازی کی وہ معروف ہے اور حضرت صلعم نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی اور وہان جو صحابہ متوحش بیٹھے تھے یہ کہا دیکھتے ہی خوف زدہ ہوکر بھاگے کہ شاید مشرک آگئے اور بہتیرے تو مدینہ مین بھاگ کر پہونچ گئے تھے پھر آخر حضرت صلعم کی سلامتی سے بہت خوش ہوے اور مشرکون نے پہاڑی پر قصد کیا تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ میرے اوپر نہ آسکین اور باقیون کو سنت ہلاک کر کہ یہی توحید کی عبادت کرتے ہین پس مشرکین کو رعب چھا گیا اور اوپر چڑھنے سے باز رہے اور ابوسفیان نے ایک ٹیکرے پر آیا اور پکارا کہ تم مین محمد ہین اور تم مین ابوبکر ہین اور تم مین عمر ہین اور حضرت صلعم نے ہر ایک کی پکار پر جواب دینے سے منع کیا پھر ابوسفیان نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ یہ لوگ مارے گئے اگر ہوتے تو بولتے پس عمر اپنے کو تھام نسکے اور بولے کہ او دشمن خدا تو جھوٹا ہے ابھی تیرے دکھ دینے والے یہ لوگ باقی ہین پھر ابوسفیان نے کہنا شروع کیا اُعل ہبل اُعل ہبل۔ تو نبی صلعم فرمایا کہ جواب نہین دیتے ہو۔ بولے کہ کیا کہین۔ فرمایا کہو اللہ اعلیٰ واجل۔ ابوسفیان بولا کہ ہماری عزی ہے تمھاری عزی نہین۔ آنحضرت نے فرمایا کہو اللہ ہمارا مولی ہے تمھارا کوئی مولی نہین۔ ابوسفیان بولا کہ یہ دن روز بدر کا بدلا تھا اسکو حضرت عمر نے رد کردیا کہ نہین تمھارے مقتول دوزخ مین ہین اور ہمارے مقتول جنت مین ہین پھر بولا کہ لڑائی گھومتی ہے کبھی ہمارا دانون اور کبھی تمہارا اور تم مقتولون مین ایسے لوگ پاؤگے جو مثلہ کیے ہوے ہین سو مین نے انکے مثلہ کرنے کا حکم نہین دیا اور مجھے برا بھی نہین معلوم ہوا۔ اور یہ قصہ ارباب سیر نے طول کے ساتھ مفصل بیان کیا مگر مین نے بخاری و معالم وغیرہ سے تلخیص کیا ہے۔ بالجملہ اللہ عزوجل نے مومنون کو سمجھایا کہ ایمان و اسلام تو اللہ تعالے کی رضامندی و حصول درجات ہے دنیا کی چین و آرام و بلندی حاصل کرنے کو نہین ہے اگر احد کی لڑائی مین تم کو قتل و زخم کی مصیبت پہونچی کہ ستر شہید ہوے اور ستر زخمی ہوے تو اس سے تم حق پر ہوکر اور ثواب پاکر دنیاوی نظر سے کیون سست ہوے کیونکہ قوم جو باطل پر ہین اور انکو کوئی ثواب نہ ملا انھون نے بدر مین ایسا زخم تمہارے ہاتھون اٹھایا مگر بے صبر نہین ہوے

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا ۔ نصرفها ۔ بَيْنَ النَّاسِ ۔ یوما الفرقۃ ویوما لاخری لتیعظوا ۔ اور یہ ایام ہین کہ انکو ہم گردش دیتے ہین لوگون کے درمیان ف کوئی روز کسی فرقہ کے حسب مراد اور کوئی روز دوسرے فرقہ کے حسب مراد ہوتا ہے اور اسمین ہماری حکمتین ہین چنانچہ یہ کہ اس سے لوگ نصیحت پکڑین مترجم کہتا ہے کہ لیتعظوا مقدر کرنے مین اشارہ ہے کہ یہ معطوف علیہ ہے اور اسکا معطوف قولہ

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ ۔ علم ظہور ۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ اخلصوا فی ایمانہم من غیرہم ۔ اور تاکہ جانے اللہ تعالے علم ظہور کے ساتھ ان لوگونکو جو ایمان لائے یعنے ایمان مین مخلص ہوے ہین بخیر مخلصون سے ف مترجم کہتا ہے کہ ظاہر آیۂ کریمہ سے وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے نے ان ایام کی مداولت لوگون مین اسواسطے کی تاکہ وہ مخلص کو غیر مخلص سے جان جاوے اور یہ علم حاصل کرے حالانکہ جناب باری تعالے تمام حوادث و واقعات کو انکی وقوع و وجود سے پہلے ہی جانتا ہے قد قال ولا یعزب عن ربک مثقال ذرۃ فی السمٰوٰت ولا فی الارض ۔ اور پوشیدہ نہین تیرے پروردگار سے ذرہ برابر بھی آسمان و زمین مین اور اسپر اجماع ہے کہ اسکا علم قدیم ہے اسمین تغیر محال ہے اور امام رازی وغیرہ نے کہا کہ ایسا ہی اشکال ان آیات مین ہے قولہ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم ۔ اور قولہ ولقد فتنا الذین من قبلہم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین

اور قولہ لنعلم ای الحزبین احصی لما لبثوا امدا۔ اور قولہ ولنبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم۔ اور قولہ الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ۔ اور قولہ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ پس ان سب آیات سے وہم یہ ہوتا ہی کہ اللہ تعالے کو ان اشیاء کا علم انکے حدوث پر ہوا حالانکہ یہ وہم قطعاً غلط ہی اور تعالے انکے وجود سے پہلے ایسا ہی واقف و عالم ہی جیسا کہ انکے وجود پر اسکے نزدیک سب یکسان ہی پس جواب اسکا متکلمین نے یہ دیا کہ دلائل عقلیہ دال ہین کہ اوتعالے حوادث کو قبل انکے وقوع کے جانتا ہی اور تغیر اسکے علم مین محال ہی لیکن علم کا اطلاق معلوم پر اور قدرت کا اطلاق مقدور پر مجاز مشہور ہی چنانچہ کہتے ہین کہ یہ علم فلان ہی یعنے یہ اسکا معلوم ہی اور ایسے ہی یہ قدرت فلان یعنے مقدور فلان مجازاً کہا جاتا ہی پس جہان علم کے نئے پیدا ہونے کا علم ہوتا ہی وہان معلوم کا تجدد مراد ہی پھر جب یہ معلوم ہوا تو اس آیہ کریمہ مین چند وجوہ کا احتمال ہی اول آنکہ لیعلم ای لیظہر المخلص من غیرہ تاکہ ظاہر ہو جاوے اور تمیز ہو جاوے مخلص از منافق۔ دوم آنکہ لیعلم اللہ بحذف مضاف ہی ای لیعلم اولیاء اللہ جان لے وہ شخص جو اللہ تعالے کا ولی ہی ولیکن تفخیم شان کے واسطے اپنی طرف نسبت فرمایا۔ سوم آنکہ لیعلم اللہ ای لیحکم اللہ بالامتیاز پس چونکہ حکم مذکور بعد علم کے ہوتا ہی اسپر علم کا اطلاق کیا۔ چہارم آنکہ لیعلم اللہ ای لیعلم واقعاً کما کان یعلم انہ سیقع یعنے اسکو ازراہ واقع ہونے کے جان لے جیسے جانتا تھا کہ عنقریب واقع ہوگی اسواسطے کہ جزا و سزا کا مدار محض معلوم پر نہین بلکہ واقع پر ہی اور یہی مراد ہی کلام **بیضاوی** کی کہ کہا تاکہ جان لے ایسے علم کے ساتھ جس سے جزا و سزا متعلق ہوتی ہی اور وہ علم کسی شی کا اسکے موجود ہونے کے ساتھ ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہی علم ظہور ہی جو مفسرؒ نے کہا ولیکن پوشیدہ نہین کہ علم الٰہی جسکے وجود سے متعلق ہی وہ ضرور موجود ہوگی جیسے جس چیز کے عدم سے متعلق ہی وہ کبھی نہ موجود ہوگی اور علم الٰہی پر ہر شی کی حالت وجود اور عدم وجود مین یکسان ہی جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس علم مین کوئی فرق نہین ہوا فافہم اسی سے **بیضاوی** نے اسکو لفظ قیل کے ساتھ ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا اور جو خود اختیار کیا یہ ہی کہ غرض اس سے معلوم کا اثبات ہی بطریق برہان یعنے تاکہ کھل جاوے وہ جو علم الٰہی مین ثابت ہی یعنے معلوم الٰہی ثابت ہو جاوے اور شاید کہ کلام مفسرؒ کے بھی یہی معنے ہون لیکن خلاف اصطلاح ہی اور یہ کلام جید پاکیزہ ہی اور حبر امتؐ ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ نے اس آیہ و اسکے مانند مین کہا ای لنری من یصبر علی مناجزۃ الاعداء تاکہ ہم دیکھین جو صبر کرتا ہی دشمنان حق کے قتال مین۔ اور مترجم کہتا ہی کہ حق یہ ہی کہ اللہ عزوجل نے بندون سے انکے محاورات و انکی سمجھ کے موافق کلام فرمایا اور اسمین مجاز و استعارات و تمثیل کو جو بلاغت کی گویا اصل ہین استعمال فرمایا پس یہ کلام برسبیل تمثیل ہی ای فعلنا فعل من یرید ان یعلم۔ یعنے جیسے کوئی بندہ کسی کام کو کسی بات کی آزمایش و جاننے کو کرتا ہی ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔ **وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ** ای یکرمہم بالشہادۃ تاکہ تم مین سے بعض کو درجۂ شہادت کرامت فرماوے۔ **وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ**۔ الکافرین ای یبغضہم وما ینعم بہ علیہم استدراج۔ یہ جملہ معترضہ بیان ہی کہ تم مین سے بعض کو کرامت دے جو ثواب جزیل سے ہی اور اللہ تعالے کافرون کو نہین چاہتا، یعنے انکو عذاب دیگا پس انکو جو ظاہر مین تمہیر فتح معلوم ہوتی ہی یہ نعمت انکے حق مین استدراج ہی ای رفتہ رفتہ انکو ہلاکت مین بڑھا دیا کہ ہبل و عزی کی طرف سے فتح سمجھے اور اللہ تعالے کے ساتھ شرک بڑھایا۔ **وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا**۔ لیطہرہم من الذنوب بما یصیبہم۔ پھر جو شہید نہین ہوے انپر فضل بیان کیا اور تاکہ پاک کرے ایمان والون کو صرف گناہون سے بسبب اس محنت کے جو انکو پہونچی اور تمحیص کہتے ہین کسی شی کو اسکے میل کچیل سے پاک کردینا پس مومن جو مصیبت پہنچے اور وہ صبر کرے تو اسکے گناہ معاف ہوتے ہین اگر ہون ورنہ اسکے درجات بلند ہوتے ہین اور ظاہر یہان یہی اخیر صورت ہی **وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ**۔ ای یہلک۔ یعنے تاکہ کافرون کو ہلاک کرے۔ مدارک مین کہا یعنے اگر کافرون پر شکست ہو تو یہ کہ ہلاک ہون اور مترجم کہتا ہی کہ مومنین مین سے شہدا لیے انکے مقابلہ مین کافرون کو ناپسند رکھا اور مومنین مین سے زندہ کو بلندی درجات و طہارت کا فضل دیا انکے مقابلہ مین زندہ بچے ہوے کافرون کی ہلاکت فرمائی خواہ انکو فتح ہو تب اور شکست ہو تب سیلیے کہ دونون طرح وہی موت یا گناہ ہوگی

ہلاکت مین پڑے فافہم ف عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ ہذا بیان للناس ۔ حق سبحانہ وتعالےٰ کا کلام یعنے قرآن مجید اسکی صفت ازلیہ ہی جو امور کونین کے حقائق کھولنے والا ہی مگر ایسے شخص پر جسکو لیاقت حاصل ہی پس قرآن کے لایق وہ بندے ہین جنکی روح جلالی اور قلب جمالی ہی اور نفس مطمئنہ اور سر باطنی انکا حق سبحانہ تعالےٰ سے ہر اشارہ قبول کرتا ہی اور اسی گروہ کو معارف کو انسیت کے واسطے برگزیدہ فرمایا ہی اور جب یہ بات ٹھہری تو حق عزوجل اپنے کلام پاک سے اہل قرآن کے لیے ایسی تجلی فرماتا ہی جس سے انکو مراد حق کھل جاتی ہی اور راہ صواب پر ہدایت ہوتی ہی کیونکہ وہ خزانۂ قدم کی کنجی ہی جو اسکے ساتھ موافق رہا اسکو پردۂ حروف سے مشاہدہ صفت قدیمہ حاصل ہوتا ہی اور پھر مراد کو پہونچتے ہین قال المترجم اسمین اشارہ ہی کہ حروف قدیم نہین ہین اور یہی حنفیہ وغیرہ محققین کا قول ہی پس شیخ رحمہ اللہ اگرچہ شافعی ہین لیکن جمہور شافعیہ مین ہین جنکا یہی قول ہی پھر جان رکھو کہ بعضے اکابر نے تصریح کردی ہی کہ قرآن کے ظہر وبطن سے مراد یہی ہی کہ ظاہر اسکا ظہر ہی اور بطون اسکا اگر بلا حجاب ظہر ہو تو نور سے قاری فنا ہو جاوے اور یہ بات ایسی ہی کہ عوام تو اسکو سمجھتے نہین ہین عجب ان لوگون سے ہی جو علما کی صورت مین ہین جب بات سنتے ہین تو منہ دیکھتے ہین یا انکار کرتے ہین اور یہی حق ہی اگرچہ وہ پڑے انکار کیا کرین ۔ اللہم غفرلی واہدنی احسن الہدایہ ۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اپنے بندون کے واسطے قرآن مین تجلی فرماتا ہی اور جسکو اسکے بیان پا جانے سے اہلیت صفت حاصل ہی اسیکو کشف جلال باری تعالےٰ کی ذاتی لیاقت ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن والے اہل اللہ تعالےٰ اور اسکے خاص بندے ہین ہر ایک کو اسیقدر خصوصیت ہی جتنی اسنے مقامات مین ترقی کی ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی صفت مین آیا ہی کہ قراءۃ قرآن کے وقت اپنی آنکھون کے مالک نہین ہوتے تھے یعنے بے اختیار انکو رونا چلا آتا تھا پس یہ ایسی بات ہی کہ صدیقون کے احوال پر قیاس کرین خطاب قرآن سب بندون کو عام ہی کوئی قوم اسکو عقلی کانون سے سنتی ہی کہ یہ حکم ہی اور یہ عبرت ہی اور کوئی قوم اسکو دل کے کانون شوق وحلاوت سے سنتی ہی اور کوئی قوم اسکو روح کے کانون محبت ومعرفت وانس سے سنتی ہی اور کوئی قوم اسکو اسرار کے کانون سے ملاحظہ انوار کے ساتھ از راہ کشف وبیان سنتی ہی اور یہ اسرار ووقائع منکشف نہین ہوتے مگر آدمیون کے واسطے اور جو شخص کہ خلق آدم علیہ السلام سے آراستہ نہین اور نہ اسکو علم اسمار وصفات سے کچھ بہرہ ہی جو آدم علیہ السلام کو تمام وکمال عطا ہوا تھا تو وہ جنگلی جانور ہی اسکو مشاہدۂ قرآن و ملاحظۂ اسرار کہان ہی کیونکہ اللہ عزوجل نے ہم بندون کو آگاہ فرمایا کہ ہذا بیان للناس معلوم ہوا کہ وہ آدمیون کے واسطے ہی نہ جانورون کے لیے اور آدمی تو وہی ہی جسکا حال ہم نے بیان کیا وہی بیان الٰہی مین اللہ تعالےٰ ہی کے ساتھ باقی رہتا ہی ماسوائے حق کے سب سے قطع ہوتا ہی چنانچہ فرمایا ۔ وہدی وموعظۃ للمتقین حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ بیان کو لوگون کے واسطے ظاہر کر دیا لیکن اسپر متنبہ کوئی نہین ہوتا سوائے اسکے جسکو اسکی طرف سے نور یقین اور اسرار پاکیزہ سے تائید وتوفیق ملی ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ اسنے فرمایا ۔ ہدی وموعظۃ للمتقین ۔ آگاہ رہو کہ اس بیان سے ایسا ہدایت پانا اور ایسی نصیحت لینا انھین متقیون کو حاصل ہی جنھون نے سوائے حق عزوجل کے سب چیز سے تقوی کیا ہی استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک قوم کے واسطے تو یہ قرآن از راہ دلائل عقلی بیان ہی اور دوسری قوم کے واسطے از راہ مکاشفہ قلوب اور قوم دیگر کے واسطے از راہ تجلی حق در اسرار مترجم کہتا ہی کہ عقل سے مراد یہ نہین ہی جو عوام سمجھتے ہین بلکہ اہنی صلاح کے موافق ہی اور وہ عقل کلی ہی جیسے ہمنے بارہا تنبیہ کردی ہی قولہ تعالےٰ ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ۔ اللہ عزوجل نے انکو حقائق ایمان سے آگاہ فرمایا جو کہ یقین ہی اور یقین یہ کہ دل کو پروردگار عزوجل کے وعدے پر سکون ہو مترجم کہتا ہی کہ بعضے جاہلون نے جو اپنے آپکو عالم معقول جانتے ہین تصور کیا کہ منطقی یا اذعان ایمانی یقین سے اعلی ہی اور یہ مہمل کلام ہی کیونکہ انھون نے اسکو نہین سمجھا اور اہل حقیقت کے نزدیک یقین وہ نزول سکینہ ہی قلب مین جسکو تصور وتصدیق سے جو علم حصولی کے اقسام ہین کچھ تعلق نہین ہی اور ہمنے بعض مقام پر بیان کردیا

کہ فلاسفہ کی تصدیق جسکا مدار استدلال پر ہی محض واہی ہی تو نہین دیکھتا کہ بوعلی سینا لیس الا کذا کو شفا مین اذعان کہتا ہی اور افلاطون کے نزدیک وہ ہیولی ثابت نہین جسکو ارسطو ثابت کرتا ہی پس ہر ایک اپنے دعوے پر اذعان سے لیس الا کذا کا قائل ہی حالانکہ دونون متناقضین جمع نہین ہو سکتی ایک قطعًا غلط ہی پھر لیس الا کذا کی یہ حقیقت ہی اللہ تعالے ایسی گمراہی سے بچاوے اے اہل ایمان نور نبوت حضرت محمد صلعم سے علم حاصل کرو اور نفس و شیطان سے نفرت کرو تب تصدیق کے معنے معلوم ہون دیکھو تصدیق ایمانی والون مین سے وہ ہین جنکے سر پر آرا چلایا گیا اور آگ مین جلائے گئے اور وہ اپنی تصدیق پر تھے فافہم واللہ الہادی وہو المضل ونعوذ باللہ من الضلال اس آیت مین اللہ تعالے نے بیان کر دیا کہ جب تم معارج ایمان و تصدیق مین ہوئے تو تمہارے دشمن پر تمہاری فتح و تمہارا غلبہ جاری ہی پھر غمناکی و ضعف کے کیا معنے ہین کیونکہ جسنے حقیقت حال معائنہ کیا اسکا یقین وہی یقین قوی ہی اور اس سے سب اندوہ جاتے رہے اور عارف کا سزاوار اندوہ وہ ہی جو مشاہدہ سے غیبت طاری ہونے کے وقت قبض پیدا ہونے سے اسکے سینہ کو تنگی ہوتی ہی اور خوشی اسکی وہ ہی جو ملکوت پروردگار کے انکشاف کے وقت اسکی روح کو کشادگی ہوتی ہی۔ اور محمد بن موسی سے پوچھا گیا کہ آدمی کا کیا حال ہی کہ کبھی اندوہناک اور کبھی فرحناک ہوتا ہی۔ فرمایا کہ غذائے ارواح پردہ پڑ جانے اور تجلی ہونے مین بدلتی ہی سو تجلی کے وقت اسکو خوشی ہوتی ہی اور پردہ پڑنے کے وقت اندوہ چھا جاتا ہی پس جب پردہ مین محجوب ہوا اندوہناک ہوا اور جب اسنے الطاف کی نظر دیکھی خوش ہوا اور جب سخط و خشم کی نگاہ دیکھی تو خوفناک قلق مین ہو گیا قال المترجم اسمین حال صحابہ رضی اللہ عنہم کیطرف لطیف اشارہ کیا فافہم

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ

کیا تمکو خیال ہی کہ داخل ہوجاؤگے جنت مین اور ابھی معلوم نہین کر دیے اللہ نے جو تم مین سے جہاد کرنے والے ہین اور معلوم کرے

الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَأَيْتُمُوْهُ وَأَنْتُمْ

ثابت رہنے والے اور تم تو آرزو کرتے تھے موت کی موت سے ملنے پہلے سو اب دیکھا تمنے اسکو اور تم

تَنْظُرُوْنَ ع

دیکھتے ہو

ع ۱۴

اَمْ۔ بل حَسِبْتُمْ۔ مفسر رح نے ام کو بل سے تفسیر کرنے مین اشارہ کیا کہ ام منقطعہ ہی اور ہمزہ انکار ہی یعنے (بلکہ تم نے خیال کیا) ای ایسا مت خیال کرو۔ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا۔ لم۔ يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ۔ علم ظہور۔ کہ داخل ہو جاؤ تم جنت مین اور نہین معلوم کیا اللہ نے ان لوگون کو جنھون نے جہاد کیا تم مین سے علم ظہور کر کے ف مفسر رح نے لما یعلم کی لم یعلم سے تفسیر کرنے مین اشارہ کیا کہ یہ دونون معنے واحد ہین جیسا کہ جمہور کا قول ہی اور زمخشری نے کہا کہ لم و لما مین فرق یہ ہی کہ لما مین نفی ماضی و توقع مستقبل ہوتی ہی ای نہین صادر ہوا جہاد تم سے ماضی مین ولیکن آیندہ متوقع ہی علی ما ذکرہ الرازی اور کہا گیا کہ یہ معنے لما کے امام النحاۃ سیبویہ رح نے ذکر کیے ہین مگر ابو حیان نے زمخشری پر اعتراض کیا کہ مجھے نہین معلوم ہوا کہ کسی نحوی نے لما کے یہ معنے کہے ہون بلکہ انھون نے اتنا ہی کہا کہ لما سے تا ہنوز متصل نفی ہوتی ہی پھر بیضاوی نے ذکر کیا کہ اسمین دلیل ہی کہ جہاد فرض کفایہ ہی مترجم کہتا ہی شاید مسئلہ کو لفظ سے نکالا کہ بعض کے ادا کرنے پر دلالت کرتا ہی فتامل۔ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ فی الشدائد اور نہین جانا سختیون مین صبر کرنے والون کو ف ابھی تک ایسے لوگ متمیز نہین ہوئے جو مجاہد صابر ہین اور جو جھوٹے منافق

ہین حتی کہ جب امتحان سخت آجاویگا تب مقہول ہوجاوینگے جو ثابت قدم رہینگے اور یہ غزوۂ خندق مین ہوا جسکا بیان احزاب مین ہی ۔ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ ۔ فیہ حذف احدی التائین فی الاصل ۔ یعنے تتمنون ۔ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ حیث قلتم لیت لنا یوما کیوم بدر لننال مانال شہداء ہ ۔ اور البتہ تم لوگ موت کی تمنا کیا کرتے تھے قبل اسکے کہ موت سے ملاقی ہو ف کیونکہ تمنے کہا کہ کاش ہمکو ایکدن ویسا ملتا جیسا بدر کا دن تھا تاکہ حاصل ہوتا ہمکو جو حاصل ہوا شہداء بدر کو ۔ ایسا ہی ابن عباس رض سے منقول و عاکرنا مروی ہوا ہی ۔ اگر کہا جاوے کہ تمنے موت تو منع ہی قرطبی رح نے جواب دیا کہ مسلمانون سے موت کی تمنا کرنا شہادت کی تمنا ہی جو جہاد مین صبر و ثبات پر مبنی ہی نہ اس بات پر کہ کفار انکو قتل کرڈالین اسواسطے کہ یہ تو معصیت و کفر ہی جو نہین جائز ہی پس درخواست شہادت کی تھی اگرچہ مؤدی بقتل ہو منذر رح کہتا ہی کہ صریح ممانعت تو موت کی بددعا اپنے اوپر کرنے سے ہی اور محققین نے کہا مطلقا موت کی تمنا ممنوع نہین بدلیل آنکہ اللہ تعالے نے یہود کو کہا کہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ۔ اور حضرت یوسف ع نے دعا کی کہ توفنی مسلما و الحقنی بالصالحین ۔ پس آں ممانعت کا جزع و فزع دنیاوی محنت پر ہی اور یہان شہادت کی امید پر ہی جو قطعا خیر ہی اسیواسطے موت کی شہادت سے تفسیر کی گئی اور یہی اثر ابن عباس رض مین مصرح ہی کہ شہادت مانگتے تھے پس سوال وارد ہی نہین ہوتا ۔ اور یہ جو کہا گیا کہ اسمین غلبۂ کفار کی دعا ہی کیونکہ انکے غلبہ سے قتل ہونا شہادت ہی تو یہ وہم ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ بدر مین باوجود غلبۂ مومنین کے بھی شہید ہوے تھے ۔ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ ۔ سو تم نے موت کو دیکھ لیا ف ای سببہ وھو الحرب ۔ یعنے سبب موت کو دیکھ لیا جو حرب و لڑائی ہی کیونکہ خود موت کو انھون نے نہین دیکھا تھا ۔ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۔ ای بصراء تتاملون الحال فلم انہزمتم ۔ بصراء بضم اول جمع بصیر ہی پس معنے آنکہ اور حال یہ کہ تم بصیر و نظر والے لوگ تھے حالت مین تامل کی نگاہ کرسکتے ہو کہ کیونکر ہی پھر تم کیون بھاگے ۔ اصل سوال یہ کہ فقد رایتموہ کے بعد و انتم تنظرون کے کیا معنے ہین ۔ پس مفسر رح کا جواب مذکور ہوا اور معالم وغیرہ مین کہا کہ یہ بطور تاکید کے ہی اور یہ اخفش رح کا قول ہی ۔ پھر کہا گیا کہ اسمین گونہ توبیخ ہی کہ انھون نے حرب کی تمنا کی پھر بھاگ نکلے اور چاہیے تھا کہ تمنا کرکے مانگی تھی تو دلیرانہ لڑتے اور صبر کرتے اور نیز توبیخا یہ بھی اشارہ ہی کہ بلا و امتحان کی تمنا کرنا نہین چاہیے کیونکہ بندہ اسکے امتحان کے لائق نہین ہی وہ خود امتحان مین لاتا اور توفیق دیکر خود ہی پار اتارتا ہی اور اسیکے مؤید ہی جو صحیحین مین ثابت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالے سے عافیت مانگو اور جب تم دشمن سے منہ بھیڑ ہو پڑے تو صبر سے ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلوارون کے سایہ تلے ہی ۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

اور محمد تو ایک رسول ہی ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مرگیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤگے

عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ

الٹے پانون اور جو اپنی الٹے پانون پھر جائیگا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیگا اور جلد اللہ ثواب دیگا

الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ

بھلا ماننے والون کو اور کسی جان کو یہ نہین کہ مرجاوے مگر اللہ کے حکم ہی سے لکھا ہوا وعدہ اور جو کوئی چاہیگا

الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ۝

دنیا کا بدلا ہم دنیا سے اسکو دینگے اور جو کوئی آخرت کا بدلا چاہیگا ہم اسمین سے اسکو دینگے اور جلد ہی ہم ثواب دینگے احسان ماننے والون کو

ونزل فی ہزیمتہم لما اشیع ان النبی صلعم قتل وقال لہم المنافقون ان کان قتل فارجعوا الی دینکم ۔ جب عین معرکہ احد میں یہ آواز فاش ہوئی کہ نبی صلعم قتل ہوئے پس صحابہ بھاگے اور منافقون نے اُنسے کہا کہ اگر وہ قتل ہوئے تو تم اپنے دین کی طرف لوٹو تب نازل ہوا قولہ تعالے ۔ **وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ** ۔ نہین محمد مگر رسول اس ایک صفت پر اقتصار کیا بطور مبالغہ کے ہے اور معنے یہ کہ مقصود انسے یہی رسالت ہے یہ نہین کہ اسکے سوائے یہ بھی مقصود ہو کہ انکو موت نہ آویگی جیسا تم نے بعید جانا کیونکہ حی قیوم صفت باری تعالے ہے اور بات یہ ہوئی تھی کہ بروز احد یہ بات پھیل گئی کہ محمد صلعم مارے گئے اور اس خبر پر جو صحابہ نے ہزیمت اُٹھائی تو ہر چند حضرت صلعم نے آواز دی کہ اِدھر میری طرف آؤ اُدھر آؤ کسی نے نہ سنا پس جو بھاگے ہوئے پہاڑی پر تھے بعض نے کہا کہ ہم کو کوئی ایسا ایلچی مل جاتا جو عبد اللہ بن ابی منافق کے پاس مدینہ جاتا کہ وہ ابوسفیان سے ہمارے لیے امان لیتا اور بعض منافقون نے کہا کہ اگر محمد قتل ہوے تو کیسے نبی تھے تم اپنے پہلے دین مین آؤ اور فریق گویا تھد ید و کہ وہ آخر تمہارے بھائی ہین پس انس بن النضر رضؓ نے دونون کے کلام سے بیزاری و پناہ مانگی اور حضرت صلعم کے بعد زندہ رہنا بیکار سمجھکر تلوار سے مشرکون پر سخت حملہ کیا آخر کو شہید ہوے اور حضرت صلعم پہاڑی کی طرف لوگون کو پکارتے چلے پہاڑی پر اول جسنے پہچانا وہ کعب بن مالک ہین پھر آواز دی کہ اے مسلمانو خوشی ہو کہ رسول اللہ صلعم یہ موجود ہین آنحضرت صلعم نے اشارہ سے منع کیا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ایک ٹکڑا آپ کی طرف جمع ہوا آپ نے انکو بھاگنے پر ملامت کی بولے کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہم کو جب یہ خبر پہونچی کہ آپ قتل ہوے تو ہمارے دل رعب مین آگئے ہم اُلٹے پانون بھاگے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری ۔ شیخ **ابن کثیر** رحؒ نے فرمایا کہ ابن ابی نجیح نے اپنے باپ سے روایت کی کہ مہاجرین مین سے ایک شخص ایک انصاری کیطرف بھاگتے ہین گذرا اور پوچھا کہ بھلا تم کو معلوم ہے کہ محمد صلعم قتل ہوے تو انصاری نے جو اپنے خون مین لتھڑے پڑے تھے فرمایا کہ اگر محمد صلعم قتل بھی ہوے ہون تو وہ دین تمکو پہونچا چکے تم بھی دین کیطرف سے لڑو پس نازل ہوا قولہ وما محمد الا رسول الآیۃ ۔ رواہ البیہقی ۔ **قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ** ۔ اس رسول مکرم سے پہلے بہت رسول گذر چکے ف یعنے محمد بھی انھین رسولون کی طرح عنقریب گذر جائیگا ۔ **اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ** کثیرہ ۔ **انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ** ۔ رجعتم الی الکفر والجملۃ الاخیرۃ محل الاستفہام الانکاری ای ما کان معبودا فترجعوا ۔ کیا اگر مرا یا قتل ہوا (مانند دیگر بعض انبیا کے) تو تم رجوع کر گئے اپنی ایڑیون پر (ای لوٹ پڑے کہ گویا کفر ہی ہے) ف یہی جملہ اخیرہ محل استفہام انکاری ہے یعنے وہ معبود نہین تھا کہ اسکی موت وقتل پر تم لوٹ جاؤ کہ پھر کسکی عبادت کرو ۔ یہ آیت حضرت مصعب بن عمیرؓ کی زبان پر اتری کہ جو احد کے روز حضرت صلعم کے نشان بردار تھے جب ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کا قصد کیا اور پتھر مارا کہ آپ کے زخم آگیا در حالیکہ لوگ پریشان تھے تو مصعبؓ نے اُس ملعون کو روکا اور حال یہ ہوا جو ابن سعدؒ نے طبقات مین بطریق واقدیؒ روایت کیا کہ انکا داہنا ہاتھ کاٹا گیا پس نشان بائین ہاتھ مین لیا اور یون کہتے تھے کہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ۔ پھر بایان ہاتھ کاٹا گیا تب نشان پر جھک کے اور بازو سے چپٹایا اور یہی کہے جاتے تھے پھر قتل ہوے تب نشان گر پڑا ۔ محمد بن شرحبیل عبدری راوی کہتے ہین کہ اسوقت یہ آیۃ وما محمد الا رسول نہین اُتری تھی پھر اسکے بعد اتری ہے اگر کہا جاوے کہ مات او قتل شک ہے پھر حضرت آدا اور یہ جناب باری تعالے سے محال ہے جواب یہ کہ آو مساوات حکم کے لیے ہے یعنے خواہ ایسا ہو یا ایسا ہو کوئی بھی ہو تم بہرنے یا شکست اُٹھانے کا مستوجب نہین ہے اور یہان تو در حقیقت دونون مین سے کچھ بھی نہین واقع ہوا ۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے بہت سی آیات مین بیان فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلعم قتل نہ ہونگے چنانچہ قولہ انک میت وانہم میتون ۔ اور واللہ یعصمک من الناس ۔ اور لیظہرہ علی الدین کلہ پھر او قتل کیونکر فرمایا ۔ تو جواب دیا گیا کہ

یہ بطریق الزام ہے کہ تم یہود و نصاریٰ سے کم ہوتے ہو حالانکہ یہود نے جانا کہ موسیٰ مر گئے مگر دین نہیں چھوڑا اور نصاریٰ نے اپنے زعم پر اعتقاد کیا کہ عیسیٰ قتل ہوئے مگر نہیں پھرے تم کیونکر ایسا کر سکتے ہو۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ وانما یضر نفسہ۔ اور جو کوئی اُلٹے پانوں پھرا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ ضرر کریگا ف بلکہ وہ اپنے آپ ہی کو ضرر پہونچاویگا کیونکہ ثواب سے محروم ہوگا۔ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ نعمہ بالثبات۔ اور اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرماویگا شاکروں کو۔ یعنے ان لوگوں کو جو شکر کرتے ہیں اسکی نعمتوں کا ساتھ ثبات کے۔ یعنے قائم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر اور اسکے دین کے واسطے لڑتے ہیں اور اسکے رسول صلعم کی خواہ زندہ ہوں یا انتقال فرمایا ہو پیروی کرتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم کی زندگی میں کہا کرتے کہ واللہ ہم اُلٹے پانوں نہیں پھرینگے بعد اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو ہدایت فرمائی اور واللہ اگر حضرت صلعم مر گئے یا قتل ہوئے تو ضرور میں اسی راہ پر لڑے جاؤنگا جسپر حضرت صلعم لڑے یہانتک کہ مر جاؤں رواہ الطبرانی اور بخاری کی حدیث وفات میں ہے کہ ابوبکرؓ نے آکر حضرت صلعم کا چہرہ مبارک کھولا (جب آپ انتقال فرما چکے تھے) اور منہ کے بل آپ پر گر پڑے اور بوسہ لیا اور رو کر کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا۔ اللہ تعالیٰ دو موتیں آپ پر جمع نہ کریگا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ابوبکر نکلے اور عمرؓ لوگوں سے باتیں کہتے تھے (یعنے جو حضرت صلعم کو مردہ کہیگا میں قتل کرونگا) عمرؓ سے کہا کہ بیٹھو اور پھر خطبہ پڑھا اما بعد جو شخص کہ محمد کو پوجتا تھا تو محمد نے تو انتقال کیا اور جو اللہ تعالیٰ کو پوجتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے کبھی اسکی پاک ذات کو موت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن ۔۔۔ تا قولہ وسیجزی اللہ الشاکرین۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ واللہ گویا لوگوں کو یہ آیت ہی معلوم نہ تھی یہانتک کہ ابوبکرؓ نے پڑھی ہے پس کوئی بشر نہیں تھا مگر آنکہ اسکی زبان پر یہی آیت تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ الشاکرین ابی وہ لوگ جو دین پر ثابت رہے وہ ابوبکر اور اصحاب ہیں پس علی کرم اللہ وجہہ کہتے تھے کہ ابوبکرؓ شاکروں کے امیر تھے اور سب سے زیادہ شکرگزار اور اللہ تعالیٰ کو محبوب تھے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ بقضائہ۔ كِتٰبًا۔ مصدر ای کتب اللہ ذلک كتابا مُّؤَجَّلًا۔ موقتا لا یتقدم ولا یتاخر فلم انہزمتم والہزیمۃ لا تدفع الموت والثبات لا تقطع الحیوۃ۔ یعنے نہیں سزاوار ہے کسی نفس کو کہ مر جاوے مگر باذن الٰہی (یعنے بقضاء الٰہی) لکھدیا اللہ تعالیٰ نے اسکو وقت کر کے (کہ وہ نہ پہلے ہو سکے اور نہ پیچھے) ف پھر تم لوگ کیوں بھاگے حالانکہ بھاگنا موت کو دور نہیں کر سکتا اگر وقت آگیا اور معرکہ میں ثابت رہنا زندگی کو نہیں کاٹتا اگر وقت نہیں آیا ہے۔ نفس کی طرف مرنے کی نسبت کرنا باوجودیکہ اسکو اختیار نہیں ہے مجاز ہے اور اسمیں نامردوں کو شجاعت دلائی اور قتال کی ترغیب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اقدام کرنا اور جسکو نامرد مہلکہ سمجھتے ہیں اسمیں گھسنا عمر کو کاٹتا نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا خلاف کرنے سے عمر بڑھ سکتی ہے جیسا کہ اعمش رحمہ حبیب بن ظبیان سے روایت کی کہ ملک فارس پر جہاد کرنے کی حالت میں دریائے دجلہ کے ادھر مسلمان اور ادھر ایرانی فوج تھی سو ایک مسلمان نے کہا اور وہ حجر بن عدیؓ ہیں کہ تمکو کون چیز ان دشمنوں کی طرف عبور کرنے سے روکے ہے یہ دجلہ بھلا کیونکر موت دیگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا موجلا۔ یہ کہکر دجلہ میں اپنا گھوڑا ڈالدیا انکے پیچھے مسلمانوں نے بھی گھوڑے ڈالدیے اور ایرانیوں نے جو یہ حال دیکھا تو اپنی زبان میں ایک دوسرے سے کہا دیوان آمد۔ یہ لوگ دیو ہیں اور خوفناک ہوکر بھاگے۔ رواہ ابن ابی حاتم عن العباس بن یزید العبدی عن ابی معاویہ عن الاعمش بہ۔ کذا ذکرہ ابن کثیر۔ وَمَنْ يُّرِدْ۔ بعملہ۔ ثَوَابَ الدُّنْيَا۔ ای جزاءہ فیہا نُؤْتِهٖ مِنْهَا۔ ما قسم لہ ولا حظ لہ فی الآخرۃ یعنے اور جسنے چاہا اپنے کام سے ثواب دنیا ہی اپنے

کام کی جزا دنیا مین تو دیتے ہین ہم اسکو دنیا سے یعنے اسقدر جو اسکے واسطے مقسوم ہی پھر آخرت مین اسکا کچھ حصہ نہین اور ظاہر ثواب
دنیا فتح و غنیمت ہی اگر کہا جاوے کہ آخرت مین حصہ نہونا کہان سے معلوم ہوا تو مین کہتا ہون کہ بدلیل حدیث آیندہ اور آگے کے کلام سے
جو بر سبیل مقابلہ واقع ہوا یعنے وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا - اسی مین ثواب ہا - اور جو چاہے ثواب آخرت
دینگے ہم اسکو آخرت سے یعنے ثواب آخرت سے وہ جنت ہی جانو کہ ثواب تو ابھی دیدیا مگر اسکو وہان پہونچنے پر ملیگا اور یہ بعد
موت کے شروع ہو جاتا ہی - وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ - اور قریب ہم جزا دینگے شکرگزارون کو - یہ بڑا فضل کا وعدہ ہی کہ
انکا ثواب تو ملیگا پھر دینے والے ہم ہین جسکی مقدار کوئی کیا قیاس کر سکتا ہی - اور حدیث صحیح مین آیا کہ اللہ تعالے نے فرمایا مین نے اپنے
پرہیزگار بندون کے لیے وہ کچھ رکھا ہی جسکو کسی آنکھ نے نہین دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ وہ کسی بشر کے دل مین خطور ہوا یعنے
حواس و عقل سے بالاتر ہی اور کہا گیا کہ یہ دیدار حضرت باری عز و جل ہی - اور آیت مین تعریض ہی ان لوگون پر جو غنیمت لوٹنے کے واسطے
خلاف حکم رسول صلعم کر بیٹھے اور مدح ہی ان لوگون کی جو حکم پر ثابت رہے - اور جان لو کہ ثواب دنیا چاہنے سے یہ مراد ہی کہ غرض اسکی فقط
دنیا ہو پس اسکو دنیا تو قسمت کے موافق ملتی ہی اور آخرت سے محروم ہوتا ہی اور آخرت چاہنے والون سے یہ مراد ہی کہ انکا ہر فعل خالص اللہ تعالے
کے واسطے ہو پس انکو آخرت کا پورا ثواب ملتا ہی اور دنیا مین بھی قسمت کے موافق ملتا ہی پس ظاہر ہوا کہ دنیا چاہنے والا بڑا کمبخت ہی اور فرق
فقط ایک نیت کا ہی اور عمر بن الخطاب رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا سواے اسکے نہین کہ اعمال ساتھ نیتون کے ہین اور
شخص کے لیے وہی ہی جو اسنے نیت کیا پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اسکی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہوگی
اور جسکی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اسکو حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف کہ اسکو نکاح مین لاوے تو اسکی ہجرت اسی چیز کے لیے ہوگی
جسکی طرف اسنے ہجرت کی رواہ البخاری و مسلم و اہل السنن و المسانید و غیرہم حتی قیل انہ حدیث متواتر ف - عرائس البیان مین
اشارات آیات مین یون ذکر کیا کہ قولہ تعالے وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل - اللہ عز و جل نے اس خطاب مین سب کو
عتاب کیا یعنے جب مین نے تمکو اپنے معبود و پروردگار قادر مختار ہونے کے اپنے نبی صلعم کی زبان سے خبر دیدی اور اپنے رسول
صلعم کی رسالت سے تمپر اپنی ہی بندگی واجب کی اور تمکو اپنی الوہیت کی نشان پہنچوا دیے کہ بلا واسطہ تمنے جان لیا پھر تمکو کیا ہوا کہ تم نے
حضرت صلعم کے درمیان سے جاتے رہنے سے تنزل کیا اور حالت فترت و امتحان کے وقت تم حقائق ایمان و اخلاص سے منقطع
ہو گئے سو تم اگر میرے جلال کے مشاہدے مین ہوتے تو اسکی موت سے یا میرے تمہارے درمیان ہر واسطہ کے اٹھ جانے سے مضطرب
نہوتے اسواسطے کہ جسنے حق عز و جل کو مشاہدہ و معاینہ کیا تو اسکی محبت و بندگی بغیر واسطہ ربوبیت کے ہمیشہ اسکی ذات سے قائم
ہوتی ہی قال المترجم یعنے اسکی محبت اور بندگی کرنا اس واسطہ کی وجہ سے نہین ہوتا کہ اللہ تعالے ہمارا پروردگار ہی اور اسکی پرورش کی وجہ سے
ہم بندگی کرین اور اس سے محبت کرین بلکہ محبت و بندگی محض ذات باری تعالے عز و جل کے واسطے ہی بدون لحاظ کسی واسطہ کے قال الشیخ
اور انبیا و اولیا پر کچھ نہین مگر یہی کہ وہ خبر دین و آگاہ کرین کہ اللہ تعالے نے یہ حکم دیا ہی اور اسکی مراد کو ظاہر کر دین - پھر ان سب مین سے حضرت
صدیق اکبر و انکے قریب مرتبہ والے لوگون کو خاص فرمایا رض اللہ تعالے ان سب سے راضی ہو - کیا تو نہین دیکھتا کہ جب حضرت
سید عالم صلعم نے انتقال فرمایا تو صدیق اکبر رض نے کہا جو شخص محمد صلعم کو پوجتا تھا تو محمد صلعم نے انتقال فرمایا اور جو اللہ تعالے کو پوجتا تھا
تو اللہ تعالے زندہ ہی کبھی نہین فنا ہوگا اور یہ وصف اس آیت کے آخر مین ظاہر ہی مترجم کہتا ہی کہ شیخ نے جو کہا کہ آیت مین سب کو

عتاب فرمایا سواے حضرت صدیق و انکے مانند رضی اللہ عنہم کے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ انکے مراتب مین نقصان ہی بلکہ یون سمجھو کہ یہ انھین کا
مرتبہ تھا کہ حضرت مالک الملک الحی القیوم وحدہ لاشریک لہ عزوجل نے انکو اس خطاب عتاب سے سرفراز کیا جس سے محبت ٹپکتی ہی بخلاف ان
احکام کے جو کافرون کے حق مین دیے گئے وہ دو قسم کے ہین بعض ان کافرون کو ہین جو علم الٰہی مین کافر رہے انکو غضب و لعنت کے ساتھ ہی
اور بعض انکو جو آیندہ ایمان لانے والے تھے تو انکو جھڑکی اور خشم سے ہی فہمایش ملا ہوا فافہم۔ قولہ تعالے افائن مات او قتل انقلبتم علی
اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا۔ اسکے بعد حضرت صدیق اکبرؓ اسکے مانند لوگون کے حق مین فرمایا کہ وسیجزی اللہ
الشاکرین۔ یعنے ابو بکرؓ اور جسکا قلب انکے قلب کے مثل تھا ایمان و یقین رکھتے ہین یہ فقرہ جزاء شکر کے واسطے ہے شاکرین مراد ہین اور
انکا شکر یہ ہی کہ پروردگار کے معاملہ و ولایت مین مستقیم ہے اور منجملہ انکے شکر کی جزاء کے تھا کہ اللہ تعالے نے انکو فتح دی اور شریعت کے
فراخ خوشنما میدان سے انھون نے سرکش مردودون کو بھگادیا۔ و اسطیؒ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سب کی آنکھین
بند ہوگئین سواے ایک مرد کے اسی نے ان سب پر فضل ظاہر کیا اسوجہ سے کہ انپر فضیلت دیا گیا تھا اور وہی بصیرت کے ساتھ انکو اللہ تعالے
کی طرف بلانے والا تھا وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہین پس گویا اس آیت کی مراد وہی مخصوص ہین اور باقی امت اس سے عاجز
رہی بسبب اسکے کہ بصائر مین سستی تھی اور یہ سب معاملہ اللہ ہی کی طرف سے تھا وہ جسکو چاہیے اپنے فضل سے خاص کرے اور ابو بکرؓ
کی فضیلت اس قول سے ظاہر ہوئی کہ جو محمد صلعم کو پوجتا تھا سو محمد صلعم نے تو انتقال کیا۔ قال المترجم اس قول کے معنے یہ ہین
کہ اے لوگو تم اللہ تعالے کی عبادت کرتے ہو کچھ محمد صلعم کو نہین پوجتے تھے پھر یہ حیرانی و اضطراب و شک و بدگمانی کیا ہی تم تو اللہ عزوجل
کو پوجتے تھے جسکی طرف تم کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کردی وہی دائمی باقی حی قیوم ہی اب بھی اسکی عبادت کرو
اور حضرت صلعم کی تجہیز و تکفین کرو اور اسمین اشارات و حقائق ہین کہ مین گنجایش بیان نہین پاتا ہون مگر یہ اشارہ کہ قدم نبوت پر وہی قائم ہوے
قال المترجم اگر کہا جائے کہ ابن عباس کی روایت مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول مذکور ہی کہ واللہ ہم الٹے پاؤن نہین پھرینگے بعد اسکے کہ ہم کو
اللہ تعالے نے ہدایت کی واللہ اگر رسول اللہ صلعم انتقال کرین یا قتل کیے جاوین ہم اسی پر قتال کرونگا جسپر حضرت صلعم نے قتال کیا یہانتک
کہ مرجاؤن واللہ مین انکا بھائی و ولی اور چچا کا بیٹا ہون مجھسے زیادہ کون انکے ساتھ احق ہی رواہ الطبرانی۔ تو جواب یہ ہی کہ کمال صدق ایمان
ہی اور یہ بات وہ حضرت صلعم کی زندگی مین فرماتے تھے جیسا کہ اسی روایت مین مصرح ہی اور وہ وقت تھا کہ نور ظاہر باہر تھا جب وفات ہوئی
اور اس واسطے سے راہ بند ہو کر تاریکی ہوئی تو چھائی و حیرانی سب پر چھاگئی سواے اسکے جسکی راہ مستقل کشادہ ہولی پھر جب اسکی طرف سے واسطہ
ہوا تو وہی نور نظر آیا مگر فرق کے ساتھ اسیواسطے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ واللہ گویا لوگون کو معلوم ہی نہ تھا کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری
ہی یہانتک کہ ابو بکرؓ نے انپر پڑھ دی پھر انھین سے سنکر سب لوگون نے اسکو پڑھا سو مین کسی بشر کو لوگون مین سے نہین سنتا تھا مگر انکہ وہ اسی
آیت کو پڑھتا تھا۔ اور سعید بن المسیبؒ نے عمرؓ سے روایت کی کہ یہ سنکر عرق عرق ہوگئے اور زمین کی طرف جھک پڑے من حدیث البخاری اسیواسطے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابو بکرؓ کو امیر الشاکرین کہا اور شاکرین کی تفسیر مین کہا کہ وہ ابو بکرؓ و انکے اصحاب ہین اور کہا کہ ابو بکر ہی سب سے زیادہ شاکر
اور سب سے زیادہ محبوب نکلے اللہ تعالے کی طرف۔ اور یہین سے اہل حق نے قاطبۃً اتفاق کیا کہ ابو بکرؓ افضل ہین اور یہی معنے ہین کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ ابو بکر خلیل اللہ ہین اور فرمایا کہ انکار فرماتا ہی اللہ تعالے اور مومنین سواے ابو بکر کے دوسرے کو۔ یعنے خلافت لکھنے کی حاجت نہین خود ہی
ارادۂ الٰہی عزوجل جاری ہی کہ اللہ تعالے ابو بکر ہی کو سب سے اول برگزیدہ فرماتا ہی اور اسیکے ارادہ پر مسلمانون کے دل موافقت کرینگے اور حضرت

یحییٰ منیری قدس سرہ نے کہا کہ کوئی آسمانی ہو یا زمینی مقبول نہین جب تک ابوبکرؓ کے افضل ہونے کا قائل نہو اور مترجم کہتا ہے کہ بعض
کبار کا قول ہے کہ جو ابوبکرؓ کی افضلیت و خلافت حقہ کا قائل نہو اسکا کوئی عمل میرے نزدیک قبول نہو گا کما فی جامع الترمذی و بالجملہ اس مین
اہل حق و جنکو نور ایمان حاصل ہے کسی نے خلاف نہین کیا سوائے انکے جو اپنی ہوائے نفس کے پابند ہین۔ **قال الشیخ** اور **شیخ حسین** نے فرمایا کہ
رسول کے واسطے نہین مگر وہی جسکا انکو حکم دیا گیا یا انپر کشف کیا گیا کیا تو نہین دیکھتا کہ کیسے اُنسے پوچھا گیا کہ کس چیز مین ملاء اعلیٰ ایک دوسرے پر
پیش قدمی چاہتے ہین یعنے انھون نے کوئی حس نہین سُنا اور نہ جانا پھر جبکہ اُنسے یہ بات پوشیدہ تھی تو انکو مشاہدہ دیا پس صفت انپر واقع ہوئی اور
انھون نے شہود حق عزوجل کے ساتھ مشاہدہ کیا اور بشریت کی حقیقت صفت جو مانع تھی جاتی رہی پس انھون نے تمام علوم کو بیان فرمایا
قال المترجم یہ اشارہ اس حدیث کی طرف ہے کہ آپ نے فرمایا مین نے اپنے پروردگار کو نہایت عمدہ صورت مین دیکھا مجھسے فرمایا کہ ای محمد مین نے
عرض کیا کہ ای پروردگار مین خدمت مین حاضر ہون فرمایا کہ کس بات مین ملاء اعلیٰ یعنے فرشتے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہین تا آخر حدیث رواہ
الترمذی والامام احمد والدارمی وغیرہم پس مطلب یہ کہ اگر وہ تمام علوم غیب پر واقف ہوتے تو انسے یہ کیون پوچھا جاتا پھر شہود حق سے انکو تمام
علوم کا جاننا تک امکان بشری ہے انکشاف ہوا کیونکہ صفت باری تعالیٰ مخلوق مین قدیم ہو جانا محال ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ قولہ تعالیٰ وما کان لنفس
ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اسکی قدرت سے یہ بات ہے کہ زندہ کو موت دیتا ہے کہ اعظم از ایجاد زندہ ہے اور عجب
از ابقاء زندہ ہے اسواسطے کہ موجود مین تو خود کچھ قدرت ہونے کا وہم بھی ہے بخلاف معدوم کے کہ اسمین کچھ قدرت نہین ہے اور نیز اہل ریاضت کیطرف
(باقی رکھنا) اشارہ ہے کہ نفس بارہ کچھ ریاضت و مجاہدہ سے زائل نہین ہوتی وہ تو مطمئنہ جبھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اذن و ارادہ متعلق ہو اور اسیکی یاد و مناجات
کی حلاوت سے اطمینان پاتی ہے اور اسواسطے شیخ نے فرمایا کہ کوئی نفس نہین کہ فنا و بقا کی قدرت رکھے بلکہ اجل سب مقدر ہین۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ولکل اجل کتاب ہر اجل کے واسطے لکھی تقدیر ہے قولہ تعالیٰ ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا ومن یرد ثواب الآخرۃ نؤتہ منہا۔ ثواب دنیا تو معرفت ہے اور ثواب
آخرت مشاہدہ ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید مشاہدہ سے دیدار عیانی مراد ہے۔ قال اور نیز ثواب دنیا محبت ہے اور ثواب آخرت قربت ہے اور نیز ثواب
دنیا تو صحبت اولیاء ہے اور ثواب آخرت صحبت حق جل و علا ہے۔ اور بعض شیخ نے کہا کہ ثواب دنیا عافیت ہے اور بعض نے کہا کہ شکر نعمت بجا لانیکا
الہام ہے اور ثواب آخرت جنت اسکی نعمتین ہین **قال المترجم** یہ تفاسیر بظاہر ہر دو حق ثواب آخرت۔ مگر ثواب دنیا مفسرین نے بھی فتح و غنیمت قرار دی ہے

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اور بہت نبی ہین کہ جنکے ساتھ ہوکر لڑے ہین بہت خدا کے طالب پھر کچھ ہارے نہین تکلیف پہونچنے سے اللہ کی راہ مین
وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا
اور نہ سست ہوئے نہ دب گئے اور اللہ چاہتا ہے ثابت رہنے والون کو اور کچھ نہین بولے مگر یہی کہا
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ
کہ ای رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہمسے زیادتی ہوئی ہمارے کام مین اور ثابت رکھ ہمارے قدم اور مدد دے ہمکو منکر
الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ
قوم پر پھر دیا انکو اللہ نے ثواب دنیا بھی اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ چاہتا ہے نیکی والون کو

وکاین۔ کم۔ یعنے کاین بمعنے کم خبریہ ہے ای بہیترے۔ پس مفسرین کے نزدیک احتمال ہے کہ کاین مفرد لفظ بمعنے کم ہو اور احتمال ہے کہ مرکب

ہو جیسا کہ خلیل و سیبویہ نے کہا کہ ای اور کاف تشبیہ سے مرکب ہو کر کم کے معنے میں ہو گیا اور معالم میں فرمایا کہ تنوین کی کوئی خطی صورت نہیں سوائے اس لفظ کے کہ بحرف نون لکھی جاتی ہے ۔ مِّن نَّبِيٍّ قُتِلَ ۔ و فی روایۃ قاتل والفاعل ضمیرہ ۔ یعنے قتل بوزن مجہول ابو عمرو و ابن کثیر و نافع کی قرارۃ ہے اور ایک قرارۃ میں قاتل از مفاعلت آیا یہ باقیوں کی قرارۃ ہے اور فاعل اسکا اسکی ضمیر ہے ۔ مَعَهُ خبر مبتداء ہ ۔ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ ۔ جموع کثیرہ ۔ یعنے معہ خبر مقدم اور اسکا مبتدا ربیون کثیر موخر ہے ف مفسرین کے اسمین کئی قول ہین اول قُتِل مجہول ہے اور معنے یہ کہ بہت نبی مقتول ہوے اور انکے اصحاب سے بہت ربیون مقتول ہوے پھر باقیون کو اس سے بھی کچھ ضعف ایمان لاحق نہوا اور یہی ابن جریر و ابو حاتم نے اختیار کیا اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ سعید بن جبیر و حسن نے کہا کہ قتال مین کوئی نبی کبھی مارا نہین گیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ آیۂ کریمہ مین قتال مین مارا جانا اگرچہ صریح مذکور نہین اور فی سبیل اللہ یعنے جہاد ہونا ضرور نہین ولیکن ثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم القوم الکافرین ۔ سے یہی اظہر ہے ۔ بالجملہ قُتِلَ مین اس صورت مین ضمیر راجع بجانب نبی ہوگی (یعنے بہت سے نبی قتل ہوا ہر ایک جسکے ساتھ تھین بہت سی ربانی جماعتین) دوم آنکہ قتل مین ضمیر نہین بلکہ مفعول مالم یسم فاعلہ ربیون کثیر ہے اور معنے یہ کہ بہت نبی گذرے کہ انکے ساتھ لڑائی مین ربیون کثیر مارے گئے اور اسیکو زمخشری نے ترجیح دی اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ فما وہنوا ۔ پھر وہ لوگ سست نہوے ، یہ بعد مقتول ہونے کے کیونکر کہا جا سکتا ہے اور اگر باقیون کو کہا تو انکے ساتھ انکا نبی موجود رہا ہے ۔ اسیواسطے ابو عبیدہ رح نے قاتل کی قرارۃ اختیار کی کیونکہ اسمین ہن کے معنے مستقیم رہتے ہین اور اسوجہ سے کہ جب قتال کرنے والے کی مدح ہوگی تو مقتول کی مدح بدرجۂ اولیٰ ہوگی بخلاف اسکے عکس کے اور یہی وجہ سوم ہے ۔ چہارم آنکہ کلام مین حذف ہے تقدیر یہ کہ وکاین من نبی قتل معہ ربیون کثیر ۔ یعنے اکثر نبی مارا گیا اور اسکے ساتھ ربیون کثیر تھے پس وہ لوگ بعد نبی کے مقتول ہونے کے ضعیف و سست نہوے ۔ اور تقدیر واو کی ایسے مقام پر شائع ہے جیسے قتل فلان معہ جیش کثیر یہ معالم مین مذکور ہے اور احسن یہ ہے کہ اس صورت مین بدون تقدیر واو کے قتل ربیون کثیر حال ڈالا جائے ای درحالیکہ اسکے ساتھ ربیون کثیر تھے اور یہ وجہ موجہ ہے اور اسکو محمد بن اسحٰق رح نے ذکر کیا اور سہیلی رح نے اسی قول کی تائید مین مبالغہ کیا اور واقعی مستقیم ہے اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ نے ان آیات مین و در آیات سابقہ مین ان مسلمانون پر عتاب فرمایا جو بروز احد بھاگ نکلے قتال چھوڑ کر فقط اس آواز کے سننے سے کہ محمد مقتول ہوے تو اللہ تعالےٰ نے اسمین ملامت کی کہ بہت نبی پہلے گذرے کہ نبی مقتول ہوا درحالیکہ اسکے ساتھ مین ربیون کثیر تھے مگر وہ سست نہوے تم کیون بھاگے کیا نبی کے مقتول ہونے سے کوئی اللہ تعالےٰ کا دین چھوڑ کر بھاگتا ہے قال المترجم لیکن قول حسن و سعید بن جبیر اسپر بھی وارد ہوتا ہے پھر ربیون کثیر کے جو معنے مفسرین نے ذکر کیے ہین ابن کثیر نے ابن عباس رض و سعید و مجاہد و قتادہ و عکرمہ و حسن و ربیع و عطاء سے ذکر کیے ہین اور حسن رح نے کہا علماء کثیر ۔ اور ابن مسعود رض سے ربیون ای ہزارون ۔ اور کلبی سے کہ ربیہ جو واحد ہے وہ فقط دس ہزار ہے ۔ اور کہا گیا کہ ربی منسوب برب پھر کسرہ اول بسبب نسبتی تغیر کے جیسے بصرہ و بصری کبلا اول ۔ اور بعض نے کہا منسوب بجانب ربہ بمعنے جماعت ہے ۔ فَمَا وَهَنُوا ۔ جبنوا ۔ پھر یہ لوگ نامرد نہوے ۔ لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۔ من الجراح وقتل انبیائہم واصحابہم ۔ بوجہ اس مصیبت کے جو انپر راہ الٰہی مین پہونچی ف کہ زخمی ہوے اور انکے انبیا و ساتھی مارے گئے ۔ وَمَا ضَعُفُوا ۔ عن الجہاد ۔ اور جہاد کرنے سے ضعیف نہوے ۔ وَمَا اسْتَكَانُوا ۔ خضعوا لعدوہم کما فعلتم حین قیل قتل النبی صلعم ۔ خضوع نہین کیا اپنے دشمن کے واسطے یعنے اسکے سامنے پست نہین پڑ گئے ف کہ جو چاہے کرے جیسے تمنے کیا جبکہ کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوے ۔ یہ اشارہ ہے انکے قصد کا جو قصہ مین گذرا کہ عبداللہ بن ابی منافق کے ذریعہ سے قریش سے امان مانگین اور ڈھیلے ہو گئے ۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۔ علی البلاء ای یثیبہم ۔ بلا و جہاد پر صبر کرنے والون کو اللہ تعالےٰ

دوست رکھتا یعنے ثواب دیتا ہے۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ۔ عند قتل نبیہم مع ثباتہم وصبرہم۔ یعنے انکے پیغمبر کے قتل ہونے کے وقت باوجود صبر وثبات کے انکی زبان سے کچھ نہین نکلتا تھا سواے اسکے کہ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا تجاوز الحد۔ فِيْٓ اَمْرِنَا۔ ایذانا بان ما اصابہم لسوء فعلہم وہضما لانفسہم۔ انھون نے یہی کہا کہ الٰہی ہمکو بخشدے ہمارے گناہ اور ہمارا اسراف یعنے حد سے تجاوز کرنا ہمارے کامون مین ف یہ انکی طرف سے اظہار تھا کہ جو انکو پہونچا وہ انھین کے بُرے کامون کے سبب سے ہوا اور نیز اپنے نفس کا انکسار تھا۔ اور یہ بھی کہتے کہ۔ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا۔ بالقوۃ علی الجہاد۔ اور جہاد پر قوت دیکر ہمارے قدم ثابت رکھ۔ وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ اور ہمکو کافرین قوم پر نصرت دے ف جہاد مین ہم کو غالب کر اور شیطان ہم پر تسلط نہ پاوے۔ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا۔ النصر والغنیمۃ۔ پس اللہ تعالے نے انکو ثواب دنیا عطا کیا ف نصرت وغنیمت اور عظیم ثواب آخرت بھی دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی بیضاوی ومعالم وسراج وغیرہ تفاسیر موجودہ مین فتح وغنیمت سے ثواب الدنیا کی تفسیر موجود ہے لیکن یہ سہو معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ غنیمت کا مال حلال ہونا اس امت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے خصائص سے ہے سابق مین کسی پر حلال نہین ہوا اسیواسطے شاید شیخ ابن کثیر نے فتح وعافیت سے تفسیر کی۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ۔ ای الجنۃ وحسنہ التفضل فوق الاستحقاق۔ اور حسن ثواب آخرت دیا یعنے ثواب آخرت سے جنت مراد ہے اور حسن ثواب یہ کہ استحقاق سے زیادہ دیا اور زمخشری وغیرہ نے کہا کہ ثواب آخرت کے ساتھ حُسن کی خصوصیت اسواسطے کر دی کہ دلالت ہو کہ اسیکو فضیلت وتقدم ہے اور دنیا کسی شمار مین نہین اور یہ سب انکی نیکوکاری کا عوض ہے۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اور اللہ تعالے نیکوکارونکو محبوب رکھتا ہے ف اور ثواب جزیل عنایت فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

اے ایمان والو اگر تم کہا مانوگے منکرون کا توتمکو پھیر دینگے اُلٹے پانون پھر جا پڑوگے

خٰسِرِيْنَ ۝ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۝ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

نقصان مین بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہتر مددگار اب ہم ڈالینگے کافرون کے دل مین

كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ

ہیبت بسبب اسکے کہ انھون نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جسکی اسنے سند نہین اُتاری اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور بُری بستی ہے بے انصافون کے لیے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اے ایمان والو اگر تم ان لوگون کی جو کافر ہیں اطاعت کرلو ف جسکا تمکو حکم کرتے ہین یعنے راے دیتے ہین اگر ایسا کروگے تو۔ يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ الی الکفر تمکو یہ کفار تمہارے اُلٹے قدم پھیر دینگے ف یعنے کافر بنا دینگے۔ کہا گیا کہ مراد کافرون سے منافق ہین کہ شکست کھانے اور بھاگنے پر مسلمانون سے کہا کہ مشرکین قریش سے امان لے لو کہ وہ تمہارے بھائی ہین یا پہلے دین پر ہو جاؤ کہ محمد صلعم اگر نبی ہوتے تو قتل نہوتے۔ اور کہا گیا کہ مشرکین قریش مراد ہین اور کہا گیا کہ علی العموم کل کافرون کی اطاعت سے ممانعت ہے اگرچہ منافقین کی طرف اشارہ اقرب ہے اسکا حاصل اگر تم کافرون کی بات مانوگے تو اُلٹے پانون کافر ہو جاؤگے۔ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ۔ تو دنیا وآخرت دونون مین خوار ہو جاؤگے نا

ف اسطرح کہ دشمن کی اطاعت ذلت و خواری ہی اور آخر کفر کی طرف مودی ہو کر عاقبت کا عذاب ہی - بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ - ناصرکم - یعنے مولی بمعنے ناصر امی فتح دینے والا ہی اور بعض قرارۃ مین - اَللّٰهَ - بنصب ہی پس بل اطیعوا اللہ - بلکہ اللہ تعالے ہی کی اطاعت کرو وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ - فاطیعوہ دونہم - پس اسیکی طاعت کرو نہ کافرون کی - سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ - بسکون العین و ضمہا الخوف وقد عزموا بعد ارتحالہم من احد علی العود و استیصال المسلمین فرعبوا ولم یرجعوا - اکثر کی قرارۃ رعب بسکون عین اور ابن عامر و کسائی کی قرارۃ بضم عین ہی اور معنے اسکے خوف ہین اور حال یہ تھا کہ مشرکین جب مکہ کو واپس ہوے تو راہ مین کہا کہ ہم نے بہت برا کیا کہ اکثرون کو قتل کیا جب تھوڑے باقی رہے تو چھوڑ کے چلے آئے لوٹو کہ انکو جڑ سے کھودین پس انپر رعب چھا گیا اور نہین لوٹے یہی اللہ تعالے نے فرمایا المعنے عنقریب ہم کافرون کے دلون مین رعب ڈالدینگے - یہ اکثر مفسرین کا قول ہی اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے پہاڑی پر پہونچکر فرمایا اے اللہ بیرے دہ اور پہنہ آوین پس ابوسفیان و مشرکین کو رعب چھا گیا حتی کہ ابوسفیان پہاڑی کے کونے پر آ کر باتین کین اور کہا کہ اے محمد ہمارا تمہارا وعدہ سال آیندہ مین بدر کا مقام ہی اگر تم چاہو تو آپنے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالے اور اسپر وارد ہوتا ہی کہ سنلقی مین سین استقبال کا ہی پس وزا حد سے کچھ پیچھے ہونا چاہیے مترجم کہتا ہی کہ مطلقًا رعب ڈالنے کے وعدے پر ہو اسلئے نہین محمول کیا کہ بعد اس لڑائی کے پھر وہ لوگ پندرہ ہزار کی جماعت سے مدینہ پر چڑھ آئے تھے لیکن خائب خاسر واپس گئے - مین کہتا ہون کہ سخت خوفناک ہو کر واپس ہوے تھے جیسا کہ غزوہ احزاب کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے بیان کرونگا پس اسی پر محمول کرنا اولی ہی واللہ اعلم پھر اسطرح انکے دلون مین رعب ڈالنے کی وجہ فرمائی - بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ - ای بسبب اشراکہم باللہ - مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا - حجۃ علی عبادتہ وہو الاصنام - یعنے ہم انکے دلون مین رعب ڈالدینگے بسبب انکے شریک لانے کے اللہ تعالے کے ساتھ عبادت مین ایسی چیز کو کہ نہین اُتاری اللہ تعالے نے کوئی حجت اس چیز کی عبادت کرنے پر اور وہ بت ہین حاصل یہ کہ مشرکون نے اپنی رائے سے اللہ تعالے کا شریک بنایا تو اللہ تعالے انکے دلون مین رعب ڈالیگا کیونکہ مشرکین مکہ بت پرست تھے پس تفسیر کی موافقت سے ہی ورنہ سوائے حق عز و جل کے کسی چیز کی عبادت روا نہین خواہ بت ہون یا کوئی اور صلیب وغیرہ ہو کسی پر حجت نہین اُتاری ہی - وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ - اور آخرت مین ان مشرکون کا ٹھکانا جہنم ہی - وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ - ماوی - الکافرین ہی - یعنے بڑا ٹھکانا ہی ظالمون کا یعنے کافرون کا یہ یعنے آگ -

ف پس لفظ ہی مخصوص بالذم ہی اور ظلم سے شرک و کفر مراد ہی کیونکہ شرک ظلم عظیم ہی - ف رعب سے فتح پانا آنحضرت صلعم کی خصوصیات مین سے ہی چنانچہ ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے مجھے انبیا پر فضیلت دی چار باتون سے - اسمین یہ بھی فرمایا کہ فتح دیا گیا مین رعب سے ایک مہینہ کی راہ کہ وہ رعب ڈالا جاتا ہی میرے دشمنون کے دلون مین اور حلال کین گئین میرے لیے غنیمتین رواہ احمد والترمذی وقال حسن صحیح وکذا ثبت فیما رواہ سعید بن منصور و مسلم وغیرہم اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے قلب ابوسفیان مین رعب ڈالا وہ مکہ کو لوٹ گیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان نے تم مین ایک ٹکرے کو مصیبت پہونچائی اور آپ لوٹ گیا اور اللہ تعالے نے اسکے دل مین رعب ڈالدیا کذا قال فی تفسیر قولہ سنلقی فی قلوب الذین کفروا الآیۃ رواہ ابن ابی حاتم اور معنے اسکے یہی ہونگے کہ رد مین جسقدر قصد کیا بلکہ مکہ کو لوٹ گیا - ف فی العرائس قولہ تعالے بل اللہ مولاکم - یعنے محبت ازلی کے ساتھ تمہارا محب ہی اور تمہارے شرور نفس سے تمکو بچانے والا ہی اور ہر خطرہ سے جو غیر حق کی طرف لیجاوے تمہارا نگہبان ہی اور تمہارا ناصر ہی اسوقت مین کہ تم اسکی بندگی ادا کرنے کی مشقتین اُٹھاؤ اگرچہ تمہارے نفوس اسکے اٹھانے سے انکار کرین - اور شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ جو اوامر و نواہی بجالانے و باز رہنے کا تمکو حکم دیا ہی انکی

برداشت مین تمہارا معین ہی اور حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ دار آخرت مین تمہارے امور کا متولی ہی اور ابن عطارؒ نے خیر الناصرین مین کہا یعنے تمہارے نفس و خواہش سب پر تمکو فتح دینے والا ہی قال المترجم حاصل اسکا یہ کہ جہاد مین جہاد نفس بھی داخل ہی

اور ضرور اللہ نے سچ کردیا اپنا وعدہ جب تم لگے کاٹنے مشرکون اسکے حکم سے یہانتک کہ جب تم نے نامردی کی اور جھگڑے

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ

اس امر مین اور نافرمانی کی بعد اسکے کہ تمکو دکھادیا تمہاری خوشی کی چیز کوئی تم مین چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم مین

فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ

چاہتا تھا آخرت کو پھر تمکو پھیر دیا مشرکون سے تاکہ آزماوے تمکو اور البتہ معاف کردیا تمکو اور اللہ

مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ

فضل فرماتا ہی مومنون پر

فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ۔ ایاکم بالنصر یعنے اللہ تعالے نے جو تمکو نصرت کا وعدہ دیا تھا وہ اللہ تعالے نے سچا کردیا۔ معالم مین مذکور ہی کہ محمد بن کعب القرظیؒ سے روایت ہی کہ جب احد سے واپس ہوکر مسلمان مدینہ مین آئے تو بعض صحابہ رضؓ نے کہا کہ یہ مصیبت ہمکو کہان سے پہونچی حالانکہ حق تعالے نے نصرت کا وعدہ فرمایا تھا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ جاننا چاہیے کہ وعدہ سے مراد یا مطلق وعدۂ نصرت ہی یا وعدۂ انزال ملائکہ ہی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہین سے ایک قول ہی کہ قولہ تعالے یمددکم ربکم بخمسۃ الاف من الملائکۃ مسومین۔ یہ روز احد واقع ہوا ہی۔ اور بعض نے ذکر کیا کہ عروۃ بن الزبیرؓ نے کہا کہ اللہ تعالے نے انکو صبر و تقوی کی پر پانچہزار فرشتہ مسومین سے مدد کا وعدہ فرمایا تھا اور وہ پورا کردیا لیکن کچھ دیر گذری تھی کہ مسلمانون مین سے بعض نے ناشکری کی اور امر رسول صلعم کی نافرمانی کی اور جس جگہ پر رسول صلعم نے مقرر فرمایا تھا وہ جگہ چھوڑ دی اور دنیا کی طرف قصد کیا پس ملائکہ کی مدد اٹھالی گئی۔ بہرحال صدق وعدہ سے ابتدائے روز مین فتح دینا مراد ہی چنانچہ فرمایا۔ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ تقتلونہم۔ بِاِذْنِهٖ بارادتہ۔ جبکہ کاٹتے تھے تم انکو یعنے انکو قتل کرتے تھے باذن اللہ یعنے بارادۂ الٰہی۔ اور قاموس مین ہی کہ حس بمعنے قتل و استیصال ہے اور مراد یہان معنے اول ہین کیونکہ دوسرے معنے متحقق نہین ہوسے اور بیضاوی مین ہی کہ حسّہ ابطل حسّہ۔ اسکی جنبش مٹادی۔ الحاصل اللہ تعالے نے اول اپنا وعدہ نصرت تم کو پورا کردیا۔ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ۔ جبنتم عن القتال۔ یہانتک کہ جب تم بزدل ہوے جہاد سے ف یعنے جہاد سے نظر اٹھا کر دنیاوی غنیمت کی طرف جھکے اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جھگڑنے لگے اور صریح حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تو نصرت اٹھالی گئی اور ابن جریج نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ فشل بمعنے نامردی ہی۔ وَتَنَازَعْتُمْ اختلفتم۔ فِي الْاَمْرِ۔ ای امر النبی صلعم بالمقام فی سفح الجبل للرمی فقال بعضکم نذہب فقد نصر اصحابنا و بعضکم لا نخالف امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اختلاف کیا تم نے حکم معلوم مین ای حکم نبی صلعم مین کہ سفح جبل مین ٹھہرے رہنے کا حکم کیا تھا تاکہ تیر مارتے رہو پس تم نے یون اختلاف کیا کہ بعض نے کہا کہ ہم مال غنیمت لوٹینگے کیونکہ ہمارے لوگون کو فتح دی گئی اور بعض نے کہا کہ ہم حکم نبی کی مخالفت نہ کرینگے۔ کہا گیا کہ فشل کی تفسیر اختلاف نہین ہوا و عطف

تفسیری کا ہے اور الامر کا الف لام عہد ہے اور اختلاف دراصل انھیں لوگوں نے کیا جو لوٹنے کو کہتے تھے نہ انھوں نے جو وہیں کھڑے رہنے پر جمے تھے
لیکن چونکہ اختلاف چونکہ ہر دو فریق سے تھا تو دونوں کی طرف اختلاف کی نسبت کی صرف تصویر اختلاف کے لیے ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اختلاف
کرنے والوں میں سے جو قول صواب پر ہیں وہ خدا و رسول کے موافق اور اپنی مخالفت والوں سے مخالف ہوتے ہیں لہذا بیان کر دیا کہ خلاف
صواب پر کون تھے بقولہ۔ وَعَصَيْتُمْ ۔ امرہ وترکتم المرکز لاجل طلب الغنیمۃ۔ اور نافرمانی کی تم نے حکم رسول کی پس تم نے مرکز چھوڑ
دیا بغرض غنیمت چاہنے کے۔ مِّنۢ بَعْدِ مَآ أَرَىٰكُم ۔ اللہ۔ بعد ازانکہ دکھلا دیا تم کو اللہ تعالیٰ نے۔ مَّا تُحِبُّونَ ۔ جسکو تم چاہتے
تھے یعنے فتح کو وجواب اذا دل علیہ قبلہ ای منعکم نصرہ۔ اور جواب اذا کا محذوف ہے اسپر ما قبل دلالت کرتا ہے یعنے اذا فعلتم کذا وکذا منعکم
نصرہ۔ جب تم نے ایسا و ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی فتح تم سے ممنوع کر دی حاصل آنکہ اول اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ نصرت تم سے سچا کر دیا
کہ تم نے اپنی فتح وقتل کفار کو دیکھ لیا یہانتک کہ جب تم نے جہاد چھوڑ کر دنیاوی مال کی جانب نامردی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم
میں باہم جھگڑنے لگے اور آخر تم نے صریح حکم سے خلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے نصرت منقطع کر دی حالانکہ پہلے تم اپنی مرغوب چیز یعنے فتح کو آنکھوں
دیکھ چکے تھے۔ مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا ۔ فترک المرکز لاجل الغنیمۃ۔ بعض تم میں سے دنیا چاہتا تھا پس اسنے مرکز کو دنیاوی
مال غنیمت کے واسطے چھوڑ دیا اور یہی باعث ہزیمت ہوا۔ وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۔ فثبت بہ حتی قتل کعبد اللہ بن جبیر واصحابہ
اور بعض تم میں سے آخرت کا طالب تھا پس آخرت چاہنے والا ثابت رہا مرکز پر یہانتک کہ مشرکین سواروں نے انکو شہید کر ڈالا مانند
عبد اللہ بن جبیر اور انکے ان ساتھیوں کے جو انکے ساتھ رہے اور وہ دس سے کم تھے اور باقی چالیس سے زیادہ ایسے تھے کہ من یرید الدنیا میں
شامل ہوئے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ کسی لڑائی میں ایسی فتح نہ تھی جیسی اس روز شروع میں تھی دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذ تحسونہم
باذنہ۔ تم انکو کاٹتے تھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کما فی روایۃ احمد عنہ مرسلاً۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ روز احد اگر میں قسم کھاتا کہ ہم میں
سے کوئی دنیا نہیں چاہتا تو امید وار ہوتا کہ میں سچا ہوں یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ومنکم من یرید الدنیا۔ بالجملہ پہاڑ کی جانب
میں سے اکثر نے عصیان کیا اور حدیث ابو داؤد سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم کسی قوم پر انکی اکثر جماعت کی بنا پر ہوتا ہے پس یہاں
بھی اکثروں کی نافرمانی پر مصیبت کا غلبہ کیا۔ ثُمَّ صَرَفَكُمْ ۔ ای ردکم بالہزیمۃ۔ عَنْهُمْ ۔ ای الکفار۔ پھر رد کر دیا تمکو پھیر کر
انسے یعنے کافروں سے۔ یعنے پراگندہ سے تمہارے منھ کافروں سے پھر گئے۔ بعض نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جب انھوں نے دنیا کی طلب میں
کافروں کی شرکت کی تو اس جہت میں انکے مانند ہوئے پس فضل نصرت سے محروم ہوئے کیونکہ نصرت واسطے اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ
ورفع درجات آخرت تھی نہ آنکہ دنیا غرض حاصل کر لو۔ اور نیز آیت میں یہ فقہ ہے کہ اختلاف سخت بد تر چیز ہے جب کوئی قوم اختلاف کرے
تو مستوجب محرومی ہوگی اور یہ فقہ ہے کہ جب ختم نازل ہوا تو جماعت کو عموماً شامل ہو جاتا ہے لیکن نیک نیتوں کا حشر انکی نیت پر ہوتا ہے
اور یہ حدیث صحیح میں بھی آیا ہے۔ بالجملہ تمہارے معصیت وغیرہ پر کافروں سے تمہارا منھ پھیر دیا و نصرت قطع کر دی۔ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۔
لیمتحنکم فیظہر المخلص من غیرہ۔ یعنے کافروں سے تمہارے منھ پھیرنا اور اپنی مدد کو اٹھا لینا اسواسطے تھا کہ تمکو امتحان کرے پس مخلص
وغیر مخلص ظاہر ہو جاوے حالانکہ وہ تعالیٰ دانا تر ہے۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ ۔ ما ارتکبتموہ۔ اور البتہ عفو کیا جو تم نے کیا تھا اور یہ
نص ہے کہ اللہ عزوجل نے ہزیمت احد کو معاف فرمایا اگرچہ کبیرہ گناہ تھا اور اس سے صریح ثابت ہوا کہ کبیرہ عفو ہوتا ہے برخلاف قول خارجیوں کے
کہ وہ نہیں مانتے ہیں فالحمد للہ تعالیٰ اور بعض نے کہا کہ عفا عنکم یعنے ابقاکم ہے ای تمکو باقی رکھا میٹ نہیں دیا اور یہ تفسیر باطل ہے کیونکہ یہ وجہ

عدول از ظاہر ہے۔ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ بالعفو۔ اور اللہ فضل والا ہے مومنون پر ساتھ عفو کے۔ اس سے صریح معلوم ہوا کہ ارتکاب کبیرہ گناہ سے بندہ مومن رہتا ہے پس رد ہو گیا قول معتزلہ کا کہ کہتے ہین کہ وہ نہ مومن ہوتا ہے نہ کافر بیچ بین لٹکا رہتا ہے یہانتک کہ توبہ کرے اور توبہ نہ کی تو دائمی جہنمی ہے۔ ف۔ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ۔ جاننا چاہیے کہ بہر حال اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے جو در واقع ازل مین اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیر است و بزرگ مرتبہ تھے پس انکی لغزش اگر تھی تو اللہ تعالیٰ کی جناب مین تھی بخلاف کافرون مشرکون کے کہ وہ اس راہ مین آنے ہی نہین پائے ہین انکی لغزش سراسر کج راہ شیطان و بادیہ ضلالت مین ہے پس گویا دونون لغزشون مین اس طرح سے بالکل تباین و جدائی ہے اور آسمان و زمین کا فرق ہے جب یہ معلوم ہوا تو شیخ رحمہ اللہ نے یہان اشارات کو راہ مستقیم والون کے حق مین ارادہ دنیا پر محمول کیا اور ہر ایک کے مرتبہ کے موافق اسکا ارادہ دنیا بیان کیا چنانچہ کہا کہ تم مین سے بعض وہ شخص ہے کہ قدیمی غنا سے متصف ہو گیا اور تمکین کے ساتھ اس سے نکلا اور نعمت مین شکر منعم مع دیدار دیکھا جیسے سلیمان علیہ السلام اور بعض تم مین سے وہ ہے جو تنزیہ و تقدیس کی صفت مین آیا اور قدس قدم کی صفت سے طہارت قدیم سے متصف ہوا پس ایسے بندے خلعت فقر کے ساتھ بر آمد ہوتے ہین کہ توحید مین تجرید کرتے ہین اور قدم کو حدوث سے بالکل الگ کرتے ہین جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ روایت ہے کہ الفقر فخری۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ لفظ ان کتابون مین معروف بحدیث ہے اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے یہان بالاتفاق موضوع ہے حدیث نہین ہے شاید شیخ نے بالمعنی منسوب کیا واللہ اعلم۔ اور ابو سعید خراز نے کہا کہ جب تک تم اپنے ساتھ و اپنے اوصاف کے ساتھ ہو تمہاری ہمت بھی خواہش و مخلوقات دارین ہو گی اور جب اللہ تعالیٰ نے تمکو اپنی ولایت مین لیا اور تمہاری صفات سے تمکو خالی کر دیا اور تمہارے وجود فنا کیے اور مخلوقات کی طرف سے نظر اور اسکی خواہش سے جدا کیا تو وصل بحق مع الحق ہو گی اور فرمایا کہ انکے اسرار پر طلوع تجلی سے انکے آثار مٹ جاتے ہین۔ عس۔ واضح ہو کہ ابتدائے جنگ احد مین اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت بجانب مومنین رکھی آخر جب درہ کوہ کے محافظین نے خلاف حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غنیمت لوٹنے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے وہ نصرت پھیر دی اور آخر ایک جماعت نے ہزیمت اٹھا کر پہاڑی کا راستہ لیا چنانچہ

آیندہ آیات مین فرمایا بقولہ تعالیٰ۔

إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ

جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے نہ دیکھتے تھے کسیکو اور رسول پکارتا تھا تمکو پچھاڑی مین پھر تمکو تنگ کیا بدلا تمہارے تنگ کرنیکا

لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ ثُمَّ أَنْزَلَ

تاکہ غم نہ کھایا کرو جو ہاتھ سے جاوے اور جو سامنے آوے اور اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی پھر تم پر اوتارا

عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِنْكُمْ ۖ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ

تنگی کے بعد امن کو اونگھ کہ گھیر رہی تھی تم مین اور بعضون کو فکر پڑی تھی اپنے

أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ

جی کی خیال کرتے تھے اللہ پر جھوٹے خیال جاہلون کے کہتے تھے کچھ بھی کام ہے

مِنْ شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ

ہمارے ہاتھ تو کہہ سب کام ہے اللہ ہی کے ہاتھ چھپاتے ہین اپنے جی مین جو تجھسے ظاہر نہین کرتے کہتے ہین

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ
اگر ہمارے ہاتھ کچھ بھی کام ہوتا تو ہم یہاں قتل نہوتے تو کہہ اگر ہوتے تم اپنے گھروں میں البتہ باہر نکلتے وہ لوگ

كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ
جنپر لکھا گیا تھا مارا جانا اپنے پڑاؤ پر اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے اور نکھارنا تھا

مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ
جو کچھ تمہارے دل میں ہی اور اللہ کو جی کی بات معلوم ہی جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن

الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ
بھڑی دو فوجیں سو یہی تھا کہ انکو ڈگا دیا شیطان نے کچھ اُنکے گناہ کی شامت سے اور البتہ اللہ آنکو عفو کر چکا

عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝
اللہ بخشنے والا علم والا ہے

ع ۱۶ ۷

اذکروا - اِذْ تُصْعِدُوْنَ - تبعدون فی الارض ہارہیں - یاد کرو جبکہ دور ہوتے تھے ف یعنے زمین میں بھاگتے ہوئے - پس کلمۂ اذ ظرف منصوب بفعل مقدر ای اذکروا ہی اور یہ آسان بے تکلف ہی اور زمخشری نے کہا کہ صرفکم یا عفا عنکم یا لیبتلیکم سے متعلق ہی اور عکبری رح نے تبیان میں کہا کہ عصیتم یا تنازعتم یا فشلتم کے متعلق ہی پس قول عکبری بحسب المعنی جید ہی اور قول زمخشری بحسب اللفظ اقرب ہی اور سب سے احسن قول مفسر رح ہی - پھر جانو کہ اصعد فی الارض - یعنے منہ کے سامنے زمین طی کر گیا پس زمین میں ہموار و جنگل وغیرہ کے طی کرنے میں بولا جاتا ہی اور صَعِدَ جبھی کہتے ہیں کہ کسی اونچے مقام پر چڑھے مثل پہاڑ یا سیڑھی وغیرہ کے ذکرہ ابو حاتم اللغوی و قتیبی نے کہا کہ اُصْعِدَ میں دور جانا بھی ہوتا ہی - اسیواسطے مفسر رح نے تبعدون فی الارض کہا - پھر یہاں شبہہ ہی کہ بھاگنے والے تو مدینہ پہونچے یا پہاڑ پر چڑھے پس صعد چاہیے تھا تو جواب دیا گیا کہ بعضے تو سیدھے مدینہ پہونچے اور کچھ جو پہاڑی پر چڑھے وہ بعد طی کرنے زمین وادی کے چڑھے پس صَعِدَ لائق ہی اور مفضل رح نے کہا اصعد و صعد بمعنے واحد ہی - پھر بھاگنا اسوقت ہوا کہ پشت لشکر کے درہ پر جو تیر انداز حضرت صلعم نے بٹھلائے تھے وہ نافرمانی کرکے کافروں کا مال لوٹنے کو چلے گئے اور فقط اپنے سردار عبد اللہ بن جبیر و دس سے کم آدمیوں کو چھوڑ گئے اور پشت لشکر خالی پاکر خالد بن الولید کے سواروں نے حملہ کیا اور مسلمان بے ترتیب غافل گھبرا کر لڑنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے تا انکہ حضرت حذیفہ رض کے والد کو قتل کر ڈالا ہر چند حذیفہ آواز دیتے تھے کہ میرا باپ ہی کسی نے نہ سنا آخر حذیفہ رض نے معاف کر دیا مگر ایسی گھبراہٹ و پریشانی میں اکثر انصار شہید ہوئے تھے کہ ابن قمیۂ ملعون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا اور پتھر سے آپ کے رخسارہ کو زخم پہونچایا پس مصعب بن عمیر رض نے روکا اور ابن قمیۂ نے انکو قتل کیا اور سمجھا کہ میں نے آنحضرت صلعم کو قتل کیا مشرکین کو یہ مژدہ دیا اور پکارنے والے نے اُحد سے پکارا کہ محمد قتل ہوئے یہ سنتے ہی اصحاب رسول اللہ صلعم بھاگے اور ایسے بدحواس ہوئے کہ حضرت صلعم ہر چند پکارتے رہے کچھ نہ سنا آنحضرت صلعم کے ساتھ صرف بارہ یا نو یا سات آدمی رہ گئے اور صحیح یہ کہ اول سات پھر نو پھر بارہ ہوئے اور یہ درحقیقت وہیں تھے بھاگے نہ تھے مگر جمع ہو گئے اور حضرت صلعم میدان سے نہیں ہٹے یہانتک کہ کفار آپ کے گرد سے پریشان ہوئے اور آپ کے دائیں بائیں جبرئیل و میکائیل حفاظت پر تھے کما فی الصحیحین من حدیث سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ نے اسدن بڑی جانبازی کی کہ کچھ اوپر اسی زخم اُٹھائے حتی کہ حضرت ابوبکر رض فرماتے تھے کہ یہ پورا دن طلحہ کا تھا - اور جو لوگ

بھاگے انھیں کو اللہ تعالے نے بیان فرمایا اذ تصعدون۔ ابن کثیر کہا ای فی الجبل هاربین من اعدائکم۔ یعنے یاد کرو جب تم لوگ چڑھے جاتے تھے
یعنے اپنے دشمنوں سے بھاگ کر پہاڑی پر چڑھے جاتے تھے۔ وَلَا تَلْوٗنَ۔ تعرجون عَلٰۤى اَحَدٍ۔ اور نہیں اقامت کرتے تھے تم کسی پر
بسبب خوف و دہشت کے۔ وَّ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ۔ ای من ورائکم یقول الی عباد اللہ الی عباد اللہ۔ یعنے رسول
پکارتا تھا تمکو تمہارے پیچھے سے ف کہتا تھا کہ میری طرف آؤ اے اللہ تعالے کے بندو میری طرف آؤ اللہ تعالے کے بندو۔ فَاَثَابَكُمْ۔ فجازاکم
غَمًّۢا۔ بالہزیمۃ۔ بِغَمٍّ۔ بسبب غمکم الرسول بالمخالفۃ وقیل الباء بمعنے علی ای مضاعفا علی غم فوت الغنیمۃ۔ یعنے ثواب کا اطلاق یہاں مجازاً ہی
یعنے یہ کہ بدلا دیا تمکو غم بذریعہ ہزیمت کے بسبب تمہارے غم دینے کے رسول کو اسکے حکم کی مخالفت کرکے۔ یعنے تمنے رسول کو غم دیا اسکی نافرمانی
کرکے ہم نے تم کو اسکے بدلے میں ہزیمت کا غم دیا۔ اور بعض نے کہا کہ بغم کی باء سببیہ نہیں بلکہ بمعنی علی ہے ای پہونچایا تمکو غم پر غم یعنے غنیمت جاتے
رہنے کے غم پر ہزیمت کا غم زیادہ کر دیا۔ اور بعض نے کہا کہ غم اول فتح جاتے رہنے کا تھا اور بعض نے کہا کہ اول قتل و جرح کا اور دوسرا خبر قتل
آنحضرت صلعم۔ اور اسیکی مؤید ہے جو انس بن النضرؓ نے کہا کہ تم کس غم میں پڑے ہو اگر حضرت قتل ہوے تو جی کر کیا کرو گے اسی راہ پر مرو پھر مسلمانوں کی
ہزیمت اٹھانے کو اور منافقون کی باتیں بنانے کو دیکھکر سب کی طرف سے بیزاری کرکے تلوار کھینچی اور سعد بن معاذ سے کہا کہ کہاں جاتا ہے میں تو
جنت کی خوشبو احد کے پیچھے سے پاتا ہوں پھر مشرکون سے سخت لڑائی لڑکر شہید ہوے کما فی الصحاح۔ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا۔ متعلق بعفا
او باثابکم فلا زائدۃ۔ یعنے تم کو عفو کیا تاکہ تم غمگین نہو۔ یہ قول رد کیا گیا کہ فصل بہت ہے اور نیز عفو کے واسطے یہ وجہ ظاہر نہیں ہے لہذا اکثر مفسرین نے
کہا کہ باثابکم کے متعلق ہے مگر اسوقت میں لا زائدہ ہو گا یعنے تمکو غم پر غم کی جزا دی تاکہ غمناک ہو جاؤ۔ عَلٰى مَا فَاتَكُمْ۔ من الغنیمۃ اس
چیز پر جو تم سے گم گئی۔ یعنے غنیمت پر۔ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ۔ من القتل والہزیمۃ۔ اور جو تمکو پہونچی یعنے قتل و ہزیمت ہکذا قال ابن عباس
و عبد الرحمن بن عوف والحسن و قتادہ والسدی اور بعض نے کہا کہ لا زائدہ نہونے میں بھی یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ جزا دی تمکو غم پر غم تاکہ غم سہنے
کے عادی ہو اور کسی بات کی فوت ہونے و کسی مصیبت پہونچنے پر غمگین نہو جایا کرو جیسے خبر قتل حضرت صلعم سنتے ہی ایسے غمگین ہو گئے
کہ اللہ عز و جل کی فتح و نصرت و اسکے دین کی مدد و حمایت بھلا دی ایسا نہیں چاہیے تھا۔ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ تم جو کرتے ہو
اللہ تعالے اس سے خبردار ہے۔ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً۔ امنا۔ نُّعَاسًا۔ بدل۔ یعنے امنہ مفعول
اور نعاسا اسکا بدل ہے ای امن وہی کہ جو نعاس ہے اور بعض نے کہا امنہ حال مقدم اور مفعول نعاسا اور شیخ عکبری نے کہا کہ اصل یوں
ہے نعاسا ذا امنۃ اسواسطے کہ نعاس خود امن نہیں ہے۔ یَّغْشٰى۔ بالیاء والتاء۔ یعنے اکثروں کی قرارت بالیاء التحتیہ ہے اور حمزہ و کسائی کے
نزدیک بتاء فوقیہ ہے بنا بر ہیکہ ضمیر راجع بامنہ ہے۔ طَآئِفَةً مِّنْكُمْ۔ المعنی پھر بعد غم کے اللہ تعالے نے تم پر امن اتاری وہ اونگھ تھی کہ
تم میں سے ایک گروہ پر چھائی ہوئی تھی۔ وہم المومنون فکانوا یمیلون تحت الحجف وتسقط السیوف منہم۔ یہ گروہ مومنین تھے پس
ڈھالوں کے نیچے جھکتے اور انکی تلواریں گر گر پڑتی تھیں۔ وَطَآئِفَةٌ۔ منکم۔ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ۔ ای حملتہم علی الہم
فلا رغبۃ لہم الا نجاتہا دون النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلم یناموا وہم المنافقون۔ یعنے اور تم میں سے گروہ دیگر تھا کہ انکی جانوں نے انکو
غم کا اندیشہ ڈال دیا پس انکو کوئی رغبت نہ تھی سوا اسے جانوں کی نجات کے پس وہ نہ سوئے اور یہ منافقین تھے جو اپنی جانوں کے غم میں
تھے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے و آپکے اصحاب کے مترجم کہتا ہے کہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ لڑائی میں اونگھ اللہ تعالے
کی طرف سے امن ہے اور نماز میں اونگھ آنا شیطان کی طرف سے ہے رواہ ابن ابی حاتم اور حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ میں نے روز احد

اپنا سر اُٹھایا اور دیکھنا شروع کیا اور انمین سے کوئی نہ تھا مگر آنکہ نعاس کی وجہ سے اپنی ڈھال کے نیچے جھکا پڑتا تھا (رواہ الترمذی وغیرہ) اور
بخاری کی روایت مین ہے کہ ابو طلحہ نے فرمایا مین بھی ان لوگون مین تھا جنکو نعاس نے گھیر لیا تھا پس میرے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی اور مین اُٹھا لیتا
پھر گرتی پھر اٹھاتا تاکئی بار گر پڑی ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اہل ایمان و ثبات و توکل و یقین کے لوگ تھے یعنے صحابہ رسول اللہ صلعم اور جنکو شک
و ریب تھا یعنے منافق تو انکو اپنی جان کی پڑی تھی انکو یقین نہ تھا کہ ضرور اللہ تعالے اپنے رسول صلعم کو فتح عطا کریگا بلکہ ایسے بدگمان تھے
کہ اسلام کا فیصلہ ہوگیا چنانچہ دوسری آیۃ مین کہا ۔ بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمومنون الی اہلیہم ابدا ۔ بلکہ یہ گمان کیا کہ رسول و مومنین
اپنے لوگون کی طرف اب کبھی پھر کر نجاوینگے ۔ بیان فرمایا ۔ **يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ** ۔ ظنا ۔ **غَيْرَ** ظن ۔ **الْحَقِّ ظَنَّ** ۔ ای کظن **الْجَاهِلِيَّةِ**
حیث ظنوا ان النبی قتیل ولا ینصر ۔ گمان کرتے اللہ تعالے کے ساتھ ایسا گمان کرنا جو خلاف گمان حق کے ہی مانند گمان جاہلیت کے ف
کیونکہ ان منافقون نے گمان کیا کہ نبی صلعم مقتول ہوگئے ہین یا انکو مدد نہ ہوگی اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ حضرت زبیر بن العوام نے فرمایا
کہ مین نے اپنے آپکو رسول اللہ صلعم کے ساتھ دیکھا جب کہ ہم پر خوف شدید ہوا تو اللہ تعالے نے ہمپر اونگھ بھیجی ہی سو کوئی ہم مین سے
نہ تھا مگر آنکہ اسکا سر اسکے سینہ مین لگا تھا ۔ اور کہا کہ واللہ مین معتب بن قشیر منافق کا قول سنتا تھا گویا خواب دیکھتا ہون کہ وہ کہتا
تھا ۔ لو کان لنا من الامر شئ ما قتلنا ہہنا ۔ پس مین نے اسکا یہ قول یاد رکھا پس اسی معتب کے قول مین اللہ تعالے نے نازل فرمایا
يَقُولُونَ هَلْ ۔ ما ۔ **لَنَا مِنَ الْاَمْرِ** ۔ ای النصر الذی وعدنا ہ ۔ **مِنْ** ۔ زائدۃ ۔ **شَيْءٍ** ۔ یہ منافقین کہتے ہین کہ نہین ہمارے
لیے اس مدد سے جسکا ہم وعدہ دیے گئے تھے کچھ بھی ۔ **قُلْ** ۔ لہم ۔ **اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ** ۔ بالنصب توکیدا والرفع مبتدا خبرہ ۔
لِلّٰهِ ۔ ای القضاء للہ یفعل ما یشاء ۔ کہدے ان منافقون سے کام سب کا سب ۔ حاصل یہ واسطے اللہ تعالے کے یعنے حکم نفاذ
سب اللہ تعالے کے واسطے ہی جو وہ چاہتا ہی کرتا ہی ۔ پس کلہ بنصب اکثر کی قرارۃ ہی تو الامر کی تاکید ہوگا اور ابو عمرو کی قرارۃ مین کلہ کو رفع
ہی پس یہ مبتدا اور ۔ **لِلّٰهِ** ۔ خبر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ان ہی ۔ **يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ** ۔ یظہرون ۔ **لَكَ** ۔ اپنے
دلون مین وہ چیز چھپاتے ہین جو تجھے نہین ظاہر کرتے یعنے بخوف تلوار کے اللہ تعالے نے اسکو ظاہر کردیا کہ **يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا**
مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۔ ای لو کان الاختیار الینا لم نخرج فلم نقتل لکن اخرجنا کرہا ۔ منافقین کہتے ہین کہ اگر
اختیار ہمارا ہوتا تو ہم مدینہ سے باہر نہ نکلتے پس قتل نہوتے ولیکن ہم تو زبردستی نکال لائے گئے ۔ **قُلْ** ۔ لہم ۔ کہدے انکو کہ ۔ **لَّوْ كُنْتُمْ**
فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۔ اگر تم اپنے گھرون مین ہوتے ۔ وفیکم من کتب علیہ القتل ۔ اور تم مین ایسا شخص بھی ہوتا جسپر قتل ہونا لکھا گیا ہی ۔ **لَبَرَزَ** ۔
خرج ۔ **الَّذِيْنَ كُتِبَ** ۔ قضی ۔ **عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ** ۔ منکم ۔ **اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ** ۔ مصارعہم فیقتلوا ولم ینجہم قعودہم
لان قضاء اللہ کائن لا محالۃ ۔ تو البتہ باہر نکلتے ایسے لوگ کہ قضاء الٰہی مین لکھا گیا انپر قتل ہونا طرف اپنے مقتول ہونے کی جگہون کے ف
پس قتل ہوتے اور انکا بیٹھ رہنا انکو قتل سے نجات نہ دیتا اسواسطے کہ قضاے الٰہی تو لا محالہ ہونے والی ہوتی ہی ۔ حاصل آنکہ تم مین سے جنپر حکم
ازلی ہو چکا ہی کہ فلان جگہ قتل ہونگے اگر تم انکو لیکر گھر مین بیٹھ رہتے اور جہاد سے نافرمانی کرتے تو بھی وہ لوگ نکلکر وہین پہونچتے جہان انکے
قتل کی جگہ لکھی گئی ہی کیونکہ قضاء الٰہی خواہ مخواہ واقع ہوتی ہی ف فقہ آیہ مین سے یہ ہی کہ اللہ تعالے نے ہر بندہ کی موت کا ذریعہ و
سبب ظاہری ٹھیکا نا سب مقدر کیا ہی اور قضاء و قدر پر ایمان واجب ہی اور جو واقع ہوتا ہی وہ تقدیر ہی تدبیر خود کچھ چیز نہین پھر اسے دنیا میر کو
جو درست کہتے ہین تو وہی جو تدبیر قدر کے موافق ہو اور خطا وہ ہی جو خلاف مقدر ہو تو وصل ہی اور رہجاتا جو تدبیر اپنی مراد کے موافق ٹھیک

اسکو لوگ راست کہتے ہین حالانکہ تقدیر اتفاق سے اسی طرح جاری تھی علی ہذا القیاس اور جیسے بالکل تدبیر چھوڑ دی یہ بھی تقدیر ہی لیس الواقع
ہوگا مگر وہی جو تقدیر ہی اور تقدیر پر ایمان نہ لانا کفر ہی افسوس کہ اس زمانہ مین بہت نادان ایسے گمراہ ہین اور جب کہا جاتا ہی کہ تدبیر سے بادشاہ
کیون ہوگئے تو کہتے ہین کہ فلان فلان اسباب میسر ہوگئے یا تدبیر مین خطا ہوئی حالانکہ یہ بعینہ تقدیر ہی مگر نہین سمجھتے ہین اور کیونکر اپنی
عقل پر بھروسا کرکے کہے جاتے ہین کہ عقل قطعًا راہ صواب پر لیجاتی ہی جو بات عقل مین آوے وہ غلط ہی حالانکہ خود ہی اقرار کیے جاتے
ہین کہ فلان تدبیر مین عقل نے خطا کی اور فلان امر مین عقل چوک گئی پھر اس آیہ مین معجزہ و خبر غیب ہی کہ جس چیز کو پوشیدہ ایسمین
کہتے تھے اسکو اللہ تعالے نے کھول دیا ۔ **وَ** ۔ فعل ما فعل باحد ۔ **لِيَبْتَلِيَ** ۔ یختبر ۔ **اللّٰهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ** ۔ قلوبکم ۔ اور یہ
کیا جو کیا اس جنگ احد مین تاکہ امتحان کرے اللہ تعالے جو تمہارے سینون مین یعنے دلون مین ہی ف مفسر نے لیبتلی کے لام کو بتلایا
کہ یہ علت فعل مقدر کی ہی یعنے جو کچھ احد مین اللہ تعالے نے جاری کیا وہ اسواسطے کیا کہ امتحان کرے جو تمہارے سینون مین ہی یعنے
اخلاص یا نفاق ۔ اور یہ کلام خوب مربوط ہی کہ پہلے ذکر کردیا کہ انمین نفاق والے ایسے ویسے بھی تھے پھر فرمایا کہ ہمنے اسیواسطے احد مین یہ
مصیبت دیدی تاکہ مومن و منافق کھل جاوین حالانکہ اللہ تعالے کو معلوم تھا اور یہ عجیب قدرت تھی کہ وہ نکھ انھین کو آئی جو مخلص تھے
اور منافقون کو بالکل نہ آئی وہ ویسے ہی خوفزدہ رہے ۔ **وَلِيُمَحِّصَ** ۔ یمیز ۔ **مَا فِي قُلُوبِكُمْ** ۔ اور تاکہ خالص و متمیز کردے
جو تمہارے دلون مین ہی ۔ اور یہ امتحان کرنا اور تمیز کرنا عام اظہار کے واسطے تھا خود اللہ تعالے کو سب معلوم ہی چنانچہ فرمایا ۔ **وَاللّٰهُ
عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ** ۔ بما فی القلوب لا یخفی علیہ شئی و انما یبتلی لیظہر للناس ۔ حال یہ کہ اللہ تعالے دانا ہی ذات الصدور
کے ساتھ ف یعنے اس چیز کے ساتھ جو دلون مین ہی اسپر کچھ پوشیدہ نہین اور یہ امتحان کرنا اسواسطے تھا تاکہ لوگون پر ظاہر
ہوجاوے ۔ یا اسواسطے کہ عیب دار اور بے عیب الگ ہوجاوین جیسے صاف پانی مین اگر خراب اجزا ملے ہوے ہین اور دانشمندی
ایسمین حکمت کو دخل یا نو ایسیواسطے کہ صاف شفاف پانی ایک شیشے مین آگیا اور میل کچیل دوسرے شیشے مین رہگیا یا جیسے گلاب کو آگ سے
جوش دیا پس ست تو الگ نکل آیا اور پھوک الگ ہوگیا ۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنی رحمت خاص سے ان اہل ایمان کو سرفراز کیا جن سے لغزش
صادر ہوئی تھی پس فرمایا ۔ **إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا** ۔ عن القتال ۔ **مِنْكُمْ** ۔ تم مین سے جن لوگون نے پیٹھ پھیری ۔ یعنے لڑائی سے
يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ ۔ جس دن کہ بھڑین دو جماعتین ۔ جمع المسلمین و جمع الکفرین باحد و ہم المسلمون الا اثنی عشر رجلا
ایک جماعت مسلمانون کی اور دوسری جماعت کافرون کی مقام احد مین اور پیٹھ دینے والے سب مسلمان تھے سوا اسے بارہ آدمیون کے
إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ ۔ ای ازلہم الشیطان ۔ بوسوستہ ۔ سوا اسکے نہین کہ ڈگا دیا انکو شیطان نے ای ازلال
کیا انکو شیطان نے اپنے وسوسے سے ۔ **بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا** ۔ من الذنوب ہو مخالفۃ امر النبی صلعم ۔ بسبب بعض اس چیز کے کہ کمائی
تھی انھون نے یعنے بعضے گناہون کے سبب سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت تھی مترجم کہتا ہی کہ استزل بمعنے ازل
لیا یعنے استفعال بمعنے طلب نہین بلکہ تعدیہ کے واسطے ہی اور بعض نے طلب کے معنے لیکر یون تفسیر کی کہ بلایا انکو بھاگنے کی طرف اور
اسپر آمادہ کیا ۔ اور یہ ازلال یا استزلال جو شیطان کا تھا اسکے وسوسے کے ساتھ تھا ۔ **وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ** ۔ اور البتہ
عفو کیا اللہ تعالے نے انکا یہ گناہ یعنے میٹ دیا ۔ **إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ** ۔ للمومنین ۔ اللہ تعالے غفور ہی یعنے مومنون کے واسطے
گنہگارون کے واسطے ۔ **حَلِيمٌ** ۔ حلم والا ہی ۔ یعنے گناہگارون کو جلدی نہین پکڑ لیتا ہی بلکہ توبہ تک مہلت دیتا ہی اور عصاۃ جمع عاصی

مانند دعاة و ہداة و ولاة کے جمع واعی و ہادی و والی کے ف مفسر رحمہ اللہ نے ثابت قدم رہنے والے بارہ[12] آدمی لکھے اور یہی مشہور ہے اور سراج منیر
میں تیرہ[13] آدمی بیان کیے جنمیں سے چھ آدمی مہاجرین سے باین نام لکھے کہ ابوبکر و عمر و علی و طلحہ و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص تھے اور
بعض اہل سیر نے تیس[30] آدمی بیان کیے اور بعض نے کم و بیش تعداد بیان کی بالجملہ روایات مختلف ہیں ظاہرا حادیث میں حصر مقصود نہیں ہے چنانچہ
شعبی رح کے طریق سے حضرت ابن مسعود رض کی روایت میں ہے کہ نبی صلعم تنہا رہ گئے نو آدمیوں کے ساتھ سات انصار کے اور دو مہاجرین کے تھے رواہ
احمد اور دوسری روایت احمد میں براء بن عازب رض سے ہے کہ نہ باقی رہے رسول صلعم کے ساتھ مگر بارہ مرد رواہ البخاری ایضا اور بیہقی کی حدیث
جابر رض میں گیارہ مرد انصاری اور بارھوین طلحہ بن عبید اللہ مذکور ہیں حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بالاتفاق نہیں بھاگے اور ایسے ہی حضرت ابوبکر رض
اور حدیث بخاری میں ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے سعد بن ابی وقاص رض کے آگے ترکش کھول دیا اور فرمایا کہ تیر مار تجھپر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اور ثابت ہے کہ
ابو عبیدہ بن الجراح رض نے خود کی کڑیاں حضرت صلعم کے رخسارۂ مبارک سے اپنے دانتوں سے کھینچیں کہ دونوں دانت انکے ٹوٹ گئے اور حضرت ابوبکر رض
کو قسم دلائی کہ تم اسمیں شریک نہو۔ اور مصعب بن عمیر رض حضرت کے آڑے آ گئے جبکہ ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کو پتھر سے زخمی کیا اسوقت ظاہر یہ ہے
کہ قول کے وقت آپ کے پاس نو آدمی موجود تھے پھر حضرت صلعم کو کافروں نے گھیرا اور ان میں چند صحابہ جو پیدل تھے حضرت صلعم کی پکار کو
سنکر آپ کے پاس جمع ہو گئے اسواسطے کہ نو آدمیوں والی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم کے پہاڑی تک جانے تک وہ سب شہید ہو گئے حالانکہ
قریب پہاڑی کے جب آپ چڑھے تھے کہ ابی بن خلف ملعون گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا کہ میں نہ بچا اگر محمد بچ گئے اور مکہ میں قسم کھایا کرتا تھا
کہ اس گھوڑے پر حضرت صلعم کو قتل کرونگا آپ نے فرمایا تھا کہ نہیں بلکہ میں انشاء اللہ تعالی اسکو قتل کرونگا پس اسوقت اسنے حملہ کیا اور بالکل
زرہ میں ڈوبا تھا صرف گردن کے وہاں ذرا سی جگہ خالی تھی پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکو آنے دو پس جب قریب آیا تو حضرت صلعم نے حارث بن صمہ رض سے
ایک حربہ مانگ لیا اور جھٹکار اسکی گردن میں ایک ضرب لگائی جس سے وہ کئی بار گھوڑے پر سے زمین پر گر پڑا پھر آپ نے چھوڑ دیا اور اسکی قوم والے اسکو
اٹھا لے گئے وہ بیل کی طرح چلاتا تھا اسکی قوم نے کہا کہ تجھے کوئی خوف نہیں ہے تو بیل سا اکیلا ہے وہ کہتا تھا کہ واسطے اگر یہ زخم تمام ربیعہ و مضر دونوں
گروہ پر ہوتا تو مر جاتے میں نہ بچونگا تم کو معلوم نہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ابی بن خلف کو میں قتل کرونگا آخر وہ مردود وادی رابغ میں پہونچکر مر گیا
اور واقدی رح نے محمد بن اسحق کے واسطہ سے روایت کی اور لکھا کہ ابن عمر فرمایا کرتے کہ میں رات گئے بطن رابغ میں جاتا تھا کہ ناگاہ میں نے آگ
دیکھی کہ مجھے ہیبت معلوم ہوئی اسمیں سے ایک شخص آگ کی زنجیر میں کھینچا ہوا نکلا اور کہا پیاس پیاس پکارتا ہے اسکے ساتھ ایک شخص ہے وہ
فرماتا ہے کہ اسکو پانی نہ پلانا یہ رسول اللہ صلعم کا قتل کیا ہوا ابی بن خلف ہے لکھا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ رض
روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا غضب شدید ہوا اس قوم پر جنہوں نے رسول کا چہرہ زخمی کیا اور نیز غضب اللہ تعالی کا سخت ہے
جسکو رسول خدا نے جہاد میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ فقد رواہ البخاری عن ابن عباس ایضا۔ پھر زخمی کرنے والوں پر سال نہ گذرا کہ وہ کافر ہلاک ہوئے
ایک ابن قمیہ اور دوسرا عتبہ بن ابی وقاص ملعون تھے۔ بالجملہ محمد بن اسحاق رح نے جو سالار روایت کی کہ انس بن مالک رض کے چچا انس بن النضر چلتے
چلتے پہونچے عمر بن الخطاب و طلحہ بن عبید اللہ کے پاس جو مہاجرین و انصار کے چند لوگوں کے ساتھ غمناک بیٹھے تھے پوچھا کہ تم کیا غمناک ہو بولے
کہ رسول اللہ صلعم قتل ہوئے کہا کہ پھر آپ کے بعد زندہ رہکر کیا کروگے مشرکوں سے لڑکر شہید ہو یہ کہکر تلوار کھینچی اور مشرکوں کی طرف چلے راہ میں
سعد بن معاذ سے کہا کہ اے سعد کہاں جاتے ہو میں تو احد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو پاتا ہوں یہ کہکر روانہ ہوئے اور لڑکر شہید ہو گئے
رضی اللہ عنہ۔ یہ دلیل ہے کہ عمر بن الخطاب حضرت صلعم کے پاس تھے گو بھاگے نہ تھے کہ حضرت صلعم کی آواز پر جمع ہو گئے اور خود یہ حال ابوبکر رض کا

ہوا کہ یکا یک جو کفار نے پیچھے سے آکر ہجوم کیا اور خلط ملط ہو گئے تو مسلمانوں میں ایک دوسرے کو خبر نہ ہوئی منتفرق ہو گئے چنانچہ ابوداؤد طیالسی
کی روایت میں صاف ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ سب سے پہلے میں نے ہی حضرت صلعم کی آواز پر آپ کی طرف رجوع کیا اور خود یہی حال حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کا تھا اور یہی سعد بن معاذ کا حالانکہ اُحد کی پہاڑی پر پہونچنے کے وقت مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم دونوں سعد کے بیچ میں ظاہر
ہوئے یعنے سعد بن ابی وقاص اور سعد بن معاذ کے بیچ میں تھے کما فی حدیث ابن عباس الذی رواہ احمد والحاکم وابن ابی حاتم والبیہقی مترجم کہتا
ہے کہ غرض میری اس طول کلام سے علاوہ فوائد کے یہ ہے کہ ظاہر لفظ بارہ آدمی پر محمول کر کے یہ دھوکا نہ کھاویں کہ عشرہ مبشرہ وغیرہ صحابہ بھاگ
گئے تھے جیسا کہ اکثر اس تحقیق سے بے خبر ہو کر متحیر و متردد ہوتے ہیں فافہم۔ ہاں حضرت عثمانؓ البتہ بھاگنے والوں میں تھے اور عبدالرحمن بن
عوف نے تعریض کے طور پر کہلا بھیجا تھا کہ میں روز احد میں بھاگا نہ تھا۔ جسکے جواب میں حضرت عثمان نے کہلا بھیجا کہ اس سے مجھے
کیوں عار دلاتے ہو حالانکہ اللہ تعالے نے اسکو معاف فرمایا اور رہی یہ بات کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ چھوڑ دیا تو حال یہ ہے کہ میں اس
طریقہ کو بجا لانے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں اور تم سے بھی ادا نہیں ہو سکتا ہے کما فی روایۃ احمد۔ اور بخاریؒ نے روایت کی کہ ایک شخص حج کرنے آیا
اور ایک قوم کو بیٹھا دیکھکر کہا کہ یہ کون لوگ ہیں لوگوں نے کہا کہ قریش ہیں بولا کہ شیخ کون ہے بولے کہ ابن عمرؓ پھر آیا اور کہا کہ میں آپ سے ایک
سوال کرنے والا ہوں آپ مجھسے بیان کیجیے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ پوچھ لے سنے کہا کہ میں آپ کو اسی خانہ کعبہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ جانتے ہیں
کہ عثمان بن عفان احد کے روز بھاگے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ بولا آپ جانتے ہیں کہ بدر میں شریک نہ تھے فرمایا ہاں۔ بولا کہ بیعۃ الرضوان میں شریک
نہ تھے فرمایا ہاں۔ یہ سنکر اس شخص نے تکبیر کہی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ او شخص یہاں آ کہ میں تجھے خبر دوں اور جو تونے پوچھا اسکو بیان کردوں
عثمان کا بروز احد بھاگنا۔ سو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے اسکو معاف کردیا۔ اور رہا بدر سے غائب ہونا تو اسوجہ سے کہ انکے تحت
میں حضرت صلعم کی دختر تھیں جو مریضہ تھیں انکی تیمارداری کے لیے چھوڑا اور فرمایا کہ تیرے لیے ثواب ایسے شخص کا جو بدر میں حاضر ہوا اور
عثمان کا حصہ لگایا اور رہا بیعۃ الرضوان میں موجود نہ ہونا تو اسوجہ سے تھا کہ اگر مکہ میں کوئی شخص حضرت عثمان سے زیادہ عزیز ہوتا تو بجائے
عثمان کے وہ بھیجا جاتا پس خود اللہ تعالے و اسکے رسول کے کام کو بھیجے گئے تھے اور بیعۃ الرضوان انکے جانے کے بعد واقع ہوئی پس
رسول اللہ صلعم نے اپنے بائیں ہاتھ کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے دائیں ہاتھ میں مارا یعنے یہ بیعت عثمان ہے پھر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اب
ان جوابوں کو اپنے ساتھ لیجا و فقہ۔ رواہ البخاری وغیرہ بالجملہ اسمیں کوئی شک نہیں کہ اللہ عزوجل نے ان سب لوگوں کو جو فرار کر گئے تھے معاف
کردیا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ وجہ معاف ہونے کے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی تعداد دوچند سے بہت کم تھا اور کافر تعداد میں بہت اور یا سامان
تھے واللہ اعلم اور سراج میں کہا کہ عفو کے قرینہ سے اشارہ توبہ کرنا مقدر ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ
ای ایمان والو تم مت ہو انکی طرح جو کافر ہوئے اور کہا اپنے بھائیوں کو جب سفر کو نکلے ملک میں
أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ
یا ہوئے جہاد میں کہ اگر ہوتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے تاکہ کردے اللہ تعالے یہ بات حسرت انکے دلوں میں
وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ
اور اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تعالے تمہارے کام خوب دیکھتا ہے اور اگر تم مارے گئے اللہ تعالے کی راہ میں یا مرگئے تو بخشش

مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝ وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُونَ ۝

اللہ کی اور رحمت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مرے یا مارے گئے البتہ اللہ ہی پاس اکٹھے ہو گے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا ۔ ای المنافقین ۔ اے ایمان والو تم کافرون کے مانند نہو جیو ف یعنے منافقین کے مانند نہو جیو ۔ جو دنیا کا مال جمع کرنے پر حریص تھے اور جنگ احد مین جب مومنون کو شکست پہونچی تو کہنے لگے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے ۔ اور انکو کفر سے تعبیر کرنے مین اشارہ ہے کہ انکا قول انکا کفر ہے کیونکہ وہ تقدیر کا انکار ہے ۔ پس منافقون مین عیب ہے کہ اول تو انھون نے کفر کیا اور دوم ۔ وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ ۔ ای فی شانہم ۔ یعنے اپنے بھائیون کی شان مین کہا ۔ حاصل یہ کہ یہ قول انھون نے اپنے بھائیون کی شان مین بعد وقوع موت یا قتل کے کہا ۔ اور بھائیون سے یا تو اعتقاد نفاق کی موافقت والے مراد ہین جیسے بعض منافق حضرت صلعم کے ساتھ جنگ احد مین تھے یا نسب کے بھائی مراد ہین اور جائز ہے کہ ہر آدمی ہو کیونکہ آدمی آپسمین بھائی ہین اور اول اظہر ہے ۔ إِذَا ضَرَبُوا ۔ سافروا ۔ جب انکے بھائیون نے سفر کیا ۔ فِي الْأَرْضِ ۔ زمین مین پھر سفر مین مر گئے ۔ أَوْ كَانُوا غُزًّى ۔ جمع غاز فقتلوا ۔ یا انکے بھائی جہاد کرنے نکلے تھے پھر مارے گئے ۔ لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا ۔ اگر یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے

ف یہ ان کافرون و منافقون کا قول ہے جو انھون نے اپنے بھائیون کی شان مین کہا پس مومنون کو ان منافقون کے مانند ہونے سے جو منع کیا تو اسکے معنے یہ جو مفسرین نے کہے ۔ ای لا تقولوا کقولہم ۔ یعنے تم انکے قول کی طرح مت کہو اور مراد یہ کہ ایسا اعتقاد مت کیجیو جیسے منافقون کا حال ہے کہ اول انھون نے تقدیر سے کفر کیا پھر حماقت مین اپنے اوپر لاعلاج غم لیا کہ ہمارے بھائی اگر سفر مین نہ جاتے یا جہاد مین نجاتے تو نہ مرتے لیکن اللہ تعالے نے ان دنیاوی ذلیلون کو اسی حماقت مین چھوڑا ۔ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ ۔ القول فی عاقبتہ امرہم ۔ تاکرے اللہ تعالے یہ قول انکے انجام کار کے حق مین ۔ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۔ حسرت انکے دلون مین ف پس تمام عمر اسی حسرت کے خیال مین رہے اور عاقبت مین عذاب نے گھیر لیا پس لیجعل کا لام صیرورۃ کا اور جعل بمعنے تصییر ہوا ورحاصل یہ کہ عاقبت مین یہ قول انپر حسرت و وبال ہو جائیگا ۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ در صورت ایسے اعتقاد کے موت یا قتل واقع ہونا انپر سخت حسرت ہے بخلاف مومنین کے جو موت و قتل کو بتقدیر الٰہی سمجھتے ہین تو وہ حسرت مین نہین پڑتے کیونکہ انکا یہ اعتقاد نہین ہے کہ اگر سفر مین تجارت وغیرہ کو نہ گئے ہوتے یا جہاد مین نجاتے تو نہ مرتے اور بعض نے کہا کہ تم کو اس سے منع کیا تاکہ یہ قول فقط انھین کافرون پر حسرت ہو انکے اعتقاد کی وجہ سے ۔ پھر برہان کے طور پر سمجھایا کہ ۔ وَاللّٰهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۔ اور اللہ تعالے ہی زندگی و موت دیتا ہے

ف فلا یمنع عن الموت قعود ۔ پس سفر سے یا جہاد سے بیٹھ رہنا موت کو نہین روکتا ہے ۔ مدارک مین کہا کہ یہ رد ہے انکے قول کا کہ جہاد سے زندگی قطع ہوتی ہے اور حاصل وجہ یہ ہے کہ یہ امر تو اللہ تعالے کے اختیار مین ہے دیکھو کہ اللہ تعالے اکثر مسافرون و مقاتلون کو ثواب و غنیمت کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور بہتیرے گھر بیٹھنے والون کو موت دیتا ہے ۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ ۔ بالتاء اکثرون کی قراءۃ ہے پس خطاب مومنون کو ہے اور بالیاء التحتیۃ ابن کثیر و حمزہ و کسائی کی قراءۃ ہے بنابرینکہ وعید کافرون کو ہے ۔ بَصِيرٌ ۔ فیجازیکم ۔ اور اللہ تعالے جو کچھ (تم کرتے ہو یا (کافر و منافق کرتے ہین) خوب دیکھتا ہے ف تمکو اسپر جزا دیگا یا انکو اسپر سزا دیگا ۔ وَلَئِن ۔ لام قسم ۔ یعنے لام قسم ہے اور ان حرف شرط ۔ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ای الجہاد ۔ یعنے جہاد مین ۔ أَوْ مُتُّمْ ۔ بضم المیم و کسرہا من مات یموت و یمات ای اتاکم الموت فیہ ۔ یعنے اکثرون کی قراءۃ تو متم بضم میم ہے از مات یموت اور نافع و حمزہ و کسائی کی قراءۃ متم بکسر میم از مات یمات مانند خاف یخاف ہے پس جیسے خفت ویسے متّ اور معنے متم کے ہر دو وجہ ایک ہین یعنے راہ خدا مین تمکو موت آئی حاصل یہ کہ اگر تم راہ خدا مین قتل ہوئے یا مرے تو ۔ لَمَغْفِرَةٌ ۔ کائنۃ مِّنَ اللّٰهِ لذنوبکم ۔ وَرَحْمَةٌ ۔ منہ لکم علی ذلک

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ - من الدنیا بالنار والباء - البتہ وہ مغفرت جو حاصل ہی اللہ تعالیٰ کیطرف سے تمہارے گناہوں کے لیے اور وہ رحمت جو حاصل ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے اس موت فی سبیل اللہ پر - یہ بہتر ہی اس چیز سے جو تم جمع کرتے ہو یعنے مال دنیاوی سے در صورتیکہ تجمعون بالتاء ہو جیسا کہ اکثر کی قراءۃ ہی یا جمع کرتے ہیں کفار در صورتیکہ قراءۃ بیاء تحتانیہ ہو جیسا کہ حفص نے پڑھا ہی یا جملہ لمغفرۃ من اللہ ورحمۃ مبتدا ہی اور خیر مما تجمعون اسکی خبر ہی اور یہ جملہ جواب قسم ہی اور لمغفرۃ موضع فعل میں ہی پھر جواب شرط محذوف ہوا کیونکہ جواب قسم ہی اسکے قائم مقام کافی ہی - لمغفرۃ ورحمۃ کی تنوین اولیٰ یہ ہی کہ تقلیل کی ہو کہ قلیل مغفرت ورحمت بھی اس تمام سے کہیں بہتر ہی جو وہ جمع کرتے ہیں اگر کہا جاوے کہ جو وہ جمع کرتے ہیں وہ تو بالکل ہی بہتر نہیں ہی جواب یہ کہ انکے زعم کے موافق اسکو بہتر فرض کرلیا اور نیز مال جو صرف آخرت کے واسطے ہو بہتر ہوتا ہی جیسا کہ حدیث صحیح میں ہی کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح - یعنے مال نیک مرد نیک کے واسطے بہتر ہوتا ہی ذکرہ فی السراج پھر ارشاد فرمایا کہ سوچ لو کہ تم چاہو کسی طرح مرو خواہ مخواہ مروگے اور جب مروگے تو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف پھر جاؤ گے پس اچھا سامان لیکر جانا بہتر ہی - وَلَئِن - لام قسم مُّتُّمْ - بالموت ہیں - یعنے بضم اول یا بکسر اول دو وجہ سے قراءۃ ہی - أَوْ قُتِلْتُمْ - فی الجہاد وغیرہ - یا قتل ہو جہاد میں یا کسی اور طرح مرو - لَإِلَى اللَّهِ - لا الی غیرہ - تُحْشَرُونَ - فی الآخرۃ - یعنے اگر تم مرو یا قتل ہو آخر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف حشر کیے جاؤ گے نہ کسی اور کی طرف

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ

سو کچھ اللہ کی مہر ہی کہ تو نرم دل ملا انکو اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے گرد سے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ

سو تو انکو معاف کر اور انکے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورہ لے کام میں پھر جب ٹھہرا چکا تو بھروسا کر

عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ

اللہ پر اللہ دوست رکھتا ہی متوکلوں کو

فَبِمَا رَحْمَةٍ - ما زائدۃ - یعنے ما زائدہ ہی جیسا کہ قتادہ نے کہا کہ تو فبما رحمۃ من اللہ - ای فبرحمۃ من اللہ - اور اسطرح عرب ما کو لایا کرتے اور معرفہ سے ملاتے ہیں جیسے قولہ فبما نقضہم میثاقہم اور نکرہ سے ملاتے ہیں جیسے قولہ عما قلیل - مِّنَ اللَّهِ لِنتَ - یا محمد - لَهُمْ - ای سہلت اخلاقک لہم اذ خالفوک - یعنے پس اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے رحمت ہی کہ تو نرم ہوا ای محمد انکے واسطے یعنے نرم کیا تو نے اپنے اخلاق کو انکے واسطے جبکہ انھوں نے تیری مخالفت کی اور حسن بصری سے روایت ہی کہ یہ خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی جسکے ساتھ آپکو بھیجا اور ابو امامہ باہلی سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور فرمایا کہ ای ابو امامہ مومنوں میں سے بعضے ایسے ہیں کہ انکے واسطے میرا دل نرم ہوتا ہی رواہ احمد - اور حاصل یہ کہ نرمی سے انکو سمجھایا سختی سے ملامت نہیں کی - وَلَوْ كُنتَ فَظًّا - سیٔ الخلق اور اگر تو بدخلق ہوتا - غَلِيظَ الْقَلْبِ - جافیا فاغلظت لہم سخت طبیعت ہوتا کہ انپر جھڑکی اور سختی کرتا - لَانفَضُّوا - تفرقوا - مِنْ حَوْلِكَ - تو متفرق ہو جاتے تیرے گرد سے - اور سراج میں کہا کہ قفال نے اسکے معنے یہ بیان کیے کہ اگر تو انکے ساتھ ملامت سے پیش آتا تو تجھسے جا دہیبت کھا کر متفرق ہو جاتے پس یہ باعث ہو جاتا کہ دشمن تمہاری ذات میں طمع کرے - فَاعْفُ - تجاوز - عَنْهُمْ - ما اتوہ - تجاوز کر ایسے جو انھوں نے کیا - وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ - ذنوبہم حتی اغفر لہم - اور مغفرت مانگ انکے گناہوں کی تاکہ میں انکو بخش دوں - یعنی کامل خلق بیان فرمایا کہ برائی کرے تو معاف کرے اور اسکے

بدلے اور نیکی کرے اور یہ آنحضرت صلعم کی صفت تھی کہ اگلی کتابوں میں مذکور ہے چنانچہ کعب احبار وغیرہ سے روایت ہے کہ وہ فظ نہونگے نہ غلیظ القلب اور نہ بازاروں میں بک بک کرنے والے اور نہ بدلا دینگے برائی کا برائی سے بلکہ عفو کرینگے اور درگزر کرینگے۔ اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو احد کے بھاگنے سے معاف کردیا پھر یہاں کیونکر کہا کہ تو انکے واسطے مغفرت مانگ تاکہ میں بخشدوں جواب یہ ہے کہ ہزیمت کو تو معاف فرمایا یہاں مراد مطلق ہے کہ علی العموم انکے گناہوں کی مغفرت مانگ تاکہ معاف کردوں۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے جو عفو فرمایا ہے وہ عثمان بن عفان اور بعض دیگر اشخاص معین تھے اور یہاں باقیوں کے واسطے مغفرت چاہنے کا حکم دیا **وَشَاوِرْهُمْ** استخرج آرائہم **فِي الْأَمْرِ** ای شأنک من الحرب وغیرہ تطییبا لقلوبہم لیستن بک۔ وکان صلی اللہ علیہ وسلم کثیر المشاورۃ لہم۔ اور انکی رائے لی یعنے شان حرب وغیرہ میں انکے دلوں کی خوشی کے واسطے اور تاکہ تیرے فعل کے موافق سنت ہوجاوے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود یہ حال تھا کہ ان لوگوں سے بہت مشورت کرتے تھے اسکو بھی **بغوی** نے معالم میں اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور **حسن** نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اسکے رسول صلعم کو انکے مشاورت کی کچھ حاجت نہ تھی ولیکن یہ چاہا کہ آپکے بعد کی امت اسی طریقہ پر رہے۔ اور **ابن کثیر** نے ذکر کیا کہ آیا یہ امر آپ پر واجب تھا یا مستحب تھا۔ اسمیں فقہا کے دونوں قول موجود ہیں۔ اور سراج میں ذکر کیا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی آگئی تو اسمیں رسول صلعم کو امت سے مشاورت کرنا روا نہیں ہے کیونکہ جب کوئی حکم منصوص ہوا تو رائے باطل ہوگئی۔ اور رسول صلعم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ و اسکا رسول اس سے بے پروا ہیں ولیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو میری امت کے واسطے رحمت کیا ہے سو جسنے میری امت میں سے مشورت کی اوسنے راہ صواب کو گم نہ کیا اور جسنے مشورت نہ کی وہ گمراہی کو نہ چھوڑیگا اور **قرطبی** نے ابن عطیہ رح سے نقل کیا کہ اسمیں خلاف نہیں کہ جو شخص مسلمانوں کے سرداروں میں سے مشورت نہ لیتا ہو اسکا معزول کرنا روا ہے پھر جاننا چاہیے کہ عمرو بن دینار کے طریق سے ابن عباس سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ وشاورہم فی الامر میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مراد ہیں رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد علی شرط البخاری ومسلم۔ اور ایسا ہی کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر و عمر رض کی شان میں اتری یہ دونوں بزرگ حضرت صلعم کے حواری اور آپکے وزیر اور مومنوں کے باپ تھے۔ اور عبد الرحمٰن بن غنم رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ابوبکر و عمر رض سے کہا کہ جس مشورہ میں تم دونوں اتفاق کرو میں اسمیں تم سے مخالفت نہ کرونگا **مترجم** کہتا ہے کہ بعض حادیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آسمان کے میرے دو دونوں وزیر جبرئیل و میکائیل ہیں اور زمین کے ابوبکر و عمر ہیں۔ **اور مترجم** کہتا ہے کہ صوفیہ کرام کہتے ہیں کہ حضرت صلعم کے داہنے وزیر ابوبکر رض اور بائیں عمر رض تھے اور بعد آپ کے حضرت ابوبکر کے داہنے حضرت عمر اور بائیں عثمان ہوئے علیٰ ہذا القیاس قیامت تک یہ سلسلہ امرا اسلام میں جاری ہے اور مدارک میں مذکور ہے کہ اسمیں دلالت ہے کہ اجتہاد کرنا جائز ہے اور بیان ہے کہ قیاس حجت ہے فافہم۔ **فَإِذَا عَزَمْتَ** علی امضاء ما ترید بعد المشاورۃ۔ پھر جب تونے عزم کرلیا اس چیز کے عمل میں لانیکا جو بعد مشاورت کے ٹھہری ہے۔ **فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ** ثق بہ لا بالمشاورۃ۔ تو اعتماد و بھروسا کر اللہ تعالیٰ پر نہ اس مشاورت پر **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ** علیہ۔ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے ایسے لوگوں کو جو توکل کرتے ہیں یعنے اللہ تعالیٰ پر۔ ف یہ اصل میں توکل کے معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہو اور یہی مدارک میں کہا کہ توکل بھروسا کرنا اللہ تعالیٰ پر اور اسی کے سپرد کردینا۔ اور **شیخ ذوالنون مصری** رح نے فرمایا کہ خلع ارباب و قطع اسباب۔ یعنے سوائے خدائے تعالیٰ کے جو لوگ وسیلہ گمان کیے جاتے ہیں اور گمان و وہم انپر بھروسا کرتا ہے انکو چھوڑنا اور جتنے اسباب و سامان کہ کسی کام کے پورے ہونے میں دخل رکھنے والے شمار ہوتے ہیں سب کی جڑ کاٹ

دینا فقال المترجم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم سے عزم کے معنے پوچھے گئے تو فرمایا کہ اہل رائے سے مشورت لیکر اسکی پیروی کرنا۔ رواہ ابن مردویہ مترجم کہتا ہی کہ عوام یہ خیال کرتے ہین کہ کوئی تدبیر نہ کرنا اور نہ کسی سبب ظاہری کا مباشر ہونا یہ توکل ہی حالانکہ یہ وہم و غلط ہی بلکہ یہ سخت مذموم ہی اور توکل یہی ہی کہ اللہ عزوجل نے جو امور کہ ظاہرین اسباب مقرر فرمائے ہین انکو ظاہر کے اسباب سمجھکر بجالاوے اور یہی اعتقاد رکھے کہ پورا ہونا کام کا اللہ تعالےٰ ہی کے سپرد ہی یہ نہین کہ ان اسباب کی طرف یا اسباب کے نہ دل سے پورے کرنے کی طرف اسطرح دل لگادے کہ انکے نہ پورے ہونے یا ایسی کوشش کرنے سے مقصود فوت ہوجائیگا کیونکہ یہ حماقت ہی اسیواسطے فرمایا کہ مشاورت کرو اور یہ مت سمجھو کہ جو مشورہ مین قرار پایا ایسا مضبوط ہی کہ اس رائے مین خطا نہو گی نہین بلکہ جب اسکو جاری کرو تو اللہ تعالےٰ ہی پر اعتماد کرو یہان سے معلوم ہوا کہ یہ توکل تمام ہر ہر مسلمان بندے کی شان اور اسپر واجب ہی ایسا نہین جیسا عوام گمان کرتے ہین کہ یہ تو ترک دنیا کا نام ہی سوائے فقیرون کے کون کر سکتا ہی۔ یہ گمان غلط اور شیطانی وسوسہ ہی۔ ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم۔ اللہ سبحانہ نے اس امت مرحومہ کے دلون کو وقت ایجاد کے دیدار جمال قدم مین پیدا کیا اور حسن امید سے انکو منور کیا اور انکی ارواح کو عالم عدم سے عالم بسط و سرور و نور مشاہدہ کی طرف نکالا اور انکو خلق لطف کالباس دیا پس وہ دیدار الطاف کے لیے مستعد اور نور انس کے لیے قابلیت والی ہوگئین اور اللہ عزوجل کے کمال حکمت و لطف مین سے ہی یہ ہی کہ حضرت صلعم کو خلق بسط و روح انس پر پیدا کیا پس باہم امت کی روحون کو آپ سے موافقت حاصل ہوئی اور درمیان مین مناسبت سے الفت پیدا ہوئی اور ارواح و اشباح مین نزدیکی ہوئی پس حشمت تو باقی رہی اور غلاظت فنا ہوگئی اور آنحضرت صلعم اس امت مرحومہ کے واسطے سراسر رحمت ہوگئے اسکی تصدیق کلام باری تعالےٰ مین موجود ہی قولہ تعالےٰ ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ اس خطاب سے دونون طرف سے لطف ہونا ظاہر ہوا اور فعل کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی یعنے فرمایا کہ تو نرم ہوا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو تکلف نہین کیا کیونکہ آنحضرت صلعم تو اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے لطف و کرم پر پیدا ہوئے تھے۔ اسمین صحابہ رضی اللہ عنہم کے ادب دینے کی طرف اشارہ ہی یعنے نبی صلعم اگر انپر احکام حقائق کے اندر اول وقت ڈالتے تو انکے سینے تنگ ہوجاتے اور راہ کے آداب حقیقی کو برداشت نہین کرسکتے لیکن پہلے انکو شریعت کے طور پر بجالانے مین مسامحہ کیا اور حقائق کی طرف اس پردہ سے راہ دی جو در حقیقت انپر واجب ہین اور اسکی تصدیق حق سبحانہ تعالےٰ کے کلام مین ہی قولہ تعالےٰ فاعف عنہم واستغفر لہم۔ پس عفو و استغفار تو انکے واسطے اللہ تعالےٰ کا مسامحہ ہی پس لیے انکی تقصیر عفو کر کہ تیرے مرتبون اور قدر کو پورا انہین پہچان سکے اور انکے واسطے استغفار کر کہ جو خطرے انکے دلون مین ایسے گذرتے ہین جو لائق معرفت نہین اور جو حرکتین انکی ظاہری صورتون سے ایسی ہوتی ہین جو تیری صحبت اور تیرے ساتھ بیٹھنے کے لائق نہین ہین انکے واسطے استغفار کر کیونکہ نور ربوبیت مین غرق ہی اور وہ تجکو مقام عبودیت مین چاہتے ہین۔ انکا تو یہ حال ہی کہ وہ وصف محبت و ارادہ مین ہین اور تو محل توحید و مشاہدہ ازل و ابد مین ہی۔ اور واسطی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم۔ ای تیرے تمام اوصاف اور جو تیرے انفاس سے نکلے وہ میری طرف سے تجپر اور تیری پیروی کرنے والون پر رحمت ہی اور ابن عطا رح نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا خلق چونکہ تمام خلائق سے اعلیٰ تھا تو اسپر مؤنت بھی عظیم ہوئے پس چشم پوشی و عفو و استغفار کا حکم دیا۔ حارث محاسبی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اس بارہ مین نرمی و مدارات ظاہر ہوئی اسکو اپنی ذات پاک کی طرف نسبت فرمایا کہ میری رحمت سے تو انکے لیے نرم ہوا اور اللہ عزوجل اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے والا نہ تھا کہ تو نرم ہوا اگر یہ بات نہوتی کہ اللہ عزوجل نے اپنی معرفت سے اسکو نرم کیا اور مدارات کی توفیق دی اور فارسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تو دیکھ کیسے اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلعم کو نرمی و شفقت سے وصف فرمایا

پھر انکو انکی وصفت سے خالی کردیا لیس قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم ۔ بہ باین معنے کہ نیز اقیام ہمارے ساتھ تحقیقی ہے اور تو مخلوق سے بالکلیہ محجوب ہی فال المترجم مراد یہ ہی کہ لنت لہم ۔ تو وصفت آنحضرت ۔ ملعم فرمایا ولیکن پہلے فرمادیا کہ فبما رحمۃ من اللہ ۔ یعنے یہ صفت انکی خود قیام سے نہین بلکہ وصف آلہی ہی ۔ فافہم ۔ کہا جاتا ہی کہ نہایت مخصوص رحمت اللہ عزوجل کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ تھی کہ آپکو لوگون کے ساتھ رہنے پر قوی کیا اور اداء رسالت پر صبر دیا ایسے لوگون کے ساتھ جنکے اخلاق آپکو رنج دیتے تھے باوجود اُسکے کہ غلبہ اس سلطان کا تھا کہ جسمین سراپا غرق تھے اور تمام اوقات مین آپ پر استیلاء حق تھا لیس اگر ایسی قوت آلہیہ نہوتی جس سے اللہ تعالےٰ نے آپکو مخصوص فرمایا تھا تو کہان لوگون کے ساتھ رہنے کی طاقت تھی کیا تو موسیٰ علیہ السلام کو نہین دیکھتا کہ کلام آلہی سنتے ہوئے چونکہ دیر ہوئی تھی اپنے بھائی سے گفتگو کرنے مین صبر نہ کیا اور بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچا ۔ قولہ تعالےٰ وشاورہم فی الامر ۔ یعنے جس وقت کہ محل عبودیت و امور شریعت و عالم عقل مین آئے انکو اللہ عزوجل نے حکم کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اچھے برتاؤ سے رہین اور جو واقع کہ بتقدیر آلہی عزوجل آیندہ ہونے والے ہین یا نہین ایسے مشورہ لین کیونکہ انکو اپنے عقلون اور قلوب سے قبول کرتے ہین فکر کے ساتھ اور کیونکہ اسکے احکام مین صبر کرتے ہین کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ہی کی دریا کی نہرون سے پانی پیتے تھے اور اس وجہ سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو مقام ولایت مین تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام رسالت و نبوت مین تھے اور یہ دونون مقام اس معاملہ مین عین الجمع کے اندر ایک ہین وہ لوگ تو غیب کو بنور فراست دیکھتے تھے اور آپ اسکو بنور نبوت و رسالت دیکھتے تھے اور آنحضرت علیہ السلام محل عبودیت مین اسکے حاجتمند تھے کہ صحابہؓ دین مین آپکی مدد کرین ۔ پھر جب آپ مشاہدہ ربوبیت مین ہوئے اور تفرقہ سے مقام جمع کو پہونچے تو وہان اللہ عزوجل نے آپکو حکم کیا کہ قدم کو حدوث سے بالکلیہ الگ کرے اور اللہ تعالےٰ کے واسطے جو سیر کرا اللہ تعالےٰ کی طرف ہی اسمین مجرد اللہ تعالےٰ کا ارادہ ہو چنانچہ فرمایا فاذا عزمت فتوکل علی اللہ کیونکہ جو کچھ تو اس سے چاہے اسمین وہی تجکو کافی ہی (ہس) بالجملہ اہل ایمان کو معرفت دی اور اپنی عنایت پر بھروسے کا حکم دیا اور فرمایا ۔

اِنۡ یَّنۡصُرۡکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمۡ ۚ وَ اِنۡ یَّخۡذُلۡکُمۡ فَمَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡۢ

اگر اللہ تمکو مدد دے تو کوئی تمپر غالب نہین اور اگر وہ تمکو چھوڑ دے تو کون تمہاری مدد کریگا اسکے

بَعۡدِہٖ ؕ وَ عَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۰﴾ وَ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنۡ یَّغُلَّ ؕ وَ مَنۡ یَّغۡلُلۡ یَاۡتِ

بعد اور اللہ تعالےٰ پر بھروسا چاہیے مومنون کو اور نبی کا یہ کام نہین کہ کچھ چھپا رکھے اور جو شخص کچھ چھپا ویگا وہ لاویگا

بِمَا غَلَّ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفۡسٍ مَّا کَسَبَتۡ وَ ہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۰﴾

اپنا چھپایا قیامت کے دن پھر پورا پاویگا ہر کوئی اپنا کمایا اور اُنپر ظلم نہوگا

اِنۡ یَّنۡصُرۡکُمُ اللّٰہُ ۔ یعنکم علی عدوکم کیوم بدر ۔ اگر اللہ تعالےٰ تمہاری نصرت کرے ف تمہارے دشمن پر تمکو مدد دے جیسے بدر کے روز فرمایا تھا ۔ **فَلَا غَالِبَ لَکُمۡ** ۔ تو تمپر کوئی غالب نہین ف اسمین جنس غالب کی نفی بالکلیہ ہی ۔ **وَ اِنۡ یَّخۡذُلۡکُمۡ** بترک نصرکم کیوم احد ۔ اور اگر وہ تمہاری مدد چھوڑ دے ف جیسے اُحد کے روز کیا ۔ اور خذلان کے معنے مددگاری چھوڑنا ۔ **فَمَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ** ۔ بعد خذلانہ ای لا ناصر لکم ۔ تو پھر وہ کون ہی کہ اسکے بعد تمہاری نصرت کرے ف یعنے پھر تمہارا کوئی مددگار نہین ہی ۔ اور اسکو بصورت استفہام انکاری ذکر فرمانے مین مومنون پر لطف و رحمت کا اشارہ ہی مع اسکے کہ اول مین فلا غالب لکم کی صریح نفی کردی فافہم ۔ **وَ عَلَی اللّٰہِ** ۔ لا غیرہ ۔ **فَلۡیَتَوَکَّلِ** لیثق ۔ **الۡمُؤۡمِنُوۡنَ** ۔ اور توکل کرنا چاہیے مومنون کو اللہ تعالےٰ ہی پر نہ

دوسرے یہ یعنے تقدیم ظرف بغرض حصر ہی پس معنے یہ ہین کہ اللہ تعالے ہی پر بھروسا کرین ۔ اور متوکلین کی تعریف مین بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہین
اور حضرت صلعم نے انکو ان ستر ہزار مین سے شمار فرمایا جو بلا حساب جنت مین داخل ہونگے اسقدر کافی ہی شیخ مفسر رحمہ نے آیندہ آیت کا سبب نزول
لکھا کہ نزل لما فقدت قطیفۃ حمراء یوم بدر فقال بعض الناس لعل النبی صلعم اخذہا یعنے آگے کی آیت کا نزول اسوقت ہوا کہ بدر کے مال غنیمت
مین سے ایک سرخ مخطط کملی گم ہوئی پس بعض لوگون (منافقون) نے کہا کہ شاید نبی صلعم نے اسکو لیا ہو۔ رواہ عبد بن حمید والترمذی
وحسنہ وابوداؤد وابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضہ اور ابن جریر کی روایت مین مصرح ہی کہ یہ آیت وما کان لنبی ان یغل امر مذکورہ مین
نازل ہوئی کہ بعض لوگون نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلعم نے اسکو لیا اور اس باب مین بہت گفتگو کی ۔ وکذا رواہ وغیرہ اور مجاہد رحمہ نے ابن عباس
سے روایت کی کہ ایک چیز غنیمت مین سے گم گئی منافقون نے آنحضرت صلعم پر تہمت لگائی پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن مردویہ اس سے
معلوم ہوا کہ بعض الناس سے مراد منافق ہین اور یہ ظاہر ہی اسواسطے کہ مومن ایسا نہین کہہ سکتا ہی قال تعالے وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ
أَنْ يَغُلَّ - یخون فی الغنیمۃ فلا تظنوا بہ ذلک - یعنے نہین شان ہی کسی نبی کی کہ غلول کرے یعنے خیانت کرے مال غنیمت مین پس تم لوگ
نبی صلعم کے ساتھ ایسا گمان مت کرو ایسا ہی ابن عباس و مجاہد و حسن و بہتیرون نے تفسیر کیا ہی کیونکہ نبوت کا مدار تو صدق و امانت پر ہی جسکو اللہ تعالے
نے امین کیا ہی خیانت اسکی شان نہین ہی اور عموماً ہر نبی کی برات کی تو یہ بلیغ ہی یعنے جب کسی پیغمبر کی یہ شان نہین تو بھلا خاتم النبیین و افضل الانبیاء
علیہم السلام کی شان مین یہ گمان محض کفر ہی ۔ پھر جاننا چاہیے کہ بنا بر تفسیر مذکور کے یہ آیت جملہ مستقلہ واسطے مذمت غلول کے و تطہیر و تزکیہ شان
نبی صلعم کے ہی جو قصہ احد کے درمیان بیان ہوا آخر ذکرہ ابن کثیر پھر کہا کہ عوفی رحمہ نے ابن عباس سے روایت کیا کہ قولہ وما کان لنبی ان یغل یعنے
یون غلول نہین کرسکتا کہ لشکر مین سے بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اور یہی ضحاک رحمہ کا قول ہی مترجم کہتا ہی کہ معنے اسکے وہ ہین جو محی السنہ
نے معالم مین مقاتل رحمہ سے ذکر کیے کہ یہ آیت غنائم احد کے بارہ مین نازل ہوئی یا مین معنے کہ تیر اندازون نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور غنیمت کی
خواہش کی اور کہنے لگے کہ ہم کو خوف ہی کہ رسول اللہ صلعم یہ کہدین کہ جو شخص جو چیز لے لے وہ اسیکی ہی اور غنیمت تقسیم نہو جیسے بدر کی غنیمت تقسیم
نہین ہوئی تھی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسے فرمایا کہ کیا مین نے تمسے عہد نہین لیا تھا کہ تم اپنی جگہ نچھوڑنا جبتک میرا حکم نہ پہونچے تو بولے
کہ ہمنے اپنے باقی ساتھیون کو وہین چھوڑ دیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ نہین بلکہ تمہارا گمان یہ تھا کہ ہم غلول کرینگے اور تمہارا حصہ نہ
لگاوینگے اور بعض نے یغل بصیغہ مجہول پڑھا جیسا کہ مفسر رحمہ نے کہا کہ ایک قرات مین بصیغہ مجہول ہی یعنے روا نہین کہ نبی کی نسبت کیا جاوے
غلول کی طرف ۔ اور بعض نے کہا معنے یہ کہ ما کان لنبی ان یغلہ احد من اصحابہ ۔ یعنے صحیح نہین کہ کسی نبی کے اصحاب مین سے کوئی اسکی خیانت
کرے ۔ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - حاملا لہ علی عنقہ ۔ اور جسنے غلول کیا وہ قیامت کے روز اسکو لاویگا
ف یعنے اسکو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا جیسا کہ احادیث مین آیا ہی سراج مین کہا کہ اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت
اپنے ظاہر پر ہی اور یہ نظیر ہی قولہ یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم الآیہ - یعنے اموال زکوۃ آتش جہنم مین گرم کرکے
اُس سے ان لوگون کے جبہہ و پہلو و پشت داغ دیے جاوینگے یعنے زکوۃ نہ دینے والون کے ایسی ہی اس آیت مین ظاہر مراد ہی اور اسی پر دلالت
کرتا ہی قول آنحضرت صلعم کہ نہ پاؤن کہ کوئی تم مین سے مجھے اس حال مین ملے کہ قیامت مین اپنی گردن پر اونٹ لادے ہو جو بلبلاتا ہو یا گا
لادے ہو جو بمباتی ہو یا بکری لادے ہو جو ممیاتی ہو پس مجھے پکارنا شروع کرے کہ ای محمد ای محمد پس مین اس سے کہدون کہ مین تیرے واسطے
کسی چیز کا مالک نہین ہون مین تجھے پہونچا چکا تھا محققین نے کہا غرض اس سے زیادہ فضیحت ہی اور ابو مسلم رحمہ نے کہا کہ ظاہر مقصود نہین بلکہ

تشدید و عید ہی نظیر اسکی قولہ تعالے انہا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموات او فی الارض یات بہا اللہ ۔ یعنے اگر رائی کے ذرہ برابر ہو کر کسی پتھر وغیرہ مین پوشیدہ ہو تو بھی اللہ تعالے اسکو قیامت مین لاویگا ۔ اس سے مقصود یہ کہ کوئی ذرہ اسکے علم سے پوشیدہ نہین ایسے ہی یہان غرض ہی کہ ہر غلول کو اللہ تعالے نے مقرر رکھا ہی جسکی وہ سزا دیا جائیگا ۔ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ شیئا ۔ پھر بھرپور دیا جائیگا ہر نفس (خواہ غلول کرنے والا ہو یا کوئی اور ہو بدلا) اُس چیز کا جو اسنے کمایا یعنے فعل کیا ہی اور حال یہ کہ وے ظلم نہ کیے جاوینگے کچھ بھی ف غلول کی مذمت مین بہت احادیث وارد ہین شیخ ابن کثیرؒ نے کلام دراز سے انکو نقل کیا مگر مین بہت ملخص لاتا ہون کہ ابورافع کی حدیث مین ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ قبر فلان شخص کی ہی جسکو مین نے بنی فلان پر صدقہ وصول کرنے کو بھیجا تھا اُسنے ایک پوستین کا غلول کیا جو اس حال مین ویسی ہی آگ کی پوستین پہنایا گیا ہی رواہ احمدؒ اور عمر بن الخطابؓ سے ہی کہ لوگ ایک مقتول پر آئے اور کہا کہ فلان شہید ہی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز نہین مین نے اسکو آگ مین دیکھا بوجہ ایک چادر یا کملی کے جو اُسنے غلول کی پھر فرمایا کہ جا کر لوگون مین پکار دے کہ نہین داخل ہوگا کوئی جنت مین مگر مومنین رواہ احمد و مسلم والترمذی اور سالم بن عبد اللہ سے روایت ہی کہ وہ مسلمہ بن عبد الملک کے ساتھ ارض روم مین تھے وہان کسی شخص کے اسباب مین غلول پایا یعنے لوٹ کا مال تقسیم ہونے سے پہلے اسنے کچھ اپنے اسباب مین ملا لیا تھا تو مسلمہ نے سالمؒ سے فتوی لیا انھون نے بواسطہ عبد اللہ بن عمر اپنے باپ کے حضرت عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسکی متاع مین تم غلول پاؤ اس متاع کو جلا دو اور مین خیال کرتا ہون کہ یہ بھی کہا کہ اور اسکو مارو ۔ رواہ احمد والترمذی و ابوداؤد ۔ علی بن المدینی والبخاری وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہی اور دارقطنی نے کہا کہ صحیح یہ ہی کہ یہ فقط سالمؒ کا فتوی ہی اور ایسی ہی حسنؒ و حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی اور بعضون نے حدیث مذکور کو مذہب امام احمدؒ کہا ہی اور امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی و جمہور نے اسمین خلاف کیا اور کہا کہ اسکا اسباب سب نہین جلایا جائیگا بلکہ جیسے اس فعل کی سزا ہو وہ دیجاویگی آدمی بخاری کے نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے غلول کرنے والے پر نماز پڑھنے سے انکار کیا مگر اسکے اسباب کو نہین جلایا واللہ اعلم ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم ۔ جدال مین سے ایک جدال النفس مع شیطان ہی و علی ہذا النصرۃ الٰہی مراد وہ سکینت ہی جو عارفون کے دلون مین حق سبحانہ کے نور تجلی سے واقع ہوتی ہی جبکہ وہ اس حادث مخلوقات سے اپنا منہ پھیر کر جلال باری تعالے عز و جل کی طرف توجہ لاتے ہین اور اسکی عظمت کبریائی کے سامنے گرگراتے ہین پھر جب نور بسیط و رجا کے ساتھ اسکو انوار غیبیہ تلبس ہوتا ہی تو اس سے اشباح کو تقویت ہو جاتی ہی پس انکو حول و قوت ازلی سے تائید دیجاتی ہی پس اسوقت مین لطف و رحمت کے مقابلہ سے قہر کے لشکر ہٹ جاتے ہین بسبب سطوات رحمت کے لقولہ سبقت رحمتی غضبی ۔ اور اسکے حقائق ہم نے ترقی مقامات نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین بیان کیے ہین اور اسیطرف حضرت صلعم نے اپنے سجدے مین اشارہ فرمایا اعوذ برضاک من سخطک و اعوذ بمعافاتک من عقوبتک و اعوذ بک منک ۔ پناہ مانگتا ہون مین تیری رضامندی کے ساتھ تیرے خشم سے اور تیرے معافات کے ساتھ تیرے عقوبت سے اور تیرے ہی ساتھ تجھسے شیخ نے کہا کہ اللہ تعالے کی نصرت مریدون مین تو یہ ہی کہ انکو اپنے نفس کی شہوات جڑ سے کاٹنے کی توفیق دے اور محبین مین یہ کہ گویہ مدانات سے صبح ازل کی خوشبو ذرہ برابر دیکر انکے نور یقین کو بڑھا کے اور عارفون مین اسکی نصرت یہ ہی کہ مشاہدات سے انکو وہ علوم صفات دے جس سے وہ جاہل ہین ۔ بعض نے فرمایا کہ نصرت الٰہی اسکو پہونچتی ہی جو اپنے حول و قوت سے بیزاری کرے اور تمام اسباب مین اپنے پروردگار پر اعتصام کرے کیونکہ جسنے اپنے قوت پر اعتماد کیا تو وہ مردود ہی اور حضرت استادؒ نے فرمایا کہ نصرت الٰہی پہلے تو توفیق کے ساتھ ہوتی وہ اشباح کو ہوتی ہی پھر تحقیق کے ساتھ ارواح کو ہوتی ہی اور کرنے

جاتا ہی کہ بنصر کم یعنے ظاہر کی تائید اور باطن کی درستی کے ساتھ تمکو مدد دے - اور کہا گیا کہ مددگاری و فتح تو دشمن پر ہوتی ہی اور سب سے بڑا تیرا دشمن وہ نفس ہی جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہی اور نصرت آلہی سے جو چیزین فتنہ پرداز تھین بھاگتی ہین اور اسکی عصمت کے لئے نگہبان ہوجاتے ہین یہانتک کہ انوار نازلہ سے شہوات بھاگتے جاتے ہین پس محض ولایت رہجاتی ہی جو شبہات سے خالص ہی یعنے دہ او صاف بشریت کو اور نفس کی خواہشون کو اور اسکے آثار کو جو نزدیکی سے مانع ہین کچھ دخل نہین رہتا ہی - قولہ تعالے وما کان لنبی ان یغل واللہ عزوجل نے عموم لفظ سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرات کے میل سے پاک فرمایا اور وصف کیا کہ غیب کی خبر دینے مین وہ امین ہین انکے دل پر شریعت و طریقت بیان کرنے کے وقت کوئی مداہنت کسی شریف و ضعیف کو دیکھکر نہین جاری ہوئی اور انھون نے حق عزوجل کے بندون سے پوشیدہ نہین کیا اور اہل حق کو علم حق عطا کیا اور جو لوگ محجوب تھے انکو برہان حق کے ساتھ حق کی نشانی دکھلائی اور اپنے حظ نفس کے ساتھ ایک قدم نہین اٹھایا - اور بعضے مشائخ نے کہا کہ نہین واسطے کسی نبی کو کہ وحی و شریعت کے علم مین اپنے پیروی والون کو یکسان نرکھے اور یحیی

علوی نے فرمایا کہ کسی نبی کو روا نہین ہی کہ امتیون کے واسطے اغیار کے سامنے اپنے اسرار ضائع کرے -

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ‎ هُمْ

کیا ایک شخص جو تابع ہی اللہ تعالے کی مرضی کا برابر ہی اسکے جو کما لایا غصہ اللہ کا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہی اور کیا بری جگہ لوٹنے کی ہی وہ

دَرَجَاتٌ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ‎○ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ

لوگ کئی درجے کے ہین اللہ کے یہان اور اللہ دیکھتا ہی جو کرتے ہین اللہ تعالے نے احسان کیا ایمان والون پر جو بھیجا

فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

ان مین رسول انھین مین کا پڑھتا ہی آیتین اسکی اور سنوارتا ہی انکو اور سکھاتا ہی انکو کتاب اور کام کی بات

وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ‎○

اور وہ تو پہلے اس سے البتہ کھلی گمراہی مین تھے

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ - فاطاع ولم یغل - کیا بھلا جسنے رضوان آلہی کی پیروی کی یعنے اطاعت کی اور غلول نکیا - كَمَن بَاءَ - رجع - بِسَخَطٍ مِّنَ اللَّهِ - بمعصیتہ و غلولہ - کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہی جسنے معصیت آلہی عادل مین رجوع کیا - یعنے جو شخص کہ رضوان آلہی کا پیرو ہوا بایں طور کہ اسکی شریعت کی پیروی کی اور غلول نہین کیا کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہی جسنے غضب آلہی مین ٹھکانا لیا بایں طور کہ حکم نافرمانی کی اور غلول کیا یہ استفہام انکاری ہی یعنے ایسا نہین ہی پس مفسرین نے متبع رضوان سے غلول نہ کرنے والا اور راجع بغضب سے غلول کرنے والا ایسا بقرینہ ذکر سابق اور اسیکو معالم مین کلبی و ضحاک سے نقل کیا اور بعض نے کہا کہ اول مہاجرین اور دوم منافقین ہین یعنے مہاجرین مخلصین نہین ہوسکتے مانند منافقین کے اور بعض نے کہا اول مومنین مطیع ہین اور دوم کافرین ہین - اقول یہ عام ہی یعنے عام مومنین منزلہ کفار نہین ہوسکتے ہین اور بیضاوی نے کہا کہ یہ وجوہ تعیین کی اگرچہ محتمل و صحیح ہین لیکن انھین پر لفظ کو منحصر کرنا روا نہین ہی بلکہ اخیر کے معنے عام مراد لینا چاہیے وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ - المرجع ہی لا یعنے مصیر ظرف بمعنے مرجع ہی اور یہی مخصوص بالذم راجع بجہنم ہی - اور - لا جواب استفہام ہی یعنے دونون یکسان نہین ہین - اور مصیر و مرجع مین فرق یہ ہی کہ اول مین تو حالت بدلنا ضرور ہی جیسے یہان کفار گویا بہشت سے جہنم کو گئے اور مرجع کا بدلنا ضرور نہین کیونکہ کبھی اول ہی ہوتا ہی مثلاً زید بلغ سے آیا پھر پلٹ کر مرجع یعنے باغ کو لوٹ گیا کیونکہ وہین رہتا ہی اور یہ آیت

کمن باء الخ کا بیان ہی یعنے جسنے غضب آلہی مین ٹھکانا بنایا تو اسکا مرجع و ماوی جہنم ہی اور وہ مرجع بہت بُرا ہی۔ ھُمْ دَرَجٰتٌ۔ یہ لوگ درجات ہین ف ای اصحاب درجات۔ یعنے یہ لوگ مختلف درجات والے ہین۔ ہم ضمیر جو ہر دو فریق کی طرف راجع ہی چونکہ وہ عین درجات نہین لہذا مضاف مقدر کیا ای اصحاب درجات ہین۔ عِنْدَ اللّٰهِ۔ ای مختلفوا المنازل فلمن اتبع رضوانہ الثواب ولمن باء بسخطہ العقاب۔ یعنے اللہ کے نزدیک یہ لوگ مختلف المنازل ہین یعنے انکے درجے مختلف ہین پس اس شخص کے واسطے جسنے رضوان آلہی کی پیروی کی ہو ثواب ہی اور اس شخص کے واسطے جسنے غضب آلہی مین رجوع کیا ہی عذاب ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ نے مانند کشاف کے ھم درجت عند اللہ مین کچھ مقدر نہین کیا اور اسیکو ارجح قرار دیا کہ ہم درجات برسبیل مبالغہ ہی بحذف حرف تشبیہ یعنے ہم مثل الدرجات یعنے انکا انمین بڑا تفاوت ہی موافق انکے اعمال کے جیسے درجات مین تفاوت ہوتا ہی اور ایسا ہی حسنؒ و محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ یعنے اہل الخیر والشر درجات ای متفاوتون بحسب الاعمال۔ اسیواسطے فرمایا۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ فیجازیہم بہ اور اللہ تعالے خوب دیکھتا ہی جو یہ لوگ کرتے ہین پس انکو انکے اعمال کے موافق جزا دیگا۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔ ای عربیا مثلہم لیفہموا عنہ ویشرفوا بہ لاملکا ولا عجمیا۔ البتہ بہت بڑا احسان کیا اللہ تعالے نے مومنون پر جبکہ انہین مین سے ایک رسول بھیجا ف یعنے عربی رسول بھیجا جو آدمی ہونے مین انکے مثل ہی تاکہ اسکی بات کو سمجھین اور اس سے شرف پاوین کوئی فرشتہ نہین بھیجا اور نہ کوئی عجمی آدمی بھیجا جو تمام وہ ملک جو سوا عرب کے ہی پس یہ اللہ تعالے کا احسان ہی۔ اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہی مومنین کی کیون خصوصیت فرمائی تو جواب یہ ہی کہ آنحضرت صلعم سے انھین کو انتفاع ہوا اور کفار و منافق مردود محروم رہے جیسے قولہ تعالے ھُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ مین متقیون کی خصوصیت انکے منتفع ہونے کی وجہ سے ہی۔ پھر واضح ہو کہ لفظ فیہم دلالت کرتا ہی کہ المومنین کا الف لام عہد کا ہی اور مراد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہین اور یہ فضل شریف انکو اور اہل عرب کو ہی باوجودیکہ آپ کی اتباع سب اہل عرب و عجم پر واجب ہی اور باوجودیکہ بعثت عام ہی پھر آنحضرت صلعم کی زبان عربی و قرآن مجید بزبان عربی ہونے سے اس زبان کی فضیلت دیگر زبانون پر ظاہر ہوئی اسیوجہ سے اس زبان پر غیر زبان کا قیاس روا نہین ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد و دیگر ائمہ نے فارسی مین قراءۃ قرآن کو نماز مین روا نہین کہا اور امام ابو حنیفہ سے اسکا جواز منقول ہی تو صحیح یہ ہی کہ انھون نے اس سے رجوع کیا ہی کما فی الدر وغیرہ پھر جانو کہ انفسہم مین النفس جمع نفس کی قراءۃ متواترہ ہی اور شاذ قراءۃ مین انفسہم بصیغہ اسم تفضیل یعنے نہایت نفیس آیا اور کہا گیا کہ یہی قراءۃ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تھی اور توجیہ اس قراءۃ کی یہ ہی کہ آنحضرت صلعم حضرت آدم سے لیکر اشرف گروہ مین بطنا بعد بطن ہوتے آئے اور ابوطالب نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپکا نکاح پڑھا تو یہ خطبہ پڑھا۔ الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم وزرع اسمعیل وضئضئ معد بن عدنان وعنصر مضر وجعلنا سدنۃ بیتہ وسواس حرمہ وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما آمنا وجعلنا الحکام علی الناس وان ابن اخی ھذا محمد بن عبد اللہ لا یوزن بہ فتی من قریش الا رجح بہ ھو واللہ بعد ھذا لہ نبا عظیم وخطب جلیل۔ حالانکہ اس نکاح مین سب رؤسا بنی ہاشم و مضر کے حاضر تھے۔ مدعا یہ کہ اسمین مومنین پر احسان یہ ہی کہ اہل عرب اپنے اشرف کے تابع ہوتے اور اسکی بات سنتے تھے پس ایسا شخص نبی کیا کہ اسکی تصدیق و اطاعت مین انکو تامل نہو۔ واضح رہے کہ یہ قراءۃ اگرچہ شاذ ہی لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کے شرف پر مشتمل ہی اکثر مفسرین نے اسکو بھی ذکر کیا ہی لہذا مترجم نے تبرکا درج کیا۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ۔ القرآن۔ درحالیکہ رسول موصوف انپر آیات آلہی یعنے قرآن تلاوت کرتا ہی وَيُزَكِّيْهِمْ۔ یطہرہم من الذنوب۔ اور انکو پاک کرتا ہی یعنے انکو گناہون سے پاک کرتا ہی یعنے ایمان توحید لاکر کفر و شرک کی نجاست سے پاک ہون

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو اعلیٰ تھی آپنے تو کبھی بتون کی طرف رخ بھی نہین فرمایا آپ کے اصحاب مین سے حضرت ابوبکرؓ نے بھی کبھی بت نہین
پوجا تھا اور حضرت عمرؓ ہمیشہ بت پوجنے والون سے جدا تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کبھی نہین پوجا بلکہ صغر سنی مین ہی مسلمان ہو
اور بقول اصح دس برس کے تھے اور نماز پڑھی اور پیدا ہوتے ہی دودھ نہ پیا اور باپ کا تھوک نہ چھوا یہان تک کہ حضرت صلعم نے اپنا لعاب مبارک
انکے منھ مین دیا تھا جیسا کہ سیر مین مفصل مذکور ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ - اور اس حال سے کہ رسول انکو تعلیم فرماتا ہے کتاب یعنے القرآن
وَالْحِكْمَةَ - یعنے السنتہ - وَاِنْ كَانُوْا - مخففہ ای انہم - یعنے ان شرطیہ نہین اور نافیہ بھی نہین ہے کیونکہ نفی مین لام سے فرق ہوگیا
درمیان مخففہ و نافیہ کے پس یہ ان مشددہ کا مخففہ ہے اور اسکا اسم ضمیر شان نہین قرار دی کہ صاحب کشاف نے کہا کیونکہ یہ کسی نحوی کا قول نہین
ہے جیسا کہ ابو حیان نے کہا ہے پس اسم اسکا ضمیر راجع بجانب مومنین قرار دی ای وانہم کانوا - مِنْ قَبْلُ - ای قبل بعثہ - اور یہ لوگ آپ کے
مبعوث ہونے سے پہلے - لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ - ہین۔ کھلی کھلی گمراہی مین پڑے تھے ف عرب زمانہ جہالت مین نرے علم سے عقل محض
خانہ بدوش و کشت و خون و فسق و فجور و سنگ پرست و بھوت پریت ماننے مین سرگردان تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کرامت نہایت
اعلیٰ ہے کہ آپ نے انکو اپنے دیدار و ہدایت سے تمام جہان کا پیشوا بنا دیا۔ ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ لقد من اللہ علی
المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حق عز وجل کا آئینہ تھے کہ اپنے دیدار جلال و جمال سے مومنین صادقین
کے واسطے تجلی حق دیتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من رآنی فقد رأی الحق۔ یعنے جسنے مجھے دیکھا اسنے حق دیکھا مترجم
کہتا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور علماء ربانی اسکے یہ معنے بیان کرتے ہین کہ جسنے مجھے خواب مین دیکھا اسنے تحقیق مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہین بن سکتا
ہے چنانچہ دوسری روایت صحیح مین مصرح موجود ہے ان مین اشارہ ہو سکتا ہے جو شیخ نے ذکر کیا فافہم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون پر ایسے پاک نبی صلعم کے بھیجنے
سے احسان رکھا کہ اسکی تجلی التباسی سے جناب حق عز وجل تک انکو وصول ہوا اور اگر بدون انکے بندون پر تجلی صرف ہوتی تو سب کے سب اول ہی سطوت
عظمت مین جل جاتے پس اپنی رحمت سے اسکو واسطہ تجلی کر دیا اور یہ تجلی محل التباس ہے تھی کہ کم نظرون والون کے واسطے اپنے نفس کو ظاہر کر دیا
قال المترجم کوئی شک نہین کہ حضرت صلعم کے دیدار پاک سے ان لوگون کو جنکی ارواح اللہ عز وجل نے پاک رکھی تھین ایک نظر مین جو کچھ
حاصل ہو جاتا تھا آج وہ کسی ولی و قطب کو تمام عمر بلکہ لاکھون برس عمر ہو تو بھی میسر نہین آتا ہے کیونکہ یہ آئینہ کہان سے لاویگا اور جو روحین نور سے
محروم رہی تھین وہ اسیقدر جلتی تھین جسقدر نورانی روحین آپکو محبوب رکھتی تھین اور یہ امر قیامت تک برابر جاری ہے فافہم۔ پھر مومنون پر
کونسی نعمت اس سے بڑھکر ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند انکا سردار کیا اور خلق کے واسطے جمال حق دیکھنے کا آئینہ ہے وہی انکو اللہ عز وجل
کے اسماء و صفات و نعوت پہچنواتا ہے وہی انکو ہلاک ہونے کی جگہون سے نجات دیتا اور نجات پانے کی جگہین بتلاتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا
کہ اللہ عز وجل کی بڑی منت اسکے مخلوق پر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو درمیان مین واسطہ کر دیا تاکہ انکے وسیلہ سے اس تک پہنچ جاوین اور اگر
اپنی صفات مین سے کوئی ذرہ اپنی ظاہر فرماتا تو سب کے سب فنا ہو جاتے اور راہ سے گمراہ ہو جاتے سوائے ان بعض کے جو ازل مین معصوم
کیے گئے تھے قال المترجم یہان سے تجھے یقین ہونا چاہیے کہ توحید باری تعالیٰ کیونکر حاصل ہوتی ہے اور مترجم نے جو جا بجا لکھا ہے کہ بدون
واسطہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز موحد نہ ہوگا اگرچہ زبان و دل سے یہ کہے جاوے کہ مین اللہ تعالیٰ کو واحد جانتا ہون اسواسطے
کہ صفات حق عز وجل کو کوئی آدمی اپنی عقل سے نہین پا سکتا ہے الا جیسا کہ حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا حالانکہ وحدانیت باری تعالیٰ ظاہر
ہے اس مقام مین خوب تامل کرنا چاہیے اور وہم کی پیروی نہ چاہیے۔ پھر واضح ہو کہ جنگ غزوہ احد مین صحابہ مین سے قریب ستر کے شہید

ہوئے حالانکہ ایک سال پہلے غزوۂ بدر کے کافروں سے فدیہ لینے میں اقرار کیا تھا کہ ہم کو شہادت اسکے عوض منظور ہے کیونکہ وہی ہمارا اصلی مقصود ہے
پھر جب اس سال شہادت ہوئی تو بعضے کہنے لگے کہ ہمکو مصیبت کہاں سے پہونچی حالانکہ ہم مومن ہیں تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ

کیا جسوقت پہونچی تم کو ایک مصیبت کہ تم پہونچا چکے ہو اسکے دو برابر کہتے ہو یہ کہاں سے آئی تو کہہ یہ آئی تمکو اپنی طرف سے

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ

اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ تمکو مصیبت پہونچی جسدن بھڑیں دو فوجیں سو اللہ کے حکم سے اور تاکہ معلوم کرے

الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ

مومنوں کو اور تاکہ معلوم کرے منافقوں کو اور منافقوں سے کہا گیا کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا دفع کرو دشمن

قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ

بولے ہمکو معلوم ہوتی لڑائی تو ہم تمہارے پیچھے چلتے یہ لوگ اس دن کفر کی طرف زیادہ نزدیک ہیں ایمان سے

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾ الَّذِينَ

کہتے ہیں اپنے منہ سے جو نہیں ہے انکے دلوں میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپاتے ہیں وہ جو لوگ

قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ

کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے ہیں اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نجاتے تو کہہ اب ہٹا دیجیو اپنے اوپر سے موت

إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٦٨﴾

اگر تم سچے ہو

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ – باحد بقتل سبعین منکم – کیا بھلا جب تمکو مصیبت پہونچی یعنے احد میں باینطور کہ تم میں سے ستر آدمی شہید ہوئے – **قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا** – ببدر بقتل سبعین واسر سبعین منہم – حالانکہ تم اس سے دوچند مصیبت پہونچا چکے تھے – یعنے بدر میں باینطور کہ ستر تم نے قتل کیے تھے اور ستر قید کرلائے تھے – **قُلْتُمْ** متعجبین – تو اب تم نے تعجب کرتے ہوئے کہا – **أَنَّىٰ** – من این لنا – **هَٰذَا** – الخذلان ونحن مسلمون ورسول اللہ فینا – والجملۃ الاخیرۃ فی محل الاستفہام الانکاری کہاں سے پہونچی ہمارے واسطے یہ شکست حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور رسول اللہ ہم میں موجود ہیں – اور یہ اخیر کا جملہ یعنے انی ہذا یہی محل استفہام انکاری ہے یعنے انی ہذا کہتے ہو حالانکہ بات یوں ہے – **قُلْ** – لہم – **هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ** – لانکم ترکتم المرکز فخذلتم – کہدے ان لوگوں کو کہ یہ مصیبت تمکو اپنی طرف سے آئی – کیونکہ تم نے مرکز چھوڑ دیا جسپر جمے رہنے کا تمکو حکم تھا – یہی قول محمد بن اسحاق و ربیع بن انس و سدیؒ کا ہے اور یہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا – اور کمالین میں کہا کہ یا اسوجہ سے کہ تم نے مدینہ سے نکلکر لڑنا اختیار کیا منتہ جمک ... ایک ... اور یہی ہے قابل فہم کرنے میں ہے – یہاں ایک اور قول قابل فہم کر ہے وہ یہ کہ ہو من عند انفسکم اسوجہ سے کہ تم نے بدر کے کافر قیدیوں ... کیا – اور یہ قصہ یوں ہے کہ جب بدر میں ستر کافر قید کرلائے تو مشرکوں نے انکا فدیہ دیکر چھوڑانا چاہا پس مسلمانوں نے اسکو ... کی رائے پر آنحضرت صلعم نے عمل کیا اور عمرؓ نے انکے قتل کی رائے دی اور اصرار کیا مگر مقبول نہوئی بلکہ فرمایا کہ ابوبکرؓ ...

ابراہیمؑ کے ہی اور عمرؓ کا دل مانند نوحؑ کے ہی کہ دعا مانگی رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا ۔ پس اسپر عتاب ہوا چنانچہ حضرت علیؓ سے روایت ہی کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ ای محمد جو تمھاری قوم نے قیدیون کے حق مین کیا اسکو اللہ تعالے نے مکروہ رکھا ہی اور آپ کو حکم دیا ہی کہ انکو اختیار دو کہ دو باتون مین سے ایک اختیار کرین ایک یہ کہ قیدیون کو پیش کرین کہ انکی گردنین ماری جاوین یا انکا فدیہ لیکر چھوڑین اس شرط پر کہ مسلمانون مین سے اسیقدر جتنے چھوڑے ہین شہید ہونگے پس حضرت صلعم نے لوگون کو بلا کر انسے اختیار لیا تو بولے کہ یہ ہمارے کنبے کے بھائی بند ہین کیا ہم ان سے فدیہ نہین لین کہ اس سے ہمکو قتال پر قوت حاصل ہو اور انھین کی تعداد ہم مین سے شہید ہو جاوینگے کیونکہ اسمین تو کوئی مکروہ بات نہین ہی ۔ فرمایا کہ پھر انہین سے احد کے روز ستر آدمی قیدیان بدر کی تعداد پر مارے گئے رواہ ابن جریر والترمذی والنسائی ۔ پس یہان جو فرمایا ۔ قل ہو من عند انفسکم ۔ اسکے یہی معنے ہین کہ تمنے خود فدیہ لیا چنانچہ ابن عباسؓ نے عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ عمرؓ نے فرمایا کہ پھر جب سال آیندہ مین احد کا روز ہوا تو عذاب دیے گئے جیسا انھون نے بدر کے روز کیا تھا کہ کفار قیدیون سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا تھا پس یہ ہوا کہ انہین سے ستر آدمی قتل ہوے اور رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر آپ کے ساتھی بھاگ گئے اور آپ کے اگلے دانت شکستہ ہوے اور خود سے سر مبارک پر زخم پہونچا اور آپ کے چہرۂ مبارک پر خون بہنے لگا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا ۔ اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیہا قلتم انی ہذا ۔ قل ہو من عند انفسکم ۔ کیونکہ تم نے فدیہ لے لیا رواہ ابن ابی حاتم وکذا احمد ۔ ولکن لطول سندا اور یہی حسن بصریؒ نے کہا ہی پھر یہ سب امتحان الٰہی عزوجل ہی تاکہ مبہم طریقہ سے کافرون مومنون کی آزمائش فرماوے اور اگر وہ چاہتا تو دم مین سب کافر فنا ہو جاتے یا ایمان لاتے ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ اللہ تعالے تو ہر چیز پر قادر ہی جو چاہے کرے اور منجملہ ہر شی کے مدد دینا اور نہ دینا بھی ہی ۔ وَمَآ اَصَابَکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ۔ باحد اور جو کچھ تمکو اُس دن پہونچا جس دن دونون جماعتین مومنین و کافرین مقابل ہو کر مل گئین یعنے مقام احد مین فَبِاِذْنِ اللّٰہِ ۔ بارادتہ ۔ وہ اللہ کے ارادہ سے تھا ۔ وَلِیَعْلَمَ ۔ اللہ علم ظہور اور تاکہ جان لے اللہ تعالے علم ظہور کا جاننا ۔ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ حقا ۔ ان لوگون کو جو ایمان لائے ہین تحقیقا ف یعنے سب پر ظاہر کر دے کہ یہ سچے مومن ہین ۔ وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا ۔ اور تاکہ ان لوگون کو جان لے یعنے متمیز کر دے جنھون نے نفاق کیا ۔ وَقِیْلَ لَھُمْ ای والذین قیل لہم لما انصرفوا عن القتال وہم عبد اللہ بن ابی واصحابہ ۔ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ اور تاکہ ان منافقونکو جان لے جن سے کہا گیا تھا جبکہ وہ مدینہ جانے سے پھر چلے تھے کہ آؤ اللہ تعالے کی راہ مین لڑو ۔ یعنے اللہ تعالے کی راہ مین اسکے دشمنون سے لڑو اَوِ ادْفَعُوْا ۔ عن القوم بتکثیر سوادکم ان لم تقاتلوا ۔ یا دفع کرو ہم سے قوم منکرین کو یا بین طور کہ جماعت کی تکثیر کرو اگر تم نہ لڑو تو حاصل انکی کثرت لشکر بھی باعث رعب ہو جاتا ہو کہ دشمن نہ لڑے یا صلح کرلے یا بھاگ جاوے یہ گروہ عبد اللہ بن ابی منافق کا تھا کہ احد مین نکلنے سے لوٹ چلے اور لیتے گروہ انصار کو بھی بہکا یا چنانچہ سابق مین یہ قصہ گذر چکا ہی حاصل کلام اس معاملہ مین اللہ تعالے کی یہ بھی حکمت تھی کہ ان منافقون کو رسوا کرے جن سے کہا گیا تھا کہ آؤ جہاد کرو یا نہ لڑو تو جماعت کو بھاری رکھو ۔ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ ۔ نحسن ۔ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰکُمْ ۔ بولے اگر ہم اچھی طرح جانتے قتال کو تو تمھارے پیچھے آتے قَالَ الْمُتَرْجِمُ عبد اللہ بن ابی منافق نے مشورہ دیا تھا کہ مدینہ کے اندر سے لڑو تو اب طعن کرتا ہی کہ ہم تو اچھی لڑائی ہی نہین جانتے ہین کیا تمھارے ساتھ آوین یعنے تم لوگ لڑائی کے قواعد سے واقف نہین ہو پھر اللہ تعالے نے ان منافقون کا نفاق ظاہر کیا بقولہ تعالے ھُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ لِلْاِیْمَانِ ۔ آج وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہین ف بسبب اسکے کہ انھون نے کھلے کھلے مسلمانون کی مددگاری چھوڑ دی پس انکا منافق ہونا معلوم ہو گیا ۔ اگر کہا جاوے کہ کبھی ایمان سے زیادہ قریب نہ تھے یہان کیونکر فرمایا تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ انوا قبل اقرب الی الایمان من حیث الظاہر ۔ پہلے تو ظاہر کی راہ سے وہ ایمان سے

اقرب تھے اگرچہ باطن مین تواب اور پہلے ہمیشہ کافر تھے ۔ یَقُولُونَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۔ ولو علموا قتالا لا اتبعناکم ۔ اپنے منھون سے ایسی بات کہتے ہین جو انکے دلون مین نہین ہوتی اور اگر وہ جانتے کہ لڑائی واقع ہوگی تو کبھی تمہارے ساتھ نہ آتے اگرچہ منھ سے کہتے ہین کہ لو نعلم قتالا لاتبعناکم ۔ اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۔ من النفاق ۔ اور جو نفاق چھپاتے ہین اسکو اللہ تعالے خوب جانتا ہی یعنے انکو سزا سخت دیگا پھر انھین کی مذمت مین فرمایا ۔ اَلَّذِيْنَ ۔ بدل من الذین قبلہ او نعت یعنے یہ الذین یا تو پہلے الذین نافقوا کا بدل ہی یا اسکی صفت ہی اور یا اُواحد ہی ۔ قَالُوا لِاِخْوَانِهِمْ ۔ فی الدین ۔ ایسے لوگ ہین کہ کہتے ہین اپنے بھائیون کے حق مین یعنے دینی بھائیو ن سے جو انکے مانند منافق ہین یون کہتے ہین ۔ وَ ۔ قد ۔ قَعَدُوا ۔ عن الجہاد ۔ حال آنکہ خود جہاد سے بیٹھ رہے ہین ۔ لَوْ اَطَاعُوْنَا ۔ ای شہداء احد او اخواننا فی القعود ۔ اگر یہ لوگ ہماری اطاعت کرتے ۔ اس امر مین کہ بیٹھ رہتے تو ۔ مَا قُتِلُوْا ۔ قتل نہوتے ۔ قُلْ ۔ لہم ۔ تو انسے کہدے ۔ فَادْرَءُوْا ۔ ادفعوا ۔ عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فی ان القعود ینجی ۔ تو اب دفع کر لیجیو اپنی جان سے موت کو اگر تم سچے ہو اس بات مین کہ بیٹھ رہنا موت سے نجات دیتا ہی ۔ حاصل آنکہ موت و قتل ہر ایک مقدر ہی اپنے وقت سے پہلے نہین آسکتا ہی اور سراج مین مذکور ہی کہ جس دن ان منافون نے یہ بات کہی تھی کہ قتال کو بچاتے ہما کہا مانتے تو نہ مرتے اسی دن قضاء الٰہی سے ستر منافق مرے اور نیز سراج مین ہی کہ قولہ فادرأوا عن انفسکم الموت الخ ان یہود فون سے استہزا ہی یعنے اگر تم ایسے ہی چترے ہو کہ موت کے اسباب اپنی دانائی سے دور کر لیتے ہو تو سب اسباب دور کر لو تاکہ تم کو موت ہی نہ آوے ۔ اور جس دن تم ناچار مر تو کہتے ہو کہ یہ وقت ٹل نہین سکتا تھا اسکی کوئی تدبیر نہین تو پھر کیون نہین سمجھتے کہ قتل کا بھی یہی حال ہی بلکہ اٹھ بان رگڑ کر نفاق مین کہتے کی موت ہی اور جہاد مین شہادت ہی قال تعالے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ

اور تو ہرگز مت سمجھ ان لوگون کو جو مارے گئے اللہ کی راہ مین مردے بلکہ زندہ ہین اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہین

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ

خوشی کرتے ہین جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوشوقتی چاہتے ہین ان لوگون کے ساتھ جو ابھی نہین پہونچے انہین پیچھے سے

اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۘ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ

یہ کہ نہ ڈر ہی انپر اور نہ وہ غمگین ہین خوشوقتی چاہتے ہین اسکی نعمت اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ

لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ

نہین ضائع کرتا مزدوری ایمان والون کی

مترجم کہتا ہی کہ اوپر کی آیت مین تو اس بات کو بیان کر دیا کہ موت و قتل سب مقدر ہی جو اسکا وقت ہی ٹلتا نہین ہی پھر جہاد سے بیٹھ رہنا اور دیگر نقصان کرنا بیکار محض ہی آب فرمایا کہ جسکو یہ لوگ منافق موت سمجھتے ہین اگر قتل فی سبیل اللہ ہو تو نہایت عمدہ زندگی ہی سیوطی رح نے کہا کہ یہ آیت شہداء احد کے حق مین نازل ہوئی ۔ اور حضرت انس رض سے طول قصہ کے ساتھ ہی کہ اصحاب بیر معونہ جب شہید ہوئے تو آنحضرت صلعم نے قاتل پر بددعا فرمائی اور انکے حق مین قرآن اترا ۔ بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنہ ۔ ہمنے اسکو ایک زمانہ تک پڑھا پھر اللہ تعالے نے اسکو اٹھا لیا اور نازل ہوا قولہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ ۔ اور مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک معنے اس علی سبیل کے

یہ ہین کہ اصحاب بیر معونہ کے حق مین جو قرآن نازل ہوا تھا اور اسمین خاص ان شہدار کی حیات و زندگی و رفعت درجات معلوم ہوتے تھے وہ اٹھا لیا گیا اور اللہ تعالے نے شہداء احد کے حق مین یہ کلام نازل فرمایا جو عام ہی اور ہر شہید کے حق مین اسکے فضائل و کرامات پر دلالت کرتا ہی اور یہ ہین نے اسواسطے کہا کہ حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ احد کے روز جب تمہارے بھائی شہید ہوے تو اللہ عز وجل نے انکی روحون کو سبز پرندون کے جوف مین کیا وہ بہشت کی نہرون پر آتی ہین اور جنت کے پھل کھاتی ہین پھر سونے کی ان قندیلون مین جو عرش کے نیچے لٹکتی ہین لوٹ جاتی ہین پھر جب انھون نے اپنا کھانا پینا و رہنا اچھی خوبی سے پایا تو بولے کہ کاش ہمارے بھائی لوگ بھی جان لیتے جو اللہ تعالے نے ہمارے ساتھ کرم کیا تاکہ جہاد سے بے رغبت نہوتے اور لڑائی سے سست نہوتے پس اللہ عز وجل نے فرمایا کہ مین تمہاری طرف سے انکو خبر پہونچاتا ہون پس اللہ عز وجل نے یہ آیات اُتارین - ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیہ - رواہ احمد و ابن جریر و ابو داؤد و الحاکم وصححہ و ابن حمید و البیہقی من طرق اور نیز حاکم نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت حمزہ رضہ و آنکے اصحاب کے حق مین نازل ہوئی - قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین اور معنے یہ کہ حمزہ رضہ اور انکے ساتھ جو لوگ کہ احد مین شہید ہوے سب کے حق مین نازل ہوئی اور یہی قول قتادہ و ربیع و ضحاک کا ہی کہ شہداء احد کے حق مین اُتری اور جابر رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین تجھے کیون غمگین دیکھتا ہون مین نے عرض کیا کہ میرا باپ شہید ہوا اور قرضہ و عیال چھوڑے ہین - فرمایا کہ تجکو خوشخبری دون کہ اللہ عز وجل نے کسی سے کلام نہین کیا مگر پردہ سے اور تیرے باپ سے بالمواجہہ کلام کیا اور فرمایا کہ مجھسے مانگ مین تجھے دونگا عرض کیا کہ پروردگار یہ سوال ہی کہ دنیا مین بھیجدے تاکہ مین تیری راہ مین پھر دوبارہ قتل کیا جاؤن اللہ عز وجل نے فرمایا کہ یہ تو مین پہلے مقدر کرچکا ہون تو جانتا ہی کہ شہید یا جو مرین وہ دوبارہ لوٹائے نجاوینگے - عرض کیا کہ ای پروردگار میرے پیچھے والون کو خبر پہونچادے ہمارے اس عیش کی پس اللہ عز وجل نے نازل فرمایا ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآیہ - رواہ ابن مردویہ و البیہقی - بالجملہ یہی صحیح ہی کہ آیت خصوص شہداء احد کے حق مین اور عموم سب شہدار کے حق مین ہی لیکن انھین شہیدون کے حق مین ہی جو راہ خدا مین شہید ہون - کچھ سراج مین ہی کہ وہ ستر شہید تھے جنمین سے چار مہاجرین حمزہ بن عبد المطلب جنکے حق مین جبرئیل علیہ السلام نے اسیوقت آکر خبر دی تھی کہ لا رسول اللہ لوح محفوظ مین سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب لکھے ہین اور مصعب بن عمیر اور عثمان بن شماس اور عبد اللہ بن جحش اور باقی سب انصار مین سے تھے - وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوا - بالتخفیف و التشدید یعنے اکثر کی قراءۃ قتلوا از قتل ہی اور ابن عامر کی قراءۃ مین قتلوا از تقتیل ہی بنظر کثرت شہدار کے یا یہ معنے کہ پارہ پارہ کیے گئے - فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - ای لاعلاء دینہ - یعنے اللہ تعالے کے دین بلند ہونے کی راہ مین - کیونکہ مجاہد وہی ہی جو اسیواسطے لڑے کہ اللہ تعالے کا کلمہ بلند ہو - اور یہ خطاب حضرت صلعم کو ہی یا ہر ایسے شخص کو جو اس خطاب کی صلاحیت رکھتا ہی اور وہ ہر مومن ہی جو دین مین خالص اور مقبول ہو - اَمْوَاتًا - یہ دوسرا مفعول ہی حاصل آنکہ راہ خدا مین شہید ہونے والون کو کبھی مردہ مت خیال کیجیو - بَلْ - ہم - اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ - ارواحہم فی حواصل طیور خضر تسرح فی الجنۃ حیث شاءت کما ورد فی حدیث - بلکہ وہ زندے ہین اپنے پروردگار کے نزدیک - ف - انکی روحین سبز پرندون کے پوٹون مین ہین جنت مین جہان چاہتے ہین چرتے پھرتے ہین جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی - یہان سے معلوم ہوا کہ زندگی فقط روح کو ہی جسم کو نہین ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسوقت انکی روحین اسطرح مثل ستارون کے زندہ ہین اور حشر مین سب کے جسم جیسے زندہ ہونگے تو انکے جسم بھی زندہ ہونگے امتیاز یہ ہی کہ انکی روحین ابھی سے جنت کی نعمت سے سرفراز ہین اور باقیون کی روحین حشر کے حساب کے بعد جاوینگی و لیکن انبیا و صدیقین کا انپر قیاس نہین ہوسکتا ہی کیونکہ انکا مرتبہ شہیدون سے بڑھا ہوا ہی اور جمہور کے نزدیک انکی زندگی تحقیقی ہی اور بعض نے کہا کہ مثالی ہی اور یہ غلط ہی کچھ جاننا چاہیے کہ ابن عباس رضہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شہید لوگ بارق

نہر پر دروازۂ جنت پر سبز خیمہ میں ہیں انکے واسطے صبح و شام جنت سے رزق آتا ہے رواہ احمد و تفرد بہ اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ اسناد جید ہے چونکہ
سوال وارد ہوتا تھا کہ دیگر احادیث میں تو جنت کے اندر ہونا ثابت ہوا ہے تو شیخ ابن کثیرؒ نے جواب دیا کہ شاید بات یہ ہے کہ شہیدون کے اقسام
ہیں ایک قسم وہ کہ جو جنت میں انکی ارواح سیر کرتی ہیں اور دوم وہ کہ جو اس نہر پہ ہوتے ہیں جو دروازۂ جنت پہ ہے اور کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سب
جنت کے اندر ہوں ولیکن انتہائی سیر انکی جنت سے باہر اس نہر تک ہوتی ہے اور یہان جمع ہوتے ہیں واللہ اعلم **یُرْزَقُوْنَ** - یاکلون من ثمار
الجنۃ - یعنے جنت کے پھل کھاتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ رزق تحقیقی ہے جیسا کہ جمہور کا قول ہے - اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے ثنائے جمیل ہے اور یہ
بدعتی ملحد کا قول ہے جیسے کفار فلاسفہ قائل ہیں کہ جنت فقط علمی صورتیں خوب ہیں اور جہنم نادانی کا الم ہے اور عجیب کہ اس زمانہ میں بعضے مفسد پیدا
ہوئے ہیں جو مسلمانون کے بھیس میں عوام ہوا و ہوس کی پیروی کرنے والون کو سکھلاتے ہیں کہ اسلام میں بھی یہی معنے مراد ہیں اور انکو یہ چیز
شراب وغیرہ روا ہے جو فطرت کی راہ سے اچھی ہے یہ فرقہ گمراہ اور ملحد ہے - **فَرِحِيْنَ** - حال من ضمیر یرزقون - یعنے فرحین کو نصب اسواسطے
کہ یرزقون کی ضمیر سے حال ہے یعنے رزق دیئے جاتے ہیں شہید بندے درحالیکہ خوش ہیں - **بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ** - اس
نعمت سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انکو عطا کی - **وَ** - ہم - **يَسْتَبْشِرُوْنَ** - یفرحون - **بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ**
مِّنْ خَلْفِهِمْ - من اخوانہم المؤمنین - اور انکو خواہش فرحت ہے اپنے پچھلون سے جو ابھی تک ان تک نہیں پہونچے ف انکے
مومنین بھائی اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مسند امام احمد میں ایک حدیث مروایت ہے جسمیں ہر مومن کے واسطے بشارت ہے کہ اسکی روح جنت
میں جہان چاہے چرتی ہے اور اسکے پھل کھاتی اور تازگی و سرور و کرامات دیکھکر مسرور ہوتی ہے چنانچہ کہا **قال الامام احمد** حدثنا محمد بن ادریس
ای الامام الشافعی عن مالک بن انس الاصبحی ای الامام مالک عن الزہریؒ عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک عن ابیہ کعب بن مالکؓ کہا کہ رسول اللہ صلعم
فرمایا کہ مومن کی روح جنت کی ایک چڑیا ہوتی ہے جو جنت کے درختون سے کھاتی رہتی ہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اسکی روح کو حشر کے روز اسکے جسم میں واپس
فرماوے - ابن کثیرؒ نے کہا کہ شہداء سے فرق یہ ہے کہ عام مومنون کی روحون کی بہ نسبت شہیدون کی روحین مثل ستارون کے روشن ہوتی ہیں
پھر شیخ ابن کثیرؒ نے دعا مانگی کہ اللہ عزوجل کریم و رحیم اپنے فضل و کرم سے مجکو ایمان پر موت دے مترجم کہتا ہے آمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا
و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ و علی جمیع الانبیاء و المرسلین والحمد للہ رب العالمین - پھر جانو کہ محمد بن اسحاق و سدی نے یستبشرون کی تفسیر میں کہ
ساتھ کی یعنے مسرور ہوتے ہیں - اور سعید بن جبیرؓ نے فرمایا کہ جب وہ لوگ جنت میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اسمیں جو کرامات شہیدون کے
واسطے رکھی تھیں وہ دیکھیں تو بولے کہ کاش ہمارے وہ بھائی جو دنیا میں ہیں جانتے کہ ہم کس کرامت و بزرگی میں ہیں تاکہ جب جہاد میں حاضر
ہوتے تو ایسے لڑتے کہ شہید ہو جاتے پس یہی بھلائی پاتے جو ہمکو ملی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حال سے خبر دی اور پروردگار عزوجل نے
شہیدون کو آگاہ فرمایا کہ میں نے تمہارے نبی صلعم پر تمہارا حال نازل کر دیا پس اس سے مستبشر ہوئے پس یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویستبشرون
بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم - **اَنْ** - بدل من الذین - یہ بدل اشتمال ہے الذین سے ای بان - **اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ** - ای الذین
لم یلحقوا بہم - باین طور کہ نہیں خوف اوپر ان لوگون پر جو انسے لاحق نہیں ہوئے - **وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** - فی الآخرۃ والمعنی
یفرحون بامنہم و فرحہم - اور نہ وہ غمگین ہونگے آخرت میں اور معنے یہ ہیں کہ فرحناک ہوتے ہیں انکی امن و فرح سے - اور مترجم کے نزدیک
موافق تفسیر حدیث کے یہ معنے اول ہیں کہ وہ لوگ یہ خوشخبری اپنے بھائیون کے حق میں چاہتے ہیں کہ انکو بشارت دیدی جاوے کہ ہم لوگ ایسی حالت
میں ہیں کہ ہمپر خوف و غم کسی طرح نہیں ہے - **يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ** - ثواب - **مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ** - زیادۃ علیہ یعنے فضل

سے مراد ثواب موعود پر زیادتی ہے - المعنی اللہ تعالےٰ کی طرف سے نعمت اور اسپر مزید فضیلت پاکر خوشی میں پھولے نہیں سماتے ہیں -
وَاَنَّ - بالفتح عطفا علی نعمۃ والکسر استینافا - یعنے ان بالفتح کی قرارۃ میں عطف ہے اس جملہ کا مفرد کے حکم میں ہوکر لفظ نعمت پر - اور ان بالکسر کی قرارۃ پر جملہ مستانفہ ہے - **اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ** - بل یاجرہم - اور اللہ تعالےٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا بلکہ انکو جزاے جمیل عطا فرماتا ہے - اور قرارت بالفتح کے معنے یہ کہ نعمت و فضل و وفاے وعدہ پر مسرور ہیں - بالفتح قرارۃ پر محمد بن اسحق نے کہا کہ خوش ہوے جب انھون نے دیکھا کہ جو انسے وعدہ کیا گیا تھا وہ وفا کیا گیا اور جزیل ثواب پا گیا - اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ اس آیۂ کریمہ میں سب مومنین جمع کیے گئے خواہ شہید ہوں یا کوئی اور ہوں - اور کمتر اللہ تعالےٰ نے کوئی فضل ذکر کیا جو انبیا کو دیا یا ثواب جو انکو دیا مگر انکا اسکے پیچھے وہ بھی ذکر کیا جو مومنین کو عطا فرمایا ہے - ف - عرائس البیان میں ہے قولہ تعالےٰ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا - اسمین تنبیہ کی کہ جو شخص راہ حق میں قتل ہوا وہ حدوث مکدر سے نکلکر مقام منور کی طرف پہونچا اور نور ازل کے ساتھ ملتبس ہوا اور صفات حق سبحانہ وحدانیت میں واحد ہیں اور جمع و تفرقہ سے خارج ہیں انکا فیض افعال میں اسماء کے ساتھ تفرقہ ہے اور غیبت میں انکا نور اہل وحدت کے واسطے جمع ہے اور محل وصول نور صفت بھی ہے - اور جب وہ حدوث سے نکلکر جمال رحمن تک پہونچا تو اسکے بعد اسپر حدوث کے صفات سے کچھ بھی جاری ہوگا چنانچہ اسپر موت و فنا اسپر کچھ جاری نہوگا بلکہ وہ زندہ ہو جائیگا یعنے زندہ کہا جائیگا اور یہ زندگی تحقیقی ہے کیونکہ وہ موصوف بزندگانی حق ہو گیا اور زندگانی حق عزوجل کی ابدی ہے اسپر انسانی زندگی و موت کی کوئی علت جاری نہیں ہوتی ہے - اور یہ مرتبہ اسکے فیض مشاہدہ و عندیت سے ہے اسواسطے کہ جو شخص راہ حق میں مقتول ہوا اسکی زندگی قربت و عندیت کے فیض سے ہے اور جو شخص کہ عندیت میں ہو وہ کیونکر فنا ہوگا حالانکہ اسکو شہود حق میں رکھا گیا ہے اور جو شخص کہ تیغ ارادت سے قتل ہوا وہ باقی بنور قربت ہے اور جو شخص کہ تیغ محبت سے قتل ہوا وہ نور مشاہدہ میں باقی ہے اور جو تیغ معرفت سے قتل ہوا وہ انس وصال میں باقی ہے اور جو تیغ توحید سے قتل ہوا وہ بوحدت فی الوحدت باقی ہے اور مردہ وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے دیدار پر زندہ ہے اور اپنی ہوا و ہوس کا بندہ ہے اور شیخ ابو سعید قرشی نے اس آیت میں کہا کہ تھا لیسے لوگوں کو جو راہ ارادت میں اسکے وصال کی آرزو میں ہلاک ہوے ہیں مت خیال کر کہ اپنے مقامات میں مردہ ہیں بلکہ وہ انتہا مراد اعلیٰ میں پہونچ گئے ابن عطا رح نے کہا کہ اگر منعم کو ابھی دیکھ لیتے تو اسکی نعمت فضل دیکھنے کی خوشی زائل ہو جاتی مترجم کہتا ہے بلکہ صحیح میں حضرت جابر کے والد کے ساتھ عیانا کلام کرنا منصوص ہے فافہم -

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ
جن لوگون نے حکم مانا اللہ کا اور اسکے رسول کا بعد اسکے کہ انکو پہونچ چکا تھا گھائل ہونا جو ان میں نیک ہیں
وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۚ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ
اور پرہیزگار انکو ثواب عظیم ہے جنکو کہا لوگون نے کہ ان لوگون نے جمع کیا ہے تمھارے مقابلہ کو سامان تم انسے ڈرو
فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ
سو اور بڑھ گیا انکا ایمان اور بولے کہ بس ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے پھر چلے آئے اللہ تعالےٰ کے احسان سے اور فضل سے
لَّمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰہِ ۭ وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ۝ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ
کچھ نہیں پہونچی انکو برائی اور چلے اللہ کی رضا پر اور اللہ کا فضل بڑا ہے یہ تو شیطان ہے
یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝
کہ خوف دلاتا ہے اپنے دوستوں سے سو تم انکو مت ڈرو اور مجھی سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو

الَّذِيْنَ - مبتدأ یعنے یہان سے کلام جدید شروع ہی اور یہ الذین مبتدا ہی اور سابق سے اسکو تعلق یہ ہی کہ غزوۂ احد کے بعد ہی واقع ہوا پس الذین موصولہ مع اپنے صلہ قولہ استجابوا الخ کے مبتدا اور اسکی خبر ہی جملہ ہی وہ للذین احسنوا ہی جیسا کہ آتا ہی - **اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ** - دعاءہ بالخروج للقتال لما اراد ابوسفیان واصحابہ العود وتواعدوا مع النبی صلعم سوق بدر العام المقبل من یوم احد یعنے حکم مانا واسطے اللہ ورسول کے رای بلانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قتال کے لیے نکلنے کو جبکہ ابوسفیان و اسکے ساتھیون نے لوٹنے کا ارادہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کے روز باہم وعدہ کرگیا تھا کہ وعدہ گاہ ہمارا تمھارا سال آیندہ مین بازار بدر ہی - ف مترجم کہتا ہی کہ یہ بروز حمراء الاسد واقع ہوا اور بات یہ ہوئی کہ مشرکین نے جب مسلمانون مین سے شہید ومجروح کیے کہ اوپر بیان ہوا تو اپنے دیار کو لوٹے تو راہ مین اپنے چلے آنے پر نادم ہوے کہ ہم نے کیون نہین مدینہ پر حملہ کرکے ان سب کا فیصلہ کردیا پس جب یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہونچی تو آپ نے مسلمانون کو لڑائی پر چلنے کے واسطے کہا کہ مشرکون کے پیچھے چلو تاکہ مشرکون کو رعب ہو اور جانین کہ انہین قوت دلیری پایدار ہی اور فقط انہین لوگون کو شرکت کی اجازت دی جو بروز احد موجود تھے انہین سے سب کو چلنے کو کہا سوائے جابر کے کہ انکو اجازت دیدی تھی پس مسلمانون نے باوجود زخمون سے چور چور ہونے کے حکم اللہ و رسول کو قبول کیا پس آپ مسلمانون کو لیکر روانہ ہوے یہانتک کہ حمراء الاسد تک پہونچے تو ابوسفیان رعب مین آگیا اور مشرکون نے کہا کہ آیندہ سال ہم آوینگے پس رسول اللہ صلعم واپس تشریف لائے پس یہ روانگی ایک غزوہ شمار ہوا اور اللہ تعالے نے نازل فرمایا - الذین استجابوا للہ والرسول الآیہ رواہ ابن ابی حاتم عن عکرمہ وابن مردویہ من طریقہ عن ابن عباس اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہی کہ انھون نے اپنی بہن کے بیٹے عروۃ بن الزبیر سے کہا کہ تیرے دونون باپ یعنے زبیر وابوبکر بھی ان لوگون مین تھے جنکی نسبت اللہ تعالے نے فرمایا - الذین استجابوا للہ والرسول الآیہ - کہا عائشہ رض نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے روز پہونچا جو کچھ پہونچا اور مشرکین لوٹ گئے اور پھر مشرکون کے واپس ہونیکا خوف ہوا تو فرمایا کہ کون انکے پیچھے پیچھے چلتا ہی پس ان مین سے ستر آدمیون نے قبول کیا جنمین ابوبکر وزبیر بھی تھے رواہ البخاری والحاکم اور نیز معالم وغیرہ مین بھی مذکور ہی کہ آپ کے ان ساتھیون مین بعضے ایسے زخمی تھے کہ ایک دوسرے کو کچھ دور لادکر لیجاتا پھر وہ اسکو لادکر لیجاتا اسطرح انھون نے اپنی جانون پر مشقت کا تحمل کیا اور حکم اللہ والرسول کی نافرمانی و ثواب چھوڑنا گوارا نہ کیا - اور ابن جریر کی روایت ابن عباس مین ہی کہ ستر آدمیون قبول کرنے والون مین حضرت صدیق وعمر وعثمان وعلی وزبیر وسعد وطلحہ وعبد الرحمن بن عوف وعبداللہ بن مسعود وحذیفہ بن الیمان وابو عبیدۃ بن الجراح بھی ہین اور حمراء الاسد مدینہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہی - اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ معبد خزاعی نے جو اسوقت اگرچہ مشرک تھا مگر آنحضرت صلعم کا ہم سوگند تھا مکہ مین جاکر مشرکون کو دھمکایا کہ محمد کے ساتھ بڑا لشکر ہی تم نکلے اور مارے گئے پس ابوسفیان و اسکے ساتھی مکہ کی طرف بھاگ گئے اور انکو قبیلہ عبدالقیس کے کچھ لوگ مدینہ آنے والے ملے انکو ابوسفیان نے کچھ دیا کہا کہ محمد و انکے ساتھیون سے دھمکا دینا کہ ہم نے بڑا لشکر جمع کیا ہی تاکہ وہ موسم بدر مین نہ آوین اور اسوقت واپس جاوین پھر ہم تمکو وہان یہ وعدہ ادا کرینگے - ان لوگون نے حضرت صلعم کو حمراء الاسد مین پاکر پیغام مذکور پہونچایا پس یہ سب بولے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل - اور ابو عبیدہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم کو جب قریش کے لوٹنے کی خبر پہونچی تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ اگر وہ لوگ لوٹتے تو انپر دوزخ کے پتھر پڑتے جس سے بالکل نابود ہو جاتے اور باسناد روایت محمد بن اسحاق کے حسن ح وعکرمہ وقتادہ وغیرہم سے مروی ہی کہ یہ غزوہ حمراء الاسد کے بارہ مین ہی - اور بعض نے کہا کہ احد کے روز جب آنحضرت صلعم اپنے اصحاب کے پاس کوہ احد پر پہونچے تو بعد دیر کے ابوسفیان ظاہر ہوا اور منجملہ اور باتون کے یہ کہا کہ اے محمد ہمارا تمھارا وعدہ گاہ بدر صغری ہی اگر تم چاہو تو آپ نے فرمایا تھا کہ ہان ان شاء اللہ تعالے

پس یہ آیت اُسکے بیان مین ہی شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صحیح تو قول اول ہی کہ غزوہ حمراء الاسد مین نازل ہوا قولہ الذین استجابوا للہ والرسول وہ نیک بندے جنھون نے اللہ تعالے ورسول کا بلانا قبول کیا۔ مِنۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ۔ باوجود بعد ازانکہ پہونچی تھی انکو قرح یعنی زخم وجراحت جسکا درد والم ہنوز باقی تھا۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ۔ تو ان میں سے جسنے مرتبہ احسان کا کام کیا ف اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی۔ وَاتَّقَوْا۔ مخالفت سے اور اللہ تعالے یا اسکے رسول کی مخالفت سے پرہیز کیا انکے لیے۔ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ ہو الجنۃ۔ اجر عظیم ہی وہ جنت ہی۔ ف معلوم ہوا کہ قولہ للذین احسنوا الخ سے خبر ہی اور فائدہ یہ نکلا کہ الذین استجابوا الخ مبتدا سب بندے اس مرتبہ وثواب کے مستحق ہین پھر اللہ تعالے نے انکی مزید فضیلت بیان فرمائی بقولہ تعالے اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ۔ یہی بندے ایسے ہین کہ انسے لوگون نے کہا ف یعنی نعیم بن مسعود اشجعی نے کہا کہ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ تمہارے لیے جماعت جمع کی ہی لوگون نے ف ابوسفیان واسکے ساتھیون نے بڑا لشکر تمہارے مقابلہ کے لیے جمع کیا ہی۔ فَاخْشَوْهُمْ۔ سو تم انسے ڈرو ف اور اب مقام بدر مین لڑنے مت جاؤ۔ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا۔ پس اس کلام نے انکا یقین بڑھا دیا ف اور بزدل نہین ہوے بلکہ اللہ تعالے پر بھروسا کیا۔ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اور کہنے لگے کہ اللہ تعالے ہمکو کافی ہی اور وہی اچھا وکیل ہی ف ہم لشکرون وغیرہ پر بھروسا نہین کرتے ہین پس اللہ تعالے نے انکو نعمت دنیا وآخرت سے سرفراز فرمایا۔ قصہ اسکا معالم وغیرہ مین یون مذکور ہی کہ دوسرے سال وعدہ پر ابوسفیان نکلکر مر الظہران پر اترا پھر اللہ تعالے نے اسکے دل مین رعب ڈالدیا کہ وہ لوٹ گیا اور نعیم بن مسعود عمرہ ادا کرنے کو مکہ گیا تھا اس سے ملا اور یہ شخص اسوقت مشرک تھا پھر غزوہ خندق مین مسلمان ہوا ہی پس ابوسفیان یا ہین نعیم بن مسعود سے ملا اور کہا کہ یہ سال قحط ہی ہمکو سال فراخ چاہیے ہی کہ اسمین دودھ پیئیں اور چراوین اور مین نے محمد سے بدر مین لڑائی کا وعدہ کیا تھا اب مین اس سال نہین جانا چاہتا اور مجھے برا معلوم ہوتا ہی کہ وہ آوین اور مین نجاؤن کہ میری طرف سے وعدہ خلافی ہو سو اگر تجھسے یہ ہو سکے کہ تو انکو ڈرا کر مدینہ مین رکھے اور وہ باہر نہ نکلین تو تجھے دس اونٹ دونگا اور سہیل بن عمرو کے پاس رکھدونگا وہ اسکا ضامن ہی اس قرارداد پر نعیم بن مسعود مدینہ مین آیا یہان دیکھا کہ مسلمان سامان جنگ کرتے اور نکلنے کو تیار ہین اسنے کہا کہ تم کہان جانا چاہتے ہو بولے کہ ہم نے ابوسفیان سے موسم بدر صغریٰ کا وعدہ کیا ہی بولا کہ تمہاری راے بہت بری ہی وہ تمہارے یہان آئے تو تم مین سے تھوڑے بچے اب تم انکے یہان گھستے ہو دیکھو کیا حال ہو حالانکہ انھون نے بڑا لشکر جمع کیا ہی واللہ تم مین سے کوئی بچ نکلنے والا معلوم نہین ہوتا ہی پس بعض اصحاب رسول اللہ صلعم نے نکلنا مکروہ جانا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واللہ مین تنہا جاؤنگا اگرچہ تم مین سے کوئی نجاوے پھر آپ ستر سوارون کے ساتھ روانہ ہوے جو کہتے تھے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اور انھون نے اس نعیم مذکور کے قول پر التفات نہین کیا مترجم کہتا ہی کہ ابن عبد البر وابن حجر نے کہا کہ اسکے بارہ مین کوئی روایت اسناد سے نہین ہی فقط ثعلبی نے نقل کیا ہی اور سہیلی اسی طرف گیا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اسپر وارد ہوتا ہی کہ نعیم مذکور واحد تھا اسکو الناس کیونکر کہا اور جواب دیا گیا کہ ناس کی جنس سے ہی لہذا اسپر اطلاق کیا گیا جیسے کہا جاتا ہی کہ فلان یرکب الخیل۔ وہ گھوڑون پر سوار ہوتا ہی۔ حالانکہ اسکے پاس ایک ہی گھوڑا ہوتا ہی اور جیسے قولہ تعالے ام یحسدون الناس ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر پوشیدہ نہین کہ شیخ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق وغیرہ کی روایت سے ذکر کیا کہ الناس سے مراد گروہ عبد القیس ہی جنکے ہاتھ ابوسفیان نے کہلا بھیجا تھا ابن عبد البر وابن حجر نے کہا کہ اسکی اسناد موجود ہی مگر اسمین انقطاع وابہام ہی اور الناس گروہ عبد القیس ہی قولہ ان الناس یعنے ناس سے مراد ابوسفیان واسکے ساتھی مشرکین ہین قولہ قد جمعوا لکم۔ یعنے جمع کیا ہی

تمهارے واسطے لشکروں کو تاکہ تم کو جڑ سے نابود کردیں قولہ فاخشوهم پس ان سے ڈرو مراد یہ کہ تم نکلکر خود انکی طرف مت جاؤ اسواسطے کہ بہکانے والا اسی غرض سے آیا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ کے اندر روکے۔ قولہ فزادهم ایماناً پس اس قول نے انکو بڑھادیا قولہ ایماناً تصدیقاً باللہ ویقیناً ۔ اللہ تعالے کے ساتھ تصدیق ویقین کو اور مراد یہ ہے کہ انھوں نے یہ قول سنکر بزدلی نہیں کی اور نہ اسپر کچھ التفات کیا بلکہ اللہ تعالے پر اعتماد کیا اور اسی سے اخلاص کیا اور طمانینت و دین کی قوت بڑھ گئی چونکہ اس خلوص کا اور رجوع کا سبب یہ قول ہوا تھا اسوجہ سے اسکی طرف نسبت کردی واضح ہو کہ کلمہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے فضائل بکثرت وارد ہوے ہیں ۔ حدیث میں ہے کہ جس امر مکروہ پہونچنے کا خوف ہو اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہکر توکل کرلے تو اللہ تعالے اسکے مکروہ سے بندہ کو محفوظ فرماتا ہے (اسنادہ حسن) پھر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور نکلکر روانہ ہوے مفسر رح نے لکھا ۔ وخرج وامع النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ الرعب فی قلب ابی سفیان واصحابہ (ف) یہ برکت سے جاننا چاہیے کہ قولہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔ کی بہت تعریف ہے چنانچہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اس کلمہ پاک کو ابراہیم علیہ السلام نے اسوقت کہا تھا کہ جب نمرود ملعون نے انکو آگ میں ڈالا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت کہا کہ جب لوگوں نے انسے کہا کہ مشرکین نے تمہارے مقابلہ کو گروہ جمع کیے ہیں کما فی روایۃ البخاری اور شداد بن اوس سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔ ہر خائف کے لیے امان ہے رواہ ابونعیم ۔ اور روایت ہے کہ جب کسی چیز سے خوف کرکے یہ کلمہ کہے تو اللہ تعالے اس خوف سے اسکو نجات دیتا ہے (الطبرانی) اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کلمہ پڑھا اور مفسر رحمہ اللہ نے لکھا وخرجوا مع النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ الرعب فی قلب ابی سفیان واصحابہ فلم یأتوا وکان معهم تجارات فباعوا اور بھوا یعنے صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوکر بازار بدر میں پہونچے اور ابوسفیان سردار قریش کے دل میں اور اسکے ساتھیوں کے دل میں اللہ تعالے نے رعب ڈال دیا تو وہ لوگ مقابلہ میں نہیں آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ میں اموال تجارت تھے جنکو انھوں نے فروخت کرکے نفع کمایا (دو چند نفع اور آٹھ روز تک وہاں ٹھہرے) قال تعالے ۔ فَانْقَلَبُوا ۔ رجعوا من بدر ۔ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۔ بسلامۃ وربح لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۔ من قتل وجرح ۔ پس لوٹے بدر سے نعمت کے ساتھ اللہ تعالے کی طرف سے اور فضل کے ساتھ (یعنے سلامتی ونفع کے ساتھ) نہیں چھوا انکو کسی برائی نے (یعنے قتل وجراحت وغیرہ انکو کچھ نہیں پہونچی) وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۔ بطاعتہ ورسولہ فی الخروج ۔ اور انھوں نے پیروی کی رضوان اللہ تعالے کی (بایں طور کہ جہاد کے لیے جانے میں اللہ تعالے اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کی ۔ مترجم کہتا ہے کہ قولہ ورسولہ اصل میں بطاعتہ وطاعۃ رسولہ ۔ تھا کیونکہ عطف ضمیر مجرور پر ہے ولیکن مفسر رح نے مسامحہ کیا ۔ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۔ علی اہل طاعتہ ۔ اللہ بڑے فضل والا ہے ف اپنے فرمانبرداروں پر فضل عظیم فرماتا ہے جسکو لوگ نہیں سمجھتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ مفسر رح نے اس فاصلہ کا ربط بتلادیا اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے کا نفع وغیرہ دینے میں تو فضل بسیط اور عام ہے کافروں و مومنوں سب کو شامل ہے جواب یہ ہے کہ فضل بنظر حقیقت و انجام ہے اور انجام فقط مومنوں کے واسطے بہتر ہے اگرچہ نفع وغیرہ دنیاوی نعمت میں مومن وکافر سب شامل ہیں فرق یہ ہے کہ مومنوں کے واسطے کرامت ہوتا ہے اور کافروں کے لیے استدراج ہے یعنے وہ اپنی گمراہی میں اور زیادہ پانوں پھیلاتے ہیں نظیر اسکی لڑائی کی فتح وشکست ہے چنانچہ بدر میں معجزہ کے طور پر کافروں کو سخت شکست ہی پھر احد میں باوجود مخالفت اہل اسلام کے اول میں فتح ونصرت عظیم تھی حتی کہ کافروں نے خوف بدر سے بھاگنا شروع کیا لیکن اہل ایمان کو آزمائش میں ڈالا تاکہ صدق پر ظاہر ہوں اور کافروں کا غرور بڑھا اور سمجھے کہ یوں ہی ہوا کرتا ہے اور ہمارے بتوں نے ہماری مدد کی ۔ اور اہل ایمان کو مکرر آزمائش کے لیے اس جہاد بازار بدر کے وقت ایک شخص نے شیطان کا پیام کہنے کی اجازت لی تم ڈرو کہ کفار بہت کثرت سے جمع ہیں ۔ یعنے تمام کام کا انجام اہل ایمان

ظاہر سبب ہو اور قبضہ قدرت موثر حقیقی نہیں ہے تو اسوقت بھی مومنوں نے اسکو رد کر دیا کہ یہ درمیانی اسباب کچھ نہیں ہیں حتی کہ اللہ تعالے چاہے تو ایک
مجاہد مومن کو حیلہ کافروں پر فتح دے اور چاہے کافروں کو یونہی ہلاک کر دے اور یہ درمیانی اسباب کچھ نہیں ہیں۔ اللہ تعالے نے فرمایا۔ **اِنَّمَا ذٰلِكُمُ**
القائل لکم ان الناس الخ۔ یعنے جسنے تم سے کہا کہ ان الناس قد جمعوا لکم الخ۔ لوگوں نے تمہارے مقابلہ کے لیے بڑا جماؤ کیا ہے تم انسے ڈرو تو یہ کچھ
نہیں سوائے اسکے کہ **الشَّيْطٰنُ** شیطان ہے کہ **يُخَوِّفُ** کم۔ **اَوْلِيَاۗءَهٗ** ۔ الکفار۔ ڈراتا ہے (تمکو) اپنے دوستوں (یعنی کفار
سے) مترجم کہتا ہے کہ شیطان اہل طاعت کو طرح طرح کے خوف دلاتا ہے چنانچہ جہاد میں کافروں کی کثرت و غلبہ کا خوف دلاتا ہے اور زکوٰۃ دینے میں
فقیر ہو جانے کا اسیواسطے حدیث میں آیا کہ جب ایسا وسوسہ پاوے تو لاحول پڑھے اور فضل الٰہی پر یقین کرے کما امر او رہا دین کہے کہ حسبنا اللہ
ونعم الوکیل۔ اور دیگر مقامات کا بیان اپنے اپنے موقع پر آویگا۔ الحاصل یہ شیطان ہے کہ تم کو اپنے یاروں یعنے کافروں سے ڈراتا ہے۔ **فَلَا تَخَافُوْھُمْ**
وَخَافُوْنِ ۔ فی ترک امری۔ پس تم شیطان کے یاروں سے مت ڈرو اور مجھسے ڈرو یعنے میرا حکم چھوڑنے میں ڈرو کہ کوئی عذاب سے بچانے والا
نہیں ہے خافون دراصل خافونی تھا اور یہ یا بسکم کثرت سے حذف ہوتی ہے اور معنے یہ کہ ڈرو مجھسے یعنے میرے حکم پر بندگی چھوڑنے میں مجھسے
ڈرو اور یہ معنے نہیں کہ اللہ تعالے کی ذات پاک سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالے کی محبت لازم ہے اگرچہ اسکے معنے یہ بیان ہوے کہ اسکے حکم کی اتباع
کرے لیکن اتباع دراصل محبت کا لازمہ ہے۔ پھر نیک بندوں کو ہوش دلایا بقولہ تعالے۔ **اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ** ۔ خفا۔ اگر تم مسلمان ہو
یعنے سچے مومن ہو تو مجھی سے ڈرو۔ یہ جزا محذوف ہے ماقبل کی دلالت سے حذف ہوئی خلاصہ یہ کہ تم شیطان کی بات مت مانو اگر مومن ہو
اور اللہ تعالے نے یہی امتحان رکھا ہے اور واضح ہو کہ شیطان و اسکے یار و تمام جہان کسی کو ایک ذرہ مجال نہیں ہے کہ تصرف کر سکے و لیکن اللہ تعالے
نے ہر ایک کے لیے جو اسکا نتیجہ و انجام رکھا ہے پس شیطان و اسکے یاروں نے دنیا و جہنم اختیار کی ہے اگرچہ انجام جہنم کو نہیں جانتے بلکہ جہنم ہی سے منکر ہیں کیونکہ
شیطان کے قبضہ میں یہی ہے اور اللہ تعالے نے مومنوں کو ارشاد فرمایا کہ تم آخرت و جنت اختیار کرو کہ وہ دار کرامت ہے اور دنیا میں جسکو کافروں نے
اختیار کر لیا ہے انکے ساتھ ان قواعد شرع پر بسر کرو کیونکہ کافروں نے دار جنت تم کو دیدیا ہے تو تمنے اسی دنیا سے اسکو لیا پس انصاف کر لو اور دنیا کو اللہ
تعالے کے نام پر قربان کرو کیونکہ دنیا و مافیہا و آسمان و زمین سب اسی کی ملک ہے (مسئلہ) اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ جہاد کی خالص نیت ہو تو
ذیل میں تجارت کا قصد بھی مضر نہیں ہے جیسے حج میں صریح اجازت مذکور ہوئی ہے ف عرائس میں ہے کہ قولہ تعالے الذین استجابوا للہ
والرسول۔ حق عزوجل کی دعوت قبول کرنا اسطرح ہے کہ اسکی محبت سے طاعت ہو اور اسکے قرب کے لطائف و کرامت کا شوق ہو مترجم کہتا ہے
جو لوگ اللہ تعالے کی یاد میں ہیں وہی اسکے مقرب ہیں یعنے اسکے نام پاک کے مصاحب ہیں کما جاء فی الحدیث اور رسول اللہ صلعم کی استجابت یعنے اسطرح
کہ اللہ عزوجل کے انوار صفات کے آثار انپر موجود ہیں۔ اور اسمیں اشارہ ہے مقام اتحاد کی طرف کیونکہ امر واحد ہے اور اللہ سبحانہ تعالے نے
انکو حسن ارادت سے موصوف کیا کہ اسکی محبت و طلب تقرب میں ارادہ واثق رکھتے اور اپنی جانیں صدقہ کرتے ہیں اگرچہ جنگ احد میں زخم خوردہ شکستہ
کر چکے ہیں چنانچہ فرمایا من بعد ما اصابہم القرح۔ اور واسطی نے کہا کہ اللہ تعالے کی استجابت تو یقین و صداقت ہے اور رسول کی استجابت
اسطرح کہ اسکے حکموں کی پیروی اور اسکی ممانعتوں سے پرہیز ہے یعنے بسر و چشم اسکی شریعت کا قبول ہے قولہ تعالے للذین احسنوا منہم واتقوا اجر
عظیم۔ جو لوگ مقام احسان کو پہونچے یعنے اشتغال میں اللہ تعالے ہی کو دیکھتے ہے اور پرہیز رکھا تمام ان چیزوں سے جو اللہ تعالے اور اسکے
بندوں کے درمیان حجاب ہوتے ہیں تو انکو اجر عظیم ہے تقدیر یہ کہ اپنے نفس تا اسکے ہوا حس سے نکلے جبکہ انھوں نے اپنی مراد سے نکلکر مراد
حق کو قبول کیا۔ اور اجر عظیم یہ ہے کہ جو اللہ تعالے نے انکے واسطے آخرت میں مہیا کر رکھا ہے اور منجملہ اسکے یہ کہ انکو اپنے دیدار تک پہونچانا

بدون بحیرو عتاب حساب و حجاب کے اور بعض نے فرمایا کہ للذین احسنوا منہم - یعنے جن لوگون نے حضرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو قبول کیا اور اسکی مخالفت سے پرہیز کیا ظاہرا و باطنا تو انکے واسطے اجر عظیم ہی یعنے حق عزوجل کی مجاورت و مشاہدہ میں انکو درجہ ملیگا اور استاد نے فرمایا کہ حق عزوجل کی استجابت یاین طور کہ اسکے وجود پاک کی حقیقی تصدیق کرے اور استجابت رسول علیہ السلام یاین طور کہ جو احکام حدود فرمائی ہین انھین کے موافق اپنی عادت رکھے اور استجابت حق تعالے صفاء در حق ربوبیت ہی اور استجابت رسول صلعم وفاء در اقامت عبودیت قولہ القرح اشارت ہی کہ ابتدا کے حال مین رخنہ و جرح سے لغزش ہوتی ہی پھر وہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل - کہکر مستقیم ہوے چنانچہ حدیث مین ہی کہ لا یلدغ المومن من جحر مرتین یعنی مومن ایک رخنہ سے دوبار زخم نہین کھاتا ہے - (المترجم) قولہ للذین احسنوا منہم - احسان یہ ہی کہ تو اللہ تعالے کی عبادت کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہی اور وہ مشاہدہ ہی واتقوا - پس اگر تو اوسکو نہ دیکھے تو وہ تجھکو دیکھتا ہی اور یہ مراقبہ و حال مجاہدہ ہی - اجر عظیم - اہل ہدایت کے واسطے کسی وقت پر اور اہل نہایت کے واسطے فی الحال ہی - قولہ تعالے ولا تخافوھم و خافون ان کنتم مومنین - پاکیزہ کیا حق سبحانہ تعالے نے درگاہ کبریائی کو نعت اعیان سے اور ناپید کیا شرکت کے وہم کو حضرت جلال سے - چنانچہ فرمایا خافون یعنے مجھی سے خوف کرو اس بات مین کہ تمھارے اسرار کسی غیر کی طرف التفات کرین اور حبوبا صمد کمال کا اوتعالے مستحق ہی اسکو ہر شیطان وغیرہ سے دور کیا جو اسکا مستحق نہین ہی اور خوف دلایا اپنی ذات سے اپنے بندونکو اپنے حقوق ربوبیت کا اور اس خوف مین غیر کا کوئی حصہ نہین ہی ایمان کے خوف و امید کو محل برہان مین وقوع امتحان کے وقت ملا دیا پھر جب مشاہدہ ہوگیا تو انوار ہیبت ظاہر ہوجاتے ہین اور خوف کی علت جاتی رہتی ہی ان لوگون کی کمال بزرگی دیکھو کہ انکو اپنی ذات سے خوف دلایا نہ اپنے عذاب سے جسنے غیر سے خوف کیا وہ حق تعالے کے ساتھ شرک کا محل ہوجاتا ہی حاصل آنکہ جسنے مجھی سے خوف کیا وہ محل ایمان مین ہی اور جسنے میرے غیر سے خوف کیا وہ محل شرک مین ہی اور یہ شرک خفی ہی - اور واسطی نے کہا کہ ایمان کی شرطین سے خوف ہی اور علم کی شرطین سے خشیہ ہی اور یہی اشارہ ہی بقولہ تعالے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء - اور ابن عطاء نے فرمایا کہ جب تک تم طریقہ پر ہو مجھسے خوف رکھو کیونکہ جسنے خوف چھوڑا اسنے راہ مستقیم کو چھوڑ دیا اور کہا گیا کہ ایمان خوف و امید کے درمیان ہی (ع) پھر اللہ تعالے نے اہل ایمان کو یہود وغیرہ مشرکون منافقون کے ذائم قبائح سے تنبیہ فرمائی بقولہ تعالے

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ

اور تجھکو غم نہ آوے ان لوگون سے جو کفر کرنے دوڑتے ہین وہ نہ بگاڑ سکینگے اللہ کا کچھ اللہ چاہتا ہی کہ نہ دیوے

لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ

انکو حصہ آخرت مین اور انکو بڑی مار ہی جنھون نے خرید کیا کفر کو ایمان کے بدلے

يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ

وہ نہ بگاڑ سکینگے اللہ کا کچھ اور انکو دکھ کی مار ہی اور یہ نہ سمجھین منکر لوگ کہ ہم جو فرصت دیتے ہین انکو کچھ بھلا ہی

لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ

انکے حق مین ہم تو فرصت دیتے ہین تا کہ بڑھتے جاوین گناہ مین اور انکو ذلت کی مار ہی اللہ وہ نہین کہ چھوڑ دے

الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللَّهُ

مومنون کو جس حال پر تم ہو جب تک جدا نہ کرے ناپاک کو پاک سے اور اللہ وہ نہین

لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ

کہ تمکو خبردار کرے غیب پر ولیکن اللہ چھانٹ لیتا ہی اپنے رسولون مین جسکو چاہے سو تم یقین لاؤ اللہ پر

وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ

اور اسکے رسولوں پر اور اگر تم یقین رہو اور پرہیزگاری پر تو تمکو بڑا ثواب ہے

وَلَا يَحْزُنْكَ - بضم الياء وكسر الزاء وبفتحها وضم الزاء من حزنه لغة في احزنه - یعنے نافع کی قراءۃ میں یُحْزِنْ بضمہ یا و کسرہ زاء معجمہ از باب افعال ہے اور باقیوں کی قراءۃ میں یَحْزُنْ بفتح یاء وضم زاء از ثلاثی مجرد مضموم عین المضارع ہے یعنے از حزنه - غمگین کیا اسکو جو احزنه کے معنے میں ہے جیسے اول قراءۃ مذکور ہوئی - بہرحال معنے یہ ہیں کہ نہ غمناک کریں تجکو - الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ - جو مسارعت کرتے ہیں کفر میں - اي يقعون فيه سريعا لنصرته وهم اهل مكة والمنافقون اي لانهم لكفرهم - یعنے گرتے ہیں کفر میں جلدی کرکے کیونکہ کفر کے معاون ہیں اور یہ لوگ اہل مکہ اور منافقین تھے اور حاصل معنے یہ کہ تو بہت غم میں نہو جا انکے کفر کرنے سے - اور بعض نے کہا کہ ایک قوم مرتد ہو گئی تھی پس نبی صلعم کو غم ہوا پس اللہ عزوجل نے آپکو تسلی دی - اور بعض نے کہا کہ یہ سب کفار کے واسطے عام ہے قشیری نے کہا کہ کافر کے کفر پر غمناک ہونا ثواب کی بات ہے لیکن نبی صلعم افراط سے غمناک ہوتے تھے چنانچہ فرمایا فلا تذهب نفسك عليهم حسرات - اور فرمایا فلعلك باخع نفسك على آثارهم الآية - پس اللہ تعالے نے ایسے غمناک ہونے سے منع فرمایا اور ظاہر وجہ غم یہ تھی کہ وہ دیگر اہل ایمان کو انسے ضرر پہونچے اور خود وہ دوزخ کے کندے ہوں پس اللہ عزوجل نے دونوں باتوں کو یہاں دور فرمایا کہ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا - بفعلهم وانما يضرون انفسهم - یعنے وے کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے ہیں اللہ تعالے کو اپنے فعل سے اہی کفر کے اندر مسارعت کرنے سے یا اولیاء اللہ کو کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے ہیں اپنے فعل سے کیونکہ اللہ تعالے انکا ناصر ہے ہاں یہی ہے کہ اپنے آپکو ضرر پہونچاتے ہیں کیونکہ انجام کار میں اسکا وبال انھیں پر ہے تو اسکی حکمت فرمائی کہ - يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا - نصيبا - فِي الْاٰخِرَةِ - اي الجنة فلذلك خذلهم - اللہ تعالے چاہتا ہے کہ نہ کرے انکے واسطے کوئی حظ یعنے حصہ آخرت میں ف یعنے جنت میں پس اسیواسطے انکو مخذول کر دیا - حاصل آنکہ اللہ تعالے کی مشیت و ارادہ انکے حق میں یوں ہی متعلق ہوا ہے ایک خاص حکمت کے ساتھ جو فہم مخلوق سے باہر ہے اور جو اللہ تعالے کا ارادہ ہے وہ ضرور واقع ہوگا پس غم کھانا بے سود ہے اور یہی و دیگر آیات کثیرہ میں مصرح ہے کہ ارادہ الٰہی متعلق ہے جسسے کافر کا کفر اور مومن کا ایمان واقع ہوتا ہے اور اسمیں دلیل ہے کہ خیر و شر بارادہ الٰہی ہے اور اس سے معتزلہ وغیرہ کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال پر خود قادر ہے یہ غلط ہے بلکہ سب تقدیر الٰہی ہے - اور غایت درجہ یہ کہ ہم کو اسکی حکمت نہیں معلوم ہے حالانکہ حکمت الٰہی سبحانہ تعالے صفت پاک ہے اسکا ادراک محال ہے لیکن ہمکو عدل الٰہی معلوم ہے تو ضرور یہ ان کافرون کی مکافات بعدل ہے لہذا انکے حق میں کفر مقدر ہے اور جو تقدیر پر ایمان نہیں لایا وہ کافر ہے اور یہی مذہب آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت اور اسی پر صحابہ و تابعین و سلف صالحین تھے - پس یہاں کی آیت سے معلوم ہوا کہ چونکہ ارادہ الٰہی انکے حق میں حکمت کاملہ کے ساتھ یوں ہی متعلق ہوا اس سبب سے وہ مخذول و کافر ہیں کہ انکے لیے آخرت میں جنت سے کچھ نصیب نہیں بلکہ - وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ - في النار - انکے واسطے دوزخ میں عذاب سخت ہے کیونکہ انھوں نے ایمان و آخرت کو چھوڑ کر کفر و دنیا کو اختیار کر لیا گویا موتی دیکر نجس خرید لیا تو یہ خود نجس لائق جہنم ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ - اي اخذوه بدله - جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا - یعنے لے لیا کفر کو بدلے ایمان کے باین طور کہ دونوں میں سے کفر کو اختیار کر لیا - لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ - بكفرهم - شَيْئًا - تو وہی لوگ ہرگز کچھ ضرر نہ پہونچا سکینگے اللہ تعالے یعنے اولیاء اللہ تعالے کو بسبب اپنے کفر کے کچھ بھی - وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

مولم - اور انکے لیے عذاب الیم ہی ف جسکو اپنے لیے خریدا ہی اور الیم یعنے مولم از ایلام ہی کذا فسرہ ابن عباس رض - وَلَا يَحْسَبَنَّ - بالیاء والتاء الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ - ای املاءنا لہم بتطویل الاعمار وتاخیرہم - خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ - وان ومعمولہا سدت مسد المفعولین فی قراءۃ التحتانیۃ ومسد الثانی فی الاخری - یعنے ابن کثیر وابو عمرو وعاصم وکسائی ویعقوب نے ولا یحسبن بصیغہ غائب بیاء تحتیہ پڑھا پس الذین کفروا فاعل ہوگا اور انما نملی لہم الخ قائم مقام دو مفعول کے ہوگا - معنے یہ کہ ہرگز خیال کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے کہ ہمارا ڈھیل دینا انکو (اسطرح کہ انکی عمریں دراز کردیں اور عذاب کے ساتھ پکڑنے میں تاخیر دی) یہ بہتر ہی انکے واسطے - اور باقیوں نے بالتاء الفوقیہ پڑھا پس خطاب آنحضرت صلعم کو یا ہر خیال کرنیوالے کو ہی اور تعریض ہی کافرون کو - اور الذین کفروا مفعول ہی اور انما نملی لہم الخ اسکا بدل ہی اسیکو مفسرؒ نے قائم مقام مفعول دوم رکھا ہی اور بیضاوی رحؒ نے کہا کہ ایک ہی مفعول پر اسواسطے اقتصار کیا کہ اعتماد تو بدل پر ہی - پھر مفسرؒ نے املاء نا لہم یعنے مصدر سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ ما مصدریہ ہی بیضاوی رحؒ نے کہا کہ چاہیے یہ تھا کہ خط میں وہ الگ لکھا جاے لیکن مصحف امام میں وہ متصل ہی پایا گیا پس اسکی اتباع سے متصل لکھا جاتا ہی - اور املاء معنے امہال وتطویل عمر ہی اور بعض نے کہا کہ انکو انکے حال پر چھوڑنا جیسے کہتے ہیں املی لفرس - اپنے گھوڑے کی رسی ڈھیلی کردی کہ جیسے چاہے چرے - المعنے تو خیال نہ کیجیو ان لوگون کو جو کافر ہیں ہیں انکے حال کو کہ ہم جو کچھ انکو ڈھیل دیتے ہیں انکے لیے بہتر ہی - إِنَّمَا نُمْلِي - نمہل - لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا - بکثرۃ المعاصی ہم تو اسیواسطے املاء کرتے ہیں - یعنے ڈھیل دیتے ہیں انکو تاکہ بڑھاویں گناہ بسبب کثرت نافرمانیون کے - وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ - ذو اہانۃ فی الآخرۃ - اور انکے لیے عذاب مہین ہی یعنے آخرت میں اہانت دینے والا عذاب ہی - مہین یعنے اہانت والا اور یہ عذاب مہین انکو آخرت میں قطعی ہی اور دنیاوی عذاب گویا اسکے مقابلہ میں کالعدم ہی - مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ - لیترک - الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ - ایہا الناس - عَلَيْهِ - من اختلاط المخلص بغیرہ یعنے انتم کا خطاب تو عام آدمیوں کو ہی جسمیں مومن و منافق سبکو شامل ہیں اور معنے یہ ہیں کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالے چھوڑ دیوے مومنون کو اسی حال پر جسپر تم عوام لوگو کہ مخلص وغیر مخلص سب خلط ملط ہیں آپس میں تم سب کو اسطرح خلط ملط نہیں چھوڑنا چاہتا تھا - حَتَّىٰ يَمِيزَ - بالتخفیف والتشدید - یفصل - الْخَبِيثَ - المنافق - مِنَ الطَّيِّبِ - المؤمن بالتکالیف الشاقۃ المبینۃ لذلک ففعل ذلک یوم احد - حتی کہ خبیث کو پاکیزہ سے الگ کرے یا متمیز کردے ف یمیز میں دو قراءۃ ہیں ایک بدون تشدید کے از ماز یمیز میزا جیسے دو چیزوں میں فصل کردیا اور یہ اکثرون کی قراءۃ ہی یعنے آنکہ یہانتک کہ فصل کردے خبیث کو یعنے منافق کو طیب یعنے مومن سے بایں طور کہ ایسے مشاق تکالیف دیدی کہ جنسے دونوں الگ ظاہر ہوجاویں پس بروز احد یہی کیا - اور حمزہ وکسائی کی قراءۃ میز یمیز تمییزا بتشدید ہی جیسے دو چیزون سے زیادہ ہوں تو کہتے ہیں کہ میز بینہا یعنے ان چیزون میں تمیز کردی پس یہان باعتبار کثرت افراد مومنین و منافقین کے ہوگا اور اظہر یہ ہی کہ تشدید واسطے مبالغہ کے ہو کہ خوب امتیاز کر دیوے کہ سب کو معلوم ہوجاوے - وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ - فتعرفوا المنافق من غیرہ قبل التمییز اور نہیں ہی اللہ تعالے کہ تمکو غیب پر مطلع کردے یعنے تم قبل تمیز دینے کے منافق کو غیر منافق سے پہچان جاؤ - گویا دفع کیا وہم کو کہ بدون ایسی تمیز کے کیون خبیث وطیب میں فرق نہیں ہوجاتا اور وجہ دفع یہ کہ اسمیں حکمت الٰہی پوشیدہ ہی اسکو تم نہیں جان سکتے ہو - اور سدی سے روایت ہی کہ منافق لوگون نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر سچے ہیں تو ہمکو خبر دیں کہ ہم میں سے کون مومن ہوگا اور کون نہیں تو اللہ تعالے نے یہ نازل فرمایا - ہکذا اوردہ ابن کثیر اور اسمیں وہم تھا کہ آنحضرت صلعم کیون مطلع نہیں ہوتے اگر ہم اس لایق نہیں ہیں تو فرمایا وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي - یختار - مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ - فیطلعہ علی غیبہ کما اطلع النبی صلعم علی حال المنافقین - ولیکن اللہ تعالے

برگزیدہ کرتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسکو چاہتا ہے ف پس اسکو اپنے غیب پر مطلع کر دیتا ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال پر مطلع
کر دیا۔ حاصل آنکہ آنحضرت صلعم کو منافقین کے حال پر وقوف تھا لیکن وحکمت سے بھی واقف تھے کہ اسکو موقع پر رکھتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے
بسا اوقات عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ منافق ہے تو اجازت دیجیے کہ اسکو قتل کرون آپ منع فرماتے کہ نہیں اے عمرؓ رہنے دے اور ایسے ہی ذوالخویصرہ
خارجیون کا جد اعلیٰ تھا اسکی نسبت بھی حضرت عمرؓ نے قتل کر دینے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ اے عمرؓ رہنے دے اسکی نسل سے ایسے ایسے لوگ
پیدا ہونگے یعنے خارجیون کے علامات فرمائے اور قتل کی اجازت نہ دی اور ایسے ہی اقصا حد کا حال جانتے تھے چنانچہ آپکا خواب مروی ہوا
جیسا کہ اول قصہ میں ذکر ہو چکا ہے اور جاننا چاہیے کہ آیہ میں خود مذکور ہے اور علما نے بھی تصریح کر دی کہ علم غیب جاننا جو یہان سے ثابت ہوتا ہے اور بعض
دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہے یہ جزوی علم غیب ہے یعنی کہ تمام آسمانوں و زمین کا سب علم غیب بھی جزوی علم غیب ہے اسپر آنحضرت صلعم مطلع تھے اور وہ بھی بدون
اطلاع دینے اللہ تعالےٰ کی نہیں ہوتا ہے اور رہا علم غیب کلی و مطلق تو وہ سوائے حق عزوجل کے اور کوئی نہیں جانتا ہے اسواسطے کہ وہ تو علم ہے جو صفت
ازلی تعالےٰ ہے اور یہ صفت کسی مخلوق میں پیدا ہو جانا غیر ممکن ہے اور بسا اوقات اسرار آلہی و حکمت کاملہ اس امر کو مقتضی ہوتی ہے کہ بندۂ خاص اس امر کو
نجانے کہ اسکے گھر میں کیا حال ہے اور اسکے سفر میں کیا انجام ہوگا جیسے آنحضرت صلعم نے نجانا کہ حضرت عائشہؓ کو جن منافقون نے بہتان لگایا اسکا
کیا حال ہے حتی کہ جدا کر دینے کا خیال پیدا ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ یا رسول اللہ عورتین بہت ہیں آپکو جدا کرنیکا اختیار ہے ولیکن آپ
ذرا تحقیق تو کر لیں یہانتک کہ قرآن مجید نازل ہوا اور حضرت عائشہؓ کی براءت ہوئی اور ان آیات میں حکمتیں و اسرار بیان ہوئے اور ایسے ہی بہتیرے
وقائع واقع ہوئے چنانچہ علم سنت جاننے والے پر پوشیدہ نہیں اور ایسے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف کے چاہ کنعان میں ہونے
کی خبر نہوئی اور مصر سے انکے پیراہن کی خوشبو سونگھی اور ایسے ہی حضرت امام حسینؓ کو سفر شام و واقعہ کربلا کی خبر نہوئی اور تقدیر نے پردہ ڈال دیا
حالانکہ روایات سے ثابت ہے کہ اس خبر سے امام حسن علیہ السلام نے وقت وفات کے آگاہ فرمایا اور حضرت صلعم کو حضرت جبریل علیہ السلام کے بیان سے
خبر ہو گئی تھی پس حاصل یہ ہے کہ جو شخص اسکا معتقد ہے کہ آنحضرت صلعم کو بالکل غیب کا علم تھا وہ افراط کرتا ہے اور قریب کفر ہے اگر تاویل نہو اور جو شخص یہ کہتا ہے
کہ حضرت صلعم مثل ہم و دیگران کے تھے ہر بات پر جبرئیل آتے اور آگاہ کرتے تب ہی خبر ہوتی تو اسنے تفریط کی اور حق وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا کیا تو
نہیں دیکھتا کہ روایت ابن عباسؓ میں جو خواب آنحضرت صلعم کا پروردگار عزوجل کو دیکھنے کا روایت ہوا ہے اسمین صریح ہے کہ فعلمت ما فی السموات
وما فی الارض یعنی میں نے سب جان لیا جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے اسکا حاصل جبانتک اللہ تعالےٰ نے علم دیا تھا وہ جانتے تھے اور حدیث میں فرمایا
کہ جو میں جانتا ہوں اگر وہ تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت روتے۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا۔ النفاق فَلَكُمْ
اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ پس ایمان لاؤ اللہ تعالےٰ کے ساتھ اور اسکے رسولون کے ساتھ اور اگر تم ایمان لاؤ اور بچو (یعنی نفاق سے) تو تمہارے واسطے
ثواب عظیم ہے ف عرائس البیان میں مذکور ہے کہ قولہ تعالےٰ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر۔ اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل
و رضا کے بڑے امور میں امتحان فرمایا کیونکہ آنحضرت صلعم کو محزون کر دیا اسطرح کہ کفار نے کفر پر اصرار کیا اور آپکو خوف ڈالا پھر اللہ عزوجل نے
اسی آیت میں حضرت صلعم کو حکم دیا کہ بطون معانی پر نظر کریں حتی کہ قلب سے تمام حزن و اندوہ جو غیر کی طرف سے متصور ہیں جاتے رہتے ہیں
کیونکہ جب حق عزوجل کی معرفت میں استحکام ہوا تو اسکے قلب سے تلوین کے احکام بالکل زائل ہو جاتے ہیں۔ و اسلمی رح نے فرمایا کہ حزن جملہ
احوال میں ہے اور حقیقت میں ان لوگوں کے واسطے تعریف و تنبیہ ہے قولہ تعالےٰ انہم لن یضروا اللہ شیئا۔ اسمین اللہ عزوجل نے خبر دی کہ نبی صلعم
اسکے کمال اہتمام و شفقت ہے اللہ تعالےٰ کی شریعت واسکے دین کے انتظام پر چنانچہ خبر دی کہ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر۔ اسواسطے کہ

ملال آنحضرت صلعم کو اسی جہت سے تھا اور حاصل یہ کہ تو غمگین مت ہو اسواسطے کہ ساحت کبریائی گمراہوں کی گمراہی کے ہجوم سے پاک ہے۔ قولہ تعالے وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب۔ اللہ تعالے کے یہاں چند طرح کے غیب ہیں اول غیب ظاہر۔ دوم غیب باطن سوم غیب الغیب چہارم سر الغیب پنجم غیب السر۔ پس غیب ظاہر تو وہی ہے جسکی اللہ تعالے نے امر آخرت وغیرہ کی خبر دی ہے اور اسپر کوئی مطلع نہیں ہوتا مگر وہی جو مقام یقین کو پہونچ گیا ہو اور جو اس مقام کو پہونچا وہ نفس کے شواغل و خطرات شیاطین سے خارج ہوتا ہے لیکن حد استقامت پر پہونچنے سے دیدار آخرت ہی ہوتا ہے اسواسطے کہ یقین تو خود خطرات ہیں اور یہ خطاب یہاں معنے خطاب اضداد ہے۔ اور غیب باطن سو وہ غیب ان چیزوں کا ہے جو مقدر کر کے چشم اعتبار سے پوشیدہ ہیں اور یہ خطاب اہل بیان کا ہے اور غیب الغیب تو وہ افعال ہیں صفات کا غیب ہے اور یہاں معنی یہ خطاب مریدین کو ہے اور سر الغیب تو وہ صفت ہیں نور ذات ہے اور یہ خطاب مقبین کو ہے اور غیب السر تو وہ غیبیت قدم ہے کہ اسپر کبھی کوئی مخلوق مطلع نہیں ہو سکتا۔ پس قولہ تعالے وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب۔ میں خطاب تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین و اصفیاء [illegible] کو ہے پس اس سے یہی غیب مراد ہے جسپر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ازلیت تو اس سے پاک ہے کہ کوئی مخلوق [illegible] کرے [illegible] تمام مخلوق اسکا احاطہ کرنے سے خارج ہیں لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان [illegible] قریب [illegible] ہے جو کسی کو میسر نہیں اور وہ اصطلاح کر انہیں بعض معانی آنحضرت صلعم کو کشف سے منکشف کیے گئے اور یہ ازل ہی میں ہو لیا تھا اگرچہ بصفت ادراک واحاطہ نہیں ہے اور یہی فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔ مثل محمد و عیسی و موسی و ابراہیم صلوات اللہ علیہم اجمعین پس آنحضرت صلعم تو اس عموم برگزیدگی میں بھی شامل ہیں اور خصوصیت خاصہ سے بھی سرفراز ہیں اور باقی فقط عموم برگزیدگی میں ہیں مگر ادراک کسی کو نہیں ہے۔ اور یہ دوسری آیت میں مشرح ہے کہ فرمایا عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ اور یہ وہی شخص ہے جو اپنے اوصاف سے فانی ہو وصفات حق سے متصف ہوا اور ظاہر کیا کہ بعض غیب ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیے ہیں چنانچہ فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔ جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ حکم غیب ہے اور حکم پر غیب ہے جیسے حضرت صلعم نے دس صحابہ رضی کو قطعی جنتی ہونے کو فرمایا یا ماسوا اسکے اللہ عزوجل کی طرف سے خبریں فرمائیں جو دنیا و آخرت کو شامل ہیں۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ ۖ بَلْ هُوَ

اور یہ خیال کریں جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے انکو اپنے فضل سے دی کہ یہ بہتر ہے انکے حق میں بلکہ یہ

شَرٌّ لَهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ

برا ہے انکے حق میں عنقریب طوق ہو کر پڑیگی جس چیز کا بخل کیا تھا قیامت کے روز اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں و زمین کا

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

اور اللہ جو کرتے ہو سب جانتا ہے

وَلَا يَحْسَبَنَّ۔ بایا و التاء۔ یعنے تاء فوقیہ ابو عامر و نافع و حمزہ کی قراءت ہے پس خطاب آنحضرت صلعم یا ہر [illegible] کا ہے کہ مت خیال کر ان لوگوں کو جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ تعالے نے انکو دی اپنے فضل سے کہ وہ انکے حق میں بہتر ہے اور بیا تحتیہ باقیوں کی قراءۃ ہے پس الذین یبخلون اسکا فاعل ہوگا یعنے جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز سے جو اللہ تعالے اپنے فضل سے انکو عطا کی تو وہ خیال نہ کریں کہ انکے لیے بہتر ہے۔ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ۔ بخل اصل لغت میں یہ کہ مانع ہو انسان حق واجب کو اور [illegible]

فرمایا جو اسپر واجب ہوا تو وہ بخیل نہیں کہلائیگا اور قاموس میں ہی کہ بخل ضد کرم ہی اور کثرت سے حدیثیں اس بخل کی مذمت میں وارد ہیں اور بداخلاقی میں یہ بدتر ہی منشر حکم کہتا ہی کہ شرع میں بخل وہی ہی جو معروف شرعی طور پر خرچ کرنے میں بغرض محبت مال کے کوتاہی کرے حتی کہ اگر اسنے شرع کے دستور سے اپنے اہل و عیال کے خرچہ میں کمی کی تو بھی اسمین بخل کی صفت ہی۔ بالجملہ یہ شرط ہی کہ جو کچھ اللہ تعالے نے روزی کیا اسکے موافق حساب سے جو کچھ شرع حکم دے خرچ کرے اسیواسطے فرمایا۔ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ یعنے بخل کرتے ہیں اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالے نے انکو اپنے فضل سے دی ہی۔ پس جو کچھ اللہ تعالے نے دیا اسمین اپنے اہل و عیال کے خرچہ کا خیال کرے اور کپڑے کا اور کسیقدر اپنے وقت حاجت کا پھر حق اللہ تعالے کو بھول نجاوے اگر بچے اور طریق شرعی سورۂ بقر کی آیۂ نفقہ کی تفسیر میں مذکور ہو چکا ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ بعض نے آیہ کریمہ کو ایسا ہی عام رکھا ہی جیسا میں نے بخل کی مذمت میں بیان کیا اور مفسرین نے بخل کو زکوۃ سے مخصوص کیا یعنے بخل کرے بایں طور کہ اسکی زکوۃ ندے اور یہ اس صورت میں کہ اللہ تعالے نے اسکے پاس بطور معروف شرعی خرچ کرنے کے بعد اتنا بچا دیا ہو کہ ستاون روپیہ سکہ انگریزی یا باون تولہ چاندی ہو اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ زیور ہو بشرطیکہ اسپر اتنا قرضہ نہو کہ اسکو منہا کرنے کے بعد مقدار مذکور میں کمی آوے تو اس مقدار میں ایک روپیہ سال پیچھے زکوۃ ندے بلکہ بخل کرے اور ایسا ہی اکثر مفسرین نے بخل کو زکوۃ سے مخصوص کیا اور حق وہ ہی جو سراج میں فرمایا کہ اکثر علما کے نزدیک اس بخل سے منع واجب مراد ہی نہ مستحب یعنے جو واجب ہوا اسکو ندے اور اسپر کئی وجہ سے استدلال کیا اول آنکہ آیت کریمہ بسخت عذاب کے وعید پر دلالت کرتی ہی اور ایسی وعید واجب ہی کے ساتھ لائق ہی۔ دوم آنکہ اللہ تعالے نے بخل پر مذمت کی یعنے عذاب کا وعدہ دیا جو ترک واجب ہوتا ہی اور جو چیز نفل ہو اسکے ترک پر وعدۂ عذاب نہیں ہوتا ہی۔ سوم آنکہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بخل سے بدتر کوئی بیماری نہیں ہی۔ پھر واجب خرچہ کے چند اقسام ہیں از انجملہ اپنی جان پر اور اپنے ان اقارب پر خرچ کرنا جنکا نفقہ اسپر واجب ہی از انجملہ زکوۃ ہی۔ از انجملہ اسوقت کہ مسلمان لوگ ایسے دشمن کے دفع کرنے میں جو انکے جان و مال کا قصد کرتا ہی مال کی حاجت رکھتے ہوں پس واجب ہی کہ ایسے لوگوں پر خرچ کرے جو مسلمانوں سے اس دشمن کو دفع کریں۔ از انجملہ جو شخص مضطر یعنے اسپر اتنے فاقہ گزریں کہ مردار حلال ہو تو اسکو اتنا ضرور کھانا چاہیے کہ سد رمق ہو۔ پس ایسے بخیلوں کو اللہ تعالے نے فرمایا کہ ایسے بخیل یہ خیال نکریں کہ۔ هُوَ۔ ای بخلهم۔ انکا بخل کرنا خَيْرًا لَّهُمْ۔ بہتر ہی انکے واسطے مفعول ثان والضمیر للفصل فالاول بخلهم مقدر قبل الموصول علی القرأة الفوقانیة وقبل الضمیر علی التحتانیة۔ یعنے خیراً کو نصب کو اسواسطے ہی لا یحسبن کا مفعول ثانی ہی خواہ کوئی قرأۃ لیجاوے اور ضمیر ھو چونکہ مرفوع ہی لہذا وہ مفعول نہیں ہو سکتی بلکہ ضمیر فصل ہی پھر پہلا مفعول بخلهم ہی وہ بنا بر قرأۃ تاء فوقانیہ کے موصول سے پہلے مقدر ہی ای ولا تحسبن بخل الذین یبخلون الخ اور بنا بر قرأۃ یاء تحتانیہ کے ضمیر فصل سے پہلے مقدر ہی ای ولا یحسبن الذین یبخلون بخلهم ھو خیرا لهم۔ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ۔ بلکہ یہ بخل بدتر ہی انکے واسطے۔ پھر جاننا چاہیے کہ عوفی نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ اس آیت کا نزول اہل کتاب یعنے یہود و نصاری کے حق میں ہی کہ انھوں نے جو انکے پاس کتاب آئی میں تصدیق آنحضرت صلعم و قرآن مجید کے بارہ میں تھی اسکے بیان سے بخل کیا روا ابن جریر اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ مال سے حق واجب ادا کرنے سے بخل کرنے والوں کے حق میں ہی اگرچہ یہ جو ابن عباس سے روایت ہی اسمین داخل ہی اور کہا جاتا ہی کہ اسکا داخل ہونا بدرجۂ اولی ہی منشر حکم کہتا ہی کیونکہ لیت حق واجب کے حق میں ہونا اظہر ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی قولہ۔ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهٖ۔ ای بزکاتہ من المال۔ عنقریب طوق ہوکر انکی گردن میں ڈالی جاویگی وہ چیز جسکا بخل کیا۔ زکوۃ مال چیز سے مراد مال ہی اور جملہ شر لهم کی تفسیر ہی۔ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ بان یجعل حیة فی عنقه تنهشه کما ورد فی الحدیث۔ یعنے جس مال سے بخل کیا وہ قیامت کے روز طوق بنا کر انکی گردن میں ڈالا جائیگا یہ بطور

ہوگا کہ یہ مال ایک سانپ کر کے اسکی گردن مین ڈالا جاویگا جو ہمکو کاٹیگا جیساکہ حدیث مین وارد ہوا ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہی
کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالے نے مال دیا پھر اسنے اس مال کی زکوٰۃ ادا نکی تو قیامت مین ایک اژدہا ہے زنگبسو دار ہوکر اسکی گردن مین
طوق پڑیگا پس اسکی دونون باچھون کو کاٹے اور چیریگا اور کہیگا کہ مین تیرا مال ہون مین تیرا خزانہ ہون پھر یہ آیت پڑھی - ولا تحسبن الذین
یبخلون بما اتاہم اللہ من فضلہ ہو خیرا لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ الآیۃ - رواہ البخاری وابن حبان - اس حدیث سے معلوم ہوا
کہ مال بصورت اژدہا ہوگا اور کنز یعنے خزانہ جسکی ممانعت ہی وہی مال ہی جسکی زکوٰۃ نہ دیجاوے ورنہ وہ کنز کے حکم مین نہین اور یہ دوسری حدیث
مین مصرح ہی اور ظاہر حدیث یہ ہی کہ بغیر زکوٰۃ کے کل مال متمثل بصورت اژدہا ہوگا گر ظاہر کلام مفسر رحمہ یہ ہی کہ بقدر زکوٰۃ مال ہوگا واللہ اعلم اور مانند اس حدیث
کے حضرت ابن مسعود رضی سے مرفوعاً و موقوفاً امام احمد و نسائی و ترمذی و صححہ ابن ماجہ و حاکم و ابن جریر و ابو یعلی و طبرانی و ابن مردویہ نے روایت کیا - اگر کہا
جاوے کہ حدیث مؤید ہی کہ یہ فقط زکوٰۃ کے حق مین ہی تو جواب یہ ہی کہ زکوٰۃ منجملہ مشتملات آیت کے ہی پاستے اولی ہی ورنہ اوپر معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی
اہل کتاب کی حقیقت دین اسلام چھپانے سے تفسیر کی اور نیز ابن جریر رحمہ نے عن ابی قزعہ عن رجل عن النبی صلعم روایت کی کہ اگر کوئی قرابت والا دوسرے قرابت
والے کے پاس آوے اور اس سے ایسے مال کا سوال کرے جو اللہ تعالے نے اسکے پاس بڑھتی دیا ہی پھر وہ بخل کر جاوے اور اسکی محتاجی مین مدد نکرے تو
یہی ہوگا کہ جہنم سے اسکے واسطے ایک اژدہا بے بالون والا نکلیگا جو اسکے پیچھے ہوکر آخر اسکی گردن کا طوق ہو جائیگا و قد رواہ عن ابی قزعہ عن
ابی مالک العبدی موقوفاً و عن ابی قزعہ مرسلا اور مرسلات ثقہ کے ائمہ حنفیہ رحمہ کے نزدیک حجت ہین فافہم - بالجملہ یہ حال و عذاب ان لوگون پر ہی جو مال کو
اپنا سمجھتے اور اس سے بخل کرتے ہین حال یہ ہی کہ جو فرمایا - **وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** - اور اللہ ہی کے واسطے
ہی میراث آسمانون و زمین کی ف میراث وہ چیز ہی جو کسی کی موت کے بعد پچھلے باقی کو ملے اور شرع مین میراث تو تاقے والون کو یا ولاء
و عتاق وغیرہ سبب والون کو یا بیت المال مین اسکے مستحقون کے ملتی ہی جیساکہ آگے آویگا انشاء اللہ تعالے پس یہان میراث کے یہ معنے ہین
جو مفسر رحمہ نے بیان کیے کہ وارث ہوگا اللہ تعالے ان دونون آسمان و زمین کا بعد فنا ہونے اہل آسمان و زمین کے مترجم کہتا ہی کہ یہ ایک ادنی تصویر ہو سکتی
ہی کیونکہ اللہ تعالے اب بھی کل چیز کا مالک و خالق ہی یہ نہین کہ بعد فنائے اہل آسمان و زمین کے وارث ہوکر مالک ہوگا پس وارث ہونا بمعنے حقیقی نہین
ہو سکتا اور مثل اس آیت کے ہی قولہ تعالے انا نحن نرث الارض ومن علیہا - اس سے ثابت ہوا کہ مال اور مال والے سب کا اللہ تعالے وارث ہی
اظہر اس سے قولہ وکنا نحن الوارثین - یعنے تقویت جملہ اسمیہ جو دوام و استمرار پر دال ہی - اسیواسطے بعض مفسرین نے تاویل کی کہ معنے یہ ہین - اور
اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی کل وہ چیز جسکے آسمان و زمین والے باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہین - مترجم کہتا ہی کہ زمین والون میں تو درست ہی
مگر آسمان والے باہم کیا وارث ہوتے ہین اور حق یہ ہی کہ میراث بمعنے حقیقی نہین جیساکہ ہم نے اشارہ کیا جیسے فرمایا واورثنا القوم کا آخرین - اور اورثنا
الذین استضعفوا الخ یعنے بنی اسرائیل کو ملک فرعون کا وارث کیا - یہان بھی وراثت بحقیقت شرعی نہین ہو سکتی جیساکہ پوشیدہ نہین اور ایسے ہی
داؤد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام کو جو فرمایا ہی وہ بھی بمعنے شرعی نہین کیونکہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کسی کے وارث نہین ہوتے
اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہی جو ہمنے چھوڑا وہ صدقہ ہوتا ہی اور اسی پر خلفائے راشدین جنمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہین عمل کیا ہی الا انہ ربما
کہنے کہتا کہ بولا کرتے ہین کہ ورثہ زید علم خالد یعنے خالد کے علم کا زید وارث ہوا یعنے اب زید منفرد ہوا بعد ازانکہ خالد اسمین مشارک تھا اور ایسے ہی قولہ تعالے
ورث سلیمان داؤد الآیۃ مین ہی - اب تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ اللہ عزوجل نے تمام آسمان و زمین کو اپنی میراث فرمایا اور یہ فرمایا کہ سب آسمان و زمین کے لوگ
و مال اسیکی ملک ہین پس تنبیہ فرمائی کہ سب تو اسیکا ہی پہر ان بخیلون کا کیا حال ہی کہ اسکے حکم کے موافق نہین دیتے ہین اور یہ کمال کرم ہی کہ اپنے ہی ملک کو

بندے سے دلوا کر اسپر ثواب جمیل عنایت فرمایا۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ بالیاء والتاء۔ مجاز یکم ۔ جاننا چاہیے کہ تعملون بتا فوقیہ اور بیا تحتیہ دونون قرائتین آئی ہین مگر قرأۃ اول اکثر قرار کی ہے اور اسکو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا چنانچہ کہا پس جزا دیگا تکو تمہارے عمل کی اور بیضاوی نے کہا کہ اس قرارۃ مین وعید سخت ہے اور دوسری قرارۃ ابو عمرو و ابن کثیر کی ہے اور اس صورت مین یہ معنے ہونگے اور اللہ تعالے خبردار ہے جو وہ کرتے ہین پس انکو انکے بخل کی سزا دیگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ولا تحسبن الذین یبخلون بما آتاہم اللہ من فضلہ۔ مترجم کہتا ہے کہ جیسے عوفی رحمہ اللہ نے ابن عباس سے اہل کتاب کے علم ظاہر کرنے پر بخل کرنے سے تفسیر کی ویسے ہی شیخ رحمہ اللہ نے یہان علوم کشفی کے چھپانے والون سے اشارہ لیا اور یہ جان لینا چاہیے کہ اس صورت مین سیطوقون کے معنے وہ نہین کہ انکی گردن مین طوق ہو کر پڑیگا بلکہ یا تو یہ معنے ہین کہ جہنم مین طوق و زنجیر سے جکڑے جاوینگے بعوض اسکے عذاب کے یا یہ طوق یعنے طاقت ہے جیسا کہ مجاہد سے روایت آئی ہے کہ انھون نے کہا ای یکلفون ان یاتوا بما بخلوا۔ یعنے انکو تکلیف دیجائیگی کہ جسکا بخل کرتے تھے وہ اب لاؤ جو انکی طاقت سے باہر ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو مین کہتا ہون کہ شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے یہان ان لوگونکو زجر کیا جو مریدون و طالبان حق سے علم معاملہ و مکاشفہ پوشیدہ کرتے ہین اسلیے کہ اصل سخاوت یہ ہے کہ متحیرون کو وہ راہ امتحان سے چھڑاوے اور انکو عرفان کی راہ بتاوے اور کون سخاوت اس سے بڑھکر ہوگی کہ خالص ارادت والون پر اللہ تعالے کی دی ہوئی نعمتین ظاہر کرے تاکہ اللہ تعالے کے ساتھ انکی محبت بڑھے اور نیک کام کرنا اور اللہ تعالے کی بندگی کرنا انکے دلون مین بسے اور اسکی تصدیق یہ ہے کہ حضرت صلعم کو اللہ عز وجل نے حکم فرمایا واما بنعمۃ ربک فحدث ۔ یعنے اللہ تعالے نے جو نعمتین تجھ پر فرمائی ہین انکو بیان کر۔ پھر جو شخص یہ کر سکتا ہے جو ہم نے بیان کیا کہ طالبان حق عز وجل کی بہتری کے خواہان ہے وہ کیونکر بیسانہ کر سکیگا کہ اپنی جان و مال و روح کو راہ حق مین خرچ کر ڈالے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی جان و مال کو حضرت صلعم پر فدا کر دیا کیونکہ وہ لوگ معدن سخاوت ہین اور سخاوت کی شاخ انھین سے نکلی ہے پھر مال سے سخاوت کرنا مریدون کی شان ہے اور جان سے سخاوت کرنا محبین کی شان ہے اور روح سے سخاوت کرنا عارفون کی شان ہے اور تمام اشیاء مذکورہ سے بخل کرنا نفس امارہ کا اژدہا ہے قولہ تعالے سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ ۔ مخلوق کو مفلس ہو نیکا وصف کیا کہ اپنی ذات پاک کو سلطنت قدیم و بقاء و دوام سے وصف کیا اور مخلوق جملہ فانی ہونگی اور اپنے نفس کی امیدون سے منقطع ہو جاوینگی چنانچہ فرمایا ولله میراث السموات والارض ۔ یعنے او تعالے ہی مالک عطاء کثیر و مواہب جزیل ہے اور یہ عطیات کبری ان لوگون کو سب سے اعلی ملتی ہین جو اسکی راہ مین اپنی جانین خرچ کرتے ہین پھر انکو ایسا کچھ دیتا ہے جو مخلوق مین سے کسی کو نہین دیا ہے اور ابن عطا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راہ حق مین سخاوت پر چلنا اور بخل سے پرہیز کرنا اور یہ اسطرح ہے کہ نفس و مال و سر و روح کل کو راہ حق مین خیرات کر دے اور جسنے راہ حق مین کسی چیز سے بخل کیا وہ محجوب ہوا اور اسیکے ساتھ پڑا رہگیا اور جسنے راہ حق مین غیر کی طرف نظر کی وہ فوائد حق والوار سے محروم رہا۔ قال المترجم یعنے مال و جان وغیرہ کسی پر نظر کرنا محرومی ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا

اللہ نے سنی انکی بات جنھون نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار اب لکھ رکھینگے ہم انکی بات اور

وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

جو خون کیے ہین نبیون کے ناحق اور کہینگے چکھو جلن کی مار یہ بدلا ہے اسکا جو تمنے بھیجا

اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَا

اپنے ہاتھون اور اللہ ظلم نہین کرتا ہے بندون پر وہ جو کہتے ہین کہ اللہ نے ہم سے قرار لیا ہے کہ

أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن
ہم یقین نہ کریں کسی رسول کو جب تک نہ لاوے ہمارے پاس ایک نیاز جسکو آگ کھا جاوے تو کہدے آ چکے تمہارے پاس کتنے رسول
قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِن
مجھ سے پہلے کھلی نشانیاں لیکر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر کیوں تم نے انکو مار ڈالا اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ
كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۝
تجکو جھٹلاویں تو جھٹلائے گئے بہت رسول تجھسے پہلے جو لائے تھے نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتابیں

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ - البتہ سنا اللہ تعالے نے کشاف میں زمخشری نے کہا کہ اللہ تعالے کے سننے کے یہ معنے ہیں کہ اسپر پوشیدہ نہیں یعنے اسنے انکے لیے عذاب مہیا کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ زمخشری معتزلہ تھا اسنے صفات باری تعالے سے انکار کیوجہ سے ایسا کہا اور بیضاوی وغیرہ نے جو اسطرح تفسیر کی ہے تو انکی غرض یہ ہے کہ یہ سننا بطور رضامندی کے نہیں جیسے سمع اللہ لمن حمدہ میں ہے بلکہ یہ وعید و تہدید ہے جیسے کسی بے ادب و گستاخ سے کہتے ہیں کہ خبردار ہم نے سن لیا یعنے تجکو سزا دینگے بالجملہ سننا ہمارے نزدیک اپنے معنے پر ہے یعنے اللہ تعالے نے اپنی حقیقی صفت سے سنا۔ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ قول ان لوگوں کا جنھوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم تونگر ہیں ف دہم الیہود قالوہ لما نزل من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا الآیہ۔ وقالوا لو کان غنیا ما استقرضنا۔ اور یہ لوگ یہود تھے انھوں نے یہ قول اسوقت کہا جبکہ نازل ہوا قولہ تعالے من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا الآیہ اور یہ بھی کہا کہ اگر اللہ تعالے تونگر ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا مترجم کہتا ہے کہ معالم وغیرہ میں ایسا مذکور ہے جو مفسرین نے ذکر کیا پس اگر بعینہ یہی لفظ ان کافروں کے کہے تھے تو آیت میں انکے الفاظ کی حکایت ہے اور مفسر جرنے علوم القرآن میں اسکا اسی بات کی مثال میں بھی ذکر کیا کہ قرآن میں جو آیات زبان غیر پر ہیں از انجملہ یہ ہے ولیکن شیخ ابن کثیر نے ابن عباس سے روایت ذکر کی کہ ان یہود نے کہا تھا۔ یا محمد افتقر ربک فسال عبادہ القرض۔ یعنے ای محمد آپکا پروردگار محتاج ہوا کہ بندوں سے قرض مانگا پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم۔ اور نیز محمد بن اسحاق نے اپنی سند سے ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق ایک مرتبہ یہود کے مدراس میں گئے جہاں بہت یہودی اپنے ایک بڑے عالم فنحاص کے پاس جمع تھے حضرت صدیق نے کہا کہ ای فنحاص تو اللہ تعالے سے خوف کر اور محمد صلعم پر ایمان لا کیونکہ واللہ تو جانتا ہے کہ وہ برحق رسول تمہاری توریت میں موصوف ہیں وہ بولا کہ ای ابوبکر ہم کو اللہ کیطرف محتاجی کی ضرورت نہیں اور وہ ہمارا محتاج ہے ہمسے گڑگڑاتا ہے جیسے ہم نہیں گڑگڑاتے اور ہم اس سے تونگر ہیں اگر ہم سے تونگر ہوتا تو قرض نہ مانگتا جیساکہ محمد گمان کرتے ہیں اور وہ ہمکو سود کھانے سے منع کرتا ہے اور ہم سے قرض مانگتا اور اسپر ہمکو سود دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر سخت غضبناک ہوے اور بڑے زور سے اسکو تھپڑ مارا اور کہا کہ قسم اس پاک پروردگار کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر ہمارے اور تم لوگوں کے درمیان عہدنامہ نہوتا تو میں تیری گردن مارتا ای خدا کے دشمن تو ہمکو جھٹلا جسقدر تجھمیں سکت ہو۔ فنحاص یہاں سے اٹھکر حضرت صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کے یار نے دیکھو ہم کو کیا خوار کیا ہے آپنے فرمایا کہ ای ابوبکر تم کیا باعث ہوا۔ صدیق نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس دشمن نے بڑا سخت لفظ کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم اس سے تونگر ہیں مجھے اللہ تعالے کے واسطے غصہ آیا میں نے اسکو مارا۔ پس فنحاص مردود اس سے انکار کر گیا اور کہا کہ میں نے نہیں کہا پس اللہ عزوجل نے ابوبکر کی تصدیق اور فنحاص کی

تکذیب میں نازل فرمایا۔ لقد سمع اللہ قول الذین قالوا الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اس آیت میں بڑی سخت وعید ہے از انجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنا سننا مصرح فرمایا اور مقولہ بھی مصرح ذکر فرمایا۔ از انجملہ آنکہ فرمایا۔ سَنَكْتُبُ ۔ نامر بکتب۔ مَا قَالُوا ۔ فی صحائف اعمالہم
لیجازوا علیہ۔ یعنے ہم لکھینگے۔ مراد یہ کہ حکم دینگے نیکی بدی لکھنے والے فرشتوں کو لکھنے اس چیز کا جو انہوں نے کہا۔ انکے صحائف اعمال
میں تاکہ اسپر وہ جزا دیے جاویں۔ پس فرشتوں کے لکھنے کو اپنے لکھنے سے تعبیر فرمایا جیسے قولہ وانا لہ کاتبون۔ وفی قراءۃ بالیاء مبنیا
للمفعول۔ یعنے اور حمزہؒ کی قراءۃ میں سَيُكْتَبُ بصیغہ غائب مجہول ہے۔ یعنی لکھا جائیگا جو انہوں نے کہا۔ پھر لکھا جانا خود وعید ہے حالانکہ
او تعالیٰ دانا ہے جیسے اہتمام کی چیز کو یاد داشت کر لیتے ہیں یعنے یہ لفظ کفر شدید ہے اسیواسطے اسکے ذیل میں قتل انبیاء کو بھی لکھا کہ۔
و۔ نکتب۔ وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۔ قتلہم بالنصب وبالرفع۔ اور لکھینگے ہم انکا قتل کرنا انبیاء کو ناحق۔ اور یہ ترجمہ اس
صورت میں کہ قتلہم کو نصب ہو بنابر قراءۃ جمہور کے کہ نکتب بنون پڑھا اور بنابر قراءۃ بیاء تحتیہ کے اسکو رفع ہے یعنے اور لکھا جائیگا
قتل کرنا انکا انبیاء کو ناحق۔ اور اسمیں ایذان ہے کہ ان لوگوں سے ایسی گفتگو بعید نہیں جنہوں نے انبیاء کو جان بوجھکر ناحق قتل کیا۔ اور
قتل انبیاء اگرچہ انکے بڑوں سے ہوا مگر انکی رضامندی کے سبب انکی طرف منسوب ہوا۔ وَنَقُولُ ۔ بالنون والیاء یعنے نکتب پر
عطف ہے اور اسمیں بھی دو قراءتیں ایک بنون دوم بیاء تحتیہ ہے ای اللہ لہم فی الآخرۃ علی لسان الملائکۃ۔ یعنے ہر قراءۃ پر فاعل
اسکا اللہ تعالیٰ ہے اور معنے یہ کہ کہینگے ہم یعنے اللہ تعالیٰ ان کافروں سے آخرت میں فرشتوں کی زبان پر۔ حاصل یہ کہ یہ گفتگو انکی اللہ
عزوجل کی شان میں اور یہ معاملہ انکا اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے ساتھ ہے تو ہم انکو عذاب سخت دینگے اسیواسطے فرمایا ونقول ذُوقُوا
عَذَابَ الْحَرِيقِ ۔ النار۔ (آگ یعنے دوزخ ۱۲) حریق دراصل ایسی آگ کا نام ہے جو ملتہب ہوا اور معنے اسکے محرق ہیں یعنے سخت لپٹ والی جلانے
والی جیسے عذاب الیم بمعنے مولم بولتے ہیں۔ اور حاصل یہ کہ ان کافروں سے یہ کہا جائیگا جبکہ آگ میں ڈالے جاوینگے کہ عذاب سوزان
چکھو اور یہاں سے ثابت ہوگیا کہ ان لوگوں کا یہ قول و فعل حد سے زیادہ برا ہے کہ ارحم الراحمین نے انکے واسطے یہ عذاب مقدر فرمایا جسمیں
ظلم کا احتمال ہی نہیں اسیواسطے فرمایا۔ ذَٰلِكَ ۔ العذاب کائن۔ یہ عذاب مذکور حاصل ہوا۔ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ ۔ بسبب
اس چیز کے جو پہلے پہونچائی ہے تمہارے دونوں ہاتھوں نے۔ یعنے تم نے چنانچہ مفسرؒ نے کہا۔ عبر بہا عن الانسان لان اکثر الافعال تزاول
بہا۔ یعنے ہاتھوں سے تعبیر انسان سے ہے کیونکہ اکثر کام انھیں دونوں ہاتھوں سے مزاولت میں آتے ہیں جیسے دوسری آیہ میں بما قدمت یداہ
فرمایا اور ہماری زبان میں بولتے ہیں کہ اے شخص یہ تیرے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے یعنے تیرا کیا ہوا ہے خواہ ہاتھ و زبان کسی عضو سے ہو۔ حاصل یہ کہ
یہ عذاب تمہارے کیے پر ہے۔ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ ۔ بذی ظلم۔ لِلْعَبِيدِ ۔ فیعذبہم بغیر ذنب۔ اور اللہ نہیں ہے ظلام
ای صاحب ظلم۔ واسطے بندوں کے۔ کہ انکو بغیر جرم کے عذاب کرے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یعنے میں عذاب کرنے والا نہیں اس
شخص کو جسنے ارتکاب جرم نہیں کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو وعدہ ہے کہ بدون جرم کے انپر
عذاب نہوگا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل آسمانوں و زمین و بندوں و مخلوقات میں جسطرح چاہے تصرف کرے وہ کسی طرح ظلم نہیں ہوسکتا اور
یہی مذہب اہل سنت ہے۔ اگر کہا جاوے کہ ظلام صیغہ مبالغہ ہے جو نسبت ظالم کے خاص ہے پس ظلام کی نفی سے ظالم کی نفی نہو گی تو جواب یا
کئی وجہ سے۔ اول وہ کہ جو مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ ظلام یہاں صیغہ نسبت ہے ای ذی ظلم کے معنے میں یعنے اسکی طرف ظلم کی نسبت ہی نہیں
ہوتی ہے اور نظیر اسکی بزاز و عطار ہے یعنے کپڑا بیچنے والا اور عطر بیچنے والا کہ انمیں نسبت مراد ہے نہ معنے مبالغہ کما لا یخفی اور مفسرؒ نے

ذکر کیا کہ ابن مالک نے اس جواب کو محققین سے حکایت کیا ہے دوم آنکہ ظلام میں اگرچہ معنے کثرت ہیں لیکن یہاں بمقابلہ عبید کے ہے جو جمع کثرت ہے
حاصل آنکہ عبید کے مقابلہ میں ظلام فرمایا پس عبید کے مقابلہ میں ظلم رہا پس ہر فرد کی نسبت ظالم ہونے کی نفی ہوئی یعنے کسی بندے کے واسطے
ظالم نہیں ہے سوم آنکہ جب ظلام سے ظلم کثیر کی نفی کی تو قرینہ مقام سے ظلم قلیل جو عام ہے بدرجہ اولی منتفی ہوگا اسواسطے کہ ظلم بغرض
نفع کے ہوتا ہے پس جب کثیر کو باوجود زیادہ نفع کے ترک کیا تو قلیل بدرجہ اولی متروک ہوگا چہارم آنکہ ظلام بمعنے ظالم ہے معنے کثرت ملحوظ نہیں
ہیں بدلیل آنکہ مقصود مطلق ظلم کی نفی ہے پنجم آنکہ اقل قلیل بھی اگر اللہ تعالے کی طرف سے پایا جانا فرض کیا جاوے تو وہ کبیر ہوگا جیسے
بولتے ہیں کہ زلۃ العالم کبیرۃ - عالم کی لغزش بھی کبیرہ گناہ ہے ششم آنکہ مراد یہی کہ ظالم نہیں بغرض تاکید نفی کے پس اسکو ظلام نہیں سے
تعبیر کی ہفتم آنکہ یہ جواب اس کافر کا ہے جسنے اوتعالے کو ظلام کہا اور اس صورت میں معنے کثرت کا کچھ مفہوم نہوگا جیسے کوئی شخص بد کو جو بڑا
متقی ہے کہے کہ وہ افجر ہے اور جواب دیا جاوے کہ تو جسکو کہتا ہے وہ افجر نہیں ہے تو اسکے یہ معنے نہونگے کہ وہ فاجر ہے ہشتم آنکہ اثبات میں اللہ تعالے کے صفات
میں صیغہ مبالغہ و غیر مبالغہ یکساں ہیں یعنے ہر صفت اسکی حد کمال پر ہے اور وہ واحد ہے پس رحیم و ارحم سب میں وہی حد کمال ہے پس نفی میں بھی یہی کہا
گیا مترجم کہتا ہے کہ تامل کے ساتھ یہ جواب جید ہے نہم آنکہ اس سے مقصود تعریض ہے یعنے بندوں میں بہتیرے حاکم ایسے ہوتے ہیں کہ ظلام ہوتے
ہیں مترجم کہتا ہے تعریض یوں بیان کرنا اولی ہے کہ بندوں میں بہتیرے کافر ایسے ہیں کہ اپنے افعال میں ظلام ہیں جیسے یہودی خبیث تھے
جنھوں نے ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء - کہا کہ انھوں نے اپنے اوپر سخت ظلم کیا اور تعریض کے واسطے اسقدر کافی ہے اگرچہ وجہ ظلم مختلف ہو - پھر جاننا
چاہیئے کہ قولہ و ان اللہ لیس بظلام للعبید - جملہ حالیہ ہے اور بیضاوی نے تبعًا الکشاف کہا کہ اسکا عطف ما قدمت پر ہے یعنے وذلک بان اللہ
لیس بظلام للعبید - یعنے عذاب کی تعلیل ہے اور یہ عذاب اسوجہ سے کہ اللہ تعالے بندوں کے واسطے ظلام نہیں ہے - باین توجیہ کہ نفی ظلم
مستلزم عدل ہے اور عدل مقتضی ہے کہ نیکوکار کو ثواب دے اور بدکار کو عذاب دے مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر کچھ نہیں چنانچہ اعتراض کیا گیا کہ تعذیب
نکرنا باوجود سبب موجود ہونے کے کچھ ظلم نہیں نہ عقلاً و نہ شرعًا پھر کیونکر نفی ظلم کو عذاب کا سبب قرار دینا ہے پھر اللہ عزوجل نے انھیں کا قول نقل کیا
جنھوں نے کلمہ کفر کا ساتھ ادا کیا اور بدخصلت بہتان بندی اور دروغ دعوی کی فرمائی کہ - اَلَّذِيْنَ - لعنت للذین قبلہ سے یعنے یہ الذین پہلے
الذین قالوا کی صفت واقع ہے - قَالُوْا - لھم - یعنے ایسے لوگ جنھوں نے کہا محمد صلعم سے کہ - اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَا - فی التوراۃ
اللہ تعالے نے عہد لیا ہم سے - توریت میں کہ - اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ - فنصدقہ - ہم نہ ایمان لاویں واسطے کسی رسول کے یعنی نہ
تصدیق کریں اسکے رسول ہونے کی حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ - یہانتک کہ لاوے وہ ہمارے پاس قربان جسکو
آگ کھا جاوے مترجم کہتا ہے کہ غرض انکی آنحضرت صلعم سے کہنے کی یہ تھی کہ فلا نؤمن لک حتی تاتینا بہ - ہم تم پر ایمان نہ لاوینگے
یہانتک کہ تم ایسا قربان لاؤ - اور یہ قربان بنی اسرائیل میں ہوتا تھا اور معنی اسکے مفسرین نے بیان کیے کہ - وہو ما یتقرب بہ الی اللہ تعالے من نعم وغیرہا
فان قبل جاءت نار بیضاء من السماء فاحرقتہ والا بقی مکانہ - اور قربان ہر وہ چیز تھی کہ اسکے ساتھ اللہ تعالے کی طرف تقرب ڈھونڈھا جاوے
خواہ وہ حلال چوپایہ ہوں یا کوئی اور چیز ہو سو بنی اسرائیل میں یہ تھا کہ وہ میدان میں رکھا گیا اور پیغمبر نے تنہا یا مع لوگوں کے دعا کی پس یا قبول
ہوتا تھا یا نہیں پھر اگر قبول ہوتا تھا تو یہ صورت ہوتی تھی کہ آسمان سے ایک آگ سپید بدون دھوئیں کے آتی تھی پس اسکو کھا جاتی تھی یعنے
جلا دیتی تھی اور اپنی طبیعت پر مستحیل کر لیتی تھی اور اگر قبول نہ ہوا تو ویسا ہی اپنی جگہ پڑا رہتا تھا - وعہد الی بنی اسرائیل ذلک الا فی المسیح و محمد صلعم
مفسرین نے کہا کہ بنی اسرائیل پر یہ عہد لیا گیا تھا سوا مسیح و محمد صلعم کے بارہ میں چنانچہ سدی رح نے کہا کہ توریت میں یہ شرط آئی تھی مگر ایک

دوسری شرط کے ساتھ یا بن طور کہ اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کو حکم کیا کہ جو شخص تمہارے پاس نبوت کا دعوی کرکے آوے تو اسکی تصدیق نہ کرنا یہانتک کہ قربان رکھے جسکو آگ کھاجاوے یہانتک کہ تمہارے پاس مسیح و محمد آویں کہ ان دونوں پر فوراً ایمان لانا کہ یہ دونوں بدون قربان کے آوینگے۔ اور ابن عباس و حسن بصری وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ بنی اسرائیل مین قربان کا طریقہ اسطرح جاری تھا چنانچہ جہاد مین جو غنیمت حاصل کرتے اسکو بھی اسیطرح رکھتے تھے اور یہ نہین تھا کہ اللہ تعالے نے اسکو دعوی نبوت کی تصدیق کے لیے علامت مقرر کیا ہو اسطرح کہ بدون اسکے کسی نبی کی تصدیق نہ کرنا بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ یہ بات انکے دروغ و مفتریات مین سے ہی اسلیے کہ قربان کو آگ کا کھا جانا موجب ایمان اسوجہ سے ہی کہ وہ معجزہ ہی تو یہ معجزہ اور دیگر معجزات اسمین یکسان ہین اسواسطے اللہ عزوجل نے رد کیا کہ **قُلْ** ۔ لہم توبیخا۔ یعنے کہدے ان لوگون سے ملامت کے طور پر کہ ۔ **قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ** ۔ بالمعجزات **وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ** ۔ کزکریا و یحیی فقتلتموہم ۔ آئے تو تھے تمہارے پاس رسول مجھسے پہلے معجزات کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ بھی جو تم کہتے ہو جیسے زکریا و یحیی سو تمنے انکو قتل کیا اگر کہا جاوے کہ ان لوگون نے کہان قتل کیا تو مفسر نے جواب دیا کہ ۔ والخطاب لمن فی زمن نبینا وان کان الفعل لاجدادہم لرضاہم بہ ۔ اور خطاب ان بنی اسرائیل کو ہی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے اگرچہ یہ فعل انکے باپ دادا کا تھا اسوجہ سے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادا کے فعل کے رضامند تھے مترجم کہتا ہی کہ ۔ بالذی قلتم ۔ کو ۔ بالبینت ۔ پر عطف کرنے مین ایذان ہی کہ بینات یعنے معجزات جس مرتبہ کے تصدیق نبوت کے واسطے ہین ویسے یہ قربان نہین ہی اگرچہ اسی قبیل سے ہوا اور مفسر نے فقتلتموہم بڑھایا تاکہ آگے کا قول مرتبط ہو یعنے باوجود قربان کے تم نے انکو قتل کیا ۔ **فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ** ۔ فی انکم تؤمنون عند الاتیان بہ ۔ پھر کیون تم نے انکو قتل کیا اگر تم سچے ہو اس بات مین کہ تم قربان الانے کے وقت ایمان لاتے ہو ۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی اور صبر کے واسطے ارشاد کیا ۔ **فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ** ۔ المعجزات پھر اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاتے ہین تو تجھسے پہلے بہت رسول جھٹلائے گئے جو آئے تھے بینات یعنے معجزات ظاہرہ کے ساتھ ۔ **وَالزُّبُرِ** ۔ کصحف ابراہیم ۔ اور کتب کے ساتھ جیسے صحائف ابراہیم ۔ زبر جمع زبور ہی ابن کثیر نے کہا کہ کتاب جو آسمان سے ملی مثل صحف ابراہیم وغیرہ کے ۔ اور بعض نے کہا وہ کتاب جسمین فقط حکمتین ہون اور بعض نے کہا جسمین مواعظ و زواجر ہون اور ظاہر ایسا ولی ہی بنظر موافقت زبور داؤد علیہ السلام کے ۔ **وَالْكِتٰبِ** ۔ وفی قراءۃ باثبات الباء فیہما ۔ یعنے ابن عامر کی قراءت مین ہی بالزبر و بالکتاب **الْمُنِيْرِ** ۔ الواضح وہو التوراۃ والانجیل فاصبر کما صبروا ۔ یعنے منیر یعنے واضح ہی اور وہ کتاب منیر توریت و انجیل ہی اور مراد اس آیت سے یہ کہ صبر کر تو ای محمد صلعم جیسے ان لوگون نے صبر کیا ۔ الحاصل جب یہودیون نے بہتان باندھا کہ ہم سے توریت مین عہد لیا گیا ہی کہ جو پیغمبر آوے اگر وہ قربان کا معجزہ دکھلاوے تو ایمان لاوین ورنہ نہین تو رد فرمایا کہ یہ معجزہ تو بہت ہی خفیف ہی جسکا دکھلانا بہ نسبت شق القمر وغیرہ کے بہت ہی خفیف ہی لیکن تم خود مکار عناد سے کہتے ہو دلیل یہ ہی کہ حضرت زکریا و یحیی وغیرہم کے مانند بہت سے معجزات مع قربان و زبر و کتاب منیر لائے تھے تمنے انکو کیون نہ مانا اگر سچے ہو بلکہ انکو قتل کرڈالا پس تم قوم خبیث جہنمی ہو کہ صرف چند روزہ دنیاوی زندگی کے لیے یہ مکر تم نے باندھا اور تمہارے جاہلون نے تمکو اپنا پیشوا بنایا پس عنقریب تم جانوگے کہ مر کر سب کا جہنم مین جاتے ہو اور موت سے فراغ ممکن نہی قال تعالے

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

ہر جی کو موت چکھنی ہی ۔ اور تمکو پورے بدلے ملینگے ۔ قیامت کے دن ۔ پھر جو سرکایا گیا ۔ آگ سے

له مرا عطا لیکے تفسیر ... [illegible] ... برہان وکلام المحققین ۱۲ منه

وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ۝ لَتُبْلَوُنَّ فِي

اور داخل کیا گیا جنت میں اسکا کام بن گیا اور دنیا کی زندگی تو یہی دغا کی پونجی ہے البتہ تم آزمائے جاؤگے

أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ

اپنے مالوں اور جانوں سے اور البتہ سنوگے ان لوگوں سے جو دیے گئے کتاب تم سے پہلے اور ان

وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ

لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا بہت بدگوئی اور اگر صبر کرو اور پرہیزگاری تو یہ البتہ

ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝

ہمت کے کام ہیں

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس موت چکھنے والا ہے ف جمہور کی قراءۃ ذائقۃ الموت باضافت ہے اور معنے یہ ہیں کہ ذائقۃ موت جسدہا۔ یعنے چکھنے والا ہے موت اپنے جسم کی اسواسطے کہ موت اسی جسم کو ہے نفس کو نہیں اور اگر مرتا بھی تو حالت موت میں کیا چکھیگا کیونکہ چکھنے کے واسطے حیات شرط ہے اور علی ہذا قولہ تعالے اللہ یتوفی الانفس حین موتہا کے معنے بھی یہی ہیں کہ جن تتوفی اجسادہا۔ كذا قال الكرخي۔ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ جزاء اعمالکم۔ اپنے کاموں کے بدلے۔ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے روز یعنے تم تو قیامت کے روز اپنے اعمال کا بدلا دیے جاؤگے ف پس مومن کا اجر تو جنت و ثواب ہے اور کافر و منکر کا اجر دوزخ و عذاب ہے۔ پس آیت میں وعدہ و وعید دونوں ہے۔ اور توفیہ کے معنے بھرپور دینا ہیں پس برزخ میں جو ملیگا وہ بڑھتی ہے اور حدیث میں ہے کہ قبر یا تو ریاض جنت میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڈھوں میں سے ایک گڈھا ہے مترجم کہتا ہے کہ بعض علماء نے زعم کیا کہ عذاب القبر فقط اس امت کے لیے ہے تاکہ جو کچھ ہونا ہے قیامت تک ہو جاوے پھر قیامت میں محاسبہ نہو ذكره القاري في شرح الفقه الاكبر لیکن یہ تخصیص تامل ہے اسواسطے کہ اول تو یہ آیت عام ہے سب کو شامل ہے دوم یہ کہ توریت میں بھی عذاب القبر کا ذکر تھا جس سے یہودیہ نے حضرت ام المومنین عائشہ رض سے ذکر کیا کہ خدا آپکو عذاب قبر سے پناہ دے ام المومنین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مقولہ بیان کیا تو آپنے فرمایا کہ اسی صدیقہ سچ ہے جیسا کہ حدیث صحاح و سنن سے ظاہر ہے۔ ہاں یہ احتمال ہے شاید اس یہودیہ کو توریت کے بیان سے مخصوص اس امت کے لیے ظاہر ہوا ہو لیکن یہ احتمال بے قاعدہ و بعید ہے۔ اور اسکی بحث قولہ تعالے يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحيوة الدنيا وفي الآخرة الآية۔ میں آویگی انشاء اللہ تعالی۔ حاصل یہ کہ آگاہ فرمایا کہ تم میں سے کوئی موت سے نہیں بچیگا اور ضرور اپنے اعمال نیک و بد کا بدلا قیامت کے روز پانے والا ہے۔ تو فرض ہے کہ اپنے انجام کی خبر رکھے اور اسکا سامان کرے۔ فَمَن زُحْزِحَ ۔ بُعِّدَ ۔ دور کیا گیا از تبعید یعنے دور کر دینا۔ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ نال غایۃ مطلوبہ۔ پس جو شخص کہ آگ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا تو اسنے پا لیا اپنی انتہا ئے مراد کو ف اسواسطے کہ جنت جیسے ان نعمتوں کو شامل ہے کہ انکے مانند و نظیر نہیں ویسے ہی اسمیں رضا ئے الہی تعالے اسطرح حاصل ہے کہ کبھی ناخوش نہو گا بلکہ دیدار الہی عز و جل حاصل ہو گا کہ کوئی نعمت اس سے بڑھکر نہیں بلکہ نعمت سے وہ کہیں اعلی تر ہے اور حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت میں ایک کوڑے بھر جگہ دنیا و ما فیہا سے بہت بہتر ہے پڑھو تمہارا جی چاہے کہ فرمایا فمن زحزح عن النار وادخل الجنة تا قولہ متاع الغرور۔ رواہ الترمذی والحاکم وصححہ پھر بھلا تم اس دنیا کے پیچھے کیوں خراب ہو۔ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۔ ای العیش فیہا۔ یعنے دنیا میں زندہ رہنا اور متاع و د

جس سے گھوڑا وغیرہ ہانکتے ہیں

یعنی جس سے چند روز تمتع حاصل کیا جاوے پھر وہ فنا ہو جاوے اور لفظ دنیا مونث۔ اُدنیٰ ہی۔ **اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ** ۔ الباطل تمتع
بہ قلیلا ثم یفنی۔ یعنے متاع باطل ہی کہ چند روز اس سے تمتع لیجاتی ہی پھر وہ فنا ہی (المعنی) اور یہ زندگانی جو دنیا مین ہی کچھ نہین سوائے متاع
غرور کے کہ فانی و باطل ہی۔ قتادہ رحنے فرمایا کہ یہ متاع چھوڑ دیے جانے کے لیے ہی قسم اس ذات پاک کی جسکے سوائے کوئی معبود نہین کہ قریب ہی
کہ اپنے لوگون سے الگ ہو جاوے پس تم لوگ اس متاع سے اللہ تعالے کی فرمانبرداری حاصل کرو اگر تم کو استطاعت حاصل ہو اور بندہ مین
کوئی قوت نہین سوائے قوت اللہ تعالے کے **شیخ ابن کثیر** رحمنے کہا کہ اس آیت کریمہ مین تمام چیزون کی تعزیت ہی کیونکہ جن و انس و فرشتہ
حتی کہ عرش کے اُٹھانے والے فرشتے کوئی بھی باقی نہ رہیگا صرف وہی ذات واحدہ لاشریک لہ باقی رہجائیگا جسکے واسطے ہمیشگی اور بقا رہی وہی
اول تھا وہی آخر ہی اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی
تو کوئی آنے والا آیا جسکی آہٹ سنائی دیتی تھی مگر کوئی نظر نہین آتا تھا اور اسنے کہا کہ السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کل نفس
ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ۔ اللہ تعالے کے یہان ہر مصیبت کی عزا ہی اور ہر مرنیوالے کے پیچھے قائم مقام ہی اور ہر گم ہونے
والے کے پیچھے ملنے والا ہی پس اللہ تعالے ہی پر بھروسا کرو اور اسی کی طرف سے امید رکھو "تعزیت یعنے جزائے ثواب کی امید ہی" پس مصیبت تو در حقیقت اسکو پہونچی جسکو کچھ
ثواب نہ ملا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر جعفر بن **محمد بن علی بن الحسین** علیہ السلام نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ علی کرم
اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کون تھا یہ خضر علیہ السلام تھے ہکذا اوردہ **ابن کثیر** اور مترجم کہتا ہی کہ اسکی اسناد مین وہ انقطاع
ہین اور بعضے دیگر محدثین نے بھی اسکو روایت کیا ان سب کو **شیخ ابن حجر** رحنے اصابہ فی اسمار الصحابہ مین بھرپور ذکر کیا اور بعد تمام
کلام کے شیخ ابن حجر کا میلان عدم ثبوت روایت کی طرف ہی اور نووی رحنے شرح صحیح مسلم مین بھی اسی طرف میل کیا و لیکن لکھا کہ اکابر
اہل اللہ تعالے سب متفق ہین کہ خضر علیہ السلام زندہ ہین اور اُنسے بارہا ملاقات واقع ہوئی اور اسکو قشیری رحنے بھی ذکر کیا ہی اور مترجم
کہتا ہی کہ طرق روایت کے کئی ہین جنسے تقویت ہوتی ہی اور ظاہر یہ کہ روایت ثابت ہی اور ظاہر کلام حافظ **ابن کثیر** بھی اسی طرف مائل
ہی لیکن اسمین البتہ کلام ہوسکتا ہی کہ یہ در حقیقت خضر تھے یا کوئی فرشتہ تھا فافہم واللہ اعلم۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت
ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو پسند رکھتا ہی کہ آگ سے دور کیا جاوے اور جنت مین داخل کیا جاوے اسکو چاہیے کہ موت اسکو ایسے حال
مین آوے کہ وہ اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگون کو اسکی ذات سے وہ پہونچے جسکو وہ اُنسے خود چاہتا ہی رواہ احمد
پھر اللہ تعالے اس موعظت بلیغ کے بعد اہل ایمان کو سمجھایا جنھون نے جنمیون کے لیے دنیا چھوڑی اور آخرت لے لی ہی۔ **لَتُبْلَوُنَّ** ۔ حذف
منہ نون الرفع لتوالی النونات والواو ضمیر الجمع وحذفت واو الرفع لالتقاء الساکنین لتخبرن۔ اس صیغہ مین سے نون رفع تو بسبب اسکے
حذف ہوا کہ پے در پے نون جمع ہو جاتے تھے اور واو اسمین ضمیر جمع ہی اور رہا واو رفع تو وہ حذف کیا گیا بسبب التقائے ساکنین کے
اور لام اسمین قسم محذوف کا ہی اور معنے یہ کہ واللہ تم آزمائے جاؤگے۔ **فِیْۤ اَمْوَالِكُمْ** ۔ بالفرائض فیہا والجوائح۔ اپنے مالون مین
یعنی اسطرح کہ ان مالون مین حقوق فرض کیے جاوینگے اور انمین قدرتی آفتین پہونچینگی۔ جوائح جمع جائحہ یعنے وہ آفت کہ پھلون کو پہونچتی ہی
اور مراد یہان مطلق آفت ہی اور حدیث سے ثابت ہوا ہی کہ دین مین جسکا جسقدر مرتبہ بڑا ہی اسیقدر اسپر بلا زیادہ ہی اور نیز ثابت ہی کہ منافق
و کافر کی مثال ایسی صنوبر کا درخت کہ اسپر کوئی جھونکا اثر نہین کرتا یہانتک کہ ایکبارگر جاتا ہی (ھ) اس آیت مین صریح حکمت الٰہیہ کی تنبیہ ہی
کہ اگر اللہ تعالے چاہتا تو تم کو تمام امتون کا سردار اور تمام امتون سے افضل اور تمام اہل جنت کا سردار بناوے بدون اسکے کہ تمہارے قلب

ذرہ ذرہ کو آزماوے اور چاہے تمام کافرون کو مقہور کرکے تمہارا مطیع کردے ولیکن اسکی مشیت اسطرح جاری ہوئی ہے کہ تم قطعًا پاکیزہ کیے جاؤ تو واللہ
تم آزمائے جاؤگے اپنے مالون مین یعنی انہین قدرتی آفات نازل ہونگی تاکہ تم اسوقت ثابت یقین دیکھے جاؤ اور جو بچا اسمین صدقات فرض کیے جاوینگے
تاکہ تمہاری محبت کچھ بھی مال سے باقی نہ رہے۔ پہلے گذرا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ابتدا مین یہان تک فرض تھا کہ روز مینہ سے زائد باقی نہ رکھین۔ پھر اولٰی
سے بھی بڑھکر آزمائے جاؤگے قال تعالے۔ وَأَنفُسِكُمْ۔ بالعبادات والبلاء اور اپنے نفسون مین آزمائے جاؤگے ف باین طور کہ عبادات
فرض کیے جاوینگے اور بلا مانند قتل وجرح وغیرہ کے اپر طاری ہونگے اور مدارک مین کہا کہ اسمین دلیل ہے کہ نفس یہی جسم ہے جو معائنہ ہے نہ وہ معنے واحد
جو بعضے متکلمین نے ذکر کیے ہین مترجم کہتا ہے کہ اسکی تحقیق سورۂ یوسف وغیرہ مین انشاء اللہ تعالے آویگی۔ پھر باوجود جان ومال کے آزمایش کے
تمپر کافرون کے منہ کھول دیے جاوینگے بقولہ تعالے۔ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ۔ ای الیہود
والنصاریٰ۔ اور ضرور سنوگے یہود ونصاریٰ سے۔ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا۔ من العرب اور مشرکین یعنی اہل عرب سے۔ أَذًى
كَثِيرًا۔ من السب والطعن والتشبیب بنسائکم۔ کلمات ناگوار طعن وتشنیع کے اور اپنی عورتون کے حق مین بدگوئی اور تشبیب یعنی بہ شعر مین
عورتون کے ذکر سے ہجو کیا جانا۔ وَإِن تَصْبِرُوا۔ علی ذلک اور اگر صبر کرو اس امر مذکور پر۔ وَتَتَّقُوا۔ اللہ تعالے۔ اور پرہیزگاری
رکھو اللہ تعالے کی۔ فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ۔ ای من معزوماتہا التی یعزم علیہا بوجوبہا۔ تو یہ معزومات امور سے ہے جنپر
عزم کیا جاتا ہے بسبب انکے واجب ہونے کے۔ آنحاصل تمکو اللہ تعالے ہرطرح اپنے واسطے خالص کرنے والا ہے وہ تمہاری جان ومال مین مصیبت ڈالنے
والا ہے اور شیطانی لوگون کی زبان سے تمہارے حق مین بدگوئی سنوانے والا ہے تاکہ تم اپنے نفس سے پاک ہوجاؤ اور اللہ تعالے ہے کہ تقوی پر عزم کے
ساتھ صبر کرو کہ یہ عزم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم دلالت کرتا ہے کہ نزول اس آیت کا قبل حکم جہاد کے تھا پس جو قفال رح سے مذکور ہے کہ نزول اسکا
ظاہراً قبل واقعہ احد کے ہوا اور جہاد کا حکم ہونا اسکے منافی نہین ہے تو یہ قول جید نہین ہے اور بخاری رح نے اسامہ بن زید سے روایت کی جسکا خلاصہ
یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سعد بن عبادہ رض کی عیادت کو چلے راہ مین عبداللہ بن ابی منافق کے مجلس مین جہان بعض مسلمان ویہود ومشرکین جمع تھے
ٹھہر کر نصیحت کی اور عبداللہ مذکور اسوقت کافر تھا اسنے طعن سے انکار کیا اور عبداللہ بن رواحہ نے جو اسی مجلس مین تھے رد کیا پس یہود
ومشرکین ومسلمان باہم گالی گلوج کرنے لگے حضرت صلعم انکو ٹھنڈا کرکے حضرت سعد بن عبادہ کے پاس گئے وہان عبداللہ بن ابی مذکور کی شکایت
کی انھون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس دیار کے لوگ اسکو اپنا بادشاہ تاجدار بنانا چاہتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالے نے آپکو حق کے
ساتھ بھیجا پس وہ خائب رہگیا یہ اسکو جلن ہے آپ عفو کرین پس حضرت صلعم نے عفو کیا اور حضرت صلعم وآپ کے صحابہ مشرکون وکافرون کی
اذیت پر صبر کرتے جیساکہ اللہ تعالے نے حکم کیا۔ ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب الآیہ اور فرمایا فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ الآیہ یہانتک
کہ اللہ عز وجل نے انپر جہاد کا حکم کیا پس جب حضرت صلعم نے بدر مین جہاد کیا اور وہان قریش کے بڑے بڑے مڈھ مارے گئے تو عبداللہ بن ابی
بن سلول نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ یہ امر تو آپ پہنچا اب پس چلو رسول صلعم سے بیعت کرلو پس انھون نے آکر ظاہر مین اسلام قبول کرلیا۔ وقد
رواہ ابن ابی حاتم مختصرا۔ پس یہ دلالت صریح ہے کہ بدر سے پہلے اسکا نزول ہوا اور بعد اذن قتال کے اسکا حکم جاتا رہا فلیتامل اور مفسر رح کو
اسکے نسخ اصطلاحی ہونے مین کلام ہے اور یہ ظاہر ہے کیونکہ اقوال فحش مثلاً جب کسی کافر نے کسی پرہیزگار کی نسبت کہے تو انکی کچھ حقیقت نہین سوا سے
اسکے کہ اس کافر نے اپنے صدقہ خیرات وغیرہ کا عوض لکھدیا جو مرد متقی کے نامۂ اعمال مین گیا اور رہا جان ومال کا نقصان تو اسکو غور سے دیکھو کہ یہ نقصان ہے
یا نہایت کمال احسان ہے کہ مال فانی وجسم مردہ کے عوض مین واجنت باقی وجسم مطہر وقرب منزلت عطا فرمائی۔ ہان البتہ جس کافر کو دار آخرت کا یقین نہین ہے

وہ البتہ اسی دنیا کی متاع غرور میں پڑا ہے اور اسکو نقصان جانتا ہے پس ہر حال میں مومن متقی کو ایسی امور عزمیہ واخلاق کریمہ کا حکم ہے تا کہ نفس کا ایمان ہو بلکہ آخرت کا ایمان حقیقی ہو کیونکہ جو کوئی زبان سے ایمان لاتا ہے مگر ان امور پر غم کرتا اور نقصان سمجھتا ہے تو وہ جھوٹا منافق ہے اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی امید ہے اور اللہ تعالیٰ ہم ضعیفوں پر رحم فرما کر یقین صحیح و نور ایمان دل میں دیدے اور عافیت دارین جمع فرمائے آمین یا ارحم الراحمین - پھر اللہ تعالیٰ نے یہود وغیرہ

کافروں کی بد عہدی وخیانت بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ

اور جب اللہ نے قرار لیا کتاب والوں سے کہ اسکو بیان کروگے لوگوں پاس اور نہ چھپاؤگے پھر انھوں نے پھینکا وہ قرار

وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ

اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اسکے بدلے مول تھوڑا سو کیا بری خرید کرتے ہیں تو مت سمجھ انکو جو

يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ

خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور تعریف چاہتے ہیں بن کیے پر سو نہ سمجھ کہ وہ خلاص ہیں

مِنَ الْعَذَابِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ

عذاب سے اور انکو دکھ کی مار ہے اور اللہ ہی کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ہر چیز پر قادر ہے

ع ۱۹ ۹

وَ- اذکر- إِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ - ای العہد علیہم فی التوراۃ - یعنے اذ ظرف ہے فعل مقدر کا اور وہ اذکر کے مانند ہے۔ اور میثاق بمعنے عہد ہے اور معنے یہ ہیں کہ توریت میں ان سے عہد لیا تھا اور اس تقدیر پر یہ آیت فقط یہود کے حق میں ہے اور بعض نے کہا کہ یہود ونصاری دونوں کو شامل ہے بنا بر آنکہ الکتاب کا الف لام جنس کا ہے و ابن کثیر نے فرمایا کہ اسمیں تعریض وتہدید ہے ان اہل کتاب پر جنسے انبیا کی زبان پر عہد لیا تھا کہ محمد صلعم پر ایمان لاویں اور لوگوں سے کھول کر بیان انکا ذکر پھیلاویں پھر جب وہ مبعوث ہوں تو انکی پیروی کریں۔ لَتُبَيِّنُنَّهُ - ای الکتاب یعنے لام قسم محذوف کی ہے اور ضمیر منصوب راجع بجانب کتاب ہے جو مذکور ہے یعنے ضرور اس کتاب کو بیان کریں اور وہ آنحضرت صلعم کی رسالت وصفات تھی اور قتادہؒ سے ہے کہ دین اسلام کی حقیقت تھی۔ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ بالتاء والیاء فی الفعلین۔ یعنے اکثروں کی قراءۃ لتبیننہ ولا تکتمونہ۔ دونوں فعل میں بتاء خطاب ہے بنا بر آنکہ خطاب کی حکایت ہے۔ اور ابن کثیر وابو عمرو وعاصم نے بیاء تحتیہ پڑھا بنا بر آنکہ غائب تھے اور تبیین خود کھلا بیان ہے تو اسکے ساتھ کتمان نہیں ہو سکتا پس لا تکتمونہ۔ تاکید ہے الحاصل اللہ تعالیٰ نے توریت وانجیل میں اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ ہم نے کتاب میں جو کچھ فضائل وکمالات محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آپکی امت کے توریت وانجیل میں نازل کیے ہیں سب کو صاف صاف لوگوں سے بیان کرو (یا بیان کریں) اور کچھ بھی کسی طرح مت چھپاؤ۔ فَنَبَذُوهُ - طرحوا المیثاق پس ان کمبختوں نے پھینکا میثاق کو۔ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ - فلم یعملوا بہ - اپنی پیٹھ پیچھے یعنے اسپر کچھ عمل نہ کیا۔ بیضاوی نے کہا کہ یہ مثل ہے بے التفاتی وبے پرواہی کرنے کے واسطے اور اسکی نقیض میں نصب العین کرنا اور پیش نظر رکھنا بولتے ہیں۔ وَاشْتَرَوْا بِهِ - اخذوا بدلہ - اور لیا اسکے بدلے - ثَمَنًا قَلِيلًا - من الدنیا من سفلتہم بریاستہم فی العلم فکتموہ خوف فوتہ علیہم - تھوڑا مول یعنے مال

دنیاوی اپنے کمینون سے **ف** یعنے دنیا کے لیے عالم بنکر ایسی باتین نکالین کہ جس سے دین یہودی مثلاً ہمیشہ کے لیے بتلا یا اور یون ہی نصاریٰ نے دھوکا دیا اور اپنے مالدارون امراو شاہون کو جو کمینہ تھے علم تھے یون بتلایا کہ جو کچھ یوپ یا حبر کرے وہ فرض ہے یہ سب اسواسطے کیا کہ ان دنیاوی مالدارون سے جو جہالت کی وجہ سے کمینہ ہین قلیل مال حاصل کرین ۔ جیسے علم کو جو شریف ہی چھوڑکر مال متاع کو جو حقیر ہی اختیار کیا وہ کمینہ ہی ۔ الحاصل ان لوگون نے وہ علم کتاب اپنے مال والے کمینون کے ہاتھ قلیل دامون بیچ ڈالا یعنے اس میثاق کو اس خوف سے چھپایا کہ اگر لوگ محمد صلعم و خوبی اسلام سے آگاہ ہون حتی کہ تابع ہو کر دین اسلام مین داخل ہو جاوینگے تو یہ جو کچھ ملتا ہی جاتا رہیگا ۔ **فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ** خراو ہم ہذا ۔ پس یہ انکی خرید و فروخت کیسی بد تر ہی ۔ پھر جاننا چاہیے کہ حسنؒ و قتادہؓ سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے اہل قرآن کے شمول کے اقوال بھی آگے ہین وہ بایں معنے ہین جو **ابن کثیر**ؒ نے ذکر کیا کہ اس آیت مین علماء اسلام و اہل قرآن کو بھی تحذیر ہی کہ خبردار ان کتابی لوگون کی راہ نہ چلین ورنہ انکو بھی وہی پہونچیگا جو انکو پہونچا بلکہ علم کتاب و سنت جو لوگون کو نافع ہی انکو بتلاوین چنانچہ حدیث مین جو کئی طرق سے مروی ہی آیا کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جو کسی علم کو جانتا ہی اس سے پوچھا گیا اور اسنے چھپایا تو قیامت مین اسکو آگ کی لگام دیجائیگی منذریؒ نے کہا کہ اسکو ایک جماعت نے متقارب الفاظ سے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ حدیث حسن ہی مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین یہ بھی آیا کہ آخر زمانہ مین یہ لوگ بھی یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلینگے ۔ ھ ۔ افسوس اس زمانہ مین یہ حال ظاہر ہی کہ امر توحید سے منہ موڑکر دنیا کے لیے کمینہ لوگ عالم بنے اور دین کو خلط ملط کر کے راہ سنت کو گم کر دیا اور رہبرون کے حقیر مال کے لالچ سے حق کو چھپا ڈالا ۔ اور عجب کہ انکی مخالفت مین ایک فریق قائم ہوا جنکی قلت معرفت اس حد تک ہی کہ انھون نے صرف انکی عداوت کو دین بنالیا اور باہم جدال و تکفیر سے ارکان دین کو ضعیف کر دیا اور معارف سے بے نصیب رہے حالانکہ واجب تھا کہ باہم متفق ہو کر دار آخرت کی کوشش کرتے اور معارف قرآن و حدیث سے آراستہ ہوتے و اللہ تعالےٰ ہو الہادی کیونکہ بدون معرفت حق کے خالی دعوی توحید سے مدح کا استحقاق نہین ہو سکتا ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ **لَا تَحْسَبَنَّ** بالتاء و الیاء ۔ یعنے اسمین بھی وہی دو قراتین ہین جو اوپر مذکور ہوئی ہین اور ترجمہ مین فرق ہو گا کیونکہ یا ر تحتیہ پڑھنے یہ کہ گمان نکرین وہ لوگ جنھون نے الخ اور تاء فوقیہ پڑھنے یہ کہ تو خیال نہ کیجیو ۔ **الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا** فعلوا من اضلال الناس ۔ ایسے لوگون کو جو خوش ہوتے ہین اپنے فعل پر جو انھون نے کیا یعنے لوگونکا بھٹکانا ۔ **وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا** ۔ من التمسک بالحق وہم علی ضلال ۔ اور دوست رکھتے ہین کہ مدح کیے جاوین یعنے ثواب دیے جاوین ایسے فعل کے عوض جو انھون نے نہین کیا یعنے حق سے تمسک نکیا اور گمراہی سکھلائی پھر چاہتے ہین کہ ثواب و مدح حاصل ہو **فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ** ۔ بتاء فوقیہ یا بیاء تحتیہ ۔ **بِمَفَازَةٍ** ۔ بمکان ینجون فیہ **مِنَ الْعَذَابِ** ۔ فی الآخرۃ ۔ پس تو انکو خیال نہ کیجیو (یا وہ لوگ اپنے آپکو خیال نہ کرین) ایسی جگہ جہان آخرت مین عذاب سے نجات پاوین **ف** بلکہ وہ ایسی جگہ ہونگے جہان عذاب پاوین چنانچہ صریح فرمایا ۔ **وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** ۔ اور انکے لیے عذاب دکھ دینے والا ہی **ف** تو ثابت ہو گیا کہ وہ عذاب کے ٹھکانے مین ہونگے وہ بھی فقط عذاب نہین بلکہ عذاب الیم یعنے مولم نہایت ۔ یعنے جہنم مین انکے لیے عذاب مولم ہی ۔ واضح ہو کہ فلا تحسبنہم ۔ مین بھی موافق اول کے دو قراءت بیاء تحتیہ و تاء فوقیہ ہین پس قولہ لا یحسبن الذین بیاء تحتیہ کے قراءۃ پر ۔ الذین ۔ فاعل ہی اور اسکے دونون مفعول تو وہ محذوف ہین کیونکہ آگے ۔ فلا یحسبنہم کے دونون مفعول انپر دلالت کرتے ہین اور اگر لا تحسبن ۔ بتاء فوقانیہ کی قراءۃ لیجاوے تو پہلا مفعول ۔ الذین موجود ہی صرف دوسرا مفعول حذف ہوا جسپر لا تحسبنہم کا دوسرا مفعول دلالت کرتا ہی ۔ پھر جاننا چاہیے کہ مفسرینؒ نے آیت کے واسطے کوئی شان نزول نہین بیان کیا ظاہر انکے نزدیک کوئی سبب متعین نہوا بلکہ بہر حال آیت عام ہی جو کوئی ایسا ہو کہ بد کام کو عمل مین لاوے

اور نیک مدح کا خواستگار ہو تو دنیا میں اگرچہ مخفی ہے وہ عذاب آخرت سے نہیں بچیگا۔ اقول یہی صحیح ہے اور تنقیح ابن کثیر نے قولہ لا تحسبن الذین یفرحون
میں کہا کہ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایسا ظاہر کرتے ہیں جیسے باطن میں نہیں ہیں اور صحیحین میں بھی حضرت صلعم سے ہے کہ جسنے جھوٹا دعوی
کیا تاکہ اس سے زیادتی ظاہر کرے وہ ایسا ہی ہے جیسے زور کے دو کپڑے پہننے والا یعنی جیسے اپنے آپ میں وہ فضیلت ظاہر کی جو اسمیں نہیں ہے تو
جیسے مکر و فریب کا جوڑا پہن لیا۔ اور امام احمد نے روایت کی کہ مروان بن الحکم نے اپنے دربان رافع سے کہا کہ ابن عباس کے پاس جا اور دریافت کر
کہ اگر یہی بات ہے کہ ہم میں سے جو اپنے کیے پر خوش ہوا اور جو نہیں کیا اسپر مدح چاہے لیس وہ عذاب کیا جاوے تو ہم سب کے سب عذاب کیے جاوینگے
تو ابن عباس نے فرمایا کہ تمکو اس آیت سے کیا بحث ہے یہ تو اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی پھر ابن عباس نے قولہ تعالے و اذ اخذ اللہ میثاق
الذین سے لیکر و یحبون ان یحمدوا الآیہ تک پڑھکر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے کچھ پوچھا تھا وہ چھپا گئے اور دوسری بات خلاف
بتلائی پھر وہاں سے نکلے اور انھوں نے حضرت صلعم پر ایسا ظاہر کیا کہ جو پوچھا تھا وہ ظاہر کر دیا اور اسپر حضرت صلعم کے نزدیک اپنی مدح کے خواستگار
ہوے اور جو خلاف بیان کیا اور چھپایا تھا اسپر خوش تھے تب یہ آیت نازل ہوئی کذا رواہ البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی و ابن ابی حاتم و ابن
خزیمہ و الحاکم و ابن مردویہ۔ اور نیز بخاری نے ابو سعید خدری رضہ سے روایت کی کہ کچھ لوگ منافق ایسے تھے کہ جب حضرت صلعم جہاد کو جاتے تو پیچھے رہتے
اور مدینہ میں بیٹھ رہتے اور حضرت صلعم کے برخلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوتے اور جب آپ تشریف لاتے تو آپ سے اپنی معذوری بیان کرتے
اور قسمیں کھا جاتے اور آپ سے مدح کے خواستگار ہوتے ایسی بات پر جو نہیں کی تو پس نازل ہوا لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا الآیہ۔ وکذا رواہ
مسلم و ابن مردویہ و مالک۔ اور اس روایت کو ابو سعید رضہ نے بمواجہہ و شہادت رافع بن خدیج رضہ و زید بن ثابت کے بیان کیا کما فی روایۃ اخری لابن مردویہ
اور اس روایت میں ہے کہ اگر حضرت صلعم کو جہاد میں کچھ مشقت پہونچتی تو اپنے پیچھے رہنے سے خوش ہوتے اور اگر فتح و نصرت ہوتی تو حضرت صلعم و
مسلمانوں سے قسمیں کھا کر اعتذار کرتے اور فتح کی خوشی ظاہر کرتے اور اسپر مدح کے خواستگار ہوتے۔ پھر یہ دونوں روایتیں صحیحین کی ہیں تو شیخ
ابن کثیر نے کہا کہ انمیں کوئی منافات نہیں ہے اس واسطے کہ آیت کریمہ اس تمام کو جو ہم نے ذکر کیا عام و شامل ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور ثابت بن
قیس انصاری سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اللہ تعالے نے منع کیا کہ آدمی جو نہ کرے اسپر حمد کو دوست نہ رکھے اور میں دوست
رکھتا ہوں اور اللہ تعالے نے خیلاء سے منع کیا اور میں جمال یعنی آرایش کو دوست رکھتا ہوں اور اللہ تعالے نے منع کیا کہ آپ کی آواز پر ہم میں کوئی
آواز بلند نہ کرے اور میں بلند آواز آدمی ہوں سو میں دیکھتا ہوں کہ میں تباہ ہوا پس حضرت صلعم نے منع کیا کہ اے ثابت کیا تو راضی نہیں کہ زندگی بھر تو
حمید رہے اور مرے تو شہید مرے و جنت میں داخل ہو عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ کیوں نہیں چاہونگا پس ثابت بن قیس رضہ حمید زندہ رہے
اور مسیلمہ کذاب کی لڑائی میں شہید ہوے رواہ ابن مردویہ۔ **وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** خزائن المطر و الرزق و النبات
و غیرہا۔ اللہ تعالے ہی کے واسطے آسمانوں و زمین کا ملک ہے یعنی خزانے بارش کے اور رزق کے اور پیداوار کے اور سوا اسکے بیشمار جنکی
تعداد کوئی نہیں جانتا سوائے اسکے۔ اور اسمیں رد ہے ان کافروں کا جنھوں نے اللہ تعالے کو فقیر کہا تھا جسکی تمام مذمت بیان کی جو دلالت
کرتی ہے کہ ایسے بد انجام سے جو قول صادر ہو تھوڑا ہے۔ **وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ**۔ و منہ تعذیب الکافرین
و انجاء المؤمنین۔ اور اللہ تعالے تو ہر چیز پر قادر ہے **ف** اور کل شئی میں سے ادنی چیز یہ بھی ہے کہ کافروں کو عذاب دے اور مومنوں کو
نجات و ثواب دے۔ لیکن بہتیرے لوگ بے فکرے جانور ہیں اللہ تعالے کی قدرت کاملہ کو ہر دم ہر وقت آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے نہیں
لہذا آگے انکو ارشاد کیا ہے کہ اسطرح غور کرو تو تمھاری آنکھیں کھلیں۔ درمیان میں ان آیات کے اشارات عرائس البیان سے ذکر کر دوں کچھ

جو کچھ فکر کرنے کا حکم ارشاد ہوا ہے وہ ذکر کروں عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ لتبلون فی اموالکم وانفسکم نفس ایک بیت ہے جسکو حق عزوجل نے لباس ربوبیت سے آراستہ کیا اور قہر و لطف سے بھر دیا اور اسکے لیے زینت یہ اموال دنیا رکھے اور یہ سب ان لوگوں کا امتحان ہے جو حق تعالیٰ کی محبت کا اور اسکے معبود برحق ماننے کا بیڑا اٹھا آئے ہیں پس جسنے اپنے نفس کی طرف دیکھا اور زینت حق سے نظر پھیری وہ فرعون ہو گیا اور زبان قہر سے انا ربکم الاعلیٰ بولنے لگا اور یہ مکر و استدراج ہے اور جسنے ربوبیت کی طرف نظر رکھی اور اسکا نفس اس ربوبیت کی تجلی میں فنا ہوا وہ اگر ایسا کلمہ کبھی بولا تو کم ظرفی ہے ولیکن زبان ربوبیت سے بولا جیسے ابن منصور حلاج رحمہ اللہ کی زبان سے انا الحق جاری تھا اور اسکی مثال چاہو تو اس درخت کو غور کرو جس سے موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی انی انا اللہ الآیۃ۔ کہ یہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس سے نطق فرمایا پس اپنی صفت کے ساتھ اپنے فعل سے بات کی اور جسنے ان اموال میں رب تعالیٰ کی زینت پر نظر رکھی جو ملک نفس کی زینت ہیں تو اسکا حال مانند سلیمان علیہ السلام کے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ملک دیدینے سے بھی سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ کے شرف جلال کی طرف نظر تھی اور جسنے خود اموال کی طرف دیکھا اور دنیا کی تازگی نظر میں سمائی اور اپنے شہوات کا تابع ہوا تو وہ مثل بلعم باعور کے ہو گیا کہ اسکی مثال کتے کی ہے چنانچہ فرمایا۔ فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث وان تترکہ یلہث اگر لادو تو ہانپے اور اگر چھوڑ دو تو ہانپے۔ اور کونسا امتحان اس سے بڑھکر ہے کہ خلق میں ملک دیکھنا اور ربوبیت دیکھنا جمع کیا کیونکہ یہ محل التباس ہے ابن عطاء رحمہ نے فرمایا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم۔ بایں طور کہ جمع کروگے اور دینے سے باز رہوگے اور جو حقوق الٰہی ان اموال میں متعلق ہونگے انہیں تصور کروگے۔ وانفسکم۔ بایں طور کہ شہوات نفس کے تابع ہوگے اور ریاضت چھوڑ دوگے اور اسکو اسباب بنا سے لپٹا دیئے رہوگے اور امور آخرت میں غور و نظر کرنے سے نفس کو خالی رکھوگے اور بعض نے کہا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم۔ بایں طور کہ اسکے لینے دینے میں پھنسے ہوگے قال تعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ اللہ عزوجل نے صادقین کو جو صاحبان الہام خاصہ ہیں یعنی مقربین ہیں یہ حکم دیا کہ حقوق عہد جو انکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں طالبوں پر بقدر فہم ظاہر کریں تاکہ اس وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف واصل ہوں اور بیزار نہ ہوں اور یہ صفت ان لوگوں کی ہے جو علما ہیں اہل کمال ہیں اور یہ بھی حکم دیا کہ صدیقین کے اوصاف چھپانے میں مداہنت نہ کریں قال المترجم عجیب کہ عارف لکھنوی قدس سرہ نے کلمۃ الحق میں صحیح مسئلہ وحدت وجود اظہار کرنا عین ایمان و فرض کہا اگر یہ صحیح ہو تو بھی اظہار نہیں چاہیے کیونکہ صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ لوگوں سے انکے عقل کے موافق بات کرنے کا حکم دیا ہے اور عارف جامیؒ نے شرح فصوص میں صریح کہا کہ غیر عارف کے واسطے زبانی ایسا اقرار و اشہاد کرنے میں خوف کفر ہے کہ خاتمہ بخیر نہ ہو مجھے زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں یہی کافی ہے کہ عرب عرباء و صحابہ کرام و تابعین عظام و علمائے مجتہدین عامہ صالحین بلکہ کافہ امت اس کلمہ سے وحدت وجود نہیں سمجھتے تھے پھر ایسی جماعت کو چھوڑ کر اس عقدہ میں پڑنا کس ایماندار کو پسند ہوگا بلکہ میں یہی کہتا ہوں کہ احکام کتاب و سنت پر عمل کریں تمام خوبی خود بخود حاصل ہو جائیگی ورنہ زبانی بکواس سوائے گمراہی کے کیا مفید ہو سکتی ہے والسلام قال الشیخ اور بعض نے فرمایا کہ عامہ اولیاء اللہ سے یہ عہد ہے کہ حق کو پوشیدہ نہ رکھیں اور ناحق دعوے نہ کریں اور مریدین سے انکا قصد یہی ہو کہ راہ حق انتہا کریں۔ قولہ تعالیٰ واشتروا بہ ثمنا قلیلا۔ یہ اس شخص کے حق میں ہے جو صدق ایمان کے مقام تک نہ پہونچا اور اگر پہونچتا تو دنیا کے عوض میں نہ بیچتا۔ پھر جب وہ مقصد تک نہ پہونچے اور راستہ کے شروع ہی میں چند روز انہیں تھے کہ انکے نفس کی خباثت نے انکو گھیرا کیونکہ وصل کی حلاوت پائی نہ تھی تو مخلوق کے نزدیک اپنے واصل ہونے کے دعوے کرنے لگے حالانکہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی موہبت و کرامت انہوں نے مشاہدہ نہیں کی پس جو انکے پاس نہیں ہے وہ بیچنے لگے اور اولیاء اللہ کے روبرو خجل ہوئے کیونکہ یہ لوگ انکی خیانت پہچانتے ہیں اور بعض نے کہا کہ ان لوگوں نے اپنی ذات کے واسطے ایسے دعوے کیے تاکہ مخلوق کو فتنہ میں ڈالیں۔ قولہ تعالیٰ ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا [illegible]

ان لوگون کا ہی جو دعوی معاملہ مین جھوٹے ہین اور ہنوز آپسمین نہین داخل ہوئے وہ ظاہری تقشف سے اور اہل معاملہ کے لباس پہنکر اپنے آپ کو بھی اہل معاملہ مین ظاہر کرتے ہین تاکہ خلق انکی طرف متوجہ ہو یہ ریاکار لوگ ہین کہ خلق کی طرف نظر رکھکر اور اپنی تعریف چاہنے کو خالی دعوی کرتے ہین بلکہ یہ لوگ تو ریاکارون سے بھی بدتر ہین کیونکہ یہ لوگ تو تعریف ورنہ دنیاوی کو طلب کرتے ہین پس ریاکارون جھوٹون سے بھی یہ بدتر توہم ہین اور اللہ تعالے نے یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا سے صاف فرمایا کہ یہ لوگ اپنے پردۂ نفس سے خارج ہی نہین ہوئے اور پھر ان مین پڑے ہین اور یہ اشد عذاب ہی۔ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس آیت سے مومنون کو تحذیر دی اور ڈرایا کہ خبردار ان ریاکارون مقرب زاہد بننے والون کی راہ نہ چلنا اور یہ لوگ گمراہ دوزخ کی طرف جاتے ہین چنانچہ فرمادیا فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب - اور یہ لوگ سمجھتے ہین کہ یہ ظاہری بناؤ انکو عذاب سے چھڑا لیگا ہرگز نہین وہ تو عذاب الیم مین پڑے رہینگے اور یہ کتنا بڑا عذاب ہی کہ دیدار الٰہی سے محروم اور اللہ تعالے کے لذیذ خطاب سے ممنوع ہین

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ

آسمان و زمین کی پیدائش مین اور رات و دن کے بدلتے آنے مین عقل والون کو

لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى

نشانیان ہین وہ جو یاد کرتے ہین اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور

جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

کروٹ پر لیٹے اور دھیان کرتے ہین آسمان و زمین کی پیدائش مین اے رب ہمارے تو نے یہ بیفائدہ نہین بنایا

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا

تو پاک ہی عیب سے سو ہمکو بچا دوزخ کے عذاب سے اے رب ہمارے تو نے جسکو دوزخ مین ڈالا سو اسکو رسوا کیا اور

لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ اٰمِنُوا بِرَبِّكُمْ

ظالمون کا کوئی مددگار نہین اے رب ہمارے ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو جو ایمان کے لیے پکارتا ہی کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر

فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا

سو ہم ایمان لائے اے ہمارے پروردگار اب بخش دے ہمارے گناہ اور اوتار ہمسے ہماری برائیان اور موت دے ہمکو نیک بندون کے ساتھ اے رب ہمارے

وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝

اور دے ہمکو جو تو نے وعدہ دیا اپنے رسولون کے منہ سے اور رسوا نکر ہمکو قیامت کے روز تحقیق تو خلاف نہین کرتا وعدہ

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ - وما فیہا من العجائب - آسمانون و زمین کی پیدائش مین ف اور جو کچھ ان دونون مین عجائبات ہین انکی پیدائش مین - وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ - اور رات و دن کے پے در پے مختلف آنے مین ف بالمجئ والذہاب والزیادۃ والنقصان - یعنی اختلاف ان دونون کا بایں طور کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے و جاتے ہین اور زیادہ ہوتے اور گھٹ جاتے ہین غرضکہ ان امور مین - لَآيٰتٍ - دلالات علی قدرتہ تعالے اللہ تعالے کی قدرت پر دلیلین ہین لِّأُولِي الْأَلْبَابِ لذوی العقول - ایسے لوگون کے واسطے جو عقل رکھتے ہین ف پس جس شخص کی عقل جسقدر صاف ہوگی اور وہم سے پاک وہوا و ہوس و غیرہ بد اخلاق سے پاکیزہ ہوگی اور نور ایمان سے منور ہوگی اسیقدر اسکو آسمان و زمین کی پیدائش و اختلاف شب و روز

و دیگر عجائب مخلوقات الٰہی مین قدرت کاملہ الٰہی نظر آویگی ایک ادنی سی بات ہی کہ ایک درخت کی پتی اگر ہاتھ مین لیوے تو اسکی مثل سے تمام مخلوق
عاجز ہی اور بہت بڑی قدرت خود انسان کی خلقت مین ہی ولیکن سچ فرمایا کہ یہ اسی کو نظر آتی ہی جو عقل والا ہی وہ ہی بول اٹھتے ہین کہ اے پاک
پیدا کرنے والے تیری ہی قدرت ہی کہ عقلین حیران ہین - یہ لطف ارشاد ہی کہ اہل عقل کو شناسائی سے قدرت قرار دیا ورنہ عقل کیا اور عقل والا
کیا ہی - پھر عقل والون کی پہچان فرمائی - الَّذِیْنَ - نعت لما قبلہ او بدل - اولی الالباب کی صفت یا بدل ہی یعنے اولو الالباب ایسے لوگ
ہین جو - یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ - مضطجعا ای فی کل حال یاد کرتے ہین اللہ تعالے کو کھڑے
اور بیٹھے و کروٹ پر - ف اور مراد یہ کہ ہر حال مین یاد کرتے ہین - اور صحیح مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم اپنے ہر وقت مین
اللہ تعالے کو یاد کرتے تھے - اور یہ تفسیر اسوقت ہی کہ ذکر سے مطلقًا یاد الٰہی مراد ہو خواہ نماز مین ہو یا کسی اور وقت ہو - وعن ابن عباس رضی
یصلون کذالک بحسب الطاقۃ - اور ابن عباسؓ سے اسکی تفسیر یون مروی ہی کہ نماز پڑھتے ہین کھڑے و بیٹھے اور کروٹ سے موافق طاقت
کے - یعنے صحیح سالم کھڑے پڑھ سکتے ہین تو کھڑے ورنہ عذر کی حالت مین بیٹھکر ورنہ کروٹ سے ہر حال ترک نہین کرتے ہین کما قال قتادہ
اور یہی تفسیر حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہی اور عمران بن حصینؓ سے روایت ہی کہ مجھے بواسیر تھی مین نے حضرت صلعم سے سوال کیا
آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اگر نہو سکے تو بیٹھکر اگر نہو سکے تو کروٹ سے رواہ البخاری و مسلم - وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - اور آسمانون و زمین کی پیدائش مین غور کرتے ہین - ف لیستدلوا بہ علی قدرۃ صانعہا تا کہ اس تفکر سے
ان دونون مخلوق کے پیدا کرنے والے کی قدرت کاملہ پر استدلال کرین یعنے راہ پاوین قال ابن کثیرؒ یتفکرون ای اپنی سمجھ دوڑا کر ان دونون کی
حکمتین دریافت کرتے ہین جنسے خالق عزوجل کی عظمت و عظیم قدرت و علم و حکمت معلوم ہوتی ہی اور اسکا فاعل مختار ہونا ظاہر ہوتا ہی اور
شیخ ابو سلیمان دارانی نے کہا کہ مین اپنے گھر سے نکلتا ہون سو جس چیز پر میری نظر پڑتی ہی اسمین اللہ تعالے کے واسطے اپنے اوپر
نعمت اور اپنے حق مین عبرت دیکھتا ہون (رواہ ابن ابی الدنیا) اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ ایک ساعت کا تفکر تمام رات کھڑے
ہو کر نماز پڑھنے سے بہتر ہی اور فضیلؒ نے کہا کہ حسنؒ فرماتے تھے کہ فکر ایسا آئینہ ہی جسمین تیری بھلائیان و برائیان نظر آوینگی - اور
سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ تفکر ایک نور ہی جو تیرے قلب مین داخل ہوگا اور بسا اوقات کہتے ؎ اذا المرأ کانت لہ فکرۃ - ففی
کل شیٔ لہ عبرۃ - آدمی کو جب فکرت کا مرتبہ حاصل ہو تو ہر چیز سے اسکو عبرت حاصل ہو جاتی ہی - اور عیسیٰؑ سے منقول ہی کہ بھلا حال اسکا
جسکا بولنا یاد الٰہی اور خاموشی تفکر اور نظر عبرت ہو اور لقمان حکیم نے فرمایا کہ بہت تنہائی سے فکرت کا الہام ہوتا ہی اور فکرت دروازہ جنت تک
راہ بتاتی ہی اور عمر بن عبد العزیزؒ نے کہا کہ اللہ تعالے کی نعمت مین فکر کرنا عبادت مین سے افضل ہی اور شعبیؒ اسود اسکا بیان کرتے
حتی کرو کہ بیہوش ہو جاتے اور ابن المبارکؒ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس باب مین روایت ہی اور ابن عباسؓ نے
فرمایا کہ دو رکعتین مختصر جو فکرت سے ہون رات بھر کے غافل قلب کی نماز سے بہتر ہین اور حسنؒ فرماتے کہ تہائی پیٹ تو فکر کے لیے خالی
چھوڑو - اور بشر حافیؒ فرماتے کہ لوگ اگر اللہ تعالے کی عظمت مین تفکر کرتے تو اسکی نافرمانی نہ کرتے - اور عامر بن قیسؒ نے فرمایا کہ مین نے
دو تین نہین بلکہ زیادہ صحابہؓ سے سنا کہ تفکر نور ایمان ہی اور حدیث مین ہی کہ ذات الٰہی مین فکر نہ کیجیو بلکہ اسکے مخلوقات و نعمتون مین فکر کرو کما
فی الصحیح - مترجم کہتا ہی کہ ذات و صفات خالق عزوجل کی فکر محال ہی تو خواہ مخواہ شیطان کی حد مین قدم کریگا اور چاہیے کہ اول مین اللہ تعالے
کے افعال خلق و رزق وغیرہ کے عجائب دیکھکر نور فہم سے قوت و سامان بہم پہونچاوے تو البتہ نور صفت کما ہی نور حق سے راہ پاوے (م) مترجم

کہتا ہی کہ شیخ محدث ابن کثیرؒ نے یہان سلف و صالحین کے اقوال بہت پیش کیے ہین لیکن یہان بخوف تطویل ترک کیے آیندہ انشاء اللہ اپنے بعض موقع پر لاؤنگا اور آخر مین شیخ نے یہ قول فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ان لوگون کی مذمت فرمائی جو اسکی آیات مین تفکر نہین کرتے ہین چنانچہ فرمایا۔ وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون۔ وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔ یعنے بہتیری نشانیان ہین آسمانون و زمین مین کہ انپر گذرتے ہین درحالیکہ انسے مُنھ موڑے ہوئے ہین اور بہتیرے ان لوگون مین کے ایمان نہین لاتے اللہ پر مگر اس حال سے کہ مشرک رہتے ہین۔ اور جو لوگ تفکر کرتے ہین انکی تعریف فرمائی اس آیت مین ویتفکرون فی خلق السموات والارض

رَبَّنَا۔ ای یقولون ربنا۔ **مَا خَلَقْتَ هٰذَا**۔ ای ہذا الخلق الذی نراہ۔ **بَاطِلًا**۔ حال عبثا بل لیدلا علی کمال قدرتک ای رب ہمارے یعنے کہتے ہین ای رب ہمارے اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے قائلین مقدر کرکے حال ڈالا ہی اور درحالیکہ کہتے ہین کہ ای پروردگار ہمارے نہین پیدا کی تو نے یہ۔ یعنے یہ مخلوق جو ہم دیکھتے ہین۔ باطل۔ یعنے عبث بلکہ کمال قدرت پر دلیل ہی قولہ باطلا حال واقع ہوا۔ یا یہ معنے کہ باطل نہین بلکہ حق کے ساتھ ہی تاکہ بدکارون کو انکے فعل کی جزا ملے اور نیکیون کو نیکی ملے۔ پھر انھون نے عبث و باطل پیدا کرنے سے حق عزوجل کی پاکی بیان کی۔ **سُبْحَانَكَ**۔ نزہناک عن العبث۔ یعنے عبث پیدا کرنے سے ہم اپنی طاقت بھر تیری پاکی بیان کرتے ہین **فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ**۔ یعنے جسطرح ہم سے ہوسکا ہم نے پاکی بیان کی سو تو اپنے کرم سے ہمکو عذاب دوزخ سے بچادے یعنے ہمکو عذاب دوزخ سے بایں طور کہ اپنی توفیق سے ہمکو عمل صالح و مرضی کی توفیق دے اور سب تیری ہی معافی پر ہی۔ **رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ** ای ہمارے رب جس شخص کو تو جہنم مین داخل کرے۔ للخلود فیہا۔ یعنے دوزخ مین ہمیشہ رہنے کے واسطے جسکو تو داخل کرے۔ **فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ**۔ اہنتہ۔ پس تو نے اسکو خوار کیا۔ یا رحمت سے دور کیا یا فضیحت کیا یا ہلاک کیا۔ یہ سب معنے بیان ہوے ہین۔ اور حضرت انس رضی سے روایت ہی کہ من تدخل النار ای من تخلد۔ یعنے جسکو ہمیشہ کے لیے اسکو داخل جہنم کریگا۔ اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ یہ اس شخص کے لیے ہی جو دوزخ سے نکالا نہ جائیگا۔ اور اہل الحق بالاجماع کہتے ہین کہ کبیرہ گناہ سے کافر نہین ہوتا اور نہ وہ گناہ نہین بلکہ کفر کہلاتا پس گنہگار اگرچہ کبیرہ گناہ ہو مومن رہا اور اللہ تعالے نے فرمایا کہ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ یعنے قیامت کے دن خوار نہین کریگا اللہ تعالے اپنے نبی کو اور نہ اسپر ایمان لانے والون کو۔ ھ۔ پس گنہگار پر دائمی عذاب نہوگا بلکہ کافرون مشرکون پر دائمی عذاب ہوگا جو ظالم ہین۔ **وَمَا لِلظَّالِمِينَ**۔ الکافرین۔ **مِنْ أَنْصَارٍ**۔ اور ظالمون یعنے کافرون کے واسطے کوئی بھی مددگار نہین ہی

ف ظالمین سے مراد کافرین و مشرکین ہین اسواسطے کہ کفر و شرک سے بڑھکر کوئی ظلم نہین ہی۔ قولہ من انصار۔ مین من زائدہ تاکید نفی ہی یعنے کوئی بھی مددگار نہین جو انکو عذاب اللہ تعالے سے بچاوے واضح ہو کہ کشاف نے یہان اپنی بداعتقادی سے کہا کہ۔ فلا ناصر لہم من شفاعۃ و نحوہا۔ یعنے معتزلہ تو شفاعت سے منکر ہین تو کشاف والے معتزلی نے انصار سے شفاعت کرنے والے کی بھی نفی نکالی یعنے کوئی انکا مددگار نہوگا نہ شفاعت سے نہ اور کسی وجہ سے مترجم کہتا ہی کہ اسنے ظالمون مین گنہگار مسلمانون مرتکب کبیرہ کو بھی داخل کرلیا تھا تو اب اپنی بداعتقادی پر دعوی کرتا ہی کہ اسکی شفاعت بھی نہوگی کیونکہ جب کوئی ناصر نہوا تو شفیع بھی نہوا اور ہم کہتے ہین کہ اول تو اسمین کبیرہ گنہگار داخل نہین ہی کیونکہ ظالم سے کافر مشرک مراد ہی اور کافر کے لیے کوئی شفیع نہین ہی دوم یہ کہ نفی ناصر سے شفیع کی نفی کرنا غلط ہی چنانچہ بیضاوی نے رد کردیا کہ ناصر تو وہ ہی جو اپنے زور سے دور کرے اور شفاعت کرنے مین شفیع تو عاجزی و دعا سے چھڑاتا ہی پھر نصرت کی نفی سے شفاعت کی نفی نہوگی مترجم کہتا ہی کہ اوپر معلوم ہوا کہ ظالمین سے مراد کافرین ہین نہ مومن کیونکہ یہان اللہ تعالے نے انکے حق مین خواری فرمائی

ہے وقال تعالے ان الخزی الیوم والسوء علی الکافرین - جو کچھ خزی وخواری ہوگی وہ قیامت مین فقط کافرون پر ہوگی اور مومنون مین سے اگر کسی پر
بقدر گناہ عذاب ہو لیکن خواری نہوگی جیسا کہ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا الآیہ - سے ثابت ہوا اور شفاعت تو مومنون کے لیے قطعًا
متواتر ثابت ہی اگرچہ گناہ کبیرہ ہو لیکن وہ کافرون کے واسطے بالکل نہین ہے - الحاصل مومنین فکر کرکے دنیا مین عذاب خواری سے بچنے کی دعا
کرتے ہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ - رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي - یدعو الناس - ہمارے رب ہم نے سنا ایک منادی کو جو
بلاتا ہی لوگون کو - لِلْإِيمَانِ - الیہ وہو محمد او القرآن - ایمان کے لیے یعنے ایمان کی طرف بلاتا ہی - وہ اکثر کے نزدیک محمد صلعم ہین اور بعض
کے نزدیک قرآن ہی اور پکارنے کا طریقہ یہ ہے - أَنْ - ای بان - آمِنُوا بِرَبِّكُمْ - کہ ای لوگو اپنے رب پر ایمان لاؤ - فَآمَنَّا - بہ پس
ہم اسپر ایمان لائے یعنے رب تبارک وتعالے پر ایمان لائے - رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا - غط عنا - سَيِّئَاتِنَا
پس ای ہمارے رب ہمکو ہمارے گناہ بخشدے (معاف فرما) اور ڈھانپ دے ہم سے ہمارے گناہ پس ان گناہون کو اصلح ظاہر فرما کہ تو انپر
عذاب کرے - وَتَوَفَّنَا - اقبض ارواحنا - اور قبض کر ہماری روحین - مَعَ - جملۃ - الْأَبْرَارِ - الانبیاء والصالحین ساتھ مین جملہ
ابرار کے یعنے انبیاء وصالحین کے یعنے جب تو ہماری ارواح قبض فرمائے تو ان نیک بندون کے ساتھ کر دیجیو - رَبَّنَا وَآتِنَا
اعطنا - ای ہمارے رب عطا کر ہمکو - مَا وَعَدْتَنَا - جو وعدہ کیا تو نے ہم سے - عَلَىٰ - السنۃ - رُسُلِكَ - من الرحمۃ والفضل
اپنے رسولون کی زبان پر یعنے رحمت وفضل ہمکو مرحمت ہو - اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے تو وعدہ خلافی نہین فرماتا بلکہ اسپر ایمان فرض کر
پھر انھون نے یہ کیون کہا مفسر نے جواب دیا بقولہ - وسوالہم ذلک وان کان وعدہ تعالے لا یخلف سوال ان یجعلہم من مستحقیہ لانہم لم یتیقنوا استحقاقہم
یعنے وہ لوگ خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالے کا وعدہ خلاف نہین ہوتا لیکن عاسے مقصود یہ ہی کہ اللہ تعالے ہمکو بھی اس ثواب کے مستحقین مین کر دے
کیونکہ باوجود فرمانبرداری کے انکو اپنی نسبت یہ یقین کامل نہین ہوسکتا کہ ہم اسکے مستحق ہین کہ نہین دیکھتے ہو کہ انھون نے اللہ تعالے
کی جناب مین صاف اقرار کیا کہ - انک لا تخلف المیعاد - ای رب کریم تو اپنا وعدہ خلاف نہین فرماتا ہی پس تو ہمکو اس لائق کر دے کہ ہم بھی ایسے
لوگون مین سے ہو جاوین جنکے حق مین تیرا وعدہ ہی - اگر کہا جاوے کہ وہ مومن تو ہو چکے - جواب یہ کہ ہان اپنے یقین مین تو بے شک مومن ہین
مگر نفس کے پردہ مین حقیقی حال تو فقط اللہ تعالے کو ہی کہ کیا حقیقت ہی اور کیا انجام ہی تو فضل ورحمت سے قبولیت وخاتمہ بخیر ہونا مانگتے ہین تاکہ وعدہ الٰہی
کے لائق ہون پھر تو وعدہ الٰہی خلاف نہوگا اور واضح ہو کہ یہ کمال ادب اور عظمت الٰہی تعالے کا اظہار ہے - اور اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالے
کسی کا حق نہین اور اوتعالے مختار ہی جو وہ کرے سب حق ہی اور جو بندہ اسکے خلاف اعتقاد کرے وہ خود جاہل ہے - واضح ہو کہ ہر دعا مین کلمہ
ربنا - مکرر آیا ہی مفسر نے لکھا کہ ربنا کو جو مکرر بار بار کہا تو تضرع وعاجزی مین مبالغہ ہی تاکہ ترحم نازل ہو - وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
ہم کو بروز قیامت خوار نکر جیسے کافر وظالم خوار ہونگے - إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ - الوعد بالبعث والجزاء - میعاد بمعنے
مصدر یعنے ظرف ہی یعنے وقت و وعدہ حشر وجزا - یا مراد یہ وعدہ ہی کہ مومنین بروز قیامت خوار نہونگے واللہ اعلم یہانتک تو ان لوگون کی دعا تھی
آگے اللہ عز وجل نے اپنے کرم سے اسکی قبولیت کو بیان فرمایا ہی مگر درمیان مین فوائد کو سننا چاہیے واضح ہو کہ سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس
سے روایت ہی کہ قریش کے لوگ یہود کے پاس آئے اور کہا کہ تمہارے پاس موسیٰ کیا کیا نشانیان لائے تھے بولے کہ عصا تھا اور ید بیضا کہ دیکھنے
والے اسکو آنکھون سے دیکھتے تھے پھر وہ نصاریٰ پاس آئے اور کہا کہ عیسیٰ تم مین کیسے تھے بولے کہ اندھے مادرزاد اور کوڑھی کو اچھا کرتے اور
مردے کو زندہ کرتے پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اللہ تعالے سے دعا کیجیے کہ صفا پہاڑی کو ہمارے واسطے سونا کر دے

پس آنحضرت صلعم نے یہ دعا چاہی پس نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الآیہ- پس حضرت صلعم نے فرمایا تمکو چاہیے کہ انمیں تفکر کرو- رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم والطبرانی بشیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس روایت مین اشکال ہی کہ آیت کریمہ مدنی ہی اور قریش کا یہ سوال کہ کوہ صفا سونیکا ہو جاوے مکہ مین واقع ہوا تھا واللہ اعلم- آیت کریمہ کے مدنیہ ہونے مین شک نہین اور دلیل اسپر حدیث عائشہؓ ہی جسمین آنحضرت صلعم کی بعض رات کی عبادت کے حال مین کہا کہ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر روئے یہانتک کہ داڑھی تر ہوگئی پھر سجدہ کیا پھر روئے یہانتک کہ زمین تر ہوگئی پھر کروٹ سے لیٹے پھر روئے یہانتک کہ بلالؓ نے آکر نماز صبح کی خبر دی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیون روتے ہین حال یہ ہی کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہین فرمایا کہ ای بلال مجھے کون چیز رونے سے روکتی ہی حال یہ ہی کہ آج رات مجھپر نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض الآیات- پھر فرمایا کہ کمبختی اسکی جسنے ان آیات کو پڑھا اور انمین تفکر نکیا- رواہ ابن مردویہ وعبد بن حمید وابن ابی حاتم وابن حبان (اسنادہ جید) اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ ایک رات مین اپنی خالہ میمونہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے یہان سویا پس رسول اللہ صلعم نے ایک ساعت اپنے گھر کے لوگون یعنے حضرت میمونہؓ سے باتین کین پھر سو رہے پھر جب تہائی رات آخر تھی کہ اُٹھے پس آسمان کی طرف نظر کی اور پڑھا ان فی خلق السموات والارض الآیات پھر کھڑے ہو کر وضو کیا اور مسواک کی پھر گیارہ رکعتین پڑھین پھر بلالؓ نے اذان دی پھر دو رکعتین پڑھین پھر نکلکر لوگون کو صبح کی نماز پڑھائی- رواہ البخاری ومسلم اور دوسری روایت مین ہی کہ ان فی خلق السموات الآیات دس آیتین پڑھین- اور اسکو ابو داؤد ونسائی وابن مردویہ وغیرہم نے بھی روایت کیا اور ابن مردویہ کی روایت مین یا بعض طرق صحیح کے ان آیات کے بعد یہ دعا بھی مذکور ہی کہ کہا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَعَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَعَنْ شِمَالِيْ نُوْرًا وَمِنْ بَيْنِ يَدَيَّ نُوْرًا وَمِنْ خَلْفِيْ نُوْرًا وَمِنْ فَوْقِيْ نُوْرًا وَمِنْ تَحْتِيْ نُوْرًا وَاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ **ف** عرائس البیان مین ہی کہ قولہ تعالےٰ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار- اس آیت کریمہ مین ایک لطیف اشارہ ہی کہ حق تعالےٰ شانہ نے ظاہر فرمایا کہ جو ربانی بندے ہین اپنے رب تعالےٰ کے فعل مین اسکے ظہور قدرت سے انوار صفت نازل پاتے ہین یعنے انکی دلیل خود اسی پاک تعالےٰ شانہ سے اسی کی طرف ہی کچھ مخلوق سے نہین ہی کیونکہ اسکی صنعت ایجاد مین عارف ناظر وحاذق لطیف کو ادراک ہی اور دیدار مخلوق مین یہ بات نہین ہی کیونکہ حادث پر نظر کرنا تو خود ہی دیدار قدیم کا پردہ ہی **قال المترجم** حاصل آنکہ- خلق السموات والارض یعنے انکے پیدا کرنے مین جو فعل باری ہی قدرت کی نشانی فرمائی اور یہ نہین فرمایا کہ خود آسمانون زمین مین دلالت ہی اسلیے کہ فعل باری تعالےٰ سے اسکی صفت کی طرف دلالت ہو جاتی ہی اور یہ طریقہ وصول مستقیم ہی اور خود مخلوق سموات وارض سے وصول نہین ہو سکتا کیونکہ جب نظر حادث پر رہی تو وہ قدیم کے واسطے حجاب ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ کلام متانت کے ساتھ لطیف اشارہ ہی- پھر شیخ نے کہا کہ آسمان کو ظہور آیات کے واسطے مخصوص کیا کیونکہ وہ مزین بنور جلال وملتبس بانوار جمال ہی کیونکہ وہ آئینہ کوانشف صدیقین ہی کیا تو دیکھتا نہین کہ فرمایا اللہ نور السموات والارض- اور نیز فرمایا وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیہ- اور رہی خصوصیت زمین کی تو موضع اقدام صدیقین وانبیاء ومرسلین علیہم السلام ہی پھر رات کی خصوصیت اسوجہ سے فرمائی کہ وہ مناجات عارفین کا وقت خاص ہی اور موحدین کے لیے اور کشف عظمت بصفت ہیبت اسوقت ہوتی ہی اور دن کی خصوصیت اسواسطے کہ فرحت محبین اور لبسط مشتاقین کا وقت ہی اور نظر والے آئینہ مخلوقات مین نور قدرت سے معرفت حضرت باری تعالےٰ عزوجل سے فائز ہوتے ہین چنانچہ بعض نے فرمایا کہ مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اس حال مین کہ پہلے اسمین اللہ تعالےٰ کے دیدار سے مشرف ہوا

عاقلان حقیقت کو آسمان و زمین و رات و دن مین اپنے فعل کے انوار دکھلائے پھر انکو اسمین اپنی قدرت خاصہ صفاتیہ کے انوار دکھلائے اور یہ محل التباس
و مقام تلوین ہی واضح ہو کہ جس شخص نے یہ حاجت سمجھی کہ آیات کو دیکھکر اس سے وجود حق سبحانہ تعالے ثابت کرے تو وہ عوام مین سے ہی کیونکہ حادث
سے قدیم کی شناخت چاہتا ہی حالانکہ مثبت و موجد فقط عزوجل ہی اور فعل اسی کا مخلوق ہی تو اسکے واسطے کوئی چیز یا دلیل کیونکر مثبت ہو سکتی
ہی اور تمام بحث مقدمہ مین محقق ہی۔ شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جس شخص نے اوتعالے عزوجل کو علت سے ثابت کیا اسنے غیر حق عزوجل کو ثابت کیا
اسواسطے کہ علت تو بصاحب اپنے معلول کی ہوتی ہی اور حق عزوجل اس سے پاک و برتر ہی۔ واسطی رح نے اس آیت مین فرمایا کہ عوام کی معرفت مین
اور محققین کی معرفت مین امتیاز کرتی ہی۔ اسواسطے کہ عوام نے تو اسکو ایسی چیز کے ساتھ اعتقاد کیا جو خود انکی طبیعت کے لائق ہی اور خواص نے ایسی
چیز کے ساتھ جو اوسیکے لائق ہی جس حال کو عوام نے ثابت کیا اس سبب سے خواص نے انکار کیا پس اوتعالے شانہ ایسے وصف سے پاک ہی جو عوام نے بیان کیا ہی کیونکہ عوام نے اسکو از راہ
عبودیت اعتقاد کیا اور خواص نے از راہ ربوبیت اعتقاد کیا ہی۔ قال المترجم شیخ رح نے جہانتک بیان مین گنجایش تھی بیان کیا ولیکن بیان
یہان سخت قاصر ہی سمجھنے والا سمجھ جائیگا عبارت مین طاقت کہان ہی سبحانک اللهم استغفرک و اتوب الیک۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ خواص
نے مخلوقات و حوادث کی طرف نظر نہین کی مگر اسیواسطے کہ آیات مشاہدہ کرین اور آیات کو مشاہدہ نہین کیا مگر اسیواسطے کہ اسمین حق عزوجل کا
مشاہدہ کرین اور جسنے حق عزوجل کا مشاہدہ کیا اسکے خاطر مین حوادث کا لگاؤ نہین رہتا ہی اور نصر آبادی رح نے فرمایا کہ جو شخص اولوا الالباب
مین سے نہین اسکو آسمان و زمین کی طرف نظر دوڑانا کچھ عبرت نہین دیتا ہی اور اولوا الالباب وہی ہین جو خلق پر بنظر حق آنکھ ڈالتے ہین مترجم کہتا ہی
کہ اللہ عزوجل نے خود اولوا الالباب کی صفت فرمائی بقولہ الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبہم الآیۃ۔ واضح ہو کہ ہر صفت قدس کے واسطے
ایک تجلی خاص ہی اور یہ تجلی ذاکرون کے دلون مین ملتی ہی اور ہر ذکر کے واسطے ہر مقام مین ایک خاص محل ہی اور حالات مین ایک خاص وجدان ہی
پس رضاے حق سے ذکر رضا حاصل ہوتا ہی اور حب اللہ تعالے سے ذکر توکل اور جبروت آلٰہی تعالے سے ذکر قہر اور ملکوت آلٰہی سے ذکر افضال اور نعما
آلٰہی سے ذکر آلا رہوتا ہی اور بقدر کشف صفت کے اس ذکر کو ہمیشگی کا حصہ ہوتا ہی یعنے کشف اسما و صفات و نعوت و ذات سے جو ذکر متوافق
ہو اسکو اسی اصل پر قیاس کرو۔ اور جان لینا چاہیے کہ موحد ذاکر خود فانی ہوتا ہی صرف باقی وہی ہوتا ہی جسکی توحید بیان کرتا تھا یعنے خاص طور سے
اسکا ذکر کرتا تھا جیساکہ وہ ازل مین وحدہ لاشریک تھا اور واسطی رح نے فرمایا کہ ہر یاد کرنے والا اسکو اپنے قلب کے مطالعہ کی قدر یاد کرتا ہی
پس جسنے اسکو بصفت جلال مشاہدہ کیا وہ جلال کے ساتھ یاد کرتا ہی اور جسنے اسکو صفت رحمت سے مشاہدہ کیا وہ اس سے یاد کرتا ہی علی ہذا القیاس
اور نصر آبادی رح نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون اللہ قیاما۔ یعنے اوسکی قیومیت کے ساتھ چنانچہ فرمایا افمن ہو قائم علی کل نفس الآیۃ۔ اور قعودا یعنے
ہمنشینی سے چنانچہ حدیث صحیح قدسی مین یہ مضمون ہی کہ مین ہمنشین اسکا ہون جسنے مجھے یاد کیا اور بعض نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون اللہ قیاما
یعنے اسکو یاد کرتے ہین اسطرح کہ اسکے احکام کی فرمانبرداری پر قائم ہوتے ہین۔ و قعودا یعنے اسکی منہیات سے بیٹھ رہتے ہین و علی جنوبہم
یعنے ہر حال مین خلاف مرضی پر نظر رکھنے سے بھی پرہیز کرتے ہین قولہ تعالے و یتفکرون فی خلق السموات والارض۔ خلق السموات والارض مین تفکر
کرنے کے دو معنے ہین اول یہ کہ قلب غائب ہو جاوے ان غیوب مین جو انوار صفات کے خزانہ ہین جن صفات سے مقادیر خلق کا ظہور ہی پس
محض ربوبیت مین فکر کرتے ہین اور مراد انکی یہ ہوتی ہی کہ انوار قدرت پا جاوین جس سے مشاہدہ کرنے والا اپنے مشہود کی طرف دیدار وصلت حقیقیہ
حاصل ہونے سے پہونچ جاتا ہی دوم معنے یہ ہین کہ تفکر کے ساتھ قلب کو جولانی ہو کہ ملک کو کیونکر خلق فرمایا اور ملک مین تفکر سے مقصود مشاہدہ
مالک ہی پس منزل توحید سے منزل جمع مین رسائی ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ تفکر یہ ہی کہ اسکے اشیاء مخلوقہ مین دیدار آلٰہی حاصل ہو یعنے مشاہدہ

الٰہی ہر چیز مین موجود ہی اور تفکر کا فائدہ یہ ہی کہ نظر آ جاوے کہ سب چیزون کا قیام اللہ تعالےٰ ہی کے ساتھ ہی وہی حی قیوم ہی یہ تو صحیح تفکر
ہی اور فاسد تفکر یون ہوتا ہی کہ چیزون کو دیکھکر اُنسے وجود الٰہی عزشانہٗ پر استدلال کرے بعض نے فرمایا کہ تفکر صنع باری تعالےٰ مین جو صفت
حق عزوجل ہی اور مخلوق ہی تفکر نہین مراد ہی قال المترجم کیونکہ وجود الٰہی عزوجل ظاہر باہر ہی اور خود فرمایا کہ قل ہو اللہ احد۔ اور فرمایا
ولئن سالتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ۔ پس جسنے یہ زعم کیا کہ یہ تفکر اس غرض سے کہ وجود صانع پر استدلال ہو وہ واہی ہی
بلکہ مقصود کمتر یہ ہی کہ صفات الوہیت کو پہچانین جس سے شرک جلی وخفی سے بچے ورہیون قال الشیخ اور اگر یہ مقصود ہوتا کہ مخلوقات مین
اثبات صانع کے واسطے تفکر کرو تو یون حکم ہوتا ویتفکرون فی السموات والارض۔ حالانکہ یہ حکم نہین ہی بلکہ خلق یعنی صنعت مین تفکر کا
حکم ہی۔ قولہ تعالےٰ ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ تمام ذکر سے چلکر مخلوق کی پیدایش مین تفکر کرنے کی راہ لی تاکہ راحت حاصل کرین اور نور ذکر
سے سوختہ نہو جاوین پس صفات فعل سے راحت لی تاکہ مشاہدہ مین فنا نہو جاوین اور یہ مریدین مین خواہش فاہیت ہوتی ہی اور جہانتک
رخصت دی گئی ہی اسکو لیتے ہین قال المترجم یعنے راہ مستقیم شرع مین ظاہر و باطن جہانتک آسانی دی گئی اسکو بھی لیتے ہین چنانچہ ظاہر کی
مثال جیسے شرع مین نفل پڑھنا کھڑے ہوکر اولی ہی اور بیٹھکر جائز ہی یا سفر مین روزہ چھوڑنا بنابر مذہب شیخ کے رخصت ہی پس اسکو اختیار کرنا
اختیار رخصت ہی اور یہ اصح قول کے موافق جائز ہی ایسے ہی باطن کے احکام حالات مین تشبیع رخصت کا احتراق ذکر سے فکر مین چلے آئے
اور نیز جبکہ انھون نے نور فعل مین صفت فاعل کا دیدار دیکھا اور آئینۂ فعل مین صفت ازلی کی تجلی حاصل کی تو بولے ربنا ما خلقت ہذا باطلا
یعنے یہ مخلوق سب اپنے خالق کی تجلی کے واسطے آئینہ ہی بھید یہ ہی کہ حق سبحانہ تعالےٰ جانتا ہی کہ مخلوق کو مشاہدہ خالص اُٹھانے کی طاقت
نہین پس مخلوق کو ظاہر فرمایا تاکہ مخلوق کے وسیلہ سے اسکی طرف راہ پاوین اور یہ رحمت و شفقت ہی قال المترجم لا الکائی رحمہ اللہ
نے سنن مین روایت کی کہ حق عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کے دیدار کے سوال پر فرمایا تھا کہ اے موسیٰ کوئی زندہ مجھے نہین دیکھ سکتا
مگر آنکہ مر جاویگا اور جو تر چیز مجھے دیکھے تو لگا چلکر خشک ہو جائیگی الحدیث وہو فی بعض السنن ایضاً۔ فارس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اظہار
مخلوقات مین اسکی حکمت فعل کا اظہار ہی۔ اور خواص نے کہا کہ پہلے انکو پیدایش آسمان و زمین مین فکر کرنیکا حکم کیا پھر انکو اس سے قطع
کردیا کہ کہتے ہین ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ حاصل آنکہ پہلے تو انکو صنعت آسمان و زمین دیکھنے کی ہدایت کی پھر انکو آمادہ کیا کہ وہان نہ رکین
اور فوراً اس سے حق عزوجل کی طرف رجوع کرجاوین پس فرمایا ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ قولہ تعالےٰ سبحانک فقنا عذاب النار۔ یعنے جب تمام
ذکر خالص سے افعال و آیات مین تفکر کرنے کی طرف آئے تو خالص ذکر سے جو کچھ جاتا رہا اسکی تلافی اس قول سے چاہی کہ سبحانک۔ یعنے
تو ہر ذکر و فکر سے اور ہر خطرہ و اشارہ و عبارت سے پاک ہی اور تو اس سے برتر ہی کہ خلق کے ذریعہ سے کوئی تجکو پاوے تجکو کوئی عارف
نہین پاسکتا مگر تیرے ہی ساتھ یعنے تجھی سے تجھ تک رسائی ہی سبحانک پاک ہی تو ہر ایسے وصف سے جو ہم نے زبان حادث سے تیرا
وصف بیان کیا۔ انت کما اثنیت علی نفسک۔ تو ویسا ہی جیسا تو نے اپنا خود وصف فرمایا۔ چنانچہ تو نے فرمایا سبحانہ و تعالےٰ عما یصفون
یعنے پاک برتر ہی وہ ہر ایسے وصف سے جو مخلوق بیان کرین قولہ تعالےٰ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فامنا۔ اس
آیت مین اللہ عزوجل نے خبر دی کہ یہ حال ان لوگون کا ہی جو معاہدۂ ازلی پر قائم ہین اور جسمون مین ارواح کے آجانے کے بعد پھر وہ قدم مین فنا
ہین کہ انھون نے حق تعالےٰ کے خطاب خالص ازل مین سننے کے بعد واسطہ کے ساتھ حق کی منادی کی زبان سے حق عزوجل کا خطاب
دوبارہ سن لیا۔ اور حاصل معنے یہ کہ ہم نے تیری آیاتکو واسطہ و وسیلہ کی زبان سے سن لیا اور یاد کیا کہ تو نے فرمایا تھا کہ الست بربکم اور ہم نے

عرض کیا تھا کہ بلی یعنی بیشک تو ہمارا پروردگار خالق مالک مختار قادر علیم صاحب ارادہ جامع صفات کمالیہ ہی پس ہم نے تیری منادی یعنے رسول علیہ السلام کی ظاہر و باطن پیروی کی اور ہم نے اسکی پوری تصدیق کی اور ایمان کے معنے یہ ہین کہ تصدیق کل بدیدار کل ویسبقت نظر اسرار بجانب انوار و وصول ظاہر بقین یا حال اور شروع کرنا بندگی کو بعد کشف ہیبت کے اور معائنہ کرنا غیب کو غیب کے ساتھ قولہ تعالے ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار - یعنے تیری معرفت مین جو ہم سے قصور ہوا اسکو بخشدے کہ یہ بڑا گناہ ہی کیونکہ ہم نے خواہش کی کہ ہم جو حادث بے بنیاد ہین قدیم کی معرفت حاصل کرین بھلا قدم بھی حدوث سے کہین مقارن ہوسکتا ہی - قولہ کفر عنا سیاتنا - ای اپنے کرم سے ہمارے ہر ایسے خطرے سے تجاوز فرما جو تیرے غیر کی طرف لگاؤ رکھتا ہی اور یہ اسوقت ہم مین آیا جبکہ ہم کو تیرے ایمان کی حلاوت حاصل ہوچکی تھی - اور قولہ توفنا مع الابرار یعنے وفات دے ہمکو ان بندون کے ساتھ جنپر تو نے اصلاح انعام فرمایا کہ انکے دلون مین اپنی محبت ڈالدی اور انکے دل مین اپنے جمال کا شوق دیدیا اور انکو اپنی رضاے قدیم کا لباس پہنایا یہانتک کہ تیری ہر بلا و امتحان مین وہ رضامندی سے تیرے ساتھ قائم رہے اور شیخ ابو عبد الرحمن نے فرمایا کہ جنکا ظاہر تو خلق کے ساتھ اور باطن حق کے ساتھ ہو انہین کے ساتھ ہماری وفات ہو - اور بعض نے فرمایا کہ ابرار وہ لوگ ہین جو حد تفرید و توحید پر قائم ہین - اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابرار وہی ہین جو طریقہ سنت کو مضبوط پکڑے ہوے ہین قال المترجم یہ قول عمدہ ہی کیونکہ اس طریق پر جو ولی ہی وہ افضل الاولیا ہوگا جیسا کہ اکابر نے تصریح کی ہی - فافہم قولہ تعالے ربنا وآتنا ما وعدتنا علی رسلک - یعنے ہمکو اپنے مشاہدہ سے سرفراز فرما جو تو نے اپنے رسول کی زبان سے ہمکو وعدہ دیا ہی چنانچہ فرمایا - للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ مترجم کہتا ہی کہ احادیث و آثار کثیرہ سے یہ ثابت ہوا ہی کہ زیادۃ سے مراد دیدار الٰہی عزوجل ہی اور عنقریب سوال موسی علیہ السلام مین مسئلۂ دیدار باری تعالے کے بیان مین انشاء اللہ تعالے مفصل آتا ہی قال الشیخ اور نیز رسولون کی زبان پر وعدہ یہ ہی کہ جنھون نے انکی اتباع کی انکو تو اپنی محبت و کرامت عطا فرماویگا چنانچہ فرمایا - قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ - پس ہمکو یہ کرامت عطا ہو - قولہ تعالے ولا تخزنا یوم القیامۃ - یہ دعا کمال معرفت کی ہو اسلئے قدیم تعالے شانہ کو حدوث سے الگ پاک منزہ کیا اور ظاہر کیا کہ پروردگار عزوجل تمام بندون سے مستغنی ہی حتی کہ اگر تمام انبیا و مرسلین جل جاوین تو اسکو کچھ پروا نہین ہی اور اسکے ملک جلال سے ایک ذرہ کم نہو - قال المترجم حدیث قدسی صحیح مین ہی جسکا مضمون یہ ہی کہ اگر تمام مخلوق سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہوجاوین جو سب سے متقی ہی تو اسکی بادشاہت مین ذرہ برابر رونق نہ بڑھا دینگے اور اگر سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہوجاوین جو سب سے فاجر ہی تو اسکی بادشاہت مین سے کچھ نہ گھٹا وینگے مترجم کہتا ہی کہ اسی حدیث پاکیزہ کی طرف شیخ نے یہان اشارہ کیا قال الشیخ ان لوگون نے وہ عنایت پہچان لی جو انکے واسطے ازل مین ہوچکی تھی لیس متواتر انعام کے خواستگار ہوے کیونکہ حق عزوجل نے ایسے لوگون کے دلون کو تسلی دیدی ہی جو اسکے دیدار عظمت سے خائف ہوجاتے ہین بایں قول کہ سبقت رحمتی غضبی - اور شیخ ابو عبد الرحمن رحمہ نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ ای ہمارے پروردگار تو ہمکو ہمارے اعمال پر جزا دے اور ہمپر اپنے فضل و رحمت کو اعادہ کردے کیونکہ تو اپنے وعدہ کو خلاف نہین فرماتا جو تو نے اس قول مین فرمایا ہی کہ سبقت رحمتی غضبی - یعنے میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہی - شیخ نے کہا کہ قولہ انک لا تخلف المیعاد - کی تفسیر میرے نزدیک یہ ہی کہ انھون نے علت حدوث کو میدان کبریا سے ناپید کیا کیونکہ عہد کو توڑنا علت والون کا کام ہی یعنے جنکا وعدہ کسی سبب وغرض سے ہوتا ہی وہ اپنے فائدہ وغرض کے لحاظ سے کبھی خلاف وعدہ کرتے ہین اور اللہ عزوجل اس سے پاک برتر ہی اور حاصل یہ کہ تو پاک ہی اس سے کہ خلاف وعدہ فرماوے اور ہم اس سے مطمئن ہین کیونکہ جو اوصاف حوادث کے ہین وہ حضرت عزت جل جلالہ کی جناب

میں داخل نہیں ہو سکتے ہیں ۔ اور ارشاد ہے اس آیت میں فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اے پروردگار پورا کر دے وہ وعدہ جو اپنے رسولوں کی زبان سے فرمایا ہے کہ ہم پوری رحمت دینگے اور برائیاں دور کر دینگے اور جو ہوا و ہوس کی پیروی واقع ہوئی ہو گی وہ رحمت سے بخشدینگے بالجملہ جب بندوں نے یہ التجا کی تو اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا بقولہ تعالے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى بَعْضُكُمْ

پھر قبول کی انکی دعا انکے پروردگار نے کہ میں ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنیوالے کی تم میں سے مرد ہو یا عورت ہو تم ایک ہیں

مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا

ایک سے ہو سو جنہوں نے وطن چھوڑا اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے

وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اور مارے گئے میں ضرور اتار دونگا ان سے برائیاں انکی اور داخل کرونگا باغوں میں جنکے نیچے بہتی ہیں نہریں

ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ

ایسا بدلا اسکے یہاں سے ہے اور اسکے یہاں اچھا ثواب ہے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ ۔ دعا ہے ۔ پھر قبول کی انکے لیے انکے پروردگار نے یعنے انکی دعا قبول فرمائی اسیواسطے فا تعقیب ہے یعنے اس سے پہلی آیات میں جو ان نیک بندوں کی دعائیں مذکور ہوئیں اسکے پیچھے اللہ عزوجل نے خبر دی کہ انکے پروردگار نے انکی دعا قبول کی لیکن استجاب یعنے اجابت ہے ولیکن یہ نسبت اجابت کے اخص و اولی ہے لہذا استجابت میں تمام مرادیں حاصل ہونیکا فائدہ نکلا اور اس میں اشارت ہے کہ بڑی رضامندی سے جواب فرمایا کہ ۔ أَنِّي ۔ ای بانی ۔ لَا أُضِيعُ ۔ میں ضائع نہیں کرتا ہوں ۔ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ تم میں سے کسی کام کرنے والے کا کام کہ ثواب ندوں ۔ یہ نکرہ سیاق نفی میں ہے لہذا عموم کے معنے لیے گئے اور منکم عورتوں کو بھی شامل ہے چنانچہ آگے اسکا بیان صریح ہے کہ ۔ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى ۔ خواہ مرد ہو یا عورت ہو ۔ بَعْضُكُمْ ۔ کائن ۔ مِّنْ بَعْضٍ ای الذکور من الاناث و بالعکس یعنے تم مانے حاصل میں ایک سے ہو مرد پیدا ہوتے ہیں عورتوں سے اور عورتیں ہوتی ہیں مردوں سے اور یہ جملہ اپنے ماقبل کی تاکید ہے اور معنے یہ ہیں کہ مرد و عورتیں اعمال خیر سے ثواب پانے میں اور ضائع نکیے جانے میں یکساں ہیں ۔ اور شیخ ابن کثیر نے قولہ بعضکم من بعض میں کہا یعنے تم سب میرے ثواب میں برابر ہو ۔ اور بعض نے کہا کہ دین و نصرت میں اور بعض نے کہا موالات میں چنانچہ کہا المومنین والمومنات بعضھم اولیاء بعض ۔ لیکن اول اظہر و اولی ہے پھر مفسرین نے اسکا شان نزول بیان کیا ۔ نزلت لما قالت ام سلمۃ یا رسول اللہ لا اسمع اللہ تعالے ذکر النساء فی الھجرۃ بشی ۔ یعنے نزول اس آیت کا اسوقت ہوا کہ جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نہیں سنتی ہوں کہ اللہ تعالے نے عورتوں کو ہجرت میں کچھ بھی ذکر کیا ہو ۔ رواہ الترمذی والحاکم وصححہ وسعید بن منصور ۔ معنے یہ کہ حضرت صلعم کی طرف اپنے وطن چھوڑکر مرد بھی آئے اور عورتیں بھی سو مردوں کے حق میں تو بڑا ثواب مذکور ہے لیکن عورتوں کا ذکر صریح نہیں ہے اور سعید بن منصور کی روایت میں ہے کہ انصار مدینہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ مہاجرہ عورتوں میں سے پہلے ظعولی حضرت ام سلمہ رضی آئی تھیں اور نیز حضرت ام سلمہ رضی سے روایت ہے کہ قولہ تعالے فاستجاب لھم ربھم الآیۃ ۔ یہ آخر آیت ہے جو نازل ہوئی ۔ رواہ ابن مردویہ ۔ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ معاملہ ہجرت میں یہ سب سے آخر آیت نازل ہوئی ہے ورنہ قرآن مجید میں سب سے آخر آیت تو قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیہ ہی کام

اگر کہا جاوے کہ یہ آیت تو فاء تعقیب سے جواب مومنین کی دعا کا ہے ۔ کہا جائیگا کہ ہاں اور بات یہ ہے کہ مومن جیسے مرد ویسی عورت تو یہ عام کا جواب ہے ۔ اور دعا و سوال بعضے واحد ہیں ۔ **فَالَّذِينَ هَاجَرُوا** ۔ من مکۃ الی المدینۃ ۔ پس جن لوگوں نے ہجرت کی ۔ یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف اور اولی یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ اپنے وطنوں سے رسول اللہ صلعم کی طرف ہجرت کی اور مدارک میں کہا کہ اپنے وطنوں سے جو دار الکفر تھا دین لیکر اللہ تعالے کی طرف بھاگے جہاں اعمال دین کو بے روک ٹوک ادا کر سکیں کیونکہ ہجرت تو آخر زمانہ اسلام میں بھی ہوگی جیسے ابتداء سے اسلام میں تھی **مترجم** کہتا ہے کہ شاید ہجرت کو عام لیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ خطاب تو خاص ہے جیسے لفظ منکم دلالت کرتا ہے ولیکن یہ حق ہے کہ حکم عام ہے اور حدیث میں صحیح ہے کہ الدین یارز الی الحجاز کما تارز الحیۃ الی جحرہا ۔ یعنی جیسے سانپ اپنی بانبی کی طرف پھر جاتا ہے ویسے ہی دین ملک حجاز یعنی مکہ و مدینہ کی طرف رجوع کر جائیگا یعنی آخر زمانہ میں ۔ اگر کہا جاوے کہ حدیث میں صحیح ہوا کہ لا ہجرۃ بعد الفتح ولکن جہاد و نیۃ واذا استنفرتم فانفروا ۔ یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے ولیکن جہاد و نیت باقی ہے اور جب تم جہاد کے واسطے چلنے کو بلائے جاؤ تو قبول کر کے چلو ۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہجرت نہیں رہی تو جواب یہ ہے کہ وہ خاص ہجرت جو قبل ظہور اسلام کے فرض تھی کہ ہر جگہ سے مدینہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاویں اور اسپر عام ثواب کے ساتھ خاص ثواب کا وعدہ تھا وہ بعد فتح کے نہیں ہے اور بھید یہ تھا کہ بعد فتح مکہ کے تمام بلاد دار الاسلام ہوگئے پھر لوگ بامید ثواب ہجرت کے مدینہ میں بھرے جاتے حالانکہ تمام ملکوں میں دین پھیلانا ہمیں مقصود ہے پس ظاہر فرما دیا کہ وہ حکم اب باقی نہیں ہے فافہم واللہ اعلم پھر جاننا چاہیے کہ فالذین ہاجروا مبتدا ہے اور زمخشری نے کہا کہ یہ تفصیل عمل العامل کی برسبیل تعظیم ہے اور بیضاوی و مدارک نے اسکی تبعیت کی اور کرخی نے کہا کہ ظاہر یہ کہ یہ موصول ہے کہ اسکے جملے سب صفات واقع ہیں پس جو جزا و ثواب مذکور ہے وہ اسکے واسطے ہوگا جو ان اوصاف کا جامع ہو اور مدارک میں کہا کہ گویا یوں کہا کہ جسنے یہ اعمال لائق فائق ادا کیے وہ مستحق اس ثواب کا ہے (ف) یہ بھی احتمال ہے کہ جسنے ان میں سے کوئی کام کیا وہ مستحق ہے واللہ اعلم ۔ **وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ** ۔ اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے **ف** وہ آنحضرت صلعم و مہاجرین کبار صحابہ قریش ہیں کہ اہل مکہ نے انکو نکال باہر کیا اور مال متاع اقارب گھر بار چھوٹا اور ایذا پائی اسیواسطے فرمایا ۔ **وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي** ۔ دیئے اور میری راہ میں ایذا دیے گئے یعنی میرے دین کے بارہ میں **ف** یعنی راہ خدا سے مراد دین الٰہی ہے اور البتہ اہل اسلام کو ابتدا میں سخت ایذا پہونچی اور ایک بلال تھے کہ کسی کافر کے غلام تھے وہ معاذ اللہ تعالے مکہ کی جلتی گرمی میں جلتے پتھر پر لٹاتا اور گرم تیل چھڑکتا اور مارتا وغیر ذالک کہ محمد صلعم سے منکر ہو اور بلال سخت دردناک ہونے سے چیختے چلاتے مگر یہی کہے چلے جاتے کہ واللہ میں محمد صلعم سے کفر نہ کرونگا اور صحیح میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ تو اللہ تعالے کے ساتھ شرک نہ کرنا اگرچہ قتل کیا جاوے یا آگ میں جلایا جاوے ۔ **وَقَاتَلُوا** ۔ الکفار اور لڑے کافروں سے ۔ **وَقُتِلُوا** ۔ بالتخفیف والتشدید وفی قراءۃ بتقدیمہ ۔ یعنی جمہور کی قراءۃ میں قتلوا و قاتلوا ہے محی السنۃ نے لکھا بدو وجہ اولٰی انہ قتلوا اولا ثم قاتل الباقون یعنی اول قتل کیے گئے پھر باقیوں نے قتال کیا اور دوم آنکہ قتل کیے گئے درحالیکہ انھوں نے قتال کیا تھا الحاصل جن بندوں میں یہ اوصاف ہیں کہ انھوں نے ہجرت کی اور اپنے گھربار سے نکالے گئے اور میری راہ میں ایذا دیے گئے اور نصرت الٰہی کے لیے قتال کیا و مارے گئے تو انکا ثواب عظیم ہے کہ **لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ** ۔ استرنا بالمغفرۃ ۔ انکے گناہوں کو مغفرت سے چھپا لونگا ۔ **وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ** ۔ اور انکو جنات میں داخل کرونگا جنکے نیچے نہریں جاری ہیں ۔ **ثَوَابًا** ۔ مصدر فی معنی لاکفرن موکد ۔ یعنی ثوابا کی تقدیر یہ ہے کہ لاثیبنہم بذلک اثابۃ ۔ پس یہ اپنے ماقبل کا موکد ہے کیونکہ لاکفرن و لادخلن یعنی لاثیبن ہے ۔ پس ثواب سے یہاں

ثوابًا مصدر کے ہو وے در اصل وہ ایسی چیز کا نام ہو جس سے ثواب دیا جاتا ہو مانند لفظ عطا کے کہ اس چیز کا نام ہو جو عطیہ ربانی ہو۔ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ فیہ التفات عن المتکلم یعنے من عندنا۔ کی جگہ من عند اللہ۔ فرمایا پس تکلم سے غیبت کی طرف التفات فرمایا اور فائدہ اسکا تفخیم شان ہو المعنے یہ عطیہ عظمیٰ ثواب از جانب اللہ تعالے مالک کمال ہو۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ الجزاء اور حال یہ کہ اللہ تعالے کے یہاں جزاے جمیل ہو اس آیت مین مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے لیے کمال منزلت و قرب عظمیٰ ہو ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے فالذین ہاجروا واخرجوا من دیارہم۔ اس آیت کریمہ مین اشارہ ہو کہ ہاجروا یعنے جو چیز غیر خداے تعالے ہو اس سے اللہ تعالے کیطرف ہجرت کی قال المنذر جم حدیث مین ہو المہاجرین ہجر السیئات۔ مہاجر وہی جسنے برائیون و گناہون کو چھوڑ دیا۔ اوذوا فی الصحاح فاسحن پھر اللہ تعالے نے دشمنون کو آمادہ کیا کہ خاص بندون کو انکے دیار سے نکالین تاکہ یہ دنیاوی دیار کافرون کو ملین اور آخرت کے مومنین وارث ہو جاوین اور صدق الیقین مین فائدہ ہوتا کہ وہ طبعی محبت سے بھائیون و وطن کی طرف میل نہ کرین اور بعض نے کہا کہ انھون نے نفس بد کو چھوڑا اور بدکارون سے دوری اختیار کی۔ قولہ تعالے واوذوا فی سبیلی۔ اہل بیان نے جبتک منکرون کی تلخ ایذا نہ چکھی تب تک انکو یہ مرتبہ حاصل نہوا یعنی دشمنون کی ایذا سے اولیا کے سینے تنگی مین ڈالے تاکہ منکرین کی جہت سے انکے نفس مین جو غضب و غصہ آوے اسکو اللہ تعالے کے واسطے پی جاوین تاکہ اسکے بعد انپر ابواب خطاب مفتوح ہون اور شیخ جوینی نے فرمایا کہ ہمارے بھائیون کو اللہ تعالے ہماری طرف سے بہتر جزا دے کہ ہم کو اللہ تعالے کی طرف پھیرا اور یہ اللہ تعالے کا طریقہ تمام اہل سلوک و معارف کے واسطے جاری ہو اور اللہ تعالے فرما چکا ہو ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ پھر یہان شیطان اپنے یارون کو وسوسہ ڈالتا ہو کہ اگر یہ بندے مومنین مہاجرین وغیرہ اچھے ہوتے تو کیون تکلیف پاتے اور کیون ایذا اٹھاتے اور کیون مارے جاتے اور کیون گھربار سے نکالے جاتے وہ ان کا احمق کو یہ معلوم نہین کہ آخرت کی خصوصیت و منزلت پر مومنون کو یقین کامل ہو تو دنیاے فانی و حقیر سے منھ موڑا اور آخرت کو لے لیا تو دنیاے ملعونہ کو کافرون کے لیے چھوڑ دیا اور یہ اللہ تعالے کے واسطے ہو پس اللہ تعالے نے آگاہ کیا بقولہ تعالے

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيلٌ قف ثُمَّ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ

نہ بہکاوے تو اسیر کہ آتے جاتے ہین یہ کافر شہرون مین یہ فائدہ تھوڑا سا ہے پھر انکا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور کیا برا ٹھکانا ہے لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے انکو باغ ہین کہ جنکے نیچے جاری ہین نہرین

خٰلِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ

رہ پڑے ہین ان مین مہمانی اللہ تعالے کے یہان سے اور جو اللہ تعالے کے یہان ہو وہ بہتر ہو نیک بندون کے لیے

و نزل لما قال المسلمون اعداء اللہ فیما نری من الخیر و نحن فی الجہد۔ بعضے مسلمانون نے کہا کہ دشمنان خدا یعنے کافر لوگ تو ہم دیکھتے ہین کہ ایسی بھلائی مین ہین یعنے ایسے عیش و فراخی مین ہین اور ہم لوگ تنگی مین ہین تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا يَغُرَّنَّكَ۔ تجھے دھوکا نہ دیوے۔ پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اور مراد امت والے ہین جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلعم کی تثبیت مقصود ہو یعنے آپ مضبوط رہین کچھ خطرہ نہ آوے کہ کافر کیون ایسے عیش مین ہین اور منذر جم کہتا ہو کہ امام محی السنہ نے معالم مین قول اول ہی پر اقتصار کیا اور میرے نزدیک وہی صحیح ہو اور آنحضرت صلعم خود فرماتے تھے کہ دنیا و ما فیہا ملعون ہو سواے ذکر الٰہی

وعالم ومتعلم کے (السنن) اور فرماتے تھے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا نہیں مگر ایسی جیسے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے سو دیکھ لو کہ اس
انگلی میں کتنا آتا ہے (رواہ مسلم) اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے جسمیں یہ مضمون ہے کہ میں آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلعم ایک مشربہ میں فرماکی
کھڑی چٹائی پر جس کی چھال بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ سر مبارک کے نیچے رکھے لیٹے ہیں پس میں نے دیکھا کہ آپ کے بدن مبارک پر چٹائی کا نشان
پڑ گیا ہے - یہ دیکھکر میں رونے لگا آپ نے فرمایا کہ کیوں روتے ہو میں نے عرض کیا کہ روم کا بادشاہ نصرانی اور ایران کا بادشاہ مجوسی تو اس
عیش میں ہوں اور آپ اللہ عزوجل کے رسول ہو کر اس حال میں ہیں پس آپ اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اے عمر تم اس خیال میں پڑ گئے بھلا تم
اس بات پر راضی نہیں کہ اُنکے واسطے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہے (رواہ البخاری وغیرہ) پس صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب
فرما کر لوگوں کو تنبیہ کی کہ لا یغرنک - تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا - تصرفهم - فِي الْبِلَادِ - بالتجارة والكسب - یعنے تجھے دھوکا
نہ دے کافروں کا تصرف ان ملکوں میں ف یعنے شہروں میں تجارت کرتے اور کماتے پھرتے ہیں - ایسا ہی سدیؒ سے تقلب کے معنے
چلتے پھرتے مذکور ہیں اور عکرمہؒ نے کہا کہ خوشی و نعمت کے ساتھ کافروں کے رات دن پلٹنا مراد ہے - مگر لفظ بلاد کی نظر سے معنے اول راجح ہیں
ہو - مَتَاعٌ قَلِيْلٌ - يتمتعون به في الدنيا يسيرا ويفنى - یہ متاع قلیل ہے جس سے دنیا میں حقیر نفع لینگے پھر فنا ہو گی - ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ
جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ - پھر اس تمتع بمتاع قلیل کے پیچھے ان کافروں کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور بُری مہاد ہے - اور مہاد بمعنے ما مهدوا
لانفسهم - جو انھوں نے اپنی جانوں کے لیے کفر کر کے ممہد کر رکھی ہے یا اللہ تعالے نے انکے لیے مہیا کی ہے اور ابن عباسؓ نے مہاد کی منزل سے
تفسیر فرمائی یعنے اُترنے کی جگہ اور اول سورۂ بقرہ میں مہاد بمعنے فراش مذکور ہوا اور سب معانے متقارب ہیں - پھر جبکہ کافروں کی دنیاوی لذت کا
حال فرمایا کہ قلیل ناپائدار ہے تو اہل ایمان کی اُخروی نعمت جمیل پائدار کو بیان کیا بقولہ تعالے - لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ - لیکن وہ
بندے جنھوں نے اپنے رب کا تقوی کیا - یعنے شرک سے بچے - لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا - تو انکے لیے جنات ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہیں اسمیں ہمیشہ رہینگے ف کبھی نہیں نکلینگے اور نہ فنا ہونگے اگر کوئی کہے کہ جنت
میں ابتدا اگر خلود کہاں متحقق ہو سکتا ہے کیونکہ خلود خواہ بمعنے دوام ہو یا بمعنے مدت دراز ہو بدون اسقدر مدت گذرنے کے کیونکر متحقق ہوگا پس خالدین حال نہیں ہو سکتا
تو مفسرینؒ نے جواب با لقولہ ای مقدرین الخلود فیها - ای درحالیکہ مقدر کیا گیا ہے انکے حق میں خلود اس جنت میں اگر کہا جاوے کہ خلود بمعنے مدت دراز ہے تو کبھی خارج ہونگے
جواب یہ ہے کہ اگر خلود بمعنے مدت دراز مان لیا جاوے اور ہمیشگی کے معنے میں نہ لیا جاوے تو دیگر دلائل مانند قولہ تعالے لا یبغون عنها حولا وغیرہ سے ثابت ہے کہ انکا خلود ہمیشہ
کے لیے ہوگا کبھی خارج نہونگے فافہم - پھر اللہ عزوجل نے ان بندوں کی تشریف کے لیے ارشاد فرمایا - نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ - درحالیکہ یہ مہمانی ہے اللہ تعالے کے
یہاں سے مفسرینؒ نے کہا نزل وہ چیز جو مہمان کے واسطے مہیا ہو اور نصب اسکی بنا بر ینکہ جنات سے حال واقع ہے جو نکرہ موصوفہ ہے اور عامل اسمیں ظرف کے معنے ہیں
یعنے ثبت لهم جنات پس جبکہ سلطان عزت کبیر المتعال لم یزل ولا یزال الحی القیوم کی طرف سے مہمانی ہے تو اسکی خوبی و قدر و اندازہ کسی کے خیال میں نہیں
آ سکتا اور جو کچھ چیزیں اسکی بیان ہوئی ہیں اسیقدر کہ جو بندوں کی فہم میں کچھ آ جاویں ورنہ اسکی سب نعمتیں فہم بشر سے خارج ہیں اسیواسطے
یوں فرمادیا - وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ - من الثواب - اور اللہ تعالے کے یہاں جو ثواب ہے وہ - خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ - من متاع الدنيا - بہتر ہے
ابرار کے لیے یعنے متاع دنیا سے بہتر ہے ف متاع دنیا سے بہتر ہونے کی خصوصیت کی حالانکہ سوائے حضرت حق عزوجل کے سب سے بہتر ہے تو
یہ بنظر سیاق کلام کے ہے - پھر شیخ ابن کثیرؒ نے ابرار کی تفسیر میں نقل کیا کہ عمرو بن العاص نے مرفوعاً روایت کی کہ ابرار انکا نام اسوجہ سے ہوا کہ
انھوں نے اپنے باپ دادا بزرگوں کی خدمتگذاری میں اور بیٹے پوتے اولاد کی پاسداری میں نیکوئی کی جیسے تیرے والدین کا تجھ پر حق ہے ایسے ہی

تیرے فرزندونکا نیچر حق ہے۔ رواہ ابن مردویہ وقد رواہ ابن ابی حاتم عنہ موقوفا من قولہ قال ابن کثیر وہو الاشبہ واللہ اعلم۔ اور حسن نے فرمایا کہ ابرار وہ ہیں جو چیونٹی کو بھی نہیں ستاتے ہیں۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور ابو الدرداء رضہ نے فرمایا کہ کوئی مومن نہیں مگر آنکہ موت اسکے لیے بہتر ہے اور کوئی کافر نہیں مگر آنکہ اسکے لیے زندگی خراب اور موت اسکے لیے بدتر ہے اور جو میرے قول کی تصدیق نہ کرے وہ پڑھے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وما عند اللہ خیر للابرار۔ اور فرمایا ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لہم خیر لانفسہم الآیۃ۔ رواہ ابن جریر وروی نحوہ ابن ابی حاتم و عبد الرزاق عن ابن مسعودؓ اگر کہا جاوے کہ حدیث میں صحیح ہوا کہ مومن کے واسطے اسکی زندگی بہتر ہے پھر اس روایت مذکورہ کے کیا معنے ہیں تو جواب یہ کہ اس حدیث صحیح میں جو آیا اسکے معنے یہ ہیں کہ اسکی زندگی اسکو نافع ہے جب تک زندہ رہیگا اسکے حق میں نفع ہوگا یعنے زیادہ نیکی کماویگا یا توبہ کریگا اور اثر مذکور سے یہ بات نکلی کہ موت اسکے واسطے انجام میں عمدہ ہے کیونکہ اعمال خیر کا وہاں بہت بڑا اجر پاویگا لقولہ تعالےٰ وما عند اللہ خیر للابرار۔ پس زندگی اسکی کار خیر کے واسطے بہتر ہے اور موت ثواب خیر کے لیے بہتر ہے اور رہا کافر تو اسکی زندگی بدتر ہے کیونکہ جتنا زیادہ جیا اتنا ہی عذاب زیادہ ہوگیا اور موت اس سے زیادہ بدتر کہ عذاب میں پڑیگا اور علی ہذا ثابت ہوا کہ کفر کے عذاب میں بھی کمی زیادتی ہوگی لیکن نفس کفر کا جو عذاب ہے کہ دائمی آگ میں جلے اسمیں سب کفار برابر ہونگے اور البتہ صحیح ہوا کہ ابو طالب کے واسطے یہی ہوگا کہ آگ کی دو جوتیاں پہنائی جاوینگی جس سے دماغ اُبلیگا اور شاید یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خاص ابو طالب کے واسطے ہے لیکن دائمی ہونے میں کمی ثابت نہیں ہوئی واللہ تعالےٰ اعلم۔ ف شیخ نے عرائس البیان میں لکھا کہ قولہ تعالےٰ لا یغرنک تقلب الذین کفروا الآیۃ۔ واضح ہو کہ کفر کے تین معنے آتے ہیں اول کفر بمقابلہ ایمان کے جسکی سزا دائمی جہنم ہے دوم کفر جو اعتقاد اسلام کے ساتھ بدعت قبیح مانند خوارج و روافض وغیرہ کے ہو۔ اور یہ جب اول کفر تک نہ پہونچے تو اسلام سے خارج نہیں کرتا اگرچہ اعتقاد کفری ہے سوم اعمال قبیح مانند زنا وغیرہ کے جو اعمال کفریہ ہیں یعنے یہ ایمان کے اعمال نہیں ہیں اور یہ درحقیقت دو ہی قسمیں ہوئیں اول کفر حقیقی بمقابلہ ایمان کے اور دوم کفر جو اسلام کے اندر اعمال کفری سے ہو جس سے کفر کا حکم نہ دیا جاوے لیکن کہا جاوے کہ اس شخص کا یہ فعل و عمل کفری ہے جب یہ معلوم ہوا تو جن لوگوں نے کفران نعمت کیا وہ بھی اس قسم دوم کے کفار ہیں کما فی قولہ تعالےٰ ان الانسان لظلوم کفار الآیۃ چنانچہ اسی آیت کی تفسیر میں توضیح و تحقیق آویگی انشاء اللہ تعالےٰ شیخ رح نے کہا کہ اسمیں اشارہ یہ ہے کہ اے مخاطب تجھ کو فریب نہ دیں وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ سے اخلاص چھوڑکر ریاکاری و شرک خفی میں دنیا و نفس کے بندے ہوگئے کہ شہروں کو تجھانے یعنے شہروں شہروں پھرتے ہیں تاکہ فصاحت و بلاغت حاصل کریں اور آداب میں تکلف سیکھیں اور زینت کریں اس غرض سے کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیں اور انکے رئیس بن بیٹھیں اور اولیاء اللہ تعالےٰ کے مقابلہ میں مکاری کریں کیونکہ انکے احوال تو چکنے چپڑے ہوتے ہیں اس سے انکی مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سچے بندوں کی توقیر لوگوں کے دلوں سے اٹھاویں اور اپنی بدعت پھیلاویں اور اللہ عز و جل سچے بندوں کا مرتبہ ہردم اپنے فضل سے بڑھاتا اور انکا تقرب زیادہ کرتا ہے جب سے نفس پرست ہوا و ہوس کے بندوں کی خواری ہوتی اور نیز ان مکروں کی تندرستی و موٹا تازہ ہونا اور دنیا میں عیش کے ساتھ ہونا اور لوگوں کا انکی طرف جھکنا اور دنیا انکی طرف ٹوٹ پڑنا تجھے فریب نہ دے ان خبیثوں نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ لڑائی باندھی اسطرح کہ اولیاء اللہ تعالےٰ سے عداوت رکھتے ہیں سو یہ چند دن چانگلے ہیں اور مدتوں خوار پڑے رہینگے اور حسرت سے اپنی انگلیاں چباوینگے جب دیکھینگے کہ اولیاء اللہ تعالےٰ کے چہرے آفتاب عنایت سے چمکنے لگینگے اور یہ زمین نور حضرت سے منور ہوگی اور نیکوں کی جماعت و مجمع حشر اور حضور کتاب داول الالباب۔ وانبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین میں یہ لوگ فضیحت ہونگے شیخ لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے مکار صوفیوں اور بنے ہوئے شہوت پرست عالموں کے حق میں یہ سخت وعید ہے مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ میں تو حدیث شریف میں جو حالات بطور معجزات

غیب کے ہمکو بتلائے گئے تھے سب موجود ہین اور لوگون نے جاہلون کو اپنے زعم باطل مین بڑا عالم سمجھکر اپنا پیشوا بنا لیا کیونکہ عوام جو بدعتین چاہتے ہین یہ جہال بھی وہی ہانکتے ہین کیونکہ اسرار شریعت و علم قرآن و حدیث سے جاہل ہین تو دوسرون کو گمراہ کرتے ہین مسلمانون مین مقلد و غیر مقلد اور وہابی و بدعتی وغیرہ کے فساد پھیلاتے اور جماعت اسلام کو ذلیل کرکے خود خوار ہوتے پھرتے ہین اعاذنا اللہ تعالے ایانا و اہل الاسلام من شرہم و وفقنا للایمان والوفاق وہو علی کل شئی قدیر۔ شیخ یوسف رحمہ اللہ نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ تجکو یہ بات فریب نہ دے کہ جاہل لوگ اس دنیا مین کثرت سے بڑھے اور اسکی نعمتون پر گھمنڈ کرتے ہین آخر یہ جہل ہوکر دوزخ کی طرف جانے کا زاد راہ لیجاتے ہین قولہ تعالے وما عند اللہ خیر للابرار۔ اسمین اللہ عز وجل نے متقیون کا درجہ جنت بلند ہوتا بیان فرمایا لیکن جو کچھ انکے واسطے الطاف عظیم لینے یہان رکھے ہین وہ مبہم کردیے بقولہ وما عند اللہ خیر للابرار یعنے اللہ تعالے کے یہان جو نعمت و قرب منزلت ہے وہ قیاس سے باہر اور نے مثل ہمیشہ ہے اور نیز تصریح کردی کہ مراتب ولایت مین اعلی درجہ متقین کا ہے اور تقوی یہ ہے کہ باطن کو لوث طبیعت سے پاک کرے اور اخلاق کو منافات و امر و نواہی کے میل کچیل سے صاف رکھے اور راہ سنت پر مستقیم ہو اور ابرار وہ لوگ ہین جو معرفت مین مستقیم ہون اور یہ تقوی سے بھی اعلی مرتبہ ہے اور یہان بیان فرمایا کہ متقین جنت مین ہین اور ابرار منزل خاص مین ہونگے اور نیز طالبان حق کو تنبیہ ہے کہ اے مریدین تم اس دنیا مین امتحانی حسن و طراوت سے تعجب مت کرو بلکہ مجاہدہ مین جو سختی کھینچو گے اسکا نتیجہ تم کو میرے دیدار و قرب و مشاہدہ سے عیش خوشگوار بے مثال حاصل ہوگا۔

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خٰشِعِينَ

اور کتاب والون مین سے　بعضے وہ بھی ہین جو مانتے ہین اللہ کو　اور جو تمہاری طرف اترا　اور جو انکی طرف اترا　ڈرتے ہوے

لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُونَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اللہ تعالے کے واسطے　نہین خریدتے　اللہ کی آیتون کے بدلے مول تھوڑا　وہ لوگ ہین کہ انکی مزدوری انکے رب کے یہان ہے

إِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ

اللہ تعالے بیشک جلد حساب کرنے والا ہے

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ۔ کعبد اللہ بن سلام واصحابہ والنجاشی اہل کتاب میں سے (یہود و نصاری مین سے) بعضے ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان لائے ہین۔ مانند عبد اللہ بن سلام و اسکے ساتھیون کے اور مانند نجاشی بادشاہ ملک حبش کے مترجم کہتا ہے کہ شیخ مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ یہ آیت کریمہ تمام اہل کتاب کے حق مین ہے جو مسلمان ہوے اور ایسا ہی ابن ابی نجیح نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ مراد مسلمانان اہل کتاب ہین اور اسمین شک نہین کہ حکم آیہ کریمہ کا سب مسلمانان اہل کتاب کے حق مین عام ہے اور اسی پر امام شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے آیت کریمہ کی تفسیر مین اچھی تقریر کی بایں طور کہ اللہ عز وجل نے ایک گروہ اہل کتاب کی خبر دی کہ وہ اللہ تعالے پر جیسا چاہیے ایمان لاتے ہین اور جانتے ہین کہ وہ خالق قادر مختار ہے جسکو چاہے نبوت دے اور علیم خبیر ہے جو شرع اسنے مقرر فرمائی عین حکمت ہے اور محمد صلعم پر اور جو اپنے نازل ہوا ایمان لاتے ہین باوجود اس ایمان کے جو اگلی کتابون پر ہے اور انبیا پر اللہ تعالے نے نازل کی ہین ایمان رکھتے ہین اور وہ اللہ تعالے کے واسطے خاشع ہین یعنے اسکے مطیع اور اسکے سامنے گڑگڑاتے اپنے کو ذلیل بناتے اور تمام تعظیم اسکے واسطے جانتے ہین اور خریدتے نہین آیات الہی کے بدلے تھوڑا مول یعنے محمد صلعم کی جو نعت و صفت و بعثت کا حال و حضرت صلعم کی امت کا حال جو کچھ جانتے ہین وہ دنیا کی لالچ سے نہین چھپاتے ہین اور اہل کتاب مین سے یہ لوگ برگزیدہ و بہترین خواہ یہود ہون یا نصرانی ہون اور اللہ تعالے نے سورۂ قصص

ہین فرمایا۔ الذین اتیناہم الکتاب من قبلہ ہم بہ یومنون واذا یتلی علیہم قالوا آمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولئک یوتون اجرہم مرتین الآیۃ۔ اور فرمایا الذین اتیناہم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ الآیۃ۔ اور فرمایا۔ ومن قوم موسی امۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون۔ یعنے موسیٰ کی قوم سے بھی ایک گروہ ایسا ہی کہ حق کی راہ چلتے ہین اور اسی سے اپنے کو ٹھیک کرتے ہین اور دیگر آیات نقل کرکے کہا کہ یہود مین سے بہت تھوڑے لوگ ایسے ہین جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مع چند علماے یہود کے جو ایمان لائے مگر انکی تعداد دس تک بھی نہین پہونچی اگرچہ عوام کو ملاکر بہت ہون اور رہے نصاریٰ تو ان مین ایسے بہت ہین جو ہدایت پر چلے اور حق کے مطیع ہوگئے اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا۔ ولتجدن اقربہم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاری الآیہ۔ یعنے مومنون کے ساتھ زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ملینگے جو اپنے آپکو نصاریٰ کہتے ہین اور صحیح مین ہی کہ جعفر بن ابیطالب رضی اللہ عنہ نے جب بادشاہ حبشہ کے سامنے سورۂ کہیعص پڑھی تو بادشاہ رونے لگا اور اسکے ساتھ جو بطریق و قسیس بیٹھے تھے سب یہان تک روئے کہ داڑھیان تر ہوگئین اور صحیحین مین ثابت ہی کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کی وفات کی خبر جبرئیل علیہ السلام نے دی تو حضرت صلعم نے صحابہ رض سے فرمایا کہ حبش مین تمہارا بھائی مرگیا پھر سب کو لیکر میدان مین گئے اور صف باندھکر اسپر نماز پڑھی مترجم کہتا ہی کہ محی السنہ نے معالم مین حضرت ابن عباس و جابر و انس رضی اللہ عنہم و قتادہ کا قول بیان کیا کہ یہ آیت اسی بادشاہ نجاشی کے معاملہ مین اُتری اور نام اسکا اصحمہ تھا جو عبری زبان مین عطیہ کے معنے رکھتا ہی اور اس روایت مین ذکر کیا کہ حضرت صلعم صحابہ کو لیکر میدان بقیع کو گئے اور آپ کے واسطے زمین حبشہ تک پردہ اُٹھ گیا پس آپ نے نجاشی کا جنازہ دیکھا اور اسپر نماز پڑھی شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک سے روایت ہی کہ جب نجاشی رض نے وفات پائی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے واسطے استغفار کرو یعنے اسکی مغفرت مانگو (یعنے بعد نماز پڑھنے کے جیسا کہ مذکور ہوا) تو بعض لوگون نے کہا کہ دیکھو ہم کو حکم دیتے ہین کہ ایک گبر کے لیے جو حبش مین مرگیا ہی استغفار کرین منافقون نے پس نازل ہوا قولہ وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ من طرق وعبد بن حمید اور حضرت جابر رض سے روایت ہی کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کا انتقال ہوا تو ہم سے حضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہارا بھائی اصحمہ مرگیا پھر نکلکر نماز پڑھی جیسے جنازہ پر نماز پڑھا کرتے ہین اور چار تکبیرین کہین پھر منافقون نے کہا کہ دیکھو ایک گبر پر نماز پڑھتے ہین جو حبش مین مرگیا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وان من اہل الکتاب الآیہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ ہم کو خبرین پہونچتی تھین کہ برابر نجاشی رض کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہی رواہ ابوداود اور صحیحین مین ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ہین جنکو دوہرا ثواب ملیگا پھر انہین سے ایک قسم وہ اہل کتاب فرمائے جو پہلے نبی پر ایمان لائے پھر حضرت صلعم پر ایمان لائے محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ عطاء رح نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ اہل حبش کے بتیس اور روم کے آٹھ آدمیون کے حق مین اُتری جو عیسائی تھے پھر اسلام مین اللہ عزوجل کے مطیع ہوے پس اللہ تعالیٰ نے مدح فرمائی کہ اہل کتاب مین بعضے ایسے ہین کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہین۔ یعنے پہلے تو اکثر کیا پر اپنے زعم کے بنائے ہوے خدا پر ایمان لائے تھے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لائے تھے اب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہین۔ **وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ**۔ ای القرآن اور اس کلام پاک پر جو تمپر اُتارا گیا یعنے قرآن پر۔ **وَمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ**۔ اور جو انکی جانب اُتارا گیا تھا۔ یعنے توریت و انجیل پر **خٰشِعِيۡنَ لِلّٰهِ**۔ درحالیکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے خشوع کرنے والے ہین ف حال مین ضمیر یومن راجع فیہ معنی من ای متواضعین۔ یعنے خاشعین کو نصب بنابر حال ہونے کے ہی اور یہ یومن کی طرف راجع ہو حال ہی اور وہ لفظ مین اگرچہ مفرد ہی مگر معنے مین جمع و واحد سب کو یکسان ہی پس یومن کی ضمیر سے حال اس صورت سے ہی کہ من کے معنے یعنے جمعیت کی رعایت ہی اور خاشعین کے معنے متواضعین ہین یعنے اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے ہین۔ **لَا يَشۡتَرُوۡنَ**

بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ۔ التی عندہم فی التوراۃ والانجیل من نعت النبی صلعم ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۔ من الدنیا۔ خریدتے نہیں تھوڑا مول بمقابلہ آیات الٰہی کے ف یعنے توریت وانجیل کی آیات میں جو صاف حضرت خاتم النبیینؐ کا بیان ہوئے ہیں انکو دنیاوی حقیر مال کے لیے نہیں چھپاتے ہیں اور ثمن قلیل سے مال دنیاوی مراد ہے۔ پھر اس مال دنیاوی کے عوض انکے نہیں بیچنے کا طریقہ بتلایا ۔ بان یکتموہا خوفا علی الریاسۃ کفعل غیرہم من الیہود یعنے نہیں بیچتے باین طور کہ ان آیتوں کو چھپاویں بخوف اسکے کہ ہماری سرداری جاتی رہیگی جیسے انکے سواے دوسرے یہود نے اس خوف سے چھپایا۔ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ ۔ ثواب اعمالہم ۔ ایسے نیک عہد بندوں کے لیے ثواب ہے یعنے انکے کاموں کا ثواب ہے۔ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۔ یوتونہ مرتین کما فی القصص انکے پروردگار پاس ثواب وچند دیے جاوینگے جیسا کہ سورۂ قصص کی آیت میں ہے اولٰئک یوتون اجرہم مرتین الآیۃ ۔ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ۔ یحاسب الخلق فی قدر نصف نہار من ایام الدنیا۔ اللہ تعالیٰ سریع الحساب ہے چنانچہ حساب لیگا تمام مخلوق کا اتنی دیر میں جو دنیا کا آدھا دن ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور یہاں تحقیق طویل ہے جو آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر آویگی۔ اور مجاہدؒ نے کہا کہ سریع الحساب کہ سریع الاحصاء رواہ ابن ابی حاتم ای احصاء شار کانگن لیناوتد قال فلقد احصاہم وعدہم عدا۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خوب شمار میں رکھا ہے کہ اسکے علم سے ایک ذرہ برابر پوشیدہ نہیں ہے پس وہ اپنی مخلوق کا حساب نہایت جلد فرماویگا حتی کہ مومن پر روز قیامت ایسا آسان ہو گا جیسے ایک وقت کی نماز کا زمانہ ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عزوجل خالص مومنوں کو سب قسم کے مسلمانوں سے باہمی اتفاق رکھنے کا اور ارتباط الفت کا اور نفسانیت چھوڑ کر تقوے رکھنے کا حکم فرمایا بقولہ تعالیٰ۔

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَصَابِرُوۡا وَرَابِطُوۡا قف وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۠ ع ۱۱

اے ایمان والو ثابت رہو اور مقابلہ میں مضبوطی کرو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہنچو

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا ۔ علی الطاعات والمصائب وعن المعاصی ۔ اے ایمان والو صبر رکھو۔ یعنے صبر کرو عبادات ادا کرنے پر اور مصیبتیں اٹھانے پر اور گناہ کی چیزوں سے باز رہنے پر۔ وَصَابِرُوۡا ۔ الکفار فلا یکونوا اشد صبرا منکم۔ یعنے غالب رہو صبر کرنے اور جمے رہنے میں کافروں پر یہ نہو کہ کافر لوگ تم سے زیادہ صبر کرنے والے ہوں لڑائی کی سختیوں میں۔ وَرَابِطُوۡا ۔ اقیموا علی الجہاد۔ قائم رہو جہاد کرنے پر۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۔ فی جمیع احوالکم۔ ڈرو اللہ تعالیٰ سے اپنے سب حال میں چنانچہ معاذ بن جبل کو جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ ڈرتا رہ اللہ تعالیٰ سے جہاں کہیں تو ہووے اور برائی کے پیچھے بھلائی کر جو اسکو مٹا دے اور لوگوں سے اچھے خلق کے ساتھ مل چل ۔ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔ تفوزون بالجنۃ وتنجون من النار یعنے فلاح یہ ہے جنت پا جاؤ اور نجات پاؤ دوزخ سے ف شیخ ابن کثیرؒ نے اس آیت کریمہ کے تحت میں بہت فوائد ذکر فرمائے لیکن مترجم انہیں سے افید کو اتنا بیان میں ذکر کریگا پس حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اصبروا یعنے پسندیدہ دین اسلام پر جمے رہو سختی و آسانی کسی حال میں نہ چھوڑو یہانتک کہ مرو اور قولہ صابروا ۔ یعنے بمقابلہ دشمنان خدا کے ثابت قدم رہو ایسا ہی بہتیرے سلف نے کہا ہے اور رابطوا قولہ رابطوا تو یہ جمے رہنا مکان عبادت میں ہے اور سہل بن حنیفؓ و ابن عباسؓ و محمد بن کعب القرظی وغیرہم نے فرمایا کہ وہ نماز کے بعد نماز دیگر کی انتظار میں بیٹھنا۔ اور بعض نے کہا کہ رباط مراد ہے یعنے سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا تاکہ کفار اسطرف سے داخل نہو سکیں اور دوسروں نے اسکو تسلیم نہیں کیا اور حدیث میں آنحضرت صلعم نے سردی کے وقت وضو کرنا اور کثرت سے مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اسی کو فرمایا کہ یہی رباط ہے۔ اور ابو سلمہؒ سے روایت ہے کہ ایک روز ابوہریرہؓ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے بھتیجے تو جانتا ہے کہ آیہ یا ایہا الذین آمنوا

اصبروا وصابروا ورابطوا۔ کس بارہ میں اتری ہیں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ حضرت صلعم کے زمانہ میں ایسا جہاد نوتہ تھا کہ اسمیں مرابطہ کرتے بلکہ یہ ایسی
قوم کے حق میں نازل ہوئی جو مسجدوں کو آباد رکھتے ہیں اور نماز کو اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں پھر بیٹھے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرتے ہیں تو انھیں کے
حق میں اتری کہ اصبروا۔ یعنے پانچوں نمازوں پر۔ اور صابروا۔ یعنے اپنے نفسوں کو خواہشوں سے روکو۔ ورابطوا۔ یعنے اپنی مسجدوں میں
واتقوا اللہ۔ اپنے ہر حال میں جو تم پر طاری ہو۔ لعلکم تفلحون۔ اسکو ابن مردویہ رحمہ نے روایت کیا وکذا رواہ الحاکم فی المستدرک بنحوہ وقد رواہ ابن
جریر من طریق عبداللہ بن المبارک من کلام ابی سلمۃ بن عبدالرحمن۔ مترجم کہتا ہی کہ رباط کے یہ معنے کہ سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا یہ بھی
غرض کہ کفار حملہ آور نہون میرے نزدیک ایک طور کا رباط ہی اور رباط وہ بھی ہی کہ مجاہد جہاد کے واسطے گھوڑے پر سوار ہو کر جائے اور وہان
مقیم ہو کر انتظار کرے تاکہ جب مجاہدین اسقدر جمع ہو جاویں کہ دشمنوں پر چڑھنے کے واسطے کافی ہوں تو داخل ہو اور شبہ نہیں کہ پورا اسا ان
جہاد تیار کرو اور گھوڑے مہیا کرو چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا واعدوا لهم ما استطعتم من رباط الخیل ترہبون به عدو اللہ وعدوکم۔ یعنے مہیا کرو
کافرون کے واسطے جہانتک تم سے ہو سکے رباط الخیل یعنے گھوڑے کہ انسے دہشت ناک کرو خدا کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اور ظاہر
ہی کہ یہ حکم اس خطاب کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نازل ہوا ہیں جو معنے یہان رباط کے ہیں وہی حکم رابطوا میں ہی اور صابروا۔ باہم ایک دوسرے
کو صبر دلانا بھی اسمیں شامل ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ کلام پاک میں عام ہے انتہا میں از آنجملہ یہ بھی ہی کہ اگر غیر قوموں سے لوگ ایمان لاویں جنکے دین کو تم پسند
کرو تو انکے ساتھ نکاح بیاہ کرنے میں ہرگز نفس کی شرارت پر مت چلو بلکہ نفس کی ناگواری پر صبر کرو اور حدیث میں ہی کہ جب تمھارے پاس ایسا شخص
آ جاوے جسکے دین کو تم پسند کرتے ہو تو اسکے ساتھ نکاح کر دو اگر ایسا نکرو گے تو زمین میں فتنہ و فساد عریض پیدا ہو گا (رواہ احمد والترمذی وغیرہ) اور جب سے
لوگوں نے فخر و تکبر اختیار کیا تب سے فتنہ و فساد عریض پیدا ہو گیا حتی کہ بہت سے کافی منہم وغیرہ اسوجہ سے اسلام نہیں لاتے کہ وہ تمہاری برادری سے خارج
ہو کر پریشان ہونگے اور مسلمان لوگ انکو نو مسلم و حقیر بناوینگے۔ معاذ اللہ وہ ہمارے حقیقی بھائی سے بہتر ہی جبکہ وہ متقی ہو لیکن جاہلوں سے جو اسنے
فخر و تکبر کے لیے بہتنہی خوفناک ہی کہ جسکے وبال سے دین کا نقصان ہی اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق دیکر آخرت کے لیے مقبول فرماوے اور
نفس و شیطان کے بندہ ہو جانے سے نجات عطا کرے۔ حدیث میں ہی کونوا عباد اللہ اخوانا۔ یعنے اللہ تعالیٰ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ اور حدیث میں
مصرح ہی کہ آدم مٹی سے تھے اور فخر بے تقوی ہی اور اس بارہ میں احادیث بکثرت ہیں جنمیں فخر انساب و مال و جاہ کی مذمت ہی اور باہمی اتحاد و منزلت تقوی کی
تاکید ہے رہا یہ وہم کہ فقہ میں کفو معتبر ہی تو ائمہ علماء نے اتفاق کیا کہ شرع سے اسکا ثبوت نہیں ہی بلکہ وجہ یہ ہی کہ نکاح باہمی الفت ہی اور جب کسی جانب سے
فخر نسب کی جہالت ہو تو مناکحت کا فائدہ نہ ہوگا بلکہ فساد ہو گا تو حکم قضا میں فیصلہ کا قانون عرف و کفو پر ہی۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ غیر کفو میں بالاجماع نکاح
صحیح ہی ولیکن اولیاء کے اعتراض کی صورت میں قاضی فسخ کریگا فافہم۔ پھر واضح ہو کہ رباط میں جمیع اقسام کا ربط جو شرعی محمود ہی شامل ہونا چاہیے اور
سب سے بہتر وہ لڑنا خاص ہی جو احادیث جہاد میں آیا ہی چنانچہ سہل بن سعد الساعدی رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ایک دن کا رباط تمام دنیا وما فیہا
سے بہتر ہی (رواہ البخاری) اور فضالہ بن عبید رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص مرگیا اسکے عمل کا خاتمہ ہو جاتا ہی سوائے اس شخص کے
جو ایسے حال میں مرا کہ راہ خدا میں مرابط تھا یعنے جہاد میں مرابط تھا تو اسکا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہی اور وہ قبر کے فتنہ سے بے خوف ہوتا ہی (رواہ
احمد وابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح وابن حبان وقد رواہ احمد عن عقبۃ بن عامر ورواہ احمد وابن جریر بنحوہ عن ابی ہریرہ) کبیر مترجم کہتا ہی کہ یہ حکم
شاید منجملہ ان احکام کے ہو جو قریب وقوع میں آنے والے ہیں بشرطیکہ رباط سے مصطلح حضرت صلعم کے وقت میں ہو حضرت ام الدرداء نے مرفوعا
روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے مسلمانوں کے کسی ساحل پر تین روز مرابطہ کیا اسکے واسطے ایک سال کے رباط سے کافی ہی۔ رواہ احمد وغیرہ

اور ظاہر جو مقصود رباط ہے وہ یہ ہے کہ نفس کو راہ جہاد میں روکنا اور انتظار غازیان و موسم وغیرہ کے مانند جو امور بالفعل لڑائی کرنے سے مانع ہوتے ہیں انہیں صابر مرابط رہنا اور اسی پر دلالت کرتی حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کہ وہ گذرے وہاں کہ شرحبیل بن السمط مع مجاہدین کے رباط میں تھے اور ان پر مرابطہ اب شاق ہو رہا تھا تو فرمایا کہ ای ابن السمط میں تجھے ایسی حدیث سناؤں جو میں نے حضرت صلعم سے سنی تھی انہوں نے کہا کہ ضرور سنائیے۔ کہا کہ میں نے حضرت صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ ایک رات و دن کا رباط جہاد میں ایک مہینہ کے روزے مع رات کی نماز سے بہتر ہے تا آخر حدیث رواہ الترمذی ومسلم والنسائی۔ اور سہل بن حنظلیہ رضہ سے جنگ حنین کی حدیث طویل میں ہے کہ پھر حضرت نے فرمایا کہ آج رات کون شخص ہماری نگاہبانی کریگا پس انس بن ابی مرثد نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نگاہبان ہونگا۔ آپنے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ سوار ہو کر آئے تو فرمایا کہ اس پہاڑی کی چوٹی پر جا۔ اور آخر حدیث میں ہے کہ صبح کو آپ نے فرمایا کہ رات تو اترا تھا۔ عرض کیا کہ نہیں مگر آنکہ قضاء حاجت یا نماز کے لیے۔ فرمایا کہ تو نے واجب کر لی اب بجز کچھ نہیں کہ آئندہ کچھ عمل نہ کرے رواہ ابوداؤد والنسائی۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ صبر و ثبات و ربط کے حکم میں اولاً جہاد کیلیے یعنی حقیقۃً ہے وثانیاً عام ہے۔ اور زید بن اسلم رضہ سے روایت ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح رضہ نے عمر بن الخطاب رضہ کو خط لکھا اور رومیوں و میوں کا لشکر کثیر جمع ہونا اور خوفناک لکھے پس عمر رضہ نے جواب لکھا۔ **اما بعد** ہرگاہ بندہ مومن پر کوئی سختی نازل ہوتی ہے تو اسکے بعد اللہ تعالے اسکے لیے آسانی کر دیتا ہے اور دو آسانیوں پر کبھی ایک سختی غالب نہو گی۔ اور اللہ تعالے فرماتا ہے۔ کہ یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون رواہ ابن جریر۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ جنگ یرموک کے واقعات ہیں جنکو **امام ابو اسمٰعیل الازدی البصری** رحمہ اللہ نے ثقات اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور **شیخ ابن کثیر** نے یہاں ایک روایت لکھی جو جامع تفسیر و سیر و اخلاق و حدیث وغیرہ ہے میں بھی تبرکاً لاتا ہوں فالامر روی الحافظ ابن عساکر فی ترجمۃ عبد اللہ بن المبارک من طریق محمد بن ابراہیم بن ابی سکینۃ۔ کہا کہ عبد اللہ بن المبارک نے طرسوس میں یہ ابیات مجھے لکھائی اور میں انکو وداع کیا وہ جہاد کو جاتے تھے اور مجھے فضیل بن عیاض رح کے پاس بھیجا اور یہ سنہ ۱۷۰ھ میں واقع ہوا بنا بر دو روایت کے سار ابیات یہ ہیں ع یا عابد الحرمین لو ابصرتنا + لعلمت انک فی العبادۃ تلعب + یعنے ای حرمین مکہ و مدینہ کے مشہور عابد۔ اگر تو ہمکو دیکھے تو جانے کہ تو عبادت نہیں کھیل کرتا ہے + من کان یخضب خدہ بدموعہ + فنحورنا بدمائنا تتخضب + جسکے گال اسکے آنسوؤں سے رنگین ہوتے ہیں + تو ہمارے گلے ہمارے خون سے سرخ ہوتے ہیں + او کان یتعب خیلہ فی باطل + فخیولنا یوم الصبیحۃ تتعب + یا اسکی کوشش امر سخیف میں درماندہ ہوتی ہے + تو صبیحہ قتال کو ہمارے گھوڑے درماندہ ہوتے ہیں + ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا + رہج السنابک والغبار الاطیب + اگر تمہارے واسطے خوشبوے عبیر ہے + تو ہمارے واسطے ٹاپوں سے غبار پاک ہی عبیر ہے + ولقد اتانا من مقال نبینا + قول صحیح صادق لا یکذب + ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قول صحیح صادق وارد ہوا جو کذب نہیں ہو سکتا کہ لا یستوی غبار خیل اللہ فی + انف امرء ودخان نار تلہب + کسی بندۂ خدا کی ناک میں غبار جہاد اور آتش جہنم کا دھوان جمع نہو گا + ھذا کتاب اللہ ینطق بیننا + لیس الشہید بمیت لا یکذب + کتاب اللہ میں تصریح ہے کہ شہید مردہ نہیں ہے + پھر میں نے مسجد الحرام میں فضیل رح کو پاکر حضرت عبد اللہ بن المبارک کا خط دیا۔ پڑھکر آنکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوے اور کہا کہ ابو عبد الرحمن یعنے عبد اللہ رح نے سچ لکھا اور مجھے نصیحت کی ہے۔ پھر مجھسے کہا کہ تو حدیث لکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں + فرمایا کہ اچھا تو میرے پاس ابو عبد الرحمن کا خط لایا اسکی مزدوری یہ میرے پاس سے یہ بیبہا چیز یعنے حدیث لے پھر لکھائی کہ حدثنا منصور بن المعتمر عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ رضہ کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے وہ کام بتا دیجیے کہ میں اس سے اللہ تعالے کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا ثواب پاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا تو کس طرح

نماز پڑھ سکتا ہی کہ کبھی فتور نہ پڑے اور اسطرح روزہ رکھ سکتا ہی کہ کبھی افطار نہ کرے۔ اسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اسکو برداشت کرنے سے
عاجز ہون۔ فرمایا کہ قسم ہی اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ اگر تجھے یہ طاقت بھی ہوتی تو بھی تو اللہ تعالے کی راہ مین
جہاد کرنے والون کے ثواب کو نہ پہونچتا الحدیث ہکذا رواہ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالے ف۔ عن انس مین کہا کہ اللہ عز وجل نے
صبر کرنے کی تاکید کی یعنے درد دکھ کو صبر سے برداشت کیے رہو جبکہ میری طرف سے بلاؤن مین تمپر صبر کرنا شاق ہو تو مصابرت کرو اور رابطہ باندھے
رکھو اپنے دلون کو اور ڈرو اللہ سے ان اسرار کے ظاہر کرنے مین تاکہ اس سے محجوب نہو جاؤ۔ شاید تم فلاح پاؤ یا مین طور کہ میرے جمال و جلال کی نعمت
ملے اور درد فراق سے چھوٹو۔ جنید رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے صبر کو ذکر کیا اور اسکی شان بزرگ بیان فرمائی اور صابرین کا اپنے یہان بڑا مرتبہ
فرمایا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اصبروا و صابروا۔ انکو صبر پر صبر کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا ورابطوا اور یہ ارتباط سر باطنی ہی پوشیدگی کے طور کا
اللہ عز وجل کے ساتھ اور بلا کے ساتھ ثابت قدم رہنا کھلے کھلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الصبر عند الصدمۃ الاولی مترجم کہتا ہی کہ یہ
ایک قصہ کے ساتھ ہی جو صحیحین وغیرہ مین مروی ہی اور معنے یہ کہ صبر تو وہی ہی جو صدمہ اولے کے وقت ہو۔ اور حارث محاسبی رح نے کہا کہ تیر بلا کا نشانہ ہونا
صبر ہی اور بعض نے کہا کہ اصبروا یعنے میرے حکم کی تعمیل مین صبر کرو اور صابروا یعنے میرے دشمنون کے ساتھ لڑائی مین مصابرت کرو اور میری موافقت
و رضامندی مین قلب کو مربوط رکھو۔ اور جعفر رح نے فرمایا کہ گناہون سے صبر کرو اور عبادات بجالانے مین مصابرت کرو اور مشاہدہ مین ارواح کو
مربوط رکھو اور ڈرو اللہ سے یعنے حق عز وجل کے ساتھ انبساط سے بچو (یعنے اتراؤ نہین) اور لعلکم لفظون کے معنے یہ ہین کہ فلاح کے مقام مین اہل صدق
کے درجہ پر تمہارے کھڑے ہونے کو بھی جگہہ مل جاوے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اپنے تن بدن سے بندگی بجالانے پر صبر کرو اور دل سے اللہ تعالے کی
تعظیم مین مصابرت کرو اور اسرار سے راہ شوق و محبت مین مربوط رہو اور ابن عطا رح نے فرمایا کہ صبر تو مطیعین کے واسطے ہی اور مصابرت محبین کے
لیے اور رابطہ عارفین کے لیے ہی اور شیخ استاد رح نے فرمایا کہ صبر تو اسمین جو عہد خاص کیا تھا یا ادای امانت و طاعات وغیرہ اور مصابرت بمقابلہ
دشمن ہی اور رباط ایک نوع صبر ہی ولیکن بروجہ مخصوص ہی اور کہا جاتا ہی کہ اول صبر تو تصبر ہوتا ہی یعنے تکلف سے صابر بنتا ہی پھر صبر حاصل ہوتا ہی
پھر مصابرت ہی پھر اصطبار ہی اور یہ انتہائے درجہ صبر کا ہی۔ اور کہا جاتا ہی کہ اصبروا یعنے بندگی بجالانے پر اور مخالفت سے باز رہنے پر اور صابروا
یعنے خواہش نفسانی و ہوا و ہوس چھوڑنے اور امیدین و علاقہ قطع کرنے پر۔ اور رابطوا یعنے ہر حال مین اللہ عز وجل کے ساتھ یا عموماً ہر ایک
کی مصاحبت مین استقامت کے ساتھ مربوط رہو

سورة النساء مدنية وهي مائة وخمس وست وسبع وسبعون آية

۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۵

سورۂ نساء مدنیہ ہی اور وہ ایک سو پچھتر یا چھہتر یا ستتر آیتین ہین ف۔ یہان دو باتین ہین اول آنکہ یہ سورت دوم آیتون کی تعداد
پس امر اول مین نقاش رح نے کہا کہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرتے وقت اتری اور علقمہ رح نے کہا کہ صدر (یعنے شروع کی آیات ۱۲) اسکا مکی (یعنے شہر مکہ مین ۱۲) ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابن مسعود رض نے
بھی فرمایا کہ جہان یا ایہا الناس ہی وہ اہل مکہ کو خطاب ہی اور جواب دیا گیا کہ خطاب ہونے سے وہان نزول ہونا کبھی لازم نہین۔ اور جمہور کے نزدیک
یہ سورت مدنیہ ہی اور یہی صحیح ہی اور قرطبی رح نے فرمایا سواے ایک آیت کے قولہ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا الآیہ کہ یہ فتح مکہ
کے روز عثمان بن طلحہ الحجبی کے حق مین اتری مترجم کہتا ہی جبکہ اصطلاح یہ لیا وے کہ بعد ہجرت کے جو کچھ نازل ہوا وہ مدنی ہی خواہ کہین
نازل ہوا ہو تو اس استثنا کے کوئی حاجت نہین بلکہ سب مدنی ہی اور دلیل اسپر یہ ہی کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ نہین نازل ہوئی سورۂ نساء مگر

اسوقت کہ مین رسول اللہ صلعم کے پاس تھی رواہ البخاری اور مراد یہ کہ آنحضرت صلعم کے پاس خاف کو بھیجی گئی تھین اور علما نے اتفاق کیا کہ زفاف حضرت عائشہؓ سے مدینہ مین ہوا ہی ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ سورۂ نسار مدینہ مین نازل ہوئی اور ایسا ہی ابن مردویہ نے عبد اللہ بن الزبیر و زید بن ثابتؓ سے روایت کی اور ابن عباس سے ہی کہ سورۂ نسار مین آٹھ آیتین ہین جو اس امت کے واسطے تمام دنیا سے بہتر ہین اول یرید اللہ لیبین لکم ویہدیکم سنن الذین من قبلکم الآیہ دوم واللہ یرید ان یتوب علیکم الآیہ سوم یرید اللہ ان یخفف عنکم چہارم ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ الآیہ پنجم ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ الآیہ ششم ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیہ ہفتم ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک الآیہ ہشتم ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ الآیہ - رواہ ابن جریر و قد روی الحاکم من طریق عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود عن ابیہ فی الخمسۃ التالیۃ دون الثلثۃ الاولیات مثلہ سواء ثم قال صحیح الاسناد ان کان سمع عبد الرحمن عن ابیہ فقد اختلف فیہ - آمدم بر مقصود جو اختلاف اسکی آیتون کے شمار مین لکھا وہی معروف ہی اور قول دوم ہمارے مصاحف مین مکتوب ہی اور باوجودیکہ آیات کا علم توقیفی ہی اسمین قیاس کو مجال نہین اسیواسطے الٓمٓ - و حٰمٓ - و طٰہٰ - یٰسٓ - کو آیت شمار کیا گیا اور طٰسٓ - کو نہین شمار کیا جیسا کہ زمخشری نے کہا ہی پھر اسمین اختلاف کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلعم ختم آیت پر آگاہ کرنیکو ٹھہرنے جیسے اسکا مقام معلوم ہو جاتا تو پھر وصل قراءت کی وجہ سے کہ وہان مطلق نہین ہوتا تھا ملا دیتے تو سننے والے کو شبہہ ہو جاتا کہ یہان فاصلہ نہین ہی - اور ایسا اختلاف کچھ مضر نہ تھا جسکے خیال سے زیادہ اہتمام کیا جاتا اسلیے کہ شمار آیات کے فوائد مانند آنکہ سورۂ کہف کی اول دس آیتین پڑھنے سے فتنۂ دجال سے مامون ہیگا یا نماز مین تین آیت سے کم نہون یا تبارک الذی تیس آیت ہی جسنے اپنے پڑھنے والے کی طرف سے یہانتک الحاح کیا کہ اسکو بخشوایا کما فی الصحیح تو یہ اختلاف اسمین کچھ مضر نہین -

کما لا یخفی اور کلمات سورۂ شریف (۳۰۴۵) ہین اور حروف (۱۶۰۳۰) اور باقی کلام مقدمہ مین مذکور ہی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہی

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ

ای لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جسنے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اسی سے بنایا اسکا جوڑا اور

بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ

بکھیرے ان دونون سے بہت مرد اور عورتین اور ڈرتے رہو اللہ سے جسکا واسطہ دیتے ہو آپسمین اور خبردار رہو ناتون سے البتہ اللہ تعالی

كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝

تمپر مطلع ہی

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ - ای اہل مکہ - یعنے خطاب بکلمہ یا ایہا الناس - مکہ والون کو ہی جو اسوقت مشرک تھے - اور بعض مین کہا کہ تمام اولاد آدم کو خواہ اہل عرب ہون یا عجم ہون - اسپر سوال ہوا کہ قولہ و اتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام - یہ عادت خاص عرب کی ہی - تو جواب دیا گیا کہ آیت کے خصوص سے اول آیت مین عموم کو مضرت نہین - اسمین شک نہین کہ حکم آیت کا اب عام ہی - اور قیامت تک والون کو شامل ہی چاہیے کسی ملک کے ہون - اگر کہا جاوے کہ ندا سے بالمشافہ خطاب انھین کو ہی جو اسوقت موجود تھے جواب دیا گیا کہ اسپر اجماع ہی کہ غیر موجودین پر بھی وہ احکام یکسان جاری ہین جو موجودین کو خطاب کیے گئے جبکہ شرع ہون اور خصوصیت کی دلیل نہو یا موجود کو غلبہ دیا گیا اور مراد غیر موجود بھی

بھی ہین۔ اتَّقُوا رَبَّكُمُ۔ ای عقابہ بان تطیعوہ۔ یعنے رب سے ڈرو اسکے یہ معنے ہین کہ عقاب رب سے بچو بایں طور کہ اسکی اطاعت کرو ترک
نافرمانی مت کرو پھر پروردگار کی عظمت قدرت فرمائی جو اسکے معبود ہونے کی دلیل ہی۔ اور جو کچھ بیان ہو تھوڑا ہی۔ تکبر اسی کو شایان ہی۔ الَّذِي
خَلَقَكُمْ مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ آدم۔ جسنے تمکو ایک نفس سے پیدا کیا آدم سے ف یعنے نفس واحدہ آدم علیہ السلام ہین جنکی
نسب اولاد ہین۔ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔ حواء بالمد من ضلع من اضلاعہ الیسری۔ جاننا کہ منہا کی ضمیر نفس کی طرف جو لفظاً مونث مستعمل ہی
اگرچہ مراد آدم علیہ السلام ہین اور زوج بمعنے جفت ای جوڑا اور معنے یہ کہ (اور پیدا کیا اُسی ایک نفس سے جوڑا اسکا) مفسرین نے کہا کہ یعنے حواء بمد ہمزہ
اور منہا کے معنے یہ کہ من ضلعہا الیسری۔ یعنے آدم کی بائین پسلیون مین سے کسی پسلی سے پیدا کیا۔ کعبؓ و وہبؓ و ابن اسحٰق نے ذکر کیا کہ جنت مین بھیجے
جانے سے پہلے اور ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ نے کہا بعد جنت مین جانے کے اور آدمؑ سوتے تھے۔ جاگے تو دیکھکر خوش ہو کر باہم مانوس ہوئے۔ ابن عباسؓ
نے کہا کہ عورت کی پیدایش مرد سے ہی اسکی ہمت مرد ہی مین لگی رہتی ہی اور مرد کی پیدایش مٹی سے اسکی ہمت زمین ہی مین لگی رہتی ہی سو اپنی عورتون کو
روکے رکھو۔ رواہ ابن ابی حاتم اور صحیح مین ہی کہ عورت کی پیدایش پسلی سے ہی جو ٹیڑھی ہی اگر اسکو سیدھا کرنے کی فکر کرے تو توڑیگا اور اگر نفع لینا
چاہے تو یونہی ٹیڑھی رہنے دے اور نفع اٹھالے۔ حاصل یہ کہ عورت سے حسن تدبیر سے کام لینا چاہیے وہ کج طبیعت ہوتی ہی اور یہ اس جنس کی
کیفیت ہی ہاں بعض سے بعض کا بعض مردون سے بہتر ہونا کچھ منافی نہین ہی الحاصل اسی رب کو معبود مانو جسکی یہ شان ہی کہ اول اسنے ایک نفس آدم پیدا کیا
پھر اس سے اسکا جوڑا پیدا کیا۔ وَبَثَّ۔ فرق و نشر۔ متفرق کیا اور چھٹکایا کما روی عن ابن عباس۔ پس فرق از تفریق و نشر از ثلاثی مجرد ہی مِنْهُمَا
من آدم و حواء یعنے ضمیر تثنیہ راجع بجانب نفس واحدہ واسکے زوج کے یعنے بجانب آدم و حوا کے ہی۔ رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً۔ کثیرۃ یعنے
نساء کثیرۃ (المغنی) اور چھٹکائے ان دونون سے بہت مرد اور بہت سی عورتین یعنے تم سب کو اسی ایک نفس اصل سے اس کثرت کے ساتھ
بطریق مذکور پیدا کیا۔ اگر کہا جاوے کہ پہلے فرمایا خلقکم من نفس واحدۃ ایک نفس سے پیدا کیا اور یہان فرمایا۔ وبث منہا یعنے دونون سے پیدا کیا۔
تو جواب یہ ہی کہ نفس واحدہ سے پیدا کرنیکا یہ بیان ہی یعنے بایں طور تمکو نفس واحدہ سے پیدا کیا کہ اُس سے اسکا جوڑا نکالا پھر دونون کے اختلاط سے تم سب کو نکالا۔
اگر کہا جاوے کہ حوا بھی نفس واحدہ سے پیدا ہوئین تو دونون بہن بھائی ہوئے جواب یہ کہ حوا کی خلقت نطفہ سے نہ تھی اسلیے اسپر خواہر وغیرہ ہونے کے حقوق یعنے کوئی جاری نہین ہو سکتا
بخلاف اور بہن بھائیون کے کہ یہ دونون کے نطفہ سے پیدا ہین اور آدم و حوا کے ایک وقت کی اولاد کا نکاح دوسرے وقت کی اولاد سے روا تھا۔ اس وقت کا تبدل الہی
تبدل حرم کے قرار دیا گیا پھر قیامت تک منسوخ ہوگیا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ قولہ وخلق منہا کا عطف فعل مقدر پر ہی تقدیر یون ہی خلقکم من نفس واحدۃ انشاءہا و
خلق منہا زوجہا یعنے پیدا کیا تمکو ایسے نفس واحدہ سے کہ اسکو بنایا اور اس سے اسکا جوڑا بنایا اور ان دونون سے بہت مرد و عورتون کو چھٹکایا۔ مترجم
کہتا ہی کہ یہ آیات واللہ اعلم فافہم بعض نے کہا کہ نساء کو کثیرہ کے وصف سے تصریح نہ کرنے مین لطیف اشارہ ہی کہ مردون کی کثرت بمقتضائے حکمت نہین ہی کیونکہ
ایک کے واسطے بہت سی عورتین اسکی خواہش و عفت تک دو تین ہین حتی کہ اب بھی چار تک روا ہین اور ایک مرد کئی عورتون کے لیے انکے کام و
حاجات کی اصلاح کر سکتا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ پھر اس صورت مین تو عورتون کو کثیرہ کہنا چاہیے تھا اور مردون مین کثرت کی ضرورت نہ تھی اور جواب
یہ ہو سکتا ہی کہ مرد بھی قلیل نہین بلکہ کثیر ہین اور مرد ہی اصل اول ہین۔ الحاصل اللہ تعالٰی کے ساتھ شرک کرنے سے ڈرو جو حقیقی خالق و مالک ہی۔ وَ
اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ۔ فیما بینکم حیث یقول بعضکم لبعض اسألک باللہ و انشدک باللہ۔ اور ڈرو اللہ تعالٰی سے جسکے نام کے ساتھ
تم باہم سوال کرتے ہو ف یعنے بعض تمہارا بعض سے کہتا ہی کہ اسألک باللہ مین تجھسے اللہ تعالٰی کے واسطے سوال کرتا ہون کہ تو ایسا
کر دے اور انشدک باللہ اسی معنے مین کہتے ہو اور انشد بفتح اول و سکون ثانی و ضم شین معجمہ پھر دال مہملہ بصیغہ مضارع متکلم یعنے اسأل ہی

اور مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ تساءلون در اصل تتساءلون تھا تاء ثانیہ کو سین میں ادغام کیا تسّاءلون بتشدید سین مہملہ ہوا اور یہ جمہور کی قرارت ہی اور عاصم
وحمزہ وکسائی نے بتخفیف سین پڑھا یعنی تاء مذکورہ کا حذف ہوا ہی اور بعض نسخہ تفسیر میں انشدک اللہ بدون باء ہی اور یہ بھی صحیح ہی۔ وَاتَّقُوا
الْاَرْحَامَ - ان تقطعوہا - اور بچو ارحام سے ف ناتوں کو کاٹنے سے یعنے آپس کا ناتا جن حقوق کے ساتھ ہی اسکو ملائے رکھو
ہٰذا فسرہ ابن عباس وعکرمہ ومجاہد وحسن وضحاک وربیع وغیرہم گویا اسمین اشارہ ہی کہ ای اہل مکہ سب سے پہلے کفر کرنے والے اور ایذاء دینے والے نبی صلعم
کے تم مت ہو پھر اتقاء ارحام کے حکم میں تنبیہ ہی کہ اللہ تعالے کے نزدیک ناتے کا ایک مرتبہ ہی۔ اور حدیث میں حضرت عائشہ رضی سے روایت ہی
کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ رحم لٹکا ہوا ہی عرش الرحمن عز وجل سے کہتا ہی کہ جو مجھے ملائے رکھے اللہ تعالے اوسکو ملاوے اور جو مجھے کاٹے اللہ تعالے
اسکو کاٹے رواہ البخاری ومسلم اور قرطبی رح نے کہا کہ ملت کا اتفاق ہی کہ صلہ رحم یعنے ناتے کا ملانا واجب ہی اور کاٹنا حرام ہی لیکن احسان
سے اور ناتے وار محتاج کو نفقہ دینے سے اور کبھی فقط خدمت سے اور کبھی فقط باتوں سے ملانا چاہیے اور حدیث صحیح میں ہی کہ صل من
قطعک - جو ناتے والا تجھے توڑے تو اس سے مل اور یہ حسن خلق کا بیان ہی۔ پھر امام ابو حنیفہ رح نے ہبہ سے رجوع صحیح نہونا انھیں ناتے
والون کے ساتھ خاص کیا جو ذی رحم محرم ہیں جیسے بھائی نے بہن کو ہبہ کیا تو رجوع نہیں کرسکتا ہی اگرچہ ذوی الارحام عام ہی محرم
وغیر محرم دونوں کو شامل ہی۔ پھر حمزہ رح کی قرارۃ بالجر ہی چنانچہ مفسر رح نے کہا وفی قرارۃ بالجر عطفا علی الضمیر فی بہ وکانوا یتناشدون بالرحم یعنے
حمزہ رح کی قرارت میں والارحامِ بالجر ہی بنابر اینکہ عطف ہی ضمیر بہ پر یعنے بہ وبالارحام اور اہل عرب کا دستور تھا کہ رحم کا واسطہ دیا کرتے تھے
اور یہ تقریر اولی ہی بعض مفسرین کے کلام سے کہ تفسیر میں کہا ای یسال بعضکم باللہ وبالرحم کیونکہ اسطرح ملا کر زمانہ جاہلیت کی قسم تھی جو شرع میں
مستنکر ہی پس اگر یون تفسیر کی جاوے تو تقریر کا وہم ہی یعنے ثابت رکھا اور زمخشری نے اس قرارۃ کو ضعیف کہا وقد تبعہ البیضاوی
نظرا علی عطف بر ضمیر مجرور مگر امام قشیری وغیرہ نے رد کردیا کہ ضعیف کہنا اہل دین کے نزدیک مردود ہی کیونکہ ثبوت اس قرارۃ کا متواتر ہی اور
کمالین میں ہی کہ شیخ ابو حیان نے کہا کہ ضمیر مجرور پر عطف کرنا بدون اعادہ جار کے کوفیون ویونس واخفش وابو علی نے جائز رکھا اور بصریون نے
جو انکار کیا تو ہم انکے مقلد نہیں بلکہ دلیل کے تابع ہیں اور نظم ونثر کلام عرب میں ایسا ثابت ہوا ہی محی السنہ نے معالم میں کہا کہ یہ قلیل آیا ہی۔ اِنَّ
اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا - حافظا لاعمالکم فیجازیکم بہا ای لم یزل متصفا بذلک۔ رقیب یعنے نگہبان ہی اور معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالے
تمہارے اعمال کا نگہبان ہی پس تمکو اسکے عوض جزا دیگا چونکہ کان زمانہ ماضی کے واسطے تھا پس لازم آتا ہی کہ زمانہ ماضی میں نگہبان تھا
اب نہیں تو مفسر رح نے جواب دیا کہ کان اگرچہ در اصل ماضی کے لیے ہی مگر دوام واستمرار کے معنے میں آتا ہی اور معنے یہ ہین کہ لم یزل متصفا بذلک
برابر اس صفت سے متصف ہی اور ایسا ہی تمام صفات ذاتیہ کا حال ہی جو کان سے مقترن ہوں کذا ذکرہ فی الاتقان ف عرائس البیان میں ہی
کہ قولہ تعالے یا ایہا الناس - ای ناسی یعنے بھول لینے والے اس عہد کے جو تم نے ازل میں قبول کیا تھا کہ ہم عبودیت بجالاوینگے جبکہ تم کو خلعت
ومعرفت دینے سے مجکو پہچانوگے کیونکہ جب میں نے فرمایا کہ الست بربکم تب تمنے جواب دیا تھا کہ بلی یعنے ہان تو بیشک ہمارا پروردگار ہی۔
اور نیز ای ایسے بندے جو مخلوقات کی چیزین اپنی نظر سے خوبصورت دیکھکر انسے مانوس ہوگیا حالانکہ میرا مشاہدہ چاہتا ہی خبردار ہو کہ یہ بڑا پردہ ہی
کیونکہ یہ تو حادث چیزین ہیں اور میری طرف کوئی شخص بدون میرے نہیں پہونچ سکتا ہی اور میرے دیدار میں مخلوق پر نظر رکھنا کفر ہی قال المترجم
اسمین صریح ہمارے زمانہ کے اہل تصوف کو ممانعت ہی جو خوبصورتوں سے انس پیدا کرتے ہیں اور اسکو لوازم تصوف سے جانتے ہیں و
مولوی روم نے کہا ع عاشق صنع خدا با فر بود۔ عاشق مصنوع او کافر بود۔ اور صنع خدا صفت فعلی ہی جسکی تفسیر قولہ ان فی خلق السموات

والارض الآیہ مین اوپر گذری ہو فتنہ کر آور نیز ای اپنے نفس کو بھولنے والے بندے تیرا نفس تو مخلوق ہو کہ مجھسے آگاہ نہین بے خبر ہی پھر تو ڈرتا نہین کہ تو نے میری معرفت کا دعوی کیا حالانکہ میری معرفت کسی حادث سے نہین بلکہ قدیم سے ہی اور نیز یہ خطاب اولاد آدم کو ہی یعنے ای ایسے لوگو جنھون نے اپنے کو پانی و مٹی سے بنے ہوے کی طرف منسوب کر رکھا یعنے آدم کی طرف اگر تم اپنے آپکو پہچانتے تو مخلوق کی طرف مشغول ہوتے کیونکہ مین نے تم کو تمام مخلوقات مین سے اپنے مشاہدہ و خطاب کے لیے برگزیدہ کیا تم نے میرا کلام نہین سنا ولقد کرمنا بنی آدم۔ یہ خطاب ان لوگون کو عتاب ہی جو درگاہ سے دور پڑے ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ جب کوئی بڑے مرتبہ والا اپنے خادم پر غصہ ہوتا ہی تو اسکا نام نہین لیتا ہی بلکہ کہتا ہی کہ او آدمی اور یہ نہین کہتا کہ ای زید یا ای خالد اور اشارہ اسمین یہ ہی کہ اللہ تعالے نے امر معرفت لینے بندون کو بھیجوایا کیونکہ اسکے سواے وہ غیر سے مشغول ہو رہے ہین گویا انکو اس خطاب کی زجر سے انکی غفلت سے متنبہ فرمایا یعنے ای عہد معرفت کے توڑنے والے تم مجھسے شرماتے نہین ہو غیر سے مشغول ہو میرے غضب و عتاب سے ڈرو۔ اور بعض نے یاایہا الناس کے اشارت مین کہا ای نادانی و فراموشی کی اولاد۔ اور ابن عطاء رحمہ نے کہا یعنے ان لوگون مین سے ہو جو آدمی ہین اور آدمی وہ ہین جنکو اسی سے الفت اور اسکے ماسوا سے وحشت ہی اور جعفر رحمہ نے فرمایا کہ ان آدمیون مین سے ہو جاؤ جو واقعی آدمی ہین۔۔ اور اس پاک پروردگار سے غافل مت ہو جسنے بھجوادیا کہ تم وہ آدمی ہو جسکی خلقت دست قدرت سے مخصوص طرز پر ہی کہ اسکی ہمت لپست ہو بلکہ بلند درجہ پر چڑھے اور انتہا اسکی حق عز وجل ہو ثم الی ربک المنتہی۔ اور بلندی ہمت اسکی معرفت و الہام سے ہی جو اسکے ساتھ مخصوص ہی آور بعض نے فرمایا کہ یاایہا الناس خطاب عوام ہی اور یاعبادی خطاب خاص ہی پھر خاص الخاص کا خطاب یاایہا النبی اور یاایہا الرسول ہی قولہ تقوا ربکم۔ اللہ تعالے نے اپنی ذات سے انکو تحذیر دلائی۔ اسمین اشارہ ہی کہ اسکی طرف جانے مین جسکا سر باطنی کچھ جھکا وہ اسکی عزت پاک سے محروم ہوا مانند قولہ ویحذرکم اللہ نفسہ آور بعض نے فرمایا کہ جملہ مخالفات کو ترک کرے۔ اور بعض نے کہا اجتناب از ہر ماسوی حق عز وجل تقوی ہی و اسطی رحمہ نے کہا تقوی چار وجہ پر ہی عوام کو تقوی شرک سے خواص کو تقوی معاصی۔ اولیاء خاص کو تقوی توسل بافعال انبیا کو تقوی از او تعالے باو تعالے قولہ تعالے الذی خلقکم من نفس واحدۃ اللہ تعالے نے رمز سے اس آیت مین اپنے حکم و مشیت وغیرہ افعال صفات قدیم کو ذکر فرمایا کیونکہ او تعالے نے جب پیدایش مخلوق کو چاہا تاکہ الوہیت کا اسکو عارف کرے اور چاہا کہ محبت ازلیہ کے انوار قلوب و ارواح مین رکھے تو ذات سے صفات پر اور صفات سے افعال پر تجلی کی اور ایک چیز یعنے امر مین علم و حکمت و قدرت کو جمع کیا پس ارادہ مقترن بامر ہوا پھر امر مین بکاف و نون قدم سے عدم کی طرف نظر کی پس ایک جوہر بسیط ظاہر ہوا جسمین اجسام و ارواح وجواہر و اعراض سب مجموع تھے پھر اسپر ہیبت عظمت وجود کی نظر فرمائی پس اس سے عرش سے تحت الثری تک جو چیزین اسکے خواتیم افعال مین جس صورت و نقش سے اسکے سابق علم مین تعین موجود ہوئین۔ اور یہ مبدا جسمین سے سب چیزین موجود ہوئین حضرت محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہ ہین پھر ارواح و اشباح و انوار و اسرار کو قبضہ عزت مین جمع کیا اور طینت آدم کو چالیس روز مین صبح ازل و ابد سے خمیر فرمایا یہانتک کہ اسکو اپنے خلق و روح سے پیدا کیا چنانچہ فرمایا خلقت بیدی اور نفخت فیہ من روحی پس دست قدرت ازل و ابد کے فیض سے اسمین قدس قدیم یعنی اسماء و صفات و افعال ظاہر ہوا پس اسکو بصورت ملک آراستہ کیا پھر اس سے اولین و آخرین جو محل اسرار قدیم ہین شاخون کی نکلنا شروع ہوے اور یہی صورت عین الجمع ہی جس سے حق عز وجل نے اوصاف قدیم کو ظاہر فرمایا ہی تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے متشابہات مین کیونکر فرمایا کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ تو قولہ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء پہلے تو قولہ خلقکم من نفس واحدہ سے مقام عین الجمع سے خبر دی پھر اس قول سے مقام تفرقہ کی خبر دی۔ اور جن چیزون کی طرف مین نے اشارہ کیا اسمین سے بعض کو استاذ الاساتذہ شیخ التمکین عمرو بن عثمان مکی رحمہ نے

بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا کیا اور اسکو اطراف و اکناف و ابتدا و انتہا و اول و آخر و اسفل و اعلی سے بنظم واحد مہیا کر دیا اور ایسا کیا کہ اسمین خلل و تفاوت کچھ نہیں اسکو اپنی تدبیر سے محکم کر دیا اور اپنی حد تقدیر پر مقدر کیا اگرچہ اسکے اجزا بلحاظ تفرقہ اجسام و ہیأت و تخطیط و تصویر کے اور بلحاظ تفرقہ اماکن کے مختلف ہین اور جملہ مصالح سے راست کیا پس مربوط بحدود تقدیر و متصل بحسن تدبیر موجود ہوا اور خلقت آدم سے قدرت کا اظہار کیا پھر اسکی اولاد کو پھیلایا جنمین قدرت و مشیت کی تدبیرین پھیلی ہین آستانے فرمایا فاتقوا الارحام ان تقطعوها یعنے پرہیز کرو ارحام سے ای قطع ارحام سے سو جسنے رحم قطع کیا وہ خود قطع ہوا اور جسنے ملایا وہ ملایا گیا شیخ نے لکھا اور جب بندہ ابتدا مین اللہ تعالیٰ کی یاد اور نگاہبانی پر نظر رکھتا ہی تو انتہا مین اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت خود فرماتا ہی **قال المترجم** معنے یہ ہین کہ ابتدا و حال مین بندہ و تکلف سے ہر بات مین اللہ تعالیٰ کی یاد رکھتا ہی پھر جب وہ خودی سے خارج اور فنا ہوتا ہی تو اللہ تعالیٰ اسکو حفظ قدرت مین محفوظ فرماتا ہی کہ اس سے کوئی حرکت خلاف شرع و راہ مستقیم صادر نہین ہوتی ہی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے یہ دلیل پیش کی کہ دیکھو حضرت صلعم نے ابن عباس کو فرمایا یا غلام احفظ اللہ یحفظک ۔ یعنے ای لڑکے تو اللہ تعالیٰ کو حفظ و یاد رکھ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرماویگا کما فی روایۃ البخاری) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفظ کرنے کے معنے یہ ہین کہ اسکو گناہ و خطا سے محفوظ رکھے اور اسکے واسطے نعم الوکیل ہو جاوے یعنے اسکے نفس کے حوالہ نکرے اقول قد قال تعالیٰ ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ الآیۃ ۔ ابن عطا رح نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ان اللہ کان علیکم رقیبا ۔ یعنے جو کچھ تو اپنے سر باطنی مین پوشیدہ کرے اور جو خطرات پوشیدہ رکھے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہی پس تم ہوشیاری سے نگاہ رکھو اس ذات پاک کو جو تجپر رقیب ہی

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ

اور دیدو یتیمون کو انکے مال اور مت بدل لو گندے کو ستھرے سے اور مت کھاؤ انکے مالون کو

اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا

اپنے مالون کے ساتھ یہ بڑا وبال ہی اور اگر ڈرو کہ انصاف نکروگے یتیم لڑکیون کے حق مین تو نکاح کر لو

مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا

جو تمکو خوش آوین عورتون مین سے دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابری نرکھوگے

فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ وَاٰتُوا النِّسَآءَ

تو ایک ہی یا جو تمہارے ہاتھ کے مال ہین یہ ملتی بات ہی کہ جھک نہ پڑو اور دیدو عورتون کو

صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَىْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝

انکے مہر خوشی سے پھر اگر وہ چھوڑ دین تمکو مہرمین سے کچھ دل کی خوشی سے تو اسکو کھاؤ رچتا پچتا

ونزل فی یتیم طلب من ولیہ مالہ فمنعہ ۔ یہ کلام ایک یتیم کے حق مین اترا جسنے اپنے ولی سے اپنا مال مانگا تھا اسنے دینے سے انکار کیا ۔ شیخ رحمہ اللہ نے معالم مین ذکر کیا کہ ایک مرد غطفان کے پاس اسکے یتیم بھتیجے کا مال کثیر تھا اسنے بعد بلوغ کے طلب کیا اور چچا نے دینے سے انکار کیا پھر دونون نے نبی صلعم سے مرافعہ کیا تب یہ آیت اتری پس مرد مذکور نے اطاعت اللہ تعالیٰ و رسول صلعم قبول کی اور حوب کبیر یعنے گناہ کبیرہ سے پناہ مانگی اور سب مال اپنے بھتیجے کو دیدیا اسنے لیکر سب خیرات کر دیا ۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ثواب پورا ہوا اور گناہ رہا

پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس نوجوان کو ثواب ملا اور اسکے باپ پر گناہ باقی رہا۔ وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی ۔ الصغار الاولی لا اب لہم ۔ یعنے یتامی جمع یتیم کی یعنے صغیر بچے جنکے باپ نہو۔ اور اول اسم موصول جمع مذکر بروزن عُلی اور لا اب لہم اسکا صلہ ہی اور صحیح ہوا کہ بعد پندرہ برس کے یتیم نہیں پس اس سن تک بے باپ کے لڑکی لڑکا یتیم کہلاتا ہی۔ اَمْوَالَھُمْ ۔ اذا بلغوا ۔ اور دیدو یتیمون کو انکے مال جبکہ بالغ ہوں یہ خطاب یتیم کے ولی و وصی کو ہی لوردینے کے وقت وہ بالغ ہو چکا لیکن پہلے یتیم تھا تو اب اسپر یتیم کا اطلاق باعتبار سابق ہی یا بنابر اصل لغت ہی کیونکہ دینے کے وقت وہ شرعًا یتیم نہیں ہی۔ اور مفسرؒ نے اذا بلغوا کی قید سے یتامی کو حقیقی معنے پر رکھا یعنے عام طور پر یہ حکم دیا گیا کہ جو یتیم ہی اسکا وسکا مال دینا جب وہ بالغ ہو لیکن حذف قید لازم آویگا لہذا مترجم نے موافق دیگر مفسرین کے تقریر کی پھر شافعیہ وغیرہ کے نزدیک یہاں ایک قید دیگر معتبر ہی یعنے رشد ظاہر ہوتا کما قال تعالے فان انستم منہم رشدا فادفعوا الیہم اموالہم الآیہ ۔ کذا قیل ۔ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ ۔ الحرام خبیث سے مراد حرام ہی۔ بِالطَّیِّبِ ۔ الحلال ای لا تاخذوہ بدلہ کما تفعلون من اخذ الجید من مال الیتیم وجعل الردی من مالکم مکانہ ۔ طیب سے مراد حلال ہی (اور معنے یہ کہ) مت لو حرام کو بدلے حلال کے مثلا جیسے تم کرتے ہو کہ مال یتیم میں سے کھرے درم یا موٹی بکری لے لیتے ہو اور کھوٹے درم یا دُبلی بکری اسکی جگہ دیتے ہو کما روی عن سعید بن المسیب والزہری والنخعی والضحاک والسدی اور مفسرؒ نے مثال سے اشارہ کیا کہ حلال کے بدلے حرام لینا مطلقًا منع ہی جیسا کہ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ لوگوں کے مال سے حرام کو مت بدلو اپنے حلال مال سے۔ اور ابو صالح نے کہا کہ رزق حرام پر جلدی مت کرو یہانتک کہ تیرے پاس رزق حلال آوے جو تیرے واسطے مقدر ہی مترجم کہتا ہی کہ یہیں سے کہا گیا کہ جوا علان سے سود کھاتا ہی حالانکہ اسکے مذہب میں حرام ہی یا مانند اسکے کمائی اسکی حرام ہی جیسے کسبیان و کاہن و رمال وغیرہ انکے مال سے معاوضہ کرنا مکروہ تحریمی ہی واللہ اعلم۔ وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَھُمْ مضمومۃ ۔ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۔ بعض کہا کہ الی بمعنے مع ہی ای مع اموالکم اور معنے یہ کہ وہ انکے اموال کو ملا کر اپنے مالوں میں مت کھاؤ۔ اگر کہا جاوے کہ مال یتیم کھانے کی ممانعت اسطرح نکلی کہ اپنے مال سے ملا کر مت کھاؤ پس جو ملائے اکیلے کھانا جائز رہا تو جواب یہ ہی کہ حنفیہ رحمہم اللہ پر وارد ہی نہیں ہوتا اسلیے کہ یہ مفہوم مخالف ہی جسکے وہ قائل نہیں ہیں اور حق یہ ہی کہ شافعیہ پر بھی وارد نہیں ہی اسوجہ سے کہ شرط مفہوم مخالف پائی نہیں جاتی کیونکہ یہاں وہ اشنع ہی تامل۔ اِنَّہٗ ۔ ای اکلہا ۔ اسطرح یتیم کے مال کھانا ۔ کَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا ۔ ذنبا عظیما ۔ گناہ کبیرہ ہی۔ ف اسی سے کہا گیا کہ منجملہ گناہ کبائر کے یتیم کا مال ناحق کھانا۔ ولما نزلت تحرجوا من ولایۃ الیتامی ۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں کو یتیموں کے ولی بننے میں تنگی و حرج لاحق ہوا تب وہ آیت اُتری جو سورۂ بقرہ میں گذری ہی ای قولہ وان تخالطوہم فاخوانکم الآیہ ۔ مگر یہاں اللہ تعالے نے اُنکے عذر حرج پر گرفت فرمائی کہ کثیر عورتوں سے نکاح کر کے تمپر کچھ حرج لاحق نہیں ہوتا ہی چنانچہ مفسرؒ نے ذکر کیا وکان فیہم من تحتہ العشر او الثمان من الازواج فلا یعدل بینہن نزلت ۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا ۔ تعدلوا ۔ فِی الْیَتٰمٰی ۔ فتحرجتم من امرہم فخافوا ایضا الا تعدلوا بین النساء اذا نکحتموہن ۔ یعنے حال یہ تھا کہ یتیموں کے اولیا میں سے کوئی کوئی ایسا شخص بھی تھا جسکی تحت میں دس یا آٹھ جورویں تھیں اور انمیں عدل نہیں کرتا یعنے انکے ساتھ ہر چیز میں برابری نہیں کرتا یا نان نفقہ وغیرہ سب چیزوں میں برابری نہیں رکھتا تھا تب نازل ہوا یہ حکم فان خفتم تا آخر (الی اخرہ) اگر تمنے خوف کیا کہ عدل نہ کرسکو گے یتیموں کے بارہ میں (چنانچہ تمنے انکے بارہ میں عذر حرج ظاہر کیا) تو اسمیں بھی خوف کرو کہ عورتوں میں عدل نہ کرسکو گے (جب تم انکو نکاح میں لاؤ) ف اور مراد خوف سے اہل تحقیق کے نزدیک گمان غالب ہی۔ پس اگر کسی شخص کو غالب گمان ہو کہ عورتوں سے شرعی اعتدال کا برتاؤ نہ کرسکیگا تو اسکو چاہیے کہ نکاح نکرے اور علما سےؒ نے کہا کہ اسمیں چند عورتوں کی شرط نہیں ہی

بلکہ ایک عورت سے بھی عدل نہ کرسکے تو نکاح کرنا مکروہ ہی بلکہ جواز بلکہ سنت اسی حالتکا ہی کہ عدل کرنیکا اسکو تیقن ہو لہذا فرمایا ۔ فَانْكِحُوْا
نکاح کرو جو ۔ مَا ۔ بمعنے مَن آور عرب کے لوگ ما و من کو ایک دوسرے کی جگہ لاتے ہین وقال تعالے والسماء وما بناہا ۔ اور فرمایا ۔ فمنہم من یمشی
علی بطنہ ۔ یعنے جیسے سانپ و غیرہ پس امیر من کا اطلاق کیا ۔ طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۔ ای
اثنین اثنین وثلاثا ثلاثا واربعا اربعا ولا تزیدوا علی ذلک پس نکاح مین لاؤ عورتین یعنے ایک سے زائد کی صورت مین اسقدر نکاح مین لاؤ کہ
وہ تمہارے واسطے خوشگوار ہون دو دو اور تین تین اور چار چار ۔ اور ایک عورت کا نکاح انہین مشروع و معلوم تھا صرف زائد مین باری کے
ساتھ عدل کرنے مین حرج کا شبہہ تھا تو اسکا حکم بیان کردیا پس اس مقدار سے زیادت کرو ۔ قال المترجم جسطرح مفسر نے یہان ذکر فرمایا ایسا
بعض دیگر مفسرین نے بھی ذکر کیا اور حاصل کلام آنکہ ای یتیمون کے ولی و وصی تمکو حکم دیا جاتا ہی کہ جب یتیم بالغ ہو جاوین تو انکو انکا مال جیسا تھا پورا
دیدو اور جو تم نے تجارت وغیرہ سے اسکو بڑھایا یا جانورون کے بچہ وغیرہ ہو کر بڑھا ہی سب دیدو اور یہ مت کرنا کہ انمین سے کھرا و عمدہ لیکر بجاے
اُسکے خراب و کھوٹا اپنا مال ملا دو کہ یہ حرام کھاتا ہوگا (اسوقت دو کہ انمین صلاحیت اور نیک چلنی دیکھ لو) اور گواہ کرلو اور جب تک یتیم ہین
تب تک اُنکے مال اپنے ساتھ ملا کر مت کھاؤ کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہی پھر اگر تم کو اس معاملہ مین احتیاط و عدل کرنا گران ہوا اور حرج دیکھتے ہو اور خوف
ہی کہ انصاف نہو سکیگا تو آٹھ دس عورتین رکھنے مین بھی انصاف نہونیکا خوف کرو پس چاہیے کہ ہر ایک مرد دو عورتین یا اگر زیادہ چاہے تو
تین تین یا اگر اس سے بھی زیادہ چاہے تو چار نکاح مین لاوے اور اس سے زیادہ مت بڑھاؤ ۔ قال المترجم اور اکثر مفسرین نے قولہ وان خفتم
ان لا تقسطوا فی الیتامی کو ان لڑکیون یتیم کے بارہ مین کہا جیسے وہی شخص نکاح بھی چاہتا ہی جسکی پرورش مین ہین مثلاً زید کا چچا مر گیا
اور ایک لڑکی چھوٹی سی جو زید کی پرورش مین صرف اسطرح ہی کہ یہ اسکا ولی ہی یہ اس سے نکاح چاہتا ہی پس کم مہر پر نکاح مین لاتے تھے
اور اسطرح اُسکا مال بھی مل جاتا تو اللہ عزوجل نے اسکو عیب مین شمار فرما کر حکم دیا کہ واتوا الیتامی اموالہم یعنے ای ولی و وصی لوگو تمپر فرض ہی کہ
یتیم جب بالغ ہون تو انکا مال سپرد انکو دیدو اور جب تک یتیم ہین انکے مال سے تجارت کرکے اُنکے لیے بڑھاؤ تاکہ خرچ مین جاتا رہے اور ہرگز اپنے
مال مین ملا کر بھی انکا مال نکھاؤ یعنے یہ قصد مت کرو چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت مین اپنے میل مین رکھنے کی اجازت مذکور ہو چکی ہی پس مراد
یہی کہ مال تنہا تو کیا ذکر ہی ملا کر کھانے کا قصد مت کرو کہ یہ کبیرہ گناہ ہی اور نہ انکے مال سے اچھا کھرا لیکر خراب بُرا داخل کردو کہ یہ حرام
ہی اور یتیمہ سے نکاح کر لینے مین تو مضائقہ نہین لیکن پورے انصاف سے اور اگر تم کو خوف ہو کہ یتیمہ سے نکاح کر لینے مین عدل نہ کرسکو گے
تو اسکے سواے اور بہت عورتین ہین انہین سے تمکو چار تک مباح ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ ارشاد عجیبہ ہی اور بخاری نے حضرت عائشہ سے
روایت کی کہ ایک مرد کی ولایت مین ایک یتیمہ عورت تھی پس اُس سے نکاح کیا اور اس عورت کا ایک باغ خرما تھا بہت عمدہ تھا اسکی طرف
یہی مراد اسکی پرداخت کرتا تھا اور خود اسکا نہ تھا پس اسکے حق مین نازل ہوا قولہ تعالے وان خفتم ان لا تقسطوا ۔ اور عروہ بن الزبیر کہتے
ہین کہ مجھے خیال آتا ہی کہ میری خالہ حضرت عائشہ نے یون کہا تھا کہ یہ عورت اُس مرد کے اس باغ و مال مین شریک تھی شیخ ابن کثیر نے کہا
کہ امام بخاری نے عروہ بن الزبیر سے روایت کی کہ مین نے عائشہ سے قولہ تعالے وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی الآیہ ۔ کی تفسیر پوچھی
تو فرمایا کہ ای میری بہن کے لڑکے یہ ایسی یتیمہ عورت کے حق مین ہی جو اپنے ولی کی پرورش مین ہو اور اسکے ساتھ مال مین شریک ہو اور
اپنے مال وجمال کی وجہ سے اسکو خوش آتی ہو چاہتا ہو کہ اس سے نکاح کرلے بدون اسکے کہ اسکو اسکا پورا مہر جو کوئی غیر مرد دیتا ہو دیوے
پس اللہ عزوجل نے ولی مردون کو منع فرمایا کہ ایسی یتیمہ عورتون سے اسطرح نکاح کرین ہان اگر چاہین تو اسکا پورا مہر اعلی دیکر نکاح کرین

پس حکم دیا گیا کہ اگر ایسا نکر سکیں تو ان عورتوں کے سوائے اور عورتیں بہت ہیں جو خوش آویں انسے نکاح کر لیں - پھر حضرت عائشہؓ نے کہا کہ اس آیت کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے استفتاء طلب کیا تب نازل ہوا قولہ تعالی ویستفتونک فی النساء الآیہ - اور عائشہؓ نے فرمایا کہ دوسری آیت میں اللہ عزوجل نے فرمایا - وترغبون ان تنکحوھن الآیہ - یعنے کوئی تم میں سے اپنی پرورش کی یتیمہ عورت سے بے رغبت ہوتا ہے جبکہ اسکا مال و جمال کم ہو پس منع فرما دیا کہ جب وہ مال و جمال والی ہو تب بھی اس سے نکاح نہ کریں مگر اس طور سے کہ اسکا کامل پورا مہر دیں بسبب اسکے کہ جب کم مال و جمال والی ہوتی ہے تب تو اس سے بے رغبتی کرتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ خلط و خبط اقوال پریشان طویل چھوڑ کر مترجم نے اس تفسیر جید صحیح قوی پر اقتصار کیا - اب یہاں بیان باقی رہا کہ اس آیت کریمہ میں چار ہی عورتوں پر حصر کیونکر ثابت ہوا اور شیخ مفسرؒ نے کچھ بیان نہ فرمایا پس واضح ہو کہ مثنی و ثلث و رباع - الفاظ معدولہ ہیں اور کوفیون و ابو اسحق کے نزدیک انمیں قیاس جاری ہو سکتا ہے اور اصح یہ ہے کہ انمیں قیاس کو دخل نہیں بلکہ جہانتک سنے گئے ہیں انھیں پر مقصور ہے اور یہی بصریین کا قول ہے پھر مسموع گیارہ لفظ ہیں احاد - موحد - ثناء - مثنی ثلاث - مثلث - رباع - مربع - مخمس - عشار - معشر - اور سوائے انکے خماس وغیرہ کوئی مسموع نہیں ہیں اور جمہور نحویین کے نزدیک غیر منصرف آئے ہیں پس مثنی و ثلث و رباع کے معنے دو دو - اور تین تین اور چار چار ہیں قال البیضاوی اس تکریر یعنے دو دو - وغیرہ فرمانے میں ہر ایسے نکاح کرنے والے کو جو جمع کرنا چاہتا ہے یہ اجازت ہے کہ عدد مذکور میں سے جو چاہے لے خواہ سب امت والے بالاتفاق دو ہی دو یا باختلاف کوئی دو اور کوئی تین اور کوئی چار نکاح میں لاوے جیسے کوئی کہے کہ اس توڑے کے درم لوکہ دو دو یا تین تین یا چار چار تقسیم کر لو پس تکریر میں تفریق و توزیع نکلی اور اگر تکریر نہ ہوتی بلکہ مفرد اثنین و ثلاث و اربع ہوتے تو خلاف مقصود یہ معنے پیدا ہوتے کہ ان اعداد کو جمع کر لو جو نو ہوتے ہیں اور اسیواسطے لفظ واو سے فرمایا تاکہ یہ اختیار رہے کہ کوئی دو نکاح میں لاوے اور کوئی تین اور کوئی چار تک اور اگر لفظ او ہوتا تو یہ بات ممتنع ہو جاتی اسواسطے کہ وہ تردد واحد میں سے ایک ہی کے واسطے ہوتا ہے پس تمام امت جنکو خطاب ہے سب کے سب یا تو اتفاق کر دو لیتے یا تین یا چار کیونکہ ان سب میں سے ایک ہی لے سکتے تھے قال المترجم یہاں ایک مقدمہ دیگر ضروری ہے وہ یہ کہ اہل بیان جو شرع کا مامور و مکلف ہیں وہ تمام مخلوق میں سے جس چیز میں تصرف کرنے کے لیے حکم دیے گئے اسمیں شرع کی اجازت تک مختار ہیں اگرچہ غیر مامور میں انکو اصلی اختیار حاصل ہے پس عورتوں میں نکاح سے تصرف کی اجازت میں چار چار تک حکم ہوا پس یاد رہے وہ انہوں کی جیسے مال کا مالک کہے کہ تم لوگ اس توڑے کو دو دو یا تین تین یا چار چار کر کے ایکبار لے لو تو اسی [illegible] مقصود ہوگا کہ اسمیں سے انتہا کے درجہ چار چار سب لے لیں اور باقی چھوڑ دینگے یہ نہیں ہو سکتا کہ دس دس کر کے تمام مال ختم کر دیں اور بعض اہل تفسیر نے اعتراض کیا کہ یہ حکم جب مسلم ہے کہ مال معین ہو مثلاً اس توڑے میں سے یا ان ہزار درہم میں سے تو یہی حکم ہے اور اگر مطلقاً ہو مثلاً کہا کہ درموں کو باہم بانٹو یعنے جو کچھ کماؤ تو یہ معنے نہیں ہوتے ہیں اور آیت کریمہ اسی قبیل سے ہے از قبیل اول نہیں ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ دو وجہ سے خطا ہے اول آنکہ معترض نے تمام مال تقسیم کر لینا مبحث قرار دیا حالانکہ میں نے اوپر لکھا کہ یہ مقصود نہیں ہے بلکہ غرض یہ کہ دو یا تین یا چار اسمیں کسی تعداد پر ایکبار لے لو اور باقی چھوڑ دو پس اسمیں اعتراض کو دخل نہیں اور دوم آنکہ آیت میں عورتیں مانند درموں کے ہیں کہ ہر ایک متعین نہیں علاوہ یہ ہیں اللہ تعالی کے نزدیک سب معلوم معین ہیں پھر مترجم کہتا ہے کہ بعضے اہل تفسیر نے دوسری آیت سے معارضہ کیا کہ قولہ تعالی جاعل الملائکۃ رسلاً اولی اجنحۃ مثنی و ثلث و رباع - میں بالاتفاق قائل نہیں کہ فرشتوں کے بازو فقط چار ہی نہیں ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی میری تقریر پر وارد نہیں ہوتا کیونکہ یہاں فقط اخبار ہے اور انشاء نہیں لیکن آیت میں تو تصرف مباح کا بیان ہے کہ یہانتک تصرف روا ہے اور اسمیں خبر دی کہ فرشتے ایسے ایسے پیدا کیے پھر کہاں یہ اور کہاں وہ

بالجملہ حاصل یہ کہ خطاب جمیع امت کو ہے اور تمام عورتیں انکے لیے محل تصرف اسطرح قرار دی گئیں کہ جو عورتیں جس مرد پر مباح ہیں انمیں سے تصرف نکاح کے واسطے درصورتیکہ جمع کا ارادہ کرے اجازت ہے کہ دو دو جمع کرے یا تین تین یا چار چار۔ اور اس سے زیادہ کی اجازت ثابت نہیں ہوئی اور آخر میں جو فرمایا۔ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ تو یہ اس صورت میں ہے کہ جمع کا ارادہ نہو پس تکریر تنویع و توزیع ایک صورت میں ہے اور واحدہ دوسری صورت میں ہے پس جو بعض نے زعم کیا کہ خطاب جمع بمنزلہ خطاب واحد ہے بدلیل آخر آیت تو یہ پہلی ہی جہالت پر مبنی ہے جیسے میں نے اول متنبہ کیا اور ایسے شخص سے عجیب نہیں جو اس امر کا قائل ہو کہ چار سے زیادہ نو تک سے نکاح کرنا مباح ثابت ہوتا ہے اور اگر خوف طوالت نہوتا جسکی یہاں گنجایش نہیں ہے تو میں مفصل نقل کرکے آداب بحث سے جواب دیتا کیونکہ خرق اجماع بڑا مفسدہ ہے اللہ تعالے اپنی راہ مستقیم کی ہدایت کرے اور سنت نبی صلعم پر قائم رکھے آمین۔ واضح ہے کہ چار سے زیادہ نکاح میں ایک وقت جمع کرنا حقیقۃً یا حکماً جائز نہیں ہے اور اہل ایمان کسی مفسد کے شبہہ میں نہ پڑیں جیسے بعض فرقہ شیعہ قائل ہیں کیونکہ آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ مباح نہیں جیسا کہ بیان ہوا اور محی السنہ نے معالم میں کہا کہ اسپر اجماع ہے کہ امت میں سے کسی فرد کو روا نہیں کہ چار سے زیادہ ایک وقت میں نکاح سے جمع کرے اور زیادہ کا جمع کرنا فقط نبی صلعم کے واسطے مخصوص تھا اسمیں آپ کے ساتھ امت میں سے کسی فرد بشر کو مشارکت نہیں ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ چار ہی عورتوں پر مقصور ہونا اس آیت سے ثابت ہے جیسا کہ ابن عباسؓ و جمہور علماء نے فرمایا ہے کیونکہ یہ مقام تو مقام امتنان و اباحت ہے اگر چار سے زیادہ جمع کرنا جائز ہوتا تو ضرور بیان فرمادیا جاتا اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سنت رسول اللہ صلعم جو اللہ عز و جل کی طرف سے مبین ہے دلالت کرتی ہے کہ سوائے رسول اللہ صلعم کے اور کسی کو چار سے زیادہ جمع کرنا روا نہیں ہے اور یہ جو امام شافعیؒ نے فرمایا ایسا قول ہے کہ اسپر تمام علمائے سلف وخلف نے اجماع کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ کتاب اللہ تعالے اور اجماع امت سے تو ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ جمع کرنا مباح نہیں ہے اب احادیث سننا چاہیے۔ قیس بن الحارثؓ کی تحت میں آٹھ عورتیں تھیں پھر جب آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو چار رکھ لے اور چار چھوڑ دے پس قیسؓ نے جن عورتوں سے انکی اولاد نہوئی تھی کہنا شروع کیا کہ اے فلانہ تو پیٹھ پھیر جا اور جس سے اولاد ہوئی تھی کہا اے فلانہ تو ادھر آ۔ ہکذا ذکرہ فی المعالم۔ اور ابن ماجہ و نحاس نے قیس بن الحارث سے روایت کی کہ میں مسلمان ہوا اور میرے تحت میں آٹھ عورتیں تھیں۔ میں نے نبی صلعم کے پاس حاضر ہوکر آپ کو خبر دی آپنے فرمایا کہ چار چھانٹ لے اور باقی سب کی راہ چھوڑ دے میں نے ایسا ہی کیا۔ ورواہ ابوداؤد ایضاً۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ امام احمدؒ نے مسند میں کہا کہ۔ حدثنا اسمعیل و محمد بن جعفر قالا حدثنا معمر عن الزہری۔ قال ابن جعفر فی حدیثہ انبانا ابن شہاب عن سالم عن ابیہ یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ غیلان بن سلمۃ الثقفی مسلمان ہوا اور اسکے تحت میں دس عورتیں تھیں پس نبی صلعم نے اُس سے کہا کہ انمیں سے چار کو پسند کر لے پھر جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ ہوا تو اُسنے اپنی ان چار عورتوں کو بھی طلاق دیکر اپنا تمام مال اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دیا پس عمرؓ کو یہ خبر پہونچی آپنے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ شیطان جن باتوں کو چوری سے کان لگا کر سن آتا ہے وہ تیرے مرنے کی خبر سن آیا اور تیرے دل میں ڈال دیا اور شاید تو زندہ رہیگا مگر تھوڑے دنوں اور قسم ہے اللہ تعالے کی کہ یا تو اپنی عورتوں سے رجعت کر اور اپنا مال بھی سب واپس کر ورنہ میں تو ان عورتوں کو تجھسے ضرور میراث دلاؤنگا اور ضرور حکم کرونگا کہ تیری قبر کو سنگسار کیا جاوے جیسے قبر ابو رغال کی سنگسار کی گئی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس روایت کے راوی سب ثقہ ہیں اور بخاری و مسلم کی شرط پر ہے اور اس روایت کو تا قولہ چار کو پسند کر لے۔ امام شافعی و ترمذی و ابن ماجہ و دارقطنی و بیہقی و ابن ابی شیبہ وغیرہم نے روایت کیا ہے اور قد رواہ عبد الرزاق عن معمر عن الزہری مرسلا و کذا مالک عن الزہری مرسلا۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ وقد رو

من طرق عن اسمعیل بن علیه وغندر ویزید بن زریع وسعید بن ابی عروبة وسفیان الثوری وعیسی بن یونس وعبدالرحمن بن مخلد والفضل بن موسی وغیرہم
من الحفاظ الثقات وقد تابع معمر بل والزہری ایضا فی روایة البیہقی من طریق النسائی لسیار بن مخشر عن ایوب عن نافع وسالم عن ابن عمر کذا رواہ
النسائی وقال ابو علی بن السکن تفرد به سیار بن مخشر وہو ثقة وکذا وثقه ابن معین - مترجم کہتا ہے کہ یہ تلخیص کلام الحافظ ابن کثیرؒ ہے پھر فرمایا کہ اس مین
دلیل ہے کہ اگر چار سے زائد جائز ہوتین تو رسول اللہ صلعم اسکے واسطے سب دس کو روا رکھتے حالانکہ سب کے سب اسکے ساتھ مسلمان ہوگئی تھین
جیسا کہ بیہقی ونسائی کی روایت مین مصرح ہے - اور نوفل بن معاویہ الدیلی سے روایت ہے کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین پانچ عورتین تھین پس
رسول اللہ صلعم نے مجسے فرمایا کہ چار رکھ لے اور ایک چھوڑدے رواہ الشافعی - پھر یہ چار کا جواز جمع بھی اسوقت ہے کہ عدل وانصاف رکھنے پر گمان غالب
ہو - فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا - فیہن بالنفقة والقسم - یعنے پھر اگر خوف کرو تم یہ کہ عدل نہ کرسکوگے ف ان عورتون مین نفقہ
دینے مین اور باری رکھنے مین - فَوَاحِدَةً - انکحوا - تو ایک ہی کو نکاح مین لاؤ ف اشارہ کیا کہ واحدۃ کو نصب بنا بر ہے کہ انکحوا کا مفعول
ہے - أَوْ - اقتصروا علی - مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ - من الاماء - یا اقتصار کرو اسپر جسکے مالک ہوے تمہارے داہنے ہاتھ ف یعنے
باندیون پر جنکے تم مالک ہو - اگرچہ وہ کئی ہون اذ لیس لہن من الحقوق ما للزوجات - اسواسطے کہ مملوکہ باندیون کے حقوق ویسے نہین
جیسے نکاح کی ہوئی عورتون کے ہین اگر کہا جاوے کہ مفسرؒ نے انکحوا واحدۃ کیون نہین کہا تو جواب یہ ہے کہ واحدۃ انکحوا سے اشارہ کیا کہ مالکت کا
عطف واحدۃ پر نہین تا کہ انکحوا ما ملکت ہو جاوے حالانکہ مملوکہ سے نکاح نہین ہوسکتا وہ بدون نکاح روا ہے اور نیز انکحوا سے یہ حکم نہین ہے کہ خوف کی
صورت مین ایک عورت سے نکاح ضرور کرو تاکہ واجب ہو بلکہ بیان جواز ہے خوف کرنے والے کے لیے کہ وہ ایک سے زیادہ نکاح مین نہین لاسکتا
ہے - اور قسم بالفتح باری مقرر کرنا اور اسمین دلالت ہے کہ اپنی مملوکہ باندیون مین قسم واجب نہین لیکن مستحب ہے - ذَلِكَ - ای نکاح الاربعة فقط
او الواحدة او التسری - یعنے ذلک سے اشارہ اس مضمون مذکور کی طرف ہے یعنے فقط چار سے نکاح کرنا یا ایک ہی پر اقتصار کرنا یا باندیون کو تحت تصرف
مین لانا - أَدْنَى - اقرب الی - نزدیک ہے طرف اس بات کے کہ - أَلَّا تَعُولُوا - تجوروا - تم جور نہ کرو - شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ زید بن اسلم
وسفیان بن عیینہ وشافعیؒ نے الا تعولوا کی تفسیر مین کہا کہ ان لا تکثر عیالکم - یہ کہ تمہارے عیال بہت نہ ہوجاوین اور یہ ماخوذ ہے قولہ تعالے وان
خفتم عیلة - سے اور عرب کہتے ہین عال الرجل یعیل عیلة - جب کہ فقیر ہوجاوے اور ابن العربی وثعلبی وغیرہ نے کہا کہ کثرت عیال کے معنے مین اعال ہے نہ
عال یعنے از باب افعال نہ از باب ثلاثی مجرد - ابو حاتم النحوی نے کہا کہ شافعیؒ زبان عرب خوب جانتے تھے شاید عیال کے معنے انکو معلوم ہوے
ہونگے ولیکن شیخ ابن کثیر نے اسپر اعتراض کیا کہ کثرت عیال کے معنے مطلقا کبھی یہان نہین بنتے ہین اسواسطے کہ جیسے آزاد عورتون کی کثرت
سے اسطرح کا خوف ہے ویسے ہی باندیون کی کثرت سے بھی یہ خوف موجود ہے پس صحیح یہی ہے جمہور کا قول ہے کہ ان لا تعولوا - یعنے ان لا تجوروا
ہے کما یقال عال فی الحکم اذا قسط وجار - اور یہی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباس ومجاہد وعکرمہ وحسن
وابو مالک وابو رزین ونخعی وشعبی وضحاک وعطاء وقتادہ وسدی ومقاتل سے ان لا تعولوا کے معنے ان لا تمیلوا مروی ہین اور یہ معنے
حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہین پس مراد واحد ہے یعنے میل نہ کرو طرف جور وظلم کے - اور ابن العربیؒ نے کہا کہ عال - ماضی کا صیغہ سات معنے
مین آتا ہے - مال - زاد - جار - افتقر - اثقل - قام بمونة العیال یعنے عیال کی برداشت کی - غلب - غالب الصبر کما یقال عیل صبری یعنے
(میل کیا، زیادہ کیا، جور کیا، فقیر ہوا، بوجھل ہوا)
میرا صبر مغلوب ہوگیا - پس اکثر مفسرین کے نزدیک یہان معنے جور ہے - وَآتُوا - اعطوا - یعنے دیدو - النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ
نِحْلَةً - جمع صدقة مہورہن - عورتون کو صدقات انکی خوشدلی سے - یہ جمع صدقہ کی ہے یعنے مہر انکے - واضح ہو کہ صداق وکابین یعنا

فرق یہ ہی کہ کابین سرپرست دینا ہوتا ہی اور وہ آخر زندگی تک ادا کرسکتا ہی اور نحلہ مصدر بمعنے عطیہ بطیب نفس یعنے نحلہ بخوشی خاطر دینا اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ نحلہ مہر ہی اور عن عائشہ ہی الفریضۃ ونحوہ عن قتادہ ومقاتل وابن جریج ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن زید نے کہا کہ نحلہ کلام عرب میں واجب ہی اور مراد یہ کہ عورت سے نکاح نکرے مگر بعوض کسی چیز واجب کے اور سوائے نبی صلعم کے کوئی کسی عورت سے بلا مہر نکاح نہین کرسکتا اور حاصل یہ کہ مرد پر واجب ہی کہ جورو کو اسکا مہر ضرور دے اور خوشی خاطر سے دے جیسے نحلہ دیتے ہین اور مترجم کہتا ہی کہ ائمہ حنفیہ رح کے نزدیک نکاح اگرچہ بلفظ ہبہ جائز ہی مگر مہر مثل واجب ہوگا اور تفصیل اسکی ترجمہ فتاوائے عالمگیری سے تلاش کرو اور قرطبی رح نے ذکر کیا کہ علماء کا اجماع ہی کہ شوہر پر جورو کا مہر واجب ہوتا ہی خواہ مہر مسمی یا مہر مثل اور نیز کہا کہ علما کا اجماع ہی کہ مہر کے زیادہ ہونے کی کوئی حد نہین اور کم کی جانب اختلاف ہی **قال المترجم** چنانچہ شافعی سے روایت ہی کہ بیع مین جو مول ہوسکتا ہی وہ نکاح مین مہر ہوسکتا ہی اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک دس درم سے کم نہین ہوسکتا۔ اور واضح ہو کہ جو لوگ حیثیت سے زائد مہر مقرر کرتے ہین کہ اسکو ادا نہین کرسکتے تو عاقبت مین انپر وبال ہوگا اگر دنیا مین عفو نہوا لیس اس سے احتراز واجب ہی اور مہر مین سے جبرًا لینا حرام و قبیح ہی **فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا** تمیز محول عن الفاعل ای ان طابت انفسهن لكم عن شئ من الصداق فوهبنه لكم۔ یعنے نفسا جو تمیز واقع ہونے سے منصوب بہ فاعل سے تحویل کیا گیا یعنے در اصل طبن کا فاعل تھا ای اگر خوش ہون نفس ان عورتون کے تمہارے واسطے کچھ چیز دینے پر اس مہر مین سے جو تمنے انکو خوشی سے ادا کیا ہی یعنے چیز مہر مین سے تمکو ہبہ کردین۔ **فَكُلُوهُ هَنِيئًا** طیبا۔ تو کھاؤ تم اس چیز کو کھانا پاکیزہ۔ **مَّرِيئًا** ۔ محمود العاقبۃ لاضرر فیہ علیکم فی الآخرہ۔ جسکا انجام کار اچھا ہی آخرت مین تمپر اسکا کچھ ضرر نہین ہی اگر کہا جاوے کہ مال ہبہ تو کھانا جائز معلوم ہی پھر کیا حکمت ہی کہ بیان فرمایا تو مفسر نے جواب دیا نزل ردا علی من کرہ ذالک یعنے جس بندے نے اسکو اپنے وہم سے مکروہ سمجھا تھا اسکے رد کرنے کو نازل ہوا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ کلوہ کا امر واسطے وجوب کے نہین بلکہ جواز لے واسطے ہی کیونکہ رد ہی اسکا جو مکروہ جانتا تھا بعض نے فرمایا کہ اٰتوا کا حکم عورت کے اولیاء کو ہی چنانچہ ابو صالح سے روایت ہی کہ حال یہ تھا کہ جب کوئی اپنی دختر کو بیاہ دیتا تو اسکا مہر خود لے لیتا اسکو نہین لینے دیتا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا واٰتوا النساء صدقاتهن نحلۃ پس اس سے منع کردیا رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ

اور مت دیدو بے عقلون کو اپنے مال جو بنائے اللہ تعالے نے تمہارے واسطے گذران اور انکو اسمین کھلاؤ اور پہناؤ

وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم

اور کہو انسے بات معقول اور سدھارتے رہو یتیمون کو جب تک پہونچین نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان مین

مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن

ہوشیاری تو حوالہ کرو انھین انکے مال اور کھانہ جاؤ انکو اڑا کر اور گھبرا کر کہ یہ

يَكْبَرُوا ۚ وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ

بڑے نہ ہو جاوین اور جو کوئی غنی ہو تو چاہیے کہ بچتا رہے اور جو کوئی محتاج ہے تو کھاوے موافق دستور کے

فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝

پھر جب انکو حوالے کرو انکے مال تو شاہد کرلو ان لوگون پر اور اللہ بس ہی حساب سمجھنے والا

وَلَا تُؤْتُوا - ایہا الاولیاء - یعنے یہ خطاب اولیا کو ہی خواہ مجنون و بیوقوف وغیرہ مردون کے ولی ہون یا عورتون کے یا بچون کے جو بالغ
نہین خواہ یتیم ہون یا نہون - السُّفَهَاءَ - المبذرین من الرجال والنساء والصبیان - یعنے ایسے بیوقوفون کو جو بے ڈھنگ مال
برباد کرتے ہین مرد ہون یا عورتین یا نابالغ لڑکے لڑکیان - اور نہ دینے کے معنے یہ کہ انکو قابو مت دو اور سفہاء کی تفسیر مین سلف کے
اقوال یہ ہین کہ ضحاک عن ابن عباسؓ سے یہ تیرے بیٹے اور جوروین بے ڈھنگ ہین اور یہی قول حضرت ابن مسعود و حکم بن عتیبہ و حسن و ضحاک
کا ہی - عن سعید بن جبیر وہ یتیم لڑکے لڑکیان اور مفسر جہم کہتا ہی کہ اس قول پر مراد یہ کہ یتیمون کے مال انکے ہاتھ مت دو کہ برباد کرین پس اموالکم
کے یہ معنے کہ انکے مال جو تمہارے پاس ہین نہ آنکہ اپنے ذاتی مال مت دو - عن مجاہد و عکرمہ و قتادہ [illegible] وہ عورتین ہین - اور ابو امامہ رضہ سے
روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عورتین سب سفیہ ہین سوا ے اسکے جو اپنی قیم یعنے کام درست کرنے والے کی اطاعت کرے رواہ
ابن ابی حاتم و ابن مردویہ اور ابوہریرہ رضہ سے ہی کہ وہ باندی غلام ہین رواہ ابن ابی حاتم - بالجملہ شاید مقرر نے اشارہ کیا کہ سفہاء کا لفظ ان سبکو
شامل ہی - لیکن کلام مابعد اسکو مساعد نہین - اَمْوَالَكُمْ - ای اموالھم التی فی ایدیکم - یعنے اموالکم مین اضافت ملک نہین بلکہ قبضہ
ہی ای انکے مال جو تمہارے قبضہ مین امانت ہین - الحاصل ای اولیا تمہارے پاس جن یتیمون لڑکون یا لڑکیون وغیرہ کے اموال ہین تم ان
اموال کو انہین سے احمقون کو مت دیدو کیونکہ ان اموال کو اللہ تعالے نے تمہارے سامان آخرت کا قوام کر دیا ہی چنانچہ ان اموال کی صفت
بیان کی اور احتیاط کے سبب کا اشارہ کیا کہ - الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا - مصدر قام ای تقوم معاشکم وصلاح اولادکم
فیضیعوہا فی غیر وجہہا - یعنے اکثر کی قراءت مین قیاما بالف مصدر قام یقوم قیاما ہی یعنے جس سے تمہاری زندگی اور تمہاری اولاد کی درستی کا
قیام ہی اور حاصل یہ کہ مت دو بیوقوفون کو ایسا مال کہ وہ اسکو بے راہ ضائع کر ڈالین - وفی قراءۃ قیما جمع قیمۃ ما یقوم بہ الامتعۃ - یعنے نافع و ابن
عامر کی قراءت مین قیما بدون الف کے جمع قیمت ہی یعنے وہ چیز جس سے متاع کا اندازہ لگایا جاتا ہی - والامتعۃ جمع متاع ہی جس سے انسان زندگی مین
نفع اٹھاتا ہی پھر وہ فنا ہوتی ہی اور معنے یہ کہ بیوقوفون کو اپنے وہ مال مت دو جنکو اللہ تعالے نے تمہاری زندگانی کے امتعہ کے واسطے قیمت
کر دیا ہی - وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا - اطعموہم منہا - اور کھانا دو انکو ان اموال مین سے - اشارہ کیا کہ فی بمعنے من ہی اور زمخشری نے
اپنے معنے پر رکھا ای ان اموال کو انکے رزق دینے کی جگہ بناؤ باین طور کہ تجارت کرکے اسکے نفع سے کھلاؤ اور معالم مین فرمایا کہ فیہا مین اشارہ
ہی کہ انکو رزق کا محل تصرف بناؤ یہ مت سمجھو کہ رزق اس سے ہی بلکہ مقدر ہی اور یہ ان لوگون کے حق مین جنکا نان نفقہ اسپر واجب ہی تا آنکہ مراد
فقط یتیم کفول ہون - وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا - عدوہم عدۃ جمیلۃ باعطائہم اموالہم اذا رشدوا - اور انکو
کپڑا دو اور انسے قول معروف کہو قول معروف کہنے سے یہ مراد ہی کہ انکو بھلا وعدہ دو باین طور کہ یہ سب مال تمہارے ہین جب تم راہ پر آؤ
ہم تمکو دیدینگے - اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے تمام آیت کے معنے یہ روایت کیے کہ تو بہت کر کہ جو مال تجھے اللہ تعالے نے دیا اور
تیری معیشت کیا ہی اسکو اپنی جورو یا دختر کو دیدے پھر تو انکا دست نگر ہو جاتا ہے بلکہ اپنے پاس رکھ اور اسکو درست کر اور تو ہی انکے کھانے
کپڑے کی خبر گیری کر - وَابْتَلُوا - اختبروا - امتحان کرو - الْيَتٰمٰى - قبل البلوغ فی دینہم و تصرفہم فی اموالہم - یتیمون کو انکے بالغ ہونے
سے پہلے انکے دین کے معاملہ مین اور انکا اپنے مالون مین تصرف کرنے کے معاملہ مین - باین طور کہ اگر پیشہ ور کا بچہ ہی تو اپنے پیشہ مین ڈھنگ
سے چلتا ہی یا نہین اور اگر زمیندار ہی تو زمین انتظام اچھا کرتا ہی اور تاجر ہی تو تجارت مین کماتا ہی اور خطیب شافعی نے کہا کہ یہ امتحان قبل بلوغ
کے ہی اور جس معاملہ کو وہ قرار دے وہ پورا انہو گا یہ صرف امتحان ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اسکو ایسی چیز دیدے جسمین وہ تصرف کرکے

یہانتک کہ کھلے کہ اسکا نتیجہ کیا نکلا اور مدارک مین کہا کہ اسمین دلیل ہی کہ طفل عاقل کو تجارت کی اجازت دینا روا ہی اور اگر بدون اجازت تجارت کے اسنے تصرف کیا تو اسکے ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۔ حتی کہ جب لوگ نکاح کو پہونچ جاوین ۔ای صاروا اھلاله بالاحتلام او السن ہو استکمال خمس عشرة سنة عند الشافعی ۔ یعنے بلوغ نکاح سے حقیقی وصول نکاح نہین بلکہ مراد یہ کہ نکاح کے لائق ہو جاوین خواہ باین طور کہ طفل یتیم کو احتلام ہوا ور دختر یتیمہ کو حیض آوے یا سن بلوغ کو پہونچ جاوین اور وہ امام شافعی رح کے نزدیک پوسے پندرہ برس ہین قال فی الکمالین اور یہی قول اوزاعی و ابن وہب و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ کا ہی اور یہی ایک روایت امام ابو حنیفہ رح سے ہی اور یہی صحیح ثابت از حدیث ابن عمر و صحیحین ہی اور اسی پر فتوی ہی اور دوسری روایت مین اٹھارہ برس ہین اور یہی قول سفیان ثوری رح کا ہی اور امام مالک و احمد و اسحاق ولیث بن سعد کے نزدیک زیر ناف کے کڑے بال جمنے پر ہی اور شافعی رح نے کہا کہ ایسی باتون سے کافر کے حق مین بلوغ کا حکم ہوگا مسلمان کے حق مین نہو گا قَالَ الْمُتَرْجِم وجہ یہ کہ مسلمان تو علاج سے ایسا کر لیتے ہین تا کہ بیت المال سے انکا حق مقرر ہو جاوے اور کافر اس خوف سے نہین جمنے دیتے کہ ان پر جزیہ مقرر ہو گا ۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ صحیح یہ ہی کہ سب کے حق مین بلوغ ہی کیونکہ یہ امر جبلی ہی اور معالجہ کا احتمال بعید ہی اور امام احمد نے عطیہ قرظی سے روایت کی کہ جب بنو قریظہ بحکم سعد بن معاذ اپنے قلعہ سے ہتھیار ڈالکر نکلے اور سعد رض نے جنکو حکم بدا تھا یہ حکم لگایا کہ انمین سے لڑنے والے یعنے بالغ قتل کیے جاوین اور نابالغ قید کیے جاوین یعنے لونڈی غلام بنا کے جاوین تو حضرت صلعم نے حکم کیا کہ دیکھو کس کے بال جمے ہین پس جسکے بال جمے تھے وہ قتل ہوا اور جسکے نہین جمے تھے وہ چھوڑا گیا اور مین انمین تھا جو چھوڑا گیا و قد رواہ اصحاب السنن بنحوہ و قال الترمذی حدیث حسن صحیح ۔ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ ۔ اگر تم دیکھو اور یہ قلبی دیکھنا ہی نہ آنکھ سے مِّنْهُمْ رُشْدًا ۔ صلاحًا فی دینہم و مالہم ۔ یعنے رشد سے مراد صلاحیت ہی دین مین اور مال کے تصرف کرنے مین یعنے دین مین صالح ہو اور اموال صواب پر مال خرچ کرتا ہی اور مال کی حفاظت رکھتا ہی بخلاف فاسق کے اور یہی تفسیر حضرت ابن عباس و حسن و سعید بن جبیر و دیگر ائمہ فقہا سے مروی ہی یعنے پھر اگر انکی طرف سے رشد دیکھو تو ۔ فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۔ انکو انکا مال دیدو ۔ یعنے حد بلوغ سے بدون تاخیر کے دیدو اور اسکا مفہوم یہ ہی کہ اگر نسے رشد نہ دیکھا جاوے تو انکا مال نہ دیا جائیگا اور یہی قول امام شافعی و ابو یوسف و محمد کا ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بنا بر اینکہ اٹھارہ برس کا سن بلوغ ہوتا ہی سات برس زائد یعنے پچیس برس کے سن تک انتظار کیا جائیگا اور سات برس کی مدت تغیر احوال کے واسطے معتبر ہی کہ طفل کو تمیز ہوتی اور اسپر نماز کا حکم کیا جاتا ہی پس اسقدر انتظار کر کے اسکا مال اسکو دیدیا جائیگا اگرچہ اس سے رشد نہ دیکھا جاوے اور مفہوم سے استدلال کرنا ہمارے نزدیک ناتمام ہی اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو آیت مین لفظ رشد نکرہ ہی پس ادنی رشد جسپر بولا جاتا ہی مراد ہو گا اور اس سن پر اسقدر پایا جاتا ہی کیونکہ اسکی فرع اب اصل ہو جائیگی پس وہ اصل ہونے مین درجہ انتہا پر پہونچ گیا ۔ اگر کہا جاوے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک آزاد بالغ پر حجر نہین جائز ہی یعنے قاضی اسکو اپنی ملک مین تصرف کرنے سے منع نہین کر سکتا باین طور کہ اسکا تصرف نافذ نہو پھر انتظار کے کیا معنے ہین تو جواب یہ ہی کہ یہ انتظار بغرض حصول رشد ہی نہ آنکہ حجر ہی پھر جاننا چاہیے کہ صاحبین یعنے امام ابو یوسف و امام محمد و دیگر ائمہ مجتہدین جمہور نے آزاد بالغ پر بھی جبکہ سفیہ وغیرہ ہوئے حجر جائز رکھا ہی اور اسی آیت سے سفیہ کے مجبور ہونے پر استدلال کیا اور مروی ہی کہ جعفر بن ابی طالب نے ساٹھ ہزار درم کو ایک ریتلی زمین خریدی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ مین عثمان رض کے پاس جاتا ہون تجھے مجبور کرانے کو پس زبیر بن العوام رض نے کہا کہ ہان مین اسکا شریک ہون تو عثمان رض نے کہا کہ بھلا مین ایسے شخص کو کیونکر مجبور کرون جسکے شریک زبیر بن العوام ہین پس یہ دلالت کرتا ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین مجبور کرانا آزاد بالغ کا جاری تھا اور کلام اسمین طویل ہی ۔ وَلَا

تَاْكُلُوْهَا۔ ایہا الاولیاء۔ یہ خطاب یتیم کے اولیاء کو ہی۔ اِسْرَافًا۔ بغیر حق۔ مراد اسراف سے بغیر حق ہی ای لاتاکلوہا مسرفین ومبادرین
وَّبِدَارًا۔ ای مبادرین الی الفاقہا مخافۃ۔ اَنْ يَّكْبَرُوْا۔ رشدا فیلزمکم تسلیمہا الیہم۔ یعنے ای اولیاء تم مت کھاؤ اسکو اسراف و
بدارًا ای درحالیکہ اسراف اور مبادرت و جلدی کرنے والے ہو اس مال کے خرچ کرنے میں اس خوف سے کہ یہ یتیم بالغ ہوں رشد کے ساتھ
پس تم پر بلا تاخیر کے لازم آوے کہ انکو انکے اموال سپرد کردو۔ یعنے اس خوف سے مبادرت نہ کرو کہ یہ رشد سے بالغ ہوئے تو سب
دینا پڑیگا۔ پس لاؤ بالفعل ہی کھا یا دین لہذا اسراف و بدار سے کھانا تو مطلقًا حرام کیا خواہ ولی اسکا تونگر ہو یا فقیر ہو اور بدون اسکے تفصیل
فرمائی کہ۔ وَمَنْ كَانَ۔ من الاولیاء۔ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ۔ ای یعف عن مال الیتیم ویمتنع من اکلہ۔ یعنے اولیاء میں
سے جو تونگر ہو اسکو چاہیئے کہ استعفاف کرے۔ ای عفت اختیار کرے مال یتیم سے اور اسکو کھانے سے باز رہے۔ اور عفت یعنے
باز رہنا اس چیز سے جو حلال نہیں پس استعفاف تو عفت سے بھی زیادہ کمال مبالغہ ہی۔ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ۔ منہ۔
بِالْمَعْرُوْفِ۔ بقدر اجرۃ عملہ۔ اور جو فقیر ہو تو مال یتیم سے بقدر معروف کھاوے یعنے بقدر مزدوری۔ یعنے بالمعروف کی یہ تفسیر ہی
کہ اپنے کام کی اجرت کے قدر کھاوے۔ اور ایسا ہی بخاری رح نے عائشہ رض سے روایت کیا۔ پس مال یتیم میں اگر تجارت کرے یا اسکی زمین میں زراعت
کرے یا مانند اسکے تو دستور کے موافق جو کچھ ایسے کام کی کم سے کم مزدوری دیجاتی ہو اسقدر کھاوے اور ضامن نہوگا اور نہ وہ اسپر
قرضہ رہیگا اور یہی قول حضرت عائشہ رض و ایک جماعت اہل علم مانند عطاء ابن ابی رباح و عکرمہ و ابراہیم نخعی و حسن بصری وغیرہم کا ہی اور انہیں
میں سے جو کہتے ہیں کہ عوض نہ دینا پڑیگا بعض نے کہا کہ سخت ضرورت کے وقت بدون اجرت کام وغیرہ کے بقدر جان پروری کھالیوے اور
بعض نے کہا کہ اجرت مثل اور قدر حاجت میں سے جو کم مقدار ہو وہ کھاوے۔ بالجملہ اصحاب شافعی کے نزدیک یہی صحیح ہی کہ مال یتیم سے
جو بطور معروف کھایا اسکی ضمان لازم نہیں ہی اور یہی جمہور فقہا کا قول ہی۔ اور ایک قوم نے فرمایا کہ فلیاکل بالمعروف سے مراد قرض ہی
کہ حاجت کے وقت کھالیوے اور جب میسر آوے تو اسکی مثل دیدے اور یہ قول عمر بن الخطاب و ابن عباس و عبیدہ سلمانی و ابن جبیر و شعبی
و مجاہد و ابو العالیہ و اوزاعی وغیرہم سے مروی ہی چنانچہ براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ عمر رض نے مجھسے فرمایا کہ میں نے
اپنے آپ کو اللہ تعالے کے مال میں یعنے خزانہ بیت المال میں بمنزلہ اس شخص کے قرار دیا ہی جو یتیم کا والی ہوتا ہی کہ اگر مجھے بہت ضرورت
پیش آئی تو میں اسمیں سے بقدر ضرورت لیتا ہوں پھر جب اللہ تعالے نے میرے ہاتھ آسانی دی تو جسقدر لیا اسقدر اسمیں واپس رکھدیتا
ہوں اور اگر حاجت نہیں ہوتی تو اس سے تعفف کرتا ہوں رواہ سعید بن منصور۔ قال ابن کثیر باسناد صحیح ونحوہ ابن ابی الدنیا عن حارثہ
بن مضرب عنہ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ کمال پرہیزگاری و احتیاط ہی اور آیت کریمہ دلالت کرتی ہی کہ دستور کے موافق بقدر اجرت کار کھالینا
بدون ضمان کے روا ہی و قد روی الامام احمد من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعا کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ میرے پاس کچھ مال نہیں اور میری ولایت میں ایک یتیم ہی تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنے یتیم کے مال میں سے کھا درحالیکہ تو اسراف کرنے والا نہو
اور فضول برباد کرنے والا نہو اور نہ مال جمع کرنے والا ہو اور نہ اسکا مال دیکر اپنا مال بچانے والا ہو۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت میں فرمایا کہ بطور
معروف خرچ کرنے درحالیکہ تو اسراف کرنیوالا نہو۔ رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ اور ایسا ہی مضمون ابن حبان و ابن مردویہ نے
جابر رض سے مرفوعا روایت کیا ہی۔ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ۔ ای الیتامی۔ پھر جب تم نے دیدیے انکو۔ یعنے یتیموں کو یعنے اَمْوَالَهُمْ
فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ۔ انہم تسلموہا وبرئتم لئلا یقع اختلاف فترجعوا الی البینۃ وہذا امر ارشاد۔ انکے مال تو انپر گواہ کرلو۔ یعنے

گواہ کرلو اوپر اسکے کہ انھوں نے وصول پایا تمھارے سپرد کرنے سے اور تم بری ہوئے تاکہ اختلاف نہ پڑے اور در صورت اختلاف پڑنے کے تم گواہوں کی طرف رجوع کرو اور یہ حکم امر کا وجوب کے لیے نہیں بلکہ ارشاد ہے یعنے دنیاوی کام میں ڈھنگ بتلا دیا کہ شرعی مواخذہ ظاہر سے تمھارے حق میں بچاو اصلح ہے اور بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ اس کلام میں دلیل ہے کہ جو متولی یتیم ہے اگر دعوی کرے کہ میں نے یتیم کو اسکا مال دیدیا اور یتیم وصول پانے سے انکار کرتا ہے تو اسکے قول کی بدون گواہوں کے تصدیق نہوگی اور یہی امام شافعی و مالک کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ نے اسکے خلاف فرمایا ہے کیونکہ یتیم کے متولی کو اللہ تعالے نے امین قرار دیا ہے تو وہ ضمین نہیں ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ ۔ لفظ با زائدہ۔ یعنے باللہ کی با زائد کہ عکبری نے کہا کہ اسکا فائدہ یہ ہے کہ امر کے معنے پر دلالت کرے کیونکہ تقدیر کلام یہ ہے اکتف باللہ۔ ای اکتفا کر ساتھ اللہ تعالے کے حَسِيْبًا حافظا الاعمال خلقہ ومحاسبہم۔ کہ وہ حافظ ہے اپنے مخلوق کے کاموں کا اور اپر انکا حساب کرنے والا ہے قیامت وغیرہ میں اور اس کلام میں وعید شدید ہے یعنی والیان یتیم توڑ رہیں کہ انکا مال اسراف وغیرہ سے نہ کھاویں اور بلوغ پر دیدیں اور درستی کو پیش نظر رکھیں و یتیموں کو تہدید ہے کہ وصول پاکر انکار نہ کریں اور شکر گزار رہیں ف عرائس البیان میں ہے قولہ تعالے فان اٰنستم منھم رشدا۔ رشد سے یہاں واللہ اعلم یہ اشارہ ہے کہ معرفت الٰہی اور اسکی محبت اور سنت رسول اللہ صلعم کے موافق اللہ تعالے کی راہ پر ثابت رہے اور بعض نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طور پر سنت کا برتاؤ ہے اور بعض نے کہا کہ سنت طریقہ پر عبادات پر قائم رہے اور ابن عطاء نے کہا کہ رشد وہ ہے جو الہام و وسوسہ میں فرق کرے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ

مردوں کے لیے حصہ ہے اسمیں سے جو چھوڑ مرین ماں باپ اور ناتے والے اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اسمیں سے جو چھوڑ مریں

الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝

ماں باپ اور ناتے والے اس تھوڑے میں سے یا بہت میں سے حصہ مقرر کیا ہوا

ونزل ردا لما کان علیہ الجاہلیۃ من عدم توریث النساء والصغار۔ نازل ہوا یہ کلام اس رسم کے رد کرنے کو جسپر اہل جاہلیت قائم تھے کہ میراث نہیں دیتے عورتوں کو اور نہ صغیر بچوں کو مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ سعید بن جبیر و قتادہ نے کہا کہ مشرکوں کا قاعدہ تھا کہ میراث کا تمام مال بالغ مردوں کا کردیتے اور عورتوں کو و اطفال کو اگرچہ لڑکے ہوں کچھ نہیں دلاتے تھے پس آیت نازل ہوئی اور ابن مردویہ نے جابر سے روایت کی کہ ام کحہ آئی رسول اللہ صلعم کے پاس اور عرض کیا کہ میری دو بیٹیاں ہیں انکا باپ مرگیا اور انکے کھانے کو کچھ نہیں ہے پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی وسیاتی انشاء اللہ تعالے اور معالم میں ذکر فرمایا کہ اوس بن ثابت انصاری نے وفات پائی اور تین بیٹیاں چھوڑیں اسکی جورو نے آکر رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اوس بن ثابت نے انتقال کیا اور اچھا مال چھوڑا جوسو بد و عرفجہ اسکے چچازاد بھائیوں نے لیا اب ان بیٹیوں کے پاس کچھ کھانے کو نہیں ہے اور حضرت صلعم نے سوید و عرفجہ کو بلایا انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ اسکی اولاد گھوڑے پر سوار ہونے اور دشمن کو دفع کرنے اور مشقت برداشت کرنے کے لائق نہیں ہے پس آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اوس کی بیٹیوں کا حق مقرر فرمایا ہے تم اسکے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ یہانتک کہ اسکی مقدار نازل ہو پھر اللہ تعالے نے نازل فرمایا یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ و عنقریب یہ مواریث بطور شافی و لطائف مفید بیان ہوگا انشاء اللہ تعالے بیضاوی نے کہا کہ خطاب پہلے اترا پھر اسکے بعد بیان نازل ہوا تو بیان کی تاخیر جائز ہونا ثابت ہوا قال المترجم اسقدر تو امام حنفیہ بھی قائل ہیں اور شافعیہ اسمیں نزع کسیکو ہو جبکہ کلام ہو اس خلاف اسمیں البتہ ہے کہ ضرورت کے وقت سے بیان میں تاخیر ہونا جائز ہے یا نہیں فافہم۔ لِلرِّجَالِ ۔ الاولاد و الاقارب۔ یعنے مردوں سے عام مراد ہیں خواہ اولاد ہوں یا ناتے دار ہوں اگرچہ استحقاق میں ایک دوسرے کے بعد اپنی اپنی شرط سے ہوں

جو آگے بیان ہوگی۔ **نَصِيْبٌ** ۔ حظ۔ **مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ** ۔ المتوفون ۔ مردون کے لیے یعنے اولاد اور اقارب کے لیے حصہ ہے اس مال سے جو والدین و اقارب نے چھوڑا یعنے بعد وفات کے اور یہ ترک کے لفظ سے جو انکے محاورہ مین ایسے مقام پر موت کے بعد چھوڑنے پر بولا جاتا ہے مفہوم ہوا اور چونکہ اقربین کے ترکہ سے رجال کا حصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ رجال شامل ہے اولاد و اقارب دونون کو کیونکہ اقربین کا وارث بھی میت کا اقرب ہوگا کیونکہ یہ رشتہ دونون طرف سے ہے۔ **وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ** ۔ نساء سے مراد مونث اولاد و ناتے دار ہین خواہ بچہ ہون حتی کہ میت کی وفات کے وقت حمل ہون تو بھی اس میراث کے مستحق ہونگے جیسے الرجال سے مراد مذکر ہین خواہ طفل ہون یا مراہق قریب بلوغ یا پورے مرد ہون حتی کہ حمل نرینہ کو بھی شامل ہے اور یون نفرمایا کہ وللنساء کذلک اسمین فتوی دینے کی تعلیم ہے کہ صاف بسط سے ہو اور حدیث صحیح مین ہے کہ حضرت کلمہ جامعہ کو مفصل اور تین بار فرماتے تھے **مِمَّا قَلَّ مِنْهُ** ۔ ای المال ۔ **اَوْ كَثُرَ** ۔ یہ بدل ہے قولہ ما ترک سے باعادۂ حرف جار اور منہ کی ضمیر مبدل منہ کی طرف راجع ہے اور چونکہ مبدل منہ سے مراد مال متروکہ ہے لہذا مفسر رحمہ نے ضمیر کو مال کی طرف راجع کیا اور حاصل کلام یہ کہ میت کی اولاد یا ناتے دار خواہ مذکر ہون یا مونث ہون لیکن بشرطیکہ میت کی وفات کے وقت انکا وجود قطعی ہوا اگرچہ نطفہ سے ہوا ہو تو میت کے مال متروکہ مین سے خواہ مال قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ ہے پھر اس حصہ کو فرمایا ۔ جعلہ اللہ ۔ **نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا** ۔ یعنے کر دیا اسکو اللہ تعالے نے حصہ فرض کیا ہوا ۔ پس مفسر رحمہ نے نصیبًا جعلہ اللہ ۔ مقدر کا دوسرا مفعول قرار دیا اور معالم مین فرمایا کہ نصیب سکو نقطع ہے یعنے مفعول مطلق فعل محذوف کا ہے اور مفسر رحمہ نے مفروض کی تفسیر کی ای مقطوعًا بتسلیمہ الیہم ۔ یعنے ان وارثون کو اسکا سپرد کرنا مقطوع کیا گیا پس فرض بمعنے قطع لیا ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ لغت مین فرض بمعنے قطع و تقدیر ہے جیسے قولہ فریضۃ من اللہ ۔ مین ہم نے کہا ہے و سیاتی انشاء اللہ تعالے اور یہان بمعنے قطع ہے اور ہمارے نزدیک فرض و واجب مین شرعًا فرق ہے پس فرض وہی ہے جو بدلیل قطعی ثابت ہو اور واجب مین گو نہ ظن و گمان ہوتا ہے لیکن یہ امر بعد رسول اللہ صلعم کے پیدا ہوا اور نہ اس وقت دونون متحد تھے ۔ اور فقط اعتقادی فرق ہے ورنہ عمل کرنا تو دونون پر حتمی ہے اور شافعیہ نے یہ فرق نہین کیا اور صحیح یہ ہے کہ یہ فرق معقول ہے اور شارح منہاج بیضاوی نے بھی اسکا اقرار کیا ہے پھر چونکہ آیت کریمہ مین یہ حصہ اللہ تعالے کی طرف سے مفروض ہے تو ثابت ہوا کہ وارثون کے معاف کرنے سے ساقط نہوگا اور اگر وارث خود اعراض کرے اور قبول نہ کرے تو مانند وصیت کے جو ساقط ہو جاتی ہے یہ ساقط نہوگا اور اگر ایک وارث نے بدون تقسیم و وصول کے اپنا حصہ اور وارثون کو ہبہ کر دیا تو چاہیے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک صحیح نہوا سلیے کہ اسمین غیر مقسوم کا ہبہ ہے اور ہبہ مشاع انکے نزدیک باطل ہے فافہم

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا

اور جب حاضر ہون تقسیم کے وقت ناتے والے اور یتیم اور محتاج تو انکو کچھ رزق دو اور کہو

لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا

انکو بات معقول اور چاہیے کہ ڈرین وہ لوگ کہ اگر چھوڑین اپنے پیچھے اولاد ضعیف خوف کرین

عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى

انپر پس چاہیے کہ ڈرین اللہ سے اور کہین بات سیدھی البتہ جو لوگ کھاتے ہین یتیمون کے مالون کو

ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۗ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝

ظلم سے یہی ہے کہ کھاتے ہین اپنی پیٹون مین آگ اور جلد ہی پہونچینگے آگ مین

ع ۱۰ ۱۴

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ - للميراث - ایسا ہی ابن عباسؓ وغیرہم سے روایت ہی یعنی قسمت وبٹوارہ سے مراد میراث کی تقسیم ہی اور اولی یہ ہی کہ
لفظ ترکہ کہا جاوے جو سابق مین ضمنًا مذکور ہوا اور یہان الف لام سے معہود ہی اور ظاہر احضور سے مراد خود بجود حاضر ہونا موافق عادت کے ہی۔ **أُولُوا
الْقُرْبَىٰ** - ذو والقرابۃ ممن لا یرث - یعنے صاحبان قرابت سے مراد وہ قرابتی ہین جو میت کی میراث نہ پاوینگے خواہ اسوجہ سے کہ ایسے عصبہ ہین
جو دوسرے کے ہوتے ہوے محروم ہین یا ذوی الارحام ہین کذا قیل بالجملہ اوپر کی آیت سے دلالت پائی گئی کہ میراث پانے والے اہل قرابت کے
سوائے یہان مراد ہین اور یہی اکثر مفسرین نے کہا ہی۔ **وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ** شیئا قبل القسمۃ
(المعنی) اور جب بٹوارہ میراث مین ایسے صاحبان قرابت حاضر ہون جو وارث نہونگے اور اطفال یتیم اور مساکین حاضر ہون تو میراث مین سے
بٹوارہ سے پہلے کچھ دیدو یعنے اوس مال متروکہ مین سے اسکے بانٹ لینے سے پہلے انکو کچھ دیدو اور یہ خطاب بالغ وارثان میت کو یا میت کے وصی کو ہی
اور حاصل یہ کہ جب وارث بالغ ہون اور ترکہ تقسیم ہونے کے وقت یہ لوگ جو مذکور ہوے ہین حاضر ہون تو بانٹ لینے سے پہلے ترکہ مین سے
انکو بھی کچھ دیدو کیونکہ بعد بانٹ لینے کے ہر ایک اپنے حصہ مین سے دے سکتا ہی پس ترکہ سے انکو کچھ نہین ملیگا۔ **وَقُولُوا** - ایہا الاولیاء
لَهُمْ - اذا کان الورثۃ صغارا - **قَوْلًا مَّعْرُوفًا** - اور کہو اے اولیاے میت یا وصی میت ان حاضرین مذکورین سے جبکہ میت کے وارث
نابالغ ہون یا انہین سے کوئی نابالغ ہو قول معروف - یعنے قول جمیل بایں طور کہ ان حاضرین سے عذر کرو کہ ہم کچھ دینے کے مالک نہین ہمکو
اختیار نہین ہی کیونکہ ورثہ تو نابالغ ہین چونکہ یہ امر پایا نہین جاتا ہی تو مفسر رحمہ اللہ نے اسمین اختلاف اقوال یون بیان کیے کہ - قیل ہذا منسوخ
وقیل لا ولکن تہاون الناس فی ترکہ وعلیہ فہو ندب وعن ابن عباس واجب - بعض نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہی اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہین ولیکن
بات یہ ہوئی کہ لوگون نے تہاون کرکے اسکو چھوڑ دیا اور اس قول پر صیغۂ امر جو آیت مین مذکور ہی استحباب کے لیے ہوگا یعنے مستحب ہی کہ انکو بھی
کچھ دیدو ولیکن لوگون نے استحباب چھوڑ دیا اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ ایسا کرنا واجب ہی مترجم کہتا ہی کہ وجہ اختلاف یہان اسطرح ہی
کہ فارزقوہم - کا امر وجوب کا ہی یا استحباب کا ہی اور یہ حکم بالغ وارثون کو ہی یا اولیاء میت کو ہی خواہ وارث بالغ ہون یا نابالغ پھر منسوخ ہی یا نہین بلکہ
محکم ہی اور روایات واقوال مفسرین سے معلوم ہوتا ہی کہ ہر ایک کیطرف جانے والے گئے ہین چنانچہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ عوفی رحمہ اللہ نے ابن
عباسؓ سے قولہ واذا حضر القسمۃ اولوا القربیٰ الآیۃ - مین روایت کیا کہ یہ فرائض کے نازل ہونے سے پہلے تھا پھر اللہ تعالیٰ نے فرائض کو نازل فرمایا
پس ہر حقدار کو اسکا حق مفروض کردیا پس صدقہ اسمین کا جو میت بیان کرجاوے - رواہ ابن مردویہ وقد رواہ ابن ابی حاتم من طریق عطاء
عن ابن عباس نحوہ اور قول نسخ کو ابن مردویہ نے من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس بھی روایت کیا
اور یہی قول قتادہ رحمہ اللہ نے سعید ابن المسیب سے روایت کیا کما رواہ ابن ابی حاتم ورواہ مالک عن الزہری عن سعید رحمہ اللہ اور یہی قول عکرمہ و
ابو الشعثاء وقاسم بن محمد وابو صالح وابو مالک وزید بن اسلم وضحاک وعطاء خراسانی وربیعہ بن ابی عبد الرحمن ومقاتل بن حیان سے مروی ہی کہ یہ
آیت منسوخ ہی اور یہی مذہب جمہور فقہاء و چارون مشہور اماموں ابو حنیفہ ومالک وشافعی واحمد اور انکے اصحاب کا ہی اور مترجم کہتا ہی کہ بعض نے
اعتراض کیا کہ اہل قرابت سے غیر وارثین مراد ہین اور حق انکا بوجہ میراث نہین تا کہ کہا جاوے کہ آیت مواریث سے منسوخ ہی لیکن اگر کہا جاوے
کہ اولوا القربیٰ جو یہان مذکور ہین وہ وارثین ہین تو نسخ کی وجہ البتہ ہوسکتی ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ نادانی ہی اور جواب یہ ہی کہ قائلین نسخ کہتے ہین
کہ ابتداء اسلام مین واجب تھا کہ ترکہ مین سے ایک حصہ اہل قرابت غیر وارثین ویتامیٰ ومساکین کو دیا جاوے اور اسوقت تک تمام ترکہ کی
مفصل تقسیم وارد نہین ہوئی تھی پھر جب مفصل تقسیم وارد ہوئی تو ہر ایک حقدار کا حال معلوم ہوگیا اور ماوراے میراث کے صدقہ صرف

وصیت رہا کہ تہائی مال یا اس سے کم میں میت کسی کے واسطے وصیت کرجاوے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ کسی وارث کے حق میں وصیت
نہیں ہے لقولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث۔ نہیں وصیت کسی وارث کے لیے اور یہ حدیث صحیح حجت ہے کما صرح بہ ابن کثیر وغیرہ۔ پھر جاننا چاہیے
کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہاں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں چنانچہ منسوخ ہونے کی روایات اوپر گذریں اور بعض روایات میں ہے کہ آیت محکم
ہے اور بعض روایات میں ہے کہ مراد اس سے وصیت ہے چنانچہ بیان تفسیر سے معلوم ہوگا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جب
تقسیم ترکہ کے وقت صاحبان قرابت جو وارث نہیں ہونگے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انکو ترکہ سے ایک حصہ نکال دیا جاوے اور ابتداء
اسلام میں واجب تھا اور بعض نے فرمایا کہ یہ مستحب ہے پھر اسمیں اختلافی دو قول ہیں کہ آیا یہ منسوخ ہے یا نہیں تو عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی
کہ یہ آیت محکمہ ہے منسوخ نہیں ہے وکذا رواہ سعید بن جبیر عن ابن عباس رواہ البخاری اور مقسمؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت قائمہ ہے اسپر
عمل کیا جاوے رواہ ابن جریر۔ اور مجاہدؒ نے کہا کہ اہل میراث پر یہ واجب ہے جہاں تک انکے دل کی خوشی ہے دیویں اور ایسا ہی حضرت ابن مسعود و ابو موسیٰ
و عبد الرحمٰن بن ابی بکر و ابو العالیہ و شعبی و حسنؒ سے مروی ہے اور ابن سیرین و سعید بن جبیر و مکحول و ابراہیم نخعی و عطاء بن ابی رباح و زہری و یحییٰ
بن یعمر نے کہا کہ یہ واجب ہے پھر ابن کثیرؒ نے عبد الرزاق کی روایت سے ایراد کیا کہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق کے بیٹے عبد اللہ نے اپنے
باپ کی میراث تقسیم کی اور حضرت عائشہؓ زندہ تھیں پس انھوں نے احاطہ میں کوئی مسکین و قرابت دار نہیں چھوڑا مگر انکو اسکو اپنے باپ کی میراث
سے کچھ دیا اور یہی آیت پڑھی واذا حضر القسمۃ اولوا القربیٰ الآیۃ۔ قاسمؒ نے کہا کہ پھر میں نے ابن عباس سے ذکر کیا تو فرمایا کہ انھوں نے ٹھیک
نہیں کیا یہ تو وصیت کے حق میں ہے یعنی میت جب ان لوگوں کے حق میں وصیت کرجاوے۔ رواہ ابن ابی حاتم اور شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے
کہا کہ امر مذکور استحباب کے لیے ہے اور یہی صحیح معتمد ہے اور بحسب دلیل وارجح ہے جو مجاہدؓ سے مروی ہے کیونکہ امر کے معنے اپنی اصل پر رہتے ہیں
کما لا یخفی اور امام محی السنہؒ نے معالم میں بعض کا قول نقل کیا کہ تمام اقوال میں سے اولیٰ یہ ہے کہ امر مذکور استحباب کا ہے وجوب کا نہیں
ہے اور آیۃ کریمہ منسوخ نہیں ہے اور بنابریں آیت کریمہ کے معنے یہ ہیں کہ تقسیم ترکہ کے وقت جب ایسے لوگ حاضر ہوں جو میت کے ناتے دار
ہیں مگر وارث نہونگے تو انکو کچھ دو تاکہ انکی دل شکنی نہو اور یتیم آویں یا مساکین آویں تو انکو دو کہ سبب برکت ہے اور شکر نعمت ہے۔ **وَلْيَخْشَ**
ای لیخف علی الیتامی۔ یعنی اور چاہیے کہ خوف کریں یتیموں پر۔ **الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا** - ای قاربوا ان یترکوا۔ وہ لوگ کہ نزدیک
پہونچے اسکے کہ چھوڑیں۔ **مِنْ خَلْفِهِمْ** - من بعد موتہم۔ اپنی موت کے بعد۔ **ذُرِّيَّةً ضِعَافًا** - اولاد صغیر۔ **خَافُوا
عَلَيْهِمْ** - الضیاع۔ خوف کریں انپر یعنے ضائع ہونیکا۔ **فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ** - فی امر الیتامی لیاتوا الیہم ما یحبون ان یفعل بذریتہم من
بعد موتہم۔ پس چاہیے کہ ڈریں اللہ تعالےٰ سے یتیموں کے معاملہ میں اور چاہیے کہ بجا لاویں یتیموں کے ساتھ وہ بات جسکو چاہتے ہیں کہ انکی
موت کے بعد انکی ذریت کے ساتھ برتی جاوے۔ **وَلْيَقُولُوا** - للمیت۔ اور چاہیے کہ کہیں میت سے یعنے اسکی موت سے کچھ پہلے جبکہ اسپر
موت کے آثار ظاہر ہوں اور وہ وصیت وغیرہ کرنے لگے۔ **قَوْلًا سَدِيدًا** - صوابا بان یامروہ ان یتصدق بدون ثلثہ و یدع الباقی
لورثتہ ولا یدعہم عالۃ۔ قول صواب یا بیں طور کہ میت کو سمجھاویں کہ اسکے ترکہ میں سے تہائی مال جسکے صدقہ کرنیکا اسکو اختیار ہے اس تہائی سے کم کو
صدقہ کرے اور باقی کو اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ جاوے اور یہ نکرے کہ وارثوں کو محتاج چھوڑے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے لوگوں کو ارشاد کیا
خصوصاً ایسے لوگوں کو جو اولاد چھوڑ کر مرنے کے قریب پہونچے ہیں کہ تمہارے مرنے کے بعد تم اپنی ذریات سے جو برتاؤ چاہتے ہو وہی تم بھی اپنی
حیات میں یتیموں کے حال پر کیا کرو۔ **فـ** مفسرؒ نے یہ خطاب عام قرار دیا کہ یتیم کے متولی اور غیر متولی سب کو ہے اور لو ترکوا۔ بجائے قاربوا

ان تترکوا کے اس فائدہ کے واسطے ہی کہ مرنا امر یقینی ہی پس مفروض مقدر بمنزلۂ واقع کے سمجھنا چاہیے اور خافوا کا مفعول محذوف ہی اسی ضیاع
یعنے برباد و ضائع و تباہ ہونا اور بدون ثلثہ یعنے کم اپنی تہائی سے اور تہائی کو میت کی طرف مضاف کیا اسلیے کہ بعد موت کے سوائے تہائی کے
باقی کل مال بفرض الٰہی وارثان میت کا ہو جاتا ہی میت کا حق اس سے منقطع ہو جاتا ہی حتی کہ اگر تہائی سے زیادہ کی وصیت کر کے مرے تو تہائی
کی مقدار میں نافذ ہوگی زیادہ میں باطل ہی الا آنکہ وارث لوگ اپنی طرف سے اجازت دیدیں اور یہ اجماعی مسئلہ ہی پھر چونکہ حضرت صلعم نے سعد
بن ابی وقاص کو فرمایا ہی کہ تہائی پوری بھی بہت ہی اور یہ بھی فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو تونگر چھوڑے تو بہتر ہی اس سے کہ تو محتاج چھوڑ جائے کہ لوگوں کے
سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی حدیث میں ہی لہذا علما نے کہا ہی کہ تہائی سے کمی ہونا وصیت میں مستحب ہی اسی بنا پر مفسر رح نے
تفسیر کی ہی اور تہائی سے کم وصیت بھی جب ہی کہ مال بہت کثیر ہو ورنہ میت کو بالکل وصیت نہ کرنے کی فہمائش قول سدید ہوگی چنانچہ ابن
عطیہ رح نے فرمایا کہ آدمی اگر وارثوں کو بالغ و تونگر خود کمائی والا چھوڑے تو اسکو وصیت پر آمادگی دلانا قول سدید ہی کیونکہ اسکے حق میں
یہ بہتر ہی اور اگر نابالغ یا محتاج ہوں تو تہائی سے کم کی وصیت کیسی بالکل وصیت نہ کرنے پر آمادہ کرنا قول صواب ہی کیونکہ ذریات محتاج کو
پہونچنے میں مساکین سے زیادہ ثواب ہی پھر واضح ہو کہ اس خطاب میں بھی مفسرین کا اختلاف ہی چنانچہ بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ
قولہ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعافا خافوا علیھم یہ حکم ہی ان لوگوں کو جنکو میت نے اپنی اولاد یتیم پر وصی مقرر کیا اور خود مر گیا
کی وصیت کر گیا ہی یعنے ان لوگوں کو چاہیے کہ یتیموں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور انکے ساتھ ایسے برتاؤ کریں جیسے اپنے
مرنے کے بعد اپنی اولاد سے دوسروں کا برتاؤ چاہتے ہیں یا یہ حکم ان لوگوں کو ہی جو مریض کی وصیت کرنے کے وقت حاضر ہوں یعنے
ڈریں اللہ تعالیٰ سے یا خوف کریں اولاد مریض پر اور انپر اپنی اولاد کے موافق شفقت کریں پس مریض کو ایسی وصیت نہ کرنے دیں جو وارثوں کے
حق میں مضرت پہونچاوے کہ وہ بیچارے چھوٹے چھوٹے بچے مارے مارے پھریں اور علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے یہی معنے روایت کیے اور ایسا
ہی مجاہد رح و بہتیرے سلف نے فرمایا ہی ذکرہ ابن کثیر اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا ہی اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب وارثوں کو ہی یعنے ضعفا اقارب یتیم
مساکین جو وقت تقسیم ترکہ کے حاضر ہوں انپر شفقت کریں یہ تصور کر کے کہ اگر انکی اولاد انکے پیچھے اسطرح چھوٹتی تو انکا محروم ہونا پسند کرتے اور
مترجم کہتا ہی کہ گویا یہ ربط ماخوذ ہی اصل قصہ اوس بن ثابت اور محرومیت اسکی اولاد و ضبط مال بسنت عرفجہ و سوید ورد دعویٰ ام کجہ و اولاد سے قلبیا
اور بعض نے کہا کہ خود مریضوں کو خطاب ہی کہ وارثوں پر نظر رکھیں اور وصیت کرنے میں اسراف نہ کریں بیضاوی رح نے فرمایا کہ لفظ لو ترکوا الی آخرہ
صلہ قرار دیا الذین کا یعنے آنکہ ولیخش الذین حالھم وصفتھم انھم لو شارفوا ان یخلفوا ذریۃ ضعافا خافوا علیھم الضیاع - اور اسی پر امر کو مرتب کرنے
میں اس سے مقصود کا اور اسمیں علت کا اشارہ ہی اور ترحم پر آمادگی دلانا اور جو اس سے مخالفت کرے اسکو اسکی اولاد کے حال سے تہدید ہی یعنے
اسکی اولاد کے ساتھ بھی یہی ہوگا جو خود دوسرے کی اولاد سے کرتا ہی قال تعالیٰ فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولا سدیدا پہلے تو انکو خشیہ کا حکم دیا پھر
تقویٰ کا حکم کیا جو انتہا خشیہ ہی برعایت مبدء و منتہی اسواسطے کہ اول بدون ثانی کے نافع نہیں ہی پھر قول سدید میں بھی موافق اقوال مذکورہ
بالا کے مختلف تفاسیر ہیں یعنے وصی لوگ یتیموں سے ایسی باتیں بشفقت و حسن ادب کی کہیں جیسے اپنی اولاد کے حق میں پسند کرتے ہیں
یا مریض سے سامعین ایسی باتیں کہیں جس سے وہ وصیت میں اسراف کرے اور وارثوں کو برباد نہ کرے اور بعض نے کہا کہ قول سدید یہ کہ
میت کو کلمۂ شہادت و توبہ یاد دلاویں اور بعض نے کہا کہ جو مساکین و یتیم و محتاج اقارب ہیں کچھ بکر زیادہ نہ کے اسواسطے اچھی باتوں سے عذر کریں
اور اگر بوجہ صغیر وارث ہونے کے نہیں دیا تو اچھا وعدہ بھی کریں کہ ہم تو مختار نہیں معذور ہیں اور یہ صغیر وارث عنقریب بڑے ہو جاوینگے

تو آپ صاحبون کا حق پہچانینگے - یا وصیت کے بارہ مین ایسا قول کہین جو تہائی سے متجاوز ہونے کو اور وارثون کے ضائع کرنے کو مودی ہو - شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگر وارثان میت تونگر ہون انکو پروا نہو تو میت کے واسطے مستحب ہی کہ وصیت مین اپنی پوری تہائی کردے اور اگر فقیر ہون تو مستحب ہی کہ تہائی سے کمی کرے اور بعض نے فرمایا کہ آیت سے مراد یہ ہی کہ چاہیے کہ ڈرین اللہ تعالے سے یتیمون کے مال کے معاملات مین اور اسکو اسراف و بدار کے طور پر نہ کہا جاوین حکاہ ابن جریر من طریق العوفی عن ابن عباس اور یہ قول بھی خوب ہی اسکی تائید اسکے مابعد سے حاصل ہوتی ہی جسمین اموال یتیمان کھانے پر تہدید ہی چنانچہ فرمایا - اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا - بغیر حق - جو لوگ کہ یتیمون کے مال ظلم سے یعنے ناحق کھا جاتے ہین - اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وہ تو اپنے پیٹون مین یہی آگ کھاتے ہین یعنے بھرتے ہین - سراج مین کہا کہ فی بطونہم یعنے ملأ بطونہم یعنے بھر پیٹ بنابر محاورۂ عرب کے ہی چنانچہ بولتے ہین - اکل فلان فی بطنہ او فی بعض بطنہ یعنے پورا پیٹ کھایا یا تھوڑا پیٹ کھایا - معنے یہ کہ بات یہی ہی کہ وہ لوگ کھاتے ہین بھر پیٹ آگ - کیونکہ جو کھاتے ہین انجام کار مین وہ آگ ہوگا - اور یہ و معنے کو محتمل ہی ایک یہ کہ اسوقت بھی وہ ماکول معلوم تو ہی درحقیقت آگ ہی کہ مآل کار مین اسکا ظہور ہوگا اور یہ قول بنابر اسکے کہ جو امور نماز و روزہ وغیرہ کے مانند اعراض معلوم ہوتے ہین انکے واسطے حقائق ہین چنانچہ نماز کا قیامت مین آنا اور روزہ کا جھگڑنا اور سورہائے قرآنی کا بصورت پارۂ ابر و نور ہونا جو کثرت سے مذکور ہی اس گروہ کا موید ہی اور یہی مفسرؒ نے بدور سافرہ اپنی کتاب مین محقق کہا ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ یہ مراد ہو کہ یہان کھانے پر انجام کار عذاب ہوگا آگ دوزخ سے یعنی فعل آتش دوزخ پہونچنے کا سبب ہوا لیس مجازا سبب کی تعبیر مسبب کردی - اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بچے رہو سات چیزون سے جو ہلاک و تباہ کرنے والی ہین - عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون کون چیزین ہین فرمایا اول اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرنا دوم سحر کرنا سوم قتل کرنا اس نفس کو جسکو اللہ تعالے نے حرام کیا ہی الا اینطور کہ حق کے ساتھ قتل کیا جاوے چہارم بیاج کھانا پنجم مال یتیم کھانا ششم کفار سے لڑائی و جہاد کے وقت بھاگنا ہفتم شوہر دار عورتون مومنہ کو جو بیچاری غافل ہین زناکاری کی تہمت لگانا اور سدیؒ نے فرمایا کہ مال یتیم کھانے والا قیامت کے روز اس حال سے اٹھایا جائیگا کہ آگ کی لپٹ اسکے منہہ سے نکلتی ہوگی اور اسکے کانون و ناک و آنکھون سے نکلتی ہوگی جو اسکو دیکھیگا پہچان جائیگا کہ یہ مال یتیم کھانے والا ہی - اور ابوبرزۃ الاسلمیؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک قوم اپنی قبرون سے نکلیگی اس حال سے کہ آگ انکے منہون سے متاجج ہوگی - عرض کیا گیا کہ یہ کون لوگ ہونگے یا رسول اللہ فرمایا کہ تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیۃ رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ فقد اخرجہ الطبرانی والوبعلی وابن ابی شیبہ اور بیان اور آثار و احادیث مال یتیم کھانے والے کی مذمت مین بہت ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ مین ابن عباس سے روایت مذکور ہوچکی ہی کہ جب قولہ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیہ - اتری تو جسکے پاس جو کوئی یتیم تھا اسنے اسکا کھانا اپنے کھانے سے الگ کیا اور اسکا پینا اپنے پینے سے الگ کیا پھر یتیم کے کھانے پینے سے جو کچھ بچ رہتا وہ رکھ چھوڑتا یہانتک کہ یتیم ہی اسکو کھاتا یا وہ بگڑ جاتا لیس یہ برتاؤ انپر بہت گران گذرا لیس انھون نے رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا تب اللہ تعالے نے وہ آیت نازل فرمائی جو سورۂ بقرہ مین ہی و یسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لہم خیر الآیۃ - پھر ان لوگون نے انکا کھانا پینا اپنے ساتھ ملایا - وَسَيَصْلَوْنَ بالبناء للفاعل والمفعول یدخلون - یعنے ابن عامر و شعبہ نے بضم یای پڑھا بر بناء مفعول یعنے یدخلون مجہول یعنے داخل کیے جاوینگے

اور باقیون نے بفتح یا، بہ بناء فاعل پڑھا ای یدخلون معروف۔ یعنے داخل ہونگے۔ سَعِيرًا - نارًا شدیدۃ تجرفون فیہا۔ (المعنے) اور یہ مال یتیم کھانے والے عنقریب داخل ہو نگے ایسی سخت آگ مین جسمین جلتے رہینگے محی السنہ نے معالم مین کہا کہ سیصلون بفتح یا، از صلی النار یصلی صلیا۔ قال تعالے سیصلی نارا ذات لہب۔ اور فرمایا الا من ہو صال الجحیم۔ اور بقول زید بن اسلم نے کہا کہ یہ کلام مذمت مشرکون کی ہے جو یتیمون کو میراث نہین دیتے تھے اور انکے مال کھا لیتے تھے مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ظلم سے اموال یتامی کھانے کے معنے وہ ہین جو مشرک و کفار کرتے تھے کہ جو شخص مر گیا اگر اسکی اولاد یتیم صغیر رہی تو انکو کچھ میراث نہین دیتے تھے پس ناحق مار کر خود کھاتے تھے پس اللہ تعالیٰ عز و جل نے ان گمراہون کی حالت و بد انجام بیان فرمایا کہ اہل اسلام ایسا نہ کرین اور حدیث مین ہے کہ سعید وہ ہے جو غیر سے نصیحت پکڑے مترجم کہتا ہے کہ آگے اللہ عز و جل نے میراث والون مین سے ہر ایک کے حصص بیان فرمائے اور تقسیم ترکہ کا حال بھی اس سے ثابت ہوا اور چونکہ حدیث صحیح مین ترکہ و تقسیم کے علم کو آدھا علم فرمایا ہے لہذا مترجم چاہتا ہے کہ آسان طور پر شرح کر دے

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ

اللہ تعالے وصیت کرتا ہے تمکو تمہاری اولاد مین نرینہ اولاد کو دو مونث اولاد کے برابر حصہ پھر اگر نری مونث ہون

اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ

دو سے اوپر تو انکو دو تہائی ترکہ کے اور اگر ایک مونث ہے تو اسکے لیے آدھا ترکہ ہے اور میت کے والدین

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ اس تمام کا جو چھوڑا بشرطیکہ میت کا کوئی اولاد لڑکا لڑکی ہو اور اگر میت کی کوئی اولاد نہو

وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ

اور ماں باپ ہی اسکے وارث ہوے تو اسکی ماں کو تہائی اور اگر میت کے کئی بھائی ہون تو اسکی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے بعد اس

وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ

وصیت کے جو کسیکو لوا دی ہو یا بعد قرضہ دینے کے

يُوصِيكُمُ - یامرکم - حکم دیتا ہے تمکو - اللَّهُ فِي - شان - أَوْلَادِكُمْ - اللہ تعالے تمہاری اولاد کے حق مین یعنے جو آگے ذکر فرمایا ہے۔ لِلذَّكَرِ منہم - مذکر کے لیے ان اولاد مین سے - مِثْلُ حَظِّ - نصیب - الْأُنثَيَيْنِ - اذا اجتمعتا معہ فلہ نصف المال ولہما النصف فان کان معہ واحدۃ فلہا الثلث ولہ الثلثان وان انفرد حاز المال - برابر حصہ دو مونث کے ہے مفسر نے کہا چنانچہ اگر جمع ہون دو مونث ایک مذکر کے ساتھ مین تو مذکر کو نصف اور دونون مونث کو نصف مال ملیگا اگر ایک مذکر اور ایک مونث ہو تو مونث کو تہائی اور مذکر کو دو تہائی ملیگا اور اگر مذکر تنہا ہو تو سب مال سمیٹ لیگا۔ فَإِن كُنَّ - ای الاولاد - یعنے کن کا اسم اولاد جمع لدہے اور کن بصیغہ مونث برعایت خبر کے ہے یا اولاد بتاویل مولودات اسم ہے۔ نِسَاءً - فقط - پھر اگر اولاد عورتین ہون فقط اور کوئی مرد مذکر نہو - فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ - دو سے اوپر تو انکے لیے دو تہائی اس مال کا جو چھوڑا ہے میت نے اسکا حاصل اگر اولاد مین سے فقط عورتین ہی ہون اگر دو سے اوپر ہون تو انکے لیے دو تہائی ہے قال المفسر چونکہ ظاہر مفہوم یہ تھا کہ دو تہائی کا حصہ دو سے زائد کے لیے ہے نہیں دو کے واسطے نہوگا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حالانکہ دو عورتون کے واسطے بھی دو تہائی ہونے کا مذہب ہے تو مفسر نے بیان کیا کہ وکذا الاثنتان لانہ للاختین لقولہ فلہما الثلثان مما ترک فہما اولے

اور یہی حصہ دو تہائی کا دو دختروں کے واسطے بھی ہی کیونکہ دو تہائی تو دو بہنون کی میراث ہی بدلیل قولہ تعالے فلہما الثلثان مما ترک۔ تو دو دختر کا استحقاق بدرجۂ اولی ہوگا کیونکہ بہ نسبت بہن کے دختر نسبی قرابت مین میت کی طرف بہت متصل ہی۔ یہ قیاس ہی اور دوسرا یہ کہ وہان البنت تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثی اولی۔ اور اس دلیل سے کہ دختر تو مذکر یعنی پسر کے ساتھ مین تہائی کی مستحق ہوتی ہی تو دوسری دختر کے ساتھ مین بدرجۂ اولی تہائی کی مستحق ہوگی پس ہر ایک دختر کو دوسری دختر کے ساتھ مین تہائی کا استحقاق ہوا تو دونون کے لیے دو تہائی ترکہ ہوا۔ اب رہا جواب اسکا کہ آیت مین فوق کا لفظ کس حکمت سے مذکور ہی تو مفسر رح نے کہا۔ وفوق قیل صلۃ۔ یعنی فوق کی لفظ کی نسبت بعض نے جواب دیا کہ یہ صلہ ہی یعنی زائد ہی بول چال کے محاورہ مین یون بولا جاتا ہی اور اوپر کے معنے بار ہنے کے مقصود نہین ہین وقیل لدفع توہم زیادۃ النصیب بزیادۃ العدد لما فہم استحقاق اثنتین الثلثین من جعل الثلث للواحدۃ مع الذکر۔ اور بعض نے کہا کہ فوق کا لفظ اسواسطے ہی کہ یہ وہم دور ہو کہ حصون کی زیادتی تعداد کی زیادتی پر ہوتی جاویگی یعنے ایک کو ایک تہائی پھر دو کو دو تہائی اور تین کو تین تہائی یعنے کل مال ملجایگا حالانکہ ایسا نہین بلکہ دو ہون یا زائد انکو دو تہائی ہی ملیگا اور وہم کا منشا یہ تھا کہ دو کا استحقاق دو تہائی مال کا جبہی سے سمجھ لیا گیا تھا کہ مذکر کے ساتھ ایک کو ایک تہائی ملا تھا۔ **وَاِنْ كَانَتْ** ۔ المولودۃ۔ **وَاحِدَةً** ۔ وفی قراءۃ بالرفع وکان تامۃ یعنے کانت کا اسم مولودہ دختر ہی پس واحدہ کو نصب بنا بر خبر ہونے کے ہی اور کانت افعال ناقصہ مین سے ہی اور نافع کی قراءۃ مین واحدۃ کو رفع ہی تو معنے حصلت واحدۃ ہی پس کان تامہ ہوگا۔ اور حاصل معنے یہ کہ اگر دختر اکیلی ہو پسر یا کوئی دوسری دختر اسکے ساتھ نہو **فَلَهَا النِّصْفُ** ۔ اسکے واسطے نصف ترکہ ہی پس حاصل یہ کہ اولاد مین مذکر کو مونث سے دو چند جبکہ دختر ہو ورنہ پسر کو کل مل جائیگا جبکہ کوئی فرضی حقدار نہو اور اگر پسر نہو بلکہ اکیلی دختر ہو تو اسکو نصف ملے اور اگر دو دختر ہون یا دو سے زیادہ ہون تو دو تہائی ملے۔ اب سوا اولاد کے دیگر قرابتیون کو بیان کیا چنانچہ والدین کی نسبت فرمایا۔ **وَلِاَبَوَيْهِ** ۔ ای المیت۔ یعنے ضمیر راجع بجانب میت ہی المعنی اور میت کے والدین کے لیے یعنے دونون کے مجموعہ کے لیے نہین بلکہ **لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا** ۔ دونون مین سے ہر ایک کے لیے **السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ** ۔ چھٹا حصہ اس مال کا جو میت نے چھوڑا۔ مگر یہ چھٹا حصہ اس شرط سے کہ۔ **اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ** ۔ ذکرا او انثی اگر میت کا کوئی فرزند موجود ہو خواہ پسر ہو یا دختر ہو۔ ونکتۃ البدل افادۃ انہما لا یشترکان فیہ مفسر رح نے کہا کہ لابویہ سے لکل واحد منہما کو بدل کرنے مین نکتہ یہ ہی کہ معلوم ہو جاوے کہ والدین دونون ملکر چھٹے حصہ مین مشترک نہین ہین۔ اور مترجم کہتا ہی کہ یہ بہت خفیف نکتہ بیان ہوا کیونکہ سدس کی جگہ سدسان کہنے سے بھی بدون بدل کے فائدہ حاصل تھا میرے نزدیک یون کہنا اولی ہی کہ بدون بدل مذکور کے اگر سدس ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دونون اس حصہ مین شریک ہونگے اور اگر سدسان ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دو چھٹے حصہ مین شریک ہین لیکن مرد و عورت کی شرکت مین زیادہ احتمال تھا کہ باپ کو مان سے دو چند ہوگا جیسے پسر کو دختر سے بحکم للذکر مثل حظ الانثیین۔ یا بھائی کو بہنون سے ایسی ... باپ سے ملتا ہی پس حرف بدل سے یہ وہم دور کیا فافہم پھر مفسر رح نے افادہ فرمایا کہ والحق بالولد ولد الابن وبالاب الجد۔ اور لاحق کیا گیا فرزند کے ساتھ پسر کا فرزند خواہ لڑکی یا لڑکا یعنے اگر پسر نہو تو اسکا فرزند بمنزلہ میت کے فرزند کے ہوگا لیکن دختر کا فرزند ایسا نہوگا کیونکہ وہ میت کے داماد کا نطفہ ہوگا اور بمنزلہ لاحق کیا گیا باپ کے ساتھ دادا یعنے باپ نہو بلکہ دادا اسکا ہو تو بمنزلہ باپ کے ہی۔ **فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ** ۔ فقط۔ او مع زوج۔ پھر اگر میت کا کوئی فرزند نہو اور وارث ہوئے اسکے دونون مان وباپ خواہ فقط یا مع ہمزوج کے یعنے جفت کے پس اگر مرد مرا تو جفت اسکی زوجہ ہی یا عورت مری تو جفت اسکا شوہر ہی پس والدین کے ساتھ مین میت کا جفت ہو

فَلِاُمِّهِ ـ بضم الہمزۃ ـ یعنے ام بضم ہمزہ اکثروں کی قراءت ہے ـ اور حمزہ وکسائی نے اِمّہ بکسر ہمزہ پڑھا ـ الثُّلُثُ ـ تو اسکی ماں کے واسطے ایک تہائی ہے ـ ای ثلث المال او ما یبقی بعد الزوج والباقی للاب ـ اور تہائی سے یا تو یہ مراد ہے کہ کل مال کی تہائی ہے سو اگر باپ فقط ہو تو بالاتفاق ماں کو کل مال کی تہائی ملیگی اور زوج کے ساتھ ہو تو بھی ابن عباسؓ کے نزدیک یہی حکم ہے اور جمہور کے نزدیک زوج کا حصہ نکال لینے کے بعد باقی مال کی تہائی ماں کو اور دو تہائی باپ کو ملیگا پس حاصل یہ نکلا کہ والدین بہرحال وارث ہیں پس اگر میت کے اولاد بھی ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا پھر اگر باقی حصہ داروں کو دیکر کچھ بچا تو وہ فقط باپ کو ملجاویگا اور اگر اولاد میت نہو تو دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو فقط والدین ہیں یا میت کا جفت بھی موجود ہے پس ایسی صورت میں حکم یہ ہے کہ میت کے ماں کے واسطے تہائی ہے لیکن جبکہ میت کا شوہر یا میت کی زوجہ ہو تو ابن عباس کے نزدیک ماں کو کل کی تہائی ملیگی اور جمہور کے نزدیک جفت کا حصہ دیکر باقی مال کی تہائی ملیگا اور اگر یہ نہیں بلکہ میت کا بھائی بہنیں ہوں ـ تو فرمایا ـ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ ـ ای اثنان فصاعدا ذکورا واناثا ـ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ پھر اگر میت کے اخوۃ یعنے بھائی بہن ہوں ـ یعنے دو ہوں یا زیادہ ہوں تو ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دو پر حکم نہیں کیونکہ اخوۃ جمع ہے کم سے کم تین عدد ہونگے اور جمہور نے کہا کہ دو کا بھی یہی حکم ہے خواہ مذکر ہوں یعنے بھائی ہوں یا مونث ہوں یعنے بہنیں ہوں بہرحال ماں کے لیے چھٹا حصہ کا حکم ہوگا اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہیں یہ جبھی ہے کہ بھائی ہوں والباقی للاب ولاشئ للاخوۃ ـ یعنے اسکی ماں کو چھٹا حصہ دیکر باقی سب مال باپ کا ہوگا اور اخوہ کو کچھ نہیں ملیگا اور یہی جمہور کا قول ہے اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انکو بھی چھٹا ملے کیونکہ ان لوگوں کی ذات سے انکی ماں بیچاری کو تہائی سے چھٹا ہوگیا پس ایک چھٹے کا اسکو نقصان ہوا وہی ان لوگوں کو ملیگا اور باقی دو تہائی باپ کو ملیگا پھر یہ سب میراث مذکور بعد ادائے وصیت و قرضہ کے ہے چنانچہ مفسرؒ نے ربط دیا کہ وارث من ذکر ماذکر ـ مِنْۢ بَعْدِ تنفیذ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ ـ بالبناء للفاعل والمفعول ـ بِهَاۤ ـ اور وارث ہونا ان اشخاص مذکورہ کا حصص مذکورہ کو بعد نافذ کیے جانے وصیت کے جسکے ساتھ میت نے وصیت کی یا وصیت کی گئی ہے پس یوصی اکثروں کی قراءۃ میں بصیغہ معروف بربناء فاعل ہے اور ابن کثیر وابن عامر وابوبکر وعاصم نے بضم اول و فتح صاد بربناء مفعول یعنے بصیغہ مجہول پڑھا اور حفصؒ نے یہاں مانند جمہور کے اور آیندہ مانند ان بعض مذکورین کے پڑھا ہے حاصل آنکہ میراث مذکور بعد دو امر کے ہے ایک بعد تنفیذ وصیت جو میت کر گیا ہے اور دوم ـ اَوْ قضاء دَيْنٍ ـ علیہ ـ یا ادا کرنے قرضہ کے جو میت پر آتا ہو ـ پھر اگر کچھ قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو مذہب یہ ہے کہ اول قرضہ ادا کیا جاوے پھر باقی کی تہائی سے وصیت نافذ کیجاوے پھر بچا ہوا میراث ہے اگر کہا جاوے کہ وصیت تو قرضہ پر مقدم مذکور ہے تم کیونکر کہتے ہو کہ پہلے قرضہ ادا کیا جاوے تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ وتقدیم الوصیۃ علی الدین وان کانت مؤخرۃ عنہ فی الوفاء للاہتمام بہا ـ اور مقدم کرنا وصیت کا قرضہ پر جیسا آیت کریمہ میں اگرچہ وہ نافذ کیے جانے میں پیچھے ہے تو فقط اسوجہ سے کہ لوگ اسکا اہتمام رکھیں ضائع نہ کریں اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علمائے سلف و خلف نے اجماع کیا ہے کہ قرضہ ادا کرنا وصیت جاری کرنے سے مقدم ہے اور ہمارے نزدیک اسکے معانی نظم سے آیت کریمہ کے نحوی سے ثابت ہے واضح ہو کہ آیت میراث بہی ہے اور آنحضرت صلعم نے اسکو نصف العلم فرمایا ابن عیینہؒ نے کہا کہ اسکو نصف اسلیے کہا کہ اسمیں سب مبتلا ہوتے ہیں ـ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا سیکھو فرائض اور سکھلاؤ لوگوں کو کہ میں ایک مرد ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھکو وفات دینے والا ہے اور عنقریب یہ علم لوگوں سے لیا جائیگا اور فتنے پھیلینگے حتیٰ کہ دو آدمی فریضہ میں جھگڑینگے اور کوئی ایسا نہ پاوینگے جو ان میں فیصلہ کردے رواہ الحاکم والبیہقی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سیکھو فرائض اور وہ لوگوں کو سکھلاؤ کیونکہ وہ نصف علم ہے اور یہی سب سے پہلے میری امت سے نکال لیا جائیگا رواہ الحاکم والبیہقی وابن ماجہ والدارقطنی اور ایک جماعت

صحابہ وتابعین سے اُسکی ترغیب مین آثار وارد ہین مجھے زیادہ تطویل کی گنجائش نہین یہی کافی ہو کہ اس علم کا فضل و کمال و زیادت اجر و ثواب کلام الٰہی واسکے برگزیدہ رسول و رسول پاک کے صحابہ و تابعین و مجتہدین امت سے ثابت ہی لہذا مترجم نے چاہا کہ ان آیات کی تفسیر مین اسطرح بیان کردے کہ اہل اسلام و صلحاء امت اس سے واقف ہو کر فرائض کے جاننے والون مین داخل ہو کر ثواب جمیل کے سزاوار ہو جاوین اگرچہ تمام تفصیل یہان سے معذوری ہی تاہم قدر کافی انشاء اللہ تعالے حاصل ہو جائیگی اول اس آیت کریمہ کا سبب نزول جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم و ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیدل آ کر بنی سلمہ مین میری عیادت کی اس حال مین کہ مین بیہوشی سے کچھ نہین سمجھتا تھا پس پانی منگا کر وضو فرما کر مجھپر چھڑکا کہ مین ہوش مین آ یا پس مین نے عرض کیا کہ مجھے آپ کیا حکم دیتے ہین اپنے مال مین کیا کرون پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیات۔ رواہ البخاری و مسلم والنسائی والجماعۃ کلھم۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حق مین اس سورہ کی آخری آیت درباب کلالہ اُتری ہی جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالے اور اظہر سبب نزول اس آیت کا وہ ہی جو انھین جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی جورو آئی رسول اللہ صلعم کی حضور مین اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ لڑکیان دونون دختران سعد بن الربیع ہین جو اُحد مین آپ کے ہمراہ شہید ہوا اور ان دونون کے چچا نے تمام مال لے لیا انکے لیے کچھ نہین چھوڑا اور انسے کوئی نکاح نکریگا جب تک انکے پاس مال نہو پس آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اسمین حکم فرماویگا پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ پس رسول اللہ صلعم نے دختران مذکورہ کے چچا کو کہلا بھیجا کہ دختران سعد کو دو تہائی اور انکی مان کو آٹھوان حصہ دیدے اور باقی تیرا ہی رواہ احمد و ابوداؤد وابن ابی شیبۃ وابن ماجہ و ابویعلیٰ وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ والحاکم والبیہقی و الترمذی وقال لا یعرف الامن حدیث عبداللہ بن محمد بن عقیل اور وہ ثقہ ضابط ہین اب آیات کریمہ کو انکی تفسیر و فوائد سے کان لگا کر سننا چاہیے قال اللہ تعالے یوصیکم اللہ۔ اللہ تعالے تمکو وصیت کرتا ہی فی اولادکم۔ تمہاری اولاد کے بارہ مین اور مراد وصیت کرنے سے حکم کرنا ہی اسکو وصیت سے تعبیر فرمایا جسمین بعض اہل استنباط نے نکتہ نکالا ہی کہ بندون کے مان و باپ کو خود انکی اپنی اولاد کے حق مین وصیت کی تو ظاہر ہی کہ اللہ تعالے اپنے بندون پر اس سے زیادہ مہربان ہی جسقدر مان باپ اپنی اولاد پر ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالے اپنے بندون پر اس سے کہین زیادہ مہربان ہی جتنا بچے پر اسکی مان مہربان ہوتی ہی اور حدیث مین قصہ ہی و تذکرنا ہ فی بعض المواضع۔ اور یہان سے تفصیل و بیان اس اجمال کا ہی جو قولہ تعالے للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون الآیہ۔ مین گذرا اور یہین سے نکلا کہ بیان مین تاخیر ہونا روا ہی کما مر ہناک اور وہان کے خطاب سے نوزمانہ جاہلیت کی ناانصافی کی تقسیم کو دور فرمایا اور یہان عدل کی تقسیم کو بیان فرمایا۔ پھر جانو کہ اولاد جمع ولد کی بمعنے فرزند خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ فاضل ہو یا سعید ہو۔ خواہ ایک ہی ولایت مین ہو جہان مورث نے انتقال کیا یا دوسری ولایت مین ہو اور واضح ہو کہ مراد یہ کہ اگر مر جاوے تو اُسکا کچھ مال ہی نہین وہ تو خود اپنے مولی کا مملوک ہی پھر آزاد میت کا مال میراث ہی اور اسکی صورت کہ اُسکا بیٹا غلام ہو یہ ہی کہ زید نے عمرو کی لونڈی سے جو جہاد مین پکڑی آئی تھی یا اسکی مان یا نانی اصل سے اسطرح کی تھی اور اپنے مالک کے سوائے کسی دوسرے کے نطفہ سے ہی اُس سے زید نے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا یا لڑکی تو یہ لڑکا و لڑکی بھی اپنی مان کے تابع قرار دیجاتی ہی پس عمرو کی ملک ہی اور اگر عمرو کی لونڈی سے خود عمرو سے بچہ پیدا ہو تو وہ باپ کے مانند آزاد ہوگا اور یہ صورت کہ باپ مملوک اور بیٹا آزاد ہو وے ظاہر ہی مثلاً بیٹا آزاد کیا گیا اور باپ رہگیا۔ پھر جانو کہ اگر زید مرا تو اسکی اولاد مین سے جو لڑکا یا لڑکی کسی دوسرے کی ملک ہو وہ میراث نپاویگی اور نیز جو اولاد اسکے دین کے خلاف ہی مثلاً زید مسلمان اور اولاد مین بعض کافر ہوے تو کافر کو میراث نہ ملیگی اور اسکے برعکس بھی کہ زید کافر اور اسکا بیٹا مسلمان ہی تو زید کا وارث نہوگا۔ اور نیز اگر زید دارالاسلام مین ہی اور اسکی اولاد مثلاً لڑکا دارالحرب مین ہی تو کوئی دوسرے کا

وارث نہوگا اور اسیطرح اگر اسنے عمداً قتل کیا ہو تو بھی بالاجماع وارث نہوگا پس رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد یہ چار باتین علی العموم
میراث سے مانع ہین پس اگر اولاد مین بھی کوئی بات پائی جاویگی تو اسکو میراث نہ ملیگی - اور ترکہ وہ ہے جو میت نے چھوڑا اور میراث اسمین سے وہ ہے جو وارثونکو
ملے اور وہ میت کی تجہیز و تکفین و ادائے قرضہ و وصیت کے بعد جو کچھ بچے وہ میراث ہے اور قرضہ ایسی بری بلا ہے کہ اگر میت کی حیثیت ایک روپیہ گز کے
کفن کی تھی تو صورت قرضہ کثیر ہونے کے کہ ترکہ کفایت نہ کرتا ہو اسکو دو تین آنہ گز کا کفن ملیگا - اور واضح ہو کہ میت کا حق مال متروکہ سے
منقطع ہوجاتا ہے سواے ایک تہائی کے کہ اس سے متعلق رہتا ہے - اور واضح ہو کہ آیات میراث مین چند باتین پہلے جاننا ضرور ہین - اول یہ کہ کمتر
جمع دو ہے دوم وارث چار طرح کے ہین ایک وہ کہ جنکا حصہ فقط فرض و مقرر ہے جیسے جورو و مرد ہین اور ایسون کو ذوی الفروض کہتے ہین دوم جنکا
حصہ مقرر نہین بلکہ وہ ذوی الفروض کا حصہ مقرر دینے کے بعد باقی سب لے لیتے ہین جیسے بیٹا اور ایسون کو عصبہ کہتے ہین سوم وہ جنکا
حصہ بھی مقرر ہے اور باوجود اسکے وہ عصبہ بھی ہو جاتے ہین جیسے باپ کہ صورت ایک دختر ہونے کے وہ اپنا مقرر حصہ لیگا اور دختر کے مقرر حصہ
دینے کے بعد باقی کو عصبہ ہو کر لے لیگا - چہارم وہ کہ کسی صورت مین ذوی الفروض ہین اور کسی صورت مین عصبہ مین سے ہوتے ہین جیسے
میت کا باپ و دختر ہو تو دختر کو نصف مقرر ملیگا اور اگر بیٹا و بیٹی ہو تو بیٹا دو حصے اور بیٹی ایک حصہ لیگی - اب مین اللہ تعالے کی توفیق و طاقت سے
استعانت پاکر تفسیر شروع کرتا ہون قال تعالے - یوصیکم اللہ فی اولادکم - اللہ تمکو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے حق مین اور مراد اولاد
وہ تمام بیٹے و بیٹیان ہین جنمین رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد کا کوئی مانع نہو کیونکہ اگر اولاد رقیق ہو یا دین اسلام سے خارج
ہو یا کافرون کے ملک مین رہتی ہو یا اسنے باپ ماں کو جنکی میراث کو عمداً قتل کیا ہو تو وہ محروم ہے - پھر اولاد جمع کا لفظ کمتر دو ہے یعنے اولاد کے
بارہ مین حکم دیتا ہے - اگرچہ دو ہون کیونکہ میراث مین کمتر جمع دو ہے اور اولاد مین وہ حمل بھی داخل ہے جسکے علوق کا وقت وفات میت کے ہونا
یقینی معلوم ہو یعنی بطور کہ میت کی جورو وقت وفات سے چھ مہینے کے اندر جنے - اور اولاد کا لفظ میت کے پسر کی اولاد کو بھی شامل ہے
یعنے اگر میت کی صلبی اولاد نہو تو پسر کی اولاد بھی اسیطرح مستحق ہوگی اور باقی آئمہ حنفیہ و شافعیہ و جمہور متفق ہین اختلاف اسمین ہے کہ یہ شامل ہونا
مجازاً ہے یا حقیقتہ ہے تو حنفیہ کہتے ہین کہ حقیقتہ شامل ہے اور شافعیہ مجازاً شمول کہتے ہین بہرحال شمول مین اتفاق ہے اور اولاد مین خنثی بھی
شامل ہے یعنے وہ بچہ جسکے نر و مادہ دونون کی علامت موجود ہو اور قرطبی نے کہا کہ علماء نے اجماع کیا ہے کہ خنثی اگر مرد کی علامت سے پیشاب
کرے تو اسکو مذکر کا حصہ اور اگر مونث کی علامت سے پیشاب کرے تو مونث کا حصہ دیا جائیگا - اور اگر دونون سے پیشاب نکلتا ہے تو جس سے
پہلے نکلے اور اگر دونون علامتون سے یکسان نکلتا ہو تو یہی خنثی مشکل ہے اسکے حصہ مین اختلاف ہے اور اس آیت سے میراث کا وہ قاعدہ
جو زمانہ شرک سے لوگون مین جاری تھا کہ حلیف ہونے اور ہجرت اور مواخات وغیرہ اسباب سے باہم وارث ہوتے تھے منسوخ ہوگیا
پھر اللہ تعالے نے اسکی تفصیل فرمائی - للذکر مثل حظ الانثیین - نرینہ اولاد کو اس حساب سے کہ ایک کو دو مونث
کے برابر یعنے لڑکا لڑکی سے دو چند پاویگا اور چونکہ یہ اجمال اول کی تفصیل ہے لہذا اسمین ایک ضمیر چاہیے جو اجمال کی طرف راجع ہو یعنے
للذکر منہم - لیکن چونکہ معلوم تھا ضمیر حذف ہوئی اگر کہا جاوے کہ اولاد سے شروع کیا جواب یہ کہ ان دو وجہ سے ایک تو میت کے زیادہ قریب کہلاتے ہین
دوم اکثر بعد میت کے یہی ہوتے ہین پس فرمایا کہ پسر کو دختر سے دو چند دیا جاوے اور اسپر اجماع ہے کہ اولاد کے ساتھ جو ذوی الفروض ہون
انکو انکا حصہ مقرر دیکر باقی کو اولاد مین اسیطرح تقسیم کیا جاوے پس لڑکا عصبہ ہے اور عصبہ وہ ہے جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہے بلکہ جن لوگون کا
حصہ مقرر ہے وہ دیکر باقی سب کا مالک ہے اور جنکا حصہ مقرر ہے انکو ذوی الفروض کہتے ہین حتی کہ ذوی الفروض مین سے کوئی نہو تو بیٹا کل میراث کا

و ایک دختر کا حصہ بھی ایک تہائی سمجھا گیا پس تخصیص علیحدہ بوجہ حکم انفراد کے ہی مگر آنکہ کہا جاوے کہ انفراد کے ساتھ جبکہ اجتماع وانفراد مین فرق بھی ہو
پس دو کا حکم انفراد چونکہ بلا فرق کے وہی تھا جو اجتماع مذکر کے ساتھ مذکور ہوا لہذا الگ نہین بیان کیا مترجم کہتا ہی کہ حق یہ ہی کہ اجتماع وانفراد
دخترون کے حق مین در اصل مختلف ہی کیونکہ اجتماع مین دختر بھی عصبہ ہین اور انفراد مین ذوی الفروض مین سے ہین فافہم پس سب سے واضح دلیل
جمہور کے واسطے وہ حدیث جابرؓ ہی جو مین نے سبب نزول کے بیان مین اوپر ذکر کی جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن الربیع کی دونون
دختر کے واسطے دو تہائی کا حکم فرمایا اور یہ حدیث خود حجت ہی اور مؤید اس دلالت کی جو قرآن مجید سے مذکور ہوئی فافہم واللہ اعلم اب آگے اکیلی
ایک دختر کا حکم فرمایا - بقولہ تعالے عزوجل - وان کانت واحدۃ فلہا النصف - یعنے اولاد مین اگر اکیلی ایک لڑکی ہو تو اسکے واسطے نصف
ہی اسکا ہوگا - قولہ فلامہ الثلث - یعنے جب فقط والدین وارث ہون تو ماں کو تمام مال کی تہائی ملیگی اور مدارک مین فرمایا کہ اگر والدین کے ساتھ
شوہر وجورو مین سے کوئی ہو تو ماں کے واسطے تہائی تمام مال کا حکم نہین ہیگا بلکہ زوج کا حصہ نکالکر باقی مال کی تہائی کا حکم ہوگا اسواسطے کہ
باپ بہ نسبت ماں کے میراث مین اقوی ہی کیونکہ درصورت تنہائی کے باپ کا حصہ ماں سے دوچند ہی پھر اگر درصورت زوج ہونے کے یعنے جورو یا
مرد ہونے کے بھی اسکا حصہ تہائی کل مال سے مقرر ہو تو لازم آویگا کہ باپ کا حصہ ماں سے کم ہو جاوے چنانچہ مثلاً ایک عورت مری اور اسنے
ماں و باپ و خاوند چھوڑے تو خاوند کو بسبب اولاد نہونے کے نصف ترکہ ملا اور ماں کو بر تقدیر مذکور تہائی دیا گیا تو باپ کے لیے چھٹا حصہ
رہگیا باین طور کہ کل مال کے چھ حصہ کر کے تین سہام شوہر کو اور دو سہام ماں کو اور رہا ایک سہم وہ باپ کو ملا پس للذکر مثل حظ الانثیین
کا حکم بدل کر للانثی مثل حظ الذکرین - ہو جائیگا حالانکہ یہ خلاف منصوص ہی پس لازم آیا کہ ماں کو بعد حصۂ شوہر کے باقی کی تہائی دیا جاوے
تو یہ بات لازم نہ آوے چنانچہ اس مسئلہ مین منجملہ ۶ سہام کے شوہر کو تین سہام دیکر باقی تین مین سے ماں کو تہائی کا ایک سہم دیا جاوے اور دو
سہام باپ کے ہین تو مرد کو عورت سے دوچند ملا - وہو الحق - قولہ سبحانہ تعالے - فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس - یعنے اگر میت کے
بھائی بہن ہون (نہ اولاد) تو میت کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہی - اسمین ماں کے محجوب کرنے مین بھائی ہون یا بہن ہون خواہ میت کے
اعیانی ہون یا علاتی یا اخیافی یعنے کسی قسم کے ہون سب برابر ہین لیکن جب دو ہون یا دو سے زیادہ ہون تب ماں کو تہائی سے محجوب کر کے
چھٹے حصہ پر لاتے ہین اور اگر ایک بھائی یا بہن ہو تو وہ ماں کو محجوب نہین کرسکتا - پس اخوۃ جمع سے مراد دو یا زیادہ ہی کیونکہ میراث مین کم سے کم جمع
دو ہی - اور اخوۃ تین طرح کے ہوتے ہین اعیانی یعنے ایک ماں باپ سے سگے - علاتی یعنے باپ ایک ہو اور مائین دو ہون - اور اخیافی یعنے ماں
ایک ہو اور باپ دو ہون پس میت کا باپ زندہ ہوتے ہوئے انمین سے کوئی وارث نہوگا کیونکہ باپ عصبہ ہو ایسے ہی میت کی دختر ہو تو بھی باپ
باقی کا عصبہ ہی اور اگر پسر ہو تو باپ کو فقط فرض یعنے چھٹا حصہ ملیگا اور اگر میت کے پسر و باپ یا دادا انمین سے کوئی نہو تو اعیانی اخوۃ وارث
ہونگے ورنہ علاتی - پھر اخیافی ہر ایک بھائی و بہن کو چھٹا حصہ ہی اور اگر ایک سے زائد ہون تو تہائی مین سب مساوی مشترک ہونگے اور انکا
مذکر و مونث یکسان ہی - الحاصل **میت کا پسر** ہمیشہ عصبہ ہی اور صلبی پسر کے ہوتے ہوئے پوتا محجوب ہی اور اگر کوئی پسر نہو تو پوتا بھی مانند
پسر کے عصبہ ہی لیکن جب میت کی دختر و پوتا ہو تو دختر کو نصف دیکر باقی پوتا پاویگا - **میت کی دختر** - اگر پسر کے ساتھ ہو تو عصبہ ہی کہ بعد
ذوی الفروض کے حق دینے کے باقی ان بھائی بہنون مین اسطرح تقسیم ہوگا کہ پسر کو دختر سے دوچند ملیگا اگر دختر کے ساتھ پسر نہو تو وہ ذوی
الفروض مین سے ہی کہ اگر ایک ہو تو نصف پاویگی اور دو ہون یا زیادہ ہون تو سب کو دو تہائی ملیگا - **میت کا باپ** اگر میت کا پسر
موجود ہو تو چھٹا حصہ فریضہ فقط اور اگر دختر ہی ہو تو چھٹا حصہ فریضہ پھر بعد فریضۂ دختر کے باقی مال کا عصبہ ہوگا - **میت کا دادا**

جب باپ ہو تو واد المبراۃ باپ کے ہے میت کی ماں اگر میت کا پسر یا دختر موجود ہو تو چھٹا حصہ ہے اور اگر کوئی فرزند نہو تو ماں کو کل مال کی تہائی اور اگر عورت میت کا زوج ہو یا مرد میت کی زوجہ ہو تو اسکا فریضہ دینے کے بعد باقی مال کی تہائی ملیگی اور اگر دو سے زیادہ بھائی بہن کسی قسم کے ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔ یہاں تک حصص تو آیت کریمہ میں اسی تاسا مذکور ہوئے ہیں باقی آگے آتے ہیں

آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ

تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے ہو کہ انہیں کون تمہارے نفع کے لیے سب سے نزدیک ہے حصہ باندھا اللہ کی طرف سے

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

اللہ تعالیٰ خوب دانا و حکمت والا ہے

عوفی کی روایت ابن عباس میں ہے کہ آیت فرائض میں بعض لوگوں کو اکراہ ہوا کہ عورت کو چوتھائی یا آٹھواں دیا جاوے اور دختر کو نصف اور پسر صغیر عصبہ ہو حالانکہ انہیں سے کوئی بھی نہ دشمن دفع کرے نہ غنیمت لاوے اور زمانہ جاہلیت میں میراث سب سے بڑے مرد کو پھر اس سے چھوٹے کو اس ترتیب سے دیتے تھے۔ روا ابن ابی حاتم و ابن جریر اور عطاءؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ پہلے یہ تھا کہ مال میراث تو اولاد کا تھا اور والدین کے لیے وصیت تھی پس اللہ تعالیٰ نے اسمیں سے جو چاہا منسوخ فرمایا پس مذکر کو برابر دو مونث کے حصہ دیا اور والدین میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ و تہائی مقرر کیا اور زوجہ کے لیے آٹھواں یا چوتھائی رکھا اور شوہر کے لیے چوتھائی یا نصف رکھا۔ روا البخاری اور حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے امر جاہلیت کو دور کیا کہ کل میراث مذکر کو دیتے اور نیز ابتدائے اسلام میں جس حال تھے کہ کل مال اولاد کا اور اسمیں سے وصیت فقط والدین کو تھی منسوخ کیا کیونکہ انسان کو کبھی نفع دنیوی یا اخروی یا دونوں اسکے باپ سے اسقدر پہونچتا ہو کہ اولاد سے نہیں پہونچتا اور کبھی برعکس ہوتا ہے اور اسکا دانا اللہ تعالیٰ ہے بندہ نہیں اسیواسطے بیان فرمایا۔ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ مبتدا اور خبر اسکی۔ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا۔ فی الدنیا والآخرۃ فلان ان ابیہ انفع لہ فیعطیہ المیراث فیکون الابن انفع وبالعکس و انما العالم بذلک اللہ تعالیٰ۔ تمہارے آباء و ابناء تم نہیں جانتے ہو کہ کون انہیں سے اقرب ہے تمہارے واسطے از راہ نفع کے یعنے دنیا میں اور آخرت میں کون تمکو نافع ہوگا ایسی گمان کرنے والا مثلاً اگر کہیگا کہ میرا بیٹا میرے حق میں زیادہ نافع ہے تو اسکو میراث دیگا حالانکہ اسکا باپ اسکے لیے زیادہ نافع تھا یا اسکے برعکس ہو اور بات یہ ہے کہ اس امر کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ فغرض لکم المیراث۔ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ۔ پس فرض کردی تمہارے لیے میراث فرض کرنا لیا ہوا من اللہ تعالیٰ کیطرف سے۔ مطلب یہ کہ تمہاری رائے و اجتہاد پر نہیں چھوڑا کیونکہ تم اسکی مقدار جاننے سے عاجز ہو اور یہ جملہ معترضہ ہے اسکے لیے کوئی محل اعراب نہیں ہے [illegible] اور ایہم مبتدا مرفوع اور اقرب اسکی خبر اور نفعا تمیز ہے یعنی اقرب ازروئے نفع کے اور یہ جملہ اسمیہ محل نصب میں لاتدرون کا مفعول ہے۔ پھر فریضۃ کو نصب بنابر آنکہ مفعول مطلق ہے آیا ہو اسیواسطے مفسرؒ نے کہا ففرض لکم المیراث فریضۃ من اللہ۔ اور کمالین میں کہا کہ مراد یہ ہے کہ یوصیکم کا مصدر موکد بغیر لفظہ ہے از قبیل قولک لہ علی الف درہم اعترافا اور حاصل ذکر ہے تا دریغ لغۃ مفروضہ و مسادات وارثوں میں اصل میراث میں فریضہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اسیکی طرف سے حکم کیا گیا و مقدر کیا گیا ہے کیونکہ وہی علیم ہے انا ہی ہر چیز کو اپنے محل پر رکھتا ہی اسیواسطے فرمایا۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا۔ بخلقہ۔ اللہ تعالیٰ علیم ہے یعنی اپنی مخلوق کو ہر طرح جانتا ہے۔ حَكِيمًا۔ فیما دبرہ لہم ای لم یزل متصفا بذلک۔ حکیم ہے اس تدبیر میں جو اپنی مخلوق کے

واسطے مقرر فرمائی اور چونکہ کان صیغہ ماضی تھا تو مفسرؒ نے کہا یعنے برابر ہمیشہ اس صفت علم و حکمت سے متصف ہی اور حاصل جواب
یہ کہ کان یہان استمرار و دوام کے معنے مین ہی اور یہ عرب کی زبان مین شائع ہی **ف** جاننا چاہیے کہ آیۂ یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ یہان تمام
ہوئی ہی اور بنظر تسہیل مین نے باپ ماں کے حصص اپنے مذہب کے موافق اوپر ذکر کر دیے تاکہ عام نفع اٹھاوین اور توضیح یہ ہی کہ ماں باپ
کی چند حالتین ہین اول آنکہ میت کی اولاد کے ساتھ جمع ہون تو ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ ہوگا پس اگر میت کی ایک ہی دختر ہو تو اسکو
نصف اور ہر ایک والدین کو چھٹا چھٹا دیکر باقی چھٹے حصہ کو بھی میت کا باپ بطور عصبہ لے لیگا پس ایسی حالت مین باپ کو فرض و عصوبت دونون
ہونگے۔ دوم آنکہ والدین تنہا ہون تو ماں کو تہائی دیکر باقی کو باپ محض تعصیب مین لیگا پس باپ اس حالت مین محض عصبہ ہوا اور اگر انکے ساتھ
زوج ہو یا زوجہ ہو تو اس صورت مین بسبب اولاد نہونے کے شوہر کو نصف یا زوجہ کو چہارم مل جاویگا پھر علما مین اختلاف ہی کہ ماں کو کیا ملیگا
اسمین تین قول ہین ایک قول یہ کہ ہر دو مسئلہ مین (زوج ہو یا زوجہ) ماں کو باقی کا تہائی ملیگا گویا والدین کی نسبت یہی باقی مال ہی کل میراث ہی اور اللہ عز و جل نے
ماں کے واسطے باپ کے حصہ کا نصف رکھا ہی پس وہ باقی کا تہائی لیوے اور دو تہائی باپ لیوے۔ اور یہی قول حضرت عمرؓ و عثمانؓ کا اور ہر دو روایت
مین اصح روایت کے موافق حضرت علی کا قول ہی اور یہی قول حضرت ابن مسعود و زید بن ثابت کا ہی اور ساتون فقہاء مدینہ اور چارون اماموں اور جمہور
علما نے اختیار کیا ہی۔ اور دوسرا قول یہ کہ زوج و زوجہ ہو یا نہو بہر حال ماں کو کل مال کی تہائی ملیگی کیونکہ فان لم یکن لہ ولد و ورثہ ابواہ فلامہ الثلث
عام ہی اور یہ قول ابن عباس و معاذ بن جبل و شریح و داؤد ظاہری وغیرہ کا ہی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہی کیونکہ ظاہر عموم آیت تو
جمیع ترکہ سے ہی اور یہان بعد حصہ زوج یا زوجہ کے باقی کو جمیع قرار دیا گیا پس باقی کا تہائی لیگی۔ اور تیسرا قول یہ ہی کہ ماں کو فقط زوجہ کے مسئلہ مین
کل مال کی تہائی ملیگی چنانچہ بارہ مین سے چہارم یعنے تین تو زوجہ لیگی اور سوم یعنے چار ماں کو ملینگے اور باقی پانچ باپ کو ملینگے اور اگر شوہر ہو تو ماں کو
باقی تہائی ملیگی تاکہ ماں کو باپ سے زیادہ نہ ملے اور یہ قول ابن سیرین سے نقل کیا جاتا ہی اور اسکا ضعف ظاہر ہی پس صحیح وہی قول اول ہی
حال سوم آنکہ والدین کے ساتھ اخوہ ہون خواہ سگے ہون یا باپ کی طرف یا ماں کی طرف سے سوتیلے ہون سو یہ لوگ باپ کے ہوتے ہوئے
وارث نہین ہو سکتے لیکن ماں کو تہائی حصہ سے محجوب کر کے چھٹے حصہ پر کر دیتے ہین پس اگر سوائے اخوہ کے اور کوئی نہو تو ماں کے چھٹے
حصہ کے بعد باقی باپ کو تعصیب مین ملیگا۔ پس معلوم ہوا کہ باپ کو محض تعصیب دو جگہ ہوتی ہی ایک یہان اور ایک فقط ماں کے ہوتے ہوئے
فاحفظہ۔ پھر دو اخوہ کا حکم بھی جمہور کے نزدیک یہی ہی جو تین یا زیادہ اخوہ کا ہی اور ابن عباسؓ سے اسمین خلاف بسند ضعیف نقل کیا جاتا ہی
اور صحیح سند سے من طریق خارجہ بن زید عن ابیہ روایت ہی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اخوان بھی اخوہ کہلاتے ہین اور ایک بھائی ہو تو وہ ماں کو
کچھ محجوب نہین کرتا اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اہل علم کی دانست مین اخوہ کا (یعنے جمع کے لفظ سے) محجوب کرنا ماں کو اسی جہت سے ہی کہ باپ انکے شادی بیاہ
کر دینے کا متولی ہوگا اور انکا نفقہ باپ پر ہی نہ ماں پر اور یہ اچھا کلام ہی لیکن ابن عباسؓ سے بسند صحیح مروی ہی کہ اخوہ کے چھٹے حصہ سے ماں کو
محجوب کیا تو یہ حصہ انکو مل جائیگا اور یہ قول شاذ ہی اور شیخ ابن جریر نے کہا کہ تمام امت سے مخالف ہی۔ اب باقی رہا بیان اسکا کہ دادا بمنزلہ
باپ کے ہی یا اور بھائیون کو اسکے ہوتے ہوئے اخوہ ساقط ہون یا نہین ہی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مذہب یہ ہی کہ وہ بمنزلہ باپ کے ہی اور انکے
ایام خلافت مین صحابہ رضی اللہ عنہم سب متفق تھے پھر انکی وفات کے بعد اختلاف ہوا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قول پر ابن عباسؓ
و عبد اللہ بن الزبیر و عائشہ و معاذ بن جبل و ابی بن کعب و ابو الدرداء و ابوہریرہ و عطا و طاؤس و حسن و قتادہ و ابوحنیفہ و ابو ثور و اسحاق کا قول
ہی اور حضرت علی بن ابیطالبؓ و زید بن ثابت و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا مذہب یہ کہ دادا کو میت کے بھائیون بہنون کے ساتھ وارث کیا جاوے جبکہ

سگے ہون یا باپ کی طرف سے ہون اور انکے ساتھہ بہن جد کی تہائی سے کمی نہو گی اور ذوی الفروض کے ساتھہ چھٹے حصہ سے جد کا حصہ کم نہو گا بقول زید و مالک و اوزاعی و ابو یوسف و محمد و شافعیؒ ۔ اور بھائیون کی اولاد دادا کے ہوتے ہوے جمہور کے قول پر ساقط ہو جاتی ہی اور رہی جدہ یعنے ماں کی ماں تو علما کا اتفاق ہی کہ اگر میت کی ماں نہو تو وہ چھٹا حصہ پاویگی اور اجماع ہی کہ ماں کے ہوتے ہوے ساقط ہی اور اجماع ہی کہ باپ کے ہوتے ہوے ساقط نہین ہی اور اگر میت کے سگے نانی کا بیٹا موجود ہو تو زید بن ثابت و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہی کہ جدہ وارث نہو گی یہی قول مالک ثوری و ابو ثور و اوزاعی و ابو حنیفہ وغیرہم کا ہی ۔ اور حضرت عمر و ابن مسعود و ابو موسی سے روایت ہی کہ وارث ہو گی اور یہ عثمان و علی سے بھی مروی ہی اور یہی شریح و جابر بن زید و احمد و اسحاق وغیرہ کا قول ہی **فائدۃ ثانیۃ** عرائس البیان مین ہی کہ قولہ تعالے آباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا ۔ اشارہ یہ کہ بزرگون کی خدمت کرو اور اولاد پر رحم کرو کیونکہ شاید وفات انکی سے کسی فریق کو کوئی ایسا دل ہو گا جو تمہارے لیے درگاہ الٰہی عزوجل مین سفارش کی اجازت پاویگا اور یہان مبہم رکھنے مین حکمت یہ ہی کہ سب پر رحمت و شفقت رکھین بتوقع اس ولی صادق کے ۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اقرب لکم نفعا کی تفسیر مین فرمایا ای ابا و ابناء مین تم سے زیادہ فرمانبردار اللہ عزوجل کا اور تم سے بلند درجہ اللہ تعالے کے نزدیک قیامت کے روز ۔ اسواسطے کہ اللہ تعالے قیامت کے روز مومنون مین سے بعض کو بعض کا شفیع فرماویگا پس اگر پسر یعنے والدین سے بلند درجہ ہو گا تو والدین کو اپنے درجہ پر لاویگا تاکہ اسکے آنکھین ٹھنڈی ہون اور اگر والد بدرجہ اعلی ہو گا تو اسکے ذریعہ سے فرزند کا درجہ بلند ہو گا تاکہ اسکی آنکھین خنک ہون

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

اور تمکو آدھا مال جو چھوڑ مرین تمہاری عورتین اگر نہو انکی کوئی اولاد اگر انکی اولاد ہی تو تمکو

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ

چوتھائی جو چھوڑا بعد وصیت کے جو دلوا مرین یا قرضے کے اور عورتون کو چوتھائی مال جو تم چھوڑو

يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ

اگر تمہارے کوئی فرزند نہو اور اگر تمہارے فرزند ہو تو تمہاری جورون کو آٹھوان اس سے جو تمنے چھوڑا بعد اس وصیت کے جو دلوا مرو تم

بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ

یا قرضہ کے اور کسی ایسے مرد کی میراث ہی جسکا باپ بیٹا نہین کلنا یا عورت ہی اور اس شخص کا کوئی بھائی یا بہن ہی تو دونون سے

وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِنْ بَعْدِ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہی اور اگر اس سے زیادہ ہون تو سب کے سب شریک ہونگے تہائی مین بعد

وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ

وصیت کے جو کی گئی ہی یا قرضہ کے جب اوروں کا نقصان نکیا ہو یہ وصیت اللہ کی طرف سے اور اللہ خوب جاننے والا حلم والا ہی

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ ۔ مع زوج جمع زوجہ و زوج شوہر یہان مراد اول ہی (المعنے) اور تمہارے لیے نصف اس مال کا جو تمہاری زوجات نے چھوڑا ۔ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ منکم او من غیرکم ۔ بشرطیکہ زوجات کا فرزند کوئی نہو ۔ نہ لڑکا اور نہ لڑکی وہ تمہارے نطفہ سے ہو اور نہ پہلے خاوند سے ۔ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ - پھر اگر زوجات کا کوئی فرزند ہو تو تمہارے واسطے انکے ترکہ مین سے چہارم حصہ ہی بعد ادا ہے وصیت کے جو وہ وصیت
کر کے مرین یا بعد ادا ہے قرضہ کے ف یا اگر قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو دونون دیکر باقی میراث ہی - واضح ہو کہ میت کی تجہیز و تکفین کے بعد
کہ قرضہ بالاجماع ہر حال مین مقدم ہی اور وصیت کو آیت مین اسواسطے مقدم کیا تاکہ وصیت کا لحاظ زیادہ رکھا جاوے پھر بعد قرضہ کے میت کی تہائی
سے وصیت نافذ کیجاوے پھر وارثون کے حق متعلق ہین اور آخر مین انشاء اللہ تعالے مختصر بیان ہر ایک وارث کا لکھدیا جائیگا تخریج و طریقہ تقسیم کہ
انشاء اللہ تعالے - اور یہان آیت مین بیان یہ کہ اگر زوجہ مرے درحالیکہ اسکا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی نہین موجود ہی تو شوہر کو نصف ملیگا اور اگر موجود
ہو تو شوہر کو چہارم ملیگا - رہا یہ کہ فرزند تو حقیقت مین وہ ہی جو عورت کے پیٹ سے ہو جیسے مرد کے پیٹھ کا نطفہ اسکا حقیقی فرزند ہی مفسر رح نے کہا کہ
و الحق بالولد فی ذلک ولد الابن بالاجماع - یعنے میراث مین پسر کا فرزند بھی فرزند کے ساتھ لاحق کیا گیا اور اسپر اجماع ہی - یعنے سب علما مین اتفاق
ہی کہ اگر صلبی فرزند نہو بلکہ پسر کا فرزند موجود ہو تو وہ بمنزلہ صلبی فرزند کے ہی ابن کثیر رح نے فرمایا کہ میت کے شوہر کے لیے دو حال ہین ایک یہ کہ
فرزند نہونے کی صورت مین نصف اور دوم فرزند ہونے کی صورت مین چہارم - یہ امر بالاجماع ہی اسمین کچھ خلاف نہین ہی اور ایسے ہی حکم زوجات
چنانچہ فرمایا - وَلَهُنَّ - ای للزوجات تعددن اولا - الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ - زوجات کے لیے خواہ ایک ہو یا کئی ہون تمہارے ترکہ سے
چہارم ہی - یعنے شوہر کے مرنے پر اسکی زوجہ کو ایک ہو یا چار تک ہون فقط چہارم مال ملیگا پس اکیلی ہی تو کل چہارم لے اور کئی ہین تو سبھی چہارم مین برابر شریک
ہون - مگر یہ چہارم حصہ اسوقت ہی کہ - إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ - اگر تمہارے کوئی فرزند نہو - یعنے نہ بیٹا بیٹی اور نہ پوتا پوتی وعلی ہذا القیاس
منهن او من غيرهن - نہ اس جورو سے ہو اور نہ کسی دوسری جورو سے ہو یعنے کسی جورو سے تمہارا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی موجود نہو -
تب زوجات کا چہارم - فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ - منهن او من غيرهن اور اگر تمہارا کوئی فرزند ہو - خواہ موجود جورو سے
ہو یا اسکے سواے کسی دوسری جورو سے ہو خواہ منکوحہ ہو یا نکاح فاسد ہو یا اپنی لونڈی سے ہو یا پسر کی لونڈی سے بلا شبہ وغیرہ ہو غرضکہ
جو کبھی شرعی حلت سے تمہارے تحت مین تھی پھر وہ مرگئی یا طلاق دی گئی یا مانند اسکے جدا ہوگئی بخلاف اسکے اگر زنا سے کوئی اولاد ہو تو وہ
وہ بمنزلہ نہونے کے ہی - فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ - تو جورو ایک ہو یا زیادہ ہون سب کو ایک آٹھوان حصہ ملیگا مگر یہ سب اس کل
مال سے ملیگا جو بعد قرضہ و تجہیز تکفین کے وصیت کی باقی رہا مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ - بعد دینے وصیت کے
جو تم دلوا مرے یا بعد قرضہ ادا کرنے کے (اگر قرضہ وصیت ہو) رہا یہ کہ اگر صلبی فرزند نہو مگر پسر صلبی کی اولاد ہو تو مفسر رح نے کہا کہ و ولد الابن کالولد
فی ذلک اجماعا - اور پسر کی اولاد اس میراث مین مثل فرزند صلبی کے ہی بالاجماع - اور دختر صلبیہ کی اولاد ایسی نہین ہی کما تقدم - وَإِنْ
كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ - صفة والخبر - كَلَالَةً - یعنے رجل اسم کان اور یورث صفت ہی اور خبر اسکی کلالۃ ہی یعنے وان کان رجل
مورث منہ کلالۃ - اور اگر کوئی ایسا مرد ہو کہ اسکی میراث بطور کلالہ لی گئی - یا کہا جائے کہ یورث خبر کان ہی اور کلالۃ حال ہی ضمیر یورث سے
کما فی المدارک بہر حال کلالہ کے معنے مفسر رح نے بیان کیے ای لا والد ولا ولد اسکا باپ نہو اور فرزند بھی نہو - أَوِ امْرَأَةٌ - تورث کلالۃ
یا کوئی عورت ہو کہ اس سے میراث بطور کلالہ لی گئی - وَلَهُ - ای للموروث الکلالۃ - اور مورث کلالہ کے خواہ مرد ہو یا عورت ہو - أَخٌ
أَوْ أُخْتٌ - ای من ام و قرأ بہ ابن مسعود وغیرہ بھائی یا بہن ہو یعنے ماں کی جانب سے بھائی بہن ہو (تو اسکی میراث اسطرح ہی جو آگے
مذکور ہی) حضرت ابن مسعود وغیرہ کی قراءۃ مین ولہ اخ او اخت من ام - واقع ہوا ہی - حاصل آنکہ کسی مرد یا عورت کے کوئی فرزند و باپ
نہو اور اسکی وراثت بطور کلالہ ہو یعنے اسکے بھائی یا بہن ماں کی جانب سے وارث ہون - فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ

لما ترک ۔ تو ہر ایک از ایشان بھائی یا بہن مذکور کے لیے چھٹا حصہ (ترکہ سے ہے) قال ابن کثیر کلالہ مشتق از اکلیل ہے یعنے وہ چیز جو سر کو اسکے کنارون سے
محیط ہو اور مراد یہان وہ حواشی ہین جو اصول و فروع کے سواے آدمی کے وارث ہون چنانچہ شعبی رح نے حضرت ابوبکر الصدیق رض سے روایت کی کہ حضرت
صدیق رض سے کلالہ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ مین اسمین اپنی رائے سے کہتا ہون اگر ٹھیک ہو تو اللہ تعالے کی طرف سے توفیق ہے اور اگر خطا ہو تو میری
جانب و شیطان کیطرف سے ہے اور اللہ و رسول اس سے بری ہین پھر کہا کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند نہو اور باپ نہ ہو پھر جب عمر رض خلیفہ ہوئے تو کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ ابوبکر کی رائے سے
خلاف کرون رواہ ابن جریر وغیرہ اور ایسا ہی حضرت عمر و علی و ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند و باپ نہ ہو اور یہی قول ابن عباس رض و زید بن ثابت رض وغیرہم سے صحیح ہوا
اور یہی قول شعبی و نخعی و قتادہ و حسن و جابر بن زید و حکم کا ہے اور یہی قول اہل مدینہ و اہل کوفہ و اہل بصرہ و فقہاء سبعہ و ائمہ اربعہ و جمہور سلف و خلف کا یہی قول ہے اور اس اجماع کو
بہت لوگون نے نقل کیا ہے اور اسمین ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور قولہ تعالے ولہ اخ او اخت ای من ام ۔ یعنے مان کی جانب سے بھائی یا بہن ہو اور یہی
قراءۃ بعض سلف کی ہے جنمین سعد بن ابی وقاص بھی ہین الحاصل اگر کسی میت کے وارث سواے اسکے فرزند و باپ کے ایسے لوگ ہون جنکا تعلق
از جانب والدہ یا مادر ہو اور وہ مادری بھائی بہن ہین جو مان سے کسی شوہر سے سواے پدر میت کے ہون پس مرکر ایک مادری بھائی
یا بہن ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا اور اسمین مذکر و مونث مین کمی بیشی نہوگی ۔ فَاِنْ كَانُوْٓا ۔ ای الاخوۃ والاخوات من الام ۔ پھر اگر یہ بھائی
و بہنین جو مان کی جانب سے ہین ۔ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ ۔ ای من واحد ۔ اس سے زیادہ ہون یعنے ایک سے زیادہ ہون ۔ فَهُمْ شُرَكَآءُ
فِي الثُّلُثِ ۔ تو وہی ایک تہائی مین شریک ہونگی ۔ یستوی فیہ ذکرہم و انثاہم ۔ اس تہائی مین انکے مذکر و مونث برابر کے حصہ دار ہونگے یعنے بھائی
کو بہن سے کچھ زیادہ نہین ملیگا ۔ قال ابن کثیر مادری بھائی بہن دیگر وارثون سے کئی باتون مین مخالف ہین اول یہ کہ یہ لوگ اس شخص کے
ساتھ جس سے بھی وارث ہوتے ہین جسکی وجہ سے قرابت ہے یعنے مان کے ہوتے ہوے بھی وارث ہوتے ہین دوم آنکہ انکا مذکر و مونث برابر کا
حصہ دار ہے سوم یہ کہ وارث نہین ہوتے ہین مگر جبکہ میت کلالہ ہو پس اگر میت کا باپ موجود ہوگا یا بیٹا یا بیٹی یا پسر کی اولاد تو وارث
نہونگے ۔ چہارم آنکہ میراث کبھی ایک تہائی سے زائد نہین ہوتی اگرچہ کسیقدر کثرت سے ہون اور زہری رح سے روایت ہے کہ حضرت عمر رض نے
فیصلہ کیا کہ مادری بھائیون بہنون کی میراث آپسمین اسطرح ہے کہ جسقدر مذکر کو اسیقدر مونث کو ۔ زہری رح نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہین کہ حضرت
عمر رض نے اسکا حکم رسول اللہ صلعم سے معلوم کیا یا اسی آیت سے لیا ہے رواہ ابن ابی حاتم اور ایک مسئلہ مشترکہ مین علماء نے خلاف کیا ہے جسکا نام
مسئلہ حماریہ ہے وہ یون ہے کہ میت کے ورثہ مین زوج ہے اور مان یا نانی ہے ۔ اور دو اولاد مادری اور میت کی حقیقی عینی بھائی بہن ایک
یا زیادہ ہین تو جمہور کے قول پر نصف شوہر کو اور مان یا نانی کو چھٹا حصہ اور مادری اولاد کی تہائی مین اعیانی شریک ہون گے اور یہ مسئلہ زمانہ
حضرت عمر رض مین واقع ہوا تو انھون نے شوہر کو نصف اور مان کو چھٹا حصہ اور اولاد مادری کو تہائی دیا پس میت کے سگے بھائی بہنون نے
جو مان باپ دونون کی طرف سے تھے کہنے لگے کہ ای امیر المومنین مانا ہم نے کہ ہمارا باپ حمار یعنے گدھا تھا پھر کیا ہم مادری اولاد کے ساتھ مان
کی طرف سے بھی شریک نہین ہین کہ ہم سب کی مان ایک ہے پس عمر رض نے ان سب کو شریک کر دیا اسی طرح عثمان رض سے بھی شریک کر دینا صحیح ہوا ہے
اور دو روایتون مین سے ایک روایت یہی ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عباس رض سے ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و شریح و مسروق و طاؤس
و محمد بن سیرین و ابراہیم نخعی و عمر بن عبدالعزیز و ثوری و شریک کا ہے اور یہی مذہب امام مالک و شافعی و اسحق بن راہویہ کا ہے ۔ اور حضرت علی بن
ابی طالب انھین باہم شریک نہین کرتے بلکہ تہائی مذکورہ فقط اولاد مادری کو دیتے اور ایسی حالت مین عینی یا پدری اولاد کو کچھ نہین دیتے
کیونکہ وہ لوگ عصبہ ہین اس سے وہ اعتراض دفع ہوگیا جو عینی سگے بھائیون نے وارد کیا تھا کہ باپ کچھ نہین سہی مگر ہماری مان تو ایک ہی

اور حاصل جواب یہ ہی کہ باپ تمہارا سبب کوئی ہی اور تم بہ نسبت اولاد ماں ہی کے افضل ہو کیونکہ تم عصبہ ہو اور عصبہ وہ ہی جو اصحاب فرائض کی مقدار دیکر باقی سب مال لے لے لیکن یہاں اسوجہ سے نہ ملا کہ کچھ بچا نہیں اور یہ وجہ نہیں کہ وہ وارث نہیں ہیں فافہم۔ وکیع بن الجراح نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسمیں کوئی مختلف روایت نہیں ہی اور یہی قول ابی بن کعبؓ و ابو موسیٰ اشعریؓ کا ہی اور یہی مشہور قول ابن عباسؓ کا ہی اور یہی مذہب شعبی ابن ابی لیلیٰ و ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد بن الحسن و حسن بن زیاد و زفر بن ہذیل و احمد بن حنبل و یحییٰ بن آدم و نعیم بن حماد و ابو ثور و داؤد ظاہری وغیرہ کا ہی۔ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرٍّ ۚ یہ سب جو مذکور ہوا بعد ادائے وصیت کے جو میت کر گیا یا قرضہ کے ہی در حالیکہ وہ وارثوں پر ضرر ڈالنے والا نہیں ہی بایں طور کہ تہائی سے زیادہ کی وصیت کی ہو آیت کریمہ میں وصیت صرف ایسی ہو کہ غیر مضار ہو یعنے ضرر پہونچانے والی نہو باقی مطلق ہی ولیکن حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ تہائی سے زیادہ وصیت روا نہیں ہی اور ائمہ علماءؒ نے اسپر اتفاق کیا ہی اور قرطبیؒ نے کہا کہ وارث کے واسطے وصیت بالاجماع نہیں جائز ہی اور بعض نے ذکر کیا کہ ایسی وصیت بھی باطل ہوگی جس سے محض ضرر رسانی مقصود ہو اسمیں سے تہائی یا کم کچھ بھی نافذ نہوگی۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ وصیت میں ضرر پہونچانا کبیرہ گناہ ہی رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر۔ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی ستر برس نیکیوں کے کام کرتا ہی پھر وصیت کرنے میں جور و ظلم کر جاتا ہی پس خاتمہ بدکام پر ہو کر دوزخ میں داخل ہوتا ہی اور آدمی ستر برس بدوں کے کام کرتا ہی پھر وصیت کرنے میں عدل و انصاف کرتا ہی پس خاتمہ نیک کام پر ہو کر جنت میں داخل ہوتا ہی پھر ابو ہریرہؓ نے کہا کہ پڑھو تمہارا جی چاہے تلک حدود اللہ تا قولہ عذاب مہین۔ رواہ ابن ماجہ والبیہقی و احمد و عبد بن حمید و ابو داؤد والترمذی وقال حدیث حسن۔ اور حضرت انسؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا جسنے اپنے وارث کی میراث قطع کی قیامت میں اللہ تعالےٰ اسکو جنت سے قطع کریگا رواہ ابن ماجہ۔ قال ابن کثیرؒ اماموں میں اختلاف ہی کہ وارث کے حق میں قرضہ کا اقرار کرنا صحیح ہی یا نہیں۔ اسمیں دو قول ہیں ایک یہ کہ نہیں صحیح ہی بسبب تہمت کے اور حدیث صحیح میں ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ہر حقدار کو اسکا حق دیدیا اب کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہی اور یہی مذہب امام مالکؒ و احمدؒ و ابو حنیفہؒ کا اور قول قدیم شافعیؒ کا ہی اور شافعیؒ کے قول جدید میں صحیح ہی اور یہی مذہب طاؤس و عطاء و حسن و عمر بن عبد العزیز کا ہی اور اسیکو امام بخاریؒ نے صحیح میں اختیار کیا بدیں حجت کہ رافع بن خدیجؓ نے وصیت کی کہ فزاریہ کے گھر میں جو کچھ ہی وہ کھولا نجاوے۔ قال المترجم یہ احتجاج بچند وجوہ محل نظر ہی اول آنکہ لاتکشف الفزاریۃ عما اغلق علیہ بابہا۔ یعنے فزاریہ زوجہ پر جسطرح اسکا دروازہ بند کیا گیا ہی کھولا نجاوے۔ یہ کچھ اقرار نہیں اور اگر وصیت کہتے ہو تو وارث کے لیے وصیت نہونا حدیث صحیح سے ثابت ہی دوم قول مذکور اس مراد میں نص نہیں کما لایخفی سوم آنکہ شاید ان لوگوں کی طرف سے اسکے حق میں ضرر پہونچانے کا خوف محسوس کیا ہو واللہ تعالےٰ اعلم بخ فنکہ الفاظ مذکورہ اس بات میں صریح نہیں ہیں فافہم۔ وَصِيَّةً مصدر موکد لیوصیکم۔ یعنے وصیۃً منصوب بنابر آنکہ مفعول مطلق فعل محذوف کا اور موکد مضمون یوصیکم ہی۔ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ ؕ یہ وصیت ہی اللہ تعالےٰ کی طرف سے اور اللہ تعالےٰ علیم حلیم ہی یعنے جو کچھ اپنے مخلوق کے واسطے تدبیر فرمائی اسکا دانا ہی اور حلیم بایں معنے کہ مجرم سے عقوبت کو تاخیر دیتا ہی اور واضح رہے کہ جن لوگوں کو میراث دلائی انہیں دلیل سنت سے یہ خصوصیت ہی کہ انہیں کوئی بات وارث ہونے سے مانع نہو اور مفسرینؒ کے نزدیک مانع یہ ہیں کہ مورث قتل کیا ہو یا اختلاف دین ہو یا رقیت ہو اور مترجم نے اوپر بیان کر دیا کہ اختلاف الدار بھی ہمارے نزدیک مانع میراث ہی یعنے وارث و مورث میں سے ایک کا مسکن دار الاسلام ہو اور دوسرے کا مسکن دار الحرب ہو۔ واضح ہو کہ جسکو اسکے مولیٰ نے آزاد کیا اگر وہ لاوارث قرابتی ہو تو آزاد کنندہ اسکی میراث کا مستحق ہی جبکہ

ذوی الارحام نہوں اور میراث ذوی الارحام کا بیان قولہ تعالیٰ واولو الارحام بعضہم اولیٰ ببعض الآیہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ آویگا اور جب کوئی شخص
کسی کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اسی سے موالات کرلی پھر لاوارث مرا تو یہی مولیٰ اسکا وارث ہے اور اگر کسی قسم کا وارث نہو تو اسکا مال اصل بیت المال عام
ہوگا لیکن ایک جماعت علماء نے جنے اس زمانہ میں فتوی دیا کہ بیت المال کو بادشاہوں نے حق طور پر قائم نہیں کیا لہذا جو کچھ اہل فرائض سے
بچ جائے وہ بھی انہیں پر پھیر دیا جاوے اور لاوارث کا مال اسی کے نام پر خیرات ہووے اور یہ تفصیل مطولات فقہ میں مع تحقیق مذکور ہے یہاں مختصر بیان
تخریج وتقسیم مناسب ہے۔ جاننا چاہیے کہ فرائض میں حصص تہائی و دو تہائی و چھٹا یا نصف چہارم و آٹھواں ہے اور قواعد موافق کتب فرائض کے طول
چاہتے ہیں مختصر بیان ہے کہ قسم اول یعنے تہائی و دو تہائی و چھٹا اسکا نکالنا چھ سے ممکن ہے اور قسم دوم کا نکالنا آٹھ سے ممکن ہے لیکن اگر ورثہ قسم اول سے
جمع ہوں تو انکے حصص کے لحاظ سے جسکا حصہ سب سے کم ہو وہی مسئلہ رکھکر حصص نکالو مثلاً کسی وارث کا تہائی اور دوسرے کا دو تہائی ہے تو
(۳) سے مسئلہ فرض کرکے ۱ و ۲ حصص دیدو اور اگر تہائی و چھٹا مثلاً جمع ہو یعنے ایک وارث کا تہائی حصہ ہے اور دوسرے کے واسطے چھٹا حصہ ہے
تو (۶) سے مسئلہ رکھو تو تہائی ۲ دو اور چھٹے حصہ کا ایک سہم دیدو۔ اسی طرح اگر قسم دوم کے ورثہ جمع ہوے یعنے مثلاً نصف و چہارم ہے تو (۴) سے
مسئلہ رکھو اور اگر نصف و چہارم و آٹھواں مثلاً جمع ہو سکتے تو (۸) سے مسئلہ رکھو اور اگر قسم اول اور قسم دوم کے جمع ہوں مثلاً نصف و تہائی و آٹھواں
و تہائی کا مخرج ۳ - اور آٹھویں کا (۸) ہے تو انمیں نسبت دیکھو جو اس مثال میں تباین ہے پس ۳ کو ۸ میں ضرب دو (۲۴) سے نکالو اور اگر
نصف و چھٹا جمع ہو تو (۶) کافی ہے۔ اسی طرح تہائی و چوتھائی میں (۱۲) سے مسئلہ ہوگا۔ اسی طرح اعداد ورثہ میں اور انکے حصص میں بھی نسبت دیکھکر
برابر تقسیم کے لیے مسئلہ ٹھیک کرلو۔ ان مثالوں میں غور کرو (مثال ۱-) زید مرا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اور کوئی نہیں ہے تو دختر کی تعداد
ایک ہے اسکو پسر کی تعداد ایک کے دوچند یعنے دو میں جمع کرو تین ہوے پس جواب یہ کہ زید کے تمام مال کے تین حصے کرکے دو حصے پسر کو اور ایک
حصہ دختر کو دیدو (مثال ۲-) اگر مثال مذکور میں دو پسر تین دختر ہوں تو دختروں کی تعداد ۳ کو پسر کی تعداد ۲ کے دوچند ۴
میں جمع کرو ۷ ہوے یہی جواب ہے تمام مال کے سات حصے کرکے ایک ایک حصہ ہر دختر کو اور دو دو ہر پسر کو دیدو۔ (مثال ۳-) زید مرا
باپ - ماں - ایک پسر - ایک دختر چھوڑی تو اولاد کی صورت میں ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ہے اور باقی عصبہ میں پس ۶ سے کرکے
ایک حصہ باپ اور ایک حصہ ماں - اور باقی عصبہ میں چار سہام ہیں حالانکہ ۳ سہام ہوتے تو دو پسر کو اور ایک دختر کو دیا جاتا پس ۳ کو ۶
میں ضرب دو تو (۱۸) سے مسئلہ ٹھیک ہوا کہ ۳ باپ کو اور ۳ سہام ماں کو اور باقی ۱۲ میں سے ۸ پسر کو اور ۴ دختر کو مل گئے۔
(مثال ۴-) زید مرا - باپ - ماں - دو پسر - تین دختر چھوڑے - پس ماں باپ کے لحاظ سے چھٹا حصہ چاہیے تو اصل مسئلہ (۶) لیکن ایک ماں
و ایک باپ کو دیکر باقی ۴ سہام ہیں حالانکہ دختر سے پسر کو دوچند کے حساب سے (۷) سہام چاہییں تو ۶ کو ۷ میں ضرب سے ۴۲ ہوے
پس ماں و باپ کے ششم حصے کے حساب سے ۷ سہام باپ کے ۷ سہام ماں کے ۸ - ۸ ہر پسر کو۔ اور ۴ - ۴ ہر دختر کو ملینگے۔ (مثال ۵)
زید مرا - باپ و ماں چھوڑے تو ظاہر ہے کہ ماں کو تہائی ہے باقی باپ کا پس ۳ حصے کرکے ایک ماں کو - ۲ باپ کو ملیگا (مثال ۶) زید مرا اور
باپ - ماں - جورو چھوڑی - تو جورو کا چہارم پس چار حصے کرکے ایک جورو کا اور باقی تین سہام میں سے تہائی کا ایک سہم ماں کا اور باقی دو حصے
باپ کے ہیں (مثال ۷) باپ - ماں - دو بھائی یا بہن جو ماں کے پیٹ سے پہلے کسی خاوند سے ہیں تو ماں کو چھٹا حصہ اور باقی پانچ
حصے باپ کو ملے اور یہ بھائی محروم ہیں کیونکہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط ہوتے ہیں لیکن انھوں نے اپنی ماں کو تہائی سے محجوب کرکے چھٹے
حصہ پر تنقیص کر دیا اور اگر یہ اولاد نہوتی تو ماں کو تہائی ملتا فافہم (مثال ۸-) باپ - بیٹا ۲ - بیٹی تین جورو ایک ورثہ چھوڑے

باپ کا چھٹا حصہ اور زوجہ کا آٹھوان حصہ ہے اور باقی عصبہ ہین پھر جب چھٹا و آٹھوان جمع ہوے تو اصل مسئلہ ۲۴ سے ہوگا لیکن چھٹا و آٹھوان نکالکر باقی کی تقسیم ٹھیک نہین کیونکہ دونون بیٹے اور تینون بیٹیون کے حصص ملکر کم سے کم سات ہونگے مگر ۱۷ اور ۷ مین تباین ہے پس ضرب دو تو ۱۶۸ ہوے پس باپ کا چھٹا حصہ ۲۸ اور جورو کا آٹھوان ۲۱ اور تینون دختر کا ۵۱ جسمین سے ہرایک کے سترہ اور دو پسر کا ۶۸ جسمین سے ہرایک کے چونتیس ۳۴ ہوے پس مجموعہ ۱۶۸ ہے پس کل مال کے اسیقدر حصے کیے جاوین (مثال ۹)

اگر مثال مذکور مین بجائے ایک زوجہ کے تین جورو ہون تو زوجہ کے حصہ مین جو ۲۱ سہام آئے وہ تینون زوجات پر پورے تقسیم ہو جاتے ہین پس ہر جورو کو ۷ حصے ملینگے اور حساب مذکور مین کچھ تغیر نہوگا اور اگر چار زوجات ہون تو بوجہ تباین کے ۲۱ سہام کی تقسیم چار پر ٹھیک نہوگی پس مجموعہ ۱۶۸ کو چار مین ضرب دینا پڑیگا تاکہ ہر جورو کا حصہ بھی مسلم نکل آوے اور واضح ہو کہ حصص مین کبھی عول ہوتا ہے یعنے وارثون کے سہام ملکر کل سے زائد ہو جاتے ہین مثلاً اصل مسئلہ بارہ ۱۲ اور مجموعہ حصص ملکر ۱۳ ہو جاتا ہے مثلاً ہندہ مری اور باپ و مان و شوہر و ایک دختر وارث چھوڑے تو ۱۲ مین سے باپ کو ۲ و مان کو ۲ و شوہر کو ۳ اور دختر کو ۶ ملنا چاہیے کیونکہ والدین سے ہرایک کو چھٹا حصہ و شوہر کو چہارم و دختر کو نصف ملنا چاہیے حالانکہ یہ سب ملکر ۱۳ ہو جاتے ہین تو کل مال کے ۱۳ حصے کرکے اسیطرح تقسیم ہونا چاہیے یہی عول ہے- اور واضح ہو کہ عول کے برعکس کبھی رد کرنا ہوتا ہے مثلاً میت نے زوجہ و دختر چھوڑی ہی تو زوجہ کو آٹھوان اور دختر کو نصف دینا چاہیے تو (۸) سے مسئلہ ہو کر ایک حصہ زوجہ کو اور ۴ سہام دختر کو دیے اور ۳ سہام باقی بچ رہے تو وہ بھی اسی حساب سے انہین وارثون کو واپس دیے جاوین پس چاہیے کہ کل مال کے پانچ سہام کرکے ایک حصہ زوجہ کو دیو اور چار حصہ دختر کو دیو تو کل مال انہین مین فرض و رد سے تقسیم ہو گیا اور ہر ایک کے حق مین زیادتی ہو گئی کیونکہ پہلے مثلاً ایک روپیہ مین سے دو آنہ زوجہ کو اور آٹھ آنہ دختر کو ملتے تھے اور اب زوجہ کو پانچوان یعنے تین آنہ و پائی ملے جبکہ آنہ کی بارہ پائی ہو اور دختر کو باقی ملا اور اسکا نام اصطلاح مین رد ہے- پھر یہ طریقہ جو مذکور ہوا صرف ایک میت کے ورثہ مین تقسیم ہے اور اگر اول میت کا ترکہ تقسیم نہوا پھر ان وارثون مین سے کوئی مرا پھر اسکے ورثہ مین سے کوئی مرا غرضکہ چند اموات کے بعد جو لوگ موجود رہے انہون نے تقسیم چاہی تو اسکو مترجم نے عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ مین مفصل لکھدیا ہے وہان سے تلاش کرو- یہان مختصر قاعدہ لکھا جائیگا لیکن پہلے یہ یاد رکھو کہ اگر تین زوجہ مین مثلاً ۴۲ سہام دو تو ہرایک کو ۱۴ سہام ملے اور اگر تین کے ۱۲ سہام کرو تو بھی ہر زوجہ کو ۴ پورے ملے لیکن اس سے کم نہین ہوسکتے ہین تو فرائض مین یہ ضروری لحاظ ہے کہ اعداد مین کمی کی نسبت رکھو اور نسبت چار ہین اول تماثل جیسے ۴ و ۴ - ۳ اور ۵ و ۵ وغیرہ دوم تباین جیسے ۳ و ۵ - ۵ و ۷ و ۱۱ - ۳ و ۸ جنمین بڑا چھوٹے پر تقسیم نہوسکے سوم تداخل جنمین بڑا تقسیم ہوسکے جیسے ۳ و ۱۲ - ۴ و ۱۲ - ۵ و ۱۵ - ۳ و ۱۵ وغیرہ چہارم توافق دو عدد جو تیسرے عدد پر پوری تقسیم ہو جاوین جیسے ۶ و ۸ - کہ ۲ پر پورے تقسیم ہو جاتے ہین پس تماثل مین ایک عدد لیلو- تباین مین دونون کو ضرب دے لو- تداخل مین فقط بڑا عدد کافی ہے توافق مین ایک کے وفق کو دوسرے مین ضرب دو جیسے ۶ و ۸ مین سے دو سے توافق ہے تو ۶ کو دو پر تقسیم کرکے ۳ حاصل کو ۸ مین ضرب دیکر ۲۴ لے لو و علی ہذا القیاس تو ایسا کرنے سے حساب مین اختصار ہوگا اور اگر ۶ کو ۸ مین ضرب دو تو اس سے دوچند یعنے ۴۸ ہو جاوینگے حالانکہ جب وارثون کے حصص ۲۴ سے نکل آتے ہین تو بیفائدہ ۴۸ حصہ کرنے سے تکلیف اٹھانا جائز نہین ہے پس جسطرح وارثون کے حصص مفروضہ یاد رکھے اسی طرح حساب کا قاعدہ بھی مشق کرے- اب جاننا چاہیے کہ فرائض مین جو شخص ان تمام حصص کو یاد کرلے جو قرآن مجید مین مذکور ہین اور اس حساب کو یاد کرلے وہ اعلی میت کی میراث اسکے وارثون مین تقسیم کریگا انشاء اللہ تعالے لیکن جب دوسری پشت یا تیسری پشت پر بٹوارہ ہوتا ہے تو اس حساب فرائض مین مشکل ہے اسکو بھی بیان کرتا ہون انشاء اللہ تعالے سمجھ لینے پر وہ بھی آسان ہو جاویگا- جاننا چاہیے کہ پہلے جو میت مرے اسوقت کے موجودہ وارثون مین تقسیم کرو پھر جو

دوسرا مرے اُسکے موجودہ وارثون مین تقسیم کرو تو جو کچھ ہر ایک کا حصہ نکلے ہمکو دیکھو کہ اوپر اس میت کے حصہ مین پہلے میت کے مال سے کتنے
حصے ملے تھے کیونکہ وہی حصے اس حساب سے اسکے وارثون مین تقسیم ہونگے پھر اگر انمین تداخل ہو تو کچھ ضرورت نہین ورنہ توافق کی صورت مین
موافق مذکورہ بالا کے نیسرے پر ایک کو تقسیم کرکے حاصل سے دوسری ضرب کرو اور وہ اول میت کے مسئلہ مین بھی قائم کرو تاکہ سب حصے
برابر نکلین پھر وارثون کے حصے جمع کرو مثلاً زید مرا اور بیٹا مسمی بکر اور بیٹی مسماۃ ہندہ اور جورو مسماۃ سلمی چھوڑی پھر بکر مرا اور دختر مسماۃ
کبری اور جورو مسماۃ صغری اور بہن مسماۃ ہندہ مذکورہ بالا اور ماں مسماۃ سلمی مذکورہ بالا چھوڑی - اب وارثون نے تمام مال کو تقسیم کرنا چاہا
تو اسطرح کرنا چاہیے کہ اول زید کی میراث تقسیم کرو تو جورو کو آٹھوان اور باقی بیٹا بیٹی مین للذکر مثل حظ الانثیین ہوگا لہذا ۲۴ سے مسئلہ
ہوا تو بکر بیٹا ۱۴ - اور ہندہ بیٹی کو ۷ - اور سلمی جورو کو ۳ حصے ملے - پھر بکر مرا ہی جسکے پاس اول ترکہ سے ۱۴ سہام ہین تو اسکی ماں کو چھٹا
حصہ اور جورو کو آٹھوان حصہ اور بیٹی کو نصف ہی اور بہن عصبہ ہی - لہذا یہ مسئلہ بھی ۲۴ سے ہوا یعنے بکر کے مال کے ۲۴ حصے کیے جاوین جن مین سے
کبری دختر کے ۱۲ - صغری جورو کے ۳ - اور ہندہ بہن کے ۵ - اور سلمی ماں کے ۴ - ہوے لیکن اوپر معلوم ہوا کہ بکر کے پاس چودہ ۱۴ سہام
ہین اور ۱۴ اور ۲۴ مین توافق ہی کیونکہ ۲ - پر دونون تقسیم ہوتے ہین لہذا ۷ - کو ۲۴ - مین ضرب دیا - ۱۶۸ - ہوے اسی اسی عدد ۷ - سے
اوپر کے کل سہام کو مع عدد مسئلہ کے ضرب دو تو بکر ۹۸ - ہندہ ۴۹ - سلمی ۲۱ - ہوگئے - اور اسیطرح بکر کے وارثون کے - کبری دختر ۸۴ - صغری
جورو ۲۱ - اور ہندہ بہن - ۳۵ - اور سلمی ماں - ۲۸ - ہوگئے پس جو لوگ اب زندہ موجود ہین انمین سے فقط ہندہ کو اپنے باپ بھائی دونو
میراث ملی اور اسیطرح سلمی کو اپنے شوہر و پسر دونون کی میراث ملی ہی اور باقی کو ایک ہی میراث ملی پس کبری کے ۸۴ - اور صغری کے ۲۱ اور
ہندہ کے ہر دو میراث کے جمع کرو تو ۸۴ - اور سلمی کے ہر دو میراث کے - ۴۹ ہوے واللہ تعالے اعلم بالصواب

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

یہ حدین باندھی اللہ کی ہین اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اوسکے رسول کے وہ داخل کرے اوسے باغون مین جنکے نیچے بہتی نہریان

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ

رہ پڑے اوسمین اور وہی ہے بڑی مراد ملنی اور جو کوئی بے حکمی کرے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور بڑھ جاوے اوسکی حدون سے

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

داخل کرے اوسکو آگ مین رہ پڑا اوسمین اور اوسکو ذلت کی مار ہے

ع ۲ / ۱۳

تِلْكَ - الاحکام المذکورۃ من امر الیتامی وما بعدہ - یعنے تلک سے اشارہ احکام مذکورہ کی طرف ہی جو یتیمون کے بارہ مین اور اسکے مابعد مین
فرائض و مواریث ذکر فرمائے ہین - حُدُوْدُ اللّٰهِ - شرائعہ التی حدہا للعباد لیعملوا بہا ولا یتعدوہا - حدود الٰہی ہین یعنے شرائع
ہین جنکو اللہ تعالے نے بندون کے لیے حد کردیا ہی تاکہ انپر عمل کرین اور انسے تجاوز نکرین - وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ - فیما حکم بہ اور
جسنے اللہ تعالے کی فرمانبرداری کی یعنے اطاعت کی ایسے امر مین جو حکم کردیا ہی تو - يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا - اللہ تعالے اسکو ایسے باغات مین داخل فرماویگا جنکے نیچے نہرین جاری ہین - درحالیکہ انمین مقدر ہوگا خلود ہمیشہ
رہنا انکے واسطے - وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ - اور یہ فوز عظیم ہی یعنے پوری فلاح و پوری مراد ہی - یدخلہ بیاے تحتیہ اکثر کی قراءت ہی
اور ندخلہ بنون متکلم نافع کی قراءت ہی یعنے ہم اسکو داخل کرینگے ایسے باغات مین مثال مین اس شان سے کہ سب داخل ہونیوالے ہمیشہ ہین کبھی موت ہی

نہ فنا ہی ۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۔ اور جسنے نافرمانی کی اللہ و اسکے رسول کی اور حدود آلہی سے تجاوز کیا تو اللہ تعالے اسکو آگ مین داخل فرماویگا درحالیکہ اسکے لیے آگ مین رہنا ہمیشہ کے لیے مقدر ہو گا ف ضحاک نے کہا کہ یہان عصیان سے مراد شرک ہی یعنے کفر و انکار کیا اور ابن عباسؓ نے فرمایا یعنے اللہ تعالے کی تقسیم پر راضی نہوا اور جو اسنے حد مقرر فرمائی ہی اس سے تجاوز کیا اور کلبیؒ نے کہا کہ میراث کی جو تقسیم اللہ تعالے نے مقرر فرمائی ہی اس سے انکار کیا تو کفر کیا اسیواسطے فرمایا کہ ہمیشہ دوزخ مین پڑا رہیگا ۔ قولہ یدخلہ یہان بھی بیاء تحتیہ یا بنون ہی یعنے ہم اسکو آگ مین داخل کرینگے ۔ وَلَهٗ ۔ فیہا ۔ اور اس کافر کے لیے (دوزخ مین) عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۔ خوار کنندہ ایسا عذاب ہی جو اہانت دینے والا ہی ف یعنے ایسا عذاب ہی جسمین اہانت ہی پس مہین صیغہ نسبت ہی ۔ واضح ہو کہ لفظ من مفرد ہی اور معنے اسکے جمع کے بھی ہین اسیوجہ سے برعایت معنے کے خالدین جمع فرمایا اور یدخلہ مین ضمیر مفرد لفظی ہی ۔ ف عرائس البیان مین فرمایا کہ قولہ تلک حدود اللہ الآیہ ۔ اللہ عزوجل نے امر فرائض و مواریث مین تمام مخلوق کے دخل کو صاف مٹا دیا کہ اسکی مقدار و کیفیت علم قدیم آلہی مین معلوم و مقدر و محدود ہی تاکہ اسکی درگاہ عظمت و کبریائی مین عاجزی و تواضع کے ساتھ بندگی کی گردن جھکاوین اور اللہ عزوجل نے اپنے علم کو اپنی ہی پاک ذات تک رکھا تاکہ اسکے مخلوق مین سے کوئی بھی اسکی حد سے تجاوز نہ کرے اور اشارہ ہی کہ ہر اہل معرفت کے واسطے بھی ایک حد مقرر ہی جہانتک اسکا کشف و عرفان پہونچتا ہی پھر اسکی صمدیت و احدیت مطالعہ سے باز رکھتی ہی ۔ اور حدود اللہ ایک برزخ ہی حدوث و قدم کے درمیان کہ دونون مین کوئی خلط نہین ہو سکتا کیونکہ ہر طرح حدوث سے منزہ و پاک ہی شیخ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ حدود اللہ اسکے اوامر و نواہی ہین سو جسنے انسے تجاوز کیا وہ راہ راست سے بھٹک گیا ۔ بعض نے کہا کہ تلک حدود اللہ اشارہ ہی کہ اہل ارادت کو انکی طاقت کے لائق احوال پر واقف کیا جاوے اور تعدی و تجاوز اسمین یہ ہی کہ ایسا اظہار کیا جاوے جس سے وہ ہلاک ہو جاوین مترجم کہتا ہی جیسے اول مسئلہ وحدت وجود یا وحدت شہود وغیرہ بیان کرے کیونکہ مبتدی کو خلط و خبط ہو گا بلکہ ابتدا مین اسکو طریق سنت پر استقامت و علم تعلیم کرے پھر علم و عمل کی استقامت سے استعداد حاصل ہونے پر بقدر استعداد کے ترقی دے ۔ ابو عثمانؒ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالے کی حد پر ہا اس سے تجاوز نکیا وہ کبھی برباد نہو گا اور بعضے اہل بغداد نے کہا کہ بندہ کا انقلاب جملہ اوقات مین حدود تک ہوتا ہی پس ہتک حرمت سے بچے اللہ تعالے نے فرمایا کہ تلک حدود اللہ فلا تقربوہا اسواسطے کہ جو چراگاہ سلطانی کے کنارہ کنارہ چرتا ہی وہ کبھی نہ کبھی اسمین جا پڑتا ہی قال المترجم حدیث صحیح مین ہی من حام حول الحمی یوشک ان یقع فیہ جو کوئی چراگاہ سلطانی کے گرد گھومے وہ اسمین جا پڑنے کے قریب ہی فافہم

پھر اللہ عزوجل نے حدود و زنا وغیرہ کا حکم ابتدائے اسلام مین اسطرح نازل فرمایا

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ

اور جو کوئی ۔ بدکاری کرے ۔ تمھاری عورتون مین ۔ تو شاہد لاؤ ۔ اون پر چار مرد ۔ اپنون مین سے پھر اگر

شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝

وہ گواہی دیوین ۔ تو اونکو بند رکھو گھرون مین ۔ جبتک پھیر لیوے اونکو موت ۔ یا کردے اللہ اونکی ۔ چھٹکارا ۝

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ ۔ الزنا ۔ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۔ ای من رجال المسلمین ۔ جو عورتین کہ تمھاری عورتون مین سے فاحشہ یعنے زنا کاری کرین تو انپر اپنون مین سے چار گواہ کرو ف منکم سے مرد ہونے و مسلمان ہونے کی خصوصیت مراد ہی یعنے چار گواہ مرد مسلمان ہون جنکو تلاش کرلو بشرطیکہ عادل ہون اسواسطے کہ حدود مین عورتون کی گواہی نہین

اور کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہیں ۔ فَاِنْ شَہِدُوْا ۔ علیہن بہا ۔ پس اگر چاروں مردوں مسلمان نے ان عورتوں پر فاحشہ زنا کی گواہی
دی ف تو بالفعل کوئی سزا سے ضرب نہیں بلکہ ۔ فَاَمْسِکُوْھُنَّ ۔ احبسوہن ۔ فِی الْبُیُوْتِ ۔ قید رکھو ان عورتوں کو گھروں میں
ف وامنعوہن من مخالطۃ الناس ۔ اور منع کرو انکو یعنی باز رکھو لوگوں کے ساتھ خلط ملط ہونے سے اور برابر اسی طرح انکو محبوس رکھو ۔
حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ ۔ یہانتک کہ ملائکۃ الموت انکو وفات دیں (انکے وقت مقدر پر) اَوْ ۔ الی ان یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا ۔
یا یہانتک کہ اللہ تعالے ان عورتوں کے لیے کوئی راہ مقرر کرے ف یعنے قید رکھو اور روکو یہانتک کہ مریں یا یہانتک کہ اللہ تعالے انکے
واسطے راہ مقرر کردے پس حق بطور شک کے نہیں ہے بلکہ ابتدا میں ایک حکم دیا اور دوسرا حکم علم الٰہی میں موجود تھا کہ بعد ایک مدہ کے نازل ہوگا
پس حکم اول کے وقت فرمایا کہ انکو روکو یہانتک کہ دوسرا حکم آنے تک مرجاویں تو انکا معاملہ اسی قدر پر ختم ہوا یا زندہ رہیں تو وہ حکم انپر جاری ہوگا اور
گواہوں میں عادل ہونا شرط ہے کیونکہ فاسق کی خبر کو پرکھنے کا حکم ہے بقولہ تعالے اذا جاءکم فاسق بنبا الآیۃ ۔ اور مترجم کے نزدیک یہاں ایک نکتہ ہے
جسوجہ سے عادل کا ذکر نہیں فرمایا ۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اربعۃ منکم فرمایا یعنے تم میں سے چار ہوں حالانکہ تم تو رسول اللہ صلعم کے صحابہ عادل ہو پس
عادل کہنے کی ضرورت نہ رہی اور نہ کسی شیطانی شخص کو شبہہ کا موقع رہا کہ شاید صحابہؓ میں بعض عادل و بعض غیر عادل ہیں پھر چونکہ یہ حکم فقط صحابہؓ
کے وقت ہا بلکہ سورۃ النور نازل ہوکر منسوخ ہوگیا تو وہاں منافقوں کو خارج کیا اور فاسق قرار دیا اور عورتوں کے لیے راہ نکال دی حتی کہ کوئی فاسق
انپر بہتان باندھنے کی بھی گنجایش نہ پاویگا مفسرؒ نے لکھا کہ قولہ سبیلا ای طریقا الی الخروج منہا ۔ یعنے اس قید سے نکلنے کی راہ کردے امر وابدا کاس
اول الاسلام ثم جعل اللہ لہن سبیلا بجلد البکر مائۃ وتغریبہا عاما ورجم المحصنۃ ۔ ابتداء اسلام میں مومنوں کو یہ حکم دیا گیا تھا پھر اللہ تعالے نے
عورتوں کی راہ نکالدی کہ کنواری عورت اگر زنا کرے تو سو کوڑے ماری جاوے اور ایک سال کے واسطے شہر بدر کیجاوے اور بیاہی ہو تو پتھروں سے
سنگسار کرکے ہلاک کردی جاوے اقول یہ شافعیؒ کا قول ہے اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک فقط سو کوڑے ہیں اور اگر محصنہ ہو تو بالاجماع اسکو سنگسار
کیا جاوے یہانتک کہ مرجاوے ۔ وفی الحدیث لما بین الحد قال صلی اللہ علیہ وسلم خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لہن سبیلا رواہ مسلم ۔ اور حدیث
میں ہے کہ جب حد بیان فرمائی گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ای لوگو یہ لو مجھسے یہ حکم لیلو کہ اللہ تعالے نے ان عورتوں کی راہ نکالدی رواہ مسلم
ف ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب کسی عورت کا زنا کرنا عادل گواہوں سے ثابت ہوا تو ایک گھر میں محبوس
رکھی جاتی اور نکلنے نہیں پاتی تھی یہانتک کہ مرجاتی ۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حکم ایسا ہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالے نے سورۂ نور کو نازل
فرمایا پس اس حکم کو درے یا رجم سے منسوخ کیا اور ایسا ہی عکرمہ و ابن جبیر و حسن و عطاء و ابو صالح و قتادہ و زید بن اسلم و ضحاک سے مروی ہے کہ یہ
حکم منسوخ ہے اور یہ امر متفق علیہ ہے قال المترجم سورۂ نور میں ہے قولہ تعالے الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ الآیۃ ۔ اور قول ابن عباسؓ
کہ اسکو درے یا رجم سے منسوخ کیا ، یعنے کنواری کے واسطے درے اور بیاہی کے لیے رجم کا حکم دیا ہے ۔ اور جمہور اسی طرف گئے ہیں کہ یہ آیت اور یا جلد
کی آیت منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہیں ہے اور حدیث عبادہؓ میں ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ لو مجھسے لو مجھسے اللہ تعالے نے ان عورتوں کی راہ
نکالدی کنوارا اگر کنواری سے زنا کرے تو درے اور ایک سال کے لیے شہر بدر ہے اور ثیب اگر ثیبہ کے ساتھ زنا کرے تو سو درے اور سنگساری ہے (رواہ
الترمذی وقال حسن صحیح و قد رواہ مسلم وغیرہ) یہ حدیث مبارک اس آیت کا بیان واقع ہوئی ہے اور امام احمدؒ بمقتضائے حدیث موصوف کہتے ہیں
کہ زانی ثیب کو سو درے بھی مارے جاویں اور سنگسار بھی کیا جائے اور جمہور کے نزدیک اسکو فقط سنگسار کیا جاوے درے نہیں ہیں اور حجت انکی
یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ و غامدیہ کو اور یہودی مرد و عورت زنا کاروں کو فقط رجم کیا اور درے نہیں مارے پس معلوم ہوا کہ رجم کرنا

واجب نہین ہی بلکہ وہ منسوخ ہی اور امام شافعیؒ پر وارد ہوتا ہی کہ انھون نے کنوارے کے حق مین ایک سال کا شہر بدر کرنا اسی حدیث سے تجویز کیا حالانکہ ثیب کے لیے قبل رجم کے درے مارنا نہین تجویز کیا بلکہ حدیث کو منسوخ قرار دیا اور اصح اسمین قول امام ابوحنیفہ کا ہی یہ حدیث صحیح ہی اور نسخ کی کوئی دلیل نہین ہی ولیکن حدیث کے معنے یہ ہین کہ ایک سال کا شہر بدر کرنا یا قبل رجم کے کوڑے مارنا یہ بطور سیاست و تعزیر کے ہی جو امام المسلمین کی رائے پر ہی ورنہ آیت کریمہ مین جو سورۂ نور مین ہی فقط کوڑے و فقط رجم ہی لیکن اسمین بھی ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہی کہ امام کو سیاست کرنا اسقدر نہین جائز ہی جو کسی حد آلہی تک پہونچ جاوے پھر سو کوڑے تو مقدار حد ہی اور جواب ہو سکتا ہی کہ منع یہ ہی کہ اس بارہ مین جو حد مقرر ہی تو شبہہ پر حد تک نہ پہونچے اور سنگساری مین حد کی مقدار یہ کہ پتھرون سے قتل کیا جاوے تو کوڑے کی سزا بطور سیاست ہو سکتی ہی و فیہ نظر ایضا فافہموا واللہ اعلم و تمام الکلام سورۂ نور مین آوینگے انشاء اللہ تعالے

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

جو کرنے والے کرین تم مین سے فاحشہ کام تو انکو ایذا دو پھر اگر توبہ کر لین اور سنوارین تو انسے اعراض کرو اللہ تعالے

تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْۗءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ

بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہی توبہ تو اللہ تعالے کو قبول ہی انھین کی جو کرتے ہین برا نادانی سے پھر توبہ کرتے ہین جلدی سے

فَاُولٰۗىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

تو ایسون کو اللہ تعالے معاف فرماتا ہی اور اللہ تعالے سب جانتا حکمت والا ہی

وَالَّذٰنِ بتخفیف النون وتشدیدہا۔ یعنے اکثرون کی قراءۃ بتخفیف نون ہی اپنی اصل پر اور قیاس صیغہ کا اللذیان تھا سیبویہ نے کہا کہ اسماء متمکنہ و مبہمہ مین فرق کے لیے یاء تخفیفہ حذف ہوئی۔ اور ابن کثیرؒ کی قراءۃ مین بتشدید نون ہی پس ایک نون بعوض یاء محذوفہ ہی۔ يَاْتِيٰنِهَا ای الفاحشۃ الزنا واللواطۃ۔ یعنے ضمیر مونث راجع بجانب فاحشہ مذکورہ بالا ہی اور مراد اس سے زنا اور لواطت ہی مِنْكُمْ ای من الرجال۔ مردون مین سے (المعنے) اور جو دو مرد کہ تم مین سے اس فعل فاحشہ (زنا ولواطت) کے مرتکب ہون ف تو انکی سزا یہ ہی کہ فَاٰذُوْهُمَا۔ دونون کو ایذا پہونچاؤ۔ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا۔ پھر اگر دونون توبہ کرین اور اپنے آپ کو صلاحیت پر لاوین تو انسے درگذر کرو۔ ف واضح ہو کہ عورتون کی زنا کرنیکا حکم ابتداء اسلام کا اوپر کی آیت مین مذکور ہوا اور مردون کا بیان نہین ہوا تھا سو اس آیت مین فرمایا۔ پھر مفسرینؒ نے مردون کے حق مین فاحشہ کام کی عام تفسیر کی جو عورت سے زنا کرنے کو یا عام کسی مرد سے لواطت یعنے اغلام کرنے کو بھی شامل ہی اور خطیبؒ نے کہا کہ امام شافعی کے نزدیک لواطت کرنا بھی مانند زنا کے ہی لیکن جس سے لواطت کی گئی اسپر انکے نزدیک رجم نہین ہی اگرچہ وہ محصن ہو بلکہ سو کوڑے مار کر ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جاوے قال المفسرؒ یہ منسوخ ہی آیہ سورۂ نور کے حکم حد سے بیاہا ہو اور اسیطرح اگر اس سے لواطت مراد ہو تو بھی آیت النور سے منسوخ ہی یعنے لوطی کو بھی حد زنا کی سزا دیجاوے۔ یہ امام شافعی کے نزدیک ہی لیکن جسکے ساتھ لواطت کی گئی اگرچہ وہ بیاہا ہو امام شافعیؒ کے نزدیک اسپر حکم سورۃ النور کے موافق رجم نہین ہی بلکہ ہر صورت مین اسپر درے ہین۔ کمالین مین کہا کہ آیت مین فاحشہ سے زنا مراد ہونا جمہور کا قول ہی اور لواطت مراد ہونا مجاہدؒ سے نقل کیا گیا ہی اور امام مالک و احمد کے نزدیک لواطت مین فاعل و مفعول بہ یعنے اوپر والا و نیچے والا دونون کو ہر حال مین رجم ہی خواہ محصنین ہون یا نہون۔ اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ یہ آیت پہلی آیت سے پہلے اتری لیس و اللذان مرد و عورت زنا کرنے والی مراد ہین سو پہلے حکم ہوا کہ دونون کو ایذا دو پھر حکم ہوا کہ عورتون کو قید

رکھو لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ اول آیت مین فاحشہ مصرح ہی اور اسمین فاحشہ کی طرف ضمیر ہی فتامل - اور ابو مسلم اصفہانی نے موافق روایت
مجاہد کے اختیار کیا کہ لواطت ہی مراد ہی اور بعض نے کہا کہ قرائن و امور اسکے مؤید ہین - واضح رہے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک لوطی کی حدود نہین جو
سورۂ نور مین زنا کی مذکور ہین اور ابن عباس رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو تم دیکھو کہ قوم لوط کا عمل کرتا ہی تو فاعل و مفعول ع
دونون کو قتل کرو (رواہ اصحاب السنن) پس بنا بر اسکے اللذان یاتیانہا سے مراد لواطت ہو سزاے زنا مردون کے حق مین کچھ مذکور نہ ہوئی جیسے
اوپر کی آیت مین عورتون کی سزاے زنا مذکور ہی - اسیواسطے شیخ مفسر رح وغیرہ نے اسمین زنا و لواطت دونون کو شامل کیا تاکہ مردون کی سزاے زنا بھی معلوم
ہو جاوے اور یہ ایک خاص حکم لواطت جو مردون ہی مین ہوتا ہی وہ بھی معلوم ہو جاوے - اور بنا بر قول جمہور کے مراد زنا ہی اور اللذان سے زانی مرد
و زانیہ عورت مراد ہی لیکن مذکر کو غلبہ دیکر اللذان بصیغۂ تثنیہ مذکر فرمایا اور آیت اول فاحشہ عورتون کے حق مین قید کی سزا کا بیان ہی چنانچہ قتادہ رح نے
فرمایا کہ عورت ہی فقط مقید رکھی جاتی تھی اور ایذاء دیے جانے مین مرد و عورت دونون مشترک تھے یعنے عورت کو بعد ایذا کے مقید بھی کرتے اور بعض نے کہا
کہ دوسری آیت فاحشہ مردون کے حق مین ہی اور تثنیہ باعتبار ہر دو قسم کنوارے مرد و بیاہے مرد کے ہی اسکو قرطبی نے مستحسن کہا اور نحاس رح نے
اختیار کیا یعنے مردون مین سے خواہ کنوارا ہو یا بیاہا ہو اگر زنا کرے تو دونون قسم کو سزا دیکر چھوڑ دو تاکہ ضرورت جہاد وغیرہ مین شریک ہو - اور
سدی وغیرہ نے کہا کہ اول آیت محصنہ عورتون کے حق مین ہی اور انکے ساتھ محصن مرد بھی داخل ہین اور دوسری آیت مرد و عورت کنوارے کے
حق مین ہی اور اسیکو ابن جریر رح نے ترجیح دی اور نحاس رح نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو اول آیت مین واللاتی بصیغۂ مونث ہی پھر باوجود شمول مردون کے
تغلیب مؤنث کی مذکر پر لازم ہوگی اور یہ بعید ہی اور مفسر رح نے کہا کہ اللذان یاتیانہا مین لواطت مراد ہونا اظہر ہی بدلیل تثنیہ ضمیر مذکر کے اور جسنے
زنا مراد لیا اسنے کہا کہ تثنیہ سے زانی مع زانیہ مراد ہی اور یہ قول اسطرح رد ہوتا ہی کہ اللذان کا بیان (منکم) سے موجود ہی اور یہ ضمیر مردون کے واسطے
مخصوص ہی اور علاوہ اسکے اللذان دونون سزاے اذیت مین اور توبہ و اعراض مین مشترک ہین اور یہ مخصوص مردون کے لیے ہی کیونکہ عورتون کے
حق مین پہلے بیان ہوا کہ محبوس کیے جانے کی سزا ہی **قال المترجم** یعنے عورتون سے اعراض کا حکم نہین ہی اور یہان اعرضوا عنہما فرمایا یعنے ان
دونون سے اعراض کرو پس عورت کیونکر مراد ہو سکتی پس مفسر رح کے نزدیک ارجح یہ کہ مراد لواطت ہی اور شافعیہ طور پر حاصل یہ نکلا کہ ابتدا مین لواطت
کا یہ حکم تھا جو یہان مذکور ہی پھر حد زنا نازل ہونے سے یہ بھی منسوخ ہوا اور لواطت کی بھی وہی حد ٹھہری جو زنا کے واسطے ہی کیونکہ یہان جو حکم
وہان اسی کا حکم نازل ہوا ہی تو عورتون کی زنا اور مردون کی لواطت دونون کا وہان بیان آیا مگر شافعی رح کے نزدیک لواطت مین مفعول پر خواہ
محصن ہو یا غیر محصن ہو کسی حال مین رجم نہین ہی بلکہ درے اور ایک سال کی نفی ہی **قال المترجم** روایت اصحاب سنن جو اوپر مذکور ہوئی کہ
فاعل و مفعول بہ کو قتل کرو امام شافعی پر حجت ہی اور اسی کے موافق بعض خلفاے راشدین نے عمل فرمایا فافہم - قولہ فاذوہما ای بالسب
والضرب بالنعال - یعنے ایذاء دینے سے مراد یہ ہی کہ انکے ساتھ بد زبانی کرو اور جوتیون سے مارو - اور بعض نے کہا کہ مار دھاڑ اور یہی صحیح ہی جیسا
ابن عباس رض و سعید بن جبیر وغیرہ نے فرمایا کہ بدگوئی و مار دھاڑ اور جوتیون مارنے سے ایذا دو اور حکم یہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالے نے اسکو درے
مارنے و سنگسار کرنے سے منسوخ کیا **اقول** یعنے حدود مقرر کر دیے تو یہ حکم منسوخ ہوا اور یہ مراد نہین ہی کہ اسکی حد بھی یہی زنا کی حد مقرر ہوئی
فتامل - قولہ فاعرضوا - یعنے اعراض کرو مراد یہ کہ ان دونون کو ایذا دینے سے اعراض کرو - **اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا** اللہ تعالے
تواب ہی **ف** یعنے تواب کی صفت اس شخص کے حق مین ظاہر فرماتا ہی جو توبہ کرے یعنے نادم ہو کر عزم کرے کہ پھر کبھی ایسا نہ کریگا **رَّحِیْمًا**
اس توبہ کرنے والے کے اوپر مہربان ہی **ف** پھر اللہ عز و جل نے بیان فرمایا کہ توبہ کن لوگون کی توبہ ہی - **اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ** -

توبہ قبول کرنا تو اللہ تعالے پر ہے فقط انھین بندون کے واسطے ہی جو جہالت مین بدکاری کرین پھر جلد بیدار ہو کر نادم ہون اگر کہو کہ توبہ
تو ہر شخص کر لیتا ہی مفسر رحمہ نے جواب دیا یعنی التوبۃ التی کتب علی نفسہ قبولہا بفضلہ - یعنے وہ توبہ کہ لکھ لیا اللہ تعالے نے اپنے اوپر قبول کرنا
اسکا محض اپنے فضل سے کیونکہ علیٰ حرف ایجاب ہی پس (علی اللہ) کے معنے یہ ہوے کہ واجب ہی اللہ تعالے پر حالانکہ اللہ تعالے پر کوئی چیز
واجب نہین یعنے آنکہ اسکا کرنا حتمی ضرور ہو یہ اہل سنت کا اجماعی اعتقاد و مذہب ہی یعنے سبھی اسکے قائل ہین ہان معتزلہ البتہ اللہ تعالے پر
وجوب اعدل و اصلح وغیرہ واجب بکتے ہین سو یہان شبہہ پڑتا تھا کہ علیٰ حرف ایجاب ہی پس قبول توبہ اللہ تعالے پر واجب ہی سو مفسر رحمہ نے معنے بیان
کر دیے جسکا حاصل یہ ہے کہ قبول توبہ کو اللہ تعالے نے اپنے فضل و احسان سے مانند واجب کے کر لیا ہی بمقتضاے وعدہ قبول کرے کیونکہ او تعالے نے
قبول توبہ کا وعدہ فرمایا اور وعدہ اسکا خلاف نہین ہوتا تو ضرور پورا ہو گا پس اسکو وجوب سے تعبیر فرمایا (البیضاوی السراج) اور یہ کلام نہین
ہی کیونکہ بلا خلاف لفظ قبول محذوف اور خبر بھی محذوف ہی پس انما التوبۃ علی اللہ یعنی انما قبول التوبۃ مترتب علی فضل اللہ - یعنے قبول توبہ کا ظہور تو
اللہ تعالے کے فضل پر ہی - (ابو حیان) اور اہل معانی جنھون نے نظم قرآن مین معانی بیان کیے ہین مانند زجاج و اخفش و سیبویہ وغیرہ کے
وہ کہتے ہین کہ معنے یہ ہین کہ واجب کیا اللہ تعالے نے اپنے اوپر بدون کسی کے واجب کرنے کے کیونکہ او تعالے مختار ہی جو چاہتا ہی کرتا ہی پھر جاننا
چاہیے کہ اللہ تعالے نے فرمایا و توبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون یعنے اے مومنو سب کے سب اللہ تعالے کی طرف توبہ و رجوع لاؤ الخ - پس تمام امت
متفق ہی کہ مومنون پر توبہ کرنا فرض ہی پس اللہ تعالے کے فضل سے کن لوگون کی توبہ مقبول ہی تو فرمایا - لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ المعصیۃ
یعنے ان لوگون کی توبہ قبول ہی جو کرتے ہین برائی یعنے گناہ کو - بِجَهَالَةٍ - حال ای جاہلین اذ عصوا ربہم - درحالیکہ جاہل ہین جبکہ رب عزوجل
کی نافرمانی کی - پس بجہالۃ حال واقع ہی یعملون کی ضمیر سے - ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ - زمن - قَرِيْبٍ - قبل ان یغرغروا - پھر توبہ کرتے
ہین زمانہ قریب مین یعنے قبل اسکے کہ انکو موت کا غرغرہ لگے - فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ - یقبل توبتہم - پس ایسے لوگون کی
توبہ اللہ تعالے قبول فرماتا ہی ف اگر کہا جاوے کہ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ انکی مقبول ہی جو جہالت و نادانی سے گناہ کرین بغیر جانے بوجھے
تو مفسر رحمہ نے جواب کا اشارہ کیا کہ جاہل ہین جبکہ انھون نے نافرمانی کی یعنے گناہ صادر ہونا عین نادانی ہی - شیخ ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ حضرت مجاہد
وغیرہ تون نے فرمایا کہ جسنے اللہ تعالے کی نافرمانی کی خواہ عمدًا یا خطا سے تو وہ جاہل ہی جب تک اس گناہ سے باز نہ آوے - اور قتادہ رحمہ نے ابو العالیہ
سے روایت کی کہ وہ فرماتے تھے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو جو گناہ پہونچا وہ جہالت ہی - رواہ ابن جریر - اور عبد الرزاق
نے قتادہ رحمہ سے روایت کی کہ اصحاب رسول اللہ صلعم اس بات پر مجتمع ہوے کہ جس فعل مین اللہ تعالے کی نافرمانی ہوئی وہ جہالت ہی خواہ
عمدًا نافرمانی کی یا چوک گیا - اور مجاہد رحمہ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالے کی نافرمانی کا کام کرے وہ اس کام کے وقت مین جاہل ہی اور عطاء ابن
رباح سے اسکے مانند روایت کیا گیا اور ابن عباس سے ابو صالح نے روایت کی کہ بندہ کی جہالت ہی سے بدکاری ہی - یا بھلا اگر بیوقوف نے
جس راہ سے خود آتا جاتا ہی عمدًا کانٹے ڈال دیے تو یہ اسکی جہالت بڑھی ہوئی کہلاویگی اور اگر چوک گیا اور گر گئے تو چھوٹی جہالت ہی فافہم پھر اگر
کہا جاوے کہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قریب زمانہ مین توبہ کرے تو اسکی توبہ قبول ہی حالانکہ مدتون آدمی گناہ کرتا ہی اور ہوش نہین ہوتا پھر مدت
بعد توبہ کی طرف رجوع ہوتا ہی تو جواب کی طرف مفسر رحمہ نے اشارہ کیا کہ بندے کے حق مین موت کا غرغرہ لگنے سے پہلے سب وقت زمانہ قریب ہی ہی اگرچہ
اپنی روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت کو دیکھ لیا ہو اگر غرغرے سے پہلے توبہ کر لی تو قبول ہی دیکھو اللہ تعالے نے قیامت کو قریب فرمایا - شیخ
ابن کثیر نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ملک الموت نظر آنے تک قریب ہی اور ضحاک نے کہا کہ موت سے ادھر

قریب ہی اور قتادہ وسدی نے کہا کہ جب تک صحت میں ہی اور حسن بصری نے فرمایا جب تک غرغرہ نہ لگے اور عکرمہ نے فرمایا کہ دنیا سب کی سب قریب ہی مترجم کہتا ہی کہ آدمی کو آخرت کے دوام وہمیشگی و کبھی ختم نہ ہونے پر نظر نہیں وہ سو پچاس بلکہ ہزار دو ہزار بلکہ لاکھ کرور اور زیادہ دنیا کو بعید دیکھتا ہی حالانکہ اُس بے انتہا کے سامنے یہ بہت قریب ہی شیخ ابن کثیرؒ نے یہاں احادیث کو ذکر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابن عمرؓ نے نبی صلعم روایت کی کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہی جبتک اسکو موت کا غرغرہ نہ لگے۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وحسنہ الترمذی اور ابن مردویہ کی روایت عبداللہ بن عمروؓ میں موت سے ایک ساعت پہلے باخلاص توبہ کا قبول ہونا مذکور ہی وکذا فی روایۃ ابی داؤد والطیالسی اور مانند روایت احمد کے ابن مردویہ نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی وقد رواہ ابن جریر عن الحسن البصریؒ وعن بشیر بن کعب مرسلا وعن عبادۃؓ بن الصامت مرفوعاً اور حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس نے عرض کیا کہ اے پروردگار تیری عزت پاک کی قسم ہی کہ برابر میں بنی آدم کو اغوا کرونگا جب تک انکی روحیں انکے بدنوں میں ہونگی پس اللہ عز وجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہی کہ برابر میں انکو بخشتا رہونگا جب تک وہ مجھسے استغفار کرینگے۔ رواہ احمد شیخ کثیرؒ نے کہا کہ ان احادیث میں دلالت ہی کہ جب ایسے بندے نے توبہ کی کہ اسکو زندگی کی امید ہی تو اسکی توبہ قبول ہی اور جب زندگی سے یاس ہوگئی اور ملک الموت کو دیکھ لیا اور روح حلق میں آگئی اور سانس گھڑانے لگا تو پھر توبہ مقبول نہیں ہی واسطے اللہ عز وجل نے فرمایا ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن۔ یعنے نہیں توبہ ان لوگوں کے لیے جو گناہ کیے جاتے ہیں یہانتک کہ جب انمیں سے کسی کی موت حاضر ہوئی تو کہنے لگا کہ میں اسدم توبہ کرتا ہوں یہ ویسا ہی جیسا حق عز وجل نے حکم فرمایا کہ مغرب سے آفتاب نکلنے پر پھر کسی اہل میں کی توبہ قبول نہوگی۔ **وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا** بخلقہ۔ دانا ہی اپنے مخلوق کا۔ **حَكِيْمًا**۔ فی صنعہ یہم حکیم ہی اپنی صنعت میں اپنے مخلوق کے ساتھ اور بعض محققین نے کہا کہ جب غرغرہ لگا تو ایمان کی توبہ قبول نہیں ہی اور گناہ کی توبہ قبول ہی اور تفصیل شرح فقہ الاکبر ملا علی قاری ومقدمہ عین الہدایہ مترجم باب العقائد میں ہی ف عرائس البیان میں ہی کہ قولہ تعالےٰ انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ۔ اس آیۃ کریمہ کے ظاہر معنے پر انما التوبۃ علی اللہ میں علی بمعنے من ہی ای انما التوبۃ من اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ۔ یعنے توبہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے انھیں لوگوں کے لیے ہی جو معصیت کرتے ہیں حالت جہالت میں اور اہل تصوف کے نزدیک اسمیں اشارہ یہ ہی کہ جو شخص گناہ میں پڑا وہ اندھیرے اور حیرانی میں پڑ گیا اسکو ہدایت کی راہ نہیں نظر آتی ہی اور کسی بشر کی قدرت میں یہ بات خود نہیں ہی کہ راہ حق پاوے کیونکہ ہادی وراہ دینے والا وہی پاک پروردگار ہی اور ہدایت اسکے اوصاف قدیم سے متعلق ہی اور یہ محال ہی کہ کوئی حادث بھی اوصاف قدیم پر ہو جاوے پس اب سمجھو کہ علی اللہ۔ اسکی نعت وصفت ذات کے لیے کہ وہی ہادی ہی کیونکہ وہی ہادی اپنے متحیر بندوں کی طرف رجوع فرماوے جب کہ قدم اسکی بھی خواہش میں پھسل گیا ہی کہ وہ تو خود اپنے آپکو قہر الٰہی سے خلاص نہیں کر سکتا اسکا چھٹکارا اسی فیاض کریم کی نظر کرم پر ہی جسنے اپنے گنہگار بندوں کی بخشش کرنے سے اپنا وصف فرمایا ہی اور یہ گناہگار وہ بندے ہیں جو بدون اختیار کے بشریت کی خواہشوں کا قصد کر گذرے چنانچہ اوتعالےٰ نے اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا۔ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ۔ یعنے اوتعالےٰ نے جو تمہارا پروردگار ہی اپنے اوپر رحمت کرنا لکھ لیا ہی پس حرف علی اپنے ظاہر پر ہی بدلیل قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ۔ اسکی طرف سے بندے کی طرف رجوع اسکی رحمت واسعہ کی شرط سے ہی جسکے حق میں سبقت رحمتی غضبی۔ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہی۔ اور یہ توبہ قبول کرنا بروجہ مذکور حضرت حق عز وجل کی سنت سابقہ ہی کہ ہمارے باپ آدم علیہ السلام پر گیہوں کھانے کے بعد جاری ہوئی چنانچہ فرمایا۔ فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی۔ یعنے پھر برگزیدہ کیا آدم کو اسکے پروردگار نے پس رجوع فرمایا اسپر اور راہ دیدی۔ اور خصوصیت توبہ ورجوع کی ان لوگوں کے واسطے

جو بُرا کام جہالت میں کر گذرین - یہ اخبار اور آگاہی ہے اپنی عطوفت و لطف کی ایسی قوم کے ساتھ جو اللہ تعالے کے امتحان کے وقت ابتداے مریدی و طلب کی حالت مین اپنے حظ نفس مین تھوڑا گرفتار ہو گئے تاکہ انکے دلون مین ندامت و حیاء و خوف و اجلال واقع ہو جس سے وہ اپنی گردنین نہ بلند کرین بعد ازانکہ نعوت کبریائی سے متصف ہو گئے اور حقائق انبساط اور مقام اتحاد تک پہونچ گئے ہین کیونکہ گردن اٹھانے مین دیدار ازل و مشاہدہ ابد سے گر جاوینگے حالانکہ حدوث سے فنا ہو گئے اور خلق قدم سے آراستہ ہوئے ہین پھر بُرائی کی نسبت جو ان بندون کی طرف فرمائی اور جہل کیطرف انکو منسوب کیا تو یہ معنے کہ عمدہ طاعات کرتے ہین اس امید پر کہ عوض پاوین اور یہ جہالت ہے کہ مکر قدم سے بیخوف ہین اور عزت باری عزوجل کو کم پہچانتے گویا نہین پہچانتے ہین اور اس سے آگاہ نہین کہ اسکی درگاہ جلال منزہ و پاک ہے تمام طاعت والون کی بندگی اور تمام گناہگارون کے گناہ سے حالانکہ یہ جہالت سے سمجھتے ہین کہ یہ طاعات بھی کچھ چیز ہین اور یہی چیزین سبب تقرب سمجھتے ہین حالانکہ درگاہ قدیم مین حدوث کی علت کارآمد نہین ہے پھر جب جمال مشاہدہ حضرت باری تعالے کے دیکھنے والے ہو گئے تو اسکے جلال عظمت مین جو انکے گمان اپنی طاعتون کے ساتھ تھے اس سے تنزل کرے اور یہی فرمایا - ثم يتوبون من قريب فاولئك يتوب الله عليهم وكان الله عليما - یعنے آگاہ تھا انکے شوق کا اپنی طرف اپنے علم قدیم سے - حکیما - انکی تربیت کرنے مین اپنی معرفت کے عطاء مین - اور بعض نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ جو لوگ طاعت سے ایسے پاک پروردگار کی جناب مین تقرب ڈھونڈھتے ہین یہ جہالت ہے جہان نہین تقرب ڈھونڈھا جاتا ہے مگر اسی پاک بے نیاز کے فضل سے اور شیخ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے ضمان کر لی ایسے بندے کے توبہ کی جس سے گناہ بدون قصد صادر ہو نہ اسکے واسطے جو گناہ کرنے کو دل مین پوشیدہ رغبت سے رکھتا ہے اور اسکے صادر ہونے پانے پر تاسف کرتا ہے چنانچہ دیکھو اللہ تعالے نے فرمایا انما التوبة على الله الآیۃ -

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

اور نہین توبہ ان لوگون کی جو کیے جاتے ہین برائیان یہانتک کہ جب آ گئی انہین کسیکی موت

قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

تو بولا کہ مین نے توبہ کی اسدم اور نہ ان لوگون کی جو مرتے ہین درحالیکہ کافر ہین یہی لوگ ہین کہ مہیا کر دیا ہم نے انکے لیے دکھ دینے والا عذاب

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ - الذنوب - جمع ذنب بفتح اول وسکون ثانی بمعنے گناہ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ - اور ایسے لوگون کے لیے توبہ نہین جو گناہ کیے جاتے ہین یہانتک کہ جب انہین سے کسی پاس موت حاضر ہوئی ف واخذ فی النزع - اور نزع روح کی حالت شروع ہوئی اور اسنے آخرت کا مشاہدہ کر لیا - قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ - کہنے لگا کہ اب مین نے توبہ کی ف فلا ينفعه ذلك ولا القبيل منه - یعنی اسکو یہ توبہ کرنا نافع نہوگا اور نہ قبول ہوگا اور کلام مفسرین مشعر ہے کہ یہی پاک مسلمانون کا بھی حال ہے جیسا کہ ثوری سے مروی ہے اور اسی طرف کلام بیضاوی و شیخ سراج وغیرہ مشعر ہے اور کمالین مین کہا کہ ہمو ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ملک الموت و عذاب مشاہدہ ہونے کا وقت ہے پس اضطراری حالت ہے اختیاری نہین ہے اور سراج مین کہا کہ یہ وہ وقت ہے کہ کسی کافر سے ایمان اور کسی گنہگار سے توبہ اسوقت قبول نہین ہوتی اور اللہ تعالے نے فرمایا فلم يك ينفعهم ايمانهم لما رأوا بأسنا - یعنی نہین کچھ نفع کرے انکو ایمان لانا انکا جسدم دیکھ لیا انھون نے ہماری باس کو یعنے عذاب و اسکے آثار کو اور کہا کہ اسیواسطے فرعون کا ایمان قبول نہوا کہ جب ڈوبنے مین پڑا تو ایمان لایا اور یہی ایمان الیاس ہے جو مقبول نہین اور کمالین مین لکھا کہ مشہور یہ ہے کہ یاس کے وقت توبہ گناہ مقبول ہے اگرچہ ایمان مقبول نہین ہے چنانچہ خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہے لیکن جامع مضمرات مین اسکے خلاف مذکور ہے اور یہی صحیح ہے جو جامع مضمرات مین ہے اور یہی

احادیث صحیحہ میں وارد ہوا انتہی اور اسمین خلاف نہیں کہ مغرب سے آفتاب نکلنے کے بعد کسی کی توبہ قبول ہوگی اور شیخ ابو العالیہ سے مروی ہی کہ یہ آیت منافقون کے لیے ہو اور یہی قول سعید بن جبیرؒ کا ہو اور ابن عباسؓ سے مروی ہوا کہ مشرک مراد ہین لیکن آیندہ آیت تو خود مشرکون کے لیے منصوص ہی بقولہ تعالےٰ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۔ اذا تابوا فی الآخرۃ عند معاینۃ العذاب لا یقبل منہم ۔ یعنے اور نہین توبہ ان لوگون کے لیے جو مرتے ہین درحالیکہ وہ کافر ہین ف یعنے جبکہ آخرت مین عذاب دیکھکر توبہ کرینگے تو انسے قبول نہوگی کیونکہ ہم لوگ جتنے بندے ہین سب مامور ہین کہ غیب پر ایمان لاوین اور جب معائنہ کرلیا تو ایمان کہان رہا وہ تو مشاہدہ ہو گیا۔ سراج مین ہی کہ اللہ سبحانہ نے ان لوگون کو جو بہیا کی سی اپنی توبہ کرنے مین اسراف کرتے ہین موت کا وقت آجانے تک اور ان لوگون کو جو کافر مرتے ہین اس بات مین برابر کر دیا کہ دونون کی توبہ نہین ہی سو اسواسطے کہ موت کا حاضر آنا آخرت کا پہلا حال ہی تو جیسے کفر پر اصرار کرنے والون کی توبہ یقینی رہ جاتی رہی ایسے ہی جسنے موت آجانے تک توبہ نکرنے مین بیباکی کی کیونکہ ہر ایک نے دونون مین وقت اختیاری سے تجاوز کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباسؓ و ابو العالیہؒ و ربیع بن انسؒ نے قولہ ولا الذین یموتون وہم کفار ۔ مین کہا کہ یہ اہل شرک کے حق مین نازل ہوا ہی ۔ اور حضرت ابو ذرؓ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا اور اپنے بندے کو بخشتا ہی جب تک حجاب واقع نہو تو عرض کیا گیا کہ حجاب واقع ہونا کیا ہی فرمایا کہ بدن سے جان نکلے ایسے حال مین کہ مشرک ہو رواہ احمد ۔ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا ۔ اعددنا مہیا کیا ہم نے ۔ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۔ مولما ۔ ایسے ہی لوگ ہین کہ ہم نے مہیا کیا ہی انکے لیے عذاب مولم یعنے سخت دکھ دینے والا ۔ سراج مین ہی کہ بعض نے کہا کہ اعتدنا در اصل اعددنا تھا کہ دال اول کو تا سے بدلا اور عذاب الیم سے مراد دوزخ ہی پس معلوم ہوا کہ شرک پر مرنے والا دوزخی ہی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا

اے ایمان والو حلال نہین تمکو میراث مین لے لو عورتون کو زبردستی کرکے اور نہ انکو بند کر رکھو کہ لے لو انسے کچھ

بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ

دیا دبا ہوا مگر آنکہ وہ کرین بے حیائی کھلی ہوئی اور گذران کرو عورتون سے دستور معقول سے

فَاِنْ كَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَـيْـــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝

پھر اگر تمکو نہ بھاوین تو شاید تم کو ایک چیز نہ بھاوے حالانکہ اللہ اسمین بہت خوبی کر دیگا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۔ اے ایمان والو تمکو حلال نہین کہ تم عورتونکے وارث ہو زبردستی ف یعنے عورتون کی ذات کے وارث بننے سے ممانعت ہی کرہا بالفتح والضم لغتان ای مکرہین علی ذلک یعنے کرہ بالفتح اکثرون کی قراءت ہی اور بالضم حمزہ و کسائی کی قراءت ہی اور معنے اسکے زبردستی کے ہین یعنے زبردستی کرنے والے عورتون پر وراثت مین نہو اس طرح کہ انکی ذات کے وارث بن جاؤ ۔ اور یہ معنے سبب نزول سے کھلینگے چنانچہ مفسرؒ نے کہا کہ کانوا فی الجاہلیۃ یرثون نساء اقربائہم فان شاؤا تزوجوہا بلا صداق او زوجوہا واخذوا صداقہا او عضلوہا حتی تفتدی بما ورثتہ او تموت فیرثوہا فنہوا عن ذلک ۔ زمانہ جاہلیت مین اسلام لانے سے پہلے جبکہ خدائے تعالےٰ کی راہ و شریعت سے جاہل تھے تب ان لوگون کا یہ دستور تھا کہ اپنا قریبی یعنے ناتے دارون کی عورتون کے وارث ہو جاتے یعنے میراث مین لے لیتے پھر چاہتے تو اس سے بدون مہر کے خود نکاح کر لیتے تھے یا دوسرے سے اسکا نکاح کرکے اسکا مہر خود لے لیتے یا اسکو روک کر بند کر رکھتے یہانتک کہ تنگ ہو کر جو اسنے میراث پائی تھی وہ فدیہ دیکر اپنی جان چھوڑاتی یا مر جاتی تو اُسکے

ہو جاتے پس اللہ عزوجل نے انکو اس سے منع کر دیا مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ کے سبب نزول سے چند اطوار مشرکین سے ممانعت ہے چنانچہ تلخیص کے
ساتھ جو شیخ محدث ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا ہے لاتا ہوں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی مرد مرتا تو مرنے کے اولیا یعنے
وارث لوگ اس میت کی جورو کے حقدار ہو جاتے انہیں سے کوئی اگر چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا اور اگر چاہتے تو دوسرے سے اسکا نکاح کر دیتے
پس میت کے اولیا اس عورت کے حق دار ہوتے اور عورت کے اولیا اسکے حقدار نہ رہتے پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ البخاری و ابن مردویہ و ابوداؤد
والنسائی و ابن ابی حاتم۔ اور دوسری روایت میں ابن عباس سے ہے کہ مرد اپنے قرابت والے میت کی جورو کا وارث ہوتا اور اسکو نکاح کرنے سے روک
رکھتا یہانتک کہ مرجاتی یا جو مہر اسنے لیا ہو واپس کر دیتی۔ رواہ ابوداؤد۔ اور مقسم عن ابن عباس میں ہے کہ قرابت والوں میں سے جو میت کی جورو پر
کپڑا ڈال دیتا وہی اسکا احق ہو جاتا۔ اور علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس میں ہے کہ میت کی جاریہ پر اسکا ولی کپڑا ڈال دیتا پھر خوبصورت ہوتی تو خود
نکاح کرتا ورنہ روک رکھتا جب مرتی تو اسکی میراث لیتا۔ اور عوفی عن ابن عباس میں ہے کہ اہل مدینہ کے جاہلوں یعنے اسلام سے پہلے مشرکوں کا یہ
دستور تھا۔ اور زید بن اسلم نے بھی یہ طریقہ اہل یثرب یعنے اہل مدینہ کا بیان کیا اور کہا کہ اہل تہامہ یعنے مکہ و نواح والوں کا طریقہ تھا کہ مرد اپنی جورو سے
بری گذران رکھتا یہانتک کہ اسکو طلاق دیتا اور اسپر شرط کرتا کہ اسی سے نکاح کرے جسکو مرد چاہے یہانتک کہ کچھ مہر واپس کر کے وہ جان
چھوڑاتی پس اللہ تعالے نے مومنوں کو اس سے منع فرمایا۔ رواہ ابن ابی حاتم اور ابوامامہ سہل بن حنیفؓ سے روایت ہے کہ جب ابوقیس بن الاسلت
نے انتقال کیا تو اسکے پسر نے چاہا کہ باپ کی جورو سے نکاح کرے اور جاہلیت میں انکا یہ طریقہ تھا تو اللہ تعالے نے یہ حکم نازل فرمایا۔ رواہ ابن
جریر و ابن مردویہ۔ اور عطاؒ نے کہا کہ جاہلیت میں جب کوئی مرتا اور جورو چھوڑتا تو اسکے وارث اس عورت کو اپنے کسی بچہ کے دودھ
پلانے کے واسطے بند رکھتے پس یہ آیت نازل ہوئی۔ رواہ ابن جریر۔ عکرمہ نے کہا کہ کبیشہ بنت معن بن عاصم بن الاوس کے حق میں اتری
کہ ابوقیس اسکا شوہر مرا اور اسکے پسر نے جو اس عورت کے پیٹ سے تھا اس عورت کی طرف میل کیا اسنے حضرت صلعم سے کہا تو یہ آیت اتری
رواہ ابن جریر۔ اور سدیؒ نے ابومالک سے روایت کی کہ میت کے ولی نے اگر اسکی جورو پر آکر کپڑا ڈال دیا تو اسکو دودھ پلانے وغیرہ کے لیے محبوس رکھ
سکتا اور اگر کپڑا نہیں ڈالنے پایا اور عورت بچکر اپنے لوگوں میں پہنچ گئی اور ہاتھ سے نکل گئی تو پھر عورت نے نجات پائی خود مختار ہے۔ اور مجاہدؒ نے
کہا کہ مرنے کے پاس یتیمہ لڑکی پرورش میں ہوتی وہ اسکو روک رکھتا اس امید کہ مرجاوے تو میراث لوں یا میرا لڑکا بڑا ہو تو اسکو بیاہ دوں رواہ
ابن ابی حاتم۔ پھر ابن ابی حاتم نے ذکر کیا کہ شعبی و عطاء ابن ابی رباح و ابومجلز و ضحاک و زہری و عطاء خراسانی و مقاتل سے مانند اسکے مروی ہے۔
شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ آیت کریمہ تمام اسکو شامل ہے جو اہل جاہلیت کرتے تھے جسکا بیان اقوال و آثار میں مذکور ہوا اور جو فعل
اسی نوع کا ہو سب کو شامل ہے واللہ اعلم مترجم کہتا ہے کہ یایہا الذین آمنوا سے خطاب بطور نداکے اس وقت کے موجود لوگوں کو تھا اور
بعد اسکے قیامت تک کے لوگوں کو شامل ہے بلکہ ایسے افعال سے ممانعت ہے اور یہ حرام ہے اور باپ کی جورو سے نکاح حرام دائمی ہونا آگے
آویگا۔ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ۔ ای تمنعوا ازواجکم عن نکاح غیرکم بامساکہن ولا رغبۃ لکم فیہن ضرارا۔ اور نہیں حلال ہے تمکو یہ کہ
تنگ کر رکھو عورتوں کو تم یعنے منع کرو اپنی جوروؤں کو اس سے کہ تمہارے سوائے دوسرے سے نکاح کر لیں اسطرح کہ انکو روک رکھو
نہ طلاق دو حالانکہ تمکو انکی طرف کچھ رغبت نہیں ہے فقط اس غرض سے روکتے ہو کہ انکو ضرر پہنچاؤ۔ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَا
اٰتَيْتُمُوْهُنَّ۔ من المہر تاکہ لے جاؤ کچھ اسمیں سے جو تمنے انکو دیا ہے یعنے مہر میں سے کیونکہ آخر تنگ ہو کر وہ عورتیں بیچ کیا کرتی
تھیں۔ مترجم کہتا ہے کہ عضل کے معنے حبس و تنگ کرنا کما ذکرہ الزمخشری اور موافق آثار و اخبار شیخ ابن کثیرؒ کے ممانعت مردوں کو

اپنی جوروون کے عضل سے اور یتیمہ کو نکاح سے اور میت کی جورو و باندی کو دوسرے سے نکاح کرنے سے یہ سب عضل ہی جس سے ممانعت ہی
اور بنا بریں بعض یا ایتامون سے جوروون کے مہر سے یا میت کی جورو نے جو مہر و ترکہ پایا اس سے یا یتیمہ نے جو میراث پائی اس سے لیوا ور
اسکو ازواج یعنے شوہرون کے حق مین خطاب قرار دیا۔ حالانکہ مفسر رح نے اول خطاب کو وارثون کے حق مین ہونا اختیار کیا تھا اسی سبب سے
اعتراض کیا گیا کہ ایک کلام مین خطاب بندا دو شخصون کو بدون تکرار ندا کے روا نہین ہی چنانچہ قم واقعد زید وعمرو دونون کو ایک ندا مین
الگ الگ فعل کو نہین کہہ سکتے بلکہ یون کہینگے قم یا زید واقعد یا عمرو اور جواب دیا گیا کہ اہل اسلام بحکم واحد ہین۔ اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب
بھی وارثون کو ہی ای تم لوگ ان عورتون کو نکاح کرنے سے منع مت کرو اور سراج مین کہا کہ صحیح وہ ہی کہ معالم مین فرمایا کہ یہ خطاب شوہرونکو
ہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ لا تعضلوہن۔ یعنے مقہور مت کرو انکو تا کہ جو دیا ہی اسمین سے
کچھ لے مرد اور مراد اس سے وہ مرد ہی کہ اسکی جورو ہو حالانکہ مرد اس سے کراہت رکھتا ہو اور عورت کا اسپر مہر ہو لیس مرد اسکو ضرر پہونچاوے تا کہ
غرض کہ عورت اس سے فدیہ کرا لے اور یہی قول قتادہ وضحاک وبہتون کا ہی اور اسیکو ابن جریر رح نے اختیار کیا اور ابن المبارک و عبد الرزاق
نے ابن البیلمانی رح سے روایت کی کہ یہ دونون آیتین ایک امر جاہلیت کے بارہ مین ہی اور دوسرے دربارہ اسلام ہی ابن المبارک رح نے فرمایا
کہ مراد یہ کہ قولہ لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرہا دربارۂ جاہلیت ہی اور قولہ لا تعضلوہن دربارہ اسلام ہی۔ تحقیق یہ ہی کہ یعنے آیت کریمہ کے یہ ہین
کہ ای اہل ایمان تمکو حلال نہین کہ اکراہ سے عورتون کی ذات کے وارث ہو جیسے اہل جاہلیت کیا کرتے تھے اور نیز ای اہل اسلام تمکو حلال نہین
کہ اپنی جوروون کو روکو باوجودیکہ تمکو انسے رغبت نہین ہی اور ممکن ہی کہ کہا جاوے کہ دوم بھی اہل جاہلیت کے فعل سے ممانعت ہی یعنے ای اہل
اسلام تمکو حلال نہین کہ اپنی جوروون کو عضل کرو جیسے اہل زمانہ مشرک کرتے تھے کما رواہ ابن ابی حاتم عن زید بن اسلم اور شک نہین کہ اسی عضل سے
متعلق ہی استثناء مابعد یعنے قولہ۔ اِلَّآ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۔ بفتح الیاء وکسرہا ای بینت او ہی بینۃ۔ یعنے ابن کثیر
و شعبہ نے بفتح یا تحتیہ پڑھا یعنے مبین کی گئی اور باقیون نے بکسر یا تحتیہ پڑھا یعنے آنکہ وہ خود مبینہ ہی ای کھلی ہوئی ہی پس وہ بین سے ہی جو معنے
بین لازمی ہی اور شاید مفعول محذوف ہو یعنے مبینہ حال ہا جہار ای ایسی حرکت فاحشہ جو اپنے کرنے والیکا حال کھولنے والی ہی اور مراد اس سے
یہ ہی جو مفسر رح نے ذکر کی ای زنا او نشوزا فلکم ان تضاروہن حتی یفتدین منکم ویختلعن۔ یعنے کہ بیٹھین زنا یا سرکشی تو البتہ تمکو روا ہی کہ انکو ضرر
پہونچاؤ تا کہ مال دیکر تم سے اپنی جان چھڑاوین اور خلع کرادین۔ پھر کہا گیا کہ استثنا متصل ہی اور یہی بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا یعنے استثناء از زنا
عام یا از علت عام ہی یعنے اعم العام ظرف سے یا مفعول لہ سے گویا یون کہا گیا کہ ولا تعضلوہن فی جمیع الاوقات الا وقت اتیانہن بفاحشۃ مبینۃ
یعنے جمیع اوقات مین انکو بند نہ کرو الا ایک وقت مین جب کہ وہ فاحشہ مبینہ کرین یا لا تعضلوہن لعلۃ الا ان یاتین بفاحشۃ۔ یعنے کسی علت سے
انکو حبس کرو الا اس علت سے کہ فاحشہ مبینہ کرین اور عکبری رح نے تبیان مین اختیار کیا کہ استثناء منقطع ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ مفسر رح کی
یہ مراد نہین کہ زنا یا نشوز کی حالت کرین تمکو عضل کا اختیار ہی بلکہ اشارہ ہی اختلاف تفسیر کی طرف چنانچہ ابن مسعود و ابن عباس و سعید و مجاہد و
عکرمہ و عطاء خراسانی و ضحاک و ابو قلابہ و ابو صالح و سدی و زید بن اسلم و ابن ابی ہلال نے کہا کہ مراد فاحشہ مبینہ سے زنا ہی۔ اور ایک روایت مین ابن
عباس و عکرمہ وضحاک سے آیا کہ وہ نشوز و عصیان ہی کما ذکرہ ابن کثیر۔ اور شاید مفسر رح نے مانند ابن جریر کے یہ اختیار کیا ہو کہ فاحشہ مبینہ یہان
زنا و نشوز و عصیان و بدزبانی وغیرہ افعال ناشائستہ سب کو شامل ہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ قول جید ہی واللہ اعلم اور یہ بمانند اسکے
ہی جو سورۂ بقرہ مین فرمایا ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموہن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ الایۃ۔ اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ مراد اپنی

قرابت دار کی عورت کا وارث بن جاتا پس اسکو عضل کرتا یہانتک کہ وہ مرجاتی یا مہر جو اسنے لیا تھا واپس کردیتی پس اللہ عز وجل نے اس سے منع فرمایا۔ رواہ ابوداؤد۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ مقتضی ہے کہ تمام سیاق امر جاہلیت کے بیان میں ہے ولیکن مومنوں کو اسلام میں ایسا کرنے سے ممانعت ہے۔ **وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ** ۔ اور عورتوں سے معروف برتاؤ کرو ف ای بالاجمال فی القول والنفقة والبیت یعنے عورتوں سے میٹھی معقول بات کہنا اور نفقہ دینا اور انکے ساتھ راحت سے بسر کرنا بروجہ جمیل رکھو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا یعنے اپنے اقوال و افعال میں انکے ساتھ بقدر امکان خوبی رکھو یہانتک کہ ہیئت کو بھی جواز شرعی کے موافق بقدر امکان خوبصورت رکھو جیسے تم انسے یہ بات چاہتے ہو و قد قال تعالے ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف الآیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ابن عباسؓ سے صریح مروی ہوا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہوا اور نبی صلعم نے فرمایا کہ بہتر تم میں سے وہ ہیں جو اپنی گھروالیوں کے لیے بہتر ہوں اور میں تم سب کی نسبت اپنی گھروالیوں کے حق میں بہتر ہوں۔ رواہ فی الصحیح اور اسی سے استدلال کیا گیا کہ مرد کو ایسا ہی کرنا چاہیے بقولہ تعالے ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اور حضرت صلعم کے اخلاق اپنی پاک بیویوں کے ساتھ کہانی وغیرہ کہنے و دیگر مؤانسات میں پاکیزہ تھے جو شمائل وغیرہ میں مروی ہیں اور صحیحین وغیرہ میں حدیث خرافہ معروف اسی قبیل سے ہے اور اس سے احکام متعلق ہیں جو باب القسم ترجمہ عالمگیریہ سے تلاش کرو۔ پھر واضح ہو کہ طلاق و نفاق اللہ تعالے کے نزدیک مبغوض ہے چنانچہ آگے اشارہ فرمایا ہے۔ **فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ** ۔ فاصبروا۔ یعنے پھر اگر تم ان عورتوں کو مکروہ جانو کہ تمہارے نفس قبول نہ کریں ف تو بھی صبر سے رہو۔ **فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا** ۔ پس قریب ہے کہ تم ایک چیز کو مکروہ رکھو اور اللہ تعالے اسمیں خیر کثیر پیدا کرے ف ولعلہ یجعل فیہن ذلک بان یرزقکم منہن ولدا صالحا پس شاید اللہ تعالے انھیں میں یہ خیر کثیر پیدا کرے مانند اسکے کہ تمکو ایسے فرزند صالح عطا کرے پس مفسرؒ کے بیان سے معلوم ہوا کہ فعسی الخ علت ہے جزاء محذوف یعنے فاصبروا کی پس جزاء حذف کرکے اسکی علت کو بجائے اسکے قائم کیا اور یہ حسن بیان و کمال بلاغت ہے کہ بتقدیر کراہت کے پہلے سے انکو صبر کرنیکا حکم منصوص نہ فرمایا کیونکہ وہ متنفر تھے پس پہلے اسکی علت سنادی تاکہ سمجھ لیں اور بھلائی کا بیان دیکھکر صبر پر آمادہ ہوجاویں اور نصیحت سودمند ہو فافہم ف عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالے وعاشروہن بالمعروف۔ یعنے تم لوگ عورتوں کی موانست میں بطور معروف رہو مگر نفس کے لگاؤ سے نہیں بلکہ مقام انس روح محبت و فرحت عشق کے ساتھ جبکہ تم حال ولایت میں مخصوص تمکین و استقامت ہوجاؤ **قال المترجم** یعنے مرد مبتدی و متلون کو موانست عورتوں کی مفید نہیں ہے اور جب مقام تمکین و استقامت میں ثابت قدم ہوجاوے اور تعلقات نفس سے چھوٹ جاوے تو وہ مفید ہے قال الشیخ کیونکہ موانست زنان لائق نہیں مگر اسیکو جو جناب باری تعالے شانہ سے مانوس ہو جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم و جملہ اولیاء و ابدال۔ چنانچہ نبی صلعم نے اس امر کو کہ آپکو جناب باری تعالے میں کمال انس ہے اور مشاہدۂ جمال سے کامل فرحت ہے اس اشارہ سے فرمایا کہ محبوب کی گئیں تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں خوشبو و عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور یہی حال حضرت یوسف علیہ السلام کا تھا کہ زلیخا سے قصد فرمایا تھا چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ولقد ہمت بہ وہم بہا۔ **اور شیخ ذوالنون** ؒ نے فرمایا کہ جسنے اللہ تعالے سے انس حاصل کیا وہ ہر شئی ملیح و چہرۂ صبیح سے اور ہر آواز پاکیزہ و ہر خوشبوے پاکیزہ سے مانوس ہوجاتا ہے **قال المترجم** بعض اہل اللہ تعالے نے لکھا ہے کہ قطب الاقطاب کی شناخت یہ ہے کہ اسکی رغبت عورتوں سے بوجہ حلال و جواز شرعی زیادہ ہو اور نبی صلعم کے پاس نو یا گیارہ ایک عورتیں تھیں اور حدیث میں مروی ہے کہ آپ نے ایک عورت کو دیکھا تو فورًا حضرت زینب رضی اللہ عنہا ام المومنین کے مکان میں اندر تشریف لے گئے اور جب باہر آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپکتا تھا پھر ایسا مضمون فرمایا کہ عورت کے سامنے اور پیچھے شیطان آراستہ کرتا چلتا ہے سو جب تم میں سے

کوئی ناگہان نظر سے اپنے دل میں وسوسہ پاوے تو اپنی حلال جورو سے اپنی حاجت پوری کرلے تو شیطانی دخل سے محفوظ رہیگا۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت صلعم کو چالیس طاقت ور آدمیوں کی قوت عطا ہوئی تھی مترجم کہتا ہے ان احادیث کو اہل بیان کے سوچنے و فکر کرنے کے واسطے ذکر کیا ہے پھر جو شیخ نے ذکر کیا وہ ظاہری طلبہ پر یوں سمجھنا چاہیے کہ ہر وجہ صحیح و شنیع ہے اسکی صورت پر انس ہوتا ہے بلکہ صنعت قدرت جو متعلق ہو وہ ہی مانوس ہوتا ہے اور تمام کلام میں نے اول پارہ بقرہ میں ذکر کیا ہے ولیکن ہوشیار رہنا چاہیے کہ بہت سے جاہل صوفی بیدار و ہوشیار ہوتے ہیں جنکو قوت حیوانی و شہوانی کے غلبہ کی انس میں اور روحانی انس میں فرق نہیں معلوم ہوتا آخرکار تباہ ہوجاتے ہیں نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم کی پاک بیویاں باعتبار ظاہر کے بہت خوبصورت وغیرہ کچھ نہ تھیں ہاں باطن میں پاک تھیں جنکو اللہ تعالے نے اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفی صلعم کے واسطے مقدر فرمایا اور انکو یہ کرامت دنیا و آخرت میں ملی فتفکر۔ قال الشیخ اور نیز عاشروہن کا شرعی یہ ہے کہ تم اللہ تعالے سے انسے کوئی فرزند صالح عطا کرے۔ اور نیز عاشروہن سے یہ مباشرت ہو لیسے جبکہ وہ راغب ہوں اس بات میں جو تمہاری مراد ہے کیونکہ معروف نہیں واقع ہوتا مگر جبکہ دونوں جانب سے ایک ہی صفت پر مساوات ہو اور نیز عاشروہن بالمعروف یہی ہے کہ تم انکو اللہ تعالے کی صفات و نام پاک اور انکو رغبت دلاؤ کہ اللہ تعالے کو پہچانکر اسکی بندگی میں ثابت قدم ہوں اور انکو اللہ تعالے کے جمال و جلال کا شوق دلاؤ اور بعضوں کا برتنے فرمایا یعنے انکو سنتیں اور فرض جو اللہ تعالے نے مقرر فرمائی ہیں سب سکھلاؤ۔ اور حضرت عبد اللہ بن المبارک نے فرمایا کہ اچھی گذران عورتوں سے یا اوروں سے وہ ہے کہ انجام کار میں تمکو دنیا یا آخرت میں اس سے ندامت حاصل نہ ہو۔ اور ابو حفص نے فرمایا کہ معاشرت بمعروف یوں ہے کہ تو اپنے عیال کے ساتھ خوش خلق رہے اس تمام چیز میں جو تجھے انکی طرف سے ناگوار گذرے اور اس عورت سے جو تجھے بشکل و بری معلوم ہو یعنے دین میں اللہ تعالے کے حکم کے پابند ہو اور تیرے نفس پر اسکا چھوٹا ہونا یا خوبصورت نہ ہونا گراں ہو تو اپنے نفس کے تابع مت ہو اور اس سے خوش خلقی کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے۔ قولہ تعالے فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ یہ حکم جو اللہ تعالے کی طرف سے آیا ہے وہ اسی بنا پر ہے کہ نفس سے مخالفت رکھو اور یہ بنظر امتحان ہے اور نفس کا یہ حال ہے کہ وہ بندگی کرنے سے بھاگتا ہے مگر جب حکم الٰہی کی پابندی کی گئی اور اپنے اوپر مشقت و ریاضت اٹھائی گئی تو قلب پر پہلے پہل قرب و مشاہدہ کے انوار طلوع ہوتے ہیں قال تعالے ونہی النفس عن الھوی فان الجنۃ ہی الماوی۔ اور اندھیرے میں مشقت و ریاضتیں اٹھانے سے عارفوں کے دلوں پر مشاہدات کے سورج و مکاشفات کے چاند طلوع ہوتے ہیں۔ یہاں خیر کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ فرزند صالح مراد ہے اور بعض نے فرمایا کہ انجام کار بندوں سے پوشیدہ کیا گیا تاکہ ہر مرغوب چیز سے انسان الفت نہ پیدا کرلے اور ہر مکروہ چیز سے نفرت نہ کرنے لگے کیونکہ انجام نہیں جانتا۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا

اور اگر چاہو تم بدلنا ایک عورت کی جگہ دوسری عورت اور دے چکے ہو ایک کو ڈھیر مال تو

تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ

مت واپس لو اسمیں سے کچھ کیا لینا چاہتے ہو ناحق اور صریح گناہ سے اور کیونکر اسکو لے لوگے

وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا

اور پہنچ چکے ایک دوسرے تک اور عورتیں لے چکیں تم سے عہد گاڑھا

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ ۔ اور اگر تم نے قصد کیا ۔ اِسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۔ بدلنے ایک زوج کا بجائے ایک زوج کے ای اخذ ها بدلها بان طلقتموها ۔ یعنے لینا ایک عورت کا بدلے ایک عورت کے باین طور کہ موجودہ کو طلاق دیدے ۔ پس مراد زوج سے یہان جورو ہی اور زبان عرب مین یہ لفظ جو بمعنے جوڑا ہی جورو و مرد دونون پر بولا جاتا ہی اور حاصل یہ کہ اگر تمنے یہ چاہا کہ ایک جورو طلاق دیکر الگ کرو اور بجائے اسکے کسی اور عورت سے نکاح کرو تو جو کچھ اسکو دیا ہی اسمین سے کچھ مت لو ۔ اور عورت کو جو دیا ہی اسمین سے کچھ واپس کر لینا بدون خلع کے بقصد ضرر رسانی مطلقًا حرام ہی خواہ بجائے اسکے دوسری کا نکاح مقصود ہو یا نہو ولیکن یہان بیان واقع کے طور پر ہی چنانچہ معالم وغیرہ مین فرمایا کہ بات یہ تھی کہ جب مرد کو کوئی عورت بھلی معلوم ہوتی اور چاہتا کہ اس سے نکاح کرے تو اپنے تحت والی جورو کو بہتان لگا دیتا تاکہ وہ مجبور ہو کر جو مہر لیا تھا واپس کر کے اس سے اپنی جان چھوڑا دے تو اس سے منع فرمایا ۔ کہ اگر تم ایک جورو کی جگہ چاہو کہ دوسری جورو کرین ۔ وَّ ۔ قد اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ ۔ ای الزوجات ۔ اور حال یہ کہ دیا تم نے زوجات مین سے کسی کو ۔ پس واو حالیہ اور جملہ بتقدیر قد حال ہی اور ہن ضمیر جمع باعتبار اسکے کہ زوج سے جنس مراد ہی ۔ اور دیدینے سے مراد یہ کہ اپنے اوپر اسکے لیے لازم کر لیا اور ضامن ہو گئے ہو جیسے قولہ اذا سلمتم ما اٰتيتم مین ہی پس یہ وارد نہین ہوتا کہ لینے کی حرمت تو ثابت ہی اگرچہ اسکو مہر سپرد نہ کیا ہو بلکہ ہنوز اپنے ذمہ ہو ۔ اور حاصل یہ کہ جو عورت کے واسطے واجب و لازم ہوا ہی اسمین سے کچھ مت لو ۔ قِنْطَارًا ۔ مالًا كثيرًا صداقًا ۔ یعنے قنطار سے مراد مال کثیر ہی جو صداق دیا ہی اور کہا گیا کہ صداق جو مہر قبل خلوت کے ادا کیا جائے اور مہر عام ہی ۔ فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ۔ تو مت لو اس مال کثیر مین سے کچھ بھی الحاصل جبکو جدا کرنے کی نوبت ہی اور اسکو تمنے ڈھیر مال دیا ہی تو تم اس سے کچھ مال واپس مت لو کیونکہ عورت کا کوئی قصور نہین بلکہ تمنے خود چاہا کہ بجائے اسکے دوسری عورت سے نکاح کرو لیکن وارد نہین ہوتا کہ خلع کے بدلے لے لینا اگرچہ مہر سے زیادہ ہو جائز ہی اور یہان سے ظاہر ہوا کہ آیت کو منسوخ کہنا بقولہ تعالے ولا تاخذوا مما اٰتيتموهن شيئا الا ان يخافا الا يقيما حدود الله ۔ وہم ہی بلکہ دونون آیتین محکم ہین ۔ حضرت ابن عباس نے تفسیر مین کہا یعنے اگر تجھے اپنی جورو مکروہ معلوم ہوئی اور دوسری کوئی عورت خوش آئی پس تو نے اپنی جورو کو طلاق دی اور دوسری کو نکاح مین لیا تو مطلقہ کو اسکا مہر جو کچھ واجبی ہو دیدے اگرچہ وہ قنطار ہو ۔ مترجم کہتا ہی کہ قنطار کے معنے سورۂ آل عمران مین فی تفسیر قولہ زین للناس حب الشهوات من النساء الآیہ ۔ گذر چکے ہین ۔ شیخ ابن کثیر وغیرہ نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہی کہ مال کثیر عورت کے مہر مین دینا و مقرر کرنا روا ہی کیونکہ قنطار مال کثیر کو کہتے ہین اور ابن المنذر کی روایت ممانعت حضرت عمرؓ مین مذکور ہی کہ عبد اللہ بن مسعودؓ کی قراءۃ مین قنطارا من ذہب ۔ تھا یعنے سونے کا ڈھیر ۔ اور حضرت عمرؓ نے جو عورتون کے مہر مین زیادتی کرنے سے ممانعت فرمائی تو اس سے رجوع کیا ہی چنانچہ سعید بن منصور و ابو یعلی نے مسروقؒ کے طریق سے روایت کی کہ عمر بن الخطابؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ای لوگو تم کیون عورتون کے مہر مین زیادتی کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلعم و آپکے اصحاب چارسو درم تک مہر رکھتے تھے یا اس سے کم پھر اگر اللہ تعالے کے نزدیک زیادتی کرنا کچھ تقوی یا کرامت ہوتا تو تم لوگ انسے سبقت نہ کرتے پس آیندہ مجھے نہ معلوم ہو کہ کسی نے اپنی جورو کے مہر مین چارسو درم پر بڑھایا ہی پھر اتر آئے پس قریش کی عورتون مین سے ایک عورت سامنے آئی اور کہا کہ ای امیر المؤمنین تم نے لوگون کو منع کر دیا کہ چارسو درم سے عورتون کا مہر نہ بڑھاوین آپ نے فرمایا کہ ہان وہ بولی کہ کیا آپ نے وہ نہین سنا جو اللہ تعالے نے قرآن مجید مین فرمایا کہ واٰتيتم احدٰهن قنطارا ۔ پس عمرؓ نے یہ سنکر کہا کہ ای اللہ تعالے مین مغفرت چاہتا ہون سبھی آدمی عمرؓ سے زیادہ فقیہ ہین پھر لوٹ کر منبر پر چڑھے اور کہا کہ ای لوگو مین نے تمکو منع کیا تھا کہ عورتون کے مہر مین چارسو درم سے زیادہ نہ کرو پس مین کہتا ہون

کہ اسکو اختیار ہے کہ اپنے مال سے جسقدر چاہے دے اور ابو یعلی نے کہا کہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ شیخ راوی نے یوں کہا تھا کہ عمرؓ نے کہا سو جسکا
جی چاہے وہ ایسا کرے ۔ شیخ ابن کثیر مفسرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد جید قوی ہے و قد روی نحو ہذا من طرق عن عمرؓ رواہ زبیر بن بکار و ابن
المنذر والامام احمد و اصحاب السنن وقال الترمذی حدیث حسن صحیح ۔ الحاصل جبکہ عورت کو دیا اس سے واپس مت لو ۔ اَتَاْخُذُوْنَهٗ
بُهْتَانًا ظلماً کیا تم اس مال کو بطور بہتان لے لوگے ف یعنے ظلم کے طور بیضاوی میں ہے کہ بہتان وہ جھوٹ ہے کہ جسپر
باندھا جاوے اسکو مبہوت کردے اور کبھی ایسے فعل کو بہتان کہتے ہیں جو باطل ہو اسواسطے یہاں ظلم سے تفسیر کی گئی یعنے کیا اسے لوگے
بطور ظلم کے ۔ وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۔ بینا ۔ اور بطور کھلے گناہ کے ۔ مبین از ابان بمعنے بان ہے کیونکہ بین بمعنے تبیین لازمی ہے فافہم
اور اصل میں بہتانا و اثما کو نصب بنا بر آنکہ حال واقع ہے امی تاخذونہ باہتین و اثمین ۔ یعنے کیا لے لوگے اسکو درحالیکہ تم بہتان باندھنے
والے اور گناہ سمیٹنے والے ہوگے ۔ اور استفہام بطور ملامت ہے اور اسپر مزید تاکید فرمائی بقولہ تعالے ۔ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ
اور کاہے وجہ اور کیونکر یعنے کس وجہ پر تم اسکو لے لوگے ۔ اور استفہام انکاری ہے حاصل آنکہ تم کسی وجہ پر یہ مال نہیں لے سکتے حالانکہ
ہے ۔ وَقَدْ اَفْضٰى ۔ وصل ۔ بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۔ بالجماع المقرر للمہر ۔ کہ پہنچ گیا یعنے مل گیا ہے بعض تمہارا بعض سے
ف ۔ بایں طور کہ جماع کیا جو مہر کو ثابت کرنے والا ہے ۔ سدی و کلبی وغیرہ نے کہا کہ افضاء یہ کہ عورت و مرد ایک چادر میں ہو جاوے
خواہ جماع کیا یا نہ کیا اور فراءؒ نے کہا کہ افضاء یہ کہ عورت و مرد خلوت میں ہو جاویں اگرچہ جماع نہ کیا ہو اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مہر
متقرر و متاکد ہونے کے واسطے ایسی خلوت صحیحہ بھی قائم مقام جماع ہے اور خلوت صحیحہ یہ کہ عورت و مرد اس طرح خلوت میں ہوں
کہ انکو جماع کرنے کا قابو حاصل ہو اسطرح کہ کوئی عذر شرعی نہ ہو مثل روزہ وغیرہ کے اور کوئی عذر حسی بھی نہ ہو مثل مرض وغیرہ کے اور نہ وہاں انکے
لیے پردگی و شرم طبعی ہو اور ابن عباسؓ و مجاہد و سدی وغیرہم نے فرمایا کہ افضا کنایہ از جماع ہے اور اسی پر مفسرؒ نے تفسیر کی ہے اور بقول حنفیہ یوں
کہنا چاہیے کہ تم کیونکر یہ مال لے سکتے ہو حالانکہ تم سے باہم خلوت صحیحہ ہو چکی تمہاری عورتوں نے اپنے آپکو بے حجاب تمہارے سپرد کر دیا
وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا ۔ عہدا ۔ غَلِيْظًا ۔ شدیدا ۔ اور ان عورتوں نے تم سے عہد شدید یہ لے لیا ہے
ف ۔ وہو ما امر اللہ بہ من امساکہن بمعروف او تسریحہن باحسان ۔ اور یہ عہد شدید وہ ہے جو اللہ تعالے نے حکم دیا کہ بطور معروف
انکو رکھو یا احسان کے ساتھ انکو رہا کرو اور انکے ایذون کے یہاں خصمت کرو یہی تفسیر ابن عباسؓ و عکرمہ و مجاہد و ابو العالیہ و حسن و قتادہ
و ضحاک و سدی و یحیی بن ابی کثیر سے مروی ہے اگر کہا جاوے کہ یہ عہد تو اللہ تعالے نے لیا ہے ان عورتوں نے کہاں لیا ہے تو تدارک میں جواب دیا
کہ اللہ تعالے نے چونکہ یہ عہد انھیں عورتوں کے واسطے لیا ہے پس گویا انھیں عورتوں کی طرف سے عہد ہے اور ابن عباسؓ و مجاہد و سعید
بن جبیر سے مروی ہے کہ میثاق غلیظ سے مراد عقد ہے اور ربیع بن انسؓ سے ہے کہ وہ قول حضرت صلعم ہے کہ استوصوا بالنساء خیرا فانکم اخذتموہن بامانة
اللہ و استحللتم فروجہن بکلمة اللہ (صحیح مسلم) یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجة الوداع میں فرمایا کہ تم لوگ مجھسے اپنی عورتوں کے بارہ میں بھلائی
کرنے کی وصیت قبول کرو یعنے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اپنی عورتوں سے بھلائی کے ساتھ رہو تم اسکو قبول کرو کیونکہ تم نے انکو اللہ
تعالے کی امانت پر لیا اور باللہ تعالے کے کلمہ پر تم نے انکی فروج کو حلال کر لیا ہے ۔ اھ ۔ اور کلمة اللہ خطبہ نکاح ہے اور یہ کہا کہ شب معراج میں
منجملہ ان کرامات کے جو حضرت صلعم کو عطا ہوئیں ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ میں نے تیری امت کو اسطرح کر دیا کہ انکا کوئی خطبہ
جائز نہ ہوگا یہانتک کہ گواہی دیں کہ تو میرا بندہ و میرا رسول ہے (رواہ ابن ابی حاتم)

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ
اور مت نکاح مین لاؤ جن عورتون کو نکاح مین لائے تمہارے باپ مگر جو آگے ہو چکا یہ بیحیائی ہے اور

مَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۟
کام غضب کا اور بری راہ ہے

۳۰ ع ۸ ۱۴

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا - بمعنی من - نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ - اور مت نکاح مین لائیو ایسی عورت کو عورتون مین سے جنسے تمہارے آبانے نکاح کیا ہے ف اگر کہا جاوے کہ ما تو غیر ذوی العقول کے لیے ہے تو جواب یہ ہے کہ نہین بلکہ ذوی العقول کو بھی شامل ہے جیسا کہ محقق تفتازانی نے ذکر کیا ہے اور معنے یہ ہین کہ - لا تنکحوا التی نکح آباءکم - اور آباء - عام ہے خواہ نسبی باپ ہو یا رضاعی باپ ہو اور اسمین باپ کا باپ یعنی دادا اور پردادا جہانتک جتنا اونچا ہو سب شامل ہین - غرضکہ باپ دادا کی زوجہ سے مت نکاح کیجیو - اِلَّا - لکن - مَا قَدْ سَلَفَ - من فعلکم فانہ معفو عنہ - لیکن جو گذر اتمہارے فعل سے ف کہ وہ عفو کیا گیا ہے - یہ استثناء منقطع ہے بمعنے لکن - اور اس سے مراد یہ کہ جو گذرا اسکا تمپر مواخذہ نہو گا اور یہ مراد نہین کہ وہ شرع مین مقرر ہوا اور بیضاوی مین ہے کہ نہی کے معنے لازم سے استثناء ہے گویا یون کہا گیا کہ تستحقون العقاب بنکاح ما نکح آباءکم الا ما قد سلف - یعنے تم اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے پر عذاب کے مستحق ہوگے الا وہ کہ جو پہلے گذرا کہ اسپر مستحق عذاب نہو گے بلا عصام نے کہا کیونکہ اسلام اس معصیت کو میٹا دیتا ہے جو اس سے پہلے تھی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ منکوحہ پدر فقط اسکے نکاح سے اولاد پر حرام ہو جاتی ہے خواہ اس سے دخول کیا ہو یا نکیا ہو اور اسپر اجماع ہے کسیکے خلاف نہین ہے آور من طریق عدی بن ثابت عن رجل من الانصار روایت ہے کہ جب ابو قیس بن الاسلت انصاری جو مرد صالح تھے انتقال فرمایا تو انکے بیٹے قیس نے انکی جورو سے یعنے سوتیلی مان سے خطبہ کیا اور نکاح کا پیغام دیا وہ بولی کہ مین تجکو فرزند شمار کرتی تھی اور تو بھی مرد صالح ہے لیکن مین رسول اللہ صلعم کے پاس جا کر عرض کرتی ہون پس اسنے آنحضرت صلعم سے یہ بیان کر کے عرض کیا کہ اسمین آپ کیا حکم دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ تو واپس جا یہانتک کہ اللہ تعالے حکم کرے پس نازل ہوا قولہ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ - رواہ ابن ابی حاتم - اور عکرمہ سے مروی ہے کہ قیس بن الاسلت اور اسود بن خلف اور صفوان بن امیہ کے مقدمہ مین ہے کہ انھون نے اپنے اپنے باپ کی جورو سے نکاح چاہا تھا آور سہیلیؒ نے زعم کیا کہ زنان پدر سے نکاح کر لینا زمانہ جاہلیت مین معمول تھا اسیواسطے فرمایا کہ الا ما قد سلف جیسے دو بہنون کے جمع کرنے مین فرمایا - وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف - اور کہا گیا کہ کنانہ بن خزیمہ نے جو قریش کے جد اعلی مین سے ہے ایسا کیا تھا کہ اپنے باپ کی جورو سے نکاح کیا اور اس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوا ہون سفاح سے نہین ہوا اور کہا کہ اس سے دلیل نکلی کہ یہ امر انکے واسطے روا تھا یعنے اسکو نکاح شمار کرتے تھے - اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس ؓ روایت ہے کہ جاہلیت والے بھی وہی سب حرام رشتے رکھتے تھے جو اللہ تعالے نے حرام فرمایا سوائے دو باتون کے کہ باپ کی جورو سے نکاح کرنا اور دو بہنون کا جمع کرنا روا رکھتے تھے لیس اللہ تعالے نے نازل فرمایا - ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم آہ - رواہ ابن جریر اور ایسا ہی عطا و قتادہ نے کہا ہے - شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ سہیلیؒ نے جو قصہ کنانہ نقل کیا اسمین کوئی صحیح روایت نہین ہے آیت کا عمدہ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ زمانہ جاہلیت مین ہو چکا وہ عفو ہے اور آیندہ تم کسی ایسی عورت سے نکاح مت کیجیو جس سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو - اِنَّهٗ - اسی نکاحھن - یعنے ضمیر راجع بجانب نکاح ان عورتون کے جنکو باپ نے اپنے نکاح مین لیا ہو جو مذکور بالا سے مفہوم ہے - كَانَ فَاحِشَةً - قبیح یعنے اسکا صدور فعل قبیح ہے - وَّ مَقْتًا - سببا للمقت من اللہ وہو اشد البغض - مقت سے مراد سبب مقت ہے یعنے اللہ تعالے کی طرف سے

مقت کا باعث ہی اور مقت بمعنے اشد لبغض ہی (المعنے) ایسا نکاح کرنا بہت قبیح اور اللہ تعالے کی طرف سے سخت بغض کا سبب ہی اور
بیضاوی میں ہی کہ منکوحات پدر سے نکاح کرنا اللہ تعالے کے نزدیک سخت قبیح ہی کہ بندون مین سے کسی امت کو اسکی اجازت نہین دی اور مبغوض
ہی اہل مروت کے نزدیک اسیواسطے کسی مرد کا اگر کوئی لڑکا ایسی جورو سے ہوتا ہی جو اسکے باپ کے تحت مین تھی تو اس لڑکے کو مقتی کہتے ہین
اور قاموس مین ہی کہ نکاح المقت یہ ہی کہ آدمی اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے بعد وفات پدر کے پس یہ نکاح قبیح و مقت ہی۔ وَسَآءَ۔ بُرا
سَبِیْلًا۔ طریقہ ذلک۔ اور بد راہ ہی ف بعض نے فرمایا کہ قبیح ہونے کے تین مرتبہ ہین اور اللہ تعالے نے اس نکاح کو ان مراتب مین
سے ہر مرتبہ سے مذمت کی چنانچہ فاحشہ اسکے تقبیح عقلی کا بیان ہی اور قولہ مقتا۔ بیان قبیح شرعی ہی اور قولہ ساء سبیلا۔ مرتبہ قبح عادی ہی پس جسمین
یہ سب مراتب قبح کے مجتمع ہین وہ فعل انتہا درجہ کا قبیح ہی اور براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین اپنے ماموں (ابو بردہ بن نیاز) سے
ملا اور انکے ساتھ لڑائی کا نشان تھا مین نے کہا کہ آپ کہان جاتے ہین انھون نے کہا کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہی ایک
خبیث آدمی کی طرف جسنے اپنے باپ کے بعد اسکی جورو سے نکاح کیا سو مجھے حضرت صلعم نے حکم دیا ہی کہ اسکی گردن مار دون اور اسکا مال ضبط
کر لون رواہ عبد الرزاق و ابن ابی شیبۃ و احمد و الحاکم و البیہقی۔ اور دوسری روایت امام احمد مین براء ابن عازب سے ہی کہ میرے چچا حارث بن عمیر
میری طرف ہو کر گذرے اور انکے ساتھ نشان تھا جو حضرت صلعم نے انکے واسطے تیار فرمایا تھا۔ مین نے کہا کہ ای چچا تم کہان جاتے ہو فرمایا کہ مجھے
حضرت صلعم نے ایک مرد کی طرف بھیجا ہی جسنے اپنے باپ کی جورو کے ساتھ نکاح کیا سو مجھے حکم فرمایا ہی کہ اسکی گردن مار دون شیخ ابن کثیر
نے کہا کہ جو شخص اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے وہ مرتد ہو گیا پس قتل کیا جائے اور اسکا مال سب اہل بیت المال کیا جاوے اور نیز فرمایا
کہ علما نے اجماع کیا ہی کہ باپ نے جس عورت سے بطریق نکاح یا مالک ہو کر یا شبہہ سے وطی کی ہو وہ اسکے پسر پر حرام ہو جاتی ہی اور اگر باپ نے
ایک عورت سے جماع نہین کیا مگر سواے وطی کے دیگر مباشرت کی مثلا اسکا مس و بوسہ وغیرہ یا اسکی ایسی چیز دیکھی کہ بر تقدیر اجنبیہ ہونے کے
اسکا دیکھنا روا نہین تو آیا اس صورت مین بھی وہ بیٹے پر حرام ہی یا نہین تو اسمین علما کا اختلاف ہی اور امام احمد سے روایت ہی کہ وہ اس سے بھی حرام
ہو جائیگی مترجم کہتا ہی یہی ائمہ حنفیہ کا قول ہی کہ جن چیزون سے حرمت مصاہرۃ ثابت ہوتی ہی انکے پائے جانے سے حرام ہو جائیگی اور ان چیزونکو جحہ
عالمگیریہ جلد دوم سے تلاش کرو اور ہمارے نزدیک اگر باپ نے کسی عورت سے زنا کیا تو بھی وہ پسر پر حرام ہو جائیگی بخلاف قول شافعی رح کے بنا برین کہ زنا
سے حرمت مصاہرہ ہمارے نزدیک ثابت ہوتی ہی اور انکے نزدیک نہین پھر اللہ تعالے نے تمام ان عورتونکو بتلا دیا جنسے دائمی یا عارضی نکاح حرام ہی بقولہ تعالے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ

حرام ہوئین ہین تمپر تمھاری مائین اور بیٹیان اور بہنین اور پھوپھیان اور خالائین

وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ أَرْضَعْنَكُمْ

اور بھائی کی بیٹیان اور بہن کی بیٹیان اور جن ماؤن نے تمکو دودھ پلایا

وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ

اور تمھاری دودھ شریک کی بہنین اور تمھاری جورؤون کی مائین

وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ

اور تمھاری جورؤون کی بیٹیان جو تمھاری پرورش مین ہین ان جورؤون سے جن سے تم نے دخول کر لیا ہی پھر اگر

لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ

پھر اگر تمنے عورتون سے دخول نکیا ہو تو تمپر کچھ گناہ نہین ہی اور تمھارے

أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ

ان بیٹون کی عورتین جو تمھاری پشت سے ہین اور یہ کہ حرام ہوا کہ جمع کرو تم دو

الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا

بہنین مگر جو پہلے ہو چکا اللہ بخشنے والا مہربان ہی

اس آیت کریمہ مین اللہ عزوجل نے وہ عورتین بیان کردین جو حرام ہین یس ناتے کی وجہ سے سات حرام فرمائین اور دودھ کی وجہ سے دو ـ اور صہر کے رشتہ سے چار حرام فرمائین یس ناتے کی وجہ سے سات یہ ہین ـ مائین ـ اور بیٹیان ـ اور بہنین ـ اور پھوپھیان ـ اور خالائین ـ اور بھائی کی بیٹیان ـ اور بہن کی بیٹیان ـ اور دودھ کی وجہ سے یہ ہین ـ رضاعی مائین ـ رضاعی بہنین اور صہر کے رشتہ سے یہ ہین ـ جورؤون کی مائین ـ اور جن جورؤون سے دخول کیا انکے پہلے خاوند سے بیٹیان ـ اور اپنی پشت کے بیٹون کی جورؤین ـ اور ایک وقت مین دو بہنون کا جمع کرنا یہ سب تیرہ عورتین ہین اور چودھوین وہ عورتین جو باپ کی منکوحہ ہون جیسا کہ اوپر کی آیت مین بیان ہوا اور سنت متواترہ سے دو اور ثابت ہوئین ایک تو اپنی جورو واسکی پھوپھی کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہی دوم اپنی جورو واسکی خالہ کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہی پس یہ سب سولہ ہوئین اور ستر ہوین ایسی عورت جو کسی مرد کے نکاح مین ہو امام طحاوی رح نے فرمایا یہ سب محکم متفق علیہا حرام ہین انمین سے کسی کا نکاح مین لانا نہین جائز ہی اور اسپر اجماع ہی سوائے اپنی غیر مدخولہ کی ماں کے کہ اسمین جمہور کا تو یہی قول ہی کہ اس سے نکاح حرام ہی اور بعض نے اسکو روا کہا ہی ولیکن روایت اختلاف کے ثبوت مین تامل ہی اور آیندہ انشاء اللہ تعالے آتا ہی ـ پھر جاننا چاہیے کہ ان محرمات مین اقسام ہین بعض تو دائمی حرام نہین یعنے بعض احوال مین جائز ہو جاتی ہین اور وہ ایسی عورتین ہین جو غیر کے نکاح مین ہین پس اس حیثیت سے کہ غیر کے نکاح مین ہون دائمی حرام ہین اور اگر غیر نے اسکو طلاق دیدی اور عدت گذر کر بائنہ ہو گئی تو اس سے نکاح کرنا روا ہی یا مثلا شوہر مر جاوے تو بعد عدت کے اس سے نکاح روا ہی بشرطیکہ وہ نکاح کا ارادہ کرنے والے کی ایسی ناتے دار نہو جس سے کبھی نکاح نہین روا ہی اور نیز دو بہنون کا جمع کرنا حرام ہی اور اگر ایک مر گئی تو دوسری بہن سے نکاح کر سکتا ہی اور یہی حال جورو اور اسکی پھوپھی یا خالہ کے جمع کرنے مین ہی ـ اور بعض دائمی حرام ہین کسی حال مین حلال نہین ہوتی ہین جیسے ماں و بہنین وغیرہ اور جو انسے نکاح کرے اگر جواز جانے حالانکہ شرع کا حکم ظاہر ہو چکا تو وہ مرتد ہی قتل کیا جاوے ـ اور حدیث مین اس امت کے بگڑنے و بددین ہونے کے بیان مین ہی کہ یہ امت بھی اگلی امتون کے قدم بقدم چلیگی یہانتک کہ جیسے انمین سے اپنی ماں سے علانیہ حرام کیا اسمین بھی ایسا ہوگا جو اپنی ماں سے علانیہ حرام کرے ـ اللہ تعالے ہمکو مع تمام اہل الایمان ایسی حرکتون سے محفوظ رکھے آمین یا ارحم الراحمین اب تفسیر کیطرف رجوع ہی قال تعالے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ـ ان نکحہن وشملت الجدات من قبل الاب والام ـ حرام کی گئین تمپر تمھاری مائین ف یعنے حرام ہی کہ انسے نکاح کرو اور امہات شامل ہی جدات کو خواہ از جانب پدر ہون یا از جانب مادر ہون یعنے دادیان و نانیان بھی اون مین شامل ہین پھر ظاہر ہی کہ ماؤن کی ذات اپر حرام نہین اور نہ دیگر تعلقات کیونکہ خدمتگذاری مثلاً انکی حرام نہین ہی پس یہان انکے حرام کیے جانے سے یہی مفہوم ہی کہ انسے نکاح حرام ہی جیسے شراب حرام کیے جانے سے شراب پینے کی حرمت اور گوشت سور حرام ہونے سے اسکے کھانے کی حرمت مفہوم ہی پس لا تحریم مین اسکے مناسب فعل مقدر ہوگا جس

حرمت متعلق ہو اور امہات جمع اُم ہی جو دراصل امہۃ تھا۔ اور جوہری رحمہ نے فرمایا کہ ضابطہ یہ ہی کہ ام وہ عورت ہی جو تجھے جنی سو وہ تیری ماں ہی یا جسنے اسکو جنی جسنے تو پیدا ہی خواہ مذکر ہو مثلاً باپ کو دادی جنی خواہ مونث ہو مثلاً ماں کو نانی جنی تو دادی و نانی بھی ام ہی۔ اور چاہیے یوں کہو کہ ام ہر ایسی عورت ہی جس تک تیرا زنا منتہی ہو اور مترجم کہتا ہی کہ یہ معروف ہی اسلئے خود ایسا وضوح ہی کہ طول کلام کی ضرورت نہیں ہی اور بیان حکم کا فائدہ یہ ہی کہ مجوسی کمبخت حالت نشہ میں ماں سے وطی جائز رکھتے جیسے دختر سے وطی جائز رکھتے۔ **وبنٰتکم** اور تمپر حرام کی گئیں تمہاری بیٹیاں **ف** وشملت بنات الاولاد وان سفلن۔ بنات میں اولاد کی بیٹیاں یعنے پسر کی بیٹیاں جنکو پوتیاں کہتے ہیں اور دختر کی بیٹیاں جنکو نتنیاں کہتے ہیں شامل ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مرد پر اسکی ماں و دادی و نانی و پردادی و پرنانی وغیرہ اوپر کے درجہ کی جو ہیں حرام ہیں اور بیٹیاں اور پوتیاں و نتنیاں کتنے ہی نیچے درجہ کی ہوں شامل ہیں سب حرام ہیں اور واضح ہو کہ دادی و نانی وغیرہ سے یہاں سگی مراد ہی اور یہ وہم نہو کہ سگی نانی کی بہن جو سوتیلی نانی کہلاتی ہی وہ بھی حرام ہی تو جواب یہ کہ ہاں اسوجہ سے کہ وہ سگی خالاؤں میں داخل ہی جیسا کہ آگے آتا ہی یوں سگی و سوتیلی کی تنبیہ سے یہ غرض ہی کہ ہندوستان میں مثلاً چچا کی بیٹی کو بہن کہتے ہیں تو وہ حرام نہیں کیونکہ وہ نہ جڑ کی سگی اور نہ شاخ کی سگی ہی پس حلال ہی فافہم پھر امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک بنات کا لفظ پوتیوں و نتنیوں کو انتہا تک حقیقۃً شامل ہی اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک مجازاً شامل ہی جیسے امہات میں ہی اور سراج میں ضابطہ مذکور ہی کہ بنت یعنے تیری دختر وہ ہی جو مونث کہ تجھسے پیدا ہوا یا جو تجھسے پیدا ہی اس سے پیدا ہوا اور چاہو یوں کہو کہ ہر مونث جسکا نسب تجھ پر منتہی ہو وہ تیری دختر ہی۔ پھر سراج میں کہا کہ جو عورت کسی مرد سے زنا سے پیدا ہوئی وہ بنت میں شامل نہیں پس اُس مرد کو حلال ہی کہ اُس سے نکاح کرے۔ یہ شافعیت کی تقلید ہی اور امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک حرام ہی اور **شیخ ابن کثیر** رحمہ نے فرمایا کہ بنات کا لفظ عام ہی اسی سے جمہور علما نے استدلال کیا کہ کسی مرد کے زنا کرنے سے جو لڑکی پیدا ہو وہ اسکی دختر ہی پس بنات میں شامل ہی اور اسپر حرام ہوگی جیسا کہ مذہب امام ابو حنیفہ و مالک و احمد حنبل کا ہی اور شافعی رحمہ سے اسکی اباحت میں کچھ نقل کیا جاتا ہی کیونکہ وہ شرعی دختر نہیں ہی پس جیسے میراث میں وہ قولہ تعالےٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ میں داخل نہوئی کیونکہ بالاجماع وارث نہیں ہوتی ہی ایسے ہی یہاں داخل نہوگی واللہ اعلم۔ اگر کہا جاوے کہ زنا سے جو لڑکا پیدا ہوا وہ بھی شرعی پسر ہوا تو اپنی ماں سے نکاح کر سکتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ نہیں اسوجہ سے کہ ماں کی طرف اسکا نسب بالاجماع متحقق ہی کیونکہ بالاجماع اسکا وارث ہوتا ہی۔ اور صحیح یہیں قول جمہور کا ہی اور **شیخ محدث ابن کثیر** رحمہ کی تقریر بھی اسکی مشعر ہی اور حدیث میں ہی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ نظر رحمت نہ فرماویگا اللہ تعالےٰ ایسے مرد پر جسنے ایک عورت کی فرج و اسکی دختر کی فرج پر نظر ڈالی **واخوٰتکم** من جہۃ الاب او الام۔ اور حرام کی گئیں تمپر تمہاری بہنیں **ف** مفسر رحمہ نے کہا کہ خواہ بہن باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے ہو مثلاً باپ کی دوسری زوجہ سے جو لڑکی ہو وہ بھی بہن ہی جیسے ماں کے دوسرے شوہر سے جو لڑکی ہو وہ بہن ہی چونکہ انہیں سے کسی ایک طرف سے جو بہن ہو وہ بھی حرام ہی تو ماں و باپ دونوں کی طرف سے جو بہن ہوگی یعنے حقیقی و عینی تو وہ بدرجۂ اولےٰ حرام ہی لہذا مفسر رحمہ نے اسکو ذکر ہی نہیں کیا کیونکہ اخوات کا لفظ اولاً حقیقی بہن کے واسطے ہی یا ان باقی دونوں میں وہم تھا کہ شاید علاتی بہن جو فقط باپ کی طرف سے ہی یا اخیافی بہن جو فقط ماں کی طرف سے ہی حرام نہو تو مفسر رحمہ نے اس وہم کی جڑ کاٹ دی کہ قطعاً وہ اخوات ہیں۔ اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مونث جو تیری ماں و باپ یا انہیں کسی ایک سے پیدا ہو وہ تیری بہن ہی۔ **وعمّٰتکم**۔ اور حرام کی گئیں تمپر تمہاری پھوپھیاں **ف** ای اخوات آبائکم واجدادکم یعنے تم میں سے ہر ایک کے باپ کی بہن یا دادا کی یا پردادا کی کتنے ہی اونچے درجہ کی بہن ہو تمپر حرام ہی اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مونث جو تیرے باپ کے یا دادا وغیرہ اجداد کے ساتھ ماں باپ دونوں میں یا ایک میں شریک ہو تو وہ پھوپھی ہی پس باپ کی عینی یا علاتی یا اخیافی کسی قسم کی بہن ہو

وہ تیری ہی پھوپھی ہے علی ہذا اگر تیرے باپ کی اسیطرح کی پھوپھی ہو وہ بھی تیری پھوپھی ہے۔ وَخٰلٰتُكُمْ۔ اور تمپر حرام کی گئیں تمہاری خالائین
ف ای اخوات امہاتکم وجداتکم۔ یعنے تم مین سے ہر ایک کی ماں یا نانی کی بہن تمپر حرام ہے اور واضح ہو کہ کبھی باپ کیطرف سے خالہ ہوتی
ہے اور وہ تیرے باپ کی ماں کی بہن ہے جیسے پھوپھی کبھی ماں کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ ماں کے باپ کی بہن ہے سو یہ بھی حرام اور پھوپھی خالہ مین
شامل ہین۔ وَبَنٰتُ الْاَخِ۔ یعنے بھائی کی بیٹیاں خواہ بھائی عینی ہو یا علاتی یا اخیافی سب کی بیٹیاں حرام ہیں اور یہی حال ہے۔
وَبَنٰتُ الْاُخْتِ۔ اور بہن کی بیٹیوں مین چاہے کسی قسم کی بہن ہو مفسرؒ نے کہا۔ ویدخل فیہ بنات اولادہم۔ اور بھائی و بہن کی
اولاد کی بیٹیاں بھی اسی مین شامل ہین یعنے کسی قسم کی بھائی یا بہن کی اولاد بیٹا و بیٹی کی جو لڑکیاں ہین یعنے سگے بھتیجے یا بھتیجی کی لڑکیاں
بھی حرام ہین پس بھائی و بہن کی دختر شامل ہے ہر اس مونث کو جسکا نسب پیدائشی تیرے کسی قسم کے بھائی یا بہن کیطرف منتہی ہووے۔ یہانتک تو
ان عورتوں کا بیان ہوا جو نسب کی وجہ سے دائمی حرام ہین آگے انکا بیان شروع ہوتا ہے جو رضاعت سے دائمی حرام ہین چنانچہ فرمایا وَاُمَّهٰتُكُمُ
الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ۔ اور تمہاری وہ مائین تمپر حرام ہین جنھوں نے تمکو دودھ پلایا ف یعنے جیسے تجھپر تیری وہ ماں حرام ہے جسنے
تجھے جنا اسیطرح تجھپر تیری وہ ماں بھی حرام ابدی ہے جسنے تجھے دودھ دیا چنانچہ صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ
رضاعت حرام کرتی ہے اس چیز کو جسکو ولادت حرام کرتی ہے۔ اور ایک روایت صحیح مسلم مین ہے کہ رضاعت سے بھی وہی حرام ہے جو نسب سے حرام ہے اب
یہ بیان ہونا چاہیے کہ رضاعت کب اور کیونکر متحقق ہوتی ہے تو مفسرؒ نے کہا کہ۔ قبل استکمال الحولین خمس رضعات کما بینہ الحدیث۔ یعنے دودھ
پلایا تمکو پہلے دو برس پورے ہونے سے پانچ رضعات جیساکہ حدیث نے اس مجمل رضاعت کو جو آیت مین مذکور ہے بیان کر دیا ہے یعنے آیت مین
تو مطلقاً رضاعت مذکور ہے یہ بیان نہین کہ کس سن مین پلایا ہو اور کم سے کم کسقدر پلایا ہو تو مفسرؒ نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا کہ وہ
پلانے والی اسوقت بچہ کی رضاعی ماں ہو جاتی ہے کہ بچہ کو دو برس کا سن پورے ہونے سے پہلے پلایا ہو اور کم سے کم پانچ رضعات ہون مترجم
کہتا ہے کہ بعض شافعیہ نے اسکے معنے بچہ کی سیری یا معتبر لکھے اور بعض نے گھونٹ لیے۔ بالجملہ مفسرؒ نے جو دو برس تک رضاعت کی مدت ذکر کی اسمین
بقول فتوی ہمارے نزدیک بھی اتفاق ہے اب رہا یہ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک کم سے کم پانچ رضعات ہین شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسمین علماء کا
اختلاف ہے بعض کے نزدیک تین رضعات سے کم نہون کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ ایک چوسنا یا دو چوسنا حرام نہین کرتا۔ رواہ
مسلم اور ام الفضل سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک رضعہ اور دو رضعہ اور ایک مصہ و دو مصہ حرام نہین کرتا اور ایک روایت مین الاملاجہ و الاملاجتان کا لفظ ہے
رواہ مسلم پس جب دو سے زائد ہو یعنے تین ہو جاوین خواہ بچہ مص کرے یا رضعہ ہو یا رضعہ و املاجہ کرے تو تحریم ہونا چاہیے یہی مذہب امام احمد بن حنبل
و اسحق بن راہویہ و ابو عبید و ابو ثور کا ہے اور یہی حضرت علیؓ و عائشہ و ام الفضل و ابن زبیر و سلیمان بن یسار و سعید بن جبیر سے مروی ہے۔ اور بعض کے
نزدیک پانچ رضعات سے کم محرم نہین کیونکہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جو قرآن نازل کیا گیا تھا اسمین دس رضعات معلومات تھے کہ انسے
حرمت ہوتی تھی پھر پانچ سے منسوخ ہوئی پھر نبی صلعم نے وفات پائی در حالیکہ وہ قرآن مین سے پڑھی جاتی تھی (رواہ مسلم) اور سالم مولی حذیفہ
کے واسطے سہلہ بنت سہیل کو حضرت صلعم نے پانچ رضعات سالم کو پلانے کا حکم کیا (کما فی الصحیح) اور یہی قول شافعی و انکے اصحاب کا ہے قال
المترجم پوشیدہ نہین کہ سالم مولی حذیفہ جوان تھے جب انکے واسطے حکم دیا پس حکم مخصوص ہے پس حجت نہین ہو سکتا اور حدیث نسخ مین تاویل
ضرور ہے کیونکہ تلاوت باقی نہین باجماع صحابہؓ پس مراد یہ ہے کہ ایسا ہوگا اور پانچ رضعات بھی قریب وقت وفات تک
تھے پھر بہت قریب وفات کے منسوخ ہوے و اس سے کم نہین کہ حدیث محتمل و ماول ہے حجت نہین ہو سکتی کیونکہ بالاجماع قطعاً کسی کا یہ مذ

نہیں کہ قرآن میں سے کچھ کم ہی یہ تو سوائے بعض فرقہ روافض کے کسی نے نہیں کہا بلکہ روافض میں سے بھی کسی فرقہ کا یہ قول نہیں کہ احکام و ارشاد قرآن میں سے کچھ کم ہی تو اس روایت منفردہ سے قرآن ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ قطعًا متواتر بالاجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہی پس روایت میں صرف کثرت رضاعت کی وجہ سے تسہیل تھی وہ صحابہ کے اجماع سے منسوخ ہی علاوہ بریں بعد تسلیم کے مذہب اول کے دلائل کے ساتھ متعارض ہو کر دونوں ساقط ہونگے خصوص جبکہ دونوں روایتیں اور دونوں مذہب حضرت عائشہؓ سے روایت ہوتی ہیں اور نیز حدیث عدم حرمت رضعہ و رضعتان محمول ہی اس صورت پر کہ فقط منھ میں لیا اور دودھ کچھ پیٹ میں نہیں گیا بدلیل دوسری روایت املاجہ و الملاجتان کے کیونکہ حقیقت املاج فقط اسیقدر پر ہی پس جب یہ حالت ہی تو مقتضائے آیت سے تجاوز نہیں ہو سکتا بدین طور کہ حکم جو بمقتضائے آیت ہو اسمین آحاد روایت سے تغیر کیا جاوے اور آیت سے ثابت ہوتا ہی کہ دودھ پینے کے طور پر ایک بار چوس کر پی لیا یا مرضعہ نے منھ میں دودھ دیا پھر حالت حلق سے اُترنے سے رضاعت ثابت ہو جائیگی کیونکہ آیت عام ہی پس جس مقدار سے باعتبار لغت کے رضاع کہلاوے اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے و مالک و انکے اصحاب کا ہی اور یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی اور یہی قول سعید بن المسیب و عروۃ بن الزبیر و زہری رحمہ اللہ تعالے کا ہی اور پوشیدہ نہیں کہ اسی قول کا اختیار کرنا بنظر حرمت اصوب ہی اگر فرض کریں کہ تین رضعات پر استدلال پورا ہوا تو بھی مقطوع نہیں پس معلق رضاعت جو عموم آیت سے ثابت ہی مستند ہی اور پانچ رضعات میں دو گونہ اشتباہ ہی کیونکہ تین رضعات پر حرمت کا مذہب مذکور ہو چکا اور مشتبہ سے بچنا واجب ہی پس یہاں اختیار مطلق واجب ہی اور تحقیق دلائل کو مترجم نے عین الہدایہ میں بیان کیا ہی۔ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ۔ دلیحق بذلک بنات البنات منها وهن من ارضعتهن موطوئته و العمات و الخالات و بنات الاخ و بنات الاخت منها لحدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب رواه البخاری و مسلم۔ یعنے اور حرام ہیں تمپر تمھاری وہ بہنیں جو رضاعت کے سبب سے ہوں۔ ف مفسرؒ نے کہا کہ بدلیل سنت اسی کے لاحق ہیں بیٹیاں رضاعی اور رضاعی بیٹیاں وہ ہوتی ہیں جنکو مرد کی موطوءہ جورو نے دودھ پلایا ہو یعنے مرد نے جس عورت سے وطی کی اور وہ جنی پھر اس عورت نے کسی لڑکی کو یہ دودھ پلایا تو یہ لڑکی اس مرد کی بیٹی ہی اور اسپر حرام ہی اور نیز بدلیل حدیث کے اسی سے لاحق ہیں رضاعی پھوپھیاں اور خالائیں اور رضاعی بھائی کی بیٹیاں اور رضاعی بہن کی بیٹیاں موافق اس تفصیل کے جو نسب کے بیان میں گذری بدلیل اس حدیث کے کہ حرام ہوجاتی ہیں رضاعت سے وہ عورتیں جو حرام ہوتی ہیں نسب سے (رواه البخاری و مسلم) شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ بعضے فقہا نے فرمایا کہ کل وہ عورتیں جو نسب سے حرام ہوتی ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتی ہیں سوائے چار صورتوں کے اور بعض نے چھ صورتوں کو استثنا کیا پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہی کہ انمیں سے کچھ بھی مستثنیٰ نہیں ہی کیونکہ انکے بعض کا مانند نسب میں پایا جاتا ہی اور بعض کی حرمت بوجہ صہریت کے ہی نسب سے نہیں پس حدیث کے کلیہ پر کچھ استثنا روا نہیں ہوتا اور یہی محققین حنفیہ یا مثل ابن الہمام وغیرہ نے مصرح بیان کیا ہی پھر رضاعت فقط عورت ہی کی طرف نہیں بلکہ جس خاوند سے اسکا دودھ ہی وہ بھی رضیع لڑکا یا رضیعہ لڑکی کا باپ ہوجاتا ہی اور یہی جمہور علما و چاروں اماموں کا مذہب ہی۔ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ۔ یعنے اور حرام ہیں تمپر تمھاری جوروؤں کی مائیں۔ اسمیں کوئی قید نہیں کہ تم نے اپنی جورو سے جماع کیا ہو یا نکیا ہو بلکہ عام ہی کہ جب تم نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اسکی ماں و نانی و پرنانی وغیرہ سب حرام ہوگئیں خواہ اپنی جورو سے دخول کرے یا نکرے بلکہ نکاح کے بعد ہی طلاق دیدے تب بھی اسکی ماں وغیرہ و نچی عمر سے نکاح نہیں کر سکتا ہی اور یہ گویا اجماعی ہی قدعرت۔ وَ رَبَآئِبُكُمُ جمع ربیبہ ہی

بنات الزوج - الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ - تربوھا صفة موافقة للغالب فلا مفھوم لھا - مِنْ نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِھِنَّ
ای جامعتموھن - فَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِھِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فی نکاح بناتھن اذا فارقتموھن - یعنے اور حرام
ہوئین تمپر تمھاری ربائب [اور یہ لفظ جمع ہی ربیبہ کی اور ربیبہ اسکو کہتے ہین جو اپنی جورو کی لڑکی کسی دوسرے خاوند سے ہو - پھر ان ربائب
کی صفت بیان کی کہ وہ ربائب جو تمھارے حجور مین ہون [اور حجور جمع حجر ہی یعنے گود مین ہون] اور مراد یہ کہ تم انکی تربیت و پرورش کرتے ہو - اگر کہا
جاوے کہ پھر ربائب وہی حرام ہوئین جو حجور مین پرورش پاتی ہون اور اگر ایسی نہون مثلاً عورت تو زید کے تحت مین ہو اور اسکے پہلے خاوند کی لڑکی کہین
اور ہو تو زید پر حرام نہو کیونکہ اسمین یہ صفت نہین پائی جاتی کہ پرورش مین ہے حالانکہ بالاجماع یہ بھی حرام ہی مفسرؒ نے جواب دیا کہ یہ صفت جو مذکور ہوئی ہی حرمت
کی قید نہین ہی یعنے یہ مراد نہین ہی کہ حرمت جب ہوگی کہ جب ایسا ہو بلکہ غالب حال کی موافقت سے بیان فرمایا یعنے اکثر یہی ہوتا ہی کہ ربیبہ اپنی
مان کے ساتھ اسکے جدید خاوند کی پرورش مین ہوتی ہی اور اسمین اشعار اسکے سبب سے حرمت کا ہی کہ وہ تو بمنزلہ اولاد کے پرورش مین ہوگئی جبکہ
اسکی مان مدخولہ ہو جاوے کہ اسکی اولاد کے ساتھ اس ربیبہ کی پرورش کے لیے مہیا ہو گئی بخلاف غیر مدخولہ کے چنانچہ فرمادیا کہ یہ ربائب اسطرح تمپر حرام
کب ہونگی کہ جو جورؤون کی ہون تو فرمایا من نسائکم اللاتی دخلتم بھن تمھاری ان جورؤون کی ہون جنسے تم نے دخول کیا ہی اور مفسرؒ نے دخول کے
معنے یہ بیان کیے کہ انسے تم نے جماع کیا ہو - مگر جاننا چاہیے کہ علماء نے اسکے معنے مین اختلاف کیا ہی کہ کون دخول موجب تحریم ہی پس ابن المنذرؒ نے
ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ انھون نے دخول کو جماع سے تفسیر فرمایا جیسا کہ مفسرؒ نے ذکر کیا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابن عباس رضؓ بہت سے
تفسیر کی اور ایسا ہی اور ون نے کہا اور شاید معنے نکاح کے جماع ہین اور یہی قول طاؤس و عمرو بن دینار وغیرہ کا ہی اور بیضاویؒ نے کہا کہ دخلتم بھن
کے معنے داخل ہوے تم انکے ساتھ پردہ مین اور یہ کنایہ ہی جماع سے اور حرمت مین وہی مشہور ہی جو زنا نہو مانند وطی بشبہہ و ملک یمین کے اور امام
ابو حنیفہ و مالک و ثوری و اوزاعی و لیث وغیرہم نے کہا کہ شوہر نے اگر اپنی جورو کو شہوت سے چھوا تو اسپر اس جورو کی دختر جو دوسرے خاوند سے ہو
حرام ہو جاویگی پھر کبھی اس سے نکاح نہین کرسکتا اور امام شافعیؒ کے بھی دو قول مین سے یہی ایک قول ہی اور خفاجیؒ نے حاشیہ بیضاوی
مین اسیکو ترجیح دی اور بیضاوی نے جو شہوت سے چھونا اور اسکے مانند کو قیاس قرار دیکر رد کر دیا ہی کہ قیاس کو بعد نص کے مجال نہین ہی اسکو
خفاجیؒ نے دفع کر دیا کہ اسپر تو اتفاق ہی کہ صریح الآیۃ قطعاً مراد نہین ہی بلکہ کنایہ سے جو اسکے معنے ہین وہ مراد ہین پس ظاہر ہوا کہ قوی یہی کہ جورو
اگر جماع کیا یا اسکو شہوت سے چھوا یا اسکی فرج کی طرف دیکھا یا اور اسکے مانند کوئی فعل کیا تو ربیبہ اسپر حرام ہو گئی خواہ جورو کی دختر ہو یا دختر کی دختر
ہو کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو قالہ قتادہ و ابو العالیہ اور قرطبیؒ نے فرمایا کہ فقہا نے اتفاق کیا ہی کہ جب جورو سے دخول کر لیا تو ربیبہ حرام ہو جاتی ہی خواہ
ربیبہ اسکے حجر مین پرورش پاتی ہو کہین اور رہو اور اگر مان سے دخول نکیا ہو تو اسکا حکم یہ ہی کہ فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم - یعنے پھر اگر تمنے
ان جورؤون سے دخول نکیا ہو تو تمپر گناہ نہین مفسرؒ نے کہا یعنے تمپر گناہ نہین کہ جورؤون کی دختروں سے یعنے ربائب سے نکاح کر لو بشرطیکہ ان
جورؤون کو پہلے بالکل جدا کردہ یعنے تم سے انسے جدائی ہو جاوے خواہ قبل دخول کے طلاق دو یا مر جاوین پس فلا جناح علیکم ای فلا جناح علیکم
فی ان تزوجوا بناتھن - لیکن حذف حکم صریح مین اشارہ ہی کہ خلاف اولیٰ ہی اگرچہ گناہ نہین - قرطبیؒ نے فرمایا کہ شاذ قول بعضے متقدمین سے یہ بھی
آیا ہی کہ اگر ربیبہ حجر مین نہو بلکہ دوسرے شہر مین ہو تو بعد فراق جورو یعنے ربیبہ کی مان کے اسکے ساتھ نکاح کرسکتا ہی چنانچہ ابن کثیرؒ نے بروایت
ابن ابی حاتم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول نقل کیا اور کہا کہ اسناد صحیح بشرط مسلم ہی اور ابن المنذر و طحاویؒ نے کہا کہ حضرت علیؓ سے
یہ قول ثابت نہین اسواسطے کہ ابراہیم بن عبید جو اسکا راوی ہی وہ معروف نہین مجہول ہی اور حجور سے مراد یہ کہ اپنی مان کے ساتھ مان کے شوہر

کی حمایت میں پرورش پاتی ہو اور بعض نے کہا کہ بحجور سے مراد بیوت ہیں پس صحیح یہ کہ اللاتی فی حجورکم ۔ بیان غالب حالت کا ہے کوئی قید نہیں
ہے اور فائدہ اسکا تقویت و تکمیل علت حرمت ہے کما ذکرہ البیضاوی اور اسپر جمہور کا اتفاق ہے اگرچہ داؤد ظاہری و ابن حزم وغیرہ نے
اسکو قید تصور کیا ہے اور یہ خلاف دلائل ہے اور صحیحین میں ہے کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے جو حضرت کی پاک بیویوں میں سے ہیں کہا کہ یا رسول اللہ
آپ عزہ بنت ابی سفیان میری بہن سے نکاح کر لیں تو فرمایا کہ تو اسکو چاہتی ہے ۔ کہا کہ ہاں میں مانع نہیں ہوں یہ چاہتی ہوں کہ بھلائی میں اگر میرے
شریک اور رہونگی تو اس سے بہتر ہے کہ میری بہن ہی میرے شریک ہو آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے حلال نہیں ہے ۔ عرض کیا کہ میں آپ سے عرض کروں
آپ چاہتے ہیں کہ ابو سلمہ کی دختر سے نکاح کریں آپ نے فرمایا کہ کون ابو سلمہ کیا ام سلمہ کی بیٹی جو ابو سلمہ سے ہے ۔ کہا کہ ہاں تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ
میری ربیبہ میری حجر میں نہوتی تو بھی مجھے حلال نہیں تھی وہ تو میری رضاعی بھائی کی بیٹی ہے ثویبہ نے مجھے اور ابو سلمہ کو دودھ پلایا ہے سو تم لوگ
ہرگز اپنی بیٹیاں و بہنیں مجھپر پیش مت کرو اور ایک روایت بخاری میں ہے کہ اگر میں نے ام سلمہ سے نکاح نکیا ہوتا تو بھی مجھے حلال نہ تھی فقط ام سلمہ
سے نکاح کرنا مناط تحریم قرار دیا اور یہی مذہب ائمہ اربعہ و فقہاء سبعہ و جمہور سلف و خلف کا ہے اور ابن کثیر رح نے اپنے استاذ شیخ ذہبی رح
سے نقل کیا کہ شیخ امام تقی الدین حرانی رح پر میں نے اس مسئلہ کو پیش کیا تو انھوں نے مشکل قرار دیا ۔ اب رہا یہ کہ اگر کسی باندی کا مالک
ہوا اور اسکی ربیبہ کا بھی مالک ہوا یا نکاح کیا تو دونوں سے وطی کر سکتا ہے یا نہیں ۔ تو ابن المنذر نے عمر رض سے اسکا حکم روایت کیا کہ میں پسند نہیں
کرتا ہوں اور ایسا ہی سند رح نے ابن عباس سے روایت کیا اور کہا کہ ایک آیت نے دونوں کو حلال کیا اور ایک آیت نے حرام کیا شیخ ابن کثیر رح نے
کہا کہ شیخ ابو عمر و بن عبد البر نے فرمایا کہ علما میں کچھ اختلاف نہیں کہ کسی مرد کو حلال نہیں کہ عورت و اسکی دختر سے بملک یمین وطی کرے
کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اسکو ملک نکاح میں حرام فرمایا ہے اور ملک یمین انکے نزدیک تابع نکاح ہے سوائے اسکے جو عمر و ابن عباس سے مروی ہوا
لیکن ائمہ فتویٰ و انکی اتباع میں سے کوئی بھی اس قول پر نہیں ہے انتہی کلامہ پس خلاصہ تفسیر یہ ہے کہ قولہ و امہات نسائکم یعنے تمپر تمہاری جوروؤں
کی مائیں حرام ہیں و ربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم اللتی دخلتم بہن ۔ اور تمپر تمہاری ربائب جو اکثر تمہاری پرورش میں یا تمہارے گھروں میں
رہا کرتی ہیں تمہاری ان عورتوں سے جنسے تم نے دخول کیا ہے یعنے جماع یا جو مانند جماع کے ہے تمپر حرام ہیں خواہ ربیبہ ہو یا ربیبہ کی دختر کتنے
ہی نیچے درجہ کی ہو اور خواہ منکوحہ مدخولہ کی ربیبہ ہو یا مملوکہ مدخولہ کی ربیبہ ہو ۔ چاہے تمہاری پرورش میں ہو یا کسی اور شہر میں ہو ۔ قولہ فان
لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم ۔ پھر اگر تمنے جوروؤں سے جماع اور جو چیز جماع کے مانند ہے نہ کی ہو تو ربیبہ سے نکاح کرنے میں مضائقہ نہیں
یا مملوکہ ہو تو وطی کرنے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ ربیبہ کی ماں سے جدائی کر لے پس منکوحہ سے جدائی اسطرح کہ طلاق دیدے یا مر جاوے اور مملوکہ
سے یہ عزم یا جزم کر لے کہ اس ربیبہ کی ماں مملوکہ سے وطی نہ کریگا ۔ واضح ہو کہ جوروؤں کی مائیں حرام ہونے کے واسطے کوئی قید دخول وغیرہ کی
نہیں بلکہ جورو سے نکاح کرتے ہی اسکی ماں و نانی وغیرہ دائمی حرام ہو جاوینگی خواہ جورو سے دخول کرے یا نہ کرے اور ربیبہ حرام ہونے میں
قید ہے کہ اگر ربیبہ کی ماں سے دخول کیا ہو تو ربیبہ حرام ہے ورنہ نہیں ۔ پس قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم ۔ یہ مخصوص ربائب کے ساتھ
ہے ۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ بعض نے اسکو امہات و ربائب دونوں کے ساتھ سمجھا ہے اور کہا کہ جورو سے مجرد عقد کرنے سے اسکی ماں یا
بیٹی کوئی حرام نہیں ہوتی جبتک جورو سے دخول واقع نہو اور یہ بروایت ابن جریر و ابن المنذر و عبد الرزاق وغیرہ کے حضرت علی و زید بن ثابت
و عبد اللہ بن الزبیر و مجاہد و ابن جبیر و ابن عباس سے مروی ہے اور معاویہ بن ابی سفیان نے اسمیں توقف کیا اور شافعیہ میں سے احمد بن محمد
صابونی کا یہی مذہب ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ جورو غیر مدخولہ کو اگر طلاق دیدی تو اسکی ماں حلال نہیں اور ابن عباس

کہا کہ وہ مبہمہ ہے پس اسکو بگروہ رکھا۔ قال ابن ابی حاتم و قد روی عن ابن مسعود و عمران بن حصین و مسروق و طاؤس و عکرمہ و عطاء و حسن و مکحول و ابن سیرین و قتادہ والزہری نحو ذلک۔ **بیضاوی** نے لکھا کہ ربیبہ عموماً جورو کی اولاد کو کہتے ہیں خواہ مذکر ہو یا مونث ہو اور تا اسمیں تانیث کی نہیں بلکہ اسمیت کی ہے اور اللاتی مع صلہ کے ربائب کی صفت مقیدہ ہے اور جائز نہیں کہ یہ قید امہات کی بھی ہو کیونکہ جبکہ ربائب کی قید قرار دی تو من ابتدائیہ ہوگا اور اگر امہات کی بھی قرار دی تو ایسا ہونا جائز نہ ہوگا بلکہ واجب ہے گا کہ نسائکم کا بیان قرار دیا جاوے کیونکہ جمہور ادباء کے نزدیک ایک ہی کلمہ دو معنوں پر محمول نہیں ہو سکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ روایت اور نظم کلام دونوں سے معلوم ہوا کہ وہ فقط ربائب کی قید ہے شیخ **ابن کثیرؒ** نے کہا کہ یہی مذہب چاروں اماموں و ساتوں فقہاء اور جمہور فقہاء سلف و خلف کا ہے اور **قرطبیؒ** نے فرمایا کہ حضرت علیؓ سے جو اسکے خلاف مروی ہوا وہ بروایت خلاس ہے اور اسکی روایت سے حجت نہیں ہو سکتی اور خلاس کی روایت اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہیں ہے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صحیح روایت موافق جمہور کے ہے اور **ابن کثیرؒ** نے اسپر اجماع کیا اور ابن جریر سے بھی ایسا ہی نقل کیا اور نیز یہ کہ صواب یہی قول اس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ امہات میں ابہام ہے کیونکہ انہیں انکی دختروں سے دخول ہونے کی قید مذکور نہیں ہے اور **ابن کثیرؒ** نے کہا کہ مبہمات ہونے سے مراد یہ ہے کہ مدخول بہا و غیر مدخول بہا دونوں کو شامل ہے پس عورت سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی ماں حرام ہو جائیگی۔ اور کشاف میں کہا کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں کی ماؤں کی تحریم مبہم ہے اور ربائب کی تحریم مبہم نہیں بنابر ظاہر کلام اللہ تعالیٰ کے بالجملہ صحیح یہ ہے کہ جورو سے مجرد نکاح کرنے سے اوسکی ماں حرام ہو جاتی ہے اور ماں سے مجرد نکاح کرنے سے بیٹی حرام نہیں ہوتی جب تک دخول واقع نہو فافہم۔ **وَحَلَائِلُ** ۔ ازواج ۔ **اَبْنَائِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ** ۔ بخلاف من تبنیتموہم فلکم نکاح حلائلہم۔ یعنے اور حرام ہوئیں تمپر جورویں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں مفسرینؒ نے کہا یعنے برخلاف ان بیٹوں کے جنکو تمنے متبنیٰ کیا ہو کہ انہیں تمکو روا ہے کہ انکی جورووں سے نکاح کر لو۔ واضح ہو کہ حلائل جمع حلیلہ ہے بمعنے زوجہ کیونکہ وہ حلال ہے یا بستر حلول کرتی ہے اور علماء نے اجماع کیا ہے کہ جس سے باپ نے عقد کیا وہ بیٹوں پر حرام ہے لقولہ تعالیٰ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ۔ اور جس سے بیٹوں نے نکاح کیا وہ باپ پر حرام ہے بدلیل اس آیت کے خواہ عقد کے ساتھ وطی ہو یا نہو اور باپ شامل ہے اوپر کی اصل دادا پردادا وغیرہ کو بھی اور ایسے ہی بیٹوں کا لفظ بھی پوتوں پرپوتوں وغیرہ سب کو شامل ہے اور اسمیں اختلاف ہے کہ اگر عقد فاسد ہو تو اس سے حرمت متحقق ہوتی ہے یا نہیں۔ اور ابن المنذرؒ نے فرمایا کہ علمائے امصار میں سے کل شخص جس سے علم محفوظ رکھا جاوے اجماع کیا کہ مرد نے اگر کسی عورت سے نکاح فاسد وطی کر لی تو وہ اسکے باپ دادا و بیٹے پر حرام ہو گئی اور اسپر بھی اجماع ہے کہ اگر باندی خریدی تو عقد خرید سے وہ باپ و بیٹے پر حرام نہو گی پھر بعد خریدنے کے اگر اسکو شہوت سے چھوا یا بوسہ لیا تو اسکے باپ و بیٹے پر حرام ہو گئی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ انھوں نے اسمیں اختلاف کیا ہو پس اسکے اتفاق سے اسکا حرام رکھنا واجب ہے اور چونکہ انھوں نے سوائے چھونے و بوسہ کے نظر کرنے میں اختلاف کیا ہے تو لوجہ اختلاف کے بعد نظر کرنے کے وہ باپ و بیٹے پر حلال نہ رہیگی۔ اور کہا کہ جو ہم نے بیان کیا اسکے برخلاف حضرت صلعم کے کسی صحابی سے صحت کو نہیں پہونچا۔ حکم واضح ہو کہ قولہ الذین من اصلابکم۔ جملہ صفت ابناء واقع ہے اور اصلاب جمع صلب بمعنے پیٹھ ہے یعنے وہ بیٹے جو تمہاری پشت سے ہوں خواہ پہلی پشت سے ہوں یا دوسری پشت سے کہ تمہارے بیٹوں کے بیٹے ہوں اور اس سے احتراز ہے ان لوگوں سے جنکو متبنیٰ کر لیتے تھے کیونکہ وہ منھ بولے بیٹے ہیں درحقیقت بیٹے نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف انکے نسب لگانے سے بھی منع فرمایا بلکہ فرمایا ادعوہم لآبائہم ہو اقسط عند اللہ الآیہ۔ یعنے انکو انکے باپوں کی طرف نسبت دیکر پکارو اور فرمایا وما جعل ادعیاءکم ابناءکم الآیہ۔ یعنے تمہارے منھ بولے ہوؤں کو تمہارے بیٹے نہیں کر دیا۔ پس انکی جورووں سے اگر وہ طلاق دیکر الگ کر دیں یا مر جاویں تو تمکو نکاح کرنا حلال ہے اور نبی صلے اللہ

علیہ وسلم نے زیدؓ بن حارثہؓ کو متبنی کیا تھا اور وہ زید بن محمد صلعم مشہور تھا پھر جب ممانعت ہوئی تو زید بن حارثہ کے نام سے مشہور ہوئے اور
زید رضہ کے نکاح بین زینبؓ تھین جو پیرہؓ نے باوجود فہمائش حضرت صلعم کے جو بطور مشورہ تھی حضرت زینب کو طلاق دیدی تو اسعز و جل نے
حضرت زینب کا نکاح حضرت صلعم سے باندھا ۔ و قد قال فلما قضیٰ زید منها وطرا زوجنا کها لکیلا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائهم الآیۃ
اور زمانۂ جاہلیت والے منھ بولے کی جورو سے نکاح نہین کرتے تھے چنانچہ جب ایسا ہوا تو مشرکین مکہ نے طعن کیا پس نازل ہوا قولہ
وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الآیۃ ۔ بالجملہ اسمین خلاف نہین کہ منھ بولے بیٹے ہونے کی وجہ سے اسکی جورو سے
نکاح حرام نہین ہی ۔ اگر کہا جاوے کہ جب انھین بیٹون کی جورو ین حرام ہوئین جو اپنی پشت سے ہین تو رضاعی بیٹے کی جورو کہان سے
حرام کہی جاتی ہی حالانکہ جمہور کے نزدیک بلکہ اجماع ہی کہ رضاعی بیٹے کی جورو رضاعی باپ پر حرام ہی پس جواب یہ ہی کہ بعد اجماع کے
کسی دلیل کی ضرورت نہین اور حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ جو نسب سے حرام ہی وہ رضاع سے حرام ہی ۔ اور اسمین اختلاف ہی کہ وطی زنا مقتضی
تحریم ہی یا نہین و تحریر دلائل طرفین بطوالت چاہتا ہی اور مذہب امام ابو حنیفہ و انکے اصحاب کا یہ ہی کہ زنا مقتضی تحریم ہی اور یہی قول عمران
بن حصین رضی اللہ عنہ و شعبی و عطاء و حسن بصری و ثوری رح سے مروی ہی اور یہی مذہب امام احمد و اسحٰق کا ہی اور نیز اختلاف ہی کہ لواطت
موجب تحریم ہی یا نہین تو امام ثوری رح سے مروی ہی کہ اگر مرد نے کسی طفل سے لواطت کی تو اسپر اسکی مان حرام ہو گئی اور یہی قول امام احمد کا ہی
اور یا نند اسکے امام اوزاعی سے مروی ہی واللہ اعلم ۔ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ ۔ من نسب او رضاع ویلحق بالسنۃ الجمع
بینها و بین عمتها او خالتها ویجوز نکاح کل واحدۃ علی الانفراد و ملکهما معا ویطأ واحدۃ ۔ یعنے اور حرام ہی تمپر یہ کہ جمع کرو دو بہنون کو مفسر رح نے
کہا خواہ نسبی بہنین ہون یا رضاعی ہون ۔ اور اسی سے ملحق بدلیل سنت ہی یہ کہ حرام ہی جمع کرنا عورت و اسکی پھوپھی کو یا عورت و اسکی
خالہ کو ۔ ہان انمین سے ہر ایک کا نکاح اسطرح روا ہی کہ وہ تنہا ہو یعنے پھر اگر ایک کو طلاق دیدے بائن ہو جاوے تو دوسری سے نکاح کر سکتا
ہی اور یہ روا ہی کہ ایسی دو باندیان ایک ساتھ یا آگے پیچھے خرید کرکے یا کسی اور سبب سے اپنی ملک مین جمع کرے جو دونون بہنین ہون یا ایک باندی و اسکی پھوپھی کو
یا خالہ کو جمع کرے یعنے ملک مین جمع کرنا منع نہین مگر وطی ایک ہی سے کریگا بخلاف عقد نکاح کے کہ اگر دو بہنون سے ایک ساتھ ایک عقد مین یا دو عقدون مین
نکاح کیا تو باطل ہی اور اگر آگے پیچھے ایک ایک سے نکاح کیا تو پہلی کا جائز اور دوسری کا باطل ہی اور تمام کلام ترجمہ عالمگیری جلد دوم سے تلاش
کرو اور حرمت عام ہی کہ دو بہنین ایک مان باپ ہون یا فقط باپ کی طرف سے ہون یا فقط مان کی طرف سے ہون جمع کرنا حرام ہی اور اسپر
امت کا اجماع ہی اور اسپر بھی اجماع ہی کہ دو بہنون کا اپنی ملک مین جمع کرنا روا ہی پھر اسمین اختلاف ہی کہ ملک مین دو بہنون کو جمع کرکے دونون سے
وطی روا ہی یا نہین تو جمہور علما کے نزدیک نہین روا ہی اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا ہی اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو جاوے اور
اسکے تحت مین دو بہنین ہون تو ایک کو طلاق دیدے چنانچہ فیروز دیلمی رح سے روایت ہی کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین دو عورتین
دونون بہنین تھین تو حضرت صلعم نے مجھے حکم دیا کہ ان دونون مین سے ایک کو چھوڑ دے رواہ احمد و الترمذی و ابن ماجہ و ابو داؤد و ابن جریر اور
شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ ملک یمین مین دو بہنون کا جمع کرنا یعنے اسطرح کہ دونون سے وطی کرے یہ بھی حرام ہی کیونکہ آیت عام ہی اور یہی چارون
اماموں و جمہور علما سلف و خلف سے مروی مشہور ہی ہان بعض سلف نے اسمین توقف کیا ہی پھر ابن کثیر رح نے بعد تھوڑے ذکر کے شیخ ابن عبد البر
سے نقل کیا کہ جن لوگون سے اختلاف منقول ہی اسکی طرف فقہاے حجاز و عراق و شام و مشرق و مغرب کسی نے التفات نہین کیا سواے بعض
اہل ظاہر کے جو شاذ ہو کر نکل گئے اور قیاس کو نہین مانتے اور جس امر پر ہم نے اجتماع کیا اسکو ظاہر پر عمل کرکے چھوڑتے ہین اور فقہا کی جماعت